تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شانز دہم (۱۶)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۱)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شانز دہم (۱۶)
	تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی کی خدمات (۱)
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۶۹
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

شیخ الاسلام کی تحریکی خدمات پر ایک طائرانہ نظر

آپ کا اسم گرامی محمد حسین، کنیت ابوسعید، اور والد کا نام عبدالرحیم عرف رحیم بخش تھا آپ کی ولادت ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ہوئی، آپ کے والد بٹالہ کے رؤساء میں شمار ہوتے تھے۔ مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم نے لکھا ہے:

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین کا خاندان اسلام سے قبل پوری ہندو قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد یہ لوگ پوری شیخ مشہور ہوئے۔ بٹالہ شہر کے پوری دروازہ کے اندرون محلّہ میں آپ کے خاندان کی وسیع جائیداد تھی اور اس دروازے اور محلے کا نام اسی خاندان کے نام پر تھا۔ مولانا کے والد نے اپنے مکان سے ملحق ایک عظیم الشان مسجد بنوائی تھی اور مسجد کے ساتھ مہمانوں کے لیے کمرے بھی تعمیر کرائے تھے۔ حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ نے ورود بٹالہ کے موقع پر اسی مسجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا تھا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء، صفحہ ۲۴)

مولانا محمد حسینؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی، ان میں مولوی گل علی شاہ بھی شامل تھے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھی استاد ہیں۔ یوں ایک عرصہ تک دونوں ہم مکتب رہے۔ بعد میں آپ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے علی گڑھ لکھنؤ اور دہلی گئے۔ مفتی صدرالدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جون پوری اور مولانا نورالحسن کاندھلوی سے علوم معقول و منقول، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدرالدین آزردہ، جناب نواب صدیق حسن کے بھی استاد ہیں، گویا مولانا محمد حسینؒ اور نواب صدیق حسن بھوپالیؒ آپس میں استاد بھائی ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں سب سے نامور شخصیت حضرت سید محمد نذیر

حسین محدث دہلوی کی ہے جن سے آپ نے مؤطا اور کتب صحاح پڑھ کر ۱۲۸۲ھ میں سند فراغ حاصل کی۔

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین بٹالویؒ، حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم کے شاگردوں میں ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۷ محرم ۱۲۵٦ ہجری کی ہے اور انتقال ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ٦ جمادی الاول ۱۳۳۸ ہجری کو ہوا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر قمری حساب سے ۸۲ سال چار ماہ ہوئی۔ آپ نے علوم اصول و معقول مختلف اساتذہ سے حاصل کیے اور ان کے دو مشہور اساتذہ کی سندیں ہم کو آپ کے کاغذات میں ملی ہیں یعنی مولانا نواب صدرالدین خان صاحب دہلوی مرحوم اور مولانا گلشن علی جونپوری۔ اول الذکر کی سند پر تاریخ مرقوم نہیں۔ دوم پر ۱۲۸۱ ہجری مرقوم ہے۔ دونوں سندوں میں آپ کی لیاقت، ذہانت کا ذکر اچھے لفظوں میں ہے۔ حدیث کی سند حضرت مولانا سید نذیر حسین المعروف میاں صاحب دہلوی مرحوم سے آپ کو حاصل ہے۔ اس سند پر ۱۲۸۲ ہجری مرقوم ہے۔ میاں صاحب کی سند میں علاوہ سند علمی کے ایک فقرہ خاص مذکور ہے: ان لہ زیادۃ صحبۃ معی مزید اختصاص بی علی غیرہ من الطلبۃ یعنی آپ کو اور طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ آپ میرے ساتھ صحبت میں بہت رہتے ہیں۔ واقعات اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب جو مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ ''معیار الحق'' مصنفہ حضرت میاں صاحب ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا محمد حسین مرحوم کارکن بلکہ پورے محرر تھے۔ بعد واپسی وطن آپ نے لاہور مسجد چینیا نوالی میں درس شروع کیا۔ درس کے علاوہ ذریعہ اشاعت تحریر کو سمجھا۔ شروع شروع میں تحریر کا طریق یہ تھا کہ امرتسر سے ایک اخبار ''سفیر ہند'' پادری رجب علی عیسائی کا نکلتا تھا' اس میں بطور ضمیمہ ہفتہ وار دو ورق نکالا کرتے۔ ازاں بعد شدہ شدہ تحریک ہوئی کہ ایک ماہوار رسالہ نکالا جائے چنانچہ رسالہ ''اشاعت السنۃ'' جاری کیا گیا۔ رسالہ ماہوار کے علاوہ مستقل رسائل بھی آپ نے لکھے۔ مثلاً اقتصاد وغیرہ۔ مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے آپ کی استعداد اور تبحر علمی معلوم ہوتا ہے۔ کیسا کوئی مضمون جواب یا جواب الجواب ہو، ایسا صاف لکھتے کہ پڑھنے والے کو خوب سمجھ میں آ جاتا۔ آپ کے رسالہ ''اشاعت السنۃ'' سے مسائل حدیثیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ ابتدا میں آپ کا روئے سخن زیادہ تر احناف کی طرف تھا۔ درمیان میں سرسید احمد خان کے

مسائل نیچریہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ازاں بعد فتنہ قادیانیت اٹھا اور اس میں آپ نے بہت وقت لگایا۔ اس کی وجہ بھی معقول تھی کیونکہ قادیان آپ کے وطن بٹالہ سے صرف گیارہ میل پر ہے اور مرزا صاحب سے ابتدا میں آپ کے دوستانہ مراسم بھی تھے۔ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھتے تھے۔ قادیانی تعاقب میں آپ نے علماء کرام سے مرزا صاحب پر ایک متفقہ فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کے بعد امرتسر میں تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن' مصنفہ خاکسار کی بابت نزاع پیدا ہوگئی تو آپ نے فریق مخالف کی جانب اختیار کی۔ لیکن علماء آرہ (مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا شمس الحق عظیم آبادی' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی) کے فیصلے کو آپ نے بھی تسلیم کرنے کا اقرار کیا۔ (اشاعۃ السنۃ' جلد ۲۱' صفحہ ۶۱) آپ کی خدمات بہت ہیں۔ من جملہ ایک خدمت خاص قابل ذکر ہے کہ سرکاری کاغذات میں اہل حدیث کو وہابی لکھا جاتا تھا جس کے اصطلاحی معنی باغی تھے۔ مولانا نے اعیان اہل حدیث کی دستخطی ایک درخواست وائسرائے کے نام بھیجی کہ ہم کو وہابی نہ لکھا جائے بلکہ ہم اہل حدیث ہیں۔ چنانچہ وائسرائے نے یہ درخواست منظور کر کے تمام صوبوں میں حکم جاری کر دیا کہ ہندوستان کے اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی نہ لکھا جائے ان کا نام اہل حدیث ہے۔ مختصر یہ کہ آپ علماء پنجاب میں بہت بڑے عالم تھے۔ مرحوم نے اپنی اراضی کو وقف علی الاولاد کیا تھا جس میں کچھ حصہ تعلیمی مصرف کے لیے بھی تھا۔ مگر اولاد کے خیال میں شروط وقف پیچیدہ، ناقابل عمل تھیں اس لیے انہوں نے بالاتفاق فی روپیہ دو آنے کے حساب سے تھوڑا سا حصہ الگ کر کے باقی کو حصے بخرے کر لیا۔ اس تھوڑے سے حصہ سے بٹالہ میں ایک مسجد کا انتظام چل رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب جمعہ کی جماعت کراتے اور درس دیتے ہیں جس کا خرچ تقریباً پچاس روپیہ ماہوار ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی یادگار قائم رکھے۔ آمین۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اگست ۱۹۲۱ء)

ایک مرزائی عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لیے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لیے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے

بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوال رسول ﷺ کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور ناقابل اعتراض ہے۔ لہٰذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ (سوداگرمل۔ حیاۃ طیبہ لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۴۰-۴۱)

امرتسر، بٹالہ اور لاہور میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے علوم قرآن وسنت کی بے پناہ خدمت کی۔ ایک مدت تک آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ لاہور میں چینیا نوالی مسجد میں مدتوں خطیب اور شیخ الحدیث کی منصب پر فائز رہے۔ اور مدۃ العمر ایک ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور، بٹالہ وغیرہ سے نکالتے رہے۔

حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بعد نماز فجر عوام (اور اہل علم) کیلئے قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ جو مدارس میں باقاعدہ داخلہ لے کر طویل نصاب نہیں پڑھ سکتے، وہ نماز فجر کے بعد بیس تیس منٹ وقت نکال کر علوم قرآن سے فیض یاب ہوسکیں۔ اس درس میں دین کے ضروری مسائل بیان ہوتے اور عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا۔ میاں صاحب کے اکثر و بیشتر شاگردوں نے تحصیل علم کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اپنے استاد کے اس معمول کو جاری کیا، مولانا محمد حسین بٹالویؒ لاہور اور بٹالہ میں تاعمر یہ دینی خدمت سرانجام دیتے رہے (والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری، جو حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے واسطے سے حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں، نے بوریوالہ ضلع وہاڑی، پاکستان میں ۱۹۴۹ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک یعنی ۶۳ سال تک درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور چار دفعہ قرآن کریم کا درس مکمل کیا، اور پانچویں دفعہ تکمیل کی مہلت نہ ملی کہ ۷ مئی ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئے۔ کسی ایک مسجد میں اتنے طویل عرصے تک باقاعدہ درس قرآن دینے کی سعادت شائد برصغیر میں کسی اور اہل علم کو تاحال حاصل نہیں ہوسکی ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے۔ آمین۔ بہاء)

قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء میں ایک ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنۃ النبویہ نکالنا شروع کیا۔ جب ۱۸۹۱ء میں قادیانیت کا فتنہ نمودار ہوا تو انہوں نے اپنی تمام توانائیاں اس فتنہ کے سدباب کے لئے وقف فرمائیں اور اشاعۃ السنہ کو رد قادیانیت کے محاذ پر کھڑا کر دیا

جیسا کہ جلال الدین شمس آنجہانی، مرتب قادیانی روحانی خزائن لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان رسائل (فتح اسلام، توضیح مرام) کو پڑھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ (مرزا) اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں ہے میں ہوں، اور حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں، اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت سے فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابقہ کو چھوڑ کر ہمہ تن اسی کے دعاوی کے درپئے ہو، اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے، اس کی موجودہ جماعت وجمیعت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔ (مقدمہ روحانی خزائن جلد۳ ص ۵-۶)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا مقام تحریک ختم نبوت میں اہم ہے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے دعوے کے آغاز ہی سے رد قادیانیت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا اور پھر آپ نے دامے درمے قدمے سخنے غرض ہر قسم کے وسائل کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ اس دور میں پورے ہندوستان میں آپ کے علم وفضل کا شہرہ تھا اور مرزا صاحب کو بھی اس کا اعتراف تھا' جیسا کہ وہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی، جن کی طاقت فہمی' جن کی طلاقت لسانی' جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے۔ اور خدائے حکیم وعلیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ مولوی صاحب نوراللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں''۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی' جلد۱' صفحہ ۲۹۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے ساتھ رفتہ رفتہ دیگر علماء بھی کاروان ختم نبوت میں شامل ہو گئے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب اور

امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گرداگرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا جو نہایت کریہہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تب ایک عالم ربانی اٹھا (شائد محمود شاہ واعظ یا محمد علی بھوپڑی) اور اس نے عرض کیا کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو دجال ہے تب آپ ﷺ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا۔ اور آپ نے ان تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنہوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا تھا اور آپ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علمائے ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔ اس جگہ کرسی نشینوں کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شائد یوں ہوگی۔ کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اس سونے کے تخت کیقریب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی۔ اور ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی اور اس کے پہلو پر مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی کرسی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جس پر زینت بخش مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی تھے۔ اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی۔ اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک سے ہل بھی جاتی تھی اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی۔ یہ کرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی کرسی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اسی دربار کے شریک تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے۔ اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد مولوی محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں۔ جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آ رہی تھی کہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے

ان کے ہاتھ اور نیز مولوی محمد حسین (بٹالوی) کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجال رکھا اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی جو لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر سو میں ننانوے کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا تو پھر اس کو مومن سمجھو اور ایک نشان کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جائے۔ یا بے تحقیق شہرت دی جائے تو اس کو بلاشبہ کافر سمجھنا چاہیے۔ یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین (بٹالوی) کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشا کو سمجھا۔ تب مولوی محمد علی بھوپڑی کھڑا ہوا اور کہا میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں۔ اور لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین وتحقیر و لعن طعن کرنے کے لیے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لیے سفر بھی کر کے ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ اور کوئی گالی نہیں کہ میں نے اٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین نہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس میرا کیا اجر ہے۔ تب اس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے اٹھ کر بھوپڑی کو اپنے گلے لگا لیا اور کہا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے اور تو نے میرا منشا سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں موجود تھیں۔ اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور وہ پیغمبر صاحب ہر وقت ان کے ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے علمائے ربانی خیر الناس علی ظھر الارض۔ اور پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اس پر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آرہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی، محمد حسن لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن (لدھیانوی) کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبدالمنان کہتے تھے اور اس کی کرسی سے انا المکفر کی زور سے آواز آرہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے جو اس خواب کے مناسب حال کیگئی۔ لیکن خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علمائے پنجاب اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے اور تمام عالم امرتسری بٹالوی

لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیر آبادی بوپڑی گولڑوی وغیرہ اس دربار میں کرسیوں پر زینت بخش تھے۔ اور پیغمبر صاحب نے میری تکفیر اور ایذا اور توہین کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا۔

(تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۱۷۶۔۱۷۹۔روحانی خزائن جلد ۱۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے قادیانیت کے خلاف موزوں وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود چومکھی لڑائی لڑی ہے۔ وسائل کی قلت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ فرماتے لیکن وسائل کی عدم دستیابی آڑے آجاتی۔ مثلاً ۱۸۹۳ء میں آپ نے ارادہ کیا کہ مرزا صاحب کے رد میں ایک مستقل رسالہ ''رد قادیانی'' کے نام سے جاری کیا جائے تا کہ مرزا صاحب کے روز بروز کے احوال وافعال کا تعاقب ورد کیا جا سکے۔ لیکن یہ رسالہ جاری کرنا ممکن نہ ہو سکا پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ اپنے ''اشاعۃ السنہ'' کو کاملاً رد قادیانیت'' کے لیے وقف کر دیا جائے۔ جب قارئین سے اس بارے میں رائے لی گئی تو وہ نہ مانے کیونکہ قاری اپنے خرید کردہ رسالے میں ایک ہی موضوع پر مضامین پڑھ پڑھ کر اکتا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ''اشاعۃ السنہ'' کا کم از کم ایک تہائی حصہ رد قادیانیت کے لیے وقف کر دیا جائے۔ پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ہر ماہ اس رسالے میں مرزا صاحب کے تازہ الہامات فرامین اور سرگرمیوں میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تبصرہ ہوتا اور مرزا صاحب کے دعوے کے جواب دیئے جاتے۔ خود مولانا کے بقول ۱۹۰۰ء تک وہ مرزا صاحب کے رد میں دو ہزار صفحات لکھ چکے تھے۔ دیکھئے ''اشاعۃ السنۃ'' جلد ۱۹ نمبر ۴' صفحہ ۱۱۲ پر مولانا کا ایک اعلان جس پر ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء کی تاریخ اور مقام بٹالہ درج ہے۔

حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے دستخط سے مرزا غلام احمد قادیانی پر جاری ہونے والے سب سے پہلے متفقہ فتویٰ تکفیر کی تیاری میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔ خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

و من المعتر ضين المذكو رين شيخ ضال بطالوى و جا رغوى يقا ل له محمد حسين و قد سبق الكل فى الكذ ب و المين و انه ابى و استكبر و اشاع الكبر و اظهر حتى قيل انه امام المتكبر ين و رئيس المعتدين و رأس الغا وين ، هو الذى كفر

نی قبل ان یکفر ا لآ خرو ن۔ ویکے ازاعتراض کنندگا شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او رامحمد حسین مہ گوئند، واز ہمہ در دروغ ونا راستی سبقت بردہ است واوانکار کرد وتکبر نمود وتکبر را شائع کردہ وظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ اوامام متکبراں است ورئیس تجاوز کنندگان، سر گمراہان است، او ہماں است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت (روحانی خزائن۔جلد ۱۱۔انجام آتھم۔ص ۲۴۱)

اور یہ بھی مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے، اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے (قادیانی تذکرہ۔برحاشیہ ص ۵۷۔۵۸)

اپنی تالیف، سراج منیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

دوسرا فتنہ وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے و اذ یمکر بك الذی کفر ...یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کریگا اور تیرے ایمان سے انکاری ہے اور کہے گا، اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا۔ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا پر اطلاع پاؤں، کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے (پھر حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔خدا تعالی کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرا ئیل، یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔واللہ اعلم (روحانی خزائن۔جلد ۱۲۔سراج منیر۔ص ۱۳۰)

اپنی تالیف، تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتوی دیگا (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی کہ ایک زمانہ آتا ہے جب کہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ طیار کرے گا) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال، کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے، اور تو اپنے فتوی سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے، سو تو سب سے پہلے اس کفر نامہ پر مہر لگا، تا سب علماء بھڑک اٹھیں، اور تیری مہر کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں، اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں، کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی

)ابولہب ہلاک ہو گیا اور اسکے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے ۔ جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے، جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ ہوگا...اس الہام میں خدا تعالی نے استفتاء لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان، پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مریگا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا آمنت بالذی آمنت به بنو اسرا ئیل (روحانی خزائن جلد ۱۷ ـ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ـ ص ۶۴ ـ ۷۴)

اور تحفہ گولڑویہ ہی میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آج سے بیس سال قبل براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ پر یہی آیت (تبت یداء) بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے.... اذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا ھا ما ن لعلی ا طلع الی الله موسی و انی لا ظنه من الکا ذبین تبت یدا ابی لھب ـ....یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتوی لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ کو بھڑکا...یعنی جب کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتوی تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتوی دے دے، اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے، سو اس فتوی اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے پہلے یہ کتاب (براہین) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔ (روحانی خزائن ـ ج ۱۷ ـ تحفہ گولڑویہ ـ ص ۲۱۵)

دوست محمد قادیانی آنجہانی مورخ قادیانیت، تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولوی محمد حسین اور ان کے ہم نوا علماء نے فتویٰ تکفیر پر ہی اکتفا نہ کرتے ہوئے مخالفت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مولوی محمد حسین نے ابتدا میں قادیان کی ناکہ بندی کے لیے بٹالہ اسٹیشن سے قادیان والی نہر تک اپنے ایجنٹوں کا گویا ایک جال بچھا رکھا تھا جو اسٹیشن سے اترتے ہی قادیان جانے والوں کو

روکتے تھے۔ان ایجنٹوں نے ایک کیمپ بھی لگا رکھا تھا جہاں جانے والوں کے لیے حقہ کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ (مرزا قادیانی کے) بعض صحابہ کا بیان ہے کہ شروع شروع میں جب ہم قادیان جایا کرتے تھے تو بٹالہ کے اسٹیشن پر اور پھر قادیان کی سڑک پر میل میل کے فاصلے پر مولوی محمد حسین بٹالوی آدمی بٹھا دیا کرتے تھے (وہ لوگوں کو) ہر ممکن کوشش سے روکا کرتے اور واپس جانے کے لیے کہتے۔کئی آدمی انہوں نے واپس بھی کیے' اس زمانہ میں عوام مولوی محمد حسین کی وجہ سے بھی (قادیان) جانے سے ڈرتے تھے''۔ (تاریخ احمدیت' جلد۳' صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

ایک اور قادیانی نے لکھا ہے کہ جب ان کے:

سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی مرزا صاحب سے غائبانہ متاثر ہو کر ان سے ملنے کے لیے قادیان جا رہے تھے تو امرتسر میں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلہ مل گیا اور اس نے (قادیان جانے سے) بہت روکا اور بلائے بد کی طرح دور تک پیچھا کیا اور جھڑک کھا کر دفع ہوا۔صبح بٹالہ پہنچے تو وہاں بھی ایک سد راہ تھی''۔

(الفضل انٹرنیشنل۔۱۴ فروری ۱۹۹۷ء۔صفحہ۱۴)

اور قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد فرماتے ہیں کہ محمد حسین نے:

''ایک بہت سخت مضمون شائع کیا جس میں اس نے لکھا کہ میں مشرق ومغرب' شمال وجنوب جاؤں گا اور ساری دنیا کو بتاؤں گا (کہ مرزا جھوٹا ہے) اور اس نے واقعتاً ایسا کیا بھی۔وہ عرب علماء سے ملا' وہ مکہ گیا اور مدینہ پہنچا اور ہندوستان کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا اور آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے کہ اس شخص کا وجود اسلام کے لیے شدید خطرہ ہے۔اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ہر کسی کا فرض ہے کہ اسے قتل کر دے (اور) مولوی محمد حسین نے اپنا روزمرہ کا دستور بنا رکھا تھا کہ وہ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر جاتا جو گاڑیوں کا آخری سٹاپ تھا۔اس زمانہ میں کوئی گاڑی قادیان نہیں جاتی تھی۔بٹالہ اسٹیشن سے قادیان مغرب کی جانب ۱۲ میل کے فاصلے پر تھا۔بٹالہ سے لوگ یا تو پیدل قادیان جاتے تھے یا اگر کسی کو تانگہ میسر آجاتا تو تانگہ پر قادیان حضرت مسیح موعود کو ملنے چلا جاتا تھا۔مولوی محمد حسین بٹالوی بلاناغہ روزانہ جب گاڑی آنے کا وقت ہوتا تو سٹیشن پر پہنچ جاتا اور لوگوں سے پوچھتا پھرتا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہتے کہ ہم قادیان جا رہے ہیں تو وہ انہیں روکتا اور کہتا کہ وہاں مت جانا۔وہ (مرزا) دجال ہے وہ کذاب ہے وہ کافر ہے' اس قابل

نہیں کہ اس کی صورت بھی دیکھی جائے۔'' (الفضل انٹرنیشنل۔۲۰۔اگست ۱۹۹۹ء۔صفحہ ۱۱)

اور مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرا ایک پہاڑی ملازم تھا اور بالکل جاہل اور نیم پاگل تھا مگر بعض اوقات پتہ کی بات بھی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے بٹالہ کے سٹیشن پر کہا کہ تمہارے مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو جھوٹا ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ پیرے نے جواب دیا مولوی صاحب! میں تو کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ لوگوں کو بھگانے کے لیے آپ بٹالہ کے سٹیشن پر آ آ کر جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا مرزا صاحب کی طرف کھینچی چلی آتی ہے''۔ (سیرۃ المہدی، حصہ سوم، صفحہ ۲۲۸)

اور مشہور قادیانی عالم، مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی، بایں الفاظ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں:

''حافظ آباد (پنجاب) کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے وہاں ایک شخص الٰہی بخش رہا کرتا تھا اسے ایک دفعہ بعض احمدیوں نے قادیان لانے کے لیے تیار کیا، وہ تیار ہو گیا، بٹالہ اترنے سے پہلے ہی اسے بخار آ گیا، بخار کی حالت میں ہی وہ بٹالہ سٹیشن پر اترا، آگے محمد حسین بٹالوی ملا اس نے دیکھا کہ یہ شخص بخار کی حالت میں قادیان جا رہا ہے اس نے اسکے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو تجھے رستہ ہی میں بخار نہ ہو جاتا اور کہا کہ وہاں تو دکانداری ہے وہاں ہرگز نہ جانا''۔

(رجسٹر روایات نمبر ۱۲، صفحہ ۱۴۰۔ منقول از الفضل انٹرنیشنل ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ء صفحہ ۷)

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ یہ بھی جانتے تھے کہ قادیانیت کے قلع قمع کے لیے قلب اور زبان سے آگے بڑھ کر قوت بازو کے استعمال کی بھی ضرورت ہے جیسا کہ ۱۸۹۷ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

''حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر کاٹ کر آپ کو مردار کرتے، سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک ایسا کفر وارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور

کوئی نہیں مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ و طفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں سو (وہ) بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں''۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ' جلد ۱۸' نمبر ۳' صفحہ ۹۵-۹۶' تاریخ احمدیت جلد ۳' صفحہ ۲۲۲)

شاید اسی لیے مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ کے سایہ سے بھی دور رہنا چاہتے تھے جیسا کہ ۲۶ جنوری ۱۸۹۹ء کی ڈیٹ لائن کے تحت ایڈیٹر، الحکم لکھتے ہیں:

جب لٹل (دہاریوال کے پاس ایک گاؤں ہے جہاں حضرت اقدس نے بغرض پیروی مقدمہ برائے حفظ امن منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی دہاریوال تشریف لے جاتے ہوئے قیام فرمایا تھا) سے روانہ ہو کر کھنڈہ آ پہنچے تو حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ چونکہ سنا گیا ہے کہ محمد حسین بھی وہیں (لٹل) اترنے والا تھا اس لیے اچھا ہوا کہ ہم وہاں نہیں ٹھہرے۔ ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا اچھا ہے''۔ (قادیانی ملفوظات' جلد ۱' صفحہ ۲۹۱)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی مساعی کے اثر کا بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو اعتراف تھا جیسا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''ان الشیخ الذی ھو للطالبین کسد'' کہ ''شیخ بٹالہ کہ برائے طالبان مثل دیوار مانع است' اور ''شیخ بٹالہ جو طالبوں کے لیے ایک روک ہے''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ) صفحہ ۱۴۲)،

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا ذکر اپنے ایک عربی مکتوب میں بھی کیا ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں آپ کے مقام و مرتبے پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

وکان فی ھذہ الدیار تسعة رھط من الاشرار وکانوا مفسدین فی الارض ولا ینتھجون مھجة الخیار وما کانوا صالحین و وجدتھم فی الکبر والاباء کالجملة المتناسبه الاجزا او کامراض متشابھة فی الخبث والایذاء ورئیت کانھم من المعادین المعتدین فمنھم رجل امر تسری یقال له رسل بابا انه امرء لا یعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة

الـذيـن اشـرت اليهـم رجيـل يقال له اصغر۔ وانه يزعم فى محافل واملاء فسيعلم كيف يـجعل من الاصغرين ....ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوى و جارغوى يـقـال لـه مـحـمـد حسيـن وقد سبق الكل فى الكذب والمين وانه ابى واستكبر واشاع الـكبـر واظهـر حتـى قيـل انـه امام المستكبرين ورئيس المعتدين ورائس الغاوين هو الـذى كفرنى قبل ان يكفر الآخرون.... فيا ايها الشيخ والمفترى البطال الم يان لك ان تتـوب وتـليـن البال.... ثم اعلم ايها الشيخ الضال والدجال البطال ان الثمانية الذين هـم ثـمـار عـودك و وقـود وقـودك الذين ادخلوا فى التسعة المخاطبين فمنهم شيخك الـضـال الـكاذب نذير المبشرين ثم الدهلوى عبد الحق رئيس المتصلفين ثم عبد الله التـونـكـى ثم احمد على السهارنپورى من المقلدين ثم سلطان المتكبرين الذى اضاع ديـنـه بـالـكبر و التوهين ثم الحسن الامروهى الذى اقبل على اقبال من لبس الصفافة وخـلـع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضى كالذئاب۔ وآخرهم الشيطان الاعمى والغول الاغـوى يـقال له رشيد الجنجوهى وهو شقى كالامروهى ومن الملعونين فهولاء تسعة رهط كفرونا او سبونا وكانوا مفسدين۔ فايها الشيخ انى اعلم انك رئيس هذه الثمانية وكمثل امام لتلك الفئة الباغية وهم لك كالتلا ميذ فى الغواية او كالمسحورين۔

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۹۱-۱۰۵، روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی اصغر، مولوی محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالحق حقانی، پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی، مولوی احمد علی سہارنپوری، مولوی سلطان الدین جے پوری، مولوی محمد حسن امروہی، مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اوران بزرگوں کو مرزا صاحب نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو تم ان کے رئیس ہو۔ اوراس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کو

استعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ تم امام متکبراں ہوں تم رئیس تجاوز کنندگان ہو، تم گمراہوں کے سردار ہو اور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔

مرزا قادیانی آپ کے بارے میں کہتے تھے:

یکفرنی شیخ و تبعوہ امة وما ان اراہ کعاقل یتدبر ''شیخ نے میری تکفیر کی اور لوگوں نے اس کا اتباع کیا۔ میں تو اس کو بے عقل اور بے سمجھ پاتا ہوں''۔ (درثمین)۔

اور مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا ہے:

ابوجہل اس امت (مسلمہ) کا فرعون تھا کہ کیونکہ اس نے بھی نبی کریمؐ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی''۔ (ملفوظات قادیانی، جلد ۳، صفحہ ۲۷۲)

یعنی مرزا غلام احمد قادیانی، مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو اپنی امت کا فرعون قرار دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تعزیریں بھی انسان کی سمجھ میں کبھی مشکل سے ہی آتی ہیں۔ یہاں جس تحریر میں مرزا صاحب، مولانا بٹالوی کو ذلیل کرنے کے لیے فرعون کے خطاب سے نواز رہے ہیں اسی تحریر میں وہ اپنے علم وفضل اور عالم کان وما یکون ہونے کا مذاق بھی اڑوا رہے ہیں۔ ان کا کہنا کہ ابوجہل نے چند یوم تک آنحضرت ﷺ کی پرورش کی تھی جو ایک غلط بات ہے۔ نہ جانے یہ بات مرزا صاحب نے کس تاریخ میں پڑھی ہے یا سیرت کی کس کتاب میں یہ بات ان کی نظر سے گزری ہے کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش میں حصہ لیا ہے۔ اگر یہ بات مرزا صاحب کو الہام سے معلوم ہوئی تھی تو ان کی طرف الہامی پیغامات بھیجنے والے کے علم کا حدود اربعہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور ہم قادیانیوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا ثبوت مہیا کریں کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی چند یوم تک پرورش کی تھی۔ اگر ثبوت نہ دے سکیں تو تسلیم کریں کہ مرزا صاحب کا علم ناقص تھا اور چونکہ مرزا صاحب تاحین حیات اس غلطی کا ازالہ نہیں کر سکے اس لیے یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہوتا تھا۔ اگر اللہ علیم وخبیر کی الہامی رہنمائی مرزا صاحب کو حاصل ہوتی تو انہیں اس غلطی پر باقی نہ رکھا جاتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک دفعہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے فرعون قرار دیا، تاہم انہوں نے قادیانی کے مقابل خود کو موسیٰ نہیں کہا تھا۔ لیکن جب مولانا لکھوی دیارحرم میں ۱۳۱۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو مرزا قادیانی نے کہنا شروع کر دیا کہ لکھوی صاحب انہیں فرعون اور خود کو موسیٰ قرار دے کر مجھ سے پہلے مر گئے ہیں، حالانکہ اگر وہ موسیٰ تھے تو انہیں میرے بعد مرنا چاہیے تھا۔ یہ کیا ہوا کہ فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ مر گیا۔ اس بات کا انہوں نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور لکھا:

تعجب یہ ہے کہ (لکھوی کے) الہام کی رو سے میں تو فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسیٰ ہوئے۔ پس چاہیے تھا کہ موسیٰ کی زندگی میں، میں مرجاتا۔ نہ کہ موسیٰ ہی ہلاک ہو جاتا... کیا یہ عجیب نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے، بول رہا ہے... مگر وہ جو موسیٰ کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا، وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام ونشان نہیں۔ یہ کیسا موسیٰ تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اس جہان کو چھوڑ گیا۔ غرض یہ الہام ان کا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا انہیں پر پڑا، اور جو معنی واقعات نے ظاہر کئے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے... حج کرنا بھی اس کو مفید نہ ہوا اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہو گیا۔ سو چونکہ عبدالرحمٰن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کے لئے تمام مسلمانان پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا کہ یہ مفتری ہے، کذاب ہے، منافق ہے، کافر ہے، فرعون ہے... سو (اس کی) اس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا، اگر میں اس کے الہام کے مطابق فرعون تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس کے سامنے ہلاک ہوتا نہ کہ وہ۔

(روحانی خزائن۔ ج ۲۲۔ حقیقۃ الوحی، ص ۳۷۰۔۳۷۳)

ایک دوسرے مقام پر مرزا قادیانی نے یوں ارشاد فرمایا:

مولوی محی الدین صاحب کے خط میں بتصریح موجود ہے کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا ہے، اور اخویم حکیم نورالدین کو ہامان قرار دیا ہے۔ آپ موسیٰ صفات بنے ہیں مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ فرعون وہامان تو اب تک زندہ ہیں اور موسیٰ اس جہان سے گذر گیا۔ چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ہلاک کر کے مرتے، مگر یہ کیا ہے کہ آپ ہی ہلاک ہو گئے۔ کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

(روحانی خزائن۔ج ۲۲۔حقیقۃ الوحی،ص ۳۶۹)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تعلّی کا جواب اسی خط میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر انہوں نے درج بالا عبارات لکھی ہیں کیونکہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ کے مکتوب گرامی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک موجود نہیں ہے کہ وہ خود کو موسیٰ سمجھتے ہوں۔خط یوں ہے:

بسم الله الر حمن الر حيم... حا مداً و مصلياً۔

یـا خبیر ا خبر نی مرزا کا کیا حال ہے۔خواب میں یہ الہام ہوا:ان فـرعون و ھا ما ن و جـنو د ھما کا نوا خا طئین ... و ان شا نئك ھو ا لا بتر۔مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہیں اور اس میں میرا نام نہیں،اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکور ماہ صفر کو ہوئے جب مرزا کا جواب آ گیا،بعدازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا:مرزا صاحب فرعون... الحمد لله علی ذ لك۔اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے۔ اور جس وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نور دین۔مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے اطلاع دینی ضرور تھی۔

العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھوی بقلمہ بتاریخ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ۔(روحانی خزائن جلد ۲۲ص ۳۶۷۔۳۶۸)

اس خط میں مرزا غلام احمد کے فرعون اور حکیم نورالدین کے ہامان ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ مولانا لکھوی خود بمنزلہ موسیٰ ہیں۔اور جب انہوں نے خود کو موسیٰ قرار ہی نہیں دیا تو ان کی وفات سے وہ نتیجہ نکالنا جو مرزا قادیانی نے نکالا ہے،سراسر غلط ہے۔تاہم اس بحث میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب جب کسی کے موسیٰ وفرعون ہونے کی بحث چھڑے گی،تو فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ پہلے کون مرزا؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح اصل فرعون کی موت اصل موسیٰ کی زندگی میں ہوئی،اسی طرح ہر وہ شخص جو بمنزلہ فرعون ہوگا،اس شخص کی زندگی میں مرے گا جو بمنزلہ موسیٰ ہوگا،اسی لئے وہ مولانا لکھوی کی وفات کے بعد للکار للکار کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو وہ لاش کس کی پڑی ہے اور ادھر یہ کون بول رہا ہے۔دیکھو جو فرعون تھا،وہ تو مرزا پڑا ہے اور ادھر میں جو بمنزلہ موسیٰ ہوں تا حال زندہ ہوں۔

آیئے مرزا صاحب مرزا صاحب کے اس اصول کہ، موسی وفرعن کی کشمکش میں فرعون پہلے مرتا ہے اور موسی بعد میں، کی روشنی میں ان عبارات کو دیکھیں جن میں وہ خود اپنے آپ کو بمنزلہ موسی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دے رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

و اذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا ھا ما ن لعلی اطلع الی اله موسی و انی لاظنه من الکا ذبین . ..اور وہ زمانہ یاد کر کہ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا، اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بطالوی ہے اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے...اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہو گیا اور دوں ہاتھ اس کے ہلاک ہو گئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا۔

(روحانی خزائن۔ ج ۱۱۔ انجام آتھم ضمیمہ۔ ص ۳۴۰)

مرزا قادیانی نے ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ کو صبح کی سیر کے موقع پر کہا:

خدا تعالی نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے۔ ہامان، نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا، مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جائے گا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی شاید یہی وجہ ہو جس سے اس کو ایمان نصیب ہوا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)..

(مرزا قادیانی نے اپنی امت کا فرعون، محمد حسین کو قرار دے کر اپنی امت کو امت مسلمہ سے الگ کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ان کی امت کا فرعون، ابو جہل ہے۔ جس طرح حضرت موسی کی امت کا فرعون، فرعون مصر تھا۔
تاہم مرزا صاحب فرماتے ہیں فرعون اس نیکی کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر کے کی تھی، اور چونکہ محمد حسین نے بھی ابتداء میں ان کے سلسلہ کی پرورش کی ہے اس لئے اس نیکی کے بدلے میں اسے بھی ایمان لانے یعنی قادیانیت اختیار کرنے کی جزاء دی جائے گی۔
اور جس طرح بقول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، فرعون جنتی ہے، محمد حسین بھی جنت میں جائے گا)۔

یہاں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب، مولانا محمد حسین کو فرعون قرار دیتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ فرعون موسی سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی تو مرزا صاحب قادیانی کے بعد فوت ہوئے ہیں، فرعون کیسے ہو گئے، موت وحیات کے اس کلیہ کے مطابق تو فرعون مرزا صاحب ہوتے ہیں جو مولانا محمد حسین

کی زندگی میں مر گئے تھے۔

پھر مرزا قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نیکی کی وجہ سے جواس نے سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی صورت میں کی تھی ،محمد حسین کو وقت آخر ایمان نصیب ہو جائے گا یعنی وہ قادیانی ہو جائیں گے۔اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں ہوئے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ براہین کی حمایت اور سلسلہ کی پرورش نیکی شمار نہ ہوئی کہ اس کے بدلے میں انہیں قادیانیت والا نام نہاد ایمان نصیب ہوتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات میں ان کا یہ فرمان موجود ہے:

محمد حسین کوفرعون کہا گیا اور نذیر حسین کو ہامان۔ ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا، اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا، اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے آمنت انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل کہا تھا ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائے گا، یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا ،شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہے کہ اس نے موسی کو پالا، پرورش کیا، تعلیم دلوائی، تربیت کی۔ (قادیانی ملفوظات۔جلد ۴ص ۲۴۴۔۲۴۵)

نزول المسیح میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر خود کو موسی قرار دیا، لکھا ہے:

اور یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا، یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین کو) کہ اے ہامان! میرے لئے آگ بھڑکا، یعنی کافر بنانے کے لئے فتوی دے میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔اس جگہ خدا نے میرا نام موسی رکھا، تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسی کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کرونگا، اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسی کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔ (روحانی خزائن۔ج ۱۸۔نزول المسیح ص ۵۳۰)

ان عبارات میں خود کو موسی اور مولانا بٹالوی کو فرعون قرار دے کر ہوا یہ کہ مرزا قادیانی خود ۱۹۰۸ء میں چل بسے جب کہ مولانا بٹالوی ان کے بعد بھی کم وبیش ۱۲ برس زندہ رہے۔اس تاریخی حقیقت کی روشنی آپ مرزا

قادیانی کی وہ عبارات دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کی وفات کے بعد بڑے زور شور سے لکھی تھیں کہ دیکھو کون مرا پڑا ہے؟ اور کون زندہ ہے؟ مولانا لکھوی نے خود کو کبھی موسی قرار ہی نہیں دیا جب کہ مرزا قادیانی نے واضح طور پر خود کو موسی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون کہا تھا۔ اب اگر مرزا صاحب خود اپنے الہام کے مطابق موسی تھے اور مولانا بٹالوی فرعون، تو الہامی تشبیہہ کو پورا کرنے کے لئے مرزا صاحب کی مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی وفات (۱۹۲۰ء) کے بعد مرتے۔ مگر یہ کیا کہ مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ تو زندہ تھے اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء ہی میں چل بسے۔ ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں پوچھتے ہیں: کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟

دراصل مرزا قادیانی کے الہامات کہ وہ بمنزلہ موسی اور مولانا بٹالوی فرعون ہیں، خدا تعالی کی طرف سے نہیں تھے۔ اگر وہ خدا تعالی کی طرف سے ہوتے تو مرزا صاحب خود اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق بعد میں مرتے اور مولانا بٹالوی پہلے۔ مرزا صاحب پہلے مر کر نہ صرف یہ ثابت کر گئے کہ ان کا الہام کنندہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر گئے کہ وہ خود فرعون تھے اور مولانا بٹالوی بمنزلہ موسی۔

جہاں تک مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ کا تعلق ہے ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی خود کو بمنزلہ موسی قرار نہیں دیا بلکہ وہ اپنے فرمان میں جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا اس جانب اشارہ کر چکے تھے کہ وہ مولانا بٹالوی کو بمنزلہ موسی سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

آپ (مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی) نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں (قادیانیوں) کے مقابلہ میں تیرے قائم دائم رہنے کی بابت خدا تعالی سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے الہام ہوا ہے لکل فرعون موسی۔ یعنی ہر فرعونے راموسی۔ لہذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں، ہم خدا تعالی سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔

(روحانی خزائن۔ جلد ۳) (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳)

مئی ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان، شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی، شائع فرمایا۔ یہ اشتہار ان کے ایک خواب کی بنیاد پر شائع کیا تھا جس کے مطابق مولانا بٹالوی (معاذ اللہ

)ارتداد اختیار کر کے مرزائی ہو گئے تھے۔مرزا قادیانی نے لکھا:

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے، یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے، اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے۔سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کیلئے اس بیچارے نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو، کچھ خدا سے ڈرو، تو دیوانہ کی طرح ان کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز (مرزا) کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر ہے اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں، اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال ہے و انی رأیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ ، و رأیت کانہ ترک قول التکفیر و تاب و ھذہ رؤیائی و ارجو ان یجعلھا ربی حقاً ، و السلام علی من اتبع الھدی ۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان گورداسپور۔۴مئی ۱۸۹۳ء

(روحانی خزائن۔جلد۶، حجۃ الاسلام،ص۵۸۔۵۹)(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلداول۔ص۴۱۵۔۴۱۶)

اس اشتہار کی عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں (مرزا) نے دیکھا کہ محمد حسین بٹالوی نے میری تکفیر ترک کردی ہے اور یہ اپنی موت سے پہلے مجھ پر ایمان لے آئے گا، یہ میرا خواب ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اس خواب کو سچا کرے گا۔

اس خواب کے ۱۹ماہ بعد مرزا قادیانی کو اسی مضمون کا ایک اور خواب آیا جو قادیانی کے تذکرہ میں ۱۳ دسمبر۱۸۹۴ء کے تحت درج ہوا ہے۔اس کے مطابق مرزا قادیانی نے کہا:

ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے ہم نے وہیں نماز پڑھی۔جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے، اس وقت مجھے اس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے، پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں۔پس اسی حال میں وہ میرے پاس آ گیا۔میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے

اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے۔اس نے کہا ہاں۔پس بہت نزدیک آیا اور بغل گیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا۔پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگذر کر، جو میں نے تیرے حق میں کہیں، جن سے تجھے دکھ پہنچا۔اس نے کہا میں نے درگذر کی۔تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں، تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا۔اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب دیکھا تھا، وہ آج پورا ہو گیا۔پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے جان کندن میں ہے۔میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مر جائے گا کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہو گی ۔(قادیانی تذکرہ۔ص ۲۶۷۔۲۶۸) (روحانی خزائن ج ۱۲، سراج منیر ص ۸۰۔۸۱)

خیال گذرتا ہے کہ ان خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب کو دیگر مواقع پر بھی ان کے الہام کنندہ نے بتایا تھا کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے جیسا کہ انہوں نے اپنی ۱۸۹۷ء کی تصنیف سراج منیر میں لکھا ہے:

شیخ محمد حسین بٹالوی (اڈیٹر) رسالہ اشاعۃ السنہ جو بانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں، اس کی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا و اللہ علی کل شیء قدیر۔(روحانی خزائن ج ۱۲، سراج منیر ص ۸۰)

چونکہ مرزا قادیانی نے آپ کے قبول مرزائیت کی پیش گوئی کر رکھی تھی، اسلئے مرزا کے ارادت مولانا بٹالوی ؒ کی مرزائیت شکن سرگرمیوں سے ملول ہو کر مرزا صاحب سے سوال کرتے کہ حضرت! مولوی محمد حسین کے رجوع الی الحق کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا کب ظہور ہوگا۔اس پر مرزا صاحب اس دفتر بے معنی، کا تذکرہ بلطائف الحیل ٹال جاتے تھے۔آخر خواب کے قریباً چار سال بعد انہوں نے مولانا بٹالوی ؒ کے قبول مرزائیت کی ایک مزید ار توجیہہ کی اور اپنے رسالہ استفتاء میں جو ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا، لکھا:

مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین کا ایمان فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔

مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے۔لکھا ہے:

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا تعالی کی طرف سے ہے۔فرمایا (مرزا نے) اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالی نے ایسا ہی مقدر کیا تھا، اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابتداء سے اس میں ایک طرح کی خود پسندی تھی، پس خدا تعالی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے، یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے، جس طرح میں اس کا نام فرعون رکھا گیا ہے، اس نے بھی آخر یہی کہا تھا کہ آ منت انه لا اله ا لا الذی ..اسلئے اس (محمد حسین) کے لئے آ منت با لذی کا وقت مقرر ہے۔

(قادیانی ملفوظات۔ج۴ص۲۵۲۔۲۵۳)

مولانا دلاوریؒ اپنی تصنیف رئیس قادیان میں بتاتے ہیں کہ ان بیانات سے مرزا کی ہوشیاری اور موقع شناسی مترشح ہوتی تھی اور انہوں نے اپنے اور اپنے پیرؤوں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش رکھ لی تھی کہ فرعون کی طرح مرنے سے پہلے مولانا بٹالوی بھی اپنا عقیدہ تبدیل کر لیں گے لیکن وہ ذات شریف (شیطان) جس نے اپنے مطرود ہونے کے دن سے بنی آدم کو گزند پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے اور اپنے ملہموں کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں دھکیلنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے قطعاً گوارا نہیں کرستی تھی کہ حضرت، مسیح موعود، صاحب اور ان کے پیرو کسی پیش گوئی میں منہ کی کھانے اور ذلت اٹھانے سے بچ سکیں، اس لئے اب اس نے قادیانی صاحب پر یہ القاء کرنا شروع کیا کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہوگا۔ چنانچہ اس القاء کے بموجب مرزا صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی میں، جو ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی، مولانا بٹالویؒ کے قبول مرزائیت پر کامل وثوق کا اظہار فرمایا۔

اعجاز احمدی میں مرزا قادیانی کے چند عربی اشعار مع اردو ترجمہ درج ذیل ہیں:

اغلط اعجازی حسین یعلمه و هیئات ماحول الجهول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے ،کیا ہنسی کر رہا ہے

و ان کا ن فی شیء بعلم حسینکم فما لك لا تدعوه و الخصم یحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه کا لحو ت فات بنظمه متی حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان یا تنی اصبحه کا ساً من الهدی فا حضره للا ملاء ان کان یقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کے لیے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لیے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاہ الله بالا رض سخطة بلا ئل قالوا مکر م و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس (محمد حسین) کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں (ثناءاللہ) نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن بارز نا فاین حسینکم و ان کنت تحمده فا علن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حیاً و تا الله اننی اراہ کمن ید فی و یفنی و یقبر

کیا تو اسکو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اسکو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہو گیا

و ما ان قنطنا و الر جاء معظم کذالك وحی الله یدری و یخبر

اور ہم اسکے (محمد حسین) ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کریگا

و یحی بایدی الله و الله قادر و یا تی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونه ماء الطهارة و التقی نسیم الصباتا تی بریا یعطر

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی

و ان کلا می صادق قول خا لقی و من عاش منکم بر ھة فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من ھذا فلا تعجبن له کلا م من المو لی و وحی مطھر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلته من عند نفسی کراجم اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یھتدی من یظنه عجیب و عند الله ھین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائیگا یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلثه اشخاص به قد رئیتھم و منھم الٰھی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنا دے

لعمر ك ذقنا دو ن ذنب ر ما حھم فما سر نا ا لا دعاء یکرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

متی ذکروا یغتم قلبی بذ کر ھم بما کا ن وقت بالملا قات نبشر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایکدن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

ء ا ر ضعت من غو ل الغلایا ابا الو فا فما لك لا تخشی و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا، اے ثناءاللہ۔پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

عقرت بمد صحبتی یا ابا الوفا بسب و توھین فر بی سیقھر

اے ثناءاللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا گالی سے اور توہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائیگا

(روحانی خزائن جلد۱۹ ضمیمہ نزول المسیح (اعجاز احمدی۔ص۱۵۰۔۱۶۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے بقول یہ اعجازی قصیدہ ہے جو انہوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ہے۔

اس قصیدے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وحی آئی ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور منشی الٰہی بخش مرزائی ہو جائیں گے۔قدرت نے مرزا صاحب کے اس اعجازی قصیدے سے ان کے کذاب ہونے کا اعجازی نشان ظاہر کر دیا کہ نہ محمد حسین کبھی مرزائی ہوا اور نہ منشی الٰہی بخش واپس مرزائیت میں داخل ہوا۔

مرزا قادیانی یہ الہامی پیش گوئی کر کے کہ مولانا بٹالوی کا ایمان (قبولیت مرزائیت) فرعون کی طرح نہیں بلکہ سعید لوگوں کی طرح ہوگا، خود اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس گئے مولانا کے شب و روز تردید مرزائیت میں صرف ہوتے رہے، مرزا قادیانی اور ان کے مرید انگاروں پر لوٹتے رہے اور تاویلیں کرتے اور ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے۔جیسا کہ مرزا صاحب کے ۳ جنوری ۱۹۰۳ء کے ملفوظات میں محمد حسین اور اس کا رجوع کے عنوان سے لکھا ہے: اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے (محمد حسین کو) کیا سمجھیں؟ (مرزا نے)فرمایا کہ حکم حالت موجودہ پر ہوگا وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے، دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے، مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے یہی حال اس کا ہے۔سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے۔ (قادیانی ملفوظات۔جلد ۴۔ص ۳۵۴)

یہ ملفوظ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ بقول مرزا اس بات کی شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں ہے۔اس ملفوظ کے چار سال بعد مولانا بٹالوی ؒ مرزا قادیانی کے مخالف ہی تھے جیسا کہ مرزا صاحب نے ۱۱ مئی ۱۹۰۷ء کا ایک خواب یوں بیان کیا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے کسی آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی خود رہنمائی کرے کیوں کہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھا دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں، مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔ (بدر قادیان ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء۔الحکم قادیان ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء۔منقول از قادیانی تذکرہ۔ص ۷۱۸)

اور پھر ایک مرتبہ لاچار ہوکر مرزا قادیانی نے کہا:

معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا، تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل نہیں کرتے جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا، اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے، وہ یہ کہ جب کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اسکا اعلان کرتا ہے۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۳ء سے اپنی زندگی کے آخر تک شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے قبولیت مرزائیت کی پیش گوئیاں کرتے رہے، انہیں خواب بھی آتے رہے اور بقول ان کے وحی میں تو ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف مولانا بٹالوی، بلکہ منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ (مصنف عصائے موسیٰ) بھی مرزائی ہو جائیں گے۔ یہ منشی صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو قادیانیوں کو فکر پڑ گیا کہ اگر وہ قبولیت مرزائیت کے بغیر فوت ہو گئے تو مرزا قادیانی کی پیش گوئی کا کیا بنے گا جیسا کہ سیرۃ المہدی حصہ سوم میں مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے:

میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مصنف عصائے موسیٰ (منشی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کر لیں گے، اس پر آپ نے فرمایا ان کو مرنے دو، خدائی کلام کی تاویل ہو سکتی ہے۔

غرض منشی الٰہی بخشؒ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مرزا قادیانی کے شدید مخالف اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن تھے، جہاں تک مولانا بٹالویؒ کا تعلق ہے تو مولانا دلاوریؒ، رئیس قادیان میں لکھتے ہیں کہ تردید مرزائیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور مولانا اور منشی الٰہی بخش نے:

نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا بپتسمہ لینے کی بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہام صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ (رئیس قادیان۔ص۱۳۳)

۱۵ جنوری ۱۹۰۷ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے:

’مولوی محمد حسین کا ذکر آیا کہ وہ رجوع کیوں کر کرے گا۔ (مرزا نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی

مشکل بات نہیں۔ وہ جب چاہے دل پھیر دے‘ (قادیانی ملفوظات جلد۹۔ص۱۶۹)۔

یعنی مرزا صاحب اپنی زندگی کے آخری مہینوں میں بھی مولانا بٹالویؒ کے مرزائی ہو جانے کے خواب دیکھتے تھے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوا؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے آٹھ سال بعد دسمبر ۱۹۱۶ء میں سرگودھا میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کے ماموں، میر محمد اسحاق قادیانی کے مابین ایک تحریری مباحثہ ہوا۔ اس میں میر اسحاق قادیانی نے لکھا کہ:

مولوی محمد حسین صاحب فرقہ اہل حدیث کے ایڈووکیٹ اور لیڈر ہیں اور جو مرزا صاحب کا دعویٰ سن کر سب سے پہلے منکر ہوئے اور جو فتویٰ تکفیر مرزا صاحب کے بانی ہیں‘۔ (مباحثہ سرگودھا۔ صفحہ ۷۸)

میر محمد اسحاق قادیانی کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک ۱۹۱۶ء میں یعنی مرزا کی موت کے آٹھ سال بعد بھی شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی یہ حیثیت مسلمہ تھی کہ وہ بانی تکفیر مرزا ہیں اور وہی ہیں جو سب سے پہلے مرزا کا دعویٰ سن کر ان کے مخالف ہوئے تھے۔ اور اس تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۶ء تک وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے تکفیر مرزا سے رجوع کیا تھا۔ اس کے برعکس وہ نہ صرف ایک اہل حدیث مسلمان تھے بلکہ اہل حدیث کے لیڈر بھی شمار ہوتے تھے۔

اس سے اور آگے چلیں تو ہمیں حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی گجراتی کی یہ تحریر نظر آتی ہے:

۱۹۱۹ء میں، میں نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہو کر آپ کے باپ کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہو کر مرے گا۔ جب میری یہ پیش گوئی اپنی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا‘۔ (الجسر البلیغ صفحہ ۲۷ حاشیہ در رسائل اہل حدیث جلد ۲ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے جب مولانا بٹالویؒ بقول حافظ عنایت اللہ، ان کی پیش گوئی کے مطابق حالت اسلام میں فوت ہوئے۔ مرزا محمود احمد قادیانی اور اس کے اخلاف اس طرح کی باتیں تو کرتے آئے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کے ’بھائی کے سسر کا پوتا‘ مرزائی ہو گیا تھا۔ یا مولوی صاحب کے ’بیٹے کے سالے کا

ماموں زاد بھائی، مرزائی ہو گیا تھا۔ لیکن آج تک کسی قادیانی لیڈر یا محقق کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکی کہ خود مولانا بٹالوی ؒ بھی مرزائی ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا من کل الوجوہ جھوٹا ثابت ہو جانا مولانا بٹالویؒ اور دیگر مسلمانوں کے سامنے مرزا صاحب کی ابدی ذلت کا نشان ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے حالت ایمان و اسلام میں مرنے کی شہادت وہ تعزیت نامہ بھی ہے جو انجمن اہل حدیث لاہور کی طرف سے آپ کی وفات کے موقع پر ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ یہ دستاویز ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

تعزیت نامہ از انجمن اہل حدیث لاہور بخدمت وارثان مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور افراد اہل حدیث اور دیگر مسلمان

نمے دانم حدیث نافرچوں است　　ہمے بینم کہ عنوانش بخون است

سچ ہے موت العالم کموت العالم۔ ایسے قحط الرجال زمانہ میں عالم بے مثل جناب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا اہل اسلام اور خصوصاً جماعت اہل حدیث کے لئے ایسا صدمہ جانکاہ ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مولانا مرحوم جامع منقول و معقول فروع و اصول اور خاص کر فن حدیث میں بحر بیکراں تھے اور اپنی نظیر آپ تھے اور جناب شیخ الکل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جن پر ان کو فخر تھا۔ افسوس وہ نیک صورت جو کل ہمارے ساتھ تھی اور ہماری رہبری کا کام کرتی تھی آج ہماری نظروں سے پنہاں ہو کر جوار رحمت الٰہی میں جاگزین ہے یا واسع المغفرۃ یا وسیع الرحمۃ اس مغفور کو اپنی رحمت اور مغفرت کے سایہ میں ڈھانپ لے۔

مولانا مرحوم نے کتاب و سنت کی جو خدمات کی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اول اول جب فارغ التحصیل ہو کر عین عالم شباب میں رونق افروز لاہور ہوئے تو بھاٹی دروازہ مسجد مسنونہ میں ترویج کتاب و اشاعت سنت میں سرگرم رہے اور بعد ازاں مسجد چینیانوالی میں اہل حدیث مرکز قائم کر کے وہ خدمات اسلامی انجام دیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ علیم کے ہاں ماجور ہوں گے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعے ایسی خدمات دینی انجام دیں کہ باید و شائد مضامین میں بے بہا دریا بہا دیئے جس سے اہل علم عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا سب سے پہلے جس نے تقریری اور تحریری تردید میں قدم اٹھایا وہ مولا موصوف ہی تھے تمام ہندوستان کے علماء سے مرزا قادیانی کے حق میں فتویٰ لے کر مرتب کیا اور اسے دنیا بھر میں شائع کیا۔ مرزا نے

دھمکی دی کہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا لیکن ان پر ایسی گیدڑ بھبکیوں کا پشہ کے برابر بھی اثر نہ ہوا اور وہ آگے سے بڑھ کر ہمت واستقلال سے اس کی تردید میں سرگرم ہوئے۔ مولانا مرحوم کا زہد وتقوی اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا جو خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ شب زندہ دار تھے اور اس حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ یعنی عین اس حالت میں جب کہ وہ نماز تہجد پڑھ رہے تھے فالج گرا اور قیام نماز تہجد میں ہی کھڑے کھڑے بیٹھ گئے اور پھر کوئی دنیا کی بات نہیں کی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

اہل حدیث کے حق میں ناموزوں لفظ وہابی کا استعمال ترک کرانے کے لئے گورنمنٹ تک رسائی کی اور بالآخر یہ مکروہ لفظ قانوناً ناجائز قرار دلا کر ہی چھوڑا۔

الغرض جماعت اہل حدیث پر جو مولانا موصوف کے ہزارہا احسانات ہیں جن سے عمر بھر شکریہ ادا کرنے سے بھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ قوم کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور مولانا کو اپنی رحمت میں جگہ دے ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ عاجز: عبداللہ دبیر انجمن اہل حدیث لاہور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اپریل ۱۹۲۰ء ص ۸)

اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے بھی اس موقع پر بایں الفاظ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا:

مرزا صاحب قادیانی اور مولانا بٹالوی

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے انتقال پر قادیانی اخبارات نے جس کمینگی کا ثبوت دیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ کوئی انہیں خائب وخاسر لکھتا ہے، کوئی نامراد کہتا ہے کوئی کچھ۔ سب سے زیادہ افسوس الحکم کے اڈیٹر پر کہ وہ اصل حقیقت سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ مرزا اور مولانا مرحوم میں سے کون نامراد مرا۔ مولانا مرحوم اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کر کے، بغیر کسی ہوس کو لئے ہوئے، صبح کے وقت تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے، فالج کے گرنے سے فوت ہوگئے۔ نہ کوئی حسرت آپ کو رہی، نہ کوئی پیش گوئی آپ کی حالتِ انتظار میں تھی، نہ کسی منکوحہ کی جدائی کا قلق تھا، تھا تو صرف یہ تھا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ بتایئے نامرادی کیسی؟

ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا اپنی زندگی میں تو کامیاب تھے ہی اپنی موت میں بھی کامیاب ہی ہوئے۔ وہ کیا؟ تفصیل آتی ہے۔ سب سے پہلے قادیانی اخبار الحکم کا ایک نوٹ ملاحظہ ہو۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج اور افسوس سے پڑھی۔ ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک زبردست عالم اور اپنے عہد وعصر کا ذی علم

مناظر اور اہل قلم تھا۔ مجھ کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ۱۸۹۱ء سے ملاقات تھی۔ گویا ۲۸ برس کا ایک طویل زمانہ گذرتا ہے اور اسی وقت سے وہ سلسلہ عالیہ کا مکذب ومکفر تھا۔ گویا یوں کہو کہ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ میں مولوی محمد حسین کے باب کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ترتیب دیا ہے اور میں چشم دید واقعات کا گواہ ہوں۔...

اب ان کا معاملہ اللہ تعالی کے ساتھ ہے میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں حضرت مولوی سرور شاہ سے وہ ملاقات کرنا چاہتے تھے اور ان کو تخلیے میں گفتگو کے لئے بلا رہے تھے (تم سے تو مولانا بے تکلف تھے پھر تم کو اپنا رجوع بتانے کے لئے کیوں نہ بلایا؟ ثناء اللہ) مگر شاہ صاحب کی مصروفیتوں نے موقع نہ دیا، معلوم نہیں وہ کیا حسرتیں دل میں لے گئے ہوں گے۔

میں مولوی صاحب کا صدق دل سے خیر خواہ تھا ان کی اولاد کا بھی شفیق وناصح تھا اور اب بھی اپنے بچھڑنے والے قدیم آشنا کے خاندان کے ساتھ ہر نیکی اور خدمت کیلئے اپنے دل میں جوش پاتا ہوں زندگی نے وفا کی اور توفیق رفیق حال ہوئی تو سوانح حضرت مسیح موعود (مرزا) میں بسط سے ذکر کرونگا ورنہ: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ (الحکم قادیان۔ ۱۴ مارچ ۱۹۲۰ء ص ۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس ساری عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب مرزا قادیانی کی مخالفت میں ناکام ونامراد رہے۔ اس کے جواب میں ہم اڈیٹر الحکم ہی کا ایک نوٹ نقل کرتے ہیں جو خاص قابل قدر ہے۔ غالباً وہ تو اس کو بھولا ہوگا، لیکن لوح محفوظ میں وہ ثبت ہے۔ الحکم نے بجواب اہل حدیث ایک دفعہ لکھا:

یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب کے رجوع کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئی ہے مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی ہاں ہمارا ایمان ہے کہ یہ ہو کر رہے گی۔

(الحکم قادیان ۲۸۔ فروری ۱۹۰۱ء ص ۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! یہ عبارت صاف بتارہی ہے کہ مولانا بٹالویؒ کے حق میں مرزا کی پیش گوئی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مرزا کی مخالفت چھوڑ کر ان کی طرف رجوع کریں گے۔ گو الحکم کے ابو الحکم نے حسب سنت مرزائیہ اس کو گول بنانا چاہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ لیجئے ہم بتاتے ہیں اور مرزا جی کے قو

ل سے بتاتے ہیں جس سے تم کو مفر نہ ہو سکے سنئے اور غور سے سنئے

اقلب حسین یهتدی من یظنه -عجیب و عند الله هین و ایسر

(اعجاز احمدی ص ۵۱) ترجمہ کردہ مرزا صاحب: کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا۔ یہ کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

اب تو شک نہ رہا کہ اس پیش گوئی سے مراد یہی ہے کہ مولانا بٹالوی ندگی کے کسی حصہ میں مرزا صاحب پر اعتقاد کر کے اپنا ایمان درست کر لیں گے۔ بس اب سوال یہ ہے کیا ایسا ہوا؟ کہ مولانا بٹالوی نے رجوع الی المرزا کیا ہو؟ الحکم باتباع سنت مرزا نہایت صاف لفظوں میں اظہار کرتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں۔

اس دعوی کی دلیل کیسی معقول پیش کی ہے کہ مولوی سرور شاہ سے ملنے کا خیال رکھتے تھے۔ ایسی زبردست جو کسی بڑے پروفیسر سے منقول ہے کہ زمین گول ہے کیونکہ چاول سفید ہیں۔ مجھے بھی اس تجربہ مرزائیہ کی بنا پر یہ خیال تھا کہ یہ لوگ ایسا کہیں گے اس لئے میں جب مولانا مرحوم کے جنازہ پر گیا تو آپ کے ملنے جلنے والوں سے دریافت کیا کہ مولانا مرحوم آخری وقت تک مرزا کے حق میں کیسے تھے۔ سب نے کہا مخالف۔ پھر میں نے تحریری ثبوت تلاش کیا تو وہ بھی مل گیا۔ مولانا مرحوم ایک مضمون تردید مرزا میں شائع کرنا چاہتے تھے اسی مضمون کی کاپیاں مل گئیں جو ابھی چھپی بھی نہیں۔ میں نے وہ کاپیاں اپنے قبضہ میں کر لیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہ مرحوم آخر دم تک اسی دم خم پر رہے جس پر آپ ابتدائے مخالفت میں تھے۔ ہاں مولوی سرور شاہ سے ملنے کی خواہش والی روایت اگر صحیح ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ مولوی سرور شاہ کو خام مرزائی جان کر مرزائی مذہب کی غلطیاں بتانا چاہتے ہونگے غالباً مولوی سرور شاہ کو قرینہ معلوم ہو گیا ہوگا اسی لئے وہ ملنے نہیں گئے۔

سوال: کیا اڈیٹر الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۱ء کا اپنا پرچہ دیکھ کر ہمیں بتائے گا کہ رجوع والی پیش گوئی کیسے صادق ہوئی، اگر وہ نہ بتا سکے تو ہم ہی سے پوچھے گا تو ہم اس کو اس کا جواب سمجھا دیں گے۔ آہ!

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے   وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اپریل ۱۹۲۰ء۔ ۱۸ رجب ۱۳۳۸ھ۔ ص ۱۔۲ و ۱۱)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی آخری تحریر جس ذکر مولانا امرتسریؒ نے کیا ہے ہمارے سامنے نہیں

ہے، تاہم مرزا قادیانی کے دورآخراوراس کی موت کے بعد کی چند قادیانی اور بٹالوی تحریریں ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ آخر دم تک رد قادیانیت پر تحریری کام کرتے رہے۔

ذیل کی تحریر حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کا ایک مکتوب گرامی ہے جوانہوں نے ایک ایسے شخص کو لکھا جو شاہجہان پور میں مرزائیوں کے پروپیگنڈے سے پریشان تھا۔ یہ خط شحنہ ہند میرٹھ کے ۱۹۰۳ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا تھا، جہاں سے ہم نقل کررہے ہیں۔

محبی سید صاحب ! السلام علیکم و رحمة الله و بركاته

اامئی (۱۹۰۳ء) کا محبت نامہ وصول ہوا۔ ۱۹۰۲ء سے میں مرزا کی ایسی ہی خبر لے رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا۔ اوراس کو ایسا ہی گمراہ خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا۔ جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنۃ کے کئی نمبروں میں اس کے ردّ میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو ۱۹۰۲۔ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے ہیں۔ اس جلد کی قیمت تین روپیہ ہے، منگا کر ملاحظہ کریں۔ اگر قیمت نہ دے سکیں تو محصول ڈاک ۲۔ آنے، خرچ رجسٹری ۲۔ آنے، کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں۔ بعد مطالعہ وکاربراری جلد مذکوراسی طور پر واپس کردیں۔ میرا یہ خط جس کو چاہیں دکھائیں۔ مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنۃ

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۲۴ جولائی۔ یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۔ ۷)

براہین احمدیہ جلد پنجم مرزا قادیانی کی موت کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مرزا قادیانی کا نثری خطاب تو صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۳۱۵ سے ۳۳۵ عربی نظم لکھی ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں:

ولولا ثلاث فيك تغلي لجئتني   فمنهن جهل ثم كبر مثوّر

اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آجاتا۔ ان میں سے ایک تو جہالت ہے اور دوسری تکبر جو جوش ماررہا ہے۔

وآخر اخلاقٍ يبيدك سمّها   هو الخوف من قومٍ بحمقٍ تنفّروا

اور تیسرا اخلق جسکی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

فا یّ غبی انت یا ابن تصلّفٍ　　　تر ی ثمرا تی کلّھا ثمّ تقصر

پس اے لاف وگزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے۔

سیھد یك ر بیّ بعد غیيٍ و شقوۃٍ　　　و ذلك من و حیی اتا نی فا خبر

عنقریب خدا تجھے گمراہی کے بعد ہدایت دیگا۔ اور یہ مجھے خدا تعالی کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں

و نحن علمنا المنتھی من و لیّنا　　　فقرّت بہ عینی و کنت ا ذکّر

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا تعالی سے معلوم ہوا۔ پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں یاد دلاتا رہا

وو اللّٰہ لا انسی زمان تعلّق　　　و لیس فؤا دی مثل ارضٍ تحجّر

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں۔ اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے۔

اری غیظ نفسی لا ثبا ت لغلیہ ۔ لمو ج من الرّ جا فیعلوا و یحدر

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اسکو کچھ ثبات نہیں وہ دریا کی اس موج کیطر ح ہے جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے

و ان قلت مرّاً فی کلا م لطا لما　　　ر أیت ا ذیً منکم و قلبی مکسّر

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے، تو میں ایک زمانہ دراز سے تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور میرا دل چور چور ہے۔

و ما جئتکم الّا من اللہ ذی العلی ۔ و ما قلت الّا کلما کنت او مر

اور میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا ہے

فا نّا کتبا فی البرا ھین کلہ　　　امور علیھا کنت من قبل تعژر

پس ہم نے یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں لکھ دیئے ہیں یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے۔

و ان کنت از معت النضا ل تھوّراً۔ فنأتی کما یأتی لصید غضنفر

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے۔

و انت تظنّ بی الظنو ن تغیظاً　　　و انّی بر یء من امورٍ تصوّر

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے اور میں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں۔

نز لت بحرّ الداردار مهیمن   و تا للّٰہ انّك لا ترا نی و تھذر

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں۔اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے۔

انا ا للیث لا ا خشی الحمیر و صو تھم   و کیف و ھم صدی و للصید از ء ر

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کیلئے میں نعرے مارتا ہوں

تبصر و انّ العمر لیس بدا ئم ۔کلا نا و ان طا ل الز ما ن سیندر

آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی۔اور ہر ایک ہم میں سے اگر چہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مر جائے گا

فا ن کنت جو عان الھد ی فتحرّنا   الا اننا نقری الضیو ف و ننحر

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں

اثر ت غباراً للا ناس لیحسبوا   و جودی مضلاً للوری و لیکفروا

تو نے لوگوں کے لئے ایک غبار اٹھایا، تا میرے وجود کو گمراہ کرنے والا خیال کریں اور منکر ہو جائیں۔

ابتغی بمکر ك ذلّتی و ھلا کتی   فذ لك قصد لست فیه مظفّر

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے۔پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا۔

فد ع ا یأھا المجنو ن جھداًمضیّعاً کمثلی نخیل باسق لا یبعکر

پس اے دیوانے اس بے ہودہ کوشش کو جانے دے۔میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی۔

یسبّ و ما ادری علی ما تسبّنی   أ تطلب ثا راً ثار جدٍ مدّمر

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے۔

و انت الذی قلّبت کل جر یمةٍ   علیّ کا نّی شرّ ناسٍ و افجر

اور تو تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر الٹا دیئے گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں

اغرّتك دنیا ك الد نیّة زینةّ ۔ حذارِ من المو ت الذی ھو یبدر

کیا تیری ذلیل نیا نے تجھے مغرور کردیا۔اس موت سے ڈر جو یک دفعہ تیرے پروارد ہوگی

وما کنت فی ایذاء نفسی مقصّرا ۔ تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست کر کے چلا جاوے۔

و ان کنت تز رینا فنبغی لك الهدی ۔ صبر نا و ان تغری العداء او تهتّر

اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت چاہتے ہیں۔ اور ہم صبر کرتے ہیں اگرچہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا ہماری بے آبروئی کرے۔

تر ید هوا نی کل یومٍ و لیلةٍ　　و تبغی لو جهٍ مشر قٍ لو یغبّر

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

و ما کنت فی ایذاء نفسی مقصّراً　　تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جسے لگا کر چلا جاوے۔

و و اللّٰه ان اجعل علیك مسلّطاً　　فانّ یدی عمّا یجا زیك تقصر

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا۔

ا تتنی امورمنك قد شقّ و قعها　　علیّ و لا کا لسیف بل بهی ا بهر

بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت گراں گذریں ۔ نہ تلوار کی طرح، بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ۔

و ان کنت تشتکی فی مقا لةٍ　　فما هو ا لّا دو ن سیفً تشهّر

اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے۔

فلا تجز عن من کلمةٍ قلت ضعفها　　و انّك للایذاء با لسو ء تجهر

پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دوچند تو کہہ چکا ہے۔ اور تو ایذا کے لئے کھلے کھلے طور پر ستاتا ہے

ولا تبغ حر زا ت النفوس و هتکهم۔ و هل انت الا دودة یا مز وِّر

اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک کا خواہاں نہ بن۔ اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا۔ اے دروغ آراستہ کرنے والے۔

حسین د فاہ القو م فی دشت کر بلا　　　و کلّمنی ظلماً حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا۔

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی　و تثنی علیّ بالفۃٍ و تو قّر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ درّک حین قرّطت مخلصاً　　　کتا بی و صر ت لکل ضا لٍ مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

قطعت وداداً قد غر سناہ فی الصبا ۔ و لیس فؤا دی فی الوا د یقصّر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جسکا درخت ہم نے ایام کودگی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں۔

مرزا قادیانی کے ان عربی اشعار اور ان کے اردو ترجمہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ تردید قادیانیت میں لکھنا بند کر دے گا، اور مرزائی ہو جائے گا، وغیرہ وغیرہ، پوری نہیں ہوئی بلکہ مولانا بٹالویؒ بدستور سابق قادیانیت کے بخیے ادھیڑتے رہے۔

ذیل کی تحریر حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا ایک مکتوب مفتوح ہے جو آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے مئی ۱۹۰۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ طاعون پر بحث کی ہے، اور اس کی کتاب حقیقۃ الوحی اور اس کے آخری فیصلہ بحق مولانا ثناءاللہ و ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی پر ریویو کیا ہے۔ نیز استفسار مشتہرہ الحکم مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء و اعلان مندرجہ الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۷ء متعلقہ طاعون کا جواب دیا ہے۔ (یہ مکتوب اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ صفحات ۳۵۷۔۳۸۴ سے نقل کیا جارہا ہے)

اس مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ایک استفسار ان کے اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے ایک خط ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا

غلام احمد قادیانی کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ نے جو ۳۰۔اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ:

جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب ان کا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اس میں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے اس کی جان و عیال و اطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ویسے ہی خدا تعالی کی عادت ہے کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے تو جس شخص کو خدا تعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں (یہ غلط ہے۔ جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو خدا کے مقبولوں اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے۔ پھر آخرت میں صالحین کا حشر ان کی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیکھو مشکوۃ میں متفق علیہ حدیث، اور جن کو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالی کو بچانا منظور ہوتا ہے ان کو خدا تعالی اس قوم اور ان کی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے حضرت لوط کو حکم ہوا تھا۔ دیکھو سورہ حجر۔ ع ۵۔ محمد حسین)۔ پھر اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی تو اس کے ابتدائی زمانہ میں مجھے (قادیانی کو) الہام ہوا کہ انی احا فظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کو، جو اس گھر کی چاردیواری میں ہے، طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر مر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اس کے بعد (مرزا قادیانی نے) استفسار کیا ہے کہ: یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ چاہیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں۔،

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ) اس کے جواب میں چونکہ آپ نے اپنے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار (محمد حسین) کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے، لہذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپ نے کہا ہے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ آپکا کوئی پیرو جو آپ کی چاردیواری میں تھا، طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور چاردیواری کی تشریح اپنی کشتی نوح صفحہ ۱۰ سطر ۶ وغیرہ میں روحانی چاردیواری سے کی اور یہ بات کہی ہوئی ہے:

اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش

رکھتے ہیں بلکہ وہ بھی لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور فضل و رحم عمیم کے رو سے (جو ایک رہگذر رکھتے، آپکے گھر میں داخل ہونے والے کو، بھی شامل ہے) اس پیش گوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپکے پیروان (مریدوں) سے ادنی سے ادنی کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہ ہوتا۔ حالانکہ آپ کے بڑے بڑے مشنری (آپ کی رسالت کی تبلیغ کرنیوالے اور آپ کے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن کو چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانیوالے) شکار طاعون ہو چکے ہیں، جن کی تعداد بہت ہے۔ مگر ہم سر دست تین شخصوں کے، جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر تھے، نام پیش کرتے ہیں۔ اول مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیان علاقہ جہلم اور اس کے اطراف کا پیشوا تھا۔ دوم مولوی جمال الدین باشندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب، پاکستان) جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔ سوم محمد افضل سابق اڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اسکی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نائبان ذوی الاقتدار سے تھا جنکے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور وہ خاص دارالامان قادیان کی چاردیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا (انکے علاوہ لاہور میں حکیم فضل الٰہی، مرزا غلام احمد کا گویا ایجنٹ تھا اور اس کا گھر مرزائیوں کا ہیڈ کوارٹر یا ہوٹل تھا۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور بڑی سختی وعذاب سے مرا۔ محمد حسین)۔ ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ لوگ آپ کی پیروی میں اس رہگذر رکھتے (جو اتفاقاً آپ کے گھر داخل ہو جائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور خدا تعالی کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ: اس گھر کے محافظ رہو۔، کاربند نہ ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ لوگ طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے تو اگرچہ اس جواب کو وہ لوگ جو آپ کی کورانہ تقلید اور اندھا دھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے: اگر یا بم خریدارے، فروشم دین وایماں را، کا مصداق ہو گئے۔ یا وہ لوگ جو دل سے تو آپ کے معتقد نہیں مگر روٹیوں کی خاطر آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق: ایں شکل برائے اکل۔، ہو رہے ہیں اور وہ غریب آدمی ہونے کے بعد صد ہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں، مان جائیں گے۔ ولیکن جن لوگوں کو آپ سے اس قسم کے تعلقات نہیں وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں، یا نیوٹرل (غیر طرفدار)

مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہو سکتے ہیں، وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ دام افتادہ مریدو ں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آ کر آپ کی مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیان میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سید والوی کی کیفیت موت طاعون، جہلم وسید والہ پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں، بھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر کچھ فہم وحس رکھتے ہوں گے تو آپ کی تقلید ومریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ اس سوال کا یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا، خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک آرگن میں آپ نے اپنی طرف سے چھپوا دی ہے) اور ان کی نسبت آپ یہ کہدیں گے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چار دیواری میں کتے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے مگر وہ میری روحانی چار دیواری میں داخل نہ ہوئے تھے، تو اس جواب کو کوئی اہل بصیرت، صاحب فہم وانصاف تسلیم نہ کرے گا اور اس پر تعجب سے ایک یہ سوال کرے گا کہ ایک رہ گذر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہو جائے) صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے دارالامان کی خاکی چار دیواری میں داخل ہو گیا تھا اس طاعون سے بچ جاوے اور ایک مہاجر دارالامان اڈیٹر البدر اور دو آپ کے مشنری وواعظ (برہان وجمال) باوجودیکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپ کے مشن میں صرف کر چکے تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے، کچھ کچے رہے تھے، طاعون کا شکار ہو گئے۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی معیار مقرر نہ کریں گے جس سے سچے اور جھوٹے اور مخلص ومنافق کی تمیز ہو سکے اس پیش گوئی کو اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعوی کی برہان کیوں کر بنا سکتے ہیں؟

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ ہر شخص کی نسبت، گو وہ آپ کے گرم جوش مریدوں اور جانثاروں سے ہوگا، جب وہ طاعون سے مرے گا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اسکے اخلاص وایمان سے مطلع نہ کیا تھا۔ مثلاً اگر حکیم امت مرزائیہ نور دین خلیفہ اول، یا آپ کے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپکے وکیل بالخصومۃ مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپکے حامی جانثار اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے

والے خان محمد علی خان خلیفہ سوم، یا آپ کے خلیفہ چہارم عبدالکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھ کر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام اڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ ان کی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کے سب منافق تھے، دل سے میرے پورے پیرو نہ تھے۔ اور اس عذر و حیلہ سے آپ کسی مخلص و صادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ خاکسار نے ان باتوں کے آپ کی طرف سے پیش ہونے کی پیش گوئی اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۸ وصفحہ ۳۸ میں کر دی ہوئی ہے۔ لہذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں۔ بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں جس پر یہ سوال وارد نہ ہو۔ اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا تو اس خط کو شائع کیا جائے گا۔

اس خط کا جواب ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن (deputation) کے ذریعہ (محمد حسین بٹالوی کو) موصول ہوا جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا:

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ بعد دعوات مخلصانہ۔

آپکا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ جیسے اہل علم وفراست سے اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے، مگر پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہ ہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے وسعت معلومات نہ ہو جائے تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں بجز اس حالت کے کہ خدا تعالی اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچالے۔ عزیز من! خدا تعالی نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے وہ یہ الفاظ ہیں: ان الذین آمنوا و لم یلبسوا ایما نھم بظلم اولئك لھم ا لامن و ھم مھتدون (آپ کے الہام میں ان کا لفظ ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے تو اس میں الذین ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے چرایا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا۔ سچے عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ محمد حسین) پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں بے شک وہ ان کو بچائے گا، غرض یہ پیش گوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے۔ رہی یہ پیشگوئی کہ انی احافظ کل من فی الدار اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اسکی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب

کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، انسان کا افتراء ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعوی کرتا ہوں کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہوں گا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔اب معاف فرماویں آپ کے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔خاکسار غلام احمد

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ) اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقۃ الوحی بھی (مرزا صاحب نے) بھیجی جس کا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہو رہا ہے۔اس خط کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے یہ کھلی چٹھی لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

بٹالہ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء۔مائی اولڈ فرینڈ کرشن آف قادیان:......

ا۔آپ کا خط ۲۲ مئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جس کے پریسیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے، اور وہی کتاب حقیقۃ الوحی لے کر آئے تھے، پہنچا جس کا خلاصہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقۃ الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا۔اس سے پہلے آپ کا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا۔اور اس کے بعد وہ فیصلہ، اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان، ایک مستقل تحریر میں جو آپ کی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے دیکھا، اور اس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا۔مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۱۷ (۱۷ مئی ۱۹۰۷ء) کا جواب نہ آپ کے اس خط (۲۲ مئی) میں ہے، نہ کتاب حقیقۃ الوحی میں، نہ ان فیصلہ جات میں، بلکہ آپ کے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے۔

پہلی پیش گوئی کے الفاظ اور اس کی شرح سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں یا آئندہ فوت ہو جائیں گے، وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں؟ اور مجھے علم نہیں کہ کون شخص میرے مریدوں سے اس پیش گوئی کی شرط: عدم ظلم، کے مطابق اس طاعون سے بچے گا؟ کیونکہ اس پیش گوئی کی اس شرط کو کہ: جو لوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملا دیں گے وہی اس طاعون سے بچیں گے۔

خدا تعالی ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے، جو ایسا ہو گا وہی بچے

گا۔ میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہوں۔ اور کون بچے گا؟ اور وہ لوگ جو مبتلاء طاعون ہو گئے کیوں نہ بچے؟۔

اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ اپنے خلفا اربعہ کے طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کر کے اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں، عبارت خط اول خاکسار اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۱۸ و ۳۸ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھ کر اس تشریح وعذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیش گوئی متشابہات سے ہے، اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید وتصدیق کے لئے کیوں پیش کیا؟ کیا کبھی کسی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے اپنی تائید وتصدیق کے لئے پیش کیا ہے؟ اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اس کی پیش کر سکتے ہیں؟

اس باب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں کے ایمان وتسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں جو متشابہات کو سن کر کہتے ہیں آمنا به كل من عند ربنا (شروع سورہ آل عمران ملاحظہ ہو) ۔لہذا آپ کا اس پیش گوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعوی الہام کے ثبوت کے لئے پیش کرنا کیونکر جائز ومناسب ہوسکتا ہے۔ اور یہ کیوں افسوس کا محل نہ ہو۔ آپ تو بزعم خود وبحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے، صرف لدنی علم کے مدعی ہیں۔ زیادہ تر افسوس مولوی محمد احسن وحکیم نورالدین پر ہے کہ وہ کسی قدر ظاہری ودرسی علم بھی رکھتے ہیں اور پھر آپ کی بے سروپا باتوں کو مان کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھول گئے اور: جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایک دم میں بھلا دیا، کے مصداق بن گئے ہیں۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن صاحب خود لائے اور پھر وہ آپ کو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے اشتہار متعلق طاعون فروری ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹ میں منقول ہے) میں اس پیش گوئی میں یہ شرط: عدم ظلم ، مذکور نہیں۔ بلکہ اسکے برخلاف آوی القریۃ کہہ کر تمام گاؤں کو جو چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل

ہے، بچانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اور دوسرے اشتہار ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۳ میں) اور تیسرے اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء میں بھی اس شرط کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ تیسرے اشتہار میں دس لاکھ کی آبادی والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے، مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں کیونکہ ان کی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں پہنچی۔

اور چوتھے اشتہار میں (جو صفحہ ۴۳ جلد ۲۰ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں شائع ہوا ہے) نیز اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔

اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی) میں (جو صفحہ ۴۸ جلد ۲۰ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں منقول ہے) تو آپ نے اس کے برخلاف ایسی توسیع کر دی کہ تمام موضع قادیان کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونیکے سبب طاعون سے ایسا پاک ومحفوظ قرار دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیان نے طاعون سے بچالیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیان خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

(شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں): الغرض چار برس تک یہ پیشگوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہونے لگی۔ تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپ نے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے یہ بات بنائی اور اس پیش گوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون آئے گا تو وہ جارف یعنی جھاڑو دینے والا اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی و بالکل تباہی والا نہ ہوگا۔

پھر اس بات کی نسبت آپ کو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیش گوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح مصنفہ قادیانی) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپ نے اس پیش گوئی میں کامل پیروی اور تقوی ...کی قید لگادی۔ اور اس پیش گوئی کی یہ تفسیر کی کہ: تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔، اس وقت آپ کو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ کی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن (مصنفہ مرزا قادیانی) شائع ہوا، تو اس وقت بھی

آپ کے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا۔ اور جب دس برس تک اس الہام کا آپ کی تحریرات متعلقہ پیش گوئی طاعون میں نام ونشان نہ پایا گیا، بلکہ برخلاف اسکے، اس پیش گوئی میں چار برس تک اطلاق عموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا۔

دوسری پیش گوئی کو تو آپ کھلے الفاظ میں غیر مشروط بشرط بتا چکے ہیں جس کی وجہ سے ایک کتا آپ کے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔ اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے کہ کتا تو صرف آپ کے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا، برہان الدین جہلمی اور جمال سید والی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہو کر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے:

سگ درگاہ مرزا شو چو خواہی قرب یزدانی　　　که بر شیراں شرف دارد سگ ایں درگاہ خاقانی

اور خاص اڈیٹر البدر (افضل) جو اس گھر کا حضوری کتا تھا اور بحکم مثل مشہور: سگ حضوری بہ از برادر دوری، ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرون جات کے) مرزائیوں سے افضل، گویا اسم با مسمی تھا۔ وبہ تسلیم واعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقۃ الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے، اس طاعون سے نہ بچ سکا۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آپ کے بلاغرض وطمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھیں گے:

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم　　　ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

میرے اعتراض خط اول کو تو آپ نے اپنے جواب سے ان وجوہات کی شہادتوں سے پختہ کیا۔ اس خط کے اخیر میں جو آپ نے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیش گوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افتراء قرار دے، وہ بھی ایسی پیشگوئی کرے کہ میں آئندہ سال مع جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اس چیلنج میں آپ نے مجھے شامل کر لیا ہے، گو اخیر میں اس پر معافی چاہی اور اس پر عذر بھی کر دیا۔ یہ آپ کا پرانا ہتھیار اور وہ ہتھکنڈا ہے جس سے آپ نے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔ اس ہتھکنڈے کا جواب آپ کو ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں، ایک بات کا جواب بارہا سن کر اس کا اعادہ کر دیتے ہیں۔ لیجئے آپ کی خاطر اور آپ کے دام سے لوگوں کو

چھڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔

یہ بات آپ ان لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جو آپ کے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپ کے حق میں پیش گوئیاں کر چکے ہوں۔ جو لوگ بجز انبیاء علیہم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے۔ اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا نہیں ہے۔ ملہم کجا، کسی ادنی عقل مند صاحب حیا وشرم کا یہ کام نہیں کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیا گری کا منکر ہے اس کو کوئی عقل مند صاحب حیا کیمیا گر اپنی کیمیا گری کے ثبوت کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیا گر ہونے کو نہیں مانتے تو تم کیمیا بنا کر دکھا دو۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہ ہو، اور دوسرے کے دعوی الہام یا پیش گوئی کو دروغ جانتا ہو، اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے تو تم بھی اپنا الہام سناؤ، اور الہامی پیش گوئی کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہے گا کہ میں الہام و پیش گوئی کا مدعی ہی نہیں تو میں بالمقابلہ پیش گوئی کیوں کروں؟ کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹا اور مفتری علی اللہ بنوں؟ یا اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الٰہی قرار دوں؟ اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپ کے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے ژٹلی نے بطور تمسخر آپ کے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑ کر شائع کیا ہے، یا کسی علوم دین قرآن وحدیث و اصول وکلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور وہ اپنے خیالی الہام یا تمسخر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا، تو اس پر آپ دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل وفراست رکھتے ہیں، قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس کو الہام سمجھ کر یا دیدہ دانستہ خدا تعالی پر افتراء کر کے آپ جیسی پیش گوئی کر کے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اور اس ہتھکنڈے کی زد میں آ جائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپ نے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے، یہ محل شکایت وافسوس کا ہے، مگر چونکہ آپ نے عذر کر کے معافی بھی مانگ لی ہے لہذا میں آپکو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ آئندہ مجھ سے یہ چال

اختیار نہ کریں بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپکی مانند مدعی الہام نہ ہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نہ کریں۔

مدعی الہام سے آپ کی اس چال کو اس لئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افتراء کہتے اور خود اس کی مثل بنانے کے مدعی بنتے اور یہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل هذا ۔تو ان کے جواب میں ان کے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا قل فأتوا بعشر سور مثله مفتر یا ت یعنی تم مدعی ہو اور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تم بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناوٹی لاکر دکھاؤ۔اس سے وہ عاجز آ گئے تو کہا فأتوا بسورة من مثله ایسی ایک ہی سورت بنالاؤ۔

یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے۔اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے جو بالمقابلہ پیش گوئی کرنیوالے کو آپ نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیش گوئی کرے گا وہ ایک سال میں مبتلاء طاعون ہو جائیگا

وہ جواب یہ ہے کہ اس دہمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے۔خس کم جہاں پاک ۔عقل مند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیدڑ بھبکی ہے۔آپ کی ایسی پیش گوئی و دھمکی آگے کون سی سچی ہوگئی ہے؟ کیا عبداللہ آتھم، لیکھرام، مرزا احمد بیگ، داماد احمد بیگ، عبدالحق غزنوی وغیرہ آپ کی دھمکی اور پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ پہلے تین گو مر چکے ہیں مگر وہ مضمون پیش گوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں۔اور آخری دو اب تک (یعنی ۱۹۰۷ء میں) زندہ ہیں۔میرے اس جواب سے آپ کو اور آپ کے مریدوں مقلدوں کو جوش تو آئیگا، مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہوگا جبکہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنہ کا جن میں ان اشخاص کا آپکی پیش گوئی کو جھوٹا کرنیکا بیان ہے، جواب دینگے۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے ۔اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناء اللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہو گیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہی فیصلوں کے ہم رنگ و ہم سنگ ہیں جو پہلے مخاطبوں عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال و اجمال ہے جو پہلے فیصلوں میں تھا۔مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ اے خدا میری زندگی میں اس کو طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر، نہایت مہمل

ہے۔ نہ اس میں کوئی متعین میعاد ہے، نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا، اور ایک کی زندگی میں دوسرے کا فوت ہو جانا قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ کاذب تھا اور زندہ صادق ہے۔ بہت سے صادقین گذر چکے ہیں (جیسے آنحضرت ﷺ اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل) جو کاذبوں کی زندگی میں بلکہ بعض صادق، کاذبوں کے ہاتھ سے فوت ہوئے۔ پھر کیا کوئی مسلمان، ان انبیاء کو صادق جاننے والا، یہ سمجھ سکتا ہے کہ فوت ہو جانے والے کاذب تھے اور زندہ رہنے والے صادق تھے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ بھی اس بات کو جانتے تھے اور اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۱۳ تا ۱۲۲ تک ان نظائر کو دیکھ چکے تھے پھر آپ نے موت مخالف کو نشان صداقت خود ٹھہرایا ہے، تو صرف اس خیال سے کہ اشاعۃ السنۃ کو میرے مرید کب دیکھتے ہیں کہ میرے اس دعوی نشان نمائی پر مجھے جھوٹا کریں گے اور اس دعوی کے بعد اگر میں ان مخالفوں کی زندگی میں مر گیا تو میری ٹانگ کو کس نے پکڑنا ہے اور میری لاش کو کس نے ہلا کر کہنا ہے کہ تو کیوں مر گیا؟ اور اگر بحسب اتفاق و بحکم قضا و قدر میرا مخالف ہی کسی مہلک بیماری سے، جو ایک عام و معمولی امر ہے، نہ غیر معمولی و خارق عادت و معجزہ، تو میری پانچوں گھی میں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے متعلق تو آپ کی پیش گوئی نہایت ہی مہمل و مجمل ہے اور اس میں ان کی موت کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اس کے الفاظ صرف یہ ہیں: خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ تو نے وقت نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔، جس کا مطلب دربطن قائل ہے۔ اس واسطے اس پر آپ نے حاشیے چڑھا کر مطلب بتایا ہے جو ریویو آف ریلی جنز ماہ اگست ۱۹۰۶ء اور اشتہار بنگلور میں بیان ہوا ہے۔ مگر پھر بھی مطلب صاف ظاہر نہ ہوا۔ ان میں ان کی موت اور اس کے سبب کی نسبت اتنا بھی ایماء نہیں ہے جیسا کہ موت مولوی ثناء اللہ صاحب کی بابت ہے۔ ان کے فیصلہ کے متعلق جو اشتہار مطبوعہ بنگلور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ: انکے اعتقاد میں اعتقاد اسلام اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نجات نہیں، اسلام کا منکر اور آنحضرت ﷺ کا دشمن بھی اگر توحید پر قائم ہے، نجات پا سکتا ہے۔

اس کو ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب نے محض دروغ قرار دیا ہے۔ اور اخبار وطن میں مشتہر کر دیا ہے کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ اصل عبارت ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب کی اخبار وطن ۷ امئی ۱۹۰۷ء میں یہ ہے:

میرا یہ خیال ہرگز نہیں۔ میرے وہ الفاظ بتا دیں جن میں ایسا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جو لوگ عمداً آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بے شک شقی و جہنمی ہیں۔ مگر جن پر آپ ﷺ کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور با عمل ہوں، نجات پا سکتے ہیں۔ جس پر مجھے مرتد کہا گیا۔ اب آپ ہی مرزا صاحب اور مرزائیوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا خواہ وہ مشرک وظالم ہی کیوں نہ ہو۔ گویا کہ خدا کا ماننا اور عمل صالحہ تو ارتداد میں شامل ہوئے اور ظلم وشرک نجات میں۔

(وطن نمبر ۹ جلد ۷ مطبوعہ ۷ امئی ۱۹۰۷ء)۔

اور جو ان (عبدالحکیم) کی نسبت اسی فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ مرزا تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائیگا۔ اگر واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے جو ان سے نقل کی گئی ہے تو اسکی نسبت ہمارا ریویو ہو چکا ہے کہ یہ ان کی اصول اسلام اور حکم الہام سے ناواقفی ہے۔ وہ اپنی خیالی بات اور حدیث النفس کو وحی الہی سمجھنے سے غلطی کھا گئے ہیں۔ ایسا ہی اس کہنے میں کہ: کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ ان کو دھوکہ لگا ہے۔ مناسب ہے کہ وہ اس دعوی سے رجوع کا اشتہار دیں۔ اور اس قسم کی پیش گوئی کسی کے حق میں نہ کریں۔

ہمارے اس بیان میں جواب خط بھی ادا ہوا اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپکی کتاب حقیقۃ الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس پر رائے زنی عمل میں آتی ہے۔

یہ کتاب (حقیقۃ الوحی) جس وقت میرے سامنے پیش ہوئی، میں نے اسی وقت قبل از مطالعہ اس کینسبت خدا داد فراست سے (جس کے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کر دی تھی (جس کے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپ کے خیالات والہامات کے آرگن الحکم کے اڈیٹر مجھے روکتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں ہوں گی جو براہین احمدیہ، ازالہ اوہام۔ دافع الوساوس، انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں پائی جاتی ہیں۔ اس بات کو دبی زبان سے پریسیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ: ہاں وہی باتیں۔،

پھر جب میں نے اس کو پڑھا تو میرا وہ ریویو جو فراست وقیاس سے کیا تھا، صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں نئے نام سے شائع کرنا صرف ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں:

اکثر وہی اکاذیب، وہی مغالطات، وہی دعاوی فارغہ، وہی دلائل واہیہ ہیں، اور وہی نشانات بعینھا و بالفاظھا مذکور ہیں جو پہلے کتب ورسائل مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ اور کمتر (وہ ہیں) جو دوسری صورت اور دوسرے الفاظ و پیرائے میں وارد کئے ہیں وہ بھی باصلہ و بنظیرہ ان کتابوں میں موجود ہیں اوران کا جواب بھی ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں جلد ۱۲ سے ۲۰ تک ادا ہو چکا ہے۔

اس کی مثالیں آپ کے یہ دعوے وبیانات ونشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا پیش گوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصائے موسی، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی عبدالمجید دہلوی، مولوی رسل بابا امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی ابوالحسن سیالکوٹی، مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام۔ امریکن الیگزینڈر رڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہوگئے ہیں، اور میں (مرزا) اب تک اپنے دعوی الہام کے ساتھ زندہ ہوں، اور میرے مال دولت اور جماعت میں ترقی ہے۔ میں اس دعوی میں جھوٹا اور مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مرجاتا، وہ میرے سامنے نہ مرتے۔ ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ادا ہو چکا ہے کہ موت وحیات محق و مبطل ہونے کی دلیل نہیں، اور نہ مال ودولت وقلت وکثرت و دنیاوی ترقی و تنزل، بیماری وصحت، دلیل حقانیت و بطلان ہے۔ اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بہت سے آپ کے مخالف جو پانی پی پی کر آپ کو کوستے ہیں، اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے دندناتے ہیں؟ اور آپ کی دعا خیر میں کچھ اثر ہے تو جن لوگوں سے آپ پانچ سو روپیہ فیس لیکر دعا کر چکے ہیں وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں؟ اور آپ کے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش وخرم ہیں؟ جن نئے لوگوں کے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔ آپ اور آپکے آرگن ریویو آف ریلیجنز، الحکم اور البدر، خدا تعالی کا اور مواخذہ و اعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر، برخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپکے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی مذکورہ جلدوں میں موجود ہے۔ جس کو سبھی جلدیں میسر نہ ہوں وہ صرف جلد ۱۹ کو صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۲ تک اور جلد ۲۰ کو صفحہ ۱۱۲ سے ۱۴۰ تک ملاحظہ کرے۔ جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۱۷ میں مرزا صاحب کی اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے، اس کو مختلف ٹوٹیاں، لگا کر، نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دے کر

یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو باتیں اس نے ۱۹۰۰ء میں کہی تھیں، وہی باتیں ۱۸۹۱ء میں کہی تھیں، جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔اب وہی باتیں ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک اور جواب بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعاء یا مباہلہ کا اثر ہے، تو اس سے آپ کے دعوی کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعوی میں صادق نہیں، بلکہ آپ جیسا خونی وسفاک تو کسی نبی مصلح (ریفارمر) کا نظیر و مثیل نہیں ہو سکتا۔ نبی تو خیر خواہ دشمناں ہوتے ہیں، دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کیلئے دعا کرتے۔ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہو گئے۔آپ ﷺ چہرہ سے خون پونچھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفر لقو می فا نھم لا یعلمو ن ہمارے مولی وسید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف پہنچے۔جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہاء بدکردار نے آپ کو ہنسی میں اوڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا تو آپ کو اس غم والم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر غم سے ہوش وافاقہ ہوا تو آپ کی تسلی ودل جوئی کیلئے خدا تعالی نے حضرت اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا، انہوں نے خدا کا سلام فرخندہ انجام، فرحت وعزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپ کی تنگی دل، وغم والم کو دیکھ کر خدا نے ملک الجبال کو بھیجا ہے، آپ حکم دیں تو یہ جبل بوقبیس اور اس کے ساتھ والا پہاڑ زمین سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر رکھ کر ان کو کچل ڈالے۔اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یا رب۔اے خدا میں ایسا نہیں چاہتا۔ان لوگوں میں کوئی تو ایسا بھی نکلے گا جو لا الہ الا اللہ کہے گا اور تیری عبادت کرے گا۔

اور حضرت مسیح تو ایسے رحم مجسم تھے کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد روز قیامت بھی اپنے مخالفوں کے لئے، جنہوں نے ان کی دعوت ونصیحت کے مخالف ہو کر ان کی پرستش کی ہے، دعا مغفرت ہی کریں گے۔اور یہ کہیں گے: ان تعذ بھم فانھم عباد ك و ان تغفر لھم فا نك انت العزیز الحکیم (اے خدا تعالی اگر تو میری نصیحت کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف ہی کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے)، ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں، نافرمانبرداروں کے لئے دعا مغفرت کی تھی۔ ر ب انھم اضللن کثیراً من ... فمن تبعنی فا نہ منی و من عصا نی فا نك غفور ر حیم۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے سرکش مخالفین کے لئے بددعا کی تھی تو وہ ایک مدت دراز کے بعد، جب ان کو ان کی ہدایت سے ناامیدی ہوگئی تھی اور خدا تعالی کی طرف سے وحی ہو چکی تھی کہ اب وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ و او حی الی نو ح انه لن یو من من قو مك الا من قد آ من (هود۔ ع ٤) پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کو مدتوں وعظ کرتے رہے اور ان کی سختیاں سہارتے رہے اور گالیاں بدگوئیاں سنتے رہے۔ آپ (مرزا) نے تو نبوت کا چارج (عہدہ) لیتے ہی، پہلے ہی صحیفہ آسمانی کے نازل ہوتے ہی، اپنی قوم کو، جن کی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے، کوسنا اور مارنا شروع کر دیا تھا۔ پھر آپ مثیل مسیح کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ یا کسی نبی اور مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں؟ اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعوی ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھا دینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے کیونکہ جو کوئی آپ کا مخالف ہو اس کے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اور اس کے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اس کو مارنے کے ہتھیار، بددعائیں اور منذر الہام خدا کی طرف سے، آپ ساتھ لائے ہیں۔ پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مر جاتا ہے، اس کو اپنے ہی الہام، دعا کا اثر اور اپنی کرامت، آسمانی نشان قرار دیتے ہیں اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہیں ان کو منذر الہامات اور انذاری پیش گوئیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ لہذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپ کی قہاری شان کے شایان نہیں۔

او مائی اولڈ فرینڈ! (O My Old Friend) آپ کے اس قسم کے الہامات اہل عقل کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ ان سے کس کو ڈراتے ہیں۔ آپ کی ان خونریزیوں اور خون ریزی کی دھمکیوں کے متعلق ایک اور یہ بات بھی آپ کی توجہ و انصاف کے لائق ہے کہ آپ کے دعوی الہام و مسیحائیت وغیرہ کے منکر و مخالف سارے جہان میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ، جحوداً و عناداً انکار کرتے ہوں۔ بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے دعاوی و الہامات کو صحیح نہ سمجھنے اور ان پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہوں گے۔ انہیں لوگوں سے آپ نے اس خاکسار کو شمار کیا، چنانچہ اس خط ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور میں حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جس وقت جس دن جس مقام میں آپ چاہیں، میں اٹھانے کو تیار ہوں، کہ میں نے ابتداء سے آج تک آپ کا مقابلہ و معارضہ جحوداً و عناداً نہیں کیا، بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اور ان کے دلائل مزخرفہ کو، جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا

ہے، اصول وعقائد اسلام کے مخالف سمجھ کر ان سے انکار کیا ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے جواب میں، جب وہ آپ سے آپ کے دعاوی کی دلیل اور آپ کے الہامات کا ثبوت طلب کریں، آپ کا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے، افتراء سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو، پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤ گے، مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کیلئے کب جائز ومناسب ہے؟ وہ ہلاک ہوگئے تو آپ سے ہدایت کون پائیں گے اور آپکی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ایسے لوگوں، غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث ودلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں اور اگر آپ میں روحانی اور برقی طاقت ہے تو انکی ہدایت روحانی برقی طاقت کی دعائے سحری سے مناسب ہے، نہ خون ریزی اور خون ریزی کی دھمکیوں سے۔

آپ کو مناسب تھا کہ ہماری باتوں اور سوالات کا جواب دیتے، نہ یہ کہ بلا جواب پرانی باتوں پر اکتفا کرتے۔ گزشتہ راصلوۃ آپ آئندہ ہی مرد میدان بنیں اور جن پیش گوئیوں ونشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار، کبھی تین لاکھ بتاتے ہیں، ان میں سے صرف تین جو بہت مشہور ہیں:

۱۔ تولید الہامی فرزند۔ ۲۔ نکاح زوجہ آسمانی۔ ۳۔ موت آتھم یا لیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی۔

یا ان میں سے صرف ایک جس پر زیادہ یقین واعتماد ہو، پر تحریری یا تقریری بحث کر کے ان کا صادق ہونا ثابت کر دیں۔ اگر آپ نے اس ایک یا تین کا من جانب اللہ ہونا اور کلام الٰہی سے اپنا مخاطب اور خدا تعالیٰ کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اس پر باقی تین ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کر کے ان کا کان لم یکن ہونا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اگر ان تینوں کا من جانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کر دیا تو پھر باقی تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کر کے بحث ومباحثہ کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ جملہ پیش گوئیوں اور نشانات کا من جانب اللہ ہونا آپ ثابت کر دیں۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم ومقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم کی، جو ہزاروں لاکھوں پیش گوئیوں کے من جانب اللہ ہونے کا دعوی کرے، کوئی ایک پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ دعوی نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت کا بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ زمانہ تالیف کتاب دافع الوساوس سے یہ الہام اس میں درج

کر کے یا علی دعھم و زرا عتھم و انصا رھم یعنی اے علی (اپنی ذات اقدس کو مراد بتاتے ہیں) ان کی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنی مولویوں اور انکے مباحث کو) چھوڑ دے، مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہے (گویہ بند کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث میں ہے۔ تحریری بحث تو آپ کو بند نہیں ہوئی۔ اپنی اس کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھیں، تحریری بحث ہی پر مشتمل ہے) اور زمانہ قدیم سے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے آپ نے اسی ایک دلیل کو پناہ یا ہتھیار بنا رکھا ہے کہ: میرے نشانات کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں، محض افتراء ہے تو پھر ایک سال کے اندر ہلاک ہو۔

اس صورت میں فرمایئے آپ کے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں و منکروں پر جو معاند نہیں، کیوں کر ثابت و متحقق ہو۔ حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ آپ نہ دے سکیں تو اپنی امت کے حکیم مولوی نورالدین صاحب بہادر، یا اپنے وکیل بالخصومۃ و مناظر مولوی محمد احسن صاحب بہادر سے جواب دلوائیں۔

ایک واجب العرض گذارش یہ ہے کہ آپ کے غیر معاند خصوم سے آپ کے اس سوال کا کہ: میرے الہامات کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے تو اس کے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت کی سزا پاؤ۔ بے محل و نامناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔ رہے وہ منکر و مخالف جو جحوداً و عناداً آپ کے دعاوی کو حق جان کر اور آپ کے الہامات کو من جانب اللہ مان کر ان سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان فرعونی لوگوں کی مانند ہیں جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ: و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علواً انہوں نے روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بن جانے کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کر کے عناداً و جحوداً اس سے انکار کیا تھا۔ ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں، قسم کھا کر ہلاک ہو جانے کو نشان نہ بنائیں بلکہ ان کے لئے بھی وہی دعا کریں کہ خدا ان کا عناد و جحود دور کرے اور ان کو آپ کا مطیع کر دے۔

ان دونوں فریق کی نسبت یہ گذارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپ کے الہامات کو من جانب اللہ نہ مانے، محقق ہو معاند، اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کو مفتری علی اللہ ہی قرار دے۔ کیا یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے مقالات و الہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کے دل و دماغ کے خیالات ہیں

اور از قسم حدیث النفس ۔مگر چونکہ آپ ظاہراً درسی علوم سے امی ہیں اور فقراء اہل اللہ کی صحبت وارشاد سے بھی محروم رہے ہیں ۔اور ان کے حالات متعلقات کشف والہام سن سنا کر یا کتب میں دیکھ کر اس قسم کے بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کے دل میں اور آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں، ان کو آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں۔پس جس شخص کا آپ کی نسبت یہ خیال ہو وہ آپ کے مقالات والہامات کو خدا کی طرف سے نہ مانے تو پھر اس کو عمداً افتراء علی اللہ بھی کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔لہذا اس سوال کو آپ حل کریں ۔

یہ آپکی کتاب حقیقۃ الوحی پر خاکسار کا مختصر ریویو ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ آپکے قدیمہ مغالطات کا مجموعہ ہے گو فروخ تیلی کی طرح آپ نے اس کو بصورت دیگر پیش کیا ہے۔الراقم۔ **محمد حسین**

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۲۲ کے صفحات ۷۴ تا ۱۵۶ پر آسمانی مہدی اور اسکا رفیق کے عنوان سے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک طویل مقالہ شائع ہوا۔ذیل میں اس کا ابتدائی حصہ نقل نقل کیا جاتا ہے۔مولانا بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

اس مضمون میں ہم کو آسمانی مسیح اور اس کے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام کا قدیم خیال بیان کر کے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ کیلئے خطرناک نہیں بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اس کے مثیل وہم عصر وہم سیرت مہدی کی آمد کا خیال حکومت انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کیلئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پر خطر ہے۔اس مضمون میں ان دونوں خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کر کے انکے پولیٹکل اثر ونتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور اس کے دلائل واصول کا باہم موازنہ ومقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح وتائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپئے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔..یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں ہم کوئی محدثانہ کلام نہیں کریں گے۔ان احادیث کو جیسی کیسی وہ ہیں بلا کلام نقل کر

کے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لیں گے..... یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا....مگر بعض پولیٹکل اور مذہبی مصالح کی نظر سے اس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی کیا گیا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا اور خود ہی مہدی معہود) نے اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی نسبت گورنمنٹ کیلئے سخت خطرہ ہے اس لئے میں نے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کیلئے اپنا مسیح و مہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے... مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اس کے پیرو خونی مسیح کی آمد سے مسئلہ جنگ و جہاد سے منکر ہیں اور اسی وجہ سے امیر افغانستان نے اس کے دو مریدوں کو قتل کر دیا ہے اور اس کی جان اور اس کے پیروان کی جان و اموال کو کسی اسلامی سلطنت میں امن نہیں ہے۔ یہ باتیں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام و الزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اس کے حملے کا مجمل جواب خاکسار نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج و مشتہر کر دیا جس کے جواب میں اب تک مرزا اور اس کی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل بادلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے لہذا اس مضمون کی اشاعت اس وقت بہت ضروری معلوم ہوئی۔ مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی (علیہ ما یستحقہ) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہی ملک عدم ہوا اور مقولہ خس کم جہاں پاک کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی بے نیل مرام کی موت سے پہلے اسکے نائبین نے رسائل و اخبارات قادیان (ریویو، الحکم۔ بدر) میں ایسے مضامین شائع کئے تھے جس میں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاص کر اس خاکسار پر تجویز تناقض و تضاد انکار و اعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دو رخی پایا جاتا تھا جس کا جواب باصواب ضروری تھا مگر اس خیال سے کہ جب کہ شہتیر خرابات خانہ افراءات و اتہامات ٹوٹ کر گر گیا

ہے تو چھت کی اینٹیں وکڑیاں بھی منتشر ہو جائیں گی، جڑھ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہو جائیں گی، اس حملہ الزام کا جواب دینا اوران کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری سمجھا گیا تھا۔

پھر جب کہ مرزا قادیانی کے ان نائبین نے اس مردہ استخوان کو کھڑا کر کے اپنے احمق دام افتادگان کی نظروں میں اس کو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ ا لاولیاء لا یموتون جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے حیا ت الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں سجا کر مسیحیت ومہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اوراس کے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی والمسیح بنادیا اوراس کو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اوراس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لئے اس بے تہذیبی و دروغ گوئی وبیہودہ سرائی وژاژ خائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا، لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون کو چھاپ کر مشتہر کر دیا جائے تا کہ اس سے اس متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت وجعلی مہدویت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح وجعلی مہدی بدست آویز دلائل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل و بے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اس کے روکنے کیلئے خدا تعالی کی قہری تجلی ضروری ہے جس نے قادیانی کو دبوچا ہے۔...

اہل اسلام قدیم کا آنیوالے مسیح کی نسبت یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا، یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئیگا وہ ازسرتا پا آسمانی اور روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش و تدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔

آپؑ کی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض قبل از ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپؑ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپؑ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے۔

ازانجملہ اول، خدا تعالی کا آپ کو ایک مقدس اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا (مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اس کے تقدس سے قادیان، بٹالہ، گورداسپور کے لوگ، جو اس کے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں، بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا۔ نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوۃ کا وہ پابند تھا۔ اس کا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں اس قدر مستغرق ہو گیا تھا کہ اس کا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور

ناک بیٹھ گئی تھی۔ایک بھائی ہلاک خوروں کا پیشوا بن کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا تھا۔ایک اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔اس خاندان سے جس پر یہ مصرع صادق آتا تھا : ایں خانہ ہمہ آفتاب است، پیدا ہو کر اس کا دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، میں نبی ہوں، میں مہدی ہوں۔کس قدر لغو تھا ۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) اور آپؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اس کو غیر معمولی طور سے بڑھانا، وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

فتقبّلها ربّها بقبول حسنٍ و انبتها نباتاً حسناً و کفّلها زکریّا ۔ (آل عمران ع ٤) ۔ کانت تنبت فی الیوم کما تنبت المولود فی العام ۔ (جلالین لکھنوی۔ ص ٤٣)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲)

....

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مرزا غلام احمد نے ایک نہیں کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔مرزا قادیانی اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہو گئے لیکن حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کو اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا، مرزائیوں نے پھر توجیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے، کیا ہوا جو مولانا محمد حسین مرزائی نہیں ہوئے، ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی مرزائی ہو جائے گا اور بالآخر مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد نے بروایت الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء کو فرمایا کہ مولانا کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے، پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے ۴۔اکتوبر ۱۹۹۶ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خان امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کو آپ خان ثناء اللہ خان اور امۃ المجید کے ہاں پیدا ہوئے، آپ کے نانا مکرم شیخ محمد (مرزا قادیانی کے) صحابی بھی اور آفتاب احمد خان مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباء واجداد میں سے کسی طرف سے ہیں...تو اب مسیح موعود (مرزا) کی محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم، خدمت کا مقام حاصل کرنے والوں

میں ایک ہمارے آفتاب صاحب بھی بنتے ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء ص ۸)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد، مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے تھے، لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے مرزا طاہر احمد کے جھوٹ کا پول کھول دیا، یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے الفضل ہی میں لکھا:

آفتاب احمد خان میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے اس طرح مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے، مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے... قبل از بیعت حضرت (مرزا قادیانی) مولوی محمد حسین کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی، اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاحبزادیاں کم سن تھیں اس لئے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز کی شادی مولوی محمد حسین کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت احمدہ بیگم سے کی، ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سب سے بڑی امۃ المجید صاحبہ، آفتاب خان کی والدہ تھیں۔ اس طرح آفتاب کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے۔ یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے مجموعی طور پر مضبوط ہے۔

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ مرزا طاہر احمد کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خان، مولانا محمد حسین کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد (جسے اس نے مرزا سے بیعت بھی کروایا تھا) اس وجہ سے مرزائیت سے دور ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا بٹالوی کے خاندان سے رہا۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو۔ اگر مولانا بٹالویؒ کے دو بیٹے بقول مرزا محمود احمد مرزائی ہوگئے تھے تو ان کا تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیے تھا، دوری کا نہیں۔

براہین احمدیہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی مشہور (لیکن نامکمل) تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے جسے انہوں نے انیسویں صدی کے آٹھویں عشرے کے اختتام پر لکھنا شروع کیا تھا۔ قادیانی حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی سب سے پہلی باقاعدہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے۔ اس کتاب پر کام کا آغاز ۱۸۷۸ء کے اواخر میں ہوا اور اس کا مکمل مسودہ اپریل ۱۸۷۹ء تک تیار ہو چکا تھا جس میں بعد ازاں وقتاً فوقتاً حواشی کا اضافہ ہوتا رہا۔ اس کتاب کے اشتہارات ۱۸۷۷ء کے آخر میں شائع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی پہلی اور دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں چھپ کی نکلی۔ تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں اور چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں۔

(براہین احمدیہ، عرض ناشر، ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور۔ صفحہ ۳)

اس کتاب کی اشاعت کا اشتہار مرزا قادیانی نے یوں دیا:

اشتہار: تصنیف کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق وانتظام سرمایہ طبع کتاب

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ در بارہ اثبات حقانیت قرآن شریف صدق نبوت حضرت محمد ﷺ جس میں ثبوت کامل من جانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا اس قطعی فیصلہ سے کیا گیا ہے کہ ساتھ اس کتاب کے ایک اشتہار بھی بوعدہ انعام دس ہزار کے اس مراد سے منسلک ہے کہ اگر کوئی صاحب جو حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے، براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلا دے جس کو تین منصف مقبولہ فریقین تسلیم کر لیں تو مشتہر اس کو بلا عذر اپنی جائداد قیمتی دس ہزار پر قبض و دخل دے دے گا۔ بوجہ منکرانہ اصرار پنڈت دیانند صاحب اور ان کے بعض سکرٹریوں کی تصنیف ہوئی ہے اور نام

اس کتاب کا برا هین ا لا حمد یه علی حقا نیت الله الفر قا ن و النبوة المحمد یه رکھا گیا ہے۔ لیکن بوجہ ضخامت چھپنا اس کتاب کا خریداروں کی مدد پر موقوف ہے لہذا یہ اشتہار بجہت اطلاع جملہ اخوان مومنین و برادران موحدین وطالبان راہ حق ویقین شائع کیا جاتا ہے کہ بہ نیت معاونت اورنصرت دین متین کے اس کتاب کے چندہ میں بحسب توفیق شریک ہوں یا یوں مدد کریں کہ بہ نیت خریداری اس کتاب کے مبلغ پانچ روپئہ جو اصل قیمت اس کتاب کی قرار پائی ہے بطور پیشگی بھیج دیں تا سرمایہ طبع اس کتاب کا اکٹھا ہو کر بہت جلد چھپنی شروع ہو جائے۔ اور جیسے جیسے کتاب چھپتی جائے گی بخدمت جملہ صاحبین جو بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں گے مرسل ہوتی رہے گی۔ لیکن واضح رہے کہ جو صاحب بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں وہ اپنی درخواست خریداری میں بقلم خوش خط اسم مبارک و مفصل پتہ ونشان مسکن وضلع وغیرہ کا کہ جس سے بلا ہرج اجزاء کتاب کے وقتاً فوقتاً ان کی خدمت گرامی میں پہنچتے رہیں، ارقام فرمائیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ص ۱۸۔۱۹)

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں جو سفیر ہند امرتسر سے شائع ہوا تھا مرزا غلام احمد قادیانی ''اعلان'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ اس کی ضخامت سو جزء سے کچھ زیادہ ہوگی اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی'۔

اور ''گزارش ضروری'' کے تحت مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کتاب اب تین سو جزء تک بڑھ گئی ہے''۔

کتاب کے چار اجزا شائع ہو چکے تو لوگ اس کے حصہ پنجم کا انتظار کرنے لگے جس کے متعلق مرزا قادیانی نے منشی رستم علی نامی اپنے ایک مرید کو ایک خط میں فرمایا:

''حسب تحریر آپ کو ایک خط انگریزی اور ایک اشتہار انگریزی بھیجا جاتا ہے کسی زیرک اور منصف مزاج کو ضرور دکھائیں۔ یہ خطوط انگریزی تمام پادری صاحبان ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔ نیز پنڈتوں کے پاس بھی بھیجے گئے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں اور سب کی کیفیت انشاء اللہ حصہ پنجم کتاب (براہین احمدیہ) میں درج ہوگی۔ والسلام۔ غلام احمد۔ ۲۔ اپریل ۱۸۸۵ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ ص ۴)

اور ۵ جون ۱۸۸۵ء کو مرزا صاحب نے منشی رستم علی کو لکھا:

حصہ پنجم کتاب انشاء اللہ اب عنقریب چھپنا شروع ہو گا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۵)

نیز اپنے مرید خاص میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ لکھا:

یہ عاجز بباعث دردسر و درد پہلو اس قدر بیمار رہا کہ بعض اوقات یہ عارضہ مقدمہ موت جو ہر بشر کے لئے ضروری ہے، معلوم ہوتا ہے۔ اب افاقہ ہے مگر کچھ درد باقی ہے، اسی وجہ سے تحریر جواب سے معذور رہا... اس بات کی ابھی تسلی نہیں کہ عمر کا کیا حال ہے بعض عوارض لاحقہ میں اندیشہ موت کا پیدا ہو جاتا ہے۔ کام کتاب کتاب کا ہنوز شروع نہیں کیا گیا اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ کتاب پوری ہو جائے گی۔ ۲۴ جون ۱۸۸۵ء مطابق ۱۰ رمضان ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۷۔ ۸۸)

ایک خط میں مرزا صاحب نے میر عباس علی لدھیانوی کو یوں رقم فرمایا:

جس قدر آنمخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خدا تعالیٰ اسکے عوض آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں پر راضی ہوا کرتا ہے آمین ثم آمین ...اس عاجز کا یہ حال ہے کہ بعض گذشتہ اور تازہ الہامات سے قرب اجل کے آثار پائے جاتے ہیں گو صفائی سے نہیں بلکہ مشتبہ اور ذومعنین الہام ہیں تاہم فکر سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اسی وجہ سے میں اپنی تمام ہمت کو اس طرف مصروف کیا ہے۔ حصہ پنجم کی عبارت کو جلد مرتب اور بامحاورہ کر کے اور جو کچھ اس میں زائد داخل کرنا ہے وہ داخل کر کے توکلاً علی اللہ چھپوانا شروع کر دوں کہ اس ناپائدار اور ہیچ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ بھی دعا کریں اور اخوی منشی احمد جان صاحب کو بھی لکھیں کیونکہ بعض تقدیرات بعض دعاؤں سے ٹل جاتی ہیں۔

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول ص ۸۹۔ ۹۰)۔ (اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے لیکن اس سے اگلا خط ۹ جون ۱۸۸۵ء کا ہے۔ بہاء)۔

ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں براہین کا پانچواں حصہ لکھا جا چکا تھا اور چھپنے ہی والا تھا۔ پھر معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مسودے کا کیا ہوا کہ جو حصہ پنجم مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے اور جس کے متعلق عبدالمنان عمر قادیانی کہتے ہیں پانچویں جلد آپ (مرزا) کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اسے آپ نے اپنی زندگی ہی میں مکمل کر لیا تھا۔ (براہین احمدیہ۔ عرض ناشر۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور، صفحہ ۳) وہ تو چیزے دیگر

ہے کیونکہ اس میں تو ان اعتراضات پر مرزا صاحب نے بحث کی ہے جو ۱۸۸۵ء تک موجود ہی نہیں تھے اور اپنے مخالفوں کی ان تحریروں کے حوالے سے بات کی ہے جو ۱۸۸۵ء میں موجود نہیں تھیں اور جس بات کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے درج بالا خطوط میں کیا ہے کہ وہ عنقریب (۱۸۸۵ء میں) چھپنے والے حصہ پنجم میں موجود ہو گی اس بات کا ۱۹۰۸ء والے پانچویں حصے میں ذکر تک نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے ۱۸۷۹ء میں اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا اشتہار دے کر لوگوں سے بطور امداد اور بطور پیشگی قیمت بہت سی رقم جمع کی تھی اور اس لیے بھی لوگ کتاب کے انتظار میں رہتے تھے لیکن جب ۱۸۸۰ء کا عشرہ گزر گیا اور ۱۸۹۰ء کے عشرے کے بھی دو سال گزر گئے اور کتاب کے بقیہ حصے شائع ہونے کے آثار نظر نہ آئے تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب کو لکھا:

''آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے''۔

(روحانی خزائن۔ جلد ۵ ''دافع الوساوس'' صفحہ ۳۱۳)۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی مرحوم کو لکھا:

''آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز ''براہین احمدیہ'' کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خرد برد کر گیا ہے، یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں ''براہین'' کا طبع کرنا نہیں۔ اگر براہین طبع ہو کر شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو جائیں''۔ (روحانی خزائن۔ جلد ۵ ''دافع الوساوس'' صفحہ ۳۰۶)

اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے کتاب کا پانچواں حصہ مکمل کیا تو اس میں لکھا:

''یہ وہی ''براہین احمدیہ'' ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر ''براہین احمدیہ'' کا حصہ پنجم لکھا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔

(صفحہ ۴ دیباچہ پنجم حصہ براہین احمدیہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

براہین احمدیہ جسے مرزا قادیانی نے ۵۰ جلدوں میں لکھنے کا نہ صرف وعدہ کیا تھا بلکہ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتاب کو مکمل فرما چکے ہیں لیکن جب وہ کتاب مکمل صورت میں لوگوں کے سامنے نہ آئی اور وہ خود پانچ اور پچاس کو برابر قرار دینے کی تحریر غیر مطبوعہ صورت میں اپنے مریدوں کے حوالے کر کے مکمل کتاب کا اڑھائی ہزار صفحات کا مسودہ (ملاحظہ ہو سیرۃ المہدی میں مرزا بشیر احمد کا بیان) صندوق میں چھپا کر لالہ ملاوامل کی نظروں کے سامنے ففروا ہو گئے تو ان کے مریدوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

مرزا صاحب خود تو اپنی زندگی میں اس تحریر کو شائع کرنے کی ہمت نہ کر سکے جس میں انہوں نے پانچ اور پچاس کو برابر قرار دیا تھا۔ نہ ہی ۱۹۰۸ء میں شائع ہونے والی کتاب کو اپنی زندگی میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کے نام سے عوام کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکے کہ اس حصہ میں تو وہ باتیں موجود ہی نہ تھیں جن کے متعلق وہ ۱۸۸۵ء میں کہہ چکے تھے کہ وہ عنقریب شائع ہونے والے حصہ میں موجود ہوں گی۔ مرزا صاحب کی موت کے بعد قادیانیوں کے لیے جب علی رؤس الاشھاد ۵ اور ۵۰ کے اعداد کو برابر ثابت کرنا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ براہین دراصل مکمل ہو چکی ہے اور مرزا صاحب کی وہ کتابیں جو ''براہین احمدیہ'' کے چوتھے حصے کے بعد شائع ہوئی ہے دراصل براہین ہی کے باقی ماندہ چھیالیس حصے ہیں۔

شیخ الاسلام بٹالوی اور براہین احمدیہ

قادیانی حضرات براہین احمدیہ کو اپنے نبی کی معرکہ آراء کتاب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کتاب نے دشمنوں کے منہ بند کر دیئے تھے کیونکہ اس کتاب میں مرزا صاحب نے اسلام کی سچائی کے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے اور اسی لیے بہت سے علماء کرام نے اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ اس کتاب کی تعریف کرنے والے علماء میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی شامل تھے جو بعد میں مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اور مرزائی ہمیشہ انہیں طعنے دیتے رہے کہ اب تم کس منہ سے مخالفت کرتے ہو کیونکہ تم نے تو اس کتاب کی تعریف کی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے ''براہین احمدیہ'' پر موافقانہ ریویو لکھا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مرزا صاحب نے ابھی مسیح یا نبی یا مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور براہین کے مضامین کو علماء دیوبند و گنگوہ نے موجب کفر نہیں سمجھا تھا اور لوگوں کو تکفیر مرزا سے روکا بھی تھا''۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ برحاشیہ صفحہ ۱۷۰)

بعد میں مرزا صاحب کے دعوے سامنے آئے تو مولانا مرحوم نے رد قادیانیت کا محاذ سنبھال لیا۔ اس پر مرزا صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''درحقیقت ان رسالوں (فتح اسلام، توضیح مرام) میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ بلا کم وبیش یہ وہی

دعویٰ ہے جس کا ''براہین احمدیہ'' میں بھی ذکر ہو چکا ہے اور جس کی آں مکرم اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں امکانی طور پر تصدیق بھی کر چکے ہیں''۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ' جلد۱۲' نمبر۱۲' صفحہ ۳۶۴)

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے جواب میں لکھا:

''جو امکان میں ریویو ''براہین احمدیہ'' میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے جس کا میں نے امکان تجویز کیا تھا بڑھ کر ان رسائل میں دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا آپ کے لیے اس ریویو کی عبارات کافی ومفید نہ ہوں گی۔ آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کیے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے' بہتر ہے کہ آپ میری کلام مجھے دکھا کر شائع کریں''۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ' جلد۱۲' نمبر۱۲' صفحہ ۳۶۶)

اور شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کے خط میں یہ بھی لکھا:

''اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعویٰ ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعت السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں اور یہ اقرار تحریری دیں کہ اگر براہین احمدیہ اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہو تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے''۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ' جلد۱۲' نمبر۱۲' صفحہ ۳۷۸)

اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ:

میرے مضمون ریویو میں ایک حرف آپ کے اس دعویٰ جدید کا مصدق نہیں ہے' نہ آپ نے اپنے براہین احمدیہ میں یہ دعویٰ (مسیح موعود ہونا) صراحتاً یا اشارتاً کیا اور نہ میں نے اس کی تصدیق وتائید میں کوئی کلمہ لکھا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ' جلد۱۲' نمبر۱۲' صفحہ ۳۸۶)

لیکن مرزا صاحب تا عمر اپنی ہانکتے رہے، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے ساتھ بحث مباحثوں میں بھی مرزائی کہا کرتے تھے کہ تمہارے محمد حسین نے بھی ایک وقت میں اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ بنابریں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے قادیانیوں کو مخاطب کر کے لکھا:

''اگر کسی صاحب کو یہ وہم گزرے کہ تصنیفات مرزا خصوصاً ''براہین احمدیہ'' اگر واقعی معقولیت سے

گری ہوئی ہیں تو اس زمانے کے علماء نے ان کی تعریف کیوں کی تھی؟ اس وہم کا دفعیہ یوں ہے کہ مرزا صاحب نے اس کتاب کے فوائد ایسے کچھ دلفریب بتائے تھے جن کو سن کر ہر ایک ہم درد اسلام گرویدہ ہوسکتا تھا جس کی مثال آج کل کی اشتہاری دوائیں ہیں کہ ایک ہی دوا کے ایسے فوائد بتائے جاتے ہیں کہ ضرورتمند کو گمان ہو جاتا ہے کہ یہ دوا واقعی ہر ایک مرض کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ ہم ناظرین کی اطلاع کے لیے وہ فوائد نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ان فوائد کو دیکھ کر اپنے اندر جو اثر پائیں گے اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ اس زمانے کے نیک مسلمانوں پر اس تحریر کا کیا کچھ اثر ہوا ہوگا؟ وہ فوائد بالفاظ مرزا صاحب یہ ہیں''۔

بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اس مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پائیں اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جائے' سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اول اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جائے گا اور کسی مغوی کے پیچ میں نہیں آئیں گے بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لیے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر ایک طالب حق پر ظاہر ہوگی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی' عیسائی' مجوسی' آریہ' برہمو' بت پرست' دہریہ' طبعیہ' اباحتی' لامذہب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے اور جواب بھی ایسا کہ دروغ گو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے اور پھر رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص

الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔ اور پھر وہ فضیلت بھی ایسے دلائل واضحہ سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ (اصل میں اسی طرح ہے۔ناقل) ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ ہے جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے کیونکہ قدر ہر ایک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی بھی سب پر منکشف ہو جائے گی کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہر ایک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں (اصل میں اسی طرح مرقوم ہے۔ناقل) سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں۔ پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لیے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک صادق اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوت ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک اور امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے اور ہر ایک امر متنازعہ کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لیے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لیے ایک منزل اقصیٰ کا

کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے۔ (براہین احمدیہ۔صفحہ ۱۳۵' تا ۱۳۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ فوائد جو ایک مومن مسلمان کو اس کتاب کی طرف مائل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسی لیے اس زمانہ کے مسلمانوں نے عموماً اور بعض علماء نے خصوصاً اس کتاب کی تعریف کی اور اس کی اشاعت میں مرزا صاحب کی مدد کی۔ لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فوائد حاصل ہوئے بھی؟ اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ جبکہ موعودہ کتاب ہی وجود میں نہیں آئی تو اس کے فوائد کیسے حاصل ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتاب کیسے وجود میں نہیں آئی، حالانکہ براہین احمدیہ کے نام سے یہ کتاب فروخت ہو رہی ہے۔ اس کا جواب بالاجمال یہ ہے کہ ان تین سو براہین حقہ میں سے ایک برہان بھی شائع نہیں ہوئی جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

ہزاروں وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے قسم خدا کی نہ ہم ان کو بے وفا کہتے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ دوسرا وہم یہ کیا جاتا ہے کہ مخالفوں نے اس (براہین احمدیہ) کا جواب دے کر دس ہزار روپیہ انعام وصول کیوں نہیں کیا۔ جس کا اشتہار مرزا صاحب نے دے رکھا تھا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دلائل ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے تو جواب کس چیز کا ہوتا؟ آج تک مخالفوں کی طرف سے یہ معقول مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ دلائل پیش کرو تو ہم غور کریں گے۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے مطبوعہ براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل حقیت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہﷺ دیئے گئے ہیں ہم مکمل طور پر تصنیف کر چکے ہیں (صفحہ ۹۳' ۹۹' ۱۳۶' براہین احمدیہ ملاحظہ ہوں)۔ اب حقیقت واقعہ سنیئے۔ آپ (مرزا قادیانی) کتاب ہذا کے صفحہ ۵۱۲ پر لکھتے ہیں۔

ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔

اس کے بعد چند آیات مع ترجمہ لکھ کر صفحہ ۵۶۲ پر کتاب کا خاتمہ ایسے ناپسندیدہ طریق پر کیا ہے جس پر کوئی قابل مصنف تو کیا معمولی مصنف بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ سوئی بغیر دھاگہ کے ناکارہ ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید خدا کی کلام کے متزلزل اور غیر مستحکم اور بے شہادت اور بے بنیاد ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

حسب دستور یہ بھی نہیں لکھا کہ باقی مضمون آئندہ جلدوں میں شائع ہوگا۔ یہاں تک کہ اخیر میں ''باقی دارد'' بھی نہیں لکھا۔ اس کے تئیس سال کے بعد براہین کی پانچویں جلد شائع ہوئی۔ اس کو صرف اپنی مسیحائی کے ذکر سے پر کردیا۔ چوتھی جلد کی انتہا کا کوئی ربط پانچویں جلد کی ابتدا کے ساتھ نہیں دکھایا۔ اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک بے نظیر کتاب (براہین احمدیہ) شائع کرکے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے جس پر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلتا ہے:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں   بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ہم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر جماعت لاہور (مولوی محمد علی لاہوری) سے کہتے ہیں آپ دونوں صاحب گو چند مسائل میں باہم مختلف ہیں اسی لیے آئے دن ایک دوسرے کو مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں مگر اس امر پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات خواص اور عوام کو مفید ہے۔ اسی لیے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں مرزا صاحب کی کتب کو مکرر، سہ کرر چھپوا کر شائع کررہی ہیں۔ آپ لوگوں کے اسی فعل پر ہماری درخواست متفرع ہے کہ وہ ''براہین احمدیہ'' جس کا مسودہ مرزا صاحب تیار کر چکے تھے اور جس کا ذکر مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ وغیرہ پر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جس کی عدم اشاعت کا اعتراف اور آئندہ اشاعت کا مژدہ مرزا صاحب نے ''آئینہ کمالات'' کے صفحہ ۳۰۶ پر دیا ہوا ہے۔ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اس کتاب کے مسودہ کو شائع کردیں تاکہ اسلام کی خدمت مکمل ہوجائے جس کے لیے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعلان کیا تھا کہ اس کتاب میں دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہوجائے گا۔ (اشتہار عرض ضروری ملحقہ براہین) اگر آپ لوگوں نے یہ اسلامی خدمت انجام نہ دی اور ہمارا یقین ہے کہ نہیں دیں گے۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان متعلقہ تکمیل مسودہ کتاب حقیقت نہیں، بلکہ شاعرانہ تخیل تھا۔

(ناقابل مصنف مرزا، مصنفہ مولانا امرتسریؒ۔ طبع جون ۱۹۴۳ء امرتسر)

ایک دفعہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا:

اہل حدیث (امرتسر) مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء میں مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس میں ہم نے مرزا صاحب کی اس مایہ ناز تصنیف پر ریویو کیا تھا اور پوچھا تھا کہ مرزا صاحب نے اس کتاب میں صداقت اسلام پر جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ دلائل یا ان میں سے کوئی ایک دلیل کس صفحہ پر ہے؟ ہم نے یہ بھی لکھا تھا امرتسر یا لاہور میں ایک مجلس منعقد ہو جس میں یہ دلائل دکھائے جائیں۔ ہماری طرف سے صرف یہ سوال ہوگا کہ براہین کے اس صفحہ کا حوالہ بتایا جائے جہاں مرزا صاحب نے دلائل موعودہ کل یا کم سے کم ایک ہی دلیل لکھی ہو۔ کیسا صاف اور فیصلہ کن سوال ہے مگر قادیان سے جواب کی امید!!! ایں خیال است ومحال است وجنوں چنانچہ وہی ہوا کہ جواب میں ہمیں کوسا گیا' جب کوستے کوستے تھک گئے تو ہماری عربی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ تم کیونکر بول سکتے ہو خود تمہاری عربی تفسیر کے خلاف فتویٰ لگا ہوا ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو کہا تھا کہ میاں نماز پڑھا کر تو اس نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک بہت زیادہ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا میرے سوال سے اس کا کیا تعلق؟ ہوشیار طالب علم نے کہا کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔ اچھا بھائی' ہماری تفسیر بھی غلط سہی۔ تو ہم اور مرزا صاحب دونوں برابر ہوئے۔ پس نہ ہم مسیح موعود ہیں اور نہ مرزا صاحب' قصہ ختم۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۵-۶)

قادیانیوں کے پاس لے دے کے ایک ہی بات تھی کہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسینؒ بٹالوی نے براہین پر موافقانہ ریویو لکھا تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مرزائیوں کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی مایہ ناز کتاب ''براہین احمدیہ'' ہے اس میں مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھوں گا' ہم نے اس کی بابت اتباع مرزا سے بارہا یہ مختصر سوال پوچھا کہ وہ لوگ کوئی ایک دلیل ہی ہم کو دکھائیں کہ کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی؟ خدا جانے یہ سوال کتنا وزنی ہے کہ نہ قادیان سے اس کا جواب آتا ہے نہ لاہور سے۔ اخبار الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں ایک طویل مضمون ہمارے جواب میں نکلا ہے۔ اس میں بھی ہمارے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے محض ادعا پر ادعا کیا گیا

ہے مثلاً کہا گیا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مرد خدا (مرزا قادیانی) کھڑے ہوئے اور دین اسلام کی حفاظت میں یہ کتاب لکھی۔ کوئی ثبوت پوچھے، تو کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہم سے پوچھو تو ہم بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب نے ہندوستان میں عیسائیوں کی کل تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے مگر آپ نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان پانچ لاکھ عیسائیوں میں ہندوؤں' مسلمانوں' سکھوں' بھنگیوں اور دوسری پست قوموں میں سے کتنے کتنے افراد آئے تھے۔ مضمون نگار صاحب اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ مرزا صاحب سے پہلے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو چکے تھے۔ ہم تو مرزا صاحب کے اس دعوے کو بھی محض ادعا سمجھتے ہیں۔ آخر لے دے کے ہمارے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نام پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کی ہوئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ راوی اپنی جس روایت کی تکذیب کر دے وہ روایت حجت نہیں رہتی۔ مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے ''براہین احمدیہ'' پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟ جواباً فرمایا کہ محض امکان تصور پر۔ اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ قادیانی اہل علم ہمارے سوال کا جواب مولانا بٹالوی کے ریویو ہی میں بتا دیں کہ مرزا صاحب کی تین سو دلائل حقہ میں سے کتنی دلیلیں براہین میں مرقوم ہیں اور وہ کس صفحہ سے شروع ہو کر کس صفحہ پر ختم ہوتی ہیں؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۴-۵)

براہین احمدیہ معاصرین کی نظر میں

براہین احمدیہ ہر چہار حصہ کی اشاعت کے وقت عوام اہل اسلام کا ردعمل ملا جلا تھا، ایک طبقہ نے اس تصنیف کو خوش آمدید کہا کیونکہ اس میں غیر مسلموں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کا دعوی کیا گیا تھا۔ تاہم ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو اس کے بعض مندرجات سے متفق نہیں تھا۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی، حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی مولانا اخویم مولوی محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا، باعث ممنونی ہوا۔ الحمد للہ والمنہ کہ علماء شرع کی طرف سے حسن ظن اور رفق اور نرمی ظہور میں آئی۔ اور بعض نے طریق نزاع اختیار کیا ہے تو اس میں بھی حضرت ارحم الراحمین کی طرف سے کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ عاجز بخوبی جانتا ہے کہ جناب الہی کی یہ عادت نہیں ہے کہ ایسے کاموں کو چپکے چپکے یک دفعہ کمال تک پہنچا دے اور ہر یک قسم کے دل سے یک بارگی آمنا صدقنا کا اقرار کرا دے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے ثواب کہ جو شدائد اور مکروہات کے دیکھنے پر موقوف ہیں، نبیوں اور مرسلوں کو اور ہم لوگوں کو جو ان کے متبعین ہیں ہرگز حاصل نہ ہو سکتے، بلکہ انواع واقسام کے اسرار مخفی رہ جاتے اور کئی قسم کی تائیدات اور برکات سماوی اور آیات رحمانی جن کا ظہور بروز کسی موذی کی ایذاء سے وابستہ ہے پردہ اخفا میں چھپی رہتی۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

(اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(یاد رہے کہ حضرت مولانا بٹالویؒ کے نام مرزا صاحب کا یہ خط ۱۸۸۴ء کے اوائل کا ہے، جب ان کی براہین احمدیہ کی چار جلدیں منظر عام پر آ چکی تھیں۔ اس خط سے اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں نکلتا کہ ان کا مسیحیت یا نبوت یا مہدویت کا کوئی دعوی ہے اور مرزا صاحب اپنے آپ کو نبیوں اور مرسلوں کا متبع بتاتے ہیں۔ ایسے ہی جذبات وخیالات کی وجہ سے مولانا محمد حسین ان کی حمایت کرتے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی انہیں صالح مسلمان قرار دیتے تھے۔ بہاء)

نیز ایک تحریر میں مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل و جان کی مراد تھی اس لئے امراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسہ تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آ رہی ہیں ان کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں الله المستعان و الله خیر و ابقی۔ بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر اور تردد میں ڈال دیا ہے ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنی رقم ہے بطور پیشگی بھیج دیں گے اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگان خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔ نہ خطوط کا جواب آیا، نہ کتابیں واپس آئیں۔ مصارف ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا (جیسا کہ ایک خط میں مرزا صاحب اپنے مرید میر عباس علی لدھیانوی کو لکھتے ہیں:

آپ کی کوششوں سے دل بار بار خوش ہوتا ہے اور بار بار آپ کے لئے اور آپ کے معاونوں کے لئے دل سے نکلتی ہے خداوند کریم نہایت مہربان ہے اس کے تفضلات سے بہت سی امیدیں ہیں اس کی راہ میں کوئی محنت ضائع نہیں ہوتی.. جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کے لئے لکھا گیا تھا۔ بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سو اس میں سے صرف ابراہیم علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ اور محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری اور مدار المہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ بھی کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔...۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق شعبان ۱۳۰۰ھ۔ مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ ص ۲۷۔۲۹)..(

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ۱۸۸۳ء کے نصف اول میں ہی قادیانی کی مخالفت شروع کر چکے تھے۔ بہاء) ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ وعقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں تالیف کیا ہے...اب ہر ایک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ

جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہو گئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو رفع اور دور کیا جائے گا وہ کتاب کیا کچھ بندگان خدا کو فائدہ پہنچائے گی...

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۳۸۔ ۴۶، اشتہار مندرجہ کتاب براہین احمدیہ جلد دوم ص ا، تا، ق۔ ۱۸۸۰ء)

اور مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں؛

بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا اور صدق و ارادت کو ان کے دلوں میں قائم کر دیا ہے لیکن موخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اول اول ضعفاء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کھول دے گا و اللہ علی کل شیء قدیر۔ اشتہار ٹائٹل پیج صفحہ آخری براہین احمدیہ جلد چہارم ۱۸۸۴ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۵۷)

(کتاب مکمل نہ ہوئی، نہ مکمل کتاب طبع ہوئی ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کا ارادہ ہی نہ تھا کہ یہ کتاب مکمل طبع و تالیف ہو۔ ابہاء)

نشان نمائی کا قادیانی چیلنج

براہین کے دور میں نشان نمائی کے لئے چیلنج کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اوران لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی تحیات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزء چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اسلئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جسکی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جائے اوراس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو، جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں، اور بخدمت معزز برہموں صاحبان و آریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان (جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اوراس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں) ارسال کی جاوے۔

یہ تجویز نہ اپنے فکرواجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولی کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیش گوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولاجواب و مغلوب ہو جائیں گے۔ بنابرعلیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور

مشہور اور مقتداء ہیں، ارسال کیا جاتا ہے اور آپکے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃً للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کرینگے اگر آپ نے اسکی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اور اس کاروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط کے جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں، یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کرسکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز (مرزا) کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالی آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپکو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام (یا تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند

ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شائع کیا جائے گا۔ ہم اپنی شرط دوسو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر ان کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب۔ مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ا۔ ص ۲۰۔۲۲)

نیز میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز نے ایک خاص معتبر لاہور میں بھیجا ہوا ہے اگرچہ ارادہ تھا کہ دو ہزار خط چھاپا جائے مگر دو ہزار نوٹس بھیجنے میں پانچ سو روپیہ خرچ آتا ہے کیونکہ ہر ایک خط رجسٹری ہو کر بصرف چار آنہ جائیگا اس لئے بعض دوستوں کے مشورہ سے یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ بالفعل صرف پانچ سو خط چھپوایا جائے جس میں کچھ انگریزی اور کچھ اردو ہونگے۔ ان خطوط کے چھپوانے اور روانہ کرنے میں بھی ایک سو پچاس یا کچھ زیادہ روپیہ خرچ آجائیگا۔ مگر یہ کام اتمام حجت کیلئے کیا گیا ہے تا ہر یک ضلع میں بڑے بڑے پادریوں اور پنڈتوں کی طرف اور بعض راجوں اور رئیسوں کی طرف بھی اور بعض علماء اور گدی نشینوں کی طرف بھی روانہ کئے جائیں۔ اور پھر جب ان کی اطلاع یابی ہو کر آجائے تو ان سب کے نام بغرض اظہار اتمام حجت حصہ پنجم میں درج کئے جائیں۔

..دوم مارچ ۱۸۸۵ء۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۸۔۸۹)

(یاد رہے کہ اشتہاروں میں لکھتے ہیں کہ ۲۵۰ چھپوایا ہے، اور مرید کو جس سے چندے کی امید ہے لکھتے ہیں پانچ سو چھپوایا جائے۔ ایسا ہی ۸ ہزار اشتہار انگریزی کا حال بھی ہوگا، کیونکہ یہ اشتہارات تو عموماً بیرون ملک بھیجنا ہوں گے اور ان پر خرچ بھی بے پناہ آئے گا، وہ کون برداشت کرے گا۔ اور ڈاک خرچ ہی کے دکھ سے تو اتمام حجت والا اشتہار کم تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

اس اشتہار کے بعد، جو غیر مسلموں کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا، ایک ہندو لیکھ رام نے مرزا قادیانی سے خط و کتابت شروع کی، بعدازاں وہ شخص قادیان آ دھمکا اور مرزا قادیانی کو روبرو ایک ماہ تک للکارتا رہا۔ مقابلے میں مرزا صاحب آئیں بائیں شائیں کرتے رہے۔ (پنڈت لیکھ رام کی سرگرمیوں کی روداد ہم متفرقات کے حصے میں نقل کر رہے ہیں)۔ ادھر حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، ان دنوں مرزا صاحب کی دفاع اسلام اور تردید مذاہب غیر کی سرگرمیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مرزا صاحب کی نشان نمائی کی طویل میعاد، اور نشان دیکھنے والے کا قادیان آ کر رہنا ضروری قرار دینے پر تنقید کرتے ہوئے اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں:

تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار اردو و انگریزی میں شائع کیا تھا جس کا بیس ہزار پرچہ چھپ کر ہندوستان وغیرہ بلاد میں شائع ہوا... اسکے بعد انہوں نے ایک خط اردو و انگریزی میں چھپوا کر شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جس شخص کو قرآن کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر آسمانی نشانوں کی شہادت مطلوب ہو وہ ہمارے پاس آ کر ایک سال تک قیام کرے۔ اس اثنا میں خدا تعالی اس کو آسمانی نشان مشاہدہ کرا دے گا۔ اور اگر بالفرض کوئی نشان آسمانی اس کے مشاہدہ میں نہ آیا تو اس کو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپیہ حرجانہ خرچ خوراک و سکونت سے علاوہ دیا جاوے گا۔....

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہم اس مقام میں اس خط اور اس کے دعاوی کی نسبت کوئی رائے قائم کرنا نہیں چاہتے اور نہ فریق مقابل کی سکوت سے کوئی نتیجہ نکالتے ہیں ہم صرف.. مئولف براہین احمدیہ کو بطور مشورہ آئندہ کے لئے یہ رائے دیتے ہیں کہ اب وہ امور ثلاثہ معروضہ ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں۔

ا)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔ اور بصورت عدم مشاہدہ نشان آسمانی حرجانہ وہی چوبیس سو روپیہ رہنے دیں

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اسکے ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور و نزدیک سے مشاہدہ و تصدیق کر سکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مرجانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات و اشتہارات مشتہر کرا دیں۔ چنانچہ پہلے خاص طور پر دیانند سرستی

وغیرہ کی موت سے وہ بعض لوگوں کو خبر دے چکے تھے جس کا ذکر وہ کتاب براہین احمدیہ میں کر چکے ہیں۔ ایسے واقعات کو منصف و طالبان حق ذاتی مشاہدہ یا عام تسامع و شہادت سے تصدیق کر لیں گے۔ اور مؤلف براہین احمدیہ کو اپنے دعوی میں سچا جان لیں گے۔ زبان سے مانیں خواہ نہ مانیں۔

۳)۔ یہ نہ ہو سکے تو بالفعل عملی طور پر تائید کو ملتوی رہنے دیں۔ علمی تائید میں شب و روز مصروف ہوں اور کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔ اور اس میں نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۸۔ص ۱۷۷۔۱۷۸ مختصراً)

یہ تحریر اغلباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبر ۷ میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اِدھر اُدھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں، یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور نشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔ سال بھر کون آ کر قادیان میں رہے گا۔ اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے، لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ کر سکتے ہو تو ایک دو ماہ میں کر دکھاؤ۔

چند قادیانی خطوط

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ موجود ہیں جن میں مرزا قادیانی نے مولانا بٹالویؒ کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ چونکہ ہمارے سامنے شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے خطوط نہیں ہیں اس لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انکے اعتراضات کی حقیقی صورت کیا تھی اور مرزا صاحب کے جوابات کس حد تک ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ تاہم ان خطوط سے اتنا پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالوی مرحوم، مرزا صاحب کے اعمال وافعال پر تنقید کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کے خطوط ملاحظہ فرمائیے:

از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہوسکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب درباره کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا وقدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہو گی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آجانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع واقسام کی روکوں سے واقع ہوتی گئی ہیں۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن سے ظاہر ہے۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عز وجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اسکی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آجاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو

خوش کردے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و ھو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا۔ سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے اور بایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے۔

اور جو آنمخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اسکا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالی نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کیلئے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنیلئے میں مامور ہوں ہرچند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ

اٹھائے گا۔

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا۔اس کے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگر چہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بارہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی۔سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کرسکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں۔جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بارگراں سے سبکدوش نہیں ہوسکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جاسکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

مخدومی اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوء ظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا۔ یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپئہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپئہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ان کو انجام دیتا گیا۔غایت مافی الباب یہ کہ عند الضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں۔خیر سائلین ومعترضین کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کرلیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰہ

علی کل شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ:

۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا۔

۲۔ حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا۔

۳۔ سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے۔

۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ار سلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیہ ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قد میہ ۔ سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

(مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک بدظنیاں ختم نہ ہو جائیں۔ اس معاملے سے متعلق چند گذارشات متفرقات کے حصے میں کی جارہی ہیں۔ بہاء)

مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم و زبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج اور خفگی کا کوئی محل نہیں۔ تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہماں داشت خانہ مہمان گذاشت۔ چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا۔ مگر حاشا و کلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا۔ میں پھر بادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں، مگر گزشتہ

تدارک میرے حدامکان سے باہر ہے۔اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے۔بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینیوں کی نظر میں کس رنگ میں، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ گذری ہوئی بات کوطول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لا یلزم ہے۔آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں ولا تزر وازرة وزر اخری میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کرسکتا ہے۔ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلدتر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے۔سو وہ اشتہار اطلاع عام کیلئے کافی ہے۔میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ خواہ نخواہ بات کوطول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں۔میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات ولوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہوسکتے جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ بشر ہیں۔آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے اسکے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے۔آپ میرے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں، وہ، کا لفظ نہیں بلکہ،ایک، کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ: ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا۔، میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا مقابلہ کرکے دکھلا وے۔میرے رسالہ سراج منیر اور اس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے۔آپ فرماتے ہیں کہ: سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔، اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے، مگر دوسرا فقرہ آپ کا: ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہو گا، فراست پر مبنی نہیں ہے۔اور آپ کا یہ قول کہ: مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان

کا مال ناحق برباد نہ ہو۔ آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہو گیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہو گا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آ جانا مسلمانوں کیلیے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہوا تنا ہی تھوڑا ہے۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہو گا۔ ابد تک نہیں ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے ان کی اطمینان کی ہو گی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا، یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہو گیا۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آوینگے، کال پڑینگے، وبا پھیلے گی، لڑائیاں ہوویں گی۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا۔ آپ کو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔

مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط وکتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی۔ اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔ اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے۔ سو

مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مسترح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔۵۔اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم قادیان ۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔(مکتوبات احمد۔جلد ا۔ص ۳۰۳۔۳۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:ا۔اسراف۔۲۔مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ۔۳۔ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے،اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔۴۔کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا غلام احمد نے مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے) براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔پیشگوئیاں شائع کرنیکا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں۔تاہم مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے دلائل سے لاجواب ہوکر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

اس دور میں بٹالوی قادیانی تعلقات کی نوعیت پر مرزا قادیانی کے ان خطوط سے بھی روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے اپنے مریدوں کو لکھے تھے۔مثلاً ۱۸۸۹ء میں مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

اس عاجز کا دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔کوئی محنت کا کام نہیں کرسکتا۔ایک خط کا لکھنا مشکل ہے۔ اللہ جل شانہ غائب سے قوت عطا فرمائے۔مولوی محمد حسین بہت دور جا پڑے ہیں....مولوی محمد حسین ایک مقام اور رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور رائے انہیں پسند آ گیا ہے۔لیکن میں سچ کہتا ہوں اگر اس پر ان کی موت ہو،تو اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں۔خدا تعالی صدق اور صادقین کی طلب ان میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے انہیں نجات دے ورنہ ان کی حالت خطرناک ہے....

خاکسار غلام احمد۔۷ دسمبر ۱۸۸۹ء (مکتوبات احمدیہ۔جلد پنجم نمبر ۲۔ص ۷۴۔۷۵)

اور ۱۸۹۰ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے حواری حکیم نور الدین کو لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کر لیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کر رہے ہیں۔ مرزا خدا بخش جو محمد علی خان صاحب کے ساتھ آئے ہیں ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خان صاحب ان کی طرف خط لکھا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب دیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آسکیں تو میں خود آسکتا ہوں۔ مگر ان کے اس فقرہ سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اترنا ثابت کر دونگا۔ غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ ناگفتہ بہ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھو کے میں ہیں، انہوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں اور اذا تمنی القی الشیطان الی امنیتہ کا نمونہ دکھایا۔ در حقیقت ان الہاموں سے اپنی پردہ دری کی ہے۔ ان کے یعنی محی الدین اور عبدالحق کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضال ہے، جہنمی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ ایک شخص محمد علی نام شائد گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے، مولوی تو نہیں مگر خوش الحان واعظ ہے۔ اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔ مولوی محمد حسین بدزبانی تو نہیں کرتے مگر ضال کہتے ہیں۔ اور تعجب یہ کہ بعض لوگ کافر کہتے ہیں وہ اپنے خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ بھی لکھ دیتے ہیں حالانکہ کفار کو ایسے لفظ لکھنے نہیں چاہییں ...والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۷۵)۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں قادیانی تھیلے سے بلی باہر آتی جا رہی ہے حضرت بٹالوی ؒ ان کی تردید و مخالفت کی شروعات کرتے جا رہے تھے۔

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ۱۸۹۱ء کی پہلی سہ ماہی میں کی ایک تاریخی مراسلت ہوئی جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد۱۲ بابت ۱۸۹۱ء (صفحات ۳۵۴ تا ۳۹۲) میں منقول ہے۔اس خط وکتابت سے تحریک ختم نبوت کا کاروان جادہ پیما ہوا۔اس سلسلے کا پہلا خط شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لاہور سے تحریر کیا جو درج ذیل ہے:

لاہور ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب

آپ کا رسالہ فتح اسلام امرتسر میں چھپ ہی رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کران کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالی نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً (مثلاً و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ۔نساء) اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے،صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں۔مسیح بن مریم کو مسیح موعود سمجھنے میں عام اہل اسلام نے غلطی کی ہے اور دھوکہ کھایا ہے۔اور ان احادیث کو، جو مسیح موعود کی نسبت صحاح میں وارد ہیں،غور سے نہیں دیکھا۔

میں نے اس اپنی سمجھ کی تصدیق کے لئے پہلے مولوی عبدالکریم عرف کریم بخش سیالکوٹی کی وساطت سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ اپنے مسیح موعود ہونے سے آپکی کیا مراد ہے۔پھر مشفقی مولوی نورالدین صاحب حکیم جموں کے ذریعہ سے یہ سوال کیا۔مگران دونوں صاحبوں نے آج تک نہ تو آپ کی طرف سے میرے سوال کا کوئی جواب پہنچایا اور نہ خود کچھ کہا۔اب میں بارسوم براہ راست آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس دعوی سے کیا آپ کی وہی مراد ہے جو اوپر معروض ہوئی؟ اور وہ آپکے رسالے کے فقرات ذیل سے مفہوم

ہوتی ہے:

شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے، اور بے شمار روحیں اسی شوق میں سفر کر گئیں، وہ وقت تم نے پالیا۔ (فتح اسلام مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۱۰)

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے۔ (فتح اسلام۔ص ۱۵)

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (فتح اسلام۔ص ۱۷)

تیسرا نشان یہ ہے کہ: وہ برگزیدہ نبی جس پر تم ایمان لانے کا دعوی کرتے ہو، اس پاک نبی نے اس عاجز کے بارے میں لکھا ہے جو تمہاری صحاح میں موجود ہے جس پر آج تک تم نے غور نہیں کی (فتح اسلام۔ص ۲۳)

یا اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟ وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں۔ زیادہ توضیح کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ اور اگر اس دعوی سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔ اس خط کا جواب پا کر میں اس دعوی کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، بذریعہ تحریر ہو یا بواسطہ تقریر۔ امید کہ آپ جواب سے دریغ نہ فرماویں گے۔ اور اگر جواب سے آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے بحکم السکوت فی معرض البیان بیان یہ سمجھا جائے گا کہ اس دعوی سے آپ کی وہی مراد ہے جو خاکسار نے عرض کیا ہے۔ اور اس پر جو کہنا ہے سو کہا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو یا آپ کے اتباع کو کوئی تاویل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ اسی غرض سے اس خط کی نقلیں بعض خاص اتباع جناب کے پاس بھیجی گئی ہیں۔ آپ کا ناصح خیر خواہ: ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو لکھا:

عنایت نامہ پہنچا۔ عاجز کی طبیعت علیل ہے۔ اخویم منشی عبدالحق صاحب کو تاکید فرماویں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو معمولی گولیاں ارسال فرماویں۔ توجہ سے کہدیں۔ افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے۔ اور آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔ خاکسار غلام احمد ۵ فروری ۱۸۹۱ء

☆ اس کے جواب میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لکھا:

لاہور ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔

آپ اگر اس دعوی میں حضرت خضرؑ کی طرح معذور ہیں تو میں اس کے انکار اور خلاف میں حضرت موسیٰؑ کی طرح مجبور ہوں (خضرؑ کا چلتی کشتی کے تختے کو اکھاڑ دینا، ایک بے گناہ لڑکے کی جان مارنا، ایک گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دینا۔ اور موسیٰؑ کا ان تینوں فعلوں پر معترض ہونا۔ سورہ کہف کے دسویں رکوع میں مذکور ہے) آپ کے رسائل توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میرے خلاف کو نہیں روکیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ نقلی یا عقلی دلائل سے آپ اور آپکے حوارین آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ کر سکیں گے تاہم آپ تینوں رسائل کی تین تین کاپیاں ارسال کریں۔ میں ان کو غور سے دیکھوں گا ۔ انشاء اللہ ۔ مولوی نورالدین صاحب نے میرے پاس کوئی رسالہ نہیں بھیجا۔ وہ مجھ سے صرف آپ کی وجہ سے ناراض ہیں۔ منشی عبدالحق کو آپ کا پیغام پہنچا دیا۔ میں آپ سے ملونگا، ان شاء اللہ، مگر جلد نہیں مل سکتا۔

آپ کا ناصح ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ اگرچہ خداوند خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے، اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہو، جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا، ہرگز زبان پر نہیں آتا۔ لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلے میں جس کو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں، اور ایک مسلمان پر اسکی اصل کیفیت کھولی گئی ہے، جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیے (حسن ظنی کی ایک حد مقرر ہونی چاہیے۔ اگر کوئی مسلمان یہ دعوی کرے کہ میں نبی آخرالزمان ہوں، یا مجھے الہام میں شراب کی اجازت ہوگئی ہے، تو ہم اور آپ اس کے حق میں حسن ظن کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ محمد حسین)۔ آن مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے جوش دیا گیا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی۔ اور اگرچہ مجھے آپکے استعجال کی نسبت شکایت ہو، اور اس کو روبرو یا غائبانہ بیان بھی کروں، مگر آپکی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے۔ اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء بلکہ، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو، بعض للہی جدوجہد کے کاموں

کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی بہتر سمجھتا ہوں (بے شک میں اس مدح سے ناراض ہوں۔ مولانا وشیخنا وشیخ الکل کے معلومات سے میرے معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو ہے۔ اس تفضیل معلومات کے مقابلہ میں میرے وہ کام لائق شمار نہیں ہیں۔ محمد حسین) اور اگر چہ میں آپ سے ان باتوں کی شکایت کروں، تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے، آپ سے محبت ہے۔ اگر میں شناخت نہ کیا جاؤں، تو میں سمجھونگا کہ میرے لئے یہی مقدر تھا۔ مجھے فتح اور شکست سے بھی کچھ تعلق نہیں، بلکہ عبودیت اور اطاعت حکم سے غرض ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اول مجھ سے بات چیت کر کے اور میری کتابوں کو یعنی رسائل ثلاثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں۔ مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں کیونکہ یہ مخالفت رائے بھی حق کے لئے ہوگی۔ کل میں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا کہ: میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے، اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہوا: ان معی ربی سیھدین، سو میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی حجت ظاہر کر دے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ مگر ضرور ہے کہ جو آپ کے لئے مقدر ہے وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ کی جو آپ نے مثل لکھی ہے اشارۃ النص پایا جاتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ موسیٰ نے کیا۔ اس قصے کو قرآن شریف میں بیان کرنے سے غرض بھی یہی ہے کہ تا آئندہ حق کے طالب معارف روحانیہ اور عجائبات مخفیہ کے کھلنے کے شائق رہیں۔ حضرت موسیٰ کی طرح جلدی نہ کریں۔ حدیث صحیح بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے (اس حدیث صحیح کا جس کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ خلاف شریعت پر سکوت کیا جائے۔ اور نہ قرآن میں یہ اشارہ ہے۔ محمد حسین) ۔ اب مجھے آپکی ملاقات کیلئے صحت حاصل ہے۔ اگر آپ بٹالے میں آجائیں تو اگر چہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی، تاہم افتاں وخیزاں آپکے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین

وہ نہ آوے تو تو ہی چل رنگین　　اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

ازالۃ الاوہام ابھی چھپ کر نہیں آیا۔ فتح اسلام اور توضیح المرام ارسال خدمت ہیں۔ الراقم غلام احمد از قادیان

☆ اس کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لکھا:

لاہور ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام (مصنفہ مرزا قادیانی) موصول ہوئے۔ توضیح کو میں نے دیکھا، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کر دیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہوگا۔ قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہوگا۔ مع ہذا میں اسکے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا، اور آپکی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا۔ لہذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہو تو جلد ارسال فرماویں۔ اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں، میں حاضر ہو کر سننے کو تیار ہوں، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں، اور اگر اس سے زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں، تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں۔

مولوی نورالدین صاحب سے آپ کے معاملہ میں جو مراسلت ہوئی ہے اس کی نقل اس غرض سے ارسال خدمت ہے کہ آپ اس مراسلت کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائیں کہ وہ اس میں مصیب ہیں یا مخطی۔ مصیب ہیں تو اس کی توضیح سے مجھے متنبہ کریں، اور اگر مخطی ہیں تو ان کی خطا پر ان کو آگاہ فرمائیں۔ آپ رسالہ فتح اسلام میں ان کو نورانی اور روحانی بیان کر چکے ہیں، ان کے اس جواب سے اس کا خلاف مفہوم ہوتا ہے۔

آپ کا خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے جواب میں لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ محبت نامہ پہنچا۔ چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے۔ دورانِ سر اور ضعف بہت ہے، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں۔ جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کر سکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے، اس صورت میں گفتگو عبث ہے۔ رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے۔ ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا۔ اس جگہ آنے کے لئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا، وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے، گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اور یہ عاجز للہ آپکے ان الفاظ کے

استعمال سے جو مخالفانہ تحریر کی حالت میں کبھی حد سے بڑھ جاتے ہیں یا اپنے بھائی کی تذلیل اور بدگمانی تک نوبت پہنچاتے ہیں، معاف کرتا ہے و الله علی ما قلت شهید۔

چند روز کا ذکر ہے کہ پرانے کاغذات کو دیکھتے دیکھتے ایک پرچہ نکل آیا جو میں نے اپنے ہاتھ سے بطور یادداشت کے لکھا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ یہ پرچہ ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو لکھا گیا ہے۔ مضمون یہ تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی امر میں مخالفت کر کے کوئی تحریر چھپوائی ہے اور اس کی سرخی میری نسبت کمینہ رکھی گئی ہے۔ معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ اور وہ تحریر پڑھ کر کہا ہے کہ آپ کو میں نے منع کیا تھا، پھر آپ نے کیوں ایسا مضمون چھپوایا هذا ما رء یت و الله اعلم بتا ویله ۔ چونکہ حتی الوسع خواب کی تصدیق کے لئے کوشش مسنون ہے اسلئے میں آنمکرم کو منع بھی کرتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے دست کش رہیں۔ خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوی میں صادق ہوں، اگر صادق نہیں تو پھر ان یك کا ذباً کی تہدید پیش آنیوالی ہے ۔لا تقف ما لیس لك به علم و لا تد خل نفسك فیما لا تعلم حقیقته یا اخی و فو ض امری الی الله ، یئو تك اجر صبر ك یا اخی و انا انظر الی السماء و ار جو تا ئید الله و اعلم من الله ما لا تعلمو ن و السلا م علی من اتبع الهد ی (ترجمہ: جس چیز کا تجھے حال معلوم نہیں اس کے پیچھے نہ لگ اور جس چیز کی حقیقت تجھے معلوم نہیں اس میں دخل نہ دے۔ میرے معاملہ کو خدا کے سپرد کر۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا اے میرے بھائی۔ اور میں آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں اور خدا کی تائید کا امیدوار رہوں۔ میں خدا کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہوں جو تم نہیں دیئے گئے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو)۔ حضرت اخویم حبی فی سبیل اللہ مولوی حکیم نورالدین اور آن مکرم کی تحریرات میں یہ عاجز دخل دینا نہیں چاہتا۔ خاکسار غلام احمد

(اور مرزا صاحب نے اپنے حواری اول حکیم نورالدین کو لکھا: محبی مخدومی اخویم السلام علیکم؛ آج مولوی محمد حسین صاحب نے صاف طور پر مخالفانہ خط بھیج دیا ہے جو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں.... میرے نزدیک وہ نالائق جوش دکھلائیں گے انہیں بہت کچھ اپنی علمیت پر ناز ہے مگر میں آپ کے لئے دعا کرونگا اور آپ کو اس کے ردّ کے لئے تکلیف دونگا۔..خاکسار غلام احمد ۱۹ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲۔ ص ۹۳۔۹۴)

☆ مرزا قادیانی کے مکتوب کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے بایں الفاظ دیا:

لاہور ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: محبت نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ خاکسار شب و روز بطور استخارہ مسنونہ دست بدعا رہتا ہے اور جناب باری میں التجا کرتا ہے کہ آپ کے جواب و خطاب

میں خدا تعالیٰ مجھ سے اپنے حق سے زائد نہ کہلوائے اور میرے قلم سے ایسی بات نہ نکلوائے جسکی جواب دہی میرے ذمہ لازم ہو۔

مجھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا تکلم بکلام تعذر منه غدا (یعنی ایسی بات نہ کہہ جس کی بابت کل کو تجھے عذر کرنا پڑے) اکثر اوقات پیش نظر رہتا ہے۔ اور مجھے خدا تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ آپ کے خطاب میں کوئی ایسی بات نہ لکھونگا جو آپ کی کلام کے منطوق یا قطعی مفہوم سے ثابت نہ ہو۔ اور میں اس جواب میں حسن ظنی ہاتھ سے نہ دونگا (اس حد تک جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں) اور سوء ظنی سے کام نہ لونگا۔ اور میں کوئی کلمہ توہین وتحقیر آپ کے حق میں نہ لکھوں گا۔ مگر ایسا کلمہ جس کو میں حق اور بحکم شریعت صادق سمجھوں گا (جیسے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا، یا اس دعوی میں آپ کا من جانب اللہ نہ ہونا) اس کو آپ توہین اور تحقیر سمجھیں تو میں معذور ومجبور ہوں و لکل امرء ما نوی (ہر آدمی کو اس کے فعل پر اس کی نیت کا پھل ملے گا)۔

الہام ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کے مضمون کی سرخی جو آپ نے لکھی ہے وہ پڑھی نہیں گئی، اس کو واضح کر کے لکھیں۔ ازالۃ الاوہام کے جس قدر اوراق چھپے ہیں، بھیج دیں باقی جب چھپیں، تب سہی۔ اور اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں مطبع سے پروف دیکھ لوں۔

مجھے نہایت افسوس ہے اور بلحاظ آپ کے روحانی اور بے لگاؤ ہونے کے (جیسا کہ آپ مدعی ہیں) آپ پر شکایت ہے کہ آپ نے مولوی نور الدین صاحب کی مراسلت کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہ فرمائی۔ آپکی رائے ان کی فیور (تائید) میں ہے تو مجھ پر اس کا اظہار کرنے سے آپ کو تامل نہ چاہیے تھا۔ حق کہنا چاہیے گو تلخ معلوم ہو۔ اور اگر وہ میری فیور (تائید) میں ہے تو بھی اس کا اظہار آپ پر واجب تھا اور ان کی فہمائش آپ کا فرض تھا۔ وہ (حکیم نور دین) تو اپنا دین ودنیا آپ کی راہ میں کر چکے۔ کوئی دنیا دار ایک امر حق کے اظہار سے اعراض کرے تو کوئی تعجب وشکایت کا محل نہیں ہوتا۔

میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں۔ کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں تو امرتسر میں آپ سے ملوں۔ ممکن ہو تو بتائیے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے۔ آپ کا خیر خواہ قدیم۔ ابوسعید محمد حسین

☆ اس کا جواب مرزا غلام احمد قادیانی نے یوں دیا:

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عا فاہ اللہ و اید۔

بخدمت محبی اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں ناتمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آنمکرم کو دکھلانا مناسب نہیں سمجھتا، اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر اس عاجز کی رائے میں صرف بیس پچیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا، کچھ بہت دیر نہیں ہے۔ پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آنمکرم کی خدمت میں بھیج دیگا۔ آنمکرم کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا گیا بلکہ بلا کم وبیش یہ وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو دیکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلدے میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جب کہ اول سے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو، کس قدر تعجب ہے۔

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آنمکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔ اس عاجز نے جو ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو خواب دیکھی تھی اسکی سرخی کمینہ تھا، جسکی حقیقت مجھے معلوم نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ پھر بھی میں آنمکرم کو للہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس سماوی امر میں آپ کا دخل دینا مناسب نہیں۔ مثیل مسیح کا دعوی کوئی امر عند الشرع مستبعد نہیں۔

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس عاجز کی دانست میں اخویم مولوی حکیم نورالدین کے مقابل آپ کی تحریر میں کسی قدر سختی تھی۔ خدا تعالی انکسار اور تذلل کو ہمیشہ پسند کرتا ہے، اور علماء کے اخلاق اپنے بھائیوں کے ساتھ سب سے اعلی درجے کے چاہییں، جس دین کی حمایت اور ہمدردی کے لئے دن رات کوششیں ہو رہی ہیں، وہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اللہ اور رسول کی منشاء کے موافق ہمارے جمیع احوال وافعال وحرکات سکنات ہو جائیں۔ میرے خیال میں اخلاق کے تمام حصوں میں سے جس قدر خدا تعالی تواضع اور فروتنی اور انکسار اور ہر ایک ایسے تذلل کو جو منافی نخوت ہے، پسند کرتا ہے، ایسا کوئی شعبہ خلق کا اس کو پسند نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بے دین ہندو سے اس عاجز کی گفتگو ہوئی اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دین متین کے الفاظ استعمال کئے۔ غیرت دینی کی وجہ سے کسی قدر اس عاجز نے و اغلظ علیھم (کافروں پر سختی کر) پر عمل کیا۔ مگر وہ چونکہ ایک شخص کو نشانہ بنا کر درشتی کی گئی تھی اس لئے الہام ہوا کہ تیرے بیان میں سختی بہت ہے، رفق چاہیے رفق۔ اور اگر ہم انصاف سے دیکھیں تو ہم کیا چیز، ہمارا علم کیا چیز؟ اگر سمندر میں ایک چڑیا منقار مارے تو اس سے کیا کم کرے گی۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسے ہم درحقیقت خاکسار ہیں، خاک ہی بنے رہیں۔ جب کہ ہمارا مولی ہم سے تکبر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم مورد عتاب ہو جائیں۔

آپ کی تحریر اگر اس طرح پر ہوتی کہ:

جس قدر خدا تعالی نے میرے پر کھولا ہے، اگر آپ مہربانی فرما کر ملیں یا میں ملوں، تو بیان کرونگا،

تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ قاعدہ ہے کہ حالت اندرونی سے انسان کے منہ سے الفاظ نکلتے ہیں، وہی رنگ الفاظ میں بھی آجاتا ہے۔ میں نے اس فیصلہ میں مولوی نورالدین صاحب کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ اور محض للہ آنمکرم کی خدمت میں عرض کی گئی ہے۔

اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔ بعض موانع پیش آ گئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اطلاعاً آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کے لئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔ جس وقت خدا تعالی چاہے گا، ملاقات ہو جائیگی۔ غلام احمد از قادیان ۲۲ فروری ۱۸۹۱ء

☆ اس کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے یوں دیا:

لاہور ۲۴ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ میں بٹالہ کو تیار تھا کہ آپ کا خط موصول ہو کر مانع ہوا۔ آئندہ آپ جب عزم بٹالہ کریں مجھے دو روز پیشتر اطلاع دیں۔

جو امکان میں ریویو براہین احمدیہ میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے، جس کا امکان میں نے تجویز کیا تھا، بڑھ کر ان رسائل میں دعوی کیا ہے۔ لہذا آپ کے لئے اس

ریویو کی عبارات کافی ومفید نہ ہوں گی ۔آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کرنے کے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے ۔بہتر ہے کہ آپ میری کلام کو مجھے دکھا کر شائع کریں ۔صاحب البیت ادری بما فیه (گھر والا اپنے گھر کی چیز کا حال خوب جانتا ہے)۔رفق وملاطفت وانکسار اختیار کرنے کے باب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ سراسر حق ہے ۔مگر میں نے مولوی حکیم نورالدین صاحب کے خط میں (جس کی نقل آپ کے پاس بھیجی گئی ہے) کوئی کلمہ تکبر وتشدد نہیں لکھا۔

عزیزم منشی نجف علی نے مجھے کہا ہے کہ (میرا) یہ کلمہ :ان کی (مرزا) کی بابت کچھ سننے اور کہنے کا حوصلہ ہے تو آئیے ، سخت ہے ۔آپ بھی اسی کو سخت سمجھتے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں (جیسا کہ میں منشی نجف علی کو کہہ چکا ہوں) کہ میں نے یہ کلمہ اس غرض سے نہ لکھا تھا کہ ان (مولوی نورالدین) کو علم اور لیاقت کے لحاظ سے حوصلہ ہے، تو آویں ۔بلکہ صرف اس نیت سے لکھا تھا کہ اپنے پیر پر اعتراض سننے کا حوصلہ یعنی صبر ہے تو آویں ۔اور اگر پہلے کی طرح طاقت صبر نہ ہو اور اعتراض سن کر خفا ہو جانا ہو تو خیر ۔یہ مطلب اس کلمہ سے پہلے فقرہ سے صاف مفہوم ہوتا ہے مگر حسن ظنی ہو تو سمجھ میں آوے ۔اور اگر آپ کسی اور کلمہ کو سخت سمجھتے ہیں تو اس سے مجھے اطلاع دیں ۔میں اس کلمہ کی نسبت اپنی نیت کو دیکھونگا، پھر اس میں فساد پاؤں گا تو اس سے توبہ کرونگا۔

آپ نے میری تحریر کی نسبت تو رائے ظاہر فرمائی مگر حکیم صاحب کی تحریر کی نسبت کچھ نہ فرمایا، کہ میں نے خواہ کسی نیت ، بھلی یا بری ، سے ان کو یہ کلمہ یا کوئی اور کلمہ لکھا، مگر جو جواب انہوں نے تحریر فرمایا وہ درست وبجا ہے؟ اور ایک روحانی اور نورانی آدمی ایک طالب تحقیق کو ایسا جواب لکھ سکتا ہے؟

دہلی کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث ؒ کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچتے ۔مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں ۔حکیم صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں ۔وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے ، جن کو وہ اپنے مذاق کے موافق نہیں سمجھتے ۔اس امر کی تصدیق چاہیں تو ان سے ان لوگوں کی فہرست طلب کریں جن کے نام انہوں نے رسائل روانہ کئے ہیں۔

اخیر میں ، میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں (جیسے کہ آپ نے مجھے نصیحت کی ہے) کہ آپ اس دعوی سے کہ میں مسیح موعود ہوں ، عیسی بن مریم موعود نہیں ہے ، دست کش ہو جائیں ۔یہ امر آسمانی نہیں ہے اور نہ یہ الہام رحمانی

ہے۔ یہ صرف آپ کا خیال ہے جس کو آپ الہام سمجھ بیٹھے ہیں۔اس دعوی الہام میں اگر آپ سچے ہوں گے تو بخاری ومسلم وغیرہ کتب صحاح مہمل و بے کار ہو جائیں گی۔ بلکہ دین اسلام کے اکثر اصول وامہات مسائل بے اعتبار ہو جائیں گے۔آپ کا ناصح مشفق ابوسعید محمد حسین

(جلال دین شمس قادیانی آنجہانی نے لکھا ہے کہ اس خط کا مرزا صاحب نے جواب نہیں دیا۔اور ۳ مارچ کو وہ قادیان سے لدھیانہ چلے گئے۔پھر ۶ مارچ کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا جو یہ ہے):

☆ لاہور ۶ مارچ ۱۸۹۱ء۔مکرمی جناب مرزا صاحب۔

میرے خط (۲۴ فروری) کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں منتظر ہوں۔حافظ محمد یوسف صاحب (جوان دنوں مرزا صاحب سے متاثر تھے اوران کے حلقہ احباب میں شامل تھے) نے لکھا تھا کہ آپ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور میں آ کر ایک مجلس علماء میں گفتگو کریں گے۔آج معلوم ہوا کہ آپ ماہ اپریل میں مجمع کرنا چاہتے ہیں۔میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ماہ اپریل میں، میں ہندوستان میں ہونگا۔اور سنا ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب (امرتسری) ومولوی عبدالجبار صاحب (غزنوی) بھی ان دنوں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔لہذا آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ابھی کریں ورنہ ہم لوگ جو ارادہ رکھتے ہیں آپ پر ظاہر کر چکے ہیں۔پھر آپ کو افسوس وشکایت کا موقع ومحل نہ رہے گا۔اس کارڈ کی ایک نقل قادیان بھیجی گئی ہے۔ابوسعید محمد حسین۔ (اصل خط لودہانہ بھیجا گیا، جہاں مرزا صاحب تین تاریخ مارچ کو بلا اطلاع خاکسار پہنچ گئے۔اگر آپ اطلاع دیتے تو میں امرتسر یا بٹالہ میں آپ کو ملتا۔محمد حسین)

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا جواب یوں دیا:

نحمدہ و نصلی۔مخدومی اخویم مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج لدھیانہ میں آپ کا محبت نامہ مجھ کو ملا۔ بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا۔ مجھے خدا تعالی نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑنے والے نہیں۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آسکتا و لیس الخبر کا لمعاینۃ ۔ہاں اس نیت سے میں مجلس علماء میں حاضر ہوسکتا ہوں کہ شائد خدا تعالی حاضرین میں سے کسی کے دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے، جو اس نے اس عاجز پر ظاہر کی ہے۔سو اگر شرائط مندرجہ ذیل آپ قبول فرمائیں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں۔

۱۔اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو مدعی کا حکم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ میں ان کے خیالات واجتہادات کا اتباع کروں۔اور میری طرف سے بار باران کو یہی جواب ہے کہ ان هدى الله هو الهدى۔اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے، تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے۔سو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظهاراً للحق ہوگی، تحریری ہوگی۔کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بفتنہ ہوتی ہیں۔اور بجز چند حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا، اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں، جلدی بھول جاتی ہیں۔اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے، خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں، ان کو جھوٹ بولنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔کوئی شخص محنت اٹھا کر، اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر، اور بہت سی مغز خواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے، کہ غیر منتظم طریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ نہ پہونچ سکے۔سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

۳۔اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے، جنھوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے، اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہو سکتا، اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانے والے تو میاں مولوی عبدالرحمٰن لکھو کی والے ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں، جن کے الہامات کے مصدق و پیرو مولوی عبدالجبار ہیں، سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تا کہ مباہلہ کا بھی ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے، اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کو صورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔بار بار سفر کی طاقت نہیں۔

۴۔یہ کہ تحریری بحث کے لئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں۔کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے۔ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر

سوالات پیش کرے، کہ اس عاجز کے اس دعوی میں، جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے، کیا خرابیاں ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے۔ سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں۔

۵۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نور الدین صاحب کو اطلاع دیں۔ چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اور مرض ..... سے لاچار اور ضعیف بہت ہے، اس لئے اخویم مولوی نور الدین صاحب کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس عاجز کی طبیعت زیادہ علیل ہو جائے، جیسا کہ اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے، اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کارروائی کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں، تو لدھیانہ راہ میں ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے۔ یہ عاجز بیمار ہے۔ حاضری سے عذر کچھ نہیں، مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن رہے گا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن (اس عاجز کو ملحد اور کافر قرار دینے والے) یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہو سکتا ہے۔

مکرر یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہو گئی ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کر دے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے۔ آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ غلام حیدر ۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ شائد آپ (مرزا) کے ذہن میں تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ کیونکہ نہ آپ کے فریق مقابل نے اس تاریخ کو تسلیم کیا ہے، نہ جلسہ کے ذمہ داروں نے۔ ان میں سے ایک، فتح علی شاہ توجج کو چلے گئے، دوسرے، حافظ محمد یوسف نے آپ کو صاف جواب دے دیا اور یہ لکھا تھا کہ اس باب میں آپ محمد حسین سے جب چاہیں گفتگو کر لیں۔ ۸ تاریخ مارچ کی حاضری میسر نہیں ہوئی تو اب اور تاریخ میں جلسہ کرا دینے کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ پھر معلوم نہیں کہ اس تقرری تاریخ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ محمد حسین)

☆ اس خط کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یوں دیا:

۹۔ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کو معلوم ہے کہ تجویز مجمع علماء کی تحریک میری طرف سے نہیں ہوئی لہذا میں ان شرائط کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا، جو میری ذات خاص سے متعلق نہ ہوں۔ مجمع کے

متعلق جو شرائط آپ تسلیم کرانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے کرائیں جو آپ کے مدعی ہیں یا محرک سلسلہ مجمع ہیں۔ میں نہ مدعی ہوں، نہ محرک۔ میں تو صرف دوستانہ اور برادرانہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے نہ کسی مجمع کی حاجت ہے نہ کسی شرط کی ضرورت۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ ایک شب کے لئے میرا آنا کافی سمجھتے ہیں تو میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور اگر زیادہ وقت چاہتے ہیں تو آپ تشریف لاویں۔ میں دعوی کے ساتھ تو نہیں کہتا مگر امید پر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس خاکسار ناچیز کو اپنے دعاوی تسلیم کرا دیں گے، اور ان کو نصوص حدیثیہ سے مطابق کر کے دکھا دیں گے تو میں مولوی عبدالجبار و مولوی عبدالرحمٰن کو، گو آپ کے تابع اور موافق نہ کر سکوں مگر، خاموش اور غیر معارض وغیر معترض تو ضرور کر دونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔

اور اگر آپ دونوں شق قبول نہ کریں تو تحریری گفتگو مسائل پر شروع کر دیں۔ پس اگر آپ کے دلائل یہی ہیں جو توضیح المرام اور فتح اسلام میں ہیں، تو مجھے اجازت دیں کہ میں ان پر شرعی بحث وکلام کروں۔ اور اگر اور بھی دلائل ہیں جو ازالۃ الاوہام میں مکنون ہیں، تو آپ ازالہ اوہام کو جلد میرے پاس بھیج دیں۔ یا بصورت توقف طبع رسالہ اس کے دلائل کا خلاصہ خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ انشاءاللہ یہ تحریری گفتگو اس انداز سے چلتی رہے گی جس انداز سے اب تک میری اور آپ کی مراسلت ہو رہی ہے۔

آپ کا ناصح مشفق۔ ابوسعید محمد حسین

☆ اس کا جواب مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ دیا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے (آپ کی یہ حالت جو کئی سال پہلے سے ہے، آپکے دعوی مثیل مسیح ہونے کو توڑ رہی ہے۔ مثل اور مثیل ہونے کیلئے بہمہ وجوہ پوری مشابہت کا ہونا شرط ہے۔ اور آپ خود اس مشابہت تامہ کے براہین کے صفحہ ۴۹۱ میں مدعی ہیں۔ چنانچہ آپکے اور ہمارے خطوط آئندہ میں یہی لفظ مشابہت تامہ براہین سے نقل کیا گیا ہے، اور حضرت مسیح کا یہ حال تھا کہ وہ باذن اللہ مردوں کو زندہ کرتے، اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے۔ آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ اپنے آپ کو اچھا نہیں کر سکتے؟ آپ کے مرید اسی مشابہت تامہ کی نظر سے آپ کی شان میں اشعار ذیل لکھ چکے ہیں:

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ تم مسیحا بنو خدا کے لئے
کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

مگر اپنا حال دیکھ کر آپ کو اور آپ کے مریضوں کو اب یہ شعر پڑھنا مناسب معلوم ہوتا ہے

جو طبیب اپنا تھا وہ خود مرض سے ناچار ہے مژدہ باد اے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے

میرے عزیز دوست ثبت العرش ثم انقش ۔ پہلے آپ اپنے لئے مسیح بنیں اور خود صحت حاصل کریں پھر اور بیماروں کے لئے مسیح ہونے کا دعوی کریں ۔ اور اگر آپ اس کے جواب میں کہیں کہ میں صرف روحانی مسیح ہوں، روحانی امراض کا علاج کرنے آیا ہوں، لہذا میرا خود بیمار رہنا اس دعوی مسیحائی کے منافی نہیں ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آپ مشابہ مسیح کہلاتے، مثیل مسیح ہونے کا دعوی نہ کرتے ۔ مثیل بھی کیسے؟ آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ۔ آپ یہی نشان آسمانی کیوں نہیں دکھاتے کہ خود بیمار نہ ہوں، اور صحت و توانائی حاصل کر کے اس کام کو پورا کریں جو آپ کے ذمہ مسلمانوں کا ایک دین (قرض) لازم ہے ۔ وہ کام براہین احمدیہ کا اتمام ہے جس کے عوض میں آپ مسلمانوں سے ہزار ہا روپیہ وصول کر چکے ہیں ۔ یہ نشان آسمانی دکھانا آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو آپ آسمانی نشان دکھلانے کے دعوی سے دست بردار ہو جائیں ۔ اور مثیل مسیح ہونے کے دعوی کی غلطی کا اشتہار دیں ۔ حضرت مسیح ابن مریم سے کسی خاص امر میں مشابہت ہے تو صرف شبیہ یا مشابہ مسیح کہلائیں ۔ اور قرآن مجید اور محاورات عرب کی طرف رجوع فرما کر یہ امر اپنے خیال میں لاویں کہ مماثلت کے لئے تامہ مشابہت کا ہونا شرط ہے ۔ محمد حسین) **اور کچھ کچھ علالت تو دن رات شامل حال ہے ۔ اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے ۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے ۔** (اس صورت میں جلسہ عام میں گفتگو کرنے کا کیوں دعوی کرتے ہیں ۔ وہاں حکیم نور دین صاحب کی امداد کا بھروسہ ہے، تو جلسہ خاص کے لئے کیوں ان کو نہیں بلا لیتے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ فریق مقابل سے آپ خاص کر اسی خاکسار کو گفتگو کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں، جس کو فریق ثانی بھی، امید ہے کہ پسند کریں گے، پھر آپ کی طرف سے بوقت دورہ مرض حکیم صاحب پیش ہوں اور جو گفتگو ہو وہ تحریری ہو ۔ جو آخر چھپ کر عام میں مشتہر ہو ۔ تو اس صورت میں یہ جلسہ خاص، جلسہ عام کے حکم میں ہو جائے جو فائدہ آپ جلسہ عام سے مدنظر رکھتے ہیں، اس جلسہ خاص سے حاصل ہو ۔ بہتر ہے کہ آپ اس جلسہ کا موقعہ دیں، مگر اس میں جلدی کریں تو میں اس جلسہ کے لئے اپنا سفر ملتوی کر سکتا ہوں، محمد حسین)، **چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبد الجبار صاحب لکھا گیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا ۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے ۔ یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں** (اس چال کو ناظرین دیکھیں کہ کہیں مباحثہ سے انکار ہے، کہیں تحدی و اقرار ہے ۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ خلوت اور دوستانہ گفتگو کی طرف بلایا جاتا ہے تو ضعف و بیماری کے عذر سے انکار کیا جاتا ہے ۔ اور مجلس عام میں مباحثہ کرنے کو مستعدی ظاہر کی جاتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مستعدی صرف اس وجہ سے ہے کہ انعقاد مجلس عام کی ان کو امید نہیں، لہذا بے فکری سے دعوی کیا جاتا ہے ۔ محمد حسین)، **محض خدا کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا، اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو ۔ اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جائے ۔ آپ کے معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے** (یہ الفاظ آپ کے دل میں ہوتے اور تواضعاً لکھے

جاتے تو یہ آپ کی فضیلت اور کمال ثابت کرتے۔مگر ان الفاظ کا لکھا جانا لوگ تب مانتے جب کہ مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے حامی ڈاکٹر جمال الدین نامی کے آپ کے حق میں اس قدر کہنے پر کہ: آپ علمی لیاقت نہیں رکھتے اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے (آپ نے) علی گڈھ میں وعظ کہنے سے انکار کیا تھا،، آپ ناخوش نہ ہوتے اور ان الفاظ کے سبب غیظ وغضب میں آکر بے چارہ ناکردہ گناہ مولوی محمد اسماعیل کے حق میں رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۲ میں یہ کلمات نہ لکھتے:

رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں۔تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلاء ہیں اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں، تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں۔مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں، صرف پرانے خیالات کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے، آپ کے اندر موجود ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار ومعارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں کہ اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دونگا جس کے آپ مستحق نہیں۔محمد حسین)، **نہ عبادت ہے۔نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت۔غرض کچھ بھی چیز نہیں۔خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا۔اس عاجز نے پہنچا دیا۔ماننا، نہ ماننا، اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے۔درحقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الٰہی کو ظاہر کرتا** (کافی نہیں بلکہ لازمی اور ضروری تھا کہ اگر آپ اس الہام کو الہام سمجھتے تھے تو اس کو اپنے خاص حواریوں پر ظاہر فرماتے، نہ یہ کہ اردو زبان میں چھاپ کر تمام جہان میں شائع کرتے۔اہل اللہ پر جو ایسے معارف وحقائق کھلتے ہیں، جن پر ظاہر شریعت کی شہادت نہیں ہوتی، تو وہ ان کو عامہ متعبدین شریعت پر ظاہر نہیں کیا کرتے۔کبھی کسی سے نہ سنا ہوگا کہ حضرت خضرؑ یا کسی اور ولی نے اپنے ایسے مکاشفات کا اشتہار دیا ہو، اور ظاہر شریعت کا کچھ لحاظ نہ کیا ہو۔اس قسم کے اشتہارات کے سبب آپکے دوست، جو آپ پر حسن ظنی رکھتے تھے اور آپ کو الہامی جانتے تھے، وہ بھی آپ سے ناخوش ہوگئے ہیں۔جو کلمات وہ کہتے ہیں ہم انکو بخوف ملال خاطر سامی نقل نہیں کر سکتے۔محمد حسین)۔**لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ وقال الرسول کا بیان اسلئے مختصر سا کر دیا ہے** (قال اللہ، قال الرسول کا کیا بیان کیا؟ نیچیریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔آیات اور الفاظ قرآن، جبریل، لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، قبض ارواح وغیرہ، کے وہ معنی کئے کہ اس میں نیچریوں کے بھی کان کاٹے۔بلکہ آریہ اور برہموسماج کے، جن کے ردّ ومقابلہ کے آپ بظاہر مدعی ہیں، اصول اختیار کئے۔آپ اس قال اللہ وقال الرسول کے بیان سے خاموش رہتے تو آپ کے حق میں بہتر تھا۔محمد حسین) **کہ شائد لوگ اس سے نفع اٹھاویں مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالی آئندہ کسی کو اس کی روحانی حالت کے لحاظ سے درحقیقت مسیح بنا کر دمشق کی شرقی طرف اس طور سے اتار دے** (اب اس قسم کا اقبال واقرار آپ کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔اور آپ کو اس حدیث صحیح مسلم کا مصداق نہیں بنا تا جس میں مسیح کے مشرق دمشق میں اترنے کا بیان ہے۔اس حدیث میں ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، نہ کہ کسی روحانی مسیح یا مثیل مسیح کا۔اور جس حالت میں آپ اس خط میں اور عبدالحق غزنوی کی درخواست مباہلہ کے جواب میں، جس کو آپ پنجاب گزٹ میں مشتہر کر چکے ہیں، صاف اظہار کر چکے ہیں کہ ابن مریم فوت ہوگیا ہے، وہ اپنے خاکی وجود سے آسمان سے نہ اترے گا، تو پھر ان اقراروں سے آپ کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔محمد حسین) **جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا**

اترتے ہیں (یہ تاویل نزول بھی صریح انکار حدیث نزول سے بدتر ہے۔ نزول کے یہی معنی مراد ہیں تو آپ اس نزول کو اپنے لئے کیوں تجویز نہیں کرتے، کسی آئندہ مسیح سے اس نزول کو کیوں مخصوص کرتے ہیں۔ آپ خود مسافرانہ طور پر دمشق میں جا کر اتر سکتے ہیں۔ بہتر ہے دمشق سے ہو آیئے پھر سچ مچ کے مسیح کہلایئے۔ محمد حسین) کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو (اس میں آپ اپنی اس تاویل دجال پر کہ اس سے: دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ فتح اسلام ص ۱۴۔ مراد ہے، پردہ ڈال کر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ سچ مچ کے دجال سے بھی ہم کو انکار نہیں، شاید کوئی ہو۔ مگر یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس حالت میں ہم مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے سے صاف انکار کر چکے ہیں، تو اب اس دجال کے ماننے سے کیا فائدہ؟ اس سے ہم اس حدیث کے، جس میں دجال کا اور مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، اور اسی مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے دجال کے مارے جانے کا ذکر ہے، کب مصدق بنتے ہیں۔ محمد حسین)، حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے (اس لفظ سے آپ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے اس دعوی کو کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، مدد دی۔ اور اہل اسلام کے ان بیانات کی طرف توجہ نہ کی کہ اسلام اپنی صداقت سے پھیلا ہے۔ محمد حسین) اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔ مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں (اس نفی کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ اس نفی کے ساتھ آپ کسی اثبات سے جو حدیث مسیح کی نسبت ظاہر کریں، مثبت و مصدق نہیں ہو سکتے۔ اسی نفی کا ذکر اس سے پہلے تینوں حواشی میں ہوا ہے۔ محمد حسین) ظلی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے۔ میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنے الہامات کے حوالہ سے اس عاجز کو ضال و مضل قرار دے چکے ہیں اور ایسا کافر جس کو کبھی ہدایت نہیں ہوگی۔ اور میاں عبدالحق غزنوی بھی اپنے الہام کے حوالہ سے اس عاجز کو جہنمی قرار دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ میاں عبدالحق صاحب کے الہام ہیں، میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ اب آپ کے کہنے سے وہ کیا سمجھیں گے (میں نے سمجھانے کا وعدہ نہیں کیا۔ صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مان لینے کے بعد وہ آپ پر معترض نہ رہیں گے اور معارضہ نہ کریں گے۔ محمد حسین) اور آپ انہیں کیا سمجھائیں گے۔ یہ خدا تعالی کا کام ہے جس طرح چاہے گا، اس کی راہ پیدا کریگا۔ اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔ مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی

چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آ جائیں۔ بہرحال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔ بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ جواب از شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

لاہور ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی جناب میرزا صاحب:

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث و کلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعوی ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ بڑھائیں۔ آپ خط سابق میں دعوی بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلاکم و بیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں۔ آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچونگا۔ اس سے بڑھ کر کوتاہ کلامی کیا ہو سکتی ہے اور انصاف پسندی کی کون سی حد باقی رہتی ہے۔

آپ نے اس تحکیم کو منظور نہ کیا تو میں بسم اللہ پڑھ کر آپکے اس الہام کا جواب لکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مراسلت کی نقل تمام و کمال چھاپ دوں گا۔ پھر آپ کسی وجہ سے شکایت کا حق نہ رکھیں گے اور استعجال کو میری طرف نسبت نہ کر سکیں گے۔ میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی۔ فتح اسلام اور توضیح المرام کی دو دو تین تین کاپیاں اور بھیجئے۔ اکثر لوگ مانگتے ہیں۔ آپ کا ناصح مشفق۔ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے جواباً لکھا:

مخدومی مکرمی ... آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائیگا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ (اس لفظ فقط کا مطلب ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ہے۔ اگر اس سے یہ ظاہری معنی مراد ہیں کہ بس اتنی ہی بات ہم نے براہین احمدیہ میں اس مضمون کے متعلق کہی ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے جو ہمارے جواب آئندہ میں منقول ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے الہام سے لکھا ہے۔ اور اگر اس لفظ سے کچھ اور مطلب ہے تو وہ محتاج بیان ہے۔ محمد حسین) لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے۔

اے میرے عزیز دوست! اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے اپنے علم اور عقل پر بنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں۔ اور دعوی کی بنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں۔ اس کی نظیریں انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں۔ ملہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے لا علم لی الّا ما علّمنی ربّی بلکہ خدا تعالیٰ کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو، انسان ضعیف البنیان اس میں بھی دھوکہ کھا سکتا ہے۔ فذهب وهلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی (یہ حدیث صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۵۱ منقول ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں آپکے دار الہجرۃ کی صورت دکھائی گئی کہ وہ ایک کھجوروں والی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر سوچی تو آپ کا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ مگر آخر وہ جگہ مدینہ نکلی۔ مگر اس حدیث سے آپ (مرزا) کے سابق اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ اعتقاد آپ کے الہام کی تاویل سے نہ تھا بلکہ نصوص صحیحہ سے۔ محمد حسین) اب خدا تعالیٰ نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح

آسمان سے اتر آئے گا۔ اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے (سیاق عبارت ۴۹۹ براہین احمدیہ اور اس کا ایک فقرہ اس بیان سامی کے الہامی ہونے پر شاہد ہے جو ہمارے آئندہ خط ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کے آخر میں منقول ہے۔ مگر امید نہیں کہ آپ اس کو بلا تاویل مان لیں۔ محمد حسین)۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعوی کر چکا ہے۔ جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعوی کا ردّ نہیں کیا، اسلئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں، مگر امکانی طور پر، مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالی سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جگہ او پر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی، انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔ اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے، تو چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے، آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں، کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعوی کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔ اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں، تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للّٰہ و اظہاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔ جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں، صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو، تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔ اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر

کرونگا۔خدا تعالی خوب جانتا ہے، جواس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے (تواضع ،صبراور نرمی کا ایک نمونہ یہی پرائیویٹ اور دوستانہ مراسلت ہے جس میں آخر آپ ایسے گھبرا گئے ہیں کہ اپنے مخاطب، جس کی نیت اور علم اور تہذیب کی جا بجا تعریف بھی کرتے چلے آئے ہیں، کے خیال اور استدلال کی نسبت لہو ولعب کے الفاظ استعمال کر گئے ہیں۔مجلس عام میں یہ الفاظ استعمال ہوتے تو خدا جانے کیسا اشتعال پیدا کرتے۔یہی الفاظ آپ کے الہام وخیال ومقال کی نسبت فریق ثانی کی زبان سے نکلتے تو اس کا نتیجہ جو ظاہر ہوتا، وہ ظاہر ہے۔آخری تحریر میں تو آپ نے کھلم کھلی گالیاں دی ہیں۔اگلا خط ملاحظہ ہو۔مجھ کو مرزا صاحب سے خط وکتابت کرنے کا دو دفعہ اتفاق ہوا ہے۔ایک دفعہ حال میں، اور ایک دفعہ اس سے پہلے ۱۸۸۷ء میں۔حال کی مراسلت تو ہدیہ ناظرین ہے۔۱۸۸۷ء کی مراسلت کو ہم ریویو کے ذیل میں نقل کریں گے انشاءاللہ تعالی۔اس دو دفعہ کی مراسلت سے ہم کو تو یہی ثابت ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا حوصلہ تھوڑا ہے۔آپ گفتگو سے گھبرا جاتے ہیں۔ایسا ہی ہم نے ان لوگوں سے سنا ہے جن کو آپ سے بالمشافہ گفتگو کا اتفاق رہا ہے کہ آپ گفتگو کرنے سے گھبرا جاتے ہیں۔اور اپنے مخالف کے حق میں بے جا الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ومع ہذا ہم کو مرزا صاحب سے مجمع عام میں گفتگو کرنے سے عذر نہیں وہ صبر اور نرمی نہ کریں گے تو انشاءاللہ ہم کریں گے، اور ان کی سخت باتیں سنیں گے۔مگر اس جلسہ کا اہتمام اپنے ذمہ نہیں لے سکتے۔یہ اہتمام وہ اپنے ذمہ لیں جو اس مجمع کے شائق وخواستگار ہیں، ہم شریک جلسہ ہونے کو حاضر ہیں بشرطیکہ وہ اس میں جلد کریں۔ماہ اپریل ۱۸۹۱ء میں سفر پیش آ گیا تو میں شریک نہیں ہوسکتا۔اور اگر آپ اوائل اپریل میں انتظام جلسہ کر کے مجھے اطلاع دیں تو میں سفر ملتوی کرسکتا ہوں۔محمد حسین) اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں (خفیہ مذاکرہ کا کون خواستگار ہوا ہے۔آپ کو اختیار ہے۔اس پرائیویٹ گفتگو میں جو میں قبل از انعقاد جلسہ عام چاہتا ہوں جس قدر لوگوں کو چاہیں شامل کرلیں۔الغرض جس قدر جلد ممکن ہو مجھے بات چیت کرنے کا موقع دیں۔مجھ سے گفتگو کرنے کو جلسہ عام پر موقوف نہ رکھیں، وہ وقوع میں آتا نظر نہیں آتا۔محمد حسین) جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔خاکسار غلام احمد از لودیانہ ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء

(اسی روز مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن امروہی کو خط لکھا: مکرمی محبی اخویم السلام علیکم ..عنایت نامہ پہنچ کر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ خوشی ہوئی خدا تعالی آپ کو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں میں نے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کر کے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجئے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جائے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائیں گی اگر یہ طریق شافی وکافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اس مخالفانہ تحریر میں ایک زبانی الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھ کر کوئی یکطرفہ تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر یہ مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شائد خدا تعالی آپ کے دل کو راستی کی طرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب تک انہوں نے قبول نہیں کیا ۔آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے۔رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس دن تک چھپ جائے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاءاللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہنچے ہوں جو موی عبدالجبار صاحب ومولوی اسماعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرما کر ارسال

فرماویں۔ والسلام خاکسار غلام احمد ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۴)

☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ نے مرزا قادیانی کے مکتوب کا یہ جواب لکھا:

لاہور ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب:

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔ اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں، اور ان کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات واحادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں۔ محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال واستدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے، جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔ اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔ اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو، جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں، احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال واستدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہوسکا۔ گزشتہ را صلوات آئندہ احتیاط۔ براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ:

درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلاکم وبیش وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے، جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جبکہ اول سے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔ کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔ آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اور اس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال، جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں، کی تقلید اختیار کر کے وہ بات لکھی تھی، اب ہم کو یہ حق سوجھا جو اور مسلمانوں کے

کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تو آپ کو تحکیم براہین وریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔ اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اس کو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں۔ احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی سے ممکن ہے۔ اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔ میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا (اب میں نے عزم سفر فسخ کر دیا ہے، لہذا ماہ اپریل ۱۸۹۱ء تک یہ شرط بھی معاف۔ محمد حسین) تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔ مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرائیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔ کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عام کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کرلیں۔ اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کیلئے حاضر ہوں گا۔ اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کر دوں گا۔ بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس (correspondence) کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہوسکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔ آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ اعتقاد احادیث صحیحہ اور ان کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اور اب اسکا خلاف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پر عرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اور اگر اب

وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہو گیا تھا تو آپ پر اس امر کا اظہار واجب تھا اور اس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اور جسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یا اس وقت کے گمراہ مسلمانوں (جن کو آپ یہودیوں سے ملا چکے ہیں، دیکھو فتح اسلام ص ۱۲، ۱۴، ۱۵ وغیرہ) کی تقلید سے تھا، اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اور ابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اور اس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ و منسوخ دونوں کو تسلیم کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پر آپ کے مسیح یا مثیل ہونے (جس کا بیان بصفحہ ۴۹۸ وغیرہ براہین احمدیہ کے ہے) کے امکان پر میرا سکوت کیا، اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگر اس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر آپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا، نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے۔ میں کیونکر آپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا، سکوت کر سکتا تھا جس حالت میں آپ خود اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کر چکے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین

اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے (ان اوصاف میں سے ایک بھی وصف مسیح کا آپ میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان اوصاف کا کلی خلاف آپ میں پایا جاتا ہے مسیح میں اور آپ میں ایسا فرق نظر آتا ہے جیسا زمین آسمان میں فرق ہے۔ محمد حسین) اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اسلئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ: اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلمانوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔ لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا، صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔

مولوی نورالدین کے خط کی نسبت آپ نے اب تک رائے ظاہر نہیں کی۔ میں پھر اس کا مطالبہ کرتا ہوں (اب تک آپ نے اس خط کی نسبت رائے ظاہر نہ کی جس سے آپ کا بے ریا، باخدا ہونا جیسا ثابت ہے، ناظرین پر مخفی نہیں۔ محمد حسین) فتح اسلام اور توضیح المرام دونوں منگائے گئے تھے آپ نے ارسال نہیں کئے (بعد میں رسائل آ گئے) آپکا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین

☆ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا، جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا، اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔ اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔،

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم۔ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔،

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔ مرزا صاحب صرف اس کے مصدق وموافق ہیں۔ لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔ اور اسکے راقم کو (جس کو ہم پہچان گئے ہیں اور اس کے غیر مہذب اور بے ادب ہونے کے سبب جس کا ثبوت عنقریب اس کی ایک تحریر سے ناظرین کو ملے گا) اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔ صرف اسی پرانے دعوی کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن وطنز سبّ وشتم سے مجلی ومزین کر کے ادا فرمایا ہے (جیسے اپنے مخاطبین کے حق میں نام لے کر آپ کا یہ کہنا کہ وہ علم کی پردہ دری کراتے ہیں، اور ان کی یہ حرکت کہ وہ ان کے دعوی پر قبل از مباحثہ نکتہ چینی کرتے ہیں حیا اور ایمان کے مخالف ہے جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ بے ایمان وبے حیا ہیں وغیرہ وغیرہ جو اصل اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں ملاحظہ کے لائق ہیں)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم ومستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کیلئے حاضر ومستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔ انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مدعی بنے ہیں۔ اور بعد تقرری تاریخ و مقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ (مگر قبل از مباحثہ ازالۃ الاہام بھیج دیں۔ تمام نہیں، تو جس قدر چھپا ہے اسی قدر سہی۔ محمد حسین) آپ

جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا، اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے (بحالت مجبوری سفر پیش آ گیا تو جہاں جاؤنگا وہیں سے پہنچونگا۔ جب آپ بلائیں گے۔ سفر خرچ دینا تو آپ مان ہی چکے ہیں۔ محمد حسین)۔ اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا (جیسا کہ ۸ مارچ پھر ۲۳ مارچ کو مقرر کر کے ٹلایا اور اس کا ایفاء واہتمام نہ کیا) تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے وبہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔

یہ اصل مدعا کا جواب ہے۔ رہا جواب سبّ وشتم وطعن وطنز۔ سو ہماری طرف سے یہ ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ یہی رہے گا

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ بد گوئی آپ جیسے مسیح ثانی الہامیوں کے لئے سزاوار ہے۔ اور نورانی روحانی اشخاص کے اپنے بھائیوں سے ایسے ہی اخلاق ہونے چاہئیں۔ آپ اپنے خط ۲۳ فروری اور باقی خطوط ..کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر انصاف سے کہیں کہ آپ کے الفاظ اشتہار کی نسبت آپ کے وہ خطوط وفقرات کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی غرض سے ہم نے ان فقرات پر نوٹ لگائے تھے آپ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمارے نوٹوں کی طرف ناظرین کو توجہ کرنے کا جلد موقع دیا۔ اور ہمارے حاشیہ (مکتوب مرزا ۱۴ مارچ) کو بخوبی تصدیق کیا۔ ان الفاظ کی تحریر سے آپ نے ایک احسان ہم پر یہ کیا ہے کہ ہماری ۱۸۸۷ء کے بعد کی رہی سہی حسن ظنی کو خیر باد کہلایا۔ اور اس امکانی تصدیق کو جو ریویو براہین احمدیہ میں ہو چکی تھی وہ آپ کے جدید الہامات کی نسبت رائے ظاہر کرنے سے مانع تھی، آپ نے اٹھا دیا، لہذا ہم کو اس بد گوئی کے مقابلہ میں شکریہ واجب ہے نہ اس کی جواب دہی ترکی بہ ترکی۔ اس جواب کیلئے اور بہت لوگ ہیں۔ اور کلوخ انداز را پاداش سنگ ست، پر عمل کرنے کو مستعد۔ بہتر ہے کہ آپ اس عادت کو جو ابتدائے زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے آپ نے اختیار کر رکھی ہے چھوڑ دیں۔ اور اس شعر کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز آید

قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء

اوپر منقول ایک خط میں مرزا قادیانی کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا ذکر ہے، جو یوں ہے:

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائکہ اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے، قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں اور تدبر سے ان کے مطلب کو سوچیں، یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں، اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں، حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔ کسی نے کہا یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بے جا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل آدمی ہیں اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنے والے ہیں اس ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان (عوام) کے دلوں پر سخت اثر پڑا اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم، مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔ اسی ضرر رسان سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے لہذا اقرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں شرعی عذر ہو یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ

اس عاجز کے یہ دعاوی قال اللہ وقال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کر لیں تا کہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے، سو مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو کمالات علمی میں اول درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کے لئے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریر ان سں دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ ہی میں پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائے گا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر ایک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاوے گا۔ اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزء کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف وحقائق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں، مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کھل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے بلکہ میں نے سنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم لیکن یہ اشتہار بہرحال انہیں دیکھنا پڑے گا، اور عوام الناس اگرچہ بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے، مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بے خبر نہیں رہ سکتے لہذا میں نے اتمام حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور میں باآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالی نے اپنے الہام اور القاء سے حق کھولدیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحی کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں۔ یہ خدا تعالی کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا یہ دعوی صرف مبنی برالہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مئوید ہے۔ اگر مولوی

صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں بے شک حق کو غلبہ ہوگا میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوی قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جل شانہ آپ لوگوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعوی ہرگز قال اللہ وقال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کے لئے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کریں گے تو آپ خدا تعالی کے نزدیک اور نیز راست بازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھہریں گے اور مناسب ہے کہ جب تک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری بحث نہ کرلیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور یہی آیت کریمہ لا تقف ما ليس لك به علم سے ڈریں ورنہ یہ حرکت حیا اور ایمان اور خدا ترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائے گی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے۔ مولوی شیخ عبیداللہ بتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ۲۶ مارچ۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۲۔ ۲۰۴)

فتنہ قادیانی

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اپنے ماہنامہ اشاعہ السنہ جلد ۱۳ کے اداریئے میں رقم طراز ہیں:

ہمارے ناظرین اس دفعہ اشاعۃ السنہ میں صرف مرزا قادیانی کے متعلق ایک ہی مضمون سوبھی شخصی و جزئی بحث کا متضمن دیکھ کر متعجب ہونگے اور شائد زبان حال یا قال سے مجھ کو اس مصرع سے خطاب کریں: کجا بوداشهب کجا تاختی۔ اور کہیں کہ اشاعۃ السنہ تو شخصی و جزئی مباحث سے قلم کو روک چکا اور مسلمانوں کی باہمی نزاع کی موقوفی کے درپئے، اور اتفاق واتحاد میں کوشاں تھا۔ اب اس کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک مسلمان سوبھی کیسا؟ ولی، مجدد، ملہم، محدث سے جا لپٹا اور ایسا لپٹا کہ مسائل کلی واتفاقی زیر بحث کو یکلخت بھول گیا۔ ولیکن وہ مہربان اگر صبر و تحمل کو کام میں لا کر اس مضمون کو اور اس قسم کے مضامین آئندہ کو اول سے آخر تک پڑھ جائیں گے تو امید ہے کہ اشاعۃ السنہ کو اس روش کی تبدیلی اور موجودہ قیل وقال پر نہ صرف معذور رکھیں گے بلکہ مصیب و ماجور قرار دیں گے۔ اور یہ یقین کر لیں گے کہ اس کے یہ مباحث جزئی و شخصی نہیں بلکہ کلی و قومی ہیں اور ان میں کسی مسلمان یا ملہم مجدد ومحدث کا مقابلہ نہیں بلکہ نیچریوں، آریوں، عیسائیوں اور فلسفیوں کی جماعتوں سے، جن میں در پردہ مخاطب (مرزا) بھی شامل و داخل ہے، مقابلہ ہے اور ان میں بحث ابھی کسی خاص مسئلہ جزئی میں نہیں ہوئی بلکہ ان کلیات وامہات مسائل پر بحث ہے جو اسلام اور جملہ ادیان سماویہ کے اصل اصول ہیں۔ اور وہ یہ جان لیں گے کہ میرزا قادیانی جو ایک وقت تک فرقہ ہائے مذکورہ بالا کا مقابل اور تائید اسلام کا مدعی تھا اب وہ اپنی نبوت کا مدعی ہو گیا ہے۔ اور اصول اسلام کے برخلاف نیچریہ، نصاری، آریہ اور فلاسفہ کے اصول کو از سر نو زندہ کرنا چاہتا

ہے۔مگر از آنجا کہ اس کو اس امر کا خوب یقین ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور بانی اسلام علیہ الصلوۃ و السلام کا صریح مقابل ہوکر اپنی نبوت کا سلسلہ قائم نہیں کرسکتا اور اس صورت خروج و مقابلہ میں کوئی مسلمان اس کی دعوت قبول نہ کرے گا اور وہ مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے اور دعوی کو ان سے قبول کرانے کی غرض سے بظاہر اسلام اور اتباع خیر الانام کا مدعی ہے اور خدا اور رسول کی کلام کو پھیر پھار کر اپنے دعاوی باطلہ کے ثبوت پر دلیل ٹھیراتا اور واقفوں میں پھیلاتا اور اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے، میں ہوں۔اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں وہ اب دنیا میں نہیں آسکتے۔اور ان کے معجزات مشہورہ احیاء موتی وخلق طیور کو ماننا شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج میں آسمان پر جانا اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ رہنا ایسے خوارق سے ہیں جن سے ایمان بالغیب ٹوٹ جاتا ہے۔اور میرے لئے خدا تعالی نے خوارق کا دروازہ کھول دیا ہے۔میں ہر شخص کو خوارق اور آسمانی نشان دکھا سکتا ہوں اور میں بطور استعارہ ابن اللہ کہلا سکتا ہوں اور میں مسلمانوں کا وہ امام ہوں جس کو وہ امام مہدی سمجھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اور انکے پرائیویٹ جلسوں میں ایسی پیش گوئیاں سناتا ہے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اور ان دعاوی وخیالات میں کامیابی ہی ظاہر کررہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ساٹھ ہزار اشخاص اس کے پاس آچکے ہیں جن کی مہمان داری پر وہ دس ہزار روپئہ کے قریب خرچ کر چکا ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو مسیح موعود وامام وقت مان لیا ہے۔

اس کے ان دعاوی وبیانات سے مسلمانوں کے مذہب وامن میں جس قدر انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے، وہ مخفی و محتاج بیان نہیں ہے۔اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے ردّ کے درپئے ہو۔اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام ووعدہ تائید دین بنشا نہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ

جلدے میں اس کو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوہ مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کررہے ہیں۔اوراس کی عبارات اپنی تحریرات ورسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے اوراپنے دعاوی کی صحت ثابت کررہے ہیں۔اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین احمدیہ اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بےاعتبار ہو جاتا کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان وپنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اوراپنے خریداروں کے خیال میں اسکے الہام و ولایت کا امکان جمارکھا اوراس کو حامی اسلام بنارکھا تھا۔لہذا اسی (اشاعۃ السنہ) کا فرض اوراس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرادے اور تلافی مافات عمل میں لاوے۔اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے،تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

اسی وجہ سے نمبر۱۲ جلد۱۲ اوراس جلد۱۳ کے تین نمبروں میں اسی کے متعلق بحث ہوئی ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ تاانفصال مقال وانقطاع جدال حضرت قادیانی اس میں یہی بحث رہے گی۔

اس وقت تک تو صرف مراسلت فریقین طبع ہوئی ہے جس سے اہل بصیرت وانصاف کو بخوبی ثابت ہوگا کہ یہ شخص اپنے اقوال وبیانات میں صادق اوراپنے حال میں مستقیم اوراپنے دعاوی میں نیک نیت نہیں ہے اوران حالات کے ساتھ وہ کسی طرح ملہم نہیں ہوسکتا،اور جن پر یہ ثبوت مخفی رہے گا ان کو اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد۱۳ میں یہ امر مبرھن کر کے دکھایا جائے گا انشاءاللہ تعالی۔اور آئندہ ریویو میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی ان دعاوی اوراعتقادات میں اصول اسلام کا مخالف ہے۔اوراصول نیچریہ،آریہ،نصاری وفلاسفہ کا مقلد و موافق ہے اورالہام موعود مسیحائی کجا یہ کسی الہام کے دعوی میں صادق نہیں ہے اوراس اعتقاد وعمل واخلاق کے شخص کا شرعاً وعقلاً ملہم ہونا ممکن ہی نہیں۔ایسا شخص ملہم وخطاب الہی کا مخاطب ہوتو الہام کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ اور جملہ ملہمین انبیاء اوراولیاء سابقین کے حق میں یہ ظن بد پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔حاشا جنابھم عن ذلك۔اوراس ریویو میں یہ بیان ہوگا کہ قادیانی کا یہ دام الہام کیونکر پھیل گیا ہے اوراس کی کلام کا بعض لوگوں

پر اثر کیوں پڑ جاتا ہے اور اشاعۃ السنہ کی کاروائی پر مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں نے اب تک کیا سلوک کیا اور کیا آئندہ ہوگا۔ اور اس کا اثر فریقین پر کیا پڑے گا۔

اس وقت جو سلوک ان سے ہوا وہ یہ ہے: ۱۔ خریداری اشاعۃ السنہ کو موقوف کرنا یا اسکی واجبی قیمت دبا رکھنا۔ ۲۔ رسائل واخبارات میں عامیانہ گالیاں دینا۔ ۳۔ گمنام خطوں کے ذریعہ گالیاں سنانا اور دھمکانا۔ آئندہ اس سلوک سے ڈرانا اور دھمکانا کہ اگر تم مخالفت مرزا سے باز نہ آؤ گے تو ہم اور بھی گالیاں دیں گے۔

اس سلوک کا اثر وہ حضرات تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ صاحب اشاعۃ السنہ گالیوں سے ڈر کر ساری مخالفت چھوڑ دے گا۔ مگر ان کا یہ خیال سودائے محال ہے۔ صاحب اشاعۃ السنہ تمہاری مخالفت کو اپنا دین وایمان سمجھتا ہے اور گالیوں کے خوف سے اپنے ایمان کو نہ چھوڑے گا، ان گالیوں کا اثر تم ہی پر پڑے گا۔ اول: منصف اور مہذب لوگوں پر تمہارا کمزور ہونا ثابت ہوگا۔ دوم: اشاعۃ السنہ کا صبر اور گالی کا جواب نہ دینا تم پر دنیا و آخرت میں ناگہانی بلا نازل کرے گا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

سوم: اشاعۃ السنہ کے دوست وحامی ان گالیوں کا ایسا جواب دینگے کہ پھر تم گالیاں دینا بھول جاؤ گے۔ وہ جواب دشنام بدشنام نہ ہوگا بلکہ اور ہی قسم کا جواب ہوگا جو سراسر تہذیب وعدل پر مبنی ہوگا۔ جو لوگ خیر خواہ طرفین ہیں وہ ان حضرات کو سمجھا دیں کہ وہ گالی گلوچ سے باز آویں ورنہ جوابی کاروائی پر جو اس جانب سے ہو، ہم پر افسوس شکایت نہ کریں (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳ ص ۲ تا ۴)

اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پر تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے علماء اسلام کو مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے شرائط مناظرہ بیان کی تھیں۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اس اشتہار پر جامع تبصرہ فرمایا جس کا ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا بٹالویؒ، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اس اشتہار (۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء) میں جو آپ نے لکھا ہے کہ توضیح مرام کے اخیر میں نصیحۃً لکھا بھی گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں (فتح اسلام، توضیح مرام، وازالہ اوہام) کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں (یعنی آپکے ان اقوال پر کوئی رائے ظاہر نہ کریں: ا۔ کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنت اللہ اور فطرت، قانون قدرت یا نیچر، کے برخلاف ہے اور خدا کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت کو اور ایمان بالغیب کو تلف کرنا ہے۔ توضیح المرام ص ۹۔ ۱۰؛ اور۔ ۲۔ مطلق نبوت ختم و محدود نہیں ہوئی۔ صرف نبوت تامہ ختم ہوئی ہے اور نبوت جزئی، جس کا دوسرا نام محدثیت ہے، کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔ توضیح۔ ص ۱۹؛ اور۔ ۳۔ مسیح اور آپ (مرزا) کے دل میں جو قوی محبت ہے اس نے خدا کی محبت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ ان دونوں محبتوں کے ملنے سے، جو درحقیقت نر و مادہ کا حکم رکھتی ہیں، تیسری چیز پیدا ہوئی ہے، جس کا نام روح القدس ہے، وغیرہ) مگر وہ (علماء معترضین) آخر تک صبر نہ کر سکے۔ یہ عجیب مغالطہ ہے جو:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق ہے۔ آپ خیالات فاسدہ و مقالات نیچریہ وفلاسفہ ونصاری کا علی رؤس الاشہاد اشتہار کریں اور ان کو اردو زبان میں چھاپ کر ملکوں میں پھیلا دیں اور پھر علمائے وقت سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس پر کچھ نہ بولیں۔ اور اپنے ایمانی فرض، انکار و تغییر منکر، کے تارک رہیں اور آپ کے پاس خاطر سے آگ کی لگام تھام کر اپنے منہ پر چڑھالیں۔ اور اس احمق کی نظیر بن جائیں جس نے ایک چالاک چور پکڑا تھا۔ اس چالاک چور نے اسے کہا کہ چھوڑ دے میرا پھوڑا دکھتا ہے، تو اس سادہ لوح نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ شاطر رفو چکر ہو گیا۔ حضرت مرزا صاحب! اسی قسم کے مغالطات کے ذریعہ آپ نے غیر اقوام سے اپنا الوسیدھا کیا ہے۔

مسلمان اوران کے حق گو علماء ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ آپ کے دھوکہ میں آئیں اور آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے انتظار میں ان خیالات ومعاملات پر جن کو وہ کفر سمجھتے ہیں ساکت ہورہیں۔

مطالب فتح اسلام اور توضیح مرام کا سمجھ میں آنا دلائل ازالہ اوہام پر موقوف تھا تو آپ نے ازالہ اوہام سے پہلے ان کو شائع کیوں نہ کیا۔ دلیل اور مدعا کو اکٹھا مشتہر کیا ہوتا۔ کیا یہ بھی کسی منصف حق گو اور انصاف پژدہ کا دستور ہے کہ دعوی آج کرے اور اس کے دلائل اگلے سال یا چھٹے مہینے بیان کرے۔ ومعہذا اپنے معترض و مخالف سے یہ درخواست کرے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک (جب وہ دلائل پیش نہ کرے) ساکت رہے۔

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ: اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے (آپ ایسے اختصار پسند اور محافظ اوقات ہیں تو اپنی تصنیفات میں کیوں اس امر کی رعایت نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ میں ایک صفحہ کے مطلب کو دس صفحہ میں ادا کیا ہے ایک مطلب کو کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ بایں ہمہ آپ مباحثہ کو دو ہی تحریروں میں محدود اور ختم کرنے کی وجہ اختصار اور حفظ اوقات بتاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کا عذر و بہانہ ہے اور حقیقت میں آپ کی نیت مغالطہ دہی ہے) کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک ہی پرچہ اسکے جواب میں ہوگا اور وہی دونوں پرچے سوالات وجوابات حاضرین کو سنائیں جائیں گے (جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بجز ان دو پرچوں کے فریقین میں سے کوئی کچھ نہ کہے اور نہ زبان پر کوئی حرف لائے۔ اوران دونوں ہی پرچوں کی تحریر سے مباحثہ ختم ہو اور معہذا پہلی تحریر خصم کی ہو دوسری آپ کی چنانچہ خط نمبری ۸ میں منقول ہے۔ آپ نے اس مدعا کو خوب واضح ومشرح کرکے بیان کیا ہے) یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ جس کی مخترع صرف آپ کی ذات ہے۔ آپ سے پہلے (ہمارے علم وگمان میں) یہ کسی مغالطہ دینے والے کو نہیں سوجھا۔ اسی قسم کے مغالطات آپ کی مدۃ العمری کی فتح مندی کے مدار ومناط ہیں۔

ہر شخص جس کو فہم وانصاف اور احقاق حق سے ادنی تعلق ہو۔ یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امور عظام میں منازعت واقع ہو اور بحث ومناظرہ سے ان کا تصفیہ منظور ہو تو وہ صرف ایک سوال وجواب (یا یوں کہیں کہ ایک تحریر اور اس کے جواب سے) ہرگز ہرگز انفصال پذیر اور طے نہیں ہو سکتے اس تحریر کو پیش کرنے والا خواہ کیسا ہی اوریٹر (قوی التاثیر مقرر) (orator) وسیع النظر مستدل اور معقول ومنقول کا فاضل اجل ہو اور وہ اپنی تحریر میں خواہ کیسے ہی پرزور دلائل سے لکھے، اور اس میں دفع دخل مقدر کردے اور خصم کے دلائل کا کمال وسعت سے جواب دے مگر پھر بھی اسکی طاقت بشری علمی اور خوش تقریری سے یہ امر خارج ہے کہ دوسری تحریر پیش کرنے والے کو (جو اس کا مخاصم ہو) اپنی

تحریر میں کوئی غلط اور بے جابات نہ لکھنے دے اور وہ اس تحریر (ثانی) میں کوئی ایسی بات نہ لکھ سکے جس سے پہلی تحریر کے قوی دلائل اور صحیح بیان میں نافہم وکم علم ناظرین کو دھوکہ اور مغالطہ پیدا ہو سکے۔

کسی بشر سے (خواہ کیسا ہی عالم فاضل ہو) یہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے (جو ہر امر پر قادر ہے اور وہ ہر شخص کے سینہ کی باتوں کو، ماضیہ ہوں یا آتیہ، خوب جانتا ہے۔ اور جس سچائی کو چاہے لوگوں کے دلوں میں ڈال سکتا اور جس مغالطہ سے چاہے ان کو بچا سکتا ہے) اپنی کلام پاک (قرآن مجید وغیرہ کتب) میں ایسا نہیں کیا کہ اپنے صادق و بے عیب کلام میں نادان اور کم فہم لوگوں کے دھوکہ دینے اور شبہ ڈالنے کا امکان باقی نہ رکھا ہو۔

یہ ہوتا تو قرآن مجید پر کوئی مخالف اسلام کسی قسم کا اعتراض نہ کرتا اور بے انصافی اور عناد سے اس کی صحیح اور سچی باتوں میں تعارض وتناقض پیدا کر کے نادان اور نافہموں کو دھوکہ میں نہ ڈالتا اور کسی عالم خادم قرآن کو ان مغالطات کے جواب دینے کا موقع نہ ملتا، حالانکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ملحد اور اسلام کے مخالف قرآن کی بیسیوں باتوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور قرآن کے خادم دن رات ان کے اعتراضات کے جواب ورڈ کے درپے رہتے ہیں (یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے مثال دی گئی ہے۔ اب ہم نئی روشنی پر جان قربان کرنے والوں کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: اعلی عدالتوں میں وکلاء مدعی اور مدعا علیہ میں مباحثہ ہوتا ہے، تو مدعی کا وکیل اپنے دعوی کے دلائل بیان کرتا ہے، پھر مدعا علیہ کا وکیل اس کا جواب دیتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے دلائل بیان کرتا ہے۔ پھر مدعی کے وکیل کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس جواب کا جواب دے اور اس کے دلائل کو توڑے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صرف جانبین کا ایک ایک دفعہ بیان لے کر فیصلہ کیا جائے۔ ہمارے مرزا کا طرز سب سے نرالا ہے۔ نہ تو قرآن کے موافق ہے نہ قانون عدالت کے۔ بلکہ آپ کے ہاں صرف ایک ایک دفعہ کے بیان سے مباحثہ ختم ہو کر حکم اخیر صادر ہو جاتا ہے) اور جس حالت میں خداوند عالم قادر مطلق نے (باوجود قدرت ووسعت کے) ایسا نہیں کیا کہ اپنی صرف ایک دفعہ کی کلام سے بے انصاف خصوم کی دہان بندی کر دی ہو اور خادمان قرآن کیلئے اعادہ وتوضیح مرام کی خدمت باقی نہ چھوڑی ہو، تو پھر کوئی بشر اپنی ایک ہی تقریر وتحریر میں ایسا کب کرسکتا ہے؟

اس سے کس وناکس کو، بشرطیکہ فہم وانصاف رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو شخص اظہار صواب و احقاق حق کے دعوی سے مباحثہ کرنا چاہے اور پھر اپنے خصم سے یہ شرط تسلیم کرائے کہ پہلے وہ صرف ایک تحریر میں اپنا ثبوت پیش کرے، اس کے بعد یہ اس کا جواب تحریر کرے گا اور پھر اس کو ایک لفظ یا ایک حرف بولنے یا کہنے کی اجازت نہ دے گا، وہ درحقیقت احقاق حق واظہار صواب کے لئے مناظرہ ومباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور

اس دعوی میں وہ نیک نیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ صرف مجادل اور مفاخر اور بدنیت ہے جو حاضرین وسامعین کو دھوکہ دے کر اپنا بول بالا کرنا اور اپنے خصم پر کوئی مغالطہ دے کر الزام قائم کرنا چاہتا ہے۔ وبس۔

اس شخص کی حمایت میں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ حضار مجلس کیا سبھی ایسے ہوں گے جو اس شخص کے دھوکہ میں آجائیں گے، اور اگر ہوں بھی تو یہ دھوکہ اس تحریر کے اشتہار اور بعد مجلس اسکے مغالطہ کے اظہار سے رفع ہوسکتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کسی خاص مجلس کے سبھی لوگوں کا ایسا ہونا ممکن ہے کہ وہ اس تحریر کے مغالطات پر بلا اظہار واعلام غیر مطلع نہ ہوں۔ ممکن کیا بہت دفعہ ایسا واقع ہو چکا ہے خصوصاً ان مجالس میں جس کی میجارٹی (majority) میں پارٹی فیلنگ ہو (یعنی اکثر ارکان کو اپنی جماعت کی رائے کی بوجہ حمایت کا خیال ہو)۔ رہا بعد مجلس بذریعہ تحریرات واخبارات اس مغالطہ کا اظہار واشتہار، سو اگرچہ ممکن ہے مگر یہ اس مجلس کے خیال شکست اور الزام خصم کو اٹھا نہیں سکتا۔ ایک مجلس میں سامعین کے دھوکہ کھا جانے کے سبب جو الزام خصم پر قائم ہو جاتا ہے وہ: آن قطرہ باران رسید، کا مصداق بن جاتا ہے جس کی پوری تلافی اور اصلاح عادۃً محال ہے و لن یّصلح العطار ما افسدہ الدّھر ۔اور اگر وہی تحریرات خارج از مجلس مناظرہ اصلاح واحقاق حق کیلئے کافی ہیں تو پہلے انعقاد مجلس اور بالمشافہ تحریری مباحثہ کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کام جو آخر کار تحریر سے لینا پڑے پہلے ہی بذریعہ تحریر کیوں نہ لیا جائے؟

اس بیان سے واضح ہے کہ جو آپ نے جانبین سے ایک ایک تحریر ہونے اور پہلے تحریر اپنے خصم کی جانب سے وقوع پانیکی شرط لگائی ہے، یہ کمال درجہ کا مغالطہ ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے

اور جو آپ فرماتے ہیں: میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد عدل ہیں۔،

مرزا صاحب! آپ ایسا نہ کہیں تو آپ کی بات کون سنے؟ مگر ایسا کہنا ایک اور دلیرانہ اور بے باکانہ دھوکہ دینا ہے جس کو صدق وراستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا آپ الحمد سے والناس تک ہر ایک آیت سے اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اس دعوی میں آپ سچے ہیں تو پہلے قرآن کی پہلی سورت فاتحہ، اور بخاری کی پہلی حدیث انّما الاعمال سے یہ دعوی ثابت کریں۔ پھر دوسری آیات واحادیث کو دیکھا جائے گا۔

اور اگر سارے قرآن اور تمام احادیث سے وہ بعض آیات و احادیث مراد ہیں جن سے آپ غلط فہمی سے متمسک ہوئے ہیں تو اس صورت میں سارا قرآن، اور تمام احادیث، کے الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا الہامی اور راست بازوں کی یہ شان ہے کہ ایسی اٹکل پچو باتیں کہہ دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ: اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے تاریخ مقام مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے تحریر نہ کریں گے تو آپ خدا کے نزدیک اور راست بازوں کی نظروں میں مخالف حق ٹھہرینگے۔

مرزا صاحب! مباحثہ کے شائق اور پہلے مدعی آپ ہوئے ہیں لہذا یہ تقرر اور انتظام مجلس آپ کا فرض ہے۔ ومعہذا ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ کے صفحہ ۳۸۸ میں چھاپ چکے ہیں کہ آپ جس دن اور جس مقام میں مباحثہ کرنا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگان ہمان گو۔ جو ایک عام تقرر ہے۔ اس کے بعد ہم بذریعہ تار آپ کو بلا چکے ہیں جس کے جواب میں آپ نے اس شرط کو پیش کیا جس کا بدنیتی اور فساد پر مبنی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مباحثہ کا دعوی اور اقبال صریح انکار کے برابر ہے۔ اب فرمایئے خدا کے، نیز راست بازوں کی نظروں میں کون شخص مخالف حق ہے؟ اور مباحثہ سے گریز کرنے والا کون ہے؟ آپ کچھ نہ بولیں گے تو ناظرین اور خود انصاف کریں گے۔ زمانہ منصفین سے خالی نہیں ہے

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۵ تا ۱۲)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ اور حکیم نور الدین کا مباحثہ ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں منقول بالا تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔ اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہوگا کہ آپ اور آپکے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نور الدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔ وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعوی کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔ آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

☆ لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۶۱)۔ مجی مولوی نور الدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (correspondence) (یعنی خط و کتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔ میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی تغلیط کروں۔ آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں، مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہو گئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے، مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں۔ میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔ جس پر آپ خفا ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے۔ اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آیئے۔ یعنی اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو

آیئے)۔اب بھی وہی حال ہے تو خیر، اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں۔توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہوگی۔آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں۔ابھی وقت ہے۔اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے۔انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے۔،اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی،اور میں نے ان سے بجز،اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچا دیں کہ،آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا۔اس لئے یہ استفسار کیا تھا۔میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا۔اس سے انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے)،اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں۔مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے۔محمد حسین

☆ اس خط کا جواب جو حکیم نور الدین صاحب نے دیا، ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے۔جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے۔ابھی مرزا زندہ ہیں۔میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں۔اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آ گیا ہے۔اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے۔میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا۔مجھے اختیار ہے۔مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقائد کی اصلاح کروں۔اس سے زیادہ میں اس لئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں

(آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں۔وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں،اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۱۷۱ ۳ جلد ۱۲۔اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں۔آپ کیسے ان کے بااخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے۔حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں۔اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہوسکیں۔مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں،چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں،آپ بھول نہ گئے ہوں گے)

نور الدین۔۳،پھاگن

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی،اس بلا سے جان بچی۔مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور

انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالی نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بہمراہی منشی عبدالحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آکر خاکسار کو لاہور میں ملے تو مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں۔ کل مولوی نور الدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے۔ ۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہو کر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کیلئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے۔

حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی۔ مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا۔ اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک

خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالباً وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں۔ اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا۔ آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب و احباب ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ، مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام و ملازم سررشتہ تعلیم پنجاب، وغیرہ۔

خاکسار (محمد حسین) مجلس میں پہنچا تو بعد سلام و مزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ: حافظ (یوسف) صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ: اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں۔ اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم (نورالدین) صاحب سے۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔ اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ حکیم (نورالدین) صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کرنا قبول کر لیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں۔

پھر خاکسار (محمد حسین) نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ و قبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی

اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم نورالدین صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۔ محمد حسین: کتاب وسنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (یعنی قرآن وحدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع وقیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

۲۔ محمد حسین: سنت سے وہ اقوال وافعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرت ﷺ کے آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) وتقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

۳۔ محمد حسین: کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ ونظر سنت نبویہ کی مثبت وشاہد ہیں۔

حکیم صاحب: صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

۴۔ محمد حسین: اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہو گا کہ عندالتعارض بخاری کی حدیث مقدم ہو گی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی جاوے گی۔

حکیم (نورالدین) صاحب: مسلّم ہے۔

۵۔ محمد حسین: ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔ اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائے گا) اور ان کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

حکیم صاحب۔: مسلّم ہے

۶۔ محمد حسین: آپ اپنی رائے سے جرح وتعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب: نہیں۔

۷۔ محمد حسین: حدیث کی روایت اور راوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو راوی آنحضرت ﷺ سے

نقل کرتا ہے۔رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۸۔محمد حسین: الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور ان کی تاویل بلا مانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے،اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپیہ سے کوڑی مراد ٹھہرالے۔وبناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپیہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

حکیم نورالدین صاحب: رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلا انکار انہوں نے عمل میں لا کر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔باقی پیشگوئیوں یا اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔(حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں، ان میں جو تاویل کوئی چاہے کر سکتا ہے، مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی، کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب و تخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل ناجائز ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: بہرحال یہ میرا مسلّم ہے۔

۹۔محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔۱۔معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا)۔۲۔ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جا سکے جیسے زید کو انسان)
۳۔اس کے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں: ا۔قرینہ کا وجود ۲۔امر محال پر لفظ کا اطلاق ۳۔نفی کی صحت

حکیم نورالدین: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے

(حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول واعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس، مولوی محمد عبداللہ ومولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ ومناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت واعتبار ہے تو آپ ہی، حکیم صاحب، اصطلاحات اصول حدیث، مرفوع، موقوف وغیرہ، یا اصطلاحات نحویہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب، جن کو آپ مانتے، سلف صالحین سے ثابت کریں ۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز واستعارہ کو استعمال کیا ہے، اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ، مجاز واستعارہ، کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر، جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے، کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز واستعارہ کو واپس لونگا، تو اپنے پیر مرزا کے الہامات وتاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز واستعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں، مسئلہ حقیقت و مجاز میں، تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن وحدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا، اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ، وہ سلف صالحین سے نقل وشہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آکر یہ فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن وحدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کئے ہوں وہ بدعتی وگمراہ وملحد ہے۔اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ص ۳ میں ہوا ہے۔مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہذا انکا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اور ان کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خدا تعالی طرف سے ایک یہ الہام ہوا و ان تدعوهم الى الهدى فلن يهتدوا اذاً ابداً ، یعنی اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔دوسرا الہام یہ ہوا: و یضلّ اللّٰہ الظّالمین و یفعل اللّٰہ ما یشاء یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ وتابعین کے پیرو ہیں۔ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالی سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے لكلّ فرعون موسى ۔یعنی ہر فرعونے راموسی۔لہذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ہم خدا تعالی سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تعالی تمہاری مدد کرے۔اس پر قائم ومستقیم رکھے)

محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ نے پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلا دلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔ اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلا دلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔ اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

حکیم نورالدین صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر وانکار پیش نہیں کیا اور سکوت سے اس کو تسلیم فرمایا۔

۱۰۔ محمد حسین۔ محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔ اول کی تسلیم جائز نہیں، دوسرے کی جائز ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۱۱۔ محمد حسین: عادت کا خلاف جائز ہے۔ بناء علیہ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر انکا ثبوت ہو۔

حکیم صاحب: یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ وکرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔ مگر اس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔ صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں۔ پھر اس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

۱۲۔ محمد حسین: قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون ومعیار نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہو سکتے۔

۱۳۔ محمد حسین: آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آ گئے ہیں۔ جس قانون قدرت کی دستاویز سے آپ کے پیر اور انکے مرید صحیح احادیث کو ردّ کر رہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کر سکیں گے اور ان احادیث کو ردّ کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

حکیم نورالدین صاحب: میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔ نفس معراج کا اقرار ہے۔ (اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کر رہے ہیں۔ اور عام

مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں۔ اور خاص کر اپنے استاد مولوی محمد سہار نپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے۔ اور ادھر اپنے پیر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات و مقالات پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔ بلا عذر و تامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیال کہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہر گز نہیں۔ آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں۔ مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

۱۴۔ محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

حکیم نورالدین صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں۔ (آپ کے جملہ، ممکن ہے، اور پھر اسکے استثنٰی، مگر حجت شرعی نہیں، کو خیال میں لائیں۔ یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟ اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

۱۵ محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جسکے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہے یا نہیں

حکیم نورالدین صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں۔ (اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا۔ اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے۔ سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال و آثار کی پیروی کرتے اور ان کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے۔ آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرت ﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے، اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

۱۶۔ محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب: صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں۔

۱۷۔ محمد حسین: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لاسکتا۔

۱۸۔ محمد حسین: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔ شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: کوئی بعید نہیں۔ ہو (اس میں تو آپ نے حد کر دی۔ پیروی قرآن و حدیث اور اتباع سلف صالحین و عام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے۔ جس میں وہ سرسید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے، کالون، لوتھر، بابو کیشب، چندرسین اور دیانند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

۱۹۔محمد حسین: آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے، آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب: خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلاتشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے ۔ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرادو۔حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی۔ خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی۔ ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہوسکتا، اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں، تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہوسکتی ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے، جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کر دیں۔ حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کر سکے، اور اپنی نوکری پر چلے گئے۔ پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول وسوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔ انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلا تصرف وتبدل واپس کیا، اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ ہم اب بھی حکیم کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کر دیں، اگر گنجائش پاویں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہوسکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدل دیں۔ اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا، علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں)

۲۰۔محمد حسین: لفظ عیسی بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے۔

حکیم نورالدین صاحب: مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں۔

۲۱۔محمد حسین۔ میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال۔ جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے، ان کا کیا خیال تھا۔

حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان تتمہ جواب نمبری ۲۴ میں عنقریب آئے گا)

۲۲۔محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ وتابعین وغیرہ مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں۔ اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اس کی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی۔ اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ وتابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

۲۳۔ محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے۔ آیا وہی حضرت عیسی ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسی ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

۲۴۔ محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی.......

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبری ۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات وجوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں۔ وبناء علیہ وہ اصول وسوالات وجوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائیں گے تو اس پر دستخط کرونگا۔ اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔ صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبداللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔ اور ان اصول وسوالات وجوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم

صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آ گئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا، جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرا ئیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا، اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے، اس کو قبول نہ کر سکا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۱۳ تا ۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ: اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب، ومنشی الٰہی بخش صاحب شامل وحاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال، جیسا کہ سرسید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے، سناتے رہے ۔مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین ومیاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔اور ادھر حافظ صاحب، جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے، کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔اور مزید تفحص وتفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین ومعتقدین سے یہ عذر پیش کر کے کہ: جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے، رخصت کے خواستگار ہوئے۔حاضرین مجلس پر ان کے عذر وتقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا ۔پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے، اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کیطرف کوچ کیا۔وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا

اور وہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا۔ وہاں آپ نے ۱۸۔ اپریل تک قیام و آرام فرمایا۔ دوپہر ۱۹۔ اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔ اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔ رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلا طلب و اجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔ اور برطبق، تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی و طلبی بنام شرکاء مجلس تحریر کئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ ومنجملہ ان اصحاب و احباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔ اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔ یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کئے جو ان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات و جوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان و اعیان کی جن کے نام نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ: آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور وزیٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔ تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز و مباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات و بیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔ اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں الخضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔ اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج

کیا جائے گا۔اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا۔

مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی امیر الدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نورالدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی، اول سے آخر تک حاضر تھا۔خاکسار کے سامنے یہ سوال و جواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب و حکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابوسعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تاکہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض و انکار کی گنجائش نہ رہے۔خاکسار کی یہ گذارش مقبول و منظور ہوئی اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال و جواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کر دونگا۔اب منشی محمد امیر الدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھا لیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے۔حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہو کر اور یہ عرض کر کے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجیئے گا میں انشاء اللہ حاضر ہو جاؤنگا۔چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔۱۵۔اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کے بعد مکان سے چلا۔اثنائے راہ میں مولوی

صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں ۔حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے ۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد، محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

☆ **خان بہادر فقیر سید جمال الدین رئیس وآنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت:**

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہورہے تھے۔اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہوجاویں تو پھر دستخط کردونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے۔

راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

☆ **شیخ خدا بخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت:**

۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء کو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔اپریل ۱۸۹۱ء کو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تار برقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نورالدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو، ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہو تو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔اپریل کو قریب نو بجے دن کے جوان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔میری رائے میں ۹

بجے جومولوی نورالدین نے گفتگوختم کی اس میں ضرورت واقعی تھی۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبد الحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔

آخر ۱۷۔اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کولکھا کہ مولوی محمد حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔ الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی۔ آخر کار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اوران کو صحیح مانا گیا،مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے۔

یکم مئی۔احقر خدابخش۔

☆ **مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم ورکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت:**

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر واقعہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے،میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔عبدالعزیز۔۲مئی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی اوران کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اورتھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔اور پھر خوف آخرت وننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اورکون جھوٹا؟ ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔اوران سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ابوسعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔ایسے اعیان ان کوشہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوادیں۔مگران کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہینگے یہ مضمون کہلوائیں

گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز، عمل کر کے تاویل وتوریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل وتوریہ نہ کرسکیں گے۔اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کی حلف میں توریہ جائز نہیں، وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبری ۲۴:

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں، ایک سطر، کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے:

آٹھویں اصل۔ (یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول)۔

محمد حسین: آپ (حکیم صاحب) تسلیم کر چکے ہیں کہ:

ا۔احادیث وقرآن کے اصلی معنی (یعنی حقیقی) بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی بلا وجہ قوی مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دینگے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم و العرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔اور جواب نمبری ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ، یہ لفظ (مسیح ابن مریم) قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں۔یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان (صحابہ) سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا، جس کا آپ نے بھی جواب نمبری ۲۳ میں اعتراف کرلیا ہے۔اس قطعی نتیجہ کے ابطال ومقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے

نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسیٰ نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلاوجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے: این ست جوابت کہ جوابت ندہم

جواب نمبری ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم نورالدین صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کرلیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا، اور پھر اپنی موت سے فوت ہوجانا، تلقین فرماتے رہے تھے، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا، اور صاف فرمادیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنادیا (قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسیٰ بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔ کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔ کئی جگہ لفظ عیسیٰ ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔ کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون ع ۳) ہم کو ان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم صاحب پر ہے جنہوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دھوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکار ناواقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعویٰ قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اس مراد کا کوئی

مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اس کو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے: عن ابی هریره عن النبیّ ﷺ قال لا تقوم السّاعة حتی یبعث دجّالون کذا بون قریباً من ثلا ثین کلّهم یزعم انّه رسو ل اللّه ، مسلم۔ ص ۳۹۷۔

قیل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صیاد من الدجّالین الّذین یخرجون فید عون النّبوّة او یضلون الناس و یلبسون الامر علیهم لا انه المسیح الد جال۔ مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۴۷۹۔

ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ شائد عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعوی کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔ اس وجہ سے معاملہ دجال و ابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم: یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمر ؓ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حج بھی کیا۔ اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ فاروق کو روک دیا اور صاف فرما دیا۔ فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللّه ا ضرب عنقه فقال له رسول اللّه ﷺ ان یکن فلن تسلط علیه وان لم یکن فلا خیر لك فی قتله۔ (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۸)۔

فقال رسول اللّه ﷺ ان یکن هو فلست صا حبه انّما صاحبه عیسی بن مر یم و الا یکن هو فلیس لك ان تقتل ر جلاً من اهل العهد ۔ (مشکوۃ۔ ص ۴۷۹)۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیؑ ہوگا۔ اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے

جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع و اتقاء میں جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اور اس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اور اس میں دجل سے خوب کام لیا ہے۔

وجہ سوم: سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات وخواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ ۱۔ وہ مردہ کو زندہ کرے گا ۲۔ اس کے ساتھ دوزخ و بہشت ہوگا ۳۔ اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافر مکتوب ہوگا ۴۔ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابو سلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب و مسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور ابن عمرؓ و جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امرہ بعد کبرہ فروی عنہ انّہ تاب من ذلك القول ومات بالمدینة و انّھم لما اردوا الصّلوة علیہ کشفوا عن وجھہ حتی رآ ہ الناس و قیل لھم اشھدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنھما یحلفان ان ابن صیادھو الدّجال لا یشکان فیہ فقیل لجابر انّہ اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّہ دخل مکہ و کان فی المدینة، فقال و ان د خل (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷)

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص وعلامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم نور الدین صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن

صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ وحضرت جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے۔ ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کرسکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ کتب حدیث کسی ختلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اس کو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے۔

مباحثہ سے پچھلی کاروائی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ حکیم نور الدین صاحب مباحثہ چھوڑ کر لودہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف صاحب اور میاں رجب الدین صاحب کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا، اس لئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول وجوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے۔ آپ اس الزام سے بری سمجھے جائیں گے۔ پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین صاحب اور خواجہ محمد دین صاحب سے کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے کرا دی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول وجوابات کی

تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے۔اور خفت اٹھائیں گے۔اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔جس پر ہم نے ۱۵۔اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔اپریل ۱۹۸۱ء۔تمہارے ڈی سائیپل (حواری) (disciple) نور الدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔بلکہ دوسرے دن ۱۶۔اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔اپریل کو ہمیں ملا۔اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچا لیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۳۴ تا ۴۵)

(اگر چہ یہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں انجام پذیر ہوا تھا، اس لئے کسی آئندہ موقع پر درج ہونا چاہیے لیکن تسلسل کی غرض سے اس کا دوسرا حصہ بھی یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔بہاء)

حصہ دوم مباحثہ شیخ الاسلامؒ وحکیم نورالدین

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اشاعۃ السنۃ جلد۱۴ میں (بصفحات ۴۱۳ تا ۴۱۶) لکھتے ہیں کہ میں یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو بارادہ سفر پورب، ریلوے سٹیشن لاہور پہنچا اور (ٹرین کے) ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھ کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ناگاہ حکیم نورالدین جمونی بھیروی تشریف لائے اور بحکم قضا وقدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ میں نے اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجھے دیکھ کر اس کمرہ سے منتقل ہو جائیں، روانگی گاڑی تک پلیٹ فارم ہی پر ٹہلتا رہا۔ جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں ٹرین کے کمرہ میں داخل ہوا اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ حکیم صاحب آپ کا مزاج اچھا ہے؟ یہی میرا اسلام تھا اور ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تھا کہ میں نے چاہا تھا کہ حکیم صاحب کے مسکن بھیرہ جاؤں اور ان کو تبلیغ احکام اسلام و دعوت عقائد اسلامیہ کروں۔ مگر مجھے اس سے یہ خوف مانع ہوگیا کہ مبادا ان کے مکان پر میرے لئے کوئی فتنہ پیش آ جائے۔ اس وقت جو آپ کو اس کمرہ میں رونق افروز ہو کر میرے پاس بیٹھے ہیں، تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد و تعلق تھا۔ اسلام، وحدت مذہب محدثانہ، دوستی، ہم وطنی وغیرہ، مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد و تعلق قطع ہوگیا اور تقطعت بهم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔ اس کو حکیم صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اسکے بعد میں نے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ ہماری آپ کی بالمشافہ گفتگو ہو، اور مباحثہ جو ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو بمقام لاہور شروع ہو کر ناتمام رہ گیا ہے، پورا ہو۔ مگر ناجائز شروط نے، جو آپ کی طرف سے ہوتی رہی ہیں، یہ موقع نہ آنے دیا۔ اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپ کا ایک جگہ جمع

ہونا میسر ہے، آپ اجازت دیں تو میں اس گفتگو کو پورا کرلوں۔

☆حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ ہاں شروع کیجئے ۔

☆اس پر خاکسار محمد حسین نے کہا کہ اس مباحثہ (لاہور، ۱۸۹۱ء) میں میرے سوال نمبر۲۳ کے جواب میں آپ نے اس امر کو تسلیم کیا ہوا ہے کہ

احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اس کی نسبت مجھے یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھتے تھے یا کسی مثیل ابن مریم کو،

اور میرے آٹھویں سوال کے جواب میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ الفاظ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد لینا واجب ہے، جب تک ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہ ہو۔

اور یہ بات بھی مسلم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنی عیسی ابن مریم کے ہیں اسی وجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنی کو سمجھنا آپ نے سوال نمبر۲۳ کے جواب میں تسلیم کرلیا ہے۔

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بھی عیسی نبی اللہ کے معنے مراد ٹھہرانا واجب ہے، اور یہی معنے صحابہ نے سمجھے ہیں۔ پھر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجھتے ہیں؟ اس کے حقیقی وظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کون سا مانع قطعی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی﷫ فرماتے ہیں کہ میری باتیں سن کر حکیم صاحب پر یوں سکوت طاری تھا کہ کان علی رأسه الطیر کا معاملہ نظر آرہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولے تو میں نے کہا شائد آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری وحقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہوں گے کہ جب وہ مر چکے ہیں تو پھر اس حدیث سے (جس میں مسیح بن مریم کے آنے کی خبر ہے) بجز مثیل مسیح کے کیا مراد ہوسکتا ہے۔

اس پر حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ ہاں میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے سے قطعی مانع ہے۔

مولانا بٹالوی﷫ لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت مسیح کے فوت ہو جانے پر کون سی قطعی

دلیل ہے۔

حکیم صاحب نے جواب میں آیت: یـا عیسی انی متو فیك و را فعك الی (یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ پھر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) پڑھی اور کہا کہ حضرت عیسیٰ کے رفـع کو تو آپ بھی مانتے ہیں، پس چاہیے کہ ان کی وفات کو بھی مان لیں۔ کیونکہ آیت میں تـو فـی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفـع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تو فی پہلے ہوئی اور رفع پیچھے۔ اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے جس میں افعال حج کے بیان میں خدا تعالی نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا اور مروہ کے طواف کا پیچھے۔ تو اس سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ شروع طواف صفا سے چاہیے۔ اور آپ ﷺ نے صاف فرمادیا ابدوا بما بدء الله یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جس کا ذکر خدا نے پہلے کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس پر خاکسار نے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ انکال کر حکیم صاحب کو بتایا کہ:

اولاً تو اس آیت میں کسی دلیل سے تـو فـی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں تـو فـی معنے وفات کے لئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیت میں تـو فـی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہو اور وہی مراد لفظ رفع سے ہو۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

ان التـو فـی هـو القبض یقا ل و فا نی فلا ن درا همی ....فتو فیتها منه کما قا ل سلم فلا ن درا هـمـی الـی و تسـلمتها منه و قد یکو ن ایضاً تو فی منه استو فی و علی کلا الا حتما لین لا ن اخـرا جـه مـن ا لا ر ض و اصعا ده الی السماء تو فیا له فا ن قیل فعلی هذا الو جه کا ن التـو فی عین الرفع الیه فیصر قو له را فعك الی تکرارا ... قلنا قو له انی متو فیك یدل علی حـصـو ل الـمـتـوفـی و هـو جنس تحته انوا ع بعضها با لا صعاد الی السماء فلما قا ل بعد و رافـعـك الـی کـا ن هذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرا راً ۔ (تفسیر کبیر ج ۲) کہ تو فی کے معنی قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں:

و فـا نی فلا ن دراهمی ۔ و او فا نی و تو فیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے

میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔

جیسے یہ محاورات ہیں سلم فلا ن درا ھمی الی و سلمتھا منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے۔

اور کبھی تو فی بمعنی استو فی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں۔

ان دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھا لے جانا ان کی تو فی ہے۔اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے تو فی بعینہ رفع جسم ہوا۔خدا کا متو فیک فرمانے کے بعد را فعک کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متوفیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔پھر جب متو فیک فرمانے کے بعد رافعک فرمادیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

ایسے ہی قاموس،صحاح،صراح،مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ تو فی کے معنی بیان کئے ہیں۔اور: ثانیاً،فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ یہاں تو فی سے موت کے معنی مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ تو فی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اس کا وقوع پہلے ہوا ہے۔کیونکہ حرف واؤ قرآن اور عام عرب کے محاورہ میں مطلق ومعیت کیلئے ہے جس سے سابق (پہلے) لاحق (پچھلے) اور مقارن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔یہ ضرور نہیں کہ اس میں ترتیب کا لحاظ ہو۔چنانچہ قاموس میں ہے:

قالوا و المفردة اقسا م۔ا لاولی العا طفه فتعطف الشی علی مصا حبه فانجیناہ و اصحا ب السفینة و ھی سا بقه ۔ و لقد ارسلنا نو حا و ابرا ھیم و علی لا حقة و کذا لك یو حی الیك و الی الذ ین من قبلك کہ واؤ مفرد کئی قسم کا ہے،ایک عاطفہ جس کے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونے کا بیان۔کبھی پچھلی

چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان، جیسے خدا تعالی کا فرمانا کہ ہم نے تیری طرف وحی کی اور تجھ سے پہلوں کی طرف بھی۔

یہاں پہلوں کا ذکر پیچھے ہوا اور آنحضرت ﷺ کا، جو پیچھے ہوئے، پہلے ذکر ہوا۔ ایسے ہی شرح ملا اور مختصر معانی میں واؤ کے معنی بیان کئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ توفی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔

آنحضرت ﷺ نے جو صفا سے طواف شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے حکم طواف میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا ہے۔ اس وجہ پر کوئی شہادت آپ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ آپ ﷺ نے حکم الہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔ اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لئے دیا ہے۔ یہ عام حکم نہیں دیا کہ جو پہلے مذکور ہو اس کو حکم میں مقدم سمجھا کرو۔ بلکہ اس کے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اس کو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے، مگر وہ حکم ادائی میں وصیت سے مقدم ہے اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے مگر وجود میں وہ مقدم ہیں

(صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ ملاحظہ ہو)

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر حکیم نور الدین نے فرمایا: اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا تو خدا تعالی نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔ خدا تعالی کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے کہا کہ ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عیسی کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذاء کا خوف واندیشہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کی تسلی کے لئے یہ لفظ پہلے فرما دیا، جس سے (اس فرضی صورت میں توفی سے وفات مراد ہو) یہ جتایا کہ اے عیسے تجھے لوگ نہیں ماریں گے، ہم تجھے تیری اپنی موت سے ماریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ میں متوفیک کے یہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذاء کی فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھالیں گے۔

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے پوچھا کہ پکڑ اور قتل وایذاء کے خوف کا کہاں ذکر ہے؟ خاکسار محمد

حسین نے بتایا کہ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جس کی تصدیق قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلا نے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اپنی طرف اٹھالونگا، میں تجھے عنقریب قتل دجال کیلئے بھیجوں گا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس برس زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور دیگر زندوں کو ماروں گا۔ کعب نے کہا، اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰ۔

و اخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رای عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذب، شکی ذالک الی اللہ فاوحی اللہ الیه انی متوفیك و رافعك الی و انی سابعثك علی الاعور الدجال فتقتله ثم تعیش بعد ذالك اربعاً و عشرین سنة ثم امیتك میتة الحی؟ . قال کعب ذالك تصدیق حدیث رسول اللہ ﷺ حیث قال کیف تهلك امة انا فی اولها و عیسی فی آخرها . (در منثور)

اور قرآن کی آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی، خدا نے بچانے کی تدبیر کی، مثلاً و مکروا و مکر اللہ ۔ و اللہ خیر الماکرین (آل عمران۔ ع ۵)۔ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لاکن شبه لهم (النساء۔ ع ۲۲) کہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو شبہ پڑ گیا۔،

یہ سن کر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا آپ کی شان نہیں ہے۔ کیا یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے؟ یہ تو کعب احبار کا قول ہے۔ جواباً خاکسار محمد حسین نے عرض کیا کہ میں مستدل نہیں ہوں، کہ اس خوف کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو۔ میں تو آپ کے دعویٰ کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اس کی تقویت کے لئے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں۔ آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھاویں۔ میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں۔ بلکہ میرے لئے یہ احتمال پیدا کرنا کافی ہے کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف ہوگا جیسا

کہ ظاہر قرآن اوراس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے،تب ہی خدا تعالی نے ان کوتسلی دینے کیلئے متو فیک کا لفظ پہلے فرمادیا۔آپ مستدل ہیں اوراس آیت سے حضرت عیسے کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متو فیك کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے تو فی ہونے کے مدعی ہیں،اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی ، رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیت میں تو فی کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے ہونا عبث اور خالی از فائدہ ہے۔اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعداء تھا۔اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے لفظ تو فی کو پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے،لہذا آپ ہی کا فرض ہے کہ آپ پہلے لفظ تو فی کا معنی موت کے لئے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں،پھر رفع سے پہلے تو فی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔اس کی دلیل جو آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اگر تو فی کا وقوع رفع کے بعد ہو تو آیت میں تو فی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے،اس کے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلی دینے کے لئے تو فی کو مقدم کیا ہو،دلیل سے اٹھاویں،نہ یہ کہ ہم سے اس احتمال کی مئوید قطعی دلیل اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پوچھیں۔

حکیم نورالدین صاحب یہ سن کر فرمایا مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔آپ اس بحث کو جانے دیں۔حضرت بٹالوی فرماتے ہیں کہ دیکھو حکیم نورالدین صاحب کس عذر پر اڑے اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت و عاجز ہوئے۔کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل و ایذاء کا خائف ہونا ناظرین انجیل و قرآن و حدیث و تفسیر پر مخفی ہے؟ اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے؟ ہرگز نہیں۔ان کو یہ شک کیونکر ہوسکتا ہے جس حالت میں مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام اس خوف کو بیان کر رہا ہے۔اس نے تو اس خوف کو اس حد تک پہنچا دیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مان لیا،اور آیہ انی متوفیک کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔اور یہ کہہ دیا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔تب خدا نے ان کو وعدہ دیا کہ تو ان کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور یہ قول فرمایا (ان کے ازالہ اوہام کا صفحہ ۳۴۲ و ۳۹۴ ملاحظہ ہو)۔مگر حکیم صاحب نے اس وقت ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد و کانشنس کا خلاف کر کے ایسی بات کہی جو ان کے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچے انکے منہ سے نکل گئی تو اس کی پچ کرتے چلے گئے اور آخر دندان

شکن جواب پا کر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ اسی گفتگو کے اثنا میں نماز کا وقت آ گیا تو حکیم صاحب نے فرمایا نماز مل کر پڑھیں۔ آپ تو میری اقتداء نہیں کریں گے، میں آپ کا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھاویں۔ خاکسار نے نماز پڑھی اور گفتگو سابق کے قطع ہو جانے کے بعد خاکسار نے حکیم صاحب سے کہا کہ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے تو اتنا تو بتا دیں کہ مرزا قادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ ایک بات اپنی کتاب میں لکھتا ہے، اور پھر اس سے صاف منکر ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اس کا خلاف بیان کرتا ہے، اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو میں نے اس کے خلاف کیا ہے اس سے اب میں نے رجوع کیا ہے۔ اور اس میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

اس کی مثال ایک یہ ہے کہ فتح اسلام میں اس نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۳۰ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے۔

دوسری مثال توضیح المرام کے صفحہ ۱۹ میں اس نے آنے والے مسیح کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۲۳ میں اپنے آپ کو مسیح قرار دے کر نبی بھی کہا ہے۔

تیسری مثال توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بعض اشتہارات وتقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔

چوتھی مثال ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۴ میں آیۃ و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے حق میں بشارت قرار دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے حق میں اس کی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اپنے دافع الوساوس میں اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بشارت قرار دیا ہے۔ (اور اس ہر ایک متعارض بات کو اصل کتابوں سے نکال کر حکیم صاحب کو اسی وقت دکھا دیا)۔

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا، اب ان باتوں کو ان سے پوچھونگا اور اس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔ اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا، میں تو صرف ان کا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اور اسی سے سبق حاصل کرتا ہوں۔ خاکسار محمد

حسین نے کہا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں، مرزا صاحب کی کتابوں اور تصانیف کو آپ کا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قادیانی تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے۔ مضمون آپ کا ہے، عبارت اس کی۔ آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔ اور آپ نے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ دراصل پیر و مرشد آپ ہیں اور وہ آپ کے مرید و شاگرد ہیں۔ آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے اور اس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں۔ اور سرسید کی تصانیف کے شائق و عاشق و ناظر تھے۔ آپ نے قادیانی کی تصانیف براہین احمدیہ و سرمہ چشم آریہ میں اس قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دعوی الہامات و کرامات دیکھا، تو آپ نے یہ سمجھا کہ اسکے ذریعہ سے مذہب نیچری خوب پھیلے گا۔ پس آپ قادیان پہنچے اور اس سے یہ طے کر لیا کہ تم پیر بنو، میں مرید بنتا ہوں، مسائل اور کتابوں کی عبارات و حوالہ جات میں بتایا کرونگا، ان کی عبارت آرائی آپ کریں اور مذہب نیچری کو پھیلا ویں۔ مرزا قادیانی پہلے سے لا مذہب اور نیچری تھا۔ اس نے اس امر کو غنیمت سمجھا اور یہ طریق اختیار کیا۔ آپ اس کو القاء والہام کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا۔ آج بھی اس کو کوئی نہ کوئی الہام کرنے کیلئے آپ قادیان جا رہے ہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں اس کے چہرہ سے سبق لیتا ہوں کذب نہیں تو کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر حکیم نورالدین نے حیران ہو کر کہا یہ بات غلط ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے۔ اس پر حکیم صاحب ساکت ہو گئے۔ اتنے میں امرتسر کا سٹیشن آ گیا تو حکیم صاحب گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہو کر قادیان کو گئے اور خاکسار اسی گاڑی میں پورب گیا۔

مراسلت مابین شیخ الاسلامؒ و قادیانی

۱۸۹۳ء میں اس مباحثے کی تکمیل کے بعد ہم واپس ۱۸۹۱ء کی طرف چلتے ہیں اور اس مراسلت کا بیان کرتے ہیں جو اپریل ۱۸۹۱ء میں حکیم نورالدین صاحب کے لاہور میں مباحثہ کو نامکمل چھوڑ جانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوئی تھی۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

حکیم نورالدین صاحب مباحثہ چھوڑ لاہور سے کرلودہانہ چلے گئے تو خاکسار (محمد حسین) نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف اور میاں رجب الدین کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ (یوسف) صاحب نے بیان کیا کہ حکیم (نورالدین) صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا اسلئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے، آپ اس الزام سے بری سمجھے جائینگے۔

پھر حافظ محمد یوسف صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین سے، کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے، کرادی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں، حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔ میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم نورالدین صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ

مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے اور خفت اٹھائیں گے، اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب کی اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کیلئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا، لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا، اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب ومناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے ۔ لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم ازکم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں ۔ انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے ۔ اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے ۔ جس پر ہم نے ۱۵۔ اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد قادیانی کے نام اس مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ تمہارے ڈی سائیپل (حواری) (disciple) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے ۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔ اپریل کو ۲ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔ اپریل کو ہمیں ملا۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔ اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۴۵۔ ۴۶)

☆ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا خط درج ذیل ہے:

بخدمت اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا تار، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ، یا آپ آؤ، ورنہ شکست یافتہ

سمجھے جاؤ گے، پہنچا۔

اے عزیز! شکست اور فتح خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونے والا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے؟ جو آسمان پر قرار پا گیا ہے وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کر لیا کہ حبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے (وہ بے بلائے آئے مگر حافظ یوسف کے کہنے پر مناظرہ میں پھنس گئے۔ کیا پھر ان پر واجب نہ تھا کہ وہ مجھ سے اجازت لیتے یا کم از کم اطلاع دیتے کہ میں جاتا ہوں۔ محمد حسین)۔ اصل بات تو اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرا لیا ہے (محض خلاف واقع ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوی کو میں نے ٹھہرایا جس وقت حافظ جی کا لاہور میں سراغ بھی نہ تھا، وہ تو اس دن آئے جس دن حکیم صاحب آئے تھے۔ محمد حسین) تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلا لیں گے (نہ حافظ یوسف جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے حکیم صاحب کی خدمت میں کوئی شبہ پیش کیا اور نہ انہوں نے دور کیا۔ سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کیا شبہ تھا جو پیش کیا اور حل ہوا۔ محمد حسین) چونکہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیر الدین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا۔ تب مولوی عبدالرحمٰن تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا (میرا تو بقول آپ کے درمیان قدم ہی نہ تھا اور نہ میں نے مباحثہ کیا، پھر میری کون سی بحث کا طریق ناپسند ہوا۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ نفی مباحثہ کو بھول گئے۔ محمد حسین)۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے (محض دروغ بے فروغ ہے۔ نہ حافظ جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے یا ان کے پیچھے حکیم صاحب سے کوئی شبہ حل کرایا، نہ اس کا شکریہ ادا کیا اور نہ آواز بلند یا آہستہ سے کہا کہ میری تو من کلّ الوجوہ تسلی ہو گئی ہے اب میرے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں ہے۔ جس وقت آپ مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور موت سے وفات پانے کے دلائل نئے حواریوں کو سنا رہے تھے، اس وقت تو حافظ یوسف وہاں موجود ہی نہ تھے

پھر وہ ان کے ختم ہونے پر مصدق کیونکر ہوئے۔ ہاں حافظ جی کے آنے پر جب وہ معہ منشی الٰہی بخش صاحب ۱۲ بجے رات کے قریب آئے تھے آپ نے وہ تقریر نقل کی تھی جو درباب عدم ثبوت قتل مسیح کے ریل گاڑی میں ایک انگریز کے ساتھ آپ کی ہوئی تھی۔ وہ تقریر سن کر بھی حافظ و منشی صاحب وغیرہ حاضرین بجز ایک شخص کے خاموش رہے، نہ اس کے مصدق ہوئے نہ مکذب۔ شکریہ کہا و آواز بلند کہا۔ آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو حافظ جی و منشی الٰہی بخش و منشی عبدالحق سے اس کی تصدیق کرا دیں۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ ہم بھی انہی حضرات میں سے بعض کی تحریری شہادت اپنے بیان کی مصدق حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ مقدس صوفیوں کی آپس میں جنگ ہو۔ وہ حضرات اگر باہم مصالحت کر لیں گے اور بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اپنے بیان سابق کے برخلاف کذب پر آمادہ ہو کر آپ کے بیان کی تصدیق پر متفق ہو جائیں گے تو ہم تینوں کا علیحدہ علیحدہ حلفی اظہار لیں گے اور ان کی اختلاف بیانی سے، جو دروغ گوئی کیلئے لازمی ہے، انکی ناراستی ثابت کریں گے انشاء اللہ۔ اس بیان میں جو آپ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ: ہم مولوی محمد حسین کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ یہ صاف مشعر ہے کہ خاکسار کا دوبارہ آنا قرار پا چکا تھا اور اس سے پیشتر ضروری تسلیم کیا گیا تھا۔ وہ ضروری نہ مانا جاتا تو اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس سے آپ کی اور آپ کے حواریوں کی ان باتوں کا کہ: آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔، اور تم ناحق لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتے ہو؛۔ وغیرہ کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اس مکالمہ و مباحثہ میں میرا دخل نہ تھا تو پھر ان کو میرے آنے کا انتظار کیوں رہا۔ اور پھر اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت کیوں ہوئی۔ محمد حسین)، ۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بلند آواز سے کہا کہ اے حاضرین! میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبد الحق و منشی الٰہی بخش و منشی امیر دین اور مرزا امان اللہ نے کی اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکر یہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی، سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی۔ آپ بلا جرح تشریف لے جایئے

(محض دروغ ہے اور حافظ جی اور منشی الٰہی بخش وغیرہ اس وقت یہ بات نہ بالشرح زبان پر لائے نہ بانقباض خاطر نہ آواز بلند سے نہ آہستہ سے۔ بلکہ اس مجلس میں بجز ایک شخص کے جس کی تصدیق بقول صائب: دو چیز مے شکند قدر شعر را تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس
تکذیب کے برابر ہے، کسی نے لب نہیں ہلایا۔ اگر آپ سچے ہیں تو ان تین اشخاص سے جن کا ذکر ہوا ہے حلفی اظہار دلوا دیں۔ محمد حسین)

سو انہوں نے ہی بلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا، پھر آپ کا یہ جوش جو تار سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے۔ ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے، کیا آپ نہیں سمجھتے۔ (دوسری طرف غلام احمد قادیانی

کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد، مولوی سرور شاہ قادیانی کی زبانی اس واقعہ کی ایک اور شکل بیان کرتے ہیں ۔ لکھتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ نے کہ جن دنوں مرزا صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں مولوی نورالدین، مرزا صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے ۔...میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے ۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا۔ اس نے مولوی (نورالدین) صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے ۔ مولوی (نورالدین) صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علی وجہ البصیرت مانا ہے ۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی ۔ آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں ۔ مولوی (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں ۔ اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی ۔ لیکن ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ مولوی (نورالدین) صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت (مرزا) صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں ۔ سیرۃ المہدی ۔ جلد ا۔ ص ۲۷۹۔ بہاء) **اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے، صرف تحریری بحث چاہیے** (تقریر کا تحریر میں آجانا اور جو بات کسی فریق کے منہ سے نکلے اس کو فریق ثانی کا لکھ لینا مناسب ہے مگر اس میں یہ قید لگانا کہ بدون تحریر کے کوئی فریق ایک کلمہ زبان پر نہ لاوے، بالمشافہ گفتگو کو فضول ٹھہرانا ہے اور دائرہ گفتگو کو تنگ کرنا۔ یہ قید ہو تو فریقین کا گفتگو کیلئے ایک مجلس میں جمع ہونا اور بالمشافہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی تحریری گفتگو غائبانہ بذریعہ تحریرات بھی ہو سکتی ہے ۔ محمد حسین) **اور وہ یوں کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو بآواز سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں ۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں ۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے** (ان شروط کا بدنیتی اور دھوکہ پر مبنی ہونا بیان ہو چکا ہے۔ اس طرفہ پر آپ نے طرہ یہ چڑھایا ہے کہ اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں، جس کو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء لکھا گیا ہے، ایسی ہی چند شرطیں اور بڑھا دیں ۔ ا۔ مجلس بحث میں کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ ہو اور چند دیسی پولیس مین بھی ہوں ۔ ۲۔ سوال جواب لکھنے والا کوئی ہندو خوش خط ہو۔ ۳۔ ہر ایک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ ۴۔ آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ ختم ہو۔ اس سے زیادہ ہو تو نماز ظہر تک ۔ ایسی ہی اس میں بعض اور شروط ہیں ۔ ان شروط کو پیش کر کے آپ نے دائرہ مباحثہ کو اور بھی تنگ کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے ۔ یہ صرف مباحثہ سے جان بچانے کے حیلے بنائے ہیں ۔ آپ نے یہ سوچ کر ایسی شروط کو پیش کیا ہے کہ ان شروط سے کسی نہ کسی شرط کا فوت ہو جانا ممکن ہے اور اس سے مباحثہ سے ہماری نجات کی امید ہے ۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ، جو حاکم ہیں نہ کہ رعایا کے محکوم، اس مذہبی بحث کی مجلس میں شامل ہونا پسند نہ کریں، یا کوئی ہندو خوش خط جو فارسی اردو کے علاوہ عربی لکھنا، جو اس مذہبی بحث میں لازمی امر ہے، نہ جانتا ہو۔ شرط سوم و چہارم میں آپ نے یہ بھی جتایا ہے کہ اس بحث سے آپ کو اظہار حق مقصود نہیں صرف بزعم خود الزام خصم مدنظر ہے جو جدال کہلاتا ہے یا اپنے مخاطبوں کا امتحان علم و معلومات جیسے یونیورسٹی میں طلبا کو سوال دے کر

حکم دیا جاتا ہے کہ اتنے گھنٹوں میں وہ ان کا جواب دیں تب وہ پاس ہو سکتے ہیں۔اور اگر اظہار حق مقصود ہو تو اس کے کیا معنی کہ وہ اظہار ایک گھنٹہ میں ہو یا آدھ گھنٹہ میں ہو،اوراس کے بعد کوئی حق کہے گا تو وہ زائد المیعاد سمجھ کر ردّ کیا جائے گا۔اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تحریر جوابات اور اختتام مباحثہ کے لئے کوئی حد و مدت مقرر نہ ہو تو سلسلہ فضول گوئی قطع نہ ہو۔ ہر شخص مخالف حق جب تک چاہے جو چاہے بکتا رہے۔اس میں اضاعت وقت کے علاوہ یہ بھی ایک نقصان ہے کہ حق ظاہر نہ ہو جو اصل مقصود مباحثہ ہے،تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب خصم مخالف حق اس قسم کی واہیات کہنا شروع کرے تب طالب حق بعض باتوں کا واہی ہونا ظاہر کر کے اس سے اعراض و خاموشی اختیار کرے اور بحث کو موقوف کر دے۔اس سے فضول گوئی کا سلسلہ قطع ہوگا۔ اور حق خود بخود سامعین و ناظرین پر ظاہر ہو جاوے گا۔اور اگر اس مجلس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ (party feeling) ہو،یعنی اس کے جمہور ارکان کو ایک جانب طرف داری کا خیال ہو،تو اظہار حق و قطع سلسلہ فضول گوئی منصف مسلم الطرفین کی منصفی سے ہو سکتا ہے وہ جب خصم مخالف حق کو فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھے گا،اس کو روک دے گا اور اس کے مخاطب حقانی کی حق گوئی کی داد دے گا۔ بالجملہ حق پژدہی و قطع سلسلہ فضول گوئی کا یہ طریق نہیں کہ تقریر حق کیلئے وقت اور مقدار اور اوراق مقرر کر دیں۔اس کا طریق تو یہ ہے کہ کمال وسعت اور آزادی کے ساتھ حق کہدیں اور خصم کو بھی آزادی سے جواب کا اختیار دیں۔ پھر اس کا انصاف حاضرین و منصفین سے کرالیں۔آپ نے اس ضروری اور لازمی شرط منصفی کو تو نظر انداز کیا اور بجائے اس کے فضول اور ناجائز شروط کو پیش کر دیا ۔محمد حسین) **اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں نہ کرے، جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ردّ لکھیں۔اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جل شانہ کے فضل و توفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے۔اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالی امن قائم رکھنے کیلئے انتظام کرا دونگا۔یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپکی طرف سے گریز متصور ہوگی** (ناظرین خود انصاف کریں کہ گریز کس کی طرف سے اور کون شخص ایسی شرائط پیش کرتا ہے جو لائق تسلیم اور سہل الوقوع نہیں ہیں۔اور عذر عدم فرصتی سے صاف انکار کس نے کیا۔آپ کا خط نمبری ۱۱ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)۔**راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج۔اپریل ۱۸۹۱ء**

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔اول آپ کی طرف سے (نہیں نہیں اول آپ کی طرف سے تحریر ہونی چاہیے کیونکہ آپ مدعی ہیں اور بار ثبوت آپ پر ہے۔آپ کا خصم تو آپ کا معارضہ کریگا یا مانع یا سائل بنے گا۔جس کی نوبت آپ کے بعد آنیوالی ہے کتب فن مناظرہ،رشیدیہ وغیرہ،نظر سے نہیں گزریں تو کسی اہل علم سے پوچھ لیں) **میرے ان دونوں بیانات کا ردّ ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں** (صرف مثیل مسیح کیوں کہتے ہیں آنے والا مسیح کہیں اور لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔صرف آپ کا مثیل مسیح ہونا محل

نزاع نہیں ہے۔ سخت نزاع اور شدید بحث کا محل تو آپ کا یہ دعوی ہے کہ مسیح موعود سے، جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر صحاح میں وارد ہے، حضرت عیسی نبی اللہ مراد نہیں بلکہ آپ مراد ہیں جو مثیل مسیح ہونے کے مدعی ہیں۔ یہاں تو آپ نے دعوی وفات مسیح میں بحث ہونے کی آڑ میں دعوی مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے گریز کیا ہے اور ایک سابق خط میں اپنے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے اور اسکے لائق بحث ہونے سے صاف نکار کر دیا، ناظرین ان چالوں کو دیکھتے جائیں۔ محمد حسین) اور نیز یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّ الرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعاوی کے بطلان کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالی چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔ اور بغیر اس طریق کے جس کی انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کے لئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں (یہ بھی آپ کی دھوکہ آمیز دھمکی ہے جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مخاطب نے اس دھمکی میں آکر ہماری شرط فاسد کو قبول کر لیا تو وہ دام میں آیا اور اگر اس نے جواب سے انکار یا سکوت کیا تو یہ مشہور کیا جائے گا کہ مخاطب نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا اور وہ ہار گیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کا یہ دھوکہ ہمارے خیال میں آ گیا۔ نہ ہم نے آپ کی شرط فاسد کو مانا، نہ جواب خط سے سکوت کیا۔ اور آپ کے اس خط کا جواب ایسا دیا جو آپ کی شرط کے موافق نہ تھا۔ وبایں ہمہ اس کو آپ نے وصول کر کے اپنے اس خط کا آخری ہونا توڑ دیا۔ اور ہمارے اس جواب کے جواب میں ایک اور خط بھی لکھ دیا۔ اس کا جواب ہم نے خط نمبری ۲۴۵ میں دیا اور پھر اس کی تاکید میں خط نمبر ۲۴۹ ارسال کیا تو ان خطوں کے جواب میں آپ سے کچھ بن نہ پڑا اور وہ الزام سکوت و عجز از جواب جو اس دھوکہ آمیز دھمکی سے آپ ہم پر لگانا چاہتے تھے خدا تعالی نے آپ پر لگا دیا اور آپ پر یہ مصرح صادق آ گیا: مرا خواندی وخود بدام آمدی۔ محمد حسین) اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں۔ اگر پورے اور کامل طور پر بلا کم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اس حالت میں ہی جواب تحریر فرماویں، ورنہ نہیں۔

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا (آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ مندرجہ اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا نمونہ ملاحظہ فرماتے تو یہ کلمہ لکھتے ہوئے شرماتے اور یہ خیال فرماتے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہو وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ اس کارڈ میں یہ الفاظ: اس کو: بصیغہ واحد، اور: یہ شخص ملہم نہیں، جو آپ کو بالمواجہ نہیں لکھے گئے، محل اعتراض وخلاف تہذیب واخلاق سمجھے گئے ہیں تو ان کا موازنہ، بے حیا وبے ایمان، سے جو آپ کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء سے مستفاد ہیں، اور الفاظ، دغا باز، حرامخور وغیرہ، جو آپ نے حواریوں سے کہلائے ہیں، سے کریں اور پھر انصاف سے کہیں کہ تہذیب واخلاق کا التزام کس جانب میں ہے۔ محمد حسین) آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود

براہین میں موجود ہے۔ آپ بلا رؤیت مرزا پر ایمان لے آئے۔ آپ ذرا ایک دفعہ آ کر اس کو دیکھ تو لیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔

حضرت مولوی صاحب! من آنم کہ من دانم، آپ جہاں تک ممکن ہو ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا، بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں (یہاں اس وعدہ کا التزام برابر رہا اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ دیکھئے آپ نے اور آپ کے حکم رضا و علم سے آپ کے حواریوں نے ہم کو کس قدر برا کہا ہے۔ ہم نے کسی لفظ کا جواب دیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ ہم کو خدا تعالی سے امید ہے کہ ہمارا صبر اور آپ کا روز افزوں جور و جفا لوگوں پر اچھا اثر پیدا کرے گا۔ اس سے لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ الہامی نہیں ہیں؛ ایں شکل برائے اکل است۔ محمد حسین) جس کو آپ چھاپ چکے ہیں ۔ ربّی یسمع و یری۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار غلام احمد۔

آج ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰۔ اپریل تک آپ کے جواب کے انتظار (میں) رہیں گے۔ اگر ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کیا جائے گا۔ فقط مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ مع حواشی مولانا بٹالوی؛ اور مکتوبات احمد جلد اول، بغیر حواشی) (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ ص ۲۰۴۔ ۲۰۷)

(اور مرزا قادیانی نے اپنے ایک مرید، مولوی محمد احسن امروہی کو انہی دنوں بھوپال خط لکھا جو یوں ہے: مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم۔ عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہنچا جزاکم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا یا نہیں اگر نہیں پہنچا تو یہ عاجز بھیج دیوے۔ کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔ مولوی محمد حسین نے تار بھیج کر مباحثہ چاہا جب اس طرف سے تیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں باقی سب خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ ۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

(تیاری کیا ہوئی؟ حکیم نور الدین صاحب لاہور سے مناظرہ نامکمل چھوڑ کر لدھیانہ بھاگ آئے تھے، اور مولانا نے مرزا صاحب کو لدھیانہ تار دیا کہ حکیم صاحب کو بھیجیں تا کہ نامکمل رہ جانے والے مناظرے کو مکمل کیا جائے، اگر وہ نہیں آتے تو آپ تشریف لا کر مناظرے کو وہیں سے شروع کریں جہاں حکیم صاحب چھوڑ گئے تھے۔ مرزا صاحب نہیں آئے)

☆ مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو جواباً لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۰۰) جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ بعد سلام مسنون۔

۱۶۔ اپریل کے خط میں جو آپ نے اپنے حواری مولوی نور الدین کے عدم گریز کی وجہ بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس وجہ کی تفصیل میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ میں اس اجمال

کی تفصیل اپنے رسالہ میں کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی ۔ اصل مطلب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحریری بحث کے لئے دو شرطیں پیش کی ہیں ۔ اول یہ کہ ایک ہی دفعہ فریقین اپنی اپنی تحریرات پیش کریں ۔ دوسرے یہ کہ ان تحریروں کے اوراق محدود ہوں ۔ ان میں سے جو آپ نے اپنی قدیم عادت تغلیط مخاطب کے مطابق مغالطہ دینا چاہا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں جس کی تشریح اپنے رسالہ میں کروں گا مگر میں آپ کی قطع حجت کی غرض سے ان دونوں شرطوں کو منظور کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ میں ایک ہی دفعہ اپنی تحریر پیش کرونگا اور اس کے اوراق بھی محدود کردونگا۔ مگر دو شرطیں آپ میری بھی منظور کریں (جو نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے بھی میرے خطوط میں معروض ہو چکی ہیں)

اول یہ کہ قبل از مباحثہ تحریری آپ رسالہ ازالہ اوہام میرے پاس بھیج دیں (تمام نہیں تو صرف اسی قدر جس قدر چھپ چکا ہے) تاکہ میں اپنی تحریر میں آپ کے جملہ دلائل کا جواب یک بارگی تحریر کرسکوں اور ان دلائل کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ کرسکوں کہ میں ان کا جواب کس قدر اوراق میں ادا کرسکونگا۔ آپ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ رسالہ آپ کے پاس بیس پچیس روز میں پہنچے گا اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیا جائے گا جو ایک دفعہ ٹوٹ بھی چکا ہے (جیسا کہ آپ کے ایک سابق خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکیم نورالدین کو بھیجا گیا ہے)۔

دوم یہ کہ میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں جیسے کہ آپ کے حواری مولوی نورالدین سے تسلیم کرا چکا ہوں۔

ان دونوں شرطوں کے تسلیم و تعمیل کے بعد آپ جس تاریخ میں اپریل کی چاہیں، لاہور تشریف لائیں میں حاضر ہوں ۔ ماہ اپریل میں آپ رسالہ ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو ماہ مئی میں سہی ۔ اس مہینے میں مجھے سفر در پیش آ گیا (جس کو میں بارہا ظاہر کر چکا ہوں) تو میں جہاں ہونگا وہاں سے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچونگا انشاء اللہ تعالی ۔ چنانچہ اپنے خط نمبری ۱۲۰ میں عرض کر چکا ہوں ۔ میرے کارڈ اسمی مولوی محمد احسن صاحب بھوپال میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا موازنہ اپنے الفاظ اشتہار ۲۶ مارچ سے کریں اور انصاف سے کہیں کہ تہذیب کا التزام کس جانب ہے۔ اس کی توضیح بھی رسالہ میں ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین

☆ ضمیمہ خط نمبری ۲۰۰ ۔ لاہور ۱۸ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء ۔ خیالی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی هداه الله الصراط المستقیم ۔سلام علی من اتبع الهدی ۔

کل آپ کے خط ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب ہمدست حامل خط مذکور ارسال کر چکا ہوں، آج اس خیال سے کہ شاید اس خط کے وصول سے آپ انکار کریں جیسے کہ آپ نے میرے مقابلہ میں اپنے حواری کے مباحث ہونے سے انکار کیا ہے اس خط کی نقل بذریعہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں۔ علاوہ براں دو باتیں (جن سے آپ کو ڈھیل دینا اور آپ کی حجت قطع کرنا مقصود ہے) میں اور لکھتا ہوں ان باتوں کو آپ خط سابق کا ضمیمہ قرار دیں۔

اول یہ کہ اگر آپ مباحثہ کی مجلس میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں اور یہ خیال کریں کہ خدا جانے وہ اصول جو ہم سے تسلیم کرائے جائیں، کیسے سخت مشکل اور ہمارے فہم اور علم سے اجنبی ہوں گے اور بناء علیہ آپ یہ کہیں (جیسے کہ آپ کے حواری نے مجلس مباحثہ میں کہا تھا) کہ خدا جانے ان اصول کی تسلیم سے ہم پر کیا پتھر پڑیں گے، تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں، بشرطیکہ آپ تمہید اصول کو تسلیم کریں۔ اس سے آپ کو ان اصول کے سمجھنے اور ان میں غور کرنے کیلئے کافی مہلت مل جائے گی۔ اور اس ناگہانی ابتلاء سے جس میں آپ کے حواری صاحب مبتلا ہو گئے اور اس سبب سے وہ مباحثہ چھوڑ کر بھاگ گئے نجات ہو گی۔

دوم یہ کہ اگر آپ میری شرط اول کو تسلیم نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام میرے پاس بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنی شرط فاسد (مبنی بر مغالطہ) میں اتنی ترمیم کر دیں کہ پہلے تحریر آپ کی ہو۔ جس میں آپ اپنے دعاوی کے جملہ دلائل درج کریں اس کے بعد میری تحریر ہو جس میں آپ کے دلائل کا جواب ہو۔ اور اگر آپ اپنی اس شرط فاسد میں اتنی ترمیم بھی روا نہیں رکھتے تو اس کی ایسی وجہ معقول بیان کریں جس کو آپ کے مخالف اور موافق سب قبول کر سکیں۔ یا آپ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ میں ایسی مزیت وفوقیت پائی جاتی ہے کہ آپ جو کہیں اس کو اور لوگ کالوحی من السّماء بلا دلیل مان لیں اور جو بات کوئی دوسرا کہے اس کی تسلیم آپ کیلئے جائز نہ ہو، چہ جائے واجب! جو لوگ آپ کو ملہم مانتے ہیں صرف وہی آپ کے خیال و مقال کی نسبت یہ کہتے ہیں آمنّا کلّ من عند ربّنا میں تو آپ کا مرید نہیں ہوں کہ جو آپ کہیں بلا دلیل مان لوں۔ میں نے جو تار دیا تھا وہ اسی مباحثہ کے سلسلہ میں تھا جو آپ کے حواری نے شروع کیا تھا۔ جس کا منشاء صاف یہ تھا کہ جو مباحثہ شروع ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنے حواری کو واپس کریں یا خود تشریف لائیں، نہ یہ کہ آپ نئے مباحثہ کیلئے نئی شروط قائم کریں اور پھر اس کے

مقابلہ میں جو شرط خصم پیش کرے اسے تسلیم نہ کریں۔ان خطوط کا جواب ۲۱ ماہ حال تک نہ پہنچا تو ان خطوں کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا اور اس پر ناظرین خود غور وانصاف کرلیں گے کہ واجبی بات ماننے سے کس کو انکار ہے اور گریز از مباحثہ کس نے کیا۔ابوسعید محمد حسین (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ج ۱۳۔ص ۵۷۔۵۹)

☆ مرزا قادیانی نے شیخ الاسلام کو جواباً تحریر کیا:

بخدمت اخویم مکرم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا،باعث تعجب ہوا۔آپ نہ تو اظہار حق کی غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں (ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بحث کون نہیں چاہتا اور کون شخص ناجائز شروط پیش کرکے اس سے جان چھوڑاتا ہے اور اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ بحث تو چاہتے ہیں مگر نہ بغرض اظہار حق بلکہ بغرض الزام خصم،تو یہ امر مضمر ہے اس کا تصفیہ بجز اس کے کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم اور آپ قسم کھائیں اور جھوٹے پر لعنت سنائیں اور آیت مباہلہ پر عمل کریں،اگر آپ جائز سمجھیں۔محمد حسین) اور نہ اس جوش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔عزیز من (اس لفظ میں اپنی بزرگی کا ادعا ہے مگر معلوم نہیں کہ کس وصف میں آپ بزرگ بنتے ہیں۔عمر میں یا علم میں یا زہد وتقوی میں جو دعوی نازیبا ہے اور ثناء خویش خود گفتن...الخ..کا مصداق۔محمد حسین) رحمکم اللہ۔

یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا (آپ کا تو دلی منشاء یہی ہے،مگر خدا پورا نہیں کرتا۔جو الزام آپ دوسروں پر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آپ پر عائد ہوجاتا ہے کما قیل: میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔محمد حسین) مگر آپ ہی کا قول وفعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔کس قدر آپکی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے (گریز اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جس نے مباحثہ سے جان بچانے کیلئے ناجائز شروط کو پیش کیا اور مخاطب کی جائز شروط کو نہ مانا۔اب اس امر کا تصفیہ ناظرین خود کرلیں گے کہ ایسا کس نے کیا۔آپ چاہیں اس امر میں کسی منصف کے سامنے بحث کرلیں آپ کا گریز ثابت نہ ہوا اور منصف مسلّم الطرفین نے اس کو تسلیم نہ کیا تو ہم آئندہ آپ کے ساتھ معارضہ سے دست بردار ہوجائیں گے۔لیجئے!ایک بات میں میدان ہاتھ میں آتا ہے اور کیا چاہتے ہیں۔محمد حسین) اور اب آپ کا خط مشت بعد از جنگ کا نمونہ ہے (یہ آپ کی تہذیب،انصاف پسندی،حق طلبی،روحانیت اور انکسار کا نمونہ ہے۔کوئی پوچھے جنگ کب ہوئی اور ختم کب ہوئی،آپ نے جنگ کیلئے ناجائز شروط پیش کیں ادھر سے بھی بعرض چند شروط مقابلہ کیا گیا۔آپ نے نہ شروط کو مانا نہ ان سے انکار کیا بلکہ جواب خط دینا ترک کردیا،اس کا نام اختتام جنگ ہے تو یہ آپ کی طرف سے ہوا،گریز ہے تو آپ نے کیا ہے برطبق مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے،الزام گریز دوسروں پر لگایا۔سو ایسے الفاظ سے جس کو ادنی اہل تہذیب وصاحب اخلاق استعمال نہیں کرسکتا چہ جائے مدعیان روحانیت وانکسار وایثار وانوار وغیرہ۔محمد حسین)۔فضول باتوں کو پیش کرکے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے۔

چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں۔

قولہ (یعنی قول محمد حسین)۔ دو باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں، لکھتا ہوں۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت! یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تیئں ڈھیل دے رہے ہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ مجھے ڈھیل دیں۔ آپ کی آدھی رات کو تار آئی۔ میں تیار ہو گیا۔ آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے خرچ دے کر بلا توقف اپنا آدمی روانہ کیا۔ بحث منظور کر لی۔ سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا مگر آپ تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے (دل سے پوچھئے۔ اور خدا سے، لوگوں سے، کسی سے تو شرمایئے۔ شروط فاسد کی آڑ بنا کر کون کنارہ کش ہوا، اور اب تک کون کنارہ کش ہے۔ میں تو آپ کے گھر کے قریب بھی پہنچا اور آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا پھر آپ نے بچ کے کام کا بہانہ پیش کر کے کنارہ کشی کو اختیار کیا۔ بایں ہمہ یہ الزام دوسروں پر لگانا آپ ہی کا کام ہے۔ محمد حسین)۔ اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے؟ اگر میں آپ ہی لاہور میں پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی۔ آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپکی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا۔ اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہوسکتا۔ آپ نے ناگوار طریقہ سے مقابل آنے کی دھمکی تو دی مگر آخر آپ ہی نہ ٹھہر سکے۔ کیا اس دعوی کے ساتھ جو آپ کو ہے، یہ گریز آپ کی علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے؟

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں تا کہ آپ کو ان کے سمجھنے کیلئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلاء سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول (یعنی قول مرزا)۔ حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں۔ کوئی عقلمند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا اور میں تو آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں (یہاں تو آپ نے اصول اسلام کو لغو کہہ دیا مگر اپنے خط نمبری ۱۱ و ۱۴ میں ان اصول کی تمہید کو تسلیم کو منظور کر لیا۔ معلوم نہیں اس خط میں آپ اس خیال لغویت کو بحکم آنکہ، دروغ گورا حافظہ نہ باشد، بھول گئے۔ یا جو اس خط میں لکھتے ہیں وہ دل سے نہیں کہتے۔ اور آپ کے مذہب کا کوئی اصول نہیں۔ بہرحال آپ نے یہ بات دل سے کہی ہے تو آپ کی تسلیم خط نمبری ۱۱ و ۱۴ الغو ہے اور آپ پر آیت و الّذ ین ھم عن اللّغو معرضو ن، اور آیت لم تقولو ن ما لا تفعلو ن کے خلاف الزام قائم ہے اور اگر وہ تسلیم دل سے ہے، تو آپ کا ان اصول کو لغو کہنا اصول اسلام کو لغو کہنا ہے۔ زیادہ ہم کیا لکھیں۔ محمد حسین) اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے و الّذین ھم عن ا للّغو معرضو ن، نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن اسلا م المرء ترکه ما لا یعنیه۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے۔اب دیکھنا چاہیے کہ اس بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے۔سوادنی تامل سے ظاہر ہوگا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعوی کرادیں (یعنی اس دعوی کے دلائل نہ پوچھیں ۔یہ مسئلہ نہ شریعت اسلام کا ہے نہ فن مناظرہ کا ہے۔آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ شرع یا فن مناظرہ کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مدعی سے صرف تشخیص دعوی کرائی جائے ،اس دعوی پر دلیل اس سے طلب نہ ہو۔محمد حسین) ۔سو میں نے بذریعہ فتح اسلام وتوضیح مرام اور بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے، اچھی طرح اپنا دعوی بیان کیا ہے اور بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعوی نہیں جو آپ پر مخفی ہو اور وہ دعوی یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں ۔سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا ۔اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا،سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے ذمہ پر کچھ فرض نہیں (کسی دعوی کے مدعی پر دلائل لکھنا فرض نہیں تو پھر کیا اس کے منکر پر فرض ہے۔اس امر کی نہ شریعت مصدق ہے نہ فن مناظرہ۔کتب شریعت میں اتفاقی مسئلہ ہے البیّنة علی المدّعی ،اور رشیدیہ کتاب فن مناظرہ میں بھی المدّعی من نصب نفسه لا ثبا ت الحکم بالدّلیل او البیّنة محمد حسین) کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو (یہ آپ کا ایک اور دعوی ہے جو خصم کے نزدیک مسلّم نہیں چنانچہ اس خط کے جواب میں بیان کیا گیا کہ اس میں آپ نے دھوکہ دیا ہے لہذا اس کی دلیل بھی آپ کے ذمہ ہے۔محمد حسین) بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے، جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا۔جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً ۔پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں،اور ان کا فوت ہونا تو میں بیان کر ہی چکا تو اب اگر میں آپ سے پہلے لکھوں تو فرمائیے کیا لکھوں؟ (اپنے دعوی کے دلائل لکھئے۔محمد حسین) یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے ابطال کے لئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ بھی

وفات پاگئے مگر مسیح وفات پانے سے اب تک باقی رہا ہوا ہے۔ کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ داب مناظرہ کیا ہے؟ (آپ ہی بتلا دیجئے مگر کتاب کے حوالہ سے، ہم نے تو کتب مناظرہ میں یہی پڑھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے، نہ کہ منکر و مانع کے۔ محمد حسین) اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کی فرع ہیں (فرع اب بن گئی ۔فتح اسلام، توضیح مرام اور دیگر ابتدائی تحریروں میں اور خط سابق نمبر ۸ وغیرہ میں تو آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی اصل ہے۔ مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر تو ان میں تبعاً وضمناً ہے۔ رسالہ توضیح مرام و رسالہ فتح اسلام کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے اگر بھول گئے ہیں ۔..اس کی مزید توضیح ہمارے خط نمبری ۱۷،۳ کے حواشی میں ہوگی۔ محمد حسین)۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے۔ اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو (اس میں آپ یہ جتاتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے حق گوئی کی امید نہیں رکھتے۔ تب ہی غیر مسلم ثالث کی منصفی تجویز کرتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کو و من يشاقق الرّسول من بعد ما تبيّن له الهدى و يتّبع غير سبيل المومنين نولّه ما تولّى و نصله جهنم و ساء ت مصيراً سے ڈرنا مناسب ہے۔ محمد حسین) اور اخویم حکیم مولوی نور الدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے (یہ دعوی میں نے کب کیا ہے اور مناظرہ واقع ہونے کیلئے میرا بلانا کہاں شرط ہے۔ حافظ یوسف کے کہنے سے وہ آئے اور ان ہی کے کہنے سے وہ مناظرہ میں پھنس گئے۔ پھر ان کا بلا اطلاع خاکسار جانا فرار نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین) جنہوں نے بلایا انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے اپنی پوری تسلی کرالی اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ اعراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔ اس لئے خدا تعالی نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا۔ یہ مولوی صاحب کی راست بازی کی کرامت ہے جس نے یہ مصرعہ سچا کر دیا: مرا خواندی وخود بدام آمدی

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے (محض دروغ ہے۔ ازالہ اوہام پچیس جز سے زیادہ بتایا جاتا ہے اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے اس کا ایک جز و بھی پورا منقول نہیں ہوا۔ پھر اکثر مقابل اقل کہاں صادق آیا۔ سبحان اللہ یہ دعوی تقدس اور یہ سفید جھوٹ اور دھوکہ دہی۔ محمد حسین)۔ اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔ اور میں ابھی ثابت کر چکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔ عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ

اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اور حق طلبی ہے۔

بالآخر ایک مثال بھی سنیئے۔زید ایک مفقود الخبر ہے۔جس کے گم ہونے پر مثلاً دو سو برس گذر گیا۔ خالد اور ولید کا اس کی حیات اور موت کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ درحقیقت زید فوت ہو گیا لیکن ولید اس خبر کا منکر ہے۔اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بار ثبوت کس کے ذمہ ہے؟ کیا خالد کو موافق اپنے دعوی کے زید کا مرجانا ثابت کرنا چاہیے یا ولید زید کا اس مدت تک زندہ رہنا ثابت کرے؟ کیا فتوی ہے؟ راقم خاکسار۔غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء

نوٹ اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جس پر بار ثبوت ہے اس کی طرف سے ثبوت دینے کے لئے پہلے تحریر کرنا چاہیے۔(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ص ۵۹ تا ۶۵ مع حواشی؛مکتوبات احمد۔ج ا۔ص ۳۲۶۔۳۲۹۔مکتوب نمبر ۱۳۔بغیر حواشی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس خط کو مرزا صاحب اوران کے حواریوں نے ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔مگر خاکسار کے خط نمبری ۲۰۷ کو جس کا یہ خط جواب ہے،شائع ومشتہر نہ کیا۔شائد الہامیوں کو جائز ہو گا۔عام انصاف کا تو یہی قانون ہے کہ جس تحریر مخاطب کا جواب دیں اس کو بھی نقل کریں تا کہ ناظرین کو دونوں میں موازنہ وانصاف کا موقع ملے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ج ۱۳ص ۶۵)

☆ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۲۵) لاہور ۲۲۔اپریل ۱۸۹۱ء۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ وہداہ۔سلام علی من اتبع الہدی۔آپ کا خط ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء میں نے مسرت سے پڑھا اور اس سے میں از بس ممنون ہوا۔آپکی اس قسم کی مجادلانہ ومعاندانہ اور مغالطہ آمیز تحریرات مجھے یہ یقین دلاتی ہیں کہ آپ اپنے دعاوی جدیدہ کے اظہار واشتہار میں خطاء اجتہادی نہیں کرتے،بلکہ دیدہ دانستہ حق کا خلافکرتے اور عمداً لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔اور یہ تار و پود جو ایک مدت سے آپ نے پھیلا رکھا ہے اس سے مقصود صرف نام آوری و دنیا طلبی ہے۔ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر مے طلبی۔حق گوئی

اورحق پژدہی آپ کا اصلی فرض اوراقصی غرض نہیں ہے لہذا آپ آئندہ بھی ایسی ہی تحریرات کے ارسال سے مجھے سرفراز فرمائیں گے تو میرے اس یقین کواور بڑھائینگے اور مجھے اپناممنون بنائینگے۔اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ میں کرونگاانشاءاللہ تعالی۔اس خط میں بطورتمثیل آپکے چند مغالطات معاندانہ کوذکرکرتاہوں۔

آپ لکھتے ہیں: میں آپ کے ان اصول کومحض لغوسمجھتاہوں۔

اس میں اپنے عناد وجدال کوایسا مبرھن کیا ہے کہ اس میں کسی اہل علم وطالب حق کیلئے مجال مقال نہیں رکھی۔کوئی اہل علم جس کوحق طلبی سے ادنی تعلق ہواور پابندی اسلام کا دعوی،ان اصول کو (ا۔کتاب وسنت حجج اتفاقیہ ہیں۔۲۔ظواہر نصوص سے بلادلیل عدول کرنا جائزنہیں۔۳۔محسوس نیچر،جس کونیچری لوگ خدا کی قدرت کا قانون سمجھتے ہیں،واقعی خدا کی قدرت کا قانون ومعیارنہیں،ایسے ہی اور وہ اصول جوآپ کے حواری سے مجلس مباحثہ میں تسلیم کرائے گئے ہیں) لغونہیں کہہ سکتا اور نہ امورمتنازعہ فیہا سے بے تعلق یاغیرضروری ٹھہراسکتا ہے۔ان اصولوں کولغواورضرورت سے خارج کہنااس شخص کا کام ہے جس کوحق اور اصول اسلام سے کام نہ ہوبلکہ اپنے اوہام باطلہ اورخیالات فاسدہ کودین قویم بنانا چاہتا ہو۔آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں توکم سے کم ایک مسلمان سے،جوعالم ہواورآپکا مریدنہ ہو،اس دعوی کی تصدیق کرادیں۔

آپ لکھتے ہیں: میں نے اپنادعوی بیان کردیا کہ میں مثیل المسیح ہوں اورساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابن مریم درحقیقت فوت ہوگئے ہیں،سواس عاجز کامثیل مسیح ہوناتوآپ امکانی طورپرمان چکے ہیں۔ رہاابن مریم کافوت ہونا،سوفوت ہونے کے دلائل لکھنامیرے پرفرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسادعوی نہیں کیا جوخداتعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہوبلکہ مسلسل طورپرحضرت آدم سے یہ طریق جاری ہے کہ جوپیداہوگا ایک دن مرے گا۔چنانچہ قرآن میں ہے۔اب میں آپ سے پہلے کیالکھوں۔

اس میں آپ نے کئی وجہ سے حق کا خلاف کیااورمسلمانوں کودھوکہ دیا:

اول دھوکہ یہ دیا کہ خاکسارکوآپ نے اپنےمثیل مسیح ہونے کاقائل بنادیا حالانکہ میں نے آپ کے مثیل مسیح ہونے کوامکانی طورپربھی تسلیم نہیں کیا۔صرف آپ کے بعض الہامات کا،جن میں مثیل مسیح ہونے کا الہام شامل نہیں ہے،امکان تسلیم کیا ہے (گومیں اب اس امکان کا بھی قائل نہیں رہا۔آپ کی مجادلانہ ومعاندانہ تحریرات نے وہ امکان میرے خیال سے اٹھادیا ہے۔محمد حسین) آپ اپنے قول میں سچے ہیں تومیراوہ قول نقل کریں جس میں میں نے آپ کا

مثیل مسیح ہونا امکانی طور پر مانا ہے۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ صرف تسلیم امکان کو مثبت مدعا سمجھ لیا، حالانکہ کوئی عاقل صرف امکان سے وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ مثلاً زید اگر یہ دعوی کرے کہ میں بادشاہ یا فلاسفر ہوں اور کوئی شخص اس کا امکان مان لے، تو اس سے اس کا بادشاہ یا فلاسفر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ اس تسلیم امکان کے سبب اپنے دعوی کے ثبوت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

تیسرا دھوکہ یہ کہ ابن مریم کے فوت ہونے کا اعتقاد بحکم سنت اللہ اور بہ شہادت کتاب اللہ مسلّم ٹھہرا کر اس کو ثبوت سے مستغنی قرار دیا۔ اس سے اگر آپ کا یہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد صرف ہمارے نزدیک مسلّم ہے، گو اور مسلمانوں کے نزدیک مسلّم نہیں، تو ایسی حالت میں آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے سے بری نہیں ہو سکتے، کیونکہ آپ کا اعتقاد دوسرے مسلمانوں کا مسلّمہ نہیں ہے اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ تمام مسلمان اس اعتقاد کو مانتے ہیں تو یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع سلف صالحین سے اس وقت تک کوئی مسلمان ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک شخص کا سلف صالحین سے نام لیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ پھر اس انوکھے دعوی کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا آپ کا فرض کیوں نہیں ہے؟ اور فن مناظرہ کی کون سی کتاب ہے جو آپ کو اس دعوی کے ثبوت پیش کرنے سے سبک دوش کرتی ہے؟ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک کتاب کی شہادت پیش کریں۔ اپنے دعوی کا ثبوت پہلے پیش کرنے کی درخواست آپ سے اسی صورت میں ہوئی ہے کہ آپ اپنی ناجائز شروط کو (کہ تحریرات مباحثہ جانبین سے صرف دو ہی ہوں۔ پہلے ہماری طرف سے ہو پھر آپ کی طرف سے) قائم رکھیں۔ اب اگر آپ ان شروط فاسد کو واپس لیں اور منصب ادعاء چھوڑ کر سائل یا مانع بنیں تو میں اس دعوی کا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ وجود عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے، ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں۔

چوتھا دھوکہ یہ کہ سنت اللہ اور آیت کتاب اللہ کو موت مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ سنت سے مراد آپ کی نیچر ہے اور اس تقریر سے آپ کا مسلمان کو یہ جتانا مدنظر ہے کہ ایک شخص کا اٹھارہ سو برس تک زندہ رہنا نیچر کے برخلاف ہے۔ لفظ نیچر آپ نے اسلئے نہیں کہا کہ آپ کا چھپا اعتقاد نیچریت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ اس تقریر میں

آپ نے یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ خدا کی ایک سنت کو جو اموات میں جاری ہے آپ نے ظاہر کیا اور اس سنت کو جو اس نے مسیح کے زندہ رکھنے میں قائم کی ہے نظرانداز فرمایا۔ آیت کے ذکر میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہرگز نہیں کہ اس وقت تک جو پیدا ہوا وہ فوت ہو چکا۔ اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ ہر شخص کیلئے موت کا ہونا لازمی ہے، جو حضرت مسیح کو جب وہ دنیا میں آئیں گے، نیز شامل ہوگا۔

خط حال وسابق میں آپ لکھتے ہیں کہ: حکیم صاحب آپ کے بلانے سے کب لاہور میں آئے کہ پھر بلا اجازت جانے سے فراری متصور ہوئے اور آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔

یہ تو میں نے بھی نہیں کہا کہ وہ میرے بلانے سے لاہور میں آئے۔ صرف اسی مضمون کا تار دیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو شروع کر کے بھاگے۔ اگر میرا یہ بیان غلط ہے اور گفتگو میں میرا قدم ہی نہ تھا تو آپ کے راست باز ہونے میں کیا شک ہے۔ آپ سچے تو ہیں، ذرا اس پر قسم بھی کھالیں اور وہ آیت مباہلہ پڑھیں جو مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں۔ مرزا صاحب! آپ کی ایسی ہی باتوں نے، جو محض خلاف واقعہ ہیں، مجھ کو یقین دلایا ہے کہ آپ ملہم نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ: آدھی رات کو تار آیا تو بلا توقف آدمی روانہ کیا اور ازالہ اوہام کے اکثر اوراق آپ دیکھ چکے ہیں۔

ان فقرات میں ایک بھی سچا ہے تو اس پر قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں۔ فرمایئے تار کس وقت آپ کو ملا، اور آدمی کس وقت روانہ ہوا؟ اور ازالہ اوہام کے اوراق کس قدر ہیں؟ اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے کس قدر اوراق منقول ہیں؟ اکثر یا اقل؟ کیا ملہمین یا صادق القول مومنین کی یہ شان ہے کہ ایسی خلاف واقع باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔

اخیر میں جو آپ نے مثال لکھی ہے، اس میں بھی آپ دھوکہ دینے سے رک نہیں سکے۔ حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں ان کے وجود وحیات میں کسی قدیم مسلمان کا اختلاف نہیں صرف آپ بہ تقلید ملاحدہ یورپ جو مسیح کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد لیتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد ہے۔ پھر یہ دعوی زندگی اس مفقود الخبر کی حیات کی نظیر کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس مثال میں آپ کئی صورت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اول: مسیح علیہ السلام کا معلوم الوجود والحیات کو مفقود الخبر شخص کی نظیر قرار دینا۔ دوم۔ ان کی حیات کو جو متفق علیہ اہل اسلام ہے محل اختلاف قرار دینا۔ سوم۔ انکی موت کی تجویز کو ایک معمولی اور قابل تسلیم موت کی مانند ٹھہرانا۔ حضرت مسیح کی سچی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دس برس سے زندہ وموجود اور بحکم مشاہدہ مسلّم الحیاۃ چلا آیا ہے۔ اس کی نسبت ایک شخص نے خبر دی کہ پانچ برس ہوئے کہ وہ مرگیا ہے۔ اس شخص کا دعوی ان لوگوں کے سامنے جو دس برس سے اس کو زندہ دیکھتے چلے آئے ہیں لائق سماعت نہیں اور اس شخص کا فرض ہے کہ اس کی موت کو بدلائل ثابت کرے جن سے ان لوگوں کی رویت ومشاہدہ کی غلطی ثابت ہو۔

یہ تو آپ کے جدال وعناد کا ثبوت اور مغالطات کا جواب ہے۔ اب میں اپنے خط نمبری ۷ ۲۰ کی اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا اور اس کا جواب چاہتا ہوں جس سے آپ نے چشم پوشی کی ہے۔ آپ میرے تار کے مضمون کو غور سے پڑھیں اور اس مباحثہ کو جس کے سلسلہ میں تار دیا گیا ہے پورا کریں اور اپنے حواری کو واپس بھیجیں یا خود تشریف لا کر اس کا اتمام کریں۔ نئی شروط فاسدہ پیش کر کے نیا مباحثہ قائم نہ کریں۔ شروط فاسدہ کی تسلیم وتحقق محال ہے اور ایسی شروط والے مباحثہ کا وجود بھی ناممکن ہے۔ آپ کی ان شروط کو پیش کرنے سے لوگ یقیناً جان لیں گے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان شروط کو پیش کرتے اور ان کی آڑ میں مباحثہ سے جان بچاتے ہیں۔ آپکا ناصح ابوسعید محمد حسین۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ ص ۶۵ تا ۷۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں: اس خط کا مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور ہمارے خطاب وجواب سے سکوت اختیار کیا جس سے عام نظروں میں آپ کا عجز وہزیمت کا الزام قائم ہوگیا۔ مگر اس سکوت پر آپ سے صبر نہ ہوسکا اور آپ نے

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند ۔۔۔ از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

در مجثے کہ غیر خموشی علاج نیست ۔۔۔ بر ہرزہ است تکیہ بچوں وچرا کنند

پر عمل نہ کیا اور اپنی جگہ اپنے حواریوں کو، جو برا نہ کہنے سے اندیشہ رکھتے ہیں، نہ برا سننے سے، کھڑا کر دیا اور اپنے خط نمبری ۸ کو مع اس کے جواب منجانب خاکسار نمبر ۲۲۵ کے ضمیمہ اخبار پنجاب سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل میں چھپوایا۔ اور اس پر اڈیٹر کی قلم سے خوب نمک مرچ چھڑکوایا۔ اس پر خاکسار نے مرزا صاحب کے نام رقیمہ ذیل لکھا:

☆ (نمبر ۱۴۹) لاہور ۲۶۔ اپریل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب عا فاہ اللہ و هداہ۔ سلام علی من اتبع الهدی۔

ا۔ میرے خط نمبری ۲۲۵ مورخہ ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب دیجئے۔ منتظر ہوں۔

۲۔ آج ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲۵۔ اپریل میری نظر سے گذرا۔ اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء منقول ہے اور اس پر اعتماد کر کے آپ کے وکیل اڈیٹر نے یہ لکھا ہے کہ: مولوی محمد حسین صاحب کو اگر اپنی بات پر اس قدر اصرار ہے تو وہ اس مضمون کی حافظ محمد یوسف، منشی امیر الدین، منشی عبدالحق، منشی الٰہی بخش، اور مرزا امان اللہ کی دستخطی تحریر شائع کریں کہ مولوی نور الدین ان سے شکست کھا کر بھاگ گئے

میں اس کے جواب میں آپ کے وکیل اڈیٹر کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آئندہ ان کو یا کسی اور نئے وکیل کو کسی امر میں مخاطب کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ صرف آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں اور انہی حضرات کی شہادت پر آپ کے دعوی کی بنا اور آپ کے وکیل کا اعتماد ہے تو آپ ہی ان حضرات میں سے تین شخصوں حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش اور منشی عبدالحق سے میرے سوالات ذیل کا حلفی جواب لے کر ارسال کریں۔ اسی سے مقدمہ شکست و ہزیمت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اگر ان حضرات ثلاثہ نے بالاتفاق میرے سوالوں کا جواب اثبات (لفظ ہاں یا نعم) سے دیا تو میں آپ کے بیان کو صحیح مان لوں گا اور اپنے دعوی شکست دہی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔

ا۔ حکیم نور الدین صاحب نے رخصت کی رات جو تقریر در باب وفات مسیح کی تھی، اس تقریر میں اول سے آخر تک یہ تینوں صاحب موجود تھے۔

۲۔ اس تقریر کے اختتام پر ان تینوں صاحبوں نے حکیم (نور الدین) صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا تھا کہ ہماری من کل الوجوہ تسلی ہوگئی ہے۔ اور اب ہمارے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں رہا۔

۳۔ ان تینوں صاحبوں کا اب یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں بذات خود تشریف نہیں لائیں گے جیسا کہ تم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اور موعود مسیح جن کے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے آپ ہی ہیں۔

۴۔ان سوالات کے جواب کے ساتھ آپ حافظ محمد یوسف کے اس خط کی نقل بھی ارسال فرماویں جس کا ذکر آپ کے خط ۱۶۔اپریل (۱۸۹۱ء) میں ہے اور اس کا مضمون آپ نے یہ نقل کیا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو وہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلا لیں گے۔ابو سعید محمد حسین

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۷۱۔۷۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں:اس کے جواب میں آپ نے پھر وہی سکوت اختیار کیا اور ہماری کسی بات کا جواب نہ دیا۔مہربانی فرما کر لکھا،تو اس مضمون کا کارڈ لکھا جس سے جواب خط سے انکار اور آئندہ کے لئے گفتگو سے اعراض وفرار پایا جاتا ہے۔وہ یہ ہے:

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛(نمبر ۱۰)۔محبی اخویم مولوی صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے۔اس عاجز کے دعوی کی بناء الہام پر تھی مگر آپ ثابت کرتے کہ قرآن اور حدیث اس دعوی کے مخالف ہے اور پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک سچے ہو جاتے اور بقول آپ کے میں اس الہام سے توبہ کرتا۔لیکن خدا جانے آپ کو کیا فکر تھی جو آپ نے اس راہ راست کو منظور نہ کیا خیر اب ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کیجئے۔لوگ خود دیکھ لیں گے۔والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد۔جلد اول۔ص ۳۳۰؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے لکھا ہے:

اس کارڈ کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط وکتابت کو گونہ بند کر دیا تھا۔اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے۔آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی میں علماء لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن کو بھی مخاطب فرمایا۔مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ہر چندوہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا،اسلئے جو خطوط اس موقعہ پر مرزا صاحب نے لکھے

انہیں بھی درج سلسلہ کرتا ہوں۔ (مکتوبات احمد۔ ج ا۔ص ۳۳۰)

اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس خط (نمبر ۱۰) کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کارڈ کے ذریعہ ہم سے تو آپ نے پیچھا چھوڑا یا اور سلسلہ مباحثہ ومراسلہ کو بزعم خود قطع کیا۔ مگراز آنجا کہ جدال ...آپ کی طینت میں کوٹ کوٹ کر بھر رہا ہے لہذا اس قطع وتفصی (خلاصی) پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور نچلا نہ بیٹھا گیا اور بقول اسد:

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے　　　　گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

لودہانہ کے علماء سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو چند روز کا مشغلہ سمجھ کر اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں ان کو مدعو مباحثہ کیا (یہ وہی اشتہار ہے جس کی شروط کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد حسین، اور اسے ہم متفرقات میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)۔ اس میں میرے دوست مولوی محمد حسن رئیس لدھانہ کو بھی مخاطب کیا۔ ان کے خطاب میں بدقسمتی سے آپ کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل مقرر کر دیں۔ ہر چند یہ اشتہار آپ نے میرے پاس نہ بھجوایا بلکہ تمام لاہور والوں میں صرف اس کا ایک قطعہ پہونچا اور کانفی ڈنشل (مخفی)(confidential) رہا۔ مگر آخر حاجی محمد دین کے ذریعہ سے وہ اشتہار خاکسار کی نظر سے بھی گذر گیا جس پر یہ شعر عاجز کے خیال میں آیا۔

دیدار می نمائی وپرہیز مے کنی　　　　بازار خویش وآتش ما تیز مے کنی

اس اشتہار نے اس شعر کے مطابق خاکسار کے نائرہ اشتیاق مباحثہ کو جو مرزا جی کے خط نمبری ۱۰ سے وہ دب گیا تھا مشتعل کر دیا اور اس وقت مجھے وہ سفر ہندوستان جس کا ذکر بار ہا ہو چکا ہے نیز درپیش تھا بناء علیہ خاکسار نے مولوی محمد حسن صاحب کے نام رقعہ مندرجہ ذیل تحریر کیا۔

☆ (خط نمبر ۳۲۳)۔ لاہور ۸۔ مئی ۱۸۹۱ء۔ محبی مولوی محمد حسن صاحب۔ السلام علیکم

آج میں نے مرزا کا آخری اشتہار دیکھا (یہ اشتہار متفرقات کے حصے میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)۔ اس میں آپ کو لکھا ہے کہ چاہو تو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ ایسی شرطیں بھی لگا دی ہیں جو جلد وقوع میں نہ آئیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان کو (مرزا جی کو) اس مضمون کا رقعہ لکھیں کہ ۹ مئی کی

صباح کو ابوسعید محمد حسین بارادہ پٹیالہ، لودہانہ پہنچیں گے۔ آپ ان سے بات چیت کرسکیں گے تو آپ میرے مکان پر تشریف لے آویں۔ آپ نہ آسکیں تو ہم ان کو آپ کے مکان پر لے آویں گے اور اس مجلس میں جس کو آپ چاہیں شامل کرلیں اور شروط کو جن کا تحقق سردست دشوار ہے پیش نہ کریں وہ اس امر کو منظور کریں تو بندہ گفتگو کے لئے حاضر ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کے لودھانہ پہنچ جانے کے بعد خاکسار بھی ۹ مئی کی صبح کو لدھیانہ پہنچ گیا اور جاتے ہی مولوی محمد حسنؒ لدھیانوی کو مرزا جی کے پاس بطور سفارت بھجوایا۔ اور انہی کی طرف رقعہ مندرجہ ذیل لکھوا کر ان کے ہاتھ میں دیا (خاکسار نے اپنی طرف سے اسلئے نہ لکھا کہ مرزا جی خاکسار سے سلسلہ مراسلت ومخاطبت قطع کر چکے تھے۔ محمد حسین) اور یہ کہدیا کہ آپکی سفارت کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب کہیں وہ تحریر میں لاویں، زبانی کوئی پیام وکلام مسموع نہ ہوگا۔ وہ رقعہ چونکہ خاکسار ہی نے لکھوایا تھا لہذا اپنے رجسٹر خطوط کا نمبر اس پر لگایا اور جو خط اس کے جواب میں مرزا کا آیا اس پر بھی انکے سلسلہ خطوط کا نمبر لگایا گیا۔ وہ خط یہ ہے:

☆ لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۳۶۹)۔ بخدمت شریف مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے کہ آپ نے اشتہار مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں مجھے مخاطب فرمایا ہے کہ آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل کریں۔ بناء علیہ میں مکلّف ہوں کہ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین حسب اتفاق وارد لدھیانہ ہیں جو آج ہی ۱۱ بجے کی ٹرین میں پٹیالہ تشریف لے جائیں گے۔ آپ اس وقت ان سے مباحثہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لاویں اور ان سے گفتگو کریں اور باقی شروط کو جو متعلق انتظام ہیں آپ جانے دیں کیونکہ اپنے مکان پر انتظام کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جناب مولوی صاحب گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے جناب کو بھی اختیار ہے جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں۔ اور متنازعہ فیہ آپ کا یہ دعوی ہوگا کہ مسیح جس کے آنے کی احادیث میں خبر ہے وہ آپ ہیں۔ خاکسار محمد حسن۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳۔ ص ۷۴۔ ۷۵)

☆ مرزا قادیانی نے جواباً محمد حسن لدھیانویؒ کو لکھا:

مخدومی ومکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عاجز بسر وچشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی مانتا ہوں (اب تمہید اصول کو آپ مان گئے حالانکہ ایک سابقہ خط میں اس کو لغو قرار دے چکے تھے۔ یہ تسلیم صحیح اور دل سے ہے تو انکار سابق سے آپ کا عناد اور استخفاف اصول اسلام ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر وہ انکار صحیح اور دل سے تھا تو اس تسلیم سے آپ پر التزام لغو کا الزام قائم ہوتا ہے۔ محمد حسین)۔ چند سوال آپ کی طرف سے، چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر مجوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہو گا۔ کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے (الہام وفات مسیح کے مبنی اور اصل ہونے کے معنی دربطن قائل ہیں۔ اصل ومبنی ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ دعوی مسیح موعود ہونے کا اس الہام وفات مسیح سے نکالا گیا ہے تو یہ محض بناوٹ ہے۔ آپ کو صرف وفات مسیح کا الہام ہوتا اور اس الہام سے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی نکالتے تو آپ یہ بات کہہ سکتے تھے۔ اور جس حالت میں ان دونوں امر کی نسبت آپ الہام کے مدعی ہیں، اور یہ دونوں امر از قسم اخبار ہیں، جن میں ایک پسین گوئی دوسرا پیشین گوئی، نہ از قسم انشاء، امر یا نہی، تو امر دوم کا امر اول پر مبنی اور اول کا اصل اور دوم کا فرع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ تو دونوں جداگانہ اور مستقل الہام ہیں جن میں سے ایک میں ایک امر گزشتہ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، دوسرے میں امر آئندہ کی نسبت خبر ہے کہ آنے والا مسیح جس کی خبر احادیث میں وارد ہے، تو (یعنی مرزا) ہے۔ یا ایک زمانہ کے بعد ہو گا، جب مسلمان تجھے تسلیم کرلیں گے، جن میں نفیاً واثباتاً تلازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح بن مریم کی وفات ثابت ومسلّم ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر مسیح موعود آپ ہیں۔ کیوں جائز نہیں کہ درصورت وفات مسیح ابن مریم، مسیح موعود کوئی اور ہو۔ اس صورت میں آپ کو مسیح موعود ہونے کیلئے دلائل قائم کرنے پڑیں گے۔ صرف وفات مسیح سے آپ اپنا مسیح ہونا ثابت نہ کر سکیں گے۔ اور اگر مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا یہ الہام کہ آنے والے مسیح آپ ہیں، غلط ہو۔ اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں تو رہیں وہ کسی اور کام کیلئے ہونگے۔ جس مسیح کے نزول کا احادیث صحاح ستہ میں ذکر ہے اور ان کے عالی شان کارناموں، قطع صلیب، وضع جزیہ، قتل خنازیر وغیرہ، کا ان احادیث میں بیان ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔ آپ یہ بات نہ بھی کہیں تو کوئی اور نیچری آپ کا حواری یہ بات کہہ سکتا ہے وبناء علیہ صرف حیات مسیح کے ثبوت سے اس دعوی کا، آپ کریں یا کوئی اور نیچری، ابطال نہیں ہو سکتا بلکہ اس دعوی کے ابطال کے لئے دلائل پیش کرنے کی حاجت رہتی ہے۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں الہامات اور دعاوی میں نفیاً واثباتاً تلازم نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے کی فرع نہیں ہو سکتا مگر اس بات کے سمجھنے کیلئے علوم عقلیہ میں مداخلت بکار ہے۔ صرف جعلی اور خیالی الہاموں کے زور سے یہ سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اور اگر الہام وفات مسیح کے اصل ومبنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ الہام وفات الہام مسیح موعود ہونے کی شرط ہے جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۱۲ میں آپ کے قلم سے نکل گیا ہے تو اس پر اس خط کے حواشی میں بحث ہو گی انشاء اللہ۔ محمد حسین)۔ جب یہ بناء ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود ٹوٹ جاوے گا، اصل امر وہی ہے۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آنمکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر یک شخص حاضر ہو سکے (کیوں حضرت! یہ گریز نہیں، کنارہ کشی نہیں، فرار نہیں، ہزیمت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور اس کام سے بڑھ کر اہم اور ضروری کون سا کام آپ کو اس دن

پیش آ گیا تھا؟ مسیح ہو جانے، اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے بڑھ کر کوئی کام آپ کے لئے تھا تو آپ اس کو بیان کریں تا کہ ناظرین کو آپ کے اس عذر کا محض حیلہ و بہانہ نہ ہونا ثابت ہو۔ بعد عید، شنبہ کا دن آپ نے اس لئے مقرر کرانا چاہا تھا کہ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ہمارا مناظر، یہ خاکسار، پٹیالہ کو تیار ہے اور وہ شنبہ تک لدھیانہ میں رہ نہیں سکتا۔ محمد حسین)۔ **خاکسار غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء**

(مکتوبات احمد۔ ج ا ص ۳۳۱؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ خط کا نمبر ۱۱ ص ۷۵۔ ۷۶، جلد ۱۳)

☆ **جواباً شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے مولوی محمد حسن رحمہ اللہ سے لکھوایا:**

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء (نمبر ۳۷۰)۔ جناب مکرم مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون گزارش ہے۔ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ مسیح کے فوت ہونے کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو اب دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ بیان اشتہار کے مطابق دونوں دعاوی میں بحث کرنے کو مستعدر ہیں اور ہماری اس تجویز کو، کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، منظور کرلیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں بحث کریں۔ ہاں آپ اپنے دوسرے دعوی سے دست بردار ہو جائیں اور اس امر کو بذریعہ تحریر ظاہر کریں تو ہم آپ کے اسی اول دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ احقر محمد حسن عفا اللہ عنہ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۸)

☆ **جواباً مرزا قادیانی نے محمد حسن لدھیانوی رحمہ اللہ کو لکھا:**

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ: مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے (تذکرہ اڈیشن چہارم۔ ص ۱۴۸) (مولانا بٹالوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ الہام ابھی گھڑا گیا ہے۔ اس سے پہلے تحریروں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اصل الہام یہ ہوتا تو فتح اسلام، توضیح مرام، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی مشتہرہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء، اور آپ کے جملہ خطوط اسی خاکسار میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ ان تحریرات میں تو پہلا اور اصل الہام یہی بیان کیا گیا ہے کہ: آنیوالا، یا موعود مسیح، میں ہوں۔ وفات حضرت مسیح کا ذکر

تو منجملہ تحریرات مذکورہ بعض تحریرات میں اس کے بعد ضمناً وتبعاً ہوا ہے اور بعض میں اس سے تعرض ہی نہیں ۔ چنانچہ حاشیہ خط نمبری ۱۷۲ میں یہ نقل عبارت سامی ثابت کیا جائے گا۔ یہ الہام اصل تھا تو ان تحریرات میں اس کو اصل واول کیوں قرار نہیں دیا گیا۔ کہیں اس کو اصل قرار دیا گیا ہے تو بتائیں کس تحریر میں؟ اور کب؟ حضرت! یہ من گھڑت الہام مشت بعداز جنگ کا نمونہ ہے۔ آپ نے ہم پر ناحق یہ الزام لگایا تھا۔ خدا تعالی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے دیا کہ آپ نے دعوی مسیحائی اور اسکے دلائل سابقہ کو مشتہر کرنے کے ایک مدت کے سکوت کے بعد یہ ایک نیا ہتھیار اٹھایا جس میں آپ کا وار خطا گیا۔ ہم نے اس کے مقابلہ میں یہ بات ثابت کر دکھائی کہ یہ اصل الہام نہیں ہے۔ من گھڑت ہے۔ محمد حسین) سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اب ظاہر ہے اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہوگا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالی نے میرے دعوی کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے (یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں، ابھی گھڑا گیا ہے اور اگر ہم اس من گھڑت کو الہام فرض کریں اور خدا کی طرف سے مان لیں تو بھی اس سے وفات مسیح کا شرط اور آپ کے دعوی یا الہام مسیح موعود ہونے کا مشروط ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس الہام میں کوئی ایسا حرف شرط مذکور نہیں ہے اور نہ مقدر ہو سکتا ہے جس سے یہ شرطیت ثابت ہو اور اگر ترتیب عبارت سے اور خبر وفات مسیح کے اولاً پیشگوئی مسیح موعود ہونے ثانیاً مذکور ہونے سے یہ شرطیت نکالی گئی ہے تو محض بے خبری و ناواقفی پر مبنی ہے۔ ترتیب ذکری سے مذکور اول کا شرط اور مذکور دوم کا مشروط ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور حرف، اور، یا، واو، عاطفہ اس ترتیب کے مثبت نہیں ہوتے۔ کسی اہل علم سے پوچھ لیں اگر اس بات کو سمجھ نہ سکیں۔ اس شرطیت کو ثابت کرنے کے لئے اور الہام ہے تو اس کو پیش کریں مگر یاد رکھیں کہ جو من گھڑت الہام اس شرطیت کے ثبوت میں پیش کریں گے اس سے ہم بحول اللہ وقوتہ شرطیت ثابت نہ ہونے دیں گے آپ جو مثال چاہیں پیش کر کے دیکھ لیں۔ یہ ہماری لیاقت کا اثر نہیں بلکہ آپ ہی کے ان الہامات کی کرامت ہے۔ آپ کے دونوں الہام اس قسم سے ہیں کہ ان میں ایک کا دوسرے کے لئے شرط ہونا بحکم عقل ممکن نہیں اور کوئی عاقل سلیم الحواس اول کو دوسرے کے لئے شرط نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس کی وجہ صاف اور صریح یہ ہے کہ شرط، جس سے کسی امر کے وقوع کو مشروط کیا جائے، کا متکلم یا مخاطب کے نزدیک شکی ہونا ضروری ہے۔ اور جو امر یقیناً واقع اور موجود ہو اس کے وجود سے کسی واقعی امر کو مشروط و معلق نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کا وہ الہام جس کو آپ نے پہلا الہام قرار دیا ہے ایک ایسے امر کے متعلق ہے جو اس الہام کی رو سے یقیناً واقع اور متحقق ہو چکا ہے اور اس کے وقوع اور وجود میں اس الہام کے ملہم، بزعم جناب خدا تعالی، اور اس کے مخاطب، خود بدولت ،کو شک نہیں ہے، لہذا اس امر واقعی اور متحقق الوقوع سے دوسرے الہام کو جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کی پیش گوئی ہے مشروط و معلق کرنا اور مثلاً یوں کہہ دینا، کہ اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر مسیح موعود تو ہے یا ہو جائیگا، جب مسلمانوں میں تسلیم کیا جائے گا، جائز نہیں ہے اور کسی عاقل سلیم الحواس سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ کوئی عاقل سلیم الحواس آفتاب کے نصف النہار کو پہنچنے کے وقت، اگر مخاطب ومتکلم دونوں شپر چشم نہ ہوں اور آفتاب کی رؤیت ووجود میں شک نہ رکھتے ہوں، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر آفتاب نکلا ہے تو فلاں امر واقع ہے یا ہو جائے گا۔ کوئی ایسا کہے تو اس کو مالیخولیا یا... ہسٹیریا میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ آپ علوم عقلیہ کو مری ہوئی کیڑی کی مانند جانتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۳ میں لکھ چکے ہیں، و بناء علیہ ان علوم سے واقف نہیں تو کیا کتب نحو میں بھی نظر نہیں رکھتے یا بھول گئے ہیں۔ محمد حسین) اور بحکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعوی میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا۔ ماسوا اس کے میرے دعوی مثیل مسیح میں کسی پر جبر واکراہ تو

نہیں کہ خواہ نخواہ اس کو قبول کرو۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس پر مسیح بن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے پھر وہ خدا تعالی سے ڈر کر میری صحبت میں رہ کر میرے دعوی کی آزمائش کرے (فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کو آپ نے جبراً قبول کرانا چاہا اور اس سے انکار کرنے والوں کو خوب ڈرایا دھمکایا ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۱۰ میں آپ اپنا مسیح موعود ہونا بیان کر کے صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں: پس ہر ایک (اس میں آپ نے یہ قید نہیں لگائی کہ جس پر حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہو) کو چاہیے کہ اس سے (یعنی آپ کے مسیح موعود ہونے سے) انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک اور اپنے پرانے خیالات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا تعالی اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔،، اسی سلسلہ میں اور اسی دعوی مسیحائی کے بعد آپ صفحہ ۵۷۔۵۸ میں اسی رسالہ کے لکھتے ہیں: جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔،، مگر اس مقام میں آپ لوگوں کو اپنے مسیح ہونے کی تسلیم وعدم تسلیم میں آزادی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: میں اپنے مسیح موعود ہونے کے تسلیم وقبول پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ جس پر مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو وہ میری صحبت اختیار کر کے میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی آزمائش کرے۔، جو تخویف وترہیب فتح الاسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اب اگر اس آزادی کو دل سے سمجھا جائے تو وہ دھمکی فتح الاسلام کی لغو بلکہ کذب ٹھہرتی ہے اور اگر وہ دھمکی دل سے ہے اور کچھ صحت واصلیت رکھتی ہے تو یہ آزادی صرف دھوکہ دہی ہے۔ بہر حال وہ دھمکی اور یہ آزادی دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ اور دونوں میں سے ایک ضرور آپ کے صدق مقال اور استقامت حال کو بٹہ لگاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ایک میں غلطی یا خطا کا اقبال کر لیں تو اس الزام سے آپ بری ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آپ سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کیونکہ اس سے آپ کے خیال باطل وادعا عاطل، قطعیت الہامات، کو بٹہ لگتا ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا کہ آپ کی اس قسم کے مغالطات پر خاموش رہیں اور آپ کے دھوکے لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ محمد حسین۔ ص ۸۲۔۸۳۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ حاشیہ) اب ظاہر ہے کہ پھر وفات وحیات پر قرعہ پڑا (یہ تب ہوتا جب آپ کا مسیح موعود ہونا الہام وفات مسیح سے مستنبط ہوتا یا وہ اس کے فرع اور یہ اس کی شرط ہوسکتا۔ ان باتوں کا بطلان حواشی سابق میں ظاہر ہو چکا ہے۔ محمد حسین)۔ بہر حال یہی امر حقیقی اور طبعی طور پر مجوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھہرتا ہے (ایسا تھا تو پہلے تحریرات میں کیوں اس کو مجوث عنہ قرار نہ دیا۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید)۔

ماسوا اس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے، جو آپ کے دل میں ہے وہ اس بحث سے بھی بخوبی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لونگا اور توبہ کرونگا (توبہ تو آپ مدت کی کر چکے ہیں اور بنا بر بیان حافظ محمد یوسف اس دعوی مسیح موعود ہونے پر خلوت میں پچھتاتے اور افسوس ظاہر کر چکے ہیں مگر بر طبق:

استاد مرا گفتی کہ تو توبہ مکن   من کنم دل نکند من چہ کنم

آپ کا دل نہیں مانتا کہ اس توبہ کا اظہار و عام اشتہار دیں۔ کیونکہ اس میں کساد بازاری متصور ہے اور دکان بند ہوتی ہے۔ یہی سوچ کر آپ اپنے خط نمبری ۳ و نمبری ۵ میں فرما چکے ہیں کہ یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے۔ پھر اس مقام میں اس علم و اعتقاد سے توبہ کرنے کا وعدہ فقرہ بازی اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہوا؟ محمد حسین)۔ اب حضرت! اس سے زیادہ کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کے دل کو آپ سمجھاوے۔

مکرر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اگر بغیر کسی جرح قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلّم ٹھہرے گا تو بھلا پھر کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے۔ لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں گے تو پھر آپ کو اختیار رہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کیلئے آپ پیش کریں (یہ قید آپ نے ان احادیث صحیحہ کی ردّ و انکار کے لئے لگائی ہے جن میں حضرت مسیح کے حلیہ میں کسی قدر لفظی اختلاف و ظاہری تعارض پایا جاتا ہے جیسے ایک حدیث میں آپ کا رنگ گندم گوں ہونا مذکور ہے دوسری میں سرخ ہونا، مگر آپ کو یہ معلوم نہیں، اور کیونکر معلوم ہو جب آپ حدیث کے کوچہ سے آشنا نہیں، کہ یہ تعارض اٹھایا گیا ہے۔ اور گندم گوں ہونا اور سرخ رنگ ہونا باہم یوں متوافق ہو سکتے ہیں کہ گندم گونی سرخی کے ساتھ ہو، چنانچہ لاکھوں اشخاص ایسے نظر آتے ہیں کہ گندم گوں ہونے کے ساتھ سرخ رنگ بھی ہیں۔ آپ نے امام الآئمہ ابن خزیمہ کا یہ قول نہیں سنا کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں دیکھتا جو صحیح اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے مروی ہوں اور وہ آپس میں متعارض رہیں یعنی جمع نہ ہوسکیں۔ جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے۔ میں ان کو باہم متوافق کردوں۔ و قد روینا عن محمد بن اسحاق ابن خزمه الامام انّه قال لا اعرف انه روی حدیثان عن النّبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عنده فیاتینی به لالف بینهما۔ علوم الحدیث المشھور بمقدمہ ابن الصلاح) اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں تو منصفین ترازوئے انصاف لے کر خود جانچ لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ راقم میرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۱ء   (مکتوبات احمد۔ ج ۱ ص ۳۳۲؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۷۹۔۸۵)

☆ مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اسکا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

(نمبر ۱۷/۳) لودہانہ۔ ۹ مئی۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ بعد از سلام مسنون گزارش ہے: ۱۔ آپ نے یہ الہام کسی رسالہ میں بایں الفاظ و ترتیب نقل نہیں کیا۔ کہیں منقول ہے تو بتایئے۔ ۲۔ اس الہام کے الفاظ سے اگر اس کو تسلیم کرلیا جاوے تو نہ شرطیت ثابت ہے، نہ دونوں الہاموں کا تلازم۔ ۳۔ آپ نے جملہ تحریرات و

اشتہارات میں یہ دونوں مستقل دعوی کئے ہیں (اپنے رسالہ فتح الاسلام میں جو آپ کے دعوی کا مفتح ہے چار صفحات، نمبر۱۰، ۱۵، ۱۷، ۲۳، میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان چاروں صفحات میں کہیں آپ نے یہ دعوی نہیں کیا، جس کو اب اصل دعوی بتایا جاتا ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔اس رسالہ میں صرف ایک اور جگہ، ص ۳۵، میں حضرت مسیح کے فوت ہونے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور مستقل دعوی بلکہ اس اجنبی بیان کے ضمن میں کہ لوگ میرے ساتھ باستہزاء پیش آویں تو کوئی افسوس کا مقام نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے نبیوں سے بھی ٹھٹھا ہوا ہے۔اور اس کی تنظیر میں ذکر ہوا اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔اور اس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں بھی ایک تمثیل کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ روح بلا جسم اٹھائی گئی یا معہ جسم اور نہ اس میں اور بیان صفحہ ۲۵ میں کہیں یہ تصریح ہے کہ ان دو مقاموں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ الہام ہے یا الہام مسیح موعود ہونے کی شرط یا اس کا مبنی واصل ہے۔ان دو مقاموں کے سوا اس رسالہ میں حضرت مسیح کی موت کا کہیں ضمنی اور تبعی وتمثیلی ذکر بھی نہیں ہے۔اور آپ کے دوسرے رسالہ توضیح مرام میں ایک جگہ بصفحہ ۸ حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور بیان الہام اور نہ بطور دعوی بلکہ دعوی عدم نزول حضرت مسیح ابن مریم کے ثبوت پر ایک دلیل کے ضمن میں بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے بصفحہ ۷ عیسائیوں پر ان کے قرارداد اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہ الزام قائم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بہشت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو بہشت میں داخل ہوتا ہے وہ پھر اس سے خارج نہیں ہوتا۔پھر بصفحہ ۸ لکھا ہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بہ تصریح کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے۔،اور اس کے مقابل دعوی مسیح ہونے کو بالاستقلال بیان کیا اور اس کو الہام قرار دیا ہے چنانچہ شروع رسالہ میں بصفحہ ۱ پر لکھا ہے: اور نیز یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب الہام واعلام الہی یہی عاجز ہے۔،ان دونوں مقام کے بیان کو ادنی توجہ وانصاف کے ساتھ دیکھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا اصل اور پہلا اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح دعوی عدم نزول حضرت مسیح کی دلیل کا ایک جزو یا مقدمہ ہے وبس۔اور آپ کی تیسری تحریر، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی جو پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ہے، میں بھی اصل اور پہلا الہام اسی دعوی مسیح موعود ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔اور دعوی وفات مسیح کو اس الہام کے بعد بیان کیا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں: یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی والہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔سو میں الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مسیح سمجھتا ہوں جس کو دوسرے غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں...لیکن میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔،اور اپنی چوتھی تحریر، اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اور پانچویں تحریر، اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں گو دعوی وفات حضرت مسیح کو آپ نے اولاً، اور دعوی مسیح موعود ہونے کو ثانیاً ذکر کیا ہے مگر اس ذکر و بیان میں ایسا کوئی لفظ یا حرف آپ کی قلم سے نہیں نکلا جس سے دعوی اول کا اصل یا شرط ہونا اور دعوی دوم کا فرع یا مشروط ہونا ثابت ہو، بلکہ ان دونوں تحریروں میں یہ دونوں دعوے آپ نے مستقل طور پر کئے ہیں۔اور دونوں کی نسبت الہام ہونے کا دعوی آپ کی کلام میں موجود ہے۔اور آپ کے جملہ خطوط میں جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ میں شائع ہوئے ہیں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر و نام ونشان نہیں پایا جاتا۔بلکہ ہمارے اس استفہام انکاری کے مقابلہ میں کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں؟ آپکا یہی دعوی واقرار مستمر رہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔اپنے خط نمبر اول میں آپ نے یہ مجمل اقرار کیا ہے۔اور خط نمبری ۶ میں آپ نے یہ فرمایا ہے: مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی

ہے۔اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں۔،اور آپ کے خط نمبر ۸ و ۹ میں جو نمبر ۳ جلد ۱۳ میں منقول ہیں، گو وفات حضرت مسیح کا ذکر بھی ہوا ہے مگر اس کو بھی آپ نے اصل اور پہلا دعوی قرار نہیں دیا۔ بلکہ پہلا دعوی آپ کا وہی مسیحائی ہے۔اور دعوی وفات مسیح دوسرا دعوی جو علاوہ یا ضمیمہ جس کو بلفظ نیز ،اور، ساتھ ہی اس کے، شروع کیا ہے، ہے۔خط نمبر ۸ میں آپ یہ کہتے ہیں: میں مثیل مسیح ہوں اور نیز حضرت مسیح بن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔،اور خط نمبر ۹ میں لکھتے ہیں؛ میں مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔،آپ کی ان تصریحات وعبارات کو جن کا خلاف پہلے کہیں نہیں پایا گیا۔احمق سے احمق اور بلید سے بلید، بشرطیکہ وہ کچھ انصاف وایمان رکھتا ہو اور آپ کی حبّ میں اندھا نہ ہو گیا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا پہلا اور اصل اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح اصل اور اول دعوی نہیں ہے۔اور جو الہام اس مقام میں گھڑ لیا اور اس کو اصل قرار دیا ہے، تحریرات سابقہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔محمد حسین)

بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی آپ کا پہلا دعوی ہے۔اب آپ اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں تو صاف الفاظ سے کہیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔اس اقرار کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ اولاً آپ دعوی وفات مسیح کو دلائل سے ثابت کریں۔پھر ہم اس دعوی میں کلام کریں گے انشاءاللہ۔خاکسار محمد حسن (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۸۵تا ۸۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کا جواب دینے سے مرزا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں بار بار کیا لکھوں۔اور ایک ہی بات کا اعادہ کہاں تک کروں۔اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ہمارے جواب وخطاب سے سکوت کیا جس سے اکثر احباب اولی الالباب فریقین کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحائی سے گریز، اور ادعاء مباحثہ سے فرار اختیار کیا لہذا آئندہ مباحثہ موقوف ہوا۔آخر جب بعض احباب سکنائے ریاست پٹیالہ نے آپ کے پاس پہونچ کر اس گریز وفرار کے سبب آپ کو منفعل کر کے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے کرہاً وجبراً پھر مباحثہ پر اپنے آپ کو آمادہ کیا۔اور ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں دعوی مسیحائی میں مباحثہ کرنے کو منظور کیا۔مگر اس میں بھی ایک راستہ گریز کا رکھ لیا اور یہ تحریر کر دیا کہ درمیانی شروط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز پیشتر ہوگا۔اور اپنی مراسلت ماقبل ۲۷ مئی کو اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ میں چھپوا دیا اور اس میں ایک تو دیانت وامانت کا کام کیا کہ ہمارے آخری خط نمبری ۱۷-۳ کو نہ چھپوایا۔دوسرا تہذیب وروحانیت کا کام کیا کہ اڈیٹر اخبار سے خوب تبرا کہلایا اور آئندہ کی مخالفت پر زیادہ تبرہ

کہنے کا ڈر سنایا۔

ہر چند آپ کے دو دفعہ کے فرار (پہلی دفعہ آپ نے خط نمبری ۱۰ میں فرار اختیار کیا، دوسری دفعہ ہمارے خط نمبر ۱۷-۳ کے جواب میں اعراض فرما کر اور حامل رقعہ کو یہ کہہ کر کہ ایک ہی بات کا میں کہاں تک اعادہ کروں۔ محمد حسین) اور تین ہی دفعہ کی تبرا بازی (پہلی دفعہ اشتہار ۲۶ مارچ میں، دوسری دفعہ رسالہ قول فصیح میں، دیکھو اس کا صفحہ ۳ و ۵ وغیرہ۔ تیسری دفعہ ضمیمہ اخبار سیالکوٹ میں۔ محمد حسین) پر آپ اس امر کے مستحق نہ تھے کہ آپ کے دعوی مباحثہ کی اجابت کی جاتی یا کسی مضمون کی آپ سے خط و کتابت عمل میں آتی مگر صرف مسلمانوں کی نصیحت اور ہدایت اور آپ کے مغالطات سے ان کی صیانت کی نیت سے آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کیا گیا۔ اور ۲۹ مئی کو خط متضمن منظوری مولوی محمد حسن کے نام لکھا گیا۔ اور اس میں آپ کے گریز کا راستہ بھی بند کر دیا گیا۔ اور یہ معروض ہوا کہ جو شرائط اب مباحثہ سے ایک دن پہلے طے کرنا چاہتے ہیں وہ آپ سے طے کر لیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے عذر سے پھر فرار وقوع میں آوے

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ ص ۸۹۔۹۰)

☆ وہ خط مرزا صاحب اسمی مولوی محمد حسن لدھیانوی کا یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس عاجز کی گزارش یہ ہے کہ اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔ میں نے اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا (محض دروغ ہے۔ سچے ہو تو بتاؤ کس خط میں، کس تحریر میں؟ محمد حسین) کہ میرا مسیح ہونے کا دعوی مبنی برالہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالی ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے۔ ہاں! مسیح کی وفات و حیات کا مسئلہ گو میرے الہام کا اصل الاصول ہے (مطلبش در بطن قائل) مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعوی مؤخر الذکر خود ہی ٹوٹ جاتا ہے (بالکل غلط اور مغالطہ ہے۔ محمد حسین) لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت کو محرف کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے منکر ہیں اور اس کے خلافِ اجماع معنی کرتے ہیں۔ اور یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور

ملائکہ کو صرف قوتیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں (جو کچھ محبی منشی سعد اللہ نے لکھا ہے آپ کی کلام میں موجود ہے۔ پھر دعوی بہتان سراسر طوفان نہیں تو کیا ہے۔محمد حسین)۔ یہ عاجز اسی طرح ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ وقال الرسول سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا گروہ ان کو مانتا ہے (محض کذب وصریح مغالطہ ہے۔سلف صالحین سے ایک شخص بھی آپ کے مخترعات کا قائل نہیں۔محمد حسین) سو اس وقت مجھے خیال ہے کہ میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے (نہیں نہیں، آپ کے مخترعات کا خدا ناصر نہیں ہے وہ اپنے دین کا ناصر ہے۔محمد حسین)۔ مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیے۔ لہذا مکلّف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی کہ مسیح موعود میں بحث کی جائے (آنچہ دانا کند کند ناداں، لیک بعد از خرابی بسیار۔محمد حسین) مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں۔ میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا۔ درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہو جائے لیکن بحث سے دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیے تا کہ لوگ جو شکوک شبہات میں غرق ہو گئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط واشتہارات میں بلالوں اور تا اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو اور ہر روز کا جھگڑا طے ہو جائے۔ آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دے دیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرمادیں۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۱ء۔

(مکتوبات احمد۔ ج ۱۔ ص ۳۳۳۔۳۳۴ مکتوب نمبر ۱۷؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱۔۹۳ مکتوب نمبر ۱۳)

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جواب خاکسار نے محبی مولوی محمد حسن سے لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کے خط مورخہ ۲۷ مئی (۱۸۹۱ء) سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو اطلاع دی گئی۔ مباحثے کیلئے آپ جو تاریخ مقرر کریں گے اس پر مولوی صاحب کو تیار سمجھیں۔ لیکن شرائط کیلئے جو آپ نے لکھا ہے کہ، درمیانی شرائط کا تصفیہ ایک دن پہلے ہو جائے، وہ اس کو منظور نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ بھی پہلے ہو جانا چاہیے اور ابھی بذریعہ تحریر شرائط کو ٹھیک کر لینا چاہیے۔ اسلئے گزارش ہے کہ:

۱۔ میرے مکان پر بحث ہو۔ اپنے مکان پر انتظام کا میں خود ذمہ ہوں۔

۲۔تحریر طرفین اپنے اپنے ہاتھ سے کریں یا کوئی نویسندہ مقرر کریں اس میں اختیار ہے۔

۳۔اپنا دعوی مع دلائل پیش کریں، اور اس پر جانب ثانی جو جواب دینا چاہیں دیں۔

۴۔ختم بحث وکلام کیلئے کوئی حاضرین سے منصف ہو جائے کسی کی منصفی منظور نہ ہو تو جو فریق چاہے کلام قطع کر دے اور منصفی کو ناظرین پر چھوڑ دے۔

آپ جو شرائط اور مناسب سمجھیں، اس سے اطلاع دیں یا ان میں کوئی تغیر وتبدل چاہیں تو لکھیں۔

۵ جون ۱۸۹۱ء۔خاکسار محمد حسن عفا اللہ عنہ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ص ۹۴۔۹۵)

☆ مرزا قادیانی نے جواباً محمد حسن لدھیانوی ؒ کو لکھا:

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا۔شرائط مندرجہ ذیل ہونی چاہییں۔

۱۔جلسہ بحث آپ کے مکان پر ہو اور امن قائم رکھنے کے لئے تمام انتظامات آپ کے ذمہ ہوگا۔یہ بات قریب یقین کے ہے کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہو جاویں گے۔ایسا مکان تجویز کرنا آپ ہی کے ذمہ ہوگا۔میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپیئن افسر اس جلسے میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے۔بغیر حاضری کسی یورپیئن کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپیئن افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرمادیجئے کہ میں کامل انتظام گروہ مفسد خیال لوگوں کا کرلونگا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپیئن افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔اس صورت میں میں یہ شرط چھوڑ دونگا پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق کے اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کر کے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں، دوسرے کو لکھا دیوے۔کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا ہے اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کی جائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں پہنچتیں کیونکہ ان میں تحریف کا تب کا عذر ہوسکتا ہے (بعد تصدیق وملاحظہ یہ عذر نا ممکن ہے۔محمد حسین)

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہییں۔ جو صاحب اول لکھے ایک زائد پرچہ ان کا حق ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کر لیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں (یہ امر آپ نے اب منظور کیا۔ خط نمبری ۹ میں اس سے اصرار کے ساتھ انکار تھا۔ یہاں سے آپ کی وقعت رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ محمد حسین) جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی، ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلا توقف دی جاوے (جب تحریر کا دستخطی ہونا قرار پایا تو پھر شرط دستخط کے کیا معنی۔ آپ کی رائے کو ناظرین دیکھیں۔ محمد حسین) اور پھر جلسہ عام میں وہ پرچہ بآواز بلند سنا دیا جاوے۔

۵۔ اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا دخل نہ ہوگا۔ نہ تصریحاً، نہ اشارۃً، نہ کنایۃً۔ اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہ لکھا جاوے تاکہ تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہ ہو (یہ صرف بہانہ اور بناوٹی علت ہے۔ کتاب سے نقل پیش کرنے میں تکلف کیا ہے اور تصنع کیسا؟ منصفین انصاف کریں۔ محمد حسین)۔ لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دے کر پھر اسے کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔ اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کا بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی تمہیدی امور وہ بھی پیش کرے (یہ بھی بعد از خرابی بسیار منظور ہوا۔ خط نمبر ۹ میں تو آپ اصول تمہیدی کو لغو کہہ چکے ہیں۔ آپ کی متانت اور استقلال رائے کو دیکھنا چاہیے۔ محمد حسین)۔ مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی امور ایک ایک پرچہ پر تحریری طور پر پیش ہونگے۔ ایسے پرچہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا کہ جو پہلے لکھ رکھا وہی پیش کر دے لیکن دوسری تمام تحریر روبرو جلسہ کے ہوگی۔ کوئی تحریر اپنے گھر سے لکھی ہوئی پیش نہیں کی جائے گی۔

۷۔ بحث صبح کے چھ بجے سے دن کے گیارہ بجے تک ہوگی اور اگر ایک جلسہ کافی نہ ہوگا تو پھر دوسرے جلسے میں اور اگر دوسرا بھی کافی نہ ہو تو تیسرے دن تک ہو سکتی ہے۔

۸۔ پرچوں کی تحریر کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔

۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے ہمیں اطلاع ہونی چاہیے کیونکہ اس بحث کے دیکھنے کیلئے دور دور سے لوگ آنے والے ہیں۔

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہوگی (یہ عبث تکرار ہے شرط اول میں عموم جلسہ آ گیا ہے۔ محمد حسین) اور یہ عاجز اپنے دوستوں کو اطلاع

دینے کے لئے ایک اشتہار چھاپ کر شائع کرے گا اور فریق ثانی کا اختیار ہوگا، چاہے وہ بھی اشتہار شائع کرے یا نہ کرے۔

۱۱۔ حاضرین کی منصفی کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں فریق کی تحریریں اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے رکھی جائیں گی۔ تب عام طور پر خود انصاف کرلیں گے۔

راقم۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ ۶ جون ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد۔ ج ۱ص ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ مکتوب نمبر ۱۸؛ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ص ۹۶ تا ۹۷ مکتوب نمبر ۱۴)

☆ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں نے مولوی محمد حسن لدھیانویؒ سے یہ جواب لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط مورخہ ۶ جون ۱۸۹۱ء میں جو شروط جناب نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر شروط فاسدہ ہیں (جن سے آپ کا مناظرہ سے گریز ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو مناظرہ منظور نہیں تو ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں صاف انکار کیوں نہیں کرتے۔ محمد حسین)

آپ کی پہلی شرط کہ مکان چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور پھر ذمہ داری خاکسار کی طرف سے ہو، ناقابل قبول شرط ہے۔ میں نے صرف اپنے مکان میں ذمہ داری کا وعدہ کیا ہے اور میرے مکان میں جس قدر آدمیوں کی گنجائش ہے جناب کو معلوم ہے۔ پھر میں اس شرط کو کیونکر قبول کرسکتا ہوں۔ آپ میری تحریر سابق کے خلاف یہ شرط بڑھاتے اور چھ سات ہزار کی جمیعت کا مکان تجویز کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور خود ہی ذمہ دار امن اس اژدہام کے بنیں۔ یورپئن افسر کو بلاویں یا پولیس سے کام لیں، اور اگر خاکسار کی ذمہ داری منظور خاطر سامی ہے تو آپ اس بے فائدہ اور عسیر الوقوع شرط کو جانے دیں اور صرف چند آدمی (جیسا کہ جناب خط میں لکھتے ہیں) ہمراہ لے کر خاکسار کے مکان پر آنا منظور فرماویں۔ مگر پہلے ان آدمیوں کی فہرست مرتب کر کے میرے پاس بھیج دیں یا (اگر منظور نہ ہو) تو خاص ان کی طرف سے فساد وقوع میں نہ آنے کے آپ ذمہ دار ہوں۔ جانب ثانی کی جمیعت کا مجھے اختیار رہے، میں چاہوں اور مطمئن نہ ہوں تو ایک کو بھی اپنے مکان میں نہ آنے دوں، اور چاہوں تو چند معزز ذی وقار اشخاص کو جن کی طرف سے مطمئن ہوں آنے دوں۔ اس صورت میں جناب کو اس مضمون کی دستاویز دے سکتا ہوں کہ اس جانب سے کوئی شخص شر و فساد نہ کریگا۔

شرط نمبر دوم میں جب کہ فریقین کی تحریرات کا پڑھا جانا اور ان پر فریقین کے دستخطوں کا ثبت ہونا آپ نے تجویز کیا ہے، تو پھر تحریف کا امکان کہاں رہتا ہے۔ ومعہذا حسب درخواست آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ (یہ شرط بھی ایک گریز کا بہانہ تھا مگر ہم نے ڈھیل دینے کی غرض سے اس کو منظور کر لیا۔ محمد حسین)

آپ کی تیسری اور ساتویں شرط کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اور کوئی اہل علم قبول نہ کرے گا (کیونکہ وہ صریح مغالطے پر مبنی ہیں اور گریز کا ایک بہانہ۔ ایسی شروط کو وہ شخص پیش کرے گا جس کو مباحثہ منظور نہ ہوگا۔ محمد حسین)۔ جناب من! ایسے مشکل مسائل کی بحث کا دو دو سوال و جواب میں اور محدود اوقات و ایام میں طے ہونا عادتاً محال ہے۔ مباحثہ سے مقصود تحقیق و اظہار حق ہے نہ مغالطہ۔ ہمارے اور ہر ایک منصف طالب تحقیق کے نزدیک نہ ایام کی تعیین ہونی چاہیے نہ تعداد سوالات و جوابات۔ بلکہ جس قدر سوال و جواب فریقین چاہیں اور جس قدر ایام میں مباحثہ تمام ہو، کیا جاوے جب تک کوئی فریق کہنے سننے کی گنجائش پاوے کہتا سنتا جائے۔ اور جب وہ دیکھے کہ فریق ثانی کج بحثی کرنے لگا ہے، جس کے جواب سے تعرض ضروری نہیں تو وہ اس وقت اپنی کلام کو قطع کر دے اور انصاف کو سامعین و ناظرین پر چھوڑ دے۔

شرط پنجم میں جو آپ نے لکھا ہے کہ فریقین جو کچھ لکھیں زبانی یاد سے لکھیں، کتاب کی طرف رجوع نہ کریں، قابل قبول نہیں (یہ شرط آپ کے گریز پر روشن دلیل ہے۔ آپ سے اس شرط کا ایفاء ممکن ہے کیونکہ آپ کا علم صرف خیالی ہے۔ لہذا جو کچھ آپ کے خیال میں آتا ہے اس کو آپ تحریرات میں درج کر دیتے ہیں اور کسی کتاب سے شہادت پیش نہیں کرتے۔ چنانچہ آپکے رسائل فتح الاسلام وتوضیح المرام اس پر شاہد ہیں۔ آپ کے مقابل اس امر کو جائز نہیں سمجھتے اور کوئی بات ایسی پیش کرنا نہیں چاہتے جس پر عبارت کتاب کی شہادت نہ ہو۔ وہ اس شرط کو کیونکر پورا کر سکتے ہیں۔ محمد حسین)۔ مقابل اپنی تحریر میں کوئی ایسی بات لکھنا نہیں چاہتے جس میں ان کا سلف سے کوئی امام نہ ہو۔ لہذا ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات پر شہادت کتب پیش کریں اور ان کتابوں کی عبارتیں نقل کریں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید بڑی بڑی کتب حدیث وتفسیر وفقہ واصول کو اول سے آخر تک کوئی شخص برزبان یاد نہیں رکھتا۔ پس وہ آپ کی اس شرط کو کیونکر منظور کریں۔ آپ اس شرط پر اصرار کریں گے تو کافہ اہل علم کے نزدیک جو ثبوت دعوی کے لئے کتب سلف کی عبارات کی شہادت ضروری سمجھتے ہیں اور تحریری و تقریری مناظرات میں عبارتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں، مصر علی خلاف الحق متصور ہونگے کیونکہ علم

منقول یعنی دین میں نقل بکار ہے نہ محض خیالی اور عقلی باتیں۔

آپ کی شرط ہشتم محض تحکم ہے۔ جناب من! یہ کسی یونیورسٹی کا امتحان نہیں کہ چند سوالات کئے گئے اور ان کیلئے وقت مقرر کیا جا ئے۔ مباحثہ اور مناظرہ میں ایک شخص مدعی ہو تو اس کو اثبات دعوی میں پرزور دلائل کیلئے اس قدر وقت بکار ہے کہ اسکے مقابل مانع کو جو صرف لا نسلم کہہ کر سکوت اختیار کر سکتا ہے اس وقت کا عشر عشیر بھی بکار نہیں اور دو مدعیوں میں سے بھی ممکن ہے کہ ایک کا دعوی تھوڑے ثبوت کا محتاج ہو اور دوسرے کا زیادہ ثبوت طلب ہو۔ بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود بھی اس شرط کو ترک فرماویں گے۔

شرط یازدہم بھی خلاف انصاف ہے۔ مجلس مناظرہ میں اگر کوئی منصف نہ ہو تو کم از کم شروط مسلمہ کی پابندی کرانے والا کوئی حکم تو ضرور چاہیے۔... صرف آپ کی خاطر ہم اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔

شروط فاسدہ کو جناب واپس لیں اور بجائے ان کے شرائط صحیحہ کو تسلیم کرلیں تو اس امر کو... خط اسمی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ظاہر کریں اور وہ خط خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ جس پر جناب مولوی صاحب تاریخ مناسب مقرر فرما کر میری معرفت جناب کو اطلاع دیں گے۔

۱۳ جون ۱۸۹۱ء لودہانہ خاکسار محمد حسن عفی اللہ عنہ)۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ صفحہ ۹۷۔۱۰۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن لدھانوی کو دیا ہے اس میں شرط اول کی ترمیم سے انکار کیا اور اپنی اسی شرط پر اصرار کا اظہار فرمایا۔ باقی شرائط کی ترمیمات کی نسبت سکوت اختیار کیا اور یہ بہانہ پیش کر دیا کہ باقی .... جس قدر اس عاجز سے کیں وہ آن مکرم سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسین سے ہیں، ان کو منظور ہوں یا نامنظور ہوں وہ اپنی قلم سے اطلاع دیں اور جب تک وہ خو د اطلاع..... (کاغذ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے اس صفحہ ۱۰۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اسلئے یہ نقل نامکمل ہے۔ بہاء)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۰۰)

مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء

مابین شیخ الاسلامؒ و مرزا قادیانی

طویل خط و کتابت کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تحریری مباحثہ ہوا جو بارہ روز تک جاری رہا۔ اس مباحثہ کی تفصیلات مولانا بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۴ تا ۳۲۶، اور جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۳ تا ۳۵۲ سے نقل کی جا رہی ہیں اور ضرورت کے مطابق قادیانی مطبوعہ مباحثہ الحق لدھیانہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ روئداد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے متکلم کے صیغے میں بیان کی تھی، ہم نے متکلم کو غائب میں تبدیل کر کے اسے نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس مباحثے میں ایک شرط یہ تھی کہ مباحث، فریق ثانی یا محتسب فریق ثانی کے سامنے پرچے لکھیں۔ غائبانہ اور علیحدگی میں نہ لکھیں۔ اس شرط پر حضرت بٹالویؒ کی طرف سے پورا عمل ہوا۔ انہوں نے سب پرچے مرزا صاحب کے سامنے بیٹھ کر لکھے، اور جس وقت مرزا صاحب موجود نہ ہوئے، ان کے وکیل کے سامنے ایک جلسہ میں لکھ کر اس کے ہر ایک صفحہ پر اس کے دستخط کرائے گئے۔ مرزا صاحب نے اس شرط کو یوں توڑا کہ اپنے حرم سرا میں بیٹھ کر آخری پرچہ لکھا۔ جب اس پر حضرت بٹالویؒ نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے خط مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ آپ کے آدمی کو (جو تحریر وصول کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ پر آیا تھا) کہا گیا تھا

کہ جس طرح تمہاری مرضی ہو، لکھا جاوے، اس نے منظور کیا کہ میں باہر بیٹھتا ہوں آپ گھر میں بیٹھ کر لکھیں۔ حضرت بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ جو معاہدہ ہم سے ہوا تھا، ہمارے قاصد کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا۔

اس مباحثہ کی شرائط میں یہ بھی شامل تھا کہ جب تک امور پیش شدہ کا تصفیہ نہ ہو، تحریرات فریقین جاری رہیں، اور فریقین اپنی اپنی تحریر کی نقل فریق مقابل کو دیں۔۔ مرزا صاحب نے اس شرط کا بھی خلاف کیا اور اپنی آخری تحریر کی نقل دینے سے انکار کیا اور مباحثہ کو بلا فیصلہ، ناتمام موقوف کیا۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ پہلے تو مرزا صاحب نے سب کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم نقل آپ کے پاس بھیج دیں گے اور جب دوسرے دن بذریعہ رقعہ نقل کا مطالبہ ہوا تو آپ نے اس عذر سے نقل دینے سے انکار کیا کہ تم نے شروط مقررہ کا جلسہ میں خلاف کیا تھا، اس لئے تمہارا اب یہ حق نہیں رہا کہ تم کو نقل دی جاوے، اور مرزا صاحب نے بحکم: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، یہ نہ سوچا کہ اگر بقول ان کے میں نے شروط کو توڑا تھا تو وہ پہلے دن سے توڑا، یا خاص آخری جلسہ میں وعدہ نقل دینے سے پہلے توڑا تھا، اور وعدہ اس کے بعد ہوا۔ پھر وہ وعدہ اس جرم متقدم سے کیونکر واجب الایفاء نہ رہا؟ نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۶۳ میں مرزا صاحب نے اس نقل نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جس حالت میں یہ عاجز بحث تمہیدی ختم کر چکا تھا تو پھر مولوی (محمد حسین) صاحب کو جواب تحریر کرنے کا کیوں موقع دیا جاتا؟ اگر وہ جواب تحریر کرتے تو پھر میری طرف سے بھی جواب الجواب چاہیے تھا۔ اس صورت سے یہ سلسلہ کب اور کیونکر ختم ہوتا؟ اس وجہ کے بیان کے وقت مرزا صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب تک فریق مخالف اختتام منظور نہ کرتا، تمہیدی بحث کیسے ختم ہوسکتی تھی؟

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نقل نہ دینے سے جو مرزا صاحب سے خلاف ورزی شرط مقررہ ہوئی، یہ ان کے خاص مریدوں پر بہت شاق گذری اور انہوں نے آپ کی مذمت بھی کی۔ اور سچ پوچھو تو میر عباس علی لدھیانوی (جو قادیانیت میں حکیم نورالدین کے بعد اعلیٰ ترین مقام ومرتبے کے حامل تھے) کا آپ سے الگ ہونا، اسی دن سے اور اسی خلاف ورزی کے سبب سے شروع ہوا تھا۔ اور آپ کے کئی معتقدوں

پر اس نقل نہ دینے سے یہ امر کھل گیا کہ آپ اپنی اس تحریر (ہشتم) کے جواب سے ڈرتے ہیں، اور جواب الجواب دینے سے قاصر ہیں۔ اور اسی وجہ سے مباحثہ کو بند کر چکے ہیں۔

ایک وجہ مرزا صاحب کے معتقدین کے منحرف ہو جانے کی یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مباحثہ کے بعد ایک جھوٹا بیان اخبار نور افشان لودہانہ ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء میں اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں شائع کر دیا کہ مولوی محمد حسین اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے۔ ڈپٹی دلاور علی شاہ صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لودہانہ، بحکم ڈپٹی کمشنر آپ کو ریل پر سوار کرا آئے، لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم صادر نہیں ہوا، بلکہ میری چٹھی کے جواب میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو بمتابعت قانون سرکاری، لودہانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسا کہ دیگر رعایا تابع قانون سرکاری کو حاصل ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے دو جھوٹ بولے:

ایک یہ کہ ابو سعید محمد حسین بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر، لودہانہ سے نکالے گئے اور ریل پر پہونچائے گئے،

دوسرا یہ کہ اس قسم کا حکم لودہانہ سے چلے جانے کا آپکی نسبت کوئی نہیں ہوا۔

دوسرا جھوٹ تو مرزا صاحب کے نام، ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی اسی چٹھی سے ثابت ہے جو جس کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جس میں اس نے مرزا صاحب کو لدھیانہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کو اخراج از لدھیانہ کا حکم نہ ہوا ہوتا تو وہ اپنی چٹھی میں اپنے والد کی خدمات ۱۸۵۷ء کا ذکر کر کے اپنے لئے قیام لودہانہ کی اجازت کیوں چاہتے؟

پہلا جھوٹ اس خط سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت مولانا بٹالویؒ کے نام ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی طرف سے بجواب ان کی چٹھی کے موصول ہوا، جس میں انہوں نے مضمون اخبار نور افشان دیکھ کر ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا واقعی کوئی حکم ایسا میری نسبت ہوا ہے، اس سرکاری خط کی نقل یہ ہے:

مولوی محمد حسین کو بجواب ان کی درخواست مورخہ ۱۶، ماہ حال اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے سٹیشن تک نہیں پہونچائے گئے۔

اس خط کی وصولی کے بعد اڈیٹر نور افشان نے تو اس بیان قادیانی کی تکذیب کر دی۔ مگر قادیانی اور

اس کے گروہ کو اپنی دروغ گوئی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ کے پرچوں کو پڑھتے ہوئے درج ذیل امور کا ملحوظ خاطر رکھنا مناسب ہوگا۔

امر اول۔ یہاں مرزا قادیانی اور انکے اتباع کے خطاب میں کسی قدر سختی (مگر واجبی) سے کام لیا گیا ہے۔شاید یہ امر کچھ لوگوں کو پسند نہ ہو۔لیکن اگر وہ ہماری تحریرات متعلقہ قادیانی کی غرض واصول کو غور وتامل سے ملاحظہ فرمائیں گے اور اسلامی ہدایت و اغلظ علیھم کو نظر تدبر سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ اس سختی پر معترض نہ ہونگے۔

مولانا بٹالویؒ کی غرض حسب ہدایت آیت مذکورہ یہ ہے کہ قادیانی کے عقائد ومقالات مستحدثہ سے (جو باتفاق علماء پنجاب وہندوستان کفر وضلالت قرار دیئے گئے ہیں اور ان عقائد ومقالات کی پیروی سے عوام وبعض ناواقف خواص کے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے) ان عوام وخواص کو کفر وضلالت سے بچائیں۔اس غرض کو پورا کرنے اور اس ہدایت کی تعمیل کے لئے انہوں نے الفاظ مثل کفر وکافر وکذب وکذاب ودجالیت ودجال کا استعمال کرنا ناگزیر خیال کیا ہے۔اور بجائے ان الفاظ کے قادیانی کے عقائد باطلہ کی نسبت، غلط یا غیر صحیح یا خطاء وغیرہ الفاظ کا استعمال کرنا کافی نہیں سمجھا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر عوام وخواص کو کفر وضلالت سے روکنے کے لئے ، ہمارے الفاظ کے سوا اور الفاظ کو کافی سمجھا جائے تو ان الفاظ سے ہمیں بادلیل آگاہ کریں، ہم آئندہ انہیں الفاظ سے ان لوگوں کو مخاطب کیا کریں گے۔

جو لوگ قادیانی کے معتقد یا حامی ہو کر بے جا سختی کا اعتراض کریں، ان کی خدمت میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے گذارش کی تھی کہ وہ حضرات پہلے قادیانی کی کلام کو غور وانصاف سے ملاحظہ کریں، اس میں اگر ہمارے مستعملہ الفاظ سے نو حصہ زیادہ سخت الفاظ ہوں، تو ہم کو اس کے دسویں حصہ کے استعمال میں معذور رکھیں۔قادیانی تو مدعی روحانیت ونبوت اور ولایت عظمی ہے۔وہ اس قسم کے الفاظ دس گنا استعمال کر چکا ہے، تو پھر وہ لوگ علماء ظاہر کے لئے ان کے دسواں حصہ کا استعمال کیوں روا نہ رکھیں؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی کلام میں اس قسم کے الفاظ مستعمل ہونے سے انکار ہو تو وہ ہماری کلام میں جس لفظ کو زیادہ سخت سمجھیں اس کی نشان

دہی کریں۔ہم اس لفظ کا قادیانی کی کلام میں اپنی کلام کی نسبت دس گنا زیادہ مستعمل ہونا ثابت کر دکھائیں گے ۔نیز وہ حضرات، مرزا قادیانی کے ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ سے ۳۶ تک ملاحظہ کریں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ واقعی امر کا نیک نیتی سے اظہار سخت گوئی خلاف تہذیب نہیں ہے۔اس مقام میں ازالہ اوہام کے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں:

پہلی نکتہ چینی۔اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں.

.اما الجواب.... بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کا لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔حالانکہ دشنام اور سبّ وشتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے، کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں، یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سبب سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں، بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔کیا خدا تعالی کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم و ما تعبدو ن حصب جهنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔کیا خدا تعالی کا قرآن شریف میں کفار کو شر البر یه قرار دینا اور تمام رزیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا، یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔کیا خدا تعالی نے قرآن شریف میں و اغلظ عليهم نہیں فرمایا۔کیا مومنوں کی علامات میں اشداء على الكفار نہیں کہا گیا۔کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے

نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے، ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرام زادے ہو، حرام کار ہو، شریر ہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟

اس کے بعد (مرزا قادیانی نے) ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک قرآن اور انجیل کے سخت الفاظ کی تفصیل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ سخت گوئی اور گالیاں نہیں، بلکہ حق گوئی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس کلام کو دیکھ کر قادیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو مرزا قادیانی کے حق میں علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق واجازت سے اور کمال نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، ہرگز سخت گوئی، خلاف تہذیب نہ کہیں گے، بلکہ سراسر حق گوئی اور مسلمانوں کی خیرخواہی تسلیم کریں گے، اور ان کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور دیگر علماء کے حق میں وہ فیصلہ آسمانی اور دافع الوساوس و دیگر تصانیف میں شائع کر چکا ہے، فحش گالیاں قرار دیں گے۔ اور مرزا قادیانی کے اس اصول و بیان کو ازالہ اوہام کی حد جواز سے ان کو خارج تسلیم کریں گے۔

☆ امر دوم۔ مرزا قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ چھپوایا تو اس کے اکثر پرچوں کو الٹ پلٹ کر دیا، سوال کچھ ہے اور اس کا جواب کچھ اور لگا دیا۔ ناظرین اس کے مطبوعہ مباحثہ کو ہماری تحریر سے مقابلہ کر کے ملاحظہ میں لائیں گے تو اس سے قادیانی کے دجال و کذاب ہونے کا یقین فرمائیں گے۔

تمہید ختم ہوئی اب مباحثہ کے پرچے ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی پہلی تحریر

میں آپ کے چند عقائد وخیالات پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔مگر اس سے پہلے چند اصول کی تمہید ضروری ہے۔آپ اجازت دیں تو میں ان اصول کو پیش کروں۔۲۰۔جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی تحریر

آپ کو اجازت ہے، بخوشی پیش کریں، لیکن اگر یہ عاجز مناسب سمجھے گا تو آپ سے بھی اصول تمہیدی دریافت کرے گا۔۲۰۔جولائی۔۱۸۹۱ء۔ مرزا غلام احمد

(یہاں تو ان اصول کو پیش کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ خود بھی اس قسم کے اصول پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، مگر بعد از فرار و شکست یابی، ان اصول کو بے ہودہ ولا یعنی کہا جاتا ہے۔ناظرین اس سے ان حضرات کے صدق وانصاف کا اندازہ کریں۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی دوسری تحریر

میرے ان اصول کو جن کو میں رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نمبر ایک جلد ۱۳ میں بیان کر چکا ہوں اور ان کو آپ کے حواری حکیم نور الدین نے تسلیم کیا ہے، آپ بھی تسلیم کرتے ہیں یا کسی اصول کی تسلیم میں عذر ہے؟

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری تحریر

مجھے ان اصولوں کی اطلاع نہیں۔مجھے بتلائے جائیں، تب ان کی نسبت اطلاع دونگا۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔غلام احمد (قولہ اطلاع نہیں، یہ محض کذب ہے اور ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے ان اصول کو نہ دیکھا ہو۔ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱، ۲، ۳۔جلد ۱۳ آپ کے پاس پہنچا اور وہ آپ کے جواب وخطاب میں ہے۔پھر کیا امکان تھا کہ آپ رسالہ مذکور کو نہ دیکھتے۔آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء میں میرے ان اصول کو لغو قرار دیا ہے، جس سے ثابت ہے کہ آپ کو ان پر اطلاع ہوئی ہے، ورنہ آپ ان کو لغو نہ کہتے۔اور اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ ہم نے قبل از اطلاع ان کو لغو کہا تھا، تو اس سے آپ کی ایمان داری اور راست شعاری کو بٹہ لگتا ہے کہ ایک امر کو قبل از علم، لغو کہہ دیا۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی تیسری تحریر

وہ اصول یہ ہیں۔ان میں سے جس اصول کی نسبت آپ کو تسلیم یا عدم تسلیم ظاہر کرنا ہو، آپ ظاہر کریں۔ چونکہ رسالہ چھپا ہوا ہے اس لئے ان اصول کے دوبارہ تحریر میں لانے کی حاجت نہیں۔آپ ایک ایک اصول پر یکے بعد دیگرے کلام کریں (رسالہ مذکور میں سے اصول پڑھ کر سنانا شروع کئے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ رسالہ مجھے دیدیں میں خود ان اصول کو دیکھتا اور ان کی نسبت اپنی رائے لکھتا ہوں)۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تیسری تحریر

کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے، جس امر میں احادیث نبویہ کے معنے جو کئے جاتے ہیں، کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنے بطور حجت شرعیہ قبول کئے جائیں گے (معنی حدیث سے سوال نہ تھا۔صرف صحت حدیث سے سوال تھا جو الفاظ سے متعلق ہے نہ معانی سے۔معانی ہمیشہ الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔جس حدیث کے الفاظ صحیح ہوں، اس کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں اور وہ قرآن شریف کے موافق ومطابق کئے جاسکتے ہیں اور جس حدیث کے الفاظ غیر صحیح ہوں، اس کے معنی باوجود کہ بجائے خود صحیح ومطابق قرآن ہوں، قابل اعتبار نہیں ہوتے۔اور وہ اپنے الفاظ کے تابع ہو کر غیر صحیح و ناقابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔لہذا ہر ایک منصف وطالب حق کا فرض ہے کہ جب وہ کسی حدیث سے تمسک کرنا چاہے، تب پہلے اس کی صحت الفاظ کی تحقیق کرے۔ پھر اس کے معانی کی طرف رجوع کرے، جو بصورت صحت الفاظ صحیح وموافق قرآن ہو سکتے ہیں۔مرزا قادیانی نے جو بحث صحت الفاظ کو چھوڑ کر پہلے ہی سے صحت معانی کی طرف رجوع کیا ہے تو اس سے اس کا مقصود احقاق حق نہیں ہے، بلکہ بحث سے خروج اور احقاق حق سے گریز اس کا مقصود ہے۔ناظرین اسی ایک امر کو توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو اس سے مرزا قادیانی کے خروج از بحث وشکست وفرار کا یقین کریں گے انشاء اللہ تعالی ۔جو لوگ قادیانی کے اس جواب کو، جس سے بڑھ کر اس نے تمام مباحثہ میں ہمارے اصل سوال کا جواب نہیں دیا، ہمارے سوال کا کافی جواب سمجھتے ہیں، وہ اس منصفانہ اصول کو پیش نظر رکھیں تو یقین کریں کہ قادیانی نے ہمارے سوال کا شروع مباحثہ سے اخیر تک جواب نہیں دیا۔ ہمارا سوال صحت الفاظ حدیث سے ہے۔مرزا قادیانی کا جواب صحت معانی کے متعلق ہے۔ونیز اس کا جواب ایک شرطی جواب ہے کہ اگر کسی حدیث کے معنی قرآن کے موافق پائیں گے تو اس کو صحیح سمجھیں گے ورنہ موضوع قرار دیں گے۔ اور ہمارا مطلوب قطعی جواب ہے جو اگر اور مگر سے ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ تصریح چاہتا ہے کہ بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کی احادیث، خواہ ان کو اس شرطی اصول روایت مجوزہ قادیانی سے پرکھا جائے یا اصول روایت محدثین سے، سب کے سب صحیح ہیں یا نہیں ہیں۔اور یہ جواب مرزا قادیانی کی کلام میں اول سے آخر تک صاف وصریح طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ جابجا اس کے بیان سے گریز وفرار وخروج از بحث پایا جاتا ہے۔جس کی یہ پہلی دفعہ ہے۔محمد حسین) لیکن جو معنے نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف

واقع ہوں گے، ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنے کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین کے موافق و مطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل پر قادر نہیں ہوسکیں گے، تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے۔ (موضوع قرار دینے کی تجویز کو آپ آئندہ جوابات میں خاص کر صحیح بخاری و مسلم کی نسبت بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ ناظرین مرزا صاحب کے اقوال اور ہمارے نوٹوں کو توجہ سے دیکھتے جائیں۔ پھر انصاف سے کہیں کہ آپ بخاری و مسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتے یا نہیں؟ اور آپ کا اقرار اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء کہ میں صحیحین کو بسر وچشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، دل سے ہرگز نہیں کیا گیا۔ محمد حسین) کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فبای حدیث بعداللہ و آیاتہ یومنون یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلے میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے۔ اور مسئلہ اچھی طرح کھل جاوے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہے، مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہے فبای حدیث بعدہ یومنون ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ سو آیات متذکرہ بالا کی رو سے ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کو بلاشرط اور حدیث نبوی کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے

(آیہ فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون کا ترجمہ مرزا قادیانی نے جو ان الفاظ سے کیا: تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے، کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ تو اس میں انہوں نے یہ جتانا چاہا ہے کہ خدا تعالی نے حدیث نبوی کا حکم خود قرآن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آیات قرآن کے ہوتے ہوئے کسی حدیث نبوی کو نہ مانو۔ اور اس معنے کے بیان سے اپنا ملحد و محرف قرآن ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ اس آیت میں لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی اور الہام الٰہی ہے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کے لغوی معنے، بات چیت، مراد ہے جس کو اصطلاحی معنے حدیث نبوی وحی خفی سے یہاں تعلق نہیں۔ اللہ تعالی اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ خدا کی آیات چھوڑ کر اور کس بات بات پر ایمان لائیں گے۔ اس بات سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی حدیث مراد ٹھہرانا، یا اس بات سے عام باتیں مراد ٹھہرا کر آنحضرت ﷺ کی حدیث کو ان میں داخل و شامل سمجھنا، اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث وحی خفی و الہام الٰہی اور معنی آیات میں داخل نہیں، جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا۔ اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ جو تمہیں دیں، تم قبول کرو اور جس سے روکیں اس سے باز آؤ ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا۔ الحشر۔ اور ارشاد ہے آنحضرت ﷺ جو کچھ، دین میں، فرماتے ہیں، وہ وحی سے کہتے ہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے ما ینطق عن الھوی ان ھو

الا وحی یوحی ۔ النجم ۔ ع ا ۔اس اعتقاد کے کذب وضلالت ہونے پر شاہد عدل ہیں۔مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۵،۳۴۱ و۶۰۱ میں خود اقرار کیا ہے کہ قرآن کے کوئی معنی عام محاورہ قرآن کے مخالف اپنے دل سے گھڑ لینا الحاد وتحریف ہے۔اس کے اس اقرار وشہادت سے بھی اس کی اس جرأت کا کہ یہ قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد ہے، الحاد وتحریف ہونا ثابت ہے کیونکہ قرآن مجید کے جس مقام میں لفظ حدیث استعمال ہوا ہے اس سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی کہلاتی ہے، مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے حدیث کے لغوی معنے، بات، مراد ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں، حدیث، الحدیث، حدیثاً، بائیس مقامات میں وارد ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

ا۔ نساء۔رکوع ۲۰۔ فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره ۔آیات قرآن سے انکار وہنسی کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کوئی اور بات کریں۔

۲۔انعام۔رکوع۸۔ و اذا رئيت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں ٹٹول (کرید) کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرو یہاں تک کہ وہ اور بات میں ٹٹول کریں۔

۳۔ اعراف۔رکوع۲۳۔ فبای حديث بعده يومنون ہماری بات کو چھوڑ کر کس بات میں ایمان لاویں گے۔

۴۔کہف۔ع ا۔ ان لم يومنوا بهذا الحديث اسفاً شائد تو افسوس سے اپنا گلا گھونٹ ڈالے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے۔

۵۔طہ۔ع ا۔ و هل اتاك حديث موسى اور کیا تجھے موسی کی بات، یعنی حکایت، پہنچی ہے۔

۶۔لقمان۔ع ا۔ و من الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ۔بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کی باتیں، یعنی قصے کہانیاں، خریدتے ہیں، اس لئے کہ بن سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکا دیں۔

۷۔احزاب۔ع ۷۔ و اذا دعيتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا و لا مستانسين لحديث آنحضرت ﷺ کے گھر جب بلائے جاؤ، اس وقت جاؤ، پھر کھانا کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو، آپس کی باتوں میں جی لگاتے نہ ٹھہرے رہو۔

۸۔ زمر۔ع ۳۔ الله نزل احسن الحديث كتاباً متشابهاً مثانی تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ۔ ثم تلين جلودهم و قلوبهم الى ذكر الله ۔خدا تعالی نے اچھی بات اتاری، کتاب آپس میں ملتی۔ دہرائی گئی، جو لوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں ان کی کھال کے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں، پھر اللہ کی یاد کی طرف ان کے پوست، اور دل نرم ہوجاتے ہیں۔

۹۔جاثیہ۔ع ا۔ فبای حديث بعد الله و آياته يومنون ۔پھر اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کس بات کو مانو گے۔

۱۰۔زاریات ع ۲۔ هل اتاك حديث ضيف ابراهيم المكرمين ۔کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟

۱۱۔طور۔ع ۲۔ فلياْتوا بحديث مثله ان كانوا صادقين۔ وہ سچے ہیں تو ایسی ہی کوئی بات لے آویں۔

۱۲۔واقعہ۔ع ا۔ افبهذا الحديث انتم مدهنون۔کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔

۱۳۔نجم۔ع ۳۔ افمن هذا الحديث تعجبون۔کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

۱۴۔القلم۔ع ا۔ ذرنی و من يكذب بهذا الحديث۔چھوڑ دے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو۔

۱۵۔مرسلت۔ع۲۔ فبای حدیث بعده یو منو ن ۔اس کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۱۶۔ نازعات۔ع۱۔ هل اتاك حديث موسى ۔کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی۔

۱۷ ۔بروج۔ع۱ ۔ هل اتاك حديث الجنود ۔کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی۔

۱۸۔غاشیہ۔ع۱۔ هل اتاك حديث الغاشيه ۔کیا تجھے ڈھانکنے والی، یعنی قیامت، کی بات پہنچی۔

۱۹۔نساء۔ع۶۔ ولا يكتمون الله حديثاً ۔اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے۔

۲۰۔نساء۔ع۱۱۔ فمال هو لاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایک بات بھی سمجھتے نہیں لگتے۔

۲۱۔یوسف۔ع ۱۱۔ ما كان حديثاً يفترى ۔یہ بناوٹی بات نہیں۔

۲۲۔تحریم۔ع۱۔ و اذ اسر النبى الى بعض ازواجه حديثا ۔جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات۔

ان مقامات میں سے کسی جگہ لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی جو وحی خفی والہام الٰہی ہوتی ہے، مراد نہیں۔آخری آیت میں گو حدیث کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہوئی ہے، مگر اس سے بھی اصطلاحی حدیث نبوی وحی الٰہی مراد نہیں بلکہ لغوی حدیث، بات، مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے جی سے، نہ وحی الٰہی سے، ایک بیوی کو کہدی تھی کہ میں اپنے حرم ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یا ایک بیوی کے پاس جا کر شہد نہ پیؤں گا۔ جو خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس پر یہ آیت اتری کہ اے نبی تو خدا کے حلال کو حرام کیوں کرتا ہے۔

اس عام محاورہ قرآن کے مخالف مرزا قادیانی کا قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد لینا اپنے اقرار واصول کے مطابق الحاد و تحریف قرآن کا مرتکب ہونا ہے۔قادیانی کے اتباع اس الحاد وتحریف پر بھی اس کی اتباع سے دست بردار نہ ہوں تو پھر ان کی ہدایت کی کوئی صورت وامید نہیں ہے۔ و من لم يجعل الله له نوراً فما له من نور ۔محمد حسین)

اور آپ کے دوسرے امر مندرجہ صفحہ ۱۹۔ اشاعۃ السنہ کی نسبت علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب اس میں آ گیا ہے، یعنی جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ہم اس امر کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیت شریف فبای حدیث بعده یو منو ن وہ حدیث قولی یا فعلی، قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسر وچشم اس کو قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے۔اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف کھلے کھلے طور پر ہمیں مخالفت معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ ایسی حدیث کو ترک کر دیں گے۔کیونکہ حدیث کا پایہ، قرآن کریم کے مرتبہ اور پایہ کو نہیں پہنچتا۔قرآن کریم وحی متلو ہے اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام بلیغ کیا گیا ہے جو احادیث کے اہتمام کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔

اکثر احادیث غایت درجہ مفید ظن ہے اور ظنی نتیجہ کے منتج ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث تواتر کے درجہ پر بھی ہو، تاہم قرآن کریم کے تواتر سے اس کو ہرگز مساوات نہیں (ظنی یا قطعی ہونے احادیث سے سوال نہ تھا، صرف صحت یا عدم صحت احادیث سے سوال تھا۔ لہذا جواب میں صرف صحت یا عدم صحت کا بیان چاہیے نہ ظنیت وقطعیت کی بحث۔ یہ دوسری دفعہ آپ نے بحث سے خروج کیا۔ محمد حسین) ۔بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ راقم خاکسار غلام احمد ۔۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی تحریر چہارم

آپ کی کلام میں میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں ہے (مرزا قادیانی کی تقلید ومحبت میں اندھے حواری، مباحثہ الحق لدھیانہ مطبوعہ قادیانی میں اس کے جواب کو قطعی جانتے اور ہمارے انکار قطعیت پر حیرت ظاہر کرتے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ علم سے تو یہ لوگ پہلے ہی عاری و بے بصیرت تھے، رہا فہم سو مرزا قادیانی کی بیعت کر کے اس کی نذر کر چکے ہیں۔ لہذا وہ اس قدر نہیں سمجھ سکتے کہ لفظ، اگر، حرف شرط ہے۔ اور یہ حرف شرط مرزا کے جواب میں موجود ہے، جو اس کو قطعی نہیں ہونے دیتا۔ جواب قطعی وہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی شرط کے ہست یا نیست کا بیان ہو، لہذا ہمارے سوال کا جواب قطعی یہ ہے کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ولائق عمل ہیں ۔ یا سب کی سب غیر صحیح وموضوع ہیں۔ یا بعض صحیح اور بعض غیر صحیح۔ جس کا مرزا کی کلام میں اول سے آخر تک کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ محمد حسین) آپ نے قبولیت اور حجیت حدیث یا سنت کی ایک شرط بتائی ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط اس حدیث یا سنت میں جو کتب حدیث خصوصاً صحیحین میں (جن کا ذکر اصل سوم میں ہے، اور یہاں سے خاکسار نے اصل سوم منجملہ اصول مندرجہ صفحہ ۱۹ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کو شامل بحث کر دیا ہے اور آئندہ سوالوں و جوابوں میں خاص کر صحیحین کی حدیثوں سے بحث کی ہے۔ محمد حسین) پائی جاوے، متحقق ہے یا نہیں۔ و بناء علیہ وہ حدیث یا سنت جو ان کتب میں ہے، شرعی حجت ہے یا نہیں۔ علاوہ براں اس کلام میں آپ نے جو شرط حجیت وقبولیت بیان کی ہے وہ شرط قانون درایت ہے نہ قانون روایت۔ اب آپ بیان کریں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین جن کا ذکر اصل سوم میں ہے مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں۔ اور ان کتابوں کی احادیث بلا وقفہ ونظر واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بلا تحقیق صحت بحسب اصول روایت عمل واعتقاد جائز نہیں (اس سوال جواب اعتقاد کی بنا امام ابن الصلاح اور ان کے موافقین کے مذہب پر ہے جو احادیث صحیحین کو قطعی نظری جانتے ہیں اور موجب اعتقاد سمجھتے ہیں۔ ہم کو اس مقام میں اس مذہب کی حمایت وتائید مقصود نہیں۔ ہماری بحث صرف صحت احادیث صحیحین میں ہے، جس کو آپ قطعی صحت مانیں خواہ ظنی۔ قادیانی نے جملہ احادیث صحیحین کی ظنی صحت کا بھی نہ اقبال کیا اور نہ صاف انکار۔ اور ہمارے اس سوال کے جواب میں قطعی صحت سے انکار کی بحث کو چھیڑ دیا اور خروج از مبحث کیا جس ذکر آگے آئیگا۔ محمد حسین) ۔۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر چہارم

مولوی صاحب کا جواب سن کر میں عرض کرتا ہوں کہ میرے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث خواہ وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی، اس شرط سے ہم کسی خاص معنوں میں جو بیان کئے جاتے ہیں، قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کی رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق و مطابق ہو (یہاں سے آپ بخاری و مسلم کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی احادیث کو موضوع قرار دینے پر آمادہ ہو بیٹھے ہیں۔ بخاری و مسلم پر آپ کا یہ پہلا کھلا حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ اب آپ کے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین، مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں؟ اور ان کتابوں کی احادیث بلا وقفہ واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر عمل و اعتقاد جائز نہیں۔ (یہ صاف اقرار ہے کہ آپ نے میرے سوال کا مطلب سمجھ لیا ہے مگر افسوس کہ اخیر بحث تک اس کا قطعی جواب نہ دیا۔ جو کچھ کہا اس میں خروج از بحث کہا ۔محمد حسین) اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ چونکہ حدیثوں کا جمع ہونا ایسے یقینی اور قطعی طور سے نہیں ہے جس سے انکار کرنا کسی طور سے جائز نہ ہو، اور جس پر ایمان لانا ایسے پایہ اور مرتبہ کا ہو جیسا کہ قرآن کریم پر ایمان لانا۔ لہذا ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روائت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقین دیں، جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حدیثیں غایت کار مفید ظن ہیں تو ہم کیونکر روایت کے رو سے بھی ان کو وہ مرتبہ دے سکتے ہیں جو قرآن کریم کا مرتبہ ہے۔ جس طور سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس طریق پر ہی نظر ڈالنے سے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ہم اس یقین کے ساتھ ان کی صحت روایت پر یقین لاویں کہ جو قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی ہے، لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء کے برخلاف ہے، تو کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت کی حالت میں قرآن کریم کو اپنے ثبوت میں مقدم قرار دیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں، یہ ایک دھوکہ دینے والا قول ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کے ماننے میں جو مرتبہ یقین کا ہمیں حاصل ہے وہ مرتبہ قرآن کریم کے ثبوت سے ہم وزن ہے یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مرتبہ ثبوت کا قرآن کریم

کے مرتبہ ثبوت سے ہم وزن ہے تو بلا شبہ ہمیں اسی پایہ پر حدیث کو مان لینا چاہیے۔ مگر یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اکثر احادیث مفید ظن ہیں۔ و الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس قسم کی قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی ﷺ کی طرف سے ہیں اور تمام الفاظ وحی سے ہیں تو اس قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہوگا۔ اور خود حدیثوں کا تعارض جو ان میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں۔ پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں۔ کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ ثبوت کی رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی قرینہ پر حدیثیں بھی ہیں؟ (یہ میرے سوال کا، جس کو مرزا صاحب خود نقل کر چکے ہیں، جواب نہیں ہے۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ دو امر کا بیان ہے جو خارج از بحث ہیں: امر اول یہ کہ احادیث صحیحین، قرآن کے برابر قطعی ویقینی صحیح نہیں ہیں، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے تیسری دفعہ خروج از مبحث کیا۔ امر دوم یہ کہ جو حدیث صحیحین قرآن کے موافق نہ ہو، وہ لائق قبول نہیں ہے، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے چوتھی دفعہ خروج از مبحث کیا۔ ناظرین اس جواب کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اس میں ان دو امروں خارج از بحث کے بیان ومئویدات کے سوا کچھ نہ پائینگے۔ محمد حسین) پھر جبکہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں (مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے، اس کا ادعاء تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہیں کیا۔ ہاں مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلیٰ مرتبہ صحت ہے، اسی کا دعوی احادیث صحیحین کے حق میں ہم نے کیا ہے اور وہی اہل اسلام میں مسلّم ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا قادیانی بھی منافقانہ طور پر اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو مانتے ہیں۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہیں۔ تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہیے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثیں صرف ظن کے مرتبہ تک ہیں، بجز چند حدیثوں کے، تو اسی طرح ہمیں ان کی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہیے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں (اس تحقیق کو مرزا قادیانی کا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد و نقصان کے ساتھ آپ کا اشتہار یکم اگست میں صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہیں تو کیا ہے؟ یہ آپ کا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ان کے درمیانی راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی (ہو چکی ہے، مگر مرزا قادیانی اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ چکے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک ملہم شخص صحیح

حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے (اشاعۃ السنہ میں نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے اور نہ یہ تصریح ہے کہ ان اکابر، مثل شیخ اکبر، کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے۔ بلکہ اشاعۃ السنہ میں صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنہ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہیں ہے... اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محمل وہی احادیث معلوم ہوتی ہیں جن کی صحت میں اختلاف ہو، لہذا اس عبارت اشاعۃ السنہ کو اس مقام میں پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ محمد حسین) اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیونکر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن مان لیں گے۔ ہاں یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی۔ لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں جب کہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں نہ یقینی طور پر، تو پھر یقینی طور پر ان کا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں۔ (یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہیں، اب آپ کے صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر مرزا کا پانچواں حملہ ہے۔ اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہو تو اس کا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہم نے کہی ہے، نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ محمد حسین)

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی، وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے اور ان کی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعائے باطل ہے۔ دنیا میں جو اس قدر مخالف فرقے اہل اسلام میں ہیں، خاص کر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبوں کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی ہے کہ یہ احادیث ظنی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر حدیثیں ان کو ملی ہوں گی مگر ان کی رائے میں وہ حدیثیں صحیح نہیں تھیں (مرزا کی اس تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے وقت میں موجود تھیں۔ بعد میں ایک پرچے میں مرزا صاحب نے لکھا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت میں صحیح بخاری موجود تھی۔ اس کو پڑھنے اور دیکھنے کے وقت قادیانی کے کذب و جرأت و مغالطہ کا اندازہ کریں۔ محمد حسین) بھلا آپ فرمادیں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں، تو کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کے

روایتی ثبوت کے رو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں (تحریر نمبر ۸ میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہیں اور ان کی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رائے وفہم معانی وتاویل وترجیح پر مبنی ہے۔ صرف آپ ہیں جو بعد اتفاق اہل سنت انکاری ہوئے ہیں۔ اور احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ ان کے انکار سے کفر لازم آئے جمہور علماء بظن غالب ان کو صحیح جانتے ہیں اور امام ابن الصلاح اور ان کے ہم خیال نظری یقینی کہتے ہیں۔ لہذا ان کے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کو دعوی نہیں ہے۔ محمد حسین)۔ اور جب کہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پائیں گے (ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو۔ حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اس حیلہ سے حدیث کو موضوع بنانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار بناتے ہیں اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہیں جس کا جواب انہیں کئی بار دیا گیا ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا آٹھواں حملہ ہے۔ محمد حسین) اور صریح طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکیں گے، تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کر دیں گے یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے۔ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہے کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید اور عمرو کے وضعی قرار دیں گے (بلا خوف زید وعمرو کیوں کہتے ہیں۔ بلا خوف خدا کہیں۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف ومعارض قرآن کہنے سے آپ کی غرض یہی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دیں، سو ان کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ وہ بخاری ومسلم کی احادیث کو موضوع کہیں گے۔ یہ ان کا احادیث صحیحین پر نواں حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ بلاشبہ آپ کا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے کسی طور سے قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہوں، نماز میں بجائے کسی سورت کے ان کو نہیں پڑھ سکتے (اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث عین قرآن اور وحی متلو نہیں، نہ یہ کہ حدیث واجب العمل نہیں۔ اور یہ تو ہم نے بھی نہیں کہا کہ حدیث عین قرآن ہے اور بجائے قرآن اس کو نماز میں پڑھ سکتے ہیں۔ صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے پھر اس بات کے کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے۔ محمد حسین) اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور پر سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں، اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں (لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ میں مرزا صاحب نے بیان کی ہے اس مراد سے احادیث متعلقہ ابن صیاد، دجال اجتہادی نہیں ہو سکتیں۔ اس کی تفصیل آئندہ ہوگی۔ محمد حسین)، ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں، جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں۔ دونوں حضرت مسلم صاحب کی

صحیح میں موجود ہیں۔ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے۔تو آپ ﷺ چپ رہے، ہرگز انکار نہیں کیا۔اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت ﷺ کا قسم کھانا ہے، اور پھر ابن عمرؓ کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔اور پھر جابرؓ نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔اور آنحضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے، جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔لیکن فاطمہؓ کی حدیث تمیم داریؓ والی جو اسی مسلم میں موجود ہے، صریح اس کے مخالف ہے۔اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں (احادیث صحیح مسلم میں وجود تعارض کا دعوی کرنا، جو مرزا قادیانی کے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے، احادیث صحیح مسلم پر دسواں کھلم کھلا حملہ ہے اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے۔جس حدیث میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تمیم داریؓ کے مخالف و معارض نہیں اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے۔حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس پر قسم نہیں کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون قسم پر سکوت کیا۔ان کی قسم اور آنحضرت ﷺ کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال کہنے پر تھا۔جس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ایسا ہی حضرت جابر کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے۔اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔رہا حضرت ابن عمر کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا۔سو یہ حضرت ابن عمر کا اپنا قول موقوف ہے، جو حدیث صحیح تمیم داری وغیرہ کا معارض نہیں ہوسکتا۔آنحضرت ﷺ سے جو مرزا صاحب نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے سے ڈرتا ہوں، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، جس کا ثبوت مرزا صاحب سے طلب کیا گیا تو اخیر تک کچھ نہ بتلایا اور جو کہا ان میں افتراء سے کام لیا ہے۔تحریرات فریقین نمبر ۶ و ۷ ملاحظہ ہوں۔اور قادیانی کا یہ دعوی بھی محض کذب ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔صحیح مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہیں۔مرزا قادیانی سے اس کا ثبوت طلب کیا گیا تو اس نے بھی کوئی پتہ نہیں دیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہو۔جو کہا اس سے مرزا صاحب کا اور بھی کذب ثابت ہوا۔اس کا مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۷ میں ہے۔محمد حسین)۔(نواب) صدیق حسن صاحب، جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے، ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ میں ضعیف قرار دیتے ہیں (یہ محض کذب وافتراء ہے اور یہ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع واحباب کے دجال وکذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہیں دی اور نہ حدیث تمیم داری کی تضعیف کی ہے، اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۱۶ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کے باب میں صحابہ سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عمر وابوسعید

خدری وقسم حضرت عمر بحضور آنحضرت ﷺ نقل کئے ہیں۔ پھر صفحہ ۴۱۷ میں صاحب فتح الباری حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اس باب میں نص، یعنی بیان واضح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد کے باب میں متردد رہنا، یعنی حضرت عمر کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی اور اگر یہ اور ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں ہے، تمیم داری کا قصہ سننے سے پہلے تھا۔ اور پھر جب تمیم داریؓ سے آنحضرت ﷺ نے اس کا حال سن لیا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ دجال موعود وہی شخص ہے جو جزیرہ میں محبوس ہے۔ اور تمیم داری اس کو دیکھ آیا ہے۔ پھر حدیث تمیم داری کی نسبت فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی راوی صرف فاطمہؓ بنت قیس ہی نہیں ہے، بلکہ ابوہریرہ وعائشہ وجابر بھی اس حدیث کی روایت میں فاطمہ کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر ان اصحاب کی روایات حدیث تمیم داری کو کتب محدثین سے نقل کر کے ان کا صحیح وحسن ہونا محدثین سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم سے پوری حدیث تمیم داری نقل کر کے صفحہ ۴۱۸ میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال کہن سال بڈھا ہے۔ پھر اس حدیث کی سند کی صحت نقل کر کے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال اکبر جو اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا، ابن صیاد کے سوائے کوئی اور شخص ہے۔ اور ابن صیاد من جملہ دجالین کذابین، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال ہے۔ اور جو لوگ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے انہوں نے قصہ تمیم داری نہ سنا تھا۔ پھر صفحہ ۴۱۹ میں اس کے مئویدات فتح الباری سے نقل کر کے کہا ہے: اینست ملخص کلام فتح الباری وحاصلش اصح بودن دجال غیر ابن صیاد ست بوجہ آنکہ اعور باشد واز یہود باشد ودر یہود یہ ساکن بود الی غیر ذالک۔ واحادیث ابن صیاد ہمہ محتمل ست وحدیث جساسہ نص ست، پس مقدم باشد ودر اشاعۃ گفتہ ومئوید مرجح بودن او غیر ابن صیاد است زیرا کہ قصہ تمیم داری متاخرست از قصہ ابن صیاد پس ہم چو ناسخ.، ہم چو ناسخ یعنی ناسخ کی مانند یعنی اس کو بے اعتبار کرنے والا، یہ اس لئے کہا ہے کہ حقیقۃً نسخ اخبار میں نہیں ہوتا، ناسخ کی مانند اس لئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جن سے اس کے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا، بے اعتبار و کان لم یکن کر دیا۔ باشد برائے او و نیز وقت اخبار آنحضرت ﷺ بآنکہ دجال در بحر شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق بر آید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بودی فرمود کہ وی در مدینہ است ونتواں گفت کہ ایں صرف بآن جہت نفرمود کہ مبادا اورا بکشند وخبر داد بانجام کار وزیرا کہ قتل شخصی قبل از اجلے او نمے تواند شد۔ ومقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسی بن مریم علیہ السلام ست واگر ہم چنیں مے بود بیان نمی کرد آنحضرت ﷺ صنفی خوارج را، صنفی وبمعنی اصل۔ یہ کلمہ بعض خارجیوں کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے اصل، یعنی نسل سے، ایسے لوگ پیدا ہوں ہوں گے جو دین سے خارج ہوں گے، محمد حسین)۔ **بہر حال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں، جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔** (مرزا قادیانی کا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ان احادیث کو جن میں ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے، باہم متعارض ومتخالف جانتے ہیں اور بناءً علیہ حدیث تمیم داری کو جس میں ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے، غلط وموضوع قرار دیتے ہیں۔ اس تعارض اور غلطی کا وہ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نہ روتے اور ماتم نہ کرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث میں ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہیں۔ ان کا ایسا نہ کہنا اور برخلاف اس کے ان احادیث کے تعارض پر نوحہ کر کے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے کہ اس حدیث کو وہ غلط موضوع جانتے ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم پر ان کا گیارہواں حملہ ہے۔

مرزا قادیانی کی اس مصیبت پر، جس پر وہ رونا روتے ہیں، تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت ان کی خیالی مصیبت ہے، نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت میں تمیم داری کی حدیث میں اور ان احادیث میں، جن میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے، کوئی تعارض نہیں۔ حضرت عمرؓ وحضرت جابرؓ نے تو ابن

صیاد کے دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو مسیح دجال کہا ہے سو یہ ان کا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا؟ محمد حسین) **ماسوا اس کے تمیم داری کی حدیث میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داریؓ نے دیکھا تھا، کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثیں صاف صاف ظاہر کررہی ہیں کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ پہلی حدیث میں تو آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہیں، تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مرگئے ہوں۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے کہ دونوں حدیثوں کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماویں کہ ہم کیونکر ان دونوں کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہیں۔ پس اب بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح کہیں۔ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ جس قدر بعض احادیث میں تعارض وتخالف پایا جاتا ہے اس کے بیان کرنے کیلئے تو ایک رسالہ چاہیے مگر اس جگہ اسی قدر کافی ہے۔** (یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار، صاف اقبال ہے کہ مرزا قادیانی صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہیں جانتے اور جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہیں وہ منافقانہ اقرار ہے، ان کا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار بار ان کے منہ پر آتا ہے۔ یہ ان کا احادیث صحیح مسلم پر بارہواں حملہ ہے۔ اس مصیبت باردوم پر دوبارہ قادیانی کی تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت بھی ان کی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ اور جن احادیث ثلاثہ صحیح مسلم میں یہ ذکر ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا، وہ حدیث تمیم داری کی معارض ومخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں ان ساکنین مدینہ یا زمین عرب کا جو اس وقت تک پیدا ہو چکے تھے، حال وفات بیان ہوا ہے، نہ کل زمین کے ساکنین بحر و جزائر کا۔ اور حدیث تمیم داری میں جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین میں نہیں بلکہ سمندر کے ایک مشرقی جزیرہ میں ہے۔ پھر ان احادیث میں اور حدیث تمیم داریؓ میں تعارض کہاں ہوا؟

ان احادیث میں زمین سے خاص زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض (مائدہ۔ع۵) میں زمین سے مراد محاربین کا وطن ہے، اور اس زمین سے نکال دینے سے ان کو جلاوطن کرنا مراد ہے۔

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنی کرتے ہیں اور بناء علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضرؑ و حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ اور ابلیس کا مستثنیٰ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ، سو برس والی، احادیث سے بعض شاذ و نادر محدث لوگوں نے حضرت خضرؑ کی موت پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ ان میں زمین کے باشندوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضرؑ دریا میں رہتے تھے، یا ان احادیث میں عام لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن سے حضرت خضر مخصوص و مستثنےٰ ہیں

و قد احتج بھذا الاحادیث من شذ من المحدثین فقال الخضر میت۔ و الجمھور علی حیاتہ کما سبق

فی باب فضائله ویتاولون هذه الاحادیث علی انه کان علی البحر لا علی الارض او انها عام مخصص ۔(شرح مسلم ۔ج اص ۳۱۰)۔

اور قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض احد لمن ترونه او تعرفونه عند مجیئه او المراد ارضه التی نشاء بها و منها بعث کجزیرة العرب المشتمله علی الحجاز و تهامه و نجد فهو علی قوله تعالی او ینفوا من الارض ای بعض الارض التی صدرت .... فیها فلیست الف لام للاستغراق و بهذا یندفع قوله من استدل بهذا الحدیث علی موت الخضر کالمئولف او یحتمل ان یکون الخضر غیر هذه الارض... و لئن سلما ان الف لام للاستغراق فقوله احد عموم یحتمل ان علی وجه الارض الجن و الانس و الخضر... یدخلها التخصیص بادنی قرینه ۔(قسطلانی ۔ج اص ۲۰۴) کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نہ رہے گا، یہ مراد ہے کہ جن کو تم دیکھتے ہو۔ یا جب وہ تمہارے سامنے آویں تو تم اس کو پہچان لو، وہ لوگ فوت ہو جائیں گے۔ یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہو جائیں گے جس میں آپ پیدا ہوئے اور نبی ہو کر آئے، یعنی جزیرہ عرب جس میں حجاز تہامہ نجد تینوں حصہ شامل ہیں۔ اس صورت میں یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا قول خداوندی ہے کہ محاربین زمین سے نکال دیئے جائیں، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاویں جس میں ان سے جرم بغاوت صادر ہوا۔ اس صورت میں الف ولام استغراق کے لئے نہیں ہے۔ یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو۔ اس تقریر سے ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضر کی موت پر استدلال کرتے ہیں، رد ہوتا ہے کیونکہ ان کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت خضرؑ زمین عرب میں نہ تھے اور اگر ہم یہ بھی بطور فرض مان لیں کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خضرؑ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عینیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے و قیل اراد النبی ﷺ بالارض البلدة التی هو منها و قال تعالی الم تکن ارض الله واسعة یرید المدینة کہ اس حدیث میں زمین سے وہ شہر، مدینہ، مراد ہے جس میں آنحضرت ﷺ موجود تھے۔ چنانچہ اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی؟ مدینہ مراد ہے۔

اور بخاری کی بعض شروح میں ہے کہ اس حدیث میں زمین کا لفظ کہنے سے ملائکہ اور حضرت عیسیٰؑ جدا ہوئے۔ بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر جمہور محدثین اس کے مخالف ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضر مخصوص ہیں۔ یا یہ کہ اس میں زمین والوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضرؑ دریا میں ہیں۔ ہاروت ماروت کے موجود ہونے سے بھی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ وہ دونوں بشر نہیں۔ ایسا ہی ابلیس کے موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے۔ عینیؒ نے کہا ہے کہ بہت باوجہ جواب یہ ہے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ و حضرت خضرؑ اس امت سے نہیں ہیں اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہیں۔

قوله ظهر الارض احتراز عن الملائکة و عیسی علیهم السلام و احتج به البخاری و غیره علی موت خضر و الجمهور علی خلافه و اجابوا بانه عام مخصوص البعض او کان فی البحر و لا یعترض بهاروت و ماروت لانهما لیسا ببشر و کذا الجواب فی ابلیس قال العینی الاوجه ان یقال المراد لمن هو علی ظهر الارض امة اجابته کانت او دعوة و عیسی و خضر لیسا داخلین فی الامة و الشیطان لیس من بنی آدم ۔

مرزا قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح میں زبانی یہ تقریر کی تھی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نہ رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے سوال قیامت کے جواب میں فرمائی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مرجانے کی خبر دی

گئی ہے۔ یہ بات آپ نے اپنے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بھی زبانی کہی تھی اور اس کی تصدیق کے لئے مشکوۃ کے صفحہ ۴۷۲ میں ایک حدیث دکھا کر اس کا مطلب یہ سمجھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نہ رہے گا ۔اس کے بعد زبانی تقریر میں قادیانی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں بنتا کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہو جانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ قیامت تب ہی قائم ہوگی جب کہ تمام زمین پر کوئی زندہ نہ رہے۔

اس تقریر میں قادیانی نے حاضرین مجلس کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا خوب ثابت کیا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نہ رہے گا۔ سوال قیامت کا جواب ہرگز نہیں ہے۔ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد کوئی زمین پر زندہ رہتا۔ اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں تخلف ہوتا۔ اور قیامت کا ہنگامہ برپا نہ ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ یہ قول تو آپ ﷺ نے سوال قیامت کے جواب سے اعراض و انکار کر کے فرمایا تھا۔ لوگوں نے آپ سے وقت قیامت سے سوال کیا۔ آپ نے جواب میں وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور صاف فرما دیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہیں۔ یہ علم تو خدا تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے۔ ہاں میں یہ بات قسم سے کہتا ہوں کہ جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہو چکے ہیں، وہ سو برس کے بعد زندہ نہ رہیں گے۔

اصل حدیث یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ میں ہے، وہی حدیث مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ منقول ہے عن جا بر بن عبد الله سمعت النبی ﷺ یقو ل قبل ان یمو ت بشهر تساء لو نی عن السا عة و انما علمها عند الله و اقسم با لله ما علی ا لا ر ض من نفس منفوسة تا تی علیها ما ئة سنة و هی حیه یو مئذ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل قرن، ہم عصر لوگ، سو برس تک فوت ہو جائیں گے، نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مر جائیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ لوگ جو آپس میں سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتیں کرتے ہیں اس میں وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کے معنے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں وہ سو برس کے بعد نہ رہیں گے، جس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ آپ ﷺ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا قا ل ابن عمر فو هل الناس فی مقا لة رسول الله ﷺ تلك فیما یتحد ثو ن من هذه الا حا دیث عن ملة سنة و انما قال رسو ل الله ﷺ لا یبقی ممن هو الیوم علی ظهر ا لا ر ض احد یر ید بذ لك ان ینحرم ذا لك القر ن (صحیح مسلم۔ص ۳۱۰)۔ یہ قول ایک جلیل الشان صحابی ابن عمر کا بھی اس باب میں نص ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں تھا۔ اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا، بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود ہے۔ اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہ ہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہو جانا مراد ٹھہرانا ضروری نہ ہوا۔ کیونکہ یہ تو بقول مرزا قادیانی اسی صورت میں ضروری تھا جب کی یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا، اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا۔

لفظ قرن کو، جس کے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمر مقصود حضرت رسالت تھا، دیکھا جائے تو اس سے بھی تمام زمین کے لوگوں کا مراد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اہل قرن وہی لوگ کہلاتے ہیں جو آپ ﷺ سے شرف صحبت و ملاقات رکھتے تھے، نہ تمام دنیا کے لوگ۔ حدیث مشہور خیر القرو ن قر نی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلو نهم میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قرن والوں کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے۔ پھر ان کو جو ان کے قریب ہوں، پھر ان کو جو اس سے متصل ہوں۔ اور اس قول سے ان تینوں زمانوں کے تعامل عام کو حجت ٹھہرایا ہے ۔کیا اس حدیث میں ان تین زمانوں کے تمام دنیا کے لوگوں کو، یورپ میں ہوں خواہ ایشیا میں یا امریکہ و چین وغیرہ میں آنحضرت ﷺ نے بہتر کہا

؟اوران کے تعامل کو حجت ٹھہرا یا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۲۸ میں نہایہ جزری سے نقل کیا ہے :

قرنہ اصحابہ علی الصحیح و قیل قرنہ ما بقیت عین رئتہ و الثانی ما بقیت عین راءت من راہ و الثالث کذالک والثالث ابناء ابنائھم ۔ و قیل کل طبقۃ مقترنین فی وقت و الصحیح ان قرنہ اصحابہ و الثانی التابعون و الثالث تابعوھم و قد ظھر ان مدۃ ما بین البعثۃ الی آخر من مات من الصحابۃ ماۃ و عشرون بالتقریب و ان نظر الی وفاتہ کان ماۃ اما قرن التابعین فان اعتبر من سنۃ ماۃ کان نحو خمسین فظھر ان مدۃ القرن مخلتف باعتبار اعمار اھل کل زمان و اتفق ان اخر اتباع التابعین من عاش الی عشرین و ماتین و فیہ ظھر البدع ظھوراً ناشیاً و اطلقت المعتزلۃ السنتھا و رفعت الفلاسفۃ رئوسھا کہ آنحضرت ﷺ کا قرن بنا بر قول صحیح آپ کے اصحاب تھے۔بعض کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔دوسرا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ایسا ہی تیسرا۔

اوراسی مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۴ میں طیبی سے نقل کیا ہے قرنہ اصحابہ و الثانی ابناء ھم کہ آپ ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب تھے، دوسرا قرن ان کے بیٹے، تیسرا قرن ان کے پوتے۔

بعض کا قول ہے کہ قرن وہ لوگ ہیں جو کسی وقت میں ملے ہوں۔مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب ہیں، دوسرا قرن تابعین کا تیسرا قرن تبع تابعین کا۔اور یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریباً ایک سوبیس برس ہوتے ہیں اور اگر آنحضرت ﷺ کے سال وفات سے، جس سے ایک مہینہ پیشتر آپ نے وہ قول سوبرس تک کسی کے زندہ نہ رہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ تصریح موجود ہے، حساب کیا جاوے تو ایک سوبرس ہوتے ہیں۔تابعین کا قرن اس سوبرس کے بعد شمار کیا جائے تو تقریباً ستر برس تک ختم ہوتا ہے اور تبع تابعین کا قرن اس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریباً پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔اس سے بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہر ایک زمانہ والوں کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعی دوسوبیس ہجری تک زندہ رہا ہے۔اس کے بعد بدعت وفساد کا عام شیوع ہوگیا۔معتزلہ نے زبان کو کھولا اور فلاسفہ نے سر اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قرن سے جس کے گزر جانے کی بقول حضرت ابن عمرؓ، آنحضرت ﷺ نے اس قول میں خبر دی تھی، صحابہ مراد ہیں۔جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین میں رہتے تھے۔آنحضرت ﷺ نے اس قول میں ان ہی کے فوت ہونے کی خبر دی تھی، نہ تمام دنیا کے لوگوں کی۔آپ کے قرن سے ساری دنیا کے لوگوں کو مراد ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مشہور میں جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بھی تمام دنیا کے لوگ مراد لینا اور ان کا بہتر ہونا اور ان کے تعامل کا حجت ہونا لازم آئے گا جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی فن حدیث سے ناواقف ہوکر ناحق دخل در معقولات دیتا ہے اور احادیث صحیحہ کے غلط معنے کرکے ان کو باہم متعارض ٹھہراتا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔محمد حسین) **اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے طور سے یقینی الثبوت ہوتیں تو یہ خرابیاں کاہے کو پڑتیں** (جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بارہا دیا گیا۔ان میں تعارض کا عدم وقوع بھی ظاہر کیا گیا۔مرزا صاحب قادیانی بار بار اسی بات کا اعادہ کرتے اور خروج از مبحث کا ارتکاب عمل میں لائے ہیں جس کی پانچویں دفعہ ہے۔محمد حسین)۔**اب میں خیال کرتا**

ہوں کہ میں آپ کے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں (پورا چھوڑ ادھورا جواب بھی نہیں دیا اور نہیں بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کی رو سے صحیح ہیں یا سب کی سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جس کا کوئی حصہ بھی مرزا قادیانی کی تمام کلام میں پایا نہیں جاتا) کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ حدیثیں بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہیں، اس لئے وہ بجز شہادت وموافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اس کے حجت شرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں (احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن سے مشروط نہیں۔ وہ احادیث بلا مراجعت قرآن واجب العمل ہیں اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہیں۔محمد حسین) اور قانون روایت کی رو سے ان کا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہوسکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے (یہ ہم پایہ ہونا کس نے کہا اور کس نے اس سے سوال کیا؟ یہ چھٹی دفعہ مرزا صاحب نے مبحث سے خروج کیا کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث وسوال نہ تھا۔محمد حسین) سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔۲۱۔ جولائی ۱۸۹۱ء۔مرزا غلام احمد

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر پنجم

(اس تحریر کے متعلق قادیانی روایت یہ ہے کہ یہ پرچہ ان کے پاس نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ مختصر سا پرچہ تھا جو محمد حسین ہی کے پاس رہ گیا ہوگا۔تاہم انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ محمد حسین نے یہ پرچہ ان کے حوالے نہیں کیا۔ایسا ہوتا تو جب مرزا قادیانی کے آخری پرچے کے بارے میں مولانا نے کہا کہ تم نے یہ پرچہ ہمیں نہ دے کر شرائط مباحثہ کی خلاف ورزی کی ہے،تو مرزا صاحب کہتے کہ تم تو یہ جرم پہلے ہی کر چکے ہو۔ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب؟ دراصل اس پرچہ میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے کچھ سوال مرزا صاحب پر وارد کئے ہیں۔جن کا جواب وہ دے نہیں سکے۔اس لئے اصل سوالات کو غائب کر کے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے رہے اور اپنے اتباع پر ظاہر کیا کہ میں نے ایک مدلل تحریر لکھی ہے۔بہاء)

شیخ السلام مولانا محمد حسین نا بٹالویؒ اس پرچہ میں لکھتے ہیں: آپ (مرزا) نے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہیں دیا اور نہ فرمایا کہ احادیث کا قانون روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہوں تو مقبول ورنہ مردود، یعنی پیمانہ صحت کیا ہے اور اصول روایت کی رو سے احادیث صحیحین صحیح ہیں یا نہیں؟ مگر آپ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو، بخاری ومسلم کی کیوں نہ ہو، صحیح ولائق قبول نہیں جانتے جب تک کہ اس کا مطابق قرآن ہونا ثابت نہ ہو۔ (ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض مرزائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب تم کو اس مفہوم کا علم واعتراف ہے تو پھر کیوں کہتے چلے گئے ہو کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا۔اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت مرزا قادیانی سے اسی مقام

میں یہ سوال کیا گیا کہ: ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہاں کہدو ۔ تو اس نے اس کے جواب میں ہاں نہیں کہا۔ لہذا سوال واستفسار کا حق رہا ۔ جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم مرزا قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے، مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے تا کہ عوام کو اس کا منکر صحت صحیحین ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہو۔ سو اگر چہ اس نے یہ صریح اقرار نہیں کیا، مگر بار بار کا مفہوم واشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا۔ اسی وجہ سے ہم نے تحریر نمبر ۸ میں اس کو یقیناً منکر صحت صحیحین ٹھہرا دیا اور اس پر جو حکم مناسب تھا، لگایا۔ محمد حسین) و بناء علیہ ان کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہیں لگاتے کہ وہ صحیح ہیں یا موضوع ہیں۔ اور نہ یہ تفصیل وتشقیق کر سکتے ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے، فلاں موضوع، بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال، جن کی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہیں۔ آپ کے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف ہاں کہدیں اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمادیں کہ اس اعتقاد و بیان میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے اور آپ سے پہلے کون اس کا قائل ہے؟ اس کا مطلب کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں (ناظرین خیال رکھیں کہ ہم نے کس اعتقاد و بیان میں قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے اور قادیانی نے جواب میں کس مسئلہ میں اپنے لئے امام کا ہونا غیر ضروری ہونا بتایا ہے۔ محمد حسین)

نمبر ۲۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے برابر سمجھتے ہو۔ اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کن الفاظ سے آپ نے یہ مطلب سمجھا ہے۔

نمبر ۳۔ آپ نے یہ دعوی کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بعض احادیث اجتہادی فرمائی ہیں، کیا اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الٰہی نہیں ہے، یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو فرمائیے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم اجتہادی سے ہیں یا نہیں۔

نمبر ۴۔ آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ابن صیاد، دجال معہود ہے، اس پر کتب حدیث میں کہاں شہادت پائی جاتی ہے جس سے اجماع ثابت ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔

نمبر ۵۔ آپ نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں۔ کتب حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے۔

نمبر ۶۔ آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اسکی تصحیح نقل کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اس امر کی نسبت میں نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے۔

ان سوالات کا آپ جواب دیں گے تو آپ کے طولانی جواب پر مفصل بحث ہو گی۔ بلاحصول جواب سوالات مذکورہ اس پر تفصیلی بحث نہیں ہو سکتی۔ ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر پنجم

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ آئمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہوں نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے کہ وہ راویوں کے حالات پر نظر ڈال کر باعتبار ان کے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت فہم اور باعتبار ان کی قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جن کا ذکر اس جگہ موجب تطویل ہے۔ کسی حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہیں۔ مگر ان کا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ ثبوت کامل تک پہنچ گئی ہے جس میں امکان غلطی کا نہیں، بلکہ ان کا مطلب صحیح کہنے سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال ان کے ان آفات اور عیوب سے مبرا ہے جو غیر صحیح حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو (جس قدر ثبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل و مکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔ رہی مرزا صاحب کی قید عدم امکان غلطی ہو، یہ محض دھوکہ ہے۔ عمل کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے اور حدیث صحیح باوجود امکان غلطی، واجب العمل ہے۔ اور صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہ ہوں تو ان کی صحت پر قسم کھانے سے کفارہ لازم آوے، حالانکہ یہ کفارہ لازم نہیں ہے۔ ان کتابوں کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے کیونکہ امت اپنے اتفاق میں معصوم ہے، اس کا بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے، اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں، تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس۔ بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے (نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال کے اتفاقیہ ارکان گو تعامل سے ثابت ومعلوم ہیں مگر ان کے اختلافی اجزاء ومسائل تعامل سے ثابت نہیں۔ ان کا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔ حدیث نہ ہو تو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ ان پر تعامل پایا جاتا تو ان میں اختلاف واقع نہ ہوتا۔ مرزا قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور ان کو یقینی ٹھہراتا ہے، تو اس کی وجہ

یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال میں پائے جاتے ہیں۔اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ اور اس کے حواشی میں ہوگی۔محمد حسین) ۔اگر فرض کر لیں کہ یہ فن حدیث دنیا میں پیدا نہ ہوتا، پھر بھی یہ سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے ۔خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے (قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ احادیث وہی نہیں کہلاتیں جو کسی کتاب میں جمع ہوں اور لکھی بھی جا چکی ہوں ۔صدر اول میں تو احادیث زبانی روایت کی جاتی تھیں اور سینوں میں محفوظ تھیں ۔اور ان ہی حدیثوں کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز ، روزہ وحج ، زکوۃ وغیرہ اعمال وارکان اسلام بجالاتے اور کسی وقت میں وہ احادیث سے مستغنی نہیں ہوئے ۔حدیث نہ ہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہ ہوتا۔تعامل کیسا اور کس کا؟ محمد حسین) ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو یک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں ،تو بے شک یہ درجہ یقین وثبوت تام جواب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا (ان اعمال کے جملہ ارکان ومسائل کا یقین ثبوت آپ کو ہوگا۔مسلمان تو عموماً ان کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ تجویز کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے، یعنی ثبوت بظن غالب ۔یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں ایک فریق دوسرے کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتا۔محمد حسین) سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کر لیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہیں ، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہیں ۔اور در حقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں ۔وہ تو طبعی طور پر ہر یک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں (خواہ مخواہ کیوں موضوع کہیں گے،آپ کوئی وجہ نکال کر موضوع قرار دیں گے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتھ لگ گئی ہے، جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار دے کر موضوع قرار دے دیا۔جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو آپ نے مخالف قرآن وتوحید قرآن قرار دے کر موضوع قرار دیدیا ہے۔محمد حسین) بلکہ میں ہر یک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہو تو میں بسر وچشم اس کو قبول کرونگا۔ بلکہ اگر مخالفت بھی ہو تو کوشش کرونگا کہ وہ مخالفت اٹھ جائے ۔لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آ گیا ہوگا، یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اس کے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہوں گے ۔مگر اب تک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھ کو ملی ہو جس کی

میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کر سکا، بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالی نے اس تعارض کے دور کرنے کے لئے بھی میری مدد فرمائی ہے (جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن مرزا قادیانی کرتے اوراس کو خدا کی مدد سمجھتے ہیں وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے۔ وہ اگر ان احادیث کی نسبت، جن کو بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے، صاف یہ کہہ دیں کہ یہ احادیث موضوع ہیں، تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ ہو۔ مسلمان ان کو اس دعوی میں مبتدع سمجھیں اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا علماء اسلام سے دریافت کرلیں۔ مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان مرزا صاحب کی کلام میں ان احادیث کی قرآن سے تطبیق دیکھتے ہیں اور ایسے ایسے معانی سنتے ہیں جو زمانہ حضرت رسالت سے اس وقت تک کسی مسلمان کے خیال میں نہیں آئے تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہیں اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو، جو ابتداء سے آج تک مسلمانوں میں متوارث چلے آئے ہیں، حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر ان سے انکاری ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد و باطنی ہو جائیں گے۔ اور صوم وصلوۃ کے ظاہری معانی سے بھی انکار کریں گے۔ اس کی تمثیلات فتوی تکفیر مرزا اور ریویو میں بکثرت بیان ہوئی ہیں۔ اس مقام میں ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین میں آیا ہے کہ مسیح آئیں گے تو وہ خنازیر کو قتل کریں گے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خنزیر پالنے اوراس کو کام میں لانے کو موقوف کر دیں گے۔ موجودہ خنزیروں کو قتل کا حکم دیں گے اور آئندہ خنزیر رکھنے سے لوگوں کو روک دیں گے۔

مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست وسیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہیں ہے، اور ان کا اپنا حکم تو خاص قادیان کے ایک محلّہ میں بھی نہیں چلتا۔ حکم کیسا، انہیں تو اپنی جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ قادیان میں سر چھپا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ میں رہے۔ پھر مسیح موعود بنیں تو کیونکر بنیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے پہلے اس حدیث کے معنے کو بگاڑا اور اس لائق کر دیا کہ ان کے بے علم اتباع کی نظر میں ان کا مخالف قرآن ہونا دکھائی دے، اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ حضرت مسیح جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ اور چوہڑے اور سانہسی، جو پنجاب میں ایک قوم ہے جو چوہڑوں کی طرح مردار کھاتے ہیں، گھنڈیلے اور شکاری کتے آپ کے ساتھ ہوں گے پھر ان معنے کے مخالف قرآن ہونے کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ معنے نبی کی شان کے برخلاف ہیں، جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کی رو سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پھر اس حدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ اس حدیث میں خنزیر سے مراد خنزیر صفت انسان مراد ہیں اور قتل سے انکا مغلوب کرنا۔ اور اس معنی سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہوسکتی ہے۔ دیکھو توضیح مرام ص ۱۳ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ وغیرہ۔ اس تاویل وتطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہیں وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہہ اڑا رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے حق میں جو زمانہ رسالت سے اس وقت تک اسکے ظاہری معنی مراد سمجھتے چلے آئے ہیں، یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیروں کا شکار کھیلنے اور چوہڑوں اور چماروں اور کھنڈیلوں اور کتوں کو ساتھ لے کر جنگلوں میں دوڑتے پھرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ واحمقانہ خیال سمجھنے لگے ہیں۔ جسکا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر میں بھی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لیں گے۔ اور اصل خنزیر کو حلال سمجھ کر نوش جان فرمائیں گے۔

اس اصول پر وہ نماز وروزہ وحج وزکوۃ کی نصوص کی وہ تاویلیں کریں گے جو فتوی تکفیر مرزا میں باطنیہ سے منقول ہوئی ہیں۔ اس وقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اڑا رہے ہیں۔ چند روز بعد جب اصول تاویل قادیانی ان کے خیال میں استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا، تو وہ آیات قرآن کے ظاہری معانی پر ان کو دوسری آیات اور تعلیم قرآنی وتقدس رحمانی کے برخلاف سمجھ کر قہقہے اڑائیں گے اور ان ظواہر سے انکار کرینگے۔ اس انکار ظواہر آیات

کی پٹری بھی ان کے پیغمبر قادیانی نے جما دی ہے۔اور آیات لیلۃ القدر و سجود آدم و معجزات مسیح از قسم احیاء موتے و خلق طیور وغیرہ کے ظاہری معانی کو خلاف تعلیم قرآنی و تقدس رحمانی و برخلاف حقائق نفس الامر یہ قرار دے کر ان کی تاویل کر دی ہے اور یہ انکار ان کا حدیث نبوی کے ظاہری معانی میں محدود و محصور نہیں رہا۔ظواہر حدیث کو تو انہوں نے ظنی ہونے کے بہانہ سے نشانہ بنایا ہے،ظواہر قرآن کو اس حیلہ سے اڑانا شروع کر دیا ہے کہ وہ ظواہر دوسری آیات کے مخالف ہیں،اور تعلیم قرآنی و تقدیس رحمانی کے منافی ہیں،جس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تطبیق و تاویل آپ کے اتباع میں مسلم ہو گئی تو مرزا اور مرزائی جملہ نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ کے ظواہر و حقائق سے منکر اور پکے اور پورے باطنی و ملحد ہو جائیں گے۔محمد حسین) ہاں میں دعوی نہیں کر سکتا کہ میں ہر ایک تعارض کو دور کر سکتا ہوں کیونکہ جو حقیقی اور واقعی تعارض ہو گا اس کو میں کیوں کر دور کر سکتا ہوں یا کوئی اور شخص کیونکر دور کر سکتا ہے (یہ صاف و صریح اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک صحیحین کی بعض احادیث میں حقیقی اور واقعی تعارض بھی موجود ہے جس کو نہ آپ دور کر سکتے ہیں،نہ ان کے زعم میں کوئی اور شخص۔اور تعارض آپ کے نزدیک وضع و تحریف کی علامت ہے۔چنانچہ اپنی تحریر نمبر۴ وغیرہ میں آپ بیان کر چکے ہیں۔ان دونوں مقدمات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیحین میں مرزا صاحب کے نزدیک بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔یہ احادیث صحیحین پر ان کا تیرہواں حملہ ہے۔محمد حسین)۔

☆ اور آپ نے جو مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ جو تعارض ابن صیاد والی حدیث اور گرجا والے دجال والی حدیث میں پایا جاتا ہے،اس تعارض کے ماننے میں کون تمہارے ساتھ ہے؟ (میں نے یہ سوال نہیں کیا،اور جو اس سوال کے جواب میں آپ نے کہا،وہ بھی بے محل ہے۔اور جس عبارت ریویو سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ آپ کے مدعا سے اجنبی ہے۔اس عبارت میں آیہ و حدیث کے ہوتے تقلید کو غیر ضروری بتایا گیا ہے اور آپ کا دعوی تعارضی احادیث ابن صیاد اور دجال محض باطل خیال ہے،احادیث نبویہ سے اس پر شہادت نہیں پائی جاتی۔محمد حسین)

اس سوال سے میں متعجب ہوں کہ جس حالت میں مدلل اور موجہ طور پر میں تعارض کو ثابت کر چکا ہوں تو پھر میرے لئے ضرورت کیا ہے کہ میں کسی کی سلف میں سے تقلید ضروری سمجھوں۔اور آپ بھی تو ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۳۱۰ میں اس بات کو قبول کر چکے ہیں کہ بلا تقلید غیری استدلال منع نہیں۔چنانچہ آپ اس صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین جو باوجود ترک تقلید کے خوگر ہیں بلا واسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے تمسک نہیں کرتے اور جو بلا واسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرے اس کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

☆ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میرے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے مرتبہ صحت سے برابر سمجھتا ہوں،یہ مجھے آپ کی فحوائے کلام سے خیال گذرا تھا۔اگر آپ کا یہ منشا نہیں ہے اور آپ میری طرح احادیث کا مرتبہ صحت،قرآن کریم کے مرتبہ صحت سے متنزل سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کو امام قرار دیتے

ہیں اور محک صحت احادیث ٹھہراتے ہیں، تو پھر میری غلطی ہے کہ میں نے ایسا خیال کیا (حدیث صحیح کا مرتبہ ثبوت میں قرآن کے مساوی نہ ہونا تو میں نے ظاہر کیا تھا مگر قرآن کا محک صحت احادیث صحیحہ ہونا مرزا صاحب نے اپنی طرف سے ملا کر مجھے ان دونوں باتوں کا قائل قرار دیا اور اس میں اپنی دجالیت کا ایک ثبوت پیش کیا ہے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ احادیث صحیحہ کا معیار صحت، اصول روایت ہیں اور احادیث صحیحہ، ثبوت صحت کے بعد خود بخود موافق قرآن ہو جاتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کی صحت کو قرآن سے نہیں پہچانا جاتا۔ ممکن ہے کہ ایک حدیث کا مضمون قرآن کے مطابق ہو اور وہ حدیث صحیح نہ ہو۔ محمد حسین) لیکن اگر آپ درحقیقت قرآن کریم کا اعلیٰ مرتبہ مانتے ہیں اور اس کو واقعی طور پر محک صحت احادیث قرار دیتے ہیں اور اس کی مخالفت کی حالت میں کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تو پھر تو آپ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ پھر اس لمبی چوڑی تکرار سے فائدہ کیا ہے؟

اور یہ جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہاد سے کیا مطلب ہے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس جگہ اجتہاد سے مراد، اس عاجز کی، اجتہاد فی الوحی ہے، کیونکہ یہ تو ثابت ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت وحی مجمل میں اجتہادی طور پر دخل دیا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ تفسیر اور تشریح جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے صحیح اور سچی ہوتی تھی اور بعض اوقات غلطی بھی ہو جاتی تھی چنانچہ اس کی نظیریں بخاری اور مسلم میں بہت ہیں (اس قول میں مرزا قادیانی نے عجیب تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے، اس کی جملہ تلبیسات وتحریفات نصوص قرآن وحدیث کا اصل اصول یہی امر ہے جو اس قول میں اس نے اختیار کیا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے دعوی یہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی مجمل میں اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔ جو جملہ مجملات وحی متلو، قرآن مجید، اور وحی غیر متلو، حدیث شریف، کو شامل ہے اور اس دعوی سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ قرآن کی جو آیت مجمل ہے یا احادیث نبویہ سے جو حدیث مجمل ہے، وہ محل اجتہاد ہے اور اس میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی نظر سے قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں یہ دعوی کیا تھا کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں۔ اس وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے، جس پر ہم نے اپنی تحریر نمبر ۵ میں معنے اجتہاد سے سوال کیا تھا۔ اسی کا جواب مرزا قادیانی نے اس قول میں دیا ہے جس کا مطلب اس کے مضمون تحریر نمبر ۴، اور ازالہ اوہام کا مضمون صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۷ وغیرہ ملا کر یہ ہوا: بعض آیات واحادیث کی وحی آنحضرت ﷺ کو مجمل ہوتی۔ آنحضرت ﷺ اپنے اجتہاد سے اس کی تفسیر وتشریح فرماتے۔ اور اس میں غلطی بھی کیا کرتے۔ اسی وجہ سے ان میں تعارض واقع ہو گیا۔ اور احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد وحضرت مسیح اسی قسم سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس باب میں کچھ مجمل وحی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی تشریح وتفسیر اپنے اجتہاد سے کر کے وہ حدیثیں فرما دی ہیں۔ اور ان میں غلطی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض واقع ہو گیا ہے۔،

اس عام دعوی، وحی مجمل قرآن وحدیث کو آپ ﷺ کا اجتہاد سے تفسیر کرنا اور اس میں غلطی کا مرتکب ہونا، پر جو دو دلیلیں مرزا قادیانی نے پیش کی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے دو خواب ہیں، چنانچہ آئندہ ان کی تشریح ہوگی، اور نبی کا خواب گو ایک خاص قسم کی وحی ہے، جس کی تعبیر اجتہاد سے ہو سکتی ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے، مگر اس خاص قسم کی وحی کو محل اجتہاد وغلطی ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی وحی مجمل قرآن وحدیث کی تفسیر آنحضرت ﷺ اجتہاد سے فرماتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔

دعوی تو مرزا صاحب نے عام کیا کہ ہر ایک وحی مجمل قرآن وحدیث میں آنحضرت ﷺ اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کے مرتکب ہوتے، اور دلیل خاص ایک قسم، خواب، میں آنحضرت ﷺ کا اجتہاد و غلطی کرنا پیش کیا، اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔ مسلمان اور غیر مسلم سبھی عقلاء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب کو ایسے اتباع مل گئے ہیں جو عقل سے بھی اب کوئی تعلق نہیں رکھتے، جیسا کہ نقل کو پہلے ہی آپ کی بیعت کر کے سلام کہہ چکے ہیں۔ لہذا آپ بے دھڑک و بلا پابندی نقل و عقل جو چاہتے ہیں، کہہ دیتے ہیں اور وہ آمنا کل من ربنا کہہ کر اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب دو تین خوابوں کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کے اجتہاد و خطا کو ہتھکنڈا بنا کر انہیں کی دست آویز سے جس پیش گوئی قرآن و حدیث کو چاہتے ہیں، وحی مجمل قرار دیتے ہیں اور اس کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کا ایک غلط نتیجہ ٹھہرا کر اس کے ظاہر معانی کو بے کار و بے اعتبار ٹھہراتے اور اپنی تاویل کا محل بنالیتے ہیں۔ اور نصوص قرآن وحدیث کو زیر و بالا کر دیتے۔ اور ان کے مرید اس کو حقائق و معارف سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اہل اسلام کو یہ بتاتے ہیں کہ اسلام میں مجملات قرآن حدیث کا کیا حکم مقرر و مسلم ہے۔

اسلام و مسلمانوں میں مجملات قرآن وحدیث کا یہ حکم مسلم و مقرر ہے کہ جس مخزن و مخرج سے مجمل کا صدور ہوتا ہے اسی مخزن و مخرج سے اس کا بیان صادر ہوتا ہے، یعنی وحی الہی و نص شارع سے جس کو اجتہاد اور اجتہادی غلطی ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی کتاب اصول فقہ حسامی میں لکھا ہے: و ضد المفسر المجمل و هو ما اند حمت فيه المعانى فاشتبه المراد به اشتباها لا يدرك الا ببيان من المجمل كآيت الربوا وحكمه التوقف فيه على اعتقاد حقيقة المراد به الى ان ياتيه البيان (حسامی۔ص۶) مفسر کی ضد مجمل ہے، جس کی مراد میں کثرت معانی کے سبب ایسا اشتباہ واقع ہو جو بلا بیان شارع رفع نہ ہو جیسے آیت ربوا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا جائے جب تک کہ شارع سے بیان وارد نہ ہو۔

آیہ ربو کے مجمل ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ربا ء عربی زبان میں ہر ایک بڑھوتری کو کہا جاتا ہے اور کوئی بیع ایک جانب کی بڑھوتری سے خالی نہیں۔ لہذا یہ معنی لغوی ربو کے اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے۔ اور وجوہات سے بڑھوتری مراد لیں تو ان میں کثرت وجوہات کے سبب اشتباہ واقع ہے۔ اور کسی خاص وجہ کی بڑھوتری مراد نہیں لی جاسکتی۔ لہذا اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا گیا۔ یہاں تک کہ شارع ﷺ نے اس کی مراد کو خود بیان کر دیا اور صاف فرمادیا کہ چھ چیزوں گندم، جو، نمک، کھجور، سونا، چاندی، کا اپنی ہم جنس سے مبادلہ ہو تو اس میں ایک جانب کی بڑھوتری رباء ہے۔ تو وہ اشتباہ رفع ہوا۔ اس بیان نبوی کی نسبت کوئی مسلمان یہ تجویز نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان اجتہاد سے فرمایا ہے، جس میں خطا کا احتمال ہے۔ بلکہ بالاتفاق یہی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ بیان وحی الہی سے ہوا ہے۔ جس کو شریعت کہا جاتا ہے۔ اور اس بیان میں آپ ﷺ کو شارع تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں کتاب وسنت میں اور بہت ہیں۔ کتاب اللہ کی اور تمثیلات کا کوئی شائق ہو تو تفسیر اتقان مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۰۸ میں دیکھے۔ اور احادیث کی تمثیلات کتب احادیث میں۔

نبی کے خواب کے مجملات اس حکم سے مستثنی ہیں اور اس کی تعبیر وحی الہی پر موقوف نہیں، وہ اجتہاد سے بھی ہوسکتی ہے۔ نبی کا خواب گو ایک قسم کا وحی ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم اور بخاری کی حدیث میں آیا ہے رئو یا الانبیاء وحی۔ رواہ ابن ابی حاتم مرفوعاً و البخاری من قول عبید بن عمر مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی خوابوں کی اجتہاد سے تعبیر کی اور اس میں بعض جگہ غلطی بھی ظاہر ہوئی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی مجمل وحی منامی کا حکم عام مجملات قرآن وحدیث سے متغائر ہے۔ اس میں اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔ اور شرع اور وحی سے ورود بیان کی تعبیر خواب میں ضرورت نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی وحی منامی کے چھیالیسویں حصہ، مومنوں کے خواب، میں جس کو بخاری کی حدیث نبوی میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے رؤیا المومن جزء من ستة و اربعین جزءً من النبوۃ (بخاری۔ص ۱۰۲۵) اجتہاد سے تعبیر کو جائز رکھا گیا ہے اور اگر اس قسم کی وحی کی تعبیر بھی بیان شارع پر موقوف رکھی جاتی تو اس کے جزء (چھیالیسواں حصہ) میں بھی اس بیان شارع کے کسی جزء کی ضرورت ہوتی۔ اور چونکہ یہ ناممکن امر ہے کہ ہر ایک مومن کی سچی خواب کی تعبیر کا کوئی حصہ بیان شارع میں پایا جائے، لہذا اس کے کل یعنی منامی وحی نبوی میں بھی اس بیان کی ضرورت کو اٹھا یا گیا اور اجتہاد سے اس کی تعبیر کو جائز رکھا گیا۔

الحاصل خاص خواب کا حکم اور ہے، عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور۔ مرزا قادیانی، مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ عام وحی مجمل قرآن وحدیث کو خواب کے حکم میں ٹھہرا کر جس آیت، حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل قرار دے کر اجتہادی غلطی کا محل قرار دیتا اور اس میں جو تاویل چاہتا ہے، کرتا ہے۔

یہ مرزا صاحب کے ملحدانہ اصول کا ابطال ہے۔ اب اس باطل اصول کے بداثر سے ان احادیث کو بری کیا جاتا ہے جن کو اس اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر مرزا قادیانی نے خواب یا تعبیر ٹھہرا کر محل اجتہاد و غلطی اجتہادی و نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یعنی احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد خصوصاً حدیث تمیم داری جس کو خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں نشانہ بنایا ہے۔

پس واضح ہو کہ جن احادیث میں دجال کی آمد کی خبر ہے ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں کسی قسم کا اجمال ہو یا احادیث ابن صیاد سے اس کا تعارض ہو، یا اس میں آنحضرت ﷺ کے خواب کی حکایت یا کسی خواب کی تعبیر ہو۔ یا اس کا خلاف مشاہدہ میں آیا ہو جس سے ثابت ومفہوم ہو کہ وہ اجتہادی تعبیر تھی جو خلاف واقعہ نکلی بلکہ وہ احادیث اپنے منطوق ومفہوم والفاظ وسیاق سے صاف بتا رہی ہیں کہ ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے جو حالات بیان کئے ہیں وہ آپ ﷺ کے چشم دید واقعات ہیں، جو بمشاہدہ عینی بوحی الٰہی آپ پر منکشف ہوئے ہیں۔ اور ان احادیث میں کسی قسم کا تعارض وتخالف نہیں ہے۔

احادیث متعلقہ ابن صیاد کا احادیث دجال سے متعارض نہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے اور احادیث دجال کا آپس میں متعارض نہ ہونا ریویو، ازالہ اوہام مرزا قادیانی میں ثابت کیا جائے گا۔ اور حدیث تمیم داری ہماری تحریر نمبر ۸ میں منقول ہے اس مقام میں چند احادیث متعلقہ آمد دجال نقل کی جاتی ہیں جو ابطال عموم دعوی قادیانی کے لئے کافی ہیں۔ ناظرین بتائیں کہ ان میں کسی قسم کا اجمال یا ان کا خواب یا تعبیر ہونا، یا ان کا اجتہادی ہونا، کس لفظ سے مفہوم ہوتا ہے؟

عن عبد الله بن عمر قال قام رسول الله ﷺ فی الناس فاثنی علی الله بما هو اهله ثم ذکر الدجال فقال انی لا نذرکموه و ما من نبی الا انذره قومه ولاکنی ساقول فیه قولاً لم یقله نبی لقومه انه اعور و ان الله لیس باعور (بخاری ص ۱۰۵۵ ومعناہ فی مسلم ص ۴۰۰)۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روائت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ خدا کی تعریف کے بعد آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا نہ ہو، ولیکن میں اس کے حق میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے نہیں کہی، وہ یہ ہے کہ وہ دجال کانا ہوگا اور خدا تعالی کانا نہیں۔

عن انس بن مالك ما بعث نبی الا انذر امته الاعور الكذاب و ان ربكم لیس باعور و ان بین عینیه مكتوب كافر، (بخاری ص ۱۰۵٦ و مسلم ٤٠٠ و فیه یقرء كل مومن كاتب و غیر كاتب)۔ حضرت انس آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی نبی نہیں ہے جس نے اس کانے کذاب سے نہ ڈرایا ہو، اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کانے کذاب کی دو آنکھوں کے مابین ك ف ر لکھا ہوگا جس کو ہر ایک مومن پڑھا ہوا ہو، یا ان پڑھ، پڑھ لے گا۔

عن حذيفه عن النبی ﷺ قال فی الدجال ان معه ماء و نارا فناره ماء بارد و مائه نار۔ (بخاری ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰) ۔ و فیه فما ادرکن احد فلیأت النهر الذی یراه نارا فلیغمر حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ پانی بھی ہوگا، آگ بھی ہوگی۔ سواس کی آگ (واقعہ میں) پانی ہوگا اور پانی (واقعہ میں) آگ۔ پس اگر کوئی اس کو پائے تو جو آگ نظر آوے اس میں غوطہ لگائے۔

و عن ابی سعید الخدری قال حدثنا رسول الله ﷺ یوماً حدیثاً طویلاً عن الدجال فکان فیما حدثنا قال یاتی و هو محرم علیه علیه ان یدخل نقاب المدینه فینتهی الی بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه یومئذ رجل هو خیر الناس او من خیر الناس فیقول اشهدانك الدجال الذی حدثنا رسول الله حدیثه فیقول الدجال ارایتم ان قتلت هذا ثم احیته اتشکون فی الامر فیقولون لا قال فیقتله ثم یحییه فیقول حین یحییه و الله ما کنت فیك قط اشدبصیرة منی الآن فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه ۔(مسلم ۴۰۴۔ بخاری ۱۰۵۶)
حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو ایک دن دجال کے حق میں ایک لمبی حدیث سنائی اس میں یہ ذکر بھی تھا کہ دجال پر شہر مدینہ کے دروازوں میں داخل ہونا حرام کیا جائے گا، وہ مدینہ کے متصل بعض شور میں پہنچے گا تو اس کی طرف ایک شخص نکلے گا جو اس دن تمام لوگوں سے بہتر ہوگا (علما کہتے ہیں وہ خضر ہوں گے، لو یہ ایک اور مصیبت مرزا قادیانی پر نازل ہوئی وہ حیات حضرت مسیح کو ناممکن سمجھتا تھا، یہاں ایک اور بھی غیر معمولی زندہ پیر نکل آئے) وہ شخص دجال کو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی بات ہم مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہوئی ہے۔ دجال اپنی ذریات کو کہے گا بتاؤ اگر میں اس شخص کو مارڈالوں اور پھر زندہ کروں تو تم کو میرے معاملہ میں کچھ شک رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ اسکو قتل کرے گا پھر زندہ کریگا تو وہ شخص کہے گا کہ مجھے جیسا اس وقت (یعنی تیرے افعال دیکھ کر) تیرے دجال ہونے کا یقین حاصل ہوا ہے، ایسا یقین پہلے حاصل نہ تھا۔ پھر وہ اس کو (دوبارہ) مارنا چاہے گا تو اس پر قدرت نہ پائے گا۔

عن انس بن مالك قال قال النبی یجئی الدجال حتی ینزل فی ناحیة المدینة ترف ثلث رجفات فیخرج الیه کل کافر و منافق (بخاری ص ۱۰۵۵ مسلم ۴۰۵) حضرت انس کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دجال آئے گا تو مدینہ کی ایک جانب اترے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین دفعہ زلزلہ واقع ہوگا جس سے ہر ایک منافق و کافر جو مدینہ میں ہوگا، نکل کر دجال کے پاس چلا جاوے گا۔
ان احادیث کے الفاظ اور سیاق اور محل بیان (موقعہ خطبہ) صاف بتا رہے ہیں کہ ان احادیث میں جو حالات دجال، آنحضرت ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ آپکے چشم دید حالات ہیں۔ اور ان احادیث کے الفاظ وسیاق وسباق میں کوئی تصریح یا اشارہ پایا نہیں جاتا کہ یہ خواب کی حکایت یا خواب کی تعبیر ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان میں فرمایا ہے وہ ظن و اجتہاد سے کہا ہے۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ ان احادیث میں پایا جاتا ہے نہ کسی اور حدیث میں۔
اب ہم ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان احادیث کو اپنے اس باطل اصول کے شکنجہ میں کیوں کر پھنسایا اور کس تحریر میں ان کو خواب ٹھہرا کر اجتہادی و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اور اس کا جواب کیا ہے جس سے ان کی احادیث کے خواب ہونے سے برات ہو۔
پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے ایک تو مسلم کی حدیث دمشقی روایت نواس بن سمعان سے دجال کے حق میں آنحضرت کا لفظ کانی اشبه بعبد العزی جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں گویا دجال کو عبدالعزی سے تشبیہ دے رہا ہوں، لے لیا اور اس لفظ کو اس امر کا مشعر ٹھہرایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کو حقیقۃً نہیں دیکھا تھا بلکہ کشف یا خواب کی حالت میں دیکھا تھا، تب ہی لفظ گویا فرمایا۔
دوسری بخاری کی وہ حدیث لے لی ہے جو اس کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں مروی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دجال کو کعبہ کا

طواف کرتے دیکھا،

اس حدیث کے بیان خواب اور حدیث نواس بن سمعان کے لفظ ، گویا، کے مشعر کشف یا خواب ہونے سے اس نے یہ نکال لیا ہے کہ نواس بن سمعان کی تمام حدیث اور حضرت مسیح اور دجال کی جملہ احادیث خواب ومکاشفات ہیں جو تعبیر وتاویل کے محتاج ہیں، نہ حقائق واقعیہ ۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۳ میں حدیث نواس بن سمعان کے لفظ مذکور سے استدلال کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو حضرت عیسی اور دجال کی نسبت امور معلوم ہوئے تھے وہ حقیقت میں سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے، جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل وتعبیر رکھتے ہیں ۔ ان ہی میں سے یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مسلم نے بیان کی ہے، جس کا اس وقت ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ تمام پیش گوئیاں مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا صالحہ کی طرح بالتزام قرائن محتاج تعبیر ہیں خود آنحضرت ﷺ کے بیانات مقدسہ شاہد ہیں ۔ پھر اس کی تمثیل وتائید میں صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵ میں بخاری کی حدیث مذکور متضمن خواب طواف دجال نقل کر کے صفحہ ۲۰۷ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ : ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے ۔ یہ درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں، جن کی تعبیر وتاویل کرنی چاہیے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے، سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دجال اپنے ظہور کے وقت میں فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھرے گا ۔ اس کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ جلی قلم سے کہا ہے کہ اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں، ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت مسیح دجال کے طواف کرنے کو ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اس کی تاویل کر دی جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے ۔ پھر جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزو کی تعبیر کی گئی تو پھر کیا وجہ کہ باوجود موجود ہونے قرائن قویہ کے دوسری جزو کی تعبیر نہ کی جائے ۔ اس کے بعد صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجال کے طواف کو ایک کشفی امر سمجھ کر اس کی ایک روحانی تعبیر کر دی ایسا ہی جناب خاتم الانبیاء ﷺ نے کئی مقامات میں ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، جب تک من جانب اللہ قوی اور یقینی معنے اس کے معلوم نہ ہوں، میں ظاہر پر حمل نہیں کر سکتا ۔ پھر اس کی تمثیل میں ایک حدیث صحیح بخاری کی صفحہ ۵۵۱ سے یہ نقل کی ہے ۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں بی بی عائشہ دکھائی گئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے ۔ تسپر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا ۔ دوسری حدیث خواب میں مقام ہجرت دیکھنے کی ہے جس کا بیان آگے ہوگا ۔

یہ مرزا قادیانی کی تقریر پر تزویر ہے جس میں اس نے احادیث متعلقہ دجال اور حضرت مسیح کو اپنے اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر خواب قرار دیا ہے ۔ اب اس کا جواب ناظرین سنیں ۔

مرزا قادیانی نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے اس کا حاصل مطلب وماحصل وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دو تین خوابوں کو ہتھکنڈا بنا کر ان کے ذریعے سے جس آیت یا حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل اور خواب یا مکاشفہ محتاج تشریح وتاویل بنا دیتا ہے ۔ اور اسکا جواب بھی گذر چکا ہے کہ یہ محض مغالطہ اور صاف دھوکہ ہے ۔ بعض احادیث میں جو آنحضرت ﷺ کی خاص خوابوں کا بیان ہے وہ جملہ احادیث نبویہ متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو وحی مجمل اور خواب نہیں بنا سکتا ۔ اور دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا ۔ اور خاص خواب کا حکم اور ہے اور عام مجملات قرآن و حدیث کا حکم اور ہے ۔ مگر اس مقام میں مرزا قادیانی کے مغالطات مسلمانوں پر ظاہر کرنے کی غرض سے اس جواب کی تشریح کی جاتی ہے ۔

مرزا قادیانی کا حدیث نواس بن سمعان کے لفظ کــانــی بمعنی گویا کو مشعر کشف یا خواب کہنا، پھر کشف اور خواب دونوں کو یکساں محتاج تعبیر وتاویل کہنا، پھر اس لفظ کی شہادت سے تمام حدیث نواس کو ایک کشف یا خواب قرار دینا مغالطہ در مغالطہ ہے ۔

اس میں ایک مغالطہ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی رویت دجال کو خواب تجویز کرنا ہے جو محتاج تعبیر ومحل تاویل ہوتا ہے ۔ دوسرا مغالطہ اس خواب

کے ساتھ لفظ، یا کشف، ملا دینا تا کہ ناظرین کو یہ متوہم ہو کہ وہ کشف بھی خواب میں ہی ہوگا۔ یا یہ کشف بھی خواب کی طرح محتاج تعبیر و تاویل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر یہ بات اس نے بتصریح بھی کہدی ہے۔ یہ دونوں مغالطے اس ایک تجویز سے دفع ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے بحالت بیداری دجال کی اصل صورت دکھائی ہو جیسے آپ ﷺ کی سیر بیت المقدس کو اہل مکہ کے نہ ماننے کے وقت بیت المقدس کی اصل صورت آپ کو دکھائی تھی۔ آپ مکہ کے مقام حجر میں بیت المقدس کو بچشم خود دیکھ رہے تھے اور کفار قریش کو اس کے پتے بتاتے جاتے تھے۔ قال رسول الله لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله البیت المقدس فطفقت اخبر ھم عن آیاته و انا انظر الیه ۔ متفق علیه (مشکوۃ۔ص۲۴۲)۔ یا جیسے حضرت عمر فاروق کو خطبہ کی حالت میں کئی منزلوں کے فاصلہ پر ایک امیر لشکر (ساریہ نامی) کی (جو لڑائی میں بے موقع کھڑا ہونے کے سبب شکست پا چکا تھا) صورت و حالت خدا تعالی نے دکھا دی تو آپ نے اسی حالت خطبہ میں چلا کر یہ بات کہی کہ اے ساریہ پہاڑ کو پس پشت لے۔ اور ادھر ساریہ کو خدا تعالی نے یہ آواز سنادی تو اس نے پہاڑ کو پس پشت لے کر جنگ کی اور فتح پائی۔

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشاً و امر علیه رجلا یقال له ساریة فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریة الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظھورنا الی الجبل فھزمھم الله تعالی ۔(مشکوۃ۔ص۵۳۸)۔

یہ رویت عینی اور کشف بحالت بیداری ہوا تھا جو کسی تاویل کا محل اور تعبیر کا محتاج نہیں سمجھا گیا اور زمانہ صحابہ سے اس وقت تک اہل اسلام کے نزدیک اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا۔ پھر کیوں جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دجال کو دیکھنا بھی ایسا ہوا ہو۔ اور جو آنحضرت ﷺ نے اس روایت کے بیان اور صورت دجال کی تشبیہہ کے وقت بلفظ کانی یعنی گویا ،تردد ظاہر فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ رویت اس تشبیہ و بیان کے وقت سے پہلے کسی وقت ہوئی ہو اور بوقت تشبیہ، دجال کی پوری صورت آپ کے یاد و خیال سے جاتی رہی ہو۔ اس لئے کانی ،گویا، کا لفظ فرمایا۔

اس میں تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ قادیانی نے اس رویت صورت دجال کا وقوع خواب یا کشف میں تجویز کر کے جملہ مضامین حدیث دمشقی روایت نواسؓ بن سمعان کو خواب یا کشف قرار دے دیا۔ حالانکہ اس حدیث کے واقعات و احکام و ہدایات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ وہ خواب یا کشف نہیں بلکہ واقعات خارجیہ و احکام نفس الامر یہ ہیں۔

اس میں ایک ہدایت یہ ہے کہ جو شخص دجال کو پاوے وہ اس کے سامنے سورہ کہف پڑھے۔ وہ دجال کے فتنے سے اس کی محافظ ہو گی۔ ایک واقعہ آئندہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب دجال نکلے گا چالیس روز زمین پر ٹھہریگا جس میں ایک دن برس روز کا ہوگا۔

اس کو صحابہ نے ظاہری معنی پر محمول کر کے ایک واقعہ آئندہ خارجی سمجھا تو اس پر آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا کہ کیا برس روز کے دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ تو اس کے جواب میں یہ حکم ہوا کہ کافی نہ ہوں گی، بلکہ اوقات پنجگانہ کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنی ہوں گی۔ یعنی نماز صباح سے چھ یا سات گھنٹہ کے بعد نماز ظہر پھر تین یا چار گھنٹہ کے بعد نماز عصر پھر دو یا تین گھنٹہ کے بعد نماز مغرب پھر ایک دو گھنٹہ کے بعد نماز عشا۔ پھر آٹھ دس گھنٹہ کے بعد نماز فجر۔ وعلی ہذا القیاس۔ اسی قسم کے واقعات و احکام اس حدیث میں اور بیان ہوئے ہیں جن کو کوئی صاحب ہوش و حواس سلیمہ خواب نہیں کہہ سکتا۔ وہ بیان خواب ہوتا تو اسکے سامعین اصحاب اس پر اس قسم کے سوالات نہ کرتے اور نہ آنحضرت اس کے متعلق یہ احکام ہدایات فرماتے۔

اور مرزا قادیانی کا حدیث طواف دجال سے استدلال بھی مغالطات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مغالطہ تو قادیانی نے یہ دیا ہے کہ اس ایک واقعہ خواب سے جملہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو خواب بنا دیا اور یہ کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو جو امور حضرت عیسی اور دجال کی نسبت معلوم ہوئے ہیں وہ سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ حدیث طواف دجال میں ایک واقعہ خواب بیان ہوا ہے، اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا

کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دجال اور مسیح کے باب میں فرمایا ہے، وہ سب کا سب اس واقعہ خواب کا بیان یا تعبیر ہے۔ یہ بات نہ اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے نہ کسی اور حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اور نہ عقل اس کی مجوز ہے۔ کیا جو شخص ایک دفعہ زید کو (مثلاً) خواب میں دیکھے اور پھر وہ زید کے حالات واقعیہ وسوانح عمری (کہ وہ عمرو کا بیٹا ہے اور خالد کا باپ اور وہ تجارت پیشہ ہے، دہلی میں دس برس رہا۔ کلکتہ میں ۵۰ برس اور سال آئندہ وہ بمبئی جانے والا ہے وغیرہ) بیان کرے تو ان واقعات وحالات کو سن کر کوئی عاقل، سلیم الحواس یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی خواب کی تعبیر کا بیان ہے۔ ہرگز نہیں ۔

اور اس میں دوسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ مکاشفات رویاء صالحہ کی مانند محتاج تعبیر ہیں۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ مکاشفات بحالت بیداری محتاج تعبیر نہیں ہوتے۔ اور وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوتے ہیں جیسے مکاشفہ بیت المقدس ومکاشفہ جنگ ساریہ وغیرہ

تیسرا مغالطہ حدیث طواف دجال کو نقل کر کے قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ اس میں قادیانی نے پیش تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی ہے جو کسی کے نزدیک ظاہر معنی پر محمول نہیں، مگر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح خواب ہیں اور ظاہری معنی پر محمول نہیں۔ اس کا جواب بھی سابق میں ادا ہو چکا ہے کہ بے شک حدیث طواف دجال ایک خواب ہے، جو ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح (جن میں واقعات خارجیہ ومشاہدات عینیہ واحکام عملیہ کا بیان ہے اور ان کو کوئی مسلمان خواب یا تعبیر خواب نہیں کہہ سکتا) خواب یا تعبیر خواب ہوں اور ظاہری معانی پر محمول ہوں۔

چوتھا مغالطہ حدیث طواف دجال کی تعبیر کرنے کے بعد مرزا قادیانی کا قلم جلی سے یہ لکھنا ہے کہ: کہاں ہیں وہ علماء جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں۔

اس میں آپ نے وہی (تیسرا) دھوکہ دیا ہے کہ پیش تو ایک حدیث خواب طواف دجال کی اور اس سے ان سب حدیثوں کا جو دجال اور حضرت مسیح کے باب میں وارد ہیں، ظاہر پر محمول نہ ہونا اور ان کی تاویل کا کفر نہ ہونا، نکال کر علماء پر اعتراضی سوال قائم کر دیا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ کوئی عالم ایسا نہیں کہ حدیث طواف دجال کو ظاہر پر حمل کرتا ہو اور اس کی تعبیر وتاویل کو کفر والحاد سمجھتا ہو۔ مرزا کو جو علماء وقت کافر وملحد کہتے ہیں تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی تاویل کے سبب نہیں کہتے، بلکہ اس لئے کافر وملحد کہتے ہیں کہ وہ دیگر نصوص قطعیہ قرآن واحادیث میں (جن میں احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح بھی شامل ہیں) تاویل وتحریف کرتے ہیں اور بلا وجہ قوی ومانع قطعی ان کے ظاہری معانی کو چھوڑ جاتے ہیں جو ملحدین باطنیہ کا شیوہ ہے۔

پانچواں مغالطہ قادیانی کا تاویل طواف دجال کو ذکر کر کے یہ کہنا ہے کہ جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزء کی تعبیر کی گئی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسری اجزاء کی تعبیر نہ کی جاوے۔ اس میں مرزا قادیانی نے حدیث طواف دجال کو ایک جزء ٹھہرا دیا ہے اور دوسری احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو دوسرے اجزاء۔ اور ان سب روایات کو ایک حدیث قرار دیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

اس کا جواب بھی جوابات سابقہ میں ادا ہوا اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ محض کذب قادیانی ہے۔ حدیث طواف دجال خاص ایک وقت کا واقعہ ہے، جن کو دوسری احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح سے کوئی اتحاد نہیں ہے۔ نہ وہ اس کے اجزا ہیں، نہ ایک دوسرے کا جز، نہ جانبین کسی تیسری حدیث کا جزء ۔

اخیر تقریر میں جو قادیانی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے کئی مقامات میں فرما دیا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں ان کو ظاہر معانی پر حمل نہیں کر سکتا جب تک من جانب اللہ اس کے قطعی اور یقینی معنے معلوم نہ ہوں۔

یہ بھی مرزا صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو بھی دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جو تاویل وتحریف نصوص قرآن وحدیث کا ملحدانہ اصول اس نے بیان کیا ہے وہ خود آنحضرت کا فرمودہ ہے لہذا اس میں کسی مسلمان کو جائے کلام نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ملحدانہ اصول اور قول ہرگز نہیں فرمایا اور نہ مکاشفات عینیہ حالت بیداری کو اپنے ظاہری معنے پر حمل کرنے

سے کہیں انکار یا توقف وتردد ظاہر فرمایا ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر محض افتراء کیا ہے۔ اس کذب صریح و بہتان قبیح کے ثبوت میں جو حدیثیں مرزا صاحب نے پیش کی ہیں ان میں یہ ملحدانہ قول واصول نہیں پایا جاتا۔ پہلی حدیث میں صرف یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عائشہ صدیقہ خواب میں دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا۔ تو دیکھو اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف ایک خواب کے ظاہری معنے مراد ہونے میں اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے، نہ اس کو تمام خوابوں کی نسبت عام اصول وقانون بنایا ہے اور نہ خواب کے سوا مکاشفات حالت بیداری کی نسبت اس میں کچھ ارشاد ہے۔ پھر قادیانی نے جو اس خاص خواب کی تعبیر میں آپ ﷺ کے متردد ہونے سے وہ عام ملحدانہ اصول نکال لیا اور اس کو آپ ﷺ کا قول قرار دیا ہے۔ یہ آپ ﷺ پر افتراء اور کذب محض نہیں تو کیا ہے؟

دوسری حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا خواب میں اپنے ہجرت کی جگہ کو دیکھنا اور پھر تعبیر میں وہم کرنا بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی نہ قادیانی کے اصول ملحدانہ کا نام ونشان ہے، نہ بجز خواب مکاشفات خارجیہ حالت بیداری کا حکم پایا جاتا ہے۔

بالجملہ مرزا صاحب نے جو کچھ اس تقریر پر تزویر میں کہا ہے وہ از سر تا پا کذب ومغالطہ ہے۔ اس سے احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کا خواب اور محتاج تعبیر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح، قادیانی کے ملحدانہ اصول کے اثر سے بری ہیں۔ وہ احادیث وحی مجمل اور اجتہادی اور خواب اور ظاہری معنے سے مصروف ومحتاج تعبیر ہرگز نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ اپنی معانی میں نصوص ہیں اور ظاہری معانی پر محمول ہیں۔ محمد حسین)

اور حدیث فذهب وهلی بھی اس کی شاہد ہے (یہ حدیث بخاری میں ہے جس کا پورا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں درخت خرما ہیں۔ پس میرا وہم اس طرف گزرا کہ وہ زمین یمامہ ہے یا موضع ہجر ہے۔ ناگاہ وہ مدینہ نکلا۔ عن النبی ﷺ رئیت فی المنام انی اهاجر من مكه الی ارض بها نخل فذهب وهلی انها یمامة او هجر فاذا هی مدینه۔ (بخاری۔ ص۵۵۱)۔ اس حدیث کو ناظرین بنظر غور وانصاف ملاحظہ کریں اس میں خاص ایک واقعہ خواب کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کو وہم ہوجانا بیان ہوا ہے۔ اس سے عام وحی مجمل قرآن وحدیث کا محل اجتہاد وغلطی ہونا ثابت نہیں ہوتا، جس کا مرزا قادیانی نے تحریر نمبر۵ میں دعوی کیا ہے، اور نہ اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ قول پایا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں اس کو ظاہر پر حمل نہیں کرسکتا جیسا کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۰ میں دعوی کیا ہے۔ قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین) **اور آنحضرت ﷺ کا ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف بعزم طواف کعبہ سفر کرنا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں** (یہ اجتہاد یا اس میں غلطی آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ایک خواب کی تعبیر میں بعض صحابہ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کا طواف کررہے ہیں۔ اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے اصحاب کے پاس بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر میں یہ سمجھ لیا کہ اسی سال آپ مکہ فتح کریں گے اور اس میں داخل ہوکر طواف کریں گے اور جب آنحضرت ﷺ اس سال بعزم عمرہ وزیارت کعبہ وبحکم حکمت الٰہی، جس کا ظہور بیعت الرضوان سے ہوا، نہ بنا بر تعبیر خواب خود، مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے روکے گئے تو وہ صحابہ اپنی تعبیر کی غلط فہمی سے آپ پر معترض ہوئے کہ کیا آپ ہم کو نہ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا۔ اس پر آپ نے ارشاد کیا کہ پھر تم ضرور، ایک نہ ایک دن، اس میں داخل ہوگے۔ اور اس کا طواف کروگے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کی

طرف سے یہی جواب دیا اور ان لوگوں کو مطمئن کیا جب ان کے سامنے یہ اعتراض پیش ہوا و قد کان اصحاب رسول الله خرجوا و هم لا یشکون فی الفتح لرئیا راها رسول الله ۔(معالم التنزیل) ۔، قال عمر قلت له ﷺ اولیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف به و عند الواقدی انه ﷺ کان رای فی منامه قبل ان یعتمر انه دخل هو و اصحابه البیت فلما راوا تاخیر ذالك شق علیهم قال علیه السلام بلی فاخبرتك انا ناتیه العام هذا قال عمر قلت لا قال فانك آتیه و تطوف به قال عمر فاتیت ابا بکر فقلت اولیس کان یحدثنا انا سناتی البیت و نطوف به قال ابو بکر بلی افاخبرك علیه السلام انك تاتیه العام هذا قال عمر قلت لا۔ قال فانك آتیه و مطوف به ۔(قسطلانی۔ ج ٤) یہ صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی اور تفسیر معالم التنزیل کے بیان کا خلاصہ ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اس خواب کی تعبیر میں جو غلطی ہوئی ہے وہ آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی۔ وہ بعض صحابہ کے فہم کی غلطی تھی آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبر نے ان کی غلطی ان پر ثابت کر دی اور اس غلطی سے آپ ﷺ کی برئت ظاہر کی۔ مرزا قادیانی نے جو اس غلطی کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کی غلطی قرار دیا ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ۔محمد حسین) **پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا صحابہ کا کہاں اجماع تھا؟ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اجماع مسلم کی حدیث سے جو ابی سعید الخدریؓ سے بیان کی ہے، ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ابن صیاد کہتا ہے کہ لوگ کیوں مجھے دجال معہود کہتے ہیں؟ اب ظاہر ہے کہ اس وقت کہنے والے صرف صحابہ تھے اور کون لوگ تھے جو اس کو دجال کہتے تھے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحابہ کوئی ایسی بڑی جماعت نہیں تھے جن کے اجماع کا حال معلوم ہونا محالات میں سے ہوتا۔ بلکہ ان کا اجماع بباعث وحدت مجموعی ان کی کے بہت جلد معلوم ہو جاتا تھا** (یہ محض کذب ہے یا صریح مغالطہ۔ اس حدیث میں نہ اجماع صحابہ کا بیان ہے اور نہ وہ اجماع اس کے کسی لفظ سے مستنبط و مفہوم ہوسکتا ہے۔ ابن صیاد کے ان الفاظ سے کہ لوگ مجھے دجال سمجھتے ہیں، یہ اجماع مستنبط نہیں ہوسکتا۔ ہاں بجائے لوگ، سبھی لوگ بولتا، تو ابن صیاد کے بڑے بھائی اور اس کو سچا جاننے والے مرزا قادیانی کو اجماع استنباط کرنے کا موقع ملتا اور جس حالت میں اس نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور بہت سے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال نہ کہنا کتب حدیث میں ثابت و موجود ہے۔ تو پھر قادیانی کا اس قول ابن صیاد کے تمسک سے دعوی اجماع کذب یا مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) **پھر تین صحابیوں کا قسم کھانا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صاف اجماع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت منقول نہیں** (اس قول میں مرزا قادیانی نے ایک صریح جھوٹ بولا ہے اور ایک مغالطہ دیا ہے۔ اس کا صریح جھوٹ تین صحابہ، حضرت عمرؓ، حضرت جابرؓ و حضرت ابن عمرؓ، جن کا نام وہ تحریر نمبر ۴ میں بتا چکا ہے، کو اس بات کا قائل بنانا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ حالانکہ ان حضرات ثلاثہ سے صرف ایک ابن عمر ہیں جنہوں نے ابن صیاد کو مسیح دجال کہا ہے۔ باقی حضرت عمرؓ و حضرت جابرؓ نے تو اس کو صرف دجال کہا ہے، جس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، نہ دجال معہود۔ اور اس کا مغالطہ صرف تین صحابہ کے، بزعم خود، اتفاق کو اجماع قرار دینا ہے حالانکہ صحابہ میں صرف تین یا دس بیس صحابہ کا

اتفاق، شرعی اجماع نہیں کہلاتا۔ مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہوگا۔ محمد حسین) پھر بعد اس کے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ ایک جماعت کا ایک بات کو باتفاق مان لینا، یہی اجماع کی حقیقت ہے جو صحابہ میں بآسانی محقق ہو سکتی تھی اگرچہ دوسروں میں نہیں (یہ بھی کذب یا مغالطہ ہے، ایک جماعت کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا، بلکہ اجماع اتفاق کل کا نام ہے۔ اور کل میں ایک شخص کا خلاف بھی مانع انعقاد اجماع ہے ۔اس کا ثبوت بھی ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)

اور یہ جو آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے پر ڈرتے تھے سو واضح ہو کہ وہ حدیث مشکوۃ میں بحوالہ شرح السنۃ موجود ہے اور اصل عبارت حدیث کی یہ ہے

فلم یزل رسول اللہ ﷺ مشفقاًانہ ھو الدجال (اس سوال وجواب کے بیان میں بھی قادیانی نے اپنا شیوہ کید و مغالطہ پورا ظاہر کیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ ناظرین اس کا بیان توجہ سے سنیں۔ نہ ہم نے اس سے دریافت کیا تھا کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اور نہ اس نے صرف ابن صیاد کے دجال ہونے سے آنحضرت ﷺ کے فعل ڈرنے کا دعوی کیا تھا۔ تا کہ اس کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا۔ اس نے تو تحریر نمبر ۴ میں آنحضرت کے قول کا دعوی کیا اور یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ جس پر اپنی تحریر نمبر ۵ میں، میں نے سوال کیا کہ آپ (مرزا) نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، کتب حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے۔ اس سوال کے جواب میں مرزا قادیانی نے اخیر مباحثہ تک نہیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول فلاں فلاں کتب حدیث میں ہے۔ بلکہ اول تو ہمارے سوال کو بدلا دیا۔ اور ہم کو بہلانا چاہا۔ اور بجائے سوال ثبوت قول نبوی، سوال ثبوت فعل نبوی (خوف کرنے کا) ہماری طرف سے قائم کیا۔ اور اس کے جواب میں حدیث شرح السنۃ کو ثبوت فعل میں پیش کر دیا اور اس چالاکی سے یہ ثابت کر دیا کہ مخاطب کو دھوکہ دینے اور اس کا سوال اس کو بھلا دینے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ تحریری مباحثہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ایسی بات زبانی کہیں تو حاضرین مجلس سے کوئی تو اس کو سمجھ لے اور ایسی بات کو واپس لینے پر آپ کو مجبور کرے۔ طولانی تحریروں میں ایسی باتیں پڑ ہی جاتی ہیں تو غالباً ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اور آپ کا داؤ چل جاتا ہے۔ پھر جب کہ آپ کی اس بھول بھلیاں کو ہم نے سمجھ لیا اور آپ کے اس جواب کا اپنی تحریر نمبر ۶ میں یہ جواب دیا کہ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں۔ بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کے فہم میں آتا ہے، کہ آپ ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟ تو مرزا صاحب نے تحریر نمبر ۶ سے یہ کہنا شروع کیا کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، تب ہی اس نے آپ ﷺ سے یہ فعل نقل کیا کہ: آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، جسکا جواب تحریر نمبر ۷ میں مفصل دیا گیا ہے۔

اس مقام کے بیان سے اور بیان ہائے تحریرات آئندہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ قول کہ: میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ سے کسی کتاب حدیث میں مروی و منقول نہیں ہے۔ اور نہ قادیانی نے اس قول کا ثبوت کسی کتاب کی نقل سے پیش کیا ہے۔ اس قول کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں اس نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے ان احتمالات

سے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ قول فرمایا ہوگا، یا صحابی نے آپ کے اشارہ سے یہ قول سمجھ لیا ہوگا ، ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔جن کے مقابلہ میں ایسے احتمال بھی موجود ہیں جن سے ممکن وقرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد سے ایسے معاملات کئے جن سے آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد سے ڈرنا صحابی کے خیال میں آیا۔جیسے آنحضرت ﷺ کا چھپ کر ابن صیاد کے حالات دیکھنا اور اس کا امتحان کرنا وغیرہ، جو ہماری تحریر نمبر ۷و۸ میں بیان ہوئے ہیں،تو اس صحابی نے کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد سے ڈرتے تھے۔لہذا اس کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ کہ: میں ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا۔اور صحابی نے اس کو آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا۔محمد حسین)

اور آپ نے جو دریافت فرمایا تھا کہ بعض اکابر کا قول اشاعۃ السنہ میں کہاں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ بعض موضوع حدیثیں کشف کے ذریعہ سے صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور صحیح موضوع ٹھہر سکتی ہیں ۔سو وہ قول ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۰ میں موجود ہے،جس میں آپ نے بتائید اپنے خیالات کے شیخ ابن عربی صاحب کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں ۔بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو اس فن کے لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں ان کے نزدیک موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں ۔(اس سوال کے جواب میں بھی مرزا صاحب نے تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔نہ ہمارا سوال پورا نقل کیا ہے اور نہ اس کا جواب پورا دیا ہے۔ہمارا سوال تحریر نمبر ۵ میں ہے اور آپ کا دعوی تحریر نمبر ۴ میں،جس پر وہ سوال کیا گیا تھا۔ناظرین انصاف سے کہیں کہ ہمارا صرف یہی سوال تھا؟ اور اس کا یہی جواب ہے؟ محمد حسین)

اب اگرچہ میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ایمانی طور پر آنمکرم کا یعنی آپ کا یہی عقیدہ ہے لیکن میں آپ کے فحوائے بیان سے سمجھتا ہوں، بلکہ ہر یک تدبر کرنے والا سمجھ سکتا ہے، کہ امکانی طور پر ضرور آپ کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر یہ امر بکلی آپ کے عقیدہ سے باہر نہ تھا تو پھر اس کا ذکر لغو ٹھہرتا ہے جو آپ کی شان سے بعید ہے (اب آپ کو سوجھا کہ ہمارا جواب، پورا جواب نہیں تو آپ کو برطبق مثل مشہور چور کی داڑھی میں تنکا، یہ کھٹکا ہوا کہ اس سوال میں یہ امر بھی تو درج تھا کہ کشف سے احادیث کو صحیح وموضوع قرار دینے کی نسبت مولف رسالہ اشاعۃ السنہ نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے؟ جس کا ہم نے کوئی جواب نہیں دیا،تو آپ نے تنکا نکالنے کو یہ کہا ہے کہ اگر چہ اس امر کی نسبت آپ نے اپنا اعتقاد ظاہر نہیں کیا مگر آپ کے فحوائے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کا عقیدہ اس کے موافق ہوگا، ورنہ وہ قول آپ کے مئویدات میں مذکور نہ ہوتا۔اس کا جواب ہم نے اپنی تحریر نمبر ۶ و ۷ میں مفصل دیدیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث کی تصحیح وتضعیف سے ہم نے اشاعۃ السنہ میں اتفاق نہیں، بلکہ اختلاف ظاہر کر دیا تھا۔اور اس قول کی نقل سے ہمارا اور ہی مقصود تھا جس سے اس قول کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ ہماری نقل اس صورت میں لغو ٹھہرتی ہے کہ اس کی نقل سے کوئی اور مقصود نہ ہو اور جس حالت میں اس قول کے نقل سے اور مقصود اسی پرچہ اشاعۃ السنہ میں، جہاں یہ قول منقول ہے، بیان ہو چکا ہے تو پھر اس کی نقل بلا اعتقاد کو لغو ٹھہرانا خود لغو کہنا ہے۔محمد حسین)

انسان جس کسی کا قول یا مذہب اپنے ریویو میں بطور نقل کے ذکر کرتا ہے وہ اپنے مئویدات دعوی اور رائے کے

مدد میں لاتا ہے اور یا اس کے رد کی غرض سے، لیکن صاف ظاہر ہے کہ آپ اس قول کو اپنے مئویدات دعوی کے ضمن میں لائے ہیں چنانچہ آپ نے بغیر اس کے ایسے دعوی کی تائید کیلئے ایک بخاری کی حدیث بھی لکھی ہے کہ محدث کا الہام دخل شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں تو آپ نے کھلے طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ آپ اسی قول کے حامی ہیں، گو ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر ضرور حامی ہیں (اس حدیث کی نقل وتسلیم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ کا موضوع ہونا، ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ ہمارے نزدیک جو محدث ہونے کا دعوی کرے اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ کو کشف کے ذریعہ سے موضوع کہے وہ محدث نہیں، شیطان ہے، ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو، محمد حسین) اور میرے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کیونکہ میرا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیثیں اگرچہ صحیح ہی ہوں، لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں (اس قدر کیوں؟ یہ مقدار کس نے مقرر کر دی۔ اور اس امر میں کہ احادیث صحیحہ کا مرتبہ ظن یا غالب ظن سے زیادہ نہیں، کس نے آپ سے نزاع کی تھی؟ اور یہ مسئلہ آپ سے کس نے پوچھا تھا جس پر آپ کو اس مقدار کے بیان وتقرری کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے اس بیان اور تقرری میں ناحق و بلاضرورت خروج از بحث کیا جس کی ساتویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)

سوان حدیثوں کی حقیقی صحت کا پرکھنے والا قرآن مجید ہے (حقیقی صحت کے لفظ سے اگر مرزا صاحب کی مراد قطعی صحت ہے، تو اس کے پرکھنے کے لئے قرآن معیار نہیں ہوسکتا۔ جو حدیث ظنی ہے وہ موافقت قرآن کی حالت میں بھی ظنی رہے گی۔ موافقت مضمون قرآن اس کو قطعی نہ بنائے گی۔ اور اگر موافقت مضمون قرآن، موجب صحت یا قطعیت ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ ایک موضوع حدیث جس کا مضمون قرآن کے موافق ہو، صحیح اور قطعی ہو۔ جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اور اگر اس قطعی صحت کا مطلب کچھ اور در بطن قائل ہے تو اس کے اظہار پر اس میں گفتگو کی جائے گی۔ محمد حسین) اور قرآن مجید جس قدر اپنے محامد اور اپنے کمالات بیان کرتا ہے، ان پر نظر غور ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے تئیں اپنے ماسوا کی تصحیح کے لئے محک ٹھہرایا ہے، اور اپنی ہدایتوں کو کامل اور اعلی درجہ کی ہدائتیں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ وہ اپنی شان میں فرماتا ہے: فیھا کتب قیمۃ ۔ فصلناہ علی علم ۔یھدی بہ اللہ من اتبع ر ضوا نہ سبل السلا م و یخر جھم من الظلما ت الی النور ۔ و یعلمکم ما لم تکو نوا تعلمو ن ۔ قل ان ھد ی اللہ ھو الھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ۔لا یا تیہ البا طل من بین ید یہ و لا من خلفہ ۔فمن یکفر با لطا غو ت و یئومن با للہ فقد استمسک با لعر وۃ الو ثقی لا ا نفصام لھا ۔ ان ھذا القر آ ن یھدی للتی ھی اقوم ۔ ان فی ھذا لبلا غاً لقو م عا بد ین ۔ و انہ لحق مبین ۔حکمۃ با لغہ ۔

تبیانا لکل شیء روحا من امرنا ۔ نور علی نور ۔انزل الکتاب بالحق و المیزان ۔ ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان ۔ انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔ فصلناہ علی علم ۔انه لقول فصل لا ریب فیه ۔و ما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذین اختلفوا فیه ھدی و رحمة لقوم مومنون۔ قل نزله روح القدس من ربك لیثبت الذین آمنوا و ھدی و بشری للمسلمین ۔ ھذا بیان للناس و موعظة للمتقین .بالحق انزلناہ و بالحق نزل ۔ قل ھو للذین آمنوا ھدی و شفاء۔ ما کان حدیثاً یفتری ۔

اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے ان آیات میں کئی قسم کی خصوصیتیں اور صفتیں قرآن کریم کی بیان فرمائی ہیں۔ازانجملہ ۔ا۔ یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے۔۲۔وہ مفصل کتاب ہے۔۳۔وہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے کہ جو خدا تعالی کی رضامندی کے اور دار السلام کے طالب ہے۔۴۔وہ ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور نامعلوم باتیں سکھاتا ہے۔۵۔ ہدایت اس کی ہدایت ہے۔۶۔ باطل اس کی طرف کسی طور سے راہ نہیں پا سکتا۔ ۷۔جس نے اس سے پنجہ مارا، عروۃ وثقی کو پنجہ مارا۔۸۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلاتا ہے۔۹۔ وہ حق الیقین ہے ظن اور شک کی جگہ نہیں ۔۱۰۔ وہ حکمت بالغہ ہے، اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔۱۱۔ وہ حق ہے۔ یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کے لئے محک بھی ہے۔۱۲۔ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔۱۳۔ وہ قرآن کریم ہے، کتاب مکنون ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ صحیفہ فطرت میں اس کی تعلیمیں منقوش ہیں۔یعنی اس کی تعلیم فطرتی ہے جیسا کہ فرمایا فطرة الله التی فطر الناس علیھا۔ ۱۴۔ وہ قول فصل ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں۔۱۵۔ وہ اختلاف کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔۱۶۔ وہ ایمانداروں کیلئے ہدایت وشفا ہے۔

اب فرمائیں کہ یہ عظمتیں اور خوبیاں جو قرآن کریم کی نسبت بیان فرمائی گئیں ہیں احادیث کی نسبت ایسی تعریفوں کا کہاں ذکر ہے (ان صفات وخصوصیات میں ایک خصوصیت بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ قرآن، احادیث نبویہ کی صحت وقطعیت کے لئے معیار ومحک ہے۔ ناظرین غور وانصاف سے ان خصوصیات وصفات کو ملاحظہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ ان

آیات کے نقل و بیان سے قادیانی نے خروج از مبحث کیا ہے۔جس کی یہ آٹھویں دفعہ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۱ میں آپ نے قرآن کا سچ کی شناخت کے لئے محک ہونا بیان کیا ہے سووہ آیات میں سے کسی کا ترجمہ نہیں ہے۔ ہوتا،تو بھی احادیث صحیحہ نبویہ سے اس کا کچھ تعلق نہ ہوتا۔حدیث صحیح نبوی بذات خود حق ہے۔وہ صحت وثبوت کے بعد اپنے حق ہونے کے ثبوت میں کسی اور کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے ایک جگہ متعدد آیات کے الفاظ یکجا لکھ کر تاثر دیا ہے کہ وہ ایک آیت ہیں اوران کا ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا ہے۔جب کہ وہ ایک آیت نہیں ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کا تصرف ہے۔جس شخص کا الفاظ قرآن کے حفظ وضبط میں یہ حال ہو وہ قرآن کے حقائق ومعارف خاک بیان کرے گا۔لاہور کے مباحثہ میں جو مولوی عبدالحکیم کلانوری سے ہوا تھا،مرزا قادیانی نے آیات قرآن کو غلط پڑھا۔ایک کتاب حدیث کی عبارت پڑھی تو غلط پڑھی۔جس سے حاضرین کو یقین ہوا کہ آپ ایک رکوع قرآن شریف اور ایک حدیث صحیح نہیں پڑھ سکتے۔اور قرآن پاک کی عظمتوں اور خوبیوں کا منکر کون مردود ہے۔اوراس سے بحث ونزاع کس کو ہے۔مرزا قادیانی نے ناحق بلاضرورت ان خوبیوں کو بیان کیا۔اور تحصیل حاصل اور خروج از مبحث کا ارتکاب کیا۔یہ نویں دفعہ ہے۔محمد حسین)

پس میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح پر نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آپ کی اس قسم کی نکتہ چینیاں کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ سے اوپر ہوا نہیں،لہذا آسمان پر کسی زندہ کا جانا ممکن نہیں۔ بناء علیہ آنحضرت ﷺ کا جسمانی معراج اور حضرت مسیح کا جسم سے آسمان پر عروج ممکن نہیں ہے۔مسیح ؑ سمانوں پر ہیں تو وہاں کیا کھاتے ہوں گے،اور آپ کے بال بڑھ گئے ہوں گے اور اگر حضرت جبریل امین بذات خود زمین پر نازل ہوں تو سورج،جوان کا ہیڈ کوارٹر ہے،فاسد اور معدوم ہوجائے،اور حضرت مسیح نے واقعہ میں کوئی جانور نہیں بنایا اور کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اور کوئی کوہڑی اور اندھا اچھا نہیں کیا۔وہ صرف مسمریزم کا عمل کیا کرتے یا اپنے باپ یوسف نجار سے سیکھے ہوئے کام نجاری سے کلیں اور کھلونے بناتے،اوران چیزوں کے ظاہری معنی مراد لینا عقل وایمان وتوحید قرآن کے مخالف ہیں،وغیرہ وغیرہ،نیچریوں کی طرح نکتہ چینی نہیں تو آپ بیان کریں کہ پھر کس صحابی یا تابعی یا امام ومجتہد قرون ثلاثہ سے اس قسم کی نکتہ چینی قال اللہ وقال الرسول پر مروی ہے

اور مرزا صاحب نے ر جل قضی علی نفسه اپنے نفس پر خود ہی فیصلہ کیا اور صحیح فتوی لگایا۔اسی نظر سے کہ ایسے نکتہ چینی کرنیوالے ان کے اعتراف سے ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں،ان کو علماء اسلام ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔محمد حسین) **بلکہ میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالی کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے،اس سب پر ایمان لاتا ہوں** (محض کذب اور ابلہ فریبی ہے۔مرزا صاحب گوان الفاظ پر جو خدا ورسول نے فرمائے ہیں،ایمان رکھتے ہیں مگران معانی پر جوان الفاظ سے خدا ورسول نے مراد رکھے ہیں،اور زمانہ رسالت سے اس وقت تک مسلمانوں میں وہ مراد خدا ورسول تسلیم کی گئی ہے،وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے۔اور لفظی ایمان،جو آپ رکھتے ہیں،نیچری بھی رکھتے ہیں۔وہ ملک جبریل وحی نزول وغیرہ الفاظ زبان پر لاتے اوران کو مانتے ہیں بایں ہمہ وہ ان کے اقرار لسانی کے بموجب ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں،تو پھر مرزا صاحب کیوں خارج نہ ہوئے؟ محمد حسین) **صرف عاجزی اور انکساری سے کہتا ہوں** (یہ عاجزی دلی اور مخلصانہ نہیں بلکہ لفظی اور منافقانہ ہے۔مصداق بیت صائب

سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست　　صائب درون پنبہ نگر میپسند دانہ را

اورظاہری اورلفظی عاجزی بھی بعض تحریروں میں ہے۔اپنی بعض تحریروں میں تو آپ نے درشتی اورسخت گوئی اس وسعت سے اختیار کی ہے کہ اس سے صحابہ تابعین وتبع تابعین اورآئمہ مجتہدین اورعامہ مسلمین قرون اولی سے لے اس وقت تک نہیں چھوٹے۔آپ ان لوگوں کو اعتقاد حیات ومعجزات مسیح کی سزا میں مشرک واحمق وبے حیاوبے ایمان لکھ چکے ہیں۔کیا عاجزی وانکساری اسی کا نام ہے۔یہ تو پرلے سرے کی رعونت وتکبری ہے۔ہمارے اس بیان کے تصدیق مطلوب ہو تو نمبر۴ جلد ہذا (اشاعۃ السنہ) کا صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ ملاحظہ کریں اور فیصلہ آسمانی اوراشتہار مطبوعہ ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۲ء میں اس وقت کے علماء کے حق میں گالیاں دیکھیں۔محمد حسین) **کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے** (محض کذب ہے اورصریح مغالطہ۔ہر چند قرآن کریم رتبہ ثبوت میں حدیث سے مقدم ہے۔مگر حدیث صحیح اپنے منصب وخدمت تشریح وتفسیر میں قرآن سے مقدم ہے۔حدیث نہ ہوتو قرآن مجید کے بہت سے احکام سمجھ میں نہ آویں اورنہ وہ دستور العمل ہوسکیں۔محمد حسین) **اوراحادیث کی صحت، عدم صحت پرکھنے کے لئے وہ محک ہے** (غلط محض ومغالطہ ہے چنانچہ بارہا بیان ہوا ہے۔مرزا صاحب بار بار ایک ہی بات کا اعادہ کرتے ہیں ہم کہاں تک اس کے جواب کا اعادہ کریں۔محمد حسین) **اورمجھ کو خدا تعالی نے قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مامور کیا ہے** (اشاعت نہیں،آپ قرآن کا احمال اوراماتت چاہتے ہیں۔کیا قرآن کی یہی اشاعت ہے کہ اس کے معجزات کے حقائق مشہورہ متوارثہ کو مٹادیں اوراس کے اخبار اورپیش گوئیوں کو نیست نابود کرنا چاہیں جو آپ کررہے ہیں،مگر آپ خوب یادرکھیں کہ خدا قرآن کا محافظ خود ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اور وہ اپنے نور کو آپ پورا کرنے والا ہے اگرچہ منکر ناخوش ہوں واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون۔محمد حسین) **تامیں جو ٹھیک ٹھیک منشاء قرآن کریم کا ہے،لوگوں پر ظاہر کروں اگر اس خدمت گذاری میں علمائے وقت کا میرے پر اعتراض ہو اوروہ مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں ان پر کچھ افسوس نہیں کرتا، بلکہ خدا تعالی سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالی انہیں وہ بصیرت عطا فرمادے جو مجھے عطا فرمائی ہے۔نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں** (آپ نیچریوں کے شاگرداوراس گھرانے کے فیض یاب ہیں: بابا کے یہاں سے کون لایا۔جس نے پایا یہیں سے پایا،اورپھر مدعی عداوت؟ نمک خوردن اور نمک دان شکستن،اسی کا نام ہے۔حضرت آپ نے جو عقائد باطلہ ظاہر کئے ہیں کہ حضرت عیسی فوت ہوچکے ہیں،اوروہ سولی چڑھائے گئے ہیں،اوران کے معجزات مسمریزم کا اثر تھا،وغیرہ،اس میں سربسر،سید احمد خان کی زلہ ربائی اورکاسہ لیسی کی ہے۔چنانچہ حواشی تحریر نمبر ۸ میں تفصیل وتشریح سے ثابت کیا جائے گا۔پھر آپ کا یہ دعوی کہ نیچری کا اول دشمن میں ہوں،اس خاندان کا کفران نعمت نہیں تو کیا ہے۔اس خاندان کے متوسلین خصوصاً امرتسر و گجرات کے ساکنین کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ ایسے ناشکروعاق شاگردسرسید احمد کو آپ لوگ سرسید کا خلیفہ سمجھ کراس سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، یہ سرسید احمد کی حق تلفی وناشکری ہے،اوربڑے افسوس اورکمال شرم کی بات ہے۔سرسید احمد، قادیانی کا یہ کلمہ سنیں اورپھر قادیانی کے حق میں آپ لوگوں کے حسن عقیدت پر مطلع ہوں تو یقیناً آپ لوگوں سے دل سے ناخوش ہوں۔گو فرط مروت سے بظاہر کچھ نہ کہیں۔آپ لوگ یہ تو سوچیں کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے، جو سرسید سے حل نہیں ہوا،اوراس کو قادیانی نے حل کردیا ہے،جس کی وجہ سے آپ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ایسا کوئی عقدہ بیان نہ کرسکیں تو خیال فرماویں کہ پھر سرسید احمد خان کو چھوڑ کر اس کا اتباع آپ کے لئے کب زیبا ہے۔محمد حسین) **اورضرور تھا کہ علماء میری مخالفت**

کرتے، کیونکہ بعض احادیث کا یہ منشا پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علمائے وقت اس کی مخالفت کریں گے۔ اسی کی طرف مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے آثار القیامۃ میں اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس وقت کے اہل الرائے کہیں گے، یعنی خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الھدی ۔غلام احمد۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

(یہاں مرزا نے کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔کسی حدیث میں یہ پایا نہیں جاتا کہ حضرت مسیح آئیں گے تو علماء وقت ان کی مخالفت کریں گے۔اور نہ نواب صدیق حسن مرحوم و مغفور نے کتاب آثار قیامہ میں یہ بات کہی ہے۔حضرت مجدد سرہندی نے بھی مکتوبات کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ نہیں کہا کہ علما وقت حضرت مسیح کو اہل الرائے سے کہیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے جیسا کہ آپ نے ان سے نقل کیا اور اس کو مسیح موعود کا خاصہ سمجھ کر اپنے لئے تجویز کیا ہے۔بلکہ مجدد صاحب نے اس مقام میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اور اعلی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب وسنت دانند۔

اس قول میں مجدد صاحب کی صاف تصریح ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے مجتہدات پر انکار کریں گے وہ ان کو کتاب وسنت دونوں کے مخالف قرار دیں گے ،نہ قرآن کے موافق اور صرف حدیث کے مخالف۔یہ مرزا کے کذب کا ثبوت ہے۔اب ان کا مغالطہ سنئے کہ انہوں نے صرف الزام مخالفت حدیث کے مورد ہونے سے اپنا مسیح ہونا نکال لیا اور اس مغالطہ سے ناواقف مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کو اس روشن بات کے دیکھنے سے اندھا کرنا چاہا ہے کہ حدیث بلکہ قرآن کے ہزاروں مخالف ہر زمانہ میں گذر چکے ہیں،اور علماء وقت ان کو منکر وملحد و بے دین کہتے چلے آئے ہیں۔پھر وہ کیا صرف اس الزام مخالفت کا مورد ہونے سے مسیح بن گئے؟،ہرگز نہیں۔

ہم ان ناواقف مسلمانوں کو اس مغالطہ سے بچانے کی غرض سے آگاہ کرتے ہیں کہ مسیح کا خاصہ صرف یہی نہیں جو مرزا نے ان کا خاصہ قرار دیا ہے، بلکہ ان کی خواص وعلامات وہ برکات ومعجزات ہیں جو قرآن اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔اور زمانہ نزول قرآن سے اس وقت تک اہل اسلام میں مسلم چلے آئے ہیں۔اور مرزا کی ذات میں ان خواص وعلامات کا نام ونشان نہیں۔بلکہ مسیحی صفات وخواص برکات کے اضداد ان میں موجود ہیں جن کی نظر سے انہیں ضد المسیح کہنا واجب ہے۔حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے،کوہڑی اچھے کئے۔مرزا صاحب خود ہمیشہ مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔جن کی نظر سے ان کے حواری آپ کی شان میں بلسان حال یہ کہہ رہے ہیں

جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے — مژدہ باد اے مرگ،عیسی آپ ہی بیمار ہے

حضرت عیسی ایسے اخلاق مجسم تھے کہ خنزیر پاس سے نکلا تو اس کو سلام سے مخاطب کیا۔مرزا صاحب ایسے بدخلق و بدگو ہیں کہ مسلمانوں کو کتے اور خنزیر کا خطاب دیتے ہیں۔دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷ وغیرہ۔حضرت مسیح برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے ،امرزا صاحب ناحق و ناکردہ گناہ مسلمانوں کو گالیاں دیتے ہیں۔اشتہار ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء وفیصلہ آسمانی ملاحظہ ہو۔لہذا ممکن نہیں کہ ان اضداد صفات مسیح کے ساتھ،صرف اس خیالی الزام کے سبب وہ مسیح بن بیٹھیں۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی تحریر ششم

آپ نے بایں ہمہ تطویل، میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہ دیا اور آپ کی (اس) کلام میں وہی اضطراب واختلاف پایا جاتا ہے جو پہلی کلام میں موجود ہے۔

۱۔آپ شرط صحت کو، جو آپ کے خیال میں ہے، پیش نظر رکھ کر صاف صاف الفاظ میں دوحرفی جواب دیں کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم بلاتفصیل صحیح وواجب العمل ہیں، یا بلاتفصیل غیر صحیح وناقابل عمل، یا ان میں تفصیل ہے۔یعنی بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح وموضوع۔اس کے ساتھ آپ یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے اپنی تصانیف میں کسی حدیث صحیح بخاری ومسلم کو غیر صحیح وموضوع کہا ہے یا نہیں؟

۲۔آپ نے جو میرے سوال کا کہ سلف میں آپ کا کون امام ہے، جواب دیا ہے، وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔میں نے ابن صیاد کی نسبت وہ سوال نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کے اس اعتقاد کی نسبت سوال کیا تھا کہ صحت احادیث کا معیار قرآن ہے اور جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ موضوع ہے۔اب بھی آپ فرمادیں کہ صحت احادیث کا معیار، توافق قرآن کو ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا امام کون ہے۔

۳۔اجماع کی تعریف میں جو آپ نے کہا ہے، یہ کس کتاب اصول وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔تین چار صحابہ کے اجماع کو علمائے اسلام سے کون شخص اجماع قرار دیتا ہے۔

۴۔شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی فہم میں آیا ہے۔اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آپ ﷺ پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟

۵۔اشاعۃ السنۃ میں جو میں نے محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اس کی نسبت کیا میں نے آخر ریویو میں بصفحہ ۳۴۵ ظاہر نہیں کیا کہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔اس صفحہ میں کیا یہ عبارت درج نہیں کہ:

یہی جتانا اس امر سوم کے بیان سے ہمارا مقصود تھا اس سے اس امر کا اظہار مقصود نہیں ہے کہ ہم خود بھی اس الہام

کو حجت و دلیل جانتے ہیں اور غیر ملہم کو کسی ملہم غیر نبی کے الہام پر عمل کرنا واجب سمجھتے ہیں۔نہیں ہر گز نہیں۔ہم صرف کتاب اللہ وسنت کے پیرو ہیں اور اسی کو حجت و دستور العمل اور عام راہ جانتے ہیں، نہ خود الہامی ہیں نہ کسی اور کشفی الہامی غیر نبی کے،متقدمین سے ہو خواہ متاخرین سے،متبع اور مقلد ہیں۔

پھر مجھ کو اس قول ابن عربی کا امکانی قائل بنانا مجھ پر افتراء نہیں تو کیا ہے۔

آیات قرآن، جو آپ نے نقل کی ہیں ان،کو امر متنازعہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔میں اس امر کو اپنے تفصیلی جواب میں بیان کروں گا جب سوالات مذکورہ کا جواب پاؤنگا۔۲۱ جو لائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا قادیانی کی تحریر ششم

آپ نے پھر میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے آپکے سوال کا جواب صاف نہیں دیا۔میں حیران ہوں کہ میں کن الفاظ میں اپنے جواب کو بیان کروں، یا کس پیرایہ میں ان گذارشوں کو پیش کروں تا آپ اس کو واقعی طور پر جواب تصور فرمائیں (پیرایہ تو آپ کو معلوم ہے اور الفاظ بھی مخفی نہیں۔الفاظ صرف ہست یا نیست ہیں۔اور پیرایہ یہ کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ہیں یا نہیں۔یا بعض صحیح ہیں بعض غیر صحیح۔مگر ان الفاظ اور اس پیرایہ میں جواب دینا آپ کو مشکل ہے اس لئے آپ حیران اور یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح یا موضوع بناتے ہیں،تو آپ کے دام افتادہ آپکے دام سے نکلتے ہیں۔اور اگر جملہ احادیث صحیحین کو صحیح مانتے ہیں تو آپ کے جملہ خیالات ومقالات مثلاً یہ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں،اور آنے والے مسیح وہ نہیں،آپ ہیں وغیرہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کتب کی حدیثوں میں ان خیالات کا صریح خلاف موجود ہے۔اس حیرت وتردد میں آپ کا اس سانپ کا سا حال وخیال ہے جو چھپکلی کو منہ میں لے کر یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو کھاتا ہوں تو کوہڑی بنتا ہوں، چھوڑتا ہوں تو کلنکی کہلاتا ہوں،جس کی پنجابی زبان کی اس مثل میں حکایت ہے: کھائے تاں کوہڑی، چھڈے تاں کلنکی۔محمد حسین)

آپ کا سوال جو اس تحریر اور پہلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم،صحیح ،واجب العمل ہیں یا غیر صحیح وناقابل عمل۔اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے منہ سے یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ یہ سب کتابیں صحیح اور واجب العمل ہیں۔اگر میں ایسا کروں تو غالباً آپ خوش ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ اب میرے سوال کا جواب پورا پورا آ گیا (آپ یہ اقرار نہ کریں،اور کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح وموضوع قرار دیں،تو اس میں بھی ہم خوش ہیں۔آپ یہ بات صاف طور پر کہہ کر دیکھیں ہم اس پر کیسی مسرت ظاہر کرتے ہیں،

اوراس سے کیا نتائج نکالتے ہیں۔ محمد حسین) لیکن میں سوچ میں ہوں کہ کس شرعی قاعدہ کے رو سے ان تمام حدیثوں کو بغیر تحقیق وتفتیش کے واجب العمل یا صحیح قرار دے سکتا ہوں ۔طریق تقوی یہ ہے کہ جب تک فراست کاملہ اور بصیرت صحیحہ حاصل نہ ہو، تب تک کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کی نسبت حکم نافذ نہیں کیا جائے اللہ جلشانہ فرماتا ہے لا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع و البصر و الفواد کل اولئك کا ن عنه مسئـو لًا (اس صورت میں تقوی کا طریق یہ ہے کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور لا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کہا جائے، جو نصف العلم کہلاتا ہے۔ اور نہ یہ کہ اقبال کریں نہ صاف انکار اور ادھر ادھر کی باتوں میں جواب کوٹلا دیں، جیسا کہ آپ کر رہے ہیں اور اگر اس قول سے یہ مقصود ہے کہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح کہنا بے بصیرتی ہے، تو یہ محدثین سلف وخلف پر جوان احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں، تعریض وطعن ہے۔ محمد حسین) سو اگر میں دلیری کر کے اس معاملہ میں دخل دوں اور یہ کہوں کہ میرے نزدیک جو کچھ محدثین خصوصاً امامین بخاری اور مسلم نے تنقید حدیث میں تحقیق کی ہے اور جس قدر احادیث وہ اپنی صحیحوں میں لائے ہیں وہ بلا شبہ بغیر حاجت کسی آزمائش کے صحیح ہیں ۔تو میرا ایسا کہنا کن شرعی وجوہات ودلائل پر مبنی ہوگا ؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ تمام آئمہ حدیثوں کے جمع کرنے میں ایک قسم کا اجتہاد کام میں لائے ہیں اور مجتہد کبھی مصیب اور کبھی مخطی بھی ہوتا ہے ۔جب میں سوچتا ہوں کہ ہمارے بھائی مسلمان موحدین نے کس قانون قطعی اور یقینی کی رو سے ان تمام احادیث کو واجب العمل ٹھہرایا ہے؟ تو میرے اندر سے نور قلب یہی شہادت دیتا ہے کہ صرف یہی ایک وجہ ان کے واجب العمل ہونے کی پائی جاتی ہے کہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ علاوہ اس خاص تحقیق کے جو تنقید احادیث میں آئمہ حدیث نے کی ہے۔ وہ حدیثیں قرآن کریم کی کسی آیہ محکمہ اور بینہ سے منافی اور متغائر نہیں ہیں اور نیز اکثر احادیث جو احکام شرعی کے متعلق ہیں تعامل کے سلسلہ سے قطعیت اور یقین تام کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں ۔ ورنہ اگر ان دونوں وجوہ سے قطع نظر کی جائے تو پھر کوئی وجہ ان کے قطعی الثبوت ہونے کی معلوم نہیں ہوتی ۔ہاں یہ ایک وجہ پیش کی جائے گی کہ اسی پر اجماع ہو گیا ہے، لیکن آپ ہی ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ میں اجماع کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اجماع اتفاقی دلیل نہیں ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کہ اجماع میں اولاً یہ اختلاف ہے کہ یہ ممکن ،یعنی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ بعضے اس کے امکان کو ہی نہیں مانتے۔ پھر ماننے والوں کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ایک جماعت امکان علم کی بھی منکر ہے

۔امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں یہ اختلاف بیان کر کے فرمایا ہے کہ انصاف یہی ہے کہ بجز اجماع صحابہ، جبکہ مومنین اہل اجماع بہت تھوڑے تھے اوران سب کی معرفت تفصیلی ممکن تھی، اور زمانہ کے اجماعوں کے حصول علم کی کوئی سبیل نہیں۔اسی کے مطابق کتاب حصول المامول میں ہے جو کتاب ارشاد الفحول شوکانی سے ملخص ہے۔اس میں کہا ہے: جو یہ دعوی کرے کہ ناقل اجماع ان سب علماء دنیا کی، جو اجماع میں معتبر ہیں، معرفت پر قادر ہے، وہ دعوی میں حد سے نکل گیا اور جو کچھ اس نے کہا، اٹکل سے کہا۔خدا امام احمد بن حنبل پر رحم فرمائے کہ انہوں نے صاف فرما دیا ہے کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔

(ریویو کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں اجماع کے متعلق اختلاف علماء اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے شرعی حجت اور معتبر سمجھا گیا ہے تو پھر الہام غیر نبی محل اختلاف ہونے کے سبب کیوں نامعتبر ہو۔

یہ غرض عبارت منقولہ قادیانی کے ماقبل و مابعد میں بتصریح بیان کی گئی ہے۔اس عبارت کے ماقبل صفحہ ۳۳۰ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ کے کہا ہے۔اس الہام کے متفق علیہ نہ ہونے سے اس کا بے اعتبار ہونا اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ اعتبار کا مدار اتفاق پر نہیں ہے۔یہ ہوتو کوئی امر اختلاف، لائق اعتبار نہ ہو، حالانکہ مسائل دین اسلام کا حصہ اختلافی، حصہ اتفاقی سے بڑھ کر ہے۔اور ہر ایک فریق اس حصہ اختلافی کو معتبر اور قابل عمل سمجھتا ہے۔درآنجا، ادلہ اربعہ میں انحصار دلائل شرعیہ کے مسئلہ ہی کو دیکھو۔کیا یہ چاروں دلیلیں اتفاقی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ان میں دو دلیلیں، کتاب وسنت تو اتفاقی ہیں۔اور دو باقی اجماع وقیاس اختلافی ہیں۔اس کے بعد وہ عبارت مرقوم ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کی ہے۔اس کے بعد صفحہ ۳۳۳ میں کہا ہے۔

پھر جب اختلاف کے سبب اکثر مسائل شرعیہ، خصوصاً ادلہ اربعہ میں حصر دلائل شرعیہ کا مسئلہ، بے اعتبار نہ ہوئے، تو اختلاف کے سبب الہام کیوں کر بے اعتبار ہوسکتا ہے۔

یہ عبارات ماقبل و مابعد عبارت منقولہ مرزا قادیانی صاف پکار رہی ہیں کہ مئولف رسالہ اشاعۃ السنہ کے نزدیک اجماع کی نسبت وہ اختلافات جو عبارات منقولہ قادیانی میں بیان ہوئے ہیں، لائق لحاظ واعتبار نہیں ہیں۔اور اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے حجت شرعی اور معتبر ہے۔

قادیانی نے اس عبارت کی نقل وبیان میں وہی کام کیا ہے کہ لا تقربوا الصلوة کو تو لے لیا اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا۔یعنی اس عبارت کا ماقبل ومابعد اڑا دیا اور صرف درمیانی عبارت متضمنہ اختلافات متعلقہ اجماع کو نقل کر کے مولف رسالہ اشاعۃ السنہ کو اس کا قائل ومصدق بنا دیا۔اور ناظرین کو یہ جتایا کہ مولف رسالہ اشاعۃ السنہ وجود اجماع اور اس کے حصول علم سے اور حجت ہونے سے منکر ہے۔پھر احادیث صحیحین کی صحت پر دعوی اجماع کیوں کرتا ہے۔محمد حسین)

اب میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بخاری ومسلم کی احادیث کی نسبت جو اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے یہ دعوی کیوں کر راستی کے رنگ سے رنگین سمجھ سکیں (چونکہ جو کچھ مرزا صاحب نے اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اس میں دجالیت سے کام لیا ہے۔تو اب ان سوالات کا موقع نہیں رہا۔ہمارے نزدیک اور ہر ایک محقق قائل اجماع کے نزدیک وہ دعوی درست ہے اور راستی کے رنگ سے رنگین ۔عبارات فقہا ومحدثین اس اجماع کی مثبت ومصدق تحریر نمبر ۸ میں منقول ہوں گی۔محمد حسین) حالانکہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ

صحابہ کے عہد کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا (یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ خاکسار ہرگز اس بات کا قائل نہیں ہے کہ عہد صحابہ کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا، بلکہ بہت صریح کہہ چکا ہے کہ اجماع باوصف محل اختلاف ہونے کے حجت ولائق اعتبار ہے۔ محمد حسین)۔ بلکہ آپ امام احمدؒ صاحب کا قول پیش کرتے ہیں کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے (امام احمدؒ کے اس قول سے ہم نے اپنی رضا تسلیم ظاہر نہیں کی۔ اور اس کی نقل کرنے سے جو غرض ہے وہ پہلے بیان ہوچکی ہے۔ امام احمد کا یہ قول لائق تسلیم ہے تو اس کا محمل و متعلق اختلافی اوراڑتے پڑتے اجماع ہیں جن کی سند وثبوت کا پتہ نہیں، نہ وہ اجماع جن کی سند وثبوت پر اتفاق ہو، جیسا کہ احادیث صحیحین پر اجماع ہے۔ محمد حسین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخاری ومسلم کی صحت پر بھی ہرگز اجماع نہیں ہوا۔ چنانچہ واقعی امر بھی ایسا ہی ہے کہ بہت سے فرقے مسلمانوں کے بخاری اور مسلم کی اکثر حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے (یہ محض کذب ہے۔ اتفاقی احادیث صحیحین کو کوئی مسلمان، جس کے قول کا اجماع واختلاف میں لحاظ ہو، غیر صحیح نہیں جانتا۔ اور بعض احادیث سے ان کا عمل نہ کرنا دیگر وجوہات اجتہادیہ پر مبنی ہے ۔محمد حسین) پھر جب کہ ان حدیثوں کا یہ حال ہے تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرط کے وہ تمام حدیثیں واجب العمل اور قطعی الصحت ہیں۔ ایسا خیال کرنے میں دلیل شرعی کون سی ہے۔ کیا قرآن کریم میں (پھر مرزا صاحب نے قطعی صحت کی طرف رجوع کیا اور گیارہویں بار مبحث سے خروج کیا۔ قرآن کریم یا آنحضرت ﷺ کے وصایا میں خاص بخاری ومسلم کا نام لے کر حکم بیان ہوتا، تو ان کی احادیث سے انکار پر آپ کو اور دیگر مبتدعین کو جو بخاری مسلم کو نہیں مانتے، قطعی کافر کہا جاتا۔

آپ کو اور دیگر منکرین بخاری ومسلم کو تو اس انکار کے سبب صرف فاسق ومبتدع کہا گیا ہے۔ پھر آپ آیت یا وصیت نبوی کیوں پوچھتے ہیں۔

آیات قرآن اور وصایا نبویہ میں عموماً احادیث صحیحہ کے قبول کرنے کا حکم وارد ہے اور ان احادیث میں بخاری ومسلم داخل ہیں۔ اس عموم کے ترک عمل و انکار قبول سے صرف فاسق ومبتدع ہونے کا فتوی لگایا جاسکتا ہے۔ محمد حسین) ایسی کوئی آیت پائی جاتی ہے کہ تم بخاری اور مسلم کو قطعی الثبوت سمجھنا اور اس کی کسی حدیث کی نسبت اعتراض نہ کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی وصیت تحریری موجود ہے جس میں ان کتابوں کو بلا لحاظ کسی شرط اور بغیر توسط محک کلام الٰہی کے واجب العمل ٹھہرایا گیا ہو۔ جب ہم اس امر میں غور کریں کہ کیوں ان کتابوں کو واجب العمل خیال کیا جاتا ہے، تو ہمیں یہ وجوب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے حنفیوں کے نزدیک اس بات کا وجوب ہے کہ امام اعظم صاحب کے، یعنی حنفی مذہب کے تمام مجتہدات واجب العمل ہیں (علماء محققین حنفی مذہب کا یہ قول نہیں اور نہ اس پر ان کا عمل ہے۔ وہ لوگ سبھی مجتہدات حضرت امام ابوحنیفہ پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے بعض مجتہدات چھوڑ کر نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہیں یا اقوال دیگر آئمہ مذہب حنفی پر۔ آپ نے ناحق یہ الزام اہل حدیث کی طرف سے حنفیہ پر قائم کیا اور ان کو اہل حدیث سے لڑانا چاہا۔ محمد حسین) لیکن ایک ادنیٰ شخص سوچ سکتا ہے کہ یہ وجوب شرعی نہیں بلکہ کچھ زمانہ سے ایسے خیالات کے اثر سے اپنی طرف سے یہ وجوب گھڑا گیا ہے جس حالت میں حنفی مذہب پر آپ لوگ

یہی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ نصوص بینہ شرعیہ کو چھوڑ کر بے اصل اجتہادات کو محکم پکڑتے اور ناحق تقلید شخصی کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو کیا یہی اعتراض آپ پر نہیں ہوسکتا (اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ، صحیحین کی احادیث کو صحیح ماننے میں کسی نص بین، آیت یا حدیث کے مخالف نہیں ہیں۔ پھران پر یہ اعتراض تقلید مقابل نصوص بینہ، جو حنفیہ پر مرزا صاحب نے ناحق کیا ہے، کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔اس اعتراض کے دعوی میں مرزا نے دروغ گوئم برروئے تو، پر عمل کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔ محمد حسین) کہ آپ بھی کیوں بے وجہ تقلید پر زور مار رہے ہیں (یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اجماع امت کی پیروی ہے جو ایک دلیل شرعی ہے۔ محمد حسین) حقیقی بصیرت اور معرفت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ ہمیشہ آپ لوگ بیان کرتے تھے کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دیا جاوے، اب کیوں آپ مقلدین کے رنگ پر تمام احادیث کو بلاشرط صحیح خیال کرتے ہیں اس پر آپ کے پاس شرعی ثبوت کیا ہے۔ (احادیث صحیحین کی صحت باجماع امت ثابت ہے تو تمام احادیث صحیحین کو صحیح ماننا ہمارے اس بیان کے کہ جو حدیث صحیح ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، مخالف نہیں ہے۔ بلکہ عین مطابق وموافق ہے۔ محمد حسین) کہاں سے امام محمد (بن) اسماعیل، اور مسلم کی معصومیت ثابت ہوگئی ہے (اس قول میں بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے ۔مسلمانوں نے امام بخاری اور امام مسلم کو معصوم سمجھ کر ان کی احادیث کو صحیح نہیں مانا، بلکہ تمام امت محمدیہ کو، جن کا ان کی کتابوں کی صحت پر اجماع ہے، معصوم مان کر ان کے اجماع کی شہادت سے ان کتابوں کی احادیث کو صحیح مانا ہے۔اور امت محمدیہ اپنے اتفاق میں معصوم ہے۔ محمد حسین) کیا آپ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ جسکو خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے فہم قرآن عطا کرے اور تفہیم الہی سے وہ مشرف ہو جائے اور اس پر ظاہر کر دیا جائے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت سے فلاں حدیث مخالف ہے (کوئی حدیث صحیح، قرآن کے مخالف نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو جو یہ تفہیم ہوتی ہے کہ بعض احادیث قرآن کے مخالف ہیں، تو یہ تفہیم شیطان کی طرف سے ہے۔ نہ خدا کی طرف سے۔ محمد حسین) اور یہ علم اس کا کمال یقین تک پہونچ جائے تو اس کے لئے یہی لازم ہوگا کہ حتی الوسع اول ادب کی راہ سے اس حدیث کی تاویل کر کے قرآن شریف سے مطابق کرے۔ اور اگر مطابقت محالات میں سے ہو اور کسی صورت ہو نہ سکے تو بدرجہ لاچاری اس حدیث کو غیر صحیح ہونے کا قائل ہو (بخاری و مسلم کو غیر معصوم قرار دے کر ان کی احادیث کا مخالف قرآن ہونا تجویز کر کے ان احادیث کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے جو بخاری و مسلم پر مرزا کا تیر ہواں حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم بحالت مخالفت قرآن شریف، حدیث کی تاویل کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ سراسر الحاد اور کفر ہوگا (یہ کفر والحاد مرزا صاحب ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، جو صحیحین کو اصح الکتب مان کر پھر اس کی بعض احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کے چھوڑنے پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والے مسلمان کے نزدیک تو ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو

قرآن کے مخالف ہو۔محمد حسین) کہ ہم ایسی حدیثوں کی خاطر سے کہ جو انسان کے ہاتھوں سے ہم کو ملی ہیں اور انسان کی باتوں کا ان میں ملنا، نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے، قرآن کو چھوڑ دیں (یہاں مرزا قادیانی نے اپنا ملحد و دجال و منکر قرآن ہونا ثابت کیا ہے۔قرآن بھی تو حضرت زید بن ثابت وغیرہ انسانوں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔لکھا لکھایا عالم بالا سے نہیں اترا۔ بناء علیہ مرزا قادیانی کے نزدیک قرآن میں بھی انسانی باتوں کا ملنا نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔محمد حسین) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عز اسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے۔اور اصل منشاء بعض آیات کا معہ ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر کرتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔اب میں اس خداداد نعمت کو کیونکر چھوڑ دوں اور جو فیض بارش کی طرح میرے پر ہو رہا ہے کیونکر اس سے انکار کروں (میں مرزا کو یقین دلاتا ہوں اور خود یقین رکھتا ہوں جس پر میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ خذلان ان کا شامل حال ہے، اور شیطان ان پر مسلط ہے۔وہی اس قسم کے ملحدانہ خیالات ان کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔خدا تعالیٰ کی تفہیم اور اس کا الہام والقاء اس جیسے شخص کے حق میں احاطہ امکان سے خارج ہے۔خدا تعالیٰ نے قرآن میں قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جھوٹے بدکاروں کے پاس شیاطین آتے اور وہی ان کے دل میں ایسی باتیں القاء کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم. انعام۔کہ شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں خیال ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے لڑیں اور جھگڑیں ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین علی کل افاك اثیم میں بتادوں کہ شیطان کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ان لوگوں پر اترتے ہیں جو بڑے جھوٹے ہیں اور بدکار۔محمد حسین)

اور یہ بات جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمائی ہے کہ اب تک کسی حدیث بخاری و مسلم کو میں نے موضوع قرار دیا ہے یا نہیں۔سو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث بخاری یا مسلم کو ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا بلکہ اگر کسی حدیث کو میں نے قرآن کریم سے مخالف پایا، تو خدا تعالیٰ نے تاویل کا باب میرے دل پر کھول دیا ہے (بہت سی احادیث صحیحین کو مرزا صاحب موضوع کہہ چکے ہیں۔جیسا کہ گذر چکا۔محمد حسین)

اور آپ نے یہ سوال جو مجھ سے کیا ہے کہ صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے۔میری اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اس بات کا بار ثبوت میرے ذمہ نہیں، بلکہ میں تو ہر ایک ایسے شخص کو جو قرآن کریم پر ایمان لاتا ہے، خواہ وہ گذر چکا ہے یا موجود ہے، اسی اعتقاد کا پابند جانتا ہوں کہ وہ احادیث کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم کو میزان اور معیار اور محک سمجھتا ہوگا۔کیونکہ جس حالت میں قرآن کریم خود یہ منصب اپنے لئے تجویز فرماتا ہے اور کہتا ہے فبای حدیث بعدہ یومنون۔اور فرماتا ہے قل ان

هدی الله هو الهدی اورفرماتا ہے فاعتصموا بحبل الله جمیعاً اورفرماتا ہے هدی للناس و بینات من الهدی اورفرماتا ہے انزل الکتاب بالحق و المیزان اورفرماتا ہے انه لقول فصل لا ریب فیه تو پھراس کے بعدکون ایسا مومن ہے جوقرآن شریف کوحدیثوں کے لئے حکم مقرر نہ کرے (ان آیات کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ان آیات کومرزا قادیانی کے اس دعوی سے کہ حدیث صحیح کی صحت کا محک قرآن ہے، کیا تعلق ہے؟ محمد حسین) اور جبکہ وہ خود فرماتا ہے کہ یہ کلام حکم ہے اور قول فصل ہے اور حق و باطل کی شناخت کے لئے فرقان ہے اور میزان ہے، تو کیا ایمان داری ہوگی کہ ہم خدا تعالی کے ایسے فرمودوں پر ایمان نہ لاویں۔اور اگر ہم ایمان لاتے ہیں تو ہمارا ضرور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہم ہر ایک حدیث اور ہر یک قول کو قرآن کریم پر عرض کریں (اس عرض کا قرآن یا حدیث میں کہیں حکم نہیں۔اوراس بات میں جو حدیث مرزا صاحب نے نقل کی ہے وہ موضوع ہے اوراس عرض وموافقت مضمون قرآن سے صحت حدیث ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔بعض موضوعات کا مضمون بھی قرآن کے موافق ہوتا ہے۔محمد حسین) تاکہ ہمیں معلوم ہوکہ وہ واقعی طور پر اسی مشکوۃ وحی سے نور حاصل کرنے والے ہیں جن سے قرآن نکلا ہے یا اس کے مخالف ہے۔سو چونکہ مومن کے لئے یہ ایک ضروری امر ہے کہ قرآن کریم کو احادیث کا حکم مقرر کرے، اس لئے ثبوت اس بات کا کہ سلف صالحین نے قرآن کریم کو حکم مقرر نہیں کیا، آپ کے ذمہ ہے، نہ میرے ذمہ (مرزا صاحب نے یہ عجیب طریق اختیار کررکھا ہے کہ جس دعوی کا ثبوت نہ ہوسکے اس دعوی کو بدیہی واتفاقی ومسلم کل بنادیا اور بار ثبوت اپنے اوپر سے ٹلا دیا۔اس طریق کا ابطال یہ ہے کہ یہ ادعا ان کا محض دروغ ہے۔ان کے خصم کو اس قسم کے دعوی میں یہ کلام ہے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں پس مرزا کا فرض ہے کہ وہ کوئی قائل بتائیں ورنہ دروغ گو سمجھے جائیں گے۔بے شک وبلا ریب مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم، ہدایت ہے، حبل الله ہے، قول فصل ہے اور جو کچھ اس کے شان میں خدا تعالی نے فرمایا ہے اس پر مسلمانوں کا ایمان ہے مگر کسی آیت قرآن میں یہ بیان نہیں ہوا کہ قرآن مجید، صحت احادیث صحیحہ کا معیار ومحک ہے۔اور جس حدیث کا مضمون قرآن کریم کے موافق نہ ہو وہ حدیث لائق تسلیم نہیں ہے۔محمد حسین) اس جگہ مجھے یہ افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کا مرتبہ بخاری اور مسلم کے مرتبہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ اگر کوئی حدیث کسی کتاب کی بخاری ومسلم کی کسی حدیث سے مخالف اور مبائن پڑے اور کسی طور سے تطبیق نہ ہوسکے تو آپ صاحبان فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔مگر کمال افسوس کی جگہ ہے کہ یہ مذہب قرآن کریم کی نسبت آپ اختیار کرنا نہیں چاہتے (مرزا صاحب کی یہ بات کذب اور بہتان ہے۔اہل حدیث، صحیح بخاری کا رتبہ صحت، رتبہ کتاب اللہ کے بعد مانتے ہیں، نہ اس کے برابر۔اور کسی حدیث غیر صحیحین کو صحیحین کی مخالفت کے سبب غیر صحیح قرار نہیں دیتے۔بلکہ اس حدیث کی صحت ثابت

ہوتو اس کو حدیث صحیحین کے موافق کرتے اور ان میں باہم تطبیق دیتے ہیں مرزا صاحب نے جو کچھ اس بات میں کہا ہے اس میں افتراء کر کے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔ محمد حسین) اور اجماع کی نسبت جو آپ نے دریافت فرمایا ہے تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ ابن صیاد، جو مسلمان ہو گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں۔ اس کی شہادت میں کوئی استثنا نہیں ،جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ ماسوا اسکے حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کا یہ مذہب ہو گیا تھا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہیدجال معہود ہے۔ اس صورت میں دوسرے صحابیوں کا خاموش رہنا صریح اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اس مذہب کو مان چکے ہیں اور اگر ان کی طرف سے کوئی مخالفت اور انکار ہوتا تو وہ انکار ظاہر ہو جاتا۔ پس صحابہ کے اجماع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ بالخصوص حضرت عمر کا آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کرنا کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صریح دلیل اجماع پر ہے (نہ تمام صحابہ نے یہ کہا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اور نہ دوسرے صحابہ نے اس پر سکوت کیا، اور نہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال معہود ہونے پر قسم کھائی۔ نہ حضرت ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ محمد حسین) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ سے اکیلے نہیں ہوتے تھے، اور غالباً جس وقت حضرت عمرؓ نے قسم کھائی ہو گی اس وقت بہت سی جماعت صحابہ کی موجود ہو گی۔ پس ان کی خاموشی اجماع پر دلیل ہے (جماعت صحابہ کی خاموشی کا جواب پہلے ہو چکا۔ ایک جماعت کے سکوت یا اتفاق کا اجماع نہ ہونا بھی بیان ہو چکا۔ محمد حسین)۔

پھر آپ نے بیان فرمایا ہے کہ شرح السنہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ سو حضرت اس کے جواب میں اس قدر کافی ہے کہ آپ لوگوں کے نزدیک تو صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے، گو منقطع ہے صاف ظاہر ہے کہ صحابی، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں کر سکتا (دیکھو دجال کی چال۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کی اس قولی حدیث کا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، جس کو مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا تھا، پتہ پوچھا تھا۔ مرزا نے اس کے جواب میں جابر بن عبداللہ صحابی کے اس قول کو کہ آنحضرت، ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے شرح السنہ سے نقل کر دیا۔ جس پر ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اب مرزا صاحب نے کہا ہے کہ صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے۔ اور شرم و حیا کو کام میں لا کر یہ خیال نہ کیا کہ مطلق حدیث سے یا ہر قسم کی حدیث سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث سے سوال تھا۔ اور ہر ایک قسم کی حدیث تو موضوع بھی ہوتی ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں یہی کہا ہوتا کہ گو وہ حدیث جو ہم نے بیان کی ہے وضعی اور ہماری بناوٹی ہے، مگر آخر یہ بھی تو ایک قسم کی حدیث ہے۔ محمد حسین)۔ اور ڈرنے کی

بات ایسی ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحۃً بیان نہ فرماتے تو صحابی کی کیا مجال تھی کہ خود بخود آنجناب پر افتراء کر لیتا۔ بلا شبہ اس نے سنا ہو گا تب ہی تو اس نے ذکر کیا۔ سو جو کچھ اس نے سنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے ظاہر نہیں۔ لیکن ایک بچہ کو بھی سمجھ آ سکتا ہے کہ اس نے ضرور سنا، تب ہی بیان کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ افتراء نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔ کیا آپ اس صحابی پر حسن ظن نہیں رکھتے اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ بغیر سننے کے اس نے کہہ دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس نے خیال ظاہر کیا، میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے مافی الضمیر پر اس کو کیا علم تھا جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحتاً آپ ظاہر نہ فرماتے (یہ افتراء کون کہتا ہے؟ جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خوف کی حالت کو دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ کلمہ فرما دیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ آنحضرت کی طرف تو انہوں نے کوئی قول منسوب نہیں کیا۔ پھر افتراء کیونکر ہوا؟ اور ہم حسن ظن رکھتے ہیں تب ہی تو یہ تجویز کرتے ہیں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی حالت خوف کو سیکھا تو اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ محمد حسین)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اور آخر میں، میں نے لکھ دیا ہے کہ ہم الہام کو حجت اور دلیل نہیں جانتے۔ اس کے جواب میں بادب ملتمس ہوں کہ آپ اگر اس قول کے مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے (ناحق کیوں؟ جس غرض سے ہم نے وہ قول نقل کیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اس کے نقل کرنے سے اس کے مضمون سے اتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ محمد حسین) غایت کار آپ کی کلام میں تناقض ہو گا، کیونکہ اول صاف تسلیم کر آئے ہیں کہ الہام ملہم کے لئے حجت شرعی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے آپ تو صاف طور پر مان چکے ہیں بلکہ بحوالہ حدیث بخاری بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ الہام محدث کا شیطانی دخل سے منزہ کیا جاتا ہے، ماسوا اس کے میں اس بات کے لئے آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ الہام کو حجت سمجھ لیں۔ مگر یہ تو آپ اسی ریویو میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ ملہم کے لئے وہ الہام حجت ہو جاتا ہے۔ سو میرا دعویٰ اسی قدر سے ثابت ہے۔ میں بھی آپ کو مجبور کرنا نہیں چاہتا (اس آخری کلام میں بھی مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ یہاں بحث وسوال اس امر کا نہ تھا کہ الہام غیر نبی حجت ہے یا نہیں؟ جس کا یہ کلام جواب ہوسکتا۔ خاکسار کا سوال تو یہ تھا کہ میں نے شیخ اکبر کے اس قول کو کہ کشف کے ذریعہ سے بعض احادیث موضوع اور بعض غیر صحیح ٹھہر سکتی ہیں، مئولف اشاعۃ السنہ نے کب صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی نسبت اپنا توافق رائے کہاں ظاہر کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر نمبر ۵ میں مرزا نے یہ دیا تھا کہ آپ کے نزدیک وہ قول لائق تسلیم نہ ہوتا تو اس کو کس غرض سے نقل کیا

جاتا۔اس کا جواب تحریرنمبر۶ میں خاکسار نے یہ دیا کہ اس قول ونقل سے جوغرض ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر۱۱ جلدے میں بیان ہو چکی ہے۔اور وہاں اس قول کے مضمون سے ہم نے اپنا خلاف صاف طور پر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا ہے کہ ہم الہام غیر نبی کو حجت ودلیل شرعی نہیں جانتے، جس کومرزا قادیانی نے اس مقام میں نقل کیا ہے،لہذا اس کے جواب میں میں قادیانی کا اب ان امور کوپیش کرنا کہ:ا۔اس قول کے آپ مخالف ہوتے تو اس کو کیوں نقل کرتے ؟۲۔اور الہام آپ کے نزدیک ملہم کے حق میں تو حجت ہے۔۳۔اور محدث کا الہام دخل شیطانی سے منزہ ہے۔۴۔اور میرے لئے یہی کافی ہے۔۵۔آپ کو میں اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتا۔،،سوال وجواب متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔اوران امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مئولف اشاعۃ السنہ نے الہام کے ذریعہ احادیث صحیحہ کے موضوع اور موضوعہ کے صحیح ہو سکنے کو رسالہ میں تسلیم کیا ہے۔اور اسی کے ثبوت کا مرزا قادیانی سے مطالبہ ہوا)۔جولائی ۱۸۹۱ء غلام احمد بقلم خود

(مرزا قادیانی کی تحریرنمبر۶ ختم ہوئی اس تحریر کو معہ اس کے نوٹوں اور حواشی کے ناظرین توجہ سے پڑ ہیں گے تو یقین کریں گے کہ اس تحریر میں بھی اس نے ان دو پرانی باتوں خارج از بحث کے کہ: جس حدیث کا مضمون قرآن کے مخالف ہوگا، وہ صحیح ولائق قبول نہیں ،اور حدیث صحیح بھی ہو تو وہ رتبہ صحت میں قرآن کے برابر نہیں ،اور کچھ نہیں کہا۔اور ہمارے اس سوال کا کہ بخاری مسلم کی جملہ احادیث صحیح ہیں، یا غیر صحیح ، یا مختلط ،کوئی قطعی اور صاف جواب نہیں دیا۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر ہفتم

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپنے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔آپ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ سے ان کتب کی صحت تسلیم کرانا چاہتا ہوں اور آپ اس تسلیم کو صحیح نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو ایک غلط اصول فرضی وخیالی اجماع پر مبنی قرار دیتے ہیں۔پھر صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں، یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔جب تک آپ ایسے صریح الفاظ میں اس مطلب کو ادا نہ کریں گے اس سوال کے جواب سے سبک دوش نہ ہوں گے،خواہ برسوں گزر جائیں۔آپ حدیث ان من حسن اسلام المرء ترکه ما لا يعنيه کو پیش نظر رکھ کر خارج از سوال باتوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیں اور دوحرفی جواب دیں کہ:ا۔صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں، یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔

۲۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث صحیح بخاری ومسلم کو موضوع نہیں کہا (لفظ موضوع آپ کے کلام میں غیر صحیح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور غیر صحیح بمعنی موضوع ،اس وجہ سے آپ کا بعض احادیث کو ضعیف کہنا،موضوع کہنے کی

مانند ہے اور بعض احادیث کی نسبت تو آپ نے صاف اور صریح لفظ موضوع استعمال کیا ہے۔ چنانچہ متن میں اس کی تفصیل ہے اور بعض حواشی میں بعض تمثیلات گذر چکی ہیں ۔محمد حسین) اور یہ امر کمال تعجب کا موجب ہے کہ آپ جیسے مدعیان الہام ایسی بات خلاف واقعہ کہیں ۔آپ نے رسالہ ازالہ اوہام میں دمشقی حدیث کی نسبت کہا ہے۔

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔اب انصاف سے فرماویں کہ اس حدیث صحیح مسلم کو آپ نے ضعیف قرار دے دیا ہے یا نہیں۔

اور اگر آپ یہ عذر کریں کہ میں صرف ناقل ہوں، اس کو ضعیف کہنے والے امام بخاری ہیں، تو آپ تصحیح نقل کریں اور صاف فرماویں کہ امام بخاری نے فلاں کتاب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے یا کسی اور امام، محدث سے نقل کریں کہ انہوں نے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے، ورنہ آپ اس الزام سے بری نہیں ہوسکیں گے کہ آپ نے صحیح مسلم کی حدیث کو ضعیف قرار دیا اور پھر اس اپنی تحریر میں اس سے انکار کیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ میں آپ فرماتے ہیں: اب بڑے مشکلات یہ درپیش آتے ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں، جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہے ہیں، تو یہ حدیثیں موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔اور اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں، صرف دوسرے صحیفوں میں ہوتیں، تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاس خاطر کر کے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے، مگر اب مشکل تو یہ آپڑی کہ ان ہی دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس حدیث کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح ۔تب ہم کو عقل خداداد یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں، انہیں صحیح سمجھنا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے مسلم کی اس حدیث کو جس میں یہ بیان ہے کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا ، یہ کہہ کر اڑا دیا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہے جس میں یہ وارد ہے کہ یہ دجال مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ایسا ہی آپ نے صحیحین کی ان احادیث کو اڑایا ہے جن میں

دجال کے ان خوارق کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں اور اس کے کہنے سے زمین شور، سرسبز ہو جائے گی، وغیرہ۔ پھر آپ کا اس مقام میں یہ کہنا کہ میں نے صحیحین کی کسی حدیث کو موضوع یا غیر صحیح قرار نہیں دیا اور احادیث کے صحیح معنے بیان کرنے میں خدا میری مدد کرتا ہے، خلاف واقعہ نہیں تو کیا ہے۔

آپ صحیحین کی حدیث کو موضوع جانتے ہیں اور ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔ پھر اس اعتقاد کو جو طولانی تقریروں اور ملمع سازیوں سے چھپاتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ جن باتوں کو آپ چھاپ چکے ہیں وہ کب چھپتی ہیں۔

۳۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں امام کی نشان دہی کا بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان احادیث کی تصحیح کا معیار قرآن کو سمجھتا ہے۔

میں آپ کے اس دعوی کا بھی منکر ہوں اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان، جن کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے، اس بات کا قائل نہیں ہے۔ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا علماء سلف سے نام لیں جو آپ کے خیال کا شریک ہو اور اگر باوجود ان دعاوی کے آپ پر بار ثبوت نہیں ہے تو آپ یہ امر کسی منصف سے (مسلمان ہو یا غیر مذہب) کہلاویں۔

اس باب میں جو آیات آپ نے نقل کی ہیں ان کو آپ کے دعاوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تفصیل، جواب تفصیلی میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالی۔

۴۔ اجماع کے باب میں میرے کسی سوال کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ براہ مہربانی میرے سوال پر نظر ثانی کریں اور ان باتوں کا جواب دیں کہ: اجماع کی تعریف جو آپ نے لکھی ہے کس کتاب میں ہے۔ اور بعض صحابہ کے اتفاق کو کون شخص اجماع سمجھتا ہے۔ سکوت کل، کا جو آپ نے دعوی کیا ہے یہ بھی محتاج نقل وثبوت ہے۔ آپ بہ نقل صحیح ثابت کریں کہ حضرت عمرؓ وغیرہ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو اس وقت جملہ اصحاب یا فلاں فلاں موجود تھے اور انہوں نے اس پر سکوت کیا۔ یا وہ قول جس صحابی کو پہنچا اس نے انکار نہ کیا۔ یہ بات غالباً اور ہوں گی کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ ایسے دعاوی عظیمہ میں آئمہ نقل سے نقل بکار ہے، نہ صرف تجویز عقل۔

اجماع کے باب میں جو کچھ آئمہ سے منقول ہے وہ آپ کی تحریر میں موجود ہے۔ پھر تعجب ہے کہ اس

پر آپ کی توجہ نہ ہوئی۔ اور صرف اٹکل سے آپ نے کاربراری کی۔

۵۔ مضمون حدیث شرح السنۃ کے متعلق آپ نے بڑے زور سے دعوی کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے کا خوف کرتا ہوں اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کہ ہمیں: اس کے حال میں بھی اشتباہ ہے یعنی اس کے دجال ہونے کا ہم کو خوف ہے ان اقوال کا آپ نے آنحضرت ﷺ کو یقیناً قائل قرار دیا ہے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہوگا، تب ہی آنحضرت ﷺ کی طرف اس امر کو منسوب کیا ہوگا کہ آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اب انصاف کو اور صدق و دیانت کو پیش نظر رکھ کر فرماویں کہ احتمال موجب یقین ہوسکتا ہے؟ کیا یہ امکان نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ان معاملات سے جو ابن صیاد کی نسبت بارہا وقوع میں آئے، جیسے اس کا امتحان کرنا، یا چھپ کر اس کے حالات معلوم کرنا وغیرہ، جن کا صحیحین میں ذکر ہے، اس صحابی کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ اس کو دجال سمجھتے تھے۔ اس امکان واحتمال کے ساتھ جو حسن ظنی بحق صحابی پر مبنی ہے، کیا یہ یقین ہوسکتا ہے؟ کہ اس صحابی نے آنحضرت ﷺ کو وہ باتیں کہتے ہوئے سنا جو آپ نے برخلاف واقعہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیں۔ اور بلا حصول یقین آنحضرت ﷺ کو ان اقوال کا قائل قرار دینا اور بلا کھٹکا یہ کہہ دینا کہ آپ ایسا فرماتے تھے، جائز ہے؟ اور مسلمانان سلف سے یہ امر وقوع میں آیا ہے؟ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا نام بتلاویں جس سے یہ جرأت ہوئی ہو۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ قول ابن عربی کے آپ مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے اور اس کے ذکر سے آپ کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ مفہوم میری عبارت کے صریح منطوق کے، جو میں نے نقل کی ہیں، برخلاف ہے لہذا لائق لحاظ والتفات نہیں ہے اور وہ آپ کو الزام افتراء سے بری نہیں کرسکتا۔ اور نہ میری وہ تصریحات جو میں نے محدث کی نسبت کی ہیں آپ کو اس الزام سے بری کر سکتے ہیں۔ میری کسی تصریح یا کلام میں قول ابن عربی کی تصدیق وتائید پائی نہیں جاتی اور میرا صریح اظہار کہ، میں الہام غیر نبی کو حجت نہیں سمجھتا کتاب وسنت کا پیرو ہوں نہ کسی الہامی کشفی کا مقلد، صاف شاہد ہے کہ آپ نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ رہا الزام تعارض واظہار خلاف عقیدت سو اس کا جواب اسی صفحہ اشاعت السنۃ میں موجود ہے کہ میں نے ان اقوال

ابن عربی وغیرہ کو اس غرض سے نقل کیا ہے کہ الہام کو حجت ماننے میں صاحب براہین منفرد نہیں ہے اور یہ مسئلہ ایسا نیا اور انوکھا نہیں جس کا کوئی قائل نہ ہو۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ میں نے ان اقوال کو نقل کرنے سے صاحب براہین کو تفرد سے بچانا چاہا تھا، نہ یہ جتانا کہ میں بھی ایسے الہاموں کو لائق سند سمجھتا ہوں۔

آپکی تحریرات میں بہت سے مطالب زائد اور خارج از بحث ہوتے ہیں، جن سے میں عمداً تعرض نہیں کرتا۔ ان سے تعرض اس تفصیلی جواب میں کرونگا جو بعد طے ہونے امور مستفسرہ کے قلم میں لاؤنگا۔ بالفعل میں آپ کو پھر اپنے سوالات سابقہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی بنظر تحفظ اوقات فریقین میرے سوالات کا صاف اور مختصر الفاظ میں جواب دیں اور زائد باتوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ میں بنظر آپ کی رفع تکلیف کے پھر اپنے سوال کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

اول۔ آپ صراحت کے ساتھ کہیں کہ جملہ احادیث صحیحین، صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ غیر صحیح اور موضوع، یا مختلط ۔ اور اب تک آپ نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع یا ضعیف نہیں کہا۔

دوم۔ قرآن کو صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں جملہ مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، یا کوئی امام آئمہ سلف۔

سوم۔ اجماع کی تعریف اور یہ امر کہ چند اصحاب کا اتفاق شرعاً اجماع کہلاتا ہے اور حضرت عمرو غیرہ کے ابن صیاد کو دجال (دجال بھی وہ جو موعود ہے کیونکہ اسی سے ہم کو انکار ہے) کہنے کے وقت جملہ اصحاب موجود تھے یا فلاں فلاں۔ اور اس پر انہوں نے سکوت کیا اور یہ سکوت فلاں فلاں آئمہ حدیث نے نقل کیا۔

چہارم۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب، آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی حکم یا خیال منسوب نہ کرتے جب تک کہ وہ آپ سے (کوئی بات) سن نہ لیتے۔ اور آنحضرت ﷺ کے وقائع اور قضایا سے کوئی امر استنباط کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرتے جیسے بعض صحابہ سے منقول ہے قضی با لشفعة الجار (یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ اس نسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیے، یا اس کی مانند کوئی اور لفظ۔ محمد حسین) یا یہ کہ صرف خیال استنباط سے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ فرما دیتے کہ آپ نے ایسا ارشاد کیا ہے۔

پنجم ۔میری اس منطوق کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپ کے خیال میں ہے و بناء علیہ میں ابن عربی کا مصدق ہوں ۔اور آپ اس دعوی میں صادق ہیں ۔فقط ۔ ابو سعید محمد حسین ۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی کی تحریر ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی ۔حضرت مولوی صاحب آپ پھر سہ کرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔اور آپ فرماتے ہیں کہ: صاف الفاظ میں کہنا چاہیے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں، بلکہ ان میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں ۔یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔آپ اس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں ۔فقط .(یہ تصریح وتکرار کے ساتھ مرزا قادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اس کا جواب صاف الفاظ میں مطلوب ہونے کا اعتراف ہے۔محمد حسین) اما الجواب ۔ پس واضح ہو کہ احادیث کے دو حصہ ہیں ۔ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لا ریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے، جس میں ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں (لفظ ضرورت محاورہ اہل علم میں دو معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک بمعنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت ۔مگر یہاں اس لفظ کے دونوں معنی صحیح نہیں ہو سکتے۔محمد حسین) سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے نہیں ہوئی ، اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کے وثوق اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل اسلامی ہے۔سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں (یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے، مرزا صاحب نے قطعی وظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق خروج از مبحث کیا، جس کی یہ بارہویں دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلایا اور اپنے ناظرین ومعتقدین کو اصل بحث مطلوب بھلا کر دوسری طرف لے جانا چاہا۔محمد حسین) ۔لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا

جس کو سلسلہ تعامل سے کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے سے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا (ان فقرات کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ مرزا نے اپنی تحریر ہشتم میں ان کا خلاف کیا ہے اور تعامل کے تین مراتب یقین بنا کر سوم مرتبہ ظن غالب کو کہا ہے۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہیں وہ یقینی اور قطعی طریق نہیں، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے (اصل میں ہے اوازش کا لفظ ہے جس کا مطلب دربطن قادیانی ہے شاید اس کی مراد لفظ آویزش ہے۔ محمد حسین) وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے (ان شروط واوصاف راوی کے بیان سے مرزا نے یہ جتایا ہے کہ فن حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی ان کا گذر نہیں ہوا۔ تقوی کی صفت، نیک چلنی وصداقت وغیرہ صفات کی جامع اور اس پر حاوی ہے۔ پھر اس صفت کے ساتھ نیک چلنی وصداقت کو کیوں ذکر کیا ہے۔ سلامت فہم کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ فہم راوی میں غلطی نہ ہو اور اس معنی کو سلامت فہم شرط روایت نہیں ہے۔ یہ امر ہم نے اپنی تحریر ہشتم میں مرزا صاحب کو جتایا تو انہوں نے اپنی تحریر ہشتم میں اس کا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب میں ثابت کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ طہارت سے ظاہری مراد وضو وغسل وتیمم وغیرہ ہی ہو سکتا ہے، سو کسی کے نزدیک روایت حدیث میں شرط نہیں۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے، نہ بوقت ادائے وروایت حدیث، شرط ہے۔ محمد حسین)، اور ان تمام امور کا کما حقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رویت کا رکھتا ہے، پہونچنا، حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ ایسی حدیثوں کی نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے۔ کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ اس کے مضمون کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجھ کو حاصل ہے۔ اگر آپ حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہوں تاہم میں یہ خیال کروں گا کہ آپ ایک پرانے خیال اور عادت سے متاثر ہو کر ایسی جرأت پر آمادہ ہو گئے ہیں، ورنہ آپ کو بصیرت کی راہ سے ہرگز قدرت نہیں ہو گی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی کی نسبت دلائل شافیہ، جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکیں، پیش کر سکیں (جس قدر اطمینان عمل کے لئے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ میں حاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب اس کوچہ سے نابلد ہیں اس لئے اس کو محال جانتے ہیں۔ اور احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت اطمینان لائق عمل حاصل ہے اور اس پر قسم جائز ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں، وہ حسب استفاضا اور بقدر اپنے فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں، لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں، غایت کا

ربعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں (پھر قطعی وظنی کی بحث کوناحق مرزاصاحب نے چھیڑااورخروج ازمبحث اختیار کیا جس کی یہ تیرھویں دفعہ ہے۔ یہاں انہوں نےظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرایا ہےاوراپنی تحریر ہشتم میں اس کا خلاف کیااورظن غالب کو یقین کاادنی مرتبہ ٹھہرایا۔ محمدحسین) اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے، جو میں نے بیان کردیا ہے۔ یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں، بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئی ہیں اوربعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔ لیکن ہر حالت میں کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا (اس مقام میں مرزاصاحب نے احادیث بخاری ومسلم کی ظنی صحت تو مان لی ہے لیکن پھران احادیث کے مخالف قرآن ہونے کی صورت میں ان کو موضوع کہنے پر مستعدی کا اظہار کرکے آئندہ ردّ احادیث صحیحین کے لئے راستہ نکال لیا۔ جواحادیث صحیحین پرآپ کا چودھواں حملہ ہے، مگرایک شبہ، مخالفت قرآن، کی آڑ میں، جس کے وقوع کوآپ نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کیا ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ کے صفحہ ۱۱۷و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ میں آپ کی عبارات منقول ہیں۔ محمدحسین) اور میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حدیثوں کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی معیار ہمارے پاس نہیں۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روائت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لئے معیار مقرر کیا ہے، لیکن کبھی انہوں نے دعوی نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اورقرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے (ان کا یہ دعوی طشت ازبام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کواصول روایت سے صحیح ہوجانے کے بعدامتحان صحت کے لئے قرآن پر عرض نہ کرتے، اور یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ حدیث بحکم اصول روایت، صحیح ہوتو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی، چہ جائے کہ قرآن کے مخالف ہو۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمدحسین)

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تواس کی اچھی طرح تفتیش کر لی جائے۔ اورظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اورامکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے (مرزاصاحب کااس آیت کوصرف امکان صدور کذب وغیرہ کی نظر سے ثقہ وعادل محقق الثقہ والعدالۃ راویوں پر لگانااوران کو فاسق بنانااورصدق کو معصوم میں منحصر کرنا، اپنے فسق کااقراراورچھپے رفض کااظہار کرنا ہے، مسلمان اہل سنت تو ظاہر العدالت راوی کی روایت کوراست اورصحیح سمجھتے ہیں اورامکان صدور کذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہیں کرتے۔ اپنی تحریر ہشتم میں مرزاقادیانی نے صحیح احادیث کے راویوں میں امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے اس کا جواب اس تحریر کے حواشی میں ہوگا انشاءاللہ۔ محمدحسین) لہذا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھیں تاان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہونچائیں، لیکن وہ

تحقیقات میسر نہیں آسکی (جس قدر کامل تحقیقات صحت حدیث کے لئے بکار ہے وہ میسر و حاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب فن حدیث سے جاہل ہونے کے سبب بار بار یقین کامل کا لفظ زبان وقلم میں لاتے ہیں، صحت احادیث کے لئے ظن غالب، جس کے حصول کو مرزا صاحب مان چکے ہیں، کافی ہے۔ محمد حسین) **کیونکہ اگر چہ صحابہ کی حالات روشن تھے اور ان لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا، لیکن درمیانی لوگ جن کو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ ان کی اصلی حالت سے پوری اور یقینی طور پر واقف تھے، ان کے صادق یا کاذب ہونے کے حالات یقینی اور قطعی طور پر کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں (**

اس قول مرزا میں صحابہ کے حالات کو اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو روشن اور یقینی کہا ہے، اور ان دونوں گروہ کے درمیان کے راویوں کے حالات کو مرزا نے غیر یقینی و مشتبہ بتایا ہے۔ اور یہ ایسا کذب اور خلاف واقعہ قول ہے جس کی نہ قرار داد محدثین سے موافقت ہو سکتی ہے، نہ مرزا قادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے۔

قادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے اس کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سے دوسطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہیں ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے، بجز نبی، ممکن الوقوع ہے، اور یہ بھی وہ کہہ چکا ہے کہ امکان کذب قطعیت ویقین کا مخالف ہے۔ پھر اس کا صحابہ اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو یقینی قرار دینا، اپنی سابق قرارداد کے مخالف نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اس قول کے وقت قادیانی نے اس قول واعتقاد سے رجوع کیا اور اس کو غلط سمجھا ہے تو پھر جیسے صحابہ و آئمہ حدیث تک رواۃ کے حالات باوجود امکان صدور کذب وغیرہ ذنوب، قطعی ویقینی ہیں، ویسے ہی درمیانی لوگوں کے حالات باوجود اس امکان کے یقینی ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ان کے حالات کی تفصیل و بیان، حالات صحابہ و رواۃ آئمہ حدیث سے کم نہیں ہے۔ جس قدر کوئی صحابہ کے حالات میں تفصیل کرے اسی قدر ہم سے درمیانی راویوں کے حالات کی تفصیل سن لے۔

قرارداد محدثین سے اس قول قادیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک جس قدر تفصیل حالات درمیانی راویوں کی ہو چکی ہے اس قدر ان لوگوں کے حالات کی تفصیل نہیں ہوئی جو آئمہ حدیث سے نیچے کے لوگ ہیں اور انہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہونچا دیا ہے۔ ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہی نہیں ہوئے اور ان کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور بعض ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہوئے ہیں مگر وہ بہت تھوڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچا دیا ہے، صرف ایک شخص مئولف مشکوۃ کے حالات اور ان لوگوں میں سے جو کتب حدیث کو آئمہ حدیث سے بطور سند روایت کرتے چلے آئے ہیں، چند راویوں کے حالات قادیانی اور اس کے حواریوں سے پوچھنا اور سننا چاہتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی اور اس کے تمام اعوان وانصار ان لوگوں کے حالات آئمہ حدیث اور صحابہ کے درمیانی راویوں کے حالات کا عشر عشیر بھی بیان کریں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جس قدر چاہیں انعام لیں۔ اور اگر وہ ان کے حالات اس قدر نہ بتا سکیں تو اس بات کو تسلیم کریں کہ قادیانی نے ان کے حالات کے علم وتفصیل کی نسبت جو دعوی کیا ہے، وہ محض کذب ہے اور بے خبری و جہالت پر مبنی ہے۔ اور ان لوگوں کے بیان حالات کو درمیانی راویوں کے بیان حالات سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو سو سے دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نقل وصحت روایت کا مدار آئمہ حدیث اور ان کی مشہور تصانیف ہیں، جن کے اوپر کے راویوں کے حالات ایسی تفصیل و وضاحت سے معلوم ہو چکے ہیں کہ گویا وہ چشم دید حالات ہیں۔ اور آئمہ حدیث سے نیچے کے راویوں کے حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں ہے اور اس وقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے، نہ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تھا۔ امام ابن الصلاح جو ساتویں

صدی میں گزر چکے ہیں اپنی کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں: اذا و جدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث و غیرها حدیثاً صحیح الاسناد و لم نجده فی احد الصحیحین و لا منصو صاً علی صحته فی شیء من مصنفات آئمة الحدیث المعتمده المشهوره فانا لا نتجاسر علی الجزم بصحته فقد تعذر فه هذا الاعصار الاستقلال بادراك الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید لانه من اسناد من ذالك الا و تجد فی رجاله من اعتمد فی روایته علی ما فی کتابه ... عما یشترط فی التصحیح و من الحفظ و الضبط و الاتقان قال الامر اذا فی معرفة الصحیح و الحسن الی الاعتماد علی ما نص علیه آئمة الحدیث فی تصانیفهم المعتمدة التی بین فیها الشهرتها من التغیر و التحریف و صار معظم المقصود اول .. من الاسانید ... عن ذالك ابقاء سلسله الاسناد التی خصت بها هذها لامه زاده الله شرفا ۔اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو عبارت آئندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوہ (جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں) شرح مشکوۃ کے مقدمہ میں جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتداء میں سید شریف جرجانی کے نام سے ملحق ہے، فرماتے ہیں: اعرض الناس فی هذه الاعصار عن مجموع الشروط المذکورة و اکتفوا من عدالة الراوی بان یکون مستورا ومن ضبطه بوجود سماعه مثبتاً ... موثوق به و روایة من اصل موافق لاصل شیخه ذالك لان الحدیث الصحیح و الحسن وغیرهما قد جمعت فی کتب الآئمة فلا یذهب شیء عن جمعهم و القصد بالسماع ابقاء السلسلة فی الاسناد المخصوص بهذه الامه کہ ان زمانوں میں محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے منہ پھیر لیا ہے اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے کہ وہ مستور الحال ہو، یعنی اس کا کوئی عیب معلوم نہ ہو اور اس کے ضبط حدیث سے اس قدر پر اکتفا کیا ہے کہ اس کی روایت ایسے دستخطوں سے لکھی ہوئی ہو جس پر اس کا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اس لئے ہوا کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث میں جمع ہو چکی ہیں اس سے کوئی حدیث فوت نہیں ہوتی اور اس وقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلہ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو اس امت کا خاصہ ہے یعنی اس وقت اسناد اور حالات راویوں کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں۔

اور اگر آئمہ حدیث کے نیچے کے راویوں کے حالات اور ان کے اور صحابہ کے درمیانی راویوں کی نسبت زیادہ مفصل و مبین ہوتے تو محدثین پچھلے زمانوں میں اسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نہ کرتے، بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اس کو اور فراخ کرتے اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوا۔

امام ابن الصلاح کے قول سے امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر میں کیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں بھی تصحیح احادث بنظر اسانید حسب بصیرت واہلیت کے لئے ممکن ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانوں کی نسبت پچھلے زمانوں میں راویوں کے حالات زیادہ مفصل ومشروح ہو چکے ہیں اس لئے ان زمانوں میں تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو اس قول میں دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے۔ نہ قرار داد محدثین سے اس کی موافقت ہو سکتی ہے نہ مرزا قادیانی کے اپنے قرارداد واعتقاد سے۔ محمد حسین)

سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بغیر ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں (مباحثہ لدھیانہ مطبوعہ قادیانی کے الفاظ

یوں ہیں: باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں ۔، اور ہمارے پاس جو قادیانی کا قلمی پرچہ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: کسی قدر تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں، ۔ پھر ان لفاظ کو کاٹ کر قادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے: کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں ۔، اور یہ مرزا صاحب ہی کا ایمان یہ گواہی دیتا ہوگا کہ صحیحین کی حدیثیں تاریکی میں ہیں ۔ مسلمانان اہل سنت کا ایمان تو یہ فتوی دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی، منافی صحت، سے باہر ہیں ۔ اس بارہ میں عبارات فقہاء و محدثین ہماری تحریر نمبر ۸ میں ملاحظہ ہوں ۔ محمد حسین) **اور ان کی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت خبروں کی طرح ان کی نسبت صحت کا دعوی کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر واللہ اعلم کہہ یوے ۔ اور جو شخص ان حدیثوں کی نسبت و اللہ اعلم بالصواب نہیں کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلا شبہ جھوٹا ہے ۔ خداوند کریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے، اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جس قدر علم حاصل ہو ۔ پھر اس سے زیادہ اگر کوئی سوال کرے تو واللہ اعلم بالصواب کہہ دینا چاہیے** (ان الفاظ سے مرزا صاحب نے اپنے جھوٹ کو کسی قدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دھوکہ کے ملمع سے ناواقف مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے ۔ ان کو بظاہر یہ کہا ہے کہ جس قدر روشنی و یقینی، ثبوت و صحت تام کا دعوی قرآن کی نسبت ہوسکتا ہے اس قدر احادیث صحیحین کی نسبت نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ و شکی ہے ۔ اور یہ سراسر دھوکہ و مغالطہ ہے ۔ کیونکہ صحت و ثبوت کا مرتبہ صرف ایک وہی نہیں ہے جو قرآن کو حاصل ہے، تا کہ احادیث صحیحین میں اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے ان کی صحت میں شک و اشتباہ لازم آوے ۔ بلکہ قرآن سے اتر کر صحت و ثبوت کے مرتبہ سات اور ہیں جن میں اعلی و ارفع مرتبہ صحیحین کی متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی مراتب اور احادیث کو حاصل ہیں ۔ طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے: و تتفاوت درجات الصحیح بحسب قوۃ شروطه و ضعفها ۔ و اول من صنف فی الصحیح .... الامام البخاری ثم مسلم و کتابا هما اصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز ۔،، و اعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیه ثم ما انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما کان علی شرطهما و ان لم یخرجاه ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم ثم ما صحه غیرهما من الائمة فهذه سبعة اقسام ۔ ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے ۔ اس کا خلاصہ ترجمہ یہ کہ درجات صحیح قوت شروط کی نظر سے متفاوت ہیں، سب سے اعلی درجہ بخاری مسلم کی اتفاقی حدیث ہے ۔ پھر جس کو صرف بخاری لایا ہے، پھر وہ جس کو صرف مسلم لایا ہے ۔ پھر وہ جو ان دونوں کی شروط پر ہے مگر ان کی کتاب میں نہیں ۔ پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہے پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہے، پھر وہ جس کو کسی اور نے صحیح کہا ہے ۔

مرزا قادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے کہ ان سب مراتب ہفتگانہ صحت سے آنکھ بند کر کے صحت و ثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کر کے اس سے ان کی صحت کا شکی و مشتبہ ہونا نکال لیا ۔ اور صحیحین پر یہ پندرھوال حملہ کیا ۔ اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۸ میں اس نے اس کا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل، جن میں احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بھی اس نے داخل و شامل کر دیا ہے، علی اختلاف المراتب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کر لیا ہے، چنانچہ عنقریب ناظرین کو اس کی تحریر سے معلوم ہوگا، مگر اس وقت اس دجال کو بحکم: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، یہ خیال نہ آیا اور یاد نہ رہا کہ میں نے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے، جو قرآن کو حاصل ہے ۔ پھر میں ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیوں تسلیم کرتا ہوں ۔ یا یہ کہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے،

جس بات سے کوئی دام میں آوے اس سے اس کو دام میں لاتا ہے، اور اس میں اختلاف اپنے اقوال کا بھی کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا۔ اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جو قول کسی نظر میں پڑے گا وہ اس کے دام میں آجائے گا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام میں۔ سبھی لوگ سبھی اقوال کہاں دیکھتے ہیں کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کریں گے۔ محمد حسین)

سو میں آپ کی خدمت میں کھول کر گذارش کرتا ہوں کہ میں حصہ دوم حدیثوں کی نسبت خواہ وہ حدیثیں بخاری کی ہوں یا مسلم کی، ہر گز نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہیں (قطعی ہونے سے سوال نہ تھا، اور نہ جواب میں اس سے تعرض کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب اس قطعیت کے ذکر وتعرض سے بار بار خروج از بحث کرتے ہیں جس کی یہ چودہویں دفعہ ہے۔ محمد حسین) اگر میں ایسا کہوں تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں۔ ہاں اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو تو پھر میں اس کی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤں گا (مرزا صاحب کا یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین انہیں مخالف قرآن معلوم ہو گی، جیسے احادیث متعلقہ حضرت مسیح، ودجال ہیں، جن کو آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ میں اور تحریر نمبر ہشتم میں مخالف قرار دے چکے ہیں، تو اس کو موضوع کہنے کے لئے آپ مستعد وتیار ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا سولہواں حملہ ہے۔ محمد حسین)

اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیوں محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ اس کا جواب میں بار بار یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور میزان اور قول فصل اور ہادی ہے اگر اس کو محک نہ ٹھہراؤں تو اور کس کو ٹھہراؤں (اس پرچہ میں ہم نے یہ سوال کہیں نہیں کیا، اور جو جواب مرزا صاحب نے دیا ہے وہ بھی کوئی نیا جواب نہیں۔ اس میں پچھلی ہی باتوں کا اعادہ ہے۔ چنانچہ اس جواب میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہے جو ایک حاشیہ سابق میں کر آئے ہیں۔ محمد حسین) کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہیے۔ جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار دیتا ہے اور صاف الفاظ میں فرماتا ہے و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا کیا اس حبل سے حدیثیں مراد ہیں؟ (احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن سے جدا اور اس کے مخالف نہیں تو وہ بھی حبل اللہ میں داخل ہیں اور ان سے تمسک بعینہ قرآن سے تمسک ہے۔ محمد حسین) پھر جس حالت وہ اس حبل سے پنجہ مارنے کے لئے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔ پھر فرماتا ہے و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃً ضنکاً و نحشرہ یوم القیامۃ اعمی یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکے مخالف کی طرف مائل ہو تو اس کیلئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائے گا۔

اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائیں (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں ہوتی تو پھر یہ رجوع بحدیث

رجوع بقرآن ہے، نہ اعراض از قرآن۔محمد حسین) اور پھر مخالفت کی حالت میں ہی اس کو مان لیں اور اس تخالف کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہیں اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے فا ستمسک با لذی او حی الیک انه لذ کر لك و لقو مك یعنی قرآن کو ہر ایک امر میں دست آویز پکڑ، تم سب کا اسی میں شرف ہے کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑ و اور اسی کو مقدم رکھو۔ اب ہم مخالفت قرآن اور حدیث (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں بلکہ موافق اور اس کے اجمال کی مبین ہوتی ہے تو دست آویز حدیث عین دستاویز قرآن ہے اور عین شرف جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔محمد حسین) کے وقت میں قرآن کو دستاویز نہ پکڑیں تو گویا ہماری یہ مرضی ہوگی کہ جس شرف کا ہم کو وعدہ دیا گیا ہے، اس شرف سے محروم رہیں۔ اور یہ فرماتا ہے و من یعش عن ذکر الر حمن نقیض له شیطا ناً فهو له قرین یعنی جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو چیز اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے، اور حق سے اس کو پھیرتا ہے اور نابینائی اسکی نظر میں آراستہ کرتا ہے اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا۔

اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کر لیں جو صریح قرآن کے مخالف ہو تو گویا ہم چاہتے ہیں کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جائے اور اپنے وساوس میں ہمیں گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔ اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائیں۔ اور یہ فرماتا ہے: الله نز ل احسن الحد یث کتا باً متشا بهاً. مثا نی تقشعر من جلود الذ ین یخشو ن ر بهم ثم تلین جلود هم و قلو بهم الی ذکر الله ۔ یعنی ذا لك الکتا ب کتاب متشا به یشبه بعضه بعضاً لیس فیه تنا قض و لا اختلاف مثنی فیه کل ذکر لیکو ن بعض الذکر تفسیر البعضه تقشعر منه جلو د الذین یخشو ن ربهم یعنی سیتو لی جلا له و هیبته علی قلو ب العشاق لتقشعر جلودهم من کما ل الخشیة و الخوف یجا هدو ن فی طاعة الله لیلاً و نها راً بتحریك تا ثیرا ت الجلا لیة و تنبیها ت قهر یة من القر آ ن ثم یبد ل الله حا لتهم الی التلذذ فیصیر ا لطاعة جزو طبیعتهم و خا صة فطرتهم فتلین جلو د هم و قلو بهم الی

ذکر اللہ ۔ یعنی یسیل الذکر فی قلو بھم کسیلا ن الماء و یصدر منھم کل امر فی طاعۃ اللہ بکمال السھولۃ و الصفا لیس فیہ ثقل و لا تکلف و لا ضیق فی صدورھم بل یتلذذو ن با متثا ل امر الھھم و یجدو ن لذۃ و حلا و ۃ فی طا عۃ مولھم و ھذا ھو المنتھی الذی ینتھی الیہ امر العا بدین وا لمطیعین و یبد ل اللہ آلا مھم بـا للذا ت ... (اس آیت اوراس کی تفسیر سے، جومرزا قادیانی نے کی ہے، گویہ ثابت ہے کہ قرآن کی بعض آیات، بعض کی تفسیر ہیں، مگراس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔ اور مرزا نے خود بھی اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا، بلکہ دبی زبان سے یہ اقرار کرلیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لئے احادیث سے بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اوراس آیت یا پہلی چار آیتوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحت احادث کا معیار قرآن شریف ہے۔ پھران آیات کواس مدعا کے ثبوت کے لئے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا حاصل وتطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیت کی تفسیر میں جوآپ نے حالات باطنی کی جوتشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے، جس کو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے، نہ آپ کے جواب سے۔ لہذا اس کے بیان سے آپ نے پندرہویں دفعہ خروج از مبحث کا ارتکاب کیا ومعہذا آپ نے اس میں ارتکاب سرقہ کیا۔ کیونکہ اس تشریح کا مضمون تو آپ نے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا ہے مگران کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ یہ جتایا ہے کہ یہ آپ کا ایجاد وطبع زاد ہے۔

ونیز اس تشریح میں مسلمانوں کو دہوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہیں اوراس میں کذب محض سے کام لیا۔ آپ کوخشیت وہیبت الٰہی ومعارف وحقائق قرآنی سے کیا تعلق؟ اطاعت وعبادت وذکر سے کیا نسبت؟ اور جو یہ باتیں آپ قرآن سے نکالتے ہیں، ان کو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ ومنافقانہ مفتریات ہیں نہ معارف قرآنیہ ونکات۔ آپ کی اطاعت وعبادت وذکر کا یہ حال ہے کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہیں رہا۔ آپ سے اور ذکر کیا ہوگا۔ نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ سبحان اللہ و الحمد للہ کہنا آپ کونصیب نہیں ہوتا۔ آپ کو دس ہزار روپئہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے، مگر کبھی زکوۃ نہیں دی۔ اب تک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ بازاری اور فحش اور عامیانہ گالیوں سے آپ کا قلم وزبان نہیں بچ سکتے۔ آپ کا رسالہ شحنۂ حق وفیصلہ آسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ آسمانی وغیرہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ و ۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تواس بیان کی پوری تصدیق وتائید کرینگے۔ ایسے اعتقادات واخلاق وعبادات وطاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہوں تو پھروہ معارف یقیناً رحمانی نہیں، شیطانی ہونگے۔ محمد حسین)

اب ان تمام محامد سے جوقرآن کریم اپنی نسبت فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اوراس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعہ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی حدیثوں کا محتاج ہے۔ بلکہ صرف ایسے امور جوسلسلہ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کردئے گئے ہیں اور ماسوا ان امور کے جس قدر امور ہیں ان کی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہاں باوجود اس تفسیر کے حدیثوں کی روسے بھی عوام کے سمجھانے کے لئے جو لا یمسہ کے گروہ میں داخل ہیں زیادہ تر

وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن جو اس امت میں الا المطہرون کا گروہ ہے وہ قرآن کریم کی تفسیروں سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے (ان فقرات میں مرزا قادیانی نے پہلے تو قرآن کا اپنی تفسیر میں احادیث کا محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ میں اس کو تعامل کا جو احادیث متعاملہ وسنن متوارثہ میں پایا جاتا ہے محتاج بنایا۔ یہ مرزا کے الفاظ ہیں جو اس کی تحریر نمبر ۸ میں ہیں، تیسرے فقرہ میں دبی زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا، چوتھے فقرہ میں پھر حقیقۃً ان کا مفسر قرآن نہ ہونا ظاہر کیا۔

اس سے مرزا صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو میں کہونگا کہ میں نے حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے کب انکار کیا ہے، اور ایسا ہی آپ سے وقوع میں آیا ہے، اپنی تحریر نمبر ۸ میں ہم نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن وحدیث وآثار ثابت کیا تو اس کے جواب میں اپنی تحریر نمبر ۸ میں مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کہاں اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہیں۔ الخ

اور اگر جانب ثانی نے اس کا ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑایا جائے گا جن کو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہم اس کے اس کلام سے اس کی غرض ومقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اس کو الزام دے سکتے ہیں۔ اس کے پہلے فقرہ کی رو سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہیں، چنانچہ تحریر نمبر ۸ میں ہم سے وقوع میں آیا ہے، اور اس کے تیسرے فقرہ کی نظر سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے کا قائل بنا کر اس پر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہیں جو نزول مسیح وغیرہ میں قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ میں جو قادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ میں اپنا مفسر آپ ہونا ان میں حدیثوں کی طرف محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے، وہ محض غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادیات ہیں جو حالات برزخ اور وقائع حشر ونشر وصفات بہشت ودوزخ میں وارد ہیں۔ ان کی تفصیل وتفسیر جو احادیث میں وارد ہے، اور اہل اسلام کے مختلف فرقوں میں وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہیں وہ قرآن میں کہیں نہیں ہیں۔ مرزا وہ تفاصیل وتفاسیر، قرآن سے نکال دے تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہم سے پانچ روپیہ انعام لے۔ ورنہ ندامت کے ساتھ ان فقرات ۲ و۴ کو واپس لے۔ قادیانی اور اس کے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو نا قابل تفسیر قرآن بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کیلئے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو نا قابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ وحشر ونشر واحوال جنت واہوال دوزخ مہمل بیکار ہو جائے گی۔ محمد حسین) لیکن اس امر کا زیادہ لکھنا چنداں ضروری نہیں (اس بات میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے وہ کونسا ضروری امر تھا۔ اس کے بیان میں بھی آپ نے خروج از اصل بحث ومطلب کہا۔ جس کی یہ سولھویں دفعہ ہے۔ اور ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت میں قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے کیونکہ مخالفت معلوم وثابت ہو جائے تو پھر عرض کی کیا حاجت ہے۔ عرض تو قائلین عرض کے نزدیک بھی قبل از علم مخالفت وموافقت ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخن فہمی میں ایسے طاق ہیں کہ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔ اور پھر یہ دعوی کہ الہام وتفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور روح القدس ان کا رہبر ہے۔ لا حول و لا قوۃ۔ محمد حسین) چنانچہ یہ امر ایک مشکوۃ کی حدیث سے بھی حسب منشا بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے: عن الحارث الاعور فاذا الناس يخوضون في الاحاديث فدخلت على علی رضی اللہ عنہ فاخبرته فقال اوقد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول

الا نها ستكون فتنة قلت ماا لمخرج عنها يا رسول قال كتاب الله فيه خبر ما قبلكم و خبر ما بعدكم و حكم بينكم هو الفصل ليس با لهزل من تركه من جبار قصمه الله و من ابتغى الهدى فى غيره اضله الله و هو حبل الله المتين.... من قال به صدق و من عمل به اجرو من حكم به عدل و من دعا اليه هدى الى صراط مستقيم ،،یعنی روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں، جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کررہے تھے، گذرا۔سو میں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے، حضرت علیؓ کے پاس گیا اوران کو یہ خبر دی ۔حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کی خوض میں مشغول ہیں (اس بات کا ہماری تحریر ہشتم میں کافی جواب دیا گیا ہے یہاں ناظرین دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے لفظ احادیث سے مراد احادیث نبویہ لیا ہے، جوایک تحریف ہے اوراس تحریف سے اس نے وہ نتیجہ نکالا ہے جو اگلے حاشیے میں ہے۔محمد حسین) اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ۔تب حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا، یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں لگیں گی اور اختلاف میں پڑیں گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے تب میں نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے رہائی کیوں کر ہوگی ۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب کے ذریعہ سے رہائی ہوگی ۔اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جو تم میں تنازعات پیدا ہوں گے ان کا ان میں فیصلہ موجود ہے۔وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں۔جو شخص اس کو جباروں میں سے ترک کرے گا خدا تعالی اس کو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اور اسکو حکم نہیں بنائے گا، خدا اس کو گمراہ کرے گا۔وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جس نے اس کی رو سے حکم کیا، اس نے عدالت کی اور جس نے اسکی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف بلایا رواہ الترمذی و الدارمی ۔

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث میں صاف اور صریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس امت میں فتنہ ہو جائے گا اور لوگ طرح طرح کے مذہب نکال لیں گے اور انواع اقسام اختلافات اس امت میں باہم پڑ جائیں گے۔تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کے لئے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا، جو شخص اس کو محک اور معیار اور میزان قرار

دے گا وہ بچ جائے گا اور جو شخص اس کو محک قرار نہیں دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں۔ کیا یہ حدیث بآواز بلند نہیں پکارتی کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہیں ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رو سے کرنا چاہیے (اس نتیجہ کا ماخذ ومولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک اس حدیث میں لفظ احادیث سے احادیث نبویہ، جو وحی غیر متلو ہوتی ہے، مراد نہیں۔ بلکہ احادیث کے لغوی معنی لوگوں کی باتیں ہیں، جو وہ اس وقت کر رہے تھے۔ اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے اور لفظ حدیث کے لغوی کی معنی تفصیل وتشریح تحریر قادیانی نمبر سوم کے حواشی میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام میں تہتر فرقہ ہو گئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز کی حدیثیں پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیتا ہے (یہ محض غلط ومغالطہ ہے۔ جو اختلاف امت محمدیہ کے بہتر فرقوں نے فرقہ اہلسنت وجماعت سے کیا ہے وہ احادیث کی طرف رجوع کرنے پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑ کر قرآن سے تمسک کرنے پر مبنی ہے، جیسا کہ آج کل مرزا قادیانی کر رہا ہے۔

معتزلہ جو معافی گناہوں کے لئے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ اس انکار پر ان آیات قرآن سے تمسک کرتے ہیں جن میں قیامت کے دن شفاعت نہ ہونے کا ذکر ہے لا بیع و لا خلة و لا شفاعة۔ بقرہ۔ ع ۳۴۔ اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اس میں یہ صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت ﷺ خدا کے اذن سے شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جو مشرک نہ ہو اور آپ ﷺ کی شفاعت آپ کی امت یعنی مسلمان گنہ گاروں کیلئے ہے۔ تو وہ انکار شفاعت سے بچ جاتے۔ استاذن علی ربی فی دارہ فیوذن لی علیه فاذا رایته وقعت ساجداً فیدعنی ما شاء الله ان یدعنی فیقول ارفع محمد راسك و قل تسمع اشفع تشفع متفق علیه۔ مشکوة ص ۴۸۰۔

اور آیات نفی شفاعت کے یہ معنی کرتے کہ وہ کافروں سے مخصوص ہیں جن کیلئے خدا تعالیٰ اذن شفاعت نہ دے گا اور نہ انبیا ان کیلئے شفاعت کرینگے۔

شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہیں وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں: لا تدرکه الابصار و هو یدرك الابصار۔ انعام۔ ع ۱۳۔ کہ خدا تعالیٰ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ اور اگر وہ اس باب میں اس حدیث کی طرف رجوع کرتے قال جریر بن عبد الله کنا عند النبی ﷺ اذ نظر الی القمر لیلة البدر فقال اما انکم سترون ربکم کما ترون هذا لا تضامون فی رویته۔ (بخاری ص ۸۱)۔ کہ تم خدا کو ایسا دیکھو گے جیسا چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو... تو خدا کے دیدار کے قائل ہو جاتے اور اس آیت کے معنی یہ کرتے کہ دنیا کی آنکھیں خدا کو نہیں دیکھتی یا اس کے کنہ کو نہیں پا سکتیں۔

خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ اس تکفیر پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ و من یقتل مومناً متعمداً فجزائه جهنم خالداً فیها۔ نساء ع ۱۳ ، ۔ اور اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ: قال رسول الله و یخرج من النار من قال لا اله الا الله و فی قلبه وزن ذرة من خیر فقال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتادہ حدثنا انس عن النبی ﷺ من ایمان مکان خیر (بخاری۔ ص ۱۱) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لا اله الا الله کہے گا اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو گا وہ دوزخ سے نکالا

جائے گا اور بہشت میں داخل ہوگا۔ تو خوارج مومن کو گناہ کے سبب خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیت کے معنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اس کے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا،

معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیاء سے منکر ہیں تو وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں: و لا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول کہ خدا تعالی اپنے غیوب پر بجز رسول کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے اور ان میں بہت سے مواقع پر غیر نبی کا بعض امور پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا (جیسے حضرت عبداللہ، والد جابر کا جنگ احد میں سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع ہونا۔ یا حضرت عمر کا کئی منزلوں کے فاصلہ سے حضرت ساریہ کے جنگ میں بے موقع کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ) اور دیگر برکات وکرامات کو دیکھتے تو الہامات وکرامات اولیاء اللہ کے قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیت سے مفہوم ہوتی ہے، اس حالت وکیفیت پر جس سے انبیاء مطلع کئے جاتے ہیں، یعنی وحی بحراست ملائکہ پر محمول کرتے۔

عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال لا ارانی الا مقتولاً فی اول من یقتل من اصحاب النبی ﷺ و انی لا اترك بعدك اعز علی منك غیر نفس رسول رسول الله ﷺ و ان علی دیناً فاقض و استوص باخواتك خیرا فاصبحنا فکان .. اول قتیل ۔ (رواه البخاری)

و عن ابن عمر ان عمر بعث جیشا و امر علیهم رجلاً تدعی ساریة بینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فهزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظهرنا الی الجبل فهزمهم الله تعالی ۔ رواه البیهقی (۔ مشکوة)

اس کے نظائر اور بہت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہائے ضالہ سے جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا کیا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں فرقہ ہائے اہل سنت اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے رہے کہ وہ ان مسائل میں احادیث کی طرف رجوع کر کے قرآن کا وہ مطلب سمجھتے ہیں جو اس کے شارح ومفسر احادیث سے سے ثابت ومفہوم ہوتا ہے۔ اور وہی مطلب قرآن اس امت کے سلف صحابہ نے سمجھا ہے اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت رکھا گیا۔ اس نام میں سنت سے مراد آنحضرت ﷺ کا قول وفعل وتقریر ہے جس کا دوسرا نام حدیث قولی وفعلی وتقریری ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جن کے اقوال افعال وتقریرات کتب حدیث میں مروی ہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت اور آئندہ بھی اس ضلالت سے وہی شخص بچے گا جو ذوالوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھے گا اور جو شخص احادیث کو چھوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر نارواء وفہم نارسا سے کچھ قرار دے گا وہ یقیناً گمراہ ہوگا اور سیدھا جہنم کو جائے گا۔ اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: انه سیاتی ناس یجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله (سنن دارمی) کہ جو لوگ قرآن کی متشابہ آیتیں پیش کریں ان کو احادیث سے پکڑو کیونکہ حدیث والے قرآن خوب جانتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے ایک دن ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن میں اس حدیث کا خلاف ہے، تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت ﷺ کی حدیث پڑھتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں قرآن پیش کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، جنہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے، تجھ سے بڑھ کر قرآن جاننے والے تھے۔ یعنی یہ حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ ﷺ نہ فرماتے۔

و عن سعید بن جبیر انه حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال رجل فی كتاب الله ما یخالف هذا ۔ قال الا

ارا نی احد ثك عن رسو ل الله و تعر ض فیه بکتا ب الله۔ کا ن رسو ل الله ﷺ اعلم بکتا ب الله منك ۔ (دار می)
اوراسی نظر سے امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے، چنانچہ شعرانی نے منہج میں نقل کیا ہے: اجتمعت ا لا مة علی ان السنة قا ضیة علی کتا ب الـلـه کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنے والی ہے۔، اور حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس حدیث پڑھی جارہی تھی، ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا ان احادیث کو چھوڑو۔ اس پر حضرت امام نے اس کو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن نہ سمجھتے: د خـل عـلیـه مر ة رجل و الحد یث یقرء عندہ فقا ل الر جل دعو نا عن هذہ ا لا حا دیث فز جرہ ا لا مام اشد الز جر و قا ل لو لا السنة ما فهم احدنا القر آ ن ۔

مرزا قادیانی جو اس وقت قرآن، قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقاء وجہلاء کو دام میں لا رہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے کہ لوگ قرآن کی ذوالوجوہ آیات کے جو معنی چاہیں کریں اور اصلی دین قدیم و صراط مستقیم کو جس پر اہل سنت و جماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چھوڑ کر ملحد و مرتد ہو جائیں اور کم سے کم اہل بدعت و ضلالت تو بنیں۔ ورنہ درحقیقت اس کو قرآن سے بھی کوئی اعتقاد نہیں ہے۔ قرآن کو وہ لائق اتباع سمجھتا تو اس کی متعدد آیات متعلقہ معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھ کر کیوں ترک کرتا؟ محمد حسین)

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ خود حنفیوں کے بخاری و مسلم کی تحقیق احادیث پر کس قدر اعتراض ہیں تو اس حالت میں کون فیصلہ کرے؟ آخر قرآن ہی ہے کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندوں کو بچاتا ہے اور اسی عروہ وثقی کے پناہ سے سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہیں (حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے چنانچہ ہماری تحریر ۸ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ مرزا میں کچھ شرم وحیا ہے تو بتا دے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے اور وہ کیا ہے۔ محمد حسین)

اور آپ نے جو یہ دریافت فرمایا ہے کہ اس مذہب میں تمہارا کوئی دوسرا ہم خیال بھی ہے؟ تو اس میں یہ عرض ہے کہ تمام لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے، وہ سب میرے ساتھ شریک ہیں۔ اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ بھی شریک ہیں۔ (قرآن مجید کو عام مسلمان حکم، رہنما، مہیمن، فرقان وغیرہ جانتے ہیں۔ مگر خاص کر ان باتوں کے فیصلہ کیلئے جو لوگ اپنی رائے سے کریں اور ان میں ان کا باخود ہا اختلاف ہو، نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت کی صحت پرکھنے کیلئے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہیں، اور وہ ہمیشہ موافق و مثل قرآن ہوتی ہے، نہ مخالف قرآن۔ مرزا صاحب بار بار یہ دعوی تحریر میں لاتے ہیں تو ہم کو بھی بار بار اس کا یہی جواب دینا پڑتا ہے۔ محمد حسین)

اور جن لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونے والا ہے، اس سے خروج بجز ذریعہ قرآن کریم ممکن نہیں، وہ لوگ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (اس حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ حدیث صحیح کے فتنہ سے بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہیں ہے۔ یہ مطلب مرزا صاحب نے لفظ حدیث کے معنی میں تحریف والحاد اختیار کر کے نکالا ہے لہذا اس حدیث کے بیان کرنے والے، گو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہوں، آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ محمد حسین)۔ اور عمر فاروق جس نے کہا تھا

حسبنا کتاب اللہ وہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (عمر فاروق کے قول مذکور کے یہ معنی نہیں کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے، چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔لہذا حضرت عمر بھی آپ کے ساتھ نہیں۔محمد حسین) اور دوسرے بہت سے اکابر ہیں جن کے ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے۔صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

تفسیر حسینی میں زیر تفسیر و اقیموا الصلوٰۃ و لا تکو نوا من المشر کین لکھا ہے کہ کتاب تیسیر میں شیخ محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرلو، اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہوگی، ورنہ نہیں۔سو میں نے اس حدیث کو کہ من ترك الصلوة متعمدا فقد کفر قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال سے اس بارے میں فکر کرتا رہا تو مجھے یہ آیت ملی و اقیموا الصلوة و لا تکو نوا من المشر کین۔اب چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ پہلوں میں سے کسی ایک کا نام لو جو قرآن کریم کو محک ٹھہراتا ہو، سو میں نے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کر دیا، تو اب آپ کو ضد چھوڑ کر مان لینا چاہیے (صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث من ترك الصلوة کی صحت لفظی کو قرآن سے پرکھا ہے اور نہ اس کو عام اصول ٹھہرایا ہے چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں بہ تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔لہذا یہ دونوں صاحب بھی مرزا قادیانی کے موافق نہیں ہیں اور ان کے قول و فعل سے مرزا کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔اب انہی کو مناسب کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔محمد حسین) اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ میں ہیں (شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور پھر جملہ احادیث پر، جس میں صحیحین داخل ہیں، بلکہ خاص مقصود بالحکم ہے، مرزا صاحب کے شکی (مشکوک) ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں، یہ صحت صحیحین پر ان کا سترھواں حملہ ہے۔محمد حسین) فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کے ثبوت، کامل درجہ تک نہیں پہنچا سکیں (وہ تحقیقاتیں مثبت صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن، جو ایک موضوع حدیث کو بھی حاصل ہے، ان کو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔محمد حسین) اس صورت میں اس محک مقدس سے ان کی تصحیح کیلئے مدد نہ لیں تو گویا ہم ہر گز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کاملہ کے درجہ تک پہونچ سکیں۔

میں متعجب ہوں کہ آپ اس بات کے ماننے سے کیوں اور کس وجہ سے رکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لئے محک و معیار ٹھہرایا جائے۔کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں، کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ (یہاں مرزا صاحب لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں۔اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں

مان چکے ہیں کہ ہمیں قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اس کا اقبال ہے۔آپ کی تحریر نمبر ۵ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)

آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔اب ان کو بہر حال آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب العمل ہو گیا ہے (حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو تو مرزا صاحب بار ہا مان چکے ہیں۔اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں جلی قلم سے لکھ چکے ہیں کہ میں صحیحین کو مانتا ہوں بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔انہیں شک ہے تو وجوب اعتقاد میں ہے نہ وجوب عمل میں جو ظنیات پر بھی جائز ہے۔پھر یہ سوال معاندانہ ہے؟ یا وہ اقبال منافقانہ؟ بینوا توجروا۔اس کے جواب میں جو شق اختیار کریں گے اس سے مرزا صاحب کی قلعی کھل جائے گی۔محمد حسین)

دنیا میں حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہیں، وہ اس اجماع سے منکر ہیں۔ماسوا اس کے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے۔اور قرآن کریم پر بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے۔اب اگرچہ اس بات پر تو ہمارا ایمان ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے،لیکن اس بات پر ہم کیوں کر ایمان لے آویں کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک وشبہ کے واجب العمل ماننی چاہیے۔یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح سے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا؟ (یہ مرزا صاحب کا بخاری و مسلم کو شکی و مشتبہ کہنا اور ان کے واجب العمل ہونے پر ایمان نہ لانے کا اقراری ہونا، صاف یقین دلاتا ہے کہ جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں انہوں نے وجوب عمل کا اقرار کیا ہے، وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت وہ ان کتابوں کی جملہ حدیثوں کو واجب العمل نہیں سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط و بے دلیل امر جانتے ہیں۔یہ صحیحین پر ان کا اٹھارہواں حملہ ہے۔محمد حسین)

تفسیر فتح العزیز میں فلا تجعلوا لله انداداً و انتم تعلمو ن کے تحت لکھا ہے:

چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک و کفر ست اطاعت غیر او تعالی نیز بالاستقلال کفر ست و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او در گردن انداز د و تقلید او لازم شمارد با وجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالی (یہ کھلم کھلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہیں کیونکہ وہ اس تسلیم و صحت میں غیر خدا کی اطاعت کرتے ہیں، جس میں حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی ہے۔کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثیں مخالف قرآن ہیں۔یہ بخاری و مسلم پر مرزا قادیانی کا انیسواں حملہ ہے جس میں اس نے بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔محمد حسین)

اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط میں، جو آپ ہی کے نام ہے، جو لاہور کی گول سڑک کے باغ میں آپ نے مجھے دیا تھا، قرآن کریم کی نسبت چند سطریں اسی امر کی تائید میں لکھتے ہیں

اور وہ یہ ہیں: فقیر را از ابتداء حال میلان بکلام رب عزیز بود و دعا کردم کہ یا الہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود بریں عاجز باز کنید۔ سالہا شد و معصیت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میر فتم بلوامیشد و دل تنگ شد ناگاہ القا شد قد نری تقلب و جهك فی السماء فلنولینك قبلة تر ضا ها بعدازاں رد بقرآن شد و آیاتیکہ در باب بوجھ بقرآن بود القاے شد مانند اتبعوا ما انزل الیکم و لا تتبعوا من دونه اولیاء وامثال آن تا بحدے کہ یک روز دیدم کہ قرآن مجید پیش روئم نہادہ شد القاء شد هذا کتا بی هذا کتا بی و هذا عبادی فا قرئوا کتا بی علی عبادی

پس یہ آیت کہ مولوی صاحب اپنے القاء کی رو سے ذکر فرماتے ہیں کہ اتبعوا ما انزل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کی طرف ہونی چاہیے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دونه میں داخل دیکھے تو اس سے منہ پھیر لیوے (حضرت شیخنا ومولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کے خط میں یہ تصریح کجا، اشارہ بھی نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث صحیح من دونه میں داخل ہے۔ صحیحین کو اور دوسری کتب کی احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکھتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئے تھے۔ کسی حدیث صحیحین کو انہوں نے مخالف قرآن دے کر من دونه میں کبھی داخل نہیں کیا۔ یہ امر ان کے احباب واصحاب واولاد میں سے کسی نے ان سے نقل نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے ان پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین)

پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں، بلکہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں نے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ بخاری نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، اور اس کا ضعیف ہونا اور بات۔ اور چونکہ دمشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اس کے متعلق کی حدیثیں بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں مگر اس طولانی حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے بوجہ تعلقات خاصہ اس حدیث کے جو دوسری حدیثوں سے ہیں یہ شک ہرگز نہیں ہوسکتا کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہیں، بلکہ ذہن اسی بات کی طرف انتقال کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی رائے میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (ہماری تحریر نمبر ۸ میں بتفصیل ثابت ہے کہ ضعیف وموضوع ہونا مرزا کے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہیں۔ محمد حسین) سو یہ میری طرف سے ایک اجتہادی امر ہے، اور میں ایسا ہی سمجھتا

ہوں اس کو موضوع ہونے سے کچھ تعلق نہیں اور یہ بحث اصلی مبحث سے خارج ہے، اسلیئے میں اس میں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپ کا اختیار ہے جو چاہیں رائے قائم کریں، پرکھنے والے خود میری اور آپ کی رائے میں فیصلہ کر لیں گے، میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

اور پھر آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دے کر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے۔ میری اس تمام کلام کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم یا بخاری کو موضوع قرار دے دیا ہے (یہی مطلب ہے اور مرزا صاحب نے اچھے طور سے احادیث صحیحین متعلقہ دجال کو موضوع قرار دیا ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)۔ بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اگر تناقض کو دور نہ کیا جائے تو پھر دونوں طور کی حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ماننا پڑے گا۔ سو میرے اس بیان میں فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہیں کہ درحقیقت بلا ریب فلاں حدیث موضوع ہے، بلکہ میرا تو ابتداء سے مذہب یہی ہے کہ اگر حدیث کی قرآن قریم سے کسی طور سے تطبیق نہ ہوسکے تو وہی حدیث موضوع ٹھہرے گی یا وہ حدیثیں جو سلسلہ تعامل کے متواترہ حدیثوں سے یا جو ایسی حدیثوں سے مخالف ہوں جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتھ کثرت اور قوت رکھتی ہیں، وہ موضوع ماننی پڑے گی۔ اگر میں کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹھہرالوں اور آپ اس کو موافق قرآن کر کے دکھلا دیں تو میں اگر فرض کے طور پر اس کو موضوع بھی قرار دوں، تب میں عندالتطابق اپنے مذہب سے رجوع کر لوں گا، میری غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے۔ ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کرسکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے (احادیث سلسلہ تعامل سے مرزا صاحب کی مراد وہ احادیث ہیں جو متعلق عمل ہیں، جن میں احادیث متعلقہ فروعات اختلافی بھی داخل وشامل ہیں، ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی حجت ماننا اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو، کہ از انجملہ احادیث نزول مسیح وخروج دجال ہیں، مخالف قرآن قرار دے کر غیر قطعی قرار دینا، مرزا صاحب ہی کا کام ہے، جو نہ قطعی ویقینی کے معنی جانتے ہیں، نہ تفاوت مراتب احکام وعقائد سے واقف ہیں۔ اس امر کی تشریح اس کی تحریر نمبر ۸ کے جواب میں ہم کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔ محمد حسین)۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ ان باتوں کے ذکر کو جانے دیں اور اس ضروری بات پر توجہ کریں کہ کیا ایسی حالت میں جب کہ ایک حدیث، صریح قرآن کریم کے مخالف ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ میں

آپ پر اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کھا سکے میں اس کو ہرگز من جانب رسول کریم یقین نہیں کروں گا جب تک کوئی مجھ کو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہیں۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں کوئی علمائے سلف میں سے تمہارے ساتھ نہیں، سو حضرت میں تو حوالہ دے چکا، اب ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

پھر آپ مجھ سے اجماع کی تعریف پوچھتے ہیں (میں نے مرزا سے یہ نہیں پوچھا کہ ان کے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال تھے: ۱۔ تعریف اجماع جو آپ نے کی، وہ کس کتاب میں ہے۔ ۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔ ۳۔ باقی صحابہ کے سکوت پر نقل کی شہادت کہاں ہے۔ ۔ مرزا صاحب نے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو بھلا دینے کی نیت سے جواب سوالات میں پہلی باتوں کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کو اس کا سوال بھلا دینا، اور اس کو دوسری طرف لے جانا، آپ ہی پر ختم ہے۔ مگر: بہر رنگے کہ مے آئی شناسم، کے مصداق ہم مرزا قادیانی کی بھول بھلیوں میں نہیں پھنسے، دیکھو تحریر نمبر ۸ میں اسکے اس جواب کی کیسی خبر لی گئی ہے۔ محمد حسین)

میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے اس رائے کے، مخالفت ظاہر نہ فرماویں، تو یہ بھی اجماع ہے۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ ایسے صحابہ نے جو امیر المومنین تھے، ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی رائے ظاہر کی، اور آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے۔ اور پھر اسی امر کے بارے میں ابن عمرؓ نے بھی قسم کھائی اور جابر نے بھی اور کئی اور صحابیوں نے بھی رائے ظاہر کی، تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہ بھی اجماع ہے۔ اور کون سی اجماع کی تعریف مجھ سے آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں، تو آپ جس قدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمیں کھا کر اس کا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے، یا بغیر قسم کے اس بارے میں شہادت دی ہے، دونوں قسم کی شہادتیں بالمقابل پیش کریں، اور اگر آپ نہ پیش کر سکیں تو آپ پر من کل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہو گیا تھا، کیونکہ اگر انکار پر قسمیں کھائی جاتیں تو ضرور وہ بھی نقل کی جاتیں۔ آنحضرت ﷺ کا قسم کو سن کر چپ رہنا، ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام

صحابہ کی شہادت سے کامل تر شہادت ہے۔ پھر اگر یہ چیڑ پھاڑ فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان سے اپنا ڈرنا ظاہر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام باتیں تصریح سے ثابت نہیں ہوتیں، اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں (یہ مسلّم ہے، مگر جو بات آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے ثابت ہو، اس کو صریح قول نبوی قرار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جاتا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا۔ ان کی تحریرات نمبر ۴ و ۵ اور ہماری تحریرات نمبر ۵ و ۶ و ۸ ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) جس حالت میں صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت ﷺ بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے، اس بات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا، جیسا کہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں کوئی دانا خیال کر سکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی اور اس لمبی مدت میں کبھی آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ سے نہیں فرمایا تھا۔ جس حالت میں آنحضرت ﷺ آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور میں بھی ڈراتا ہوں، تو اس صورت میں کیونکر سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو ڈر آنحضرت ﷺ کے دل میں مخفی تھا، وہ کبھی اس مدت میں کسی صحابی پر ظاہر نہیں کیا (آنحضرت ﷺ کے دل میں کس دجال کا خوف تھا، اور مرزا نے اس کو کس کا خوف بنادیا۔ پھر اس کا ظہور لازمی ٹھہرادیا، بے شک آپ ﷺ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے، اور لوگوں کو اس سے ڈراتے رہے، مگر وہ دجال آپ ﷺ کے نزدیک ابن صیاد ہرگز نہ تھا، وہ ہوتا تو آپ ﷺ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجال موعود ہے، اس سے میں ڈرتا ہوں اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہیں۔ اور اسکی علامات ایسی بیان فرمائیں جن کا ابن صیاد میں نام ونشان بھی پایا نہ جاتا تھا، جیسے اسکے ساتھ آگ و پانی کی نہریں ہونا، اور اس کا ایک آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دینا وغیرہ، جو نہ صرف صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔ بلکہ وہ دجال اور ہے جسکا تفصیلی حال آپ ﷺ نے صحیح حدیثوں میں فرمادیا ہے اور وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا، محمد حسین)۔ ماسوا اس کے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کر کے اس کا قائل ٹھہرتا ہے، ایسا ہی اپنے اشارات و ایمائات اور حالات سے اس کو ادا کر کے اس کا قائل قرار پاتا ہے (ہاں قرار پاتا ہے، مگر اس معنے کو کہ وہ اس کا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے، نہ اس معنے کہ اس نے یہ بات بتصریح کہدی اور فرمادی ہے۔۔ اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو مرزا صاحب سے وقوع میں آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو بقول مرزا صاحب ابن صیاد کے دجال ہونے کی نسبت صرف اشارہ کیا تھا، مگر اس اشارہ کو صریح قول نبوی سے تعبیر کر کے مرزا صاحب خود ہی اپنی تحریر نمبر ۵ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ ہی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، اور مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں بھی لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کیوں فرماتے کہ ہمیں اس، یعنی ابن صیاد، کے حال میں ابھی شک واشتباہ ہے۔ ان فقرات میں مرزا کا اشارہ نبوی کو جو اس کے نزدیک، نہ نفس الامر اور واقع میں، ثابت تھا، قول نبوی سے تعبیر کرنا، اور اس تعبیر کے لئے اتنی لمبی عبارت از خود بنالینا، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو پھر معلوم نہیں افتراء کس جانور کا نام

ہے۔محمد حسین) سو یہ کون سی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ کو مفتری تجویز کرتے ہیں۔آپ کو ڈرنا چاہیے، انسان جو بے وجہ اپنے بھائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالی کی جناب میں اس لائق ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اس پر کرے۔

خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے کہ اگر لم یزل کا لفظ حدیث میں صحیح اور مطابق واقعہ ہے، تو اس کا مصداق مجرد نگرانی حالات ہرگز نہیں ٹھہر سکتا مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں زید کو دس بارہ برس سے برابر دیکھتا ہوں کہ وہ دہلی جانے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس میں دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اس بات کا ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو، یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائے رکھنا جس کا ادا کرنا زبان کا کام ہے، صریح اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مدت میں کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر آپ ابن عربی کے مخالف تھے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کیا، باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔میں کہتا ہوں کہ آپکے کلام کا آپ کے ابتدائی بیان میں یہ صریح منطوق بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ابن عربی کے مئوید ہیں۔اگر آپ مئوید نہیں تو آپ نے صحیح بخاری کی حدیث کیوں نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ محدث بھی نبی مرسل کی طرح ہے (تائید صرف الہام و محدثیت کے ثبوت و وجود کی ہے، نہ اس امر کی کہ ملہم و محدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے، اور نہ اس امر کی کہ اگر کسی کو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور من جانب اللہ ملہم ہے۔ایسا شخص تو یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔دیکھو ہماری تحریر نمبر ۸۔محمد حسین)

اور آپ نے کیوں محمد (بن) اسماعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محدث کی وحی نبی کی طرح دخل شیطان سے منزہ کی جاتی ہے۔اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہیں مانتے تو گذشتہ را صلوۃ، ابھی اقرار کر دیں کہ میں محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونے والی نہیں سمجھتا۔تعجب ہے ایک طرف تو آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور ایک طرف اس کے برخلاف چلتے ہیں۔پھر جب کہ آپ کا بخاری پر ایمان ہے کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں تو اس صورت میں تو آپ کو ابن عربی سے اتفاق کرنا پڑے گا کیونکہ اگر کسی محدث پر یہ کھل جائے کہ فلاں حدیث

موضوع ہے اور وہ بار بار کی وحی سے اس پر قائم کیا جائے تو کیا آپ حسب منشاء بخاری یہ اعتقاد نہیں کریں گے کہ محدث کو وہ حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جب کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے تو میں نے آپ پر کیا افتراء کیا

حضرت مولوی صاحب! آپ ایسے الفاظ کو کیوں استعمال کرتے ہیں، اتقوا اللہ کے مضمون کو کیوں اپنے دل میں قائم نہیں کرتے۔ مفتری، ملعون، دین سے خارج ہوتے ہیں۔ اجتہادی طور پر کسی بات کو کسی نہج سے گو غلط ہی سہی، سمجھ لینا اور چیز ہے اور عمداً ایک واقعہ معلومۃ الحقیقت کے برخلاف لکھنا یہ امر اور ہے (اجتہاد نہیں محض کذب ہے۔ محمد حسین)

آپ کے خلاصہ سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ میں اس طرح سے کہ جیسے حنفی لوگ اماا عظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہیں، بخاری و مسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ ان کی صحت کو ظن کے طور پر مانتا ہوں اور الغیب عند اللہ کہتا ہوں (آپ کو ظن صحت کہاں ہے، آپ تو صحت صحیحین کو مشکوک ومشتبہ قرار دے چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے حواشی میں گذر چکا۔ محمد حسین)۔ مجھے ان کے بارے میں رویت کی مانند علم نہیں ہے۔ اگر کسی حدیث کو مخالف کتاب اللہ پاؤنگا تو بغیر تطبیق اور فیصلہ کے ہرگز اس کو قول رسول کریم نہیں سمجھوں گا (حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت تجویز کرنا اور اس شرط سے اس کے قول رسول ہونے سے انکار کرنا، یہ کہنے کے برابر ہے کہ حدیث صحیحین سب کی سب صحیح نہیں۔ اور یہ صحیحین پر مرزا صاحب کا بیسواں حملہ ہے۔ محمد حسین) گو حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور قرآن کے معیار ٹھہرانے میں پہلے عرض کر آیا ہوں، اور سب کچھ بیان کر چکا ہوں، حاجت اعادہ نہیں ہے۔ فقط۔ خاکسار غلام احمد .. جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریر ہشتم

افسوس آپ نے پھر بھی میرے اصل سوال کا صاف اور قطعی جواب نہ دیا اور نہ فرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہیں، یا جملہ موضوع ہیں، یا مختلط، یعنی بعض صحیح ہیں بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپ نے شروع تحریر میں نقل کر دیا جس سے یہ گمان کہ آپ نے مطلب سوال نہ سمجھا ہو، رفع ہو گیا۔ ہر چند آپ نے یہ بات تصریح سے کہدی ہے کہ اگر میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نہ پاؤں گا تو اس کو موضوع قرار دونگا، کلام رسول نہ سمجھونگا اور اپنے پرچہ نمبر ۴ میں آپ صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کتابوں

کے وہ مقامات جن میں تعارض ہے، تحریف سے خالی نہیں۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں، جس کو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالہ اوہام میں جو میرے پرچہ نمبرے میں منقول ہوئے ہیں، آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہیں مگر اب اپنے پرچہ نمبرے میں آپ اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہیں کہ: جو کچھ میں نے وہاں کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض و عدم موافقت و مطابقت وہ احادیث موضوع ہیں۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہیں ہے۔، باوجودیکہ ان مقامات میں آپ نے یہ شرط نہیں لگائی، بلکہ ان احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پھر ان کو موضوع قرار دیا ہے (مرزا صاحب کے جوابات ہمارے سوالات کے مقابلے میں بعض رؤساء لودہانہ نے سنے تو اس کی نظیر میں ایک رئیس نے چشم دید حکایت بیان کی۔ اس حکایت کو اس مقام میں نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔ رئیس مذکور نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کے ایک کمان افسر یورپین صاحب تھے، جو رات کو دو گھنٹہ دربار کرتے اور اس میں اپنی فوج کی معروضات اور رسالے کے یومیہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سردار کی اونٹنی کھوگئی۔ کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے رات کے دربار میں اونٹنی کے مالک سردار سے کہا کہ سردار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجھے آپ صرف تین باتوں کا جواب دیں اور کچھ نہ فرماویں۔ یہ اسلئے کہ کمان افسر کو اس بات کا علم تھا کہ سردار صاحب بڑے باتونی ہیں، وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دیں گے۔ وہ تین باتیں یہ تھیں۔ اونٹنی کس پڑاؤ پر کھوئی گئی اور کس تاریخ اور وقت۔ سردار صاحب نے تمہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی میں نے ۳۵۰ روپئے کو خریدی تھی اور اس کے عوض ۵۰۰ مانگے جاتے تھے۔ کمان افسر نے کہا سردار صاحب میں نے یہ بات آپ سے نہیں پوچھی، جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ حضور وہ اونٹنی میں نے بیکانیر کی منڈی سے خریدی تھی اس پر کمان افسر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہاں حضور جواب دیتا ہوں، وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی تھی، اس پر کمان افسر نے پھر وہی عذر کیا کہ سردار صاحب اور تکلیف نہ کریں صرف میرے سوالات کا جواب دیں۔ اس پر بھی سردار صاحب نے ان تینوں سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی اونٹنی کے وقائع عمری شمار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دربار کا وقت مقررہ گذر گیا اور ان سوالات ثلاثہ کا جواب نہ دیا۔ محمد حسین) آپ کو میرے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالہ اوہام کی تصریحات مذکورہ پرچہ نمبرے سے انکار کر جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس سوال کے دونوں شق جواب میں پھنستے ہیں اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہیں کر سکتے۔

اگر آپ یہ شق اختیار کریں کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہیں تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث آپ کے عقاید مستحدثہ جدیدہ کے صریح خلاف ہیں۔ ان احادیث کو صحیح مان کر آپ کا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم و ثابت نہیں رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپ نے یہ مذہب اختیار کیا

ہے کہ احادیث صحیحین کو بلا وقفہ ونظر صحیح تسلیم کرنا اندھا پن اور تقلید بلا دلیل ہے۔

اور اگر آپ یہ شق جواب اختیار کریں کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع، یا ازاں جملہ بعض صحیح اور بعض موضوع ہیں، تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہلحدیث جن کے بعض عوام آپکے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں، آپ سے بے اعتقاد ہوتے ہیں، اور کفر یا فسق اور بدعت کا فتوی لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں دیتے، صرف شرطی طور پر کہتے ہیں کہ اگر کتاب بخاری ومسلم کی احادیث کو موافق قرآن نہ پاؤنگا تو میں ان کو موضوع قرار دونگا، ورنہ مجھے بخاری ومسلم سے حسن ظن ہے، میں خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت وبلا ضرورت انکی احادیث کو موضوع قرار دینا ضروری نہیں سمجھتا، ضرورت ہو گی، یعنی قرآن سے انکی موافقت نہ ہوسکی، تو موضوع قرار دونگا۔

آپکے اس شرطی جواب پر مجھے حق واختیار حاصل ہے کہ میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ کروں۔ ولیکن اب میری یہ امید کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں گے، قطع ہوگئی ہے اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ میرے اس مطالبہ پر بھی آپ ۲۶ صفحہ یا اس سے دو چند ۵۲ صفحہ میں ایسی ہی لایعنی اور فضول باتوں کا اعادہ کریں گے جو اس وقت تک مکرر، سہ کرر تحریر کر چکے ہیں، جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہیں گے، اور کہہ رہے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت مسیح اقدس کس قدر طولانی تحریرات کرتے ہیں اور کتنے صفحہ کاغذات پر کرتے ہیں اور بیسیوں آیات قرآن تحریر فرمائے جاتے ہیں اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکو پیش نظر ہے، مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے، مجھے اس بحث کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم کام دامن گیر ہیں۔ لہذا اب میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہیں کرتا اور ناظرین وسامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہوں، جن نتائج کے جتانے کی غرض سے میں اب تک آپکے جواب پر نکتہ چینیاں کرتا رہا ہوں

میرا یہ مقصود نہ ہوتا تو جو بات میں آپ کے پرچہ نمبر ۳ کے جواب میں لکھ چکا تھا کہ آپ نے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط احادیث صحیحین میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ وبناء علیہ وہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا اور اسی کے جواب دینے پر آپ کو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ

کی نہ سنتا، کیونکہ ہر شخص جس کو فن مناظرہ سے ادنی مس ہو، یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کوئی اپنے مناظر ومخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے، وبناء علیہ کوئی اصول پیش کر کے اس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہیں یا نہیں، تو اس کے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرے یا اس سے انکار کرے۔ اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اس کا فرض نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں اور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا مقابل، صاحب تمہید، اس کی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے ممہد واصول پر دلائل قائم کرے۔

آپ نے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہیں کی، مگر ان اصول کا خلاف ثابت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ سو بھی ایسے طور پر کہ اصل سوال سے غیر متعلق اور فضول باتوں میں خامہ فرسائی شروع کر دی۔ اس صورت میں مجھ پر لازم نہ تھا کہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دیتا، یا اس پر کوئی سوال کرتا۔ مگر اسی غرض سے اب تک آپ کے جوابات کے متعلق خدشے وسوالات کرتا رہا ہوں کہ آپ کی کلام سے وہ نتائج پیدا ہوں جن کو میں عام اہل اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اس غرض سے میں اب آپ کی تحریرات حال وسابقہ پر تفصیلی نکتہ چینی کرتا ہوں جس کا وعدہ اپنی تحریرات سابقہ میں دے چکا ہوں۔ اس نکتہ چینی میں بالاستقلال تو آپ کا پرچہ نمبرے نشانہ ہو گا مگر اس کے ضمن میں آپ کی جملہ تحریرات سابقہ کا جواب آجائے گا۔ بحول اللہ و قوتہ۔

آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے۔ اس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں۔ یہ حصہ بلا شبہ صحیح ہے مگر اس کی صحت روایت کی مدد سے نہیں، بلکہ تعامل کے ذریعہ سے ہے۔ دوسرا وہ حصہ جس پر تعامل نہیں پایا گیا۔ یہ حصہ یقیناً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار صرف اصول روایت پر ہے اور اصول روایت سے صحت کا ثبوت اور کامل اطمینان نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس حصہ کی قرآن کریم سے موافقت ثابت ہو تو یہ بھی یقیناً صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اس قول سے ثابت ہے اور یہی جتانا اس وقت مدنظر ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایت اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں، اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ ضروریات دین اصطلاح علماء اسلام میں کس کو کہتے ہیں؟ اور تعامل کی کیا حقیقت ہے؟ اور وہ جملہ احادیث معاملات واحکام

سے متعلق کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اہل اسلام کے نزدیک اصول تصحیح روایت کیا ہیں؟ خاکسار ہر ایک امر سے آپ کو اور دیگر ناواقف ناظرین کو مطلع کر کے یہ جتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوسکتا۔

پس واضح ہو کہ ضروریات دین وہ کہلاتے ہیں جو دین سے ضرورۃً یعنی بداہۃً اور بلا نظر و فکر معلوم ہوں، نہ وہ امور جن کی طرف دین کی ضرورت یعنی حاجت متعلق ہو۔ ضرورت سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت و ضرورت کے متعلق ہے۔ اس صورت میں دوسرا حصہ احادیث جس کو آپ یقیناً صحیح نہیں جانتے، ضروریات دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضروریات سے میری مراد وہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر جملہ احکام معاملات و عقود کو ضروریات میں شامل کرنا غلط قرار پاتا ہے۔ احکام متعلقہ معاملات بلکہ عبادات جملہ ایسے نہیں جو بداہۃً دین سے ثابت ہوں۔

کسی حکم یا امر پر تعامل کی صورت یہ ہے کہ وہ حکم عام لوگوں کے عمل میں آجائے، اس کی مثال ہم احکام شرع سے صرف ان اتفاقی امور کو ٹھہرا سکتے ہیں جو جملہ اہل اسلام میں علی سبیل الاشتراک عمل میں آ گئے ہیں۔ یعنی نماز یا حج یا صوم کے اتفاقی ارکان بلالحاظ ان کے قیودات و خصوصیات کے کہ نماز رفع یدین والی ہو یا بلا رفع اور اس میں ہاتھ سینہ پر باندھے جاویں یا زیر ناف یا ارسال یدین ہو و علی هذا القياس اور ان کے قیود اور خصوصیات کا لحاظ کیا جائے تو ان پر تعامل کا ادعا محض غلط ہے۔ اور کوئی فریق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارا طریق تعامل عام اہل اسلام سے ثابت ہے۔ ان امور پر تعامل عام ہوتا تو اس میں اختلاف ہرگز واقع نہ ہوتا، جو آپ کے نزدیک وضع و عدم صحت کی دلیل ہے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ احادیث کا حصہ متعلقہ عبادات و معاملات تعامل سے ثابت ہے، محض ناواقفی پر مبنی ہے۔

اور اگر تعامل سے آپ کی مراد (اس تحریر کے جواب میں آپ نے تحریر نمبر ۸ میں تعامل کی تشریح کی اس سے آپ کی یہی مراد ثابت ہوتی ہے۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ محمد حسین) خاص خاص فرقوں یا شہروں یا اشخاص کا تعامل ہے۔ اور اس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہیں تو آپ پر سخت مصیبت پڑے گی، کیونکہ یہ تعامل

خاص ہر ایک قوم وشہر و مذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو، تو چاہیے کہ جملہ احادیث مختلفہ جن پر یہ تعامل ہائے خاص خاص پائے جاتے ہیں، یقینی اور صحیح ہوں، اور یہ امر نہ صرف آپ کے مذہب کے بالکل مخالف ہے، بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے۔

اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہیں جو آپ نے قرار دیا ہے کہ وہ توافق قرآن ہے یا تعامل امت، بلکہ وہ اصول شروط صحت ہیں جن کا مدار چار امور ہیں۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ وعدم علت۔ ان شروط میں جو آپ نے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے، یہ بھی آپ کی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے۔ فہم معانی ہر ایک حدیث کی روائت کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ خاص کر اس حدیث کے لئے شرط ہے جس میں بالمعنی حکایت ہو اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ سے نقل کر دے اس میں راوی کے فہم معانی کو کوئی شرط نہیں ٹھہراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے جواب میں شائد آپ یہ کہیں گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے مقتدا سید احمد خاں نے کہا ہے تو آپکو اس پر اہل اسلام جو فن حدیث سے واقف ہیں محض ناواقف کہیں گے

(سرسید کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ سرسید کی اقتداء کا ثبوت درج ذیل ہے:

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کیلئے موافقت قرآن کو شرط ٹھہرانے میں مرزا صاحب نے سرسید کی کاسہ لیسی کی ہے۔ اس مسئلہ ہی کی کیا خصوصیت ہے، جو بات بھی آپ نے تمام مسلمانوں کے برخلاف اسلام میں نکالی ہے اس میں سرسید کی متابعت وشاگردی اختیار فرمائی ہے۔ اس مسئلہ میں جو مرزا نے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہیں ہے۔ اب ناظرین ان کے پیرومرشد سرسید احمد کا کلام سنیں اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ مطابقت کرلیں۔

سرسید احمد نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰ جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ میں مضمون نمبر ۶۱ بعنوان اقسام حدیث شائع کیا ہے۔ اس کی تمہید میں آپ نے کہا ہے: انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم وتجربہ کا کمال بہت کچھ اس کے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔ اوہام مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اس کے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کر دیتی ہے۔ اسلئے جو لوگ مسلمانوں کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب وشائستگی پر بحث کرتے ہیں ان کو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزوں کے مانع خیال کئے جاتے ہیں ناگزیر ہوتا ہے۔ ۲۔ منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہیں جن کی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثوں پر بھی ہوتی ہے۔ ۳۔ مسلمانوں میں یہ ایک عام خیال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی حدیث میں آئی ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔ مگر اس بات پر خیال نہیں جاتا کہ جب ہم یہ بات سنیں کہ فلاں بات کسی حدیث میں ہے تو اول اس بات کی بھی تحقیق کر لیں کہ آیا وہ حدیث بھی معتبر ہے یا نہیں۔ اور درحقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ ہے یا نہیں۔ ۴۔ غالباً لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔ اور جو کچھ کہ اگلے علماء تحقیق کر کے لکھ چکے ہیں وہی احادیث محققہ ہیں۔ اب ہمارے لئے صرف اتنی بات کا

جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہے اور علماء نے اس کو صحیح لکھا ہے۔۵۔ ہمارا بھی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہیں ہے۔ بلکہ ہم ان ہی حدیثوں کی نسبت جو کتب حدیث میں مندرج ہیں یہ بات دیکھنی چاہتے ہیں کہ ان میں کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ کی ہے۔ اور کون سی ان کی نہیں، بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔ تا کہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کرلیں۔ پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء نے بیان کئے ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس کے بعد سرسید احمد نے ایک قسم حدیث بالمعنی بیان کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جس کو راوی نے آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو بلکہ اپنے الفاظ سے آنحضرت ﷺ کی مراد کو بیان کیا ہو۔ دوسرا قسم حدیث در حکم مرفوع، یعنی وہ حدیث جس کو بتصریح آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جا سکتا ہو، آنحضرت ﷺ سے مسموع قرار دے کر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو، گیارھویں قسم حدیث معنعن، یعنی وہ جس کو راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہو، بارہویں قسم حدیث مئو نن، یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے بلفظ ان نقل کیا ہو، اور دیگر اقسام حدیث موقوف، مقطوع، معلق، مرسل یا منقطع، بعض، مدلس، مضطر۔۶۔ اس کے بعد کہا ہے یہ بارہ قسمیں حدیث صحیح کی (یہ غلط ہے۔ قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح ولائق دست آویز نہیں سمجھتے۔ بلکہ ضعیف و ناقابل اعتماد قرار دے چکے ہیں۔ اور ان اقسام کی حدیثوں کو وہ کتب حدیث ملتزم الصحۃ کے مقاصد میں نہیں لائے۔ محمد حسین) جو ہم نے بیان کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہے گا کہ ان میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے اور ان میں سے کسی کا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں۔

پھر آپ (سرسید) فرماتے ہیں: ۷۔ علماء متقدمین نے جو کچھ رائے اس کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے، کوئی حدیث یا حکم من جانب شارع اس پر نہیں۔ پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن ان کی طرف رکھیں۔ مگر ایسا کرنے میں بالکل اندھے نہ ہو جاویں۔ اور کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثوں کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں پس وہ اصول یہ ہے۔ اول۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں۔ اگر ہو تو ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہیں۔ اس کے بعد سرسید نے چھ اصول اور بیان کئے ہیں جو نیچری اصول ہیں۔ اور پھر کہا ہے: ۸۔ اقسام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب میں یہاں تک کہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں۔ پس ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اسی قدر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلاں حدیث کی کتاب میں، (مثلاً بخاری میں یا مسلم میں، کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صاف لے چکے ہیں) مندرج ہے، حدیث نبوی کہنا نہیں چاہیے بلکہ ان اصول ہفت گانہ سے اس کا امتحان کرنا لازم ہے۔ اس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری اترے اس وقت اس کی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس امتحان کے بعد بھی اس سبب سے کہ اس حدیث کی روائت بھی اسی قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے۔ راقم سید احمد۔

اس کلام کا فقرہ اول تمہیدی ہے۔ باقی فقرات میں جو کہا گیا ہے۔ وہ قادیانی کی کلام میں موجود ہے فقرہ دوم وسوم میں جو احادیث کو غلط و نا معتبر کہا گیا ہے اور ان کے درحقیقت قول و فعل و تقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے، یہ بات مرزا صاحب بخاری و مسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہیں۔ اور ان احایث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کر چکے ہیں۔ فقرہ چہارم پنجم ہفتم وہشتم میں راویان حدیث کی نسبت حسن ظن وادب کا بھی اظہار کیا ہے اور ان کے اصول روایت اور تحقیق کو مان کر ان کی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے ومع ہذا ان احادیث کے بلا تحقیق صحیح مان لینے کو اندھا پن قرار دے کر موافقت قرآن سے ان کی صحت کا امتحان ضروری ٹھہرایا ہے۔ یہ بات مرزا قادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ و تحریر آئندہ نمبر ۸ میں پایا جاتا ہے۔ فقرہ ہشتم میں اور فقرہ ششم کے آخر میں جو ان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ بھی مرزا کی ہر ایک تحریر میں موجود ہے۔

ناظرین تحریرات قادیانی کو بغور وتوجہ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین وایمان لائیں گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے کے بہانہ سے رد کرنا، قادیانی نے سرسید سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس باب میں اس نے کہا ہے وہ سرسید ہی کا اولچہ ہے۔ رہا بیان اس امر کا کہ سرسید احمد کی ان باتوں کا جن میں قادیانی نے ان کی تقلید وشاگردی کی ہے، کیا جواب ہے۔سو اس مکان میں اجنبی ہے۔ یہ بیان ہمارے مضمون حدیث نبوی اور نیچری وعیسائی میں جو اشاعۃ السنۃ جلد پنجم کے متعدد نمبروں میں (۲ تا ۵) میں درج ہے، شائع ومشتہر ہو چکا ہے۔ ناظرین ان نمبروں کو ملاحظہ فرما ویں گے تو جان لیں گے کہ ان تمام باتوں میں سرسید احمد نے دھوکہ کھایا اور مرزا قادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو دھوکے کے گرداب میں ڈال دیا۔

یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت ومخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں سرسید احمد کے شاگرد ہونے کا ثبوت ہے۔اب چند اور مسائل مخالفہ اسلام میں مرزا صاحب کا شاگرد سرسید احمد ہونا ثابت کرنے کی غرض سے بطور تمثیل تصانیف سرسید احمد اور تصانیف مرزا قادیانی سے ذکر کئے جاتے ہیں۔اور رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان مسائل کے مواضع جواب کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱۔اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینے اور اس کی دست آویز سے عقائد اسلام کو رد کرنے کا مسئلہ قادیانی نے سرسید احمد سے لے کر توضیح المرام ص ۵ و ۶، ازالہ اوہام، ص ۴۵ و ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے۔ جن کی اصل عبارارت اشاعۃ السنہ نمبر ۱۳ میں بضمن فتوی تکفیر منقول ہیں۔سرسید نے یہ مسئلہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ ،تہذیب نمر ۲ جلد ۶۔تہذیب ماہ رجب ۸۶ ھ میں بیان کیا تھا۔اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ج ۶ نمبر ۸ ج ۲، نمبر ۱۱ و ۱۲ ج ۳ و نمبر ۸ ج ۴ میں بیان ہوا۔اس آخری نمبر یعنی نمبر ۸ ج ۴ میں یہ ثابت کیا گیا کہ نیچر کوئی مشخص ومقرر امر نہیں ہے۔اس کا تقرر وتشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ میں ثابت کیا ہے اور اس کے صفحہ ۱۳ سے ۲۴ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات وتجارب کو خدا کی قدرت کا قانون ومعیار ٹھہرانا کمال درجہ کا کفر وبے ایمانی وبے ادبی ہے۔اور اس کے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کئے ہیں جس کو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہیں ہیں۔

۲۔مرزا قادیانی نے سرسید احمد سے حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور واحیائے موتی وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنے اور ان کو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینے کا مسئلہ لیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۴۴۲ وغیرہ میں بیان کیا، اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں منقول ہیں۔اور جلد ۱۴ کے متعدد نمبروں میں جواب دیا گیا ہے۔

۳۔مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کا مسئلہ سرسید سے لے کر اپنے ازالہ اوہام صفحات ۳۷۱ سے ۳۸۲ تک بیان کیا۔سرسید نے اسے تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۲۳ سے ۴۵ تک بیان کیا تھا۔اور اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳، اور ۱۴ میں اس کا جواب ہوا ہے (ان دونوں حوالوں کی عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالہ میں منقول ہیں۔ناظرین اصل ازالہ اوہام قادیانی وتفسیر سید احمد خان میں ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین لائیں گے کہ قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ ہر چند انجیلوں میں بھی واقعہ صلیب کا قصہ مذکور ہے مگر اس قصہ میں جو اکاذیب کا نمک مرچ قادیانی نے ملایا ہے، وہ نہ انجیلوں میں ہے، نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب میں ہے، وہ صرف سرسید ہی کی تفسیر میں ہے۔اور اسی سے اس نے اخذ کیا ہے۔مگر اس کو کسی قدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دے دیا ہے۔آپ کے ایک حواری مبارک علی سیالکوٹی نے اشاعت عام رسالہ ازالہ اوہام سے پہلے اس کے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان رد وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ اوہام کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجھ کر اس کی تفصیل کو سرسید ہی کی بعینھا عبارت والفاظ سے نقل کر دیا اور یہ جتایا کہ آپ کے پیر ومرشد نے بھی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا۔

۴۔حضرت مسیح کے حق میں جو قرآن میں و ما صلبوہ فرمایا گیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے، نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر

چڑھائے ہی نہیں گئے۔ یہ مضمون قادیانی نے سرسید احمد سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۸ پر بیان کیا جس کی عبارت یہ ہے: قرآن کریم کا منشاء و ما صلبوہ سے یہ ہرگز نہیں کہ وہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا، یعنی قتل کرنا، اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکھا۔

سرسید احمد نے تفسیر القرآن ص ۴۵ ج ۲ میں یوں لکھا تھا: و ما قتلوہ و ما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے، اور دوسرے سے کمال کا، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اس وقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی۔

یہ قادیانی اور سرسید احمد کی اصل عبارات ہیں اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۱ میں ہے اور تفسیر سرسید کے صفحہ ۴۳ ج ۲ میں۔ ان عبارات میں جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہ ہونا بیان کیا ہے، یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں نہیں پایا جاتا۔ قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی کی اور یہ بات فرمادی ہے کہ و ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ چاروں انجیلوں میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کا ذکر ہے، مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ان چاروں میں تصریح ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دے دی اور اس کی تجہیز و تکفین دستور یہود کے مطابق ہوئی۔

انجیل متی کے باب ۲۷ میں ہے

۵۰۔ تب یشوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا... جب شام ہوئی یوسف نامی... ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کر لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی۔ اور ایک پہاڑی پتھر قبر کے منہ پر ڈھلکا کے چلا گیا۔

اور انجیل مرقس کے باب ۱۵ میں ہے۔

۳۷۔ تب مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا... ۴۳۔ یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جا کر یشوع کی لاش مانگی۔ ۴۴۔ تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلا کر پوچھا، کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا۔ جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلا دی اور اس نے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسے اتار کے اس کپڑے میں کفنایا۔ (تا آخر مطابق بیان سابق)

اور انجیل یوحنا باب ۲۳ میں ہے۔

۴۶۔ اور یشوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا۔ ۵۷۔ جب شام ہوئی یوسف نامی آرمینیا کا ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کے لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی

اور انجیل یوحنا باب ۱۹ میں ہے۔

۳۰ تب یشوع نے سر جھکا کے جان دی.... ۳۷۔ لیکن انہوں نے آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھید دی۔ ۴۰۔ پھر انہوں نے یشوع کی لاش لے کر سوتی کپڑے میں خوشبوؤں کے ساتھ، جس طرح دفن کرنے میں یہودیوں کا دستور ہے، کفنایا۔ ۴۱۔ اور جس جگہ کہ اس نے صلیب دی تھی ایک باغ تھا اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی جس میں کوئی نہ دھرا گیا تھا۔ سو انہوں نے یشوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث وہیں رکھا، کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی۔

ان تصریحات و نصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سرسید نے آنکھ بند کر کے اپنی تفسیر میں مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کا۔ اور دلیری و بہادری کے

ساتھ یہ کہہ دیا کہ کسی کتاب سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسے کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ پھر ان کی تقلید و پیروی میں قادیانی نے اپنے آپ کو اندھا کر کے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سرسید نے کہا تھا سو کہا، اور اس کے ساتھ ایک اور دلیری کر کے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچھ آپ نے دروغ بے فروغ ملایا ہے وہ انجیلوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور خوف خداوننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ چاروں انجیلوں میں تو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت ہو جانا، پھر دستور یہودیوں کے مطابق کفنایا و دفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا ہے، پھر میرا جھوٹ کب تک چھپا رہے گا۔ کوئی انجیلوں کو نکال کر دیکھے گا تو مجھے کیا کہے گا؟

مرزا قادیانی میں کچھ شرم وحیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلوں میں پایا جانا نہ بتاتا۔ صرف یہ کہتا کہ میں نے سید احمد کی تفسیر میں ایسا پایا ہے اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں اس کا اثر نہیں دیکھا۔ مگر اس کو شرم کہاں؟ اور سرسید کی شاگردی کا اظہار کرنے کی جرئت کہاں؟ وہ تو سرسید احمد کے کام سے اپنا نام کرنا، اور خود استاد بننا چاہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کی اتباع سے عار و انکار کرتا ہے، اور نمک خوردن و نمک دان شکستن، پر پورا کاربند ہو رہا ہے۔ مگر خدا نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے ہر کس و ناکس کو بتا دیا کہ یہ سرسید کا چور ہے اور ان کا شاگرد ہے مگر ناشکرا

☆ ۵۔ صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینے کا عقیدہ قادیانی نے سرسید سے لے کر فتح الاسلام، توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں بیان کیا اور اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں بضمن فتوی منقول ہیں۔ سرسید نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۴۶ سے ۵۰ میں بیان کیا۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۲۔۳۔۴ جلد ۱۴ اشاعۃ السنہ میں اس کا جواب ہے۔

۶۔ آیہ و ان من اهل الكتاب الا ليؤ منن به میں ایمان سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہونے کا عقیدہ، مرزا قادیانی نے سرسید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۶۹ سے ۳۷۶ میں لکھا کہ کسی کو ان گروہوں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں۔ (ص ۳۷۵ ازالہ اوہام)۔ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان پر جو ہم نے اہل کتاب کے حالات کی نسبت ظاہر کئے ہے ایمان نہ رکھتا ہو (ازالہ اوہام۔ ص ۳۷۴)۔ اور سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۱۶۵ میں بیان کیا۔ اصل عبارت یوں ہے: یہ ہی نہیں کوئی اہل کتاب سے یقین کرے ساتھ اس کے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانے کے قبل اپنے مرنے کے یعنی بعد مرنے کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت مسیح کا مرنا غلط تھا۔

ان کا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ کے شروع کے نمبروں میں ہے۔ یہاں قادیانی اور سرسید احمد کی عبارتیں کیسی صاف بتا رہی ہیں کہ ان میں سے اول الذکر، ثانی سے مسروق یا ماخوذ ہے۔ اور اس آیت کی تاویل و تحریف میں مرزا صاحب نے سرسید احمد کی شاگردی کی ہے۔ پھر مرزا کی اس جرئت کو ملاحظہ کرو کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۶ میں یہ ادعا سراسر افتراء کیا ہے کہ ان معنی کا انکشاف مجھے بذریعہ الہام ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں سچ ہے، یہ الہام ہوا ہے مگر خدا تعالی کی طرف سے نہیں، بلکہ سرسید اور ان کی تفسیر سے یا معلم الملکوت کی طرف سے۔ کما قال اللہ تعالی: و ان الشيا طين ليو حو ن الى او ليا ئهم۔ اور قال اللہ تعالی يو حى بعضهم الى بعض زخر ف القول غروراً

۷۔ یہ مضمون کہ روح القدس، جبریل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اور انسان کامل کی محبت کے تلقی سے متولد ہوتی ہے، مرزا صاحب نے سرسید احمد سے اخذ کیا اور توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں کہا ہے: ان دو محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے: یہ کیفیت دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین بولتے ہیں اس کا نام شدید القوی بھی ہے اس کا نام ذو الافق الاعلی بھی ہے۔

سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد اول ص ۴۹ میں یوں بیان کیا تھا: ان باریک باتوں پر غور کرنے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اس کا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اوران قوی کو جو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جن میں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی قوت صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب ودفع۔ غرض تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں۔ اور جو مخلوقات میں نہیں، وہی ملائک یا ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا ہے۔

۸۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ وغیرہ انبیاء وصلحاء جو ملائکہ کی صورتیں دیکھتے ہیں یا ان کی آوازیں سنتے ہیں، یہ ان کی خیالی صورتیں ہیں، مرزا قادیانی نے توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ میں یوں بیان کیا: جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکھ دیتا ہے۔ تب جس نے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب آئینہ تم اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو تمہاری شکل کا عکس اس میں پڑے گا، یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور سر، گردن سے ٹوٹ کر الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا: پس جب جبریل جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے بھی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے، تب یہ قوت خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دل میں یکساں نہیں ہوتی۔

اور سرسید احمد خان نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۴۲ میں یوں بیان کیا: تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کرے گا۔ اس لئے یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتیں تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شئے کا دکھلائی دینا، ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔

اس عبارت سرسید میں اور قادیانی کی عبارت میں گو اس خیالی صورت کے جو انبیاء وصلحاء دیکھتے تھے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔ مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے میں دونوں عبارتوں کا اتفاق ہے۔ ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی مصدق عبارات کا، گو کسی قدر اختلاف ہے مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اس سے ناظرین سمجھ لیں کہ قادیانی نے مضمون نمبر ۷ و ۸ سرسید احمد سے لیا ہے مگر اسکی ادا کے طرز بیان کو بدل دیا ہے۔

۹۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ کو جسم سے معراج نہیں ہوا، قادیانی سرسید سے اخذ کر کے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ وغیرہ میں بیان کیا۔ اور سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ بابت شعبان ۹۱ھ میں بیان کیا تھا۔ اس مسئلہ کے اخذ وشاگردی میں شاگرد صاحب استاد سے بڑھ گئے۔ استاد نے تو دور اندیشی سے کام لیا اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال وناممکن قرار نہیں دیا تھا۔ اور اس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن وحدیث واقوال بعض صحابہ سے، جو اس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہیں، استدلال کر کے اپنے اصل مذہب اور اس کی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈال دیا تھا، مگر شاگرد صاحب کو تاہ

اندیشی سے کھل کھیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن ومحال قرار دے کر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اس کے مبطل ہوئے ہیں۔ استاد سر سید احمد کا اصل کلام جو پرچہ مذکور میں ہے، یہ ہے: نسبت معراج رسول خدا ﷺ کے تین مذہب ہیں۔ اول مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی ہے، نہ جسمانی۔ دوسرا مذہب چندا کا بردین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملاء اعلیٰ تک روحانی۔ تیسرا مذہب عام جو سب میں مشہور ہے کہ بتمامہ معراج جسمانی تھی۔ میری یہ رائے ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب میں نے اختیار کیا ہے۔،

شاگرد صاحب کا اصل کلام، جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے مگر اس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کے معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے، یہ ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ مذکور میں ہے: ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی.... ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (یہ لفظ آنحضرت ﷺ کے جسم شریف ولطیف کی نسبت اسی کے منہ سے نکل سکتا ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی مطلق تعظیم نہ ہو۔ محمد حسین) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ ایسی کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے، آسمان کی سیر کر سکتا ہے.... اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔،

اس کلام میں مرزا صاحب نے کیسی نیچرل وجوہات سے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنحضرت ﷺ کے لئے تجویز کیا ہے اس میں اپنا حصہ بھی رکھ لیا۔ اور صاف یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایسا معراج کشفی مجھے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ ۔ کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً ۔ اس کلام کو دیکھ کر بھی کوئی شخص آپ کے نیچری ہونے میں شک ظاہر کرے تو سمجھا جاوے گا کہ وہ خود نیچری ہے۔ جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

۱۰۔ یہ مضمون کہ بنی اسرائیل کا مقتول جس کا ذکر آیت و اذ قتلتم نفساً فادارئتم میں ہے، درحقیقت زندہ نہیں ہوا تھا، مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں یوں بیان کیا ہے: قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہو گیا تھا۔ اور واقعی طور سے قالب میں جان پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس آیت پر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کر کے چھپا دیا تھا اور بعض، بعض پر تہمت خون لگاتے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کیلئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کر کے اس کی بوٹیوں کو اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ تھا ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں۔ تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جاوے۔ اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی، تا چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے۔ لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص یہ ہیں کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ کسی سچائی

کو ضائع نہ کریں۔اور ہر یک حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے اس کو خدا تعالی کی طرف سے سمجھیں۔علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے ۔(تا آخر صفحہ)۔

اس مضمون کو سرسید احمد نے تفسیر القرآن ج اصفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ وغیرہ میں بیان کیا تھا جس کے بعض فقرات یہ ہیں: اللہ تعالی نے حضرت موسی کے دل میں یہ بات ڈالی تا کہ سب لوگ جو موجود ہیں اوران ہی میں قاتل بھی ہے، مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں۔جو لوگ در حقیقت قاتل نہیں وہ بہ سبب یقین اپنی بے گناہی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے، مگر اصل قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ میں اس قسم کی باتوں سے دل میں ہوتا ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنے کا۔اوراس وقت معلوم ہو جائے گا۔اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بہت سے چور معلوم ہو جاتے ہیں۔اور وہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلا خوف کرتے ہیں،نہیں کر سکتے۔پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی۔اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

اس مسئلہ کے اخذ میں بھی شاگرد (قادیانی) صاحب اپنے استاد سے بڑھ گئے۔استاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تھا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الہی کیا گیا تھا وہ صرف ایک دہمکی تھی، شاگرد صاحب نے اس پردہ کو ناکافی سمجھ کر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تھا، جو نئی روشنی، نئی تہذیب والوں کی نظروں میں خوش نما معلوم ہوا۔مگر اس سبقت کے ساتھ جو انہوں نے اپنے استاد پر دہمکی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہیں، اس میں استاد کی ناشکری اور کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہے۔اور یہ خیال نہ فرمایا کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو میں نے سرسید ہی سے سیکھا ہے۔ پھر ان کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا ناشکری نہیں تو کیا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اس آیت کی تاویل وتحریف کے وقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو یاد نہ آئی، مگر اس سے ان کی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہیں ہوتی۔یہ تو صرف بھول ہے جو بڑے بڑے استادوں سے ہو جاتی ہے۔اس بھول پر مرزا کا ان کو بے علم و بے نصیب کہنا اوراس بات پر جو ان ہی سیکھی ہوئی ہے فخر کرنا، ہرگز مناسب نہ تھا۔

اس عبارت کے آخر میں مرزا صاحب نے علم مسمریزم یا عمل الترب کو عظیم الشان کہا ہے اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں جس کی اصل عبارت فتوی تکفیر مرزا میں منقول ہے، مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے۔اس سے مرزا صاحب نے مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نباشد، کو سچ کر دکھایا اور یہ جتایا ہے کہ علم عمل الترب کی نسبت آپ کو کچھ واقفیت اور دلی یقین نہیں ہے۔اور جو کچھ اس کے متعلق آپ نے کہا ہے، اس میں لاف زنی کی ہے، اور کذب سے کام لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے قلم سے اس کے متعلق کہیں کچھ نکل گیا کہیں کچھ۔

ان امثلہ کے نظائر قادیانی کے کلام میں اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کو اس پرچہ میں شمار کرنا دریا کو کوزہ سے ناپنا ہے۔

جیسے قادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا کہ اگر وہ جسم کے ساتھ آسمان پر ہیں تو کبھی سوتے، کبھی جاگتے ہوں گے۔دنیوی طعام وشراب پیتے کھاتے ہوں گے۔اوقات ضرورت میں پایخانہ پیشاب کرتے ہوں گے، اور ناخن اور بال کٹواتے ہوں گے۔اس کے لئے کوئی چار پائی بستر ہوگا وغیرہ، دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۷ وغیرہ

اور تفسیر لیلۃ القدر میں یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے، نہ در حقیقت کوئی رات۔(فتح الاسلام صفحہ ۵۴)۔

اور تفسیر سورہ والشّمس میں اس کا یہ کہنا کہ ناقۃ اللہ سے نفس انسانی مراد ہے اور سقیا سے یاد الہی اور معارف کا چشمہ۔(توضیح المرام۔ص ۶۵)

اور تفسیر علامات قیامت میں اس کا یہ کہنا کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۵۰۳)۔

اور دخان سے یہ قحط مراد ہے جو اس وقت ملک میں پڑا ہوا ہے۔(ازالہ اوہام ص ۵۱۱)

اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ میں اسلام کا پھیلنا مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۱۵)۔

اور خروج یاجوج ماجوج سے روس وانگریز کا باہم جنگ کرنا مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۰۸)۔

اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۴۹ او ۴۹۵)۔

اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۴۲ وغیرہ)۔

اوران چیزوں کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑانا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے: مولوی صاحبان کوشش کر کے کوئی یاجوج ماجوج کا آدمی یا دجال کے جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آویں۔ پھر کیا بات ہے۔سب مان جائیں گے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی آسمان پر زندہ ہیں۔اور مفت میں فتح ہو جائے گی۔حضرات اب ہمت کیجئے۔کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو بھی پکڑیئے۔حوصلہ نہ ہاریں۔آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں۔ابن تمیم کی حدیث کو مسلم میں پڑھ کر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگایئے۔یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔بچشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلایئے تو خوب ہے۔انگریزوں نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا۔آپ اس ناکارہ کام میں ہی کامیابی دکھلایئے۔شائد ان لوگوں میں کسی کا پتہ چلے

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد — اگر خارے بود گل دستہ گردد

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خیر اسی میں ہے کہ ان بے ہودہ خیالات سے باز آجاویں...... یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے۔اسلام کا ایسا خاکہ کھینچ کرنہ دکھلایئے جس پر بچہ بچہ ہنسی کرے۔غور کر کے سوچئے کہ یہ کروڑ ہا انسان جو صد ہا برسوں سے زندہ فرض کئے گئے ہیں، جواب تک مرنے میں نہیں آتے۔کس ملک، کس شہر میں رہتے ہیں۔تعجب ہے کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کھل گئی، اور پہاڑوں اور جزیروں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور تفتیش کرنے والوں نے یہاں تک اس تفتیش کو کمال تک پہنچا دیا جو ایسی آبادیاں جو ابتداء دنیا سے معلوم نہ تھیں وہ اب معلوم ہو گئیں۔مگر اب تک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کے کروڑ ہا انسانوں کا پتہ نہیں ملتا۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۸ میں اس نے کہا ہے کہ: اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔اگر افریقہ کے ریگستان، یا عرب کے صحرانشین امیوں اور بدوؤں میں یا سمندر کے جزیروں کے اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بے سروپا باتیں پھیلائیں تو شائد آسانی سے پھیل سکیں، لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہیں، تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز نہیں پھیلا سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگوں کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں، بطور ہدیہ بھیج سکتے ہیں۔جن لوگوں کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوی میں ترقی دیدی ہے، وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کریں گے جس میں سراسر خدا تعالی کی توہین اور اس کی توحید کی اہانت اور اس کے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔

کتابی اصول اور توحید کو مرزا صاحب نے صرف مسلمانوں کو دام میں لانے کے لئے شامل کر لیا ہے۔آپ کا اصل استدلال اسی قانون قدرت یعنی نیچر سے ہے۔لہذا اسی کے ذکر پر اکتفاء آپ کو مناسب تھا۔جو حالات دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ کتابی اصول وتوحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہیں۔اس کی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث میں ہوگی انشاء اللہ تعالی۔اور حدیث کے راوی صحابی کا نام ابن تمیم نہیں جیسا کہ قادیانی نے لکھا ہے بلکہ تمیم ان کا نام ہے۔مرزا قادیانی خود تو حدیث سے جاہل محض ہے، حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتیں نقل کر دیتا ہے۔پس جو خیال میں آیا سو لکھ مارا۔یہ حدیث تمیم داری کی مع ترجمہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے نمبر ۸ میں منقول ہے۔

اور ناظرین خیال فرماویں کہ اس مقام میں اس حدیث کے مضمون پر قادیانی نے کیسی ہنسی اڑائی ہے۔اور طرفہ یہ ہے کہ اس ہنسی اڑانے کیلئے احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد و یاجوج ماجوج میں اس نے بہت سی باتیں خارج از قیاس از خود ملا دی ہیں ۔جیسے اس کا کہنا کہ یہ کروڑ ہا انسان یاجوج ماجوج صدہا برسوں سے زندہ ہیں، مرنے میں نہیں آتے۔اور ابن صیاد اور دابۃ الا رض بھی زندہ موجود ہیں، جن کا کسی حدیث میں ذکر نہیں اور نہ کوئی مسلمان قائل ہے، اس طعن وتمسخر کے ساتھ اسکا یہ کہنا کہ میں نیچری نہیں ہوں، کیونکہ نیچریوں کے دل میں حدیث کی عظمت نہیں۔اور میں حدیث کو مانتا ہوں اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، کذب ونفاق اور مسلمان کو دام میں لانے کے لئے ایک جال نہیں تو کیا ہے؟

ایسے ہی بے حد و بے شمار نظائر تصانیف قادیانی میں اور بھی پائے جاتے ہیں جو بعینها یا ان کا اصول سرسید احمد کے کلام میں موجود ہے ۔ان نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ قادیانی نے جو نئی بات نکالی ہے، وہ سرسید احمد سے لی ہے اور اس میں ان کی شاگردی اختیار کی ہے، گو بعض باتوں میں شاگرد نے استاد پر سبقت حاصل کر لی ہے۔

قادیانی نے جو سرسید احمد کی شاگردی وپیروی سے انکار کیا اور اپنی تحریر نمبر پنجم میں کہا ہے کہ نیچریوں کا اول دشمن میں ہوں ۔تو اس کی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی ہے کہ آپ سرسید احمد کے کام سے اپنا نام چاہتے ہیں۔اور شاگرد ہو کر استاد کہلانے کے فکر میں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ نے یہ خیال کیا کہ سرسید احمد اور ان کے پیروان بہ نظر مذہب مسلمانوں میں بدنام ہیں۔لہذا ہم ان کے پیرو وشاگرد کہلا کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں نہیں لا سکتے۔ یہ سوچ کر آپ نے ان کے اصول ومسائل کو سرگرمی کے ساتھ رواج دیا، مگر ان کے شاگرد و پیرو ہونے سے انکار مناسب سمجھا ۔بلکہ کہیں کہیں ان کی مخالفت وعداوت کا اظہار بھی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ تحریر نمبر ۵ میں آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۹۷ میں آپ کا سرسید کو اشارۃً علم عمل الترب سے بے نصیب کہنا ہے۔اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۵ میں تمام نیچریوں کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ ان کے دلوں میں قال اللہ وقال الرسول کی عظمت نہیں اور یہ لوگ حدیثوں کو نہیں مانتے۔

ولیکن عقل وحیا سے کام لے کر مرزا صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اصول نیچر کی پیروی وموافقت کے ساتھ آپ کی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے۔ جس قدر طعن وتوہین واستہزاء بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام میں پایا جاتا ہے، سرسید اور ان کے اتباع کی کلام میں اس کا عشر عشیر بھی پایا نہیں جاتا، اور جن باتوں میں آپ نے سرسید کی شاگردی وپیروی اختیار کی ہے، ان کے اظہار وبیان میں آپ نے سرسید کو پیچھے چھوڑ دیا اور سبقت کا علم بلند کیا۔مثلاً

۱۔سرسید احمد نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تھا۔آپ نے ان کو مار کر یا زندہ درگور کر کے ان کا عہدہ خود چھین لیا۔اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دے دیا۔

۲۔سرسید احمد نے تو معجزات مشہورہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا اور ان کو مسمریزم کا اثر قرار دیا تھا۔مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمریزم قرار دے کر ایک مکروہ وقابل نفرت فعل ٹھہرایا اور خود حضرت مسیح سے بڑھ کر یا اس کے برابر یہ عمل مسمریزم کر دکھانے کا دعوی کیا۔

۳۔سرسید احمد نے تو منصب نبوت کو وسیع کر کے اوروں (جیسے کالون ۔لوتھر۔اور بابو کشب چندرسین وغیرہ) کا نبی ہونا تجویز کیا تھا۔مرزا صاحب نے ختم نبوت کو توڑ کر خود دعوی نبوت ورسالت کیا۔اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہونا مشتہر کر دیا

پھر اس سبقت کے ساتھ آپ کا انکار شاگردی وپیروی سرسید سے کیا فائدہ بخش ہوسکتا ہے، اور اس سے آپ کا نیچری ہونا کب چھپا رہ سکتا تھا۔ان باتوں نے عام لوگوں کی نظروں میں آپ کو سرسید احمد کا مرشد، جیسا کہ آپ چاہتے ہیں، بنا دیا۔اور ان کو سرسید احمد کا ذکر بھلا دیا۔مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہیں رکھتے اور الفضل للمتقدم کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔اور اس لئے اب تک سرسید احمد کو آپ کا استاد اور آپ کو ان کا شاگرد مان رہے ہیں، عام

لوگوں کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔

اس بحث و بیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شائد یہ نتیجہ نکال لے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، اگر یہ سرسید کی کلام میں بعینہ یا باصلہ موجود ہے تو قادیانی صاحب، سرسید احمد کے شاگرد اور خلیفہ ٹھہرے، پھر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیوں نہ کریں۔ اور کھلے خزانہ عیسائی مرزائی کیوں نہ کہلاویں۔ مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دھوکہ کھانا ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ وہ دو شرطوں کا پابند ہو، ان میں سے ایک شرط کا بھی وہ خلاف کرے گا تو ہرگز خلیفہ نہیں کہلائے گا۔

اول یہ کہ وہ اس کی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔ اس کی پیروی کا منکر اور اس کے مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اس کا باغی کہلاتا ہے، نہ کہ خلیفہ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس کے اصول کا پابند رہے۔ ان کی مخالفت نہ کرے۔ کیونکہ درصورت مخالفت اصول وہ اس کا خلیفہ نہیں کہلاتا۔ بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجھا جاتا ہے۔

اور مرزا قادیانی میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور ان کی اضداد موجود۔ وہ سرسید کی پیروی و نیابت کا منکر اور ان کے مقابلہ کا مدعی اور ان کے اصول جدیدہ کی پیروی کے ساتھ اس بات کا مدعی ہے کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہیں۔ سرسید تو ان سے محض بے نصیب ہیں۔ اور ان کے اصول کے مقابلہ میں وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بھی ہاتھ مارتا ہے جو اصول مذہب سرسید کے مخالف ہیں۔ اور اس سے وہ تناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مثلاً

۱۔ وہ معجزات انبیاء کا منکر ہے، مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے انبار وطومار تجویز کر رہا ہے۔ ۲۔ وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اس کے متعلقات ولوازم کو خلاف قانون قدرت (نیچر)، وغیر معمولی سمجھ کر اس سے منکر ہے، مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کر رہا ہے وعلی ہذا القیاس۔

اسی وجہ سے ان کے پیر ومرشد سرسید نے اپنے پرچہ میں اس کے الہامات کے برخلاف ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس الہام کی تجویز میں وہ اصول سرسید کی پیروی سے خارج ہو گیا اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بن گیا ہے۔ اس لئے وہ سرسید کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اب اتباع سرسید احمد کو، اگر وہ ان کے سچے اتباع ہیں، ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس مخالفت و بغاوت کے ساتھ صرف بعض اصول جدیدہ میں اس کے پیرو سید ہو جانے کے سبب اس کو سرسید کا خلیفہ سمجھیں اور اس کی اتباع و پیروی کو سرسید کی پیروی اتباع قرار دیں۔ قطع نظر اس سے ان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے جو سرسید سے حل نہیں ہوا، اور اس کو قادیانی نے حل کر دیا ہے۔ پھر پیر ومرشد کو چھوڑ کر شاگرد کی مریدی کا دم بھرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ محمد حسین)

سلف نے احادیث نبویہ کو بعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں شک راوی موجود ہے۔ اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف میں حکایت بالمعنے کا رواج ہوتا تو دو ہم معنی لفظوں کو جیسے لفظ مومن اور مسلم ہے، شک سے بلفظ مومن او مسلم روایت نہ کیا جاتا۔ اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ واصول حدیث میں ہے۔ اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ میں بھی ہے۔ آپ ان کو ملاحظہ فرماویں۔

آپ شروط صحت کی تحقیق وثبوت کو شکی فرماتے ہیں۔ و بناءً علیہ صرف اصول روایت کو مثبت صحت قرار نہیں دیتے۔ یہ امر بھی فن حدیث سے آپ کی ناواقفی کا مثبت ہے۔ مہربان من، شروط کے تحقیق وثبوت میں محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے کہ اس سے علم طمانیت حاصل ہو جاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک راوی کے تحقیق

حال میں کہ وہ کب پیدا ہوا، کہاں کہاں سے سفر کر کے اس نے حدیث حاصل کی، کس کس سے حدیث سنی، کس کس نے اس سے حدیث سنی، کون سی حدیث میں وہ متفرد رہا۔ کس حدیث میں اسے وہم ہو گیا ہے۔ کس شخص نے اسکی حدیث کو بلحاظ تحقق شروط، صحیح کہا، کس نے ضعیف قرار دیا ہے وغیرہ، دفتروں کے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ و بناء علیہ ہر ایک حدیث کی نسبت جسکو آئمہ حدیث خصوصاً امامین ہمامین، بخاری و مسلم نے صحیح قرار دیا ہے، اور عام اہل اسلام نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا ہے، ظن غالب صحت حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الصلاح وغیرہ آئمہ حدیث کے نزدیک شیخین کی اتفاقی حدیث جس پر کسی نے کچھ کلام نہیں کیا، مفید یقین ہے۔ آپ یقین کو مانیں، خواہ نہ مانیں، ظن غالب سے تو انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ اپنی تحریرات میں اس کا اقرار کر چکے ہیں۔

اس پر جو آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اعتراض کیا ہے، وہ بھی آپ کی اصول دین سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ مہربان من، ظن غالب عملیات میں لائق اعتبار ہے اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات میں جہاں ظن کے اتباع سے ممانعت وارد ہے اس سے اعتقاد کے متعلق ظن مراد ہے، کیا آپ کو یہ مسائل معلوم نہیں یا کسی عالم سے نہیں سنے کہ اگر نماز میں بھول ہو جاوے کہ رکعت ایک پڑھی یا دو؟ تو نمازی تحری کرے اور جو ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ یا اگر وضو کے ٹوٹ جانے میں شک واقع ہو تو ظن غالب پر عمل کرے، اسی وجہ سے جملہ علمائے اسلام کا، حنفی ہیں یا شافعی، اہل حدیث ہیں خواہ اہل فقہ، اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے، حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے، نہ مثبت یقین۔ اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علماء اسلام نے، جن میں مقلد و مجتہد و فقیہ و محدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اور ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں، لہذا ان کے مضمون پر اعتقاد بھی واجب ہے۔ اور اکابر آئمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھا لے کہ جو احادیث صحیحین میں ہیں، وہ صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اس قسم میں وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے: اتفق العلماء علی ان اصح الکتب بعد القرآ ن العزیز الصحیحا ن البخاری و مسلم و تلقتھما ا لا مۃ با لقبو ل و کتا ب البخاری اصحھما

صحیحاً و اکثر هما فوا ئد و معا رف ظا هرة و غا مضة و قد صح ان مسلماً کا ن ممن یستفید من البخاری و یعتر ف با نه لیس له نظیر فی علم الحد یث و هذا الذی ذکر نا من تر جیح کتا ب البخاری هو المذ هب المختار الذی قا له الجما هیر و اهل ا لاتقان و الحذ ق و الغو ض علی اسرار الحد یث ۔ (مقدمہ شرح مسلم ص ۵) کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر، صحیح بخاری و مسلم ہیں۔ ان کتابوں کو امت محمدیہ نے قبول کرلیا ہے۔ ان دونوں میں سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد و معارف ظاہرہ اور پوشیدہ میں بڑھ کر ہے اور یہ بات صحت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم، امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تھا کہ علم حدیث میں بخاری کا کوئی نظیر نہیں۔ یہ بات جو ہم نے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے، یہی جمہور علماء کا، جو حدیث کے خوب ماہر ہیں اور اس کی باریکیوں میں غوطہ زن، پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں فرمایا ہے: اما جا مع البخاری الصحیح فا جل کتب ا لاسلا م و افضلها بعد کتا ب الله و هواعلی فی وقتنا (یعنی سنة ثا لث عشر بعد سبع ما ـة و من ثلاثین سنة یفر حو ن العلماء بعلم سما عه فکیف الیو م فلو ر حل شخص لسما عه من الف فر سخ لما ضا عت ر حلته کہ صحیح بخاری، قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابوں سے اجل و افضل ہے۔ وہ ہمارے وقت (۷۱۳ھ) میں بڑے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اس کی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہیں۔ پھر وہ فخر آج کیونکر نہ ہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اس کا سفر ضائع نہ ہوگا۔

قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے: و اما تا لیفه یعنی البخاری فا نها سارت مسیر الشمس و دارت فی الد نیا فما جحد فضلها ا لا الذی یتخبطه الشیطا ن من المس و اجلها و اعظمها الجا مع الصحیح ۔ (قسطلانی۔ ج ا ص ۴۱) کہ امام بخاری کی تالیفات دنیا میں پھیل رہی اور وہاں پھرتی ہیں جہاں آفتاب پھرتا ہے۔ ان کی بزرگی کا منکر وہی شخص ہوگا جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کردیا ہوگا ان تصانیف میں سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے کتاب البدایۃ والنہایۃ میں فرمایا ہے کہ: و کتابہ الصحیح یستسقی بقرئته الغمام و اجمع علی قبوله و صحته ما فیه اهل الاسلام کہ کتاب صحیح بخاری کی قرأت کے وسیلہ سے بارش کی دعا جاتی ہے، اور اس کی احادیث کی صحت وقبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے۔

اور شاہ ولی اللہؒ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۹ میں) فرماتے ہیں: اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع و انهما متواتران الی مصنفیهما و انه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی مرفوع متصل حدیثیں یقیناً صحیح ہیں، اور اس پر کہ یہ کتابیں اپنے مصنفوں تک تواتر کے ساتھ پہنچ چکی ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ جو شخص ان کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے، مومنوں کی راہ کے خلاف چلنے والا۔

اور صاحب دراسات نے (دراسات اللبیب ص ۲۷۹) فرمایا ہے: و کونهما اصح کتاب فی الصحیح المجرد تحت ادیم السماء و انهما اصح الکتب بعد القرآن العزیز باجماع من علیه التعویل فی هذا العلم الشریف قاطبة فی کل عصر و اجماع کل فقیه ردیف و موافق۔ کہ ان دونوں کتابوں کا قرآن کے بعد تمام کتابوں سے جو آسمان کے نیچے ہیں صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثوں پر مشتمل ہونا، ہر زمانہ کے جملہ علماء کے (جن پر اس علم حدیث میں اعتماد ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق ومخالف کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے۔

امام ابن الصلاحؒ نے مقدمہ ابن الصلاح میں فرمایا ہے: و هذا القسم یعنی المتفق علیه مقطوع بصحة و العلم الیقینی النظری واقع به خلافاً لقول من نفی ذالك متحجاً. بانه لا یفید الا الظن و انما تلقته الامة بالقبول لانه یجب علیه العمل بالظن و الظن قد یخطی و قد کنت امیل الی هذا و احسبه قویاً ثم بان لی ان المذهب الذی اخترناه اولاً هو الصحیح لان ظن من هو معصوم من الخطاء لا یخطی و الامة فی اجماعها معصومة من الخطا و لهذا کان الاجماع المبنی علی الاجتهاد حجة

مقطوعاً بها و اکثر اجماعات العلماء کذالك کہ بخاری ومسلم کی اتفاقی حدیثیں یقینی صحیح ہیں۔اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت کے متعلق حاصل ہے۔اس میں اس شخص کو خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے اس دلیل سے متمسک ہوکر کہ اس قسم کی حدیثیں مفید ظن ہیں اور امت نے اسی وجہ سے ان کو قبول کیا ہے، کہ ظن پر عمل کرنا اس کے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے۔میں بھی اس مذہب کی طرف مائل ہوگیا تھا اور اس کو قوی سمجھنے لگا تھا۔پھر مجھے معلوم ہوا کہ جو مذہب میں نے پہلے اختیار کیا تھا وہی صحیح ہے کہ اس قسم کی حدیثیں قطعی ہیں کیونکہ امت محمدیہ میں اس قسم کی حدیثوں کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے میں معصوم ہے اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا وہ (عصمت امت اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے۔باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے: قد قال امام الحرمین لو حلف انسان بطلاق امرئته ان ما فی کتابی البخاری و مسلم مما حکما بصحته من قول النبی ﷺ لما لزمته الطلاق و لا حنثة لا جماع علماء المسلمین علی صحتهما (مقدمہ شرح مسلم ص ٦) کہ امام الحرمین نے کہا ہے کوئی آدمی اگر یہ قسم کھالے کہ بخاری ومسلم کی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی یہ طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ اس قسم میں وہ جھوٹا ہوگا کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل ہوتی ہے۔اس کے مقابلہ میں آپ (مرزا) کا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہیں مانتے (یہ تعداد بھی معلوم نہیں کس ملک کے حنفیوں کی ہے۔ہندوستان میں تو حنفیوں کی یہ تعداد نہیں ہے۔۱۸۹۱ء کے ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہیں جن میں حنفی، اہل حدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہیں۔محمد حسین) یہ محض ایک عامیانہ بات ہے۔عامی لوگ جن کی تعداد مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے بخاری کو نہ مانتے ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہے۔عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے انکار نہیں کرتے۔آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین یا متاخرین سے نام بتادیں، جس نے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو غیر صحیح یا موضوع کہا ہو۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت امام اعظمؒ نے احادیث صحیح بخاری کو ان پر اطلاع پا کر چھوڑ دیا، یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ امام اعظمؒ کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی؟ مہربان من، امام اعظم ڈیڑھ سو سنہ ہجری میں انتقال کر کے داخل فردوس ہوئے۔ اور صحیح بخاری دو سو سنہ ہجری کے بعد تالیف ہوئی۔ صحیح بخاری، امام صاحبؒ کے وقت میں تالیف ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھ پر رکھ لیتے۔ امام شعرانی میزان کبری جلد ۱ کے صفحہ ۲۷ وغیرہ میں فرماتے ہیں:

و اعتقاد ناو اعتقاد کل منصف فی الامام ابی حنیفه بقرینة ما روینا انفا منه من ذم الرائی و التبری منه و من تقدیمه النص علی القیاس انه لو عاش حتی دونت احادیث الشریعة بعد رحیل الحفاظ فی جمعها من البلاد و الثغور و ظفر بها لاخذ بها و ترك کل قیاس کان قاسه وکان القیاس قل فی مذهب کما قل فی مذهب غیره بالنسبة الیه لکن لما کانت ادلة الشریعة مفرقة فی عصره مع التابعین و تابع التابعین فی المدائن و القری و الثغور کثر القیاس فی مذهبه بالنسبة الی غیره من الآئمة ضروره لعدم وجود النص فی تلك المسائل التی قاس فیها بخلاف غیره من الآئمة فان الحفاظ قد رحلوا فی طلب الاحادیث و جمعها فی عصرهم من المدائن و القری و دونوها فجادبت احادیث الشریعة بعضها بعضاً۔ فهذا کان سبب کثرة القیاس فی مذهبه و قلته فی مذاهب غیره کہ ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابو حنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جو ان سے درباب مذمت رائے و اظہار برائت از رائے ہم نقل کر چکے ہیں اور بشہادت اس امر کے کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے، یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک، جو حفاظ حدیث کے مختلف شہروں اور سرحدوں کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئیں، زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔ اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے) کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور انکے مذہب میں قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور آئمہ کے مذہب میں جن کو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تھی، کم ہوا ہے۔ ولیکن چونکہ ان کے زمانہ میں شریعت کے دلائل (حدیثیں) تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور گاؤں اور سرحدوں میں متفرق

تھیں، لہذا انکے مذہب میں قیاس کی کثرت ہوئی، اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل میں جس میں انہوں نے قیاس کیا ہے ان کو حدیثیں نہ ملی تھیں اور دیگر آئمہ کا حال اس کے برخلاف رہا کیونکہ ان کے زمانہ میں حفاظ حدیث نے حدیثوں کی طلب اور جمع کرنے کیلئے شہروں اور گاؤں کے سفر کئے لہذا، ان کے زمانہ میں حدیثیں جمع ہوگئیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مذہب میں قیاس زیادہ ہوا اور دیگر اماموں کے مذہب میں کم ہوا۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابوحنیفہؒ کے بعد تالیف ہوئیں۔ امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے۔ اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہیں:

فلو ان الامام ابا حنیفه ظفر بحدیث من مس فرجه فلیتوضا، لاخذبها (میزان شعرانی ص۱۲ج۱)۔ اگر امام ابوحنیفہ اس حدیث پر اطلاع پاتے تو اس کو قبول فرماتے کہ جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کم مرتبہ کتب سنن میں ہے۔ اس تحقیق سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا وقفہ ونظر واجب العمل سمجھنا تقلید بے دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ان دلائل واصول کا اتباع ہے جو تصحیح حدیث میں مرعی رکھے گئے ہیں۔ اجماع مخالفین و موافقین جس کو مخالف وموافق نقل کرتے ہیں ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے۔ آپ اجماع کے لفظ سے گھبراتے ہیں تو اس کی جگہ تلقی وتداول امت کو، جو تعامل وتوارث کا ہم وزن ہے، قبول کریں اور یقین کے ساتھ مان لیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جملہ فرقہائے اہل سنت کا عمل واستدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے مطابق کیوں مذہب اختیار نہ کرلیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے۔ یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ کتب اصول وفروع میں نظر نہیں رکھتے ۔آپ فتح القدیر کو جو حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے یا برہان شرح مواہب الرحمٰن کو جو عرب وعجم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، ایک دو روز مطالعہ کرکے دیکھیں کہ ان میں کس عزت وادب کے ساتھ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے، اس کو ضعیف سمجھ کر اختلاف کیا ہے یا اس کے معانی میں اختلاف کرکے یا دیگر وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پرکھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھ کر ہمارے پاس معیار نہیں، محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹھہرایا ہے، مگر انہوں نے اس کو کامل معیار نہیں کہا، اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالہ بتایا ہے۔ اور اس دعویٰ کی تائید میں متعدد تحریروں میں متعدد آیات کو ذکر کیا ہے۔ جن میں قرآن مجید کے محامد علمیہ وفواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے۔

مہربان من! محدثین کیا، کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا معیار قرآن کریم کو نہیں ٹھہراتا اور یہ نہیں کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پرکھنی ہو تو اس کو قرآن کریم کی موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دیں، بلکہ معیار تصحیح وہ قوانین روایت ٹھہراتے ہیں کہ از انجملہ کسی قدر بیان ہو چکے ہیں، اس کی وجہ معاذ اللہ ثم عیاذاً باللہ یہ نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا حکم ومہیمن نہیں، یا وہ امام حبل المتین نہیں، کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہیں سمجھتا۔ اور اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ سخت کافر ہے۔ ابو جہل کا بڑا بھائی، نہ چھوٹا۔ کیونکہ ابو جہل نے تو قرآن مجید کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا، یہ کافر قرآن پر ایمان لا کر اس کو اپنا نہیں بناتا، اور حکم نہیں سمجھتا۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان ہو۔ آپ نے ناحق وبلا ضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب میں پیش کیا، جن میں قرآن مجید کے محامد علیہ وارد ہیں، اور ان کی بے ضرورت نقل وبیان سے اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا، بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹھہرانے اور اس باب میں اصول روایات کی طرف رجوع کرنے کے دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہوں وہ خود بخود قرآن مجید کے موافق ہوتی ہیں اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں۔ قرآن امام ہے اور وہ احادیث، خادم قرآن اور اس کی وجوہات کی مفسر ومبین، اور ان وجوہات معانی قرآن کے جو کم فہم وقاصر الفکر لوگوں کے خیال میں متعارض معلوم ہوتی ہیں، فیصلہ کرنے والی ہیں۔ جس حالت میں ایک حدیث صحیح، دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی اور ان کی باہمی تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الآئمہ ابن خزیمہؒ سے منقول ہے: لا اعرف انہ روی عن النبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عندہ فلیاتینی بہ لأولف بینھما۔ تو پھر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجھتا ہے وہ نافہم

ہے اور اپنی نافہمی سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام ومحدثین وفقہاء ایسے نہیں ہیں کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجھیں۔اس لئے ان کو تصحیح حدیث کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اس کا امتحان کریں۔یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت، قوانین روایت سے ثابت کرتے ہیں اور بعد تسلیم صحت وحصول فراغ از تصفیہ صحت، اس حدیث کی قرآن سے تطبیق کرتے ہیں، وہ بھی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اس کی خادم ومفسر ومترجم وفیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف درنظر اشخاص قاصرالانظار رہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا، اس کی صحت کا موجب ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ موضوع حدیثیں، اگر ان کے مضامین صادق اور قرآن کے مطابق ہوں، صحیح متصور ہوں جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔اس کے مقابلہ میں جو آپ نے کہا ہے کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے، حدیث اس کی مفسر نہیں ہو سکتی۔اس سے بھی آپ کی ناواقفیت اصول ومسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم ومفسر قرار دیا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید میں بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہیں کہ وہ بلا تفصیل صاحب حدیث ﷺ کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کی سمجھ میں نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل ٹھہرائے جا سکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو لو۔قرآن میں اس کی نسبت صرف یہ ارشاد ہے اقیموا الصلوۃ اور کہیں اس کی تفسیر نہیں ہے کہ نماز کیونکر قائم کی جائے۔صاحب الحدیث آنحضرت ﷺ (فداہ ابی وامی) نے قولی وفعلی حدیثوں سے بتایا کہ نماز یوں پڑھی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجھ اور عقل میں آیا۔آپ کہیں گے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے ثابت ہے۔اس پر سوال کیا جائے گا کہ تعامل کب سے شروع ہوا اور جس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس نے بتایا؟ اس کے جواب میں اخیر یہی کہو گے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل کن کن صورتوں پر ہوا ہے، اتفاقی پر یا اختلافی پر؟ صرف اتفاقی صورتوں میں اس کو منحصر کرو گے تو آپ کو نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔اختلافی صورتوں پر تعامل کا دعوی کرو گے تو اختلاف موجب تساقط ہوگا۔یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا جو آپس میں متوافق ہو سکتی ہیں

اب ہم ایک دو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کو تعامل کا اشتباہ نہ ہو۔قرآن کریم نے

حرام جانوروں کو (جیسے خنزیر و منخنقہ وغیرہ) حرام فرما کر ان کے سوا دیگر جانوروں کو حلال کر دیا اور فرمایا ہے: قل لا اجد فیما او حی الی محر ماً علی طاعم یطعمه ا لا ان یکو ن میتة او د ماً مسفو حاً (تو کہہ دے میں اس وحی میں جو میری طرف ہوئی ہے کسی کھانے والے مردار یا خون جاری کے سوا کچھ حرام نہیں پاتا) نیز و هو الذی خلق لکم ما فی ا لا ر ض جمیعاً (خدا وہ ہے جس نے تمہارے واسطے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا ہے)۔

اور بعض جانوروں کی حرمت کا بیان اپنے خادم، حدیث یا صاحب الحدیث ﷺ کے حوالے کر دیا۔ و بناء علیہ اس نے ظاہر کر دیا ہے کہ علاوہ ان جانوروں کے جن کی حرمت کا بیان قرآن میں ہے، گدھا اور درندے حرام ہیں۔ اب فرمائیے اس حکم گدھے اور درندوں کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود کہاں فرمائی ہے۔ اس پر وقوع تعامل کا بھی آپ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گدھے وغیرہ درندوں کی حرمت کا اعتقاد یا اس کے استعمال کا ترک کوئی عمل نہیں ہے۔ جس پر تعامل کا ادعا ہو سکے۔ حدیث کو یہ خدمت تفسیر و فیصلہ وجوہات، قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے اور صاحب الحدیث ﷺ نے بھی اپنی کلام میں جس کو حدیث کہا جاتا ہے، اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ما آ تاکم الرسو ل فخذوہ و ما نهاکم عنه فانتهوا کہ جو کچھ (حکم) تمہیں رسول دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

اس مضمون کی آیات قرآن میں اور بہت ہیں مگر ہم آپ کی طرح ان سب کو شمار کر کے تطویل کلام نہیں کرنا چاہتے۔ (آیت زیر نظر میں فرمایا گیا ہے) اے مسلمانوں جو کچھ رسول ﷺ تم کو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لے لو اور جس سے روکے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن میں نہ ہو، اس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد قرآن کی ہدایت و شہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گوندھنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث میں وارد ہے، قرآن میں داخل قرار دیا تو اس پر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن میں کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس حالت میں لعنت حدیث میں وارد ہے تو بحکم آیت و ما آ تاکم الرسول فخذوہ ... یہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روائت ہے:

عن عبد الله قال لعن الله الوا شمات و المتو شمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله قال فبلغ ذالك امرءة من بنی اسد یقال لها ام یعقوب و کانت تقرء القرآن فاتته فقالت بلغنی عنك انك لعنت الواشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات لخلق الله فقال عبد الله و ما لی لا العن من لعن رسول الله ﷺ و هو فی کتاب الله عز و جل فقالت المرئة لقد قرئت ما بین لوحی المصحف فما وجدته فقال لئن کنت قرءته لقد وجدته قال الله عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا ۔ (صحیح مسلم ج۲ص ۲۱۵) کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خداتعالی نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم گودتی (گودنا۔ سوئی وغیرہ سے جسم کی کھال میں سوراخ کر کے اس میں سرمہ وغیرہ رنگ بھرنا) ہیں اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی اور کرواتی ہیں خوبصورتی کے لئے وہ خدا کی پیدائش میں تبدیلی چاہتی ہیں ۔ یہ قول ابن مسعود کا بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑھی ہوئی تھی پہنچا تو وہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجھ سے پہونچی ہے کہ تو ایسی عورتوں کو لعنت کرتا ہے۔ وہ بولے میں ایسی عورتوں کو لعنت کیوں نہ کروں جن کو رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہو اور وہ لعنت قرآن میں بھی ہو۔ وہ بولی میں نے تو قرآن مجید سب کا سب پڑھا اس میں تو کہیں یہ لعنت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا تو قرآن کو پڑھتی تو اس میں یہ آیت پاتی و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا یعنی رسول جو حکم دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ ۔

جناب صاحب الحدیث ﷺ نے اسی ارشاد قرآنی کے موافق ارشاد کیا ہے: عن المقدام بن معدی کرب قال قال رسول الله ﷺ الا انی اوتیت القرآن و مثله معه الا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فیما وجدتم من حلال فاحلوه و ما وجدتم فیه من حرام فحرموه و ان ما حرم رسول الله کما حرم الله الا لا یحل لکم الحمار الاهلی و لا کل ذی ناب من السباع و لا لقطة معاهد الا ان یستغنی عنها صاحبها و من نزل بقوم فعلیهم ان یقروه فان لم یقروه فله ان یعقبهم بمثل

قـراه ۔ (رواه ابـو داؤد۔ص ٢٧٦) مقدامؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سن رکھو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے (یعنی حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا اپنی چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو تم قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو، حدیث میں ہو، اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لئے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی امان و پناہ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز، بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو، ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں ورنہ اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی مقدار خود بخود ان کے مال سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے: فی هذا الحدیث توبیخ و تقریع ینشاء من غضب عظیم علی ترك السنة و ما عمل بالحدیث استغناءً عنها بالکتاب ۔ اس حدیث میں بڑی زجر وملامت ہے، جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی، اس شخص کیلئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پرواہ ہو جائے۔

اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ یعنی حدیث ان وجوہات واختلافات قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگوں کے خیال میں آتی ہیں۔ پھر امام یحی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے: قال السنة قاضیة علی القرآن و لیس القرآن بقاض علی السنة (سنن دارمی۔ص ٧٧)
کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ قرآن، حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی حدیث، قرآن کی وجوہات واختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن ایسا نہیں کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔ یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے، نہ مخدوم کا۔

اور دارمی (دارمی۔ص۷۹) نے حسان سے نقل کیا ہے: قال کان جبریل ینزل علی النبی بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن کہ جبریل آنحضرت ﷺ پر حدیث لے کر بھی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا

کہ قرآن لے کر آتے۔ یعنی جبریل جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن اتارتے، ویسے ہی حدیث۔

اور سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے: انہ حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال الرجل فی کتاب اللہ ما یخالف ھذا قال الا ارانی احدثك عن رسول اللہ ﷺ و تعرض فیہ بکتاب اللہ کان رسول اللہ اعلم بکتاب اللہ منك (سنن دارمی ص ۷۹) کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کی تو ایک آدمی بولا قرآن میں اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا میں تجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث سناتا ہوں تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تجھ سے بڑھ کر قرآن مجید جاننے والے تھے (یعنی آنحضرت ﷺ یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجھ کر فرمائی ہے۔ قرآن میں اس کا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیوں فرماتے)۔

امام شعرانی نے منہج البین میں کہا ہے: اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ۔ (منہج شعرانی) کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث، قرآن مجید کی وجوہ مختلف کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔

ان آیات قرآنی واقوال نبوی وآثار سلف کے مقابلے میں جو حدیث آپ نے تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ وہ حدیث زندیقوں یعنی چھپے مرتدوں کی بنائی ہوئی ہے اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کرلیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی مبطل ومکذب ہے۔ ہم اس حدیث کی رو سے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہیں تو بحکم آیہ وما آتاکم الرسول وغیرہ اس کو موضوع پاتے ہیں۔ یہ بات میں صرف اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ آئمہ محدثین اور فقہاء اصولیوں کی کتابوں میں پاتا ہوں۔

کتاب تلویح میں ہے: وقد طعن فیہ المحدثون بان فی روایۃ یزید بن ربیعہ وھو مجھول وترك فی اسنادہ واسطۃ بین الاشعث وثوبان فیکون منقطعاً وذکر یحی بن معین انہ حدیث وضعہ الزنادقۃ (تلویح ص ۲۲۹) کہ محدثین نے اس حدیث کو اس وجہ سے مطعون کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجھول الحال تھا اور اس کی سند میں اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور یحی بن معین نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود گھڑ لیا ہے۔

مولانا بحر العلومؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے: قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلوا عن المقال و قال بعضهم قد وضعه الزنادقة و ایضاً هو مخالف لقوله تعالی ما آتاکم الرسول فخذوه فصحة هذا الحدیث یستلزم وضعه و رده فهو ضعیف مردود۔

کہ صاحب سفر السعادة نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود بنالیا ہے۔ اور نیز یہ اس قول باری کے مخالف ہے جس میں فرمایا ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، لے لو۔ پس اگر اس حدیث کو صحیح مان لیں تو اس سے بھی اس کا موضوع و مردود ہونا لازم آتا ہے (یعنی اس حدیث کو صحیح مان کر اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اس کے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا اور اس کے مضمون کو رد کردیا)

ابن طاہر حنفی، صاحب مجمع البحار کہتے ہیں: و ما اوردوہ الاصولیین من قوله اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه ردوه، قال الخطابی وضعته الزنادقه و یدفعه حدیث انی اوتیت الکتاب و ما یعدله و یروی و مثله و کذا قال الصنعانی و هو کما قال۔ انتهی (تذکرہ ابن طاهر) ان اصولیوں نے جو آنحضرت ﷺ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اس کو قرآن پر عرض کرو، پس اگر وہ اس کے موافق نکلے تو اس کو قبول کرو، اور اگر مخالف نکلے تو رد کردو۔ اس کی نسبت خطابی نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ اور اس کو آنحضرت ﷺ کا وہ قول رد کرتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور وہ چیز جو اس کے برابر یا اس کی مانند (یعنی حدیث)۔ ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں:

حدیث اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه

و ان خالفه ردوه قال الخطابی و ضعته الزنادقة و یدفعه انی اوتیت القرآن و مثله معه و کذا قال الصنعانی قلت و قد سبقهما الی نسبته الی الزنادقة ابن معین کما حکاه الذهبی علی ان فی هذا الحدیث الموضوع نفسه ما یدل علی رده لانا اذا عرضناه علی کتاب الله خالفه ففی کتاب الله عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا ۔ و نحوه من الآیات ۔(تذکرہ موضوعات۔ شوکانی۔ ص ۱۶۶) ۔ اس قول کی نسبت جو اصولیوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے، خطابی نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے اور اس کو وہ قول رسول خدا، رد کر رہا ہے (جو پہلے گزرا) ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے اور ان دونوں سے پہلے یحی بن معین نے اس کو زندیقوں کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے ان سے نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں خود اس حدیث موضوع کا مضمون اس کو رد کر رہا ہے، کیونکہ ہم نے اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف نکلا کیونکہ قرآن میں صاف آ چکا ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو قبول کرو۔

اور جو حدیث حارث اعور آپ نے پیش کی ہے وہ بھی اولاً صحیح نہیں، جس کتاب مشکوۃ سے آپ نے وہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس کا جرح موجود ہے۔ جس کو آپ نے سرقہ وخیانت سے نقل نہیں کیا۔ اس میں منقول ہے: قال الترمذی هذا حدیث اسناده مجهول فی الحارث مقال

ایسا ہی تقریب التہذیب میں حارث اعور کو مجہول کہا ہے۔ اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے بتفصیل نقل کریں تو ایک دفتر ہو جائے۔ یہ اعور بھی ایک دجال تھا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیں تو اس کے وہ معنی نہیں جو آپ نے بطور تحریف کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث کو چھوڑ کر محض رائے والی باتوں میں خوض کریں تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث وآثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے وبناء علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن وحدیث دونوں کے اتباع سے متصور ہے، نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ احادیث کا ترجمہ حدیثوں سے کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ روئے زمین پر ایسا کوئی مسلمان نہ ہوگا جو اس کلام میں احادیث سے نبوی حدیثیں مراد لیتا ہو

یہاں احادیث سے مراد، لوگوں کی باتیں ہیں، جو اس کے لغوی معنی ہیں۔ اور بہت سی احادیث نبویہ میں یہ لغوی معنے پائے جاتے ہیں ۔ ایک حدیث میں ہے:

ایاک و الظن فان الظن اکذب الحدیث یعنی ظن سے بچو، ظن جھوٹی بات ہے۔

ایک حدیث میں ذکر ہے: کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع کہ آدمی کو جھوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کردے۔ یعنی صحیح وغیر صحیح کی تمیز و تحقیق نہ کرے۔

یہاں بھی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔ جس حدیث میں بوقت قضا حاجت دو شخصوں کی آپس میں باتیں کرنے سے ممانعت وارد ہے، اس حدیث میں بھی لفظ یحدثان بولا گیا ہے۔ کیا ان سب احادیث میں حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہیں (قرآن کے محاورہ میں بھی لفظ حدیث بات چیت کے معنی بولا گیا ہے)

آپ نے اس حدیث اعور کے معنے میں تحریف کرنے کے وقت یہ غور نہ کیا کہ حدیث کے لغوی معنی کیا ہیں۔ یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیا۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے جو آپ نے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ والثبوت کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل نہ ہو، وہاں قرآن کریم کو کافی سمجھیں گے، کیونکہ اس صورت میں یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم میں اس کا بیان کافی نہ ہوا ہو۔ قرآن میں اس کا بیان نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ضرور اس کی تفصیل پائی جاتی۔ اس پر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کرے، یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی تمام عمر میں اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگوں کی روایات کو قبول کیا ہے، اور ان روایات سے مستغنی ہو کر عمل کتاب اللہ کو کافی نہیں سمجھا۔ اس کی تفصیل ہمارے ضمیمہ جات ۱۸۷۸ء میں بخوبی ہو چکی ہے اس مقام میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اول۔ قرآن مجید میں بیٹی کی وراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے۔ اس حکم قرآنی کے مفسر یا یوں کہیں کہ مخصص آنحضرت ﷺ کی یہ احادیث ہیں:

گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جس کی دست آویز سے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ زہرا کو آنحضرت ﷺ کے خالص مال سے ورثہ نہ دیا، باوجودیکہ انہوں نے مطالبہ بھی کیا۔

آنحضرت ﷺ نے بیٹی بیٹے وغیرہ وارثوں کو اس حالت میں محروم الارث ٹھہرایا ہے جب کہ وہ مورث کو قتل کر دیں یا وارث و مورث کے مذہب میں اختلاف ہو جاوے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان احادیث کو قبول فرمایا اور ان پر عمل کیا اور ان احادیث سے مستغنی ہو کر آیت میراث کے عمل پر اکتفا نہ کیا۔

۲۔ قرآن مجید میں ان عورتوں کو جن کا نکاح مرد پر حرام ہے، شمار کر کے فرمایا ہے احل لکم ما وراء ذا لکم ۔یعنی ان عورتوں کے سوا جن کا حکم حرمت نکاح قرآن میں بیان ہوا ہے، سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس حکم قرآن کی تفسیر یا یوں کہیں کہ تخصیص میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کے نکاح میں ہونے کی حالت میں نکاح میں نہ لائی جائے چنانچہ فرمایا لا تنکح المر ئة علی عمها و لا علی خالتها

آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی داخل و شامل ہیں اس حدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے اور اس کو مخالف قرآن سمجھ کر اس کے عمل سے استغنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہیں کیا۔

فاضل حبیب اللہ قندھاری نے کتاب مغتنم الحصول میں کہا ہے:

ان الصحا بة خصصوا و احل لکم ما وراء ذا لکم بلا تنکیح المر ئة علی عمتها و لا علی خا لتها و یو صیکم الله فی او لا دکم بلا یر ث القا تل و لا یتوا ر ثا ن اهل الملتین و نحن معشر ا لا نبیاء لا نر ث و لا نو ر ث کہ صحابہ نے اس آیہ کے حکم کو جس میں ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں اس حدیث سے مخصوص البعض ٹھہرایا ہے جس میں ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کریں اور آیت میراث کے حکم کو اس حدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپس میں وارث نہ ہوں، اور نبی کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت عمر فاروق نے ایک بادیہ نشین راوی کی اس حدیث کو قبول فرمایا جس میں بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا، باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہیں بناتا، کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اس کی عورت نہیں رہتی۔ و بناء علیہ حضرت عمرؓ فاروق کی رائے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہیں مگر جب آپ کو حدیث مذکور

معلوم ہوئی تو اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا۔ ترمذی میں ہے:

کان عمر ابن الخطاب یقول الدیة علی العاقلة و لا ترث المرئة من دیة زوجها شیئاً حتی قال له الضحاك بن سفیان کتب الی رسول الله ﷺ ان ورث امرئة اشیم الضبابی من دیة زوجها فرجع عمر۔ (رواہ الترمذی و ابو دائود) کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے کہ خون بہا عصبات وغیرہ وارثوں پر ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے خون بہا سے وارث نہیں ہوتی، یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وارث بنا، تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

۴۔ دیت جنین کی حدیث کو دو شخصوں کی روایت وشہادت سے آپ نے قبول کیا اور اس باب میں قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفا نہ فرمایا۔ ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے:

عن هشام عن ابیه ان عمر بن الخطاب انشد الناس من سمع النبی ﷺ قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط بغرة عبد او امة قال ائت من یشهد معك علی هذا فقال محمد بن مسلمه انا اشهد علی النبی ﷺ بمثل هذا۔ رواہ البخاری۔ و زاد ابو دائود فقال عمر بن الخطاب الله اکبر لو لم اسمع بهذا لقضینا بغیر هذا کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا کسی نے اس بچہ کا حکم رسول اللہ سے سنا ہے جو ماں کے پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہؓ نے ہاں میں نے سنا ہے آپ نے اس کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس بات کا گواہ ہے۔ محمدؓ بن مسلمہ بولے ہاں میں گواہ ہوں۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ بولے اللہ اکبر، ہم یہ حکم نہ سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

۵۔ سبھی انگلیوں کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث آپ نے قبول فرمائی باوجودیکہ آپ کی رائے اس میں یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کی دیت نو (۹) اونٹ ہونی چاہیے، بیچ والی اور اس کے ساتھ والی سبابہ کے ۱۲، اونٹ انگوٹھے کے ۱۵۔ اونٹ جو بظاہر ان کے مختلف قوتوں اور مقداروں کی نظر سے انصاف اور عدل

معلوم ہوتی ہے مگر آپ نے حدیث سنی تو قبول فرمائی، اور قرآن سے اسکے مطابق کرنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے: عن النبی ﷺ قال هذه هذه يعنى الخنصر و الا بهام سواء (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہیں)

اور مسلّم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

و ترك عمر رائيه فى ديت الا صابع و كان رائه فى الخنصر و البنصر تسعا و فى الوسط و فى المسبحة اثنا عشر و فى الا بهام خمسة عشر كل ذالك فى التيسير قال الشارح و كذا ذكر غيره و الذى فى روايت البهيقى انه كان يرى فى المسبحه اثنا عشر و فى الوسطى ثلاثه عشر بخبر عمرو بن حزم فى كل اصبع عشر من الا بل۔ کہ حضرت عمرؓ نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں ترک کر دیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کا خون بہا نو اونٹ، بیچ والی اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ، انگوٹھے کے پندرہ۔ ایسا ہی کتاب تیسیر میں ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ ایسا ہی اوروں نے ذکر کیا ہے، مگر بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے اور بیچ والی کے تیرہ اونٹ۔ اس رائے کو آپ نے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک انگلی کا خون بہا دس اونٹ مقرر کئے ہیں۔

اس مضمون کی اور بہت مثالیں ہیں مگر ہم آپکی طرح تطویل پسند نہیں کرتے۔ ان امثلہ کو دیکھ کر کس و ناکس بشر طیکہ ادنی فہم و انصاف رکھتا ہو ہر گز نہ کہے گا کہ حضرت عمرؓ نے جو فرمایا ہے کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہم کو حاجت نہیں اور قرآن اس کی جگہ کافی ہے، اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن میں نہ پائی جائے وہ لائق قبول نہیں۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس مسئلہ میں سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہ ہو وہاں قرآن کافی ہے۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکھا جائے تو اس سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں مگر اس کی بحث تفصیلی میں تطویل ہوتی ہے، (کیونکہ اس میں شیعہ سنیوں کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت ہے، ذکر کرنا پڑتا ہے)، جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے۔

امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپ نے ایک یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد

ہے جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لا وے تو تم اسکی تفتیش کرو۔ یہ دلیل بھی آپ کی ناواقفی پر ایک دلیل ہے۔ احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہیں اور ان کی عدالت ثابت و متحقق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابوں کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتھ صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔

امام حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری (ص ۴۴۴) میں فرماتے ہیں:

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راوی کان مقتضی بعدالته عنده و صحة ضبطه و عدم غفلته و لا سیما ما انضاف الی ذالك من اطلاق جمهور الآئمة علی تسمية الكتابین بالصحیحین و هذا المعنی لم یحمل لغیر من خرج عنه فی الصحیحین فهو نهایت اطباق الجمهور علی تعدیل من ذکر فیهما ۔ هذا اذا اخرج له فی الاصول فاما ان اخرج له فی المتابعات و الشواهد و التعالیق فهذا یتفاوت درجات من اخرج له فی الضبط و غیره مع حصول اسم الصدق لهم و حینئذ اذا وجدنا لغیره فی احد منهم طعنا فذالك الطعن للتعدیل لهذا الامام فلا یقبل الا مبین السبب مضرا بقادح یقدح فی عدالت هذا الراوی و فی ضبطه مطلقاً او فی ضبطه الخبر بعینه لان الاسباب الحاملة للآئمة علی الجرح متفاوتة منها ما یقدح و منها ما لا یقدح و قد کان الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح هذا جاز القنطرة یعنی بذلك انه لا یلتفت الی ما قیل فیه قال الشیخ ابو الفتح القشیری فی مختصره و هکذا نعتقد و به اقول و لا یخرج عنه الا بحجة ظاهرة و بیان شاف یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه ۔ من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمية کتابیهما بالصحیحین و من لوازم ذالك تعدیل رواتها ۔ قلت فلا یقبل الطعن فی احد منهم الا بقادح واضح، کہ ہر ایک منصف کو یہ جان لینا چاہیے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اس کے نزدیک اس کے عادل ہونے اور اس کے ضبط کے صحیح ہونے اور

اس کے غافل نہ ہونے کا مقتضی ہے، خصوصاً اس حالت میں کہ اس امر کے ساتھ جمہور علماء کا ان دو کتابوں کے صحیح کہنا ملایا جائے، یہ معنی ان راویوں میں پائے نہیں جاتے جن سے صحیحین میں روایت حدیث نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کو صحیح کہنا ان کے راویوں کے عادل ہونے پر جمہور علماء کا پرلے سرے کا اتفاق ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان راویوں سے اصل روایات میں روایت کی گئی ہو اور اگر انکی روایات اصل روایات کے شواہد و متابعات میں ہوتو پھران راویوں کے درجات ضبط وغیرہ مختلف ہیں یعنی بعض اعلی بعض ادنی، ومعہذا راست گو ہونے کا نام ان سب راویوں پر صادق آتا ہے۔ جب یہ قرار پایا تو جب ہم کسی اور محدث کا کوئی طعن و اعتراض ان کتابوں کے کسی راوی کے حق میں پائیں گے تو یہ طعن مصنف کتاب کے اس راوی کو عادل کہنے کے مقابل ہوگا۔ سو بلا بیان سبب طعن جو مفسر ہو اور اس راوی کے عادل ہونے کو توڑ سکے، یا اس کے ضابط ہونے میں خلل انداز ہو، مقبول نہ ہوگا کیونکہ اسباب طعن جو موجب جرح سمجھے جاتے ہیں مختلف ہوتے ہیں، بعض قدح ضبط وعدالت کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے (لہذا اس کا بیان تفصیل سے ضروری ہے) شیخ ابوالحسن مقدسی اس شخص کے حق میں، جس سے کتاب صحیح میں روایت ہو چکی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل کے اس پار اتر گیا ہے، یعنی اس کے حق میں کسی کا طعن سنا نہ جائے گا۔ شیخ ابوالفتح قشیری اپنی مختصر میں فرما گئے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں، اس سے بجز دلیل روشن اور بیان شافی کے جو محدثین کے بالاتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکھے عدول نہ کیا جائے گا۔ میں (صاحب فتح الباری) کہتا ہوں پس ان راویوں میں کسی کا طعن وجرح بلا بیان سبب جو قادح عدل وضبط نہ ہو، مقبول نہ ہوگا۔

اس کے مقابلہ میں جو آپ (مرزا) نے لکھا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے۔ جس میں فعلی صدور کذب مانع قبول واعتبار ہے نہ امکانی۔ اور اگر امکانی کذب بھی مانع قبول واعتبار ہوتا، تو خدا تعالی کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نہ کرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہ دیتا و اشھدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ، اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشھداء یعنی ان لوگوں کو گواہ بناؤ جن کو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ ان کے عدل واستقامت کے

اچھا سمجھو۔ بلکہ صاف یہ فرماتا کہ ہر معاملہ میں نبی معصوم کو گواہ کر لیا کرو کیونکہ امکان کذب وغیرہ جو بقول آپ (مرزا) کے بجز نبی معصوم کے، ہر ایک گواہ میں موجود ہے۔ اور امید ہے کہ یہ بات آپ بھی نہ کہیں گے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہیں، پھر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیوں نا قابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ آپ کے ایسے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فن حدیث کے کوچہ سے بالکل نا آشنائی ہے۔ آپکو کتب حدیث پر اتفاقی نظر بھی نہیں پڑی۔ صحیح مسلم کا صفحہ ۶ اگر آپکی نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہر گز اس آیت سے اپنے دعوی پر استدلال نہ کرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویوں یا ناقلوں کے ظاہری صدق وعدالت کا حال معلوم نہ ہو تو ان کو بلا تحقیق قبول نہ کرو، نہ یہ کہ جن کا صدق وعدالت تم کو ثابت ہو ان کو نقل وروایت میں اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب ممکن ہے بلا تحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۶ میں ہے: و اعلم وفقك الله ان الوا جب على كل احد عر ف التميز بين صحيح الروا يا ت و سقيمها و ثقا و ت النا قلين لها من المتهمين ا ن لا يروى منها ا لا ما عرف صحت مخا ر جه و الستا رة فى نا قليه و ان يتقى منها عن اهل التهم و المعا ند ين من اهل البد ع و الد ليل على ان الذ ى قلنا من هذا هو ا للا زم دو ن ما خا لفه قو ل الله تبا ر ك و تعا لى ذكره يا يها الذ ين آ منوا ان جا ء كم فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قو ماً بجها لة فتصحبحوا على ما فعلتم نا دمين ۔ و قا ل جل ثنائه ممن ترضو ن من الشهداء ۔ و قا ل و اشهدوا ذوى عد ل منكم ۔ فد ل بماذكرنا من هذه ا لآ ى ان خبر الفاسق سا قط غير مقبو ل و ان شهادة غير العدل مردودة و الخبر ان فارق معناه معنى الشها د ت فى بعض الوجوه فقد يجتمعا ن فى اعظم معا نيهما اذ كا ن خبر الفا سق غير مقبو ل عند اهل العلم كما ان شهادته مردودة عند جميعهم ۔ تو جان لے، خدا تعالی تجھے توفیق دے، کہ ہر شخص پر جو صحیح وغیر صحیح روایات میں ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں تمیز رکھتا ہو، یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جس کے مخرج (جہاں سے وہ حدیث نکلی اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اس کے راوی کا مستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت

متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے اس پر دلیل وہ قول خداوندی ہے جس میں یہ ذکر ہے۔ اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر اپنے کیئے پر نادم ہو۔ اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے کہ جن گواہوں کو تم پسند کرو اور وہ قول جس میں فرمایا ہے دو گواہ عادل کو گواہ بناؤ، ان آیتوں سے ثابت ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے، مقبول نہیں ہے۔ اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے اور خبر اگر چہ بعض اوصاف میں شہادت سے متفارق ہے مگر بڑی بھاری اوصاف میں وہ دونوں متفق ہیں، کیونکہ فاسق کی خبر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی شہادت نامقبول ہے۔

میرے اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید کو احادیث صحیحہ کا معیار صحت ٹھہرانے میں آپ کا کوئی شخص امام یا موافق ہے، جو آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن کو امام جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرے موافق ہیں اور خاص کر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی میرا موافق ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو حدیث من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر کو قرآن پر عرض کیا اور تیس سال کے بعد اس کو آیت اقیموا الصلوة و لا تكونوا من المشركين کے مطابق پایا تو اس حدیث کو قبول کیا،

اس کے پہلے حصہ کا جواب تو سابقاً گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کا قرآن کو امام ماننا اور اس پر ایمان لانا، یہ نہیں چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اس کو قرآن پر عرض نہ کریں قبول نہ کریں۔ بلکہ وہ ایمان ان کو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اس کی صحت کا بقوانین روایت ثابت ہو، فوراً قبول کریں اور اس کو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں، صرف قرآن مجید کو کافی سمجھ کر اس حدیث سے استغنا نہ کریں۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے اور حدیث من ترك الصلوة متعمداً کو قبول نہ کیا جب تک کہ اس کو آیت اقیموا الصلوة کے مطابق و موافق نہ پایا،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے دو وجہ سے دھوکہ کھایا ہے، یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ

محمد اسلم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہیں ٹھہرایا کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے، اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہ ہو، اس کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ ان کی کلام میں اس عام اصول کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے صرف اس ایک حدیث من ترك الصلوة کو کتاب اللہ پر عرض کیا۔ اور اگر اس حدیث کے سوا اور احادیث کو بھی انہوں نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے، تو آپ یہ امر ان سے بنقل صحیح ثابت کریں، ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے کہ آپ جزء واقعہ کو عام اصول بناتے ہیں، اور خود دھوکا کھاتے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس پر اگر یہ سوال کرو کہ ان کے نزدیک یہ اصول تصحیح روایت عام مقرر نہ تھا، تو انہوں نے اس حدیث من ترك الصلوة کو قرآن پر کیوں عرض کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت معنی میں ان کو کچھ شک ہوگا، اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ عمل کیا، یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت وعدم شک انہوں نے حصول مزید طمانیت کے لئے ایسا کیا، اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کر لیا۔ اس کے جواب میں اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے، اس صورت میں یہ اصول گویا آنحضرت ﷺ کا مجوزہ اصول ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا، بلکہ زندیقوں، چھپے کافروں کی بناوٹ ہونا، سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اس حدیث کو آیت اقیموا الصلوة کے موافق نہ کر لیا تھا تب تک اس کو غیر صحیح یا وضعی سمجھا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نہ کیا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تھے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اس کا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہیں تو اس احتمال کو دلیل سے اٹھاویں اور بنقل صریح ثابت کریں کہ شیخ طوسی تیس سال تک اس حدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجھتے رہے یا اس کی صحت میں متردد ومتوقف رہے۔ اس احتمال کو بدلائل اٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر آپ کا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اس پر یہ درخواست کرنا کہ

میں نے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتادیا، اب آپ ضد چھوڑیں۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبت العرش ثم انقش

آپ شیخ محمد اسلم طوسی سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا، یا تیس سال تک خاص کر حدیث من ترك الصلوة کی صحت میں متوقف رہنا، ثابت کریں۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کریں۔ پھر ہم شیخ طوسی سے ان امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نہ رہیں گے۔ اور اس حدیث کو جس کا مضمون خود ایک اصول ہے، تسلیم کرکے اپنے انکار سے رجوع کریں گے۔

و الله ثم با لله، ثم با لله، و کفی با لله شهیدا و کفی با لله و کیلاً ۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نہ کرسکیں یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نہ کریں تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار وضد چھوڑ دیں۔ زیادہ ہم کیا کہیں۔

۵۔ آپ لکھتے ہیں کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ یہ کمال دھوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں میرا یہ اقرار کہ میں قرآن کو امام جانتا ہوں اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہیں سمجھتا، نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افتراء ہے، جس سے مقصود صرف اپنے بے علم مریدوں کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتانا ہے کہ یہ شخص قرآن کو نہیں مانتا۔ اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ جو شخص قرآن کو حکم وامام نہ مانے، وہ کافر ہے۔ اب پھر کہتا ہوں کہ قرآن ہمارا حکم، امام، میزان، معیار، قول فیصل وغیرہ ہے، مگر اپنے غیر پر، یعنی لوگوں کے باہمی اختلافات وتنازعات پر جو رائے پر مبنی ہوں اور حدیث صحیح تو خادم ومفسر قرآن اور وجوب عمل میں مثل قرآن ہے، وہ اس سے مخالف و منازع نہیں، اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن اس کی صحت کا حکم ومعیار و محک کیونکر ہوسکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق، خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالو۔ قرآن وحدیث صحیح ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں تو پھر ایک دوسرے کے محک ومعیار ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، ضعیف ہونا اور ہے۔ اور میں نے صحیح مسلم

کی حدیث دمشقی کے ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، جس کو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس قول میں ایک تو آپ نے دھوکہ دیا ہے۔ دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔ دھوکہ یہ کہ یہاں آپ ضعیف اور موضوع میں فرق کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہ ہو، وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج، نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تحریرات نمبر۲ وغیرہ میں ایسی حدیثوں کو کبھی موضوع کہتے ہیں کبھی غیر صحیح وضعیف، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی اصطلاح میں موضوع وضعیف ایک ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بھی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجھتے ہیں اور اپنے ازالہ اوہام میں اس کی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہیں۔ لہذا وہ آپ کے نزدیک موضوع ہے، نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہاں اپنے اس اعتقاد کو چھپا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جس ناواقفی کا آپ نے اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے آپ نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، صحیح سمجھتے تو وہ اس کو ضرور اپنی کتاب میں لاتے۔ یہ بات وہی شخص کہے گا، جس کا حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی گزر نہ ہوا ہو۔ امام بخاری نے بہت سی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور یہ فرمادیا ہے کہ میں نے ان کو بخوف طوالت ترک کر دیا ہے۔

صحیح بخاری کے مقدمہ (صفحہ۶) میں ہے: و روی من جہات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح بستة عشر سنة خرجته من ست مائة الف حدیث و جعلته حجة بینی و بین اللہ و روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانی واقف بین یدیه و بیدی مروحة اذب عنه فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنه الکذب ۔ فھو الذی حملنی علی اخراج الصحیح۔ و روی عنه قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول ۔ امام بخاری سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال میں جمع کیا ہے اور وہ کتاب چھ لاکھ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے میری دست آویز ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت

ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ان کو پنکھا کر رہا ہوں۔ میں نے بعض تعبیر دانوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ دور کر رہا ہے۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا۔ امام بخاری سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثوں کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔

امام بخاری سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہیں۔ باوجودیکہ صحیح بخاری میں چار ہزار احادیث منقول ہیں، جس سے ثابت ہے کہ مزید چھیانوے ہزار حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے جن کو وہ اپنی کتاب میں نہیں لائے۔

و جملة ما فی الصحیح البخاری من الا حا دیث المسندة سبعة آلاف و ماء تا ن و خمسة و سبعو ن حد یثاً با لا حا دیث المکررة و بحذف المکررة نحو ار بعة آ لا ف .کذا ذکر النووی فی التهذیب و الحا فظ ابن حجر فی مقد مة فتح الباری کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کی تعداد سات ہزار دوسو ۷۵ ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کریں اور اگر مکرر کو چھوڑ دیں تو کل چار ہزار حدیثیں ہیں ایسا ہی امام نووی ؒ نے تہذیب میں اور ابن حجر ؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق ؒ نے مقدمہ شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری ؒ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح و نقل عن البخاری انه قا ل حفظت من الصحا ح مائة الف حد یث و من غیر الصحا ح ماء تی الف . (مقدمه شرح مشکوة ص ٦)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ پھر امام بخاری کا ترک روائت حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔ امام مسلم ؒ نے خود اپنی کتاب میں بہت سی احادیث کو، جن کو وہ صحیح سمجھتے ہیں، ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ مقدمہ شرح مشکوۃ میں ہے: قا ل مسلم الذی او ردت فی هذا الکتا ب من الا حا دیث صحیح ۔ و لا اقول ان ما تر کت ضعیف (مقدمه شرح مشکوة ص ٦) کہ مسلم ؒ نے کہا ہے جو حدیث میں اس کتاب میں لایا ہوں وہ صحیح ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو میں نے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب میں نہیں لایا) وہ صحیح نہیں۔

امام مسلمؒ نے خود اپنی کتاب صحیح میں فرمایا ہے: و لیس کل شیء عندی صحیح و ضعته ھنا (یعنی فی کتا به الصحیح) و انا و ضعت ھنا ما اجمعوا علیه ۔(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)۔ یہ نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح تھی وہ میں نے اس کتاب میں جمع کر دی ہے۔ میں نے اس میں وہی حدیث جمع کی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق تھا (یعنی جس حدیث کی صحت میں اختلاف تھا وہ میں نے کتاب میں نقل نہیں کی۔ گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)

اب دل میں سوچ کر انصاف سے کہیں کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ آپ اٹکل پچو ایسی باتیں کہہ کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ فن حدیث سے آپ کو کوئی تعلق اور کچھ مس نہیں۔ اس الزام دہو کہ دہی و ناواقفی کو آپ مانیں خواہ نہ مانیں، آپ کی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے، جس کے ماننے سے آپ کو بھی انکار نہیں، کہ حدیث دمشقی صحیح مسلم کو آپ نے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپ کے اعتقاد مخفی، توہین صحیحین، کے اظہار کے لئے اس مقام میں اسی قدر بس ہے۔ اہل حدیث جو آپ کے پنجہ میں گرفتار ہیں آپ کے اس قول و اقرار سے یقین کریں گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس پر جو فتوے لگائیں گے وہ مخفی نہیں ہے۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ ازالۃ الاوہام میں احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کی نسبت میں نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا کہ وہ موضوع ہیں، بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر ان کے باہمی تناقض کو دور نہ کیا جائے گا تو ایک جانب کی حدیثوں کو موضوع ماننا پڑے گا۔ یہ آپ کی محض حیلہ سازی ہے۔ جس مقام میں آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا وہاں شرط تناقض بیان نہیں کی، بلکہ بڑے زور سے پہلے ان کا تعارض ثابت کیا ہے پھر ان پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک ان احادیث میں تناقض و تعارض متحقق ہے۔ و بناءً علیہ وہ احادیث آپ کے نزدیک موضوع ہیں۔ ہاں آپ نے ان احادیث میں کچھ کچھ تاویلیں بھی کی ہیں، جن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بفرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہیں۔ آپ کی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک صحیح نہیں، موضوع ہیں۔ اور اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائیں تو پھر وہ آپ کے نزدیک تاویلات سے ماول ہیں۔ یہ مطلب آپ کی ان عبارات ازالہ اوہام سے، جو

ہم اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکے ہیں اور جن میں بلا شرط آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے، صاف ثابت ہے۔ آپ اس کے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی حال میں سچے ہیں تو اس مضمون کی عبارت نقل کریں، جس میں پہلے آپ نے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح مان لیا ہو۔ پھر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو کہ ان احادیث کی تاویل نہ کی جائے تو یہ موضوع ٹھہرتی ہیں۔ آپ اپنی کتاب سے یہ تصریح نکال دیں گے تو ہم آپکو اس الزام سے، کہ آپ نے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، بری کر دیں گے۔ ورنہ کس وناکس کو یقین ہو گا کہ درحقیقت آپ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثوں کو موضوع ٹھہرا چکے ہیں، مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے ان کو موضوع کہنے سے انکار کرتے ہیں تا کہ عوام آپکو منکر احادیث نہ کہیں اور اہل سنت سے خارج نہ کریں۔

۷۔ آپ (یعنی مرزا) لکھتے ہیں، میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے کے اس رائے کی مخالفت ظاہر نہ فرمائیں، سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ و جابرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہا، تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہ رہا ہو گا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں تو بتا دیں کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آنحضرت ﷺ نے سکوت کیا ہے اور یہ ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات میں آپ نے میرے سوالات کا کہ: ۱۔ یہ تعریف اجماع جو آپ نے لکھی ہے وہ کس کتاب میں ہے۔ ۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے۔ ۳۔ سکوت صحابہ پر نقل صحیح کی کہاں شہادت پائی جاتی ہے، اس کو نقل کریں، غالباً، اور ہو گا، (وغیرہ الفاظ) سے کام نہ لیں۔، کچھ جواب نہ دیا اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہیں سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہیں۔ یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی غرض سے ان کے جواب سے، جو آپ کے دعاوی کے مبطل ہیں، چشم پوشی کرتے ہیں۔

اب میں ان سوالات کا پھر اعادہ نہیں کرتا، کیونکہ میں آپ سے جواب ملنے کی امید نہیں رکھتا، اور بجائے اس کے آپکی باتوں کا خود ایسا جواب دیتا ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپکی ناواقفی پر مبنی ہے، اور وہ میرے سوالات کا جواب نہیں۔

آپ نے اپنے پرچہ نمبر ۵ وغیرہ میں تین شخصوں کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا، جو محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہیں اجماع کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے، جن میں ایک شخص بھی متفرد و مخالف نہ ہو، اتفاق کا نام ہے۔

توضیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدوں کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ ھو اتفاق المجتھدین امة محمد ﷺ فی عصر علی حکم شرعی ۔ کتب اصول میں یہ بھی مصرح ہے کہ: خلا ف الوا حد ما نع ایک مجتہد بھی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو اجماع متحقق نہ ہوگا

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے: قیل اجماع ا لا کثر مع ندرة المخالف اجماع کثیر کغیر ابن عباس اجمعوا علی القول با لعو ل و غیر ابی موسی ا لا شعری اجمعوا علی نقض النو م الو ضوء و غیر ابی ھر یرہ و ابن عمر اجمعوا علی جواز الصوم فی السفر .. و المختار انه لیس با جماع لا نتفاء الکل الذی ھو منا ط العصمة کہ بعض علماء قائل ہیں کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت میں اجماع سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب کا اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جس کے حصہ نکالے گئے ہوں بڑھ جاویں تو اس عدد کو بڑھایا جائے، اور ابو موسی اشعری کے سوا اور سب لوگوں کا قائل ہونا کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور ابو ہریرہ و ابن عمر کے سوا اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق کرنا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعاً اجماع نہیں کہلاتا کیونکہ یہ اتفاق کل نہیں جو عصمت کا مدار ہے۔

نیز اس میں ہے: لا ینعقد ا لا جماع باھل البیت و حد ھم لا نھم بعض ا لا مة خلا فاً للشیعة (مسلّم الثبوت) کہ صرف اہل بیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض

مجتہدین امت ہیں۔شیعہ کواس میں خلاف ہے جواس کو اجماع سمجھتے ہیں۔

نیز اس میں ہے: و لا ینعقد با لخلفاء الاربعة خلا فاً لاحمد ا لاما م۔(مسلّم الثبوت)
صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا اس میں امام احمد کا خلاف ہے۔

سکوت باقی اصحاب سے آپ نے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہیں دیا بلکہ الٹا ہم سے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے۔ یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نہ تھا مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہیں، آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کر کے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنے والے ایک ابوسعید خدریؓ صحابی تھے، ان سے صحیح مسلم میں منقول ہے:

عن ابی سعید قال صحبت ابن صیاد الی مکة فقال لی ما قد لقیت من الناس یزعمون انی دجال الست سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انه لا یولد له قال قلت بلی۔ قال فقد ولد لی ۔ او لیس سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا ید خل المدینه و لا مکة قلت بلی۔ قال فقد ولدت بالمدینة و ھا انا ارید مکه قال ثم قال لی فی آخر قوله اما و اللہ انی لا علم مولده و مکانه و این ھو فلبسنی (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷) ابوسعیدؓ کہتے ہیں میں مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ ہو کر چلا تو اس نے کہا مجھے لوگوں سے کیا تکلیف پہونچی ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں دجال ہوں۔ تو نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے ہیں دجال لا ولد ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے۔ پھر وہ بولا کہ میں تو صاحب اولاد ہوں۔ پھر بولا کیا تو نے آنحضرت ﷺ یہ نہیں سنا کہ دجال مکہ ومدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے۔ پھر وہ بولا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ کو جا رہا ہوں۔ ابوسعید نے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی کلام کے آخر میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں پیدا ہوا اور اب وہ کہاں ہے۔ یہ کہ کر اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا۔

ابوسعیدؓ خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف مشعر ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال موعود نہ سمجھتے تھے بلکہ اس میں ان کو لبس یعنی شبہ تھا۔

دوسرے تمیم داریؓ ہیں، جو دجال کو اپنی آنکھ سے ایک جزیرہ میں مقید دیکھ کر آئے تھے، چنانچہ صحیح

مسلم (صفحہ ۴۰۴) میں ہے:

و فی روایۃ فاطمۃ بنت قیس قالت سمعت نداء المنادی رسول اللہ ﷺ ینادی الصلوۃ جامعۃ فخرجت الی المسجد فصلیت مع رسول اللہ ﷺ فی صف النساء الذی یلی ظھور القوم فلما قضی رسول اللہ ﷺ صلوتہ جلس علی المنبر و ھو یضحک فقال لیلزم کل انسان مصلاہ ثم قال اتدرون لم جمعتکم قالوا اللہ و رسولہ اعلم۔ قال انی و اللہ ما جمعتتکم لرغبۃ و لا لرھبۃ و لکن جمعتکم لان تمیم الداری کان رجلاً نصرانیا فجاء فبایع و اسلم و حدثنی حدیثاً وافق الذی کنت احدثکم عن مسیح الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلثین رجلاً من لخم و جذام فلعب بھم الموج شھراً فی البحر ثم اوفوا الی جزیرۃ فی البحر حین تغرب حین مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینۃ فدخلوا الجزیرۃ فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقالوا و یلک ما انت قالت انا الجساسۃ قالوا و ما الجساسۃ قالت یایھا القوم انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلاً فرقنا منھا ان تکون شیطانۃ قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان رئیناہ قط خلقا و اشدہ وثاقاً مجموعۃ یداہ الی عنقہ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا و یلک ما انت قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم۔ قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینۃ بحریۃ فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شھراً ثم اوفینا الی جزیرتک ھذہ فجلسنا فی اقربھا فدخلنا الجزیرۃ فلقینا دابۃ اھلب کثیر الشعر لا ندری ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقلنا و یلک ما انت فقالت انا الجساسۃ قلنا و ما الجساسۃ قالت اعمدوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیک سراعاً و فزعنا منھا و لم نامن ان تکون شیطانۃ

فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانها تستخبر قال اسئلكم عن نخلها هل یثمر قلنا له نعم قال اما انها یوشك ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرة طبریة قلنا عن ای شانها تستخبر قال هل فیها ماء قالوا هی كثیرة الماء قال اما ان مائها یوشك ان یذهب قال اخبرونی عن عین زغر قالوا عن ای شانها تستخبر قال هل فی العین ماء و هل یزرع اهلها بماء العین قلنا له نعم هی كثیرة الماء و اهلها یزرعون من مائها۔ قال اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل قالوا قد خرج من مكه و نزل یثرب قال اقاتله العرب قلنا نعم قال كیف صنع بهم فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب و اطاعوه قال قال لهم قد كان ذاك قلنا نعم قال اما ان ذاك خیر لهم ان یطیعوه و انی مخبركم عنی انی انا المسیح الدجال و انی اوشك ان یوئذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مكه و طیبة فهما محرمتان علی كلتاهما كلما اردت ان ادخل و وحدة او واحداً منهما استقبلنی ملك بیده السیف صلتا یصدنی عنها و ان علی كل نقب منها ملائكة یحرسونها قالت قال رسول الله ﷺ و طعن بمخصرته فی المنبر هذه طیبة هذه طیبة هذه طیبة یعنی المدینة الا هل كنت حدثتكم ذالك فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث تمیم انه وافق الذی كنت احدثكم عنه و عن المدینة و مكه الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو و اومی بیده الی المشرق قالت فحفظتهذا من رسول الله كہ فاطمہؓ بنت قیس سے روائت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے موذن کی آواز اذان سنی تو میں مسجد کی طرف نکلی اور میں عورتوں کی صف میں جو مردوں کی پیٹھ پیچھے ہوئی جا ٹھہری۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے یہ فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے۔ وہ بولے اللہ

اوراس کا رسول خوب جانتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں ترغیب (رغبت دلانے) ترہیب (ڈرسنانے) کے لئےنہیں بلایا، بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تھاوہ آیا ہےاور مسلمان ہو گیا ہےاوراس نے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق وموافق ہے جو میں تمہیں دجال کی بابت سنایا کرتا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ جو بنی لخم و بنی جذام سے تھے،ایک جہاز میں سوار ہوا۔موج بحر نے ایک مہینہ تک ان کے جہاز کوخراب کیااور پھرایا۔پھر وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کی طرف پناہ گزیں ہوئے اورایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کرایک جزیرہ میں داخل ہوئے توان کوایک جانور سا ملا جس کواہلب کہتے ہیں۔اس کے بالوں کی کثرت کے سبب اس کا منہ اور پیچھا نظر نہ آتا تھا۔وہ بولے تجھے خرابی تو کون ہے۔وہ بولا میں جساسہ ہوں۔وہ بولے کیسا جساسہ۔اس نے کہا اس صومعہ (گرجا) میں چلو وہاں ایک آدمی تمہاری خبروں کا مشتاق ہے۔جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی بھوت یا چڑیل ہو۔مگر ہم جلدی سے اس صومعہ میں گئے تو ایک اتنا بڑا آدمی جس کے برابر ہم نے کبھی کوئی نہ دیکھا تھا،نظر آیا،جس کے ہاتھ گردن سے جکڑے ہوئے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کے زنجیروں سے باندھا ہوا ہے۔ہم نے اس کو کہا تجھے خرابی تو کون ہے۔وہ بولا تم میری خبر پر تو قادر ہو چکے۔تم بتلاؤ تم کون ہو۔ہم بولے ہم عرب کے لوگ ہیں۔ہم ایک جہاز پر ایسے وقت میں سوار ہوئے جب کہ موجوں کا زور تھا۔موج بحر نے ہم کو ایک مہینہ تک خراب کیا۔ پھر ہم اس جزیرہ پر آ لگے تو ہم کو یہ جانور ملا (پھر جو اس سے سوال جواب ہوئے ان کو بیان کیا)، پھر کہا ہم تیری طرف جلدی سے آ گئے اور ہم ڈرے تھے کہ تو کوئی بھوت ہوگا۔وہ بولا (موضع) بیسان کے باغ خرما کا کیا حال ہے۔وہ پھل دیتا ہے؟ ہم بولے ہاں دیتا ہے۔وہ بولا ایک وقت عنقریب ایسا آئے گا کہ وہ پھل نہ دے گا۔پھر اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا حال بتلاؤ۔ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے۔وہ بولا عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا پانی جاتا رہے گا۔پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال بتاؤ۔ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے جس سے لوگ کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔وہ بولا امیوں (عرب کے ان پڑھوں) کے نبی کی مجھے خبر دو۔اس کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا آپ ﷺ مکہ سے نکلے اور مدینہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔وہ بولا ملک عرب نے ان

سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں کی ہے۔ وہ بولا پھر ان کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا کہ آپ اپنے پاس والے عربوں پر غالب آگئے ہیں اور وہ ان کے تابع ہو گئے ہیں۔ وہ بولا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں ایسا کیا ہے۔ وہ بولا سن رکھو ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ آپ کے مطیع ہو جائیں اور میں تمہیں اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں۔ مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو میں نکلونگا اور تمام زمین پر پھر جاؤنگا۔ کوئی گاؤں نہ چھوڑونگا جس میں چالیس رات کے عرصہ میں نہ اترونگا، بجز مکہ اور طیبہ کے، کہ وہ دونوں مجھ پر حرام کئے گئے ہیں۔ جب میں ان دوشہروں میں داخل ہونا چاہوں گا، فرشتہ تلوار ہاتھ میں کھینچے ہوئے میرے سامنے آئے گا اور مجھے روک دے گا۔ ان کے ہر ایک پھاٹک پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چھڑی کو (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) منبر پر مارا اور فرمایا کہ طیبہ (جس کا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ یعنی مدینہ۔ سن رکھو، کیا میں تمہیں یہ حدیث دجال کی سنایا نہ کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں بے شک آپ سنایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اس حدیث کے موافق ہے جو میں تم کو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تھا۔ سن رکھو کہ وہ دریاے شام یا یمن میں نہیں وہ تو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔ اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔ فاطمہ اس حدیث کی راوی کہتی ہیں یہ حدیث میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی اور یاد رکھی ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے دجال کو آنکھ سے دیکھا، پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجھتے۔

آپ نے اس حدیث کا ضعف ایک دوست کے حوالے سے نواب صدیق حسن خان مرحوم سے نقل کیا ہے۔ اس کا جواب ہم اس وقت دیں گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کریں گے۔

تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے منہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: فقلت لبعضهم هل تحدثون انه هو قال لا والله قال قلت كذبتني والله لقد اخبرني في بعضكم انه

لن یموت حتی یکون اکثر کم مالاً و ولداً فکذا لک ھو زعموا الیوم ۔

ابن عمر فرماتے ہیں میں ابن صیاد کو دو دفعہ ملا۔ (ایک دفعہ) میں اس سے ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ کیا تم یہ باتیں کرتے ہو کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ وہ بولے بخدا ہم یہ باتیں نہیں کرتے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تم میں سے بعض لوگوں نے خبر دی تھی کہ دجال تب مرے گا جب کہ تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والا ہو جائے گا اور وہ ان کے خیال میں آج ایسا ہی ہے۔

یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے بعض لوگوں کو (جن سے ان کے معاصر اصحاب مراد ہیں) کہا، کیا تم کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے، تو وہ بولے بخدا ہم نہیں کہتے۔ میں نے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ بخدا تمہیں سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہو کر مرے گا اور وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ، حضرت ابن عمرؓ کے معاصر، دجال نہیں جانتے تھے اور ان کے سامنے ان کی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف ابن عمرؓ ہی کا ایسا قول تھا جس میں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے، کیونکہ جابر وحضرت عمرؓ کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے، بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اس کا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمر کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہیں گے؟

آپ کے حواری حکیم نور الدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ (مباحثہ لاہور میں) کے جواب میں اس اختلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ آپ نے بڑا غضب ڈھایا کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کر لیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کر لیا ہوتا۔

اخیر میں جو آپ نے قول فاروقی پر آنحضرت ﷺ کے سکوت کا دعوی کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا اور اس پر قسم کھائی تھی، اس میں یہ تصریح نہ کی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جس کے آنے کی آنحضرت ﷺ نے علامات خاصہ بیان کر کے خبر دی تھی اور جملہ انبیاء سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا۔ لہذا ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ

ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ہے جن کے خروج کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔

اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا سکوت آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے، کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہ ہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ۔

ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں کہا ہے:

قیل لعل عمر اراد بذالك ان ابن صیاد من الد جالین الذین یخر جو ن فید عو ن النبوۃ و یضلو ن الناس و یلبسو ن ا لا مر علیهم بعض کا قول ہے کہ شاید حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے، جو قیامت سے پہلے نکلیں گے اور نبوت کا دعوی کریں گے اور لوگوں کو بہکائیں گے اور ان پر دین کو مشتبہ کریں، ایک دجال ہے۔

اس پر شائد آپ اعتراض کریں کہ جابرؓ کے قول ابن صیاد الدجال میں جو حضرت عمرؓ کی طرف بھی منسوب ہوا ہے، لفظ دجال پر الف ولام بتا رہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہے نہ کہ کوئی دجال۔ اور علماء معانی و بیان نے کہا ہے کہ خبر معرف با لا م ہو تو اس کا مبتداء میں قصر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے آخری دجال مراد نہ لیں بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹھہرائیں تو اس صورت میں بھی خاص دجال کی طرف الف ولام کا اشارہ ہوسکتا ہے۔

رہا جواب قصر سو یہ ہے کہ خبر معرف بلام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمرؓ کے قول المسیح الدجال ابن صیاد میں ہے۔ تو بے شک و بلا اختلاف خبر کا مبتداء پر قصر ہوتا ہے مگر درصورتیکہ خبر مئوخر ہو تو اس کا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔ صاحب کشاف نے فائق میں اس سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹیؒ نے مطول کے حاشیہ میں کہا ہے: مال صاحب الکشاف الی التفر قة بینهما حیث ذکر فی الفائق ان قولك الله و هو الد هر معناه انه الجالب للحوا د ث لا غیر الجالب و قولك الد هر هو الله معنا ہ ان الجالب با لحوا د ث هو الله لا غیرہ۔ صاحب کشاف ان دونوں صورتوں میں فرق کی طرف مائل ہوا ہے، چنانچہ فائق میں اس نے لکھا ہے کہ الله هو الد هر (جس میں خبر معرف باللام موخر ہے) کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالی حوادث زمانہ کا لانیوالہ ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ حوادث نہ لائے۔

اور الدھر ھو اللہ (جس میں خبر معرف باللام مقدم ہو) یہ معنی ہیں کہ خدا ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا کے اور کوئی حوادث لانے والہ نہیں ہے۔

بناءً علیہ لام الدجال سے قصر ثابت نہیں ہوتا۔ لام کو عہدی کہو، خواہ جنسی۔ اور قول جابرؓ یا حضرت عمرؓ کے معنے یہ بنتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کچھ اور، یہ معنے نہیں کہ دجال وہی ہے نہ کوئی اور۔ مگر ان باتوں کے سمجھنے کے لئے علم ادب و معانی و بیان میں دخل بکار ہے۔ آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمرؓ نے دجال سے تیس دجالوں میں سے ایک دجال مراد رکھا تھا، کسی دلیل سے اٹھاویں اور اس کے صریح الفاظ سے ثابت کریں کہ دجال سے ان کی مراد آخری دجال تھا، تو پھر اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو جب انہوں نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تھا یہ فرما دیا تھا کہ ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہو گی، اس کے قاتل عیسے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللہ اضرب عنقہ فقال لہ رسول اللہ ﷺ ان یکنہ فلن تسلط علیہ و ان لم یکنہ فلا خیر لك فی قتلہ ۔ کہ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن ماردوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کے قتل پر ہرگز مسلط نہ ہوگا، اگر وہ نہیں تو اس کا قتل بہتر نہیں۔ شرح السنۃ کی روایت میں یوں آیا ہے۔ ان یکن ھو۔ فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی بن مریم و ان لا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلا من اھل الذمہ (ص۔ ۴۷۱) کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کا قاتل نہیں، اس کا قاتل عیسے بن مریم ہے اور اگر یہ وہ نہیں تو تجھے نہیں پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کو قتل کرے جو مسلمانوں کی امان و پناہ میں ہے۔

اس قول آنحضرت ﷺ سے صاف ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو اس خیال سے انہوں نے بالفرض ظاہر کیا ہو یا دل میں رکھا ہو (کہ ابن صیاد دجال موعود ہے) روک دیا اور بناءً علیہ اس کے قتل سے منع کر دیا۔ اس قول نبوی کے کتب حدیث میں موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا، اسی شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ آپ نے جو کچھ اس باب میں کہا ہے وہ فن حدیث، اصول فقہ، علم معانی و بیان وادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

۸۔آپ لکھتے ہیں کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہیں۔

ا۔اس امر کی نسبت اسکے اشارات پائے جانے سے بھی اسکو قائل بنایا جاتا ہے

۲۔آنحضرت ﷺ کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہنا، احتمالی امر نہیں۔آپ ﷺ نے زبان سے ڈرسنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لم یزل کا لفظ فرمایا

۳۔آنحضرت ﷺ اور سبھی انبیاء دجال سے ڈراتے آئے ہیں۔

۴۔ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبھی زبان سے بتایا ہوگا۔

۵۔اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے حالات سے آپ کا ڈرنا صحابی نے سمجھ لیا تھا، تو بھی احتمال ہے کہ زبان سے سنا ہو۔اور لفظ لم یزل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔اس صورت میں آپ کا مجھ کو مفتری کہنا بے جا ہے ۔

اس سے آپ کا افتراء سابق اور پختہ و متیقن ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ خطاء نہیں کہا، عمداً افتراء کیا ہے اور اس پر آپ کو اب تک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔محدثین نے بیان کیا ہے کہ جو شخص روایت حدیث میں غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پھر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط العدالت ہو جاتا ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بھی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے، تب آپ کے حق میں مفید ہو جب صحابی آنحضرت ﷺ کو اس قول کا قائل بناتا، جس کا قائل آنحضرت ﷺ کو آپ نے بنا دیا ہے ۔ صحابی نے آپ ﷺ کو قائل قول مذکور نہیں بنایا، بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پھر اس کہنے سے آپ کو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بھی قائل بنایا جاتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ میں حلال ہے جس صورت و پیرایہ میں آپ نے فرمایا ہو۔اشارۃً ہو تو اشارۃً ۔صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔آپ

ﷺ نے فرمایا اتقوا عنی الا ما علمتم فمن كذب علی متعمداً فيتبوا مقعده من النار

☆ آپ کی کتب حدیث میں نظر ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب آپ سے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپ نے نہ فرمایا ہوتا اور اگر ان کو اصل لفظ حضرت رسالت میں شک واقع ہو جاتا تو شک وتردد کے ساتھ الفاظ فرماتے۔ آپ نے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ الفاظ فرمائے ہیں، جو آپ نے نقل کئے ہیں اور اب تک اس کا علم ویقین نہیں صرف خیالی احتمال ہے، پھر آپ نے اس لفظ کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا تو یہ بجز افتراء عمدی اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمال کون کہتا ہے، وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس امر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہدیا کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ہمیشہ یا لم يزل کو یہ لازم نہیں ہے کہ آپ زبان سے بھی فرمادیا کرتے کہ میں ڈرتا ہوں۔

۳۔ پہلے انبیاء اور آنحضرت ﷺ نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے، مگر اس سے یہ بات نکالنا کہ آپ ﷺ نے ابن صیاد کو دجال کہکر ڈرایا، آنحضرت ﷺ پر ایک اور افتراء ہے۔ دجال سے ڈرانا، ابن صیاد سے ڈرانا نہیں ہے۔ خدا سے ڈرو۔ آنحضرت ﷺ پر افتراء نہ کرتے جاؤ۔

۴۔ تیاری دہلی کی مثال میں آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکھے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کر آتا ہے اور اسی حالت میں آخری برس تک وہ رہا ہے تو اس کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان پر کبھی نہ لاوے۔

ہم سے ایک اور مثال سنئیے۔ ایک شخص مدت العمر نمازوں اور دعاؤں میں زاری کرتا رہے، احکام شریعت کا پابند ہو، خدا کا اور بندوں کا حق تلف نہ کرے۔ اس کی نسبت کس وناکس، بشرطیکہ فاتر الحواس نہ ہو، یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا تعالی سے ڈرتا ہے گو وہ منہ سے کبھی نہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

۵۔ ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے خصم منکر کو پہنچتا ہے کہ وہ اس احتمال سے تمسک کرکے بحکم: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہیں تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہیں۔

۶۔افتراء آپ کی قدیم سنت ہے۔ان افتراؤں کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہیں۔آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث: کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کا ترجمہ کیا تو اس میں اس سوال و جواب کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے، کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

آپ نے عمداً رسول اللہ ﷺ پر افتراء نہیں کیا تو بتائیں کہ اس حدیث کے کس طریق یا وجہ میں یہ سوال و جواب وارد ہیں؟

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں آپ نے دجال موعود کے محل نزول میں اختلاف علماء بیان کیا تو اس میں علماء اسلام پر یہ افتراء کیا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس میں اترے گا، نہ دمشق میں، بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اترے گا۔آپ اس قول کے بیان میں مفتری نہیں تو بتا دیں کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس میں اتریں گے نہ دمشق میں۔آپکے ان افتراؤں سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی میں سچے نہیں اور جو تار و پود آپنے پھیلا رکھا ہے وہ سب افتراء ہے۔

۹۔آپ لکھتے ہیں کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور بخاری کی یہ حدیث اپنے رسالہ میں نقل کر چکے ہیں کہ محدث کی بات میں بھی شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔بخاری پر آپ کا ایمان ہے تو اس حدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپ کے نزدیک مسلم ہے پھر میں نے کیا افتراء کیا۔

اس میں آپ نے مجھ (محمد حسین) پر ایک اور افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔مہربان من! میں صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہوں اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری میں محدث کی شان میں مروی ہے، میں ایمان رکھتا ہوں اور معہذا یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ جو شخص محدث کہلائے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے، وہ محدث نہیں ہے، شیطان کی طرف سے مخاطب ہے۔واقعی محدث وملہم وہی شخص ہے جس کی تحدیث والہام، الہام قدیم قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوی کرے، اور اس کے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتوں نے کہا ہے، یا خدا نے الہام کیا ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ صحیحین کی حدیثیں موضوع ہیں، میں اس کو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ

شیطان مجسم سمجھتا ہوں۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بن کر کہے کہ مجھے الہام ہوا کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے، جس کو امید ہے آپ بھی محدث تسلیم نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہیں، آپ کے دعوی محدثیت کو قبول نہیں کرتے۔ کیا وہ اس انکار سے اس حدیث بخاری کے منکر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کو مغالطے نہ دو۔ یہ آپ کی کلام کا مختصر جواب ہے، جس سے آپ کے مغالطات اور ناواقفی اور دہوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہو گیا۔ بعض مطالب پرچہ آخری اور پرچہ ہائے سابق کے جوابات ونتائج کو بخوف تطویل عمداً چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے۔ ان باتوں کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ بلا بیان ان باتوں کے وہ مدعا حاصل نہ ہوتا۔ ان باتوں کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپ نے اصل سوال کا جواب نہ دیا۔ اور ان باتوں کے بیان سے جن کا جواب ہم نے دیا ہے، جواب کو ٹلایا۔ آئندہ آپ اپنی طرز تحریر اور تطویل اور دفع الوقتی کو بدل دیں، تا اس طرف سے بھی اسی قسم کی باتوں سے قلم کو روک لیا جائے گا۔ اور اس تحریر کے جواب میں آپ نے پھر وہی روش اختیار کی تو آپ دیکھ لیں گے اس طرف سے بھی ایسا سلوک ہو گا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش کو بدل دیں، اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطروں میں دیں، جتنی سطروں میں میرا سوال ہے۔ میں سر دست جواب با دلائل نہیں چاہتا، مجرد جواب کا طالب ہوں۔ جس وقت میں کسی مسئلہ میں آپ سے بحث و دلائل کا طالب ہوں گا، اس وقت آپ تفصیلی بحث کریں۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دیں کہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ موضوع نا قابل عمل، یا مختلط ہیں جن میں بعض صحیح ہوں اور بعض موضوع۔ اس سوال کا جواب دو حرفی آپ نے دیا تو پھر میں اور سوال کرونگا اور اسی طرح اختصار آپ نے مدنظر رکھا تو ایک دن میں مباحثہ ختم ہو گا ان شاء اللہ آئندہ اختیار۔ کما تدین تدان۔

ابوسعید محمد حسین۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء

قادیانی کی تحریر ہشتم، اور شیخ الاسلام کا تبصرہ بمنزلہ جواب

(یہ وہ تحریر ہے جس کو مرزا قادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ میں پڑھ کر سنایا اور اس پر مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر فرار اختیار کیا تھا۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اس نے اس جلسہ میں تو اقرار کیا تھا، مگر گھر پہنچ کر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس تحریر کو چھاپ کر مشتہر کیا، تب بھی اس کو ہمارے پاس نہ بھجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سال ہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اس کے پاس پہنچتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اس نے گویا ہم سے بحث وخطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہم سے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا، لہذا ہم بھی اب اس کو اس تحریر میں اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور اس کی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکھنا چاہتے ہیں وہ بغرض مباحثہ ومطالبہ جواب نہیں لکھتے، بلکہ صرف اپنے ناظرین کو اس کی دھوکہ بازیوں اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ تحریر کرتے ہیں، جن سے ان کو معلوم ہو کہ قادیانی در پردہ زندیق ہے۔ اس وجہ سے اس کی اصل تمام عبارت یا اس کے پورے مضمون کی نقل سے تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے ترک بحث وخطاب کی حالت میں اس امر کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اس کی تمہیدی تحریر کو، جس میں اس نے ہماری تحریر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے، بعینہ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔ محمد حسین)

حضرت مولوی صاحب! میں نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہوں کہ جس سوال کے جواب کو میں کئی دفعہ آپ کی خدمت میں گذارش کر چکا ہوں۔ وہی سوال آپ بار بار بہت سی غیر متعلق باتوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اچھی طرح میری تحریرات پر غور بھی نہیں کیا اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان امور کا بھی الزام میرے پر لگاتے ہیں جن کا میں قائل نہیں ہوں (آپ کے کلام سے صاف نکلتا ہے کہ آپ ان باتوں کے قائل ہیں مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھ سکتے، لہذا ممکن ہے کہ آپ دل سے قائل نہ ہوں۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہیں آپ کے دل کو چیر نہیں سکتے۔ محمد حسین)۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ برعایت اختصار پھر آپ کو اپنے عقیدہ اور مذہب سے، جو حدیثوں کے بارہ میں رکھتا ہوں، اطلاع دوں (آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا۔ سو آپ نے اب تک صاف صاف جواب ظاہر نہیں کیا۔ محمد حسین)

سو مہربان من! آپ پر ظاہر ہو کہ میں اپنی تحریر چہارم و پنجم میں بہ تفصیل وتصریح بیان کر چکا ہوں (

تحریر چہارم دراصل پنجم ہے اور پنجم دراصل ہفتم۔ آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نمبروں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ محمد حسین) کہ احادیث کے دو حصہ ہیں۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں آ گیا ہے، یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لا ریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہیں۔ سو اگرچہ میں صحیحین کی حدیثیں اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بینہ قرآن ان کو صحیح سمجھ سکوں لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں، چنانچہ اپنی تحریر کے نمبر پنجم میں بتصریح لکھ چکا ہوں۔ اگر سلسلہ تعامل کی حدیثوں کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو تو میں اس کو تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں حجت قوی ہیں اور قرآن کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنیٰ ہیں۔ دیکھو تحریر نمبر پنجم بجواب آپ کی تحریر کے۔ آپ میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام لیتے تو بے ہودہ اور غیر متعلق باتوں سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے۔ میں نے کب اور کہاں یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متوارثہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونوں اس بات کی محتاج ہیں کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائیں۔ بلکہ میں نمبر مذکور میں صاف لکھ چکا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث ما نحن فیہ سے خارج ہیں۔ اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور امرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں (ان فقرات والفاظ میں مرزا صاحب نے تعامل واحادیث محل و متعلق تعامل کے ساتھ محکم وقوی ولا ریب وحجت قوی کی قیدیں لگا کر اپنے کلام کا مطلب ہر ذی فہم وشعور پر یہ ظاہر کیا ہے (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جو قطعی ویقینی الثبوت ہیں اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف پایا نہیں گیا۔ اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنیٰ ہیں۔ باقی سب احادیث جن پر اتفاقی تعامل پایا نہیں گیا، وہ محتاج عرض قرآن ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا جو ممانعت وشم اور حرمت خرد درندگان کے باب میں وارد ہیں۔ اور وہ اعتقادیات میں سے ہونے کے سبب محل تعامل نہیں ہوسکتیں۔ آپ نے اپنی کلام کا مفہوم خود نہیں سمجھا اور الٹا غیر متعلق بات کہنے اور غیر لازم الزام دینے کا ہم پر اعتراض کیا ہے۔ محمد حسین) اور علی قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر داخل رہی ہیں، وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ان کے ذریعہ کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو اس سے انکار نہیں، (عملیات سے اگر مسائل اتفاقی متعلق عمل مراد ہیں۔ چنانچہ لفظ قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر کا اشارہ

ہے تو اس کلام کا وہی مطلب ہے جو آپ کی تحریرات نمبر پنجم وہفتم (یا بقول آپ کے نمبر چہارم و پنجم) کا مطلب ہے۔ لہذا اس صورت میں آپ پر وہی الزام قائم ہوتا ہے جو ان تحریرات کے مضمون پر قائم ہوا ہے کہ اس سے ان جملہ احادیث متعلق عمل کا (جن پر اتفاقی عمل اور تعامل عام اہل اسلام پایا نہیں گیا) بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر اس سے عملیات اختلافیہ مراد ہیں تو یہ آپ نے اب نیا پہلو بدلا ہے۔ یہ بات آپ کی پچھلی تحریرات کے الفاظ سے کسی صاحب فہم وفراست صحیحہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ومعہذا یہ بات کسی اسلامی مذہب میں صحیح نہیں سمجھی گئی کہ ہر ایک حدیث سے، جس کے عمل میں اختلاف پایا گیا ہو تعلیم قرآن پر زیادتی جائز ہے۔ یہ ملحدانہ بات آپ ہی کے قلم سے نکلی ہے۔ محمد حسین) ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں، کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیء یعنی ہم نے تیرے پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ اور نیز فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں کی۔

لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور اس کے مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں، بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمی مدد دیئے گئے ہوں۔ سو ایسے لوگوں کیلئے جو استخراج واستنباط معارف قرآن پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہیں ہوسکتے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج واستنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ ملی ہیں بلا تامل و توقف قبول کرلیں۔ اور جو لوگ وحی ولایت عظمی کی روشنی سے منور ہیں اور الا المطہرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارت قرآن کریم کی تفصیل ہے۔ سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن ان پر کھل جاتا ہے اور نیز ان آیات بینات کی سچائی ان پر روشن ہوجاتی ہے جو اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں۔

علماء ظاہر بھی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں، تا ان کی تکذیب لازم نہ آوے۔ لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت وموافقت احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کے اور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے، وہ علماء ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی۔ بلکہ بعض تو قرآن کو ناقص وناتمام خیال کرتے ہیں، جن غیر محدود صداقتوں اور حقائق

اور معارف پر قرآن کریم کے دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے، اس سے وہ منکر ہیں اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے ہیں جس میں صاف صاف اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔ (ان فقرات میں مرزا قادیانی نے عجیب روباہ بازی کی ہے۔ اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ مسائل دین کی تعلیم میں قرآن کریم کامل وکافی ہے، کوئی صداقت اس سے باہر نہیں۔ پھر ان تفاصیل احکام کا جو احادیث میں پائے جاتے ہیں، اور وہ تفاصیل یقیناً قرآن میں نہیں، بلکہ قرآن سے باہر ہیں وجود تسلیم کرلیا ہے۔ پھر اس کے برخلاف ان تفاصیل میں قرآن سے زوائد نہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ونیز علماء ظاہر ومجتہدین اسلام کا ان تفاصیل احکام کو (جو احادیث میں وارد ہیں) قرآن سے نکالنے پر قادر نہ ہونا بیان کر کے ان کے مقابلہ میں گروہ انبیاء اور اولیاء ولایت عظمی کے قادر ہونے کا دعوی کیا ہے۔ مگر اس کے بعد ان انبیاء واولیاء کا مبلغ علم ومنتہی قدرت و ما بہ الفرق بتایا، تو صرف یہ بتایا کہ ان کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی تعلیم قرآن سے زائد نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات واشارات قرآن کی تفصیل ہے۔ حالانکہ اس بات کے معلوم ہونے اور اس پر ایمان لانے میں اس نے بعد میں علماء ظاہر کو بھی ان کے ساتھ شریک کرلیا ہے۔ ان انبیاء واولیاء کا خاصہ یہ نہیں بتایا کہ وہ ان تفاصیل کو قرآن سے نکال سکتے ہیں، جس کا پہلے دعوی کیا تھا، اور نیز علماء ظاہر کا اس بات پر جو انبیاء واولیا مانتے ہیں، ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔ مگر پھر اس کے برخلاف ان علماء کے اس بات سے منکر ہونے اور آیات قرآن کا مکذب ہونے کا دعوی کیا ہے۔

اس روباہ بازی اور اختلاف بیانی سے مرزا قادیانی کا مقصود لوگوں کو اشتباہ میں ڈالنا۔ اور اس اشتباہ کے ذریعہ سے ان کو اصل مطلب سے دور لے جانا ہے۔ جو دجالیت کا ایک خاصہ وخاص شیوہ ہے، اور اپنے لئے گریز وفرار کی ایک راہ رکھ لینا۔ تاکہ اگر کوئی ایک بات پر معترض ہو (مثلاً کوئی کہے کہ قرآن تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں۔ یا اولیاء وانبیاء زمانہ حال کے قرآن سے ان تفاصیل کو نکالنے پر قادر نہیں۔ یا علماء ظاہر قرآن میں مجملات واشارات احکام پائے جانے سے منکر نہیں ہیں) تو وہ اس کے مقابلہ میں دوسری بات کو پیش کر سکے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے قرآن کو تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں کہا۔ بلکہ صرف اجمالات واشارات پر مشتمل بتایا ہے۔ اور اولیاء وانبیاء زمانہ حال کو قرآن سے ان تفاصیل کے نکالنے پر قادر نہیں بتایا۔ وہ صرف اس بات کو جانتے ہیں کہ تفاصیل احادیث کا اجمال قرآن میں موجود ہے۔ اور علماء ظاہر کو بھی اس بات کے ماننے سے منکر نہیں بتایا بلکہ قائل ومومن ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی ان باتوں کا عکس کہے تو اپنی کلام سے اس کا عکس نکال دے۔ محمد حسین)

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم میں ایک علیحدہ حصہ بتصریح بیان کر دیا ہے اور میرے نمبر پنجم کے پڑھنے سے ظاہر ہوگا کہ میں نے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، بلکہ ان میں مراتب متفاوتہ کا قائل ہوں جیسا کہ میرے نمبر پنجم میں یہ عبارت ہے: کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ حسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔ یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک، جس کو ظن غالب کہتے ہیں (قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں (جس کو پنجم کہتا ہے) صاف کہا ہے کہ: میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک کہ انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک درجہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں۔ اب اس کے برخلاف وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس تحریر میں سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی

درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، یہ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اس ایک درجہ یقین کے بیان کے ساتھ اس نے اس تحریر میں لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی بھی بول دیا تھا، جس سے از راہ روباہ بازی اس نے یہ ٹھہرالیا تھا کہ اگر کوئی ایک درجہ یقین کے لفظ سے میرے مخالف نتیجہ نکال کر احادیث محل اختلاف کو جو یقینی نہیں ہیں، پیش کر کے مجھے الزام دے گا تو میں یہ عذر کر دونگا کہ لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی کہکر میں نے یہ جتا دیا تھا کہ یقین جو احادیث محل تعامل میں پایا جاتا ہے کئی مرتبہ و درجہ رکھتا ہے۔ از انجملہ ادنی درجہ ظن غالب کا ہے۔ جو احادیث محل اختلاف میں پایا جاتا ہے۔ لہذا ان احادیث سے الزام مجھ پر عائد نہیں ہوسکتا۔ مگر بد قسمتی سے لفظ حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی کے ساتھ اس کی قلم سے لفظ درجہ یقین بھی نکل گیا تھا، جس سے ہر کس و ناکس کو بشرطیکہ فہم و حواس سلیمہ رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو تفاوت مراتب یقین لفظ، حسب استفاضہ، و، بقدر فیض یابی، سے سمجھ میں آتا ہے وہ تفاوت ایسا نہیں کہ یقین کو اپنے درجہ سے اتار کر درجہ ظن سے پہنچاوے۔ اور ظن غالب کو یقین کا ایک درجہ بنادے۔ بلکہ وہ تفاوت مراتب یقین حدود یقین کے اندر ہے۔ اور سب مراتب متفاوتہ درجہ یقین میں شامل اور اس کے نیچے داخل ہیں۔ کوئی مرتبہ ایسا نہیں کہ وہ درجہ ظن میں اتر آیا ہو۔ لہذا اب قادیانی کا اپنے اس لفظ درجہ یقین کو بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد، بھول کر یا دیدہ دانستہ لوگوں کو وہ لفظ فراموش کرا کر لفظ، حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی، کے تفصیل تین مراتب سے جن میں سے ادنی درجہ ظن ہو کرنا، اور عقل و حیا کو استعفادے کران الفاظ کی تشریح میں یہ کہنا: یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جس کو ظن غالب کہتے ہیں۔ ایک ایسی روباہ بازی ہے جس کو سابق روباہ بازی چلنے نہیں دیتی۔ اس کے الفاظ، درجہ یقین، سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نظر نہیں آتا جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو، لہذا ممکن نہیں کہ قادیانی کا یہ قول، اس کے قول سابق کی تشریح ہو سکے۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ میں ظن اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرا چکا ہے، پھر وہ اپنے قرار داد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنی درجہ کیونکر ٹھہرا سکتا ہے۔ محمد حسین) **لیکن وہ تمام حدیثیں بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں** (یہاں تو مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ عمل کا دونوں جہت (تعامل اور صحت روایت) سے قوت پا کر یقینی ہونا بیان کیا ہے اور سابقاً تحریر چہارم میں صاف کہا ہے کہ ان احادیث کا یقینی ہونے کا موجب صرف تعامل ہے اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد حسین) **مگر ایسی احادحدیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں صرف اخبار گزشتہ وقصص ماضیہ یا آئندہ ہیں جن کو نسخ سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو میں اس تحریر سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے کسی پرچہ میں ان دوسرے حصہ کی احادیث کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہیں رکھا، بلکہ ابتدائے تحریر سے ہر جگہ حدیث کے نام سے یاد کیا ہے، جس سے میری مراد واقعات ماضیہ واخبار گزشتہ یا آئندہ تھیں اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث بکلی فرضیت تعامل سے باہر رہ جاتی ہیں وہ یہی واقعات واخبار وقصص ہیں جو تعامل کے تاکیدی سلسلہ سے باہر ہیں** (قصص آئندہ میں حضرت مسیح کے نزول اور دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی کی چوٹ کے محل ہیں ایسے ہی وہ قصص ان میں داخل ہیں جو احوال حشر و

نشر و برزخ کے متعلق ہیں، جن کو عمل سے تعلق نہیں بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہیں۔ مرزا قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا کہ ان سب قصص کو صرف اس وجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہیں، درجہ صحت و اعتبار سے ساقط کر دیا اور احادیث متعلقہ عمل کو، گو ان کے عمل میں اختلاف ہو، صرف عمل (گو اختلافی ہو) سے قوت یاب سمجھ کر ان کو ایسا قطعی و یقینی و بلا ریب ثابت قرار دیا کہ ان کی دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کر دیا ہے اور عقل وفہم سے کام لے کر یا دوسرے اہل عقل وفہم و فراست کی پیروی کر کے اتنا خیال نہ کیا کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور ان کو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھہرانے میں اس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اس کی نظر میں ان احادیث کو قطعی اور یقینی اور عمل میں قرآن کے مساوی بنا دیا ہے اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد میں جن کو وہ قصص کہتا ہے پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اپنی یا پرائی عقل سے کام لیتا تو فوراً جان جاتا کہ وہ چیز قرار داد و قبولیت اہل اسلام ہے جو ان احادیث متعلقہ عمل پر ان کے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے اور وہ چیز اس قرار داد و قبولیت میں ان لوگوں پر یہ حسن ظنی ہے کہ اگر وہ حدیثیں صحیح نہ ہوتیں تو ان لوگوں کے عمل میں نہ آتیں۔ اور یہ قرار داد و قبولیت بعینھا بلکہ بدرجہ اعلیٰ و اقوی ہے، احادیث متعلقہ اعتقاد میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہل سنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا اور اپنے اعتقادیات میں داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھہرایا ہے۔ جو ان کے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان احادیث کی قبولیت میں ان پر یہ حسن ظنی بطریق اولی واجب ہے کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتیں تو وہ ان کو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ میں داخل نہ کرتے۔ اس وجہ سے یہ احادیث، احادیث متعلقہ عمل سے بڑھ کر لائق قبول و اعتبار ہیں۔ اور نہ یہ خیال کیا کہ ان احادیث کو قرآن اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت و تعارض نہیں تو پھر ان کے نسخ کی تجویز کی کیا ضرورت ہے۔ محمد حسین) **اور ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ بحث احکام کے اختلافات کی وجہ سے شروع نہیں کی گئی اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں، جس طرح سارے اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں، اسی طرح میں بھی مانتا ہوں** (لفظ احکام اور واجب العمل کہکر آپ نے یہ جتایا ہے کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن و حدیث سے ثابت و مستنبط ہیں، ماننے میں آپ مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ بلکہ ان عقائد سے منکر ہیں، از انجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے جو قرآن سے مستنبط ہے اور حدیث میں مصرح ہے مگر از راہ روباہ بازی اس انکار کو آپ نے اس مقام میں صاف الفاظ میں ظاہر نہیں کیا، تاکہ تمام مسلمانوں میں آپ کے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کا پردہ پھاڑ دیا۔ اور ہماری قلم سے آپ کی کلام کا مطلب ظاہر کر دیا۔ اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبطہ قرآن و حدیث سے انکار آپ کا مقصود نہیں ہے تو پھر لفظ عمل و حکم کیوں بولا، اس کے ساتھ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات میں اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیوں نہ کیا اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے، آپ نے کیوں انکار کیا اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹھہرا کر کیوں رد کر دیا۔ اور جو آپ نے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے، یہ آپ کے دعویٰ نبوت کے برخلاف ہے۔ اور نیز آپ کے اس دعویٰ کے مخالف ہے جو قبل ازیں کر چکے ہیں کہ: جس مقام معرفت دقائق و حقائق دین کو آپ پہنچے ہوئے ہیں، اس مقام تک مجتہدین کی رسائی نہیں ہوئی۔ اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) میں ثابت ہے کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہیں مانتا اور اس میں اس کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمیٰ کے ولی ہو کر اور اس مقام معرفت کو جہاں مجتہدین پہنچ نہ سکیں، پہنچ کر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہو سکتے ہیں؟ اور آپ کا یہ اعتراف، فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے تو پھر وہ دعویٰ نبوت و ولایت عظمیٰ، فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ الغرض ان دونوں دعاوی متناقض میں آپ سچے نہیں ہو سکتے۔ دعویٰ نبوت و ولایت عظمیٰ

میں سچے ہیں تو دعوی تسلیم وتقلید قیاسات مجتہدین میں جھوٹے ہیں۔ اس میں سچے ہیں تو اس میں جھوٹے ہیں۔ محمد حسین) صرف بعض اخبار گزشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے، بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں، کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف ٹھہرتی ہیں (یہ کہنا کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں، محض مغالطہ ودھوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے۔ محمد حسین) بلکہ دوسری احادیث کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں، مغائر ومبائن قرار پاتی ہیں۔ سو دراصل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جن کے نسخ کی نسبت کوئی سلف وخلف میں سے قائل نہیں، کوئی باسمجھ انسان ایسا نہیں جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جن میں حضرت عیسی کی وفات کا ذکر ہے، حدیثوں سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ یا یہ عقیدہ ہو کہ حدیثیں اپنی صحت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ بلکہ اس راہ میں بحالت انکار بجز اس طریق کے مجال کلام نہیں کہ یہ کہا جائے کہ وہ آیتیں پیش کرو ہم حدیثوں سے مطابق کر دیں گے۔

سوائے حضرت مولوی صاحب! آپ ناراض نہ ہوں کاش آپ نے دیانت وامانت کو مدنظر رکھ کر وہی طریق مقصود اختیار کیا ہوتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں، ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہوں؟ اور اگر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی؟ کیا کسی ایسی چیز کو حرام یا حلال کرنا احکام میں سے نہیں؟ اور کیا احکام اکل وشرب کے تعامل الناس سے باہر ہیں؟ اور پھر آپ نے لعنت علی الواشمات و المتو شمات کی بھی حدیث پیش کر دی اور آپ کو کچھ خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں جن کیلئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔ آپ سچ کہیں کہ ان تمام غیر متعلق باتوں سے آپ نے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا یا کچھ اور کیا؟ لوگ منتظر تھے کہ اصل بحث کے سننے سے جس کا ایک دنیا میں شور پڑ گیا ہے، فائدہ اٹھاویں اور حق اور ناحق کا فیصلہ ہو۔ لیکن آپ نے نکمی اور فضول اور بے تعلق باتیں شروع کر دیں۔ شائد ان باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے ہوں گے جن میں اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہیں، لیکن میں سنتا ہوں کہ حقیقت شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے اور آپ کی مناظرانہ لیاقت کا مادہ انہوں نے معلوم کر لیا کہ کہاں تک ہے۔ بہر

حال چونکہ آپ اپنے اس دھوکہ دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام میں سنا چکے ہیں اس لئے میں مواضع مناسب سے آپ کے اقوال قولہ، اقول کے طرز پر بیان کرتا ہوں تا منصفین پر کھل جائے کہ کہاں تک آپ نے دیانت وراستی وتہذیب اور طریق مناظرہ کا التزام کیا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

قولہ۔ آپ نے میرے سوال کا جواب صاف اور قطعی نہیں دیا کہ احادیث جملہ صحیح ہیں یا جملہ موضوع یا مختلط۔

اقول۔ حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث کا جو تعامل کے سلسلہ سے یا یوں کہو کہ سنن متوارثہ متعاملہ سے باہر ہے صرف ظن کے درجہ پر ہے اور یہی میرا مذہب ہے اور چونکہ اس حصہ سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم میں سے ہے، نسخ بھی متعلق نہیں اسلئے درحالت مخالفت نصوص بینہ قرآن قابل تسلیم نہیں۔ اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی بین قرآن سے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی یا موضوع قرار پائیگی

قولہ۔ صحیح بخاری ومسلم میں کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکتی ہے؟

اقول۔ بیشک حصہ دوم کے متعلق کئی حدیثیں ایسی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں، کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے (یہ بھی محض قادیانی کا کذب ہے۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے احادیث اس اشارہ کی تصریح کرتی ہیں۔ پھر مخالفت کیسی۔ اور تجویز نسخ کے کیا معنی۔ اور مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے۔ محمد حسین) اور صحیحین کی بعض حدیثیں اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اسی بات کا مقر ہے۔ اور نصاری کا یونی ٹیرین (unitarian) فرقہ بھی اسی بات کا قائل ہے، اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب ان مخالف حدیثوں کی، جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلا شبہ موضوع ٹھہریں گی (یہ بھی قادیانی کی ایک روباہ بازی ہے۔ وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح وموضوع وضعیف قرار دے چکا ہے۔ چنانچہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہی اس کی تقریر کا نتیجہ ہے مگر اس مقام میں وہ ان کے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چھوڑ کر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے، جو علماء اسلام کرتے ہیں، انکار کا مدعی بن بیٹھا ہے، جس سے اس نے یہ جتایا ہے کہ میں صحت ان احادیث کی تو مانتا ہوں، اس میں تمام مسلمانوں کا مخالف نہیں ہوں۔ ہاں صرف میں اس کے معنے وہ نہیں کرتا جو علماء کرتے ہیں۔ اور اگر یہ امر جو اس نے یہاں جتایا ہے اس کے دلی اعتقاد کے مطابق ہے تو اس کا فرض ہے کہ جو اس کی کلام میں جابجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے اس کے غلط ہونے کا اشتہار دے اور آئندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے کہ یہ احادیث متعلقہ نزول

حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ صحیح ہیں، ان کی صحت میں مجھے کسی قسم کا شک واشتباہ اور عام مسلمانوں سے خلاف نہیں۔ میں صرف ان احادیث کے معانی میں عام مسلمانوں سے مخالف ہوں، ظاہری معانی کو چھوڑ کر تاویلی معنے کرتا ہوں۔ اور اگر یہ اشتہار واعتراف اس سے وقوع میں نہ آوے تو قادیانی کے دام افتادہ اس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھیں۔ محمد حسین) اور خود وہ حدیثیں پکار پکار کر بتلا رہی ہیں کہ ابن مریم کا لفظ ان میں حقیقت پر محمول نہیں، لیکن اس زمانہ کے اکثر مولوی صاحبان اور خاص کر آپ کی مرضی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن سے ان کی تطبیق نہ دی جائے گو وہ بوجہ اس مخالفت کے موضوع ہی ٹھہر جائیں۔ آپ کا دعوی تطبیق کا ہے لیکن اس فضول دعوی کو کون سنتا ہے جب تک آپ اس بحث کو شروع کر کے تطبیق کر کے نہ دکھلائیں۔

ایسا ہی کئی اور حدیثیں بھی ہیں جن میں سخت تعارض باہمی پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں جو معراج کی حدیث بروائت مالک لکھی ہے وہ دوسری حدیثوں سے جو اسی بخاری میں درج ہیں، بالکل مختلف ہے۔ صرف نمونہ کے طور پر دکھاتا ہوں کہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھا لیکن بخاری کے صفحہ ۴۷۱ میں ابوذر کی روایت سے بجائے موسی کے ابراہیم کا چھٹے آسمان پر دیکھنا لکھا ہے۔ اور پھر وہ حدیث بخاری کی جو باب صلوۃ میں ہے اور نیز امام احمد کی مسند میں بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں تھا اور اسی پر اکثر صحابہ کا اتفاق بھی ہے، لیکن بخاری کی حدیث صفحہ ۴۵۵ میں جو مالک کی روایت سے ہے اور نیز بخاری کی وہ حدیث جو شریک بن عبداللہ سے ہے، صاف بیان کر رہی ہیں کہ وہ اسراء یعنی معراج نیند کی حالت میں تھا۔ اور تینوں حدیثوں میں محل نزول جبریل مختلف لکھا ہے کسی میں عند البیت اور کسی میں اپنا گھر ظاہر کیا ہے، اور شریک کی حدیث میں قبل ان یوحی کا لفظ بھی درج ہے، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیغمبری سے پہلے معراج ہوا تھا، حالانکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اسراء بعد بعثت ہوا ہے، تبھی تو نمازیں بھی فرض ہوئیں۔ اور خود حدیث بھی بعد البعثت پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں جبریل کا قول بواب السماء کے اس سوال کے جواب میں کہ ابعث؟ نعم لکھا ہے۔ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں ہوا ہے اسی وجہ سے کبھی موسی کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور کبھی ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت اپنے اپنے مقامات

سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

ماسوا اس کے معراج کے متعدد ماننے میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض احکام نا قابل تبدیل اور مستمرہ کا فضول طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے اور حکیم مطلق کو ایک لغو اور بے ضرورت تنسیخ کا مرتکب قرار دے کر پھر پشیمانی کے طور پر پہلے ہی حکم کی طرف عود کرنے والا اعتقاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر قصہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوا ہے جیسا کہ احادیث کا تعارض دور کرنے کیلئے جواب دیا جاتا ہے، تو پھر اس صورت میں یہ اعتقاد پیدا ہونا چاہیے کہ مثلاً پہلی دفعہ کی معراج کے وقت میں نمازیں پچاس فرض کی گئیں اور ان پچاس میں تخفیف کرانے کیلئے کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ اور اپنے رب میں آمد و رفت کی۔ یہاں تک کہ پچاس نماز سے تخفیف کرا کر پانچ منظور کرائیں اور خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ اب ہمیشہ کیلئے غیر مبدل یہ حکم ہے کہ نمازیں پانچ مقرر ہوئیں۔ اور قرآن پانچ کیلئے نازل ہو گیا۔ پھر دوسری دفعہ کی معراج میں یہی جھگڑا، پھر از سر نو پیش آ گیا، تو خدا تعالیٰ نے پھر نمازیں پچاس مقرر کیں اور قرآن میں جو حکم وارد ہو چکا تھا اس کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا اور منسوخ کر دیا۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ نے پہلی دفعہ کے معراج کی طرح پچاس نمازوں میں کچھ تخفیف کرانے کی غرض سے کئی دفعہ حضرت موسیٰ اور اپنے رب میں آمد و رفت کر کے نمازیں پانچ مقرر کرائیں اور جناب الٰہی سے ہمیشہ کیلئے یہ منظوری ہو گئی کہ نمازیں پانچ پڑھا کریں اور قرآن میں یہ حکم غیر متبدل قرار پا گیا۔ لیکن تیسری دفعہ کے معراج میں وہی پہلی مصیبت پھر پیش آ گئی اور نمازیں پچاس مقرر کی گئیں اور قرآن کریم کی آیتیں جو غیر متبدل تھیں، منسوخ کی گئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بہت سی دقت اور بار بار کی آمد و رفت سے پانچ نمازیں منظور کرائیں مگر منسوخ شدہ آیتوں کے بعد پھر کوئی نئی آیت نازل نہ ہوئی۔

اب کیا یہ سمجھ آ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک دفعہ تخفیف کر کے پھر پانچ سے پچاس نمازیں بنا دے اور پھر تخفیف کرے اور پھر تخفیف کر کے پچاس کی پانچ ہو جائیں۔ اور بار بار قرآن کی آیتیں منسوخ کی جائیں اور حسب منشاء نأت بخیر منها او مثلها اور کوئی آیت ناسخ نازل نہ ہو۔ درحقیقت ایسا خیال کرنا وحی الٰہی کے ساتھ ایک بازی ہے۔ جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھا ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح تعارض دور ہو، لیکن ایسی تاویلوں سے ہرگز تعارض دور نہیں ہو سکتا، بلکہ اور بھی اعتراضات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ ایسا ہی اور کئی حدیثوں

میں تعارض ہے۔

قولہ۔ آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آ چکا ہے جس میں وہ تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں دوسرا وہ حصہ جو تعامل سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ حصہ یقینی طور پر صحیح نہیں ہے اور اگر قرآن سے مخالف نہ ہو تو صحیح تسلیم ہو سکتا ہے۔ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایات اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔

اقول۔ آپ کا یہ ثابت کرنا اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ علاوہ حدیث دانی کے، سخن فہمی کا بھی آپ کو بہت سا ملکہ ہے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے جو کچھ اپنی پہلی تحریروں کے نمبر چہارم و پنجم میں بیان کیا ہے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کیلئے ایک عام فہم عبارت ہے۔ اسی لئے میں نے اہل حدیث کی اصطلاح سے کچھ سروکار نہیں رکھا کیونکہ جو مضمون جلسہ عام میں پڑھا جائے وہ حتی الوسع عوام کے فہم اور استعداد کے موافق ہونا چاہیے، نہ کہ ملاؤں کی طرح لفظ لفظ میں اپنے علم کی نمائش ہو۔ اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ فی الواقع احادیث کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک وہ جو احکام اور ایسے امور سے متعلق ہیں جو اصل اسلام اور تعامل سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو حکایات اور واقعات اور قصص اور اخبار ہیں جن کا سلسلہ تعامل سے کچھ ایسا ضروری تعلق قرار نہیں دیا گیا۔ سو میں نے ضروریات دین کے لفظ سے انہی امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ اور آپ اپنی حدیث دانی دکھلانے کیلئے اس صاف اور سیدھی تقریر پر بے جا مواخذہ کرنا چاہتے ہیں اور ناحق ضروریات کے لفظ کو پکڑ لیا ہے۔ کیا آپ کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ ہر ایک شخص اپنے لئے اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ اگر ضروریات سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنی نہیں رہتی۔ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت اور ضرورت کے متعلق ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ دانستہ حق پوشی کر رہے ہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اخبار و قصص کو جو امر متنازعہ فیہ ہے، سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں۔ جو کچھ ہمیں مسلمان بننے کے لئے ضرورتیں ہیں وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول سے حاصل ہیں اور وہی احکام تعامل کی صورت میں عصراً بعد عصر صادر ہوتے رہتے

ہیں۔مسلم اور بخاری میں کئی جگہ بنی اسرائیل کے قصے اور انبیاء اور اولیاء اور کفار کی بھی حکائتیں ہیں جن پر بجز خاص خاص لوگوں کے، جو فن حدیث کا شغل رکھتے ہیں، دوسروں کو اطلاع تک نہیں اور نہ حقیقت اسلامیہ کی تحقیق کیلئے ان کی اطلاع کچھ ضروری ہے۔سو وہی اور اسی قسم کے اور امور ہیں جن کا نام میں احادیث مجردہ رکھتا ہوں، سنن متوارثہ کے نام سے انہیں موسوم نہیں کرتا۔اور وہی ہیں جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں اور مسلمانوں کو تعامل کی حدیثوں کی طرح ان کی کوئی بھی ضرورت نہیں۔اگر اسی مجلس میں بعض قصص بخاری یا مسلم کے حاضر الوقت مسلمانوں سے دریافت کئے جائیں تو ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے نکلیں گے جن کو وہ تمام حالات معلوم ہوں۔بلکہ بجز کسی ایسے شخص کے جو اپنی معلومات کے بڑھانے کی غرض سے دن رات احادیث کا شغل رکھتا ہے اور کوئی نہیں ہے، جو بیان کر سکے۔لیکن ہر یک مسلمان ان تمام احکام اور فرائض کو جو ہم پہلے حصہ میں داخل کرتے ہیں عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں یا کبھی کبھی کرنے کیلئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں۔جن امور کی مواظبت و مداومت بلافتور و اختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں، اور جس قدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں وہ بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ پر ہیں مثلاً رفع یدین و عدم رفع یدین جو دونوں طرح کا تعامل چلا آتا ہے۔ان دونوں طوروں سے جو تعامل قرن اول سے آج تک کثرت سے پایا جاتا ہے، اس کا درجہ زیادہ ہوگا اور بایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے، بلکہ ان دونوں عملوں کی تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ہفت قرأت کی طرح طرق ادائے صلوۃ میں رفع تکلیف امت کے لئے وسعت دے دی ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نمبر اول سلسلہ تعامل احکام ہے وہ اختلاف سے بکلی محفوظ ہے کوئی مسلمان اس بات میں اختلاف نہیں رکھتا کہ فریضہ صبح دو رکعت ہیں اور مغرب کی تین۔الخ۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالوی رحمہ اللہ کا تبصرہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس تمہید اور اس کی مؤید تفصیل میں مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے کہ:

میں اپنے مخاطب کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم و پنجم میں دے چکا ہوں کہ صحیحین کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہیں اور ان میں فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین وعدم رفع یدین داخل ہیں، بے چون وچرا صحیح ومقبول ہیں کیونکہ عمل سے (گو اختلافی طور پر ہو) وہ قوت پا کر قطعی ہو چکے ہیں، ان احادیث کو قرآن سے پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بظاہر مخالف قرآن ہوں تو بھی مقبول ہیں اور ان احادیث سے تعلیم واحکام قرآن پر زیادتی بھی جائز ہے اور جو صحیحین کی حدیثیں متعلق عمل نہیں ہیں، ان کے اگر یہی ظاہری معنی ہیں جو علما بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح نہیں، بلکہ موضوع ہیں اور لائق قبول واعتبار نہیں ہیں، کیونکہ ان کو عمل سے قوت نہیں پہنچی، اس لئے وہ ظنی ہیں اور ان کی صحت پرکھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا، پھر ان کا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہیں موضوع ہے، اور احادیث متعلقہ نزول مسیح کے بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہیں اسلئے مخالف قرآن ہیں کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے اور قرآن کریم قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے (یہ الفاظ بعینہ مرزا کے ہیں)

ہم کہتے ہیں اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو ضلالت والحاد میں پھنسانا چاہا ہے۔ اول تو اس کے اس بیان تمہید کا اس کی تحریر چہارم وپنجم یا کسی اور تحریر میں نام ونشان نہیں اور اگر، ۲۔ بالفرض یہ بیان ان تحریرات میں ہے تو یہ ہمارے اصل سوال کا قطعی کامل جواب نہیں ہے۔ اور ۳، یہ اس سوال کا جواب ہے تو یہ اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت جماعت کی رو سے صحیح جواب نہیں، بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو اصول مذہب اسلام وسنت سے بالکل مخالف ہے۔

ہماری اس تجویز کی پہلی شق کا ثبوت

مرزا قادیانی کی تمہید اور اس کی مؤید تفصیل کی فضول ونامعقول وبلا طائل طول باتوں سے چشم پوشی کر کے اصل مطلب کی طرف دیکھا جاتا ہے تو وہ پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہیں۔

☆اول۔ یہ کہ احادیث تعامل سے اس کی مراد احادیث متعلق عمل ہیں جن میں اعمال اتفاقیہ (جیسے نماز، روزہ، وغیرہ) واختلافیہ (مثل رفع یدین وآمین بالجہر) سب داخل ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلا ریب ویقینی صحیح وثابت اور واجب العمل ہیں۔

سوم۔ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت وقطعیت حاصل ہوئی ہے، ایک تعامل سے دوسرے صحت روایت سے

چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح وقوی وقطعی الثبوت ہیں کہ ان کی صحت پر کھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا اور قرآن سے ان کی موافقت ثابت کرنا ضروری نہیں، بلکہ وہ بظاہر مخالف قرآن بھی ہوں تو وہ واجب القبول و العمل ہیں، اوران احادیث کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم واحکام پر زیادتی بھی جائز ہے۔

پنجم۔ان احادیث کے قطعی ویقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہیں۔اعلی، جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔اوسط، جس سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے عمل میں اختلاف چلا آیا ہے، مگر جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک کثرت ہے۔

ادنی، جس سے وہ احادیث محل اختلاف مراد ہیں جن کی جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک قلت ہے

اس تیسرے مرتبہ یقین کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کو ظن غالب کہتے ہیں اور عقل انصاف حیا کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگر چہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہے اور میں نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کو یقین کے مقابلہ میں ذکر کیا اور اس کا مقابل بنایا ہے۔پھر وہ یقین کی ایک قسم کیونکر ہوسکتا ہے؟

مگر شائد وہ اس وجہ سے بےفکر و بلاخوف ہوکر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کہ اہل عقل وانصاف سے مجھے کیا کام؟ جن لوگوں سے مجھے کام ہے اور وہ میرے دام میں آچکے ہیں، وہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں۔ لہذا میں جو کچھ ان کو کہوں گا، دن کو رات یا رات کو دن، وہ بے چون وچرا اس کو مان لیں گے اور اس کے شکریہ میں فلوس مقررہ بھیج دیں گے اہل عقل وانصاف جو چاہیں کہا کریں۔

ان پانچوں امور یا دعاوی میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس پر مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم یا کسی اور تحریر میں تصریح کی ہو، یا اس کی طرف اس کا اشارہ پایا گیا ہو۔دیگر تحریرات میں تو وہ ان کے بیان کا خود مدعی

نہیں ہوا، تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ان کے بیان کا مدعی ہوا ہے لہذا ان دونوں تحریروں کی عبارات اس مقام میں نقل کر کے ناظرین پر قادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے۔

نقل تحریر چہارم قادیانی و اثبات مخالفت مضمون آن، بمضمون تمہید آن بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو قادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ مندرجہ رسالہ الحق میں اس کو نمبر چہارم قرار دیا ہے وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ بصفحہ ۲۵۵ اور مباحثہ الحق میں بصفحہ ۲۱ مندرج ہے)

ان کا (یعنی محدثین کا) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے، ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے، جو مفید ظن ہے اور اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم و صلوۃ، حج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلیں کہ یہ فن دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو پھر بھی سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے؟ ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو ایک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقینی الثبوت تام کا جو اب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم و صلوۃ وغیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہیں اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم ہوتا ہے۔ میرا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثیں اگر

وہ صحیح بھی ہوں لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں سوان حدیثوں کی حقیقی صحت پر کھنے والا قرآن شریف ہے۔،

اس تحریر نمبر پنجم (یا بقول قادیانی نمبر چہارم میں) مرزا صاحب نے تعامل اور احادیث محل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہیں کہا اور اس عبارت میں امور یا دعاوی خمسہ مذکورہ کا نام ونشان کہیں پایا نہیں جاتا، بلکہ ان کا خلاف موجود ہے۔امر اول وپنجم کے برخلاف اس عبارت میں قادیانی نے تعامل قطعی اور یقینی وتام ثبوت کی تمثیل میں صرف اتفاقی احکام واعمال نماز وحج ،زکوۃ کو ذکر کر کے یہ جتایا ہے کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہیں جن پر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے اور ان کو یقینی وثبوت تام کا درجہ حاصل ہے۔اور امر دوم وسوم کے برخلاف اس نے علم احادیث کو ظنی ومفید ظن کہا ہے اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے اور روایت کو اس اثر میں محض بے دخل ٹھہرایا ہے۔اور امر چہارم وپنجم کے برخلاف اس نے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ میں ٹھہرا کر ان سب کو امتحان صحت کیلئے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھہرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنی نہیں کیا۔

اب ناظرین انصاف سے کہیں،ان تصریحات وعبارات کے ساتھ اس کا یہ کہنا کہ جو کچھ میں تمہید میں کہہ رہا ہوں وہ تحریر نمبر چہارم میں کہہ آیا ہوں،کذب محض اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہے؟

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم کادیانی واثبات مخالفت مضمون آن، بمضمون تمہید آن کذاب لاثانی

واضح ہو کہ جس اپنی تحریر کو مرزا قادیانی نے تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے اور مباحثہ مندرجہ الحق میں اس کو نمبر پنجم کہا ہے وہ درحقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ وغیرہ جلد ۱۳۔اور نمبر ۵ جلد ۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل واحادیث کہا ہے، وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴ میں بصفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ

مندرجہ الحق میں بصفحہ ۱۳۱ وغیرہ منقول ہے):

احادیث کے دو حصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔ یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں۔ سو ایسی حدیثیں تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کی وثاقت واعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔ سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے سے ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا، اور غایت کار مفید ظن ہوسکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئیں ہیں وہ یقینی اور قطعی الثبوت طریق نہیں ہے، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے۔ اور ان تمام امور کا کما حقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ ثبوت پر، جو حکم روایت کا رکھتا ہے، پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے۔ سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ بحسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں۔ غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ تک ہیں۔ اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں۔ بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں، بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔ لیکن اس حالت میں، میں حدیث کو، جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو، موضوع قرار نہیں دے سکتا۔

ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے مقرر کیا، لیکن کبھی

انہوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے، لہذا رواۃ کے حالات صدق و کذب و دیانت و خیانت کے پرکھنے کیلئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی، تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی، لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی۔ سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے، کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہیں۔ اور فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتیں..... میری غرض تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثوں کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے، ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں، کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ میں صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی اس کو میں، من جانب رسول کریم ﷺ یقین نہیں کرونگا۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس عبارت میں بھی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید قادیانی کا نام ونشان پایا نہیں جاتا بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑھ کر ان امور کا خلاف اس میں موجود ہے۔

امر اول و پنجم کے برخلاف اس میں احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین و کامل ثبوت مقرر کیا ہے اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جن کو تعامل سے تعلق نہیں) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھہرایا۔ اس کی عبارت میں حصہ اول کی نسبت الفاظ: ایک مرتبہ یقین، کامل ثبوت؛ وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ وہ مرتبہ ظن سے بڑھ کر نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہیں وغیرہ۔

ہر چند حصہ اول کی نسبت اس نے ایک لفظ بحسب استفاضہ و بقدر فیض یابی بھی بول دیا ہے ولیکن چونکہ وہ لفظ اس نے مقابلہ ظن و غالب ظن بولا ہے لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا وہ ضرور ایک یقین ہی کا

درجہ ہوگا، اس سے ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہو سکے گا، جیسا کہ اس نے اب تمہید میں ادنی درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔ اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔

اور امر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا، اور صاف کہد یا کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے وہ روایت سے اور راویوں کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے اور نہ اس فن کی تحقیقاتیں قطعی اور یقینی ہیں، اور نہ وہ ثبوت کامل کی مثبت ہو سکتی ہیں، بلکہ وہ صرف تعامل کی وجہ سے وبس۔

امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ: احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں۔ گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہفتم) قادیانی سے ظاہری اتفاق ہے، مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) سے کلی اختلاف ہے۔ الفاظ امر چہارم تمہید میں مرزا قادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلا فیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ ظنیات سے ہیں، ان میں شامل کر لیا ہے۔ اور پھر ظن کو ایک ادنی مرتبہ یقینی قرار دے کر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ میں داخل کر کے یقین بنالیا ہے۔ مگر مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) میں احادیث متعلق تعامل کو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی قیدیں لگا کر ان احادیث سے مخصوص کر دیا ہے جو محل اتفاق ہیں، اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسے احادیث متعلقہ حکم فرضیت صلوۃ، صوم یا عدد رکعات ہیں۔ لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) کا یہ فیصلہ ہے کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہیں اور وہ بلا شبہ اور بلا ریب قطعی ویقینی ہیں اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں، وہ محتاج عرض قرآن نہیں ہیں، باقی سب احادیث جنکے عمل وترک میں اختلاف ہے اور اس وجہ سے وہ رتبہ صحت وثبوت کامل تک نہیں پہنچیں، اور وہ بلا شبہ قطعی ویقینی نہیں، وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہیں۔ اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید کے صریح مخالف ہے۔

اس بیان سے ہماری تجویز کی شق اول ثابت ہوئی اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے تمہید میں بیان کیا ہے اس کی تحریر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کا نام ونشان نہیں، بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ہماری تجویز کی دوسری شق کا جواب

فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی کا بیان تمہید اس کی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں موجود ہے، تاہم اس بیان میں ہمارے سوال کا جواب کامل و قطعی نہیں ہے۔ اس بیان میں گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح و قطعی الثبوت و واجب العمل مان لیا ہے، مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہیں بلکہ متعلق قصص و اخبار ہیں (جیسے احادیث نزول مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے کہ اگر ان کا مضمون موافق قرآن ہوگا تو ان کو صحیح تسلیم کیا جائے گا، مخالف ہوگا تو موضوع قرار دیا جائے گا۔ پھر اس امر کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کہ احادیث متعلقہ نزول مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافق قرآن ہے۔ و بناءً علیہ صحیح و واجب التسلیم ہے۔ یا وہ مضمون مخالف قرآن ہے، لہذا وہ احادیث موضوع ہیں۔ بلکہ ان کی نسبت شتر مرغی اختیار کر کے دو رخی بات کہی ہے کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہیں، ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہیں، اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہیں ان معنی کی نظر سے وہ صحیح اور موافق قرآن ہیں۔ جس پر اس سوال کی جگہ ہے کہ ان احادیث کے معانی واقع اور نفس الامر میں مراد شارع ﷺ ایک ہی ہوں گے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ و مسلمہ مراد شارع ٹھہراتے ہیں) یا تاویلی و تحریفی (جو از روئے الحاد و باطنیت خود بدولت مراد لیتے ہیں) پس اگر آپ کی رائے و اعتقاد میں ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہیں جو آپ نے گھڑ لئے ہیں اور وہ آپ کے خیال میں قرآن مجید کے موافق و مطابق ہیں تو آپ کو جزم و یقین کے ساتھ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہیے، اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہیے کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہیں اور یہ قرآن مجید کے عین مطابق و موافق ہیں اور اس موافقت قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح و قطعی واجب القبول ہیں۔ اور ان معنے کے یقین صحت اور اس یقین صحت معنی کی نظر سے یقین صحت احادیث مذکورہ کے ساتھ آپ کا ان احادیث کو ظاہری معنی کی نظر سے (جو آپ کے نزدیک صحیح نہیں) موضوع کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ کہنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی آیت قرآن کے ایک معنی کو یقیناً صحیح و مراد خداوندی سمجھے اور دوسرے معنی کو غلط قرار دے اور پھر کسی شخص کے دوسرے معنی کی تجویز پر یوں کہے کہ اگر اس آیت سے دوسرے معنے مراد ہیں تو یہ آیت قرآن کی آیت نہیں

ہے، بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جو قرآن میں ملایا گیا ہے۔

اس شرطی نفی وانکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہیں کرسکتا۔ بلکہ ہر کس ذی ہوش وحواس اس شرطیہ طور پر منکر آیت قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح ومتعین ہیں جو تیرے خیال میں ہیں اور دوسرے معنے غلط ہیں تو تجھے جزم ویقین کے ساتھ ان معنی کی صحت کا دعوی کرنا اور بناء علیہ آیت کو آیت قرآن اور اس کا جزء سمجھنا واجب ہے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا۔

ایسا ہی مرزا قادیانی پر یہ الزام قائم ہوسکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث نزول مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین ومتیقن جو تمہارے خیال میں ہیں تو ان احادیث کو نقارہ کی آواز سے صحیح ماننا تم پر واجب ہے، نہ ظاہری معنے کی نظر وشرط سے (جن کو تم صحیح نہیں سمجھتے) ان کو موضوع قرار دینا یا ان دونوں معنے کی نظر سے صحت احادیث میں شک وتردد ظاہر کرنا اور یوں کہنا کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہیں تو یہ موضوع ہیں اور اگر تاویلی مرادلیں تو صحیح ہیں۔ مرزا قادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو، بتاؤ اب بھی اس جواب کو قطعی اور صحیح وکامل کہو گے؟ قادیانی کی محبت میں جو اندھے اور کانے ہورہے ہیں وہ اب بھی اس جواب کو قطعی اور کامل کہیں تو محل تعجب وافسوس نہیں مگر صحیح وسلیم الحواس ناظرین وسامعین سے تو امید کامل ہے کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھ کر یا سن کر قادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی وناکامل قرار دیں گے اور اس سے مرزا قادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کریں گے اور اس کو اس جواب کی نظر سے شتر مرغ یا روباہ صفت سمجھیں گے اور اس قسم کی باتوں سے اس کی شعبدہ بازی کا یقین کریں گے۔

ہماری تجویز کی تیسری شق کا ثبوت

یہ بھی بطور فرض محال، فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی نے جو جواب دیا ہے یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے ولیکن یہ جواب اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت وجماعت کی رو سے صحیح نہیں ہے، بلکہ ملحدانہ

جواب ہے کیونکہ اس جواب میں احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ ان کے عمل وترک میں اختلاف ہو، قطعی صحیح اور بلا ریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے اور اجمال واشارات قرآن کی تفسیر وتفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے اور ان احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہوں مشتبہ وشکی، اور بلا شہادت و موافقت قرآن نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ اور اس رتبہ سے گرایا ہے کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کریں۔ یا اس کے اجمال واشارہ کی تفسیر وتفصیل کر سکیں۔ اور یہ محض ملحدانہ اصول ہے جس سے احادیث متعلقہ عقائد کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہیں، ردّ وابطال اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے کتاب اللہ کا نسخ متصور ہے۔ اور یہی اس اصول کی تمہید وتقریر سے مرزا قادیانی کا مقصود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ فروعات اختلافیہ کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے دست آویز بنا کر کتاب اللہ پر زیادتی کرلے، جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور عقائد متفق علیہ اہل سنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید وصفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض روح، عذاب قبر، سوال منکر نکیر) وحالات محشر (علامات قیامت، حشر، اخبار و احداث وعبور پل صراط، حساب، وزن اعمال) ونعیم جنت (دیدار خداوحور وقصور، انہار واشجار) وآلام جہنم (طوق واغلال وغیرہ) چاہے خیر باد کہکر ملحد وزندیق ونیچری بن جائے، اور اس پر مرزا قادیانی کی یہ دلیل پیش کرے کہ یہ احادیث متعلق عمل نہیں صرف قصص واخبار کے متعلق ہیں۔ لہذا ان کی صحت شکی ومشتبہ ہے اور بلا شہادت وموافقت قرآن ان کو قبول کرنا جائز نہیں اور قرآن میں ان تفاصیل کا نام ونشان نہیں۔ اس میں مجملاً احوال برزخ وقیامت کا بیان ہے جس پر ان احادیث کے بیان سے زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ حدیثیں اس لائق نہیں کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر و تفصیل بن سکیں کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کے قوی اور بلا ریب سلسلہ میں نہیں آئیں۔ اور اس آفتاب کی روشنی سے فیض یاب نہیں ہوئیں۔

اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت اس ملحدانہ اصول کے دونوں جزء کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے مگر ان کو قطعی ویقینی الثبوت نہیں کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے ان کو مرتبہ ظن میں جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات میں ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۶ میں بیان ہوا اور آئندہ بھی ہوگا، اسلام میں ایسا کوئی شخص آج تک نہیں ہوا جو اختلافی

مسئلہ فرعی کو یقینی وقطعی وبلا ریب، قوی کہے۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث عمل سے بڑھ کر واجب القبول قرار دے۔ وہ احادیث جو اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت میں قطعی ویقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہیں، دواوین اسلام، کتب حدیث وکتب عقائد میں ان احادیث اوران سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اوران احادیث اوران مسائل کی نسبت محدثین وآئمہ کلام کا دعوی شہرت وتواتر ہے۔ وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی نہ سمجھتے تو ان احادیث اوران مسائل کو عقائد اسلامیہ میں ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ان میں مسلم ومتفق چلا آتا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات پر اعتماد جائز نہیں اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے اور اس مسئلہ پر ان کا نصوص کتاب اللہ سے استدلال واستشہاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے: سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا و لا آباءنا ولا حرمنا من شیء۔ کذلک کذب الذین من قبلهم حتی ذاقوا باسنا قل هل عندکم من علم فتخرجوه لنا۔ ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون۔ (انعام۔ ع ۱۸)۔شتاب منکر کہیں گے خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ، اور نہ ہم کسی چیز کو (اپنی طرف سے) حرام بناتے۔ ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا، یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا، تو ان سے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر) کوئی یقینی سند ہے جس کو نکال سکو۔ تم تو ظن ہی کے پیچھے لگتے اور اٹکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا: وما یتبع اکثرهم الا ظنا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ان اللہ علیم بما یفعلون۔ (یونس۔ ع ۴) ان میں بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں اور ظن حق کا کام کچھ نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہیں۔

پہلی آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے کہا ہے اس آیت میں ظن کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے خصوصاً اعتقادی مسائل میں، شائد یہ ممانعت اس موقع پر ہو جہاں ظن کے مقابلہ میں کوئی یقینی امر ہو، کیونکہ آیت کا موردنزول ایسا موقع ہے۔

لفظ شائد قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے کہ الفاظ قرآن کے عموم کا اعتبار ہے نہ خاص

موردنزول کا، اور یہ امر بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اوراسی کے موافق علمائے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔ لہذا اس آیت میں ہرایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد میں ممانعت ہے۔ اس کو اس ظنی امر سے (جس کے مقابلہ میں کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور بیضاوی نے دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں یقین حاصل کرنا واجب ہے، اس میں ظن وتقلید پر اکتفا جائز نہیں۔ خدا کا یہ فرمانا کہ خدا جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈرانا ہے۔

ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر میں نواب صدیق حسن نے فتح البیان میں لکھا ہے۔

کرخی نے کہا ہے اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے اور ظن وتقلید کو کافی سمجھنا جائز نہیں کیونکہ دین یقین ہی بتاتا ہے اور اسی یقین سے حق واضح ہوتا ہے اور ظن اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اور اس سے حق معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ظن کسی امر حق میں کام نہیں دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔ اس میں حق سے علم مراد ہے۔

اور امام رازیؒ نے فرمایا ہے: مسائل اعتقادیہ یقینیہ میں ظن پر اعتماد جائز نہیں،

امام سیوطیؒ نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان میں نقل کر کے فرمایا ہے: تجھے یہ کلام اس امام کا اس باب میں بس ہے۔

بحرالعلوم لکھنویؒ نے شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے: اعتقاد ظن سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اعمال میں ظن پر بھی عمل جائز ہے۔

تفتازانیؒ نے تلویح میں فرمایا ہے: اعتقادی مسائل اکے دکے راویوں کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

علامہ ہارونؒ نے ناظورالحق میں لکھا ہے: تو جان چکا ہے کہ باب اعتقاد میں ظن وقیاس جاری نہیں ہوتا اور اعتقاد ، اجتہاد اور لوگوں کی رائے سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس میں حق قطعی ہوتا ہے جس میں اختلاف متصور نہیں۔

ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں بجواب اس قول علاء الدین قونوی کے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور

سے عذاب اٹھایا جاتا ہے، پھر وہ قیامت تک عود نہیں کرتا ،فرمایا ہے: یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عقائد کے باب میں یقینی دلائل معتبر ہیں، نہ اکے دکے راویوں کی حدیثیں، جو ظنی ہوتی ہیں۔ ہاں جبکہ وہ کئی طریق (راویوں) سے مروی ہوں اور تواتر معنوی کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ بھی قطعی ہو جاتی ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ نے سم القوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے۔

اہل علم وصاحب فہم یہ بات جانتے ہیں کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے، نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ میں کام دیتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالی نے کافروں کی مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں، اور ظن حق سے کام نہیں دیتا، تو اس سے منہ پھیر لے، جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہیں چاہتا وہی ان کی سمجھ کی حد ہے، تیرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے اور جو اس کی راہ پر ہے۔ اور اس باب میں آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے، ان لوگوں کے نزدیک جن کو علم ہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحقؒ نے تکمیل الایمان میں فرمایا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں آپ نے فرمایا ہے: شیخ علاء الدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ است مے گوید کہ آنچہ برمن ظاہر میشود، اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام در قبور و وجود ایشاں در وے بوجہیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان در قبور ہمبریں وجہ از مسائل فروع نیست۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا رود وبمشاہدہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال پذیرفتہ وفانی شدہ وعود آن حیات را دلیلی قطعی وحجت ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد۔

یہ ان حضرات کی عبارات وتصریحات کا ترجمہ ہے اور اصل عبارات ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۹ میں منقول ہیں۔ ان تصریحات واستدلالات کے ساتھ ان حضرات محدثین ومتکلمین ومفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب میں بیان کیا اور ان پر احادیث مذکورہ سے تمسک واستدلال کیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو حد شہرت وتواتر تک پہنچی ہوئی جانا اور قطعیات میں شمار کیا ہے۔ اور اگر وہ ان احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اور ان عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہیں، ظنیات خیال کرتے ہیں، تو

تصریحات بالا کے ساتھ وہ ان عقائد کو اسلامی و سنی عقائد نہ ٹھہراتے اور اپنی کتب حدیث و تفسیر و عقائد میں ان پر ایمان لانے کی رغبت نہ دلاتے۔

یہ جو ہم نے کہا ہے اس میں محض ظن و استنباط سے کام نہیں لیا۔ اور صرف ان حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج و اثبات نہیں کیا۔ ان آئمہ نے تصریح و توضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت و تواتر کا دعوی کیا اور صاف کہہ دیا ہے کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہیں۔

فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان بحق میرزا قادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳، اشاعۃ السنۃ) میں علماء متکلمین و مفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ متکلمین کے مزید اقوال دیکھنے ہوں تو شرح عقائد و شرح مقاصد میں ملاحظہ کریں۔ اس مقام میں بعض محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں احادیث متعلقہ نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

امام شوکانی رسالہ توضیح میں احادیث نزول مسیح کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

فهذه تسعة و عشرون حديثاً تنضم اليها احاديث آخر ذكر فيها نزول عيسى منها ما هو مذكور فى احاديث الدجال و منها ما هو مذكور فى احاديث المنتظر و تنضم الى ذلك ايضاً الآثار الواردة عن الصحابة فلها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فى ذالك فمنها عن ابى هريره عند ابن ابى شيبه، و منها عنه ايضاً، ذكرة فى كنز العمال، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن ابن عباس ذكره فى الكنز، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن عبد الله بن عمر ذكره ابن ابى شيبه، و منها عن ابن مسعود ذكره فى كنز العمال، و جميع ما سقناه بالغ حد التواتر كما لا يخفى على من له فضل اطلاع فتقرر بجميع ما سقناه فى هذا ان الاحاديث الواردة فى المهدى المنتظر متواترة و الاحاديث الواردة فى الدجال متواترة و الاحاديث الواردة فى نزول عيسے متواترة و فى هذا المقدار كفاية لمن له هداية ۔ (حجج عن التوضيح) کہ یہ انتیس حدیثیں ہیں جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہو سکتی

ہیں۔جن میں حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے۔ازانجملہ بعض وہ ہیں جواحادیث متعلقہ دجال کے ضمن میں مذکور ہیں۔بعض ایسی ہیں جواحادیث مہدی موعود کے ضمن میں مذکور ہیں اوران کے ساتھ صحابہ کے آثارواقوال بھی شامل ہوسکتے ہیں جوحدیث مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسی احادیث کے بیان میں اصحاب کے اجتہادو رائے کا دخل نہیں ہوسکتا۔ازانجملہ ابوہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی کتاب میں،ایک اوراس کی حدیث کنز العمال میں ہے۔اس میں ان کی ایک اورحدیث ہے۔وازانجملہ ایک حدیث کنز العمال میں ابن عباس سے ہے،اس میں ایک حدیث ان کی اور ہے۔ازانجملہ عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے و ازانجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جوکنز العمال میں ہے۔یہ سب حدیثیں جن کوہم نے بیان کیا ہے،مل کرحد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ہماری اس نقل وبیان روایات سے ثابت ہواکہ جواحادیث مہدی موعود کے باب میں وارد ہیں وہ متواتر ہیں اورجودجال کے حق میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اورجوحضرت عیسی کے نزول کے متعلق وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں۔اس قدربیان میں اس شخص کے لئے کفایت ہے جس کوہدایت حاصل ہے۔

اورنیزامام شوکانی ؒ نے توضیح میں کہا ہے کہ:

و اما الا حا دیث الواردة فی الد جا ل فا لذی اذکرہ ھنا مائة حد یث ثم سردھا بقولہ ا لاول و الثا نی الی آ خر الما ئة ثم قال و اقتصر علی ھذا المقدار فلیس المراد ھنا الا بیا ن کو ن احا دیث خرو ج الدجال متوا ترة و المتوا تر یحصل با لبعض مما سقناہ و قد بقیت احا دیث و آ ثار عن جماعة من الصحا بة ترکنا ذکر ھا و وقفنا علی ھذہ الما ئة الحد یث التی اشر نا الیھا و الی من خر جھا (حجج عن التو ضیح) کہ دجال کے باب میں جواحادیث وارد ہیں،ازانجملہ جواس مقام میں ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ سواحادیث ہیں۔پھران کونام بنام ذکروشمارکیااوراس کے بعدفرمایا۔اب ہم کوچاہیے کہ اسی قدر پربس کریں۔اس سے ہمارامقصودصرف اس امرکا بیان ہے کہ احادیث دجال متواتر ہیں اورتواترصرف بعض احادیث سے،جوہم نے بیان کیں ہیں،حاصل وثابت ہوسکتا ہے اورہنوزبہت سی احادیث وآثارصحابہ باقی ہیں،جنکے ذکرکوہم نے ترک کردیا ہے اوران ہی سواحادیث کے بیان پروقفہ کیا ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح میں کہا ہے:

ورد السوال من بعض الاعلام عن الاحادیث الواردة فی هولاء هل هی متواترة ام لا ؟ فاقول اما الاحادیث الواردة فی المهدی فالذی امکن الوقوف علیه منها خمسون حدیثاً ثم صردها لقوله الاول و الثانی الی آخر الخمسین ثم قال فهذه خمسون حدیثاً فیها الصحیح و الحسن و الضعیف المنجبر و هی متواترة بلا شك و لا شبهة بل یصدق وصف التواتر علی ما هو دونها علی جمیع الاصطلاحات المجردة فی الاصول و .. هنا انتهی الکلام علی الاحادیث الواردة فی المهدی و اما الآثار عن الصحابة المصرحه بالمهدی فهی کثیرة الی ان ذکر ثمانیة و عشرین ثم قال فهذة ثمانیة و عشرون اثراً لها حکم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فی مثل ذالك ۔ (توضیح علی ما فی الحجج) کہ بعض علماء اعلام نے سوال کیا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جو احادیث وارد ہیں، وہ متواتر ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ جو احادیث امام مہدی کے باب میں وارد ہیں، ازانجملہ جن احادیث سے لوگوں کا واقف ہونا ممکن ہو وہ پچاس ہیں۔ پھر ان احادیث کو از اول و دوم تا آخر پچاس تک بیان کیا۔ پھر کہا یہ پچاس حدیثیں ہیں جن میں سے کوئی صحیح ہے، کوئی حسن ہے، کوئی ضعیف جس کے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے، اور وہ بلاشک وشبہ متواتر ہیں، بلکہ یہ صفت تواتر تو ان سے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے۔ یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے، رہے آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو بتصریح بیان کرتے ہیں، سو بہت ہیں پھر ان کو اٹھارہ تک شمار کیا، پھر کہا یہ اٹھارہ آثار ہیں جو احادیث مرفوعہ کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہیں ہو سکتا۔

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال اور اس قسم کی اور احادیث کی نسبت علماء محدثین و متکلمین کو تواتر کا دعوی ہے اور یقینی صحیح جانتے ہیں اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہیں ان کو وہ اسلامی وسنی عقائد ٹھہرا چکے ہیں اور ان کے مقابلہ میں مسائل فرعیہ اختلافیہ کو ظن اور ان کے متعلق احادیث کو ظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہیں۔

مرزا نے اپنے جواب و بیان میں ان سب کا خلاف کیا اوران کے قرارداد کی رو سے اسلام وتسنن کا خلاف کیا اوراس میں الحاد سے کام لیا، لہذا اس کا یہ جواب اسلامی وسنی اصول کی رو سے صحیح جواب نہیں ہے۔ اس مخالفت اصول اسلام وتسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے اور خود اپنے آپ کا مخالف، اس کے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلم عقلاء ہے کہ یقین اعلی رتبہ ہے اور ظن ادنی۔ اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلی رتبہ ہے، ظنیات سے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔ اور عمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنی ہے اور اس کے توابع میں سے ہے، ظن سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیسا کہ قرارداد اسلام وتسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت ویقینی صحیح قرار دینے کیلئے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے، نہ مفید ظن) لائق لحاظ واعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی قرار دینے کے لئے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے اور وہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار و نا قابل لحاظ ٹھہرایا ہے۔ اور اس میں اعلی کو ادنی اور ادنی کو اعلی ٹھہرایا ہے اور مرجوح کو راجح کیا اور راجح کو ساقط کر دیا۔ جو عقلاء جہان کے برخلاف ہے۔

قادیانی جواب کے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب میں پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی ویقینی الثبوت بنانے کے لئے قرارداد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھا اور قبول کیا۔ اوران کی نسبت حسن ظن کو قائم

رکھ کر یہ خیال وفرض کرلیا کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) ان پر پایا نہ جاتا۔ مگر بعد میں حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کیلئے اس قرارداد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق اعتقاد رکھنے اور ان سے مستخرجہ مسائل کو بالاتفاق قبول کر کے عقائد اسلامی وسنی قرار دینے میں وقوع میں آئی ہے) رد کر دیا اور نا قابل قبول ٹھہرایا۔ اور ان کی نسبت حسن ظنی کو قائم نہ رکھا اور ان کے حق میں یہ نیک ظن نہ کیا کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتیں تو علماء اسلام خصوصاً اہل سنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر وچشم کیوں قبول کرتے۔ اور ان سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی وسنی کیوں ٹھہراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح وقطعی سمجھنے اور ان کے ظاہری معانی مراد ٹھہرا کر ان کو اسلامی وسنی عقائد ٹھہرانے میں ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا، اور ان کے علم وفہم ودین پر برا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے یعنی پہلے ان کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا اور اس میں علماء پر حسن ظن رکھنا، پھر ان کے قرارداد کو (جو اتفاق کے ساتھ اعتقاد کے متعلق پائی گئی ہے) رد کرنا اور اس میں ان پر بدگمانی کرنا قادیانی میں کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی، تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا، بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بد اعتقاد ہے (چنانچہ اس کے لفظ لفظ سے مستفاد ہے، اور اس کی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ، گو عمل کے متعلق ہیں، خواہ اعتقاد کے متعلق، برملا وعلی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونوں کے قرارداد کو لغو ونا قابل اعتبار قرار دیتا۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ واقوال وقرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے (جیسا کہ اس کا ظاہری دعوی ہے، اور اس کے ناواقف دام افتادہ لوگوں کا اس کی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ، گو متعلق عمل ہیں خواہ متعلق اعتقاد، قبول کرتا، اور ان کی نسبت قبولیت وقرارداد کا عمل سے وقوع میں آئی ہے، خواہ اعتقاد سے، لحاظ کرتا اور عمل اعتقاد دونوں میں ان پر حسن ظنی رکھتا۔ یہ مقتضائے حیا وعقل نہیں ہے کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے، اور ان کے متعلق علمائے اسلام کی عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے اور اس میں ان پر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق ان کی اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس میں ان پر حسن ظنی نہیں رکھتا۔

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب میں جو قادیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے تو اس کا سبب ومنشاء یہ ہے (جو اس کے ہر ایک قول وکردار سے مفہوم ہوتا ہے ، و اللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ در حقیقت وہ کسی مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے اور نہ اسلامی اصول دلائل کتاب وسنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے ۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب و دین قائم کرنا چاہتا ہے ۔مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دام میں لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء واظہار کے ساتھ ناممکن ہے، لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان واظہار میں شتر مرغی وروباہ بازی اختیار کرتا ہے اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا ہے اور جس ہتھیار سے کام نکلے، اسے کام میں لاتا ہے ۔کبھی زور شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار، کبھی آیات قرآنیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار، کبھی اجماع سے استدلال، کبھی اس کو ورانہ کہہ کر اس کے ردّ کا اقبال ۔وعلی ہذا القیاس ۔پھر فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال وانکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروانہیں کرتا اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے ۔پس جس جال میں جو کوئی پھنسا، وہی غنیمت ہے ۔مقابلہ اور موازنہ کرنے والے، پھر پیچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ، شاذ ونادر ہوتے ہیں ۔..اس جرأت و خیال سے وہ ایک مقام میں جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے، دوسرے مقام میں اس کا اقرار کر لیتا ہے ۔اور جس بات کا اقرار کیا ہو، اس سے انکار کر جاتا ہے، اور جو بات نہ کہی ہو، اس کے کہنے کا جھوٹا مدعی بن جاتا ہے، اور جو بات کہہ چکا ہے اسکے کہنے سے منکر ہو جاتا ہے ۔اس کی ایک مثال اس کا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ جواب میں تحریر نمبر چہارم وپنجم میں دے چکا ہوں حالانکہ ان تحریرات میں اس کا نام ونشان نہیں ۔ایک اور عام فہم مثال اس مقام میں ذکر کی جاتی ہے ۔

رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب نے لیلۃ القدر کے حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے اور اس کی نسبت صاف اور کھلے الفاظ سے یہ بات کہدی ہے: اس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکھا گیا ہے ۔مگر در حقیقت یہ رات نہیں ہے ۔یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے ۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۰ میں اور متعدد تحریروں میں اس نفی سے انکار کیا اور بضمن سوال و جواب یہ کہا ہے:

سوال۔ لیلۃ القدر کے اور معنے کر کے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔

اما الجواب۔ معترض صاحب نے اعتراض سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس جگہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہیں وہ بھی مسلم و بجا ہیں اور ساتھ ان کے یہ بھی معنے ہیں۔ اور دونوں معنوں میں کچھ منافاۃ نہیں۔ قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے اور بطن بھی اور صدہا معارف اس کے اندر پوشیدہ ہیں پس اگر اس عاجز نے تفہیم الٰہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے تو کہاں سمجھا گیا کہ پہلے معنوں سے انکار کیا ہے۔

ناظرین اس عبارت ازالہ اوہام اور اس عبارت فتح الاسلام کا مقابلہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی کا لیلۃ القدر کے رات ہونے سے عبارت فتح اسلام میں انکار اور اس انکار سے عبارت ازالہ اوہام میں انکار، اور رات ہونے کا اقرار ہمارے دعوی کا مصدق اور اس کی ایک صریح و صحیح مثال ہے یا نہیں۔ ایسی صریح مثالیں اور بہت ہیں۔ ازانجملہ بعض کا بیان مرزا قادیانی کے تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آئندہ نوٹوں میں ہوگا ۔ ان شاء اللہ تعالی۔

مضمون تمہید قادیانی پر ہمارے اس تبصرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے تمہید میں جو دعوی کیا ہے کہ اس نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ہمارے اصل سوال کا جواب دیدیا ہے وہ، محض کذب وخلاف واقع ہے۔

اگر اس جواب کا ان تحریرات میں ادا ہونا فرض کر لیا جائے تو وہ ہمارے سوال کا قطعی و کامل جواب نہیں ہے۔
اور اگر اس جواب کو قطعی و کامل جواب فرض کر لیا جائے، تو وہ جواب اصول اہل اسلام و تسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے، بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے ۔

مرزا صاحب نے ایک دفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا، اور نہ ہم نے اپنی کسی تحریر میں ایک بات بھی غیر متعلق پیش کی ہے۔ جس بات کو مرزا صاحب غیر متعلق سمجھتے ہیں یعنی احادیث ممانعت وشم، و حرمت

خر ودرندگان سے ان پر الزام، وہ غیر متعلق نہیں۔ مرزا صاحب کی عبارات پر ہم حواشی کی صورت میں نوٹ لکھتے آئے ہیں اور یہاں بتاتے ہیں کہ تعامل کو جو انہوں نے قطعی ویقینی وبلاریب اور احادیث محل تعامل کو قطعی ویقینی الثبوت وبلاریب کہا ہے تو اس سے مجھے ہی نہیں، ہر کس وناکس کو جو الفاظ قطعی ویقینی وبلاریب کے معنی جانتا اور سمجھتا ہے، یہی سمجھ میں آیا کہ ان احادیث سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جن پر امت محمدیہ کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے۔ اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور وہی احادیث آپ کے نزدیک اس لائق ہیں اور یہ رتبہ رکھتی ہیں کہ وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں اور ان کی تسلیم صحت، موافقت قرآن پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کا مضمون مخالف قرآن بھی ہو، تو وہ لائق تسلیم ہے اور وہی احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کر سکتی ہیں اور وہی احادیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہیں اور جو حدیث ایسی قطعی ویقینی وبلاریب صحیح نہ ہو وہ بلاشہادت موافقت قرآن، لائق تسلیم نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہے۔ بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، جس پر آپ کو درندوں کی حرمت اور گدھے کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا تھا کہ گدھے اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے کہ اس پر تعامل ہو ہی نہیں سکتا، چہ جائے کہ تعامل قطعی ہو۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمت خر ودرندگان ہے، نہ متعلق عمل ومع ہذا یہ حدیث معنے ان آیات قرآن کی شارح ومفسر ہے جن میں بیان ہے کہ بجز مردار وخون وخنزیر تم پر کوئی جانور حرام نہیں اور جو کچھ زمین میں خدا نے پیدا کیا ہے وہ تمہارے لئے مباح ہے۔ اس حکم حرمت خر ودرندگان میں قرآن اپنا مفسر نہیں ہوا۔ پھر اس کی تائید وشہادت میں کہا گیا تھا کہ یہ خدمت تفسیر قرآن، حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، وہ تم لے لو۔ پھر اس آیت کی تفسیر وتشریح میں قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا کہ انہوں نے اس آیت کی رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی میں وارد ہے، داخل قرآن اور اس کا ایک حکم سمجھا۔ باوجود کہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے، متعلق عمل نہیں تاکہ یہ محل تعامل ہوسکے۔ اب ناظرین انصاف سے کہیں، یہ دونوں حدیثیں (حدیث حرمت خر ودرندگان وحدیث حرمت وشم) قادیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث جس پر تعامل قطعی ویقینی پایا نہ گیا ہو، مفسر قرآن نہیں ہوسکتی اور اس کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، پورا تعلق رکھتی ہیں اور اس دعوی میں اس کو پورا الزام دیتی ہیں، یا یہ اجنبی و

غیر متعلق احادیث ہیں؟ اور یہ بھی داد دیں کہ اس الزام کے جواب میں اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یہ احادیث متعلق احکام ہیں اور احکام تعامل میں داخل ہیں اور میں احادیث تعامل کو محل نزاع سے خارج کر چکا ہوں اور ان کو قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کرنے والی مان چکا ہوں۔ ایک طرفہ روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں ناظرین اولاً یہ غور کریں کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہیں، نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیوں کر ہوسکتی ہیں؟ ثانیاً یہ غور کریں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ میں ہر ایک حکم یا عمل کو محل نزاع سے خارج کیا اور اس کو مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، یا تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب اور اس کے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلا ریب صحیحہ ثابت کو۔

ادنی غور وتوجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی نے احادیث قطعی الثبوت کو جو تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب کا محل ومتعلق ہیں، خارج از محل نزاع کہا۔ اور مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، نہ ہر ایک عمل یا حکم کو اور نہ ہر ایک حدیث متعلق عمل کو۔ اور احادیث متضمنہ خرو درندگان وحرمت وشم تو مطلق عمل وتعامل کا محل نہیں۔ وہ صرف اعتقاد حرمت اشیا مذکورہ کے متعلق ہیں۔ لہذا ان احادیث سے قادیانی پر پورا اور باموقع الزام ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا تو اس الزام کو مان لیتا۔ الٹا یہ الزام نہ دیتا کہ غیر متعلق حدیثوں کو پیش کیا

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کو اصل مباحثہ سننے کا انتظار تھا۔ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کا رفع انتظار خوب کیا۔ اخیر تک اصل جواب کی طرف رجوع نہ کیا۔ ادھر ادھر کی باتوں، قطعی، ظنی، تعامل وغیرہ میں بحث مقدمات کو پھنسا رکھا۔ نہ مقدمات کو ختم ہونے دیا نہ بحث مقصود حیات وممات کی طرف رجوع کرنے دیا۔ آپ کے اس مناظرہ سے بہت سے حق شناس حقیقت رس لوگوں نے آپ کی دیانت اور مناظرانہ لیاقت وراستی وتہذیب کا خوب اندازہ کرلیا۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آپ کو جھوٹا اور فریبی اور دھوکہ باز سمجھ کر آپ کا اتباع ترک کیا۔ ازانجملہ اس مقام میں زیادہ لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب صوفی مرحوم لدھیانہ ہیں، جو پہلے آپ کے خلیفہ تھے، پھر اس مناظرہ میں آپ سے بے اعتقاد ہوکر آپ کی اتباع سے بے زار ہوئے۔ ایک دوسرے سادہ لوح میر ناصر نواب ہیں جو آپ کے خسر ہیں اور وہ آپ کے دھوکہ میں آکر آپ کے مرید ہوگئے تھے۔ اور آخراسی مباحثہ کو دیکھ کر ایک مجلس عام جامع مسجد

پٹیالہ میں تائب ہوئے اور مظہر ہوئے کہ مجھے باوجود خاص تعلق، مرزا قادیانی کی دھوکہ دہی کا یہ علم نہ تھا جو مباحثہ لودہانہ کے دیکھنے سے حاصل ہوا۔

اور آخر میں مولانا بٹالویؒ، مرزا صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ پہلے تو آپ نے قطعی و یقینی و بلا ریب وغیرہ کی قیدیں لگا کر احادیث تعامل ان ہی احادیث کو بتایا تھا جن کو اب نمبر اول قرار دیتے ہیں۔ اب رفع یدین وعدم والی حدیثوں تک کو ان احادیث تعامل میں شامل کرلیا۔ مگر یہ اخیر ہتھیار بھی آپ کا کام نہ آیا، خطا گیا ۔ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اولاً یہ تفصیل اور اس قسم کے اور مضامین تمہید آپ کی سابق تحریرات کے مخالف ہیں ۔ثانیاً اس تفصیل کے ساتھ بھی یہ جواب ہمارے سوال کا جواب قطعی نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً قطعی ہو بھی، تو یہ جواب اصول اسلام کے برخلاف ہے، اور خاص کر یہ تفصیل آپ کی خود مبطل و مکذب ہے کیونکہ جس حالت میں احادیث اختلافی، صرف اختلافی عمل کے سبب سے قطعی اور قرآن پر عرض ہونے سے مستغنی اور قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کی مثبت ہوسکتی ہیں، تو احادیث اعتقاد متعلق نزول حضرت مسیح وغیرہ اتفاقی تسلیم وقبولیت کے سبب ان سے بڑھ کر اور بدرجہ اولی قطعی و مستغنی ومفسر قرآن ومثبت زیادت ہوسکتی ہیں۔

مرزا صاحب کی تمہید پر تبصرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ان کے پرچہ ہشتم کے اصل اصول کی بیخ کنی ہوگئی۔ اور حاجت باقی نہیں رہی کہ اب اس تحریر کے اقوال تفصیلیہ پر کچھ نوٹ کئے جاویں۔ تاہم اسکے علم، دیانت، راست بازی اور سلامت روی کی مزید قلعی کھولنے کی غرض سے من جملہ ان اقوال چند اقوال پر نوٹ کئے جاتے ہیں وبا للہ التوفیق

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ ان نوٹوں میں پہلے ہم اپنی تحریر نمبر ہشتم کے اس فقرہ کا حوالہ دیں گے جس کا مرزا صاحب نے کچھ جواب دیا ہے، پھر ان کے جواب کو بعینہ یا اس کا خلاصہ نقل کریں گے۔ پھر اس پر مناسب نوٹ دیا جائے گا انشاء اللہ تعالی۔

ہمارا قول نمبر ایک۔ آپنے میرے سوال کا جاب صاف اور قطعی نہیں دیا (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۸)

مرزا قادیانی کا جواب۔ حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث سے جو اخبار

گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم سے ہیں اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی کے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی، یا موضوع قرار پائیگی (مباحثہ مطبوعہ قادیانی۔ص ۸۱)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ نوٹ متعلق تمہید میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ جواب ہمارے سوال کا قطعی جواب نہیں ہے۔ اس جواب میں حرف اگر اور یا اس کے قطعی ہونے میں مانع ہیں۔ مرزا قادیانی ان احادیث کو صحیح سمجھتا ہے تو صحت کا صاف اقراری ہو۔ پھر تاویل کا مدعی ہو کر اصول شرط تاویل کی پابندی سے ان میں تاویل کرے اور اگر ان کو غیر صحیح سمجھتا ہے تو برملا ان کو رد کرے۔ موضوعات میں تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس کو یہ دونوں باتیں اختیار کرنی مشکل ہیں اگر وہ ان کو صحیح کہے تو پھر ان کے ظاہری معانی ماننے پڑتے ہیں کیونکہ ان کی تاویل کی (جو قادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہیں جاتی۔ اور اگر ان کو برملا غیر صحیح کہتا ہے تو اس سے اس کے الحاد و نیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔ اس وجہ سے اگر اور یا کا لفظ کہہ کر اس نے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچالیا۔ اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو کہ فرمایا: میں تو جواب دے چکا ہوں

☆ **ہمارا قول نمبر ۲**۔ صحیح بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض، موضوع ٹھہر سکے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۹)

☆ **مرزا قادیانی کا جواب**۔ بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثیں ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہوگیا ہے اور صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔ اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے اور نصاری کا یونی ٹیرین فرقہ بھی اس بات کا قائل ہے اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب اگر ان مخالف حدیثوں کی جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلا شبہ موضوع ٹھہریں گی۔ ایسی کئی حدیثیں اور بھی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کی حدیث معراج۔ پھر اس کے تعارض کی چار وجہ بیان کیں۔

ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث میں جو بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں ہے آنحضرت ﷺ کا حضرت موسے کو چھٹے آسمان

پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۷۱ میں ہے، چھٹے آسمان پر بجائے موسے، حضرت ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث سے جو باب الصلوۃ میں ہے، معراج کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۵۵ میں ہے، بیان ہے کہ معراج نیند میں ہوا تھا۔

تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث میں محل معراج، جہاں فرشتہ آنحضرت ﷺ کو لینے آیا تھا، آپ کا گھر بیان ہوا ہے، دوسری حدیث میں بیت اللہ کے نزدیک۔

چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث میں وقت معراج، قبل وحی وپیغمبری بیان ہوا ہے، جو دوسری احادیث کے مخالف ہے، بلکہ خود اس حدیث کے الفاظ مابعد کے مخالف ہے جن میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت مبعوث ہوئے اور نمازیں فرض ہوئیں۔

ان اختلافات کو بیان کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں واقع ہوا ہے، اسی وجہ سے کبھی حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور کبھی حضرت ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے، کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے، جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز سے لازم آتا ہے کہ دو تین بار نمازیں پہلے پچاس پچاس فرض ہوئیں پھر منسوخ ہو کر پانچ پانچ ہوئیں، جو ایک بازیچہ، کھیل اور لغو ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے حکم سے پشیمان ہو کر دو دفعہ دوسرا حکم دیا۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ اس جواب میں مرزا قادیانی نے احادیث بخاری ومسلم پر بیسواں کھلم کھلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے۔ ہر چند احادیث متعلقہ نزول حضرت عیسی کو موضوع قرار دینے میں اس نے ذراسی شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے۔ مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے میں کسی شرط کی آڑ نہیں رکھی، اور بزعم خود بڑے زور شور سے ان کا باہم متعارض ومتخالف ہونا ثابت کر کے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کا اپنی تحریر پنجم میں یہ کہنا کہ: بعض احادیث صحیحین میں جو تعارض پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے خدا نے میری مدد کی ہے۔

اور تحریر نمبر ہفتم میں اس کا یہ کہنا: میں نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہیں دیا۔

اور اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا: میں ان کتابوں کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہوں۔

یہ سب منافقانہ چال نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حملہ میں قادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کیلئے اس نے تین دعوے کئے ہیں۔

ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔

دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔

تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے

یہ تینوں دعاوی جھوٹ ہیں۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ فیصلہ قطعی کجا، ظنی طور پر بھی نہیں ہوا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین میں اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے، اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب تک وہ مردہ ہیں۔

قادیانی نے ان تینوں دعاوی کا جو ثبوت اپنی تحریرات (ازالہ اوہام وغیرہ) میں پیش کیا ہے، اس میں محض کذب سے کام لے کر کم علم لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی میں بضمن نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ ہو چکی ہے۔ اور پوری تفصیل آئندہ اس جواب کے تتمہ میں ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید میں جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاری کا اس نے پیش کیا ہے، وہ بے شک مرزا صاحب کے اصلی دلائل ہیں، جن پر اس کا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے، مگر یہ دلائل ان ہی لوگوں کیلئے موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جو اس کی طرح معتقدات یہود و نصاری کے پیرو ہوں۔ خود ابن اللہ کہلاویں یا کسی اور کو ابن اللہ سمجھیں۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اس کے معتقد ہوں یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت و نصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہوں۔

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتوں کو، جن کی قرآن وحدیث میں تصدیق نہیں ہوئی، لائق تسلیم نہیں سمجھتے۔ اور حدیث و لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم (اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا۔ اس کی شرح اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں ہوچکی ہے۔ محمد حسین) کے پابند ہیں۔ ان کے اعتقاد وایمان کی رو سے کوئی اعتقاد یہود ونصاری کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہیں ہوسکتا۔ تفصیل کے لئے اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۱۰ جلد ۱۱ میں مضمون احکام توریت وانجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کیلئے جو اختلافات وجوہ اربعہ قادیانی نے بیان کئے ہیں، ان کے بیان میں وہ اپنے خیال میں دور کی کوڑی لایا ہے اور یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہوسکتے ہیں، مگر یہ خیال اس کی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ ان اختلافات کو اہل حدیث کا بچہ بچہ جو مشکوۃ تک نظر رکھتا ہو، جانتا ہے۔ ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث میں اور بیان کی گئی ہیں جو فتح الباری میں منقول ہیں۔ مگر ان سب وجوہات کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کردیا ہے اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ قادیانی خود تو کوچہ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے، حکیم نورالدین نے جو کچھ اس کو حواشی صحیح بخاری سے بتایا، اس نے نئی بات سمجھ کر طمطراق کے ساتھ اس کو نقل کر دیا۔ اس مقام میں ان چاروں وجوہات اختلاف کا، جو قادیانی نے بیان کی ہیں، جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ اختلاف کا جواب۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کو آنحضرت ﷺ کے چھٹے اور ساتویں آسمان پر، دونوں جگہ، دیکھنے میں درحقیقت کوئی مخالفت نہیں اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت وموجب نہیں ہوسکتا۔ جائز وممکن ہے کہ دونوں حضرات کو آپ نے دونوں جگہ، چھٹے آسمان اور ساتویں آسمان پر دیکھا ہو اور ان دونوں آسمانوں پر دونوں حضرات اپنے جسمانی وجود سے موجود ہوگئے ہوں۔ وہ حضرات عالم برزخ میں ہیں، جو ایک روحانی عالم ہے۔ جس میں ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجھول الکیفیہ کا وقوع مستبعد نہیں۔ نیز محدثین کرام نے بتایا ہے کہ جائز ومحتمل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر پایا، مگر ان کی اس فضیلت کی نظر سے کہ، وہ خدا سے ہم کلام ہوئے ہیں، آپ نے ان کو

ساتویں آسمان تک ساتھ لے لیا اور وہ تواضعاً آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ جاتے وقت ان کو چھٹے آسمان پر پایا، آتے وقت ساتویں آسمان میں دیکھا۔ایسا ہی حضرت ابراہیم کو پہلے چھٹے آسمان پر، پھر ساتویں پر پانا ہوسکتا ہے۔

ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بخاری کی حدیث شریک کی شرح میں جس میں حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے۔فرمایا ہے: و قد قد منا ان حدیث ابی ذر یوا فقه لكن المشهور فی الروا یة ان الذی فی السا بعة هو ابرا هیم و اكد ذا لك فی حد یث ما لك بن صعصعة با نه كا ن مسنداً ظهره الی البیت المعمور قمع التعدد لا اشكا ل و مع الاتحاد فقد جمع با ن موسی كا ن فی حا لة العرو ج فی السا دسة و ابرا هیم فی السا بعة علی ظا هر حد یث ما لك بن صعصعة و عند الهبو ط كا ن فی السا بعة لا نه لم یذ كر فی القصة ان ابرا هیم كلمه فی شیء مما یتعلق بما فر ض الله علی امته من الصلوة كما كلمه موسی و السماء السا بعة هی اول شیء انتهی الیه حا له الهبو ط فناسب اینكو ن موسی بها لا نه هو الذی خا طب فی ذا لك كما ثبت فی جمیع الروایا ت و یحتمل ان یكون لقی موسی فی السا دسه فا صعد معه الی السا بعة تفضیلاً له علی غیره من اجل كلا م الله تعا لی و ظهرت فا ئده ذا لك فی كلا مه مع المصطفی فیما یتعلق با مر امته فی الصلوة و قد اشار النووی الی شیء من ذا لك و العلم عند الله تعا لی ۔ (فتح الباری ج ١٣ ص ٤٠١) کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابی ذر کی حدیث اس کے موافق ہے، ولیکن مشہور روایت یہ ہے کہ ساتوں آسمان میں حضرت ابراہیم ہیں ۔اس امر کو مالک بن صعصعہ کی حدیث میں یوں مئوکد کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم، بیت المعمور کی طرف پشت کی ٹیک لگائے ہوئے تھے (جو ساتویں آسمان میں ہے) پس اگر واقعہ معراج کو متعدد کہیں تو (اس اختلاف کی وجہ سے) کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔اور اگر اس کو ایک ہی واقعہ قرار دیں تو اس سے اختلاف کو اس طور پر رفع کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ حالت عروج میں چھٹے آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم ساتویں میں ۔جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔اور ساتویں آسمان

سے اوپر جا کر واپس آنے کے وقت موسیٰ ساتویں آسمان میں تھے، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عدد نماز کی کمی میں جو گفتگو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ حضرت ابراہیم سے ہوئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے، اور اوپر سے نیچے کو اترنے کے وقت ساتواں آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ کا وہاں ہونا مناسب ہے کیونکہ جملہ روایات میں ان ہی سے اس باب میں آنحضرت ﷺ کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں، خود ساتھ لے کر صعود فرمایا ہو جس کا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نماز کے باب میں وہ گفتگو کی۔ اس باب میں امام نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے اور حقیقی و اصلی علم خدا تعالیٰ کو ہے۔

عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ابوذر کی شرح میں کہا ہے: و فی الصحیحین من حدیث مالك بن صعصعه و فی السابعة ابراهیم و هو مخالف لروایة انس عن ابی ذر انه وجد ابراهیم فی السادسه و كذا جاء فی صحیح مسلم و اجیب بان الاسراء ان كان مرتین فلا اشكال، و ان كان مرة فیكون اولاً راه فی السادسة ثم ارتقی معه الی السابعة. (عمدة القاری) کہ مالک بن صعصعہ کی روایت میں حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے اور یہ حدیث ابوذر کے، جس میں چھٹے آسمان میں ان کو دیکھنا بیان ہوا ہے، مخالف ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واقعہ معراج دو دفعہ ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اور اگر ایک دفعہ ہوا ہے تو یہ ہوگا کہ پہلے حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے: و قد استشكل رویة الانبیاء فی السموات مع ان اجسادهم مستقرة فی القبور بالارض و اجیب بان ارواحهم تشكلت بصور اجسادهم او احضرت اجسادهم لملاقات ﷺ تلك الليلة تشریفاً له و تكریماً (قسطلانی ج ٦ ص ٣٢٠) کہ انبیاء کے آسمانوں پر دیکھے جانے سے یہ شبہ کیا گیا ہے کہ ان کے اجسام تو قبروں میں زمین کے اندر مدفون ہیں، پھر وہاں آسمانوں پر کیونکر دیکھے گئے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکے ارواح ان کے جسموں کی صورت سے متشکل ہو گئے، یا یہ کہ ان کے اجسام بعینہا آنحضرت ﷺ

کی ملاقات کیلئے آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کو وہاں حاضر کئے گئے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوہ میں کہا ہے۔

ان عبارات میں جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے اس پر مرزا قادیانی کی تقریر سابق میں دو اعتراض ہوئے ہیں۔ایک یہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء بعد موت اپنی جگہ سے حرکت وانتقال نہیں کرتے جس کو وہ ہمارے جواب مذکور پر بھی وارد کرسکتا ہے۔دوسرا یہ کہ اس تجویز سے تعدد نسخ نماز لازم آتا ہے جو ایک بازیچہ (کھیل) ولغو وموجب پشیمانی خداتعالی بنتا ہے۔

اس میں سے اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن میں، جو عرب میں نازل ہوا ہے، تو ایسی کوئی آیت نہیں جس سے انبیاء کا بعد موت جکڑے رہنا ثابت ہو۔ہاں قادیانی قرآن مورد نزول انا انزلناه قریباً من القادیان میں کوئی ایسی آیت ہو تو مسلمانوں کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہیں۔مسلمانوں کے قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرتا تو اس میں اس کی تحریف وتصرف کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج میں صاف آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی وحضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کو بیت المقدس میں بھی دیکھا اور ان انبیاء نے نماز میں آنحضرت ﷺ کا اقتداء کیا اور حضرت موسی کو قبر میں نماز پڑھتے اور وادی ازرق میں لبیک کرتے دیکھا۔اور مع ہذا آسمانوں پر بھی ان کو دیکھا۔جس سے علماء اسلام نے یہی سمجھا ہے کہ زمین آسمان دونوں جگہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ فقد رایتنی فی جماعۃ الانبیاء فاذا موسی علیہ السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوئۃ واذا عیسی بن مریم علیہ السلام قائم یصلی اقرب الناس شبھاً بہ عروۃ بن مسعود الثقفی، واذا ابراھیم علیہ السلام قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوۃ فاممتھم۔(مسلم ج ۱ ص ۹۱) وعند احمد من حدیث ابن عباس فلما اتی النبی ﷺ المسجد الاقصی قام یصلی فاذا النبیون اجمعون یصلون معہ۔(قسطلانی ج ۶) کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی

جماعت میں دیکھا۔ میں نے موسی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ میانہ قد ہیں جیسے شنوءۃ قوم کے لوگ۔ اور میں نے عیسی بن مریم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ میں ہوں، پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سبکو نماز پڑھائی، امام احمد کی روائت میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ ﷺ کا اقتداء کیا۔

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے: قال القاضی فان قیل کیف رای موسی ﷺ یصلی فی قبرہ و صلی رسول اللہ بالانبیاء ببیت المقدس و وجدھم علی مراتبھم فی السماوات و سلموا و رحبوا بہ فالجواب انہ یحتمل ان یکون رویۃ موسی فی قبرہ عند الکثیب الاحمر قبل صعود النبی ﷺ الی السماء و فی طریقہ الی بیت المقدس ثم وجد موسی قد سبقہ الی السماء و یحتمل انہ ﷺ رای الانبیاء صلوۃ اللہ و سلامہ علیھم و صلی بھم علی تلک الحال لاول ما راھم ثم سالوا و رحبوا بہ او یکون اجتماعہ معھم و صلوتہ و رویۃ موسی بعد انصرافہ و رجوعہ عن سدرۃ المنتھی۔ (شرح مسلم۔ ص ۹٦) کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آنخضرت ﷺ نے حضرت موسی کو قبر میں نماز پڑھتے کیونکر دیکھا اور آنخضرت ﷺ نے انبیاء کو بیت المقدس میں نماز کیونکر پڑھائی، حالانکہ ان کو بحسب مراتب آسمانوں پر پایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محتمل ہے کہ حضرت موسی کو قبر میں سرخ تودہ ریگ کے پاس، آسمانوں کی طرف جانے سے پہلے دیکھا ہو، اور بیت المقدس کے راستہ میں۔ پھر حضرت موسی آنخضرت ﷺ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنخضرت ﷺ نے انبیاء کو پہلے دیکھا تو نماز پڑھائی پھر انہوں نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیاء کو آنخضرت کا نماز پڑھانا اور حضرت موسی کو دیکھنا سدرۃ المنتہی سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے: اما الذین صلوا معہ فی بیت المقدس فتحتمل علی الارواح المتمثلۃ و یحتمل الاجساد و یحتمل انہ احضرت اجسادھم

فی بیت المقدس لملاقات ﷺ ثم رفعوا علی السماء ۔(لمعات) کہ جن انبیاء نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی، ان کے ارواح متشکل ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مجسم ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے (اصلی) جسم بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لئے حاضر کئے گئے ہوں پھر وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اس ڈھکوسلہ کو کہ انبیاء بعد موت ایک جگہ سے نہیں ملتے، گویا وہاں جکڑے ہوئے ہیں (معاذ اللہ)، کون سنتا ہے۔ اور اس دعوی بلا دلیل سے احادیث نبویہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب۔ تعدد معراج کو اگر یوں مانا جاوے کہ پہلے خواب میں یہ معراج ہوا، پھر بیداری میں، چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب میں مفصل بیان ہوگا۔ تو پھر تعدد نسخ نماز اعتراض قادیانی کا مورد نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں پہلا حکم ایک تمہیدی اور مثالی حکم بنتا ہے، دوسرا اصلی اور واقعی اور اس خواب کی تعبیر۔ گویا پہلے خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو معراج خواب میں دکھایا کہ ہم ایسا حکم کریں گے۔ پھر معراج بیداری میں ویسا کر دکھایا۔ علاوہ بریں تعدد نسخ بحکم عقل ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالی نے پہلے حکم پر پشیمان ہو کر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہو سکتا ہے، تو چاہیے کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مطلق نسخ کو موجب پریشانی ٹھہرا کر اس سے انکار کرے، اور اپنے چھپے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے جس میں نسخ کو خلاف تقدس سمجھا گیا ہے، اور اس وجہ سے قرآن میں وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ قادیانی کے درپردہ پیرومرشد حکیم نور الدین نے رسالہ فصل الخطاب لمقدمۃ قرئۃ فاتحۃ الکتاب کے خاتمہ میں اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سے پہلے ان کے پیرومرشد آنریبل سرسید احمد خان نے اس کا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ پر اعتراض کی آڑ میں شکار کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد نسخ کو ویسا ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ مطلق نسخ کو، اور نسخ کو پہلے حکم سے پشیمانی اور اس کی غلطی پر مبنی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو اس حکیمانہ تبدیلی کی نظیر خیال کرتے ہیں جو حکیم حاذق سے

وقوع میں آتی ہے کہ پہلے وہ ایک مریض کے حق میں ایک نسخہ کو مناسب سمجھتا ہے اور پھر جب اس کی حالت بدل جاتی ہے، تو اس نسخہ کو منسوخ کر کے اس کے بدلے دوسرا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور جب پھر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے، تو اس دوسرے نسخہ کو منسوخ کر کے پھر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے علم و کمال میں کچھ فرق نہیں لاتا اور پشیمانی کا موجب نہیں ہوتا۔ اور اس پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی میں پشیمان و حیران ہوا ہے۔ بلکہ اس کے علم و کمال و تجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد نسخ کی مثال احکام اسلام میں قبلہ کا نسخ ہے کہ پہلے کعبہ شریف، مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہاں یہودیوں کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہو کر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پھر جب یہودیوں کی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس و ناکس پر ظاہر ہو گیا، تو پھر برعایت اصلاح حال عرب، استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا اور کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث و تفسیر و اصول میں ہے۔ اس مقام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ یہ دونوں اعتراض مرزا قادیانی کے لچر و پوچ ہیں۔ اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہیں اور اختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لئے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہم نے دیا ہے، وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہو سکتا ہے اور اس پر مرزا قادیانی کا اعتراض اول وارد نہیں ہوتا، اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام ایک ہی واقعہ میں مختلف مواضع میں دیکھے گئے ہوں۔ لہٰذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہیں کہ اس امکان و احتمال کے ساتھ احادیث میں ظاہر اختلاف مواضع دیکھ کر احادیث میں تعارض کا مدعی ہو کر ان کو موضوع قرار دے۔ یہ جرأت قادیانی سے ہوئی تھی جس کو حدیث سے دلی عناد و انکار ہے۔

دوسری وجہ اختلاف کا جواب۔ معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے اور بحالت خواب بھی درست۔ اور ان دونوں میں کوئی مخالفت و تعارض نہیں ہے۔ جائز و ممکن ہے کہ پہلے یہ معراج خواب میں ہوا اور

وہ معراج بیداری کیلیئے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر حالت بیداری میں معراج ہوا ہو۔ جو اس خواب کی تعبیر و تصدیق ہو اور یہ بھی جائز و ممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کی حالت طاری ہو اور وسط میں بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے کہ معراج صرف بیداری میں ہوا ہو اور بعض احادیث میں جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے اس سے امور عالم بالا میں استغراق اور اس حالت استغراق سے افاقہ اور عالم دنیوی کی طرف توجہ مراد ہو۔

قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے: و الجمھور علی ان وقوعھا فی لیلة واحدة فی الیقظة بجسده المکرم ﷺ و قیل وقع ذالك مرتین مرة فی المنام توطیه و تمهیداً و مرة فی الیقظة (قسطلانی ج ٦ ص ٢٢٧) کہ جمہور قائل ہیں کہ اسراء بیت المقدس تک اور معراج آسمانوں تک دونوں یک بارگی ایک رات میں بیداری کی حالت میں جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ بعض قائل ہیں کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ خواب میں بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری میں۔

الثابت فی الروایات انه کان فی الیقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشکال و الا فیتحمل هذا مع قوله آخر الحدیث و استیقظ و هو فی مسجد الحرام علی انه کان فی طرفی القصة نائماً و لیس فی ذالك مایدل علی کونه نائماً فیها کلها۔ (قسطلانی ج ١٠ ص ٥٠٥) یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے کہ عام روایتوں میں ہے کہ معراج بیداری میں ہوا۔ سو اگر ہم تعدد معراج کے قائل ہوں تو پھر کوئی اعتراض و اختلاف باقی نہیں رہتا، یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ خواب میں معراج ہوا، ایک دفعہ بیدای میں۔ اور اگر ہم تعدد کے قائل نہ ہوں تو اس لفظ نیند سے اور جو آخر حدیث میں اس سے بیدار ہونے کا ذکر ہے، یہ مراد ہونا محتمل ہے کہ آپ ﷺ اول اور آخر اس واقعہ کے نیند میں تھے، اور یہ کہیں نہیں پایا گیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اور ای استیقظ من نومة نامها بعد الاسراء او انه افاق مما کان فیه مما خاطر باطنه من مشاهدة الملاء الاعلی فلم یرجع الی حال بشریه الا و هو نائم اور یہ بھی قسطلانی (ص ٥٠٨۔جلد ١٠) میں ہے کہ آخر حدیث میں جو بیدار ہونے کا ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس نیند

سے بیدار ہوئے جو بعد واپسی آپ پر طاری ہوگئی تھی یا یہ مراد ہے کہ جس مشاہدہ عالم بالا میں آپ مستغرق تھے اس سے افاقہ میں آکر حالت بشریت کی طرف ایسے وقت رجوع فرمایا کہ آپ سوتے تھے۔

ای افاق مما کا نہ فیہ فا نہ کا ن اذا او حی الیہ یستغرق فیہ فا ذا انتھی ر جع الی حالتہ ا لا ولی فکنی عنہ با لاستیقا ظہ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰۱) اور فتح الباری میں کہا ہے کہ آپ ﷺ کو اس حالت استغراق سے افاقہ ہوا جس میں آپ مستغرق تھے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کی طرف وحی ہوتی آپ اس میں مستغرق ہو جاتے۔ وہ حالت ہو چکی تو آپ نے پہلی حالت کی طرف رجوع کیا اسی کو کنایۃً بیدار ہونا کہا گیا ہے۔

قا ل الکر ما نی ثبت فی الروا یا ت ا لآ خر ان ا لاسراء کا ن فی الیقظۃ و اجا ب بقولہ ان قلنا بتعددہ فظا ھر و ان قلنا با تحا دہ فیمکن ان یقا ل کا ن فی اول الامر و آ خرہ فی النو م و لیس فیہ ما ید ل علی کونہ نا ئماً ی القصۃ کلھا ۔(عمدۃ القاری) اور عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں کہا ہے کہ کرمانی نے فرمایا ہے اکثر روایات میں ثابت ہو چکا ہے کہ معراج بیداری میں تھا، پھر خود اس حدیث کا جس میں نیند کا ذکر ہے یہ جواب دیا ہے کہ اگر تعدد واقعہ معراج کے قائل ہوں تو ظاہر ہے (ہ پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا) اور اگر ایک واقعہ کے قائل ہوں تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ اول اور آخر واقعہ میں سو گئے تھے اور یہ کہیں نہیں آیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اس امکان و احتمالات کے ساتھ کسی مومن و قائل حدیث سے ممکن و متصور نہیں کہ خواب اور بیداری کے الفاظ دیکھ کر ان احادیث کے تعارض کا مدعی ہو کر ان احادیث کو موضوع کہہ دے۔ یہ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا۔ جو اس سے وقوع میں آیا، جس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ درحقیقت صحیحین کا منکر اور حدیث کا دلی دشمن ہے۔

تیسری وجہ اختلاف کا جواب۔ محل معراج و نزول فرشتہ جو آنحضرت ﷺ کے گھر اور بیت الحرام دونوں کو کہا گیا ہے اس میں بھی کوئی مخالفت نہیں۔ جائز و ممکن ہے کہ فرشتہ پہلے آپ کے گھر میں آیا ہو پھر جب آپ حرم میں تشریف لائے تو وہاں حاضر ہو گیا ہو۔ بلکہ اگر ایک دو مقام میں اور بھی آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوتے

تو وہاں بھی فرشتہ کا جانا ممکن تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعحضها و انا فی الحطیم و فی بعضها بینا اذا عند البیت و فی بعضها فرج سقف بیتی و انا بمکة و فی بعضها استر به فی شعب ابی طالب و فی بعضها فی بیت ام ھانی و ھو اشھر۔ و الجمع بین ھذہ الاقوال علی ما ذکرہ فی فتح الباری انه بات فی بیت ام ھانی و بیتھا فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتھا و اضاف البیت الی نفسه الشریفة لبیتوته فیه فنزل الملك فاخرجه من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملك فاخرجه من المسجد۔ (لمعات) کہ معراج کے مکان کی تعیین میں روایات کا اختلاف ہے۔ بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے، بعض میں حجر کا، بعض میں بیت اللہ کا، بعض میں آپ کے گھر کی چھت سے فرشتہ کے آنے کا۔ بعض میں ابوطالب کی شعب کا (یہاں تک) کہ بعض میں ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر کا۔ ان سب کو فتح الباری میں یوں باہم متوافق کیا ہے کہ آپ اس رات ام ہانی کے گھر میں تھے جو ابوطالب کے شعب میں تھا اسی گھر کی چھت چیر کر فرشتہ آیا تھا، اسی کو آپ نے اپنا گھر کہا کیونکہ اس میں آپ رہتے تھے۔ پھر فرشتہ آپ ﷺ کو مسجد الحرام میں لے گیا۔

ھکذا فی المرقاة و زاد فیه فاخرجه من البیت الی المسجد و کان مضطجعاً و فیه اثر النعاس ثم اخرجه من الحطیم الی باب المسجد ۔ ملا علی قاری نے ایسا ہی مرقاۃ میں بیان کیا ہے، اس میں یہ زیادہ ہے کہ گھر سے فرشتہ آپ کو مسجد میں لایا، اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تھا، پھر حطیم سے (جس کو حجر بھی کہتے ہیں) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہاں سے براق پر سوار کرایا۔

اور جب کہ ان سب مواضع میں فرشتہ کا آنا یوں ممکن و محتمل ہے، تو پھر اس ظاہری اختلاف کی نظر سے ان کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا، مومن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز مرزا قادیانی کے، جو منکر حدیث ہے، کس طرح ہوسکتا ہے۔

چوتھی وجہ اختلاف کا جواب۔ درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے، اور جو شریک کی حدیث میں قبل از وحی کا لفظ وارد ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا، حاشا و کلا۔ بلکہ اس حدیث میں صریح الفاظ کے ساتھ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا تو اس وقت وہ آپ کو پوچھ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کو نہ دیکھا، یہاں تک کہ پھر کسی اور شب کو آیا اور اس وقت آپ کو آسمان پر لے گیا۔ ان دونوں شب میں جو فاصلہ تھا اس کے تعیین میں اختلاف ہے۔ سات سے لے کر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جائے، تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا اس شب میں وہ آپکو پوچھ کر چلا گیا۔ اس شب معراج نہیں ہوا، معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگوں نے شریک کی اس روایت میں لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا، اور شریک کو اس کے بیان میں متفرد اور دوسرے راویوں کا مخالف کہا ہے، انہوں نے اس حدیث کے اس جملہ کی طرف کہ فرشتہ اس رات آپ کو پوچھ کر چلا گیا اور پھر نظر نہ آیا، توجہ و غور سے نہیں دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا اور دھوکہ کھایا اور جن لوگوں نے اس جملہ کو توجہ سے پڑھا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ شریک نے اس لفظ کے بیان میں کوئی غلطی نہیں۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ میں شریک متفرد بھی نہیں اور راویوں نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس لفظ کو ان روایات سے جن میں معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان ہوا ہے، کوئی مخالفت نہیں، کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہیں ہے۔

اس مقام میں اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کئے جاتے ہیں اور خطوط وحدانی (بریکٹس) میں اس کی شرح میں بعض اقوال منقول ہوتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شریک کی اس میں کوئی غلطی نہیں، بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی میں ہے:

جاء ثلاثه نفر لم اقف علی اسمائهم صریحاً لکنهم من الملائکة لا کن فی

روا یة میمو ن بن سیاہ عند الطبری فا تاہ جبر یل و میکا ئیل ۔ قبل ان یو حی الیه ۔ و ھو نا ئم فی المسجد الحرا م فقا ل اولھم ایھم ھو، محمد و قد روی انه کا ن نا ئماً معه حینئذ عمه حمزہ بن عبد المطلب و ابن عمه جعفر بن ابی طا لب ۔ فقا ل اوسطھم ھو خیر ھم فقا ل آ خر ھم و لا بی ذر عن الکشمینی فقا ل احد ھم ای احد النفر الثلا ثه خذوا خیر ھم للعر و ج به الی السماء فکا نت تلك ا للیلة ای فکا نت تلك القصة الواقعة تلك ا للیلة ما ذکر ھا فلم یر ھم ﷺ حتی نوہ لیلة اخری لم یعین المد ة بین ا للیلتین فیحتمل علی ان المجیء الثا نی کا ن بعد ان یو حی الیه و حینیئذ وقع ا لاسراء و المعرا ج و ان کا ن بین المجیئین مدة فلا فرق بین ان یکون تلك المدة لیلة وا حدة او لیا لی کثیرة او مدة سنین وبھذا یحصل الجوا ب عما استشکله الخطا بی و ابن حز م و عبدالحق و عیا ض و النو وی من قبل قو له قبل ان یو حی الیه و نسبتھم روا یة شر یك الی الغلط لا ن المجمع علیه ان فر ض الصلوۃ کا نت لیلة ا لاسراء فکیف یکو ن قبل الو حی و ان شر یکاً تفرد بذ لك فارتفع ا لا شکا ل کذا قررہ ابن حجر ... اما دعو ھم تفر د شر یك فقا ل الحا فظ ابن حجر انه قد وا فقه کثر بن خنیس عن انس کما اخر جه سعید بن یحی ا لا موی فیما یر ی قلبه و تنا م عینه و لا ینا م قلبه و کذا لك الانبیاء تنا م اعینھم و لا تنا م قلبھم فلم یکلموا حتی احتملوہ فو ضعوہ عند زمزم ۔ الحدیث ۔ (بخاری۔ ص ۱۱۲، قسطلا نی۔ ج ۱۰ ص ۵۰۵)

تین شخص (میں ان کے نام پر مطلع نہیں ہوا، میمون بن سیاہ کی روایت میں جو طبری نے نقل کی ہے جبریل و میکائیل کا نام آیا ہے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے ایسے وقت میں آئے کہ آپ ﷺ مسجد الحرام میں سوتے تھے، ان میں سے اول بولا، ان (سونے والوں) میں محمد کونسا ہے (ایک روائت میں ہے اس وقت آپ کے ساتھ دو آدمی اور سوتے تھے ایک آپ کے چچا حمزہ دوسرے آپ کے چچازاد بھائی جعفر)۔ ان ملائکہ سے بیچ والہ بولا، محمد وہ ہے جوان میں سے بہتر ہے۔ پس اخیر والا بولا (کشمینی کی روایت ہے ان میں سے ایک بولا) اس بہتر کو لے لو (یعنی آسمان پر لے جانے کو)۔ پس اس

رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا (یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے۔ ان دو دفعہ کے بیچ کی مدت مقرر نہیں ہوئی۔ پس یہ قرار دیا جائے گا کہ دوسری دفعہ کا آنا بعداز وحی ہوا تھا اور اس وقت سیر معراج کا وقوع ہوا۔ ان دو دفعہ کے آنے میں کچھ مدت تھی تو اس مطلب میں کہ دوسری دفعہ کا آنا بعداز وحی ہوا تھا کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ وہ مدت ایک رات کی ہو یا کئی راتوں کی یا چند برسوں کی۔ اس مطلب سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا جواب ادا ہوا۔ جو ان کو لفظ قبل از وحی سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس لفظ کے بیان میں انہوں نے شریک کو غلطی پر کہا، وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج میں فرض ہوئی تھی، پھر معراج قبل از وحی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے اور کسی نے یہ لفظ نہیں بولا، یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہو گیا۔ ایسا ہی حافظ ابن حجر نے تقریر کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثیری خنیس بھی لایا ہے، چنانچہ یحیٰ بن سعید اموی نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے، (یعنی شریک اس میں متفرد نہیں ہے) وہ فرشتے اس حالت میں آئے کہ آپ کا دل بیدار تھا اور آنکھ خواب میں تھی، دل خواب میں نہ تھا۔ ایسا ہی اور انبیاء کا حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتے۔ تب وہ فرشتے کچھ نہ بولے۔ آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ اور زمزم کے پاس لے جا کر رکھا۔ (تا آخر حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کو اوپر لے جانے کا بیان ہے)

ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد ۱۳ ص ۳۹۹ میں کہا ہے: و اما ما ذکرہ بعض الشراح انہ کان بین اللیلتین اتاہ فیہا الملا ئکۃ سبع و قیل ثمان و قیل عشر و قیل ثلاث عشر فیحمل علی ارادۃ السنین لا کما فہمہ الشارح المذکور انہا لیال کہ ان دونوں راتوں میں مدت فرق بعض نے سات بعض نے آٹھ بعض نے نو بعض نے دس بعض نے تیرہ بیان کئے ہیں۔ جس سے سال مراد ہیں نہ راتیں جیسا کہ بعض شراح نے سمجھا ہے کہ ان اعداد سے راتیں مراد ہیں۔

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے: قیل ان ہذا کان اسراء المنام قبل الوحی و اما اسراء الیقظۃ فبعد النبوۃ و قیل بل الوحی ھھنا مقید و لیس بالوحی الذی ہو مبدء النبوۃ و المراد قبل ان یوحی الیہ فی شان الاسراء فاسری فجاءۃً من غیر تقدم اعلام (زاد المعاد۔ ج ۱ ص ۲۴) و قیل المراد بہ قبل ان یوحی الیہ بیان

الصلوۃ (قسطلانی۔ج ۱۰ص ۵۰۵)

کہ قبل از وحی خواب کا معراج تھا اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہیں جو مبدءِ نبوت ہے، بلکہ خاص کر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے یا وہ وحی جو حکم نماز میں وارد ہوئی ہے۔ ان تاویلات کو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے، مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل وحی کو معراج سے تعلق ہی نہیں (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے اور آئمہ حدیث نے اس کو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔

بالجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسی طرح اعتراض کا محل نہیں ہے۔ نہ یہ اور روایات کے مخالف ہے، نہ اس کا راوی اس کے بیان میں متفرد ہے۔ لہذا اس لفظ کی نظر سے اس حدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دے کر موضوع ٹھہرانا مرزا قادیانی ہی کا کام ہے جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔ مومن متبع سنت سے اس دعوی موضوعیت پر جرأت نہیں ہوسکتی۔

تکلم ابن حزم و القاضی عیاض و غیرهما علی حدیث هذا و انتصر له جماعة منهم ابو الفضل بن طاهر فصنف فیه جزءً ... ما یتعلق به مستوقی عند الکلام علیه انشاء الله تعالی فی موضعه (مقدمہ فتح الباری)

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کی حدیث کے بعض الفاظ پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہیں جن کے ایک جماعت محدثین نے کہ از انجملہ ایک ابوالفضل بن طاہر ہیں، حدیث شریک کی نصرف و مدافعت میں کھڑے ہوکر کافی جواب دیئے ہیں۔ مگر یہ جرأت کسی محدث سے نہیں ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کی حدیث کو دوسری احادیث کے معارض ومخالف ٹھہرا کر ان سب کو موضوع قرار دیا ہو۔ محدثین سلف میں سے جس نے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے، اس نے صرف اسی لفظ کو شریک کے اغلاط سے خیال کرلیا۔ اصل حدیث اور اس کے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہیں کیا، جیسا کہ مرزا قادیانی سے عمل میں آیا۔

ہمارا قول نمبر ۳۔ آپ (مرزا) لکھتے ہیں احادیث کے دو حصہ ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ص ۱۶۲)

مرزا قادیانی کا جواب ۔میں نے اصطلاح اہل حدیث سے سروکار نہیں رکھا۔ ہر شخص اپنی اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے۔ میں نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول ہیں جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک مسلمان ان تمام احکام کو عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں، یا کبھی کبھی کرنے کے لئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔ بخلاف قصص واخبار کے جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں، مسلمانوں کو ان کے علم واطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جن کو وہ قصے یاد و معلوم ہوں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ ۔اس جواب میں مرزا قادیانی نے سراسر جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دیا ہے۔ ضروریات دین سے احکام متعلق عمل کو مراد لیا اور ان سب احکام کے جاننے اور عمل میں لانے کو مسلمان ہونے کیلئے ضروری شرط ٹھہرایا، اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا اور ان احکام عملیہ کے مقابلہ میں احادیث متعلقہ عقاید ایمانیہ اسلامیہ سنیہ کو محض قصص واخبار ٹھہرا کر ضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا اور ان کے جاننے ماننے کو غیر ضروری بتایا۔ اور اکثر مسلمانوں کو ان عقائد سے بے خبر قرار دیا۔ اور ان چھ دعاوی میں ایسا کذب ومغالطہ سے کام لیا کہ سچ کو ان کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا۔ ضروریات دین سے مرزا قادیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت وضرورت دینی ہیں تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑھ کر اور پیشتر ان ضروریات میں داخل وشامل ہیں۔ مرزا قادیانی نے ضروریات دینیہ میں صرف عملیات کو داخل کرنے اور اعتقادیات کو خارج کرنے میں دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے:

ان اعتقادیات کو جاننا اور ماننا ایسا ضروری اور مسلمان بننے کا لازمہ ہے کہ ویسا احکام عملیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ عقائد اسلامیہ سنیہ کا جاننا ہر ایک مسلمان سنی کو ضروری ہے، بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کو ہر ایک مسلمان کا جاننا ضروری وشرط اسلام نہیں۔ بلکہ خاص کر اسی مسلمان کو اس حکم کا جاننا ضروری ہے جو اس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔ مثلاً ایک شخص فقیر ہے اور وہ صرف ادائے نماز کے لائق ہے، تو اس پر اس حکم نماز کا جاننا اور

اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جب وہ زکوۃ کے لائق مال دار ہو جائے، تب اس پر احکام متعلقہ زکوۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کر لے، تو اس وقت اس پر حج کے احکام کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ تجارت کرنے لگے تو اس وقت اس پر احکام تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ ایسے ہی اور ہزاروں بلکہ بے شمار احکام ہیں جن کا قبل از وقت تمام مسلمانوں کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

اور اعتقادیات کا یہ حال ہے کہ مسلمان کہلانے کیلئے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے، لازم ہے کہ وہ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کو مانے اور قیامت پر اور موت کے بعد جسموں کے ساتھ اٹھائے جانے اور محشر میں حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مومنوں کے بہشت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں داخل ہونے کا یقین رکھے۔ اور سنی بننے کیلئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے، اہل بیت نبوی کی محبت جزء ایمان ہے، قبر کا عذاب برحق ہے، اور اہل توحید گناہ گاروں کیلئے آنحضرت ﷺ کی شفاعت برحق ہے و علی هذا القياس

بہت سے اعتقاد ہیں جو احکام عملیہ نہیں کہلاتے اور اس لئے وہ سلسلہ تعامل میں داخل نہیں ہو سکتے۔

مرزا قادیانی نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانوں کے لئے غیر ضروری بتایا اور اس کے مقابلہ میں بے شمار احکام متعلقہ حج وزکوۃ و بیع، شرا، و ہبہ، طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی اس نے دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اعتقادیات مذکورہ ایسے ہیں جن سے ہزار مسلمان اور سنیوں میں سے دس نہ جانتے ہوں اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہیں جن کو ہزار مسلمانوں سے صرف دس بیس جانتے ہوں گے۔ مرزا نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانوں کو واقف اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے میں بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اپنی نئی اصطلاح مقرر کرنے کا مرزا قادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے، مگر دو شرط سے۔ ایک یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے اس کو استعمال میں لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے، اور یہ بتا دے کہ فلاں اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس اصطلاح میں اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف نہ کرے جس فن یا مذہب یا جماعت میں دخل دہی کا مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔ اور وہ شخص جو

ان شروط کا خلاف کرتا ہے، اس پر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح میں بکری کا نام خنزیر مقرر کر کے اس کو حلال کہدے اور یہ دعوی کرے کہ دین اسلام میں خنزیر حلال ہے تو اس پر دو الزام قائم ہوں گے۔

ا۔ تو نے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے۔

۲۔ اس اصطلاح سے تو نے اصطلاح دین اسلام کا جس نے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے، خلاف کیا۔ لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

مرزا قادیانی نے اعتقادیات اسلامیہ سنیہ کو ضروریات دین سے خارج کرنے میں بعینہ یہی کام کیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں ضروریات دین کا لفظ بولا، تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نہ کیا۔ جس پر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہوا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم میں اس پر وارد کیا گیا۔ اب اس نے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہیں۔ تو اب اس پر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کی قرارداد کے مخالف ہے، کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات سے بڑھ کر دینی ضرورت وحاجت کا متعلق سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی مرزا قادیانی نے دیگر نئی اصطلاحات میں کام کیا ہے جس کا بیان قول مابعد اور اقوال آئندہ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

ہمارا قول نمبر ۴۔ آپ (مرزا) نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھہرایا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ میں محدثین کا متبع اور شاگرد ہو کر گفتگو نہیں کرتا، تا میرے لئے ان کی اصطلاحوں کا پابند ہونا ضروری ہو، میں الہی تفہیم سے گفتگو کرتا ہوں۔ سلامت فہم سے میری اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ راوی کے دماغ میں کوئی آفت کا دخل نہ ہو وہ فاسد العقل، مخبوط الحواس، نیم مجنوں، مدہوش نہ ہو۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی حدیث صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے ان کے معانی سمجھنے سے بکلی بے نصیب تھے، یہ کم فہمی ہے۔ جو شخص اس قدر بھی فہم نہیں رکھتا کہ جو بات وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے وہ کس زبان میں ہے، عربی میں یا ترکی میں یا انگریزی میں یا عبری میں، اس کی تبلیغ کیا خاک کرے گا۔ تم نے یہ دعوی کیا ہے کہ احادیث بعینھا الفاظ سے منقول ہیں، یہ محض فضول ہے۔ یہ ہوتا تو مثلاً احادیث معراج میں یہ اختلاف کیوں پڑتا، کہ کبھی موسی کو چھٹے

آسمان پر کہدیا، کبھی ابراہیم کو، تم نے امام ابوحنیفہ کی تحقیر کی اوران کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ حدیث نبوی کے پانے سے محروم رہے اوران کا قیاسی اٹکلوں پر گذارہ رہا ہے۔ (دیکھو ص ۸۱۔۸۵ مباحثہ لدھیانہ طبع قادیانی)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے محض کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر پنجم میں راویوں کی شرائط میں ایک سلامت فہم کو (جو صحت کی مترادف ہے اوراس کی ضد مقابل غلط فہمی ہے) شمار کیا تھا۔ ہم نے اس کے جواب میں تحریر ہشتم میں کہا تھا کہ فہم معانی حدیث مطلق شرط روایت نہیں بلکہ خاص کر اس حالت میں شرط ہے کہ راوی، حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔ تا کہ اس صورت میں مطلب حدیث میں وہ غلطی نہ کرے۔

مرزا قادیانی نے اس سیدھی بات کو تبنگڑ بنا دیا اوراس کو یہ کہنا قرار دیا کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے، وہ ان الفاظ کے معانی سے ایسے ناآشنا و بے نصیب تھے جیسے ایک عربی شخص ہندی انگریزی ترکی اورعبرانی الفاظ کے معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اوراس افتراء میں مرزا صاحب نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعل سازی یہ گھڑ لیا کہ اس سے سلامت ہوش وحواس وعدم خبط وجنون ومدہوشی مراد ہے، نہ فہم معانی۔ اورشرم دنیا و خوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کے معنی کس وناکس، محدث ہو خواہ صرف لغت عرب کا واقف ہو، یہی سمجھتا ہے کہ فہم معانی میں غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اوراس لفظ سے سلامت حواس و ہوش وعدم جنون کے معنے نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے نہ عام لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح میں نے اگر خدا تعالیٰ کی شاگردی سے مقرر کی تھی تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اس کا ظاہر کرنا، اورایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا میرا فرض تھا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونوں اعتراض وارد ہوتے ہیں جو نوٹ سابق میں بیان ہوئے ہیں۔ علاوہ براں اس لفظ سے میری (مرزا کی) یہی مراد تھی تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہو پھر قوت حافظہ کا سلامت ہونا اس کیلئے لازم ہے۔ لہٰذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت

حافظہ کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس وقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تھا، بلکہ فہم معانی احادیث میں غلطی نہ کرنا مراد تھا جس پر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ناظرین منصفین سے عموماً اور مرزا قادیانی کی اتباع سے خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا طرفداری کو یک سو کر کے داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ مرزا قادیانی کے لفظ سلامت فہم کے وہ معنی صحیح ہیں جو اس نے اب گھڑ کر بیان کئے ہیں، یا وہ معنی جو ہم نے سمجھے اور بیان کئے ہیں۔ اور ہمارے اس قول کے کہ فہم معنے ہر ایک حدیث کیلئے روایت کی شرط نہیں ہے۔ کیا وہ معنی ہیں کہ جو قادیانی نے افتراء کئے ہیں کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل بے نصیب تھے اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے، ان کی نسبت وہ اس قدر بھی فہم نہ رکھتے تھے کہ وہ الفاظ عربی ہیں یا ترکی یا انگریزی وغیرہ یا یہ معنے (جو ہم نے بیان کئے ہیں) کہ ہر ایک حدیث کے معانی کو راوی حدیث کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہیں ہے۔ بلکہ خاص اس حدیث کے الفاظ کے معانی کو سمجھنا، شرط روایت ہے جس کے الفاظ کے معانی کو وہ بیان کرے۔ اور یہ جائز و ممکن ہے کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کے غریب و نادر و قلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجود یکہ وہ صاحب زبان ہو، اور لغت عرب سے واقف، نہ سمجھے اور اس وجہ سے وہ ان الفاظ کو بعینھا نقل کر دے۔ ناظرین انصاف سے کام لیں تو امید ہے کہ ہم کو ڈگری دیں گے اور مرزا قادیانی کو بہتانی اور جعل ساز کہیں گے۔

ہم اپنے اس قول اور اس کے صحیح معنے کی تائید میں اقوال محدثین و اصولین سے شہادت پیش کرتے ہیں تاکہ منصفین کو داد انصاف دیتے وقت وہ اقوال مدد دیں۔

و الضبط اینکو ن متقیظاً حا فظاً غیر مغفل و لا ساہ فی حا لتی التحمل و الاداء فا ن حد ث عن حفظه ینبغی ا ن یکو ن حا فظاً و ان حد ث عن کتا به ینبغی ا ن یکو ن ضا بطة له و ان حد ث با لمعنی ینبغی ا ن یکو ن عارفاً بما یختل به المعی و لا یشر ط الذکورة و الا لحر یة و لا العلمبفقهه و غریبه و لا البصر و لا العدد (رسا له اصول طیبی) ۔طیبی نے رسا له اصول حدیث میں بیان میں کہا ہے کہ ضبط راوی سے یہ مراد ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، صاحب حافظہ ہو، نہ غافل ہو اور نہ بھولنے والا۔ اگر حفظ روایت کرے تو چاہیے کہ اس کو یاد رکھتا ہو اور اگر کتاب

سے دیکھ کر روایت کرے تو چاہیے کہ اس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو (یعنی وہ غلطی وتغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے تو چاہیے کہ اس غلطی سے واقف ہو، جس سے معنے میں خلل واقع ہو، اور روائت حدیث کے لئے یہ شرط نہیں کہ راوی مرد ہو (یعنی عورت بھی ہوسکتی) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنی غلام بھی ہوسکتا ہے) اور نہ یہ کہ اس کو اس حدیث کی فقہ (یعنی مسائل خفیہ مستنبطہ) کا علم ہو اور نہ یہ کہ وہ اس کے غریب (نادر الاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو، اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو (یعنی نابینا بھی ہوسکتا ہے) اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہوں)۔

حنفیہ کے ایک امام، شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف وتحقیق نے غایۃ التحقیق میں کہا ہے لم تیقل عن احد من السلف اشرا ط الفقه فی الراوی کہ راویوں کا فقیہ ہونا، یعنی معانی خفیہ حدیث کو سمجھنا شرط روائت نہیں۔

اور بعض الفاظ غریب ونادر الاستعمال حدیث کے معنے سے بے خبر ہونا بڑے بڑے آئمہ حدیث و غریب سے مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنی پوچھے تو آپ نے جواب دیا کہ اصحاب الغریب (یعنی ان لوگوں سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہیں) پوچھو، میں پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں اٹکل سے کچھ کہوں اور خطا میں پڑوں رو ینا عن المیمو نی قا ل سئل احمد بن حنبل عن حر ف من غر یب الحد یث قا ل سلوا اصحا ب الغریب فا نی اکره ان تکلم فی قو ل رسو ل الله با لظن فا خطی (علوم الحد یث ۔ ابن الصلا ح)

اور و بلغنا عن التا ر یخی محمد بن عبد الملك قا ل حد ثنی ابو قلا به عبد الملك بن محمد قا ل قلت للا صمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول الله ﷺ الجار احق بسقبه فقا ل انا لا افسر حد یث رسو ل الله ﷺ و لا کن العر ب تز عم ان السقب اللز دق ثم ان غیر وا حد من العلماء صنفوا فی ذا لك ..... النضر بن شمیل و ابو عبیده معمر بن المثنی و ابو عبید القا سم بن سلا م و ابو سلیمان الخطا بی (علوم الحد یث ۔ ابن الصلاح ، مختصراً)

عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے قول کہ ہمسایہ اپنے

سقب کا حق دار ہے، کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی حدیث کی کوئی تفسیر نہیں کرتا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ عرب سقب اس کو کہتے ہیں جو ملا ہوا ہو

یہ اقوال ان آئمہ کے ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں بیان کئے ہیں۔ پھر کہا ہے کہ غریب الفاظ حدیث میں جن لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں وہ امام نضر بن شمیل ہیں اور امام ابوعبیدہ معمر بن مثنی وابوعبید قاسم بن سلام اور امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔

اس بیان سے مرزا کے دوکذب ومغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنی کرنے میں ان سے سرزد ہوئے ہیں۔ اب آپ کے باقی دوکذب ومغالطوں کی کیفیت ناظرین سنیں۔

صحابہ کے حدیث نبوی کو بالفاظ روائیت کرنے کا مدعی میں ہی نہیں ہوں، یہ دعوی بہت سے علماء نے کیا ہے جن میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی کلام سے مرزا صاحب بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم میں متمسک ہوئے ہیں۔ اور اس دعوی پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہیں جن میں انہوں نے دولفظوں کو باوجود ہم معنی یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفانہ کیا۔ علامہ تفتازانی (جن کی کلام کے غلط معنی سمجھ کر اس کی دست آویز سے مرزا صاحب نے صحیح بخاری میں حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوی کیا ہے) اپنی کتاب تلویح کے صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں: اما تا ئیا فلا ن الظا ھر من حا ل عدو ل الصحا بة نقل الحد یث بلفظه و لهذا نجد فی کثیر من ا لا حا دیث شك الراوی و انما استفاض النقل با لمعنی عندالعلماء لتقر ر الحد یث با لروا یة و التد وین۔ (تلویح ص ۲۰۰) کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تھا کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بہت سی احادیث میں (دوہم معنی لفظوں کو) صحابہ کا شک کے ساتھ بیان کرنا پاتے ہیں۔ اگر وہ روایت بالمعنی کرتے تو ان الفاظ کے بیان میں وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا کرتے۔ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا تو علماء میں تب مروج ہوا جب کہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔

علامہ سندھی نے دراسات میں فرمایا ہے: و من شدة اعتنا ئهم فی حفظ ا لا لفا ظ شکهم و ترددهم بین ا للفظین و عدم اقتصا د هم علی ا حد هما حتی ظن ذا لك من الد لیل

علی عدم صحة النقل با لمعنی فی ا للفظین المتقا ر بین جداً فی المعنی کما فی حدیث عبد الله بن مسعود فی صلوۃ الو سطی ملاء الله اجوا فھم و قبورھم نا راً او حشی الله اجوا فھم و قبورھم نا راً.. (دراسات۔ ص ۱۸۲) کہ حفظ الفاظ حدیث میں صحابہ کے کمال تو جہ پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے دو ہم معنے لفظوں کے بیان میں شک وتر دد ظاہر کیا اور ان میں سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ ان کے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہی نہیں، چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے میں لفظ ملاء اللہ اوحشی اللہ شک سے وارد ہے (جس کے معنے پر کرنے کے ہیں)

اس کے بعد علامہ سندھیؒ نے امام ابن عبد البرؒ سے اس فعل ابن مسعودؓ سے عدم جواز روایت بالمعنے نکالنے کا جواب نقل کیا ہے، اور ان الفاظ کی مثالیں حدیث میں بہت پائی جاتی ہیں۔ از انجملہ بخاری کی بصفحہ ۱۴۴ احدیث کسوف میں لفظ مومن یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھ مروی ہیں۔

اس دعوی کے مقابلہ میں جو مرزا قادیانی نے حدیث معراج میں آنحضرت ﷺ کا کبھی موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اس کو روایت کے بالفاظہا مروی نہ ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے، یہ اس کا محض مغالطہ ہے۔ نوٹ سابق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی مخالفت نہیں، یہ دونوں حضرات چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الآئمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین وتحقیر کا الزام جو مرزا صاحب نے خاکسار پر لگایا ہے اور ان کے حق میں یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے اور قیاسی اٹکلوں پر ان کا گذارہ رہا، مجھ پر بہتان لگایا ہے اور سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت امام الآئمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے اور ناحق تہمت کرنے والے پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ قادیانی سچا ہے تو اس پر آمین کہے۔ خاکسار نے حضرت امام صاحبؒ کی نسبت صرف اتنا کہا تھا کہ اگر صحیح بخاری، امام صاحب کے وقت میں ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھوں پر رکھ لیتے۔ پھر اس کی تائید وتصدیق میں امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کردی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے وقت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس لئے آپ کو

دوسرے اماموں کی نسبت احادیث کم پہنچیں۔اسی وجہ سے آپ نے قیاس کیا۔یہ بات نہیں کہ آپ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کیا، جیسا کہ امام کے معترضین اور مخالفین سمجھتے ہیں۔

اصل کلام خاکسار وعبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ میں اور قادیانی کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۴۹ میں ناظرین ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ وہ کلام خاکسار وعبارت شعرانی، امام ابوحنیفہ کی مدح وتعریف کی مثبت ہے یا ان کی توہین کی موجب۔خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح وتعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، امام شعرانی کی عبارت بھی آپ کی مدح وتعریف وحمایت ہی میں فرمائی گئی ہے۔اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۷۱ میزان کبری، امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کر کے کہا ہے کہ اس فصل میں اس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے، پھر کہا کہ یہ کلام اس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے، اور اپنے دین میں دلیر ہے، گفتگو میں پرہیزگار نہیں اور خدا تعالی کے اس قول سے غافل ہے جس میں ارشاد ہے کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر وتیار رہے۔پھر امام شعرانی نے امام ابوحنیفہ کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے آپ کا رائے سے بے زار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے۔اس کے بعد صفحہ ۷۲ میں وہ عبارت فرمائی ہے جس کو قادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ اس مدعا وغرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہیں۔

ہمارے زمانہ کے سرآمد حنفیہ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر میں اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید میں لائے ہیں کہ:

و ما اتباعه الاحاديث والآثار خلاف ما يظنه الظانون انه يقيس على خلاف الحديث فيدل عليه ما اورده فى الميزان الى ان نقل عبارتها۔ ثم قال و مطالعة الميزان لهم نافع و لا وهامهم دافع (النافع الكبير۔ ص ۱۸) حضرت امام ابوحنیفہ احادیث وآثار کے متبع تھے، حدیث کے مقابلہ پر قیاس نہ کرتے تھے۔(پھر اس عبارت کو نقل کر کے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ) یہ عبارت ان بدگمانوں کے لئے جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے میں قیاس کرنے والا سمجھتے ہیں، نافع ہے اور ان

کے اوہام کے دافع ہے۔

اس عبارت میزان میں اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام میں امام صاحب کی مدح اور برئت پر اس سے تمسک واستدلال نہ کیا جاتا۔

مرزا قادیانی نے اس الزام واتہام توہین امام صاحب سے حنفیوں کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے الٹا نتیجہ نکلا۔ اس کا دجال ہونا ثابت ہوا، کسی نے اس کو اپنا دوست نہ سمجھا، بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان وپنجاب نے اسے اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اس کے معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہو کر ہر شہر و دیار میں قادیانی پر نعرہ لعنت بلند کیا اور ہر جلسہ اور معرکہ میں اس کے مکفرین کا ساتھ دیا اور اس افتراء میں وہ خسر الدنیا و الآخرة کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۵۔ شائد آپ کہیں کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوئی ہیں جیسا کہ آپکے مقتداء سید احمد خان نے کہا ہے، جس کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ صحابہ حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتے۔ مگر ان کی روایتوں پر اعتماد کرنے کیلئے سلامت فہم ضروری شرط ہے، کیونکہ اگر فہم میں بباعث پیرانہ سالی، یا اختلال دماغ کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہیں۔ اس صورت میں تو الفاظ میں بھی شک پڑتا ہے کہ شائد اختلال دماغ کے سبب سے اس میں بھی کچھ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن کریم کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ محجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہیں یا بعض احکام میں ان کے ناسخ ہیں (یہاں مرزا صاحب یہ لکھنا بھول گئے ہیں یا آپ کا کاتب بھول گیا کہ درحقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہیں اور نہ زوائد) اور زوائد بیان کرتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہیں۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کرے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کتاب اللہ میں نہ پاوے گا تو پھر کس چیز پر۔ تب اس نے کہا کہ پھر حدیث پر۔ الخ) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک امر دین درج ہے، کوئی چیز

اس سے باہر نہیں۔ لہذا احق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا اس کے مخالف ہو، وہ مردود ہے اور احادیث صیحہ قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وحی غیر متلو کی رو سے وہ مسائل قرآن سے مستخرج ومستنبط کئے گئے ہیں۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص واخبار) ہے، ان کو پرکھنے کے لئے قرآن محک ومعیار ہے یعنی جو حدیث قرآن میں نہیں یا اس کی مخالف ہے وہ موضوع ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ، اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس میں آپ نے تین دعوی کئے ہیں۔

ایک یہ کہ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ اس دعوی کا کذب ہونا ہم بیان کر چکے ہے۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ قادیانی، سید احمد کا شاگرد ہے، اس نے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اس کو سرسید احمد سے بعینه و باصله لیا ہے۔ ہاں اس شاگردی کے ساتھ وہ سرسید سے بڑھ گیا ہے اور اس کا مقابل بن بیٹھا ہے، جس کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

دوسرا یہ دعوی کہ صحابہ کی مرویات پر اعتماد کرنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ مختل الحواس تو نہیں ہو گئے تھے۔ اس دعوی میں اس نے بہت غضب ڈھایا اور دھوکہ دیا ہے، اور یہ بندوبست کرنا چاہا ہے کہ جس حدیث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اس کو اس بہانہ سے کہ اس کا راوی صحابی مخبوط الحواس ہو گیا تھا، رد کر دیا جائے۔ اس دعوی کے کذب ومغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلم ہے۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں فرمایا ہے: و الثانية لصحابة بامرهم خصيصة وهي انه لا يسئل عن عدالته احد منهم بل ذالك امر مرفوع عنهم لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب و السنة و اجماع من يعتد به في الاجماع۔ (علوم الحديث، ابن الصلاح) کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے کہ ان کی عدالت سے سوال نہ ہو۔ یہ سوال ان سے اٹھایا گیا ہے، کیونکہ وہ بلاتفصیل بحکم کتاب وسنت واجماع عادل ہیں، پھر اس پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات مرزا قادیانی خود لکھ چکا ہے کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے جبکہ ہوش وحواس قائم ہوں۔ اس کے

مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۸۷ میں اس کی تحریر نمبر ہشتم میں یہ عبارت موجود ہے: آپ (محمد حسین) اپنے بیان میں راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے ہیں اور صفت عدل، صفت سلامت کی تابع ہے۔ اگر سلامت فہم میں آفت ہو، صفت درست فہمی میں اختلال راہ پاوے تو پھر کسی کے قول وفعل میں عدل قائم نہیں رہ سکتا۔

اس کلام واعتراف کے ساتھ پھر اسی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی مرویات پر تب ہی اعتماد کیا جاوے گا جب کہ ان کی فہم میں سلامت ہو، یعنی اختلال نے راہ نہ پائی ہو، یہ کہنے کے برابر ہے کہ وہ سب عادل نہ تھے، ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مختل الحواس ہو کر ساقط العدالت ہو چکے تھے۔ اور یہ بات قرارداد اہل اسلام کے مخالف ہے اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے میں قادیانی نے قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کا متضمن ٹھہرایا ہے اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بنا کر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرایا کہ قرآن میں ان کا مضمون پایا نہیں جاتا۔ ومع ہذا برطبق مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلو بهم فهم لا يفقهو ن اور و الله لا يهدى القوم الفاسقين یہ دو فقرے بھی اس کی قلم سے نکل گئے۔ ۱۔ احادیث، مجمل اشارات قرآن کی شارح ہیں۔ ۲۔ احادیث صحیحہ، قرآن سے باہر نہیں، کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔

لہذا اس کے دعوی سوم کے ابطال کیلئے ہم کو زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں صرف ان ہی دو فقروں کے دست آویز سے یہ کہنا کافی ہے کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن میں پایا جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ قرآن میں ان امور کا بیان موجود ہے، مجمل ہو خواہ مفصل۔ جس آیت میں اس تفصیل کا ذکر ہے اس میں تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل ہوتی ہے۔ قرآن میں پانچ جگہ یہ لفظ تفصیل آیا ہے، جہاں مطلق بیان ہی کے معنے مراد ہیں (جو مرزا صاحب کی قلم سے بھی بعد لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہیں)، تفصیل مقابل اجمال مراد نہیں۔ اور جو قرآن کا بیان اجمال ہے اس کی تفصیل وشرح حدیث صحیح نے کر دی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے اور اس کی مثال حکم ممانعت وشم ہے جو حدیث میں وارد ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کو اس وجہ سے داخل قرآن قرار دیا ہے کہ وہ قرآن کے اس مجمل وعام حکم کے کہ:. جو کچھ

تمہیں رسول دے، لے لو اور جس چیز سے روکے، اس سے رک جاؤ۔ داخل و شامل ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبرے ج ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ میں مفصل بیان ہوا، بناء علیہ، احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال جن کو مرزا قادیانی نے قصص واخبار بنا کر خارج از قرآن ومخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار کیا ہے، قرآن میں داخل ہیں اس سے باہر نہیں۔ قرآن مجید نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتوں میں مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ کی تفصیل وتعیین کر دی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلافیہ کو تو اس اصول سے قرآن میں داخل اور اس کے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کر لیا اور ان احادیث کو پرکھنے کے لئے محتاج قرآن نہیں ٹھہرایا، مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھ کر صحیح اور قطعی ہیں، قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا۔ اس میں اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔

ہمارا قول نمبر ۶۔ آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ احادیث پر اعتراض کیا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبرے ج ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

مرزا قادیانی کا جواب۔ میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث پر اعتراض ہے جو ادلہ قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہوں (الحق مباحثہ لدھیانہ ص۔ ۹۲)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ یہ محض کذب ہے۔ جس مقام میں مرزا صاحب نے اس آیہ سے تمسک کر کے احادیث کو ظنی اور نا قابل وثوق ٹھہرایا ہے، اس مقام میں عموماً الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے اور ان میں تعارض تجویز کر کے ان میں وقوع تحریف کا دعوی کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعوی سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہیں کیا۔ ناظرین اصل عبارت اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۳ ص ۲۲۸ میں ملاحظہ کریں۔

ہمارا قول نمبرے۔ علماء کا، حنفی ہوں یا شافعی، اہل حدیث ہوں یا اہل فقہ، اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبرے ج ۱۴ ص ۱۹۲)۔

قادیانی کا جواب۔ حنفیوں شافعیوں کا یہ مذہب نہیں کہ مخالفت قرآن کی حالت میں خبر واحد واجب العمل

ہے۔حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہیں رکھتے۔شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہیں رکھتے۔آپ نے کس سے سن لیا کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد بہر حال واجب العمل ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔سنی سنائی باتیں کرنا آپ (مرزا) ہی کا کام ہے، جو نہ کتابوں میں نظر رکھتے ہیں نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔آپ کا علم لدنی (خیالی) ہے اور معلم واستاد حکیم نورالدین۔انہوں نے جو کچھ کہا آپ نے مان لیا۔ہم تو ایسی بات کوئی نہیں کہتے جو کسی کتاب میں نہ ہو، آپ جس کتاب اصول سے چاہیں ہم یہ مسئلہ آپ کو نکال دیتے ہیں۔مثلاً کتاب توضیح میں ہے: الثالث یوجب غلبة الظن اذا اجتمع الشرائط التی اذکرها وهی کافیة لوجوب العمل ۔(توضیح۔ ص ۳۰۴) تیسری (خبرواحد) مفید ظن ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے۔

الجمهور ذهبوا الی انه یوجب العمل دون العلم ۔(تلویح۔ ص ۳۰۴) جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ (خبر واحد) عمل کو واجب کرتی ہے نہ یقین واعتماد کو۔

اس مقام میں ہم نے صرف اتنا ہی دعوی کیا تھا۔سو اس کا ثبوت دے دیا۔رہا یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے یا نہیں، اور وہ کتاب اللہ کے معارضہ میں مقبول ہے یا نہیں؟ سو اس مقام میں اجنبی ہے۔ہمارے نزدیک احادیث محل نزاع (متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ) کتاب اللہ کے مخالف نہیں، بلکہ عین موافق ومطابق ہیں۔چنانچہ اشاعة السنة میں مذکور ہوا۔لہذا اس مقام میں ہم کو اس مسئلہ کے بیان اور مذاہب کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔

مرزا قادیانی نے جو اس باب میں شافعیوں کا مذہب نقل کیا اس میں بھی کذب سے کام لیا ہے اور اپنی بے علمی کا اظہار کیا ہے۔امام شافعی کتاب اللہ کے عام کی خبر واحد سے تخصیص، اور اس طور سے قرآن پر زیادتی کو جائز رکھتے ہیں، چنانچہ توضیح تلویح میں بتفصیل بیان ہوا ہے: ولکن عند الشافعی هو دلیل فیه شبهة فیجوز تخصیصه بخبر الواحد والقیاس ای تخصص عام الکتاب بکل واحد من خبر الواحد والقیاس ۔(توضیح تلویح، ص ۷۱)

ہمارا قول نمبر ۸۔ اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علمائے اسلام نے، جن میں مقلد حنفیہ ومحدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ مسلم چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے اس حدیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے موافق مذہب کیوں اختیار نہ کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ فتح القدیر و برہان ملاحظہ کریں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ سے ۲۰۱ تک)

مرزا قادیانی کا جواب۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر علمائے متقدمین کے نزدیک بخاری مسلم کی حدیثیں بغیر کسی عذر، نسخ وغیرہ کے، بہرحال واجب العمل ہوتیں تو وہ بھی آپ کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے، رفع یدین کرتے۔ آپ کا یہ کہنا کہ وہ دوسرے طور پر معنے کرتے ہیں، دوسرا جھوٹ ہے۔ وہ تو صریح منسوخ یا ضعیف قرار دیتے ہیں۔ آپ سچے ہیں تو لودہانہ کے علماء سے شہادت دلائیں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ کسی پر صرف منہ سے جھوٹ بولنے کا دعوی کرنا آسان ہے مگر انسان اور مرد میدان وہ ہے جو اپنے دعوی کو ثابت کر دے۔ آپ انسان اور مرد میدان ہیں تو ان اپنے دونوں دعووں کو حنفیہ کی کتابوں سے حنفی علماء کے مجمع میں ثابت کریں۔ یہ نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہوگا۔ آپ میدان میں نہ نکلیں گے۔ اور نہ کسی کتاب سے متقدمین حنفیہ کے اس کا ثبوت پیش کریں گے) تو اس باب میں مباہلہ کریں۔ میدان میں آویں اور قسموں کے ساتھ کہیں کہ بعض حنفیوں نے بعض احادیث صحیح بخاری کے برخلاف عمل کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی تاویل ومعانی میں اختلاف کیا ہو یا دیگر وجوہات سے ان کی معارض حدیثوں کو ترجیح دی ہو۔ یہ بات جھوٹ ہو تو قائل پر خدا کی لعنت ہے۔

خاکسار محمد حسین نے اپنے بیان میں دو دعوی کیئے ہیں۔ ازانجملہ اول دعوی کے ثبوت میں اقوال علماء محدثین وفقہاء صفحہ ۱۶۵ سے ۲۰۰ تک جلد ۱۴، اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکا ہے۔ اور دوسرے دعوی کے ثبوت کے لئے فتح القدیر اور برہان شرح مواہب الرحمٰن کا حوالہ دے چکا ہے۔ اس ثبوت خاکسار کو اہل اسلام کی پبلک کا

فی نہ سمجھے تو میں اور ثبوت دینے کو مستعد ہوں اور مرزا قادیانی مباہلہ چاہے تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔
دعوی ضعف کے ساتھ لفظ منسوخ کو جو مرزا قادیانی نے ملا دیا، اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ بے شک بعض احادیث صحیحین کو بعض حنفیہ نے منسوخ قرار دیا ہے، مگر کسی حدیث کے منسوخ ہونے سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ نسخ تو آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے جس سے کوئی مسلمان یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ وہ آیات ضعیف ہیں، یعنی ان کا قرآن سے ہونا ثابت نہیں۔
مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ کسی حدیث بخاری کو حنفیوں کا ضعیف قرار دینا تو مجھ سے ثابت نہ ہو سکے گا، تو اس کے ساتھ بعض اور منسوخ کے لفظ لگا دیئے۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمان اس دھوکہ میں نہ آئیں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ منسوخ ہونے سے ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ہمارا قول نمبر ۹۔ ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ ص ۱۹۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ ابن الصلاح کا قول حجت نہیں۔ اس کا قول حجت ہے تو چاہیے کہ ان لوگوں کا قول بھی حجت ہو جنہوں بخاری و مسلم کی حدیثوں میں قدح کیا ہے۔ تلویح میں لکھا ہے (یہ پوری حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو قادیانی نے تحریر نمبر ۷ میں صحیح سمجھا ہے اور اس کی دست آویز سے حدیث کو قرآن پر عرض کرنا ضروری ٹھہرایا تھا۔ اب بخاری پر جرح وقدح کرنے کی حرص سے اس حدیث کا علامہ تفتازانی کی تقلید سے موضوع ہونا مان لیا۔ یہ شتر مرغی یا روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) کہ بخاری میں یہ حدیث یکثر لکم الا حادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث اعرضوہ علی کتاب اللہ۔ الخ (یعنی جو صاحب تلویح کے نزدیک مجروح وموضوع ہے۔ محمد حسین) مسلم کی شرح نووی میں شریک کی حدیث میں (جو بخاری ومسلم میں ہے) قبل ان یوحی الیہ کا لفظ غلط لکھا ہے، نووی نے شرح مسلم میں حدیث اقض بینی و بین ھذا الکاذب کا جھوٹا ہونا تجویز کیا ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ ابن الصلاح یا کسی اور شخص کا قول بلا دلیل تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔ بلکہ جس قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو اسی کو تسلیم کیا، کرایا جاتا ہے۔ قول ابن الصلاح کی دلیل، صحت صحیحین پر اجماع امت ہے۔ جس کو مخالفین و موافقین نے نقل کیا ہے۔ اس اجماع سے قطعیت صاف ثابت

ہوتی ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں خود مان چکے ہیں کہ وہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتے ہیں۔ اس اظہار یقین کے بعد انہیں ابن الصلاح کا قول ماننے سے کب عذر ہوسکتا ہے۔

اب ان لوگوں کے اقوال کو دیکھا جاتا ہے جنہوں نے صحیحین کی حدیثوں پر جرح وقدح کیا ہے۔ وہ بے وجہ وبلا دلیل نکلے تو پھر وہ کیونکر لائق تسلیم ہوسکتی ہے۔ تلویح میں جو حدیث یکثر لکم الا حادیث پر جرح کیا گیا ہے، صحیح بخاری اس جرح سے یقیناً پاک ہے۔ وہ حدیث موضوع صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۴ ص ۲۰۹ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ صاحب تلویح نے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور اس پر جرح کیا ہے، تو اس میں صحیح بخاری یا اس کے مصنف کو نشانہ نہیں بنایا اور نہ یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کہا ہے کہ تلویح میں لکھا ہے کہ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے،، یہ سفید جھوٹ ہے۔ تلویح میں یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔ بلکہ تلویح میں اس حدیث کے رد کرنے اور موضوع قرار دینے کے بعد یہ فقرہ لکھا ہے:

ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الانقطاع او کون احد رواتہ غیر معروف ۔جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ بخاری کا اس کو اپنی صحیح میں لانا اس کے منقطع اور اس کے راوی کے غیر معروف ہونے کے مخالف نہیں۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول ملا خسرو محشی تلویح کتاب کشف کے مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے، رد وجواب ہے۔ صاحب تلویح اس کے جواب میں گویا یہ کہتے ہیں کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری میں ہے، تو بھی صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ منقطع وغیر متصل ہے اور اس کا راوی غیر معروف ہے۔

قولہ ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الانقطاع اقول فیہ رد علی صاحب الکشف حیث قال ان الامام ابا عبد اللہ محمد بن اسماعیل اورد ھذا الحدیث فی کتابہ ۔(ص ۸۶)۔

صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ خود

اپنے علم یا روئیت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان نہیں کیا۔

مرزا قادیانی نے یہ لفظ کہ بخاری میں یہ حدیث ہے از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کر کے اس پر افتراء کیا۔ مباحثہ لدھیانہ کے جلسہ آخیر میں اسے اس کذب پر متنبہ کیا گیا تو اس نے اور اس کے ایک کاسہ لیس نے اس کے جواب میں عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور جھوٹ کا ملمع چڑھا دیا۔ مرزا قادیانی نے کہا: ظاہر کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحدیث علی القرآن) بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابلہ پر یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری، جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان، میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر ناسمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلی عدم لازم نہیں آتا۔ جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت روئیت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے، اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے، قلمی وغیر قلمی، آپ دیکھ چکے ہیں۔ اگر ثانی الحال کوئی نسخہ قلمی نکل آوے، جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مؤمن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے، اور فقط ایک مومن کی شہادت روئیت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی، صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہوسکتی (ازالہ اوہام)

اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب ہوتا تو اسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جب کہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ در حقیقت اس کی روئت صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد مل کر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری میں دیکھی تھی۔ (ازالہ اوہام)

(ایسا ہی مرزا قادیانی کے ایک مرید نے الحق مباحثہ لدھیانہ کے حاشیہ میں لکھا ہے)۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے وہ سراسر کذب ومغالطہ ہے۔ علامہ تفتازانیؒ نے کتاب تلویح میں اس حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اس میں علامہ تفتازانیؒ نے نہ اس حدیث کا بخاری میں موجود ہونا بیان کیا ہے، نہ اس حدیث کے متعلق اپنی روئیت ظاہر کی

ہے۔اور نہ اس حدیث کے بخاری میں ہونے کی شہادت دی ہے۔اس کا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے قول کا جواب ہے۔اب قادیانی کے اکاذیب ومغالطات دیکھیں کہ

پہلے اس فقرہ کا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے علامہ پر افتراء کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کی رویئت کا جھوٹا دعوی کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کو اس بیان کا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، گواہ بنایا ۔

پھر اس کی تائید میں یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ ایک شخص کی رویئت ہلال رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، جو علی الاطلاق کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔

پھر دوسرے علماء کے اس دعوی رویئت پر سکوت کو شہادت بنا دیا۔

جو شخص تلویح کے اس مقام کو دیکھے گا، وہ صاف یقین کرے گا کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، صاف جھوٹ ہے۔علامہ تفتازانی نے نہ یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، نہ یہ کہا ہے کہ میں نے اس میں خود دیکھی ہے۔اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری میں پائے جانے کی نسبت شہادت ہے، نہ اور علماء کا اس پر سکوت اس کی شہادت ہو سکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ شائد کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث موضوع وافتراء کفار کا صحیح بخاری میں ہونا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کسی نسخہ قرآن میں یا صحیح بخاری میں شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے اگر کوئی یہ کہدے کہ ایک نسخہ قلمی قرآن میں اس مضمون کی آیت ہے کہ خنزیر حلال ہے اور صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخہ میں اس مضمون کی حدیث میں نے دیکھی ہے، تو اس کے جواب میں مسلمان یہی بات کہیں گے کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، اور کوئی شخص بجز قادیانی یہ تجویز نہ کرے گا کہ شائد کسی قلمی نسخہ میں یہ آیت وحدیث ہو۔

ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، کیونکہ اس حدیث کا موضوع وافتراء ہونا اور اس کے مضمون کا مخالف ومعارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے۔

اس بیان سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ حدیث ایسی موضوع وافتراء کفار ہے تو علامہ تفتازانی نے نہ سہی، صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیوں سمجھا اور علامہ نے اسکے جواب میں صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بخاری میں اس کے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیوں نے اس کو اس کتاب میں وارد کرکے اس سے کیوں استدلال کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا، اس نے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور یہ امر غیر واقع ومستبعد نہیں ہے۔ بہت سے ایسے اکابر گذرے ہیں جن کو خاص خاص فنون کا شغل وتعلق رہا ہے، جن میں ان کو امامت کا درجہ بھی حاصل ہوا، لیکن دوسرے فنون کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت میں جو خاص خاص فنون میں ان کو حاصل تھا، خلل انداز نہیں سمجھا گیا۔ اس کی تائید میں ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہیں جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کریں گے جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت یہ ہے جو تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی سے منقول ہے:

نوح۔ الجامع لجلالته فی العلم ترك حديثه۔ و كذالك شيخه مع عبادته۔ فكم من امام فی فن مقصر من غيره كسيبويه مثلاً امام فی النحو و لا يدری ما الحديث و وكيع امام فی الحديث و لا يعرف العربية و كابی نواس راس فی الشعر عری من غيره و عبد الرحمن بن مهدی امام فی الحديث لا يدری ماالطب قط و محمد بن الحسن راس فی الفقه لا يدری ما القرئة و كحفص امام فی ا القرئت تالف فی الحديث و للحرب رجال يعرفونها (ملخص طبقات ذهبی) نوح کی نسبت کہا ہے کہ وہ جامع اور علم میں جلیل الشان تھا۔ متروک الحدیث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جو ایک فن میں امام تھے، دوسرے میں قاصر۔ جیسے سیبویہ نحو میں امام تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ حدیث کیا چیز ہے اور وکیع حدیث میں امام تھے، علم ادب نہ جانتے تھے۔ ابونواس شعر میں رئیس تھے اور دیگر فنون سے عاری۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی

حدیث میں امام تھے اور نہ جانتے کہ طب کیا ہے۔ اور امام محمد بن حسن فقہ کے امام تھے اور نہ جانتے تھے علم قرأت کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قرأت میں امام تھے، حدیث سے خالی۔ چنانچہ کہا گیا ہے لڑائی کیلئے مخصوص لوگ ہوتے ہیں جو اس سے پہچانے جاتے ہیں۔

خاص شہادت یہ ہے کہ مفسرین اور فقہاء اصولین اپنی کتابوں میں بہت سے ایسی احادیث لائے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں اور اس امر کو محدثین اور ان فقہاء نے جن کو علم حدیث میں دخل ہے، بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طیبی شارح مشکوۃ نے رسالہ اصول حدیث میں کہا ہے:

ولوا ضعون الحديث اصناف و اعظمهم ضرراً من انتسب الى الزهد فوضع احتساباً و وضعت الزنادقه ايضاً جملا ثم نهضت جهابذة الحديث بكشف عوارها و محو عارها والحمد لله و قد ذهب الكرامتيه و الطائفة المبتدعه الى جواز وضع الحديث فى الترغيب و الترهيب و منه ما روى عن ابى عصمة نوح بن ابى مريم انه قيل له من اين لك عن عكرمة عن ابن عباس فى فضائل القرآن سورة سورة فقال انى رئيت الناس قد اعرضوا عن القرآن و اشتغلوا بفقه ابى حنيفه و مغازى محمد بن اسحاق فوضعت هذه الاحاديث حسبة ۔ و قد اخطا المفسرون فى ابداعها فى تفاسيرهم الا من عصمه الله و مما ادعوا فيها انه قال ﷺ حين قرء و مناة الثالثة الاخرى ، تلك الغرانيق العلى و ان شفاعتهن لترجى۔ و لقد اشبعنا القول فى ابطاله فى باب سجدة التلاوة و كذا ما اورده الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث فاعرضوا على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه فردوه قال الخطابى وضعه الزنادقة و يدفعه قوله انى قد اوتيت الكتاب و ما يعدله و يروى اوتيت الكتاب و مثله معه ۔ حدیثیں وضع کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں ازانجملہ بہت ضرررساں وہ لوگ ہیں جو زاہد کہلاتے ہیں، انہوں نے بامید ثواب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور زندیقوں نے بھی حدیثیں وضع کی ہیں۔ پھر ماہرین حدیث کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ان کے عیب کھول

دیئے اوراس ننگ کو جوان احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تھا، مٹا دیا۔ کرامتہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے) اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثوں کو وضع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو ابوعصمہ نوح بن مریم سے منقول ہے کہ اس کو کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس جو فضائل قرآن میں عکرمہ عن ابن عباس کی حدیثیں ہیں، یہ تو نے کہاں سے لی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور امام ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے جنگ ناموں میں مشغول ہیں، تو میں نے خدا کے لئے یہ حدیثیں ازخود بنائیں۔ بے شک تمام مفسرین نے، بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے بچالیا، خطا کی کہ ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ اور منجملہ موضوعات، وہ حدیث ہے جن کو مفسرین، تفاسیر میں لائے ہیں۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورہ نجم میں و منـاـة الثالثه الاخرى پڑھا تو اس کے بعد تلك الغرا نيق العلى و ان شفا عتهن لتر جى بھی ان کی زبان سے نکل گیا۔ ہم نے اس روایت کے ابطال میں باب السجدہ تلاوۃ میں بتفصیل بحث کی ہے۔ وازانجملہ وہ حدیث موضوع ہے جس کو اصولی اپنی کتابوں میں لائے ہیں کہ جب کوئی حدیث مجھ سے روائت ہو تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو، موافق ہو تو قبول کرو، ورنہ ردکردو۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس کو چھپے زندیقوں نے وضع کیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کا یہ قول رد کرتا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کی مثل۔

اس مضمون کے اور بہت سے محدثین سے اقوال ہیں جن میں انہوں نے ان احادیث موضوعہ کو نقل کرنے والے مفسرین کے حق میں کہا ہے، فليسوا من اهل هذا الشا ن کہ وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے

شیخ عبدالحق محدث احادیث ہدایہ کی نسبت شرح سفرالسعادۃ میں فرماتے ہیں:

وکتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور ومعتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمۃ اللہ علیہ دراکثر بنائے کار بردلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی ازضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد درعلم حدیث کمتر بودہ است۔

مرزا قادیانی شائد ان اقوال کے ذریعہ بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کرے اور یہ کہے کہ ان میں فقہاء و اصولیین کی تنقیص وتوہین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ یاد رکھے کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابوحنیفہ میں اس کو کامیابی

ہوئی ہے، ویسی ہی اس اشتعال میں ہوگی۔خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہیں کہ ان اقوال میں مفسرین و اصولیین وفقہاء کی توہین نہیں ہوتی۔ ہوتی تو اکابر حنفی علماء مثل شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے، شریک کی حدیث میں لفظ قبل ان یوحی کا غلط ہونا، جو امام نووی سے مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے، اس کا جواب پہلے منقول ہو چکا ہے کہ یہ شریک کی غلطی نہیں بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے

وکم من عائب قولاً صحیحاً   وآفته من الفهم السقیم

حدیث اقض بینی و بین هذا الکاذب کا جھوٹا ہونا، جو مرزا قادیانی نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے، اس میں اس نے کذب وخداع سے کام لیا ہے۔امام نوویؒ ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے۔امام نوویؒ نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہ ہو سکے اور باب تاویل بند ہو جائے تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائے گا۔مگر آگے چل کر اسی مازری نے یہ بھی نقل کر دیا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے تو اس لفظ کی تاویل ہو سکتی ہے اور اس کو بیان کیا۔

اس مقام میں امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس سے ناظرین کو قادیانی کے کذب کا یقین ہو۔امام نوویؒ نے شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۹۰ میں کہا ہے:

قال المازری هذا اللفظ وقع لا یلیق ظاهره بالعباس و حاش لعلی ان یکون فیه بعض هذه الاوصاف فضلاً عن کلها و لسنا نقطع بالعصمة الا للنبی ﷺ ولمن شهد له بها لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابة و نفی کل رذیله عنهم ۔ و اذا انسدت طرق تاویلها ، نسبنا الکذب الی رواتها قال و قد حمل هذا المعنی بعض الناس علی ان ازال هذه للفظة من نسخته تورعا عن اثبات مثل هذا و لعله حمل الوهم علی رواته قال المازری و اذا کان هذا للفظ لا بد من اثباته و لم نصف الوهم الی رواته فاجود ما حمل علیه انه صدر من العباس علی جهة الادلال علی ابن اخیه لانه بمنزلة ابنه و قال ما لا یعتقده و ما یعلم براة ذمة ابن اخیه منه و

ما .. قصد بذلك ردعه عما يعتقد انه مخطی فيه و ان هذا الاو صا ف يتصف بها لو كا ن يفعل ما يفعله عن قصد و ان عليا كالايرا ها ا لا مو جبة لذا لك فی اعتقا ده و هذا كما يقول الما لكی شارب النبيذ نا قص الدين و الحنفی يعتقد انه ليس بناقص فكل وا حد بحق فی اعتقا ده و لا بد من هذا التا ويل لا ن هذه القضية جرت فی مجلس فيه عمر و هو الخليفه و عثما ن و سعد و زبير و عبد الر حمن و لم ينكر احد منهم هذا الكلا م مع تشدد هم فی انكار المنكر و ما ذا لك ا لا لا نهم فهمو بقرينة الحا ل انه تكلم بما لا يعتقد ظا هره مبا لغة فی الز جر قا ل الما ز ری و كذالك قول عمر انكما جئتما ابا بكر فر ايتماه كا ذباً آ ثماً غا دراً خا نياً و كذا لك ذكر عن نفسه انهما را ياه كذا لك و تا ويل هذا علی نحو ما سبق و هو ان المراد انكما تعتقدان ان الوا جب ان نفعل فی هذه القضية خلا ف ما فعلته انا و ابو بكر فنحن علی مقتضی رئيكما لو اتينا و نحن معتقدا ن ما تعتقد انه لكنا بهذه الاو صاف ۔ کہ مازری نے کہا کہ یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے جو بظاہر معنے حضرت عباسؓ کے مناسب حال نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی شان اس سے پاک ہے کہ یہ اوصاف ان میں ہوں۔اور ہم کو بجز نبی ﷺ کے، یا اس شخص کے جس کے حق میں نبی ﷺ نے شہادت دی ہو، کسی کے معصوم ہونے کا یقین نہیں۔ولیکن ہم تمام صحابہ کے حق میں حسن ظن رکھنے اور ان کی نسبت برے خصائل کی نفی کرنے پر مامور ہیں، جب باب تاویل بالکل بند ہو جائے تو ہم راوی کی طرف کذب کو منسوب کریں گے۔بعض لوگوں نے اس لفظ کے یہی معنی (ظاہری) سمجھے تو اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ دیا۔شائد اس نے یہ سمجھا ہو کہ ان الفاظ کے بیان میں راوی کو وہم ہو گیا ہے۔ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا ضروری ہے اور ہم راوی کو وہم سے موصوف نہیں کرتے، تو اس کی عمدہ تاویل یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند سمجھ کر یہ الفاظ زبان سے کہہ دیئے ہیں۔مگر ان کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ حضرت علیؓ ایسے ہیں۔شائد ان کا مقصود (ان الفاظ سے) یہ تھا کہ حضرت علیؓ اس خیال سے رک جائیں جس خیال میں وہ حضرت عباسؓ کے نزدیک خطا پر تھے۔اور یہ مقصود تھا کہ اگر حضرت علی

ؓ دیدہ دانستہ وہ خطا کرتے ہیں تو ویسے ہیں۔ گو حضرت علیؓ اپنے خیال میں ایسے نہ تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مالکی مذہب والا، شیرہ انگور یا کھجور پینے والے کو ناقص الدین کہے، جس کو حنفی اپنے خیال میں ناقص الدین نہیں سمجھتا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک شخص اپنے خیال میں حق پر ہے۔ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ، جو خلیفہ وقت تھے، اور حضرت عثمانؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ کے سامنے پیش ہوا، ان میں سے کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا، باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے میں ان کو تشدد تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بقرینہ حال یہ سمجھا کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لیتے۔ مازری نے کہا ایسا ہی (یعنی اسی معنے سے) حضرت عمر کا ان دونوں (حضرت علی وحضرت عباس) کو یہ کہنا ہے کہ تم ابوبکرؓ کے پاس آئے تو تم نے ان کو کاذب، گنہگار، غادر اور خائن سمجھا، ایسا ہی اپنی نسبت ان کا خیال بیان کیا۔ اس کے معنی بنا بر تاویل مذکورہ بالا یہی ہیں کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیھا میں واجبی امر وہ تھا جو تمہارا خیال ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہم تمہارے خیال میں کاذب و غادر و خائن ہیں۔

اس کلام نووی کو دیکھ کر ناظرین داد انصاف دیں کہ امام نووی نے ان الفاظ کو راوی کا کذب قرار دیا ہے یا ان کی تاویل کر کے ان الفاظ کو صحیح وثابت ٹھہرایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ اپنی گذارشات کا اختتام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ہم نے تحریر ہشتم قادیانی کے اقوال کا اول سے نہم تک بطور تمثیل کذب ودھوکہ ظاہر کیا ہے۔ اس تفصیل سے مرزا قادیانی کا کذاب ودھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے اور اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے کہ آئندہ اقوال میں بھی اس نے اسی کذب ودھوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اور ناظرین غور کریں کہ جس شخص کو اس کا مقابل ومبارز چتھاڑے یا پچھاڑے، وہ پھر اس کے مقابلہ کا مدعی ہو، تو اس کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر پھر اس نے چتھاڑا، یا پچھاڑا تو اس وقت اسے مزید لوگوں کے سامنے (جو پہلے حاضر نہ تھے) ذلت اٹھانی پڑے گی مگر یہ خیال اور دور اندیشی اسی شخص کو ہوتی ہے جو کچھ حیا رکھتا ہو۔ اور جن کو نہ خوف آخرت ہو اور نہ ننگ وحیا دنیا۔ وہ سو دفعہ لتاڑ اور چتھاڑ کھاتے ہیں اور پھر مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نے بہت لوگ ایسے دیکھے ہیں جو مار کھائے جاتے ہیں اور مارنے والے کو کہتے

جاتے ہیں کہ یک دفعہ پھر مار اور دیکھ تماشا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ان من مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحيي فاصنع ما شئت جس کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے: بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

اب اگر کوئی پوچھے کہ اس کا مصداق کون ہے تو وہ مرزا صاحب کا اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء ملاحظہ کرنے کے علاوہ انہی کے ایماء پر جاری ہونے والا ان کے مریدوں کا درج ذیل اشتہار دیکھے جو حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر اور منشی عبدالحق اکونٹنٹ وغیرہ کی طرف سے جاری ہوا، اور ضمیمہ ریاض ہند ۲۲۔ اگست ۱۸۹۱ء کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔

....

متفرقات

پنڈت لیکھ رام اور تردید قادیانیت

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے تو چونکہ ان میں آریہ وغیرہ کو چیلنج کئے گئے تھے اسلئے آریہ کے پنڈت لیکھ رام نے اس کا جواب لکھا جسے اس نے امرتسر میں ۱۸۸۵ء میں ایک مجمع میں سنایا جس میں شریک ہونے کی مرزا غلام احمد کو بھی دعوت تھی لیکن مرزا صاحب شامل مجمع نہ ہوئے۔ چند سال بعد کچھ اضافات کے ساتھ پنڈٹ لیکھ رام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے شائع کیا۔

پنڈت لیکھ رام بہت بدزبان شخص تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں مرزا غلام احمد کو رگیدنے کے ساتھ اسلام، قرآن اور بانی اسلام پر بھی سخت اعتراضات کئے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۷ء میں کتاب شحنۂ حق شائع کی تو اس میں حصہ پنجم کے جلد شائع کرنے کا وعدہ ان الفاظ میں درج تھا: پنڈت لیکھ رام نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ردّ میں چند اوراق چھپوائے ہیں۔ اس کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ کوئی تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اسکے مولف کو عقل اور فہم سے کچھ

حصہ ملا ہے یا تہذیب اور فراست سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق نہیں۔ ہم عنقریب گند اور افتراء اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ظاہر کرینگے۔ (شحنۂ حق مصنفہ مرزا قادیانی۔ص۹۹)

لیکن مرزا صاحب نے اس وعدہ سے بھی وہی بے التفاتی کا سلوک کیا جو اپنے دوسرے وعدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ اور حکیم نورالدین کو تکذیب کا ردّ لکھنے کا کہا (جب انہوں نے لکھ کر آپ کو خبر کی، تو جواباً مرزا صاحب نے لکھا: مجھے یہ بات سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ تکذیب براہین کا ردّ آپ نے تیار کرلیا ہے۔ الحمد للہ و المنۃ اس رد کے شائع ہونے کیلئے عام طور پر مسلمانوں کا جوش پایا جاتا ہے شاید ڈیڑھ سو کے قریب ایسے خط آئے ہونگے جنہوں نے اس کتاب کے خریدنے کیلئے شوق ظاہر کیا ہے... غلام احمد از قادیان ۴ جنوری ۱۸۸۸ء۔ الحکم ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء) تکذیب وتصدیق کی یہ داستان مناسب موقع پر نقل کی جائیگی، انشاء اللہ۔

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب (براہین احمدیہ) میں کہیں برہمو دھرم والوں سے گالی گلوچ ہو رہی ہے کسی جگہ عیسائیوں کو کوس رہے ہیں، کسی جگہ مسیح کو ابن اللہ بنا رہے ہیں اور کسی جگہ آریوں کو برا بھلا بتا رہے ہیں۔ مجھے اس جگہ کسی اور سے سروکار نہیں اور نہ میں کسی غیر کا مختار۔ ہاں آریہ دھرم کا پیروکار ہوں.. اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ براہین احمدیہ کو میزان انصاف میں تولوں اور ان کا امتحان کروں:

خوش بود کر محک تجربہ آید بیان　　تا سیہ روئی شود ہر کہ درو غش باشد

براہین احمدیہ کی جلد اول میں مرزا صاحب نے ظاہری نمود لیے بود بلکہ روپیہ کمانے کے طور پر بڑے حرفوں میں ایک اشتہار کامل ۸۲ صفحوں پر درج کیا ہے جس سے سوائے ظاہری شیخی کے کوئی کسی طرح کا نتیجہ نہیں نکل سکتا... ایک دانا کا قول ہے مشک آنست کہ خود ببوید، مطلب ان کا اس تمام لاف وگذاف سے صرف یہی ہے کہ کسی طرح روپیہ ہاتھ آئے (تکذیب براہین۔ص۴)....

مولانا دلاوریؒ نے لکھا ہے: پنڈت لیکھ رام قادیان گیا اور شرائط زیر بحث پر گفتگو کی لیکن مرزا نے سخن تراشی اور لیت ولعل سے کام نکالنا چاہا لیکن بدقسمتی سے ان کا مدمقابل کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو آسانی سے پیچھا چھوڑ دیتا۔ پنڈت نے بہتیری کوشش کی کہ الہامی صاحب کسی طرح قادیان کے یک سالہ قیام کے معقول اور منصفانہ شرائط کو منظور کریں اور حیلے حوالے چھوڑ کر راہ راست پر آئیں لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب انہوں نے

دیکھ لیا کہ یہ حیلہ گری سے کسی طرح باز نہیں آتے اور اب شرائط قیام پر مزید گفتگو عبث ہے تو انہوں نے یک سالہ قیام وانتظار کو بالائے رکھ کر فوری اعجاز نمائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ پنڈت ہر روز الہامی صاحب کے دولت کدہ پر جاتا اور کہتا کہ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو کوئی معجزہ اور کرامت دکھاؤ۔ لیکن بے چارے مرزا جی کے لئے سرندامت جھکا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اسی کے ساتھ پنڈت کا یہ معمول تھا کہ ہر روز سینکڑوں ہندوؤں کو جمع کر کے قادیان کے بازار میں چلا جاتا اور مجمع کثیر میں نہایت زہر آلود تقریر کر کے حاضرین کو خوب ہنساتا۔ خود مرزا جی نے اپنے اسم بامسمی رسالہ فریاد درد میں ان رسوائیوں کا بہت کچھ رونا رویا ہے۔ لکھتے ہیں:

جن دنوں لیکھ رام نے اسلام کی نسبت بدزبانی پر کمر باندھ رکھی تھی اور بات بات میں گالی ان کے منہ میں تھی ان دنوں اس نے جوش میں آکر یہ کاروائی بھی کی تھی کہ مجھ سے بحث کرنے کیلئے قادیان میں آکر ایک مہینہ کے قریب رہا۔ میں اس سے بحث کرنے کیلئے اس کے ضلع اور گاؤں نہیں گیا اور نہ میں نے کبھی ابتداء اس سے خط وکتابت کی۔ وہ خود اپنے وحشیانہ جوش سے قادیان میں میرے پاس آیا اور اس بات کے تمام ہندو اس جگہ کے گواہ ہیں کہ ۲۵ دن کے قریب قادیان میں رہا اور سخت گوئی اور بدزبانی سے ایک دن بھی اپنے تئیں روک نہ سکا۔ بازار میں مسلمانوں کے گذر کی جگہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا رہا اور مسلمانوں کو جوش دلانے والے الفاظ بولتا۔ میں نے اندیشہ نقص امن سے مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اسکی تقریروں کے وقت کوئی بازار میں کھڑا نہ ہو اور کوئی مقابلہ کیلئے مستعد نہ ہو... میرے بار بار روکنے سے وہ لوگ اپنے جوشوں سے باز آئے۔ اور لیکھ رام نے یہ طریق اختیار کیا کہ ہر روز میرے مکان پر آتا اور کوئی نشان اور معجزہ مانگتا اور سخت ٹھٹھے اور ہنسی کے الفاظ اسکے منہ سے نکلتے۔ وہ ہمیشہ صبح یا تیسرے پہر قادیان میں میرے مکان پر آتا اور اسلام اور ہمارے نبی ﷺ کی نسبت طرح طرح کی بے ادبیاں کرتا اور جیسا کہ ظالم پادریوں نے مشہور کر رکھا ہے بار بار یہی کہتا کہ تمہارے پیغمبر سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی پوری ہوئی، ملانوں نے مذہب کو رونق دینے کیلئے جھوٹے معجزوں سے کتابیں بھر رکھی ہیں (فریاد درد۔ ص الف)

لیکن سوال یہ ہے کہ جب پنڈت لیکھ رام مرزا صاحب کو ان کے کاشانہ تقدس میں جا کر ذلیل کر رہا تھا، اسلام اور داعی اسلام کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کی جارہی تھی، مجدد وقت کا بری طرح مذاق اڑایا جارہا

تھا، اور پنڈت ہر وقت مصر تھا کہ کوئی معجزہ دکھاؤ ، تو اگر مرزا میں کوئی واقعی اعجازی جوہر ودیعت تھا تو ایسی حات میں ان کی رگ حمیت کیوں جنبش میں نہ آئی ؟ انہوں نے اپنا کوئی عدو افگن معجزہ دکھا کر اس بے باک آریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر کیوں مجبور نہ کیا؟ اور اسکا سرنیاز خاک ندامت پر رکھوا کر دوسرے شوریدہ سر اعدائے دین کیلئے اسباب عبرت کیوں مہیا نہ کر دیئے۔ مرزا صاحب کا دعوی تو یہ تھا کہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت میرے بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ان معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصہ کہانیوں کے ہیں مگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں گزشتہ نبیوں کے معجزات اور پیش گوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہوسکتا باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیش گوئیوں کے کروڑ ھا انسان گواہ ہیں (نزول المسیح۔ص۸۱۔۸۲)۔ لیکن اس دعوی کے باوجود عمل یہ تھا کہ ایک عدوے اسلام کے مجبور کرنے پر بھی اپنے کیسہ معجزات سے ایک عدد معجزہ نکال کر پیش نہیں کر سکتے تھے۔

(رئیس قادیان مصنفہ مولانا رفیق دلاوری۔ص۱۷۳۔۱۷۷)

قیام قادیان کے حالات لکھتے ہوئے پنڈت لیکھرام نے بتایا ہے کہ:

ایک دن خاص قصبہ قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے ایک سال بھر وہاں ٹھہرنے کی شرائط طے ہو رہی تھیں۔ اثناء گفتگو میں لفظ خوارق عادات کی تشریح ہونے لگی۔ میرا یہ دعوی تھا کہ خوارق عادات کہتے ہیں عادت یا سبھاؤ کے توڑنے کو۔ چاقو میں چاک کرنے کی عادت ہے اور آگ میں جلانے کی۔ درخت میں غیر متحرک رہنے کی، اور انسان میں چلنے کی، وغیرہ۔ آپ اگر ان عادتوں کو خدا کی برکت سے توڑ دیویں تب مسلمان ہو جاؤنگا، ورنہ آپ آریہ ہو جائیں۔ اور غلط دعووں سے باز آئیں۔ مرزا نے فرمایا کہ قرآنی اصطلاح میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ لفظ ہی قرآن میں نہیں ہے اور بتلاؤ اگر کہیں ہے۔ مرزا نے اقرار کیا کہ قرآن میں ضرور ہے۔ میرے پاس قرآن تھا اور اسی وقت پیش کیا کہ اسے ذرا نکا لئے اور الہام کی فال ڈالئے۔ چند منٹ تک مرزا ورق گردانی کرتے رہے مگر بالکل وہ لفظ قرآن سے نہ نکالا اور طوعاً و

کر ھاً فرمایا کہ میں اس دعوی سے دستبردار ہوں، قرآن میں یہ لفظ نہیں ہے۔اس وقت حکیم کشن سنگھ و لالہ نہال چند و حکیم دیا رام صاحب و پنڈت اجے کشن و لالہ پچھمی بھائی و مرزا کمال الدین و منشی مراد علی اور ایک بوڑھا مسافر بیٹھے ہوئے تھے جس سے غالباً مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔(تکذیب براہین۔ص ۸۶)

تردید الہامات قادیانی از پنڈت لیکھ رام

پنڈت لیکھ رام نے مرزا غلام احمد کے الہاموں کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

اول۔ایک سال کا عرصہ ہوا مسمی جان محمد کشمیری جو مرزا صاحب کی مسجد کا امام ہے اس کا لڑکا جس کی عمر اس وقت قریباً پانچ سال ہوگی عارضہ بخار سے بیمار ہوا، اور بڑھتے بڑھتے مرض اس قدر بڑھ گئی کہ بخار کے ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہو گئے، اور لڑکے کا خورد و نوش بالکل بند ہو گیا، اور ایسا کمزور اور نحیف البدن ہو گیا کہ استخواں ہی استخوان معلوم ہوتے تھے۔غرض ایک روز لڑکا عین نزع کی حالت میں تھا اور اس وقت اس کی حالت کو دیکھ کر مجہول سے مجہول بھی یہی کہتا تھا کہ لڑکا کوئی دم کا مہمان ہے۔غرض اس اضطرابی اور بے قراری کی حالت میں جان محمد مذکور مرزا صاحب کی خدمت میں گئے اور مرزا صاحب اس لڑکے کو دیکھ بھی چکے تھے۔ خیر امام صاحب نے کل احوال عرض کیا اور کہا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس لڑکے کیلئے دعا کیجئے۔مرزا صاحب کو اس لڑکے کی طرف پہلے خیال تھا کیونکہ آپ کی مسجد کا امام زادہ تھا۔فرمایا جان محمد کے آنے سے اول ہی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اس لڑکے کیلئے قبر کھودو۔مرزا صاحب کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ امام صاحب کے ہوش یافت ہو گئے۔اوسان خطا کیوں نہ ہوتے اور ساتھ ہی طوطے کیوں نہ اڑتے کیونکہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔غرض امام صاحب اسی یاس اور مایوسی کی حالت میں جو اپنے گھر واپس آئے تو الہام کا اثر برعکس ظہور میں آیا...یعنی لڑکے کے آثار صحت دیکھے۔مرزا صاحب کا الہام فرمانا ہی تھا کہ خداوند کریم کی قدرت کا تماشا دیکھئے لڑکے کو دم بدم آرام ہونا شروع ہوا، اور ایک ہی ہفتہ میں لڑکا تندرست ہو گیا۔اور مرزا صاحب اپنی دروغ بیانی و کذب لسانی و غلطی الہام کی یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ہمارا الہام تو ہرگز غلط نہیں، ضرور

کسی نہ کسی وقت پر پورا ہو جاویگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپکے واسطے قبر کھودیں گے۔

دوم۔۔۔ مرزا غلام احمد نے مسمی بشنداس ساکن قادیان کو بلا کر کہا کہ مجھے تمہاری نسبت الہام ہوا ہے (جب کہ میں انبالہ کے سفر میں تھا) کہ تو لڑکے پڑھاتا ہے اور تیرا نام عزیز الدین ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ تو ایک سال تک مسلمان ہو جاوے اور نہ مر جاوے گا۔ بشنداس نے پوچھا کہ اگر یہ ضرور بات ہونے والی ہے تو میرا کیا چارہ ہے۔ مگر میں آپ سے صلاح پوچھتا ہوں کہ میرا مر جانا اچھا ہے یا مسلمان ہونا؟ مرزا صاحب نے زبان الہام ترجمان سے فرمایا کہ مسلمان ہونا۔

پھر بشن داس نے ایک دو روز بعد دریافت کیا تو کہا کہ مجھے خواب آئی تھی الہام نہ تھا، مگر میری خواب بھی الہام ہوتی ہے، اور اکثر الہام خوابوں میں ہوتا ہے اور خواب نامہ بھی نکال کر دکھلایا۔ نتیجہ اس خواب کا لکھا تھا کہ زود بمیر دیا مسلمان شود۔ تم اپنا بندوبست کرو میری خواب ضرور سچی ہوگی۔

اگرچہ وہ بشن داس سادہ لوح تھا بہت گھبرایا۔ مگر اس تاریخ نامہ نگار (لیکھ رام) بھی وہاں تھا جب اس کو کامل طور پر سمجھایا گیا کہ یہ صرف فریب بازی اور چالاکی ہے۔۔۔ تب وہ علانیہ طور پر مرزا غلام احمد سے مقابلہ کرنے لگا۔ پھر مرزا صاحب ہاتھ ملتے رہ گئے اور وہ سونے کا مرغ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ چونکہ اب عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے اور وہ بات بالکل واہیات اور مزخرفات سے بھی کہتر ثابت ہوئی، جھوٹے کی پیشانی پر سیاہی کا داغ قائم رہا اور تا قیامت قائم رہیگا۔ انہیں دنوں میں مرزا کے کئی مجاوروں یا فضلہ خوروں یا مریدوں نے گم نام خط بھی بنام بشن داس بطور خیر خواہی کے ارسال کئے اور وہ تمام خطوط بشن داس نے نامہ نگار کے پاس بھیج دیئے۔ افسوس کہ مرزا صاحب دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے اور ابلہانہ چالاکیوں سے نہیں شرماتے حالانکہ بار بار زک اٹھاتے ہیں۔

سوم۔ ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ان کے گھر میں سے عنقریب ایک احمد مر جاوے گا کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد، چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔ اور سادہ لوحی سے یہ بات مشہور بھی کرادی مگر آج تک باوجود گذرنے ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا اور بدستور زندہ ہیں

دروغ آدمی را کند شرمسار　　مگر جس کو ہو روسیاہی سے عار

چہارم: مرزا صاحب کو خواب میں خدا نے کہا کہ کسی نے تجھے کتاب کے واسطے ...روپیہ روانہ کئے ہیں۔اور ایک آریہ صاحب نے بھی وہی خواب دیکھا کہ ہزار روپیہ آیا ہے چنانچہ جونا گڈھ سے مرزا صاحب کو..آ گیا اور ہندو کی خواب میں..حصہ جھوٹ نکلا کیونکہ وہ دین اسلام سے خارج تھا۔کئی لوگ اور کئی آریہ گواہ ہیں۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس دعوی بے معنی کی تصدیق کے واسطے کسی آریہ کا نام نہ لکھا، اور لکھتے کس طرح جب وجود ہی مفقود تھا۔کئی آریہ لوگ تو ان دنوں قادیان میں موجود نہ تھے اور نہ ان کئی آریوں کے نام ہیں۔

پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف جعل سازی کی اور پہلے اندرونی طور پر بالفرض سچ ہونے کے مرزا صاحب کو خط آ چکا تھا چونکہ روپیہ کمانے کیلئے یہ سب چالاکیاں ہوتی ہیں اس لئے خواب میں بھی اگر دیکھا تو کیا عجب بمصداق اس قول کے: تشنہ آب وخواجہ زر سگ استخواں بیند بخواب

پنجم۔ایک مرتبہ خدا نے ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی اور ہم نے ایک ہندو کو بتلائی جب وہ خبر پوری ہوئی تو ہندو نے کہا کہ کھلم کھلا عالم غیب کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا،

واہ رے قادیانی الہامی ہم تیری چالاکی کی کیا تعریف کریں۔نہ تو اس راجہ کا نام لکھا اور نہ اس ہندو کا۔پس ہمیں کسی طرح اعتبار نہیں۔

ششم: ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے امتحان دیا اور لوگوں نے بھی امتحان دیا، وہ پاس ہو گئے، باقی اس ضلع سے کوئی پاس نہ ہوا، ہم نے ان کو پہلے کہہ دیا تھا۔اور..اس وکیل نے اطلاع دی کہ میں پاس ہو گیا۔

اے ناظرین! یہاں پر نمبر ۵ سے بھی زیادہ فریب ہے۔چالاک آدمی بہت سے ایسی باتیں کر کے اکثر لوگوں کو گرویدہ کرتے ہیں۔افسوس کہ مرزا صاحب نے وکیل کا نام نہ لکھا اور ساتھ ہی کوئی گواہ بھی نہ بتلائے۔مرزا صاحب کے بڑے بھائی ضلع کے سررشتہ دار تھے اور مرزا صاحب خود بھی عرصہ تک ملازم سرکار رہے اور تجربہ کار ہوئے۔آج کل یہ بات تو کرامات نہیں کہلاتی بلکہ چالاکی اور واقفیت چاہتی ہے۔لاہور میں بیسیوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کی پیش گوئی تیر بہدف کرتے ہیں اور خطا نہیں ہوتی۔پس یہ امر کسی طرح پیش گوئی نہیں بلکہ یاوہ گوئی ہے۔

ہفتم۔ایک مجمل بات لکھی ہے: ہم نے ایک آریہ کو ایک پیش گوئی بتلائی اور اس نے تعجب کیا۔مگر ہم اس پیش گوئی کی اس جگہ تصریح نہیں کرتے۔،

مرزا صاحب خدا کے چور کیوں بنتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے، ذرہ آریہ کا نام اور پیشگوئی کا الہام ظاہر کرو۔

ہشتم۔..ایک ہندو آریہ ممبر آریہ سماج قادیان معجزات محمدیہ سے منکر تھا۔اتفاقاً اس کا ایک عزیز قید ہو گیا ایک ہندو اور بھی اس کے ہمراہ قید ہوا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس مقدمہ کا کیا ہوگا۔میں نے کہا غیب خدا کے پاس ہے۔اس کے اصرار کرنے پر میں نے دعا کی اور خواب میں مجھے خدا نے ظاہر کیا کہ وہ نصف قید تخفیف ہو کر بعد بھگتنے نصف باقی کے رہا ہوگا۔اس میں پنڈت دیانند کے پیرو کی گواہی ہے،اسی طرح ہوا۔،

اے چالاک! کیوں راست بیانی سے روگردانی کرتا ہے۔نہ تو اس ہندو کا نام لکھا اور نہ اس آریہ کا پتہ بتلایا۔ان دنوں نامہ نگار قادیان گیا تھا،اس کی تحقیقات بھی کی مگر کوئی گواہ اس قسم کا نہ ملا جو آپ کی تائید کرتا ہو۔البتہ جب الہام کتاب میں درج پایا گیا جو ہندو قید سے چھوٹا تھا وہ اس کی اصلیت سے انکاری ہے۔پس یہ بھی آپ کی چال ہے۔پنڈت صاحب کے کسی پیرو کا آپ نے نام نہ لکھا اور نہ وہ آپ کے الہام کا مصدق ہے،وہ تو کوئی گمنام ہوگا۔میں اعلانیہ معجزات محمدیہ وعیسویہ وغلام احمدیہ کا انکاری ہوں اور لاکھوں آریہ اور صدہا مسلمان بھی میرے شریک ہیں یہ مقدمہ بازوں کی نشانیاں ہیں اور قانون کی دست گردانیاں۔وکیل خصوصاً ان معاملوں میں چالاک ہوتے ہیں اور اس قسم کی پیش گوئیوں میں بے باک۔

نہم: سردار محمد حیات خان جب معطل ہوئے تو ہم کو خواب میں خبر ملی کہ کچھ خوف نہ کرو خداوند ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔چنانچہ حیات خان بری ہو گئے۔ساٹھ ستر آدمی گواہ ہیں جن سے دس بارہ ہندو ممبران آریہ سماج بھی ہیں۔،

جن دنوں سردار محمد حیات خان معطل ہو رہے تھے ان کے تمام خیر خواہ بریت چاہتے تھے اور اکثر دست بدعا رہتے تھے جن میں ہزاروں اہل ہنود اور ہزاروں مسلمان ہیں۔گورنمنٹ عادل نے جب بعد تحقیقات کامل کے ان کے ذمہ کوئی قصور ثابت نہ پایا تو بری فرمایا جس کا مفصل حال گورنمنٹ گزٹ میں مطبوع ہو گیا۔آپ کا الہام تو سراسر غلط نکلا۔الہام کے فقرے یہ ہیں: خدا قادر ہے تمہیں نجات ہو گی۔،کیا اس سے

کوئی ذی عقل حیات خان کی بریت ظاہر کرسکتا ہے۔ جب اس طرح سردار صاحب بری ہوئے اوران کے ہزاروں روپئے خرچ ہوئے۔تو آپ نے براہین احمدیہ کی امداد کے خیال سے خواہ مخواہ خیر خواہوں سے بننا چاہا ۔مگر وہاں دال گلنی آپ کی سراسر وہم وخیال ہے اور آپ کا گواہ آریہ بھی انکاری ہے اور کوئی ہندو بھی شہادت نہیں دیتا۔خدا آپ کو شرمندہ کرے۔

دہم: ایک دفعہ خواب میں الہامی صاحب نے مسیح کے ساتھ ایک برتن میں روٹی کھائی اور دونوں کی باہمی برادرانہ محبت ہوئی۔ یہ خواب کیسی عظیم الشان ہے اگرچہ اب تک پوری نہ ہوئی مگر پوری ہوجاوے گی۔مسیح کے ساتھ روٹی کھانی تو فخر کی نشانی نہیں ہے اور وہ بھی خواب میں ۔مگر مسیح کی زندگی میں یہودا اسکریوطی وغیرہ تمام شاگرد اس کے ساتھ کھاتے رہے اور آخرکار اسکو اسیر کرایا۔اس سے اگر آپ عیسائیوں کو فریب میں لانا چاہیں تو دشوار ہے وہ آپ کے مکروفریب سے بیزار ہیں۔

یازدہم: میں نے براہین احمدیہ کے بنانے کی اجازت بھی خدا سے پائی،اور دس ہزار روپئہ کا اشتہار دیا۔۱۸۶۵ء میں یہ خواب میں نے دیکھا تھا اور اسی روز محمد صاحب (ﷺ) کی زیارت بھی ہوئی اور بی بی فاطمہ نے یہ کتاب مجھے دی۔

مرزا صاحب یہ تو کوئی الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے:

تشنہ را مے نماید اندر خواب ہمہ عالم بچشم چشمہ آب

دس ہزار روپئہ کے اشتہار کی صلاح آپ کو خدا نے نہیں دی،آپ نے صریحاً جھوٹ بولا۔ بلکہ یہ صلاح تو حکیم کشن سنگھ آریہ نے آپ کی جہالت وسفلہ پن کو تمام عالم میں منتشر کرنے کے خیال سے دی تھی۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

دوازدہم: ایک ہندو آریہ باشندہ قادیان طالب علم مدرسہ بیمار ہوا۔عمر اس کی بیس سال کی ہے،وہ بمرض دق مبتلا تھا اور میرے پاس آیا کرتا تھا (آپ حکیم ابن حکیم ہیں) خدا نے مجھے الہام دیا قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامت ہو جا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو اس کی بابت اطلاع دی اور اس کو بھی اور خدا کے بھروسے دعویٰ کیا گیا کہ ضرور صحت یاب ہوگا۔آخر وہ ہندو صحت یاب ہوگیا۔

جہاں تک قادیان کے باشندوں سے واضح ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ مرزا صاحب کے مسہل دینے اور نیز اپنے خانگی علاجوں سے اسے صحت ہوئی، نہ کہ الہاموں سے ...عبارت مرزا صاحب بنا سکتے ہیں۔ پس صرف دعوی ہی دعوی ہے اگر آپ حکیم نہ ہوتے اور وہ آپ کی دوا اور اپنے خانگی علاج نہ کرتا اور آپ میعاد مقرر کرتے اور نگرانی کرنے والے نامہ نگار جیسے ہوتے تب الہام کی حقیت کی قلعی فاش ہوتی بغیر ثبوت کے دعوی زبانی صرف لن ترانی ہے نہ کہ الہام آسمانی۔

سیزدہم: مرزا کو..خداوند کریم نے ...روپئہ کا الہام پہنچایا اور خدا کا الہام سچا نکلا۔ایک آریہ اس کا گواہ ہے۔،

اس کی بابت وہی آریہ کہتا تھا کہ ان دنوں ہم کو بہ سبب ضرورت کے ...کی خوابیں آیا کرتی تھیں اور مرزا صاحب کو لوگ خطوط ارسال کرتے تھے بعد ازاں روپئہ آتے تھے بلکہ مرزا صاحب کی خوابوں سے تو میری اکثر راست ہوا کرتی تھیں اور مرزا کی دروغ۔

مرزا صاحب کے الہاموں کے گواہ لالہ ملاوامل، ولالہ شرمپت رائے ہیں انہوں نے آج کل ایک اشتہار بھی مرزا کے برخلاف طبع کرایا جو اسی کتاب کے اخیر میں درج ہے۔ .... میں نے مرزا صاحب کی اس قدر زبان درازیاں دیکھ کر ایک خط بنام سکرٹری آریہ سماج قادیان کے ارسال کیا جس کا مضمون ہے:

مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ میں نے آریہ سماج قادیان والوں کو کرامات وغیرہ خوارق عادت بتلائی اور الہامات کی لذتیں چکھائی ہیں اور ان کے دل کی باتیں بھی بوجھی ہیں، آیا یہ سچ ہے یا نہ۔،

اسکے جواب میں ایک خط قادیان سے میرے نام آیا جس کی نقل لفظ بلفظ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جناب مکرم ومعظم بندگان لیکھ رام صاحب۔ نمستے۔ تمہارا اشتہار در بارہ استفسار احوال الہامات و غیرہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب نے یا ان کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہوگا وہ پہنچا کمال خوشی حاصل ہوئی۔ جناب من! یہاں پر سماج نہیں ہے ہم صرف چار پانچ اشخاص آریہ مت والے یہاں قادیان میں ہیں اور ہم میں سے کوئی کسی قسم کی کرامات وغیرہ..ان کی، کا قائل نہیں ہے ہم لوگوں کے، جو اصول آریوں کے ہیں، وہی ہیں۔فقط نیاز۔شرمپت رائے...کشن سنگھ..رام جیکشن از مقام قادیان ضلع گورداسپور...مارچ ۱۸۸۴ء۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۱۵۶۔۱۶۳)

پنڈت لیکھ رام لکھتا ہے: ایک دفعہ مرزا صاحب کے مکان پر قادیان میں نامہ نگار بیٹھا تھا اور چند معزز آریہ اور چند مسلمان بھی تشریف رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء گفتگو میں فرمایا۔ مجھ کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔، میں نے کہا کہ کیا سچ کہتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے ایک کاغذ کے پرچہ پر پنسل سے حرف ...لکھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا اور پوچھا کہ براہ مہربانی فرشتوں سے پوچھ کر بتلاؤ کہ میں نے کون سا حرف لکھا ہے ۔ایک عرصہ تک کچھ منہ میں گنگناتے رہے، بعد ازاں کہا کہ اس طرح نہیں، کسی اور جگہ رکھو۔ میں نے اپنی پاکٹ میں ڈال دیا، پھر پوچھا تو تھوڑی جھکالی اور خیالی اور وہمی فرشتوں سے پوچھتے رہے، مگر کچھ نہ بتلا سکے اور شرمندہ ہو کر لاجواب ہو گئے۔، اس امر کے وہاں دس بارہ آدمی متفق اللفظ گواہ ہیں، اور مرزا صاحب بھی غالباً حلفاً انکار نہ کر سکیں گے۔ (تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۱۶۷)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

اور پھر اسکے بعد دو دفعہ بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیت دین اسلام بدلائل واضح ان کو متنبہ کیا گیا اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے ایک معقول دلائل سے جن سے اصول حقہ اسلام کی دیوار.... مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں دوسری آسمانی نشانات وتائیدات اور غیبی مکاشفات اور رحمانی الہامات ومخاطبات ودیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتی ہیں جن سے حقیقی نجات اسی جہان میں سچے ایماندار کو ملتی ہے۔، یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ ان کو طاقت ہے کہ اسکے مقابلہ پر کچھ دم مار سکیں۔

جواباً پنڈت لیکھ رام کہتا ہے: آپ شیخی مارنے کو تو شیخ چلی سے بھی بڑھ کر ہیں اور ہے بھی سچ.. پہلے آپ نے پرنس بسمارک وزیر اعظم سلطنت جرمن کو رجسٹری بھیجی۔ آپ نے مسٹر گلیڈسٹون کو دعوت کی آپ نے نیویارک میں لارڈ صاحب کو خط لکھا، وغیرہ، ایسے ہی بہت صاحبان کے پاس آپ کی رجسٹری پہنچی جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ایک سال تک آ کر میرے پاس ٹھہرو، یا خوارق عادات وآسمانی نشان بتلاؤنگا ورنہ دوسو روپئہ ماہواری کے حساب سے تنخواہ بطور ہرجانہ یا جرمانہ کے دونگا۔ آپ تیس مار خان بلکہ پچاس مار خان ہیں۔ وہ حقیت دین اسلام والے خط کیوں طبع نہ کرائے کہاں چھپا رکھے۔ میں نے آپ کو اس قدر خط لکھے اور طبع بھی

کرائے اور آپ حیلہ حوالہ فرماتے رہے۔اس وقت وہ حقیت اسلام کا دوہرا ثبوت کہاں تختہ تابوت کی طرح پڑا تھا جب میں دو ماہ قادیان میں رہا آپ کے بالاخانہ میں بھی شرائط مباحثہ کے واسطے حاضر ہوا وہ دوہرا ثبوت کس لاہوت میں گیا تھا..اور کرامات کے متعلق جس قدر الفاظ آپ نے جمع کر کے قافیہ باندھا ہے ان سب کا جواب معجزات کی تردید میں آچکا ہے، زیادہ سوائے فضولیات کے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۷۰۔۲۷۱)

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے: دس ہزار روپئہ کا اشتہار آپ کا سراپا جھوٹ اور فریب اور جعل ہے آپ کی منقولہ اور غیر منقولہ کسی قسم کی جائیداد اس قیمت کی نہیں ہے، تمام قصبہ قادیان کے ہندو مسلمان آریہ وغیرہ میرے گواہ ہیں، بلکہ تمام ضلع گورداسپور کے لوگ آپ کی قلاشی اور ذریعہ معاش سے آگاہ ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۷۵۔۲۷۶)

تکذیب براہین الاحمدیہ کے خاتمہ پر پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے:

جس قدر مرزا صاحب نے اپنے الہامی اور قرآنی خزانہ بے معنی اور خیالی اعتراض کئے تھے ان کے جواب اول مرتبہ یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں سنائے گئے تھے۔اس کا باعث صرف یہی تھا کہ شاید کتاب دیر سے طبع ہووے جہاں پر باوجود فاصلہ قریب کے اشتہار ارسال کرنے پر بھی مرزا صاحب مباحثہ کے واسطے تشریف نہ لائے۔دوسری مرتبہ قادیان میں جا کر تمام باشندگان قادیان کو جواب براہین الاحمدیہ کا اول مرزا صاحب کی کتاب سے اعتراض پر اپنی کتاب سے اور زبانی جواب سنائے گئے جس سبب سے اس گردونواح کا بچہ بچہ ان کی مکاری وعیاری سے خبردار ہوگیا۔قادیان جانے کے وجوہات سے ایک وجہ یہ ہے:

مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو آریہ ہمارے پاس آوے اور ایک سال رہے اگر اس عرصہ کے اندر خوارق عادات وکرامات وصداقت اسلام سے مشرف نہ ہووے تو ہم اس کو دوسو روپئہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دیویں گے۔.....

مرزا صاحب کو کسی شرط پر قائم کرانے کے واسطے تین مرتبہ الہامی کوٹھہ (مرزا جی کے بالا خانہ) پر بھی

گیا، مگر مرزا صاحب کسی شرط پر نہ ٹھہرے۔ ایک دن سے لے کر دو سال تک رہنے کی شرائط کو بھی منظور کیا، مگر مرزا صاحب کسی اقرار پر نہ جمے۔ اگر کرامات کا نام و نشان بھی ہوتا تو ٹھہرتے، مگر وہاں تو آسمانی نشان کا نام و نشان ندارد ہے۔ ہاں خدا کے فضل سے اتنا ضرور ہوا کہ ان کی آمدنی کے تمام ناجائز وسائل بند ہو گئے، یکوں میں بیٹھ کر دور دراز شہروں سے مسافروں کا پیر صاحب کی زیارت کو آنا اور نذریں چڑھانا قطعی مسدود ہوا، آخر نوبت بایں جا رسید کہ تمام جمع کئے ہوئے سرمایہ کو کھا چکے اور کچھ روپیہ قرض لے کر انبالہ کی طرف ہجرت کر گئے

ہزاروں چو چلے کرتا رہا قسم کے ساتھ　　نہ اک بھی پورا کیا منکر زمانی نے
دکھا کے ناز کرشمہ جہاں کو بہلایا　　بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اس کی بدقسمت　　نہ چھوڑا اس کو صحیح حمل کی گرانی نے
نجومی لوگوں کو بتلاتا تھا فلک کے حال　　بلا میں ڈالا اسے قہر آسمانی نے
بڑا جو بول ہے ہر ایک کو گراتا ہے　　رلایا مرزا کو بھی اس کی لن ترانی نے

افسوس! کہ باوجود اس قدر دعاوی کے مرزا نے کسی کو بھی بپایہ صداقت نہ پہنچایا اور ہمیشہ عندالاستفسار مکر و فریب کو کام فرمایا۔　(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۹۶۔۲۹۷ ملخصاً)

مراسلت مابین قادیانی و لیکھرام

مولانا دلاوری ؒ نے لکھا ہے: پنڈت لیکھرام اوائل میں پشاور کے محکمہ پولیس میں ملازم تھا جب پنڈت دیانند سرستی سے عقیدت ہوئی تو پولیس کو چھوڑ کر آریہ پرچارک بنا۔ پہلے آریہ سماج پشاور میں اور پھر آریہ سماج وچھووالی لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں مرزا غلام احمد کا ایک اشتہار نظر سے گذرا...۔ یہ اشتہار پڑھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ مرزائی ڈھول کا پول ضرور کھولنا چاہیے۔ اس خیال کے پیش نظر مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ (رئیس قادیان۔ص ۱۶۲)

یہ خط و کتابت تکذیب براہین احمدیہ سے نقل کی جاتی ہے۔ لیکھرام کا کہنا تھا کہ خطوط ذیل ماسوائے

خطوط نمبر ۸۔۹ کے اخبار کوہ نور لاہور، آفتاب پنجاب، خیر خواہ کشمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔(مرزا صاحب کے خطوط، مکاتیب احمدیہ جلد دوم میں بعینہ موجود ہیں۔ بہاء)

جناب مرزا صاحب۔ خدا ہدایت دیوے۔ بعد آداب دوستانہ کے گذارش ہے۔ آپ کا خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور بلا تاریخ آج میرے مطالعہ سے گذرا۔ خدا آگاہ ہے کہ جب سے آپ نے براہین احمدیہ کا ابتدائی اشتہار سفیر ہند اخبار میں طبع کرایا تھا اس روز سے آج تک آپ نے جس قدر خامہ فرسائی کی ہے سب کو بغور ملاحظہ کرتا رہا اور ہمیشہ اشتیاق ملاقات کا رہا۔ خط کے مضمون کو کما ینبغی پڑھا۔ یہ خط جس کے لکھنے کی آپ کو بفحوائے مضمون خدا کی طرف سے اجازت ہوئی ہے کہ ہم آریہ لوگوں اور غیر مذاہب والوں کو بھی آپ دین اسلام کی طرف مدعو کریں اور جو کوئی ہم میں سے اس منشاء سے بشرط آپکے پاس ایک سال تک رہنے کے اگر وہ کوئی نشان آسمانی یا کرامات صداقت دین اسلام وقرآن شریف کو نہ دیکھے، اور تسلی پا کر مسلمان نہ ہووے، تو آپ اس کو دوسو روپیہ جرمانہ یا ہرجانہ ماہوار کے حساب سے دینا منظور کرتے ہیں۔ پس...راقم الحروف آپ کی خدمت میں بنا بر دریافت نشان آسمانی ومعجزات وصداقت دین اسلام کے حاضر ہونے کو بموجب آپ کے وعدہ کے مستعد ہے۔ مگر بایں شرط کہ آپ اول بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرما دیویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور ہرجانہ کے بلا عذر وحیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جاوے اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکار میں مکفول رہے، اس کے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

جواب اس عریضہ کا اندر میعاد ایک ہفتہ کے بمقام آریہ سماج لاہور میرے پاس ارسال فرماویں۔ اگر حسب شرائط مطبوعہ جناب کے یہ شرائط آپ قبول یا منظور نہ فرماویں گے تو سمجھا جاویگا کہ آپ نے یہ تحریص لغو بتلا کر اپنے خلاف دعوی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور اسی سے آپ کے دعوی کی تکذیب بھی لازم آویگی اور عام وخاص میں مشتہر کی جاویگی۔

اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مندرجہ بالا تحریر کو منظور فرما کر بندوبست کریں۔ مجھے ایک سال

تک آپ کی شاگردی سچے دل سے منظور ہے۔ بروقت آنے کامل جواب کے اور داخل ہو جانے مبلغان ہرجانہ کے اور تجویز ہو جانے شرائط اقرار نامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہو جاوے گا۔ ۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور از مقام امرتسر

۲۔ قادیانی جواب: از غلام احمد بطرف پنڈت صاحب۔ بعد ما وجب۔

آپ کا خط ملا۔ آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہوری میرے مطالعہ سے گذرا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپ نے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکور بالا سے بکلی برعکس ہے۔ اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتداء ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر مؤثر ہو سکتا ہے مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اگر میں نے اس رائے میں غلطی کی ہے اور آپ فی الحقیقت مقتداء و پیشوائے قوم ہیں، تو بہت خوب، میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں یعنی آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھ رام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہیں۔ اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لینگے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائینگے۔ پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرار نامہ پیش کرنا آپ پر کچھ مشکل نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرار نامہ پر دستخط کر دیں گے۔ کیونکہ آپ پیشوا قوم جو ہوئے۔ لیکن اگر آپ اپنا مقتداء قوم ہونا ثابت نہ کر سکیں اور ایسا اقرار نامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیج دیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں۔ یہ بات آپ پر واضح رہے کہ اس معاملہ میں خط مطبوعہ میں شرط بھی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو (دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ) اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرائط لازمی کیوں رکھی کہ شخص ممتحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس نہ ہو، اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کسی کو مغلوب اور قائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کو خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ کوئی گروہ اس کا اتباع کر کے

راہ راست پر آوے حق کی ہدایت یابی کو کسی غرض نفسانی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں۔

ماسوا اس کے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ ہر ایک قوم پر حجت پوری ہو کر حصہ پنجم میں اس تمام حجت کا احوال درج کیا جائے لیکن ایک عامی آدمی کے قائل اور مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔ عامی کا عدم وجود قوم کے نزدیک برابر ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ تو پھر کیوں کر امید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہوگی حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنہوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے، حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہر حال ہم کو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جو کہ آپ بنظر سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونے کیلئے مخصوص نہ ہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اسکا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتداءِ قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اس کے بعد طے ہوں گے اور جو مبلغ دوسو روپیہ ماہواری کے حساب سے ۲۴ سو روپیہ بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے یہ بھی اسی لحاظ یعنی مقتدائے قوم کی وجہ سے قرار پایا ہے۔ پھر خواہ وہ مقتدا، تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنے اپنے حصہ ٹھہرالیں۔

اب خلاصہ کلام، آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک کے قوم کے سرگروہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں کیونکہ قوم کے سرگروہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہو سکتا ہے۔

جو شخص ہمارے مقابل آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہوں)، اول اس کو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ وہ درحقیقت وہ مقتدائے قوم ہے اور اسکی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اسکے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت وحیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ سو مناسب ہے کہ آپ سعی اور کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے جس قدر ممبر ہوں ان سے حلفاً اقرار نامہ لے لیں اور نام بنام ان سے دستخط کرائیں اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کے دستخط بھی ہوں تا کہ وہ اقرار نامہ مع آپکے اقرار نامہ اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جائے۔ لیکن جب تک آپ اس طور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ

کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے۔ ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اس کے منشاء کے مطابق قدم رکھو۔ ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل یا لا جواب کر کے کل قوموں پر (ہندو ہوں یا عیسائی) اتمام حجت کیا جائے۔ پس جو لوگ سرگروہ ہی نہیں ان کے لا جواب یا قائل کرنے سے ہمارا مطلب کیونکر پورا ہوگا اور حصہ پنجم کے چھپنے کی کب نوبت آئیگی۔ اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے آریہ بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو کیونکہ وہ بھی تو تمہارے ہی بھائی ہیں۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء مطابق یکم رجب ۱۳۰۲ھ

۳۔ لیکھ رام کا جواب: مرزا صاحب! آپکا خط بجواب میرے نیاز نامہ کے آج ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو موصول ہوا۔ اسکے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھلانے کے اور۔ میرا خیال تھا کہ آپ بموجب مضمون خط کے وعدہ کے بھی ویسے ہی سچے ہونگے، مگر وہ غلط نکلا...آپ بقول شخصے، آب ندیدہ وموزہ از پا کشیدہ، پر عمل کر رہے ہیں مگر قبل از مرگ واویلا خوب نہیں

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں بہ غلط بر ہدف زند تیرے
وقتے از حکیم روشن رائے بر نیاید درست تدبیرے

آپ کا یہ فرمانا کہ آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں جو پنڈت لیکھ رام صاحب جو ہم سب لوگوں کے مقتداء و پیشوا ہیں اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور کوئی نشانی آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے..الخ۔ اس بات کو تصدیق کرتا ہے کہ حیلہ جورا بہانہ بسیار۔

..کیا آپ مندرجہ ذیل معزز و محقق مسلمانوں کے آریہ ہو جانے سے ویدوکت دھرم کو گرہن کرنے کیلئے مجبور ہو سکتے ہیں۔ نام ان لوگوں کے یہ ہیں جنہوں نے لیاقت علمی وصداقت باطنی وروشنی روحی سے

تحقیقات کامل کر کے آریہ دھرم کو اختیار کیا ہے اگر چہ وہ تعداد میں کئی ہیں مگر چند بھائیوں کے نام درج کرتا ہوں ۔مولوی محمد عمر، مولوی عبداللہ، مولوی غلام شاہ، قاضی نظام الدین، حافظ غلام مصطفیٰ وغیرہ۔ پس یہاں پر اگر آپ کا قول درج کر دوں تو عین مناسب ہے کہ اگر خدا آپ کو توفیق دیوے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی شہادت کو کافی سمجھو کیونکہ آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔الخ

مرزا صاحب! اپنے گھر میں کچھ کا کچھ سمجھ لینا شایان شان عقلمندی نہیں ہے۔ بالفرض محال اگر آپ آریہ ہو جاویں تو کیا آپ کے بھائی رشتہ دار وغیرہ موضع قادیان کے رہنے والے اہل اسلام آریہ دھرم قبول کر لیں گے۔کبھی نہیں۔پس اس معاملہ میں زیادہ تحریر واجب نہیں جانتا ہوں مگر صرف اتنا لکھنا ضروری ہے

باندازہ ءبود باید نمود خجالت نبرد آنکہ بنمود بود

مرزا صاحب ادعائے بے معنی سے سوائے خجالت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے اگر آپ بعد کامل تحقیقات کے آریہ ہو جاویں تو آریہ دھرم کی صداقت کا عمدہ ثبوت ہے، ویسا ہی ایک میرے جیسے کا خدا نخواستہ مسلمان ہو جانا دین اسلام کی خوارق عادات کا ایک بہتر و برتر معجزہ ہوگا۔ چونکہ مجھے آریہ سماج قادیان کے ممبران سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے پس آزمودہ را آزمودن جہل است۔علاوہ براں وہاں کوئی ایسی سماج بھی نہیں ہے صرف دو تین ممبر آریہ خیال والے رہتے ہیں۔آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنا اپنا حصہ ٹھہرالیں..الخ

یہ درحقیقت آپ کی خوش فہمی ہے ورنہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد و خواہش نہیں ہے،

پس اب آخری خلاصةً یہ عرض ہے کہ آپ کا یہ تحریر کہنا کہ ہر پانچ سماجوں کے ممبروں سے اقرار نامہ حلفاً تحریر کروا کر ارسال کریں، صرف ٹال مٹول اور حیلہ پردازی وظاہر آرائی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جس سماج سے چاہیں آپ براہ راست یا میری معرفت وغیرہ طور پر تسلی کر سکتے ہیں کہ میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں اور نہ آپکے گنج قارون کے حاصل کرنے کی تمنا ہے، صرف تحقیق حق منظور ہے مگر افسوس کہ آپ بالکل پہلوتہی فرما رہے ہیں۔ ہاں یہ تو میں خود بھی لکھتا ہوں کہ عوام آریہ نہیں ہوں بلکہ خاص سے ہوں۔ پس مصرعہ، جو اس پر بھی نہ سمجھے پھر تو اس بت سے خدا سمجھے۔ اگر جواب کامل اس کا ایک ہفتہ تک نہ آیا تو مفصل حال آپ کے

دعوے کا اخباروں میں طبع کیا جائے گا۔۹۔اپریل ۱۸۸۵ء۔

نیاز مند لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ازمقام لاہور

۴۔قادیانی جواب: مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔بعد ما وجب۔

آپ کا خط مرقومہ ۹۔اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا۔آپ نے بجائے اسکے کہ میرے جواب پر انصاف اور صدق دل سے غور کرتے ایسے الفاظ دور از تہذیب وادب اپنے خط میں لکھے ہیں جو میں خیال نہیں کرسکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط وکتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے۔پھر آپ نے اسی اپنے خط میں تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کی طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگرچہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کس قدر طالب حق ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی سخت اور بدبودار باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپ کو اپنے منشاء سے مطلع کروں کیونکہ یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ شاید آپ نے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا اور اشتعال طبع مانع تفکر وتدبر ہوگیا۔سو اب میں پھر اپنے اسی جواب کو دوہرا کر تحریر کرتا ہوں۔

صاحب! میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جواب میں گذارش کرتا ہوں، یعنی ان دنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر ان مخالفین مذاہب کی طرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگروہ اور میر مجلس ہیں۔اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنی درجہ کے آدمی ہزار ہا بلکہ لکھو کہا ہوا کرتے ہیں، اس لئے یہی مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ ان چیدہ چیدہ اور اعلی درجہ کے لوگوں کی طرف روانہ کئے جائیں کہ جو خواص اور قلیل الوجود آدمی ہیں۔پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھہرنے کیلئے بلائے جائیں تو ان کی دنیوی عزت اور آمدنی کے لحاظ سے دوسو روپیہ ماہواری ان کیلئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جس قدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں وہ غالبًا اس

اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔غرض جو دوسو روپیہ کی جو رقم مقرر کی گئی وہ محض بنظر اندازہ وجوہ معاش ان اعلی درجہ کے سرگروہوں کے مقرر ہوئی، تا کہ وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا دوسو روپیہ کا ہرج متصور ہے۔اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہ بھی اندراج پایا کہا گر دوسو روپیہ ماہواری کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہاں تک ممکن ہوان کو دوسو روپیہ سے کچھ زیادہ دیا جائیگا۔

اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دوسو روپیہ کہ جو اعلی درجہ کے لوگوں کیلئے بلحاظ حیثیت دنیوی ان کے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے، اسی قدر روپیہ ملنے کی شرط سے میں قادیان میں آتا ہوں، سو آپ خود انصاف فرمالیویں کہ آپ کیونکر اس قدر روپیہ پانے کی شرط کر سکتے ہے۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ دوسو روپیہ ماہواری پاتے ہیں تو پھر اس صورت میں مجھے کسی طور سے عذر نہیں ہے۔آپ مجھ پر یہ ثابت کر دیں کہ میں اسی حیثیت کا آدمی ہوں اور اگر ایسا ثابت نہ کر سکیں تو پھر آپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدر آپ نوکری کی حالت میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔لیکن آپ خود انصاف کر لیویں کہ جو تنخواہ اعلی درجہ کے لوگوں کے لئے ان کی ماہواری آمدنی کے لحاظ سے اور ان کے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر ان لوگوں کو دی جائے جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں۔اور اگر ہر ایک ادنی اعلی کیلئے دوسو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اسقدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں خطوط کے چھاپنے کے وقت انتظام کیا ہے اس کو خوب سوچ لیں۔اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دو تین روز کے لئے قادیان میں آجائیں اور بالمواجہہ گفتگو کر کے اس بات کا تصفیہ کریں۔

مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دو تین شریف اور معزز آریہ جیسے منشی جیونداس لاہور میں ہیں وہ مجھ سے ملاقات کر کے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پا جائے۔میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا، نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں۔

اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے اخیر پر لکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے، یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں۔جس حالت میں قادیان کے

بعض آریہ جو میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اب تک زندہ موجود ہیں اور اس عاجز کے نشانوں کے قائل اور مقر ہیں، تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں۔ اگر آپ راستی کے طالب تھے، تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آ کر میرے روبرو اور میرے مواجہہ میں ان لوگوں سے دریافت کرتے تا جو امر حق ہے آپ پر واضح ہو جاتا۔ مگر یہ بات کس قدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر ایسی تہمت لگا رہے ہیں۔ ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں، میں نے انہیں آریوں کا نام حصہ سوم و چہارم میں لکھ کر ان کا شاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کر کے لاکھوں آدمیوں میں اس واقعہ کی اشاعت کی ہے تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ اب تک خاموش رہتے، بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کیلئے کئی اخباروں میں اصل کیفیت چھپواتے۔ اور مجھ کو ایک دنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے۔ سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب رہے کہ جو جو میں نے شہادتیں ان کی نسبت لکھیں وہ حق محض تھا۔ اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں آ کر اس بات کی تصدیق کر جائیں۔ تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔ جواب سے جلد تر مطلع کریں۔ راقم۔ مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء

۵۔ لیکھ رام کا جواب: مہربان من مرزا غلام احمد صاحب تسلیم

آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء بہت انتظاری کے بعد ۲۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو مجھے پشاور میں ملا۔ چونکہ پشاور آریہ سماج کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶، اپریل ۱۸۸۵ء کو تھا، اس واسطے مجھ کو لاہور سے ۱۸۔ اپریل کی گاڑی میں پشاور آنا ہوا۔ ۵۔۶ روز کثرت کار جلسہ کے سبب فرصت نہ ملی، آج عندالفرصت جواب عنایت نامہ کا تحریر خدمت کرتا ہوں۔ اس قدر دیری کو معاف فرمائیے۔

یہ خط آپ کا بھی میں نے غور سے پڑھا اور تامل سے بچارا اور ساتھ ہی اپنے خط نمبر ۲ کو حرف بحرف مطالعہ کیا، مگر کوئی حرف یا کلمہ دور از تہذیب و ادب اس میں نہیں دیکھا۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اس خط میں اس قدر باتیں

کہاں سے نکال لیں۔ ہاں اگر جواب معمولی سے بھی مزاج مبارک برافروختہ ہوتی ہے تو تحقیق حق و باطل و تصدیق صدق وکذب سراپا محال ہے۔افسوس کہ اپنے خط نمبرا کی تادیب وتہذیب پر دھیان نہیں دیتے ہو،اور میرے صاف خط کو بھی مہذبانہ نہیں بتلاتے۔اگراس سے اسلامی تحکم جتلانا مراد ہے تو علیحدہ امر ہے ورنہ اس میں کوئی امر مانع اخلاق نہیں ہے۔جس طرح آپ نے اتمام حجت کی غرض سے خطوط ارسال کئے ہیں اسی طرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے۔آپ کے پہلے خط مطبوعہ کا مطلب اور ہے اور خط مورخہ ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اوراس خط محررہ ۱۶۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ واللہ اعلم آپ اپنی تحریرات سے کیوں پلٹے جاتے ہیں۔خط مطبوعہ کے برخلاف یا اس کی اندرونی تائید کے واسطے بہت باتیں آپ نے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھیں۔اور غالباً اب بھی بہت باتیں مطلب براری کے واسطے پوشیدہ ہوں گی...جو نتیجے آپ کی مختلف تحریروں سے برآمد ہوتے ہیں وہ کسی عاقل کے نزدیک کبھی تسلیم کے لائق نہیں ہیں اور نہ کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

بماہ ستمبر۱۸۸۴ء جب میں بتقریب جلسہ آریہ سماج امرتسر کے گورداسپور گیا تھا اور وہاں پر اس امر کی نسبت کہ آپ نے جو دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے،درحقیقت جس حیثیت کے آدمی ہیں،دریافت کی گئی تو ایک معزز آدمی کی زبانی جو آپ کا پورا واقف تھا معلوم ہوا کہ آپ اس قدر جائداد بھی نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقروض ہیں۔اب اس کی تصدیق آپ کی ہی تحریر سے ہوگئی کہ اگر ہر ایک کے لئے ۲سو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔،

مرزا صاحب!اس سے لاؤ جس نے آپ کو بقول آپ کے نبی بنی اسرائیل کی طرز پر اصلاح خلق کے لئے مامور کیا ہے۔قادیان کے آریہ بھائیوں کی نسبت میں نے تہمت نہیں لگائی اور اپنے دعوی کا نہایت قوی اور مدلل ثبوت رکھتا ہوں جو براہین الاحمدیہ کے جواب تکذیب براہین الاحمدیہ میں درج ہوکر عنقریب چھپنے والا ہے۔اور وہ ان کی خط وکتابت ہے۔ان کو تہمت آپ نے لگائی ہے کہ ان کو میں نے کرامات بتلائی ہیں،جو بالکل صداقت سے خارج امر ہے۔میں آپکے روبرو بھی آنے کو مستعد تھا مگر ایک لائق آریہ برادر کی زبانی جو آپ کی ملاقات کو گیا تھا،معلوم ہوا کہ آپ زود رنج اور غصہ ور آدمی ہیں،تو خیال گذرا کہ شائد ان کی اس قدر

مہربانیوں کو میں برداشت نہ کرسکوں، اس واسطے ارادہ ملتوی کیا۔ لالہ شرم پت رائے نے شائد آپ کے دعوی کی تکذیب بھی برادر ہندیا وو دیا پر کا شک میں کی تھی، مگر افسوس کہ مجھے اس طرح اچھی یاد نہیں ہے۔ اوراس میں میرے مہربان بھائی باوانراین سنگھ جی نے بھی ودیا پر کاشک میں بہت مشرح لکھا ہے العاقل تکفیه الا شاره۔

اور جو باتیں اپنے پہلے خطوں میں تحریر کر چکا ہوں یا جو شہادتیں مذہبی یا عقلی بیان کی گئی ہیں سب کے ثبوت سلسلہ وار میرے پاس موجود ہیں۔ ایک مولوی صاحب ساکن لاہور جو علم دینی دنیوی وطب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی آپ کی کراماتوں کی مفصل فہرست پیش کی تھی کہ آپ جاہلوں کے آگے بہت دسترس رکھتے ہیں۔...اور میرے اکثر دوست مسلمان جو آپ کے براہین احمدیہ کے خریدار ہیں یا جن کو آپ تبرکاً یا کسی اور پر کتاب دیتے ہیں بہ سبب منکر از کرامات ہونے کے وہی لوگ مجھے آپ کی عنایتوں کا مشکور کرتے رہتے ہیں مگر زیادہ طول دینا مجھے پسند نہیں ہے۔ صرف آخری گذارش ہے کہ اگر درحقیقت وعدے کے سچے اور حق کے محقق اور راستی کے طالب اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہوئے ہیں، تو بموجب مضمون میرے پہلے خط کے بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل دو ہزار چار سو روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرماویں اور اقرار نامہ تحریر کردیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پاکر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ مبلغان مجھ کو مل جاویں اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکاری میں مکفول رہے، اسکے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

اگر آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہوئے ہیں تو اس اقرار نامہ و ادخال روپیہ سے گریز کیوں فرماتے ہیں؟ جب سانچ کو آنچ نہیں اور آپ کو اپنے کراماتی سکہ پر امید ہے کہ قلب نہیں ہے تو کل عذر و معذرت وحیلہ جوئی بے کار ہے جب خدا نے پیش گوئی فرمائی، اور علاوہ برآں آپ نے کئی مرتبہ آزمائی، تو ہم کو ملزم ولاجواب مغلوب ہی ہونا پڑے گا۔ خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا، اور آپ ہی وعدہ پورا کرنے سے پہلوتہی فرمارہے ہیں جیسا کہ آپ کے خطوطات سے ظاہر ہے۔ پس کس طرح مانا جاوے کہ اس میں تخلف کا امکان نہیں ہے۔ جب کہ آپ کو ہی اس کا کامل امتحان نہیں۔ دعوی کرنا اتمام حجت کا اور اشتہار دینا کہ جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا مبلغان ادا کرونگا آپ جیسے کی عقل مندی کو بٹہ لگا رہا ہے۔

بسبب اسی آپ کے تخلف وعدہ کے کوئی آریہ بھائی آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا۔مکرر سہ کرر تحریر کرتا ہوں کہ کراماتی زر کے آزمانے کے واسطے اپنی طبع کو محک امتحان بنانا چاہتا ہوں اور ایک سال تک آپ کی شاگردی اور قادیان کی حاضر باشی صدق دل سے منظور کرتا ہوں۔اگر اس دفعہ بھی وہی طول طویل عبارت اور مطلب حیلہ حوالہ رہا تو زیادہ خط وکتابت بے فائدہ ہوگی۔زیادہ نمستے۔...۔اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ازمقام پشاور

نمبر ٦۔قادیانی جواب : مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب۔بعد ماوجب

اگرچہ اس خاکسار نے آپ کے ان خطوط کے جواب میں جن میں آپ نے قادیان میں ایک سال ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط آپ کا ایسی درخواست کرنا آپ کی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ اب تک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور ومعروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اسی دعوی کو بعض اخباروں میں چھپوا کر جابجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں، میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق ،تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں ۲۴ سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھ کو قادیان میں ایک سال تک ٹھہرا کر آسمانی نشانوں کے آزمانیکی اجازت نہیں دی جاتی ۔

سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آج تک آپ کی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم اپنے خط مطبوع میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے۔اور ہر چند ہم نے کوشش کی ،مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں۔مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوی پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سر

گروہ سمجھتے ہیں اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار اور مستعد ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ سے تجاوز کر کے اپنی پوری پوری تسلی کرنے کیلئے مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپکے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلاتوقف قادیان میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا آپ ہی کے اعتبار پر نہ چھوڑوں بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب میں اپنی پوری پوری تسلی کریں گے ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کرلوں جس سے مجھے بھی پورا پورا یقین اور کامل تسلی ہو جائے کہ آپ بھی درحالتِ انکار اسلام اپنی عہد شکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

سو عدالت کی بات جس میں میں اور آپ برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشان دہی آپ کے کسی جگہ جمع کراوے اور ایک طرف آپ بھی اسی قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دکان پر رکھوا دیں تا جس کو خدا تعالی فتح بخشے اس کیلئے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔

یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی و سراسر انصاف ہے کیونکہ جیسے آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے ۲۴ سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے، علی ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپ کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ وصولی روپیہ کیلئے اپنی تسلی کر لیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کرلوں کہ درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں اور اگر آپ اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیت ہیں تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہو جانیکے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم کو آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اس حالت میں بطور تاوان آپ سے لیا جائیگا کہ جب آپ عہد شکنی کر کے اسلام قبول کرنے سے گریز یا روپوشی اختیار کریں گے۔ سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپ کی طرف سے جمع ہوگا اور صرف عہد شکنی کی صورت میں

ضبط ہوگا، نہ اور کسی حالت میں۔

رہا یہ امر کہ آپ اس قدر روپیہ کہاں سے لائیں گے تو اس کا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہوگیا۔ جب کہ آپ نے اقرار کرلیا کہ میں بڑا عزت دار آدمی اور قوم میں مشہور و معروف ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ اتنے بڑے عزت دار ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ آپ کے دولت خانہ میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کریں گے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزار ہا روپیہ آپ کے قدموں پر رکھ دیں گے اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپیوں کا ڈھیر جمع ہو جائے گا۔ خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ آریہ سماج کے دولت منداور ذی مقدرت لوگ آپ کو چندروز کے لئے بطور امانت روپیہ وغیرہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانت داری اور امانت گذاری میں ان کو کلام ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنی آدمی جیسے چوہڑے چمار یا سانسی اپنی قوم میں کچھ ذرا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صد ہا روپیہ سے بطور قرضہ وغیرہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جن کی عزت سارے آریہ سماجوں میں تسلیم وقبول کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے جو روپیہ صرف کچھ مدت کے لئے امانت کے طور پر آپ کے ہاتھ میں دیں گے یہ نہیں کہ وہ روپیہ آپ کی ملک کردیں گے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ آج ہم یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اگر بیس دن تک آپ نے ہمارا جواب نہ بھیجا اور قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہرنے کے لئے بات نہ ٹھہرالی اور ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو پھر بعد گذرنے بیس روز کے یہ حال کنارہ کشی آپ کا چند اخباروں میں شائع کرا کر لوگوں پر ثابت کیا جاوے گا کہ آپ کا ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنے کیلئے مجھ سے دریافت کرنا سراسر لاف و گذاف پر مبنی تھا۔ نہ آپ کی نیت صاف و درست تھی، نہ آپ کی ایسی حیثیت وعزت تھی جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔

اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور مدت مقررہ تک ہر روز آپ کے جواب کے منتظر رہیں گے۔ و

السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ از قادیان ضلع گورداسپور۔ مورخہ ... جولائی ۱۸۸۵ء۔ خاکسار غلام احمد

۷۔ پنڈت لیکھرام کا خط : مشفقی جناب مرزا صاحب

بعد از شوق ملاقات بموجب خط مورخہ .. جولائی ۱۸۸۵ء کے لکھا جاتا ہے کہ میرے اور آپ کے خط وکتابت کے سلسلہ کی بنیاد فقط آپکا وہ اشتہار ہے جو آپ نے مطبع مرتضائی لاہور سے بلا تاریخ طبع کرا کر شائع کیا تھا اور جس میں آپ نے نہایت صاف الفاظ میں یہ دعوی کیا تھا کہ منجانب اللہ آپ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب غیر مذہب والوں کو دین اسلام کی دعوت کریں اور جو کوئی شخص آپ کے پاس ایک سال تک قادیان میں رہے اور نشان آسمانی وخوارق عادات وصداقت دین اسلام مشاہدہ نہ کرکے اور تسلی نہ پا کر مسلمان نہ ہو جاوے تو مبلغ دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے کل چوبیس سو روپیہ بابت سال تمام کے اس شخص کو ہرجانہ یا جرمانہ دیوینگے جس پر میں نے معقولیت کے ساتھ آپکی خدمت میں التجا کی تھی کہ میں ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ زر موعودہ امانتاً سرکاری خزانہ میں داخل کر دیویں۔ اب اس ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ ایک نئی حجت پیش کرتے ہیں یعنی یہ دو ہزار چار سو روپیہ میں بھی بالمقابل آپ کے امانتاً داخل کروں تا کہ اگر آپ کے نشان آسمانی یا معجزہ مشاہدہ کرکے اور تسلی پا کر دین اسلام کو قبول نہ کروں تو اس چوبیس سو روپیہ کے جو میں داخل کرونگا آپ مستحق ہوویں۔

صاحب من! آپ اپنے عہد مشتہرہ پر کیوں قائم نہ رہے اور کس واسطے آپ نے جادہ انصاف سے کنارہ کیا۔ کیا دینداروں یا راست بازوں کے یہی کام ہوتے ہیں؟ اور زیادہ تر لطف یہ ہے کہ آپ اپنے اس انحراف قطعیہ کو نہایت عمدہ اور مستحسن فرماتے ہیں جزاک اللہ فی الدارین۔ اب انصاف یہ ہے کہ آپ پہلے اس بات کا اشتہار دے دیں کہ جو آپ نے اول اشتہار دیا تھا وہ بوجوہ ذیل باطل ہوا:

۱۔ اس .. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ چوبیس سو روپیہ راقم سے بھی بالمقابل امانت میں داخل کرانا چاہتے ہیں تا کہ اگر باوجود مشاہدہ نشان آسمانی کے اسلام سے انکار کیا جائے تو زر امانت داشتہ راقم آپ لے لیویں حالانکہ اشتہار میں بالمقابل روپیہ داخل کرنا شرط نہیں۔ اب برخلاف اس کے لکھتے ہیں، اس لئے پہلا اشتہار

قائم نہ رہا۔

۲۔ جب کہ آپ نے معجزہ کا دعوی بذریعہ اشتہار کے شائع کیا تو آپ کا یقین نہایت مضبوط ہونا چاہیے تھا کہ ضرور معجزہ دکھاویں گے اور تاثیر اس کی تیر بہدف ہوگی اور مشاہدہ کنندہ بھی ضرور اسلام قبول کریگا کیونکہ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنیکے ہیں اگر کسی کو عاجز نہیں کیا تو وہ اعجاز نہیں ہوسکتا۔ اسلئے آپ کو اپنے دعوی پر خود ہی شک پیدا ہوگیا کہ میں آپکے معجزہ سے عاجز نہیں ہوسکتا اور اسلام قبول نہیں کرونگا، اسکے عوض میں آپ نے روپئہ مدخلہ میرے کے لینے کی تمنا کی ہے۔ دروغ گوتا بدروازہ باید رسانید۔

آپ کے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو آپ نے نئی حجت اٹھائی ہے میں اسکے واسطے بھی حاضر ہوں جس وقت چاہیں چوبیس سو روپئہ میں داخل کرسکتا ہوں مگر مجھ کو آپ کے استقلال پر شک ہے۔ اس لئے اس امر کی بھی صراحت ہونی چاہیے کہ کون سا نشان آسمانی آپ مجھ کو دکھائیں گے۔ آسمانی نشان تین یعنی سورج چاند ستارے ہیں پس علاوہ ان قدرتی نشانات کے آپ کوئی ذیل کا آسمانی نشان دکھلاویں یعنی دوسرا آفتاب جس کا طلوع غرب سے ہو اور غروب شرق کو ہو۔ یا شق القمر کا معجزہ جس کا اشارہ حدیث میں ہے اور جو عقلاء کے نزدیک غیر مسلم اور آپ کے خیال میں حق ہے۔ پس اگر اسی کو اعادہ کرکے دوبارہ دکھلاویں یعنی پورنماشی کی رات کو برخلاف عادت موجودہ چاند کے دوٹکڑے ہوجائیں۔ دوسرا چاند کامل اماوس کی رات کو جیسا کہ پورنماشی کو ہوتا ہے ظہور ہووے۔ ان میں سے کل کو یا جس کو آپ دکھلاسکیں، اور تاریخ اور وقت معجزہ کے دکھلانے کا بھی آپ مقرر کریں تاکہ وہ عام میں مشتہر کرایا جائے۔ اور میں سمجھونگا کہ کہ چوبیس سو روپئہ خرچ کرکے میں نے دنیا کو ایک تماشا دکھلوادیا۔

اگر اب بھی آپ نے اس خط کا جواب صاف الفاظ میں بلا حجت بازی کے نہ دیا، تو تصور کیا جائے گا کہ ایسے بے بنیاد اور لغو دعاوی کا وہی باعث ہے جو عام عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ اور من بعد اس کے خط و کتابت بند ہووے گی۔ اور چونکہ آپ نے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو طرز تحریر اختیار کی ہے وہ تہذیب سے گری ہوئی ہے مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کو بھی اسی کے ذیل میں سمجھتا ہوں جس میں آپ کے اور دعاوی ہیں اور اس کا باعث بھی وہی ہے جو عام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو ختم

کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ست کا پرکاش اور است کا ناش ہوئے۔ جواب اس کا ایک ہفتہ تک آ جانا چاہیے ورنہ بعدازاں اشاعت کی جاویگی۔..جولائی ۱۸۸۵ء۔ الراقم نیازمند لیکھرام از آریہ سماج امرتسر

نمبر ۸۔ پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے جو خط مرزا صاحب کا بجواب خط نمبر ۷ آیا تھا وہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور سے پس و پیش ہو گیا ہے اور تلاش سے دست یاب نہ ہوا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ ہم یہ شرائط نہیں کر سکتے اور نہ مطلوبہ نشانات بتلا سکتے ہیں بلکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہوگا یا نہ ہوگا غرضیکہ اس بلائے ناگہانی (دعوے کرامات) سے پلہ چھڑانا چاہا۔ بہت سا حصہ اس خط کا جواب ۹ میں بھی موجود ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

(مرزا قادیانی کے مجموعہ مکتوبات میں بھی یہ خط موجود نہیں ہے جو ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء کا بتایا جاتا ہے، بلکہ صفحہ ۵۰ پر اس خط سے وہی اقتباس نقل کر دیئے گئے ہیں جو لیکھرام کے جوابی خط میں موجود ہیں۔ مرزا صاحب کا ایک مکتوب بنام لالہ بھیم سین محررہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء موجود ہے جس میں پنڈت لیکھرام کا ذکر موجود ہے۔ لالہ بھیم سین کے متعلق شیخ یعقوب علی مرتب مکتوبات احمدیہ نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود کے ہم مکتب ایک لالہ بھیم سین صاحب تھے اور زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت اقدس کی ان کے ساتھ بڑی رسم وراہ تھی..جن ایام میں گورداسپور میں مقدمات کا سلسلہ شروع تھا، تو لالہ بھیم سین صاحب نے اپنے بیٹے کی خدمات بھی پیش کی تھیں جو بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے آ چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے شکریہ کے ساتھ ان کی خدمات کو کسی دوسرے وقت پر عندالضرورت ملتوی کر دیا تھا۔ غرض حضرت صاحب کو لالہ بھیم سین صاحب سے محبت اور لالہ بھیم سین کو حضرت مسیح موعود سے اخلاص تھا۔ صفحہ ۳۳ مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔

لالہ صاحب کے نام خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا، قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعوی ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اس کو اس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ نہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے۔ اور اس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آ جاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیش گوئی اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پا کر پیش کرونگا۔ پس اس نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔ تمام پیش گوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ وید درحقیقت خدا کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماجوالوں کو چاہیے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشور سے بہت دعا کریں۔ اور ایسا ہی لیکھرام نے میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔ آخر لیکھرام اپنے قتل ہونے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں۔ مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۳۷۔۳۸۔

وید بمقابلہ قرآن کی بحث مولانا ابو رحمت حسنؒ نے اپنی کتابوں میں مفصل کی ہے ۔ یہاں اس بات کا ذکر مقصود ہے کہ لیکھ رام کی موت بذریعہ قتل کی پیش گوئی کہیں موجود نہیں ہے ۔ ہاں یہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اسے خوارق عادت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا ۔ لیکھ رام قتل ہوا، اور قتل ایک معمول کی چیز ہے، روزانہ دنیا میں سینکڑوں قتل ہوتے ہیں، یہ کوئی خارق عادت بات نہیں ۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ و غیرہ نے مفصل بحث کر کے ثابت کر دیا تھا کہ لیکھ رام کی موت کا مرزا کی پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو اس پیش گوئی کی تکذیب کا تعلق ہے ۔ اور جہاں تک لیکھ رام کی پیش گوئی کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب تین سال میں ہیضہ سے مر جائے گا، اس سلسلہ میں ہم یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں بقول خود اور بروایت سسر خود ہیضہ سے آنجہانی ہوئے (دیکھو حیات ناصر) ۔ ہاں تین سال میں نہیں بلکہ تیس سال میں ۔ لیکن مرزا صاحب کا اپنا ایجاد کردہ فارمولہ ہے کہ پانچ اور پچاس برابر ہیں کیونکہ ان میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اسی طرح تین اور تیس بھی بخیال مرزا برابر ہوں گے کیونکہ ان میں بھی ایک ہی نقطہ کا فرق ہے ۔ نیز مرزا صاحب، آتھم کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہوا، جو وہ پیش گوئی کی مدت (۱۵ ماہ) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا ۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟ مرزا صاحب کے اس فرمان میں آتھم کے نام کی جگہ مرزا صاحب کا نام لکھ دیا جائے تو عبارت یوں ہوگی: کیا ہوا جو وہ پیش گوئی کی مدت (۳۰ سال) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا، بتاؤ اب مرزا کہاں ہے؟ بہاء)

نمبر ۹ ۔ لیکھ رام کا خط بجواب خط مرزا صاحب مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء

مشفقی مرزا غلام احمد صاحب ۔ بجواب خط مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء آپ کے عذرات اور بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید مدلل لکھتا ہوں ۔

ا ۔ عذر اول ۔ پہلے اشتہار میں ۲۴ روپیہ دینے کا وعدہ ضرور ہوا ہے مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں کی تھی چونکہ آپ نے میرے وعدہ کو معتبر نہ سمجھا اور یہ زائد شرط لگائی کہ زر معہودہ کسی بنک سرکاری میں جمع کر دیا جائے ۔ اس صورت میں میرے لئے بھی برخلاف اس اشتہار کے استحقاق پیدا ہو گیا کہ ۲۴ سو روپیہ بالمقابل پیشگی امانت رکھاؤں ۔

تردید دفعہ ۔ ا ۔ آپ کو واجب تھا کہ پہلے ہی اشتہار میں صاف لفظوں میں شرط باندھتے کہ بطور قمار بازاں کے ۲۴۰۰ روپیہ دوبدو لگایا جاوے گا تا کہ شرائط کی ترمیم و تنسیخ نہ کرنی پڑتی ۔ پس یہ سراسر بھول آپ کی ہے ۔ ورنہ اگر صاف طور پر لکھا ہوتا تو کوئی عام عقل کا آدمی بھی ایسی قمار بازی کا جواب تک نہ دیتا چہ جائے کہ راقم اس تکلیف کو گوارا کر کے آپ سے خط و کتابت کرتا ۔ مگر افسوس کہ آپ بجائے خجالت اٹھانے اپنی بھول کے حجت کرتے ہیں ۔

دفعہ۲۔آپ کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر چہ مجھ کو ضرور نہیں تھا کہ آپ کی حیثیت کی قلعی کھولی جا وے مگر آپ کی بے جالاف وگزاف و بے بنیاد دعاوی نے مجبور کر دیا کہ مجملاً آپکی استطاعت کا ضعف بیان کروں کہ آپ نہ کوئی اہلکار، نہ جاگیردار، نہ پنشن خوار، نہ تجار، نہ حرفت کار، نہ کارخانہ دار، نہ زمین دار، نہ صاحب جائداد اعلی ہیں۔ ہاں موضع قادیان جو ایک گاؤں ہے اس کی ملکیت زمینداری کے بہت سے حصہ داران میں سے ایک حصہ دار ہیں، تو ایسی حیثیت عام لوگوں کی ہوتی ہے۔

حیثیت تو یہ ہے اور لاف گزاف یہ کہ آٹھ ہزار دو سو چالیس خطوط بطور اشتہار بنام اکثر معززان ورئیسان وعلماء و فضلاء کو جاری کر دیئے کہ جو کوئی شخص ایک سال تک موضع قادیان میں رہ کر کوئی نشان آسمانی مشاہدہ نہ کرے بحساب دوسو روپیہ ماہوار ۲۴سو روپیہ بابت سال تمام کے پاویگا، اس کا حساب لگایا گیا تو قریب دو کروڑ روپیہ کے ہوتا ہے۔اس پر خرافات یہ کہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر اپنے اسم مبارک کے القاب میں رئیس اعظم قادیان دام اقبالہ لکھ دیا۔ مزید براں طرہ یہ کہ جو کوئی اس کا ردّ لکھے گا، دس ہزار روپیہ انعام پاویگا۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قدر ممالک وسیع سے سو دو سو اشخاص بھی جداگانہ رد لکھیں گے تو لکھو کھا روپیہ چاہیے۔

دفعہ۳۔ جب کہ آپ ایک ایسے گنج قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کے واسطے ہندوان اور مسلمانان سے بھیک کیوں مانگتے ہیں اور طرفہ تر یہ کہ باوجود دریوزہ گری پانچ سالہ کے انطباع کتاب کا خرچ بھی بہم نہ پہنچا سکے

دفعہ۴۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اس لاف زنی سے ایک ذریعہ معاش کا پیدا کر لیا جیسا کہ پنجابی کی مثال ہے روٹی کھائیے شکر سے دنیا کھائیے مکر سے۔ نظر بحالت مذکورہ جو میری طرف سے درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی تو کچھ بے جا نہیں ہے اور نہ کوئی منصف مزاج بے جا کہے گا۔

دفعہ۵۔آپ کا یہ گمان غلط تھا کہ بسبب سختی شرائط کے آپ کے پاس ایک گاؤں میں درمیان دہقاناں ومجہولاں کے ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا کوئی آدمی قبول نہ کرے گا، تو بصورت خاموشی معترضان کے آپ کا دعوی بطور ڈگری یک طرفہ ثابت ہو جاوے گا مگر جب کہ آپ کے ابطال دعوی پر بندہ استادہ ہو گیا اور بوجوہ شرط صدر زر معہودہ پیشگی امانت رکھانا چاہا تو آپ نے برخلاف اشتہار کے ایک نیا حیلہ اختراع کیا یعنی مجھ سے بھی بالمقابل ۲۴سو روپیہ مانگا۔ بندہ نے اپنے ارادہ پر ثابت قدمی کر کے اسی حیلہ جدیدہ کی راہ سے بھی آپ کو بھاگ

جانے کی فرصت نہ دی یعنی ۲۴۰۰ روپیہ جمع کرانا منظور کرلیا پس جب کہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہوگا تو شرائط بھی مقبول و مساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں۔ نظر برآں آپ کے اس دعوی پر کہ نشان آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کو آویں گے میری طرف سے نہایت مناسب طور پر یہ سوال پیش ہوا کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہور ہیں سورج چاند ستارے۔ ان کی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی معجزہ مشاہدہ کرا دیجئے اور معجزہ نمائی کا کوئی وقت تجویز کر کے مشتہر کیجئے۔ اس کے جواب میں جو عذرات آپ نے لکھے ہیں بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں۔

عذر اول: اخیر پر آپ اسی قسم کے نشانوں کو قبول کرتے ہیں کہ ستاروں آفتاب و ماہتاب کے تغیر یا تبدل وغیرہ پر مشتمل ہو۔

تردید: حضرت آپ نے اشتہار میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی صحبت میں ایک سال تک رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کرلیں۔ تو اگر چاند سورج ستارے موجودہ نشانوں میں خرق عادت نہیں دکھا ویں گے، یا علاوہ ان کے دوسرا سورج یا دوسرا چاند یا اعادہ شق القمر نہیں دکھاویں گے تو پھر آسمانی نشان چہ معنی دارد۔ کیا آسمان سے اپنے جھوٹے دعوی پر خاک دھول برساویں گے۔

عذر دوم۔ پنڈت صاحب ہمارا یہ کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرانا چاہے اس طور سے انقلاب کر کے دکھاویں۔

تردید: ا۔ جب کہ آپ اس قسم کے لائق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا دعوی کیوں لکھ مارا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ جس طرح آپ عقل سے کام نہیں لیتے سب کا ایسا ہی حال ہوگا اور کوئی نہ پوچھے گا۔

۲۔ جبکہ آپ نے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو ایسی بحث کی گئی وہی نشان مانگے گئے اگر زمین کے نشان یا عناصر اربعہ میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعوی ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی اور اسی کے مطابق سوال کیا جاتا اگر زمین و آسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے ہیں تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا تھا۔ سچ ہے

دروغ آدمی را کند بیفروغ مگوائے برادر تو ہرگز دروغ

کراماتوں کے ادعائے بے معنی سے سوائے پشیمانی کے اور کیا نتائج نکلتے۔

عذر سوم: ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔

تردید: ۱۔ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندہ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور حضرت عیسی کا نام مبارک لکھ کر ان کے برابر اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ اس سے زیادہ دعوی نبوت کی کیا صراحت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر بے جا نہ ہوگا کہ اگر ہم علماء اسلام سے دادخواہی کریں۔ یعنی خاص و عام اہل اسلام پر اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین (ﷺ) ہیں۔ پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتوی کیوں نہیں لگاتے کیونکہ دشمن خانگی سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں۔ اور اگر صداقت قرآن و اتمام حجت اسلام کا دعوی ہے تو بھی نعوذ باللہ کیا قرآن شریف فی نفسہ اپنی صداقت میں مکمل نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات خلاف شرع ہے۔ اور نہ کہیں قادیان میں الہام ربانی اترنے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ (پنڈت لیکھرام نے اس تحریر میں مسلمان علماء سے کہا ہے کہ وہ کیوں مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر دیتے کیونکہ اس کے عقائد خلاف اسلام ہیں۔ بہاء)

۲۔ یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالی کس طور کا نشان ظاہر کرے گا، نہایت بیجا ہے۔ جب کہ آپ ایک خاص اور اہم کام پر مامور ہوئے ہیں تو اس کام کے سب اسرار سے آگاہی کیوں نہیں۔ اور جب معلوم نہیں کہ کس طور کا نشان ظاہر ہوگا تو بدون ارشاد الہی نشان آسمانی کا زبانی دعوی کیوں لکھ مارا، صرف نشان کا لفظ کافی تھا۔ جب کہ آپ کے الہام کی بسم اللہ ہی غلط ہے تو آگے کیا کام کریں گے۔ آپ کو واجب تھا کہ وحی آسمانی سے جو آپ کے پاس قادیان میں نازل ہوتی ہے نشان آسمانی کا صحیح پتہ معلوم کر کے اشتہار میں لکھ دیتے۔ بایں ہمہ ناواقفی اعلی ترین درجہ نبوت پر مامور کر خدائے ہمہ دان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ ماورائے خدا تعالی کے کسی اور کا کام ہے۔

عذر چہارم: ہم سمجھتے ہیں کہ نشان اسی شئے کا نام ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

تردید: ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے جو طاقت انسانی سے بالاتر ہیں، فروتر نہیں مانگے، مگر اس سے بھی آپ گریز کر گئے کہ انقلاب زمین و آسمان نہیں ہوسکتا ہے۔ شامل اس تردید کے عذر دوم کی تردید دفعہ ۲ بھی مطالعہ کرنی چاہیے۔

عذر پنجم ۔ ہمارا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور ایسا نشان دکھلائے گا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں۔

تردید۔ اب آپ نے اپنے دعویٰ کا نصف حصہ چھوڑ دیا کہ نشان آسمانی سے صرف ایک جز ونشان کا باقی رکھا اور وہ دوسرا حصہ یعنی لفظ آسمانی بھی بے نشان ومعدوم کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔ پس بکلی آپ کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔

عذر ششم: لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دے کر یہ تعریف لکھتے ہیں کہ اس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تو واقعی معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین فوراً عاجز ہو کر مشاہدہ کرانے والے پر ایمان لاویں۔ اور دور تک موثر ہووے۔ غرضیکہ اظہر من الشّمس ہونا چاہیے۔

تردید: باوجود اپنے مندرجہ بالا اقرار کے نہ معلوم یہ عذر کیوں پیش کرتے ہو کہ آپ کے معجزہ پر اثبات یا نفی کی رائے دینے کے لئے منصفان مقبولہ طرفین جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں مقرر ہونے چاہییں ۔ عموماً ظاہر ہے کہ جو کوئی مقدمہ یا کوئی امر مجہول الکیفیت اور مہمل پیش ہوتا ہے اس کے واسطے ضرورت منصفان کی ہوا کرتی ہے اور وہ منصفان بھی تیر در تاریکی چلاتے ہیں کیونکہ غیب دانی بشریت سے بعید ہے۔ پس اگر آپکا معجزہ بھی ایسا ہی مجہول الکیفیت ہوگا تو اپنے گاؤں کے بھیڑ بکری چرانے والوں کو بتلایا کریں، ہم آپ کی لاف زنی کے معجزہ کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔ ..راقم: لیکھرام از آریہ سماج امرتسر۔ ۵۔ اگست ۱۸۸۵ء

لیکھرام نے لکھا ہے کہ اس آخری خط کا جواب جب عرصہ تین ماہ تک کوئی نہ آیا تو پھر میں نے ایک پوسٹ کارڈ بطور یاددہانی کے ارسال کیا اس کے جواب میں مرزا جی کا کارڈ آیا کہ:

قادیان کوئی دور تو نہیں ہے، آ کر ملاقات کر جاؤ امید کہ یہاں پر باہمی ملنے سے شرائط طے ہو جاویں گی۔

لیکھرام نے لکھا ہے: یہ خطوط ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کے الہامی دعووں وخوارق عادات ومعجزات نبوت و شرطیہ انعامات و دولت مندی و جاگیرداری و زبان درازی و حیلہ سازی و لفاظی اشتہارات کی نسبت رائے

لگانے اور نتیجہ نکالنے کے تصفیہ کو ہم تکذیب براہین احمدیہ کی ذمہ داری پر چھوڑتے ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۰۶۔ ۳۲۶ مختصراً ۔ مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔ص ۲۵ تا ۵۰)

ذیل میں مرزا قادیانی کی تردید میں اس کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کی طرف سے شائع کردہ ایک اشتہار نقل کیا جاتا ہے جسے پنڈت لیکھ رام نے اپنی تکذیب براہین میں درج کیا تھا اور ابتدائی طور پر مطبوعہ قانونی ہند امرتسر سے شائع ہوا تھا۔

اشتہار صداقت اظہار

تحقیق حق کے واسطے باطل کو چھوڑ کر چاہتے ہیں ہم کہ توڑ دیں شیشہ فریب کا

ناظرین پر واضح ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں مجدد وقت اور ملہم اور صاحب کرامات ہوں اور حضرت قادر جل شانہ کی طرف سے نبی ناصری اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہوں اور میرے حق میں یہ آیت نازل ہوئی انّا انزلناه قريباً مّن القاديان و بالحق نزل صدق اللّٰه و رسول و كان معقولاً ۔اور ہروقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ میں بہت بزرگ ہوں اور کتاب براہین احمدیہ میری مصنفہ کی امداد ومصارف میں مسلمان بھائی جہاں تک ہو سکے توجہ فرمائیں، بلکہ تعمیر مساجد اور حج اور زکوۃ اور خیرات وغیرہ ضائع اخراجات سے کتاب براہین احمدیہ کی امداد میں جو شخص روپیہ بھیجے اس کو ثواب عظیم اور نجات عقبی حاصل ہوگی۔ اور اپنے اشتہارات میں یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے الہامات کی صداقت پر بدظن ہو تو اسکو چاہیے کہ قادیان میں آکر تحقیق کرلے۔ چنانچہ اپنے دعوی کی مضبوطی کے لئے ۲۴ سو روپیہ حرجانہ بحالت عدم مشاہدہ الہام دینا مقرر کیا ہے، جائے غور ہے۔

اول: تو مرزا صاحب کو اپنے مولی کریم پر بھروسہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو جن شخصوں نے تحقیق کے واسطے درخواستیں کی تھیں ان سے شرائط طے کرنے میں تساہل نہ کرتے۔ ازانجملہ پنڈت لیکھ رام پردہان آریہ سماج

پشاور و منشی ملاوامل سکرٹری آریہ سماج قادیان (جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے بھی گواہ الہامات مشہور کیا ہے) اور نیز اس طالب صادق نے بارہا خطوط بمراد مشاہدہ نشانات آسمانی بھیجے ہیں جن کا جواب معقول آج تک بجز پہلوتہی اور حیلہ حوالہ کرنے کے نہ دیا۔ بلکہ منشی ملاوامل نے اپنے دلی جوش سے یہاں تک بھی لکھا کہ ایسی کرامت کا میں خواستگار نہیں ہوں جو آپ کے نزدیک ناممکن اور قانون قدرت کے برخلاف ہو۔ میں چاہتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ خواہ کیسی ادنی کرامت اور خرق عادت کا مشاہدہ کرادیں جو طاقت انسانی اور علوم کی رسائی سے باہر ہو۔ بعد مشاہدہ کے میں آپ کی شرط اشتہار کو پورا کرونگا اور عدم ثبوت کی حالت میں ہم حرجانہ کے خواہاں بھی نہیں ہوتے۔ نہیں معلوم کہ باوجود اس قدر مضبوط دعاوی محققوں کے کس لئے تحقیق نہیں کراتے اور کیوں کر ۲۴ سو روپیہ دینے کا دعوی کیا تھا۔

دوم۔ مسمی شام لال کو جو مرزا غلام احمد نے روزنامچہ نویس الہامات کا لکھا ہے اس کی عمر بوقت ملازمت مرزا صاحب کے تقریباً ۱۴ سال کی تھی مگر وہ پرلے درجے کا بے تمیز اور بے سمجھ اور سادہ لوح تھا بلکہ اس وقت بھی سو تک مشکل سے شمار کرسکتا ہے۔ اگر کسی طالب حق واہل تمیز کو بغرض تحقیق الہامات وغیرہ قادیان آنے کا اتفاق ہو تو ان کو ایسے گواہوں کو بچشم خود دیکھنا چاہیے تاکہ اصلیت حقیقت الہام ظاہر ہوجائے۔

سوم۔ واقعہ ۱۰۔ اگست ۱۸۸۵ء کو اکثر اہل ہنود و معزز و محقق سکنائے قادیان متفق ہوکر مرزا صاحب کے پاس گئے اور یہ کہا کہ آپ نے جو اپنے کو تمام ملک میں صاحب الہام و خوارق عادات و کرامات مشہور کیا ہے ہم کو بالکل یقین نہیں، سراسر جھوٹ سمجھتے ہیں، اگر آپ دعوی خود میں سچے ہیں تو ہم کو بھی تحقیق کرادیویں۔ اس پر مرزا صاحب نے صاف جواب نہ دیا مگر اپنے دعوی کے بچانے کے واسطے صرف حیلہ سازی میں وقت ٹالنا شروع کیا اور کہا کہ آپ سب اہل تحقیق متفق ہوکر ۲۴ سو روپیہ جمع کرو اور اسی قدر ہم بھیکر تے ہیں۔ اگر عرصہ ایک سال میں ہمارے بیس الہامات سے ایک الہام بھی بپایہ صداقت پہنچا تو ہماری حجت قائم ہوجائے گی اور ہم روپیہ لینے کے مستحق بنیں گے۔ اس کے جواب میں اہل تحقیق نے کہا کہ ایسے ٹیوے تو نجومی اور رمالی بھی بتاسکتے ہیں اور ضرور دس میں سے دو چار پورے بھی ہوجایا کرتے ہیں، کیا وہ بھی الہامی ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خواہ میعاد دو سال مقرر کرلیں مگر جس قدر آپ کو الہام ہوا کریں وہ سب کے سب پورے کردکھلائیں۔ اس سے

لاجواب ہو گئے اور اصل بات کو اور طرف لے گئے، اور یہ نا معقول جواب دیا کہ طالب حق کو چاہیے کہ مشاہدہ الہام ربانی میں چوں و چرا نہ کرے۔ جب اہل تحقیق نے اس پر قناعت کی اور کہا کہ خواہ آپ ایک ہی نشان آسمانی مشاہدہ کرا دیویں مگر بوقت صدور الہام میعاد مقرر کر دیویں کہ فلاں تاریخ یہ الہام ظہور پذیر ہوگا۔ ملہم صاحب نے یہ بھی نہ مانا اور کہا کہ ایسا ہونا امر محال ہے بلکہ مجمع عام میں اکثر الہامات سے (جن کے گواہ حافظ سلطان محمد امام مسجد وغیرہ لوگ موجود ہیں اور ظہور ان کا اب تک نہیں ہوا) صاف منکر ہو گئے کہ ہم کو یہ الہامات ہوئے ہی نہیں۔

چہارم۔ اب نئی امداد کی توقع پر ایک اور اشتہار جاری کیا یعنی دس آدمی ہندو حسب منشاء خود جو عین حق کو مرزا صاحب کی خاطر داری اور لحاظ کے واسطے قسمیہ خلاف کہہ دیویں محققین الہامات قرار دے کر ایک مضمون خود تیار کر کے ان سب کی العبدات کرائی ہیں۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ ان شخصوں نے خوف خدا اور جوش دلی خیال عقبی سے میرے پاس تحقیق اور آزمائش الہامات کے لئے درخواست کی اور میں نے بھی بنظر رفاہ عام ان کا کہنا منظور کر لیا، اور قرار پایا ہے کہ بعد مشاہدہ الہامات وخرق عادات کے تبدیل مذہب کی کسی کو قید نہیں مگر بشرط اثبات الہام صداقت الہام کا اقرار کریں اس لئے یہ معاہدہ واسطے آگاہی خاص و عام مشتہر کیا جاتا ہے۔

پنجم۔ اے اہل بصیرت و صاحبان تمیز آپ ذرہ توجہ فرما کر خیال کریں کہ اول تو مضمون اشتہار مصنف نے خود تراشا ہے، کیونکہ ان سب معاہدین میں سے کسی کو طاقت ایسی مضمون سازی کی نہیں۔ دوم۔ یہ جانتے نہیں کہ الہام کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان میں سے صرف ایک دو نے کسی زمانہ میں قاعدہ ابتدائی شاید پڑھا تھا ورنہ باقی عموماً نا خواندہ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ سب مرزا صاحب کے دست نگر اور خوش آمدی ہیں۔ ہاں ان میں سے بر عکس خیال ملہم کے جس کسی کو توفیق الٰہی شامل حال اور خوف عاقبت دامنگیر ہو کر راست راست بیان کر دے تو وہ شخص عاقبت اندیش اور خدا ترس متصور ہوگا بلکہ اس راقم کی پیش گوئی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ اور جو طالب حق اور صاحب عقل یہاں قادیان میں آ کر ان بناوٹی اور ناواقف از علم گواہوں کو دیکھے گا اس پر ملہم صاحب کی کارستانی وراست بیانی من وعن ظاہر ہو جائے گی، گو اس کارسازی سے مصنف صاحب کو ان کے مشیروں و مریدوں نے ہر چند سمجھایا کہ اس بناوٹی کاروائی سے ضرور خلل عائد ہوگا اور کئی طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو جاویں گے۔ لازم ہے کہ اہل تحقیق واہل علم سے بھی ایک معزز و معتبر آدمی معاہدہ میں شامل کیا جائے مگر مرزا صاحب نے کسی

کی نہ مانی، کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ میر عباس علی لدھیانوی وغیرہ معاونان اس محکمہ نے براہین احمدیہ میں اس قدر سعی وکوشش کی ہے کہ قطع النظر ترغیب دہی رؤساء وامراء اورنوابوں کے غریب آدمیوں سے بھی پیسہ پائی تک نہیں چھوڑا، اورکئی بیوہ عورتوں کوترغیب وتحریک دے کر چھلہ، مرکی، ڈنڈی تک اتارلیاہے۔اور یہاں تک کہ طوائفوں کا مال بھی جس کوقطعی حرام سمجھتے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت امداد میں حلال وطیب متصورہوا ہے۔خدامعلوم کہ اس متعصب کاروائی کی امداد میں روپئہ دینے سے کس طرح کا ثواب ہوگا۔

ششم:اہل اسلام واہل ہنودسکنائے قادیان وقرب وجوارقسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آج تک کبھی مشاہدہ الہام وغیرہ کانہیں کیااورکبھی کسی الہام کاپایہ اثبات پہنچنا سنایادیکھا ہے۔اورگواہان مندرجہ کتاب بھی تکذیب اثبات الہامات کی بیان کرتے ہیں مگران کا باہمی لین دین ان کی عام اشاعت کاذرہ ہارج ہے۔

ہفتم:مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع کادعوی بھی سراسرخلاف ہے۔اگرمسکینی ہوتی تودس ہزارروپیہ...کی شرطیں نہ باندھتے اورفروتنی ہوتی توزودرنج اورغصہ ورنہ ہوتے۔اورغربت کے واسطے لازم تھاکہ تعمیرمکان پر مخلوقات کاروپئہ ضائع نہ کرتے۔اورچوبارہ سے باہرنکل کراصلاح خلق پرمستعدہوتے۔تذلل وتواضع کا یہ حال ہے کہ اکثرسائلوں کوجبرسے نکالا جاتاہے۔

اس لئے بہ نیت خیراندیشی مخلوقات یہ اشتہارعام مشتہرکیاجاتاہے کہ سب لوگ مطلع ہوکردھوکہ میں نہ پڑیں اورجواس پرزیادہ شوق رکھیں ان کولازم ہے کہ بنظرتحقیق وانصاف آزماویں کیونکہ

واعظان کیں جلوہ برمحراب ومنبرمیکنند چوں بخلوت می روندآں کار دیگرمے کند

عجب پیداہوئے صاحب ولائت نہیں اثبات کی دیتے روایت

جوملہم بن کے دنیالوٹ کھائے کرامت ایک نہ ہرگزدکھائے

جسے تحقیق حق کی جستجو ہو مخالف بے یقیں کہتے ہیں اس کو

ہمیں ضدوتعصب سے نہیں کام فقط چاہتے ہیں ہم تحقیق الہام

المشتہر۔مرزاامام الدین رئیس قادیان برادرمرزاغلام احمد ۱۳۔اگست ۱۸۸۵ء

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۲۷۔۳۳۱)

ذیل میں تردید قادیانی میں پنڈت لیکھ رام کا ایک اشتہار تردید نقل کیا جاتا ہے جو شفیق ہند پریس لاہور سے شائع ہوا تھا۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

ناظرین اشتہار اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نامی ساکن قصبہ قادیان کے وہم میں عرصہ سے اس قسم کی دھن سمائی ہے کہ الہام وخرق عادت کے ساتھ میری دعا کی درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے اسرار غیبیہ ونقاط مخفیہ سے ہمیشہ آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے سبھی احکام میرے ذریعہ صدور ہوتے ہیں، انبیاء بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور مسلمانان موجودہ ونیکو کاران زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے۔ اول آپ نے باوجود قرض دار ہونے کے دعوی کیا کہ جو کوئی میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب دیوے وہ دس ہزار روپیہ انعام پاوے۔

مگر وہ بین دلائل والی کتاب پختہ طور سے سنا گیا ہے باوجود گذر جانے آٹھ نو سال کے ابھی تک مرزا صاحب نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ چھپوائی۔ مگر اسی دام تزویر کے ذریعہ دس بارہ ہزار روپیہ مسلمانوں سے کما لیا۔ مگر مال حرام کا بجائے حرام جانا ضرور ہو کر تھوڑے دنوں کے عیش وعشرت سے وہ روپیہ اڑایا۔ براہین احمدیہ کا جواب تکذیب براہین احمدیہ تیار ہو کر ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو گورداسپور میں ان کو سننے کے واسطے بلایا گیا۔ مگر ہٹ دھرمی وغصہ نے انکے دل کو سیاہ کر دیا جس سبب سے انہوں نے بالکل سننا واجب نہ سمجھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب وہ روپیہ اڑا چکے تو ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیان میں آن کر ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات ومعجزات دیکھ کر اسلام سے مشرف ہوگا ورنہ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کا ہم حرجانہ وجرمانہ دیویں گے۔ اس پر اول میں نے خط وکتابت شروع کی جو پچھلے سال آفتاب پنجاب، کوہ نور وغیرہ اخبارات میں طبع ہوتی رہی۔ جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہوں گے۔

بعدہ منشی اندرمن سے بھی انہوں نے وہی حکمت عملی کی اور ان کی کسی شرط کو منظور نہ کیا بلکہ ایک جعلی وفریبانہ اشتہار بطور درخواست ہندوان قادیان سے لکھا کر ان کے پاس بھیجا اور اخباروں میں چھپوایا جس پر اہل ہنود نے مطلع ہوکر ایک ٹریکٹ انّ کید قادیان عظیم ، چھپوا کر عام مشتہر کر دیا کہ یہ مرزا صاحب کا سراسر فریب ہے ہم نے منشی اندرمن کو نہیں بلایا۔

پھر مرزا صاحب ایک اور چال چلے یعنی دس ہندوان محض ناخواندہ سکنائے قادیان کے نام پر ایک درخواست اپنے نام لکھوائی کہ ہم طالبان حق ہیں، ہم کو آپ آسمانی نشانات بتلاویں۔ اور خود بھی نیچے ایک اقبالنامہ تحریر کیا کہ ہمیں اس جماعت عشرہ کی درخواست منظور ہے اور اپنے چند فضلہ خور مسلمانوں کو گواہ لکھ کر اعلان چھپوا دیا۔ جس کارسازی پر اہل ہنود نے مطلع ہوکر اعلان کا بطلان چھپوایا، جو شائقین کے مطالعہ میں آیا ہوگا اور جس کا علیحدہ ٹریکٹ، قادیان کے دس ہندوؤں کی کارسازی اور مرزا غلام احمد کی افتراپردازی، کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ غرضکہ مرزا نے ایک سال رہنے کی شرط کو بھی مبلغان کے ندارد ہونے کے سبب سے حیلہ حوالہ وغصہ و فریب سے ٹالدیا۔ لاچار بندہ دو ماہ قادیان میں رہ کر اور آریہ سماج استہاپت کر کے وہاں سے چلا آیا۔

اب ایک اور فریب سوچا کہ حضرت کو اس نیازمند اور منشی اندرمن کی وفات وحیات وشادی وغمی کی نسبت الہام ہو رہے ہیں مگر نہیں بتلاتے ہیں جب تک کہ ہم ان کو اجازت نہ دیویں۔ منشی اندرمن کا حال مجھے معلوم نہیں مگر میں نے ان کو تحریری اجازت نامہ ارسال کر دیا۔ جس پر اب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا کہ خیر الماکرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوا ہے۔

خیر اسی طرح مرزا صاحب کو یہ بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا عنموائیل نام پیغمبری کی صفات والا مظہر الاوّل والآخر مظہر الحقّ و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا عنقریب آتا ہے، اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

چونکہ ان دنوں مرزا صاحب کے ہاں حمل کا اشتباہ تھا جسکے حال سے نیازمند بھی آگاہ تھا، مرزا صاحب کو چونکہ حکیم ہیں قیاساً خیال کیا ہوگا اور بظاہر مردم فریبی کو الہام و پیش گوئی ومتابعت رسول و بشارت

جبریل وغیرہ ناموں سے نامزد کر کے چھپوادیا۔مگر بڑا بول ہر ایک کے آگے آتا ہے اور جھوٹے دعووں سے ہرگز دانا پشیمانی اٹھاتا ہے:

ہر کہ گردن افرازد　　خویشتن را بگردن اندازد

آج ایک معتبر رئیس قادیان کے خط سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے گھر میں ۱۵۔اپریل ۱۸۸۶ء کو بجائے عنموائیل کے عنموائیلہ دختر انبالہ میں پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کو خط بھی آگیا ہے۔پس اے ناظرین مبارک ہو کہ جھوٹ کا ناش اور ست کا پرکاش ہوا۔مرزا صاحب کو چاہیے کہ اب ایسے جھوٹے دعووں سے باز آویں اور خدا کے نام پر الزام لگانے سے شرماویں۔مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۸۸۶ء۔

المشتہر۔پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور سرحد (تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۳۱۔۳۳۳)

ذیل میں ملاوامل کا اشتہار نقل کیا جاتا ہے جو تکذیب براہین احمدیہ میں درج ہونے سے پہلے چشمہ نور پریس امرتسر سے شائع ہوا تھا۔

اشتہار واجب الاظہار

اے ناظرین! ہماری اس تحریر کو ذرا غور سے پڑھنا اور جو اس تحریر کے شائع کرنے سے ہمارا اصلی منشا ہے اس کو بخوبی سمجھنا۔شک نہیں کہ انہیں صاحبوں کو ہماری یہ تحریر پسند ہوگی جو راست باز اور محقق مزاج ہیں خواہ کسی ملت کے ہوں۔یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو کسی خاص قوم یا کسی خاص شخص کے ساتھ بغض وعداوت نہیں بلکہ ہم اپنے دوست مرزا غلام احمد صاحب کے مقابلہ میں اشتہار شائع کرنا موجب شرم کا سمجھتے ہیں۔مگر کیا کیا جائے یہ ان کی اپنی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔حقیقت میں ہمارے دل کو اس اشتہار کے شائع کرنے سے اس قدر رنج اور تکلیف اور بوجھ ہے جو بجز دانائے حقیقی کے غیر نہ جانتا ہوگا۔مذکورہ بالا فقرات کی تصدیق ذیل کی عبارت سے ہو جائے گی۔ہمارا مطلب محض راستی کے ظاہر کرنے کا ہے کیونکہ ہم نے معلوم کرلیا ہے کہ ہمارے خاموش رہنے سے راستی کا خون ہوا ہوجاتا ہے اور ایک قوم ممتاز پر مخالف قوم کی طرف سے زعم خود حجت قائم ہوتی جاتی

ہے۔اس لئے ایسے نازک موقع پرشہادت کا اخفا کرنا یا واقعہ کے برخلاف بیان کرنا سخت گناہ ہے۔حالت پیش آمدہ دیکھ کر ناظرین خود جان سکتے ہیں کہ ایسے وقت پرشہادت میں پس وپیش کرنا یا خاموش رہنا کبیرہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اس کا صدمہ ایک قوم اور گروہ پر پہنچتا ہے نہ واحد جان پر۔اور سوائے اس کے ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی بعید ہے کیونکہ ایک تو مرزا صاحب اپنی اوقات الہام اور خرق عادت کے دعوی میں جن کا ثبوت پہنچانا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کہ غرب سے آفتاب کا طلوع ہونا،صرف کررہے ہیں،دوسرا لوگوں کو تکلیف دے رہے ہیں کیونکہ دور دراز سے صعوبت سفر اور ہر ایک طرح کا ہرج اٹھا کر لوگوں کا آنا اور تمنائے دلی سے محروم اور نامراد ہوکر واپس جانا کس قدر موجب تکلیف طبیعت حق پسند کا ہوتا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔تخمیناً مدت بارہ یا چودہ سال سے ہم دونوں کو مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ سے ملاقات حاصل تھی اس عرصہ میں شائد ایسا دن کوئی گذرا ہوگا کہ تین چار مرتبہ ان کے پاس آنا جانا نہ ہوا ہو۔خویش وبیگانہ سے کوئی شخص ہم کو ان کے برابر عزیز نہ تھا اور ہم ان کی بہت عزت اور تکریم کرتے تھے۔ہاں وہ بھی ہمیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے قریباً عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہوگا یا غالباً وہ وقت تھا کہ جب بعض اخبار نویس خوش آمد پسندوں نے خلیفہ صدیق حسن بھوپالیہ کو مجددی کا خطاب دے دیا تھا حکیم مولوی محمد شریف صاحب کلانوری (حال وارد امرتسر) نے جو مرزا صاحب کے بڑے دوست ہیں ہم دونوں کے سامنے مرزا صاحب کو یہ صلاح دی یا یوں کہو کہ پٹی پڑھائی یا کسی طرز اور کنایہ سے کہا جس کا لب لباب یہی تھا کہ آپ مجددی کا دعوی کریں کیونکہ اس زمانہ میں بھی کوئی مجدد ہونا چاہیے۔معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف صاحب کی اس وقت کی گفتگو نے مرزا صاحب کے دل میں بہت سا اثر پیدا کیا جس کا نتیجہ آج ظاہر ہے۔حکیم صاحب کا یہ فرمانا ہی تھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا مسودہ بنانا شروع کر دیا اور اخباروں میں اشتہار دے دئے اور جا بجا خط روانہ کرائے۔خوابوں کی تعبیر کا شوق ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو رہا ہے یہاں تک خواب نامہ مرزا صاحب کے سرہانے ہی رکھا رہتا ہے۔اکثر موقع آمدورفت میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کی خوابیں سننا اور اپنی خوابیں سنانا اور تعبیر نامہ سے تعبیر دیکھنا۔رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مکاشفہ اور الہام اور خرق عادت کا دعوی شروع کیا۔جب کچھ مسودہ براہین احمدیہ کا تیار ہوا تو مجھ

شرمپت رائے اور ملا وامل پر شہادت الہام کا بہتان لگا دیا اور براہین احمدیہ میں نام جڑ دیا اور ہم بھی بسبب کسی مصلحت کے آج تک خاموش رہے۔ اور ہماری خاموشی کو مرزا صاحب آج سرمہ چشم آریہ میں شق القمر کے بارہ میں سنداً اور نظیراً پیش کرتے ہیں ہم وہ سند اور نظیر دیکھ کر حیران رہ گئے اور ہم پر زیادہ کھل گیا کہ اسلام کے پیشواؤں اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ سچ ہے، کفر گیرد کاملے ملت شود ۔ کاش ایک الہام سے بھی ہماری تسلی کی ہوتی تو بھی ایک بات تھی اور ہم یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ گواہوں میں نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ہمارے سے بالکل صلاح مشورہ نہیں کیا ورنہ ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ انہوں نے تو رونق کتاب کو مدنظر رکھا یا دل میں ایسا خیال کر لیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، کیا میرا کہانہ مانیں گے؟ اب سب کچھ ناظرین کے آگے دھر دیا ہے خواہ جھوٹے کو گھر تک پہنچائیں یا نہ پہنچائیں مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ صاف باطن اور نیک نہاد، الہام اور خرق عادت کے دعوی کی حقیقت بخوبی تاڑ جائیں گے۔ اور واضح ہووے کہ شرمپت رائے کی طرف سے ایک رسالہ بعد طبع ہونے سراج منیر کے شائع ہوگا جس میں تردید اسلام اور مرزا کے الہامات کی سب کاروائی درج ہوگی۔ فقط۔ ۴ نومبر ۱۸۸۶ء۔

المشتہر۔ ملا وامل از قادیان ضلع گورداسپور (تکذیب براہین احمدیہ۔ ص ۳۳۳۔ ۳۳۵)

ذیل کے اشتہار مرزا قادیانی کے مجموعہ اشتہارات سے نقل کئے جارہے ہیں

اعلان شرم پت رائے

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں آسمانی نشانوں اور پیش گوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار مرزا صاحب کو دعوی ہے) خط و کتابت باہمی اقرار عہد و پیمان کے ہوکر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور

ان کے کاغذ اور روزنامہ الہامی پیش گوئیوں پر بطور گواہ دستخط کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیش گوئی کے اس پیش گوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلا دیں گے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام واطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رؤیت بن کر اس سالانہ کاروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی مدد سے شائع کریں گے تاکہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔ راقم: خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول)

ساہوکاران قادیان بنام مرزا قادیانی

مخدوم ومکرم مرزا غلام احمد صاحب

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالی اس کو ایسے نشان دربارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں، سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نا منصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کرینگے کہ جو اس قسم کے

ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہوکر زمین پر گر جائیں یا ایک سورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلا شبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہییں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیش گوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کیلئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے سو ہم لوگ جو صدہا زنجیر و ں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازہ ہدایت اپنے نفس پر کھول دینگے اور جو پرمیشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے جسکے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کیلئے شرائط کی کیا حاجت ہے اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمہ ہدایت تک لے آئیگی ایسا کہ آپ بھی اسکو روک نہیں سکتے اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کیلئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کرینگے کہ آپکے ان نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر

لیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرادیں گے اور آپکے منکرین کو ملزم ولا جواب کرتے رہیں گے اور آپکی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلا شبہ ہم ایک سال تک عند الضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیش گوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نا منصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پر میشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاویگا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبد۔ لچھمن داس۔ پنڈت بھارامل۔ بشنداس ولد رعدا ساہوکار۔ منشی تاراچند کھتری۔ پنڈت نہال چند۔ سنت رام۔ فتح چند، پنڈت ہرکرن۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان۔ بشنداس ولد ہیرانند برہمن۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۹۲۔۹۴)

مرزا قادیان بنام ساہوکاران

عنایت فرمائے من پنڈت نہال چند و پنڈت بھارامل و لچھی رام ولالہ بشنداس و منشی تاراچند و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق

بعد ما وجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپکو دکھلایا جائیگا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پر انصاف خط پڑھنے سے بہت خوش ہوا اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کیلئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے

حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم ولا جواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوا دیں ۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی ۔ اور ہر ایک منصف بھی ۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور کوئی کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے ۔ آمین ثم آمین ۔

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد ۔

شہادت گواہان حاضر الوقت : ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ۔

گواہ شد : میر عباس علی لدھیانوی ۔ عبد اللہ سنوری ۔ شہاب الدین تھہ غلام نبی والا ۔ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی ۔ ج ۱ ص ۹۶)

مندرجہ بالا اشتہار ساہوکاران کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کچھ عرصہ بعد درج ذیل اشتہار چشمہ نور پریس امرتسر سے شائع ہوا جسے تکذیب براہین احمدیہ سے نقل کیا جارہا ہے :

اعلان کا بطلان

جو اشتہار کہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے ہم لوگوں کی نسبت بدیں مضمون کہ یہ لوگ صدق دل

سے مذہب اسلام کی صداقت والہام وکرامات دیکھنے کے لئے ایک برس تک درخواست کرتے ہیں چھپوا کر مشتہر کیا ہے چونکہ از سرتا پا بے بنیاد ہے اس لئے عام لوگوں کو دھوکہ سے بچنے کے واسطے واضح کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے پنڈت بہارامل، وبشنداس، پنڈت نہال چند وسنت رام وفتح چند وپنڈت ہرکرن جن کے نام اس خط میں درج ہیں بالکل علم فارسی واردو سے محروم مطلق ہیں۔ وچھمی رام وتاراچند، وبیجناتھ، وبشنداس ولد ہیرانند تھوڑا سا پڑھے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس خط کے مساوی یا کم وبیش مضمون بنا سکے یا لکھ سکے بلکہ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے جو اس مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں۔ اس مضمون کے سمجھنے کے لئے بھی مڈل انٹرنس کی ریاضت درکار ہے۔ وہ مضمون مرزا صاحب کا سراپا خود تراشا ہوا ہے اور ہم کو منت وسماجت سے اپنے چوبارہ یعنی بالاخانہ میں متفرق طور پر بلا کر کاغذ پر اس منشاء سے دستخط کرا لئے گئے کہ حرام (الہام) بتلایا جاوے گا۔ تم گواہ رہنا۔ نہ ہم کو الہام کے معنی آتے ہیں نہ بتلائے گئے تھے۔ نہ ہم کو وید مقدس کے سوا کسی کتابی الہام یا انسانی الہام پر اعتبار ہے چونکہ ہم کو مضمون خط المشہو راعلان مشتہرہ مرزا غلام احمد سے پہلے آگاہی نہیں تھی، اب جو اس کے مضمون سے بخوبی اطلاع پائی اور اس کے مطالب سے واقفیت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بالکل مرزا صاحب کا طبع زاد ہے۔ ہم وید مقدس کے سوا کسی اور الہام کے طالب صادق نہیں چونکہ مرزا صاحب کی کاروائی ہماری...اور نہ مرزا صاحب کو نہ ہم کو ایک دم بھر زندگی کا اعتبار ہے، اس واسطے بے ہودہ طور پر ایک سال تک اس طرح کے خام خیال پکانا اور لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسانا ہمیں منظور نہیں۔ آگے مرزا صاحب جانیں اور ان کی آمدنیات واخراجات کے الہام جانیں، اب جسے روح کو تاریکی میں ڈالنا ہو اور بناوٹی الہام سے دنیاوی کاروبار نکالنا ہو ہم اسکو مرزا صاحب کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرمیشر اس طرح کے فرضی الہاموں سے ہندو بھائیوں کو بچاوے۔ العبد۔ پنڈت نہال چند۔ پنڈت بھارامل۔ سنت رام۔ بچھمی رام۔ بیجناتھ برہمن۔ بشنداس کھتری۔ بشنداس برہمن۔ فتح چند کھتری۔ ہرکرن برہمن۔ بچھمن داس میلا رام۔

(تکذیب براہین احمدیہ: ص ۴۳۵۔۴۳۶)

مرزا قادیانی کے مالی معاملات

مرزا صاحب اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں:

مجبی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک سے ایک بیماریوں میں رہا اور اب بھی ان کا بقیہ باقی ہے میں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں مگر بباعث بیماری کے نہ لکھ سکا آپ کے پہلے خط کا ماحصل جس قدر مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ...کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے، آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپیہ میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کئی اور قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں۔ آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا، میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں۔ میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ...کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ..کا چندہ بکلی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں۔ ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔ یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح، درست ہے یا غلط، میں اسی طرح کرتا ہوں۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہوگی جیسا

کہ اللہ تعالی مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے ینصرك الله من عنده ینصرو ن ر جا ل نو حی الیهم من السما ء یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے۔

پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور کیا وجہ کہ اٹھیں جب کہ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں

میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میرے نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب کہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے۔

ایسا اعتراض آنحضرت پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کیلئے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس اور کچھ نہیں کہ اور لکھوں۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔

(الحکم قادیان۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۸۔۹)

مرزا صاحب نے جواب دینے میں اپنا زور قلم تو خوب استعمال کیا، لیکن نہ سابقہ اخراجات کا حساب دیا، نہ آئندہ کے لئے کسی ضابطے کی پابند ہونا منظور کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے

بدگمانیاں وغیرہ ختم نہ ہو جائیں دوسری طرف ان کی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مرید ان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نور الدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

باقی آپ (نور الدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے ۔چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی، اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔اور گھر میں آ کر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہوسکتا مگر بشریت ہے ۔کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف ۔مصنفہ مولوی محمد علی ۔ص۵۰ (منقول از ختم نبوت اور تحریک احمدیت ۔غلام احمد پرویز۔ص۱۴۳)

محمد علی لاہوری کی حقیقت اختلاف کا انگریزی ترجمہ دیکھنے کو ملا ہے اس میں یہ خط یوں بیان کیا گیا ہے:

I (Mahmud Ahmad) also wish to say that this tribulation, even though the Promised Messiah had been living, would have come unavoidably; for, these people had been making their preparations secretly, as stated by the Nawab sahib that they had said unto him: The time has now come that the Promised Messiah should be asked to render accounts. And the Promised

Messiah, on the last day of his life, just a short while before his death occured, said: The Khawaja Sahib and Maulvi Muhammad Ali mistrust me and say that Imisuse and misappropriate the funds of the Jamaat. This they should not have done, for the result thereof would not be good. He further added: Today the Khawaja Sahib came to me with a letter from Maulvi Muhammad Ali, and said: Maulvi Muhammad Ali writes that the expenditure of the free kitchen is not much, and what then becomes of all the money that is received. And when the promised Messiah returned home, he gave expression to his resentment, saying, These people suspect that I am dishonest and deceitful. What concern have they with this money? And of I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and cease. So when these people inflicted so much pain on the promised messiah when he had only twelve hours more to live on this earth, it was but necessary that their passion should flare up and get inflamed in your time; for in the presence of the promised messiah they spoke rather timidly, fearing that he would kick them out there and then.

Futher more, the Khawaja sahib, when a deputation waited on him, asking for subscription for the construction of the school building, said to Maulvi Muhammad Ali: Himself the promised messiah lives in ease and comfort, but unto us he imparts the sermons that we should cut short and curtail our expenses, and come to his aid and contribute. Alnd Mualvi Muhammad Ali said inreply : Yes, there can be no denying this fact. But it is human nature, and it is not necessary that we should follow a prophet's human weakness. My intention in writing down these things, was to tell you that this daring and defiance of theirs, is not a matter which began today, but it has been simmering and seething ever since the time of the promised messiah. The funds of the free kitchen he used to keep with him. But that too, you have gived into their hands so that they have now become bold enough to try to seize and grab all things. And for their righteousness and fear of God, their bills and the budgets speak clearly whereon they have been raising a hue and cry that they work daily all by themselves."

(Muhammad Ali says) The whole of this statement which had been cooked up in order to set

up Hazrat Maulvi Noor-ud-din against us, is a black lie, in the speaking of which Mian Mahmood Ahmad has made an attack not only on us but also on the promised messiah who, according to the Mian sahib, used to say something else in public fearing, but when he went inside, he would whisper in the ears of Mian Mahmud Ahmad that Maulvi Muhammad Ali and Khawaja Kamal Din were hypocrites who wanted to snatch money from his hands, and called him dishonest and corrupt. Why did he not tell this thing to Maulvi Noor al Din or Maulvi Muhammad Ahsan, or any one else, or even to us directly or by means of a poster or pamphlet? Up to his last illness the pen wan in his hand and he had been writing paigham-i- sulah,. In brief, when outside the house, he heard objections levelled against himself, he quietly went in and related his tale of woe to Mian Mahmud Ahmad who was only eighteen years old then, saying that we people called him dishonest and currupt. again, the ascription of such words to the promised messiah as, "If I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and ceae," is to suggest that the purpose of the promised messiah's advent was the achievement of some monatry gains.   "If I were to cut off all connection and separate" can a man raised by the Most High God for the execution of a particular mission, utter these words; can even such a thought cross his mind, on a follower's objection, that he may, renouncing his claim, sit aside and separate? Itcannot, however, be denied that in concoction of this story, the Mian Sahib has displayed a shrewed adroitness, that the event took place only twelve hours before the Promised Messiah's death, so that it cannot be subjected to any enquiry or rxamination. (The Facts about the Split , Muhammad Ali, Tran. Mirza Mas'd Beg . Ahmadia Anjuman Ishat Aslam, 1966. pp. 21-24)

قادیانی اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء

چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب مولوی محمد صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی مشتاق احمد صاحب مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز (غلام احمد قادیانی) سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے۔.اور اس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے ہم بحث کے لئے تیار ہیں لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے سے ہر یک کو حاضرین و غائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے، ناچار ایک اور طریق سہل، وآسان تجویز کرکے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتداء ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لدھیانہ کی نظر انہیں پر ہے۔سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کرلیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ

دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں اور ان سے اس سختی کے وقت میں دست گیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور وسعت معلومات کا دعوی بھی بہت ہے اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہ دین صاحب سے درخواست کرا دیں اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودہانہ ہیں کہ جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی ہیں اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کر دیں... مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں اور اگر دوسرے ان کی وکالت منظور کریں تو وہی بحث کے لئے قدم آگے بڑھاویں ہمیں بہر حال منظور ہے۔... واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہو سکیں اور دور سے آنے والے پہنچ سکیں، یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد لودہانہ محلّہ اقبال گنج ۲۳؟ مئی ۱۸۹۱ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول ص ۲۷۰۔۲۷۳)

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بقول دوست محمد قادیانی:

لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک مرید اور دست و باز و مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں؟ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام

نہیں۔اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لئے اصرار سے کہا جانے لگا تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں۔میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں لدھیانہ، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے لیکن مباحثہ کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت ج۲ص ۲۲۹۔۲۳۰)

دوست محمد قادیانی نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مرزا صاحب کے مباحثہ کی بات بھی چلی لیکن شرائط پر سمجھوتہ نہ ہوسکا اور مباحثہ کی نوبت نہ آئی۔اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی:

دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا۔لیکن مولوی محمد حسین کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر کے ان سے خط و کتابت کرنے کے علاوہ حکیم نورالدین صاحب سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچا دیا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں۔(تاریخ احمدیت۔ج ۲۔ص۲۳۷)

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله رب العالمین۔

فقیر بارگاہ صمدی: محمد بھاء الدین۔ ١٦۔جولائی۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوت

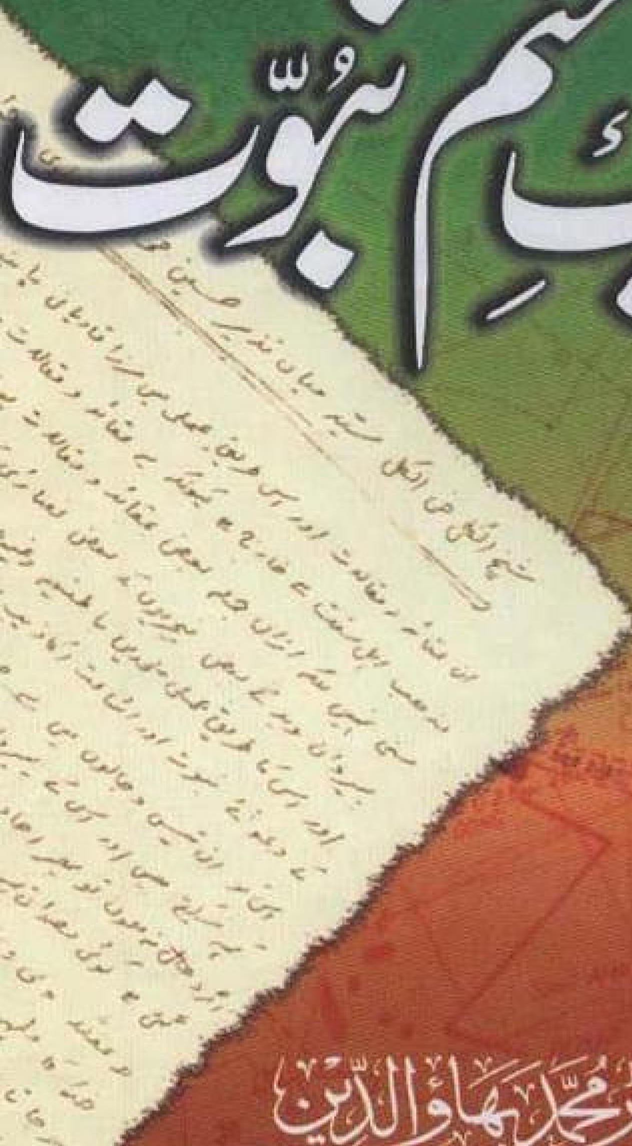

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہفدہم (۱۷)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہفدہم (۱۷)
	تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی ؒ کی خدمات (۲)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۸
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

متفرقات

مباحثہ لدھیانہ قادیانیوں کی نظر میں

مرزائی رسالہ الحق کے جولائی، اگست، ستمبر ۱۸۹۱ء کے شمارہ میں مباحثہ لدھیانہ کے پرچے شائع ہوئے تو اس میں انٹروڈکشن کے عنوان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے امام صلوۃ اور دست راست مولوی عبد الکریم سیالکوٹی نے لکھا ہے:

مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی طرف کافۃ الناس کو بلایا۔ اور اہل پنجاب سے بٹالہ کے شیخوں میں کے ایک بزرگ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اس دعوت کی تردید کیلئے کھڑے ہوئے لوگوں کے اعتقاد کے موافق ان جدید دعووں نے عقاید قدیمہ کی دنیا میں فوق العادت رستخیز پیدا کر رکھی تھی، اور ہر ایک سرسری دیکھنے والے کو بھی وہ عمارتیں جو سراسر ریت پر اٹھائی گئی تھیں اس پرزور سیلاب کی رو، کے صدمہ سے بہتی نظر آنے لگیں۔ مدت کی مانی ہوئی بات کی الفت نے کسی حامی و معاون کی تلاش مشتاقانہ میں نگاہیں چاروں طرف دوڑا رکھی تھیں۔ مولوی محمد حسین کے وجود میں انہیں مغتنم حامی اور عزیز حریف مقابل نظر آیا (انہوں نے) مولوی محمد حسین کو امید وبیم کا مرجع قرار دیا۔ پنجاب کے اکثر مساجد نشین علماء نے بڑے فخر سے ہمارے بٹالوی مولوی صاحب کو اپنا وکیل مطلق قرار دیا۔ سب سے پہلے لاہور کی ایک برگزیدہ جماعت نے جنہوں نے اب تک اپنی عملی زندگی سے ثبوت دیا ہے کہ وہ اسلام کے سچے خیرخواہ اور حق پسند اور حق بین لوگ ہیں، مولوی نورالدین کو جب کہ وہ لودھیانہ میں اپنے مرشد، مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر تھے، بڑے اصرار والحاح سے لاہور بلایا کہ وہ انہیں ان مسائل مشکلہ کی کیفیت پر آگاہ کریں۔ مولوی نورالدین صاحب کی تشریف آوری پر تبعاً وہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ مولوی ابوسعید صاحب کو جو ان دعاوی کے بطلان کے مدعی ہیں، ان کے مقابل کھڑا کر کے جانبین کے اسلامیانہ مباحثہ اور صحابیانہ طرز مناظرہ سے حق دائر کو پالیں مگر افسوس ان کے زعم کے خلاف

ایک حلیم متواضع اور دل کے غریب مولوی کے مقابلہ میں افسوس جناب مولوی ابوسعید صاحب نے صحابہ کے طرز مناظرہ کا ثبوت نہ دیا۔ مشتاقین کی تڑپتی روحوں کے تقاضا کے خلاف اصل بنائے دعوی کو چھوڑ کر مولوی ابو سعید صاحب نے ایک خانہ ساز طومار اصول موضوعہ کو پیش کر کے حاضرین اور بے صبر مشتاقین کے عزیز وقت اور قیمتی آرزوؤں کا خون کر دیا نہ دیا...اور معاملہ جوں کا توں رہ گیا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں کتابیں اور رسالے یکے بعد دیگرے شائع ہونے شروع ہوئے اور فوج فوج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونے لگے....(کچھ لوگوں) کے شرم دلانے سے مولوی صاحب نے پھر کروٹ لی۔ اور آخر کار وہ زور دار دھکوں سے کرہاً لودیانہ پہنچائے گئے اور اس مباحثہ کی بنا پڑنے لگی۔...آخر مباحثہ شروع ہوا۔ ۱۲ روز تک اس کاروائی نے طول پکڑا مگر افسوس نتیجہ پر لدھیانہ کے لوگ بھی پورے معنوں میں اپنے بھائیوں اہل لاہور کی قسمت کے شریک رہے۔ مولوی صاحب نے اب بھی وہی اصول موضوعہ پیش کر دیئے حالانکہ نہایت ضروری تھا کہ وہ بہت جلد اس فتنہ کا دروازہ بند کرتے جو ان کے زعم کے موافق اسلام و مسلمانان کے حق میں شدید مضر ثابت ہو رہا تھا یعنی اگر راستی وحقانیت پر اپنی انہیں پوری بصیرت اور وثوق کامل تھا تو وہی سب سے پہلے ہر طرف سے ہٹ کر اور لایعنی امور سے منہ موڑ کر حضرت مرزا صاحب کے اصل بنائے دعوی یعنی وفات مسیح کی نسبت گفتگو شروع کرتے یہ تو کمزور اور بے سروسامان کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ادھر ادھر پنجے مارتا اور ہاتھ اڑاتا ہے..مگر اس دلی شعور نے کہ وہ واقعی بے سلاح ہیں انہیں اس طرف مائل کیا کہ وہ جوں توں کر کے اپنے منہ کے آگے سے اس موت کے پیالہ کو ٹال دیں وہ نہ ٹلا۔ اور آخر مولوی صاحب پر ذلت کی موت وارد ہوئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب امید ہے کہ وہ حسب قاعدہ کلیہ اس دنیا میں پھر نہ اٹھیں گے چنانچہ لاہوری برگزیدہ جماعت نے بھی انہیں مردہ یقین کر کے اس درخواست میں اور بظاہر زندہ مولویوں کو مخاطب کیا ہے اور ان پر فاتحہ پڑھ دی ہے ہم بھی انہیں روح میں مردہ سمجھتے ہیں اور ان کی موت پر تاسف کرتے ہیں (الحق مباحثہ لدھیانہ، اشاعت دوم، ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲ تا ۷ ملخصاً)

یاد رہے کہ دوست محمد قادیانی اوپر بتا چکا ہے کہ مولانا محمد حسین نے خود لدھیانہ جا کر مرزا قادیانی کو للکارا تھا، اور یہاں مولوی عبدالکریم فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین کو ان کی مرضی کے خلاف اور بڑی مشکل کے

ساتھ مرزا صاحب کے مقابلے میں کھڑا کیا گیا: لائے ہیں کوئے یار سے دوست خبر الگ الگ

مباحثہ میں مرزا صاحب نے آخری پرچہ مخالفین کو نہیں دیا۔ اپنے پاس ہی رکھ لیا اور اس میں چیلنج دیا کہ ۴۰ دن میں روحانی نشان دکھاؤ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ علمی بحث سے میں عاجز آ گیا ہوں۔ اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو روحانی نشانات اور الہام کا دعوی ہی نہیں تھا وہ کیوں نشان دکھائیں؟ اور جب مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے مرزا صاحب کو ان کے چیلنج کے جواب میں روحانی نشان کے لئے دعوت مقابلہ دی تو مرزا صاحب بل میں گھس گئے تھے۔

مرزا صاحب نے اس آخری پرچے میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں محمد حسین کے ساتھ پھر بحث کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس کے دو ماہ بعد جب دہلی میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے انہیں دعوت مباحثہ دی تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں نہ حضرت بٹالویؒ سے مباحثہ کروں گا اور نہ ایسی مجلس میں کسی اور کے ساتھ بھی مباحثہ نہیں کروں گا جس میں حضرت بٹالویؒ موجود ہوں۔

اور مولوی عبدالکریم نے لکھا ہے کہ حکیم نورالدین سے ہونے مباحثہ کے بعد دھڑا دھڑ قادیانی کتب و رسائل شائع ہونے لگے اور لوگ فوج در فوج قادیانیت میں داخل ہونے لگے۔ یہ مباحثہ وسط اپریل ۱۸۹۱ء میں لاہور ہوا تھا، اور وہ خط و کتابت جس کے نتیجے میں مباحثہ لدھیانہ منعقد ہوا، وہ جولائی ۱۸۹۱ء کے نصف اول میں ہوئی ہے۔ ذرا بتایا جائے کہ تین ماہ اس عرصہ میں کون کون سی قادیانی کتب اور رسائل شائع ہوئے ہیں اور کتنی فوجیں قادیانیت میں داخل ہوئی ہیں۔ ہمیں تو یہ محض لفاظی اور مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے۔

مباحثہ لدھیانہ میں بخاری کا حوالہ

مباحثہ لدھیانہ میں مرزا قادیانی نے ایک موقع پر اپنی کسی بات کے اثبات میں بخاری شریف کا ایک حوالہ پیش فرمایا جسے مولانا بٹالویؒ نے چیلنج کیا۔ پھر جو ہوا، اس کے متعلق مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا... مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں اس میں کاتب تھا اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس میں اس وقت یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دکھایا کہ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔

(سیرۃ المہدی۔ حصہ سوم۔ ص ۵)

اور خود مرزا قادیانی، بخاری والے اس حوالے کے متعلق کہتے ہیں:

آپ (بٹالوی) کو تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سنا دیا گیا تھا، جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی، اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجود بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر ناسمجھی کا خیال ہے... اور آپ کو یہ دعوی نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ دنیا کے تمام نسخہ جات بخاری کے قلمی و غیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں... مومن کی شہادت عندالشرح قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رؤیت ماہ رمضان سے تمام دنیا بھر کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی۔ بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔

(روحانی خزائن۔ ازالہ اوہام حصہ دوم۔ ج ۳ ص ۵۷۵)

دعوی تو یہ تھا کہ یہ بات بخاری شریف میں موجود ہے، لیکن جب مطالبہ کیا گیا تو بخاری کی بجائے تلویح کی بات شروع کر دی۔

مباحثہ لدھیانہ میں قادیانی شکست

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی مابین ہونے والے مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء میں قادیانیوں کو شکست فاش نصیب ہونے کی شہادت خود قادیانی کے لٹریچر میں بایں الفاظ موجود ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

ایک بزرگ حاجی حرمین شریفین عبدالرحمٰن نام جنہوں نے دو حج کیۓ ہیں مرید خاص حضرت حاجی منشی احمد جان.. ساکن لودہیانہ جو مرد پیر بعمر قریب ۸۰ سال کے ہیں اپنی ایک رؤیا میں بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے، جس روز مولوی محمد حسین صاحب کی آپ سے یعنی اس عاجز (مرزا) سے بحث ہوئی تھی، رات کو خواب میں دیکھا کہ میاں صاحب یعنی حاجی احمد جان نے مجھے اپنے مکان پر بلایا ہے۔ چنانچہ میں گیا اور ہم پانچ آدمی ہو گئے اور سب مل کر حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کے پاس گئے۔ اس وقت حضرت اویس قرنی خرقہ رسول ﷺ پہنے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے ہم سب اور اویس قرنی آنحضرت ﷺ کے دربار میں پہنچے۔ اور اویس قرنیؒ نے وہ خرقہ آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور عرض کی کہ آج اس خرقہ کی توہین ہوئی اور اس کی حرمت آپ کے اختیار میں ہے۔ آپ ہی کی طرف سے تھا میں صرف ایلچی تھا۔ تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے دہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ اور بائیں طرف حضرت عیسیٰؑ بیٹھے تھے۔ اور سامنے آپ یعنی یہ عاجز (مرزا) کھڑا ہے اور ایک طرف مولوی محمد حسین کھڑا ہے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ وہ فوت شدہ لوگوں کو دوبارہ دنیا میں بھیجتا اور میں بھیجا جاتا تو مجھ سے بھی دنیا کے لوگ یونہی پیش آتے جیسا کہ ان کے ساتھ آئے (یعنی اس عاجز مرزا کے ساتھ)۔ (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۸۳۷)

اس خواب سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔مولانا محمد حسین کو دربار رسالت میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔

۲۔مرزائی، خواجہ اویس قرنی کو ساتھ لے کر آنجناب ﷺ کی خدمت میں توہین مرزا کی شکایت کرنے گئے۔

۳۔اس دور کے مرزائیوں کو بخوبی علم تھا کہ مباحثہ لدھیانہ مرزا صاحب کو ذلت نصیب ہوئی ہے۔

۴۔مرزائیوں کی شکایت پر حضور ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی۔نہ محمد حسین کو کوئی تنبیہ فرمائی، نہ ڈانٹ پلائی۔

۵۔مرزائیوں کی شکایت پر توجہ نہ فرما کر حضور ﷺ نے محمد حسین کی خدمت کو شرف قبول عطا فرمایا ہے۔

اور یہ ساری باتیں مرزا قادیانی کی اپنی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔

لدھیانہ سے اخراج بعد از مباحثہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

بعض دوستوں کے خط پہنچے کہ جیسے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بعد مباحثہ شہر لودھیانہ سے حکماً نکالے گئے، یہی حکم اس عاجز کی نسبت ہوا ہے۔سو واضح رہے کہ یہ افواہ سراسر غلط ہے۔ہاں یہ سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ شہر بدر کئے گئے لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج صادر نہیں ہوا۔چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر لدھیانہ لکھی جاتی ہے

از پیش گاہ مسٹر ڈبلیو چیوس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔چٹھی آپ کی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ وسماعت ہو کر بجوابش تحریر ہے کہ آپ کو بمتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لودھیانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔المرقوم ۶۔اگست ۱۸۹۱ء۔دستخط صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر (یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے صفحہ آخر پر ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص۲۹۲۔۲۹۳)

اور مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود احمد نے لکھا ہے:

ڈپٹی کمشنر نے ان (علماء) کے سردار (محمد حسین) کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا (تحفہ شاہزادہ ویلز۔ص ۵۴)

اور تاریخ احمدیت کا مرتب دوست محمد قادیانی لکھتا ہے:

لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے اس لئے ان (مولوی محمد حسین) کو لدھیانہ سے رخصت کر دینے کا حکم دیا۔ اس کام کے لئے ڈپٹی کمشنر نے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کریم بخش تھانہ دار کو مقرر کیا۔ ان لوگوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سنایا اور وہ لدھیانہ سے چل دیئے۔ پھر وہ حضرت (مرزا) صاحب کے پاس حاضر ہوئے، اور سڑک پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت صاحب نے ان کو فوراً اندر بلا لیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر کا پیغام لائے تھے کہ لدھیانہ میں فساد کا اندیشہ ہے، بہتر ہے آپ کچھ عرصہ کے لئے یہاں سے تشریف لے جائیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا کہ اب ہمارا یہاں کوئی کام نہیں ہے اور ہم جانے کو تیار ہیں لیکن سردست ہم سفر نہیں کر سکتے کیونکہ بچوں کی طبیعت اچھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ خیر کوئی بات نہیں ہم ڈپٹی کمشنر سے کہہ دیں گے ...اس کے بعد حضرت صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے اور ایک چٹھی ڈپٹی کمشنر کے نام لکھ کر لائے جس میں اپنے خاندانی حالات اور اپنی تعلیم وغیرہ کا ذکر فرمایا اور بعض خاندانی خطوط کی نقول بھی منسلک کر دیں۔ چٹھی کا انگریزی ترجمہ منشی غلام قادر صاحب فصیح نے کیا۔ دراصل ڈپٹی دلاور علی صاحب کو ڈپٹی کمشنر کا حکم سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کا منشا صرف مولوی بٹالوی صاحب کا اخراج تھا۔ تاہم یہ چٹھی ارسال کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود احتیاطاً لدھیانہ سے امرتسر تشریف لے آئے۔ (تاریخ احمدیت۔ج ۲۔ص ۲۴۶۔۲۴۷)

یعنی اگر مولانا بٹالوی کو لدھیانہ سے جانے کے لئے کہا گیا تھا تو یہی بات سرکاری کارندوں نے مرزا صاحب سے بھی کہی کہ وہ لدھیانہ سے چلے جائیں۔ مرزا صاحب نے سو پیاز بھی کھائے اور...، کہ انگریزوں سے وفاداریوں اور جنگ آزادی لڑنے والوں سے غداریوں کی داستان بھی انگریز کو سنائی، اور شہر لدھیانہ سے بھی نکلے۔ ہم یہاں مرزا صاحب کو اخراج کے حکم کے متعلق ایک اور قادیانی روایت پیش کئے دیتے ہیں۔ سن لیجئے۔ میر عنایت علی (جنھوں نے آٹھویں نمبر پر مرزا قادیانی کی بیعت کی تھی وہ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

محرم بھی قریب تھا، پولیس کپتان اور ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے باہمی تجویز کی کہ ایسا نہ ہو کہ اس مباحثہ کے نتیجہ میں فساد ہو جائے، اس لئے حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو لدھیانہ سے رخصت کرنے کے لئے ڈپٹی دلاور علی صاحب اور کرم بخش صاحب تھانیدار مقرر کئے گئے پہلے وہ مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور انہیں سٹیشن پر روانہ کر آئے۔ پھر وہ حضور (مرزا) کے پاس آئے اور آکر ادب سے باہر کھڑے رہے۔ پہلے اطلاع کے لئے ایک سپاہی بھیجا۔ اس وقت حضرت (مرزا) صاحب کے پاس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی میر عباس علی شاہ صاحب اور یہ خاکسار (عنایت علی) بیٹھے تھے۔ جب سپاہی نے اطلاع دی کہ ڈپٹی دلاور علی صاحب باہر کھڑے ہیں اور حضور سے تخلیہ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں، تو حضور (مرزا) نے ہم خدام کو باہر چلے جانے کے لئے فرمایا، اور سرکاری نمائندوں کو اندر بلا لیا۔ وہ تیس منٹ کے قریب اندر رہے، پھر باہر آئے اور ہم اندر چلے گئے۔ دریافت کرنے پر حضور (مرزا) نے ڈپٹی کمشنر کا پیغام سنایا اور بتایا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو رخصت کر آئے ہیں اور مجھے بھی پیغام دیا ہے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ بہت اچھا۔ ہمارا لدھیانہ میں کیا رکھا ہے، چلے جائیں گے۔ لیکن سردست ہم سفر نہیں کر سکتے۔ ہمارے بچوں کی صحت اچھی نہیں (میرا خیال ہے کہ بچہ تو مرزا صاحب کا ان دنوں ایک ہی تھا جس کا نام مرزا محمود احمد تھا، دوسرا بیٹا مرزا بشیر احمد اس کے بعد پیدا ہوا ہے، اور بشیر اول اور عصمت فوت ہو چکے تھے، اور مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد تو عمر رسیدہ، شادی شدہ تھے اور ان دنوں مرزا صاحب کے ساتھ لدھیانہ میں بھی نہیں تھے۔ بہاء)۔ اس پر ڈپٹی دلاور علی صاحب نے جواب دیا کہ میرا ایک عرصہ سے حضور کی ملاقات کو دل چاہتا تھا، اچھا ہوا کہ خدا نے ایسا اتفاق پیدا کر دیا کہ مجھے زیارت کا موقع مل گیا۔ میں ڈپٹی کمشنر سے خود بھی کہونگا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ حضور اتنا بتا کر اندر تشریف لے گئے اور ایک پرچہ بنام ڈپٹی کمشنر لکھ کر لے آئے اور فصیح صاحب کو انگریزی ترجمہ کے لئے دیا کہ اس کو مع نقول اسناد خاندانی بھیج دیں۔ وہ چٹھی جب ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچی تو اس نے اسی وقت سپرنٹنڈنٹ ضلع کے حوالہ کر دی اور کہا کہ مرزا صاحب مولوی نہیں، رئیس ہیں، اسی وقت جواب دیا جائے کہ مرزا صاحب جب تک چاہیں لدھیانہ میں ٹھہر سکتے ہیں... سپرنٹنڈنٹ نے سرکاری طور سے چٹھی لکھی اور حضرت اقدس لدھیانہ میں ٹھہرے رہے۔

(الفضل ۴ جون ۱۹۴۲ء ص ۳۔ منقول از مرزائے قادیان کے دس جھوٹ از محمد ابراہیم کمیر پوری ص ۷۰۔ ۷۱)

الفضل سے یہ عبارت نقل کر کے مولانا ابراہیم کمیر پوری مرحوم نے پوچھا:

مرزائی دوستو! بتاؤ کہ مرزا جی کو لدھیانہ سے اخراج کا حکم ہوا تھا یا نہیں؟ اور کیا کارندوں نے اس سے لاعلمی میں دستخط کرا لئے تھے یا ڈپٹی کمشنر نے پولیس کپتان کے باقاعدہ مشورہ کے بعد اخراج کا حکم جاری کیا تھا؟

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت میں لکھا ہے مرزا صاحب لدھیانہ میں مقیم رہے، اور اس سے پہلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب لدھیانہ سے امرتسر چلے گئے تھے۔

اور جہاں تک ڈپٹی کمشنر کے خط کی بات ہے جو مرزا قادیانی نے اوپر نقل کیا ہے، اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا کے اخراج کا حکم نہیں ہوا تھا۔ اس خط کا مطلب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری درخواست برائے قیام بوجہ بچوں کی بیماری وغیرہ منظور کرتے ہیں اور ٹھہرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

قادیانی اشتہار واجب الاظہار یکم اگست ۱۸۹۱ء

مناظرہ لدھیانہ سے اگلے ہی روز مرزا قادیانی اپنی ہزیمت کو بھلا کر کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور یکم اگست ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار واجب الاظہار شائع فرمایا اور لکھا:

مولوی محمد حسین صاحب کے سوالات کے جواب میں ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ اس عاجز نے ایک قطعی فیصلہ کرنے والا مضمون سنایا جس کو سنتے ہی مولوی صاحب کے چھکے چھوٹ گئے اور تمام سمجھ دار اور منصف مزاج لوگوں نے معلوم کر لیا کہ مولوی صاحب کا سارا تانا بانا بیک دفعہ ٹوٹ گیا...

فریقین کے بیانات دس جزو تک پہنچ چکے تھے اور لوگ سخت معترض تھے کہ اصل بحث کیوں شروع نہیں کی جاتی۔ مولوی صاحب کو اس وقت آخر مضمون میں یہ بھی سنا دیا گیا کہ اب ہم تمہیدی بحث کو ختم کرتے ہیں آپ نے بھی بہت کچھ لکھ لیا اور ہم نے بھی۔ اب اس بے سود بحث کو بند کرنا چاہیے اور اصل بحث کو شروع کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب اسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ اصل بحث کی طرف آویں...اب یہ اشتہار صرف

اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ اگر مولوی صاحب کی نیت بخیر ہے تو اب بھی اصل مسئلہ میں بحث تحریری کر لیں۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی بالکل فضول ہے کہ وہ اکابر محدثین کی طرح فن حدیث میں مہارت تمام رکھتے ہیں، بلکہ بات بات میں ان کی ناسمجھی اور غباوت مترشح ہو رہی ہے اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی حدیث دانی بھی لوگوں پر ظاہر کروں ...وہ اصل مطلب (حیات وممات مسیح) پر میرے ساتھ کیوں نہیں بحث کرتے۔ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہوگئی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔

ہاں ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ پڑھا گیا تھا مولوی صاحب کو نقل نہیں دی کیونکہ مولوی صاحب بباعث ارتکاب جریمہ عہد شکنی وترک تہذیب اور توڑ دینے تمام شرطوں کے اپنے تمام حقوق کو اپنی ہی کرتوت کی وجہ سے کھو بیٹھے حاضرین جو قریباً تین سو کے موجود ہوں گئے تھے جن میں بعض معزز رئیس شہر کے اور صاحبان اڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور نور افشان لودیانہ بھی تھے، اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مولوی صاحب بے صبر ہو کر برخلاف شرط قرار یافتہ اس عاجز کے مضمون پڑھنے کے وقت چپ رہ کر سن نہیں سکتے ...بہر حال وہ شرائط شکنی کے بعد اس بات کے مستحق نہ رہے کہ انہیں مضمون ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کی نقل دی جاتی۔ اور یاد رہے کہ ان کے ۷۶ صفحے کے مضمون میں بجز بے تعلق باتوں اور بدزبانی اور افتراء کے خاک بھی نہیں تھا، اور بدزبانی سے یہاں تک انہوں نے کام لیا کہ امام بزرگ حضرت فخر الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان بلند میں سخت تحقیر کے الفاظ استعمال کئے۔ بالآخر میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لئے بآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اصل مسئلہ کے متعلق ضرور بصد ضرور میرے ساتھ بحث کریں مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے جہاں اعلیٰ درجہ کے فہیم ذکی تعلیم یافتہ اور متین اشخاص اور رؤساء شامل ہو سکتے ہیں اور مولوی صاحب کو غیر متعلق گفتگو چھیڑنے اور خلط مبحث کرنے اور انہیں بدزبانی اور خلاف تہذیب کلمات منہ سے نکالنے اور کسی شرط مقررہ کو توڑنے سے روکنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ نیز ان میں سے بعض نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ امن وغیرہ کا انتظام بھی ہمارے سپرد ہوگا و السلام علی من اتبع الھدی

ضروری نوٹ: اب مولوی (محمد حسین) صاحب اپنے کارخانہ کی ترقی کے لئے بہتانوں پر آ گئے ہیں، منجملہ ان کے ایک بڑا بہتان یہ لگایا ہے کہ گویا، میں صحیح بخاری اور مسلم کا منکر ہوں۔ اس کے جواب میں بجز علی الکاذبین اور کیا کہا جا سکتا ہے ہر ایک مسلمان پر واضح رہے کہ میں بسر وچشم صحیحین کو مانتا ہوں۔ ہاں کتاب اللہ قرآن کریم کو نمبر اول اور ان سے مقدم سمجھتا ہوں، مگر بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین رکھتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔ ہاں صرف اتنا کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ وزیادت ہرگز جائز نہیں۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی یکم اگست ۱۸۹۱ء

حاشیہ (میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں): اے ناظرین ذرا توجہ کرو۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل خدا تعالی کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگائیں دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول ص ۲۲۶۔۲۲۹)

مندرجہ بالا اشتہار کے علاوہ مرزا قادیانی نے اپنی خفت کو مٹانے، اور حصول شہرت، اور نیز یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ لدھیانہ میں گریز ان کی طرف سے وقوع میں نہیں آیا، اپنے مریدوں سے علماء کو خطوط لکھوانے شروع کر دیئے کہ محمد حسین بٹالوی کا طرز بحث غیر مناسب تھا، اس لئے اب آپ لوگ مقابلے پر نکلیں اور لاہور تشریف لا کر مباحثہ کریں۔ یاد رہے کہ ان مدعووین میں اکثریت ان افراد کی تھی جو مرجع خلائق تھے اور معمر ہونے کے ساتھ دور دراز علاقوں میں رہتے تھے مثال کے طور حضرت میاں نذیر حسین کی عمر ان دنوں ۹۰ برس کے گرد پیش تھی اور وہ دہلی میں رہتے تھے، خواجہ الہ بخش تونسوی پنجاب کے دور دراز مقام تونسہ میں اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں میں جو ایک بعید مسافت پر واقع تھا اور ۱۸۹۱ء میں ذرائع آمد ورفت زمانہ حال کی طرح نہ تھے۔ ایسے بزرگوں کو بلایا نہیں جاتا بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض احوال کی جاتی ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کے مریدوں کے دو خط ملاحظہ فرمائیے۔

لدھیانہ سے قادیانیوں کا خط بنام علماء اسلام

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی، خواجہ نظام الدین صاحب بریلوی و خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والا، و خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑوی۔

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته ۔ ہم سب لوگ جن کے نام اس خط کے نیچے درج ہیں آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مصنف کتاب براہین احمدیہ آج کل لودیانہ میں آئے ہوئے ہیں اور بڑے زور شور سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ حضرت عیسی مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں. اور دوسرے مردوں کی طرح جنود ارواح گذشتہ میں داخل ہیں۔ پھر اس عالم میں کسی طرح نہ آئیں گے. اور اس زمانہ کیلئے جس مسیح کی روحانی طور پر آنے کی خبر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہے وہ مسیح موعود میں ہوں۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت قرآن شریف کی آیتیں بکثرت پیش کرتے ہیں اور اقوال صحابہ اپنے تائید دعوی میں لاتے ہیں۔ اور اس دعوی کے ثبوت میں تین کتابیں ایک فتح اسلام، دوسری توضیح مرام، تیسری ازالہ اوہام، بڑی شد و مد سے شرح وبسط سے تصنیف کی ہیں، اور روز بروز ان کے سلسلہ کو ترقی ہے۔ اور معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ چوداں (۱۴) عالم فاضل متبحر آج تک ان کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ عجیب انقلاب دیکھ کر حق کے طالب نہایت حیرت میں ہیں کہ ایک طرف تو ان کی جماعت ترقی پر ہے اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیا کنارہ کش ہیں۔ اگر کوئی مولویوں میں سے بحث کرنے کے لئے آتا بھی ہے تو مغلوب ہو کر ایک طور سے اور بھی اس سلسلہ کو تائید پہنچاتا ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو پنجاب میں مشہور عالم ہیں بحث کرنے کے لئے آئے، جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اور بھی کئی شخص ان کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ اور ایک بڑی خجالت کی یہ بات ہوئی کہ مرزا صاحب نے روحانی طور پر بھی ایک تصفیہ کی درخواست کی کہ تم بھی دعا کرو اور ہم بھی دعا

کریں، تا مقبول اور اہل حق کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو۔ لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرف رخ بھی نہ کیا۔ اب التماس یہ ہے کہ آپ اکابر جلیل القدر صوفیاء اور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ اور فاضل اور مشاہیر علماء سے ہیں، آپ سے بڑھ کر اور کس کا حق ہے کہ دونوں طریق سے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر آپ مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلہ اور موازنہ کریں اور دونوں طور سے بحث کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ ہم نے مرزا صاحب سے منظور کرالیا ہے کہ ہم (جن کے نام خط ہے) بلواتے ہیں۔ وہ آپ سے دونوں طور ظاہری و باطنی مقابلہ کریں گے اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور اب تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول از آسمان کرنے پر دلائل قاطعہ اور نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں گے اور نیز باطنی طور پر اپنی کچھ کرامات بھی دکھائیں گے۔ پھر اگر آپ نے (جن کے نام خط ہے) ان سے دونوں طور ظاہری اور باطنی میں مقابلہ نہ کیا اور بھاگ گئے، تو ہم سخت مخالف بن کر آپ کی اس ہزیمت کو شہرت دیں گے بلکہ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوا لیا ہے جس کی نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور ہم نے حلف کے طور پر وعدہ کرلیا ہے ضرور وہ صاحب (جن کے نام خط ہے) ان دونوں طور کی بحثوں کے لئے لودہانہ میں تشریف لے آئیں گے کیونکہ نازک وقت پہنچ گیا تھا۔ اور لوگ جوق در جوق ان کی پیروی اختیار کرتے جاتے ہیں ایسے وقت میں اگر بزرگان دین اور علماء اہل یقین جس میں ہزارہا مسلمان کا ایمان تلف ہو، کام نہ آئے تو کب آئیں گے۔ ہاں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب سے قسم کھا کر یہ بھی وعدہ کرلیا ہے کہ اگر (جن کے نام خط ہے) اس بحث کے لئے تشریف نہ لائے تو پھر یہ بات پنجاب اور ہندوستان کے اخباروں میں چھپوا دیں گے کہ وہ گریز کر گئے اور وہ حق پر نہیں ہیں۔ لہذا ہم سب لوگ ادب سے اور عاجزی سے آپ کی خدمت میں خواستگار ہیں کہ آپ حسبۃً للہ اس کام کے لئے ضرور تشریف لاویں اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچاویں۔ ورنہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ناچار ایفاء عہد کے لئے آپ کا گریز کرنا حتی الوسع تمام اخباروں میں شائع کردیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مرزا غلام احمد صاحب نے گریز کی، تو اس سے دس حصہ زیادہ اخباروں کے ذریعہ سے ان کی قلعی کھولی جائے گی اور ہمیں یقینی طور پر امید ہے کہ آپ دونوں طور کی بحث کے لئے ضرور تشریف لے آئیں گے اور قیامت کی باز پرس سے اپنے آپ کو بچائیں گے۔ لہذا ہم نے ایک ایک نقل اسی درخواست کی چند اخباروں میں بھیج دی

ہے اور آخری نتیجہ کا مضمون جو کچھ بعد اس کے ہوگا، چھپنے کے لئے بھیجا جائے گا آپ جلد تشریف لاویں۔ سب مخلصین منتظر ہیں۔ ہم آپ کے جواب کا آج کی تاریخ سے کہ ۱۸ محرم مطابق ۲۴۔ اگست ۱۸۹۱ء ہے، ایک ماہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ تک خدانخواستہ آپ تشریف نہ لائیں تو ناچار عہد کے موافق کلمات حقہ آپ کی نسبت شائع کر دیئے جائیں گے۔ اور واضح رہے کہ ہم تین فریق کے آدمی ہیں بعض ہم میں سے مرزا صاحب کے مرید ہیں اور بعض حسن ظن رکھنے والے، اور بعض نہ حسن ظن رکھنے والے اور نہ مرید ہیں۔ لیکن ہم سب حق کے طالب ہیں۔ الحق حق۔ و السلام۔

ابو اللمعان سراج الحق نعمانی سرساوی، شیخ نور محمد ہانسوی، شیخ عبدالحق لودیانوی، قاضی خواجہ علی ٹھیکیدار شکرم، محمد خان ساکن کپورتھلہ، حافظ حامد علی لدھیانوی، سید عباس علی صوفی، مولوی محمود حسن مدرس، منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے، مولوی افتخار احمد ابن سجادہ نشین منشی احمد جان لدھیانوی، حافظ نور احمد تاجر پشمینہ لدھانوی، سائیں بہادر شاہ لودھانوی، جیوا تاجر پشمینہ لدھیانوی، حافظ محمد بخش تاجر لدھیانہ، مولوی چراغ دین مدرس مشن سکول لدھیانہ، قاضی عبدالمجید شاہزادہ لدھیانہ، ماسٹر محمد بخش لودھیانہ، مولوی نظام الدین لدھیانہ مولوی تاج محمد ساکن بھوکڑی علاقہ لدھیانہ، مولوی نور محمد ساکن ملکوٹ علاقہ لدھیانہ، مولوی عبداللہ مجتہد لودھانہ،، مولوی الہ دیا واعظ لدھیانہ، ماسٹر قادر بخش لدھیانوی، میر عنایت علی لدھیانوی، محمد عبدالحکیم خان طالب علم میڈیکل کالج لاہور، نواب عشرت علی خان لدھیانوی، گلاب خان دفعدار لدھانوی، عبدالکریم خان کلرک نہر لدھیانوی ، مولا بخش ماسٹر لدھیانہ شہاب الدین لدھیانوی، حاجی عبدالرحمٰن لدھیانوی، محمد قاسم خوش نویس لدھانوی، غلام ربی لدھانوی وغیرہ وغیرہ.. وغیرہ۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول ص ۲۷۴۔۲۷۹)

مکتوب مرزا قادیانی بنام علماء ۲۳۔ اگست ۱۸۹۱ء

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

یہ خط جو جماعت مسلمانان لدھیانہ وغیرہ نے لکھا ہے میں نے اول سے آخر تک پڑھا۔ مجھے ہر طرح منظور و مقبول ہے کہ الہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑ وی یا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی یا نظام الدین صاحب بریلوی یا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی یا غلام فرید صاحب چاچڑاں والا ظاہری و باطنی طور پر بحث کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ مجھے تحریری و زبانی طور پر بحث منظور ہے، کچھ عذر نہیں۔ اور باطنی طور پر مقابلہ کرنا خود میرا منشاء ہے۔ کیونکہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ خداوند قدیر میرے ساتھ ہے وہ ہر یک راہ میں میری مدد کرے گا۔ غرض میں بلا عذر ہر طرح حاضر ہوں اور مباحثہ لاہور میں ہو کہ وہ مقام صدر ہے اور رئیس لاہور امن وغیرہ کے ذمہ دار ہو گئے ہیں۔

راقم: میرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود ۲۳۔ اگست ۱۸۹۱ء مطابق ۱۷۔ محرم ۱۳۰۹ محلّہ اقبال گنج لودھیانہ۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۷۷۔ ۲۸۱)

لاہور سے قادیانیوں کا خط بنام علماء اسلام

مولوی محمد لکھوکے، مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے، مولوی عبیداللہ بنتی ۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ۔ مولوی غلام دستگیر قصوری ۔ مولوی عبدالجبار غزنوی ۔ مولوی سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی احمداللہ امرتسری، مولوی محمد سعید بنارسی، مولوی محمد احسن امروہی وارد بھوپال ۔ مولوی نورالدین حکیم، مولوی عبد اللہ ٹونکی، ازطرف اہل اسلام لاہور، بالخصوص حافظ محمد یوسف ضلعدار وخواجہ امیرالدین ومنشی عبدالحق ومنشی شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام ومرزا صاحب ہمسایہ خواجہ امیرالدین صاحب ومنشی کرم الٰہی وغیرہ وغیرہ

السلام علیکم و رحمة الله و بركاته ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں، آپ سے مخفی نہیں ۔ ان کے دعاوی کی اشاعت اور ہمارے آئمہ دین کی خاموشی نے مسلمانوں کو جس ترددا ور اضطراب میں ڈال دیا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں ۔ اگرچہ جمہور علماء موجودہ کی بے سود مخالفت اور خود مسلمانوں کے پرانے عقیدہ نے مرزا صاحب کے دعاوی کا اثر عام طور پر پھیلنے نہیں دیا، مگر تاہم اس امر کے بیان کرنے کی بلاخوف تردید جرأت کی جاتی ہے کہ اہل اسلام کے قدیمی اعتقاد نسبت حیات ونزول عیسی بن مریم میں بڑا اتزلزل واقع ہوگیا ہے ۔ اگر ہمارے پیشوا یان دین کا سکوت یا ان کی خارج از مبحث تقریر اور تحریر نے کچھ اور طول پکڑا تو احتمال کیا بلکہ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام علی العموم اپنے پرانے اور مشہور عقیدہ کو خیر باد کہہ دیں گے، تو پھر اس صورت اور حالت میں حامیان دین متین کو سخت تر مشکل کا سامنا پڑے گا ۔ ہم لوگوں نے جن کی طرف سے یہ درخواست ہے اپنی تسلی کے لئے خصوصاً اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لئے عموماً کمال نیک نیتی سے بڑی جد وجہد کے بعد ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی حکیم نوردین صاحب کے ساتھ (جو مرزا صاحب کے مخلص معتقدین میں سے ہیں) مرزا

صاحب کے دعاوی پر گفتگو کے لئے مجبور کیا (طنبورہ من چی می سرائد؟ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ آپ کا اس میں دخل ہی نہ تھا، آپ تو محض تماشائی تھے۔ بلانے والے کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کو ان ہی سے مباحثہ کے لئے بلایا گیا۔ اور محمد حسین کو مجبور کر کے بڑی کاوش کے بعد میدان میں لایا گیا۔ یعنی اصل شخص اس میں محمد حسین ہے۔ اور پھر یہ ہوا کہ جب بحث شروع ہوئی تو حکیم صاحب اسے ناتمام چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اس واقعہ کے دو تین روز بعد پھر لاہور تشریف لائے لیکن مباحثہ کا نام تک نہ لیا۔ بہاء) مگر نہایت ہی حیرت ہے یہ کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشاء اور مدعا کے خلاف مولوی ابوسعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعووں سے جو اصل مضمون تھا، قطع نظر کر کے غیر مفید امور پر بحث شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متر ددین کے شبہات کو اور تقویت ہوگئی اور زیادہ تر حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد لدھیانہ میں مولوی ابوسعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ تیراں روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کی بحث سے ہوا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر مضر۔ کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف نہ گئے اگر چہ جیسا کہ سنا گیا ہے اور پایہ اثبات کو بھی پہنچ گیا ہے مرزا صاحب نے اثناء بحث میں بارہا اپنے دعووں کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کرنے کی سعی کی چونکہ علماء وقت کے سکوت اور بعض بے سود تقریر و تحریر نے مسلمانوں کو علی العموم بڑی حیرت اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اس کے سوا ان کو اور کوئی چارہ نہیں کہ اپنے امامان دین کی طرف رجوع کریں، لہذا ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں نہایت مئودبانہ اور محض بنظر خیر خواہی برادران اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ وفساد کے وقت میدان میں نکلیں اور اپنے خداداد نعمت علم اور فضل سے کام لیں اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعاوی پر بحث کر کے مسلمانوں کو ورطہ تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عندالناس مشکور عنداللہ ماجور ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ جن کی ذات پر مسلمانوں کو بھروسہ ہے خاص لاہور میں مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعوے میں بالمشافہ تحریری بحث کریں۔ مرزا صاحب سے ان کے دعوی کا ثبوت کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ سے لیا جاوے یا ان کو اس قسم کے دلائل بینہ سے توڑا جائے ہماری رائے میں مسلمانوں کی تسلی اور رفع تردد کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ اگر آپ اس طریق بحث کو منظور فرماویں (اور امید واثق ہے کہ آپ اپنا ایک اہم منصبی اور مذہبی فرض یقین کر کے محض ابتغاء لوجہ اللہ و ہدائے خلق اللہ ضرور قبول فرماویں گے) تو اطلاع بخشیں تا کہ مرزا صاحب سے بھی اس

بارہ میں تصفیہ کر کے تاریخ مقرر ہو جاوے اور آپ کو لاہور تشریف لانے کی تکلیف دی جاوے تمام انتظام متعلقہ قیام امن وغیرہ ہمارے ذمہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالی آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔ جواب سے جلدی سرفراز فرماویں۔ والسلام۔ (از ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۹۱ء ص ۱)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۷۹۔۲۸۲)

توفی کے لفظ کی نسبت قادیانی اشتہار بمقابلہ شیخ الاسلام

ادھر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ سے لدھیانہ میں شکست یاب ہونے کے باوجود مرزا صاحب نے ان سے بھی، چھیڑ خوبان سے چلی جائے اسد، کے مصداق چھیڑ چھاڑ بھی جاری رکھی ہوئی تھی جیسا کہ ان کے درج ذیل اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے۔

توفی کے لفظ کی نسبت نیز الدجال کے بارے میں ہزار روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بر طبق آیت فیھا تحیون و فیھا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں، اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ بایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا، اور حیات دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنی وفات دینا نہیں ہے، بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لینا۔ مگر ایسے معنی کرنا ان کا سراسر افتراء ہے۔ قرآن کریم

کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدا تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کی مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ یا اشعار وقصائد ونظم و نثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے، یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی ان کا ہم خیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرالیں یا تمسک لکھالیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعوی کیا ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنی پورا لینے کے ہیں یعنی جسم اور روح کو بہ ہیئت کذائی زندہ ہی اٹھالینا، اور وجود مرکب جسم اور روح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا، بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنی سے انکار کر کے یہ شرطی اشتہار ہے۔

ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجال کے لفظ کی

نسبت جو بخاری اور مسلم میں جا بجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعوی کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں، بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لئے بھی مستعمل ہے اور اس دعوی کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعوی کیا ہے۔ سو اس وسیع معنی الدجال سے انکار کر کے اور یہ دعوی کر کے کہ یہ لفظ الدجال کا صرف دجال معہود کے لئے آیا ہے اور بطور علم کے اس کے لئے مقرر ہو گیا ہے یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہم خیال علماء نے لفظ توفی اور الدجال کی نسبت اپنے دعوی متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھہریں گے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شائع کر دے گا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہم خیال فاضل اور واقعی طور پر محدث اور مفسر اور رموز اور دقائق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ دقائق وحقائق بلکہ سطحی معنوں قرآن وحدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں۔ اور در پردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کر کے اپنے گھر کے ایک نئے معنی گھڑتے ہیں۔

ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مردہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنی ہے اور نیند اور بے ہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے توفی کا لفظ کہیں دکھلاوے مثلاً یہ کہ توفاہ اللہ مأۃ عامٍ ثم بعثہ تو ایسے شخص کو بھی بلاتوقف ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از لدھیانہ (یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ اول بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس کے صفحہ ۱۹۷ پر ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۸۴۔ ۲۸۶)

دہلی اور پٹیالہ میں قادیانی شکست

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ (صفحہ ۲ تا ۱۰۸) میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء) میں فاش شکست پائی تو پہلے اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس مضمون کا دعوی کیا کہ میں پھر بمقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہوں جس کا جواب اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو یہ دیا گیا کہ ہم آپ کے مناظرہ کیلئے ہر وقت حاضر ومستعد ہیں، لاہور میں کریں، خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن ومولد قادیان میں ہو تو نہایت مناسب ہے تا کہ مقولہ صادقہ: دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید، پر بھی عمل ہو جائے۔.. اس جواب سے اس کے دانت کھٹے ہوئے تو پھر آپ دہلی پہنچے۔ اور وہاں جا کر ایک شیخ وقت اور مستند العصر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین محدث کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس میں آپ یہ سوچ بیٹھے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نااہلی کی نظر سے مجھے مخاطب نہ بنائیں گے، اور ابو سعید محمد حسین اتنی دور نہ آئیں گے کیونکہ دہلی دور است مثل مشہور ہے۔ چلو اس میں کام ہوا۔ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور میدان ہاتھ میں آیا۔ مگر بدقسمتی سے ایک نابینا کے کہنے سے اس اشتہار میں، جس میں حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا، مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی، جو شیخ وقت کے تلامذہ سے ہیں، کا نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو مولوی صاحب ہی ان کی خدمت گذاری کو حاضر ومستعد ہو گئے۔ پھر خادم قوم (محمد حسین) دہلی پہنچا، اور اپنے شیخ وشیخ الکل کی طرف سے مباحثہ کیلئے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو قادیانی صاحب مولوی صاحب موصوف سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے اور اس کو شروط ناجائز کی آڑ کھڑی کر کے (۱۔ ڈپٹی کمشنر کی خاص اجازت میرے نام سے آوے، ۲۔ جلسہ میں یورپین افسر موجود ہو۔ ۳۔ گفتگو یوں ہو کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے لوگوں کو سنائیں، یہ نہ ہو کہ سوال وجواب زبانی ہوں اور دو منشی ان کو لکھتے جائیں) ٹلا رہے تھے۔ مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبدالحق کے مکان پر بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر وملتمس ہوئے کہ میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔

مجھے حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دیا کہ آپکا نام بھی اشتہار میں شامل کر دیا۔ میں تو غیر مقلدین سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تو ہمارے بھائی ہیں اور ایسے اور ایسے ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ گرانے سے بھگانا اچھا ہوتا ہے، اور آپ کو یہ جواب دیا کہ تم بذریعہ اشتہار اس مباحثہ سے انکار کرو گے تو ہم بھی دست بردار ہو جائیں گے۔ اس پر مرزا قادیانی نے ٦۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور مولوی عبدالحق سے گفتگو کرنے سے انکار کیا اور صرف حضرت شیخ الکل سے مباحثہ کا دعوی قائم رکھا۔ مگر بدقسمتی سے ان کے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا، جس کی وجہ ہماری ہی ایک حکمت عملی اور تدبیر عقلی تھی جو آپ کے ایک سادہ لوح حواری کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھی۔ اس اشتہار میں آپ نے یہ مضمون لکھا:

اس عاجز کے اشتہار ۲، اکتوبر میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق کا نام بھی درج کیا تھا، مگر عندالملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک گوشہ گزین آدمی ہیں، اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق وشقاق کا اندیشہ ہوطبعاً کارہ ہیں، اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں، اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزیں ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں، ان کاموں کا اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کرلیں۔؛ اور اگر انہوں نے بقبول شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کرلیا۔ بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانے میں آئے گا، یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی امت میں سے آئیگا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہی مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوی سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی

اور آنے والا ہے، یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی ...اور واضح رہے کہ یہ درخواست مولوی سید نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیے اور اس میں بحث ہونی چاہیے، بالکل تحکم اور خلاف طریق انصاف وحق جوئی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ قال الرسول کوئی اعتقاد نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھاوے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے لمبے اشتہار میں جو لدھیانہ سے چھپوایا تھا اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں ...لہذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہو جانا ضروری ہے کیونکہ مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں ہاں نادانوں کا کام ہے جو قرآن وحدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔

المشتہر مرزا غلام احمد از دہلی بازار بلی ماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاشیہ (از قادیانی): بالآخر تمام عذرات نامعقول کے توڑنے اور اتمام حجت کی غرض سے یہ بھی ہم بطریق تنزل لکھتے ہیں کہ اگر مولوی سید نذیر حسین صاحب کسی افسر انگریز کے جلسہ بحث میں مامور کرانے سے ناکام رہیں تو اس صورت میں ایک اشتہار شائع کر دیں جس میں حلفاً اقرار ہو کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ وار ہیں کوئی شخص حاضرین جلسہ میں سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب اور شرارت کا منہ پر نہیں لائے گا اور نہ آپ توہین اور استخفاف اور استکبار کے کلمات منہ پر لائیں گے بلکہ سراسر عاجزی اور انکسار اور تواضع سے تحریری بحث کریں گے اور اگر کوئی عوام وخواص میں سے کوئی خلاف تہذیب وادب کوئی کلمہ منہ پر لاوے تو فی الفور اس کو مجلس میں سے نکال دیں گے اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے مگر دوسری تمام شرطیں اشتہار ۲۔ اکتوبر کی قائم رہیں گی۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۳۹۔ ۲۴۰)

(شیخ الاسلام بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ) مگر مرزا قادیانی کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا۔ ادھر مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے عذر اور وجہ انکار کو جھوٹا سمجھا اور ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مطبع یوسفی دہلی میں اس عذر کا جواب مشتہر کیا کہ:

گو مولوی عبدالحق حکام سے نہیں ملتے، مگر بالائی انتظام کرنے کیلئے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ قادیانی صاحب ۔۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں۔ اور ان سے مباحثہ کر لیں، ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

اور ادھر خاکسار محمد حسین نے مرزا قادیانی کے اقرار مباحثہ کے جواب میں اشتہار ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مشتہر کیا اور اس میں یہ درج کیا:

آپ نے خاکسار اور ہمارے شیخ و شیخ الکل دونوں کو مقابل و مباحث بنانا چاہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر و مسلّم کل ہے کہ آخر گفتگو کے وقت ایک ہی شخص بولے گا، نہ یہ کہ دونوں مل کر آپ سے کلام کریں گے۔ لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔ پس اگر آپ کو ساکت اور لاجواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے۔ اور اگر خاکسار آپ کے جواب سے ساکت ہو جاوے، تو پھر شیخ الکل سے آپ کے استفادہ کی نوبت پہونچے اور یہی امر بحکم عقل مناسب ہے۔ شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ اور امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بناویں۔

اس اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ:

اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و بیش منظور کرانا چاہتے ہیں، تو ہم اس امر کیلئے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بوقت ۹ بجے دن کے چاندنی محل تشریف لاویں۔ اور خاکسار (محمد حسین) سے گفتگو کر لیں۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں اور آپ کی سبھی شرطیں منظور ہیں۔

(شیخ الاسلام بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ) یہ اشتہار چھاپ کر متعدد وسائل سے مرزا قادیانی کے پاس بھیجا گیا اور قادیانی نے اس اشتہار کے مضمون سے کوئی عذر و انکار نہ کیا تو اس سے اس کی رضا و تسلیم سمجھ کر چاندنی محل میں فرش وغیرہ کا انتظام کرایا گیا، اور بنظر احتیاط ایک خط بھی خاکسار (محمد حسین) اور مولوی عبدالحق صاحب کی طرف سے ان کے نام بھیجا گیا، جس کا یہ مضمون تھا:

کل کے اشتہار میں مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال میں مباحثہ کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ آج

باتفاق چاندنی محل قرار پایا ہے۔آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لاویں کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے،۔

اس خط کے بعد قادیانی نے اشتہار ۶۔اکتوبر کے عہد وقرار کو توڑ دیا اور خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ میں خاص مولوی نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔مولوی ابو سعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے۔ہاں وہ مولوی سید نذیر حسین صاحب کے مددگار رہیں۔ان کو لکھنے میں مدد دیں یا کوئی بھولی بات یاد دلا دیں تو مضائقہ نہیں۔

اور اس اصرار کے پورا ہونے کی شرط سے جلسہ ۱۱۔اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر ہونا منظور کیا۔جناب حضرت شیخ الکل نے اسکے اس اصرار کو منظور کر لیا اور حسب قرارداد ۱۱۔تاریخ کو چاندنی محل میں پہونچ کر منظوری شروط واصرار قادیانی کا متضمن خط اس کے نام بھجوایا۔اس خط کے پہونچنے پر مرزا قادیانی نے اپنے اس اقرار کو بھی توڑا اور مجلس میں آنے سے صاف انکار کیا اور اس مضمون کا خط لکھا:

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے۔اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے کہ میں خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں،تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔

اس پر جلسہ برخواست ہوا اور کس وناکس سکنائے دہلی نے جان لیا کہ قادیانی کو مباحثہ منظور نہیں ہے اور وہ صرف حیلہ وبہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتا ہے۔اس واقعہ کی مفصل کیفیت اشتہار ۱۲۔اکتوبر میں مشتہر ہو چکی ہے

اس سے پہلے بھی ایک دفعہ شیخ الکل نے قادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اس کے شبہات کو دور کرنا چاہا۔یکم ربیع الاول مطابق ۵۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک خط اس مضمون کا اسکے پاس بھیج دیا کہ آپ بے تکلف میرے مکان پر آجائیں،اور اپنے شکوک کا ازالہ کرالیں۔اس خط کے جواب میں بھی اس نے آنے سے انکار کیا،اور یورپئین افسر کے موجود ہونے کی شرط کو آڑ بنایا۔

حضرت شیخ الکل اور اس خاکسار (محمد حسین) کے علاوہ بہت سے علماء دہلی نے قادیانی کو مباحثہ کی

طرف بلایا، اور اسکی جملہ شروط کو منظور کر کے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔ ازانجملہ ایک مولوی عبدالمجید واعظ دہلی ہیں جنہوں نے کئی اشتہاروں میں قادیانی کو مدعو کیا اور اس کے ثبوت دعوی پر ایک ہزار روپیہ انعام بھی دینا منظور کیا۔ ازانجملہ ایک مولوی رحیم بخش مدرس مدرسۃ القرآن ہیں جنہوں نے بمنظوری جملہ شرائط قادیانی اپنے مدرسہ میں ان کو بلایا۔ ازانجملہ مولوی محمد علی خاں ہیں جنہوں نے ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتح پوری میں قادیانی سے مباحثہ کا اشتہار دیا۔ ازانجملہ مولوی عبدالحمید ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے عذرات کو اپنے اشتہارے۔ اکتوبر میں یوں توڑا کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کریں۔ میں اس کے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کرونگا اور بیچ میں بازار حائل رہے گا اور کسی قسم کا اندیشہ آپ کو باقی نہ رہے گا۔ اور اسی قسم کے اور اشتہار بھی آپ کے مقابلے میں نکلے جن کی تعداد ۱۴ سے زائد ہے، مگر آپ نے کسی شخص سے مباحثہ اور مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا اور اپنے گھر سے، جسکے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا رکھا تھا، قدم باہر نہ رکھا۔

مرزا قادیانی کے اس گریز اور فرار اور چاندنی محل کے جلسہ میں آنے سے انکار کا م شہر دہلی میں ..شہرہ ہوا.... پھر آپ نے ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار نکالا جس میں دو درجن سے زائد گالیاں حضرت شیخ الکل کو دیں۔ پھر اس کے اخیر میں یہ فریب کا بھرا مضمون درج کر دیا:

اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر سمجھتے ہیں تو مجمع عام میں میرے خیالات و دلائل کے جھوٹا ہونے پر قسم اٹھالیں۔

(اشتہار قادیانی کی کچھ عبارت یوں ہے: (میاں نذیر حسین صاحب آپ) کیوں کچے عذر اور حیلے بہانے کر رہے ہیں کہ بحث کرنے سے مجبور ہوں شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید میری طرف سے بحث کریں گے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا، دوسروں سے کرو، رونا آیا۔ کیسا زمانہ آ گیا کہ آج کل کے اکثر علماء فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہیں اگر ایسے نازک وقت میں آپ اپنے وسیع معلومات سے مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے تو کیا وہ معلومات آپ قبر میں لے جائیں گے آپ بقول بٹالوی صاحب، شیخ الکل ہیں۔ شیخ الکل ہونے کا دعوی کچھ جھوٹا دعوی نہیں گویا آپ سارے جہاں کے مقتدا ہیں اور بٹالوی اور عبد المجید جیسے آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اگر بٹالوی صاحب کو ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ ساکت کر دیا جائے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ وہ شیخ الکل تو نہیں۔ غرض دنیا کی آپ پر نظر ہے..آپ کو بٹالوی شیخ کے منصوبوں سے پرہیز کرنا چاہیے وہ حضرت اس فطرت کے ہی آدمی نہیں کہ جو آپ کو محض للہ بحث کرنے کے لئے صلاح دیویں ہاں ایسے کام ان کو بخوبی آتے ہیں کہ فرضی طور پر ادھر ادھر مشہور کر دیا اور اپنے دوستوں کو بھی خبریں پہنچا دیں کہ ہم نے فتح پائی، ہم سے گریز کی، تاریخ مقررہ پر نہ آئے حیا شعبہ ایمان ہے اگر بٹالوی صاحب کو دیانت اور راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسی دروغ بے فروغ باتیں مشہور نہ کرتے۔ یہ کس قدر مکر و فریب اور چالاکی ہے کہ سراسر بدنیتی سے ایک یک

طرفہ اشتہار جاری کر دیا اور محض فرضی طور پر مشتہر کر دیا کہ فلاں تاریخ میں بحث ہوگی اگر نیک نیتی ہوتی تو چاہیے تھا کہ مجھ سے اتفاق کر کے یعنی میری اتفاق رائے سے تاریخ بحث مقرر کی جاتی تا کہ میں اپنے خانگی حفظ وامن کے لئے انتظام کر لیتا اور جس تاریخ میں حاضر ہوسکتا اسی تاریخ کو منظور کرتا۔ اور نیز چاہیے تھا کہ پہلے امر قابل بحث صفائی سے طے ہو لیتا۔ غرض ضروری تھا کہ جیسا کہ مناظرات کا دستور ہے فریقین کی اتفاق رائے اور دونوں فریق کے دستخط ہونے کے بعد اشتہار جاری کیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور یوں ہی اڑا دیا گیا کہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے اور شیخ الکل صاحب سے ڈر گئے۔ ناظرین سوچ سکتے ہیں کہ یہ عاجز اسی غرض سے تو اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں غربت اور مسافرت کی حالت میں آبیٹھا ہے تا شیخ الکل سے بحث کر کے ان کی دیانت وامانت اور ان کی حدیث دانی اور ان کی واقفیت قرآنی لوگوں پر ظاہر کر دیوے، تو پھر ان سے ڈرنے کا کیا مطلب۔..... میں متعجب ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ قرائن سے تو اس بات کا یقین آتا ہے کہ آپ نے ہی ایک بدزبان بٹالوی فطرت کے بگڑے ہوئے شیخ کو در پردہ سمجھا رکھا ہے کہ مساجد اور مجالس میں اور نیز آپ کے مکان پر علانیہ اس عاجز کو گالیاں دیا کرے چنانچہ اس نیک بخت کا یہی کام ہے کہ آپ کو ہر جگہ شیخ الکل کہہ کر دوسروں کی ہجو ملیح کرتا ہے اور اس عاجز کو جا بجا شیطان دجال بے ایمان کافر کے نام سے یاد کرتا ہے مگر در حقیقت یہ گالیاں اس کی طرف سے نہیں آپ کی طرف سے ہیں کیونکہ اگر ذرہ سی بھی دھمکی آپ کی طرف سے ملتی تو وہ دم بخود رہ جاتا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ اس شخص کے مخالف نہیں بلکہ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشتی جو اس تحریر میں استعمال کی گئی ہے وہ در حقیقت آپ ہی کے اس شاگرد رشید کی مہربانی ہے... بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جل شانہ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں... الناصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۴۳۔۲۴۹)

شیخ الاسلام بتاتے ہیں کہ حضرت شیخ الکل وخاکسار (محمد حسین) اور بعض اہل شوری حضرت شیخ الکل ، قادیانی کی اس غرض کو سمجھ گئے اور اس کو مجلس عام میں حاضر ہونے اور اس سیاہی کے دھبہ کو اتارنے کا موقعہ دینا پسند نہ کرتے تھے اور یقیناً جانتے تھے کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے گا۔ نہ مباحثہ کرے گا اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا۔ اسی نظر سے اس کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام، کے ضمن میں یہ دیا گیا کہ مرزا قادیانی اس بدگوئی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل کے خطاب کے لائق نہیں رہا۔ ہاں خاکسار (محمد حسین) اور حضرت شیخ کے دیگر تلامذہ سے جس کو وہ پسند کرے، اس سے گفتگو کر لے۔ اگر مباہلہ ہی کرنا ہے تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید دہلوی سے۔ یہ اعلام ۸ صفحہ پر ہے جو ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو چھپ کر شائع ہوا۔ مگر عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد میں

جانے کیلئے کہا۔تب حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد میں پہونچ کرنواب سعیدالدین احمد خان رئیس لوہارو، مولوی عبدالمجید و میر بشارت حسین کوتوال شہر کی وساطت سے قادیانی کو یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کے غلط اور ناحق ہونے پر قسم کھانے کو تیار کریں۔ ہمارے سامنے آؤ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔تو قادیانی نے اس سے صاف انکار کیا۔مباحثہ کی طرف بلایا گیا تو اس سے بھی فرار اختیار کیا (اس مباحثے کیلئے مرزا نے بہت تیاری کی تھی اور اپنے یمین و یسار مدد کیلئے اپنے حواریوں کو دور دراز علاقوں سے بلا رکھا تھا جیسا کہ مرزا صاحب کے درج ذیل خطوط بنام حکیم نورالدین اور پیر سراج الحق نعمانی سے ظاہر ہوتا ہے۔لکھتے ہیں: مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب السلام علیکم۔ چونکہ اس جگہ کے علماء نے حد سے زیادہ شور وغوغا کیا ہے اور تمام دہلی میں ایک طوفان کی صورت پیدا کر دی ہے لہٰذا مولوی نذیر حسین صاحب سے درخواست کی گئی کہ ایک جلسہ عام کر کے ۱۸۔اکتوبر ۱۸۹۱ء روز اتوار کو اس عاجز کے ساتھ بحث کر لیں..لہٰذا مکلّف ہوں کہ آنمکرم جس طرح ممکن ہو ۱۵۔اکتوبر سے پہلے تشریف لاویں..آنمکرم جس طرح ممکن ہو دس روز کی رخصت حاصل کر کے تشریف لاویں ۔..والسلام خاکسار غلام احمد از دہلی بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو(مکتوبات احمد یہ جلد پنجم نمبر۲ ص ۱۱۱۔۱۱۲)۔

پیر سراج الحق نعمانی کو مرزا قادیانی نے لکھا: مکرمی اخویم صاحبزادہ صاحب سلمہ تعالی۔ایک بڑی بھاری بحث مولوی نذیر حسین صاحب سے پیش ہے اگر آپ اس بحث پر تین چار روز تک پہونچ سکیں تو عین خوشی ہوگی مگر آنے میں توقف نہیں چاہیے۔آپ کے آنے سے بہت مدد ملے گی۔والسلام خاکسار غلام احمد۔۱۱۔اکتوبر ۱۸۹۱ء من مقام دہلی بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔(مکتوبات احمد یہ۔ص ۸۲ جلد پنجم نمبر پنجم)

اس کی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۲۱۔اکتوبر محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کی جاتی ہے۔لکھا ہے:

بعد ادائے نماز فریضہ مولوی عبدالمجید و سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس و نواب سعیدالدین احمد خان، مرزا صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ لکھ دیں کہ اگر مولانا (شیخ الکل) صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کر دیئے تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلونگا۔مرزا صاحب خاموش رہے۔بعض حوارین گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور کہا ایک سال کے بعد توبہ کریں گے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو (یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا یا دردسر ہوگیا، تو توبہ نہ کریں گے)۔سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنس کر کہا کہ یہ تو کوئی کام کی بات نہیں۔آپ کی یہ بات کوئی بھی منظور نہیں کرسکتا۔مولوی عبدالمجید نے سٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔آپ ان سے دریافت کریں کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت

بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا صاحب کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کریں گے یا نہیں؟ ہم بات بڑھانی اور وقت گذارنا نہیں چاہتے۔ صاحب بہادر، مرزا صاحب اور انکے اعوان کو عرصہ تک سمجھاتے رہے کہ تم کیوں بات بڑھاتے ہو ایک بات مختصر کہو۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم صرف حیات وممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اس مسئلہ حیات وممات کا بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپکے بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں۔ بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے، کیا آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں؟

نواب سعید الدین وبخشی اکرام اللہ رجسٹرار ومجسٹریٹ ونواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین واراکین جلسہ نے کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کی طرف سے وہی معمولی جواب۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔ مرزا کے حواریوں نے کہا کہ پبلک تو آپ کے ساتھ ہے۔ صاحب بہادر نے مرزا سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں۔ فرض کرو کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں، آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ مسیح سمجھا جائے۔ بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ غلام قادر قادیانی حواری نے صاحب بہادر سے مخاطب ہوکر کہا کہ دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ صاحب بہادر نے کہا کہ کیوں نہ سنائیں۔ خواجہ محمد یوسف وکیل علی گڈھ نے منجانب مرزا، مولوی عبدالمجید کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا ہے کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اگر توبہ کرے تو ہمارا بھائی ہے۔ خواجہ یوسف نے کہا میں ابھی ان سے توبہ لکھوائے لیتا ہوں۔ وہ لکھ دیں گے کہ جو قرآن وحدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔ پھر مرزا صاحب توبہ نامہ لکھنے لگے، مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے ہیں (یعنی محض انکار کہ ہم نے یہ باتیں کہی ہی نہیں۔ نہ یہ کہ کہی ہیں اور ان سے توبہ کرتا ہوں)۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ یہ تو مرزا صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ لکھنا تو یہ چاہیے تھا کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام میں نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔ خواجہ

یوسف نے کہا کہ مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔مولوی عبدالمجید نے کہا، اچھا مرزا صاحب اس میں گفتگو کرلیں کہ ان کے عقاید خلاف قرآن وحدیث ہیں یا نہیں؟ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔مرزا صاحب نے کہا کہ ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں مولانا سید محمد نذیر حسین تسلیم کریں یا بحلف ان کا خلاف قرآن وحدیث ہونا بیان کریں تو آپ توبہ کریں۔مرزا صاحب نے کہا ہم صرف حیات وممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہورہے ہیں۔جب آپ ثبوت دعوی نہیں بیان کرتے، تو خلقت کو رخصت کردینا چاہیے۔آخر میں نواب سعید الدین احمد نے اراکین جلسہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل بیان کریں۔مرزا صاحب نے کہا ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔اراکین جلسہ نے کہا اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اوران کے تلامذہ تیار ہیں۔خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔خواجہ یوسف نے پبلک کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔مولوی عبدالمجید نے کہا کہ آپ اس بات کے مجاز نہیں۔خواجہ صاحب نے کھڑے ہوکر کہا کہ آپ نہ بولیں، میں سناؤں گا۔مولوی عبدالمجید نے کہا آپ سنائیں ہم ہر جملہ کا رد کریں گے۔صاحب بہادر نے خواجہ یوسف کو روک دیا اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔پھر مولوی عبدالمجید سے کہا کہ آپ لوگوں کو پکار کر کہہ دیں کہ رخصت، سب لوگ جاؤ، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔مولوی صاحب نے کہا صاحبو! جلسہ برخواست، مرزا صاحب اپنے دعوونکا ثبوت بیان نہیں کرتے۔صاحب بہادر نے کہا کہ مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخواست۔اس پر مولوی صاحب اور انسپکٹر صاحب نے مولانا کے پاس آکر کہہ دیا کہ جلسہ برخواست، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔اس کے بعد صاحب بہادر وانسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے، اب بیٹھنا بے کار ہے۔مرزا صاحب اس کو بسا غنیمت سمجھے اور مع حوارین کے جلدی سے کھڑے ہوگئے۔صاحب بہادر نے پولیس مینوں کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا۔...

مرزا صاحب کے دوران قیام جامع مسجد دہلی جب یہ بات ہوئی کہ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں ۔ مولوی عبدالمجید تو وہاں موجود ہی تھے اور نواب سید سلطان مرزا، میاں صاحب کے پاس آئے اور خواستگار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لئے میرے ساتھ بھیج دیں اور پھر حسب الحکم حضرت شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر قادیانی کی مجلس میں پہونچے اور باآواز بلند فرمانے لگے کہ مرزا صاحب آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو لیجئے یہ مولوی صاحب حاضر ہیں ان سے مباحثہ کرلیں۔ قادیانی کہاں تھے کہ بولتے یا مباحثہ کی طرف رجوع کرتے ۔ وہ تو خاکسار کی صورت دیکھتے ہی زرد پڑ گئے اور مباحثہ سے انکار کر گئے ۔

اس ہزیمت وشکست جامع مسجد کے بعد آپ نے مولوی محمد بشیر سے جو حسب استدعا مرزا قادیانی، بھوپال سے مباحثہ کیلئے آئے تھے گفتگو ٹھہرائی ۔ تو آپ نے اپنے خط ۲۲۔ اکتوبر میں ان سے یہ شرط کرلی کہ اس جلسہ میں ابوسعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید شامل نہ ہوں ۔ پھر چند روز ان سے گفتگو کرکے اس کو نا تمام چھوڑا (اس بحث سے پہلے یہ شرط ٹھہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا، آپ نے بحث کو نا تمام چھوڑا تو باعتراف خود گریز کیا) اور رات کے تین بجے پنجاب کا قصد کیا۔

(مولانا محمد بشیر بھوپالی سے مباحثہ سے متعلق مرزا صاحب کے چند خطوط حسب ذیل ہیں:

نمبر۱۔ مکرمی اخویم مولوی احمد صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم میں بحث بدل وجان منظور ہے ۔ پہلے بہرحال یہی ہوگی بعد اس کے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کرلیں ۔ بحث تحریری ہوگی ۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر۲۔ مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو۔ اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں مباحثہ کیا جائے ۔ اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا، اس کا گریز سمجھا جائیگا۔

نمبر۳۔ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی ۔ اور خط آمدہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہوکر دل پہلے ہی سے مشتاق ہورہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو۔ سوالحمدللہ آپ تشریف لے آئے ۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں ۔ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کرکے اطلاع دونگا۔ لیکن بحث تحریری ہوگی، تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقعہ مل سکے ۔

سب سے پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۴۔ مکرمی اخویم مولوی صاحب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا۔ ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کرسکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں، مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۵۔ جناب مولوی صاحب مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچہ میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ یعنی جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحتۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو۔ اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو، سلسلہ بحث جاری ہو۔ اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ مکتوبات احمدیہ جلد ۶ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵)

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ) اثنائے راہ میں پٹیالہ جانے کا آپ (مرزا) کو اتفاق ہوا تو وہاں مولوی محمد اسحاق پروفیسر عربی مہندر کالج نے آپ کو جا پکڑا اور خوب رگڑا اور رگیدا (مباحثہ پٹیالہ سے متعلق ایک قادیانی اشتہار متفرقات میں درج ہے) پھر لودہانہ میں آپ کا ورود ہوا تو وہاں میر عباس علی نے، جو آپکے سب سے پہلے حواری تھے، آپ کو سخت ملزم کیا اور مختصر گفتگو کر کے لاجواب کر دیا جس کی مفصل کیفیت مطبع دبدبہ اقبال ربی لدھیانہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے (میر عباس علی جو شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کی ترغیب وتبلیغ سے قادیانیت سے تائب ہوئے تھے، ان کے متعلق چند قادیانی تحریریں متفرقات کے حصے میں درج کی جارہی ہیں۔ بہاء)۔ یہ متعدد شکستیں اور ہزیمتیں پا کر آپ افسردہ اور پژمردہ ہوکر قادیان پہنچے تو چاروں طرف سے نعرہ لعنت وملامت آپ پر بلند ہونے لگا اور آپکی ہزیمت وشکست کا شہرہ عام ہو گیا اور اس سے آپ پر ہموم وافکار کا غلبہ ہوا تو اس غم کو غلط کرنے اور اس شہرت و بدنامی کو حواریوں کی نظر میں کم کرنے کی غرض سے آپ نے آسمانی فیصلہ لکھ مارا جس میں کوئی نئی بات نہیں ہے

صرف وہی پرانی باتیں ہیں جو شروع زمانہ دعوی الہام سے آپ کہتے چلے آئے ہیں فرق یہ ہے کہ ان کا پیرایہ بدلا گیا ہے ..اس مقام میں دو باتیں اس کے متعلق کہنی ضروری ہیں ۔اول یہ کہ اس فیصلہ میں پچھلے مباحثات میں قادیانی نے اپنی فیروزی وفتح مندی ظاہر کر کے آئندہ مباحثہ کرنے کا بھی دعوی کیا تھا۔فیصلہ آسمانی میں تو صرف شیخ الکل کا نام درج کیا مگر زبانی جلسہ فیصلہ (جس میں پڑھ کر سنایا) اوراس سے آگے پیچھے خاکسار کا نام بھی لیا اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔اس بات کو سکنائے بٹالہ اوراس کے اطراف موضع سیکھوان نے بیان کیا ہے جس پر لاہوروامرتسر وغیرہ شہروں میں یہ چرچا پھیل گیا کہ قادیانی صاحب اب لاہور میں آویں گے اورر مباحثہ کریں گے۔ یہ چرچا سن کر یہ خاکسار اپنے وطن بٹالہ سے لاہور آ پہنچا اور مباحثہ کیلئے مستعد ہو بیٹھا۔خدا خدا کر کے قادیانی صاحب اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش میونسپل کمشنر کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔انکے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ پہنچا،تو آپ نے اور آپ کے حواریوں نے انکار کیا۔مگر آپ کی اس بہادری کو دیکھو کہ اس انکار پر بھی آپ نے دوسری مجلسوں میں دعوی مباحثہ نہ چھوڑا ۔تب ایک نوٹس مباحثہ خاکسار اور تین دیگر علماء شہر لاہور کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا۔وہ نوٹس آپ نے نہ لیا،تو چھپوا کر آپ کے دروازہ پر چسپاں کیا گیا۔پھر تو آپ نے قیام لاہور کو موجب موت وہلاکت سمجھا اور مالک مکان سے کرایہ، جو پیشگی دے چکے تھے، واپس لے کر اسی نوٹس کے دن رات کے نو بجے سیالکوٹ کا راستہ لیا۔

وہاں جا کر بھی پرائیویٹ جلسوں میں مباحثہ کا دعوی نہ چھوڑا تو وہاں نوٹس نمبر۲ ان کے نام ۱۷۔ فروری کو بھیج کر ۲۲ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔جواب نہ آیا تو خاکسار حسب درخواست رؤساء وسکنائے سیالکوٹ وہاں پہنچا۔نوٹس پہنچنے کے دن سے آپ کو یہ الہام ہو چکا تھا کہ اب سیالکوٹ سے کوچ کرنا مناسب ہے۔خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہوگیا اور آپ نے رات کی ٹرین میں وہاں سے کوچ کیا۔روانگی سے پیشتر معزز اشخاص کا ڈیپوٹیشن جن میں غلام حیدر خان سر رشتہ دار ضلع وغیرہ شامل تھے ان کے پاس پہنچا اور مباحثہ کیلئے بہت کہا مگر انہوں نے اس عذر سے انکار کیا کہ ابوسعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں، میں ان سے بحث نہیں کرتا۔وفد نے کہا کہ وہ فتوی ہنوز عام میں مشتہر نہیں

ہوااور جن گالیوں کا آپ اندیشہ کرتے ہیں ان کا مجلس مناظرہ میں صدور ہوا تو اس پر فی گالی سو روپیہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہیں ۔مگر پھر بھی انہوں نے مباحثہ منظور نہ کیا ۔ ملک قطب الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے لوکل حکام سے اجازت لے کر مباحثہ کی یہ تجویز نکالی تھی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنا سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں ،جس کا مناسب ومطلوب ہونا ایک وکیلوں کی جماعت دیکھے ،اور درصورت غیر مطابقت راقم کو واپس کردے اور اس کو الزام یافتہ قرار دے ۔اور اس تجویز سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے قادیانی نے بھی رضامندی ظاہر کی تھی ،مگر اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہوں نے رضامندی سے انکار کیا اور بوریا بندھنا اٹھایا اور کوچ بولا ۔ایک سبب جلد کوچ کرنے کا قادیانی نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہورہی ہے ۔مگر جب آپ نے کوچ کیا تو کپورتھلہ کا راستہ لیا جہاں ان کی کوئی زمین نہیں ہے ۔ وہاں بھی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بددعا نامہ ،جس میں کپورتھلہ پہنچ کر آپ سے مباحثہ کرنے کا کہا گیا ہے ،آپ کے پاس بھیجا گیا ۔ وہاں ادھر سے یہ اشتہار پہنچ گیا اور ادھر علمائے کپورتھلہ اور اس کے قرب وجوار مولوی نظام الدین ومولوی عبدالقادر وغیرہ نے آپ کو جا پکڑا (جس کی کیفیت اشتہار کپورتھلہ میں شائع ہوئی ہے) تو آپ نے معمولی راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ جالندھر کا قصد کیا ۔

جالندھر کے بعض احباب نے قادیانی کے مقابلہ کیلئے خاکسار کو بلایا تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب قادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا ۔مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر فتح دین خان وحاجی بدرالدین اس مضمون کا پہنچا کہ وہ آپ سے گفتگو کرنے سے صاف انکار کرتا ہے ۔اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہروں میں زبان زد عامہ خلائق ہے کہ قادیانی کو مولوی ابوسعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے ۔اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کرسکتے ہیں کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی میں اس کا دعوی مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے اور حقیقت میں اس کو مباحثہ منظور نہیں ہے ۔

دوسری یہ بات لائق اطلاع عامہ ناظرین ہے کہ مباحثہ میں اس نے پہلے دن سے یہ شرط قائم کررکھی ہے کہ مباحثہ تحریری ہو ،نہ کہ تقریری ۔ اور تحریری بھی اس طرز سے کہ آپ جو جی میں آوے اور جس قدر جی چاہے اور جتنے وقت میں ہو ،لکھتے جاویں کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے ۔اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اس پر

کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اس مجلس میں کوئی منصف بھی نہ ہو جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پرچے بھی محدود ہوں اور مباحثہ کا بند کرنا بھی آپ ہی کے اختیار میں ہو۔ اس شرط سے کس و ناکس بشرطیکہ عقل انسانی رکھتا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ اس شرط سے آپ کا مقصود صرف یہ ہے کہ آپ جو چاہیں لایعنی اور فضول باتیں کہتے جائیں اور فریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آ کر مباحثہ ترک کرے اور اس مجلس میں آپ کا نام ہو جاوے کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اور اتنی دیر تک بولتے رہے اور باوجود عدم مداخلت علوم رسمیہ کئی دن تک فلاں عالم سے مباحثہ کرتے رہے اور اس سے آپکی شہرت ہو۔ یہ مقصود ان کا ہرگز نہیں کہ کسی مسئلہ میں حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگوں کو نفع پہنچے۔

ایک شرط آپ نے مباحثہ لدھیانہ میں زک اٹھا کر یہ قائم کر رکھی ہے کہ مبحث مقصود سے پہلے تمہیدی امور اصول موضوعہ پیش نہ ہوں، جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضول گوئی و آزادی کو کوئی مانع نہ ہو۔ جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہیں دلیل مانیں جس کو نہ چاہیں اس کو دلیل سے خارج کریں۔ اور جس آیت اور حدیث کے جو معنی چاہیں اختیار کریں، جس معنی کو چاہیں رد کریں۔ ماضی سے مضارع مراد لیں اور مضارع سے ماضی، حقیقت کو مجاز ٹھہراویں اور مجاز کو حقیقت۔ و علی هذا القياس. بناء علیہ طالب حق کو بغرض و امید احقاق حق آپ سے مناظرہ کرنا عبث اور محض فضول ہے۔ کوئی ان سے مباحثہ کرنا چاہے تو اس کو یہ امید قطع کر کے صرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کو ملزم کرے اور اس کے علم و دیانت و حق طلبی کی قلعی کھولے۔ اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اس کے تعاقب میں ہے اور اپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کو بنظر خیر خواہی یہ کہنا مناسب سمجھتا ہے کہ اس خدمت کو اسی عاجز کے سپرد کر دیں اور خود اس بے سبک دوش ہو رہیں۔ خاکسار اس کے الزام اور افحام کے طریق و انداز سے بخوبی واقف ہو چکا ہے اس لئے وہ اپنے سب بھائیوں کی طرف سے کافی ہے۔

یہ دعوی مباحثہ کے متعلق واجب العرض امور تھے جو بیان کئے گئے اور فیصلہ آسمانی کا شان نزول بتایا گیا۔ اس فیصلہ کا اصل حال اس کے جواب سے بخوبی ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴)

مرزا قادیانی کے آسمانی فیصلہ پر شیخ الاسلام کا تبصرہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنے مسلمان ہونے اور الزام کفر والحاد وزندقہ وارتداد سے، جو اتفاق رائے علماء پنجاب وہندوستان سے اس پر قائم ہوا ہے، اپنے بری ہونے کیلئے جو آسمانی فیصلہ مشتہر کیا ہے وہ عدل وانصاف پر مبنی نہیں۔ اس فیصلہ کے دو حصے ہیں جو سولہ صفحہ میں پورے ہوئے ہیں۔

پہلا حصہ (جو آٹھ صفحہ میں ہے) محض سبّ وشتم ولعن طعن کا مجموعہ ہے جسکی چند تمثیلات نمونہ از خروار یہ الفاظ وفقرات ہیں جو قادیانی نے ایک آل رسول لخت جگر بتول حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور اس خاکسار راقم (محمد حسین) کے حق میں استعمال کئے ہیں:

۱۔اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں۔۲۔دیانت وتقوی بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔۳۔کنارہ کشی کی ذلت۔۴۔اوباشانہ لاف گزاف۔۵۔ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔۶۔ایسے رسوا ہوں گے۔۷۔سخت صدمہ خجالت وشرمندگی کا پہنچ گیا۔۸۔سراسر خیانت وبددیانتی۔۹۔بڑی ذلت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے شکست۔۱۰۔چوہڑوں اور چماروں کے بھی کان کاٹے۔۱۱۔یہ کیسی سفلہ پن کی باتیں ہیں، میں سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پشتوں کے سفلے بھی ایسی کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہیں لاتے۔۱۲۔اس کی کھوپڑی میں ایک کیڑا ہے جس کو ضرور ایک دن خدا تعالی نکال دیگا۔۱۳۔فرعونی رنگ کے تکبر سے۔۱۴۔منہ کو لگام دیوے۔۱۵۔یہ کیا شرارت اور بے حیائی کا بیان ہے۔۱۶۔میں ان سفلے ملاؤں کو سراسر بے بصیرت سمجھتا ہوں اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کے برابر میں انہیں خیال نہیں کرتا۔۱۷۔میں ان کی گندی گالیوں اور نجاست بھری ہوئی باتوں سے ترساں ہوا۔۱۸۔ہمیشہ شرفاء بدگفتار لوگوں سے ڈرا کرتے ہیں، اور مہذب لوگ گندی زبان والوں سے پر

ہیز کر جاتے ہیں۔شریف از سفلہ نمے ترسد بلکہ از سفلگی او مے ترسد۔ ۱۹۔ پردہ دری۔ ۲۰۔ بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے چھوڑ دیا۔ ۲۱۔ محض شرارت کی راہ سے کہتے ہیں۔ ۲۲۔ تحقیر کے شیطانی منصوبوں سے باز آجائیں۔

اس قسم کے بہت سے الفاظ سبّ وشتم اپنی زبان درافشان سے نکال کر قلم اعجاز رقم کے حوالے کئے ہیں۔اس درافشانی کی آپ نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس کے مخالفوں نے اس کو کافر، ملحد، دجال وکذاب کہا ہے ۔اور بٹالوی نے جامع مسجد دہلی میں اس کو فحش گالیاں دیں اور پھلور کے اسٹیشن پر اس کے لئے کتے کی موت تجویز کی۔ پھر آپ فرماتے ہیں: اس لئے مجھے مقابلہ نے کسی قدر درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ میں گالیوں کے عوض میں گالیاں نہیں دینا چاہتا، اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں۔جس سے صاف ثابت ہے کہ جس قدر گالیاں آپ کے دل دماغ میں جمع ہیں ان کے مقابلہ میں یہ گالیاں جو قلم میں لا چکے ہیں، کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔گویا یہ گالیاں ہی نہیں بلکہ یہ آپ کے مسیحی اخلاق و جمالی صفات کا نمونہ ہیں۔

فریق ثانی (بٹالویؒ) کا اس کے مقابلہ میں یہ عذر و جواب ہے کہ انہوں نے نہ تو جامع مسجد دہلی میں فحش گالیاں دیں اور نہ پھلور کے سٹیشن پر قادیانی کیلئے کتے کی موت تجویز کی۔اس بیان میں مرزا قادیانی نے افتراء کیا اور اپنی عادت قدیم، کذب سے کام لیا ہے۔ہاں دجال وکذاب وملحد وکافر اور ان معنی کے اور الفاظ وہ اس کے حق میں ضرور کہتے ہیں مگر اس کے ایک امر واقعی اور حکم شرعی ہونے پر علمائے پنجاب اور ہندوستان ان سے اتفاق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا فتوی بحق مرزا قادیانی جو عنقریب شائع ہونیوالا ہے، اس بیان پر شاہد عدل ہے۔اور ایک امر واقعی کے اظہار و بیان کا گالی نہ ہونا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲ میں کہا ہے:

پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی، اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یادمت

کرو، وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالیٰ کی نسبت سبّ وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سبّ وشتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب: پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سبّ وشتم میں داخل ہیں۔

میں (مرزا) سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقع کو ایک صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک امر واقعی کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے، جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کرتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور اگر ہر یک سخت اور آزارده تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں، تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے،۔

(شیخ الاسلام بتاتے ہیں) پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک آپ نے اس اجمال کی تفصیل کی اور بزعم خود قرآن سے یہ ثابت کر دکھایا کہ امور واقعیہ کا بیان گالی نہیں کہلاتا۔

بناء علی ہذا، آپ کو کافر و دجال و کذاب وملحد وامثال ذلک کہنا ہرگز گالی نہیں ہوسکتا کیونکہ باتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب یہ امر واقعی کا بیان ہے۔ ہاں آپ کا اپنے مخالفوں کو اس فیصلہ میں کافر، اور اول الکافرین کہنا، یا بے حیا و بے دیانت قرار دینا آپکے اصول و اقرار کے موافق گالی ہے کیونکہ آپ اپنی تحریرات میں ان لوگوں کی نیک نیتی کی تعریف کر چکے ہیں۔ اور اس خلاف کو، جو آپ سے وہ ظاہر کر رہے ہیں، ایک خطاء اجتہادی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ ان کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے اور لعنت کہنے پر مستعد نہیں ہوتے۔

قادیانی کے اس حصہ فیصلہ کو، جس میں اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کی ہے، راقم (محمد حسین) غلط سمجھتا ہے مگر یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ ان گالیوں کے بدلے اس کو گالیاں دے۔..

آسمانی فیصلہ کے دوسرے حصہ میں قادیانی نے اپنے کفر وایمان کیلئے ایک معیار تجویز کیا اور اس معیار سے اپنے مومن ہونے اور کافر وملحد نہ ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔اس فیصلہ کو اس نے بحسب عادت قدیم تطویل بلا طائل اور بغرض تلبیس وتغلیط مخاطب، طولانی اور پیچیدہ عبارات میں تحریر کیا ہے جس کو پورا اور بعینہ نقل کرنا نہ صرف فضول بلکہ مخل مطلوب ہے،لہذا یہاں اس کا خلاصہ مطلب بیان کر کے اس کی ترمیم اور بجائے اس کے آسان تجویز با تقویم بیان کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کے آسمانی فیصلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن وکافر کا امتحان بحکم قرآن مجید چار علامتوں سے ہوتا ہے: اول بشارات سے،یعنی مومن کو اس کی مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقت بتائے جاتے ہیں۔ دوم۔ اطلاع مغیبات سے،یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے۔سوم: قبولیت دعوات سے،یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چہارم: کشف عجائبات قرآن سے،یعنی مومن کو قرآن کے وہ عجائبات معارف دقائق سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں۔اور کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوئے ہوں۔

ان چہارگانہ علامات ایمان وآلات امتحان میں قادیانی نے از راہ دوراندیشی ایک قید واستثناء بھی لگا دی اور یہ بات کھول کر کہہ دی ہے کہ یہ علامات اکثری ہیں،کلی نہیں ہیں۔اور بعض اوقات یہ علامات مومن میں پائی نہیں جاتیں، بلکہ اس کے مقابل کافر میں پائی جاتی ہیں۔بعض بشارتیں مومن کو نہیں ملتیں، کافر کو مل جاتی ہیں۔بعض واقعات آئندہ مومن پر نہیں کھلتے، کافر پر کھلتے ہیں۔بعض دعائیں مومن کی (اس وجہ سے کہ تقدیر مبرم ہیں ،ان کی عدم قبولیت لکھی گئی ہے) قبول نہیں ہوتیں، کافر کی ہو جاتی ہیں۔بعض اوقات مومن پر قرآن کے عجائبات نہیں کھلتے۔ یہ قید واستثناء آپ نے اس غرض سے لگائی ہے کہ جن بے شمار اشخاص کیلئے آپ دعائیں کر چکے اور ان کے عوض میں ان سے ہزار ہا روپیہ لے کر ہضم کر گئے ہیں (چنانچہ فتح الاسلام کے صفحہ ۴۹ میں اس امر کے اقراری ہیں، اور اب تک وہ لوگ مطلب کو نہیں پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے فائدہ نہیں پائے) وہ اس قاعدہ امتحان کو سن کر کہیں چونک نہ پڑیں اور اپنے حق میں آپ کی دعا ان کے قبول نہ ہونے سے آپ کو کافر سمجھ کر واپسی روپیہ کے خواستگار نہ ہو جائیں۔ اور چاروں طرف سے دیوانی نالشوں کے نوٹس نہ پہنچنے لگیں۔ان کا منہ بند اس استثناء سے بند کر دیا اور ان کو یہ

سمجھا دیا کہ ان کی قسمت اور تقدیر مبرم میں حصول مراد مقدور نہ تھا اس لئے ان کے حق میں آپ کی دعاؤں کا اثر نہ ہوا۔ یہ ان کی قسمت کا قصور ہے، نہ کہ آپ کی دعاؤں کا۔

ازانجملہ ایک ہمارے شہر لاہور کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسالدار پنشنر ہیں جن سے ان کے گھر میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کے وعدہ اور امید پر آپ نے پانچ سو روپیہ یک مشت اور کئی رقمیں متفرق اپنے ایک دلال کے ذریعہ سے وصول کی ہیں۔ وازانجملہ بعض متعلقین نواب محمد ابراہیم علی خان والی ریاست مالیر کوٹلہ ہیں جن سے دعاء صحت نواب صاحب کے وعدہ وامید پر آپ نے پانچ سو روپیہ وصول کئے مگر وہ اب تک صحت یاب نہ ہوئے۔ وازانجملہ مولوی جلال الدین ساکن پیر کوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہیں جو مرض نزول الماء سے نابینا ہو کر کئی بار قادیان میں ماحضر لے کر حاضر ہوئے اور اب تک اس مرض سے صحت یاب نہیں ہوئے۔ و قس علی ھذا۔

اس قاعدہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اور اپنے مخالفین کے ایمان کے امتحان کی یہ تجویز کی ہے کہ:

لاہور میں ایک بڑی انجمن (جنرل کمیٹی) قائم ہو جس کے ممبر قادیانی کے مخالفین بھی ہو سکتے ہیں اگر وہ درخواست کریں۔ ورنہ صرف قادیانی کے حوارین اور موافقین کافی ہیں۔

اور اس کمیٹی کی برانچیں (شاخیں) دور دراز ملکوں (مثلاً مدراس، بمبئی، کلکتہ وغیرہ) میں مقرر ہوں اور کمیٹی یا کمیٹیاں دفتر اور رجسٹر بناویں۔

اس دفتر میں قادیانی اور اسکے مخالف مولوی اپنی تحریرات متضمنہ بشارات و پیش گوئیاں متعلقہ واقعات باثبات شہادات چار کس اہل اسلام ایک سال کے عرصہ تک بھیجتے رہیں۔

اور کمیٹی ان تحریرات کے مطالب کو اپنے رجسٹروں میں درج کر کے ان تحریرات کی رسیدیں باثبات دستخط تمام ممبران یا کم سے کم پانچ اشخاص کے فریقین کو دیتی رہے۔

اور ان تحریرات کے نتیجہ کے ظہور پر اس کو اپنے رجسٹر ان میں درج کرے اور اس پر جملہ ممبران یا پانچ ممبر اپنے دستخط ثبت کیا کریں۔

ایک سال کے بعد وہ کمیٹی فریقین کے سامنے انکی بشارات اور پیش گوئیوں کے نتائج کا موازنہ اور مقابلہ کرے

پس جس فریق کی جانب کثرت ہو یعنی اس کی بشارتیں اور پیش گوئیاں فریق مقابل کی نسبت زیادہ سچ نکلیں اس کو مومن کامل تصور کیا جائے۔

وہی کمیٹی (یا کمیٹیاں) اہل حاجات مختلف مذاہب اور مختلف مصائب میں مبتلا (مثلاً کوہڑی، اندھے، لنگڑے، یا کسی سخت سزا عبور دریائے شور یا پھانسی کے حکم یافتہ یا اپنے پیارے مفقود الخبر کے غم زدہ یا لا ولد ہونے کی مصیبت میں مبتلا) لوگوں کو اشتہارات کے ذریعہ سے (جن کو آپ کے حواری میاں غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ مفت چھاپ دیں گے) طلب کر کے اکٹھا کریں۔(شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہاں دو باتیں آپ (مرزا) بیان کرنا بھول گئے۔اول یہ کہ اگر اشتہار و اذن عام کو دیکھ کر ہزاروں کوہڑی جمع ہونے کو تیار ہو جائیں گے تو ان کی سکونت کیلئے کوہڑ یخانہ لاہور میں میو ہسپتال کے قریب یا اور کہیں بنوانا پڑے گا، یا خود کمیٹی کو قصبہ ترن تارن ضلع امرتسر پنجاب میں، جہاں کوہڑی بکثرت رہتے ہیں، جا کر ایک مدت تک کوہڑیوں کے ساتھ رہنا ہوگا۔ امر دوم: کہ ان کوہڑیوں کا اگر وہ لاہور میں جمع ہونا چاہیں گے خرچ خوراک کون دے گا۔کیا وہی میاں غلام قادر یا ان کے ہم زلف آپ کے پہلے اور بڑے حواری حکیم نور الدین جنکے ہاتھ میں خزانہ ریاست جموں کا ایک حصہ ہے، یا یہ خرچ ان بے چارے مولویوں پر جو قادیانی کے مخالف ہیں ڈالا جائے گا۔شائد ان دونوں امر کی نسبت آپ کو کچھ الہام نہیں ہوا۔قافیہ الہام تنگ ہو گیا تھا تب ہی ان کے بیان سے تعرض نہیں کیا) اور ان سب اہل مصائب کی درخواستیں لے کر ایک صندوق میں جمع کرتی رہے۔اور ان سب کے نام بقید ولدیت وسکونت و پیشہ و مذہب ونوع مصیبت، کمیٹی اپنے رجسٹروں میں درج کرے اور ایک مہینہ کی یا جس قدر مدت کے بعد کمیٹی مناسب سمجھے درخواست کنندگان اہل مصائب کی دو فردیں بناوے۔اور ان کو قرعہ اندازی کے ذریعہ قادیانی اور اسکے مخالف مولویوں میں تقسیم کر دے۔جس فریق کے حصہ میں جس فرد کے اہل مصائب آئیں، روز تقسیم سے ایک سال تک وہ فریق ان کے حق میں دعا کرتا رہے۔پھر جس فریق کی دعا سے کثرت سے لوگ اچھے ہوں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

اسی کمیٹی کے سامنے قادیانی اور مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معانی بیان کریں جو پہلے کسی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوں۔یعنی پہلے کسی مسلمان کو نہ سوجھے ہوں۔پس جس فریق کے بیان کردہ معارف کمیٹی کے جلسہ میں صحیح وخالی از تکلف ثابت ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

اس امتحان میں مقابلہ کی وجہ قادیانی نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ یک طرفہ نشان دکھائیگا تو اسکے مخالف مولویوں کو اعتبار نہ آئے گا اور عام لوگ چونکہ مولویوں کے تابع ہوتے ہیں لہذا وہ بھی ان نشانوں کو نہ مانیں

گے۔ پھر کہا ہے کہ ہاں اگر مولوی لوگ وعدہ دیں کہ ہم قادیانی کا یک طرفہ نشان دیکھ کر اس کو مسلمان مان لیں گے، تو یک طرفہ نشان دکھانے کو بھی آپ حاضر ہیں

اس فیصلہ آسمانی کی دنبالہ میں قادیانی نے علمی مباحثہ کی طرف بھی اپنے مخالفوں کو بلایا اور یہ کہا ہے کہ میرے مخالف میرے دعوی وفات مسیح میں مجھ سے بحث نہ کر سکے اور اس بحث کو ناجائز شروط پیش کر کے ٹلا چکے تو میں نے یہ آسمانی گولہ چلایا ہے۔ وہ اب بھی لاہور میں آکر مجھ سے بحث کریں تو میں مباحثہ کیلئے بھی حاضر ہوں۔ اور اس کے حواری اس پر یہ حاشیہ چڑھاتے پھرتے ہیں کہ حضرت قادیانی صرف اسی وجہ سے لاہور میں آئے ہیں کہ وہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے ان کے بٹالہ چلے جانے سے پہلے بحث کریں۔ حضرت قادیانی کو ان کے بٹالہ چلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ لاہور میں نہ آتے۔ کئی ضروریات ان کو اس سفر سے مانع تھیں، ان کو ملتوی کر کے وہ لاہور میں اس غرض مباحثہ سے آئے ہیں۔

اس دنبالہ کے اخیر میں آپ نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ دعوی وفات مسیح میں قرآن اور حدیث آپ کے ساتھ ہے۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح حقیقی طور پر صلیب توڑے گا اور قتل خنازیر کا حکم دے گا اور اسلامی حکم جزیہ کو منسوخ کرے گا۔ اور بخاری میں یہ نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح ناصری بنی اسرائیلی ہوگا، بلکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ وہ تم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا۔ اور لکھا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ یہ آپ کے فیصلہ اور اس کے حواشی کا خلاصہ ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اب ہم بتاتے ہیں کہ قادیانی کا یہ فیصلہ بوجوہ ذیل لائق نسخ وترمیم ہے۔

وجہ اول: یہ کہ قرآن نے امتحان ایمان کا طریق یہ نہیں بتایا کہ مدعی ایمان کو ان چار علامتوں سے آزمایا جائے۔ بلکہ امتحان ایمان کیلئے آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مدعی ایمان کے اقوال وعقائد کو عرض کیا جائے۔ پس اگر وہ اقوال وعقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں تو اس کو مومن تصور کیا جائے ورنہ کافر۔ سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے: یا ایّھاالّذین آمنوا اذا جاء کم المؤمنات مھاجراتٍ فامتحنوھن۔ اللّٰہ اعلم بایمانھنّ ۔ فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفّار۔ لا ھنّ حلّ لھم ولاھم یحلّون لھنّ ۔ و آتوھم ما انفقوا۔ تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے

آویں تو ان کے ایمان لانے کا امتحان کرو۔ خدا تعالی کو ان کے ایمان کا خوب علم ہے۔ تم ان کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف نہ پھیرو، وہ ان کے لئے حلال نہیں اور دو جو انہوں نے دیا تھا۔

یا ایّھا النّبیّ اذا جاء ك المؤمنات یبایعنك علی ان لا یشرکن با للّٰه شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینه بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینك فی معروفٍ فبا یعھن .الآیة (ممتحنه ع ۲) اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں اس پر بیعت کرنے کو آویں کہ وہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، اپنی اولاد قتل نہ کریں گی، اور بہتان نہ لائیں گی، اور کسی امر معروف میں تیری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت کر لے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے: انّ عائشة زوج النّبی ﷺ ا خبرته انّ رسول اللّٰه کان یمتحن من ھاجر الیه من المؤمنات بھذہ الآیة بقول اللّٰه یا ایّھا النّبی اذا جاء ك المؤمنا ت یبا یعنك علی ان لا یشرکن با للّٰه شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینه بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینك فی معروفٍ فبا یعھن واستغفر لھنّ اللّٰه ۔ انّ اللّٰه غفور رحیم۔ قالت عا ئشة ممّن اقر بھذا الشّرط من المؤمنات قال لھا رسول اللّٰه قد بایعتك کلاما (صحیح بخاری) کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان ایمان خدا تعالی کے اس قول سے جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے، کرتے پھر جو عورت اقرار کرتی اس کو فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔

و قیل الامتحان ھو ان تشھد ان لا اله الا اللّٰه و انّ محمداً رسول اللّٰه فاذا علموا انّ ذلك حق مّنھن لم یرجعن الی الکفّار و اعطی بعلھا فی الکفار الّذین عقد لھم رسول اللّٰه ﷺ صداقھا الّذی اصدقھا و احلّھن للمؤمنین اذا اتوھنّ اجورھنّ قال ابن عباس ۔ و قیل ما کان الامتحان الا بان یّتلو علیھنّ رسول اللّٰه ﷺ الآیة وھی یا ایّھا النّبی اذا جا ئك المؤمنا ت.. الی آ خرھا۔ (فتح البیان ج ۹ ص ۲۳)

تفسیر فتح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس امتحان کی تفسیر میں بعض علماء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت

ﷺ ان مہاجر عورتوں کو قسم دے کر پوچھتے کہ وہ خاوند سے ناخوش ہو کر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کو پسند کر کے تو نہیں آئیں، بلکہ محض خدا ورسول کی محبت اور دین اسلام میں رغبت کے لئے آئی ہیں۔ جب وہ اس پر قسم کھا لیتیں تو آنحضرت ﷺ ان کو کافر شوہروں کی طرف نہ پھیرتے اور ان کے مہر ان کو واپس دیتے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ امتحان یوں ہوا کرتا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھتیں۔ جب اس کلمہ سے معلوم ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کو واپس نہ کرتے بلکہ ان کے مہر واپس کر دیتے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ امتحان صرف اس طرح ہوتا تھا کہ آپ ان کے سامنے وہ آیت قرآن جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار ہے، پڑھ دیتے۔

یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال علماء امت محمدیہ بالاتفاق ناطق ہیں کہ امتحان ایمان کیلئے آسمانی اور قرآنی فیصلہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ مدعی ایمان کے اقوال واعتقادات کو قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے، نہ یہ کہ علامات چہارگانہ مجوزہ قادیانی سے اس کو آزمایا جائے۔ قادیانی نے علامات مذکورہ سے امتحان کرنے کو قرآنی فیصلہ قرار دینے میں نہ صرف انصاف کا خلاف کیا بلکہ خدا اور قرآن پر صریح افتراء کیا ہے۔ قرآن میں اس کی تجویز کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔

اب قادیانی اس افتراء سے تائب ہو۔ اور امتحان وایمان کا محک ومعیار قرآن وحدیث سید الابرار کو تسلیم کر کے قرآن وحدیث سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔

ہر چند مرزا قادیانی زبان سے کلمہ شہادت پڑھتا اور منہ سے بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ قرآن وحدیث میں جو امور ایمان قرار دیئے گئے ہیں، میں ان کو مانتا ہوں، ولیکن چونکہ اس کی تصنیفات میں اس اقرار کے مخالف صریح انکار پایا جاتا ہے لہذا اس کا صرف کلمہ شہادت پڑھنا اور زبان سے امور ایمان کو تسلیم کرنا لائق اعتبار نہیں اور یہ اس تسلیم واقرار کی مانند ہے جو منافقین زمانہ حضرت رسالتمآب ﷺ سے وقوع میں آیا اور قرآن نے اس کو صحیح ومعتبر نہیں سمجھا، چنانچہ ارشاد ہوا: اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله و الله يشهد انّ المنا فقين لكاذ بون جب منافق تمہارے پاس (اے رسول) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یہ بات خدا تعالیٰ بھی جانتا ہے

کہ آپ اس کے رسول ہیں، مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق (اس گواہی دینے میں) جھوٹے ہیں، وہ جو کہتے ہیں دل سے نہیں کہتے۔

بناء علیہ قادیانی کو لازم ہے کہ اگر اس کا یہ اقرار اور کلمہ پڑھنا دل سے ہے تو وہ اپنے اس انکار سے رجوع مشتہر کرے اور ان کتابوں کے (جن میں وہ انکار پایا جاتا ہے) پڑھنے سے لوگوں کو روک دے، یا مجمع علماء میں حاضر ہو کر اس انکار کے ایسے معنی بتادے جو اس اقرار سے موافق مطابق ہو سکیں۔

وجہ دوم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے ایمان کا امتحان بعض اوقات اور بعض حالات میں بحکم عقل ناممکن ہے، جسکے عدم امکان پر قرآن کی شہادت ہی موجود ہے کیونکہ آسمانی نشان ظاہر ہونے میں قادیانی نے بعض اوقات وحالات کی استثناء لگادی ہے اور یہ بات بتصریح کہدی ہے کہ بعض اوقات مومن کو بشارتیں نہیں ملتیں اور اس پر واقعات آئندہ اور معارف قرآنی نہیں کھلتے۔ اور دعا کی نسبت تو اس نے یہاں تک کہد یا ہے کہ جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مبرم ہو وہ مومن کامل کی دعاؤں سے ہرگز نہیں بدلتی اگرچہ مومن کامل، نبی یا رسول کا رتبہ رکھتا ہو۔

اور اس استثناء سے حالت مقابلہ کی استثناء کہیں ثابت نہیں۔ یعنی یہ بات قرآن وحدیث میں کہیں نہ آئی کہ اگر مومن کامل، کسی کافر یا مومن ناقص کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھانا چاہے گا تو اس حالت وصورت میں نشان دکھانے کا قاعدہ کلیہ اور دائمہ رہے گا۔ اور اس استثناء کا جس کو بعض حالات میں قادیانی نے تسلیم و تجویز کیا ہے، اس میں دخل نہ ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید سے اس کا خلاف ثابت ہے اور بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار ثابت ہوا ہے اگرچہ اکثر اوقات مقابلہ کے وقت نشان دکھانا بھی قرآن سے ثابت ہے۔

مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے کی تمثیلات کی نقل اس مقام میں ضروری نہیں کیونکہ فریقین کو اس پر اتفاق ہے۔ اور وہ تمثیلات شہرہ آفاق ہیں: جیسے مشرکین مکہ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کا چاند کو دو ٹکڑے کر دکھانا، اور بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کی دعا سے فرشتوں کا نازل ہونا، اور آنحضرت ﷺ کے ایک کف دست مٹی اور سنگریزہ پھینکنے سے تمام مشرکین کی آنکھوں اور نتھنوں کا خاک اور کنکروں سے بھر جانا۔ وغیرہ۔

اس مقام میں ایک ایسی مثال کی تفصیل کی جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا مشرکین کے مقابلہ کے لئے آسمانی نشان چاہنا اور اس پر نشان دکھانے سے انکار پایا جاتا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ہے:

وان کان کبر علیك اعرا ضهم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السّماء فتاتیهم بآیةٍ ۔ و لو شاء اللّٰه لجمعهم علی الهدی فلا تکو ننّ من الجا هلین (انعا م ع ٤)۔ اگر تجھ پر (اے رسول) مشرکین مکہ کا (اسلام سے) منہ پھیرنا ناگوار ہو تو تجھے زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی نشان (جو وہ چاہیں) دکھانے طاقت ہے تو ان کو نشان لا دے۔ خدا چاہتا تو ان سبکو ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔...

تفسیر معالم میں لکھا ہے: و کان رسول اللّٰه ﷺ یحرص علی ایمان قو مه اشدّ الحرص و کانوا اذا سألوا لیتاحب ان یر یهم اللّٰه تعالی ذلك طمعا فی ایمانهم فقال اللّٰه عزّ وجل فان استطعت .. الآیة ۔(معالم ۔ص ٣٠٨) کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم کے مومن ہو جانے کی کمال حرص تھی وہ جب کوئی نشانی مانگتے تو آپ خدا سے چاہتے کہ وہ ان کو نشان دکھاوے اس طمع سے کہ وہ لوگ مومن ہو جائیں جس پر خدا تعالی نے یہ (مذکورہ بالا) ارشاد فرمایا۔

اور بیضاوی میں آخر آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: من الجا هلین با لحرص علی ما لا یکون (بیضاوی ص ٢٥٣)۔ جو امر نہ ہو اس کی حرص سے نادان نہ ہو۔

اس قسم کی آیات قرآن مجید میں اور بھی ہیں جن میں مقابلہ کی حالت میں انبیاء سابقین اور آنحضرت ﷺ کا نشان دکھانے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے جو مقابلہ کی حالت میں نشان ظاہر ہونے کو ضروری اور لازمی قرار دیا اور اس کو اپنے استثناء سے مستثنی کر دیا ہے، تو اس پر دو آیات قرآن سے تمسک کیا ہے۔ ایک وہ آیت جس کا اس نے یہ ترجمہ کیا ہے:

اے مومنو مقابلہ سے ہمت نہ ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کا ہے اگر واقعی مومن ہو۔

دوسری وہ آیت جس کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے: خدا تعالی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔

مگر اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور آیات کا مطلب غلط بتایا ہے۔ ان آیات میں ہر

وقت اور عام حالات میں مسلمانوں کو کافروں پر ظاہری اور دم نقد غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ پہلی آیت میں تو ایک خاص موقع (جنگ احد کے بعد جنگ بدر صغری کی تیاری) پر یہ وعدہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ پہلی آیت کی تفسیر میں معالم میں لکھا ہے: نزلت هذه الآية بعد احدٍ حين امر النبی ﷺ اصحابه لطلب القوم بعد ما اصابهم الجرح فاشتد ذلك على المسلمين فانزل هذه الآية (جب آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کے مقابلہ کا انکے زخمی ہو جانے کے بعد حکم دیا تھا اور وہ حکم ان پر گراں گذرا تھا تب خدا نے اس آیت کو اتارا)

دوسری آیت میں نہ تو خاص کر کے آسمانی نشان دکھانے سے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے اور نہ ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دینے کا وعدہ ہے۔ اسی عدم عموم حالت حالات کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے۔

قال علی فی الآخرة و قال عكرمة عن ابن عباس ای حجة و قيل ظهروا على اصحاب النّبی ﷺ۔ (معالم ص ۵۹) حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں خدا کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا ہے کافر دلائل سے (جو آسمانی نشان کے سوا بھی ہوتے ہیں) مسلمانوں پر غالب نہ آئیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب پر غالب نہ ہوں گے۔

یہ تفسیر معالم کا بیان ہے۔ ایسا ہی بیضاوی نے لکھا ہے اور اس میں تخصیص آخرت پر آیت کے سیاق کو دلیل سمجھ کر کہا ہے: فاللّه يحكم بينكم يوم القيامة و لن يّجعل اللّه للكافرين على المؤمنين سبيلاً حينئذ (پس خدا تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور خدا کافروں کو مومنوں پر اس دن راہ نہ دے گا)

اوران آیات سے کسی مسلمان سلف یا خلف نے یہ نہیں کہا کہ ان میں مومنوں کو کافروں پر ہر حالت اور ہر وقت میں غلبہ دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور واقعہ اور مشاہدہ کی شہادت بھی اسکے برخلاف ہے۔ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ بارہا مسلمانوں کا کافروں سے مقابلہ ہوا۔ اور بظاہر کافروں نے غلبہ پایا۔ عام مسلمانوں کا کیا ذکر ہے، خاص انبیاء پر بعض کافروں نے غلبہ پایا اور ان کو شہید کیا۔ دیکھو قرآن میں و قتلهم الانبياء بغير حقّ۔

مرزا قادیانی بھی دل سے ان آیات کا یہ مطلب نہیں سمجھتا جو یہاں بیان کرتا ہے۔ وہ خود یہ مطلب سمجھتا ہے، تو کیوں دلیری کے ساتھ بلا حفاظت پولیس وحواریین کبھی میدان میں نہیں نکلتا۔ دہلی میں چاندنی

چوک کے جلسہ عام اہل اسلام میں نہ آیا اوراس نے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ یہ عذر لکھ بھیجا کہ: اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریز ذمہ داری سے اطلاع دے دیں اور یہ بھی التجا و درخواست کریں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی طرف سے امن قائمکرنے کے لئے کچھ مدد کریں۔ بعد اطلاع ڈپٹی کمشنر آپ کو اطلاع دی جائے۔

اور آپ نے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں یہ مشتہر کیا ہے کہ: عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے، اس دن مجھے حاضر ہونے سے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت پر مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ میں انکی وحشیانہ حرکت دیکھ کر اوپر کے زنانہ مکان میں چلا گیا۔ اکثر اس طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔۔

ایسا ہی آپ نے تقریر مطبوعہ ۲۳۔ اکتوبر (۱۸۹۱ء) میں اور آپ کے حواری میاں غلام قادر نے سیالکوٹ گزٹ ۱۵۔ نومبر (۱۸۹۱ء) میں مشتہر کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد جتنے دن آپ دہلی میں رہے اپنے گھر پر پولیس کا پہرہ رکھوایا اور جس دن دہلی سے کوچ کیا، رات کے تین بجے ریلوے سٹیشن کا رستہ لیا۔

لاہور میں آپ کا قدم آیا تو یہاں بھی ارد گرد حواریوں کا پہرہ رکھوایا اور جس دن سے آپ کے ثانی اثنین مہدی لاہوری (یہ شخص لاہور میں ہے دعوی رسالت بھی کرتا ہے مہدی ہونے کا بھی مدعی ہے۔ کلمہ پڑھتا ہے لا الـــہ الا اللّـہ مہدی رسول اللـہ) نے سر بازار آپ کی خدمت کی، اس دن سے تو آپ نے اکثر زنان خانہ میں خلوت اختیار کی اور بہت کم نیچے کے مکان مردانہ میں نشست فرمائی۔ (اس لاہوری مہدی کا ذکر قادیانی روایات میں بھی ملتا ہے۔ سراج الحق نعمانی نے بتایا ہے کہ: ایک شخص لاہور میں تھا کہ گلی کوچوں میں لا الـہ الا اللّـہ مہدی رسول اللّٰہ کا نعرہ لگاتا پھرتا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب لاہور تشریف لے گئے اور مسجد شاہی میں جاتے تھے اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے کہ یہ دیوانہ مہدی بھی آ گیا اور دوڑ کر مرزا صاحب کے گلے میں کپڑا ڈال لیا۔ بمشکل لوگوں نے ہٹایا اور کپڑا آپ کی گردن سے نکالا (تذکرۃ المہدی۔ ص ۱۹۲)۔، اور مفتی محمد صادق قادیانی نے: دسمبر ۱۸۹۱ء کے واقعات میں بتایا ہے، لاہور میں ایک شخص مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ اکثر لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ وہ صاحب علم آدمی نہ تھے۔ وہ بازار میں حضرت صاحب سے اچانک آ کر لپٹ گئے اور شور مچانے لگے کہ مہدی تو میں ہوں تم

نے کیوں دعوی کیا۔ شیخ رحمت اللہ نے ان کو پکڑ کر پیچھے کیا۔ (منقول از، ذکر حبیب۔ص ۱۹۔ بہاء) پس اگر ان آیات کا وہی مطلب آپ کے دل میں ہوتا جو بیان کیا ہے تو یہ امر ایسے وقوع میں نہ آتا۔ ناظرین انصاف وایمان سے کہنا جس شخص کو خدا کی طرف سے مقابلہ کے وقت غلبہ کا وعدہ دیا جائے وہ خدا پر بھروسہ چھوڑ کر ڈپٹی کمشنر یا پولیس یا اورلوگوں کی پناہ لیتا ہے، ہرگز نہیں

فی دلیل سوروپیہ انعام

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) اور اگر مرزا قادیانی کو یہ دعوی ہے کہ ان آیات میں ظاہری وجسمانی مقابلہ کے وقت مومنوں کو غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کے وقت یہ وعدہ دیا گیا ہے تو وہ اس کا ثبوت پیش کرے اور نقل صحیح سے یہ بتادے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں وہ ظاہری اور جسمانی مقابلہ کا موقع نہ تھا بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کا موقع تھا۔اس بات کا قادیانی ثبوت دے تو ہم سے ایک دلیل پر سوروپیہ انعام لے۔

ہر چند آیات (اگر عمومات ہوں) اپنے موقع سے مخصوص نہیں ہوتیں مگر یہ تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ موقع نزول کو وہ شامل ہوتی ہیں۔اور یہ امر بالاتفاق ناممکن ہے کہ وہ اپنے معانی کی نظر سے مورد نزول کو شامل نہ ہوسکیں۔اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ مقابلہ کی صورت میں بھی ہر وقت اور ہر حالت میں مومنوں کو غلبہ دینے اور آسمانی نشان دکھانے کا خدا کی طرف سے وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار پایا گیا ہے۔اور اس قاعدہ نشان نمائی میں جو استثناء قادیانی نے تجویز وتسلیم کی ہے اس سے حالت مقابلہ مستثنی نہیں ہے۔ بناء علی ہذا صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی سے بعض حالات میں فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ بحکم استثناء مجوزہ مسلمہ قادیانی ممکن ہے کہ مقابلہ کے وقت دونوں فریق یا ایک فریق پر ایک مدت محدود تک (سال تمام کیوں نہ ہو) کسی بشارت یا پیشین گوئی یا عجائبات قرآنی کا انکشاف نہ ہواور فریقین یا کسی ایک فریق کے فرداہل حاجات ومصائب میں ایسے لوگ آجائیں جن کے حق میں تقدیر مبرم کا قلم چل چکا ہو۔اوران کے حق میں کسی کی دعا مقبول نہ ہو۔اس حالت میں علامات چارگانہ مجوزہ قادیانی سے فریقین یا احدالفریقین کا کافر

یا مومن ہونا ثابت نہ ہوسکے گا اور صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ ممکن نہ ہوگا۔

وجہ سوم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی کا وقوع بحکم عادت بھی ناممکن ہے اور اس سے امتحان ایمان قادیانی کا متعذر رہے۔ کوہڑی خانہ کی تیاری کے لئے روپیہ کون دے گا اور مفلس کوہڑیوں کا خرچ روزمرہ کا، اگر وہ صدہا لاہور میں جمع ہوگئے، کون ذمہ وار ہوگا؟ اگر حکیم صاحب جموں کے خزانہ عامرہ کی نظر سے ان کو آسان تصور کیا جائے تب بھی بڑی بھاری مشکل اس تجویز کے وقوع سے مانع ہے کہ کمیٹی ممتحنہ کے ممبر اگر صرف حواریان قادیانی ہوں (جو روپیہ ملنے اور دو وقتہ مفت پر کھانا کھانے کے طمع سے بخوشی ممبر ہو سکتے ہیں) تو ان کے امتحان اور ایمان پر فریق ثانی اور عام مسلمانوں کو اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر اس کمیٹی میں فریق ثانی کے اشخاص ممبر مقرر کئے جاویں تو یہ امر بخیال طوالت میعاد ایک سال کے ناممکن الوقوع ہے۔ وہ لوگ قادیانی کو اس کے ایسے دعاوی کی نظر سے جھوٹا اور فریبی جانتے ہیں اور خود آسمانی نشان دکھانے کے مدعی نہیں ہیں۔ پھر وہ کس امید پر اپنے کام کاج چھوڑ کر ایک سال تک اس کی نوکری میں لگ سکیں گے۔ اسی نظر سے قادیانی نے یہ کمیٹی تجویز کی ہے اور ایک سال ان کی نوکری اور حاضر باشی کی میعاد ٹھہرادی ہے۔ اس کو اس امر کا یقین حاصل ہے کہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنے سے کوئی مسلمان اس کمیٹی میں شامل ہونا پسند نہ کرے گا اور اس قدر عرصہ تک ناحق و بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا روا نہ رکھے گا۔

یہ یقین اس کو ان اشتہارات کے جاری کرنے سے ہو چکا ہے جو سابقاً مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایک سال تک حاضری کی شرط پر آسمانی نشان دکھانے کے لئے اس نے جاری کئے تھے اور مخالفین ان اشتہارات کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ کسی نے اس کو فریبی اور دھوکہ باز سمجھا، کسی نے دیوانہ قرار دیا۔ اور اس نے اپنے احمق اتباع پر اس کا نتیجہ یہ ظاہر کیا کہ کوئی اسکا مقابل نہ ہوا، اور میدان اس کے ہاتھ میں رہا۔ یہی نسخہ اس نے مسلمانوں سے پیچھا چھڑانے اور اپنے احمق اتباع کے سامنے ان پر اپنی فتح ظاہر کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہا ہے مگر دانا ہر فرقہ کے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اس کی فتح نہیں، گریز ہے۔ اور ایک ناممکن الوقوع امر کو شرط مقابلہ ٹھہرانا گریز کا ایک بہانہ ہے۔

بھلا اگر قادیانی کو کوئی یہ کہے کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ (قادیانی) اس کی خدمت میں حاضر

رہے۔ایک سال کے بعد وہ اس کو خدا تعالی کی ظاہری آنکھوں سے زیارت کرا دے گا، یا اس کو پر لگا کر آسمان پر اڑا کر پہنچا دے گا، تو کیا قادیانی اس امید پر ایک سال تک اس کی خدمت میں رہنا منظور کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کو (جو اس کو محض فریبی سمجھتے ہیں اور اس سے صدور خوارق وکرامات کو ویسا ہی محال جانتے ہیں) کیوں ایسی بات کہتا ہے؟ ہاں وہ میعاد نشان نمائی ہفتہ دو ہفتہ کر دے، تو مسلمان نہ اس امید پر کہ وہ نشان دکھا سکتا ہے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ جھوٹا ہے، خدا اس کو جھوٹا کرے گا اور عام لوگوں پر اس کا فریب ظاہر کر دے گا، اس قلیل مدت تک اپنی اوقات کو صرف کر سکتے ہیں۔ سال بھر تک تو وہ اپنی اوقات کو اس کی تکذیب کے لئے صرف کرنا، کوہ کندن گیاہ برآوردن، کا مصداق سمجھتے ہیں اور اس سے آسان تدبیر تقریر وتحریر کے ذریعہ سے اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر کر سکتے ہیں۔ لہذا میعاد ایک سال کے لئے ان کا اس کمیٹی کا ممبر ہونا ناممکن الوقوع ہے۔

وجہ چہارم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ وقوع میں آ بھی جاوے تو وہ مشتبہ رہتا ہے کیونکہ بعض علامات جس کو قادیانی آسمانی قرار دیتا ہے، آسمانی نہیں بلکہ شیطانی یا انسانی ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

وہ کشف واقعات آئندہ سے جو بذریعہ علم نجوم ورمل وجفر اور جوتش اور قیافہ شناسی اور پولیٹکس بھی ہو جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کو بطور پیشین گوئی نجومی رملی و پولیٹیشن اشخاص اکثر بتاتے ہیں اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوتے رہتے ہیں اور واقعی بھی نکلتے ہیں۔ پس اگر قادیانی (جو علم نجوم میں دخل رکھتا ہے) چنانچہ اس کی عبارات توضیح مرام منقولہ فتوی تکفیر قادیانی سے ظاہر ہے (اور پالیٹیشن اور قیافہ شناس تو پورا ہے) ان علماء اسلام کے مقابلہ میں (جو رمل ونجوم کا علم نہیں رکھتے اور مرزا قادیانی کے برابر وہ قیافہ شناس اور پولیٹیشن بھی نہیں ہیں) کچھ واقعات آئندہ بتا دے جن کی مثل وہ علماء نہ بتا سکیں تو اس سے ان واقعات کے بیان کا نشان آسمانی ہونا کیونکر متیقن ہو سکتا ہے۔

وجہ پنجم: یہ کہ بعض علامات مجوزہ قادیانی یقیناً آسمانی نہیں بلکہ شیطانی ہیں۔ جن کی نظر سے اس فیصلہ کو یقیناً شیطانی کہہ سکتے ہیں۔ وہ آیات قرآن میں اس کی وہ تحریفات ہیں جن کو وہ معارف قرآنی کہتا ہے (جیسے قادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر سے رات مراد نہ ہونا بلکہ ایک ظلماتی زمانہ، جس کی ظلمت حد کمال تک پہنچ چکی ہو، مراد ہونا، اور سجود آدم سے حضرت آدم کی طرف ملائکہ کا سجدہ مراد نہ ہونا بلکہ انسان کامل کی خدمت واطاعت مراد ہونا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی وشفاء مرضی

سے روحانی مردوں اور مریضوں کو ہدایت کرنا، یا عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا خیالی اثر حیات وصحت ان پر ڈالنا اور خلق طیور سے کل دار کھلونے بنانا وغیرہ) اور مسلمان ایسے معانی کے بیان کو تحریف وکفر والحاد وزندقہ و باطنیت سمجھتے ہیں اور اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ معانی ظاہر نصوص کے (جو باتفاق اہل اسلام واجب الاعتقاد ہے) مخالف ہیں اور سلف صالحین صحابہ وتابعین وآئمہ مجتہدین واکابر محدثین سے مروی وماثور نہیں، اس امر کا تو قادیانی خود فخر کے ساتھ مدعی ہے اور کہتا ہے کہ وہ معانی کسی کتاب تفسیر میں موجود نہ ہونگے۔ لہذا وہ تحریفات بحکم حدیث من احدث في امر ناهذا ما ليس منه فهو ردّ (یعنی جو شخص ہمارے دین میں ایسی بات نکالے جو اس میں نہیں، یعنی قرون ثلاثہ میں جن کی بہتری کی آنحضرت ﷺ نے شہادت ہے، پائی نہ جاوے، وہ مردود ہے) مسلمانوں کے نزدیک لائق رد ہیں۔ پھر وہ ان تحریفات کو آسمانی نشان کیونکر مان لیں اور اس میں قادیانی کا مقابلہ کس طرح کریں۔ قادیانی کے مقابلہ میں وہ تھوڑی دیر کیلئے کافر نہیں بن سکتے۔ (وہ اس احمق کی نظیر نہیں بننا چاہتے جس نے پرائی بدشگنی کیلئے اپنی ناک کٹائی تھی)

وجہ ششم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی نہایت طوالت اور مہلت طلب ہے ایک عرصہ انعقاد و تقرری کمیٹی ہائے مختلف علاقوں کیلئے چاہیے۔ اور بعد انعقاد کمیٹی ہا اور شروع کاروائی پھر ایک سال انتظار نتائج دعاؤں اور پیش گوئیوں کیلئے چاہیے۔ حالانکہ یہ کئی سالوں کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے ہوسکتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہی کمیٹی جو آئندہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کا امتحان کرکے قادیانی کو پاس کرے گی، قادیانی کی گزشتہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور اس کے بیان کردہ قرآنی معارف کا امتحان کرے۔ اس کمیٹی میں قادیانی کے مخالف مولوی بھی شامل ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ صرف چند دنوں کا کام ہے، اور اس میں ان کو بنظر کاذب اور مفتری ہونے قادیانی کے اور کذب ہونے اس کی پیش گوئیوں کے اور کفر والحاد ہونے اس کے بیان کردہ معارف کے اپنی کامیابی کی کامل امید ہے۔

اس کمیٹی کے ممبر فریقین سے مساوی منتخب ہوں اور اس کا پریسیڈنٹ نیوٹرل (ثالث غیر طرفدار) ہو۔ یہ کمیٹی قادیانی کی پہلی دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کو درست اور صحیح اور آسمانی نشان قرار دے تو قادیانی کو مومن کامل تصور کیا جائے، ورنہ کافر دروغ گو۔

پہلی دعاؤں میں شائدان لوگوں کے نام بھی پیش ہوں جن کا ہزار ہا روپیہ قادیانی صاحب ہضم کر

چکے ہیں اوران کے کام نہیں ہوئے۔اور انکی نسبت شائدوہ یہ عذر پیش کریں کہ ان کے حق میں تقدیر مبرم چل چکی تھی اس لئے وہ کامیاب نہ ہوئے۔لہذا انکی جگہ چند نئے اہل حاجات (جن میں بعض قادیانی کے اتباع سے لنگڑے، کانے وغیرہ بھی شامل ہوں گے) پیش کئے جائیں گےان کی نسبت پہلے قادیانی صاحب الہام کی دوربین لگا کرلوح محفوظ یا عرش معلیٰ یا علیین سے یہ دیکھ لیں کہ وہ تقدیر مبرم والے تو نہیں۔وہ ایسے نکلیں تو ان کی جگہ اورلوگوں کو منتخب کرے جو تقدیر مبرم کی لپیٹ میں نہ آئے ہوں۔اور پھران کے حق میں دعا کر کے ایک یا دو ہفتہ میں اس کا اثر دکھادے اوراس کمیٹی سے اوراپنے تمام مخالفین سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرے۔

ہم سب مخالفین، قادیانی کو وعدہ دیتے ہیں کہ اگر وہ غلبہ رائے کمیٹی سے اس امتحان میں پاس ہوگیا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں (گواس کے الفاظ سے یہ دعوی قطعاً ثابت ہو۔اس صورت میں ان الفاظ کی نسبت یہ خیال کیا جائے گا کہ وہ الفاظ اس نے نادانی اور سادہ لوحی سے جس وہ اپنے فیصلہ ۳ فروی ۱۸۹۲ء میں مقرہوا ہے، بولے ہیں نہ عمداً اورارادہ معانی حقیقیہ سے)(اس امرکو میں نے آپ کے دیگر مخالف علماء کے پاس ذکر کیا تو انہوں نے منظور کیا۔آپ اس امرکو منظور کرلیں گےتوان کی دستخطی تحریرآپ کے پاس بھیجی جائے انشاءاللہ تعالی) اوراس نظر سے وہ کافر نہیں کیونکہ ہم لوگوں اہل سنت کا اصول واعتقاد ہے کہ متنبّی (جھوٹے مدعی نبوت) کے ہاتھ پرخوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ممکن نہیں چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبرے جلدے میں اس کی تشریح ہوچکی ہے۔

ومعہذا اگرقادیانی سے آسمانی نشان اورکرامتوں کا ظہور ہوا تو سمجھا جائے گا کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں،صرف نادانی اورسادگی سے ایسے الفاظ،جن سے دعوی نبوت ثابت ہے،اس کی قلم سے نکل گئے ہیں۔ہمارے اس وعدہ وتسلیم سے قادیانی کے یہ عذرات: ا۔بعض اوقات تقدیر مبرم نشان دکھانے سے مانع ہوتی ہے۔۲۔یک طرفہ نشان دکھایا جائے تو مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گےاورانکے بہکانے سے عوام بھی اس کا اعتبار نہ کریں گے،۔اٹھ گئے۔اب تو وہ سرتسلیم جھکا کر یک طرفہ آسمانی نشان دکھائے،اورسالہا سال کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے کرنا منظور کرے۔وہ اس تسلیم کا خوداپنے فیصلے میں ہم سے طالب ہوا تھا۔ہم نے اس کومنظور کرلیا ہے،تواب اس کو یک طرفہ نشان دکھانے سے کون ساعذر مانع ہے بس اب میدان میں آئے اورنشان دکھائے،اورروز روز کا قصہ طے کرے۔

یہ قادیانی کے آسمانی فیصلہ کے نسخ وترمیم کی وجوہات ہیں۔انہیں وجوہات کے ضمن میں اس فیصلہ کی جگہ جوآسان تجویز باتقویم ہمارے خیال میں تھی وہ بیان ہوچکی ہے وہ تجویز وہ آسمانی فیصلہ ہے جووجہ اول کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ قادیانی اپنے اقوال واعتقادات کوآسمانی وحی جلی قرآن اورآسمانی وحی خفی حدیث نبوی پرمجمع علماء میں حاضر ہوکر پیش کرے اوراپنے زبانی اقرار کلمہ شہادت اوراظہار تسلیم اموراِیمان مندرجہ حدیث وقرآن کواپنی کتب وتصانیف کے انکار سے مطابق کردکھائے کیونکہ وہ مسلمانوں کی مجالس اوربعض تحریرات میں یہ تواقرار کرتا ہے:

۱۔کہ میں ملائکہ کونفوس فلکیہ اورارواح کواکب نہیں سمجھتا۔

۲۔ان کے بذات خودزمین پرآنے سے انکاری نہیں ہوں۔

۳۔جبریل کاآنحضرت ﷺ کے پاس اصلی صورت میں چھ سوبازوؤں کے ساتھ آنامانتاہوں۔نہ کہ انبیاء کی خیالی صورت سے۔

۴۔میں روح القدس روح الامین (جوانبیاء کے پاس آتا) انکی خدائی صفت محبت کے نتیجہ کوقرارنہیں دیتا بلکہ جبریل فرشتہ کوسمجھتا ہے جوآسمان سے اترکرانبیاء کے پاس آتاتھاایک دفعہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس آیاتواس کے کئی سوپرتھے (حکیم صاحب کومخاطب کرکے فرمایا) بھائی نوردین بتاناکتنے؟ (حکیم نے جواب دیا) حضرت چھ سوتھے۔

۵۔میں تثلیث پاک تجویزنہیں کرتا۔

۶۔میں بطوراستعارہ ابن اللہ (خداکابیٹا) نہیں کہلاتا۔

۷۔میں ستاروں کی تاثیرکاقائل ومعتقدنہیں ہوں۔

۸۔میں نبوت کادعوی نہیں کرتابلکہ مدعی نبوت کوکافرجانتاہوں۔

۹۔میں اپنی وحی کووحی انبیاء کی طرح دخل شیطان سے منزہ اورمعصوم نہیں سمجھتا۔

۱۰۔میں معجزات انبیاءاورخوارق کومانتاہوں۔

۱۱۔میں آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کوحق جانتاہوں۔

۱۲۔۱۳۔میں سجودآدم،لیلۃ القدروغیرہ کوجوقرآن مجیدمیں واردہیں اسی طرح انکے ظاہری معانی سے مانتاہوں

جس طرح تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

۱۴۔ میں نصوص کے ظاہری معنی چھوڑنے کو کفر والحاد سمجھتا ہوں۔

۱۵۔ میں مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین نہیں کرتا بلکہ اس توہین کو کفر سمجھتا ہوں۔

۱۶۔ میں اپنے اوپر نازل کتاب یا آیات کا مدعی نہیں ہوں۔

۱۷۔ میں تمام لوگوں پر اپنی پیروی واجب اور موجب نجات اور اپنی نافرمانی کو حرام اور مستوجب سزا نہیں جانتا

۱۸۔ میں اہل اسلام سلف کو مشرک کافر نہیں سمجھتا بلکہ مومن کو کافر کہنے والے کو کافر جانتا ہوں۔

وعلی ہذا القیاس بہت ایسے امور ہیں جن کا مرزا قادیانی عام مجالس اور بعض تحریرات میں اقرار کرتا ہے۔ مگر اس کی کتب مشہورہ تصانیف میں اس اقرار کے برخلاف صریح انکار موجود ہے جو بہ ترتیب امور منقولہ بالا اس کی تصانیف سے نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ آپ کا ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دینا، آپ کی درج ذیل عبارات میں پایا جاتا ہے:

توضیح المرام کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:

روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔

اور اس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں:

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔

۲ تا ۶۔ آپ کا ملائکہ خصوصاً جبریل وملک الموت کے بذات خود اور اصلی صورت سے نزول سے انکار کرنا اور صرف نزول تاثیر کا قائل ہونا اور انبیاء کی دیکھی ہوئی صورت کو ان کی خیالی صورت قرار دینا، اور روح القدس روح الامین وغیرہ انسانی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار دینا اور تثلیث پاک کو تجویز کرنا اور اپنے آپ کو بطور استعارہ ابن اللہ کہنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں:

محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال ببداہت باطل بھی ہے مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزارہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد وامصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوس کے فاصلے پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کر اول پیروں سے چل کر اسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کیلئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اس کے کم عرصے میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے، ہرگز نہیں۔

اور اس عبارت منقولہ سابق میں گزر چکا کہ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر مستقر اور قرار گیر ہے

اور اس کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں:

اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کرلیا جاوے تو ان کی تمام قوی میں فرق پڑ جاوے گا...وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان ہی کا حکم رکھتے ہیں اور انکے جدا ہونے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پاجانا لازی اور ضروری امر ہے۔

اور اس کے صفحہ ٦٨ میں لکھتے ہیں:

سو وہ فرشتہ (جبریل) اگرچہ ہر ایک شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی شکلوں پر تقسیم ہوتا ہے۔

وہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں:

ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا ومحبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جسکا نام روح القدس ہے.. چونکہ روح القدس ان دونوں

کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کیلئے بطور ابن کے ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ کی محبت کیلئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔

اور اس کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں: اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں: اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھ دیتا ہے تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس کی عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتے کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ اسکے اندر گھس آتا ہے کہ جیسے مثلاً آئینہ دیکھنے سے یہ نہیں ہوتا کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔

اور اسکے صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں:

جب جبریلی نور خدا کی کشش اور تحریک اور نفخہ نورانیہ سے جنبش میں آتا ہے تو معاً اسکی ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔

۷۔ آپ کا تاثیر ستاروں کا قائل ہونا۔ آپ توضیح مرام میں صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں:

جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک اثر ڈال رہے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ:

تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

اور اس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں کہ: جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار انکے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی انکے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

۸۔۹۔آپکا مدعی نبوت ہونا اور نبیوں کی مانند اپنی وحی کو دخل شیطان سے منزہ و معصوم سمجھنا۔

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں، اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے، اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے، اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے، اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے، اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے، اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ میں آپ لکھتے ہیں:

ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔...سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی کہا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دو شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسلئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۶ میں لکھتے ہیں:

جیسے اسلام میں سر دفتر الٰہی خلیفوں کا مثیل موسی ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور پادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلی ہے ﷺ ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسی بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربانی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناك المسیح ابن مریم نے اسکو در حقیقت وہی بنا دیا ہے و کان اللّٰہ علی کلّ شئٍ قدیر۔ اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی، اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف

یہ اشارہ ہے و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے

۱۰۔ آپ کا معجزات سے انکار کرنا اور ان کو قانون قدرت کے مخالف سمجھ کر از قسم شعبدہ بازی و دست کاری و مسمریزم قرار دینا،

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید اور مولی حضرت خاتم الانبیا ﷺ سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں اور روبرو ہی اتریں اور انہیں جواب ملا تھا قل سبحان ربی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶ و ۷ میں آپ لکھتے ہیں:

مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں (یعنی قادیانی سے) اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں (اس میں صاف تصریح ہے کہ جن معجزات کو مسیح کی طرف مسلمان منسوب کرتے ہیں وہ مفتریات ہیں مسیح سے وہ معجزات سرزد نہیں ہوئے) تو اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔ کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی۔ قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں (جس نبی کی ایک الہامی پیش گوئی غلط نکلے اس کے الہام اور وحی اور نبوت کا کچھ اعتبار نہیں۔ بناء علیہ آپ کا حضرت مسیح کی پیش گوئی کو غلط کہنا در پردہ ان کی نبوت سے انکار ہے)

یہاں تو آپ نے صرف حضرت مسیح کے معجزات، پیش گوئیوں، پروار کیا ہے مگر اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ میں اس وار اور طعن میں چار سو اور نبیوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ بحوالہ کتب یہود و نصاریٰ جن پر اہل اسلام کے نزدیک اعتماد حلال نہیں، یہ لکھا ہے:

ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکلی۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا، نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا۔

اس بیان کی تائید میں آپ نے قرآن کی ایک آیت کے اس حصہ سے جس میں ذکر ہے کہ جو نبی یا رسول گذرا ہے، اس نے بات کی تو شیطان نے اس میں کچھ ملا دیا، استدلال کیا اور یہ کہا ہے کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابیں تورات و انجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت نہیں، تو پھر ناظرین کیلئے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے میاں عبدالحق (غزنوی) صاحب اور میاں محی الدین (لکھوی) صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہام سمجھ لیا ہے۔

مگر اس استدلال میں آپ نے تحریف سے کام لیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الّا اذا تمنّى القى الشّيطان فى امنيّته ـ فينسخ اللّٰه ما يلقى الشّيطان ثمّ يحكم اللّٰه آ يا ته ـ و اللّٰه عليم حكيم ـ (حج : ۵۲)

اس آیت کے پہلے حصہ کو آپ نے لے لیا اور اس کا اخیر حصہ جس میں صاف بیان ہے کہ اللہ، شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیت کو محکم کرتا ہے، چھوڑ دیا۔ اور طرفہ یہ کہ آپ بہت جگہ اپنی تصانیف میں اس آیت کے آخری حصہ سے اسکے ساتھ بخاری کی ایک حدیث سے لفظ و لا محدث شامل کر کے اپنے اور دیگر محدثین کے الہامات کا دخل شیطان سے منزہ ہونا ثابت کر چکے ہیں اور اس حصہ آیت اور حدیث بخاری کو اپنے دعویٰ نبوت و محفوظیت کا بڑا بھاری ثبوت خیال کرتے ہیں۔

اس مقام میں مولوی محی الدین صاحب و صوفی عبدالحق کے الہامات کو، جو قادیانی کے مخالف ہوئے

ہیں، جھوٹا بنانے کے لئے اس حصہ آیت اور اس حدیث کو آپ ہضم کر گئے۔ اور اس آیت کے پہلے حصہ کو کتب یہود ونصاریٰ کا مصدق بنا کر دکھا دیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور درحقیقت یہ پوری آیت مضمون کتب یہود ونصاریٰ کے مصدق نہیں مکذب ہے اور کسی آیت یا حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء اپنی الہامی پیش گوئی میں جھوٹے نکلتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں: اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں، نہیں دیکھتے کہ وہ کھلے کھلے انکار کئے جاتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں: دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا معجزہ جو صرح ممرد من قواریر، ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (خلق طیور یعنی مٹی کا پرندہ بنانا) حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ حضرت سلیمانؑ کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا، تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے انکو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے، وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم ہی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے، یا اگر پرواز نہیں تو پیروں پر چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہوجاتی ہے۔

اوراس کے صفحہ ۳۰۵ میں آپ لکھتے ہیں:

ماسوائے اس کے یہی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطورلہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کران چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں...ان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی دوسری چیزوں پر ایک جماد پر جو بالکل بے جان ہے ڈال سکتی ہے۔تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوا کرتی ہیں۔

اوراس کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں:

بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔مگر یادرکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی سے قوی امید رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم تر نہ تھا

اوراس کے صفحہ ۳۱۰ میں آپ لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت براخاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے ان روحانی تاثیروں میں جوروح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

اوراس کے صفحہ ۳۲۴ میں آپ لکھتے ہیں کہ:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔نہیں صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔

بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کے قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

اور اس کے صفحہ ۱۴۱۴ میں آپ لکھتے ہیں:

ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہیں ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا۔ اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ۔ اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور ان سے گواہی دلواتا تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی۔ غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آب حیات خدا تعالی نے اس عاجز کو بھی دیا۔ بے شک جو شخص اس میں سے پیئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلا شبہ میں اقرار کرتا ہوں اگر میری کلام سے مردے زندہ نہ ہوں۔ اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں آیا۔

اور اس کے صفحہ ۲ میں آپ لکھتے ہیں: اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ (مسمریزم کی حقیقت پر مرزا صاحب کا ایک بیان ہم متفرقات کے حصہ میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

۱۱۔ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی جسمانی معراج سے انکار کرنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں: اب میں کہتا ہوں کہ جو امر (یعنی آسمان پر جانا) آنحضرت ﷺ کیلئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا، وہ حضرت مسیح کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں: اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلی درجہ کا کشف تھا۔

۱۲۔۱۳، ۱۴۔ سجود آدم اور لیلۃ القدر کے ظاہری معانی سے انکار کرنا، اور نصوص کے ظاہر معانی چھوڑ کر ان سے استعارات مراد لینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اسوقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدا تعالی کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔ سو یہ اس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالی اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اور آپ فتح اسلام کے صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں: تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔ اور اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر در حقیقت یہ رات نہیں، یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

اور اس کے صفحہ ۱۷ میں آپ لکھتے ہیں کہ: خدا تعالی ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور تعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ میں حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہیں: یہ سب استعارے ہیں جن کو خدا تعالی کی طرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے ان کو سمجھ جائیں گے ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔

۱۵۔ آپ کا مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین کرنا

حضرت مسیح کی جو آپ نے توہین کی ہے ان عبارات سے بخوبی ثابت ہے جو آپ کے انکار معجزات مسیحی کی شہادت میں پیش کی گئی ہیں۔

اور اپنے ازالہ اوہام میں صفحہ ۷۵ سے ۷۷ ۶ تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے جملہ اصحاب اور ان کے تابعین اور سبھی آئمہ دین کی توہین کی ہے۔ ان صفحات میں آپ نے فتح سیفی کی (جس کے سبب خدا تعالی نے سورۃ فتحنا میں آنحضرت ﷺ پر احسان جتایا اور آنحضرت ﷺ نے اس پر کمال مسرت کا اظہار کیا اور اس کو تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر

اور محبوب تر کہا اور صحابہ نے اس کی خوشی میں اونٹ دوڑائے اور اس خوشی میں ان کو وہ غم جو مقام حدیبیہ میں پہونچے تھے سب بھول گئے) سخت توہین کی ہے اور اس کی نسبت صفحہ ۶۷۶ میں یہ بات بہ تصریح کہدی ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں ہے۔ چند روزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح ہی معدوم ہو جاتی ہے (محض کذب اور مغالطہ ہے۔ سیف سے اگر چہ ابتداء اکراہ ہوتا ہے مگر انتہاء وہ اکراہ بانشراح مبدل ہو جاتا ہے اور جب مومن کے دل میں اسلام راسخ ہو جاتا ہے تو وہ پھر کبھی دور نہیں ہوتا ہندوستان کی حالت دیکھو اسلام اس میں کیونکر آیا اور اب کس طرح قائم ہے مسلمانوں کا اقبال نہیں رہا مگر پھر اسلام عیسائیت کی نسبت ترقی پر ہے) سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو اب اسلام کو (یعنی مرزا کے ہاتھ سے) نصیب ہوئی ہے۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۷ میں کہا ہے:

اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق و معارف ہی مان لیں جو پہلوں نے دریافت نہیں کئے تو اس میں اجماع کی کسر شان ہے۔ گویا ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کرلیا۔ یہ خیال ان ملالوگوں کا بالکل فاسد ہے انکو سوچنا چاہیے کہ جب کہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی (نباتات کی نسبت الیوم اکملت لکم کی بشارت وارد ہوتی تو ان کے خواص جدیدہ کی بھی نفی کی گنجائش ہوتی۔ ان کی نسبت انتم اعلم با مور دنیا کم وارد ہے اور قرآن اور اسلام کی نسبت الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ فہم جملہ صحابہ کے مخالف اب کسی کو دقائق قرآنی سوجھیں) تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی (اس میں آپ کا آنحضرت ﷺ پر بھی طعن ہے کیونکہ ضرورت کی جو تفصیل آپ نے کی ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی بخیال آپ کے پیش نہیں آئی لہذا آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ بھی معاذ اللہ ان دقائق سے محروم رہے)۔

پھر اس کے صفحہ ۶۸۰ میں کہا ہے:

سو اب وہی وقت آ گیا۔ اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے، بہت سارا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا۔

۱۶۔آپ کا مدعی نزول آیات ہونا

قرآن کی بہت سی آیات ہیں جن کو آپ اپنے حق میں نازل بتاتے ہیں جن کی تفصیل مجلس فیصلہ میں ہوگی۔اور اگر وہ مجلس نہ ہوئی تو کسی آئندہ تحریر میں کی جائے گی۔اس مقام میں ایک ایسی آیت نقل کی جاتی ہے جو علاوہ موجودہ آیات قرآن کے آپ پر بھی نازل ہوئی ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ میں لکھتے ہیں:

اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحقّ انزلناہ و بالحقّ نزل و کان وعد اللّٰہ مفعولاً

پھر صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں:

اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا (آپ محدث کہلاتے ہیں اور محدث کا کشف والہام آپ کے نزدیک دخل شیطانی سے منزہ ہے لہذا اس آیت کا قرآن میں ہونا آپ کے نزدیک یقینی اور ضروری ہے۔موجودہ قرآن میں جو یہ آیت موجود نہیں تو شاید آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضرت ابوبکر یا حضرت عثمان یا زید بن ثابت کی غلطی ہے) کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان ، تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو،لکھا ہوا ہے۔تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف میں دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا ہے،مکہ اور مدینہ اور قادیان۔

۱۷۔آپ کا تمام لوگوں پر اپنی پیروی کو واجب اور نجات کا موجب کہنا

آپ فتح اسلام کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں:یعنی خدا نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے،تو اس طوفان کے وقت یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کیلئے موت درپیش ہے۔

اور بصفحہ ۵۸ فرماتے ہیں:اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور

قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکوموت درپیش ہے اوراس کی لاش ہی سلامت نہیں رہے گی۔

۱۸۔آپ کا سلف اہل اسلام کو کافر ومشرک کہنا

آپ نے اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں مشرک اور اعتقاد حیات مسیح کو ستون شرک قرار دیا اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گزشتہ علماء نے اس طرف نہیں خیال کیا اور یہ اعتقاد مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے برخلاف کتاب اللہ ٹھہرالیا ہے۔پھر کہا ہے کہ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں اور در پردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ میں لکھا ہے:

کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے (یعنی وہ آیات جن میں حضرت مسیح کا مٹی سے جانور بنانا مذکور ہے) متشابہات سے ہیں اوران کے یہ معنی کرنا کہ گویا خداتعالی نے اپنے ارادہ اوراذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کررکھا تھا (ان آیات کے یہ معنی آپ نے ازخود کئے ہیں مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ خالق خدا ہے حضرت مسیح کا مٹی کے جانور میں پھونک مارنا،یاان کے لئے دعائے حیات کرنا اس خالقیت کے ظہور کا سبب ومحرک ہے) صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا ہے: یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہے اور کفر سے بدتر۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ میں کہا ہے کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۱ میں کہا ہے۔ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں کہا ہے۔غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کراوران میں پھونک مار کرانہیں سچ مچ کے جانور بنادیتا تھا۔

اسی قسم کے صدہا کفریات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ کفریات قادیانی کے زبانی کلمہ پڑھنے اور بعض تحریرات میں امور ایمان کا اقرار وتسلیم کرنے کے صریح مخالف ہیں اوراس کلمہ واقرار کو صاف جھٹلا رہے ہیں۔پس اگر قادیانی اس اقرار وتسلیم میں سچا ہے اوراس کا وہ اقرار دل سے ہے،منافقین کی مانند صرف زبان سے نہیں ہے،تو اس کا فرض ہے کہ وہ ان کفریات کواس اقرار وتسلیم سے مطابق کرکے دکھاوے۔یہ نہ ہوسکے تو

ان کفریات سے رجوع وتوبہ کا اشتہار دے۔ اوران کتابوں کو جن میں یہ کفریات درج کئے ہیں، جلا دینے کا حکم شہرہ آفاق کرے

ان باتوں کو کفر ٹھہرانے میں خاکسار متفرد نہیں بلکہ ہندوستان و پنجاب کے علماء شریعت و مشائخ طریقت مختلف مذاہب وطرق (قادریہ، چشتی، حنفیہ واہل حدیث) اس کی رائے سے متفق ہیں۔ خاکسار نے ان باتوں کو بضمن ایک استفتاء کے انکی خدمت میں پیش کیا تو سب نے بالاتفاق و بلاخلاف ان باتوں کو دائرہ اسلام وتسنن سے خارج کیا اوران باتوں کی نظر سے قادیانی پر کفر، الحاد، زندقہ، ارتداد، بدعت، خروج از ملت ودائرہ سنت کا فتوی لگایا ہے۔

وہ فتوی اس وقت تک اس غرض سے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کیا کہ اگر قادیانی ان عقاید کفریہ و بدعیہ کی نسبت کوئی عذر ہو تو پیش کر لے۔ ان عقاید کو اسلام وتسنن کے موافق کر دکھائے یا ان سے رجوع کرے۔

یہ امر اس کو بارہا اشتہارات دہلی مطبوعہ ۷، اکتوبر ۱۸۹۱ء وغیرہ میں کہا گیا ہے اوراب اس صورت فیصلہ میں ان باتوں کو بیان کر کے آخری دفعہ اس کو موقعہ عذر (تطبیق یا رجوع) دیا گیا ہے۔ اس پر بھی اس نے مجلس عام میں حاضر ہو کر اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو اس فتوی کو عنقریب مشتہر کیا جائے گا۔ اور پھر قادیانی سے ہاتھ ملنے کے سوائے کچھ بن نہیں پڑے گا۔

یہ صورت فیصلہ بھی اگر قادیانی کو منظور نہ ہو تو پھر اس کے امتحان ایمان کے لئے آسان اور سہل الوقوع وہ تجویز ہے جو وجہ ششم کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ کمیٹی مقررہ فریقین قادیانی کے پچھلے نشانوں کا امتحان کرے اس میں وہ غلبہ رائے کمیٹی سے پاس ہو جائے تو اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔

اس صورت کو بھی آپ منظور نہ کریں، اور ضرور آئندہ ہی نشان آسمانی دیکھنے اور دکھانے پر اصرار کریں، تو اس کو بھی ہم منظور کرتے ہیں، مگر نہ ان صورتوں سے جن کو آپ نے بیان کیا ہے کیونکہ وہ بجز سال ہا سال مدت کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان نئی دو صورتوں میں سے ایک صورت میں، جو ذیل میں معروض ہے:

پہلی صورت یہ ہے آپ خود ہی آئندہ یک طرفہ نشان دکھلائیں۔ کسی کوہڑی کو اچھا کریں، یا کانے کو دوسری آنکھ دیں، یا لکڑی کا سانپ بنا دیں، یا آسمان سے من وسلوی یا مائدہ اتار دیں۔ یا جلتی آگ میں کود

پڑیں اور بچ جائیں، یا کسی خشک درخت کو سبز کر دکھائیں، یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اس یک طرفہ نشان دکھانے میں جو آپ کا عذر تھا کہ: مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گے،۔

اس کو ہم نے اٹھا دیا، اور نشان دکھانے پر مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا نیچر یا قانون قدرت کے برخلاف ہے (چنانچہ جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر کے جواب میں آپ نے کہا ہے اور ان کو یوں ہی ٹلا دیا ہے) تو یہ عذر فضول ہے اور گریز کا ایک بہانہ ہے۔ یہ عذر ان ہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف جانتے اور ان کو توڑنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ اس امر کے تصفیہ کے لئے پہلے ہم سے بحث کرلیں۔ ہم نے اگر آپ پر ظاہر اور ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے برخلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی تصانیف سابقہ سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا، ورنہ ہم کو اپنے سوال کا واپس لینا۔

اس صورت کی نشان نمائی سے بھی اگر آپ گریز کریں تو پھر دوسری صورت معروضہ ذیل سے نشان نمائی کریں یا نشان دیکھیں:

دوسری صورت یہ ہے جو ایک صوفی الہامی مدعی نمائش نشان آسمانی نے تجویز کی ہے اور اس سے ہمارے ایک معزز دوست نے ہم کو اطلاع دی ہے۔ وہ دوست لکھتے ہیں:

میں نے صوفی صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ازالہ اوہام کے دعوی نشان نمائی مندرجہ صفحہ ۶۶۰ کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے فرمایا:

مولوی محمد حسین صاحب کو لکھ دو کہ وہ اشاعۃ السنہ میں چھاپ دیں کہ اگر مرزا کو درگاہ الٰہی میں اپنے مقبول ہونے اور دیگر علماء کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ وہ کوئی ایسی کرامت دکھلاوے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے ذی علم وطبعی وفلاسفر بھی کرامت کے نام سے موسوم کرسکیں۔ اور دکھانے سے پہلے یہ ایک ضروری شرط ہے کہ اس کے جزئی وکلی حالات ایسے

مشروح طور پر لکھ کر مشتہر کر دیئے جائیں کہ عام وخاص جاہل و عالم اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ حتی کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندران کو ذرا بھی اختلاف نہ ہو۔ پس اس شرط کے ساتھ مرزا کوئی آسمانی کرامت ونشان دس ہفتہ میں ہی دکھلا دے۔ اور اگر اس میعاد معینہ کے اندر ایسی کرامت کے دکھلانے سے مرزا عاجز آ جائے تو اس کے اقرار عجز کے بعد انشاء اللہ تعالی میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا اس کو پانچ ہفتہ کے اندر دکھا دوں گا۔ اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے عقائد مستحدثہ سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ چھاپ دے گا۔

ان حضرت صوفی صاحب کا نام تب بتایا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط سے نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس امر کا اشتہار کر دیں گے۔ پہلے سے ہم ان کا نام مشتہر کریں تو قادیانی صاحب ان میں کسی قسم کی جرح نکال کر اس بات کو ٹلا دیں گے جیسا کہ ان کی قدیم عادت ہے۔ ہم ان کی حکمت عملیوں سے خوب واقف ہیں۔ (اس موضوع پر میر عباس علی کی مرزا قادیانی سے خط وکتابت متفرقات میں درج ہے۔ بہاء)

لیجئے ہم نے آسمانی فیصلہ کی چار صورتیں بیان کیں جو آپ کے مجوزہ صورتوں سے بدرجہا آسان اور سہل الوقوع اور جلدی ظہور پذیر ہیں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ اپنے فیصلہ کو واپس لیں اور ہماری مجوزہ صورتوں میں سے ایک صورت کو منظور کر کے آسمانی فیصلہ کر لیں۔ آپ نے ان صورتوں سے گریز کیا اور اپنی ہی صورتوں پر اصرار قائم رکھا تو عام وخاص کو آپکے گریز کا یقین ہوگا۔

یہ آپ کے فیصلہ آسمانی کا جواب ہے۔ اب اس کے ضمنی دعوی گریز از مباحثہ کا جواب دیا جاتا ہے:

اپنے فیصلہ آسمانی کے ضمن میں بصفحہ ۶ آپ کا یہ دعوی کرنا کہ آپ کے مقابل فریق ثانی نے ناجائز شروط پیش کر کے مباحثہ کو ٹلایا ہے، ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ جس شخص میں ایک ذرہ بھی فہم وانصاف ہوگا وہ صرف اسی ایک جھوٹ کی نظر سے آپ کو جملہ دعاوی جدیدہ مسیحائیت ومحدثیت وغیرہ میں جھوٹا سمجھے گا۔

آپ کے مقابل فریق نے کبھی کسی شرط کو آپ کے مقابل میں پیش نہیں کیا۔ یہ امر تو آپ ہی سے ہمیشہ ظہور میں آتا رہا ہے۔ آپ ہی نے ہر دفعہ شروط کو پیش کیا اور آپ ہی نے ہمیشہ مباحثہ کو ٹلایا ہے۔ اس کا ثبوت آپ کی تحریرات میں بحسب تفصیل ذیل پایا جاتا ہے۔

پہلی بار آپ نے تحریر مندرجہ صفحہ ۳۶۹۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں یہ چار شرطیں پیش کیں۔ ۱۔ مباحثہ مجمع عام میں ہو؛ ۲۔ مباحثہ تحریری ہو؛ ۳۔ اس مجمع میں الہامی لوگ بھی شامل ہیں؛ ۴۔ گفتگو کے لئے صرف آپ (محمد حسین) منتخب ہوں کیونکہ آپ شائستہ اور مہذب ہیں اور آپ سے بہتر کوئی نہیں۔

باردوم: آپ نے تحریر نمبری ۸ مندرجہ صفحہ ۵۰۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں یہ دھوکہ دینے والی شرط پیش کی کہ مباحثہ تحریری ہو اور وہ صرف دو تحریروں میں ختم ہو، جن میں پہلی تحریر چار ورقوں میں خاکسار کی طرف سے ہو، پھر اسی مقدار میں آپ کی طرف سے۔ اور فریقین ایک حرف تک اپنے منہ سے نہ نکالیں۔

بارسوم: اشتہار مئی ۱۸۹۱ء میں آپ نے یہ چھ شرطیں پیش کیں۔ ۱۔ مکان مباحثہ کسی رئیس لدھیانہ کا ہو، جیسے نواب علی محمد خان، شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب۔ ۲۔ مجلس میں کوئی یورپین افسر ہو، یا ہندو مجسٹریٹ اور چند پولیس مین۔ ۳۔ فریقین کے سوال و جواب لکھنے کے لئے ہندو منشی ہو۔ ۴۔ سوالات و جواب قلم بند ہونے کے بعد لوگوں کو سنائے جائیں۔ ۵۔ ان کی ایک ایک نقل فریقین کو دی جاوے۔ ۶۔ جلسہ بحث آٹھ بجے سے دس بجے تک ہو، زیادہ ہو تو نماز ظہر تک جلسہ ختم ہو۔

بار چہارم: آپ نے تحریر نمبری ۱۱ مندرجہ صفحہ ۶۷ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں یہ شرط پیش کی کہ بحث صرف وفات یا حیات مسیح میں ہو کیونکہ میرا اصل دعوی یہی ہے اور دعوی مسیح موعود ہونے کا اس کی فرع ہے اور اس پر مبنی۔ اس کے جواب میں آپ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا کہ آپ کا اصل دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے، اس میں بحث کریں، یا اس دعوی کو اصل ٹھہرانے میں غلطی کا اقرار کریں، تو وفات مسیح میں ہی بحث کر لیں، تو آپ نے جواب سے انکار کیا اور گریز اختیار کیا۔

بار پنجم۔ آپ نے پٹیالہ والے بعض معتقدین کے جبر سے پھر مباحثہ منظور کیا تو اس کے لئے یہ گیارہ شرطیں پیش کیں (جو آپ کی تحریر مندرجہ صفحہ ۹۴ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں موجود ہے)

۱۔ مکان مباحثہ چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور ذمہ دار مولوی محمد حسن لدھیانوی ہوں؛

۲۔ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر سوال و جواب کریں؛ ۳۔ پرچہ سوال و جواب صرف پانچ ہوں؛

۴۔ ہر ایک فریق اپنے پرچہ کی نقل دوسرے کو دے؛ ۵۔ بحث میں کتابوں سے مدد نہ لی جاوے؛

۶۔تمہیدی امور مجلس میں لکھے جاویں، گھر سے کوئی لکھ کر نہ لاوے؛

۷۔جلسہ بحث چھ بجے سے گیارہ بجے تک ہو اور تین دن میں ختم ہو؛

۸۔پرچوں کا وقت مساوی ہونا چاہیے؛ ۹۔بحث کے دن سے دس روز پہلے اطلاع ہو؛

۱۰۔بحث جلسہ عام میں ہو؛ ۱۱۔منصفی حاضرین کی کچھ ضرورت نہیں۔

اس کے جواب میں شروط فاسدہ کو ردّ اور صحیحہ کو تسلیم کیا گیا تو آپ نے جواب سے انکار اور بحث سے گریز گیا۔

بار ششم: جب آپ اوائل ماہ جولائی ۱۸۹۱ء میں امرتسر پہنچے اور وہاں کے بعض معزز رؤساء نے آپ کو خاکسار سے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے خط اسمی مولوی احمد اللہ صاحب و خاکسار مورخہ ۷ جولائی ۱۸۹۱ء میں یہ شرطیں پیش کیں:

۱۔یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔کوئی صاحب ذمہ وار ہو جائیں؛

۲۔مباحثہ تحریری ہو، خواہ کوئی اپنے ہاتھ سے لکھے خواہ دوسرے سے لکھا دے۔

ان شروط کی منظوری کے بعد خاکسار نے بٹالہ سے امرتسر پہنچنے کا وعدہ کیا، تو آپ میرے آنے سے پیشتر امرتسر چھوڑ کر لدھیانہ کو سدھارے اور گریز کے مرتکب ہوئے جس کی مفصل کیفیت ہمارے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں ہے۔

بار ہفتم: جب آپ کو خاکسار نے لودہانہ میں جا پکڑا اور آپ کے خسر دوم منشی ناصر نواب نے آپ کو مباحثہ پر مجبور کیا، تو آپ نے تحریر ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء میں (جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ میں چھپ چکی ہے)، یہ شروط پیش کیں: ۱۔گفتگو تحریری ہو؛ ۲۔پہلی تحریر آپ کے مباحث کی جانب سے ہو؛ ۳۔مطالب فتح اسلام و توضیح مرام پر اعتراض ہوں؛ ۴۔خانگی امور کے متعلق اعتراض نہ ہوں۔

پھر شروط کی پابندی سے بارہ روز تک گفتگو ہوئی تو آپ نے نقض شروط کا ناحق الزام قائم کر کے بارھویں دن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر گریز کیا۔اور اشتہار یکم اگست اور رسالہ الحق میں اس گریز کا بایں الفاظ اقرار کیا: اب ہم اس بے سود بحث کو بند اور ختم کرتے ہیں۔

بار ہشتم: جب آپ نے دہلی جا کر دعوی مباحثہ کیا تو یہ تین شرطیں پیش کیں: ۱۔امن قائم رکھنے کے

لئے ایک افسر یورپئین مجلس بحث میں موجود ہو۔ (اور متعدد خطوط اسمی مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں یہ بھی لکھا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی اجازت واطلاع تقرری یورپئن افسر خاص کران کے نام سے آوے۔؛ یہ شرط آپ نے اس لئے لگائی تھی کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت چیوس صاحب تھے جنہوں نے لدھیانہ میں فریقین کو مباحثہ سے روک دیا تھا۔ لہذا آپ کو یقین تھا کہ وہ صاحب ہرگز اجازت مباحثہ نہ دیں گے)؛ ۲۔ بحث تحریری ہو اور فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں؛ ۳۔ بحث صرف حیات و ممات مسیح میں ہو۔

پھر ان شرائط سے شرط اول کی نسبت جب یہ بتایا گیا کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت مسٹر چیوس ہیں جو لدھیانہ کے مباحثہ کو روک چکے ہیں، تب ہی آپ اس شرط پر زور دے رہے ہیں۔ تو آپ نے اس سے منفعل ہو کر اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں اس شرط کو منسوخ کیا اور اس کے بدلے ذمہ داری امن کا وعدہ لے کر مباحثہ منظور کیا۔ مگر تاریخ و مقام مقرر کر کے آپ کو بلایا، تو آپ نے انکار کر دیا اور گریز کیا۔

اب آپ انصاف کو، شرم کو، حیا کو کام میں لا کر کہیں کہ شروط جائز یا ناجائز کو کس نے پیش کیا اور اتنی دفعہ مباحثہ کو کس نے ٹلایا؟ کسی موقع اور کسی دفعہ ہماری طرف سے بھی کوئی شرط ابتداء پیش ہوئی ہے؟ اور ہماری کوئی تحریر آپ کے پاس موجود ہے جس میں کوئی شرط ابتداء پیش کی گئی ہو؟ اگر ہے تو اس کا نمبر اور تاریخ بتا دیں یا اس کو مشتہر کریں۔ نہیں تو کچھ شرم و حیا کو کام میں لا کر بے ہودہ شروط پیش کرنے اور اس ذریعہ سے مباحثہ ٹلانے کا الزام اپنے آپ کو دیں، نہ کہ اپنے مخاطبین کو۔

قادیانی دعوی وفات مسیح کا بٹالوی جواب

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ فیصلہ آسمانی میں مرزا قادیانی نے دعوی کیا ،یایوں کہیں کہ حکم لگادیا ہے، کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہےاور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ بات محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ نہ قرآن کریم میں یہ تصریح یا اشارہ ہے، نہ صحیح بخاری یا کسی اور کتاب حدیث میں اس پر تصریح یا اشارہ پایا جا تا ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور حدیث بالا تفاق حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمانے کوثابت کررہے ہیں۔قادیانی نے اس فیصلہ میں اپنے دعوی پر دروغ اور کذب بے فروغ کے ثبوت میں دلائل قرآن وحدیث کو پیش نہیں کیا، صرف دعوی بلا دلیل پر اکتفا کیا ہے۔لہذا اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی مجرد دعوی اور مجمل ردّ کافی تھا، ولیکن ہم دلائل قادیانی کا جو، اپنے ازالہ میں وہ بیان کر چکا ہے،نمونہ دکھاتے اور ناظرین کوان کے ردّ و جواب کی طرف توجہ وشوق دلانے کی غرض سے اسکے بعض دلائل کو،جس کووہ اپنے زعم میں بہت صریح وصحیح وقوی سمجھتا ہے،نقل کر کے اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔

پس واضح ہوکہ ازانجملہ ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالی نے مسیح کے خطاب میں فرمایا یـــــا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ (آل عمران۔ع٦)۔اے عیسیٰؑ میں تجھے قبض کرنے والا، یا پورا لینے والا ہوں اوراپنی طرف اٹھانے والا۔

مرزا قادیانی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

اے عیسےٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اوراس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ مسیح فوت ہوگئے ہیں۔اوران کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی ہے وہ زندہ جسم کے ساتھ آسمان کی طرف نہیں اٹھائے گئے۔اسکا ثبوت جو قادیانی نے پیش کیا ہے اس میں

کذب اور مغالطہ سے کام لیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

پہلا کذب ومغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ کہ جسم کو قبض کرنا۔ اس کا ثبوت پیش کرنے میں اس نے بہت دلیری سے کام لیا اور حسب عادت تطویل لاطائل وتکرار بلا حاصل اپنے ازالہ اوہام کے بیسیوں صفحات اور متعدد مقامات (ص ۲۴۷، ۲۶۵ لغایت ۲۶۷، ص ۳۲۶ لغایت ۳۳۲۔ ص ۵۹۸ لغایت ۶۰۲ ص ۸۸۵ لغایت ۸۸۸، ص ۸۹۲، ص ۹۱۸ لغایت ۹۲۰، ص ۹۲۲ لغایت ۹۲۶ وغیرہ) میں:

۱۔ یہ دعویٰ کیا کہ لفظ توفّی قرآن میں تئیس جگہ وفات دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا اور کسی ایک مقام میں بھی اور معنوں میں نہیں بولا گیا۔

۲۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ ان تمام کتابوں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مؤطا، شرح السنہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں ۳۴۶ مرتبہ مختلف مقامات میں توفّی آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے معنی موت کے سوا کوئی نہیں لئے گئے۔

۳۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک کم سے کم سات ہزار مرتبہ لفظ توفّی نکلا ہے۔ ہر ایک مرتبہ اس لفظ سے قبض روح کے معنی لئے گئے ہیں۔

۴۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ لغت کی کتابوں قاموس، صحاح، صراح میں بھی کوئی فقرہ عرب کے محاورات کا ایسا نہیں ملا جس میں توفّی کے لفظ کو خدا کی طرف منسوب کر کے ذی روح کے متعلق استعمال میں لا کر اس سے سوائے موت کوئی معنی مراد لئے گئے ہوں۔

۵۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے، تب سے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ کوئی کتاب لغت اس کے مخالف نہیں اور کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجائش نہیں۔

۶۔ اور دعویٰ اور وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار وقصائد نظم ونثر قدیم وجدید سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل منسوب بہ ذی روح ہونے کی حالت میں وفات دینے کے سوا

قبض جسم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت فروخت کر کے ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔

۷۔ اور دعوی کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ آیت انّی متوفّیک کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دونگا۔ پھر کہا کہ امام بخاری، حضرت ابن عباسؓ کا قول بطور تائید لائے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ صحابہ کا بھی یہ ہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔

ان دعاوی و بیانات کا زور بڑھانے اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی غرض سے مرزا قادیانی نے یہ غضب ڈھایا اور ستم کیا ہے کہ لفظ توفّی سے وفات دینے کے سوا اور معنی قبض یا رفع جسم مراد لینے کو کفر و الحاد قرار دیا ہے۔ اور مفسرین سلف و خلف کو جو یہ معنی مراد سمجھتے ہیں، ملحد و محرف و یہودی بنا دیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۴ میں کہا ہے کہ

اول سے آخر تک محاورہ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ توفی سے موت دینا مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ آیات میں توفّی کے معنی مخالف عام محاورہ قرآن گھڑ لینا الحاد اور تحریف نہیں تو کیا ہے۔

ایسا ہی صفحہ ۲۴۱ میں کہا ہے۔ اور اس کے صفحہ ۶۸۸ میں کہا: بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفّیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے یہی تو الحاد ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۲۴ وغیرہ میں کہا ہے۔

دوسرا مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ رفع سے مراد روح کا اٹھا لینا ہے جیسا کہ عام صالحین کی روح بعد موت خدا تعالی اٹھا لیتا ہے اور ان کا درجہ بلند کرتا ہے، نہ کہ روح کو مع جسم اٹھا لینا۔

اس کے ثبوت میں قادیانی نے کسی جداگانہ دلیل کو پیش نہیں کیا بلکہ سابق دلائل وفات مسیح کو اس کے ثبوت میں کافی سمجھا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۳ و صفحہ ۳۶۶ صفحہ ۳۴۱ لغایت ۳۴۶ وغیرہ میں کہا ہے کہ جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بلاشبہ فوت ہو گئے ہیں تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے جسم کے ساتھ اٹھایا جانا مراد سمجھنا کمال درجہ کی غلطی ہے۔

اور کہا ہے جب کہ ضروری طور پر ماننا پڑا کہ ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کی طرف

اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف کھل گیا کہ رافعک الی کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور اس کی تائید و تنظیر میں ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا پیش کر کے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت ادریسؑ کو موت دے کر مقام بلند میں پہنچا دیا ہے کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے ہیں، تو ضرور ہے کہ وہ ایک دن زمین پر اتریں اور فوت ہوں اور زمین میں مدفون ہوں۔ اور یہ امر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا را فعک کے ترجمہ میں جعل و تصرف کرنا اور ان الفاظ سے اس کا ترجمہ کرنا ہے: اور پھر تجھے اٹھانے والا ہوں۔

اس میں اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے جو حرف ثمّ کا ترجمہ ہے اور وہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا۔ یا ترجمہ واؤ کے ساتھ ترجمہ حرف ثمّ از خود ملا دیا ہے اور تحریف لفظی کا ارتکاب کیا اس جعل و تصرف پر اس نے ترتیب الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرایا اور یہ کہا ہے کہ خدا نے پہلے انی متوفیک فرمایا پھر رافعک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وقوع پہلے ہوا ہے اور رفع کا پیچھے ہوا۔ کیونکہ اگر وقوعِ رفع کو پہلے اور توفی کو پیچھے مان لیا جائے تو اس سے کلام الٰہی کی جس میں توفی کا پہلے ذکر ہے اور رفع کا پیچھے، فصاحت و بلاغت ٹوٹ جاتی ہے اور نیز تجویز تقدیم و تاخر ترتیب طبعی کے برخلاف ہے کیونکہ طبعاً توفی یعنی وفات پہلے ہوتی ہے اور رفعِ روح پیچھے۔

اس دعوی کا زور جتانے اور ناواقف مسلمانوں کو اس کی صحت کا یقین دلا کر دام میں لانے کی غرض سے قادیانی نے سلف و خلف علماء اسلام کے حق میں (جنہوں نے حضرت مسیح کی رفع کا مقدم اور توفی کا موخر ہونا تجویز کیا ہے) سخت زبان درازی کی ہے۔ اور ان کو یہودی، ملحد، بے حیا، بے ایمان کہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام، قادیانی کا صفحہ ۳۴۶، صفحہ ۹۲۴ لغایت ۹۲۶ وغیرہ۔

مرزا قادیانی کا دعوی وفات مسیح ایک بالو کی دیوار ہے اور اس کے دلائل مذکورہ بالا وغیرہ ہوائی گولے ہیں۔ ان سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر بفرض محال وہ اس دعوی میں مصیب بھی ہو اور وہ دلائل صحیح و قوی ہوں، تو اس سے اسکے باقی عقاید کفریہ صحیح و لائق تسلیم نہیں ہو سکتے اور ان عقائد کے

ساتھ وہ ہرگز جائز الاتباع نہیں ہوسکتا۔

یہ شق ثانی ظاہر البیان اور بین الثبوت ہے۔اس مقام میں شق اول یعنی اس کے دعوی وفات مسیح کا غیر ثابت اوراس کے دلائل کا ناکافی و بے کار ہونا، ثابت کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس مغالطہ میں جو اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، اس کے سوا جو اس کے معنی کئے جاتے ہیں وہ سب غیر حقیقی یعنی مجازی ہیں، یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ یہ دعوی نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، نہ کسی لغت کی کتاب سے، نہ محاورات قدیم وجدید عرب سے، نہ کسی مقولہ یا مثال سے۔اوراس کے ثبوت میں جو ہفت گانہ دلائل قادیانی نے پیش کئے ہیں وہ دلائل نہیں بلکہ وہ بجائے خود نئے دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں اوران کا بار ثبوت قادیانی کے ذمہ ہے مگراس نے ان کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔صرف دعاوی سے اپنے احمق اتباع کا گھر پورا کر دیا ہے۔

اس کا پہلا دعوی کہ قرآن مجید کے ۲۳ مقامات میں لفظ توفّی وفات دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک جگہ بھی کسی اور معنی پر استعمال نہیں کیا گیا محض کذب ہے کیونکہ منجملہ ان ۲۳ مقامات کے جن کو قادیانی نے ذکر کیا ہے ایک مقام وہ آیت ہے: وهو الّذی یتوفّاکم با للّیل و یعلم ما جرحتم بالنّهار ثمّ یبعثکمفیه لیقضی اجل مّسمّی (انعام ع ٦) خداتعالی ہی ہے جو تم کورات کے وقت پورا قبض کرلیتا ہے اور جو تم دن کو کرتے ہو اسکو جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری ہو۔

دوسرا مقام سورہ زمر کی یہ آیت: اللّه یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فیمسك الّتی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی ا جلٍ مّسمّی (زمر۔ ع ۵)۔خداتعالی موت کے وقت جان کو پورا قبض کرلیتا ہے اور جو نہیں مرتے انکو نیند میں پورا لیتا ہے ان میں جس پر موت کا حکم لگاچکتا ہے اسکو روک لیتا ہے اور دوسرے کو ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

ان دونوں مقاموں میں لفظ توفی باتفاق اہل اسلام اور قادیانی کے نیند کے معنے میں مستعمل ہوا ہے اور فریقین سے کوئی ان آیتوں کے یہ معنی نہیں کرتا کہ رات کو جو شخص سوتا ہے وہ مرجاتا ہے۔اس سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کا دعوی کہ یہ لفظ قرآن میں موت کے سوا اور کسی میں مستعمل نہیں ہوا سفید جھوٹ ہے۔

اس الزام کذب کا قادیانی کو کھٹکا ہوا تو اس نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۳۳ میں اس کے رفع کرنے کیلئے یہ عذر کیا کہ ان دونوں مقامات میں نیند پر توفّی کے لفظ کا اطلاق ایک استعارہ ہے جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ کہا ہے کہ معنی حقیقی وہ ہوتے ہیں جو بلا قرینہ سمجھ میں آویں اور جو معنی کسی قرینہ سے سمجھے جائیں وہ مجازی معنی کہلاتے ہیں اور بناء علیہ وفات دینا توفّی کے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ ان آیات سے سمجھ میں آتے ہیں اور نیند اسکے مجازی معنی ہیں، وہ صرف ان دو آیتوں سے بقرینہ نوم سمجھ میں آتے ہیں۔

مگر اس عذر سے اس کا وہ جھوٹ کہ قرآن میں یہ لفظ توفّی کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہی نہیں ہوا، سچ نہیں بن سکتا۔ ہاں اس سے ایک نیا دعوی معہ دلیل پیدا ہوا کہ لفظ توفّی قرآن میں دو معنی سے مستعمل ہوا ہے۔ ایک وفات دینا جو اسکے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، دوسرے سلانا جو اس کے معنی مجازی ہیں کیونکہ وہ قرینہ سے، جو مجاز کی علامت ہے، سمجھ میں آتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی اور اس کی دلیل بھی کذب و مغالطہ سے خالی نہیں اور حق اور راست یہ امر ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی ایک چیز کو پورا لینا ہے اور اس معنی کی کئی صورتیں یا اقسام ہیں۔ ۱۔ مارنا۔ ۲۔ سلانا ۔۳۔ ایک چیز کے جسم کو قبض کر لینا۔ وغیرہ۔ اور ان سبھی صورتوں یا اقسام سے ہر ایک خاص صورت یا قسم کا اس لفظ سے مراد ٹھہرانا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔ اور پھر اس قسم یا صورت کو معنی مجازی نہیں کہا جا سکتا۔ جیسے لفظ مشترک (مثلاً عین جو چشمہ جاریہ اور آنکھ کیلئے موضوع ہے) سے بعض معانی مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے (مثلاً عین کے ساتھ دیکھنے کا ذکر ہو تو اس سے آنکھ مراد لی جاتی ہے اور اگر جاری ہونے کا ذکر ہو تو اس سے پانی کا چشمہ مراد لیا جاتا ہے) اور اس لفظ کے ان معنی کو جو قرینہ سے سمجھ میں آویں مجازی نہیں کہا جاتا۔

قادیانی نے صرف قرینہ کو مجاز ہونے کی دلیل سمجھ لیا اور یہ نہ جانا کہ معانی حقیقی بھی اگر وہ متعدد ہوں، محتاج قرینہ ہوتے ہیں اور پھر مجازی معنی نہیں کہلاتے اور اس سے اپنا علم معانی و بیان و اصول و معقول سے جاہل و بے خبر ہونا ثابت کیا ہے۔

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق و تائید کے لئے علماء عربیت، ماہرین عربی زبان، متبحرین علم معانی و

بیان کے اقوال سے شہادت پیش کرتے ہیں:

تفسیر بیضاوی میں ہے: التّوفّی اخذ الشّئی وا فیاً و الموت نوع منه ۔ قال اللّٰه تعالی ۔ اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها (بیضاوی۔ص۲۴۷) توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں۔ مارنا اس کا ایک قسم ہے (اور دوسرا قسم نیند۔ ان دونوں قسموں کا ذکر اس قول خداوندی میں ہے) کہ خدا تعالی جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مارتا ہے) اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے)

اور تفسیر کبیر (جلد۲) میں ہے :انّ التّوفّی هو القبض یقال وفانی فلا ن درا همی و اوفا نی و توفیتها منه کما یقال سلم فلان درا همی الیّ و تسلمتها منه و قد یکو ن ایضاً توفی بمعنی استوفی و علی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض و اصعاده الی السّماء توفیا فان قیل لعلّ هذا الوجه کان التّو فّی بین الرّفع الیه فیصر قوله و را فعك الیّ تکرارا قلنا قو له انی متوفیك یدلّ علی حصول التّوفّی و هو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء فلما قال بعد ورافعك الیّ کان هذا تعیناً للنّوع ولم یکن تکرا راً

توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں: وفانی فلان درا همی ۔ و اوفانی و توفّیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے میں دے دیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے ۔ (ناظرین دیکھو ان محاورات عرب میں تو فی بمعنی قبض دراہم، جو جسم ہے، بولا گیا ہے۔ یہی قبض جسم ان محاورات میں پایا جاتا ہے جو صحاح، صراح اور قاموس سے عنقریب منقول ہوں گے اور پھر انصاف اور ایمان کو پیش نظر رکھ کر قادیانی کے کذب و جرأت کا کہ محاورہ عرب اور کتب لغت میں کوئی ایسی مثال نہیں پائی جاتی جس میں توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو، اندازہ کرو) جیسے یہ محاورات ہیں: سلم فلا ن درا همی الیّ و تسلمتها منه یعنی فلاں نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے ۔ اور کبھی تو فی بمعنی استو فی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں ۔ ان دونوں معنوں (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھا لے جانا، ان کی توفی ہے۔

اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے تـوفـی بعینہ رفع جسم ہوا، لہذا متـوفّيك فرمانے کے بعد را فـعك کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متــوفّیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع و اقسام پائے جاتے ہیں۔ ا۔ موت۔ (جس میں صرف روح کا قبض ہوتا ہے) ۲۔ جسم کو آسمان پر لے جانا (جس میں روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے)۔ ۳۔ سلا دینا (جس میں ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے اور اس کا ذکر تفسیر کبیر کی آئندہ عبارت میں ہے) پھر جب متوفّیک فرمانے کے بعد و را فعک الیّ فرمادیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا۔ اور تکرار لازم نہ آیا۔

اور تفسیر کبیر جلد۴ میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں لکھا ہے: فامّا قو له الّذی یتوفّا کم با للیل فا لمعنی انّه تعالی ینیمکم فی انفسکم الّتی بها تقدرون علی الادراك و التّمییز کما قال جلّ جلاله اللّه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها فیمسك الّتی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی فاللّه یقبض الاروا ح من التّصرف بالنّوم کما یقبضها با لمو ت ۔ ،یتوفّاکم باللیل کے معنی ہیں کہ خدا تعالی تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے اور تمہارے ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ خدا تعالی جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے ..الخ۔ سو خدا تعالی ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

اور لغت کی کتابوں میں سے صحاح میں لکھا ہے: اوفـاه حـقّـه وفاه بمعنی اعطاه وا فیاً و استوفی حقّه و توفّاه بمعنی ۔ و توفّاه اللّه ای قبض روحه و الوفات الموت توا فی القوم تناموا ۔ صحا ح ، جو هری

اوفـاه حقّه (باب افعال سے) اور وفـاه حقّه (باب تفعیل سے) اور استـوفاه حقّه (باب استفعال سے) اور توفاه (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا۔ اور توفاه اللّه کے معنی قبض روح کے ہیں۔ اور توفی کے معنی نیند ہے۔

اور صراح میں ہے: ایفاء گذاردن حق کسے بہ تمام و یقال منه و اوفاه حقّه و وفاه استیفاء و توفّی تمام گرفتن حق وتوفاه اللّٰہ اے قبض روحہ وفاۃ مردن موافات رسیدن و آمدن و توا فی القوم ای تنا موا۔

اور قاموس میں لکھا ہے: و (اوفی) فلا ناً حقّه ای اعطاه وافیا کوفاة و اوفاه ۔ فاستوفاه ۔ و توفّاه ۔ الوفاة الموت ۔ و توفّاه ای قبض روحه (قاموس۔ص۹۱۳) کہ او فی فلا ناً حقّه کے یہ معنی ہیں کہ اس کو حق پورا دے دیا جیسے وفاہ اور اوفاہ اور استوفاہ اور توفاه کے یہی معنی ہیں وفات بمعنی موت ہے اور توفّاه اللّه کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس کی روح کو قبض کیا۔

ایسا ہی اور کتب لغت میں ہے۔ یہ تینوں کتابیں لغت کی وہ ہیں جن کا نام لے کر قادیانی نے یہ دعوی کیا تھا کہ ان کتابوں میں کوئی ایسی مثال یا محاورہ پایا نہیں جاتا جس میں لفظ توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو۔ ہم نے انہیں تین کتابوں سے محاورہ توفّاه حقّه جس سے درہم و دینار وغیرہ اجسام کا قبض مراد ہے، نقل کر دیا اور اس سے قادیانی کا کذب بخوبی ثابت ہوا۔

اور مجمع البحار (جو لغات اور محاورات قرآن وحدیث کی جامع کتاب ہے) میں ہے: متوفّیك و رافعك علی التّقدیم و التّاخیر وقد یکون الوفاة قبضاً لیس بموت او متوفّیك مستوف کو نك فی الارض و یتوفکم باللیل ینیمکم و یتوفّاکم ملك المو ت یستو فی عددکم و اللّه یتوفّی الانفس حین موتها و النفس الّتی تتوفی وفات الموت الّتی بها الحیوة والنفس و الحرکة و هی الروح و الّتی تتوفی فی النّوم النّفس الممیزة العاقلة (مجمع البحار ج۳ص۴۵۴) کہ متوفیک ورافعک میں تقدیم وتاخیر ہے اور کبھی وفات سے وہ قبض کرنا مراد ہوتا ہے جو موت نہ ہو ۔اور متوفیک کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم تیرا زمین میں رہنا یا ہونا پورا کرنے والے ہیں اور یتوفّاکم باللّیل کے معنی یہ ہیں کہ خدا تم کو سلا دیتا ہے۔ اور یتوفّاکم ملک الموت کے معنی یہ ہیں کہ فرشتہ تمہارے شمار کو پورا کر لیتا ہے۔ اور آیت، اللّه یتوفّی الانفس حین موتها کے یہ معنی ہیں کہ جو نفس موت سے وفات پاتا ہے اس کی روح کو خدا تعالی قبض کر لیتا ہے جس سے زندگی اور سانس لینا اور حرکت

کرنا ہوتا ہے اور جو نفس نیند میں متوفی ہوتا ہے اس کی اس روح کو قبض کر لیتا ہے جس سے عقل و تمیز ہوتی ہے۔

ان عبارات و محاورات سے ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی استیفاء و قبض کے ہیں جو ایک جنس ہے اور موت، نیند اور قبض جسم وغیرہ اس کے انواع و اقسام ہیں اور یہ بات کس و ناکس کو، بشرطیکہ عقلی اور نقلی علوم سے آشنائی رکھتا ہو، معلوم ہے کہ جنس کا اپنے انواع و اقسام پر اطلاق و استعمال بطور حقیقت ہوتا ہے نہ کہ بطور مجاز۔

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کا توفّی کے حقیقی معنی وفات کو قرار دینا اور نیند وغیرہ کو اس کے مجازی معنی ٹھہرانا ایک ایسا جھوٹ ہے جس پر نہ قرآن کی شہادت پائی جاتی ہے، نہ محاورات عرب کی، نہ کتب لغت کی۔

اب بشہادت علمائے اصول و معانی و بیان ثابت کیا جاتا ہے کہ جس لفظ کے اصلی معنی میں کثرت و تعدد ہو، اس کے بعض معنی کا قرینہ کی شہادت سے سمجھ میں آنا حقیقت کے مخالف نہیں اور وہ اس کو مجاز نہیں بنا دیتا۔

کتاب تلویح میں ہے: حکم المشترك التامّل فی نفس الصّیغة وفی غیرها من الادلّة و الامارات.. (الی) .. احد معانیه ۔(تلویح۔ص۱۰۰)، مشترک کا یہ حکم ہے کہ اس کے لفظ میں یا اور دلائل و قرائن میں تامل کریں تاکہ اس کے دو یا بہت سے معنی سے ایک معنی کا مراد ہونا معلوم و متعین ہو۔

اور مطول میں کہا ہے: الحقیقة الکلم المستعملة فی ما وضعت له فیخرج المجاز لانّ دلالة انّما تکون بقرینة دون المشترك ای فخرج المجاز لا المشترك و هو ما وضع المعنین او اکثر وضعاً متعدداً و ذلك لانّه قد عین الدلالة علی کل من المعنین بنفسه وعدم الدلالة علی احد المعنین معارض الاشتراك لا ینافی ذلك (مطول۔ص ۵۸۳) حقیقت کی تعریف میں وضع کی قید لگانے سے مجازی معنی نکل گئے اور مشترک چونکہ مجازی صرف قرینہ سے سمجھ میں آتے ہیں نہ لفظ سے اور مشترک کے متعدد معانی اس کے لفظ سے سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ وہ ان سب معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے کسی خاص معنی کا بلا قرینہ سمجھ میں نہ آنا اس کی حقیقت ہونے کے مخالف نہیں۔ وہ ایک عارضی امر اشتراک کے سبب سے ہے۔

ایسا ہی مختصر المعانی میں ہے۔ ان شہادات سے ثابت ہے کہ مشترک کے بعض معانی قرینہ سے سمجھ

میں آتے ہیں ومہذا وہ حقیقت ہے، نہ کہ مجاز۔ مرزا قادیانی نے جو آیات زیر بحث میں لفظ تو فی سے نیند کے معنی قرینہ سے سمجھ میں آنے سے اس کو مجاز بنا دیا ہے، تو اس میں علم اصول ومعانی و بیان سے اپنی ناواقفی اور جہالت کا اظہار کیا ہے۔

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ لفظ توفّی سے موت کے معنی بھی (ان آیات میں جن کو قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۰ وغیرہ میں نقل کیا ہے) قرائن ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اور وہ قرائن ان آیات کے الفاظ میں موجود ہیں، نہ یہ کہ موت اس لفظ کے متبادر معنے ہیں اور وہ بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، جیسا کہ قادیانی نے دعوی کیا ہے اور روز روشن مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔ ان آیات کو ہم قادیانی کے الفاظ سے اور اپنی ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور وہ قرائن بتاتے ہیں جو ان آیات میں توفّی سے معنی وفات مراد ہونے پر پائے جاتے ہیں۔

ثم یتوفّھن المو ت۔ نساء ع ۳ ؛ قل یتوفّا کم ملك الموت ۔ سجدہ۔ ع ۲ ۔ پہلی آیت میں حرف ثمّ عثمانی قرآن میں تو نہیں بجائے اس کے حتّی ہے۔ شاید قادیانی قرآن میں ثمّ ہو۔ ان دونوں آیتوں میں موت کا لفظ صریح قرینہ ہے جس سے قادیانی مسلمانوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتا ہے۔

توفّنا مع الابرار ، آل عمران ع ۱ : توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین ۔ یوسف ع ۱۱ : انّ الّذین توفیھم الملا ئکة۔ نساء ع ۱٤ : تتوفّھم الملا ئکة ظا لمی انفسھم ۔ نحل ع ٤ : تتو فیھم الملا ئکة طیبین ۔ نحل ع ٤ : توّ فته رسلنا ، انعام ع ۷ : حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفونھم ، اعراف ع ٤ : تو فتھم الملا ئکة ۔ محمد ع ۳؛ یتوفی ۔ انفال ع ۷ ۔ ان ساتوں آیات میں ملائکہ موت کا ذکر توفّی کے معنی وفات پر قرینہ ہے ان میں سے آخری آیت انفال سے مرزا قادیانی نے ذکر ملائکہ کا سرقہ کیا ہے۔

فامّا نر ینك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینك فالینا یرجعون، (مومن:۷۷): و ا مّا نرینك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینك فالینا مرجعھم ۔ (یو نس:٤٦) و ان مّا نرینك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینك فانّما علیك البلاغ و علینا الحسا ب (رعد : ٤٠) ان تین آیتوں

کے اخیر میں خدا کی طرف رجوع اور حساب کا ذکر توفی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ ان میں سے آخری آیت کے اخیر کو قادیانی نے سرقہ ہے۔

و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازوا جاً یتر بّصن با نفسھنّ (۔ بقرہ : ۲۳٤)، والّذین یتوفّو ن منکم و یذرو ن ازوا جاً و صیّۃ لازوا جھم (بقرہ : ۲٤۰) ۔

ان دونوں آیتوں میں عورتیں چھوڑ جانے کا ذکر قرینہ معنی موت ہے۔

توفّنا مسلمین ۔ اعراف ع ۱٤ ۔ اس آیت سے پہلے صلیب کا اور خدا کی طرف جانے کا ذکر معنی موت پر قرینہ ہے۔

و منکم من یتوفّی ۔ الحجر ۔ ع ۱ ؛ و منکم من یّتوفّی ۔ مو من ۔ ع ۷ ، ثمّ یتوفاکم ۔ نحل ع ۹ ۔ ان تینوں آیتوں میں پیدائش، بچپن اور بڑھاپے کا ذکر توفّی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ ان آیات سے بھی قادیانی نے ماقبل و مابعد کے قرائن کا سرقلم کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ان الفاظ وقرائن کو جو ہم نے بتائے ہیں ناظرین قرآن مجید سے نکال کر بہ تفصیل ملاحظہ میں لائیں گے تو ہماری پوری تصدیق فرمائیں گے۔

مرزا قادیانی نے ۲۳ آیات میں لفظ توفّی سے بلاقرینہ موت کے معنی سمجھے جانے کا دعوی کیا تھا۔ پھر ازانجملہ دوآیتوں میں خود ہی توفّی سے نیند کا مراد ہونا تسلیم کرلیا اور ایک آیت سورہ مومن (او نتوفّینک) کو وہ مکرر لایا ہے باقی بیس آیات میں لفظ توفّی سے موت مراد ہونے پر ہم نے قرائن کا موجود ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ موت لفظ توفّی کے متبادر معنی ہیں اور وہ بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، محض دروغ ہے۔ اور درحقیقت اس لفظ سے موت کے معنی سمجھ میں آنے ویسے ہی محتاج قرینہ ہیں جیسے کہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی۔ اور یہ سب معنی اس لفظ سے مساوی نسبت رکھتے ہیں، سبھی اسکے حقیقی معنی ہیں اور سبھی اپنی تعیین کے لئے محتاج قرینہ ہیں۔

یہاں شاید یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت میں ان سب معانی کو اس لفظ سے مساوی نسبت ہے اور ہر ایک معنی کا مراد متعین ہونا محتاج قرینہ ہے، تو علماء اسلام جو حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر موجود مانتے ہیں اور ان

آیات میں وہ لفظ توفّی سے قبض جسم کے معنی مراد لیتے ہیں اس معنی کی تعیین وتخصیص پر کس قرینہ کو دلیل سمجھتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس معنی کی تعیین پر قرآن مجید میں لفظ متوفّیك کے بعد لفظ را فعك فرمانا قرینہ ہے جو توفّی کے معنی کو رفع جسم سے مخصوص ومتعین کرتا ہے چنانچہ امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر میں بہ تفصیل گذر چکا ہے۔

دوسرا قرینہ خدا تعالیٰ کا سورہ نساء میں یہ فرمانا ہے:

وما قتلوه وما صلبوه و لکن شبّه لهم و انّ الّذین اختلفوا فیه لفی شكٍ مّنه ما له به من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوه یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه کہ یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے لیکن ان کو شبہ لگ گیا ہے وہ خود اختلاف میں ہیں۔اس کو انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اور یہ امر ظاہری اور محتاج ثبوت نہیں ہے کہ اس آیت میں جس چیز کا قتل نہ ہونا اور صلیب پر چڑھایا نہ جانا بیان ہوا ہے اور وہ ضمیر مفعول رفعه کا مرجع ہے اور وہ جسم مسیح مع روح ہے نہ صرف روح۔کیونکہ روح صلیب پر چڑھانے اور قتل کئے جانے کے لائق نہیں ہوتا اور یہ امر جائز نہیں کہ پہلے دو فعلوں کے مفعول کی ضمیر کا مرجع جسم مع روح ہو اور تیسرے فعل کے مفعول کی ضمیر کا مرجع صرف روح ہو۔

تیسرا قرینہ خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے:

و ان مّن اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا جو حضرت مسیح پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور حضرت مسیح قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

اس کی تشریح حدیث میں یوں ہے:

باب نزول عیسی بن مریم ۔ قال رسول اللّٰه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنز یر ویضع الحرب و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الوا حدة خیر من الدّ

نیا و ما فیھا ثمّ یقول ابو ھریرۃ و اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکو ن علیھم شھیداً ۔ (صحیح بخاری)

حضرت عیسیٰؑ حاکم عادل امام ہوکر نازل ہوں ہوں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ نے آپ سے یہ قول نقل کیا اور اس کے بعد اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح بخاری میں اس سے حضرت مسیح کا نزول ثابت کیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نزول، صعود کی فرع ہے۔ عیسیٰؑ جسم کے ساتھ اٹھائے نہ جاتے، تو خدا اس آیت میں ان کے آنے کی خبر نہ دیتا۔ اور نہ آنحضرتﷺ اس قول ربانی کی یہ تفسیر فرماتے۔

اس قسم کے قرائن قرآن مجید میں اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہونے پر اور کئی ہیں اور حدیث میں تو ان قرائن کا دریا موج مار رہا ہے مگر ہم اس مقام میں دعوی رفع جسمانی کے اثبات کے درپئے نہیں بلکہ صرف مرزا قادیانی کے اس دعوی کے کہ موت توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور متبادر اور بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں، اور باقی معانی مجازی محتاج قرینہ ہیں، ابطال کے درپئے ہیں۔ سو ہمارے بیان دلائل سے بخوبی ہو چکا۔ رہا یہ کہ اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہے، نہ قبض روح، سو اس امر کے ثبوت کے لئے کوئی قرائن ثلاثہ مذکورہ بالا کو کافی نہ سمجھے تو ہمارے دوسرے مضمون کا، جس میں حیات مسیح کا اثبات ہوگا، انتظار کرے۔

یہ مرزا قادیانی کے اس دعوی کا جواب ہے کہ موت کے معنی لفظ توفّی کے متبادر معنی ہیں جو ۲۳ مقامات قرآن میں اس لفظ سے بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت ہے کہ ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی یہ معنی اس لفظ سے بلاقرینہ سمجھ میں نہیں آتے۔ ہر جگہ لفظی قرائن معنی موت کو معین کرنیوالے قرآن میں موجود ہیں۔

اب ہم اس دعوی قادیانی کے مقابلہ میں یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں جس میں لفظ توفّی سے موت کے معنی بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہوں۔ قادیانی ایک ایسی جگہ نکال دے، تو ہم سے سو روپئہ انعام لے۔ یہ نہ ہو سکے، تو اپنے دعوی کو واپس لے اور جرأت وافتراء پر جو اس دعوی میں اس سے سرزد ہوا ہے، توبہ کرے۔ اس پر بھی ہم اس کو ۲۵ روپئہ انعام دینگے۔

اس بیان سے قادیانی کے پہلا دعوی کا، جس کو اس نے اپنے مغالطہ اول کے ثبوت میں پیش کیا تھا،

کذب ظاہر ہوا۔اور ثابت ومحقق ہو گیا کہ لفظ توفّی قرآن میں صرف وفات یا موت کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی میں بھی بولا گیا ہے اور یہ سب کے سب معانی اس کے حقیقی معانی ہیں جو خاص مقامات میں خاص قرائن سے سمجھ میں آتے ہیں۔

اس بیان کے ضمن میں قادیانی کے باقی دعاوی کا جو مغالطہ اول کے ثبوت میں اس نے پیش کئے ہیں نیز ابطال ہو گیا۔تاہم افہام عوام کی غرض سے اسکے باقی ماندہ دعاوی کے ابطال سے جداگانہ تعرض کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کا دوسرا اور تیسرا دعوی پہلے دعوی سے بڑھ کر کذب وجرأت پر مشتمل ہے۔قادیانی نے کتب حدیث کا ورق ورق خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا، بلکہ بعض کتابوں کو تو بین الدفتین (جلد کے پٹھوں میں) بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا۔چہ جائے معائنہ ورق ورق۔

اس کا دوسرے دعوی میں یہ کہنا کہ کتب حدیث میں ۳۴۶ جگہ لفظ توفی بمعنی موت وقبض روح بولا گیا ہے، بعینہ اس شخص کے دعوی کی مانند ہے جو زمین پر ایک جگہ انگلی رہ کر یہ کہہ دے کہ یہ زمین کا مرکز ہے اور اسکے ثبوت میں کہے کہ جو شخص اس دعوی کو جھوٹ سمجھے، وہ زمین کو ناپ کر بتادے کہ یہ مرکز نہیں تو اور کونسا ہے۔

ایسا ہی اس کا تیسرے دعوی میں یہ کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زمانہ بعثت نبوت سے آخر عمر تک سات ہزار مرتبہ توفّی کا لفظ بمعنی موت وقبض روح استعمال فرمایا ہے۔اس میں اس نے یہ بھی چالاکی کی ہے کہ آنحضرت کی دعائیہ تلاوت میں لفظ توفّی دیکھ کر آپکی سنین عمر کا زمانہ بعثت سے حساب لگالیا اور اس سے سات ہزار کا شمار نکال لیا۔نیز یہ آنحضرت ﷺ کی کلام پاک میں آپ نے سات ہزار مرتبہ کا شمار کیا ہے..ان دونوں کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ آپ ۳۴۶ مقامات حدیث اور سات ہزار مرتبہ آنحضرت ﷺ کا لفظ توفّی بولنا بہ تفصیل بیان کرکے یہ ثابت کریں کہ ان مقامات میں لفظ توفّی موت کے معنی میں بلاقرینہ استعمال کیا گیا ہے،تو ہم ان مقامات میں قرائن معنی نکال دینگے۔یہ نہ ہوسکا تو ہم مان جائینگے کہ موت وقبض روح لفظ توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور باقی معانی،سلانا اور جسم قبض کرنا،اس کے مجازی معنی ہیں۔یہ آپ سے نہ ہوسکے تو ان گیدڑ بھبکیوں کو ندامت کے ساتھ واپس لیں اور کچھ شرم کو کام میں لاویں۔

اب ہم اس پر ترقی کرکے یہ دعوی کرتے ہیں کہ کتب حدیث اور کلام رسول اللہ ﷺ میں کسی بھی

جگہ لفظ توفّی سے معنی موت بلاقرینہ سمجھے نہیں جاتے۔آپ کوئی ایک مقام بتادیں تواس پر بھی ایک سو روپیہ انعام لیں۔ورنہ اپنے دعوی کو واپس لیں اوراس کذب وافتراء سے توبہ کریں۔اس پر بھی ہم ۲۵ روپیہ انعام دیں گے۔

آپکا چوتھا اور پانچواں دعوی پہلے تین دعاوی سے بڑھ کر کذب وجرأت پر مشتمل ہے لغت کی کتابوں صحاح،صراح،قاموس (جن کا آپ نے نام لیا ہے) سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کتابوں میں عرب کے ایسے محاورات موجود ہیں جن میں لفظ توفّی بمعنی قبض جسم درہم ودینار بولا گیا ہے۔اگر آپ ان محاورات کو محاورات عرب نہیں سمجھتے ،اور جس دن سے جزیرہ عرب دنیا میں آباد ہوا اس دن سے پہلے کے محاورات جانتے ہیں تو آپ ذرا تکلیف گوارا فرما کر یہ بتادیں کہ عرب کا جزیرہ کب سے آباد ہوا ہے؟اوراس سے کتنے دن پیشتر کے یہ محاورات ہیں جوان کتابوں میں منقول ہیں۔یا یہ بیان اور ثابت کریں کہ یہ محاورات غیر زبان کے ان کتابوں میں کب سے درج ہو گئے ہیں،اور کس ظالم نے یہ ظلم کیا ہے۔اس بیان سے آپ کی تاریخ دانی بھی بخوبی ثابت ہوجائے گی جس کے ثبوت کے ہم مشتاق ہیں۔

رہا اس دعوی چہارم میں آپ کا یہ معما کہ لفظ توفّی خدا کا فعل اوراس کی طرف منسوب ہواوراس کا مفعول و متعلق کوئی ذی روح ہو،تو اسکے معنی بجز قبض روح کچھ نہیں ہوتے۔اس کا حل ابطال دعوی ششم سے ہوتا ہے۔

دعوی ششم میں تو آپ نے کمال غضب کیا اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی کا کامل ثبوت پیش کیا اوراس میں اپنا بے نظیر یایوں کہیں کہ وحدہ لاشریک ہونا ثابت کردیا اوراپنے تمام ناظرین ومخاطبین کو اندھا کرنا اوردھوکہ دینا چاہا اس دعوی میں آپ کا یہ سوال کہ فعل توفّی کا فاعل خدا ہواور مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہواوراس حالت میں ان کا بجز قبض روح کسی اور معنی میں مستعمل ہونا کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار ومحاورات عرب یا کتب لغت سے ثابت کرے،اس صورت میں صحیح اور واجبی ہوسکتا تھا جب کہ خدا،مسیح کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے آسمان پر اٹھالیتا اور پھر اسکی حکایت اپنے کلام میں فرماتا۔اور جس حالت میں خدا نے مسیح کے سوا کسی ذی روح کو جسم سے آسمان پر نہیں اٹھایا تو پھر کب ممکن تھا کہ کسی اور شخص کے حق میں یہ لفظ معنی قبض جسم بلاقبض روح خدا تعالی فرماتا اوراسکا ذکر خدا ورسول کی کلام میں کہیں آتا اور پھر وہ کلام عرب اور لغت میں منتقل ہوجاتا۔

پھر آپ کا یہ سوال کب جائز ہے اور اسکے جواب کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔ اہل اسلام کے اس متفقہ عقیدہ کے ساتھ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹھایا نہیں گیا، جائز و ممکن نہیں کہ یہ لفظ حضرت مسیح کے سوا کسی ذی روح کے حق میں خدا تعالی نے بولا ہو۔ اور اس کا ذکر خدا ورسول ﷺ کی کلام میں آیا ہو۔ پھر اس کلام کے مطابق محاورات واشعار عرب میں اس کا ذکر ہوا ہو۔ لہذا آپ کا یہ سوال کسی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اس سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام کے کوئی آپ کا مقصود نہیں۔

ہاں اس سوال کا آپ حق رکھتے ہیں (جس کو دعوی پنجم میں آپ پیش کر چکے ہیں) کہ لغت کی کتابوں میں اس لفظ تــوفّــی کا استعمال بمعنی قبض جسم محاورہ عرب میں کہاں ہوا ہے اور کتب لغت میں اس کا ذکر کہاں پایا جاتا ہے؟ سو اس کا جواب ہم آپ کو یہ کافی وافی دے چکے ہیں کہ انہیں کتابوں صحاح، صراح، قاموس، میں (جن میں اس محاورہ کے پائے جانے سے آپ انکار کر چکے ہیں) اس معنی قبض جسم کا محاورہ (تــوفّاہ حقّه جس سے جسم دینار کا قبض کرا دینا مقصود ہے) موجود ہے (اور محاورات سے سننا چاہتے ہو تو اور سنو۔ توفّیت ما لی اذا قبضته ۔ بیضاوی جلد۱ ص ۱۳۹ ۔ توفّیت منه کذا ای تسلمته ۔ معا لم۔ ص ۱٦۲ ۔ توفّیت الشّئی و استوفیته اذا اخذته اجمع ۔ فتح البیان ج۲ ص ۱۷۱) اور علاوہ بریں کتب تفاسیر میں ایسے محاورات پائے جاتے ہیں اور انہیں محاورات عرب کے مطابق قرآن مجید میں (جو بزبان عربی نازل ہوا ہے) خدا تعالی نے حضرت عیسی کے حق میں انّــی متــوفّیك فرمایا ہے۔ اور اس معنی قبض جسم کا ارادہ کیا ہے۔

توفّی کے معانی پر قادیانی کو شیخ الاسلام کا انعامی چیلنج

مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: آپ اس جواب (مذکورہ بالا) کو اس سوال (مندرجہ دعوی پنجم) کا کافی اور صحیح جواب سمجھیں تو ہم آپ کے انعام ہزار روپیہ کو بحکم عطاء تو بلقاء تو معاف کرتے ہیں۔ بلکہ بجائے اس کے اس جواب کی قبولیت پر خود ۲۵ روپئے انعام دینے کو حاضر ہیں۔ اور اگر اس جواب کو غیر صحیح و ناکافی قرار دیں تو امور ذیل سے ایک امر کا اثبات کریں:

اول یہ کہ صحاح، صراح اور قاموس، جن کی عبارات ہم نے نقل کی ہیں، وہ کتب لغت نہیں، جن میں ان محاورات کے پائے نہ جانے کا آپ نے دعوی کیا تھا۔

دوم: یہ وہی کتابیں ہیں، تو ان میں وہ عبارات درج نہیں جو ہم نے نقل کی ہیں۔

سوم: وہ عبارات درج ہیں، تو ان میں وہ محاورات موجود نہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔

چہارم: موجود ہیں تو انکے معنی یہ نہیں بلکہ اور ہیں۔ مثلاً حق سے درہم، دینار مراد نہیں بلکہ کوئی روحانی امر مراد ہے ان امور کو آپ ثابت کریں تو ہم سے فی مراد سو روپیہ انعام لیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کسی اور وجہ سے اس جواب کا غیر صحیح و ناکافی ہونا ثابت کریں۔

لیجئے ایک وجہ معقول اور سہل الحصول ہم بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت پر ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ کسی ایک ہی محاورہ عرب یا حوالہ کتب لغت سے یہ ثابت کریں کہ توفّی کے حقیقی معنی صرف قبض روح کے ہیں اور یہ معنی اس محاورہ سے بلا قرینہ عقلی و لفظی و مقالی سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ جس محاورہ عرب منقولہ کتب لغات میں یہ لفظ بمعنی قبض جسم درہم دینار بولا گیا ہے اس محاورہ میں بشہادت قرینہ قبض جسم کے معنی اس سے مفہوم ہوتے ہیں۔ لہذا وہ معنی اس کے حقیقی معنی نہیں، مجازی ہیں۔ حقیقی معنی وہی قبض روح ہیں جو بلا قرینہ آپ کے بیان کردہ محاورہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے ہمارے جواب کا ناکافی ہونا ثابت ہو جائے گا اور سو روپیہ نقد فوراً آپ کو انعام ملے گا۔

لو اب اور کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی سے تکلیف کرنے اور ایک محاورہ عرب یا عبارت کتاب لغت نقل کرنے سے سو روپیہ نقد اور مفت کی فتح لیتے ہو۔ بس اب دیر نہ کرو کچھ پاس ہے تو لے آؤ۔

مگر واضح رہے کہ محاورہ وتوفاہ اللّٰہ سے، جو قاموس، صحاح وصراح میں منقول ہوا ہے، کہیں ہاتھ نہ مار بیٹھنا۔ اس محاورہ میں ہر چند لفظ توفی بمعنی قبض روح بولا گیا ہے مگر یہ محاورہ اس محل اور اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں موت پر کوئی قرینہ حالی یا مقالی لفظی یا عقلی موجود ہو۔ اس قسم کے قرائن موجود نہ ہونے کے وقت کوئی کسی شخص کی نسبت توفاہ اللّٰہ نہیں بول سکتا۔ لہذا اس محاورہ سے ہاتھ مارو گے تو سو روپیہ کی جگہ ایک کوڑی بھی وصول نہ پاؤ گے، الٹا شرماؤ گے۔ (مرزائی خاموش نہیں رہ سکتے، کہتے چلے آئے کہ مرزا صاحب نے توفی کے معانی کے متعلق چیلنج کیا تھا اور کسی نے جواب نہیں دیا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے سامنے ایک دفعہ یہ بات ہوئی تو انہوں نے ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲ دسمبر ۱۹۳۲ء میں لکھا: مولوی اللہ دتہ قادیانی نے مثل دیگر علماء احمدیہ کے بطور فخر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے باطل شکن انکشاف کیا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح۔ اس وقت سوائے موت کے دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے معنی دکھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام رکھا مگر کسی مخالف نے نہ دکھایا (الفضل قادیان ۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء)... ہم مولوی اللہ دتہ کو یاد دلاتے ہیں کہ مباحثہ مونگ گجرات میں آپ، مولوی محمد یار، اور مولوی غلام رسول اور بہت سے علماء مرزائیہ موجود تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ مولوی محمد یار نے بھی ایک ہزاری انعام کا ذکر کر کے کہا تھا کہ علاوہ ایک ہزار مقررہ کے ایک سو روپیہ میں (محمد یار) بھی دوں گا۔ جس کے جواب میں خاکسار نے مولانا سیالکوٹی وغیرہ علماء اہل سنت کی موجودگی میں کہا تھا کہ میں اس خدمت کو حاضر ہوں۔ آپ مرزا صاحب کا ایک ہزار اور اپنا ایک سو، جملہ گیارہ سو روپیہ کسی امین کے پاس امانت رکھیں اور فیصلہ کیلئے منصف مقرر کریں، ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اخیر مباحثہ تک ایسا سوئے کہ: گوئی مردہ اند۔ آج (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء میں) اس واقعہ کو قریباً دو سال گذرے ہوں گے لیکن صدائے برنخواست۔ مرزا صاحب تو زندہ نہیں جن سے تقاضا کیا جائے۔ البتہ مولوی اللہ دتہ یا کوئی اور جو اس دعوی کا حامی ہو ہمارے سامنے آئے اور فیصلہ کے لئے لاہور کے.... پروفیسر کو منصف مان لیں ہم مرزا صاحب کے تقاضا کو پورا کر دیں گے۔ لیجئے ہمارا بھی تقاضا سن لیجئے: مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے جو آپ نے شائد نہ پڑھا ہو گا نہ سنا۔ فرماتے ہیں: علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنی مارنے اور روح قبض کرنیکے آتے ہیں (تحفہ گولڑویہ کلاں۔ ص ۴۵)۔ کوئی ہے؟ قادیانی ہو یا لاہوری جو مرزا صاحب کے اس دعوی کا ثبوت علم نحو کی کتابوں میں دکھا دے؟ کتابوں کی ضرورت ہو تو نحو میر ہم دے دیں گے۔ آپ کو اختیار ہے علم نحو کی کسی کتاب میں دکھائیں اور مرزا صاحب کو قرض سے سبک دوش کریں۔ مگر یاد رہے کہ جب آپ یہ قاعدہ کتب نحو میں دکھا دیں گے تو ہم آپ کو بتا دیں گے کہ اگر علم نحو میں یہ قانون مسلّم ہے تو ہر طالب اور عالم کو معلوم ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بقول خاقانی اس میں کیا تیر مارا : پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی — کہ بورانی ست بادنجان و بادنجان بورانی)

مذہب ابن عباسؓ در بارہ انی متوفیک پر شیخ الاسلام کی تحریر

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ساتویں دعوی میں بھی مرزا قادیانی نے اپنی عادت قدیم، کذب ومغالطہ، کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ صحیح بخاری سے قول ابن عباسؓ تو نقل کیا کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دوں گا مگر امام بخاریؒ کے اس قول ابن عباس کو نقل کرنے سے نتیجہ یہ نکال لیا کہ بخاری نے یہ جتایا ہے کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اس میں آپ نے ایک جھوٹ امام بخاری پر باندھا ایک ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر۔

حضرت ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر جھوٹ باندھنا اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا حضرت ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ یہ بات نہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی، نہ کسی اور صحابی نے۔ مرزا قادیانی حضرت ابن عباسؓ یا کسی صحابی سے یہ بات ثابت کر دے، تو سو روپیہ انعام لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو صرف متوفّیک کی تفسیر میں لفظ ممیتک فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے کسی آئندہ وقت میں تیری اپنی موت ماروں گا، تو دشمنوں کے ہاتھ سے ہرگز نہ مارا جائے گا۔ اور مرزا قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں۔ (یہ معنی قادیانی نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۹۲ میں کئے ہیں اور اس کے صفحہ ۳۴۱ میں کہا ہے: جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان، میں زیر تفسیر یا عیسی انّی متوفّیك میں لکھا ہے کہ انّی ممیتك حتف انفك یعنی اے عیسی میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں بغیر اس کے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہوئے

اس عبارت میں بھی آپ نے متوفّیک کے معنی تو وہی بیان کئے ہیں جو کلام ابن عباسؓ کے ہم نے بیان کئے ہیں مگر اس عبارت میں ایک سرقہ اور خیانت اپنی یہ کی ہے کہ ان تفاسیر سے معنی توفّی کے قول حضرت ابن عباسؓ کے موافق تو لے لئے اور دوسرے معنی قبض جسم حضرت مسیح کے ان میں بیان کئے گئے، وہ چھوڑ دیئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اس لفظ متوفّیک کے ایک ہی معنی ان سب تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری خیانت یہ کہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور فرمایا کہ وہ مصلوب ہوئے مگر اس حالت میں فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے کہ وہ مصلوب ہی نہیں ہوئے دیکھو آیت و ما صلبوہ)

ان سب تفاسیر، کہ اے عیسی میں تجھے وفات دونگا، سے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو

وفات دے دی اور وہ فوت ہو چکے، جیسا کہ قادیانی نے بیان کیا ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت ابن عباسؓ نے خود اپنے قول کے ایسے معنی کر دیئے ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں کہا ہے: اخرج اسحاق ابن بشر و ابن عساكر من طريق جويبر عن الضّحاك عن ابن عباس فی قوله انّی متوفّيك و رافعك يعنی رافعك ثمّ متوفّيك فی آخر الزّمان کہ اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے جویبر کی اسناد سے بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر آیت انّی متوفّیک و رافعک میں نقل کیا ہے کہ میں پہلے تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا، پھر اخیر زمانہ میں تجھے وفات دونگا۔

اور اسی کا مؤید حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے آیت و انّه لعلم للسّاعة کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ چنانچہ درمنثور میں ہے: اخرج الفريابی و سعيد بن منصور و مسدد و عبد بن حميد و ابن ابی حاتم الطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قوله تعالی و انّه لعلم للسّاعة قال خروج عيسى قبل يوم القيامة و اخرج الحاكم و ابن مردويه عن ابن عباس عن النّبی ﷺ و انّه لعلم للسّاعة ، قالهو خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة ۔ تفسير در منثور

فریابی اور سعید بن منصور وعبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے عیسیٰؑ کا قیامت سے پہلے نکلنا مراد ہے

و اخرج ابن جرير من طرق عن ابن عباس و انه لعلم للسّاعة ۔ قال نزول عيسى (تفسير در منثور) ۔ ایسا ہی ابن جریر نے کئی سندوں سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

اخرج احمد عن ابن عباس وانّه لعلم للسّاعة قال هو خروج عيسى بن مريم۔ (تفسير ابن كثير) ایسا ہی تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے حضرت عیسیٰ کا نکلنا مراد ہے۔

و لهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد

صحیح ۔ فتح الباری)

اور نیز اسکا مؤید حضرت ابن عباس کا وہ قول ہے جو تفسیر آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ... میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان کے مرنے سے پہلے لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ ابن عباسؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ اسی بات پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کے اپنے قول ممیتك (یعنی اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں یا وفات دونگا) کے ایسے معنی و تفسیر کر دینے اور وقوع مضمون متوفیك کو مؤخر اور مضمون رافعک کو مقدم تجویز کرنے پر آپ ان کو یہودی اور محرف (معاذ اللّٰہ و حاشا جنا بھم عن ذلك) کہیں تو کون آپ کو روک سکتا ہے۔ اور آپ کی زبان سے، جو اس وقت حجاج بن یوسف کی تلوار بن رہی ہے، مسلمان سلف و خلف سے کون بچا ہے؟ مگر آپ حضرت ابن عباسؓ کے اس بیان اور تفسیر کلام خود بقول خویش، کے ساتھ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ابن عباسؓ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اب وہ اموات میں داخل ہیں۔

یہ ابن عباسؓ پر مرزا قادیانی کی افتراء پردازی کا ثبوت ہے۔ اسی سے اور صحابہ پر انکا افتراء کرنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے عام صحابہ کو اسی قول ابن عباس کی دستآویز سے موت مسیح کا قائل بنالیا ہے اور کسی صحابی کا قول اس بات میں نقل نہیں کیا۔ تو جب اس قول سے استنباط وفات مسیح غلط ثابت ہوا، تو وہ مذہب جو اس قول سے اس نے نکالا ہے، نیز غلط ہو گیا۔ علاوہ بریں کتب حدیث اور دواوین سنت میں بہت سے صحابہ سے حضرت مسیح کے آخری زمانہ میں نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے کی احادیث مروی ہیں و ثابت ہیں اور کسی صحابی سے ان احادیث کے مضامین سے انکار و خلاف مروی نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ نے تو حضرت عیسیٰؑ کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت بھی بتادی ہے۔ اور انہی کی پیروی میں تابعین وغیرہ آئمہ دین نے یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۱۔ امام ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے:

عن مجمع بن جاریه الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یقتل ابن مریم

الدّجال بباب لدّ۔ رواہ احمد و الترمذی ۔قال الترمذی و فی الباب عن عمران بن حصین و نافع بن .. و ابی برزہ و حذیفہ بن اسید و ابی ہریرہ و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامۃ و ابن مسعود و عبد اللہ بن عمرو و سمرہ بن جندب و النواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذیفۃ بن الیمان (ترمذی۔ص۳۷۴) ابن مریم دروازہ لدّ کے پاس دجال کو قتل کریں گے اور اسکے بعد امام ترمذی نے کہا کہ عمران بن حصین، نافع، ابو برزہ، حذیفہ بن اسید، کیسان، ابو ہریرہ، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابو امامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان سے بھی اس باب میں حدیثیں مروی ہیں۔

صاحب فتح الباری نے عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، اور عبداللہ بن مغفل اور انس بن مالک وغیرہ کو اور صاحب حجج الکرامہ نے نافع بن کیسان، وجبیر بن نفیر وعروہ بن روہم کو بھی اس حدیث کے راویوں میں شمار کیا ہے۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے:و اخرج عبد بن حمید عن ابی ہریرہ و انّہ لعلم للسّاعۃ ۔ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الاربعین اربع سنین یحج و یعتمر۔ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاھد و انّہ لعلم للسّاعۃ۔ قال آیۃ للسّاعۃ خروج عیسی بن مریم قبلیوم القیامۃ ۔و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن الحسن و انّہ لعلم للسّاعۃ قال نزول عیسی۔ و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر عن قتادہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال نزول عیسی۔ و ناس یقولون القرآن علم للسّاعۃ .... و قال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیہ حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی و اللّہ انّہ لحیّ الآن عند اللّہ ولکن لما نزل امنوا بہ اجمعون .... واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رأی عیسی قلۃ من اتبعہ و کثرۃ من کذب شکی ذلک الیاللّہ فاوحی اللّہ الیہ انّی متوفّیک و رافعک الیّ و انّی سابعثک علی الاعور الدجال.. (الی) .. قال کعب ذلک تصدیق حدیث رسول اللّہ حیث قال

كيف تهلك امة انا فى اولّها و عيسى فى آخر ها (در منثور)

عبد بن حمید نے ابو ہریرہؓ سے آیت و انّه لعلم للسّاعة کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے اس سے حضرت عیسیٰؑ کا نکلنا مراد ہے وہ چالیس برس زمین میں رہیں گے جو چار سال کے برابر ہوں ان میں وہ حج اور عمرہ کریں گے۔ایسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد اور حسن سے اور قتادہ سے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حسن سے آیت و ان من اهل الكتا ب.. کی تفسیر میں نقل کیا ہے حضرت عیسی ،اللہ کے پاس زندہ ہیں وہ اتریں گے،تو سب لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔

اور ابن جریر نے بسند صحیح کعب سے نقل کیا ہے کہ جب عیسیٰؑ نے اپنے پیرؤوں کی کمی اور جھٹلا نے والوں کی کثرت کی شکایت کی خدا کے پاس کی،تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔میں عنقریب تجھے قتل دجال کے لئے بھیجونگا پھر تو اسکے بعد ۲۴ سال زندہ رہے گا پھر تجھے اور زندوں کی موت ماروں گا۔کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

صحابہ کی یہ روایات اور آثار،مرزا قادیانی کے اس افتراء پر ایک اور دلیل ہے۔

آثار تابعین کو ہم نے اس مقام میں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو اس بات کا علم و یقین ہو کہ حضرت مسیح کے زندہ ہونے کا اعتقاد صرف حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ کے زمانہ تک ہی نہیں رہا، بلکہ تابعین میں بھی وہی اعتقاد متوارث چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں پہلے سر سید احمد خان نے اور پھر ان کی تقلید سے مرزا قادیانی نے اس اعتقاد کو اڑایا،،اور حضرت مسیح کو ماردیا۔

مرزا قادیانی نے اس دعوی میں سر سید احمد پر یہ زیادہ کیا ہے کہ اس اعتقاد میں صحابہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا اور ان پر افتراء کیا۔ یہ جرأت و دلیری سر سید احمد سے نہیں ہوئی۔اسلئے سر سید احمد خان کو ہم مرزا قادیانی سے بدرجہا کم تر سمجھتے ہیں۔گو قادیانی صاحب اس قسم کے جملہ دعاوی میں سر سید احمد خان ہی کے پیرو و مقلد ہیں مگر اس جرأت میں، کہ ایک بات از خود بناویں پھر اس کو صحابہ وغیرہ سلف کے ذمہ لگاویں، یہ ان سے بڑھ کر ہیں۔سر سید احمد ہر نئی بات جو از خود نکالتے ہیں،اس میں وہ کسی کی مخالفت یا موافقت کی پرواہ نہیں کرتے،اور

افترا پردازی سے اس میں سلف صحابہ وغیرہ کو اپنا موافق نہیں بناتے اور مرزا صاحب اس افتراء میں اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

امام بخاریؒ پر آپ کا جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ ان کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے وفات پا جانے اور اموات کی جماعت میں داخل ہو جانے کا قائل بنا دیا ہے۔ اور اس امر پر ازالہ اوہام کے بہت سے مقامات میں اس نے زور دیا ہے۔ ہم دوسرے مقامات کا زور اس مقام میں توڑیں گے جہاں قادیانی کے اس دعوی پر بحث کریں گے کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں قادیانی کا یہ جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اس قدر بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۴۹۰ ایک باب منعقد کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے۔ چنانچہ اصل عبارت بخاری پہلے نقل ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی (اس بات کو قادیانی نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۲۶۹ میں تسلیم کیا اور کہا ہے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اسکے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے)۔ لہذا امام بخاری نے نزول عیسیٰؑ کو ثابت کیا، تو بطریق اولی یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ قادیانی نے اپنے پہلے کذب و مغالطہ کے ثبوت میں جو سات دعاوی کئے ہیں وہ اس کے اس کذب کو سچ نہیں بنا سکتے، بلکہ اس کے کذب اور مغالطہ ہونے کو اور پختہ کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث یا محاورات عرب یا کتب لغت سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ جسم کو قبض کرنا۔

قادیانی صاحب اور قادیانیو! اسی دعوی اور ان ہی دلائل پر تمہارا فخر تھا؟ کہو ان کا کیسا خاکہ اڑایا گیا؟ اب بھی زبان پر لاؤ گے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے کے ہیں۔ اور قبض جسم کے معنی کسی لفظ آیت یا حدیث یا محاورہ و مثال عرب میں نہیں لئے گئے۔ کچھ شرم ہو تو پھر اس دعوی کا نام نہ لو گے اور یہ تسلیم کرو گے کہ توفی کے حقیقی معنی قبض یا استیفاء ہے، موت دینے سے ہو، خواہ سلا دینے سے، یا زندہ جسم کو قبض کر لینے سے اور اس آیت متوفیک میں اس سے قبض جسم ہی مراد ہے جیسا کہ عام اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

رافعك الیّ کے معانی پر شیخ الاسلام کی تحریر

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ دوسرے مغالطہ میں قادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ آیت زیر بحث میں رافعك الیّ سے حضرت عیسیٰؑ کی روح کا اٹھایا جانا مراد ہے نہ جسم کا اٹھایا جانا، اس کے ثبوت میں اس نے بجز مضمون کذب ومغالطہ اول کوئی نیا ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح بشہادت قرآن وحدیث فوت ہو چکے ہیں، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع روح کیا مراد، ممکن ومتصور ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی نظیر حضرت ادریس کا رفع ہے جو فوت ہوئے اور انکی روح آسمان پر اٹھائی گئی۔

لہذا اس کے جواب وابطال میں ہماری طرف سے بھی کوئی نئی بات کہنا ضروری نہیں اور یہ کہنا کافی ہے کہ حضرت مسیح کا فوت ہو جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ ان کا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت ہے چنانچہ ابطال کذب ومغالطہ اول قادیانی سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع جسم کیا مراد ہوسکتا ہے۔ اور حضرت ادریس کا رفع آپ کے رفع کی نظیر نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ قادیانی کے نزدیک مسلّم۔ لہذا انکے رفع سے رفع روح مراد ہونا متعین ہے نہ رفع جسم ونفس۔

تیسرے مغالطہ میں جو آیت ورافعك الیّ کے ترجمہ میں قادیانی نے جعل وتصرف کر کے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوئی پھر ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی، اس میں اس نے ان ہی جھوٹے دعووں سے جو پہلے اور دوسرے مغالطہ میں اس سے سرزد ہوئے ہیں (توفیّ بمعنی وفات اور رفع بمعنی رفع روح) کام لیا ہے اور اس کا کوئی نیا ثبوت نہیں دیا۔ لہذا اس کے جواب وابطال میں ہماری طرف سے کوئی نئی بات کہنے کی ضرورت نہیں اور صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اس آیت میں لفظ متوفّیک سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد نہیں اور لفظ رافعك الیّ سے صرف رفع روح بلا جسم مراد نہیں بلکہ لفظ متوفّيك سے قبض مراد ہے اور رافعك الیّ کا لفظ اس کی ایک قسم خاص، قبض کا معین کرتا ہے۔ لہذا یہ آیت باوجود اس جعل وتصرف قادیانی کے کہ اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، سے کیا جو ثمّ کا ترجمہ ہے، اس کا دعوی

حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔اور اس معنی میں جو ہم نے بیان کئے ہیں ترتیب لفظی یا طبعی کا بھی خلاف نہیں ہوتا۔اس صورت میں دونوں لفظ سے ایک ہی امر (قبض جسم مسیح) کے وقوع کی حکایت مقصود و مراد ہے، نہ دو امر غیر مرتب کی۔اور اگر حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق پہلے لفظ متوفیك سے حضرت مسیح کو وفات دینے کا وعدہ مراد لیں اور آیت کے یہ معنی کریں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا دونگا (چنانچہ قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں) تو اس صورت میں حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے سے ترتیب طبعی کا خلاف نہیں ہوتا کیونکہ جو رفع طبعاً موت کے برابر ہوتا ہے وہ رفع روح ہے، نہ رفع جسم جو حضرت مسیح کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔قادیانی نے اتنا نہ سوچا کہ یہ رفع جسمانی تو ہر وقت اجسام کو لاحق رہتا ہے، کبھی کوئی جسم نیچے ہوتا ہے کبھی اوپر چڑھ جاتا ہے۔پھر اس رفع جسمانی کی تجویز سے قائلین رفع جسمانی حضرت مسیح پر الزام خلاف ترتیب طبعی کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔

رہا اس صورت پر اس کا یہ اعتراض کہ اگر رفع جسم مسیح ہو چکا ہے اور وفات مسیح کا وقوع قیامت کے قریب ہوگا تو پھر آیت زیر بحث میں وفات کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے کیوں ہوا؟ اس سے تو قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہیں، اور نہ کتب معانی و بیان پڑھے ہیں۔سنی سنائی باتوں یا اپنے نیم ملا حواریوں کے زبانی بیانات پر اعتماد کر کے ایسی باتیں دھر گھسیٹتے ہیں۔کسی امر یا واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو، پہلے ذکر کرنا، اور جو امر یا واقعہ پیچھے ہوا ہے، اس کا ذکر بیان پیچھے لانا، ضروری اور لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہیں، بلکہ بعض اوقات پہلے امر کو پیچھے اور پچھلے کو پہلے بیان کیا جاتا ہے اور اس سے متکلم کی فصاحت و بلاغت میں نقصان واقع نہیں ہوتا۔

اس مقام میں اور فصحاء و بلغاء کی عبارات و محاورات کو پیش کیا جائیگا تو آپ ان کو غیر فصیح و غیر بلیغ کہدیں گے اور فرمائیں گے کہ ہمارا علم آسمانی اور ہمارا خدا ہمارا معلم اور باپ روحانی ہے ہم زمین والوں کے مقلد نہیں۔قرآن کو تو آپ فصیح و بلیغ مانتے ہیں اس میں بہت سے امور و واقعات پیچھے کے پہلے اور پہلے کے پیچھے بیان ہوئے ہیں۔جو اسی حرف عطف واؤ سے یا اس کی نظیر حرف او سے بیان ہوئے ہیں۔اس مقام میں اس کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

ا۔سورہ نساء میں ارشاد ہے:انّا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوحٍ و النّبیّین من بعده و اوحینا الی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط و عیسی و ایّوب و یونس و سلیمان ۔ ہم نے تیری طرف وحی بھیجی ہے جیسی کہ نوح اوراس کے پچھلے نبیوں کی طرف وحی بھیجی ہے۔اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھیجی ہے۔

اس میں حضرت عیسیٰؑ کی وحی کا حضرت سلیمانؑ وغیرہ کی وحی سے پہلے ذکر ہوا ہے حالانکہ یہ پیچھے وقوع میں آیا۔

۲۔سورہ انعام میں ہے:و وهبنا له اسحاق و یعقوب ۔کلاً هد ینا۔ و نوحاً هدینا من قبل ومن ذرّیته دا ؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسی و هارون۔وکذلك نجزی المحسنین ۔ و زکریا و یحی وعیسی و الیاس۔کلّ من الصّالحین ۔ و اسما عیل والیسع و یونس و لوطاً۔ کلاً فضّلنا علی العا لمین ۔(انعام۔ع ۱۰)۔کہ ہم نے داؤد،سلیمان،ایوب،یوسف،موسیٰ،ہارون،ذکریا،یحیٰ،عیسیٰ،الیاس،اسماعیل،الیسع،یونس کو ہدائت کی۔

اس آیت میں حضرت داؤد و حضرت سلیمان کی ہدایت کے ذکر کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے۔اور حضرت یحیٰ و حضرت عیسیٰ کو حضرت اسماعیل وغیرہ پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے تھے۔

۳۔سورۃ ص میں ہے:کذّبت قبلهم قوم نوحٍ وّ عادٍ وّ فرعون ذو الا تاد۔ و ثمود و قوم لوطٍو اصحا ب لئیکة ۔ اولئك ا لاحزا ب (ص۔ع ۱) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اس آیت میں تکذیب فرعون کو تکذیب قوم ثمود اور قوم لوط پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوا

۴۔سورہ ق میں ارشاد ہے: کذّبت قبلهم قوم نوح وّاصحا ب الرّس و ثمود۔ و عادٌ وّ فرعون و اخوان لوط۔ ا صحاب الأیكة و قوم تبّعٍ۔ کلّ کذّ ب الرّسل فحقّ وعید (ق، ع۔ ۱) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور کنویں والوں نے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے

جھٹلایا اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

یہاں ثمود کو عاد سے اور فرعون کو اخوان لوط سے مقدم کیا، حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں معطوف بحرف عطف مجرور ہے۔ دوسری آیت میں منصوب و مفعول، تیسری و چوتھی آیت میں مرفوع اور فاعل ہے۔ اور ہر ایک کی مزید نظیریں قرآن میں بکثرت موجود ہیں ۔ یہ معطوف بحرف واؤ کی مثالیں ہیں اب معطوف بحرف او کی مثالیں سنیں

سورہ نساء (رکوع ۳) میں تین جگہ حکم ترکہ میت کے بیان میں وصیت کا ذکر پہلے ہوا ہے اور ادائے دین (قرض) کا بعد میں، حالانکہ ادائے دین مقدم ہے اور وصیت کا نافذ کرنا مؤخر۔

من بعد وصيّة يوصين بها او دين ؛ من بعد و صيّة توصو ن بها او دين ؛من بعد و صيّة يوصى بها او دين

یہ مفردات (فاعل، مفعول اور مضاف الیہ) میں وقوع خلاف ترتیب وقوعی کا ثبوت ہے اب جملوں اور حکایات واقعیہ اور واقعات نفس الامریہ کو قرآن مجید کا ترتیب وقوعی برخلاف بیان کرنا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ بقرہ (ع ٦) میں ہے: و اذ قلنا ادخلوا هذه القر ية فكلوا منها حيث شئتم رغداً و ادخلوا البا ب سجداً و قولوا حطة نغفر لكم خطايا كم۔ و سنز يد المحسنين

اور: واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعامٍ واحدٍ فا دع لنا ربك يخر ج لنا مما تنبت الا رض من بقلها وقثّا ئها و فومها و عدسها وبصلها۔ قال اتستبد لو ن الّذى هو ادنى بالّذى هو خير ۔ (بقرہ ع ۷)

بنی اسرائیل کا ایک شہر میں داخل ہونے کے وقت بجائے حطۃ کچھ اور کہنا پہلے بیان ہوا ہے، اور ایک کھانے پر صبر نہ کرنے اور ساگ ککڑی کا سوال کرنے کا ذکر پیچھے ہوا حالانکہ یہ قول، سوال، ان سے پہلے سرزد ہوا۔

و ا ذ ا خذ نا ميثا قكم و رفعنا فوقكم الطّور خذوا ما آ تينا كم بقوّة و اذ كروا ما فيه لعلكم تتقون ۔(بقرہ)

تو انکو اس شہر میں جانے کا حکم ہوا۔ پھر اس قصہ وسوال و جواب کے بعد رفع طور کا ذکر ہوا جو سب سے پہلے واقع ہوا تھا جب حضرت موسیٰ تورات لائے تھے۔

ایسے ہی اور بہت قصص بنی اسرائیل ہیں جن میں ترتیب وقوعی کے برخلاف تقدیم و تاخیر ہے۔

و اذ قال ابرا هیم ربّ اجعل هذا بلداً آ مناً و ارزق اهله من الثّمرات من آمن باللّه و الیوم الآخر ۔ قال ومن کفر فامتّعه قلیلاً ثم اضطرّه الی عذا ب النّار و بئس المصیر و اذ یرفع ابرا هیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبّل منّا انك انت السّمیع العلیم ۔ (بقره۔ع ۱۵)۔

حضرت ابراہیم کو کعبہ کے پاک رکھنے کا حکم دینا پہلے بیان ہوا، جو بناء کعبہ کے بعد متصور ہے، اور قصہ بناء کعبہ کا ذکر بعد میں ہوا جو پہلے وقوع میں آچکا تھا۔

ان قصص اور واقعات کو ناظرین قرآن اور تفاسیر میں دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی نے اس بیان میں، کہ ایک مقدم چیز کو پیچھے اور موخر کو پہلے ذکر کرنا فصاحت و بلاغت کے مخالف ہے، جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ بالا سے جیسا جواز تقدیم و تاخیر ہم نے سمجھا ہے ویسا ہی علماء سابقین نے سمجھا اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کر کے بیان کیا ہے کہ حرف واؤ مطلق جمعیت کے لئے ہے۔ اس سے ترتیب بلا فصل جو حرف ف سے سمجھی جاتی ہے، یا ترتیب بفصل وتراخی جو ثمّ سے مفہوم ہوتی ہے، فہم میں نہیں آتی۔ اسی واسطے واؤ کے ذریعہ سے ایک پچھلی چیز کو پہلے اور پہلی چیز کو پیچھے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کتب لغت نحو معانی و بیان میں مفصل بیان ہوا ہے۔

قاموس میں ہے: فالواؤالمفردة اقسام الاولی العاطفة فتعطف الشیء علی مصاحبه فانجیناه واصحاب السفینة، وعلی سابقه ولقد ارسلنانوحاًوابرا هیم ، و علی لا حقه وکذلك یو حی الیك و الی الّذین من قبلك ۔

اور شرح ملا مبین میں ہے: فالواؤ للجمع مطلقاً لا تر تیب فیها فقو له لا تر تیب فیها بیان لا طلاقها ای لا ترتیب فیها بین المعطوف و المعطوف علیه ۔ بمعنی انّه لا

فیھم ھذا الترتیب منھا وجود او عدماً و الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغیر مھله و ثم مثلھا اہ مثل الفاء فی مطلق الترتیب مقرونة بمھلة و تاخ

اور مختصر معانی میں ہے: نحو جاء نی زید و عمرو فان فیه تقبیلاً للفاعل بانّه زید و عمرو من غیر دلالة علی تفصیل الفعل بان المجیئین مکانا معاً او مترتبین مع مھلة و بلا مھلة نحو جاء نی زید فعمر ثم عمرو فالثلاث تشترك فی تفصیل المسند الّا ان الفاء تدل علی التعقیب من غیر تراخ و ثمّ علی التراخی۔

ناظرین ان کتابوں کو ملاحظہ کریں۔ اس مقام میں شاید یہ سوال ہو کہ اس بیان سے تقدیم وتاخیر کا جائز ہونا اور فصاحت و بلاغت کے مخالف نہ ہونا تو تسلیم ہوا مگر اس میں شک نہیں کہ جن امور کے ذکر و بیان میں خدا تعالی نے کوئی ترتیب اختیار فرمائی ہو اس کیلئے کوئی نہ کوئی وجہ ضروری ہے۔ بس اگر لفظ متوفیک سے بنا بر قول ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کو وفات دینے کا وعدہ مراد ہے اور اس کا وقوع بعد رفع جسم حضرت مسیح ہوگا تو پھر توفّی کو ذکر و بیان میں مقدم کرنے اور رفع کو موخر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ ایک یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہود سے قتل وایذا کا خوف و اندیشہ تھا۔ خدا تعالی نے اس خوف کو دور کرنے کے اہتمام کے لئے لفظ متوفّیک کو مقدم کیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو یہ جتا کر کہ تیرے قتل پر یہود قادر نہ ہوں گے، ہم خود تجھے طبعی موت سے وفات دیں گے، بے خوف و مطمئن کر دیا۔ اس کے بعد ان کے رفع کا مژدہ سنایا۔ اور اگر پہلے وعدہ رفع دیا جاتا تو اس میں ان کو اس سوال کا موقع رہتا کہ یہود تو میرے قتل پر آمادہ و تیار ہیں، پھر یہ رفع کس کیفیت کا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت زکریا کو وعدہ فرزند مل جانے پر یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے یہاں فرزند کیونکر ہوگا، میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ۔

یہ وجہ مرزا قادیانی کے اس کلام سے، جو بحوالہ جملہ تفاسیر مدارک، کشاف وغیرہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۹ میں موجود ہے، ہم نے نکالی ہے۔

قادیانی کی پہلی دلیل آیت یا عیسی انّی متوفّیك پر بحث ختم ہوئی جس سے یہ بات ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی کہ قادیانی نے جو کہا ہے کہ اس آیت میں توفّی سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد ہے

اور رفع سے ان کی روح کا اٹھایا جانا، اس میں محض کذب و مغالطہ سے اس نے کام لیا ہے۔قرآن وحدیث اور کتب لغت اور محاورات عرب میں اس پر شہادت نہیں پائی جاتی اور سلف وخلف صحابہ وتابعین محدث ومفسر اس اعتقاد و بیان مراد میں اسکے موافق نہیں۔

اس بحث کے بعد مرزا قادیانی کے دوسرے دلائل آیات قرآنیہ کے اوپر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم عوام کی سہولت کی نظر سے ان آیات کو ذکر کر کے ان آیات سے قادیانی کے دعوی کا ثابت نہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت جس کو قادیانی نے حضرت مسیح کی وفات پر دلیل بنایا ہے وہ آیت سورہ نساء ہے جو اوپر منقول ہوچکی ہے۔اور اس میں یہ بیان ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ خدا تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو مخالف مدعا سمجھ کر اس مقام میں چھوڑ دیا اور سرقہ کیا اور اس کے آخر بل رّفعه اللّٰه اليه کو اپنی دلیل بنالیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ: رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کیلئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روح علیین تک پہونچائی جاتی ہے۔

اس مراد کا نقلی ثبوت قادیانی نے بجز اس کے کچھ پیش نہیں کیا کہ حضرت مسیح فوت ہوچکے اور فوت شدہ کی صرف روح آسمان پر اٹھائی جاتی ہے، نہ اس کی نعش و جسم۔اس کے سوا جو کچھ اس نے رفع کے متعلق کہا ہے وہ عقلی ڈھکوسلے ہیں اور نیچری شبہات کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو وہاں سانس کے لئے ہوا کہاں سے لیتے ہوں گے، کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟ بول و براز کہاں کرتے ہوں گے، بال وناخن کس سے کٹواتے ہوں گے؟ وغیرہ۔(دیکھو ازالہ اوہام قادیانی ص ۲۶۳ لغایت ۲۶۷، نیز صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۸، اور صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۶، اور ۳۸۶ تا ۳۸۸، اور ۵۴۹ تا ۵۵۱، اور ۵۹۹، اور ۹۲۴ وغیرہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نقلی ثبوت کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ جن الفاظ قرآن وحدیث سے قادیانی حضرت عیسیٰؑ کی وفات نکالتا ہے ان الفاظ سے وفات کا مراد ہونا ثابت و تعین نہیں۔تو پھر ان کے رفع سے

صرف روح کا اٹھایا جانا، جو ثبوت وفات پر موقوف اور اسکی فرع تھا، کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح کی حیات ثابت ہے لہذا ان کی رفع سے بجز رفع جسم کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اس آیت میں رفع سے صرف رفع روح کا مراد ہونا اس وجہ سے بھی نا جائز ہے کہ اس کے نظائر لفظ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ضمیر سے صرف روح مراد نہیں ہو سکتی بلکہ جسم مراد ہے۔ تو رفعہ کی ضمیر سے بھی صرف روح مراد نہیں ہو سکتی و بناء علیہ یہ آیت حضرت مسیح کی حیات کی دلیل ہے، نہ کہ وفات کی۔ اسی نظر سے قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو سرقہ کیا اور صرف اخیر کو معرض استدلال میں پیش کیا۔

رہا اس کے عقلی ڈھکوسلوں اور نیچری شبہوں کا جواب، سو بحث عقلی وفات مسیح میں دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ اس مقام میں ناظرین کو مرزا قادیانی کی بے علمی جتانے کی غرض سے یہ بیان کرنا بھی نامناسب نہیں کہ قادیانی نے اس آیت کو دعوی وفات مسیح پر ایک دلیل بنایا ہے اور اس دلیل کے ثبوت پر حضرت مسیح کی وفات کو دلیل ٹھہرایا ہے، اور یہ دور ہے۔ اگر اس کے دعوے و دلیل کی تقریر یوں کریں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں ان کا فوت ہونا مراد ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے اگر اس کی تقریر یوں کریں کہ بحکم آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اس لئے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ دونوں امر علم منطق وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہیں ۔

اور اگر قادیانی کا یہ خیال ہو کہ دعوی وفات مسیح کی دلیل پہلی آیت انّی متوفّیك ہے اور وہی آیت اس آیت دوم میں رفع سے موت مراد ہونے پر دلیل ہے، تو پھر اس آیت کو مستقل وجداگانہ دلیل نمبر دوم ٹھہرانا اس کی بے علمی کی دلیل ہے۔ یہ آیت پہلی آیت کے سوا بزعم قادیانی وفات مسیح کو ثابت نہیں کر سکتی تو یہ دوسری دلیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

فلمّا توفّیتنی کے معانی پر شیخ الاسلام کی تحریر

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: تیسری آیت جس کو قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے وہ آیت سورۃ مائدہ ہے فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انك علی کلّ شئیٍ قدیر (مائدہ) کہ حضرت عیسی، اللہ تعالی کو کہیں گے کہ تو نے مجھ کو قبض کیا تو، تو ان کا نگہبان رہا۔

اس آیت کا قادیانی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ، تو نے مجھے وفات دی تو، تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ پھر اس معنی کے ثبوت پر ان آیات کا قادیانی نے اعادہ کیا جو گذر چکی ہیں۔

علاوہ براں ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہی لفظ فلمّا توفّیتنی آنحضرت ﷺ حوض کوثر پر فرمائیں گے جس سے آپ کی یہی مراد ہوگی کہ تو نے مجھے وفات دی، تو پھر حضرت عیسیؑ کی بعینہ اس کلام سے اور معنی مراد لینا کیونکر جائز ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ اس آیت سے پہلے اذ قال اللّٰہ یا عیسی کہا گیا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسی کو خدا تعالی پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانا) اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے لئے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ اور ایسا ہی جو جواب حضرت عیسی کی طرف سے ہے وہ بھی بصیغہ ماضی ہے فلمّا توفّیتنی۔ اس کی نظیر خدا کا یہ قول ہے واذ قال ربّك للملائکة ..جو قصہ ماضی ہے، نہ بزمانہ آئندہ۔

اور اس بیان پر نازاں ہو کر قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ نزول حضرت عیسیؑ کے بعد کا واقعہ ہے، وہ ایسی تاویل رکیک سے شرم نہیں کرتے (دیکھو ازالہ اوہام۔ ص۶۰۸ وغیرہ)

اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ پہلی دلیل قادیانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے کہ

توفّی کے حقیقی معنی صرف وفات دینے کے نہیں بلکہ مطلق قبض کے ہیں جس کے کئی انواع واقسام ہیں، وفات دینا، سلا دینا، قبض کرنا وغیرہ۔ اور یہ سب معانی اس لفظ سے بحسب مقتضائے مقام شہادت قرینہ مراد لئے جاتے ہیں۔ بناء علیہ اس آیت میں توفّیتنی کے لفظ سے بشہادت قرائن مذکورہ بالا قبض جسم کے معنی مراد ہیں، نہ کہ وفات دینے کے۔ قادیانی نے جو اس معنی وفات کو توفّی کے حقیقی معنے قرار دیئے ہیں اور اس پر بضمن دلیل اول شواہد پیش کئے ہیں، اس کا جواب دنداں شکن دیا گیا ہے۔

اور جو اس مقام میں اس پر اس نے دلیل پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کلام میں یہ لفظ توفّیتنی وارد ہے تو اس کے معنی وفات دینے کے لئے جاتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کے کلام میں بعینہ اس لفظ کے معنی وفات دینے کے کیوں نہ ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی حضرت مسیح کی طرح بلا موت زندہ آسمان پر اٹھائے جاتے، تو آپ کے کلام میں بھی وہی معنی قبض جسم لئے جاتے۔ آنحضرت ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں، تو پھر آپکے کلام میں اس لفظ سے معنی قبض جسم کس قرینہ سے مراد لئے جائیں؟ آنحضرت ﷺ کا بعینہ مسیح کے کلام کو اپنی کلام میں اختیار فرمانا اس امر کی دلیل نہیں کہ جس معنی سے حضرت مسیح وہ لفظ بولیں گے ان ہی معنی سے آنحضرت ﷺ نے وہ لفظ فرمایا ہے۔

دوسرا جواب: فرض کیا اور مان لیا کہ اس کلام میں حضرت مسیح کے لفظ توفّیتنی سے مطلق قبض کے معنی مراد ہیں جو موت اور قبض روح کو بھی شامل ہیں اور اس لفظ سے آپکے دونوں زمانوں (زمانہ قبض جسم وقیام آسمان، اور زمانہ قبض روح بعد نزول) کے حال کی حکایت ہے، مگر اس صورت میں بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ اس آیت میں کسی گذشتہ زمانہ میں مسیح کے اس قول کی حکایت نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانہ قیامت کے دن کی یہ حکایت ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح سے یہ سوال کرے گا: کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لینا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ خداوندا! میں نے تو ان کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا، میں جب تک ان میں رہا ان کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے قبض کر لیا تو، تو ان پر نگہبان ہوا۔

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی بن مریم أأنت قلت للنّاسِ اتّخذونی و امّی الٰھین من دون اللّٰہ ۔

قال سحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ۔ ان کنت قلته فقد علمته۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك۔ انك انت علّام الغیوب ۔ ما قلت لهم الّا ما امرتنی به ان اعبدوا اللّٰه ربّی و ربکم۔ وکنت علیهم شهیداً مّا دمت فیهم۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم ۔ و انك علی کلّ شئٍ قدیر (مائده۔ ع ۱٦)

اور یہ امر ظاہر و مسلّم فریقین ہے کہ اس دن سے پہلے وہ ضرور وفات پا چکے ہوں گے۔ لہذا اس آیت سے ان کی موت ہی مراد ہے، تو قیامت سے پہلے ان کا وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے، نہ اس وقت مردہ ہونا۔

ہمارے اس بیان پر کہ اس آیت میں زمانہ قیامت کی حکایت ہے، نہ زمانہ گذشتہ کی، یہ دلیل ہے کہ اس آیت سے پہلے ارشاد ہے کہ جس دن (یعنی قیامت کو) خدا تعالی رسولوں کو اکٹھا کر کے کہے گا کہ تم کو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا، تو وہ جواب میں کہیں گے ہم کو اس کا علم نہیں۔

اس کے بعد حضرت عیسی کو بلفظ اذ قال مخاطب فرما کر ان نعمتوں کو شمار کیا جو ان پر خدا نے انعام کیں اس کے بعد اس سوال و جواب کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد یہ فرما دیا کہ یہ وہ دن ہے: یوم یجمع اللّٰه الرّسل فیقول ما ذا اجبتم ۔ قالوا لا علم لنا۔ انك انت علّام الغیوب (مائده۔ ع ۱۵)

قال اللّٰه هذا یوم ینفع الصّادقین صدقهم۔ لهم جنّات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً (مائده ع۔ ۱٦) جس میں سچوں کو ان کا سچ بولنا نفع پہنچائے گا۔ انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ دونوں آیات صریح شاہد ہیں کہ اس سوال و جواب میں بطور پیشین گوئی واقعہ آئندہ روز قیامت کی حکایت مقصود ہے نہ کہ گزشتہ زمانہ کی۔

قادیانی نے جو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ اس بیان کو غلط اور موجب شرم قرار دیا ہے، اور اسکے مقابلہ میں اس بات کا دعوی کیا ہے کہ اس آیت میں وقت نزول سے پہلے زمانہ کی حکایت ہے اور اس پر لفظ اذ سے جو ماضی کی ظرف ہے اور لفظ قال اور توفّیتنی سے جو ماضی کے صیغہ ہیں تمسک کیا ہے اور اس کو اذ قال ربّك للملا ئكة کی نظیر سمجھا ہے، یہ کمال شرم کا موجب ہے۔

اگر قادیانی میں کچھ شرم ہو کیونکہ اس آیت کو بنظر لفظ اذ قـــال گذشتہ واقعہ کی حکایت قرار دینا صرف بعض اشخاص سدی وغیرہ کی ہے، ان کے سوا تمام مفسرین اس رائے کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس آیت کو قیامت کے دن کی حکایت کہتے ہیں اور لفظ اذ قـال کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اذ محاورہ قرآن میں مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ اور اس قصہ کے واقعات کو قـال وغیرہ ماضی کے صیغوں سے حکایت کرنا اس امر کے اظہار کیلئے ہے کہ یہ واقعہ آئندہ ایسا یقین الوقوع ہے کہ گویا ہو چکا ہے۔

تفسیر معالم (ص۳۰۲) میں لکھا ہے:

اختلفوا فی ھذا القول متی یکو ن فقال السّدی قال اللّٰہ تعالی ھذا القول لعیسی حین رفعه الی السّماء ولانّ حرف اذ تکو ن للما ضی و قال سا ئر المفسّرین انّما یقول اللّٰہ تعالی ھذا القول یوم القیامة بد لیل قوله تعالی یو م یجمع اللّٰہ الرّسل، و قال من بعد، ھذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم والمراد بھمایوم القیامه وقد تجیء اذ بمعنی اذا کقو له تعا لی ولو تری اذا فزعوا یوم القیامه.... وان لم تکن بعد.. کا لکا ئنة لانّھا آ تیة لا محا لة۔ اس قول کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوگا۔ سدی کا قول ہے کہ یہ قول خدا تعالی نے اس وقت کہا تھا جب اسکو آسمان کی طرف اٹھایا تھا۔ اس پر اس کی دلیل یہ ہے کہ حرف اذ ماضی کے لئے آتا ہے۔ اسکے سوا تمام مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ قول خدا تعالی حضرت عیسی کو قیامت کے دن فرمائے گا۔ انکی دلیل یہ کہ اس قول سے پہلے خدا نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی جس دن رسولوں کو جمع کریگا..تا آخر... اور اس کے بعد فرمایا ہے، یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، اور ان دونوں سے قیامت کا دن مراد ہے (لہذا وہ قول جو ان دونوں قولوں کے بیچ میں ہے، قیامت ہی کو کہا جائے گا) اور لفظ اذ بمعنی اذا بھی آتا ہے جو مستقبل کی طرف ظرف ہوتا ہے۔ اس کی نظیر خدا تعالی کا وہ قول ہے جس میں ارشاد ہے: کاش تو انکو دیکھے جب وہ گھبرائیں گے (اس میں آئندہ روز قیامت کے گھبرانے کو لفظ اذا اور صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے) اور قیامت اگر چہ اس وقت تک واقعہ نہیں ہوئی مگر چونکہ وہ ضرور ہونے والی ہے اس لئے اس سوال و جواب میں لفظ ماضی اس سے حکایت ہوئی ہے۔ اور یہ بات جتائی گئی ہے کہ گویا وہ ہو چکی ہے۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان جلد ۳ میں ہے جو تفسیر معالم کا خلاصہ مضمون ہے: و اذ ھھنا بمعنی اذا کقوله تعالی و لو تری اذا فزعوا تعبیراً عن المستقبل بلفظ الماضی تنبیها علی تحقق وقوعه

اور تفسیر کبیر میں ہے: فهذا الكلام انّما یذکره لعیسی یوم القیامة و منهم من قال انّه تعالی قال هذا الکلام لعیسی حین رفعه الیه و تعلق بظاهر قوله واذ قال اللّٰه ، و اذ تستعمل للماضی و القول الاول اصح لانّ اللّٰه عقب هذه القصة بقوله هذا یوم ینفع الصّادقین و المراد به یوم القیامة واماّالتمسك لكلمة اذ فقد سبق الجواب عنی (ج ۳ ص ۶۹۸)

اخرج قوله اذ قال اللّٰه علی لفظ الماضی دون المستقبل و فیه وجوه : الاول الدلالة علی قریب القیامة حتی کانّها قامت و وقعت و کل آتٍ قریب و یقال الجیش قد اتی اذا قرب ایتانهم قال اللّٰه تعالی اتی امر اللّٰه ۔

الثّانی انّه ورد علی حکایة الحال و نظیره قول الرّجل کانك بنا ؟ و قد دخلنا بلدة كذا فصنعنا فيها كذا اذ صاح صائح فترکتنی واجبته و نظيره من القرآن قوله تعالی و لو تری اذ فزعوا فلا فوت و لو تری اذ یتوفّی الّذین کفروا الملائكة و تری اذ الظّالمون هو ... عند ربهم و الوجه فی کل هذه الآیات ما ذکرناه من انّه خرج علی سبیل الحکایة من الحال (تفسیر کبیر ج ۳)

کہ یہ کلام حضرت عیسیٰؑ سے خدا تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ بعض کا یہ قول ہے کہ یہ اس وقت کہا تھا جب آخر میں عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا تھا۔ وہ آیت کے ظاہر لفظ اذ قال سے لپٹا ہے کیونکہ لفظ اذ قال ماضی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مگر صحیح وہی پہلی بات ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس قصہ کے بعد فرمایا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو سچ نفع دے گا، سو قیامت کا دن ہے۔ رہا جواب لفظ اذ، سو گذر چکا ہے اور اس سے پہلے کہا ہے کہ اذ قال اللّٰہ ماضی کے صیغہ سے فرمایا، نہ صیغہ مستقبل سے۔ اس کی کئی وجہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ

ماضی کے لفظ سے قیامت کا قرب مفہوم ہوتا ہے اور عرب میں ہر آنے والی چیز کو قریب بولتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ لشکر آگیا جب اس کا آنا قریب ہو۔ اسی محاورے پر خدا تعالی فرماتا ہے اتی امر اللّٰہ یعنی خدا کا حکم قیامت یا عذاب آگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ بطور حکایت حال بولا ہے یعنی جو حال آئندہ واقع ہوگا اس کو واقع شدہ صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی نظیر محاورہ عرب میں ایک آدمی کا دوسرے کو یہ کہنا ہے کہ گویا میں اور تو ایک شہر میں داخل ہوئے اور ہم نے ایک کام کیا۔ ناگاہ ایک شخص چلایا تو تو نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اس کے پیچھے بھاگا (جس سے مراد یہ ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا) اور اس کی نظیریں قرآن میں یہ ہیں۔ ولو تری اذ فزعوا۔ اذ یتوفّی الّذین کفروا۔ اذ الظّالمون ۔جن کا وقوع آئندہ ہوگا مگر اس کو بلفظ اذ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اذ اور صیغہ ماضی سے آئندہ واقعات کو حکایت کرنا قرآن میں بکثرت ہے اس کی چند مثالیں امثلہ مذکورہ کے علاوہ ایک ہی آیت میں اور سنو۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

اذ تبرا الّذین اتّبِعوا من الّذین اتّبعوا و رأوا العذاب و تقطّعت بهم الاسباب۔ و قال الّذین اتّبعوا لو انّ لنا کرّة فنتبرأ منهم کما تبرؤا منّا ۔ (بقرہ: ۱۶۶۔۱۶۷) جب وہ لوگ جن کی پیروی ہوتی ہے ان لوگوں سے بےزار ہوں گے جو ان کے پیرو تھے اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور وہ لوگ کہیں گے جو انکے پیرو تھے، کاش ہمارے لئے دنیا کی طرف پھرنا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہوں جیسے وہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔

اس آیت میں وہی اذ جو ماضی کی ظرف ہوتا ہے بمعنی مستقبل استعمال ہوا۔ اس کے بعد تبرأ، اور رأو، اور تقطعت یہ سب ماضی کے صیغے ہیں اور ان سے مضارع کے معنی مراد ہیں۔ ان سب کو بلفظ ماضی لانا اسی غرض سے ہوا ہے کہ ان کا آئندہ وقوع یقینی معلوم ہو اور یہ سمجھا جائے کہ گویا یہ امور واقعہ ہو چکے۔

چھوٹی یا بڑی کتب نحو کو دیکھو گے تو ان میں بھی یہ مسئلہ پاؤ گے کہ اذ کبھی مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ کافیہ وشرح ملا مبین میں ہے کہ اذ بمعنی ماضی ہوتا اور کبھی مستقبل کیلئے بھی آجاتا ہے جیسا کہ اس قول خداوندی میں کہ شتاب دیکھ لیں گے جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے۔ اس آئندہ واقعہ روز قیامت کو بلفظ اذ حکایت کیا ہے اور اس سے مستقبل کا ارادہ کیا ہے

و منها اذ الكائنة للماضی و قد یجیء للمستقبل لقوله تعالی فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعنا قهم (شرح ملا مبین ص ۲۳۴)

اور جیسا کہ قرآن میں یقینی آنے والے واقعہ کو بلفظ ماضی بیان کیا گیا ہے ایسا ہی یقینی گزشتہ واقعہ ماضی کو بلفظ مضارع اس امر کے اظہار کیلئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ یقیناً وقوع میں آچکا ہے کہ گویا اب اس کا وقوع نظر آرہا ہے اسکی مثالیں بہت ہیں، ازانجملہ دو بیان کی جاتی ہیں:

و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل ۔ ربّنا تقبّل منّا۔ انك انت السّمیع العلیم (بقرہ ۔ع ۱۵) جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند تو ہم سے قبول کر، تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس واقعہ ماضی کو خدا تعالی نے بلفظ یرفع جو مضارع ہے، حکایت کیا اور اس سے یہ جتایا کہ یہ واقعہ ایسا یقینی الوقوع ہے کہ گویا اب سامنے ہو رہا ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اس قول خداوندی میں حکایت ماضی کی بلفظ مضارع ہوئی ہے۔

اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت حکایة حال ماضیة (بیضاوی)

فتح البیان میں ہے کہ اس سے مقصود اس امر کا اظہار ہے کہ وہ صورت عجیبہ سامنے حاضر ہو رہی ہے:

حکایةحال ماضیة استحضار الصور العجیبة ۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: اذ یقول المنا فقو ن و الّذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا اللّٰه و رسوله الّا غروراً۔ جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہتے ہیں کہ ہم کو تو خدا و رسول نے دھوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے۔

اس میں واقعہ ماضی کی لفظ مضارع یقول سے اسی غرض استحضار سے حکایت کی ہے۔

فتح البیان، معالم، تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ اس سوال سے جو عیسیٰ ؑ سے خدا تعالی کرے گا، مقصود نصاری کو زجر و الزام دینا ہے۔ یہ مقصود بھی اس امر کا مؤید ہے کہ وہ سوال و جواب قیامت کو ہوگا کیونکہ قیامت سے پہلے وہ اس سوال و جواب کے وقوع کو کب مانتے ہیں اور اس سے انکار جرو الزام سب مقصود ہے۔

تفسیر معالم (ص ۳۰۳) میں ہے: فان قیل فما وجه هذا السّوال عنه مع علم اللّه عزّ و جلّ انّ عیسی لم یقله ، قیل هذا السّوال عنه لتوبیخ قومه و تعظیم امرهذه المقالة

ان شواہد قرآنیہ اور آثار سلفیہ سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں واقعہ آئندہ کی حکایت ہے اور لفظ اذ قال اس واقعہ کے آئندہ ہونے سے مانع نہیں۔ و بناء اگر اس آیت سے ایسے ہی معنی کریں جو حضرت عیسیٰ کی وفات کو بھی شامل ہوں، تب بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول سے پہلے یا اس وقت فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان معنی سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالی کا یہ سوال اور اس کا جواب واقع ہوگا اس وقت سے پہلے وہ فوت ہو چکے ہوں گے اور یہ امر ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں اور قادیانی کے دعوی کا مؤید و موافق نہیں ہے۔

اب قادیانی صاحب اور ان کے اتباع جو علماء کہلا کر علم کے نام کو بدنام کر رہے ہیں کچھ شرم و حیا کو کام میں لاویں اور تھوڑی دیر کے لئے انصاف اختیار کر کے فرمائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں رکیک تاویل کس کی ہے۔ آپ کی یا جمہور مفسرین اہل اسلام کی۔ اور اس تاویل سے شرمندہ ہونا کس کا حق ہے، جمہور مفسرین کا یا آپ کا۔ آپ نے سدی کے قول باطل کی تقلید کر کے جمہور علماء اسلام کو شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ اب کہو کون شرمندہ ہوا؟ آپ نے سدی کی اس بات میں تو تقلید کی ہے کہ یہ قول خداوندی، حضرت مسیح کو گزشتہ زمانہ میں کہا گیا ہے مگر آپ نے اس قول کی پیروی چھوڑ دی کہ: وہ قول اس وقت کہا گیا تھا جب حضرت عیسیٰ کو خدا تعالی نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

یہ دوسرا امر آپ کیلئے شرم کا موجب ہے کہ لا تقربوا الصّلوة کو لے لیا اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا اور ا تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرو ن ببعض کا خطاب حاصل کیا۔

ناظرین! مرزا قادیانی کے دعوی وفات پر قرآن کی صرف دو ہی ایسی آیتیں تھیں جن میں حضرت مسیح کا ذکر اور لفظ توفّی کا ورود ہے۔ اس کے سوا جس آیت قرآن کو اس نے ہاتھ مارا، اس سے اپنا بے علم و بے انصاف ہونا ظاہر کیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۴۔ ص ۵ تا ۱۰۸)

فتوی تکفیر قادیانی ۱۸۹۲ء کا پس منظر

یہ فتوی مباحثہ لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کے بعد تیار ہونا شروع ہوا، اور برصغیر کے معروف علماء کے دستخط کروانے میں اس پر ایک عرصہ صرف ہونے کے بعد ۱۸۹۲ء میں اسے جاری کیا گیا۔فتوی کی تیاری کے دوران مرزا صاحب سے دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی کا مباحثہ ہوا۔اور دیگر مقامات پر بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فاسد عقائد سے رجوع کر لیں تو اس فتوی کو جاری کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ان تفصیلات سے صرف نظر کر کے ہم ذیل میں استفتا پیش کرتے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے تیار کیا تھا، اوراس کے بعد جواب استفتاء نقل کریں گے جو سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ؒ نے دیا۔اجراء کے بعد یہ فتوی اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳ میں شائع ہوا تھا۔تمہیدی گذارشات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لکھا:

مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اس سے اہل اسلام کی پبلک میں ایک عام شور برپا ہوگیا اس شور کو مٹانے اوراس دعوی کی توضیح کے لئے اس نے ایک رسالہ توضیح مرام ، مشتہر کیا تو اس نے اس شور کی آگ کو اور بھی تیز کر دیا اور خوب بھڑکایا، کیونکہ فتح اسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا اور علاوہ برآں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا جو عقائد اہل اسلام کے بالکل مخالف ہیں اور عقاید نیچریہ فلاسفہ ہنود اور یہود و نصاری کے عین مطابق وموافق۔
اس رسالے کی اشاعت سے وہ شور بڑھا تو اس کے ازالے کے لئے اس نے ایک اور رسالہ ازالہ اوہام کے بعض حصص ومضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انہوں نے بذریعہ رسائل ومجالس ان کو پبلک میں مشتہر کیا۔ان مضامین نے اس شور کی بھڑکتی ہوئی آگ پر کیروسین آئل (مٹی کا تیل)(kerosene oil) دیا، کیونکہ اس رسالے میں اس نے مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعوی کیا ہے۔رسالت بھی کیسی!

جس کی بشارت وشہادت نص القرآن و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد میں آچکی ہےاور علاوہ برآں بہت سے کفریات کا زہرا گلا۔معجزات حضرت مسیح وغیرہ انبیاء سے بہ تاویل وتحریف انکار کیا ۔پھرتو وہ شور عالم گیر ہوگیا اور چاروں طرف سے نعرہ تکفیر ونفرین بلند ہونے لگا۔ان رسائل ثلاثہ سے قادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعت رسالہ توضیح مرام ہی کے وقت مباحثہ سے مباحثہ کا اشتہار بھی دے دیا اور اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد ومقامالات میں جن کو وہ کفرو گمراہی سمجھتے ہیں مجھ سے مباحثہ نہ کرلیں تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں اور اس مباحثے کو ایسی پیچیدہ اور مشکل اور ناممکن الوقوع شروط سے مقید کردیا کہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباحثے کی نوبت پہنچے،جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے اتنے ہی دن طعن وتکفیر سے لوگوں کی زبان بند رہے اور اس کے عقاید ودعاوی کا کچھ اثر اس کے اتباع اور ناواقف مسلمانوں پر ہوتا رہے۔علمائے وقت نے وقتاً فوقتاً اس کی ناجائز شروط کے ابطال اور جائز کی تسلیم واقبال سے مباحثہ کے لئے مستعدی کا اظہار کیا،مگر قادیانی سے بجز گریز وفرار جو اس کا اصل منشاء ومقصود تھا،کچھ ظہور میں نہ آیا، یہاں تک کہ قضاوقدر نے اس کو دورنے بھاگنے کے ساتھ جبراً پنجے میں پھنسادیا اور لدھیانہ کے مقام میں ہمارا اس سے مباحثہ کرادیا جس کی کسی قدر کیفیت ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ میں شائع ہوئی ہے۔

اس مباحثے میں جو اس نے شکست وہزیمت پائی وہ ناظرین پرچہ جائے مذکور پر مخفی نہ ہوگی،مگر اس کی دلیری اور بہادری دیکھو اور اس پر صد آفرین کہو کہ شکست پاکر بھی وہ دعوی مباحثہ سے دست بردار نہ ہوا اور اشتہار یکم اگست اور اکتوبر ۱۸۹۱ء میں پھر مدعی مباحثہ ہوا اور دہلی جاکر خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا اور اس پر دہلی جاکر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کی جملہ شروط جائزہ کو منظور کرکے منظوری مباحثہ کا اشتہار دیا گیا تو پھر اس نے مباحثہ سے انکار کیا جس کی تفصیل (ماہنامہ اشاعۃ السنہ) نمبر ا جلد ۱۴ میں ہے۔مگر پھر اس کی شرم وحوسلہ کو دیکھو اور اس پر ہزار آفریں کہو کہ دہلی سے بھاگ کر قادیان میں پہنچ کر وہ اس شکست وہزیمت کو بھول گیا اور ایک آسمانی فیصلہ (جو درحقیقت شیطانی فیصلہ ہے) اس نے لکھ مارا اور اس میں پھر مباحثہ کا مدعی بن بیٹھا اور الٹا گریز اور فرار کا الزام علماء وقت پر قائم کیا۔اس پر لاہور وسیالکوٹ پہنچ کر اس کا تعاقب کیا اور متعدد نوٹسوں کے ذریعے اس کو

مباحثہ کی طرف بلایا گیا، مگر وہ میدان مباحثہ میں نہ آیا بلکہ جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا جس کی کیفیت (ماہنامہ اشاعۃ السنہ) نمبر ۱ تا ۴ جلد ۱۴ میں ہے۔

خاکسار (محمد حسین) ابتداء ہی سے اس کی اس بے جا اور ناممکن الوقوع شروط کو پیش کرنے سے اس کے مباحثہ سے مایوس ہو چکا تھا۔ قطع حجت قادیانی کی غرض سے لدھیانہ کے مباحثہ تک اس کے حق میں تمام علماء اہل اسلام کی رائے ظاہر و مشتہر کرنے سے رکا رہا اور جب لدھیانہ کے مباحثہ کو وہ ناتمام چھوڑ کر بھاگا تو اور بھی مایوسی نے جلوہ دکھایا، تب خاکسار نے بمقام دہلی پہنچ کر ایک استفتاء مرتب کیا جس میں قادیانی کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق وشہادت کے لئے اس کی تصنیفات کی اصل عبارات کو بقید صفحات نقل کر دیا اور اس استفتاء کا جواب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا وشیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ سے حاصل کیا اور ایک خاص سفر از دہلی تا بقرب کلکتہ وبھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء وفضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان و پنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا، متداول کیا اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادات وتائیدات کو مرتب کرایا۔ فتوی پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب کا ہو چکا تھا مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف والتواء ہوا کہ اگر قادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علماء وقت نے کفر وضلالت قادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے، کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ چاہتا ہے تو کرے اور اس پیالہ تکفیر وتضلیل کو جو بہ اتفاق علماء اس کے لئے تیار کیا گیا ہے کسی حیلہ سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا دے۔ یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا، یا اگر وہ ان میں موجود ہوں تو ان کا موجب کفر وضلالت نہ ہونا ثابت کر دے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو ، جواب فیصلہ آسمانی، میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتوی کو ملتوی کیا۔ مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثہ کا نام لینا بھی چھوڑ دیا لہذا اس فتوی کا اب عام اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ استفتاء میں) اصل سوال یہ ہے کہ عقاید قادیانی مندرجہ سوال اسلامی عقائد ہیں

یانہیں؟اوران عقاید میں قادیانی پابند و پیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔اور ایسے عقائد والا ولی مجدد ملہم محدث ہوسکتا ہے یا وہ ان عقاید کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟ اصل سوال کا جواب جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی طرف سے ہے،صرف یہ ہے کہ یہ عقاید اسلامی نہیں اور قادیانی ان میں عقائد میں پابندی اسلام سے خارج ہے اور ایسے عقاید والا محدث مجدد ملہم ولی نہیں ہوسکتا بلکہ من جملہ دجالین ایک دجال ہے۔

قادیانی اور اس کے اتباع اس فتوی کے جواب میں کہہ رہے ہیں اور کہیں گے کہ جو باتیں ہمارے ذمہ لگائی گئی ہیں ہم نے نہیں کہیں (اور) یہ کہی تو ہیں مگر ان کے معنی اور ہیں (قادیانیوں کی) ان باتوں کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:

ا۔جن باتوں کو قادیانی کے ذمہ لگایا گیا ہے ان کے ثبوت میں ہم نے اصل عبارات قادیانی کو نقل کر دیا ہے،وہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نہ نکلیں اور ان کی نقل میں ہماری غلط بیانی ثابت ہو تو فی عبارت ایک سو روپیہ جرمانہ دینے کو ہم حاضر ہیں،مگر اس امر کا تصفیہ مجرد انکار قادیانی اور اس کے اتباع سے نہیں ہوسکتا۔ان کا یہ انکار محض کذب ہے اور کذب ان کے مذہب اور ہر ایک عمل درآمد کا اصل اصول ہے۔اس کے تصفیہ کے لئے ایک مجلس کا منعقد ہونا ضروری ہے جس میں ہم ان عبارات کا تصانیف قادیانی میں پایا جانا ثابت کریں اور وہ انکار کی وجہ بتا دے اور روز روشن میں آفتاب کو چھپا کر دکھاوے۔

دوسری بات کا جواب (یعنی) معنی کا تصفیہ بھی اسی مجلس میں ہوسکتا ہے۔اسی مجلس میں اگر اس کی عبارات کے وہ ظاہری معنی بشہادت لغت و محاورہ اہل لسان نہ نکلے جو مفتیوں نے سمجھے ہیں تو اس پر بھی ہم فی عبارت سو روپیہ جرمانہ دینے کو حاضر ہیں۔قادیانی تو ان عبارات کو جو معنی چاہے پہنا سکتا ہے جو شخص خنزیر سے انسان مراد لے اور دمشق سے قادیان وغیرہ،اس کو ایک کلام کے ایسے معنی جو ظاہر کے مخالف اور معنی دربطن شاعر کا مصداق ہوں،بیان کرنا کیا مشکل ہے۔

استفتاء از شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً

سوال: علمائے حفظہ دین و جماۃ شرع رسول امین، میرزا غلام احمد قادیانی اوران کے حواریوں اورہم مشربوں کے حق میں کیا فرماتے ہیں جن کے عقائد و مقالات یہ ہیں جو ان کی تصنیفات وتحریرات سے نقل کئے جاتے ہیں اور مزید تحقیق وتصدیق کی غرض سے ان کی اصل تصنیفات وتحریرات بھی شامل سوال ہیں (جہاں سائل خود پہنچا، وہاں اصل تصنیفات قادیانی اوران کے حواریوں کی ساتھ لے گیا۔ اوران مضامین کو اصل تصنیفات میں دکھا دیا۔ بعض جگہ ان سوالات کو بذریعہ ڈاک بھیجا تو وہاں بھی اصل تصنیفات قادیانی کو بھیجا گیا۔ محمد حسین)

۱۔ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں۔ وہ ستاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔ لہذا وہ ان ستاروں سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

۲۔ جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے، وہ بذات خود اور حقیقۃً زمین پر نہیں اترتا۔ اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے۔ اور جو صورت جبریل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے، وہ جبریل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی، جیسے آئینہ میں دیکھنے والے کی صورت متمثل ہو جاتی ہے۔

۳۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔

۴۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔

۵۔ روح القدس، روح الامین، شدید القوی، ذوالافق الاعلی، جن کا شرع میں ذکر وارد ہے، وہ انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت اوراس کے محبوب انسان کی محبت کے باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔

۶۔ ان دونوں محبتوں اورانکے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔

۷۔آپ (مرزا) کو اور حضرت مسیح بن مریم کو استعارہ کے طور پر ابن اللہ کہہ سکتے ہیں

(یہ عقائد نمبر اول لغایت ہفتم مرزا قادیانی کے رسالہ توضیح مرام میں موجود ہیں جو بہ ترتیب رسالہ توضیح، نہ بہ ترتیب عقائد مندرجہ سوال، نقل کئے جاتے ہیں۔

اس (توضیح مرام) کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ

اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں، وہ کیا شئے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قوائے میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے، جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی دل سوزی اور غم خواری ءخلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے، ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے، جو اول بندہ کے دل میں بارادہ ءالٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے، ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اس وقت سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالی اپنے ارادہ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مرتبے کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالی کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے، ایک نیا تولد بخشتی ہے۔ اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالی کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے: اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں

محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں، کیونکہ یہ ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے۔ اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القوی بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلی درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں۔ اور اس کا نام ذوا لافق الاعلی بھی ہے، کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے۔

اور اس کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے: مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے: اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے، یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے۔ کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بہ بداہت عقل بھی باطل ہے۔ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزار ہا لوگوں کی جانیں نکالتا ہے، جو مختلف بلاد وامصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوسوں کے فاصلے پر رہتے ہیں، اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کہ اول پیروں (پاؤں) سے چل کر اس کے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اس کو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا، اتنی بڑی کار گذاری کے لئے تو کئی مہینوں کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین میں یا اس کے کم عرصہ میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے۔ ہرگز نہیں۔

اور اس توضیح مرام کے صفحہ ۳۲۔۳۳ میں ہے: پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات سماویہ، خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں، یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق، ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے...... جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے۔ ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادوں کے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہیں

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۳۸ میں ہے: اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر ان کے تمام قوای میں فرق پڑ جائے گا۔ انہی نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے باقی تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خداتعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے، ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ، کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں۔ اور ان کے جدا ہو جانے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازمی وضروری امر ہے۔ اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل وتربیت کیلئے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں..... تمام نباتات جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۴۰ میں ہے: قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں، جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔ اور جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار ان کے قالبوں کے، طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں، جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں، ایسا ہی ان کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۶۷ میں ہے: جس قدر ارواح واجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہی ہیں۔ اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور پر اثر ڈالتا ہے۔ مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہائت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہی خدمات کے موافق جو اس کے نیر سے لئے جاتے ہیں، سو وہ فرشتہ اگر چہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی اور بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

اور اس (توضیح المرام) کے صفحہ ۷۰ میں ہے: اس وقت میں کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح

القدس کی نالی کے قریب اپنے تیئں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے، یا یوں کہو کہ اسوقت جبرائیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل میں ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھ دیتا ہے، تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہو جاتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب تم نہائت مصفی آئینہ اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو موافق دائرہ اور مقدار اس آئینہ کے تمہاری شکل کا عکس بلا توقف اس میں پڑے گا۔ یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا۔ بلکہ اس جگہ رہے گا جہاں رہنا چاہیے۔ صرف اس کا عکس پڑے گا، بلکہ جیسی جیسی وسعت آئینہ قلب کی ہو گی اسی مقدار کے موافق اثر پڑے گا۔ مثلاً اگر تم اپنا چہرہ آرسی کے شیشہ میں دیکھنا چاہو کہ جو ایک چھوٹا سا شیشہ ایک قسم کا انگشتری میں لگا ہوتا ہے تو اگرچہ اس میں بھی تمام چہرہ نظر آئے گا۔ مگر ہر ایک عضو اپنی اصلی مقدار سے نہائت چھوٹا ہو کر نظر آئے گا، لیکن اگر تم اپنے چہرہ کو ایک بڑے آئینہ میں دیکھنا چاہو جو تمہاری شکل کے پورے انعکاس کے لئے کافی ہے تو تمہارے تمام نقوش اور اعضا چہرے کے اپنے اصلی مقدار پر نظر آ جائیں گے۔،

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۷۹ میں ہے: جب جبرائیل نور خدا تعالی کی کشش اور تحریک اور نفخہ ء نورانیہ سے جنبش میں آ جاتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے۔ تب یہ قوت خدا تعالی کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے اور اس کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیے کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے۔

اور اس توضیح المرام صفحہ ۸۴ میں لکھا ہے: اس جگہ میں ان لوگوں کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ان شکوک وشبہات میں مبتلاء ہیں جو اولیاء اور انبیاء کے الہامات اور مکاشفات کو دوسرے لوگوں کی نسبت کیا خصوصیت ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیوں اور ولیوں پر امور غیبیہ کھلتے ہیں تو دوسرے لوگوں پر بھی کبھی کبھی کھل جاتے

ہیں بلکہ فاسقوں اور غایت درجہ کے بدکاروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں، اور بعض پر لے درجے کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہیں کہ آخر وہ سچے نکلتے ہیں۔ پس جب کہ ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے تئیں نبی یا کسی اور خاص درجے کے آدمی تصور کرتے ہیں، ایسے ایسے بدچلن آدمی بھی شریک ہیں جو بدچلنیوں اور بدمعاشیوں میں چھٹے ہوئے اور شہرہ آفاق ہیں تو نبیوں اور ولیوں کی کیا فضیلت باقی رہی۔ سو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سوال جس قدر اپنی اصل کیفیت رکھتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے۔ اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں، بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہائت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے۔ جس کی تمام جوانی بدکاری میں ہی گذری ہے، کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات بھی کہ جب وہ، بادہ بسر آشنا بہ بر، کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جبریلی نور جو آفتاب کی طرح، جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے، تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد ان کے اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو، کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنی سے ادنی سرشت میں بھی ہے اس صورت میں نہائت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہاں تک کہ ان کے مجانین پر بھی کسی قدر جبرائیل کا اثر ہوتا اور فی الواقع ہے بھی۔

ان عبارات سے جیسے عقائد میرزائی کی از نمبر ایک لغائت سات تصدیق ہوئی، ویسی ہی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آپ کے نزدیک نبوت اور وحی کی وہی حقیقت ہے جو نیچریوں اور برہم سماج والوں نے بیان کی ہے کہ نبوت ایک نیچرل امر ہے جس سے کوئی فرد خالی نہیں، یہاں تک کہ ناچنے والی کسبی (رنڈی) بھی اس سے محروم نہیں، اور وحی لانے والا فرشتہ باہر سے نہیں آتا بلکہ صاحب وحی کے دل ودماغ ہی سے وہ پیدا ہوتا ہے اور جبریل یا روح القدس اسی کی ایک صفت کا نام ہے۔ و علی هذاالقیاس)

۸۔آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک معنی سے نبی ہیں کیونکہ آپ محدث ہیں جن سے خدا تعالی باتیں کرتا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ختم نبوت کا جو قرآن میں ذکر ہے تو اس سے ایسی نبوت مراد ہے جو حامل

وحی شریعت اور جمیع اقسام وحی کی جامع ہو نہ مطلق نبوت ۔

(توضیح مرام میں صفحہ ۱۷ سے ۲۰ تک کہا ہے: اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا، تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولا نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی، بلکہ صاف طور یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا، اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔ ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہے، کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے، بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے، مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ

فاعلم ارشدك الله تعالی ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوة و قد قال رسول الله ﷺ لم یبق من النبوة الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوة الا نوع واحد و هی المبشرات من اقسام الرئیا الصادقه و المکا

شفات الصحیحه و الو حی الذی ینز ل علی خوا ص ا لاولیاء و النور الذی یتجلی علی قلو ب قوم مر جع فا نظر ایها الناقد البصیر الفهیم من هذا سد با ب النبوۃ علی و جهه کلی بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التا مة الحاملة لو حی الشریعة قد انقطعت و لکن النبوۃ التی لیس فیها ا لا المبشرا ت فهی باقیة الی یو م القیا مة و اما النبوۃ (ان مقامات میں آپ کی عربی دانی ثابت ہوتی ہے۔پہلی جگہ ہذا معرفہ کی صفت جملہ نکرہ۔سد باب النبوۃ لائے ہیں۔اوراگر یہ جملہ صلہ ہے تو اس کا موصول الذی ندارد ہے۔دوسری جگہ صلہ موصول کا ندارد ہے۔حق عبارت یہ تھا و اما النبوۃ التی ھی تا مة جس شخص کا عربیت میں یہ مبلغ علم ہوگا وہ قرآن و حدیث سے کیا استخراج دقائق ومعارف کرے گا۔اگر کہو کہ الہام وعلم لدنی اس کا مددگار رہوگا تو کہا جائے گا کہ وہ الہام علم لدنی صحت الفاظ میں کیوں اس کا مددگار نہ ہوا۔اورایسی فاش غلطیوں سے اس کو کیوں نہ بچاسکا) التی تا مة کا ملة جا معة لجمیع کما لا ت الو حی فقد آ منا با نقطاعها من یو م نز ل فیه و ما کا ن محمد اباا حد من ر جا لکم و لکن رسول الله و خا تم النبیین ۔

اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ہاں یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے ہی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے...۔اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کے صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی،اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایہ جانا ضروری ہے۔لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اس عبارت میں تو آپ نے اپنے آپ کو کھلا نبی کہہ دیا ہے۔اب اس سے بڑھ کر سنئے،رسالہ ازالہ اوہام آپ نے چھپوایا تو اسی کے سرورق پر صاف لکھوا دیا ہے: از تصانیف مرسل یزدانی مرزا غلام احمد قادیانی۔

اس میں تو آپ نے رسالت کا بھی دعوی کیا ہے۔اور یہ بتا دیا کہ آپ خدا کے رسول بھی ہیں اس صورت میں آپ کا شعر: من نیسم رسول و نیاوردہ ام کتاب، دعوی رسالت سے انکار کرنا صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے، درحقیقت آپ کو رسالت کا دعوی بھی ہے،شائد چندمدت کے بعد کسی کتاب آسمانی کا بھی ادعا ہو۔اس سے بھی اور بڑھ کر سنئے:

ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اپنے رسول مبشر بزبان حضرت عیسی ہونے کا دعوی کیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ قرآن کی آیت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں آپ ہی کی بشارت مراد ہے، نہ محمد رسول اللہ کی۔اصل عبارت ازالہ اوہام کی آگے چل کر منقول ہوگی)

۹۔آنیوالے مسیح ابن مریم جن کی بشارت حدیثوں میں وارد ہے اور اہل اسلام کو ان کا انتظار تھا وہ آپ ہی ہیں، نہ عیسی بن مریم اسرائیلی۔کیونکہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور بعد اس کے وہ فوت ہوکر بہشت میں داخل ہو گیا ہے۔لہذا اب وہ دنیا میں نہیں آسکتا۔

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۰ میں ہے: شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق ہی میں سفر کر گئیں۔وہ وقت تم نے پالیا ...میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا،تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔

اور اس (فتح الاسلام) کے صفحہ ۱۵ کے حاشیہ میں ہے: مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے، چاہو تو قبول کرو۔

اور اس کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے: بلکہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا۔مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کرکے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

اور آپ نے رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷ میں مسیح کا سولی پر چڑھایا جانا اس تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کیا ہے جو سید احمد خان کی تفسیر جلد چہارم کے صفحہ ۴۱ میں موجود ہے)

۱۰۔آنیوالے مسیح کے جو صفات احادیث میں وارد ہیں کہ وہ ابن مریم ہوگا،اور وہ دمشق کے منارہ شرقی کے پاس نزول کرے گا۔اور وہ دو زرد کپڑے پہنے ہوئے ہوگا۔اور وہ دجال یک چشم کو ہلاک کرے گا۔اور وہ صلیب کو

توڑ دے گا۔ اور وہ خنازیر کو قتل کرے گا، اور اس کے وقت میں مال کثرت سے ہوگا اور وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائے گا تو کوئی قبول نہ کرے گا۔ کافر اس کی خوشبو سے مر جائے گا، اور اس کے وقت میں یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وغیرہ۔ ان میں بعض صفات صحیح نہیں اور جن احادیث میں ان کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں۔

(بعض صفات مسیح کا دعوی آپ کی تصنیفات کتب میں بہت جگہ پایا جاتا ہے۔ فتح الاسلام کے صفحہ ۱۰ میں آپ لکھتے ہیں: خیال مذکور، یعنی حضرت مسیح کا زندہ آسمان پر موجود ہونا. جو کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں پھیل گیا ہے صحیح طور پر ہماری کتابوں میں اس کا نام ونشان نہیں، بلکہ احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا ایک غلط نتیجہ ہے۔ جس کے ساتھ بے جا حاشیے لگا دیئے ہیں۔ اور بے اصل موضوعات سے ان کو رونق دی گئی ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں لکھا ہے: اور اس مقام میں زیادہ تر تعجب کی یہ جگہ ہے کہ امام مسلم صاحب تو یہ لکھتے ہیں کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا، مگر یہ دجال تو انہیں کی حدیث کی رو سے مشرف باسلام ہو گیا۔

پھر مسلم صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال معہود بادل کی طرح، جس کے پیچھے ہوا ہوتی ہے، پھر جائے گا۔ مگر یہ دجال جب مکہ سے مدینہ کی طرف گیا تو ابو سعید سے کچھ زیادہ نہیں چل سکا، جیسا کہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ ایسا ہی کسی نے اس کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوا نہیں دیکھا ...اگر یہ حدیث صحیح ہے کہ دجال کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوا ہوگا تو پھر اوائل دنوں میں ابن صیاد کی نسبت خود آنحضرت ﷺ کیوں شک وتردد میں رہے اور کیوں یہ فرمایا کہ شاید یہی دجال معہود ہو یا شائد کوئی اور ہو (آپ ﷺ نے یہ کہیں نہیں فرمایا، یہ قادیانی کا افتراء ہے۔ محمد حسین) گمان کیا جاتا ہے کہ شائد اس وقت تک ك ف ر اس کی پیشانی پر نہیں ہوگا۔ میں سخت متعجب اور حیران ہوں کہ اگر سچ مچ دجال معہود آخری زمانہ میں پیدا ہونا تھا، یعنی اس زمانہ میں کہ جب مسیح بن مریم ہی آسمان سے اتریں تو پھر قبل از وقت یہ شکوک اور شبہات پیدا ہی کیوں ہوئے۔ اور زیادہ تر عجیب یہ کہ ابن صیاد نے کوئی ایسا کام بھی نہ دکھایا کہ جو دجال معہود کی نسبت نبوت میں سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ بہشت اور دوزخ کا ساتھ ہونا، اور خزانوں کا پیچھے پیچھے چلنا، اور مردوں کا زندہ کرنا، اور اپنے حکم سے مینہ برسانا اور کھیتوں کو اگانا اور ستر باع کے گدھے پر سوار ہونا۔ اب بڑی مشکلات یہ درپیش آتی ہیں کہ اگر ہم بخاری اور

مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں ان کی موضوع ٹھہرتی ہیں ۔اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے،اگر یہ متعارض اور متناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شائد ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ پاس خاطر کر کے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے ۔مگر اب مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ انہیں دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں،اب ہم جب ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح ،تب عقل خداداد ہم کو یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں،انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے)

اور بہ فرض صحت کل یہ صفات سب کی سب بحسب تاویل وتفصیل ذیل آپ میں پائے جاتے ہیں ۔مثلاً اس کے ابن مریم ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ ابن مریم کی خاصیت پر اور اس کا مثیل ہوگا

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۱ میں ہے:اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح بن مریم کے زمانہ تک تھی،یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا،جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے۔

آپ کا ایک حواری اپنے رسالہ قول فصیح کے صفحہ ۲ میں کہتا ہے: وہ اسی زمین پر چلتا پھرتا ہے مگر ظاہر محدودنگاہوں کے نزدیک حقیقت میں وہ معمورہ ء عالم سے باہر آسمانوں پر مقیم ہے۔وہ زمین کی آنکھ میں چارپائی پر بستر بچھائے سوتا ہے۔مگر اس کی پاک روح پورے اٹھارہ سال کا دورہ آسمانوں کا کرآتی ہے،(جیسا کہ عام اہل اسلام کا آنحضرت ﷺ کی نسبت معراج کی رات اس دورہ کرنے کا اعتقاد ہے)

اس کے نزول سے روحانی نزول مراد ہے،اور دمشق کے شرقی منارہ سے قادیان کی مسجد کا منارہ مراد ہے۔

(ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۶ میں مرزا نے لکھا ہے: ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ جس کے ساتھ میرا مکان ملحق ہے،الہامی طور پر معلوم کرنی چاہی تو مجھے الہام ہوا: مبارک ومبارک وکل امر مبارك یجعل فیه یہ وہی مسجد ہے جس کی نسبت میں اپنے رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ میرا مکان اس قصبہ کی شرقی

طرف آبادی کے آخری کنارے پر واقع ہے۔اس مسجد کے قریب اوراس شرقی منارہ کے نیچے جیسا کہ ہمارے سیدومولی کی پیشگوئی کا مفہوم ہے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ میں ہے:

ازکلمہ منارہ شرقی عجب مدار　　چوں خودزمشرق است تجلی نیرم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　عیسے کجاست تابنہد پا بہ منبرم

(اس کلمہ سے جوحضرت عیسی کی توہین مفہوم ہوتی ہے وہ علماء اہل افتاء کی توجہ کے لائق ہے کیونکہ منبر سے مراد مرتبہ ہے، نہ لکڑی یا پتھر کا میز۔اس لئے کہ یہ میز آپ نہیں رکھتے اور نہ کبھی اس پر بیٹھنا ان کو آج تک نصیب ہوا ہے۔لہذا اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ عیسی کہاں؟ یعنی کیا رتبہ رکھتا ہے کہ وہ میرے منبر یعنی رتبہ کو پہنچ سکے۔محمد حسین)

جو دمشق کی جانب مشرق میں واقع ہےاور زرد کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ اس کی حالت صحت اچھی نہ ہوگی (جو آپ میں موجود ہے کہ ہمیشہ بیمار رہتے ہیں)

(ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۹ میں ہے:اور پھر فرمایا کہ جس وقت وہ اترے گا اس وقت اس کی زرد پوشاک ہوگی، یعنی زرد رنگ کے دو کپڑے اس نے پہنے ہوئے ہوں گے ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کی صحت کی حالت اچھی نہیں ہوگی)

اوردجال سے دنیا پرست ایک چشم جودین کی آنکھیں نہیں رکھتے، مراد ہے

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے:اور ہر یک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا، حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

اوراپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں:مگر ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں،اورگدھا ان کا یہ ریل ہو۔جومشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو)

اوران کے قتل سے ان کا حجت ودلیل سے مغلوب کرنا جو آپ کررہے ہیں ۔ یا دجال سے با اقبال قومیں (یعنی انگریز وغیرہ) مراد ہیں اور اسکے گدھے سے ریل گاڑی مراد ہے۔سوان لوگوں کو آپ دلائل سے مغلوب کررہے ہیں۔اورصلیب توڑنے سے اعتقاد صلیبی کو پاش پاش کرنا مراد ہے جوآپ کررہے ہیں، نہ ہاتھ یا ہتھوڑہ سے

صلیب کوتوڑنا۔اورخنازیرے سے خنزیرصفت انسان مراد ہیں۔

(فتح الاسلام کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: اوراسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا، تاصلیبی اعتقادکو پاش پاش کردیا جائے، سومیں صلیب کےتوڑنے اورخنزیروں کوقتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اورتوضیح مرام کے صفحہ ۱۳ میں کہتا ہے کہ صلیب کےتوڑنے سے مرادکوئی ظاہری جنگ نہیں، بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑدینااوراس کا بطلان ثابت کرکے دکھادینا مراد ہے۔

اورخنزیروں سے مرادوہ لوگ ہیں جن میں خنزیروں کی عادتیں ہیں وہ زورحجت اوردلیل سے مغلوب کئے جائیں گےاوردلائل بینہ کی تلوارانہیں قتل کریگی، نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلوں میں خنزیروں کا شکارکرتا پھریگا)۔

اوران کےقتل سےان کا مغلوب کرنا، جوآپ کررہے ہیں۔نہ ظاہری خنزیروں کا جنگلوں میں شکارکرتے پھرنا جوکسی نبی کی شان نہیں ہے۔

اور مال کے بہت ہوجانے اورکسی کے اس مال کوقبول نہ کرنے سے یہ مراد ہے جوآپ سے ہورہاہے کہ آپ مخالفین اسلام کومقابلہ اسلام پراشتہارکے ذریعہ سے روپیہ دینے کا وعدہ کررہے ہیں اورکوئی شخص وہ روپیہ نہیں لیتااورنہ اس کا مقابلہ کرتاہے۔یہ ہی مقابلہ سے عاجز آنا کفارکی موت ہے جوآنے والے مسیح کےخوشبو کے لئے لازمی صفت ٹھہرائی گئی ہےاوروہ آپ (مرزا) میں موجود ہے۔

(مال قبول نہ کرنے اورمقابلہ سے عاجز آنے کی مرادیں محمداحسن امروہی ملازم ریاست بھوپال نے بیان کی ہیں۔چنانچہ اس کے رسالہ اعلام الناس کے صفحہ ۵۵ میں ہے۔

چھٹی صفت اس کی یہ ہے کہ لوگوں کومال کی طرف بلاوے گااورکوئی قبول نہ کرے گا۔پڑھواس حدیث کو لیدعون الی الما ل فلا یقبلہ احد تم سمجھےاس کے کیامعنی ہیں۔ایک معنی یہ بھی ہیں جوذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

اس مسیح وقت نے اول تودس ہزارروپیہ کااشتہارمندرجہ براہین احمدیہ تمام دنیا کی اطراف میں مشتہر کیاہےاورثانیاًپانچ سوروپیہ کااشتہارمندرجہ کحل الجواہرشائع کیاہے۔اورثالثاًہرایک پادری کلاں کودوسوروپیہ ماہواردینے کاوعدہ فرماتے ہیں۔

اوراس (اعلام الناس) کے صفحہ ۵۹ میں کہا ہے: نواں نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا۔ ہر چند کہ اشتہار دیئے جاتے ہیں کہ اگر تم کو شک ہو مقابلے کے لئے آؤ، لیکن کوئی مخالف مقابلے پر نہیں آتا۔ اس کے مقابلے سے ہر مخالف پر موت ہی آجاتی ہے۔ صدق رسولہ الکریم فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه ۔ رواه مسلم)

اور یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں جو آپ کے وقت میں موجود ہیں

(یہ مراد پہلے تو آپ نے مسیح موعود بننے سے پیشتر ایک حواری حکیم نورالدین جمونی بھیروی کے ذریعہ سے اس کے رسائل فصل الخطاب وتصدیق براہین احمدیہ میں مشتہر کرائی اور اس سے گویا آپ نے مسیح موعود بننے کی پٹڑی جمائی تھی۔ پھر جب دیکھا کہ یہ مراد ان کے حواریوں میں تسلیم کی گئی ہے اور اس سے ان کو وحشت نہیں ہوئی، تو خود اس مراد کا اظہار کر دیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۸ میں لکھ دیا: ان دونوں قوموں سے مراد انگریز و روس ہیں) ۔

اور آنیوالے مسیح کی بعض صفات ایسی بیان ہوئی ہیں کہ وہ حضرت مسیح ابن مریم میں نہیں پائی جاتیں، وہ صرف آپ ہی میں متحقق ہیں، جس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ آنیوالے مسیح آپ ہیں نہ عیسی بن مریم اسرائیلی نبی ۔ مثلاً اس کا گندم رنگ ہونا، اور اس کے بالوں کا سیدھا ہونا، جو آپ ہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح بن مریم تو سرخ رنگ کے تھے اور ان کے گھونگھر والے بال تھے۔ آنے والے مسیح کو احادیث میں ایک مرد مسلمان، مسلمانوں کا امام، آنحضرت ﷺ کی امت بتایا گیا ہے، جو آپ ہی میں پایا جاتا ہے۔

(بالوں کے سیدھا ہونے اور مرد مسلمان، اور مسلمانوں سے ہونے کی نسبت مرزا قادیانی نے توضیح مرام میں بصفحہ ۱۶ لکھا ہے: ختم المرسلین نے مسیح اول اور مسیح ثانی میں ما بہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا، اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا اور ان کا امام ہوگا، اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا، اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہیں کرے گا، بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اول اور مسیح ثانی کے حلیہ کا فرق بھی بین ہوگا۔ چنانچہ مسیح اول کا حلیہ جو آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور

سرخ رنگ گھونگھر والے بال اور سینہ کشادہ ہے۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹، لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ: وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھونگھر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں،۔ اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ دونوں ممیّز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور۔ ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف اشارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کی مشابہت کی رو سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے:

موعودم و بحلیہء ماثور آمدم — حیف است گر بدیدہ ز بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است — زانساں کہ آمدست دراخبار سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوکست والتباس — سید جدا کند ز مسیحائے احمدم

اور آپ توضیح مرام میں فرماتے ہیں: اس بارہ میں نہائت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں بروائت ابوہریرہ کے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ كيف انتم اذا نـزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم یعنی اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اترے گا، وہ کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا۔ پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صاف فرمادیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح ابن مریم ہی اتر آئے گا، بلکہ یہ نام استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ درحقیقت وہ تم میں سے تمہاری ہی قوم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائے گا۔

اور آپ نے ازالہ اوہام میں بصفحہ ۴۴ کہا ہے کہ: آنحضرت ﷺ لفظ ابن مریم کی تصریح میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا اور تم سے ہی پیدا ہوگا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے اس وہم کو رفع کرنے کیلئے جو ابن مریم کے لفظ سے دلوں میں گزر سکتا تھا، مابعد کے لفظوں میں بطور تشریح کے فرمایا کہ اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو بل هو امامكم منكم

اور اسی ازالہ اوہام میں بصفحہ ۲۰۱، اس حدیث کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے: تمہارا اس دن کیا حال ہو گا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہو گا۔ اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے۔ وہ تمہارا ہی ایک امام ہو گا اور تم میں سے ہی (اے امتی لوگو) پیدا ہو گا۔

ان احادیث میں جو تصرف آپ (مرزا) نے کیا ہے اور انکے معانی کے بیان میں جس افتراء سے کام لیا ہے اس کا بیان جواب کے ضمن میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالی)

آنے والے مسیح کا نسب حدیث میں فارسی الاصل بیان ہوا ہے جو صرف آپ میں پایا جاتا ہے، نہ مسیح بن مریم میں

(آپ فتح الاسلام بصفحہ ۱۴ فرماتے ہیں: تب فارس کی اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والا پیدا ہو گا۔ اگر ایمان ثریا میں معلق ہوتا تو وہ اسے اس جگہ سے بھی پالیتا۔

آپ کا اپنے تئیں اس خیالی حدیث (خیالی اسلئے کہا گیا ہے کہ واقعی حدیث کے الفاظ اور ہیں) کا مصداق ٹھہرانا اور فارسی الاصل قرار دینا اور اسکے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعوی کرنا، صاف بتاتا ہے کہ آنے والے مسیح کا آپ کے نزدیک فارسی الاصل ہونا آنحضرت ﷺ کی زبان سے بیان ہوا ہے۔

ایسا ہی آپ کے بھوپالی حواری مولوی محمد احسن نے آپ کے کلام سے سمجھا۔ چنانچہ اپنے رسالہ اعلام الناس کے صفحہ ۴۵ میں کہا ہے: نسب اس کا صحیح مسلم وغیرہ میں یہ لکھا ہے لو کان العلم معلقاً بالثریا لنا له رجل من ابناء فارس ایک مرد مسلمان ہو گا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہو گا اور مسلمانوں میں پیدا ہو گا اور ان کا امام ہو گا اور کوئی جدا گانہ دین نہ لاوے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہیں کرے گا، یہ سب صفات اس مسیح الزمان میں موجود ہیں۔

۱۱۔ دجال موعود کے حق میں جو احادیث میں آیا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرے گا اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہو گا وغیرہ۔ یہ مشرکانہ اعتقاد ہے اور توحید قرآنی کے مخالف

(آپ (مرزا) نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے: جب ہم ان دوسری حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو دجال معہود کے ظاہر ہونے کا وقت اس دنیا کا آخری زمانہ بتلاتی ہیں تو وہ سراسر ایسے مضامین سے بھری ہوئی

معلوم ہوتی ہیں کہ جو نہ عندالعقل درست وصحیح ٹھہر سکتی ہیں اور نہ عندالشرع اسلامی توحید کے موافق ہیں۔ چنانچہ ہم نے قسم ثانی کے ظہور دجال کی نسبت ایک لمبی حدیث مسلم کی لکھ کر معہ اس کے ترجمہ کے ناظرین کے سامنے رکھ دی ہے۔ ناظرین خود پڑھ کر سوچ سکتے ہیں کہ کہاں تک یہ اوصاف جو دجال معہود کی نسبت لکھے ہیں عقل اور شرع کے مخالف پڑے ہیں۔ یہ بات بہت صاف اور روشن ہے کہ اگر ہم اس دمشقی حدیث کو اس کے ظاہری معنوں پر حمل کر کے اس کو صحیح اور فرمودہ خدا ورسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیق دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی اور زمین وآسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرح فقط اس کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا جائے گا۔ بارش کو کہے گا۔ ہو۔ تو ہو جائے گی۔ بادلوں کو حکم دے گا کہ فلاں ملک کی طرف چلے جاؤ، تو فی الفور چلے جائیں گے۔ زمین کے بخارات اس کے حکم سے آسمان کی طرف اٹھیں گے اور زمین گو کیسی ہی کلر وشور ہو فقط اس کے اشارہ سے عمدہ اور اول درجہ کی زراعت پیدا کرے گی۔ غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائے گا۔ مارنا، زندہ کرنا، اس کے اختیار میں ہوگا۔ بہشت اور دوزخ اس کے ساتھ ہوں گے۔ غرض زمین وآسمان دونوں اس کی مٹھی میں آ جائیں گے۔ اور ایک عرصہ تک جو چالیس برس یا چالیس دن ہیں، بخوبی خدائی کام چلائے گا اور الوہیت کے تمام اختیار واقتدار اس سے ظاہر ہوں گے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مضمون جو اس حدیث کے ظاہر لفظوں سے نکلتا ہے اس موحدانہ تعلیم کے موافق ومطابق ہے جو قرآن شریف ہمیں دیتا ہے۔ کیا صدہا آیات قرآن ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ ناطق نہیں سناتیں کہ کسی زمانہ میں بھی خدائی کے اختیارات انسان ھالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ مضمون اگر ظاہر پر حمل کیا جائے تو قرآنی توحید پر ایک سیاہ دھبہ نہیں لگاتا۔

اور اس (ازالہ اوہام) کے صفحہ ۴۳۱ میں اس خیال کے شرک ہونے پر ایک نظیر نقل کر کے لکھتے ہیں:

سوچنا چاہیے کہ یہ کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہاء بھی ہے، افسوس کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیسے پردے پڑ گئے کہ انہوں نے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کے ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے۔ اور باوجود قرائن قویہ کے ان استعارات کو قبول کرنا نہ چاہا جن کی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ توحید کی لے کر کھڑا ہے۔

۱۲۔حضرت مسیح کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے ہیں اوراب تک وہاں زندہ موجود ہیں اوراپنی دنیاوی زندگی میں مردوں کو زندہ کرتے اور مادرزاداندھوں کواور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مٹی سے جانور کی شکل بناتے تو وہ پرندہ بن جاتا، احمقانہ اور مشرکانہ اعتقاد ہے۔اور درحقیقت حضرت مسیح کی روح آسمان پر اٹھائی گئی ہے جیسا کہ اور انبیاء کی۔اوران کے مردوں کو زندہ کرنے اوراندھے کوڑھی کو اچھا کرنے سے گمراہوں کو ہدائت کرنا مراد ہے۔

(اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں آپ نے حضرت مسیح کی زندگی کے اعتقاد کو شرک کا ستون قرار دیا اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گزشتہ علما نے اس طرف خیال نہیں کیا اور یہ اعتقاد مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے برخلاف کتاب اللہ کے ٹھہرالیا ہے۔اس میں فرماتے ہیں: لیکن افسوس کہ ہمارے گزشتہ علماء نے عیسائیوں کے مقابل پھر کبھی اس طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس ایک ہی بحث میں تمام بحثوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی ربنا المسیح ربنا المسیح پکار رہے ہیں۔صرف ایک یہی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے برخلاف کتاب الٰہی یہ خیال کرلیا ہے کہ مسیح آسمان پر مدت دراز سے زندہ ہے، چلا آتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیال باطل کے دور ہوجانے سے صفحہ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہوجائے اور تمام یورپ اور ایشیا اور امریکہ ایک ہی مذہب توحید میں داخل ہوکر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔لیکن میں نے حال کے مسلمانوں مولویوں کو خوب آزمالیا ہے، وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں اور درپردہ مخلوق پرستی کے مئوید ہیں۔

(ازالہ اوہام میں بصفحہ ۱۴۴ مذکور ہے: انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ یہی اعتراض ہمیشہ مسیح پر رہا کہ اس نے کوئی معجزہ تو دکھایا ہی نہیں، یہ کیسا مسیح ہے۔کیونکہ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہ ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ سے آیا ہوں، تم جلد ایمان لے آؤ۔اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کرکے دکھا دیتا، اوران سے گواہی دلواتا، تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی۔غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے، مگر پھر بھی بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں، بلکہ مردوں کے زندہ ہو

نے کیلئے بہت سا آب حیات خدا تعالی نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہو، تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں آیا۔

اور اس (ازالہ اوہام) کے صفحہ ۲۹۵ میں ہے: بعض لوگ موحدین کے فرقہ میں سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم انواع واقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کر دیا کرتے تھے، چنانچہ اس بنا پر اس عاجز پر اعتراض کیا ہے کہ جس حالت میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے تو پھر آپ بھی کوئی مٹی کا پرندہ بنا کر پھر اس کو زندہ کر کے دکھلا یئے۔ ان تمام اوہام کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جس میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا، صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے، کیونکہ اگر خدا تعالی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اس کی خدائی باطل ہوتی ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں ہے: اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان سے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے، جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے، سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو، کیونکہ حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام در حقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز

ہو جاتی ہے۔

اورازالہ اوہام صفحہ ۳۰۵ میں ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں، کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کران چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر، جو بالکل بے جان ہو، ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتے ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے: مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جائے اور عمل الترب سے اپنے روح کی گرمی اس کو پہنچائی جاوے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں ہے: بہرحال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و کرم سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی ﷺ نے قدم مارا ہے۔ اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کے فطرت میں مرکوز تھی باذن وحکم الہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔ واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولے میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے، اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ اچھا کرتے رہے، مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں

میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے، وہ بلاتوقف چند منٹ میں مرجاتے تھے، کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں ہے: غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں، بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا... بہر حال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت مٹی ہی رہتی تھی)

۱۳۔ حضرت عیسی یا آنحضرتﷺ کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر جانا قانون قدرت (یعنی نیچر) کے برخلاف ہے اور خدا تعالی کا ایسے خوارق دنیا میں دکھانا اپنی حکمت اور ایمان بالغیب کو تلف کرنا ہے

(توضیح المرام کے صفحہ ۹ میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں: کفار مکہ نے ہمارے سید و مولی حضرت خاتم الانبیاء سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں اور روبرو ہی اتریں، اور انہیں جواب ملا تھا قل سبحان ربی یعنی خدا تعالی کی شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھا وے، اور ایمان بالغیب کی حکمت تلف کرے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آنحضرتﷺ کے لئے، جو افضل الانبیاء تھے، جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا ہو وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اور توضیح المرام کے صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں: قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا ہے اور اسی کو مانتا ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں: ماسوائے اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی... از انجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے، بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوتی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا

کرہ ءماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔...اس جگہ اگوکوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہائت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۶ میں ہے: پھر مسیح کے بارے میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیوں کر پہنچ گئے)

۱۴۔لیلۃ القدر سے،جس کا ذکر قرآن میں ہے، رات مراد نہیں، بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔اور نبی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گزر جانے سے ایک ہزار مہینہ کے بعد آتا ہے۔

(آپ فتح الاسلام میں بصفحہ ۵۴ لکھتے ہیں: تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر کہا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے، یہ زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔نبی کی وفات یا اس کے روحانی قائم مقام کی وفات کے بعد جب ہزار مہینہ جو بشری عمر کے دور کو قریب الاختتام کرنے والا اور انسانی حواس کے الوداع کی خبر دینے والا ہے، گذر جاتا ہے تو یہ رات اپنا رنگ جمانے لگتی ہے۔

۱۵۔آیات ذکر سجدہ آدم میں آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں بلکہ ملائکہ کا خدمت انسان کامل بجالانا مراد ہے

(توضیح مرام میں بصفحہ ۴۹ کہا ہے: جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو، یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔سو یہ قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدائے تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے)

۱۶۔صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) کی احادیث سب کی سب صحیح نہیں بلکہ ان میں غیر صحیح وموضوع بھی ہیں (اس کی تفصیل

بعض سابق حواشی میں گذر چکی ہے)

۱۷۔آپ (مرزا) اپنے کشف والہام کے ذریعہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث کوموضوع ٹھہرا سکتے ہیں

(مباحثہ لودھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کی تحریرنمبر۴ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: اب جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیوں کر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن کریم جان لیں گے۔ ہاں ظنی طور پر بخاری ومسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی لیکن کیونکر ہم حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں)

۱۸۔حدیث صحیح کی (بخاری ومسلم کی کیوں نہ ہو) یہ شان ووقعت نہیں کہ وہ قرآن کریم کی مفسر ومبین ہو سکے اور قصص و اخبار وواقعات ماضیہ کے بیان میں بیان قرآن پر زیادتی کر سکے۔

(مباحثہ لودھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کی تحریرنمبر ۷ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: وہ (یعنی قرآن) اپنے مقاصد کی آپ تفسیر فرماتا ہے اوراس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقع ہیں، یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں حدیثوں کا محتاج ہے)

۱۹۔نصوص قرآن وحدیث کوان کے ظاہری معانی سے پھیرنا اوراس سے استعارات مراد ٹھہرانا جائز ہے۔ بلکہ مغز شریعت ہے جو مجدد وقت کا کام ہے اور وہ ظاہری علوم سے نہیں ہوسکتا۔

(یہ عقیدہ آپ کے مذہب جدید کا اصل اصول ہے۔آپ اسی اصول سے ہر ایک آیت، ہر ایک حدیث میں تاویل وتحریف کرتے ہیں۔بعض سابق حواشی کے علاوہ دیکھو فتح اسلام صفحہ ۱۵ جہاں لکھتے ہیں: خدا تعالی ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ میں حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہیں: یہ سب استعارے ہیں جن کو خدا تعالی کی طرف سے فہم دیا گیا وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کی ذوق سے ان کو سمجھ جائیں گے۔ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوب صورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے،اسی وجہ سے خدائے تعالی کے کلام نے بھی، جو ابلغ الکلام ہے،جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیف نہیں ہے۔

اور فتح الاسلام کے صفحہ ۸ میں آپ لکھتے ہیں: صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف کے تراجم پھیلانا یا فقط کتب دینیہ اور احادیث نبویہ کو اردو یا فارسی میں ترجمہ کر کے رواج دینا....(وغیرہ وغیرہ) یہ ایسے امور نہیں ہیں جن کو کامل اور واقعی طور پر تجدید کہا جائے۔ ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک باعلم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہیں۔ ان کو مجددیت سے کچھ علاقہ نہیں۔

اور فتح اسلام کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے:. پس کمال افسوس کی جگہ ہے کہ جس قدر تم رسمی باتوں اور رسمی علوم کی اشاعت کے لئے جوش رکھتے ہو اس کا عشر عشیر بھی آسمانی سلسلہ کی طرف تمہارا خیال نہیں)

۲۰۔ جو شخص آپ (قادیانی صاحب) کو بایں کمالات مسیحائیت و مجددیت نہ مانے گا وہ ہلاک ہوگا اور آگ میں ڈالا جائے گا اور جس نے آپ کو مانا، وہ ناجی ہوا۔

(فتح اسلام کے صفحہ ۴۲ میں آپ لکھتے ہیں: اس نے (یعنی خدا نے) اس سلسلہ کو قائم کرتے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر، جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے۔

اور فتح اسلام میں بصفحہ ۵۸ فرماتے ہیں: اس زمانہ میں حصن حصین میں ہوں، جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔

اور فتح اسلام کے صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں: بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا)

یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور آپ کے حواریوں اور ہم مشربوں کے عقائد و مقالات کی چند تمثیلات ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے و اندکے از بسیار۔ کیونکہ مزید تفصیل کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

اب ان کے طریق عملی کو جس میں وہ عقائد و مقالات مذکورہ بالا کی تائید کرتے ہیں اور اس سے اصول و مسائل اسلام کی بیخ کنی کر رہے ہیں، بیان کیا جاتا ہے۔

عقائد و مقالات مذکورہ کی تائید و ترویج کی غرض سے وہ احادیث صحیحہ کو بلاتردد رد کرتے و غیر صحیح و مو

ضوع قرار دیتے ہیں اور کئی احادیث وآثار واقوال از خود وضع کر کے آں حضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب اور علمائے اسلام کی منسوب کرتے ہیں اور آیات واحادیث نبویہ (جس کو مجبوراً صحیح مانتے ہیں) کی ایسی تاویل اور تحریف کرتے ہیں کہ اس میں نیچریوں اور باطنیوں کو بھی انہوں نے مات کیا ہے۔

انکے عمل کی تمثیلات وشواہدان کی عبارات منقولہ سابق میں موجود ہیں۔اور علاوہ براں چند تمثیلات وشواہد ذیل میں ذکر کیئے جاتے ہیں۔

ا۔آپ نے احادیث متضمنہ ذکر دجال موعود کو غیر صحیح وموضوع بنانے کی غرض سے آنخضرت ﷺ پر یہ افتراء کیا ہے کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمیں اس کے (یعنی ابن صیاد کے) حال میں ابھی تک اشتباہ ہے۔یہ فقرہ بقلم جلی آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۵ میں بعینہ موجود ہے۔اور مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء) کی تحریر نمبر ۴ میں آپ نے لکھا ہے کہ آنخضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں (یہ بھی مرزا قادیانی ہی کے الفاظ ہیں) حالانکہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں یہ قول آنخضرت ﷺ سے منقول نہیں۔اور آپ سے مباحثہ لدھیانہ میں آنخضرت سے اس قول کے مروی ہونے کا ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے جابر بن عبداللہ کا یہ قول کہ آنخضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہے جو شرح السنہ میں مروی ہے،اور وہ آنخضرت ﷺ کا قول نہیں ہے، پیش کیا اور آخر مباحثہ تک آنخضرت ﷺ سے اس قول کا ثبوت نہ دیا۔

۲۔اس حدیث کو موضوع ٹھہرانے کی غرض سے آپ نے ایک حدیث کو وضع کیا اور اس میں صحابہ پر افتراء کیا اور طرفہ یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح مسلم میں موجود بتایا۔چنانچہ مباحثہ لودھیانہ تحریر نمبر ۴ میں آپ نے لکھا ہے کہ ایک اور حدیث مسلم میں ہے۔جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا ہے کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔

حالانکہ صحیح مسلم میں اس حدیث کا نام ونشان نہیں جس میں اجماع صحابہ کا ذکر ہو یا اشارہ ہو۔مباحثہ لودھیانہ میں آپ سے اس حدیث اور اجماع کی سند پوچھی گئی تو آپ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کے اس قول کی کہ ابن صیاد نے ان کے پاس شکائت کی کہ لوگ اس کو دجال معہود سمجھتے ہیں،نشان دہی کی۔جس میں نہ اس اجماع کا صریح ذکر پایا جاتا ہے نہ اس کی طرف وہاں کوئی اشارہ ہے،صرف غیر معین لوگوں کا ابن صیاد کو دجال

کہنا مفہوم ہوتا ہے، جسکے مقابلہ میں بہت سے صحابہ کا، جن میں خود ابو سعید خدری داخل ہیں، ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنا بلکہ اور شخص کو دجال موعود سمجھنا اسی مسلم کی احادیث سے ثابت ہے

۳۔صحیح مسلم کی اس حدیث کو (جس میں حضرت مسیح کا دمشق کے قریب اترنا بیان ہوا ہے) موضوع قرار دینے کی غرض سے آپ نے ایک افتراء بعض علماء امت پر کیا اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں لکھا ہے کہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نہ بیت المقدس میں اترے گا، اور نہ دمشق میں، بلکہ وہ مسلمانوں کے لشکر گاہ میں اترے گا جہاں حضرت مہدی ہوں گے۔

حالانکہ علماء اسلام سے ایسا کوئی معلوم نہیں ہوا جس نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت مسیح نہ بیت المقدس میں اترے گا اور نہ دمشق میں۔ بلکہ علمائے اسلام نے ان سبھی مقامات کو ایک مقام قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح بیت المقدس میں اتریں گے۔

سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں بصفحہ ۳۰۶ لکھا ہے: قال الحافظ ابن كثير وقد ورد فی بعض الاحاديث ان عيسى عليه السلام ينزل ببيت المقدس وفی روا ية بالاردن وفی روا ية بمعسكر المسلمين فالله اعلم قلت حديث النزو ل ببيت المقدس عند المصنف و هو عند ى ارجح و لا ينافی سائرالروايات لان بيت المقدس هوشرقی دمشق و هومعسكر المسلمين اذ ذا ك والاردن اسم الكو رة كذا فی الصحاح و بيت المقدس داخل له فاتفقت الروايات فا ن لم يكن فی بيت المقدس الان منارة بيضاء فلابد ان تحدث قبل نزو له کہ بیت المقدس دمشق سے مشرق میں ہے، وہیں مسلمانوں کا لشکر ہوگا اور وہ اردن ہی کے علاقہ میں ہوگا، اسی جگہ خدا تعالی منارہ سفید بنادے گا۔ ملخص

لودھیانہ کے مباحثہ میں آپ سے اس قول: بعض علماء، کا ثبوت طلب کیا گیا۔ تو آپ نے ایسا جواب دیا جس سے آپ کے اس افتراء کا اور یقین ہوا۔

۴۔اس حدیث صحیح مسلم اور دیگر احادیث نزول حضرت مسیح میں تحریف و تاویل کرنے کی غرض سے ایک افتراء آپ نے آنحضرت ﷺ پر یہ کیا اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث کی نسبت جس میں دجال کو کعبہ

کا طواف کرتے دیکھا اور اس میں (اس کو ابن قطن کے مشابہ کہا) صاف اور صریح طور پر فرمایا ہے کہ: یہ میرا ایک مکاشفہ یا ایک خواب ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۲۰۶)۔

اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ صاف اور صریح طور پر فرماتے ہیں کہ: میرا یہ ایک کشف یا خواب ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۷)۔

اور کہا ہے آنحضرت ﷺ خود اس بات کا اقرار فرماتے ہیں کہ: یہ سب بیانات میرے مکاشفات میں سے ہیں..(ازالہ اوہام۔ص ۲۳۲)

حالانکہ کسی حدیث میں آنحضرت ﷺ سے یہ اقوال مروی نہیں۔حدیث میں آنحضرت ﷺ کا دجال کو طواف کرتے دیکھنا، اور ابن قطن سے تشبیہ دینا مروی ہے، اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ایک خواب یا کشف کا واقعہ ہے تو کوئی شخص (جس کو دین سے تعلق ہو اور کذب سے احتراز) اس کو آنحضرت ﷺ کا قول اور صاف وصریح اقرار نہیں ٹھہرا سکتا۔

اس افتراء سے آپ کی غرض (جس کو آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۳۲ میں ظاہر کیا ہے) یہ ہے کہ اسی پر حدیث دمشقی وغیرہ کو قیاس کریں اور ان کو بھی ایک خواب یا مکاشفہ قرار دے کر تعبیر اور تاویل کا محتاج بنا دیں اور ان کے ظاہری معنی سے ان کو پھیر سکیں (اس کی تفصیل مباحثہ لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کے حواشی میں ہے) جو کمال جرأت ومحض افتراء ہے۔

۵۔ان احادیث نزول حضرت مسیح میں تحریف اور تاویل کی غرض سے آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں، جس میں یہ بیان ہے کہ عنقریب ابن مریم حاکم عادل ہو کر نزول کریں گے آنحضرت ﷺ پر ایک سوال وجواب کا افتراء کیا۔اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے: تمہارا اس دن کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا، اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے، وہ تمہارا ہی امام ہوگا۔اور تم ہی میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

اور ازالہ اوہام میں لفظ بل هو اپنے مجوزہ جواب میں از خود ملا کر وضع لفظ حدیث کا بھی ارتکاب کیا اور لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سچ مچ ابن مریم ہی نہ سمجھ لو، بل هو، امامکم منکم

حالانکہ اس حدیث کے کسی طریق میں آنحضرت ﷺ سے یہ سوال جواب منقول نہیں ہے۔اور نہ لفظ بل ھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ مروی ہے۔اس سوال و جواب کے افتراء سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو ظاہر حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کا امام موجود ہوگا (جس سے عام اہل اسلام کے اعتقاد میں حضرت امام مہدی مراد ہیں) اور وہ آپ کے خیال اور دعووں کی جڑ کاٹ رہا ہے کیونکہ اس وقت امام مہدی موجود نہیں تو آپ مسیح موعود کیوں کر بن سکتے ہیں؟ اس کا جواب ادا ہو۔

یہ سوچ کر آپ نے چاہا کہ چلو امام مہدی بھی ہم خود ہی بن جائیں اور حدیث کے یہ معنی گھڑ لیں کہ جو مسیح آئے گا وہی امام مہدی ہوگا۔اور یہ سوال و جواب بنایا، اور جواب میں لفظ بل ھو بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا، مگر یہ نہ سوچا کہ دوسری حدیث صحیح مسلم میں صاف آیا ہے: عن جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی ابن مریم ﷺ فیقول امیر هم تعال صلی لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۷ کتاب الایمان ۔ باب نزول عیسی حاکماً بشریعة نبینا ۔

کہ عیسیٰ بن مریم اتر آئیں گے تو ان کا (یعنی مسلمانوں کا) امیر (یعنی امام) ان کو کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں وہ (اس امام کو) یہ جواب دیں گے، نہیں۔امیر (یعنی امام) تم ہی میں سے ہونا چاہیے۔ یہ کہنا اس امت محمدیہ کے اعزاز واکرام کیلئے ہوگا جو خدا کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔

اس قسم کی تاویلات وتحریفات اور ردنصوص ووضع احادیث واقوال آپ کے طریق عملی میں اور بھی بکثرت پائی جاتی ہیں اور آپ کی تصانیف کے صدہا صفحات میں موجود ہیں

ان چند امثلہ وعقائد ومقالات وطریق عملی میرزا قادیانی کو پیش کر کے علمائے اسلام سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا وہ ان عقائد ومقالات وطریق عملی میں اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت کا پابند وپیرو ہے، یا اس سے خارج؟

بشق اول علمائے ربانی ،نصوص کتاب وسنت واقوال سلف امت اہل قرون ثلاثہ اس کی تائید میں نقل

کریں۔قرون ثلاثہ کے مابعد کے علماء یا صوفیوں کے اقوال بلا دلیل کتاب اللہ وسنت معرض نقل میں نہ لاویں بشق ثانی وہ علمائے ربانیین یہ فرمائیں کہ ان عقائد ومقالات اور طریق عملی خصوصاً اس کے دعوی نبوت و اشاعت اکاذیب ووضع احادیث کاذبہ ورد احادیث صحیحہ وتحریف معانی نصوص کی نظر سے اس کو من جملہ ان تیس دجالوں کے، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال اور اسکے ان عقائد وخیالات و طریق عملی میں اس کے پیروان وہم مشربوں کو ذریات دجال کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

اور ایسے عقائد ومقالات وطریق وعملی کے ساتھ کوئی شخص شرعاً وعقلاً ولی وملہم ومحدث ومجدد ہوسکتا ہے یانہیں؟ بینوا تو جروا۔ ابو سعید محمد حسین

جواب استفتاء از سید نذیر حسین محدث دہلویؒ

ان عقائد ومقالات اور اس طریق عملی میں مرزا قادیانی پابندیء اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے کیونکہ یہ عقائد ومقالات وطریق عملی اسلامی وسنی نہیں بلکہ ازاں جملہ بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں، بعض ہندوؤں پیروان وید کے، بعض نیچریوں کے، بعض نصاری کے، بعض اہل بدعت وضلالت کے۔اور اس کا طریق عملی ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا طریق ہے۔(باطنیہ ایک ملحد فرقہ کا نام ہے جس کی تاویلات کی چند تمثیلات بیان کی جاتی ہیں۔جن سے ناظرین کو یقین ہو کہ مرزا غلام احمد اور اس کے اتباع کی تاویلات اسی قسم کی تاویلات ہیں اور سب کا طریق ایک ہے۔ملاحدہ سبعیہ کا یہ مذہب ہے کہ وضو سے امام وقت کی دوستی مراد ہے اور زکوۃ سے تزکیہ نفس۔اور کعبہ سے ذات نبی ﷺ۔اور صفا مروہ سے جناب امامین حسن وحسین علیہما السلام۔اور احتلام سے افشائے اسرار امام وقت۔اور غسل سے امام وقت کے جناب میں دوبارہ عہد وبیعت کرنا۔اور جنت سے جسم کو آسائش وآرام دینا۔اور دوزخ سے تکلیفات اٹھانا وغیرہ۔اسی طرح ملاحدہ باطنیہ کی یہ رائے ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوۃ، خلفائے ثلاثہ کے من گھڑت احکام ہیں اور روزہ رمضان خاص بدعت عمری ہے۔ملاحدہ منصوریہ کہتے ہیں کہ جنت سے امام وقت اور دوزخ سے اس کے دشمن مراد ہیں۔جیسے ابوبکر وعمر وغیرہ وغیرہ۔جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ مطیع باللہ عباسی کے عہد میں ان فرقوں کو بایں عقل وشعور نہائت غلبہ اور کمال تسلط حاصل تھا۔جس کے بعد انہوں

نے ایک عالم کوگمراہ کیا، دانشمندوں کوایک قسم کی عبرت حاصل ہونے کا مقام ہے) اوراس کے دعوی نبوت اوراشاعت اکاذیب اوراس ملحدانہ طریق کی نظر سے یقیناً اس کو ان تیس دجالوں میں سے، جن کی خبر حدیث میں وارد ہے، ایک دجال کہہ سکتے ہیں اوراس کے پیروان وہم مشربوں کو ذریات دجال۔ یہ لوگ دجال نہ ہوں تو پھر احادیث نبویہ کا جن میں تیس دجالوں کذابوں کی خبر دی گئی ہے کوئی مصداق نہیں ہوسکتا۔ اوراس اعتقاد وعمل کے ساتھ کوئی شخص شرعاً وعقلاً ولی وملہم ومحدث نہیں ہوسکتا۔ اس عمل واعتقاد کا شخص خدا کا ملہم ومخاطب ہوتو انبیاء وملہمین سابقین کا الہام بے اعتبار ہوجا تا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بطور تمثیل ذیل میں معروض ہے۔

قادیانی کا کواکب وسیارات وافلاک کے لئے نفوس وارواح تجویز کرنا یونانیوں کے فلاسفہ اشراقیین وہندوان پیروان وید کا مذہب ہے (چنانچہ مرزا قادیانی اس امر کا صفحہ ۳۳ توضیح المرام میں خود معترف ہوا ہے)۔ اسلام نے یہ اعتقاد مسلمانوں کو نہیں سکھایا۔ اور قرآن وحدیث میں جو اسلام کے اصل اصول ہیں اس کا کہیں ذکر پایا نہیں گیا اور جو بعض متأخرین صوفیہ نے بہ تقلید فلاسفہ یا اپنے مشاہدہ ومکاشفہ سے ان ارواح کو تسلیم کیا ہے وہ مذہب اسلام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کتاب وسنت میں اس اعتقاد کا ثبوت پایا نہیں جاتا اوران صوفیوں نے خود بھی اس اعتقاد کو اعتقاد یا مذہب اسلام قرار نہیں دیا۔ صرف اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ لہٰذا ان صوفیوں کا مکاشفہ سے وجودان ارواحوں کو تسلیم کرنا اس اعتقاد کو داخل اسلام نہیں بنا سکتا اوراگر کوئی ناواقف اس مذہب واعتقاد کو جزء اسلام قرار دے تو وہ بحکم حدیث من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (یعنی جو شخص ہمارے دین میں وہ عمل یا اعتقاد از خود پیدا کرے جو بحکم قرآن وحدیث اس میں نہ ہوتو وہ لائق رد ہے، قابل قبول نہیں ہے) قادیانی کے اس خیال کا بطلان ان نصوص واقوال سے بھی ہوگا جو اس کے اقوال آئندہ کے ابطال کیلئے پیش کئے جائیں گے۔

اور قادیانی کا نفوس فلکیہ وارواح کواکب کو ملائکہ کہنا بھی ان فلاسفہ کا احداث ہے جو فلسفہ کے ساتھ اسلام کے قائل ہیں، انہوں نے فلسفہ کو اسلام سے ملایا ہے اور تن زیب میں گاڑھے کا پیوند لگانا چاہا ہے۔ کتاب اللہ وسنت میں کہیں اس مذہب کا ثبوت پایا نہیں جاتا۔

امام رازیؒ نے ملائکہ کے متعلق لوگوں کے مذاہب بیان کئے ہیں توان میں فلاسفہ کا یہ مذہب بیان کیا ہے کہ وہ ارواح کواکب ہیں، چنانچہ فرمایا ہے:

ثا نیهما قول الفلا سفة و هی انها جوا هر قا ئمة بانفسها لیست بمتحیزة البتة و انها بالماهیة مخالفة لا نوا ع النفوس النا طقة البشریة و انها اکمل قوة منها و اکثر علماً منها و انها للنفوس البشریة جا ر یته مجری الشمس با لنسبة الی ا لا ضواء ثم ان هذه الجوا هر علی قسمین منها ماهی با لنسبة الی اجرا م ا لا فلا ك و الکوا کب کنفوسنا النا طقة بالنسبة الی ابدا ننا و منها ما هی لا علی شیء من تد بیر ا لا فلا ك بل هی مستغرقة فی معر فة الله و محبته مشتغلة بطا عته و هذا القسم من الملا ئکة هم المقر بو ن و نسبتهم الی الملا ئکة الذین ید برو ن السماوات کنسبة اولئك المدبرین الی نفو سنا النا طقة فهذا ن القسما ن قد اتفقت الفلا سفة علی اثبا تهما و منهم من اثبت نو عاً آ خر من الملا ئکة و هی الملا ئکة ا لار ضیة المد برة لا حوا ل هذا العا لم السفلی ثم ان المد برا ت لهذا العا لم ان کا نت خیرة فهم الملا ئکة و ان کانت شریرة فهو الشیاطین ۔ (تفسیر کبیر ۔ ج اول ۔ ص ۳۳۷)۔

کہ دوسرا افلاسفہ کا قول ہے کہ ملائکہ جواہر یعنی بذات خود قائم ہیں مگر وہ کسی حیز (مکان) میں جا گزیں نہیں ہوتے اوران کی حقیقت انسانی نفوس کی حقیقت سے مخالف ہے وہ ان سے قوی تر اور علم میں بڑھ کر ہیں۔ان کو انسانی نفوس سے وہ نسبت ہے جو روشنی کو سورج سے نسبت ہے ۔ پھر یہ جواہر دو قسم کے ہیں۔بعض ایسے ہیں جن کو افلاک وکواکب سے وہ نسبت ہے جو ہمارے نفوس ناطقہ کو ہمارے بدنوں سے ہے اور بعض ایسے ہیں جن کو اجرام فلکیہ کی تدبیر سے کچھ تعلق نہیں ہے (یعنی وہ اس کے مدبر نہیں) بلکہ وہ اللہ کی معرفت اور محبت میں مستغرق اور اسکے حکم کی بجا آوری میں مشغول ہیں۔اس قسم کے ملائکہ مقربین کہلاتے ہیں۔ان کے ملائکہ مدبرین افلاک کو ہمارے نفوس ناطقہ سے نسبت ہے ان دونوں قسموں کے ماننے پر فلاسفہ کا اتفاق ہے بعض فلاسفہ ایک اور قسم ملائکہ کو بھی مانتے ہیں۔وہ زمین کے ملائکہ ہیں جن کو عالم سفلی کی تدبیر سے تعلق ہے۔پھر یہ (عالم سفلی کے مدبر) اگر اچھے ہیں تو وہ ملائکہ کہلاتے ہیں اور اگر برے ہیں تو شیاطین ہیں۔

اور قادیانی کا جملہ حوادث وکائنات عالم کو ستاروں کی تاثیر سمجھنا بھی فلاسفہ اور نجومیوں اور ہندوؤں اور

مجوسیوں اور ثنویہ اور بت پرستوں کا مذہب ہے۔ ہندوان قائلین وید کا قائل تاثیر ہونا تو قادیانی نے خود توضیح مرام کے صفحہ ۳۳ میں بیان کیا ہے۔ بت پرست اور مجوس وثنویہ کا قائل ہونا امام رازی کی تفسیر سے نقل کیا جاتا ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر کے صفحہ ۳۷۷ میں فرماتے ہیں:

و ثانیهما قول طوائف من عبدة الاوثان و هو ان الملائكة هى الحقيقة فى هذه الكواكب الموصوفة بالاسعاد و الانحاس فانها بزعمهم احياء ناطقة و ان المسعدات منها ملائكة الرحمة و المنحسات ملائكة العذاب و ثالثها قول معظم المجوس و الثنوية و هو ان هذا العالم مركب من اصلين ازليين و هما النور و الظلمة و هما فى الحقيقة جوهران شفافان مختاران قادران متضاد الجنس و الصورة مختلفا الفعل و التدبير فجواهر النور فاضل خير تقى طبيب الريح كريم النفس يسر و لا يضر و ينفع و لا يمنع و يحى و لا يبلى و جوهر الظمة على ضد ذالك ثم ان جوهر النور لم يزل يولد الاولياء و هم الملائكة لا على سبيل التناكح بل على سبيل تولد الحكمة من الحكيم و الضوء من المضيى و جوهر الظلمة لم يزل يولد الاعداء و هم الشياطين على سبيل تولد السفه من السفيه لا على سبيل التناكح ۔ (تفسير كبير ج ۱ ص ۳۷۷۔)

کہ دوسرا قول کئی بت پرست جماعتوں کا ہے، وہ یہ کہ ملائکہ درحقیقت یہ ستارے ہیں جو سعد اور نحس کہلاتے ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ ستارے زندہ ہیں اور گویا ہیں۔ اور ان میں جو سعد (نیک) ہیں وہ رحمت کے ملائکہ کہلاتے ہیں اور جو نحس ہیں وہ عذاب کے فرشتے۔ تیسرا قول اکثر مجوس اور ثنویہ کا ہے (جو عالم کے دو خالق مانتے ہیں) وہ کہتے ہیں عالم درحقیقت دو اصول (مادہ) سے مرکب ہے جو ہمیشہ سے چلے آتے ہیں۔ ان میں ایک نور ہے دوسرا اندھیرا۔ اور وہ حقیقت میں جوہر شفاف ہیں، خود مختار قادر جنس وصورت میں باہم مختلف فعل وتدبیر میں جداگانہ۔ سو نور کا جوہر بہتر اور ستھرا اور سخی ہے، خوش کرتا ہے، ضرر نہیں پہونچاتا، نفع دیتا ہے، فائدہ کو نہیں روکتا، زندہ کرتا ہے، مارتا اور بوسیدہ نہیں کرتا۔ اندھیرے کا جوہر اس کے مخالف ہے۔ پھر نور کے جوہر سے ہمیشہ دوست پیدا

ہوتے ہیں۔ جیسے حکیم سے حکمت پیدا ہوتی ہے اور روشن چیز سے روشنی اور وہ ملائکہ کہلاتے ہیں اور اندھیرے کے جوہر سے دشمن پیدا ہوتے ہیں جیسے احمق سے حماقت پیدا ہوتی ہے اور وہ شیاطین کہلاتے ہیں۔

قادیانی نے بڑی جرأت کی ہے کہ ان باتوں کو قرآن سے ثابت بتایا ہے۔ اس جرأت میں قادیانی نے خدا پر افتراء کیا ہے۔ کسی آیہ قرآن میں یہ ارشاد نہیں ہوا کہ کواکب و سیارات کے لئے ارواح ہیں اور کائنات الارض کے وجود میں مئوثر ہیں اور وہی ملائکہ ہیں جو انبیاء وغیرہ ملہمین کی روحانی تربیت کر رہے ہیں۔ اور نہ آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اور اعتقاد تاثیر کواکب کو تو قرآن شریف نے اشارۃً اور آنحضرت ﷺ نے صراحتاً ناشکری و کفر قرار دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے و تجعلون رزقکم انکم تکذبون (واقعہ۔ ع ۲)۔ (کیا تمہاری یہی شکر گزاری ہے کہ تم خدا کو جھٹلاتے ہو) جو بارش ہوتی ہے تو یہ کہتے ہو کہ فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوئی ہے۔

صحیحین میں آنحضرت ﷺ سے ابو ہریرہ نے روائت کیا ہے: عن زید بن خالد الجهنی انه صلی لنا رسول الله ﷺ صلوة الصبح بالحدیبیة علی اثر سماء كانت من الليلة فلما انصرف النبی ﷺ اقبل علی الناس فقال هل تدرون ماذا قال ربكم قالوا الله و رسوله اعلم۔ قال قال اصبح من عبادی مومن بی و كافر۔ فاما من قال مطرنا بفضل الله و رحمته فذالك مومن بی و كافر بالكواكب و اما من قال بنوء كذا فذالك كافر بی و مومن بالكواكب (بخاری۔ص ۴۱۔ مسلم۔ ۵۹) کہ مقام حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ خدا تعالی نے کیا فرمایا ہے۔ اصحاب بولے کہ اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ سو جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے روائت ہے: عن ابن عباس قال مطر

الناس علی عهد رسول الله ﷺ فقال النبی ﷺ اصبح من الناس شاکر و منهم کافر قالوا هذه رحمة الله و قال بعضهم لقد صدق نوع کذا و کذا قال فنزلت هذه الآیة فلا اقسم بمواقع النجوم حتی بلغ و تجعلون رزقکم انکم تکذبون (مسلم ـ ص ٥٩) آنحضرت ﷺ کے وقت میں بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں سے کوئی شاکر ہے کوئی کافر۔ شاکر کہتے ہیں یہ بارش خدا کی رحمت ہے۔ بعض کافر کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ کا غروب سچا نکلا جو بارش ہوئی۔ اس پر آیات اتریں فلا اقسم بمواقع.. ۔

امام نوویؒ شرح مسلم کے صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں: اما معنی الحدیث فاختلف العلماء فی کفر من قال مطرنا بنوء کذا علی قولین احدهما هو کفر بالله تعالی سالب لاصل الایمان مخرج من ملة الاسلام قالو و هذا فی من قال ذالك معتقداً ان الکواکب فاعل منشیء للمطر کما کان بعض اهل الجاهلیة یزعم و من اعتقد هذا فلا شك فی کفره و هذا القول الذی ذهب الیه جماهیر العلماء و الشافعی منهم و هو ظاهر الحدیث قالوا و علی هذا لو قال مطرنا بنوء کذا معتقداً انه من الله و برحمته و ان النوء میقات له و علامة اعتبار بالعادة فکانه قال مطرنا فی وقت کذا فهذا لا یکفر و اختلفوا فی کراهته و الاظهر کراهته لکنها کراهة تنزیهة و سبب الکراهة انها کلمة مترددة بین الکفر و غیره فیساء الظن بصاحبها و لانها شعار الجاهلیة و من سلك مسلکم و القول الثانی فی اصل تاویل الحدیث ان المراد کفر نعمة الله تعالی لا قتصاده علی اضافة الغیث الی الکواکب و هذا لا یعتقد تدبیر الکواکب (شرح مسلم ـ ص ٥٩) ۔ کہ جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے سبب بارش ہوئی، اس کے کفر کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ یہ خدا کے ساتھ کفر ہے ایمان کو دور کرنے والا، اسلام کے دائرہ سے نکالنے والا۔ یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو اعتقاد رکھے کہ ستارہ بارش کا فاعل اور مدبر ہے، اس کی تاثیر سے بارش ہوتی ہے، جیسا کہ جاہلیت میں خیال کیا جاتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے کفران نعمت (یعنی ناشکری) مراد ہے۔ یہ قول اس

شخص کے حق میں ہے جو ستارہ کو مدبر و مؤثر نہ سمجھے یعنی صرف علامت ظہور تاثیر خداوندی خیال کرے۔ ملخص۔

فتح الباری (ج ۲ ص ۴۳۴) شرح صحیح بخاری میں ہے: و کانوا فی الجاھلیة یظنون ان نزل الغیث بواسطة النوء اما لصنعه علی زعمھم و اما بعلا مته فابطل الشرع قولھم و جعله کفراً فان اعتقد قائل ذالك ان النوء صنعاً فی ذالك فکفره کفر یشریك و ان اعتقد ان ذالك من قبیل التجربة فلیس بشرك لن یجوز اطلاق الکفر علیه و ارادة کفر النعمة لانه لم یقع فی شیء من طرق الحدیث بین کفر الکفر و الشکر واسطة فیعمل الکفر فیه علی المعنیین لتناول الامرین ۔ کہ ایام جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ بارش ستاروں کے فعل سے یا ان کی (مقررہ) علامت سے ہوتی ہے۔ سو شارع نے ان دونوں خیالوں کو باطل کیا اور کفر ٹھہرایا۔ سو اگر یہ اعتقاد ہو کہ فعل ستارہ کا اس میں دخل ہے تو یہ مشرکانہ کفر ہے اور اگر صرف یہ اعتقاد ہو کہ تجربہ کی رو سے ہے تو یہ شرک نہیں مگر اس کو کفر بمعنی ناشکری کہہ سکتے ہیں۔

ان احادیث سے بہ شہادت اقوال علماء صاف ثابت ہے کہ ستاروں کو بارش میں مؤثر وسبب وجود سمجھنے کو آنحضرت ﷺ نے کفر قرار دیا ہے۔ اس کو کفر ملت سمجھیں یا کفر نعمت

اب اور حوادث وکائنات میں تاثیر نجوم کے اعتقاد کا کفر ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد ۔ رواہ ابو دائود و احمد و ابن ماجه (۔ مشکوۃ۔ ص ۳۸۵) آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علم نجوم سے کچھ حاصل کیا اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا، جس قدر اس میں ترقی کرے گا سحر میں زیادتی کرے گا۔

ایک حدیث یوں ہے: عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اقتبس باباً من علم النجوم لغیر ما ذکر الله فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم کاھن و الکاھن ساحر و الساحر کافر ۔ رواہ رزین ۔ (مشکوۃ ۔ ص ۳۸٦)۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے علم نجوم کا کوئی باب (حصہ) حاصل کیا یعنی اس کی تاثیرات وفوائد کا علم سیکھا بجز ان فوائد کے جو خدا تعالی نے بیان

کئے ہیں (چنانچہ قتادہ کی روائت میں ان کی تفسیر عنقریب آتی ہے) اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا اور نجومی (اس علم کو حاصل کرنے والا اور اس کا معتقد) کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے: و اما الانواء و النجوم فلا یبعد ان یکون لهما حقیقة ما فان الشرع انما بالنهی عن الاشتغال به لا نفی الحقیقة البتته و انما توارث السلف الصالح ترک و الاشتغال به و ذم السمتغلین و عدم القول بتلك التاثيرات لا القول بالعدم اصلا و لكن الناس جمیعاً توغلوا فی هذا العلم توغلاً شدیداً حتی صار مظنة لكفر الله و عدم الایمان به فعسى ان لا یقول صاحب توغل هذا العلم مطرنا بفضل الله و رحمته من صمیم قلب بل یقول مطرنا بنوء كذا و كذا فیكون صادا عن تحققه بالایمان الذی هو الاصل فی النجاة و اما النجوم فانه لا یضر جهله اذالله مدبر للعالم علی حسب حكمته علمه احد و لم یعلم فلذالك و جب فی الملة ان یخمل ذكره و ینهی من تعلمه و یجهر بان من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد و مثل ذالك مثل التوراة و الانجیل شدد النبی ﷺ علی من اراد ان ینظر فیهما لكونهما محرفة و مظنة لعدم الانقیاد للقرآن العظیم و لذالك نهوا عنه هذا ما ادی الیه رئنا و تفحصنا فان ثبت من السنة ما یدل علی خلاف ذالك فالامر علی ما فی السنة ۔ (حجة الله البالغه۔ ص ۳۷۷)۔ کہ حقیقت نجوم کو ممکن تسلیم کرنے اور ان کی تاثیرات کو غیر مستبعد ماننے کے ساتھ علم نجوم سے شغل ترک کرنا اور اس شغل والے کو برا سمجھنا اور نجوم کی تاثیرات کا قائل و معتقد نہ ہونا سلف صالحین سے متوارث چلا آیا ہے اور اس علم میں توغل مظنہ کفر ہے اور پیغمبر، صاحب ملت کا یہ فرض تھا کہ اس کے ذکر کو مٹاوے اور اس کے سیکھنے سے لوگوں کو روک دے اور پکار کر یہ کہہ دے کہ جو شخص اس علم سے کچھ حاصل کرتا ہے وہ سحر کا ایک شعبہ حاصل کرتا ہے۔

شاہ صاحب کا کلام اس باب میں ایک نص قطعی ہے کہ شریعت اور اسلام میں نجوم کی تاثیرات کے

اعتقاد سے منع کیا گیا ہے۔ گو نفس الامر میں خدا تعالیٰ نے ان میں تاثیرات رکھے ہوں اور وہ واقعی و ممکن و غیر مستبعد ہوں

اور، باب فی النجوم و قال قتادہ لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح خلق ھذہ النجوم لثلث جعلها زینة للسماء و رجوماً للشیاطین و علامات یھتدی بھا فمن تاول فیھا بغیر ذالك اخطاو اضاع نصیبه و تکلف ما لا علم له به - بخاری ص ٤٥٤ - و فی روایة رزین تکلف ما لا یعنیه و ما لا علم له به و ما عجز عن علمه الانبیاء و الملائکة و عن الربیع مثله و ذاوا الله ما جعل الله فی نجم حیوة احد و لا رزقه و لا موته و انما یفترون علی الله الکذب و یتعللون بالنجوم - (مشکوة ـص ٣٢٠) و صله عبد بن حمید من طریق شیبان عنه به و زاد فی آخره و ان ناساً جهلة بامر الله قد احدثوا فی ھذہ النجوم کھانة من غرس بنجم کذا کان کذا و من سافر بنجم کذا کان کذا و لعمری ما من النجوم نجم الا و یولد به الطویل و القصیر و الاحمر و الابییض و الحسن و الذمیم و ما علم ھذہ النجوم و ھذہ الدابة و ھذا الطائر شیء من ھذا الغیب - انتھی - و بھذہ الزیادة و تظھر مناسبة ایراد المصنف ما اوردہ من تفسیر الاشیاء التی ذکرھا من القرآن و ان کان ذکر بعضھا وقع استطرادا و الله اعلم قال الداؤدی قول قتادہ فی النجوم حسن الا قوله اخطأ و اضاع نفسه فانه قصر فی ذالك بل قائل ذالك کافر - انتھی و لم یتعین الکفر فی حق من قال ذالك و انما یکفر من نسب الاختراع الیھا و اما من جعلھا علامة علی حدوث امر فی الارض فلا - (فتح الباری- ج ٦ ص ٢٢١)

کہ یہ ستارے تین (فوائد) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ۱۔ خدا تعالیٰ نے ان کو آسمانوں کے لئے زینت بنایا ہے ۔۲۔ ان سے شیاطین کو جو آسمانوں پر احکام سننے کو چڑھتے ہیں، مارا جاتا ہے ۔۳۔ وہ علامات ہیں (جن کے سمت سے جنگلوں اور دریاؤں میں راستہ پہچانا جاتا ہے)۔

پھر جو شخص ان ستاروں سے اور اغراض وفوائد کا ہونا بیان کرے تو وہ خطا کار ہے اور اپنا حصہ (فہم قرآن سے) ضائع کرتا ہے اور اس علم کے لئے تکلف کرتا ہے جس کا علم اس کے لئے ممکن نہیں۔ رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص اس امر کے جاننے کے لئے تکلف کرتا ہے جس کے جاننے سے انبیاء و ملائکہ بھی عاجز ہیں۔ ایسا ہی ربیع بن زیاد سے رزین نے نقل کیا ہے۔ اس نے اس پر یہ بھی بڑھایا ہے کہ بخدا خدا تعالی نے کسی ستارہ کو نہ کسی کی زندگانی کا سبب بنایا ہے، نہ موت کا، نہ رزق کا۔ نجومی جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ ستاروں کو علل (اسباب موثرہ) بتاتے ہیں۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ اس قول قتادہ کی سند عبد بن حمید نے بیان کی ہے اور اس کے آخر میں یہ بڑھا دیا ہے کہ خدا کے حکم یا شان سے جاہل لوگوں نے ستاروں میں یہ باتیں از خود نکالی ہیں کہ فلاں ستارہ کے وقت درخت لگاوے تو یہ ہوگا۔ فلاں ستارے کے وقت سفر کرے تو ایسا ہوگا اور ہر ایک ستارہ کی تاثیر سے کوئی دراز قامت پیدا ہوتا ہے کوئی پست قامت، کوئی سرخ کوئی سفید، کوئی خوب صورت کوئی بدصورت۔ اور ستاروں اور چوپایوں اور جانوروں کے یہ علوم غیب سے نہیں ہیں۔ داؤدی نے کہا ہے کہ قتادہ کا یہ قول اچھا ہے ۔مگر اس اعتقاد و قول جاہلیت کو صرف خطا کہنا اس کی کوتاہی ہے، ایسے اعتقاد والا شخص کافر ہے (ابن حجر کہتے ہیں) صرف اسی کہنے پر کفر کا حکم نہیں ہوسکتا۔ کافر اسی کو کہا جاتا ہے جو ستاروں کو مخترع (یعنی موجد و موثر) کہے اور جو یہ سمجھے کہ یہ ستارے زمین میں خدا کی قدرت و تاثیرات کے ظاہر ہونے کی علامات ہیں تو وہ کافر نہیں ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ پرانے فلسفی اور قادیانی ان کواکب کو صرف علامات نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مؤثر جانتے ہیں اور ان کی تاثیرات کے قائل ہیں لہذا ان کا اعتقاد وہی اعتقاد ہے جس کو عبارات مذکورہ میں حقیقی کفر کہا گیا ہے

اور اگر کوئی کہے کہ مرزا قادیانی تو مدعی اسلام ہے، وہ خدا تعالی کو عالم کا خالق و موجد جانتا ہے۔ ستاروں کا خالق و موجد بھی خدا تعالی ہی کو سمجھتا ہے۔ لہذا اس کا ستاروں کی تاثیر کا قائل ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ تاثیر ستاروں کو خدا تعالی نے عطا فرمائی ہے۔ پھر ان کی تاثیر کا اعتقاد کفر کیوں کر ہوا۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ پرانے فلسفی اور نجومی بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ستاروں کا خالق خدا ہے اور اسی نے ستاروں کی یہ تاثیرات پیدا کر دی ہیں۔ ایسا کوئی فلسفی یا نجومی (بجز دہریہ کے) نہیں جو ستاروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھتا ہو، یا ان کی تاثیر کو خدا کی مخلوق نہ جانتا ہو۔ با ایں ہمہ وہ اس تاثیر کے اعتقاد کے سبب کافر سمجھے گئے ہیں تو قادیانی کو کیوں کر

نہ سمجھا جاوے۔

اس اعتقاد تاثیر کو باوجود اس اعتراف کے کہ وہ تاثیر خدا کی طرف سے ہے اور اس کی مخلوق ہے، کفر ٹھہرانے کی عقلی وجہ اور اس کا سرّ (بھید) یہ ہے کہ جو لوگ اس تاثیر کے قائل ہیں وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ تاثیر ستاروں کے لئے ایسی لازمی ہے کہ اس تاثیر کا ستاروں سے جدا ہونا محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس تاثیر کو پیدا تو کر دیا مگر وہ اب اس تاثیر کو معدوم کرنے پر قادر نہیں رہا۔ اور اپنے مقررہ قانون کو وہ معزول بادشاہ کی مانند بدل نہیں سکتا اس امر کا فلاسفہ نہ صرف تاثیرات نجوم کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ جملہ اسباب ومسببات عالم کی نسبت وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور اسباب ومسببات میں تلازم کو وہ واجب اور عدم تلازم کو محال جانتے ہیں۔ اور اس کو قانون قدرت (لاءآف نیچر) کہتے ہیں اور اس کی تبدیل اور تغییر سے خدا کو عاجز وغیر قادر جانتے ہیں اور اسکے کفر ہونے میں اہل اسلام کو کیا شک ہے۔

اہل اسلام خدا تعالیٰ کو فاعل، بااختیار، متصرف و مدبر عالم جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو آثار اسباب عالم سے ظاہر ہوتے ہیں وہ خدا ہی کی تاثیر سے ہیں اور اسی کی قدرت واختیار میں ہیں۔ وہ چاہتا ہے تو ان سے ان آثار کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا ہے تو ان سے ان آثار کا عکس ظاہر کرتا ہے۔ وہ پانی سے آگ کا کام لیتا ہے اور آگ سے پانی کا۔ الغرض اہل اسلام کے نزدیک موثر خدا تعالیٰ ہے، اسباب عالم اس کی تاثیر کے ظہور کے محل ہیں۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ تاثیرات نجوم جس کے قرآن سے ثابت ہونے کا مرزا قادیانی مدعی ہے قرآن سے ثابت نہیں بلکہ قرآن اور حدیث اور علمائے اسلام نے اس کو کفر قرار دیا ہے۔ کفر حقیقی ملت سے خارج کرنے والا ہو خواہ کفران نعمت۔ اور اعتقاد تاثیر صرف فلاسفہ اور نجومیوں اور ہندوؤں کا مذہب ہے اور قادیانی اس اعتقاد میں انہیں کا پیرو اور مقلد ہے، نہ پیرو اسلام۔

اور قادیانی کا حضرت جبرائیل و ملک الموت کے زمین پر آنے کو محال جاننا بھی اسی فلسفیوں اور نیچریوں کے اصول پر مبنی ہے جس کا کفر ہونا ابھی بیان ہوا ہے اور جبرائیل وغیرہ ملائکہ کے صور محسوسہ کو جو انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام دیکھتے ہیں ان کی خیالی صورت وعکسی تصویر قرار دینا بھی بعینہ نیچریوں کی تجویز ہے جو

سید احمد خان کی تفسیر میں بیان ہوئی (دیکھو تفسیر ص ۴۷ و ۴۹ جلد ۱، ۲ کا مقام رویئت مریم کا صورت جبرائیل کو)۔ علماء اسلام کے نزدیک نزول و روئت جبریل میں یہ تاویل کرنا معانی نصوص میں تحریف کرنا ہے جو ملحدین کا شیوہ ہے۔

شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے: و النصوص من الکتاب و السنة تحمل علی ظواهرها ما لم یصرف عنها دلیل قطعی و العدول عنها ای عن الظواهر الی معان یدعیها اهل الباطن و هم الملاحدة و سموا الباطنیة لادعائهم ان النصوص لیست علی ظواهرها بل لها معان باطنینة لا یعرفها الا المعلم و قصدهم بذالك نفی الشریعة بالکلیة الحاد ای میل و عدول عن الاسلام و اتصال و التصاق بالکفر لکونه تکذیباً للنبی علیه السلام فیما علم مجیئه به بالضرورة و اما ما ذهب الیه بعض المحققین من ان النصوص مصروفة علی ظواهرها و مع ذالك فیها اشارات خفیفة الی دقائق تنکشف علی ارباب السلوك یمکن التطبیق بینها و بین ظواهرها المرادة فهو من کمال الایمان و محض العرفان کہ قرآن و حدیث کے نصوص سے ان کے ظاہری معانی مراد لئے جائیں گے جب تک کہ کوئی قطعی دلیل ان معانی سے نہ پھیرے۔ اور ظاہری معانی سے ایسے معانی کی طرف عدول کرنا جس کے اہل باطن مدعی ہیں، اسلام سے عدول کرنا اور ملحد بننا ہے باطنیہ ملحد لوگ ہیں، ان کو باطنیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن کی واضح عبارات کی نسبت یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہیں جن کو ان کا معلم سکھلاتا ہے۔ ان کا مقصود اس اصول سے یہ ہے کہ احکام شریعت باطل و بے کار ہو جائیں۔ اس امر کو کفر والحاد اس لئے کہا گیا ہے کہ آنخضرت ﷺ کے احکام و ارشادات کے جو بطور ہدایت آنخضرت ﷺ سے ثابت ہیں، تکذیب پائی جاتی ہے۔ ہاں جو بعض اہل تحقیق قائل ہیں کہ نصوص قرآن اور حدیث کے ظاہری معنی تو مراد ہیں ہی اور باوجود اس کے ان نصوص میں بعض مخفی اشارات بھی پائے جاتے ہیں، اور وہ اہل سلوک پر کھلتے ہیں اور وہ معانی ظاہری معانی سے مطابق ہو سکتے ہیں سو وہ کمال ایمان و عرفان کی بات ہے۔

ایسا ہی شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواریوں کی

تاویلات اس قسم سے نہیں ہیں کہ وہ معانی ظاہریہ کوبھی تسلیم کرتے ہوں اور مع ہذا اس کے اسرار و معانی لطیفہ بیان کرتے ہوں۔ وہ تو معانی ظاہری کی نفی کرتے ہیں اور صاف کہہ چکے کہ نزول جبریل سے حقیقۃً نزول مراد نہیں ہے اور جبرائیل کا اپنے ہیڈکوارٹر آفتاب سے جدا ہونا نظام شمسی میں فساد پیدا کرتا ہے۔ اور ملک الموت کا بذات خود زمین پر آنا ناممکن ہے و علی ھذا القیاس۔ انہیں اصول مسلمہ اہل اسلام کی شہادت سے مرزا قادیانی اوران کے گروہ کی وہ تاویلات جو درباب نزول حضرت مسیح وخروج دجال ویاجوج وماجوج ولیلۃ القدر وسجود آدم وغیرہ میں وہ کرتے ہیں نصوص کی تحریف والحاد ہے اوران سب امور کواہل اسلام انہیں معانی سے تسلیم کرتے ہیں جوان کے ظاہری معانی ہیں۔

امام نووی شرح مسلم جلد ثانی میں فرماتے ہیں: قال القاضی رحمه الله تعالی نزول عیسی علیه السلام و قتله الدجال حق و صحیح عند اهل السنة للا حا دیث الصحیحة فی ذا لك و لیس فی العقل و لا فی الشر ع ما یبطله فو جب اثبا ته و انكر ذا لك بعض المعتز لة و الجهمیة و من وا فقهم و زعموا ان هذه ا لا حا دیث مردودة بقوله تعالی و خاتم النبیین و بقو له ﷺ لا نبی بعدی و با جماع المسلمین انه لا نبی بعد نبینا ﷺ و ان شریعة مئو یدة الی یوم القیا مة لا تنسخ و هذا ا لاستد لا ل فاسد لا نه لیس المراد بنزو ل عیسی علیه السلا م انه ینز ل نبیا بشر ع ینسخ شرعنا و لا فی هذه ا لا حا دیث و لا فی غیر ها شیء من هذا بل صحت هذه الاحادیث هنا و ما سبق فی کتا ب الا یما ن و غیر ها انه ینز ل حکما مقسطا یحکم بشر عنا و یحی من امور شر عنا ما هجره الناس ۔ انتهی ۔(شرح نووی۔ ج ٢ ص ٤٠٣)

کہ حضرت عیسی کا نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اس باب میں موجود ہیں اور عقل وشرع میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں ہے جو اس نزول کو باطل کرے۔ لہذا اس کا ثابت رکھنا (یعنی تسلیم کرنا) واجب ہے۔ معتزلہ اور بعض جہمیہ اور ان کے ہم مشرب اس کے منکر ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ وہ احادیث جن میں نزول مسیح کا ذکر ہے اس آیت کے مخالف ہیں جس میں آنحضرت ﷺ کو نبیوں

کا خاتم کہا گیا ہے اور اس قول نبوی کے مخالف ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے اس اجماع کے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور آپ کی شریعت قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔ مگر ان کا ان دلائل سے استدلال ایک فاسد استدلال ہے، کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت عیسی ایسے نبی ہو کر آئیں گے جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کریں گے۔ یہ بات نہ ان احادیث نزول میں ہے نہ اور کسی حدیث میں، بلکہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے کہ وہ حاکم عادل ہو کر آئیں گے، ہماری ہی شریعت پر عمل کریں گے اور اس شریعت کے ان امور کو زندہ کریں گے جن کو لوگوں نے چھوڑ رکھا ہوگا۔

اور اس شرح مسلم جلد اول میں بصفحہ ۸۷ لکھا ہے: والصواب ما قد مناه و هو انه لا يقبل الا الاسلام فعلى هذا قد يقال هذا خلاف ما هو حكم الشرع اليوم فان الكتابى اذا بذل الجزية وجب قبولها و لم يجز قتله و لا اكراهه على الاسلام و جوابه ان هذا الحكم ليس مستمرا الى يوم القيامة بل هو مقيد بما قبل نزول عيسى عليه السلام و اخبر النبى ﷺ فى هذه الاحاديث الصحيحة بنسخه و ليس عيسى عليه السلام هو الناسخ بل نبينا ﷺ هو المبين للنسخ فان عيسى عليه السلام يحكم بشرعنا فدل على ان الامتناع من قبول الجزية فى ذالك الوقت هو شرع نبينا محمد ﷺ۔

کہ ٹھیک بات وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام بجز اسلام کچھ (جزیہ وغیرہ) قبول نہ کریں گے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہماری آج کے دن کی شریعت کے مخالف ہے کیونکہ اس وقت کتابی سے جزیہ قبول کرنا واجب ہے اور اس کو قتل کرنا یا اسلام پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم قیامت تک نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ قیامت سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول سے پہلے زمانہ تک رہے گا۔ اس حکم کا بوقت نزول مسیح منسوخ ہو جانا آنحضرت ﷺ نے ان احادیث میں ظاہر کر دیا ہے تو اس حکم کے ناسخ حضرت عیسی نہ ٹھہرے بلکہ آپ ﷺ ناسخ ہوئے۔ حضرت عیسی اس وقت اس حکم کے نسخ کے مبین ہوں گے وہ آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے جزیہ موقوف کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس وقت جزیہ نہ قبول کرنا آنحضرت ﷺ کے حکم سے ہوگا، نہ کہ حضرت عیسی کے حکم سے۔

اوراس کے بعد شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۳۹۹ میں فرمایا ہے:

قال القاضی هذه الاحادیث التی ذکرها مسلم و غیره فی قصة الدجال حجة لمذهب اهل الحق فی صحة وجوده و انه شخص بعینه ابتلی الله به عباده و اقدره علی اشیاء من مقدورات الله تعالی من احیاء الموتی الذی یقتله و من ظهوره زهرة الدنیا و الخصب معه و جنته و ناره و تهویه و اتباع کنوز الارض له و امره السماء ان تمطر فتمطر و الارض ان تنبت فتنبت فیقع کل ذالك بقدرة الله تعالی و مشیته ثم یعجزه الله تعالی بعد ذالك فلا یقدر علی قتل ذالك الرجل و لا غیره و یبطل امره و یقتله عیسی علیه السلام و یثبت الله الذین آمنوا هذا مذهب اهل السنة و جمیع المحدثین و الفقهاء و النظار خلافاً لمن انکره و ابطل امره من الخوارج و الجهمیة و بعض المعتزله و خلافاً للجبائی المعتزلی و موافقیه من الجهمیة و غیرهم فی انه صحیح الوجود لکن الذی یدعی مخارف و خیالات لا حقائق لها و زعموا انه لو کان حقاً لم یوثق بمعجزات الانبیاء صلوات الله و سلامه علیهم و هذا غلط من جمیعهم لانه لم یدع النبوة فیکون ما معه کالتصدیق له و انما یدعی الالهیة و هو فی نفس دعواه مکذب لها بصورة حاله و وجود دلائل الحدوث فیه و نقص صورته و عجزه عن ازالته العور الذی فی عینه و عن ازالة الشاهد بکفره المکتوب بین عینیه و لهذه الدلائل و غیرها لا یغتر به الا دعاع من الناس لسد الحاجة و الفاقة رغبة فی سد الرمق و تقیة و خوفاً من اذاده لان فتنته عظیمة جدا تدهش العقول و تحیر الالباب مع سرعة مروره فی الامر و لا یمکث بحیث یتامل الضعفاء حاله و دلائل الحدوث فیه و النقص فیصدقه من یصدقه فی هذه الحالة و لهذا احذرت الانبیاء صلوات الله و سلامه علیهم اجمعین من فتنة و نبهوا علی نقصه و دلائل ابطاله و اما اهل التوفیق فلا یغترون به و یخدعون بما معه لما

ذکرناہ من الد لا ئل المکذبۃ له مع ما سبق لهم من العلم بحا له و لهذا یقول له الذی یقتله ثم یحییه ما ازددت فیك ا لا بصیرۃ کہ قاضی عیاض نے کہا ہے ان احادیث میں جن کو مسلم نے قصہ دجال میں ذکر کیا ہے اہل حق کے مذہب کی دلیل پائی جاتی ہے کہ دجال کا ہونا صحیح ہے۔ اور وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے ذریعہ سے خدا تعالی مسلمانوں کا امتحان کرے گا اور اس کو ایسی چیزوں پر قدرت دے گا جو خدا کی قدرت میں داخل ہیں۔ جیسے مردہ کو (جس کو وہ مارے گا) زندہ کرنا اور دنیا کی زینت اور فراخی اور بہشت اور آگ اور نہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور زمین کے خزانوں کا اس کے تابع ہونا، اور اس کے کہنے سے آسمان سے مینہ برسنا، اور زمین کا اگانا، یہ سب کچھ خدا کی قدرت اور ارادہ سے ہوگا۔ پھر خدا تعالی اس کو عاجز کر دے گا تو وہ کسی کے مارنے پر قادر نہ ہوگا۔ اور اس کا حال بگڑ جائے گا اور حضرت عیسی اس کو قتل کریں گے اور خدا ایمان لانے والوں کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھے گا۔ یہی اہل سنت اور تمام محدثین وفقہاء اور اہل اجتہاد کا مذہب ہے۔ خوارج، بعض معتزلہ اور جبائی اور اس کے ہم خیال جہمیہ اسکے مخالف ہیں۔ وہ اسکے ہونے کو تو مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ جو وہ کرے گا، یا دکھائے گا، وہ صرف خیالات ہوں گے، ان کی حقیقت کوئی نہ ہوگی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ امور واقعی ہوں تو پھر معجزات انبیاء کا اعتبار نہیں رہتا۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ وہ یہ کرشمات دکھانے کے وقت نبوت کا دعوی نہ کرے گا تا کہ ان امور سے اس کے اس دعوی کی تصدیق ہو اور وہ معجزات انبیاء کے مشابہ ہو کر نبوت میں شبہ وشک ڈال سکیں۔ بلکہ وہ ان خوارق کے وقت الوہیت کا دعوی جھوٹا کرے گا جو خود بخود باطل ہوگا، اور دجال کا ظاہری اور اسکے مخلوق ہونے کے دلائل اور اس کی صورت کا عیب اور اس کا اس عیب کو دور کرنے سے اور اپنی پیشانی سے علامت کفر (لفظ کافر) کو مٹانے سے عاجز رہنا اس کو جھٹلائے گا۔

اس میں ان دلائل عجز وحدوث کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کے خوارق سے کوئی دھوکا نہ کھائے گا۔ بجز عامی لوگوں کے، جو بھوک کے سبب یا اس کے ڈر کے مارے اس کو مان لیں گے کیونکہ اس کا فتنہ مدہوش وحیران کر دے گا اور اس کا زمین پر جلدی سے پھر جانا ان کو اس کے حال کو سوچنے کا موقع نہ دے گا۔ اسی وجہ سے انبیاء نے اس کے فتنہ سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور اس کے نقص وعجز پر آگاہ کر دیا اور جن لوگوں کو خدا توفیق دے گا وہ اس سے دھوکہ نہ کھائیں گے۔ اور جو خوارق اس سے صادر ہوں گے وہ ان سے اسکے فریب میں نہ آ

ئیں گے، کیونکہ وہ اسکے کذب اور عجز کے دلائل جانتے ہوں گے اور وہ اسکے حال سے واقف ہوں گے۔ اسی و جہ سے جس شخص کو وہ قتل کر کے جلا دے گا وہ اس کو صاف کہے گا کہ تیرے اس فعل سے میرا یقین بڑھ گیا ہے.

اور ایسا ہی تمام کتب حدیث کے متون و شروح میں حضرت مسیح بن مریم کا نزول اور دجال و یاجوج و ماجوج کا خروج ظاہری معنی سے تسلیم و بیان کیا گیا ہے اور ان امور کو ایسا یقینی سمجھا گیا ہے کہ ان کو اہل سنت کے اعتقادات میں داخل کیا گیا ہے۔

امام الآئمہ امام اعظم نے فقہ اکبر میں اور ملا علی قاری نے اسکی شرح میں فرمایا ہے:

و خروج الدجال و یاجوج و ماجوج کما قال تعالی حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج و هم من کل حدب ینسلون ۔ و طلوع الشمس من مغربها کما قال تعالی یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً و نزول عیسی من السماء قال الله تعالی انه لعلم الساعة و قال و ان من اهل الکتاب الا لیئومنن به قبل موته ای قبل موت عیسی علیه السلام بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة و هی ملة الاسلام الحنیفیة و فی نسخة قدم طلوع الشمس علی البقیة و علی تقدیره قالوا او المطلق الجمعیة و الا فترتیب القضیة ان المهدی یظهر اولا فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال و یحصره فی ذالك الحال فینزل عیسی علیه السلام من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام و یجیء الی قتال الدجال فیقتله بضربة فی الحال فانه یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسی علیه السلام من السماء فیجتمع علیه السلام بالمهدی و قد اقیمت الصلوة فیشیر المهدی لعیسی علیه السلام بالتقدم فیمتنع معللا بان هذه الصلوة اقیمت لك فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام و یقتدی به لیظهر متابعته لنبینا علیه السلام کما اشار الی هذا المعنی صلی الله علیه و سلم بقوله لو کان موسی حیاً لما وسعه الا اتباعی و قد بینت وجه ذالك

عـنـد قـو له تعا لی و اذ اخذ الله میثا ق النبیین لما اتیتکم من کتا ب و حکمة ثم جا ء کـم رسـول ۔ ا لآ یه ۔ فی شر ح الشفاء و غیره و قد ورد انه یبقی فی ا لا ر ض اربعین سـنة ثـم یـمو ت و یـصـلـی عـلیـه المسلمو ن و ید فنو ن علی ما رواه الطیا لسی فی مسـنـده و روی غیـره انـه یـد فـن بیـن النبی ﷺ و الصدیق و روی انه ید فن بعد الشیـخیـن فهـنیـئـاً لـلـشیـخیـن حیث اکتفنا با لنبیین ۔ و فی روا یة انه یمکث سبع سـنین و قیل و هی ا لا صح و المراد بار بعین فی الروا یة ا لاولی مد ة مکثه و بعده فا نه رفع و له ثلا ث و ثلا ثو ن سنة ۔ ... حتی کا ین ای ثا بت و امر قوی (شر ح فقه اکبر) کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے کہ وہ ہر بلندی سے دوڑیں گے، اور آفتاب کا جانب مغرب سے طلوع کرنا جس کا اس آیت میں ذکر ہے کہ جس وقت خدا کی بعض نشانیاں آویں گی اس دن کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا اس کا ایمان نفع نہ دے گا، اور حضرت عیسی کا آسمان سے نازل ہونا، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ وہ (یعنی حضرت عیسی) قیامت کی ایک نشانی یا اس کے علم وشناخت کی ایک دلیل ہیں اور ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو حضرت عیسی پر ان کی موت سے پہلے یعنی قیامت کے قریب ایمان نہ لائے گا۔ اور اس وقت سبھی دین وملت ایک دین (اسلام) ہو جائے گا۔ یہ سب امور حق اور ثابت ہیں۔ فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں آفتاب کے مغرب سے نکلنے کا ذکر باقی امور سے پہلے ہوا ہے۔ اس صورت میں واؤ حرف عطف مطلق جمیعت کے لئے ہوا۔ اور ترتیب امور مذکورہ کی اس طرح پر ہوگی کہ اول امام مہدی حرمین میں ظاہر ہوں گے، پھر وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ اس وقت دجال آئے گا اور اس کا محاصرہ کرلے گا پھر حضرت عیسی دمشق کے مشرقی کنارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے اور دجال کے قتل کی طرف متوجہ ہوکر ایک ہی وار سے اس کو مار ڈالیں گے۔ وہ ان کے اترنے کے وقت نمک کی طرح پگھلنے لگے گا (مگر اس کی جان انہیں کے ہاتھ سے نکلے گی) پھر حضرت عیسی اور مہدی ایک جگہ جمع ہوں گے اور نماز کیلئے تکبیر ہوگی تو حضرت مہدی حضرت عیسی کی طرف نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ اس سے انکار کریں گے یہ کہہ کر کہ آپ ہی کی امامت کیلئے یہ تکبیر ہوئی ہے لہذا آپ ہی اس کے مستحق ہیں اور خود ان کے مقتدی بن جائیں گے

تا کہ معلوم ہو کہ وہ آنحضرت کے تابعین میں سے ہیں۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی سے چارہ نہ ہوتا۔ اس کی وجہ اس قول خداوندی کی شرح میں بیان ہوئی ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ تمہارے پاس میرا رسول (یعنی محمد ﷺ) آوے تو تم پر اس کا ماننا اور مدد کرنا ضروری ہوگا۔ شفاء کی شرح وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح زمین میں چالیس برس رہیں گے اور پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے۔ یہ ابوداؤد طیالسی کی مسند میں روائت ہے، اوروں کی روایت میں ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت صدیق اکبر کی قبر کے بیچ میں دفن کئے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ شیخین (صدیق اکبر اور فاروق) کی قبر کے بعد دفن کئے جائیں گے۔ اس صورت میں شیخین کے لئے مژدہ کہ شیخین دونبیوں (آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح) کے بیچ میں مدفون ہوں گے، بعض کا قول ہے کہ وہ زمین میں سات سال رہیں گے اور یہی صحیح ترین اقوال سے ہے اور چالیس سال ٹھہرنے کی روایت سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ بعد نزول سات برس رہیں گے کیونکہ ازانجملہ تینتیس برس انہوں نے آسمان پر جانے سے پہلے دنیا میں بسر کئے اور جب وہ اٹھائے گئے تھے تو ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔

اور شرح عقائد نسفی میں ہے: و ما اخبر به النبی علیه السلام من اشراط الساعة ای من علاماتها من خروج الدجال و دابة الارض و یاجوج و ماجوج و نزول عیسی من السماء و طلوع الشمس من مغربها فهو حق لانها امور ممکنة اخبر بها الصادق قال حذیفه بن اسید الغفاری طلع النبی ﷺ علینا و نحن نتذاکر فقال ما تذکرون ۔ قلنا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان و الدجال و الدابة و طلوع الشمس من مغربها و نزول عیسی بن مریم و خروج یاجوج ماجوج و ثلاثة خسوف ۔ الخ (شرح عقائد) کہ آنحضرت ﷺ نے جو علامات قیامت (یعنی قیامت سے پہلے آنیوالی چیزوں) کی خبر دی ہے یعنی دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نازل ہونا اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (وغیرہ) وہ حق (واقع ہونے والے) ہیں کیونکہ یہ ایسے

امور ہیں جو ممکن الوقوع ہیں اور مخبر صادق (آنحضرت ﷺ) نے ان کے وقوع کی خبر دی ہے۔ حذیفہ بن اسید غفاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دن تشریف لائے۔ ہم کچھ مذاکرہ کررہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کیا ذکر کررہے ہو۔ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت نہ ہوگی جب تک تم دس نشان اس سے پہلے نہ دیکھ لو گے۔ پھر آپ نے دخان، دجال، دابۃ الارض، طلوع آفتاب از جانب مغرب، نزول عیسی۔ خروج یاجوج ماجوج اور زمین کا خسوف، اور یمن سے نکلنے والی آگ کا ذکر فرمایا۔

یہ حدیث حذیفہ بن اسید کی جس کا شرح عقائد میں حوالہ دیا گیا ہے صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۹۳ مروی ہے اور صحاح میں ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی تاویلات مذکورہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نزول عیسی علیہ السلام کے عنوان سے ایک باب منعقد کر کے اس میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا یہ مضمون ہے: قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد ۔ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا و ما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ و اقرئوا ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیئو منن بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (بخاری۔ ص ۴۹۰ ۔ مسلم۔ ص ۸۷) کہ عنقریب عیسی ابن مریم حاکم عادل اتریں گے، صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کرینگے وغیرہ۔ اس حدیث کے آخر میں راوی حدیث ابو ہریرہ کا یہ قول منقول ہے کہ چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کیلئے) یہ آیت پڑھ لو جس میں ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے ایسا کوئی نہ ہوگا جو عیسی کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لائیگا۔

اور اس میں بالاتفاق اہل اسلام و گروہ مسیحائی میرزائی بہ کی ضمیر سے حضرت عیسی مراد ہیں۔ اگر چہ موتہ کی ضمیر سے مراد میں اختلاف ہے۔ اس سے بلانزاع و بے اختلاف ثابت ہے کہ اس حدیث میں راوی ابو ہریرہ اور اس کے مخرجین امام بخاری و مسلم کے نزدیک عیسی ابن مریم ہی کا نزول مراد ہے، نہ کسی اور نام کے عیسی یا مثالی مسیح کا۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: قولہ ثم یقول ابو هريرة اقرئوا ان شئتم و ان من اهل الكتاب الا ليئومنن به قبل موته ففيه دلالة ظاهرة على ان مذهب ابی هريرة فی الآية ان الضمير فی موته يعود على عيسى (شرح مسلم) کہ ابو ہریرہؓ کے اس قول سے کہ چاہو تو یہ فرمان خداوندی پڑھ لو و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته صاف سمجھا جاتا ہے کہ ابو ہریرہ کا اس آیت مے یہی قول تھا کہ اس میں لفظ موته کی ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے۔

اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث دمشقی میں جس آنے والے مسیح کا ذکر ہے اس کے نام کے ساتھ جا بجا نبی الله کا لفظ وارد ہے ایک جگہ پر فيحصر نبی الله ایک جگہ يهبط نبی الله دو جگہ فيرغب نبی الله ۔ چنانچہ ارشاد ہے: و يحصر نبی الله عيسى عليه السلام اصحابه حتى يكون راس الثور لاحدهم خيراً من مأة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبی الله عيسى و اصحابه فيرسل الله عليهم النغف فی رقابهم ۔ فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبی الله عيسى عليه السلام يدعوا اصحابه الى الارض فلا يجدون فی الارض موضع شبرا الاملاه زهمهم و نتنهم فيرغب نبی الله عيسى عليه السلام و اصحابه کہ خدا کے نبی عیسی اور ان کے ساتھ والے (یاجوج ماجوج کے) محاصرہ میں آ جائیں گے۔ اس وقت گائے کی سری (کھانے کے لئے) سو دینار سے ان کو بہتر معلوم ہوگی۔ پھر خدا کے نبی عیسی اور آپ کے ساتھ والے خدا کی جناب میں رغبت (دعا) کریں گے تو خدا تعالی یاجوج ماجوج کی گردنوں میں پھوڑا پیدا کر دے گا پھر وہ سب کے سب ایسے مر جائیں گے جیسے ایک جان مرتی ہے۔ پھر خدا کے نبی عیسی پہاڑ سے اتر آئیں گے اور اپنے ساتھ والوں کو بلائیں گے تو زمین پر بالشت بھر ایسی جگہ نہ پائیں گے جو ان کی نعشوں اور بدبوؤں سے بھری نہ ہوگی۔ پھر خدا کے نبی عیسی اور انکے ساتھ والے خدا سے دعا مانگیں گے، (مسلم)

یہ الفاظ بھی صاف شاہد و ناطق ہیں کہ جس مسیح کے نزول کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ اللہ کا نبی ہوگا، نہ کوئی اور نام کا عیسی یا مثالی مسیح۔

اور سنن ابوداؤد میں آنے والے مسیح کا ذکر ہوا ہے تو اس میں بھی آنے والے مسیح کو پہلے نبی کہا ہے پھر اس کے نزول کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے روائت ہے: عن ابی هريرة عن النبی ﷺ انه قال ليس بينی و بينه (يعنی عيسى) نبی و انه نازل (ابو دائود۔ ص ۲۳۸) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا اور وہ اترنے والے ہیں

اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہے نہ کوئی نام کا یا مثالی مسیح

اس قسم کی روایات کتب حدیث میں اور بہت ہیں (مثلاً ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۹ میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عیسی نے فرمایا کہ خدا تعالی نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے تجھے دنیا میں بھیجوں گا۔ پھر میں اتروں گا اور دجال کو قتل کروں گا) جن میں گروہ قادیانی کی سابق تاویلات کا دخل نہیں ہے، ہاں ان احادیث کو آپ برملا موضوع قرار دے دیں یا اس میں یہ نئی تاویل کریں کہ آنیوالے مسیح کو جو نبی کہا گیا ہے تو اس سے قادیانی نبی مراد ہے کیونکہ وہ محدث ہے اور محدث بھی ایک قسم کا نبی ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نبی سے محدث مراد ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کی نفی نہ کرتے اور نہ فرماتے کہ میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں، کیونکہ محدث تو آنحضرت ﷺ اور آنیوالے مسیح کے درمیان بہت ہو چکے ہیں۔

لیلۃ القدر اور سجود آدم کے ظاہری معانی پر محمول ہونے میں جو اقوال علمائے اسلام ہیں ان کی نقل کی اس مقام پر ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمام لوگوں میں معروف ومشہور ہیں۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ان احادیث نزول حضرت مسیح وخروج دجال ویاجوج ماجوج میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع کی تاویل ملحدانہ ہے۔ اور تمام اہل اسلام میں جو ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں ان کے وہی معنی مراد ہونا مسلّم ہے جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے جو اس تاویل وتحریف کو تجدید دین ومغز شریعت قرار دیا ہے یہ اس کے الحاد پر ایک اور دلیل ہے۔ تجدید دین یہ نہیں ہے کہ عقائد و مسائل اسلام کے ایسے معانی کئے جائیں جو نہ صحابہ کے خیال میں آئے ہوں، نہ تابعین کے، اور نہ ظاہر الفاظ نصوص سے سمجھ میں آتے ہوں، اور نہ قرون ثلاثہ میں تسلیم کئے گئے ہوں۔ ایسے معانی کا بیان تو احداث کہلاتا ہے، بلکہ تجدید کے معنی یہ ہیں کہ جو اصول ومسائل (عقائد واعمال) ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوں اور قرون

ثلاثہ میں تسلیم کیئے گئے ہوں، مگر لوگوں کی غفلت یا ناواقفی سے متروک ومہجور ہو گئے ہوں، ان کو از سر نو زندہ کر کے رواج دیا جائے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ تجدید دین کا حکم وارد ہے اور احداث سے ممانعت آچکی ہے۔ ان دونوں کو باہم متوافق کرنے سے صاف ثابت ہے کہ تجدید دین اسی صورت میں مطلوب شارع ہے جس میں احداث نہ پایا جائے۔

اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ تجدید دین ظاہری علوم سے نہیں ہو سکتی یہ اس کے الحاد پر ایک اور دلیل ہے۔ تجدید احیاء وترویج اصول ومسائل اسلام کا نام ہے تو ظاہری علوم اسلام اور علوم مسائل اسلامیہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ الحادات اور باطنیہ خیالات کی اشاعت تجدید ہوتی تو وہ ظاہری علوم کے بغیر بھی ممکن تھی۔

مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے جو آنے والے مسیح کی بعض ایسی صفات بیان کی ہیں جو ان کے زعم میں حضرت مسیح علیہ السلام میں نہیں پائی جاتیں صرف قادیانی میں پائی جاتی ہیں، ان کے بیان میں انہوں نے کذب وتدلیس سے خوب کام لیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ آنیوالے مسیح کی نسبت یہ کہیں بیان نہ ہوا تھا کہ وہ فارسی الاصل ہوگا، اور نہ یہ ثابت ہے کہ مغل لوگ (جن میں قادیانی صاحب ہیں) فارسی الاصل ہیں۔ ایسا ہی کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آنے والہ مسیح صرف ایک مسلمان امتی ہوگا اور نبی نہ ہوگا۔ یہ بات صرف قادیانی اور اسکے حواریوں کی من گھڑت ہے جسکو انہوں نے آنخضرت ﷺ پر ایک سوال جواب وضع کر کے اس سے نکالا ہے، جس کا بیان بضمن سوال کافی ہو چکا ہے۔

آنخضرت ﷺ نے تو متعدد حدیثوں میں آنیوالے مسیح کو نبی قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے منقول ہو چکا ہے۔

آنے والے مسیح کے بالوں کا سیدھا ہونا اور رنگ کا گندم گوں ہونا، جو انہوں نے بیان کیا ہے یہ حضرت مسیح بن مریم میں پایا جاتا ہے۔ آنخضرت ﷺ نے مسیح بن مریم کا بھی حلیہ بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا: وارا نی اللیل عند الکعبة فی المنا م فاذا ر جل آدم کاحسن ماتری من آدم الر جال تضر ب لمته بین منکبیه ر جل الشعر یقطر راسه ماء وا ضعاًیدیه علی منکبی ر جلین و هو یطوف با لبیت فقلت من هذا فقالوا هذا المسیح بن مر یم ۔ کہ میں نے (خواب میں) ایک خوبصورت شخص گندم گوں سیدھے بال والے کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟

تو جواب ملا کہ یہ مسیح بن مریم ہے۔

ہاں مجاہد کی حدیث میں حضرت ابن عمر سے یہ بھی بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسی کو سرخ رنگ و جعد دیکھا۔اس حدیث کی دست آویز سے مرزا قادیانی اوراس کے حواریوں نے یہ افتراء کیا ہے کہ عیسی یا مسیح بن مریم دو ہیں۔ایک حضرت عیسی بنی اسرائیل جن کو سرخ اور جعد کہا گیا ہے۔دوسرا آنے والا عیسی یا مسیح بن مریم جس کو گندم رنگ اور سیدھے بالوں والا کہا گیا ہے اور وہ آپ (قادیانی) ہیں۔مگر یہ نہ سوچا کہ یہ لفظی اختلاف یوں رفع ہوسکتا ہے، اور علمائے اسلام نے رفع کردیا ہے، کہ درحقیقت حضرت عیسی گندم رنگ وسیدھے بال والے تھے۔ایک روائت میں جو انکو سرخ رنگ اور جعد کہا گیا ہے تو اس سے مراد ہے کہ ان کا گندمی رنگ مائل بہ سرخی تھا اور جعودت آپ کے جسم میں تھی نہ بالوں میں۔حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے: ووقع فی روا یة سالم الآتیه فی نعت عیسی انه ادم سبط الشعر و فی الحدیث الذی قبله فی نعت عیسی انه جعد و الجعد ضدالبسط فیمکن ان یجمع بینهما با نه سبط الشعر و وصفه با لجعودة فی جسمه لا فی شعره و المراد بذا لك اجتماعه و اکتنازه و هذا الا ختلاف نظیر الاختلاف فی کو نه آدم اواحمر و الاحمر عند العرب الشدید البیاض مع الحمرة و الآدم الا سمر و یمکن الجمع بین الوصفین با نه احمر لو نه بسبب کا لتعب و هو فی الاصل السمر وقد وافق ابوهریره علی ان عیسی احمر ۔ الخ ۔ کہ سالم کی روائت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح کو سیدھے بال والا کہا ہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا ہے کہ وہ جعد تھے جو اس کی ضد ہے مگر ان دونوں روایتوں میں یوں موافقت ہوسکتی ہے کہ آپ کے بال تو سیدھے تھے مگر جعد ہونے کا جو ذکر ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ آپ کا بدن جعد یعنی کسا ہوا اور مضبوط تھا یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ آپ کی رنگت کی نسبت اختلاف ہوا ہے وہ گندم رنگ تھے یا سرخ رنگ جس سے یہ مراد ہوسکتی ہے وہ تھے تو گندم رنگ مگر کسی سبب سے وہ رنگ سرخ ہوگیا تھا۔

اور وفی روا یة عبد الر حمن بن آدم عن ابی هریره فی نعت عیسی انه مر بوع الی

الحمرة والبیاض ۔(فتح الباری۔ ج ٦ ص ٣٥٠) کہ ان کے رنگ میں سرخی وسپیدی دونوں موجود تھیں۔

کرمانیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے:

و یجوز ان یأول و یجمع بینھما با نہ لیس احمر صرا فا بل ھوما ئل الی الادمۃ (حاشیہ بخاری۔ ص ٤٨٩) کہ حضرت عیسیٰ کو سرخ وگندم رنگ کہنا یوں جمع ہوسکتا ہے کہ وہ صرف سرخ نہ تھے بلکہ سرخ رنگ مائل بگندم گونی تھے۔

اس اختلاف کی نظیر حضرت موسیٰ کی نعت میں دو متضاد صفتوں جسیم اور خفیف کا ورود ہے جس کو باہم یوں متوافق کیا گیا ہے: لاما نع ان یکو ن مع کو نہ خفیف اللحم جسیماً با لنسبۃ لطو لہ و لوکان غیرطویل لا جتمع لحمہ وکا ن جسیماً (فتح الباری۔ ج ٦ ص ٣٥٠) کہ وہ بلحاظ طول قامت جسیم تھے وہ چھوٹے قد کے ہوتے تو بھاری معلوم ہوتے۔

اس اختلاف سے کوئی یہ نہیں نکالتا کہ حضرت موسیٰ دو تھے، ایک جسیم اور دوسرے خفیف۔

اس کی دوسری نظیر خود آنحضرت ﷺ کی نعت وحلیہ میں یہ اختلاف لفظی ہے کہ ایک حدیث میں آپ کو ابیض (گورے رنگ والا) کہا گیا ہے چنانچہ صحیح بخاری (صفحہ ۱۳۷) میں آنحضرت ﷺ کی نعت میں ابوطالب کا شعر منقول ہے جس میں آپ ﷺ کو ابیض کہا گیا ہے

وابیض یستسقی الغمام بو جھہ ثمال الیتا می عصمۃ للاوا مل

اورشمائل ترمذی میں ہے : کان رسول اللہ ﷺ ابیض کا نما صیغ من فضۃ کان رسول اللہ ربقہ اسمراللون

اور کان رسول اللہ ﷺ ر جلاً مر بوعاً (شمائل ترمذی۔ص۴)

اور لم یکن بالجعد القطط و لابا لسبط کان ر جلا جعداً (شمائل ترمذی۔ص۷) کہ آپ ایسے گورے تھے کہ گویا چاندی سے بنائے گئے اور دوسری روائت میں آیا ہے کہ آپ گندم گوں رنگ تھے

اس اختلاف کو یوں ہی متوافق کیا گیا ہے کہ آپ سفید رنگ تھے مگر مائل بسرخی جس سے گندم گونی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ دیگر روایت میں صریح آچکا ہے۔ ایسا ہی آپ کے بالوں کو سیدھا بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ

شمائل ترمذی ہے۔اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ سیدھے بال والے نہ تھے۔جس کو یوں باہم متوافق کیا گیا ہے کہ آپ کے بال نہ بہت سیدھے تھے اور نہ بہت گھونگھر والے بلکہ ایسے سیدھے تھے کہ ان میں کسی قدر شکن پڑتی تھی۔مگر اس اختلاف رنگ اور موئے نبوی سے بھی کسی نے یہ نہیں نکالا کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو تھے۔ایک گورے رنگ کے، دوسرے گندمی رنگ کے۔یا ایک سیدھے بال والے دوسرے کسی قدر شکن دار بال والے۔ پس اس قسم کے لفظی اختلاف سے حضرت مسیح کیوں کر دو مسیح ہو سکتے ہیں۔

قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ کے لفظی اختلاف کے سبب ایک مسیح کو دو مسیح (ایک سرخ رنگ، گھونگھر والے بال کا، دوسرا گندم گوں، سیدھے بال والا) بنا دیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ صرف گندم گوں ہونے سے کوئی شخص مسیح نہیں ہو جاتا جہاں تک کہ بقیہ صفات مسیح اس میں نہ ہوں۔گندم گوں ہزاروں مسلمان بلکہ مذاہب غیر کے اشخاص موجود ہیں پھر کیا وہ صرف رنگت سے مسیح ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اتباع قادیانی سے کوئی شخص منصف وطالب حق ہو تو صرف اس ایک مغالطہ کی نظر سے اس کو دجال سمجھے اور اس کے اتباع سے دست بردار ہو جائے۔

اور قادیانی کی تجویز، پاک تثلیث، نصف عیسائیت ہے۔عیسائی لوگ باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔قادیانی صاحب خدا کی محبت (باپ) اور بندہ محبوب کی محبت (ماں) اور ان دونوں سے متولد روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔اب لوگوں کو عیسائی بنانے میں صرف ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے کہ اس تثلیث کے ساتھ توحید کو بھی ملا دیں اور ان تینوں کو ایک خدا کہہ دیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں، یہ بات آپ اس وقت نہیں کہتے تو آئندہ سال کہیں گے اور لوگوں کو پورا عیسائی بنائیں گے۔آپ کا یہ ارادہ نہ ہوتا تو حرف تثلیث آپ کی تحریر میں نہ آتا اور نہ اس کو پاک کہا جاتا۔

مرزا قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری عیسائیت ہے۔ نحن ابناء الله واحبائه (المائدہ)۔بائیبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے ومطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے۔اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، اسی کی طرف مشعر ہے۔مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقۃً خدا کا بیٹا

قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن واسلام آیا اور اس محاورہ کو اٹھایا۔ اور بیٹے بیٹی کی نسبت سے (استعارہ کے طور پر کیوں نہ ہو) خدا کی پاکی کا اظہار فرمایا۔ اب قادیانی صاحب پھر اس محاورہ کو مسلمانوں میں قائم کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی فکر میں ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور قادیانی کا محدث ہونے کا دعوی کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور ختم نبوت ونبوت کلی وتشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوت جزئی کے دروازہ کو مفتوح کہنا، ان نصوص قرآن وحدیث سے انکار ہے جو مطلق نبوت کو ختم کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت وخاتم النبیین اپنے اطلاق وعموم کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر مطلق نبوت کو ختم کرتی اور صاف بتاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہو سکے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے اس کلام کے اطلاق وعموم کے ساتھ بھی مطلق نبوت کو ختم کیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ محدثین سابقین اور محدث امت محمدیہ حضرت عمر فاروق کا نبی نہ ہونا ظاہر فرما دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں آیا ہے: عن النبی ﷺ قال کانت بنواسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء (بخاری ص ۴۹۱) کہ بنی اسرائیل کی سرداری انبیاء کرتے۔ جب کوئی نبی ان میں فوت ہو جاتا تو اس کا جانشین بھی دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، صرف خلفاء ہوں گے۔

ابوداؤد کی حدیث میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ میری امت میں تیس ایسے جھوٹے ہوں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے حالانکہ میں نبیوں کا خاتم ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ہاں میری امت میں ایک جماعت حق پر قائم رہے گی جن کو ان کا مخالف ضرر نہ پہنچائے گا۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

ان ارشادات نبویہ کے جملہ لا نبی بعدی میں لفظ نبی نکرہ ہے، جو نفی لا کے نیچے داخل ہے اور وہ مفید عموم واستغراق ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا کوئی نہ ہوگا جس پر لفظ نبی بولا جا سکے۔

اب خصوصیت کے ساتھ محدث کا نبی نہ ہونا آپ ﷺ کے کلام سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں آیا ہے: قال النبی ﷺ لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس

محدثون فان يك فی امتی احد فانه عمر ۔ قال النبی ﷺ قد كان فيمن قبلكم من بنی اسرائيل رجال يكلمو ن من غير ان يكو نوا انبياء فا ن يك فی امتی منهم احد فعمر ۔ قال ابن عباس من نبی و لا محدث ۔ (بخاری ۔ ص ٥٢١) تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوتے تھے۔اس امت میں محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

یہ بھی آپ ﷺ سے ان کتابوں میں منقول ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے اور وہ خدا سے یا ملائکہ سے ہم کلام (مخاطب) ہوتے ۔ میری امت میں ایسا کوئی ہے تو عمرؓ ہے ۔ابن عباسؓ کی روائت میں آیت و ماارسلنا من قبلك من رسول و لا نبی میں لفظ نبی کے بعد یہ لفظ و لا محدث بھی پڑھا گیا ہے۔اور صحیح مسلم میں لفظ محدث کی تفسیر ملہم سے ہوئی ہے۔

یہ اقوال نبوی صاف اور صریح ناطق ہیں کہ پہلی امتوں کے محدث باوجود یکہ وہ خدا تعالی یا ملائکہ کے ہم کلام ومخاطب ہوتے تھے، نبی نہ کہلاتے تھے ۔اب خاص محدث امت محمدیہ حضرت عمر فاروق کا نبی نہ ہونا آپ ﷺ کے کلام سے ثابت کیا جاتا ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لو كا ن بعد ی نبی لكا ن عمر ابن الخطا ب (ترمذی ۔ ٢٣٠) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت فاروقؓ ہوتے۔

اس سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں تھے اور اس لفظ کا اطلاق ان پر نہیں ہوسکتا، باوجود یکہ حدیث مذکورہ بالا میں ان کا محدث ہونا بیان ہو چکا ہے اور جب کہ آیہ قرآن کی عموم واطلاق سے اور ارشادات نبویہ کی عموم وخصوص دونوں سے ثابت ہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہوسکے اور محدثین سابقین اور اس امت کے تسلیم شدہ محدث نبی نہ کہلا سکے اور قرآن وحدیث نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔تو پھر قادیانی کا یہ دعوی کرنا کہ محدث ایک طرح کا نبی ہوتا ہے وبناءً علیہ وہ خود ایک قسم کا نبی ہے،ان نصوص صریحہ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

قادیانی کا ختم نبوت کو نبوت تشریعی اور کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دے کر اپنے لئے جزئی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کی کرتے اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے۔یہی امر اس کے

قصیدہ الہامیہ کے اشعار ذیل سے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲ وغیرہ میں منقول ہے، سمجھ میں آتا ہے

حکم است ز آسمان بزمیں مے رسانش   گر بشنوم نگویمش آں را کجا برم

من می زیم بوحی خدائے کہ بامن ست   پیغام اوست چوں نفس روح پرورم

من نیستم رسول و نہ آوردہ ام کتاب   ہاں ملہم ہستم وز خداوند منذرم

(ہر چندان ابیات میں آپ نے رسول ہونیکی نفی کی ہے، مگر سرورق ازالہ اوہام پر اپنے حق میں لفظ مرسل یزدانی لکھوا کر چھپوا دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ درحقیقت آپ کو رسالت کا بھی دعوی ہے۔ اوران ابیات میں نفی صرف دھوکہ ہے۔ اس پر ایک روشن اور قطعی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اپنا رسول مبشر بزبان حضرت مسیح ہونا آپ نے بزعم خود قرآن سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسی بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیا ہے و کان اللہ علی کل شیء قدیرا۔ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جلالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد (خود بدولت) جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے۔

اور جس فرمان کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آپ نے بیان کیا اور فرمایا ہے: اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا اور اپنے الہام میں فرمادیا جعلناك المسیح ابن مریم۔

یہ عبارت صاف ناطق ہے کہ آپ اپنے آپ کو بہ شہادت قرآن، رسول سمجھتے ہیں۔ پھر اس بیت میں اپنی رسالت سے انکار مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور الزام دعوی رسالت سے بچنے کے سوا کیا معنی رکھتا ہے؟)

یہ ابیات صاف پکار رہے ہیں کہ آپ نبی ہیں، صاحب وحی ہیں، منذر ہیں، پیغمبر ہیں۔ سب کچھ ہیں، صرف کسر ہے تو اتنی ہے کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے، بلکہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں اور اس میں عموم وخصوص نصوص قرآنیہ ونبویہ مذکورہ بالا سے صاف انکار ہے۔ اور یہ دعوی نبوت و تکذیب نصوص قادیانی کے دجال وکذاب ہونے پر بڑی روشن وقوی دلیل ہے۔

ایسے ہی کاذب مدعی نبوت کو آنحضرت ﷺ نے دجال فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور ابی داؤد میں صاف تصریح ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے منقول ہے: لا تقوم الساعة حتی یبعث

دجالـو ن كـذابـو ن قريباً من ثلاثين كلهم يزعمون انه رسو ل الله (بخاری۔ ص ۵۰۹ ، مسلم۔ ص ۳۹۷ جلد۲) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک کہ تقریباً تیس دجال کذاب پیدا نہ ہوں جو دعوی کریں گے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔

صحیح مسلم (ج ا ص ۱۰) میں یہ بھی حدیث ہے:

قال رسول الله ﷺ يكو ن فى آخر الزما ن د جالون كذابون يأتو نكم من الاحـاديث بمالم تسمعوا انتم و لا آباء كم فاياكم واياهم لا يضلو نكم ولايفتنو نكم کہ سوال اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسے دجال کذاب پیدا ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جن کو تم نے نہ سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ ان سے بچتے رہنا وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور کسی بلا میں نہ ڈال دیں۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے: قـال ثعلب كل كذاب فهودجال وقيل الدجا ل المموه يقال د جال فلا ن اذا موه ودجل الحق بباطله اى اعطاه (شرح مسلم۔ ص ۱۰ ج ۱) کہ ثعلب نے کہا جو جھوٹا ہو وہ دجال ہے۔ بعض نے کہا دجال وہ ہے جو باطل پر حق کا ملمع چڑھاوے، یا حق کو باطل سے ڈھانپ دے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قـد ظهـر مـصـداق ذا لك فـى آخر زمن النبى ﷺ فخر ج مسيلمة باليمامة واسـود العنسى با ليمن ثم خر ج فى خلافة ابى بكر طليحه بن خو يلد فى بنى اسد بـن خـزيـمـه وسجاح التميميه فى بنى تميم ۔ وقتل الاسود قبل ان يموت النبى ﷺ وقتـل المسيلمه فى خلافة ابى بكر و تاب طليحه و ما ت على ا لاسلا م على الصخيح فـى خـلا فة عـمـر و نـقل ان السجاح ايضاً ثابت واخبار هئولاء مشهورة عندالاخبار يين ثـم كـا ن اول مـن خـر ج منهم المختار بن ابى عبيد الثقفى غلب على الكوفه فى اول خـلافة بـن زبيـر ۔ فاظهر محبت اهل البيت و عدا الناس الى طلب قتلة الحسين فتبعهـم فـقتـل كثيـر مـمـن بـاشـر ذا لك او اعـان عـليـه فاحبه الناس ثم انه زين له

الشيطان ان ادعى النبوة وزعم ان جبرائيل يأتيه ۔ فروى ابوداؤد الطيالسى باسنادصحيح عن رفاعة بن شداد قال كنت ابطن شيء بالمختار فدخلت عليه يوماً فقال دخلت وقد قام جبرئيل قبل من هذاالكرسى ۔ و روى يعقوب بن سفيان باسناد حسن عن الشعبى ان الاحنف بن قيس اراه كتاب المختار اليه يذكر انه نبى و روى ابوداؤد فى السنن من طريق ابراهيم النخعى قال قلت العبيدة بن عمرو اترى المختار منهم قال اما انه من الرئوس وقتل المختار سنة بضع وستين و منهم الحراث الكذاب خرج فى خلافة عبدالملك بن مروان فقتل وخرج فى خلافة بنى العباس جماعة ۔ (فتح البارى ۔ ص ٤٥٤ ج ٦) کہ اس حدیث کا صدق آنحضرت ﷺ ہی کے آخر زمانہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ایسا نکلا۔ یمن میں اسود عنسی ۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے دور میں طلیحہ اور سجاح نکلے ۔ اسود تو آنحضرت ﷺ کی رحلت سے پہلے مارا گیا۔ اور مسیلمہ خلافت ابوبکر میں، اور طلیحہ تائب ہوا اور اسلام کی حالت میں مرا اور سجاح بھی تائب ہوئی ۔ ان کے حالات اہل تاریخ جانتے ہیں ۔ ان سب کے بعد پہلے مختار بن عبید نکلا۔ اس نے ابن زبیر کی شروع خلافت میں کوفہ پر غلبہ پایا۔ سو پہلے تو اس نے محبت اہل بیت کا اظہار کیا اور اس کی طرف لوگوں کو بلایا پھر یہ دعوی کیا کہ میرے پاس جبرائیل آتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد الطیالسی نے رفاعہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن مختار کے پاس گیا تو وہ بولا کہ ابھی اس کرسی سے جبرائیل اٹھ کر گئے ہیں۔ یعقوب بن سفیان نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ احنف ابن قیس نے ان کو مختار کا ایک خط دکھایا جس میں اس نے اپنی نبوت کا ذکر کیا تھا۔ ابوداؤد نے سنن میں عبیدہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ مختار ان مدعیان نبوت کا سردار تھا ۔ یہ مختار ٦٠ ھ میں مارا گیا اور من جملہ ان کے حارث کذاب ہے جو خلافت عبدالملک بن مروان میں نکلا اور مارا گیا۔

غلام احمد قادیانی کا یہ بھی حال سنا گیا ہے کہ وہ اپنے مریدوں میں بیٹھ کر دعوی کیا کرتا ہے کہ جبرائیل میرے سامنے کھڑے ہیں، جو کچھ مجھ سے کہتے ہیں میں وہی لوگوں کو سناتا ہوں (جبرائیل کے سامنے کھڑے ہونے سے آپکی مراد یہ ہے کہ جبرائیل کی عکسی تصویر کھڑی ہے، نہ ذات جبرائیل ۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ پر نزول جبریل سے وہ عکسی تصویر مراد لیتے

ہیں۔یا شائد اپنے پاس جبرائیل کا بذات خود آنا جائز رکھتے ہوں۔مگر یہ آپ کے اس اصول کے برخلاف ہے کہ جبرائیل اپنے ہیڈ کوارٹر سے جدا نہیں ہوتا)

اس الزام کے جواب میں شائد مرزا قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں۔اول یہ کہ ہر چند مرزا قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعوی مراد ہے، نہ حقیقۃً اور معناً نبی ہونے کا دعوی۔اس میں اس پر زیادہ سے زیادہ الزام قائم ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے حق میں لفظ نبی کا اطلاق کیا اور اس میں الفاظ نصوص مذکورہ کا خلاف کیا، نہ یہ الزام کہ وہ حقیقۃً نبوت کا مدعی ہے۔

عذر دوم یہ کہ ان احادیث میں ان لوگوں کو دجال وکذاب کہا گیا ہے جو نبوت خاتم النبیین کے مقابلہ میں نبوت کا دعوی کریں اور مستقل نبی کہلاویں جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود وغیرہ سے وقوع میں آیا ہے، اور قادیانی تو نبوت مستقلہ کا دعوی نہیں کرتے بلکہ آنخضرت ﷺ کی پیروی کے ساتھ دعوی نبوت کرتے ہیں۔ لہذا وہ ان احادیث کے مصداق نہیں ہوسکتے اور نہ دجال کذاب کہلانے کے مستحق ہیں۔

ان دونوں عذر میں سے پہلے عذر کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہہ دی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوی ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اسی محدثیت کے معنی سے نبوت کا وہ مدعی ہے، مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنی ایسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کردی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہوسکتا۔

اس کی عبارت توضیح مرام میں صاف تصریح ہے کہ محدث جزئی طور پر ایک نبی ہی ہے۔کیونکہ وہ خداتعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔امور غیبیہ اس پر کھولے جاتے ہیں اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں ، الی قال ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ جس سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک محدث کے وہی معنی اور اس کی وہی حقیقت ہے جو

نبی کے معنی اور حقیقت ہے۔ اور محدث اور نبی آپ کے نزدیک صدق وتحقق میں مساوی ہیں۔ یا نبی عام ہے اور محدث ایک نوع خاص۔ اور اس سے یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے صرف لفظی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور اس میں صرف لفظی غلطی کا ارتکاب نہیں فرمایا بلکہ آپ معنی نبوت کو اپنی ذات شریف میں متحقق سمجھتے ہیں اور حقیقۃً اور معناً نبی ہونے کے مدعی ہیں اور عبارت منقولہ (بمقام دیگر) میں آپ کا مرسل رسول کہلوانا بھی اس کا مئوید ہے۔

دوسرے عذر کا جواب یہ ہے کہ نبوت جس کے مدعی کو آنحضرت ﷺ نے دجال کہا ہے نبوت مستقلہ سے مخصوص نہیں۔ یہ تخصیص نہ احادیث مذکورہ میں وارد ہے اور نہ اور کہیں اس کا وجود ہے۔ اور اطلاق نصوص مذکورہ سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر مستقلہ کا مدعی بھی ویسا ہی دجال وکذاب ہے جیسا کہ مدعی نبوت مستقلہ۔ اور ابوداؤد کی حدیث مذکورہ اپنے سیاق وصراحت سے بتا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسے نبی بھی نہ ہوں گے جیسے بنی اسرائیل میں ہوتے تھے (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پچھلی شریعت کی پیروی کرتے) کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے ہی نبیوں کو ذکر فرما کر اپنے بعد نبی آنے کی نفی کی ہے

اس حدیث کا سیاق اور احادیث سابقہ کا اطلاق صاف بتا رہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اور نبی کہلائے، گو دعویٰ استقلال نبوت نہ کرے بلکہ پیروی خاتم النبین کا مدعی ہو، وہ دجال وکذاب ہے اور احادیث مذکورہ کا مصداق۔ مرزا صاحب قادیانی ان احادیث کے اطلاق وسیاق میں بلا دلیل تخصیص کرینگے اور نبی غیر مستقل کہلا کر ان احادیث کے مضمون سے اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار دیں گے تو یہ ان کے دجال ہونے پر ایک اور دلیل ہوگی۔

علاوہ بریں قادیانی کا یہ دعویٰ اتباع آنحضرت ﷺ اور عدم استقلال دعویٰ رسالت بھی چند روز تک ہی معلوم ہوتا ہے۔ جب آپ یہ دعویٰ نبوت تبعی غیر استقلالی آپ کے مریدوں میں بلا خوف مانا گیا تو دعویٰ نبوت مستقلہ بھی آپ سے بعید نہیں ہے۔ جیسا کہ مختار سے وقوع میں آیا تھا۔ چنانچہ فتح الباری کی عبارت میں گذرا اور ایسا ہی دجال موعود سے وقوع میں آئے گا۔ چنانچہ طبرانی کی روائت میں ہے

واماالذی یدعیه فانه یخرج اولا فیدعی الایمان والصلاح ثم یدعی النبوة ثم یدعی الالهیة کما اخرج الطبرانی من طریق سلیمان ابن شهاب قال نزل علی

عبداللہ ابن المعتمر وکا ن صحا بیاً فحدثنی عن النبی ﷺ انه قال الدجال لیس فیه خفاء یجیء من قبل المشرق فیدعوا الی الدین فیتبع و یظهر فلایزال حتی یقد م الکوفة فیظهر الدین والعمل به فیتبع وبعث علی ذالك ثم یدعی انه نبی فیفرغ من ذالك کل ذی لب و یفارقه فیمکث بعدذالك فیقول انااللہ فتغشی عینه وتقطع اذ نه و یکتب بین عینیه کافر (فتح الباری) کہ دجال لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائے گا جب لوگ اس کے اس دعوی کے سبب پیرو ہو جائیں گے اور کوفہ وغیرہ میں اس کا تسلط اور تغلب ہو جائے گا تو پھر دعوی نبوت کرے گا جس سے عقل مند لوگ گھبرائیں گے اور اس سے جدا ہوں گے۔ پھر وہ دعوی خدائی کرے گا اس وقت اس کی آنکھ پر جھلی پیدا ہو گی یعنی وہ کانا ہو گا اور اس کی پیشانی پر لفظ کافر لکھا جائے۔

ایسا ہی قادیانی سے ڈر لگتا ہے کہ اب تو اس کو دعوت نبوت تبعی ہے، پھر دعوی نبوت مستقلہ ہو گا۔ پھر دعوی الوہیت۔ یہ گمان آپ کے حق میں بلا برہان نہیں ہے۔ آپ کے سابق حالات اس گمان پر روشن دلائل ہیں۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ نے یہ دعوی کیا تھا کہ جو پیشین گوئی غلبہ دین اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں وارد ہے۔ حضرت مسیح اس کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں اور ہم (خود بدولت) روحانی اور معقولی طور پر اس کے مصداق ہیں اور فرمایا تھا کہ جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا اس پیش گوئی میں وعدہ کیا گیا ہے وہ غلبہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا اور جب آپ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تب آپکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اقطار عالم میں پھیل جائیگا (دیکھو براہین احمدیہ۔ ص ۴۹۸ جلد ۴)

یہ بات آپ کی مسلمانوں میں مانی گئی تو آپ اب فرما رہے ہیں کہ مسیح گئے گذرے اور مر گئے۔ اب وہ دنیا میں نہیں آسکتے اور جو پیشین گوئیاں مسیح کے حق میں وارد ہیں وہ سر بسر آپکے حق میں ہیں، اور آپ ہی ان کے مصداق ہیں۔ پس اگر ایسا ہی چندروز کے بعد دعوی بنوت مستقلہ بلکہ الوہیت کاملہ آپ سے ظہور پاوے تو کون سے تعجب کا محل ہے۔

اس دعوی نبوت مستقلہ کرنے کا زمانہ آئندہ میں آپ کی نسبت کوئی گمان نہ کرے تو وہی نبوت تبعی اور جزئی (جس کے آپ برملا مدعی ہیں) آپ کے دجال ہونے کیلئے کافی دلیل ہے۔ نصوص مذکورہ صاف فیصلہ کرتے

ہیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد دعوی نبوت کرے (محدث ہی کیوں نہ کہلاتا ہو) وہ دجال وکذاب ہے۔

اس میں بھی کسی کو اشتباہ رہے تو اس کی فہمائش کے لئے صحیح مسلم کی دوسری حدیث اس کے دجال ہونے پر کافی دلیل ہے۔اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جو شخص ان کو ایسی باتیں (دین کے متعلق) سناوے جو ان کے بزرگوں سے نہ پہنچی ہوں تو وہ دجال ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اصول دین اور مسائل اعتقادیہ میں ایسی باتیں کہتا اور قرآن وحدیث کے ایسے معنی بیان کرتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے اصحاب کبار کے خواب میں بھی نہ آئے تھے اور نبوت ختم شدہ کو نبوت کلی اور تشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوت جزئی وغیر تشریعی کو اپنے لئے تجویز کرنا اسی قسم سے ہے۔پھر اس کے دجال وکذاب ہونے میں کیا شک ہے۔

قادیانی نے جو اپنے عقیدہ کفریہ بدعیہ پر حدیث مبشرات سے استدلال کیا ہے وہ اس کے عقیدہ کا مثبت نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی بے علمی ونافہمی پر ایک روشن دلیل ہے۔اس حدیث میں مبشرات یعنی مومنوں کے سچے خوابوں کو نبوت کا ایک جزء قرار دیا ہے نہ ایک نوع نبوت یا جزئی نبوت۔(چنانچہ بخاری کی حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ نبیوں کے خواب وحی ہیں یعنی وحی نبوت کا ایک نوع۔آنحضرت ﷺ کا یہ فرق کرنا اور مومنوں کے خواب کو جزء نبوت اور نبیوں کے خواب کو وحی، یعنی نوع وحی نبوت، قرار دینا صاف مشعر ہے کہ مومنوں کے خواب نبوت نہیں ہیں، بلکہ وہ جزء نبوت ہیں) اور یہ ظاہر ہے اور ادنی اہل علم کو معلوم ہے کہ جزء اور ہے، جزئی اور۔کسی چیز کی جزء پر اس کے کل کا حقیقۃً اطلاق نہیں ہوسکتا۔اور جزئی پر کلی کا اطلاق حقیقۃً ہوتا ہے۔جزئی میں کلی کا پورا تحقق ہوتا ہے۔ایسا ہی نوع میں جنس مع فصل پوری پائی جاتی ہے بلکہ خارج اور نفس الامر میں جزئی ہی موجود اور اپنی کلیات کا کل ہوتی ہے اور کلیات اس کے اجزاء ہوتے ہیں۔اور یہ امور جزء میں پائے نہیں جاتے، نہ ان میں کل کا پورا تحقق ہوتا، نہ وہ کل کا کل ہوتی ہے۔لہذا کوئی عقل مند جزء کو جزئی یا کلی کا ایک نوع نہیں کہہ سکتا۔مثلاً حقیقت انسان کی جزء حیوان کو کوئی شخص انسان نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کو جزئی انسان یا ایک نوع انسان قرار دے سکتا ہے۔اسی طرح کوئی شخص صرف شکر یا سرکہ کو سکنجبین نہیں کہہ سکتا، اور نہ ان اجزاء کو سکنجبین کا ایک قسم قرار دے سکتا ہے۔مرزا قادیانی نے اپنی بے علمی اور نافہمی سے اس بات کو

نہیں سمجھا اور جزء نبوت کو نوع نبوت اور نبوت جزئی قرار دیا ہے اور انکار نصوص ختم نبوت کا ارتکاب کیا ہے۔ ریاست بھوپال کا ملازم محمد احسن امروہی جو قادیانی کو علوم وحقائق کا دریائے ناپیدا کنار سمجھتا اور اپنے رسالہ اعلام میں اس کے حق میں لکھ چکا ہے۔ و لا ینتهی بحره الذی لاساحل له وہ اس بات کو غور سے سمجھے۔ اور اب بھی اس کو بے علم سمجھ کر اس کے اتباع سے ہاتھ اٹھائے۔ ورنہ تھوڑے دنوں بعد وہ سخت پچھتائے گا اور آخر اس کی اتباع سے دست بردار ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

اور قادیانی کا حضرت عیسی مسیح کا سولی پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآن وما قتلوه وما صلبوه سے انکار ہے اور اس میں آپ نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ تفسیر نیچری (سر سید احمد) نکالو اور اس امر کی تصدیق کر لو۔

ایسا ہی مرزا قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے بتاویل انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اور ان کی تاویلات میں نیچریوں کا اتباع ہے۔ اس بات میں قادیانی کا قانون قدرت سے استشہاد کرنا بھی اسی اعتقاد نیچریت کو ظاہر کرنا ہے۔ انسان کا تجربہ اور مشاہدہ خدا تعالی کی قدرت کا قانون نہیں ہوسکتا، اور اس کی قدرت انسان کے تجربہ ومشاہدہ میں محدود نہیں ہوسکتی۔ اس بات کا مرزا قادیانی خود پہلے مقر ہو چکا ہے اور اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۷ وغیرہ میں اپنے تجربہ کو قانون خداوندی قرار دینے والے کو کفر و بے ادبی و بے ایمانی کہہ چکا ہے۔

اور قادیانی کا بعض احادیث صحیحین کو موضوع کہنا بدعت وضلالت ہے اور ان تمام اہل اسلام کے مخالف جو احادیث صحیحین کو مانتے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے: اما الصحيحان فقد اتفق المحدثو ن على ان جميع ما فيهما من المتصل المر فوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهو ن امر هما فهومبتدع يتبع غيرسبيل المو منين کہ صحیحین کی مرفوع ومتصل حدیثوں کے صحیح ہونے اور ان کتب کے مؤلفوں تک بتواتر پہنچ جانے پر محدثوں کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اور اس امر پر ان کا اتفاق ہے کہ جو شخص ان کی شان کی توہین کرے وہ بدعتی ہے۔ مومنوں کی راہ کے مخالف راہ کا پیرو۔

اور قادیانی کا کشف کے ذریعہ سے حدیث صحیح بخاری کو موضوع قرار دینا اور بھی گمراہی ہے۔ غیر نبی کا کشف والہام حجت شرعی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے: والالهام المفسر بالقاء معنى القلب بطريق الفيض ليس من اسباب المعرفة بصحة الشيء عند اهل الحق (شرح عقائد نسفی ص ۴۵) کہ الہام جس کی تفسیر یہ ہے کسی کے دل میں بطور فیض کچھ القاء ہو۔ اہل حق (یعنی اہل سنت) کے نزدیک حقیقت اشیاء کے علم و معرفت کا وسیلہ نہیں ہے۔

ایسا ہی تلویح وغیرہ کتب اصول میں ہے۔ تو پھر وہ ایک حجت شرعی (یعنی حدیث صحیح) کا مبطل کیوں کر ہوسکتا ہے۔ وہ وداپنی صحت وقبولیت میں توافق قرآن وحدیث کا محتاج ہے۔

اور قادیانی کا حدیث کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت اور اہل بدعت کی علامت ہے۔ اہل سنت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے اور اس کے اجمال کی مبین۔

سنن دارمی کے صفحہ ۷۶ میں باب السنة قاضية على كتاب الله عقد کیا ہے اور اس میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے۔ پھر بعینہ یہ قول امام یحی ابن کثیر سے نقل کیا ہے اور اس کے صفحہ ۲۸ میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے:

عن عمر ابن الخطاب قال انه سيأتى ناس يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله کہ لوگ قرآن کی متشابہ آیات تمہارے سامنے پیش کرینگے، تم ان کو احادیث نبویہ سے پکڑنا کیونکہ قرآن کو بہتر جاننے والے اہلحدیث ہیں

اور امام شعرانی نے منہج میں کہا ہے: اجتمعت الامة على ان السنة قاضية على كتاب الله ۔ کہ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلف کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

اور قادیانی کا اپنی اتباع کو مدار نجات ٹھہرانا اور اس سے انکار کو موجب ہلاکت کہنا بھی سخت گمراہی ہے۔ اور اس میں بھی اس کا اپنے حق میں در پردہ نبوت کا دعوی ہے کیونکہ یہ دعوی صرف انبیاء علیهم السلام کو پہنچتا ہے جو سوء خاتمہ سے مامون ہیں۔ دوسروں کو، ولی ہی کیوں نہ ہوں، اپنی ہی نجات وحسن خاتمہ کا یقین نہیں ہے تو وہ دوسروں کو نجات کا یقین کیوں کر دلا سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں اکابر صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے اوپر نفاق کا ڈر رکھتے تھے: قال ابن ابی ملیکہ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی ﷺ کلھم یخاف النفاق علی نفسہ (صحیح بخاری) کہ اسود نے کہا کہ میں نے تیس اصحاب نبوی کو پایا، یعنی دیکھا، وہ سب کے سب اپنے حق میں نفاق کا ڈر رکھتے تھے۔

اور مشکوۃ میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ آپ مقبرہ (قبرستان) میں جاتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی۔ اسی نظر سے علمائے اسلام نے کہا ہے کہ ایمان بین الرجاء والخوف چاہیے۔ اور شرح عقائد کے صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ و الامن من اللہ تعالی کفر لانہ لایأ من مکراللہ الاالقوم الخاسرون ۔خدا کے مواخذہ سے بے خوف ہو جانا کفر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے خدا تعالی سے وہی لوگ بے ڈر ہوتے ہیں جو خسارہ میں ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۲۳۱ میں ہے: لایبلغ الولی درجۃ الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون من سوء الخاتمۃ (۔شرح عقائد۔) کہ ولی انبیاء کے درجہ کو نہیں پہنچتے کیونکہ انبیاء خاتمہ برا ہونے سے باامن ہوتے ہیں۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے: ورسول اللہ مات علی الایمان و لیس ھذا فی اصل شارح تصدر لھذا المیدان لکونہ ظاھرا فی معرض البیان ولایحتاج ذکرہ لعلوہ فی ھذا الشان و لعل مرام الامام علی تقدیر صحۃ و رود ھذاالکلام انہ ﷺ من حیث کونہ نبیاً من الانبیاء و ھم کلھم معصومون عن الکفر فی الابتداء و الانتھاء نعتقد انہ مات علی الایمان واماغیرہ من الاولیاء والعلماء والاصفیاء بالاعیان و لانجزم بموتھم علی الایمان وان ظھر منھم خوارق العادات و کمال الحالات و جمال انواع الطاعات فان مبنی امرہ علی الایمان و ھو مستور علی افراد الانسان و لھذا کانت العشرۃ المشرۃ وامثالھم خائفین من انقلاب احوالھم و سوء اعمالھم فی مآلھم کہ آنحضرت ﷺ کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اس مسئلہ کا بیان اہم مقام میں اس امر کے اظہار کی غرض

سے ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ چونکہ نبی ہیں اور نبی سب کے سب ابتداء عمر سے انتہاء تک کفر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ لہذا ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ ان کے سوا اور ولیوں کے ایمان پر خاتمہ ہونے کا ہم یقین نہیں کر سکتے۔ اگر چہ ان سے کرامات وکمال حالات اور انواع طاعات ظاہر ہوں، کیونکہ یہ یقین تب ہو جب کہ ان کا ایمان یقیناً ثابت ہو۔ اور یہ ایمان لوگوں پر مخفی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے عشرہ مبشرہ اور ان کے امثال اصحاب سوء خاتمہ سے ڈرتے رہے۔

اور جب اکابر اولیا کو یہ دعوی نہیں پہونچتا تو مرزا قادیانی (جو عقائد اور اقوال مذکورہ کی نظر سے دائرہ اسلام اور تسنن سے خارج ہے اور اس اعتقاد و اقوال کے ساتھ اس کا ولی ہونا ممکن نہیں ہے) کو یہ دعوی کب زیبا ہے۔

اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اعتقاد حیات مسیح علیہ السلام شرک کا ستون ہے، ان تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور آنحضرت ﷺ کے وقت سے اسوقت تک کے عام مسلمین کو جو مسیح کو زندہ سمجھتے اور قیامت سے پہلے انکے نزول کے معتقد ہیں، مشرک بنانا ہے۔ اور یہ امر جیسا کفر ہے، محتاج بیان نہیں ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں فتوی دیا، وہ صحیح ہے۔ کتاب وسنت واقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیں۔ نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں۔ اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کی اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، اگر انہیں اعتقادات واقوال پر یہ رحلت کرے۔ و اللہ الموفق للعمل والقبول۔

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین

(اس فتوی پر جن علماء نے تصدیقی وتائیدی دستخط فرمائے تھے ان کے اسماء گرامی ہماری کتاب تحریک ختم نبوت حصہ سوم میں درج کئے جا چکے ہیں۔ بہاء الدین)

فتویٰ تکفیر، قادیانی کی نظر میں

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب نشان آسمانی میں، شیخ بٹالوی صاحب کے فتویٰ تکفیر کی کیفیت، کے عنوان سے اشتہار دیا اور لکھا:

اس فتوی (تکفیر) کو اول سے آخر تک دیکھا جن الزامات کی بنا پر یہ فتوی لکھا ہے ان شاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ بایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ، بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور دجال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے بخارات نکال لیے جو دیانت اور امانت اور تقوی کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے اور جسقدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا اس صدمہ عظیم کا غم غلط کرنے کے لئے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کو تحفہ دیا تھا وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہل کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثیل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سن کر بہت ہی خوش ہونا چاہیے کیونکہ جیسا کہ خدا تعالی نے مجھ کو حقیقت دجالیہ کے ہلاک اور فانی کرنے کے لئے حقیقت عیسویہ سے متصف کیا ایسا ہی اس نے اس حقیقت کے متعلق جو جو نوازل و آفات تھے ان سے بھی خالی نہ رکھا۔ لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی اور وہ خیانت تین قسم کی ہے۔

اول یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتوی دینے کا منصب نہیں رکھتے وہ صرف مکفرین کی تعداد بڑھانے کیلئے مفتی قرار دیئے گئے۔ دوسری یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق و فجور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بڑے عالم متشرع متصور ہو کر ان کی مہریں لگائی گئیں۔ تیسرے ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے مگر واقعی طور پر اس فتوی پر انہوں نے مہر نہیں لگائی بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور افتراء سے خود بخود ان کا نام اس میں جڑ دیا۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت ہیں اگر بٹالوی صاحب یا کسی اور صاحب کو اس میں شک ہو تو وہ لاہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہم سے ثبوت مانگیں۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں ان مولویوں کا آبائی طریق یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات سن کر فی الفور اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں اور چونکہ خدا تعالی نے یہ عقل تو ان کو دی ہی نہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچیں اور اسرار غامضہ کی گہری حقیقت کو دریافت کر سکیں اس لئے اپنی نافہیم کی حالت میں تکفیر کی طرف دوڑتے ہیں اور اولیاء کرام میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی تکفیر سے باہر رہا ہو یہاں تک کہ اپنی مونہہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی مولوی تکفیر کریں گے اور ایسا ہی حضرت عیسی جب اتریں گے تو ان کی بھی تکفیر ہو گی۔ ان باتوں کا جواب یہی ہے کہ اے حضرات آپ لوگوں سے خدا کی پناہ۔ اوسبحانہ خود اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے ورنہ آپ لوگوں نے تو ڈائن کی طرح امت محمدیہ کے تمام اولیاء کرام کو کھا جانا چاہا ہے اور اپنی بدزبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑا نہ پچھلوں کو اور اپنے ہاتھ سے ان نشانیوں کو پورا کر رہے ہیں جو آپ ہی بتلا رہے ہیں۔ تعجب کہ یہ لوگ آپس میں بھی تو نیک ظن نہیں رکھتے تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ موحدین کی بے دینی پر مدار الحق میں شائد تین سو کے قریب مہر لگی تھے۔ پھر جب کہ تکفیر ایسی سستی ہے تو پھر ان کی تکفیروں سے کوئی کیونکر ڈرے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعل سازی سے بہت کام لیا ہے اور طرح طرح کے افتراء کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا۔ ص ۳۳۰۔ ۳۳۲)

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب دافع الوساوس (آئینہ کمالات اسلام) فتویٰ تکفیر کے جواب میں لکھی ہے جو سید نذیر حسینؒ نے مولانا بٹالویؒ کے استفتاء پر دیا تھا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے فتح اسلام وغیرہ کتابیں

لکھیں تو ان سے فائدہ ہونے کی بجائے بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر یک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتاء کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔ اور میاں نذیر حسین نے اس عاجز کو بلا توقف وتامل کافر ٹھہرادیا غرض بانی استفتاء بطالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دل جوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعائت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے اور عموماً تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلا تفتیش وتحقیق بٹالوی صاحب کے کفر نامہ پر مہریں لگا دیں جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے اسی پر یہ بھی دانت مارتی ہے یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علماء نے بھی اختیار کرلیا۔

(مقدمہ دافع الوساوس۔ص ۳۰۔۳۳ خزائن ج ۵)

اور یوں یہ ساری کتاب اسی فتوے کی تردید میں ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۱۶۲ سے ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کا اشتہار مباہلہ شروع ہوتا ہے جس کے مخاطب میاں نذیر حسین پھر مولانا بٹالوی اور پھر سب علماء مکفرین ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۲۸۹ پر بٹالوی صاحب کے نام مرزا صاحب کا خط ہے جو ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء کو لکھا گیا جس میں منذر الہام اور آسمانی فیصلہ کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد مولانا بٹالوی کا جواب ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کی طرف سے جواب الجواب ہے جو صفحہ ۳۲۶ تک چلتا ہے۔ اور اس کتاب کے صفحہ ۵۹۷ پر (روحانی خزائن جلد ۵) شیخ محمد حسین بٹالوی کے اس مضمون کا جواب ہے جو انہوں نے ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھ کر اپنے پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۵ میں شائع کیا تھا۔ یہ جواب صفحہ ۶۰۴ تک چلتا ہے۔

مرزا صاحب کی ایک تصنیف کا نام سراج منیر ہے جو ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مرزا صاحب نے سراج منیر کی تیاری کی خبر دی اور اس کی طباعت کے لیے کافی رقم اکٹھی کی۔ گیارہ سال بعد ۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء کو سراج منیر کے نام سے ۷۲ صفحات کا ایک رسالہ شائع کردیا جو سابقہ اعلان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا اور اسے بھی مفت تقسیم کرنے کے

بجائے قیمتاً فراہم کیا اور جمع شدہ رقم کا کوئی حساب نہیں دیا) اس میں اپنے مخالفین کے تذکرے میں آپ لکھتے ہیں: نذیر حسین دہلوی نے تکفیر کی بنیاد ڈالی۔ محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمے لے کر تمام مشاہیر اور غیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے (خزائن جلد ۱۲۔ سراج منیر ص ۷۰)۔ اور: شیخ محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے

(خزائن جلد ۱۲۔ سراج منیر۔ ص ۸۰)

اور مرزا قادیانی اپنے استفتاء میں لکھتے ہیں، ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے۔ فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ (خزائن جلد ۱۲ استفتاء ص ۱۳۰)۔ اور اپنے تحفہ گولڑویہ میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کا ذکر فرماتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں: اول المکفرین وہی تھے۔ اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔ (خزائن جلد ۱۷۔ تحفہ گولڑویہ ص ۲۱۵)۔ نیز فرماتے ہیں: اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتاء لکھنے والے (محمد حسین) کا نام فرعون رکھا اور فتویٰ دینے والے (نذیر حسین) کا نام جس نے اول فتویٰ دیا ہامان۔ (خزائن جلد ۱۷۔ تحفہ گولڑویہ ص ۶۷)

اور مرزا قادیانی نے اپنے لدھیانوی لیکچر میں فرمایا ہے کہ: محمد حسین نے میرے خلاف فتویٰ جاری کرایا اور اس فتوے کو ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں پھرایا گیا اور دو سو کے قریب مولویوں اور مشائخوں کی گواہیاں اور مہریں اس پر کرائی گئیں۔ (لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن۔ جلد ۲۰ ص ۲۵۰)

مرزا قادیانی نے اپنی براہین پنجم میں بھی مولانا بٹالویؒ اور سید نذیر حسینؒ اور ان کے فتوے کا ذکر ہے۔ لکھا ہے: پھر فرماتا ہے کہ اس مکر کرنے والے کو یاد کر جو تجھے کافر ٹھہرائے گا اور تیرے دعوے سے منکر ہوگا وہ ایک اپنے رفیق سے استفتاء پر فتویٰ لے گا تا عوام کو اس سے افروختہ کرے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے جن سے وہ فتویٰ لکھا تھا (حاشیہ۔ اس جگہ ابی لہب کے معنی ہیں آگ بھڑکنے کا باپ یعنی اس ملک میں جو تکفیر کی آگ بھڑکے گی دراصل باپ اس کا وہ ہوگا جس نے یہ استفتاء لکھا) (براہین احمدیہ۔ پنجم۔ خزائن جلد ۲۱ ص ۸۴)

اور، اس سے پہلی پیش گوئی اس استفتا کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آئی جس سے دنیا میں ایک شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا۔ اور

کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا۔(براہین احمدیہ پنجم خزائن جلد ۲۱ ص ۸۵)۔

نیز لکھا ہے کہ اس سے پہلی پیش گوئی اس استفتاء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آیا جس سے ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا۔(براہین احمدیہ پنجم۔خزائن ص ۸۵)

اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے:

جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے کفر پر فتویٰ لکھوا کر صدہا پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں۔اور مجھے یہود و نصاری سے بدتر قرار دیا۔

(روحانی خزائن۔ج ۲۲۔حقیقۃ الوحی۔ص ۴۵۳)

قادیانی کی ضروری گذارش ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس یعنی آئینہ کمالات اسلام، حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے خلاف اور ان کے تیار کردہ فتوی تکفیر کے ردعمل میں لکھی اور اس کی بڑے وسیع پیمانے پر پبلسٹی (publicity) فرمائی، اس کے متعلق اشتہارات دیئے گئے جن میں اس کی خوبیاں گنوائیں گئیں۔اور یہ بھی بتایا کہ اس کتاب کی تصنیف کے دوران کے انہیں حضرت رسالتمآب ﷺ کی زیارتیں ہوئی ہیں اور آپ ﷺ نے اس کتاب پر خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔اور مرزا صاحب نے اس کی اشاعت کے لئے مالی مدد کی اپیلیں کیں۔ایک اشتہار: ضروری گذارش: اے مردان بکوشید و برائے حق بجوشگ، کے عنوان سے جاری ہوا جس میں لکھا:

...میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اٹھا کر اس کو اس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک خدا تعالی اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل حجت پوری کر کے حقیقت عیسویہ کے حربہ سے حقیقت دجالیہ کو پاش پاش نہ کرے...سلسلہ تالیفات کو بلا فصل جاری رکھنے کے لئے میرا پختہ ارادہ ہے اور یہ خواہش ہے کہ اس رسالہ کے

چھپنے کے بعد جس کا نام نشان آسمانی ہے رسالہ دافع الوساوس طبع کرا کر شائع کیا جاوے اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ حیات النبی وممات المسیح جو یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھیجا جائے گا شائع ہو اور بعد اس کے بلا توقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو.... اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک واموال وزیورات وغیرہ زکوۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوۃ نہ دینے پر جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوۃ دی جائے۔ زکوۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں...اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ احکام القرآن اور اربعین فی علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام ازبس ضروری ہے اس لئے بشرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان میں طبع ہو کر شائع ہو جائیں...

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۳۲۴۔ ۳۲۶)

قادیانی اشتہار آئینہ کمالات اسلام ۱۰۔ اگست ۱۸۹۲ء

اس میں مرزا صاحب نے لکھا:

یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے میں نے بڑی محنت اور تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا اسلام کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں...اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب بھی دیا گیا ہے جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان اسلام ہو کر پھر ایسی باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسول اور قرآن کریم کی ان میں اہانت ہے اسی وجہ سے اس کتاب کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی رکھا گیا ہے.... یہ کتاب اسلام اور فرقان کریم اور حضرت سیدنا ومولانا خاتم الانبیا ﷺ کی

برکات دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے اس لئے میں نے اللہ جل شانہ پر توکل کر کے چودہ سو کاپی چھپوانی شروع کر دی ہے اور امید ہے کہ ڈیڑھ ماہ یا غایت دو ماہ تک یہ کام بخیر وخوبی ختم ہو جائے گا...اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب اور اخویم حکیم فضل دین صاحب اور اخویم نواب محمد علی خان صاحب اور اخویم مولوی سید تفضّل حسین صاحب اور جملہ احباب سیالکوٹ اور کپورتھلہ کی ہمدردی کا شکر قابل اظہار ہے کہ انہوں نے میری پہلی کتابوں کی خریداری میں بہت مدد دی...ایک سفلہ دنیا پرست کور باطن اپنے کسی عزیز فرزند کی شادی کیلئے دل کھول کر اپنا مال عزیز خرچ کرتا ہے یا ایک جاہل امیر اپنی شان وشوکت کی عمارت بنانے کیلئے ایک خزانہ کھول دیتا ہے سو اٹھو اور کچھ خدمت کر لو کہ دنیا روزے چند اور آخر کار با خداوند....

اگر اس وقت اور اس زمانہ میں کوئی دولت مند خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو مولی کریم اور اس کے رسول سید الرسل ﷺ کے راضی کرنے کے لئے کیسا عمدہ اور مبارک وقت ہے......

المشتہر میرزا غلام احمد از مقام قادیان ضلع گورداسپور دہم اگست ۱۸۹۲ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۳۳۳۔۳۳۶)

اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

یا ایھا الذین آمنوا ان تنصرو اللہ ینصر کم۔اے ایمان دارو اگر تم اللہ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا

اے عزیزان مدد دین متین آن کارے ست   کہ بصد زہد میسر نہ شود انسان را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے ان دنوں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اول سے آخر تک اسکے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف ونکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔میں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان

دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی زریت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں اس کتاب کو دیکھیں۔ اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت للہ تقسیم کرتا۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔ اس کی ضخامت چھ سو صفحہ کے قریب ہے اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوش خط اور قیمت دو روپیہ اور محصول علاوہ ہے اور یہ صرف ایک حصہ ہے اور دوسرا حصہ الگ طبع ہوگا اور قیمت اس کی الگ ہوگی اور اس میں علاوہ حقائق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب رب عزیز کے ایک وافر حصہ ان پیشگوئیوں کا بھی موجود ہے جن کو اول سراج منیر میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ اور میں اس بات پر راضی ہوں کہ اگر خریداران کتب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو مجھے کتاب واپس کر دیں۔ میں بلا توقف ان کی قیمت واپس بھیج دونگا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب دو ہفتے کے اندر واپس کر دیں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔

اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے ھذا کتا ب مبار ك فقو موا للا جلا ل و الا کرا م۔ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلا توقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تا کہ کتاب بذریعہ ویلیو پے ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گرداسپور پنجاب۔ (مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان۔ یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام اڈیشن اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ۲ پر ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول ص ۳۶۹۔۳۷۰)

الغرض حضرت مولانا بٹالویؒ اوران کے فتوی تکفیر کے خلاف یہ کتاب بڑے زور شور سے لکھی گئی، خدائی امداد کے دعوے کیئے گئے، آنحضرت ﷺ کے اظہار مسرت کی نوید سنائی گئی، فرشوں سے اس کی تعظیم و تکریم کا اعلان کروایا گیا، اوراس کی طبع واشاعت کے لئے زکوۃ وخیرات کی مدات سے چندے طلب کیئے گئے ۔اور پھر جب اس کا پوسٹ مارٹم ہوا، اور شیخ الاسلام نے اس کے بخیے ادھیڑے، وہ بھی خاصے کی چیز ہے جسے قارئین عنقریب ملاحظہ کریں گے۔ان شاءاللہ

جلسہ قادیان ۱۸۹۲ء

دسمبر ۱۸۹۲ء میں قادیان میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مرزا صاحب کے نئے اور پرانے مریدوں نے شرکت کی۔حاضرین کی تعداد سے مرزا صاحب بہت خوش ہوئے اورانہوں نے، ناظرین کی توجہ کے لئے، کے عنوان سے بایں الفاظ ایک اشتہار لکھا:

اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خداتعالی کے کاموں کو روک نہیں سکتا، یہ نظیر نہایت تشفی بخش ہے کہ سال گذشتہ میں جب ابھی فتوی تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جدو جہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی صرف ۵۵۔احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے مگراب جب کہ فتوی طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتوی پر مہریں ثبت کرائیں اور وہ اوران کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی روکیں ڈال دی ہیں، تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵، کے تین سوستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔اب سوچنا چاہیے کہ کیا یہ خداتعالی کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اوران کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں۔کیا

یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں و اللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون ۔اس سال خدا تعالیٰ نے دو نشان ظاہر کئے۔ایک بٹالوی کا اپنی کوششوں میں نامراد رہنا، دوسری اس پیش گوئی کے پورے ہونے کا نشان جو نور افشان ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔اب بھی بہتر ہے کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب باز آ جائیں اور خدا تعالیٰ سے لڑائی نہ کریں۔ و السلام علی من اتبع الھدی ۔(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ۷ا پر طبع ہوا ہے)(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۳۶۶۔۳۶۷)(یاد رہے کہ سال آئندہ ۱۸۹۳ء کا جلسہ مرزا صاحب نے منسوخ کر دیا تھا، اور منسوخی کی وجوہات اپنے ایک اشتہار میں درج فرمائی تھیں، جسے ہم متفرقات میں کر رہے ہیں، اس سے قارئین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب جس ۱۸۹۲ء والے جلسے کے گن گا رہے ہیں اسے کچھ عرصہ بعد بدعت شنیعہ کہہ رہے تھے اور اس کے اثرات بد کا ذکر کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ لوگوں کو پیسے دے دے کر بلایا گیا۔لیکن ان میں کوئی للّٰہیت نہیں ہوئی۔وغیرہ۔بہاء)

جلسہ قادیان سے متعلق مرزا قادیانی کے دعاوی پر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اشاعۃ السنۃ

(جلد ۱۵ نمبر یکم لغایت ہشتم بابت ۱۳۰۹۔۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء، جو اپریل۔مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی، میں بصفحہ ۲ تا ۴، میں لکھا:

مرزا غلام احمد قادیانی نے مناظرات لودہانہ اور دہلی میں شکست کھائی، تو اس کو اپنے بچاؤ کی تدبیر اس کے سوا کچھ نہ سوجھی کہ قادیان میں پناہ گزین ہو کر گوشہ خلوت اختیار کرے اور اس مصرعہ پر کار بند ہو: ہیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی ما گو حریف اس کو گریز سمجھیں۔اور اس بیت کا مصداق خیال کریں

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخاں کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

مگر پھر مرزا صاحب کو یہ فکر و حیرت ہوئی کہ خلوت اختیار کریں، تو کھائیں کہاں سے؟ کیونکہ اس کی زمین (جس کی نظر سے اپنے آپ کو رئیس قادیان سمجھتا ہے) کی سالانہ آمدنی اس کے ایک مہینے کے خرچ کی بھی مکتفی نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو چپ چاپ بیٹھنے سے باہر سے بھی کوڑی آنے کی امید نہیں ہوتی۔یہ سوچ کر اس نے دو تدبیریں زر کشی اور اوقات بسری کی (جن سے خلوت بھی قائم رہے اور روٹی بھی مل جائے) نکالیں۔

ایک تدبیر یہ کہ قادیان میں ایک سالانہ میلہ یا بھنڈارہ مقرر کریں، اس کی ترغیب و تحریص کیلئے اس

مضمون کے اشتہار جاری کریں کہ اس جلسہ میں ایسے انوار و برکات و آثار و آیات ظاہر ہوں گی، جن کو حاضرین خود مشاہدہ کر لیں گے۔ اس مضمون کو سن کر اس میلہ میں اکثر عوام کالانعام جو دنیا میں حیوانات کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ان بھیڑوں کی مانند جن میں اگر ایک کسی چیز کی طرف منہ مارنے کو دوڑتی ہے، تو اس کو دیکھ کر بیسیوں اسی طرف دوڑتی ہیں، آئیں گی۔ اور بعض خواص بھی آئیں گے تو وہ نئی روشنی نئے فیشن کے ہوں گے جو اس کے نیچریانہ خیالات کو پسند کرتے ہوں گے۔ پس عوام کو ان کے مذاق کے موافق اپنی کرامات اور جھوٹے الہامات سنائیں گے اور خواص کو عقلی اور نیچری تقریریں اور دلائل سنا کر دام میں لائیں گے اور اس میلہ میں سو پچاس چندہ کا روپیہ خرچ کر کے سال بھر کی روٹیاں کما لیں گے۔

دوسری تدبیر یہ کہ علماء وقت سے بحث مباحثہ یک لخت چھوڑ دیں، اور اپنے پرانے خیالات ملحدانہ کو نئے نئے رنگ دے کر اور ان کے روپ بدل کر شائع و مشتہر کرتے رہیں۔ ان میں اگر کسی مولوی سے مخاطب ہوں تو وہ بھی ایسے طور پر کہ ان کے سوال یا اعتراض کا پورا جواب نہ دیں، بلکہ ان کے مقابلہ میں کوئی اور ہی عوام فریب اور دل چسپ بات کہکر شائع کر دیں۔ اور بحث بھی کریں تو اس طرز کی جیسے مشہور ہے کہ کسی نے ایک شخص کو کہا کہ بھائی تمہاری ازار ٹخنے سے نیچے لٹک رہی ہے اور یہ امر خلاف شریعت ہے۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ تمہارے باوا جی کے نکاح میں جو پلاؤ پکا تھا، اس میں نمک کہاں برابر تھا؟ اس تدبیر سے معتقد و مرید بھی جمے رہیں گے اور نئی تصانیف کی قیمت میں نقدی بھی خوب وصول ہو گی۔

مرزا صاحب کی پہلی تدبیر کا اثر ۱۸۹۱ء میں تو صرف اتنا ہوا تھا کہ اس میلہ کی پٹڑی جم گئی۔ اس میں قادیانی صاحب کے اخص مرید آئے اور چند اجنبیوں کو بھی پھنسا لائے۔ ان کے سامنے آپ نے اسلام کی موجودہ حالت کا خوفناک ہونا، اور اپنا نصرت اسلام کے لئے مستعد ہونا ظاہر کر کے ان کے دل میں یہ بات جما دی کہ اس میلہ سے یہی غرض و مقصود ہے اور ہر سال خیر خواہان اسلام کا اس میلہ میں آنا ضروری ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اس پٹڑی پر ایک عمارت بنائی گئی۔ اشتہار اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعہ انوار و آیات و آثار و برکات کی خوب طمع دلائی گئی، اور اخص مریدوں نے وہ طمع امید کے درجہ تک پہنچا دی۔ سال گذشتہ کے مخلص مرید آئے اور وہ بہت سے نئے جانوروں کو جو محض امی (ان پڑھ) تھے، جھوٹی طمع دے کر پھنسا لائے۔ بعض

شرکاء میلہ سمجھدار اور خواندہ بھی تھے مگر ازانجملہ بعض ذاتی اغراض سے شامل ہوئے، بعض صرف وزیٹر یعنی تماشائی تھے، بعض اگزیمینر (ممتحن)۔

اس جلسہ میں مرزا قادیانی نے جو عوام اور بعض خواص کو بعض ناٹک اور کرتب دکھائے۔ ازانجملہ تین امر زیادہ توجہ ناظرین کے لائق ہیں جن سے قادیانی نے اپنے مطبوعہ کیفیت کے جلسہ میں صرف امر سوم کا ذکر کیا ہے، باقی دو کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

امر اول یہ کہ ایک شخص مسلوب الحواس میاں کریم بخش کمال پوری کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے منہ سے یہ کہلوا دیا کہ گلاب شاہ مجذوب نے یہ کہہ دیا تھا کہ آنے والا مسیح، غلام احمد قادیانی ہے۔ اس بات کو مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۰۵ میں اور رسالہ نشان آسمانی میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس کاروائی پر حاضرین عوام کالانعام کو مرزا صاحب قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا یقین ہو گیا اور کسی بے چارہ کو یہ خیال نہ آیا کہ، اول تو اس مسلوب الحواس شخص کی بات کا کیا اعتبار ہے؟ اور اگر وہ اس بیان میں سچا ہے تو پھر اس مجذوب کا کیا اعتبار ہے؟ اور جس مسیح کی اطاعت اور اس کے دعوی کی اجابت اس وقت کی تمام دنیا کے اہل اسلام پر واجب ہے، اس کی تائید میں خدا تعالی کی طرف سے ایسے ہی مسلوب الحواس اور مجذوبوں کی شہادت کافی ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اس مسلوب الحواس کی تلقین کیلئے قادیانی کا ایک خلیفہ عبدالقادر جمال پوری مقرر و مسلط ہے۔

امر دوم یہ کہ مرزا قادیانی نے وجوہات فتوی تکفیر علماء پنجاب و ہندوستان اپنے اوپر سے ٹلانے کے لئے اپنا قائل معجزات و کرامات ہونا بیان کیا اور اس کے ضمن میں یہ بھی کہہ دیا کہ کسی بزرگ کی دعا یا کرامت سے یہ کوٹھا (ایک کوٹھے کی طرف اشارہ کرکے) پرواز کرسکتا ہے۔ اس پر اگرچہ قادیانی کے نیچری معتقد گھبرائے اور سنا ہے کہ بعض یہ کلمہ سن کر بلا ملاقات قادیان سے چلے آئے، اور باقی ماندہ نیچریوں کے مرزا قادیانی نے بلطائف الحیل آنسو پونچھے، اور ان کی طفل تسلی کی، مگر عوام کالانعام پر اس بیان کا اثر بحق قادیانی مفید پڑا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ قادیانی معجزات کا منکر نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی مطبوعہ کیفیت جلسہ قادیان سے اس بیان کو، جس سے اس کو نفع ہوا تھا، صرف

اس خیال سے نکال دیا کہ اس کے نیچری دوست، جو اس وقت حاضر نہ تھے، اس بیان کو سن کر منحرف نہ ہو جائیں امر سوم۔قادیانی نے بڑے زور شور سے بیان کیا کہ اس وقت یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔اور اس کا باعث اس کی ذات اور تبلیغی کوششیں ہیں جن کو تیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے مالی امداد فراہم کی جائے (قادیانی اور اس کے خواص حواری، یورپ اور امریکہ کے اسلام کو قادیانی کے برکات اور کرامات سے سمجھتے ہیں امریکہ میں اسلام کی نسبت تو ان کا صاف یہ دعوی ہے کہ مسٹر الیگزینڈر رسل وب صاحب، جنہوں نے امریکہ میں اسلام کا علم بلند کیا ہے، کو قادیانی سے ہدایت ہوئی ہے۔صاحب موصوف نے قادیانی سے خط و کتابت کی، جو شحنہ حق میں چھپی ہے، تو قادیانی نے ان کی تسلی کر دی جس کے سبب وہ مسلمان ہو گئے اور یورپ میں قادیانی کے ذریعہ سے اسلام پھیلنے کی بابت رسالہ فتح اسلام میں متعدد اشارات کئے ہیں۔لکھا ہے:

ناسمجھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے خیالات نے خود بخود راستی کی طرف پلٹا کھایا ہے، لیکن درحقیق یہ کام ان فرشتوں کا ہوتا ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں، درحقیقت یہ فرشتے اس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے، اسی کے چہرہ کا نور ہوتے ہیں، خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک یا دور ہو۔وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں۔ ایسے وقت میں نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ نئے رسائل تالیف کر کے اور انگریزی زبان میں ان کو چھپوا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امر اہم میں روپیہ سے مدد دیں۔،

درحقیقت یہ دونوں باتیں خیال اور سودائے محال ہیں۔الیگزینڈر صاحب موصوف نے قادیانی سے کچھ ہدایت و تسلی نہیں پائی۔ان کا خط بے شک قادیانی کے پاس آیا مگر جو اس کا جواب قادیانی نے دیا، وہ تسلی بخش نہ تھا۔صاحب مذکور دسمبر ۱۸۹۲ء میں لاہور میں رونق افروز ہوئے تو قادیانی کے حواری منشی عبدالحق پنشنز اکونٹنٹ، منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ، منشی امیرالدین وغیرہ ان کے گرد ہو گئے کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور قادیانی سے ملاقات کریں۔انہوں نے انکار کر دیا اور صاف کہا کہ مجھے قادیانی سے کوئی تسلی نہیں ہوئی اور قادیان کی طرف منہ کر کے تھوکا بھی نہیں۔

اور فتح اسلام میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے وہ محض ڈھکوسلہ ہے اور حمقاء کے پھنسانے کے لئے دھوکہ۔قادیانی درحقیقت وجود ملائکہ کا قائل نہیں اس کلام میں وہ ملائکہ کو خلیفۃ اللہ کے انوار بتا چکا ہے اور آسمان سے ان کے نزول کو محال جانتا ہے۔افسوس قادیانی کے اکثر معتقدین بے علم ہونے کی وجہ سے ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے اور جو پڑھے لکھے ہیں وہ اس کی کورانہ تقلید کے سبب اسکے کلام کو نہیں دیکھتے۔محمد حسین)

حاضرین مجلس یہ سن کر لٹو ہو گئے اور قادیانی کی مدد کو دین سمجھ کر اپنے جیبوں سے روپیہ نکالنے یا فہرست میں، جس کو قادیانی نے کتاب دافع الوساوس کے آخر میں شائع کیا ہے، نام درج کرانے لگ گئے اور کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ یہ شخص مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ خورد برد کر چکا ہے اور اب تک اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کوئی نفع نہیں پہنچا۔نہ ان روپئوں سے کتاب براہین احمدیہ کو، جس میں تین سو دلائل حقیت قرآن اور اسلام

کے بیان کا وعدہ دیا تھا، چھاپا اور نہ رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، جس کا رسالہ شحنہ حق میں اشتہار دیا تھا، نکالا۔ نہ رسالہ سراج منیر، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں چند ہفتوں کے بعد شائع کرنے کا وہ وعدہ دے چکا تھا، شائع کیا۔ نہ رسالہ تجدید دین یا اشعۃ القرآن اس نے چھاپ کر مشتہر کیا۔ پھر اپنے اموال کو اس کے ذاتی مصارف کے لئے کیوں برباد کر رہے ہیں؟

اور مرزا صاحب کی دوسری تدبیر کا اثر ونتیجہ ۱۸۹۱ء میں یہ ظاہر ہوا کہ اس نے فیصلہ آسمانی شائع کر کے اپنے اتباع کا گھر پورا کیا، اور اس کے ذریعہ سے خوب روپئہ کمایا۔ (اس فیصلہ آسمانی کا جواب مولانا بٹالوی نے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ میں دیا ہے)۔

۱۸۹۲ء میں اس تدبیر ثانی کا ایک اثر مرزا قادیانی کا رسالہ نشان آسمانی ہے جس میں اس نے ایک تو اسی کریم بخش مسلوب الحواس کی شہادت کو بیان کیا ہے، دوسرا نعمت اللہ ولی کے قصیدہ مشہورہ کو، جس میں انہوں نے مسیح ومہدی کی خبر دی ہے، اپنے اوپر لگا لیا ہے اس کے جواب میں اہل اسلام نے کئی رسائل تالیف کیے ہیں۔ ازانجملہ ایک رسالہ تائید آسمانی از منشی محمد جعفر تھانیسری ہے، دوسرا اظہار فریب قادیانی مئولفہ منشی سعد اللہ صاحب مدرس لودہانہ ہے۔

تدبیر ثانی کا دوسرا اثر مرزا قادیانی کی کتاب دافع الوساوس ہے جس کی حقیقت ہم نے اشاعۃ السنۃ میں بخوبی واضح کر کے اس کے اکثر کفریات کا جواب دیا ہے (جسے ہم عنقریب نقل کریں گے۔ بہاء)۔

تیسرا اثر یہ ہے کہ اسی موقعہ (میلہ سالانہ ۱۸۹۲ء) پر مرزا قادیانی نے خاکسار محمد حسین کے نام ایک مراسلت جاری کی، جس میں خاکسار کو ایک منذر الہام سے ڈرایا۔ اس کا جواب کافی وشافی دیا گیا، تو پھر اس نے اپنے خسر فرضی کی موت کے متعلق ایک پیش گوئی کو پیش کیا، اس کا جواب اس کو دیا گیا اور ۸۵ سوالات جرح سے اس پیش گوئی کے الہام ربانی نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا، تو قادیانی نے اس پیش گوئی کے دعوی سے سکوت اختیار کر کے ایک اور پرانی بات، مگر نئے رنگ اور دوسرے پیرائے میں پیش کر دی۔ اس کا جواب بھی اس کو ایسا دیا گیا ہے کہ اس میں اس کو معقول کلام کرنے کی جگہ نہیں رہی۔

قادیانی مکتوب بنام شیخ الاسلام ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء

نحمد ہ و نصلی ۔ بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی۔

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ امابعد! میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتویٰ تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ ''احدالفریقین'' کا کافر ہونا ہے اس خط میں سلام مسنون یعنی ''السلام علیکم'' سے ابتدا نہیں کرسکا۔ لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا ہے اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائی ہیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع انسان کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں اور وجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب وجوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں ۔ اسی وجہ سے میں آج رات سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہم دردی کے لئے کیا کروں۔ آخر مجھے دل کے فتویٰ نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں ۔ کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کردیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔

سو عزیز من ! آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نومید ہوں ۔ وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی ۔ لیکن اللہ جل شانہ

کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اورعزت سے دست بردار ہو گیا۔اور بسااوقات مالی مقدمات میں محض سچ کی خاطر میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اوراپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔اس گاؤں نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتدا سے متروک کر رکھا ہے اور بارہا اپنی جان اور مال کوصدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔

اوراگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعویٰ کتاب اللہ اورسنت کے برخلاف ہے تواس کے جواب میں بادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے۔اگر آپ مولویانہ جنگ وجدال ترک کرکے چندروز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کردیگا۔اوراگر آپ کواس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھرآخری علاج فیصلہ آسمانی ہے۔مجھے اجمالی طور پرآپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے۔اگر آپ چاہیں تو میں چندروزتوجہ کر کے اورتفصیل پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع پاکر چنداخباروں میں شائع کردوں۔اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کواجازت ہونی چاہیے۔میں اس خط کومحض آپ پر رحم کرکےلکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چندکس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔آخردعا پرختم کرتا ہوں ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔آمین۔

الراقم خاکسارغلام احمدازقادیان ضلع گورداسپورہ۔۳۱دسمبر۱۸۹۲ء

ذیل میں مولانا بٹالویؒ کا جوابی خط ملاحظہ فرمایئے

شیخ الاسلام بنام مرزا قادیانی یکم جنوری ۱۸۹۳ء

بٹالہ ضلع گورداسپورہ۔یکم جنوری ۱۸۹۳ء۔بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مرزا غلام احمد صاحب کادیانی۔خدا آپ کو ہدائت کرے اور راہ راست پر لاوے۔سلام علی من اتبع الھدی ۔آپ کا خط ۳۱دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا۔میں آپ کی ان گیڈر بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں۔اوران کے مقابلے میں یہ آیت قرآن پیش کرتا ہوں۔اَتُحَآجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ وَ لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــًٔا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ☆ وَ كَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام:۸۰تا۸۲)

کادیانی صاحب! میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں۔اوراس کا یہ لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں۔اور آپ کا منکر ہوں۔ کیونکہ آپ کے عقائد آپ کی تعلیمات آپ کے اخلاق و عادات پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں۔لہٰذا ان کتابوں دینوں اور نبیوں کا ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہوسکتا ہے جب کہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں۔جس پر آیات ذیل دلائل ہیں۔

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرہ : ۲۵۶) وقد امروا ان یکفروابه ۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا

بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗٓ (ممتحنۃ:۴)

عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام وادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے جو جھوٹ بولنا دھوکہ دینا آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیش گوئی کی اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں مشتہر کی ہیں۔ علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے' اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے۔ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار کاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سال ہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔ اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے اور ان کو دھوکہ دینے میں ایسا دلیر ہو وہ خدا پر افترا کرنے سے کہ میں ملہم ہوں اور مجھے الہام ہوا ہے کہ فلاں شخص مجھے بیٹی نہ دے گا تو ہلاک ہو جائے گا اور فلاں شخص مجھے مسیح نہ مانے تو عذاب میں مبتلا ہوگا' کس طرح رک سکتا ہے اور اس دعویٰ الہام میں کیونکر سچا سمجھا جا سکتا ہے۔

آپ اس قسم کے تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں۔ میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ اور تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بین الصدق سمجھتے ہوں مثلاً دیا نند سرسوتی کی موت کے متعلق الہام یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام ، و امثال ذالك ۔ ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں، ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔

تین نہ سہی ، چلو ایک ہی اپنے خیالی الہام اخیر کا جس کو آپ نے اپنے جلسہ میلہ سالانہ میں اپنے معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے اور بعض خود غرض نیچری اور بعض تماشائی جن کو تحقیق

اصل حال سے کوئی غرض نہ تھی بڑی شد و مد سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔ اب مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ اپنے دریائے رحمت کے جوش و جنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی آپ ... صاف شہادت دے رہے ہیں کہ آپ پرلے سرے کے بے رحم اور خود غرض جانی اور نفسانی آدمی ہیں۔ آپ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں توام ہیں۔ آپ نے اپنے مخالفین اور معترضین کو اس حالت میں جب کہ آپ ان کو مخدومی اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے' بے حیا' بے ایمان' درندہ' منہ سے جھاگ نکالنے والا کتا' کلب یموت علی الکلب 'سفلہ' کمینہ' وحشی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہم دردی یہی معنے رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ تاہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے اور قبولیت دعاؤں کے امید وار آپ کے منہ دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہم دردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت و برکت کے آثار دکھائیں۔ آپ نے کبھی ہاں نہ کی۔ ایک دفعہ میں نے آپ کو یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے مخالف و منکر اچھے رہے کہ آپ ان کو نشان آسمانی دکھانے کے لئے انعام کے وعدہ پر بلاتے ہیں۔ ہم موافقین کو بلا وعدہ انعام بھی نہیں بلاتے۔ تو آپ ہنس کر خاموش ہو گئے تھے۔ پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیوٹ گفتگو کرنا چاہا تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لودیانہ میں جابراجے اور وہاں مخاصمانہ بحث کا اکھاڑا جما کر ناجائز اور بحث کو ٹلانے کے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لودیانہ آپ کے گھر پہنچ کر آپ کو گفتگو پر مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا۔ اور دہلی پٹیالہ لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا۔ اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع اتہام واکاذیب کا اشتہار شائع کیا۔ اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا۔ جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی اور بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا۔ اس بے رحمی و نفسانی کارروائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ بھائی بھائی سے

اور دوست دوست سے الگ ہو گیا۔ کیا رحمت وہم دردی کا یہی اثر ہے؟

آپ میں رحمت اور ہم دردی کا شمہ اثر ہوتا تو جس وقت میں نے اپنا خلاف آپ کے دعویٰ مسیحائی سے ظاہر کیا تھا آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے (جیسا کہ پہلے بھی آپ سے وقوع میں آتا رہا۔ اور کم سے کم تین دفعہ آپ نے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر رابطہ اتحاد ظاہر کیا تھا) اور اس صورت سے آپ اپنے دعویٰ جدیدہ کو ثابت کر دکھاتے۔ اب جو آپ نے یہ خط ارسال فرمایا ہے یہ بھی آپ کی خود غرضی اور نیت فساد سے خالی نہیں۔ اس میں خود غرضی یہ ہے کہ آپ کے مرید آپ کو نیک نیت اور اپنے دعویٰ میں ثابت قدم اور مقابلہ مخالفین کیلئے مستعد سمجھیں۔ نیت فساد کی یہ ہے کہ جانب ثانی سے جواب ترکی بہ ترکی ملے تو اس سے بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔ یہ آپ کے دعویٰ الہام وراست بازی اور خیر خواہی کا جواب ہے۔

اب میں آپ کی اس درخواست کا کہ ’خاکسار آپ کے اور آپ کے تابعین کے الہامات ومنامات سے ڈر کر آپ کے پاس پہنچے اور آپ کا مطیع ہو جائے یا آپ کو ان ڈرانے والے الہامات ومنامات کی اشاعت کی اجازت دے‘ جواب دیتا ہوں۔ آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کی نسبت آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے۔ ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی ضرورت وحاجت باقی نہیں۔ ہاں اگر آپ کو کچھ شک واشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں۔ دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہو گی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے۔ جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں۔ اور اگر وہ کچھ چالاکی اور شعبدہ بازی سے بذریعہ مسمریزم وغیرہ دکھا بھی دے تو اس پر اعتماد کرنا مخالف اسلام ہے۔ اس بات کو آپ بھی اپنے اشتہار میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں۔ کیونکہ میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں دخل نہیں۔ اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے۔ لیکن مجھے اس صورت میں قادیان پہنچنے میں یہ اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے اور اس سے اپنے الہام کو کہ یہ شخص باون برس کا ہو کر فوت ہو جاوے گا (جس کو آپ کے حواری اور دوست میاں چٹو ریشم فروش اور میاں رجب الدین لاہور وغیرہ آپس میں پھیلا رہے ہیں) سچا کر دکھائیں گے۔ (گو

واقع میں کبھی سچا نہیں ہوسکتا کیونکہ میں باون برس کی عمر پوری کر چکا ہوں۔ ۷ محرم ۱۲۵۶ھ میری پیدائش ہے اور اب ۱۳۱۰ھ گذر رہا ہے) اور کم سے کم یہ کہ میری آبروریزی کی تدبیر کریں گے۔ پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہو اٹھا دیں۔

آپ نے اس تحریر ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کے پاس بھیجا جاوے گا۔ اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گزاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا۔ درصورت عدم منظوری شرط مذکور میں قادیان نہیں آسکتا۔ اس صورت میں جو آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات ومنامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں اجازت چاہی ہے اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعویٰ الہام میں کذاب ہیں۔ خدا کے الہام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اول تو جو الہام کسی نبی یا ولی کو کسی شخص کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے اس کی اشاعت وتبلیغ اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں ہوتی تو آپ اپنے ملہم ہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ کروں۔ اور اگر کرونگا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا۔ آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہو۔ اور میرے اور میرے عزیزوں اور اقارب کی دل شکنی ہو اور ان کو رنج پہنچے۔ چنانچہ پہلے بھی آپ نے اس قسم کے الہام میری نسبت شائع کئے ہیں۔ ومعھذا آپ قانونی گرفت کا بھی اندیشہ رکھتے ہیں اور حکام وقت کو اپنے ملہم کی نسبت زبردست سمجھتے ہیں۔ لہٰذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں رک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔ اور اپنے ملہم کو کمزور اور ڈرپوک (جو یقیناً خدا تعالیٰ نہیں بلکہ معلم الملکوت ہے) اور حکام وقت سے مغلوب سمجھ کر اس کے حکم کی تعمیل کو حکام وقت کے قانون کے تابع رکھیں۔ اس کا آپ نے خلاف کیا تو آپ کو کورٹ میں یا پھر کسی اور آرامگاہ میں آنا پڑے گا۔ آپ کے پچھلے الہامات بھی میری نگاہ میں ہیں اور ان کی نسبت تدارک کا ارادہ بھی ہنوز ملتوی نہیں ہوا۔ میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور معھذا بنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعویٰ کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے۔ اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتادے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ

مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کر دے۔ اور مجھ سے وہ عذاب اٹھالے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں۔ اور اس نبی رحیمؐ کی سنت پر عمل کریں جس کو اس کی قوم نے مار مار کر خون آلود کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا اور یہ کہتا تھا اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون۔ اور نیز آنخضرت ﷺ کی اس سنت پر عمل کریں کہ جب آپ کے پاس ملک الجبال نے حاضر ہو کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے منکروں اور مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں۔ تو آپؐ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی توحید پکاریں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم اور قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت وولائت ثابت کریں۔ اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبیؐ نے دعوت نہیں دی۔ اور اگر آپ اپنی اس دھمکی پر مصر رہیں گے تو طالب حق اور منصف جان لیں گے کہ آپ اس دعوت وانذار میں فریب کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمائت کرر ہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدائت کر کے تابع حق اور دین اسلام کریگا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کریگا۔ اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا۔ آپ کا ڈرانا دھمکانا عبث وفضول ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جزو سمجھتا ہوں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آئیں اور حق کے تابع ہو جائیں۔ آئندہ اختیار ہے۔ وما علینا الاالبلاغ المبین

الراقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ یکم جنوری ۱۸۹۳ء (روحانی خزائن۔ ج ۵، ۲۸۹_۳۱۹)

قادیانی مکتوب بنام شیخ الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی الحمد للہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد

۔آپ کا رجسٹری شدہ خط ۴ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا اگر چہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بے جا افتراؤں کا

ایک مجموعہ ہے اس لائق نہیں تھا کہ میں اس کا کچھ جواب لکھتا۔ فقط اعراض کافی تھا۔ لیکن چونکہ آپ نے اپنے خط کے صفحہ ۲و۳ میں اس عاجز کی تین پیش گوئیوں کا ذکر کر کے بالآخر اس تیسری پیش گوئی پر حصر کر دیا ہے جو نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۶ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپکے عقائد وتعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی، اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کر کے آپ کو اس الہامی پیش گوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔ وہ پیش گوئی، جیسا کہ آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں، یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی اور سے نکاح کر دیوے، تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اس پیش گوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی، بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا، اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے۔ اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کو علانیہ گالیاں دیتا تھا۔ اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا۔ اور نشانوں کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم وصلوۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ سو خدا تعالی نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔ سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا۔ خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں، اور ایسی پیش گوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ، جو غیر سے ہو، وابستہ کر دیا گیا۔ اور موت کی حد مقرر کر دی گئی۔ انسان کا کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ الہامی پیش گوئی صاف بیان کر رہی تھی کہ میزا احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے وابستہ ہے اس لئے پانچ برس تک، یعنی جب تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا، مرزا احمد بیگ زندہ رہا اور پھرے۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیش گوئی کے تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چوتھے مہینے میں جو ۳۰ ستمبر تھی، فوت ہو گیا۔ اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگرچہ روز نکاح سے موت کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا

کہ بہت کچھ عرصہ نہیں گزرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف چار مہینے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہا۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو نکاح ہوا اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو میرزا احمد بیگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اب ذرا خدا تعالیٰ سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیش گوئی پوری ہو گئی یا نہیں۔ اور اگر آپ کے دل کو یہ دھڑکا ہو، کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیش گوئی ہے، کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم و رمل و جفر وغیرہ سے ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیش گوئی نہیں ہوا کرتی، جس میں اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں، کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے تو زندہ رہے گا ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائے گا۔ اگر دنیا میں کسی منجم یا رمال کی اس قسم کی پیش گوئی ظہور میں آئی ہے تو اس کے ثبوت کے ساتھ پیش کریں۔ علاوہ اس کے اس پیش گوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعوی پیش کیا گیا، یعنی یہ کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کی نشانی یہ پیش گوئی ہے۔ اب آپ اگر کچھ بھی اللہ جل شانہ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی پیش گوئی جو من جانب اللہ ہونے کے لئے بطور ثبوت کے پیش کی گئی ہے، اسی حالت میں سچی ہو سکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز من جانب اللہ ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایک مفتری کی پیش گوئی کو جو ایک جھوٹے دعوے کے لئے بطور شاہد صادق بیان کی گئی، ہرگز سچی نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکہ لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دے کر فرماتا ہے و ان يك صادقاً يصبكم بعض الذی يعدكم (اگر وہ سچا ہے تو تم کو وہ عذاب پہنچے گا جس کا وہ ڈر سناتا ہے)۔ اور فرماتا ہے و لا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول (خدا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز رسول کے جس کو وہ پسند کرتا ہے)۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں، پس اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کے لئے ایک مسلمان کے لئے یہ دلیل کافی ہے جو من جانب اللہ ہونے کے دعوی کے ساتھ یہ پیش گوئی بیان کی گئی ہے، اور خدا تعالیٰ نے اس کو سچا کر کے دکھلا دیا۔ اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل مفتری ہو اور سراسر دروغ گوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دے گا، تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بھی

بہت قریب فوت ہو جائے گا۔ اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب (خدا حد سے بڑھنے والے، جھوٹے کو راہ نہیں دکھاتا) سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو اپنے دعویٰ میں کاذب ہو، اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ شیخ صاحب! اب وقت ہے۔ سمجھ جاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن شیخی پیش نہیں جائے گی، اور اگر کوئی نجومی یا رمال یا جفری اس عاجز کی طرح دعویٰ کر کے کوئی پیش گوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو اور چند اخباروں میں چھپوا دو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے اور ایسا نجومی ہلاک ہوگا۔ خدا تعالیٰ تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بناتا تو اس کی رگ جان قطع کی جاتی۔ پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگ جان قطع کرنے کے اللہ جل شانہ اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر، مفتری، دجال، کذاب ہے دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دی کہ تا دعویٰ میں پیش گوئی پوری کرے۔ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالیٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے، اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے، بلکہ اس کی پیش گوئیوں کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کرے۔ اور آپ کی تکفیر کا نتیجہ یہ ہو کہ آپ کی تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵۔ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی اور لوگوں کے روکنے کے ۳۲۷۔ احباب اور مخلص جلسہ اشاعت حق میں دوڑے آویں۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کر دوں گا اور مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ مناسب ہے کہ آپ بھی اشاعۃ السنہ میں میرے اس خط کو شائع کر دیں اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں کہ آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ خود منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے۔

الراقم۔ غلام احمد۔

مکرر یہ کہ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں، نہ مفتری ہوں نہ دجال نہ کذاب۔ اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالیٰ صدی کے سرے پر بھی

بجائے ایک مجدد کے، جو اسی کی طرف سے مبعوث ہو، ایک دجال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں، میں ان کا کیا علاج کروں۔ میں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے، اس ناشناس قوم کے لئے سخت اندوہ گین ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا، اے ہادی و رہنما۔ ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اسی کی طرف سے ہوں اور اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ اگر میں اسی کی طرف سے نہیں ہوں اور ایک مفتری ہوں تو وہ برے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا کہ جو صادق کو دی جاتی ہے۔ میں نے جو ایک پیش گوئی جس پر آپ نے میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ یہی میرا صدق اور کذب کی شناخت کے لئے ایک کافی شہادت ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کذاب اور مفتری کی مدد کرے، لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیش گوئی کے متعلق دو پیش گوئی اور بھی ہیں، جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں، جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کرے گا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنے حیات پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی نسبت دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا اور یا فلاں وقت تک مر جائے گا، میری اس پیش گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں۔

اول۔ نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

۲۔ پھر نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

۳۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا۔ جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

۴۔ پھر اس لڑکی کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔

۵۔ پھر اس وقت تک کہ میں اس لڑکی سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

۶۔ پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونیکی تمام رسموں کو توڑ کر، باوجود سخت مخالفت اسکے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔

اب آپ ایماناً کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ

کیا ایسی پیش گوئی اس کی سچی ہو جانے کی حالت میں انسان کا فعل ہوسکتا ہے۔ پھر اگر اس پیش گوئی پر جولڑ کی کے باپ کے متعلق ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پوری ہوگئی، آپ کا دل نہیں ٹھہرتا تو آپ اشاعۃ السنہ میں ایک اشتہار حسب اپنے اقرار کے دیدیں کہ اگر یہ دوسری پیش گوئیاں بھی پوری ہوگئیں، تو میں اپنے ظنون باطلہ سے توبہ کروں گا اور دعوی میں سچا سمجھ لوں گا۔ اور ساتھ اس کے خدا تعالی سے ڈر کر یہ بھی اقرار کر دیں کہ ایک تو ان میں سے پوری ہوگئی۔ اور اگر اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے کا آپکے دل پر زیادہ اثر نہ ہو، تو اس قدر تو ضرور چاہیے کہ جب تک اخیر ظاہر نہ ہو، کف لسان اختیار کریں۔ جب ایک پیش گوئی پوری ہوگئی تو اس کی کچھ تو ہیبت آپکے دل پر چاہیے۔ آپ تو میری ہلاکت کے منتظر اور میری رسوائی کے دنوں کے انتظار میں ہیں، اور خدا تعالی میرے دعوی کی سچائی پر نشان ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ مانیں تو میرا آپ پر کیا زور ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسان اپنے اوائل ایام انکار میں بباعث کسی اشتباہ کے معذور ٹھہر سکتا ہے، نشان دیکھنے پر ہرگز معذور نہیں ٹھہر سکتا۔ کیا یہ پیش گوئی جو پوری ہوگئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جس کی خدا تعالی کو کچھ بھی خبر نہیں۔ کیا بغیر اس کے علم اور ارادہ کے ایک دجال کی تائید میں خود بخود یہ پیش گوئی وقوع میں آ گئی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی توریت کی۔ اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور تقوی کا کچھ ذرہ ہے تو اب زبان بند کرلیں۔ خدا تعالی کا غضب آپ کے غضب سے بہت بڑا ہے۔

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم ۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ الراقم عاجز غلام احمد۔

شیخ الاسلام بنام مرزا قادیانی

لاہور ۹ جنوری ۱۸۹۳ء۔ مرزا غلام احمد صاحب کادیانی۔ خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لاوے۔ سلام علی من اتبع الھدی ۔ آپ کا دوسرا خط بلا تاریخ میں نے ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو بٹالہ میں لاہور روانگی کے وقت وصول پایا۔ اس لئے میں اس کا جواب بٹالہ میں نہیں دے سکا، اب دیتا ہوں۔

اس خط کے مطالعہ سے مجھے مسرت حاصل ہوئی اور امید ہوگئی کہ اب آپ کے الہامات کی حقیقت

کھلے گی اور آپ کے ملہم ہونے کی کیفیت جو مدت سے عوام پر مخفی و مشتبہ تھی، کس ونا کس پر جو فہم و توفیق دیا گیا ہو، ظاہر ہو جاوے گی۔

اس خط میں پھر آپ رحم و غم خواری کے مدعی ہوئے اور اس کے مقابلے میں خاکسار پر افتراء پردازی کا دعوی قلم میں لائے ہیں آپ واقعی ملہم اور غمخوار ہوتے تو میرے خط کے جواب میں صرف اپنی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت کرتے۔ ان فضول دعاوی۔ رحم۔ وغم خواری اور بے جا و ناحق تہمت افترا پردازی سے مشغول نہ ہوتے۔ یہ چھیڑ چھاڑ بلا سود آپ کے دعوی رحم و الہام و ہم دردی کی تکذیب کرتی ہے۔ آپ کے دعوی رحم و ہم دردی کا مفصل جواب میں اپنے پہلے خط میں دے چکا ہوں اب آپ کی طرح اس کا اعادہ نہیں کرتا۔

بہتان افترا پردازی کا جواب یہ ہے کہ آپ میرے خط کی ایک بات کا خلاف واقعہ اور افتراء ہونا ثابت کریں۔ کسی مجلس میں، جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں، اور تین منصف غیر جانبدار، اس کا ثبوت پیش کریں۔ یہ جرأت نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہو سکے گی۔ یہ پیش گوئی بھی اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ پر لکھ رکھیں) تو بذریعہ تحریر اس کا ثبوت دیں جس کو تین منصف مسلم الفریقین غلبہ رائے سے مان لیں۔ تو میں صرف اسی ایک امر سے آپ کا حق پر ہونا، اور آپ کے مقابلہ میں اپنا غلطی کرنا مان لونگا اور آئندہ آپ کا مقابلہ چھوڑ دونگا۔ لو ایک ہی بات میں مدت کا جھگڑا طے ہوتا ہے، اور میدان آپ کے ہاتھ آتا ہے۔ یہ نہ ہو سکے تو آئندہ بے جا و ناحق تہمتوں اور دروغ گوئی سے اپنے آپ کو روکیں، جن سے آپ پر سوء ظنی زیادہ بڑھتی ہے اور آپ کے دعوی الہام کی تکذیب ہوتی ہے۔

کادیانی صاحب! میں سچ کہتا ہوں اور اس پر خدا تعالی کی قسم، جس مضمون و عنوان کے ساتھ آپ چاہیں، کھانے کو حاضر و مستعد ہوں، کہ مجھے جس قدر آپ سے بدگمانی ہوئی ہے اس کا قوی سبب آپ کی دروغ گوئی و افترا پردازی و دھوکہ دہی ہے جس سے آپ کی کوئی تحریر خالی نہیں۔ آپ اس بدگمانی کو دور کرانا چاہتے ہیں تو آئندہ اس کذب سے کف لسان اختیار کریں۔ مطلب کی بات کا جواب راستی دیا کریں۔

آپ کی پیش گوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے الہامی ہونے کی نسبت جو مجھے عذر ہے اس کا اظہار و

بیان بحکم اصول مناظرہ وقانون عدالت ودیانت تب ہی مجھ پر واجب ہوتا، جب آپ کی طرف سے اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا بپابندی اصول مناظرہ وقانون عدالت ودیانت، ثبوت گزرتا۔ مگر ہنوز آپ سے یہ امر وقوع میں نہیں آیا۔ تو پھر اس عذر کے پوچھنے کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔

آپ نے اس خط میں یہ دعوی کیا ہے کہ میں نے نہ اپنی نفسانی طمع اور نکاح کی ذاتی غرض سے، بلکہ دین اسلام کی حقانیت اس کے منکروں اور مخالفوں پر (جو میری برادری اور قرابتیوں میں سے تھے اور وہ مجھ سے آسمانی نشان طلب کرتے تھے) ظاہر کرنے کی غرض سے، یہ پیش گوئی کی تھی کہ اگر مرزا (احمد بیگ) ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دے گا۔ کسی اور سے اس کا نکاح کرے گا تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ ان تین برس میں گو تاریخ موت نہیں بتائی گئی مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گزرے گا۔ اور اڑھائی برس کے عرصہ تک اس کا شوہر فوت ہو جائے گا۔ اور وہ لڑکی بیوہ ہو میرے نکاح میں آئے گی۔ اور یہ سب باتیں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہو کر مشتہر ہو چکی ہیں، اور اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ اس پیش گوئی کا ایک جزء تو پورا ہو گیا ہے کہ مرزا مذکور نے ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ تو ۴ مہینے سے کم عرصہ میں ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو وہ فوت ہو گیا ہے۔ ایسے ہی باقی دو جزوں (اس لڑکی کے شوہر کے فوت ہونے اور اس لڑکی کے میرے نکاح میں آنے) کی امید ہے۔ پھر کہا ہے کہ یہ پیش گوئی دوسرے وسائل نجوم رمل وجفر سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منجموں کی پیش گوئی ایسی نہیں ہوا کرتی جس میں ذاتی فائدہ کے لحاظ سے شرطیں ہوں (جیسا کہ میں شرط نکاح لگا دی ہے) اور نہ وہ اس دعوی کے ساتھ ہوتی ہیں کہ میں ملہم اور خدا کی طرف سے مامور اور بھیجا گیا ہوں (جیسا کہ میں نے دعوی کیا ہے)۔ اس دعوی کے ساتھ کوئی منجم یا رمال پیش گوئی کرے تو اس کا سچا ہونا ممکن نہیں ہے۔ جس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اگر منجم جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی سچی نکلے تو اس میں اور سچے نبی میں فرق نہیں رہتا اور لوگوں کو صدق نبوت میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔

اور نقلی دلائل میں وہ آیت ہے جن میں مومن آل فرعون کے اس قول کی حکایت ہے و ان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یهدی من هو مسرف کذاب کہ اگر موسی سچا ہے تو تم کو (اے فرعونیو) ضرور وہ عذاب پہنچے گا جسکی وہ پیش گوئی کر چکا ہے۔ خدا جھوٹے زیادتی کرنیوالے کو راہ نہیں دکھاتا۔ یعنی اسکی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا۔

اوروہ آیت جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا ہے و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذ نا منه بالیمین ثم لقطعنامنه الو تین کہ اگر وہ ایک قول بھی ازخود بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔

اوروہ آیت جس میں ارشاد ہے۔ و لا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول کہ خداتعالی اپنے غیب پر بجز رسول کسی مطلع نہیں کرتا۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کو جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔ اور اس کو غیب پر اطلاع نہیں ہوتی۔ اور اس کی رگ جان کاٹی جاتی ہے۔ اور چونکہ میں گیارہ برس سے دعوی وحی والہام کرتا ہے اور اب تک مارا نہیں گیا، بلکہ دن بدن میری عزت وقبولیت لوگوں میں بڑھتی جاتی ہے، میرے پچھلے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵۔ آدمی شامل ہوئے تھے اور اس سال ۳۲۷ مخلص واحباب آئے ہیں، اور میری پیش گوئیاں سچی نکلتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں صاحب وحی والہام ہوں اور میری پیش گوئی مذکور الہامی ہے۔ رمل ونجوم جفر سے وہ نہیں ہوئی۔ اب آپ اس پیش گوئی کو الہامی مان لیں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں یہ اعتراف چھاپ دیں کہ جزء پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کادیانی پوری ہوگئی ہے، باقی دو جزء (موت شوہر دختر خسر مذکور و نکاح ثانی آ دختر بہ کادیانی) پوری ہوگئیں تو میں توبہ کروں گا۔ اس اعتراف کو آپ نے اپنے رسالہ میں نہ چھاپا تو پھر آپکے لئے غضب الٰہی جو آپ کے غضب سے بڑھ کر ہے تیار ہے۔ کیونکہ نشان دیکھنے کے بعد انسان معذور نہیں ٹھہر سکتا۔

یہ آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت کا جس کو آپ نے پراگندہ طور پر مکرر سہ کرر عبارات میں ادا کیا ہے ضبط وشائستگی کے ساتھ خلاصہ ہے۔ اس باضبط وشائستہ پیرایہ میں اس کو اس لئے ادا کیا گیا ہے کہ اس پر ضبط اور آسانی سے یک جا گفتگو ہو سکے۔

میرے نزدیک اور ہر ایک منصف مزاج، حقیقت شناس، سخن رس، ناظر ومناظر کے نزدیک آپ کا یہ ثبوت غیر مکمل ونا کافی ہے۔ کراس ایگزیمینیشن (امتحان جرح) کا محتاج ہے۔ لہذا آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت مذکور پر چند سوالات جرح کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آپ نے کافی وشافی اور صافی دیا تو آپ کا ثبوت مکمل سمجھا جائے گا۔ اور اس وقت آپ کو اپنے دعوی اور اس کے دلائل کی صحت وتسلیم میں عذر پوچھنے کا استحقاق پیدا ہوگا۔ وہ سوالات یہ ہیں:

جرح بر مرزا قادیانی

سوال اول ۔ اس پیش گوئی سے جو غرض آپ نے بیان کی ہے اس غرض کا اظہار آپ نے کب کیا تھا۔ درخواست نکاح کے وقت، یا جب درخواست نامنظور ہوئی، تب یہ غرض بنائی گئی ۔اشتہار متضمن پیش گوئی مذکور اوراشتہار متضمن اظہار غرض مذکورایک تاریخ کے ہیں یا اشتہار پیش گوئی کی تاریخ آگے اوراشتہار متضمن اظہار غرض کی تاریخ پیچھے۔ایسا ہے تو غرض وعلت غائی کا جس کا وجود ذہن میں پہلے ہوتا ہے،اظہار پیچھے کیوں ہوا؟

سوال دوم ۔ اگر آپ کی کسی تحریر سابق یا لاحق سے یہ ثابت ہو کہ درخواست نکاح کے وقت آپ نے معجزانہ اور مردانہ مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ عاجزانہ وبزدلانہ خوشامد چاپلوسی اور مال کی طمع دہی سے کام لیا ہے۔اور۱۸۹۱ءتک (جس میں دوسرے شخص سے اس لڑکی کے نکاح کی تجویز ہوئی تھی) اس طمع دہی کونہیں چھوڑا، تو پھر آپ اس دعوی کو ود ڈرا(withdraw) کریں گے،یعنی واپس لیں گے یا اس میں کوئی عذر پیش کریں گے۔پیش کرنا ہوتو اس کو پہلے سے بیان کردیں۔

سوال سوم ۔اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ءکو،جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں،آپ نے پبلک (عام لوگوں) میں شائع کیا تھا؟اوراس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں۔یااس کو چھاپ کرا پنے پاس رکھ چھوڑا۔اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص لوگوں میں شائع کیا تھا،جیسا کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ امر معلوم ہو چکا ہے۔

سوال چہارم۔جو پیش گوئی کسی شخص کی سچی نکلے وہ بذاتہ وبانفرادہ اس شخص کے ملہم ہونے اور پیش گوئی کے الہام ہونے پر دلیل ہوسکتی ہے۔یااس کی صداقت کے علاوہ اس شخص میں اور بھی شرائط ہونی ضرور ہیں،جن سے اس کا ملہم اوراس کی پیش گوئی کا الہام ہونا ثابت ہو؟

سوال پنجم ۔ خواص حقیقت شناس لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جو انبیاء مانا ہے، تو صرف ان کی کسی پیش گوئی کے سچا ہونے سے مانا ہے، یا ان کو نبی ماننے میں ان کے اخلاق دائمی اور مدت العمری راست بازی، رحم دلی، بے غرضی، عفت، عدالت وغیرہ اور ان کی اعتقادات وتعلیمات کا بھی لحاظ کیا ہے۔

سوال ششم ۔ نبیوں کی سبھی پیش گوئی کا سچا ہونا ضروری ہے یا نہیں ۔ بلکہ بعض کا جھوٹا ہونا بھی ممکن یا واقعہ ہو چکا ہے؟ ظنی اور خیالی تعبیر سے سوال نہیں، اس واقعہ کی نسبت سوال ہے جس کی نبی نے قطعی طور پر خبر دی ہو۔

جواب میں شق نفی اختیار کریں تو ایسی پیش گوئی غیر صادق کی مثال نبی آخر الزمان کی پیش گوئی سے بحوالہ کتب اسلامی دیں، کیونکہ اہل کتاب کی نقل و بیان پر اہل اسلام کو اعتماد نہیں ہے۔

ہفتم ۔ جس شخص کی کوئی پیش گوئی سچی نکلے اور کوئی جھوٹی، وہ سچی پیش گوئی میں ملہم ہوسکتا ہے؟

ہشتم ۔ ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو، لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو، ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں لاتا ہو، ظلم، ایذا رسانی، بے رحمی، بد خلقی و بد گوئی پر مصر ہو، تو پھر بھی اگر اس کوئی پیش گوئی سچی نکل آوے، اس سچی پیش گوئی میں ملہم، ولی، محدث و مجدد اور خدا کا مخاطب ہوسکتا ہے؟

سوال نہم ۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور اس سے پیشتر ایسے لوگ عرب میں موجود تھے جو کاہن کہلاتے تھے اور غیب دانی کے مدعی تھے۔ اور وہ بعض پیش گوئیوں میں سچے نکلتے تھے یا نہیں؟

جواب بشق نفی ہو، تو جن احادیث سے ایسے کاہنوں کا وجود ثابت ہوتا ہے، وہ موضوع ہیں یا کچھ اور معنے رکھتے ہیں؟

اور اگر جواب بشق اثبات ہو تو وہ لوگ ان سچی پیش گوئیوں میں ملہم اور خدا کے مخاطب کہلا سکتے ہیں؟

سوال دہم ۔ ابن صیاد کاہن نے (جس کو آپ دجال سمجھتے ہیں) آنحضرت ﷺ کے دل میں چھپائی ہوئی بات کسی قدر معلوم کر لی تھی یا نہیں؟

جواب بشق اثبات ہو، تو اس صورت میں وہ ملہم و صاحب وحی متصور ہوگا یا کچھ اور

اور اگر بشق نفی ہو تو ان احادیث کی نسبت جن میں ابن صیاد کا بتایا ہوا لفظ د خ منقول ہے، آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ موضوع ہیں یا اور کچھ معنے رکھتی ہیں؟

سوال یازدہم ۔ اکثر زمانوں اور ملکوں میں نجومی، رمال، جفری، پنڈت، جوتشی واقعات آئندہ موت وحیات بعض اشخاص کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ پنڈت لوگوں کی جنم پتریاں لکھتے ہیں، نجومی زائچے لکھتے ہیں جن میں سال بھر کے واقعات درج کرتے ہیں۔اور وہ اخباروں میں چھپتے ہیں۔جن میں سے بعض واقع کے مطابق اور سچے نکلتے ہیں۔ان میں وہ ملہم اوران کی سچی پیش گوئیاں الہامی ہوتی ہیں یا کچھ اور؟

سوال دوازدہم ۔ اگر وہ اس کے ساتھ جھوٹا دعوی الہام کرلیں یا کوئی اور جھوٹ بولیں یا کسی ذاتی فائدہ کوملحوظ رکھیں اوراس کی نسبت پیش گوئی کرنی چاہیں،تو پھران کی اس قسم کی پیش گوئیاں بند ہوجاویں؟ اور پھر وہ کسی پیش گوئی میں سچے نہ نکلیں؟ اوراس کی وجہ کیا ہے۔کیا وہ اپنے علم نجوم، جفر وغیرہ کو بھول جائیں۔ یا اور سبیل سے روکے جاویں۔

سوال سیزدہم ۔طبعی،فلاسفر،سائنس دان، جو پیش گوئیاں کرتے ہیں ان میں سے بعضی سچی نکلتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر نکلتی ہیں تو کیا وہ لوگ بھی ملہم اوروہ پیش گوئیاں الہامی ہیں؟

سوال چہاردہم ۔روحانیات کی تسخیر وحاضرات سے جو پیش گوئیاں لوگ کرتے ہیں، چنانچہ آج کل کلکتہ کی ایک جماعت تعلیم یافتہ نے آنریبل بابو کرسٹوداس پال کی روح کو بلا کر یہ پیش گوئی کی ہے کہ جیوری سسٹم میں لفٹننٹ گورنرکو ناکامی ہوگی۔اور حضرت مسیح کی روح سے یہ پیشین گوئی کرائی ہے کہ ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی عمر چار برس اور ہوگی اور پرنس آف ویلز ان کے جانشین ہوں گے وغیرہ۔جو اکثر اخباروں میں شائع اور مشتہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی پیش گوئی سچی ہوگئی تو کیا وہ جماعت بھی ملہم متصور ہوگی اور پیش گوئیاں الہامی ہوں گی؟

سوال پانزدہم ۔مسمریزم یا عمل الترب کے ذریعہ سے جس تہ پائے میز یا چوکی کو ہلایا جاتا ہے،جس کا آپ نے بھی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں اعتراف کیا ہے، وہ بھی لوگوں کی حیات وممات وغیرہ واقعات آئندہ کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں، چنانچہ لاہور میں اس کا مدت تک گھر گھر مشغلہ رہا، ہرگلی کوچہ میں چرچا ہوا لاہور کے ایک معزز رئیس اور میرے دوست سید رجب علی شاہ صاحب میونسپل کمشنر اور پروپرائیٹر امپیریل پریس کے مکان پراور کئی اور لوگوں کے مکانات پر ایسی میزیں تھیں جن سے میرے دوستوں اوراحباب نے اپنی آنکھ سے اس کاروائی کو مدت تک دیکھا۔ یہ پیش گوئیاں اگر سچی نکلیں تو کیا وہ تہپائے بھی ملہم ومحدث ومجدد وصاحب وحی

کہلائیں گے۔ اور اس تہ پائے سے مسمریزم کے ذریعہ سے یہ کام لینے والے ہندو، مسلمان، عیسائی، ملہم ومحدث کہلائیں گے؟

سوال شانزدہم۔ بعض مسلمان فاسق فاجر زنا کار شراب خور اس حالت اور اس وقت میں جب کہ وہ بادہ بسرو آشنا ببر کا مصداق ہوتے ہیں اور بعض کافر بعض اوقات ایسے خواب دیکھتے ہیں جن میں واقعات آئندہ کے حالات ان پر کھل جاتے ہیں کہ فلاں شخص فوت ہوگا، یا فلاں شخص کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا ہوگی، اور فلاں شخص بیمار ہوگا، فلاں چیز ہاتھ آئے گی۔ اوران پیش گوئیوں میں وہ سچے نکلتے ہیں۔ کیا ان پیش گوئیوں میں وہ لوگ ملہم محدث وغیرہ کہلا سکتے ہیں۔

سوال ہفدہم۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ الہامی کہلاتے ہیں، نہ کاہن نہ نجومی نہ جوتشی نہ طبعی نہ سائنس دان نہ مسمریزر، نہ خواب میں کی رویت بیان کرتے ہیں، بلکہ صرف قرینہ وقیاس وتجربہ اور ظن سے ایک شخص کی نسبت پیدائش یا موت یا صحت یا بیماری کی خبر دیدیتے ہیں اور وہ سچی نکل آتی ہے۔ کیا وہ بھی آپ کے نزدیک الہامی ہیں اور ان کی پیش گوئی الہام ہے؟

سوال ہژدہم۔ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قیافہ وتجربہ بھی نہیں رکھتے، صرف سادگی سے بے ساختہ ان کے منہ سے ایک آئندہ کی بات نکل جاتی ہے، اور وہ اتفاقاً سچی ہوجاتی ہے، ان میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو لوگ عاجز وناچیز سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ راست باز ہوتے ہیں۔ خدا تعالی ان کی عاجزی وسچائی کی برکت سے ان کی بات کو پورا، اور ان کو سچا کردیتا ہے، جن کے حق میں آچکا ہے لو اقسم علی اللہ لا برہ کیا وہ لوگ بھی ایسی باتوں میں خدا کے ملہم ومخاطب ہیں؟

سوال نوزدہم۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو صفات مذکورہ بالا سے ایک صفت بھی نہیں رکھتے ہیں، بلکہ وہ پرلے درجہ کے جھوٹے، بے حیا اور دلیر ہوتے ہیں، نہ ننگ دنیا رکھتے ہیں اور نہ خوف آخرت۔ اور وہ یوں ہی بغیر کسی یقین وظن کے ایک لاف ماردیتے ہیں کہ تیرے گھر بیٹا ہوگا۔ یا اگر تو ہم کو کچھ نہ دے گا تو تیرا یہ نقصان ہوجائے گا، جیسا کہ بعض ڈاڑھی منڈے بھیک ماننے والے جوگی فقیر کرتے ہیں، اور خدا کے علم وتقدیر میں اس کا وقوع مقدر ہوتا ہے، تو اتفاق سے ان کے کہنے کے موافق ہوجاتا ہے۔ ان کو بھی آپ الہامی اور ان کی ایسی پیش گوئی

کوالہام کہیں گے؟

سوال بستم ۔سیالکوٹ کے ملک شاہ علم نجوم یارمل میں کچھ دخل رکھتے ہیں اور آپ کو ان سے صحبت وملاقات و استفادہ (شاگردی) کا کوئی تعلق رہا ہے یانہیں ؟

سوال بست ویکم ۔ بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اوران کے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھےاور آپ کو ان سے صحبت واستفادہ کا تعلق تھا یانہیں؟

سوال بست ودوم ۔فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر میں جو آپ نے ہندسہ اور بعض نقوش لکھے ہیں ان سے کیا مراد ہے اور وہ کس علم کی اصطلاح ہے؟

بست وسوم ۔آپ کومسمر یزم یاعمل الترب میں دخل ہے یانہیں۔

اوراگر نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں یہ کیوں دعوی کیا اور کہا ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل کومکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

بست وچہارم ۔اس عاجز کی باون سال کی عمر کوپہنچ کرفوت ہونے کی نسبت آپ نے وہ پیش گوئی جو آپ کے مرید اور آپ کے دوست بیان کرتے ہیں،کی ہے یانہیں؟ کی ہے تو کس عنوان وبیان سے۔

بست وپنجم ۔ جولڑکا بشیر نام آپ کا فوت ہوگیا ہے،اس کی نسبت آپ نے کسی تحریر یا اشتہار میں لکھا تھا یانہیں، کہ اس میں پسر موعود اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی علامات پائی جاتی ہیں اور یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے۔

بست وششم ۔کسی تحریر میں اس بیان علامات سے آپ نے انکار کیا ہے یانہیں؟

بست وہفتم ۔اس لڑکے کی نسبت آپ کے کسی حامی نے یہ بھی مشتہر کیا تھا کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہے یانہیں؟ کیا تھا،تو آپ نے اس پر سکوت کیا، یا اس کورد کیا تھا؟

بست وہشتم ۔شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟ اور وہ کس عنوان سے تھی؟

اور اس کی تشہیر کی تھی؟ اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی۔

بست ونہم۔ دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپسی اور دیانند سرستی کی موت کی نسبت جو آپ نے پیش گوئی کی تھی، وہ کس عنوان سے تھی، اور اس کی اشاعت کیونکر ہوئی؟

(ان چار آخری سوالات میں جن پیش گوئیوں کا ذکر ہے، ان میں کوئی مستقل بحث مقصود نہیں، بلکہ اسی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی جناب میں بحث کرنے کے وقت ان سے ضرورت متعلق ہوگی)

سوال سی ام۔ جس شخص کو کسی امر کے چند ساعات کے بعد واقع ہو جانے کا علم ویقین ہو، وہ اس کے ظاہر وثابت کرنے اور دوسرے کو اس مقابلہ سے عاجز کرنے کے لئے اس امر کے چند دنوں کے بعد واقع ہونے، اور اگر چند دنوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند مہینوں کے بعد اس کے واقع ہونے، اور اگر چند مہینوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند برسوں کے بعد اس کے واقع ہونے کی خبر دے۔ تو اس سے اس کا علم ویقین ثابت ہوتا ہے یا یہ شک یا گمان پیدا ہوتا ہے کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، بلکہ اس نے صرف ظن سے کام لیا اور احتیاط وپیش بندی کر کے ساعات کی جگہ دنوں کو، اور دنوں کی جگہ مہینوں کو، اور مہینوں کی جگہ برسوں کو اختیار کیا۔ اس کو یقین ہوتا تو جس کمتر وقت پر اس امر کا وقوع ہوا ہے، اسی کو بیان کرتا۔

جواب میں اگر شق اول اختیار کی جائے تو اس کی نظیر میں کوئی الہامی پیش گوئی پیش کی جائے جس میں خدا تعالی نے ایک واقعہ قریب الوقوع کی ابعد مدت کے بعد واقع ہونے کی خبر دیکر اس سے مخالفین اور منکرین پر حجت قائم کی ہو۔ قرآن میں ایسے نظائر تو موجود ومعلوم ہیں کہ بعید الوقوع واقعہ کے وقوع کی ایسے الفاظ سے خبر دی ہو جن سے اسکا قریب الوقوع ہونا خیال میں آسکے اور اس سے مومنوں کے دل میں تسکین وامید اور مخالفوں کے دل میں دائمی خوف اور غم پیدا ہو، چنانچہ فتح روم کی جو سات یا نو برس کے بعد ہونے والی تھی، لفظ بضع سے، جس سے ادنی تین برس بھی مفہوم ہوتے ہیں، خبر دینا ہے۔ لہذا اس قسم کی نظیر پیش نہ کریں بلکہ ایسی نظیر پیش کریں جس میں قریب الوقوع واقعہ کی ابعد مدت میں واقع ہونیکی پیش گوئی مقام تعجیز خصم میں کی گئی ہو

اور اگر جواب میں شق ثانی اختیار کریں تو یہ بتا دیں کہ آپ کی اس پیش گوئی میں آپ کے ملہم نے یہ احتیاط وپیش بندی کیوں کی کہ جو واقعہ چار مہینے سے کم عرصے میں واقع ہونے والا تھا، اس کا وقوع تین برس کے عرصہ میں بتایا، باوجودیکہ قریب مدت بتانے میں آپ کا غلبہ اور بزعم آپ کے معجزہ ثابت ہوتا تھا۔ اس احتیاط

سے آپ کے ملہم پر یہ گمان واعتراض نہیں ہوتا کہ اس کو چار مہینے کے بعد وقوع اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ علم ہوتا تو عین مقابلے اور تحدی اور اعجاز کے مقام میں اسی قریب مدت کے بعد اسکے وقوع کی خبر دیتا، احتیاط اور پیش بندی سے کام لے کر مہینوں کی جگہ تین سال نہ بولتا۔

سوال سی ویکم۔ دوسرے کشف میں جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ بہت عرصہ نہیں گذرے گا کہ آپ کا خسر فرضی مر جائے گا، اس امر کو آپ نے کسی تحریر مطبوع یا قلمی کے ذریعہ سے مشتہر کیا تھا یا نہیں؟

مشتہر کیا، تو اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

وہ تھوڑا عرصہ جو اس کشف میں بتایا گیا تھا، مہینوں کا تھا یا برسوں کا؟

اگر برسوں کا بتایا گیا تو کیا پھر وہ اس اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا جو شق ثانی جواب سوال نمبر ۳۰ پر وارد ہوا ہے۔

اور اگر وہ مہینوں کا بتایا تھا تو آپ نے اس کو مقام مقابلہ وتعجیز منکرین میں ظاہر کیوں نہ کیا۔ اور اگر کچھ بھی نہیں بتایا تو اس کشف سے کون سا فائدہ جدید حاصل ہوا، جو پہلے الہام سے نہ ہوا تھا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو پھر کیا یہ کشف لغو نہیں ٹھہرتا۔ کیا اس کشف پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آپ نے اس میں ان جوگیوں کا اقتداء کیا جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ہمسایہ کو یہ کہہ جاتے ہیں کہ اس گھر میں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کو پیش کر کے اپنا سچ ثابت کیا اور نذرانہ لیا، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نے ہمسایہ کو کہہ دیا تھا کہ لڑکی ہوگی۔

آپ نے بھی بعینہ یہ کام کیا ہے کہ ایک الہام میں تین برس کی میعاد ٹھہرا دی، دوسرے کشف میں عنقریب کی خبر دی، پھر جلدی کام ہوگیا تو یہ کہہ دیا کہ ہم نے عنقریب وقوع کی خبر دی تھی، دیر ہوگئی تو تین برس کی مدت کو پیش کیا، جس میں کسی نہ کسی اختیاری تدبیر سے یا اتفاقی تقدیر سے ایک شخص کام تمام کرنا ممکن ہے۔

سوال سی و دوم۔ آپ کی متمسکہ آیات میں سے پہلی آیت میں جو حضرت موسی کی پیش گوئی کا سچا ہونا بیان ہوا ہے، اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کی کوئی پیش گوئی اتفاقی سچ نکلے وہ ملہم ہوتا ہے؟ کیا بعض اوقات جھوٹے کی بات سچ نہیں نکلتی (چنانچہ سوالات سابق میں پوچھا گیا ہے) پھر یہ آیت اس جھوٹے کو کیونکر ملہم بناتی ہے۔ اور جو اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ خدا تعالی مسرف کذاب کو راہ نہیں دیتا، اس کے یہ معنی کس دلیل سے

متعین ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی کو پورانہیں کرتا؟ کیونکر جائزنہیں کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ جو شخص اپنی اور (دیگر) باتوں میں جھوٹ بولے، گو مدعی الہام نہ ہو۔ اس کو خدا تعالی وحی والہام سے مشرف نہیں کرتا، اور اس کی بعض پیش گوئیاں الہامی نہیں ہوتیں، گو بوجوہ مذکورہ بالا سچی نکلیں۔ یا یہ معنی ہوں کہ خدا تعالی فرعون کو جو مسرف وکذاب ہے، راستی اور نجات کی راہ نہیں دکھائے گا۔ چنانچہ بیضاوی نے اس کے ایک یہ معنے بھی کئے ہیں۔ عرض بہ فرعون بانہ مسرف کذاب لا یھدیہ اللہ سبیل للصواب و طریق النجاۃ (بیضاوی۔ ج۲)۔

سوال سی وسوم۔ دوسری آیت میں جو افتراء پر ہلاک کرنے کا ڈر سنایا گیا ہے اس کی کوئی حد مقرر ہے کہ جس دن خدا تعالی پر افتراء ہو، اسی دن ہلاکت ہو، یا اس کی ہلاکت کا وقت وسیع ہے؟ قوم نوح نے جو خدا پر شریک کا افتراء کیا تو وہ کتنی مدت کے بعد ہلاک ہوئے۔ فرعون جو خود معبود بن بیٹھا تھا، وہ اس افتراء کے بعد کتنے دنوں میں ہلاک ہوا؟ آپ (مرزا) سے پہلے جن لوگوں نے جھوٹا دعوی نبوت والہام کیا تھا، جیسے مسیلمہ وغیرہ، وہ کتنے عرصہ کے بعد ہلاک ہوئے؟ جس دن سے آپ نے نبوت اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے آپ کی صحت اکثر اوقات کیسی رہتی ہے۔ کیا آپ اکثر بیمار نہیں رہتے اور آپ کی ایسی حالت نہیں ہوجاتی جس سے موت نظر آنے لگے۔ کیا ایسے امراض، موت کے وہلاکت کے مقدمات نہیں ہیں۔

اگر مفتری کا جلد ہلاک ہونا ضروری ہے اور آپ مفتری نہیں، بلکہ سچے ملہم اور ولی ہیں، تو جو لوگ آپ کو مفتری و کذاب کہتے ہیں اور آپ کو کافر سمجھتے ہیں، اور رات دن آپ پر لعنتوں کا مینہ برسا رہے ہیں، جو آپ کے خیال میں یقیناً خدا پر افتراء کرتے ہیں، وہ کیوں جلد ہلاک نہیں ہوتے؟ باوجودیکہ حدیث قدسی میں خدا تعالی سے منقول ہے من عادی لی ولیاً فقد بارز اللہ بالمحاربۃ و فی روایۃ فقد آذنتہ بالحرب یعنی خدا تعالی فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے لڑنے کو میدان میں نکلا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالی اس کو جنگ کی اطلاع دیتا ہے۔ اور وہ لوگ کیوں دن بدن برکات و انعامات الہیہ کے مورد ہوتے ہیں۔ صحت و عافیت اور قوت میں آپ سے بڑھ کر ہیں۔ اولاد میں بہ نسبت سابق زمانہ عدم مخالفت محل برکت وکثرت ہیں۔ جائز طور پر آمدنی زر میں آپ سے بڑھ کر ہیں؟

ہلاکت کے مقابلے میں دن بدن عزت بڑھنے کا جو آپ نے دعوی کیا ہے اس کا موازنہ ومقابلہ اپنی روز افزوں ذلت اور اپنے مخالفین ومکفرین کی روز افزوں عزت سے نہیں کیا۔لہذا اس پر یہ سوالات وارد ہوتے ہیں۔

ہندوستان و پنجاب کے مسلمانوں میں آپ کو حق پر جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا آپ کے مخالفین ومکفرین کو حق پر جاننے والوں کی؟

۱۸۹۱ء کی نسبت ۱۸۹۱، ۱۸۹۲ء میں آپ کے مکفرین کی تعداد زیادہ ہوئی ہے یا تابعین کی۔جس قدر لوگ آپ کے میلہ حال میں آئے ہیں، کیا وہ مخالفین ومکفرین سے تعداد میں بڑھ کر تھے؟

گذشتہ میلہ سالانہ میں جو لوگ آئے تھے ان میں سے بہت سے لوگ اس سال کیوں نہیں آئے؟

نئے لوگ جو آئے ہیں ان کے مخلص واحباب ہونے پر آپ کی کیا دلیل ہے؟

کیا ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو صرف تماشا دیکھنے یا نکتہ چینی کرنے کو آئے تھے؟ کیا ان میں بعض لوگ ایسے نہ تھے جو آپ کے اشتہار اور پرائیویٹ خطوں سے دھوکہ کھا کر آئے اور بعض صرف روٹی کھانے کو آئے؟ آپ ان سب کے مخلص واحباب ہونے کے مدعی ہیں تو ان کی فہرست پیش کر کے ان کے مخلص ہونے کا ثبوت دیں ۔اور پھر دیکھیں کہ ان میں سے کس قدر آپکے مخالف اور غیر معتقد ثابت ہوتے ہیں۔

جن فقیروں، پیرزادوں کو آپ اپنے رسائل میں بدعتی لکھ چکے ہیں، انکے سالانہ میلوں اور عرسوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔کیا وہ لوگ بھی آپ کے اعتقاد میں خدا کے نزدیک عزت رکھتے ہیں؟

دھونگل اور نگاہے کے میلوں میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یا آپکے میلہ میں؟

سوال سی و چہارم ۔تیسری آیت سے جو آپ نے یہ مطلب نکالا ہے کہ نبی، رسول اور محدث کے سوا کوئی شخص آئندہ کی بات نہیں بتا سکتا، اور جو بتادے وہ ملہم ہوتا ہے۔اس پر یہ سوالات ہیں۔

غیب کس کو کہتے ہیں۔کیا جو بات عادی اسباب علم، حساب، نجوم وغیرہ سے معلوم ہو، اس کو غیب کہا جاتا ہے؟

نجومی اپنے علم نجوم سے جو کچھ بتاتے ہیں اس کی نسبت وہ علم ویقین کا دعوی کرتے ہیں یا صرف ظن کا؟

نبی کے سوا جو کسی کو الہام ہوتا ہے، اس کے دخل شیطان سے اسی پہرہ و چوکی سے حفاظت ہوتی ہے جس سے نبیو ں رسولوں کی وحی کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہے فانہ یسلك من بين

یـد یـه و مـن خلفه رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسا لا ت ر بھم (بے شک خدا، رسول کے آگے اور پیچھے پہرہ رکھتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ خدا کے فرشتوں نے ٹھیک خدا کے پیغام ان کو پہنچا دیئے ہیں، ان میں شیطان نے کچھ دخل نہیں دیا) مسلمانوں سے آج تک اس بات کا کون قائل ہوا ہے کہ اس آیت کا یہ لفظ، رسول، محدث کو بھی شامل ہے اور محدث بھی ایک رسول ہوتا ہے؟ اس صورت میں نبی اور غیر نبی کے الہام میں کیا فرق ہے؟

سوال سہ و پنجم۔ ولی وملہم ہونے کے لئے پابند شریعت ہونا ضروری ہے، یا تارک احکام شرعیہ کا بھی ولی وملہم ہونا جائز ہے؟

سوال سی و ششم۔ آپ اپنی تمام عمر میں دعوی ولایت والہام سے پہلے اور اس کے بعد خصوصاً دعوی مسیحائی کے وقت سے پانچ وقت مسجد الجماعت میں نماز پڑھنے کے ملتزم ہیں، یا اکثر اوقات مسجد چھوڑ کر مکان پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں؟

سوال سی و ہفتم۔ کیا ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ فجر کی نماز آپ نے ٹھیک وقت نہ پڑھی ہو اور اپنے اتباع وملازمین پر یہ کہکر خفگی ظاہر کی ہو کہ جو لوگ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ ان کو نماز کے لئے جگا دیا کرتے ہیں، تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ مجھ کو صبح کے وقت نہیں جگاتے

سوال سی و ہشتم۔ آپ نے فریضہ حج ادا کیا ہے یا نہیں؟ نہیں کیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا آپ کے دس ہزار روپئہ جائداد کی آمدنی سے آپ پر حج فرض نہیں ہوا؟

یا دعاؤں کی پیدا والی اور مریدوں کی آمدنی سے ایک وقت میں آپ کے پاس پانچ پانچ سو یا اس سے زیادہ روپئہ نہیں آیا جس سے حج فرض ہو جاتا؟

سوال سی و نہم۔ آپ ہمیشہ سے، خصوصاً دو تین سال سے، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟

کسی رمضان میں آپ ایسے بیمار ہوئے ہیں جس میں دو چار میل پیادہ پا سیر نہ کرتے ہوں؟

سوال چہلم۔ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے یا نہیں؟

اور اگر کوئی جھوٹ آپ کی کلام میں ثابت ہو، تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں، اگر وہ سچی نکلے، ولی وملہم ہو سکتے ہیں؟

سوال چہل و یکم۔ دس ہزار روپئہ کے قریب آمدنی چندہ وغیرہ کے مصارف میں جو آپ نے ساٹھ ہزار مہمانوں

اور بارہ ہزار رجسٹری شدہ خطوں کا ذکر صفحہ ۴۷ و ۴۸ رسالہ فتح اسلام میں کیا ہے، اس کا آپ کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

کیا مہمانوں کا کوئی رجسٹر ہے جس میں ان کے نام بقید ولدیت و جائے سکونت وغیرہ درج ہوں۔ اور رجسٹریو ں کی رسیدات موجود ہیں؟

ماہواری خطوں کی تعداد تین سو سے سات سو تک اور کل کی تعداد نوے ہزار سے زیادہ جو آپ نے رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں بتائی ہے، اس کا ثبوت آپ کیا دے سکتے ہیں؟ کوئی رجسٹر ہے یا کچھ اور۔

سوال چہل و دوم۔ آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت کوئی پیش گوئی ہشت سالہ میعادکی، کی ہے یا نہیں؟

اقبال ہو تو فرمایئے کہ اس کا کیا مضمون وعنوان ہے؟

اور اگر انکار ہو تو اس انکار پر آپ، جس عنوان سے کہا جاوے، قسم کھائیں گے؟

سوال چہل و سوم۔ جن شرائط مندرجہ اشتہار جنوری ۱۸۸۹ء (جو تکمیل تبلیغ کے عنوان سے چھپا ہے) پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، ان شرائط کے خود پابند ہیں؟ خصوصاً شرط دوم وسوم وچہارم وہفتم ونہم کے۔

اور اگر آپ کا عمل ان کے برخلاف ثابت ہو تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں (اگر وہ سچی نکلے)، ولی وملہم ومحدث ہو سکتے ہیں؟

کیا آپ کے خاص مریدان شرائط کے پابند ہیں؟ کیا ان میں ایسے لوگ نہیں جو علانیہ ان شرائط کا خلاف کرتے ہوں، نماز نہ پڑھتے ہوں، داڑھیاں صفاچٹ یا خش خشی کراتے ہوں، شراب پیتے ہوں، لوگوں کے مال ناجائز طور پر مارتے ہوں، اور ان کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف دیتے ہوں، اور آپ کو ان کی ان باتوں کا علم ہو۔

کیا آپ کے بڑے خاص اور بڑے معاون نے خاص آپ کے مکان پر شراب نہیں پی؟ اور آپ نے اس پر مطلع ہو کر اس عذر سے کہ وہ مہمان ہے، اس کی دل آزاری نہیں کی جاسکتی، ترک خفگی و نہی عن المنکر نہیں کی؟

ان حالات کے ثابت ہونے پر آپ کسی سچی پیش گوئی میں ولی وملہم ومحدث ہو سکتے ہیں؟

سوال چہل وچہارم۔ میاں اللہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے سابق ملازم فتح خان کی معرفت دوسو روپیہ یا کم وبیش منگایا۔ وہ کیسا روپیہ تھا؟

اور وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

سوال چہل و پنجم۔ براہین احمدیہ کا چندہ آپ کے ذاتی مصارف میں کچھ صرف ہوا ہے یا نہیں؟

سوال چہل و ششم۔ واپسی قیمت براہین احمدیہ کی بابت جو اشتہار آپ نے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں چھاپا تھا، وہ ان سب خریداروں اور معاونوں کے پاس، جن سے چندہ وصول کیا تھا، روانہ کیا تھا؟

اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

سوال چہل و ہفتم۔ جس شخص نے آپ سے براہین احمدیہ کا چندہ واپس طلب کیا، اس کو آپ نے بلا عذر واپس کیا، یا اس میں کچھ حیلہ وحوالہ سے کام لیا؟

سوال چہل و ہشتم۔ آپ کے ذاتی مصارف کا گذارہ اس چندہ سے چلتا ہے جو آپ مریدوں اور خریداران رسائل سے لیتے ہیں یا آپ کی آمدنی زمین سے؟

اور اگر وہ گذارہ آمدنی زمین سے ہے تو اس کی تعداد سالانہ کس قدر ہے؟

سوال چہل و نہم۔ پیش گوئی زیر بحث کے متعلق جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے تمہاری طرف ردّ کرے گا (لوٹائے گا) جس کو آپ نے خط میں یقین سے بیان کیا اور اس میں چھ دعاوی کا پایا جانا بتایا، اگر یہ الہام الٰہی تھا (جو ۱۸۸۸ء میں ہوا تھا) تو پھر آپ نے اس الہام کے برخلاف اس لڑکی کو باکرہ ہونیکی حالت میں اپنے نکاح میں لانے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح نہ ہونے کیلئے مئی ۱۸۹۱ء تک کیوں کوشش کی؟

سوال پنجاہم۔ کیا اس کوشش کو آپ نے اس حد تک نہیں پہنچایا کہ درصورت موقوف اور ردّ نہ کرنے نکاح شخص مذکور کے، اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدی، اور ایک فرزند کو عاق کر دیا؟

کیا کسی سچے ملہم نے اپنے الہام کو جھوٹا کرنے اور واقع نہ ہونے کے لئے ایسی کوشش کی ہے؟ کی ہو تو اس کی نظیر بتائی جاوے۔

ان جملہ سوالات کے جواب میں آپ اگر اپنی کسی تحریر یا اشتہار مطبوع یا قلمی کا حوالہ دیں تو مطبوع تحریر کو باصلہ اور قلمی تحریر کی اپنی دستخطی نقل اس جواب کے ساتھ پیش کریں۔ اور کوئی اپنی تحریر مطبوع یا قلمی جس کو آپ دست آویز بنانا چاہتے ہیں، باقی نہ چھوڑیں۔ اور یہ تحریر کر دیں کہ میں نے کوئی اپنی دست آویز تحریری

باقی نہیں رکھی۔ اگر موقعہ جواب کے بعد کوئی تحریر ہم پیش کریں گے تو وہ لائق توجہ نہ سمجھی جائے گی ۔

ان جوابات اور آپ کی دست آویزات کے بعد میں آپ کے ثبوت کو کافی اور صحیح سمجھونگا تو بسر وچشم اس کو قبول کرونگا، اور آپ کی پیش گوئی کو الہام اور آپ کو ملہم مان لونگا، ورنہ اس میں جو عذر ہوگا اس کو پیش کرونگا ۔ ان شاء اللہ تعالی

آپ نے میرے سوالات کا تاریخ وصول سے ایک مہینے تک کچھ جواب نہ دیا، یا ان کے جواب کو دوسری طرف بحث لے جا کر ٹلانا چاہا، جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے اور یہی امر (کچھ جواب نہ دینا یا بحث کو دوسری طرف لے جانا) آپ سے وقوع میں آئے گا۔ (یہ پیش گوئی بھی ہماری آپ اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ میں لکھ لیں) تو ناظرین منصفین ومبصرین میرے سوالات ہی سے سمجھ جائیں گے کہ آپ کی یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔ ومعہذا خاکسار خود ان سوالات کے صحیح اور واقعی جواب تحریر کر کے ان سے ثابت کرے گا کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔

آخر خط میں جو آپ نے لکھا ہے کہ اس پیش گوئی کے ایک جزء کی اپنے رسالہ میں تصدیق کرو۔ اور باقی دو جزوں کے پورے ہونے پر آپ کو ملہم ماننے اور توبہ کرنے کا وعدہ چھاپ دو، ورنہ غضب الٰہی تیار ہے۔ یہ بڑی شرمناک گیدڑ بھبکی ہے۔ میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ میں ایسی گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس ڈرنے کو شرک جانتا ہوں اور آپ کو کذاب اور گمراہ سمجھتا ہوں، اور اس اعتقاد کو لوازم اسلام وایمان سے سمجھتا ہوں، بایں ہمہ آپ نے پھر ایک گیدڑ بھبکی سنادی اور کچھ شرم نہ کی۔ شرم وحیا کی بات یہ ہے کہ آپ اس پیش گوئی کا الہامی ہونا ثابت کرتے۔ پھر اس کے مقابلہ میں میری تسلیم یا رد کے منتظر رہتے اور جب یہ بحث ختم ہوتی تب وہ ڈر سناتے۔

اب میں آپ کی اس گیدڑ بھبکی کے مقابلہ میں کہتا ہوں کہ اولاً تو مجھے اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی، کہ آپ کا خسر فرضی فوت ہو گیا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ فوت ہو گیا ہے اور آئندہ اس کی بے چاری لڑکی کا شوہر بھی فوت ہو جائے، اپنی موت سے مرے یا آپ اس کو زہر دلوا دیں (خدا، اس کو آپ کے شر سے بچاوے اور دیر تک عافیت سے زندہ رکھے)، اور پھر وہ بے چاری خود بخود ڈر کر یا آپ کے کسی اور دھوکہ میں آکر آپ کے نکاح میں آجاوے ۔ تو پھر بھی میں آپ کی اس پیش گوئی کو الہام نہ مانونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ بلکہ اس کو الہام ماننے والے کو (اگر وہ آپ

کے اخلاق، عادات، اعتقادات وحالات جن کی طرف سوالات مذکورہ میں اشارہ ہوا ہے، واقف ہو کر مانے گا) کافر ومشرک وکم سے کم احمق اور دین سے بالکل بے خبر کہوں گا۔

آپ کا اس پیش گوئی کو ایک نشان ظاہر کہنا بھی ایک شرمناک دعوی ہے۔ جس پیش گوئی پر اس قدر سوالات جرح وارد ہوں وہ ظاہر نشان کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اب میں اس خط کو ایک نصیحت پر ختم کرتا ہوں جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ آپ اس لاف زنی اور گیدڑ بھبکی کو چھوڑ دیں۔ کسی پیش گوئی یا الہام یا نشان کا نام نہ لیں۔ اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں، اور نیکی بدی کے قائل ہیں اور مسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں، تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں۔ اور میرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چند روز قیام کریں، آپ کے مصارف سفر وقیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں۔ اور پہلے ان اکاذیب سے جو زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے اب تک آپ سے سرزد ہو چکے ہیں، تائب ہوں یا ان کا صدق ہونا ثابت کریں۔

پھر اپنے اعتقادات کفر وضلالت و بدعت کا جو فتوی علماء پنجاب و ہندوستان میں آپ کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف سے ثابت کئے گئے ہیں، تائب ہوں یا ان کا موافق اسلام وسنت ہونا ثابت کریں، اسکے بعد الہام یا کشف یا کرامت کا دعوی کریں اور اس کا ثبوت دیں۔

جس شخص کے اخلاق وعادات اور اعتقادات کا یہ حال ہو جو آپ کا ہے، اس کا ولی، ملہم، صاحب کرامت ہونا ممکن ہی نہیں ہے، اگرچہ وہ بظاہر ایسا نظر آوے کہ وہ ہوا میں اڑ جاتا ہے، آگ کھا جاتا ہے، دریا پر سوکھے پاؤں چلتا ہے۔ آپ کو زیادہ خبر نہ ہو تو ایک چھوٹا رسالہ ما لا بد منه ملاحظہ کریں۔ آئندہ اختیار۔ و ما علینا الا البلا غ المبین۔ آپ کا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین عفی عنه

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ یہ جواب ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا۔ پھر ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء کی مجلس وعظ میں، جس میں ایک حواری قادیانی میاں کرم الہی معلم اطفال لاہور، بھی موجود تھا، پڑھا گیا۔ اس کے بعد امرتسر میں منشی محمد عمر داروغہ نہر کی مسجد میں ایک جماعت علماء کے سامنے پڑھا گیا اور پسند

ہوا۔ پھر یہ سنا گیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر کو چھپوا دیا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس تحریر کو بھی چھاپ کر اس کے پاس بھیجا جائے۔ مگر اس اثنا میں خاکسار کو محمد احسن امروہی کے تعاقب کے لئے بٹالہ جانا پڑا۔ اور وہاں اس کی لیت ولعل وگریز از مباحثہ کے سبب دس دن ٹھہرنا پڑا۔ آخر جب محمد احسن امروہی نے بٹالہ میں مجھ سے گفتگو کرنے سے گریز ظاہر کیا، تب لاہور آنا ہوا۔ اس وجہ سے اس خط کے طبع ہونے میں توقف ہوا۔ (اور عشرہ اول فروری ۱۸۹۳ء میں اس کو طبع کر کے شائع کیا گیا)

جواب جرح اور جواب الجواب

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۹ میں) بتاتے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی پر ہمارے سوالات جرح میں سے مرزا صاحب نے صرف ایک سوال (نمبر ۲۴) کا قطعی جواب دیا ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں درج ہے کہ: میں (مرزا) نے آپ کی نسبت باون سال کی عمر کو پہونچ کر فوت ہونے کی پیش گوئی ہرگز نہیں کی۔ اس جواب کے ساتھ مرزا صاحب نے ہمیں دو گالیاں بھی سنا دی ہیں۔ گالیوں سے قطع نظر کر کے ہم مرزا صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ لاہور میں ایک مجلس میں آنا منظور کریں۔ اس میں آپ کے ان چھپے حواریوں کے، جو یہ پیش گوئی آپ کی طرف سے ظاہر کر چکے ہیں، اظہار و بیان پر ثقات کی شہادت کو پیش کیا جائے گا۔ وہ شہادت سچی اور شرعاً معتبر ثابت ہوئی تو آپ پر جھوٹ کا الزام قائم ہو جائے گا یا آپکے ان حواریوں پر۔ بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہ جائے گا۔ آپ بنیں یا آپ کا کوئی حواری۔ بشق دوم، آپ کا ان حواریوں سے بے زار ہونا آپ کے دعوی ولایت و مسیحائیت و مجددیت کو بٹہ لگا ئے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جن چار سوالات کا غیر صریح جواب دیا ہے ان میں سوال نمبر ۶، اور ۷ شامل ہیں۔

نمبر۶ کے جواب میں دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۰ میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ اس سوال سے معترض نادان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس عاجز کی کوئی پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ تو آسان ہے، معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کر کے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے جو بقول اسکے نفس الہام میں غلطی ہو۔

سوال نمبر ۷ کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: اے محجوب نادان (محمد حسین) اس عاجز کی کوئی پیشگوئی آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلی ہیں۔

مولا بٹالوی، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: از یں چہ بہتر؟ آپ جلسہ میں تشریف لانا منظور کریں تو روز کا جھگڑا طے نہ ہو جائے۔ مرزا صاحب، جلسہ میں آنا تو آپ کے لئے موت سے بدتر ہے، کیونکہ اس میں آپ کی قلعی کھلتی ہے۔ جب ادھر سے جلسہ کے لئے بلایا جائے گا تو آپ ایسی شروط پیش کریں گے جن سے انعقاد جلسہ دشوار بلکہ محال ہو جائے۔ یہ بات سچ نہیں تو آپ منظوری حاضری جلسہ سے اطلاع دیں۔ پھر مقام و تاریخ مقرر کر کے آپ کو بلایا جائے گا اور اس جلسہ میں ثابت کیا جائے گا کہ تین ہزار کجا، تین بلکہ ایک بھی پیش گوئی آپ کی الہامی اور سچی نہیں۔ جو پیش گوئی آپ نے اس وقت تک کی ہے اس میں کذب اور فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس امر کی تصدیق ہمارے ناظرین کو ہمارے اس کلام سے ہو جاوے گی جو آپ کی چند پیش گوئیوں کی نسبت ہم کر چکے ہیں۔

اس چیلنج کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہماری جرح کے سوال نمبر ۸ کا جواب بھی دیا ہے جس کا تعلق سوال نمبر ۴۴ سے ہے، اور صفحہ ۶۰۰ دافع الوساوس میں کہا ہے

آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیم پر جھوٹ کی تہمت اور حضرت موسے و حضرت عیسے پر مال حرام کی۔

اور اس سے پہلے صفحہ ۵۹۷ دافع الوساوس میں اس کی تشریح یوں کی ہے:

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بے ہودہ اور شرم ناک کام تھے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا

اور پھر اپنے مصرف میں لانا۔ اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ، جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا۔ اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس تشریح سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ اللہ دیا نامی تائب طوائف کا مال اس نے لیا تھا تو وہ بھی اسی قسم سے تھا جو بظاہر نادانوں کی نظر میں ناجائز اور برا تھا، مگر درحقیقت اس میں دقیق سرّ (بھید) تھا جیسے حضرت عیسے کے عطر مذکور کو استعمال کرنے میں سرّ (بھید) تھا۔ پھر اس سرّ (بھید) کی تشریح میں اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں آپ نے ایک اصول بیان کیا اور کہا:

دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالی کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار رہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے۔ اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ قہری تجلی نازل فرماوے، بات ایک ہی ہے اسی طرح خضر کے کاموں کے مانند (خضر کا ایک نابالغ لڑکے کو مادینا، یا ایک کشتی کی تختی اکھاڑ دینا۔ محمد حسین) ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیاء اور محدثین پر ان کی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کے لئے مامور کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم وحضرت موسی علیہما السلام کے قول وفعل سے تو مرزا قادیانی کے فعل استعمال مال حرام کو کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ قادیانی کے استعمال مال حرام کے جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ اور حضرت ابراہیم وحضرت موسی کے قول وفعل کے راست و درست ہونے کے وجوہات ظاہر ہیں۔ حضرت ابراہیم نے جو تین باتیں کہی تھیں ان کے حقائق ومحامل صحیحہ موجود ہیں لہذا وہ حق اور درست ہیں، گو ناواقف کی نظر میں بحسب ظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہیں۔ (حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ: ا۔ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ یعنی وہی اس کا سبب ہوا۔ اس نے مجھے غصہ میں ڈالا تو میں نے اس سبب سے اس کو توڑا۔ یا یہ کہ تمہارے خیال میں یہ کچھ کرسکتا ہے تو اس نے توڑا ہے۔ یا یہ کہ اگر یہ بولتے ہیں تو اس نے توڑا ہے۔ وعلی ہذا

القیاس، ۲۔میں بیمار ہو جاؤں گا،یعنی تمارے میلے میں جانے سے گناہ کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا ۳۔سارہ میری بہن ہے۔یعنی دین اورایمان میں بہن ہے۔محمد حسین)اور حضرت موسی کا مصریوں کے برتن مستعار لے کر کام میں لانا،اس وجہ سے تھا کہ مصری حضرت موسیٰ کے حربی تھے اور حضرت موسیٰ اوران کی قوم کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ بناء علیہ ایسے حربیوں اور موذیوں کا مال حضرت موسی اوران کی قوم کے لئے مباح تھا جس جائز ذریعہ سے وہ چاہتے، لے سکتے تھے۔لہذاان دونوں حضرات کےان اقوال وافعال کی دست آویز سے آپ (مرزا) کا اپنے فعل کو جائز کرنا اوراس کواپنی نظیر قرار دینا مسلمانوں کوایک صاف دہوکہ دینا ہے۔ہاں حضرت مسیح کے فعل کی وہ صورت جوآپ نے بیان کی ہے وہ صورت آپ کے فعل سے ملتی اور مشابہت رکھتی ہے مگراس صورت کے بیان میں بھی آپ نے کذب سے کام لیا ہے۔پھراس سے استدلال کر کے اپنے فعل کو صحیح کرنے سے ان کو سخت دھوکہ دیا ہے اور درحقیقت نہ وہ صورت، واقعی صورت ہےاور نہ وہ آپ کے فعل کے جواز پر شرعی دلیل ہوسکتی ہے جس کی تفصیل وجوہات ذیل سے کی جاتی ہے۔

اول۔اناجیل اربعہ میں جو قصہ عطر بیان ہوا ہے اس میں یہ تصریح یا اشارہ کہیں پایانہیں جاتا کہ جس عورت نے وہ عطر حضرت مسیح کو ملا تھا،وہ فاحشہ یعنی رنڈی یا کنچنی تھی۔اوراس کی ساری کمائی حرام کی تھی یا خاص کروہ عطر مال حرام سے تھا جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعوی کیااوراس میں افتراء سے کام لیا ہے۔

انجیل متی باب ۲۶ میں ہے کہ جس وقت یسوع، شمعون کوڑہی کے گھر میں تھاایک عورت سنگ مرمر کے عطر دان میں قیمتی عطراس پاس لائی جب وہ کھانے بیٹھااس پر ڈالا۔

Now when Jesus was in Bethany, in the house of Simon the leper.

There came unto him a woman having an alabaster box of very precious ointment, and poured it on his head, as he sat at meat.

But when his disciples saw it, they had indignation, saying, To what purpose is this waste?

For this ointment might have been sold for much, and given to the poor.

When Jesus understood it, he said unto them, why trouble ye the woman? for she hath

wrought a good work upon me.

For in that she hath poured this ointment on my body, she did it for my burial.

Verily I say unto you, Wheresoever this gospel shall be preached in the whole world, there shall also this, that this woman hath done, be told for a memorial of her. (St. Matthew 26:6-10 & 12-13)

ایسا ہی انجیل مرقس کے باب ۱۴ میں ہے۔ اس کو صرف ایک عورت کہا گیا ہے اس کو فاحشہ اور اس کے مال کو حرام نہیں کہا گیا۔

And being in Bethany in the house of Simon the leper, as he sat at meat, there came a woman having an alabaster box of ointment of spikenard very precious; and she brake the box, and poured it on his head.

And there were some that had indignation within themselves, and said, Why was this waste of the ointment made?

For it might have been sold for more than three hundred pence, and have been given to the poor. And they murmured against her.

And Jesus said, let her alone; why trouble ye her? she hath wrought a good work on me.

She hath done what she could: she is come aforehand to anoint my body to the burying.

Verily I say unto you, Wheresoever this gospel shall be preached throughtout the whole world, this also that she hath done shall be spoken of her a memorial of her . (Mark 14: 3-6 & 8-9)

انجیل لوقا کے میں اس کو گناہ گار کہا گیا ہے۔ جس کے اطلاق سے انجیل کی رو سے کوئی بشر خالی نہیں، زنا کار یا حرام کی کمائی والی اس میں بھی نہیں کہا گیا۔

انجیل یوحنا میں اس عورت کا نام مریم بتایا گیا ہے جو حضرت مسیح کی ایک شاگرد کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاحشہ نہ تھی (کیونکہ حضرت مسیح کی شاگرد عورت کا فاحشہ ہونا عادۃً ناممکن ہے۔ محمد حسین) جس کا پیشہ حرام کاری اور

اسکا مال زنا کی کمائی ہو۔

مرزا قادیانی نے اس عورت کو فاحشہ اور اس کے عطر کو حرام کی کمائی لکھنے میں افتراء سے کام نہیں لیا تو پہلے اس بیان کی سند بتاوے پھر اس صورت کو اپنے فعل کی نظیر بنائے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ کسی انجیل میں (جو شائد قادیان میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ قادیان میں قرآن نازل ہوا جس کے حق میں انـا انز لناہ قر یباً من القا دیا ن وارد ہے) اس عورت کو فاحشہ اور اس کی تمام کمائی یا خاص کر اس عطر کو مال حرام کہا ہو، تو پھر بھی اس انجیل کا ایسا بیان جس کی تصدیق قرآن اور حدیث میں نہ ہوئی ہو، کیونکر لائق اعتماد اور صحیح متصور ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ قصہ تحریف کا نتیجہ ہو جس پر اس قصہ کے بیان میں اناجیل اربعہ کا اختلاف شاہد ہے۔ اور مرزا قادیانی خود اناجیل کو محرف اور کایا پلٹ قرار دے چکا ہے۔ اس باب میں جو اہل اسلام کا خیال ومقال ہے اس کی تفصیل تو ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر۳ جلد۱۱ میں بخوبی ہو چکی ہے۔ اس مقام میں مرزا قادیانی کا اعتقاد وقول براہین احمدیہ جلد۴ صفحہ۳۳۲۔۳۳۰ (حاشیہ) سے نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہیے کہ خدائے بےمثل ومانند اور کامل کی کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے، بلکہ الٰہی نشان تو یک طرف رہے معمولی راستی اور صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانش مند متکلم کے کلام میں ہونے چاہیں، انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو، خدا کی ہدایت کو، خدا کے نور کو، اپنے ظلماتی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا کس نے خون کیا؟ انہیں تالیفات اربعہ نے۔ جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفس امارہ جھکتا گیا اسی طرف ترجمہ کرنے کے وقت ان کے الفاظ بھی جھکتے گئے، کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض انجیل کی ہمیشہ کایا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے، اور خدا بھی اس کی تعلیم موجودہ کی رو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولد اور تجسم اور موت سے پاک تھا، بلکہ انجیل کی تعلیم کی رو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے، یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں، اور

آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جوازلی اور قدیم تھا، بالکل بدل گیا اور ہمیشہ قیوم اور غیر متبدل رہ کر آخر کار تمام قیومی اس کی خاک میں مل گئی، ماسوائے اس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی، بلکہ متی وغیرہ نے بہتسی باتیں اس کی لوگوں سے سن سنا کر لکھی ہیں اور لوکا کی انجیل میں تو خود لوکا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا، ان سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے۔ پس اس تقریر میں لوکا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں، کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی؟ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں، پھر وہ نبی کیونکر ہوا؟ بہر حال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ اپنے سب بیان کی رو سے الہامی ہیں اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ غرض اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ پتے داری گاؤں کی طرح کچھ خدا کا، کچھ انسان کا ہے۔،.

اس قول واعتقاد کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اس صورت قصہ کو اگر وہ انجیل میں پائی بھی جائے، کیونکر دست آویز بنا سکتا ہے اور اپنے فعل کو اسکی نظیر بنا کر اس کو کیونکر جائز کر سکتا ہے؟

وجہ سوم۔ یہ بھی فرض کیا اور بطور محال مان لیا کہ اس صورت واقعہ عطر کے بیان میں اناجیل اربعہ متفق ہیں اور ان کا یہ بیان تحریف وتصرف سے خالی ہے، تو پھر بھی یہ صورت احکام اسلام کے مقابلہ میں لائق دست آویز وتمسک نہیں ہے۔ اسلام میں صاف آ چکا ہے کہ حرام سے بچو اور حلال کھاؤ اور قرآن میں ارشاد ہے ایمان والو! طیبات وحلال کھاؤ: یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم ۔ کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرء لدینہ (متفق علیہ) کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر اور ان کے بیچ میں ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے، جو ان سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بچا لیا۔

قال رسول اللہ ثمن الکلب خبیث مھر البغی خبیث رواہ مسلم (مشکوۃ) آپ

ﷺ نے فرمایا کتے کا دام پلید ہے۔ زانیہ کی اجرت خبیث ہے۔

نھی رسول اللہ عن کسب الا مۃ حتی یعلم من این ھو (۔ ابو دائود) کہ آپ ﷺ نے کسبی کی کمائی (کام میں لانے) سے منع کیا ہے جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آئی، یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اسکو جائز ذریعہ سے ملی ہے۔

اس حکم اسلام کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا اپنے فعل کو جائز بنانے کے لئے اس صورت سے (اگر وہ انجیل میں آ چکی ہو اور صحیح وثابت بھی ہو) دست آویز کرنا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک کب جائز ہے؟

مرزا قادیانی کو قرآن اور حدیث اور دین اسلام سے اپنے فعل کے جواز کی دلیل نہ ملی تو اس نے حکم اسلام کے مقابلہ میں ایسی کتابوں (جن کو وہ محرف وغیر محفوظ سمجھتا ہے) کی ایک بات اس میں جھوٹ ملا کر اپنی دلیل بنا لی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہیں ہے۔ نہ اسلام کا، نہ عیسائی مذہب کا اور نہ وہ کسی کتاب آسمانی کی قید میں ہے، نہ قرآن وحدیث کی قید میں اور نہ انجیل کی۔ اور جس سے کام نکلے، نکال لیتا ہے اور جو داؤ چلے چلا لیتا ہے۔ اپنے اس فعل شنیع کی تصحیح اور اس کے سرّ (بھید) عقلی کی تشریح کے لئے جو اس نے اصول بیان کیا ہے کہ:

نافرمان انسان کا مال اور اس کی جان اس کے ملکیت سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں ۔ پھر خدا جس کو (رسولوں کو خواہ کسی اور کو) چاہتا ہے ان کی جان و مال کا مالک بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے اس کو تلف کرا دیتا ہے۔

یہ اصول ریلیجس (مذہبی)(religious) نظر کے علاوہ پولیٹکل نگاہ سے بھی غور وتوجہ ناظرین کے لائق ہے۔

اس اصول کا ماحصل یہ ہے کہ نافرمان بردار انسان کا مال اور اس کی جان صرف نافرمانی کے سبب غیر معصوم و غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے اس کی جان کو مار دینا اور اس کے مال کو تلف کر دینا جائز ومباح ہو جاتا ہے۔ یہ اصول اسلام کے دیگر اصولوں اور دلائل قرآن حدیث سے بالکل مخالف ہے۔ اسلام نے صرف کفر یا فسق کو کفار یا فساق کے جان و مال کے غیر معصوم اور مباح ہونے کا موجب نہیں ٹھہرایا۔ یہ ہوتا تو عہدی اور ذمی کافروں کا مال اور خون مباح ہو جاتا۔ حالانکہ نصوص قرآن وحدیث کے حکم سے ان کے جان اور مال

ویسے ہی مسلمانوں پر حرام ہیں جیسے مسلمانوں کے مال و جان۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکے ہیں۔

اور کفر سے اتر کر نافرمانی، جو فسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، تو کسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمان برداری کا اعلیٰ درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق (جو کفر سے کم تر ہے) سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہو سکتے ہیں؟ معلوم نہیں مرزا قادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے۔ اسلام میں تو اس کا کہیں اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔

قادیانی دافع الوساوس کی اشاعت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں شائع ہونے والے قادیانی رسائل، فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام کے اثر بد سے مرزا غلام احمد قادیانی مہجور و مطرود خواص و عوام اہل اسلام ہو گیا تو اس نے اس اثر کو مٹانے کیلئے مزید تین کتابیں لکھیں جن میں سے ایک دافع الوساوس ہے (جس کا نام آئینہ کمالات اسلام بھی ہے) جو فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں: انّ العلماء ما و جدوا من سهم الّا رموا الیّ۔ و ما من بلاء الّا انزلوا علیّ۔ و امطروا الیّ بهتانات لا اصل لها ولا اثر .. و لم یغادروا فی ذمّی نظم و لا نثر (اشاره است بنظم منشی سعد الله صاحب در بدگوئی و دشنام دهی و غیره صاحبان و نثر بٹالوی و غیره مولویان)۔ فلمّا رأیت تباعدهم عن الصّواب و تصاعدهم فی الارتیاب لم اجد بدّاً من تالیف هذا الکتاب۔ فکتبتها بدموع سائلة و خسرات شائلة۔ (دافع الوساوس۔ ص ۱۱) کہ اس کتاب دافع

الوساوس کی وجہ تصنیف بنیادی طور پر منشی سعد اللہ لدھیانوی کی نظمیں اور محمد حسین بٹالوی کی نثری تحریریں ہیں جو اسکے ردوابطال میں منظر عام پر آئی ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنی اس ضخیم تصنیف میں قادیانیت پر ہونے والے مسلمانوں کے اعتراضات کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے جیسا حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ دافع الوساوس میں مرزا قادیانی سے وہی کچھ ظہور پذیر ہوا، جو پہلے تین رسائل کو یکے بعد دیگرے شائع کرنے سے ظاہر ہوا تھا کہ فتح اسلام میں تھوڑا سا کفر ظاہر کیا، پھر اس کے عذر میں توضیح المرام لکھا، تو اس میں کفر کا ڈربہ کھول دیا۔ پھر اس کی معذرت میں ازالہ اوہام لکھا تو اس میں کفر کا ایک دریا بہا دیا۔ اب اس کی معذرت میں دافع الوساوس لکھی ہے ،تو اس میں کفر کا طوفان برپا کر دیا ہے اور اس قدر کفر کا زہر اگلا، اور اپنے عقائد کو اسلامی ثابت کرنے کیلئے مکائدووساوس سے اس دلیری سے کام لیا ہے کہ اپنے کذّاب ہونے کا مکمل ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک رسالہ سابق کی اشاعت میں مرزا قادیانی نے اس بات کا التزام کر رکھا تھا کہ وہ پہلے خاص کر اسی کے بعض دام افتادگان کی نظر سے گذرے اور ان کے خیالوں اور دماغوں میں جگہ پکڑ لے، پھر کسی منصف ناظر ومناظر وا یگزامینر (ممتحن)(examiner) کی نظر سے گذرے۔ مگر خدا کے وعدہ اور خبر: انّ اللّٰہ لا یھدی کید الخائنین (اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو راست نہیں لاتا) اور و ما کید الکا فرین ا لّا فی ضلال (کافروں کے مکر اکارت جاتے ہیں) کے مطابق وہ رسائل بعض احباب کے ذریعہ قبل از اشاعت عام ہماری نظر سے گذر گئے اور ان کے جوابات قلم بند ہو گئے۔

دافع الوساوس میں اس نے اس التزام کیلئے اس قدر اہتمام کیا کہ مطبع ریاض ہند (جس میں وہ رسالہ چھپتا ہے) امرتسر سے قادیان منگوا لیا اور کمال احتیاط سے اسے خاص خاص لوگوں میں شائع کیا، مگر پھر بھی یہ کتاب خدا کی مدد سے ہماری نظر سے گذر گئی۔ ہم خدا تعالی کا شکر کرتے ہوئے اس کتاب میں درج چند مکائد و مغالطات بطور نمونہ بیان کر کے اہل اسلام کو مرزا قادیانی کے دام سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کید اوّل: قادیانی عربی

شیخ الاسلام بتاتے ہیں کہ اس رسالہ کا خطبہ (دیباچہ) مرزا قادیانی نے ۲۹ صفحہ میں لکھا ہے اور منجملہ اس کے ۲۳ صفحہ کی عربی عبارت لکھی ہے جس سے اس نے اپنے اتباع کو یہ دھوکہ دیا، اور مکر کیا ہے کہ وہ اس کو بڑا عربی دان سمجھیں، یا یہ خیال کریں کہ وہ باوجودیکہ ظاہری علوم میں دخل نہیں رکھتا، بلکہ ہیچمدان امّی ہے (وساوس کے صفحہ ۳۵ میں مرزا قادیانی نے بعینہ یہ الفاظ لکھے ہیں اور یہ جتایا ہے کہ امّی ہو کر میں نے ایسا خطبہ لکھا ہے، تو یہ بجز الہام کیا ہو سکتا ہے؟ قادیانی نے لکھا ہے: میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری روح میں کچھ زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ ہے۔ بلکہ میں اپنی ہیچ مدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں، لیکن ساتھ اس کے میں اس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور امّی کو خود خدا نے اپنے کنار تربیت میں لے لیا اور ان سچی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر یا کہ اگر میں تمام غور وفکر کرنے والوں سے ہمیشہ زیادہ غور وفکر کرتا رہتا اور بایں ہمہ ایک لمبی عمر پاتا، تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز نہ پہنچ سکتا) پھر بھی اس نے اتنی لمبی عبارت عربی میں لکھ ڈالی جو بجز تائید غیبی والہام الٰہی ناممکن ہے۔

اس کے اس مکر ومنتر کا بعض لوگوں پر اثر بھی پڑ گیا ہے۔ کوئی اس کو بڑا عالم سمجھنے لگا ہے، کوئی الہامی خیال کر بیٹھا ہے، بعض لوگ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ اگر فلاں صاحب اس خطبہ کا ترجمہ اردو میں کر دیں تو ہم قادیانی کا اتباع چھوڑ کر ان کے پیرو ہو جائیں گے۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) صرف ان لوگوں کی اس شرط پر تو ہم اس عبارت پر کچھ لکھنا فضول سمجھتے ہیں، ہاں اگر مرزا قادیانی اور اس کے دستور یمین حکیم نور الدین اور دستور یسار منشی محمد احسن یہ لکھ دیں کہ اگر کسی مجلس علماء میں یا غائبانہ بضمن رسالہ ہم نے اس عبارت کا ترجمہ کر کے بشہادت قواعد عربیت، صرف ونحو، وادب وغیرہ اس کا غلط اور مکروہ ہونا ثابت کر دیا، تو مرزا قادیانی اپنے دعوی الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور وہ دونوں صاحب اس کو ظاہری وباطنی علوم سے معرّیٰ سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے تو ہم انشاء اللہ یہ ثابت کر دیں گے کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں، قادیانی عربی ہے، جس کے غلط، کریہہ اور غیر مانوس الفاظ سے جی متلاتا ہے۔

کید دوم: قادیانی دعوی تائید غیبی

مرزا قادیانی نے اس عبارت عربی خطبہ میں اور مقدمہ کتاب میں یہ دعوی کیا ہے کہ اس نے خدا کی جناب میں یہ دعا کی کہ: اے خدا تو میرے وجود کے ہر ایک ذرہ میں گھس آ، اور مجھے اپنی طرف اٹھا۔ تو اللہ نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا اور عرش کے اوپر سے میرا حمد بجالایا اور میری دعا کو قبول کیا اور فتوحات و تائیدات غیبی کا وعدہ دے کر بے غم کر دیا اور یہ کہا کہ میں تیرے مددگاروں کا مددگار رہوں، تیری اہانت کرنے والوں کا اہانت کنندہ، تو میری بارگاہ میں معزز ہے، اور تو میری مراد ہے، وغیرہ۔

مرزا قادیانی کے اس افسوں کا ان سادہ لوح و نافہم مسلمانوں پر اثر پڑ گیا جن کا یہ مقولہ ہے کہ ہر یک کلمہ گو، نماز پڑھنے والے، قبلہ کا استقبال کرنے والے، کے حق میں حسن ظنی بکار ہے (گو وہ اس اقرار و افعال میں منافق ہو اور ان آیات کا مصداق ہو و اذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنّا جب منافق، مومنوں سے ملتے ہیں، کہتے ہیں ہم مومن ہیں و اذا جاء ك المنافقو ن قا لوا نشهد انّك رسو ل الله۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں، تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں)، اور وہ اسکے اس قسم کے دعاوی سن کر اسکو ولی جاننے اور ماننے لگ گئے ہیں۔

اس کذب و مغالطہ کا ازالہ

میرے مسلمان بھائیو! اولاً قادیانی کے عقائد اس کے رسائل میں اور فتوی علماء پنجاب و ہندوستان مندرجہ نمبر۴ جلد۱۳ میں اور جواب فیصلہ آسمانی نمبر۱ جلد۱۴ (اشاعۃ السنہ) میں پڑھو۔ پھر اس پر حکم خدا اور رسول کو، جو فتوی مذکور میں منقول ہے، ملاحظہ کرو۔ پھر قادیانی کے اخلاق و عادات کو جو جواب فیصلہ آسمانی میں صراحۃً اور مضمون قادیانی کی گیدڑ بھبکی میں اشارۃً مذکور ہیں، خیال میں لاؤ۔ پھر غور کرو کہ اس اعتقاد و اعمال کا حامل، خدا کا ہم کلام و مخاطب ہو سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ جو شخص اس مقابلہ و موازنہ کی فرصت نہ رکھے، اس کو اس دعوی قادیانی کا کذب ثابت کرنے کیلئے درج ذیل تین دلائل کی طرف ہم توجہ دلاتے ہیں۔

پہلی دلیل: یہ ایسی دلیل ہے جس کو کسی کتاب یا رسالہ میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہر

ایک صاحب بصیرت وفراست کواپنے دل ودماغ کی طرف رجوع کرنے سے خیال میں آسکتی ہے۔ وہ یہ کہ دو باتیں مسلّم کل ہیں۔ ایک یہ کہ قادیانی عرصہ دس سال سے یہ دعوی کرر ہا ہے کہ میں خدا کا ملہم وہم کلام ہوں، و مستجاب الدعوات ہوں۔ اور خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تجھے لوگوں سے بچاؤنگا، اور تیری مدد کرونگا اور تیرا نام پورا ہوگا، اور تو میری بارگاہ میں عزت رکھتا ہے، اور زمین آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ اور تو میرے ساتھ ہے اور تو میری مراد ہے، میں تیرے پیرؤوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ منکروں کے دلوں میں رعب ڈال دونگا، تو مت ڈر، تو غالب ہے، وغیرہ جن کو وہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۷ و ۴۹۸ و ۵۰۵ و ۵۱۰ و ۵۵۶ و ۵۸۱ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔

دوسری یہ بات ظاہر ومسلّم ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس جو شخص اس کے دعوی کے دھوکہ میں پھنس گیا اور اب اس سے نکلنا چاہتا ہو، وہ ان دو باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ خیال کرے کہ اگر مرزا قادیانی ان دعاوی میں سچا ہوتا تو ان کا کچھ نہ کچھ اثر ان دس برسوں میں ظاہر ہوتا اور اس کو دیکھ کر کوئی نہ کوئی منکر ومخالف اس کے تابع ہو جاتا۔ جیسے حضرت انبیاء خصوصاً آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے دعوی کیے تو دم نقد ان کے آثار دکھا دیئے، جس پر ہزاروں بلکہ لاکھوں منکر قائل ومسلمان ہوئے۔

قادیانی کے ان دعاوی کا کون سا اثر ظاہر ہوا ہے؟ اس کی کون سی دعا قبول ہوئی ہے؟ کونسا منکر و مخالف اس کے تابع ہوا؟ کس منکر ومخالف پر اس کا رعب پڑا؟ کس پر اس نے فتح پائی؟ اس کے اتباع کو اس کے مخالفین پر کب غلبہ وفوقیت حاصل ہوئی؟ زمین وآسمان نے عام لوگوں سے بڑھ کر کس قسم کی اس کی خدمت کی ہے؟ خدا تعالی نے اس کے ساتھ ہو کر، اس کو کیا عزت بخشی؟ کافروں کے دلوں میں نہ سہی، عام مسلمانوں کی نظروں میں اس کی قبولیت وعزت کب قائم کر دی، جس کا محبوب بندوں کو وعدہ دیا گیا ہے یوضع له القبول فی الارض (یہ فقرہ اور فقرہ آئندہ ایک حدیث کے فقرات ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خدا کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو تمام آسمانوں کے فرشتوں میں منادی کر دیتا ہے کہ وہ بندہ میرا دوست ہے، تم اس کو دوست رکھو، پھر یہ حکم زمین پر بھیجتا ہے تو زمین والوں میں اس کی قبولیت تسلیم کی جاتی ہے اور اگر کسی بندہ سے خدا ناخوش ہوتا ہے تو اسی طرح پہلے آسمانوں میں، پھر زمین میں اس کی منادی ہو جاتی ہے، تو زمین والوں میں اس کی دشمنی پھیل جاتی ہے) کیا وہ اثر یہی ہے کہ جن لوگوں کے حق میں قادیانی نے پانچ پانچ

سوروپیہ عوضانہ لے کرصحت واولاد کیلئے دعا کی، وہ ہنوز بے اولاد اور بیمار ہیں اور قادیانی صاحب زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں تو عام مسلمانوں کی نظر میں عزیز تھے، اس کے بعد اس وقت تک وہ تمام دنیا کے مسلمانوں (علماء وعوام) میں ذلیل ہوتے جاتے اور گمراہ سمجھے جاتے ہیں اور وہ حدیث یوضع له البغضاء کا مصداق ہو گئے ہیں اور ہر میدان ومعرکہ میں اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے ہیں۔ اور اب تو وہ گھر سے باہر قدم نہیں رکھتے، اور مقابلہ ومباحثہ سے شرطوں کی آڑ میں جان بچاتے ہیں، جو لوگ خدا کی مدد وحفاظت سے موعود ہوتے ہیں اور اس مضمون کے الہامات سے مخاطب ومبشر ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچالے گا، اور مخالفوں پر غالب کرے گا، وہ چمکتی تلواروں میں دشمنوں کے مقابلہ میں نکلتے ہیں، دشمن سے چھپ کر گھر میں پناہ گزین نہیں ہوتے۔

آنحضرت ﷺ ابتداء میں اپنے پاس پہرا رکھواتے تھے۔ جب حفاظت کی بشارت ان کو دی گئی اور آیت و اللّٰه یعصمك من النّاس (خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا) (جس کو اب قادیانی نے اپنے حق میں اتار لیا ہے)، نازل ہوئی تو پھر آپ ﷺ نے پہرا اٹھا دیا اور فرمایا کہ اب خدا نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔

ایک دفعہ مدینہ پر کسی دشمن کے چڑھ آنے کی خبر آئی تو آپ ﷺ تنہا ابوطلحہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہو کر اس کی طرف چل نکلے۔ بدر کی لڑائی میں اپنے تین سو آدمی کے ساتھ ایک ہزار مسلح دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اب اس کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی حالت دیکھیں کہ دہلی کے قومی جلسہ مباحثہ چاندنی چوک میں (جس میں مجسٹریٹ اور پولیس انسپکٹر آپ کی حفاظت کیلئے موجود تھے) آپ باوجود مکرر طلبی اور تسلی دہی کے گھر سے باہر نہ نکلے اور جب تک دہلی میں رہے، فیس دے کر پولیس کے سپاہی دروازہ پر رکھوائے۔ اس سے کس وناکس کو، بشرطیکہ کچھ فہم وفراست رکھتا ہو، معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ ان الہاموں کے دعوی میں جھوٹے ہیں، آپ کو خدا نے کوئی وعدہ نصرت وحمایت کا نہیں دیا۔

دوسری دلیل مرزا قادیانی ان بشارات والہامات کے دعوی میں سچا ہے اور واقعی خدا تعالیٰ نے اس کو غلبہ نصرت وعزت وحمایت کا وعدہ دے کر غم نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے کلام وخطاب سے مشرف فرمایا ہے، تو پھر اس نے اس عربی خطبہ اور تمام کتاب میں اپنے مخالفوں اور مکفروں کا یہ گلہ کہ انہوں نے مجھے یہ کہا اور وہ کیا

،لوگوں کے سامنے کیوں پیش کیا؟ اوران کو برا کہکر ،کہ وہ ایسے ہیں اور ویسے ہیں،لوگوں کوان پر اشتعال کیوں دلایا؟ جس شخص کو اپنے محبوب کا جمال ووصال وخطاب میسر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں غیروں اور مخالفوں کی بدگوئی و برائی وتکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔اوراس کوواویلا اورنوحہ کے ساتھ اشتہاروں اوراخباروں میں مشتہر نہیں کرتا۔اور یہ خیال کرتا ہے کہ جتنی دیر میں اغیار کی بدگوئی کی طرف متوجہ ہوں،اتنی دیر ذکر یار میں کیوں مصروف نہ رہوں گا۔دوست کا ایک کلمہ لطف دشمنوں کے ہزار کلمہ طعن کے غم کو غلط کر دیتا ہے،اوراس کا ایک نظارہ جمال باکمال غیر کو نسیاً منسیاً بنا دیتا ہے۔سرمد کہتا ہے:

سرمد گلہ اختصارمے باید کرد　　　یک کا راز دو کارمے باید کرد
یا تن برضاء دوست مے باید داد　　　یا قطع ز یار اختیارمے باید کرد

مرزاصاحب نے خود بھی جھوٹے دل اورکاذب زبان سے ان بشارات کو بیان کرنے کے بعد دافع الوساوس کے صفحہ ۱۱ میں کہا ہے کہ:

مجھے ان بشارات سے ایسی خوشی ہوئی ہے کہ اگر تمام دنیا کے جملہ بادشاہ اور کل عالم کے خزانے مجھ پر فتح کئے جاتے تو مجھے اس قدر خوشی نہ ہوتی هـذا ما بشّر نی ر بّی و ملجائی عند ربی و الله لو اطاعنی ملوك ا لارض كلّهم و فتحت عليّ خزا ئن العالم كلها ما اسرّ نی كسروری من ذا لك (اس عبارت میں قادیانی نے چار غلطیاں کی ہیں۔دوصرفی،دوادبی۔ ملجائی عند ربی ،اور فتحت علیّ کے صلات میں صرفی۔ اگر کلھا کی ضمیر عالم کی طرف ہے تو یہ غلطی ہے کیونکہ عالم مذکر ہے،نہ مؤنث۔محمد حسین)۔اوراگر وہ بشارات والہامات خدا کی طرف سے ہوتے اور یہ کلمات فرحت آپ کے سچے دل سے نکلتے تو اس خوشی کے بعد آپ اپنے مخالف علماء کی شکایت بالکل بھول جاتے، بلکہ یہ رسالہ وساوس ہی نہ لکھتے اور خدا کی طرف سے اپنی برائت وحمایت کے امیدوار ہوکرایسے ساکت وخاموش ہوجاتے جیسے مریمؑ یہودیوں کی تہمت سے برائت کی امید خدا سے رکھ کران کی تہمت کے جواب سے خاموش ہوگئی تھیں۔آپ کا اس جوش وخروش کے ساتھ ان علماء کو برا کہنا،اور ان کے جواب میں ایسا رسالہ کذب ومکاید کا مقالہ لکھنا،صاف بتارہا ہے کہ ان الہامات وبشارات کے دعوی میں آپ سچے نہیں۔

برسنے والے بادل اتنا نہیں گرجا کرتے۔ جن کے پاس کچھ ہو وہ اس تکلّف سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ جن کو خدا کی غیبی تائید کا یقین ہو وہ ظاہری اسباب پر (جائز بھی ہوں تو) اس بے اعتدالی سے اعتماد و اعتکاف نہیں کرتے۔

تیسری دلیل۔ آپ کو خدا کی طرف سے ایسی بشارتیں، نصرت حمایت حفاظت کی دی گئی تھیں جن کی خوشی تمام دنیا کے بادشاہوں کے مطیع ہونے سے بڑھ کر آپ کو ہوئی تھی، تو آپ نے دنیا کے ایک حکمران ملکہ برطانیہ کی خوش آمد اور تعریف کر کے کیوں حفظ وامان و پناہ چاہی۔ اور یہ بات کیوں اس عربی خطبے میں بقلم جلی لکھی کہ: مجھے قیصرہ عادلہ اور سلطنت برطانیہ نے بچالیا ورنہ مولوی تو مجھے مار ڈالتے۔

(ولـو لا هيبة سيف سله عدل سلطنة البر طا نيه لحث النا س على سفك دمى .. و لكن منعه من هذا رعب هـذه الـدو لة ... فـنشـكـر الـلـه كـل الشـكـر عـلـى ما آ مننا من كل خوف تحت ظلّ هذه الدو لة البر طانية المبـاركة لـلـضـعفاء وكهف الله للفقراء و الغرباء و سوط الله على كل عتيد ذى خيلاء . .. ثم وجب علينا شـكـر احسا نات القيصرة العادلة ... و كيف لا نشكر و انّ الله عصمنا بهذه السلطنة من حلول الاهوال و طـمـس بهـا آثار ا لظلم ... و اهد قلبها و قلب زرا ريها الى دينك دين الاسلام و نجهم من جميع الآلا م .. ربّ ا حسـن اليهم كما احسنوا الينا و اجعل افئدة منهم يقبلو ن دينك فى زمان حيا ت ى (وازایشاں درزمان حیات من کسانے را برارکہ دین ترا پذیرانند۔ دافع الوساوس۔ص ۱۸۔۲۰)

جس شخص کو تمام بادشاہوں کا بادشاہ، اپنی پناہ وحفاظت میں لے لے، وہ پھر کسی دنیوی حکمران کی پناہ چاہتا ہے؟ اور اس کی پناہ میں ہونے کا فخر واعتماد کرتا ہے؟

قادیانی صاحب خدا کے ملہم ومخاطب ہوکر، اور خصوصیت کے ساتھ نصرت وحمایت کی بشارتیں پاکر، اپنی مذہبی کتاب کے خطبہ میں غیر مذہب بادشاہ کی تعریف جلی قلم سے لکھتے ہیں، پھر وہ الہام و بشارت میں کیونکر سچے ہو سکتے ہیں؟

کید سوم: دفاع اسلام کا قادیانی ادعاء

دافع الوساوس کے صفحہ ۳۷ و ۵۱ میں مرزا قادیانی نے یہ بیان کیا ہے کہ: جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے تین ہزار کے قریب اعتراض اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سید و مولی پر کوتاہ بینوں نے کئے ہیں.... یہ اعتراضات غفلت کی حالت میں سخت خوف کی جگہ ہیں اور ایک ضلالت کا طوفان برپا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اور مجرد اسلامی عقائد کا یاد رکھنا یا پرانی کتابوں کو دیکھنا، ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہیں..جب غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات اسلام کے لئے مضر نہیں۔ (ص ۳۷)

.تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں۔ (ص ۵۱)

اس کید میں قادیانی نے سادہ لوح مسلمانوں کو دو مغالطے دیئے ہیں۔ پہلے موجودہ مذہب اسلام و قرآن کو اعتراض کا محل اور اس تبدیلی کا (جو قادیانی اس میں کر رہا ہے) محتاج بنا کر دکھایا۔ پھر ان کی اس نازک و خوفناک حالت کی اصلاح کے لئے ان سے چندہ کھینچنا چاہا۔ اس کے اس منتر کا اثر بعض لوگوں پر پڑ بھی گیا۔ انہوں نے اس خوف وغرض سے میلہ سالانہ میں اس کو چندہ دینا قبول کیا ہے۔

ازالہ کید

قرآن، اسلام اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم جو آغاز اسلام سے اس وقت تک متوارث چلی آئی ہے، تین ہزار کجا، تین بلکہ ایک اعتراض کا بھی محل نہیں۔ اور جو اعتراضات آج کل بعض لوگ قرآن و اسلام اور تعلیم نبوی پر کر رہے ہیں وہ اعتراض ان ہی کی نافہمی پر وارد ہوتے ہیں، نہ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر۔ لہذا اس وقت یا آئندہ قیامت تک مسلمانوں کو حاجت نہیں کہ وہ قرآن یا اسلام میں کوئی تبدیلی کریں اور اس کی پرانی یا اصلی صورت کو بدل کر دوسری صورت بنا دیں۔ صرف یہی کافی ہے کہ اس کی اصلی صورت کو جو کوتاہ بینوں

کی نظروں سے (ان کی لاعلمی اور ناواقفی کے سبب) چھپی ہوئی ہو، ظاہر کر دیں ۔ (اور قادیانی نے خود بھی لکھا ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات اسلام کیلئے مضر نہیں ۔ بہاء)

اگر قادیانی کے نزدیک قرآن اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی اصلی تعلیم واقعی محل اعتراض ہے، اور ان کی اصلاح اسی تبدیلی سے ہوسکتی ہے جو وہ ان میں کر رہا ہے مثلاً یہ کہ حضرت مسیح آسمانوں پر جسم سے نہیں گئے اور نہ وہاں موجود ہیں ۔اور حضرت مسیح نے کوڑھی، اندھے اپنے معجزہ خارق عادت سے اچھے نہیں کئے ۔تو پھر اس صورت کی خیالی اصلاح سر سید احمد خان کر چکے ہیں ۔قادیانی نے جو کچھ اس وقت تک کیا ہے، وہ سر سید احمد خان کی شاگردی سے کیا ہے۔

اس کید میں قادیانی نے جو اعتراضوں اور عیسائی شدہ مسلمانوں اور کتابوں کی تعداد بیان کی ہے، یہ بھی اس کی گپ ہے ۔جس سے وہ اپنے نادان اتباع کو ورغلا کر روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے ۔جیسے کوئی بچے کو ہوّے سے ڈرا کر اس کی ٹوپی اتار لے ۔بعض پادری تو رو رہے ہیں اور واویلا کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ہمارے مذہب کی کچھ اشاعت نہیں ہوئی، باوجودیکہ بہت سا روپیہ خرچ ہوگیا ہے ۔ پادری کینن آیزک ٹیلر کا مضمون اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ نمبر ۱۲ میں بصفحہ ۳۴۸ ملاحظہ فرمائیں ۔

کید چہارم: حیات مسیح

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے منجملہ اسلامی مسائل (جن کو وہ محل اعتراض سمجھتا ہے) ایک مسئلہ حیات مسیح کو قرار دیا اور اس کی نسبت دافع الوساوس کے صفحہ ۴۲ میں کہا ہے: پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورت شرک سے بے زاری ظاہر کرتے ہیں، مگر مشرکوں کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا ۔ غضب کی بات ہے کہ اللہ جل شانہ تو اپنی کلام میں حضرت مسیح کی وفات ظاہر کرے اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزار ہا اور بے شمار فتنے اسلام کیلئے برپا کر دیں، اور مسیح کو آسمان کا حیّ وقیوم وسید الانبیا ﷺ کو زمین کا مردہ ٹھہراویں ۔حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح لکھی ہے کہ مبشّراً برسول یّأتی من بعدی

اسمہ احمد (سورۃ صف) یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔

اس کے بعد قادیانی نے آیت فلمّا توفّیتنی اور انّی متوفّیک کو ذکر کیا۔ اس کید میں قادیانی نے مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ عقیدہ حیات مسیح، حال کے علماء کی ایجاد ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں حضرت مسیح کا حیّ وقیّوم ہونا پایا جاتا ہے، جو ایک شرک ہے۔ تیسرا یہ کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی توہین پائی جاتی ہے کہ وہ فوت ہوں اور عیسیٰ زندہ ہوں۔ چوتھا یہ کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے کو حضرت عیسیٰ کی موت سے معلق ومشروط کیا گیا ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے تو آنحضرت ﷺ بھی نبی نہ ہونگے۔

ازالہ کید

عیسیٰ کی حیات کا اعتقاد، حال کے مسلمانوں کی ایجاد نہیں بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کے وقت سے متوارث چلا آیا ہے۔ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۴، اور فتوی رسالہ نمبر۴ جلد ۱۳ میں ملاحظہ ہو۔

۱۔ قادیانی باوجود اس دعوی دروغ کے اپنے رسائل میں کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی محدث سے یہ قول نقل اور ثابت نہیں کرسکا کہ حضرت مسیح اس وقت مردہ ہیں۔

۲۔ کوئی مسلمان عیسےٰ کو آئندہ اور ہمیشہ کیلئے زندہ نہیں جانتا، اور قیوم آسمانوں کا نہیں سمجھتا۔ بلکہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ اس اعتقاد اہل اسلام کو قادیانی نے خود ازالہ اوہام میں نقل کیا اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کیا آنحضرت کی ہڈیاں قبر سے نکال کر مسیح کو اس میں دفن کریں گے؟ پھر اس مقام میں اس کا یہ کہنا کہ مسلمان، مسیح کو حیّ وقیوم سمجھتے ہیں، ان پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟ اور اگر حضرت مسیح کی درازی حیات کے اعتقاد سے ان کو حیّ وقیوم جاننا لازم آتا ہے تو اس اعتقاد سے مرزا قادیانی بھی بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر حضرت خضرؑ کی درازی عمر کا قائل نہیں ہے

تو کیا شیطان کی عمر دراز ہونے کا بھی قائل نہیں، جو نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ قیامت تک ہوگی۔ اور اگر وہ وجود خارجی شیطان کا بھی اپنے پیر سر سید احمد کی تقلید سے قائل نہیں تو درازی عمر ملائکہ (ان کو خواہ ارواح ستارگان سمجھے یا ان کا جداگانہ وجود مانے) تسلیم کرنے سے ان کو حی و قیوم ماننے والا بنتا ہے۔ یہ درازی عمر، حضرت مسیح کو حیّ و قیوم بنا سکتی ہے تو ملائکہ اور شیطان کو کیوں نہ بنائے گی؟

۳۔ آنحضرت ﷺ کے حضرت مسیح سے پہلے فوت ہو جانے سے آپ کی توہین لازم آتی ہے، تو چاہیے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ اس توہین کی تجویز کے وقت مرزا قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو کر زیر زمین مدفون ہیں اور میں زمین پر زندہ پھرتا اور توہین کرتا ہوں، اور کیوں ڈوب کر نہیں مر جاتا؟ اور اگر یہ توہین عمر کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے تو بھی چاہیے تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی عمر سے زیادہ عمر نہ پاتا۔

۴۔ سورۃ صف کی اس آیت سے استدلال کرنے میں قادیانی دو کید عمل میں لایا ہے۔ ایک یہ کہ پہلے اس آیت کی بشارت کو اپنے لئے مخصوص کر چکا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں دعوی کر چکا ہے کہ مسیح کی یہ پیش گوئی اس کے حق میں ہے جو مجرد احمد ہے اور اپنے اندر حضرت مسیح کی صفت جمالی رکھتا ہے اور اسی وجہ سے خدا نے اس کا دوسرا نام مسیح ابن مریم رکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ پیش گوئی نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جمال وجلال ہیں۔ (اصل عبارت قادیانی نمبر ۶ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں دیکھیں)۔ اور اب وہ اس پیشگوئی کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بیان کرتا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ اور اگر وہ پہلے قول سے رجوع اور توبہ کر چکا ہے تو وہ تب معتبر ہو سکتی ہے کہ وہ اس رجوع کا اقرار کرے اور توبہ کا اشتہار دے۔

دوسرا کید یہ کہ اس نے لفظ من بعدی سے موت مراد لے کر آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ، وہ میرے مرنے کے بعد آئے گا، یہ محض افتراء ہے۔ من بعدی کا لفظ عرب اور قرآن کے محاورہ میں معنی موت کے لئے متعین نہیں ہے اور اس مقام میں تو موت کے معنے لینا صاف تحریف اور صریح الحاد ہے، جس پر حضرت مسیح کا بشہادت قرآن وحدیث واجماع امت زندہ ہونا قطعی و روشن دلیل ہے۔ اس آیت میں حضرت مسیح کا من بعدی کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ میرے جانے کے بعد، اور میرے زمانہ نبوت کو پورا ہو جانے کے بعد احمد رسول آئیں گے (

جب مسیح نازل ہوں گے تب باوجود نبی ہونے کے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تابع ہوں گے جیسے ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وقت نبی تھے اور تابع)، اس لفظ مسیح، من بعدی کی نظیر حضرت موسیٰ کا اپنی گوسالہ پرست قوم کو یہ کہنا ہے بئس ما خلفتمو نی من بعدی، جس کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں بن سکتے کہ تم نے میرے کوہ طور پر جانے کے بعد جو کام کیا، برا کیا۔

اس کی دوسری نظیر حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا ہے رب ھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی (اے میرے رب مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے سوا کسی کے لئے نہ ہو)۔ جس کے معنی کوئی شخص یہ نہیں تجویز کر سکتا کہ میرے مرنے کے بعد نہ ہو، اور زندگی میں ہو تو ہو۔

اس کے نظائر قرآن میں اور بہت ہیں، جن کو ہم بحث وفات وحیات مسیح میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی آیات جو قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرائی ہیں ان کا دلیل وفات نہ ہونا ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ نمبر ۴ میں بیان کر چکے ہیں۔

نمبر پنجم کید ومغالطہ: فنا، بقاء، لقاء

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۵۸ میں بدست آویز بلی من اسلم و جھه للّٰه و ھو محسن فله اجره عند ربّه فلا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن (کیوں نہیں، جس نے اپنا منہ خدا کے سپرد کیا اور وہ نیکوکار بنا اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔ ان کو نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غم کریں گے) اسلام کی یہ حقیقت بیان کی ہے کہ: مدعی اسلام اعتقادی و عملی طور پر خدا کا ہو جائے۔

پھر صفحہ ۵۹ میں مرزا قادیانی نے اس کی تشریح یوں کی ہے: مدعی اسلام ثابت کر دے کہ اس کے تمام جسمانی وروحانی قوی واعضا، ہاتھ دل دماغ، عقل، فہم، علم، حلم، نیّات، خطرات، جذبات آرام سرور، خدا کے تابع ہو جائیں۔،

پھر صفحہ ۶۳ میں کہا ہے کہ: یہ آیت سعادت کے تینوں درجوں فنا و بقا و لقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اس کا پہلا فقرہ اسلم و جھه للّٰه درجہ فنا کی طرف اشارہ کرتا ہے کیوں کہ جب انسان اپنے تمام اعضا وقوی کو خدا کیلئے کر دیتا ہے تو گویا ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو جاتی ہیں جس کو صوفی فنا فی اللّٰه کہتے ہیں۔اور دوسرا فقرہ وھو محسن درجہ بقا کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انسان بعد فنا اور سلب جذبات نفسانی کے دوسری زندگی پاتا ہے،جس کو بقاء با للّٰه کہنا چاہیے۔اور تیسرا فقرہ فله اجرہ درجہ لقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بقا میں درجہ یقین وعرفان وتوکل ومحبت میں پہنچ جاتا ہے تو اسکو خدا کے وجود کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔

پھر صفحہ ۶۴۔۶۵ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے: اس درجہ میں بشریت کا رنگ، ربانی رنگ کے نیچے چھپ جاتا ہے،جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے چھپا لیتی ہے۔اس مقام میں جو اولیاء پہنچتے ہیں... بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے۔..ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم ہی سے اس کو استنباط کیا ہے۔،

پھر صفحہ ۶۵ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: اس درجہ بقا میں بعض امور ایسے صادر ہوتے ہیں جو بشری طاقتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے ایک سنگریزوں کی مٹھی (جنگ بدر میں) کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ ہوا ہو،اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔

(آپ کا) معجزہ شقّ القمر اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارے سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا...کئی دفعہ تھوڑے پانی سے جو صرف ایک پیالہ میں تھا،اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا...کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کو شکم سیر کر دیا ...بعض اوقات شور آب کنویں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا ...بعض آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھوں کی برکت سے پھر درست کر دیا (ان کاموں

کے ساتھ دعائیں نہ تھیں)(دافع الوساوس۔ص ٦٦)

پھر مرزا قادیانی نے صفحہ ٦٨ و ٦٩ میں کہا ہے: یہ درجہ لقا جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے تموج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اور جیسا خدا کا کــــن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی اس کا کــــن بھی تموّج ومدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا... اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آجاتا ہے ...اور درجہ فنا کے بعد درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنے والا ہے۔،

یہ قادیانی کے بیان بارہ صفحات کا خلاصہ ہے جس کو اس نے مکرر، سہ کرر عبارات، رنگین الفاظ میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ لوگ ان عبارات میں چکر کھا کر اور متحیر ہو کر اس کے کمال علم ومعرفت کے قائل ہو جائیں اور اس کو ما عر فنا ك حق معرفتك کہہ کر ولی وصوفی وتبحر عالم سمجھنے لگیں۔

ازالہ کید

ان عبارات ودعاوی میں قادیانی نے دو باتیں جتائی ہیں۔ اول۔ یہ کہ جو باتیں اس نے ان عبارات میں کہی ہیں وہ اس کا ایجاد واجتہاد ہے نہ کہ وہ باتیں اس نے قرآن سے نکالی ہیں۔ دوم۔ یہ کہ جو حالات ومقامات ان عبارات میں بیان ہوئے ہیں، وہ حالات اس پر وارد ہیں، وہ خود اس مقال کا صاحب حال ہے۔ وہ اپنے حالات کی عام پیرایہ میں حکایت کرتا ہے۔

ان دونوں کید ومغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ جو حالات ومقامات اس نے بیان کئے ہیں وہ صوفیوں اور اہل اسرار کے مقالات واصطلاحات ہیں، قادیانی انکا چور ہے۔ ان کی باتوں کو اس نے سرقہ کیا اور ان کا حوالہ نہیں دیا۔ اور جو اپنا صاحب حالات ومقامات ہونا جتایا ہے، اس میں ان کے منصب ولایت کا سرقہ کیا۔ ایسے ہی چوروں کے حق میں مولوی رومیؒ پہلے سے کہہ گئے ہیں

حرف درویشاں بدرزد مرد دون تا بخواند برسلیم زان فسون

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر تا فریبد مرغ را آن مرغ گیر

ہم سری با نبیا بر داشت ند اولیا را ہم چوخود پنداشت ند

(کمینہ صفت آدمی درویشوں کی باتیں اس لئے چرالیتا ہے کہ ان باتوں سے احمقوں پر منتر پھونکے، جیسے شکاری اسلئے جانوروں کی بولی بولتا ہے کہ وہ اس بولی سے جانوروں کو فریب دے کر دام میں لاوے۔ یہ لوگ ایسے باتیں کہکر انبیاء کا ہمسر بننا چاہتے ہیں اور اولیاء کو اپنی مانند سمجھتے ہیں)

یہ امر کہ یہ باتیں پہلے صوفیوں اور اہل اسرار کی بیان کی ہوئی ہیں محتاج ثبوت نہیں۔ صوفیوں کی جس کتاب میں چاہو، ان اصطلاحات ومقامات فناوبقاوغیرہ کا حال دیکھ لو۔ مرزا قادیانی کے منہ سے بھی ایک جگہ مقام فنا کے بیان میں صوفیوں کا نام نکل گیا ہے۔

رہا ثبوت اس امر کا کہ مرزا قادیانی خود صاحب حالات ومقامات مذکورہ نہیں ہے، سو ثبوت امر اول سے بڑھ کر ہے۔

قادیانی کے خیالات ومقالات وحالات صاف بتا رہے ہیں کہ وہ ولی تو کجا ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی نہیں۔ اس کے اعتقادات کا حال فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان میں ملاحظہ ہو، اس کی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال ہمارے سوالات مندرجہ نمبر ۲ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔

اس کی شیریں زبانی اور خوش خلقی کا حال جواب فیصلہ آسمانی نمبر ا جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ اور ہمارے سوالات اور مراسلت مندرجہ نمبر ا ج ۱۵، اشاعۃ السنہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی تازہ شیریں بیانی، خوش خلقی یہ ہے کہ اس نے محمد احسن بھوپالی امروہی کو فحش گالیوں کیلئے ملازم رکھ کر اس کام پر مامور کیا ہے (شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کے مطابق مولوی محمد احسن کی تنخواہ مرزا کی طرف سے ۶۰ روپیہ ماہوار تھی جو ۱۹۰۳ء میں ۱۰۰ روپیہ ماہور کر دی گئی تھی) جیسے کعب بن اشرف نے آنخضرت ﷺ کی ہجو کیلئے لونڈیاں مقرر کر رکھی تھیں۔ کیا صاحبان مقام وفنا وبقا یہی کام کرتے ہیں؟ پہلے ولی تو ایسے کام کرنے والوں کو ولی نہیں سمجھتے بلکہ ایسے لوگوں کو لعنت سے یاد کرتے ہیں۔ اور ولیوں کے یہ حالات بیان کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں کی (چہ جائے دوستوں کی) بدگوئی اور دل آزاری نہیں کرتے۔ ایک مشہور ولی، بدعمل مدعی ولایت کے حق میں فرماتے ہیں

کار شیطان مے کند نامش ولی گر ولی ایں ست لعنت بر ولی

ایک اور ولی فرماتے ہیں

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف ست وجنگ

یہ آپ کے مقام فنا وبقا کا حال ہے۔اب مقام لقاء کا حال سنو۔مولوی رومی نے اس باب میں ایک قانون مقرر کردیا ہے جس کی شعر ذیل میں حکایت ہے

کار مرداں روشنی وگرمی ست کار دوناں حیلہ وبے شرمی ست

اب طالب حق ویقین غور کریں اور دیکھیں کہ قادیانی اس مقام لقاء کے مرد ہوتے ،تو سرگرمی کے ساتھ اپنی روشنی وبرکات وخوارق دکھاتے۔عین موقعہ تحدی ومعارضہ میں بات کو حیلہ حوالہ سے نہ ٹلاتے۔آسمانی نشان برکات خوارق عادات دکھانے کے لئے ہمیشہ آپ ناجائز شروط لگاتے اور لمبی لمبی میعادیں مقرر کرتے ہیں،جن کا انتظار کسی سے نہ ہوسکے۔پچھلے واقعات کو جانے دو،آپ کے آخری دعوی نشان نمائی پر آپ کو جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۴ ص ۵۱ میں ایک صوفی صاحب کے مقابلہ کے لئے دس ہفتہ میں نشان دکھانے یا پانچ ہفتہ میں صوفی صاحب کا نشان دیکھنے کیلئے بلایا،تو اس سے بھی آپ نے رسالہ نشان آسمانی میں انکار کردیا اور صاف کہا کہ میں مامور ہوں،ایک سال کی مدت کم نہیں کرسکتا۔

جو لوگ آپ سے دعاؤں کے خواستگار ہوئے ہیں،ان کو بھی آپ حیلہ حوالوں سے ٹلاتے رہے ہیں ۔بے چارہ آپ کا ظلم رسیدہ مولوی جلال الدین ساکن پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ مرض نزول الماء میں مبتلاء ہے اور ڈاکٹروں کا معمول کا علاج چھوڑ کر بارہا سفر کرکے آپ کے پاس پہنچا،تو اس کو آپ نے اس حیلہ سے لٹکا رکھا کہ میں نے تین شخصوں کے حق میں (جن میں ایک تم اور دو اور ہیں) دعا کی۔ازانجملہ دو کے حق میں دعا قبول ہوگئی ہے،ایک کے حق میں نامنظور ہوئی،شائد ان دو میں تم ہو۔یوں وہ بے چارہ نہ بالکل مایوس ہوکر ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔جن لوگوں سے آپ نے روپیہ لے کر دعا صحت اور اولاد کا وعدہ کیا ہوا ہے (اور ان کا ذکر رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۱ جلد۱۳ کے ص ۱۱ میں ہے) وہ بھی اب تک آپ کے حیلے حوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

قادیانی صاحب! آپ کو درجہ لقاء حاصل ہے تو کیوں کبھی آپ کی زبان میں الٰہی طاقت کا تموّج نہیں ہوتا؟ اور کیوں کبھی آپ کے کن میں خدا کے کن کا اثر نہیں آتا؟ اگر کبھی آیا ہے تو پھر آپ نے ان بے چارے اہل حاجات کا، جن سے پیشگی فیس لے چکے ہیں، اس وقت کام کیوں پورا نہ کر دیا، اور اپنی گردن کو انکے حق سے کیوں سبکدوش نہ کیا۔ یہ لوگ نہ سہی اور لوگوں کا ہی نام لیں جو آپ کے مدّ و تموّج کے اثر سے فیض یاب ہوئے ہیں، ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔ شرم، انسانیت کے لوازم سے ہے۔

اس بیان میں قادیانی نے مسلمانوں کو ایک اور مغالطہ دیا ہے۔ وہ یہ کہ دعوی تو بیان حقیقت اسلام کا کیا اور اپنے بیان میں حقیقت ولایت کو، جو ایمان کا اعلی رتبہ ہے، اور وہ صرف نبیوں اور ولیوں میں پایا جاتا ہے، بیان کیا۔ اس میں یا تو تمام مسلمانوں کو اس نے ولی قرار دیا، یا ولیوں کے سوائے باقی تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ حقیقت اسلام، جو آپ نے بیان کی ہے، اعلی درجہ کے ایمان کی حقیقت ہے، عام مسلمانوں اور مومنوں کے ایمان و اسلام کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تینوں مقام، فنا، بقا اور لقاء، اور اس کے لوازم کے محل و موصوف ہوں۔

ایک مغالطہ، اس کا یہ کہنا ہے کہ اولیاء اللہ مقام لقاء میں پہنچ کر اطفال اللہ کہلاتے ہیں، گو شرع میں یہ لفظ وارد نہیں۔ اس میں اس نے اپنے اس پہلے کفر کو، کہ مجھے بطور استعارہ خدا کا بیٹا کہنا جائز ہے، صحیح اور مؤید کرنا چاہا، اور یہ بھی جتایا ہے کہ اسکی ایسی باتوں پر شریعت گواہ نہیں تو کیا ہوا؟ وہ خود ایک نئی شریعت لیکر آیا ہے

اس مغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث نے ایسی باتوں کو دین سے خارج کیا ہے جن پر شریعت گواہ نہیں۔ اور پرانے صوفیا نے بھی کہہ رکھا ہے (یعنی جو حقیقت شریعت کے برخلاف ہو، وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے۔ دیکھو مقالہ عاشر۔ فتوح الغیب۔ از شیخ عبدالقادر جیلانی) کل حقیقة لا تشهد لها الشريعة فهي زندقة و الحاد۔

کید ششم: معجزات مسیح سے متعلق قادیانی موقف

دافع الوساوس کے صفحہ ۶۷ میں قادیانی نے کہا ہے:

زیادہ تر افسوس ان عیسائیوں پر ہے جو بعض خوارق اسی کے (یعنی معجزات مذکورہ آنحضرت ﷺ کے) مشابہ مگر ان سے ادنی حضرت مسیح میں سن سنا کر، ان کی الوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مردوں کو زندہ کرنا، اور مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھا کرنا، اپنے اقتدار سے تھا، کسی دعا سے نہیں تھا۔ یہ دلیل اس بات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا۔ لیکن ان بے چاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہیں باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کو ہے.... یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا کی طرف سے ہی ہوتے ہیں، مگر پھر بھی خدا کے ان خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں، کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے۔ تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابہ فی الخلق واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ کا عصا، باوجود اسکے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن، آخر عصا کا عصا ہی رہا اور حضرت مسیح کی چڑیاں، باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن سے ثابت ہے مگر، پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔،

اس کید میں قادیانی نے عجیب چال دکھائی ہے۔ اپنے مخالفین و معترضین کو تو یہ بات جتائی ہے کہ وہ معجزات مسیح سے انکاری نہیں ہے بلکہ صرف اس نتیجہ سے جو نصاری نے ان معجزات سے نکالا ہے، کہ حضرت عیسی مسیح خدا یا خدا کے بیٹے ہیں، انکاری ہوا ہے۔ اور علمائے وقت نے جو اس کو معجزات مسیح کا انکاری ٹھہرا کر کافر بتایا ہے، اس میں انہوں نے افتراء کیا اور ظلم سے کام لیا۔ اپنے موافقین اہل نیچر کو (جو صرف اس انکار معجزات کے سبب سے اس کے پیرو ہوئے ہیں) اس نے پہلے شروع قول میں یہ کہکر کہ، معجزات مسیح آنحضرت ﷺ کے اقتداری خوارق سے کم رتبہ تھے، پھر آخر قول میں یہ کہکر کہ: اس قسم کے خوارق خدا تعالی کے ان افعال سے جو بلا ارادہ غیر ظہور میں آتے ہیں، برابری نہیں کر سکتے، تاکہ تشابہ فی الخلق لازم نہ آوے۔ اسی واسطے حضرت موسیٰؑ کا عصا، باودیکہ کئی دفعہ سانپ بنا آخر، عصا کا عصا رہا۔ اور مسیح کی چڑیاں، باوجود پرواز کرنے

کے، مٹی کی مٹی تھی۔، یہ جتادیا کہ اب بھی اس نے ان معجزات کی حقیقت مشہورہ کو نہیں مانا۔ نہ ان جانوروں کا جو حضرت مسیح نے بنائے تھے، حقیقۃً زندہ ہونا مانا ہے، نہ ان کے حقیقی پرواز کو جو زندہ جانوروں میں پایا جاتا ہے، اور اس سے تشابہ فی الخلق لازم آتا ہے جو ایک شرک ہے، اس نے تسلیم کیا ہے۔ اسی وجہ سے مسیح کی چڑیوں کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ بظاہر اڑتی تھیں مگر درحقیقت وہ مٹی کی مٹی تھی۔ اور اسی نظر سے ان معجزات کی نسبت کہہ دیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے خوارق سے کم رتبہ تھے۔ جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خوارق مذکور پانی اور روٹی کا زیادہ ہونا، تو حقیقۃً وقوع میں آئے تھے کیونکہ وہ طبعی اور نیچرل اصول کے مخالف نہیں ہے۔ ہوا اور پانی وغیرہ عناصر کا ہیولی واحد ہے، لہذا پانی ہمیشہ ہوا بن جاتا ہے، ہوا پانی بن جاتی ہے۔ اسی نیچرل اصول کے مطابق آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہوا پانی ہوگئی ہو تو محل تعجب وانکار نہیں ہے۔ بخلاف معجزات مسیح (مٹی کا چڑیا بن جانا، یا مردہ کا زندہ ہونا) کہ وہ اصول نیچر کے مخالف ہے، لہذا ممکن نہ تھا کہ مردہ حقیقۃً زندہ ہوجاتا اور مٹی کا جانور پرند بن جاتا۔ وہاں جو کچھ ہوا تھا وہ صرف مسمریزم کی تاثیر سے ظاہر ہوا تھا اور درحقیقت کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں بیان ہوا ہے۔ لہذا اس مقام کی تسلیم اور ازالہ کے انکار میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔

ازالہ کید (اعاذہ فریق مخالف قادیانی):

مسلمان بھائیو! قادیانی نے جو بظاہر معجزات مسیح کو تسلیم کیا ہے اس میں اس نے آپ لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنے زمرہ میں داخل کرنا چاہا ہے، وہ ہرگز ان معجزات کا قائل نہیں ہے۔ اس کے اس ظاہری اقرار کے ساتھ اس کا درپردہ انکار بھی اس قول کے شروع اور آخر میں موجود ہے۔ ہم نے اس کید کی تفصیل میں اس انکار کا بخوبی اظہار کردیا ہے۔ آپ لوگ توجہ سے اسکو پڑھیں گے تو اس انکار کے موجود ہونے کا اقبال کرینگے۔ اس سے بھی آپ کو وہ انکار سمجھ میں نہ آوے تو آپ اس کی یہ تفصیل بادلیل سنیں کہ قادیانی نے جو کچھ اس مقام تسلیم معجزات میں کہا ہے، اپنے ازالہ اوہام میں اسکا خلاف کیا ہے اور اس تسلیم سے بڑھ کر انکار کا اظہار فرمایا ہے۔

ازالہ اوہام میں بصفحہ ۲۹۶ قادیانی نے اس خیال کو کہ حضرت مسیح پرند بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ کردیا کرتے تھے، نقل کر کے اس کو سخت بے ایمانی وصریح الحاد کہا ہے۔ پھر اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں کہا

ہے کہ ان دنوں (یعنی مسیح کے وقت میں) یہودیوں کے خیالات اس طرف جھکے ہوئے تھے، جو کہ شعبدہ بازی کے قسم میں سے تھے۔ پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں کہا ہے: تو کچھ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت مسیح کو اس طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا بنا کر کسی کل کے دبانے سے، یا پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے، کیونکہ حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے ہیں۔

پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز، طریق عمل الترب (یعنی مسمریزی طریق) سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں، کیونکہ عمل الترب میں، جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں، ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں کہا ہے: مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جائے، وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کے روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لے آتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا، اور نہ درحقیقت زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۱ میں کہا ہے: مسیح کے عمل الترب سے وہ مردہ جو زندہ ہوتے تھے، یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے، وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے۔ کیونکہ بذریعہ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہو جاتی تھی۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۵ میں کہا ہے: اور اگر یہ کہا جائے کہ کیوں بطور معجزہ جائز نہیں کہ حضرت مسیح اذن اور ارادہ الٰہی سے حقیقت میں پرندے بنا لیتے ہوں۔ اور وہ پرندے ان کی اعجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں بناتا۔ نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں۔ معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں

رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ پیر ہلانے کی قدرت ہوتی ہے (ایک اور مقام پر مرزا قادیانی نے خوارق کو اقتداری ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ اقتداری خوارق اسی وجہ سے ان لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ روح القدس کی روشنی ہر وقت ان کے شامل حال ہوتی ہے اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتی۔ اور یہاں ازالہ اوہام میں معجزات کے اقتداری ہونے کی نفی کی ہے۔ محمد حسین) غرض معجزہ کی حقیقت اور مرتبہ سے یہ امر بالاتر اور ان صفات خاصہ خدا تعالی سے ہے جو کسی بشر کو مل نہیں سکتی۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۷ میں مرزا نے کہا ہے: بعض دانش مند شرک سے بچنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے، ان کی عمر چھوٹی ہوتی تھی، تھوڑی مسافت تک پرواز کر کے پھر گر کر مر جاتے تھے۔ لیکن یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اسی حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہوتی تھی۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۹ میں کہا ہے: بہت لوگ اس وسوسہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی نبی کے دعا کرنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے، یا کوئی جماد جاندار بن جائے، تو اس میں کون شرک ہے۔ ایسے لوگوں کو جاننا چاہیے کہ اس جگہ دعا کا کچھ ذکر نہیں۔ اور قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور دعا پر جو فعل مترتب ہوتا ہے، وہ فعل الٰہی ہوتا ہے۔ نبی کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ لیکن اس جگہ وہ صورت نہیں۔ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہیں تھے۔ اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماریوں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت دعا کرتا تھا، بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جن کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی، ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔

اور صفحہ ۳۲۲، ازالہ اوہام میں کہا ہے: غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ علم الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت مٹی رہتی تھی۔

ان تصریحات وعبارات میں قادیانی نے مسیح کے معجزات، حقیقۃً مردوں کو زندہ کرنے، اور مٹی سے سچ مچ کے جانور بنانے اور حقیقۃً ان کے پرواز کرنے، سے صاف انکار کیا ہے۔ پھر ان انکار کے ساتھ اب اس

کا اقرار جو اس کے کید شششم میں پایا جاتا ہے، کب سچا ہوسکتا ہے اور اس اقرار سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام اور کیا مقصود و مراد ہوسکتا ہے؟

اگر قادیانی یا اس کا کوئی حامی یا حواری یہ عذر کرے کہ وہ انکار پہلے زمانہ تالیف ازالہ اوہام کا ہے اور یہ اقرار تازہ زمانہ تالیف دافع الوساوس کا ہے، لہذا مناسب بلکہ لازم ہے کہ اس انکار کو منسوخ اور مرجوع عنہ سمجھا جائے اور اس اقرار کو ناسخ و موجب رجوع و توبہ تصور کیا جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قادیانی نے اس انکار سے رجوع کیا اور اس کفر سے تائب ہوا ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ ہم اس رجوع و توبہ پر (اگر اس کے ساتھ اور کفریات سے بھی وہ توبہ کرے) اس کو اپنا بھائی سمجھنے اور کل ہندوستان کے علماء کی طرف سے اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کو بخوشی حاضر و مستعد ہیں مگر بحکم توبة السرّ با السرّ و توبة العلا نيّة با لعلا نيّه یہ رجوع و توبہ اس صورت اور شرط سے اور اسی حالت میں مقبول و صحیح ہوسکتی ہے کہ وہ ازالہ اوہام وغیرہ تالیفات سابقہ کو، جن میں اس قسم کے کفریات درج ہیں، آگ میں جلا دے یا دریا برد کر دے۔ یا کم از کم اس مضمون کا اشتہار دے کہ ان کفریات سے میں نے رجوع کرلیا اور میں تائب ہوا ہوں، اب ان کتابوں کی ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہ کرے اور اگر وہ ان کتابوں کو نہ جلا وے یا اس مضمون کا اشتہار نہ دے تو پھر رجوع و توبہ کا یقین نہیں ہو سکتا اور اس اقرار معجزات مسیح کا سبب و محمل یہی متعین رہتا ہے کہ دلی اعتقاد تو اس کا وہی کفر و انکار ہے اور اس اقرار میں وہ مسلمانوں کو دام میں لاتا اور اپنے آپ کو فتوی کفر سے بچاتا ہے۔ اور اس اقرار اور سابق انکار میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اور ایک دوسرے کا مکذب ہے، اس کی قادیانی کچھ پرواہ نہیں رکھتا، بلکہ اس میں یہ فائدہ مدنظر رکھتا ہے کہ جس مقام میں جو بات وہ کہے گا اس میں کوئی نہ کوئی پھنس جائے گا۔ مختلف باتوں کا موازنہ کون کرتا ہے کہ اس سے بدگمانی اور انحراف کا خوف پیدا ہو۔

اعاذہ فریق موافق قادیانی

ہمارے نیچری دوستو! قادیانی کے اس انکار معجزات پر آپ لوگ خوش نہ ہوں اور اس انکار کی وجہ سے اس کو اپنے امام (سید احمد خان) کا خلیفہ برحق سمجھ کر اس کے پیچھے نہ لگیں۔ اسکے اس اقرار کے ساتھ جس سے اس

نے مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے، یہ انکار بے سود ہے۔ معجزات مسیح کے متعلق گو اس کے اقرار کے ساتھ انکار بھی پایا گیا ہے مگر معجزات آنحضرت ﷺ اور خوارق اقتداری دیگر اولیاء اللہ کا اس نے ایسے طور پر اقرار کرلیا ہے کہ ان سے انکار کرنے کی اب اس کو گنجائش نہیں رہی۔

آنحضرت ﷺ کا معجزہ پانی زیادہ کرنے کا، گو آپ لوگوں کے نیچرل اصول کے مخالف نہیں مگر معجزہ شق القمر (جس کو قادیانی اس کید سے پہلے کید پنجم میں مانا ہے) تو آپ کے اس خیالی اصول کے بالکل مخالف ہے۔ پھر وہ آپ لوگوں کا خاص اور پورا ہم مشرب اور آپ کے امام پیر نیچر کا پکا خلیفہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

اور سنیئے! میلہ سالانہ (۱۸۹۲ء) کے جلسہ میں قادیانی نے یہ بھی کہا تھا کہ نبی یا ولی کی دعا سے، یا یہ کہ خدا چاہے، تو کوٹھے کا ہاتھی بن جائے اور اپنے سولہ گز کے نئے کوٹھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ خدا چاہے تو یہ کوٹھہ اڑ کر چلا جائے۔ اس کا یہ بیان کس و نا کس نے جو اس وقت حاضر و شریک جلسہ تھے، سنا اور مختلف شہروں میں جا کر نقل کیا اور خاکسار نے بٹالہ میں مولوی قدرت اللہ اور منشی دین محمد سے اور امرتسر کے قریب ریل گاڑی میں حکیم مولوی نور الدین سے (جو لاہور سے امرتسر تک ایک گاڑی میں میرے ساتھ آئے تھے) سنا۔

پس اگر یہ بیان قادیانی کا دل سے ہے، تو وہ آپ لوگوں کا پورا ہم خیال اور آپ لوگوں کے امام کا خلیفہ برحق کیونکر ہوسکتا ہے۔ آپ لوگوں کو مناسب ہے کہ اس داؤ میں نہ آویں، اور یقین کریں کہ یہ شخص منافق ہے۔

قادیانی کا افحام اور اس کے معتقدین کا افہام

یہ تو ناظرین کو معلوم و ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ اس قول (یا کید) ششم میں کہا ہے اس میں اپنے مخالف و موافق دونوں فریق کو دھوکہ دیا، اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بعد قول نمبر ۵ جو کچھ اس نے کہا ہے اس میں اس کے سابق انکار معجزات اور اس کی وجوہات کا پورا جواب موجود ہے۔ اور یہ قول قادیانی کے انکار سابق پر افحام (الزام) اور اس کے اتباع کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے اگر ان میں کچھ فہم و شرم ہو۔

اس قول میں مرزا قادیانی نے بڑے زور شور سے بیان کیا ہے کہ نبی اور ولی (جبکہ وہ مرتبہ لقاء کو پہنچ جاتا

ہے) کارنگ بشریت، رنگ ربانی کے نیچے چھپ جاتا ہے اور ان میں الٰہی طاقت آجاتی ہے اور تموّج کے وقت ان کا کــن خدا کے کــن کا کام دیتا ہے اور خدائی کاموں کیلئے ان میں ذاتی اقتدار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس الٰہی طاقت کا یہ اثر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر کسی دعا کے انگلی کے اشارہ سے چاند کو پھاڑ ڈالا، اور جس کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا اس کی آنکھ کو بحال کر دیا ۔ و علی ھذا القیاس

اس کا یہ اعتراف واقرار جملہ وجوہات انکار کو نیست و نابود کرتا اور یقین دلاتا ہے کہ حضرت مسیح کا الٰہی طاقت کے تموّج کے وقت مردہ اور کوڑھی اور اندھے کو بغیر کسی دعا کے صرف ہاتھ لگانا اور مٹی کے جانور بنا کر اس کو کــن طیــراً بــا ذن اللّٰہ کہہ دینا، یا صرف الٰہی طاقت کی بھری ہوئی پھونک مار دینا کافی، اور ان کی حیات و صحت کا سبب ہو سکتا ہے، اور اس پر نہ شرک کا اعتراض وارد ہوتا ہے نہ مخالفت قانون قدرت کا۔ اور کچھ ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مسیح کے افعال مذکورہ کو قادیانی کے سابق قول کے مطابق خلاف توحید و مخالف قانون قدرت سمجھ کر یہودیوں کی سی شعبدہ بازی یا یورپ والے صناعوں جیسی دستکاری قرار دیں، یا عمل مسمریزم کا اثر (جھوٹی حیات و عارضی صحت و خیالی حرکت وغیرہ) بتاویں و علی ھذا القیاس

قادیانی نے انکار سابق کی وجوہات میں جو یہ کہا ہے کہ فعل مخلوق کا فعل خالق سے کمتر ہونا ضروری ہے تا کہ تشابہ فی الخلق لازم نہ آوے اور اسی کے مطابق اس قول واقرار جدید کے آخر میں بھی ایک فقرہ بڑھا کر انکار کی جگہ رکھ لی ہے، یہ حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کو باطل نہیں کر سکتا۔ مسیح کے بنائے ہوئے پرندوں اور خدا کے مخلوق پرندوں میں یہ فرق بین موجود ہے اور وہ تشابہ فی الخلق کو دور کرنے کیلئے کافی ووافی ہے کہ خدا نے تو عالم کو ذاتی طاقت سے بغیر کسی سابق مثال یا مادہ کے بنایا اور حضرت مسیح نے خدا کی بنائی ہوئی مٹی سے خدا کے بنائے ہوئے پرندوں کا نمونہ و مثال دیکھ کر خداداد طاقت اور خدا کے اذن سے کوئی جانور بنایا۔ اس فرق بین کو دیکھ کر کوئی احمق سے احمق اور غبی سے غبی بھی حضرت مسیح کو حقیقی خالق نہیں سمجھ سکتا اور آپ کے خلق کو خدا کی خلق سے مشابہ نہیں خیال کر سکتا۔

قادیانی نے اپنے سابق مجوزہ فرق کہ مسیح کے پرند درحقیقت پرند جانور نہ ہوتے، (صرف کل کے دبانے سے یا مسمریزم کے ذریعہ سے روح کی گرمی پہنچنے سے کچھ حرکت کرتے تھے)، کی تائید میں جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں

بیان کیا ہے کہ قرآن شریف سے ان پرندوں کا پرواز کرنا، بلکہ ہلنا اور جنبش کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا، اس کا ابطال مرزا قادیانی نے اپنے قول جدید سے خود کردیا، اور خدا تعالیٰ نے اس کے قلم سے اس مقام (دافع الوساوس کے صفحہ ۶۸) میں یہ نکلوادیا کہ ان جانوروں کا پرواز کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

قادیانیوں سے جو لوگ مرزا قادیانی کا بیان ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۶ کو سچ سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں، وہ اب اس کے بیان وساوس صفحہ ۶۸ کو حیا و انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس سابق بیان کو جھوٹا سمجھیں اور اب ان معجزات کے حقائق مشہورہ پر ایمان لاویں۔ اور قادیانی کے اس جھوٹ وفریب کو کہ، ازالہ اوہام میں پرواز و حرکت وجنبش ان جانوروں کے قرآن سے ثابت ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور وساوس میں بلا اعتراف غلطی سابق و بلا اظہار رجوع، قرآن سے اس پرواز کے ثابت ہونے کا اقرار کرلیا ہے۔ غورو تامل سے ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ ایسا جھوٹا اور فریبی اتباع کے لائق ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو لوگ قادیانی کے مقلد ہیں، ہم کو اس تعارض اور اختلاف بیانی کی وجہ بتلائیں اور ثابت کریں کہ قادیانی ان دونوں بیان (انکار صفحہ ۳۰۶، ازالہ اوہام و اقرار صفحہ ۶۸ وساوس) میں کیونکر سچا ہوسکتا ہے؟

قادیانی نے سابق انکار کی تائید میں اور خلق طیور مسیح کی خدا کی خلق سے مشابہت پیدا کرنے اور اس وجہ سے اس کو شرک قرار دینے کی غرض سے ایک اور کید عظیم کیا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۵ میں کہا کہ: بعض لوگ موحدین کے فرقہ سے بحوالہ آیت قرآنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم انواع اقسام کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر زندہ کردیا کرتے تھے۔ جس حالت میں مسیح کے کروڑہا پرندے بنائے ہوئے اب تک موجود ہیں جو ہر طرف پرواز کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مثیل مسیح کا کسی پرندہ کا خالق ہونا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا ہے: اس موحد کو یہ بھی کہا گیا کہ کیا تم اب شناخت کرسکتے ہو کہ ان پرندوں میں سے کون سے ایسے پرند ہیں، جو خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، اور کون سے ایسے پرندے ہیں جو ان پرندوں کی نسل سے ہیں جن کے خالق حضرت مسیح تھے، تو اس نے جواب دیا کہ میں شناخت نہیں کرسکتا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ میں کہا ہے: بعض موحدین کا یہ اعتقاد ہے کہ پرندوں میں کچھ خدا کے مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسیٰ کے۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۶ میں کہا ہے: اب ہر ایک دانش مند سوچ سکتا ہے کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالی دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اوراذن دیدے کہ تو مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارا کر، وہ حقیقت میں جانور بن جایا کرینگے اوران میں گوشت اور ہڈی اورخون اور تمام اعضا جانوروں کے بن جائیں گے۔ اس صورت میں خدا کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا، گواس کے حکم اوراذن ہی سے سہی۔ اور نیز ایسے خالقوں کے سامنےاور فتشا به الخلق عليهم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہوجاوے گی۔

اورازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۹ میں کہا ہے: اگر یہ اعتقادرکھا جائے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا ہوجاتی تھی اور سچ مچ ان میں ہڈیاں، گوشت پوست، خون وغیرہ اعضاء بن کر جان پڑ جاتی تھی، تو اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان میں جاندار ہونے کے تمام لوازم پیدا ہوجاتے ہوں گے اور وہ کھانے کے بھی لائق ہوں گے اوران کی نسل آج تک کروڑہا پرندے زمین پر موجود ہوں گے اور کسی شکاری کے ہاتھ سے مرتے ہوں گے۔

اس کید کا ازلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی فرقہ ،موحدین ہو (جس سے قادیانی کی مراد فرقہ اہل حدیث ہے) یا کوئی اور، کے ایک بھی شخص کا یہ اعتقاد نہیں سنا گیا اور نہ کسی کتاب چھوٹی یا بڑی میں دیکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو مٹی کے جانور بنانے کا دائمی اختیار واقتدار حاصل تھا۔ اور کروڑہا جانوروں کو انہوں نے پیدا کیا اوران کا سلسلہ نسل اب تک چلا آیا ہے اور موجودہ پرندوں میں کچھ خدا کی مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسی کی مخلوق ہیں، یا ان کی نسل سے ہیں جو حضرت عیسی نے بنائے تھے، مگر ہم ان کو پہچان نہیں سکتے۔ یہ سب باتیں کذاب قادیانی اوراس دجال لاثانی کی اپنی من گھڑت ہیں جس سے اس کا مقصود وہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اس اعتقاد معجزہ خلق طیور کا شرک ہونا لوگوں کے خیال میں جم جائے، پھراس ذریعہ سے وہ اس معجزہ کی نفی کرے۔

مرزا قادیانی اس امر میں اوراس بیان اعتقاد مذکور میں سچا ہے تو بتاوے کہ کس موحد (اہل حدیث) سے اس نے یہ اعتقاد سنا ہے؟ اور وہ جاہل ہے یا عالم؟ جاہل ہے تو اس کی بات کا کیا اعتبار ہے؟ اور اگر عالم ہے تو اس کا فل اڈریس (پورا نام نشان) کیا ہے؟ اگر قادیانی ایسے شخص کا نام لے گا جو فرقہ اہل حدیث سے مرتد ہوکر عیسائی یا مرزائی ہوگیا ہو، تو اس کا ہرگز اعتبار نہ ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ وہ برطبق: یکے دزد باشد و یکے پردہ دار،

قادیانی کے بہکانے سے اس اعتقاد کا مظہر وفرضی معتقد بن بیٹھا ہے۔اپنے اتباع کے سوا اور کسی فرد فرقہ اہل حدیث کا نام نہیں بتلا سکے گا۔ ان شاء الله تعالی

جملہ اہل اسلام کا (جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں) حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیور کی نسبت صرف یہی اعتقاد ہے کہ مسیح نے محض توفیق واذن الٰہی سے (جب خدا کی طرف سے ہوتا) نہ اپنی ذاتی طاقت سے، بعض اوقات چند پرندے بنائے اور پھر معلوم نہیں کہ وہ کیا ہوئے۔کیا اسی وقت عصا موسی کی مانند (جسکی نسبت قال خذ ھا ولا تخف، سنعید ھا سیر تھا الاولی ، خدا نے کہا تو اس سانپ کو پکڑ لے ہم اس کو پہلی صورت یا سیرت پر کر دیں گے، وارد ہے) اپنی اصلی حالت پر ہو گئے یا طبعی موت سے مارے گئے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ تعداد میں لاکھوں کروڑوں تھے اور موجودہ پرندوں میں وہ یا ان کی نسل موجود ہے۔اور صرف اس قدر صحیح واصلی اعتقاد اہل اسلام، قادیانی کے کسی اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا اور نہ وہ شرک ٹھہر سکتا ہے۔اور اگر بعض اوقات خدا کے اذن واختیار سے، نہ دائمی اقتدار سے، مٹی سے جانور بنا دینے اور ان میں گوشت ہڈی خون اعضا پیدا کر دینے کا اعتقاد شرک ہے، تو پھر یہ اعتقاد قادیانی کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کی آنکھوں کے ڈھیلے جو لڑائی کے وقت نکل گئے تھے، درست کر دیئے تھے اور ان میں گوشت وعصبات وطبقات ورطوبات پیدا کر دی تھیں، کیوں شرک نہیں؟ کیا پرندوں کا گوشت پٹھے وخون بنانا خدا کا خاصہ ہے۔اور آنکھ کا گوشت، پٹھے، خون، رطوبتیں وعصبات پیدا کرنا خدا کا خاصہ نہیں اور یہ کام بندہ بھی کر سکتا ہے؟ اور کیا اسی وجہ سے حضرت مسیح کے پرند بنانے کا اعتقاد شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا ڈھیلے بنانے کا اعتقاد شرک نہیں؟ لا حول و لا قوۃ ۔

اس ڈھکوسلے کے آخر میں قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر ان پرندوں کی حقیقی حیات مانی جائے تو اس کے لوازم کو (کہ وہ کھانے کے لائق بھی ہوں گے، شکاریوں کے ہاتھ آتے ہوں گے) ماننا پڑے گا، اپنی چھپی نیچریت کو ظاہر کرتا ہے۔اور مثل الا ناء یترشّح بما فیه کو سچا کر دکھانا ہے۔قادیانیو! الشّیء اذا ثبت ثبت لوا زمه ایک مسلمہ قاعدہ ہے، مگر معمولی اسباب ومسببات اور انسانی مقدورات میں۔سوپر نیچرل (super natural) امور اور الٰہی قدرت مقدور اس سے مستثنی ہیں۔اور معجزات وخوارق عادات کا ماننا اسی استثنا کی تسلیم پر موقوف ہے۔آپ ان معجزات کو اپنے قول (کید) نمبر ۵ میں دل سے نہ سہی، زبان سے مان چکے ہیں۔لہٰذا اب آپ کو ان لوازم

کے الزام کی گنجائش نہیں رہی ۔ ہے تو آپ ہی فرماویں کہ چاند کے پھٹ جانے کے جو لوازم ہیں اور ان کی دست آویز سے نئی روشنی والے اور نئے نظام کے معتقد جو الزام قائم کرتے ہیں وہ کیوں لازم نہیں ہیں؟ اور سرمہ چشم آریہ میں ان الزامات کے جواب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ کیونکر صحیح ہے؟

ایک تعجب کے لائق یہ بات ہے کہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ میں ان آیات کو جن میں مسیح کے خلق طیور وغیرہ معجزات کا ذکر ہے، متشابہات قرار دیا ہے۔ پھر ایسے امور متشابهة الحقيقة ، غير معلوم الكنه و الكيفيه کیلئے لوازم تجویز کرنا کیونکر جائز و مناسب ہے؟ یہ امر الحاد و نیچریت نہیں تو کیا ہے؟ یہ امر آپ کے نزدیک جائز ہے تو یہ کیوں برملا نہیں کہتے کہ مثلاً خدا تعالی کا ہاتھ ہے تو اس میں انگلیاں، گوشت، ناخن بھی ہونے لازم ہیں۔ آنکھ ہے تو اس میں ڈھیلا، پتلی، طبقات، رطوبات بھی ہوں گی۔ قبر میں بچھو و سانپ ہیں تو ضرور اور لازم ہے کہ وہ قبر اکھاڑنے سے دکھائی دیں۔ بہشت کا باغ ہے اور اس میں پودے پھل ہیں، تو ضرور ہے کہ بہشت میں کھاد (میلا) بھی ہو۔ اور اگر بہشت میں عورتیں جوان ہیں تو ضرور ہے کہ ان سے نسل بڑھے اور بہشت میں کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ دوزخ میں آگ موجود ہے تو ضرور ہے کہ اس کی راکھ بھی کہیں جمع ہو گی۔ و على هذا القياس ۔ اور ان باتوں سے اپنی نیچریت کو کیوں اچھی طرح ظاہر نہیں کرتے۔ اور اگر ان متشابہات (صفات خالق اور حالات دوزخ و بہشت) میں یہ لوازم نہیں نکالتے، تو مسیح کے پرندوں کی نسل کا جاری رہنا، اور شکاری کے دام میں آنا کیوں ضرور اور لازمی قرار دیتے ہیں؟

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ نفی و انکار معجزات مسیح کے متعلق قادیانی کا آخری کید عظیم درحقیقت ضعیف اور اوهن من بيت العنكبوت ہے اور حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور کو مٹانے کے لئے جو کچھ اس نے سابق انکار مندرجہ ازالہ اوہام میں کہا ہے اس کو وساوس کے قول (یا کید) نمبر پنجم کا اقرار معجزات نیست و نابود کرتا ہے۔ اور یہ اقرار قادیانی کے افحام (الزام) کا اور قادیانیوں کے افہام کا موجب ہوسکتا ہے اگر ان میں کچھ فہم اور شرم ہو۔ ومعہذا اس اقرار حال سے وہ معجزات کو ماننے والا بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ سابق انکار سے توبہ نہ کرے اور اس سے رجوع کرنے کا اشتہار نہ دے۔

کید ہفتم: حقیقی اور مجازی روح القدس

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۷۱ و ۷۲ میں کہا ہے: اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں۔ اور پھر اس سے آگے گذر کر انسان کی سعی اور محنت کو دخل نہیں اور محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم سے پیدا ہوتی ہے، الٰہی محبت کا خود بخود اس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے، جس کو مرتبہ بقا و لقا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے (توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ میں بطور نر مادہ ملنا، یعنی جفت ہونا، اور اس سے روح القدس کا تولّد ہونا بیان کیا ہے) اور لقاء کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہائت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق، جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں، اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے.... اسی روشنی کا نام روح القدس ہے۔ مگر یہ حقیقی روح القدس نہیں۔ حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے۔ یہ روح القدس اس کا ظل ہے، جو پاک سینوں اور دماغوں میں ہمیشہ کیلئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اور جو شخص یہ تجویز کرتا ہے کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے، وہ شخص سراسر باطل پر ہے.... ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن روح القدس کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی رکھا جاتا ہے، ان سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضا میں داخل ہوتا ہے۔

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۷۳ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے: وہ کاملوں کو ایسا نعم القرین عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد روشنی تاریکی میں جا پڑتے ہیں۔

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۷۴ میں کہا ہے: جیسے اشرار وکفار کے لئے دائمی طور پر شیطان کو بئس القرین قرار دیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر ظلمت پھیلاتا رہے.... ہمارے اندرونی مخالف قومی بھائی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح القدس جبریل کا نام ہے، کبھی تو وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور مقربوں سے نہایت درجہ اتصال کر لیتا ہے یہاں تک کہ ان کے دل میں دھنس جاتا ہے، اور کبھی ان کو اکیلا چھوڑ کر ان سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور کروڑ ہا بلکہ بے شمار کوسوں کی دوری اختیار کر کے آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ اور ان مقربوں سے بالکل قطع تعلقات کر کے اپنے قرار گاہ میں جا چھپتا ہے، تب وہ اس روشنی اور برکت سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں جو اس کے نزول کے وقت ان کے دل اور دماغ اور بال بال میں پیدا ہوتی ہے۔ کیا اس عقیدہ سے لازم نہیں آتا کہ روح القدس کے جدا ہونے پر ان برگزیدوں کو ظلمت گھیر لیتی ہے اور نعوذ باللہ نعم القرین کی جدائی کی وجہ سے بئس القرین کا اثر ان پر شروع ہو جاتا ہے۔

اور اس دافع الوساوس کے صفحہ ۷۵ میں کہا ہے: کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے، اور یہی محبت رسول اللہ ﷺ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت اس تنزل اور نقص کی حالت کو روا رکھا جائے.. عیسائی لوگ تو حضرت مسیح کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں کہ روح القدس جب سے حضرت مسح پر نازل ہوا کبھی ان سے جدا نہیں ہوا، اور مسلمان بھی اس امر کو تسلیم کریں، چنانچہ مفسرین ابن جریر وابن کثیر وصاحب معالم وفتح البیان وکشاف وتفسیر کبیر وحسینی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن مسلمان آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ اعتقاد کریں کہ روح القدس آنحضرت سے جدا بھی ہو جاتا تھا.. اس سے زیادہ تر اور کیا بے ادبی اور گستاخی ہوگی کہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین کی جاتی ہے۔

اور اس دافع الوساوس کے صفحہ ۷۶ میں کہا ہے: یہ لوگ مسلمان کہلا کر مولوی اور محدث اور شیخ الکل کہلا کر ختم المرسلین کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۷۶ و ۷۷ میں کہا ہے: قرآن ان تصریحات واشارات سے بھرا پڑا ہے کہ روح القدس مقربوں میں رہتا ہے۔ منجملہ ان آیات کے جو اس بارہ میں کھلے کھلے بیان سے ناطق ہیں، آیت ان کلّ نفس لمّا علیها حافظ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک نفس پر ایک فرشتہ نگہبان ہے جو اس

کے باطن کی حفاظت کرتا ہے۔اور وہ روح القدس ہے۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۷۷ لغایت ۸۰ میں کہا ہے: منجملہ ان کے یہ آیات ہیں:۲۔ و انّ علیکم لحافظین ۔ ۳۔ یر سل علیکم حفظه ۔ ٤ ۔ له معقّبات مّن بین ید یه و من خلفه یحفظو نه من امر الله ۔

پھر بحوالہ معالم التنزیل ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ ہر ایک بندہ کے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کی نینداور بیداری میں شیاطین اور دوسری بلاؤں سے ان کی حفاظت کرتا ہے ۔ایک یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے ساتھ فرشتے ہیں جو بجز حالت جماع و بیت الخلاء تم سے جدا نہیں ہوتے ۔اور عکرمہ تابعی کا یہ قول کہ ملائکہ شر سے بچانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب تقدیر مبرم نازل ہو تو وہ الگ ہو جاتے ہیں۔اور مجاہد تابعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں جسکی حفاظت کیلئے دائمی طور پر فرشتہ نہ ہو اور حضرت عثمان کا یہ قول کہ بیس فرشتے مختلف خدمات بجالانے کیلئے انسان کے ساتھ رہتے ہیں، پھر امام احمد کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ دو قرین (ہم نشین یا ساتھی) مؤکل نہ ہوں، ایک جنوں میں سے ایک فرشتوں میں سے۔میرے ساتھ بھی دو ہیں مگر میرا جن تابع ہو گیا ہے وہ مجھ سے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۸٦ تک ان دونوں قرینوں کے وجود کی عقلی وجہ وضرورت بیان کی ہے اور یہ بات جتائی ہے کہ ظاہری جسم کی حفاظت کیلئے فرشتہ کا ہونا ضروری ہے تو باطن کی حفاظت کیلئے بھی ضروری ہے۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۸۷ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے: جب ہم ان دونوں میں سے کسی کا نام داعی الی الخیر رکھیں گے تو اسی کو ہم روح القدس یا جبریل کہیں گے۔اور جب ہم ان دونوں میں سے داعی الی الشر کہیں گے تو اسی کو ہم ابلیس اور شیطان کہیں گے۔

پھر صفحہ ۸۹ دافع الوساوس میں منکرین وجود ملائکہ اور شیاطین کی بظاہر مذمت کر کے مرزا قادیانی نے بڑے فخر سے کہا ہے کہ: یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنکے اثبات کیلئے خدا تعالی نے قرآن کریم کے استنباط

حقائق میں اس عاجز کو متفرد کیا ہے۔

یہ کفریات ومغالطات متن وساوس قادیانی کے صفحات مذکورہ کا خلاصہ ہے اوران صفحات کے حاشیہ میں صفحہ ۷۷ سے ۸۹ تک کا خلاصہ یہ چند امور ہیں:

۱۔آیت ان کلّ نفس لما علیها حافظ ، سے ثابت ہے کہ کل سیاروں سورج، چاند، زحل، مشتری کی حفاظت کے لئے بھی ایک ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۲۔روح القدس جیسا کہ مقربوں کے ساتھ ہے اوران کا نگہبان ہے، ایسا ہی اورلوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے(جن میں فاسق وفاجر بھی داخل ہیں) اسکا فرق یہ ہے کہ مقربوں پراس کی تجلی اعلی اوراکمل ہوتی ہے فاسقوں پر ناقص۔

۳۔روح القدس فاسقوں کے ساتھ بھی ہےتو پھران سے گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ روح القدس کا کام صرف نیکی کا القاء والہام کرنا ہے، نہ گناہوں سے روک دینا ۔

۴۔بعض حدیثوں میں جوآیا ہے کہ جبریل کئی کئی دن آنحضرتﷺ کے پاس نہ آتے، اس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الہی اس قسم کی تجلی میں توقف ہوجاتی تھی (یہ قادیانی کے الفاظ ہیں)۔اس سے یہ مرادنہیں کہ جبریل بذات خودآسمان سے اپنا مقام چھوڑ کروحی لے کرآتے تھےاوروحی پہنچا کرآنحضرت کو چھوڑ کر چلے جاتے۔

ذاتی نزول جبریل کے مرادنہ ہونے پرنقلی دلیل وہ آیت قرآن ہےجس میں فرشتوں کا یہ قول بیان ہوا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایسانہیں جس کواس کا مقام معلوم نہ ہو، اوروہ حدیث جس میں بیان ہوا ہے کہ آسمان پرایک قدم رکھنے کی جگہ نہیں جس میں فرشتے سجدہ وقیام نہ کرتے ہوں۔اس آیت اورحدیث سے ثابت ہوا کہ فرشتے اپنے مقام سے ایک قدم نیچے یااوپرنہیں آتے یاجاتے۔اورعقلی دلیل یہ ہے کہ اگر چھ سوموتیوں کے پروں والا جبریل جس کا طول مشرق سے مغرب تک ہے، اپنا ساراوجودلے کرآسمان سے اترے اورایسا ہی اور فرشتے بھی اترآئیں توآسمان خالی ویران اورسنسان پڑارہ جائے گا۔خصوصاًلیلۃ القدر میں تووہ بالکل اجڑا ہوا گھرنظرآئے گا۔افسوس شیخ الکل کہلا کرایسے وقت میں کہ علوم طبعیہ اورحسیہ کافروغ ہو، یہ اعتقادرکھنا، اورنیز ملائکہ کے یہ معنی سمجھنا۔وحی پہنچانے کے بعد جبریل کےآنحضرتﷺ کوچھوڑ کر چلے جانے سے احادیث افعال

واقوال کا اعتبار نہیں رہتا کیونکہ اس وقت آپ وحی کی روشنی سے خالی رہتے ہیں۔ اور نیز ملہم روح القدس کے بغیر ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا۔ پھر سید المقربین کی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ روح القدس کی جدائی سے ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں سے خالی رہتے تھے، جو کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ یہ لوگ (محمد حسین بٹالوی اور حضرت شیخ الکل نذیر حسین دہلوی مراد ہیں) حضرت عیسے کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں روح القدس ان سے ایک دم جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی جناب میں یہ بے ادبی کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو ظلمت اور ناپاکی میں چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔

ان مضامین متن اور حاشیہ دافع الوساوس کے ملاحظہ سے ناظرین رسالہ توضیح المرام قادیانی کو یقین ہوگا کہ یہ رسالہ توضیح کے پرانے مضامین ہیں۔ ان مضامین میں قادیانی نے سوائے اس عقیدہ شرکیہ کے کہ: خوارق اولیاء کے اقتدار اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ صرف ان مضامین کو رنگ دوسرا دے دیا اور ان کا پیرایہ بدل دیا ہے، اور اپنے جال کو خوش رنگ عبارتوں سے زرین بنا دیا ہے۔ ہم خدا کے فضل اور توفیق سے واضح کرتے ہیں کہ جن باتوں کو مرزا قادیانی نے خوبصورت عبارات اور فصیح الفاظ سے اسلام اور دین اور تعظیم سید المرسلین بنا کر دکھایا ہے وہ باتیں درحقیقت کفر شرک اور آنحضرت ﷺ کی سخت درجہ کی توہین ہیں

ازالہ کید

اس کید میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ روح القدس (جو مقربوں کے ساتھ ہر دم رہتی ہے) اس سے مراد ایک طبعی نو متولّد چیز ہے جو خدا کی محبت اور مقرب بندوں کی محبت کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے، نہ وہ روح القدس جس کو جبریل کہا جاتا ہے۔ اور وہ جبریل اپنے مقام آسمان پر ہی رہتا ہے۔ اور پھر جو اس کا عقلی ثبوت دیا ہے یہ قادیانی کا وہی پرانا کفر ہے جس کو وہ اپنے رسالہ توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ و ۷۰ وغیرہ میں اگل چکا ہے۔ اس مقام وساوس میں اس نے صرف اس کا طرز بیان بدل دیا ہے اور رنگین عبارتوں سے اس کا رنگ دوسرا کر دکھایا ہے، اور اس پر یہ ملمع چڑھایا ہے کہ اگر ہر وقت ساتھ رہنے والی روح القدس نتیجہ محبت کو ذریعہ وحی والہام نہ مانا جاوے، بلکہ آسمان پر رہنے والی روح القدس کا بذات خود وحی لے کر آنا اور بعد ابلاغ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر

آسمان پر چلا جانا، تسلیم کیا جاوے تو اس سے آنحضرت ﷺ کی توہین اور بے ادبی لازم آتی ہے۔ حضرت عیسےؑ کے ساتھ تو تمام عمر وہ روح القدس رہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس صرف چند منٹ رہ کر چلی جائے، اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی توہین اور کیا ہوگی۔ اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کا ناپاکی سے نہ بچنا اور ان کے دائمی و مدت العمری اقوال وافعال کا وحی سے خالی ہونے کی وجہ سے بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔

اس کفر وکید کا ردّ وازالہ فتوی تکفیر مرزا میں بخوبی ہو چکا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ روح القدس اور اس کے حقیقی نزول میں اس قسم کی تاویل وتحریف باطنیت ونیچریت وزندقہ والحاد ہے۔ اس بیان کی تائید آئندہ بھی اپنے محل اور موقع مناسب پر ہوگی۔

اس مقام میں تعظیم وتوہین کا ملمع کھول کر اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا نفس نفیس ذکیہ طیبہ بعد تکمیل نبوت اور استفادہ صحبت جبریل، ملکیت میں اعلی درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اور آپ نے جبریل کے شاگرد ہو کر استاذی کا رتبہ پاس کر لیا تھا۔ لہذا اس ملکیت میں آپ ملائکہ سے کم رتبہ نہ تھے بلکہ ان کے ہم رنگ وہم سر اور گویا ثانی جبریل تھے اور بعض کمالات میں آپ جبریلؑ سے بھی بڑھ گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ وہاں (سدرۃ المنتہی سے اوپر) پہنچ گئے جہاں جبریل کے پر جلتے تھے اور وہ کہہ اٹھے

اگر یک سرمو برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزم پرم

اسی وجہ سے آپ ﷺ بہ نفس نفیس اپنی پاکی کو خداداد حفظ وعصمت سے خود محفوظ رکھ سکتے تھے اور اپنی ذات کو اور اپنے اقوال افعال کو خطاء نفسانی اور وسوسہ شیطانی سے خود بچا سکتے تھے۔ اور اس حفظ امن کیلئے اپنے استاد جبریل کی مصاحبت کے محتاج نہ رہے تھے۔ اس وجہ سے بعد تکمیل نبوت وکمال ملکیت حضرت جبریل کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہوا۔ گو ابتدائی حالت میں حضرت مسیح کی مانند جبریل آپ کے ساتھ رہے۔

اور یہ ایک عام عقلی اور نیچرل (قدرتی) قاعدہ ہے (قادیانی نیچری ہے لہذا اس کے افہام وافحام کیلئے نیچرل قاعدہ پیش کیا گیا ہے) کہ جب متعلم وتربیت یافتہ، تعلیم وتربیت میں حد کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا معلم ومربی اس سے جدا ہو جاتا ہے اور وہ خود اپنی ذات کا معلم ومربی بن جاتا ہے، اور جس متعلم یا تربیت یاب سے اس کا معلم ومربی جدا نہیں ہوتا اس کو اس وقت مصاحبت تک تعلیم وتربیت کا محتاج اور ناقص سمجھا جاتا ہے۔

انسان بلکہ جانور چڑیا وغیرہ اسی وقت تک اپنے بچے کو پالتے ہیں جب تک وہ نادان ہوتا ہے اور جب وہ اپنی روزی کمانے لگتا ہے تو اسکے مربی اپنی تربیت کو قطع کر دیتے ہیں۔ بچوں کے اتالیق و معلم تب ہی تک بچوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں جب تک وہ نیک و بد کے ممیّز اور اپنے علم و اخلاق کے خود محافظ نہیں ہوتے اور جب وہ خود استاد بن جاتے ہیں اور اتالیق کا رتبہ حاصل کر لیتے ہیں تو پھر وہ اتالیق کے زیر حراست نہیں رہتے۔ اس اصول پر جبریل کے بعد مصاحبت و اتالیقی ابتدائی کے آنحضرت ﷺ سے جدا ہو جانے اور مسیح کے ساتھ تمام عمر تک رہنے سے آنحضرت ﷺ کی حضرت مسیح پر فضیلت اور تعظیم ثابت ہوتی ہے، نہ آپ کی توہین و تنقیص۔ اور نیز اس سے آنحضرت ﷺ کے دائمی و مدت العمری افعال و اقوال کا بلا واسطہ وحی الٰہی سے مشرف ہونا اور دخل شیطانی سے محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ ان افعال و اقوال کا وحی سے محروم اور دخل شیطانی کا محل ہونا۔

اسی فضیلت شرف و حفظ و عصمت کی طرف وہ آیت قرآن مجید مشعر ہے ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی ۔(نجم۔ ع ۱) جس کے معنے حسب قرارداد و اعتقاد اہل اسلام یہ ہیں کہ اب آپ کے نفس میں ہوائے نفسانی اور وسوسہ شیطانی کا اثر و دخل نہیں رہا جس کے امتیاز و علیحدگی کیلئے کسی معلم کے واسطہ کی ضرورت ہو۔ لہذا اب آپ کا قلب بلا واسطہ غیر، وحی خفی و غیر متلو کا محل بن گیا ہے۔

اس فضیلت و تعظیم و حفظ و عصمت کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت روح القدس کی اتالیقی و حفظ و تعلیم کے محتاج تھے اور بلا مدد روح القدس، آپ ناپاکی سے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) بچ نہ سکتے تھے، اور نہ اپنے فعل و قول کو بلا حفظ و ہدایت روح القدس، دخل شیطان سے بچا سکتے تھے، آنحضرت ﷺ کی سخت توہین اور آپ کی جناب میں صریح دشنام دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

قادیانیو! کچھ تو فہم اور شرم سے کام لو اور بتاؤ آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور ان کے اقوال و افعال کی تکریم انہیں ہر وقت روح القدس کی اتالیقی کا محتاج بنانے میں اور اس اتالیق کی ہر وقت کی حاضری ٹھہرانے میں ہے یا آپ کو بنفس نفیس خود استاد و معلم اور روح القدس کا ہم سر و ہم رنگ و ہم فعل بنانے میں ہے۔

قادیانی اور کے اس مرید اگر اس سیدھی بات کو نہ سمجھیں یا دیدہ دانستہ اس کو تسلیم نہ کریں اور

آنخضرت ﷺ کو بذات شریف ونفس نفیس ناپا کی اور خطا سے بچنے والہ نہ مانیں، بلکہ ہر وقت و ہر آن تربیت و تعلیم اتالیق و معلم کا محتاج قرار دیں، تو پھر بھی وہ جبریل کو اس دائمی تعلیم و تلقین کیلئے کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ اس تعلیم و تلقین کیلئے آپ کے قرین (ہم نشین) فرشتہ کو جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے، بلکہ آپ کے جن کو (جو مسلمان ہو گیا تھا اور آپ کو بجز خیر کچھ نہیں کہتا) کیوں کافی نہیں سمجھتے ؟ اور ان ہم نشینوں کی مدد اور محافظت سے آنخضرت ﷺ کا ناپا کی سے بچنا اور اپنے افعال واقوال کو دخل شیطان سے محفوظ رکھنا، وہ کیوں قبول نہیں کرتے ؟ اور آپکو کیوں بڑے زبردست معلم جبریل ہی کا محتاج ٹھہراتے ہیں؟

اس فرشتہ (قرین نیک) کو معلم اور اتالیق تسلیم کرنے پر، اگر قادیانی یہ کہے کہ یہی تو روح القدس ہے اور اسی کا نام تو میں نے جبریل رکھا ہے جو اصلی اور واقعی روح القدس اور جبریل کا ظلّ ہے، پس تمہاری اس تسلیم سے میرے اعتقاد کی تسلیم لازم آتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرین نیک کو جبریل اور روح القدس قرار دینا تمہاری ایک ملحدانہ اصطلاح ہے جس پر شریعت کی کوئی شہادت پائی نہیں جاتی (چنانچہ عنقریب بیان ہوگا) لہذا قرین نیک کو اتالیق و معلم تسلیم کرنے سے تمہارے اس ملحدانہ اعتقاد کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ اور اگر کوئی تھوڑی دیر کیلئے ملحد بن کر تمہاری اس ملحدانہ اصطلاح کو مان کر یہ تسلیم بھی کر لے کہ یہ قرین نیک آسمانی جبریل کا ظلّ ہے، تو پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جبریل بذات خود وحقیقۃً کبھی وحی لے کر آپ کے پاس نہ آیا تھا۔ اور وحی متلو (قرآن) لانے کا کام بھی اس کا ظل (قرین نیک) ہی کرتا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وحی متلو (قرآن) جبریل امین خود لے کر آتا ہو اور باقی اوقات کی مصاحبت اور افعال اور اقوال کی محافظت اس کا ظلّ (قرین نیک) کرتا ہو ؟ اس صورت سے جبریل امین کا وحی متلو قرآن آنخضرت ﷺ کے پاس لانا اور بعد ابلاغ آسمان پر چلا جانا ماننے سے بھی آنخضرت ﷺ کا ناپا کی، خطا سے بچنا اور شیطان سے محفوظ رہنا ممکن ہے۔

اس پر اگر قادیانی یہ سوال کرے کہ دائمی مصاحبت اور ہر ایک قول و فعل نبوی کی حفاظت فرشتہ قرین نیک کر سکتا ہے تو پھر اصلی جبریل کو وحی متلو لانے کا وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور اس سے کیا فائدہ ہے؟ کیا یہ کام اس قرین فرشتے سے نہیں ہو سکتا ؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر فرشتوں کو انکی خدمات سپرد کرنیکے اختیارات قادیانی کو ہوتے، تو وہ وحی لانے کا کام بھی اسی فرشتے قرین نیک کو سپرد کر کے جبریل کو اس خدمات سے

معزول و مستعفی بنا سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اختیار صرف خدا کو حاصل ہے اور اس نے وحی متلو لانے کی خدمت جبریل امین کے سپرد کی ہوئی ہے، کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ یہ خدمت اس سے چھین کر اسے فرشتے قرین نیک کو دیدے۔ یہی حکم و قرار داد خداوندی، جبریل کو وحی متلو لانے کیلئے مخصوص ماننے کی ضرورت ثابت کرتا ہے۔ اور اس سے فائدہ یہ ہے کہ اصلی جبریل کے نزول کو حقیقۃً بلا تاویل ماننے سے ایک جز زندقہ والحاد (یعنی تاویل بلا دلیل) کی کمی ہوتی ہے۔ پھر باوجود امکان کمی الحاد، ڈبل الحاد (تاویل بلا دلیل) کا مرتکب ہونا کیا ضرور ہے؟

بالجملہ مسلمانوں کے اعتقاد میں تو آنحضرت ﷺ کا نفس زکیہ وطیبہ مصاحبت و احتیاج اتالیق سے پاک ہے۔ قادیانی اس کو نہ مانے اور آنحضرت کے نفس کو پاک نہ سمجھے اور ہر وقت تعلیم و اتالیقی کا محتاج قرار دے تو اس کے اصول و اعتقاد پر بھی اس اتالیقی کیلئے آپ کا قرین کافی ہے۔ اور اس قرین کو جو قادیانی جبریل کہتا ہے تو یہ اس کا الحاد ہے۔ اس الحاد کو کوئی مان لے تو اسی حد تک مان سکتا ہے کہ اس کا نام نقلی جبریل رکھے اور دائمی مصاحبت اور آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کی حفاظت کے کام میں اس کو جبریل کے قائم مقام سمجھے۔ اس الحاد کے ساتھ یہ دوسرا الحاد کہ وحی متلو لانے کا کام بھی نقلی جبریل کرتا ہے اور اصلی جبریل اس عہدہ سے معزول ہے، ضروری نہیں۔ اور نہ قادیانی کے کلام میں اس کے ضروری ہونے کی کوئی دلیل قائم ہے۔ اور اس سے بچنے میں یہ فائدہ ہے کہ ڈبل الحاد سنگل رہ جاتا ہے کیونکہ اس میں وحی لانے والہ، اصلی جبریل ہی کو بلا تاویل مانا جاتا ہے، اور دائمی حفاظت کرنے والہ نقلی جبریل کو بتاویل۔

ناظرین! انصاف کرو کہ ہم نے خدا کے فضل و توفیق سے قادیانی کے ملمع تعظیم و توہین کو کیسا کھولا ہے۔ کیا اب بھی ممکن ہے کہ وہ جبریل کے حقیقی نزول و صعود ماننے کو آنحضرت ﷺ کی توہین کا موجب کہے؟ ہر گز نہیں ہے۔

اور آنحضرت ﷺ اور ان کے دین کی توہین اسی کے اس ناپاک اعتقاد میں پائی جاتی ہے کہ آنحضرت بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور وہ مدت العمر تربیت و حفاظت و حراست اتالیق کے محتاج رہے عیاذاًبا للّٰہ من ذلك

اور جو اس کید میں قادیانی نے روح القدس کو سبب و موجب خوارق قرار دیا ہے، پھر اس روح القدس

کو ہر وقت صاحب خوارق کا شامل حال اور غیر مفارق بتایا ہے (اور یہی قادیانی کی اس تجویز کا کہ روح القدس ایک انسانی صفت اور اس کی محبت سے پیدا ہوئی ہے، لازمہ ومقتضا ہے) اور جا بجا اس کید میں اور پہلی کیدوں میں اس نے ان خوارق کو مقربین کا اقتداری امر قرار دیا ہے۔ ان تینوں مقدمات کا لازمی نتیجہ اور قطعی مفہوم یہ ہے کہ قادیانی کے اعتقاد میں مقربین کو یہ ہر وقت اقتدار اور کلی اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں اپنے اندرونی اور طبعی روح القدس کی مدد سے خوارق دکھا دیں۔

کید نمبر ۵ میں تو اس نے اس اقتدار واختیار کو اوقات تموّج سے مخصوص کیا تھا، اس کید میں اس نے اس قید کو اٹھا کر اس اقتدار واختیار کو وسیع کر دیا اور یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ خوارق کا سبب وموجب طبعی واندرونی روح القدس ہے، جو ہر وقت اور ہر آن مقربوں کے ساتھ ہے، تو پھر ہر وقت اور ہر آن ان کو خوارق دکھانے کا اختیار واقتدار کیوں حاصل نہ ہو؟

اس کا یہ عقیدہ شرکیہ ہے جس پر اس نے تعظیم مقربین انبیا واولیاء کا ملمع چڑھا کر اس سے اپنے سابق انکار معجزات مسیح کو چھپایا ہے اور ناواقفوں کو یہ جتایا ہے کہ معجزات مسیح سے انکار مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے، میں تو معجزات وکرامات کو انبیا واولیاء کے لئے اقتداری واختیاری مانتا ہوں۔ بلکہ میں جو ایک اعلیٰ درجہ کا ولی ہوں خود خوارق دکھانے کا اقتدار واختیار رکھتا ہوں۔ جب چاہوں، خصوصاً جب اوقات تموج میں ہوں، امر کن سے یکو ن کر دکھاؤں اور آسمان وزمین کے قلابے ملا دوں۔

اس شرک وکید کا ردّ وازالہ یہ ہے کہ قادیانی کی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ متولدہ انسانی صفت محبت) کی مدد وسبب سے خوارق کا کام مقربین کے اقتدار واختیار میں ہونا کجا، یہ اقتدار خوارق تو اصلی اور حقیقی روح القدس، آسمانی جبریل کو بھی حاصل نہ تھا۔ اور نہ ان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء کو (جنکے پاس آپ بذات خود آتے تھے) حاصل تھا۔ یہ اقتدار واختیار تو اسی مالک الملک والملکوت کو حاصل ہے اور اسی کی صفات مختصہ سے ہے جو جبریل اور جملہ مقربین اور خاص کر سید المقربین آنحضرت ﷺ کا خالق ومتصرف ہے۔ اس نے جب کسی قوم کی ہدایت یا ان پر اتمام حجت کے ارادہ سے چاہا، اپنے مقربین ولیوں اور نبیوں کے ہاتھ پر معجزات وخوارق کو ظاہر کیا اور جب کسی قوم کے عناد یا تکذیب کی وجہ سے یا اور وجوہات سے خارق دکھانا نامناسب جانا،

تب عین موقع طلب وسوال پر خوارق دکھانے سے انکار ظاہر کیا۔ اور اپنی جلالت اور استقلال اور ذاتی اقتدار و اختیار ظاہر کرنے اور مومنوں کے دلوں میں اپنی توحید جمانے اور شرک کو مٹانے کیلئے یہ جتایا کہ خوارق و معجزات کا ذاتی اختیار و اقتدار کسی فرشتہ یا ولی یا نبی کو حاصل نہیں ہے۔

بعض موقع میں آنحضرت ﷺ نے مخالفین اسلام کو مومن بنانے کیلئے خوارق دکھانے کی حرص اور خواہش کی، تو وہ بھی منظور نہ ہوئے، بلکہ اس کے جواب میں نشان نمائی سے انکار کی ہدایت ہوئی۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: و ان کان کبر علیك اعرا ضهم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السماء فتأ تیهم بآ یة ۔ و لو شاء الله لجمعهم علی الهدی فلا تکو ننّ من الجاهلین (انعام، ع ٤) اگر تجھے اے رسول ان لوگوں کا ایمان سے منہ پھیرنا ناگوار ہو، تو تو اگر زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی نشانی، جو یہ چاہتے ہیں، لا سکے تو ان کو لا کر دکھا دے۔ خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔ تو نادان نہ بن جائیو۔

المقصود بیان حرصه البالغ علی اسلام قومه وانه لو قدر ان یاتیهم بآ یة من تحت ا لارض او من فوق السماء لا تی بها ر جاء ایمانهم ۔ فلا تکو نن من الجاهلین، بالحرص علی ما لا یکو ن (تفسیر بیضاوی۔ص۲۵۳) کہ اس سے مقصود آنحضرت کے کمال حرص کا بیان ہے۔ اور یہ اگر آپ زمین یا آسمان سے نشان لا کر دکھانے کی طاقت رکھتے تو لوگوں کے ایمان کی حرص سے لا کر دکھاتے۔ نادان بننے سے مراد یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان کی حرص نہ کریں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: و اقسموا باللّه جهد ایمانهم لئن جاء تهم آیة لیؤمننّ بها ۔ قل انّما الآ یا ت عند اللّه وما یشعرکم انها اذا جاء ت لا یؤ منو ن (انعام۔ع۱۳) کہ وہ لوگ بڑے زور سے قسم کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس نشان (جو وہ چاہتے ہیں) آوے تو وہ ایمان لاویں۔ تو کہدے نشان اللہ ہی کے پاس ہے۔ تمہیں اے مومنو کیا خبر ہے نشان آنے پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔

بیضاوی نے کہا ہے قل انّما الآ یا ت عند الله، هو قادر علیها یظهر منها ما یشاء و لیس شیء منها بقدرتی و ارا دتی ۔ کہ نشان خدا کے پاس ہیں، وہی قادر ہے جو نشان چاہے ظاہر کرے

میری (یعنی آنحضرت ﷺ) قدرت واختیار میں کوئی نشان نہیں ہے۔ (بیضاوی۔ص ۲۶۱)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: و قالوا لن نؤ من لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا ۔ او تکون لك جنّة من نخیل و عنب فتفجر الانهار خلا لها تفجیراً ۔ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تأ تی بالله و الملائکة قبیلاً ۔ او یکون لك بیت من زخرف او ترقی فی السّماء۔ و لن نؤمن لرقیّك حتی تنزّل علینا کتا باً نقرئوه ۔ قل سبحان ربّی هل کنت الا بشراً رسو لاً (بنی اسرائیل) وہ لوگ کہتے ہیں ہم تیری تصدیق تب کریں گے جب تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نکال دے یا تیرے لئے کھجوروں وانگوروں کا باغ ہو جن میں تو نہریں بہا دے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ یا خدا کو اور فرشتوں کو سامنے لے آوے یا تیرے لئے ملمع کا گھر ہو، یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ ہم تیرے چڑھنے کو تب ہی مانیں گے جب تو ہمارے لئے کتاب اتار لائے، تو کہہ دے اللہ پاک ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں۔

بیضاوی نے کہا: قل سبحان ربی تعجباً من افترا حاتهم وتنزیها لله من ان یا تی ... علیه او یشارکهما حد فی القدر ة ۔ هل کنت الا بشر ۔ کسائر الناس ۔ رسولا کسائر الرسل فکا نوا لا یاتون قومهم ا لّا بما یظهره الله علیهم علی ما .... حال قو مهم و لم یکن امر الآیات الیهم و لا لهم ان یتحکموا علی الله (بیضاوی) کہ تو کہہ اللہ پاک ہے۔ اس سوالات پر تعجب کی راہ سے۔ اور خدا کی پاکی بیان کرنے کے لئے اس عیب سے کہ وہ خود آوے یا اس پر جو کوئی چاہے حکومت کرے یا اس سے کوئی شخص اس کی قدرت میں اس کا شریک ہو۔ تو کہہ دے میں بشر ہوں جیسے اور بشر۔ اور رسول ہوں جیسے اور رسول وہ بھی اپنی قوم کے پاس وہی نشان لائے جو خدا ظاہر کرتا، ان کو نشان دکھانے کا خود اختیار نہ تھا اور نہ یہ اختیار تھا کہ خدا پر حکومت کرتے۔

اور ایک آیت میں ارشاد ہے: و قالوا لولا انزل علیه آ یات من ر به۔ قل انما الآیا ت عند الله۔ و انما انا نذ یر مبین (عنکبو ت۔ ع ٥)۔ وہ بولے کیوں نہیں ہم پر نشان اتارے گئے (یعنی جو ہم چاہتے ہیں) تو کہہ دے یہ نشان خدا ہی کے پاس ہیں۔ میں تو صرف ظاہر ڈرانے والا ہوں۔

بیضاوی نے کہا مثل ناقة صالح و عصا موسی و مائدة عیسے و قرء نافع و ابن عامر و البصریان و حفص آیات قل انّما الآیات عند الله ینزلها کما یشاء و لست املکها فاتیکم بما تقرحونه ۔ انّما انا نذیر مبین، لیس من شانی الا الانذار۔ (بیضاوی۔ ج ۲)
نشان جیسے صالح کی اونٹنی موسی کا عصا، عیسے کا مائدہ۔ تو کہدے نشان خدا کے پاس ہیں وہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اتارتا ہے۔ میں اس کا مالک نہیں ہوں کہ جو تم چاہو لا دکھاؤں۔ میرا کام تو صرف ڈرانا ہے کھلا کھلا۔

اس مضمون کی آیات سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے اور جب کہ ان آیات سے خاتم المرسلین کا نشان دکھانے میں خود مختار و صاحب اقتدار نہ ہونا، اور نشان نمائی خدا تعالی کا خاصہ ہونا، ثابت ہے تو پھر اور کسی فرشتے یا نبی یا ولی خصوصاً جھوٹے مدعی نبوت و ولایت قادیانی کا نشان و خوارق دکھانے میں صاحب اقتدار ہونا کیونکر جائز ہے؟ پھر قادیانی کا اعتقاد مذکور شرک نہیں تو کیا ہے؟ قادیانی کے فرضی تموّج کے وقت میں بھی یہ اقتدار و اختیار کسی نبی یا ولی کو حاصل نہیں ہوتا، کہ جو نشان وہ چاہیں یا ان کا کوئی مخالف چاہے، وہ دکھا سکیں۔ یہ ہوتا تو اس کا استحقاق سید الاولین والآخرین آنحضرت ﷺ کو سب سے پہلے ہوتا اور آپ اپنے تموّج میں نشان مذکور ان لوگوں کو دکھا دیتے جن کے ایمان کی آپ شدت سے حرص رکھتے تھے۔ اور اس انکار کی (جو ان آیات میں پایا جاتا ہے) نوبت نہ آنے دیتے۔

قادیانی کے دام افتادہ سادہ لوحوں کی فہم و ایمان پر افسوس ہے کہ ایسے عقیدہ شرکیہ کو اس کتاب میں دیکھ کر پھر بھی قادیانی کو مسلمان اور امام اور مجدد مان رہے ہیں، اور اتنا نہیں سوچتے کہ اگر واقعی مقربین کو نشان و خوارق دکھانے کا ہر وقت اور ہر آن میں اور خاص کر تموّج کے وقت میں کلی اختیار و اقتدار حاصل ہے تو قادیانی جو اکثر اولیاء سابقین پر فوقیت کا مدعی ہے، کیوں وہ نشان، جو لوگ اس سے چاہتے ہیں، نہیں دکھاتا۔ اور ابتدا سے اس وقت تک ناجائز شروط کے حیلہ و بہانہ سے کیوں ان کو ٹلاتا اور اپنی جان چھڑاتا ہے؟ اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ اپنے ازالہ اوہام میں تو قادیانی نے حضرت مسیح کے مٹی سے پرند بنانے کو شرک کہا تھا، اب جملہ مقربین کو کن فیکون کا مالک بنا دیا اور اس قسم کے خوارق دکھانے میں صاحب اقتدار قرار دیا۔ وہی شرک اب اسلام کیونکر بن گیا۔ اور اگر وہ اس اعتقاد سے انکار کرے اور یہ کہے کہ میں دل سے مقربین کو نشان و خوارق

نمائی میں خود مختار نہیں سمجھتا، گو میرے کلام سے یہ اعتقاد مفہوم ہوتا ہے، تو یہ انکار تب صحیح و معتبر ہوسکتا ہے جب کہ وہ اس کلام سے رجوع کا اشتہار دے اور ان خوارق کو اقتداری کہنے اور روح القدس کو ان کا موجب وسبب قرار دینے سے اور اعتقاد تموّج میں مقربین کے کن کو خدا کے کن کی مثل و مانند کہنے سے توبہ کرے، ورنہ اس کے مفہوم کلام سے اس پر یہ الزام شرک قائم ہوگا اور اس کا یہ انکار منافقانہ انکار متصور ہوگا۔

یہ قادیانی کے شرک کا ردّ و ازالہ ہے، اب اس کے ملمع تعظیم کا ازالہ ہوتا ہے۔ جو تعظیم مقربین کی خدا کی توحید کے مزاحم ہو، اور ان کو خدا کی صفات مختصہ میں شریک بناوے وہ حقیقۃً تعظیم نہیں، توہین ہے۔ مقربین بارگاہ الٰہی اس تعظیم کو توہین جناب باری سمجھتے ہیں اور اس سے برأت ظاہر کر چکے ہیں دیکھو آیت أأنت قلت للناس اتخذونی وامّی الهین (کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو) میں حضرت مسیح کا قول جو قیامت کے دن فرمایا جاوے گا۔ اور اگر یہ تعظیم واقعی تعظیم ہوتی تو پھر ان لوگوں کو جو حضرت مسیح کی تعظیم میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا اور ثالث ثلاثہ کہتے ہیں، شرک کا الزام نہ دیا جاتا اور حضرت مسیح کا وہ قول قرآن میں منقول نہ ہوتا۔

اور جو اس کید میں مرزا قادیانی نے اپنی تصنیفی طبعی روح القدس (نتیجہ محبت) کے مقربین کے ساتھ رہنے اور حقیقی اور اصلی روح القدس جبریل کا ظلّ بن کر، اس کی جملہ خدمات تبلیغ وحی وغیرہ کو چھین لینے کے ثبوت میں دس دلائل چار آیتوں اور چھ حدیثوں کو (جن میں ملائکہ ہم نشین، و کراماً کاتبین اور محافظین کا ذکر ہے) پیش کر کے ناواقف مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان آیات واحادیث میں جن ملائکہ کا ذکر ہے وہی محاورہ شرع میں جبریل امین روح القدس کہلاتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے مخالفین خاکسار (محمد حسین) اور شیخ الکل (سید نذیر حسین) وغیرہ مسلمانوں کو، ان ملائکہ کے وجود سے منکر قرار دے کر ہم سب مسلمانوں پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ تم صرف قرین بد (شیطان) کو خدا کے بندوں پر مسلط جانتے ہو، قرین نیک اور کراماً کاتبین و محافظین کو نہیں مانتے۔

اس میں اس نے سراسر دھوکہ بازی، دروغ گوئی اور افترا پردازی سے کام لیا ہے اور بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو ان کے عقائد قدیمہ مشہورہ یاد دلا کر یقین دلاتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسا نہیں ہے کہ جو ہر مومن کے ساتھ (چہ جائے مقربین) ہم نشین فرشتہ رہنے اور ہر ایک انسان کے

ساتھ کراماً کاتبین (جوانکے اعمال نیک وبد لکھتے ہیں) اور ہر ایک انسان کے ساتھ ملائکہ محافظین رہنے کا قائل نہ ہو۔

قادیانی نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں پر ان ملائکہ کے وجود سے منکر ہونے کا افتراء کیا۔ ہاں مسلمانوں کا سلف سے خلف تک یہ اعتقادنہیں کہ یہی تینوں قسم کے فرشتہ شرع میں جبریل روح القدس کہلاتے ہیں اور یہی فرشتے جبریل امین کے جملہ خدمات (وحی لانا، کافروں پر عذاب نازل کرنا، نبیوں کولڑائی میں مدددیناوغیرہ) بجالاتے ہیں۔ ان کے سوا ایسا کوئی جبریل یا روح القدس نہیں ہے جو انبیاء کے پاس بذات خود آیا ہو۔ اس عقیدہ سے ہر ایک مسلمان کو انکار ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ مسلمانوں کے نزدیک خارج از شمار ہے۔

قادیانی نے بھی اس عقیدہ کفریہ پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں کی اور جو چار آیتیں اور چھ آثار و حدیثیں اس نے نقل کی ہیں ان سے (نہ صراحتاً اور نہ اشارۃً) یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن ملائکہ کا ان آیات واحادیث میں ذکر ہے ان سے جبریل وروح القدس مراد ہے۔

دوسری آیت میں حافظین سے کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) مراد ہونا خود اسی آیت سے ثابت ہے اور یہ الفاظ کراماً کاتبین اس آیت میں صریح موجود ہیں (جن کا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے سرقہ کرلیا ہے) ایسا ہی پہلی اور تیسری آیت میں لفظ حافظ اور حفظہ سے وہی کراماً کاتبین مراد ہیں کیونکہ ایک آیت دوسری کی مفسر ہوتی ہے۔ اور ایسا ہی عامہ تفاسیر بیضاوی، معالم وغیرہ میں بیان کیا ہے۔

چوتھی آیت میں معقبات سے بعض مفسرین نے ان ہی کراماً کاتبین کو مراد سمجھا ہے، چنانچہ بیضاوی، معالم و غیرہ میں ہے۔ اور بعض نے ان محافظ فرشتوں کو مراد سمجھا ہے جو انسان کو جنوں اور بلاؤں سے بچاتے ہیں، چنانچہ معالم وتفسیر ابن جریر میں مجاہد وعکرمہ وکعب احبار وحضرت عثمان وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ چھ آثار و احادیث ہیں جن کو قادیانی معرض استدلال میں لایا ہے۔ ان آیات واحادیث وآثار میں کسی حدیث واثر میں یہ نہیں پایا جاتا کہ شرع کے محاورہ میں بھی فرشتے روح القدس یا جبریل کہلاتے ہیں، بلکہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی حدیث جو قادیانی نے تفسیر ابن جریر سے نقل کی ہے، صاف بتا رہی ہے کہ یہ فرشتے اور ہیں، جو عدد میں بیس ہیں۔ کیونکہ جبریل تو ایک شخص ہے نہ بیس اشخاص۔

ایک روشن دلیل ان ملائکہ کے جبریل نہ ہونے پر یہ ہے کہ یہ فرشتے ہر ایک شخص کے ساتھ، مومن ہو

خواہ کافر، ہوتے اور رہتے ہیں اور حضرت جبریل تو خاص کر انبیاء اور مقربین ہی کے پاس آئے اور ان ہی کے ساتھ ایک مدت تک رہے۔ قادیانی اس دلیل کو نہ مانے گا کیونکہ وہ تو جبریل اور روح القدس کو کافروں اور فاسقوں کا بھی (جبکہ وہ بادہ بسر آشنا ببر کا مصداق ہوں) مصاحب اور ہم نشین بتاتا ہے (دیکھو توضیح مرام، ص ۸۵ اور فتوی مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ ص ۱۱۲)۔ یہ دلیل ہم نے اسکے سامنے پیش نہیں کی بلکہ مسلمانوں کو، جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جبریل رنڈیوں اور شرابیوں کا آشنا اور ساتھی نہیں بلکہ خاص کر انبیاء و مقربین کا ہم نشین ہے اور خدا کی طرف سے ان کی جانب معزز رسول ہو کر آتا رہا ہے، سنائی گئی ہے۔

اس کید کے اخیر میں جو قادیانی نے فخر کیا ہے اس میں حق بجانب قادیانی ہے اور وہ اس پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔ کیونکہ ان کفریات کو آیات قرآنی سے ثابت کرنا اسی کا کام ہے، مسلمانوں سے ایسی جرأت کب ہوسکتی ہے؟ مسلمان تو ظاہران آیات قرآن سے اتنا ہی سمجھتے اور ثابت کرتے ہیں کہ انسان کے ضبط اقوال وافعال کیلئے اور بلاؤں سے اس کی حفاظت کیلئے فرشتے مقرر ہیں جو کراماً کاتبین، حفظہ، معقّبات کہلاتے ہیں۔ رہے یہ ناپاک اسرار کہ یہی فرشتے جبریل ہیں، یہی روح القدس ہیں، یہی حاملین وحی متلو اور یہی خدا کے اور اس کے مقرب نبیوں میں سفیر ہیں اور یہی اس منصب وعہدہ کے ساتھ رنڈیوں اور شرابیوں کے بھی آشنا اور ہم مجلس ہیں، بجز قادیانی کسی مسلمان پر کب کھل سکتے ہیں۔

یہ مفتریات متن صفحات مذکورہ کا رد ہے۔ اب اس کے حواشی کی کفریات کا رد ہوتا ہے۔

ازالہ امر اول مندرجہ حاشیہ اگر فرض محال مان لیا جاوے اور بے دلیل تسلیم کرلیا جائے کہ کواکب کے لئے بھی نفوس ہیں اور پہلی آیت میں جو ہر نفس کیلئے محافظ کا ہونا بیان ہوا ہے وہ ستاروں کو بھی شامل ہے وبناءً علیہ ہر ایک ستارہ کیلئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہے جیسا کہ ہر ایک انسان کیلئے ہے، تو بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں، یا بمنزلہ ارواح، اور خاص کر جبریل امین سورج کی روح ہے یا بمنزلہ روح جیسا کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد ہے جس کو وہ رسالہ توضیح المرام کے صفحہ ۳۸ و ۴۰ و ۴۸ و ۸۵ وغیرہ میں ظاہر کر چکا ہے۔ اور اس اعتقاد کے سبب علماء پنجاب و ہندوستان نے اسے عقائد فلاسفہ کے معتقد ہونے کا

الزام دیا ہے۔اسی اعتقاد کا ثبوت اس کے ذمہ اور اس سے مطلوب تھا۔ستاروں کیلئے ایک ایک فرشتہ محافظ ہونے یا نہ ہونے میں کیا بحث تھی؟اور اس کا ثبوت کس نے طلب کیا؟

ازالہ امر دوم وسوم۔قرآن نے جبریل کو خاص کر مقربین کا مصاحب اور خدا کی طرف سے خدا کے مقربین کی جانب معزز رسول ٹھہرایا ہے۔کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبریل رنڈیوں اور شرابیوں کا بھی آشنا اور دائمی صحبتی ہے۔لہذا آپ کے یہ دونوں دعوے اہل اسلام کے اعتقاد میں زندقہ اور الحاد ہیں اور جب تک آپ کسی آیت یا حدیث سے ان کا ثبوت پیش نہ کریں ان کا تسلیم کرنا اسلام کے مخالف ہے۔

ازالہ امر چہارم۔قرآن اور حدیث کی صریح نصوص سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس کبھی کبھی آتے۔نہ یہ کہ ہر وقت آخر عمر تک وہ آپ کے ساتھ رہے۔آپ کا آنا اکثر انسانی اور خاص کر دحیہ کلبی کی صورت میں ہوتا تھا۔دو دفعہ آپ کا آنا اصلی صورت میں ہوا ہے۔

قرآن میں حضرت جبریل کا یہ قول نقل ہے: وما نتنزّ ل الا بامرربّك. له ما بين ايدينا وما خلفنا ومابين ذالك. و ما كان ربّك نسيّاً (مریم۔ع ٤)۔ہم خدا ہی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔جو کچھ ہمارے آگے اور پیچھے اور اس کے مابین ہے وہ خدا ہی کے ملک وتصرف میں ہے۔تیرا رب (اے رسول) بھولنے والا نہیں۔

ایک اور جگہ بیان ہے: ثم دنا فتدلّى. فكان قاب قوسين او ادنى. فاوحى الى عبده ما اوحى. ما كذب الفؤاد ما رأى. افتمارونه على ما يرى. و لقد رآه نزلةً اخرى. عند سدرة المنتهى (نجم۔ع ۱) کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے قریب ہوئے، پھر اور قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمان کے مقدار فاصلہ رہ گیا۔پس خدا نے جو اپنے بندہ جبریل کی طرف وحی کی وہی اس نے آنحضرت ﷺ کو پہنچادی، ایک دفعہ اور بھی آپ نے جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔

پہلی آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے: عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لجبريل ما منعك ان تزورنا اكثر مما تزورنا فنزلت و ما نتنزّل الّا بامرربك (آنحضرت

ﷺ نے جبریل سے کہا کہ آپ مجھے اس سے زیادہ کیوں نہیں ملتے جو اب ملتے ہیں، جس پر وہ آیت نازل ہوئی)

تفسیر معالم میں ضحاک وغیرہ سے نقل کیا ہے: قال عکر مة و الضحاك احتبس جبريل عن النبی ﷺ حين سأله قومه عن اصحاب الكهف و ذی القرنين و الروح فقال اخبركم غداً و لم يقل ان شاء الله تعالى حتى شق ذلك على النبی ﷺ ثم نزل بعد ايام فقال رسول الله ﷺ ابطئت حتى ساء ظنی و اشتقت اليك فقال له جبريل انی كنت اشوق ولا كنی عبد ما مور اذا بعثت نز لت و اذا حبست احتبست فا نزل اللّه و ما نتنزّ ل الا بامر ر بك و انزل الله و الضّحى و الليل اذا سجى ما ودّعك ربك وما قلى (معالم التنزيل۔ ص ٥٥١) کہ جب آنحضرت سے لوگوں نے اصحاب کہف، ذی القرنین اور روح کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا میں کل بتاؤں گا اور اس کے ساتھ انشاءاللہ نہ کہا۔ جبریل کئی دن نہ آئے اور یہ امر آنحضرت ﷺ پر بہت ناگوار گذرا۔ پھر وہ جب کئی دن کے بعد آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، آپ نے آنے میں توقف کیا، اس سے مجھے برا خیال (ناخوش ہونے اور چھوڑ دینے کا) پیدا ہوا اور میں آپ کی ملاقات کا شائق رہا۔ جبریل نے کہا میں بھی آپ کی ملاقات کا شائق رہا ہوں۔ لیکن میں خدا کے حکم میں ہوں۔ جب بھیجا جاتا ہوں تو آتا ہوں اور جب روکا جاتا ہوں تو رک جاتا ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ آیت جس میں بیان ہے کہ خدا نے تجھے نہیں چھوڑا اور نہ وہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے۔

دوسری آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ حدیث منقول ہے: قالت عا ئشه ذلك جبريل كا ن يأ تيه فی صورة الرجل و انه اتاه فی هذه المرّة فی صورته التی هی صورته فسدّ الافق۔ (بخاری ص ٤٥٩۔ معالم ص ٨٥٥) جبریل آپ ﷺ کے پاس آدمی کی صورت میں آیا کرتے تھے اس دفعہ آپ اصلی صورت میں آئے جس سے انہوں نے تمام افق روک لیا۔

ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے۔

حضرت جبریل کے آنے کے واقعات جو احادیث میں وارد ہیں ان کی تفصیل سے بہت تطویل متصور ہے۔ ان کا اجمال بطور مثال بیان کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ جماعت اصحاب نبوی کے سامنے ایک سفید پوش سیاہ بالوں والے اجنبی کی صورت میں آئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر آنحضرت ﷺ کے مبارک رانوں پر ہاتھ رکھ کر چند مسائل مستفسر ہوئے۔ وہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبریل تھا جو تمہیں دین کی تعلیم کے لئے آیا تھا (مشکوۃ کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث اور بخاری۔ص ۱۲)

ایک دفعہ آپ دحیہ کلبی کی صورت میں آئے تو ازواج نبوی ﷺ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو دحیہ کلبی سمجھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل تھا (بخاری۔ص ۵۱۳)

ایک دفعہ قرن الثعالب (ایک مقام) کے پاس آپ ایک بدلی میں نمودار ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ خدا نے آپ کی بات اور منکروں کے جواب کو سنا ہے، اور اس نے ملک الجبال کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کہیں تو آپ کے مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے دبا کر کچل دے۔ (بخاری۔ص ۴۵۸)

جنگ خندق کے بعد آپ ہتھیار پہنے ہوئے آئے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے، ہم نے ابھی نہیں اتارے۔ نکلو بنی قریظہ پر چڑھائی کریں (بخاری۔ص ۵۹۱)

ایک دفعہ بدر کی لڑائی میں آپ آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ جبریل ہے۔ گھوڑی کی چوٹی تھامے ہوئے، ہتھیار پہنے ہوئے۔ (بخاری۔ص ۵۷۰)

اس قسم کے بے شمار واقعات کتب حدیث میں درج ہیں جن سے جبریل کے کبھی کبھی آنے کی کیفیت بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں واز اں جملہ بعض واقعات کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹، ۱۰، ۱۲ جلد ۳ و نمبر ۱ جلد ۴ میں بھی ہو چکی ہے۔

ان تصریحات اور تفصیلات کے مقابلہ میں قادیانی کا عقیدہ کہ جبریل وحی لانے والا آنحضرت ﷺ ہی کی ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ ہے اور اس کے آنے سے مراد اس صفت کی خاص تجلی ہے (جیسے اور قوائے و صفات نفسانی انسانی غضب، رحمت، حرص، شہوت وغیرہ انسان کے اندر ہی ہوتی ہیں مگر وہ بعض اوقات زیادہ جوش کرتی ہیں اور طوفان میں آجاتی ہیں) ان نصوص صریحہ بینہ سے قطعی انکار زندقہ والحاد نہیں تو اور کیا ہے؟ اس الحاد کو تو ہی شخص مانے گا جو مرزا قادیانی کی مانند قرآن وحدیث کو شاعرانہ تخیلات اور خلاف واقعہ استعارات وفرضی حکایات کا مجموعہ کہے

۔قرآن وحدیث کو ماننے والے اوران میں مندرجہ واقعات کو سچے جاننے والے مسلمانوں سے تو یہ جرأت نہیں ہوسکتی۔

اپنے کفر چہارم کے ثبوت میں جو قادیانی نے عقلی دلائل (ایک آیت اور ایک حدیث) پیش کئے ہیں، ان میں نہ تو صراحتاً یہ بات پائی جاتی نہ اشارۃً کہ جبریل اور دوسرے فرشتے آسمانوں میں رہنے کے مقامات میں جکڑ کر قید کئے ہوئے ہیں، یا وہ سب کے سب ایک ہی حالت و ہیئت نماز سجود یا قیام یا رکوع میں لگائے ہوئے ہیں، نہ اس ہیئت یا حالت سے دوسری حالت و ہیئت کی طرف انتقال کرتے ہیں اور نہ عبادت کے سوا وہ کوئی دوسری خدمت (وحی لانا، مینہ برسانا، نبیوں کی حمایت میں کافروں پر عذاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ) بجالاتے ہیں۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ اس آیت میں ہے نہ اس حدیث میں۔ بلکہ آیت میں ملائکہ کے درجات عبادت و مقامات قرب و رضا و خوف و رجا، محبت وغیرہ و مراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم کا بیان ہے۔اور حدیث میں عبادت کے وقت ان کی مختلف ہیئات اور حالات کا (جن میں تبدّل و انتقال ایک جزء لازم ہے جیسا کہ انسانی عبادت میں لازم ہے) بیان ہے اور دوسری آیات و احادیث میں وضاحت کیساتھ ان کا زمین پر آنا اور صراحت کے ساتھ ان کا دوسری خدمات کو بجالانا صاف وارد ہے، جس سے صاف یقین ہوتا ہے کہ اس آیت اور حدیث میں جبریل یا اور باقی تمام ملائکہ کا کسی خاص مقام میں مقید ہونا اور زمین پر نازل نہ ہونا، یا کسی ہیئت عبادت میں جکڑے رہنا ہرگز مراد نہیں۔ یہ مراد صرف قادیانی کا کفر والحاد ہے۔

اب ہم اس آیت وحدیث سے معنے مذکور مراد نہ ہونے پر اقوال علماء اسلام سے شہادت پیش کرتے ہیں۔تفسیر معالم میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

ای ما لنا ملك الا له مقام معلوم فی السّماوات یعبد الله فیه قال ابن عباس ما فی السماوات موضع شبراً الّا و علیه ملك یصلی او یسبّح ۔

و روینا عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال اطت السماء و حق لها ان یط و الذی نفسی بیده ما فیها موضع اربعة اصابع الا و فیه ملك راضع جبهته ساجداً و قال السندی الا له مقام معلوم فی القربة و المشاهدة و قال ابوبکر الوراق الا له مقام

معلوم یعبد اللہ علیه ... و الر جاء ... الر ضا .... الخ۔ معالم

اس قول ملائکہ سے یہ مراد ہے کہ ہم میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں جس کی عبادت کی جگہ آسمانوں پر مقرر نہ ہو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے آسمانوں میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتے نماز نہ پڑھتے یا تسبیح نہ کہتے ہوں۔ آنحضرت ﷺ سے حدیث ہے کہ آسمان چڑ چڑ کرتا ہے (جیسے زین یا پالان شتر سوار کے بیٹھنے سے چڑ چڑ کرتا ہے) اور اس کو لائق بھی ہے۔ بخدا آسمان میں چار انگل کی جگہ ایسی نہیں جس میں فرشتہ پیشانی رکھ کر سجدہ نہ کر رہا ہو۔ سدی نے مقام معلوم کے یہ معنے کئے ہیں کہ خدا کے قرب و مشاہدہ کا مقام۔ ابوبکر وراق نے کہا ہے کہ عبادت کا مقام خوف و رجا و محبت و رضا وغیرہ مراد ہے۔ جو کہا ہے ہم صفیں باندھنے والے ہیں، قتادہ کہتا ہے یہ بھی ملائکہ کا قول ہے وہ صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ کلبی نے کہا ہے کہ فرشتے آسمانوں میں عبادت کے وقت ایسی صفیں باندھتے ہیں جیسے انسان زمین پر باندھتے ہیں۔ ملائکہ کا یہ کہنا کہ ہم تسبیح کہنے والے ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور برائی سے خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ ان اقوال سے جبریل نے آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں اور وہ اس لائق نہیں کہ کوئی ان کی عبادت کرے جیسا کہ کفار ملائکہ پرست خیال کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: لانّہ مقام معلوم حکایة اعتراف الملائکة بالعبودیّة الرد علی عبدتھم والمعنی .... مقام معلوم فی المعرفة و العبادة و الانتھا الی امر اللہ تعالی فی تدبیر العالم ... ثم انھم اعترفوا بالعبودیة و تفاوت مرا تبھم فیھا لا یتجاوزونھا۔ و انا لنحن الصافو ن فی اداء الطاعة .... (بیضاوی۔ج ٢)

اس قول میں ملائکہ کے اقرار عبودیت کی حکایت ہے، ان مشرکوں کو رد کرنے کیلئے جو ملائکہ کو پوجتے ہیں۔ اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے خدا کی معرفت اور عبادت اور عالم کی تدبیر کے متعلق خدمت بجانے کا ایک مقام ہے۔ پھر ملائکہ نے اقرار کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرنیوالے ہیں اس عبادت میں ان کے درجات متفاوت ہیں جن سے آگے نہیں بڑھتے۔ اور کہا ہم صفیں باندھتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ طاعت ادا کرنے اور خدمات متعلقہ تدبیر عالم بجالانے میں ہم صف بستہ نظر آتے ہیں۔

ایسی ہی تفسیر ابن کثیر، فتح البیان وغیرہ میں اس آیت کی تفسیر ہوئی ہے (اور ایسی ہی محمد احسن امروہی نے رسالہ تائید قادیانی کے صفحہ ۵۰ میں مقام معلوم کی تفسیر نقل کی ہے۔ محمد حسین)۔

اور فتح البیان میں اور تفسیر مذکورو قرطبی سے یہ بھی نقل کیا ہے: قال القرطبی قال مقاتل هذه الآيات الثلاث نزلت و رسول الله عند سدرة المنتهى فتاخر جبريل فقال النبی ﷺ اههنا تفارقنى فقال ما استطيع ان اتقدم من مكانى هذا. فانزل الله حكاية عن قول الملائكة ..(فتح البيان) مقاتل کا قول ہے کہ یہ تینوں آیتیں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہی کے پاس پہنچے تھے اور جبریل وہاں سے ہٹنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اسی جگہ آپ مجھ سے جدا ہوتے ہیں، انہوں نے جواباً کہا کہ میری طاقت نہیں کہ میں یہاں سے آگے بڑھوں۔ جس پر خدا تعالی نے یہ قول جبریل نازل فرمایا۔

ان اقوال مفسرین اور ان کے متمسک احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ مقام معلوم سے فرشتوں کے مقامات عبادت و درجات قرب و محبت وغیرہ و مراتب خدمات متعلقہ تدبیر عالم مراد ہیں اور ان کے قیام وسجود سے انکے اوقات عبادت میں ان مختلف ہیأت کی حکایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل وغیرہ ملائکہ آسمان سے زمین پر آتے اور عبادت وغیرہ بجالاتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک جانب سے دوسری جانب کی طرف نقل وحرکت کرتے ہیں، نہ یہ کہ وہ رہنے کی جگہ قید کئے ہوئے ہیں اور عبادت کی ایک ہیئت میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اور فتح البیان کی عبارت میں مقاتل کے قول سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ان کے مقام سے ظاہری حسی آنے جانے کا مقام مراد لیا جائے تو بھی اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ وہ اس مقام سے نیچے نہیں اترتے یا دوسری جگہ نہیں جاتے (جیسا کہ قادیانی نے ملحدانہ معنے کئے ہیں) بلکہ اس صورت میں اس آیت سے یہ مراد ہے کہ وہ اس مقام سے بڑھ نہیں سکتے اور اس سے اوپر نہیں جاسکتے۔ اس قول مقاتل نے قادیانی کے الحاد کی جڑ کاٹ دی ہے فالحمد لله على ذالك

یہاں تک اس کے نقلی دلائل کا جواب ہے۔ اب اس کی عقلی دلیل کا جواب سنو

قادیانی نے جبریل کے ذاتی وحقیقی نزول مراد نہ ہونے پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے اس دلیل کے مضمون کا اعادہ حسب عادت تطویل وتکرار اس نے کید نمبر ۱۰ میں بھی کیا ہے اور کید نمبر ۱۲ میں اس پر کچھ بڑھا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جبریل کا حقیقی وجود تو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور اسکے بازو آسمانوں کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں، پھر وہ مکہ ومدینہ میں آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما گیا۔

اس دلیل کی تقریر سے قادیانی نے اپنا چھپا نیچری ہونا ظاہر کیا اور اچھی طرح یقین دلا دیا ہے کہ وہ اسلام کی ایسی باتوں کو جن کی کنہ وحقیقت وکیفیت سمجھ میں نہیں آتی (جیسے خدا کی ذات وصفات کا وجود اور ملائکہ کا وجود، آسمانوں کا جسمانی وجود، دوزخ وبہشت کے جسمانی آلام ونعم، شق القمر وغیرہ معجزات، قبر کا عذاب جسمانی حشر وحساب وغیرہ) ہرگز نہیں مانتا۔ اور اس قسم کی باتوں کو ماننے کا اس کا ظاہری اقرار محض منافقانہ ہے جس سے مسلمانوں کو دام میں لانا اس کا مقصود ہے۔ اور اگر ان امور کو وہ درحقیقت مانتا ہے اور معہذا وہ ایسے امور کی کنہ وکیفیت کا جاننا بھی ضروری سمجھتا ہے (چنانچہ اس کی اس دلیل سے مستفاد ومفہوم ہوتا ہے)، تو وہ پہلے امور مذکور کی کنہ وکیفیت بتاوے اور نہیں تو صرف چاند کے پھٹ جانے کی (جس کو وہ سرمہ چشم آریہ میں ثابت کر چکا ہے) کیفیت ظاہر کرے۔ اس کو بھی رہنے دے، وہ جبریل ہی کے وجود اور اس کے آسمان پر ہونے کے اور اس کے سورج (جس کو وہ توضیح مرام کے صفحہ ۸۵ میں جبریل کا ہیڈ کوارٹر یا صدر مقام بتا چکا ہے) کے اندر یا اوپر رہنے کی کیفیت بتا دے۔ تب ہم سے اس کے زمین پر آنے کی کیفیت پوچھے۔ اور اگر وہ کچھ نہ بتا سکے تو اس نیچریانہ اور ملحدانہ دلیل اور اس کے مندرجہ سوالات کو واپس لے، اور یہ جان لے کہ وجود جبریل اور ایسے ہی اور امور عالم ملکوت جو ہر ایک کے مشاہدہ میں نہیں آتے، بلکہ ان کو خاص کر انبیاء واصفیا ہی دیکھتے ہیں، متشابہات سے ہیں۔ ایسا ہی جبریل کا نزول وصعود ہے۔ ایسے امور کی نسبت کیوں اور کیونکر کا سوال مومنوں (یعنی ان کو ماننے والوں) کا کام نہیں، ایسے سوالات وہی لوگ کرتے ہیں جو ان کے وجود سے منکر ہوتے ہیں۔

اس کی تائید میں ہم اس کا سابق کلام سرمہ چشم آریہ پیش کرتے ہیں۔ قادیانی اس کو دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے شرم وانصاف کو پیش نظر رکھ کر کہے کہ اس کلام کی شہادت سے نزول جبریل کی نسبت وہ سوالات مذکورہ کرنے سے ان امور کا قطعی منکر بنتا ہے یا نہیں؟

مرزا قادیانی، سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۲۷ تا ۱۳۰ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و الذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے ہم ان کو وہ اپنی خاص راہیں آپ دکھاویں گے جو مجرد عقل اور قیاس سے سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ اور در حقیقت خدا تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر دیا ہے۔

ا۔ عالم ظاہر، جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

۲، عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

۳، عالم باطن در باطن، جو نازک اور لا یدرك و فوق الخیالات عالم ہے۔ جو تھوڑے ہیں جو اس سے خبر رکھتے ہیں۔ وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کیلئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی، مگر ظن محض۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی والہام کے ذریعہ اطلاع ملتی ہے، نہ اور کسی ذریعہ سے۔

عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہیں اور اس کے مقابل پر دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ایک دانہ خشخاش۔ اس بات پر زور لگانا کہ عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بالکل منکشف ہو جائیں، یہ ایسا ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بند کر کے زور لگائے کہ وہ قابل رؤیت چیزوں کو قوت شامہ سے دیکھ لے۔ بلکہ عجائبات عالم باطن در باطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھ دم نہیں مار سکتی کہ یہ کیا بھید ہے۔ روحوں کی پیدائش پر انسان کیوں تعجب کرے۔ اس دنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی کنہ کو سمجھنے میں عقل بکلی عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف دیکھ لیتا ہے... اور سب سے زیادہ تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت کی تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر، باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے، باذنہ تعالیٰ عالم بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے، حالانکہ اس کا عنصری جسم اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا۔ اور عقل کی رو سے ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے۔ سو وہ محال اس عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف بچشم خود دیکھتا ہے اور ان کور باطنوں کے انکار سے تعجب پر تعجب کرتا ہے

جواس عالم ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں۔

مرزا قادیانی اپنے اس کلام کو (جواصول اسلام کے مطابق ہے) دیکھ کر انصاف سے کہے کہ وہ اپنے ان سوالات سے وجود ملائکہ و جبریل اوران کے حقیقی نزول وصعود سے منکر بنتا ہے یا نہیں؟ نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ کیا جبریل اوراس کا نزول وصعود اورایسے دیگر امور ملکوت تیسرے عالم باطن در باطن سے نہیں ہیں، بلکہ عالم اول و دوم سے ہیں جو حواس اور عقل میں آسکتے ہیں؟ ایسے ہیں تو وہ انکی کیفیت بیان کرے اوراگر بیان نہ کر سکے تو ان کا تیسرے عالم سے ہونا مان لے اوراس پراس قسم کے سوالات کرنیوالے کو منکر قرار دے۔

قادیانی یہ بھی خیال کرے کہ خدا تعالی عالم اوّل کے قبض وبسط پر قادر ہے۔لکڑی لوہے پیتل وغیرہ سبھی اس قسم کی چیزوں کو گرمی وسردی سے بڑھا و گھٹا دیتا ہے۔اسی اصول پر چاند کا دوٹکڑے ہونا اور پھراس کے ایک ٹکڑے کا مکہ کے پہاڑ کے آگے اور ایک کا پیچھے ہوجانا اہل اسلام میں مانا جاتا ہے (چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۷۳ میں موجود ہے) باوجود اس کے کہ چاند کا حجم مکہ اوراس کے گردونواح سے بڑا ہے۔پھروہ خدا تعالی کو اس بات پر کیوں قادر نہیں مانتا کہ وہ تیسرے عالم کی ایک چیز (وجود جبریل) میں یہ قبض وبسط عمل میں لاکر اس کو اس لائق کردے کہ وہ مکہ کے افق شرقی میں سما سکے۔دو یا ایک دفعہ اصلی وجود سے جبریل کا زمین پر آنا تو اس نے بھی مانا ہے (چنانچہ اس کے کید نمبر ۱۲ میں اس کا ذکر آئے گا) (اس احتمال وامکان کا مؤید شیخ الاسلام بلقینی کا وہ قول ہے جو فتح الباری میں شیخ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔فتح الباری میں پہلے امام الحرمین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تمثل جبریل بصورت انسان کے یہ معنے ہیں کہ خدا جبریل کی اصلی صورت سے اس مقدار کو جو صورت انسان سے زائد ہے، فنا کردیتا یا ٹلا دیتا تھا۔پھر ابن عبدالسلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مقدار زائد کو فنا کرتا تھا کیونکہ روح کی علیحدگی سے جسم کا مردہ ہونا عقلاً لازم نہیں ہے۔دیکھو شہیدوں کی ارواح ان کے جسموں سے جدا ہوکر بہتر جانوروں کے جوف میں جاتی ہیں پھر وہ اجسام مردہ نہیں ہوتے۔پھر شیخ الاسلام بلقینی سے نقل کیا ہے کہ تمثل ان ہی دو صورتوں میں منحصر نہیں جو امام الحرمین نے بیان کی ہیں، ممکن ہے کہ جبریل اصلی صورت میں آتے ہوں مگر سکڑ کر انسان کی صورت میں ہو جاتے ہوں۔پھر جب اس صورت کو ترک کرتے ہوں تو اصلی مقدار پر ہوجاتے ہوں۔اس کی مثال روئی ہے جب وہ دھنی جاتی ہے تو بڑی صورت معلوم ہوتی ہے اور جب اکٹھی کی جاتی ہے تو چھوٹی ہوجاتی ہے۔پھر شیخ ابن حجرؒ نے اپنا خیال بیان کیا اور کہا حق یہ ہے کہ تمثل کی یہ تفسیر نہیں کہ ان کی ذات انسان ہوجاتی تھی بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کی صورت سے انسان کی صورت کا حصہ نظر آتا، باقی حصہ دیکھنے والے کی نظر سے مخفی رہتا۔نہ وہ مٹایا جاتا نہ فنا ہوتا۔ و قال شيخنا شيخ الاسلام ما ذكره امام الحرمين لا ينحصر الحال فيه بل يجوز ان يكون الآتي هو جبريل بشكله الاصلي الا انه انقسم فصار على قدر هيئة الرجل و اذا ترك

ذلك عاد الی هیئته و مثال ذلك القطن ... یحصل له صورة کبیرة .. لم یتغیر (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱)

پھر اس امر کا وقوع کئی دفعہ کیوں ناممکن ہے اور جبکہ حضرت جبریل کا بشکل انسان اور خاص کر دحیہ کلبی کی شکل میں مشکل ہو کر آنا ہوتا تھا تو اس صورت میں قادیانی کے اس سوال کی سرے سے گنجائش نہیں۔ اس صورت سے جو اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ، وہ وجود حقیقی نہ تھا ظلی تھا، اس کا جواب کید وکذب نمبر ۱۲ میں ہوگا۔

وحی پہنچانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر جبریل کے چلے جانے پر قادیانی نے جو دلیل اس مقام میں پیش کی ہے وہ عقلی ہے۔ اس کی تائید میں اس نے کید نمبر ۴ بزعم خود نقلی دلائل بھی پیش کئے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۲۴ دافع الوساوس میں کہا ہے: شیخ عبدالحق مدارج النبوت صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے تمام کلمات و حدیث وحی خفی ہیں اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی، حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبریل قرآن سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبریل سے ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کا اجتہاد بھی وحی تھا، پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے ہر ایک قول وفعل، قلیل وکثیر صغیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اس پر عمل کرتے

مرزا قادیانی نے وساوس کے صفحہ ۱۱۱ میں آیت و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یّوحی سے بھی اس دلیل نقلی کی تائید میں استدلال کیا ہے۔

اس دلیل کے عقلی حصہ کا رد بضمن ازالہ کید نمبر ۷ گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات بلا واسطہ جبریل مہبط وحی خفی تھی، لہذا جبریل کے چلے جانے کے بعد وہ فیض وحی سے محروم نہ رہتے تھے بلکہ شب و روز خواب و بیداری میں وہ مورد فیض وحی رہتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے کلمات طیبات وافعال کو وحی سمجھا گیا ہے، جبریل کے چلے جانے سے آپکو وحی الٰہی سے خالی قرار دینا آنحضرت ﷺ کو دشنام دینا ہے جو بجز قادیانی (جو آنحضرت ﷺ کا پنہانی دشمن ہے) دوسرے کا کام نہیں ہے۔

اب اس دلیل کے نقلی حصہ کا ردّ سنو۔

بے شک شیخ عبدالحق ؒ نے آنحضرت ﷺ کے جملہ کلمات کو وحی قرار دیا ہے اور اس پر آیت قرآن ان ھو الا وحی یّوحی سے استدلال کیا ہے اور اس اثر حسّان سے کہ آنحضرت ﷺ پر جبریل سنت کی وحی بھی لایا کرتے تھے، تمسّک کیا ہے اور ہمارا بھی اس پر یقین وایمان ہے چنانچہ یہ بات باستدلال آیت مذکور ہم

پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔اور اثر حسّان کو ہم اپنے رسالہ نمبر ے جلد ۱۴ کے صفحہ ۲۰۸ میں اس مدعا کی تائید میں معرض استدلال میں لا چکے ہیں، مگر وحی کو جبریل سے مخصوص کرنا اور یہ کہنا کہ ہر ایک سنت کی وحی بھی جبریل ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی ایک ایسا سفید جھوٹ اور ملحدانہ افتراء ہے جس کا اثر ونشان نہ اس آیت میں پایا جاتا ہے نہ حسان کے اثر میں، نہ شیخ عبدالحق کے کلام میں۔ بلکہ آیت مذکور اس قید سے بے قید ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وحی بلا واسطہ جبریل بھی ہوتی تھی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی اس وحی کو مدارج النبوۃ کے اس مقام میں اور دیگر مقامات وتصنیفات میں وسیع کیا ہے۔قادیانی نے شیخ عبدالحق کی کلام نقل کرنے میں سرقہ کیا ہے اور حسّان کے اثر میں ہر ایک سنت کا لفظ وارد نہیں۔قادیانی نے ہر ایک سنت کا لفظ ازخود ملا کر حسّان پر اور عبدالحق پر اس نقل میں افتراء کیا ہے۔اثر حسّان میں صرف اتنا پایا جاتا ہے کہ جبریل سنت کی وحی بھی لاتے جیسا کہ قرآن کی لاتے تھے اور کئی جگہ آنخضرتﷺ نے اپنے احکام حدیث کی نسبت فرما دیا ہے کہ یہ حکم مجھے جبریل نے بتایا ہے اس اثر میں یہ نہیں پایا جاتا کہ جو حکم حدیث ہے وہ جبریل ہی کے ذریعہ سے وحی کیا گیا ہے۔

اب ہم شیخ عبدالحق کا اصل کلام جو آیات، احادیث سے استدلال پر مشتمل ہے نقل کرتے ہیں: تا سیاہ روئے شود کہ دروغش باشد

شیخ عبدالحق صاحب جلد دوم مدارج النبوۃ کے صفحہ ۸۲ میں فرماتے ہیں: ومراد بقول وے و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی قرآن ست واگر ہمہ کلام وحدیث آنخضرتﷺ رامراد دارند کہ وحی خفی ست جز دوسہ موضع کہ آنرا مستثنے دارند کہ قصہ اساری بدر وقصہ ماریہ وعسل وتابیر نخل ازاں جملہ ست وبراں تنبیہ واقعہ شدہ است نیز درست ست۔ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے گوید نیست نطق اوصادر از ہوا نیست نطق او مگر وحی کہ فرستادہ می شود بروے در مواہب لدنیہ می گوید کہ ایں بہتر ست از اعادہ ضمیر بقرآن زیرا کہ نطق بقرآن وسنت ہر دو وحی ست قال اللہ و انزل علیك الکتاب و الحکمۃ ۔کتاب قرآن وحکمت سنت۔اوزاعی از حسان بن عطیہ آوردہ کہ گفت نزول میکرد جبریلؑ بر رسول خداﷺ برسنت چنانکہ نزول مے کرد بروئے بقرآن کہ تعلیم مے کرد اوراازیں جا معلوم شد کہ نطق مخصوص بقرآن نیست بلکہ اجتہاد آنخضرت را نیز وحی حق گفتہ اند۔

اور نیز جناب شیخ عبدالحق ، مدارج النبوت کے صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں: وصل بدانکہ علماء وحی را مراتب عدیدہ ذکر کردہ اول رویاء صالحہ چنانکہ درحدیث عائشہ آمدہ کہ اول ما بدیء بہ رسول اللہ ﷺ الرؤیا الصالحہ و فی روایۃ ایضاً وکان لا یری رؤیا الا جائت مثل فلق الصبح ودر کتب واقعہ شدہ کہ آن در شش ماہ بود دور نبوت ایں مدت سخن ست واللہ اعلم ثانی آنچناں بود کہ القاء میکرد جبریل در قلب شریف نبوی ﷺ بے آنکہ بیند اورا چنانکہ فرمود کہ روح القدس رمید در دل من کہ ہرگز نمیرد ہیچ نفس تا بجوال وتمام نگیر درزق خودرا واستیفا نکند آنرا الحدیث روایت کردہ است ایں حدیث را حاکم وتصحیح کردہ آنرا۔ ثالث آنکہ تمثل مے کرد جبریل آنحضرت ﷺ را بصورت مردے وخطاب مے کرد اورا تا یاد میگرفت بآنچہ مے فرمود۔ واکثر درصورت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مے آمد کہ صحابی بود از قبیلہ بنی کلب خوش روی درغایت حسن و جمال۔ گوئند کہ چوں دحیہ بتجارت مے برآمد زنان محمل نشین نظارہ وے کردند..ودر تحقیق تمثل جبریل بصورت دحیہ کلام است۔ اہل نظر اشکال مے آرند کہ چوں تمثل مے کرد جبریل درصورت دحیہ روح جبریل کجا مے بود۔ اگر در جسد شریف مے بود کہ مراز شش صد جناح ست کہ اصل صورت ست پس آنچہ مے آمد نزد آنحضرت ﷺ روح جبریل نبود در جسد او واگر دریں جسد۔۔ بود کہ صورت دحیہ است واز جسد اصلی مفارقت کردو دریں جسدے مے آید پس .....ودر مواہب لدنیہ از عینی کہ شارح بخاری ست حنفی المذہب گفت دور نیست کہ نباشد انتقال روح موجب موت پس باقی ماند جسد ونقصان نہ پذیرد از مفارقت وے چیزے۔ و انتقال روح بحد ثانی ہم چو انتقال روح شہداء باشد باجواف طیور وموت اجساد بمفارقت ارواح امرے واجب نیست عقلاً بلکہ بعادتے است کہ جاری گردانیداست حق تعالی در بنی آدم ولازم نیست کہ درغیر بنی آدم ہم چنیں باشد۔ بلکہ در بنی آدم نیز جائز است عقلاً وداخل است وقدرت حق سبحانہ تعالی ایں کلام ظاہری است کہ بعض علماء گفتہ اند۔ ونزد اہل تحقیق کیفیت تمثل بصورت دحیہ آنست کہ علمیہ،،، ذہن جبریل بسبب قدرت کاملہ و ارادت شاملہ کردار دافاضہ وجود خود براں صورت علمیہ بصفاتے کہ مراداست نمودہ خودرا بصورت دحیہ نمود دون صورت علمیہ متلبس بآں صفات موجود گردانید وجبریل درمقام خود ثابت وکائن ست بذات وصفات ملکی کہ دارد ودحیہ درجائے خود ست بصورت کہ داشت۔ ایں صورت متمثل نہ عین جبریل ست زیرا کہ جبریل حقیقی دیگر دارد

۔نہ صورتے دیگرونہ غیراوست زیرا کہ ہماں ذات وصفات جبریل ست کہ باین صورت برآمدہ ومتمثل گشت۔ چنانکہ اہل توحید درظہورحق سبحانہ وتمثل وے بصورت عالم مے گویند وبہمین طریق تمثل روحانیات بصورت جسمانیات وتمثل حق بصورت بشر وتمثل بعض کمل اولیاء بصورت متعددہ۔ فاعلم وگاہے درغیرصورت دحیہ مے آمد چنانکہ درحدیث جبریل دربیان اسلام وایمان واحسان آمدہ۔ رابع آنکہ مے آورمثل سلسلۃ الجرس یعنی آوازلہ مفہوم نمی شود ازاں کلمات ومعانی مرغیرآنحضرت ﷺ را...وایں قسم سخت ترین انواع وحی ...خامس آنچناں بود کہ مے دید گاہے فرشتہ بصورت اصلی کہ مرا دراشش صدبازوبود ووحی میرسانید آنچہ خدامے خواست ۔چنانچہ درسورۃ النجم مذکوراست وگفتہ اند کہ ان دوبار بود واللہ اعلم۔ سادس آنکہ وحی کرداللہ تعالی بروے درحالیکہ فوق سماوات بود ووحی کردہ شد بروے صلوات خمس۔ سابع کلام کردن حضرت رب العزت جل شانہ بے وساطت ملک۔ چنانکہ تکلم کردموسےٰ۔ ثامن کلام کردن حق سبحانہ....ظاہرآنست کہ وحی فوق سماوات وازیں قبیل ست وصاحب مواہب گفتہ کہ ایں...کہ گویددید آنحضرت ﷺ پروردگارخوددرشب معراج وایں مسئلہ اختلافیہ است۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس کلام کو دیکھ کرناظرین منصفین عموماًاورقادیانی کے دام میں دھوکہ میں پھنسنے والے خصوصاًدادانصاف دیں اورکہیں کہ قادیانی وحی کوجبریل امین سے مخصوص کرنے میں اورشیخ عبد الحق اورحسان بن عطیہ سے اس بات کونقل کرنے میں کہ: ہرایک سنت کانزول بھی جبریل ہی سے ہے۔ الحادو سفید جھوٹ کامرتکب ہواہے یانہیں؟ اوراس جھوٹ سے کس کامنہ کالاہوتاہے۔

مرزاقادیانی نے شیخ کی کلام صفحہ۴۴ کاماحصل نقل کرنے میں شیخ پرایک اورافتراء کیااورسفید جھوٹ بولاہے جس کابیان اس کے کیدنمبر۱۱کے جواب میں آئے گا۔

اب شیخ عبدالحق کی تائید میں دیگرمحدثین کرام وعلماءعظام کاکلام نقل کرتے ہیں کیونکہ شائد شیخ کاپورا کلام مذکورشائع ہونے پرقادیانی، شیخ صاحب سے بھی منکرہوجاوے اوراس مضمون میں ان کومتفردکہے۔

صحیح بخاری کے صفحہ۲میں حدیث ہے: ان الحارث بن هشام سأل رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله كيف يأتيك الو حی فقال رسول الله ﷺ احياناً ياتينی مثل

صلصلة الجرس و هو اشده الی ... عنی و قد وعیت عنه ما قال و احیا ناً یتمثل لی الملك رجلاً فیکلّمنی حارثؓ بن ہشام نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے پاس وحی کیونکر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز سے۔ یہ وحی مجھ پر بہت سخت گراں ہوتی ہے۔ جب یہ وحی ہو چکتی ہے تو مجھے یاد ہو جاتا ہے جو کہا تھا، کبھی فرشتہ آدمی بن کر میرے سامنے متشکل ہو جاتا ہے وہ مجھ سے کلام کرتا ہے تو مجھے یاد ہو جاتا ہے۔

فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں ہے: و اورد علی ما اقتضاه ظاهر الحدیث و هو ان الوحی فی الحالتین حالاً و اخری اما من صفته الوحی کهیئة کدوی النحل .. و النفث فی الروع۔ والالهام والرئویا الصالحه۔ و التکلیم لیلة الاسراء بلا واسطه۔ واما من صفته حامل الوحی کجیئه فی صورته التی خلق علیها له ستّ مأة جناح و رویته علی کرسی بین السماء والارض وقد سدّ الافق۔ والجواب منع الحصر فی الحالتین للمتقدم ذکرهما وحملهما علی العالب۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰)

و اقسام الوحی، الرو ئیا الصالحه۔ و نزول اسرافیل اول البعثه کما فی الطرق الصحاح... واجتهاده علیه السلام فانه صواب قطعاًو مجیء ملك الجبال مبلغا من الله ...(قسطلانی مختصراً۔ ص ۵ ج ۱)

کہ ظاہر حدیث کے مفہوم حصر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وحی ان دو صورتوں میں منحصر نہیں۔ اور صورتوں سے بھی ہوتی ہے، کبھی مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز سے، کبھی قلب نبوی میں ایک بات کو پھونک دینے سے، کبھی الہام سے، کبھی سچے خواب سے، کبھی بلا واسطہ غیر خدا تعالی کے خود کلام کرنے سے جیسا کہ معراج میں ہوا وغیرہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حصر کا مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔ اس میں صرف غالب صورتوں کا بیان ہوا ہے ایسا ہی قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے اور اس میں ان تین اقسام کو بھی بڑھایا ہے ا۔ اسرافیل کا نزول جو بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ ۲۔ آپ کا اجتہاد جو قطعاً درست ہوتا تھا۔ ۳۔ ملک الجبال کا یہ پیغام لانا کہ آپ فرمائیں تو میں آپکے منکروں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں۔

اس وحی والہام کے وسیع ہونے اور جبریل سے مخصوص نہ ہونے پر ایک طرفہ شہادت مرزا قادیانی پر الزام قائم کرنے والی حجت یہ ہے کہ قادیانی نے خود اس وحی کو وسیع کیا ہے اور بلاواسطہ فرشتے، خدا کی طرف سے اپنا صاحب وحی ہونا اور خاص خدا کی کلام کا مخاطب ہونا تجویز کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں فرشتے کے وسیلہ سے وحی والہام کو جداگانہ قسم بنایا ہے۔ چنانچہ حصہ چہارم براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۱ سے ۲۲۲ تک وحی و الہام کا ہم معنے ہونا ثابت کر کے صفحہ ۲۲۳ میں لکھا ہے۔

صورت اول الہام۔ الہام کے منجملہ ان کی صورتوں کی جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے، یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ امر غیبی کو بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے، تو کبھی نرمی سے کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں ظاہر کر دیتا ہے۔ اور وہ اس پر شدت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑے یعنی اولے۔

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۴ میں کہا ہے: اس قسم کے الہام بھی یعنی جو سخت و گراں صورت کے الفاظ خدا کی طرف سے زبان پر جاری ہوتے ہیں، بعض اوقات مجھ کو ہوتے رہے ہیں۔ (پھر اس کی ایک مثال یہ کلمہ بیان کیا کہ: بالفعل نہیں۔ (یعنی ابھی لوگ چندہ سے تیری مدد کی طرف متوجہ نہ ہوں گے) دوسرے قسم کے الہام سے یعنی وہ جس میں کچھ ملائمت سے کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں یہ الہام خداوند کریم نے مجھ کیا (جس میں چندہ آنے کی بشارت تھی)

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۶ میں لکھا: صورت دوم الہام یہ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو ایک دفعہ بے ہوشی اور غنودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنے تئیں بھول جاتا ہے۔ اس حالت سے وہ باہر آتا ہے تو اپنے اندر ہی کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑے۔ جب وہ گونج فرو ہو جاتی ہے، تو اس کو اپنے اندر ایک کلام موزوں اور لطیف محسوس ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو خدا تعالیٰ اپنے بندہ پر وارد کر کے اس کی ہر ایک دعا کا اس کو جواب دیتا ہے۔ اس کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں۔

صورت سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القاء ہوتا ہے ...اور اس میں

محسوس ہوتا ہے کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القاء ہے۔اس صورت کا الہام بھی اس عاجز کو بارہا ہوا ہے ۔

صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدا کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے۔صورت پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ خارج سے ایک آواز آتی ہے۔انسان یہ آواز سن کر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتے نے آواز دی ہے،مگر صورت دوم کی طرح اس میں مکرر دعاؤں پر آواز کا سنا جانا مشہود نہیں ہوا (یعنی قادیانی نے نہیں دیکھا) بلکہ ایک ہی دفعہ کوئی فرشتہ ناگہاں آواز کرتا ہے، برخلاف صورت دوم کہ اس میں اکثر کامل دعاؤں پر حضرت احدیت کی طرف سے جواب صادر ہونا مشہود ہوا ہے (یعنی قادیانی نے دیکھا اور سنا ہے) اور خواہ سو مرتبہ دعا اور سوال کرنے کا اتفاق ہو،اس کا جواب سو مرتبہ ہی حضرت فیاض مطلق کی طرف سے صادر ہوسکتا ہے جیسا کہ متواتر تجربہ اس خاکسار کا اس بات پر شاہد ہے۔

ان صورتوں میں سے قادیانی نے صرف صورت پنجم کے الہام کو فرشتہ سے مخصوص کیا ہے اور صورت چہارم کو خدا اور فرشتے دونوں میں مشترک ٹھہرایا ہے اور پہلی تینوں صورتوں کے الہام کو خاص خدا کی طرف سے قرار دیا ہے۔اور صورت دوم میں تو فرشتہ کو خدا کے مقابلہ میں ذکر کر کے اس کو بے دخل کیا ہے جس سے ہر کس و ناکس کو (بشرطیکہ اس کی آنکھ پر قادیانی کی محبت اور کورانہ تقلید کا پردہ نہ پڑ گیا ہو) یقین ہوسکتا ہے کہ قادیانی نے اپنے وحی الہام کو جبریل یا کسی اور فرشتے کی وساطت سے مقید و مخصوص نہیں کیا۔اور اپنے آپ کو وحی و الہام میں فرشتے کا محتاج نہیں ٹھہرایا، بلکہ اپنی وحی کو وسیع کیا ہے۔جبریل کو ایک طرف رکھ کر خود خدا سے مخاطب ہونے کا دعوی کیا ہے۔پھر جو اس نے جناب عالی ختمی مآب آنحضرت ﷺ کے بلاواسطہ جبریل وحی الٰہی سے مشرف نہ ہونے اور فیض وحی سے بکلی محروم رہنے کا دعوی کیا ہے، یہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں قادیانی کی اپنی تعظیم و فوقیت اور آنحضرت ﷺ کی بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کون ایسا مسلمان ہے جس کے بدن کے یہ بات سن کر رونگھٹے کھڑے نہ ہوں گے اور اس سے ان مسلمانوں کے ایمان جوش میں نہ آئیں گے؟

وقت تصنیف براہین احمدیہ مجھے قادیانی کے خبث باطن کا علم نہ ہوا تھا (اور کیونکر ہوتا جب تک وہ اپنے منہ

سے اس نجاست کو، جواب نکال رہا ہے، نہ نکالتا) اب وہ بے دھڑک یہ دعوی کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ رتبہ ومقام نہیں تھا جو میرا رتبہ ومقام ہے، اور یہ صاف کہہ رہا ہے کہ وہ تو جب چاہے بلا واسطہ جبریل خدا کے پاس چلا جائے یا اس کو اپنے پاس بلا لے (خطبہ دافع الوساوس میں اس نے خدا کو بلایا ہے) وہ سو بار خدا سے بلا واسطہ کلام کرتا ہے تو خدا اس کو بلا واسطہ جواب دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ رتبہ وحوصلہ نہیں ہے کہ وہ ایک آن بھی بلا واسطہ جبریل، خدا سے ہم کلام ہوں اور کسی ایک بات کا جواب اس سے لے سکیں۔

اس اعتقاد وخیال سے وہ آنحضرت ﷺ کی معلومات کی نسبت اپنے معلومات کو بڑھ کر جانتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ پیش گوئیوں کے اسرار جو آنحضرت ﷺ کو معلوم نہ تھے، مجھے معلوم ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۴ نمبر ۱۲ جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ)۔

قادیانی کے اس دعوی فضیلت ذات خود اور توہین حضرت رسالت ﷺ پر اس کو کافر ومرتد کہنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور اس کی اس قسم کی باتیں سن کر اور جان کر جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ خود مسلمان نہیں رہتا۔ آئندہ ہر ایک کو اختیار ہے مسلمان بنا رہے یا قادیانی ہو جائے۔ مگر فمن شاء فلیؤ من ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا (جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے) کو پیش نظر رکھے۔

کید ہشتم: قادیانی بہتان بر شیخ الکل

دافع الوساوس کے صفحہ ۹۰ سے ۹۴ تک مرزا قادیانی نے خاکسار محمد حسین اور ہمارے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث پر یہ افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے کہ یہ دونوں اس بات کے قائل نہیں کہ ہر ایک انسان کو دو قرین نیک وبد (فرشتہ اور شیطان) دیئے گئے ہیں بلکہ انکا قول یہ ہے کہ صرف ایک ہی قرین بد (شیطان) دیا گیا ہے جو ہر وقت ایمان کی بیخ کنی کرتا ہے، یہ اعتقاد ان کا کھلے طور پر نہیں بلکہ ان کے اس اعتقاد سے پیدا ہوتا ہے کہ

جبریل اور ملک الموت اور دوسرے فرشتے آسمان سے اصلی وجود کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ایک طرف تو یہ لوگ بموجب آیت و ما منّا الا له مقام معلوم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل اور ملک الموت کا مقام آسمان پر مقرر ہے، جس مقام سے وہ نہ ایک بالشت نیچے اتر سکتے ہیں نہ ایک بالشت اوپر چڑھ سکتے ہیں اور پھر باوجود اس کے ان کا زمین پر آنا بھی اپنے اصلی وجود کے ساتھ ضروری خیال کرتے ہیں۔اس عقیدہ کو یہ بلاء لازم پڑی ہوئی ہے کہ صرف شیطان ہی دائمی مصاحب انسان کا ہے۔

ازالہ کید

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ پوچھتے ہیں کہ کس کافر کا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ اور ہر ایک انسان کا ایک ہی قرین بد (شیطان) مصاحب رہتا ہے؟ اور کس کافر نے اس آیت قرآن کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ فرشتے آسمان میں اپنے رہنے کی جگہ جکڑ کر قید کئے ہوئے ہیں جس سے فرشتوں کی انسان سے دائمی مفارقت لازم آتی ہے، جس شخص کا یہ اعتقاد ہو اس پر ہزار لعنت، قادیانی اس اعتقاد کو ہماری طرف منسوب کرنے میں سچا ہے تو وہ جھوٹے پر ہزار لعنت کہے۔

مسلمان تو اعتقادات ذیل: کہ خدا کے مخلص بندوں انبیاء واصفیاء پر شیطان کا تسلط رہتا ہے، اور خدا کے فرشتے نبیوں اور نیک بندوں کے پاس نہیں آتے، اور نہیں رہتے،۔
کو کفر سمجھتے ہیں۔اور وہ سب کے سب، جن میں یہ خاکسار اور حضرت شیخ الکل بھی داخل ہیں، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ قرین اور کراماً کاتبین، اور حفظہ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اور عاملان وحی وغیرہ خدمات کے فرشتے اپنی خدمات کے وقت آتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔

نمبر نہم: قادیانی کے متفرق مغالطے

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۹۷ تا ۱۰۲ متعدد اکاذیب ومغالطات درج کئے ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۹۷ میں کہا ہے:

منجملہ ان آیات کے (یعنی جن سے ثابت ہے کہ روح القدس ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے) ایک یہ آیت ہے یـا ایها الذ ین آمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فر قا ناً و یجعل لکم نوراً اور کہا ہے کہ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے ۔

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۹۸ میں کہا ہے: ایک دوسرے مقام میں فرمایا: انّ الذ ین قالوا ربنا الـله ثم استقاموا تتنزّل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنو و ابشروا بالجنة التی کنتم تو عدون ۔

پھر صفحہ ۹۹ میں کہا ہے: ایک دوسرے مقام میں فرمایا ہے او مـن کـان میتـا فـاحیینـاه و جعلنا له نوراً یمشی به فی النّاس۔ پھر کہا یہاں بھی نور اور حیات سے روح القدس مراد ہے

پھر صفحہ ۱۰۰ میں کہا: اور منجملہ ان آیات کے یہ آیت ہے اولـئك کتـب فی قلو بهم ا لا یمان و ایدهم بروح منه۔

پھر صفحہ ۱۰۲ میں کہا ہے: اس آیت کی تائید احادیث میں بہت کچھ ذکر ہے۔ بخاری میں ایک روایت ہے کہ حسان، آنحضرت ﷺ کی حمایت میں مشرکین مکہ کی ہجو کرتا تھا تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا اللّٰهـم ایّده بروح القدس (اے میرے خدا تو اس کو روح القدس سے مدد دے) اور اس کو فرمایا هـاجهم و جبر یل معك (اے حسان تو ان کی ہجو کر جبریل تیرے ساتھ ہے) ۔

ازالہ کید

آیات متمسکہ قادیانی سے پہلی آیت تو بایں الفاظ وترتیب محمدی وعربی قرآن میں (جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا) موجود نہیں۔ ہاں قادیانی قرآن میں (جو برطبق انّـا انـز لناه قریباًمّن القا دیا ن قادیانی پر نازل ہوا ہے) ہو تو تعجب نہیں۔ تیسری آیت میں جو لفظ نور، وارد ہے یہ لفظ اور بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے۔ اس لفظ نور

کی نسبت قادیانی کا جو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں روح القدس کا نام نور ہے، ایک سفید جھوٹ ہے۔ قرآن میں بہت سے مواضع ایسے ہیں جن میں اس لفظ سے حضرت جبریل یا روح القدس مراد نہیں ہے بلکہ اور معانی مراد ہیں۔ کئی جگہ خود قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے۔ و انزلنا الیکم نوراً مبیناً (نساء۔ع ۲۴) بعض جگہ تورات کو نور کہا گیا ہے قل من انزل الکتا ب الذی جاء به موسی نوراً (انعام۔ع ۱۱)۔ بعض جگہ ہدایت اور نور ایمان کو نور کہا گیا ہے او من کان میتاً فاحییناہ ۔ و جعلنا له نوراً یمشی به فی الناس (انعام۔ع ۵) ما کنت تدری ما الکتا ب و لا الایما ن ولکن جعلناہ نورا نّهدی به من نشاء (شوریٰ۔ع ۵) و جعل القمر فیهنّ نوراً (نوح۔ع ۱)۔ و هو الذی جعل الشّمس ضیاءً و القمر نوراً (یونس۔ ع ۱) الله نور السماوا ت و الا رض ۔ یسعی نو ر هم بین اید یهم و با یما نهم (الحدید۔ع ۲)۔ ازانجملہ ایک مقام مرزا قادیانی کی متمسکہ آیات سے تیسری آیت میں ہے۔

بعض جگہ چاند کو نور کہا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور کہا۔ بعض جگہ قیامت کے دن مومنوں کے آگے اور داہنی طرف کی روشنی کو نور کہا گیا ہے۔ وعلی هذا القیاس۔ بعض معانی اور ہیں۔ ان مواضع میں لفظ نور سے اور معانی کا مراد ہونا بشہادت نص قرآنی ثابت ہے پھر مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ قرآن میں نور سے روح القدس یا جبریل مراد ہے، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسری آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے: مثل به من هداہ و انقذہ من الضلال و جعل له نوراً الحجج و الآیات لیتامل بها فی ا لاشیاء . فیمیز الحق و الباطل و المحق و المبطل (بیضاوی۔ ص ۲۶۸) کہ خدا نے اس آیت میں حیات اور موت اور نور سے اس شخص کو تشبیہ دی جس کو گمراہی سے چھوڑایا اور اس کو دلائل اور آیات کا نور عطا کیا جس سے وہ حق اور باطل اور حقانی اور بطلانی اشخاص میں تمیز کرسکتا ہے۔

دوسری آیت متمسکہ قادیانی میں جن ملائکہ کا ذکر ہے ان سے جبریل کو مراد سمجھنا قادیانی کے اس الحاد پر مبنی ہے کہ ملائکہ ہمنشین اور حفظہ سے ایک ہی شخص جبریل مراد ہے، جس کا الحاد ہونا پہلے ثابت کیا گیا۔

اہل اسلام کے نزدیک تو ان ملائکہ سے وہی قرین مراد ہیں جو ہر ایک انسان کے ساتھ شیطان کے مقابلہ میں رہتے ہیں اور وہ انسان کے دل میں القاءِ حق کرتے ہیں۔

بیضاوی نے (ص ۲۶۷) اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: نلهمكم الحق و نحملكم على الخير بدل ما كانت الشياطين تفعل بالكفرة ۔ کہ وہ فرشتے کہیں گے ہم تم کو الہام حق کرتے رہے اور اس کی رغبت دلاتے رہے جیسے شیاطین کافروں کو برائی کا الہام کرتے رہے۔

ان ملائکہ سے جبریل مراد نہ ہونے پر ایک روشن دلیل ہے کہ اس آیت میں لفظ ملائکہ جمع کے صیغہ سے وارد ہے، جو جماعت اہل ایمان و اہل استقامت کے مقابلہ پر بولا گیا ہے، جس سے واحد کا واحد سے مقابلہ مراد ہے یعنی ایک ایک مومن اہل استقامت کے خطاب میں موت یا قبر سے نکلنے کے وقت ایک ایک فرشتہ وہ بات کرے گا۔ اور اگر اس سے ایک ہی فرشتہ جبریل مراد ہوتا تو وہ لفظ بصیغہ جمع نہ لایا جاتا کیونکہ جبریل ایک شخص ہے، نہ کئی اشخاص۔

چوتھی آیت متمسکہ قادیانی میں جو لفظ روح القدس وارد ہے اس سے خاص کر حضرت جبریل کا مراد لینا قادیانی کے اس الحاد پر مبنی ہے کہ جبریل ہر ایک مسلمان بلکہ کافر و فاسق کے ساتھ ہر دم رہتا ہے، جس کا الحاد ہونا پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

قرآن میں لفظ روح ایسے معنی میں بھی بولا گیا ہے جس سے حضرت جبریل مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ روح کے اور معنی مبدءِ حیات و قرآن، نور قلب وغیرہ مراد ہیں اور بعض جگہ گو جبریل فرشتے کے معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں مگر وہ معنیٔ متعین نہیں، تا کہ وہ قادیانی کی دعوی عام پر دلیل ہو سکے۔ کئی آیات میں حضرت آدم کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس میں روح پھونک دی یعنی اس کو زندہ کیا۔ و نفخت فيه من روحي (الحجر۔ ع ۳)۔ ایسا ہی حضرت عیسی کی نسبت آیا ہے۔ فنفخنا فيه من روحنا (انبياء)۔ ایک آیت میں ارشاد ہے ینزّل الملائكة با لرّوح من امره على من يّشاء من عباده (النحل۔ ع ۱) خدا تعالی فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

ایک آیت میں ارشاد ہے کہ خدا تعالی روح یعنی وحی کا القاء و الہام جس پر اپنے بندوں سے چاہتا ہے، کرتا ہے۔

یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ (مومن)

ایک آیت میں ہے کہ ایسا ہی ہم نے تیری طرف روح یعنی قرآن کو وحی کیا، تجھے خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ہم نے اس کو نور بنا دیا۔

و کذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا۔ ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نّھدی بہ من نّشاء من عبادنا (شوریٰ۔ ع ۵)

قادیانی کی متمسکہ آیات سے چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی (ج۲ص۳۵۶) نے لکھا: روح مّنہ ای من عند اللہ وھو نور القلب او القرآن او النصر علی العدو و قیل الضمیر للایمان فانہ سبب الحیاۃ القلب اس روح سے مراد وہ روح ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔یعنی نور قلب یا قرآن یا دشمنوں پر خدا کی مدد۔اور بعض نے کہا ہے منہ کی ضمیر ایمان کی طرف ہے کیونکہ وہی ایمان، دل کی زندگی کا سبب وموجب ہے۔

آیات منقولہ بالا سے تیسری آیت کی تفسیر میں بیضاوی نے کہا ہے کہ اس لفظ روح سے وحی یا قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں جو جہالت سے مردہ ہیں۔ الوحی او القرآن فانہ یحیی بہ القلوب المیتہ بالجھل (بیضاوی جلد ۱)

چوتھی آیت کی تفسیر میں بیضاوی (ج۲ص۲۵۴) نے لکھا ہے کہ یہاں روح سے مراد وحی ہے الروح الوحی

پانچویں آیت کی تفسیر میں بیضاوی (ج۲ص۲۷۸) نے کہا ہے: روحاً من امرنا یعنی ما اوحی الیہ سماہ روحاً لانّ القلوب تحیی بہ وقیل جبریل والمعنی ارسلنا الیک بالوحی۔ ولکن جعلناہ، ای الروح او الکتاب او الایمان نوراً روح سے مراد وہ قرآن یا کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے، اسکا نام روح اسلئے رکھا گیا کہ اس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔بعض لوگوں نے کہا ہے اس مقام میں روح سے مراد جبریل ہے اور اوحینا کے معنی ارسلنا کے ہیں (یعنی ہم نے بھیجا)

یعنی اس صورت میں اوحینا کے لفظی معنے مراد نہ ہوسکیں گے جو الہام اور القاء کے معنے ہیں بلکہ اس سے مجازی معنے بھیجنے کے مراد لینے پڑیں گے۔اس قول کو لفظ قیل سے بیضاوی نے اسلئے نقل کیا ہے کہ

اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس آیت میں او حینا کے حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے لینے پڑتے ہیں۔اور اگر اس آیت میں یا کسی اور آیت میں ان معنے جبریل کو بھی صحیح وقوی تسلیم کر لیں تو بھی یہ تسلیم قادیانی کیلئے مفید نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں بھی معنے متعین نہیں رہتے بلکہ یہ معنے اور پہلے معنے وحی اور قرآن کے دونوں صحیح ہوسکتے ہیں۔اس عدم تعیین کے ساتھ یہ آیت مرزا قادیانی کے اس عام دعوی کی، کہ ہر ایک مسلمان بلکہ فاسق وکافر کے ساتھ جبریل رہتا ہے، مثبت نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں اس آیت سے خاص کر آنخضرت ﷺ کی طرف جبریل کا بھیجا جانا ثابت ہوتا ہے، جس سے انکار ہے تو مرزا قادیانی کو ہے، نہ کسی مسلمان کو۔اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر ایک طرف خدا جبریل کو بھیجتا ہے۔

حدیث متمسکہ قادیانی میں بے شک جبریل وروح القدس کا ہجو مشرکین کے وقت حضرت حسّان کے ساتھ رہنا پایا جاتا ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جبریل ہر وقت اور ہر آن حسّان کے ساتھ رہا کرتے تھے، چہ جائے کہ یہ ثابت ہو کہ وہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ رہتے ہیں جیسا کہ قادیانی کا دعوی ہے۔مرزا قادیانی اسلامی علوم اور منطق سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے اس کو اتنی خبر نہیں کہ خاص دلیل سے عام دعوی ثابت نہیں ہوسکتا۔دعوی تو یہ عام اور وسیع ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ جبریل ہر وقت اور ہر آن رہتا ہے اور دلیل یہ خاص اور محدود کہ ہجو مشرکین کے وقت وہ حسان کے ساتھ تھا، جو اس دعوی عام اور وسیع کی مثبت نہیں ہوسکتی۔

کید دہم: نزول جبریل

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۶ پر متعدد اکاذیب ومغالطات درج ہیں۔

اول (جو صفحہ ۱۰۵و۱۰۶ میں ہے) ان مولویوں کا اعتقاد تو یہ تھا کہ جبریل آسمان سے وحی لے کر نبیوں پر نازل ہوتا اور تبلیغ وحی کے بعد بلا توقف چلا جاتا۔اس اعتقاد کے مخالف حضرت عیسے کی نسبت اب یہ عقیدہ تراشا گیا ہے کہ حضرت کی وحی کیلئے جبریل آسمان پر نہیں جاتا تھا بلکہ وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی تھی۔ جبریل، عیسےؑ سے ان کی ۳۳ برس کی عمر تک ایک دم کیلئے بھی جدا نہیں ہوا۔اس عرصہ تک ان کا آسمانی مکان جو

ہزاروں کوس کا ہے، سنسان پڑا رہا۔ آسمان کا منہ جبریل نے تب ہی دیکھا جب عیسے آسمان پر چلے گئے۔

دوم۔ یہ کہ بخاری مسلم، ابوداؤد و ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ نزول جبریل کا، وحی کے ساتھ انبیاء پر، آسمان سے ہوتا ہے (یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں) اور اس کی تائید میں ابن جریر نے یہ حدیث لکھی ہے کہ خدا تعالی وحی سے تکلم فرماتا ہے تو اس کو سن کر آسمانوں کے فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے جبریل ہوش میں آتے ہیں، ان سے اللہ کلام کرتا ہے تو وہ جہاں حکم ہوتا ہے، پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت جبریل آسمان پر ہی ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی آواز کی قوت سے وحی اپنے محل میں پہنچا دیتا ہے۔ اس سے وہ اعتقاد کہ حضرت جبریل، عیسےؑ کے ساتھ اپنے اصلی وجود سے رہتے تھے، جس سے لازم آتا ہے کہ حضرت عیسے کی وحی خود بخود آسمان سے گر پڑتی تھی، باطل ہوتا ہے۔

سوم۔ ان مولویوں نے حضرت عیسے کو یہاں تک بڑھایا اور آنحضرت ﷺ کی توہین کی کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ روح القدس ہمیشہ حضرت مسیح کے ساتھ رہتا اور حضرت عیسی مسّ شیطان سے بری رہے۔ اور یہ دونوں باتیں آنحضرت ﷺ میں پائی نہ جاتیں، نہ روح القدس ہمیشہ ان کے پاس رہتا اور نہ آپ مسّ شیطان سے بری تھے۔ اور سلف صحابہ کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ وہ روح القدس کو آپ سے جدا نہ سمجھتے تھے اور آپ کو مس شیطان سے بری جانتے اور آنحضرت کو وما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق سمجھتے۔ تب ہی وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث اخذ کرتے اور آپ کو سید المعصومین کہتے تھے۔

ازالہ کید

یہاں جو تین باتیں قادیانی نے کہی ہیں وہ سراپا کذب و مغالطات ہیں۔ پہلی بات میں ایک کذب و مغالطہ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عیسے کے ساتھ جبریل کے رہنے کا عقیدہ اب تراشا گیا ہے، یعنی زمانہ حال کے علماء نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ اس کا ردّ اور ازالہ یہ ہے کہ وساوس کے صفحہ ۷۵ میں یہ عقیدہ قادیانی نے پرانے مفسرین اہل اسلام سے نقل کر کے اس پر تین دفعہ افسوس ظاہر کیا ہے۔ پھر اب قادیانی کا اس عقیدہ کو زمانہ حال کا تراشا ہوا عقیدہ قرار دینا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں دوسرا کذب و مغالطہ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ اس عقیدہ سے لازم آتا ہے کہ اس عرصہ مصاحبت مسیح (۳۳ برس) تک جبریل کا آسمانی مکان ویران وسنسان پڑا رہا۔ اور حضرت جبریل آسمان پر نہ جاتے، وحی آسمان سے خودبخود گر پڑتی تھی۔

اس کا ردّ یہ ہے کہ کسی مسلمان کا یہ اعتقاد نہیں کہ اس عرصہ ۳۳ سال میں جبریل آسمان پر نہیں گئے۔ وہ جبریل وغیرہ ملائکہ کو انسان کی مانند نہیں سمجھتے جس کے ایک جگہ ہونے سے دوسری جگہ نہ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ کو اس لائق سمجھتے ہیں کہ وہ آن واحد میں آسمان وزمین دونوں جگہ ہوں۔ اور وحی کا گر پڑنا جو حضرت جبریل کے زمین پر رہنے سے لازم آتا ہے، تو یہ گر پڑنا جبریل کے آسمان میں مقید رہنے (جیسا کہ قادیانی کا اعتقاد ہے) سے بھی لازم آتا ہے۔ اس گر پڑنے سے تو وحی تب ہی بچ سکتی ہے کہ جبریل کا وحی لانے کیلئے آسمان پر جانا اور وحی پہنچانے کیلئے زمین پر آنا دونوں امر واقع ہوں۔ جبریل کے ایک جگہ مقید رہنے (زمین پر خواہ آسمان پر) تو ضرور وحی کا گر پڑنا اور چوٹ کھانا لازم آئے گا۔

اس گرنے اور چوٹ کھانے کیلئے قادیانی نے جو آئندہ بات میں یہ تجویز نکالی ہے کہ جبریل آسمان پر بیٹھا زور سے چلا کر زمین پر وحی پہنچا دیتا تھا، اس کے مقابل اس کا خصم یہ تجویز نکال سکتا ہے کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنی قوت سمع سے وحی کی آواز سن لیتے تھے۔ یا یہ کہ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اپنے کانوں اور سر کو آسمان پر پہنچا دیتے تھے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کی آواز میں تو ایسی طاقت ہو کہ وہ آسمان پر بیٹھے زمین پر وحی پہنچا دیتے ہوں اور قوت سمع میں ایسی طاقت نہ ہو کہ وہ زمین پر بیٹھے آسمان کی آواز سن لیں۔

حضرت جبریل کے شاگرد آنحضرت ﷺ کی سمع میں تو ایسی طاقت خارق عادت تھی کہ زمین پر بیٹھے آسمانوں کی آواز سن لیتے، چنانچہ آسمان کی چرچراہٹ کی حدیث (جو پہلے منقول ہوئی) اس پر شاہد ہے۔ پھر ایسی طاقت استاذ میں کیوں نہ ہو۔

یہ قادیانی کی حجت کے مقابلہ میں حجت ہے۔ اور انصاف یہ ہے کہ ملائکہ کا وجود متشابہات سے اور غیر معلوم الکنہ والکیفیۃ ہے تو پھر ان کے افعال وصفات کی کیفیت سے سوال کہ وہ وحی کیوں کر لاتے اور کیوں کر آسمان پر جاتے اور کیونکر انبیاء کے ساتھ رہتے تھے؟ جائز ہی نہیں اور نہ وہ جواب کا مستحق ہے۔

اس کید کی دوسری بات میں ایک کذب ومغالطہ یہ جتانا ہے کہ جو بخاری، مسلم وابوداؤد، وابن ماجہ، و ابن جریر کی حدیثوں میں جبریل کا وحی لے کر آسمانوں سے نازل ہونا وارد ہے، اس کو مرزا قادیانی مانتا ہے۔ اور مسلمان جو جبریل کا حضرت عیسے کے ساتھ رہنا مانتے ہیں، اس نزول کو نہیں مانتے ہیں۔

دوسرا کذب ومغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کی کیفیت نزول وحی سے مسلمانوں کا وہ اعتقاد کہ جبریل، حضرت مسیح کے ساتھ رہتے ہیں باطل ہوتا ہے۔

ان دونوں کذب ومغالطہ کا ازالہ یہ ہے کہ آسمان سے نزول جبریل کے منکر تم ہی ہو (چنانچہ اس انکار کو بریکٹس میں بایں الفاظ ظاہر کر چکے ہو: یعنی وہ تجلی جس کی ہم تصریح کر آئے ہیں) مسلمان تو نزول کو بھی مانتے ہیں اور حضرت عیسے کے ساتھ جبریل کا رہنا بھی مانتے ہیں اور ان دونوں امروں میں کوئی مخالفت نہیں سمجھتے۔ یہ دونوں امر عام انسانوں کیلئے گو ناممکن ہیں، بلکہ کامل انسانوں کے ممکن الوقوع ہیں چنانچہ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۳۰ میں موجود ہے، تم خود بھی تصریح کر چکے ہو۔ پھر یہ امر حضرت جبریل کے لئے کیوں جائز نہیں؟

اس کید کی تیسری بات میں ایک کذب ومغالطہ وہی افک قدیم ہے جو بار بار اس کے منہ سے نکل چکا ہے کہ یہ لوگ حضرت جبریل کو حضرت عیسے کا دائمی مصاحب بتاتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کو اس سے محروم رکھ کر آپ کی بے ادبی کرتے ہیں۔

دوسرا کذب ومغالطہ اس کا یہ تازہ افتراء ہے کہ یہ لوگ حضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ وبری نہیں سمجھتے جیسا کہ حضرت عیسے کو سمجھتے ہیں۔ پہلے کذب کا ردّ تو بارہا ہو چکا ہے (صفحہ ۸۸ وصفحہ ۱۱۱ وغیر جلد ہذا ملاحظہ ہو)۔ دوسرے کذب کی تردید درج ذیل ہے۔

مسّ شیطان کسی مسلمان نے (سلف سے خلف تک) یہ نہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ مسّ شیطان سے محفوظ نہ تھے۔ یہ قادیانی کا دروغ بے فروغ ہے اور افتراء بعید از حیا ہے۔ قادیانی اس افتراء میں سچا ہے تو بتاوے کہ کس مسلمان کے منہ سے یہ کلمہ اس نے سنا؟ یا کس کی تالیف میں اس کا مضمون پایا؟ اور اگر قادیانی یہ کہے کہ حدیث بخاری ومسلم میں یہ مضمون وارد ہے: عن ابی هریره ان النبی ﷺ قال ما من مولود الا والشیطان یمسّه حین یستهل صارخاً من مسّ الشیطا ن ایاه ، الا

مریم و ابنھا ۔ ثم یقول ابوھریرہ اقرئوا ان شئتم انی اعیذھا بك و ذریّتھا من الشیطان الر جیم ۔ (بخاری۔ص ۶۵۲ مسلم۔ص ۲۶۵)۔کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مسّ کرتا ہے جب وہ چلاّ تا ہے بجز مریم اور اسکے بیٹے کے۔ابو ہریرہؓ نے کہا، چاہو تو اس کی تصدیق کیلئے والدہ مریم کا یہ قول قرآن میں پڑھو کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے خدا کی پناہ میں سپرد کرتی ہوں۔،،اور مسلمان اس حدیث کو پڑھتے اور صحیح مان رہے ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ ان کا بھی یہی اعتقاد ہوگا جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے۔،تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قادیانی کے نزدیک اس حدیث سے ظاہری معنی مراد نبوی ہیں تو اس کا یہ اعتراض آنحضرت ﷺ پر ہے جنہوں نے یہ حدیث قادیانی کے خیالی معنے سے بقول قادیانی فرمائی ہے۔پھر وہ اس اعتراض میں مسلمانوں کو کیوں مخاطب کرتا ہے اور کیوں صاف یہ نہیں کہتا کہ میں ایسے رسول کو رسول نہیں جانتا جو صرف ابن مریم کو مسّ شیطان سے محفوظ بتاتا ہے اور اپنے تئیں اس سے محفوظ نہیں ٹھہراتا۔مسلمان تو اس حدیث سے اس کے ظاہری معنی کو مراد نبوی نہیں سمجھتے اور صاف کہہ چکے ہیں کہ آنحضرت بلکہ جملہ انبیاء مسّ شیطان سے محفوظ ہونے میں حضرت مسیح کے ساتھ شریک ہیں۔عینی شارح بخاری اور نووی شارح مسلم نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے: قال العینی ان القاضی عیاض اشار الی ان جمیع الانبیا یشارکون عیسی فی ذلك. قال القرطبی و ھو قول مجاھد قالہ القسطلا نی و فی شرح مسلم للنّووی صفحہ ۳۵۶ ج ۲ مثلہ ۔ قال صاحب التفسیر المظھری قد صحّ ان رسول اللہ ﷺ قال لفاطمہ حین زوّجھا اللھم انی اعیذ ھا بك و ذرّ یتھا من الشیطان الرجیم ۔ و کذا قال لعلی ودعاالنبی ﷺ اولی بالقبول و علی ھذا حصرعدم المسّ فی مر یم و ابنھا یکو ن حصراً اضافیاً فالنسبۃ الی الاعم الاغلب و ھکذا نقلہ عنہ فی ھامش البخاری ۔(صفحہ ۶۸۲) کہ انبیاء اس وصف حفاظت میں حضرت عیسے کے شریک ہیں۔صاحب تفسیر مظہری نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا تو یہ دعا کی کہ اے خدا میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان سے تیری پناہ میں سپرد کرتا ہوں۔ایسا ہی حضرت علیؓ کے لئے دعا کی۔اور آنحضرت کی دعا زیادہ قبولیت کے

لائق ہے۔ بناء علیہ یہ حصر حفاظت جو ظاہر حدیث سے سمجھا جاتا ہے اضافی حصر ہے یعنی عام اور اکثر لوگوں کی نسبت، نہ حقیقی، جس میں انبیاء اور اصفیا داخل ہوں۔

اس تخصیص کے اضافی اور حفظ کے عام ہونے پر یہ اقوال خداوندی بھی دلیل ہیں: الّا عبادك منهم المخلصين (ص رکوع ٥) اور انّ عبادی لیس لك عليهم سلطان (الحجر ع ٣) کہ خدا کے مخلص بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔

اور وہ حدیث بھی جو صحیح بخاری میں بصفحہ ٧٧٦ مروی ہے جس میں بیان ہے: قال النّبی ﷺ لو ان احدهم يقول حين اتى اهله بسم الله اللهم جنّبنى الشيطان و جنّب الشيطان ما رزقتنا ثم قدر بينهما فى ذلك او قضى ولد لم يضره شيطان ابداً کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اپنی بیوی سے صحبت کے وقت بسم اللہ کہے اور یہ دعا کرے کہ اے خدا ہم کو اور جو ہم کو اولاد عطا کرے اس کو شیطان سے کنارہ رکھ اور اس وقت بچہ ٹھہر جاوے تو وہ ضرر شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

ایک محدث شارح مشکوۃ نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مسّ شیطان سے محفوظ ہونا خود اس حدیث سے ثابت ہے کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے جو شخص کسی شخص کی نسبت کوئی عیب بیان کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اس عیب سے محفوظ سمجھتا ہے۔ جیسے مثلاً کوئی متقی واعظ کہے کہ لوگوں کا کیا حال کہ وہ نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ خود نماز پڑھتا ہے یا، اور، روزہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ کا عام لوگوں کو بجز مریم اور اس کے بیٹے کے مسّ شیطان سے غیر محفوظ کہنا مشعر ہے کہ آپ خود اس مسّ سے محفوظ ہیں۔ اور خاص کر مریم اور ابن مریم کا اس حکم عام سے استثنا کسی خاص ضرورت کیلئے ان کی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ لہذا اس سے دیگر نبیوں کا مستثنٰی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ بالجملہ مسلمانوں کا تو اس حدیث اور اس کے معنے کی نسبت یہ خیال ومقال ہے کہ وہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم حفظ کو حضرت مسیح سے خاص نہیں کرتے بلکہ اس میں آنحضرت ﷺ بلکہ جملہ انبیاء بلکہ عام مومنین صلحا کو داخل کرتے ہیں۔ اس توسیع وعدم تخصیص میں وہ حق پر ہیں خواہ قادیانی کے خیال سے غلطی پر ہیں۔ پھر ان مسلمانوں کی نسبت قادیانی کا یہ کہنا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو مس شیطان سے محفوظ نہیں سمجھتے، افتراء خالی از حیا نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ خود اس

حدیث کے ظاہری معنے صحیح سمجھتا ہے تو پھر اس کا یہ اعتراض در پردہ آنحضرت ﷺ پر اعتراض ہے اور اس ذریعہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت شبہ ڈالنا اور اپنی نبوت کا اعتقاد جمانا چاہتا ہے۔ خدا اس کو اس خیال میں ناکامیاب اور رسوا کرے۔

تیسری بات کے اخیر میں جو آیت قادیانی نے نقل کی ہے اس سے آنحضرت ﷺ کا بذات خود دخل شیطان سے پاک اور معصوم ہونا اور جبریل کا محتاج نہ ہونا، ثابت ہے۔

کید یازدہم: قادیانی کا عبدالحق محدث پر افتراء

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۱۷ سے ۱۲۲ تک مرزا قادیانی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر ایک بہتان باندھ کر ان کو اپنا ہم اعتقاد قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

بالآخر ہم چند اقوال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ روح القدس آنحضرت ﷺ پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا، اور دوسرے اوقات میں آنحضرت اس سے بالکل محروم ہوتے تھے۔ ازانجملہ وہ قول ہے جو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوّۃ کے صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائکہ وحی آنحضرت ﷺ کیلئے دائمی رفیق اور قرین تھے۔ چنانچہ وہ جامع الاصول اور کتاب الوفا سے نقل کرتے ہیں کہ ابتداء نبوت سے تین برس برابر حضرت اسرافیل ملازم صحبت آنحضرت ﷺ رہے اور پھر حضرت جبریل دائمی رفاقت کیلئے آئے۔ اور بعد اس کے صاحب سفر السعادت سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سات سال کے تھے جب حضرت اسرافیل کو اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ملازم رہیں۔ پس حضرت اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کے پاس رہتے تھے اور آنحضرت کی عمر کا گیارھواں سال پورا ہونے تک یہی حال تھا۔ مگر اسرافیل بجز کلمہ دو کلمہ اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرت ﷺ کے دل میں نہیں ڈالتا تھا۔ ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرت ﷺ کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبریل کو حکم ہوا اور وہ پورے انتیس سال قبل از وحی ہر وقت

قرین اور مصاحب آنحضرت ﷺ تھے۔ پھر اس کے بعد وحی نبوت شروع ہوئی۔

اس بیان سے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے مثلاً حضرت جبریل کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے انتیس سال تک ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کا دائمی رفیق تھا، ان کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا کہ جبریل اس وقت آسمان پر بھی چلا جاتا تھا۔ کیونکہ کسی وقت چھوڑ کر چلے جانا، دوام قرب اور معیت غیر منقطع کے منافی ہے (یہ دائمی اور غیر منقطع معیت قادیانی کے اضافہ کئے ہوئے الفاظ ہیں۔ شیخ کی کلام میں یہ الفاظ ہیں، نہ ان کے معانی۔ محمد حسین)۔ لیکن جب ان بزرگوں کا دوسرا عقیدہ بھی دیکھا جائے کہ جبریل کا قرارگاہ آسمان ہی ہے اور وہ ہر ایک وحی آسمان سے لاتا ہے، تو ان دونوں عقیدوں کے ملانے سے جو تناقض پیدا ہوتا ہے، اس سے رہائی پانے کیلئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں مل سکتی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبریل کا آسمان سے اترنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ تمثلی تھا۔ اور جب تمثلی طور پر اترنا ہوا، تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ جبریل اپنے وجود سے ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر دم اور ہر طرفۃ العین انبیاء کے ساتھ رہے، کیونکہ وہ اپنے اصلی وجود کے ساتھ تو آسمان پر ہی ہے۔ اور اس مذہب کی تصدیق اور تصویب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت کے صفحہ ۴۵ میں کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نزول جبریل جو بعض اوقات دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اور انسان کی صورت میں ہوتا تھا، اس میں اہل نظر کو اشکال ہے، اور یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر درحقیقت جبریلؑ ایک نیا جسم اپنے لئے مشابہ دحیہ کلبی حاصل کر کے اس میں اپنا روح داخل کر دیتے تھے تو پھر وہ اصلی جسم ان کا..... کس حالت میں ہوتا تھا۔ کیا وہ جسم بلا روح پڑا رہتا تھا۔ اور حضرت جبریل فوت ہو کر پھر بطریق تناسخ دوسرے جسم آ جاتے تھے (تناسخ کا لفظ شیخ عبدالحق کی کلام میں نہیں ہے۔ اصل عبارت شیخ صاحب ملاحظہ ہو جو منقول ہو چکی۔ اور نہ شیخ عبدالحق یا اور مسلمان جبریل کے ایک جسم سے دوسرے جسم میں انتقال کرنے کو تناسخ سمجھتے ہیں۔ اور نہ یہ وہ تناسخ ہو سکتا ہے جس کے ہنود وغیرہ قائل ہیں۔ یہ لفظ قادیانی نے از خود گھڑ کر شیخ پر افتراء کیا۔ محمد حسین)۔ اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ تمثلی نزول ہے (نہ حقیقی تا حقیقۃً ایک جسم کو چھوڑنا اور دوسرے جسم میں داخل ہونا لازم آوے) (یہ خطوط وحدانی والی عبارت یا ان کا مضمون شیخ عبدالحق کا نہیں ہے۔ قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ شیخ صاحب کو حقیقی نزول جبریل کا منکر بنا وے جو شیخ پر افتراء ہے، محمد حسین)۔ پھر لکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ذہن میں جو دحیہ کلبی کی صورت علمیہ تھی تو حضرت جبریلؑ

بوجہ قدرت کاملہ وارادت شاملہ اپنی کے اس صورت پر اپنے وجود کا افاضہ مع جمیع صفات کاملہ اپنی کے کر کے تمثل کے طور پر اس میں اپنے تئیں ظاہر کر دیتے تھے۔ یعنی دحیہ کلبی کی صورت میں بطور تمثل اپنے تئیں دکھلا دیتے تھے۔ اور اس صورت علمیہ کو اپنی صفات سے متلبس کر کے نبی ﷺ پر ظاہر کر دیتے تھے۔ (یہ نہیں کہ جبریل اپنے وجود کے ساتھ آسمان سے اترتا تھا) بلکہ جبریلؑ اپنے مقام پر آسمان میں ثابت وقائم رہتا تھا۔ اور یہ جبریل اس حقیقی جبریل کی ایک مثال تھی۔ (یعنی اس کا ایک ظل تھا، اس کا عین نہیں تھا۔ کیونکہ عین جبریل تو وہ ہے جو اپنی صفات خاصہ کے ساتھ آسمان پر موجود۔ اور اس کی حقیقت اور نشان الگ ہے)۔ پھر اس قدر تحریر کے بعد شیخ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جس طرح جبریل علیہ السلام تمثلی صورت میں (نہ حقیقی صورت میں) نازل ہوتا رہا ہے (یہ الفاظ وفقرات خطوط واحدانی والے قادیانی نے از خود بنائے اور شیخ عبدالحق صاحب کے ذمہ لگائے ہیں۔ ان کی کلام میں نہ یہ الفاظ موجود ہیں نہ ان کا اصل مضمون۔ ان الفاظ سے بھی اس کا وہی مقصود ہے جو پہلے حاشیے میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد حسین) یہی مثال روحانیات کی ہے جو بصورت جسمانیات متمثل ہوتے ہیں۔ اور یہی مثال خدا تعالی کے تمثل کی بھی ہے جو اہل کشف کو صورت بشر پر نظر آتی ہے اور یہی مثال اکمل اولیا کی ہے جو مواضع متفرقہ میں بصورت متعددہ نظر آتے ہیں۔

خدا تعالی شیخ بزرگ عبدالحق محدث کو جزا خیر دیوے کہ انہوں نے بصدق دل قبول کر لیا کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک تمثلی وجود انبیا علیہم السلام کو دکھائی دیتا ہے اور جبریل اپنے مقام آسمان میں ثابت اور برقرار ہوتا ہے۔ یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے، جس پر حال کے کور باطن علماء کفر کا فتوی دے رہے ہیں۔ ..

ازالہ کید

شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہاں مرزا قادیانی نے دلیرانہ جھوٹ بولا ہے:۔

اول یہ افتراء کیا کہ شیخ عبدالحق اور صاحب جامع الاصول وکتاب الوفا وسفر السعادت کا یہ اعتقاد تھا کہ جبریل ہر وقت آنخضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، کسی وقت ان سے جدا نہ ہوتے۔

دوم یہ افتراء کہ ان بزرگوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ جبریل کا قرارگاہ آسمان ہے۔ وہ اس قرارگاہ سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

سوم یہ افتراء کہ ان دونوں اعتقادوں میں ان بزرگوں کے تناقض وتعارض ہے۔

چہارم یہ افتراء کہ اس تعارض اور تناقض کو رفع کرنا اور ان دونوں اعتقادوں کو باہم متوافق کرنا، ان بزرگوں کے اعتقاد وقرار داد کے مطابق صرف اسی ایک صورت سے ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک جبریل کا دائمی قیام وقرار تو آسمان پر ہی ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے پاس ان کا آنا اور رہنا صرف مثالی وجود سے تھا۔اور اس پر شیخ عبدالحق صاحب کا وہ کلام گواہ ہے جس کا ماحصل ہم (قادیانی) نے نقل کیا ہے۔

اول جعل وافتراء کا ردّ وازالہ یوں ہے کہ ان بزرگوں نے ہرگز نہیں کہا کہ جبریل امین آنحضرت ﷺ کے پاس ہر وقت اور ہر آن رہتے، اور ان سے ایک آن جدا نہ ہوتے تھے۔شیخ عبدالحق کی اصل عبارت مدارج النبوت (ج۲ص۴۲) یہ ہے:

ودر جامع الاصول وکتاب الوفا آوردہ کہ از ابتداء نبوت سہ سال اسرافیل ملازم بود۔ وبعد ازاں جبریل فرود آمد۔...حسب سفر السعادت گفتہ کہ اہفت سالگی باز حضرت اسرافیل تا فرمان در کہ بملازمت وے قیام نماید۔پس اسرافیل ہمیشہ قرین وے مے بود۔تا سال یازدیم تمام کرد وہیچ سخن نمے کرد۔مگر یک کلمہ دو کلمہ ہم چنیں در میکائیل گفتہ انگاہ جبریل را فران شد تا ملازمت نماید۔ونہ سال بطریق موافقت ومتابعت ملازم وے بود ولیکن بروے ظاہر نمے شد ووحی نمے گذارد وگذاردن وحی کار اوست

اس عبارت میں کہاں ذکر ہے کہ جبریل کی ملازمت دائمی اور غیر منقطع اور ہر وقت تھی۔اس عبارت کا مطلب بیان کرنے میں مرزا قادیانی کا ان الفاظ کو بڑھانا افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟

عبارت آئندہ شیخ عبدالحق میں صاف بیان ہوا ہے کہ جبریل چوبیس ہزار مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے۔وہ بیان بھی یہی بتارہا ہے کہ وہ ہر وقت آپ کے پاس نہ رہتے تھے کیونکہ یہ تعداد تب ہی پوری ہوتی ہے جب کہ آنا جانا دونوں ہوں۔جو شخص کبھی جدا نہ ہو اس کا چوبیس ہزار مرتبہ آنا کیونکر متصور ہے؟

قادیانی اس کے جواب میں کہے گا کہ یہ تجلی خاص کی تعداد تھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہارا الحاد ہے، نہ شیخ عبدالحق صاحب کا اعتقاد۔شیخ عبدالحق تو جبریل کا اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنا مانتے تھے چنانچہ ان کی عبارت سابق اور آئندہ میں یہ تصریح موجود ہے۔پھر ان کے کلام میں تمہاری ملحدانہ تاویل

جس کی بنا جبریل کے اصلی وجود سے نہ آنے پر ہے، کیونکر چل سکتی ہے۔تم کو اختیار ہے حدیث وقرآن میں جو تحریف وتاویل چاہو کرو مگر شیخ صاحب کی مفسر ومبین کلام میں تو یہ تحریف وتاویل چل نہیں سکتی کیونکہ وہ جبریل کا اصلی وجود سے آنا صاف طور پر بیان کر چکے ہیں۔

دوم جعل وافتراء کا ردوازالہ یوں ہے کہ یہ اعتقاد کسی مسلمان نے کبھی ظاہر نہیں کیا اور کسی اسلامی کتاب (چھوٹی یا بڑی، نئی یا پرانی) میں پایا نہیں جاتا کہ جبریل آسمان میں قید رہتا ہے، بذات خود کبھی زمین پر نہیں آتا (شیخ کے کلام کا وہ مطلب قادیانی نے از خود چند الفاظ ملا کر نکالا ہے۔اصل کلام شیخ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے) بلکہ عبارت منقولہ بالا شیخ میں صاف تصریح ہے کہ: جبریل فرود آمد، یعنی جبریل آسمان سے نیچے اترے۔،اور اس سے پہلے بصفحہ ۱۱۵ مدارج النبوت کی اصل عبارت میں یہ تصریح موجود ہے کہ جبریل اپنی اصل صورت سے جس میں چھ سو بازو ہیں، آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور اس کا اتفاق دو دفعہ ہوا ہے۔اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اس بات کو تمام مفسرین اور صحابہ سے کید آئندہ نمبر ۱۲ میں نقل کیا ہے۔اور اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے کہ پھر تم اے مسلمانو، دو دفعہ سے زیادہ جبریل کا اصلی وجود سے آنا کیوں مانتے ہو۔

نیز حضرت شیخ اسی مدارج کے صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں (جس کو قادیانی سرقہ کر گیا ہے) وبعض علماء گفتہ اند کہ فرود آمد جبریلؑ بر محمد ﷺ بست چہار ہزار بار۔و بر آدمؑ دوازدہ بار۔و بر ادریسؑ چہار بارو بر نوحؑ پنجاہ بارو برابراہیمؑ چہل ودو بار وبرموسیؑ چارصد بارو برعیسیؑ دہ بار صلوۃ اللہ و سلامہ علی نبیّنا و علیھم اجمعین۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔

یہ عبارت شیخ صاف ناطق ہے کہ ان کے نزدیک جبریلؑ آسمان سے اتر کر آنحضرت ﷺ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ آئے ہیں۔اس بیان واعتقاد شیخ کو قادیانی مانے خواہ نہ مانے، اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ جبریل کو آسمان کے کسی برج میں دائم الحبس نہیں سمجھتے۔اور ان کے زمین پر انبیاء کے پاس آنے سے منکر نہیں ہیں اور قادیانی اپنے دوسرے دعوی میں بھی مفتری وکذاب ہے۔

سوم وچہارم جعل وافتراء کا ردّ وازالہ یوں ہے کہ جب بیان سابق سے ثابت ہوا کہ شیخ اور دیگر علماء جبریلؑ کو نہ دائمی اور ہر آن کے مصاحب نبوی سمجھتے تھے اور نہ آسمان میں مقید ودائم الحبس خیال کرتے

، بلکہ ان کو بذات خود آنے اور جانیوالا اور آسمان وزمین دونوں جگہ پھرنے والا یقین کرتے تھے، تو اس سے ثابت ہوا کہ قادیانی کا دعوی تعارض وتناقض اعتقادات ان حضرات کی نسبت محض افتراء ہے۔ اور جب ان بزرگوں کے اعتقادات میں تعارض کا دعوی کذب ٹھہرا، تو پھر ان کے خیال کی ردی تطبیق مذکور کا دعوی بھی کذب ہوا۔ تعارض نہیں تو تطبیق کے کیا معنی؟ اور اس کی ضرورت ہی کیا رہی۔

اس صورت تطبیق کی نسبت جو کادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حضرت شیخ کو پسند ہے بلکہ انہیں کے کلام سے اس نے نکالی ہے اور شیخ عبدالحق نے بصدق دل قبول کرلیا ہے کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا بلکہ ایک تمثلی وجود انبیاء کو دکھائی دیتا ہے۔ اور جبریل اپنے مقام آسمان میں ثابت وبرقرار رہوتا ہے۔، یہ ایک اور افتراء ہے جس کو جداگانہ اور عدد میں پانچواں جعل وافتراء کہنا چاہیے۔

ناظرین! حضرت شیخ نے اس کلام میں، جس کا ماحصل قادیانی نے جعل سازی سے نقل کیا ہے، یا کسی اور مقام میں ہرگز نہیں کہا کہ جبریل بذات خود نازل نہیں ہوتا اور وہ مقام آسمان میں ثابت وبرقرار ہوتا ہے۔ اور جو وجود جبریل حضرات انبیاء کو دکھائی دیتا تھا وہ صرف اس کا تمثلی وجود تھا۔ وہ تو اس کلام میں (جس کا ماحصل قادیانی نے جعل سازی کر کے نقل کیا ہے) اور اپنی دوسری عبارت میں جو صفحہ ۱۱۴ وصفحہ ۱۴۱ میں مقول ہوئی ہیں صاف اور تصریح کے ساتھ کہہ چکے ہیں کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس اصلی وجود سے آئے ہیں۔ یہ بات جو قادیانی نے ان سے نقل کی ہے یہ انہوں نے خاص کر اسی حالت وصورت میں فرمائی جب کہ وہ دحیہ کی صورت میں آتے تھے۔ اسی صورت میں آنے پر اہل نظر کا اعتراض واشکال وارد ہوتا تھا کہ اس صورت میں آپ کا اصلی جسم موجود زندہ ہوتا تھا یا مردہ ہو جاتا تھا اور اسی صورت میں انہوں نے اس اعتراض کا پہلے ایک ظاہری جواب اہل علم سے نقل کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ امر جائز اور قریب الوقوع ہے کہ جبریل امین اصلی جسم سے مفارقت کر کے دوسرے جسم میں جو جسم دحیہ کلبی سے مشابہ اور اس کا مماثل تھا، انتقال کرتے ہوں۔ ومعہذا ان کا اصلی جسم مردہ نہ ہوتا ہو، جیسے شہیدوں کا جسم ان کے ارواح کے جدا ہونے اور بہتر جانوروں کے جسم میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتا۔

پھر دوسرا جواب اہل تحقیق سے نقل کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دحیہ کی صورت علمی جو کہ جبریل کے

ذہن میں تھی اس کو جبریل نے اپنی صفات سے موصوف کر کے متمثل کیا اور اس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اس صورت میں جبریل خود اپنی جگہ رہتا ہے اور جو صورت آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی وہ جبریل کی صورت مثالی بنتی ہے جو نہ تو جبریل کی عین ہے کیونکہ جبریل کی حقیقت وصورت اور ہے، اور نہ اس سے مغائر ہے کیونکہ یہ وہی جبریل کی ذات مع صفات ہے جو اس صورت میں برآمد ہوئی اور متمثل ہوئی ہے۔

ناظرین! شیخ عبدالحق کی (منقولہ بالا) اصل عبارت ملاحظہ کرو اور پھر انصاف سے کہو کہ اس عبارت میں جبریل کا آسمان پر ثابت برقرار ہونا صرف مثالی صورت میں اور دحیہ کلبی کی شکل میں آنے کی حالت میں تجویز کیا گیا ہے اور معہذا اس مثالی صورت کا ذات وصفات جبریل سے علیحدہ اور اس سے غیر نہ ہونا بیان کیا ہے یا ہمیشہ کیلئے جبریل کا آسمان میں ثابت و برقرار رہنا اور اصلی وجود سے زمین پر نہ آنا بیان کیا ہے، اور اس صورت مثالی کا ذات وصفات جبریل سے مغائر ہونا (جس سے اصلی وجود وحقیقی ذات وصفات جبریل کے نزول کی نفی لازم آوے) بیان کیا ہے۔

پھر قادیانی کی اس جرأت وجعل سازی وسرقہ ودھوکہ بازی کو چشم عبرت سے دیکھو کہ اس نے اس عبارت کا مطلب ادا کرنے میں کیسا جعل کیا ہے۔ اس عبارت کا اول وآخر، اور وحی کی سات صورتوں کو جس میں دوسری صورت جبریل کے اصلی وجود سے آنے کی بات تھی، خورد برد کرلیا۔ اور جو بات حضرت شیخ نے اس عبارت میں ایک خاص حالت تمثل جبریل بصورت دحیہ کلبی میں کہی تھی، اس کو عام حالت جبریل قرار دیا۔ اور کئی الفاظ وفقرات از خود گھڑ کر اس سے حقیقی وذاتی نزول کی نفی نکال کر اس کو شیخ کی طرف منسوب کیا اور ناظرین کو یہ جتایا کہ شیخ صاحب کے نزدیک جبریل ہمیشہ آسمان میں ثابت و برقرار رہتے ہیں اور وہ بذات خود اصلی وجود سے نزول نہیں فرماتے۔

اس جعل سازی اور چوری پر اس کی سینہ زوری کو دیکھو کہ وہ اس کید کے اخیر میں شیخ عبدالحق کو اپنا پورا موافق بتاتا، اور اپنا عقیدہ خبیثہ نقل کر کے شیخ کے ذمہ لگاتا ہے، اور پھر بڑے فخر کے ساتھ کہتا ہے، یہ وہی عقیدہ اس عاجز کا ہے جس پر حال کے کور باطن، نام کے علماء کفر کا فتوی دے رہے ہیں۔

قادیانیو! اپنی میدان محشر کی حاضری کو پیش نظر رکھ کر کہو کہ کور باطن کون ہے؟ قادیانی، جس نے شیخ

عبدالحق کی عبارت آگے پیچھے چرا کر، اوراس میں از خود الفاظ وفقرات ملا کر، ان کی کلام کو بگاڑ کر، اس کو اپنے اعتقاد کے موافق کیا ہے؟ یا وہ علماء جن کے فتوی کی مصدق شیخ عبدالحق کی اصل عبارت موجود ہے؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ شیخ عبدالحق، جبریل کے بذات خود اصلی وجود سے نزول کو مانتے ہیں یا قادیانی کی طرح وہ اس نزول سے منکر ہیں؟

میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں ادنی فراست اور ایک ذرہ نور قلب یا نور ایمان یا کانشینس ہے تو آپ اسی ایک جعل وافتراء پر قادیانی کے اتباع سے دست بردار ہو جائیں گے اور اس کو واقعی دجال و کذاب خیال کریں گے۔ میرے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلوی، منشی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹنٹ لاہوری، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، مرزا خدا بخش اتالیق محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ اور محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ ہیں (جو دھوکہ میں آکر قادیانی کے دام میں مبتلا ہیں)۔

اگر آپ لوگوں نے یہ ثابت کر دیا کہ شیخ عبدالحق کی کلام مذکور کا مطلب ادا کرنے میں قادیانی نے جعل وافتراء سے کام نہیں لیا اور شیخ کا وہی اعتقاد ہے جو قادیانی کا اعتقاد ہے کہ، جبریل امین بذات خود زمین پر کبھی نہیں آتے، تو میں آپ لوگوں کو وعدہ دیتا ہوں میں صرف اسی ایک بات پر آئندہ قادیانی کا تعاقب چھوڑ دونگا۔ اور اگر آپ لوگوں کو ہماری تحریر اور اپنی فہم و تدبر سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیانی نے اس میں جعل وافتراء سے کام لیا ہے تو پھر آپ لوگ اس کے ساتھ نہ رہیں اور یقین کریں کہ جھوٹ بولنے والا خدا کا مقرب محدث و مجدد نہیں ہوسکتا اور ایسا شخص اتباع و محبت کے لائق نہیں ہوتا۔

کید دوازدہم: جبریل کا حقیقی یا تمثلی نزول

دافع الوساوس کے صفحہ ۱۲۲ سے ۱۲۶ تک مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

تمام مفسرین نے اور نیز صحابہ نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ جبریلؑ اپنے حقیقی وجود کے ساتھ صرف دو مرتبہ آنخضرت کو دکھائی دیئے ہیں۔ اور ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے اصلی اور حقیقی وجود کے ساتھ آتے تو خود یہ غیر ممکن تھا کیونکہ ان کا حقیقی وجود تو مشرق مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور ان کے بازو آسمانوں کے کنارہ تک پہنچے ہوئے ہیں پھر وہ مکہ یا مدینہ میں کیونکر سما سکتے ہیں، اور وہ کیونکر آنخضرت ﷺ کے حجرہ میں سما گیا۔ اگر کہو اصلی وجود نہ تھا، تو پھر ترک اصل کے بعد تمثل ہوا یا کچھ اور۔ اور اس عقیدہ سے کہ جبریل اصل اور حقیقی وجود سے آتا اور بعد تبلیغ وحی چلا جاتا تھا، لازم آتا ہے کہ انبیاء اکثر اوقات فیض وحی سے محروم اور معطل رہتے تھے جو نہایت بے شرمی کی بات ہے۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ کے صفحہ ۸۳ میں لکھتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے تمام کلمات وحدیث وحی خفی ہیں اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ اوزاعی، حسان بن عطیہ سے روایت کرتا ہے کہ نزول جبریل قرآن سے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر ایک سنت کا نزول جبریل سے ہے۔ بلکہ آنخضرت کا اجتہاد بھی وحی سے تھا۔ پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہے کہ صحابہ آنخضرت ﷺ کے ہر ایک قول وفعل قلیل وکثیر وکبیر کو وحی سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ جو شخص احوال صحابہ میں تامل کرے گا وہ اس اعتقاد سے کہ کبھی جبریل آنخضرت کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا تھا، خدا تعالیٰ سے شرم کرے گا اور ڈرے گا کہ ایسا وہم بھی اس کے دل میں گذرے۔

افسوس ہمارے یہ علماء جو محدث بھی کہلاتے ہیں کچھ نہیں ڈرتے اگر ان کے ایسے عقیدہ کو ترک کرنا کفر ہے تو ایسا کفر اگر ملے تو زہے سعادت۔ ہم ان کے ایسے ایمان سے سخت بے زار ہیں ان لوگوں نے ہمارے نبی ﷺ کے مرتبہ کو حضرت عیسےٰ کی نسبت ایسا گھٹایا جس کے تصور سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔

ازالہ کید

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس کید کے اکثر حصہ کا ردّ و ازالہ تو بضمن رد کید نمبر

۷و۱۰ وغیرہ میں ہو چکا ہے اور روز روشن کی طرح ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی کے اس خبیث اعتقاد سے کہ آنحضرت ﷺ ہر آن اور ہر وقت جبریل کی اتالیقی وحفاظت وحراست کے محتاج تھے اور وہ بذات خود ناپاکی سے بچ نہ سکتے تھے اور نہ بلا واسطہ جبریل وحی الٰہی سے مشرف ہو سکتے تھے۔ اور وہ (قادیانی) خود بدولت بلا واسطہ جبریل خدا سے ہم کلام ہوتا ہے اور سو بار جو چاہے خدا سے پوچھ سکتا ہے عیاذاً باللہ من ذالك آنحضرت ﷺ کی اس قدر توہین اور آپ کی اقدس جناب میں اس قدر بے ادبی و دشنام دہی پائی جاتی ہے کہ اس سے ہر مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ایمانی خون جوش میں آتے ہیں۔ اور اس باب میں جو اہل اسلام کا اعتقاد ہے اس سے آنحضرت ﷺ کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، نہ مسیح کی فوقیت۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہر ایک قول وفعل تشریعی وحی الٰہی سے سرزد ہوتا تھا، جبریل کے واسطہ سے ہو خواہ بلا واسطہ غیر وحی خفی الٰہی سے ہو۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ کیفیت نزول جبریلؑ کی نسبت قادیانی کا یہ سوال کہ۔ وہ مکہ و مدینہ میں اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں کیونکر سما سکتے تھے؟ نیچریانہ اور ملحدانہ سوال ہے۔ اور امور عالم بالا جو قادیانی کی سابق اصطلاح کے مطابق عالم سوم، باطن در باطن سے ہیں، ایسے سوالات کا محل نہیں ہو سکتے۔ قادیانی ان کو ایسے سوالات کا محل سمجھتا ہے تو ان کے نظائر کی نسبت اس قسم کے سوالات کا جواب دے۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے: کہ جبریل امین صرف دو دفعہ اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیئے، باقی دفعات تمثلی وجود سے آتے رہے ہیں۔

اور اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ: جبریل اکثر دفعہ بذات خود اور اصلی وجود سے نہ آتے تھے، بلکہ ان کی مثال آتی تھی۔

قادیانی کی اس بات کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو اس نے خود مان لیا ہے کہ دو دفعہ جبریل اپنی اصلی شکل اور حقیقی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس زمین پر آئے، کیونکہ یہ امر اس نے تمام مفسرین اور صحابہ سے نقل کیا ہے اور اس کے ردّ وخلاف میں ایک کلمہ تک وہ زبان قلم پر نہیں لایا۔ اور اگر اس کو اس میں کچھ اختلاف ہوتا تو وہ ضرور منہ کھولتا۔

ہر چند بعض مفسرین ومحدثین نے حضرت جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس ایک دفعہ زمین میں آنا

تجویز کیا ہے دوسری دفعہ معراج کی شب سدرۃ المنتہی کے پاس آسمان میں مگر چونکہ قادیانی آنحضرت ﷺ کے معراج سے اور جسمانی وجود باوجود کے ساتھ آپ کے آسمان پر جانے سے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۵ میں صاف انکار کر چکا ہے، لہذا اس کے نزدیک جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس آنا دونوں دفعہ زمین ہی پر مسلّم ہو سکتا ہے۔ خواہ ان دونوں دفعات میں سے ایک دفعہ غار حرا میں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس جبریل کا آنا تسلیم کرے اور دوسری دفعہ میدان مکہ کے افق اعلی یا شرقی میں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں بیان ہوا ہے:

عن عائشه فی صفة نزول الوحی۔ حتی جاء ہ الحق و ھو فی غار حراء ۔ فجاء ہ الملك ۔ فقال اقرأ۔ قال ما انا بقاری (بخاری)

قال و ھو یحدث عن فترۃ الو حی فقال فی حدیثه، فبینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرھبت منه فرجعت ، فقلت زملونی زملونی (بخاری۔ ص ۳)

خواہ ایک دفعہ اسی افق اعلی یا شرقی میں جس کا ذکر حدیث مذکور کے علاوہ قرآن مجید کی ان آیات میں بھی ہے:

و ھو بالافق ا لاعلی۔ (النجم۔ع ۱) ۔ و لقد راہ بالافق المبین ۔(تکویر۔ع ۱) ،

یا دوسری دفعہ موضع قادیان کے کھیت یا میدان میں جس کو قادیانی مکہ و مدینہ کے برابر مہبط وحی سمجھتا ہے اور اس باب میں وہ ایک آیت قادیانی قرآن میں: انّا انزلناہ قریباً من القادیا ن وبالحقّ انزلناہ و بالحقّ نزل وکان وعد الله مفعو لاً (ازالہ اوہام۔ص ۷۳ و ۷۷)

اور اس کے شان نزول میں ایک الہام ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔ جو رسالہ اشاعۃ السنہ کے نمبر ۲ جلد ۱۴ صفحہ ۴۶ میں منقول ہے۔

بہر حال اس کی اس تسلیم، حقیقی نزول جبریل سے (دو دفعہ یا ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو) اس کا مدعا (جبریل کا اصلی وجود سے نازل نہ ہونا) ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ابطال ہوتا ہے اور اس کے مذہب کے اس اصل اصول کا کہ جبریل سورج کی روح یا بمنزلہ روح ہے لہذا وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ جدا ہو تو سورج کی حالت وجودیہ میں فرق آ جاوے۔ یعنی وہ ٹوٹ پڑے اور نظام شمسی درہم برہم ہو جائے (جس کو وہ توضیح مرام کے صفحہ ۳۸ و ۶۸ و ۸۵ و

غیرہ میں بیان کر چکا ہے اور ہمارے اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ میں منقول ہے) بالکل ستیاناس ہوتا ہے۔ اور جبریل کے ذاتی و حقیقی نزول پر جس قدر اعتراضات اس نے اس کید نمبر ۷ و کید نمبر ۱۰ میں کئے ہیں وہ سب کے سب کافور اور ہباءً منثور ہو جاتے ہیں کیونکہ جب بحسب اعتراف قادیانی دو دفعہ یا کم سے کم ایک دفعہ جبریل کا اصلی وجود سے زمین پر آنا، اور اپنے لمبے وجود کے ساتھ صرف ایک چھوٹی سی جگہ (غار حرا میں یا ایک میدان افق شرقی مکہ) میں سما جانا جائز ہو گیا تو اسی طرح چوبیس ہزار بار بھی انکا زمین پر آنا اور آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں سما جانا جائز ہو گا۔

دیکھو کہ جس بات کو قادیانی نے اپنے مذہب باطل کی دلیل سمجھ کر پیش کیا تھا اسی سے اس کے مذہب کا ابطال ہوا اور رجل قضی علی نفسه کا مضمون اس پر صادق آیا۔ اب رہا قادیانی کی اس حجت اور وسوسہ کا رد و جواب کہ تمثلی وجود کے ساتھ جبریل کے نزول سے (جو اکثر اوقات ہوتا تھا) ذاتی اور اصلی وجود سے نزول کی نفی ہوتی ہے۔ سو یہ ہے کہ یہ تب ہو جبکہ مثال اصل سے مغائر ہو اور ایک وجود دوسرے کی نفی کرے، اور ایسا ہرگز نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق کی منقولہ بالا کلام میں (جس سے قادیانی نے تمثلی وجود نکالا ہے) صریح طور پر گذر چکا ہے کہ جبریل کی مثال، جو آنحضرت ﷺ دیکھتے تھے، جبریل کی غیر نہ تھی بلکہ وہ جبریل کی ذات معہ صفات تھی جو اس صورت مثالی میں نظر آتی تھی۔

علاوہ بریں جبریل کے بشکل انسانی متمثل و متشکل ہونے کی ایک وہی صورت نہیں جو شیخ عبدالحق نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے اور اس سے قادیانی نے اپنی نافہمی سے اصل وجود کے نزول کی نفی نکالی ہے، بلکہ تمثل جبریل کی پانچ صورتیں اور جائز و ممکن الوقوع ہیں اور آئمہ علماء اسلام نے وہ صورتیں بیان کی ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ جس صورت میں جبریل متمثل ہوتا تھا وہ عین ذات اور صورت جبریل تھی۔

ازانجملہ ایک صورت وہ ہے جو ان ہی شیخ عبدالحق نے (جس پر قادیانی کا اسباب اعتماد ہے) بعض علماء سے نقل کی ہے کہ جبریل کی روح اپنی اصلی صورت و جسم کو چھوڑ کر اس صورت و جسم میں جو آنحضرت ﷺ کو نظر آتا تھا، منتقل ہوتی تھی۔ ومعہذا جبریل کا اصلی جسم مفارقت روح سے مردہ نہ ہوتا تھا، جیسے شہیدوں کا جسم مفارقت روح سے مردہ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے پاس آنیوالا متمثل شخص اور نظر آنے والی صورت

بعینہ ذات جبریلؑ بنتی ہے جو دوسرے جسم میں ظاہر ہوتی تھی، نہ کوئی اور چیز۔

اس صورت کے مصدّق ومؤید قرآن وحدیث کے ظاہر الفاظ ہیں جن میں جبریل کی تمثلی صورت کو جبریل کہا گیا ہے اور اس کے اقوال کو جبریل کی طرف منسوب کیا ہے۔ قرآن میں مریمؑ کے پاس جبریلؑ کے آنے کی نسبت فرمایا ہے: فارسلنا الیها روحنا فتمثّل لها بشراً سویاً (مریم۔ع ۲)۔ ہم نے اس کی طرف اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا وہ جبریل اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں متشکل بن گیا۔

تفسیر کبیر اور بیضاوی میں کہا ہے: اتاها جبریل متمثلا بصورة شاب امرد سوی الخلق تستأنس بکلامه (بیضاوی)۔ ولو ظهر لها فی صورت الملائکة لنفرت عنه (تفسیر کبیر۔ ج۵ص ۷۷۹) مریم کے پاس جبریل ایک جوان مرد بے ریش کی صورت میں متشکل ہو کر آئے تاکہ وہ ان کے کلام سے مانوس ہوں، اور وہ فرشتوں کی شکل میں آتے تو وہ ان سے متنفر ہو جاتیں۔

اس آیت کے الفاظ اور اقوال مفسرین کے الفاظ کے ظاہری اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ جو شخص مریمؑ کے پاس آیا تھا اور ان کو دکھائی دیا تھا وہ جبریلؑ تھا۔ اسی جبریل کو خدا نے بھیجا، وہی جبریل انسانی شکل میں متشکل ہوا، وہی جبریل حضرت مریم کو نظر آیا۔ اور ان الفاظ کے یہ معنی کہ جس کو خدا تعالی نے بھیجا اور وہ آیا اور مریم کو دکھائی دیا، وہ صرف جبریل کی خیالی مثال یا عکسی تصویر یا فوٹو تھا، مجازی اور تاویلی معنی ہیں، جن کی طرف حقیقی معنی کو چھوڑ کر رجوع کرنا الحاد نیچریت وباطنیت ہے۔

حدیث صحیح بخاری منقولہ بالا میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متمثل ہو کر آتا (احیاناً یتمثّل لی الملك رجلاً فیکلّمنی) اس کے بھی ظاہری اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ آنیوالہ اور انسان کی صورت بن جانے والہ جبریل ہے، کیونکہ یہی اس کے حقیقی اور ظاہری معنی ہیں، نہ اس کا فوٹو یا عکس یا خیالی صورت کیونکہ یہ معنی مجازی تاویلی ہیں۔

علماء متکلمین نے (قسطلانی۔ ج۱ص۵۰۰) فرشتوں کی یہ تعریف کی ہے: الملائکة اجسام علویّة لطیفة متشکل فی ای شیء ارادوا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے علوی لطیف اجسام ہیں کہ وہ جس شکل سے چاہتے ہیں متشکل ہو جاتے ہیں ان میں تبدل وتغیر کی طاقت بھی موجود ہے اور قادیانی کے مرید محمد

احسن امروہی نے بایں الفاظ درج کیا ہے:ان الملائکة عند اهل الحق اجسام لطیفة ولهم قوة التشکل و التبدل (رسالہ تائید کفریات قادیانی از محمد احسن ص ۵۳)۔ یہ تعریف بھی اسی کی مصدق ہے کہ نظر آنے والے درحقیقت فرشتے ہوتے ہیں جو صورت وشکل بدل کر ظاہر ہوتے ہیں۔

اس تبدل وتغیر اور انتقال روح از جسم بجسم دیگر کو جو مرزا قادیانی نے تناسخ کہا ہے تو یہ اس کا مغالطہ ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ صرف اس قسم کا تبدل وانتقال تناسخ نہیں، اور تناسخ کی جو حقیقت وہ سرمہ چشم آریہ میں بیان کر چکا ہے اس میں یہ تبدل وانتقال داخل نہیں ہوسکتا۔ اب وہ بیان سرمہ چشم آریہ کے برخلاف اس تبدل وانتقال کو تناسخ کہے یا کوئی اور نام رکھے، اہل اسلام تو اس تبدل وانتقال کو کمال قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ومثال سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اس پر شاہد ناطق جانتے ہیں۔

قرآن میں خداتعالی اس قسم کے تبدّلات جو انسان میں واقعہ ہوئے ہیں کہ، وہ پہلے مٹی تھا، پھر نطفہ ہوا، پھر چیتھڑا ہوا، پھر مضغہ بنا، پھر ہڈی کی صورت میں آیا، پھر اس پر گوشت پہنایا گیا، پھر بچہ ہوکر نکلا، پھر جوان ہوا، پھر بوڑھا ہوا، پھر خاک میں مل کر خاک ہوگیا، پھر اس خاک سے ویسا ہی انسان ہوکر نکلے گا ،کو اپنے آیات قدرت سے شمار کیا ہے اور ان سے اپنا خالق ہونا ثابت کیا ہے۔ و لقد خلقنا الانسا ن من سلالة من طین۔ ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین ۔ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسو نا العظا م لحماً۔ ثم ا نشاناه خلقاً آ خر۔ فتبارك الله احسن الخا لقین (مومنون۔ع ۱) هو الذی خلقلکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشد کم ثم لتکو نوا شیو خاً (مومن ۔ ع ۷)

اور قرآن میں شہیدوں کے مارے جانے کے بعد دوسری زندگی اور دوسرے جسم میں زندہ رہنے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کے رکوع ۱۹ میں ہے: و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات۔ بل احیاء عند ربهم

حدیث شریف میں اس اشارہ کی یہ تصریح ہوئی ہے کہ شہیدوں کی ارواح سبز جانوروں کی پوٹ میں رہتی ہیں اور بہشت کے پھل کھاتے ہیں:عن ابن مسعود قال انا قد سئلنا عن ذلك رسول الله

فقال ارواحهم كطير ... فی جوف طیر خضر لها قناديل معلقة بالعرش ۔ شرح من الجنه..... الى تلك القناديل؟؟ (معالم التنزيل۔ ص۱۹۶)

ایک حدیث میں جعفر طیار ؓ کی نسبت (جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے اوران کے دو بازو کٹ گئے تھے) فرمایا کہ خدا تعالی نے ان بازووں کے بدلے ان کو دو پر لگا دیئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں اڑتے ہیں قال رسول الله رأيت جعفراً يطير فی الجنة مع الملائكته (ترمذی) و قال ايضاً حين قطعت يداه فی غزوة موته جعل الله له جنا حين حين يطير بهما

اس بیان قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اس قسم کے تبدلات وانتقالات خدا کی قدرت کی آیات ہیں، اللہ اور رسول نے خود ان کو بیان کیا ہے اور ان سے توحید کا اثبات ہوتا ہے

اب ہم بتاتے ہیں کہ قادیانی کے نزدیک بھی مطلق تبدل وانتقال کا نام تناسخ نہیں ہے بلکہ خاص اس تبدل انتقال کا نام ہے جس میں یہ تین امور کفریہ پائے جاتے ہیں:۔

اول یہ کہ ارواح قدیم ہیں۔ دوم۔ یہ کہ اجسام (مادہ عالم) قدیم ہیں۔ سوم۔ یہ کہ خدا تعالی نہ ارواح کا خالق ہے نہ اجسام کا، بلکہ وہ صرف ارواح کو اجسام سے جوڑ دیتا ہے اس طور پر کہ جو شخص اچھے عمل کرتا ہے اس کو اچھے اجسام سے جوڑ دیتا ہے۔ مثلاً انسان بنا دیتا ہے یا ستارہ وغیرہ اور جو برے عمل کرتا ہے اس کو برے اجسام، گدھے کتے وغیرہ سے جوڑ دیتا ہے۔

اسی طور پر ہر ایک شخص مختلف جونوں میں جاتا ہے اور اپنے اعمال کا پھل پاتا ہے۔ بناءً علیہ دنیا کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا، نہ فنا اور نہ اس فنا کے بعد کوئی حشر یا نشر یا حساب وکتاب۔ جو ہے اسی دنیا میں ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ یہ مضمون اور حقیقت تناسخ مرزا قادیانی کے سرمہ چشم آریہ میں صفحہ ۹۴ سے ۹۸ تک بیان ہوئی ہے اور اس کی مختلف عبارات سے مفہوم ہوتی ہے۔

اب ناظرین منصفین غور کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ یہ کفریات ثلاثہ جو اعتقاد تناسخ میں پائے جاتے ہیں اور وہ قادیانی نے خود بیان کئے ہیں، اس تمثل جبریل کی صورت اول میں جو علماء نے بیان کی ہے، کہاں پائے جاتے ہیں؟ نہیں تو پھر قادیانی کا اس تمثل وانتقال کو تناسخ کہنا عمداً دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے

دوسری صورت تمثل وہ ہے جو امام الحرمین سے فتح الباری شرح بخاری میں منقول ہے اس کا خلاصہ پہلے گذر چکا ہے یہاں اس کی اصل عبارت معہ ترجمہ وتفسیر جو بلفظ یعنی ہوگی نقل کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں

قال امام الحر مین تمثل جبر یل معناہ ان اللہ افنی الزائد من خلقه ... ثم یعیدہ ... و یزعم ابن عبد السلام بالا زالة ..... و الحق ان تمثل الملك ر جلا لیس معناہ ان فاته ... ر جلاً بل معناہ انه ظهر بتلك الصو رة ... لمن خاطبه و الظا هر ایضا۔ ان ولا یغنی بل یخفی علی الرا ئق فقط (فتح الباری۔ ج ۱ ص ۱۱) تمثل جبریل کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی جبریل کی اصلی خلقت (یعنی صورت) سے قدر زائد کو (یعنی جو نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ تھا) فنا کر دیتا یا ٹلا دیتا تھا (یعنی اس سے جدا کر دیتا تھا) پھر اس قدر زائد کو لوٹا دیتا تھا (یعنی جب جبریل اپنی اصل صورت میں آنا چاہتا تھا)۔

تیسری صورت تمثل وہ ہے جو امام ابن عبد السلام نے پسند کی ہے۔اس کا خلاصہ بھی منقول ہو چکا ہے۔یہاں اصل عبارت کا ترجمہ وتفسیر نقل کی جاتی ہے۔اس نے وہی بات پسند کی ہے جو امام الحرمین نے کہی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ قدر زائد کے فنا ہونے کا قائل نہیں مگر اس کو ٹلا دینے کا قائل ہے۔اس کی تقریر اس نے یوں کی ہے کہ اس حصہ (جدا کئے گئے) جبریل کی روح کے انتقال سے اس حصہ کا مردہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ جائز ہے کہ وہ مفارقت روح کے بعد زندہ رہے، جیسے شہیدوں کے جسم روح جدا ہونے اور سبز جانوروں کی پوٹ میں انتقال کرنے سے مردہ نہیں ہوتے۔

چوتھی صورت وہ ہے جو حافظ ابن حجرؒ نے بیان کی ہے کہ فرشتہ کے شکل انسانی سے متشکل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ذات بدل کر آدمی کی ذات بن جاتی ہے۔بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جبریل انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے تا کہ مخاطب کو ان سے انس ہو (وحشت نہ ہو)۔اور ظاہر یہ ہے کہ قدر زائد (یعنی نظر آنے والی انسانی صورت سے علاوہ حصہ اس کی صورت و پیدائش کا) آنحضرت ﷺ کی نظر سے مخفی رہتا تھا۔نہ وہ حصہ فنا ہوتا تھا اور نہ الگ کیا جاتا۔

پانچویں صورت تمثل وہ ہے جو شیخ الاسلام بلقینی استاد ابن حجرؒ سے اصل عبارت کے ساتھ منقول ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت جبریل سکڑ کر انسانی صورت وقامت میں ہو جاتے تھے جیسے دھنی ہوئی

روئی اکٹھی کرنے سے چھوٹی سی ہو جاتی ہے۔

اکابر کی بیان کردہ ان چاروں صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی صورت بھی جس میں جبریل آنحضرت ﷺ کو نظر آتے تھے، جبریل کی ایک اصلی صورت ہے اور جو صورت ان کی دو دفعہ آپ ﷺ کو نظر آئی تھی وہ انسانی صورت سے علاوہ اور اس پر زائد تھی۔

اس امر کی مؤید ابن عباس کی وہ حدیث مرفوع ہے (جس کو حاکم نے روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو منشی محمد احسن امروہی نے اپنے رسالہ تائید قادیانی کے صفحہ ۵۲ میں نقل کیا ہے)۔ و روی ان لکل ملك منهم و جه رجل و وجه اسد وو جه ثور و وجه نسر۔ اخر جه الحاكم و صحه (تائید قادیانی از احسن امروہی) (اس میں بیان ہوا ہے کہ حاملان عرش کے چار منہ ہیں ایک انسان کا، دوسرا شیر کا، تیسرا بیل کا، چوتھا کرگس کا)

ایسے ہی اگر جبریل کی اصلی صورتوں میں سے ایک صورت انسان بھی ہو، اور ان چاروں صورتوں سے جو ان اکابر نے بیان کیا ہے تشکل و تمثل جبریل کے وقت آپ کی صرف ایک وہی انسانی صورت ظاہر ہوتی ہو اور باقی صورتیں بقول امام الحرمین فنا ہو جاتی ہوں یا بقول امام ابن عبد السلام جدا کی جاتی ہوں، یا بقول حافظ ابن حجر وہ صورتیں آنحضرت ﷺ سے چھپائی جاتی ہوں، تو کوئی تعجب و انکار کا محل نہیں۔ یہ پانچوں صورتیں تمثل کی ایسی ہیں جن سے جبریل کا اصلی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنا ثابت ہوتا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ تمثلی وجود کے ساتھ جبریل کے نزول سے اصلی وجود کے نزول کی نفی لازم نہیں آتی۔ نہ اس صورت تمثلی سے جو شیخ عبد الحق نے بعض اہل تحقیق سے نقل کی ہے، کیونکہ اس صورت میں جو مثال جبریل آنحضرت ﷺ کو نظر آتی تھی وہ ذات جبریل سے غیر نہ ہوتی تھی، اور نہ ان پانچوں تمثل سے جو ان علماء نے بیان کی ہیں (اور از انجملہ ایک صورت خود شیخ نے بھی بعض علماء سے نقل کی ہے) یہ نفی لازم آتی ہے کیونکہ ان تمثل کی ان صورتوں میں متمثل و متشکل ہونے والی انسانی صورت جبریل امین کی اصلی صورت کا ایک جزو حصہ بنتا ہے اور عین ذات جبریل نہ کچھ اور۔

بالجملہ دو دفعہ جبریل امین کی اصلی یعنی پوری صورت و خلقت سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے اور اکثر اوقات تمثلی صورت سے نزول فرمانے سے قادیانی کا یہ عقیدہ کفریہ کہ، جبریل اپنی ذات سے اور اصلی

وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آتے تھے، بلکہ آسمان سے کبھی جدا نہیں ہوئے، اور آنحضرت ﷺ کو نظر آنے والی صورت جبریل کی عکسی تصویر اور آنحضرت کی خیالی صورت تھی، باطل ہوجاتا ہے۔

قادیانیوں کو انعامی چیلنج بیان بالا کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اب ہم اس نمبر اول اعاذہ کو ان ہی دوازدہ گانہ اکاذیب ومغالطات وکفریات قادیانی کے بیان پر ختم کرتے ہیں اور جو صاحب اب بھی مرزا قادیانی کو مسلمان اور سچا سمجھیں اور اس کے ان کفریات واکاذیب کا اسلام وصدق وحق ہونا ثابت کریں، اس پر ہم ان کو حسب تفصیل ذیل انعام دیں گے

مکائد ومغالطات نمبر اول تا چہارم کو اسلام اور حق ثابت کرنے پر فی نمبر ۲۵ روپیہ اور نمبر ۵ سے ۱۲ تک فی نمبر ۵۰ روپئے۔

اور اس بات کے ثبوت پر کہ: شیخ عبدالحق، جبریل کے اصلی وذاتی وجود سے آنحضرت ﷺ کے پاس آنے کے قائل نہ تھے،

یا اس بات کے ثبوت پر کہ:

تمثل وجود کے ساتھ نزول سے حقیقی وجود کے نزول کی نفی لازم آتی ہے، ایک سو روپیہ انعام۔

قادیانی دافع الوساوس کا خلاصہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب دافع الوساوس ۶۰۴ صفحہ میں ہے۔ ازانجملہ ۲۸۸ صفحہ میں کتاب کا مقدمہ ہے، جس میں مرزا قادیانی نے بزعم خود اسلام کی حقیقت بیان کی ہے۔ اس بیان حقیقت اسلام کے ضمن میں صفحہ ۱۹۹ سے ۲۶۰ تک اس نے اخبار نور افشان کو مخاطب کیا اور اس کے اس دعوی کا جواب دیا ہے کہ مسیح قیامت کی زندگی ہے۔ اور اسی بیان کے ضمن میں بہ ذیل حاشیہ صفحہ ۲۲۶ سے ۲۷۳ تک اس نے سر سید احمد خان کو مخاطب کیا اور ان باتوں کے سبب وہ ان پر معترض ہوا ہے جو خود اس کے مذہب و اعتقاد کا جز ہیں (صرف عنوان اور پیرایہ کا فرق ہے)۔ اس سے اس نے اپنے مریدوں کو یہ جتایا ہے کہ وہ سر سید کا

شاگرد اور نیچری المذہب نہیں ہے۔

اسی بیان کے ضمن میں صفحہ ۲۶۱ سے ۲۷۱ تک اس نے اہل اسلام کے مقابلہ میں مباہلہ کا اشتہار دیا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ اس خاکسار (محمد حسین) اور ہمارے شیخ اور شیخ الکل (سید نذیر حسین محدث) کو مخاطب کیا ہے۔ اسی کے ضمن میں صفحہ ۲۷۲ سے ۲۷۸ تک اس نے برہمو آریہ اور پادریوں وغیرہ مخالفین اسلام کو اشتہار دیا ہے جس میں نشان نمائی کا فضول اور جھوٹا دعوی کیا ہے۔ اسی کے ضمن میں صفحہ ۲۷۹ سے ۲۸۸ تک اپنی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی (احمد بیگ) کا ذکر کیا ہے۔

یہ مضامین مقدمہ متضمن بیان حقیقت اسلام ہیں جن کو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کہاں تک حقیقت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مضامین کے اکثر حصہ کا جواب جو اہل اسلام خصوصاً اشاعۃ السنہ کے ذمہ تھا، صفحات بالا میں میں ادا ہوا ہے اور اقل قلیل باقی ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۳۲۶ تک قادیانی نے اس مراسلت کو نقل کیا ہے جو خاکسار اور مرزا قادیانی میں بابت ایک منذر الہام و پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی قادیانی ہوئی۔ اس کے ضمن میں صفحہ ۲۹۱ سے ۳۱۰ تک قادیانی نے اس عاجز (محمد حسین) کو جی بھر کے گالیاں دی ہیں۔ آنجملہ دس دفعہ لعنت ہے جو جلی قلم سے لکھا گیا۔

اس کے بعد صفحہ ۳۴۶ سے ۳۵۰ تک وہ مراسلت نقل کی ہے جو مرزا قادیانی اور محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۹۹ سے ۴۹۷ تک ایک تبلیغ کا مضمون ہے جس میں قادیانی نے جملہ علماء ہندوستان و پنجاب و عرب وغیرہ کو مخاطب کیا اور اس میں پرانے دعاوی کفریہ اور ان کے دلائل اور تاویلات وغیرہ کا اعادہ کیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۴۹۸ سے ۵۱۶ تک اپنے فضائل و کمالات کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۵۱۷ سے ۵۴۰ تک ملکہ برطانیہ و قیصر ہند کی خوش آمدکی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۵۴۰ سے ۵۸۱ تک پھر اپنے اور اپنے دعووں کے فضائل اور اپنے عقائد کفریہ اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۵۸۱ سے ۵۹۰ تک اپنے تابعین کے محامد و فضائل بیان کئے ہیں اس کے بعد صفحہ ۵۹۰ سے ۶۰۴ تک ہمارے خط مورخہ ۹ جنوری (۱۸۹۳ء) کا جواب دیا ہے، مگر اصل خط کو نقل نہیں کیا۔ اور اس جواب میں ہمارے ۸۵ سوالات متعلق

پیشگوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے جواب سے عاجز ہو کر عربی زبان میں تفسیر لکھنے میں خاکسار سے مقابلہ کا دعوی کیا ہے۔

کتاب کے اخیر میں چند مضامین اور ملحق ہیں۔ پہلے ایک فتوی متعلق جواز شرکت میلہ سالانہ قادیانی ہے۔ پھر جلسہ سالانہ میلہ کی کیفیت بیان کی ہے۔ پھر میر ناصر نواب کی تحریر نقل کی ہے۔ پھر لیکھرام کی نسبت ایک پیش گوئی درج کی ہے۔ پھر شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو ایک دھمکی دی ہے۔

درحقیقت یہ مضامین نئے مضامین نہیں ہیں، بلکہ وہی پرانے کفریات والحادات وتاویلات وتحریفات ہیں جن کو وہ سابقہ رسائل واشتہارات میں سال ہا سال سے ظاہر کر رہا ہے۔اب صرف ان کا پیرایہ وطرز بیان بدل دیا ہے۔ ہاں اس میں ایک نیا کمال یہ دکھایا ہے کہ ان میں فحش گالیوں کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔

اس مضمون تبرابازی کے سوا اس کے جملہ مضامین کا جواب گذشتہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے اور ان کے نئے پیرایہ اور نئے رنگ کو صفحات بالا میں کھولا گیا ہے۔اور جو باتیں اس میں اقوام یا اشخاص غیر کے متعلق ہیں ان کا جواب دینا ہمارا فرض ہی نہیں ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ ملخصاً)

عربی خطبہ وساوس قادیانی کی چند غلطیاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو خطبہ اور مقاصد دافع الوساوس میں عربی عبارت لکھی ہے اس سے اسکے بعض اتباع اس کا ولی وصاحب الہام ومہبط کلام الٰہی ہونا نکالتے اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے کسی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہیں پائی اور کسی استاد کی عربی میں شاگردی نہیں کی، بایں ہمہ ایسی ادق عربی اس نے لکھ ڈالی ہے تو یہ بجز الہام وتعلیم الٰہی کیونکر ہو سکتی ہے۔اور بعض جہلاء اس سے اس کا عالم متبحر ہونا ثابت کر رہے ہیں۔مگر حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا، اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد اور دعوی الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔اس میں بہت سے محاورات والفاظ قادیانی نے از خود گھڑ لئے

ہیں،عرب عرباء سے وہ منقول نہیں۔اور جو اس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں ان میں اکثر صرف ونحووادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کومسخ شدہ عربی کہنا بے جانہیں۔

اس مقام میں ہم ان اغلاط کا بیان کرتے ہیں جو بعض اہل علم نے بیان کی ہیں مگر اس سے پہلے ایک تمہید کوضروری سمجھتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس اغلاط گیری ونکتہ چینی سے قادیانی کا عربی سے جاہل اور شرف کلام الہام وکلام الٰہی سے عاطل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ غلطی بڑے بڑے لائق اشخاص سے ہو جاتی ہے اور وہ ان کی لیاقت میں بٹہ نہیں لگاتی۔خدا تعالیٰ اور اس کے رسول معصوم ومقبول کے بعد کسی شخص کا اپنے کلام میں کوئی غلطی کرنا محل تعجب نہیں بلکہ کسی انسان سے اس کے انسانی کام میں غلطی نہ ہوتو یہ امر موجب تعجب ہے کیونکہ انسان کے لئے سہوونسیان، جو غلطی کا منشاء ومولد ہے،ایک لازمی امر ہے اور مقولہ اول ناس اول ناس اور مقولہ الا نسان یسا وق النسیا ن مسلّمہ مقولے ہیں۔

بناء علیہ کسی لائق انسان کے کلام میں مطلق غلطی اسکے علم وفضل وکمال میں نقصان وزوال کا موجب نہیں ہوسکتی۔بڑے بڑے شاعر امرءالقیس اور اس کے ہم سر ایسے گزرے ہیں کہ ان کے کلام میں دوسروں نے غلطیاں نکالی ہیں اور پھر ان کی شاعری غیر مسلّم نہیں ہوئی۔اور بہت ادیب خطیب ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے محاورات میں لغزش کھائی ہے، پر وہ ان کی منقصت کی موجب نہیں سمجھی گئی۔لہذا غلطی کلام سے متکلم کی بے علمی ونالائقی ثابت کرنے کیلئے کوئی ایسی شرط یا اصول مقرر ہونا چاہیے جس میں معذرت بالا کی گنجائش نہ ہو۔

ہمارے نزدیک اور ہر ایک صاحب خبرت وانصاف کے نزدیک وہ شرط یا اصول یہ ہے کہ غلطی جو کمال میں نقصان یازوال پیدا کرتی ہے وہ ہے جس کا صدور اہل علم وکمال سے عادةً محال ہو۔اور اگر وہ معمولی اورممکن الوقوع ہوتو اس کا وقوع وصدور اس کثرت سے نہ ہو جس کا نمبر فیصدی پچاس سے بڑھ گیا ہو(مرزا بشیر احمد قادیانی اپنے والد کی عربی نویسی میں اغلاط کا ذکر یوں کرتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ ہماری جتنی عربی تحریریں ہیں یہ سب ایک رنگ میں الہام ہی ہیں کیونکہ سب خدا کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں۔فرماتے تھے بعض اوقات میں کئی الفاظ اور فقرے لکھ جاتا ہوں مگر مجھے ان کے معنی نہیں آتے، پھر لکھنے کے بعد لغت دیکھتا ہوں تو پتہ لگتا ہے۔نیز مولوی صاحب موصو

ف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عربی کی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اول اور مولوی محمد احسن کے پاس بھی بھیجا کرتے تھےاور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے تو کر دیں۔حضرت خلیفہ اول تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طور پر لفظ بدل دیتے تھے۔ سیرۃ المہدی جلد ا ص ۹۱۔ بہاء)

محال ہونے صدور کی مثال عربی کا ایک بڑا فرضی جملہ ہے. ضرب زید عمرو فی الدّار قائم بالخشبة . .(جس ترجمہ ہے کہ زید نے عمرو کو گھر میں کھڑا ہو کر لکڑی سے مارا)۔اس جملہ میں زید کو جو ضرب کا فاعل ہے، زیر سے پڑھنا اور عمرو کو جو مفعول بہ ہے، پیش سے اور دار کو جو فی کا مجرور اور معرف بلام ہے، تنوین اور پیش لگانا اور قائماً کو جو حال ہے زیریں دینا، خشبہ مجرور کو زبر،ایسی اغلاط ہیں کہ ادنی اہل علم سے جس کو کم سے کم نحو کی پہلی کتاب (نحو میر) بھی آتی ہو ان کا صدور محال ہے۔اور جس کے منہ سے ایسی غلطی نکلے اس کو کسی اہل علم کا اہل علم سمجھنا ناممکن ہے اور جو ایسے شخص کو اہل علم سمجھے وہ خود جاہل و بے علم کہلاتا ہے۔..

اگر کسی کلام کے الہامی ہونے کا دعوی ہو، یعنی اس کو کلام خدا کہا جائے (رسول ﷺ پر اس کے نازل ہونے کا دعوی ہو خواہ کسی قائم مقام رسول پر، جس کو رسول کی مانند معصوم اور غلطی وخطا سے محفوظ سمجھا جائے) تو اس کلام میں مطلق غلطی نہ ہونا شرط ہے اور اس میں ایک غلطی بھی اس کے الہام ہونے کی مبطل ہے۔الہامی کلام میں فی صدی یا فی ہزار یا فی لاکھ (مثلاً) ایک غلطی بھی ہوگی تو وہ کلام الہامی نہ سمجھا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالی جو اس کلام کا متکلم فرض کیا گیا ہے اس سہو اور نسیان سے، جو غلطی کا منشاء و مولد ہے، پاک ہے قال اللہ تعالی و ما کان ربک نسیّاً لہذا جس کلام میں غلطی ہو، ایک ہی غلطی کیوں نہ ہو، وہ خدائے پاک اور مقدس کا کلام نہیں۔اس شرط و اصول کو ناظرین محفوظ وملحوظ رکھیں گے اور پھر قادیانی کی ان اغلاط کو جو ہم بیان کریں گے، غور وتوجہ سے ملاحظہ کریں گے تو یقین اور ایمان لائیں گے کہ وہ اغلاط اس قسم (لائق معافی) سے نہیں ہیں کہ وہ قادیانی کے دعوی علم و کمال ظاہری و باطنی میں خلل انداز نہ ہو سکیں بلکہ وہ ایسی اغلاط ہیں جو قادیانی کے کمال علم والہام کو خاک میں ملاتی ہیں۔ان میں بہت سی غلطیاں ایسی ہیں کہ ان کا صدور نحو میر جاننے والے سے بھی ناممکن ہے جیسے اسکے لفظ فوہ کو بحالت جر واو سے لانا، یا افعال متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول کو جمع اور دوسرے مفعول کو مفرد لانا، یا مبتداء کو جمع اور اس کی خبر کو مفرد لانا، جس کی مثالیں فہرست آئندہ میں موجود ہیں یا اسکا صفحہ ۱۲۳ سطر ۸ میں

جملہ سئمنامتبحرعاً میں ذوالحال ضمیر سئمنا کو جمع اوراس کے حال متبحر عاً کو مفرد کرنا، یا صفحہ ۱۲ سطر ۵ و ۶ میں صیغ مضارع یقوم ، یخاف ، یبالی کو ان کے شرط ہونے کی حالت میں مرفوع کرنا، جزم نہ دینا، جن کی تصحیح اس نے کسی اہل علم کی اصلاح سے غلط نامہ کتاب میں کی ہے اوراس سے یہ بات جتائی ہے کہ اس کی قلم سے یہ اغلاط اس وجہ سے نکل گئیں تھیں کہ اس کو نحو میر کے مسائل بھی نہیں آتے کیونکہ یہ اغلاط کاتب کی اغلاط نہیں ہوسکتیں۔ کاتب اصل لفظ کی جگہ ایسے لفظ تو لکھ دیتا ہے جس کو جاہلانہ شہرت سے صحیح سمجھتا ہو جیسے کسی نے خرّ موسی صعقاً کی جگہ خرّ عیسی لکھ دیا تھا۔ کاتب جاہل سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ گو لفظ اس کا ہم شکل نہ ہو، اوراس کے جاہلانہ خیال میں بھی کبھی نہ گزرا ہو اس کی جگہ دوسرا لفظ جیسے متبحر عین کی جگہ متبحرعاً اور یکف کی جگہ یخاف درج کردیوے، یہ ضرور حضرت مرزا ہی کے اغلاط ہیں۔ آپ کا اصل مسودہ ایک مجلس میں پیش کرکے اس پر آپ سے مباہلہ کرایا جائے تو ضرور چور پکڑا جائے اور جو غلطیاں آپ کی کلام میں معمولی اوراہل علم سے ممکن الصدور ہیں اوراسلئے وہ قابل عفو بھی ہیں جیسے صلابت میں من کی جگہ عن لانا۔ وعلی ہذا القیاس، وہ اس حد کثرت کو پہنچ گئی ہیں کہ اس کثرت کے ساتھ کوئی ممتحن خواہ کیسا ہی متاہل و نرم ورحم دل ہو قادیانی کو پاس نہیں کرسکتا اوراہل علم ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا اوران غلطیوں سے (قسم اول سے، خواہ دوم سے) اس کلام کی نسبت الہام کا خیال کرنا تو ایسا ملیامیٹ ہوتا ہے کہ اس میں کسی اہل عقل وانصاف کو شک وتامل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے ہم نے ان اغلاط کی تفصیل و بیان سے تعرض کیا، ورنہ بجز خدا و رسول کے کون شخص ہے جو غلطی نہیں کرتا۔ تمہید ختم ہوئی۔ اب چند غلطیاں بیان ہوتی ہیں (صفحات نمبر دافع الوساوس کے ہیں)

۱۔ صفحہ ا سطر ۱۰۔ ۱۱۔ جعلهم شموس الارض و حجج الدين و حرز الايمان (حصون الايمان ہونا چاہیے۔ کیونکہ) حرز واحد ہے اور یہ محل، محل جمع ہے کیونکہ یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے جس کا مفعول اول ضمیر جمع ہے۔

۲۔ ۳۔ صفحہ ا، سطر ۱۲۔ جعلهم منهلاً لا يغور ومتاعاً لا يبور (مناهل لا تغور و امتعة لا تبور ہونا چاہیے کیونکہ) یہ دونوں جعل کے دوسرے مفعول ہیں اور پہلا مفعول ضمیر جمع ہے۔

۴۔ص۲۔سطر۳۔ اخرا ج غیرہ عن الحنان (من ہونا چاہیے کیونکہ) خروج واخراج کا صلہ من آتا ہے فخر ج منھا خائفاً یترقب، اور فا خرجنا منه خضراء۔

۵۔ص۳۔سطر۴۔۵۔ اطرد النفوس بین وخدٍ و ذمیل (اطرد کی جگہ سیّر ہونا چاہیے کیونکہ) یہ تمام فقرہ بے معنی تک بندی ہے۔اور خاص اطـــرد جس معنی (چلانے) کیلئے استعمال کیا گیا ہے وہ اسکے معنی نہیں بلکہ وہ لفظ سیـر کے ہیں، اور طـرد کے منع دفع کرنے، اور دھتکارنے کے ہیں۔اطـراد اس دفع کا حکم دینا۔

۶۔۷۔۸۔ص۳۔سطر۷۔ ربّا الاشجار حتی استاثر الثمن و تسمّن (استا ثرت بالاثمار و تسمنت ہونا چاہیے کیونکہ) یہ بھی خلاف محاورہ تک بندی ہے۔ومعہذا اس میں ضمیر اشجار فاعل، لہذا اس کے افعال استاثر ت و تسمنت چاہئیں اور بجائے ثمر، اثمار حرف با سے جو اختصاص پیدا کرے۔

۹۔صفحہ۴سطر۱۷۔ بـرزوا السّیوف (صلّوا یا ابرزوا ہونا چاہیے کیونکہ) سیف کے لئے صل ہی مناسب ہے اگر مادہ بـــراز ہی کا شوق وذوق تھا تو ابـــرزوا باب افعال سے متعدی چاہیے تھا، نہ کہ برزوا لازم۔

۱۰تا۱۵۔صفحہ۴سطر۴۔۵۔ فـاعـطـاھـم اللّه قلباً متقلباً مع الحقّ و لسا ناً متحلیا بالصّدق و جـنـا نـاً خـا لیـاً من الحقد (قلوباً متقلبة و السنة متخلیة و اجنانا خا لیة ہونا چاہئیں کیونکہ) یہ الفاظ مع اپنی صفات کے اعـطی کے دوسرے مفاعیل ہیں اور اس کا پہلا مفعول ھم ضمیر ہے لہذا یہ الفاظ بھی بصیغہ جمع چائییں۔

۱۶۔صفحہ۴۔سطر۷۔ انھـم بـرھـان رسـالته (برا ھین ہونا چاہیے کیونکہ) یہ اسم ان ضمیر جمع کی خبر ہے، لہذا جمع چاہیے۔

۱۷تا۲۱۔صفحہ۴۔سطر۸۔ کـلّ وا حـدٍ مـنھم اوذی و عـنّی نی فی ما ولّی و خوّف با لسّیف و السّنا ن۔ فما وھنوا و ماستکا نوا حتی قضو نحبھم و آ ثروا (فما وھن و ما استکا ن حتی قـضـی نـحبه واثر ہونا چاہیے کیونکہ) ان افعال کے فاعل اور ضمیر ھم ثانی کا مرجع کل لفظ مفرد

ہے، لہٰذا افعال بھی مفرد چاہئیں جیسے ان کی نظائر سابقہ اذی و عنی و خوف ہیں اور وہ ضمیر بھی مفرد چاہیے۔

۲۲۔صفحہ۴ سطر۹۔ قوم موجع (موجعون چاہیے کیونکہ) قوم اسم جمع ہے اس کے صفات وافعال قرآن مجید میں صدہا مواضع میں جمع آئے ہیں، علی قوم کافرین ، انّ القوم استضعفونی وغیرہ

۲۳۔صفحہ۵ سطر۸۔ علی شرّ ھم راصعون (بشرّھم آنا چاہیے کیونکہ) رصع کا صلہ حرف با ہے ۔ رصع بہ کفر (دیکھو قاموس، منتہی الارب)

۲۴۔صفحہ۶ سطر۵۔ بعقل الناقص (بالعقل ہونا چاہیے کیونکہ) ناقص لغت معرف ہے لہٰذا اس کا موصوف عقل بھی معرف چاہیے۔(جلال دین شمس قادیانی نے اس غلطی کو سہو کاتب لکھا ہے۔کہا بسھو الکاتب ۔ و الصحیح بعقلھم۔ دیکھو روحانی خزائن ۔بہاء)

۲۵۔صفحہ۶۔سطر۸۔ لا تعطیہ الّا لو حیدٍ (وحیداً ہونا چاہیے کیونکہ) اعطیت کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں۔نحو میر میں ہے اعطیت زیدا درھماً ۔ایسا ہی قرآن شریف میں ہے اعطی کل شئی خلقہ ، انا اعطیناك الکوثر

۲۶۔صفحہ۷ سطر۱۱-۱۲۔ ما کنت ان آبی من امر ربی (ابی امر ربی ،ہونا چاہیے کیونکہ) ابی کا مفعول بلا واسطہ آتا ہے ۔ یأبی اللّٰہ ، ابی الشیء یاباہ۔

۲۷۔صفحہ۸ سطر۱۰۔ بل ھم کالتریاق لھذہ الوباء و حجّۃ اللّٰہ علی الاشقیاء و ھم خزنۃ اسرار الشرع و ماھر الاصول (حجج ،ہونا چاہیے) یہ لفظ ھم ضمیر جمع کی خبر ہے لہٰذا جمع چاہیے۔

۲۸۔صفحہ۸ سطر۱۱۔ اسرار الشرع و ماھر الاصول (مھرہ ہونا چاہیے کیونکہ) یہ لفظ بھی ھم ضمیر جمع کی خبر ہے لہٰذا جمع چاہیے۔قادیانی نے غلط نامہ میں اس غلطی کو تسلیم کر کے کسی کے بتانے سے اس کی اصلاح کی ہے مگر چونکہ اس کے نظائر حجۃ وغیرہ کی اصلاح نہیں کی لہٰذا یہ عفو کے لائق نہیں ۔اپنے علم سے اس کی اصلاح کرتا تو دوسری نظیر کی بھی اصلاح کرتا۔محمد حسین۔

۲۹۔صفحہ ؟۔سطر۱۸ سالتھما من رب الارض و السّماء (سالتھما رب الارض ہونا چاہیے)

سأل کے دونوں مفعول بلاواسطہ آتے ہیں۔

۳۰۔ص ۱۵۔سطر ۵۔ بتلك ا لافتراء (اس کی جگہ بذ لك ہونا چاہیے)

۳۱ تا ۳۳۔ص ۱۵۔سطر ۶۔۷۔ و اللّٰہ لو قتِلت جمیع صبیانی و اولادی و احفادی باعیننی و قطعت ایدی و ار جلی (بعینی ، و یدی و ار جلی ہونا چاہیے)

۳۴۔صفحہ ۱۵ سطر ۱۹۔ اسرو کی جگہ سرو ہونا چاہیے۔وجہ پہلے گزری۔

۳۵۔صفحہ ۱۶ سطر ۳۔فاذا ھبت نسیم ا لھام .. فا مِرت (یہاں امِرت بغیر فاء ہونا چاہیے)

۳۶۔صفحہ ۱۶۔سطر ۴۔۵۔ انّ مع الجد ب حِصباً ۔ ان مع الجد ب حِصباً (خصباً ہونا چاہیے(شمس قادیانی نے حاشیہ میں لکھا ہے: من سھو الکا تب و الصحیح خصباً)

۳۷۔صفحہ ۱۶۔سطر ۶ ۔ حدل الناس (حد ل بمعنی قلم ہے، نہ اترنے کی جگہ جو مرزا کی مراد ہے)

۳۸۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱ ۔ لم یا ووہ (لم یو ووہ ۔ آ وی یا وی لازم فعل ہے۔ او آ وی الی رکن شد ید ۔اور یہاں متعدی ہے آ وی یو وی سے و آ وینا ھما الی ر بوۃٍ)

۳۹۔صفحہ ۱۷۔سطر ۵۔ من فوہ (من فی ۔ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ فو حالت جر میں فی بن جاتا ہے)۔

۴۰۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۴۔ اسر اھل الصلاح (سر ہونا چاہیے)

۴۱۔صفحہ ۱۷ ۔سطر ۱۷۔ قبو لیتہ (قبو لہ ہونا چاہیے۔عربی میں قبول خود مصدر ہے۔اس کو اردو میں یا ، و،تالگا کر اردو فارسی خوان جاہل مصدر بناتے ہیں)

۴۲۔۴۳۔صفحہ ۱۷۔سطر ۱۶۔۱۷ والقوم یمکر ؛ والقوم یرید(یمکرون، یریدون ہونا چاہیے۔

۴۴۔صفحہ ۲۰۔سطر ۸۔ قو م یقال لہ ا لکفار و ذلك حز ب یقال لہ ا لاخوا ن (حزب بھی قوم کی مانند جمع چاہتا ہے حزب بما لد یھم فر حو ن)

۴۵۔ص ۲۱۔سطر ۵۔ و من تفوہ بکلمۃ لیس لہ اصل (لھا ہونا چاہیے۔ہدایت النحو والے بچے بھی جانتے ہیں کہ کلمہ عربی میں مؤنث ہوتا ہے)

۴۶۔صفحہ۲۱۔سطر۱۳۔۱۴۔ و ان کان الامر خلاف ذلك علی فرض المحال فنبذنا کله (فنبذ ناه ہونا چاہیے)

۴۷۔ص۲۱۔سطر۱۹۔ تدبروا فی جوا بی (تد بروا جوا بی ہو چاہیے کیونکہ) تد بر بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے۔ افلا یتد برون....

۴۸۔صفحہ۲۲۔سطر۳۔ لا تد خلوا فی علم اللّٰہ (لا تخو ضوا ۔ہونا چاہیے کیونکہ) کسی کے کلام میں دخل نہ دینا فارسی محاورہ ہے۔عربی میں دخل در معقولات کیلئے خو ض بولتے ہیں۔

۴۹۔صفحہ۲۲۔ سطر۸۔ ان اك کا ذباً فکفی اللّٰہ (کفی بغیر فاء ہونا چاہیے)

۵۰۔صفحہ۲۳ سطر۳۔ ار حم علیهم (ار حمهم ہونا چاہیے۔قادیانی نے ہندی محاورہ کا استعمال کر دیا۔ عربی میں ر حم یر حم بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ لو رحمنا هم اور ارحمهما۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد۱۵۔ص۳۱۶تا۳۲۸ مختصراً)

فتوی تکفیر قادیانی سے علماء کے رجوع کی حقیقت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے خط مورخہ ۱۱مئی ۱۸۹۳ء مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر کلارک میڈیکل مشنری کے سوال: ارا کین اسلام آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہراتے ہیں، (چنانچہ فتوی تکفیر مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد۱۳ سے ثابت ہوتا ہے) پھر آپ اہل اسلام کی طرف سے مباحثہ کے لئے کیونکر منتخب ہو سکتے ہیں،، کے جواب میں لکھتے ہیں: آپ کو (اے ڈاکٹر صاحب) معلوم نہیں کہ بعد اس کے (یعنی فتوی تکفیر لکھے جانے کے بعد) اکثر ان مہر لگانے والوں سے تائب بھی ہو گئے اور نہ صرف تائب بلکہ سخت ناراض ہوئے کہ اس شیخ بٹالوی نے ہم کو سخت درجہ کا دھوکہ دیا تھا....پس آپ نے (اے ڈاکٹر صاحب) یہ

سخت غلطی کی کہ صرف بٹالوی صاحب کے فتوی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ گویا تمام علماء اس عاجز کے مخالف ہیں۔کاش آپ نے کسی باخبر سے پوچھ لیا ہوتا کہ اب بٹالوی کے ساتھ کس قدر مستند علماء شامل ہیں جو اس عاجز کا نام کافر رکھتے ہیں۔

ان فقرات خط میں قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ جن مستند علماء ہندوستان و پنجاب نے اس پر فتوی کفر لگایا تھا، ان میں سے اکثر علماء نے اس فتوی سے رجوع کر لیا ہے اور وہ قادیانی کو کافر کہنے سے تائب ہو گئے ہیں۔اور جو ان میں سے اب تک قادیانی کو کافر کہتے ہیں وہ توبہ کرنے والوں کی نسبت تھوڑے رہ گئے ہیں اور یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے۔

ناظرین قادیانی اور اس کے اتباع کے اشتہارات وتحریرات کی خوب چھان بین کریں گے اور ان کا ایک صفحہ صفحہ سطر سطر ٹٹولیں گے تو فتوی تکفیر سے رجوع کرنے والوں کی تعداد دو سے زیادہ نہ پائیں گے جن میں ایک حافظ نابینا عظیم بخش ساکن پٹیالہ ہے جس کا رجوع قادیانی کے رسالہ نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ سے ثابت ہوتا ہے۔دوسرا میاں برہان الدین جہلمی ہے جس کا رجوع اسکے اشتہار مباحثہ مطبوعہ دسمبر ۱۸۹۳ء سے ثابت ہوتا ہے۔اب انکے مقابلہ میں فتوی کفر قادیانی پر مہر لگانے والوں کی تعداد کو دیکھنا چاہیے کہ کس قدر ہے۔دو سے کم، یا وہ سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔پھر انصاف سے کہنا چاہیے کہ اس تعداد کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا ان دو شخصوں کے رجوع کو اکثر لوگوں کا رجوع وتوبہ قرار دینا سفید جھوٹ نہیں ہے،تو پھر سفید جھوٹ کس کو کہتے ہیں

اس کے جواب میں اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ اس فتوی تکفیر پر مہر کرنے والوں میں سے عالم مستند یہی دو صاحب تھے، باقی جس قدر لوگ ہیں وہ ان دو کے مقابلہ میں ہیچ، گویا وہ عالم ہی نہیں ہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فتوی پر مہر کرنے والے اور قادیانی کو اب تک کافر و مرتد سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو ان رجوع کرنے والوں کے استاد ہیں۔حافظ عظیم بخش کے استاد مولوی محمد اسحاق مفتی شہر پٹیالہ، مولوی حافظ غلام مرتضی خان، مولوی غلام محمد، مولوی شیخ کرامت اللہ وغیرہ ہیں۔اور میاں برہان الدین جہلمی کے استاد حضرت شیخنا وشیخ الکل مفتی واستاد العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، وغیرہ ہیں۔اور اگر یہ حضرات عالم مستند نہیں تو پھر ان کے وہ دونوں شاگرد جن کو مرزا قادیانی علماء مستند سمجھتا ہے، کیونکر عالم ہو گئے؟

قطع نظر اس سے فتوی کو پڑھنے والے اور ان علماء ہندوستان و پنجاب کو جن کی اس فتوی پر مہریں اور دستخط ہیں، جاننے والے، اور عظیم پٹیالوی و برہان جہلمی کو پہچاننے والے، خود اس امر کا فیصلہ کرلیں گے کہ عالم مستند کون ہے۔ یہ دونوں، یا وہ جماعت۔ اس بات میں قادیانی کی کون مانتا ہے اور نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ شائد یہاں کوئی شخص یہ سوال کرے اور کہے کہ اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا اور مان لیا کہ قادیانی کا اکثر مہر کرنے والوں سے رجوع وتوبہ کا دعوی تو سفید جھوٹ اور محض افتراء ہے، مگر اس بیان سے ان دونوں کا رجوع تو ثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا ان دونوں کا رجوع کرنا اس فتوی میں ضعف پیدا نہیں کرتا، اور ان دونوں نے رجوع کیا، تو کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے پہلے شخص حافظ عظیم بخش کے رجوع کی وجہ تو اس کے خط میں پائی جاتی ہے جس کو قادیانی نے اپنے نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ میں نقل کیا ہے۔ اس خط میں اس نے قادیانی کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

غریب نواز پٹیالہ سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سکنائے بلدہ نے مجھ کو نہایت تنگ کیا یہاں تک کہ مساجد میں نماز ادا کرنے سے بند کیا گیا۔ میں نے اپنے بعض دوستوں کا ناحق الزام دور کرنے کیلئے یہ لکھ دیا کہ میرا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور انکار ختم نبوت اور وجود ملائکہ اور معجزات انبیاء و لیلۃ القدر وغیرہ کو موجب کفر والحاد سمجھتا ہوں۔ وہی تحریر مولوی محمد حسین نے لیکر اپنے کفر نامہ میں، جو آپ کیلئے تیار کیا تھا، درج کر دی۔ میں نے خبر پا کر مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا کہ جو میری طرف سے فتوی پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے۔ مولوی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں بھیجا، پیچھے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا نام مکفرین کے زمرہ میں چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔

اس بیان میں حافظ عظیم بخش کا صاف اظہار ہے کہ اس نے فتوی پر وہ عبارت تو لکھوائی تھی مگر از راہ تقیہ یعنی لوگوں سے ڈر کر، اور مسجدوں سے نکالے جانے کے سبب لکھوائی تھی، اور درحقیقت وہ قادیانی کے عقاید کفریہ کا (جس کو فتوی میں کفر قرار دے چکا ہے) معتقد تھا۔ ان کفریات کا وہ اب معتقد نہیں بلکہ پہلے ہی سے تھا اور دل سے اس کفر پر قائم رہا ہے۔ اب ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ایسے منافق کی نہ تو تائید وتصدیق سے فتوی کو قو

ت پہنچ سکتی ہے، نہ اس کے رجوع سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

وہ فتوی خاکسار نے اپنے بعض احباب اہل پٹیالہ کے پاس دستخطوں اور مواہیر علماء کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے جس شخص سے اپنے خیال میں اس پر دستخط وتصدیق کرانا مناسب سمجھا، اس سے دستخط کرا کے میرے پاس بھیج دیا اور ویسا ہی وہ چھپ گیا۔ اور اگر خاکسار خود پٹیالہ میں ہوتا اور حافظ کا یہ حال کہ، اس نے تقیہ سے اور ڈر کر فتوی کی تصدیق میں کچھ لکھوانا چاہا ہے، معلوم کرتا تو اس سے کچھ نہ لکھواتا اور اگر لکھے جانے کے بعد اور چھپنے سے پہلے علم ہوتا تو اس کا نام فتوی سے کاٹ دیتا۔

حافظ عظیم بخش نے جو لکھا ہے کہ میں نے مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ جو میری طرف سے فتوی کفر پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے، یہ محض کذب ہے۔ واللہ باللہ ثم تاللہ حافظ کا کوئی خط میرے پاس نہیں پہنچا۔ پہنچتا تو میں اس کا نام حرف غلط کی طرح فوراً مٹا دیتا۔

دوسرے صاحب میاں برہان الدین جہلمی کے رجوع کی وجہ بھی ان ہی کی زبان سے بیان ہو چکی ہے جب آپ اخیر دسمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کے منذر الہام بحق خاکسار کی سفارت میں بشمولیت ڈیپوٹیشن بٹالہ آئے، تو پہلے رات کے وقت آپ اکیلے خاکسار کے مکان پر پہنچے اور دودھ روٹی تناول فرما کر باعث ممنونیت خاکسار ہوئے۔ اس وقت خاکسار نے اس رجوع کا سبب ان سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا ہوں: میں مخبوط الحواس ہوں، میری رجوع سے آپکا (کیا) نقصان ہے۔ ہر چند میں نے علمی باتوں، اور مسائل کا سلسلہ ہلایا، اور آپ سے ان کا جواب بہت اصرار کے ساتھ طلب کیا، مگر آپ نے بجز اظہار اسی مخبوط الحواسی اور کمزوری دماغ کے کوئی جواب نہ دیا، اور نہ اس رجوع کی اور کوئی وجہ بیان کی۔ اس وجہ پر ہمارا بھی صاد ہے۔..

میاں برہان الدین جہلم اور اس کے اطراف میں لوگوں کو قرآن اور بعض کتب حدیث کا ترجمہ سنایا کرتا تھا، اور وہ لوگ اسے عالم سمجھتے تھے۔ اب وہ لوگ اس کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ جہاں وہ ایسے اتباع میں جاتا ہے ذلت اٹھاتا ہے۔ اس مقام میں بطور تمثیل ایک جگہ کے بیان اتباع برہان کی تفصیل کی جاتی ہے۔

موضع ہنجانوالی ضلع گوجرانوالا میں آپ ہر سال جایا کرتے تھے۔ وہاں کے مسلمان خصوصاً چودھری امام الدین نمبردار آپ کی خدمت وتواضع کیا کرتے۔ فتوی سے رجوع کرنے کے بعد آپ ہنجانوالی میں پہنچے

اور چودھری صاحب کوسلام علیکم کہا، تو انہوں نے جواب نہ دیا اور یہ کہا کہ بس اور کچھ نہ بولنا، اور زبان کو سنبھال کر رکھنا (یعنی مزاج پرسی بطور اخوت اسلامی یا کچھ وعظ ونصیحت نہ کرنا)۔نماز کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے میاں برہان کو پیچھے رکھا اور خود امام بن گئے۔میاں برہان نے ان کا اقتداء کیا، تو وہ بھی اجازت لے کر، اور یہ کہہ کر کہ اگر میرا مقتدی بن جانا مفسد جماعت نہ ہو تو میں مقتدی بن جاؤں۔نہیں تو نہیں۔رات کو کھانے کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے خود کھانے کو نہ پوچھا۔ان کا کوئی متعلق کھانا لے کر آیا، جس پر میاں برہان نے کہا کہ اگر یہ کھانا چودھری نے بھجوایا ہے تو میں کھاؤنگا، ورنہ نہیں۔اس شخص نے جواب دیا کہ چودھری نے تو یہ کھانا نہیں بھجوایا۔تو آپ نے کھانا نہ کھایا اور..(صبح) تڑکے ہی وہاں سے بلا ملاقات کوچ کیا۔

ہماری ان باتوں اور جوابوں کو قادیانی کے اتباع مانیں خواہ نہ مانیں، ان کو یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قادیانی نے اس خط مندرجہ نور افشاں ۲۔جون ۱۸۹۳ء میں جو لکھا ہے کہ فتوی پر مہر کرنے والوں سے اکثر علماء نے رجوع کر لیا ہے، یہ سفید جھوٹ ہے۔اور رجوع کرنے والے یہی دو شخص، عظیم و برہان ہیں، جو اقل قلیل ہیں، نہ اکثر۔

قادیانی نے اس دروغ گوئی میں یہ جرأت کی تو اس کے خلیفوں اور مریدوں نے اس کو اور بھی وسعت دی اور وہ جابجا کہتے پھرتے ہیں کہ اس فتوی پر مہر کرنے والوں میں سے فلاں فلاں مولوی نے رجوع کر لیا ہے بلکہ فلاں فلاں مولوی صاحب نے مہر بھی نہ کی تھی۔ابوسعید محمد حسین نے ان کی مہر از خود لگا دی ہے۔اور اس کے فلاں فلاں دوست اس فتوی کے سبب اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور اب لوگ ان کا رسالہ خرید نہیں کرتے۔ و علی هذا القیاس

ان اراجیف کو شائع کرنے والے اس کے بڑے بڑے برگزیدہ خلیفہ وحواری ہیں اور اس سے وہ اپنے رہے سہے پیروان اور نادان مذبذبوں کو اپنے جھوٹے مذہب پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔انہوں نے جب دیکھا کہ فتوی کا اثر ایسا وسیع ہو گیا ہے کہ بہت سے مخلص اتباع قادیانی نے اس فتوی کو دیکھ کر قادیانی کو چھوڑ دیا اور کافر سمجھ لیا ہے تو ان کو بہ تقلید اس دروغگوئی قادیانی یہ سوجھا کہ اس فتوی کے اثر کو ان اراجیف سے کم کریں اور باقی ماندہ دام افتادوں اور ناواقف نئے پھنسنے والوں کو یوں پھنسائے رکھیں۔

ازانجملہ ایک خلیفہ قادیانی کی اس کاروائی کا ذکر اس مقام میں کیا جاتا ہے۔ وہ خلیفہ میر حامد صاحب سیالکوٹی ہیں جن کی تعریف میں قادیانی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ میں کہا ہے:

جس قدر خدا تعالی نے شعر وسخن میں ان کو قوت بیان دی ہے وہ رسالہ فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق و اخلاص ومحبت ظاہر ہیں۔ ان کا جوش سے بھرا ہوا اخلاص اور ان کی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتے ہیں میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔

اور انہوں نے مرزا قادیانی کی تائید میں نظم قول فصیح، قول فیصل وغیرہ رسائل لکھے ہیں.. اور دھوکہ دہی وافترا پردازی میں قادیانی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے حافظ یعقوب مدہوش ساکن دیرہ دون کے نام ایک خط لکھا ہے جس کا وہ حصہ جو خاکسار کے متعلق ہے نقل کیا جاتا ہے:

مکرمی معظمی اخویم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ... آپ کا کارڈ ملا۔ حضرت مخالفین کا آپ کیا پوچھتے ہو۔ ذلت رسوائی۔ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے۔ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، اب تو اسے کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ تازہ واقع لودھیانہ کا سنیئے۔ مولوی محمد حسن لودھیانوی کو جو رؤسائے شہر میں سے ایک نامی آدمی ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ان کے پاس بہت سے مولوی لدھیانہ کے جمع ہوکر گئے (یہ ان دنوں کی بات ہے جب مباہلہ کا اشتہار مرزا نے دیا تھا) اور کہا کہ اب یہ مباہلہ کا اشتہار آیا ہے، کیا صلاح ہے۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں صلاح کیسی، جو مکفرین مرزا ہیں ان کو انہوں نے بلایا ہے، وہ جانیں، میں تو مکفر نہیں، اسلئے یہ خطاب مجھے نہیں ہے۔ سب مولوی صاحبان نے یک زبان ہوکر کہا کہ کافر تو ہم بھی نہیں کہتے۔ ان میں سے سعد اللہ نومسلم نے، جو شرک کا مادہ ابھی تک اپنے اندر رکھتا ہے، مولوی محمد حسن کو کہا کہ آپ کی طرف سے فتوی کفر میں آپ کا نام موجود ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں مکفرین میں نہیں ہوں۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ محمد حسین بٹالوی نے میرا نام ازخود لکھ دیا ہے، حالانکہ میں نے اس کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام ہرگز نہ لکھنا، میں کافر نہیں کہتا۔ اس واقع کی اطلاع سعد اللہ نے یا کسی اور نے محمد حسین کو لکھی کہ اب تو لودھیانہ کے لوگ بھی مرزا صاحب کی طرف توجہ کرتے جاتے ہیں اور مولوی محمد حسن کا واقعہ بھی لکھا۔ اس خط

کے پہنچنے پر محمد حسین نے بٹالہ سے ایک خط بدریافت اس امر کے مولوی محمد حسن کو بھیجا۔اس خط کا جواب مولوی محمد حسن رئیس لودیانہ نے کچھ نہ دیا۔اب تھوڑے دن ہوئے کہ مولوی محمد حسین خود وہاں پہنچا مگر بدستور سابق نہ تو کسی نے پیشوائی کی اور نہ اترنے کے کیلئے محمد حسن نے کوئی سامان کیا۔ بے چارہ خود سٹیشن سے اتر کر کس مپرسوں کی طرح وارد شہر ہوا۔ایسی بے رخی اور عدم توجہی دیکھ کر اس نے محمد حسن سے ملنے کی جرأت نہ کی۔اگر چہ لوگوں نے بہتیرا کہا کہ گھر پر انکے پاس چلو(اس نے کہا میں)مسجد میں ان سے مل لوں گا چنانچہ مسجد میں بعد فراغت نماز عام مجمع میں جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی،مولوی محمد حسن صاحب لودھانوی سے: آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا؟

محمد حسن: میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

بٹالوی: کیوں آپ نے کفر مرزا صاحب سے انکار کیا ہے۔

محمد حسن: میں نے پہلے ہی بذریعہ خط، جو تمہارے نام لکھا تھا، انکار کر دیا۔

آخر میں بہت سی گفتگو کے بعد مولوی محمد حسن نے کہا،سنو مولوی صاحب! مجھ کو بہت سے مسائل میں مرزا صاحب کے ساتھ اتفاق ہو گیا ہے صرف چند ایک مسائل رہ گئے ہیں جن کو میں نہیں سمجھا۔مگر تم یہ تو کہو کہ ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جمع ہو کر اور سب کچھ واہی تباہی گفتگو کرنے کی بابت عام غنڈوں تک کو بھی اجازت تھی مگر یہ بات عام مشہور ہے کہ لام کاف یعنی لعنت اور کافر کہنے کی غنڈوں تک کو ممانعت تھی۔اب افسوس ہے کہ بڑے بڑے مولوی آپ جیسے اس لعنت بازی اور کفر بازی پر تل گئے۔حیف ہے۔ یہ تو فرمایئے کیا مرزا صاحب آیت یا حدیث پیش نہیں کرتے۔کوئی خاص بات بھی مرزا صاحب ایسی کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی آیت یا حدیث یا قول سلف نہ لاویں، پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے دلائل کو رد کر دیا جائے؟ اگر وہی معنی سچے ہوں جو وہ کرتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہو گا۔میں تو اب اس ضد سے دست بردار ہوتا ہوں۔اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایسا خاموش ہوا کہ سارے مجمع کے سامنے اس سے کچھ بن نہ پڑا اور کہا تو اتنا کہ میں اشاعۃ السنہ میں چھاپ دونگا کہ مسلمانوں کے تین فرقے یعنی بدعتی،اہل سنت جماعت اور غیر مقلد مشہور تھے وہ بھی بگڑ گئے۔مولوی محمد حسن نے کہا جاؤ تمہارا اختیار ہے جو چاہو بکتے پھرو۔پھر اس گفتگو کے بعد

مولوی محمد حسین لدھیانہ میں نہیں ٹھہرا اور سب لوگوں کی طرف سے بے توجہی کے آثار دیکھ کر بوریا بدھنا سنبھال کر واپس ہوا.. عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے.. خاکسار حامد سیالکوٹی۔ یکم جنوری ۱۸۹۴ء

اس خط میں حامد سیالکوٹی نے از سر تا پا کذب سے کام لیا ہے اور.. یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے لہذا اس خط کے سراسر کذب ہونے سے یہ ثابت ہوگا کہ مرزا قادیانی بھی ایسے ہی کذاب ہیں اور کذب خلیفہ صاحب کا اسی کذب قادیانی کا اثر ہے جو ان کے خط مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں پایا جاتا ہے، اور یہ اسی درخت کا پھل ہے۔

خلیفہ صاحب سیالکوٹی نے جو یہ فرمایا ہے کہ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے، اس سے اگر کوئی ایسی دینی حالت (جس کا اثر آخرت میں ظاہر ہوگا) مراد ہے تو میں اس کے مقابلہ کوئی اپنی حالت ایمانی یا علمی ظاہر نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قدر کہنے کی قرآن کی اس آیت و امّا بنعمة ربك فحدّث میں اجازت پاتا ہوں کہ خدا تعالی نے اس قطرہ آب و مشت خاک پر اس سال وہ انعام و اکرام کئے ہیں کہ اگر مجھے روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا کی دولت حاصل ہو جاتی تو اس سے مجھے اس قدر فرحت و مسرت حاصل نہ ہوتی جس قدر ان انعامات الٰہی سے ہوئی ہے۔

از انجملہ ایک انعام دولت لازوال حفظ قرآن مجید فرقان حمید ہے کہ میری اس پنجاہ و سہ سالہ عمر میں اور میری اس کثرت اشتغال و قلت فرصت کے ساتھ خدا تعالی نے محض اپنے فضل و کرم سے، من غیر حولٍ مّنی و لا قوة ،اس عاجز ناتواں کو عطا فرمائی۔ اٹھارہ سیپارہ عاجز حفظ کر چکا ہے اور ۱۲ سیپارہ کے حفظ کی عنقریب خدا کے فضل سے امید رکھتا ہے (بعد میں اشاعت السنہ جلد ۱۶ کے ٹائٹل پر شیخ الاسلام بٹالوی مرحوم نے لکھا: خدا کے محض فضل و توفیق سے اس عاجز خادم قرآن نے حفظ قرآن مجید ماہ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ختم کر لیا ہے۔ اس رمضان المبارک کی تراویح میں سنایا جائے گا۔ بہاء)

اگر اس حالت سے دنیاوی حالت خلیفہ صاحب کی مراد ہے تو میں صاف اور برملا کہتا ہوں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے کیونکہ دنیاوی حالت غالباً مال اولاد عزت صحت سے دیکھی جاتی ہے اور میں محض خدا کے فضل وکرم سے، من غیر حولٍ منّی ولا قوّة، اپنے ان حالات میں اس سال یا اس سے پہلے کئی

سالوں سے کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں۔ اور اس پر خدا تعالی کا شکر بجالاتا ہوں۔ پس اگر اس دنیاوی حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد آمدنی زر ہے، تو خدا کے فضل وکرم سے میری سالانہ آمدنی اس سال کی بھی قادیانی کی جائز آمدنی سے کئی حصہ بڑھ کر ہے۔ ہاں قادیانی کی ناجائز آمدنی (جس کو وہ جھوٹے دعوی مسیحائی کے ذریعہ کمار ہا ہے) مجھ سے زائد ہے۔ مگر ناجائز آمدنی کئی برے پیشہ والوں کی قادیانی سے بڑھ کر ہے اگر اس پر خلیفہ صاحب فخر کرتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں میری آمدنی کو کم کہتے ہیں تو وہ لائق فخر نہیں بلکہ محل شرم ہے۔

اور اگر اس سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت کثرت اولاد ہے تو میری اس حالت میں بھی خدا کے فضل وکرم سے قادیانی کی نسبت کمی نہیں۔ اس سال بھی خدا تعالی نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جیسا کہ سال گزشتہ میں، اور اس سے پہلے کئی سالوں سے یہ سلسلہ انعام جاری ہے اور اس وقت خدا کے فضل وکرم سے میں ابوالعشر ہوں۔ قادیانی صاحب اپنی منسوخ اولاد کو (جن کو عاق کر چکے ہیں) ملا کر بھی بمشکل میرے نصف کو پہنچیں گے۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد اعیان قوم واخوان اہل اسلام میں عزت مراد ہے، تو اس میں بھی خدا کے فضل وکرم سے من غير حولٍ مّني ولا قوة کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں۔ پہلے تو میری خداداد عزت خاص کر اس فرقہ اہل اسلام میں تھی جس کا میں خادم ووکیل ہوں، اعنی فرقہ اہل حدیث۔ اور جب سے قادیانی کا ردّ ومقابلہ شروع کیا ہے تب سے وہ خداداد عزت اہل اسلام کے دیگر فرقوں حنفیہ وغیرہ میں بھی ہوگئی ہے۔ وہ سب کے سب اس خدمت اسلام کے سبب میری توقیر کرتے ہیں۔ اس پر خلیفہ صاحب یا ان کے اس جھوٹ کے دھوکہ میں آجانے والوں کو کچھ شک ہو تو ایک محضر نامہ خاکسار تیار کرتا ہے جس پر ہزارہا اہل اسلام مختلف فرقوں کی شہادات ثبت ہونگی کہ ابوسعید محمد حسین ہمارے دین اسلام کا خادم ہے اور اس وجہ سے وہ ہماری نظروں میں ایسا عزیز ہے۔ اس کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب یا اور معتقدین قادیانی ایک ایسا محضر تیار کرادیں جس پر ان کو اچھا جاننے والے اور ان کی عزت کرنے والوں کی شہادتیں ثبت ہوں پھر دونوں جانب کی شہادتوں میں موازنہ کریں اور دیکھیں کہ قوم کی نظروں میں کون عزت رکھتا ہے۔

یہ نہ ہوسکے تو لاہور یا کسی اور صدر مقام میں ایک جلسہ عام کریں اور اس میں فریقین اپنے اعزاز اور قدر کرنے والوں کو بلاویں پھر دیکھیں کثرت کس طرف نکلتی ہے۔

اور اگر قادیانی صاحب یا ان کے خلیفہ سیالکوٹی اخوان اہل اسلام کی عزت اور ان کی شہادت کو اس عزت کی مثبت نہیں سمجھتے تو گورنمنٹ اور اسکے اعلی عہدہ داروں کی شہادت سے فیصلہ کر لیں۔ یہ خاکسار و بے مقدار اس خداداد عزت کی شہادت میں وائسراؤں لفٹننٹ گورنروں، کمانڈران چیف وغیرہ اعلی عہدہ داران گورنمنٹ کی چٹھیات پیش کرے گا۔ قادیانی صاحب کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی ایک چٹھی پیش کریں جس سے اس کا ذاتی اعزاز ثابت ہو۔ اپنے والد مرزا غلام مرتضی کے نام کی کوئی چٹھی پیش کریں گے تو وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی متصور نہ ہوگی اور اسکے مقابلہ میں ادھر سے بھی کوئی چٹھی ویسی ہی پیش کی جاوے گی جس سے حکام وقت کا ہمارے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ کی عزت کرنا اور ان کو درباروں میں بلانا ثابت ہو۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت صحت وتوانائی ہے، تو اس میں بھی خاکسار کمی نہیں پاتا، بلکہ خدا کے محض فضل وکرم سے قادیانی کی نسبت ترقی پاتا ہے۔ اس عاجز کی صحت عموماً اچھی رہتی ہے۔ امراض شدیدہ میں خاکسار کم مبتلا ہوتا ہے، ۱۸۸۴ء میں بمقام لودھیانہ بخار شدید میں مبتلا ہوا تھا، پھر ۱۸۹۱ء میں بمقام لاہور۔ ہاں خفیف امراض زکام، نزلہ وغیرہ کبھی کبھی عارض ہوتے ہیں جن میں خاکسار اپنے کاروبار خصوصاً ردّ قادیانی سے بے کار نہیں ہوتا۔ اور اس کے مقابلہ میں حضرت قادیانی صاحب ہمیشہ ایسے امراض شدیدہ میں مبتلا رہتے ہیں جوان کو بیکار کر دیتے ہیں اور موت کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور ایک مرض اختناق الرحم تو ان کو لازم ہو گیا ہے (ناظرین تعجب کریں گے کہ قادیانی صاحب مرد، ان کو یہ رحمی مرض کیسا؟ حضرات اسکی وجہ آپ ان ہی سے پوچھئے۔ اس مرض کا حال آپ نے خود مجھے بتایا تھا، پھر اس پر تبسم فرمایا۔ شاید بطور کرامت وخرق عادت آپ کے اندر رحم بھی ہو اور بشیر موعود اسی سے متولد ہو) اس دائم المرض ہونے کی نظر سے رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ میں آپکے حق میں یہ اشعار لکھے گئے تھے

آں کس کہ خود ضعیف ومرض لاغری کند　　ہم دعوی مسیحی وپیغمبری کند

خوش گفت بذلہ سنج کہن سال روزگار　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے بے زار ہے　　مژدہ باداے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے

توانائی کا مقابلہ کرنا ہو تو خلیفہ صاحب، مرزا قادیانی کا خاکسار سے مقابلہ کرا لیں۔ وہ تو دو قوتوں جسمانی اور روحانی کے مدعی ہیں۔ خاکسار اپنی ایک خداداد قوت جسمانی سے ان سے وہ معاملہ کرے گا جو

آنحضرت ﷺ نے رکانہ سے کیا تھا، جس کا اجمال نسیم الریاض شرح شفا عیاض میں ہے اور تفصیل اخبار نور علی نور کے نمبر ۲۴ جلد ا کے صفحہ ۲ میں ہے۔

ان کیفیات وحالات اربعہ کے سوا کسی اور حالت میں خلیفہ صاحب کو خاکسار کی کمی کا دعوی ہے تو اس کو پیش کر کے اس کا ثبوت دیں۔ اور اگر اس مضمون کو پڑھ کر وہ اس کے جواب میں کچھ نہ کہیں، تو ناظرین خصوصاً دیرہ دون کے ساکنین متر ددین یقیناً جان لیں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے جس سے وہ اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اپنے مذہب باطل پر جمائے رکھنا چاہتے ہیں۔

اسی غرضِ خلیفہ قادیانی کے باطل و بے کار کرنے کے لئے یہ حالات بیان ہوئے ہیں ورنہ خدا گواہ ہے، و کفی باللہ شھیداً، خاکسار کو اپنی کسی حالت پر فخر نہیں اور نہ یہ فخر میری تمام عمر کی عادت ہے۔ قادیانی اور اس کے خلیفوں نے اس قسم کے اراجیف (جھوٹی خبروں) کو شائع کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اور اس کا اثر بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تب خاکسار نے مجبور ہو کر اس تفصیل حالات کی طرف رجوع کیا۔

اس فقرہ کے بعد جو خلیفہ صاحب نے یہ فقرہ فرمایا ہے کہ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میرے ایک پرانے دوست نے بھی مجھے نہیں چھوڑا، اور بہت سے نئے دوست پیدا ہو گئے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو انسانی شرم یا پرائی غیرت ہے تو کم سے کم ایک ایسا شخص بتادیں جو میرا دوست ہو اور اس نے مجھے زمانہ مخالفت قادیانی سے اس وقت تک چھوڑا ہو۔ اگر وہ لاہور کے کسی شخص کا نام پیش کریں تو اس میں دو شرطوں کا لحاظ کر لیں ایک یہ کہ وہ شخص مرزائی نہ ہو۔ اور اگر وہ کسی مرزائی کو پیش کریں گے تو میں یہ ثابت کرونگا کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا بلکہ میں نے اس کو چھوڑا۔ میں بحکم فتوی علماء پنجاب و ہندوستان اس کو ابتداً سلام نہیں کرتا اور اگر وہ مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا جواب (جو مسلمان کا حق ہے) نہیں دیتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا مجھے چھوڑنا زمانہ مخالفت قادیانی سے ہو۔ اور اگر وہ کسی ایسے شخص کو پیش کریں گے جس کو میں نے خود مخالفت قادیانی سے کئی سال پہلے اس کے شتر بے مہار ہو جانے اور جاہل ہو کر مجتہد بن جانے کے سبب چھوڑ رکھا ہو، تو اس سے ان کو ندامت اٹھانی پڑے گی۔

اور جو اس کے بعد خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، یہ مغالطہ

آمیز جھوٹ ہے۔اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ اشاعۃ السنہ کا نکلنا مخالفت قادیانی کے سبب اب معرض التواء میں پڑ گیا ہے اور یہ محض کذب ہے۔رسالہ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۱ء سے (جب وہ کمیشن تعلیم کی شہادت میں مصروف ہوا تھا) دیر سے نکلتا ہے۔سب سے پہلا اس کا پرچہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ مخالفت قادیانی میں جب نکلا تو اس وقت اس پرچہ کے ساتھ چھ اور پرچے، اور جس میں مسائل سود وغیرہ کی بحث تھی، دیر سے نکلے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں ۱۳ پرچے جس میں فتوی وغیرہ مضامین اکٹھے نکلے۔اس کے بعد ۱۶ پرچے، جن میں قادیانی کے وساوس کا جواب ہے، اکٹھے نکلے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دیر وتوقف تازہ اور قادیانی کرامت کا نتیجہ نہیں جیسا کہ خلیفہ صاحب نے جتایا ہے

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اب تو اسے کوئی خریدتا بھی نہیں، بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اسکا جھوٹ ہونا خود اس کے مضمون سے ثابت ہے۔اس مضمون کا پہلا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب اس کا خریدار کوئی نہیں۔ دوسرا فقرہ کہہ رہا ہے اکثر خریداروں نے جواب دے دیا ہے مگر بعض ہنوز خریدار ہیں، جو پہلے فقرہ کا صریح مکذب ہے۔ قطع نظر اس کے یہ امر واقع کے بھی بر خلاف ہے۔

سال گزشتہ میں خریداران اشاعۃ السنہ میں سے صرف تین شخص ہیں جنہوں نے خریداری اشاعۃ السنہ کو قادیانی کی مخالفت کے سبب موقوف کیا ہے۔ایک غلام علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست تحصیل حافظ آباد اور دوسرے منشی ناصر نواب خسر دوم قادیانی۔ تیسرے ایک اور منشی صاحب جو ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ان تین کے سوا کسی اور شخص کا خلیفہ صاحب نام بتا دیں تو، فی نام پانچ روپیہ انعام لیں۔ نہ بتا سکیں تو اس افتراء کو ندامت کے ساتھ واپس لیں (غلام علی مدت سے مرزائی مشہور ہیں، منشی ناصر نواب توبہ کے بعد پھر مرزائی ہوئے ہیں، منشی صاحب سکرٹری چھپے مرزائی ہیں جن کے مرزائی ہونے پر تین دلائل ہیں۔اول: یہ کہ وہ مطالعہ رسائل قادیانی کے اثر سے اس کا یہ مسئلہ مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں جو قادیانی کے جملہ کفریات کا اصل اصول ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ انہوں نے قادیانی کے ازالہ اوہام کی فروخت واشاعت میں خوب سعی کی۔ پہلے تو انہوں نے انجمن کے مکان میں اس کو لاکر رکھا تھا مگر جب راشد ممبران انجمن نے اس پر اعتراض کیا تو اس کو اپنے گھر میں لے جا رکھا اور فروخت کیا۔ تیسری دلیل یہ کہ انہوں نے ایک کھلے حواری اور خلیفہ خاص قادیانی کو انجمن کے واعظوں میں نوکر رکھا، مگر لوگوں کی دہن بندی کیلئے اس سے شرط کرلی کہ وہ اپنے دورہ وعظ میں قادیانی کے خیالات کی اشاعت نہ کرے ۔اور چونکہ یہ شرط ناممکن الوفا تھی اور اپنے خیالات کی اشاعت کسی سے ترک نہیں ہو سکتی، لہذا واعظ مذکور جہاں گیا بٹالہ، فتح گڈھ، پسرور

وغیرہ، وہاں اس نے خیالات قادیانی کی تبلیغ واشاعت کی۔اس کی اس خلاف ورزی پر خاکسار نے اپنی خاص تحریر کے ذریعہ سے منشی صاحب سکرٹری کو اطلاع دی اور اسکے ساتھ بعض علماء فتح گڈھ کی تحریری شہادت بھی ارسال کی، تو منشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کی اس تحریر اور اس شہادت کو نظر توجہ سے نہ دیکھا۔اور اس مرزائی کو اس عہدہ سے موقوف نہ کیا۔اور میری تحریر کا یہ گستاخانہ جواب دیا کہ آپ کی تحریر داخل دفتر ہوگئی ہے یعنی ڈسمس۔، آخر جب اس واعظ پر ایک عورت کے اغوا کا الزام قائم ہوا۔اور اس الزام کو بعض راشد ممبران انجمن نے پرائیویٹلی (privately) تحقیق سے ثابت کر دیا تو منشی جی کو مجبور ہو کر اس واعظ کو موقوف کرنا پڑا۔منشی جی کے ان خیالات وحرکات کے سبب خاکسار نے ان کو اپنے تلامذہ اور احباب کے زمرہ سے خارج کر دیا۔اور ایک معاملہ متعلقہ انجمن میں ان کو خط لکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں سلام مسنون نہ لکھا۔اس پر منشی جی ۲۷دسمبر۱۸۹۳ءکو ملے تو شاکی ومستفسر ہوئے کہ کیا اعتقاد وفات مسیح کے سبب میں کافر خارج از اسلام ہو گیا ہوں کہ مجھے سلام مسنون سے یاد نہیں کیا گیا۔اس کا جواب ان کو اسی وقت یہ دیا گیا کہ اگر چہ صرف اعتقاد وفات مسیح مطلقاً موجب کفر وخروج از اسلام نہیں ہے، مگر جن اصول ولوازم سے قادیانی نے وفات مسیح کا اعتقاد ظاہر کیا ہے ان کا مان لینا بے شک کفر، اور اسلام سے خارج ہونیوالا اعتقاد ہے۔، اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب مجھ کو چھوڑنے والے دوستوں میں سے منشی صاحب سکرٹری کو پیش کریں گے تو اپنا دعوی ثابت نہ کرسکیں گے کیونکہ منشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کو نہیں چھوڑا، بلکہ خاکسار نے ان کو مرزائی سمجھ کر چھوڑا ہے۔محمد حسین)

اس دروغ خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں یہ کہنا بھی بے موقع نہیں ہے کہ سال گزشتہ میں پچھلے سالوں کی نسبت بہت سے نئے خریدار پیدا ہو گئے ہیں۔خلیفہ صاحب چاہیں گے تو ہم ان کے نام بھی شائع کر دیں گے اور باوجو دیکہ اخباروں میں ہمیشہ زیادتی خریداران کے ساتھ کمی بھی لائق رہتی ہے اور بیسیوں اخبار انکاری ہو کر واپس آتے ہیں، سال گزشتہ میں اشاعت السنہ کا ایک پرچہ بھی کسی خریدار نے بجز ان تین مرزائیوں کے واپس نہیں کیا۔یہ اشاعۃ السنہ کی ہردلعزیزی پر قوی دلیل ہے اور یہ محض تائید غیبی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اشاعۃ السنہ ماہوار رسالہ ہے مگر سال سال کے بعد اکٹھا نکلتا ہے، تب بھی خریداران قدر شناس اسکو نعمت الٰہی سمجھ کر بسر وچشم قبول کرتے اور اس کو عید کا چاند سمجھ کر شوق سے دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے لودھیانہ کا واقعہ اور مباہلہ کے متعلق مولوی محمد حسن اور منشی سعد اللہ کی گفتگو نقل کی ہے اس کی مفصل کیفیت ناظرین مولوی محمد حسن سے پوچھیں۔مولوی محمد حسن نے یا کسی اور دوست نے لودھیانہ سے ہم کو اس کی تفصیل سے اطلاع نہیں دی۔ہم کو جو اس میں سفید جھوٹ نظر آرہے ہیں اس سے ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ خطاب (یعنی مباہلہ کا) مجھ سے نہیں ہے۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا قادیانی کے اعلان مباہلہ مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار سے ثابت ہوتا ہے اس میں صاف درج ہے کہ مولوی محمد حسن بھی اس مباہلہ میں قادیانی کے مخاطب تھے اور یہ اعلان انکے پاس بھی بھیجا گیا تھا۔ اصل عبارت اعلان مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار یہ ہے:

تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ بجے تک عیسائیوں سے دربارہ حقیت اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اسلئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں، دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذی قعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذی قعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہوسکیں جیسے محی الدین لکھووالے اور مولوی عبد الجبار اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لودہیانہ اور عبد العزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور پیر حیدر شاہ اور حافظ عبد المنان وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین اور مولوی مشتاق احمد مدرس ہائی سکول لدھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد علی واعظ ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں... اتمام حجت کیلئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہو

گئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں والسّلام علی من اتّبع الھدی ۔المشتہر مرزا غلام احمد۔۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

اس خط کو لکھنے اور اس میں یہ جھوٹ درج کرنے کے وقت خلیفہ صاحب کو قادیانی کا یہ اعلان رسالہ سچائی کا اظہار بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد یاد نہ رہا۔ یا دیدہ دانستہ یہ جھوٹ بنایا۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو بجواب منشی سعد اللہ کے اس سوال کے کہ، آپ کی طرف سے فتوی کفر میں آپ کا نام موجود ہے، مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ مولوی محمد حسین نے میرا نام فتوی میں بطور خود لکھ دیا ہے حالانکہ میں نے ان کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا اصل فتوی کے ملاحظہ سے اور مولوی محمد حسن (لدھیانوی) سے دریافت کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے (مولوی محمد حسن نے اپنے خط دوم میں، جو آئندہ نقل ہوگا، ظاہر کیا ہے کہ اس فتوی پر دستخط میں نے خود کئے ہیں) اصل فتوی پر جو مولوی محمد حسن کی طرف سے عبارت وتصدیق مرقوم ہے وہ مولوی محمد حسن کی خاص قلم سے لکھی ہوئی ہے جس منصف مزاج ومتردد کو شک ہو وہ اصل فتوی ملاحظہ کرے اور مولوی محمد حسن سے بھی اس امر کو دریافت کرے۔

ازانجملہ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ اس گفتگو متعلق مباہلہ کا حال منشی سعد اللہ نے خاکسار کو لکھا اور خاکسار نے اس واقعہ کے متعلق کچھ مولوی محمد حسن کو لکھا اور اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ منشی سعد اللہ نے گفتگو متعلق مباہلہ سے مجھے اطلاع دی اور نہ میں نے مولوی محمد حسن کو مباہلہ کے متعلق کوئی بات لکھی اور نہ میرے لدھیانہ پہنچنے پر مباہلہ کی بابت میری ان کی گفتگو ہوئی۔ میں نے صرف یہ سنا تھا کہ مولوی محمد حسن، رسالہ تحذیر منشی محمد احسن امروہی کو دیکھ کر تکفیر قادیانی میں متوقف اور بعض مسائل میں قادیانی کے موافق ہو گئے ہیں۔ اس پر میں نے بواسطہ اپنے دوست منشی محمدی نقشہ نویس ان کے نام ایک خط بغرض دریافت حال لکھا تو منشی صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ خبر محض غلط ہے مولوی محمد حسن کسی مسئلہ میں قادیانی کے موافق نہیں۔ یہی بات مولوی محمد حسن نے لدھیانہ میں عندالملاقات خاکسار کو کہی اور یہی اپنے اس خط میں لکھی جو عنقریب منقول ہوگا۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے خاکسار کے لدھیانہ جانے اور مولوی محمد حسن کے مکان پر نہ پہنچنے اوران سے مسجد میں گفتگو کرنے اورآخر لدھیانہ سے ناراض ہوکر چلے آنے کی بابت قصہ نقل کیا ہے۔ یہ ازسرتاپا دروغ بے فروغ ہے۔خاکسار لدھیانہ پہنچا تو مولوی محمد حسن کے مکان پر ٹھہرا،اوروہ عادت قدیم کے مطابق خاکسار سے مدارات وتواضع کیساتھ پیش آتے رہے۔

اس امر کی تصدیق میں مولوی محمد حسن لدھیانوی کا خط نقل کیا جاتا ہے جو خلیفہ حامد کے خط کو دیکھ کر انہوں نے خاکسار کے نام ارسال کیا ہے۔لکھتے ہیں:

مخدوم ومکرم من السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔میر حامد سیالکوٹی کا خط میں نے دیکھا۔افسوس لوگ دشمنی اور عداوت کے مارے بہتان باندھتے ہیں اوراپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔میں مرزا غلام احمد کے ساتھ کسی ایک مسئلہ میں بھی متفق نہیں چہ جائے کہ میں اکثر مسائل میں متفق ہوگیا ہوں۔چند مسائل میں جو سمجھ نہیں آئے،صرف توقف ہے۔میں مرزا کے عقاید مستحدثہ کو ضلالت جانتا ہوں اوران کی تاویلوں کو تحریف۔چونکہ وہ مدعی اسلام ہیں اور شا ھدین علی انفسھم با لکفر کے زمرہ میں سے نہیں،اس لئے میں ان کو کافر نہیں کہتا۔

جناب لدھیانہ تشریف لائے بدستور قدیم خاکسار نے اور جملہ موحدین نے جناب کا اکرام کیا اور حاضر خدمت رہ کر سعادت اندوزی کرتے رہے۔میر حامد نے جو لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات صرف مسجد میں ہوئی تھی کیونکہ بے رخی دیکھ کر مولوی صاحب،محمد حسن کے مکان پر جانے کی جرأت نہ کر سکے، یہ صریح جھوٹ ہے۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر اور جواب خط کے بارہ میں مسجد میں ہرگز ہرگز گفتگو نہیں ہوئی جس کو ایک ذرہ عقل اور تمیز ہے وہ جان سکتا ہے کہ یہ قصہ سراسر بہتان وافتراء ہے۔بھلا دہلی کے شہدوں کی بات سند تھی جو میں گفتگو میں جناب کے روبرو پیش کرتا۔یہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کے کسی معتقد کے روبرو یہ ذکر کیا تھا کہ دہلی کے شہدے جب آخری جمعہ کا روزہ رکھتے تو نماز کیلئے بھی مسجد میں آتے۔اپنی پھکڑ بازی کی عادت تو نہ چھوڑ سکتے مگر اتنا التزام کرتے کہ بھیّا لام کاف نہیں کہنا۔مجھے تو نہ پہلے کسی سے ضد تھی اور نہ اب ہے

جو ضد کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اللہ کریم ان کو توفیق توبہ بخشے۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء لودہیانہ۔

خاکسار محمد حسن

اس خط میں میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن لدھیانوی نے جو باوصف تسلیم واظہار اس امر کے کہ قادیانی کے عقاید مستحدثہ ضلالت ہیں اس کو کافر کہنے سے توقف ظاہر کیا ہے یہی بعض اور علماء کی بھی جن کے فتوی تکفیر قادیانی پر دستخط ثبت ہیں، رائے ہے۔ چنانچہ فتوی کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس توقف کی وجہ ان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اگرچہ بعض عقائد مرزا قادیانی حد کفر تک پہنچ گئے ہیں مگر چونکہ وہ ان کی تاویل کرتا ہے اور تاویل کفر سے بچالیتی ہے لہذا وہ تکفیر سے بچ جاتا ہے۔ اور وہ ان مسائل کے سبب صرف گمراہ ومبتدع کہلانے کا مستحق ہے۔ اس وجہ توقف میں ان علماء نے اپنے قصور معلومات کی وجہ سے دھوکہ کھایا ہے۔ ان کو تاویل وتکفیر کے اس قانون پر پوری اطلاع نہیں ہے کہ تاویل جو تکفیر سے بچالیتی ہے وہ تاویل ہے جو مسائل محل ومحتمل تاویل میں ہو، اور جو تاویل ایسے مسائل میں ہو جو دین سے قطعاً وضرورۃً ثابت ہوں (جیسے حشر کو اموات کا جسموں سے اٹھایا جانا اور خدا تعالی کے علم وقدرت کا غیر محدود ہونا وغیرہ) وہ محل تاویل نہیں اور ان مسائل میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔ چنانچہ امام غزالی وغیرہ محققین اسلام کی تصانیف میں بیان ہوا ہے اور اسکا خلاصہ اشاعۃ السنہ کے مضمون التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ میں منقول ہوا ہے، اور انکی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ قادیانی ایسے ہی قطعی مسائل میں تاویل کرتا ہے۔ وہ نزول جبریل، ختم نبوت، وسعت قدرت خداوندی جیسے عقاید ومسائل میں جو دین اسلام میں قطعی تسلیم کئے جاتے ہیں تاویل کرتا ہے چنانچہ اس سے پہلے گذر چکا ہے

میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن نے جو اپنے توقف کی یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ قادیانی اپنے نفس پر خود کفر کی شہادت نہیں دیتا، یعنی وہ مدعی وملتزم کفر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس کا اثر ونشان کسی اور اہل علم کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ میرے عزیز دوست نے شاید کتب فقہ وحدیث وقرآن مجید میں زنادقہ اور منافقین کا حال اور حکم توجہ سے نہیں پڑھا کہ وہ باوصف ادعاء اسلام اور اظہار شعائر اسلام کافر قرار دیئے گئے اور ان سے وہ معاملات ہوئے جو کافروں سے ہوتے ہیں۔

میرے عزیز دوست اپنی اس وجہ پر نظر کریں گے اور زندیق کا حکم کتب فقہ اور صحیح بخاری میں ملاحظہ

کریں گے تو امید ہے کہ اس وجہ کو واپس لیں گے۔ دجال قادیانی باتفاق میجارٹی زندیق ہے، وہ اپنے کفر پر شہادت نہ دے گا، پھر کیا اس حیلہ سے بچ جائے گا؟ ہر گز نہیں۔

خط کے اخیر میں جو خلیفہ صاحب نے صوفی عبدالحق پر ایک شرارہ چھوڑ دیا اور یہ کہا ہے کہ عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق غزنوی کو امرتسر میں تھوڑے دن ہوئے ہیں، دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ جن اعیان اہل اسلام میں جس عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ان میں اسی عزت سے اب بھی دیکھے جاتے ہیں اور انکے متروک القوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خلیفہ صاحب اگر کہیں کہ ان کے مباہلہ کا کوئی اثر قادیانی پر ظاہر نہیں ہوا اس لئے ان کے ساتھی مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اثر بد کیا ہوگا کہ اس دن سے قادیانی پر چاروں طرف سے اہل اسلام کی لعنت وملامت کی زیادہ بوچھاڑ ہو رہی ہے اور عام مسلمان کہہ رہے ہیں کہ قادیانی نے عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو کھو دیا اور عیسائیوں کو دلیر کر دیا۔ اور ان کے مباہلہ کا بھی کوئی اثر بد صوفی عبدالحق پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو خلیفہ صاحب تسلیم نہ کریں تو پھر وہی بتا دیں کہ قادیانی کے مباہلہ کا اثر بد صوفی عبدالحق غزنوی پر کیا ظاہر ہوا؟ اب تک اس کا ایک بال بھی بینگا (ٹیڑھا) نہیں ہوا۔ اور ان کے متروک ہونے کا دعوی ایک سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق نے تو صرف بعض علماء سلف کی سنت پر مباہلہ کیا تھا، اس کے سوا کسی نشان آسمانی کا ان کو دعوی نہ تھا۔ بخلاف قادیانی کہ اس کو تو اپنے مباہلہ سے نشان نمائی کا دعوی تھا، اور دعوی بھی ایسا کہ اگر اسکی جانب سے نشان ظاہر نہ ہوا، یا دونوں جانب سے مساوی نشان ظاہر ہوا، تب بھی وہی (قادیانی) جھوٹا متصور ہوگا چنانچہ حجت الاسلام، قادیانی کے صفحہ ۹ میں یہ دعوی شائع ہو چکا ہے۔ اس دعوی کی رو سے صوفی عبدالحق غزنوی کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اور قادیانی پر کوئی عذاب آسمانی نازل نہ ہوا، تب بھی قادیانی ہی جھوٹا متصور ہوگا جب تک صوفی صاحب پر کوئی ایسا اثر ظاہر نہ ہو جس کو کس و ناکس مباہلہ قادیانی کا اثر سمجھیں۔ خلیفہ صاحب نے اس نتیجہ لازم اور الزام غیر مفارق کا تو کچھ لحاظ نہ فرمایا اور اپنے احمق اور ناواقف دام میں آنے والوں کو پھنسانے کے لئے یہ افتراء کا شرارہ صوفی عبدالحق پر چھوڑ دیا۔ اور انصاف و شرم سے کام نہ لیا۔...

حافظ یعقوب صاحب آپ اپنے خط منقولہ بالا میں لکھ چکے ہیں کہ ہم علم نہیں رکھتے لہذا ممکن ہے کہ علمی باتوں میں قادیانی کی دھوکہ دہی کو آپ نہ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کیا قادیانی کے ایسے سفید جھوٹوں کو بھی جو واقعات کے متعلق ہیں، نہیں سمجھ سکتے۔ واقعات کی تحقیق صرف مشاہدہ حال اور شہادتوں سے ایک عامی بھی کر سکتا ہے۔ آپکو ان واقعات کی تحقیق سے ثابت ہو کہ قادیانی اور اسکے خلفاء جھوٹے واقعات از خود بناتے ہیں اور جھوٹ بول کر لوگوں کو پھنسانا چاہتے ہیں، تو آپ اپنے تردد کو دور کریں اور قادیانی کو دجال سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو جاویں۔ اور ان واقعات کے ثبوت میں آپ کو اشتباہ رہے تو آپ مجھ کو اس سے مطلع کریں۔ یہ آپ کے خط کا جواب ہے جسکا پہلے وعدہ دیا گیا تھا۔ اسکے جواب میں آپ نے قادیانی کا دجال ہونا تسلیم کر لیا یا ان واقعات کی نسبت کوئی عذر معقول پیش کر کے اپنے تردد کو متوجہ کیا تو پھر آپ سے سلسلہ خط و کتابت جاری رہیگا

ناظرین! خلیفہ حامد کا یہ خط صرف دیرہ دون پہنچتا اور پرائیویٹ رہتا تو اس کی نقل اور ردّ سے تعرض نہ کیا جاتا۔ یہ خط اور اسکا مضمون پبلک میں مشتہر ہوا اور جا بجا اسکا شہرہ ہوا چنانچہ دیرہ دون کے علاوہ لاہور کی ایک مسجد میں (جو سنٹ ہال کے پاس ہے جہاں قادیانی کے کھلے اور چھپے حواری نمازیں پڑھتے ہیں) حواریان قادیانی نے جلسہ عام میں لودھیانہ کا یہ قصہ سنایا کہ مولوی محمد حسین اب کی دفعہ لودہانہ میں گئے تو ان کی خاطر نہ ہوئی وغیرہ اور ایک چھپے حواری قادیانی نے جو صوفی اور صاحب الہام کہلاتے ہیں اور ان کی مقدس ریش دیکھ کر خواجہ خضر یاد آتے ہیں میرے ایک دوست نقشہ نویس ملازم نہر روپڑ کو یہ کہا تھا کہ اشاعۃ السنہ کے خریداران اب اسکو خریدنا موقوف کرتے جاتے ہیں، اسی قسم کی اور باتیں یہ حضرات شائع کر رہے ہیں۔ ان اراجیف کا اثر بد بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تو اس خط اور اس کے جواب کو شائع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ تحریر بالا لکھی جا چکی تھی کہ مولوی محمد حسن لدھیانوی کا دوسرا خط خاکسار کے پاس پہنچا۔ اس خط میں انہوں نے گفتگو متعلق مباہلہ کی تفصیل کی ہے جو تفصیل خلیفہ حامد کے کئی بیانوں کے مخالف ہے۔ نیز تکفیر قادیانی میں آپ نے اپنے توقف کی ایک وجہ مزید کی ہے۔ ان دو باتوں کے سوا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔

وازآنجا کہ گفتگو متعلق مباہلہ کے ہم نے کوئی تفصیل نہیں کی جس کی اس خط دوم سے تصدیق کی

ضرورت ہو، بلکہ تفصیل میں خلیفہ حامد کے صرف تین جھوٹ ظاہر کئے ہیں کہ ازانجملہ ایک کا ثبوت قادیانی کے اعلان سے دیدیا ہے اور دوسرے کے ثبوت میں مولوی محمد حسن کا حوالہ دیا ہے لہذا ہم کو اس گفتگو کے متعلق پوری تفصیل کو نقل کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان دو ہی باتوں کا جن کی بابت مولوی صاحب کا حوالہ دیا گیا ہے نقل کرنا کافی ہے۔ ہاں جو مولوی صاحب نے عدم تکفیر کی مزید وجہ بیان کی ہے وہ پوری بیان کرنی ضروری ہے شاید مولوی محمد حسن کا اس میں فائدہ ہو۔

اس خط میں عزیز مولوی محمد حسن صاحب لکھتے ہیں:

کچھ دنوں بعد (یعنی گفتگو متعلق مباہلہ کے بعد) پھر منشی سعد اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ میں مولوی محمد احسن امروہی کا رسالہ تحذیر الناس دیکھ رہا تھا۔ اس پر مرزا صاحب کا ذکر شروع ہوا اور میں نے تکفیر سے اپنا توقف ظاہر کیا۔ منشی سعد اللہ نے کہا کہ تو نے پہلے استفتاء پر دستخط کیا تھا اب توقف کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے پہلے بھی توقف ہی تھا اور دل میں سوچ رکھا تھا کہ اپنی علیحدہ عبارت لکھ کر دستخط کرونگا۔ چونکہ دستخطوں کا جلسہ بچند وجوہ موجب پریشانی تھا میں اس احتیاط کو بھول گیا اور جلدی میں چلتے چلاتے دستخط کر دیئے۔ مولوی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد خیال آیا تو مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کا خلاصہ یہ کہ آپ مجھے اطلاع بخشیں میرے دستخط کس عبارت کے نیچے ہیں۔

یہ قول عزیز مولوی محمد حسن صاحب کا خلیفہ حامد کے دوسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ثابت کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ عزیز مولوی محمد حسن نے فتوی پر خود دستخط کیا تھا، نہ کہ خاکسار نے۔ اور عزیز مولوی صاحب نے اپنے خط میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

پھر مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں: ۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء کو جناب کا خط میرے نام آیا جس کا مضمون یہ تھا: ہم نے سنا ہے تکفیر میں تجھے شک و تردد ہے۔ کیا یہ تردد پہلے سے تھا یا منشی احسن کا رسالہ دیکھ کر پیدا ہو گیا۔

یہ قول عزیز مولوی صاحب کا خلیفہ حامد کے تیسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ میں نے عزیز مولوی صاحب کو مباہلہ کی بابت کچھ نہ لکھا تھا، صرف رسالہ تحذیر کا کچھ ان پر اثر کرنا سن کر اس

کی بابت کچھ لکھا تھا۔

پھر عزیز مولوی محمد حسن صاحب مزید وجہ عدم تکفیر کی بابت لکھتے ہیں:

رات کو مسئلہ تکفیر کا ذکر آیا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ مجھے توقف ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ تکفیر سے غرض یہ ہے کہ عوام بچ جائیں اور ایسے شخص کو چھوڑ دیں۔ مگر اس زمانہ میں ایسے فتووں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ لوگ ڈرتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں، اور کافر کہنے والوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ اس پر لودھیانہ کا ایک قصہ بھی سنایا کہ چند شخصوں کی ہمارے مفتیوں نے تکفیر کی تھی، مگر کچھ اثر نہ ہوا مسجد میں جناب کی اور خاکسار کی اس بارہ میں گفتگو ہرگز نہیں ہوئی۔..

اس مزید وجہ عدم تکفیر سے جو فائدہ مولوی صاحب کا ہے اس کو وہ جانتے ہیں یا اور سمجھنے والے، اس وجہ سے ہم بھی ایک فائدہ اٹھاتے اور اپنے ناظرین کو پہنچاتے ہیں۔ اس وجہ سے ثابت ہے کہ اگر شوکت اسلام ہو اور علماء کے فتووں کا مخالفوں پر بھی اثر پڑے، تو عزیز مولوی محمد حسن صاحب اپنے تردد و توقف کو دور کریں اور قادیانی کا کفر ثابت کر کے اس کو وہ سزا دیں جو خلفاء اسلام کے وقت میں زندیقوں کو مل چکی ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵)

الیگزنڈر رسل وب کا اسلام

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی؁ بتاتے ہیں کہ شجرۃ الکذب (جھوٹ کے درخت) قادیانی کا ایک پھل، جو اصل درخت کی حقیقت ظاہر کرتا ہے، وہ ہے جو قادیانی کے ایک خلیفہ اڈیٹر رسالہ موسوم بہ الحق سے ظاہر ہوا ہے۔ اس رسالہ میں بھی خلیفہ صاحب اڈیٹر نے اس قسم کا جھوٹ کہ قادیانی کے اتباع و پیروان میں ترقی و کثرت ہوتی جاتی ہے اور اس کے مخالفوں کو مسکنت ذلت، شائع کیا ہے چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۲۳ نمبر ا جلد ۲ میں مرقوم ہے:

بڑی بھاری بشارت: نومبر کی چوتھی تاریخ کو حضرت امام زمان مسیح موعود فیروز پور میں تھے۔ آپ کی

خدمت میں جناب حاجی عبداللہ اور حاجی عبداللطیف حاضر ہوئے ۔ یہ حاجی عبداللہ وہ مشہور سرگرم حامی اسلام ہیں جنہوں نے محمد الیگزنڈر روب مسلمان امریکن مشنری کو اشاعت اسلام کے لئے کئی ہزار روپئہ اپنی گرہ سے دیا ۔حاجی عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت کی قدم بوسی کی تحریک میرے دل میں اس طرح ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ جو محمد رسل وب سے سوال کیا کہ اسلام کی بے بہا نعمت آپ کو کیونکر حاصل ہوئی ،تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بڑا بھاری خداوندی فضل مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت میسر ہوا۔اسی وقت سے میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایسے واجب القدر حامی اسلام کو دیکھوں جس کے پاک انفاس سے اتنے بڑے زبردست لوگ غیر قوموں سے مشرف باسلام ہوئے ہیں ۔ چند روز ہوئے میرے دل میں جناب مرزا صاحب کی زیارت کی پرزور تحریک پیدا ہوئی..الخ

اس کے بعد صفحہ ۲۴ میں خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی طرف مدراسیوں کے رجوع وتوجہ کا مژدہ نقل کر کے کہا ہے:

غرض یہ سب اللہ تعالی کی تائید اور نصرت کا عجیب ثبوت ہے اور اس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود مؤید من اللہ ہیں۔افسوس ان یہودی صفت قسی القلب لوگوں پر جواب تک اس پاک سلسلہ کی مخالفت سے باز نہیں آئے ،وہ خوب سمجھ رکھیں کہ ان کے لئے ذلت مسکنت اور غضب درپیش ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اور ایک مبصر ومحقق کے نزدیک پہلے مژدہ کے بیان میں خلیفہ اڈیٹر نے کذب سے کام لیا ہے۔اس میں جو مسٹر رسل وب امام اہل اسلام امریکہ کا قول نقل کیا، یہ صاحب ممدوح پر محض افتراء ہے۔صاحب ممدوح کی جو اظہار اسلام سے پہلے قادیانی سے خط و کتابت ہوئی ہے اور وہ قادیانی کے رسالہ شحنہ حق میں چھپی ہے، وہ اس قول کے افتراء ہونے پر دلیل ہے۔ اس مراسلت سے صاحب ممدوح کا قادیانی سے مدد چاہنا تو بے شک ثابت ہے مگر قادیانی کا ان کو مدد دینا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف وعدہ مدد دینا ،جس کا قادیانی نے تاہنوز ایفاء نہیں کیا اور نہ آئندہ اس سے اس ایفاء کی امید ہے، جب تک کہ بقیہ براہین احمدیہ،سراج منیر،قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ وغیرہ تصنیف ہو کر شائع نہ ہوں (جو قیامت سے پہلے تصنیف وشائع ہوتی نظر نہیں آتیں)

(مولانا بٹالوی کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ خود مرزائیوں کو اقرار ہے کہ یہ کتابیں شائع نہیں ہوئیں۔مرزا بشیر احمد قادیانی

کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب نے ۱۸۷۹ء میں براہین احمدیہ کے متعلق اعلان شائع فرمایا تو اس وقت آپ براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور کتاب کا حجم قریباً دواڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور اس میں آپ نے اسلام کی صداقت میں تین سو ایسے زبردست دلائل تحریر کئے تھے کہ جن کے متعلق آپ کا دعوی تھا کہ ان سے صداقت اسلام آفتاب کی طرح ظاہر ہو جائے گی اور آپ کا ارادہ تھا کہ جب اس کے شائع ہونے کا انتظام ہو تو کتاب کو ساتھ ساتھ اور زیادہ مکمل فرماتے جاویں۔ اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ لگائیں۔ اور بعض اور تمہیدی باتیں لکھیں اور ساتھ ساتھ ضروری حواشی بھی زائد کرتے جاویں۔ چنانچہ اب جو براہین کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں ان کا مقدمہ اور حواشی وغیرہ سب دوران اشاعت کے زمانہ کے ہیں۔ اور اس میں اصل ابتدائی تصنیف کا حصہ بہت ہی تھوڑا آیا ہے۔ یعنی صرف چند صفحات سے زیادہ نہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تین سو دلائل جو آپ نے لکھے تھے ان میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی ہے اور وہ بھی نامکمل۔ ان چار حصوں کے طبع ہونے کے بعد اگلے حصص کی اشاعت خدائی تصرف کے ماتحت رک گئی اور سنا جاتا ہے کہ بعد میں اس ابتدائی تصنیف کے مسودے بھی کسی وجہ سے جل کر تلف ہو گئے۔ مرزا نے براہین حصہ چہارم کے آخر میں جو اشتہار، ہم اور ہماری کتاب، کے عنوان کے نیچے دیا اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ابتداء میں جب براہین احمدیہ تصنیف کی گئی تھی تو اور صورت تھی مگر بعد میں یعنی دوران اشاعت میں جب حواشی وغیرہ لکھے جا رہے تھے اور کتاب طبع ہو کر شائع ہو رہی تھی، صورت بدل گئی....ص ۱۱۱۔۱۱۲ جلد اول سیرۃ المہدی۔

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے مجھے ایک صندوقچی کھول کر دکھائی تھی جس میں ان کی ایک کتاب کا مسودہ رکھا ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس یہی میری جائیداد اور مال سب یہی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ براہین احمدیہ کے مسودہ کا ذکر ہے۔ (ص ۱۱۳۔ سیرۃ المہدی۔ جلد اول)۔

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ: آپ کی تحقیق سے تصنیف و اشاعت استفتاء و سراج منیر ۱۸۹۷ء میں وقوع پذیر ہوتی ہے حالانکہ مرزا صاحب کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۵، اس امر کا مثبت ہے کہ سراج منیر کی تصنیف مارچ ۱۸۸۶ء سے پہلے شروع ہو گئی تھی۔ اور اس اشتہار مورخہ یکم مارچ میں اس رسالہ (سراج منیر) کو قریب الاختتام قرار دے کر صرف چند ہفتوں کا کام باقی رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اگر اشتہار کی طباعت اول کی تاریخ (آخر اشتہار سے) رکھی جاوے تو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ظاہر ہوتی ہے اور اسی جگہ اسی اشتہار کی تاریخ طباعت بار دوم ۱۸۹۳ء ظاہر کی گئی ہے اور اسی اشتہار کی دوبارہ اشاعت پر نوٹ حاشیہ صفحہ ۵۵ پر اس امر کا اظہار ہے کہ اس رسالہ سراج منیر کی تصنیف واقعی پہلے ہو چکی تھی، اور اشاعت بے شک بعد میں ہوئی ہے۔ نیز تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹۴ کے اشتہار سے بھی سراج منیر کی تصنیف پہلے کی ثابت ہے۔ نیز تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۴ حصہ اول میں بھی سراج منیر کی اشاعت کو اس لئے ملتوی رکھنا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہنوز بشیر اول کے متعلق مفصل علم نہ ہوا تھا۔

خاکسار، بشیر احمد قادیانی جواباً، عرض کرتا ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ جس سراج منیر کی تصنیف کا ذکر ابتدائی کتابوں اور اشتہاروں میں آتا ہے وہ اور تھی جو طبع نہیں ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی کہ یہ طبع نہیں ہوگی اور نہ براہین کی بقیہ جلدیں) اور جو سراج منیر ۱۸۹۷ء میں آکر شائع ہوئی وہ اور ہے، چنانچہ خود مؤخر الذکر سراج منیر میں متعدد جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں

لکھی گئی مثلاً ملاحظہ ہوں صفحہ ۱۷، ۲۱، ۴۸، ۴۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اوائل میں ایک کتاب سراج منیر لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور غالباً کچھ حصہ لکھا بھی ہوگا مگر وہ طبع نہیں ہوئی اور پھر اسکے بعد آپ نے ۱۸۹۷ء میں ایک اور رسالہ سراج منیر کے نام سے لکھ کر شائع فرما دیا۔ سیرۃ المہدی۔ ص ۱۹۸ جلد سوم)

اور جب صاحب ممدوح بعد اظہار اسلام لاہور تشریف لائے اور حواریان ومعتقدین مرزا قادیانی کا ڈیپوٹیشن آپ کے پاس پہنچا اور بکمال اصرار اس امر کا خواستگار ہوا کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور مرزا سے ملیں، تو آپ نے قادیان جانے سے صاف انکار کر دیا اور برملا فرما دیا کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں۔

یہ حال ہم نے بعض راشد مسلمانان سکرٹریان انجمن حمایت اسلام سے (جس کے صاحب ممدوح مدعوو مہمان تھے) سنا تھا اور اپنے رسالہ نمبرا جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ و ۴ میں شائع ومشتہر کر دیا تھا اور اس میں قادیانی اور اس کے حواریوں اور ہوا خواہوں نے کچھ چوں و چرا نہیں کیا تھا۔ ایک صوفی صاحب ان میں سے بولے تو صرف اس قدر بولے کہ اس ڈیپوٹیشن میں (جس نے صاحب ممدوح سے قادیان جانے کی درخواست کی تھی) میں شامل نہیں تھا، میرا نام اس میں کیوں ذکر کیا گیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت آپ نہ سہی، آپ کے بڑے بھائی صوفی اور دوسرے مفتی جی سہی۔ کام سے کام ہے نہ نام سے۔ نام میں راوی کی غلطی ہوگئی ہوگی اس سے تو آپ کو انکار نہیں کہ ڈیپوٹیشن ان کے پاس گیا اور خواستگار امر مذکور ہوا اور صاحب ممدوح نے انکار کیا، اور وہ قول فرمایا۔

وہ قول مسٹر محمد وب کا اس نقل خلیفہ اڈیٹر کے افتراء ہونے پر دوسری دلیل ہے اور صاف مشعر وشاہد ناطق ہے کہ اس قصہ میں جو قول ممدوح سے نقل کیا گیا ہے وہ ان پر محض افتراء ہے، لہذا یہ سارا قصہ ناقابل اعتماد وقبول ہے۔ ہم نے ایک معزز دوست سے، جو علاقہ فیروز پور میں مدرس ہے، سنا ہے کہ فیروز پور میں کوئی گدا صورت عربی، قادیانی کے پاس آیا تھا اسی کو ان حضرات نے عبداللہ عرب بنالیا اور اس پر یہ قصہ گھڑ لیا

اور اگر یہ بھی فرض کرلیا اور مان لیا جاوے کہ وہی شخص عبداللہ عرب تھا جو مشہور مالدار اور نامی تاجر ہے تو پھر اس قصہ میں جو مسٹر رسل دب کا یہ قول درج کرلیا گیا ہے وہ اس قصہ کی ساری رونق واعتبار کو دور کرتا ہے اور اس کو صاف جھٹلاتا ہے۔

وہ قول صاحب ممدوح جب ان دنوں اشاعۃ السنہ کے ذریعہ شہرہ آفاق ہوگیا تو قادیانی صاحب نے

یہ سمجھا کہ یہ قول ہمارے اس دعوی کو کہ امریکہ میں اسلام ہمارے طفیل پہنچا ہے جھٹلا رہا ہے تو اس قول کے ضرر واثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک افتراء کھڑا کیا اور اس کو اپنے اسی خلیفہ حامد سیالکوٹی کے ذریعہ سے اپنے معتقدین کی پبلک میں پھیلایا (جس کی اطلاع خاکسار کو بھی بعض معزز احباب کے ذریعہ پہنچ گئی) کہ محمد رسل وب صاحب جہاز سے اترے تو قادیانی صاحب نے ان کو بذریعہ خط مطلع کر دیا اور لکھ دیا تھا کہ مسلمان لوگ مجھے زندیق کافر سمجھتے ہیں لہذا آپ میرے پاس نہ آویں ورنہ آپ بھی متہم ہو جائیں گے۔

شاید یہ حضرات اس افتراء قدیم کو اس افتراء جدید مندرجہ الحق کی تائید میں اور ہماری دلیل دوم کے جواب میں پیش کریں، اس کا جواب ہم پہلے ہی دے دیتے ہیں کہ لاہور آ ؤ اور معزز مسلمانوں سے اس قول صاحب ممدوح کے کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں، تصدیق کرلو۔ یا خود صاحب موصوف ہی سے بذریعہ خط دریافت کرلو کہ آپ نے ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ جس معزز دوست سے ہم کو اس افتراء قدیم قادیانی پر، جو خلیفہ حامد کے ذریعہ شیوع پایا تھا، اطلاع ہوئی ہے ان کی صاحب ممدوح سے بہت خط وکتابت ہے۔ وہی دوست صاحب ممدوح سے دریافت کریں کہ ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ سوال صرف اتنا ہو، اس سے ایک حرف زیادہ نہ ہو۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس وقت مرزا قادیانی نے ممدوح کو ملاقات سے منع کیا تھا اور اس امر کو مسلمانوں میں ان کے متہم ہو جانے کا باعث سمجھا تھا، تو ان کا یہ قول (اگر یہ ان پر افتراء نہیں ہے) اب رسالہ میں کیوں چھپوایا۔ کیا اب مسلمان جن سے ممدوح کو انواع اعانت کی امید ہے ان کو متہم نہ کریں گے اور نہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت قادیانی سے ملے ہوئے ہیں۔ اس قول کی اشاعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی کا وہ قول جو خلیفہ کے ذریعہ شائع کیا گیا محض بناوٹ ہے۔..

اخیر میں جو خلیفہ اڈیٹر نے مرزا قادیانی کے مخالفین کی ذلت ومسکنت کی جھوٹی خبر دی ہے یہ اسی شجرۃ الکذب کا پھل ہے۔ اور یہ ہر ایک خلیفہ قادیانی کی سنت لازمہ وخاصہ شاملہ ہے۔ اسکا سفید جھوٹ ہونا خلیفہ حامد کی دروغ گوئی کے رد میں ثابت کیا گیا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی کے مخالفین خدا کے فضل وکرم سے صحت عافیت وعزت وبرکت کے ساتھ خوب دندناتے ہیں اور شب وروز تحریراً وتقریراً قادیانی کی بیخ

کنی کیلیئے خدا کی طرف سے مؤید وموفق ہیں ۔ یہ ذلت اور مسکنت تو قادیانی ہی کی صفت لازم اورعرض غیر مفارق ہے جسکا منہ صد ہا روپیہ کی آمدنی پر بھی سوال سے بند نہیں ہوتا، اور کاسہ گدائی اسکے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ یا اسکے خلفاء اور حواریوں کے نصیب میں آگئی ہے جو ریاست جموں میں آٹھ سو روپیہ ماہوار کے نوکر تھے اور بطفیل متابعت قادیانی کے اس نوکری سے، اس حکم کے ساتھ کہ اتنے گھنٹوں میں جموں سے نکل جاؤ، خارج و معزول کیئے گئے ۔ یا جو بھوپال میں ایک سو روپیہ ماہوار کے ملازم تھے اور اب بیس تیس روپیہ چندہ پر گذارا کر رہے ہیں۔

خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی آئینہ صفت صورت میں انہی حضرات کی یہ صورت دیکھی ہوگی۔

درآئینہ بیند ہرکس رخ خویش (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵۔ص ۳۰۵ تا ۳۱۲ مختصراً)

شیخ الاسلام کو تفسیر نویسی کا قادیانی چیلنج

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی کسی سورۃ کی تفسیر لکھنا ایک روحانی نشان ہوگا جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالی سے مؤید ہے یا نہیں ۔ اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجال ہے۔

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت لا یمسه الا المطھرون اور آیہ و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لئے کھلی کھلی نشانی ہوگی ۔ اور اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہوکر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی (۸۰) آیات سے کم نہ ہو تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلیئے یہ امر لازمی

ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفی عبارت میں قلم بند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور باایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں (اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ گذرے کہ ایسے جدید حقائق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکر تسلیم کئے جاسکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے، تو اسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے۔ ثم ر أیت کل آ یة و کل حد یث بحرا موا جاً فیه من اسرار ما لم کتب شر ح سر وا حدٍ منها فی مجلدا تٍ لما ا حا طته و رأیت الاسرار الخفیة تتبذ لة فی اشارات القر آ ن و السنة فقضیت العجب کل العجب۔ فیوض الحرمین۔ ص۴۲) اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ سو شعر ہونے چاہییں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سناویں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے سے قاصر اور کم درجہ پر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب اے دجال اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے کے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا اور میں ہی کذاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا۔ اور اب میں توبہ کرتا ہوں سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہولے۔ (شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملاؤں کو ساتھ ملالے)

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے

کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے اور علم قرآن سے بالکل بے خبر ہے اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذاب اور دجال ہے اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مخدوم مولوی حکیم نور الدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں صرف ایک حکیم، اور اخویم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود ان کے اس دعویٰ کے اور میرے اس ناقص حال کے جس کو وہ بار بار شائع کر چکے ہیں، اس طریق فیصلہ میں کون سا اشتباہ باقی ہے ...خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ متکبر کا سر توڑے اور اس کو دکھاوے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کرونگا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتك وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ نکلا یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا کیونکہ اس موقع پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو ان کی ذلت اور روسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کھلے کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے۔ لعنت۔ لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت۔ تلك

عشرة کا ملہ۔المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء۔

نوٹ۔اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی اور قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دعا کی جائے گی۔مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور قاصر ہوں تنبیہ۔اگر اس کا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر نہ آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائے گی (یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام طبع اول مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۶۰۲ سے ۶۰۴ تک ہے (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۳۸۰۔۳۸۴)

شیخ الاسلام کو مباہلے کا قادیانی چیلنج

لاہور میں مرزا قادیانی کے مرید حافظ محمد یوسف، اور مولانا عبدالحق غزنوی کے مابین مرزا قادیانی کے صدق و کذب پر مباہلہ ہوا۔جب اس مباہلے کی خبر مرزا صاحب کو پہنچی تو انہوں نے اس پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی توثیق فرمائی، اور اس معاملے سے متعلق ایک اشتہار جاری کیا جس میں اظہار مسرت وغیرہ کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور چند دیگر بزرگوں کو مخاطب کر کے انہیں اپنے ساتھ مباہلے کی دعوت دی۔یہ اشتہار درج ذیل ہے:

اشتہار مباہلہ: میاں عبدالحق غزنوی و حافظ محمد یوسف صاحب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں ایک صاحب عبدالحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ اور اہل قبلہ ہیں، ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں، اس لئے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا جب تک ان لوگوں میں کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا۔اور پھر تکفیر کا فتوی تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار دیا گیا جو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے اور ابھی تک کوئی شخص مباہلہ کے لئے مقابلہ پر نہیں آیا۔مگر مجھ کو اس بات کے سننے سے بہت خوشی ہوئی کہ

ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحب یعنی اس عاجز کے ساتھ کوئی آمادہ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا اور اسی سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ عبدالحق نے جو مباہلہ کے لئے اشتہار دیا تھا اب اگر وہ اپنے تئیں سچا سمجھتا ہے تو میرے مقابلے پر آوے، میں اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً وکرہاً مستعد مباہلہ ہو گیا اور حافظ صاحب کا ہاتھ آ کر پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کرونگا کہ میرا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کرونگا کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں۔ تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا...... اس اشتہار میں خاص میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والا، اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو، مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کر لیں...اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں محمد علی واعظ، ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ، منشی سعد اللہ مدرس لدھیانہ منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ، مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ، میاں نذیر حسین دہلوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، میاں میر حیدر شاہ وزیر آبدی میاں محمد اسحاق پٹیالوی۔ راقم مرزا غلام احمد قادیانی ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۳ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۳۹۵۔۳۹۹)

حجت علی القادیانی

حجت الاسلام کے نام سے ۳۰ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ مرزا قادیانی نے مئی ۱۸۹۳ء میں شائع کیا جس میں عیسائیوں سے امرتسر میں مجوزہ مباحثہ کی شرائط وغیرہ لکھی ہیں، اور انہیں مباہلہ اور نشان نمائی کی دعوت دی ہے۔ اور اہل جنڈیالہ اور ڈاکٹر کلارک اور مرزا کے مابین جو خط وکتابت بابت مباحثہ ہوئی وہ بھی اس میں درج ہے۔ اور اس میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا نے اپنے آسمانی نشان سے غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کردے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالے کردے۔

اس حجۃ الاسلام میں مرزا قادیانی نے اپنے مرید مرزا خدا بخش کے ہاتھ یکم اپریل ۱۸۹۳ء کو مولانا بٹالوی کو کچھ اشیاء بھیجنے کا ذکر کیا ہے (مرزا خدا بخش ضلع جھنگ کے تھے۔ لاہور کے ایک کالج میں پڑھا۔ پھر مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ کیا۔ نواب محمد علی خان کے پرائیویٹ سکرٹری رہے۔ عسل مصفی نامی کتاب لکھی۔ نواب ضمیر مرزا، اور مولوی عبدالوہاب امام مسجد صدر بازر دہلی سے مباحثہ ہوا۔ حکیم نورالدین کے بعد پہلے مرزا محمود کی بیعت کی پھر مخالف ہوکر لاہور چلے گئے جہاں ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت بنائی۔ ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔ یاد رفتگان۔ لاہوری جماعت کی کتاب جو اس جماعت کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر تیار کی گئی)، اور و انّی رأیت انّ ھذا الرجل ..الخ.. (کہ بٹالوی مجھ پر ایمان لے آئے گا) والی پیشگوئی بھی اس کتابچے میں درج ہے جس کے آخر میں ۴ مئی ۱۸۹۳ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور جلال دین شمس قادیانی نے لکھا ہے:

اس رسالہ (حجت الاسلام) میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک رؤیا کی بنا پر یہ پیش گوئی بھی کی کہ وہ میرے ایمان کو مان لے گا اور اپنی موت سے پہلے میری تکفیر سے تائب ہوگا (یہ پیش گوئی والا اشتہار متفرقات میں درج ہے)۔ اور یہ پیش گوئی بزبان حال اس وقت پوری ہوئی جب وہ مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ پر مباہلہ میں شامل نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب نے مباہلہ سے پہلے بذریعہ اشتہار یہ شائع کردیا تھا کہ:

اگر شیخ محمد حسین دہم ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اس روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیش گوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا، پوری ہوگئی۔ (یہ اشتہار متفرقات میں درج ہے)

اورسچائی کا اظہار نامی مرزا صاحب کا ایک کتابچہ مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔اس میں عبداللہ آتھم کا وعدہ بابت اسلام ہے۔ڈاکٹر کلارک کے اشتہار کا جواب،محمد بخش پاندہ کا جواب کہ میں منکروں کو کافر سمجھتا ہوں ۔اوراس کے صفحہ ۱۷ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے :

تمام مستند علماء جن کو خدا نے علم وعمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا وہ سب میرے ساتھ ہیں اوراس وقت چالیس کے قریب ہیں ۔اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی وعملی کمالات سے تہی دست ہیں ۔

مزید یہ کہ مرزا نے تین عرب علماء کے خطوط بھی شائع کئے ہیں جنہوں نے بقول ان کے آپ کے دعوی کی تائید کی تھی ۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ، قادیانی کی تازہ دروغ گوئی (عیسائیوں کو امداد) کے زیر عنوان اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۱ میں یہ کہتا ہے:

واضح ہو کہ شیخ صاحب بٹالوی کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کرلیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے،سو دو ہفتہ تک جواب کا انتظار رہا اور کوئی جواب نہ آیا۔پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے،یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف کیا۔ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں شرم آنی چاہیے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ لحاظ نہیں کرتے ۔

یہ خطوط وغیرہ درج ذیل ہیں:

میاں بٹالوی کی اطلاع کے لئے اشتہار

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء کو پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کرلیا ہے کہ جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے۔ سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کریں گے چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں اب شرم کرنی چاہیے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلا تحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے تعجب ہے کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں سے ہوسکتا تھا مگر انہوں نے ایک مہینہ گزار دیا اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظاری میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آگئے ایک ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ مباحثہ، دوسرے ایک ضروری رسالہ تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لئے بہت جلد امریکہ میں بھیجا جائے گا جس کا یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے، اس لئے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لئے شائع کی جائے گی جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہوگی (یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱۔۱۲ پر ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۱۴۔۴۱۵)

اطلاع عام

شیخ بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ نے دو مرتبہ یہ پختہ عہد کیا تھا کہ میں اس خط کا جواب جو عربی تفسیر اور قصیدہ بالمقابل کے بارہ میں اس طرف سے بطور اتمام حجت کے لکھا گیا تھا فلاں فلاں تاریخ کو ضرور بھیج دونگا، تخلف نہیں ہوگا۔ اب ان دونوں تاریخوں پر سولہ دن گذر گئے اور خدا جانے ابھی کس قدر گذرتے جائیں۔ شیخ صاحب کا بار بار وعدہ کرنا اور پھر توڑنا صاف دلالت کر رہا ہے کہ اب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

۔۔۔(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۱۸) (رسالہ سچائی کا اظہار کے صفحہ ۵ پر ہے)

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی۔ آپ کا خط دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا (جولاہور سے ۱۸۔اپریل ۱۸۹۳ء

کو بٹالوی مرحوم نے لکھا تھا کہ تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہم دست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹر ڈ خط موصول ہوئے....)

الحمدللہ والمنۃ کہ آپ نے میرے اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸۔اپریل ۱۸۹۳ء کے مجھ کو مطلع کیا کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں خاص کر مجھے اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن کو آپ نے قبول کر لیا صرف تین ہی ہیں زیادہ نہیں اول یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سورۃ جس کی آیتیں اسی (۸۰) سے کم نہ ہوں، تفسیر کرنے کے لئے قرار پاوے اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔
دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقائق ومعارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں۔اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہوسکیں۔اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہوں۔اور یہ تفسیر عربی فصیح اور مقفی عبارت میں ہو۔اور ساتھ اس کے سو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم ﷺ کی مدح میں ہو۔
تیسری یہ کہ فریقین کے لئے چالیس دن کی مہلت ہو۔اس مہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہیں لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سنا دیں۔

پس جب کہ آپ نے یہ کہہ دیا کہ میں آپ کی ہر بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں تو صاف طور پر کھل گیا کہ آپ نے یہ تینوں باتیں مان لیں۔اب ان شاء اللہ القدیر اسی پر سب فیصلہ ہو جائے گا۔آج اگرچہ روز عید سے دوسرا دن ہے مگر اللہ تعالی جانتا ہے کہ آپ کو مان لینے اور قبول کرنے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں آج کے دن کو بھی عید کا ہی دن سمجھتا ہوں۔ الحمد لله ثم الحمد لله کہ اب ایک کھلے کھلے فیصلہ کے لئے بات قائم ہوگئی۔اب لوگ اس بات کو بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا تعالی اس عاجز کو بقول آپ کے کافر اور کذاب ثابت کرتا ہے یا وہ امر ظاہر کرتا ہے جو صادقین کی تائید کے لئے اس کی عادت ہے اگرچہ دل میں اس وقت یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ اس صاف اقرار کے بعد رسالہ میں کچھ اور کا اور لکھ ماریں لیکن پھر اس بات سے تسلی ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور کھلے کھلے اقرار کے بعد کہ میں نے آپ کی ہر بات ما

ن لی ہے، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ گریز کی طرف رخ کریں اوراب آپ کے لئے یہ امر ممکن بھی نہیں کیونکہ آپ ان شرائط پیش کردہ کو بغیر اس عذر کے کہ ان کی انجام دہی کی مجھ میں لیاقت نہیں اور کسی صورت سے چھوڑ نہیں سکتے اور خود جیسا کہ آپ اپنے اس خط میں قبول کر چکے ہیں کہ میں نے ہر ایک بات مان لی تو پھر ماننے کے بعد انکار کرنا خلاف وعدہ ہے۔

مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں اور اپنی ذات کی نسبت کوئی نشان بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔سبحان اللہ اب تو آپ کچھ رخ پر آ گئے اگر رسالہ میں کچھ نئے پتھر نہ ڈال دیں مگر کیونکر ڈال سکتے ہیں آپ کا یہ فقرہ کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لئے مستعد ہوں طیار ہوں حاضر ہوں صاف خوش خبری دے رہا ہے کہ آپ نے میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط کو سچے دل سے مان لیا ہے۔اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خوش خبری کو چھپایا نہ جائے بلکہ چھپوایا جائے اس لئے معہ آپ کے خط کے اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں و السلام علی من اتبع الھدی۔الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔۱۶۔اپریل ۱۸۹۳ء۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۳۹۲۔۳۹۴)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مرزا قادیانی کے خطاب میں فرماتے ہیں:

نہ مرزا خدا بخش یکم اپریل (۱۸۹۳ء) کو میرے پاس آپ کا اشتہار لایا، نہ میں نے یکم اپریل سے دو ہفتہ تک وعدہ جواب کا کیا۔مرزا خدا بخش تو ۷۔اپریل کو جمعہ کے دن مجمع عام میں وہ اشتہار لایا جس پر میں نے اس وقت صرف اتنا کہا کہ اس کا جواب سوچ کر دیا جاوے گا۔اس کے سوا نہ جواب کا وقت مقرر کیا، نہ کسی میعاد کے اندر جواب چھاپ کر بھیجنے کا وعدہ کیا۔آپ یا آپ کا وکیل خدا بخش اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو اس پر شہادت پیش کریں۔یہ نہ ہو سکے تو جھوٹے پر حسب عادت قدیم خود لعنت کہیں۔

ہم سے شہادت چاہیں تو ہم اپنے بیان پر شہادت پیش کرنے کو حاضر ہیں اور جھوٹے پر لعنت کہلا ئیں،تو لعنت کہنے کو بھی مستعد ہیں۔

دوبارہ آپ نے تقاضا جواب کیا،تو اسکے جواب میں جو کچھ ہم نے لکھا تھا وہ آپ کے اشتہار ۱۹۔

اپریل اور ہمارے رسالہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۲ میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: مگر ہر بات کا جواب و اجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں جو ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل (۱۸۹۳ء) میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ان الفاظ کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں نہ جواب مذکور کو اپریل کے اندر چھاپنے کا آپ سے وعدہ ہوا ہے، نہ آپ کے پاس اس کے ارسال کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں تو صرف میں نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے (فقرہ: چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں، غور سے ملاحظہ کریں) پھر اس ارادہ کے موافق وقوع وظہور کی امید ظاہر کی ہے (ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا انشاء اللہ تعالی، غور سے پڑھیں) پھر اس ارادہ کے مطابق خاکسار نے اپنا فعل پورا بھی کر دیا۔ یعنی اپریل کے اندر ہی جواب تحریر کر کے کاپی نویس کو دے دیا۔ اور اس امر سے قادیانی کو بذریعہ کارڈ نمبر ۲۱ مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطلع بھی کر دیا۔ رہا اس جواب کو چھاپ دینا ، جو کارکنان مطبع، کاتب و پرنٹر، کا فعل تھا، سو اس کی نسبت بھی میں نے تو ارادہ کیا۔ ان لوگوں کو تقاضا شدید کیا گیا مگر ان سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ انہوں نے عشرہ اوسط مئی میں اس جواب کو طبع کیا اور اس عشرہ اوسط میں وہ جواب بذریعہ پیکٹ نمبری ۲۶۵ قادیانی کے نام بمقام قادیان روانہ کیا گیا اور اس کی نقل بمقام امرتسر، اس خیال سے کہ شاید وہ مباحثہ عیسائیوں کے لئے امرتسر آ گئے ہوں، ارسال کی گئی۔

اب ناظرین داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ اس کاروائی میں مجھ سے کون سی وعدہ خلافی ہوئی۔ میں نے قادیانی کو کون سا وعدہ دیا تھا جس کا خلاف کیا۔ میں نے صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا اور اس ارادہ کی نسبت ایک خیال وامید کا اظہار کیا تھا، سو وہ ارادہ وقت پر ظہور پذیر ہوا۔ گو اس خیال وامید کا (جس کو فعلِ غیر سے تعلق تھا) ظہور اپنے وقت پر نہ ہوا۔ پھر آپ کا خاکسار پر دو بار وعدہ خلافی کا الزام قائم کرنا افتراء نہیں، تو پھر افتراء کس چیز کا نام ہے؟ اور یہ افترا پردازی دجالیت نہیں تو صفت دجالیت کی حقیقت کیا ہے؟

آپ پر جو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام قائم کیا گیا ہے وہ بلاتحقیق وخلاف واقع نہیں ہے۔ آپ نے جو وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں ہم سے کی ہیں وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۴ میں و نمبر ۸ جلد ۱۳ ص ۲۱۴ وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ اور جو عام لوگوں سے وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں کی ہیں، وہ لوگ جانتے ہیں۔ قیمت براہین احمدیہ کا ہزار ہا روپیہ آپ خورد برد کر گئے ہیں۔ اور اس کے طبع واشاعت کے کئی وعدے دے چکے ہیں مگر

کتاب ہنوز، دربطن شاعر کا مصداق ہے۔ سراج منیر کو چند ہفتہ کے بعد شائع کرنے کا وعدہ آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیا تھا اور لوگوں سے خوب روپیہ بٹورا۔ مگر وہ سراج منیر ہنوز گل ہوا نظر آ رہا ہے۔ آپ میں کچھ شرم وحیا کا مادہ ہوتا تو اب براہین احمد یہ وسراج منیر کے سال ہا سال کے وعدوں اور ٹال مٹولوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے جواب کے چندروزہ توقف طبعی پر زبان درازی نہ کرتے۔ مثل مشہور ہے، چھاج تو بولتا ہے چھلنی کیا بول سکتی ہے جس میں ہزار چھید ہوتے ہیں۔ مگر شرم ہوتب۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اذ لم تستحی فا صنع ما شئت جس کا ترجمہ ہے: بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

شیخ الاسلام بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ خاکسار پر اس کا دوسرا تازہ افتراء اس کا اپنے اتباع اور عام اہل اسلام میں یہ شائع کرنا ہے کہ عیسائیوں کے مباحثہ میں محمد حسین بٹالوی، پادریوں کو خفیہ مدد دیتا رہا ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوی نشان نمائی پر جو پادریوں نے: اندھے، کوہڑی وغیرہ مریض قادیانی کے سامنے پیش کر کے درخواست کی تھی کہ آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو ان بیماروں کو اچھا کر دکھائیں،

یہ بھی اسی (محمد حسین) کی تعلیم تھی۔ پادریوں نے جو ایک فہرست آیات بائیبل مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کی تھی، یہ بھی اسی (محمد حسین) کی ہدایت نشان دہی سے کی تھی۔

اس قسم کی باتیں مرزا قادیانی نے نہ صرف زبان سے کہیں اور حاضرین جلسہ مباحثہ میں پھیلائی ہیں، بلکہ چھاپ کر مشتہر کی ہیں اور دور دور تک پہنچائی ہیں جن سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اس سے عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اس کے دام افتادہ نادانوں کو خاکسار کی نسبت سوءظنی پیدا ہو اور یہ امر اس کی نسبت حسن عقیدت اور اس کی تقلید کا موجب ہو۔

نیز، سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں یہ افتراء درج کیا کہ:

جب یہ دھڑکا حضرات پادری صاحبوں کو دامنگیر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اسلام کی صراط مستقیم کے مقابل پر عیسائی منصوبہ کی ساری قلعی کھل جائے تو یہ کوشش کی جائے کہ یہ بحث کسی طرح ملتوی رہے تو اچھا ہے اور یہ پیالہ کسی طرح ٹل جائے تو بہتر ہے۔ اس غم وہم کے وقت میں شیخ جی سے ان کو خوب مدد ملی۔ غالباً گمان گذرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے پوشیدہ طور پر حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں گئے ہوں گے کیونکہ

جوڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں، وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے بہت ہی مشابہ ہے۔ اگر شیخ جی کو قسم دے کر پوچھا جائے تو غالباً انکار بھی نہیں کریں گے۔ اور پھر جب وہ ضمیمہ نور افشاں جو ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں چھپا ہے اور اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اس کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

آپ (اے باشندگان جنڈیالہ) ایک ایسے بزرگ کو (یعنی اس عاجز مرزا قادیانی کو) بحث کیلئے پیش کرتے ہو جن کو اولاً ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ آپ کن خیالوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا آپ نے وہ فتوی جو کہ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں، نہیں دیکھے۔ وہ فتاوی مذکورہ میں یوں لکھتے ہیں:

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے کتاب و سنت و اقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال و کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو کہ اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ دین کے چور ہیں، بیماری بڑھاتے ہیں، دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج، کافر بلکہ اکفر، پلید، کھچڑی، ابلیس کا گمراہ کیا ہوا اور اوروں کا گمراہ کرنیوالا، سنت جماعت سے خارج، بڑا بھاری دجال بلکہ عم دجال، اور دین کے ذریعہ سے دنیا کمانے والا۔

اور اگر مفصل دیکھنا ہو تو کتاب اشاعۃ السنۃ النبویہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ ...لاہور سے مل سکتی ہے۔ آپ عجیب غفلت میں پڑے ہیں کہ اب تک اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ آفرین آپ پر اور جنڈیالہ کے اہل اسلام کی ہمت پر جس کا جنازہ بھی جائز نہیں اسی کو آپ نے پیشوا مقرر کیا۔ واہ صاحب واہ آپ کی یہ خوش فہمی۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہر چند مرزا قادیانی کے ان تقریری و تحریری اکاذیب کا خواص اہل اسلام پر کچھ اثر نہ پڑا انہوں نے ان کو دروغ بے فروغ سمجھا، اور ان کو سن کر سبحانك هذا بهتان

عظیم کہد یا۔ازانجملہ ایک ہمارے مکرم دوست مسلمانان امرتسر سے ایک باوقعت رئیس خان بہادر شیخ غلام حسن ہیں، جنھوں نے خاکسار کو بالمشافہ کہا کہ یہ لوگ آپکی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ در پردہ پادریوں کو مدد دے رہے ہیں، مگر میں نے اس کے جواب میں یہ کہد یا ہے کہ یہ محض بہتان ہے۔خواہ کوئی اپنے زعم میں اس کے ثبوت میں ایسے قطعی دلائل پیش کرے جیسے دواور دو چار، تب بھی میں ان باتوں کو صحیح تسلیم نہ کرونگا۔

مگر بعض عوام کالانعام خصوصاً قادیانی کے دام افتادگان ان باتوں کو راست سمجھ کر خاکسار پر افسوس اور مرزا قادیانی کی نسبت حسن ظنی و ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ازانجملہ ایک شخص (جوخودکومولوی عبدالسبحان خان لکھتے ہیں) اپنے کارڈ مورخہ ۱۳ جون ۱۸۹۳ء میں کہتے ہیں:

اس وقت سب اہل اسلام کس قدر خوش ہوتے کہ آپ جیسے جید فاضل مولوی بھی مرزا صاحب کے حامی ہوکر عیسائیوں کو ہدایت کرتے۔خیر ہدایت نہ سہی، ہدایت نہ کرتے، پران کو پوشیدہ امداد تو نہ کرتے۔ الراقم آپ کا ہادی، مولوی عبدالسبحان خان از شاہپور

ان ہی نادانوں کی سوءظنی رفع کرنے کیلئے خاکسار نے اس افتراءقادیانی کے ذکر و بیان سے تعرض کیا اور اسکے ردّ و جواب کا قصد کیا ہے اور اگر مرزا قادیانی کا یہ افتراء دستِ خود دہانِ خود، کا مصداق رہتا اور عوام و نادان خواص پر اس کا اثر نہ پڑتا تو اسکے بیان وردّ سے تعرض نہ کیا جاتا۔

واضح ہو کہ زمانہ مباحثہ (امرتسر ۱۸۹۳ء) یا اسکے متصل (من بعد یا ماقبل) نہ خاکسار کی کسی پادری مقابل و مباحث قادیانی سے ملاقات ہوئی، نہ ان سے کسی مسئلہ میں مکاتبت ہوئی، نہ کسی مسئلہ میں انہوں نے مجھ سے مدد چاہی، نہ میں نے خود بخود ان کو مدد دی، نہ میری بتائی ہوئی کوئی بات انہوں نے مباحثہ میں پیش کی۔

کئی سال ہوئے (غالباً ۱۸۸۴ء ہوگا) کہ حاجی غلام حسن اور مولوی غلام نبی وغیرہ احباب ورؤساء و ارکان امرتسر کی تحریک وشمولیت سے خاکسار، ڈپٹی عبداللہ آتھم (مباحث قادیانی) کے مکان پر گیا اور ان سے مسئلہ کفارہ مجوزہ عیسائیوں میں مباحثہ ہوا۔پھر ڈپٹی صاحب ان ہی دنوں خاکسار کے فرودگاہ پر آئے۔اسکے بعد نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا، نہ انہوں نے مجھے۔اور نہ اس وقت سے آج تک میری ان کی خط وکتابت ہوئی۔

قادیانی کے دوسرے مباحث ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک میڈیکل مشنری کی تو آج تک میں نے شکل

بھی نہیں دیکھی، اور نہ کسی مسئلہ میں میری انکی خط و کتابت ہوئی۔

ہاں رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد ۱۳ جس میں قادیانی کے حق میں فتوی علماء پنجاب و ہندوستان شائع ہوا ہے، وہ امرتسر و لاہور کے کتب فروش دکانداروں سے ہر کسی کو مل سکتا ہے۔ خدا جانے کہاں سے ان کے ہاتھ آ گیا۔ اس فتوی کے چند فقرات و الفاظ بحق قادیانی انہوں نے انتخاب کر کے ان کی دست آویز سے محرک سلسلہ مباحثہ میاں محمد بخش پاندہ دیسی مکتب جنڈیالہ ضلع امرتسر کو اپنے اشتہار مورخہ مطبوعہ اختر پریس امرتسر میں یہ الزام دیا کہ: ہم نے تو محمدیوں یعنی مسلمانوں سے مباحثہ کرنا منظور کیا تھا، تم نے ایک ایسے شخص کو مباحثہ کے لئے منتخب کیا ہے جو باتفاق علماء اہل اسلام، کافر و زندیق قرار دیا گیا ہے۔

اس اشتہار ڈاکٹر کلارک کے شائع ہونے پر مرزا قادیانی نے رسالہ سچائی کا اظہار شائع کیا جس میں ان فقرات کو درج کیا جو اوپر نقل ہو چکے ہیں۔

اثناء مباحثہ میں اور اس کے بعد قادیانی اور اس کے اتباع نے یہ کہنا اور شائع کرنا شروع کر دیا کہ ابو سعید محمد حسین، پادریوں کو مسائل و دلائل مباحثہ میں مدد دیتا ہے۔ فلاں فلاں بات جو پادریوں نے پیش کی، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی کی بتائی ہوئی ہے۔ وارث دین عیسائی لاہور میں گیا تھا اور اس سے وہ باتیں لکھا لایا۔ و علی ھذا القیاس

ان مفتریات و بہتانات کا ردّ و جواب اول تو وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ اور اب اس کی مزید تشریح کرتا ہوں کہ زمانہ مباحثہ سے اس وقت تک نہ میں کسی پادری یا عیسائی کے پاس گیا، نہ میرے پاس کوئی پادری یا انکا فرستادہ پیغام لے کر آیا۔ نہ میں وارث دین عیسائی کو جانتا ہوں، نہ کسی اور ان کے فرستادہ یا وکیل سے چارچشم یا ہم سخن ہوا ہوں۔ نہ کسی عیسائی نے مجھ سے کوئی مسئلہ متعلق بحث پوچھا، نہ میں نے خود بخود بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کو مسائل و دلائل بحث سے کچھ بتایا، یا لکھایا، یا اشارہ کیا۔

اپنے اپنے بیان میں فریقین میں سے جو شخص جھوٹا ہو، خدا اس پر وہ عذاب و لعنت کرے جو آج تک ملعون و کاذب پر نازل نہ ہوا ہو۔ قادیانی اور اس کے دروغ گو اتباع اپنے بیان میں سچے ہیں تو وہ بھی جھوٹے پر ان الفاظ سے لعنت کہیں اور بالمشافہ نہ سہی، تحریری مباہلہ کریں۔

دوسرا جواب یہ کہ مرزا قادیانی کا خاکسار پر یہ الزام کہ در پردہ عیسائیوں کو مدد دی ہے، خاکسار پر ایک کفر یا فسق کا الزام ہے کیونکہ اسلام کے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو مدد دینا کفر ہے، اور اس کے فسق ہونے میں تو قادیانی کو بھی شک نہ ہوگا۔ اور کفر وفسق کے الزام کے ثبوت کیلئے قادیانی نے ایک نہایت مہذبانہ اور شریفانہ اصول اپنی کتاب دافع الوساوس میں بیان کیا ہے۔ ہم مرزا قادیانی کے اس الزام کے ثبوت کیلئے اسی مہذبانہ شریفانہ اصول کو پیش کر کے اس مضمون کے مطابق قادیانی سے اس الزام کا ثبوت چاہتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۲۹۲ میں وہ مہذبانہ وشریفانہ اصول ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو، اول تو جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی کفر وفسق کا الزام نہیں لگاتا، اور اگر لگا دے، تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کے لئے دن چڑھا دیتا ہے۔

اس اصول کے مطابق خاکسار بڑے ادب وانکسار سے قادیانی کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اگر آپ دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو آپ کو اس خداوند ذوالجلال کی قسم ہے جس کی قسم پر حضرت نبی ﷺ بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال دعوی خود ثابت کر دکھاویں کہ خاکسار کسی پادری کے پاس گیا، یا کوئی پادری یا اس کا وکیل پیغام لے کر میرے پاس آیا، یا انہوں نے کوئی مسئلہ زیر بحث مجھ سے پوچھا، یا میں نے خود بخود کسی مسئلہ یا اس کی دلیل (مثلاً کوڑھی، اندھے کو پیش کرنا وغیرہ) کی بابت ان کو کچھ کہا، یا بتایا، یا اشارہ کیا۔

ان امور سے کوئی امر آپ روز روشن کی طرح ثابت نہ کر سکیں تو آپ خود ہی خیال کر لیں کہ پھر اپنے شریفانہ مہذبانہ اصول مجوزہ کی رو سے آپ کون بنتے ہیں؟ ہم اس باب میں ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتے۔

آپ نے جو اس الزام کی تقریر میں رسالہ سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے:

غالباً گمان گذرتا ہے کہ شیخ صاحب امداد کی غرض سے پادری صاحبوں کے پاس گئے ہونگے۔

وہ اس الزام کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اس ثبوت کی نفی کرتا ہے۔ اور صاف بتاتا ہے کہ آپ نے اس اصول شریفانہ کی پابندی سے تحقیق کامل کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ صرف ظن اور اٹکل سے کام لیا ہے جو بحکم اصول مذکورہ جس شخص کا کام ہے آپ جانتے ہیں اور جو اسکے ثبوت میں یہ کہا ہے

جوڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور رسالہ اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے مشابہ ہے۔

یہ بھی ثبوت نہیں، بلکہ مغالطہ ہے۔ وہ عبارت اور اس کے فقرات والفاظ ہماری عبارت کے مشابہ کیا ہوں گے، وہ تو بعینہ خاکسار کی عبارت والفاظ ہیں۔ اس عبارت والفاظ وفقرات کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے ہمارے فتوی سے نقل کیا اور خود ہمارے فتوی کا حوالہ دیا جس کو قادیانی نے عبارت منقولہ میں خود نقل کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاکسار نے بذات خود بالمشافہ یا بذریعہ تحریر ڈاکٹر کلارک کو وہ الفاظ بتائے ہیں۔

تیسرا جواب: خاکسار پادریوں کو مدد دیتا، تو پھر اپنے محاکمہ میں ان کی ویسی ہی خبر کیوں لیتا جیسا کہ آپ کی خبر لی ہے؟ کیا اس صورت میں اس کو پادریوں سے افشاء راز کا اندیشہ نہ ہوتا۔

اگر میں نے حوصلہ اور جرأت کر کے باوجود سابقہ موافقت اور در پردہ اعانت پادریوں کے انکے خلاف قلم اٹھایا ہے، تو ضروری ہے اور عصبیت مذہبی کو لازم ہے کہ وہ میرے اس خلاف کی اشاعت پر اس راز موافقت ومخفی اعانت کو فاش کریں اور اس خلاف کا بدلہ لیں اور یہ مشتہر کریں کہ پہلے تو تم نے خود ہی ہم کو یہ مسائل ودلائل بتائے اور تمہاری ہی تعلیم ومدد سے ہم نے وہ مباحثہ میں پیش کئے، اب تم نے خود ہی اس کا خلاف کیا، اور ہم کو ناحق الزام دیا۔ یہ امر اشاعت محاکمہ پر پادریوں سے وقوع میں نہ آیا، اور ہر گز نہ آئیگا انشاء اللہ، تو اس سے کس وناکس کو (جو قادیانی کی تقلید میں اندھا بہرانہ ہو گیا ہوگا) یقین ہوگا کہ خاکسار نے در پردہ پادریوں کو مدد نہیں دی۔ اور اس دعوی مدد ہی میں قادیانی مفتری ہے اور یہ امر اس کے دجال ہونے پر بھاری دلیل ہے۔

خدا تعالی پر قادیانی کا ایک تازہ افتراء، خاکسار کی نسبت اس کی وہ پیش گوئی ہے جو اس کے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۲۲ میں مرقوم ہے کہ: اس کی کشتی گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے و انّی رأیت هذا الرّجل یؤمن بایمانی قبل موته و رأیت کانّه ترك الکفر و تاب و هذه رؤیای و ارجو ان یجعلها ربّی حقاً ۔غلام احمد از قادیان ۔۴۔مئی ۱۸۹۳ء (میں یعنی قادیانی نے خواب میں دیکھا کہ یہ آدمی، بٹالوی، اپنی موت سے پہلے میرے ایمان پر ایمان لائے گا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ گویا اس نے مجھے کافر کہنا چھوڑ دیا۔ اور وہ اس سے تائب ہو گیا ہے۔ یہ میرا خواب ہے۔ امید ہے کہ خدا اس کو سچا کرے گا)

اس افتراء کے ذیل وضمن میں صفحہ ۲۱ حجت الاسلام میں اس نے خاکسار اور دیگر علماء اہل افتاء پر ایک افتراء بھی کیا ہے، کہ انہوں نے صرف اس وجہ سے کہ وہ (یعنی قادیانی) مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے، اسکو کافر بلکہ اکفر کہہ دیا ہے۔ اور انہوں نے مجھ (قادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ گویا یہ عاجز (قادیانی) ملائک کا منکر ہے اور معراج نبوی کا انکاری ہے اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ ! کافر ٹھہرانے کیلئے اس بیچارہ نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں ان ہی غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے

اس پیش گوئی کا پہلا حصہ دوسرے حصہ کا مکذب ہے۔ پہلے حصہ میں خاکسار محمد حسین کی جان بری کو محال قرار دے کر ہلاکت یعنی عذاب کا ڈر سنایا۔ دوسرے حصہ میں، جو عربی عبارت میں ہے، ایمان اور توبہ کی بشارت دے کر اس عذاب سے بے ڈر کر دیا، اور خاتمہ بالخیر ہونے کا مژدہ دیا ہے، جو پہلے حصہ کا صریح مخالف ومکذب ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ اس الہام منامی میں قادیانی نے خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔ خدا تعالی کی شان اس سے اجل وارفع ہے کہ وہ کسی سچے ملہم کو دو الہام متناقض اور ایک دوسرے کا مکذب الہام کرے۔ مرزا قادیانی نے اپنے وساوس کے حاشیہ صفحہ ۳۱۸ میں خاکسار کے دل کی حالت کو بھی ظاہر کر کے ہدایت سے محروم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کسی کے دل کی حالت سوائے خدا تعالی کسی کو معلوم نہیں ہوتی، اور جو شخص کسی کے دل کی حالت کے علم کا مدعی ہوتا ہے وہ اس باب میں الہام الہی کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اگر وہ الہام قادیانی سچا ہے تو اس الہام منامی کے کذب وافتراء علی اللہ ہونے پر یہ دوسری دلیل ہے۔

اب ہم اس الہام کے متعلق قادیانی کو ایک نوٹس دیتے ہیں: اے کذاب قادیانی ودجال لاثانی! تو نے خاکسار کی نسبت الہام منذر کی اشاعت چاہی تھی، سو دو دفعہ دی گئی۔ ایک دفعہ مشروط بشرط اجازت قانونی، دوسری دفعہ اس شرط سے مجرد اور عام اجازت، اس صورت سے کہ وہ الہام پہلے اشاعۃ السنہ میں چھپے اور اس میں اسکے الفاظ ومعانی کی تحقیق وتعیین وتشریح وتبیین ہو جائے، پھر جس اخبار میں تو چاہے اس الہام کی اشاعت کا تجھے اختیار ہے۔ مگر تو نے ہماری طرف سے اس اجازت دفعہ ثانی کا انتظار نہ کیا اور ایک الہام میعاد چالیس روز کا خاکسار کی نسبت دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں شائع ومشتہر کر دیا جس میں خدا تعالی نے تجھے جھوٹا اور روسیاہ کیا۔ چنانچہ صفحہ ۱۲۵ نمبر ۸ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ الہام

منامی رسالہ حجت الاسلام میں شائع کر دیا۔آئندہ تو نے اس خاکسار کی نسبت کسی قسم کا کوئی الہام اشاعۃ السنہ میں شائع کرانے سے پیشتر کسی رسالہ یا کسی اخبار یا اشتہار میں شائع کیا، تو تجھے ضرور عدالت میں حاضر ہونا، پھر سنٹرل جیل کا نظارہ کرنا ہوگا۔انشاءاللہ وتقدس۔بہتر ہے کہ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آجاؤ ورنہ سخت پچھتائے گا

قادیانی کا قول ہے: کہ علماء اہل افتاء نے اس کو صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر کہا ہے کہ وہ حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے۔

نیز اس کا یہ قول ہے: ان علماء نے مجھ پر افتراء کیا ہے کہ یہ شخص وجود ملائکہ سے منکر ہے، معراج نبوی سے انکاری ہے، مدعی نبوت ہے، معجزات کو نہیں مانتا، جھٹلاتا ہے۔

مؤخرالذکر قول صاف بتا رہا ہے کہ علماء نے اسکو صرف وفات مسیح کا قائل ہونے کے سبب کافر نہیں کہا بلکہ اس کے اقوال وعقائد مذکورہ (جس کو قادیانی افتراء قرار دیتا ہے اور وہ علماء ان اقوال وعقائد کا ثبوت اس کی کتابوں سے پیش کررہے ہیں) بھی اس تکفیر کے موجب اور وجوہات ہیں۔قادیانی نے صرف قول واعتقاد وفات مسیح کو سبب تکفیر ٹھہرانے میں محض افتراء سے کام لیا ہے۔پھر بحکم آنکہ، دروغ گوئے را حافظہ نباشد، اپنے اس دعوی کا خود خلاف کیا۔اور اس کے برخلاف یہ بھی اس کی قلم سے چار ہی سطر کے بعد نکل گیا کہ ان علماء نے از راہ افتراء مجھے پر یہ دفعات کہ یہ مدعی نبوت ہے، وجود ملائکہ معراج نبوی اور معجزات سے انکاری ہے، بھی قائم کئے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان، کافر ٹھہر جائے۔جو صاف اور صریح اس کہنے کے برابر ہے کہ اعتقاد وفات مسیح سے وہ کافر نہ بنا سکے تو انہوں نے یہ چار جھوٹے دفعات یا جرم مجھ پر قائم کئے اور مجھے کافر بنایا۔اس کہنے کے ساتھ اس کا وہ کہنا کہ انہوں نے مجھے صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب کافر کہا ہے، افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ قادیانی کی کلام کا صریح منطوق ومفہوم ہے، اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ صرف وفات مسیح کے اعتقاد کے سبب قادیانی کو اہل افتاء نے کافر نہیں ٹھہرایا، اور نہ صرف ایک اس عقیدہ بدعیہ کے سبب وہ کافر ٹھہرایا جا سکتا ہے۔وہ صرف اتنی ہی بات میں سلف وخلف کا خلاف کرتا، تو اس کو صرف مبتدع اور گمراہ کہا جاتا۔اس نے تو اکثر اصول اسلام وتسنن کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔اور ایک نیا دین قائم کیا، اور اسلام میں وہ باتیں نکالی ہیں

جوقدیم اسلام کے بالکل مخالف ہیں۔ازانجملہ چاروں یہ باتیں بھی ہیں جن کواس نے خود بیان کر کے علماء اہل افتاء کا افتراء قرار دیا ہے۔ان ہی باتوں کی نظر سے علماء اہل افتاء نے اس کو کافر واکفر کہا ہے، نہ صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب۔

مرزا قادیانی کا ان باتوں کوافتراءقرار دینا انصاف اور حیا کے خلاف ہے۔ یہ باتیں اس کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا پتہ ونشان ہم بارہا بتفصیل بتا چکے ہیں اس مقام میں اس تفصیل کا اجمال نقل کرتے ہیں:

پہلی بات (وجود ملائکہ سے انکار) ان معنوں میں اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ جبریل وغیرہ ملائکہ کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے انکاری ہے۔اور اس بات کا قائل ہے کہ جس جبریل یا روح القدس کو انبیاء کے پاس آنے والا اور انکے ساتھ رہنے والا اور ان کو دکھائی دینے والا تسلیم کیا جاتا ہے، وہ ان ہی انبیاء کی اندرونی صفت ہے، اور ان کی محبت کا نتیجہ ہے اور ان ہی کی خیالی صورت ہے، وہ کوئی خارج از انسان جبریل نہیں ہے۔

اور اس کا یہ اعتقاد اس کے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱، صفحہ ۲۹ صفحہ ۳۳، ۳۸، ۶۸، ۷۰، ۷۹ وغیرہ میں موجود ہے جن کی اصل عبارات بضمن فتوی تکفیر اور بضمن جواب فیصلہ آسمانی منقول ہیں اور اس کی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۷۲، ۷۷ لغایت ۷۷ میں مرقوم ہے۔ یہاں اس کے چند فقرات بعینہ اس کے الفاظ سے نقل کئے جاتے ہیں: توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں ہے: ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا ومحبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۵ میں ہے: یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے، اس کو روح امین بولتے ہیں، اور اس کا نام شدید القوی اور ذوالافق الاعلی بھی ہے (یہ تینوں نام یا صفات قرآن میں جبریل کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔قادیانی کہتا ہے ان تینوں سے وہی اندرونی صفت محبت سے متولد جبریل مراد ہے۔محمد حسین)

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۹ میں ہے: محققین اہل اسلام اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۷۹ میں ہے: جب جبریلی نور جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کے ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کی ایک عرض لازم بن جاتی ہے۔

ناظرین! انصاف سے کہو، کیا ان عبارات میں جبریل وغیرہ فرشتوں کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے صریح اور صاف انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہ تصریح نہیں ہے کہ جو روح القدس انبیاء کے پاس آتی اور رہتی اور دکھائی دیتی ہے وہ ان ہی کے ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ اور عرض لازم تھی، نہ خارج از انسان کوئی روح القدس۔ اور یہی اعتقاد علماء اہل افتاء نے ہمارے (یعنی قادیانی صاحب) کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر یہ افتراء کیونکر ہوا؟

دوسری بات (معراج نبوی سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کے قائل نہیں اور یہ انکار آپ کے صریح کلام میں بصفحہ ۴۷ وغیرہ ازالہ اوہام کے موجود ہے، جو پورا پورا فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہے۔ اس مقام میں اس کا ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ میں ہے: اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے، تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

قادیانی صاحب کیا یہ عبارت آپ کی نہیں اور کیا اس میں معراج جسمانی سے انکار نہیں؟

تیسری بات (قادیانی کا مدعی نبوت بلکہ رسالت ہونا) اس کی صریح کلام میں موجود ہے۔ اور توضیح مرام صفحہ ۱۸ میں و ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ و صفحہ ۶۷۶ وغیرہ میں مرقوم ہے جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔ اس مقام میں اس کے ایک دو فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳ میں ہے: خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۳ میں ہے: اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے

ایک ہی ہیں۔اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشّراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمه احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جلال جمال ہیں، لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے۔

قادیانی صاحب کیا آپ نے ان عبارات میں اپنے تئیں نبی اور احمد رسول نہیں کہا؟

چوتھی بات (معجزات سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بوجود جسمانی آسمان پر جانے کو خارق عادت سمجھ کر نہیں مانتے اور حضرت مسیح کے معجزات احیاء موتی وخلق طیور وغیرہ سے انکاری ہیں۔سو یہ انکار آپ کے صریح کلام میں توضیح مرام کے صفحہ ۹، اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷، اور صفحہ ۲، ۷، ۸، ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۳ وغیرہ میں موجود ہے۔جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔اس مقام میں چند عبارات بطور تمثیل نقل کی جاتی ہیں۔توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں ہے: یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید رسول حضرت خاتم الانبیاء سے مانگا تھا (آنحضرت ﷺ کو قادیانی کا خاتم الانبیاء کہنا اس معنی کر ہے کہ اب کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہ آئے گا۔مطلق نبوت کو قادیانی ختم نہیں سمجھتا۔وبناء علیہ وہ خود بھی نبوت کا مدعی ہے۔توضیح مرام صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو۔محمد حسین) کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھیں۔جواب ملا قل سبحان ربّی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھاوے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۷ میں ہے: مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے۔کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۳ میں ہے: سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسی پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔

اور اسکے صفحہ ۳۰۵ میں ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی

مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں ہے: غرضیکہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا

اور اس کے صفحہ ۲ میں ہے: مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا، جو مجھے دیا گیا ہے، وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

قادیانی صاحب! ان عبارات میں کیا آنحضرت ﷺ کے معجزہ معراج جسمانی سے اور حضرت مسیح کے معجزات کے حقائق مشہورہ سے صریح وصاف انکار نہیں ہے؟ پھر علماء نے آپ پر کیا افتراء کیا ہے؟

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ

من نتائج افکار میر صاحب خسر ثانی حضرت مسیح زمان مہدی دوران

مرزا صاحب کی دوسری شادی دہلی میں منشی ناصر کی بیٹی نصرت سے ہوئی تھی۔ منشی ناصر بتاتے ہیں کہ: عاجز نے چند امور کے لئے مرزا صاحب سے دعا منگوانے کے لئے خط لکھا، جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ دعا کرو کہ مجھے خدا تعالیٰ نیک اور صالح داماد عطا فرماوے۔ اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے، اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے، ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کرونگا، اور اس نکاح میں برکت ہوگی، اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا، تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ بلفظہ یاد نہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں جلدی نہ کریں۔ (حیات ناصر۔ ص ۷)

اور پھر منشی صاحب نے اپنی بیٹی کی شادی مرزا صاحب سے کر دی۔ منشی صاحب اور ان اہلیہ ان دنوں حضرت سید عبداللہ غزنوی کے زیر اثر موحدانہ عقائد کے حامل تھے۔ چند سال بعد مرزا صاحب نے مسیحیت وغیرہ کے دعوے کئے تو منشی ناصر ان سے بڑی حد تک بدگمان ہو گئے۔ ان دنوں انہوں نے میرزا صاحب (اپنے داماد) کے متعلق کچھ شاعری فرمائی جسے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر دیا۔ بعد ازاں منشی صاحب پھر سے مرزا صاحب کے دام میں آ گئے لیکن ان کی نظمیں مرزا صاحب کے کردار و اعمال کی آئینہ دار ہونے کی حیثیت سے تحریک ختم نبوت کے یادگار لٹریچر کا حصہ ہیں اس لئے ہم اسے محفوظ رکھنے میں شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم کی خدمات کا ایک حصہ سمجھ کر یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ منشی ناصر نواب لکھتے ہیں:

بعد ازیں یہ عرض ہے اے مسلمین　　آج دنیا میں کہیں تقوی نہیں
ہیں دغا میں آج کل سرگرم لوگ　　سینکڑوں دنیا میں اب پھیلے ہیں روگ
ہیں دواؤں کے کسی جا اشتہار　　کہہ کے گل لوگوں کو دیدیتے ہیں خار
شہد کہتے ہیں مگر دیتے ہیں سم　　جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں دم
ظاہری اور باطنی دکاندار　　خلق کو کرتے ہیں دھوکہ سے شکار
حافظ و حاجی بہت پھرتے یہاں　　حال ہے جن کا زمانہ پر عیان
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا　　ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا
ٹڈی دل کی طرح نکلے ہیں فقیر　　مارے مارے پھرتے ہیں حضرات و پیر
ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا　　آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک　　ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے　　گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار　　تم پہ رحمت ان پہ ہو گی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے　　اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید　　شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب　　ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مال و دولت کی تلاش　　تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
کوئی مل جائے جو دولت کا سبب　　ایک دم میں ہوں دلدر پاک سب

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات — گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو — رنڈیونکا مال یا بھانڈونکا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض — حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں — ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نہ بات میں — ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
رہ گئے دنیا میں اب ظاہر پرست — دن بدن ہیں دین میں ہم لوگ پست
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار — یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ — خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب — اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار — جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے — وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بدگمانی کا اسے آزار ہے — سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا — دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا — کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتقاء
چیز کی اپنی کرے تعریف جو — جانتا اس کو نہ تم مردِ نکو
مشک کی خوشبو تو خود اڑتی ہے یار — مالک دکان دے گو اشتہار
آم اور حنظل تو ہوتے ہیں جدا — جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا
آج دنیا مکر سے لبریز ہے — اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے
کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی — کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی
بدمعاش اب نیک از حد بن گئے — بومسیلم آج احمد بن گئے
عیسیء دوران بنے دجال ہیں — ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں — سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں — مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے — ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے
جس طرح ہو مال کچھ کھا جائیے — کچھ نیا اب شعبدہ دکھلائیے
عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید — گانٹھ کا پورا کوئی ہووے مرید
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بدمعاش — میوہ زر کی وہ دیدے ان کو قاش
پھر تو مقبول رحمٰن ہے ضرور — ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور

متقی ان کو ندے تو ہے شقی / جو شقی دے ان کو وہ ہے متقی
ہیں امیرو ں سے بڑ ھا تے میل جو ل / کر کے تعریفیں اوڑا لیتے ہیں مو ل
جو کو ئی دے ہا تھ کر دینگے دراز / اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آ ز
لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا / وہ روا ہو مال یا ہو ناروا
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوۃ / دین داری کی نہیں ہے کو ئی بات
علم ہے دنیا کما نے کے لئے / دو لت دنیا ہے کھا نے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں / ہنستے رہتے ہیں کبھی رو تے نہیں
غیظ میں بدمست ہو جا تے ہیں وہ / اپنی چا لا کی پہ اترا تے ہیں وہ
اپنی تعریفو ں سے بھر تے ہیں کتا ب / آ یت قر آ ن ہیں گو یا انکے خوا ب
نیک رکھتے ہیں گمان وہ نفس پر / ابلہی کا ہے یہی ان کے اثر
گر کو ئی رو کے تو ہو تے ہیں خفا / دشمن اپنا جا نتے ہیں بر ملا
سینکڑو ں کرتے ہیں گو وعدے خلاف / کم نہیں ہو تے مگر لاف و گزا ف
ہے اسی دن کے لئے منطق پڑ ھی / ہے اسی تد بیر سے عز ت بڑی
با ت کی ہو تی ہے گنجا ئش بہت / حیلہ سازی میں ہے آ سا ئش بہت

دیگر

مہدیء وقت ہے کو ئی مشہور / کو ئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیا ں اس میں عیسوی بر کت / نہ ہدا یت کا اس میں نام و نشان
نیک سب اٹھ گئے زما نہ سے / ما بقی میں نہیں رہی ہے ء جان
حبّ دنیا نے گھیر رکھا ہے / ہے بہت ہی ضعیف اب ایمان
بدعتو ں کی بہت ترقی ہے / حد سے با ہر ہے کفر اور عصیان
نہیں آ تا نظر کہیں اخلاص / ہیں دکھا ووں میں لو گ سر گردان
حبّ مولا جہان سے ہے معدو م / حر ص دنیا میں پھنس گئے انسان
نہ بچا اس سے مو لوی کو ئی / نہ کسی اہل دل کو اس سے امان
نہ فقیروں میں صبر باقی ہے / نہ امیرو ں میں شکر کا ہے نشان
لذ ت نفس میں وہ ہیں سر گر م / آ ج کل جو ہیں پیشوا ئے جہان
مر غ بریان کا شوق ہے ان کو / ہیں ملا ئک خصا ئل جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھا تے ہیں / لو گ کہتے ہیں جن کو قطب زمان
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے / ان کی صدقہ پر ہے فقط گذران

جب حقیقت کھلی بزرگی کی   ان کے دیکھے اگر کوئی سامان

ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ   در دولت پہ ہیں کئی دربان

رات دن ہیں عمارتیں بنتیں   مال کرتے ہیں مفت میں ویران

ہائے آتے نہیں نظر وہ لوگ   دیکھنے کو ترس گئے دل و جان

ہر صدی میں ہوئے ہیں اہل الحق   رہبر خلق و صاحب عرفان

دین اسلام جن سے تازہ ہوا   جن سے رونق پذیر تھا ایمان

تھے ازانجملہ ایک عبد اللہ   قامع شرک و بدعت و عصیان

ملک غزنیں کے رہنے والے تھے   ہے جہالت بھرا جو کوہستان

استقامت میں تھے مثال کوہ   کر کے ظلم و ستم تھکے افغان

راہ حق میں اٹھائیں تکلیفیں   نہ پھرے حق سے پر کسی عنوان

ان کو حاصل تھا صبر ایوبی   کرتے تھے شکر خالق سبحان

تھے عبادت میں رات دن مشغول   اور جاری تھی ذکر حق میں لسان

تھے نمونہ سلف کا وہ بے شک   پاک سیرت تھے اور پاک زبان

اپنے مولا پہ ان کو تکیہ تھا   تھے نہ اک ذرہ فکر آب و نان

تھے دعا و نماز میں مصروف   ورد تھا یا حدیث یا قرآن

ان کی صحبت میں تھی عجب برکت   یاد آتا تھا واں خدائے جہان

لطف آتا تھا وہاں عبادت میں   روز و شب تھی ترقی ایمان

ذکر مولا کی تھی وہاں کثرت   بات دنیا کی ہو یہ کیا امکان

امر معروف آپ کرتے تھے   پاس آتے تھے ان کے جو انسان

نہی منکر شعار تھا ان کا   فضل مولی سے تھے نہ سخت زبان

ایسے شیریں کلام اور خوش خلق   تھا پر از حکمت ان کا قول بیان

کچھ کسی سے غرض نہ تھی ان کو   بے طمع تھے وہ صاحب عرفان

ان کی محفل میں ذکر عقبیٰ تھا   واں نہ ہوتا تھا لغو اور ہذیان

رہ گیا ذکر خیر دنیا میں   کر گئے کوچ اب وہ عالی شان

حق انہیں مغفرت نصیب کرے   جنت خلد میں رہیں شادان

نیک بندے جہاں میں ہیں اب بھی   حق کو رکھتے ہیں جو عزیز از جان

پر مجھے وہ نظر نہیں آتے   دے ملا مجھ کو ان سے یا رحمان

تیری قدرت سے کچھ نہیں ہے دور   مجھ کو مشکل ہے اور تجھے آسان

ناصر اب ختم کر کلام اپنا حق تری مشکلیں کرے آسان

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ میر ناصر پھر سے مرزا صاحب کے پھندے میں آ گئے تھے، اس لئے وہ کہا کرتے تھے کہ میں حضرت مولانا بٹالوی کے اکسانے سے میرزا صاحب سے منحرف ہوا، لیکن مجھے پھر سے سمجھ آ گئی ہے کہ مرزا صاحب واقعی مسیح موعود، ومہدی معہود ہیں۔حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی منقولہ بالا شاعری کو اشاعۃ السنہ میں نقل کر کے لکھتے: اس نظم کو پڑھ کر امید ہے کہ میر صاحب اپنی اس بات کا کہ میں اشاعۃ السنہ کے دھوکہ میں آ کر کادیانی سے منحرف ہو گیا تھا، واپس لیں گے۔اور اقرار کریں گے کہ وہ قدیم سے منحرف تھے اور اس کو جھوٹا مسیح اور جھوٹا مہدی سمجھتے تھے۔اب وہ کادیانی کے دھوکہ میں آ کر اس کو سچا مہدی اور موعود مسیح سمجھنے لگے تھے جس سے پھر ان کا رجوع ہے۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ ج ۱۴۔ص ۴۱۷ تا ۴۲۰)

متفرقات:

اے شک کرنے والو آسمانی فیصلہ کی طرف آ جاؤ

(مرزا قادیانی فرماتے ہیں) اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے اور غضب میں آ کر حد؟ سے مت بڑھو۔میری اس کتاب (ازالہ اوہام) کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و البعث بعد الموت و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ فاتقوا اللہ و لا تقولوا لست مسلماً اتقوا الملک الذی الیہ ترجعون ۔اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے.....تو آؤ آزما لو خدا کس کے ساتھ ہے۔اے میرے مخالف الرائے مولویو! اور صوفیو! اور سجادہ نشینوں! جو مکفر اور مکذب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا۔اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔کیا کوئی تم

میں ہے کہ اس آزمائش کے لئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دے کران تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یادرکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اسی کی مدد کرے گا جس کو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑو گے۔ کیا کوئی متکبرانہ اچھلنے سے درحقیقت اونچا ہوسکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے۔ اس رب سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے و من یأت ر به مجر ماً فا ن له جهنم لا یمو ت فیها و لا یحی ۔ الناصح۔ خاکسار غلام احمد قادیانی ازلودھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ (یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ اول باراول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے) (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۸۲۔۲۸۳)

مباحثہ پٹیالہ سے متعلق قادیانی اشتہار

پٹیالہ میں مولوی محمد اسحاق کے ساتھ بحث کے بعد مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا:

واضح ہو کہ کل ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مولوی محمد اسحاق صاحب اس عاجز کے مکان (فرودگاہ) میں تشریف لائے اور ایک جلسہ عام میں حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارہ میں مولوی صاحب موصوف نے گفتگو کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس قدر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بعض احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم چند گھنٹے کے لئے ضرور فوت ہو گئے تھے مگر ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے۔ اور ۴۵ برس تک زمین پر بسر کر کے پھر دوبارہ مریں گے۔ یعنی دو موتیں ان پر ضرور وارد ہوں گی۔ اس پر مولوی صاحب کو ایک مبسوط تقریر میں سمجھایا گیا کہ حضرت مسیح کی دو موتیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں بلکہ وہ ایک ہی دفعہ مر کر خدا تعالیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فوت شدہ انبیاء میں جا ملے اور دوبارہ دنیا میں وہ آنہیں سکتے.... لیکن مولوی صاحب یا تو ان دلائل کو سمجھ نہیں سکے یا عمداً حق پوشی کی راہ سے اس کی مخالف اشاعت کرنا انہوں نے اپنی دنیوی مصلحت قرار دے دیا ہو گا چنانچہ سنا گیا ہے کہ ان کے بعض دوستوں نے عام طور پر شہر پٹیالہ میں شائع کر دیا کہ گویا مولوی صاحب اپنی اس تقریر میں جو اس عاجز

سے کی تھی فتح یاب ہوئے چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خلاف واقعہ تقریر کا پٹیالہ کے عوام پر بد اثر پڑے گا اور شاید وہ اس مفتریانہ تقریر کو سن کر یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ درحقیقت مولوی صاحب نے فتح پائی لہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کو مخاطب کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے کہ ہر یک خاص و عام کو اطلاع رہے کہ جو بیان مولوی صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے وہ محض غلط ہے حق بات یہ ہے کہ ۳۰۔ اکتوبر کی تقریر میں مولوی صاحب ہی مغلوب تھے اور ہمارے شافی و کافی دلائل کا مولوی صاحب ایک ذرہ جواب نہیں دے سکے۔ اگر ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کے نزدیک ہے خلاف واقعہ ہے تو مولوی صاحب پر فرض ہے کہ اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک جلسہ بحث مقرر کر کے اس مسئلہ حیات و وفاۃ مسیح میں اس عاجز سے بحث کر لیں۔ اور اگر بحث نہ کریں تو پھر ہر یک منصف کو سمجھنا چاہیے کہ وہ گریز کر گئے شرائط بحث بہ تفصیل ذیل ہوں گے۔

حیات و وفات مسیح ابن مریم کے بارہ میں بحث ہوگی۔۲۔ بحث تحریری ہوگی یعنی دو کاتب ہماری طرف سے اور دو کاتب مولوی صاحب کی طرف سے اپنی اپنی نوبت پر بیانات قلم بند کرتے جائیں گے اور ہر یک فریق ایک ایک نقل دستخطی اپنے فریق ثانی کو دے گا۔ پرچے بحث کے تین ہوں گے مولوی صاحب کی طرف سے بوجہ مدعی حیات ہونے کے پہلا پرچہ ہوگا پھر ہماری طرف سے جواب ہوگا۔ تحریری بحث سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ فریقین کے بیانات محفوظ رہتے ہیں اور دور دست کے غائبین کو بھی ان پر رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے اور کسی کو یہ یارا نہیں ہوتا کہ خارج از بحث یا رطب و یابس زبان پر لا سکے پبلک اس بات کو سن رکھے کہ ہم اس اشتہار کے بعد ۲ نومبر ۱۸۹۱ء کے ۱۲ بجے دن تک مولوی صاحب کے جواب اور شروع بحث کا انتظار کریں گے۔۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی وارد حال شہر پٹیالہ المرقوم ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۲۶۷۔۲۶۹)

مسمریزم

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک:

مولوی نے ایک روز مسجد مبارک (قادیان) میں حضرت مرزا سے دریافت کیا کہ مسمریزم جو آج کل بہت مشہور ہے، یہ کیا چیز ہے۔ آیا اس میں کسی قسم کا اثر بھی ہے یا یوں ہی بچوں کا کھیل تماشا اور وہم اور بے وجہ شئے ہے۔ مرزا نے فرمایا مولوی صاحب! مسمریزم بہت عمدہ کارآمد چیز اور نتیجہ خیز بات ہے۔ یوں تو کوئی شئے بھی خدا نے عبث اور بے فائدہ نہیں بنائی ربنا ما خلقت هذا باطلا لیکن یہ مسمریزم تو بڑی کارآمد شئے ہے اور خاص اثر رکھتی ہے اور جیسا کہ اسلام نے اس کو لیا اور برتا اور فائدہ اٹھایا ہے اور کسی مذہب یا کسی فرقہ نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ حقیقت اور مغز اسلام کو میسر آیا اور قشر اور پوست دوسروں کے حصے میں گیا۔ کہتے ہیں مسمر ایک انگریز کا نام ہے جس نے اس کو پھیلایا اور مشہور کیا۔ سو اس واسطے اس کے نام پر مسمریزم نام شہرت پکڑ گیا۔ ورنہ دراصل اس کا نام ترب علم ہے۔ ترب مٹی کو کہتے ہیں اور مٹی سے انسان کی پیدائش ہے خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون میر الڑ کا سلطان احمد بھی ایک میز کہیں سے لے آیا تھا۔ وہ بھی ہاتھ رکھنے سے حرکت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہاماً فرمایا کہ یہ عمل الترب ہے۔ مسیح میں بھی یہ قوت ترب اچھی خاصی تھی۔ ہمارے الہام میں ہے هذا هو الترب الذی لا یعلمها الخلق یہ وہ عمل ترب ہے کہ مخلوق اس کی شناخت سے بے خبر ہے۔ پہلے زمانہ میں فقراء کے پاس تھا وہ اس کو پوشیدہ راز سمجھ کر کسی کو نہیں بتلایا کرتے تھے سوائے خاص لوگوں کے۔ صرف ان میں یہی تھا کہ دوسرے شخص کو بیہوش کر دیتے، یہ انکی کرامت ہوتی تھی، مگر اب مسمریزم کے نام سے لوگ گھبراتے ہیں۔ فقراء صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام توجہ اور تصور ہے۔ اگر کسی کو مسمریزم کا نام اچھا نہ معلوم ہو تو اس کو توجہ اور تصور کہہ سکتے ہیں۔ غرض اسلام نے اس کو اس طرح سے لیا ہے کہ پہلے مصافحہ اور معانقہ کی صورت میں اگرچہ اوروں میں بھی مصافحہ اور معانقہ ہے لیکن بے اصل یوں ہی دل لگی کے طور سے۔ پھر نماز باجماعت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں مونڈھے سے مونڈھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہو اور اپنے درمیان کچھ فاصلہ نہ رکھو کہ خالی جگہ شیطان داخل ہو جائے گا۔ یہ اس بات کو ظا

ہر کیا کہ ایک شخص کی توجہ جسمانی اور روحانی دوسرے شخص میں سرایت کر جائے۔ جماعت میں جیسے جسمانی رنگ میں کوئی ضعیف اور کوئی قوی ہوتا ہے ایسا ہی روحانی اور باطنی کیفیات میں بھی ضعف وقوت کا فرق ہوتا ہے۔ تو جب اس میں ایک دوسرے کے ملنے سے ایک دیوار کی طرح ہو جائیں گے اور مل کر کھڑے ہونے سے ایک دوسرے کی تاثیر اور فیوض اور جذب روحانی پھیل کر سب میں پہنچ جاوے گی۔ جب پہلی صف اپنی قوت اور جذب روحانی سے پر ہو جائے گی تو پھر اس صف کا اثر دوسری صف پر پڑے گا اور پھر ان دونوں صفوں کا اثر تیسری پر پہنچے گا۔ اس کے سمجھنے کے لئے بجلی کی مشین کی سی ہے جو آج کل نکلی ہے اگر اس بجلی کی مشین یا کل کو کوئی ہاتھ میں پکڑے تو اس کا ہاتھ سن ہو جائے گا اور چھوٹ نہیں سکے گا ایسا ہی اگر دوسرا شخص اس ہاتھ کو پکڑ لے تو اس پر بھی برقی اثر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر دس اور بیس اور پچاس سو تک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے جائیں تو وہ برقی اثر سب پر یکساں اثر کرتا چلا جائے گا۔ اگر درمیان میں کچھ بھی فصل رہے گا تو وہ برقی طاقت رک جائے گی اور اس کی قوت جذب کام نہ دے گی اور وہ جدائی جو واقعہ ہوئی ہے وہ اس برقی طاقت کو آگے نہیں چلنے دے گی اور روک ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نماز کی صف میں کچھ فصل مل کر کھڑے ہونے میں ہوگا تو قوت روحانی یا اثر باطنی جو ایک دوسرے میں سے ہو کر آرہا تھا وہ رہ جائے گا، اس کا نام اصطلاح شریعت میں شیطان رکھا ہے۔ (ایک صف کا دوسری صف سے ملاپ کب ہوتا ہے؟ درمیان میں تو فاصلہ ہوتا ہے۔ یوں مرزا کی یہ ساری مثال یہیں ختم ہو جاتی ہے اور جو بعد میں بیان کیا وہ بے ربط ہو جاتا ہے۔ بہاء) بس اب یوں خیال کرو کہ اب جو ظہر کی نماز ہماری اس مسجد میں ادا ہوئی تو دوسری مساجد میں بھی جماعتیں ہوئیں اور دوسرے گاؤں اور شہروں میں، یہاں تک کہ تمام جہان میں جماعتیں ہوئیں تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف جماعتیں ہوئیں تو تمام جماعتوں اور صفوں کا گول حلقہ بیت اللہ کے ارد گرد ہو گیا اور وہ اپنی مدور شکل میں جسمانی حلقہ بندھ کر روحانی طور سے بھی سب کا ایک حلقہ بن گیا۔ اس کی مثال بنٹی کی سی ہے کہ ایک بانس کی لمبی لکڑی کے دونوں سروں پر تیل سے تر کر کے آگ لگا دی جاتی ہے اور ایک مشاق اس کو گھماتا اور چکر دیتا ہے تو اگرچہ وہ دو جگہ علیحدہ علیحدہ آگ روشن ہے مگر گھمانے اور چکر دینے سے اس کا ایک گول حلقہ دکھائی دیتا ہے کہ ایک ذرہ بھی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور صفیں اگرچہ دیکھنے سے الگ الگ مسجدوں میں قائم ہیں، مگر حقیقت میں بنٹی کے حلقہ کی طرح

ایک ہی جماعت کے حکم میں روحانی طور پر ہو جاتی ہیں اور وہ سب صفیں جو دست بستہ اپنے مقام پر کھڑی ہیں اپنے جسمانی اتصال اور روحانی اثر سے مؤثر ہو کر بیت اللہ سے فیض یاب ہوتی اور رحمت و فضل الٰہی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں کیونکہ بیت اللہ وہ مقام ہے جو ان اول بیت وضع للناس ہے اور حضرت ابراہیم اور آنحضرت ﷺ کے لئے کامل تجلی الٰہی کا مقام ہے اور کلام الٰہی کے نزول کی جگہ ہے۔ ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ یہاں آنے کیلئے اعلان کر دو اور آنحضرت ﷺ کو بھی حکم ہوا اور آپ کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو حکم پہنچا اور بڑے بڑے وعدے یہاں سے ہوئے۔

مولوی صاحب خیال کرو کہ جماعتوں میں ہر زمانہ میں اولیاء ابدال اقطاب صلحا اتقیاء غوث مجدد محدث محدث ہوتے ہیں اور عام مومنین بھی وہ تمام مل کر بیت اللہ یعنی تجلی گاہ اعظم اللہ تعالیٰ سے فیض رحمت برکت کھینچتے ہیں اور اپنے اندر جذب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و الّذین جا ھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا یہی سرّ اور رمز ہے جو سب کے سب بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں تا کہ توجہ الی اللہ پورے طور سے ہو۔ اگر ایک طرف منہ نہ کیا جاوے اور متفرق طور پر اپنی اپنی مرضی سے جدھر چاہیں منہ کر لیں تو کس طرح فساد لازم نہ آ جاوے اور کیونکر وحدت ہو سکتی۔ اگر ایک واعظ کھڑا ہو کر وعظ کرے اور سننے والے وعظ چھوڑ کر دوسری طرف جدھر جس کا دل چاہے منہ کر کے بیٹھ جاویں یا کھڑا ہو جاویں تو کیسی ابتری اور بے ہودگی ہو گی۔ نہ سننے میں اثر ہو گا اور نہ واعظ کی توجہ پوری پوری ان کی طرف ہو گی اور نہ کوئی اس سے فائدہ اٹھائیگا بلکہ الٹا اثر ہو گا

یہی راز بیعت کی حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے۔ ظاہری بیعت اور باطنی بیعت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آج کل جو فرقہ بندیاں ہو رہی ہیں اور ایک امام کے تابع نہیں ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہتے ہیں اور جس منصب کے وہ مستحق نہیں خود بننا چاہتے ہیں۔ ہر شخص انانیت کا دم مارتا ہے اور واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً کو چھوڑتا جاتا ہے جو مسمریزم کی طرف اشارہ ہے تو وحدت کیونکر پیدا ہو۔ سب کے سب متفرق ہو کر یک دم محروم ہو گئے اور کیونکر وصول الی اللہ کی راہیں کھل سکتی ہیں اور کس طرح وہ اولیاء الرحمٰن میں داخل ہو سکتے۔ فرقوں کے مٹانے کے لئے اور متفرق لوگوں کو ایک جگہ اور ایک طریق پسندیدہ پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے عین ضرورت پر بھیجا۔ مجھ سے منہ موڑ کر کیا پھل پائیں گے۔ آسمان کی طرف دیکھ

رہے ہیں کہ وہ مسیح ناصری جوان کی نظر میں زندہ ہے وہ ہی آئے ،مگر وہ فوت ہو گیا۔اس کی زندگی اور آنا ایک موہوم اور نرا خیال باطل ہے۔نہ کوئی اس طرح پہلے گیا اور نہ آیا اور نہ اتنی مدت زندہ رہا،اب کس طرح خدا کی سنت کے خلاف یہ ان کی امید برآ سکتی ہے۔اس مسیح سے انکار کر کے کیا لیا جو میرا انکار کر کے لیں گے (مرزا صاحب تو چلے گئے۔سو سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا،لیکن جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ بقول خود بھیجے گئے تھے،فرقہ بندیاں ختم، لوگوں کو ایک پسندیدہ طریق پر اکٹھا کرنا،وغیرہ وہ تو پورا نہیں ہوا۔نہ فرقے ختم ہوئے۔نہ لوگ ایک طریق پر اکھٹے ہوئے۔بہاء)

حضرت موسیٰ کا عصا جو سانپ بن جاتا تھا وہ بھی ان کی توجہ اور قوت قلبی کا اثر تھا انہیں کے ہاتھ سے سانپ ہو جاتا تھا،دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔موسیٰ کی وفات کے بعد بھی سوٹا رہا مگر کبھی سانپ نہ بنا اور ان سے پہلے بھی تھا اور کبھی وہ سانپ نہ ہوا،سوٹا کا سوٹا ہی رہا۔اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ کی قدسی قوت اور توجہ کا اثر تھا۔اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ سانپ بنانے کے وقت دعا کرتے تھے یا اس پر کوئی آیت توریت کی پڑھ کر دم کرتے تھے۔مسیح بھی اپنی چڑیوں میں اپنی توجہ سے کام لیتے تھے۔ان میں خدا نے یہ قوت قدسی یہ تاثیر پیدا کر دی تھی اس سے بڑھ چڑھ کر اللہ تعالیٰ نے سید الانبیا ﷺ میں قوت قدسی اور خاص توجہ رکھی تھی یہ قوت الٰہی تھی جو آپ کو عطا کی گئی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اس قدر پانی فوارہ کے طور پر نکلا کہ لشکر سیراب ہو گیا اور چند روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے بہتوں کا پیٹ بھر گیا اور پھر بھی وہ روٹیاں جتنی تھیں بچ رہیں اور آپ کے لعاب دہن مبارک سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا اور ایک شخص کی لڑائی میں آنکھ نکل پڑی۔آپ کے دست مبارک رکھنے سے وہ آنکھ اچھی خاصی ہو گئی۔اسی طرح سینکڑوں آپ کے اقتداری نشان ہیں اور ان سے زیادہ یہ ہے کہ جب چند لوگوں نے آپ سے نشان طلب کر لیا،رات کا وقت تھا،آپ نے فرمایا وہ دیکھو آسمان پر نشان ظاہر ہوا۔اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اٹھائی تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپ نے ایک مٹھی کنکریوں کی کفار پر پھینکی تو وہ سب اندھے اور بدحواس ہو گئے۔کون کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ان نشانوں کے لئے دعا کی تھی یا کلام الٰہی پڑھ کر دم کیا تھا،یہ توجہ باطنی اور قوت الٰہی کا کرشمہ قدرت تھا جو ان میں پہلے ہی ودیعت رکھا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکنّ اللّٰہ رمی

اس سے ہمیں انکار نہیں کہ تھوڑی بہت یہ قوت ہر ایک میں ہے مگر پھر سب میں برابر نہیں اور یہ لوگ

جو مسمریزم یعنی توجہ کرتے ہیں یہ کسبی ہے اور اس کو بھی انہوں نے صحیح طور استعمال نہیں کیا ایک کھیل تماشہ کے طور پر برتا جو سفلی حالت میں رہ گئے۔ مگر خدا کے ماموروں مقبولوں کی یہ کشش یہ توجہ یہ جذب وہبی تھا۔ ایک شخص کسب اور مشق کر کے برسوں میں حاصل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں میں وہبی طور پر عطا کرتا ہے جس کا کسبی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرہ جگنو یعنی کرم شب تاب آفتاب کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟

فرمایا بیعت میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو شخص بیعت کرتا ہے تو اس بیعت کنندہ میں وہ قوت باطنی اور طاقت ایمان پیدا ہو جاتی ہے کہ برسوں کی عبادت میں وہ لذت اور قوت باطنی حاصل نہیں ہوتی۔ رومی صاحب فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(منقول از تذکرۃ المہدی۔ ص ۲۷۶۔ ۲۸۱۔ ملخصاً)

مرزا قادیانی کی اس طویل تقریر کے بعد ایک اور قادیانی روایت ملاحظہ فرمایئے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں: خواجہ عبدالرحمٰن متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد میاں حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں مرزا صاحب کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ میں احمدی ہونے سے قبل وہابی تھا، میں نے اپنا پاؤں مرزا صاحب کے پاؤں کے ساتھ ملانا چاہا۔ مگر جب میں نے اپنا پاؤں آپ کے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لئے اس طریق سے باز آ گیا۔ (سیرۃ المہدی از بشیر احمد جلد دوم ص ۲۹)۔

اس روایت سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرزا صاحب نے پیر سراج الحق والی روائت میں جس بات کی ہوا باندھی تھی، اور جس غبارے میں ہوا بھری تھی، کہ پاؤں سے پاؤں ملا کر نماز میں کھڑے ہونے سے ایک عالم گیر حلقہ بن جاتا جو کعبہ سے فیض حاصل کرتا ہے اور یہ فیض اس حلقے میں شامل ہر شخص کو پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، اور جس طرح بجلی کا کرنٹ ایک دوسرے سے پیوستہ چیزوں میں سے گذرتا ہے اسی طرح وہ فیض گذر جاتا۔ جہاں حلقہ ٹوٹ جاتا ہے وہاں رک جاتا۔ اب مرزا قادیانی کا عمل بتاتا ہے کہ وہ کسی حلقے میں شامل نہیں۔ اور سلسلہ اور حلقہ ان تک پہنچتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے فیض رسانی کا سلسلہ رک جاتا

ہے۔ نہ ان تک فیض پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں ملا کر کھڑے نہ ہونے کے باعث حلقہ سے الگ تھلک کھڑے ہیں، اور جب ان تک ہی نہیں پہنچتا تو ان سے آگے، ان کے مریدوں کو کیسے پہنچے گا۔ اور خود ان کا فیض بھی کسی کو اس لئے نہیں پہنچ سکتا کہ وہ الگ تھلگ کھڑے ہیں، کسی مرید کا پاؤں ان کے پاؤں سے چھو نہیں رہا ہے۔ اور پھر مرزائیوں کی روایتوں سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ باجماعت نماز میں بھی کسی صف میں کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ امام سے ذرا پیچھے ہٹ کر صف اول سے آگے یکہ وتنہا کھڑے ہوتے تھے۔ ان صورتوں میں مسمریزم کے تصور پر کھڑی کی ہوئی عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے، اور غبارہ سے ہوا نکل جاتی ہے اور مرزا صاحب کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ بہاء

میر عباس علی لدھیانوی، قادیانی کی نظر میں

مرزا صاحب نے ایک مرتبہ علماء وصلحاء اسلام کو آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج کیا تھا۔ جواب میں مرزا قادیائی کے ایک سابق مرید اور مولانا بٹالوی ساتھی میر عباس علی لدھیانوی نے مرزا صاحب کو خط لکھ دیا کہ ان سے روحانی مقابلہ کرنے کے لیے ایک بزرگ تیار ہے بس آپ چلے آئیں۔ اس پر مرزا صاحب کے پسینے چھوٹ گئے۔ اور دونوں کے مابین بڑی دل چسپ خط وکتابت ہوئی جسے ہم عنقریب نقل کریں گے، تاہم اس سے قبل ہم میر عباس علی کے دور قادیانیت میں ان کے مقام ومرتبہ کی وضاحت کے لئے انکے نام مرزا صاحب کے چند خطوط نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر عباس علی کو لکھا:

آپ کی مساعی (اشاعت وفروخت کتاب براہین احمدیہ) پر نظر کر کے آپ کی قبولیت کا بہت امیدوار ہوں۔ خصوص ایک عجیب کشف ہے جو مجھ کو ۳۰ دسمبر ۱۸۸۲ء بروز شنبہ کو یک دفعہ ہوا۔ آپ کے شہر کی طرف نظر لگی ہوئی تھی اور ایک شخص نامعلوم الاسم کی ارادت صادقہ خدا نے میرے پر ظاہر کی جو باشندہ لدھیانہ ہے اس عالم کشف میں اس کا نام پتہ ونشان سکونت بتلا دیا جواب مجھ کو یاد نہیں رہا صرف اتنا یاد رہا کہ سکونت خاص

لدھیانہ اوراس کے بعد اس کی صفت میں یہ لکھا ہوا پیش کیا گیا سچا ارادت مندا صلھا ثا بت و فر عھا فی السماء یعنی اس کی ارادت ایسی قوی اور کامل ہے کہ جس میں نہ کچھ تزلزل ہے نہ نقصان۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۴)

ایک خط میں مرزا صاحب میر عباس علی کو لکھتے ہیں:

اس عاجز (مرزا) کے صادق دوستوں کی تعداد ابھی تین چار سے زیادہ نہیں جن میں سے ایک آپ ہیں۔ ۹ فروری ۱۸۸۳ء (مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۵)

ایک خط میں مرزا صاحب نے انہیں لکھا:

آنجناب کی سعی وکوششوں سے اس عاجز کو بہت مدد ملی ہے یہ خداوند کریم کی عنایات میں سے ہے کہ اس نے اپنے مخلص بندوں کواس طرف جوش ایمانی بخشا ہے۔ سو چونکہ عمل وہی معتبر ہے جس کا خاتمہ بالخیر ہو اور صدق اور وفاداری سے انجام پذیر ہواوراس پرفتن زمانہ مین اخیر تک صدق اور وفا کو پہنچانا اور بد باطن لوگوں کے وساوس سے متاثر نہ ہونا سخت مشکل ہے اس لئے خداوند کریم سے التجا ہے کہ وہ اس عاجز کے دوستوں کو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں آپ سکینت اور تسلی بخشے ...آن جناب کی تحریرات کے پڑھنے سے بہت کچھ حال صداقت ونجابت آن مخدوم ظاہر ہوتا ہے اور ایک مرتبہ بنظر کشفی بھی کچھ ظاہر ہوا۔ شائد کسی زمانہ میں اس سے زیادہ اور کچھ ظاہر ہو۔ (مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۵۔۶)

مرزا صاحب کا ایک خط یوں ہے:

خداوند تعالی استقامت سے حظ وافر آپ کو بخشے میں آپ کی ذات میں بہت ہی نیک طینتی اور سلامت روشی پاتا ہوں اور میں خداوند کریم کی نعمتوں میں سے اس نعمت کا بھی شکر گذار ہوں کہ آپ جیسے خالص دوست سے رابطہ ہوا ہے ۲۶۔اپریل ۱۸۸۳ء (مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۱۷)

مئی ۱۸۸۳ء کے ایک مکتوب میں مرزا صاحب، میر عباس کو لکھتے ہیں:

خدا کا کیسا شکر کیا چاہیے کہ اس نے محض اپنے تفضلات قدیم سے فضل سے آپ جیسے دلی دوست عطا بہم پہنچائے۔ اگرچہ آپ کا اخلاص کامل اس درجہ پر ہے کہ اس عاجز کا دل بلا اختیار آپ کی دعا کے لئے کھینچا چلا

جاتا ہے، پر جس ذات قدیم نے آپ کو یہ اخلاص بخشا ہے اس نے خود آپ کو چن لیا ہے تب ہی یہ اخلاص بخشا ہے و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء کردیئے...شاہ دین صاحب رئیس لدھیانہ کی طرف انہیں دنوں میں کتاب بھیجی گئی جب آپ نے لکھا تھا مگر انہوں نے پیکٹ واپس کیا اور بغیر کھولنے کے اوپر بھی لکھ دیا کہ ہم کو لینا منظور نہیں .۲۱ مئی ۱۸۸۳ء۔رجب ۱۳۰۰ھ (مکتوبات احمدیہ جلد ا۔ص ۲۱۔۲۲)

ایک خط میں مرزا صاحب نے میر عباس علی کو لکھا ہے:

جس آیت کو ایک مرتبہ بنظر کشفی دیکھا گیا تھا اصلها ثابت و فرعها في السماء ،اس شجرہ طیبہ کے آثار ہوتے جاتے ہیں و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ..۲ جون ۱۸۸۳ء۔۲۵ رجب ۱۳۰۰ھ (مکتوبات احمدیہ، ج ا ص ۲۵۔۲۶)

مرزا صاحب کا ایک خط بنام میر عباس علی یوں ہے:

آپ کو کلی اختیار ہے کہ جو کچھ قیمت کتاب میں جمع ہو اس کو حسب ضرورت خرچ کرتے رہیں خداوند کریم نے آپ کی سعی میں برکت ڈالی ہے اور آپ وہ کام کر رہے ہیں کہ جس میں ہر یک کو آپ کی طرح توفیق نہیں دی گئی خداوند کریم آپ کو دنیا و دین میں اس کا اجر بخش کر اس عاجز کو دکھاوے..۲۵ جولائی ۱۸۸۳ء

(مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۳۰)

نیز ایک خط میں مرزا قادیانی نے لکھا:

خداوند کریم کے تفصلات اور احسانات کا کہاں تک شکر کروں اور کیونکر اس کی نعمتوں کا حق بجالاؤں کہ اس پر ظلمت زمانہ میں مجھ جیسے غریب تنہا نالائق بے ہنر کے لئے آپ جیسے مخلص دوست اس نے میسر کئے سو اسی سے میں یہ بھی دعا مانگتا ہوں کہ آپ کو اپنے الطاف جلیہ اور خفیہ سے متمتع کرے اور اپنے توجہات خاصہ سے دستگیری فرماوے اور اپنی طرف انقطاع کامل اور تبتل تام بخشے آمین ثم آمین...۱۹۔اگست ۱۸۸۳ء

(مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۴۰)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

آپ میں آثار سعادت اور رشد کے ظاہر ہیں کہ آپ کی حقیقت بینی پر نظر ہے اور صدق اور وفا اور

حسن ظن کا خلق موجود ہے۔ پس یہ وہ چیزیں ہیں جس کو مولی کریم کی طرف سے عطا کی جاتی ہیں اس کے لئے استقامت کا عطا ہونا بھی ساتھ ہی مقدر ہوتا ہے۔ ۳۰۔ اگست ۱۸۸۳ء (مکتوبات احمدیہ۔ جلد ا ص ۴۴)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

خداوند کریم مقدرات مکروہہ سے آپ کو امن میں رکھے اور آپ کی سعیوں اور کوششوں میں کہ جو آپ خالصتاً للہ کر رہے ہیں بہت سی برکتیں بخشے اور بہت سے اجر اس پر مترتب کرے.. ۶ ستمبر ۱۸۸۳ء

(مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ ص ۴۸)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

جس قدر آن مخدوم نے کوشش اور سعی اٹھائی ہے اور اپنے نفس پر مشقت اور تحمل.. رکھا ہے یہ سب خداوند کریم کی ہی عنایت ہے، تا آپ کو اس کے عوض میں وہ اجر عطا فرماوے... انہیں کوششوں پر موقوف تھا جس کریم رحیم نے اس عاجز نالائق کو اپنے غیر متناہی احسانوں سے بغیر عوض کسی عمل اور محنت کے ممنون و پرورش فرمایا ہے وہ محنت کرنے والوں کی محنت ہرگز ضائع نہیں فرماتا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول ص ۶۱۔ ۶۲)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

آن مخدوم کا عنایت نامہ پہنچ کر باعث مسرت خاطر ہوا۔ آپ نے بہت کچھ کوشش کی ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ خدا تعالی اس کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔ سو گو آپ نے کیسی ہی تکالیف اٹھائی ہوں پھر جب کہ مولی کریم کی راہ میں ہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اس کریم مطلق نے اس تکلیف کشی کے لائق سمجھا۔ اس عاجز کو خداوند کریم نے ایک خبر دی تھی جس کو حصہ ثالث میں چھاپ دیا تھا یعنی یہ کہ ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء یعنی تیری مدد وہ مردان دین کریں گے جن کے دل میں ہم آسمان سے آپ ڈالیں گے۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ خدا تعالی نے آپ کو سب سے زیادہ اس عاجز کے انصار میں سے بنایا ہے اور اس ناچیز کو آپ کے وجود پر فخر ہے اور اپنے خداوند کریم کی طرف سے آپ کو ایک رحمت مجسم خیال کرتا ہے...(۲۹۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء، ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۰) (مکتوبات احمدیہ۔ ج ا ص ۶۳)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

اور جتنی محبت آپ کو اس عاجز (مرزا) سے ہے وہی محبت اور تعلق اس عاجز کو آپ سے ہے یہ سچ ہے کہ مقام متعلقات محبت میں انسان یہی چاہتا ہے کہ دیر تک اس دار فانی میں اتفاق ملاقات رہے لیکن اس مسافر خانہ کی بنیاد نہایت ہی خام اور متزلزل ہے اور اب تک اس عاجز پر جو مکشوف ہوا ہے ان میں سے کوئی ایسا کشف نہیں جس میں طول عمر کا مفہوم ہوتا ہے بلکہ اکثر الہام ذو معنیین ہوتے ہیں جن کے ایک معنی کی رو سے تو قرب وفات سمجھا جاتا ہے اور دوسری معنی میں اتمام نعمت۔ اس بات کو خدا ہی جانتا ہے کہ کون سے معنی مراد ہیں۔ یہ الہام انی متو فیك و را فعك الی اس قدر رہوا ہے جس کا خدا ہی شمار جانتا ہے بعض اوقات نصف شب کے بعد فجر تک ہوتا رہا ہے اس کے بھی دو ہی معنی ہیں۔ رات کو ایک اور عجیب الہام ہوا اور وہ یہ ہے قل رفیقك انی متو فیك قل لا خیك .انی ؟ متو فیك ..یہ الہام بھی چند مرتبہ ہوا اس کے بھی دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ جو تیرا مورد فیض یا بھائی ہے اس کو کہدے کہ میں تیرے پر اتمام نعمت کرونگا دوسرے معنی یہ ہیں کہ میں وفات دونگا معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے...۲۰ نومبر ۱۸۸۳ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۰۱ھ

(مکتوبات احمدیہ۔ ج اص ۶۷۔۶۸)

مرزا صاحب نے ایک دفعہ میر عباس علی کو لکھا:

مخدومی و مکرمی اخویم میر عباس علی شاہ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ہذا چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ میں الہام ہوئے ہیں اور اگرچہ بعض ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کئے ہیں مگر قابل اطمینان نہیں اور بعض من جانب اللہ بطور ترجمہ الہام ہوا تھا۔ اور بعض کلمات شائد عبرانی ہیں۔ ان سب کی تحقیق و تنقیح ضروری ہے تا بعد تحقیق جیسا کہ مناسب ہو آخیر جزو میں کہ اب تک چھپی نہیں درج کئے جائیں آپ جہاں تک ممکن ہو بہت جلد آپ بہت جلد دریافت کر کے صاف خط میں جو پڑھا جاوے طلاع بخشیں۔ اور وہ کلمات یہ ہیں ....ان کو تنقیح سے لکھیں اور براہ مہربانی جلد تر جواب بھیج دیں...۱۲ دسمبر ۱۸۸۳ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۰۱ھ (۔مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۶۸۔۶۹)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

مجھ کو آپ کا اخلاص بہت شرمندہ کر رہا ہے خداوند کریم آپ کو بہت ہی اجر بخشے اور یہ عاجز تفصلات

الہیہ پر بہت بھروسہ رکھتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ اس کی رحمتیں اس اخلاص اور سعی کے صلہ میں آثار نمایاں دکھلائیں گی... آپ کے نفس میں قبولیت دعا کی شرائط پیدا ہیں اور اس عاجز نے دوسروں میں اس قسم کی استقامت کم پائی ہے۔ نیک ظن بننا آسان ہے مگر اس کا نبھانا بہت مشکل۔ سو خدا نے استقامت اور حسن ظن کی سلمیت .؟. آپ کے نفس میں رکھی ہے یہ بڑی خوبی ہے کہ جس سے انسان اپنی مراد کو پہنچتا ہے اور نہایت بدنصیب وہ انسان ہے جس کا انجام، آغاز کا جوش نہیں رکھتا اور بدظنی اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیتی ہے اور سعید وہ انسان ہے جس پر نیک ظن غالب ہے یہی وہ لوگ ہیں جو ٹھوکر کھانے سے بچتے ہیں اور اس کا فطرتی نور ان کو شیطانی تاریکی سے بچا لیتا ہے اور تھوڑے ہی ہیں جو ایسے ہیں اور الحمدللہ کہ میں آپ کو ان تھوڑوں کے اول درجہ میں دیکھتا ہوں۔ یکم جنوری ۱۸۸۴ء۔ یکم ربیع اول ۱۳۰۱ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۷۰)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

آپ کے پچاس روپیہ عین ضرورت کے وقت پہنچے بعض آدمیوں کے بے وقت تقاضا سے بالفعل پچاس روپیہ کی سخت ضرورت تھی دعا کے لئے یہ الہام ہوا بحسن قبول... بنگر کہ... و دعا قبول مے کنم۔ ۳ جنوری ۱۸۸۴ء کو یہ الہام ہوا۔ ۶ تاریخ کو آپ کا روپیہ آ گیا... ۷ جنوری ۱۸۸۴ء (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۷۲)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر عباس علی کو لکھا کہ:

ایک رات خواب میں دیکھا کہ کسی مکان پر جو یاد نہیں رہا، یہ عاجز موجود ہے اور بہت سے نئے آدمی جن سے سابق تعارف نہیں ملنے کو آئے ہوئے ہیں اور آپ بھی ان کے ساتھ موجود ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور مکان ہے۔ ان لوگوں نے اس عاجز میں کوئی بات دیکھی ہے جو ان کو ناگوار گذری ہے سو ان سب کے دل منقطع ہو گئے آپ نے اس وقت مجھ کو کہا کہ وضع بدل لو۔ میں نے کہا کہ نہیں بدعت ہے۔ سو وہ لوگ بے زار ہو گئے اور ایک دوسرے مکان میں جو ساتھ ہے جا کر بیٹھ گئے۔ تب شاید آپ بھی ساتھ ہیں میں ان کے پاس گیا تا اپنی امامت سے ان کو نماز پڑھاؤں، پھر بھی انہوں نے بے زاری سے کہا کہ ہم نماز پڑھ چکے ہیں۔ تب اس عاجز نے ان سے علیحدہ ہونا اور کنارہ کرنا چاہا اور باہر نکلنے کے لئے قدم اٹھایا۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں سے ایک شخص پیچھے چلا آتا ہے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہی ہیں۔ اب اگرچہ خوابوں میں تعینات معتبر

نہیں ہوتے اور اگر خدا چاہے تو تقدیرات معلقہ کو مبدل بھی کر دیتا ہے لیکن اندیشہ گذرتا ہے کہ خدانخواستہ وہ آپ ہی کا شہر نہ ہو۔ لوگوں کے شوق اور ارادت پر آپ خوش نہ ہوں۔ حقیقی شوق اور ارادت کو جو لغزش اور ابتلاء کے مقابلہ پر کچھ ٹھہر سکے لاکھوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے۔ ..۱۸ جنوری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۷۲) عباس علی صاحب اپنے خطوط میں مرزا صاحب کو بتا رہے تھے کہ لدھیانہ میں لوگ ان کی آمد کے شائق ہیں، آپ تشریف لائیے، اس کے جواب میں مرزا نے یوں لکھا ہے۔ بہاء)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

آن مخدوم کا خط آج امرتسر میں مجھ کو ملا۔ پانچ جلدیں حصہ اول دوئم وسوئم روانہ ہو چکی ہیں۔ ایک خط دہلی کے علماء کی طرف سے اس خاکسار کو آیا تھا کہ مولوی محمد نے تکفیر کا فتوی بہ نسبت اس خاکسار کے طلب کیا ہے۔ نہایت رفق اور ملائمت سے رہنا چاہیے ...۱۵ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

(مکتوبات احمدیہ، جلد اول، ص ۷۳۔۷۴)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر صاحب کو لکھا کہ:

آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے حصہ سوئم و چہارم بخدمت علماء دہلی بھیج دیئے ہیں۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ چوتھے حصہ کے صفحہ ۴۹۶ پر مخالف اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے مفصل نہیں لکھا کہ کیا اعتراض کرتے ہیں صرف آپ نے یہ لکھا ہے کہ یا مریم اسکن میں نحوی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اسکن کی جگہ اسکنی چاہیے تھا۔ سو میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ جس شخص نے ایسا اعتراض کیا ہے اس نے خود غلطی کھائی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ نحو اور صرف سے آپ ہی بے خبر ہے کیونکہ عبارت کا سیاق دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مریم سے مریم ام عیسی مراد نہیں ہے، نہ آدم سے آدم ابوالبشر مراد ہے، نہ احمد سے اس جگہ خاتم الانبیاء ﷺ مراد ہیں۔ اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسی اور عیسی اور داؤد وغیرہ نام بیان کئے گئے ہیں ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں، بلکہ ہر یک جگہ یہی عاجز مراد ہے۔ اب جب کہ اس جگہ مریم کے لفظ سے کوئی مؤنث مراد نہیں بلکہ مذکر مراد ہے تو قاعدہ یہی ہے کہ اس کے لئے صیغہ مذکر ہی لایا جائے یعنی یا مریم اسکن کہا جائے نہ یہ کہ یا مریم اسکنی۔ ہاں اگر مریم لفظ سے کوئی مؤنث مراد ہوتی تو پھر اس جگہ

اسکنی آتا لیکن اس جگہ تو صریح مریم مذکر کا نام رکھا گیا ہے اس لئے برعایت مذکر مذکر کا صیغہ آیا اور یہی قاعدہ ہے کہ جو نحویوں اور صرفیوں میں مسلّم ہے اور کسی کو اس سے اختلاف نہیں ہے اور زوج کے لفظ سے رفقاء اور قرباء مراد ہیں، زوج مراد نہیں اور لغت میں یہ لفظ دونوں پر اطلاق پاتا ہے اور جنت کا لفظ اس عاجز کے الہامات میں کبھی اس جنت پر بولا جاتا ہے جو آخرت سے تعلق رکھتا ہے اور کبھی دنیا کی خوشی اور فتح یابی اور سرور اور اکرام پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ عاجز اس الہام میں کوئی جائے گرفت نہیں دیکھتا۔ ۲۱ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۲۔۸۳)

اور ایک خط میں مرزا صاحب یوں رقم طراز ہیں:

آپ کا اخلاص اور جوش محبت اپنے کمال کو پہنچ گیا ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء خداوند کریم سے چاہتا ہوں کہ آپ کا نشست خاطر بہ جمیعت مبدل ہو۔ آمین۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء مطابق ۳ رجب ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۶)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

چونکہ آن مخدوم کی روح کو اس عاجز کی روح سے بشدت مناسبت ہے اسی وجہ سے تعلقات روحانی کا غلبہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حالت کاملہ ابتلاء کے خطرات سے امن میں ہے۔ ..۴ جون ۱۸۸۵ء دہم رمضان (مکتوبات احمدیہ، جلد اول۔ ص ۸۶)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے میر صاحب کو لکھا کہ:

یہ عاجز بباعث دردسر و درد پہلو اس قدر بیمار رہا کہ بعض اوقات یہ عارضہ مقدمہ موت جو ہر بشر کے لئے ضروری ہے، معلوم ہوتا ہے۔ اب افاقہ ہے مگر کچھ درد باقی ہے، اسی وجہ سے تحریر جواب سے معذور رہا... اس بات کی ابھی تسلی نہیں کہ عمر کا کیا حال ہے بعض عوارض لاحقہ میں اندیشہ موت کا پیدا ہو جاتا ہے۔ کام کتاب کتاب کا ہنوز شروع نہیں کیا گیا اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ کتاب پوری ہو جائے گی۔ ۲۴ جون ۱۸۸۵ء مطابق ۱۰ رمضان ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۷۔۸۸)

اور ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ:

جس قدر آنمخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خدا تعالی اس کے عوض آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں پر راضی ہوا کرتا ہے آمین ثم آمین... اس عاجز کا یہ حال ہے کہ بعض گذشتہ اور تازہ الہامات سے قرب اجل کے آثار پائے جاتے ہیں گو صفائی سے نہیں بلکہ مشتبہ اور ذو معنیین الہام ہیں تاہم فکر سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اسی وجہ سے میں اپنی تمام ہمت کو اس طرف مصروف کیا ہے۔ حصہ پنجم کی عبارت کو جلد مرتب اور با محاورہ کر کے اور جو کچھ اس میں زائد داخل کرنا ہے وہ داخل کر کے توکلاً علی اللہ چھپوانا شروع کر دوں کہ اس ناپائدار اور ہیچ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ بھی دعا کریں اور اخوی منشی احمد جان صاحب کو بھی لکھیں کیونکہ بعض تقدیرات بعض دعاؤں سے ٹل جاتی ہیں

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول ص ۸۹۔۹۰)۔ (اس خط پر تاریخ نہیں ہے، لیکن اس سے اگلا خط ۹ جون ۱۸۸۵ء کا ہے۔ بہاء)

اور مرزا قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے میر عباس علی کے نام یہ خطوط درج کر کے میر صاحب کے متعلق لکھا ہے:

میر عباس علی شاہ صاحب لودہانہ کے رہنے والے تھے اور حضرت اقدس (مرزا) کی تالیف براہین احمدیہ کے زمانہ میں ایک مخلص مددگار تھے۔ مسیح موعود کے دعوی کے وقت انہیں ابتلاء آیا اور اسی ابتلاء میں ان کا خاتمہ ہوا۔ انہوں نے اپنی مخالفت کا اظہار بذریعہ اشتہار بھی کیا اور حضرت حجۃ اللہ نے نہایت رفق و ملائمت سے ان کو جواب بھی دیا مگر جیسا کہ اللہ تعالی نے ارادہ کر لیا تھا ان کا خاتمہ انکار پر ہوا...

(مرتب مکتوبات بتاتا ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے) حبی فی اللہ میر عباس علی لودہانوی۔ یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالی نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وہ یہی بزرگ ہیں میں اس بات کو کبھی بھول نہیں سکتا کہ بڑے جوش سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی ہیں اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء وہ اس مسافر

خانہ میں محض متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں اپنے اوائل ایام میں وہ بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے مگر بباعث غربت ودرویشی کے ان کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خوان بھی ہیں۔لیکن دراصل وہ بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہیں مگر بایں ہمہ سادہ بہت ہیں اسی وجہ سے بعض موسوسین کے وساوس ان کے دل کو غم میں ڈال دیتے ہیں لیکن ان کی قوت ایمانی جلد ان کو دفع کر دیتی ہے

(مکتوبات احمدیہ۔جلد اول۔ص ۱۰۸۔۱۰۹)

میر عباس علی جن کا نام مرزا قادیانی کے رجسٹر بیعت میں (حکیم نورالدین کے بعد) دوسرے نمبر پر تھا اور جنہوں نے نہ صرف خود بالکل ابتداء میں بیعت کر لی تھی بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی مرزا صاحب کی غلامی میں دیا تھا مولانا بٹالوی اور مولانا محمد حسین لدھیانوی کی تبلیغ سے مرزائیت ترک کر کے آغوش باسلام ہو گئے۔مولوی دوست محمد نے لکھا ہے کہ مباحثہ لدھیانہ کے دوران میں مولوی محمد حسین کا جو پرچہ نقل کے بعد منگوایا جاتا تھا میر عباس علی صاحب ہی کے ذریعہ منگوایا جاتا تھا۔مگر یہ جانا میر صاحب کی رہی سہی عقیدت بھی ختم کرنے کا باعث بن گیا۔بات یہ ہوئی کہ مولوی محمد حسین اور مولوی محمد حسن انہیں دام تزویر میں پھنسانے کے لئے بڑی خاطر تواضع کرتے اور جب جاتے تو سروقد تعظیم کے لئے کھڑے جاتے اور کہتے میر عباس علی صاحب،تم سید ہو، آل رسول ہو،تمہارا تو وہ مرتبہ ہے کہ لوگ تم سے بیعت کریں مگر افسوس تم مرزا کے مرید ہو گئے۔امام مہدی تو سیدوں میں سے ہوگا،یہ مغل کہاں سے بن گیا۔یہ دونوں مولوی عباس علی کے ہاتھ چومتے اور دو ایک روپیہ نذرانہ بھی دیتے اور کہےء کہ تمہاری شان تو وہ ہے کہ تم درود میں شریک ہو۔مگر افسوس کم کس کے مرید ہو گئے۔ (اس پر میر عباس علی کا) اعتقاد متزلزل ہو گیا اور ایمان کی دولت یکسر کھو بیٹھے۔..اس کے بعد روز بروز معاندانہ سرگرمیوں میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ اسی سال ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء کو انھوں نے ایک مخالفانہ اشتہار بھی شائع کیا جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا تھا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۴۴)

مرزا قادیانی نے،میر عباس علی صاحب لدھیانوی،کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا اور فرمایا:

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است۔سخن شناس نیء دلبرا خطا ایں جاست

یہ میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ میں بیعت کرنے

والوں کی جماعت میں لکھا ہے۔افسوس ہے کہ وہ بعض موسوسین کے وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آ گئے بلکہ جماعت اعداء میں داخل ہو گئے۔بعض لوگ تعجب کریں گے کہ ان کی نسبت تو الہام ہوا تھا کہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء،اسکا جواب یہ ہے کہ الہام کے صرف اسی قدر معنی ہیں کہ اصل اس کا ثابت ہے اور آسمان میں اس کی شاخ ہے اس میں تصریح نہیں ہے کہ وہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کس بات پر ثابت ہیں۔بلاشبہ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ انسان میں کوئی نہ کوئی فطرتی خوبی ہوتی ہے جس پر وہ ہمیشہ ثابت اور مستقل رہتا ہے اور اگر ایک کافر کفر سے اسلام کی طرف انتقال کرے تو وہ فطرتی خوبی ساتھ ہی لاتا ہے اور اگر پھر اسلام سے کفر کی طرف انتقال کرے تو اس خوبی کو ساتھ ہی لے جاتا ہے کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدل اور تغیر نہیں.....اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب نے موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ نے خود بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انہوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا لیکن دوسو کے قریب اب بھی ایسے خطوط موجود ہوں گے جن میں انہوں نے انتہائی درجہ کی عجز اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے بلکہ بعض خطوط میں اپنی وہ خوابیں بھی لکھی ہیں جن میں گویا روحانی طور پر ان کو تصدیق ہوئی ہے کہ یہ عاجز من جانب اللہ ہے اور اس عاجز کے مخالف باطل پر ہیں اور نیز وہ اپنی خوابوں کی بنا پر اپنی معیت دائمی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وہ اس جہاں اور اس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں..اب ظاہر کہ جس شخص نے اس قدر جوش سے اپنا اخلاص ظاہر کیا ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدا تعالی کا الہام ہو کہ یہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے متزلزل نہیں تو کیا اس الہام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا بہت سے الہامات صرف موجودہ حالات کے آئینہ ہوتے ہیں عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوء خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے کیونکہ انسان کا دل اللہ جل شانہ کے قبضہ میں ہے میر صاحب تو میر صاحب ہیں،اگر وہ چاہے تو دنیا کے ایک بڑے سنگ دل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔غرض یہ الہام حال پر دلالت کرتا

ہے مآل پر ضروری طور پر اس کی دلالت نہیں ہے اور مآل ابھی ظاہر بھی نہیں ہے۔ بہتوں نے راست بازوں کو چھوڑ دیا اور پکے دشمن بن گئے مگر بعد میں کوئی کرشمہ قدرت دیکھ کر پشیمان ہوئے اور زار زار روئے اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور رجوع لائے انسان کا دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلاء کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم یا خیال میں تھا کہ میر عباس علی کا یہ حال ہو گا میرے دوستوں کو چاہیے کہ ان کے حق میں دعا کریں اور اپنے بھائی فرو ماندہ اور درگذشتہ کو اپنی ہمدردی سے محروم نہ رکھیں اور میں بھی انشاء اللہ الکریم دعا کرونگا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے چند خطوط بطور نمونہ اس رسالہ میں نقل کروں.... میر صاحب کی قسمت میں اگرچہ یہ لغزش مقدر تھی اور اصلھا ثابت کی ضمیر تانیث بھی اس کی طرف اشارہ کر رہی تھی لیکن بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے اور بھی میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا کہ یہ دیکھو فلاں کلمہ عقیدہ اسلام کے برخلاف اور فلاں لفظ بے ادبی کا لفظ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ بٹالوی اس عاجز کے مخلصوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں لاغوینھم اجمعین اور اس قدر غلو ہے کہ شیخ نجدی کا استثنا بھی ان کی کلام میں نہیں پایا جاتا تا صالحین کو باہر رکھ لیتے۔ اگرچہ وہ بعض رو گردان ارادت مندوں کی وجہ سے بہت خوش ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہو سکتا... بالآخر ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ میر عباس علی صاحب نے ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان الفاظ سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں جب دل بگڑتا ہے تو زبان ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے، لیکن اس اشتہار کی تین باتوں کا جواب دینا ضروری ہے۔

اول یہ کہ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے سو اس وسوسہ کے

دور کرنے کے لئے میرا یہی اشتہار کافی ہے بشرطیکہ میر صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

دوم، یہ کہ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں کہ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا، سوان اوہام کے دور کرنے کے لئے میں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اس بارہ رسالہ مستقلہ شائع ہوگا۔

سوئم یہ کہ میر صاحب نے اپنے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان میں رسول نمائی کی طاقت ہے چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور پھر یا تو مجھ کو رسول کریم کی زیارت کرا کر اپنے دعاوی کی تصدیق کرادی جائے اور یا میں زیارت کرا کر اس بارہ میں فیصلہ کرادوں گا۔ میر صاحب کی اس تحریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا بلکہ ہر ایک واقف حال سخت متعجب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیں اور باتیں پوچھ لیں بلکہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدون تصدیق نبوی کے کیوں بیعت کر لی... اگر میر صاحب رسول بینی کے دعوی میں صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا کشف شائع کریں جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے اپنی زیارت کی علامت فلاں فلاں پیش گوئی اور قبولیت دعا اور انکشاف حقائق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اس کے رسول نمائی کی دعوت کریں اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اس بات کے لئے بھی حاضر ہے کہ میر صاحب رسول نمائی کا اعجوبہ بھی دکھلاویں قادیان آجائیں مسجد موجود ہے ان کے آنے جانے اور خوراک کا تمام خرچ اس عاجز کے ذمہ ہوگا۔... الناصح المشفق خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول ص ۲۹۳۔۳۰۱)

آسمانی فیصلہ کے متعلق خط وکتابت مابین عباس علی وقادیانی

از جانب عباس علی۔ بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔

عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ ازاعۃ السنہ ص ۵۱ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدے کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں، بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جاوے۔ اور مضمون صفحہ ۵۱ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔ الراقم عباس علی از لودھیانہ ۶ مئی ۱۸۹۲ء

مرزا قادیانی کا جواب

بسم اللہ الرحمن الر حیم ۔ نحمدہ و نصلی الحمد للہ و السلام علی عبادہ الذی اصطفی ۔ امابعد بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا آپ لکھتے ہیں جو ایک صوفی بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے دعوے کے اشاعۃ السنہ میں کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں، آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں۔ فقط، اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق اور باطل چاہتے ہیں تو سب سے پہلے لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کاروائی نہ کریں پردہ سے اپنا مونہہ باہر نکالیں اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اسی اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں اور اپنا دعوی بالمقابل ظاہر فرمائیں۔ اور پھر اس طرز پر چلیں جس طرز پر اس عاجز نے فیصلہ آسمانی میں تصفیہ چاہا ہے اور اگر وہ طرز منظور نہ ہو تو فریقین میں ثالث مقرر ہو جائیں جو کچھ وہ ثالث حسب ہدایت اللہ اور رسول کے روحانی آزمائش کا طریقہ پیش کریں وہی منظور کیا جائے چوروں اور نامردوں اور مخنثوں کی طرح کاروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے جب کہ اس عاجز نے علانیہ اپنی طرف سے دو ہزار جلد فیصلہ آسمانی کی چھپوا کر اسی غرض سے تقسیم کی ہے تا اگر اس فرقہ مکفرہ میں کوئی صوفی اور اہل صلاح موجود ہے تو میدان میں باہر آجائے، تو پھر برقع کے اندر بولنا کس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صوفی کے نام سے ظاہر

کرتا ہے۔ کیا اس عاجز نے بھی اپنا نام لکھنے سے کنارہ کیا ہے۔ پھر جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کاروائی ہے اور کھلے کھلے طور سے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے مناسب ہے کہ اسی طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو منصف لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ کاروائی ان لوگوں کی دیانت اور انصاف اور حق طلبی سے بعید ہے اب بالفعل اس سے زیادہ لکھنا ضرورت نہیں جسوقت اس صوفی محجوب پردہ نشین کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گذرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصل جواب دونگا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط

والسلام علی من اتبع الہدی۔ الراقم خاکسار غلام احمد ۷ مئی ۱۸۹۲ء

مکرر یہ کہ ایک نقل اس کی چھپنے کے لئے اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں بھیجی گئی تا کہ یہ کاروائی مخفی نہ رہے۔ بالآخر یاد رہے کہ اگر اس رقعہ کے چھپنے اور شائع ہونے کے بعد کوئی صوفی صاحب میدان میں نہ آئے اور بالمقابل کھڑے نہ ہوئے اور مرد میدان بن کر بتصریح اپنے نام کے اشتہار شائع نہ کئے تو سمجھا جائے گا کہ دراصل کوئی صوفی نہیں، صرف شیخ بٹالوی کی ایک مفتریانہ کاروائی ہے۔

میر عباس علی کا مکتوب بنام قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد و الصلوۃ۔ بخدمت میرزا غلام احمد صاحب سلام مسنون۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ مئی میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا سے اول سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹلانے کے واسطے سوال از آسمان جواب از ریسمان کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا یعنی آزمائش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا بلکہ پھر اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھپوایا تھا، اسی طرح اشاعۃ السنہ میں ان صوفی صاحب نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلاتحریک دیگرے خود ہی طیار ہو جانا چاہیے تھا برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود قصداً اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان

کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعوی کے موافق تیار ہونا چاہیے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں فوراً مقابلہ پر موجود کریں گے۔ لہذا اب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش و اظہار کرامت متدعیہ شروع کیا جائے۔ یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغل باز نہیں ہوتے حیلہ بہانہ نہیں کیا کرتے، برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں ۔رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کاروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی مریدی پیری پر خاک ڈالو۔ جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لئے بھیجیں اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔

عریضہ نیاز میر عباس علی از لدھیانہ روز دوشنبہ ۹ مئی ۱۸۹۲ء

قادیانی مکتوب بنام میر عباس علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و السلام علی من اتبع الھدی ۔ بعد ہذا بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کو پڑھنے سے بہت ہی افسوس ہوا۔ آپ مجھ کو لکھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے مقابلہ پر مرد میدان بنیں۔ اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ آپ کی اس تحریر پر مجھ کو رونا آتا ہے۔ صاحب میں نے کب اور کس وقت حیلہ بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا اب تک کچھ پتہ نشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک صاف اور سیدھی بات لکھی تھی کہ جب تک کوئی مقابل پر نہ آوے اپنا نام پتہ نہ بتاوے اپنا اشتہار شائع نہ کرے کس سے مقابلہ کیا جائے۔ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس صوفی گمنام کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے کیا سمجھنا چاہیے کہ اگر فرض کے طور پر کوئی صوفی ہے تو کوئی فضول گو اور مفتری آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سر مائیگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا میں متعجب

ہوں یہ سیدھی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی ۔ یہ کس قسم کی بات کہ سوفی تو عورتوں کی طرح چھپتا پھرے اور مرد میدان بن کر میرے مقابلہ پر نہ آوے اور الزام اس عاجز پر ہو کہ کیوں صوفی صاحب کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوتے ۔صاحب من! میں تو بحکم اللہ جل شانہ کھڑا ہوں اور خدا تعالی کے یقین دلانے سے قطعی طور پر جانتا ہوں کہ اگر کوئی صوفی وغیرہ میرے مقابل آئے گا تو خدا تعالی اسے سخت ذلیل کرے گا ۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ اس واحد لا شریک عز اسمہ نے مجھ کو خبر دی ہے جس پر مجھے بھروسہ ہے ۔ایسے صوفیوں کی میں کس سے مثال دوں وہ ان عورتوں کی مانند ہیں جو گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھیں اور پھر کہیں کہ ہم نے مردوں پر فتح پائی ۔ ہمارے مقابل پر کوئی نہ آیا۔ میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کر کے میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے ۔اس صوفی کو چاہیے کہ میری طرح کھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابل پر آیا ہوں اور میں فلاں بن فلاں ہوں ۔اگر اس اشتہار کے شائع ہونے اور میرے پاس پہنچائے جانے کے بعد میں خاموش رہا تو جس قدر آپ نے اپنے اس خط میں ایسے الفاظ لکھے ہیں: حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔صاف باطن دغل باز نہیں ہوتے ۔، یہ سارے الفاظ آپ کے میری نسبت صحیح ٹھہریں گے، ورنہ دشنام دہی سے زیادہ نہیں ۔ جب انسان کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو اس کو روز روشن بھی رات ہی معلوم ہوتی ہے ۔اگر آپ کی آنکھ میں ایک ذرہ بھی نور باقی ہوتا تو آپ سمجھ لیتے کہ حلہ بہانہ کون کرتا ہے ۔کیا وہ شخص جس نے صاف طور پر دو ہزار اشتہار تقسیم کر کے ایک دنیا پر ظاہر کر دیا کہ میں میدان میں کھڑا ہوں ۔کوئی میرے مقابل پر آوے یا وہ شخص کہ چوروں کی طرح غار کے اندر بول رہا ہے جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں خدا تعالی کی ان پر لعنت ہے پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقع میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالی کی لعنت سے ڈرے ۔اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجائے جب کہ مجھ کو کوئی معین شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں کس سے مقابلہ کروں ۔کیا مردہ سے یا ایک فرضی نام سے ۔اور آپ کو یاد رہے کہ اگر میری نظر میں یہ سوفی کوئی خارجی وجود رکھتا تو میں جیسا کہ میرے پر ظاہر ہوتا اس کے مرتبہ کے لحاظ سے باخلاق اس سے کلام کرتا مگر جب کہ میری نظر میں صرف

یہ ایک فرضی نام ہے جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں تو اس کے حق میں سخت گوئی محض ایک فرضی نام کے حق میں سخت گوئی ہے۔ ہاں سخت گوئی آپ نے کی ہے سو میں آپ کے اس ترک ادب اور لعن طعن اور سبّ اور شتم کو خدا تعالی پر چھوڑتا ہوں۔ فقط۔ راقم مرزا غلام احمد

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔ میرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۲ء۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول ص ۳۱۷۔۳۳۲)

یاد رہے کہ اس بزرگ کا نام و پتہ مولانا بٹالوی نے از خود قلم انداز کیا تھا اور ان کا ارادہ تھا کہ یہ اس وقت شائع کیا جائے گا جب قادیانی نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار وغیرہ میں اعلان کر دیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر اس اہل اللہ کا نام ہم ابھی سے مشتہر کر دیں تو مرزا صاحب کسی قسم کی جرح نکال کر ٹال مٹول شروع کر دیں گے جیسی ان کی قدیم عادت ہے۔ مرزا صاحب نے جب کہا کہ اس صوفی کا وجود ہی نہیں اور یہ محض مولانا بٹالوی کے ذہن کی اختراع ہے، تو مرزا قادیانی کی طرف سے ایک سادہ سا اعلان کہ، ہم تیار ہیں، صوفی کو سامنے لاؤ، جناب بٹالوی کے غبارے سے ہوا نکال دیتا۔ مولانا بٹالوی کو جھوٹا ثابت کرنے اس سے بہتر موقع مرزا صاحب کو کب مل سکتا تھا کہ بٹالوی صاحب ایک صوفی کی طرف سے مقابلے کا اعلان اپنے رسالے میں دے چکے تھے جس کا کوی وجود نہ تھا۔ دریں صورت مرزا صاحب میدان میں کھڑے ہو کر للکارتے کہ لاؤ تمہارا صوفی کدھر ہے۔ جب صوفی کا وجود ہی نہ تھا تو صوفی کہاں سے آتا، اور مرزا صاحب کی فتح کے نقارے بج جاتے سارا ہندوستان ان نقاروں سے گونج اٹھتا۔

مرزا صاحب نے اپنے آخری خط میں لکھ تو دیا تھا کہ آئندہ ہماری طرف کوئی تحریر نہ بھیجی جائے، لیکن وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مولانا بٹالوی، صوفی صاحب کو لے کر قادیان ہی نہ آ دھمکیں۔ اس سد باب کے لئے انہوں نے جون ۱۸۹۲ء میں چھپے والے جواب نشان آسمانی میں (جو روحانی خزائن ج ۴ ص ۳۹۵۔۳۹۶ پر موجود ہے) مقابلے کو مزید شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا اور فرمایا کہ میں اس صوفی کے ساتھ تبھی مقابلہ کرونگا جب وہ دوایسی

پیش گوئیاں پیش کریں گے جو ان کے حق میں گذشتہ ادوار کے اولیاء کرام نے فرمائی ہوں۔ یعنی نہ نو من تیل ہو نہ قادیانی رادھا ناچے۔

اشتہار التوائے جلسہ قادیان ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء

(مرزا قادیانی فرماتے ہیں) ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التواء کا موجب کیا ہے لہذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اول یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقوی اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلاء ہو گیا۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے۔ بعض آتے اور بعض جاتے ہیں اور بعض وقت یہ جماعت سو سو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم۔ لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمان داری ایسے نالائق رنجش اور خودغرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے ہیں اور اگر کوئی بے چارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی

گٹھڑی کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لئے اور بقچہ اٹھائے ادھر ادھر پھرتا ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے... جب تک یہ معلوم، نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبایعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاح خلق اللہ ہے۔ پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کہہ سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں، اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں.... اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے یہ کون سی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے.... بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس

کو نیچے گراتا ہے۔ پھر دوسرا ابھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھا کروں یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سو سے کسی قدر زیادہ ہیں جن پر خدا کی خاص رحمت ہے جن میں سے اول درجہ پر میرے خالص دوست اور محبّ مولوی حکیم نورالدین صاحب اور چند اور دوست ہیں .... میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچالیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے...

دوسرے یہ کہ ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کتب متعلق قلت مخلصوں کے سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آکر قیام پزیر رہیں اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادراہ دیا جاوے اور کما حقہ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمان داری کی جاوے۔ اور دوسرے لوازم چار پائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لئے بندوبست کیا جائے اور ان کے فروکش ہونے کے لئے کافی مکانات بنائے جائیں اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ ...ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانون کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے جن میں سے اکثر ایسے غرباء اور فقراء دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت ان کو زادراہ دے کر رخصت کرنا پڑتا ہے برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل وجان کوشش

کرر ہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادراہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمان داری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوان مردی اور کریم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں...

خاکسار غلام احمد از قادیان (یہ اشتہار شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ بار اول کے آخر پر صفحہ ا تا ۵ ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۳۹ تا..۴۴۷)

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشین گوئی

(مرزا قادیانی نے لکھا ہے) شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے، اور نہ صرف کافر بلکہ اس کے کفر نامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ ایک شخص پابند صوم و صلوۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے، اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا مخالف نہیں، اس کو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نص بیّن قرآن کریم فلما توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے، اور بموجب پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا، اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے، اور میاں بٹالوی بطور افتراء کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور معراج نبوی کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لئے اس بے چارے نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں، انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا بہت ہی برا حال ہے۔ اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو، کچھ خدا سے ڈرو، تو دیوانہ کی طرح

اس کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں۔اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے و انـــی ر أیـت ان هـذه الرجل یؤمن بایما نی قبل مو ته و رئیت کا نه تر ک قو ل التکفیر و تا ب و هذه رؤیای و ار جـوا ان یـجعلها ر بی حقاً۔ و السلا م علی من اتبع الهدی راقم: خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۴ مئی ۱۸۹۳ء (یہ اشتہار حجۃ الاسلام باراول مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۲۱۔۲۲ پر ہے

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۴۱۵۔۴۱۶)

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی

مورخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ

ایک اشتہار مباہلہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا۔سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے...تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت تخلف نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے..بتاریخ دہم ذی قعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذی قعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہوسکیں جیسے محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبدالعزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر ملازم سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبداللہ ٹونکہ اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین صاحب اور مولوی

مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور محمد علی واعظ ساکن بوپراں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنانہ ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ کا فرض ہے کہ میدان میں مباہلہ کے لئے تاریخ مقررہ پر امرت سر میں آجاوے کیونکہ اس نے مباہلہ کے لئے خود درخواست بھی کر دی ہے اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہیے پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں و السلام علی من اتبع الھدی المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ (مطابق مئی ۱۸۹۳ء) مطبوعہ ریاض ہند پریس) (یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ باراول ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۷ پر بھی طبع ہوا ہے)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۲۰۔ ۴۲۶)

اعلان عام

ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنو ن

اس مباہلہ کی اہل اسلام کو اطلاع، جو دہم ذی قعدروز شنبہ بمقام امرتسر عیدگاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا۔

(مرزا قادیانی نے لکھا ہے) اے برادران اسلام کل دہم ذی قعدروز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان

میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجال اور بے دین اور دشمن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کا سمجھتے ہیں.... بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبان کل دہم ذی قعد کو دو بجے کے وقت عیدگاہ میں مباہلہ کر آمین کہنے کے لئے تشریف لائیں۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۹ ذی قعد ۱۳۱۰ھ

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۲۶۔۴۲۷)

اتمام حجت

(مرزا قادیانی نے لکھا ہے) اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیش گوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا پوری ہوگئی۔ بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اس ظالم اور سرکش اور فتّان پر لعنت کر اور ذلت کی مار اس پر ڈال جواب اس دعوت مباہلہ اور تقرری شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کہنے اور سبّ اور شتم سے باز آوے آمین ثم آمین یا الیھا المکفرو ن تعالوا الی امر ھو سنۃ اللہ و نبیہ لا فحا م المکفر ین المکذ بین فا ن تو لیتم فاعلموا ان لعنۃ اللہ علی المکفر ین الذین استبا ن تخلفھم و شھد تخو فھم انھم کا نوا کا ذبین ۔

المشتہر (یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر ہے)۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۲۸)

ایک گورداسپوری مجاہد ختم نبوت

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین، بٹالہ میں پیدا ہوئے اس لئے بٹالوی کہلاتے تھے، اور بٹالہ ضلع گورداسپور میں شامل ہے اس لئے آپ گورداسپوری بھی تھے۔ میرے والد گرامی بٹالہ کے مدرسہ دارالسلام میں پڑھتے رہے اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے اس لئے وہ بھی بٹالوی تھے اور چونکہ وہ وڑائچ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے اور بعد تحصیل علم کے بعد دس سال تک دھاریوال میں کتاب وسنت کی اشاعت وترویج میں مصروف رہے، اور یہ دونوں مقامات (وڑائچ اور دھاریوال) ضلع گورداسپور میں واقع ہیں، اس لئے آپ گورداسپوری کہلائے۔ گویا مولانا محمد حسین اور والد مرحوم حضرت مولانا محمد عبداللہ میں بٹالوی اور گورداسپوری ہونے کی دو خصوصیات مشترک ہیں، نیز دونوں نے اپنے اپنے عہد میں ردقادیانیت کے محاذ پر کام کیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ والد مرحوم (جن کا انتقال حال ہی میں یعنی ۷ مئی ۲۰۱۲ کو بوریوالا میں ہوا ہے) کا کچھ تذکرہ بھی ہمارے سلسلہ کتب کی اس جلد میں ہو جائے جو مولانا محمد حسین سے مخصوص ہے۔ بنابریں ذیل میں چند اہل علم کے مضامین اور تعزیتی بیانات نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف انور، نائب امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان لکھتے ہیں:

آہ! میرے بزرگ دوست مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ

۷ مئی ۲۰۱۲ء سوموار کی سہ پہر میرے بزرگ دوست اور جماعت کے معروف و ہر دلعزیز عالم دین ،خوش مزاج وخوش گفتار خطیب ،حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری دعوت وتبلیغ دین میں بسر کی گئی کم وبیش صد سالہ زندگی گذار کر اللہ تعالی کے حضور جا پہنچے انا للہ و انا الیه راجعون

اگلی صبح ۱۰ بجے گورنمنٹ کالج بوریوالہ (ضلع وہاڑی، پنجاب، پاکستان) کی گراؤنڈ میں فضیلت مآب مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ نے اشکبار آنکھوں سے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ،جس میں علماء وصلحاء اور طلبائے دین

کی بھاری اکثریت تھی۔ ان کے علاوہ بوریوالہ اور مضافات ہی نہیں بلکہ پنجاب کے دور ونزدیک کے اضلاع سے لاتعداد لوگوں نے شرکت کی۔ ممبران قومی وصوبائی اسمبلی اور دوسرے مکاتب فکر کے علماء وتجار بھی نماز جنازہ میں موجود تھے۔ یہ مولانا علیہ الرحمت کی مقبولیت اور اخلاو کریمانہ کی ایک بڑی مثال تھی۔ شہر بھر میں ہڑ تال تھی۔ کہا گیا کہ بوریوالہ کی قدیم تاریخ سے لیکر اب تک یہ ایک بڑا جنازہ تھا۔ حال یہ تھا شاعر کی زبان میں

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی   اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

بوریوالہ کے علاوہ کے کراچی اور پاکستان کے لاتعداد شہروں اور قصبات میں انکی نماز جنازہ غائبانہ ادا ہوئی نیز فیصل آباد، برمنگھم، نیوکاسل، مانچسٹر، اولڈھم، کیتھلی، آشٹن انڈر لائن، کویت، مدینہ منورہ، اور دہلی وغیرہ میں بھی ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کی گئیں۔ اللہ تعالی قبول فرمائے۔ آمین

بوریوالہ میں نماز جنازہ سے قبل مرکزی جمیعت اہلحدیث پاکستان کے ناظم اعلی ڈاکٹر حافظ عبدالکریم ، شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم، حافظ عبدالغفار روپڑی، مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاری محمد ادریس ضیا، اور دیوبندی عالم دین مولانا عبدالرؤف نعمانی اور بعض ممبران اسمبلی نے مولانا کی خدمات دینیہ اور اتحاد بین المذاہب ومکاتب فکر کے سلسلہ کی خدمات بیان کیں۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کے قائدانہ رول ادا کرنے کا تذکرہ کیا۔ ان سطور کے راقم نے مختصر خطاب میں تقسیم ہند سے قبل احوال کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا مرحوم اس قافلہ علماء کی آخری نشانی تھے جو ہمارے جلیل القدر زعماء نے اسلام کے خلاف باطل فتنوں کی سرکوبی، خاص طور پر قادیانی فتنہ سے نپٹنے، کے لئے تیار کیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ متحدہ پنجاب میں غالباً ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ علم وفضل کی بلند مرتبت شخصیات حضرۃ العلام حافظ محمد عبداللہ روپڑی، ضیغم اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، قابل قدر سیرت نگار مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، محدث کبیر مولانا محمد علی لکھوی، مفکر اسلام مولانا سید محمد داؤد غزنوی شیخ الحدیث، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور بطل حریت علامہ محمد یوسف کلکتوی رحمهم الله عليهم اجمعين جیسے اکابر نے مل بیٹھ کر ایک تنظیم قائم کی جس کی سیادت وقیادت مجسمہ خلوص وعفاف اور شرافت ونجابت میں اپنے دور کے ممتاز ترین بزرگ حضرت مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی کے سپرد کی اور انہیں بالاتفاق امیر

جماعت بنایا گیا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا وطن قصور کھیم کرن ترنتارن ریلوے لائن پر گھڑیالہ مشہور قصبہ تھا۔ میرے والد گرامی اکثر تین چار ہفتوں بعد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے، ان کی مرغوب اشیاء سری پائے کا سالن اور ساگ مکی کی روٹی وغیرہ لے کر جاتے میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا۔ اگر شاہ صاحب پٹی تشریف لاتے تو کبھی کبھار ہمارے غریب خانہ پر بھی ایک روز قیام فرماتے۔ شہر کی جامع مسجد اہل حدیث میں یا ہمارے محلّہ کی مسجد مومن آباد میں فجر کی نماز کے بعد درس قرآن مجید ارشاد فرماتے جس میں گردونواح اور دور ونزدیک کے بیشمار عقیدت مند شرکت کرتے۔ حضرت شاہ صاحب علم وعمل کے بلند مقام پر فائز تھے حسن وجمال کے مجسم اور عجز وانکسار کے پیکر تھے۔ نہایت رقیق القلب اور مستجاب الدعوات ہستی تھے۔ جہاں بیٹھتے دعا ومناجات اور ملاقات وزیارت کے پیاسے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

حضرت شاہ صاحب کی زیر امارت اور متذکرہ بالا عالی منزلت علماء کی زیر سرپرستی جو نوجوان علماء میدان تبلیغ میں شب وروز سرگرم عمل تھے ان میں مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا نور حسین گرجاکھی، مولانا محمد عبداللہ ثانی، مولانا محمد رفیق پسروری، مولانا علی محمد صمصام، مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی، مولانا عبداللہ معمار، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا حافظ عبدالحق صدیقی، مولانا محمد عبداللہ کلسوی، مولانا محمد یعقوب بھانبڑی کے اسماء گرامی سرفہرست تھے۔ اللہ تعالی ان سب کی مغفرت فرمائے اور عظیم خدمات اسلام کا اجر وثواب عطا فرمائے۔ یہ مبلغین مناظرین اور وقت کے نامور خطباء ماضی میں اپنے اپنے وقت معینہ پر اپنے رب کے حضور جا پہنچے۔ انہی پاکباز مقررین میں ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری بھی نمایاں تھے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے رفقاء عظیم المرتبت میں سے سب سے لمبی عمر عطا فرمائی۔

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ اس زمانے کے منجھے ہوئے اور تجربہ کار استاد مولانا عطاء اللہ شہید اور ان کے بھائی مولانا محمد عبداللہ بھوجیانی سے تحصیل علم کے بعد ضلع گورداسپور میں دھاریوال کی وولن ملز کی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے اور درس وتدریس کی ذمہ داریاں بھی سنبھالیں۔ قصبہ قادیان یہاں سے تھوڑی سی

مسافت پر تھا جہاں سے مرزائی مبلغین دھاریوال آتے جاتے رہتے تھے اور وہ عام مسلمانوں کی عقائد پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری ان سے اکثر گفتگو کرتے اور مرزائے قادیان کی خوب تردید فرماتے۔ معاملہ بڑھنے پر مولانا احمد دین، گکھڑوی اور مولانا نور حسین گرجاکھی، مولانا عبداللہ گورداسپوری کی دعوت پر دھاریوال تشریف لاتے اور میدان مناظرہ میں مرزائیوں کو خوب پچھاڑتے۔ مولانا عبداللہ گورداسپوری اس دور کا جوش وجذبہ اور روزمرہ کے تبلیغی جلسوں کی دلچسپ روداد جب بیان فرماتے تو ہم بڑے لطف اندوز ہوتے۔ مرزا کے کذب وافترا اور محمدی بیگم کے عاشق نامراد کی داستانوں کو جب مولانا احمد دین اپنے مخصوص انداز میں زیر بحث لاتے تو مرزائیت کے لبادے اتر جاتے اور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کے دلائل کی بھرمار سے جھوٹی نبوت منہ چھپاتی پھرتی۔ مولانا علی محمد صمصام کے مزاحیہ طرز خطابت اور شان رسالت مآب پر نظموں کی بہار سے سامعین خوب محظوظ ہوتے۔ ان جلسوں میں مسلمانوں کے علاوہ سکھ ہندو اور عیسائی بھی شوق سے شرکت کرتے۔

مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی مولانا محمد عبداللہ ثانی اور مولانا صمصام کی خطابت اور شیریں بیانی کی تو ملک میں دھوم تھی۔ ان حضرات کی تبلیغی کانفرنسوں میں شرکت کامیابی کی دلیل سمجھی جاتی تھی اور ان کو بلا امتیاز مذہب ومسلک ہر طبقہ میں شہرت اور ناموری حاصل تھی۔ پاکستان بننے کے برسوں بعد تک بھی ان ذی وقار اور ذی شان علماء کی دل آویز اور دل نشین خطابت سے ہمارے دعوت وارشاد اور کانفرنسوں کے پروگرام پر رونق رہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری علیہ الرحمۃ انہی صدق وصفا اور وعظ وتذکیر کے پیکر علماء کے سلسلہ کی آخری کڑی تھے جن کے دل پذیر کلام وبیان اور قابل رشک زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ بلاشبہ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کے بعد محفلیں ویران ہوئیں اور خوش طبعی بھی ان کے ساتھ ہی رخصت ہوئی۔ بقول شاعر

وہ کون جا رہا ہے تیری جشن گاہ سے ہمراہ اپنے رونق محفل لئے ہوئے

یہ تو ہوئی ان علمائے عظام کی مسلک اہل حدیث کی ترویج واشاعت کے حوالے سے خدمات کی کچھ تفصیل، لیکن سیاسی طور پر بھی یہ کسی سے کم نہ تھے۔ مسلم لیگ کے قیام سے لے کر اس کی تنظیم اور پھر لاہور میں

پاس کی کئی قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء سے شروع ہو کر اگر ہمارے ان اکابر کی سیاسی و تحریکی تگ وتاز کا احاطہ کیا جائے تو اس کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔ اپنے اپنے مقام اور علاقہ میں یہ حضرات تحریک پاکستان میں سرفہرست رہے اور تقسیم کے وقت پر آشوب حالات میں جانی و مالی قربانیاں کا ایک ایسا تسلسل ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ علمی گہواروں اور کتب خانوں اور لائبریریوں کے ضیاع کا نقصان الگ ہے۔ ان کٹھن راہوں میں معروف خانوادوں ثنائی، روپڑی، غزنوی، لکھوی بزرگان علم وفضل کی عزیمت و ہمت قابل ستائش و تحسین ہے جن کا تذکرہ ان سطور کا راقم کر اپنے مضامین ومقالات میں کرتا رہتا ہے۔ ان صدق وصفا اور شجاعت و بسالت کے پیکر خاندانوں کے کئی افراد نے شہادت کے جام نوش کئے اور باقیوں نے آگ اور خون کے دریا عبور کر کے نوزائیدہ مملکت پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی اپنے قدم رکھے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ اہل حدیث کی لازوال خدمات وقربانیوں اور دین کی راہ میں مشکلات ومصائب کے برداشت کا تذکرہ علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنے شعلہ نوا انداز میں بیان فرماتے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری جب سٹیج پر آتے اور وعظ فرماتے تو گویا موتی رولتے تھے۔ جوش طبعی وخوش کلامی ان کا خاص وصف تھا۔ انہیں سننے کے لئے سامعین ہمیشہ بے تاب ومنتظر رہتے۔ ان سطور کے راقم کا پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد نوعمری سے لے کر آج تک گہرا اور محبت بھرا رابطہ رہا۔ شبّان اہل حدیث لائل پور کی کانفرنسوں اور شہر لائل پور (حال فیصل آباد) کے محلوں میں ان کے تبلیغی پروگرام رہتے جن میں قریباً ہم اکھٹے شریک ہوتے۔ مرکزی جمیعت اہل حدیث کی سالانہ کانفرنسوں، مجالس شوریٰ وعاملہ میں میل ملاقات کے مواقع اکثر میسر رہتے۔ سرخ وسفید رنگت، سر پر کلاہ پشاوری پگڑی اور اچکن شلوار میں ملبوس ان کی بانکی شخصیت دیکھنے والوں کو متاثر کرتے۔ تقریر کا ان کا زیادہ تر موضوع سیرۃ النبی ﷺ ہوتا۔ تاہم ہر موضوع پر موثر وموقر اظہار خیال فرماتے۔

پاکستان کے اوائل زمانہ میں جب حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے مرکزی جمیعت اہل حدیث (مغربی پاکستان) کی داغ بیل ڈالی تو روز اول سے مولانا محمد عبداللہ

گورداسپوری مرحوم اس میں شامل چلے آرہے تھے۔جمیعت کے اس ابتدائی دور میں تنظیمی کام بڑا دشوار ہوتا تھا لیکن مولانا مرحوم نے ان بانیز عمائے جمیعت کے ساتھ بھرپور کاوشیں کیں۔مرکزی سطح پر وہ ناظم تبلیغ بھی رہے اور پھر ناظم مساجد بھی۔ان دونوں حیثیتوں میں ان کی کوششیں جمیعت کا اثاثہ ہیں۔خصوصاً تبلیغی امور میں وہ بہت سرگرم رہے، اور نظام تبلیغ میں اصلاحات نوخیز ونو جوان علماء کی دل جوئی اور ملک بھر میں تصادم کے بغیر یکسانیت پیدا کر کے تبلیغی مقاصد کو خوب نبھایا۔ پھر انہی پیمانوں پر مرکزی جمیعت اہل حدیث کے دوسرے مدبر ومفکر مبلغ حضرت مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری مرحوم نے بحیثیت ناظم تبلیغ مولانا عبداللہ گورداسپوری مرحوم کے قائم کئے گئے نظم کو چار چاند لگائے۔حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری صاحب علیہ الرحمۃ نے مبلغین جماعت کی اصلاح وتربیت کے ساتھ ساتھ انہیں بڑی بڑی کانفرنسوں میں تقریروں کے مواقع فراہم کئے۔انہیں فقہی مذاہب کی اصلیت، تقلیدی جمود اور اسی طرح شیعیت ورافضیت اور قادیانیت پر دسترس ومطالعہ کے لئے تحقیقی مواد فراہم کیا۔۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں قادیانیوں کی اصل کتب سے ان کے باطلانہ دلائل اور مرزا کے اکاذیب سے علماء کو آگاہ فرمایا۔حضرت حافظ کمیر پوری بلاشبہ تمام مذاہب پر گہری نگاہ رکھتے تھے اور ان سے مناظرہ وبحث ومباحثہ میں ہر آن ہر گھڑی آمادہ وتیار رہتے تھے۔حافظ صاحب نے مولانا حافظ محمد عبد اللہ شیخوپوری اور مولانا محمد رفیق مدن پوری کو اس سلسلہ میں نہ صرف پوری طرح تیار کیا بلکہ بعض مقامات پر ان کے دیگر مکاتب فکر سے مناظرے بھی کرائے۔اس حقیقت میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان تمام تبلیغی وتنظیمی کاموں میں اس دور کے ناظم جمیعت میاں فضل حق مرحوم کی سرپرستی اور مواصلات وسفری ضروریات کی فراہمی کا بھی بڑا دخل تھا۔

مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان جیسے بڑے ضلع کے میں اپنے رفیق خاص اور ضلعی ناظم شیخ عبد الرشید صدیقی علیہ الرحمۃ کی معیت میں ضلع بھر کے دور ونزدیک مقامات کے دورے پر گئے۔تنظیمیں قائم کیں اور تبلیغی اجلاس منعقد کر کے مسلک اہل حدیث کی اشاعت وتبلیغ میں تاریخی کردار ادا کیا۔اور بعد میں جماعتی کارکنوں کے لئے درخشندہ مثالیں چھوڑیں۔

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم مرکزی جمیعت اہل حدیث کے اس زمانے کے قائدین مولانا

معین الدین لکھوی اور میاں فضل حق کی قیادت کے معترف بلکہ ان کے ہمیشہ معاون رہے۔ان کی معتدل پالیسیوں اور جماعتی وسیاسی سرگرمیوں کا خوش دلی سے ساتھ دیتے رہے۔مگراس کے ساتھ ساتھ خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر کی جرأت وخطابت کے بے حد قدردان تھے۔ان سے ہمیشہ شفقت ورافت بھرا سلوک کرتے،اوران کی صلاحیتوں کی تعریف وتوصیف میں کوئی مداہنت نہ برتتے۔

دیر کی بات ہے کہ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم یہاں (فیصل آباد) تشریف لائے،توان کے ہمراہ ایک تین چار سالہ بچہ بھی تھا۔میں نے عرض کیا کہ یہ آپ کا پوتا ہے یا نواسا؟ تو فرمانے لگے کہ،یہ صوفی محمد عبداللہ صاحب آف اوڈانوالہ کی کرامت ہے۔بیان کرنے لگے کہ میری اہلیہ کا شوق تھا کہ ہم کبھی صوفی عبد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں اوران کی زیارت ودعاؤں سے مستفید ہوں۔چنانچہ میں اسے لے کر اپنے بیٹے ریاض کے ساتھ صوفی صاحب کے پاس حاضر ہوا۔علیک سلیک اور خیر خیریت کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ میری اہلیہ ہیں اور آپ کے دائیں جانب بیٹا ریاض ہے۔ہمارے لئے دعا فرمادیں۔صوفی صاحب نے سمجھا کہ انہیں شائد مزید اولاد کی خواہش ہے چنانچہ انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف چہرہ کر کے اللہ تعالی سے عرض داشت ہوئے کہ تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ریاض کو چھوٹا بھائی عطا فرما دے۔ چنانچہ سال گذرنے پایا تو یہ کرامت ظاہر ہوئی۔

احباب کے علم میں ہے کہ مولانا عبداللہ گورداسپوری کی عمر بڑھاپے کی تھی،مگرانہوں نے بڑھاپے کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیا تھا بلکہ بقول حفیظ جالندھری: ابھی تو میں جوان ہوں،کا عزم صمیم رکھتے تھے۔ ہمیں ان سے سفر وحضر کی کئی سعادتیں حاصل رہیں ان کی خوش گوار گفتگو بلند آہنگ آواز اور لطائف وظرافت بھرے کلام سے سفری کوفتیں راحتوں میں بدل جایا کرتی تھیں۔میں اگران کے ساتھ کی گئی سفری منازل اور مجلسی محافل کا تذکرہ کروں تو حسین یادوں کی ایک حسین برسات اُمڈتی چلی آتی ہے۔تفنن طبع کے طور پر اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے مولانا مرحوم کی خطابت کی چاشنی کے چند واقعات یہاں ذکر کئے دیتا ہوں جن سے ان کی حاضر جوابی وخوش طبعی اور علمی وادبی ذہن رسا کی خوب عکاسی ہوتی ہے۔

۱۹۷۰ء میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی آمد آمد تھی۔روٹی کپڑے اور مکان کے دل فریب نعرہ

نے ہر وہ شخص جو مسجد و محراب اور عبادات سے باغی اور بے دینی کا شکار تھا، وہ اس رو میں جناب بھٹو صاحب کا ووٹر اور سپورٹر تھا۔ ان حالات میں مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری یہاں تقریر کے دوران واقعہ معراج کا ذکر کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ اللہ تعالی کے پاس موسی علیہ السلام کے مشورہ پر حضور علیہ السلام کے بار بار جانے سے (پچاس کی جگہ) پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اگر ایک چکر اور لگا آتے تو سب پیپلز پارٹی ہوتی۔۔ اس جملے پر سامعین خوب محظوظ ہوئے۔

سال ہا سال سے مہنگائی سے جس طرح ہر چیز کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، مولانا مرحوم اس مہنگائی کا ذکر کرتے ہوئے تقریر میں بیان کرنے لگے کہ رمضان المبارک میں میری مسجد میں افطاری کے موقع پر روزانہ لوگ چاول بھیج رہے تھے لیکن اس طرح کرتے کہ کوئی ان میں کالے چنے ڈال کر اور کوئی سفید چنے ڈال کر بھجوا رہا ہے۔ میں نے بالآخر خطبہ جمعہ میں کہا کہ مسجد میں دنبے یا چھترے نہیں بندھے ہوئے بلکہ طلبا بھی انسان ہیں ان کا خیال کریں۔ چنانچہ پھر چاولوں میں گوشت ڈالا جانے لگا۔

اسی طرح بیان کیا کہ میں ایک دفعہ بازار سے مرغا خریدنے گیا۔ دکاندار باٹ ڈالتا چلا گیا اور دو صد روپئے طلب کر لئے۔ میں نے کہا، بھئی پہلے تو یہ اذانیں دیتے تھے کیا اب جماعتیں کرانے لگ گئے ہیں کہ اتنے مہنگے کر دئے گئے۔ اس پر زوردار قہقہے لگے اور مجمع جھوم جھوم گیا۔

ایک دفعہ ماموں کانجن کانفرنس کے موقع پر ہم کھانا کھا رہے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم دیگر علماء اور خود صوفی عبداللہ صاحب مرحوم بھی موجود تھے۔ گوشت کی بوٹی ٹوٹ نہیں رہی تھی۔ اتنے میں مولانا گورداسپوری مرحوم صوفی عبداللہ مرحوم سے عرض کرنے لگے کہ، صوفی صاحب! یہ بکرا تو آپ کا کلاس فیلو معلوم ہوتا ہے،۔

کھانے کے دوران کہتے ہیں کہ خوش طبعی نظام ہضم میں مفید ثابت ہوتی ہے شاید یہی وہ ظرافتوں کی بہار تھی کہ مولانا گورداسپوری کی صحت بحمداللہ عمر گذرنے کے ساتھ بہتر نظر آیا کرتی تھی اور وہ نوجوان علماء سے کچھ زیادہ ہی جوش و خروش سے خطابت کی جولانیاں دکھایا کرتے تھے۔

بعض اوقات مولانا گورداسپوری مرحوم غم ناک محفل کو ہنسا دیتے اور غم والم کو کم کر دیتے تھے۔

جماعت کے شعلہ نوا خطیب اور دلیر مقرر مولانا حافظ عبدالحق صاحب آف ساہیوال جب انتقال کر گئے تو ان کی نماز جنازہ مغرب کے بعد طے تھی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ آف گوجرانوالہ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آرہے تھے لیکن انہیں تاخیر ہوگئی تو مغرب کے بعد مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان کیا گیا کہ عشاء کی نماز کے بعد جنازہ اٹھایا جائے گا۔ راقم الحروف، مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ نے ایک بازو سے مجھے پکڑا، اور دوسرے سے علامہ صاحب کو، اور فرمایا: بھئی بھوکوں کو تو رونا بھی نہیں آتا، آؤ کہیں سے کچھ کھا کر آئیں۔ علامہ صاحب ہمیں تحریک استقلال کے مقامی صدر کے مکان پر لے گئے جنہوں نے پر جوش استقبال کیا اور علامہ صاحب کی مرغوب غذا تکہ کباب کی دکان پر لے جا کر خوب مہمانوازی کی۔

برسوں پہلے یہاں فیصل آباد میں ملت روڈ پر مسجد رحمانیہ جب تعمیر کی گئی تو افتتاحی جلسہ کا پروگرام بنایا گیا۔ خطبہ جمعہ امیر مرکزی جمعیت حضرت مولانا معین الدین لکھوی مرحوم نے ارشاد فرمانا تھا اور بعد میں مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کی تقریر تھی۔ لیکن کسی سفری دشواری کی وجہ سے مولانا لکھوی کو تاخیر ہوگئی۔ ایک بجنے پر میں نے مولانا عبداللہ گورداسپوری سے عرض کیا کہ آپ خطبہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے جب عربی خطبہ پڑھ لیا اور آیات کا ترجمہ کر رہے تھے، تو آواز آئی، مولانا لکھوی تشریف لے آئے ہیں۔ مولانا عبداللہ گورداسپوری نے برجستہ کہا کہ حضرت سے کہیں کہ تشریف رکھیں کیونکہ گاڑی سگنل پار کر چکی ہے۔ مولانا گورداسپوریؒ کی یہ کمال ظرافت تھی۔

ایک دفعہ جمعیت اہل حدیث کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا کہ قریباً ڈیڑھ بجے مولانا محمد عبد اللہ گورداسپوریؒ نے آن سلام کیا۔ امیر جمعیت مولانا معین الدین لکھوی مرحوم فرمانے لگے کہ مولانا صاحب آپ ذرا جلدی آیا کریں، دیکھیں کس قدر وقت ہو چکا ہے۔ مولانا عبداللہ گورداسپوریؒ نے فوراً عرض کیا کہ: آپ کھانا کھا چکے ہیں؟ سب نے کہا، نہیں ابھی نہیں۔ تو مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ نے جواباً کہنے لگے: پھر دیر کا ہے کی۔، اور محفل کشت زعفران بن گئی۔

ایک مرتبہ انہیں تقریر کے دوران رقعہ دیا گیا کہ یہاں ایک پیر صاحب اپنے آپ کو سگ دربار مدینہ

کہلواتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم نے بڑی حاضر جوابی سے فرمایا کہ: بھئی کتا، کتا ہے۔ مدینہ کا اگر کتا ہوگا، تو کیا عقیقہ میں لگ جائے گا۔، پھر کیا تھا، نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔

کلیہ دارالقرآن والحدیث کا سالانہ جلسہ تھا۔ کھانا ہوٹل سے آرہا تھا، اس لئے باورچی اس رات فارغ تھا۔ مدعو علماء کرام کو کھانا کھلایا جارہا تھا۔ کلیہ کے اساتذہ علماء کی خدمت اور تواضع میں مصروف تھے، باوری صاحب چونکہ فارغ تھے، انہوں نے اونچی قراقلی ٹوپی اور اچکن شلوار پہن رکھی تھی، پستہ قد تھے اور اساتذہ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ مجھ سے مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ نے دریافت کیا کہ میں تمام اساتذہ کو جانتا ہوں مگر یہ اچکن اور اونچی ٹوپی والے عالم دین کون ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ یہ مدرسہ کے باورچی ہیں اور آپ کی خدمت کررہے ہیں۔ مولانا عبداللہ مرحوم نے فی الفور کہا کہ بھئی یہ مدرسہ بڑا امیر معلوم ہوتا ہے کہ جس کا باورچی بھی عبدالرحیم اشرف معلوم ہوتا ہے۔ کھانے کے دوران مولانا کے اس جملے سے قہقہے ہی قہقہے سنے گئے۔ مولانا کی ظریفانہ بات چیت ہر مقام پر اور ہر جگہ محفلوں کو گرما دیتی اور مسرت انگیز ماحول پیدا ہوجاتا تھا۔

ایک دفعہ خطاب فرمارہے تھے، سیرت کے عنوان پر بس دریا بہاتے چلے جارہے تھے۔ مختلف انبیاء کی سوانح کے تذکرے اور پھر نبی آخرالزمان ﷺ کی حیات مبارکہ کی خصوصیات و معجزات کا بیان جوبن پر تھا۔ اتنے میں ایک رقعہ آیا کہ حضرت آپ کی تقریر بڑی دل پذیر آپ کے دلائل بڑے ٹھوس و مضبوط اور بیان و کلام بھی اثر انگیز مگر آپ اہل حدیث لوگوں میں یہ بہت بڑی کمی ہے کہ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں مولانا گورداسپوریؒ نے برجستہ فرمایا کہ بھئی رب رسول کے حکم احکامات تو مانے نہیں جاتے، آپ بزرگوں کی بات کررہے ہیں۔، اس پر نعروں کی گونج سے جلسہ گرما گیا اور مولانا کے بیان میں مزید لطافت اور اسلوب میں مزید تاثیر پیدا ہوتی چلی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ زندہ دلی اور حاضر جوابی مولانا گورداسپوری مرحوم کی امتیازی شان تھی۔

کسی زمانے میں مولانا مرحوم بوریوالہ میں سالانہ دوروزہ جلسہ منعقد کیا کرتے تھے۔ خان بہادر عبد العزیز مرحوم سابق چیف جسٹس ریاست فرید کوٹ صدر جلسہ ہوتے تھے۔ انہی کی وسیع وعریض کوٹھی میں علماء کا قیام وطعام انتہائی پرتکلف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ مولانا عبداللہ مرحوم نے تین چار علماء کو میرے سمیت دعوتی خطوط

میں لکھا کہ خطبہ جمعہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی ارشاد فرمائیں گے اور بعد کے ابتدائی اجلاس میں آپ کی تقریر ہوگی۔ چنانچہ یہ تین چار علماء حافظ عبدالحق صدیقی مرحوم، مولانا محمد عبداللہ ثانی مرحوم، اور مولانا علی محمد صمصام مرحوم اور میں خود بھی خطبہ جمعہ سے قبل بوریوالہ پہنچ گئے لیکن معلوم ہوا کہ مشتہر پروگرام میں جمعہ کے بعد مولانا عبداللہ ثانی کی تقریر ہوگی۔ جمعہ کے بعد کھانے پر مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم، مولانا گورداسپوری سے فرمانے لگے کہ جمعہ کے روز کو تو جلسوں میں علماء کی قلت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر خطبہ دینا ہوتا ہے مگر آپ کے پاس کون سی گیدڑ سنگھی ہے کہ اتنے علماء پہلے ہی اجلاس میں موجود ہیں۔ سب نے عرض کیا کہ ہمیں لکھا گیا تھا کہ آپ کی تقریر جمعہ کے فوری بعد ہے۔ یہ مولانا عبداللہ گورداسپوری مرحوم کی حکمت بھی تھی اور ظرافت بھی۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ مولانا مرحوم میں یہ کمال وصف تھا کہ وہ خوشی و غمی کے ملے جلے موقعوں پر بھی مزاح پیدا کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ بتانے لگے کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان نے آ کر کہا کہ حضرت ہمارا دادا وفات پا گیا ہے، غسل و کفن سے فارغ ہو چکے ہیں، آیئے جنازہ پڑھا دیجئے گا۔ ابھی اس کی بات مکمل نہ ہو پائی تھی کہ ایک اور نوجوان نے جلدی میں آتے ہوئے کہا کہ حضرت بارات آ چکی ہے۔ باراتی ٹھنڈے مشروبات کی بوتلیں پی رہے ہیں، آپ تشریف لائیں اور نکاح پڑھا دیں۔ میں نے دونوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ بھئی اتنی جلدی میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے یا جنازہ پڑھوالیں یا نکاح؟ میری دیہاڑی ملنی چاہیے۔ اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

اب آیئے ذرا برسوں پیچھے چلتے ہیں۔ مولانا سید عبدالغنی شاہ صاحب (کامونکی) جماعت کے باکمال مقرر اور موثر خطیب تھے۔ عین جوانی میں قریباً ۴۵ برس عمر پا کر وفات پا گئے۔ چند ہفتوں بعد مولانا حافظ عبدالحق صدیقی ساہیوال میں جواں سالی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ پھر چند ماہ بعد احباب کو معلوم ہے کہ مولانا سید ابوبکر غزنوی علیہ الرحمۃ بھی عین عالم جوانی میں لندن میں ایک ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئے۔ ان کا تابوت لندن سے لاہور لایا گیا۔ تقویۃ الاسلام ہال شیش محل روڈ میں کہرام بپا تھا۔ غزنوی خاندان کے افراد اور جماعتی احباب غمزدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جنازہ پڑھانے کے لئے حضرت مولانا معین الدین لکھوی تشریف لا

چکے تھے، اتنے میں مولانا عبداللہ گورداسپوری، بورے والا یا کہیں دوسرے مقام سے آن پہنچے، اس حال میں کہ بہترین پگڑی کلاہ کے ساتھ سر پر، اور خوب صورت اچکن شلوار میں ملبوس۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ بڑے ٹھاٹھ باٹھ اور رعب داب کے ساتھ آ رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے خیال کیا کہ آج کل عزرائیل جوانوں کی طرف مائل اور ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اے بوڑھے! تجھے کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیے تو عیش کر لے۔ ان مزاحیہ کلمات سے محفل کا رنگ کچھ تبدیل ہو گیا۔

بہر حال مولانا عبداللہ صاحب جیسے خوش کلام، باہمت اور دعوت وارشاد کی مجلسوں اور اجلاسوں کی زینت علماء اب کہاں؟ ان کی روشن زندگیاں کہ جنہوں نے مسلکی دعوتی اور قومی وملی ہر محاز پر بھرپور کردار ادا کیا ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری علیہ الرحمۃ اور ان کے رفقائے کرام کو ان کی بے پناہ دینی خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی بشری لغزشوں سے درگذر فرما کر اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پر فائز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا مرحوم کی اہم خوبی یہ بھی تھی کہ آخر عمر تک مرکزی جمعیت سے وابستہ رہے۔ ماضی قریب میں جماعت کے جلیل القدر علماء کا ایک تسلسل کے ساتھ اٹھ جانا ہمارے لئے لمحہ فکر یہ ہے علمی دنیا کے اس خلاء کا پر ہونا حالات موجود اور قحط الرجال کے اس دور میں انتہائی ناممکن ہے اب ہمارا حال تو یہ ہے کہ:

پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

مولانا حافظ محمد عبدالاعلیٰ خطیب بریڈفورڈ، برطانیہ، لکھتے ہیں:

بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ بورے والا کی وفات حسرت آیات

ان کی زندگی علمائے دین کیلئے بڑی سبق آموز تھی

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمہ اللہ کی خبر وفات قلب وروح کو گھائل کر گئی۔ جماعتی تاریخ کا سو سالہ باب بند ہو گیا اور دنیا کی بے ثباتی آنکھوں سامنے لہرانے لگی۔ آپ جماعت اہل حدیث کے معمر ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری ؒ کے ہم مکتب اور ہم

عمر تھے۔ جو 2005 میں پچاسی سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ان کے بعد بابا جی ہی پر نظر ٹکتی تھی۔ اب وہ بھی خالق حقیقی کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ بابا جی مرحوم ہمیشہ خوش باش، ہنستے ہنساتے اور ترو تازہ رہنے والی شخصیت تھے ہمارے علم کی حد تک مومنین اولیاء اللہ کی بڑی بڑی صفات ان میں موجود تھیں یعنی کسی کا دل نہ دکھانا، غیبت وچغلی سے پرہیز کرنا وغیرہ

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　　دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود این مقام　　　کہ بادوستانت خلاف است جنگ

مولانا عبداللہ کی ولادت 1916ء ''وڑائچ'' ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ قصبے کے سرکاری مڈل سکول میں آپ نے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ پھر خالصہ ہائی اسکول بھاگووال میں داخلہ لیا۔مولانا حافظ عبدالحق صدیقیؒ مرحوم آف ساہیوال آپ کے کلاس فیلو تھے۔

دینی تعلیم کا شوق اور رفقائے مکتب

دینی تعلیم کی رغبت ان میں اس وقت پیدا ہوئی جب انہوں نے ایک جلسے میں مشہور سیرت نگار اور ولی کامل قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقاریر سنیں۔ چنانچہ آپ سکول چھوڑ کر دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے اس وقت کے مشہور جید عالم و مدرس حضرت مولنا عطاء اللہؒ آف رامدیوالی کے پاس آ گئے۔مولنا عطاء اللہ نے لکھوکے اور مدرسہ غزنویہ امرتسر سے محدث پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ اور ولی کامل حضرت امام عبدالجبار غزنویؒ والد سید داود غزنویؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا۔آپ عالم دین تفسیر' حدیث' منطق' صرف نحو اور دیگر اسلامی علوم میں کامل ادراک رکھتے تھے۔مولانا عطاء اللہؒ کے تلامذہ کی فہرست بھی بڑی طویل ہے مثلاً شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ، نامور طبیب مولانا حکیم ہدایت اللہ بٹالویؒ لاہور، بانی جامعہ تعلیمات اسلامیہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ فیصل آباد، حافظ محمد یوسف گکھڑ پوری، مولانا محمد اسماعیل ذبیح راولپنڈی، مولانا عبدالعظیم انصاری اور مولانا عبدالعزیز

سعیدیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مولانا عبداللہ نے درس نظامی کی مکمل تعلیم مولانا عطاءاللہ شہید سے حاصل کی۔مولانا عطاءاللہؒ قیام پاکستان کے وقت فسادات میں شہید ہوئے تھے اس لیے انہیں عطاءاللہ شہیدؒ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ان کی آل اولاد سمن آباد اور سمندری ضلع فیصل آباد میں موجود ہے۔سمندری کالج کے پرنسپل ڈاکٹر خالد ظفر مولانا عطاءاللہ شہیدؒ کے پوتے ہیں۔سیالکوٹ مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ منتہی طلباء کیلئے دورہ تفسیر پڑھایا کرتے تھے۔مولانا عبداللہ نے ان سے تفسیر پڑھی۔

دینی تعلیم کی تدریس کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہوکر مولانا عبداللہ گورداسپوریؒ نے خطابت وتدریس کا آغاز 1937ء میں وولن ملز دھاریوال کی مسجد سے کیا۔ اور جہاں آپ قیام پاکستان 1947 تک تقریباً دس سال امام وخطیب رہے۔آپ کی تبلیغی رپورٹیں ہفت روزہ ''اہل حدیث امرتسر'' میں شائع ہوا کرتی تھے۔مولانا سید داؤد غزنوی ؒ نے 1946 میں صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں حصہ لیا تھا۔مولنا غزنوی کا قیام عموماً انہی کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ 1947 میں پاکستان کی نعمت وجود میں آئی تو مولانا گورداسپوری بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور آپ کا پہلا پڑاؤ راےٗ ونڈ میں اپنے برادر نسبتی کے ہاں ہوا۔ وہیں عید قربان کے موقع پر آپ نے ہجرت ابراہیمی پر ایسا موثر خطبہ عید دیا کہ حاضرین جن کے دلوں پر ہجرت کے زخم تازہ ہی تھے۔شدت تاثر سے ان تمام سامعین کی آنکھیں پرنم تھیں۔گویا قیام پاکستان کے بعد اس علاقے میں ڈیڑھ دو سال دعوت وتبلیغ کے کام میں مصروف رہے۔

بوریوالہ قیام

1949 میں آپ بوریوالہ (جو اس وقت ضلع ملتان میں شامل تھا، اور اب ضلع وہاڑی میں ہے) حاجی ابراہیم بزاز جو دھاریوال سے ان کے عقیدتمند تھے ان کی دعوت پر آ گئے۔اور وہاں گوردوارہ کے ایک احاطے میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔اس جگہ کو واگزار کرانے کیلئے مولانا کو بڑی تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔بورے والا 1935 میں بنا تھا اور اب تک بورے والا میں دو درجن کے قریب مساجد بن چکی ہیں قصبہ چھوٹا سا ہے لیکن اتنی تعداد میں

اہل حدیث مساجد کا بن جانا باباجی کا بہت بڑا کنٹری بیوشن ہے۔ 1957ء میں آپ نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ جس کا افتتاح حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ نے فرمایا تھا۔ مولانا عبداللہ خود اس مدرسہ میں عرصہ دراز تک طلبہ اور طالبات کو ترجمۃ القرآن اور ناظرہ قرآن مشکوٰۃ بلوغ المرام وغیرہ پڑھاتے رہے۔ شیخ الحدیث کی حیثیت سے مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری کی خدمات حاصل کیے رکھیں۔ قرآن کی تدریس کیلئے قاری خدا بخش سہارنپوری جو قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ہم مکتب تھے ان کی خدمات حاصل کیں۔ اس مدرسہ سے حافظ عبدالستار حسن کوٹ ادو، قاری محمد رمضان مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد' پروفیسر سلیمان اظہر، پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی، حافظ محمد لقمان غضنفرؒ جیسے نامور علماء نے تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنی مسجد میں آپ نے ساری زندگی درس قرآن باقاعدگی سے دیا۔ کافی سال تک نماز فجر کے بعد پھر، جب آپ کی رہائش کچھ دور ہوگئی تو درس قرآن کا سلسلہ نماز عصر کے بعد جاری رکھا۔ کئی دفعہ مکمل قرآن کریم کی تکمیل کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ اپنی ذاتی خوبیوں کے باعث تمام مکاتب فکر کے علماء کے ساتھ یکساں تعلقات قائم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی سطح کی تمام تحریکوں (تحریک ختم نبوت وتحریک نظام مصطفے وغیرہ) ان سب میں مولانا گورداسپوریؒ صف اول کے قائدین میں شمار کیے جاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت 1953 میں انہیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مولانا گورداسپوریؒ عزوم واستقلال اور حوصلہ مندی کے مینارہ نور تھے۔ انہوں نے بوریوالہ میں ساری زندگی ایک ہی مسجد میں گزار دی۔ مولانا کہا کرتے تھے ہمارے نو آموز علماء ہروقت ہجرت میں مصروف رہتے ہیں کبھی یہاں خطابت کی اور کبھی وہاں چلے گئے۔ اس سے ان کا مقام ومرتبہ بڑھتا نہیں ہے۔ ہر جگہ ایک ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی ذہنیت بھی ایک جیسی اور طرز و سلوک بھی یکساں تو کیوں بار بار جگہ بدلتے ہیں ''کوے ہیں سب کالے کالے، چونچ بھی کالی پر بھی کالے ''کوشش کرو کہ خود مسجد و مدرسہ بناؤ و گرنہ ایک ہی جگہ ڈیرہ لگالو اور زندگی بِتا دو۔

مقامی طور پر خدمات کے ساتھ ساتھ مولانا عبداللہ کی مرکزی جماعت اہل حدیث سے وابستگی رہی۔ ان کا نام جماعت کی مرکزی قیادت میں شامل رہا۔ مجلس شوری، مجلس عاملہ کے رکن ہونے کے علاوہ وہ ناظم تبلیغ اور پھر ناظم شعبہ تعمیر مساجد بھی رہے۔ اوران کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ بڑا وسیع تھا اسی خصوصیت کی وجہ

سے انہیں بابائے تبلیغ بھی کہا جاتا تھا۔

علمائے سلف وخلف کی تکریم

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ کی ایک اور خوبی بڑی نمایاں تھی وہ جماعتی دھڑے بندیوں سے ماوراء رہے۔ وہ خود بھی علماء موجودین اور علمائے سابقین مرحومین کا بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ اور نوآموز علماء سے بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ بڑوں کا احترام خود بھی کریں اور اپنے مقتدیوں سے بھی کروائیں۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو ہمیشہ شیخ الاسلام کہہ کر یاد کرتے۔ اگر آپ لوگ اپنے بڑوں کا احترام نہیں کرو گے تو لوگ تمہارا بھی نہیں کریں گے۔ علمائے سلف کے باہمی مناقشات وتنازعات میں ہرگز نہ پڑتے اور نہ ہی کوئی رائے دیتے بلکہ کوئی بات کسی کے خلاف سنتے بھی نہ تھے۔ یہی وصف ہمارے مرحوم علماء میں سے مولانا محمد حنیف یزدانی علیہ الرحمہ وغیرہ کا بھی تھا۔ علمائے روپڑ، علمائے غزنویہ، جماعت غرباء اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے مابین رائے کے اختلافات رہے۔ بعض لوگ اس بات کو بہت اچھالتے تھے لیکن مولانا محمد عبداللہؒ اس قسم کی کسی معرکہ آرائی میں بھی وہ فریق نہیں بنے۔ میاں فضل حقؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ و دیگر علماء کے ساتھ ان کا دوستانہ ایک ہی طرح رہا۔ یہ بابا جی کی کرامت تھی کہ وہ سب کے ہاں یکساں مقبول ومحترم رہے۔ جس طرح آپ بڑوں کا احترام وادب کرتے اسی طرح وہ چھوٹوں پر مکمل شفقت فرماتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ یہی لوگ جماعت کا سرمایہ ہیں ان کی عزت دین کی عزت ہے۔ اسی طرح جس مسجد میں ان کی تقریر رکھوائی جاتی وہاں کے خطیب کی تعریف ضرور کرتے تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو کیونکہ انتظامیہ اور خطیب کے درمیان عموماً سرد جنگ بپا رہتی ہے۔ بابا جی خطیب وقت اور اپنے میزبان کا ذکر خیر بڑے کھلے ڈلے انداز میں کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے اگر ہم بھی عالم وخطیب کی عزت نہیں کریں گے تو ان کے مقتدی تو بالکل نہیں کریں گے۔ انہیں احساس دلایا جائے کہ عالم دین بہت اونچے مقام پر فائز ہے۔ اس کی چھوٹی موٹی خامیاں نہ دیکھا کرو اس کی خوبیاں بھی دیکھو۔ گندگی کی مکھی نہ بنو بلکہ شہد کی مکھی بنو جو تلخ پھل پر بیٹھتی ہے تو شہد شیریں کشید کرتی ہے۔ دنیا دار کے ورثاء بہت ہوتے ہیں۔ عالم دین کا وارث بہت کم پیدا ہوتا ہے۔

باباجی مرحوم دنیوی حرص وآز اور طمع ولالچ سے کوسوں دور تھے۔آپ علماء کو تلقین کیا کرتے کہ اپنی خودداری پر کبھی سمجھوتا نہ کیا کریں۔ بئس الفقیر علی باب الامیر ۔اس ضمن میں اپنی زندگی کی بے شمار مثالیں سنایا کرتے تھے۔دعوت وتبلیغ میں شدت پسندی کے بھی وہ قائل نہ تھے۔میانہ روی اور دوسروں کے رائے کا حترام کرتے۔فقہی اختلافات میں شدت سے نفرت پھیلتی ہے۔ جہاں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوں وہاں ایک دم سے بلند فتوے بازی نہیں ہونی چاہیئے۔یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم کا تمام مکاتب فکر کے جید علماء سے رابطہ وتعلق اور احترام تھا۔یہاں میرے پاس بریڈفورڈ میں قیام کے دوران علمائے دیوبند بھی ان سے بڑی عقیدت کے ساتھ ملنے آتے اور آپ ان کے اکابر کے واقعات بھی بڑی روانی سے سناتے تھے۔

مولانا عبداللہ گورداسپوریؒ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے خاص ارادت مند اور شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔مولانا بیان بتایا کرتے کہ مولانا امرتسری مجھ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔اور بسااوقات تبلیغی پروگراموں میں بھی ساتھ لے جاتے۔مولانا بڑے سخی اور فیاض تھے ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے۔ایک بار ان کے ساتھ شورکوٹ جانے کا موقعہ ملا ان کی جو مسلموں اور غیر مسلموں کے ہاں پذیرائی کی گئی اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اور آپ کی تقریر سے سارے لوگ زبردست متاثر ہوئے تھے۔

حلقہ رفقائے کار واحباب

جن بزرگوں کے ساتھ ساری زندگی آپ کی رفاقت رہی ، وہ بے شمار لوگ ہیں۔ان میں سے چند ایک کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ بانی جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن ، فصیح اللسان خطیب حضرت مولانا عبداللہ ثانی جڑانوالہ سابق نائب ایڈیٹر ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔واعظ خوش الحان حضرت مولانا محمد یحیٰ حافظ آبادیؒ ،مشہور مفسر ومحدث اور متبع سنت امام مولانا عبدالستار دہلویؒ امیر جماعت غرباء اہل حدیث کراچی ، ولی کامل حضرت مولانا محی الدین لکھویؒ اوکاڑہ ،مناظر اسلام حضرت حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ، اپنی طرز کے منفرد خطیب حضرت حافظ محمد اسماعیل روپڑیؒ ،شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری نوراللہ مرقدہ ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ گوجرانوالہ ،مولانا محمد صدیق فیصل آبادیؒ ، بقیۃ السلف

حضرت مولانا محمد یوسف انور مدظلہ العالی، ان کے مرحوم والد خادم العلماء حاجی عبدالرحمٰن پٹویؒ فیصل آباد اور مولانا محمد صدیقمد نپوریؒ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب بھی آپ کسی علاقے سے گزرتے تو وہاں کی مسجد اہل حدیث ضرور جاتے۔ احباب وعلماء سے ملتے اور یوں باہمی تعلقات کی تجدید ہوتی رہتی۔

عادات وخصائل

قدرت کی فیاضی سے بابا جی علیہ الرحمۃ کو علم وعمل کے ساتھ ساتھ بے پناہ اوصاف وکمالات عطا ہوئے تھے۔ آپ ایک خوددار، باوقار، بذلہ سنج، مرنجاں مرنج مگر بہت محتاط آدمی تھے۔ عزت ووقار بارے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ عالمانہ وقار اور وضع کو برقرار رکھا۔ ایک بار انہوں نے قصور کی جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ رات کو ان کا قیام بھی قصور میں ہی تھا۔ مشہور مغنیہ نور جہاں قصور میں تھیں، انہوں نے اپنا خادم بھیجا کہ بابا جی صبح ناشتہ ان کے ہاں کریں۔ لیکن مولانا نے انکار کر دیا۔ بعض لوگ کہنے لگے بابا جی دعوت قبول کرنے میں حرج ہے۔ فرمانے لگے یہ عالمانہ شان کے خلاف ہے۔ ایسا ہی اپنا واقعہ حضرت حافظ محمد یحیٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ نے بھی سنایا تھا۔ میں نے حافظ یحیٰ صاحب سے گزارش کی کہ کیا حرج تھا؟ فرمایا میں نے اس کے سوال کا جواب بھیج دیا تھا اور خود جانا مناسب نہیں جانا۔ نور جہاں صاحبہ کا سوال یہ تھا کہ میں بہت پریشان رہتی ہوں کوئی وظیفہ بتائیے میں نے جواب بھیجا کہ اللہ کی نافرمانی کا راستہ چھوڑ دے تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ اور یہ کام اس سے ناممکن تھا اس لیے جانے کا کیا فائدہ؟

بابا جی کے علمائے اہل حدیث کے بارے مضامین جماعتی رسائل میں چھپتے رہتے تھے۔ چند سال پہلے انہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں متعدد مضامین لکھے تھے۔ اور ان میں شیخ الاسلام کی زندگی کے بعض گوشوں کو اجاگر کیا تھا۔ اگر کوئی صاحب ان کے تمام مضامین کو یکجا کر کے شائع کر دے۔ تو جماعتی تاریخ کے بہت سے واقعات محفوظ ہو جائیں گے۔

بابا جی جس طرح علمائے مرحومین کا بڑا ادب کرتے ویسے ہی اکابر کی اولاد واحفاد کا بھی بڑا احترام کرتے۔ نہایت ہی اچھے لفظوں میں ان کا اور مرحومین کا ذکر کرتے۔ ان کی یہ عادت کسی کی ناجائز تعریف

اور خوشامد کے ضمن میں نہیں آتی تھی بلکہ اپنی نیک خصالی اور دوسروں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی وجہ سے تھی۔ دنیوی مفادات اور روپے پیسے کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ اسے سنت نبوی قرار دیتے کہ خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ حق تعالیٰ کا بھی ادا نہیں کرسکتا۔ خود نبی ﷺ نے اپنے متعلقین کی کھل کر تعریف فرمائی۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ، حضرت حمزہؓ، اشج عبدالقیسؓ و دیگر یاران نبوت کی کتنی بار تعریف فرمائی۔ مولانا کا مطلب یہ تھا کہ جو نوآموز لوگ تھوڑی سی جائز تعریف کو خوشامد کا بہانہ بنا کر دوسرے انسان کی صلاحیتوں سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں وہ ان نعمتوں سے محروم ہوجاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے شاکرین کیلئے ودیعت کررکھی ہیں۔

فطرتاً باباجی بڑے شگفتہ مزاج اور حاضر جواب تھے' اچھا لطیفہ سنانا ان کا خاصا تھا اور اسے بضرورت بڑی اچھی طرح فٹ کرنے کا فن انہیں خوب آتا تھا۔ ایک بار مندر گلی کارخانہ بازار میں ان کی تقریر تھی ٹیپ ریکارڈز کے مائیک اتنے زیادہ تھے کہ اب مائیک ٹانکنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ باباجی نے لطیفہ سنایا کوئی آدمی کسی کے ہاں مہمان ٹھہرا اور زیادہ کھانے سے بدہضمی ہوگئی۔ طبیب نے ہاضمے کا چورن کھلانے کی کوشش کی تو کہنے لگے۔ بھئی اگر پیٹ اتنی جگہ ہوتی تو میں ایک لقمہ مزید نہ کھالیتا لہٰذا تم میرے پیٹ پر ہی مل دو۔ اس لیے برخوردار اب سٹینڈ پر مائیک لگانے کی جگہ تو ہے نہیں تم میرے ہی گلے میں لٹکا دو۔

کسی دور میں مرزائیوں کی ایک ''نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی'' کی بسیں لاہور سے لائل پور کیلئے چلتی تھیں۔ ایک بار مولانا عبداللہ لاہور سے لائل پور اسی کمپنی کی بس میں آئے۔ رات کو انہوں نے دوران تقریر تذکرہ کیا کہ میں لاہور سے نصرت بس پر بیٹھ کر ساڑھے تین گھنٹہ میں لائل پور پہنچا ہوں۔ قادیانیوں نے اس بات پر ان کے خلاف مقدمہ دائر کردیا (کیونکہ مرزا صاحب کے اہل خانہ کا نام نصرت تھا) مولانا عبداللہ صاحب پیشی پر عدالت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان دیا۔ عدالتی کارروائی کے بعد انہوں نے کہا کہ آئندہ پیشی پر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ نصرت بس کمپنی پر بیٹھ کر مجھے کتنا لطف آیا اور سفر کتنا آرام دہ رہا۔ ان کی یہ بات بھی مرزائیوں کو چبھ گئی۔ اب ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ اس مولوی سے جان چھڑالو ورنہ یہ آئندہ تمہیں عدالت میں بڑا رسوا کرے گا' لہٰذا مرزائیوں نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا

ایک بار ایک مرزائی مولانا عبداللہ سے کہنے لگا مولوی صاحب تمہارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ نکاح بھی کریں گے کوئی رشتہ ڈھونڈ رکھا ہے یا نہیں؟ مولنا نے برجستہ جواب دیا ہمارے ہاں ہر برادری کی رشتہ داری اپنی ہی برادری میں ہوتی ہے۔لہذا ایک نبی کیلئے یہ اہتمام مدعیان نبوت کے خاندان کو ہی کرنا چاہیئے۔میں تو سر بالا بن کر آؤں گا۔مرزائی بولا تم اور سر بالا۔۔اتنا بوڑھا؟ مولانا نے کہا لاڑا (دولہا) کونسا کھیرا (نوعمر) ہونا ہے۔

آپ بڑے مرنجا مرنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے' ان کی بذلہ سنجی اور خوش طبعی تو عام بات تھی۔آپ کا ظاہر و باطن صاف ستھرا تھا۔ بلند اخلاق' بلند کردار' نیک طینت' شریف النفس' خوش گفتار' مہمان نواز اور متواضع بزرگ تھے۔میانہ قد مگر متناسب جسم' سفید داڑھی' سر پر طرحدار کلہ اور کلہ کے اوپر سفید طرے دار پگڑی' سفید قمیص اور شلوار اور قمیص پر سے واسکٹ یا اچکن زیب تن' پاؤں میں تلے دار کھسہ پورے عالمانہ وقار سے رہتے اور تلقین کرتے کہ علماء و خطباء کو اسی طرح خوش لباس اور خوش گفتار رہنا چاہیئے۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے بارے کہا کرتے کہ ان کا لباس اور سر پر طرحدار کلہ تھا جبھی تو آپ قاتلانہ حملے میں بھی بچ گئے تھے اگر آج کی طرح فیشن ایبل مولویوں کی طرح ننگے سر رہتے تو کلہاڑی کا وار کارگر ہوجاتا۔

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ جب بھی وہ فیصل آباد تشریف لاتے اپنے پرانے ساتھیوں اور ان کی اولاد سے ملنے ضرور جاتے مولانا یوسف انور مدظلہ اور ان کے والد مرحوم کے ساتھ بڑا گہرا رشتہ تھا۔سیالکوٹ، گوجرانوالہ کے گردونواح میں جانا ہوتا تو اسلاف کے اخلاف سے ضرور ملتے۔طبیعت میں انکساری، لب ولہجہ میں عاجزی اور کردار میں وقار ان کا خاصا تھا۔جس جگہ تقریر کرتے وہاں کے خطیب اور انتظامیہ کے بارے میں کلمہ خیر کہنا کبھی نہ بھولتے۔جس شہر میں جاتے اسی کے مرحوم و موجود اکابر کا تذکرہ کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا محترم مقام عطا فرمایا تھا۔ہزاروں لوگوں کے دلوں میں ان کا احترام تھا اس آیت کے مصداق ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ وہ دو دفعہ برطانیہ بھی تشریف لائے 1990 میں جب راقم کو برطانیہ آئے چند ماہ ہوئے تھے مولانا عبداللہ میرے ہی پورا ماہ قیام پذیر رہے۔ بریڈفورڈ کے علاوہ ڈیوز بری، اولڈھم، مانچسٹر، ہیلی فیکس، راچڈیل اور سکپٹن ان کی تقاریر

اور خطبات جمعہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ جہاں حضرت مولانا عبدالرزق مسعود، قاری عبدالودود ڈیوز بری، مولانا ثناء اللہ سکپٹن ، حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی مانچسٹر نے بڑا تعاون کیا۔ ان تمام مقامات پر ان کی تقاریر یادگاری تقاریر تھیں ۔ اس دوران ان کی قابل تقلید عادات و خصائل کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ سیر چشمی اور غنائے قلبی ،غیبت وچغلی سے مکمل پرہیز، معمولی اور ہلکی غذا کا استعمال ، ہر کارکن کیلئے مشکورانہ جذبات اور خدمت گزار کو بہت دعائیں دیتے۔ ایسی خوبیوں کی بنا پر انہیں اپنوں اور پرایوں سب میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

بریڈفورڈ میں باباجی کے قیام کی رپورٹ پر مبنی ایک مضمون میں نے ان دنوں (جنوری یا فروری 1991) ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں لکھا تھا۔

کسی کی غیر موجودگی میں کسی کے خلاف نہ کوئی بات کرتے نہ سنتے اور فرماتے کہ چغلی وغیبت کی یہ عادت بد نیکیوں کو برباد کردیتی ہے۔ نبی ﷺ نے اسے عذاب قبر کا ایک سبب بھی بتایا تھا جس سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے۔

اولاد و احفاد

باباجی کو چار بیٹوں اور سات بیٹیوں سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر، حافظ محمد لقمان غضنفر فاضل مدینہ یونیورسٹی، مولانا محمد زبیر اور ریاض قدیر۔ باباجی علیہ الرحمہ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر آف نیو کیسل برطانیہ، فطانت و ذکاوت میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں ۔ وہ بہاولپور یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ پھر برطانیہ آگئے ۔ بہاؤالدین کے قلمی نام سے انہوں نے قابل قدر کام کیا۔ دلائل و براہین کی روشنی میں انہوں نے ثابت کیا کہ قادیانیوں کے کفر وارتداد کا سب سے پہلا متفقہ فتوٰی علمائے اہل حدیث کا کارنامہ ہے۔ حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات منفرد ہیں اور مرزے قادیانی کا انجام بھی اہل حدیث کے ہاتھوں ہوا۔ یعنی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے کے مدمقابل آخری فیصلے کا اشتہار شائع کر کے مرزا قادیانی اپنے اس انجام کو پہنچا جو اس قسم کے جھوٹے مدعیان نبوت کا

مقدر ہے ﴿''اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت کہے یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی وحی نہیں آئی اور یا کہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں۔کاش اگر تم اس وقت دیکھو جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو۔آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ کی آیات کے مقابلہ میں تکبر کرتے تھے (سورہ الانعام ۹۴)﴾''

علمائے دیوبند کا احترام مسلم لیکن تاریخی حقیقت یہی ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔اس حقیقت کی نقاب کشائی پر ڈاکٹر سلیمان اظہر نے برسوں ریاضت کی۔ بھارت و پاکستان کے تمام کتب خانے چھان مارے اور دلائل وبراہین کے وہ انبار لگا دیے کہ جماعت اہل حدیث اپنی عاجزی کے باوجود اس کارنامے پر فخر کرسکتی ہے۔اس تاریخی انکشاف کے بعد کسی کو اب یہ کہنے کی جرات نہیں ہوگی کہ صرف انہی کے اکابر تحفظ ختم نبوت کا ہراول دستہ تھے۔ڈاکٹر سلیمان اظہر برسوں سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔جماعت اہل حدیث برطانیہ کے بانی وقائد حضرت مولانا محمود احمد میرپوری نور اللہ مرقدہ باصلاحیت علماء کے بڑے قدر دان تھے۔انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے برطانیہ قیام میں مرکزی کردار ادا کیا کہ وہ جماعت کی تاریخ پر برٹش لائبریری میں صدیوں سے پڑے ہوئے مواد کو جمع کریں۔افسوس 1987 میں مولانا میرپوری رحمہ اللہ کی اچانک وفات سے جہاں جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا وہاں یہ خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔

آن قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند

لیکن تاریخ اہل حدیث کا یہ جھومر بھی ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر ہی ہاتھوں اس عاجز جماعت کے ماتھے پہ سجا۔تاریخ اہل حدیث کی تحقیق و ریسرچ ان کی زندگی کا نمایاں مقصد ہے۔اوائل عمری ہی میں اس چیز میں دلچسپی کا عالم یہ تھا کہ میاں فضل حق مرحوم نے سلیمان اظہر صاحب سے تاریخ اہل حدیث پر کام کروایا۔ وہ بالاکوٹ اور ان علاقوں میں گئے۔ ہر مشہور آدمی سے ملے جو مواد ملا اسے بڑی جانفشانی سے جمع کیا۔اس وقت فوٹو کاپیوں کا دور عام نہ تھا اس لیے وہ مسودہ کہیں گم ہوگیا۔سلیمان صاحب نے بتایا کہ مولانا محمود احمد غضنفر کے پاس تھا۔ میں نے مولانا غضنفر سے پوچھا تھا انہوں نے کہا مجھے علم نہیں ہے۔اس مسودے کے گم ہوجانے کا

بڑا صدمہ ہوا ظاہر ہے اس جیسی کتاب دوبارہ نہیں لکھی جاسکتی تھی۔ بہر حال اب یہ کفارہ بھی بحمد اللہ ادا ہو گیا اب انہوں نے تاریخ اہل حدیث کے نام سے دس جلدیں لکھنے کا پروگرام بنایا ہے۔ چار جلدیں ہندوستان میں اور ایک جلد پاکستان سے چھپ چکی ہیں۔ باقی کی ترتیب وتدوین جاری ہے۔ دوسرا سلسلہ ''تحریک ختم نبوت'' کا ہے جس کی پندرہ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں اور اسلامک ریسرچ سنٹر راولپنڈی کی ویب سائٹ ircpk.com (اور ماہنامہ محدث لاہور کی ویب سائٹ) پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ نیز ہندوستان میں اس کی سات جلدیں وہاں کی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہیں اور پاکستان میں تمام جلدیں ڈاکٹر سلیمان صاحب اپنے خرچ پر چھپوا اور تقسیم کر رہے ہیں۔

بابا جی کے دوسرے بیٹے حافظ محمد لقمان غضنفر فاضل مدینہ یونیورسٹی نامور مبلغ تھے۔ تقریباً دس سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ تیسرے نمبر پر ریاض قدیر ہیں جو بوریوالہ ہی میں کاروبار کرتے ہیں۔ مولانا محمد زبیر عامر سب سے چھوٹے ہیں جو آجکل بوریوالہ میں مولانا مرحوم کی جگہ خطبہ دیتے ہیں۔ ان کے نواسوں میں لاہور کے معروف صحافی عدنان احمد روزنامہ ایکسپریس سے منسلک ہیں۔

آخری عمل

تبلیغ دین سب سے مقدس فریضہ ہے جو لوگ دعوت وتبلیغ میں ہمیشہ مشغول رہیں وہ لوگ اللہ کی نگاہ میں سب سے اچھے ہیں ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ مولنا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ بورے والا پاکستان میں عرصہ ۶۵ سال سے اس مقدس مشن میں مصروف رہے۔ دس سال قیام پاکستان سے پہلے گویا کل تبلیغی سفر ۷۵ سال کا ہے۔ عام لوگوں کی اتنی عمر نہیں ہوتی جتنی بابا جی کی دعوتی عمر ہے۔ بابا جی کو اللہ تعالیٰ نے کافی لمبی عمر عطا فرمائی۔ اگرچہ وہ شوگر وغیرہ کے مریض تھے لیکن بڑھاپا بہر حال ایسا عاضہ ہے جو دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ نقاہت اور بڑھاپے کے باوجود وہ تبلیغی پروگراموں میں شوق وعزم سے شریک ہوتے اور اپنی خطابت کی تمام تر رعنائیوں سے سامعین کو محظوظ کرتے۔ اس سال وسط مارچ میں ماموں کانجن میں آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس کی صدارت مولانا

عبداللہ نے فرمائی۔ یہ غالباً جماعتی سٹیج سے کیا گیا ان کا آخری خطاب تھا۔ وہ درازی عمر کے کئی جسمانی وروحانی راز بتایا کرتے تھے۔ مثلاً غیبت وچغلی، اشتعال نفسی، حسد وبغض، قلبی عداوت، ہر وقت اور ہر کسی سے شکوہ کناں رہنا جیسی روحانی بیماریاں انسان کی عمر کو کم کر دیتی ہیں۔ جبکہ رحمت الٰہی کا امیدوار رہنا، خوش باشی، زبان وہاتھ سے کسی کو نہ ستانا، صلہ رحمی، سیر چشمی، غنائے قلبی عمر کو بڑھا دیتی ہیں۔ باباجی کی خوش مزاجی ایک مثال تھی۔ وہ ہر حال میں خوش رہے۔ یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ میں نے چالیس سال کی عمر کے بعد چھوٹے گوشت کو تقریباً ترک کر دیا تھا۔ آپ ہمیشہ سادہ اور متوازن اور قلیل غذا کھاتے۔ آخر عمر تک ان کا حافظہ بھی ماشاءاللہ ٹھیک رہا۔ یادداشت میں کوئی کمی نہیں آئی، اور اپنی ٹانگوں پر چلتے پھرتے بھی رہے۔ ڈاکٹر سلیمان اظہر کا کہنا ہے کہ باباجی کا آخری عمل نماز عصر کی ادائیگی سے۔ عجیب وحسین اتفاق ہے کہ ۱۹۴۹ء میں بوریوالہ میں سب سے پہلا خطبہ بھی آپ نے سورہ والعصر کی تفسیر کے موضوع پر دیا تھا۔ اور ان کا اس دنیا میں آخری عمل بھی نماز عصر کی ادائیگی تھا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد آپ پر غنودگی طاری ہوگی۔ جب ہوش آتا تو یہی دعا کرتے۔ اللہ مجھے معاف کردے۔ اور اگلے دن اسی عالم میں انہوں نے سوموارے مئی کو داعی اجل کو لبیک کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی خبر وفات آناً فاناً ملک و بیرون پھیل گئی۔ ساری دنیا میں ان گنت ہاتھ دعائے مغفرت کی خاطر بلند ہوگئے۔ برطانیہ میں بھی اکثر مساجد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور تاحال ان کیلئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رہے۔ اگلید ن ان کی نماز جنازہ بوریوالہ کالج کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں حضرت مولانا ارشاد الحق اثری کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ جس میں ملک بھر سے آپ کے عقیدتمندوں نے شرکت کی۔ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات کے افسوس میں شہر کے سب سرکاری وغیر سرکاری ادارے بند ہوگئے اور نماز جنازہ میں ہر مکتب فکر کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی کہ بوریوالہ کی تاریخ میں یہ اعزاز کسی کو نصیب نہ ہوا ہوگا۔ باباجی مولانا عبداللہ صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ بورے والا میں ہی فوت ہوں اور اسی شہر میں انہیں دفن کیا جائے جہاں وہ 63 سال سے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت وامامت کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ چنانچہ بورے والا میں ہی تدفین عمل میں آئی۔ رہے نام اللہ کا

بلاشبہ باباجی مولانا عبداللہ اپنے دور کے رفیع المرتبت عالم دین تھے۔ جو اپنے پیچھے بہت سی خوشگوار

یادیں چھوڑ گئے۔اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔اور ان کا مشن دعوت وتبلیغ دین جاری وساری رہے۔ان کی اچھی عادات وخصائل عام ہوجائیں اور جماعت اہل حدیث کوان کا نعم البدل عطا ہوجائے۔حافظ محمد عبدالاعلیٰ۔کیتھلے۔برطانیہ۔پیر۲۱رمئی۲۰۱۲ء

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد لکھتے ہیں:

بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمتہ اللہ علیہ

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمتہ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے نامور اہل حدیث عالم دین تھے‘ انہوں نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں اپنی خطیبانہ صلاحیتوں‘ بلند آہنگ خطابت اور حکیمانہ اسلوب وعظ سے لوگوں کوتوحیدوسنت کا عامل بنایا اورانہیں ''صراط مستقیم'' دکھا کر نیک نام ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد عبداللہ صاحب کوعلم وعمل کا حظ وافر عطا کیا اور بے پناہ اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔آپ جماعت اہلحدیث کے لیے عظیم سرمایہ تھے۔گذشتہ صدی کی جماعتی تاریخ نہیں نہ صرف یہ کہ ازبر تھی بلکہ بہت سے واقعات کے آپ عینی شاہد تھے۔جب زبان کوحرکت دیتے تو اکابر کے واقعات بیان کرتے چلے جاتے۔ شیخ الاسلام فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اوران سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے‘ اسی پر بس نہیں بلکہ ان سے متعلق نادر معلومات اور واقعات بھی فراہم کرتے۔ بلاشبہ ہمارے یہ بزرگ معلومات کا بحر ذخاراور ہماری جماعتی تاریخ کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ بڑے ہی شگفتہ مزاج‘ لطیفہ گو‘ مرنجا مرنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے عبوست و یبوست سے کوسوں دور رہتے‘ ان کی بذلہ سنجی اورخوش طبعی کے قصے زبان زد عام ہیں۔

نہایت بااخلاق‘ بلند کردار‘ نیک طینت‘ شریف النفس‘ خوش گفتار‘ مہمان نواز اور منکسر المزاج عالم دین تھے۔وہ میرے بہت ہی پیارے اورمحترم بزرگ دوست تھے۔ان سے عقیدت ومحبت کا ناطہ ربع صدی تک قائم رہا میں نے پہلی بار انہیں 1988ء کے ماہ ستمبر کے وسط میں دیکھا تھا۔وہ مولانا بشیر احمد صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلے میں منعقدہ کانفرنس میں تشریف لائے تھے۔یہ تعزیتی جلسہ سمن آباد فیصل آباد کے بلال پارک (کوئلے والی گراؤنڈ) کے مشرقی کونے پر مولانا بشیر صدیقی کے گھر کے قریب ہوا تھا۔میں سٹیج کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا عبداللہ صاحب مائیک پر آئے۔میانہ قد‘ متناسب جسم‘ سفید داڑھی‘ نظر کے چشمے

کے پیچھے ذہانت کی غماز چمکتی آنکھیں' سر پر کلے کے اوپر سفید طرے دار پگڑی' سفید شلوار اور قمیص اوپر سے واسکٹ زیب تن'۔انہوں نے اپنی کڑک دار آواز میں السلام علیکم کہا۔میرے برابر میں میرے ماموں کا پڑوسی یٰسین سلفی بیٹھا تھا، وہ سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا، بابا بورا رونق لاؤ گا'' اب بابا جی کا وعظ شروع ہوا۔خطبہ مسنونہ پڑھ کر انہوں نے علم اور عالم دین کی عظمت بیان کرتے ہوئے مولانا بشیر صدیقی مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی دینی خدمات کو سراہا۔پھر گویا ہوئے کہ لوگو! اپنے بچوں کو دین پڑھاؤ اسی میں تمہاری نجات ہے۔اثنائے گفتگو میں انہوں نے اپنی دینی تعلیم کے متعلق بتایا کہ وہ نویں کلاس میں پڑھتے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی تقاریر سے متاثر ہو کر دینی تعلیم کی طرف آئے اور آج اللہ نے یہ مقام دیا ہے۔مولانا عبداللہ صاحب کا یہ وعظ کوئی گھنٹہ بھر جاری رہا' لوگ از حد متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی دوران تقریر اپنی شرینی گفتار سے سامعین کو خوب محظوظ کیا۔یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ان کا وعظ سنا اور ان سے متاثر ہوا۔مجھے شروع دن سے ہی تاریخ سے دلچسپی رہی ہے اور مولانا عبداللہ صاحب کی تقریروں میں میرے ذوق کا بہت سا مواد موجود تھا۔اس کے بعد میں نے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے ان کی بہت سی تقریریں سنیں۔اب تلک ان سے عقیدت کا سلسلہ یک طرفہ تھا۔3 مارچ 1999ء کو جماعت کے عظیم نغز گو شاعر اور مصنف مولانا عبدالرحمان عاجز مالیر کوٹلوی نے فیصل آباد میں وفات پائی۔ان سے میرے قریبی دوستانہ مراسم تھے۔ان کی وفات پر میں نے ایک مضمون لکھا جو ''الاعتصام'' لاہور کی دو اشاعتوں میں شائع ہوا۔مولانا عبداللہ صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور متاثر ہوئے۔6 اگست 1999ء کو مولانا صاحب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں انعقاد پذیر سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں تشریف لائے۔میں ان دنوں دینی کتابوں کی ایک دکان میں ملازم تھا۔مولانا تقریر کر کے رات ایک بجے مسجد سے نیچے آئے۔تو مکتبہ میں تشریف لائے۔حال احوال کے بعد مجھے پوچھنے لگے'' کا کا تیرا ناں کی اے''! میں نے بتایا محمد رمضان یوسف سلفی۔کہنے لگے ایک بار پھر بتاؤ' میں نے دوبارہ اپنا نام بتایا۔اب فرمانے لگے' مولانا عبدالرحمان عاجز پر الاعتصام میں مضمون تم نے لکھا تھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا جی ہاں میں نے لکھا تھا۔یہ سن کر مولانا عبداللہ صاحب خوش ہوئے اور کہنے لگے بہت خوب......انہوں نے میرے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور تھپکی دی' اچھے الفاظ میں میری حوصلہ افزائی کی اور فرمانے لگے۔مولانا عاجز مرحوم پر میں بھی کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔لیکن تمہارا مضمون اتنا اچھا تھا کہ میں نے نہ لکھنے کا فیصلہ کیا کہ میں اس سے اچھا نہیں لکھ سکوں گا'' یہ مولانا صاحب کی راقم پر شفقت اور میرے بارے حسن خیال تھا کہ انہوں نے ان الفاظ میں میرا حوصلہ

بڑھایا۔اس ملاقات کے بعد ان سے میرے گہرے دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔وہ فیصل آباد تشریف لاتے تو ٹیلی فون سے اپنی آمد کی اطلاع دیتے۔اور مکتبہ رحمانیہ پر تشریف لا کر ملاقات کا شرف بھی بخشتے۔نومبر 2001ء میں وہ فیصل آباد تشریف لائے کلیہ دارالقرآن والحدیث جناح کالونی میں تقریب بخاری کے موقع پر رات کو ان کی تقریر تھی۔میں بھی سامعین میں تھا۔مولانا دوران تقریر تاریخی واقعات سنا رہے تھے کہ کہنے لگے۔رمضان سلفی یہاں ہے؟ میں نے ہاتھ بلند کر کے اپنی موجودگی کو ظاہر کیا' مولانا فرمانے لگے سلفی سٹیج پر آ کر بیٹھو یہ سلفیوں کا اسٹیج ہے'' 25 مئی 2007ء کو انہوں نے فیصل آباد کے محلے اسلام نگر کی مدنی مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔میں جب مسجد میں داخل ہوا تو وہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔دیکھتے ہی محبت بھرے لہجے میں کہنے لگے۔مہک آئی ہے کہ رمضان سلفی صاحب تشریف لائے ہیں۔یہ الفاظ ان کے کمال شفقت کے آئینہ دار ہیں۔میں دو بار بورے والا ان کے ہاں گیا۔وہ بڑی محبت سے پیش آئے اور بڑی مہمان نوازی کی۔چند سال پہلے ہمارے دوست مولانا سعید احمد چنیوٹی صاحب نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کا ان کے اخبار اہل حدیث امرتسر سے ''سفر نامہ حجاز'' مرتب کر کے شائع کیا۔ان دنوں مولانا عبداللہ صاحب نے مجھے فون کیا۔میں نے ان کو اس سفر نامے کے متعلق بتایا تو وہ بے چین ہو گئے اور فرمانے لگے میں اپنے نواسے کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اس کو یہ سفر نامہ دے دیں میری دوپہر اچھی گزرے گی۔کیونکہ وہ شیخ الاسلام کے ارادت مند تھے اور ان کی تحریریں بصد شوق پڑھتے تھے۔راقم کی چند سال میں اہل حدیث شخصیات پر پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کتابوں کے نام ہیں' مولانا عبدالوہاب ہلوی اور ان کا خاندان' چار اللہ کے ولی' عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں علمائے اہل حدیث کی مثالی خدمات' مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ حیات وخدمات'' اور '' پیکر اخلاص مولانا محمد ادریس ہاشمی رحمتہ اللہ علیہ' میں نے یہ تمام کتب مختلف ادوار میں برادرم سہیل اظہر کے ذریعے ان کی خدمت میں پیش کیں اور انہوں نے ان کے مطالعہ کے بعد راقم کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔وہ کھلے ظرف اور اعلیٰ اخلاق کے انسان تھے۔باوجود تنظیمی اختلاف کے اکابرین جماعت کا بڑا احترام کرتے۔1950ء کی دہائی میں ایک بار جماعت غرباء اہل حدیث کے امام مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ارادت مندوں سے ملنے بورے والا تشریف لائے۔مولانا عبداللہ صاحب کو ان کی آمد کا معلوم ہوا تو وہ بنفس نفیس امام صاحب کی خدمت میں پہنچے اور اصرار کر کے ان کو اپنی مسجد میں لے آئے اور کئی دن تک انہیں نہایت عزت اور احترام سے اپنے ہاں رکھا۔مرحوم کے صاحبزادے محترم ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر (المعروف ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ) نے راقم کو بتایا کہ ان

دنوں مجھے امام عبدالستار رحمتہ اللہ کی خدمت کا موقع ملا تھا۔ بلاشبہ وہ اسلاف کی یادگار تھے میرے دوستانہ مراسم ان سے بھی تھے ان کے بیٹے ڈاکٹر بہاء الدین سے بھی ہیں اوران کے پوتے سہیل اظہر سے بھی۔ اب آیئے ان کے حالات و واقعات کی طرف۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ہمیں یا تو مولانا عبداللہ صاحب سے بالمشافہ ملاقاتوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ اور کچھ باتیں ہم نے اپنے مرشد عالی قدر مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی ''بزم ارجمنداں'' سے مستعار لی ہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب 1916ء میں ضلع گورداس پور (بھارت) کے ایک مقام ''وڑانچ'' میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حکیم امام الدین تھا۔ جو علمائے کرام اور واعظین عظام کی عزت وتوقیر میں اس نواح میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ نیک اور صالح تھے۔ ان کا یہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو انہوں نے اسے سرکاری سکول میں داخل کرا دیا۔ جہاں بچے نے مڈل کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ بعد ازاں خالصہ ہائی اسکول بھاگووال میں داخل کرا دیا گیا۔ مولانا عبداللہ صاحب نویں جماعت کے طالب علم تھے کہ ان کے علاقے میں ایک بہت بڑا تبلیغی جلسہ ہوا۔ وہ اس میں شریک ہوئے اورانہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریریں سنیں۔ انہوں نے اس قدر تاثر لیا کہ سکول کی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ انہیں بٹالہ میں قائم مدرسہ دارالسلام میں داخل کرا دیا گیا۔ یہ مدرسہ وہاں کی انجمن خادم المسلمین کے زیر انتظام تھا اور اس میں حضرت مولانا عطاء اللہ شہید رحمتہ اللہ علیہ جو کہ اس علاقے کے جید عالم دین تھے فریضہ تدریس ادا کرتے تھے۔ اس نیک اور متقی عالم دین کو اگست 1947ء میں سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔ یہ بزرگ عالم دین تفسیر' حدیث' منطق' صرف نحو اور دیگر اسلامی علوم میں کامل ورک رکھتے تھے۔ ان سے کئی طلبا نے اکتساب علم کیا اور پھر وہ نامور ہونے کے ساتھ نیک نام بھی ہوئے۔ مولانا عطاء اللہ شہیدؒ کے شاگردوں میں مولانا عبدالعزیز سعیدی' مولانا اسماعیل ذبیح' مولانا عبدالعظیم انصاری' حافظ عبدالحق صدیقی' مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف جیسے علماء کے نام ملتے ہیں۔ ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھی اسی یگانہ روزگار عالم دین کے نہایت لائق اور چہیتے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے درس نظامی کی مکمل تعلیم مولانا عطاء اللہ شہید سے حاصل کی۔ ذہین طباع طالب علم تھے' ذہن رسا پایا تھا جو پڑھتے ازبر ہو جاتا۔ نیک طینت استاد کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا اور وہ اسے اپنے گھر کا فرد سمجھتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ شہید کے صاحبزادے حافظ محمد سلیمان صاحب ایم اے میرے نہایت پیارے بزرگ دوست تھے۔ وہ میرے قریبی محلّہ میں ہی اقامت پذیر تھے' ان سے اکثر ملاقات رہتی' وہ تصنیف وتالیف کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ عرصہ دراز تک محکمہ تعلیم میں آفیسر رہے۔ انہوں نے 29 اگست 2008ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔

انہوں نے تین کتابیں' درود وسلام' توحید پر ایمان' شرک سے بیزاری' اور سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب تصنیف کی۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا عبداللہ صاحب میرے والد مولانا عطاء اللہ صاحب کے لاڈلے شاگرد تھے اور انہیں ہمارے گھر کا فرد ہی سمجھا جاتا تھا۔ مدرسہ میں دوسرے طلباء سے ان کو ذہانت وفطانت اور علمی استعداد کے باعث امتیازی حیثیت حاصل تھی اور یہ اپنی ہنس مکھ طبیعت سے رونق لگائے رکھتے تھے۔''

مولانا محمد عبداللہ آخر میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان کے دورہ تفسیر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد وہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں جت گئے اور جو علم انہوں نے حاصل کیا تھا اسے لوگوں تک پہنچانا اپنے اوپر فرض عین کر لیا۔ 1937ء میں انہوں نے ولن مل دھاریوال سے اپنی خطابت کا آغاز کیا۔ اور 1947 تک دس سال آپ ولن مل دھاریوال کی مسجد کے امام وخطیب رہے' 14 اگست 2002ء کو میں بورے والا مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں ان کے صاحبزادے حافظ لقمان سلفی مرحوم کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا۔ نماز ظہر پڑھ کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا' خیر وعافیت کے تبادلے کے بعد وہ پرانے واقعات سنانے لگے۔ ان کی بہت بڑی خوبی تھی کہ انہیں سینکڑوں واقعات من وعن یاد تھے اور 60'70 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ واقعات ان کے ذہن پر نقش تھے۔ بابا جی اپنے استاد گرامی مولانا عطاء اللہ مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتانے لگے کہ ایک بار استاد محترم ولن مل دھاریوال تشریف لائے' جمعہ کا دن تھا میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ ازراہ کرم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ استاد جی نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے اٹھارہویں پارے کا ابتدائی رکوع پڑھا جس کی ابتداء قدافلح المومنون سے ہوتی ہے۔ ان آیات کی تفسیر انہوں نے بڑے عام فہم انداز میں بیان کی جسے سن کر لوگ از حد متاثر ہوئے۔ وہ سردیوں کے دن تھے اور استاد جی نے کھیس اوڑھ رکھا تھا' ان کی سادگی اور شخصیت میں بڑا رعب تھا''

مولانا محمد عبداللہ صاحب 1937ء سے 1947ء تک ولن مل دھاریوال کی مسجد میں فریضہ خطابت ادا کرتے رہے۔ اگست 1947ء میں مشرقی پنجاب کے سکھوں نے مسلمانوں کو قتل وغارت کا نشانہ بنایا تو وہ اپنے خاندان کے ہمراہ براستہ ڈیرہ بابا نانک پاکستان میں داخل ہوئے۔ مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے رائے ونڈ آئے یہاں ان کے برادر نسبتی قیام پذیر تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ''بزم ارجمنداں'' میں لکھتے ہیں کہ......مولانا کا قافلہ پچاس ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ ایک بہت بڑی حویلی ان کے برادر نسبتی کے قبضے میں تھی' مولانا عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے اسی حویلی میں پڑاؤ کیا۔ اسوقت عیدالاضحیٰ میں چار دن باقی تھے۔ مولانا

نے چالیس روپے میں قربانی کے لئے گائے خریدی۔ رائے ونڈ میں اس وقت ایک ہی مسجد تھی، جس کی رجسٹری حاجی محمد عاشق کے نام تھی اور وہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عید کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ حاجی محمد عاشق کو کسی نے کہہ دیا کہ یہ عالم دین ہیں۔ حاجی صاحب ان کے پاس آئے اور عید پڑھانے اور خطبہ ارشاد فرمانے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبے کا موضوع حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہجرت۔ اوران کا جذبہ قربانی تھا۔ سامعین میں اکثریت مشرقی پنجاب سے آنے والے لوگوں کی تھی اور ترک وطن کے زخم ابھی تازہ تھے۔ تقریر کے الفاظ وانداز کی اثر پذیری سے ہر آنکھ پرنم تھی اور ہر دل تڑپ رہا تھا۔ نماز عید کے بعد مولانا اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور گائے کی قربانی میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حاجی محمد عاشق ریڑھی لئے کھڑے ہیں، جس پر ایک بوری آٹے کی اور ایک بوری چاولوں کی ہے۔ کہا یہ حقیر سی خدمت قبول فرمائیے۔ ساتھ ہی پانچ سو روپے نقد عنایت کئے۔ یہ بہت بڑی مدد تھی جو اس وقت انہوں نے فرمائی اور لٹے پٹے قافلے کو سہارا دیا۔ (بزم ارجمنداں از مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ ص 608)

مولانا محمد عبداللہ صاحب کچھ عرصہ رائے ونڈ میں قیام پذیر رہے، 1949ء میں آپ جماعت اہل حدیث بورے والا کے اصرار پر بورے والا تشریف لے آئے۔ انہوں نے بورے والا کی جامع مسجد اہل حدیث میں جو پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں سورۃ العصر کی تفسیر بیان کی جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ ان دنوں یہ مسجد بہت چھوٹی تھی، مولانا محمد عبداللہ صاحب کی کوششوں سے اب بہت وسیع ہوگئی ہے۔ اور اسے چند سال پہلے از سرنو خوب صورت تعمیر کیا گیا ہے۔ نیز بورے والا اور اس کے گردونواح میں اہل حدیث کی ایک درجن سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب بلند آہنگ خطیب تھے۔ ان کے وعظ کی اثر آفرینی سے ہزاروں لوگ راہ راست پر آچکے ہیں۔ وہ عام فہم انداز میں بڑی پیاری گفتگو کرتے اور علم وحکمت کے موتی بکھیرتے چلے جاتے۔ عالم پیری میں بھی ان کی خطابت کی بڑی دھوم تھی۔ لوگ ان کا وعظ سننے دور دور سے دیوانہ وار چلے آتے۔

قرآنی خدمات

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد عبداللہ صاحب کو علم وعمل کے ساتھ تفقہ فی الدین اور قرآن فہمی سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد چار بار درس قرآن میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر بیان کی۔ آپ صبح کے درس قرآن کے لئے باقاعدہ تیاری کر کے آتے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ ’’بندہ نومبر 1949ء

کورائے ونڈ سے بورے والا آ گیا۔سوادسفر ایک تفسیر ابن کبیر مصری کی جلد اول تھی۔ان دنوں بورے والا میں صرف جھگی نما ایک چھوٹی کچی مسجد تھی۔بجلی وغیرہ بھی یہاں نہیں تھی' دیسی سرسوں کے تیل کے دیئے کی روشنی میں بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس شروع کیا گیا۔بلاناغہ درس کے باوجود 10 سال میں درس قرآن اللہ کی توفیق سے ختم ہوا۔اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ پر حاضرین کی دعوت کی گئی۔اور دودھ' چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔الحمدللہ

دوسری بار 1959ء میں درس قرآن کا آغاز کیا گیا۔اب کتابوں کی فراہمی بھی کچھ آسان ہوگئی تھی۔مالی طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی برکت سے خوش حالی عطا کردی۔تفسیر خازن' تفسیر کبیر' تفسیر ابن جریر' فتح القدیر' مدار' جلالین' جامع البیان اور دیگر مکاتب فکر کے علماء کے تراجم بھی مہیا ہوگئے تھے۔اب تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر و تراجم کی معاونت سے بارہ سال میں 1971ء میں دوسری بار درس قرآن میں قرآن پاک کو مکمل کیا۔

تیسری بار 1972ء میں ابتداء سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔جو تبلیغی پروگراموں میں مصروفیت کے باوجود 1985ء میں تکمیل کو پہنچا۔

چوتھی بار 1985ء میں ترتیب سے درس قرآن کا آغاز ہوا۔اب مولانا محمد عبداللہ صاحب کی بینائی بھی کم زور ہوچکی تھی انہوں نے آنکھوں کا آپریشن کروایا اور نظر کا چشمہ لگا کر درس قرآن ارشاد فرماتے رہے اور 1997ء میں درس قرآن میں مکمل قرآن مجید کا درس ختم کیا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب عالم پیری میں نظر کی کمزوری' بڑھاپے' نقاہت اور دیگر کچھ عوارض کے باوجود عزم جواں رکھتے تھے۔قرآن کریم سے محبت ان کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی انہوں نے پانچویں بار ترتیب سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو آخر عمر تک جاری رہا ان کا یہ درس قرآن اب نماز فجر کے بعد کی بجائے نماز عصر کے بعد ہوتا تھا۔بلاشبہ یہ بہت بڑی خدمت قرآن ہے جو مولانا عبداللہ صاحب نے انجام دی ہے۔تقسیم ملک سے پہلے کے سات سال اور ایک سال رائے ونڈ ضلع قصور کے درس قرآن کو بھی شامل کیا جائے تو یہ مدت 72 سال بنتی ہے اور خادم قرآن کی حیثیت سے یہ بہت بڑی خدمت قرآن ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

مولانا محمد عبداللہ صاحب کو تحریر و نگارش سے بھی خاص شغف تھا۔انہوں نے کوئی کتاب تو مرتب نہیں کی البتہ ان کے علمائے اہل حدیث کے بارے مضامین جماعتی رسائل میں اشاعت پذیر ہوکر ہمارے مطالعے میں آتے۔وہ خوب صورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے اور پیارے اسلوب میں اکابرین

جماعت کا تذکرہ کرتے تھے۔ چند سال پہلے انہوں نے شیخ الاسلام فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں متعدد مضامین لکھے تھے۔ اور ان میں حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کے بعض گوشوں کو اجاگر کیا تھا۔ کسی کو چاہئے کہ مولانا عبداللہ صاحب کے تمام مضامین کو یکجا کر کے شائع کر دے۔ اس سے جماعتی تاریخ کے بہت سے واقعات محفوظ ہو جائیں گے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے سیاست میں تو زیادہ حصہ نہیں لیا البتہ مذہبی تحریکوں میں سرگرم عمل رہے۔ فتنہ مرزائیت کے خلاف انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے بھی خوب کام کیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی وہ قادیانیوں کے خلاف پیش پیش رہے۔ اس راہ میں انہیں مصائب و آلام سے بھی دوچار ہونا پڑا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ وہ ہر موقع پر ثابت قدم رہے' اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور انہوں نے دھڑلے سے قادیانی نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کے ڈھول کا پول کھولا۔ مولانا عبداللہ صاحب نے 1935ء میں جب وہ مولانا عطاء اللہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں زیر تعلیم تھے قادیانیت کے خلاف پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا پون صدی کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی مولانا محمد عبداللہ سال میں ایک بار اس خطبے کی تجدید کرتے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب پہلی بار 1939ء میں جیل گئے تھے۔ انہوں نے بٹالہ سے چھ میل دور دیال گڑھ کے قریبی گاؤں ''ہرسیاں'' میں مرزائیوں کے خلاف تقریر کی تھی۔ اس پاداش میں انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ایک ہفتے بعد ان کی ضمانت ہوئی۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی مولانا محمد عبداللہ صاحب سرگرم عمل رہے اور انہیں کراچی جیل میں ایک ماہ گزارنا پڑا۔ 1955ء میں انہوں نے خانیوال میں تقریر کی اور ختم نبوت کے مسئلے کو اجاگر کیا اس ضمن میں قادیانی مذہب بھی زیر بحث لائے۔ اس جرم میں انہیں جیل بھیج دیا گیا اور ایک ماہ دس دن بعد ضمانت ہوئی۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اس دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

بٹالہ اور امرتسر قریب قریب ہونے کی وجہ سے اکثر فاتح قادیان کی زیارت و ملاقات ہوتی رہی اور ان کے بیانات اور مناظرات دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ تقریباً زندگی کا گیارہ سالہ بہترین دوران کی رفاقت اور قرب میں بسر کرنے کا موقع ملا۔ (الحمد لله على ذالك)

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے دس سالہ دور خطابت' توحید و سنت' اصلاح معاشرہ اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کی تبلیغ اور رد قادیانیت میں بسر کرنے کا موقع ملا' اس دوران کئی مرزائیوں سے مناظرات بھی ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لینے کا موقع ملا' بوریوالا

ضلع ملتان (حال ضلع وہاڑی) ختم نبوت کے پروانوں کا جو پہلا قافلہ کراچی روانہ ہوا' اس میں بحیثیت قائد قافلہ جانے کا موقع ملا۔ کراچی جیل میں ایک ماہ تک قیام پذیر ہو کر اللہ تعالیٰ نے سنت انبیاء کی اتباع کا موقع فراہم کیا۔ (کیونکہ دین کی خاطر جیل میں جانا بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے)

پھر اس کے بعد 1995ء میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں خانیوال ضلع ملتان (اب خانیوال خود ایک ضلع ہے) ایک تقریر کی وجہ سے ملتان جیل میں جانا پڑا' جب مجھے خانیوال کی پولیس گرفتار کر کے اور ہتھکڑی لگا کر ملتان لے کر گئی تو ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹیبل ساتھ تھے' پھر وہ مجھے جیل کے دفتر میں لے گئے یہاں سے انہوں نے مجھے کسی بارک میں بھیجنا تھا میں وہاں کلرک کے پاس کھڑا ہو گیا اور وہ اپنے رجسٹر کھول کر دیکھنے لگا اور اسی دوران اس کے میز پر پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی' اس نے فون اٹھایا اور فون پر کسی سے بات کرنے لگا' بات کرتے کرتے کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کے لیے فون آیا ہے، فون پکڑیں اور بات سنیں' میں نے جب ٹیلیفون کان سے لگایا تو وہ سپرنٹنڈنٹ جیل کا فون تھا۔ اس نے کہا مولوی صاحب السلام علیکم۔ میں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا' کہنے لگا میں سپرنٹنڈنٹ جیل بول رہا ہوں میں نے کہا حکم کریں۔ کہنے لگا حکم نہیں گذارش ہے کہ ہمارے خطیب صاحب جو جیل میں خطبہ جمعہ دینے آیا کرتے ان کی آج درخواست آ گئی ہے کہ وہ بیمار ہیں اس لیے جمعہ کی خطابت کا انتظام کر لیں۔

اس دن چونکہ جمعہ تھا اور سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھے اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے شیشے کی کھڑکی میں سے دیکھ لیا تھا اس لیے مجھے ایک عالم دین سمجھ کر ٹیلیفون کیا۔ دفتر میں کلرک کے پاس میں ابھی پہنچا تھا۔ کہنے لگا مولوی صاحب آج آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرما دیں میں نے ان سے انکار کیا اور کہا کہ جون کا مہینہ گرم ترین مہینہ ہے میں کئی دن حوالات میں رہا ہوں' میرے کپڑے بھی پسینے سے خراب ہیں اور جسم بھی گندا ہے، اس لئے میں جمعہ نہیں پڑھا سکتا۔ اس نے کہا مولوی صاحب! گذارش قبول فرمائیں' میں کپڑے بھی نئے بھیجتا ہوں' اور پانی بھی غسل کرنے کے لئے اور آپ کے لئے ناشتہ وغیرہ بھی بھیجتا ہوں آپ میری گذارش قبول کریں اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں' کلرک مجھے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ صاحب کی بات مان جائیں' میں نے کہا آپ مجبور کرتے ہیں تو آپ کے کہنے پر خطبہ جمعہ دے دیتا ہوں۔ میں ابھی وہاں ہی بیٹھا تھا ایک قیدی اپنے سر پر پانی کا ٹین رکھ کر لا رہا تھا اور صابن دھنیا کا تیل بھی ساتھ تھا' اس کے بعد ایک قیدی کپڑوں کا نیا جوڑا اور اس کے ساتھ 376 کی ململ کی پگڑی' کرتا' بنیان' ملتانی لاچہ' جرابیں وغیرہ لے کر آ گیا۔ پھر اس کے بعد ایک اور قیدی آ گیا اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑی ٹرے تھی جس میں دو پراٹھے' تین انڈے' دہی' مکھن اور چائے تھی۔

کہنے لگا کہ یہ آپ کا ناشتہ ہے۔ میں نے کلرک سے کہا کہ دیکھو جب میں جیل میں داخل ہونے لگا تو آپ کے پولیس والوں نے میری مکمل تلاشی لی اور پان بھی نکال لیا لیکن وہ میرے سینے سے قرآن نہ نکال سکے' اور یہ سب قرآن کی برکت سے ہے۔

میں نے غسل کیا' نئے کپڑے پہنے' پھر ناشتہ کیا تو جمعہ کی اذان ہوگئی' میری عمر اس وقت تقریباً چالیس سال تھی' جیل کے تمام قیدی اور افسران بڑی تعداد سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آئے' میں نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ سورہ یوسف جیل میں پڑھنے کا مزا آتا ہے۔ میں نے خطبہ جمعہ میں (رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه) کی تشریح کی' اللہ تعالیٰ نے اس قدر توفیق بخشی کے پونے دو گھنٹے خطبہ جمعہ دیا' اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ قیدی نعرے مار رہے تھے اور سورہ یوسف کا ترجمہ اور تفسیر سن کر رو رہے تھے' جیل کی فضا نعرہ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ اب جیل کے افسران پریشان تھے کہ قیدی کہیں بغاوت نہ کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کر دی' (اور یہ سب کچھ قرآن کی برکت ہے) جب نماز جمعۃ المبارک ادا کی تو میرے پیچھے ملتان کے دونو جوان رئیس زادے بھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے اور وہ کسی کے قتل کے جرم میں قید تھے اور انہوں نے اپنا کھانا گھر سے منظور کروایا ہوا تھا۔ وہ بڑے احترام سے ملے اور پوچھا مولانا کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس سلسلہ میں جیل میں آ گئے؟

میں نے کہا کہ میں بوریوالا کی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کا خطیب ہوں اور خانیوال میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک تقریر کی اور جس میں کھل کر مرزائیت کی تردید کی ہے۔ وہاں کا تھانیدار مرزائی تھا اور رپورٹر بھی مرزائی تھا انہوں نے رات ہی کو میرے وارنٹ گرفتاری جاری کروا کر مجھے گرفتار کروالیا' اگلے دن انتظامیہ جلسہ نے ضمانت کی درخواست دی' لیکن اس وقت پتہ چلا کہ ملتان کا سیشن جج بھی مرزائی ہے۔ اور اس نے میری ضمانت کی درخواست مسترد کر دی' جس کی وجہ سے پولیس مجھے آج ہی جیل لائی ہے' اور یہ میری اور آپ کی ملاقات کا سبب بنا ہے۔ وہ دونوں نوجوان حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کے مقتدی تھے وہ کہنے لگے مولوی صاحب آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کریں ہمارا کھانا گھر سے آتا ہے۔ میں نے انکار کیا لیکن ان کا اصرار غالب آ گیا' میں نے ان کی دعوت قبول کر لی' ان میں سے ایک پھر کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ تو پان بھی کھاتے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کے ہاں پان کھاتا ہوں لیکن جب پولیس والوں نے تلاشی لیتے وقت میرا پان نکال لیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا تھا کہ دیکھو یہاں کتنی پابندی ہے اب پان مت مانگنا' کہنے لگے ان سے مانگیں کیوں؟ ہمارے دونوں بھائیوں کے سولہ پان روزانہ گھر سے آتے ہیں' اب آج

سے آٹھ پان آپ کے بھی آیا کریں گے' میں ایک ماہ اور تین دن ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں رہا اور ان نوجوانوں کا صبح کا ناشتہ' دوپہر کو کھانا' بعد نماز عصر چائے' رات کا کھانا آتا اور بہت پُرتکلف کھانا ہوتا۔جیل میں میرے ساتھ ملاقات کرنے جو بھی آتا میں کہتا کہ ابھی دو چار ماہ میری ضمانت نہ کروانا کیونکہ یہاں بہت آرام ہے۔ لیکن آخرکار حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے میاں محمود علی صاحب قصوری رحمتہ اللہ علیہ کو کہہ کر میری لاہور ہائیکورٹ سے ضمانت کروادی۔اسی طرح پوری زندگی اسی انداز سے گزری ہے۔ یہ ایک مختصر سا تعارف ہے۔

کبھی فرصت ہو تو سن لینا......بھری پڑی ہے داستان میری

تحریک ختم نبوت سے میرا 80 سال پرانا تعلق ہے اور ہمارا یہ خاندانی سرمایہ ہے جس کی وجہ سے میرے عزیزم بیٹے (ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر) جن کا قلمی نام ڈاکٹر بہاؤ الدین سلفی ہے نے تحریک ختم نبوت کی آٹھ جلدیں لکھ کر (انڈیا' برطانیہ اور مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع کروا کر پورے پاکستان میں پھیلا دی ہیں اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ان پر بھی نظر ڈال لیں شاید فائدہ ہو جائے (شکریہ) (ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور ختم نبوت نمبر بنام ''قندیل'' اپریل مئی 2009ء) (یاد رہے کہ تحریک ختم نبوت کی اب پندرہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔الحمدللہ)

کسی دور میں نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی کی بسیں لاہور سے فیصل آباد (اس دور کا لائل پور) چلتی تھیں۔ فیصل آباد میں اس کمپنی کا بس اڈا کارخانہ بازار کے باہر ہوا کرتا تھا۔اور یہ بس کمپنی مرزائیوں کی تھی۔ایک بار مولانا محمد عبداللہ صاحب لاہور سے نصرت ٹرانسپورٹ کی بس کے ذریعے لائل پور آئے۔ رات کو انہوں نے دوران تقریر تذکرہ کیا کہ میں لاہور سے نصرت بس پر بیٹھ کر ساڑھے تین گھنٹہ میں لائل پور پہنچا ہوں۔ قادیانیوں نے اس بات پر ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔مولانا عبداللہ صاحب پیشی پر عدالت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان دیا۔عدالتی کارروائی کے بعد انہوں نے کہا کہ آئندہ پیشی پر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ نصرت بس کمپنی پر بیٹھ کر مجھے کتنا لطف آیا اور سفر کتنا آرام دہ رہا۔ان کی یہ بات بھی مرزائیوں کو چبھ گئی۔اب ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ اس مولوی سے جان چھڑالو ورنہ یہ آئندہ تمہیں عدالت میں بڑا رسوا کرے گا' لہٰذا مرزائیوں نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا۔

1974ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا اور بورے والا کی مذہبی قیادت میں ان کا کام اور نام نمایاں تھا۔1977ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں بھی مولانا محمد عبداللہ صاحب کی خدمات قابل

قدر رہیں۔جس طرح ان کی عمر طویل تھی اسی طرح ان کی خدمات کا دائرہ بھی وسعت پذیر تھا۔مولانا محمد عبداللہ صاحب بڑے وضع دار اور پُر وقار عالم دین تھے۔ ہمیشہ اپنی عزت و وقار کا خیال رکھتے۔ایک بار انہوں نے قصور کی جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔رات کو ان کا قیام بھی قصور میں ہی تھا۔مشہور مغنیہ ملکہ ترنم نور جہاں کا تعلق بھی قصور سے ہے اور ان کا آبائی گھر بھی وہیں ہے۔ان دنوں نور جہاں قصور میں تھیں' اس کو مولانا محمد عبداللہ صاحب کی قصور آمد کا پتہ چلا تو اس نے اپنا خادم بھیجا کہ باباجی صبح ناشتہ ان کے ہاں کریں۔مولانا محمد عبداللہ صاحب نے انکار کر دیا۔بعض لوگ کہنے لگے آپ اس کی دعوت قبول کر لیتے اس میں حرج ہی کیا تھا۔لیکن مولانا محمد عبداللہ فرمانے لگے میں نہیں جاؤں گا۔اور مولانا محمد عبداللہ صاحب نور جہان کے لاکھ اصرار پر ان کے ہاں ناشتہ کرنے نہیں گئے اور ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنے مقام و مرتبے کو بلند رکھنا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب کا امتحان لینے کے لئے بسا اوقات انہیں مختلف طریقوں سے آزمایا گیا۔مولانا بتایا کرتے کہ ایک بار منڈی بہاؤالدین سے خط آیا کہ فلاں تاریخ کو آپ تشریف لائیں اور اپنے خطاب سے سامعین کو مستفید فرمائیں۔خط پڑھ کر میں منڈی بہاؤالدین گیا رات کو تقریر کی اور واپس آ گیا' انہوں نے واپسی پر پوچھا تک نہیں۔تھوڑے دن گزرے ان کی طرف سے پھر خط آیا کہ تشریف لائیں اور تقریر کریں۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ خط پڑھ کر میں نے خود سے کہا مولوی! یہ تیری آزمائش ہے۔کہیں پھسل نہ جانا۔وہ آزمانا چاہتے ہیں کہ کیا مولوی کرایہ کے بغیر بھی آ سکتے ہیں۔چنانچہ میں وقت مقررہ پر منڈی بہاؤالدین پہنچا اور تقریر کی۔جن لوگوں نے مجھے بلایا تھا ان کا صابن کا کارخانہ تھا۔وہ صبح اپنی گاڑی میں مجھے بتی چوک لاہور چھوڑ گئے اور جاتے ہوئے ایک پیٹی صابن کی اور گیارہ سو روپے میری واسکٹ کی جیب میں ڈال گئے یہ سستے زمانے کی بات ہے'' اس واقعہ سے مولانا محمد عبداللہ صاحب کی تبلیغی مساعی میں خلوص کو دیکھا جا سکتا ہے۔

لالچ' طمع وحرص سے کوسوں دور رہ کر انہوں نے خدمت دین کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عزت اور علماء کی عظمت و وقار کو ہمیشہ قائم و دائم رکھا۔اصل میں مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جن لائق اساتذہ کرام اور عالی قدر بزرگان دین کے زیر سایہ رہ کر تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں یہ اسی کا اثر ہے۔مولانا محمد عبداللہ صاحب' شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص ارادت مند اور شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔مولانا بیان کیا کرتے کہ مولانا امرتسری مجھ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔اور بسا اوقات تبلیغی پروگراموں میں بھی ساتھ لے جاتے۔بڑے سخی اور فیاض تھے ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے۔ایک بار ان کے ساتھ شورکوٹ جانے

کا اتفاق ہوا۔شہر اسٹیشن سے تین چار میل ہٹ کر ہے۔لوگ شیخ الاسلام کے استقبال کے لئے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ان میں علاقے کے ہندواور سکھ بھی بڑی تعداد میں تھے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔جب ہم کینٹ اسٹیشن سے شہر کو جانے لگے تو شہر کا ایک سکھ رئیس مجمع سے نکل کر آگے آیا اور مولانا امرتسری کی خدمت میں آداب بجالا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا یہ مسلمانوں کا ''درشنی'' مولوی ہے۔رات کو مولانا امرتسری مرحوم نے شورکوٹ میں انعقاد پذیر جلسے میں تقریر کی مسلمان تو متاثر ہوئے ہی لیکن غیر مسلم بھی بڑے متاثر ہوئے۔''

بلا شبہ مولانا محمد عبداللہ پرانے دور کی یادگار تھے۔انہوں نے نیک لوگوں کا ساتھ پایا۔وہ جس دور میں پلے بڑھے اور جس ماحول میں تعلیم وتربیت کی منزلیں طے کیں اسے سنہری دور سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اس دور میں مختلف تحریکیں اور جماعتیں میدان کارزار میں سرگرم عمل تھیں۔ ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں لگے ہوئے تھے۔اوراس سلسلے میں وہ ایک دوسرے سے مناظرے اور مباحثے بھی کرتے تھے اور دوسری طرف مل کر انگریز سے آزادی کے لئے کام بھی کررہے تھے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ان حالات کا بطور جائزہ لیا اور پھر ان کا علاقہ بٹالہ بھی قادیانی فتنہ کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ان حالات میں مولانا عبداللہ صاحب نے اسلام کی نشر واشاعت کے لئے اہل حدیث اسٹیج سے کام کرنا شروع کیا۔قادیانی مذہب کے خلاف انہوں نے تقریر وتحریر سے کام کیا اور دیگر مذاہب باطلہ کے خلاف بھی انہوں نے زبان وبیان سے جہاد کیا۔تقسیم ملک سے پہلے آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے منسلک رہے جس کے ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جب 24 جولائی 1948ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس سے منسلک ہو گئے اور تاحیات مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ ہی رہے۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی ان پر بہت اعتماد کیا کرتے تھے اور ان اکابرین جماعت کے ساتھ مل کر مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جماعت کی تعمیر وترقی کے لئے دن رات کام کیا۔

مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار تھے۔جن حضرات کے ساتھ ان کا ذرا سا بھی تعلق رہا انہیں یاد رکھتے۔اپنے اساتذہ کرام کا ذکر خیر عقیدت سے کرتے' چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔فیصل آباد تشریف لاتے تو ان کی کوشش ہوتی کہ دوستوں سے ضرور ملاقات کی جائے۔ان کی خواہش پر کئی بار ہم ان کے استاد زادے حافظ سلیمان ایم اے مرحوم کو ان کے گھر سمن آباد جا کر ملے اس موقع پر ہمارے

مرحوم دوست علی ارشد چودھری اپنی گاڑی سمیت ہمراہ تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بذلہ سنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے وہ اپنی گفتگو اور شرینی گفتار سے خوب محظوظ کرتے۔ ایک بار فیصل آباد تشریف لائے اور مجھے ٹیلی فون کیا۔ حال احوال پوچھ کر کہنے لگے ارشد مرشد کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا اس وقت تو وہ گھر پر سو رہے ہوں گے نماز ظہر کے بعد ہی شہر آئیں گے پھر پوچھنے لگے حکیم عبدالستار کے بیٹے حافظ حبیب الرحمان کہاں ہوں گے؟ میں نے بتایا کہ حافظ صاحب نماز فجر کے بعد سو جاتے ہیں نماز ظہر میں ہی مسجد میں آئیں گے۔ بابا جی میرا یہ جواب سن کر برجستہ کہنے لگے یہ سارے اصحاب کہف ہی ہیں، جو سوئے ہوئے ہیں۔ ان کی اس برجستہ گوئی نے بڑا لطف دیا۔ اپریل 2004ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب فیصل آباد تشریف لائے اور مسجد کوثر اہل حدیث افغان آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد راقم اور علی ارشد چودھری نے ان کو ساتھ لیا اور مختلف احباب سے ملاقاتیں کرائیں۔ نماز عصر ہم نے محمدی مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں ادا کی۔ راقم نے عرض کیا بابا جی قریب ہی میرا غریب خانہ ہے تشریف لائیں نوازش ہوگی انہوں نے بلا تامل میری گذارش مان لی اور میرے گھر تشریف لے آئے۔ انہوں نے خیر و بھلائی کی دعا بھی فرمائی۔ کھانا تیار تھا ان کو پیش کیا۔ کھانا تناول فرما کر محبت سے کہنے لگے، سلفی تمہاری بیوی کوئی ''رابعہ بصری'' معلوم ہوتی ہے۔ دیکھیں کتنی جلدی اتنا اچھا کھانا تیار کر کے ہماری ضیافت کی ہے'' بلاشبہ مولانا صاحب باوفا اور بے لوث انسان تھے زندگی بھر مولانا محمد عبداللہ صاحب کی صحت بہت اچھی رہی کھانا کم کھاتے' تازہ سبزیاں ان کی مرغوب غذا تھی۔ چائے کے شوقین تھے اور پان بھی چباتے تھے۔ عصر حاضر کے واعظین کی طرح نخرے بالکل نہیں کرتے تھے اپنی مسجد کے خطیب و امام بھی تھے۔

1957ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب نے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث بورے والا میں ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ بطل حدیث حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا افتتاح فرمایا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اس مدرسہ میں عرصہ دراز تک طلبہ اور طالبات کو ترجمۃ القرآن اور ناظرہ قرآن پڑھاتے رہے۔ شعبہ حفظ القرآن کے لئے بھی استاد تھا۔ اس مدرسہ سے حافظ عبدالستار شیخ الحدیث کوٹ ادو (وفات 19 جنوری 2009ء) قاری محمد رمضان سینئر مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد' پروفیسر عبدالرحمان لدھیانوی اور حافظ محمد لقمان سلفی (وفات 10 جون 2002) جیسے نامور علماء نے تعلیم حاصل کی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب سے متعلق نگارشات ان کی عمر کی طرح طویل ہوگئی ہیں۔ اب ان کی اولاد کے بارے چند الفاظ پڑھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور سات بیٹیوں سے نوازا' بیٹوں کے نام یہ ہیں'

(1) **ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر**' دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق اچھا ہے۔ 1970ء کے عشرے میں جامعہ سلفیہ میں انگریزی کے استاد رہے۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور بعض دوسرے سرکاری کالجز میں پروفیسر رہے۔ 1987ء سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث ان کی شاہکار تصانیف ہیں جو پاک و ہند سے شائع ہو کر اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے تفصیلی حالات میں نے ان کی تحریک ختم نبوت کی جلد نمبر 9 کے شروع میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

(2) **حافظ محمد لقمان غضنفر سلفی**' جید عالم دین تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے اکتساب علم کیا۔ 17-18 سال میاں چنوں کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب رہے۔ 10 جون 2002ء کو انہوں نے میاں چنوں میں ہی وفات پائی۔ بڑے خلیق' ملنسار اور خوش طبع عالم دین تھے۔ ان کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے راقم کا مضمون ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے 14 اپریل 2003ء کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

(3) **ریاض قدیر**' بورے والا میں رہتے ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں' نیک اور صالح انسان ہیں۔

(4) **زبیر احمد** مستند عالم دین ہیں' بورے والا کے ایک سرکاری سکول میں پڑھاتے ہیں اور مسجد میں خطیب بھی ہیں۔

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ صاحب سے متعلق یادوں اور ملاقاتوں کے یہ چند ناقابل فراموش نقوش ہیں۔ جو میں نے قارئین کے روبرو پیش کئے ہیں۔ مجھ سے کہیں زیادہ بابا جی سے متعلق واقعات ان لوگوں کے دل و دماغ میں محفوظ ہوں گے جن کو راقم سے زیادہ مولانا کی محفل میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ تاہم میرے دل کا تقاضہ اور روح کی پکار تھی کہ بابا جی سے متعلق یادوں کو کاغذ کے سینے پر ثبت کیا جائے۔ اب بابا جی کے بارے میں جماعت اہل حدیث کے عظیم شاعر جناب علیم ناصری مرحوم کی ایک نظم پیش خدمت ہے جو قریباً ایک عشرہ قبل ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ جناب علیم ناصری فرماتے ہیں:

نام ہے لب پر مرے اک مردِ حق آگاہ کا
یارِ خیر اندیش، مولانائے عبد اللہ کا
وہ مرے مسلک، مرے نطق و نوا کا ہم صفیر
ہم خیال و ہم زبان و دلربا و دلپذیر

ہم نوا ئے ہمنوا یا ن ، ہم نشینِ ہم دما ں
دوست دارِ دوستداراں، خیر خواہِ ہم رہا ں
نر م خو و گر م جو، شا ئستہ خو ، شا ئستہ رو
حق پرستو ں کا مصا حب ، اہل با طل کا عدو
خوش کلام و خوش خرا م و خوش بیان و خوش زبا ن
پاک پوش و پا ک نوش و پا ک چشم و پا ک جا ن
عالمِ نکتہ شنا س و فا ضلِ ر مز آ شنا
اک ادیب علم پر ور ، اک خطیب خوش نوا
محفلو ں میں زعفرا نی ر نگ بھر دیتا ہے وہ
خشک جا نو ں کو بھی لا لہ زار کر دیتا ہے
غم ز دو ں کی دور کر دیتا ہے وہ افسر د گی
فصل گل بنتی ہے اس کو د یکھ کر پژمر د گی
اس کی تقریریں شگفتہ، بزم آ را ، دل نشیں
چٹکلو ں میں بھی سبق آ موز، معنی آ فر ین
منبر و محرا ب میں رو حا نیت کی آ بشار
بز م یا را ں میں شگو فو ں کی بہار اندر بہار
چھو ٹتی ہے بورے وا لا سے جو اس کی پھل جھڑی
بنتی ہے لا ہور کے وہ گل کدو ں کی پنکھڑی
آ ج بھی با نکا ہے میرا سا ل خوردہ دوستدار
شا ہ با لا ئے مسیحا کا بھی ہے امید وار
اس کا فر زند گرا می دا نش و بینش مآ ب

ملکِ عرفان کا سلیمان صاحبِ کلک وکتاب
میرے بھائی کی ہو سب اولاد یا رب شادمان
ان پہ برسا رحمتین اے مالک کون ومکان
دین اور دنیا رہے اس کی متین و تابدار
وہ رہے اپنے عزائم میں ہمیشہ کامگار

مولانا محمد عبداللہ صاحب کی زندگی دعوت وتبلیغ سے عبارت تھی اورانہوں نے اس مشن میں عمر گزار دی۔ایک عرصے سے وہ شوگراوردل کے عارضے میں مبتلا تھےلیکن عوارض سے زیادہ بڑھاپا ان پر غالب تھا۔کمزوری، نقاہت اور بڑھاپے کے باوجودوہ تبلیغی پروگراموں میں شوق وعزم سے شریک ہوتے اوراپنی خطابت کی تمام تر رعنائیوں سے سامعین کومحظوظ کرتے۔16اور17 مارچ کو ماموں کانجن میں آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کی صدارت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے فرمائی اورسترہ مارچ کی رات انہوں نے اپنا خطبہ صدارت ارشادفرمایا جوان کےمخصوص طرزفکر کا آئینہ دارتھا۔اسی روز دن کے وقت ان کا قیام فیصل آباد میں تھااورانہوں نےفون کے ذریعے راقم کی خیریت دریافت کی تھی اوراپنی صحت کے بارے بتایاتھا۔اس کے بعدبھی ان سے گاہے بگاہے رابطہ رہا۔

مئی کےابتدائی دنوں برادرم محمد سہیل اظہر چودھری نے باباجی کی بیماری کےمتعلق بتایااورکچھ تشویش کا اظہار کیا۔ان کا علاج جاری تھا کہ 7 مئی کودوپہر ایک بج کر چالیس منٹ پرنہایت افسردہ لہجے میں سہیل صاحب نے اپنے پیارے بابا کی موت کی اطلاع دی۔ جسے سن کرنہایت صدمہ ہوا۔تھوڑی دیر بعدہفت روزہ الاعتصام لاہورکےدفتر سےمولانا محمد سلیم چنیوٹی نےبھی یہی خبر سنائی۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ بورے والا میں ہی فوت ہوں اوراسی شہر میں انہیں دفن کیا جائے جہاں وہ63 سال سے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت وامامت کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کی خبر منٹوں میں پورے ملک اور بیرون ملک پہنچ گئی۔اورلوگ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بورے والا پہنچنا شروع ہوگئے۔8 مئی کوصبح پونے گیارہ بجے مولاناارشادالحق اثری صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اس میں ہزاروں علماءاورعوام بلاتفریق مسلک شریک ہوئے۔ اور بورے والا میں ہی تدفین عمل میں آئی۔ بورے والا کی تاریخ میں مولانا محمد عبداللہ صاحب کا جنازہ مثالی تھا۔ان کی وفات کےسوگ میں انجمن تاجران نے مارکیٹیں اور بازار بندرکھے جبکہ سرکاری ونیم سرکاری دفاتر

اور سکول و کالج بھی بند رہے۔ اس علاقے کے ایم پی اے خالد محمود بھٹی نے سیکورٹی اور دیگر انتظامات میں بھرپور تعاونکیا۔ دیگر یہ کہ مقامی جماعت نے بھی آنے والوں کے لئے ٹھنڈے پانی اور کھانے کا خاطر خواہ انتظام کر رکھا تھا۔ بلاشبہ مولانا محمد عبداللہ صاحب اپنے دور کے رفیع المرتبت عالم دین تھے۔ جو اپنے پیچھے بہت سی خوشگوار یادیں چھوڑ گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

❁ حافظ ریاض احمد اثری استاذ بمرکز ابن القاسم الاسلامی، ومدیر مکتبۃ دار الکتاب والحکمۃ ملتان لکھتے ہیں:

پیکر عزم و استقلال: گورداسپوری بابائے تبلیغ

۷ مئی ۲۰۱۲ء بروز سوموار محترم مولانا محمد سلیم چنیوٹی (الاعتصام لاہور) اور محترم رمضان یوسف سلفی (آف فیصل آباد) نے یکے بعد دیگرے بابائے تبلیغ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کی وفات کی افسوس ناک خبر سنائی، جسے سن کر انتہائی دلی صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ را جعو ن

دل میں سوچ رہا تھا کہ ابھی شیخین جلیلین (مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری، اور ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر) کا صدمہ نہیں بھولے تھے اور اب نئے صدمہ سے دوچار ہو گئے ہیں۔ ان جلیل القدر علمائے کرام کا اٹھ جانا اہل اسلام بالخصوص جماعت اہل حدیث کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ ان کے فوت ہونے سے علمی مجالس اور تدریسی مسندیں خالی ہو چکی ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کے فرمان عالی شان یقبض العلم بقبض العلماء کے مصداق علم اٹھتا جا رہا ہے۔ قحط الرجال کا نقشہ سامنے آ رہا ہے۔ ان علمائے ربانی کی وفات کا صدمہ اس قدر دل فگار ہے کہ دل میں ایک اضطراب و بے تابی اور بے چینی و بے قراری کی کیفیت طاری ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنی زبانوں سے صرف وہی کلمات حسنہ نکالیں گے جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے لخت جگر حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے موقع پر کہے تھے: ان العین تد مع و القلب یحز ن و لا نقول الّا ما یر ضی ر بنا و انا بفرا قك لمحزو نو ن (آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے، پر زبان سے ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ ہم تمہاری جدائی کے صدمہ پر افسردہ اور غم گین ہیں)۔ اللھم ا غفر لھم و

ارحمهم و عا فهم و اعف عنهم ۔ ا اللهم اد خلهم الجنة الفر دوس۔

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ ہردلعزیز، ملنسار، خوددار، باکردار اور صالح شخصیت تھے۔ مولانا ممدوح نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ قرآن وحدیث کی نشر واشاعت تبلیغ اسلام اور دفاع ختم نبوت میں گزار دیا۔ وہ کبھی بھی فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں مصلحتِ وقت کا شکار نہیں ہوئے۔ ہر شہر، ہر قریہ، ہر علاقہ میں انہوں نے توحید وسنت کے موتی نچھاور کئے۔ خاتم النبیین ﷺ سے دل وجان سے محبت کیا کرتے تھے اور ختم نبوت کے پرچار میں انہیں کئی بار پابند سلاسل کیا گیا لیکن اہل حدیث کا یہ نامور سپوت صدائے حق سے باز نہیں آیا

صداقت کے بیان سے مومن رک نہیں سکتا　　اتر سکتا ہے سر خوددار کا، پر جھک نہیں سکتا

مولانا موصوف پیرانہ سالی کے باوجود گلستان قرآن وحدیث کی پاسبانی کرنے میں پیش پیش تھے۔ بابائے تبلیغ اپنی عمر فانی کے ایسے حصہ میں تھے کہ جس میں لوگ آرام وسکون سے رہنا پسند کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن موصوف ایسے جواں ہمت مبلغ تھے کہ گرمی، سردی، سفر طویل اور طبیعت علیل کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے ان کے دل ودماغ پر صرف اور صرف ایک ہی سوچ تھی کہ: ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے۔

مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے خوش گفتار، زندہ دل اور بذلہ سنج تھے کہ جس محفل میں براجمان ہوتے وہ محفل ومجلس رخ برگ گلاب کا منظر پیش کررہی ہوتی تھی وہ پنجابی کے اس شعر کے صحیح مصداق تھے:

دنیاوچ رکھ بندیاں اویں دا بین کھلون۔ تو ہونویں تے ہسن لوکیں نہ ہویں تے رون

(دنیا میں اس طرح سے زندگی گذار کہ تیری موجودگی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ لائے، اور جب تو نہ رہے تو لوگ روئیں)

واقعی ان کے جنازہ پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور دل غم سے نڈھال تھا۔ ہر کوئی اپنے پیارے کے آخری دیدار کے لئے بیتاب نظر آرہا تھا۔ علمائے کرام اپنے اپنے تاثرات میں مولانا موصوف کو خراج تحسین پیش فرما رہے تھے۔ بابا جی میں جو اہم خوبی مجھے نظر آئی وہ مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کی ہے۔ موصوف نے ایک ہی جگہ اپنی زندگی کا

معتد بہ حصہ قرآن وسنت کی آبیاری میں بسر کر دیا۔انہوں نے بورے والا کی جماعت اہل حدیث کی دعوت پر جب وہاں قدم رنجہ فرمایا تو بورے والا میں صرف ایک چھوٹی سی مسجد تھی،ان کی کاوشوں سے آج خاص بورے والا شہر میں اہل حدیث مساجد کی تعداد تقریباً تین درجن ہے۔

بابائے تبلیغ مولانا گرداسپوری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام کی آخری نشانی تھے۔ موصوف کو مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری،مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری،مولانا عبدالحق محدث ملتانی،مولانا عبدالتواب محدث ملتانی،مولانا عبدالعزیز مناظر ملتانی،مولانا محمد جونا گڈھی،مولانا ابوالقاسم بنارسی،مولانا سید محمد داؤد غزنوی،مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی،مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی،مولانا محمد اسماعیل سلفی،مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری وغیرھم ایسے علمائے کرام کی صحبت میسر رہی۔ بابا تبلیغ اپنے ان اسلاف کا اپنی تقاریر میں دل آویز تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔یقیناً مولانا ممدوح کی تبلیغی ودعوتی خدمات جلیلہ کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ہم انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کی خدمات جمیلہ اور مساعی حسنہ ان کی یاد تازہ کرتی رہیں گی۔وہ اپنے پیچھے اپنے فرزندار جمند ڈاکٹر بہاء الدین ایسا محقق دوراں،صدقہ جاریہ چھوڑ گئے ہیں۔امید واثق ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے والد گرامی کا لگایا ہوا پودا سرسبز وشاداب رکھنے کی ممکن کوشش کریں گے ان شاء اللہ العزیز

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مولانا موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر (بہاءالدین)،ریاض قدیر،زبیر احمد،سہیل گورداسپوری اور تمام لواحقین کو اس صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین : ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حضرت مخدوم بشیر انصاری اڈیٹر ہفت روزہ اہل حدیث لاہور لکھتے ہیں:

بقیۃ السلف بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری جوار رحمت میں

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کا سانحہ ارتحال

غالب ہے نہ شیفتہ نیّر باقی   وحشت ہے نہ سالک نہ انور باقی

حالی اب اسی کو بزم یاراں سمجھو   یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

جماعتی، دینی اور علمی حلقوں میں یہ خبر بڑے حزن وملال کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ممتاز عالم دین، نامور خطیب، مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان کے بزرگ رہنما، بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری تقریباً ۹۶ سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ را جعو ن

حضرت مولانا کی وفات سے دو روز قبل محترم سہیل سلیمان اظہر صاحب کا شام کے وقت فون آیا کہ دادا ابو کو پہلے ہارٹ اٹیک ہوا تھا، اس میں افاقہ ہوا تو ہسپتال سے گھر آ گئے۔ اب برین ہیمرج کے عارضہ میں مبتلا اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ چنانچہ احباب کو بھی اطلاع دی، دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ علی الصبح میں نے فون کیا تو سہیل صاحب نے بتایا کہ رات تو ٹھیک گذری ہے مگر ابھی بارہ گھنٹے باعث تشویش ہیں۔ پھر وہی ہوا جس خبر کو سننے کے لئے ذہن تیار نہ تھا کہ ایک صدی کی چلتی پھرتی تاریخ ہمیں داغ مفارقت دے گئی۔ حقیقی بات یہ ہے کہ وہ تاریخ اہل حدیث کے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے پون صدی تک دعوت وتبلیغ کے میدان میں اپنی خطیبانہ صلاحیتوں اور حکیمانہ اسلوب وعظ سے لوگوں کے دلوں کو توحید وسنت کا عامل بنایا اور مسلک اہل حدیث کی ترویج واشاعت میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ ان کی خطابت مزاح کا رنگ لئے ہوتی تھی جو سامعین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوتی تھی۔ وہ بڑے زندہ دل اور وسیع القلب شخصیت تھے۔ وہ پیرانہ سالی اور کمزوری صحت کے باوجود تبلیغ کے لئے جوانوں کا سا جذبہ رکھتے تھے۔ خطبہ جمعۃ المبارک ہو، یا جماعتی جلسہ میں شرکت کا معاملہ ہو، ڈیڑھ دو سو کلو میٹر کا سفر کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ یہ چیز ان کی دینی تڑپ اور جماعتی وابستگی پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اپنی تقاریر میں اکثر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، امام العصر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور دیگر اکابر کے تبلیغی واقعات اور خدمات جلیلہ کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں کیا کرتے تھے۔ آپ خود بھی ان کے تربیت یافتہ تھے۔ تبلیغ کا جذبہ اور جماعتی زندگی کا ذوق وشوق انہیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملا تھا۔ مولانا مرحوم نے ہمیشہ حق گوئی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بڑی جرأت کے ساتھ انجام دیا اور اس

راہ میں کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ۔انہوں نے ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت اور پھر تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ردقادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت ان کی تقاریر کا خاص موضوع ہوا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم بڑے خوش اخلاق، خوش طبع، بزلہ سنج، مہمان نواز اور سراپا خلوص شخصیت کے مالک تھے ۔ان کی مجلسیں بڑی پرلطف، لطیفانہ اور تاریخی معلومات کا مظہر ہوا کرتی تھیں ۔مولانا مرحوم ۱۹۱۶ء میں ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) کے ایک گاؤں وڑائچ میں پیدا ہوئے ۔ان کے والد گرامی کا نام حکیم امام دین تھا جو نیک اور صالح بزرگ تھے ۔مولانا مرحوم نے سکول میں نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی ۔حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقاریر سے متاثر ہوکر دینی تعلیم کا جذبہ پیدا ہوا، اور اسی میں مصروف ہو گئے ۔انہوں نے درس نظامی کی تکمیل مدرسہ دارالسلام بٹالہ میں مولانا عطاء اللہ شہید سے کی ..اس کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوئے اور دورہ تفسیر قرآن میں شریک ہوئے ۔ بعدازاں آپ وولن ملز دھاریوال کی مسجد کے خطیب مقرر رہوئے اور ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک یہاں خطابت کا فریضہ انجام دیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کچھ عرصہ رائے ونڈ میں بھی خطیب رہے۔ ۱۹۴۹ء سے بورے والا کی جامع مسجد اہل حدیث کے تاحیات خطیب رہے ۔مولانا مرحوم نے اس مسجد کی امامت و خطابت کے علاوہ اس مسجد میں چار مرتبہ نماز فجر کے بعد دروس میں قرآن مجید مکمل کیا۔ پہلی بار ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۹ء تک، دوسری بار ۱۹۵۹ء سے ۱۹۷۱ء تک، تیسری بار ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۵ء تک اور چوتھی بار ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۷ء تک قرآن پاک کے درس کی تکمیل کی ۔ یہ بہت بڑی دینی خدمت اور سعادت کی بات ہے ۔اب بھی یہ سلسلہ (بعد نماز عصر) جاری تھا کہ موت کا وقت مقرر آ پہنچا جس میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر و تعجیل ناممکن ہے۔ اذا جاء اجلھم لا یستا خرو ن سا عة و لا یستقد مو ن ۔شاعر نے کہا ہے:

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو۔ جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

مولانا مرحوم ایک بلند آہنگ خطیب اور مفسر قرآن تھے وہ اچھے مدرس اور قلم کار بھی تھے، اگرچہ انہوں نے کوئی کتاب تو تصنیف نہیں کی لیکن علمائے اہل حدیث اور تاریخ اہل حدیث پر ان کی معلومات کا دائرہ

بڑا وسیع تھا۔ ان کے معلوماتی مضامین جماعتی رسائل بالخصوص، اہل حدیث، لاہور میں اکثر شائع ہوتے رہے ۔ وہ جماعت کا عظیم سرمایہ تھے۔ وہ ایک عرصہ تک مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع ملتان کے امیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے شعبہ تعمیر مساجد کے ناظم رہے۔ مرکزی مجلس شوری اور مجلس عاملہ کے بھی رکن رہے اور اس کے اجلاسوں میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

احباب جانتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے متعدد مقامات کے علاوہ پنجاب کے ہر شہر اور ضلع میں پچاسوں خاندان پشتہا پشت سے دین کی خدمت میں مصروف رہے ہیں۔ شہر کے شہر اور بستیوں کی بستیاں ایسی ہیں جن کی کایا پلٹ گئی ہے۔ یہ انقلاب جن علمائے حق اور اصحاب عزیمت دعوت کی مساعی جمیلہ کی بدولت رونما ہوا، ان میں امرتسر، بٹالہ، فیروز پور، سیالکوٹ گوجرانوالہ اور ملتان وغیرہ کے علاوہ دیگر کئی علاقوں کے خاندان اور سینکڑوں بزرگ شامل ہیں۔ ماضی قریب کے ان محترم بزرگوں اور علمائے دین میں حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کا اسم گرامی نمایاں ہے۔ بلاشبہ مولانا گورداسپوری صاحب کی پوری زندگی حرک وعمل اور سعی و جہد سے عبارت تھی۔

۱۹۶۸ء سے ہم نے جماعتی زندگی میں قدم رکھا، اس وقت سے مولانا محترم سے ہمارے نیازمندانہ مراسم قائم رہے۔ وہ جب بھی جماعت کے اجلاسوں یا جلسوں یا گوجرانوالا تشریف لاتے (جہاں ان کی عزیز داری بھی تھی)، تو ملاقات کا ضرور موقعہ ملتا۔ ہمیں دو تین بار بورے والا بھی حاضری کا موقعہ ملا۔ ان کی محبت وشفقت اور مہمان نوازی ہمیشہ یاد رہے گی۔ پرانے کاغذات میں ان کے چند خطوط ملے ہیں۔ مشاہیر کے خطوط، کی دوسری جلد جو، زیر ترتیب ہے، وہ اس کی زینت بنیں گے۔ ان شاءاللہ۔

مرحوم نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ان کے بڑے صاحبزادے ممتاز دینی سکالر ، جو ڈاکٹر محمد بہاءالدین کے نام سے معروف ہیں، نے پنجاب یونیورسٹی (لاہور) سے اسلامیات میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ کچھ عرصہ وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مدرس رہے۔ بعدازاں انہوں نے برطانیہ سے ڈاکٹریٹ کیا اور واپس آ کر وہ اسلامک یونیورسٹی بہاولپور میں پروفیسر تعینات ہوئے۔ بعض حالات کی بنا پر وہ واپس برطانیہ تشریف لے گئے اور نیوکیسل میں قیام پذیر ہیں۔ ان سے بھی ہماری دیرینہ یاد اللہ ہے۔

۱۹۷۶ء کی بات ہے، اس وقت ہم ہفت روزہ الاسلام، لاہور سے وابستہ تھے جس کا ادارتی دفتر جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث گوجرانوالہ میں ہوا کرتا تھا۔ پروفیسر صاحب پروگرام کے مطابق تشریف لائے اور دوران گفتگو تاریخ اہل حدیث کی تدوین موضوع بحث رہی جو ہماری دلچسپی کا مشترک عنوان تھا اور وقت کی اہم ضرورت بھی۔ لیکن یہ کام ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک ادارے کا ہے۔ انہوں نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ:

رنگون سے لے کر خیبر تک جا بجا پڑے ہوئے اہل حدیث کے نقش قدم کی تلاش ایک فرد کا نہیں ایک ادارے کا کام ہے۔ میں خود گزشتہ ڈیڑھ سال کی دشت نوردی کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک مکمل و مستند سرگزشت مہیا کرنا ایک ایسی بستی کا کام ہے جہاں سبھی منصور رہتے ہوں۔

انہیں ایسی بستی تو میسر نہ آسکی جو منصوروں کا مسکن ہو، مگر اللہ تعالی کی توفیق سے کفر زار برطانیہ میں بیٹھ کر کتاب وسنت کی اشاعت کے لئے جہاں تاریخ اہل حدیث، پر ان کی چار ضخیم جلدیں بھارت میں (مکتبہ ترجمان اردو بازار دہلی سے) منظر عام پر آ چکی ہیں وہاں تحریک ختم نبوت پر ۱۳ جلدیں پاکستان میں (مکتبہ قدوسیہ لاہور) چھپ چکی ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ دونوں موضوعات پر ترتیب وتدوین کا سلسلہ جاری ہے جیسا کہ تحریک ختم نبوت، پر تبصروں اور ابتدائی کلمات سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے مرزا قادیانی کے دعوی مسیح (سال ۱۸۹۱ء) سے تحریک ختم نبوت کے ہراول دستے کی حکایت سے آغاز کیا تھا۔ تیسری جلد میں ۱۹۱۲ء تک کے واقعات کا احاطہ مقصود تھا لیکن پھر یہ حکایت دراز ہونا شروع ہوئی تو تیرھویں جلد اس عالم میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے کہ بات ابھی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہلاکت سے تجاوز نہیں کر پائی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے کمزوری صحت کے باوجود جو تحریریں، حوالوں، مصادر اور اقتباسات کے ذریعہ مدلل اور تحقیقی انداز میں مرتب کی ہیں اور اہل حدیث کے کارناموں کو واضح کیا ہے وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں صحت و عافیت کے ساتھ اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے اور ڈاکٹر صاحب کا یہ عظیم کارنامہ ان کے والد مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ آخر میں ہم جہاں حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کی مغفرت تامہ اور بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں، وہاں محترم ڈاکٹر صاحب اور جملہ

پسماندگان کے غم میں شریک ہیں اللہ تعالی سب پسماندگان کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل اور جماعت کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں۔ کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ جلد ۴۳ نمبر ۲۰۔، ۱۸ مئی ۲۰۱۲ء ص ۱۔۲)

فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ایک بیان میں فرماتے ہیں:

جماعت اہلحدیث پاکستان کے بزرگ ترین و مخلص عالم دین

مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری کا سانحہ ارتحال

دہلی۔۱۲۔مئی۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنی ایک پریس ریلیز میں جماعت اہل حدیث کے بزرگ و مخلص عالم دین مولانا عبداللہ گورداسپوری، والد ماجد مؤرخ جماعت ڈاکٹر بہاء الدین مقیم حال برطانیہ کے سانحہ ارتحال پر اپنے شدید رنج و غم کا اظہار کیا ہے جو ۷ مئی ۲۰۱۲ء کو تقریباً ۹۵ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

موصوف کی پیدائش مقام وڑائچ ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب میں ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ وہ ابتداء میں عصری تعلیم سے وابستہ تھے لیکن جب وہ ایک دینی جلسہ میں شریک ہوئے جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی شامل تھے تو ان کی دنیا ہی بدل گئی اور دینی تعلیم کی طرف رجحان ہوا۔ چنانچہ بٹالہ کے ایک دینی مدرسہ دارالسلام میں داخلہ لیا اور درس نظامی سے فراغت حاصل کی۔.حصول علم کے بعد مولانا نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک دس سال وولن مل دھاریوال کی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے سانحہ کے موقع پر اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان ہجرت کر گئے اور رائے ونڈ میں سکونت اختیار کی۔...بعدازاں ۱۹۴۹ء میں بوریوالہ کی جماعت کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے اور وہیں مستقل

سکونت اختیار کی۔آپ کا انداز بیان لطیفانہ اور اسلوب وعظ حکیمانہ ہوا کرتا تھا۔آپ خوش مزاج، خوش طبع، خوش اخلاق، خوش کلام اور زندہ دل و وسیع القلب عالم تھے۔آپ ایک منجھے ہوئے مقرر تھے۔پرانے بزرگوں میں مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی جیسے اساطین امت کے فیض صحبت اوران کے اثرات کی باتیں بڑے اہتمام وشوق سے بیان کرتے۔کھلے دل سے ملتے اور بے پناہ اپنائیت کا اظہار فرماتے۔اپنے مسلکی حضرات میں ہی عزت وتکریم کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے تھے بلکہ غیر مسلک کے حاملین میں بھی ان کا اتنا ہی احترام کیا جاتا تھا۔وہ اس دور کے بہترین مبلغوں میں سے تھے اور لوگوں کی ذہنی اور فکری سطح کے مطابق بات کرتے تھے۔معاشرے کی بیماریوں اور اس کی کمزوریوں کی صحیح نشان دہی کرتے تھے اور پھر جو علاج تجویز فرماتے تھے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہوتا تھا۔ان کی حکمت عملی سے بھرپور جدوجہد سے بوریوالہ میں آج جماعت کے افراد کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے (عزیزم محمد سہیل کے مطابق کے بوریوالہ شہر اور گردونواح میں اہل حدیث کی تقریباً تین درجن سے زائد مساجد تعمیر ہوچکی ہیں جب کہ ۱۹۴۹ء میں وہاں ایک مختصر سی چبوترہ نما صرف ایک مسجد اہل حدیث کا وجود تھا۔بہاء) وہ میدان خطابت کے اصلی شہسوار تھے لیکن کبھی کبھار جماعت کے جرائد ومجلّات میں ان کے مضامین بھی چھپتے تھے۔افسوس عمل واخلاق کے اس سطح کے علماء سے اب دنیا خالی ہورہی ہے۔اسی اخلاق وکردار کے لوگوں کی تبلیغ وطریق گفتگو سے اسلام چہار دانگ عالم میں پھیلا اور انسانیت کے سامنے کتاب وسنت پر عمل کی راہیں ہموار اور کشادہ ہوئیں۔اسلام کی ترویج، عذوبت لسان اور لطافت بیان کی خواہاں ہے۔سختی، تشدد اور ترش مزاجی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا باعث بنتی ہے۔

قادیانیوں کے خلاف تحریک میں ان کی زبردست حصہ داری رہی اور بڑی تکالیف برداشت کیں حتی کہ سیفٹی ایکٹ میں انہیں جیل بھی جانا پڑا۔انہوں نے اسلامی نظام کے قیام کے لئے بھی بھرپور جدوجہد کی۔جماعت اہل حدیث کی تنظیم واستحکام میں ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔بلاشبہ اس پرخلوص عالم ومقرر نے اسلام کی خدمت اور کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے لئے ہر محاذ پر اخلاص وللّٰہیت، حکمت وموعظت اور جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔...مؤرخ جماعت اور نامور قلم کار جناب ڈاکٹر محمد بہاءالدین مقیم حال برطانیہ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں جو خالص اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت میں شب وروز منہمک ہیں اور مسلک وجماعت کی

عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالی ان کی حسنات کوشرف قبولیت بخشے، کوتاہیوں سے درگذر فرمائے اور جنۃ الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے اور پسماندگان کوصبر جمیل کی توفیق بخشے اور ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی دینی خدمات کوان کے لئے بھی صدقہ جاریہ بنائے۔

ناظم عمومی نے اپنے اخباری بیان میں کہا کہ ان کے سانحہ ارتحال سے نہ صرف ان کے اہل خانہ مغموم ہیں بلکہ جملہ متعلقین جماعت ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں

(پندرہ روزہ جریدہ ترجمان۔ دہلی۔ ۱۶۔ مئی۔ ۲۰۱۲ء ص ۲۹)

☆☆☆

و الصلوة و السلام على خير خلقه محمد و على آله و صحبه اجمعين

و الحمد لله رب العالمين

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بهاء الدین ۲۱۔ جولائی۔ ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوت

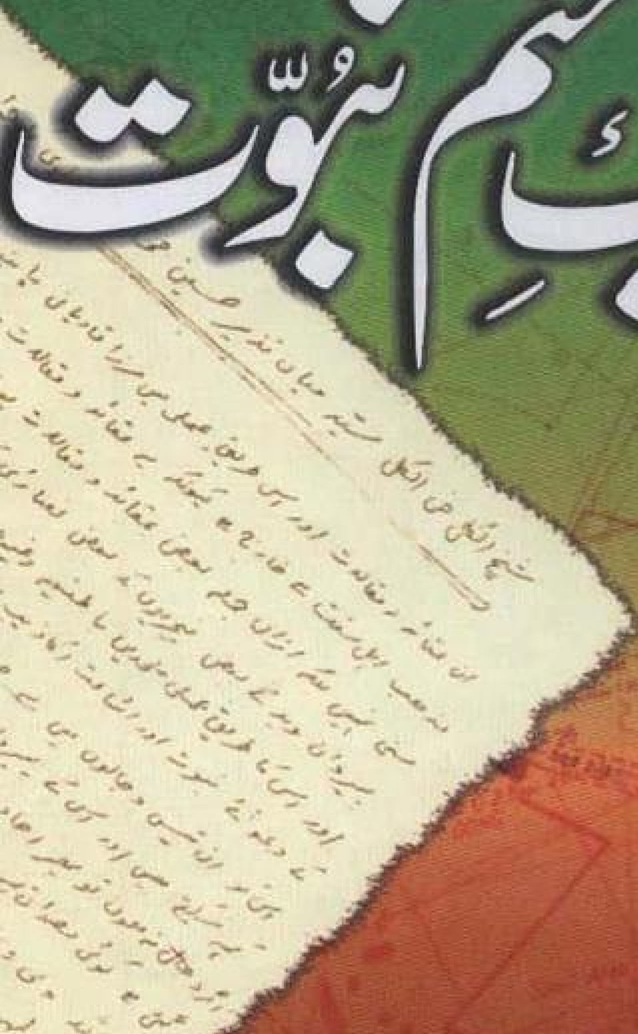

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہژ دہم (۱۸)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہژ دہم (۱۸) تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی ؒ کی خدمات (۳)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۹۶
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

بسم الله الرحمن الر حيم۔نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم

قادیانی درخواست مباہلہ اوراس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵میں) فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جواس عاجز کو جزئی اختلاف کی وجہ سے کافر ٹھہراتے ہیں (قادیانی کا اپنے اختلافات کو جزئی کہنا، ناواقفوں کو دھوکہ دینا ہے۔ وہ کل اصول اسلام میں مسلمانوں کا مخالف ہے۔فتوی تکفیر مرزا اور، جواب فیصلہ آسمانی ص ۳۱ وغیرہ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)، عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں اب لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن وحدیث کے سناؤں۔اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بٹالوی ہیں۔اور اگر وہ انکار کریں تو پھر اس کے بعد وہ تمام مولوی جو مجھے کافر ٹھہراتے ہیں اور میں ان تمام مولویوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔(دافع الوساوس۔صفحہ ۱۶۱)

اور دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۳ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

مباہلہ کی اجازت کے بارہ میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا ہے وہ یہ ہے:

نـظر الله اليك معطرا و قا لوا اتجعل فيها من يفسد فيها قا ل انی اعلم ما لا تعلمو ن قا لوا کتا ب ممتلئی من الکفر و الکذ ب قل تعا لوا ند ع ابنا ئنا و ابناء کم ۔ الی آ خر الآ یه

پھر دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۵ میں مرزا قادیانی نے اس کا ترجمہ کیا اور کہا ہے:

یعنی خدا تعالی نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا تو

زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کریگا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے۔تو خدا تعالی نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اوران لوگوں نے کہا کہ اس کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے،سوان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں۔پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں ۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس کے جواب میں کہتے ہیں:

منظور منظور منظور۔آپ جس وقت چاہیں اور جس مکان میں چاہیں (بجز قادیان کے جو آپ کا مسکن اور محل اندیشہ ہے)، لاہور میں، خواہ بٹالہ میں مجلس مباہلہ منعقد کریں اور مجھے بلالیں۔آپ ہی مجھ سے مباہلہ کرنے کے مدعی بنے ہیں لہذا آپ ہی کے ذمہ اہتمام انعقاد مجلس ہے۔اس مجلس میں آپ اپنے عقائد کے دلائل سنائیں۔ان دلائل کو میں آپ کے حیل اور مغالطات سمجھونگا، جیسا کہ اس وقت تک آپ کے دلائل ہیں، تو اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت یہ دعوی کرونگا کتاب ممتلئی من الکفر و الکذب یعنی آپ کی تصانیف جن پر پہلے نکتہ چینی کی ہے، کفر اور کذب سے پر ہیں۔پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار لعنت کہوں گا۔مگر یہ لعنت ان ہی لفظوں پر ہوگی جو ہم نے بیان کئے ہیں اور وہ آپ ہی کے الہام کے الفاظ ہیں۔ان الفاظ کو بدل کر آپ اور الفاظ پر لعنت کہلانا چاہیں گے تو ہرگز منظور نہ ہوگا، اور اس تبدل وتغیر سے آپکا دعوی الہام بے اعتبار ہوگا۔یا آپ کا ملہم (جو واقع میں معلم الملکوت ہے) ناعاقبت اندیش ٹھہرے گا کہ اس نے پہلے کمی بیشی کو نہ سوچا۔اب اس الہام میں کمی بیشی کرنا چاہتا ہے اور اس کمی وزیادتی سے آپ کا اور آپ کے ملہم کا گریز ثابت ہوگا۔لہذا انعقاد مجلس مباہلہ سے پہلے آپ اس بات کا اقرار شائع ومشتہر کردیں کہ ان ہی الفاظ پر ہم جانب ثانی سے مباہلہ کرائیں گے اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں گے، ان میں اگر ایک لفظ کمی یا زیادتی کریں گے تو دعوی الہام مذکور میں جھوٹے اور مباہلہ میں شکست یافتہ سمجھے جائیں گے۔

یہ تو اس مضمون کی نسبت آپ کے الہام کے مطابق فیصلہ ہوا جس پر ہم مسلمان قسم کھانا اور جھوٹے کو لعنت بھیجنا منظور کرتے ہیں۔مگر اس الہام اور دعوی مباہلہ میں آپ نے ان الفاظ کو درج نہ کیا جن پر آپ قسم کھائیں گے اور جھوٹے کو لعنت سنائیں گے۔یہ آپ کا دھوکہ اور لعنت سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔آپ

غالباً ایسے الفاظ پر قسم کھائیں گے جن کے سبب باوجود جھوٹے ہونے کے آپ لعنت کا مورد ہونے سے بچ سکیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ بھی ان الفاظ کو پہلے مقرر کر دیں تاکہ ہم مسلمان ان الفاظ میں نظر کریں، کہ وہ آپ کے جھوٹے ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب ہو سکتے ہیں یا حیلہ وحوالہ سے وہ لعنت کو ٹلانے والے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں یہ ہونے چاہئیں:

میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آج ظاہر کیے ہیں، کہ

قرآن اور حدیث کی شہادت قطعی سے حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں اور،

آنے والے مسیح سے خدا اور اس کے رسول کی مراد میں ہی ہوں،

اور جبریل امین بذات خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آیا بلکہ وہ آسمان سے اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی ملک الموت وغیرہ فرشتے بھی بذات خود آسمان سے جدا نہیں ہوتے۔

اور مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا، وغیرہ وغیرہ۔،

آپ کے عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنہ میں آپ کی تصانیف سے نکال کر بیان ہوئے ہیں، خدا اور رسول کے نزدیک اسلامی عقائد ہیں، خدا و رسول کی کلام میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کے یہی معانی خدا اور رسول کی مراد ہیں جو قادیانی نے مراد ٹھہرائے ہیں، اور یہی معنی ان الفاظ ونصوص کے آنحضرت ﷺ کے اصحاب وتابعین وغیرہ آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ کے اندر گذر چکے ہیں، خدا اور رسول کی مراد سمجھے ہیں۔ اس بیان میں اگر میں (قادیانی) جھوٹا ہوں، تو مجھ (قادیانی) پر خدا کی وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔

ان الفاظ پر قسم کھانے میں آپ کو تامل ہو تو آپ اس تامل کی وجہ بیان کر کے اور الفاظ تجویز کریں۔ ان الفاظ کے قیود میں جو کید وحیل آپ مخفی رکھیں گے، ہم ان کو ظاہر کر کے آپ کے منہ سے ایسے الفاظ کہلا لیں گے جو آپ کے جھوٹا ہونے کی حالت میں آپ پر لعنت کے موجب وجالب ہوں۔

الحاصل جب تک آپ وہ الفاظ انعقاد مجلس سے پہلے بیان نہ کریں اور مسلمانوں سے ان الفاظ کو تسلیم نہ کرالیں، تب تک آپ کا یہ دعوی مباہلہ آپ کی ایک چال ہے اور صرف اپنے دام افتادہ حمقاء کے لئے

جال ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں یہ نفس درخواست مباہلہ کا جواب ہے۔اب اس کی میعاد کے متعلق ایک اور کید قادیانی کا اظہار و بیان ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے اس مباہلہ کی میعاد دہم دسمبر۱۸۹۲ء سے چار مہینے مقرر کی۔مگر یہ کتاب جس میں یہ مباہلہ درج ہے، پانچویں مہینے (وسط اپریل۱۸۹۳ء) میں شائع کی۔اور طرفہ یہ کہ وہ کتاب اب تک اپنے اخص مخاطبین مباہلہ حضرت شیخ الکل (سید نذیر حسین محدث دہلوی) اور خاکسار کے پاس نہیں بھجوائی۔پوری کتاب بھیجنے سے قادیانی کو بخل مانع تھا تو اشتہار مباہلہ کے اوراق کتاب یا پروف متعلق مباہلہ کو ہی بھیج دیتا۔مرزا قادیانی ہمیشہ لاف زنی کرتا ہے کہ میں اپنے مخالفوں کو کئی ہزار رجسٹری شدہ اشتہارات بھیج چکا ہوں۔کیا اب وہ یہ دعوی کرسکتا ہے کہ میں نے اس مباہلہ کا اشتہار شیخ الکل یا خاکسار کے نام رجسٹری کرا کر بھیجا ہے؟ نہیں تو پھر اس میعاد مقرر کرنے سے اسکی غرض بجز اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ میعاد مقررہ مباہلہ تک فریق ثانی کو اس دعوی پر اطلاع نہ ہو، اور اس عرصہ میں اس طرف سے مباہلہ کی اجابت وقوع میں نہ آوے، تو مشتہر کیا جاوے کہ فریق ثانی نے مباہلہ سے گریز کیا ہے۔

یہ عادت مرزا قادیانی کی ۱۸۹۱ء سے مستمر چلی آتی ہے کہ جو رسالہ، جو پرچہ، جو اشتہار ہمارے مقابلہ میں چھپاتا (طبع کراتا) ہے اس کو ہمارے پاس نہیں بھیجتا۔ان دنوں صرف چند اوراق وساوس (دافع الوساوس) جس میں ۳۰ مارچ کا اشتہار ہے بدست مرزا خدا بخش اور ایک تحریر مورخہ ۱۹۔اپریل بذریعہ ڈاک اس نے ہمارے پاس ارسال کی ہے، باقی تحریرات واشتہارات اس کے ہم نے دیگر وسائل سے مشکل کے ساتھ حاصل کئے ہیں۔اپنے ازالہ اوہام کی بابت اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چھپ کر نکلے گا، سب سے پہلے آپ کے پاس بھیجا جائے گا۔پھر جب چھپ کر شائع ہوا اور ہمارے پاس نہ پہنچا تو ہم نے خود قیمتاً طلب کیا۔پھر بھی ہمارے پاس اس نے وہ رسالہ نہ بھیجا۔تب سے ہم نے بھی اشاعۃ السنہ کا اس کے پاس بھیجنا موقوف اور بند کر دیا۔باوجویکہ اس سے پہلے سال ہا سال سے اسکے پاس بلا قیمت یہ رسالہ جاتا رہا۔اس بندش پر بھی جو مضمون جواب طلب اس کے ردّ میں چھاپا جاتا ہے، اسکے پاس بھیجا جاتا ہے۔

اجازت اشاعت الہام منذر

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۱-۱۸۴ میں) فرماتے ہیں کہ یہ درخواست مرزا قادیانی کی اس خط میں منقول ہے جو ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں اور اس کا دندان شکن جواب ہم اپنے خط میں دے چکے ہیں جو پہلے نقل ہو چکا ہے۔ قادیانی ہمارا جواب سن کر ساکت ہوا، مگر اپنے حمقاء اتباع کو یہ کہتا اور سمجھاتا رہا کہ ہمارا مخاطب (محمد حسین) ہمارے الہام منذر سے ڈر گیا ہے۔ تب ہی وہ عام اجازت اشاعت نہیں دیتا، بلکہ قانون عدالت کے لحاظ و پابندی سے اشاعت کی اجازت دیتا ہے۔ اس خوف کا خیال ان حمقاء کے دماغ میں جاگزیں و مستحکم ہو گیا تو اپریل ۱۸۹۳ء (مطابق رمضان) میں وہ ایک رجسٹری شدہ خط کے ذریعہ سے پھر اشاعت الہام مذکور کی اجازت کا خواستگار رہا۔ اور ہمارے سابق جواب کی اس بات کا کہ: جو الہام کسی کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے، اس الہام کی اشاعت اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے اور اگر آپکے الہامات نظر ثانی و حکم ثانی کے سوا لائق اشاعت نہیں ہوتے تو آپ اپنے ملہم سے اجازت کیوں نہیں لیتے، یہ اجازت مجھ سے کیوں چاہتے ہیں؟

اس نے خط میں یہ جواب دیا ہے کہ مشورہ لینے کا حکم آیت وشاورھم فی الامر میں آچکا ہے۔ اور کتاب دافع الوساوس کے حاشیہ صفحہ ۱۱۶ میں ہماری بات کا یہ جواب دیا ہے کہ الہام تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ازانجملہ ایک وہ قسم ہے کہ جس کے اظہار و عدم اظہار کا ملہم کو اختیار دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس دوبارہ درخواست کرنے سے اور اس کے اتباع کے اس درخواست کو پسند کرنے اور اس سے اس کو سچا اور ولی و ملہم سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تو شرم و حیا و خدا ترسی و عاقبت اندیشی (جو انسانیت کے لوازم سے ہے) معرا تھا، اب اس کے اتباع نے بھی اس کا شیوہ اختیار کیا ہے، اور انہوں نے علاوہ براں بحکم آیت ذالك بانهم آمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم

فهم لا يفقهون فہم وفقاہت کوبھی استعفادیدیا ہے۔وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ:

جوشخص کسی کے الہام سے ڈرتا ہے وہ اس کوملہم ماننے اوراس کی پیروی کرنے میں کب توقف کرتا ہے؟

اور جواس کوکافروزندیق ومرتد وملحد سمجھتا ہے وہ اس کے الہام کوبجز القاءشیطانی اور کیا خیال کرتا ہے؟

اور وہ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ خدا کے منذر الہام کی تبلیغ کی اشاعت کی اجازت دوسرے سے چاہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔اورمشورہ کاحکم بشہادت آیت مذکورہ ان امور میں ہے جن میں خدا کی طرف سے کوئی حکم والہام نہ ہو۔اورایسے ہی امور میں آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تھا،کبھی کسی منصوص حکم کی تعمیل وتبلیغ میں کسی سے مشورہ نہیں لیا۔اورنہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگرقادیانی کے ملہم (معلم الملکوت) کے الہامات ایسے ہی ہوتے ہیں جودوسرے کے مشورہ اورصلاح کے بغیر تبلیغ واشاعت کے لائق نہیں ہوتے ،تو پھرانکی اشاعت وعدم اشاعت کے متعلق اپنے مخلص احباب سے مشورہ کرنا تھا، نہ کہ اپنے خصم اور دشمن سے،جسکی نسبت اسکوالہام ہواہے،اوروہ اس الہام کوشیطانی سمجھتا ہے۔

اس مشورہ کی نظیرکسی سابق ملہم کے الہامات ومشاورات میں پائی نہیں گئی ۔پھرہم اجازت چاہنے کو مشورہ کیوں مان رہے ہیں اوروہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ الہام اس قسم کا ہے جس میں مرزا قادیانی کواظہاروعدم اظہارکا اختیاردیا گیا ہےتو پھروہ اپنے اختیار سے کیوں کام نہیں لیتا اوراس اختیارکواپنے دشمن کے اختیار میں کیوں سپرد کرتا ہے؟ اس کے ان حیلوں اورعذروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس الہام کے دعوی میں جھوٹا اور فریبی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ان گذارشات کے بعداب اس درخواست قادیانی کاتفصیلی جواب دیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی صاحب! اشاعت الہام مذکورکی آپ کواجازت ہے،اجازت ہے،اجازت ہے۔اور اس پر یہ تحریری شہادت ہے۔مگراس اشاعت کی صرف یہی ایک صورت مناسب نظرآئی ہے کہ وہ منذرالہام پہلے اشاعۃ السنہ میں آپ چھپوائیں اوراس کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں۔پھرجس اخبارمیں چاہیں اس کودرج کرائیں ۔لہذا مناسب ہے کہ آپ اس الہام کی ایک قلمی نقل مصفے میرے پاس بھیج دیں اوراس کی

اشاعت کی درخواست کریں اوراس کے ساتھ یہ بھی تحریر کریں کہ اس الہام کے الفاظ میں من بعد نہ ایک لفظ کی کمی ہوگی نہ ایک حرف کی زیادتی ۔ ومعہذا اس الہام کے معنی بھی اپنے ملہم سے پوچھ کرتحریر کردیں۔اگراس کے ظاہری اور لفظی معنے مراد ہوں جن کو ہر شخص عارف لغت واہل زبان سمجھ سکتا ہے تو یہ لکھ دیں کہ ملہم نے بتادیا ہے کہ اس کے ظاہری اور لفظی معنی مراد ہیں۔اوراگرکوئی تاویلی معنی مراد ہوں توان معنی کی تاویل وتشریح کردیں ۔پھراگرمیں اس الہام کے الفاظ اور معنے کوواضح وبلا اشتباہ پاؤنگا تو فوراًاس کو رسالہ میں چھاپ کراس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھیج دونگا۔ ان شاء اللہ تعالی ۔اوراگراس کے الفاظ وقیود میں کیود (مکر)وحیلہ سازیاں اوردھوکہ بازیاں پاؤنگایااس کے معانی کوذوی الوجوہ دیکھونگاتو پہلے چندسوالات کے ذریعہ آپ کے قلم وزبان سے اس کی تشریح وتوضیح کراؤنگا، پھراس کو چھاپ دونگا ان شاء اللہ تعالی ۔

فرمایئے اب تو اجازت ہوئی۔ بلکہ خود اشاعت کی ذمہ داری بھی لی گئی ہے۔یااب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے۔رہ گئی ہے تو فرمایئے وہ کسر نکال دی جائے۔

اس کے بعد حضرت بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس باب میں آپ (مرزاقادیانی) سے تو اتنا ہی خطاب ہے۔ ذیل میں اپنے ناظرین اورآپکے اتباع میں سے حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

حضرات! آپ لوگ جو کہ مرزا قادیانی کے کید اور مکروفریب سے واقف نہیں،شائد یہ خیال کریں کہ یہ اجازت اشاعت تو ہے،مگرمحدود ہے۔اورکیوں اجازت غیرمحدودنہیں دی گئی کہ وہ جس اخبار میں چاہے اس الہام کو چھپوادے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے الہام کو بلامعائنہ وملاحظہ اسی کے ذریعہ واختیاروااہتمام سے اگراسکو چھاپنے کی غیرمحدوداجازت دی جائے گی تو وہ اس الہام میں ایسی قیدیں لگادے گا اورایسے الفاظ ذوالوجوہ اورمحتمل المعانی اس میں بھردے گا،جن سے وہ باوجود سوبارجھوٹا ہوجانے کے،جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔کیا آپ صاحبوں نے اس کے سابق اشتہارات متضمن الہامات وبشارات نہیں دیکھے،جن میں وہ بارہا جھوٹا ہوچکا ہے لیکن جھوٹا ہونے میں نہیں آتا۔اورپھربھی ان الہامات کےصدق کا مدعی ہے اورانہی کی دستاویز سے خم ٹھونک کر الہامی بنا ہوا ہے۔

اس کے گذشتہ الہامات وبشارات میں سے ایک الہام تولد فرزند عنموائیل وبشیر کوبطورمثال پیش کیا

جاتا ہے، جس میں وہ بارہا جھوٹا ہو چکا ہے پھر بھی سچے کا سچا بنا ہوا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ (مرزا) نے ایک اشتہار دیا جس میں یہ درج ہے کہ:

میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خوبصورت، صاحب شوکت و دولت ہوگا، علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا، تین کو چار کرنے والا ہوگا، فرزند دل بند گرامی ارجمند مظهر الاول و الآخر مظهر الحق و العلا کان الله نزل من السماء (یعنی خدا کا جو اول و آخر ہے، مظہر ہوگا، حق اور بلندی کا محل ظہور، گویا کہ خود خدا تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ ناظرین! مرزا قادیانی کا بیٹا خدا ہوا تو قادیانی خدا کا باپ ٹھہرا۔ آج تک ابن اللہ تو بہت لوگوں کو کہا گیا ہے مگر خدا کا باپ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی نہیں سنا تھا۔ اس کے ایسے دعاوی سن کر جو لوگ اس کو مسلمان اور ولی مان رہے ہیں وہ اگر دیوانے نہیں، نافہم نہیں تو پھر کون ہیں؟ محمد حسین) وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، اور زمین کے کناروں تک شہرت پاوے گا۔

اس اشتہار میں چونکہ مرزا قادیانی کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) تاریخ و ماہ و سال تولد فرزند بھول گیا تھا، لہٰذا آپ کو اس کا فکر پیدا ہوا تو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اس کی میعاد کی بابت جاری کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسا لڑکا حسب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

اس پر اسلام کے مخالفوں، ہندوؤں وغیرہ نے قادیانی کو اسلام کا وکیل وحامی سمجھ کر اس میعاد پر خوب ہنسی اڑائی، اور یہ بات چھاپ کر مشتہر کی کہ نو برس کی میعاد لمبی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ جس پر مرزا قادیانی نے اپنے ملہم (معلم الملکوت) کے حضور میں حاضر ہو کر اس امر (تعیین میعاد) کیلئے عرض کی تو ادھر سے یہ الہام ہوا جس کو آپ نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج کر کے مشتہر کیا کہ: ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پھر مرزا قادیانی کو اس الہام کی تفسیر میں ایک مخفی الہام ہوا۔ جس کو وہ اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں مخفی الہام اور الہامی تفسیر اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دے چکا ہے۔ وہ الہام یہ ہے (جو الہام منقولہ بالا کے متصل ہی اس اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں بیان کیا گیا ہے):

اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ

ظاہرنہیں کیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔

پھراس کے بعد یہ بھی الہام ہوا کہ: انہوں نے کہا آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں؟ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی جل شانہ کا ہے، اسلئے اس قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ بعینہ مرزا صاحب کے الفاظ ہیں۔ اس کے آخری الفاظ کے مقابلہ میں خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خدا کے بندہ نہیں، بلکہ معلم الملکوت کے بندہ ہیں۔ اور اسی نے آخری فقرہ انجیل متی باب ۱۱ آیت ۳ سے چرا کر آپ کو الہام کیا ہے۔ جس سے اس کا اور آپ کا مقصود یہ ہے کہ جو لڑکا موجودہ حمل سے پیدا ہوگا اگر وہ کھینچ تان کر الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق اور اس کا نتیجہ بن سکا تو اس الہام کے پہلے حصہ، کہ آنے والا یہی ہے، کے اشارہ سے اس کو الہامی بنایا جائے گا۔ اور اگر وہ کسی طرح اس کا مصداق نہ بن سکا تو اس الہام کے دوسرے حصہ کو، یا ہم دوسرے کی راہ تکیں، کی دستاویز سے یہ کہا جائے گا کہ اس حصہ میں صاف اشارہ تھا کہ یہ کوئی اور ہے۔

مرزا صاحب کے اس الہام کی نظیر اس وقت کے بدمعاش جوگیوں کی وہ پیش گوئی ہے جس میں وہ ایک شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہمسایہ کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ لڑکی پیدا ہو گی۔ پھر اگر لڑکا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کی دستاویز سے اپنی صداقت ظاہر کر کے نقدی وصول کرتے ہیں، اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمسایہ والی خبر پیش کر کے کچھ نہ کچھ جھاڑ لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کا ملہم عیار (معلم الملکوت) ان بدمعاشوں سے بھی بڑھ کر نکلا۔ اس نے ایک ہی الہام و پیش گوئی سے دونوں کام لے لئے۔ پہلے حصہ سے لڑکے کے الہامی ہونے کا ثبوت، دوسرے حصہ سے اس لڑکے کے الہامی موعود نہ ہونے کی شہادت۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دنوں مرزا صاحب کی بیوی کو حمل تھا، جس کے وضع ہونے کی مدت قریب تھی۔ اسی حمل کی نظر سے آپ یہ الہام بازی کر رہے تھے، اور اس حمل سے آپ کو لڑکا پیدا ہونے کا کامل یقین تھا۔ شک تھا تو صرف اس بات میں تھا کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا وہی موعود لڑکا ہے یا موعود کوئی اور ہے، اور یہ لڑکا اور ہے۔ اس حمل سے لڑکا ہونے کا یقین اور اس کے موعود ہونے میں

شک دونوں آپکی الہامی تفسیر کے اس فقرہ سے کہ: جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے، یا وہ کسی اور وقت میں ہوگا۔

اور دوسرے الہام کے اس جملہ سے کہ: آنے والہ یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔

صاف ظاہر ہورہے ہیں اور ہر کس وناکس کو جو مذکر الفاظ ہو گا، اور لڑکا، اور آنے والہ۔ اور مونث الفاظ، ہو گی، لڑکی، اور آنے والی، میں تمیز کر سکتا ہے، یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس حمل سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین رکھتا تھا۔ مگر خدا تعالی نے جو اخیر میں جھوٹے کا منہ کالا کرتا ہے (گو تھوڑے دن اس کو مہلت بھی دیتا ہے)، اس دعوی اور یقین میں مرزا قادیانی کو جھوٹا کیا۔ اس حمل سے لڑکے کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی (جو بچپن میں مرگئی)۔ جس سے تمام ہندوستان میں قادیانی کی رسوائی ہوئی، اور اس وجہ سے تمام مسلمانوں کو آریوں وغیرہ مخالفین کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی۔ مگر قادیانی ایسا شیر بہادر ہے اور عقل وحیا دونوں سے اکیلا جنگ آور اور مبارز ہے، کہ اس نے اس رسوائی اور ندامت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، بلکہ الٹا آریوں کی خبر لی۔ ان کے جواب میں دو ورقہ اشتہار چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ میں نے یہ کب اور کہاں لکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا ہوگا؟ میرے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اس حمل کا لفظ کہاں ہے۔ اور اسکے ساتھ آریوں کو لعنتیں اور گالیاں سنا کر اپنے مریدوں کی نظر میں اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا۔

مرزا صاحب یا اس کے اتباع میں سے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس اشتہار میں اس حمل کا لفظ نہیں تو کیا ہوا؟ اس میں یہ الفاظ جو لڑکا اب پیدا ہو گا، آنے والہ یہی ھے، تو صریح اور صاف موجود ہیں۔ اور ہیں بھی یہ الفاظ الہامی، نہ فہم اور رائے پر مبنی۔ پھر ہمارا وہ الہام ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء جس کے الفاظ مذکور سے لڑکا پیدا ہونے کا یقین تھا، جھوٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا مناسب ہے کہ ہم اس الہام کو شیطانی جان لیں اور آئندہ اس دعوی سے دست بردار ہو جائیں، اور جو ذلت ہو چکی ہے اسی پر اکتفا کریں۔ آئندہ مخالفین سے اسلام اور مسلمانوں کی مزید ہنسی نہ کرائیں۔ مگر وہ حضرات حیا اور سچ سے کچھ تعلق رکھتے تو اپنا جھوٹا ہونا مانتے۔

پھرے۔ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک منحوس ونامبارک لڑکا (بشیر) مرزا قادیانی کے گھر پیدا ہوا تو وہ آسمان کو چڑھ گیا اور اس نے بڑا شور وغل مچایا۔ پنجاب وہندوستان کے دوستوں کو اس لڑکے کے عقیقہ پر بلا کر یہ جتایا کہ

وہ الہامی موعودلڑکا ہےاوراسکا دھوم دھام سے عقیقہ کیا،جس میں دف اورڈھول بجائے گئے۔کسی نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا: فرشتے آسمان پر باجے بجارہے ہیں، پھر ہم کیوں ان کی پیروی نہ کریں۔

اوراس لڑکے کی پیدائش کے متعلق یہ اشتہار جاری کیا جو مطبع چشمہ فیض بٹالہ اور وکٹوریہ پریس لاہور وغیرہ مطابع میں طبع ہوا:

اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا، تو دوسرے حمل میں، جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا، آج ۱۰ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد لله على ذالك ۔اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ یہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے، جس کا وقت بتایا جائے۔سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ضرور لڑکا پیدا ہو گا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینے پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہو گا۔آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایك مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر وتقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے، کیونکہ کسی الہام کے معنے وہ ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے، اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی، کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پا کر اس کے معنے کرتا ہے۔جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھیج دیئے، تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک مخفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور جملہ مخالفین تک پہونچا دیئے گئے۔کیا ہٹ دھرمی ہے یا

نہیں۔کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے،تو وہ اپنے اس الہام اور تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں ، بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔اب ہم اصل اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں (یہ اشتہار متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔بہاء) تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتھر : خاکسار غلام احمد۔از قادیان ضلع گورداسپور

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے گو صرف یہی لکھا ہے کہ یہ ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کے الہام والا لڑکا ہے مگر زبانی کس وناکس کو یہی کہا کہ یہ وہی لڑکا موعود مسعود ہے جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ ہوا تھا اور خود اس باب میں ایک مضمون لکھا اور پونہ کے رہنے والے ایک اردو خوان سپاہی کے نام سے شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء میں چھپوایا ہے،جس کی نقل یہ ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری،۲۲ مارچ ،۸،اپریل ۱۸۸۶ء پر ایک منصفانہ نظر

ہمارے ایک عنایت فرمانے تین اشتہار ۲۰ فروری،۲۲ مارچ و ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء از جانب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ہمارے پاس بھیجے ہیں جن میں ایک پیش گوئی اور نیز اس کے وقوع کا ثبوت بہت مدلل اور معقول طور پر درج ہے۔ہم (اڈیٹر شحنہ ہند) حسب درخواست مرسل ان اشتہاروں کو اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہیں لیکن قبل تحریر ترجمہ اشتہارات ایک ریویو ان اشتہاروں کا اردو انگریزی دونوں میں لکھنا صفائی بیان اور ناظرین کی توسیع واقفیت کی غرض سے مناسب سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ عنوان میں درج ہے،ایک عظیم الشان

پیش گوئی ہے جو ایک بابرکت اور مئوید الہی فرزند کے بارہ میں ظاہر کی گئی ہے جس کی نسبت مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہ فرزند نہایت مقدس اور موجب فیض و ہدایت عامہ خلائق ہوگا اور زمین کے کناروں پر شہرت پائے گا چنانچہ اسی مطلب کے بارہ میں مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اشتہار عام طور پر شائع کیا تھا اور صدہا کاپیاں رجسٹری کرا کر اور نیز بغیر رجسٹری بخدمت معزز عیسائی و ہندو صاحبان اور ان کے نامی گرامی پنڈتوں اور پادریوں کی خدمت میں ارسال فرمائی تھیں۔ مگر چونکہ اس اشتہار میں دربارہ تولد اس مبارک فرزند کے کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تھی، اس لئے بعض نکتہ چینوں کے اصرار سے دوبارہ مرزا صاحب نے اپنے الہام سے ظاہر فرمایا کہ وہ بابرکت فرزند ۹ برس کے عرصہ تک کسی وقت میں پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارہ میں دوسرا اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کا مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اور عام طور پر نامی مخالفوں کے نام بھیجا گیا تھا، بلکہ ان کے بعض اخبارات میں چھپ بھی گیا تھا۔ پھر جبکہ مخالفوں نے اس مدت بیان کردہ کو بھی بہت دور دراز سمجھا تو جیسا کہ اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں درج ہے، مرزا صاحب ممدوح نے اتمام حجت کی غرض سے ایک نہایت قریب وقت دریافت کرنے کے لئے بحضرت باری عزاسمہ توجہ کی۔ اس آخری دفعہ کی توجہ میں مرزا صاحب پر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی نزدیک پیدا ہونے والا ہے، جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا، جس کے معنے ان پر یہ منکشف ہوئے کہ غالباً موجودہ حمل میں وہ لڑکا پیدا ہو، اور اگر اس میں پیدا نہ ہوا تو بالضرور دوسرے حمل میں جو اس کے بعد اور بہت قریب ہے، پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مدت مقررہ کے شائع اور ظاہر کرنے کیلئے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء مرزا صاحب کی طرف سے شائع ہوا جس کے مضمون کے موافق ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مرزا صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت یہ اشتہار صداقت آثار ہمارے سامنے رکھا ہے، جس کے دیکھنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی کسقدر عالی شان، واضح اور کھلی کھلی ہے، اشتہار موصوف کے دو فقرے یہ ہیں

پہلا فقرہ۔ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والہ ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔

دوسرا فقرہ الہامیہ۔ نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب نزول پر دلالت کرتا ہے۔

یعنی یہ ظاہر کرتا ہے کہ لڑکا اس حمل میں یا دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، پیدا ہوگا۔

یہ دونوں فقرے بآواز بلند شہادت دے رہے ہیں کہ لڑکا جس کی نسبت اشتہار مذکور میں پیش گوئی کی گئی ہے بالضرور دوسرے حمل تک جو قریب ہے، پیدا ہو رہے گا۔ اب اس پیش گوئی میں جس قدر صفائی پائی جاتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یہ بات ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ کسی امر فوق الاختیار کے ظہور کے لئے پیش از وقوع کوئی وقت خاص اور مدت معین قرار دینا اور بتمام تر قطع و یقین اس حد میں اور وقت مقررہ پر حصر کر دینا، اور پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اسی وقت اور حد معین میں ظہور پذیر ہو جانا، کاروبار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ خاص کر تولد پسر کے بارہ میں کوئی انسان دعوی کر کے اس قدر دم بھی نہیں مار سکتا کہ میری عمر کے کسی حصہ میں کوئی لڑکا میرا ضرور پیدا ہوگا، کیونکہ نہ تو عمر کا اعتبار اور نہ لڑکا پیدا کرنے پر کوئی اپنا اختیار، اور نہ پھر اس لڑکے کے جیتے رہنے کے یقینی آثار۔ چہ جائیکہ بغیر کسی ظاہری قرینے اور علامت کے لڑکا پیدا ہونے کے لئے بہت ہی قریب حد بتائی جائے اور پھر کروڑ ہا مخلوق کے مقابلہ پر میدان میں کھڑے ہو کر دعوی کیا جائے کہ تولد پسر اس حد معین سے تجاوز نہیں کرے گا، اور لڑکا صاحب عمر ہوگا (یہ لفظ ناظرین توجہ سے پڑھیں اور اس لفظ کی نسبت یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ یہ انسانی دعوی نہیں، الہامی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس قول کو کہ اس لڑکے کو عمر پانے والا نہیں کہا گیا، جس کو وہ سبز اشتہار مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں کہہ چکا ہے، ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ یہ شخص کذاب و دروغ نہیں ہے تو کیا ہے؟ محمد حسین)، بیداہیت ظاہر ہے کہ ایسا دعوی کوئی انسان نہیں کر سکتا اور نہ کسی ابن آدم کو ایسی جرأت ہے کہ اس قسم کا دعوی زبان پر لاوے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نے بدعوی ماموروملہم من اللہ ہونے کے اس پیش گوئی کو ایک جہان کے سامنے اپنی عزت یا ذلت کا معیار بنایا، اور لاکھوں مخالفوں کے سامنے یقینی طور پر دعوی کیا ہے کہ دوسرے حمل تک جو بہت ہی قریب ہے، بالضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر خدا تعالی نے اس دعوی کو سچا کر کے دکھلا دیا اور منکروں کو نادم اور رسوا کیا تو اور بھی زیادہ تر بزرگی اس پیشگوئی کی اور سچائی اس شخص کی ہم پر کھلتی ہے، کیونکہ خدائے عادل وانصاف پسند کی طرف سے ایک دروغ گو کو ایسی کھلی کھلی تائید ہونا غیر ممکن و خلاف صفات کاملہ مقدسہ حضرت باری ہے...

اور ایک اور نشانی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مولود موعود کے لئے ایک یہ علامت لکھی تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا سو یہ علامت بھی پوری ہوئی، کیونکہ اس

فرزند مبارک سے پہلے مرزا صاحب کی اولاد صرف تین ہیں۔ دو پسر اور ایک دختر۔ بجز ان کے اور کوئی ایسی اولاد بھی نہیں کہ کسی وقت پیدا ہو کر فوت ہوگئی ہو۔ سو یہ لڑکا برتبہ چہارم ہونے کی وجہ سے تین کو چار کرنے والا ہے۔ راقم ایک محقق متکلم از پونہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی عبارت کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس کے الفاظ اور طرز تحریر سے پہچان لیں گے کہ یہ مرزا قادیانی کا اپنا لکھا ہوا مضمون ہے، جس کو اس نے برخلاف واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ مضمون اول سے آخر تک بتا رہا ہے کہ راقم مضمون نے اس لڑکے کو وہی لڑکا سمجھا ہے، جس کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے۔ اس مضمون کے پہلے اور دوسرے فقرات کے مصدق مرزا قادیانی کے دستخطی خطوط (جو اصل منشی احسن امروہی کے پاس ہیں اور نقل ان کی دستخطی اور مولوی محمد بشیر صاحب کے مصدقہ) میرے پاس موجود ہیں۔ ان میں بھی قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا یہی لڑکا ہے: اور وہی مصداق عربی فقرات الہام ہے۔

وہ لڑکا (بشیر) جب تک زندہ رہا نتیجہ الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سمجھا گیا، مگر خدا نے اس ظالم ومفتری وکذاب کو دوبارہ ذلیل کرنا چاہا تو ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اس منحوس ونا مبارک وباعث ضلالت لڑکے کو دنیا سے اٹھا لیا، جس پر دنیا میں شور وغل مچ گیا اور اس پر بھی مرزا قادیانی جھوٹا ہونے میں نہ آیا اور یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو چوبیس صفحہ کا سبز اوراق کا رسالہ اس مضمون کا چھاپ دیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذکر تھا اور یہ عمر پانے والا ہے۔ اور کہا کہ میں نے تو اشتہار ے۔ اگست ۱۸۸۶ء میں صرف یہ لکھا تھا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کا ۸۔ اپریل کے اشتہار میں ذکر ہے۔ اور عقل وحیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ:

جس لڑکے کا ذکر ۸۔ اپریل کے اشتہار میں تھا وہ کونسا لڑکا تھا؟

۸۔ اپریل کو کس لڑکے کی میعاد کی بابت ملہم سے آپ نے دوبارہ انکشاف کا سوال کیا تھا؟

اور کس کی بابت جواب ملا؟

ان سوالوں کا جواب یہی ہوگا کہ وہی ۲۰ فروری کے اشتہار والا لڑکا تھا، اسی کی مدت تولیت سے سوال

تھا،اوراسی سوال کے جواب میں اس لڑکے کا مژدہ سنایا گیا تھا۔

اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ برطبق: سوال از آسمان جواب از ریسمان۔سوال تو ۲۰ فروری کے الہامی لڑکی کی مدت سے ہو،اور جواب میں کسی اور کی مدت بتائی گئی ہو۔

اورمرزا صاحب نے نہ یہ سوچا کہ اس جواب کو گول مال بنانے کے لئے جو میں نے دوسرا الہام گھڑ لیا تھا کہ آنے والہ یہی ھے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں اس کا دوسرا حصہ گواس جواب کو گول مال بتاتا ہے،مگراس کا پہلا حصہ صاف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑکا وہی موعودلڑکا ہے۔لہذا یہ الہام بھی ہمارے حق میں مفیداوراس امر کا متعین کرنے والہ نہیں ہے کہ یہ لڑکا وہ نہیں اور ہے۔ قطع نظراس سے ہم (یعنی مرزا) خود محقق متکلم پونہ بن کر اخبار شحنہ ہند میں اور پرائیویٹ خطوں میں اور مجلسوں میں بیان کر چکے ہیں کہ تین کو چار کرنے والا یہی ہے اور یہی لڑکا موعود معلوم ہوتا ہے۔اس لئے اب ہم کچھ عقل اور حیا سے کام لیں،اور کم از کم اتنا ہی کہدیں کہ ہم نے جواس لڑکے کوموعود سمجھا تھا،یہ ہمارافہم واجتہاد تھا۔اس میں ہم سے غلطی ہوئی ہے۔مگر یہ امر مرزا قادیانی اوراس کے اتباع سے کیونکر ہوسکتا تھا۔اپنے جھوٹ اور گناہ کا اقبال کرنا اورحق کوقبول کرنا تو موت سے زیادہ ان پرسخت وناگوار ہے،لہذاانہوں نے الٹا اپنے معترضین کوالزام دیا اور چوبیس صفحہ کے رسالہ (اشتہار)مذکورکواسی بیان کی تائید میں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا کہ ہم نے کب اور کہاں کہا تھا کہ یہ لڑکا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ءکااشتہاری لڑکا ہے،اور یہ عمر پانے والا ہے۔

الغرض اس لڑکے کے مرجانے سے خداتعالی نے مرزاصاحب کوجھوٹا کیا۔تمام دنیا نے انہیں مفتری کہامگروہ جھوٹا ہونے میں نہیں آئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کے بعد دوسرالڑکا مرزاصاحب کے گھر میں پیدا ہوا،تو اس کوبھی الہامی موعود سمجھا گیا تھا۔روئیداد اشتہار مطبوعہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء جس کا عنوان ہے تکمیل تبلیغ۔ملاحظہ ہو۔اس اشتہار میں یوں لکھا ہے:

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ءکواس عاجز کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے..ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی مصلح موعوداورعمر پانے والا ہے یاوہ کوئی اور ہے..لیکن میں جانتا ہوں کہ...اگرابھی اس موعودلڑکے کے پیدا

ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا تعالی اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے..تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود ہوگا۔ ورنہ وہ دوسرے وقت آئے گا۔

اور ۲۰، اپریل ۱۸۹۳ء کو تیسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کو بھی مولود موعود سمجھا جاتا ہے۔

ان دونوں لڑکوں کی نسبت بھی مرزا قادیانی اور اس کے غالی پیرو اور اندھے مقلد پرائیویٹ طور پر دورخی باتیں کرتے رہے ہیں، جس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی لڑکا جیتا رہا، تو اسی کو موعود بنایا جائے گا (گو واقع میں ان میں سے ایک بھی موعود نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ دونوں حمل اول سے قریب حمل سے پیدا ہوئے اور نہ یہ تین کو چار کرنے والے ہوسکتے ہیں۔ تین کو چار کرنے والا تو وہی تھا جس کے پہلے دو بڑے لڑکے اور ایک لڑکی عصمت ہو چکے تھی۔ یہ تو چار کو پانچ یا چھ کو سات کرنے والے ہیں، کیونکہ بیچ میں ایک اور لڑکی پیدا ہو مرگئی ہے۔ اور بقیہ اوصاف اشتہار ۲۰ فروری سے بھی ان میں کوئی صفت پائی نہیں جاتی۔ محمد حسین) اور اگر یہ دونوں مر گئے تو یہ کہا جائے گا کہ ہم نے صاف طور پر ان کو موعود اشتہار ۲۰ فروری نہیں کہا تھا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس تیسرے لڑکے کی نسبت ایک بات بھی قابل اظہار ہے، جو قادیانی کی دھوکہ بازیوں کی تازہ مثال ہے، کہ تحریر (بنام خاکسار محمد حسین) ۱۹، اپریل ۱۸۹۳ء کی پشت پر اس لڑکے کی نسبت قادیانی نے یہ عبارت درج کی ہے:

۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالی نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں سیولد لك الولد زید نی منك الفضل ان نوری قریب یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے بے شک میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، چہ جائے کہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیش گوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی ۔کیا یہ استدراج ہے، یا نجوم ہے، یا اٹکل ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالی بقول آپ کے ایک دجال کی

ایسی پیش گوئیاں پوری کرتا ہے جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔الراقم غلام احمد از قادیان

شیخ الاسلام بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا اور چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھایا ہے۔اس عبارت میں اس نے دو دعوی کئے ہیں۔ایک یہ کہ کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۲۶۶ میں وہ شائع کر چکا تھا کہ خدا تعالی نے اس کو ایک اور بیٹے کا وعدہ دیا ہے۔دوسرا یہ کہ اسی صفحہ میں اس کی مدت بقید تاریخ بتائی گئی تھی۔اور یہ دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔نہ مرزا صاحب نے دافع الوساوس کے صفحہ مذکور میں بیٹا پیدا ہونے کا وعدہ درج کیا ہے، نہ اس کی کوئی مدت بتائی۔وہاں آپ نے یہ الہام نقل کیا ہے۔ سیولد لك الولد جس کا ٹھیک ترجمہ صرف یہ ہے کہ تیرے یہاں بچہ ہوگا۔جو عرب اور ہند کے محاورہ میں عام لفظ ہے اور بیٹا اور بیٹی دونوں پر بولا جاتا ہے۔اس ظالم ومفتری نے اس الہام کا ترجمہ بھی دافع الوساوس میں نہیں کیا، جو اس اشتہار میں کیا ہے۔کرتا تو اس کا کچھ داؤ چل جاتا۔اور میعاد یا تاریخ کا تو اس صفحہ یا کسی اور صفحہ میں نام ونشان نہیں۔صفحہ ۲۶۳ دافع الوساوس میں جس تاریخ اور میعاد کا ذکر ہے اس کو تولد فرزند سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو مباہلہ قبول کرنے یا نہ کرنے کو مولویوں کے لئے میعاد بتائی گئی ہے۔یہ دونوں جھوٹ برطبق: دروغ گوئم برروئے تو، بول کر مرزا قادیانی اس بچہ کو اپنے الہام کا نتیجہ اور اپنی صداقت کی دلیل بنا بیٹھا ہے۔اور خاکسار محمد حسین سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر میں ولی اور سچا پیش گو نہیں، تو میری یہ پیش گوئی کیوں پوری ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تم نے بیٹا پیدا ہونے کی پیش گوئی کی، اور نہ خدا نے اس کی تصدیق کی۔تم نے اپنی بیوی کا پانچ ماہ کا حمل دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ تمہارے گھر میں کچھ (لڑکی یا لڑکا) پیدا ہوگا، پھر یہ الہام گھڑ لیا۔تمام دنیا کے لوگ مسلمان، ہندو، اپنے گھروں میں حمل دیکھ کر ایسا ہی کہہ دیا کرتے ہیں اور امید رکھ لیتے ہیں کہ ہمارے گھر میں بچہ پیدا ہوگا۔فرق یہ ہے کہ اور لوگ تو صرف اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں، تم نے اس خیال کو عربی میں ادا کر کے خدا پر افتراء کیا۔پھر یہ پیش گوئی ہوئی یا دروغ گوئی؟

اس لڑکے کی نسبت ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ لڑکا معمولی طور پر پیدا ہوا، مگر تم نے اس کو جھوٹ بول کر الہامی بنا لیا۔اور اس میں دو سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا، مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ تم اپنے اس جھوٹ کو مانو۔یا

تمہارے غالی اتباع تمہارا جھوٹا ہونا تسلیم کریں۔

اب ہم اس مثال کو چھوڑ کر اصل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان الہاموں کے دعوی میں دو دفعہ تو مرزا قادیانی علی رؤس الاشہاد جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ، لڑکی (عصمت) پیدا ہونے سے، دوسری دفعہ، بشیر کے مر جانے سے۔ اور دو دفعہ پرائیوٹلی جھوٹا ہو چکا ہے، یعنی دوسری اور تیسری لڑکی کے شرائط اشتہار کے مطابق پیدا نہ ہونے سے۔

ومعہذا وہ اپنے حمقاء اتباع میں سچے کا سچا بنا بیٹھا ہے۔ اور اب نو برس کی میعاد بھی گذرنے والی ہے جس میں اس وقت صرف ایک سال اور نو مہینے باقی ہیں اور خدا برحق سے، جو ہمیشہ حق کا مؤید ہوتا ہے اور آخر باطل کو مضمحل اور باطل والوں کو ذلیل کرنے والا ہے، ہر مسلمان کو کامل امید ہے کہ اس عرصہ ایک سال نو ماہ میں وہ اس کذاب کو سچا نہ کرے گا اور اس کا جھوٹ ایسا ظاہر اور مبرہن کرے گا کہ اس سے اس کے اکثر دام افتادہ حمقاء بھی اس کے دام سے رہا ہو جائیں گے۔ اس بات پر ہر مسلمان کو ایسا یقین ہے جیسا کہ اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے (اور شیخ الاسلام مولانا بٹالوی ؒ کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ اس پونے دو سال کے دوران مرزا صاحب کے ہاں کوئی موعود یا غیر موعود لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور مرزا صاحب کی ۱۸۸۶ء والی وہ پیش گوئی کہ نو سال کی مدت میں ان کے ہاں موعود لڑکا پیدا ہو گا کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ بہا) بایں ہمہ یہ ایسا شیر بہادر ہے کہ پھر بھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا اور اپنے الہامات مذکورہ کے ایسے معانی اور تاویلات کرے گا جس سے وہ اپنے آپ کو بعض جاہلوں کی نظروں میں سچا بنائے رکھے۔ مثلاً میعاد نو سال کی نسبت یہ کہہ دے گا کہ اس سے قمری سال مراد ہیں نہ شمسی بلکہ آسمانی اور روحانی سال مراد ہیں۔ جس کے معنے ہنوز ملہم نے مجھے نہیں بتائے، بلکہ ان الفاظ میں اس نے ابھی معنے نہیں ڈالے، وہ ان کے معنے سوچ رہا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ اس سے ایسی مدت مراد ہو جس کی میعاد ہنوز باقی ہو۔ اور اس میں کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو، یا انہیں لڑکوں میں سے اگر وہ سب مر گئے، کسی کی نسبت یہ کہدے گا کہ صفات اشتہار ۲۰ فروری اس معنی سے اس میں پائی جاتی تھیں کہ اس میں ان صفات کی استعداد اور قابلیت تھی۔ چنانچہ منحوس متوفی لڑکے کی نسبت اس نے سبز اوراق رسالہ مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں کہدیا ہے کہ:

ہاں خدا تعالی نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے، ذاتی استعدادوں میں اعلی درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام باران رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید الله بجلا ل و جما ل وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالی نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کی یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں، جن کے لئے ظھور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں (اس تاویل کے علاوہ اس سبز رسالہ کے صفحہ ۱۷ و ۲۱ وغیرہ میں اس منحوس لڑکے کو الہامی بنانے کے لئے قادیانی نے ایسی تاویلیں کی ہیں کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی روز روشن کی طرح جھوٹا ہو کر بھی کبھی جھوٹا نہ بنے گا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس لڑکے کی نسبت لفظ مہمان اور پاک کہکر یہ جتایا گیا ہے کہ وہ لڑکا لڑکپن میں فوت ہو جائے گا، لہذا اس کے فوت ہونے سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی نہ کہ جھوٹ۔ اور وہ لڑکا روحانی طور پر موجب نزول رحمت ہوا۔

اس تاویل پر جو بنظر ظاہری الفاظ پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو پیش گوئی مذکور میں صاحب شوکت و دولت و برکت وغیرہ کہا گیا ہے، پھر اس لفظ مہمان اور پاک کہکر فوت ہو جانا جتانا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں دو لڑکوں کی خبر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں جس میں الفاظ مہمان اور پاک وغیرہ ہیں، فوت ہونے والے لڑکے کی خبر ہے۔ دوسرے حصہ میں جو لفظ مبارک سے شروع ہوتا ہے دوسرے لڑکے کی بشارت ہے جو صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا۔ اور کہا کہ یہ امر (تفصیل اور تقسیم مذکور) الہام کے ذریعہ سے کھل گیا ہے۔ ناظرین غور کرو اور انصاف کو کام میں لاؤ کہ الہام ۱۸۸۶ء کی تفصیل کی بابت الہام مرزا قادیانی کو تب ہوا جب ۱۸۸۸ء میں وہ لڑکا فوت ہو گیا، اور اس الہام کا کذب ظاہر ہو کر مرزا قادیانی کی ذلت و خواری اور رسوائی کا موجب ظاہر ہوا، جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام خدا تعالی کی طرف سے نہیں۔ اس کا ملہم شیطان ہے جو خبیث اور ناپاک فہم مرزا قادیانی کو ذلیل کر رہا ہے۔

۱۸۸۶ء میں ایک بات کہکر اور اسکے ظاہری مضمون کا یقین دلا کر اور مدعی بنا کر اسکو ذلیل کیا۔

پھر ۱۸۸۸ء میں اس کے دوسرے معنی بتا کر دوبارہ دشمنوں سے اس کو ذلیل کرایا۔

چونکہ مرزا قادیانی کی حس ماری گئی ہے، حیا اور شرم اس سے بالکل مسلوب ہو گئی ہے، لہذا وہ اس بات کو نہیں سمجھتا۔ جو کچھ شیطان اس کو سکھاتا ہے وہ فوراً اس کا اشتہار کر دیتا ہے۔ اس سبز رسالہ اور دیگر اشتہارات متعلقہ پیشگوئی مذکور میں اور بھی عجائبات ہیں مگر ان کے بیان و اظہار کے لئے نہ وقت ہے نہ یہاں اس کی گنجائش۔ محمد حسین) یا یہ کہد یگا کہ ان صفات میں سے بعض صفات، جیسے صاحب شوکت و دولت ہونا، کا ظہور قیامت کو ہوگا اور اسیروں کی رہائی پانے سے یہ مراد ہے کہ وہ مر گئے اور ان کی خادم

عورتوں کی خدمت سے چھٹی ہوئی۔ اسی قسم کی وہ اور تاویلیں سنائے گا اور کبھی جھوٹا ہونے میں نہ آئے گا۔

اس الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ایک اور تازہ نظیر اور آپ کی دھوکہ بازی اور افتراپردازی کی تیسری مثال مرزا قادیانی کا وہ الہام ہے جو اس عاجز (محمد حسین) کے عذاب میعادی چالیس روز کی نسبت قادیانی کو ۲۹ شعبان کو ہوا تھا جس کو وساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں بالفاظ و عبارت ذیل قادیانی نے بیان کیا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور با ایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم ۔ یعنی دعا کر میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے، اس مضمون لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی ۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھا نتك وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا یعنی اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: ناظرین آج ۱۳ شوال مطابق ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء ہے جس میں میعاد مقررہ قادیانی سے تین دن بڑھ گئے ہیں۔ مگر میں اس وقت تحریر تک خدا کے فضل و انعام کا مورد ہوں۔ میری صحت اچھی ہے، قویٰ سالم ہیں، اولاد میں مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہوں، جائز آمدنی مرزا قادیانی کی نسبت زیادہ رکھتا ہوں، گو نا جائز آمدنی اس کی زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی نظروں اور ان غیر اقوام کے اعیان کی نظروں میں، جن کو مرزا قادیانی سے تعلق نہیں میری خدا داد عزت کو ترقی ہے۔ باقیات صالحات کے لئے توفیق رفیق ہے، اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لئے کافی ہیں۔ آج کل میں اکثر چھ بجے صبح سے پانچ یا چھ بجے شام تک نصرت دین سید المرسلین اور رد کفریات کے لئے ایسی توفیق دیا جاتا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی ایسی توفیق عطا ہونی یاد نہیں۔ الغرض ان چالیس دنوں میں مجھے کسی قسم کی مصیبت نہیں پہنچی۔ ہر طرح کی فرحت، صحت، عافیت و توفیق شامل رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالك

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کا وہ الہام سراسر کذب و بہتان وفریب ہے، مگر پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کو جھوٹ مانے اور اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کرے۔ وہ اپنے مریدوں کو یہ کہے گا اور غالباً کہتا ہوگا کہ اس عذاب واہانت سے یہ مراد ہے کہ محمد حسین نے اب تک میرے سوال کا جواب چھاپ کر نہیں بھیجا، یا یہ کہہ دے گا کہ اس عذاب سے روحانی عذاب مراد ہے جس کا ظہور قیامت کو ہوگا، یا کسی سے یہ سن کر کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو بخار ہو گیا تھا، کسی کو زکام، یا یہ سن کر کہ ماہ رمضان میں اس کو بھوک اور پیاس بہت لگتی تھی، یہ کہدے گا کہ یہی عذاب ہے جس کا اس الہام میں وعدہ دیا گیا تھا۔ الغرض اس الہام میں مرزا قادیانی جھوٹا ہو چکا ہے۔ ایک گروہ دنیا کا جو خاکسار کے حالات سے واقف ہے، اس کو جھوٹا کہے گا۔ مگر وہ اپنا جھوٹا ہونا قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کے حمقاء اتباع اس الہام میں اس کو جھوٹا سمجھیں گے۔

شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹ اور فریب کے بھرے ہوئے اور معہذا اسے سچا بنانے والے الہامات قادیانی اور بہت ہیں جن سب کا بالاستیعاب ذکر کرنے کیلئے ایک دفتر چاہیے، اور بہت سا وقت۔ انہیں الہامات کو دیکھ کر اے حضرات ناظرین اور حق کے طالبین، خاکسار نے اشاعت الہام منذر مذکور کو اشاعۃ السنہ میں محدود کیا اور قبل از اشاعت اس کے الفاظ و قیود کو دیکھ لینا اور اس کے معنے کی شرح اسی سے کرالینا ضروری سمجھا ہے۔ اور اگر قبل از ملاحظہ وتحقیق الفاظ وتعین مراد اس کو اس الہام کے چھاپنے کی غیر محدود اجازت دی جائے تو اس سے عام مسلمانوں میں وہی فتنہ پھیلے گا جو پہلے الہامات سے پھیل رہا ہے ۔ انہی عوام اہل اسلام کے بہک جانے کا مجھے اس الہام کی عام اجازت اشاعت دینے سے خوف واندیشہ ہے ۔ اپنی ذات کیلئے تو مجھے اس کا اتنا بھی خوف واندیشہ نہیں ہے جتنا شیر کو مچھر کے کاٹنے کا خوف ہوسکتا ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو عدم اجازت عام سے میرا اپنی ذات کیلئے خوف نکالتا اور اپنے دام افتادہ حمقاء کو اس کا یقین دلاتا ہے تو اسکی وقاحت اور اس کے اتباع کی حماقت ہے۔ میں اپنی ذات کیلئے اس سے کچھ خوف رکھتا تو پھر اس کا پیرو کیوں نہ ہوجاتا؟ اور اسکو کافر وزندیق سمجھ کر رات دن اس کے تعاقب میں کیوں مصروف رہتا؟

عربی تفسیر نویسی کا قادیانی چیلنج

اوراس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۸۹ تا ۱۹۲ میں) بتاتے ہیں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کی درخواست دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲ میں مرزا قادیانی نے کی ہے۔اس کو ہم اسی کے الفاظ وعبارت سے نقل کرتے ہیں۔اپنی طرف سے صرف اس کی شروط وقیود پر نمبر لگاتے ہیں۔قادیانی صاحب کہتے ہیں اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام یوں ہوسکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہوکر:

۱۔منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے لئے چند سورتیں قرآن کریم کی

۲۔جن کی عبات ۸۰ آیت سے کم نہ ہو،تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں۔اور

۳۔پھر بذریعہ قرعہ اندازی ایک سورت ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جاوے۔اور

۴۔اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جائے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفی عبارت میں قلم بند ہو۔اور

۵۔وہ دس جزء سے کم نہ ہو۔اور

۶۔جس قدر اس میں حقائق ومعارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہوں بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں پائے نہ جائیں۔اور

۷۔وہ بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں۔بلکہ ان کی قوت اورشوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔اور

۸۔کتاب کے اخیر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج ہوں ۔اور

۹۔جس بحر میں وہ شعر ہوں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے۔اور

۱۰۔فریقین کواس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔

اوراس مقابلے کاطریق مرزاصاحب نے بایں الفاظ بیان کیا:

اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اوراپنے اپنے اشعار جوعربی میں ہوں گے، سناویں۔پھراگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اوراشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصراورکم درجہ پر رہاتواسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گااور اپنی کتابیں جلادے گا۔اورشیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب،اے دجال،اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔اب کہاں ہے جس کوتو کہتا تھا کہ میرامددگار ہے ۔اب تیراالہام کہاں ہےاورتیرے خوارق کہاں چھپ گئے۔لیکن اگر یہ عاجز غالب ہواتو پھر چاہیے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہوکران الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہےاوراب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہےاور میں ہی دجال تھا،اور میں ہی کذاب تھا،اور میں ہی کافر تھا،اور میں ہی بے دین تھا اوراب میں توبہ کرتا ہوں سب گواہ رہیں۔بعداس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلادےاورادنی خادموں کی طرح پیچھے ہولے۔شیخ بٹالوی کواختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبر ملاؤں کوساتھ ملالے۔ المشتہر۔مرزاغلام احمد قادیانی ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج۱۔ص۳۸۱۔۳۸۲)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ درخواست کوئی نئی بات نہیں ہے۔مرزاصاحب پہلے بھی اپنے آسمانی فیصلہ کے صفحہ۱۲میں یہ درخواست کر چکے ہیں اوراس کا دندان شکن جواب ہم نے فیصلہ آسمانی میں بصفحہ ۲۷ وغیرہ نمبر۱ جلد۱۴، اشاعۃ السنۃ میں دے دیا تھا۔اور چونکہ مرزا قادیانی کوایسے معتقداوراس کی تصانیف کےایسے ناظرمل گئے ہیں جوعلم وفہم سے محض کورے ہیں، وہ اس کے نئے رنگوں (جوگرگٹ کی طرح وہ بدلتا ہے) کو پہچان نہیں سکتے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ تو وہی پراناڈھکوسلہ ہے جووہ آسمانی فیصلہ کے صفحہ۱۲ میں دکھا چکا ہےاوراس کا جواب بھی اس کوکافی وشافی مل چکا ہے،لہذااس نئے پیرایہ اور نئے رنگ کا جواب اسی کے رنگ اور پیرایہ میں دیا جاتا ہے۔اوروہ یہ ہے۔

قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ جب چاہیں اور جس مقام میں (بجز قادیان جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے) لاہور میں خواہ بٹالہ میں چاہیں مجھے بلا لیں۔ میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی بنے ہیں، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام وانتظام واجب ہے، آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے جلد بلا ویں اور اگر آپ نے پسند کیا، یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کر لیا تو اسی مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ دافع الوساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے تمام احباب کو بڑا ناز ہے، پیش کیا جائے گا۔ اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار ومعارف وحقائق قرآن کو جو آپ نے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام اور دافع الوساوس میں بیان کئے ہیں، اسی مجلس علماء میں پیش کیا جاوے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سن کر اگر حاضرین با مذاق کو متلی شروع ہو گئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی ونحوی وادبی ثابت ہو گئیں اور آپ کے سابق اسرار وحقائق کا کفر والحاد ہونا ثابت ہو گیا، تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کے لئے عبارت آرائی اور حقائق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی، اور آپ کی حقیقت کس وناکس کو معلوم ہو جاوے گی۔ اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح بن گئی اور آپ کے اسرار وحقائق کی حقانیت ثابت ہو گئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی اور اسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہو کر آپ کو اسی مجلس میں بڑا عالم عربیت، ادیب اور نکتہ رس، حقیقت شناس مان لوں گا اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کرونگا۔

اب آپ اس مجلس کے انتظام واہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ اب کوئی عذر و چوں چرا انعقاد مجلس میں عمل میں لاویں۔ اور اگر میری گذارش مذکور میں آپ کو کچھ عذر ہو تو اس عذر کو اسی مجلس میں پیش کریں، اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ جیسا کہ خاکسار اس گذارش کی منظوری وعدم منظوری کی بابت اسی مجلس کے غلبہ رائے پر راضی ہو گیا ہے۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی تحریری بحث شروع نہ کر دیں۔ جس سے مطلب اور مقصود دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی کسی شرط میں بالفعل گفتگو نہیں کی، حالانکہ بہت سی شروط ان میں محل کلام ہیں۔ اس کلام نہ کرنے سے مجھے یہی خوف مانع ہوا

ہے کہ مبادا شروط میں بحث شروع ہو کر دور جا پڑے اور اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہے۔ اسی مجلس میں جو شرط محل کلام ہوگی اس کو پیش کر کے اس کا حاضرین سے فیصلہ کرایا جاوے گا۔

ایک یہ گذارش بھی نامناسب نہیں ہے اور امید ہے کہ ہر ایک صاحب انصاف وبصیرت اس کو پسند کرے گا کہ اس مجلس کے ارکان خصوصاً حضرات منصفین عربی علوم سے ماہر ہوں اور دین کے پابند اور علوم دین سے باخبر۔ صرف نیچری یا صرف مغربی علوم انگریزی وغیرہ کے مولوی ارکان مجلس اور منصف نہ ہوں۔ ایسے لوگ ارکان ومنصف ہوں گے تو وہ انصاف وموازنہ کیا کریں گے۔ ایسے لوگ تو حق کو ناحق کریں گے اور راست رو کو جھوٹا کریں گے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

اذا کا ن الغرا ب دلیل قو م سیھد یھم طر یق الھا لکینا

اس کے بعد مولانا بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خطاب میں اس درخواست کے متعلق صرف اسی قدر گذارش کرنا تھا۔ ذیل میں اپنے ناظرین اور مرزا صاحب کے اتباع میں بعض حق کے طالبین کی خدمت میں کچھ گذارش کیا جاتا ہے۔

حضرات! آپ جانتے ہیں یہ درخواست مرزا قادیانی کی کیسی ہے؟ اور کیوں مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے؟ آپ پر روشن ہے کہ یہ درخواست ہمارے ان سوالات کے جواب میں پیش ہوئی ہے جو ہم نے پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی (مرزا احمد بیگ) کے متعلق اپنی مراسلت مورخہ ۹ جنوری ۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی پر کئے تھے۔ ان سوالات کا جواب بن نہ پڑا تو ان کے مقابلہ میں یہ دعوی کیا کہ آ ؤ ہم سے عربی میں اور شاعری میں مقابلہ کرلو۔

اس کے جواب میں ادب سے عرض ہے کہ اس مقابلہ کے لئے بھی حاضر ہیں۔ مگر آپ پہلے میرے ان سوالات کا جواب تو دیں۔ مثلاً

اگر آپ نجوم رمل جفر مسمر یزم نہیں جانتے اور ان لوگوں سے جن کا ان سوالات میں ذکر ہوا ہے آپ کچھ نہیں سیکھے تو صاف انکار کریں۔ اور پھر ان اعتراضات کا جواب دیں جو اس انکار پر وارد ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ اور اگر جانتے ہیں تو صاف اقبال کر کے یہ مان لیں کہ اس حالت میں آپ کی اس پیش گوئی کا الہامی ہونا متعین

ومتیقن نہیں رہتا۔

اسی طرح جملہ سوالات کے جواب دے کران نتائج واعتراضات کو جوان جوابات سے پیدا ہوتے ہیں، قبول کریں، یا ان کا جواب دیں۔ اور اگر آپ ان سوالات کے جواب سے عاجز ہیں اوراس پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت نہیں کر سکتے تو اس امر کا صاف اقرار کریں اوراس پیش گوئی کو واپس لیں۔ اس کے بعد بالمقابلہ عربی میں تفسیر لکھنے کو اپنے ملہم ومئوید ہونے کی دلیل بناویں۔ یا کوئی اور دلیل اپنے الہامی اور مئوید من اللہ ہونے کی پیش کریں۔

اس کے کیا معنی اور کیا وجہ کہ جس پیشگوئی کے الہامی ہونے میں پہلے بحث درپیش ہے اوراس پر ہم نے جوسوالات کئے ہیں، ان کو بلا جواب چھوڑ کر آپ بحث کو دوسری طرف لے جاتے ہیں؟

اس درخواست کی وجہ اور حقیقت ناظرین کو معلوم ہوئی تو اب ان کو معلوم ہو کہ منجملہ ہمارے ۸۵ سوالات جرح دربارہ پیش گوئی محمدی بیگم وموت مرزا احمد بیگ، صرف ایک سوال کا قطعی جواب مرزا صاحب نے دیا ہے اور چار سوالات کے جواب میں صرف روباہ بازی سے کام لیا ہے۔ مرزا صاحب کے جوابات مع ہمارے تبصرہ کے مضمون ذیل میں نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔ (جو قبل ازیں نقل ہو چکے ہیں۔ بہاء)

پیش گوئی بابت ڈپٹی آتھم کا تجزیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالی پر مرزا قادیانی کا دوسرا افتراء اسکی وہ لاف زنی یا بزعم اس کے پیشگوئی ہے جو مباحثہ عیسائیوں کے آخری پرچہ مورخہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں اس نے کی اور وہ بحق اسلام ومسلماناں سخت مضرت رساں ہے۔ وہ یہ ہے:

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع وابتہال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلے کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے

یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے ،اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ ان دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے،اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے،اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

شیخ الاسلام بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قادیانی کی اصلی پیشگوئی ہے۔اس میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر اس نے اسی پرچہ میں بایں الفاظ کی ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے،یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے،روسیاہ کیا جاوے،میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے،مجھ کو پھانسی دیا جاوے،ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ضرور کرے گا،ضرور کرے گا۔زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا،تو کیا یہ سب آپ کی منشاء کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں؟

اس پیشگوئی کے بحق اسلام مضرت رساں

اور اس کے کذب وافترا ہونے کا ثبوت

اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کے مخالفین اور اس دین کے طاغین اور پیشوایان اسلام کی اہانت کرنے والے اور مسلمانوں کو ایذا پہچانے والے اگر سب کے سب صفحہ دنیا سے اٹھ

جائیں اور ایک آن میں ہلاکت کو پہنچ جائیں تو خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آوے اور ہر ایک مسلمان کی آنکھ میں نور اور سینہ میں سرور ہو۔ مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی وملہم ومبشر ہو (بجز حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر ومبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً وابداً صادق ومصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں) یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع وظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے، اور اپنے الہام وبشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار ونشان ٹھہراوے، اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا، اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کر لونگا، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت وترویج کے لئے دیدونگا، جیسا کہ مرزا قادیانی کیا اور کہا ہے۔ اس نے اس نشان موت کو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔ اور رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دونگا، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدونگا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت الاسلام کے صفحہ ۳، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے:

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد، یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں، تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالی سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی معیاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے، تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالی نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے

حوالہ کردے۔

پھر حجت الاسلام کے صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ: اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو، یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔

اس دعوی و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے (جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے) سے تو انکار کیا، مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف ومقابل نقل کیا ہے:

قولہ: بہرکیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کرسکتے ہیں، اس کو اپنا فرضِ عین سمجھیں گے۔

اور سچائی کا اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے:

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کرسکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہوجاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں، باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ دستخط۔ مسٹر عبداللہ آتھم۔

اسی دعوی و درخواست وتجویز وشرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا، چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اور اس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کرکے دکھاؤ۔

پھر صفحہ ۷ میں اس کے جواب میں کہا: مگر تاہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے۔ـِ

۔ الخ۔

پھراس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی آتھم سے سوال کیا ہے کہ: اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اور اس سے رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہو گی یا نہیں؟

اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین پر واضح ہو گا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اور اس نشان کو دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہوا، تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا، اس کی طرف سے ملحوظ وبرقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گو فریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیگا مگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائداد فریق مقابل کو دیگا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار ونشان وشرط حقیت اسلام قرار دے، وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے، اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اور ان کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کیلئے کھڑا ہو گیا ہے مگر در پردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان ودلیل وشرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو، اور مخالفین اسلام کو غلبہ وفتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر وپیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیشگوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعوی نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دونگا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا، تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار رہوا اور یہ ارشاد ہوا: قل انّما الآیات عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مّبین جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر

نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤ نگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسی حد تک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔

اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر پیش گو کو یہ جائز و حلال نہیں ہے کہ اپنے الہام و بشارت و پیش گوئی کے مضمون کے صدق و تحقق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق و اعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی، یا تحقق اس کے خلاف کے، وہ اسلام کو سلام کرے اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے (اس کی نظیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیش گوئی فتح روم کے متعلق مشرکین مکہ کی اس شرط کو قبول کرنا ہے کہ اگر ۹ سال کے عرصہ میں روم کو فتح نہ ہوئی تو اس کے بدلے میں سو اونٹ بطور تاوان بھر دونگا۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ نہ کہا کہ اگر پیش گوئی قرآن پوری نہ ہوئی تو میں دین اسلام چھوڑ دونگا۔ ملاحظہ ہو تفاسیر معالم، فتح البیان وغیرہ)۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی، تو اسکے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے، جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے۔ اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیش گوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض و مزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے:

اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی، جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ انکو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و

مولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت میں ہوا، تو پھر دوسرے لوگ، گو فرض کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعوی کر سکتے ہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسباب کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہوگی حوالہ بخدا کریں۔ اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن، جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے، یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیشگوئی پر زور نہ ڈالا جائے، اور تحکم کی راہ سے یہی دعوی نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہوگا کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے، تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۲ میں کہا ہے: میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے، گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعوی نہیں، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالی اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالی کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سید و مولا رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شائد پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے: سو ان وقتوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے مگر تو باعث ضعف بشریت شک مت کر۔ یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

اس کلام میں قادیانی کے بہت سے اکاذیب وملحدانہ مغالطات پائے جاتے ہیں۔ جیسے اس کا یہ کہنا کہ انبیاء اپنی پیش گوئیوں کے معنی نہ سمجھتے تھے، اوران میں غلطی کرتے؛ اور یہ کہنا کہ امت محمدیہ کا اتفاق کورانہ اجماع ہے؛ اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں اس خیال سے دعاوتضرع کرتے تھے کہ شاید پیش گوئی فتح بدر سے کچھ اور مراد ہو۔

اس مقام میں اس کلام کو اس امر کے اظہار کی غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اس میں قادیانی نے بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیشگوئیوں کے آنحضرت ﷺ نے ظاہری معنی سمجھے تو وہ خطا نکلے۔ لہذا ہر ایک پیشگوئی نبوی کے ظاہری مراد لینے سے زوال ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان ظاہری معنی کا ظہور نہ ہو، اور پھر آنحضرت ﷺ کی نسبت شک پیدا ہو اور اس سے ایمان جاتا رہے۔

قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ صادق ومصدوق کی پیش گوئیوں کی نسبت اس کا یہ اعتقاد ہے، تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہوسکتا ہے، اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے؟ کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں؟ کیا اس کا الہام آنحضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔ اور کیا وہ اپنے الہام وپیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے؟

اس کا اگر یہ دعوی ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ اور اگر وہ یہ دعوی نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنے کے یقین کے موجب ومثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتی ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں، تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلونگا اور دین اسلام چھوڑ دونگا، دیدہ دانستہ التزام وتسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ وعلم عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سردست کافر ہوجاتا ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۱۴۷)۔

اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا، اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاوے گا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعوی نشان نمائی میں دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا (عیاذاً باللہ) کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے۔ اب اس کا کذب وافتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت عمل میں آتی ہے۔

اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔ اندرونی شہادت یہ ہے:

ا۔ اس کا مضمون (طالب نشان کیلئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کے لئے ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہوجانے کا اقراری تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے)۔ پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا، اور اس کا ظہور اس کے مرجانے کے بعد ہوا، تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا؟ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا؟ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا؟ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائیگا؟ اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا؟ اور وہ اسی وقت (بعدالموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ ایسے شخص، بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام، کو ایسا نشان جو اس کے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو، دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع پر اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا، ادنی عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خدا تعالی حکیم و علیم و رحیم کا کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا کی شان اجل وارفع ہے۔ اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی و تذلیل کراتا ہے۔ اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام

ثابت ہو، تو بھی خدا کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدّین اور قادیانی نے خود بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام و ایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خود اس کا مضمون اس کے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالفِ حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ کلارک وغیرہ) بھی مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا، ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ شیطان کی طرف سے ہے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔

۳۔ اس پیشگوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی، صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے، اصل الہام و پیش گوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان

ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئے گا، جب کوئی ان میں سے مرے گا، اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے، نہ خدائے رحمان کا

۴۔اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، عمداً نہیں کرتے، ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک نہیں ہوئے۔اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقق وعدم تحقق کا علم خدا تعالی کو ہی ہوسکتا ہے، نہ کسی بشر کو۔اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقق یا عدم تحقق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

۵۔اس پیشگوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ یوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے، یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا، ۱۳ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا، نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزائے موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتی۔

ثانیاً۔اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتی اور اس میں تاخیر واقع ہوتی۔اور یہ تاخیر سزا ابتدای وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم وحلم وانعام الہی ہے۔اور یہ خدا تعالی کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے، اتنے دن خدا تعالی اسکی سزا میں دیر کرے، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے۔وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہودیوں نے یہ احمقانہ بات بنا رکھی تھی کہ جتنے دن (۴۰ روز) ہم نے بچھڑے کی عبادت کی ہے

اتنے ہی دن ہم کو عذاب ہوگا، اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ مگر یہ حماقت کسی یہودی کو بھی نہ سوجھی جو قادیانی یا اس ملہم بے عقل (معلم الملکوت) کو سوجھی ہے کہ جتنے دن گناہ میں دیر کی ہوگی اتنے ہی دن نزول عذاب میں دیر ہوتی رہے گی۔ اور اگر اس مہلت و بیان مدت سے قادیانی کی یہ مراد ہے کہ ۱۵ ماہ اخیری حدّ و انتہاء مدت سزا ہے اور وقوع سزا اس سے پہلے ہی ہو جائے گا، تو اس پر یہ دو سخت اور مشکل اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں ۱۵ دن کا لحاظ لغو اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قریب الوقوع سزا یا نشان کو بعید الوقوع بتانا خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان سے بعید ہے۔ گو اس کا عکس سراسر حکمت ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۱ نمبر ا جلد ۱۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہ پانچ وجوہات و دلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن کریم اور حدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب و ہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خودغرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنی درجہ کا مسلمان نہیں ہے۔

وہ خدا کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ: وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کے لئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پائخانہ کہاں پھرتے ہوں، وغیرہ۔

اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت و شان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت و رسالت بن بیٹھا ہے۔

اسی طرح وہ اور اصول و اعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔

اوراخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پراس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو،تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے۔

اوراس کی خودغرضی تواس کی ہرایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔اور ہزار ہا روپیہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔اور ہنوز هل من مزيد کی صدا جاری ہے۔

ان باتوں کا ثبوت اس کی تصانیف واشتہارات موجود ہے۔ پھر ایسا بداعتقاد و بدخلق خودغرض صاحب الہام وشرف خطاب الٰہی سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے اور یہ پیش گوئی مذکور کی افتراء وکذب ہونے پران ہی لوگوں کے نزدیک شہادت بن سکتی ہے جن کو قادیانی کے حالات و اعتقادات مذکورہ بالا کا تفصیلی علم ہو۔ ناظریں تصانیف قادیانی، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، دافع الوساوس کو دیکھیں۔اور ساتھ ہی اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ وجلد۱۳ وجلد۱۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کریں۔اس سے وہ یقین کرلیں گے کہ یہ شہادت اندرونی شہادت سے بڑھ کر اس پیش گوئی کے کذب وافتراء ہونے پر دلیل ہے۔

اس پیشگوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اسکی مضرت کی مدافعت

ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کر کے عیسائی یا مرتد ہو جائے کیونکہ خدا اور اس کے رسول نے قادیانی کو پیش گوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا۔اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما ينطق القاديانی عن الهوى ان هو الّا وحی يّوحی (یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے) اور بناء علیہ یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے۔اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس قادیانی کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔اور اس کی شکست والزام کو کب اپنی شکست والزام تسلیم کیا ہے؟ پادری لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نور افشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کر چکے

ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔

یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے، اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

☆ اگر اس پیش گوئی کا وقوع ہوا، یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہوگیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان ہوجانا تو متوقع ہی نہیں، کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہوگئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو، ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی۔ اور اگر ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیش گوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہوجانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی وملہم وخطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے۔

اور اس اعتقاد سے وہ قادیانی کی پیروی اختیار کرکے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہوجائیں گے ۔لہذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے۔

ناظرین! یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آگئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی وبیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی، بلکہ ایک دروغ گوئی ولاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام وخطاب سے مشرف ہوسکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ وسوال پیدا ہو کہ پیش گوئی

خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی، تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلی، تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے کئے ہیں۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن، نجومی، رملی، جفری، جوتشی، پنڈت، سائنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ، قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچی نکلتی ہیں۔ جیسا ان دنوں دہلی میں ایک جوتشی پنڈت اس قسم کی پیشگوئیاں علم جوتش کی مدد سے کرتا ہے جو حسب اتفاق سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام لاہور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء میں مرقوم ہے:

پنڈت کانشی ناتھ صاحب جوتشی

دہلی کا اخبار لٹن گزٹ لکھتا ہے کہ ناظرین اخبار کے سامنے ہم اس وقت پنڈت صاحب کی غیب دانی کی ایک اور کیفیت جو ۲۰۔ اگست کو گذری ہے بیان کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں لالہ جگن ناتھ صاحب ساہو دہلی نہر والا کے مکان پر جہاں بہت سے رؤسا ہنود اور مسلمان موجود تھے، پانچ بجے ایک کھتری صاحب انگریزی خوان سیاہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے آئے اور پنڈٹ کانشی ناتھ صاحب سے کہا کہ میں آریہ سماج ہوں۔ اگر آپ میرے سوال کا جواب دے دیں تو میں اس علم کو سچا سمجھوں اور اس سماج کو چھوڑ دوں۔ پنڈت صاحب نے کہا ہماری طرف سے کوئی چاہے آریہ مت میں رہے چاہے کسی مت میں رہے، اس بات سے ہم کو کچھ بحث نہیں، ہاں جو سوال تم اپنے دل میں رکھتے ہو اور اس سوال کا جواب ہم نے ٹھیک دیا تو پھر تم کسی محفل یا سبھا یا کمیٹی میں جا کر کسی کا امتحان مت لینا۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ کل میرے پاس جو سرکار سے پرچہ آیا ہے بابت امتحان اس میں میں نے کتنے نمبر دیئے ہیں۔ آپ بتلایئے۔ اس لڑکے نے اقرار کیا کہ ہاں میرا سوال یہی تھا اور جو آدمی میرے ساتھ ہیں میں نے ان سے یہی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سوال پنڈت صاحب سے کرونگا۔ مگر یہ بتلایئے کہ میں نے نمبروں میں کون سا ہندسہ دیا ہے۔ پنڈت صاحب نے ہندسہ کا بچار کر کے اسی وقت یہ کہا کہ تم نے آٹھ کا ہندسہ دیا ہے۔ اس نے اسی وقت منظور کیا اور کہا کہ بہت درست ہے آٹھ ہی کا ہندسہ میں نے دیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میری خطا کو معاف فرماویں کہ میں نے صدہا آدمیوں میں آ کر آپ

سے ایسا پرشن کیا، تو پنڈت نے کہا ہمارے ہاں تو سینکڑوں سوال ہر روز ایسے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ابھی ریلوے میں ایک برہمن نوکر ہے پنڈت جی نے کہا کہ تمہارے گھر اسی مہینے کی ۷ تاریخ کولڑکا پیدا ہوگا۔ سواسی تاریخ کولڑکا پیدا ہوا۔ املی کے محلّہ میں ایک پنڈت بنارسی دان کے دولڑکے چلے گئے تھے پنڈت مذکور نے جوتشی جی مہاراج سے عرض حال کیا چنانچہ آپ نے دو جنتر دیئے جن کی برکت سے دو تین روز کے بعد وہ لڑکے اپنے گھر آ گئے۔ علی ہذا۔ ایک اور مارواڑی کالڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے جنتر دیا اور کہا کہ وہ لڑکا جو گمایا کی طرف چلا گیا ہے بعد تین روز کے گھر آ جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک اور لڑکا رام دھن داس کا چلا گیا تھا۔ سو پنڈت صاحب نے کہا وہ بعد ۵ روز کے آ جاوے گا۔ ایک اور زمین دار کالڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد خبر آوے گی۔ چنانچہ خبر آ گئی۔ ایک کھتری صاحب کی گھڑی لے کر ایک کہار کالڑکا بھاگ گیا تھا۔ اس نے آ کر پوچھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس کا پتہ لگ جائے گا، سو پتہ لگ گیا۔ ایک مارواڑی کا مقدمہ تھا اس نے فیصلہ باہمی کی نسبت سوال کیا پنڈت جی نے کہا، ہو جائے گا۔ چنانچہ آپس میں فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرا چچا بمبئی گیا ہوا ہے اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ وہ راضی خوشی تو ہے؟ پنڈت صاحب نے کہا کہ اس کی راضی خوشی کی کل خبر آ جاوے گی۔ دوسرے دن اس کی خبر آ گئی کہ وہ راضی خوشی ہے۔ ایک صاحب بلند شہر سے آئے اور پنڈت جی سے مقدمہ کے بارے میں پوچھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ آج یہ مقدمہ ملتوی رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسی صدہا باتیں ہر روز پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ اس سبھا میں موجود تھے سب نے پنڈت جی مہاراج کو دھنے باد دیا اور یہ کہا کہ ہم نے ایسے مہاتما کا درشن نہیں کیا تھا، آج کیا۔ خداوندا یسے سجن کو مدت تک سلامت رکھے۔

پنڈت صاحب کو جو کمال حاصل ہے وہ جوتش اور عمل پر مبنی ہے اور وہ یہ دعوی نہیں کرتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ حضرت فلاں ہے (شائد یہ قادیانی کی طرف اشارہ ہے) یہ پیشگوئیاں جو پنڈت کی ہیں اگر واقعی سچی نکلتی ہیں تو اس کی وجہ ایک پنڈت اڈیٹر اخبار عام نے خود بیان کردی ہے کہ یہ علم وعمل جوتش پر مبنی ہے، الہام نہیں ہیں۔ دجال قادیانی کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی تو اس پنڈت کی پیش گوئی سے بڑھ نہ جائے گی۔
ایسا ہی ایک اور جوتشی ملک دکن کی پیشگوئیاں آج کل سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام ۱۵ نومبر ۱۸۹۳ء میں ہے۔

علم جوتش کے محققوں کیلئے یہ خبر خالی از دل چسپی نہ ہوگی کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے جنرل پریسیڈنٹ اور بانی کرنل آلکاٹ نے اپنا زائچہ شائع کیا اور دکن کے ایک مشہور جوتشی نے ازروئے علم کے اسکی نسبت جو کچھ تعبیر لکھی ہے اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کرنل آلکاٹ ۲۳ اکتوبر سے ۵ نومبر ۱۹۱۵ء کے درمیان فوت ہوں گے۔کرنل کی تاریخ ولادت ۲۔اگست ۱۸۳۲ء ہے پس اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی ہے اور ابھی بائیس برس تک کرنل کو زندہ رہنا باقی ہے۔ یہ بھی بتلایا ہے کہ کرنل کی زندگی میں کیا پیش آیا۔کب والدہ مریں، کب والد فوت ہوئے، کب شادی ہوئی، کیا اولاد ہوئی، کس قسم کا مزاج ہے، کیا کچھ پیش آیا۔اور کرنل اس پر یہ رائے دیتے ہیں کہ بالعموم اکثر باتیں ایسی صحیح ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔...اس سے پہلے اور دو جوتشیوں نے ان کا زائچہ دیکھا تھا انہوں نے بھی وہی تاریخ اور سنہ بتلایا تھا۔

مرزا قادیانی کی تو آج تک ایک بھی پیش گوئی ایسی نہیں نکلی جو پنڈت کانشی ناتھ یا جوتشی دکن کا مقابلہ کرسکیں اور جب کسی صاحب عقل وفہم کے نزدیک جوتشی ان پیشگوئیوں کے ساتھ الہامی نہیں مانے گئے تو قادیانی کو اس پیش گوئی کے سبب، اگر وہ واقع نکلی، کیوں کر ملہم کہا جاوے گا۔

جائز ہے کہ قادیانی بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو اور رمل ونجوم ومسمریزم وغیرہ علوم میں دخل رکھتا ہے۔اس امکان کا مؤید یہ امر ہے کہ اشاعۃ السنہ نمبر۱ جلد ۱۵ میں ہم نے قادیانی سے سوال کیا کہ تم علم رمل وجفر ومسمریزم وغیرہ میں دخل رکھتے ہو یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اس نے اس علم ودخل سے انکار نہیں (جیسا کہ اور دوتین باتوں سے جن میں گنجائش انکار پائی صاف انکار کیا) جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ علوم میں ضرور اس کو دخل ہے اور مسمریزم میں تو اس کا دخل اس کے صریح کلام سے ثابت ہے جو ازالہ قادیانی کے صفحہ ۳۰۹ میں موجود ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر اس کا اس قسم کی پیش گوئیاں علم رمل یا جفر یا مسمریزم کے ذریعہ سے کرنا، اور ان کا صادق نکلنا کون سے تعجب کا محل ہے۔قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا، یعنی ڈپٹی آتھم پندرہویں مہینے کے ٹھیک آخری دن فوت ہوجائے، تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ

چیز قابل وقعت نہ سمجھیں گے۔اور قادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰه ﷺ یخرج الدّجّال فیوجه قبله رجل من المؤمنین فیلقاه المسالح مسالح الدجال فیقولون له این تعمد فیقول اعمد الی هذا الّذی خرج قال فیقولون له او ما تؤمن بربّنا فیقول ما بربّنا خفاء فیقولون اقتلوه فیقول بعضهم لبعض الیس قد نهاکم ربّکم ان تقتلوا احداً دونه فینطلقون به الیالدجال فاذا رأه المومن قال یا ایّها النّاس هذا الدجال الّذی ذکر الرسول اللّٰه ﷺ قال فیامر الدّجال به فیشبح فیقول خذوه و شجوه فیوسع ظهره و بطنه ضرباً فیقول انت المسیح الکذاب قال فیومر به فیوشر باالمنشار من مفرقه حتی یفرق بین رجلیه قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائماً ثمّ یقول له اتؤمن بی فیقول ما ازددت فیك الّا بصیرة قال ثمّ یقول یا ایّها النّاس انّه لا یفعل بعدی باحد من النّاس قال فیاخذه الدجال لیذبحه فیجعل ما بین رقبته الی ترقوته نحا ساً فلا یستطیع الیه سبیلاً قال فیاخذ بیدیه و رجلیه فیقذف به فیحسب النّاس انما قذفه الی النّار و انّما القی فی الجنة فقال رسول الله ﷺ هذا اعظم النّاس شهادة عند ربّ العالمین ۔ (صحیح مسلم۔ ج ۲ ص ۴۰۲)

کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک آدمی متوجہ ہوگا۔اس کو دجال کے مسلح لوگ ملیں گے اور پوچھیں گے تو کہاں کا قصد رکھتا ہے؟ وہ بولے گا اس آدمی کی طرف قصد رکھتا ہوں جو نکلا ہے۔وہ کہیں

گے تو ہمارے رب کو نہیں مانتا؟ وہ کہے گا ہمارا رب چھپا نہیں رہتا۔ وہ بولیں گے اس کو قتل کر ڈالو۔ ان میں بعض کہیں گے کہ کیا تم کو تمہارے رب (دجال) نے اس سے منع نہیں کیا کہ اس کی غیر حاضری میں کسی کو قتل کرو۔ تو وہ اس کو دجال کے پاس لے چلیں گے۔ جب مومن دجال کو دیکھے گا، یہ کہے گا۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کا سر زخمی کرو۔ پھر وہ اس کو خوب زخمی کریں گے اور اس کی پشت اور پیٹ کو مار مار کر لمبا اور وسیع کر دیں گے۔ پھر دجال اس کو کہے گا (اب بھی) تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ بولے گا تو مسیح کذاب ہے۔ تو دجال اس کی چوٹی پر آرہ رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کرا دے گا۔ پھر ان دو ٹکڑوں کے مابین چلے گا۔ پھر اس کو کہے گا تو کھڑا ہو جا تو برابر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ (اب تو) تو مجھ پر ایمان لائے گا؟ وہ کہے گا اب میرا یقین تیرے دجال ہونے کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر مومن لوگوں سے کہے گا اب اس کو کسی پر اس فعل (قتل) کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر اس کو دجال ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو خدا تعالیٰ اس کی گردن پر تانبہ رکھ دے گا، تو دجال کو اس کے ذبح کرنے کی قدرت نہ ہوگی پھر وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر لوگوں کے خیال میں آگ میں ڈال دے گا اور درحقیقت وہ بہشت میں ڈالا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ شخص اللہ کے نزدیک شہادت میں سب لوگوں سے بڑا ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے: یـاتی علی القوم فیدعوھم فیؤمنون به و یستجیبو ن لـه فیـامـر السّماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیھم سارحتھم اطول ما کانت ذری واسبغـه ضـروعـاً وامـدّه خـوا صر۔ ثـمّ یـا تـی الـقوم فیدعوھم فیردون علیه قوله فیـنـصـرف عـنھم فیصبِحون ممحِلین لیس بایدیھم شیء من اموا لھم و یمرّ با لخزنة فیقول لھا اخرجی کنوزك فتبعه کنوزھا کیعاسیب النحل ثمّ یدعوا رجلاً ممتلیاً شاباً فیـضـربـه بالسّیف فیقطعه جزِلتین ر میته الغر ض ثم ید عوه فیقبل و یتھلل و جھه بضحك۔ (صحیح مسلم۔ ص ٤٠١) کہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا اور زمین کو درخت اور کھیتی جمانے کا حکم دے گا تو وہ ویسے ہی ہو جائیں گے اور ان کے جانور بڑے بڑے موٹے تازے، پیٹ بھرے دودھ والے ہو کر آئیں گے۔ پھر

وہ ایک اور قوم کے پاس آئیگا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا۔تو وہ اس بات کو رد کریں گے۔ پھر وہ تہی دست ہو جائیں گے۔ان کے مال ان کے ہاتھ میں نہ رہیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں کی طرف گذرے گا اور ان کو حکم دیگا کہ وہ اپنے خزانے نکال دیں تو ان کے خزانے ایسے اس کے پیچھے ہو چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان آدمی کو بلائیگا، اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیگا۔ پھر اس کو بلائیگا تو وہ ہنستا ہوا اور اسکا چہرہ چمکتا ہوا، آئیگا۔

اس قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور اور کتب صحاح میں موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل متصور ہے۔اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم، جفر، مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل وقیاس ومشاہدہ حالات عمر سے ہوسکتی ہے) سچی اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے ۔اور اس کے عقاید کفریہ اور اخلاق وعادات شنیعہ کی نظر سے اس کی اس خبر کو (اگر بالفرض صادق ہوگئے) کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے، جو قادیانی کے مناسب حال ہے۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵)

عرب علماء کی تصدیق کی حقیقت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کتابچے ،سچائی کا اظہار، کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بعض فاضل اور مستند علماء عرب اور شام نے اس عاجز (قادیانی) کی نسبت تصدیق ہے۔ پھر اس کے صفحہ ۶ میں لکھا ہے:

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لودیانہ کے شائع ہوا ہے شیخ بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنہ سے یہ دھوکہ کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں۔اسلئے عام وخاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خداتعالی نے علم وعمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں۔اور اس وقت چالیس کے

قریب ہیں۔اورفریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جوصرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔اگراس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ ہو،تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جوعلماء مخالفین اوراس عاجز کے گروہ کے فاضل علماء میں واقعہ ہو،خودشامل ہوکر دیکھ لیں ۔ بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے۔اس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیراور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور ہوں گے اوراس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔پھر پادری صاحب چشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف۔نقل مشہور ہےشنیدہ کے بود مانند دیدہ۔(یادرہے کہ مرزا صاحب نہ اس مباحثہ کیلئے خودلاہور گئے تھے،اور نہ ہی اپنے کسی مرید کو بھیجا تھا۔ بہاء)ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یک طرفہ بیان عقل مند کی نظر میں ہرگز وقعت اورعزت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہرایک حقیقت عندالامتحان کھلتی ہے ماسوائے اسکےڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زادھما اللّٰہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بلاد عرب بخاص کر کے مکہ ومدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں سوان متبرک مقامات کے جگر گوشہ اورفاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بطورنمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں۔

اخی مکرمی مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب دیرہ دون سے لکھتے ہیں:

(میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آپ امام زمانہ ہیں۔ مؤیّد من اللّٰہ ہیں۔علماء کواللہ تعالی نے ضرورآپ کا شکار بنایا ہے..آپ کا مخالف کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ مجھے اللہ تعالی آپ کے خادموں میں زندہ رکھے اوراسی میں مارے۔اے خدا تو ایسا ہی کر)۔ایک عالم عرب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔شامی ہیں،سید ہیں، بڑے ادیب ہیں۔ ہزاروں اشعار عرب عاربہ کے حفظ ہیں۔ان سے آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ وہ متبحر عالم،میں عامی۔مگر توفّی کے معنی میں کچھ بن نہ پڑا۔آپ کی عبارت آئینہ کمالات جوعربی ہےان کودکھائی گئی۔کہا:

واللہ ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا،ہندوستانی کوتو کیا طاقت ہے۔قصیدہ نعتیہ دکھایا۔ پڑھ کر رودیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کوبھی پسند نہیں کیا اور ہندیوں کا تو کیا ذکر۔مگر ان اشعار

کو حفظ کروں گا اور کہا واللہ جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعوی کرے، چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔تم کلامہ

حضرت! میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید مسیحائی کا اعجاز ہے آدمی کا کام نہیں۔ میں نے حضرت کو اپنی جان اور مال اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مرزا قادیانی نے اس کتابچے کے صفحہ ۸ میں اس عرب کا خط نقل کر کے اپنا جواب نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۲ میں دوسرے عرب کا خط نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۳ میں تیسرے عرب کے خط سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔

اس دعوی اور اس کے ثبوت وشواہد میں قادیانی نے جو کچھ کہا ہے وہ اکاذیب ومغالطات کا مجموعہ ہے ،ازاں جملہ تین کذبوں کی تفصیل کی جاتی ہے:

پہلا کذب اس کا یہ دعوی ہے کہ تمام مستند علماء میرے ساتھ ہیں اور وہ اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی ہیں۔

اس دعوی کے دوسرے حصہ حصے کا کذب ہونا تو اظہر من الشّمس ہے۔ مرزا قادیانی کی تکفیر پر پشاور سے کلکتہ تک کے جن مشاہیر علماء وفضلاء کا اتفاق ہوا ہے، ان کی علمیت وفضیلت عوام وخواص میں مسلّم ہے۔ مرزا قادیانی پر وہ مخفی ہے تو یہ اسکی آنکھ کا قصور ہے، نہ کہ علماء کا قصور ہے۔

اور اس دعوی کے پہلے حصہ کا کذب عوام پر (جو قادیانی کے مریدوں کو مولوی سمجھتے ہیں) مخفی ہو تو ہو، خواص تو اس کو کذاب جانتے ہیں، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قادیانی کے ساتھ ایک بھی ایسا عالم وفاضل نہیں ہے جسکو علماء کی اصطلاح میں مولوی یا عالم کہا جاسکے۔ مرزا قادیانی نے اس رسالہ میں تین اشخاص کو عالم قرار دے کر ان کی عبارتوں اور خطوں کو ان کے علم وفضیلت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے لہذا ان ہی تین عربی مولویوں کے عالم نہ ہونے سے تعرض کرنا کافی ہے جس کو قادیانی نے اپنے دعوی کا شاہد ٹھہرایا ہے جو کذب دوم مرزا قادیانی کے ردّ وجواب میں عمل میں آتا ہے۔

قادیانی کا دوسرا کذب اس کا یہ دعوی ہے کہ: تخت گاہ حرمین شریفین کے جگر گوشہ اور مستند علماء اس کے

ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ان میں سے بطور نمو نہ تین بزرگوں کی تحریرات بطور نمونہ نقل کی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: یہ دلیل نہیں، بلکہ عین دعوی ہے۔قادیانی کا دعوی یہ تھا کہ مستند علماء وفضلاء حرمین میرے ساتھ ہیں اوراس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ تین علماء وفضلاء عرب وشام نے اپنے خطوں میں میری تصدیق کی ہے۔اور یہ نہ سوچا کہ ان تینوں کا عالم فاضل ہونا ہمارے مخالفوں کے نزدیک کب مسلّم ہے کہ ان تینوں کی تصدیق میرے دعوی کی دلیل بن سکے۔ یہ تو وہی دعوی ہے جو میں نے کیا ہے کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میرے ساتھ ہیں۔ان تینوں کا میری تصدیق میں خطوط لکھنا تب دلیل ہوتا جب کہ ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا مخاطبوں میں مسلّم ہوتا، یا میں پہلے اس کو بدلائل ثابت کرلیتا۔اور اگر قادیانی نے اس خیال سے ان تینوں کی تحریر ومقال کو اس دعوی کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان تینوں نے عربی میں خطوط لکھے ہیں جو ان کے عالم وفاضل ہونے پر دلیل ہیں۔اور شامی کو تو ایک مولوی ڈیرہ دون (محمد یعقوب) نے بھی عالم فاضل کہہ دیا ہے،اوراس سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس کے فاضل ہونے پر دلیل ہیں،تو یہ قادیانی کی سفاہت و بے علمی پر دلیل ہے۔ان تینوں خطوں سے ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ قادیانی کے فرضی مولوی دیرہ دونی کے شامی کو عالم وفاضل کہنے سے یا ان باتوں سے جو اس نے شامی سے نقل کی ہیں،شامی کا عالم وفاضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ان خطوط سے انکی فضیلت تین وجہ سے ثابت نہیں ہوسکتی:

وجہ اول: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ خط انہوں نے اپنی قلم اور علم سے لکھے ہوں، کیوں جائز نہیں کہ کسی اور سے لکھوائے ہوں۔

وجہ دوم: عربی ان لوگوں کی مادری زبان ہے اور مادری زبان میں کچھ لکھنا یا لکھانا عالم ہونے کی دلیل نہیں۔علوم سے جاہل بھی اپنی مادری زبان میں نظم ونثر میں اچھی طرح لکھتے ہیں، پھر وہ عالم و فاضل نہیں کہلاتے۔

وجہ سوم: ان خطوں کی عربی عبارت بتا رہی ہے کہ ان کے راقم علوم صرف ونحو ادب وغیرہ سے محض جاہل ہیں اور ان خطوں میں انہوں نے ایسی غلط تک بندی کی ہے جیسے جاہل اہل لسان کیا کرتے ہیں۔ان تینوں خطوں کی عبارت اول سے آخر تک غلط ہے۔ہم بطور مثال ان تینوں کی چند غلطیاں، جو ان کی بے علمی پر

دلیل ہیں، اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۵۴ سے ۲۶۱ تک ان عربوں کی غلطیاں بیان کی ہیں)۔ پھر حضرت بٹالوی نے صفحہ ۲۶۲ پر لکھا ہے کہ قادیانی اپنے رسالہ، سچائی کا اظہار میں:

فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز کی طرف سے،

کے عنوان سے اپنا عربی خط نقل کرتا ہے جو درج ذیل ہے:

بسم اللّه الرّ حمن الرّ حیم ۔ نحمده و نصلّی علی رسوله الکر یم

السّلا م علیکم و رحمة اللّه و برکاته ۔ امّا بعد فاعلم یامحبّی و مخلصی قد وصلنی کتابکم العزیز و اذا فتحته و نظرت الیه و قرأته و فهمت ما فیه فاذا هو من حب حفیی و تقیی و فهیم و ذکیی نا قد بصیر ذی رأی صائب و عقل عزیز الی فقیر۔ عرضة تکفیرٍ مهجور صغیرٍ و کبیرٍ۔ فحمدت اللّه علی انّه وهب لیی کمثلك محباً مسلیاً من العرب العرباء و بشّرنی به نسیم محبة تلك الشرفاء وکنت قد نمقت کتاباً لا رسله الی دیار العرب والشا م لعلی انصرمن تلك الکرا م فوجد ت مکتوبك فی اسعد الایام و حسبته باکورة جنی العر ب و تفألت به لاصلاح الشرق و الغرب ۔ و تاقت نفسی ان اوطنی الله ثرا ك لا فوز بمرا ك (او طئنی ۔ شمس) ۔

یا ا خی ان علماء هذه الدیار قد اکفرونی و کذ بونی و رمونی بالبهتانات ۔ و تمائلوا علیّ با للعن و الطّعن و الهذیانات۔ فبئرتمن تلك العلماء وعلمهم ۔ و لحقت بمن یشك فی سلمهم و انّی اری خوا طرهم تشابه خوا طر الیهود، فی ظنّ السّوء و التّجاسر امام الرب المعبود ۔ ا صروا علی اکفاری و جاهدوا لاضراری ۔ و کفروا مؤمناً موحداً فی التحریر والتقریر ۔ و ما ندموا علی بادرة التکفیر و ظنوا انّ الوقت لیس وقت ظهور مجدد یجدّد الدّین و یرجم الشیاطین اما رؤا ان الفاسق قد وقب ۔ و مهجة الخیر قد اتنقب ۔ و العدو صال علی حصن ا لاسلا م و نقب ۔ و ا خذ الظلا م موضع النور و عقب ۔ و ظهر قوم علی الارض یعبد الصلیب ۔ و یتخذالهاً العبد الضعیف

الغریب و یضل البعید و القریب ما فی یدیھم الّا المکر وا الزّور ۔او المال الموفور ۔ فتھوی الیھم العمی والعور۔ و دخل فی شرکھم الزمر و الجمھور۔ وعسی ان یدرک ھذا العطب اکثر المسلمین۔ ویفنون من ایدی المغتالین۔ فنظر اللّٰہ الی الامة المرحومة و وجدھم المستضعفین۔ فارسل عبداً من عبادہ لیجدّد الدّین و یقیم البراھین۔ یا اخی انّ ھذہ الایام لیل دامس۔ و طریق طامس ۔فرئ اللہ تعالی مفاسد ھذا الزمان و تطایئر فتن الدوران۔ وظلام الکفر والطغیان وقیام الخلق علی شفاء النیران (شمس قادیانی نے حاشئے میں تصحیح کر کے شفا لکھ دیا ہے۔بہاء)۔ فاعطی بفضلہ مصباحاً یومنھم العثار ..و ینیر السّنن والآثار و انّی قصّصت علیکم بعض ھذہ الآلام لتدرککم رقة علی غربة الاسلام ۔ فانّی اراک فتی صالحاً و من المخلصین المحبین و قد اسررتنی بکلمات محبتک و سلّیت باقوال مودتک غریباً مھجور القوم و مورد الطعن و اللوم ۔ فجزاک اللہ و رحمک و ھو ارحم الراحمین ؛ آمین ۔ الراقم العبد الضعیف مھجور القوم غلام احمد عفی عنہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کی چند غلطیاں بطور تمثیل بیان کی جاتی ہیں:

۱۔اس میں پہلی غلطی لفظ عزیز کو عقل کی صفت میں لانا ہے۔

۲۔تمایلوا علیّ تمایل کے معنی باہم دگر ایک کا دوسرے پر جھکنا ہے،نہ کہ سب کا کسی اور پر جھکنا جو قادیانی کا مقصود ہے۔اس مقصود کے لئے لفظ مالوا علیّ چاہیے تھا۔

۳۔ مھجہ الخیر بفتح اول۔حائے حطی سے چاہیے،نہ کہ ہوّز سے۔اور اگر اس لفظ سے مھجة بضم اول و سکون ثانی مراد ہے جس کے معنی خون یا خون دل یا روح کے ہیں تو وہ یہاں بن نہیں سکتے۔اور اس کے نقب کے کچھ معنی نہیں۔

۴۔۵۔۶۔قوم کی صفات یعبد و یتّخذ و یضلّ بصیغہ مفرد لانا غلط ہے۔تمام قرآن میں قوم کی صفات جمع آئی ہیں۔ قوم لا یفقھون؛ قوم یعکفون وغیرہ

۷۔ شفاء النیران شفا بمعنی کنارہ بلا ہمزہ آنا چاہیے۔ و کنتم علی شفا حفرۃٍ مّن النّار

۸۔ اسرر تنی ۔ سرّ مجرد خوش کرنے کے معنی میں آتا ہے۔نہ اسرّ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ جہاں تک دیرہ دونی کے خط سے شامی صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے تو عرض ہے کہ دیرہ دونی کا نہ اپنا قول شامی کی فضیلت کا مثبت ہوسکتا ہے نہ اس کی نقل جس میں اقوال شامی منقول ہیں۔اس کا اپنا قول اس وجہ سے مثبت نہیں ہوسکتا کہ وہ خود عالم نہیں۔ اپنے امی و عامی ہونے کا خود اقراری ہے چنانچہ اس کے خط میں جو قادیانی نے نقل کیا ہے یہ اقرار موجود ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ کسی کے عالم ہونے کی شہادت اسی شخص کی معتبر ہے جو خود بھی علم رکھتا ہو۔ایک دانا کا قول ہے:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

ایک اور دانا کہتا ہے:

صائب دو چیز می سکند قدر شعر را تعریف ناشناس و سکوت قدر شناس

ان دونوں مسلّمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ دیرہ دونی کی تعریف شامی کی فضیلت کو توڑتی ہے، نہ کہ جوڑتی۔اس کی نقل جس میں شامی کے اقوال منقول ہیں، اس لئے مثبت فضیلت نہیں ہوسکتی کہ وہ اقوال علم و علماء کی شان سے بہت بعید ہیں۔وہ اقوال واقعی شامی صاحب نے کہے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ شامی صاحب عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ ایک قول یہ ہے جو دیرہ دونی نے شامی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا، اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے۔

یہ قول اگر واقعی شامی کا قول ہے تو یہ یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب کا جوف علم سے خالی ہے اور بجائے علم اس میں نادانی کی ہوا بھری ہوئی ہے کیونکہ خالی برتن ہی زیادہ بولتا ہے اور وہی برتن اچھلتا ہے جو بھرا ہوا نہ ہو۔

آپ اس زمانہ کے تمام عربوں کے اشعار کو پسند نہیں کرتے ،سب ہندیوں کو ہیچ سمجھتے ہیں، اور یہ

خیال نہیں فرماتے کہ آپ شعر گوئی اور ادب کہاں سے سیکھے ہیں؟ اور آپ ہیں کس زمانہ کے؟ کوئی پرانا خرانٹ عرب شاعر وخطیب یہ دعوی کرے، تو زیب بھی دے آپ تو ہنوز بچے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس برس کی ہے، چنانچہ آپ نے عندالملاقات بیان کیا۔ اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بھی ہر کوئی آپ کی یہی عمر بتائے گا۔ اور جو کچھ آپ نے عربیت اور ادب سے سیکھا ہے اگر وہ عرب میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کا دعوی ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے عربی استاد پرانے شاعر آپ سے فائق ہوں۔ اور اگر مدرسہ عربی سہارن پور وغیرہ میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کے بعض ہم مکتبوں کا بیان ہے۔ وہ میرے ایک عزیز دوست مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں جنہوں نے بذریعہ خط مجھے انہی دنوں اطلاع دی تھی کہ یہ شخص سہارن پور میں میرے ساتھ پڑھتا تھا، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اسکے بعد شامی صاحب نے بھی عندالملاقات بیان کیا کہ میں سہارنپور پڑھتا رہا ہوں) تو ضرور ہے کہ آپ کے ہندی استاد ادب میں آپ سے برتر ہوں۔ آپ اپنی عمر کے چار پانچ سالوں میں جو بعد بلوغت آپ کو نصیب ہوئے ہیں، ایسے شاعر و ادیب کیونکر بن گئے کہ تمام عرب اور ہندیوں کو ہیچ سمجھنے لگے: کے آمدی و کے پیر شدی۔ اے حضرت! بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی۔ آپ کی یہ لاف زنی یہ یقین دلاتی ہے کہ آپ عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ شامی صاحب کا یہ قول ہے جو دیرہ دونی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی قادیانی کی عربی کتاب وساوس سے) بہتر لکھنے کا دعوی کرے چاہے، عرب ہی کیوں نہ ہو، وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔

یہ قول بھی اگر ان کا ہے تو اور بھی یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب عربیت اور علوم سے محض ناواقف اور اجنبی ہیں۔ کتاب وساوس کی عربی ایسی غلط وکریہہ ہے کہ ادنی طالب العلم، علم نحو کو جاننے والا، اس کی غلطی پر شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ بعض اغلاط عبارت عربی قادیانی کی فہرست سے سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ پھر جو شخص اس عبارت کو بے نظیر کہے وہ ناواقف نہیں تو اور کون ہے۔ اور اس کتاب کی عبارت عربی سے بہتر عبارت لکھنے والے کو ملعون ومسیلمہ کذاب کہنا بھی اسی کا کام ہے جو علوم ومسائل دین سے محض ناواقف اور جاہل ہو۔ مسلمان اہل علم کو اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ رتبہ کہ اس سے بڑھ کر یا اسکے برابر کسی سے بن نہ پڑے، صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے جس نے فأتوا بسورةٍ مّن مّثله کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اور اس کا مقابلہ ومعارضہ بھی بجز مسیلمہ کذاب ودیگر کذابین کسی نے نہیں کیا (جس میں وہ ناکامیاب ہی رہے)۔ پس اگر شامی

صاحب قادیانی کی عبارت عربی کو قرآن کی ہم پلہ سمجھتے ہیں تو پھر وہ کون ہوئے۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے، ناظرین آپ ہی فتوی لگا دیں گے۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ شامی صاحب سے ایک دفعہ میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کلمہ کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا، یہ مجھ پر افتراء اور کذب ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکی نقل و بیان میں کاذب و مفتری کون ہے؟ قادیانی یا دیرہ دونی، یا شامی، بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہیں گیا۔ قادیانی ہو یا دیرہ دونی یا شامی۔ اور یہ کلام پایہ اعتبار سے ساقط ہے اگر شامی صاحب جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی تعریف و تائید قادیانی لائق اعتبار نہیں اور اگر دیرہ دونی نے یہ افتراء کیا ہے تو اس کی نقل پایہ اعتبار سے ساقط ہے، اور اگر یہ قادیانی کی من گھڑت ہے تو ان کے دعاوی حقانیت و مسیحائیت وولایت و نبوت سب غلط ہوتے ہیں۔ ایسے مفتری کذاب سچے مسیح وولی نہیں ہوسکتے)

یہ ان تینوں صاحبوں کے عالم ہونے کے دعوی قادیانی اور اس کے شواہد میں کلام ہے۔ اب ان تینوں کے مستند اور جگر گوشہ حرمین شریفین ہونے میں، جسکا مرزا قادیانی نے دعوی کیا ہے، گفتگو ہوتی ہے۔ پس واضح ہو کہ حرمین کے مستند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حرمین اور ان کے ماتحت بلاد کے لوگ ان کے فتوی سے استناد اور اعتماد کریں، اور دین میں ان کی سند لیں۔ اور جگر گوشہ ہونے کے معنی تو ظاہری ہیں کہ وہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور حرمین میں ایسے عزیز الوجود یا رکن رکین ہیں جیسے بدن انسان میں جگر ہوتا ہے کہ وہ نہ ہو تو انسان زندہ ہی نہیں رہتا۔

اور ان صفات کا ان تینوں صاحبوں میں پایا جانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ ہزاروں اہل اسلام عرب اور حرمین میں گئے ہیں۔ یہ خاکسار راقم خاص مکہ معظمہ میں چھ مہینے کے قریب رہ کر آیا ہے۔ کسی گلی کوچہ، مدرسہ، مکتب، دار القضاء، دار الافتاء، بیت الشرفاء میں ان کا نام تک نہیں سنا۔ اور بہت سے فتوے عرب سے ہندوستان میں آئے اور موجود ہیں، کسی فتوی پر ان تینوں کا دستخط یا مہر نہیں ہے۔

دوسرے اور تیسرے صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا مگر پہلے شامی صاحب کو تو ہندوستان و پنجاب کے بہت لوگوں نے دیکھا اور ان کے حالات کو سنا ہے۔ اور وہ اب تک (یعنی ۱۸۹۳ء تک) پنجاب میں موجود ہیں۔ ان کی صورت اور عمر دیکھ کر کس و ناکس کہہ سکتا ہے کہ وہ ہنوز بچے ہیں اور لائق نہیں کہ عرب کے مستند علماء و فضلاء میں شمار ہوں۔ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے (اگرچہ خاص کر ان تینوں صاحبوں کی نسبت کچھ نہیں کہا جاسکتا) کہ عرب چھوڑ

کر جو لوگ ہندوستان میں آتے ہیں وہ اکثر عامی ہوتے ہیں، جو صرف گداگری کیلئے شہر بشہر پھرتے ہیں۔ وہاں کے نامی علماء اور خاندانی مشائخ و شرفاء اپنے مقدس ملک کو کب چھوڑتے ہیں۔ جن کو ہمارے اس بیان میں نزاع ہو وہ ہم کو بتا دیں کہ کون سا عالم مفتی یا شیخ یا شریف ہندوستان آیا اور وہ در بدر اور شہر بشہر پھرا ہے۔ ایسا کوئی عالم شریف نہ بتا سکیں تو سمجھ جائیں کہ صدہا آوارہ گرد بادیہ نورد عرب سے ہندوستان میں روٹی کمانے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے چند فلوس دیکر جو کچھ کوئی چاہے لکھوا سکتا ہے اور اہل دانش و بینش ایسے بے پتہ اشخاص کے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہیں کیا کرتے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

بٹالوی پیشگوئی کہ قادیانی حج نہیں کریگا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ:

اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زا ھما اللہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔

اس سے جو اس کا مقصود تھا (کہ علماء حرمین اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں) وہ تو جیسا باطل ہوا ہے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا، مگر یہ قول آپ کا اگر دل سے ہے، تو اس پر آپ کا دہن مبارک قند و شکر سے بھر کر دینے کا مستحق ہو گیا ہے اور آپکا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہم اس قول کی دست آویز سے مرزا قادیانی کو ایسی تدبیر و تجویز بتاتے ہیں جو روز کے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دے اور قادیانی کو (اگر وہ اپنے دعووں میں اور نیز اس قول میں سچا ہے) تمام جہان کا عزیز و مخدوم و مقبول بنا دے۔ وہ تدبیر یا توقیر و تجویز ہر دل عزیز یہ ہے:

قادیانی صاحب ان تینوں فرضی علماء حرمین کی شہادت کو تو واپس لیں اور اسکے بجائے خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان کا زادراہ خاکسار کے ذمہ ہے، جب قصد کریں فوراً نقد وصول کرلیں

۔اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباً دس ہزار روپیہ کی ذاتی جائداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپیہ آنے سے ان پر فرض ہو چکا ہوگا، فارغ ہو کر پورے مسلمان بنیں۔اس کے بعد اپنے عقاید و مقالات کو علماء حرمین شریفین کے حضور پیش کریں۔

ان علماء نے ان عقاید کو اسلامی عقاید قرار دیا اور آپ کو مجدد وامام وقت و مسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنا لیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم وامام مانے جائیں گے۔اور آپ کے مخالفین و معارضین، خصوصاً یہ خاکسار اڈیٹر اشاعۃ السنہ، جو اس سفر میں آپ کا ہم رکاب ہوگا، بھی آپ کا لوہا مان لے گا۔پس اب چلنے کی ہی ٹھہراویں۔اب تو آپ پر حج بھی فرض ہو گیا، اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ایک شخص آپ کے زادراہ کا ذمہ دار ہو گیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار و قانون جس کو آپ نے بڑے فخر و ناز کے ساتھ بیان کیا تھا آپ کے خصم نے مان لیا ہے، اب کیا رہا؟

آپ نے اس تدبیر و تجویز کے تسلیم سے انکار کیا، تو کس نا کس کو یقین ہوگا کہ حرمین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپے نفاق پر مبنی ہے۔اور آپ کا یہ دعوی کہ مستند علماء حرمین آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں نیز محض کذب ہے جس سے جہلا عوام کی تسخیر آپ کو مدنظر ہے۔اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرمین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرمین کے فتوی و فیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرمین جانے کا قصد نہ کریں گے۔اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرمین جا کر اور وہاں پر اپنے عقاید جدیدہ ظاہر کر کے وہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکتے اور اس خوف و عذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے۔ہمارا خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرمین چلنے کی تیاری کر کے جب چاہیے، زادراہ لیجئے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵)

(لیکن مرزا نے حج نہیں کیا جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ (میرے ماموں) ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی ..صدقہ نہیں کھایا، زکوۃ نہیں کھائی، صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔سیرۃ المہدی، جلد ۲، ص ۵۲)۔

عوام الناس کو علماء قرار دینا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا اکاذیب میں سے تیسرا کذب قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان مقیم دیرہ دون کو مولوی کہنا اوران کو اپنا ایسا حواری قرار دینا کہ وہ آپ کو امام وقت مان گئے ہیں، اوراپنی جان اوراہل (یعنی زوجہ اوراولاد) کا مالک بنا چکے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ ہم نے قادیانی کے رسالہ سچائی کا اظہار میں حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا وہ خط جو قادیانی نے ان سے نقل کیا ہے، پڑھا تو اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ ایک شخص مولوی عالم ہو کر قادیانی جیسے بداعتقاد و زندیق کو اپنا امام اوراپنے بیوی بچوں کا مالک بنارہا ہے۔اس سے پہلے حکیم نورالدین نے قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے تھے مگران کا ایسا کہنا محل تعجب نہ تھا کیونکہ وہ صاحب غرض ہیں اورمرزا قادیانی کے ذریعہ اپنا نیچری مذہب پھیلانا چاہتے ہیں۔لہذا وہ اس غرض کیلئے جس قدر جھوٹ بولیں اوراس ذریعہ سے لوگوں کو دام میں لاویں، وہ تھوڑا ہے۔اورنیچریوں کے نزدیک فرقہ خطابیہ کے مانند نصرت مذہب کیلئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں۔اس قسم کا جھوٹ کیا، کوئی گناہ بھی انکے نزدیک گناہ نہیں۔اورنجات کیلئے ان کے نزدیک صرف خدا کو دل سے خدامان لینا کافی ہےاورصرف اسی اعتقاد کا نام مذہب اوراسلام ہے دیگر ہیچ۔مگر کسی صحیح الاعتقاد مسلمان عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے۔اس وجہ سے میں نے دیرہ دون کے خریداران اشاعۃ السنہ پیر جی خدا بخش اوران کے خلف الرشید محمد حنیف سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خاں نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان کا مولوی و عالم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، ویسا ہی یہ ثابت ہے کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں....قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان کو اولاً مولوی کہنا، پھران کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا

اپنے اس دعوی کی تصدیق کیلئے کہ، مولوی عالم اسکے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں، کذب ہیں اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے کہ جاہل لوگ خصوصاً اسکے دام میں آ جائیں۔قادیانی کے ایسے شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں) مولوی کہنے سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اسکے باقی پیرو (جن کی تعداد وہ چالیس کے قریب بتاتا ہے) بھی اسی قسم کے ہوں گے۔ یہ کذب قادیانی کچھ نیا نہیں ہے بلکہ یہ اسکی قدیم سنت ہے۔اس نے اپنے ازالہ اور فیصلہ آسمانی میں منشی غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کو، اور فیصلہ آسمانی منشی میں محکم الدین مختار امرتسر کو (جنہوں نے آج تک خود مولوی نہیں کہلایا، نہ کسی اور اہل علم نے ان کو مولوی کہا ہے) مولوی لکھ دیا تھا۔

"(منشی غلام قادر بعدازاں مرزا صاحب سے الگ ہو گئے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی، مرزا کے دعوی مسیح موعود کے بعد جلد بیعت میں داخل ہوئے تھے اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھاتے تھے چنانچہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے ان کا بھی ذکر کیا ہے..ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فسخ کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔یعنی مرزا صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر ست بچن لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے۔..غرض کہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رخ نہ کیا۔خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔اچھے انگریزی خوان تھے مگر افسوس ہے کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے۔سیرۃ المہدی ص۲۷۱ جلد سوم۔بہاء)

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے) فہرست مریدان اور حاضرین جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء کی فہرستوں میں کس و ناکس کو مولوی لکھ دیا جس سے اس کا مقصود وہی دھوکہ دہی ہے کہ جاہل لوگ مولوی ں کا نام سن کر اس کے دام میں پھنسیں۔اسی غرض سے اس رسالہ میں اس نے مولویوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی ہے۔ہم نے اس کی جملہ فہرستوں کے مولویوں کو شمار کیا، تو ان میں سکولوں کے ٹیچر (معلم) اور نام کے مولوی (جن کو بجز قادیانی کسی اہل علم نے مولوی نہیں کہا) ملا کر انکی کل تعداد ۲۶ سے زیادہ نہ پائی۔اس ۲۶ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اسکے سالانہ جلسوں میں محض وزیٹروں (تماشائیوں) میں آئے تھے اور وہ اسے گمراہ جانتے ہیں۔اور خاص کر مریدوں کی فہرست میں یہ تعداد قادیانی کے نامزد مولوی اور سکولوں کے ٹیچر ملا کر ۲۲ تک پہنچتی

ہے۔اب ہم وہ خط نقل کرتے ہیں جو حافظ محمد یعقوب نے خاکسار کے نام تحریر کر کے ارسال کیا ہے۔

۲۳ مئی ۱۸۹۳ء سہ شنبہ ۶ ذی قعد ۱۳۱۰ھ دیرہ دون محلّہ دہامانوالہ

حضرت مخدوم العلماء مولانا صاحب عم فیضکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار محمد یعقوب سلام مسنون کے بعد آداب مخلصانہ عرض کرتا ہے۔خاکسار کو اس سے پہلے آپکی خدمت میں عریضہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن تقریباً پندرہ برس سے یعنی جب سے یہاں دیرہ دون میں مقیم ہوں آپ کے کمالات فضل وعلم کی شہرت سنتا آیا ہوں اور اس عرصہ میں ہمیشہ تو نہیں مگر اکثر آپ کے رسالہ اشاعۃ السنہ کو دیکھتا رہا ہوں ۔کل ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو آپ کا ایک خط پیر جی خدا بخش ومحمد حنیف کے نام معہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے آیا،اس میں خاکسار کے حالات دریافت فرمائے گئے ہیں اسلیئے جی میں یہ خیال آیا کہ میں خود ہی اپنے حالات خدمت مبارک میں عرض کروں ،اور میرے خیال میں مجھ سے بہتر طور سے شاید میرے حالات کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔اسلیئے اوقات مبارک کا حرج کر کے سامعہ خراشی کرتا ہوں ۔

میں سہارنپور کے نواح کا رہنے والا ہوں ۔آب ودانہ کی کشش نے تلاش معاش کے طور پر یہاں لا ڈالا ہے،اور اتفاقات تقدیر سے یہیں رہ پڑا ہوں ۔میں پڑھے لکھے ہوؤں میں شمار نہیں ہوں کہ یہ بتاؤں کہ کیا کیا پڑھا ہے اور کس کا شاگرد ہوں ۔اردو وغیرہ کی معمولی نوشت وخواند سے کسی قدر واقف ہوں جس سے ایک ادنی حیثیت کی گذران کر سکتا ہوں (سنا ہے آپ انگریزوں کو اردو پڑھاتے ہیں ۔محمد حسین) نہ علماء کے زمرہ میں ہوں نہ طلباء کا نام لیوا، حتی کہ مولوی وغیرہ کے فرضی لقب سے بھی مشہور نہیں ہوں ۔اور نہ صرف مولوی بلکہ منشی وغیرہ الفاظ بھی جو کسی درجہ کے پڑھے لکھے ہونے کا پتہ دیا کرتے ہیں، میرے نام کے ساتھ مشہور نہیں ۔کتابیں دیکھنے کا شوق ہے اردو وغیرہ کے رسائل دیکھ سکتا ہوں ان میں سے جو سمجھ میں آ گیا، آ گیا، جو مضمون بے علمی کے سبب رہ گیا، رہ گیا۔قدیم سے حنفی ہوں ۔آپ کی تصنیفات اور اہل حدیث کے ملنے کا اتنا اثر ہے کہ اہلحدیث اور عمل بالحدیث کو برا نہیں سمجھا کرتا ہوں ۔اور جو جھگڑے اہلحدیث کے ساتھ یہاں ہوئے جن میں بعض عدالتوں اور لڑائیوں تک پہنچے، ان سب میں میں حنفیوں سے الگ رہا ہوں ۔اور یہ بھی ہے کہ لڑائی جھگڑوں اور مزاحمتوں میں عمائد ومعتبر لوگ شریک ہوا کرتے ہیں، میں چونکہ احادالناس سے ہوں، تو بے کسی و

غریبی تراکہ می پرسد، کا مصداق بنا رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ نے مجھے مرزا غلام احمد صاحب کا حواری اور اپنے یاروں کا بہکانے والا کیونکر قرار دے لیا، حالانکہ آپ کو اسی تحریر کے موافق میرا مفصل حال بھی معلوم نہیں۔ ایسے مجہول الحال کی طرف تو آپ ایسے سرآمد فضلاء کا اعتناء بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب سب کچھ بنے مگر بقول آپ کے آپ کے سامنے مولوی نہیں بن سکے۔ مولوی محمد احسن اور حکیم نورالدین کی حالت ان سے بھی زیادہ خراب ثابت کی گئی۔ بہکنے بہکانے کی کیفیت تو یہ ہے کہ پیر جی خدا بخش صاحب میرے والد کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ اور میرے والد سے عمر میں شاید بڑے بھی ہیں۔ میں محمد حنیف کا ہم عمر ہوں۔ اور چونکہ میں غریب آدمی ہوں، پیر جی میرے محسن بھی ہیں۔ لیکن ان سب باتوں سمیت مجھے وہ تارک تقلید نہیں بنا سکے، اور نہ میں ان کو حنفی بنا سکا۔ مرزا غلام احمد کا اشتہار براہین احمد یہ شاید اول اول اشاعۃ السنہ میں دیکھا تھا۔ اس سے کتاب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہل مقدرت دوستوں نے کتاب منگوائی۔ دیکھنے میں میں بھی شریک ہو گیا، مگر وہی کچی پکی سمجھ سے جو سمجھ میں آیا سمجھ لیا۔ اور وہ اس طرح کہ جب کوئی حصہ آیا، اس کو انہیں دنوں دیکھ بھال لیا۔ اپنے مِلک کی کتاب ہو، تو آدمی دوبارہ سہ بارہ میں کچھ زیادہ کام نکال لے۔ میں اس سے بھی محروم۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے حالات زیادہ معلوم ہونے لگے۔ بعض اور تحریریں اور اشتہارات آنے کا سلسلہ بندھ گیا، اور یہ سلسلہ باعث ہو گیا حسن ظنی پیدا ہونے کا۔ اس پر مولوی محمد احسن تو خاص طور پر اور آپ بھی عموماً مرزا صاحب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ یوں ہی آہستہ آہستہ خط و کتابت سے تعلق پیدا ہو گیا۔ اب مرزا صاحب کے دعاوی جدیدہ کے زمانہ میں ہر چند طبیعت اوکھڑی، چنانچہ اس باب میں مرزا صاحب نے مختصر اور مولوی محمد احسن سے کسی قدر بسط کے ساتھ خط و کتابت میں گفتگو بھی ہوئی۔ پارسال رمضان میں مولوی صاحب سابق الذکر یہاں تشریف لائے تھے تو زبانی بھی کہنے سننے کا اتفاق ہوا۔ سو بھی ایک آدھ بات میں۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ دن کو مجھے اپنی نوکری اور گھر کے کاروبار سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ رات کو روزہ کی تکان کے علاوہ قرآن شریف سنایا کرتا تھا، یہاں پارسال ہیضہ کی کثرت تھی۔ ملنے ملانے والوں کی عیادت وتعزیت بھی کرنی پڑتی تھی۔ غرض کہ جمعیت واطمینان سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ جس طرح ایک بے علم اپنے من سمجھوتہ کر لیتا ہے اسی طرح اگر کچھ سمجھ بھی لیا ہے تو اس کو دوسروں کے حالات سے کیا

علاقہ۔اس کے سوا میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ میں اپنی بے مائیگی علم کے سبب اپنی دانست میں بھی مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوں۔جیسے ہر شخص ایک رائے رکھتا ہے،میری بھی اس معاملہ میں ایک رائے ہے جو شخصی رائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔مرزا صاحب کے مثالب کی تحقیق جیسی چاہیے ہو نہیں سکی۔اور چاہے بے توفیقی سمجھئے خواہ تعصب،پوری کوشش کی بھی نہیں گئی۔مرزا صاحب کے خلاف میں نے کئی رسالہ دیکھے ہیں۔شفاء للناس،بیان للناس۔مناظرہ حضرت مولوی محمد بشیر وغیرہ۔آپکا رسالہ پارسال جو آیا تھا اس کو بھی میں نے پڑھا ہے،جو کل آیا ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہوں۔میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ جیسے علماء کو ہم بے علموں کی نصیحت کرنے کا استحقاق نہیں۔ماننا نہ ماننا توفیق خداوندی سے تعلق رکھتا ہے۔مرزا صاحب نے مقتداء بننے کا دعوی کیا ہے،ان سے آپ خفا ہوں،تو ایک بات بھی ہے۔ہم جیسے عامیوں کی شخصی رائے سے آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔شخصی خیالات والوں کے بھکنے سے اتمام حجت کے بعد شائد آپ سے باز پرس بھی نہ ہو۔میں نے ایسا سمجھا کہ شائد کسی نے میری نسبت آپ سے یہ کہہ دیا ہے کہ محمد یعقوب کوئی مولوی یا مرزا صاحب کا کوئی حواری ہے،جس کے معنی میں نائب یا اس کے قریب سمجھتا ہوں۔آپ تو الاقرب فالاقرب فرماتے ہیں۔اور اس گروہ کے نام نمود والے آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔من کہ باشم کہ درآئم بہ شمارے بارے۔میں نے آپ کی کلام سے اکثر دینی نفع اٹھایا ہے اس میں میں آپ کا شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی۔آپ کا حرج نہ ہوا کرے تو گاہے گاہے عزت نامہ سے معزز فرما دیا کیجئے۔اور اقلاً اسی عریضہ کا جواب مرحمت ہو،زیادہ حد ادب۔اگر اس عریضہ میں کوئی لفظ خلاف ادب میری قلم سے نکلا ہو تو میں نہایت ادب سے اسکی معافی چاہتا ہوں۔

عریضہ نگار محمد یعقوب خان مدہوش۔تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ خط بتاتا ہے کہ حافظ یعقوب نہ تو مولوی ہیں اور نہ قادیانی کے حواری وفدائی۔قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور حافظ یعقوب پر افتراء کیا ہے۔رہی اس خط کے اور مضامین سے بحث سو اس مقام میں اجنبی ہے وہ قادیانی کی دروغگوئی آئندہ کے ذیل میں ہوگی انشاء اللہ اور اسی کے ضمن میں حافظ صاحب کی اس درخواست کا کہ اس خط کا جواب دو،جواب دیا جائے گا۔انشاء اللہ تعالی۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵۔ص ۲۷۶ وغیرہ)

قادیانی کا مباہلہ سے گریز

قادیانیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں جب مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تو اس وقت مرزا نے مولانا بٹالویؒ (جو موقع پر موجود تھے) سے بھی کہا تھا کہ آؤ تم بھی میرے ساتھ مباہلہ کرلو، لیکن مولانا بٹالوی ؒ نے اعراض کیا۔ اور اس اعراض کی وجہ سے مرزا کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ بٹالوی صاحب مجھے کافر کہنے سے باز آ جائیں گے۔ وغیرہ تاہم اشاعۃ السنہ میں اس موقع کی جو روئداد نقل ہوئی ہے اس سے معاملہ اس کے الٹ نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب نے اپنے خلیفہ حامد سیالکوٹی سے رسالہ، جنگ مقدس کا فوٹو لکھوایا تو اس میں مباہلہ کا قصہ بھی درج کرا دیا اور اس میں بہت سے جھوٹوں کے ساتھ ایک یہ جھوٹ صفحہ ۳۱ میں درج کرایا کہ مولوی محمد حسین ؒ کے اس مطالبے پر کہ: آپ (یعنی مرزا) اس طرح دعا کریں کہ الٰہی میں نے جو اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ملائکہ سے انکار کیا ہے، بہشت و دوزخ سے انکار کیا ہے، اگر ان مفتریات میں جھوٹا ہوں، تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں اور ایسی باتوں کو منہ پر لانا کفر سمجھتا ہوں، پھر یہ کیسے کہوں؟ پھر آپ نے صاف کہدیا کہ ہم یوں کہدیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اگر اس سے میرا نبوت کا دعویٰ ہے یا ملائکہ سے انکار یا معراج سے انکار، تو مجھ پر لعنت بھیج۔ اس پر بھی شیخ جی مباہلہ سے منکر ہو گئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ: یہ بیان سراسر کذب و بہتان ہے۔ نہ میں نے اس عنوان سے دعا کا سوال کیا، نہ قادیانی نے اس عنوان سے دعا سے پہلے انکار اور پیچھے اقرار کیا۔ میرا سوال یہ تھا کہ اگر آپ واقعی حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتے ہیں، اور خود کو مسیح موعود، اور مدعی نبوت ہیں اور نفی نزول ملائکۃ اور معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کو حق سمجھتے ہیں، تو یوں دعا کریں کہ: الٰہی اگر میں ان اعتقادوں میں جھوٹا ہوں تو

مجھ پر لعنت بھیج۔ اور اگر ان باتوں کے آپ مدعی وقائل نہیں تو یوں دعا کریں کہ: الٰہی ان باتوں کا میں قائل ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا قادیانی نے دونوں صورتِ سوال سے دعا کرنا منظور نہ کیا۔ صرف مجملاً یہ کہنا چاہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ سب خدا اور رسول کے فرمودہ مطابق ہے۔ اور مباہلہ سے گریز وفرار اختیار کیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس مقام میں ہم اہل اسلام حاضرین جلسہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جو انہی دنوں میں ہم نے بذریعہ استشہاد حاصل کی تھی۔

مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:

بے شک مولوی محمد حسین نے مرزا قادیانی سے بطریق تفصیل مباہلہ کی خواستگاری کی۔ اور فرمایا کہ اگر تفصیل سے اس کو انکار ہو تو حاضرین مجلس اس انکار کو گریز تسلیم کریں۔ پھر میں اسی اجمال پر ان سے مباہلہ کروں گا۔ مگر قادیانی نے اس امر کو منظور نہ کیا۔ آخر الامر انسپکٹر نے بعد نکال دینے مرزا قادیانی کے عیدگاہ سے مولوی محمد حسین صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مرزا چلا گیا ہے آپ بھی تشریف لے جاویں۔ عبداللہ عفی عنہ ساکن امرتسر

شیخ عبدالعزیز سکرٹری انجمن حمایت اسلام امرتسر لکھتے ہیں:

میں عیدگاہ میں موجود تھا۔ مولوی ابوسعید صاحب کا میں پیغام لے کر گیا تھا لیکن افسوس کہ مرزا صاحب نے مولوی ابوسعید کی کچھ نہ سنی۔ محمد عبدالعزیز۔

انہی صاحبوں کی تائید وتصدیق بیان میں بہت سے حاضرین وشاہدین جلسہ حسب تفصیل ذیل اپنے دستخط اور العبد کرتے ہیں:

احمد علی بن عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی۔ حافظ عمر الدین الگجراتی الڈنگوی حال وارد امرتسر۔ عبیدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن عمرپوری۔ عبدالملک بن سید احمد غزنوی۔ عبدالاعلی بن عبدالغفور غزنوی۔ خاکسار محمد اسماعیل ساکن موضع بنبانوالہ۔ ابوالمبارک عبدالرحمٰن بریلوی حال وارد امرتسر۔ فضل حق حسین پوری۔ مجید حسن حسین پوری۔

عاجزہم درمیدان مباہلہ حاضر بود کلام خصمین از باعث کثرت اژدہام بسمعم نہ رسید مگر ازاں اشخاص کہ حاضرین آن مجلس بودند ثقات اند ہمیں شنیدم کہ قادیانی از مباہلہ بالتفصیل انکار کرد وفرار نمود۔ احمد بن عبداللہ غزموی۔ ابوادریس عبدلغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی۔ و بھذا استشھد عبدالاول بن محمد بن عبداللہ غزنوی پیر جمال الدین امام مسجد تیلیاں والی۔ امیر بخش خیاط۔ اللہ بخش عرف خدا بخش۔ اللہ بخش۔ قادر بخش ۔ غلام قادر۔ عبداللہ۔ اسد اللہ۔ محمد سلطان۔ اللہ بخش۔ محمد رمضان خیاط۔ عبدالرحیم۔ حافظ نور احمد۔ شیر محمد صوفی۔ محمد یونس حسین پوری۔ نور الدین حاضر مجلس۔ غلام مصطفیٰ خان سابق صدر منصرم امرتسر کٹڑہ مہاں سنگھ۔ غلام محمد رنگریز ساکن امرتسر کٹڑہ آہلووالیاں۔ الٰہی بخش ساکن کٹڑہ لوہگڑھ ذات افغان۔

یہ واقعہ میں نے بھی اس مجلس میں سنا:

عبدالواحد المعروف نظام الدین خان محافظ دفتر ضلع امرتسر۔ محمد یامین ٹھیکہ دار حسین پوری، شیخ احمد چپڑاسی تحصیل امرتسر۔ امانت اللہ بن رحیم بخش۔ اللہ بخش۔ تاج الدین۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۱۲ تا ۳۱۵)

ڈپٹی آتھم اور مرزا قادیانی کا مباحثہ اور شیخ الاسلام بٹالویؒ کا ریویو

۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا امرتسر میں مباحثہ ہوا۔ اس مباحثے کے بعد قادیانی حضرات نے اپنے پیر و مرشد کی مناظرانہ صلاحیتوں کے ترانے گائے اور مباحثے میں فریقین کے پرچوں کو شائع کر کے فخر و تعلّی کا اظہار کیا۔ قادیانیوں نے ظاہر کیا کہ یہ مباحثہ اسلام اور عیسائیت کے مابین تھا حالانکہ اس وقت کے علماء اسلام اسے نئے اور پرانے عیسائیوں کا باہمی مباحثہ قرار دیتے تھے اور خود عیسائیوں نے بھی مباحثے سے قبل کہہ دیا تھا کہ چونکہ مرزا صاحب کو علماء اسلام دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے

ہیں اس لئے مرزا قادیانی کی فتح وشکست، اسلام کی فتح وشکست قرار نہیں دی جاسکتی۔مباحثے کے بعد جب قادیانیوں نے فریقین کے پرچے شائع کئے تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۶ میں اس پر ایک بسیط اور منصفانہ ریویو کرتے ہوئے بتایا کہ کس موقع پر کس فریق کے دلائل مضبوط تھے اور کس کے کمزور۔اور جہاں مرزا صاحب نے (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی کمزور دلیل پیش کی تھی وہاں مناسب دلیل کون سی ہونا چاہیے تھی، اور مرزا صاحب کو یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مباحثہ کا صحیح طریق کیا ہونا چاہیے تھا؟ ذیل میں اس مباحثے پر شیخ الاسلام بٹالویؒ کا ریویو نقل کیا جاتا ہے۔کہیں کہیں انگریزی عبارات بائبل کا اضافہ میں نے خود نے کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

(قادیانیوں اور عیسائیوں کی) اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہر چند وہ مختصر رائے وقوع جنگ سے پہلے چھپ چکی تھی مگر اہل اسلام امرتسر (جن کے اہتمام میں وہ رائے چھپی تھی) کی غفلت سے وہ عام طور پر پبلک میں شائع نہیں ہوسکی، صرف خاص خاص لوگوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس بھی اس کی ایک کاپی اس کے ایک حواری کے ہاتھ بھیجی گئی۔اور چونکہ وہ رائے باوجود وقت اشاعت گذر جانے کے اب بھی کئی فوائد پہنچاتی ہے۔مثلاً

۱۔اس سے مرزا قادیانی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔

۲۔اس مباحثہ کے نتیجہ سے اس میں پیش گوئی کی گئی تھی، اس کی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ رائے اور اس کی پیشگوئی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

۳۔اس سے کئی دام افتادگان قادیانی کو اس کے دام سے مخلصی ہوگی۔

۴۔قادیانی کے اشتہار مبلغ پانچ ہزار روپیہ مندرجہ صفحہ ۱۱۶ رسالہ الحق نمبر ۷ جلد ۳ کی یہ دروغ گوئی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ملامت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی، اور اس کے خلیفہ حامد سیالکوٹی کی صفحہ ۴ فوٹو جنگ مقدس کی یہ دروغ گوئی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اس لئے ملتوی کرنی

پڑی تھی کہ بحث زور شور سے ہو پڑی تھی، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی۔اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچے گی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی غفلت سے ملتوی ہوئی تھی، راقم کو اس کا التواء پسند ہوتا اور اس التواء میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اس کی اشاعت رسالہ (یعنی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶) میں کیوں کرتا۔

۵۔مرزا قادیانی کے اشتہار پانچ ہزار روپیہ مطبوعہ ۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء کی یہ دروغ گوئی کہ وہ اشتہار (یہ مختصر رائے) مسلمانوں کی لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رگ گیا، مسلمانوں پر ظاہر ہوگی اور یہ بات ثابت ہوگی کہ اس التواء کا باعث لعن طعن ہوتا تو اب اس رائے کو کیوں شائع کیا جاتا؟

(مرزا قادیانی لکھتے ہیں: بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کر کے مشہور ہے، اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعۃ السنہ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی، جواب تک موجود ہے۔مجموعہ اشتہارات جلد ۲۔اشتہار معیار الاخیار والاشرار۔۱۷ مارچ ۱۸۹۴ء صفحہ ۶ حاشیہ)

وعلی ہذا القیاس اور فوائد ہیں، لہذا اس مختصر رائے کا اس مقام میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور بعض حضرات کے پاس اصل سابق مطبوعہ پرچہ بھی ارسال کیا جائے گی تا کہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں پیش گوئی کی گئی ہے وہ مرزا قادیانی کی طرح بعد الوقوع نہیں کی گئی۔

وہ مختصر رائے یہ ہے:

پرانے عیسائیوں (حضرت مسیح صادق علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے پیروان) اور نئے عیسائیوں (مسیح کاذب دجال قادیانی علیہ مایستحقہ کے متبعان) (مرزائیوں کو عیسائی کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ غلام احمد قادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں جیسے قدیم عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل ہیں مگر دونوں کی تثلیث اور کفارہ میں کسی قدر فرق ہے۔محمد حسین) میں ایک جنگ مقدس (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے (جس کا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار نور افشاں اور جدید عیسائیوں کے رسالہ حجت میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے) مگر مسیح کاذب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی وحیلہ جوئی سے جو گریز کیلئے اس کے استاد ملہم (معلم الملکوت) نے اس کو سکھا رکھی ہے جنگ کیلئے ایسی مشکل شرط مباہلے کی بیخ لگا دی ہے جس سے وہ جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

(جس عذر سے پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا اس کا بیان اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱ میں ہے۔ جو اس عذر کا جواب قادیانی نے پرانے عیسائیوں کو دیا تھا وہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۷ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں منقول ہے۔ اس پر پرانے عیسائیوں نے چشم پوشی کی اور قادیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے جنگ منظور کر لی۔ اس باب میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط جو اخبار نور افشاں کے جون ۱۸۹۳ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا ہے، اس کی نقل یہ ہے:

مشفق مہربان مرزا صاحب! بعد ما وجب واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا۔ چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پرواہ نہیں کہ آیا آپ کافر ہیں، یا جنہوں نے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں۔ یہ آپ کے گھر کی باتیں ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فریقین میں سے کون غلطی پر ہے اس کا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں۔ لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء وارا کین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے، پر دائرہ اسلام سے ہی جس میں کل فرقے ہیں، خارج کرتے ہیں۔ آپ پر خوب روشن ہوگا کہ اس حالت میں آپ اسلام کی طرف سے پیشوا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آ سکتے، جنڈیالہ کے محمدیوں نے آپ کو پیش کیا۔ جیسی ان کی عقل ہے، آپ خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ اگرچہ شرط آپ سے پوری نہیں ہو سکتی، اور الہام تو درکنار، اتنے ہی میں بموجب شرط ان شرائط کے ہم آپ کو شکست یافتہ تصور کر سکتے ہیں۔ اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپ کو قبول بھی نہیں کر سکتا۔ تاہم جس حال میں آپ اپنے آپ کو محمدی قرار دے کر مباحثہ پر آمادہ ہیں، اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہووے ۔ راقم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک میڈیکل مشنری امرتسر۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں: اور عبداللہ آتھم کا قادیانی کو فرضی مسلمان سمجھنا اثناء تقریرات مباحثہ میں ہوا ہے۔ لہٰذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی کہ اس جنگ کے متعلق زیادہ خامہ فرسائی کریں)

ہاں آئندہ اس جنگ کے وقوع کے احتمال وخیال سے دو باتیں، ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو، کہہ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بات کہ اس جنگ میں (اگر آئندہ بہ تسلیم شرط مباہلہ یہ وقوع میں آوے) مسلمان شریک نہ ہوں۔ جو مسلمان اس میں قادیانی کا طرف دار ہو کر شریک ہوگا اس کو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام وفرقہ نصرانیہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول ومسائل غالب اور حق ہیں اور الاسلام یعلو و لا یعلی بچا ہوا کلیہ ہے، نہ اس وجہ سے کہ قادیانی کی تقریر یا تحریر میں برکت ولیاقت سے ممکن ومتوقع تھا کہ نئے عیسائیوں کو پرانے عیسائیوں پر فتح ہو گی اور اس کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بحکم حدیث انّ اللّٰہ یؤیّد الدّین با لرّجل الفا جر مدد پہنچتی ہے،

مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کاذب نے اس گفتگو کے ساتھ مباہلہ کی پخ لگادی ہے اور یہ امر کہ قادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو، ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے۔ لہذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس لئے مسلمانوں کو جو قادیانی کے طرف دار ہو کر شامل مباہلہ ہونگے ندامت اٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے۔

اس امر کی دلیل کہ قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی نے بھی اس یقین کو ظاہر کیا اور مان لیا ہے کہ اس وقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھا نہیں سکتا۔ اور یہ بات باتفاق جمہور علماء پنجاب و ہندوستان مسلّم ہو چکی ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد و مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے؟

جو مسلمان قادیانی کے عقاید سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کو مسلمان جانتے ہیں وہ اس اتفاقی دلیل کو نہ مانیں تو ان کیلئے یہ دلیل تسلی بخش ہے کہ اگر قادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اس وقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا۔ اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم وتصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آج تک نہیں ہوا، تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اس کے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں، جو جو ہر ہے وہ صرف لفاظی، حیلہ سازی، دھوکہ بازی، افترا پردازی ہے دگر ہیچ۔

اس دلیل میں بھی ان مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے قادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں، اس کے بعد وہ قادیانی کے طرف دار ہو کر عیسائیوں سے مباہلہ ومقابلہ کے مدعی بنیں۔ مسلمان اس کے سابق نشانوں کو نہ مانیں گے تو آئندہ وہ عیسائیوں کو کیوں کر نشان دکھا سکے گا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل وسوال پر غور کرتے وقت اشاعۃ السنہ نمبر ا لغایت ۸ جلد ۱۵ کو (جس میں اس کے سابق نشانات پر بحث کی گئی ہے) ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جان کر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے کہ قادیانی نے آج تک کوئی نشان نہیں دکھایا اور نہ آئندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات ہم نے کہنی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے اپنے ایک مطبوعہ خط اسمی مرزا قادیانی میں کہہ دی ہے کہ قادیانی صاحب آپ باتفاق میجارٹی اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کیئے گئے ہیں لہذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہو گا۔اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاوے گا۔کوئی محمدی (مسلمان) مباحثہ کرے تو ہم اس سے مباحثہ کریں گے،اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی۔(اس میں مرزا قادیانی اوراس کے حواریوں کی اس تہمت کے ردّ و جواب کی طرف اشارہ ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ پادریوں کو ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے کہہ کر یہ مباحثہ موقوف کرایا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ حامد سیالکوٹی،فوٹو جنگ مقدس میں لکھتے ہیں:

افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہوجانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سا حصہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہوسکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں انہوں نے روک تھام کی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ہم یہ کہنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔قادیانی اوراس کے حواری اپنے خیال ومقال میں سچے ہیں تو اس پر بیش باد کہیں اور نعرہ آمین پکاریں اور اگر خلیفہ حامد کہیں کہ اگر تم نے اس بحث کے ملتوی ہوجانے میں حصہ نہیں لیا تو پھر اس بحث کے ملتوی ہوجانے کی خوشی میں وہ دوورقہ،یعنی یہ مختصر رائے ،کیوں چھپوایا؟ اس کے جواب میں ہم پھر وہی کہتے ہیں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔اس دو ورقہ میں نہ موقوفی بحث کی صلاح دی گئی ہے اور نہ موقوفی پر مسرت ظاہر کی گئی ہے۔اس میں تو صرف دو باتیں،ایک مسلمانوں کو اور ایک پادریوں کو،کہی گئی ہیں جو متن میں مشرح ہیں۔پادریوں کو یہ بات کہی ہے کہ قادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے۔لہذا اس بحث میں جو الزام اس پر قائم ہوگا وہ مسلمانوں پر الزام نہ سمجھا جائے گا۔خلاصہ ومقصود صرف اتنا ہے کہ قادیانی سے بحث شوق وذوق سے کرو،مگر اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے الزام کو مسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔سو اس مقصود کو ڈاکٹر کلارک نے اپنے اس خط میں جو منقول بالا ہے،بخوبی سمجھ اور مان لیا اوراس کو خارج از اہل اسلام تسلیم کر کے اور صرف فرضی طور پر مسلمان قرار دے کر اس سے مباحثہ منظور کیا جس کا نتیجہ مفید بحق اہل اسلام یہ نکل رہا ہے کہ اب جو پادری۔مرزا قادیانی پر فتح کا فخر کر رہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصور نہیں ہوسکتا) پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پر بعض اسلام کے نادان دوست اور قادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کی سعی وکوشش سے قادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا۔اور یہ کہہ کر انہوں نے قادیانی سے اپنا پیچھا چھڑایا ۔یہ امر اشاعۃ السنہ سے وقوع میں نہ آتا تو قادیانی جیسا کیسا تھا،آج مسلمانوں کے کام آتا،پادریوں سے ان کو بچاتا،اسلام کی لاج رکھ لیتا جیسا کہ پہلے سال ہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کر رہا ہے خواہ اپنی ذات

میں وہ کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس کے سوا اور کون ہے جو اس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اور مسلمانوں کی عزت رکھ لے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ قادیانی نے ابتداء سے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہو سکے۔ کس مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اس پر فتح نمایاں پائی؟ کس اصول مخالفین اسلام پر اس نے پوری بحث کر کے اس کی بیخ کنی کی ہے؟ کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے؟ براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو دلائل حقیت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی، اور نہ دس برس کے عرصے میں کتاب چھپوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہیں۔

سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں اس کو محدود کر دیا اور اس کو اور بخارات نکالنے کا موقع دے کر ان کو دفع نہ کیا، اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے ان کا جواب دیا۔ اس نے رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا کلی استیصال نہ کیا۔

اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعوی کیا مگر شرمناک شروط وقیود پر کیود اور لمبی میعادیں لگا کر آج تک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اس کی ان کاروائیوں کو اے میرے بھائیو! غور سے دیکھ کر بتاؤ کہ وہ اسلام ومسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور ان کی ہتک کر رہا ہے۔

ہاں ان کاروائیوں سے فائدہ تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا تازہ بن گیا ہے اور جہلاء عوام اور بعض ناواقف خواص وعوام میں وہ مسیح موعود ومہدی وولی وپیغمبر تسلیم کیا گیا ہے اور اس وجہ سے اب اس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں ان بے چارے مسلمانوں کے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ کہ ہزارہا روپیہ برباد ہوا۔ دین کا نقصان یہ کہ اسلام چھوٹا، کفر ہاتھ آیا۔ ایسے اشخاص سے آئندہ بھی مباحثہ مخالفین اسلام سے اسلام و

مسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچے گا جو ابھی بیان ہوا ہے۔ جہلاء میں وہ حامی اسلام متصور ہو کر اور بھی لوگوں کو دام تزویر میں لائے گا اور سیدھی جہنم کی راہ دکھائے گا اور ان کا صد ہا روپیہ اس مباحثہ کے بہانہ سے برباد کر دے گا ۔اور آخر آسمانی نشان دکھانے سے عاجز ہو کر خود تو وہ شرمندہ نہ ہوگا، کیونکہ بڑا حوصلہ والا ہے، مگر ان مسلمانوں کو جو اس کے طرف دار ہوں گے ضرور شرمندہ کرائے گا۔

اس اعتراض کے اخیر میں جو ان بھولے بھالے مسلمانوں نے یہ سوال کیا ہے کہ قادیانی اس مباحثہ کے لائق نہیں تو پھر اور کون بحث کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اس وقت لاہور وامرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں اور پہلے ہی سے تحریراً وتقریراً پادریوں سے مباحثہ کر رہے ہیں ۔پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو ان میں سے جس سے چاہیں خط و کتابت کریں جیسے کہ وہ اپنی ناواقفی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے قادیانی سے خط و کتابت کر چکے ہیں۔ پھر ہمارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لیں گے کہ کس قدر علماء اس مباحثہ کیلئے مستعد ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ سب سے پہلے خادم دین سید المرسلین ﷺ اڈیٹر اشاعة السنه النبو یه علی صا حبها الصّلوة و التّحیّة ہی کو اپنا مخاطب بناویں اور اس باب میں اس سے خط و کتابت کر کے امور لائق بحث و شروط مباحثہ کا تصفیہ کریں۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں) یہ مختصر رائے کی نقل ہے (جو قبل از مباحثہ لکھی گئی تھی) اس میں جو پیشگوئی کی گئی تھی کہ مرزا قادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن امر ہے لہذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اس کے ساتھ شامل ہونگے ان کو ضرور ندامت اٹھانی پڑے گی، پوری ہوگئی۔ مرزا قادیانی نے باوجود دعوی نشان نمائی، کوئی نشان نہیں دکھایا اور ان مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو مرزا قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور مکر شیطانی ہے اس کی نسبت اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنی اجل سے فوت ہوگیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر و صاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھے گا، بلکہ ایک رملی یا جوتشی کی پیشینگوئی سے بڑھ کر نہ سمجھے گا۔ چہ جائے کہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان سمجھ لیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول رائے بیان

کی جاتی ہے:

اس جنگ میں دونوں فریق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا دعوی زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ نہ مرزا قادیانی نے اپنے بھائیوں (پرانے عیسائیوں) کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادلیل جواب دے کران کو شکست دی اور نہ پرانے عیسائیوں نے مرزا قادیانی کے ملحدانہ دلائل اور لچر پوچ جواب کو اٹھا کراس کو لاجواب کیا۔

اسلام کا یہ دعوی کہ مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، ایک ایسا اجلی دعوی ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر بچہ بھی یہ دعوی کرے اوراس کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے بوڑھے اور پرانے مدعیان علم وفضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے، تو ایک لمحہ میں ان کو لاجواب وعاجز کر دے، مگر نادان (اور بحسب دعوی ہمہ دان) قادیانی نے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف ادلہ نقلیہ قرآنیہ اور عقلیہ برہانیہ سے کام نہ لیا بلکہ اس کے ساتھ اپنے ملحدانہ دلائل کا الجھاؤ ڈال دیا اوراس کے جواب ومقابلہ کیلئے اپنے خصوم کو یہ موقع دے دیا کہ وہ اپنی محرف اور کایا پلٹ کتابوں سے جو چاہیں پیش کرتے چلے جائیں اور اسکے ملحدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور بحث کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں۔

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلا مبادلہ یعنی کفارہ اور مسئلہ جہاد وجبر واختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں وہ ایسے کمزور دلائل اور بے ہودہ پیرایہ میں ہوئے ہیں کہ ادنی طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں ان کا جواب دے کرانہیں لاجواب کرسکتا ہے۔ مگر نادان قادیانی نے ان سوالات کے جواب میں بھی اپنی عقل خام اور بے ہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کر کے ان کو مسکت جواب نہ دیا اگر وہ اشاعۃ السنہ ہی کی طرف (جو ہمیشہ سے اسکے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتا رہا ہے) مراجعت کرتا تو اس کے نمبر ا جلد ۹ میں کفارہ مجوزہ نصاری کا جواب اور نمبر ا وغیرہ جلد ۱۲، اشاعۃ السنہ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر ۹ جلد ۹، اشاعۃ السنہ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا جس سے وہ عیسائیوں کو لاجواب کر دیتا۔

مرزا قادیانی کی بے خردی، بے ضبطی، ملحدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوم کو محرفات معنوی و

لفظی بائیبل کے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عموماً اہل اسلام کی (جو اہل علم ہیں اور قادیانی کے دام تزویر میں مبتلا نہیں ہیں) اس مباحثہ کی نسبت یہی رائے ہے کہ قادیانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے اس سے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔ مولوی تاج الدین احمد لاہوری نے، جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں اور لاہور میں وکالت کرتے ہیں، میرے سامنے فرمایا کہ:

مرزا غلام احمد نے اس مباحثہ سے مسلمانوں کی اس عزت کو کھو دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں ان کو حاصل تھی۔ یعنی اس رعب داب کو اٹھا دیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے مباحثہ کر کے اور ان کو عاجز ولا جواب کر کے ان پر جما رکھا تھا۔

مولوی سید احمد علی مشہور واعظ دہلوی نے (جو مدت سے لاہور میں رہتے ہیں) قادیانی پر بہت ناراضی ظاہر کی اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات بائیبل کے جواب میں جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے باب میں پیش کی ہیں کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو عیسائی معنوی تحریف کر کے ان کو مسیح پر جماتے ہیں، صحیح تاویل نہ بتائی گئی۔ بلکہ سید احمد علی صاحب نے اس باب میں ایک تحریر خاکسار کے پاس بھیج دی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا۔ نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ مجیب کا جواب۔ یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا، اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ہر دو فریق نے اپنی اپنی فتحیابی کا ڈنکا بجا دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مباحثہ کا ڈھنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بائیبل کے کلام الٰہی ہونے پر کرنا لازم تھا تا کہ عبداللہ آتھم عیسائی کتب بائیبل کا رطب و یابس پیش نہ کر سکتا اور اگر یہ ہی طرز مرزا کو پسند تھی تو مرزا قادیانی کو عبداللہ آتھم کی پیش کردہ رطب و یابس پر گرفت اور مواخذہ کر کر اس کی غلطی ظاہر کرنا لازم تھا۔ مرزا قادیانی نے کچھ گرفت نہ کی صرف اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ بارہ تیرہ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا۔ مرزا قادیانی نے جیسے دعوی الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے، ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا سہل و آسان سمجھے تھے۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظر و مباحث سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان المناظرین وواعظین ردّ نصاری مولوی رحمت اللہ مرحوم اور ان کے شاگردوں کا ہے۔ یہ ہر ایک کا

کام نہیں۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے قائم مقام ہیں اور مولوی ابوالمنصور دہلوی کی مانند امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانے کا استحقاق رکھتے ہیں، خاکسار کے اس سوال جواب میں کہ: آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے؟ فرمایا ہے کہ:

میں پہلے جلسہ مباحثہ میں شریک ہوا تھا، مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا ڈھنگ پسند نہ آیا۔ لہذا میں پھر شریک جلسہ نہ ہوا۔

اور قادیانی کی اس بے عقلی پر بھی افسوس اور خلاف رائے ظاہر کیا کہ:

اس نے عیسائیوں کو بائیبل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کے حق میں نہیں اور ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھ کر شہادت سنو! حکیم نورالدین جمونی بھیروی نے، اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک معزز دوست نے (جو ان کا بھی دوست ہے) ہمارے پاس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی (یعنی عیسائیوں کی) کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب، میں ہوتا، تو ایک دم میں عیسائیوں کا منہ بند کر دیتا (انکے الفاظ پورے یاد نہیں مفہوم وہی ہے جو یہاں لکھا گیا ہے)۔

حکیم صاحب اب اس رائے کے ظاہر کرنے سے انکار کریں گے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس دوست کو پیش کریں گے اور جو کچھ ان سے نقل کیا ہے ان سے کہلا دیں گے۔ پھر وہ جانیں اور وہ۔

یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے ناظرین اور جس اہل علم سے (جو مرزائی نہ ہو) اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھیں گے اس سے یہی رائے پائیں گے۔ ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو بہت تطویل ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ذیل میں پہلے قادیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائے گا پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو۔ اس کے بعد مطول اسلامی رائے بیان ہوگی۔ انشاءاللہ تعالی۔

مرزا قادیانی کے پہلے سوال ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کا خلاصہ یہ ہے: قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس

کا ثبوت قرآن نے خود دیدیا ہے۔اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعوی ہے،تو وہ پہلے یہ دعوی انجیل سے نقل کریں پھر اسی انجیل سے اس کا ثبوت پیش کریں۔

اس سوال کی تقریر میں قادیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا جس کو اس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعوی کیا جائے،اس دعوی کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے۔اور اس کی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔اور جس کتاب کے کسی دعوی کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے: میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے انجیل شریف اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے۔لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ و موازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جائے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعوی کریں وہ دعوی اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے۔اور جو دلیل پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو،کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلی خاموش ہو۔

اور اس کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے: اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر نہایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اس کی طرف منسوب کریں وہ کتاب اپنی ذات کی آپ قیوم چاہیے۔انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرا اور منزہ چاہیے کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے سہارے سے اپنے دعوی اور اثبات دعوی میں محتاج ہے،تو وہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس عبارت سے وہ اصول جو ہم نے قادیانی سے نقل کیا ہے بجز اس تفصیل کے کہ وہ: دلیل عقلی ہو یا تاریخی،صاف ثابت ہے۔اب رہی وہ تفصیل سو اس کے پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲ و ۳ اور پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷،اور پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸،۹،۱۰ میں موجود ہے۔پرچہ ۲۳ مئی کے صفحہ ۲ و ۳ میں لکھا ہے:

میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاتہ کامل ہے اور تمام

مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے، تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے دعاوی کیلئے دلائل معقول بھی آپ پیش کرے۔ جس کتاب نے اپنے کامل ہونے کا دعوی کیا ہے وہ دعوی بھی بتصریح ثابت کیا جائے اور پھر وہی کتاب اس دعوی کے ثابت کرنے کیلئے معقول دلیل پیش کرے۔

اور پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے: اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ استقراء کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اس کو ادلہ عقلیہ یا ادلہ تاریخیہ سے ثابت کر کے دکھلایا جائے تو ہم اس کو مان لیں گے۔

اور اس کی شرح قادیانی نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۹۲۳ء کے دوسرے سوال میں بصفحہ ۸، ۹، ۱۰ کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

اگر کوئی شخص مقدس کتاب پیش کرے اور اس میں یہ امر لکھا ہو کہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، کانوں کے ذریعہ بولتا تھا، گو ہم فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیں کہ عجیب تحریروں کے لکھنے والا کوئی مقدس اور راست باز آدمی تھا مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے۔ میری رائے میں ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ کروڑ سے بھی زیادہ ہوں اور قیاس استقرائی سے نتائج یقینیہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز ٹوٹ نہ سکیں گے بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت ایک بزرگ سمجھتے ہیں اور اس کے ایسے الفاظ میں ایسے ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہودہ محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہر کریں گے اور ایسی تاویل کریں گے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہ جائے۔ ورنہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو حقائق استقراء کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا کسی کا خیال ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے... مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ ہو کہ سم الفار اور نیش زہر نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ دیوے کہ ایک مقدس کتاب میں ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے، تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کر کے ایک ایسے امر کو چھوڑ دیں گے جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے۔،

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے (جو دعاوی کتاب اللہ کی مثبت ہو سکتی ہے اور اس کے سوائے کوئی دعوی

کتاب اللہ کا قادیانی کے نزدیک قابل سماعت نہیں) عقلی یا تاریخی دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعوی کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی، جس کو عقلاء اور تاریخ دان تسلیم کرلیں، پیش نہ کرے وہ کتاب مرزا قادیانی کے نزدیک الہامی نہیں ہوسکتی۔ اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے قادیانی نے فریق ثانی کے دعوی الوہیت مسیح پر پہلا سوال وارد کیا ہے چنانچہ پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ میں آیت قرآن مجید کی مالمسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل و امّه صدّيقه كانا يا كلان الطّعام انظر كيف نبيين لهم الآيات ثمّ انظر انّى يؤفكو ن (یعنی مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں) نقل کر کے اس کی ملحدانہ تفسیر وتقریر استدلال میں یہ کہا ہے:

یہ کلمہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں، یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلی شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین اور دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے۔،

اس کے بعد استقراء کے قطعی ہونے کی تفصیل وتمثیل میں آنکھ سے کھانے اور کان سے بولنے کی مثالیں ذکر ہیں۔ پھر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے:

غرض جب کہ قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کیلئے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا اور فرمایا قد خلت من قبله الرّ سل ۔ یعنی حضرت مسیح بے شک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالی کا بیٹا بھی آیا ہے۔،

پھر عیسائیوں کے اس سوال مقدر کا کہ بائیبل میں نبیوں کو بیٹا کہا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے بھی رسول ہو کر آتے ہیں، یہ جواب دیا ہے: ہاں اگر بائبل کے وہ تمام انبیاء اور صلحاء جن کی نسبت بائیبل میں یہی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالی کے بیٹے تھے یا خدا تھے، حقیقی معنوں پر حمل کر لئے جائیں، تو بے شک

اس صورت میں ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالی کی عادت ہے کہ وہ بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے، بلکہ بیٹے کیا کبھی کبھی بیٹیاں بھی۔ اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے اگر عیسائی صاحبان اس کو پسند فرماویں۔ اور کوئی اس کو توڑ بھی نہیں سکتا، کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہاں کوئی بھی ذکر نہیں، بلکہ بعض کو تو پہلوٹا بھی لکھ دیا۔ ہاں اس صورت میں بیٹوں کی میزان بہت بڑھ جائے گی ۔،

اس کے بعد اسی پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱ میں قادیانی نے اور دلائل کو جو اس آیت سے اس نے نکالے ہیں ذکر کیا اور کہا ہے:

غرض اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے یہی دلیل استقرائی پیش کی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے و امّہ صدّیقہ ۔یعنی والدہ حضرت مسیح کی راست باز تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اللہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جاوے تو پھر ضروری امر ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کے اپنے تولّد میں محتاج نہ ہو، جو باتفاق فریقین انسان تھی۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ایک پرندہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے۔ یا پرند انسان کے پیٹ سے نکلے۔

پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی ہے:

کانا یاکلان الطّعام ۔یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان کھانا کیوں کھاتا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہوتا ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے اگر روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے۔ اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔ اب

جب کہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدا سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوائے اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالی کی ذات میں مسلّم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ان حاجتمندیوں سے بری نہیں تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ پھر یہ ایک عمدہ دلیل اس بات کی ہے کہ وہ باوجود ان دردوں اور دکھوں کے خدا بھی تھے یا ابن اللہ تھے۔ اور درد ہم نے اسلئے کہا کہ بھوک بھی ایک قسم کی درد ہے اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک نوبت پہنچاتی ہے۔

یہ سوال اول الوہیت مسیح کے متعلق قادیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کی بلفظہ نقل لے۔ اب اس کے مقابلہ میں اس کے پہلے خصم (اس مباحثہ میں قادیانی کے دو خصم تھے۔ اول ڈپٹی آتھم، دوم ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک) ڈپٹی عبداللہ آتھم کے پہلے پرچہ کی نقل کی جاتی ہے:

قادیانی کے پہلے خصم اپنے پہلے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں:

اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے۔ یعنی جو تجربہ کے برخلاف ہے وہ باطل ہے، تب تو ہم کو صفت خالقیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ ہمارے تجربہ میں کوئی چیز خلق نہیں ہوتی۔ اور آدم کا بغیر والدین کے پیدا ہونے کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا ہم کیوں کریں، کیونکہ ناممکن مطلق ہم اس کو کہتے ہیں جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو۔ اور یہ چیزیں جو ہمارے تجربہ کے باہر ہیں مثلاً خلقت کا ہونا، یعنی بلا سامان کے عدم سے وجود میں آنا، اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا، ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالی کے مخالف نہیں دیکھتے

دوم بجواب آپکے دوسرے مقدمہ کے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ ہم اس شئے مرئی کو جو کھانے پینے وغیرہ حاجتوں کے ساتھ ہے، اللہ نہیں مانتے، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ: جیسا قرآن میں بابت اس آگ کے جو جھاڑی میں نظر آئی تھی، لکھا ہے کہ اے موسی اپنی نعلیں دور کر کیونکہ یہ وادی طوی ہے۔ اور کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا خدا ہوں۔

موسی نے ان کو تسلیم کیا۔ اب فرمایئے! شئے مرئی تو خدا نہیں ہو سکتی۔ اور رؤیت مرئی تھی پس ہم اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، اللہ نہیں کہتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں۔ کیا یہ ستون جو خشت و خاک کا سامنے نظر کے ہے اس

میں سے اگر خدا آواز دے کر کہنا چاہے کہ میں تمہارا خدا ہوں اور میری فلانی بات سنو۔ تو گو تجربہ کے برخلاف یہ امر ہے تو کیا امکان کے بھی برخلاف ہے کہ خدا ایسا نہیں کر سکتا (ہمارے نزدیک تو امکان کے برخلاف نہیں)۔

سوم: ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔

چہارم: امر کے بارہ میں ہماری التماس یہ ہے کہ بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے، اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے تو بالمرہ حکم بطلان کا اس پر دینا چاہیے۔ نہ کہ بطلان کو مروڑ کے حق بنانا۔

پنجم: امر کے بارے میں جناب کی خدمت میں واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور پہلوٹھی کا بائیبل میں دو طرح پر بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ یک تن ساتھ خدا کے ہو، دوم یہ کہ یک من ساتھ رضائے الٰہی کے ہو(ایک تن وہ ہے جو ماہیت میں واحد ہو، اور ایک من وہ ہے جو ماہیت کا شریک نہیں بلکہ رضا کا شریک ہو)۔ کس نبی یا بزرگ کے بارے میں بائیبل میں لکھا ہے کہ اے تلوار میرے چرواہے، اور ہمتا پر اٹھ۔ (زکریا۔۱۳۔۷)

اور پھر کس کے بارہ میں ایسا لکھا ہے کہ تخت داؤدی پر یہود صدقنو آوے گا۔ (یرمیاہ۔۲۳)،

اور کس نے یہ کہا کہ میں الفاء اومیگا قادر مطلق ہوں۔ اور کس کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ میں جو حکمت ہوں قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ اور میرے وسیلہ سے یہ ساری خلقت ہوئی۔ اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا ظہور ہے اسی کے وسیلہ سے ہے۔ خدا باپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن اکلوتے (خدا) نے اسے ظاہر کر دیا۔ (یوحنا۱۔۱۸)۔

اب اس پر انصاف کیجئے کہ یہ الفاظ متعلق یک تن ہیں یا یک من کے۔ نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے یسیعاہ ۹۔۱۔ میں کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشا جاتا ہے، اور فرزند تولد ہوتا ہے، وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔ یعنی خدا قادر۔ اب۔ ابدیت شاہ سلامت مشیر عجوبہ تخت داؤدی پر آنے والا جس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔

ششم: جو آپ نے قرآن سے استدلال کیا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اب تک اس کے الہامی ہونے کا قائل نہیں، جب آپ اس کو الہامی ثابت کر کے قائل کر دیں گے تو اس کی سندات آپ کی مانی جائیں گی۔

ہفتم۔ جناب من! فطرت یا خلقت فعل الٰہی ہے۔ اور الہام قول الٰہی۔ فعل اور قول میں تناقض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کلام مبہم معلوم ہووے یا بادی النظر میں مشکل معلوم ہو تو اس کی تاویل ہم معقولات ہی سے کریں گے

۔ورنہ کہاں جائیں گے۔ چنانچہ جناب نے خود ہی فرمایا ہے کہ امور تاویل طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیویں گے۔ تو گویا یہ بھی رجوع کرنا طرف فطرت کے ہے جس کے ساتھ ہم کلیۃً متفق نہیں ہیں۔

ہشتم: بجواب آٹھویں کے اتنی ہی عرض ہے کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ ہو تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز نہ کریں اور دوسروں کے ساتھ بھی اگر یہی صفات ملحقہ ہوں جیسے مسیح کے ساتھ ہیں تو ہم ان کو بھی مسیح جیسا مان لیں گے۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered.(Zech 13:7 KJV)

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth. In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

No man hath seen God at any time; the 'only begotton Son, which is in the bosom of the father, he hath declared him. (John:1: 18 KJV)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ فریق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہٖ نقل ہے۔اب فریقین کے باقی پرچوں کا خلاصہ باختصار نقل کیا جاتا ہے۔اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پرچہ اول کے بعد اس کا جو پرچہ نکلا ہے اس میں پرچہ اول کے سوال واصول ودلائل کا بار بار تکرار واعادہ ہوا ہے۔اور جہاں کوئی نئی بات کہی ہے وہ اصول سوال الوہیت مسیح سے اجنبی ہے۔ایسا ہی فریق ثانی کی طرف سے جو پرچہ اول کے بعد نکلا ہے وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔لہذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا نقل کرنا عبث اور فضول اور بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا ہے اور ان کے نقل میں خلاصہ واختصار واجب ہے۔اس خلاصہ سے ناظرین اس رائے کی تصدیق کریں گے اور خود بخود جان لیں گے کہ اس بحث کو فریقین نے بلا فائدہ طول دیا۔اور اصل بحث سے خروج کیا۔اور وہ اس خلاصہ کو پڑھ کر اس کے متعلق اسلامی

ریویو کے منتظر نہ رہیں گے۔ ومعہذا ہم اس خلاصہ پر بھی ریویو کریں۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی۔قادیانی: مرزا قادیانی نے پرچہ اول ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں صفحہ ۲ سے ۵ تک اصول دلائل پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔ پھر صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ آدم کا بغیر باپ پیدا ہونا فریقین کے نزدیک مسلّم ہے۔ پھر صفحہ ۶ میں کہا کہ استقراء تام کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہیں آتا کیونکہ فریقین کی کتاب سے ثابت ہے کہ خدا تعالی نے جیسا زمین آسمان کو پیدا کیا ہے ویسا ہی اس کی مثل پیدا کر سکتا ہے۔اوراس کی قدرت اور قوت جو استقراء سے ثابت ہے اس حد تک ختم نہیں ہوئی۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے کہ جو پیش گوئیاں ڈپٹی آتھم نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہیں وہ زبردستی ان پر لگائی جاتی ہیں۔ان پیش گوئیوں کو نہ مسیح نے اپنے اوپر لگایا نہ یہودیوں نے ان کو مسیح کے حق میں سمجھا اور نہ ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔آپ پہلے اصل عبرانی زبان میں ان پیش گوئیوں کو نقل کریں پھر ثابت کریں کہ مسیح نے ان کو اپنے اوپر لگایا ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کریں کہ کل مفسرین اور یہودی ان کے یہی معنی کرتے ہیں، تو ہم اس کو قبول کریں گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء فریق ثانی:

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۳ مئی میں اول استقراء کی شرح کا سوال کیا ہے۔ پھر مرزا قادیانی کے اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے، تسلیم کیا۔مگر اس کے ساتھ یہ ضمیمہ لگایا ہے کہ الہام کو سمجھنے کے لئے عقل ایسی ہے جیسے آنکھ کیلئے خارجی روشنی۔ پھر کہا ہے ان پیش وئیوں کے معنی سمجھنے کیلئے یہودیوں کا اتفاق کیوں مانگا جاتا ہے؟ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہیں جس لفظ پر آپ گرفت کریں گے، پیش کیا جائے گا۔ پھر کہا ہے پہلے نوشتوں میں یہ پیش گوئیاں مسیح پر لگائی گئی ہیں اور اس پر متی ۲۶ باب ۱۳، یسیعاہ ۶ باب ۱تا۱۲۔ بمقابلہ یوحنا ۱۲ باب ۴۰۔۴۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور ۸ سطروں کو ناحق سیاہ کیا کیونکہ ان حوالہ جات میں سے عہد عتیق سے ایک بھی ایسا نہیں جس میں الوہیت کا ذکر یا اشارہ ہو۔اور جدید سے جو اس الوہیت کا متضمن ہے اس کا ذکر پہلے پرچہ میں ہو چکا ہے۔اور پھر پرچہ ۲۵ مئی میں مفصل ہوگا، یہاں اس کا مجمل ذکر فضول ہے۔اخیر میں کتاب اللہ کے کمال اور نجات کی بابت سوال کیا ہے اور ایک اجنبی بحث کو چھیڑ دیا اور

قادیانی کو اس میں تطویل کرنے اور اصل بحث سے نکل جانے کا خوب موقع دے دیا۔

اس کے جواب میں قادیانی پرچہ دوم ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء میں خوب کھل کھیلا ہے اور کہیں کا کہیں نکل گیا۔

اس جواب میں قادیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

۱۔ڈپٹی آتھم جسم کو صرف مظہر اللہ جانتے ہیں اور اللہ روح کو جانتے ہیں تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ ہم مسیح کو خدا جانتے ہیں۔

۲۔جسم کسی شخص کا اسکا جزء نہیں ہوتا کیونکہ وہ چند برس کے بعد بدل جاتا ہے اور ایک نیا جسم آجاتا ہے۔تو مسیح کا پہلا جسم جس کے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا کفارہ نہ ہوا اور کسی کام نہ آیا۔

۳۔اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالی ہے تو مظہر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔کیا ہم انسان کو مظہر انسان کہہ سکتے ہیں۔

۴۔اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی تو اس کا ثبوت دیں کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قانون قدرت سے روح حاصل نہیں کی،جس طرح انسان حاصل کرتے ہیں۔

۵۔خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ایک صفت بھی باقی رہ جائے تو اس پر خدا کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ پھر خدا تین کیونکر ہوگئے۔تفریق ناموں کی چاہتی ہے کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو۔مگر جب عیسائی مان چکے ہیں کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

۶،جھاڑی کی جو تمثیل پیش کی گئی ہے اس کی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہاں آیا ہے کہ یہ آواز کہ: میں تیرا رب ہوں،آگ سے آئی تھی۔

۷۔قرآن میں اس موقع پر کہاں کہا ہے کہ میں اسحاق،ابراہیم کا باپ ہوں۔

۸۔تورات میں یک تن،یک من کی تشریح کہاں ہے۔

۹۔اگر مسیح کو ابن اللہ کہنے سے یک تن ہونا نکالا ہے،تو اور انبیاء اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں جن کو خدا کہا گیا ہے دیکھو یوحنا ۱۰۔باب ۳۵،۔

۱۰۔ابن اللہ سے بڑھ کر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیش گوئیاں پیش کی گئی ہیں وہ ہماری شرط کے

موافق نہیں ۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں ۔ نہ حضرت مسیح نے ۔ بلکہ حضرت مسیح نے ان کو صاف رد کر دیا ہے چنانچہ یوحنا ۱۰ ۔ میں ہے ۔

My father which gave them to me, is greater than all, and no man is able to pluck them out of my Father's hand.

I and my father are one.

Then the Jews took up stones again to stone him.

Jesus answered them many good works have I shewed you from my Father, for which of those works do you stone me?

The Jews answered him, saying, for a good work we stone thee not; but for blasphemy; and because that thou, being a man, makest thyself God.

Jesus answered them, 'Is it not written in your law, I said, Ye are gods?

If he called them gods, unto whom the word of God came, and the scripture cannot be broken .

Say ye of him, whom the father hath sanctified, and sent into thw world, Thou blasphemest; because I said, I am the Son of God? (John 10: 29-36 KJV)

اس کے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم نے پرچہ اول ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں اول قادیانی کے اس امر کو تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقراء سے مستثنیٰ ہے، خوشی ظاہر کی ہے ۔ پھر قادیانی کے سوال اول کے جواب سے سکوت اختیار کر کے اس کے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو مسیح نہیں کہتے، اس کو مظہر اللہ کہتے ہیں، یعنی جائے ظہور اللہ ۔ لہذا اس کا قائم و دائم رہنا کفارہ ہونے کیلئے ضروری نہ تھا ۔

پھر اسکے تیسرے سوال کے جواب میں کہا کہ انسان میں تین چیزیں (جسم، جان، روح) علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ مسیح کا خدا یا مظہر اللہ ہونا ان ساری چیزوں سے علیحدہ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے ۔

پھر اس کی چوتھی بات کے جواب میں کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح قانون قدرت کے موافق پیدا نہیں ہوئی تاہم وہ خلقت میں مساوی ہے ۔ اور ایک روح دوسری روح سے حاصل نہیں ہوتی ۔ پھر کیوں کہا کہ

مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیوں نہ کہیں کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسوا اس کے الوہیت سے اس کو علاقہ نہیں۔ ہم بار ہا کہہ چکے ہیں کہ مظہر اللہ ماسوا انسانیت ہے۔

پھر بجواب سوال پنجم کہا ہے: تثلیث ایک صورت میں ایک ہے دوسری صورت میں تین جیسے بیحدی اور بے نظری ہے کہ ان میں ایک مثل بیحدی قائم فی نفسہ ہے دوسری مثل بے نظیری لازم وملزوم۔

پھر جواب سوال ششم قادیانی کے سورہ قصص، سورہ ق، سورۃ طٰہ سے جھاڑی سے یہ آواز آنا کہ: میں تیرا رب ہوں، نقل کر کے قادیانی کو شرمندہ کیا۔

پھر بجواب سوال ہفتم قادیانی اپنی غلطی کو مان کر یہ کہا ہے کہ یہ ذکر توریت میں ہے، نہ قرآن میں۔

پھر بجواب سوال ہشتم قادیانی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استنباط واجتہاد ہے، توریت میں یہ صریح الفاظ نہیں ہیں۔

پھر بجواب سوال نہم ودہم قادیانی کہا ہے کہ کسی نبی کے حق میں وہ الفاظ نہیں کہے گئے جو مسیح کے حق میں کہے گئے ہیں۔ اور ذکریا ویسیعاہ یرمیاہ کے مذکورہ بالا کا اعادہ کیا ہے، اور کہا یوحنا ۱۰ باب ۲۵ میں مسیح نے تو ان پیشگوئیوں سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیوں کی دہان بندی کی۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں پہلے استقراء کی وہ شرح کی جو اس کے پرچہ اول سے منقول ہو چکی ہے۔ پھر ڈپٹی آتھم سے اس قاعدہ کو تسلیم کرنے کو نقل کیا ہے کہ الہام اپنی شرح آپ کرے مگر اس ضمن میں ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگا دی ہے جو ان کے کلام سابق میں پائی نہیں جاتی (گو اس پر ڈپٹی آتھم کا سکوت کرنا اس کا اس کو قائل بناتا ہے) وہ یہ کہ آپ کے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے۔ پھر اس بات پر ان کو وہ الزام دیا ہے جو قبل ازیں قادیانی کلام سے نقل ہوا۔ پھر انجیل یوحنا باب ۱۰ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے:

میرا باپ جس نے انہی مجھے دیا ہے سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی انہیں میرے باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں لے سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے

لئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لئے نہیں بلکہ اس لئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے۔اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔جب کہ اس نے انہیں، جن کے پاس خدا کا کلام آیا، خدا کہا۔اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو۔تم اسے جسے خدا نے مخصوص کیا، اور جہاں میں بھیجا ہے، کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا، میں خدا کا بیٹا ہوں۔،

پھر کہا، اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض اور خیال تھا کہ مسیح اپنے تئیں خدا کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔اس کے جواب میں حضرت مسیح نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھ میں کوئی بات زیادہ نہیں۔دیکھو تمہارے حق میں تو خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے۔اب ظاہر ہے کہ اگر مسیح درحقیقت اپنے تئیں ابن اللہ جانتے تو اس بحث اور پرخاش کے وقت مرد میدان ہو کر صاف کہتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں اور وہ تمام پیش گوئیاں پیش کر دیتے جو ڈپٹی صاحب نے پیش کی ہیں۔اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو میں تو بموجب فلاں وفلاں پیشگوئی قادر مطلق بھی ہوں۔خدا کا ہمتا بھی ہوں۔کون سا مرتبہ خدائی ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔

آخر میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ یہودیوں کا اتفاق اس لئے طلب کیا گیا ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ فقیہہ وفریسی موسیٰ کی گدی پر ہیں، وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں وہ عمل میں لاؤ، ولیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں انجیل کی فضیلت وکمال اسی انجیل کے حوالوں سے بیان کی جس کو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔پھر مرزا قادیانی کے معنی استقراء کو تسلیم کر کے کہا ہے کہ مسیح کا مقدمہ اس سے مستثنیٰ ہے جس پر پیش گوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں۔مزید براں مسئلہ کثرت فی الوحدت عہد عتیق میں موجود ہے۔

اول پیدائش باب ۱ آیت ۲۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورتوں اور اپنی شکلوں پر بنادیں۔ اور پیدائش ۳ باب۔آیت ۲۲ میں کہ انسان نیک وبد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا ہے۔پھر یہو

دیوں سے اور سر سید احمد خان سے جا لپٹے ہیں اور ان کی تاویل کی عدم صحت کے مظہر ہوئے۔ پھر کہا، الوہیت مسیح ادراک سے باہر ہے اور ہم نے اس کا امکان عقل سے ثابت کر دیا ۔

آخر میں یوحنا باب ۱۰ کا وہی جواب دیا جو پہلے پرچہ ۲۳ مئی میں دے چکے ہیں۔

And God said, 'Let us make man in our image. (Genesis 1:26)

So God created man in his own image, in the image of God created he him; male and female created he them. (Genesis 1:27)

And the Lord God said, behold, the man is become as one of us, to know good and evil. (Genesis3:22)

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے جس کو اصل سوال الوہیت سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی میں ایک فہرست پیش کی ہے جس میں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۶ سے نقل کیا ہے:۔

اس کے دنوں جوڈا نجات پاوے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا اور اس کا یہ نام رکھا جاوے گا، خداوند ہماری صداقت اصل میں ہے۔ یهودا صد قنیو ۔

پھر یسیعاہ ۷ باب ۱۴ سے نقل کیا ہے:

دیکھو کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام ایمانوایل رکھیں گے۔ تم منصوبہ باندھو پھر وہ باطل ہو گا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

Behold, the days come, saith the Lord, that I will raise unto David a righteous branch, and a king shall reign and prosper, and shall execute judgement and justice in the earth. In his day Judah shall be saved, and Israel shall dwell safely; and this is his name whereby he shall be called, the Lord Our Righteousness. (Jeremiah 23:5-6. KJV)

Therefore the Lord himself shall give you a sign: behold, a virgin shall conceive, and bear a son and shall call his name Im-man-u-el.

Butter and Honey shall he eat, that he may know to refuse the evil and choose the good

(Isaiah:14-15)

اوراس کی تائید میں چند حوالے اوردیئے ہیں۔ پھر مسیح کے چند لازمی صفات سے اس کی الوہیت ثابت کی ہے اوراس پر عہد جدید کا حسب تفصیل ذیل حوالہ دیا ہے:

اول ازلیت۔ اس کے ثبوت میں یوحنا ۱ باب سے یہ عبارت نقل کی ہے:

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

(John1:1-3)

اور یوحنا ۸ باب ۵۸ سے نقل کیا ہے۔:

یسوع نے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہو، میں ہوں۔

اور مکاشفات ا باب ۸ سے نقل کیا ہے کہ:

میں الفا اور اومیگا، اول آخر، جو ہے اور تھا، اور آنے والا قادر مطلق ہوں۔

I am Alpha and Omega, the beginning and the ending, saith the Lord, which is, and which was, and which is to come, the Almighty (Revelation 1:8)

دوم خالقیت: اس کے ثبوت میں یوحنا ا باب ۳۔۴ سے نقل کیا ہے:۔

سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔

سوم: محافظ کل ہستی۔ اس کے ثبوت میں فلسی ا باب ۱۷ سے نقل کیا ہے:

وہ سب سے آگے ہے اور اس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

چہارم: لاتبدیل۔ اس کے ثبوت میں عبرانی ۱۳۔۸ سے نقل کیا ہے:

یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک ایکسان ہے۔

پنجم: ہمہ دانی۔اس کے ثبوت میں مکاشفات ۲۔۲۳ سے نقل کیا ہے:

میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلوں اور گردونگا جانچنے والا ہوں اور میں تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دونگا۔

ششم: حاضر وناظر۔(مکانی)۔اس کے ثبوت میں متی ۱۸۔۲۰ سے نقل کیا ہے:۔

جہاں دو یا تین میرے نام پر اکھٹے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔(زمانی) اس کے ثبوت میں متی ۲۸۔۲۰۔ یوحنا ا۔۲۵ کا صرف حوالہ دیا ہے۔

ہفتم: قادر مطلق۔اس کے ثبوت میں یوحنا ۵۔۲۱ سے نقل کیا ہے:

جس طرح باپ مردہ اٹھاتا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے جلاتا ہے۔

اور مکاشفات ا۔۸ سے قول سابق الذکر نقل کیا ہے۔

ہشتم: جس کو خوش بیانی سے سوم قرار دیا ہے۔المسیح مالک کل ہے:

اس کے ثبوت میں رومی ۱۴ باب ۹ سے نقل کیا ہے کہ:

مسیح اس لئے ہوا، اور اٹھا اور جیا کہ مردوں اور زندوں کا بھی خداوند ہوا۔تمطاؤس ۶۔۱۵، اعمال ۱۰۔۲۶ وغیرہ۔

نہم (یابقول آتھم چہارم): مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہے: اس کے ثبوت میں متی ۲۸، ۱۸ سے نقل کیا ہے کہ:

یسوع نے پاس آکر اسے کہا کہ آسمان وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا ہے۔

دہم (یابقول آتھم پنجم) المسیح کی پرستش: اس کے ثبوت میں متی ۲۔۱۱ وغیرہ کو پیش کیا ہے

یازدہم (یابقول آتھم ششم): المسیح سے دعا مانگی جاتی ہے: اس کے ثبوت میں اعمال ۷۔۵۹ وغیرہ کو پیش کیا ہے۔

دوازدہم (یابقول آتھم ہفتم): المسیح دنیا کی عدالت کرے گا: اس کے ثبوت میں متی ۱۶۔۲۷ سے نقل کیا

ہے:

مسیح ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

سیزدہم (یا بقول آتھم ششم): المسیح گناہ بخشتا ہے اس کے ثبوت میں متی ۹۔۶ سے نقل کیا: ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔

چہاردہم (یا بقول آتھم نہم): مسیح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اس کے ثبوت میں مکاشفات ا۔ اور متی ۱۳۔۴۱ پیش کیا ہے۔

ان حوالہ جات وعبارات کو نقل کرنے کے بعد ڈپٹی آتھم نے ایک نوٹ کے ضمن میں کہا ہے کہ اگر مسیح محض انسان ہوتا تو صفات مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہوسکتی ہیں اس پر کس طرح عائد ہوسکتیں۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی پرچہ دوم ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ یہ پیش گوئیاں میری شرط کے موافق نہیں۔ میری شرط یہ تھی کہ پہلے الہامی کتاب سے دعوی الوہیت پیش کیا جاوے پھر عقلی دلائل سے ان کا ثبوت دیا جاوے اور پیش گوئیاں عقلی دلائل نہیں، بلکہ خود دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں۔ اسکے بعد وہی پرانا قول مسیح کا یوحنا باب ۱۰ سے نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسیح نے اپنی الوہیت سے صاف انکار کیا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ مسیح خدا یا خدا کا بیٹا ہوتا تو یہودیوں کے جواب میں بقول ڈپٹی آتھم ڈر نہ جاتا اور تقیہ نہ کرتا بلکہ صاف الوہیت کا مدعی ہوتا اور اسکے ثبوت میں پیش گوئیاں پیش کرتا۔ اور دوسرا ثبوت اپنی الوہیت کا یہ پیش کرتا کہ میں نے فلاں چیز پیدا کی ہے۔ اسکے بعد ان پیش گوئیوں کے مقابلہ ومعارضہ میں چار مقام انجیل کے پیش کئے ہیں

اول وہ مقام جس میں مسیح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

دوم وہ مقام متی ۱۹۔۱۶ جس میں آپ نے اس شخص کو جس نے آپ کو نیک فرمایا تھا، فرمایا ہے کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا۔

سوم وہ مقام متی ۲۰۔۲۰ جس میں آپ نے بہشت کے دائیں بائیں بیٹھانے کی درخواست کے جواب میں فرمایا کہ اس میں میرا اختیار نہیں۔

چہارم وہ مقام متی ۴۶۔۳۸ جس میں آپ کا صلیب سے بچنے کیلئے رو رو کر دعا کرنا پایا جاتا ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ آپ نے حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی جیسے عام انسان مصیبتوں کے وقت مسجدوں میں جا کر دعائیں کراتے ہیں، مگر وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر کہا اس سے وہ تمام پیش گوئیاں ردّ ہو گئیں۔

آخر میں قادیانی نے یہ کہا کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو اس سے نشان طلب کریں۔ اور میں خدا تعالی سے (جو در حقیقت قادر مطلق ہے نہ بگفتن اور وہ مجھ سے بالمقابلہ نشان دکھانے کا وعدہ کر چکا ہے) طلب کرتا ہوں۔ اگر بالمقابلہ میں نشان دکھانے سے قاصر رہا، یا آپنے بھی میرے مقابلہ میں کوئی نشان دکھا دیا تو میں ہر ایک سزا اپنے اوپر اٹھالوں گا۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا اور بعض جونئی لکھیں وہ اصل مدعا سے اجنبی لکھیں۔

اول یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا۔ اس میں اس قدر بڑھا دیا کہ یہ جواب اپنی انسانیت کی نظر سے دیا تھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی انسانیت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے نبی خدا کہلائے۔

پھر کہا کہ وہ اپنی انسانیت میں بھی مخصوص اور مرسلہ شخص تھا جس کے معنی الوہیت کے کئے گئے ہیں۔

پھر کہا کہ اس نے جو قیامت اور بہشت کے دائیں بائیں بٹھانے کے اختیار کی نفی کی ہے اس کے انسان ہونے کی نظر سے ہے۔ اور ایسے ہی نیک ہونے کی اور اکیلے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اس شخص کے خطاب میں دیا جو اس کو نیک نہ سمجھتا تھا۔

پھر کہا کہ قرآن کا راہ نجات میں کمال کیونکر ہے۔

کہا کلمہ توحید سے حصول نجات ناممکن ہے، شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کہتا تھا

اور کہا کہ صداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ پیش گوئیاں جو خود صداقت و دلائل ہیں، محتاج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔

پھر کہا کہ مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اس نے بنایا۔

مسیح یہودیوں سے ڈر نہیں گیا بلکہ ان کے غصہ کو فرو کیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور طرح پر نہ ہو سکتے تھے۔

اور کہا کہ خدا کا باپ ہونا متی سے ثابت ہے:

خدا محبت ہے۔ یوحنا ۳۔ ۱۶۔ خدا روح ہے۔ یوحنا ۴۔ ۲۴۔

اور کہا کہ کثرت فی الوحدت توریت میں صاف لکھی تھی اور اس پر آیات منقولہ سابق کا حوالہ دیا۔

اور کہا فریسی اور فقیہوں کے حق میں مسیح کے قول کے (جو قادیانی نے پرچہ ۲۴ مئی میں دیا ہے) یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ مخالف توریت ہیں۔

اور کہا کہ بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ اول ۲۶ مئی میں کمال ونجات کی طولانی اور اجنبی بحث کی ہے اور اس کا ثمرہ نجات یافتہ سے نشان نمائی وصدور کرامات قرار دیا ہے۔ اور اس میں اپنے مخاطب سے چیلنج (طلب موازنہ ومقابلہ) کیا اور کہا کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھاویں یا اپنے عجز کا اقرار کر کے مجھ سے نشان طلب کریں۔ مجھے خدا تعالی نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے میں ضرور نشان دکھاؤنگا اور آپ پر فتح پاؤنگا۔

عبداللہ آتھم نے اس کے جواب میں پرچہ ۲۶ مئی یوحنا باب ۱۰ کا وہی پرانا جواب دیا ہے کہ مسیح نے یہودیوں کو یہ کہا تھا کہ میں انسان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں۔ اور کہا ہے کہ اس جواب کی نسبت یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلاں فلاں پیش گوئی میں ہے،۔ خدا کی کلام میں چون وچرا کرنا ہے۔ اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا نے دو آنکھیں پیشانی کے پیچھے کیوں نہ لگا دیں۔

پھر کہا کہ قادیانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعا چاہی۔

پھر کہا کہ نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنے اندر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ لیکن جناب کو اس پر ناز ہے تو آپ نشان دکھاویں۔ یہ تین شخص پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک اندھا، ایک لنگڑا، ایک گونگا۔ آپ ان کو اچھا کر دکھائیں۔ اور خلق خدا پر رحم کریں اور اپنا چیلنج پورا کریں۔

پھر کہا کہ نجات کے بارہ میں جو آپ نے کہا ہے اس کی پڑتال ہم آئندہ کریں گے کیونکہ اس کا موقعہ وہی ہے، جب ہمارے حملے شروع ہوں گے (اس قول میں ڈپٹی آتھم نے صاف اقرار کیا کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ نہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا۔ اور پرچہ ۲۳، و ۲۶ مئی میں کیوں اس کی بابت سوال کیا اور قادیانی کو خروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا)۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دوم ۲۶ مئی میں پھر مسیح کا قول یوحنا باب ۱۰ سے پیش کیا۔ اور لفظ مخصوص اور مرسل کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ موسیٰ اور ہارون کے حق میں کہے گئے ہیں اور اس پر چند حوالے دیئے۔

پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحیوں کے لئے حضرت عیسیٰؑ نشان قرار دے گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چنگا ہو جائے گا۔ اور حضرت مسیح یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بناء علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماروں پر ہاتھ رکھ کر انکو چنگا کر دیں۔ ورنہ رائی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پھر کہا کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہماری یہ نشانی مقرر نہیں کی۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرما دیا ہے قل انما الآیات عند اللہ (یعنی ان کو کہدے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں)۔ جس نشان کو خدا چاہتا ہے اس کو ظاہر کرتا ہے۔

(یہاں تو یہ تصریح ہے اور کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۵۔ ۶۷ وغیرہ میں اہل کمال کیلئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا دعویٰ کیا۔ صفحہ ۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی ومقتدی نبی ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔ محمد حسین)

اور کہا حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھانے سے عاجز رہے،

مرقس ۱۸۔ میں ہے کہ اس نے فریسیوں سے آہ کھینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔

یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہے تو صلیب سے اتر آوے، مسیح نہ اتر سکے۔

متی ۱۲۔ ۳۸ میں ہے کہ اس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جاوے گا۔

اور کہا کہ خدا تعالی نے مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نشان ہوگا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہوگا۔ معلوم نہیں کہ کس طور کا ہوگا۔ اگر میں اس میں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیح بھی نہیں دکھا سکے، بلکہ سوال کرنے والوں کو گالیاں سنا دیں تو میرے نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے (کتاب دافع الوساوس میں اس کفر کا آپ دم مار چکے ہیں۔ محمد حسین)

اس کے جواب میں آتھم نے پرچہ ۲۷ مئی میں پہلے راہ نجات ونشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پر ملتوی کیا (اب آپ کو سوجھا کہ اس اجنبی بحث کو ہم نے بے وقت چھیڑا تھا۔ محمد حسین)۔

پھر قول یوحنا باب ۱۰ کی نسبت کہا کہ ہم اس کا جواب بار ہا دے چکے ہیں۔ اس کا اعادہ وتکرار کیوں چلا جاتا ہے۔

پھر لفظ مخصوص ومرسل کے بحق غیر مسیح ماننے جانے سے انکار ظاہر کیا۔

پھر کہا کہ عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ کی علامت محبت ہے اور اس پر اعمال ۸۔ ۱۴؛ اول قرنطی ۱۳ کا حوالہ دیا۔

پھر کہا کہ مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ خاص کر بد اور حرامکار لوگوں کو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو مزید نشان مانگتے تھے، نشان دکھانے سے انکار کیا۔

پھر کہا کہ حرام کار کو بد اور حرام کار کہنا گالی نہیں۔ آپ ایک معصوم نبی کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے۔

اس کے جواب میں قادیانی پرچہ ۲۷ مئی میں وہی پرانا رونا رویا ہے کہ میرے سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا۔ شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعوی الوہیت مسیح پیش کیا جاوے، پھر اسی انجیل سے اس

کے عقلی دلائل نکالے جائیں ۔مگر ڈپٹی صاحب نے ایسانہیں کیا۔ بلکہ بجائے دلائل عقلیہ، انجیل ہی کی چند پیشگوئیوں کو، جوخود دعاوی ہیں، نہ دلائل، پیش کردیا ہے ۔ایسے دعاوی تو ہندوبھی اپنے پرانوں اورشاستروں سے پیش کرتے ہیں اوران سے برہما، بشن، مہادیو، کی الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ پھرجب ان کے نقلی دلائل سے برہما، بشن، مہادیوکی الوہیت ثابت نہ ہوئی توان پیش گوئیوں سے مسیح کی الوہیت کیونکرثابت ہوسکتی ہے۔

پھرانجیل یوحنا باب ۱۰ سے قول پیش کیا۔اوراس سے مسیح کا انکارالوہیت نکالا جوقادیانی کی کلام سابق میں نقل ہوچکا ہے۔

پھران پیش گوئیوں کے مقابلہ میں چندآیات قرآن کوپیش کیاجن میں یہ بیان ہے کہ یہود ونصاری کے معبودعزیروں مسیح واحبارورہبان لائق عبادت نہیں ہیں، یہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں

پھراس کے بیچ میں محض اجنبی بات یہ بھی کہدی کہ مسیح نے کہاہے کہ روح حق آوے توتمہیں سچائی کی راہ بتاوے اوراس سے آنحضرتﷺ مرادہیں نہ روح القدس۔

پھرڈپٹی آتھم کے اس بات کا کہ، چاندسورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے، یہ جواب دیاہے کہ یہ دعوی ہے نہ کہ دلیل۔

پھرعیسائیت میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا ۱۴۔۱۲ سے نقل کیا کہ جومجھ پرایمان لاتاہے، جو میں کام کرتاہوں وہی کام کریگا۔پھراس کی دستاویز سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا۔

پھرکہا کہ مسیح نے اگرخاص لوگوں کونشان دکھانے سے انکارکیا تھا جودیکھ چکے ہیں تومیں بھی تم کو ایک نشان دکھاچکاہوں جس کانورافشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں ذکرہے (یعنی پھرمجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تومیں بھی انکارکرسکتاہوں جیسا کہ مسیح نے کیاتھا)۔

پھراخیرمیں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کوتیارہوں صرف درخواست اورتحریرشرائط کی دیرہے

پھرگالی دینے کا یہ جواب دیاہے کہ یہ الزامی جواب ہے۔آپ ہی کے مذہب کے موافق کہا گیاہے ۔میں حضرت مسیح کوسچانبی مانتاہوں۔

اس کے جواب میں قادیانی کے دوسرے خصم ڈاکٹرایچ ایم کلارک، ڈپٹی آتھم کی بیماری کی علت

سے میدان میں آئے اور انہوں نے بھی اپنے پرچہ اول ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں کئی پرانی باتیں آتھم کی کہی ہوئی کہیں ۔اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں ۔

اول آپ لکھتے ہیں ۔المسیح اور رام چندر، اور جلالی انجیل اور ہندوؤں کی کتابیں یکساں نہیں ۔ایسی تشبیہ گناہ ہے۔

۲۔مدعیان الوہیت اگر جھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا، جیسے کھوٹے روپئوں میں کھرا بھی ہوتا ہے۔

۳۔پیش گوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود صداقتیں ہیں نہ دعاوی۔ان کو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں ۔خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

۴۔ان سب پیش گوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئی دفعہ لگایا ہے۔دیکھو متی باب ۲۳۔۴۱۔یوحنا ۵۔ ۲۹۔متی ۱۱۔۱۰ وغیرہ۔

۵۔یوحنا باب ۱۰ کا جواب کئی بار دیا گیا ہے۔معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا۔مسیح نے الوہیت کا دعوائے پختہ کیا آپ نے فرمایا ہے:

ابتدا میں کلام تھا۔کلام خدا کے ساتھ تھا۔کلام خدا تھا۔کلام مجسم ہوا۔جس کے پاس کلام پہنچا اس کا اتنا درجہ ہوگیا تو تم کلام مجسم کو کہتے ہو، کہ کفر بکتا ہے۔

۶۔لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے ان کا پتہ ندارد ہے۔لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا۔

یوحنا ۱۶۔۱۸ میں ہے: میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں ۔

۷۔مسیح نے جو یوحنا ۱۰ میں کہا ہے اس کی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا، یوں کیوں نہ کہا ،اس بزرگ نبی سے اپنے آپ کو دانا کہنا ہے۔

۸۔بموجب یوحنا باب اول مسیح نے سب کچھ بنایا، آپ نہیں مانتے تو انجیل کو جھوٹی کہیں

۹۔مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا۔

۱۰۔رائی کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونیکے دعوی میں آپ نے ہمارے سر پر پشمینہ میں لپیٹ کر جوتی چلائی ہے۔اس باب میں جو آپ نے مرقس باب ۱۶ پر بنیاد قائم کی وہ خام ہے۔اس میں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آئندہ کے لوگوں کے لئے۔مسیح نے صاف کہد یا ہے کہ دائمی نشان جس سے دنیا جانے گی کہ تم میرے ہو، نہ کرامات ومعجزہ پر، محبت ہے۔دیکھو یوحنا ۱۳: ۳۴۔۳۵۔یوحنا ۱۲۔۱۴ میں مسیح حواریوں سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے۔

۱۱۔معجزہ ونشان ابتدا میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں نہ ہمیشہ کے لئے کیونکہ جو شئے ایک دفعہ کامل کی گئی اس کو دوبارہ کامل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے۔اس وقت بھی انہوں نے یونس نبی کا معجزہ دکھانے کا وعدہ کیا تھا۔

۱۳۔مسیح کے صلیب سے اتر نہ آنیکی وجہ یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے، وہ ایمان نہ لاتے۔

۱۴۔انسان کا بدن چار سال بعد تبدیل نہیں ہوتا بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے۔آپ کے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہیے کہ سات برس کے بعد شوہر اپنی بیوی کا خاوند نہ ٹھہرے، نہ باپ بچوں کا والد۔جب سات برس گذر جائیں دوبارہ نکاح رجسٹریاں کرائیں

مرزا قادیانی نے پرچہ ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں اکثر پرانی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جونئی کہیں وہ اجنبی اور فضول کہیں۔اولاً آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن نفی کرتا ہے۔پھر اس مضمون کی چند آیتیں اور نقل کیں۔

۲۔یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا بن کر آنیوالا ہے باوجودیکہ وہ ان پیش گوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے جن سے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی ہے کسی نے ان کے وہ معنی نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں۔وہ سب کے سب متعصب نہ تھے۔

۳۔توریت خروج ۲۹ باب ۳ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ۔اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اس کی بات نہ سنو۔

۴۔مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں۔یوحنا۱۷۔۳۔

۵۔بھیجا کا لفظ توریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خدا تعالی کسی بندہ کو نبی بنا کر بھیجے۔عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں۔

۶۔عیسائیوں میں سے فرقہ یونی ٹیرین (unitarian) مسیح کو خدا نہیں مانتے۔کیا وہ انجیل کو نہیں مانتے،یا ان پیش گوئیوں سے واقف نہیں۔

۷۔خود مسیح نے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تئیں خدا کہنے میں دوسروں کا ہم رنگ قرار دیا ہے اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں دی۔

۸۔مسیح نے کہا ہے کہ پیش گوئیوں کے معنی وہ کرو جو یہودی کرتے ہیں۔

۹۔آپ کے معجزات دوسرے نبیوں سے کم ہوئے ہیں بوجہ اس تالاب کے جس کی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی۔

۱۰۔عقل بھی ان نامعقول خیالات کے مخالف ہے۔پھر اسقدر حملے اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت مسیح کیلئے ایسا ثبوت دینا چاہیے جس میں کوئی اختلاف نہ کرسکتا۔

۱۱۔یہ پیشگوئیاں ایسی نہیں،ان کی بابت اول یہودیوں سے فیصلہ کیجئے۔پھر یونی ٹیرین سے،پھر مسلمانوں کے سامنے ان کو پیش کیجئے۔

۱۲۔نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں حواریوں سے مخصوص ہے تو چاہیے کہ تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جس کی اخلاقی تعلیم میں حواری ہی مخاطب تھے۔

۱۳۔اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانے کا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور اسی کو پورا فیصلہ ٹھہرایا اور کہا عیسائی مذہب کیوں بے پھل ہے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔

اس کے جواب میں ڈاکٹر کلارک نے پرچہ دوم ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی باتیں کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں۔

اول آپ کہتے ہیں کہ یہودی گمراہ اور سنگ دل تاریکی کے بیٹے پیش گوئیوں کا فیصلہ ان کے سپرد کیوں ہوتا ہے۔

۲۔ یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں۔(عیسائیو! کیا ڈاکٹر کلارک کا یہ قول حق ہے؟ محمد حسین)۔

۳۔ایسی دلیل پیش کرنے سے جس میں کسی کا شک واختلاف نہ ہو خدا بھی عاجز ہے۔خدا کے وجود سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز روشن نہیں، ہزاروں احمق اس میں بھی اختلاف کرتے ہیں

۴۔عیسائی مذہب کو بے پھل کہا ہے۔اس میں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ پہلے تو آپ کا دعوی پیغمبری سنا جاتا تھا، اب آپ دعوی الوہیت کرنے لگے۔دلوں کی باتیں بتانے لگے

۵۔اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اس کے مساوی ہو گئے۔اس لئے میں محمدی توحید کا قائل نہیں۔اس کو تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے۔اس وحدانیت کا کونسا امر سمجھ سے باہر ہے ولیکن کثرت فی الوحدت ایک مسئلہ ہے۔تو نہ اس کا سمجھنے والا پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ذات الہی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کی جاتی ہے نہ عقل سے اس کی تردید کی جاسکتی ہے۔

۶۔صحیح تعلیم اللہ کی کتابوں کی یہی ہے کہ تین اقنوم اور ایک خدا تعالی ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور تم نے اس کا نام عمانوایل رکھنا۔فرشتوں کی گواہی، حواریوں کی گواہی، روح القدس کبوتر کی شکل میں اتر آئے۔دشمنوں نے بھی گواہی دی۔انجیل میں سب گواہیاں موجود ہیں۔

۷۔نشان جھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔استثنا ۱۳۔۱و۲۔نیز مرقس ۱۳۔۲۲ بایں ہمہ آپ نے دعوے کر کے کچھ نہ دکھایا اور تاویل کر کے ٹال گئے۔

۸۔ہم نے امور ذیل کا اثبات کیا اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا۔۱۔آپ کے استقراء کا یہ جواب کہ مسیح کا رسالت لے کر دنیا میں آنا مستثنی ہے۔۲۔الوہیت مسیح کا عقل سے امکان اور آیات بائیبل سے وقوع ثابت کیا۔۳۔یوحنا باب ۱۰ کا جواب دیا گیا۔۴۔توریت وانجیل سے پیش گوئیاں پیش کی گئیں ہیں ، یہوداصدقنو وغیرہ۔۵۔مسیح کا انسان کامل وخدائے کامل ہونا ثابت کیا۔۶۔علم قیامت وغیرہ سے مسیح کے انکار

کا جوب دیا گیا۔ ۷۔قرآن کی آیات کا جواب کہ ہم اس کو مستند نہیں جانتے۔۸۔مرقس ۱۶ اباب کا جواب دیا گیا ۔۹۔آپ کے دعوی کرامات ونشان نمائی کا جواب دیا گیا۔مگر آپ نے ہمارے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔جو کہا ہیچ ۔۹۔مباہلہ اور نشان نمائی کا جواب یہ ہے کہ لعنت کہنا تو ہمارا مذہب نہیں۔نشان آپ نے خوب دکھایا۔۱۰۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر آپ سے نہ عقلی دلیل کا مقابلہ ہوسکا نہ نقل کا، نہ الہام وکرامت آپ کے کام آئی ۔مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔یہ فتح اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیوں کی ہے۔

یہ حصہ اول مباحثہ اور سوال الوہیت مسیح سے متعلق فریقین کی گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے۔

حصہ دوم مباحثہ میں اور سوال متعلق کفارہ و جبر و اختیار میں جو گفتگو ہوئی ہے اس میں بھی شیر بہادر قادیانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہوکر اس میں کچھ کہنا پڑا۔اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے یہاں خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ ڈپٹی آتھم کے نزدیک حضرت مسیح میں دوروحیں تھیں۔ایک انسانی دوسری خدائی۔اس پر ایک یہ سوال ہے کہ مدبر بدن دوروحیں تو ہو نہیں سکتیں۔پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے،تو پھر مسیح انسان کامل کیونکر ہوئے۔جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا کیونکہ جسم معرض تحلل میں پڑا ہوا ہے۔اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آئی۔دوسرا سوال یہ کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے۔اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے۔

۲۔عیسائیوں کے نزدیک باپ، بیٹا، روح القدس تینوں کامل تھے تو تینوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہیے۔جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہوجاتے ہیں۔

۳۔حضرت مسیح کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے،صرف پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دعاوی ہیں نہ کہ دلائل۔اور یہودی ان کے وہ معنی نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں۔

ڈپٹی آتھم نے اس کے جواب میں پرچہ دوم ۳۰ مئی میں کہا ہے کہ ہم اس مسیح کو جو مرئی ومخلوق ہے، اللہ نہیں کہتے ہیں، بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں اور اس باب میں ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کرچکے

ہیں۔ امکان ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے، جومٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے، جواب دے۔ اس سے کون چیز مانع ہے۔ اور اس سے کون سی صفت الٰہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اس کا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الٰہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اس کو کلام الٰہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے۔

۲۔ مسیح میں دو روحیں نہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خدا تعالیٰ اپنی ہستی سے، بجہت اس کے کہ بے حد ہے، ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے (یعنی وہ روح مظہر اللہ تھی)۔

۳۔ وزنوں کے بیان میں آپ نے لطیف خدا کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے۔ وحدت فی الکثرت کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے، ایک صورت میں تین۔ ایسے ہی اقانیم ثلاثہ، اقنوم اول قائم فی نفسہ ہے باقی دو اقنوم لازم وملزوم۔

۴۔ کلام الٰہی (یعنی پیش گوئیوں) کو آپ دعاوی کہتے ہیں اور ان کے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ اس کے کلام الٰہی ہونے میں متردد ہیں، یقین نہیں رکھتے۔

مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ ۳۱ مئی میں کہا ہے:

۱۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک مسیح کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا اور خدا سے ان کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاص کر وہ مظہر اللہ کیسے ہوئے؟ ایسی مظہر تو ہر چیز ہے

۲۔ روح القدس کے نزول سے وہ مظہر اللہ ہو گئے، تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اوروں پر بھی نازل ہوئی ہے۔

۳۔ آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسیٰ) مجسم خدا تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اترا۔ اقنوم اول خدا تعالیٰ بھی مجسم ہے کیونکہ یعقوب سے کشتی کی۔ یعنی پھر آپ کا خدا کو کثیف نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے۔

۴۔ وحدیت حقیقی و کثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں ایک کو اعتباری کہنا تو آپکا مذہب نہیں

۵۔ مسیح دائمی طور پر مظہر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دائمی تھے تو ان میں دائمی طور پر عالم الغیب و قادر مطلق ہونا پایا جانا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتی ہے۔

۶۔ مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جس میں الوہیت کی آمیزش نہ تھی اور خدا کی روح اس کے ساتھ ایسی رہتی تھی جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسف ؑ میں بھی اس کی روح تھی۔ تو پھر حضرت مسیح اپنی ماہیت کے لحاظ سے کیونکر اقنوم دوم اور خدا ٹھہرے۔

۷۔ تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہوگئی۔

۸۔ وزنوں کی ہم نے ایک مثال دی ہے، سو بھی آپ کی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کی طرف ناحق کھینچ کر لے گئے۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۳۱ مئی میں لکھتے ہیں:

۱۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔

۲۔ ہر سہ اقانیم کا مجسم ہونا آپ نے بہت صحیح نہیں فرمایا تا، ہم مجلس ہونے سے وہ وزنی ہو جاتے (اصل میں ایسا ہی ہے مگر شائد لفظ نہیں، کاتب سے چھوٹ گیا) جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔

۳۔ ہمارا تثلیث کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک، دوسری صورت میں تین۔ اور ان تین میں اس قسم کا علاقہ ہے جیسے بے نظیری بے حدی سے نکل کر زمان و مکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم دو صفات کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقانیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ ہے، دو لازم ملزوم ساتھ اس کے۔

قادیانی نے اپنے پرچہ دوم ۳۱ مئی میں وہی بات کی ہے کہ آتھم نے سوالات و جواب میری شرط کے موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر یک دعوی انجیل سے پیش کیا جائے اور دلائل معقول بھی اسی انجیل سے نکالے جائیں، آپ اس شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں

۲۔ پھر کہا کہ آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول کے وقت سے مسیح مظہر اللہ ہوئے، پہلے مظہر اللہ نہ تھے، اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے مظہر اللہ نہ تھے اور یہ آپ پر اقبالی ڈگری ہے۔ اور ہمارے لئے فتح عظیم ہے۔

۳۔ پھر اس روح القدس کے نزول سے مظہر اللہ ہو جانا بھی دعوی بلا دلیل ہے۔ روح القدس تو

حضرت یحیٰ وزکریا و یوسف و یوشع پر بھی اتری۔ اور کل حواریوں پر اتری تھی۔ پھر چاہیے کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔

۴۔ پھر کہا آپ کا ہر ایک خدا مجسم ہے تو پھر وزنی نہ ہونیکے کیا معنی۔ کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو وزنی نہ ہو۔ مگر شکر ہے آپ نے باپ بیٹے روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے

۵۔ پھر کہا آپ نے کثرت فی الوحدت اور وحدت کے بلحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانے کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کس کو جانتے ہیں، وحدت کو یا کثرت کو۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت مظہریت تب نمودار ہوئی، جب مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے بپتسما پا کر یردن سے نکلے۔ اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں تم اس کی سنو۔ اسی وقت سے وہ مسیح ہیں۔

قادیانی نے اس کے جواب میں پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم کے پرچہ ۳۱ مئی کی اصل عبارت نقل کر دی جس میں صاف تصریح ہے کہ مسیح، نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے، علانیہ تب ہوئے جب روح القدس اترے۔ یہ بات ان کی عبارت سے ہر گز نہیں نکلتی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ دوم یکم جون میں لکھا ہے کہ میں نے تیس برس کے بعد مسیح کا مسیح ہونا بیان کیا ہے، نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے مسیح۔

۲۔ پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنی جائے ظہور اللہ کے ہیں۔ واسطے عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کیلئے آیا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، نہ اسلئے کہ وہ اس وقت اس کے اندر آن کر گھس جائے۔

۳۔ پھر کہا کہ آپ نے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبریل، مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں، اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دو جون میں لکھا ہے کہ ڈپٹی آتھم نے فرمایا ہے کہ بے حدی سے کوئی چیز خالی نہیں، چہ جائے کہ مسیح اس سے خالی رہے۔ یعنی نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر مظہر اللہ روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے

۲۔ پھر کہا کہ تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلہ میں تین چیزوں (یعنی خدا، روح القدس یعنی فرشتہ ورسول) کا ہونا ضروری ہے۔ آپ صاحبوں نے خوش فہمی سے ان کا نام تین اقنوم رکھ لیا۔

۳۔ روح القدس جیسے مسیح پر آئی، ویسے اور نبیوں پر آئی، مسیح میں نئی بات کون سی تھی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۲ جون ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے سے بھی مظہر تھے، بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ رہا۔ مظہر تو وہ تب ہی ہوئے جب مسیح ہوئے۔ یعنی تیس برس کے بعد۔

۲۔ تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے، عقل سے اس کا امکان بتایا گیا، کلام الٰہی سے وقوع

۳۔ بجز مسیح کس نبی پر روح القدس بشکل کبوتر اترے۔ کون سا نبی اس امر میں ان کا مساوی ہے۔

اس کے جواب میں قادیانی نے پرچہ دو جون ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ

۱۔ مظہریت سے پہلے اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل سے اس امر کو ثابت نہ کیا جائے ۔

۲۔ پھر کہا کہ عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا۔ عقل کا فیصلہ ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا داخل تثلیث ہونا روا رکھتی ہے تو اوروں کیلئے یہ بھی امکان واجب کرے گی۔

۳۔ پھر کہا کہ کبوتر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجثہ ہاتھی یا اونٹ کی شکل پر روح القدس نزول کرتے تو اس پر ناز کی جگہ تھی۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم نے پرچہ ۳ جون میں اولاً کہا ہے ،

۱۔جناب نے کلام کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔کلام یعنی اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ کلام مجسم ہوا مگر مظہریت اس کے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔

۲۔پھر کہا کہ آپ تو تثلیث فی التوحید پر بار بار اعتراض کرتے ہیں آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعددہ ثابت کریں۔

۳۔پھر کہا کہ صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔ذات وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔اقنوم شخص معین ہے جو مجموعہ صفات ہے۔اقانیم ثلاثہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شئے قائم فی نفسہ ہے اور دوسری مساوی اسکے لازم وملزوم۔اقنوم اول باپ ہے اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔اور دوسرے اقانیم ابن وروح لازم وملزوم۔

۴۔روح القدس کو قادیانی کے ہاتھی سے نسبت یا تشبیہ دینے پر آتھم نے آنحضرت ﷺ کو سیمرغ سے تشبیہ دی اور آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کی جسکا مظلمہ قادیانی پر ہے۔اس نے آیت لا تسبّو الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً بغیر علم کو پس پشت ڈال کر عیسائیوں کے ایک معبود (روح القدس) کو ہاتھی بنایا تو انہوں نے اس کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کو..... بنایا۔پھر کہا۔

۵۔سوائے خدا کوئی شخص نیک نہیں، مسیح نے اس شخص کو کہا تھا جو مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا۔

In the beginning was the word, and the word was with God, and the word was God.

The same was in the beginning with God.

All things were made by him; and without him was not any thing made that was made.

In him was life; and the Life was light of men.

And the light shineth in the darkness; and darkness comprehended it not (John 1: 1-5)

اس کے جواب میں قادیانی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کے پرچے میں کہا کہ

۱۔آپ کے اس اعتقاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا۔لیجئے حضرت یک نہ شد دو شد۔

۲۔پھر کہا آپ کے اس قول پر کہ اقنوم کے معنی شخص معین کے ہیں اور یہ تین جدا جدا اشخاص ہیں،

اور ماہیت ایک ہے، یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد ماہیت کیونکر ہے۔نظیر بے حدی و بے نظیری کی اس مقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی۔

۳۔ پھر کہا ستون میں خدا بولنے کا امکان ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ستون خدا یا ابن اللہ کہلاوے۔ بلکہ جیسا پہلے تھا ویسا کہلاوے گا۔ نیز ایک ستون میں بولنا دوسرے ستون میں بولنے سے مانع نہیں۔ایک ہی سیکنڈ میں ہزاروں ستون میں وہ بول سکتا ہے۔مگر یہ آپ کے اصول کے برخلاف ہے۔

۴ ۔ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا میری نگاہ میں عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدمؑ کے ماں باپ دونوں نہ تھے۔ آپ برسات آتے ہی ضرور باہر جا کر دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں ۔اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت نکالنا صرف غلطی ہے۔

اس کے جواب میں ڈپٹی آتھم پرچہ ۵ جون میں کہا ہے،

مجسم ہونے سے مظہریت پر ایماء ہے نہ یہ کہ جسم خدا ہے۔۲۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے۔کیا ان دونوں صفات کی ایک ماہیت نہیں۔

اس کے جواب میں قادیانی اپنے پرچہ اخیری ۵ جون ۱۸۹۳ء میں پہلے تو وہی پرانا رونا رویا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی اس شرط کا ایفاء ڈپٹی آتھم نے نہیں کیا۔ پھر اس شرط اور اس کی خلاف ورزی کو بیان کیا جو بارہا ہو چکا ہے۔اخیر میں پھر وہی سوال نشان نمائی ڈپٹی آتھم سے نقل کر کے اس کے جواب میں پیچیدہ الفاظ اور قیود پر کیود کے ساتھ اس پیش گوئی کو نشان بنایا اور کہا کہ ڈپٹی آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائیں گے۔اس کے بعد کہا کہ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھے پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔آسمان زمین ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اس پر مباحثہ کا خاتمہ کیا۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطلب ہے جس کو انہوں نے ۱۲۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔اس خلاصہ سے ناظرین کو تمام گفتگو کا مطلب ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئے گا کہ ویسا ان کی اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئے گا۔

اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت اور فریق مخالف کے رد میں جو کچھ کہا ہے، اس میں غالباً علم وفہم وعقل وانصاف سے کام نہیں لیا۔جو کچھ انہوں نے کہا اس میں اکثر حصہ لغو وفضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا معقول جواب نہیں دیا۔قادیانی نے اپنے بھائیوں، پرانے عیسائیوں، کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا کافی جواب نہیں دیا اور عیسائیوں نے اپنے دعوی کے موافق الوہیت مسیح کا ثبوت پیش نہیں کیا اور نہ مرزا کے ملحدانہ اصول کو رد کیا ہے۔اس خلاصہ سے اس امر کا یقین حاصل ہونے سے ناظرین کو اس امر کی ضرورت نہ رہے گی کہ اس گفتگو پر مفصل ریویو کیا جائے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کیا جائے،تاہم حسب وعدہ اس پر مفصل ریویو کرتے ہیں۔وھوہذا

تقریر پرچہ اول قادیانی کے متعلق اسلامی رائے:

سوال اول کی تمہید میں قادیانی نے جو اولاً اصول مقرر کیا ہے کہ: جو دعوی کتاب آسمانی کی نسبت کیا جائے اس کا ثبوت بھی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے..یعنی جس کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں نہ پایا جائے وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی۔، یہ ایک ملحدانہ وزندیقانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصد اگرچہ بظاہر عیسائیوں کے دعوی ابنیت والوہیت مسیح کا ابطال ہے مگر در پردہ اور فی الحقیقت مطلق (دین؟) کی بنیاد اکھاڑنا اور جملہ مذاہب خصوصاً اسلام کی بیخ کنی کرنا (خاکش بدہن) اور لوگوں کو ...خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اور ان میں لا مذہبی اور الحاد اور دہریہ پن پیدا کرنا ہے۔کسی کتاب کو الہامی مان لینے کے بعد ماننے والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ وہ اس کتاب کے جملہ دعاوی وبیانات واحکام وہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب میں تلاش کرے۔پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً ان کا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی شواہد سے نہ ملے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہوجائے اور اس کتاب کی پیروی سے دست

برداری اختیار کرے، بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اس کے ماننے والے پر ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی اگزامینیشن (امتحان) کے اس کو سراسر حق و راست سمجھے اور اس پر آمنا وصدقنا کہے۔ گو اس کا کوئی بیان (اس کی سمجھ میں) نہ آوے یا کوئی تاریخ اس کی مصدق نہ ہو۔ اور وہ یقین کرے کہ صاحب الہام کا دعوی عقلاء تمام جہان سے بڑھ کر لائق وثوق ہے اور وہ ان کی تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک ملہم کا بیان لاکھ مورخ کے بیان سے مقدم اور احق بالتصدیق ہے اور وہ ان کی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ فرماویں تو ان کو اس کے ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی رہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمان بردار ہو وہ، یعنی اس نے اپنا اختیار باقی سمجھا، وہ صاف بھول گیا۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه و رسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یّعص اللّٰه و رسوله فقد ضلّ ضلا لاً مبیناً۔ احزا ب۔ ع ۵۔

ہر چند آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید فرقان حمید نے اپنے بہت سے دعاوی و بیانات واحکام و ہدایات کو خود دلائل عقلی سے ایسا مدلل کر دیا ہے کہ اس کو عام اہل عقل یا خواص دقائق شناش بخوبی سمجھ رہے ہیں (چنانچہ قرآن کریم میں حرمت خمر و قمار کو اس دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ ان سے آپس میں عداوت اور لڑائی اور خدا کی یاد سے غفلت اور روک پیدا ہوتے ہیں یا ایّها الّذین آمنوا انّما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس مّن عمل الشّیطان فاجتنبوه لعلّکم تفلحون۔ انّما یرید الشّیطان ان یوقع بینکم العداوة و البغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللّٰه وعن الصّلوة فهل انتم منتهون۔ ما ئده ع ۱۲۔ اور حکم افسری شوہر بہ نسبت زوجہ کو دو دلیلوں سے مدلل فرمایا کہ ایک تو ان کو قدرتی فضیلت ہے دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے الرّجال قوّا مون علی النّساء بما فضل اللّٰه بعضهم علی بعض و بما انفقوا۔ (نساء ع ۵) فان لم یکونا رجلین فرجل وّامرأ تان ممّن ترضون من الشهداء ان تضل ا حدا هما فتذ کر ا حد هماا لا خری۔ بقره ع ۳۹) ولیکن کلیت کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعوی میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا۔ اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جن کا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ جیسے وجود وصفات ملائکہ ہیں جن پر ایمان

لانے کا حکم قرآن میں آچکا ہے۔ پھر اس کا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہر مسلمان ان کے وجود وصفات پر عقلی دلائل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ یا حکم حرمت نکاح امہات واخوات وحلت نکاح اجانب ہے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اس میں نہیں دیا گیا۔ اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہوسکتا ہے، گو خواص علماء اسلام نے اس کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔ یا قصہ اصحاب کہف وقصہ ذو القرنین ہے، جن کے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعوی کیا ہے اور اس کا کوئی تاریخی ثبوت وحوالہ نہیں دیا جس کی وجہ سے قرآن کو (حقیقۃً یا ادعاء) ماننے والے اس کی مختلف تفسیریں کررہے ہیں (سرسید احمد خان ازالہ الغین میں اس کی تفسیر کچھ کررہے ہیں۔ حکیم نورالدین تصدیق براہین احمدیہ میں کچھ اور۔ اور مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب رسالہ ازالۃ الرین میں کچھ اور۔ اگر قرآن میں اس کا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا تو یہ اختلاف کیوں پڑتا؟) جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ و علی ہذا القیاس۔ پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی یہ شان اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعاوی و بیانات کی صحت سے انکار کرے۔ اور ان دعاوی و بیانات کے قرآن میں غیر مدلل ہونے سے اس کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا التزام عام کہ ان کتابوں میں ہر ایک دعوی و بیان و ہر حکم و ہدایت پر عقلی دلائل و تاریخی شواہد کا ایراد ہو، ان کتابوں کے الہامی ہونے کو بٹہ لگاتا ہے۔ اور ان کتابوں کی ہدایات واحکام واخبار پر ایمان بالغیب کو مٹاتا ہے۔ اور ان کے تسلیم وایمان کو صرف عقلی وتواریخی دلائل سے مستفاد قرار دے کر شرعی ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعوی و بیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل وتواریخی شواہد سے مدلل کیا گیا ہوتا تو پھر ان کا الہام کس کام آتا اور اس کا اثر ونتیجہ کیا ہوتا؟ اور جب ان دعاوی و بیانات کو عقلی دلائل وتواریخی شواہد سے مدلل ومستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ اور ایسا ایمان محل تکلیف وموجب اجر و ثواب کیونکر ہوسکتا ہے۔

کیا دو دو نے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن وشعاع دار تسلیم کرنے کا حاتم طائی کو سخی اور سکندر، دارا بادشاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی ایمان کہا جاتا ہے؟ اور کوئی عاقل اس کو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام وعقاید کے

صدہا اسرار علماء اسلام نے ایسے بیان کئے ہیں جن کا بیان صریح قرآن میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا کمال تسلیم کیا گیا ہے جس کی طرف نص لا تنقضی عجائبہ مشعر ہے۔ علماء اسلام کا عجائبات واسرار احکام قرآن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اگر روئے زمین کے علماء اور عقلاء مل کر اسرار قرآن بیان کریں تو وہ اس کو پورا بیان نہ کرسکیں گے۔ اس کے بعد ایسے علماء وعقلاء اور پیدا ہوں گے کہ وہ بر طبق ہر کہ آمد براں مزید نمود، اور ہی اسرار بیان کریں گے۔

اور اگر بقول قادیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار ہوتا اور اس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا کہ وہ ان احکام کے اسرار ودلائل اپنے خداداد فکرِ رسا سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل واسرار کے بیان سے تعرض نہ کرتے اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر وکمال نہ سمجھتے۔ قرآن کے عدم التزام بیان اسرار دلائل جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیان اسرار دلائل احکام قرآن سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا: کہ الہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعاوی کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اس کے دعاوی کے دلائل سے تعرض نہ کرے اور جس کتاب کے دعاوی کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے گا اس کتاب کو الہامی تسلیم نہ کیا جائے گا۔ ملحدانہ اصول ہے جس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام جب اپنی کتابوں کے دعاوی واحکام اپنی کتابوں میں موجود نہ پائینگے تو ان کتابوں کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنے مذہب خصوصاً اسلام کو سلام کر کے قادیانی کی طرح ملحد ودہریہ بن جائینگے۔

اس پردہ دری اور افشاء راز دلی پر اگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید کا ہر ایک دعوی یا حکم قرآن مجید ہی میں عقلی اور تواریخی دلائل سے مدلل ہے لہذا اس اصول کی تاثیر سے لوگوں کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے۔ تو اس کے جواب میں اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر آپ کا دلی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرماویں کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے ہیں، یا اب موجود ہیں، جو قرآن کے ہر ایک دعوی یا حکم کے دلائل عقلی یا تاریخی اس قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ ضرور یہی کہے گا کہ تھوڑے اور بہت تھوڑے جو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں اور اس زمانہ میں تو ہمارے (خود بدولت قادیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نوردین وغیرہ کے سوا کوئی

بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن سے اس کے احکام اور دعاوی کے دلائل عقلی نکال کر بیان کر سکے۔اس جواب سے صاف نتیجہ نکلے گا کہ اکثر مسلمان جو اس وقت قرآن کے منکر اور اس کے احکام و دلائل کا ثبوت عقلی یا تواریخی نہیں نکال سکتے، اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے جب وہ ان دلائل کو اپنے سمجھ و خیال میں قرآن میں نہ پاویں گے۔اور یہ وہی نتیجہ ہے جو ہم نے آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکالا ہے۔

مرزا قادیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا اور مذہب سے اس کو کچھ تعلق ہوتا تو بجائے اس ملحدانہ اصول کے کہ: کتاب الہامی کے دعوی کی عقل یا تاریخ مصدق ہوتو وہ الہامی کتاب ہوسکتی ہے۔ یہ اصول بیان کرتا کہ: الہامی کتاب وہ ہے جس کا کوئی دعوی محال و قرار داہ عقل انسانی کے مخالف نہ ہو، یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کے مکذب نہ ہوں۔،

اس اصول سے وہ ان کے عقیدہ الوہیت مسیح یا تثلیث کو آسانی سے باطل کر سکتا تھا۔اور اسلام کے کسی اصول و مسئلہ پر حملہ آور بھی نہ سمجھا جاتا، اور ملحد و زندیق نہ کہلاتا۔کیونکہ الوہیتِ مسیح محال اور فتوی عقلِ انسانی کے مخالف ہے۔اس لئے اس اصول سے اسکا ابطال ہوسکتا ہے۔اور اسلام کا کوئی اصول و مسئلہ عقلِ انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہیں ہے (گو اس کے بعض احکام و عقاید احاطہ ادراک عقل سے خارج ہیں۔عقل ان کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچتی، اور اس وجہ سے ان کی تصدیق و تکذیب دونوں سے قاصر و عاجز ہے) ایسے ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے ساکت ہے ولہذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور محال اور مجہول الکنہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔اول کو عقل جائز نہیں رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے۔اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہونے کے سبب سے اس کی نہ تصدیق کرتی ہے اور نہ اس کو ردّ کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت میں فرق ہے۔تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت میں کرتی ہے جب کہ وہ امر تاریخ میں مذکور ہو۔اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے بھی ہوسکتی ہے۔یعنی جس امر سے تاریخ ساکت ہو، اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ اس کی مکذب یا مخالف نہیں ہے۔مگر قادیانی چونکہ فلسفہ و منطق سے جاہل ہے وہ ان الفاظ اور ان کے مفاہیم میں فرق نہیں کرتا۔ اور ایک کی جگہ دوسرے کو استعمال میں لاتا ہے۔اور اس سے اپنا جاہل اور زندیق ہونا ثابت کر رہا ہے۔

اس اصول ملحدانہ کی تقریر میں قادیانی نے جو ثانیاً استقراء کو تاریخی سلسلہ کا ایک جزء ٹھہرایا ہے، اس میں اس نے اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے اور اتنا نہیں سمجھا کہ استقراء عقلی دلیل ہے (چنانچہ خود قادیانی نے قول آئندہ میں اس کو قیاسات کا یقینی قسم ٹھہرایا ہے) اور تاریخ نقلی سلسلہ ہے۔ پھر امر عقلی، سلسلہ نقلی کا جزء کیونکر ہوسکتا ہے؟

سوال اول کی تقریر میں جو ثالثاً آیت قد خلت من قبله الرّسل سے قادیانی نے استدلال کرکے کہا ہے کہ

یہ (آیت) قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام سے استقراء کا وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اس کو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظر انداز کردیا جائے تو دین و دنیا کا سلسلہ بگڑ جائے۔ اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت مسیح بے شک نبی تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ احکام اور کلام الٰہی نازل ہونے کا شروع ہوا ہے، تب سے انسان ہی رسول ہوکر آئے ہیں، یا کبھی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے

اس میں مرزا قادیانی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جہالت اس کا اس بات پر زور دینا ہے کہ قیاس استقرائی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ قیاس استقرائی سے قادیانی کی جو مراد ہے اس کی تفصیل اس نے پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء میں بایں الفاظ کی ہے:

آتھم مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ استقراء کیا چیز ہے اور استقراء کی کیا تعریف ہے۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا، جہاں تک ممکن ہو، تتبع کرکے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کردیا جائے۔ یعنی جس قدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں، تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی پر وہ رکھتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کرلیں۔

اور پھر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی و یقینی بھی کہہ دیا ہے۔ یہ ایسی جہالت ہے جس پر ادنی طالب علم، جس نے منطق کے کوچہ میں بھولے سے بھی گذر کیا ہو، اور اس کے ابتدائی رسائل ایسا غوجی، تہذیب وغیرہ کو دور ہی سے دیکھا ہو، جرأت نہیں کرسکتا۔ ایسا استقراء جس کی مرزا قادیانی نے تفسیر کی ہے باتفاق عقلاء ظنی ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں اس کے ظنی ہونے پر تصریح موجود ہے۔ ہم قادیانی اور اس کے

ان اتباع کو جو کسی قدر عالم کہلاتے ہیں، اور پھر اس کی ایسی جاہلانہ باتوں پر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں (جیسے حکیم نور الدین بھیروی، اور مولوی محمد احسن امروہی) کو نادم کرنے کیلئے منطق کی ایک چھوٹی سی کتاب تہذیب اور اس کی شرح کی عبارت مع ترجمہ وتشریح نقل کرتے ہیں جو اس استقراء کو ظنی قرار دیتے ہیں۔ تہذیب میں کہا ہے:

الاستقراء تصفح الجزئيات لاثبات حكم كلّي ۔ هو اما تا م يتصفح حال الجزئيات باسرها وهو يرجع الى القياس المقسم كقولنا كل حيوان اما ناطق او غير ناطق و كل ناطق حساس و كل غير ناطق حساس ينتج كل حيوان حساس و هذا القسم يفيد اليقين و اما ناقص يكتفى فيه بتتبع اكثر الجزئيات كقولنا كل حيوان يحرك فكه الاسفل عند المضغ لانّ الانسان كذلك و الفرس و البقر كذلك الى غير ذلك مما صادفناه من افراد الحيوان و هذا القسم لا يفيد الّا اظن اذ من الجائز ان يكون من الحيوانا ت التى لم نصادفه ما يحر ك فكه الاعلى ، عند المضغ كما نسمعه فى التمساح (شرح تهذيب المنطق) کہ استقراء جزئیات کی تتبع وتلاش (جس سے حکم کلی ثابت کرنا مدنظر ہو) کا نام ہے۔ اسکی شرح میں کہا ہے کہ استقراء دو قسم ہے۔ ایک کامل دوسرا ناقص۔ کامل وہ ہے جس میں تمام جزئیات (یعنی نہ صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے یہ استقراء قیاس مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے (جو قضیہ منفصلہ اور حملیہ سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ وہ ناطق ہوگا (جیسا انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق ہے وہ دیکھنے والا چھونے سننے والا ہے۔ اور جو غیر ناطق ہے وہ بھی دیکھنے یا چھونے سننے والا۔ اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ دیکھنے، چھونے، سننے والا ہوتا ہے۔ یہ قسم استقراء (قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے۔ ناقص وہ ہے جس میں اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے اور اس سے تمام جزئیات کا حکم نکال کر اس حکم کو کلی بنایا جاتا ہے (اور اسی استقراء کی قطعیت کا قادیانی کو دعوی ہے) اور یہ قسم استقراء کا بجز ظن کسی امر کے مثبت نہیں ہوسکتا۔ اس کی مثال ہمارا یہ قول وقیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کھانے اور چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جبڑا ہلایا کرتا ہے جو اس تتبع وتلاش بعض جزئیات سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے، گھوڑے، گائے، بھینس کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جبڑا ہلاتے ہیں۔

ایسا ہی جس حیوان کو ہم نے پایا اس کے نیچے کا ہی جبڑا ہلتا دیکھا ہے۔اس سے ہم نے قیاس کیا اور حکم کلی لگا دیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جبڑا ہلاتا ہے مگر یہ قیاس بجز ظن کسی امر کا مثبت نہیں ہوتا کیونکہ اس امر کا جواز وامکان موجود ہے کہ جن حیوانات کو ہم نے نہیں دیکھا وہ نیچے کا نہیں بلکہ اوپر کا جبڑا ہلاتے ہوں جیسا کہ سنسار (جس کو عربی میں تمساح اور فارسی میں نہنگ کہتے ہیں) کا ایسا ہی حال سنا گیا ہے۔

قادیانی صاحب! اس عبارت کو پڑھ کر ڈوب مرو۔حکیم نورالدین اور منشی محمد احسن! اگر قادیانی شرم نہ کرے تو آپ ہی کچھ شرم سے کام لیں اور کچھ کھا کر مر جائیں یا آئندہ ایسے جاہل کا (جو استقراء قیاس غیر مقسم کو قطعی کہتا ہے) ساتھ چھوڑ دیں یا ہم کو کسی چھوٹی بڑی کتاب منطق میں دکھلا دیں کہ ایسا قیاس جسکی قادیانی نے تفسیر کی ہے قطعی ویقینی ہوتا ہے اور اس پر جو چاہیں انعام لیں۔

اس قول میں جو کفر ہے وہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ خدا تعالی نے اس آیت میں قیاس استقرائی سے کام لیا ہے اور تتبع جزئیات کر کے اس پر قیاس کیا ہے، اور اس سے یہ عام اور کلی حکم نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اس میں مرزا قادیانی کئی کفر بکا ہے: ۱۔خدا تعالی کے علم کو جزئیات سے مستفاد ٹھہرایا ہے۔۲۔اور اس کے لئے استکمال بالغیر تجویز کیا ہے۔۳۔اور اس کے علم کو تابع فروع وحوادث بنا کر حادث ٹھہرایا ہے۔

قرارداد اہل اسلام میں خدا تعالی کا علم ذاتی وازلی ہے۔خدا تعالی حوادث جزئیہ کو ان کے موجود ہونے سے پہلے جانتا تھا، ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہیں کیا۔اس آیت میں اس نے اپنے علم ذاتی اور قدیم کا اظہار کیا اور اپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی ایسے ہی انسان تھے جیسے پہلے رسول انسان گزرے ہیں۔یہ ہرگز نہیں ہوا کہ خدا تعالی نے حضرت آدمؑ وحضرت ابراہیمؑ وحضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاء کرام کو انسان دیکھ کر ان پر قیاس کیا ہو اور اس سے نکال لیا ہو کہ دیگر رسول بھی انسان ہی ہونگے۔یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو جزئیات کی تتبع سے حاصل کرتا ہے نہ کہ خدا تعالی کا جس کی ذات اپنے غیر سے غنی، اس کا علم قدیم ساری صفات قدیم کہ: علمش قدیم ست وذاتش غنی

عیسائیوں کے اس سوال مقدر کے کہ بائیبل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے، کے جواب میں جو قادیا

نی نے رابعاً کہا ہے کہ اس صورت میں بیٹوں کی تعداد بڑھ جائے گی کیونکہ بائبل میں اوروں کو بھی بیٹا کہا گیا ہے، بلکہ بعض کو پہلوٹھا۔ یہ جواب درحقیقت لا جواب ہے۔ اس میں قادیانی مسلمانوں کے ساتھ رہا اور عیسائیوں سے اس کے جواب میں کچھ بھی بن نہیں پڑا۔

آیت قد خلت من قبله الرّسل سے جو قادیانی نے دوسری دلیل نکالی ہے اور خامساً یہ بات کہی ہے کہ امّه صدّیقه اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اوروں کی طرح اپنے تولد میں والدہ کے محتاج نہ ہوتے۔ یہاں تک تو مرزا قادیانی کا کہنا درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج و افتقار خواہ کسی چیز کی طرف ہو، الوہیت کے منافی ہے۔ خدا تعالیٰ صمد ہے وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ اور ہر ایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے۔ اس کے بعد جو قادیانی نے سادساً کہا ہے کہ

مسیح کی والدہ انسان تھی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح بھی انسان ہوں، کیونکہ ہر جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوتی ہے۔ اور قانون قدرت خداوندی اسی طرح واقع ہے

اس پر آیت مذکورہ بالا یا تمام قرآن میں کوئی حرف شاہد نہیں اور نہ قرار داد اہل اسلام میں اس کی تائید و تصدیق پائی جاتی ہے۔ نہ قانون قدرت خداوندی اس کا مصدق ہے، نہ عقل اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اس کا ماخذ قادیانی کا چھپا مذہب نیچری ہے اور اسی مذہب نیچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اس کی نوع سے مغائر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ قانون قدرت سے اسکی مراد یہی نیچر ہے جس کے نام لینے سے اس کو تقیہ مانع ہے۔

قرآن کا تو یہ حکم ہے انّ اللّه علی کلّ شیء قدیر یعنی خدا ہر شیئے پر (جو صلاحیت وجود و امکان رکھتی ہے اور مشیت ایزدی اس کے متعلق ہوسکتی ہے) قادر ہے۔ وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کر دے جیسا کہ اس نے پہلے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کھڑا کر دے گا۔ قرار داد اہل اسلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت صالح کی اونٹنی کو پہاڑ شق کر کے پیدا کیا، جس سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ ہاں اس مسئلہ میں منکر ہیں تو آپ قادیانی صاحب ہیں یا آپ کے پیرو مرشد و ہادی و رہبر سر سید احمد خان جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس سے انکار کیا ہے

قانون قدرت یا (قادیانی کے سمجھانے کو یوں کہو) نیچر محسوس ومشاہد میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جفت ہوتے ہیں تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہیں نہ مادہ کی۔ بلکہ اور ہی نوع کے ہوتے ہیں از انجملہ ایک خچر ہے جو نہ گدھے کی نوع سے ہے نہ گھوڑے کی نوع سے۔ درختوں میں اس کی نظیر سنگترہ (یا رنگترہ) ہے جو دونوں جانب (نر، مادہ) کی نوع نہیں ہے بلکہ تیسرا نوع ہے۔ رنگترہ پر مٹھے کا پیوند کرنے سے پھر رنگترہ کی نوع کے مخالف مٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔

عقل کے فتوی سے یہ امر کہ ایک چیز سے اس کی نوع سے مغائر چیز پیدا ہو جائے، حدّ امکان میں داخل ہے اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہیں ہے اور نظائر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کر رہی ہیں۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کی وہ بات قرآن اور قرارداد اہل اسلام اور قانون قدرت اور عقل سب کے مخالف ہے ومعہذا اس کو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ابطال الوہیت مسیح کے لئے اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس ابطال کیلئے یہی بات کافی ہے جو آیت مذکورہ سے سمجھی جاتی ہے (اور قادیانی نے بھی کہی ہے) کہ حضرت مسیح کی والدہ تھیں جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش میں اسکے محتاج تھے وبس۔

آیت مذکورہ سے جو قادیانی نے تیسری دلیل نکالی، اور سابعاً یہ بات کہی ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے اور اس کے محتاج تھے۔ اور یہ احتیاج کھانے کی الوہیت کے منافی ہے، یہ بھی درست و بجا ہے۔ بے شک مطلق احتیاج کھانے کی طرف ہو یا کسی اور چیز کی طرف الوہیت کے مخالف ہے۔ مگر جو اس کے ساتھ قادیانی نے اپنے خانگی وخیالی فلسفے بگھارے، اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کھانے کی احتیاج اس لئے ہوتی ہے کہ اس کا بدن تحلیل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ چند سال میں پہلا بدن معدوم ہو کر دوسرا بدن پیدا ہو جاتا ہے، اور کھانا تحلیل شدہ بدن کا بدل بنتا ہے، یہ محض لغو و بے ہودہ بات ہے۔ اس کو نہ آیت کے کسی لفظ یا اس کی تفسیر سے تعلق ہے، نہ ابطال الوہیت مسیح اس پر موقوف ہے۔ مرزا قادیانی نے یہ اجنبی بات کہہ کر خروج از بحث کیا اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آئندہ فریقین سے

ناظرین کو معلوم ہوگا انشاءاللہ۔

یہ قادیانی کی تقریر پرچہ اول کے مطابق اسلامی رائے ہے۔اب فریق ثانی کے پرچہ اول کے متعلق رائے ظاہر کی جاتی ہے۔اس مقام میں گوصرف مضامین پرچہ اول فریق ثانی کا ریویو مدنظر ہے مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا (جوالوہیت مسیح کے متعلق اس فریق نے پیش کئے ہیں اور وہ انکے دوسرے پرچوں میں مذکور ہیں) ریویو بھی اس مقام میں کیا جائے گا تا کہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آوے اور ضرورت نہ رہے۔

تقریر اول فریق ثانی کے متعلق اسلامی رائے

آتھم نے جو قادیانی کی تیسری بات کے جواب میں اولاً کہا ہے اسکا مضمون اور مطلب درست ہے اور اس کا جواب قادیانی سے کچھ بن نہیں سکا۔مگر ڈپٹی آتھم کا طرز بیان عمدہ و مطلب خیز نہیں اور اس سے اس کا مطلب بخوبی ادا نہیں ہوا۔ڈپٹی آتھم کی جو تحریر و تقریر ہم نے دیکھی ہے وہ ایسی ہی پائی جس کا مطلب اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا اور وہ مطلبش دربطن شاعر کا مصداق معلوم ہوا

ہم اس کا مطلب اپنی عبارت میں ادا کرتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ وہ مطلب درست ہے،اور جو جواب اس کا مرزا قادیانی نے دیا ہے وہ درست اور مطابق سوال نہیں ہے۔

ڈپٹی آتھم کا یہ مطلب ہے کہ اگر خدا تعالی کی قدرت و افعال واقوال کا امتحان بھی انسانی استقراء سے ضروری ہے اور جو بات خدا کی انسانی استقراء کے موافق معلوم نہ ہو وہ لائق تسلیم نہیں ہے،تو چاہیے کہ خدا کی صفت خالقیت کو بھی نہ مانیں کیونکہ انسانی استقراء وتتبع سے عموماً خلق کی یہی صورت نظر آئی ہے کہ ایک مادہ (لکڑی یا مٹی یا لوہے وغیرہ) سے ایک چیز بنائی جاوے اور اس کے بنانے کے لئے آلات،اوزار،تیشہ،ہتھوڑا وغیرہ ہوں۔جو چیزیں انسان بناتا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی گئی ہو۔اور خاص کر انسان کی خلق و پیدائش کی صورت انسانی استقراء وتتبع میں یہی نظر آتی ہے کہ مرد وعورت جفت ہوں اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو۔مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذاہب سماوی یہ صورت خلق،جو استقراء میں آئی ہے،پائی نہیں جاتی اور نہ خاص خلق آدم ومسیح میں یہ صورت استقرائی خلق کی پائی گئی ہے۔بلکہ اہل اسلام

خصوصاً مسلمان عام صفت خلق کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں

ام خلِقوا من غیر شیء (یعنی بغیر مادہ وآلات) ام ھم الخالقون (طور۔ ع ۲)، کہ خدا تعالی نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا اور اس خلق میں آلات واوزار کا محتاج نہیں ہوا۔ اور خلق حضرت آدمؑ کی نسبت مسلمان واہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آدم کو خدا تعالی نے بغیر کسی مرد وعورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا۔ اور خلق حضرت مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاری یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کو خدا تعالی نے صرف والدہ سے پیدا کیا۔ اور اگر خدا کی قدرت وافعال میں انسانی استقراء واجب اللحاظ ہے اور جو چیز اس کے موافق معلوم نہ ہو اس سے انکار لازم ہے، تو چاہیے کہ خدا تعالی کی عام صفت خالقیت سے انکار کیا جائے اور حضرت آدم کا بلا مادر و پدر ہونا اور مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس سے قادیانی کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ وآلات پیدا کیا اور آدم کو بلا مادر و پدر اور مسیح کو بلا پدر پیدا کیا ہے۔ اور جب کہ خدا کی صفت کی خالقیت اور حضرت آدم وحضرت مسیح کی پیدائش برخلاف صورت استقراء انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال واقوال میں اس انسانی استقراء کا کچھ لحاظ نہیں ہے اور جس چیز کی نسبت خدا نے فرما دیا ہو کہ ہم نے اسکو ایسا کیا، یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فعل تسلیم کی جائے، اس میں انسانی استقراء کی موافقت کی شرط ایک ڈھکوسلہ ہے اور محض الحاد۔

مسٹر آتھم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مسٹر آتھم پر واجب ہے کہ اپنے قصور بیانی کا معترف ہو کر آئندہ تقریر وتحریر کا کبھی نام نہ لیں، قلم توڑ دیں، اور کاغذ پھاڑ ڈالیں اور ہمارا شکریہ ادا کریں کہ ہم نے ان کی مردہ تقریر میں جان ڈال دی۔ اور اس کے جواب سے قادیانی کی عاجزی ظاہر کردی۔ اور اس صورت میں جو کچھ قادیانی نے اس مطلب کے جواب میں کہا ہے وہ ہیچ و پوچ ہے۔ چنانچہ ناظرین کو اس کے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہوگا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ جس مدعا کے واسطے انہوں نے یہ تقریر کی تھی ہم نے وہ مدعا مان لیا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ہم نے ان کی تقریر کو شائستہ پیرایہ میں ادا کر کے صرف یہ ظاہر کردیا ہے کہ خدا کی قدرت وافعال واقوال کے لئے انسانی استقراء معیار و پیمانہ صحت نہیں ہوسکتا اور قادیانی کا مجوزہ استقراء محض ایک ڈھکوسلہ ہے اس سے زیادہ یہ نہیں مانا (اور نہ ڈپٹی آتھم کی کلام میں اس کا ثبوت پایا جاتا ہے) کہ خدا نے بجز انسان کسی

کورسول بنا کر بھیجا ہے، یا اپنی پاک کلام میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جزء اور تیسرے حصہ (One of three equal Gods) کورسول بنایا ہے۔ اس باب میں جو کچھ ڈپٹی آتھم یا اس کے ثانی اثنین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک یا روئے زمین کے کسی عیسائی نے کہا ہے وہ صرف دعویٰ ہی ہے جس کا کوئی ثبوت انہوں نے نہیں دیا اور اس کا خلاف (حضرت مسیح کا خدا یا تیسرا حصہ خدا نہ ہونا) ہمارے اس پرچہ میں اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیوں میں ایسا ثابت ہے کہ اس میں تثلیثی عیسائیوں کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے

ڈپٹی آتھم نے قادیانی کی ساتویں بات کے جواب میں جو ثانیاً و ثالثاً کہا ہے کہ ہم مسیح کے جسم کو (جو کھانے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہیں جانتے بلکہ مظہر اللہ کہتے ہیں، جیسے وہ جھاڑی تھی جس سے انّی انا اللّٰہ کی آواز آئی تھی،، اور یہ امر کہ خدا ستون میں سے آواز دے کر کہے کہ میں تمہارا خدا ہوں، ممکن ہے گو تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ واستقراء کے مخالف ہے۔ ہم نے ابن اللہ کو جسم نہیں مانا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔ یہ ایسا قول ہے جس کے معنی اور تو کوئی کیا سمجھے گا، ڈپٹی آتھم خود ہی نہیں سمجھے۔ اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی اس کا مطلب کچھ نہیں سمجھا اور اس کا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔ جیسے کسی عقل مند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں مگر جواب اس کے دو دیتا ہوں،۔ ہم اس قول کے قائل (آتھم) اور اس قول کے مجیب (قادیانی) سے چند سوال کرتے ہیں اور اس قول اور اسکے جواب کا مطلب ان سے پوچھتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کی مراد مظہر سے اگر مظہر ذات ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح میں ظہور کیا اور وہ بذات خود مجسم ہو کر اس جسم وشکل میں ظاہر ہوا جس کو مسیح کہا جاتا تھا (چنانچہ یوحنا باب اول بیان کہ کلام خدا تھا اور کلام مجسم ہوا، مشعر ہے۔ اور ڈپٹی آتھم نے بھی اس کو پرچہ ۳ جون وغیرہ میں تسلیم کیا ہے) تو اس صورت میں آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

۱۔ اس حالت میں آتھم نے اس پرچہ میں اور پرچہ ۳۰ مئی میں جسم مسیح کو خدا ماننے سے کیوں انکار کیا۔

۲۔ اگر اب اس جسم کو خدا مان لو، اور اس معنی کر اس کو مظہر اللہ جانتے ہو، تو جب سے وہ جسم پیدا ہوا ہو تب ہی سے کیوں اس کو مظہر اللہ نہیں مانتے۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں لکھا کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے۔ اور پرچہ یکم جون میں کیوں کہا کہ جب تیس برس کے ہو کر وہ بپتسما پا کر

یردن سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح ہوئے۔

۳۔اس صورت میں جھاڑی کی مثال کی تمثیل تمہارے لئے کب دستاویز ہو سکتی ہے۔ جھاڑی کی نسبت قرآن یا توارات میں کہاں وارد ہے کہ وہ جھاڑی خدائے مجسم تھی۔

۴۔اس صورت میں آپکا ستون میں سے خدا کے آواز دینے کا امکان پیدا کرنا کیا فائدہ دیتا ہے۔ کیا اس ستون کو بھی آپ خدائے مجسم مان لیں گے۔

۵۔اس صورت میں ان اعتراضوں کا کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر، اور جسم کے کھانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے ہیں۔ اور ان کو آپ بھی اس پرچہ میں مان چکے ہیں۔

۶۔اس صورت میں ہندو جو اپنے اوتاروں کو مجسم خدا مانتے ہیں، آپکے نزدیک کیوں محل اعتراض ہیں۔ آپکے مسیح کو مجسم خدا ماننے اور ہندوؤں کے رام چندر کو خدائے مجسم ماننے میں کیا فرق ہے۔

اور اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ آپ نے ڈپٹی آتھم سے مظہریت کے یہ معنی تسلیم کرا کے اس کو انہی اعتراضات کا، جو خدا کے مجسم ہونے پر وارد ہوتے ہیں، کیوں مورد نہ بنایا اور اس سے اس کو کیوں لاجواب نہ کیا۔ اور مظہریت کے دوسرے معنی تجویز کر کے بحث کو ناحق کیوں طول دیا؟

اور اگر مظہر سے مراد مظہر صفات خالق و قدرت خداوندی ہے اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت کا مظہر تھا، تو پھر اس صورت میں ڈپٹی آتھم سے یہ سوالات ہیں۔

۱۔اس مظہریت سے مسیح کا خدا یا ابن اللہ بمعنی سوم حصہ یا جزء خدا (ون آف تھری ایکیوئل گاڈز) ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے۔ یہ مظہریت تو باعتراف آپ کے پرچہ دوم ۳۰ مئی اور پرچہ دوم یکم جون کے ہر شئے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ ہر چیز زمین آسمان اور دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہیں، حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں بلکہ اس ابنیت یا الوہیت کو مسیح سے مخصوص کرتے ہیں۔

۲۔اس معنی کر مظہریت تو مسیح کے جسم اور روح دونوں کو ہر وقت اور ہر آن حاصل تھی چنانچہ آپ کا پرچہ دوم ۳۰ مئی مظہر ہے۔ پھر آپ نے اس پرچہ ۲۳ مئی میں اس مظہریت سے جسم کو کیوں خاص کیا اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء اور یکم جون ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح کے تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہو جانے کے وقت کو اس مظہریت سے

کیوں مخصوص کیا۔

۲۔وہ جھاڑی جس سے انّی انا اللّٰہ کی آواز آئی تھی،اورستون جس سے آپ کے نزدیک خدا آواز دے کر کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں،اسی معنے مظہریت سے انّی انا اللّٰہ کہتے تھے اور آواز دے سکتے ہیں۔اوراس قول وآواز سے اس جھاڑی اور ستون کا خدائے مجسم ہونا آپ کی مراد نہیں تو دو مثالوں کا ذکر کس غرض سے ہے ۔اس معنی کر تو ہر چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہو سکتا ہے۔

اس صورت میں قادیانی سے یہ سوال ہے کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح کے ابن اللہ یا خدا یا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہوتی ہے ۔پھر تم نے کیوں اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آتھم کا منہ بند نہ کیا اور ان فضول سوالات سے کہ کیا مسیح میں دو روحیں تھیں؟ اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہے؟اور کیا وہ خدا مجسم تھے؟ جو پرچہ ۳۰۔۳۱ مئی اور یکم و دوم جون ۱۸۹۳ء میں وارد کئے ہیں کیوں بحث کو طول دیا۔

ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے ملحدانہ اصول کی تمثیل اور بپاس قیاس استقراء نصوص کتب الہامی میں تاویل کے جواب میں جو رابعاً کہا ہے کہ:

بے شک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہو تو بالمرہ حکم بطلان اس پر دینا ہے،نہ بطلان کو مروڑ کر حق بنانا۔

یہ بھی ایسا قول ہے جس کا مطلب نہ قائل (آتھم) نے سمجھا نہ مجیب (قادیانی) نے۔اوراس کا پہلا حصہ اخیر حصہ کے مخالف ہے اور اس سے متناقض ہے۔اس کے پہلے حصہ میں تاویل کو جائز رکھا گیا ہے اور آخری حصہ میں کہا گیا ہے کہ تاویل ایسی ہو جو حقیقت کو نہ بگاڑے۔اور یہ غور نہیں کیا گیا کہ تاویل جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مراد قرار دیا جاتا ہے۔اور ہر ایک تاویل میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر غیر حقیقت یعنی مجاز کو اس کی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے۔تاویل ہوئی تو پھر حقیقت کہاں رہی۔

ڈپٹی آتھم نے تو پیرانہ سالی کے سبب یا حقیقت و مجاز و تاویل کے معنی سے بے علمی و ناواقفی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجھا تھا اس لئے پہلے بحسب موقع تاویل کو جائز تسلیم کر کے آخر اسکو رد کر دیا۔مگر قادیانی کے سکوت

سے اوراس کلام کے ردّ نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کلام کونہیں سمجھا۔ سمجھتا تو ضرور اس کا یہ نقص و تناقض جو ہم نے بیان کیا ہے، بیان کرتا۔

ڈپٹی آتھم نے جو خامساً کہا ہے اس کے متعلق ہم اس کے قول ششم ہفتم وہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کریں گے کیونکہ وہ قول بہت بسیط اور طویل بحث کا خواہاں ہے لہذا اس کا علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آتھم نے قادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب میں جو سادساً کہا ہے کہ میں قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ہوں، یعنی پھر میرے سامنے قرآن کو کیوں پیش کیا گیا ہے اس سے ڈپٹی آتھم نے یہ جتایا ہے کہ ان کے فہم وشعور میں پیرانہ سالی کے سبب نقصان واقع ہو گیا ہے اور اس قول کے بعد قادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم وشعور رکھتا) ہرگز مناسب نہ تھا کہ ان سے پھر وہ کلام بحث کرتا اور ان کو اپنا مخاطب بناتا۔ مگر قادیانی بھی ان ہی کی مانند بےشعور و نافہم ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر بھی ان کے بحث وخطاب سے دست بردار نہ ہوا۔

ڈپٹی آتھم اتنا نہ سمجھ سکے کہ قادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اس کے اس ملحدانہ اصول کی بنا پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعوی کرے وہ پہلے اس دعوی کو اس کتاب سے نقل کرے، پھر اس کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے۔ نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آتھم قرآن کو الہامی مانتے ہیں ، ولہذا وہ اس آیت سے مورد الزام ہو سکتے ہیں۔

ڈپٹی آتھم نے جو سابعاً وثامناً کہا ہے، اس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بائیبل میں جہاں غیر مسیح کے حق میں بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے وہاں تاویل واجب ہے۔ ان اقوال میں ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کر لیا ہے جس سے قول چہارم میں انکار کیا تھا اور اس سے یہ جتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔

پرچہ اول ڈپٹی آتھم کے جملہ مطالب پر ریویو ہو چکا ہے اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

ڈپٹی آتھم نے مرزا قادیانی کے جواب سوال مقدر کہ بائیبل میں اور صالحین کو بیٹا کہا گیا ہے، کے جوا

ب میں جو خامساً کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بائیبل میں دو معنی میں مستعمل ہوا یعنی :ا۔ یک تن ۔۲۔ یک من ۔اور مسیح کے حق میں اس کا استعمال بمعنی یک تن ہوا ہے چنانچہ بائیبل کے فلاں فلاں مقامات شاہد و مصدق ہیں، یہ محض دعوی ہی دعوی ہے اور ان مقامات بائیبل میں ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جس سے مسیح کا خدا تعالی سے ہم تن ہونا ثابت ہو۔اس تمام مباحثہ میں صرف یہی ایک مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آتھم اس کو مدلل کرتے اور مرزا قادیانی اس کا مفصل و مدلل جواب دیتا۔مگر افسوس نہ آتھم نے اس کا کافی ثبوت بہم پہنچایا اور نہ قادیانی سے اس کا جواب مفصل و مدلل ہوسکا۔ہم اس مقام میں اس مضمون پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہیں جس سے آتھم اور مرزا قادیانی دونوں قائل و منفعل ہوں ۔آتھم اسلئے کہ اس تفصیل سے ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بائیبل سے مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی ۔قادیانی اسلئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اس کو واضح ہوگا کہ ان مقامات بائیبل کا جواب مسکت یہ ہے جو یہاں دیا گیا ہے، نہ وہ جو قادیانی نے دیا ہے۔

اس قول (پنجم) میں جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہیں ان کی نسبت ہم اجمالی رائے محقق عیسائیوں کی نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ عہد عتیق میں حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہیں ہے، جو ہیں بزعم عیسائیوں کے اشارات ہیں جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث کا استنباط کرتے ہیں ۔پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کریں گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی ۔

اجمالی رائے کی نقل: بشپ ہیوبرج کہتے ہیں:

اگر چہ پرانے عہد نامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہو، تا ہم بغیر نئے عہد نامہ کے اس کو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیاء دو ہزار برس سے ہیں، تو بھی آج کے دن تک وہ اس کو (یعنی تثلیث کو) اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل محمدیوں کے اب تک مقر ہیں کہ خدا اقنوم میں اور ذات میں واحد مطلق ہے۔

پادری فنڈر صاحب مفتاح الاسرار میں لکھتے ہیں:

تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی ہے، انجیل میں واضحۃً بیان ہوئی ہے۔

اسی سبب سے جب تک کوئی انجیل کو نہ سمجھا ہو تو توریت کے اکثر مطلبوں کو، جیسا کہ چاہیے، نہ سمجھے گا۔

بشپ برہٹ شرح عقائد دینی میں لکھتے ہیں: عہد عتیق کو بغیر عہد جدید لو، تو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کرنا آسان کا رنہیں ہے۔

ان اقوال ثلاثہ کو مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے رسالہ تنقیح الوہیت مسیح میں اپنے اس دعوی کی تائید میں نقل کیا ہے کہ:

پرانے عہد نامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے: میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔ سن اے اسرائیل خداوند تمہارا اکیلا خداوند ہے۔ (استثناء۔۵:۷، ۶:۴)۔ اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا۔

Thou shall have none other gods before me (Deut: 5:7)

Hear, O Israel: 'The Lord our God is one Lord. (Deut :6:4)

اور بعد نقل اقوال ثلاثہ مذکورہ کہا ہے: پس جب کہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پرانے عہد نامہ سے کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہوسکتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکے تو پرانا عہد نامہ کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا۔ اس لئے ہم اس رسالہ (تنقیح الوہیت مسیح) میں (ابطال الوہیت مسیح کے لئے) پرانے عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کریں گے۔ صرف انجیل پر غور کرکے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا نہیں۔ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اس کے ڈھونڈنے کیلئے پرانے عہد نامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

اس کے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل میں حضرت مسیح اور انکے رسولوں کی تعلیم سے خالص توحید بلا تثلیث کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے اور اس میں لیاقت وقابلیت و تحقیق وحق پسندی کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔

تفصیلی بحث۔ منجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جن کو آتھم نے قول پنجم میں پیش کیا ہے، ایک مقام

ذکریا ۱۳: ۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اے تلوار تو میرے چرواہے پر، اس انسان پر، جو میرا ہمتا ہے بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے۔

Awake, O sword, against my shepherd, and against the man that is my fellow, saith the Lord of the hosts; smite the shepherd, and the sheep will be scattered.(Zech 13:7 KJV)

ڈپٹی آتھم اور اس کے دوسرے بھائی غیر محقق و نا انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس میں اس کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔ مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ سے اصل عبرانی کتاب ذکریا کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ۔۱۔اس میں نہ حضرت عیسیٰ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہمتا کہا گیا ہے۔۲۔نہ حضرت عیسیٰ کے قتل ہونے کی خبر ہے۔

امر اول کا ثبوت: اس پیش گوئی میں جس لفظ کے معنی ہمتا کئے گئے ہیں وہ عبرانی عمنی ثی ہے جس کے معنی ہم نشین یا ہم صحبت کے ہیں۔ (چنانچہ کتاب لغات عبرانی ولیم ہو پر کے صفحہ ۲۹۱ سے معلوم ہوتا ہے) اور وہ نبی میں پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام میں پیش گوئی ہے وہ صرف خدا کا نبی ہو سکتا ہے، نہ کہ خدا۔ اور اس سے اس کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے نہ کہ خدائی۔ اس لفظ عمنی ثی کے معنی ہمتا ئے خدا کے نہیں ہیں اور واقعہ میں بھی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہیں ہو سکتا۔ عہد عتیق و عہد جدید کے متعدد مقامات میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ خدا کا کوئی ہمتا نہیں اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

عہد عتیق کی شہادت۔ کتاب استثناء کے باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے: یہ سب تجھے دکھایا گیا تا کہ تو جانے خداوند تو خدا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس باب کی آیت ۳۹ میں ہے: پس آج کے دن جان اور اپنے دل میں غور کر کہ خداوند خدا وہی خدا ہے جو اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں ہے اور کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اور اس کتاب کے باب ۶ کی آیت ۴ میں ہے: سن لے اے اسرائیل! خداوند تمہارا خداوند اکیلا خدا ہے۔

اور اس کتاب کے باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے: اب دیکھو کہ میں، ہاں میں ہی وہ ہوں۔ اور کوئی

معبود میرے ساتھ نہیں۔ میں ہی مارتا ہوں اور میں ہی جلاتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا ہوں اور میں ہی چنگا کرتا ہوں۔اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھوڑاوے۔

Unto thee it was shewed, that thou mightest know that the lord he is God; there is none else besides him. (Deut 4:35)

Know therefore this day, and consider it in thine heart, that the lord he is God in heaven above, and upon the earth beneath: there is none else. (Deut 4:39)

See now that I, even I, am he, and there is no god with me; I kill, and I make alive. I wound, and I heal: neither is there any that can deliver out of my hand . (Deut 32: 39)

اور کتاب دوم سموئیل کے باب ۷، آیت ۲۲ میں ہے: سوتو اے خداوند خدا بزرگ ہے۔اس لئے کہ کوئی تیری مانند نہیں ہے۔اور تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی خدا نہیں ہے۔

اور کتاب اول سلاطین باب ۸ آیت ۲۲ میں ہے: اور کہا اے خدا اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے نہ نیچے زمین میں۔

اور زبور باب ۱۸ آیت ۳۱ میں ہے: خداوند کے سوا خدا کون ہے۔اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر چٹان کون ہے۔

اور زبور باب ۷۷ آیت ۱۳ میں ہے: اے خدا تیری راہ مقدس ہے۔کون معبود خدا کی مانند بڑا ہے۔

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۴۴ آیت ۶۔۷۔۸ میں ہے: ۶۔خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا نجات دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں اول ہوں اور آخر ہوں۔اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔۷۔... : ۸۔کیا میرے سوا کوئی خدا ہے؟

اور اس کتاب کے باب ۴۵ آیت ۵ تا ۷ میں ہے: ۵۔میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔میرے سوا کوئی خدا نہیں۔میں نے تیری کمر باندھی۔اگر چہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔۶۔تاکہ لوگ سورج نکلنے کے اطراف سے غروب کے اطراف تک جانیں کہ میرے سوا کوئی نہیں۔۷۔ میں ہی روشنی بناتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں۔میں ہی سلامتی کو بناتا ہوں اور بلا کو پیدا کرتا ہوں۔میں ہی خداوند ان سبھوں کا بنانے والا ہوں۔

Thus saith the Lord the King of Israel, and his redeemer the Lord of hosts; I am the first,

and I am the last, and beside me there is no God

And who as I shall call, and shall declare it, and set it in order for you, since I appointed the ancient people and the things that are coming, and shall come, let them shew unto them.

Fear ye not neither be afraid; have not I told thee from that time, and have declared it? ye are even my witnesses, is there a God beside me? yes there is no God; I know not any..(Isaiah 44: 6-8)

I girded thee, though I am the Lord and there is none else, there is no God beside me; thou hast not known me .

That they may know from the rising of the sun, and from the west, that there is none beside me. I am the lord, and there is none else.

I form the light, and create darkness; I make peace, and create evil; I the Lord do all these things. (Isaiah 45:5-7)

یہ دس مقام عہد عتیق کے ہیں جن میں خدا تعالی کے واحد، بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تصریح ہے۔

اب عہد جدید کی شہادت سنو۔

انجیل متی کے باب ۱۹ آیت ۱۶۔۱۷ میں ہے: ۱۶۔اور دیکھو ایک نے آ کے اسے (مسیح کو) کہا۔اے نیک استاد میں کون نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ ۱۷۔اس نے اسے کہا تو مجھے نیک کہتا ہے، نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے، تو حکموں پر عمل کر۔

اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹۔۳۰ میں ہے: یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند کو، جو تیرا خدا ہے، اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر، اول حکم یہی ہے۔

اور انجیل یوحنا کے باب ۱۷، آیت ۱ و ۳ میں حضرت مسیح سے نقل کیا ہے کہ: انہوں نے آسمان کی

طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر کہا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا، اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، مانیں۔

اور پولوس کے پہلے خط بنام قورنتیان کے باب ۸ آیت ۵۔۶ میں ہے: ۵۔ کیونکہ ہر چند افلاک و زمین میں بہت ہیں جو خدا کہلاتے ہیں (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) ۶۔ لیکن ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے جس سے ساری چیزیں ہوئیں اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے جس کے سبب سے ساری چیزیں ہوئیں۔ اور ہم اس کے وسیلہ سے ہیں۔

And behold, one came and said unto him, "Good Master, what good thing I shall do, that I may havee entenal life?

And he said unto him, Why callest thou me good? There is none good but one, that is God; but if thou wilt enter into life, keep the commandments. (Matthew 19:16-17)

And Jesus answered him, The First of all the commandments is, "Hear, O Israel: The Lord our God is one Lord.

And thou shalt love the Lord thy God with all thy heart, and with all thy soul, and with all thy mind, and with all thy strength; this is the first commandment. (Mark 12:29-30)

These words spake Jesus, and lifted up his eyes to heaven, and said; glorify thy Son, that thy son also may glorify thee.

As thou hast given him power over all flesh, that he should give eternal life to as many as thou hast given him.

And this is life eternal that they might know thee the only true God, and Jesus Christ, whom thou hast sent. (John 17:1-3)

For though there be that, are called gods, whether in heaven or in earth (as there be gods many, and lords many)

But to us there is but one God, the Father, of whom are all things, and we, in him; and one Lord Jesus Christ, by whom are all things, and we by him. (1 Corinthians 8:5-6)

ان چار مقامات عہد جدید، اور دس مقامات مذکورہ بالا عہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ لفظ عمنی ثی کتاب زکریا کے معنی ہمتا کے نہیں ہیں۔ اور خدا کا ہمتا کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اس کے معنی ہمتا کرے، تو پھر اس آیت زکریا اور ان آیات توحید و بے ہمتائی خدا تعالی میں تعارض وتناقض واقع ہوگا۔ اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئے گا جس کو کوئی عیسائی بھی پسند نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمنی ثی کا ترجمہ غلطی سے کیا گیا ہے۔ اور درحقیقت میں اس کا ترجمہ ہم نشیں یا ہم صحبت ہے جس سے بجز نبوت اس شخص کے جسکے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

(بائبل کی زیر بحث آیت کا ایک جدید ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے:

The Lord Almighty says, " Wake up, sword, and attack the shepherd, who works for me! kill him, and the sheep will be scattered (Zech 13: 7 GNB)

اس ترجمے میں ہمتا ہونے کی طرف کسی بھی قسم کا اشارہ نہیں ملتا۔ بہاء)۔

امر دوم کا ثبوت: اس آیت کے جو معنی (صحیح یا غلط) کرو، ان کو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ آیت آپ کے حق میں پیش گوئی نہیں کیونکہ اس میں ایسے شخص کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسمہ دینے والا ہو جس کے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے باب ۱۴ میں ہے، یا کوئی اور نبی جو تلوار سے شہید ہوا ہو، حضرت مسیح تو باتفاق عیسائیوں کے تلوار سے مقتول نہیں ہوئے۔ لہذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اب مسٹر آتھم اور اس کے ہم خیال وحامیوں کو مناسب ہے کہ اس پیش گوئی کو انفعال وندامت کے ساتھ واپس لیں اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہونے کا خیال دل سے نکال دیں۔ یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔

ازانجملہ دوسرا مقام کتاب یرمیاہ کا باب ۲۳ آیت ۵۔۶ ہے جس میں یہ بیان ہے: دیکھو وے دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ نکالوں گا۔ اور ایک بادشاہ بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت صداقت زمین پر کرے گا۔ اور اس کے دنوں میں جوڈا نجات پاویگا اور اسرائیل

سلامتی سے سکونت کرے گا اور اسکا نام یہ رکھا جائے گا: خداوند خدا ہماری صداقت ۔

عبداللہ آتھم اور اسکے دوسرے بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ہے۔اور اس میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کہا گیا ہے: خداوند ہماری صداقت ،جس کا عبرانی لفظ یہوواہ صدیقنو ہے۔

مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اس پیشگوئی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔اس میں ایک بادشاہ کی نسبت پیش گوئی ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھ کر بادشاہی کرے گا اور اقبال مند ہوگا اور عدالت کرے گا۔اور حضرت مسیح کو دنیا میں بادشاہی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی عمر فقیری اور بے نوائی میں گذری ہے چنانچہ وہ خود اپنے حق میں فرماتے ہیں

لوٹریوں کی بِلّیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں، پر ابن آدم کو سر ٹکانے کو جگہ نہیں، (متی باب۸ آیت۲۰)

And Jesus saith unto him, The foxes have holes, and the birds of the air have nests, but the son of man hath not where to lay his head. (Matthew 8:20)

اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ میری بادشاہی اس جہان کی اور دنیا کی بادشاہی نہیں ہے۔

لہذا وہ اس پیش گوئی کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ...

اے حضرات پادری! کتب تواریخ اور بائبل میں نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یرمیاہ باب ۲۳ میں تو لہراسپ شاہ ایران کی نسبت یا اس کے وائسرائے کورش داماد داریوش اول کی نسبت (جس کا نام بائبل میں خورش بیان ہوا ہے) یا داریوش ثانی کی نسبت (جس کو بائبل میں دارا بادشاہ لکھا گیا ہے اور وہ کورش اور اس کے جانشین احشورش کے بعد لہراسپ شاہ ایران کی طرف سے بابل کا وائسرائے ہوا تھا) پیش گوئی ہوئی ہے۔جن کے عہد حکومت میں جوڈا اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اس کے بیٹے کی قید سے رہائی پاکر یروشلم میں آباد ہوئے۔اور ان بادشاہوں کے حکم و اجازت اور حجی نبی کی ترغیب سے زروبابل اور یشوع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنایا۔اور جوڈا اور اسرائیل کو شاہان مذکور کی طرف سے

آزادی ملنے کے سبب نجات وامن حاصل ہوا، اس وقت جوڈا اور اسرائیل کے ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا یھوواہ صدقنیو۔ یعنی خداوند ہمارا سچا ہے جس نے ہم کو ستر برس کی قید بخت نصر سے چھوڑا کر یروشلم میں آباد کیا۔ جس کلمہ کو اب عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر لگاتے ہیں۔ اس مقام میں ہم بائبل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی ان بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی نسبت تھی اور وہ حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔ حضرت مسیح سے اس کا تعلق بشہادت بائبل حدامکان سے خارج ہے۔

پس اولاً ہم اس پیش گوئی کے معنی مذکورہ بالا اسی بائیبل کی شہادت سے بیان کرتے ہیں پھر اسی بائیبل کی شہادت سے یہ ثابت کردکھائیں گے کہ اس معنی کر یہ پیش گوئی حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں جوشاخ نکالنے اور عدالت وصداقت سے ایک بادشاہ کے بادشاہی کرنے اور جوڈا اور اسرائیل کی نجات وسلامتی پانے کا اجمالی ذکر ہوا ہے اس کی تفصیل میں کتاب یرمیاہ کے باب ۳۰ میں یوں فرمایا ہے:

ا۔ وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا۔ ۲ اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے، ساری باتیں جو میں تجھ سے کہوں، تو کتاب میں لکھ۔ ۳۔ دیکھ کہ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اپنی قوم اسرائیل اور جوڈا کی اسیری کو موقوف کرونگا اور میں ایسا کرونگا کہ وے اس زمین میں جسے میں نے ان کے باپ دادوں کو دیا تھا، پھر آویں اور مالک ہوویں۔

۱۰۔ اسلئے دیکھ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔ خداوند کہتا ہے اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھوڑاؤنگا اور یعقوب پھرے گا اور وہ چین کرے گا اور آسودہ ہوگا۔

۱۸۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں یعقوب کے خیموں کو جو اسیری میں ہیں پھیر لاؤنگا۔ اور اس کے مسکنوں پر رحمت کرونگا۔ اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائے گا۔ اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہوجائے گا۔

The word that came to Jeremiah from the Lord saying.

Thus speaketh the Lord God of Israel, saying, "Write thee all the words that I have

spoken unto thee in a book.

For, lo, the days come, saith the Lord, that I will bring again, the captivity of my people Israel and Judah, saith the Lord: and I will cause them to return to the land that I gave to their fathers, and they shall posses it .(Jeremaih 30: 1-3)

10. Therefore fear thou not, O my servant Jacob, saith the Lord; neither be dismayed, O Israel: for , lo, I will save thee from afar , and thy seed from the land of their captivity; and Jacob shall return, and shall be in rest, and be quiet, and none shall make him afraid.

18. Thus saith the Lord; Behold, I will bring again the captivity of Jacob's tents, and have mercy on his dwelling places; and the city shall be builded upon her own heap, and the palace shall remain after manner thereof. (Jeremiah 30: 10 and 18)

اور اسکے باب ۳۱ میں کہا ہے:

۳۔سو خداوند قدیم سے مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے بڑے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا اس واسطے میں نے اپنی شفقت تجھ پر بڑھائی ۔۴۔میں تجھے پھر بنا کرونگا اور تو بنا کی جائے گی۔

And the Lord hath appeared of old unto me, saying, Yea, I have loved thee with an everlasting love; therefore with loving kindness have I drawn thee

Again I will build thee, and thou shall be built, O virgin of Israel: thou shalt again be adorned with thy tabrets, and shalt go forth in the dances of them that make merry. (Jeremiah 31: 3-4)

ان آیات میں اس اجمال یرمیاہ ۲۳ باب کے کہ جوڈا نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا، یہ تفصیل ہوئی ہے کہ جوڈا اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال رہی) رہائی پائیں گے اور ہیکل بیت المقدس، جو بخت نصر نے ڈھائی تھی، از سر نو بنائیں گے۔

ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب زکریاہ میں ہوئی ہے جسکے باب اول میں ہے۔

دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خدا کا کلام زکریاہ بن برکیاہ کو پہنچا۔

اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادوں سے بے نہایت ناراض ہوا
اس لئے تو ان سے کہہ کہ رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔ رب الافواج فرماتا ہے تو میں تمہاری
طرف پھرونگا۔
۱۲۔ پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دے کر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یروشلم پر اور جوڈا کے شہروں پر، جن
پر تو ستر برس سے غضب نازل کرتا ہے، کب تک رحم نہ کرے گا۔ ۱۳۔ اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب میں
جو مجھ سے گفتگو کرتا تھا ملائم اور دلپذیر باتیں کہیں۔ ۱۶۔ اس لئے خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں رحمت کر کے
یروشلم میں پھر آیا ہوں۔ اس میں میرا گھر بنایا جائے گا۔ ۱۷۔ میرا شہرا قبال مندی سے لبریز ہوں گے۔

In the eighth month, in the second year of Darius, came the word of the Lord unto Zechariah, the son of Ber-e-chiah, the son of Id-do the prophet, saying,

The lord hath been sore displeased with your fathers.

Therefore say thou unto them, Thus saith the Lord of hosts; turn ye unto me, saith the Lord of hosts, and I will turn unto you, saith the Lord of Hosts. (Zechariah 1: 1-3)

12. Then the angel of the Lord appeared and said, "O Lord of hosts, how long wilt thou not have mercy on Jerusalem and on the cities of Judah, against which thou hast had indignation these three score and ten years.

13 And the Lord answered the angel that talked with me with good words and comfortable words.

16.Therefore thus saith the Lord; I am returned to Jerusalem with mercies: my house shall be built in it, saith the Lord of hosts, and a line shall be stretched forth upon Jerusalem.

17. Cry yet, saying, Thus saith the Lord of hosts: my cities through prosperity shall yet be spread abroad; and the Lord shall yet comfort Zion, and shall yet choose Jerusalem. (Zech 1:12,13,16,17)

اور اس کے باب ۳ کی آیت ۷۔۸ میں ہے:

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ اگر تو میرے راہوں پر چلے گا اور میری شریعت کو حفظ کرے گا، تو تو میرے گھر پر حکومت کرے گا اور میرے صحنوں کی نگہبانی کرے گا اور میں تجھے ان میں سے جو یہاں پاس کھڑے ہیں ایسے لوگ ہیں جو کہ تیری رہنمائی کریں ۸۔اب اے یشوع سردار کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے آگے بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہیں۔دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤنگا۔

7. Thus saith the Lord of hosts; if thou wilt walk in my ways, and if thou wilt keep my charge, then thou shalt also judge my house, and shalt also keep my courts, and I will give thee places to walk among these that stand by.

8. Hear now, O Jushua the high priest, thou and thy fellows that sit before thee, for they are men wondered at: for behold, I will bring forth my servant the BRANCH. (Zech 3:7-8)

(بائیبل کے ایک جدید ترجمہ میں ان آیات کا ترجمہ بایں الفاظ کیا گیا ہے۔بہاء

Then the angel told Joshua that the Lord Almighty had said: "If you obey my laws and perform the duties I have assigned to you, then you will continue to be in charge of my Temple and its courts, and I will hear your prayers, Just as I hear the prayers of the angels who are in my presence. Listen then, Joshua, you who are the High Priest; and listen, you fellow priests of his, you are the sign of a good future: I will reveal my servant, who is called The Branch.(Zech 3:6-8)

اور اسکے باب ٦ کی آیت ١٢ میں ہے :

دیکھ اور اس سے یوں کہہ کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھو وہ شخص جس کا نام شاخ ہے اور وہ اپنی جگہ سے اگے گا اور وہ خداوند کے ہیکل کو بناویگا

اور وہ صاحب شوکت ہوگا اور وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا اور وہ اپنے تخت پر جلوس کر کے کاہن بھی ہوگا اور سلامتی کی مشورت دونوں کے درمیان ہوگی

اور وے تاج حیلم اور طوبیاہ اور جیڈایاہ اور حین بن صفنیاہ کی طرف سے ہوں گے تا کہ وہ خداوند کی ہیکل میں

ایک یادگار رہویں اور وے جو دور دور کے ہیں سو آویں گے اور خداوند کی ہیکل تعمیر کرینگے۔

12. And speak unto him, saying, Thus speaketh the Lord of hosts, saying, behold the man whose name is The BRANCH; and he shall grow up out of his place, and he shall build the temple of the Lord.

13. Even he shall build the temple of the Lord; and he shall bear the glory, and shall sit and rule upon his throne; and he shall be a priest upon his throne; and the counsel of peace shall be between them both

14. And the crowns shall be to He-lem. and to Tobiah, and to Jedai-ah, and to Hen son of Zeph-a-ni-ah for a memorial in the temple of the Lord.

15. And they that are far off shall come and build in the temple of the Lord, and ye shall know that the Lord of Hosts hath sent me unto you. And this shall come to pass, if ye will dilligently obey the voice of the Lord your God. (Zech 6 :12- 15) .

اور اس کے باب ۷، آیت ۴ میں کہا:

تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگ اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا، تو کیا کبھی میرے لئے روزہ رکھا تھا۔

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو۔ اور ہر کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے۔

4.Then came the word of the Lord of Hosts unto me saynig.

5.Speak unto all the people of the land, and to the priests, saying, When ye fasted and mourned in the fifth and seventh month, even those seventy years, did ye at all fast unto me even to me .

9. Thus speaketh the Lord of the hosts, saying, Execute true judgment, and shew mercy and compassions every man to his brother. (Zech 7: 4 -5 & 9)

اور اس کے باب ۸ آیت ۳ میں کہا ہے:

۳۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں صیحوں میں پھر آیا اور یروشلم کے درمیان سکونت کرونگا۔ اور یروشلم کا کام سچائی

کی بستی ہوگا۔اور رب الافواج کا پہاڑ مقدس کہلائے گا۔

۴۔رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ پھر بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یروشلم کے کوچوں میں بیٹھی ہوئی ہونگی۔

۵۔اور شہر کے کوچے لڑکےلڑکیوں سے معمور ہوں گے جو کوچوں میں کھیلتے ہوں گے۔

۷۔رب الافواج فرماتا ہے دیکھ کہ میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے غروب ہونے کے ملک سے چھوڑالاؤنگا۔اور میں انہیں لاؤنگا اور وے یروشلم کے درمیان سکونت کریں گے۔اور وے میرے لوگ ہوں گے اور میں سچائی اور صداقت سے ان کا خدا ہونگا۔

3.Thus saith the Lord: I am returned unto Zion, and will dwell in the midst of Jerusalem; and Jerusalem shall be called a city of Truth; and the mountain of the Lord of Hosts, the holy mountain.

4. Thus saith the Lord of Hosts; There shall yet old men and old women dwell in the streets of Jerusalem, and every man with his staff in his hand for very age.

5. And the streets of the city shall be full of boys and girls playing in the streets thereof.

.7. Thus saith the Lord of hosts; Behold I will save my people from the east country and from the west country.

8. And I will bring them, and they shall dwell in the midst of Jerusalem, and they shall be my people, and I will be their God, in truth and in righteousness. (Zech 8 : 3-8)

ان آیات میں شاخ (Branch) کی یہ تفصیل ہوئی کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہیکل تعمیر کرے گا اور نجات وسلامتی وعدل کی یہ تفصیل ہوئی ہے کہ لوگ بے کھٹکہ و بے روک ٹوک یروشلم میں رہیں گے اور عدل و رحمت سے باہمی سلوک کریں گے۔اور کلمہ یہوواہ صدقنیوہ کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خدا تعالی کی نسبت کہا جائے گا اور خدا تعالی ہی خداوند صداقت کہلائے گا۔اور جب کہ اس پیش گوئی کے معنی بائیبل کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے جو ہم نے بیان کئے ہیں تو اب ہم بائیبل کی شہادت سے ثابت و بیان کرتے ہیں کہ اس معنی کر اس پیش گوئی کا وقوع حضرت مسیح سے پانچ سو برس پیشتر ہو چکا ہے۔

عذرا (حضرت عزیر) نبی کی کتاب کے پہلے باب میں لکھا ہے: (جس کا سنہ حاشیہ میں پانچ سو چھتیس برس مسیح سے

پیشتر بیان کیا گیا ہے)

اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہووے (حضرات پادری! اپنی کتاب مقدس کے لفظ پورا ہووے، کو چشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام میں لاکر کہو کہ یہ لفظ پیش گوئی یرمیاہ کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے یا اس پیش گوئی کو وقت ظہور مسیح تک معلق کرتا ہے) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو ابھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کروائی۔ اور اسے قلم بند بھی کر کے یوں فرمایا:

۲۔ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خدا آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا کہ یروشلم کے بیچ جو یہودا میں ہے اس کیلئے ایک مسکن بناؤں۔

۳۔ پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہووے اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوداہ ہے جاوے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بناوے (کہ وہی خدا ہے) جو یروشلم میں ہے۔

۴۔ اور ہر ایک جو باقی رہا ہو ان مقاموں سے جہاں کہیں وہ پردیسی ہوا ہو، سو اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی سے اس کی مدد کریں اور اس کے سوا وہ خدا کے گھر کے لئے جو یروشلم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گذرانیں۔

۵۔ تب یہودا اور بنیامین،.. اور کاہن اور لاوی ان سبھوں کے ساتھ جن کے دلوں کو خدا نے ابھارا اٹھے کہ جا کے یروشلم میں خدا کا گھر بنائیں۔

۶۔ اور ان سب نے جو انکے پڑوس میں تھے چاندی کے برتن اور سونے کے اسباب اور مویشی اور قیمتی چیزوں سے ان کی دستگیری کی۔ اس کے سوا اپنی خوشی سے ہدیئے دیئے۔

۷۔ اور خورس بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے برتنوں کو جنہیں بنوکدنضر (بخت نصر) نے یروشلم میں سے لے لیا تھا اور اپنے دیوتاؤں کے گھر میں رکھا تھا، نکال لایا۔

۸۔ اور شاہ فارس خورس نے اپنے خزانچی متردات کے ہاتھ سے نکلوایا اور اس نے انہیں یہوداہ کے امیر شیش بضار کو گنوا دیا (پھر ان کی تعداد بیان کی)۔

Now in the first year of Cyrus king of Persia, that the word of the Lord by the mouth of Jeremiah might be fulfilled, the lord stirred up the spirit of Cyrus king of Persia, that he made a proclamation throughout all his kingdom, and put it also on writing, saying,

2 . Thus saith Cyrus the king of Persia, The Lord God of heaven hath given me all the kingdoms of the earth; and he hath charged me to build him a house at Jerusalem, which is in Judah.

3.Who is there among you of all his people? his God be with him, and let him go up to Jerusalem, which is in Judah, and build the house of the Lord, God of Israel (he is the God) which is in Jerusalem.

4 . And whosoever remainneth in any place where he sojourneth, let the men of his place help him with silver, and with gold, and with goods, and with beasts, beside the freewill offering for the house of God that is in Jerusalem.

5. Then rose up the chief of the fathers of Judah and Benjamin, and the priests and Levites, with all them whose spirit God had raised to go up to build the house of the Lord which is in Jerusalem.

6. And all they that were about them strengthened their hands with vessels of silver, with gold, with goods and with beasts, and with precious things, beside all that was willingly offered.

7.Also Cyrus the king brought forth the vessels of the house of the Lord, which Nebuchadnezzar had brought forth out of Jerusalem, and had put them in the house of his gods;

8. Even those did Cyrus King of Persia bring forth by the hand of Mithredath the treasurer, and numbered them unto Shesh-baz-zar, the prince of Judah (Ezra 1:1-8)

اور اس کے باب ۲ میں ان لوگوں کی تفصیلی فہرست لکھی جس کو شاہ بابل بخت نصر قید کر کے لے گیا تھا اور وہ اس بادشاہ فارس کے وقت میں یروشلم کو واپس آئے۔ اور اخیر میں اس کی میزان بیالیس ہزار تین سو ساٹھ

بتائی۔

پھر باب ۳، آیت ۸ اور ۱۲ میں بیان کیا ہے کہ: پھر خدا کے گھر کو یروشلم میں آ پہنچنے کے بعد دوسرے مہینے میں زروبابل بن سیالتشیل اور یشوع بن یوصدق اور اس کے باقی بھائی کاہنوں اور لاویوں نے اور سب نے جو اسیری سے رہائی پا کے یروشلم کو آئے تھے، شروع کیا۔

۱۲۔ لیکن بہت لوگ ان کاہنوں اور لاویوں اور ...میں سے جو بوڑھے تھے جنہوں نے اس گھر کو دیکھا تھا جب اس گھر کی بنیاد ان کے دیکھنے میں ڈالی گئی تو وہ بڑی آواز سے چلا کر رونے لگے لیکن بہتیرے خوشی سے للکارے

8. Now in the second year of their coming unto the House of God at Jerusalem, in the second month, began Zerubbabel the son of She-al-ti-el , and Jesu-u-a the son of Jo-za-dak, and the remanant of their brethren the priests and the Levites, and all they that were come out of the captivity unto Jerusalem; and appointed the Levites, from twenty years old and upward, to set forward the work of the house of the Lord

12. But many of the priests and Levites and chief of the fathers, who were ancient men, that had seen the first house, when the foundation of this house was laid before their eys, wept with a loud voice, and many shouted aloud for joy .(Ezra 3: 8 & 12)

پھر باب ۴ میں بیان کیا ہے کہ: جب یہوداہ اور بنیامین کے دشمنوں نے سنا کہ وے جو اسیر ہوئے تھے خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہیں، تو وے زروبابل اور (بڑوں) کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو ان دشمنوں نے بادشاہ ارتخششتا کے پاس اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ بنی یہوداہ اس شہر اور گھر کو بنائیں گے، تو یہ سرکار سے باغی ہو جائیں گے اور مال گزاری نہ دیں گے۔ تب بادشاہ ڈر گیا اور اس گھر کا کام دارا کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا۔

پھر باب ۵ میں کہا ہے کہ: حجی نبی اور زکریاہ بن عیدو کی نبوت (یعنی ہدایت) سے زروبابل اور یشوع اٹھے اور خدا کے گھر کو یروشلم میں بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور تاکیدی حکم سے وہ گھر بنا اور اس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹویں سال تیار ہوا۔

پھر باب ۷ میں بیان کیا: ۹۔ ارتخششتا بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس عزرا یروشلم میں آئے۔ اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا انکو عطا ہوا۔

۲۵۔ اے عزرا کہ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر کہ نہر کے پار سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم انکو جو نہ جانتے ہوں سکھلاؤ

۲۶۔ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے گا اس پر فی الفور سزا کا حکم کیا جاوے گا۔ خواہ وہ قتل کا یا دیس نکالنے کا یا مال کی ضبطی کا یا قید ہو۔

Now when the adversaries of Judah and Benjamin heard that the children of captivity builded the temple unto the Lord God of Israel.

Then they came to Zerubbabel, and to the chief of the fathers, and said unto them, Let us build with you; for we seek your God, as ye do; and we do sacrifice unto him since the days of E-sar- had-don, king of Assur, which brought us up hither.

But Zerubbabel and Jeshua, and the rest of chief of the fathers of Israel, said unto them, Ye have nothing to do with us to build an house unto our God, but we ourselves together will build unto the Lord God of Israel, as king Cyrus the king of Persia hath commanded us.

Then the people of the land weakened the hands of the people of Judah, and troubled them in building

And hired counsellers against them, to frustrate their purpose, all the days of Cyrus king of Persia, even until the reign of Darius king of Persia.

And in the reign of A-has-u-e-rus, in the beginning of his reign, wrote they unto him an accusation against the inhabitants of Judah and Jerusalem.

And in the days of Ar-ta-xerx-es wrote Bish-lam, Mithi-re-dath, Tab-ed, and the rest of their companions unto Ar-ta-xerx-es king of persia, and the writing of the letter was written in the Syrian tongue, and interpreted in the Syrian tongue.

11. This is the copy of the letter that they sent unto him, even unto Ar-ta-xerx-es the king; Thy sevants the men on this side of the river, and at such a time.

12 Be it known unto the king, that the Jews which came up from thee to us are come unto Jerusalem, building the rebellious and bad city, and have set up the walls thereof, and joined the foundations.

13. Be it known unto the king, that, if this city be builded, and the walls set up again, then will they not pay toll, tribute, and custom and so thou shalt endamage the revenues of the kings.

24.Then ceased the work of the house of God which is at Jerusalem. So it ceased unto the second year of the reign of Darius king of Persia. (Ezra 4:1.7 &11-13 &24)

7: 9. For upon the first day of the first month began he to go up from Babylon, and on the first day of the fifth month came up to jerusalem according to the good hand of his God upon him.

10. For Ezra had prepared his heart to seek the Law of the Lord, and to do if, and to teach in Israel statutes and judgments.

13. I (Ar-ta-xerx-ex king) make a decree that all they of the people of Israel, and of his priests and Levites, in my realm, which are minded of their own freewill to go up to Jerusalem, go with thee (Ezra).

25. And thou Ezra, after the wisedom of the God, that is in thine hand, set magistrates and judges, which may judge all the people that are beyond the river, all such as know the laws of thy God; and teach ye them that know them not.

26. And whosoever will not do the law of thy God, and the law of the king, let judgment be executed speedily upon him, whether it be upto death, or to banishment, or to consfiscation of goods, or to imprisonment .

ان آیات میں صاف وتصریح کے ساتھ بیان ہوا کہ پیش گوئی یرمیاہ کی حضرت مسیح سے پیشتر خورس

بادشاہ کے عہد میں پوری ہوگئی اور جوڈیا، کونجات اور اسرائیل کوسلامتی حاصل ہوئی ۔ اوران میں صداقت عدالت حضرت عزیرؑ کے یروشلم میں آنے کے بعدقائم ہوگئی اوراسی وقت میں یہوواہ صدقنیوا کا کلمہ کہا گیا تھا جوخدا تعالٰی عزوجل کی نسبت اوراس کے حق میں صادق آتا تھا۔عیسائی بے انصافی کرتے ہیں کہ اس کلمہ کوحضرت مسیح کےحق میں قرار دیتے ہیں اور جواس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہےان کا حضرت مسیح میں پایا نہ جانا اپنے خیال میں نہیں لاتے اورانصاف کا خون کررہے ہیں۔

ازانجملہ تیسرا مقام کتاب یسیعاہ کا باب ۹ آیت ۶ ۔ ۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ جو بیٹا ہم کو بخشتا ہےاورفرزندتولدہوتا ہے وہ ان خطابوں سے مزین ہے۔خدائے قادر،اب،ابدیت،شاہ سلامت،مشیر، عجوبہ تخت داؤدی پرآنے والاجس کی سلطنت کا زوال کبھی نہ ہوگا۔

یہ پرچہ اول آتھم کے منقولہ الفاظ میں اصل کتاب اردو یسیعاہ میں یہ الفاظ بھی ہیں۔اس کی سلطنت کےاقبال اورسلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔

6.For unto us a child is born, unto us a son is given; and the government shall be upon his shoulder; and his name shall be called Wonderful, Counseller, The mighty God, the everlasting father, the Prince of peace

7. Of the increase of his government and peace there shall be no end, upon the throne of David, and upon his kingdom, to order it, and to establish it with judgment and with justice from henceforth even for ever. The zeal of the Lord of hosts will perform this.

(Isaiah 9 :6-7)

اس پیشگوئی کوبھی عیسائی زبردستی حضرت مسیح پر جماتے ہیں..درحقیقت یہ پیشگوئی خرقیا بن آخز بادشاہ کےحق میں ہے جوحضرت یسیعاہ کے وقت میں پوری ہوچکی ہے۔عیسائیوں نے اس پیش گوئی کے بیان میں تحریف سے کام لیاہےاوراس پیش گوئی کے مصداق میں ایسی صفات والفاظ کوازخود ملا دیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پرصادق نہ آسکیں وہ یہ چارالفاظ وصفات ہیں۔

اول،خدائے قادر۔دوم،اب ابدیت۔سوم،جس کی سلطنت کوکبھی زوال نہ ہوگا،تاابدتک رہے

گی۔ چہارم، لاانتہا۔

مگر یہ الفاظ عیسائیوں کی تحریف کا نتیجہ ہے اور اصل پیشگوئی میں یہ الفاظ نہیں کہے گئے ہم اس مقام اصل عبارت عبرانی اس پیش گوئی کی نقل کرتے ہیں پھر ثابت کر دکھاتے ہیں کہ یہ الفاظ واوصاف تحریف سے ملائے گئے ہیں۔ اور جو الفاظ اصل پیش گوئی میں ہیں وہ خرقیاہ بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اور اس نظر سے وہ پیش گوئی ان کے حق میں صادق ہو چکی ہے۔ اصل عبارت عبرانی بخط عبرانی یہ ہے.....(عبرانی الفاظ میں نے حذف کردیئے ہیں۔ بہاء)

عربی عبارت میں اس کے الفاظ........

کی یلد یلّد لا تو بین بیّن لا ئق و حی همّراه علی شکمو و تقروا شمو فل یو عیص ایل گبّور ، ابی عد، سر شالوم لسر بهه همسّراه و لشالوم این قیص علی کِتا داؤد و عل مملکتو لها کین اتاه و لسعا داه بمشبا ط و بصدا قاه معتاه و عد عولام قن ا ث ۔ ۔

اس کا ترجمہ: ہمارے لئے ایک لڑکا پیدا ہوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلائے گا۔ عجیب مشیر پہلوان یا زورآور اور اپنے وقت کے لوگوں کا مربی اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاقتور بامقصد ہوگی داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قابض رہے گا (معلوم نہیں عبرانی کی عربی نقل میں کس قدر غلطیاں ہیں۔ بہاء)

اس عبارت میں جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے یہ حضرت حزقیاہ پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپ کے وقت میں وقوع میں آیا ہے وہ اسی کتاب یسیعاہ اور کتاب سلاطین وتواریخ سے نقل کیا جائے گا، یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ ایسا ہی پہلوان یا زورآور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا اور اس کی سلطنت کا ایک مدت طویل تک طاقتور یا بامقصد رہنا بھی اس پر صادق آچکا ہے۔ کتاب دوم تواریخ اور دوم سلاطین اس پر شاہد ہے۔ عیسائیوں نے جو بجائے ان الفاظ وصفات کے وہ چار لفظ اس پیش گوئی میں درج کئے ہیں اس میں انہوں نے تحریف سے کام لیا ہے۔

ان کا پہلا لفظ نتیجہ تحریف لفظ، خدائے قادر، ہے جس کو انہوں نے عبرانی لفظ ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں ایل گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے۔ عبرانی میں لفظ ایل چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ زور، زور آور، اله، اللہ۔ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہوپر پرنسپل ڈیونٹی کالج لاہور مطبوعہ الہ آباد مشن پریس صفحہ ۱۲۔ اور لفظ گبور تین معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ زور آور، پہلوان، سردار۔ (دیکھو لغات عبرانی مذکور۔ ص ۵۹) اور چونکہ اس پیش گوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں، جو انسان سے تولد ہونیوالا تھا، استعمال کئے گئے ہیں لہذا ان الفاظ کے یہی معنی مناسب مقام و متعین ہیں جو انسان میں پائے جاتے ہیں یعنی پہلوان یا زور آور یا سردار، نہ وہ معنی جو خالق سے مخصوص ہیں یعنی اللہ یا اله یا خدا۔ ایسے معنی مخصوص بخدا تعالی کو اس مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تحریف معنی ہے۔

ان کا دوسرا تحریفی لفظ اب ابدیت ہے جس کو انہوں نے لفظ ابی عد کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے اور درحقیقت ابی عد کا ترجمہ مناسبِ مقام، وقت کا باپ، ہے یعنی اپنے وقت کے لوگوں کا مربی۔

اب کے معنی عبرانی میں باپ کے ہیں جیسا کہ عربی میں اور بحالت اضافت یا سے بولا جاتا ہے اور عد تین معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے۔ وقت، ابد، لوٹ۔ دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۲۷۸۔ واز انجا کہ یہ لفظ ایک انسان بادشاہ کے حق میں مستعمل ہوا ہے لہذا اس کے معنی وہی اول، مناسب مقام اور متعین ہیں۔ دوسرے معنی جو خدا سے مخصوص ہیں مراد ٹھہرانا تحریف معنوی ہے۔

ان کا تیسرا لفظ نتیجہ تحریف لفظ، انتہاء نہ ہونے، کا ہے جس کو انہوں نے این قیص کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف سے کام لیا ہے اس مقام میں این کے معنی طاقت ور کے ہیں دیکھو صفحہ ۱۳ لغات عبرانی و لیم ہوپر۔ اور قیص کا ترجمہ با مقصد ہے دیکھو صفحہ ۳۵۷ لغات مذکور۔

ان کا چوتھا لفظ تحریف، سلطنت کے لازوال یا ابدی ہونے کا ہے جس کو انہوں نے عولام کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اور درحقیقت اسکا ترجمہ طویل مدت ہے۔ عد کے معنی ابھی بیان ہوئے ہیں اور عولام کے معنی، بڑی مدت، کے اس مقام کے مناسب ہیں دیکھو لغات مذکور صفحہ ۲۹۰۔

یہ اس پیشگوئی کے الفاظ کی تحقیق ہے جس سے یہ پیشگوئی حزقیاہ کے حق میں صادق آسکتی ہے۔اب یسیعاہ اور سلاطین اور تواریخ سے پیشگوئی کا حزقیاہ پر صادق ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

پس اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس باب نہم کتاب یسیعاہ میں پیش گوئی کی گئی ہے اس سے پہلے آٹھویں باب آیت ۷ میں شاہ اسور کے چڑھائی کرنے اور لوگوں کے تنگی و تاریکی میں پڑ جانے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ پھر باب نہم میں اس تنگی و تاریکی کے دور ہو جانے کی بشارت کے ضمن میں اس لڑکے کی پیش گوئی کی گئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کے وقت اور عہد حکومت و سلطنت میں وہ تاریکی دور ہو جائے جو شاہ اسور کی چڑھائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ بائبل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے جس کے وقت اور عہد سلطنت میں وہ تنگی و تاریکی دور ہوئی ہے۔سو شاہ حزقیاہ ہے، جو اس پیش گوئی کے بعد تخت داؤدی پر تخت نشین ہوا اور اس کی سلطنت کے چوھویں برس سنخریب نے جوڈا کے شہروں پر چڑھائی کی جس سے تمام جوڈا پر تنگی و تاریکی چھا گئی ۔تب حزقیاہ کی دعا سے لشکر سنخریب پر یہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادروں اور سرداروں اور رئیسوں کو فنا کیا۔ایک شب میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔ یہ عجیب و غریب فتح و سلامتی ہوئی جس کے سبب سے حزقیاہ سلامتی اور عجیب کہلایا ہے۔اب ہم اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے بائبل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔یسیعاہ باب ۸ آیت ۷ میں کہا ہے:

اب دیکھ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب کو یعنی شاہ اسور اور اس کی ساری شوکت کو ان پر چڑھالا ئے گا۔۲۱۔تب وے خراب حال بھوکے ہو کے سرزمین میں گزریں گے۔اور ایسا ہوگا کہ جب وہ بھوکے ہوں تو وے اپنی جان سے بیزار ہونگے ۔اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لعنت کریں گے اور وے اوپر تاکیں گے ۔۲۲۔ پھر زمین کی طرف گھوریں گے ۔اور کیا دیکھتے ہیں۔تنگی اور تاریکی کو کہ وہ سیاست ہی سے تاریک ہو جائے گی اور تیرگی میں کھدیڑی جائیں گی۔

7.Now therefore, behold, the Lord bringeth up upon them the waters of the river, strong and many, even the king of Assyria, and all his glory, and he shall come up over all the

channels, and go over all his banks.

21. And they shall pass through it, hardly bestead and hungry, and it shall come to pass, that when they shall be hungry, they shall fret themselves, and curse their king and their God, and look upward.

And they shall look unto the earth; and behold trouble and darkness, dimness of 22 anguish; and they shall be driven to darkness. (Isaiah 8: 7 & 21 & 22)

پھراس کے باب ۹ میں کہا ہے: لیکن تیرگی وہاں نہ رہے گی۔۲۔وے لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے بڑی روشنی دیکھتے اوران پر جوموت کے سایہ کے ملک میں رہتے تھےنور چمکتا۔

1. Nevertheless the dimness shall not be such as was in her vexation, when at the first he lightly afflicted the hand of Ze-bu-lum and the hand of Naph-ta-li, and afterward did more grievously afflict her by the way of the sea, beyong Jordan, in the Galilee of the nations.

2. The people that walked in darkness have seen a great light: they that dwell in the land of the shadow of death, upon them hath the light shined. (Isaiah 9:1.2)

اس کے بعد آیت ٦ میں اس لڑکے کی وہ پیشگوئی ہے جس کو عیسائی مسیح کے حق میں لگاتے ہیں۔ پھر اس کے باب ۱۰، آیت ۱۲ میں شاہ اسور کی گستاخی پر سزایابی کی پیش گوئی ہے۔

Wherefore it shall come to pass, that when the Lord hath performed his whole work upon mount Zion and on Jerusalem, I will punish the fruit of the stout heart of the King of Assyria, and the glory of his high looks. (Isaiah 10:12).

So shall the king of Assyria lead away the Egyptians prisoners, and the E-thi-o-pi-ans captives, young and old, naked and barefoot, even with their buttocks uncovered, to the shame of Egypt. (Isaiah 20:4)

Then shall the Assyrian fall with the sword, not of the mighty man; and the sword, not of a mean man, shall devour him, but he shall flee from the sword, and his young men shall be discomfited. (Isaiah 31:8).

پھر اس کے باب ۲۰ آیت ۴ میں مصریوں کے شاہ اسور کے قید میں آ جانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے باب ۳۱ آیت ۸ میں اسوری کے گر جانے کی پیش گوئی ہے۔ پھر اس کے باب ۳۶ میں کہا ہے: اور حزقیاہ کی سلطنت کے چودھویں سال یوں ہوا کہ شاہ اسور سنخر یب، یہودا کے سب حصین شہروں پر چڑھا اور انہیں لے لیا۔ ۲۔ اور شاہ اسور نے رب ساقی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکیس سے حزقیاہ کے پاس یروشلم بھیجا۔ ۳۔ تب الیاقیم بن خلقیاہ جو گھر کا مختار تھا، اور شہنہ متصدی اور محاسب یواخ بن آسف نکل کے اس پاس آئے۔ ۴۔ اور رب ساقی نے انہیں کہا تم تو حزقیاہ سے یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یوں فرماتا ہے۔ وہ کون سی امید ہے جسے تو ایسا کہہ کے رکھتا ہے۔ ۵۔ مجھ میں لیکن فقط منہ کی بات ہے۔ مصلحت اور جنگ کی قوت موجود ہے، سو اب تو کس پر اعتماد کرتا ہے، جو تو نے مجھ سے سرکشی کی۔ ۶۔ دیکھ تجھے اس ٹوٹی ہوئی چھڑی پر مصر کے نل پر بھروسہ ہے۔ ۱۸۔ حزقیاہ تمہیں فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خدا ہم کو چھوڑا دے گا۔ بھلا کیا گروہوں کے معبودوں میں سے کسی نے بھی اپنی سرزمین کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھ سے بچایا ہے۔ ۱۹۔ حمایت زور ارفاد کے معبود کہاں ہیں۔ سفر دائم کے معبود کہاں ہیں۔ کیا انہوں نے سمروں کا ملک میرے ہاتھ سے بچا لیا۔ ۲۰۔ ان سارے ملکوں کے معبودوں کے درمیان وہ کون ہے جس نے اپنا ملک میرے ہاتھ سے بچایا۔ جو خدا بھی یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچاوے گا۔ ۲۲۔ الیاقم اور شبنہ اور یواخ حزقیاہ کے پاس آئے اور اپنے کپڑے چاک کئے ہوئے رب ساقی کی باتیں اس سے بیان کیں۔

Now it came to pass in the fourteenth year of king Hez-e-ki-ah, that Sen-nach-er-ib king of Assyria came up against all the defenced cities of Judah, and took them.

And the king of Assyria sent Rab-sha-keh from La-chish to Jerusalem unto king Hez-e-ki-ah with a great army. and he stood by the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.

Then came forth unto him E-li-a-kim, hil-ki-ah's son, which was over the house, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, A-saph's son, the recorder.

And Rab-sha-keth said unto them, Say ye now to Hez-e-ki-ah.Thus saith the great king,

the king of Assyria. What confidence is this wherein thou trustest?

I say, sayest thou, (but they are but vain words) I have counsel and strength for war: now on whom dost thou trust, that thou rebellest against me?

Lo, thou, trustest in the staff of this broken reed, on Egypt; wherein if a man lean, it will go into his hand, and pierce it, so is Pharaoh king of Egupt to all that trust in him .

18. Beware lest Hez-e-kiah persuade you, saying. The Lord will deliver us. Hath any of the gods of the nations delivered his land out of the hand of the king of Assyria?

19. Where are the gods of Ha-math and Ar-phad? where are the gods of Se-phar-va-im? and have they delivered Sa-mar-i-a out of my hand.

20. Who are among all the gods of these lands that have delivered their land out of may hand, that the Lord should deliver Jerusalem out of my hand?

12. But they held their peace, and answered him not a word; for the King's command was, saying, answer him not .

22. Then came E-li-a-kim, the son of Hil-ki-ah, that was over the household, and Sheb-na the scribe, and Jo-ah, the son of A-saph, the recorder, to Hez-e-ki-ah with their cloths rent, and told him the words of Rab-sha-keh. (Isaiah 36)

پھر باب ۳۷ میں کہا ہے: اور ایسا ہوا کہ حزقیاہ بادشاہ نے یہ سنکر اپنے کپڑے پھاڑے اور ٹاٹ اوڑھا اور خداوند کے گھر میں گھس گیا۔۲۔اور اس نے الیاقم اور شبنہ اور کاہنوں کے بزرگوں کو ٹاٹ اوڑھا کے یسیعاہ بن اسوس کے پاس بھیجا۔۳۔اور انہوں نے اس سے کہا کہ حزقیاہ یوں کہتا ہے کہ آج کا دن دکھ اور ملامت اور تہمت کا دن ہے۔۴۔شائد کہ خداوند تیرا خدا ربساقی کی سب باتیں سنے گا جسے اسکے صاحب شاہ اسور نے بھیجا ہے کہ خدائے حی کی تحقیر کریں۔اور ان باتوں کے سبب جو خداوند میرے خدا نے سنی ہیں تنبیہہ دے گا۔ پس تو ان باقیوں کے واسطے خدا سے دعا مانگ۔۵۔پس شاہ حزقیاہ کے ملازم یسیعاہ کے پاس آئے تب یسیعاہ نے انہیں فرمایا تم اپنے آقا سے کہو خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو ان باتوں سے جنہیں شاہ اسور کے جوانوں نے کہہ کر میری تحقیر کی ہے ہراساں مت ہو۔دیکھ میں اس میں روح ڈالونگا۔اور وہ ایک افواہ سن کے اپنی مملکت کو

پھر جائے گا۔اور میں اسے اس ہی کی زمین میں تلوار سے مروا ڈالوں گا۔

پھر اس باب ۳۷ کی آیت ۱۱ وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ

۱۱۔شاہ اسور نے پھر حزقیاہ کو دھمکایا اور ڈرایا۔

۱۴۔حزقیاہ نے خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا تو ہم کو اسور کے ہاتھ سے بچالے۔

۲۱۔میں کہا ہے کہ حضرت یسیعاہ نے حزقیاہ کو کہلا بھیجا کہ خدا تعالی نے تیری سن لی۔

۳۳۔سو خدا شاہ اسور کے حق میں فرماتا ہے کہ وہ اس شہر میں نہ آئیگا۔نہ اس کے اندر تیر چلاویگا۔

۳۴۔بلکہ جس راہ سے آیا ہے اسی راہ سے پھر جاوے گا۔

۳۶۔پس خداوند کے فرشتہ نے جا کے اسوریوں کے لشکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی جان سے مارے اور جب لوگ صبح سویرے اٹھے تو دیکھو کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔

۳۷۔تب سنخریب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا۔اور پھر گیا اور نینواہ میں آرہا۔

۳۸۔اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود نسروک کے گھر میں پوجا کرتا تھا آدرملک اور شارا ضر اس کے بیٹوں نے اسے تلوار سے قتل کیا۔اور وے بھاگ کر اراراط کی سرزمین کو گئے اور اس کا بیٹا اسرحدون اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔

1.And it came to pass, when king Hez-e-ki-ah heard it, that he rent his cloths, and covered himself with sackcloth, and went into the house of the Lord.

2, And he sent E-li-a-kim, who was over the household, and Sheb-na the scribe, and the elders of the priests covered with sackcloths, unto Isaiah the prophet the son of Amoz.

3. And they said unto him, Thus saith Hez-e-ki-ah, This day is a day of trouble, and of rebuke , and of blasphemy; for the children are come to the birth, and there is not to bring forth. strength

4.It may be the Lord thy God will hear the words of Rab-sha-keh, whom the king of Assyria his master hath sent to reproach the living God, and will reprove the words which the Lord thy God hath heard; wherefore lift up thy prayer for the ramnant that is

left.

5 . So the servants of king Hez-e-ki-ah came to Isaiah.

6. And Isaiah said unto them, Thus shall ye say unto your master. Thus saith the Lord. Be not afraid of the words that thou hast heard, wherewith the servants of the king of Assyria have blasphemed me.

7. Behold I will send a blast upon him, and he shall hear a rumour, and return to his own land; and I will cause him to fall by the sword in his own land.

11. Behold, thou hast heard what the king of Assyria have done to all lands by destroying them utterly; and shalt thou be deliverd.

14. And Hez-e-ki-ah received the letter from the hand of the messengers, and read it; and Hez-e-ki-ah went up unto the house of the Lord, and spread it before the Lord.

15. And Hez-e-ki-ah prayed unto the Lord saying.

16. O Lord of Hosts, God of Israel, that dwellest between the cher-u-bims, thou art God, even thou alone, of all the kingdoms of the earth: thou hast made heaven and earth.

17. Incline thine ear O Lord, and hear; open thine eyes. O Lord and see, and hear all the words of Sen-nach-er-ib which hath sent to reproach the living God .

21.Then Isaiah the son of Amoz sent unto Hez-e-ki-ah, saying, Thus saith the Lord God of Israel, Whereas thou hast prayed to me against Sen-nach-er-ib king of Assyria;

33. Therefore thus saith the Lord concerning the king of Assyria. He shall not come into the city, nor shoot an arrow there, nor come before it with shields, nor cast a bank against it.

34. By the way that he came, by the same shall he return, and shall not come into the city, saith the Lord.

35 For I will defend this city to save it for mine own sake, and for my servant David's sake .

36. Then the angel of the Lord went forth, and smote in the camp of the Assyrians and hundred and fourscor and five thousand; and when they arose early in the morning, behold they were all dead corpses.
37. So Sen-nach-er-ib king of Assyria departed, and went and returned, and dwelt at Nin-e-veh.
38. And it came to pass, as he was worshipping in the house of Nis-roch his god, that A-dram-me-lech and Sha-re-zer his sons smote him with the sword; and they escaped into the land of Ar-me-ni-a; and E-sar-had-don his son reigned in his stead. (Isaiah)

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب ۳۱ و۳۳ میں اور دوم سلاطین کے باب ۱۸و۱۹ میں بیان ہوا ہے۔ان کتابوں کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جس کی پیش گوئی یسیعاہ باب ۹ میں ہوئی ہے وہی شاہ حزقیاہ ہے جس کی دعا سے خدا تعالی نے شاہ اسور کے لشکر میں ایک لاکھ پچاسی ہزار کی جان ایک رات میں لے لی اور اس سے شاہ اسور کو ہزیمت اور شاہ حزقیاہ کو عجیب فتح نصیب ہوئی اور پیشگوئی اس وقت پوری ہوگئی۔عیسیٰؑ کے متعلق یہ کسی طرح نہیں ہوسکتی۔عیسائی ظلم وناانصافی کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کو ناحق وبلاوجہ عیسیٰؑ پر جماتے ہیں۔

وازانجملہ چوتھا مقام یسیعاہ باب ۷ آیت ۱۴،اور باب ۸ آیت ۱۰ میں ہے جس کو آتھم نے پرچہ ۲۵ مئی میں ۱۸۹۳ء میں بضمن ایک فہرست کے پیش کیا ہے جسکا مضمون آتھم نے بیان کیا:

دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اسکا نام ایمانوئیل رکھیں گے تم منصوبہ باندھو پر وہ باطل ہوگا۔حکم سناؤ پر وہ ٹھہرے گا۔کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔اس جگہ لفظ ایمانوئیل ہے۔

اس پیش گوئی حضرت یسیعاہ کو بھی عیسائی زبردستی حضرت عیسیٰؑ پر لگاتے ہیں۔اور اس پیش گوئی کے مضمون اور متعلقات سے آنکھ بند کر کے اپنے آپ کو بے انصاف بنارہے ہیں۔اور درحقیقت یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ کے خود اپنے وقت میں پوری ہوگئی۔شاہ احاس بن بوتام (جس کو بائیبل میں اخذ بن یوتام کہا گیا ہے) کے دشمنوں شاہ ارام رضین وغیرہ نے اس پر چڑھائی کی تو اس سے احاس ڈر گیا۔تب حضرت یسیعاہ نے اس کو

بشارت دی۔ اور یہ پیش گوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنے گی جس کا نام وہ خود عمانوایل رکھے گی۔ وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے گا کہ وہ زمین ان بادشاہوں سے جو اس پر چڑھائی کرتے ہیں چھوڑائی جائے گی اور ایسا ہی وقوع میں آ گیا۔ وہ لڑکا شاہ احاس کے وقت میں پیدا ہوا اور اسی وقت شاہ احاس کے مخالفوں کو پس پا کیا گیا۔ یہ بات اسی کتاب یسیعاہ کے باب ۷ وغیرہ اور کتاب سلاطین دوم کے باب ۱۶ وغیرہ میں بتفصیل مذکور ہے مگر حضرات عیسائی اس تفصیل سے آنکھ بند کر کے اس پیش گوئی کو حضرت عیسیٰؑ پر لگاتے ہیں۔ اور اس میں اپنی سنت قدیم تحریف سے بھی کام لے چکے ہیں کہ جوان عورت کی جگہ کنواری عورت بنا دیا۔ اور بجائے اس فقرہ کے اس لڑکے کی والدہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی، یہ فقرہ گھڑ لیا کہ لوگ اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔ ہم اس مقام میں پہلے یسعیاہ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہیں جن سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو۔ پھر وہ تفصیل نقل کریں گے جس سے ثابت ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ اور شاہ احاس کے وقت میں پوری ہوگئی تھی۔

اصل عبرانی عبارت بخط عبرانی یہ ہے (عبرانی سے لاعلم ہونے کے باعث اسے نقل نہیں کیا جا رہا۔ بہاء)۔....

حروف عربی میں: لکن یبین ادو تا ئی ھوا لکم او ن ھنہ ھا علماہ ھا رہ و یلد ت بین و قا را ت شمو عما نو ایل

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے، باوجود اس کے خداتم کو نشان دے گا۔ دیکھو علماہ یعنی جوان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے، کیونکہ ھا رہ جو علماہ کا فعل ہے حال و استقبال دونوں معنوں کے لئے آتا ہے) اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔

وقا رات شمو کے یہی معنی ہیں۔ اور حرف ث بجائے تائے تانیث ہے)۔ حضرات عیسائیوں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو تحریفیں کی ہیں۔ کنواری کو عبرانی میں ثبولہ کہتے ہیں، اور ھماہ جوان عورت کو کہتے ہیں خواہ کنواری ہو خواہ بیاہی۔ کتاب مقدس میں جہاں کنواری کا موقع ہے وہاں بھی لفظ ثبولہ بولا گیا ہے۔ دیکھو کتاب خروج باب ۲۲۔ آیت ۱۶؟۔ اور استثنا باب ۲۲؟ آیت ۲۳۔ اور لغات بھی شاہد ہے دیکھو لغات عبرانی ولیم ہو پر

دوسری تحریف یہ کہ وقا را ت شمو عما نو ایل کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اس کا نام عمانوایل رکھیں،

یعنی لوگ، حالانکہ وقارات مؤنث کا صیغہ ہے جو اس کی والدہ کی طرف راجع ہے۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوایل ماں نے رکھا ہے اور نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اس کا نام یسوع بتایا اور وہی نام اس کی ماں اور باپ نے اس کا رکھا۔ دیکھو انجیل متی باب ا۔ آیت ۲۱۔۲۲ تو انہوں نے اس فقرہ یسیعاہ... میں تحریف وتصرف کر کے اس کا یوں بنالیا کہ اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔ اور اس کو انجیل متی باب ا۔ آیت ۲۳؟ میں درج کیا۔ یہ ان حضرات کی تحریف وتصرف کی بات ہے۔ اب اس پیش گوئی کی تفصیل اسی کتاب یسیعاہ وغیرہ سے کی جاتی ہے جس سے واضح ہو کہ یہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسیعاہ کے باب ۷ کے شروع میں ہے:

اور شاہ یہودا اخز بن یوتام بن ازیاہ کے عصر میں ایسا ہوا کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل پکاہ بن ریمالیہ یروشلم پر لڑنے چڑھا، پر وہ فتح یاب نہ ہوا۔ ۲۔ اس وقت داؤد کے گھرانے کو آرام، افرائیم کو ساتھ لے کے فوج بڑھاتا ہے۔ سو اس کے دل اور لوگوں کے دلوں نے جنبش کھائی، جس طرح بن کے درخت ندی سے جنبش کھاتے ہیں۔ خداوند نے یسیعاہ کو حکم کیا کہ تو اپنے بیٹے شیار شوب کو لے کے تالاب کے سرے پر جو رفو گروں کے میدان کے راہ میں ہے، شاہ اخز سے جا کر مل، اور اسے کہہ دھیان کر اور بے قرار مت ہو، اور مت ڈر۔ شاہ رضین اور اس کے آرامیوں، اور شاہ پکاہ کا غصہ کچھ خطرناک نہیں ہے۔ آرامیوں نے اسرائیلیوں اور ان کے بادشاہ کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا ہے، وہ جوڈیا پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، خوف سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کرتا بیل کے بیٹے کو اس کے تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ اس لئے خداوند اس منصوبہ کو کامیابی نہیں دے گا۔ کیونکہ آرامی، اپنے دارالحکومت دمشق سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ اور دمشق بادشاہ رضین سے زیادہ مضبوط نہیں۔ اور اسرائیل ۶۵ سال میں ایسا کٹ جائے گا کہ قائم نہ رہے گا۔ اسرائیل سماریہ اپنے دارالحکومت، سے زیادہ مضبوط نہیں، اور سماریہ شاہ پکاہ سے زیادہ مضبوط نہیں۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو یقیناً قائم نہ رہو گے۔ ۱۰۔ پھر خداوند نے اخز سے خطاب کر کے کہا۔ ۱۱۔ خداوندا اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔ ۱۲۔ پھر اخز نے کہا میں نہیں مانگنے کا۔ اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔ ۱۳۔ تب نبی نے کہا اے داؤد کے خاندان اب تم سنو انسان کو تھکانا ہمارے آگے نہایت چھوٹی بات ہے۔ سو کیا تم میرے خدا کو بھی تھکاؤ گے؟ ۱۴

۔باوجود اس کے خداوند آپ تم کو نشان دے گا (بے انصاف عیسائیو! دیکھو اس نشان کے دکھانے کا کس کو وعدہ دیا گیا؟ کیا اسی با
دشاہ خاندان داؤدی شاہ اخزیا احاس کو جو حضرت یسیعاہ کے وقت میں تھا یہ وعدہ نہیں دیا گیا) دیکھو کنواری (یہ عیسائیوں کی من گھڑت
اور تحریف ہے اصل میں جوان عورت کہا گیا ہے چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام امانوایل ر
کھے گی (عیسائیو! اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تم نے اس کو کیا بنا لیا؟ اور بجائے اس کے انجیل میں یہ داخل کر دیا کہ لوگ اس کا نام اما
نوایل رکھیں گے)۔۱۵۔وہ دہی وشہد کھاوے گا جس وقت وہ برا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے گا
۔۱۶۔پھر اس سے آگے کہ یہ لڑکا بد ترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے، یہ زمین جسے تو برباد کرتا
ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑا دی جائے گی۔

1. And it came to pass in the days of Ahaz, the son of Jo-tham, the son of ...., king of Judah, that Re-zin the king of Syria, and Pe-kah the son of the Rem-a-li-ah, king of Israel, went up towards Jerusalem to war against it, but could not prevail against it.

2. And it was told the house of David, saying, Syria is confederate with E-phra-im. And his heart was moved, and the heart of his people, as the trees of the wood are moved with the wind.

3. Then said the Lord unto Isaiah, Go forth now to meet Ahaz, thou, and She-ar-rash-ub thy son, at the end of the conduit of the upper pool in the highway of the fuller field.

4. And say unto him, Take heed, and be quiet, fear not, neither be faint-hearted for the two tails of these smoking firebrands for the fierce anger of Re-zin with Syria, and of the son of Rem-a-li-ah.

5. Because Syria, E-phra-im, and the son of Rem-a-li-ah, have taken evil counsel against thee saying,

6. Let us go up against Judah, and vex it, and let us make a breach therein for us, and set a king in the midst of it, even the son of Ta-be-al:

7. Thus saith the Lord God, It shall not stand, neither shall it come to pass.

8. For the head of Syria is Damascus, and the head of Damascus is Re-zin; and within

threescore and five years shall E-phra-im be broken, that it be not a people.

9. And the head of E-phra-im is Sa-mar-i-a, and the head of Sa-mar-ia is Rem-a-li-ah's son. If ye will not believe, surely ye shall not be established.

10. Moreover the Lord spake again unto Ahaz, saying,

11. Ask thee a sign of the Lord thy God; ask it either in depth, or in the height above.

12. But Ahaz said, I will not ask, neither will I tempt the Lord.

13. And he said, hear ye now, O house of David; Is it a small thing for you to weary men, but will ye weary my God also.

14. Therefore the Lord himself shall give you a sign; behold, a virgin shall conceive, and bear a son, and shall call his name Im-man-u-el.

15. Butter and honey shall he eat, that he may know to refuse the evil, and choose the good.

16. For before the child shall know to refuse the evil, and choose the good, the land that thou abhorrest shall be forsaken of both her kings. (Isaiah 7: 1.16)

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ یہ پیشگوئی یسیعاہ نے شاہ احاس کی تسلی کیلیئے کی تھی اوراس کو بطور نشان نمائی یہ بشارت دی تھی کہ ایک جوان عورت سے لڑکا پیدا ہوگا اور اسکے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیرے مخالف بادشاہوں کی بربادی ہوجائے گی۔لہذا یہ ضرور تھا کہ وہ لڑکا اس کے وقت میں پیدا ہوتا اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنے مخالفوں کی بربادی کا مشاہدہ کرلیتا۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ لڑکا کونسا تھا۔سواس کا جواب یہ ہے کہ یہودی یوں کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسیعاہ کے گھر میں انہیں کی جوان عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اوراس پر وہ کتاب یسیعاہ کے باب ۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں۔

۱۔ پھر خدانے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اس پر لکھ مھیر شالال حاش بز کیلیئے۔

۲۔اور کہ میں دیانت دار گواہوں یعنی عوریاہ کاہن اور ذکریابن ..برکیاہ کو مقرر کروں۔

۳۔اور میں نبیہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ تو اس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھ۔

۴۔کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا۔اے میرے باپ اے میری ماں بول سکے، دمشق کا مال اور سمرون کی لوٹ کو اٹھوا کے شاہ اسور کے حضور میں لے جاویں گے۔

۹۔ارے قوموں دھوم مچاؤ پر تم ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔اور اے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں ہو اسے سنو اپنی کمریں باندھو پر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔اپنی کمریں کسو پر تمہارے پرزے پرزے کئے جائیں گے۔

تم منصوبہ باندھو۔پر وہ باطل ہوگا۔حکم سناؤ پر وہ نہ ٹھہرے گا کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے۔

1. Moreover the Lord said unto me. Take thee a great roll, and write in it with a man's pen concerning Ma-her.shal-al-hash-baz.

2. And I took unto me faithful witnesses to record C-ri-ah the priest, and Zech-a-riah the son of Je-ber-e-chi-ah.

3. And I went unto the prophetess, and she conceived, and bare a son. Then said the Lord to me, Call his name Ma-her.shal-al-hash-baz.

4. For before the child shall have knowledge to cry, My father, and my mother, the riches of Damascus and the spoils of Sa-mar-i-a shall be taken away before the king of Assyria.

5. The Lord spake also unto me again, saying.

6. Forasmuch as this people refuseth the waters of Shi-lo-ah that go softly, and rejoice in Re-sin and Rem-a-liah's son.

9. Associate yourselves, O ye people, and ye shall be broken in peaces; and give ear, all ye of far countries; gird yourselves, and ye shall be brokenin pieces, gird yourselves, and you shall be broken in pieces.

10. Take counsel together, and it shall come to nought, speak the word, and it shall not

stand; for God is with us. (Isaiah 8: 1-10)

یہ اخیر کا جملہ اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوایل کی طرف مشعر ہے۔جیسا کہ اس کا پہلا نام مھیر شاہ لال حاش بز ہے۔اور دوم تواریخ کے باب ۲۸، اور دوم سلاطین کے باب ۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرائیل سے تنگ ہو کر شاہ اسور کی طرف التجا کی اور اس سے مدد مانگنی چاہی۔(تواریخ ۲۔۲۸:۱۶)۔تب شاہ اسور نے اس کی بات مانی اور اس نے دمشق پر لشکر کشی کر کے اسے لے لیا۔اور یہ وہاں کے لوگوں کو اسیر کر کر کے قید میں لایا اور رضین کو قتل کیا۔تب اخذ بادشاہ،شاہ اسور تگلت پلاسر کی ملاقات کو چلا (سلاطین دوم ۱۶:۷۔۹۔۱۰) وغیرہ۔

7. Ahaz sent messengers to Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, saying, I am thy servant of the hand of the king of Syria, and out of the and thy son; come up and save me out hand of the king of Israel, which rise up against me .

8. And Ahaz took the silver and gold that was found in the house of the Lord, and in the treaurers of the king's house, and sent it for a present to the King of Assyria.

9. And the King of Assyria hearkened unto him: for the king of Assyria went up against Damascus and took it and carried the people of it captive to Kir and slew Re-zin

10. And king Ahaz went to Damascus to meet Tig-lath-pi-le-ser king of Assyria, and saw an alter that that was at Damascus; and king Ahaz sent to C-ri.jah the priest the 2(fashion of the alter, and the pattern of it, according to all workmanship thereof. Kings 16: 7-10)

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش گوئی حضرت یسیعاہ،شاہ احاس کے وقت میں پوری ہو گئی۔

اور وہ لڑکا وہی ہے جو حضرت یسیعاہ کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔عیسائی حضرات،موعود لڑکا حضرت یسیعاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کر لیں مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہیے جو حضرت یسیعاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو کیونکہ حضرت یسیعاہ کے وقت اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے میں ان کو دم مارنے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔لہذا اس لڑکے کا بھی اس وقت میں پیدا ہو جانا ضروری

ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ پیش گوئی نجات شاہ احاس تو اسی وقت پوری ہو جاوے اور وہ لڑکا جس کی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا حضرت مسیح ہو جو ۷۴۲ برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم و انصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی موٹی بات نہیں سمجھتے اور زبردستی اس پیش گوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

وازانجملہ پانچواں مقام یسیعاہ باب ۴ آیت ۳ ہے جس کو ڈپٹی آتھم نے اس پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے :

بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز تم خداوند کی راہ درست کرو۔ اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

اس پیش گوئی کو بھی حضرت عیسیٰؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیش گوئی بشہادت انجیل متی یوحنا بپتسما دینے والے کے مسیح کے حق میں ہے۔ متی باب ۳ میں آیت ا سے ۳ تک کہا ہے

ان دنوں یوحنا بپتسمادینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے ۔۲۔ اور یہ کہنے لگا تو بہ کرو کیونکہ آسمانی بادشاہت نزدیک ہے۔ ۳۔ کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسیعاہ نبی نے یہ کہہ کے کیا کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ درست کرو اور اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔

1. In those days came John the Baptist preaching in the wilderness.

2. And saying, Repent ye; for the kingdom of heaven is at hand.

3. For this is he that was spoken of by the prophet E-sai-as saying, The voice of one crying in the wilderness, Prepare ye the way of the Lord, make his path straight.

(Matthew 3: 1-3)

ایسا ہی باقی انجیلوں مرقس لوقا یوحنا میں ہے۔ افسوس عیسائی ان انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے اور اس کے برخلاف عہد عتیق کی پیش گوئیوں کی بے جا تاویلیں کر کے ان کو حضرت مسیح پر جماتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ ایسی پیش گوئیاں حضرت مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لی جاویں تو بھی ان سے ان کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ہم دعوی الوہیت کی تائید وثبوت میں ان کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

ازانجملہ پانچواں مقام ملاکی باب ۳ آیت ا ہے جس کو ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسی پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء کی فہرست میں پیش کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔

1. Behold, I will send my messenger, and he shall prapare the way before me; and the Lord, whom ye seek, shall suddenly come to his temple, even the messenger of the covenant, whom ye delight in: behold, he shall come, saith the Lord of hosts. (Malachi 3:1)

اس پیشگوئی کو بھی مسیح کی الوہیت یا ابنیت (جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا گیا ہے) کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس میں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے، نہ کہ الوہیت۔ متی باب ۱۱ آیت ۱۰ میں اور مرقس باب ۱ آیت ۲۔۳ میں اور لوقا باب ۷ آیت ۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر اور یوحنا بپتسمہ دینے والے پر لگایا ہے اور یہ کہا ہے:

پھر تم کیا دیکھنے کو گئے۔ کیا ایک نبی ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ نبی سے بڑا۔ ۷۔ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ کو درست کرے گا۔ ۲۸۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں یوحنا بپتسما دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔

26. But what went ye out for to see? A prophet? Yea, I say unto you, and much more than a prophet.

27. This is he, of whom it is written, Behold I sent my messenger before thy face, which shall prepare thy way before me.

28. For I say unto you, Among those that are born of women there is not a greater prophet than John the Baptist; but he that is least in the kingdom of God is greater than he. (Luke 7 : 6-28)

یہ قول مسیح اگر عیسائیوں کی من گھڑت نہیں تو اس سے بجز اسکے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰؑ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اوران کی راہ درست کرنے والا کہا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ بھی

ان کے بعد آنے والے رسول ہیں اور اگر عیسائی اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا، حضرت عیسیٰؑ کا رسول ہے اور عیسیٰؑ اس کے بھیجنے والے خدا ہیں تو پھر انکی غلط فہمی یا بے انصافی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے تو اسی یوحنا سے بقول عیسائیوں کے بپتسما پایا اور ان کے شاگرد و مرید ہوئے اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو ان کے مرید و شاگرد کیوں بنتے۔

ازانجملہ چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اول آیت ۲۶، اور باب ۳ آیت ۲۲ ہے جن کو عبداللہ آتھم نے ۲۴ مئی کے پرچہ میں نقل کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں گے۔ (پیدائش ۱۔۲۶)

اور خداوند نے کہا: دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (پیدائش ۳:۲۲)

آتھم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اردو میں نقل کر کے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے:

کہا الوہیم خدا نے ہم بناویں آدم کو اوپر صورتوں اپنیوں اور اوپر شکلوں اپنیوں کے۔

اور یہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے جو خدا تعالی کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور یہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنی صورتوں اور شکلوں کے کئے گئے ہیں یعنی لفظ ؟ اور لفظ کدموثینو، وہ بھی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں باوجود و حدیث کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سر سید احمد کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم میں جمع تعظیمی ہے، یعنی نہ تعدادی۔ پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خدا تعالی کا نام ہے اور اسماء خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد خان کو سید احمدان نہیں کہا جاتا

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کاحد ممنو) عربی حروف میں نقل کر کے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے: ہم میں سے ایک کی مانند۔، یعنی آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اور یہ خیال کیا کہ (ممنو) صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یہ لفظ خدا تعالی نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے اس خیال کے مخالف یہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ متکلم مع الغیر میں خدا نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور ان کی نظر سے، ہم میں سے، کا لفظ بولا ہے پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر متن کتاب میں آگے پیچھے کہیں نہیں ہے۔ پھر اس ضمیر متکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو بھی فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے، بلکہ کسبی ہے۔ جو ان کو ناپاک کر دیتا ہے لہذا فرشتے اس لائق نہیں کہ خدا ان کو اپنے ساتھ لیکر ان کی نظر سے لفظ، ہم میں سے، بولے۔

پھر آپ نے سرسید احمد سے نقل کیا ہے کہ لفظ، ممنو، متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ جمع غائب ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آدم طبقہ ہائے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو درکنار جیالوجی اور سائنس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈپٹی آتھم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی جس میں اصل عبرانی عبارت توریت و عبرانی لغات و صرف و نحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم ذات باری تعالی کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وصفی اسم ہے جس کے معنی سردار یا زور آور کے ہیں اور ان ہی معنی کی نظر سے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق خدا تعالی پر ہوا ہے ویسا ہی حضرت موسیؑ و ہارونؑ و حضرت عیسیؑ اور ایک فرقے اور ایک بادشاہ کافر بخت نصر پر ہوا ہے (جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گذرتا) اور اس پر آیات خروج ۷:۱؛ ۴:۱۶ اور، قاضی،، زبور، اور حزقیل کی بعض آیات کا حوالہ دیا۔

And the Lord said unto Moses, See, I have made thee a god to Pharaoh; and Aaron thy brother shall be thy prophet. (Exodus 7:1)

And he shall be thy spokesman unto the people; and he shall be to thee instead of a mouth, and thou shalt be to him instead of God. (Exodus 4:16)

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یصیلمینو اور کد ممنو کے معنی جمع کے نہیں ہیں بلکہ مفرد ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ بائبل میں ان الفاظ کا ترجمہ، اپنی صورت اپنی مانند، کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اور ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ، ممنو، توریت میں متکلم مع الغیر کے معنی میں کہیں نہیں آیا جہاں لفظ وارد ہے وہاں واحد غائب

کے معنی مراد ہیں۔

ازانجملہ پیدائش ۲:۱۷،۳:۳ ہے جن میں اس لفظ کا اطلاق اس درخت پر ہوا ہے جس کے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔

17. But of the tree of the knowledge of good and evil, thou shalt not eat of it: for in the day that thou eatest thereof thou shalt surely die (Genesis 2:17)

But of the fruit of the tree which is in yhe mist of the garden, God hath said, Ye shall not eat of it, neither shall ye touch it, lest ye die. (Genesis 3: 3)

ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تطویل ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر غائب قرار دیا ہے اور اس مقام میں جو لفظ کـــا حـد ، کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے اس سے بھی اس کی جمیعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے معنی یکتا اور وحید کے ہیں اور اگر اس لفظ کو بقرینہ لفظ کـــا حـد جمع تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا۔ ولہذا اس لفظ سے متکلم یعنی خدا تعالیٰ میں کثرت ثابت نہ ہوگی بلکہ ان غائب اشخاص کی جن کی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریت میں اور عبرانی زبان میں واحد و جمع غائب و متکلم سبھی معانی میں استعمال تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام متنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنی متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ پر ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اس مقام میں بمعنی واحد غائب مراد ہو۔ اور بفرض جمیعت کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنی جمع غائب ہو اور بفرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے اپنے ساتھ فرشتوں کو شامل کر لیا ہو جیسا کہ یہودی کہتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیوں کا اس آیت سے استدلال بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال باطل ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶۔ ص ۲۰۵ تا ۲۹۶)۔

جلسہ تحقیق مذاہب

مرزاغلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ قادیان میں جلسہ تحقیق مذاہب کے انعقاد کا منصوبہ بنایا اور ایک اشتہار میں لکھا:

میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور میں انعقاد پاوے اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک کو ضروری ہو، بتفصیل ذیل ہیں:۔

اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو اس جلسہ میں ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل، اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل، اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمو مذہب کا ایک فاضل اور جین مذہب کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔ (قادیانیوں کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے؟ اگر قادیانیوں کی طرف سے ہیں تو پھر مسلمانوں کی نمائندگی کون کریگا۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے ہیں تو مسلمانوں کی اکثریت تو آپ کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ بہا)

۲۔ دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہے گا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ، ہر یک فریق کے مذہب کے موافق ان کیلئے میسر کر دی جائینگی

۳۔ تیسرے یہ کہ ان بزگوں کی آمدورفت کا کرایہ، اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں، ہمیں دینا ہوگا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لئے کافی متصور ہوگا اسی قدر آمدورفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ لے آویں مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا۔ (مرزا صاحب سفر کرتے تھے تو ان کے حاشیہ بردار سکرٹری، خدام ساتھ ہوتے تھے۔ اور انکے بغیر وہ کہاں جا سکتے تھے؟ اسی طرح دوسرے مذاہب کے اکابرین کو تصور کر لیا جائے۔ صرف

ایک ہی فرد کا کرایہ دینا اسے عملاً شرکت سے روکنا ہے۔ اگر وہ ۱۰ خدام کا کرایہ دے سکتا ہے، تو اپنا یعنی گیارھویں کا بھی دے سکتا ہے) اور مہمان داری میں بھی حفظ انتظام کے لئے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا۔ اور جو بزرگ آمدورفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں تا ان مصارف کا کل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دے دیا جائے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لئے کافی ہو ہمیں ہی کرنا ہوگا۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ تک رہے گا اور مہینہ کے تیس دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں۔ مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس ہوں تو ہر ایک متکلم کے حصے میں تین تین آئیں گے اور اگر چھ ہونگے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ ہر ایک صاحب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اول ہونے کا دعوی ہو، یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں۔

۷۔ ساتویں یہ کہ ہر یک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب کی اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے (اس شرط کا اول و آخر آپس میں متناقض ہیں۔ اور شرط ناقابل عمل ہے۔ بہاء)

۱۴۔ ہر ایک صاحب جو جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں ان کو چاہیے کہ اپریل ۱۸۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دیں اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے درخواست کرنے والے کئی صاحب ہونگے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو (اس تجویز کی رو سے مرزا صاحب کا معاملہ تو ختم ہو گیا۔ اور دوسروں کے بارے میں کثرت رائے قوم کا کیونکر پتہ چل سکے گا۔ کون ووٹ شماری کرے گا اور کیسے۔ بہاء)....میں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض

اظہار حق ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے۔ دنیا کے ادنی مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں اور طالب حق پر لازم ہے جوان کو بار بار سوچے۔ سوان وجوہات کے باعث ایک ماہ اس جلسہ کیلئے ضروری طور پر قرار پایا ......اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے اخیر اپریل تک کسی فریق کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواء جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیا جائے گا۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲۔۱۹۹)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے:

یہ بیان کیا ہے کہ یہ جلسہ قادیان میں منعقد ہوگا اور اس میں نو مذاہب مخالفہ اسلام۔ موسوی، عیسائی، آریہ، برہمو، مجوسی، جین، بدھ، سناتن دھرم، دہریہ، فلاسفہ کے فاضلوں کو جو اپنے مذہب کی زبانیں، عبرانی، سنسکرت وغیرہ سے واقف و ماہر ہوں، تشریف لائیں گے اور اسلام کی طرف سے خود بدولت (قادیانی) پیش ہوں گے اور یہ جلسہ ایک مہینے تک رہے گا اور آنے والوں کا خرچ مہمان داری وکرایہ مکانات فروکش ہونے کا مرزا قادیانی کے ذمہ ہوگا اور جو صاحب کرایہ آمدورفت چاہیں وہ بھی مرزا قادیانی دے گا وغیرہ وغیرہ۔ معلوم نہیں موضع قادیان میں کرایہ کا مکان بجز مکانات قادیانی کون سا ہے جس میں وہ لوگ فروکش ہوں گے۔

ناظرین! اس تجویز سے آپ کا اصل مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دام افتادہ احمقوں سے اخراجات مہمان داری وکرایہ مکانات اور آمدورفت کے بہانہ سے ٹکے وصول کرے۔ وبس۔ اس امر کے اشتہار سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

قادیانی کو اس امر کا یقین ہے کہ اس کی دعوت پر نہ کوئی بمبئی، کلکتہ سے عبرانی دان یہودی آوے گا، نہ چین یا برما سے مذہب بدھ کا فاضل، اور نہ یورپ کے دہریوں سے کوئی فلاسفر اور نہ ہندوستان و پنجاب سے کوئی برہمو، آریہ وعلی ہذا القیاس۔

اس یقین کی وجہ کا بھی قادیانی کو علم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مجھے بہت لوگ جھوٹا اور فریبی جانتے

ہیں۔ایسا کم سے کم کوئی ایک بھی نہیں جو مجھے صحیح مخاطب سمجھتا ہو اور عالم فاضل و محقق اور طالب حق سمجھ کر مجھ سے مباحثہ اور احقاق حق کا خواہاں ہو کر میرے گھر پر آوے۔

یہ یقین اس کو اس تجربہ کے ذریعہ سے حاصل ہو گیا ہے کہ اس نے بارہا لوگوں کو اپنے مقابلہ کے لئے اشتہار دیئے ہیں اور ان اشتہاروں میں علاوہ زادراہ کے سال بھر تک دوسو روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کے بھی وعدے کئے مگر اکثر لوگوں نے اس کو فریبی یا پاگل سمجھ کر اس کے اشتہاروں کا جواب تک نہ دیا۔بعض نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈالدیا ہے

اس تجربہ سے اس کو وہ یقین ہو گیا ہے، اس لئے اس نے بے دھڑک یہ اشتہار جلسہ تحقیق مذاہب جاری کر دیا ہے جس سے وہ مقابلہ مخالفین سے تو بے فکر ہے اور اس امر کی امید رکھتا ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نہ کچھ روپیہ وصول ہو ہی جائے گا۔وہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مخالف مولوی ہزار بار عام لوگوں کو ہمارے فریبوں پر آگاہ کریں مگر جہان احمقوں سے خالی نہیں، نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔شیخ چلی مر گیا ہے تو کیا ہوا، اسکی ذریات کا تو اختتام نہیں ہوا۔غرض حصول زر کے سوا اس اشتہار سے کوئی نتیجہ نکلے تو ہماری پیش گوئی کی غلطی کی جو مالی سزا قادیانی تجویز کرے ہم بھگتنے کو حاضر ہیں۔اور اگر ہمارا کہنا درست نکلا تو آئندہ قادیانی لن ترانیاں ہانکنے اور ان کے ذریعہ سے عام مسلمانوں کو (حمقاء اتباع قادیانی کا ذکر نہیں) دام میں لانے کا خیال دماغ سے نکال دے ۔امام محدث دارقطنیؒ نے بغداد والوں کو کہا تھا کہ یا اھل بغداد لا تطمعوا فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ ما دمت حیّاً (اے اہل بغداد جب تک میں زندہ ہوں تم آنحضرت ﷺ پر جھوٹی حدیثیں وضع کر کے افتراء کرنے کی طمع نہ رکھو)۔ میں بھی دارقطنی کی طرح قادیانی کو کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور دام میں لانے کی طمع چھوڑ دیں۔

اب ہم قادیانی سے ایک سوال کرتے ہیں کہ بفرض محال یہ جلسہ منعقد ہو گیا اور مذاہب مذکورہ کے فاضل چین، برما، یورپ وغیرہ بلاد سے جمع ہو کر قادیانی کے مقابلہ کے لئے مستعد ہو کر اس امر کے مستفسر ہوئے کہ آپ جو اسلام کی طرف سے وکیل ہو کر ہم سے مخاطب ہوتے ہیں اور مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کے پاس اس امر کی کیا دلیل و دستاویز ہے کہ آپ مسلمانوں کے وکیل ہیں اور آپ کے ساختہ پرداختہ کو مسلمان اپنا ساختہ

پرداختہ سمجھیں گے۔ اسلامی دنیا میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ باضابطہ مسلمانوں کے گروہ سے خارج کئے گئے ہیں اور پشاور سے کلکتہ و مدراس و بمبئی تک آپ کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء فتویٰ لگا چکے ہیں، تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے؟ کیا صرف یہی کہ ہم کو حکیم نور الدین جمونی بھیروی نے کافر نہیں کہا۔ یا منشی محمد احسن امروہی نے رسالہ تحذیر میں ہم کو کفر سے بچا لیا ہے۔ اس کے جواب میں وہ پھر اسی فتویٰ کو پیش کریں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی آپ کی متابعت کے سبب اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے۔ بینوا و توجروا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶۔ ص ۳۷۶۔ ۳۷۸)

پیش گوئی متعلقہ آتھم کا انجام

۱۸۹۳ء میں عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہونے والے مباحثے کے اختتام پر مرزا قادیانی نے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک اپنے مدمقابل ڈپٹی آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ خدا تعالیٰ نے آتھم کو اس مدت کے اختتام تک زندہ رکھا اور پیش گوئی غلط ثابت ہوگئی لیکن مرزا صاحب نے تاویلات کے زور پر اپنے مریدوں کی نظر میں اسے سچا کر دکھایا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

ایک پادری فتح مسیح سے قادیانی نے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک خلیفہ قادیانی کو کہا کہ آتھم کی موت کے متعلق پیشگوئی قادیانی کو سچی جاننے والی ایک حقیر جماعت اتباع قادیانی ہے جس کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہونگے۔ پھر اسکے جواب میں قادیانی نے کہا ہے کہ

وہ (پادری) کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ در حقیقت یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ اور اگر ہم پندرہ سو یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار کے دستخط کرا دیں گے تو ان کا دعویٰ باطل ہوگا یا نہیں؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس چال سے قادیانی کی کیا غرض ہے؟ اے حضرات! یہ غرض اس سیاہی کو دھونا ہے جو عبداللہ آتھم کے (تا اختتام مدت) فوت نہ ہونے سے آپ کے منہ مبارک پر جمی ہوئی ہے، اور اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا ہے جو اس دن سے زیب گلو ہو رہا ہے تا کہ اس ذریعہ سے پھر وہ فتوحات مالی جاری ہوں جو اس پیش گوئی کے جھوٹا ہونے سے مسدود ہو رہی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ مزید فرماتے ہیں: ہم اس مضمون میں اس نئے پادری کی تصدیق و تائید نہیں کرتے اور نہ اس کا یہ بیان کہ اس پیش گوئی کو سچی جاننے والی جماعت قادیانی میں صرف پندرہ آدمی ہیں، لائق تصدیق ہے۔ اور نہ یہ شخص کسی اور بیان میں مسلمانوں کی تائید کے لائق ہے۔ یہ شخص جب سے نیا پادری بنایا گیا ہے تب سے آنحضرت ﷺ کی عالی جناب میں ناپاک الفاظ استعمال میں لاتا ہے اور اپنی معمولی باتوں میں بھی راست گوئی کا ملتزم نہیں ہے۔ ہم سے اس کی خط و کتابت ہوئی تو اس میں اس نے راستی و دیانت سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ اس خط و کتابت کے درج رسالہ ہونے سے ناظرین کو یقین ہوگا (یہ جلد ۱۶ میں بصفحہ ۳۵۳ وغیرہ درج ہو چکی ہے۔ اس کو اس نئے پادری نے اخبار نور افشاں میں درج کرایا تو اس میں بہت تصرف کیا۔ از انجملہ یہ کہ اپنے خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء کے آخری فقرہ کو خورد برد کر کے اس کا جواب جو ہماری طرف سے تھا اخبار میں نہ چھپوایا) لہذا ایسا شخص اس لائق نہیں کہ کوئی مسلمان اس کی تائید کرے بلکہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کی واجبی خدمت گذاری کرے۔

بلکہ اس مقام میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس تعداد کے بیان میں جیسا کہ یہ نیا پادری جھوٹا ہے ایسا ہی قادیانی جھوٹا ہے اور اس دروغ کے سبب ہر دو ملامت کے مستحق ہیں۔ نیا پادری اس لئے کہ اس نے قادیانی جماعت میں پیشگوئی کو سچی جاننے والوں کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ اتباع قادیانی جو اس پیشگوئی کو سچا جانتے ہیں، سو سے بھی زیادہ ہیں۔ اور قادیانی اس لئے جھوٹا ہے کہ اس نے جھوٹ کا طوفان باندھ دیا اور اس قدر تعداد کے بیان میں جھوٹ کو انتہاء تک پہنچا دیا۔

اس نفی سے ہماری یہ مراد نہیں کہ وہ چار ہزار آدمیوں کے نام مشتہر نہیں کرسکتا۔ نام تو دس ہزار اشخاص کے گن سنائے گا۔ ہماری مراد اس نفی سے یہ ہے کہ وہ اس تعداد کے ایسے لوگوں کو پیش نہیں کرسکتا جو قانون شریعت یا عدالت کی رو سے شہادت میں قبول کئے جانے کے لائق ہوں۔

ہم مرزا قادیانی سے اس قسم کے لوگ اور اہل اسلام سے نہیں چاہتے اور اس قدر کے تعداد کی بھی اس کو تکلیف نہیں دیتے بلکہ خاص کر اسی کے اتباع و معتقدین میں سے بجائے چہار ہزار صرف چار اشخاص کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر وہ جلسہ عام اہل اسلام میں بالاتفاق حلف کے ساتھ شہادت دیں گے کہ پیش گوئی متعلق موت آتھم سچی ہوگئی ہے تو ہم ان چار کی شہادت کو آپ کے اتباع سے چار ہزار کی شہادت تسلیم کریں گے اور قادیانی کو اس دعوی میں سچا اور اس تعداد کے بیان میں صرف نئے پادری کو جھوٹا کہیں گے۔ وہ چار اشخاص یہ ہیں:

آپ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین جمونی بھیروی۔ ۲۔ آپ کے خلیفہ دوم منشی یا مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی۔ ۳۔ آپ کے بڑے مالی حواری محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ۔ ۴۔ آپ کے چھپے حواری حافظ محمد یوسف ضلعدار، یا ان کی جگہ منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ یا منشی عبدالحق پنشنر۔ یہ چاروں حضرات بالاتفاق اس پیش گوئی کو سچا کہیں گے تو ہم مرزا قادیانی کے اس دعوی کو مان لیں گے۔

یہ چاروں حضرات یا ان میں سے کوئی صاحب اس پیش گوئی کو سچا کہنے سے انکار کریں گے تو ہم چار اشخاص اور یا کسی ایک منکر کی جگہ ایک اور صاحب کو منتخب کریں گے وعلی ہذا القیاس۔ اس ترتیب وترکیب سے اتباع قادیانی سے جملہ سنجیدہ اشخاص اس پیش گوئی کے منکر ثابت ہونگے۔ اور اس سے قادیانی صاحب اپنے اس دعوی میں جھوٹے ٹھہریں گے۔

ہم کو امید نہیں کہ قادیانی، ان چاروں حضرات یا دیگر سنجیدہ اشخاص کو اس شہادت میں پیش کرینگے۔ یا ان کا انکار اس شہادت سے پیش کر کے دیگر لوگوں کے انتخاب کی اجازت دیں اس لئے ہم آپ صاحبوں کی اطلاع کیلئے اس راز کو آشکارا کرتے ہیں کہ محمد علی خان اس پیشگوئی کو ایک مجلس خاص اتباع قادیانی ساکنان لدھیانہ میں جھوٹا کہہ چکے ہیں اور یہ بات لودھیانہ میں کس و ناکس کو معلوم ہے۔ وہ ہرگز اس شہادت میں شامل نہ ہونگے (محمد علی خان نے تو مرزا کو اس مضمون کا ایک خط بھی لکھ دیا تھا جو تحریر ہذا کے وقت مولانا بٹالویؒ کے علم میں شائد نہیں تھا۔ مرزا صاحب اس خط کو پڑھ کر بہت ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے محمد علی کو جواباً لکھا: مجی اخویم نواب سردار محمد علی خاں...آپ کا عنایت نامہ مجھ کو آج کی ڈاک میں ملا۔ آتھم کے زندہ رہنے کے بارے میں میرے دوستوں کے بہت خط آئے لیکن یہ پہلا خط ہے جو تذبذب اور

تر ددّاور شک اور سوءِظن سے بھرا ہوا تھا.... میرے خاص دوستوں کو آپ کے اس خط سے اس قدر افسوس ہوا کہ اندازہ سے زیادہ ہے۔ یہ کلمہ آپکا کہ، مجھے ہلاک کیا، کس قدر اس اخلاص سے دور ہے جو آپ سے ظاہر ہوتا رہا... خاکسار غلام احمد۔مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۴ ص ۶۵۔۶۹)۔ایسا ہی خلیفہ اول قادیانی ،حکیم صاحب بھی ایک کارڈ میں اس پیشگوئی کو جھوٹا لکھ چکے ہیں۔ وہ بھی امید ہے کہ اس شہادت کی طرف رخ نہ کرینگے۔ان دونوں صاحبوں کی شہادتِ خلاف دیگر اشخاص جماعت قادیانی کے دو ہزار اشخاص کے برابر ہے۔اسکے مقابلہ میں قادیانی کے دو ہزار کی شہادت تو کان لّم یکن ،و بے اعتبار ہے ۔دو ہزار سے زیادہ اشخاص وہ گن سنائے گا تو ہم دو اشخاص ایسے ہی اور پیش کریں گے۔ ذیل میں وہ کارڈ نقل کیا جاتا ہے جو حکیم نور الدین نے بابو غلام محی الدین کلرک دفتر لو کو سپرنٹنڈنٹ ریلوے لاہور کے نام ۱۵ دسمبر ۱۸۹۴ء کو بہاولپور سے لکھا تھا۔ وہ بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے: وہ یہ ہے: السلام علیکم۔ پیشگوئی میرے خیال میں پوری نہیں ہوئی۔اب اسکا کیا سرّ ہے انشاء اللہ چندروز کے بعد میں ظاہر کرسکونگا۔ چندروز تامل فرماویں۔ میں کسی کام میں جلدی کو پسند نہیں کرتا۔نوردین از بہاولپور۔دولت خانہ۔

ناظرین ان دونوں شہادتوں کو انصاف سے پڑھیں اور دادِ انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی دعوی شہادت پندرہ سو یا چار ہزار میں کس قدر راستی پر ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۶۔ص ۳۷۹۔۳۸۱)

(آتھم کے مرنے کی پیشگوئی نے پوری قادیانی امت کو مضطرب کئے رکھا جیسا کہ سیرۃ المہدی میں ہے کہ پیر سراج الحق نے مجھ (بشیر احمد قادیانی) سے بیان کیا کہ جب آتھم کی پیش گوئی کی میعاد قریب آئی تو اہلیہ مولوی نورالدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ ایک ہزار ماش کے دانے لے کر ان پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنی چاہیے اور پھر ان کو کسی کنویں میں ڈال دیا جائے اور پھر واپس منہ پھیر کر نہ دیکھا جاوے۔یہ خواب مولوی نورالدین نے مرزا کی خدمت میں عرض کیا اس وقت مولوی عبدالکریم بھی موجود تھے اور عصر کا وقت تھا۔مرزا صاحب نے فرمایا اس خواب کو ظاہر میں پورا کر دینا چاہیے..اس پر مولوی عبدالکریم نے میرا اور میاں عبداللہ سنوری کا نام لیا اور حضرت نے پسند فرمایا اور ہم دونوں کو ماش کے دانوں پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے عشاء کی نماز کے بعد سے شروع کر کے رات کے دو بجے تک یہ وظیفہ ختم کیا ...پیر سراج الحق اور میاں عبداللہ کی روایتوں میں بعض اختلافات ہیں جو دونوں میں سے کسی کے نسیان پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔مثلاً میاں عبداللہ نے اپنی روایت میں بجائے ماش کے چنے کے دانے بیان کئے ہیں، مگر خواہ ان میں سے کوئی ہو، ماش اور چنے، ہر دو کی تعبیر علم الرؤیا کے مطابق غم واندوہ کی ہے۔جس میں یہ اشارہ ہے کہ آتھم والے معاملے میں بظاہر کچھ غم پیش آئے گا۔(سیرۃ المہدی۔جلد دوم ص ۷۔۸)۔

میاں خیر دین سیکھوانی نے مجھ (بشیر احمد) سے بیان کیا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کے دوران میں ایک دفعہ مجھے خواب آیا کہ اس پیش گوئی کی میعاد کے مطابق عبداللہ آتھم کے مرنے کا آخری دن یہ ہے۔ خواب میں وہ دن بھی بتایا گیا۔ اس وقت میں خواب میں بہت غور سے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کہیں عبداللہ آتھم کے مرنے سے پہلے سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور خواب میں، میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے عین قریب ہو گیا اور آتھم کے مرنے کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر میں نے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة پڑھنا شروع کیا، مگر سورج غروب ہو گیا اور پھر بھی کوئی خبر نہ آئی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور یہ خواب حضرت (مرزا) صاحب کو سنایا۔ حضور نے حساب لگا کر فرمایا کہ ہاں آخری دن تو وہی بنتا ہے جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی جب اسکے متعلق دعا کرتا ہوں تو دعا میں پورے طور پر توجہ قائم نہیں ہوتی۔ (سیرۃ المہدی۔ ص ۲۰۶ جلد ۳)

تقریری مقابلے کا چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نور الدین اور خلیفہ دوم میاں کریم بخش سابق ٹیچر امریکن مشن سکول سیالکوٹ (جس کو مرزا قادیانی نے مولوی کا خطاب دیا ہے) نے مل کر علماء مسلمین کے نام عموماً اور خاکسار کے نام خصوصاً ایک اشتہار جاری کیا ہے اور اس میں یہ درخواست اور تحدی ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ یا کسی اور مجلس میں لاہور جیسے مشہور مقام میں ان سے بالمقابلہ فضائل اسلام کے بیان میں تقریر کریں یا لیکچر دیں۔

ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ ان حضرات کا اس چال سے کیا مقصود ہے اور دونوں صاحبوں نے مل کر کیوں اشتہار جاری کیا ہے۔ حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے تین دفعہ یہ خاکسار محض بتائید اللہ حکیم نور الدین صاحب کو زک دے کر بھگا چکا ہے۔

ایک دفعہ ۱۸۹۱ء میں ایک مجمع علماء لاہور میں عرصہ دو گھنٹہ میں آپ کو ملزم کیا۔ تسپر آپ راجہ جموں کی ملاقات کے بہانہ سے پھر گفتگو کرنے کا وعدہ کر کے بھاگے اور پھر سامنے نہ آئے اور لودھیانہ جا براجے۔ وہاں سے آپ کو تار کے ذریعہ بلایا گیا تو آپ نے قادیانی کو پیش کرنا چاہا۔ آخر وہ بھی مقابلہ میں نہ آیا اور نہ مباحثہ

وقوع میں آیا جسکی تفصیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں موجود ہے۔ دوسری دفعہ ۱۸۹۳ء میں ریل کے سفر میں آپ قابو میں آ گئے اور لاہور سے امرتسر پہنچنے تک پھنسے رہے۔ آخر ساکت ہوئے۔ اور ریل گاڑی سے اتر کر جان چھڑائی۔ اس کا حال اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں چھپ چکا ہے۔ تیسری دفعہ (پھر) ریل گاڑی میں آپ قابو آئے مگر گفتگو سے صاف انکاری ہو کر مقام پھلور میں فراری ہوئے۔ اس وجہ سے آپ بمصداق، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کریم بخش سیالکوٹی کو ساتھ لے کر میدان میں نکلے ہیں۔

یہ تو ان کی معیت کی وجہ ہے۔ اب مقابلہ کی خواہش کی وجہ سنو۔ اس اشتہار میں آپ نے اپنے ان مسائل میں، جن میں مباحثہ کرنے سے بھاگے تھے، مقابلہ نہیں چاہا بلکہ قدیم اسلام کے فضائل بیان کرنے میں مقابلہ چاہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مسائل مذہب قادیانی نے تو آپ کو اور آپ کی جماعت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ علمائے ہندوستان و پنجاب نے آپ لوگوں پر فتوی کفر لگا رکھا ہے۔ اب آپ ان مسائل کفریہ کو عام مجمعوں میں چھپانا اور بجائے ان مسائل کفریہ کے اتفاقی مسائل اسلام بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ مسلمانوں میں مسلمان کہلائیں اور اس سیاہی کو جو فتوی کفر نے آپ پر لگا رکھی ہے، دھو ڈالیں، مگر خاکسار چونکہ آپ کی نبض کو خوب پہچانتا ہے اس لئے اس تقیہ اور نفاق کو ظاہر کرتا ہے اور اس غرض میں آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

پس بجواب آپ کے اشتہار کے عرض رساں ہے کہ میاں کریم بخش کو تو میں کوئی اہل علم مخاطب صحیح نہیں سمجھتا، ہاں آپ کے مقابلہ کیلئے حاضر ہوں جس وقت چاہیں اور جس جگہ (بجز قادیان کہ وہ دار الشیطان ہے اور بقول قادیانی یزیدیوں کا مکان) آپ چاہیں خاکسار کو بلالیں۔ خاکسار آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے مباحثہ کرنے کو حاضر ہے۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا کہ آپ تقیہ اختیار کر کے اپنے مسائل کفریہ مذہب قادیانی کو چھپائیں اور قدیم اسلام کے اصول و مسائل کے اظہار سے اپنے اسلام کو حاضرین پر ظاہر و ثابت کریں جیسا کہ قادیانی نے مباہلہ عبدالحق غزنوی میں کیا تھا اور اس ذریعہ سے بعض مسلمانوں کو مونڈ لیا۔ بلکہ آپ جن مسائل میں کچھ کہنا چاہیں گے اور ان میں طلاقت ولیاقت دکھائیں گے وہ خاصۃً و مجرداً آپ کے مسائل مذہب قادیانی ہوں گے اور ان کے جواب میں اس طرف سے بھی انہی مسائل میں کچھ عرض

کیا جائے گا۔ یہ شرط منظور ہے تو بسم اللہ آیئے اور جہاں چاہیے خاکسار کو بلایئے۔

حضرات اس تحریر کے چھپنے میں توقف نظر آتا تھا اس لئے خاکسار نے اس اشتہار کے جواب میں حکیم صاحب کے نام ایک قلمی خط بذریعہ رجسٹری ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء کو روانہ کر دیا تھا۔ اس خط کے جواب میں حکیم صاحب کا کارڈ بھی آیا مگر اس میں قبولیت مباحثہ و مقابلہ کی نسبت ایک حرف تک نہ لکھا۔ اس خط کے مضمون میں مباحثہ کے جواب میں لکھا تو صرف یہ لکھا ہے کہ کریم بخش کا نام حسین بخش سے بہتر ہے۔ جس کا جواب ترکی بترکی دیا گیا۔ آج ایک کارڈ حکیم صاحب کا متضمن مطالبہ کتاب مطالب عالیہ اور آیا ہے اس میں بھی قبولیت مباحثہ کا حرف نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا وہ اشتہار صرف ایک گیدڑ بھبکی تھا۔ آپ کو بالمقابلہ تقریر کرنی منظور نہیں ہے۔

ذیل میں یہ خط و کتابت نقل کی جاتی ہے:

بٹالہ ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء، مشفقی حکیم صاحب۔ سلام علی من اتبع الہدی۔

آپ کا اشتہار اور آپ کے پیر و مرشد قادیانی کے چند اشتہارات جس روز میں نے وصول کئے اسی روز ان کے جوابات تحریر کر دیئے کہ وہ چھپ کر آپکے پاس پہنچیں گے انشاء اللہ تعالی۔ شائد ان کے چھپنے میں دیر ہو، اس لئے آپکے اشتہار کے جواب کا خلاصہ قلمی ارسال کرتا ہوں۔ کریم بخش سابق ٹیچر اسکول سیالکوٹ (جو مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) کو تو میں مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ آپ کے مقابلہ میں تقریر کرنے کو، لیکچر دینے کو، آپ سے بحث کرنے کو ہر وقت اور ہر جگہ (بجز قادیان) تیار ہوں جہاں آپ چاہیں مجھ سے مقابلہ کر لیں بشرطیکہ مذہب نیچری قادیانی کے مسائل ورسائل قادیانی فتح، توضیح، ازالہ، وساوس وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں، بیان کریں اور ان کا ردّ مجھ سے سنیں۔ اور اگر آپ تقیہ و نفاق کے طور پر صرف وہ قدیم مسائل بیان کریں جو اہل اسلام کے مسائل و عقائد ہیں اور اپنے مذہب نیچری قادیانی کے مسائل کو زبان پر نہ لاویں تو اسکے مقابلہ میں کسی مسلمان کو کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔ اور اپنے علم و تقریر ولیاقت و خوش بیانی کی نمائش اور ریا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ آپ کا پرانا خدمت گار۔ ابوسعید محمد حسین۔

اس کا جواب حکیم صاحب کی طرف سے:

کریم بخش، حسین بخش سے بہر حال بہتر ہے۔نور دین۔

اس کا جواب خاکسار محمد حسین کی طرف سے:

مشفقی حکیم صاحب۔سلام علی من اتبع الہدی۔کریم بخش کے صرف نام پر اعتراض نہ تھا بلکہ اس کے مولوی کہلانے پر تھا۔اس اعتراض کو حسین بخش کا نام نہیں اٹھا سکتا جب کہ حسین بخش کے خداداد علم میں کریم بخش شریک ومماثل نہ ہو۔آپ نے یہ نہ سوچا اور جواب لکھ مارا۔اس سے میرے اس گمان کو مصدق اور محقق کیا کہ آپ لوگوں میں صحبت قادیانی کی برکت سے فہم وانصاف، للّٰہیت، حقانیت کا شمہ نہیں ہے، جو ہے نفسانیت، جہل وجدل وغیرہ ہے۔اس اعلام کا شکریہ آپ کی کل جماعت پر واجب ہے۔قبولیت مباحثہ اور تقریر بالمقابلہ کا آپ نے جواب نہ دیا۔کیا پھر بھاگے، جیسے ایک دفعہ لاہور میں اور دو دفعہ ریل میں بھاگے تھے۔

ابوسعید محمد حسین۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۶۔ص ۳۸۱ تا ۳۸۴)

قادیانی رسائل اربعہ انجام آتھم وغیرہ کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرزا جی کو موقوفی جنگ کا اعلان دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں، آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔مرزا جی نے اس کو غنیمت نہ سمجھا اور پھر بھی ہر ایک تحریر وتصنیف میں ہم کو نشانہ بنایا۔وہ تو اپنے خیال میں ہم کو مخاطب کرنے میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی کلام کی باوقاری اور گرم بازاری کی امید رکھتے ہیں مگر درحقیقت ہمیں ان کا بڑا نقصان ہے۔ان کی چالاکیوں اور کاریگریوں کی حقیقت کھولنے والا (محض خدا کے فضل وتوفیق والقاء سے، نہ اپنی ذاتی لیاقت یا علمیت سے) ہمارے معاصرین علماء میں اس خاکسار جیسا ان کے خیال میں بھی کوئی نہیں ہے۔اور اس امر کا وہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۱ و ۲۵۱ ودیگر تصانیف میں بتصریح اظہار اور اقرار کر چکے ہیں کہ: ہمارے مخالفوں اور نکتہ

چینوں کا رأس ورئیس یہی شخص ہے باقی سب اس کی شاخیں وفروعات ہیں؛

بایں ہمہ ہم کو بار بار چھیڑنا اور ہم سے اپنی حقیقت کھلوانا کون سی دور اندیشی اور عقل مندی کی بات ہے۔ وہ تو صاحب غرض ہیں، ان کے اتباع میں بھی کوئی ایسا عقل منداور دور اندیش نہیں ہے جو ان کو یہ ضرر سمجھا دے اور اس نقصان سے ان کو بچاوے۔ تاہم وہ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، تو ہم بھی حاضر ہیں۔

اس جنگ کی موقوفی پر ہم کو تین امر باعث ہوئے تھے جن کی نسبت اب خدا تعالی نے ہم کو طریق ارشد وسبیل احسن کا القاء فرمایا ہے لہذا اس چھیڑ چھاڑ پر خدا تعالی سے اجر کی امید ہے۔

امر اول۔ یہ کہ ہم مرزا جی کے تمام اصول وفروع کی بیخ کنی کر چکے تھے اور وہ اپنی تصانیف جدید میں ان ہی اصول وفروع کا بار بار تکرار اور اعادہ کرتے تھے (جیسے بے دیانت عطار ایک ہی عرق یا صرف پانی مختلف بوتلوں میں ڈال کر مختلف ناموں، عرق گلاب، عرق نیلوفر، عرق بادیان کے نام سے بیچتا اور لوگوں کے مال مارتے ہیں) لہذا ان کے ردّ وجواب سے تعرض کو ہم تحصیل حاصل سمجھ بیٹھے تھے۔

امر دوم۔ یہ کہ آئندہ ہم کو دوسرے مخالفین اسلام وسنت خیرالانام سے مقابلہ کی مہم درپیش تھی۔ اور میرزا جی کے جواب میں مصروف رہنا اس مقابلہ سے مانع نظر آتا تھا۔

امر سوم۔ یہ کہ میرزا جی دن بدن بدگوئی اور دشنام دہی میں ترقی کرتے جاتے تھے گویا آپ کی نبوت کی معراج کا آپ کا یہی فعل ہو گیا تھا اور اس سے طبیعت میں ایک اشتعال پیدا ہوتا تھا جو گا ہے انتقام یسیر بقدر عشر عشیر یا اس سے بھی کم تر کا باعث ہو جاتا تھا، گو وہ ان الفاظ سے نہ تھا جو مرزا جی کے حصے میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے رجسٹری کرائے ہوئے ہیں، بلکہ ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جو قوم کی طرف سے بطور خطاب اور ٹائٹل کے ان کو ملے ہوئے تھے جیسے دجال، کذاب، کافر، ملحد وغیرہ۔ اور یہ امر اپنے نفس اور اخلاق کیلئے مضر ہوتا تھا، اور بعض صلح پسند اور اخلاق مجسم دوستوں پر بھی شاق اور ناگوار گذرتا تھا۔

اب خدا تعالی نے ان تینوں سے امر اول ودوم کی نسبت تو یہ حق سجھایا اور القاء فرمایا ہے کہ اس کے رسائل کے جواب میں مثل سابق تفصیل وتطویل کو چھوڑ دو، اور مختصر الفاظ میں دو حرفی جواب دے دیا کرو، اور اس کی دلیل اور تفصیل کا حوالہ وپتہ اپنی سابق تصانیف سے دے دیا کرو کیونکہ وہ اب کوئی ایسی بات نہیں کہتا

جس کا تفصیلی اور بادلیل جواب تمہاری سابق تصانیف چار پانچ سال میں نہ دیا گیا ہو۔

اور امر سوم کی نسبت یہ ہدایت ربانی ہوئی ہے کہ اس کی گالیوں کی آواز سنو، تو کان بند کر لو اور ان کا جواب نہ بقدر عشیر عشیر دو، نہ اقل قلیل۔ اور شرعی خطابات کافر، دجال وغیرہ سے اس کو یاد نہ کرو۔ وہ تمغے قوم کی طرف سے اس کو مل چکے ہیں، تمہارے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات کہے جس کو تمہارے محبوب و مرغوب دین سید المرسلین سے تعلق ہو اور اس کے جواب میں اس محبوب کی حمایت متصور ہو، تو اس کو سنو اور اس کا جواب دو اور اس شاعر کے قول پر عمل کرو جو اپنے محبوب کی دھن میں کہتا تھا

ا صم ا ذا نو دیت باسمی و اننی اذا قیل لی یا عبد ھا لسمیع

تمہید ختم ہوئی اب ان کے رسائل اربعہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب رسالہ انجام آتھم

یہ رسالہ ۳۲ صفحہ میں ہے اور اس کا اصل اصول اور اعلی مقصود تو گالیاں ہیں:

شیطان، ملعون، بے حیا، بدذات فرقہ مولویاں، ظالم مولویو، تم نے بے ایمانی کا پیالہ پیا ہے، وغیرہ

اس اصلی مقصود کی تبعیت و طفیل میں صرف ایک یہ بات کہی ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مر گیا، اس سے میری پیش گوئی پوری اور سچی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے:

میری پہلی پیش گوئی میں وقوع موت کے لئے عبداللہ آتھم کے رجوع بحق نہ کرنے کی شرط تھی اور وہ شرط پہلی میعاد پندرہ ماہ میں پائی نہ گئی تھی کیونکہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی کی ہیبت سے ڈر گیا تھا اور یہی اس کا حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔ اور ڈر جانے سے قطعی موعود و موقت عذاب بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسا کہ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا تھا جس کا ذکر قرآن اور حدیث اور بائیبل کی کتاب یونہ میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ عذاب موت عبداللہ آتھم تو پہلے ہی مشروط بشرط عدم رجوع بحق (یعنی خوف) تھا، اس لئے وہ عذاب اس میعاد میں، جس میں وہ ڈرتا رہا، وقوع میں نہ آیا۔ دوسری پیشگوئی میں نے بذریعہ اشتہار اولاً انعام ایک ہزار تا چار ہزار یہ کر دی تھی کہ اگر عبداللہ آتھم ڈر جانے سے انکار پر قسم نہ کھائے گا تو ایک سال کے اندر مر جائے گا، جواب اس کے

فوت ہو جانے سے پوری ہو گئی۔

شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: گالیوں کا جواب تو حسب ہدایت ربانی یہی دیا جاتا ہے:

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　　جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ بحسب دعوی و بزعم خود خدا کے ملہم، محدث، مخاطب، مہدی مسعود و مسیح موعود، رسول احمد مبشر بلسان عیسی بن مریم، خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے باپ ہیں۔ آپ یہ گالیاں نہ دیں تو اور کون دے گا؟ یہ تو آپ کے منصب اور شان سے کم ہیں اور اس قدر قلیل سے آپ کے عالی مرتبہ کی قیمت وصول نہیں ہوتی کچھ اور بھی فرمائیں اور قیمت بڑھاویں:

ہر دو عالم قیمت خود گفتہء　　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پہلی پیشگوئی کے صادق ہونے کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالی کا قطعی موعود و موقت عذاب ڈر جانے سے کبھی نہیں ٹلا۔ اور حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی عذاب کا صرف ڈر جانے سے ٹل جانا جو قرآن اور حدیث اور یونہ کی کتاب میں پایا جانا آپ نے بیان کیا ہے، اس میں آپ نے راستی سے کام نہیں لیا جو ایک نبی راست باز کے لئے لازمی امر ہے۔ ہمارے اس دعوی کی دلیل اور اس امر کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر۲ تا۴ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱۱ تک ۵۸ صفحات میں ہو چکی ہے۔ آپ کا اس تفصیل سے اغماض کرنا، اور اپنے ردّ شدہ دعوی کو بلا دلیل خاکسار کے مقابلہ میں دوبارہ پیش کرنا آپ کے منصب نبوت و رسالت سے (جس کیلئے حیا و غیرت ایسی لازمی صفت ہے جیسے کفر کے لئے بے غیرتی اور بے حیائی) نہایت مستبعد ہے۔ آپ اولاً ہمارے دلائل کا اور اپنے دلائل کے جوابات کا جواب دیں، پھر یہ دعوی منہ سے نکالیں کہ ڈر جانے سے قطعی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ عبداللہ آتھم ڈر گیا تھا اور آپ کی پیش گوئی میں موت واقع ہونے کی یہ شرط موجود تھی کہ وہ نہ ڈرے، سو اس کا جواب ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر۲ کے صفحہ ۴۷ وغیرہ اور نمبر۴ کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۷ تک دے چکے ہیں۔ اس کے جواب سے بھی آپ کا اغماض کرنا اور پھر اسی ردّ شدہ بات کا اعادہ کرنا آپ کے دعوی نبوت یا محدثیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔

ایسا ہی آپ نے جو دوسری پیش گوئی میں خبر موت عبداللہ آتھم دے دینے کا دعوی کیا ہے اس میں بھی

آپ نے راستی سے (جو ایک نبی یا محدث کے لوازم ذاتیہ سے ہے) کام نہیں لیا۔ آپ کے ان اشتہاروں میں جن کا صفحہ ۲ رسالہ انجام آتھم میں آپ نے اقتباس کیا ہے، کہیں تصریح نہیں ہے کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے انکار کرے گا تب بھی وہ ایک خاص میعاد میں مرجائیگا۔ آپ کے اصل اشتہاروں کے ان فقرات میں، جن کو آپ نے نقل کیا ہے، موت اور اس کی میعاد کا ذکر نہیں۔ موت کو تو آپ اب اپنی طرف سے خطوط وحدانی میں درج کر کے گویا ان الفاظ میں آپ موت کے معنی ڈال رہے ہیں۔

آپ سچ پوچھیں اور انصاف سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عبداللہ آتھم کی یہ موت جو میعاد ایک سال سے پہلے واقع ہوئی ہے، آپ کی دوسری پیشگوئی کی مکذب ہے، نہ کہ مصدق۔ کیونکہ آپ نے اس پیشگوئی میں یہ کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم کھائے گا کہ میں اس پیشگوئی کی ہیبت سے نہیں ڈرا، تب وہ ایک سال کے عرصہ میں مارا جائے گا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی صورت میں وہ مارا نہ جائے گا۔ پھر وہ باوجود قسم نہ کھانے کے مارا گیا، تو اس سے اس پیش گوئی کا مضمون جھوٹا ہوا، نہ کہ سچا۔

یہی باتیں آپ نے اپنے خسر فرضی مرزا احمد بیگ کے فوت ہو جانے اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے فوت ہونے کی نسبت کی ہیں، جن میں راستی وحق گوئی آپ سے چھوٹ گئی۔ ہم نے مرزا احمد بیگ کے متعلق باوجود اس کے فوت ہو جانے کے آپ کی پیشگوئی کے پوری نہ ہونے کے ثبوت میں آپ سے ۸۵ سوالات جرح کئے ہیں جو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ تا ۳۸ تک شائع ہو چکے ہیں جس سے ہر صاحب فہم وانصاف کو ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اگر وہ پوری ہوتی تو بھی وہ یقیناً الہامی نہ سمجھی جاتی۔

اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر جو آپ نے عذرات کئے ہیں کہ وہ بھی ڈر گیا تھا، اور ڈر جانے سے عذاب ٹل جایا کرتا ہے، گو قطعی وغیر مشروط ہو۔ اسکا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۷۹ سے ۱۹۶ تک ایسا دیا گیا ہے جس میں آپ کو چون و چرا کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر آپ کا اس جواب سے چشم پوشی کرنا، اور اپنے پرانے دعاوی کو بلا دلائل ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا آپکے دعوی نبوت یا محدثیت (جس کیلئے غیرت وحیا ایک لازمی امر ہے) کے مخالف ہے۔

دوسرے رسالہ کا جواب

دوسرا رسالہ ۱۱ صفحے کا ہے۔ یہ آپ نے پادریوں کے مقابلہ میں لکھا ہے۔اس میں ان سے تثلیث کے حق یا ناحق ہونے پر مباہلہ کی درخواست کی ہے۔اس کا جواب پادریوں کے ذمہ ہے ہم اس کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ میں سخت گوئی سے کام لیا ہے، جوایک نبی یا محدث کی شان سے بعید ہے ۔اوراس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے مقابلہ میں آنحضرتﷺ اور مسلمانوں کو برا کہیں گے۔ یہ برا کہلا نے والے مرزا جی ہوں گے بحکم ان نصوص کے جوقرآن وحدیث میں وارد ہیں اور وہ ہمارے مضمون متعلق قتل لیکھ رام میں مندرج ہیں جوعنقریب نمبرا جلد ۱۸ میں شائع ہوگا۔

تیسرے رسالہ دعوت قوم (یا مباہلہ) کا جواب

یہ رسالہ ۲۸ صفحہ میں ہے اوراس میں خاکسار (محمد حسین بٹالوی) کے حق میں بدگوئی اور دشنام دہی کے علاوہ یہ دعوی کیا ہے کہ میں صاحب الہام ہوں مجھے اس عرصہ میں اس قدر الہام ہوئے ہیں (جن کوسات صفحات میں نقل کیا) اور کہا ہے کہ اگر علماء ومشائخ پنجاب و ہندوستان (جن میں ۶۸ علماء اور ۴۸ مشائخ وصوفیاء کے نام شمار کئے ہیں) مجھے الہامی نہیں مانتے تو مجھ سے مباہلہ کرلیں۔مگر شرط یہ ہے کہ کم سے کم دس آدمی میرے مقابلہ میں آویں، اور یہ کہیں کہ اے خدائے علیم وخبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور کافر اور مفتری اور بے دین ہے اوراس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس کوایک سال کے اندر ہلاک کردے۔اوراگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں،تو ہم پر جو اس کو کافر وکذاب سمجھتے ہیں، دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر۔اس کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے۔اور ایک اشتہار میں آپ نے اس معیاد کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ یہ میعاد ایک سال کی مسنون ہے۔اسی واسطے آنحضرتﷺ نے لما حال الحول کا لفظ فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالحق غزنوی نے آپ سے مباہلہ کرنے کو قبول کیا اور اسکا اشتہار دیا، تو اسکے جواب میں آپ نے سکوت محض اختیار فرمایا۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے لاہور پہنچ کر آپ کو مباہلہ کیلئے بلایا، تو آپ نے شروط ہی کی قید میں ان کو ٹلایا۔ اگر ان دونوں صاحبوں سے مباہلہ کرنے میں آپ کو عذر ہے اور اسکی معقول وجہ آپکے پاس ہے تو بدرجہ سوم یہ خاکسار حاضر ہے مگر مباہلہ میں اور خدا کے حضور میں (جو دلوں کی کیفیات جانتا ہے) دعا میں بہت سی قیود لگانا اور لفظوں کی آڑ کی میں اپنے آپ کو بچانا کچھ ضرورت نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ دعوی ہے کہ میں ملہم اور مسلمان ہوں، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق و اعمال والا کوئی شخص ہرگز ملہم نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں فریق کے اعتقادات کو بیان کر کے آپ صرف یہ کہدیں اللّٰھمّ العن الکاذب فی ھذا القول یعنی اے اللہ جو اس قول میں یا اعتقاد میں جھوٹا ہے، اس پر تو لعنت کر۔ اور آپ کا مدمقابل اس کی تائید میں آمین کہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۷۔ص ۳۷۶ تا ۳۸۴)

جلسہ اعظم مذاہب

دسمبر ۱۸۹۶ء میں لاہور میں مختلف مذاہب کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد کروانے کا پروگرام ایک ہندو سادھو کی طرف سے بنایا گیا اور اس میں مختلف مذاہب کے علماء شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد حسین بٹالویؒ شریک ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مضمون جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا۔ چونکہ جلسے کی تنظیمی کمیٹی میں قادیانی بھی شریک تھے اس لئے مرزا صاحب کے مضمون کو انہوں نے بہت اہمیت دی اور ان کا مضمون پڑھے جانے کے دن دور ونزدیک سے قادیانی سامعین اکٹھے کر کے خوب نعرے لگوائے گئے اور نہ صرف بعد میں ان لوگوں کی طرف سے اخباروں میں مرزا صاحب کے مضمون کی خوب ہوا باندھی گئی، بلکہ جلسہ کے انعقاد سے پہلے ہی پوری منصوبہ بندی کر کے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا تھا:

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارہ میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے.... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا...اور مجھے یہ الہام ہوا انّ اللّٰہ معك ان اللّٰہ یقو م اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۔۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء (انجام آتھم ضمیمہ۔ حاشیہ ص ۲۹۹ تا ۳۰۱)

اور اس جلسہ کے بعد مرزا صاحب نے لکھا:

ایک اور پیشگوئی ہے جو ابھی ظہور میں آئی ہے یعنی وہ جلسہ مذاہب جو لاہور میں ہوا تھا اس کی نسبت مجھے پہلے سے خبر دی گئی کہ وہ مضمون جو میری طرف سے پڑھا جائیگا وہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا..اور اس الہام کے موافق میرے اس مضمون کی جلسہ مذاہب میں ایسی قبولیت ظاہر ہوئی کہ مخالفوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ مضمون سب سے اول رہا ہے اور یہ اشتہار الہامی محمد حسین بٹالوی اور احمد اللہ اور ثناء اللہ مولویان امرتسر اور عیسائیوں کو بھی قبل از وقت بھیجا گیا تھا۔

(انجام آتھم ضمیمہ۔ص ۲۹۹۔۳۰۱)

اور اس جلسے اور مقررین کی تقاریر کی بابت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

مدت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ فاضل جمع ہوکر اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ میں اسلام کی طرف سے پیش ہوکر اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا۔ اس اشتہار سے ان کا مقصود و خیال یہ تھا کہ جو میرے عقائد جدیدہ کی وجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتویٰ کفر لگا دیا ہے اور اس کے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت ونفرت ہوگئی ہے۔ خصوصاً اس روز سے کہ عبداللہ آتھم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیش گوئی جھوٹی ہو چکی ہے، اس کا اثر اٹھ جائے یا کم ہو۔ اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہو جائیں گے انکے سامنے ایسے عقاید مسلّمہ اہل اسلام ظاہر کرونگا جن سے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے اور میری طرف رجوع کریں گے۔ (جیسے کہ پہلے چند میرے

دام میں پھنسے ہوئے ہیں) جب وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میرے دام میں آ جائیں گے تو پھر وہ میرے عقائد جدیدہ کو بھی مان لیں گے جیسا کہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں۔ اس اشتہار کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور اس کو مرزا کی معمولی لاف زنی وفریب دہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل ہی دل میں رہ گیا۔

اسی اثنا میں ایک ہندو سادھو شوگن چندر نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اس کو از بس غنیمت جانا اور اس کو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدید عقاید مندرجہ رسائل کے برخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اس سادھو اور اس کی ہندو کمیٹی اور معاونوں کو (جنکے مضمون اشتہار کو نہ اکثر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا نہ عیسائیوں اور پادریوں نے۔ اور وہ منتظر اور محتاج تھے کہ کوئی ان کی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ان کی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفاء کو شامل کیا۔ ان کے اول خلیفہ حکیم نورالدین اس کمیٹی کے چھ ماڈریٹروں (منتظموں یا میر مجلسوں)(moderators) میں سے ایک ماڈریٹر بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین ڈاکٹر چکراتہ، اس کمیٹی کے سکرٹریوں میں سے ایک سکرٹری بن گئے۔ تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج، ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بن گئے وعلی ہذا القیاس اور لوگ داخل وشریک ہوئے (وہ لوگ سپیکر یعنی مقرر بن گئے از انجملہ منشی ناصر نواب نقشہ نویس خسر مرزا ہیں، ایک مبارک علی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ، جن کا سپیکروں میں شامل ہونا اس غرض سے تھا کہ وہ اپنا وقت بھی مرزا قادیانی کو دیدیتے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا)۔ سادھو مذکور قادیان بھی بلوائے گئے اور وہاں ان کو اپنے مدعا کے موافق تعلیم وتلقین ہوئی اور ایک اشتہار بعنوان اشتہار واجب الاظہار بھی بنادیا گیا جو لفظ بلفظ وحرف بحرف مرزا کا بنایا ہوا ہے، کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اس میں دخل معلوم نہیں ہوتا، اور وہاں اپنے ہی مطبع میں مرزا نے اس کو چھپوا کر شائع ومشتہر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنالیا اور اس کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اس کا احتمال تام ہے کہ یہ سوالات خمسہ جو جلسہ کی طرف سے مشتہر کئے گئے ہیں یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے ان کو وہی سوالات تجویز کر کے دیئے جن کے جوابات وہ مدت سے لکھ رہے تھے اور ان کو وہ نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات ودرخواست جواب کمیٹی کی طرف سے خاکسار کے پاس

بمقام بٹالہ پہنچا تو میں نے سکرٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشید الدین ڈاکٹر چکراتہ کا نام پڑھ کر فوراً سمجھ لیا کہ اس جلسہ سے مرزا جی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنے کے بعد ناکام رہے تھے) اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتوی کفر و تکذیب پیش گوئی متعلقات موت آتھم اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھ کر میں کمیٹی کی درخواست قبول کرنے میں متوقف و متردد ہو گیا۔ ایک تو یہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقاید جدیدہ کے برخلاف عقاید قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا، تو اس سے لوگوں کو دھوکہ لگے گا۔ لوگ ان کو مسلمان سمجھ جائیں گے اور ان کے دام میں آئیں گے۔ دوسرا یہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک و شامل نہ ہوا تو جلسہ میں مرزا قادیانی کا یک طرفہ بیان وہی اثر بد پیدا کرے گا۔

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمایت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کا جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہے۔ اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیرآباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان کا پہنچا اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الہی بخش سکرٹری انجمن کا پہنچا۔

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر مامور و مجبور کیا۔ میں نے کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھ دیا کہ میں جلسہ میں شامل ہوں گا اور سوالات کے اسلام کی طرف سے جوابات دونگا۔ انشاء اللہ تعالی

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا تو عمائد و فضلاء اسلام کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسی وجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اس کے اتباع و خلفاء کے ہاتھ میں آچکا ہے، اور اس میں ان ہی لوگوں کا پورا اختیار و دخل ہے، روکا۔ میں نے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال کہ میرے شامل نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا یک طرفہ بیان اثر بد پیدا کریگا، سنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے

۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب کا خط اس مضمون کا میرے نام پہنچا کہ آپ

اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کا جواب اسی تاریخ ان کو لکھ دیا کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دونگا۔ اس کا جواب مجھے مرزا کے خلیفہ نے نہ دیا تو میں نے سکوت کو رضا سمجھ کر چالیس صفحہ کا مضمون (جس میں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا تو اس میں میں نے اپنے بیان کیلئے صرف ایک گھنٹہ وقت پایا (یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سوا کسی دوسرے کو بھی پورا وقت ملے، اور سچائی و محاسن اسلام کے اظہار کا کافی موقعہ ہاتھ آوے، اور حاضرین جلسہ پر اس کا اثر نیک ظاہر ہو) تو میں نے اس کمی وقت کی شکایت ایک معزز ماڈریٹر (پریذیڈنٹ یا میر مجلس) کی معرفت سکرٹری صاحب کے پاس لکھ کر بھیج دی۔ اس پر میر مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ دو گھنٹہ اول روز اور ایک گھنٹہ ۲۸ دسمبر کو وقت ملنا چاہیے۔ سکرٹری جلسہ نے (اس میر مجلس کی) سفارش پر مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں بشرط گنجائش ایک گھنٹہ وقت دینا منظور کر لیا (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا خدا کے فضل سے اور اس میر مجلس کی سعی سے یوں خطا ہوا)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو میں نے پڑھا تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کر دی، پھر ان کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہوگئی۔ اس میں انہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو، جو ان کے ہاتھ میں تھے، نیز شامل کر لیا اور اس معزز میر مجلس کو جنہوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی، اور حسن اتفاق سے اس وقت اجازت تقریر کے وہی انچارج و مہتمم تھے، بار بار اس مضمون کے رقعات لکھ کر دکھانا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حدود سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے۔ جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر چونکہ وہ میر مجلس خدا کے فضل سے سمجھدار اور تجربہ کار تھے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے سوالات جلسہ کے عین مطابق کہہ رہا ہے لہذا ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، پر ان لوگوں کی حکمت عملی سے دہان بندی و تسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک مرتبہ بھی ایماء نہ کی کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے تو صرف اس امر کے خواستگار ہوئے کہ یہ بیان آپ کا نبوت عامہ کے

ثبوت میں ہے، اب نبوت خاصہ محمد یہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہیے، اس لئے کہ آپ کا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف وعدل کی برکت سے دفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جس میں تمام مضمون سے کسی حصہ کا خلاصہ وانتخاب اور کسی حصہ کی تفصیل تھی) کو ناتمام چھوڑ دیا اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر جلسہ پر کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خواہش کرنا جائز ومباح ہے کہ ناظرین وسامعین اس کی داد دیں اور میری تقریر و بیان کو اچھا کہیں اور میری تحسین کریں۔ میں اس خواہش کو گناہ سمجھتا ہوں اور اس کو شرک وریا خیال کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں قبل از بیان وتقریر حاضرین جلسہ کی خدمت میں بادب التماس کر چکا تھا کہ میرا بیان سن کر یا اس کی اثنا میں حاضرین وسامعین داد نہ دیں تالیاں نہ بجاویں چیئرز نہ دیں۔ مرحبا، جزاک اللہ نہ کہیں جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کے وقت اور ہر ایک جلسہ میں جو نئے فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔ میری اس عاجزانہ درخواست کو ارباب جلسہ نے قبول کیا اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت وسناٹا رہا صرف اختتام تقریر پر بابو پرتول چندر اور ایک وکیل ہائی کورٹ الہ آباد مسٹر بینرجی وغیرہ نے تالیاں بجائیں کیونکہ وہ اختتام تقریر کے قریب آئے تھے انہوں نے میری اس عرض ممانعت کو نہ سنا تھا۔ بناء علیہ اگر اب میں کسی سے اپنے بیان کی خود تحسین کراؤں یا دوسرے سے آفرین اور اپنی تحسین چاہوں تو پھر میں اسی شرک اور ریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ہاں اس قدر کہنے کو میں شرک وریا اور اپنے نفس کی مدح وثنا نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو میں نے پڑھیں اور جو انکا ترجمہ وتفسیر میں نے کی، صرف اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا مطلب تھا (نہ اس وجہ سے میرے الفاظ وتقریر و بیان اور لب، لہجہ والحان اچھا تھا) حاضرین وسامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین جلسہ میں بجز چند اتباع مرزا قادیانی کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا سے بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ ازانجملہ ایک شخص میاں کمال الدین پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج ہیں جنہوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا (جو مخبر دکن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴ میں مشتہر ہوئے ہیں): مولوی صاحب! جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا چونکہ وہ سوالات کے متعلق تھیں۔

میاں کمال الدین کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے کیونکہ میاں کمال الدین کو مرزا کی وجہ سے اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے اور یہ امر بطور مثل مسلّم و مشہور ہے الفضل ما شهدت به الاعداء ۔(یعنی بزرگی وہ ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں)۔اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین نے اسی مخالفت کی وجہ سے خاکسار کی توجہ دوسری طرف منعطف ہو جانے پر افسوس بھی ظاہر کیا ہے۔اس کا جواب اس جلد کے مضمون، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، میں دیا جائے گا کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ اور طرف نہیں ہوئی۔

حاضرین اہل اسلام کے علاوہ اقوام غیر کے فہمیدہ وسنجیدہ اشخاص پر بھی ان آیات اور ان کے مطالب کا بڑا اثر تھا جو اس وقت ان کے بشاش چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا۔از انجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اس کا اظہار کیا۔ایک صاحب رائے بروا کینٹھ تھیوسوفیکل پنجاب کے سکرٹری تھے جو اس وقت میرے بعد تقریر کرنے کو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان مولوی (محمد حسین) صاحب نے کیا ہے مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔اور علاوہ برآں وہ صریح الفاظ جو انبیاء کے مصدق ہوئے۔دوسرے صاحب ماسٹر درگا پرشاد پریذیڈنٹ کارکن کمیٹی جلسہ تھے جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھے بازار سید مٹھہ میں ملے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرتے ہوئے بولے کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج معلوم ہوئی۔

اس بیان خاکسار کے بعد یہ عام آوازہ ہو گیا کہ مسلمان میدان لے گئے۔یہ امر مرزائی پارٹی پر نہایت شاق گذرا انہوں نے اسی وقت سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص کا مضمون سوالات جلسہ کا جواب نہ تھا بلکہ ایک معمولی وعظ تھا جس کو سوالات جلسہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔مگر خواص اہل علم اور عام اہل فہم و فراست نے ان کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر مؤثر اور متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا۔

دوسرے دن صبح کو میر مجلس موصوف مہتمم اجازت تقریر خاکسار کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت میں آپ کے مکان پر نہ آتا کیونکہ رات کسی قدر علیل رہا ہوں۔میں صرف اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کو مبارک دوں۔کہ آپ کا بیان بہت عمدہ ہوا ہے۔

دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا اس میں مرزا کے اتباع وخلفاء کا خوب جمگھٹا ہوا جو دور دور کے مقامات، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لودھیانہ، بھوپال، امروہہ تک سے بلائے گئے تھے۔انہوں نے اس

مضمون پر خوب چیئرز دی اور تالیاں بجائیں جن میں عام لوگ بھی ان کے شریک ہو گئے۔ خاکسار تو سوائے وقت اپنے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا اور نہ مرزا کا مضمون اپنے کان سے سنا، مگر سنجیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آ کر بیان کیا ہے کہ وہ مضمون نئے فیشن نئی تعلیم نئی روشنی کے موافق تھا اور عوام کو خصوصاً سکولوں کے طلباء کو خوش کرنے والا۔ مگر خواص اور خصوصیت کے ساتھ علماء اسلام اس سے سخت ناراض آئے اور اس امر کے شاکی بھی ہوئے کہ اس مضمون میں مرزا نے ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں جو شریعت اور تحقیق کے برخلاف ہیں بلکہ بعض کفر ہیں۔ ہم اس پر ابھی اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ وہ مضمون چھپ کر شائع نہیں ہوتا۔ جب وہ شائع ہو گا تو لوگ خود دیکھ لیں گے اور ہم بھی اس پر مفصل ریویو کریں گے انشاء اللہ تعالی۔

اس جلسہ میں مرزا کے خلفاء نے مرزا کا وہ اشتہار شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے غالب رہنے کی پیشگوئی کی تھی جس کی وجہ عموماً یہ خیال کی جاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کے مجوزہ سوالات تھے اس وجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئے خیال کے لوگوں میں وہی جواب پسند ہوگا۔ اس مضمون کے پڑھے جانے کے بعد وہی میر مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے مظہر ہوئے کہ گو عوام میں مرزا کے مضمون کی تحسین ہوتی ہے مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور عمدہ کہتا ہوں۔

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت وثنا میں شور وغل مچا دیا ہے بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آتھم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید وشہادت میں ان ہی اخباروں کا حوالہ دیا ہے جن میں ان کے اتباع وخلفاء نے ان کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔ از انجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قائم کرنے میں غلطی کی ہے بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جائز رکھی۔ لہذا ہم، مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، میں اس دروغ گوئی کا اظہار کریں گے اور اسی کے مقبولہ ومسلّمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کر دیں گے کہ اس کے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔ اس کی طرف سے یا اس کے نامہ نگار یا رپورٹر کی طرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل

تعجب واعتراض نہیں۔مگر واقعات کی ازخود تولید اخبار نویس کا منصب نہیں ہے، اور نہ اس کا رسپانڈنٹ کا ہی ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے منجملہ ان اخباروں کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کیا ہے صرف مخبر دکن سے سے تعرض کیا ہے۔

باقی حصہ مضمون کے لئے جو مجھے آخری دن وقت دینے کا سکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا وہ بھی مرزائی پارٹی نے (جس کے ہاتھ میں کمیٹی کی باگ تھی) منسوخ کرا دیا۔اس دن کا پروگرام شائع ہوا تو اس میں میرے بیان کے لئے وقت نہ تھا (یہ تیسرا حملہ مرزائی پارٹی کا مجھ پر ہوا) مگر یہ حملہ بھی خدا کے فضل سے اور اسی میر مجلس سابق الذکر کی توجہ سے اور مولوی عبداللہ پروفیسر عربی اورئینٹل کالج لاہور کی مہربانی سے دفع ہوا اور مولوی عبداللہ صاحب نے تیسرے دن اپنا وقت جو ڈیڑھ گھنٹہ ان کیلئے مقرر تھا (کچھ مجھے عنایت کر دیا۔اور میرے بیان کا اس قدر اثر ہوا کہ) مرزائی پارٹی میں خوف پیدا ہو گیا۔اس اثر کی وجہ سے اور اپنے مضمون کا غلبہ ظاہر کرنے کی غرض سے انہوں نے اس بیان میں بہت روک تھام کی اور جو اس میں کسر رہ گئی تھی وہ جھوٹی خبروں اور رپورٹوں کو بازاروں اور اخباروں میں شائع کرنے سے نکال لی۔آئندہ ناظرین دونوں مضمونوں کو پڑھنے اور ان میں موازنہ کرنے سے داد حق وانصاف دیں گے انشاء اللہ تعالی

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ ص ۲۳۷۔۲۴۴)

یاد رہے کہ مولانا بٹالوی مرحوم کا یہ لیکچر صفحہ ۲۴۵ سے ۳۶۸ جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ میں خطبہ کے عنوان سے منقول ہے۔ اور اس خطبہ کے آخر میں صفحہ ۳۶۶ میں آپ نے قادیانیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صاحبان! جو لوگ ان اخلاق (جن کا مولانا نے اپنے خطبہ میں ذکر کیا ہے) میں کامل ہوتے ہیں وہی اس علم لدنی کے محل ہوتے ہیں۔اور اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، گو بعض ملکوں یا شہروں میں ہم کو نظر نہ آئیں۔(لیکن) اس علم لدنی کے محل وہ لوگ نہیں ہوتے:

جو تحریر و تقریر میں جھوٹ بولیں۔

جھوٹ اشتہاروں سے اپنی ولایت وکمالات والہامات ظاہر کریں۔

ہزار ہا پیش گوئیاں اور آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ہوں اور ایک بھی دکھا نہ سکیں۔

جو شخص انکے دعوی کو نہ مانیں اسکو گالیاں دیں اور موت یا بیماری اور خواری پہچانے کی دھمکیاں دیں۔

بازاری گالیاں، حرام زادہ، بدذات وغیرہ ان کا تکیہ کلام ہو۔

مال مردم خوری ان کا شیوہ ہو، خاص دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے لوگوں سے ہزار ہا روپیہ چندہ کرا کے یا قیمت کے طور پر لیں اور اس روپیہ سے بیویوں کا زیور اور لباس بنا دیں۔ اور بادام روغن میں پکے پلاؤ متنجن اوڑا ویں، اور ان کتابوں کے چھاپنے کا نام نہ لیں۔

نوافل تہجد تو کجا پانچوں وقت خصوصاً فجر کی نماز و جماعت میں التزام کے ساتھ نہ مل سکیں۔

ہزار ہا روپیہ کی مِلک کا دعوی کریں اور آمدنی کا اقرار کریں اور ادائے فریضہ حج کا نام نہ لیں۔

اور بولنے لگیں تو گھنٹوں بولتے چلے جاویں، نماز شروع کریں تو ضعف دماغ کے عذر سے قل هو اللّٰه ا حد اور انّا اعطيناك الكوثر پر اکتفا کریں۔

وظائف واوراد شبانہ روزی کجا نمازوں کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللّٰه و الحمد للّٰه و اللّٰه اكبر کہنا نصیب نہ ہو۔ اور حرامزادہ، بدذات وغیرہ گالیوں کا وظیفہ جس تعداد سے چاہو ان کی زبانوں سے سن لو اور ان کی تصانیف میں دیکھ لو (یہ تیرھویں صدی کے پیغمبر اور چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف اشارہ ہے جن میں حالات مذکورہ بلا کم وبیش پائے جاتے ہیں)

ایسے اخلاق وعادات کے لوگوں کا مورد علم لدنی ہونا ایسا محال ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ نکل جانا محال ہے۔ (تاہم) علم لدنی کے ایسے (جھوٹے) مدعی بھی ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اس وقت بھی موجود ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں سابق (سچے) اہل علم لدنی یہ کہہ گئے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

کار شیطان مے کند نامش ولی گر ولی ایں است لعنت بر ولی

حرف درویشاں بدزد دمرد دوں تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر | تا بگیرد مرغ را آں مرغ گیر
ہمسری با انبیاء برداشتند | اولیاء را ہم چو خود پنداشتند

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۷)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۱۸۹۶ء کی تقاریر کے متعلق قادیانی حضرات نے اخباری پروپیگنڈہ جاری رکھا، اورانہوں نے مختلف اخبارات میں مراسلے اور آرٹیکل چھپوائے۔ ان اخبارات میں حیدرآباد دکن کا ایک اخبار مخبر دکن بھی تھا جس میں میاں کمال الدین کے مراسلے شائع ہوئے۔ مولانا بٹالوی نے ،مخبر دکن کی جھوٹی مخبری، کے عنوان سے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا:

روئیداد جلسہ اعظم مذاہب کے بیان میں مخبر دکن نے اپنے پرچہ ہائے ۱۴ جنوری، ۲۵ فروری اور ۱۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو کچھ کہا ہے اس میں دروغگوئی سے کام لیا ہے اور وہ دروغگوئی نہ صرف ہمارے حق میں اور ہمارے مضمون کی نسبت اس سے عمل میں آئی ہے بلکہ دوسرے اسلامی وکیلوں مولوی عبداللہ پروفیسر اورئینٹل کالج اور مولوی ثناء اللہ مدرس مدرسہ تائید الاسلام امرتسر اور دیگر مذاہب کے وکیلوں (ہندوؤں سکھوں) وغیرہ کے بیانات کی نسبت بھی اس سے سرزد ہوئی ہے۔ہم اس مقام میں ..اپنے مضمون کی نسبت اس کی چار دروغ گوئیو ں کو ذکر کر کے ان کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت بیان کرتے ہیں۔اس پر اڈیٹر مخبر دکن نے (جو ایک مدراسی سلطان محمود مرزائی کے دھوکہ میں آئے ہوئے ہیں) اپنے بیان کی اصلاح نہ کی ،تو پھر زیادہ تفصیل کریں گے۔اور نیز اس وقت تو ہم اس دروغ گوئی کا مرتکب صرف مخبر دکن کے نامہ نگار کو جو (جو الہامی قاتل اور خونی مسیح کے ایک حواری میاں کمال الدین صاحب ہیں یا خود حضرت اعلی ان دروغ گوؤں کے پیشوا، چنانچہ ان کے بیانات وتحریرات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے) قرار دیتے ہیں اور اگر ہمارے دلائل اور وجہ ثبوت کوسن کر اڈیٹر مخبر دکن نے داد انصاف نہ دی اور سلطان محمود کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب نہ کی تو ہم ان کو بھی اس دروغ گوئی میں شریک قرار دے کر ان کی خدمت میں بھی کچھ التماس کریں گے۔ انشاءاللہ تعالی۔وہ دروغ گوئیاں یہ ہیں:

پہلی دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ

ایک دو عالم صاحبوں نے جلسہ میں قدم رکھا مگر الٹا، اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین میں گفتگو نہ کی، یا بے سروپا کچھ بول دیا؟ ہر ایک مذہب کے مقرر کو اپنے اپنے بیانات کی عمارت کو اپنی اپنی کتب مقدسہ کے استدلالات پر مبنی کرنا نہایت ہی ضرور تھا اور اس امر کو بجز مرزا صاحب اور کسی نے پورا نہ کیا، نہ سوائے مرزا صاحب کے کسی وکیل مذہب نے پانچوں سوال کا جواب دیا۔ خلقت حیران تھی کہ مولوی (محمد حسین) صاحب کس اصول مجوزہ سے جواب دے رہے ہیں۔ آپ کا بیان اثبات نبوت، خوابوں کی حقیقت، اشیا کی فلسفیت، غسل جنابت کی علت اور جہاد کی اہمیت اور دیگر مسائل کے متعلق تھا۔

مولوی صاحب کا بیان علی وجہ التجر گو کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ کل حاضرین ایک طرف اور کارکنان و پریذیڈنٹ صاحبان دوسری طرف حیرت میں تھے کہ مولوی صاحب کو کس نے ان امور پر وعظ فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ یہ وہ مولوی صاحب ہیں جن پر آج کل اہل اسلام کو بھروسا تھا۔ مگر مولوی صاحب نے مسلمانوں کی امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ جہاد کے مسائل سنائیں اور جہاد سے متعلق اسلام پر سے اعتراضات کو دور کریں۔ مولوی صاحب نے مجوزہ پانچ سوالات کو شائد (لغو؟) سمجھا اور ان دو گھنٹوں کو موقعہ سمجھ کر ان مسائل کو سنانا شروع کیا جن میں ان کو دسترس تھا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت اول تو ہمارا وہ مضمون ہے جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ میں اور مستقل طور پر بعنوان خطبہ (یا لیکچر) شائع ہو گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ اس میں جلسہ کے پانچوں سوال کا جواب ہے جس میں اولاً آیات قرآن سے استدلال ہے پھر اس کی تائید میں احادیث نبویہ سے استشہاد ہے اور کوئی مسئلہ منجملہ مسائل محل اعتراض مخبر دکن سوالات مجوزہ جلسہ سے اجنبی اور بے تعلق نہیں ہے۔

دوسری وجہ ثبوت خود مخبر دکن کے اعترافات منقولہ ذیل ہیں جن میں صاف اور صریح طور پر اس نے مان لیا ہے کہ جو آیات اس خاکسار نے پڑھی ہیں وہ سوالات جلسہ کے عین مطابق ہیں:

۱۔ پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء ص ۴، ۵ میں میاں کمال الدین صاحب کا یہ اعتراف:

مولوی (محمد حسین) صاحب جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہائت ہی

خوش ہوا کیونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں لیکن نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ جناب کی توجہ بعد پر کسی اورطرف منعطف ہوگئی اورآیات قرآنی کومعرض بیان میں آنے کا موقعہ نہ ملا۔

۲۔ پرچہ ۱۱فروری ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲ میں آپ کا یہ بیان واعتراف:

مولوی (محمد حسین) صاحب نے پہلے اس بات پر زور دیا کہ میرے گذشتہ بیان کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں سوالات مشتہرہ سے کچھ تعلق نہ تھا ، یہ غلط ہے، میں نے جس قدر آیات پڑھیں بالکل سوالات کے متعلق تھیں،۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل ٹھیک تھا لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں آپ نے اپنے بیان کو ان قرآنی آیات کے صرف معنی بیان کرنے میں محدود نہ رکھا۔آپ کیوں صرف ایک دفعہ آیات کا ترجمہ کر کے ادھرادھر بھٹکتے رہے۔

۳۔اس پرچہ کے صفحہ ۳ میں آپ کا بیان واعتراف:

مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس دن نبوت کا بیان شروع کیا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ انسان کی اعلیٰ روحانی حالت نبوت ہے۔

مولوی صاحب کا یہ فرمانا بھی درست تھا مگر کاش کوئی سلسلہ اس بیان میں ہوتا۔یعنی یہ کہ مولوی صاحب پہلے مجوزہ سوال کی طرف حاضرین کو متوجہ کر کے انسان کی جسمانی اور اخلاقی حالت کا ذکر فرماتے اور بعد پر روحانیت کا مضمون چھیڑ کر نبوت کی طرف آتے ۔مگر مولوی صاحب سے یہ نہ ہوسکا اور بے جوڑ طریق پر نبوت کا قصہ شروع کر دیا۔

یہ تینوں اعتراف مخبر دکن کے اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ جو پہلے بیان کیا دوسرے بیان میں اس نے ان کے برخلاف کہا ہے،..اور ہمارے مضمون میں جلسہ کے سوالات کا پورا جواب تھا وہ عین مطابق تھا اور اس میں کتاب مقدس قرآن کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔

اعتراف اول کے اخیر میں جو آیات قرآن کے معرض بیان میں نہ آنے یعنی ان کی تشریح کرنے کا موقع نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے اسکا اظہار خود ہم نے اپنے ریمارک میں شروع خطبہ سے پہلے کیا ہے کہ ہم کو کافی وقت دیتے جس میں ہم پوری تشریح آیات کرتے (چونکہ وقت ناکافی تھا) لہذا ہم نے انتخاب سے

کام لیا اور جو اس افسوس کے بعد یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوگئی اور ایسا ہی اعتراف دوئم سوئم میں کہا ہے کہ مولوی صاحب ادھر ادھر پھرتے رہے اور نبوت کا سلسلہ وار ذکر نہ کیا، بے جوڑ طریق پر کیا، اس میں سفید جھوٹ سے کام لیا گیا ہے خاکسار ایک منٹ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ادھر ادھر پھرا اور نہ ذکر نبوت بے جوڑ کیا۔ اس امر کا یقین ناظرین کو مضمون خطبہ (یا لیکچر) کے ملاحظہ سے بخوبی ہوسکتا ہے ہم کیا کہیں: مشک آنست کی خود ببوید نہ کہ عطا بگوید

دوسری دروغ گوئی مخبر دکن کا بحوالہ میاں کمال الدین صاحب پرچہ ۱۴ جنوری میں یہ بیان ہے کہ مولوی صاحب (محمد حسین) نے آپ کے پاس مرزا جی کے مضمون کی تعریف کی تھی اور اس مضمون کی نظر سے فتح اسلام کا اقبال کیا اور کہا کہ کل یعنی مرزا قادیانی کے لیکچر کے دن مجھے ماسٹر درگا پرشاد ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں مرزا صاحب کا مضمون سن کر اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی، اور یہ بیان کیا کہ کمال الدین نے مرزا صاحب کے مضمون کی کیفیت مذکور بالوضاحت بیان کی اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اس کی تصدیق وتائید فرمائی۔

یہ دروغ گوئی الہامی ہے۔ اولاً اس دروغ گوئی کا الہام مرزا صاحب کو معلم الملکوت کی طرف سے ہوا ہے .. پھر یہ الہام دروغ بحکم خلافت وبطور وراثت آپ کے خلیفہ میاں کمال الدین کے حصہ میں آیا اور درحقیقت میں نے قادیانی کا مضمون نہ سنا اور نہ اس کی نسبت اپنا کوئی خیال اچھا یا برا اس کے پاس ظاہر کیا اور نہ ماسٹر درگا پرشاد مجھے قادیانی کے لیکچر کے بعد ملے اور نہ انہوں نے اس مضمون کی نسبت اپنا کوئی خیال میرے پاس ظاہر کیا۔

میں نے جو کچھ میاں کمال الدین کے پاس کہا تھا وہ اپنے مضمون کی نسبت اور اسی کی نظر سے کہا تھا، اور اسی مضمون کی نسبت ماسٹر درگا پرشاد کا قول نقل کیا تھا۔ اسی لیکچر خاکسار کے دن اور اسی کے بعد شام کے قریب وہ میری فرودگاہ کے قریب سید مٹھہ میں مجھے ملے تھے اور اسی مضمون کی نسبت انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج یہ مضمون سن کر معلوم ہوئی ہے۔

اسکی وجہ ثبوت: اس بیان مخبر دکن کا مستند ومنتہی چونکہ ماسٹر درگا پرشاد کا قول ہے لہذا اس کے صدق و

کذب ان ہی کی شہادت میں منحصر کیا جاتا ہے۔میاں کمال الدین اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو وہ ماسٹر درگا پرشاد سے میرے سامنے کہلوا دیں کہ وہ مجھے مرزا قادیانی کا لیکچر سننے کے بعد ملے تھے اور اسی لیکچر کی انہوں نے میرے پاس تعریف کی تھی۔اور اسی کو سن کر وہ کلمہ کہا تھا جو میاں کمال الدین نے نقل کیا ہے۔اور اگر انہوں نے یہ نہ کہا بلکہ اس کے برخلاف یہ کہا کہ میں ابوسعید محمد حسین کو اسی دن ملا تھا جس دن انہوں نے اپنا مضمون سنایا تھا اور اس مضمون کی نسبت میں نے وہ کلمہ کہا تھا جو مجھ سے نقل کیا گیا ہے تو اس سے اہل بصیرت وانصاف کو یقین ہوگا کہ میاں کمال الدین کا بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔

تیسری دروغ گوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے:

گیارہ بجے پر ان کا (محمد حسین) کا وقت ختم ہوگیا۔ایگزیکٹو کمیٹی نے خان بہادر شیخ خدا بخش کی معرفت مولوی صاحب کو ٹھہرا دینے کیلئے بہت تقاضا کیا مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سنی۔پھر بھی خان بہادر ممدوح کی موجودگی نے آپ کو زبردستی بیٹھائے جانے کی ذلت (نوبت) سے بچا دیا۔لیکن آخر کار خان بہادر بھی تنگ آ گئے اور مولوی صاحب کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔مولوی صاحب نے جب اور وقت کا مطالبہ کیا اور سکرٹری کا محولہ بالا وعدہ یاد دلایا، خان بہادر تعلق قریبہ کے باوصف یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ مولوی صاحب! کیا آپ نے وقت کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟ اگر کوئی وعدہ ہو بھی تو آپ نالش کیجئے۔

یہ دروغ گوئی بھی سفید جھوٹ ہے۔نہ مجھے کسی نے بٹھلایا اور نہ میں نے اپنا وقت پورا کر کے اور کچھ کہنا چاہا۔اور نہ توسیع وقت کا کسی وعدہ کو یاد دلا کر خواستگار ہوا۔جب میرا وقت پورا ہوا میں نے بغیر کسی کے کہنے کے اپنے بیان کو ختم کر دیا۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی میں آپ نے خان بہادر شیخ خدا بخش جج لاہور اور ماڈریٹر انچارج جلسہ (جو اس وقت مہتمم اجازت وممانعت تقریر تھے) کا ذکر کیا ہے۔پہلی دروغ گوئی میں بھی بشمول ماڈریٹران جلسہ ان کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کے ثبوت میں ہم اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتے کہ میاں کمال الدین یا قادیانی کے دوسرے خلیفہ جو لاہور میں آپ کے ایجنٹ ہیں اور وہ اس مضمون مخبر دکن کو سچا سمجھتے ہیں، خان بہادر شیخ صاحب سے اولاً میرے سامنے کہلوا دیں اور ان کی قلم سے لکھوا دیں پھر

اس کو لاہور کے اخباروں میں چھپوا دیں کہ میں نے ابوسعید محمد حسین کو مجبوراً بٹھا دیا تھا اور وہ کلمہ کہا تھا جو ان سے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ان سے کہلوا دیں جس کا دروغ گوئی اول میں آپ کو دعوی ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اپنے بیان میں غیر متعلق اور اجنبی امور کی طرف رخ کیا تھا اور ان کا مضمون، جواب سوالات جلسہ کے مطابق نہ تھا اور الہامی صاحب کا مضمون ان کے مضمون سے بہتر تھا تو اس صورت میں بیان مخبر دکن صادق سمجھا جائے۔ اور اگر شیخ صاحب موصوف نے اس بیان مخبر دکن کو سچا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس ہمارے بیان کو تصدیق کیا تو اس صورت میں مخبر دکن کو ماننا پڑے گا کہ اس بات میں اس کا بیان جھوٹا اور اس کا نامہ نگار میاں کمال الدین یا اور جو کوئی ہو، جھوٹا، ان سب کا امام الہامی قاتل جھوٹا اور یہ جماعت سب جھوٹی۔

چوتھی دروغ گوئی مخبر دکن پرچہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ مولوی (محمد حسین) صاحب نے نبوت الہام کا ذکر کرتے ہوئے بڑے جوش سے یہ کہہ دیا کہ افسوس روئے زمین پر اسلامی دنیا میں کوئی ولی نہیں ہے جو اپنے الہامات کا عملی ثبوت دے۔ اب مرزا صاحب کی اسلامی وکالت پر نظر انصاف ڈال کر دیکھئے کہ انہوں نے الہام کی حقیقت کھولتے ہوئے اس کو دین اسلام کا خاصہ ٹھہرایا ہے اور اپنے کو اس میں صاحب تجربہ بتایا۔

یہ بھی محض دروغ ہے۔ میں نے روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی نہیں کی، بلکہ اپنی رویت کی نفی کی تھی اور یہ بات کہی تھی کہ دعوی کرنے والے تو بہت ہیں (جو الہامی قاتل کی طرف اشارہ تھا) مگر دکھانے والے آنکھوں سے غائب ہیں۔

اس کی وجہ ثبوت: اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کی وجہ اولاً تو خاکسار کے چھپے ہوئے مضمون یا لیکچر میں بصفحہ ۲۹۷ نمبر ۱۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ میں خاکسار کے الفاظ شاہد ناطق موجود ہیں اور علاوہ بر اس اس مضمون میں بصفحہ ۳۶۲ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷ میں صاف کہا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے گو بعض ملکوں اور شہروں میں ہم کو نظر نہ آویں۔

اور اگر یہ بہتانی ان الفاظ کی نسبت یہ کہیں کہ یہ الفاظ اس وقت نہ کہے گئے تھے بلکہ روئے زمین سے

نفی وجوداولیاء کی گئی تھی تو وہ اسکی شہادت بھی شیخ صاحب موصوف سے (جواس وقت انچارج تقریر جلسہ تھے) دلوادیں اور یہ کہلا دیں کہ روئے زمین سے وجوداولیاء کی نفی کی گئی تھی۔شیخ صاحب سے یہ شہادت نہ دلوائیں تو ہمارے الفاظ مندرجہ خطبہ ان کے کذب پر بلامزاحمت شاہد عدل متصور ہوں گےاور یہ لوگ جھوٹے ٹھہریں گے۔

بقول مخبردکن الہامی صاحب نے جواپنے بیان میں الہام کوخاصہ اسلام ٹھہرایا پھراپنے الہامات کو اس کی تمثیلات بتایاہےتواس میں مخالفین اسلام کواسلام پراعتراض کرنے کاموقع دیا۔آپکے الہامات وکرامات توسب کےسب اس بیت کے مصداق ہیں:

این کرامت ولی راچہ عجب   گر بہ شاشید گفت باراں شد

مخالفین اسلام آپ کےاس بیان میں آپ کوسچا سمجھیں گےتو اسلام کوبھی ان ہی ذلیل کرامات اور جھوٹے الہامات کامحل ومظہرقراردیں گےاورصاف کہیں گے کہ جیسے کرامات والہامات وکیل نے دکھائے ہیں کہ خبرتودیں لڑکا پیدا ہونے کی اورنکل آوے لڑکی ،اورپھرنوبرس کی میعادمیں ایک آسمانی لڑکے کی پیش گوئی کریں اورااسال گزرجائیں اوروہ لڑکاوجودمیں نہ آوے،ویسی ہی کرامات آپ کےمؤکل نے دکھائی ہوں گی ایسااقبال الہام وکرامت اسلام کے لئے باعث عارہےنہ موجب فخر۔اس اقبال سےتواپنی رؤیت کاانکارہزاردرجہ بہترہےجوکسی اعتراض کامحل نہیں ہوسکتا۔

اب ہم اس مضمون کوان ہی دروغ گوئیوں کے بیان پرختم کرتے ہیں اورمنتظرہیں کہ ہمارے نادیدہ دوست سیدعبدالقادرصاحب اڈیٹراخبارمخبردکن بتقلید سلطان محمودمرزائی ان دروغ گوئیوں کوسچ بتانے کے لئےکوئی تاویل کرتے ہیں یاان کوجھوٹ جان کراپنے نامہ نگارکی تکذیب اوراپنے بیان کی اصلاح عمل میں لاتے ہیں۔ان کے حق میں بہترہے کہ وہ سلطان محمودکےدھوکہ میں آکرحق کامقابلہ نہ کریں بلکہ حق کےآگے جھک جائیں اوراگرسلطان محمودان کومقابلہ پرآمادہ رکھےتوپہلے اشاعۃ السنہ چارسال کی گذشتہ جلدیں منگاکر دیکھ لیں کہ اس مقابلہ کاصلہ ان کےامام قادیانی نےکیاپایاہے،اسی کاحصہ ان کوبھی ملےگا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۸ ص۱۰۲۔۱۱۰ملخصاً)

جواب درخواست قادیانی ۲۵ جون و ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ ذیل میں اس درخواست کا جواب ہے جس میں مرزا قادیانی نے آخری حیلوں و مذبوحی حرکات (جھوٹے خوابوں اور مصنوعی الہامات) کی طرف رجوع کیا اور اس سے پہلے بطور تمہید ایک شخص سید عالم طالب العلم ایف۔ او۔ ایل پر ایک خواب کا افتراء کیا۔ اور دو فرضی ملہموں کے دو جھوٹے الہام شائع کر دیئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعے سے دنیا کا عیش اڑانے کے لئے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا۔ اور اس کے ذریعے باقرار خود دس ہزار روپیہ کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا۔ پھر جب دیکھا کہ منجملہ تین سو دلائل کے، جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے، ایک دلیل بھی بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں، تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجددیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعوی کی پٹڑی جما دی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعوی کا جھنڈا گاڑ دیا اور معجزات و نشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اور ان سب دعاوی کے اثبات کے لئے کبھی مناظرہ کی طرف رجوع کیا کبھی مباہلہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ کبھی کوئی رسالہ یا قصیدہ اردو یا فارسی میں بنا کر اس میں لن ترانیاں ہانکیں۔ کبھی عربی میں نثر یا نظم لکھ کر اپنے ملہم مؤید من اللہ ہونے کی دلیل بنائی۔ معجزہ و نشان آسمانی کسی نے چاہا تو اسی کی موت کو یا اس کے زمرہ احباب کے موت یا

مصیبت کونشان قرار دیا اور جس کی نسبت کوئی نشان نہ بن سکا اس کو گالیوں اور بدعاؤں سے ڈرانا اور دھمکانا اختیار کیا۔

وازآنجا کہ بحکم لکلّ فرعون موس ، ہر گمراہ کے مقابلہ کیلئے حق گو بھی چلے آئے ہیں لہذا خدا تعالی نے اس گمراہ کے مقابلہ میں علماء اسلام کو موفق و مامور کیا جنہوں نے اس کے ہر کید کو ظاہر کر دکھلایا۔اور خاص کر خادم قوم مؤلف اشاعۃ السنہ کو تو اس اہتمام سے موفق کیا کہ اس نے حسبۃً للّٰہ و نصحاً لخلق اللّٰہ اظہار و ابطال مکائد قادیانی کو حد کمال تک پہنچا دیا اور ۱۸۸۹ء سے سنہ رواں تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اس کی ہر ایک بات کا اچھی طرح اظہار و ابطال کیا۔اس کے دعوی وکالت وحمایت اسلام اور تصنیف کتاب براہین کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ یہ محض اس کا فریب و ڈھکوسلا و لاف زنی ہے۔نہ اس نے ایسی کوئی کتاب (جس میں تین سو دلائل عقلیہ ہوں) تائید اسلام میں بنائی اور نہ آئندہ بنا سکتا ہے۔اور اس کے دعوی الہام مجددیت مسیحائی ومہدیت کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ ایسا شخص خدا کا ملہم اور دین اسلام میں مجدد ہرگز نہیں ہوسکتا۔اور اس کا مسیح موعود و مہدی مسعود ہونا تو ایسا محال ہے جیسے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے۔اور نشان آسمانی نہ اس نے آج تک کوئی دکھایا اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے۔اور جن لوگوں کی نسبت اس نے موت یا عذاب کی خبر دی تھی ان کی نسبت اس کی خبروں کا جھوٹ بخوبی ظاہر ہوگیا ہے۔اس کے دعوی مناظرہ کو لودھیانہ میں اس کو خوب رگڑا اور لتاڑا، اور دہلی، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں خوب چھتاڑا اور بھگایا۔تب مجبوراً اسے اپنے حق میں الہام گھڑنا پڑا یا علی دعهم و انصارهم و زرا عتهم ۔(اے علی ان مولویوں اور ان کے پیروؤں کو چھوڑ دے) یعنی ان سے مباحثہ نہ کر، جس کو اس نے کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج کر کے مشتہر کیا ہے۔

اس کے دعوی مباہلہ کو یوں اس سے چھڑایا کہ بارہا اس سے مباہلہ کرنے کو مستعدی کا اظہار کیا اور اس کی شرائط مباہلہ کا فساد ظاہر کر کے ان شروط کو بالائے طاق رکھ کر مباہلہ کرنے پر اس کو مجبور کیا۔ان حیلوں کو توڑ کر اس کو بے دست و پا کیا گیا تو اس نے ایک حیلہ یہ نکالا جس کو اس نے اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں مشتہر کیا ہے کہ فریقین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر دعائیں کریں۔اس امر کو بھی منظور کیا گیا اور اس حیلہ کو توڑا گیا تو اب آپ نے آخری حیلہ یہ نکالا ہے جس کو درخواست ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے مشتہر کیا ہے(

اور کہا ہے: اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے...اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جل شانہ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوی کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے، جو حلفاً شائع کریں، کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بے شک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کر لیں.... لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز من جانب اللہ اور اپنے دعوی میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر سے باز آوے....لہذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں...کہ وہ میرے بارے میں جناب الہی میں کم سے کم اکیس روز توجہ کریں۔ یعنی اس صورت میں کہ اکیس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون ہوں؟...پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر من جانب اللہ سمجھا وے گا۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۲۔ ص ۴۴۹۔۴۵۰)

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ قادیانی کا مقصود وغرض یہ ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے اور اپنی خوابوں کو لائق دستاویز اور شرعی دلائل سمجھ لیں گے، تو پھر میں بھی ان کے مقابل اپنی اور اپنے گروہ کی جھوٹی خوابوں اور الہاموں کو مشتہر کر دونگا اور ان خوابوں والہاموں کی کثرت سے تمسک کرونگا اور حجت مسلمہ فریق ثانی کے ذریعہ سے اپنی جانب کے الہاموں اور خوابوں کا غلبہ ثابت کرونگا۔

چنانچہ اس قسم کے دو بناوٹی الہام اس درخواست سے چند روز پہلے اور ایک ...خواب اس درخواست کے پیچھے آپ نے شائع کر دیئے جو بعض ناواقفوں کی گمراہی کا باعث ہو گئے۔

اس درخواست سے پہلے ایک بناوٹی الہام اس نے اپنے ایک خاص مرید فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ ضلع ڈیرہ غازی خان اور اس کی ہمشیرہ کے نام سے مشتہر کیا ہے جس کی نقل یہ ہے:

اشتہار واجب الاظہار۔ و کفی با للّٰہ شہیداً محمد رسول اللّٰہ

اے جماعت مومنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہو کر سنو۔ آپ آخرت میں اللہ تعالی سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہو۔ آپ لوگوں کو اسی خدا وحدہ لاشریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہیے اور میری شہادت حق کو غور سے سنو اور پڑھو۔ میں ایک عورت امّی، عربی فارسی سے محض بے خبر ہوں۔ یہ خدا تعالی کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی مسیح

موعوداور مہدی مشہود ہونے کی خبر مجھے ہو چکی ہے۔اور وہ الہامات یہ ہیں:

و یکبر احمد ۔ ۲ ۔ الم یأتکم نذیر ۔ ۳ ۔ فلا ... اللّٰہ فلا غالب لہ الّا ھو ۔ ٤ ۔ من یکذّب بالدین۔ ٥ ۔ صدیق صادقاً ۔ ٦۔ وعدہ مفعولاً ۔ ۷ ، ۔ا حمد دار السّلام ۔

اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے مکرر سہ کرر پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال کہتے تھے اب اس فتح کے عوض میں وہ لوگ خود دجال بن گئے ۔ یہ سب دجال آگ میں جلائے گئے ہیں ۔اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا۔ قریب آ کر رکوع کرنے کی شکل میں جھک گیا۔اور یہ الہام ہوا ۔ عباد اللّٰہ و جھکم ۔اور مولویوں نے امت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور اہل حق کا نام کافر رکھ دیا ہے۔اس لئے میں خدائے تعالی سے اطلاع پا کر گواہی دیتی ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہے اور تمام مولوی ان کو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر۔ اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے، یعنی عربی میں، میں اس سے بے خبر ہوں ۔لہذا یہ اشتہار بطور شہادت و صداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد بزدار کے شائع کرتی ہوں تا کہ امانت خدا تعالی کو لوگوں میں پہنچا دوں۔

فصاحت لیو م کرا مۃ بررت فلعلك باخع نفسك فحرض المؤمنين كذا لك حقت كلمة ربك على الذين فسقوا انهم لا يؤمنون

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار۔ دہم ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ، مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۷ء

دوسرا بناوٹی الہام اس (مرزا) نے ایک مجذوب فقیر کے نام سے گھڑ کر شائع کیا ہے جس کی نقل ذیل میں ہے:

ایک گواہی: یہ اشتہار ایک مجذوب نے جو سیالکوٹ میں تقریباً بارہ سال سے مقیم ہے ہمارے (یعنی قادیانیوں کے) پاس شائع کرانے کے لئے بھجوایا ہے لہذا ہم اس جگہ اس کی نقل مطابق اصل بلفظہ کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   اشتہار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے روح جناب رسول مقبول ﷺ سے روح کل شہداء سے، روح کل انبیاؤں سے، روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں، یعنی ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول ﷺ کے دین میں سخت فتنے برپا ہو گئے اور حد درجہ کا ضعیف ہو گیا۔ ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاری اور رافضی پیدا ہو کر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت یہ خوفناک فتنے پیدا ہوئے، ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا مگر چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا، خدا تعالی نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسی اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علماء گدی نشینوں! اے فقراء گدی نشینو! اے اہل بیت گدی نشینو! سن رکھو! عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونے والی ہے۔ یا خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہوگے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالی تم پر سخت ناراض ہے۔ رسول مقبول ﷺ تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

المشتہر۔ فقیر محمد۔ سیالکوٹ برلب ایک باغ بستی والا۔ ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

وہ بناوٹی خواب، جس کو اس (قادیانی) نے اپنے خاص مریدان اور حواریان لاہور کی معرفت چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ یہ ہے:

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بآیاتہ انّہ لا یفلح الظّالمون ۔ اس سے ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ یعنی دروغ گوئی کے طور پر مورد الہام و رؤیا اپنے آپ ٹھہراتا ہے۔ یا خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے بھلا نہیں پاتے۔

رؤیائے صادقہ: میں مندرجہ بالا آیت کے نازل کرنے والے خدا تعالی کو حاضر وناظر جان کر اور اس بات پر کامل ایمان رکھ کر کہ اس آیت کا مصداق ضرور ہلاک ہوگا، ذیل کا رؤیا جو مجھے ہوا، بطور گواہی مسلمان بھائیوں کو سناتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالی اپنے وعدے کے مطابق..اس اظلم کو ہلاک کرے جو باوجود موردالہام ورؤیا نہ ہونے کے اپنے آپ کو ملہم مشتہر کرے۔ وہ رؤیا یہ ہے:

میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو تقریباً ۷ بجے شام کے سید مٹھہ بازار میں جارہا تھا کہ چند آدمی خربوزہ فروش کی دکان پر بیٹھے تھے اور سرسید احمد خاں صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی توہین کررہے تھے۔ میں وہاں کھڑا ہوگیا تو تمام باتیں سنیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو دشنام بھی دیں اور بدگوئیاں کیں (ناگفتہ بہ)۔ میں چونکہ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بالکل برخلاف تھا سن کر نہایت خوش ہوا اور واپس چلا آیا۔ اخیر رات تک مجھے یہ خیال نہ بھولا۔ جب میں رات کو سویا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں جنگل میں جارہا ہوں اور جنگل ہی میں ایک مسجد آئی ہے جس کے باہر کی دیواریں بہت چھوٹی ہیں اور اس میں ایک مجمع عام ہے اور دو تین آدمی دیوار کے ساتھ لگے کھڑے ہیں۔ میں بھی وہاں جا کر کھڑا ہوگیا چند آدمیوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ بھائی اندر آکر بیٹھو۔ حسب الحکم میں اور وہ آدمی شریک مجمع ہوئے۔ میں نے سب سے ذی عزت صاحب کی طرف اشارہ کرکے ایک صاحب سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ اس نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں باغ باغ ہوگیا کہ زیارت نصیب ہوئی۔ پھر میں نے دوسرے درجہ کے ذی عزت صاحب کی بابت استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہ مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ یہ سن کر میں نے رات کی گرم جوشی میں جو الفاظ ان آدمیوں سے سنے تھے وہ کہہ دیئے، تو تمام حاضرین مجلس نے شور وغل کیا اور ناراض ہوکر مجھے نکالنے پر آمادہ ہوگئے۔ اس سے میں نے یقین کیا کہ یہ تمام آدمی جو مقرب ہیں وہی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کو مسیح موعود سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ خیر اتنے میں رسول کریم ﷺ نے بڑے حلم اور نرمی سے مجھ غریب کو بلایا اور بذریعہ ترجمان جو وعظ ونصیحت کی وہ بعینہ درج ذیل کرتا ہوں:

بزرگوں کو دشنام دینا بہت برا ہے۔ تم کسی بزرگ کو دشنام نہ دو۔ کیونکہ جس شخص کو تم باطل خیال کرکے ازروئے تعصب کے گالی دیتے ہو وہ سچا میری طرح مرسل ہے، اور سچا مسیح موعود ہے جس کا گواہ وہی (قانون

اسلام ہے) جو کلام الٰہی سے موسوم ہے۔ آیات قرآن کے بموجب یہی مسیح موعود ہے۔ اگر لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں اس سے بھی بڑھ کر مجھ پر طعن وطنز ہوئی، اور انہی خطابوں کا مورد ہوا جس کے مرزا صاحب ہوتے ہیں، لیکن میں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اپنے دین کو کامل کر دیا۔ اب یہ شخص اپنے وعدے کے مطابق آیا ہے، لوگ اس کو نہ مانیں گے تو جہنم میں گرائے جائیں گے۔ اور میرے مقرب اور اللہ کے پیارے وہی شخص ہوں گے جو مرزا صاحب کے مقبول ہوں گے۔ اور ضرور ہے کہ تمام لوگ ان پر ایمان لا کر جنت کے مستحق ہوں گے۔ اور قریب ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں پر جو ان کو برا خیال کرتے ہیں عذاب نازل کرے گا۔ اور وہ لوگ توبہ کریں گے اور انہی پر یقین لائیں گے۔

میرا یہ بیان حلفیہ ہے جو میں نے دیکھا اور سنا لکھ دیا۔ میں مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھا۔ اب اس اشتہار کے ذریعہ توبہ کرتا ہوں وما علینا الا البلاغ

راقم: خاکسار محمد سید عالم۔ ایف۔ او۔ ایل۔ کلاس اورینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں، اس درخواست قادیانی کا جواب اور اس کے بناوٹی الہامات اور جھوٹے خوابوں کا (جس کی اشاعت وہ کر چکا ہے یا آئندہ کریگا) ردّ وابطال ایسے مسلّمہ اصول سے پیش کیا جاتا ہے جن میں اسے مجال مقال نہ ہو۔

جواب درخواست:

ہم خدا کے فضل وتوفیق سے الہام کے مثبت ہیں اور اس کا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نمبر ۱۰، ۱۱ جلد ۷ اشاعۃ السنہ میں بضمن ریویو براہین احمدیہ کر چکے ہیں جس پر آج تک ہم کو قیام وثبات ہے (گو براہین کو ایک مدت سے، جب سے قادیانی اسلام سے مرتد ہو کر کفر بکنے لگا ہے، مجموعہ خرافات واباطیل اور اس کے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانیہ و گوز شتر جانتے ہیں اور ان کو اپنے اصول دلائل کا جو ریویو میں بیان کر چکے ہیں مورد ومحل نہیں سمجھتے)

ایسے ہی ہم رؤیا صالحہ (سچی خوابوں) کے قائل ومثبت ہیں۔ اور ان کا اثبات ہم بضمن خطبہ (یا لیکچر) جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ میں کر چکے ہیں ولیکن غیر نبی کو الہام یا رؤیا (خواب) کو ہم حجت شرعی نہیں جانتے۔ اور ان

کے ہر ایک الہام کو تلبیس ابلیس سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ اور اس کی قبولیت کی یہ شرط لازم مانے ہوئے ہیں کہ وہ ظاہر دلائل شریعت کا مخالف نہ ہو اور اس کا مورد (صاحب الہام) متقی و پرہیزگار ہو، فاسق فاجر اور اخوان الشیاطین سے نہ ہو۔ اور اپنے اس اعتقاد اور تحقیق کو ہم اسی ریویو براہین احمدیہ میں بصفحہ ۳۰۱ نمبر ۱۰ جلد ۷ میں صاف لکھ چکے ہیں۔

یہ اصول تو مسلّم ہیں کہ

۱۔ ملہم (غیر نبی) اپنے سبھی الہامات میں معصوم نہیں ہوتا اس کے بعض الہامات میں تلبیس ابلیس کا امکان و احتمال ہے۔

۲۔ اور وہ خود بھی اپنے ہر ایک الہام پر (جب تک کہ ان کا مخالف شریعت نہ ہونا ثابت نہ کر لے) یقین کرنے کا شرعاً مجاز نہیں۔

۳۔ اور اس کا یقین (جو اس کو اپنے الہام پر خود بخود حاصل ہوتا ہے) شرعی حکم نہیں۔

۴۔ اور بناء علیہ، اس کا ہر ایک الہام خود اس کے حق میں بھی ایسی دلیل شرعی (جس پر اہل اسلام کا اتفاق ہو) نہیں ہے، چہ جائے کہ وہ اوروں کے حق میں دلیل شرعی قطعی واجب العمل ہو۔

ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵، ۶، جلد ۲ وغیرہ میں انہی اصول کی تائید و تسلیم کے متضمن عبارات احیاء العلوم، میزان کبری، وفرقان وغیرہ منقول ہوئی ہیں، جن کی تسلیم سے ہم کو اب بھی انکار نہیں ہے۔

اور اس سے پہلے بصفحہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۸۳ نمبر ۹ جلد ۷ بدست آویز هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین بیان کر چکے ہیں کہ جھوٹے اور بدکار شیطان کے ملہم ہوتے ہیں، نہ خدا کے۔ اور اس سے پہلے اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۲ میں جو ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئے ہیں یہ بھی لکھ چکے ہیں:

امام غزالی جو بڑے کشفی و الہامی مشہور ہیں جن کی عبارت مثبتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے اسی عبارت کے متصل جلد ۳، احیاء میں فرماتے ہیں:

بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوسواس و معنی الوسوسة و سبب غلبها ثم ضرب المقلب مثلاً مفاده تصویر دخول الوساوس الیه ثم ذکر مداخل

الوساوس اليه من الحواس الخمسة الظاهرة و القوى الباطنة من الشهوة و الغضب وغيرهما و فسر الوسوسة و الالهام و الملك و الشيطان و التوفيق و الخذلان ۔ثمّ قال و لما کان لا یخلوا قلب عن شهوة و غضب و حرص و طمع و طول امل الی غیر ذلك من الصفات البشریة المنشعبة عن الهوی لا جرم لم یخل قلب عن ان یکون الشیطان فیه جولان بالوسوسة ۔ و لذلك قال رسول الله ﷺ ما منکم من احدٍ الّا و له شیطان ۔ قالوا و انت یا رسول الله۔ قال و انا الا ان الله اعاننی علیه فاسلم فلا یامر۔ (احیاء العلوم۔ ج ۳ ص ۱٦)

ترجمہ: دل پر شیطان کی سلطنت اور معنی وسوسہ اور اس کے غلبہ کے سبب کا بیان۔

پھر امام غزالی نے دل کی ایک ایسی مثال جس میں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہے بتلائی۔ پھر وسوسہ کے راستوں کو ذکر کیا جو ظاہری حواس ہیں اور باطنی قوتیں جیسے شہوت وغضب وغیرہ ومعنی وسوسہ والہام وفرشتہ و شیطان اور توفیق وخذلان کو بیان کیا۔ پھر کہا جب کوئی اہل شہوت وغضب وحرص وطمع، اور لمبی امید وغیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں، خالی نہ ہوا، تو ضرور ہوا کہ کوئی دل اس بات سے خالی نہ ہو کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ شیطان نہ ہو۔ صحابہ نے کہا، آپ بھی ایسے ہیں۔ فرمایا، ہاں میں بھی ایسا تھا، لیکن اللہ تعالی نے مجھے شیطان پر غلبہ دے دیا ہے وہ میرے تابع ہو گیا ہے، مجھے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔

اور امام غزالیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت ہے جس کے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے اور واقع میں وہ شیطان ہوتا ہے۔

ایسا ہی امام شعرانی کہ وہ بھی بڑے صوفی والہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت ودوزخ وبہشت کے اپنے ان آنکھوں سے مدعی اور کشف والہام کے بڑے بھاری معتقد میزان کبری میں فرماتے ہیں:

فان قلت فلای شیء لم یوجب العلماء باللّٰه تعالی العمل بما اخذه العالم من طریق

الکشف مع کونہ ملحقاً بالنّصوص فی الصّحة عند بعضھم۔ فالجواب لیس عدم ایجاب العلماء وعمل بعلوم الکشف من حیث ضعفھا و نقصھا عمّا اخذہ العالم من طریق النقل الظاھر۔ و انّما ذلك للاستغناء عن عدّہ فی الموجبات بصرائح ادلة الکتاب و السنّة عند القطع بصحتہ ای ذلك الکشف فانہ حینئذ لا یکون ا لّا موافقاً لھا۔ اما عند عدم القطع بصحتہ فمن حیث عدم عصمتہ ۔ الآخذ لذ لك العلم فقد یکون د خلہ التلبیس من ابلیس فانّ اللّٰہ تعالی قد اقدر ابلیس کما قال الغزا لی علی ان یقیم للمکاشف صورة المحل الذی یأخذ علمہ منہ من سماء او عر ش او کرسی او قلم او لو ح۔ فربما ظنّ المکاشف ان ذلك العلم عن اللّٰہ تعا لی فا خذ بہ فضلّ و ا ضلّ۔ فمن ھھنا اوجبوا علی المکاشف ان یعرض ما اخذہ من العلم من طریق کشفہ علی الکتاب و السنة قبل العمل بہ فان وافق فذلك و الّا حرم علیہ العمل بہ (میزا ن کبری ص ۱۳۔ منقول از اشاعة السنہ جلد ۲ ص ۱۵۴۔۱۵۵)

ترجمہ: اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے باوجودیکہ وہ بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے، پھر اس پر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے، اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں) ناقص ہے، وہ تو فقط اس لئے کہ ہے کتاب وسنت کے ہوتے کشف کو (جو صحیح قطعی ہو) حجت و دلیل ٹھہرانے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ قطعی ہونے کی صورت میں کتاب وسنت کے موافق ہوگا، یعنی پھر اس کو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فائدہ؟ اور اگر کشف کی صحت کا یقین نہ ہو اور اس جگہ ہے جہاں اس کے حاصل کرنے والے میں عصمت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالی نے شیطان کو، چنانچہ غزالی وغیرہ نے کہا ہے، یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے سامنے اس کے محل کشف کی، جس سے وہ علم لیتا ہے، آسمان کی صورت بنادے یا عرش کی یا کرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی۔ پھر بسا اوقات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ میں نے خدا سے علم حاصل کیا ہے، سو اس کو لے لیتا ہے۔ پس آپ

بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔اسی جگہ سے علماء نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے عمل کرنے سے پہلے قرآن وحدیث پر پیش کرے پس اگر موافق پاوے تو اس پر عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

اور قادیانی صاحب بھی ہمارے ان اصول کو مان چکے ہیں اور ہمارے اس ریویو کو (جس میں یہ اصول بتائے ہیں) اپنا مؤید سمجھ کر سر اور آنکھوں پر رکھ چکے ہیں اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے، تو انہوں نے منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس ۵۰ روپیہ بھجوا کر یہ لکھا تھا کہ اس ۵۰ روپیہ کے عوض اشاعۃ السنہ کے وہ نمبر جن میں یہ ریویو درج ہے لوگوں کو مفت تقسیم کئے جائیں اور ہم نے اس روپیہ کے عوض لودہانہ میں معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہو گئے اور تائب ہو کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے گئے۔

اور طرفہ یہ کہ ہم نے تو غیر نبی کے الہامات کو محتمل بتلبیس ابلیس قرار دے کر ان کی شرعی حجت سے انکار کیا ہے، قادیانی نے اپنی ذات کے سوا اور نبیوں کے الہامات کو بھی محل دخل و تلبیس ابلیس قرار دیا ہے چنانچہ ازالہ اوہام (ص ۶۲۸۔۶۲۹) میں قادیانی نے لکھا ہے:

یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسولٍ و لانبیّ الّا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته .. الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱، آیت ۱۴۔ اور مجموعہ تورات میں سے سلاطین اول، باب ۲۲ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح سے تھا۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی الہام سمجھ لیا تھا۔

ایسا ہی ہم غیر نبی کے خوابوں کو محتمل تلبیس ابلیس جانتے ہیں اور اپنے مضمون خطبہ (یا لیکچر) میں

اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۷ میں لکھ چکے ہیں کہ خوابیں پانچ قسم ہوتی ہیں جن میں صرف ایک قسم الہام الٰہی ہوتا ہے (جو رؤیا صالحہ اور مبشرات کہلاتے ہیں) باقی چار قسم غیر الہامی ہیں جن میں ایک شیطانی وسوسہ بھی ہے۔ اس بات کے تسلیم کرنے سے بھی قادیانی کو انکار نہیں ہے۔ اور جب کہ غیر نبی کے الہاموں اور خوابوں کا یہ حال ہے اسی وجہ سے علماء اسلام نے غیر نبی کے الہامات اور خوابوں کے قبول کرنے کے لئے علاوہ اور شروط کے ایک شرط لگا دی ہے کہ وہ صریح احکام مستفاد کتاب وسنت مخالف نہ ہوں جس کی تسلیم میں قادیانی کو بھی بظاہر کوئی عذر نہیں ہے، تو اب ہم درخواست قادیانی کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے معتقدات کی نسبت جو خواب یا کشف یا الہام کسی شخص کو ہوا ہے یا آئندہ ہوسکتا ہے اور ہوگا، وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ یا تو وہ خواب یا کشف یا الہام آپ کا مؤید اور آپ کے معتقدات وخیالات کا مصدق ہوگا۔

۲۔ اور یا ایسا ہوگا کہ وہ آپ کا مخالف اور آپ کے اعتقادات کی تکذیب کرتا ہوگا۔

پس اگر وہ خواب یا الہام یا کشف قسم دوم سے نکلا تو وہ آپ کے حق میں مفید نہ ہوگا۔ پھر اس حیلہ سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اور اگر وہ قسم دوم سے نکلا، اور اس سے یہ مفہوم اور ثابت ہوا کہ آپ سچے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود (جیسا کہ آپ کے متمسکات ثلاثہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے) اور آپ کے مقالات ومعتقدات حق ہیں تو اس صورت میں وہ خواب یا الہام ظاہر آیات واحادیث کا مخالف قرار پائے گا کیونکہ آپ کے یہ دعاوی باطلہ وعقائدہ فاسدہ کہ میں مسیح موعود ہوں اور مہدی مسعود اور نبی اور مرسل ہوں وغیرہ صریح آیات قرآن و احادیث نبویہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ فتوی علماء ہندوستان و پنجاب میں ثابت ہو چکا ہے، اور اس وجہ سے وہ خواب یا الہام بحکم مسلّمات فریقین لائق دستاویز وسند نہ ہوگا۔ بلکہ بحکم اصول مسلّمہ فریقین وہ وسوسہ شیطانی سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں اس خواب یا الہام سے تمسک کرنا نہ صرف آپ کیلئے غیر مفید بلکہ گمراہی و ضلالت تصور کیا جائے گا، اور اس کی طرف رجوع کرنا ایسا ہوگا جیسا کوئی مسلمان کہلا کر شراب یا خنزیر کو حلال کہہ دے یا نماز روزہ باطل کر کے اس کے ثبوت وتائید کیلئے اپنے یا کسی دوسرے ملحد کے خواب یا الہام پیش کرے، اور یہ دعوی کرے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے (نعوذ باللّٰہ) فرمایا ہے کہ شراب مباح اور خنزیر حلال طیب ہے۔ اور نماز روزہ واہیات حرکات ہیں، جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا

۔اوراس شخص کو جو احکام مذکورہ کے مقابلہ میں اپنا خواب پیش کرے ملحد زندیق باطنی کا خطاب دیا جاتا۔اور جو شخص ایسے شخصِ ملحد کے خوابوں یا الہاموں کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو دلیل شرعی سمجھ لیتا ہے وہ شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے دین کو کھو بیٹھتا ہے ....ڈاڑھی منڈے اور بھنگ نوش فقیر ایسے دلائل پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام اور احکام شریعت سے بےخبر ان کے قابو میں آ جاتے ہیں۔

قادیانی بھی اب چاہتا ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ کو طاق میں رکھ دیں اور میری جھوٹی خوابوں اور مصنوعی الہاموں کی پیروی اختیار کر کے میری طرح ملحد دہریہ بن جاویں۔لہذا خواص علماء کو چاہیے کہ اس کے دھوکہ میں آ کر خوابوں یا ایسے الہاموں کی طرف رجوع نہ کریں اور اس دجال کو جال کے پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ مجھے اس وقت ایک نقل یاد آئی جو میں نے اس سے تیس برس پہلے زمانہ طالب علمی میں شیخنا وشیخ الکل وشیخ العرب والعجم شمس العلماء وزین الفقہاء حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی سے سنی تھی کہ دہلی میں ایک جاہل صوفی شراب پیا کرتا تھا اور ایک محدث مولوی (مگر بھولے، جو صوفی بھی کہلاتے تھے) ان کو منع کیا کرتے تھے۔ جب وہ اس کو منع کرتے تو وہ کہتا کہ آؤ ہم تم مراقبہ میں بیٹھیں۔اور اس مراقبہ میں آنحضرت ﷺ کی حضوری ہو تو آپ ﷺ سے حکم شراب، حلت وحرمت پوچھ لیں۔صوفی محدث (اپنے بھولا پن سے) اس کے دام میں آ گئے اور اس کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت کے نام سے جو غالبًا شیطان ہوگا مشاہدہ میں آیا اور وہ کہتا ہے، اشرب ،یعنی شراب پیا کر۔اس پر جاہل صوفی غالب ہوا اور محدث صوفی مغلوب ہوئے۔مگر پھر وہ بہت روئے اور خدا کی جناب میں گڑگڑا کر دعا مانگ کر دوبارہ اس جاہل صوفی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھے، تو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا : لا تشرب ۔یعنی شراب نہ پیئو ۔تب وہ محدث صوفی غالب ہوئے اور جاہل صوفی مغلوب۔

خاکسار اور ایک محقق ومبصر کے نزدیک محدث صوفی کی وہ غلطی اور بھولا پن تھا کہ وہ شراب کی حلت و حرمت پوچھنے کیلئے قرآن کو چھوڑ کر مراقبہ اور اپنے الہاموں کی طرف متوجہ ہوئے جس میں پہلی دفعہ مغلوب ہو گئے ۔اور اگر وہ دوسری دفعہ غالب نہ ہوتے تو اس حکم شریعت حرمت خمر کو جاہلوں کی نظروں سے کھو بیٹھتے۔

ایسا ہی جو شخص قادیانی کے دام میں پھنس کر اس کے عقاید کفریہ ومقالات بدعیہ کو پرکھنے کیلئے کتاب و

سنت کو چھوڑ کر خوابوں کی طرف رجوع کرے گا وہ دین کو کھو بیٹھے گا اور مرزا قادیانی کی طرح دہریہ وملحد بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس درخواست کے جواب میں، خوابوں کی طرف رجوع کرنے کو جائز نہیں رکھا اور نہ اپنے اور دوسرے دوستوں اور اکابر کی خوابوں کو اس کے مقابلہ میں پیش کیا۔ ورنہ ہمارے پاس اپنی اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ایسے خواب اور الہامات اور مکاشفات موجود ہیں جن میں قادیانی کا حال ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ملحد اور گمراہ ہے۔

میں نے دو دفعہ خواب میں اس کو بری حالت میں دیکھا۔ ایک دفعہ مسخ شدہ صورت (بندر کی صورت میں جس کو اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں بیان بھی کر دیا تھا) دوسری دفعہ داڑھی منڈے فقیر کی صورت میں۔ میرے بڑے بھائی شیخ محمد علی نے خواب میں اس کو بھالو (ریچھ) کی صورت میں دیکھا۔ اور توکل شاہ مرحوم ساکن انبالہ نے ان کو اس خواب کی ایسی تعبیر بتائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن مرحوم صوفی ساکن لکھو کے ضلع فیروز پور کو کئی دفعہ قادیانی اور اس کے اتباع کی نسبت الہامات ہوئے کہ: وہ جھوٹا ہے؛ شیطان اس کو دھوکہ دیتا ہے؛ جس کا شیطان ہم نشین ہے برا ہمنشین ہے؛ وہ میری آیات اور رسولوں سے ہنسی کرتا ہے وغیرہ۔ ان کے یہ الہامات رسالہ ایقاظ (یعنی سوانح عمری مولوی محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی از خدا بخش واعظ۔ بہاء) کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہیں۔ ان کے حق میں ان الہامات کو قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں نقل کیا اور پھر ان کے جواب میں کہا ہے کہ یہ شیطانی الہامات ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ من گھڑت ڈھکوسلہ بیان کیا ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۹ میں درج ہے۔

ہانسی حصار میں ایک مجذوب شاہ سیف الرحمٰن نام رہتے ہیں انہوں نے قادیانی کی نسبت حالت جذب میں ایسے کلمات فرمائے ہوئے ہیں جس سے اس کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میر احمد شاہ سکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

حامداً ومصلیاً: مجھے ماہ جون گزشتہ میں حصار جانے کا اتفاق ہوا وہاں میرے ایک دوست غلام حسین صاحب جمعدار بندوبست ہیں، میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہاں پر کوئی شخص بزرگ بابرکت ہوں تو مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ صاحب موصوف نے فرمایا: ایک صاحب شاہ سیف الرحمٰن صاحب مجذوب ہیں

اور جذبہ کی حالت میں خود بخود بہت سی باتیں کیا کرتے ہیں اور ان کے سامنے اظہار حال کی کچھ ضرورت نہیں جو دریافت کرنا ہو اپنے دل میں رکھیں وہ خود بخود ان کی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی بیان کر جاتے ہیں اور صرف سائل ہی جو بات اس کے متعلق ہوتی ہے سمجھ جاتا ہے۔ میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور شاہ صاحب اس وقت کچھ باتیں مقدمات کی کر رہے تھے۔ میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا شور و غل کیا ہے۔ اکثر لوگ اور علماء ان کو اپنے دعوی میں صادق نہیں جانتے، مگر اصلیت کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمن گفتگو میں فرمانے لگے کہ ایک تو انگریزوں کا عیسی بن گیا اور ایک چوہڑوں کا پیر بن گیا۔ اس کے بعد الفاظ سخت فرمائے اور نہایت غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور ایک حجرے میں چلے گئے... لمن الملك اليوم لله الوا حد القهار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑھ کر پھر غصہ کے لفظ فرماتے۔ میں ایسی حالت چھوڑ کر اپنے دوست کے ساتھ آ گیا اور راستہ میں میرے دوست نے دریافت کیا کہ تم نے کیا بات سوچی تھی کہ شاہ صاحب ایسا غصہ ظاہر فرماتے تھے۔ میں نے جب قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ انگریزوں کا عیسی وغیرہ جو الفاظ کہے میں نہیں سمجھتا تھا۔ نہ سمجھنے کی وہ وجہ ہوئی کہ میں نے جاتے وقت راستہ میں ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ...کوئی مضمون مرزا صاحب کے لئے متعین ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دل لوگوں کے نزدیک مرزا صاحب کا دعوی غلط و محض بے بنیاد ہے اور شاہ صاحب کی یہ ایک نئی بات نہیں ہے میں نے اور بھی بہت سی باتیں ان کی حصار میں سنی ہیں جن سب کو اپنے اس واقعہ چشم دید کی جہت سے سچ اور بلا شائبہ ریب سمجھتا ہوں۔ مجھے اطمینان کلی ہے اور حاجت تفصیل نہیں جو صاحب شک کریں خود حصار جا کر جو بہت دور نہیں ریل موجود ہے مشرف زیارت ہو کر خود تجربہ کر لیں۔ اچھے لوگ باوجود لائق ہونے کے مرزا صاحب جیسا دعوی نہیں کیا کرتے اور پھر ایسے دعوے جو متقدمین و متاخرین سب کے مخالف ہیں۔

راقم احمد شاہ لودھانوی۔ ۱۴ جنوری ۱۸۹۲ء (یا ۱۸۹۳ء)

قادیانی کے متمسکہ دونوں بناوٹی الہام
اور تیسری جھوٹی خواب کا ردّ وابطال

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: دونوں الہام اور تیسرا خواب جو قادیانی نے مشتہر کئے ہیں باوجودیکہ ان کا ناقابل اعتبار ہونا جواب درخواست سے ثابت ہو چکا ہے، اس وجہ سے بھی باطل اور واجب الردّ ہیں کہ یہ تینوں محض من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔ دونوں الہام حضرت قادیانی کے اپنے من گھڑت ہیں اور خواب ان کے حواریوں کی بناوٹ، ومعہذا ان کے مضامین ظاہر شریعت (کتاب وسنت) اور واقعہ کے مخالف ہیں۔ اس خواب کو تو خود صاحب خواب (محمد سید عالم) نے بعض حواریان قادیانی کا افتراء قرار دیا ہے اور اس مضمون کے متعدد اشتہارات شائع کر دیئے ہیں۔ اور ۴۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو وہ خاکسار کی فرودگاہ لاہور میں آئے اور خاکسار کے سامنے اس خواب کو جھٹلایا اور اس کی تکذیب میں بقلم خود ایک پرچہ لکھ کر خاکسار کے حوالہ کیا جو ذیل میں منقول ہے:۔

میں نے ایک جلسہ اعظم میں اس حلیہ کا ایک آدمی دیکھا جس کے ہونٹ موٹے رنگ گندمی چہرہ پر چیچک کے داغ آنکھیں موٹی سر پر کلہ کی دھاری کا نشان خشخشے بال سیاہ وسفید اس کے پاس مرزا قادیانی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حلیہ بالا والا آدمی کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ہیں۔ میں نے مرزا کی نسبت کہا، ایسا مردود، کافر، دجال، ملعون، حضرت کا مقرب کیونکر ہو گیا۔

اس پر تمام نے شوروغل کیا، تا اس شخص نے مجھے اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ بزرگوں کو گالی دینا برا ہے۔ جو شخص بزرگوں کو برا جانتا ہے جہنمی ہوتا ہے۔ میں نے یہ واقعہ بذریعہ خط مرزا قادیانی کو لکھا۔ اس نے وہ خط اپنے مریدوں کے پاس بھیجا۔ وہ خط مجھے دیکھایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس خط کو چھپوا دیں۔ میں نے کہا چھپوا دو۔ انہوں نے دوسرے دن مجھے دستخط کرنے کو بلایا۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ خط تو تاج الدین کے مکان میں گم ہو گیا ہے، تم دستخط کر دو، ہم کو وہ مضمون یاد ہے، ہم لکھ لیں گے۔ انہوں نے ایک اور رؤیا صادقہ کی عبارت لکھ کر کہا میری طبیعت کچھ خراب ہے آپ دستخط کر جائیں ہم لکھ لیں گے۔ میں نے دستخط کر دیئے اور انہوں نے از

جانب خود ایک مضمون رؤیائے صادقہ بنا کر شائع کر دیا۔اوراس میں مرسل اور مسیح موعود کا لفظ اپنی طرف سے لگا لیا اوراس زیادتی کا وہ اقرار کر چکے ہیں۔اور رشوت دینے کا بھی اظہار کیا، جوان کی کلام سے صاف پایا جاتا ہے۔ محمد سید عالم ۔ایف۔او۔ایل۔ اورئینٹل کالج لاہور

اس سے پہلے وہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء ایک اشتہار چھاپ چکے ہیں جس کی نقل یہ ہے۔

میری طرف سے ایک رؤیائے صادقہ کے نام سے اشتہار...جون ۱۸۹۷ء کو شائع کیا ہے وہ فی نفسہ میری طرف سے نہیں ہے۔میں خدائے وحدہ لاشریک کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرا یہ خواب جو ایک خیالی وسوسہ تھا، وہ رؤیائے صادقہ کے نام سے محض بدنیتی وشرمناک فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے پاس سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔افتراء باندھنے والوں اور جھوٹ پھیلانے والوں پر خدائے جل شانہ کا قہر نازل ہو مجھ سے حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) نے مرزا کو ہرگز ہرگز مرسل نہیں کہا۔وہ حضرت خود ختم الرسل وختم النبی ہیں۔ میری اصل عبارت یہ ہے جو اس اشتہار میں لکھ رہا ہوں۔میں نے اپنی عمر میں رؤیا صادقہ کے معنی بھی ابھی سنے ہیں۔میری عمر اس وقت سترہ سال کی ہے۔اس عمر کے لڑکے سے اپنی تصدیق کرانی دنیا کو دھوکے میں ڈالنا ہے ۔میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک بڑی ہلاکت سے بچالیا اور میری گردن پر خلق خدا کو دھوکہ ڈالنے کا بوجھ نہ رہنے دیا۔اے خدا تو مجھ سے میرے اس گناہ عظیم کی پاداش سے معاف کر اور میری عاقبت کو بخیر کر تو گواہ رہنا کہ میں اشتہار کے ذریعے تیری جناب میں اپنے اس گناہ کے متعلق اشتہار کر کے تمام مسلمانوں کی آگاہی کیلئے اپنا مافی الضمیر شائع کرتا ہوں۔میرے وہ مسلمان بھائی جنہیں میرے اسم فرضی سابقہ اشتہار نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے،اس اشتہار پر بالکل خیال نہ فرماویں اور محض بالکل باطل ہے۔ وقل جاء الحق و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً

الراقم محمد سید عالم ایف او ایل کلاس اورئینٹل کالج لاہور

متوطن گگھڑ ضلع گوجرانوالہ مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء

اوراس سے پہلے ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار انہوں نے اور چھاپ کر مشتہر کیا جس کی نقل یہ ہے:

دھوکے کا انجام رسوائی

میں چند جملے ۱۹ جون کے جعلی اشتہار پر جو برائے نام میرے نام پر مشتہر ہوا ہے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ اور تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں خصوصاً علمائے دین سے اور وہ عرض یہ ہے کہ رؤیائے صادقہ کے معنی مجھے ابھی تک معلوم نہیں جو اشتہار میں لکھے گئے ہیں، اور مرسل کا لفظ مرزا صاحب کا اپنا فخر ہے، مسیح موعود کا لفظ انہوں نے اپنے دعوی کی تصحیح کے لئے مشتہر کیا ہے، ورنہ میرا خواب جو اصل تھا وہ بے شبہ وشک مؤثر تھا اور اگر وہ بعینہ وہی چھپتا تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس کا اثر اس جعلی اشتہار سے زیادہ ہوتا اور اس سچی خواب کا یقین بھی ان کی نماز شریف نے جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے باطل کیا ہے۔ میں جمعہ کے دن جعلی خواب کے مشتہر ہونے پر شاہی مسجد میں تمام اہل اسلام کے روبرو مرزائیوں کی قلعی کھولوں گا اور اپنا حال بیان کرونگا۔ سب اہل اسلام سے درخواست ہے کہ شاہی مسجد میں ضرور تشریف لائیں۔

راقم محمد سید عالم ایف اوایل کلاس اورینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۷ء

اس جعلی خواب کی تکذیب پیسہ اخبار لاہور، وچودھویں صدی راولپنڈی میں بھی ہوگئی ہے۔ چودھویں صدی کی عبارت صفحہ ۸۸ نمبر ۶ جلد ہذا میں نقل ہوچکی ہے اس میں پیسہ اخبار کا بھی حوالہ ہے۔ اخبار جعفر زٹلی لاہور مطبوعہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں اس واقعہ حیرت انگیز کی نسبت ایک مفصل مضمون چھپا ہے اس مقام میں اس کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب ہے۔

ہمارے الہاموں کی سچائی اور قادیانی کی رسوائی

میں نے کشفی طور پر ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی رات کو دیکھا تھا کہ قادیانی ہمارے سچے الہاموں سے اطلاع پا کر ہمّ وغم ورنج والم میں مبتلا ہو کر اپنی جورو کے آگے رو رو کر ہاتھ باندھ کو کچھ عرض معروض کر رہا ہے اور اپنی بے وقوفی اور بے دینی سے یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے سچے الہاموں کو وقوع میں آنے سے روک دے۔ اور ہم کو خدا نے مامور کیا ہے کہ ہم خدا کے سچے الہاموں کو اس کی مخلوق کے سامنے پیش کر کے اس کے

فرائض سے سبک دوش ہوں۔ منجملہ ان سچے الہاموں اور کشفوں کے ایک یہ بھی ہمارا الہام تھا کہ خداوند تعالی نے قادیانی کی نسبت ارادہ فرمایا ہے کہ اسکا منہ کالا اسی کے مریدوں کے ہاتھوں سے کرے۔ چنانچہ وہ الہام یہ تھا:

اے قادیانی کم بخت دیکھ ہم جلدی ملا محمد بخش کے سچے الہاموں کو پورا کر کے تیرا منہ تیرے ہی مریدوں کے ہاتھوں سے کراویں گے۔

جس شخص کو ہمارے اس الہام کی نسبت کچھ شک ہو وہ ہمارے مشتہرہ الہاموں مؤرخہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء کے پرچہ کو جوڈائمنڈ جوبلی کی یادگار کے نام سے موسوم ہو کر چھاپا گیا تھا اس کا صفحہ دوم سطر ۲۰ ملاحظہ کر کے تسلی کرسکتا ہے۔ اب وہ الہام کہ قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہو جاوے گا بعون ایزد متعال ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ پورا ہوا یعنی قادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہو گیا۔ تفصیل اجمال کی یہ ہے کہ قادیانی کے مریدوں نے ایک بناوٹی اشتہار موسومہ برؤیاء صادقہ ایک غریب طالب العلم مسمی سید عالم ایف اوایل کلاس اورئینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ تاریخ ندارد کے نام سے مشتہر کیا، جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس طالب علم کو گویا خواب میں زیارت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوئی کہ حضور پرنور ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور ان کے دوسرے مرتبہ پر ایک شخص بیٹھا تھا جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی ہے اور میری طرح یہ بھی مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہے، جو اس کی نہ مانے گا وہ جہنم میں گرایا جائے گا وغیرہ۔ چنانچہ وہ بناوٹی اشتہار اپنی ہی گرہ سے چند پیسے خرچ کر کے چھپوا کر جا بجا شہر لاہور اور اس کے مضافات میں تقسیم کرا دیئے گئے۔ جب کہ یہ بناوٹی اشتہار سید عالم طالب علم کی نظر سے گذرا تو اس نے فی الفور ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار، بنام دھوکے کا انجام رسوائی، چھپوا کر عوام الناس کو مطلع کیا کہ وہ ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ جامع مسجد میں تمام حاضرین اہل اسلام اور علمائے دین کے سامنے اصل واقعہ کو پیش کر کے مرزائیوں کی قلعی کھول کر اپنی سرخروئی حاصل کرے گا امید ہے کہ سب مسلمان جامع مسجد میں تشریف لا کر صدق دل سے اصل واقعات کو سن کر مرزا قادیانی کی جعل سازی پر لاکھ نفرین کریں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ بالا پر جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ سب سے پہلے محمد حفیظ صاحب سالم نے خوب مؤثر تقریر کی جس

پر تمام حاضرین اہل اسلام نے تحسین وآفرین کی۔ پھر اسی مجمع میں سید عالم کی طرف سے بیان کیا گیا کہ اصل واقعہ خواب کا اس طرح پر ہے کہ میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو بازار سید مٹھہ میں جا رہا تھا کہ ایک خربوزہ فروش کی دکان پر چند اشخاص سر سید احمد صاحب کو اور مرزا قادیانی کو برا کہہ رہے تھے چونکہ میں بھی کچھ کچھ قادیانی کے برخلاف تھا، ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ اسی اثنا میں ایک شخص وہاں سے گذرا اور کہنے لگا کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ رات کو بھی یہی خیال شاید میرے دماغ میں رہا اور اسی طرح میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں خربوزہ فروش کی دکان پر مرزا کی بابت کچھ گفتگو کر رہا ہوں اور ایک شخص جس کا حلیہ ہے چیچک کے داغ، سر کے بال انگریزی فیشن پر کٹے ہوئے، سر پر کلاہ رکھنے کی علامت ایک گول دھاری، حبشیوں کی طرح ہونٹ بڑے بڑے، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، مجھے کہتا ہے کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

اس خواب میں آنحضرت ﷺ کا جو حلیہ بتایا گیا ہے یہ واقعہ کے برخلاف ہے۔ یہ حلیہ کسی مرزائی شیطان کا ہے، نہ رسول رحمٰن کا۔ یہ حلیہ بتا رہا ہے کہ اصل خواب بھی شیطانی ہے نہ رحمانی اور اس پر حواریان قادیانی کی جعل سازی اور افتراء پردازی طرہ پر طرہ ہوئی۔

اس خواب میں ان حضرات کی جعل سازی وافترا پردازی ناظرین کو ثابت ہوئی تو اسی سے ان دونوں الہاموں کے افتراء ہونے کا یقین کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ ہم ان کے وجوہات ہونے کے جداگانہ بیان کرتے ہیں:

پہلے الہام کے افتراء ہونے کی وجوہات

اول: اس اشتہار کے مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر کے حقیقی خالو (یا ماموں) منشی امام بخش سابق منشی ریاست بہاولپور نے.. اس اشتہار کو دیکھا تو اس کو صاف اور کھلے الفاظ میں ردّ کیا اور کہا کہ یہ محض افتراء ہے اور اپنے بھانجے فتح محمد کے حق میں ایسے الفاظ کہے جس کو ہم اس مقام میں نقل نہیں کر سکتے۔

دوم: اس اشتہار کا مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ مرزا قادیانی کے خاص مریدوں اور حواریوں سے

ہے۔قادیانی نے اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام مشتہر کیا ہوا ہے۔آخری فہرست جلسہ جوبلی کا چندہ دینے والوں کی فہرست میں بھی اس کا نام موجود ہےاوراس کی دیانت وامانت کا حال یہ ہے کہ ۱۸۸۹ء سے قیمت اشاعۃ السنہ کی چارروپئے اس کے ذمہ ہے۔بار ہا بیرنگ خطوں کے ذریعہ مطالبہ ہوا، نہ قیمت ادا کی نہ پرچے واپس کیئے باوجودیکہ واپسی کا وعدہ بھی کیا۔اس وقت اس کے تین خط ہمارے پاس موجود ہیں۔ایک میں قیمت کی تفصیل سے تصحیح کراتا ہے، دومیں واپسی پرچوں کا وعدہ کرتا ہے۔مگراب تک نہ پرچے واپس کیئے، نہ روپئہ ارسال کیا۔اب اہل انصاف، انصاف کریں کہ ایسے خداترس اورراست باز کی روایت کا جس کو وہ اپنی ہمشیرہ سے نقل کرتا ہے کیا اعتبار رہے؟

وجہ سوم:اس الہام کی عربی عبارات غلط وبے معنی ہیں۔فقرہ نمبر۲ کوئی معنی نہیں رکھتا۔فقرہ نمبر۵، و۶ میں صادقاً و مفعو لاً کی دوزبریں غلط وبے وجہ ہیں۔فقرہ عباد اللّٰه و جهكم .. الخ بے معنی ہے آخری فقرہ جو آیت قرآن سے پہلے ہے، غلط وبے معنی ہے۔..

وجہ چہارم:اس الہام کی عبارت اردووعربی صاف ناطق وشاہد ہیں کہ یہ قادیانی کی عبارات ہیں جو شخص قادیانی کی عبارات اردووعربی میں نظر رکھتا ہوگا وہ اس اشتہار کی عبارات کو پڑھ کرفوراً شہادت دے گا کہ یہ اسی کی عبارات، اسی کی طبع زادایجاد ہیں نہ کسی اورکی۔

دوسرے الہام کے من گھڑت ہونے کی وجوہ

دوسراالہام بھی قادیانی کا من گھڑت ہےاوروجہ چہارم منجملہ وجوہات مذکورہ اس پر کافی دلیل ہے۔

یہ تک بندی اورمنشیانہ عبارت آرائی جواس اشتہار میں پائی جاتی ہے، ایک مجذوب سے ہرگز ممکن ومتصورنہیں جو مدعی خلاف ہووہ ہم کوایسی کوئی ایک بھی نظیر دنیا میں بتادے کہ ایک شخص مجذوب ہواور پھروہ ایسی تک بندی و انشاپردازی کرے۔مجذوب توبڑ ماردیا کرتے ہیں کوئی کلمہ کیساان کے منہ سے نکل جاتا ہے کوئی کیسا۔اوراس سے کچھ کچھ مطلب نکال لیتے ہیں۔ایسا مجذوب کوئی کسی نہ دیکھا اورنہ سنا ہوگا کہ ایک تحریر بعنوان اشتہار

واجب الاظہار لکھ کر اور اس میں پوری فقرہ بندی وانشا پردازی عمل میں لا کر اور کسی شخص کے حق میں آداب عرفی کے مطابق (جیسے مرزا صاحب وغیرہ) الفاظ استعمال کر کے اخیر میں بذیل لفظ مشتہر اپنا نام و پتہ و تاریخ وسنہ انگریزی وغیرہ پورے قاعدہ سے لکھ کر اسی شخص کے پاس چھاپنے کے لئے بھیج دے۔ کیا یہ مجذوبوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کہیں نہیں ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ مضمون لکھ کر ہم کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک صاحب بابو اللہ بخش نامی سے جو محکمہ آب وہوا کے ہیڈ کلرک ہیں اور وہ میاں فقیر محمد سیالکوٹی کے خاص مرید ہیں، اس اشتہار کا ذکر آیا۔ انہوں نے اس کو صاف اور صریح الفاظ سے جھوٹا قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے مرشد ایک یا دو سال سے مجذوب نہیں رہے، سالک ہیں۔ اور ایک دوست ساکن جھنگ نے جو اسی محکمہ میں ملازم ہیں خاکسار کے پاس یہ ذکر کیا کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میاں فقیر محمد شملہ میں بابو اللہ بخش کے پاس آئے تھے اور وہ ہوش وافاقہ میں تھے۔ اسی دوست کے ذریعہ سے ہمارا یہ مضمون بابو اللہ بخش صاحب نے دیکھا اور پڑھا، تو اس کو پسند کیا۔

ان کے بیان سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام شیطانی من گھڑت قادیانی ہے جس کو اس نے فقیر صاحب کے نام سے چھپوا دیا ہے مجذوب کا یہ کام نہیں کہ ایسی انشا پردازی کرے۔ اور اس کو اشاعت کے لئے حسب دستور عقلاؤ وکلاء پریس میں بھیج دیں۔ قطع نظر اس سے الہام کا مضمون خلاف شریعت، جو خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ یہ قادیانی ہی کا مضمون ہے جن کو کفر واسلام کی کچھ پرواہ نہیں۔

ایک بات اس اشتہار میں خلاف شریعت یہ لکھی ہے کہ میں نے فلاں فلاں ارواح سے جو، چودہ طبق کی خبر رکھتے ہیں، الہام پایا ہے۔ شریعت کی رو سے سچا الہام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اگر اس میں کوئی واسطہ ہوتا ہے تو وہ فرشتہ کا ہوتا ہے اور جھوٹا الہام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ خدمت الہام کرنے کی صالحین اور بزرگوں کو سپرد نہیں ہے اور نہ صالحین میں سے ایسا کوئی شخص ہے جس کو وہ چودہ طبق (ساتوں زمین ساتوں آسمان) کے جملہ امور کی خبر ہے۔ یہ علم محیط خدا تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔

دوسری بات خلاف شریعت اس میں یہ لکھی ہے کہ مرزا صاحب رسول مقبول کی دستار مبارک ہیں

جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین اور کفر ہے۔ آنحضرت ﷺ تو تمام دنیا کے سردار ہیں۔ اور مرزا صاحب بحکم اس خبیث والہام شیطانی کے ملہم کے آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہوئے، تو گویا سب نبیوں کے سرتاج ٹھہرے۔ اس سے بڑھ کر توہین انبیاء اور کفر معلوم نہیں اور کیا ہو گا؟

تیسری بات اس میں واقعہ کے برخلاف یہ لکھی ہے کہ رافضی ونصاری پیدا ہو گئے تو خدا تعالی نے مرزا صاحب کو بھیجا۔ اس الہام کے ملہم کو اتنی خبر نہیں کہ نصاری کب سے پیدا ہوئے اور رافضی کب سے ہیں، اور مرزا دجال کب پیدا ہوا، اور کس عمر میں اس نے دعوی مبعوث و مرسل ہونے کا کیا۔ سچ کہا گیا ہے: دروغ گو را حافظہ نباشد۔ ارے احمق اس الہام شیطانی کے مشتہر دنیا سے پوچھ اور واقعات کی خبر لے کہ مرزا کب پیدا ہوا اور کب مبعوث و مرسل بنا، اور نصاری اور رافضی کب سے ہیں؟ اور اس مثل مشہورہ کا مصداق نہ بن:

چندیں مدت خدائی کردی تاہنوز گاؤ خر را نشناختی

ایسے ہی کفریات ولغویات اس اشتہار میں اور ہیں مگر ان کی تفصیل کا نہ وقت ہے نہ ضرورت ہے۔ ان وجوہات سے ان الہاموں کا جھوٹ وافتراء اور مرزا قادیانی کی من گھڑت ہونا کس وناکس پر واضح ہو گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ اور جواب شافی درخواست پہلے معروض ہو چکا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور قادیانی کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ آخری حیلہ بھی آپ کا بے کار ہوا۔ اب کوئی اور حیلہ نکالیں اور پھر اس کا ابطال دیکھ لیں انّ اللّٰہ لا یھدی کید الخا ئنین (خدا تعالی گمراہوں کے مکر کو راست نہیں لاتا)۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۹۵۔۲۲۰ مختصراً)

پیشگوئی متعلقہ آتھم کا پوسٹ مارٹم

امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں ایک مباحثہ مرزا غلام احمد کا عیسائیوں سے ہوا جس کے اختتام پر انہوں نے پیش گوئی کی کہ ان کا مخالف مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا اور یوں میری صداقت کی دلیل بن جائے گا (تاہم پندرہ ماہ گذر جانے پر وہ شخص زندہ پایا گیا تو مرزا صاحب نے عذرات کا پٹارہ کھول لیا تھا)۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے قادیانی پر فتح یابی کا شکرانہ، کے زیر عنوان مقالے میں اس پیشگوئی پر مفصل بحث کی اور بتایا کہ انہوں نے جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ میں یہ ثابت و مدلل کر دیا تھا کہ یہ پیشگوئی نہیں، بلکہ محض لاف زنی اور دروغگوئی ہے اور اس پر درج ذیل پانچ دلیلیں (اندرونی شہادتیں) اس کے الفاظ سے اخذ کر کے بیان کیں۔

۱۔ اس کا مضمون اس کا کذب ظاہر کر رہا ہے کیونکہ طالب نشان بوعدہ ایمان کیلئے اس کی موت کو نشان ٹھہرانا (جو اس پیش گوئی کا مضمون ہے) آسمانی نشان نہیں، بلکہ حماقت وسفاہت شیطان ہے۔ وہ مر ہی گیا تو پھر نشان دیکھ کر ایمان کیوں کر لاوے گا؟

۲۔ اس میں ہلاک ہونے والے کی تعیین نہیں کی گئی۔ صرف فریق مخالف کیلئے ہاویہ کی خبر دی گئی ہے جس سے قادیانی کی غرض یہ ہے کہ اگر عبداللہ آتھم مرا، تو اس کو اس کا مصداق ٹھہرایا جاوے گا۔ ورنہ کسی اور کو اس کا مصداق بنالیں گے جو اس کے فریق میں سے مر جائے گا۔

۳۔ کسی کے مرنے کی بھی اس میں صاف تصریح نہیں۔ صرف ھاویہ کی خبر دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی نہ مرا، تو قادیانی کہہ دے گا کہ اصل الہام میں ہاویہ کہا گیا تھا، مرنا میری طرف سے بطور تفسیر بیان ہوا تھا۔

۴۔ اس پیش گوئی میں عمداً جھوٹ اختیار کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی نہ مرا تو پھر کہا جائے گا کہ وہ لوگ عمداً جھوٹ نہیں بولتے۔

۵۔ پندرہ دن مباحثہ کی میعاد کا لحاظ مشعر ہے کہ اگر زیادہ دن مباحثہ میں لگ جاتے تو اتنے دن اور سزائے موت

ٹل جاتی اور یہ امر مضمون سزا کے برخلاف ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ہم نے ایک اور دلیل اس پیشگوئی کے دروغ ہونے پر (بیرونی شہادت) بیان کی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اخلاق، عادات، اعتقادات ایسے خلاف اسلام ہیں کہ ان اعمال وعقائد کے ساتھ وہ ہرگز ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا خواہ ہزار پیشگوئیاں کرے، اور وہ سچی بھی نکلیں۔ایسی پیشگوئیاں پنڈت، جوتشی، نجومی وغیرہ بھی کیا کرتے ہیں۔ پھر اس کی تفصیل میں دہلی کے ایک پنڈت اور دکن کے ایک جوتشی کی چند پیش گوئیاں نقل کیں جو مطابق واقعہ نکلی ہیں۔

نیز شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اس پیش گوئی کے سرزد ہونے سے پہلے صرف اس کے اس دعوی پر کہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھاؤں گا، ہم نے ایک دو ورقہ مضمون بعنوان: عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، شائع کیا۔جو اشاعۃ السنہ کی جلد شانزدہم میں دوبارہ شائع ہوا ہے۔اس میں واضح کیا کہ مرزا قادیانی کا آسمانی نشان دکھانا ایسا ناممکن ہے، جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً ناممکن ہے۔لہذا کوئی مسلمان اس امید نشان پر شریک مباحثہ نہ ہو۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ہمارے اس بیان بابرہان نے قادیانی کے اس حربہ یا آلہ کو پاش پاش کر دیا، جس کسی منصف وصاحب فہم نے اس بیان کو پڑھا، یا سنا، اس کو یقین ہوگیا کہ قادیانی کسی پیشین گوئی میں صادق بھی نکلے تو وہ ملہم اور خدا کا مخاطب نہیں ہوسکتا۔اور اس کا رتبہ ایک ارڑ پوپو اور اس کے اخوان مذکورین سے بڑھ نہیں سکتا۔

اس بیان سے بہت سے مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچ جانا نصیب ہوا۔لیکن بعض کچے مسلمان، ضعیف الایمان، بے علم وعرفان یا کم علم، اس بات پر اڑے ہوئے تھے کہ اگرچہ آج تک کوئی پیش گوئی قادیانی کی ارڑ پوپوؤں کی بعض پیش گوئیوں کی مانند بھی سچی نہیں نکلی، مگر حال میں جو اس نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے میں مر جانے کی پیش گوئی کی ہوئی، اور اس کے عدم وقوع پر اپنے لئے سخت سزا مانی ہوئی ہے، اس کا انتظار ضروری ہے۔اس میں وہ جھوٹا نکلا، تب اس کو ضرور دجال وکذاب سمجھا جائے گا۔

ایسے لوگوں کی ہدائت کیلئے اشاعۃ السنہ کے اس بیان کا ان کو یقین دلانے کیلئے خدا تعالی نے اس پیش گوئی میں بھی اس کو جھوٹا کیا۔اس کی میعاد پندرہ ماہ ۴ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور آتھم کو زندہ رکھا۔جس سے اشاعۃ السنہ کا صدق کس وناکس پر ظاہر ہوا، اور یہ معلوم ہو گیا کہ قادیانی جھوٹا ہے اور دین اسلام اور جملہ سماوی ادیان کا دشمن اور مخالف ہے..اور اس سے بچنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ فالحمد لله على ذالك

اب گھر گھر قادیانی کے دروغ ظاہر ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔دور و نزدیک سے مبارک باد کی آوازیں و پیغام آتے ہیں۔اکثر نامی شہروں کے گلی کوچوں میں اس مضمون کے اشتہار و اخبار شائع ہو رہے ہیں،اور مسلمان خدا تعالی کا شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ اس نے اسلام و مسلمانوں پر کمال فضل کیا اور بڑا احسان و انعام فرمایا کہ اس پیش گوئی میں اس کو جھوٹا کیا۔خدا تعالی یہ احسان مسلمانوں پر نہ کرتا،تو کئی جاہل اس پیش گوئی کے سچے ہونے سے قادیانی کو خدا کا ولی اور ملہم سمجھ کر اس کے تابع ہو جاتے اور اسلام کے اصول و مسائل قدیمہ سے مستغنی ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔خدا نے بڑا کرم کیا کہ اس فتنہ سے لاکھوں کو بچایا۔اور طرفہ یہ کہ اہل اسلام کی اس خوشی میں ہندو آریہ سکھ وغیرہ بھی شریک ہیں اور قادیانی کو لعنتیں سناتے ہیں۔گو ان سب کے خوش ہونے کی وجوہات مختلف ہیں۔

عیسائی اس لئے خوش ہیں کہ اس پیشگوئی میں خاص کر وہی مخاطب تھے۔ہر چند اس پیشگوئی کے وقوع وصدق کی صورت میں وہ کسی الزام قادیانی کے مورد نہ ہو سکتے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۱۵ میں بصفحہ ۲۳۸ بیان ہو چکا ہے)مگر اس کے جھوٹے نکلنے کی حالت میں وہ قادیانی کو شرمندہ کرنے کے حقدار ہو گئے ہیں۔اب وہ کہہ رہے ہیں:

آیئے جناب !وعدہ وفائی کیجئے اور ہمیں قدرت واختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں۔مگر داڑھی سرخ ہی رہے گی۔اور گلوئے اقدس میں رسی ڈالیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ، امرتسر خصوصاً جنڈیالہ و نیز ہندوستان کے دیگر مشہور و معروف شہروں کی سیر کرائیں۔جب آپ پیدل چلنے سے تھک جاویں گے تو آپ کو اسی گدھے پر جو آپ کی دمشقی مسجد کے زیر سایہ ہر وقت موجود رہتا ہے سوار کرائیں گے۔نیز آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی اپنے ہمراہ

رکھیں، لیکن ان کو اپنے اصلی رنگ وروپ میں رہنا ہوگا تا کہ آپ کا نور دین بوجہ احسن ظاہر وآشکارا ہو۔ اگر وہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان پر کسی کو پریزیڈنٹ مقرر کر دیں تا کہ انتظام میں فتور نہ پڑے۔

مگر عیسائیوں پر افسوس ہے کہ وہ اس خوشی میں خدا کو بھول گئے اور اس کی ناشکری کے مرتکب ہوئے اور اتجعلون رزقکم انکم تکذبون کے مصداق بن گئے۔ انہوں نے قادیان پر فتح یابی کو اہل اسلام پر فتح یابی بتایا۔ اور اس (قادیانی) کے جھوٹے ہونے سے مسلمانوں کو جھوٹا کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ اشتہار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک (مطبوعہ اختر پریس امرتسر وضمیمہ نور افشاں ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء) میں قادیانی کو مسلمانوں سے خارج اور ان کے اتفاق سے کافر تسلیم کر چکے ہیں اور اس وجہ سے اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکاری ہو چکے ہیں۔ انہوں نے آخر اس سے مباحثہ کیا تو یہ کہہ کر کہ ہم تجھے مسلمان فرض کر کے تجھ سے مباحثہ کرتے ہیں، یعنی واقعہ میں تجھے مسلمان نہیں جانتے۔ چنانچہ ان کے یہ اعتراضات اشاعۃ السنہ کے مضمون: عیسائیوں کی جنگ مقدس پر اسلامی رائے، میں منقول ہیں۔ ان ناشکر عیسائیوں نے اس ناشکری پر یہ زیادتی بھی کی ہے کہ اسلام کے ہادی ورہنما کی عالی جناب میں کسی قدر گستاخی کی ہے۔ مگر ان کو اس کی سزا ہمارے اخوان اہل اسلام ڈاکٹر حکیم مولوی غلام رسول امرتسری، منشی مولوی سعد اللہ سعدی لودیانوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، میاں امام الدین لاہوری وغیرہ نے کافی دیدی ہے۔ لہذا اشاعۃ السنہ کے اجلاس سے اس سزا پر زیادتی کی ضرورت نہیں، ہاں اس قدر زیادتی ضروری ہے جن کی ان اخوان کی تجویزات میں کسر رہ گئی تھی کہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار مطبوعہ نیشنل پریس ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کو بے غیرت کہا ہے۔ اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے، بیشک مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر دنیا بھر میں کوئی بے غیرت و بے حیا نہیں۔ مگر اے پادری حضرات اور اس اشتہار کے محررین وپبلشرز! آپ بھی اس بے غیرتی میں قادیانی کے پیرو ہو چلے ہیں کیوں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر نہیں کرتے، اور اس کو جیل خانہ کی سیر نہیں کراتے۔ اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنی ذاتی تکالیف ونقصان کا عوض وانتقام لینا نہیں چاہتے، اور اس پر صبر کرنے میں اجر کے امیدوار ہیں، تو کیا حضرت مسیحؑ کی توہین سننے پر صبر کرنے میں بھی امید اجر رکھتے ہیں؟ اور اس پر غیرت کرنے کا حکم بھی اپنے مذہب میں نہیں پاتے؟ قادیانی حضرت مسیح کے معجزات کو از قسم شعبدہ بازی اور مسمریزم اور ایک امر بے ہودہ اور قابل نفرت کہہ چکا ہے اور ان کو توحید کی

ہدایت میں نکما اور تنویر باطن میں فیل شدہ اور اخلاق میں غیر مہذب اور گالیاں دینے والا کہہ چکا ہے (اس کا ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۱ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔ کیا ان باتوں میں سے بھی کسی بات پر غیرت کا آپ کو حکم نہیں ہے؟ اور حمیت مذہبی و غیرت ایمانی آپ کے ہاں کوئی چیز نہیں؟ اور اگر آپ لوگ یہ عذر کریں کہ انجیل ہم کو انتقام سے مانع ہے، تو اس کے جواب میں:

اولاً یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حکم پرسنل (ذاتی) امور و تکالیف کی نسبت ہے یا مذہبی اور ایمانی تکالیف بھی اس میں شامل ہیں؟ کیا جو شخص تمہارے معبود کو گالیاں دے، یا انجیل کی صریح بے ادبی کرے، اس کو بھی آپ چھوڑ دیں گے؟

ثانیاً کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ عدالتوں کے ذریعہ سے اپنے مخالفوں کا تدارک کیوں کراتے ہو، اور اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں کیوں لے جاتے ہو؟ آپ صاحبان انکار کریں گے تو ہم اپنے ہی ضلع گورداسپور میں چند ایسے کیس بتائیں گے جن میں عیسائیوں نے مخالفین مذہب کو سزائیں دلوائی ہیں۔ ان مقدمات کو دائر کرنے اور قادیانی کو سوکھا چھوڑ دینے سے آپ لوگوں کے حق میں وہی الفاظ کہنے جائز ہوں گے جو نوٹ منقولہ بالا میں قادیانی کے حق میں آپ نے کہے ہیں۔

علاوہ بر آں یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ آپ لوگوں کا مشنری بننا صرف معقول تنخواہیں پانے اور اس ذریعہ سے پیٹ بھرنے اور عیش کرنے کیلئے ہے، نہ مذہب کی محبت اور ایمانی غیرت کیلئے۔ اور اس صورت ترک استغاثہ میں یہ کہنا بھی جائز ہو جائے گا کہ قادیانی در پردہ آپ لوگوں کا بھائی عیسائی ہے اور یہ جنگ مقدس یا یوں کہیں کہ مکدّر (جو آپ لوگوں میں اور اس میں ہوئی ہے) محض جنگ زرگری ہے۔ وہ بظاہر مسلمان بن کر تم سے صف آرا ہوا، اور عمداً ایک جھوٹی پیش گوئی کر کے خود بخود جھوٹا اور مغلوب ہو گیا ہے تا کہ ضعیف الایمان اور بے سمجھ مسلمان اس سے مذہب عیسائی کا غالب ہونا ثابت کر کے عیسائی ہو جاویں اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔ شائد یہی وجہ ہے کہ اس کا ایک قریبی رشتہ دار (زوجہ کا بھائی) محمد سعید اور ایک خلیفہ (یوسف خان) عیسائی ہو گئے ہیں اس نے در پردہ ان کو کہہ دیا ہوگا کہ تم چلو۔ تمہارے پیچھے میں اور لوگوں کو بھی بھجوا دونگا۔ اور ایک دن خود بھی چلا آؤں گا۔ اسی وجہ سے آپ لوگ اس پر استغاثہ دائر نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا کام کر رہا ہے۔ یہ

باتیں محض نیک نیتی سے لکھی گئی ہیں تا کہ آپ لوگوں میں مذہبی حمیت و ایمانی غیرت پیدا ہو۔ اور آپ لوگ اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنے رسول یا (بزعم خود) اپنے خالق و معبود کی ہتک حرمت پر غیرت کریں۔ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار معلوم ہو، تو آپ ہم اہل اسلام کو ہماری نیک نیتی کی وجہ سے معذور سمجھیں اور معاف کریں۔

آریہ ہندو وغیرہ اس لئے خوش ہیں کہ قادیانی ان کو بھی اپنے الہاموں سے ڈراتا رہتا تھا کہ فلاں شخص اتنی مدت میں مرے گا اور فلاں میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا ہے اور ان کو بظاہر اسلام کی طرف اور درحقیقت اپنے مذہب جدید کی مخالف مخالف اسلام و جملہ سماوی ادیان کی طرف دعوت کرتا رہتا تھا۔ لہذا اس پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کے سبب ان کو بھی یہ حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ہنسی اڑائیں اور خوشیاں منائیں اور اس کو صلوتیں سنائیں۔

ان مخالفین اسلام کی زبانوں سے قادیانی کو برا کہلانے میں بھی خدا تعالی کو اسلام و مسلمانوں کی حمایت و تائید منظور ہے۔ لہذا وہ من حیث لا یشعرون، بے قصد دین اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ مضمون آئندہ میں اس کا ثبوت آیات و احادیث سے دیا جائے گا۔

الغرض اس انعام کو ہر ایک فرقہ اپنے حق میں انعام الہی سمجھ رہا ہے اور اس پر خدا تعالی کا شکر یہ ادا کر رہا ہے اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ رات دن اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے لاکھوں جاہل مسلمانوں کو اس کافر ظالم کے دام تزویر سے بچا لیا۔ اور اشاعۃ السنہ اور بھی خصوصیت کے ساتھ تہ دل اور بال بال سے اس احسان خداوندی کا شکر یہ ادا کرتا ہے کہ خدا تعالی نے اس کے مقالات و بیانات کا صدق عام اہل اسلام پر ظاہر کیا اور اس دشمن اسلام پر اس کو فتح یاب فرمایا۔ وہ اس شکریہ میں بزبان حال اس رباعی کا ورد کر رہا ہے:

اگر ہر موئے من گردد زبانے　　　ز تو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن　　　سر موئے ز احسان تو گفتن

ذیل میں اہل اسلام کے ان اشتہارات و اختبارات کا جو اس پیش گوئی کے دروغ ظاہر ہونے پر

انہوں نے شائع کئے ہیں، خلاصہ مضمون نقل کرتے ہیں، جس سے دو غرضیں پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اس خوشی اہل اسلام کا جمہوری ہونا ثابت ہو۔ دوسری غرض یہ کہاس سے قادیانی کے اس کذب وتہمت کہ: مسلمانوں نے عیسائیوں کی فتح پر مسرت ظاہر کی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی شکست مان لی ہے،. کا ازالہ ہواور یہ ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اس پیش گوئی میں ایک کافر (قادیانی) کے جھوٹے ہونے کو اسلام کی فتح سمجھ کر اس پر خوشی ظاہر کی ہے۔ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اہل اسلام تسلیم نہیں کی۔ اور نہ اس پر مسرت ظاہر کی ہے۔ بلکہ ان اشتہارات میں تو انہوں نے عیسائیوں پر بھی ویسی ہی لے دے کی ہے جیسی کہ قادیانی پر کی ہے۔ اور بعض عیسائیوں کی اس بے انصافی پر کہ انہوں نے اس فتح کو بمقابل اسلام قرار دیا ہے، خوب خبر لی ہے اور ان کی اس شوخی و گستاخی کی جو بحق اسلام ان سے سرزد ہوئی ہے کافی سزا دی ہے۔ قادیانی مسلمانوں پر یہ تہمت لگا کر اپنے دام افتادہ جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا ہمدرد بنانا چاہتا ہے اور فی الواقع مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس پیش گوئی میں قادیانی کے جھوٹا ہونے سے عیسائیوں کو اسلام پر فتح یاب سمجھتا یا کہتا ہو۔

خلاصہ مضامین اہل اسلام متضمن اظہار مسرت بر شکست قادیانی نافرجام

سب سے پہلا اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحا فظو ن

جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں کہا ہے آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسی تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا

جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۳۰۔اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دوگھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے

وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دوگھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے۔حکیم نورالدین کہاں ہیں؟ محمد احسن صاحب کہاں ہیں؟ پنجاب گزٹ کے اڈیٹر کہاں ہیں؟ نوجوان ریاض ہند کے منیجر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے لکچرر معذور جو مسلمانوں کو ابوسفیان کا نقشہ بتلاتے تھے، کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولوتقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذ ناہ بالیمین مگر افسوس، صد افسوس، عیسائیوں کے حال پر کہ انہوں نے مسلمانوں کا اس میں ناحق دل دکھایا۔ اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق بدزبانی سے کام لیا۔ الخ

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں ناظرین! اس عبارت میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ اس اشتہار میں اسلام کی فتح پر خوشی منائی گئی ہے یا عیسائیوں کی فتح پر۔ اور اس میں عیسائیوں کی حمایت پائی جاتی ہے یا ان پر لے دے کی ہے۔

دوسرا اشتہار اس عنوان کا ہے:

ضیاء الاسلام

مثیل الدجال اور پولوسی فرقہ کے مباحثہ کا اثر

مثیل الدجال کی روسیاہی

یہ اشتہار مولوی حکیم ڈاکٹر غلام رسول نے شائع کیا۔ اس کی ابتدائی چار سطروں میں تو مرزا قادیانی کی روسیاہی کا بیان ہے۔ باقی تمام اشتہار میں عیسائیوں کا رد ہے، یہاں اس کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ لکھا ہے:

ہم عیسائیوں کے اشتہار کے بارہ میں نہائت افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے بے وجہ خوشی سے (اپنے) اشتہار کا نام: محمدیوں اور عیسائیوں کا جنگ مقدس، رکھا، حالانکہ خود اپنے اشتہاروں میں مان چکے

ہیں کہ مرزا خارج از دائرہ اسلام ہے، پھر ایسا لکھنے کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر عیسائی صاحبوں کی کسی ضرورت داعیہ نے مجبور کیا ہوگا۔ چنانچہ پہلی خط فلپیون کے باب نمبر ایک کی آیت ۱۸ یوں ہے۔

پس کیا ہے، ہر طرح سے مسیح کی خبر دی جاتی ہے، خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ الخ

اور حق بھی یہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بزرگ کی کلام کی پیروی ضرور کریں۔ ورنہ دین داری میں ضرور دھبہ لگے گا۔ کیا کوئی صاحب پولسی مذہب والوں کو قرنطیون کے پہلے خط کے باب ۹ آئت ۱۸ سے ۲۳ تک عمل کرنے والوں کو الزام دے سکتا ہے؟ ہرگز، ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسی چال چلنا تو ان پر فرض ہوگا کیونکہ پولوس مقدس تو ہمیشہ اپنی رائے فخر کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ .

شیخ الاسلام مولانا محمد حسینؒ بٹالویؒ قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کی خبر لی گئی ہے یا ان کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم کی گئی ہے؟

تیسرا اشتہار اس عنوان کا ہے:

اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی، بر غلام احمد قادیانی

جس کو صوفی عبدالحق غزنوی نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں آیت فبهت الذی کفر (جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کافر مبہوت ہوگیا) نقل کر کے یہ بیت لکھا ہے:

كذبت والله في دعوى نبوتك
تبّت يداك ستصلى في غد سقرا

یعنی بخدا تو نے (اے قادیانی) دعوی نبوت میں جھوٹ بولا ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں اور شتاب دوزخ میں داخل ہوگا (یعنی اگر اس دعوی پر مرا)۔

اس کے بعد لکھا ہے: کیوں مرزا جی! (میرے بالمقابل ۱۸۹۳ء میں) مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے؟ منہ اچھا کالا ہوا یا کچھ فرق ہے؟ پھر بھی الہام اور مسیحائی کا لاف گزاف مارو گے، یا خاتمہ ہے بے

شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے، آپ کا دعوی والہام وپیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بہتان و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے؟ آپ کا الہام کیوں فیل ہو گیا؟ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل اور سیاہ ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ؟ آپ نے جو مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ کیوں مرزا! جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کی بھی تو کبھی پیشین گوئیاں سچی نکلتی ہیں، آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں؟ چنانچہ تمہاری چند پیشین گوئیاں نمبر وار ذکر کی جاتی ہیں۔

(اس کے بعد موت عبداللہ آتھم کی قادیانی پیش گوئی، پرچہ جنگ مقدس سے بالفاظ قادیانی نقل کر کے کہا ہے) اب وہ تاریخ گذری، آتھم آگے سے زیادہ قوی، تندرست، صحیح المزاج ہے، یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے کہ مرزا اپنی زبان سے شیطان، بدکار، لعنتی بن گیا اور اسی زبان سے عیسی مجدد مہدی بنتا ہے۔ اب کس بے شرمی و بے حیائی سے زندگی بسر کرے گا

گر نماندے از وجود تو نشان نیک بودے زیں حیات چوں سگان

زاغ گر زادے بجائے مادرت نیک بود از فطرت بدگوہرت

دوسری ڈبل پیش گوئی مرزا قادیانی کی شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ ۱۸۹۳ء صفحہ ۸۸ میں یہ لکھی ہے:

پھر ماسوائے اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون سے ۱۵ مہینے تک اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے، جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، تقریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔

اب مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء میں پوری ہو چکی۔ اور وہ راولپنڈی میں اپنے ماموں رسالدار کے پاس نوکر ہے، بالکل صحیح وسالم خوش وخرم ہے۔ یہ مباہلہ کی تاثیر نہیں تو اور کیا ہے۔

و لکن اعمی القلب لیس بمهتد

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کیوں کر ہو علاج　　کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے

پھر قادیانی کی تیسری اور چوتھی پیش گوئی نقل کر کے اس کا کذب ثابت کر کے اخیر میں پادریوں پر لے دے کی اور یہ بات کہی ہے کہ عیسائیوں کے حال پر سخت افسوس ہے کہ وہ انصاف کا خون کرتے ہیں کہ قادیانی کے جھوٹے ہونے سے اہل اسلام پر فخر کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ علماء اسلام قادیانی کو اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ ناظرین اس عبارت کو بھی انصاف سے دیکھنا اور ایمان سے کہنا کہ اس اشتہار میں قادیانی کو کافر ٹھہرا کر اس پر اپنی فتح کا دعوی کیا ہے یا عیسائیوں کی فتح کا بمقابلہ اسلام۔

چوتھے اشتہار کا عنوان کا ہے

مسیح کاذب خاکدانی۔ مرزا غلام احمد قادیانی

اس کو منشی و مولوی محمد سعد اللہ صاحب سعدی لودیانوی یادگار سعدی شیرازی اور دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے۔ اس کے شروع میں یہ لکھا گیا ہے:

عوام وخواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی وعقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے ازروئے شریعت اس پر کفر کا فتوی دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چند لوگ جو بوجوہ اس کے دام تزویر میں آچکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔ اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلارک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔

علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔ اپنی خود کلامی وخود غرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔ اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔ عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا ردکون سی عجیب بات تھی، جواب مرزائی کر کے دکھاتا۔ مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثہ میں (یہ مسئلے) خوب طے ہو چکے ہیں۔ نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبد اللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب قادیانی نے یہ زٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائے گا۔ اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنے کی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکایا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائی کہ مجھے عیسی ومہدی و نبی و رسول مبشر عیسی کیوں نہیں مانتے۔ اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبد الحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آ کر اس عجز و نیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔ قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آ گیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔ ۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔ اس وقت مرزا کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔ خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔ آدھی رات گذر کر آج ۶ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود

ہے۔کوئی شخص بن آئی نہیں مرسکتا،خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم وعمل الترب وغیرہ سے کیا ہوسکتا ہے۔لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کوخوب شرمندہ کیا اوران کی روزمرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔یہ توان کوحق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے،اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں۔پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جاالفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آ کر لکھ مارے جوان کے بے جاتعصب پردلالت کرتے ہیں۔اس مباحثہ میں کوئی مسلمان،عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔تماشائی ہونااور بات ہے،یوں توہندوبھی شریک ہوں گے۔نہائت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جوتھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے،اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے۔یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتوی اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا۔اور کچھ نہیں تو پادری کلارک کا اشتہار تو دیکھا ہوگا۔جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے۔

(اوراس اشتہار کے اخیر میں سعدی لودیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کواہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں۔ازاں جملہ چندابیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

در جوّ سماء چند بتا بد شررے چند
درباغ بماند شجرے بے ثمرے چند
مرزا توئی الحق فرط اعور دجال
گشتند دوان درپس توکور وکرے چند
تصدیق نصاری ویہود ازعجب نیست
دجالی و دجال دہد شان پرے چند
گرفت یکے در یتیم آملے ازوے
درسلک غزل سفت جوصائب گہرے چند
بنما بصاحب نظرے گوہر خود را

عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس اشتہار کی نثر و نظم بلکہ عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ عیسائیوں کے دعوی فتح بمقابلہ اسلام کا ردّ ہے، نہ کہ اسلام پر ان کے فتح پانے کا اثبات۔

☆ پانچواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لودہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے اس کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ اس اشتہار کے مشتہرین نے قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کی فتح قرار دیا ہے، نہ عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام۔ اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا۔ ارے پر فتنہ و مکار مرزا

مسیح کاذب و مہدی کذاب۔ سراپا جھوٹ کے انبار مرزا

تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات۔ نہ ہو کیونکر ذلیل و خوار مرزا

پڑیگی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت۔ بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا

ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا۔ گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا

خفامت ہو کہ عبدالحق سے تو نے۔ طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا

نشانہ کیسا اس تیر دعا کا۔ ہوا تیرے جگر سے پار مرزا

تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ۔ ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا

ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم۔ وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا

رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری۔ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحد العین۔ترا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نوردین و احسن۔ فصیح درامد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی۔انہیں سے کر تو استغفار مرزا

ولہ ایضاً

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی۔نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم۔گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی۔یہ ریل ہے جو تیرا اخر چھٹی ستمبر کی
ذلیل وخوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی۔کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس۔مرید اعرج واعور چھٹی ستمبر کی
مسیح ومہدی کذاب نے منہ کی کھائی۔یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے روسیاہ مثل مسیلم واسود۔ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی؟ جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

چھٹا اشتہار اس عنوان کا ہے:

نئے اور پرانے عیسائیوں کی جنگ مکدّر کے نتیجے پر محمدیوں کا ریویو

اس کو میاں امام الدین صاحب ساکن لاہور محلّہ گیلانیاں نے شائع کیا ہے اور اس میں اول سے آخر تک عیسائیت ہی پر لے دے ہوئی ہے، مرزا قادیانی کی بھی حسب ضرورت خدمت کی گئی ہے۔اس کے ابتدائی فقرات کا خلاصہ یہ ہے:

محمد سعید مسیحی صاحب کو واضح ہو کہ تمہارا اشتہار بنام مسیحیوں اور محمد یوں کی جنگ مقدس کا نتیجہ، ہماری نظر سے گذرا۔ جو کچھ تم نے قادیانی صاحب کی نسبت لکھا ہے، اس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، کیونکہ ہم خود اس تمہارے جنگ وجدال سے پہلے ہی قادیانی کو دجال، مردود، کاذب، بے ایمان وغیرہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ بالکل محمدی نہیں۔ اور تمہارا کروڑ ہا اہل اسلام (جو اس کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے ہیں) طرف سے (اس قادیانی کو) مناظر قرار دینا سراسر نادانی اور کم فہمی پر مبنی ہے۔ اور اس کی ہار جیت کو کل اہل اسلام کی ہار جیت تصور کرنا، اس سے بڑھ کر حماقت کی نشانی ہے۔،

شیخ الاسلام پوچھتے ہیں کہ ناظرین بتاؤ (اس اشتہار میں) عیسائیوں کی تائید ہے یا ان کا سراسر رد ہے۔

ساتواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزائی الہام اور مسیحی تعلیم پر مختصر ریمارک

جس کو غلام احمد صاحب اخگر ساکن کٹرہ بھنگیاں امرتسر نے شائع کیا ہے۔ اس کے نصف حصہ میں قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا، جو دو ورقہ ۹ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، جواب ہے اور نصف حصہ میں پرانے عیسائیوں پر لے دی گی ہے۔

آٹھواں اشتہار اس عنوان کا ہے:

غلام قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

یہ اشتہار ضمیمہ اخبار درّۃ الاسلام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پہلے مرزا قادیانی کی خبر لی ہے، پھر پرانے عیسائیوں پر لے دے کی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اس قسم کے اور بھی اشتہار اہل اسلام کی طرف سے شائع ہوئے۔ اور ان میں سے کسی اشتہار میں عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اسلام تسلیم نہیں کی اور نہ اس پر کسی مشتہر

نے مسرت ظاہر کی ۔اس دعوی میں قادیانی نے مسلمانوں پر افتراء کیا ہے۔

اخبارات بر انجام آتھم

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر اخبارات (اسلامی اور غیر اسلامی) نے آتھم والی پیش گوئی کے دروغ ہونے پر مرزا غلام احمد قادیانی کو دروغ گو قرار دیا اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فتح یابی کا اعتراف اور اس پر مسرت کا اظہار کیا۔کسی نے اس مقابلہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں پر فتح یاب نہیں کیا۔اس مقام میں صرف چند اسلامی اخباروں کے مضامین کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

جریدہ روزگار، مدراس

اس نامور اور مشہور اخبار دکن و مدراس نے پرچہ ۲۲ستمبر ۱۸۹۴ء اس پیش گوئی کے متعلق لاہور کے ایک اخبار سے جو مضمون نقل کیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے:

مرزا صاحب کی پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر سنا ہے کہ ان کے معتقدین کو بہت رنج اور پریشانی ہوئی ہے اور وہ بہت شکستہ دل ہو گئے ہیں اور واقعی انہیں ہونا بھی چاہیے کیونکہ ان کے مریدوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی تھی کہ پیش گوئی ضرور صحیح ہوگی اور عبداللہ آتھم مریں گے اور ضرور مریں گے۔زمین و آسمان ٹل جائیں گے اور یہ پیشین گوئی نہ ٹلے گی۔مگر افسوس ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلی اور اس پر مخالفین مرزا صاحب کو بہت کچھ مضحکہ اڑانے کا موقع ملا۔۵ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس پیشین گوئی کی میعاد پوری ہوئی اور ۶ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے عبداللہ آتھم صحیح و سلامت فیروز پور سے لاہور پہنچے اور ۸ بجے کی گاڑی میں امرتسر کو روانہ ہو گئے جہاں عیسائیوں نے بڑا بھاری جلسہ کیا اور حد سے زیادہ خوشی منائی۔

اب عوام کی نظریں اس بات کی طرف لگی ہوئیں تھیں کہ مرزا صاحب اپنی اس صداقت پر کیا ارشاد فرمائیں گے۔چنانچہ مرزا صاحب نے لوگوں کے انتظار کو رفع کر دیا ہے اور انہوں نے اس معاملہ پر ایک تقریر شائع کر دی ہے۔اس کو طول ہونے کے باعث تو ہم بلفظ شائع نہیں کر سکتے مگر خلاصہ اس کا یہ ہے (اس کے بعد قادیانی کے عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو مضمون آئندہ میں منقول ہوگا، نقل کر کے کہا ہے) مرزا صاحب اس معاملہ میں خواہ کچھ ہی

کہیں اور عیسائی صاحبان اس کا خواہ کچھ ہی جواب دیں، مگر اسلام قدیم کے ماننے والے کبھی اس کو اسلام کے متعلق نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب کی نہ اس پیش گوئی پر اعتقاد تھا اور نہ اس تقریر پر یقین اور اعتقاد ہے۔ اسلئے عیسائیوں کو اس گھمنڈ میں نہ آجانا چاہیے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی صحیح نہ نکلنے پر وہ اسلام پر فتح یاب ہو گئے۔ یہ پیشینگوئی کا معاملہ خاص مرزا صاحب کی ذات سے متعلق تھا جن کو مثیل مسیح ہونے کا دعوی تھا اور جس کو تنے چندان کے مریدوں کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے اس وقت تک ہرگز نہ مانا اور نہ آئندہ مانیں گے۔

سراج الاخبار : جہلم

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اور پھر اس جھوٹا ہونے کے بعد عذر بدتر از گناہ کرنے پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت جس صراحت و وضاحت سے بالکل خلاف واقع اور سراسر غلط نکلی ہے، اگر مرزا صاحب کو کچھ بھی شرم و حیا ہوتا، تو یقین تھا کہ وہ صاف الفاظ میں اپنی غلطی اور سہو و خطا کا اقرار کر لیتے، اور بے چارے الہام کو بدنام اور مضحکہ طفلان نہ بناتے۔ مگر اب جو انہوں نے اپنی پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک تقریر فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر کے عنوان سے شائع کی ہے، اور جس کی دو کاپیاں قادیان سے ہمارے پاس بھی پہنچی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب صرف چالبازی، دھوکہ دہی اور بے جا تاویلیں کرنے میں ہی یگانہ آفاق نہیں ہیں، بلکہ پرلے درجے کے ڈھیٹھ اور بے شرم اور سچ مچ: شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید، کے مصداق بھی ہیں۔

(پھر اس عذر بدتر از گناہ کا خلاصہ، جو آئندہ مضمون میں بیان ہوگا، نقل کر کے اس کا دنداں شکن جواب دیا ہے اور اخیر مضمون پر کہا ہے)

ہماری دانست میں مرزا صاحب کو چاہیے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کے داماد کی پیش گوئی کی نسبت ابھی سے کوئی تاویل گھڑ کر شائع کر دیں کیونکہ اس کی میعاد کے ختم ہونے میں بھی صرف چند روز باقی رہتے ہیں۔ اور وہ نوجوان اس وقت مزے سے راولپنڈی میں دندنا رہا ہے۔

وفادار ، لاہور

اس اخبار کے پرچہ ۱۵ستمبر میں بڑا بسیط مضمون ہے جس میں قادیانی اور پرانے عیسائیوں، دونوں کی اچھی خبر لی گئی ہے۔اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی اور مسٹرعبداللہ آتھم کی مذہبی صداقت

سچ کہنے میں بدترین خطرات، جھوٹ کہنے میں ضمیر پر بدنما دھبہ۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا سامعاملہ۔ پس جھوٹ سے گریز اور توبہ ہزار توبہ، ہاں راستی موجب رضائے خداست۔ مرزا قادیانی کی مسٹرعبد اللہ آتھم کی نسبت پہلی پیش گوئی غلط، اغلط، جھوٹ اور سراسر جھوٹ ثابت ہونے پر بعض عام اور بازاری لوگ ناواقفیت سے اسلام پر برسے، نامعقول فقرات اور اعتراض ہوتے ہیں۔ اور خاص لوگ، مگر غیر مذہب والے، متانت سے اپنے دلی مذہبی تعصب کے خیالات کے ظاہر کرنے میں اپنا زور قلم دکھارہے ہیں جو بے شک زبردستی اور غلطی کررہے ہیں۔ پہلے خیال کے لوگ مذہبی امور سے ناواقف ہیں، مگر دوسرے واقف ہوکر اسلام کی تحقیر پر وضعداری سے کمربستہ ہیں۔ ہم دونوں خیالات والوں کی علت مرزا قادیانی کی جھوٹی پیش گوئی سمجھتے ہیں۔ نہ کچھ اور، جس کی وجہ سے ہم بلا تامل اصول مذہب اور مذہبی اشتغال کی وجہ سے ایسا کہنے میں دریغ نہیں کرتے کہ اسلام ایسے صادق مذہب اور اسلام کے نبی مخبر صادق پیغمبر ﷺ کے اصول مذہب کو بدنام اور ان کی تحقیر کرنے والہ مرزا قادیانی ہے، نہ کوئی اور۔ جس کے بعد ہم ایسا کہنے میں بے اختیار ہیں کہ او مرزا، او قادیانی! او جھوٹے مسیح! او غلام! احمد کے پاک اور صادق اصول کو اپنی دروغ گوئی سے بدنام کرنے والے! او یاعبدالدراہم والدنانیر مرزا! خداوند تجھے تیری بدنیتی اور تیری جھوٹی پیش گوئی کے صلہ میں اور تو خیر مگر کم ازکم تیری جھوٹی پیش گوئی کے نتیجہ کے تمام فقرات کا تجھ پر ہی خاتمہ کرکے تمام دنیا میں تجھے عبرت مجسم بنا کر اسلام کی صداقت کی زیادہ ترصریح نظیر قائم کرے اور عام طور پر جتلا دے کہ تیری ایسی بدنیتی اور شہرت پسندی کے خیال سے ایسی جھوٹی پیش گوئی کرنے والے دنیا میں ایسے ذلیل ہوا کرتے ہیں۔

وزیر ہند، سیالکوٹ

اس اخبار کے پرچہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ایک کھلی چٹھی بنام مرزا قادیانی چھپی ہے، جو بلفظہ درج کی جاتی ہے:

مرزا صاحب! اگرچہ آپ پر لعنت کی بوچھاڑ تحریراً وتقریراً ہر لحظہ، بلکہ ہر دم پڑ رہی ہے، اگرچہ علماء آپ کی تکفیر کر چکے، عوام تکذیب اور غیر اقوام تذلیل وتضحیک، اگر اس نازک وقت میں آپ کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا مگر میں از راہ ہم دردی وغم خواری آپ کے دل کو بڑھانے کیلئے آپ کو اس مشہور انگریزی فقرہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں، جس کے الفاظ یہ ہیں ٹرائی ٹرائی اگین Try, try again، یعنی اگر اس دفعہ کوئی کامیابی نہیں ہوئی، تو نہ سہی، دوسری دفعہ سہی۔ اگر دوسری دفعہ بھی ناکامی رہی، تو چلو بلا سے، تیسری دفعہ ہی سہی۔ آپ نے سنا نہیں کہ گر گر کر ہی سوار ہوا کرتے ہیں۔ چلو اگر بجائے بیٹا کے، بیٹی ہو پڑی، تو کیا؟ اگر ۲۱، اگست ۱۸۹۴ء کو احمد بیگ کی بیٹی والا الہام نہیں پورا ہوسکا تو نہ سہی۔ اب اگر آتھم صاحب کی موت کا الہام باطل ہو گیا تو کیا؟ آپ تو ماشاءاللہ مرد ہیں، شرم وحیا کو بالائے باق رکھیں۔ یہ زنانہ وصف آپ جیسے مردوں کے شایان حال ہی نہیں ہے۔ نشنیدہ کہ گفتہ اند: شرم چہ کنی ست کہ پیش مردان بیاید

آپ اپنے الہامات یکے بعد دیگرے ضرور شائع کرتے جاویں اور کسی کی چنین اور چناں کی طرف خیال تک نہ کریں، خواہ وہ سب کے سب اسی طرح یکے بعد دیگرے جھوٹے نکلتے جاویں۔ غرض آپ ہمت نہ ہاریں اور جھٹ پٹ کوئی اور تازہ الہام شائع کر دیویں۔ دیکھتے نہیں آپ کیا تھے اور کیا بن گئے؟ یہ سب ہمت اور استقلال کا نتیجہ ہے۔ آپ ماشاءاللہ پہلے محض امی تھے۔ آپ عالم بنے۔ پھر درجہ بدرجہ مؤلف، مصنف، مجدد، ملہم، حارث، مہدی دوراں، مسیح الزمان، مثیل مسیح، مہدی منتظر، مسیح موعود، احمد، مثیل محمد۔ حتی کہ آئینہ کمالات میں آپ خود خدا بن بیٹھے۔ زمین وآسمان ومافیہا کے خالق ومدبر وغیرہ۔ مرزا صاحب بڑے بڑے کام تو آپ نے بھگتا لئے ہیں، اب مسٹر آتھم کے الہام کے جھوٹا نکلنے پر آپ نے ہمت ہار دی تو بس تر کی تمام شد۔ آپ کا پرانا اور سیالکوٹ میں سب سے پہلا یار غم خوار۔ ابو المسیح احمد انکم ٹیکس کلارک ضلع سیالکوٹ۔

وزیر ہند کے پرچہ یکم اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون شائع ہوا جسکا عنوان تھا

مرزائیوں اور عیسائیوں کی لڑائی

فریقین کی گمراہی، اسلام کی سچائی

مرزائیوں کی روسیاہی، بعدش، کمال درجہ کی بے حیائی

اس مضمون میں پرانے عیسائیوں اور قادیانی دونوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے اور جو بات عنوان میں کہی ہے وہ خوب ثابت کر دکھائی ہے۔

نور علی نور، لودہیانہ

اس اخبار کے دو اڈیٹر ہیں۔ ایک مسلمان سنی (مولوی نور محمد حقانی) دوسرا مرزائی (میاں الہ دین جلد ساز)۔

سنی اڈیٹر نے پرچہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں: مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے کا باعث، عنوان قائم کر کے پہلے یہ عذر کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم قبل از وقت اپنے اکثر احباب سے مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے کی نسبت رائے قائم کر چکے تھے، مگر بپاس خاطر میاں الہ دین درج اخبار کرنے کو ایک وقت معین پر ملتوی رکھا تھا، جس کو اب بارہ تیرہ روز ہوئے اور اس عرصہ میں مرزا اور اس کے چیلوں سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا (یہ الفاظ سنی ایڈیٹر صاحب کے مشعر ہیں کہ میاں الہ دین مرزائی ہونے کی وجہ سے سنی اڈیٹر کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے سے مانع رہے۔ ورنہ وہ پہلے ہی یہ رائے شائع کر دیتے)۔

اس کے بعد سنی ایڈیٹر نے اس پیش گوئی کا غلط و دروغ ہونا اور قادیانی کا عامل عمل مسمریزم (مگر ناقص و ناتجربہ کار) ہونا ثابت کیا۔ اور اس کے عذر کا (جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۳ء میں اس نے شائع کیا ہے) عذر بدتر از گناہ ہونا ثابت کیا ہے۔ عیسائی مرزائی اڈیٹر (میاں الہ دین کو اس پیش گوئی کے برخلاف رائے ظاہر کرنے کے بعد عیسائی مرزائی کہنا شائد اس سوال ناظرین کا محل ہوگا کہ وہ تو قادیانی کے عقائد جدیدہ سے تبری ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر ان کو عیسائی مرزائی کیوں کہا گیا؟ اے حضرات ناظرین باتمکین، اس کی دو وجہ ہیں۔ اول ان کا وہی قول ہے جو بیان قادیانی کے جواب میں انہوں نے کہا ہے اور متن میں منقول ہے اور وہ ہم کو ایک معزز اور معتبر سنی مسلمان کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ دوسری وجہ یہ قول خداوندی ہے انّ الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لّم یکن اللہ لیغفر لھم و لا لیھدیھم سبیلاً ۔ نساء ۔ ع ۲۰ ،

اور الا الذین تابوا و اصلحوا و اعتصموا باللہ و اخلصوا دینھم للّٰہ فاولئک مع المومنین ۔نساء۔ع ۲۱، کہ جولوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر اس کفر میں بڑھ گئے، خدا ان کو نہ بخشے گا اور نہ ہدایت کرے گا۔ مگر ان کو جو تائب ہوئے اور انہوں نے اس فساد کی اصلاح کی اور اپنے دین کو خالص کر لیا وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔

اور میاں الہ دین کا یہ حال ہے کہ لودہانہ کے رہنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ وہ پہلے مسلمان تھے، پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ پھر جب سید عباس علی صاحب مرحوم و مغفور، مرزا قادیانی کے پنجہ سے نکل کر تائب ہوئے، تو ان کے ساتھ میاں الہ دین بھی تائب ہوئے اور اسلام میں آ گئے ۔جب وہ امرتسر کے مباحثہ عیسائیوں میں شامل ہوئے تو مرزا قادیانی کے ملحدانہ اصول اور تقاریر سن کر بے علمی و ناواقفی کے سبب ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر عیسائی مرزائی ہوئے۔ اور اس میں ایسے بڑھے کہ اخبار بھی قادیانی کے کمالات کا فوٹو بنا دیا جس کے سبب سے مسلمانان قصبہ روپڑ وغیرہ نے خریداری اخبار سے انکار کر دیا۔ اب اس پیش گوئی سے قادیانی کی روسیاہی دیکھ کر اور چاروں طرف کی لعنت ملامت سے ..پھر مسلمان ہونے کا دعوی کر رہے ہیں لہذا الحکم آیہ منقولہ بالا ان کے اس اسلام کا اعتبار نہیں جب تک کہ وہ ایک مدت تک قادیانی کے عقائد وغیرہ کا علانیہ مجلسوں میں اور اخبار میں اسی طور پر رڈ نہ کریں جس طور پر اس کے محامد و فضائل بیان کر چکے ہیں اور الا الذین تابوا و اصلحوا کا پورا مصداق نہ بن جائیں) نے اس پیش گوئی کے جھوٹ ہونے پر اسکے برخلاف اشتہار دینا چاہا تو لودیانہ کے حواریان قادیانی اس کے گرد ہو گئے اور بولے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت اقدس (اکذب) کے برخلاف اشتہار دینے والے ہو۔ اس کے جواب میں اڈیٹر صاحب مرزائی نے کہا کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو آپ کو معلوم ہے، مگر کیا کریں شہر کے لوگ بہت دق (تنگ) کرتے ہیں۔ ان دق کرنے والے مسلمانوں خصوصاً نور علی نور کے خریداروں کے پاس خاطر اور خوف سے اپنے اسی پرچہ ربیع الاول میں یہ مضمون شائع کیا جو بعینہ آپ کے الفاظ سے (مگر بحذف و اختصار) نقل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

جنگ مقدس کی پیش گوئی کا خاتمہ

مرزا صاحب نے مباحثہ امرتسر میں مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ مہینے کے اندر اندر مرنے کی جو پیش گوئی کی تھی اس کے اخیر مرزا صاحب نے خود ہی بطور فیصلہ یہ اقرار کیا ہے۔ (اس کے بعد اڈیٹر مرزائی نے وہ عبارت قادیانی پرچہ جنگ مقدس سے نقل کی ہے جو اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۶ کے صفحہ ۳۵ میں منقول ہے) (اس کے بعد کہا ہے)

اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گذر کر بارہ تیرہ روز ہوئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست ہے اور مرزا صاحب نے اپنے اشتہار فتح الاسلام میں جو تاویل کی ہے وہ بالکل قابل اطمینان

نہیں ہے۔ پس اب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ المرء یؤ خذ باقرارہ آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے۔ اور ہم مرزا صاحب کے عقائد جدیدہ (یعنی اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دینا) کو نہیں مانتے۔ ہمارے وہی عقائد ہیں جو پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور سلف صالحین فرقہ اہل سنت والجماعت سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔ والسلام۔ العبد۔ کمترین الہ دین جلد ساز لودیانوی واڈیٹر نور علی نور

کپورتھلہ اخبار

اس اخبار کے پرچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بیان کیا ہے کہ

مرزا قادیانی نے عیسی ہونے کا دعوی کیا تو اس پر اعتراض ہوا کہ دجال ابھی نکلا ہی نہیں عیسی مسیح کیوں نازل ہوا؟ تو اس نے پادریوں کو دجال قرار دیا۔ اور یہ دعوی کیا کہ اسی دجال کے قلع قمع کو خدا نے مجھے نازل کیا ہے تاکہ سحر فرنگ کا موم کا بت آسمانی اعجاز کے پتھر سے توڑ دیا جائے اور چند سادہ لوحوں کو اپنا گرویدہ بنا کر تھوڑے عرصہ میں ایک جمعیت بہم پہنچا کر اپنے قرار دادہ دجال کے مقابلہ کیلئے دمشق (قادیان) سے نکلا اور امرت سر میں اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ آخر پندرہ دن میں یہ فیصلہ ہوا کہ عین غروب آفتاب کے وقت مسیح کے لشکر پر ہزیمت پڑی اور اس کے جان نثار سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے اور بجائے اس بات کے دجال مسیح کے ہاتھ سے باب لدّ پر قتل ہو، مسیح آپ ہی دجال کے ہاتھ سے سخت مجروح ہو کر بھاگ کر دمشق (قادیان) میں جا چھپا۔ اگرچہ مرزا قادیانی ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرنے سے تمغات لعنت کا مستحق تو ہو گیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ اس زخم کاری سے جانبر نہ ہوگا۔...

اب اے مقدس حواریین فرمایئے! کیا اسلام صدہا سال سے مسیح کے زیر سایہ اسی فتح و کامیابی کا انتظار کر رہا تھا جو آج کل آپ کے مسیح کو نصیب ہوئی ہے؟ کیا سحر فرنگ کا موم کا بت اسی طرح توڑا جاتا ہے۔ کیا بت پرستی کی بنیادیوں ہی اکھاڑی جایا کرتی ہے۔ اتّقو الله اتّقو الله اتّقو الله ۔ اور یہ بھی فرمایئے کہ یہ شکست و ندامت جو آپ کے مسیح کو دجال کے مقابلے میں حاصل ہوئی ہے، اس کا کسی حدیث میں ذکر ہے کہ مسیح موعود صرف قتل دجال اور ترقی اسلام کے واسطے نازل ہوگا اور دجال کے مقابلہ میں ذلیل ہوگا، اور

اس کے متبعین جو مقبولان بارگاہ ایزدی ہوں گے، اسے دمشق میں دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ جائیں گے اور اپنے امام کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیں گے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسا کسی پیشگوئی میں نہیں بلکہ اس کے خلاف معاونین مسیح کی جان نثاری، اسلام کی شرطیہ فتوحات اور دجال کی شکست وقتل کی بشارتیں جا بجا پائی جاتی ہیں، جو بے شک اپنے وقت پر ظہور میں آئیں گی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ تو قادیانی مسیح ہے، نہ ملہم، نہ مجدد۔ بلکہ یہ سارے جھگڑے دنیا طلبی کے واسطے ظہور میں آئے۔ الحمدللہ کہ اس شکست سے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہیں، کیونکہ مرزا کو اسلام کی طرف سے وکالت یا نیابت کی کوئی سند نہیں ملی ہوئی تھی جس سے اس کی شکست اسلام سے منسوب ہو سکے، بلکہ اسلام نے تو اس کو پہلے ہی مطرود اور مردود کر دیا تھا۔ اب اگر کوئی متعصب و ناحق شناس، مرزا کی شکست وذلت کو اسلام سے منسوب کرے تو وہ خود ذلیل در ذلیل سمجھا جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مضامین دیگر اسلامی اخبارات (پیسہ اخبار۔ ملا دو پیادہ، وغیرہ) میں بھی درج ہیں۔ غیر اسلامی اخبارات کا انتخاب ہمارا مقصود ومطلوب نہ تھا مگر دو باتیں (ایک بے انصاف عیسائیوں کو، دوسرے گورنمنٹ کو) جتانے کی غرض سے ہم دو تین غیر اسلامی اخبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

ایک بات (جو عیسائیوں کو جتانے کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات خصوصاً عیسائی اخبار نور افشاں نے مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے سے اسلام کو جھوٹا نہیں کہا۔ یہ ان بے انصاف عیسائیوں کو عبرت وہدایت کا موجب ہو سکتا ہے جو مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کو اسلام کا جھوٹا ہونا کہہ رہے ہیں۔ دوسری بات (جو گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ہے) یہ ہے کہ غیر اسلامی اخبارات نے اس حرکت بے جا قادیانی کو مؤاخذہ عدالت کے لائق قرار دیا ہے۔

کوہ نور لاہور

لاہور کا پرانا اخبار کوہ نور ۱۱ستمبر ۱۸۹۴ء کے پرچہ میں اس پیشگوئی کا جھوٹ ہونا ثابت کر کے لکھتا ہے: ہم یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے خیال کریں تو ان کی سخت غلطی ہوگی کیونکہ مرزا قادیانی اپنے اعمال وافعال کا خود جوابدہ ہے، نہ کہ اسلام۔ معدودے

چند آدمیوں کے سوا ہندوستان کے تمام اہل اسلام مرزا قادیانی کو سخت نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اوراس کی پیش گوئیاں خود مسلمانون کے نزدیک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی صبح کو عبداللہ آتھم فیروز پور جاتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے لاہور ریلوے سٹیشن پر ٹھہرے تھے۔ بہت سے لوگ کمال اشتیاق سے ان کو دیکھنے گئے تھے جنہوں نے ان کو صحیح وسلامت دیکھ کر خوشی ظاہر کی ۔فوراً یہ خبر لاہور میں پھیل گئی۔ عام جوش مسرت اور خوشی کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۶ ستمبر کا دن مسلمانان لاہور کیلئے عید سے کسی طرح کم نہ تھا۔ بالفرض مرزا قادیانی کی پیش گوئی صحیح بھی نکلتی تو پھر بھی ان کو ایک نجومی یا رمال سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نجومیوں کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب نے اعلان دیا تھا کہ اگر یہ پیشینگوئی غلط نکلے تو میرے گلے میں رسہ ڈال کر تشہیر کیا جائے اور پھانسی پر چڑھایا جاوے وغیرہ۔ لیکن مرزا صاحب کو اس بات کا یقین ہے کہ برٹش عہد سلطنت میں کوئی ان کے گلے میں رسہ ڈالنے نہیں آئیگا، پھانسی کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو وہ کم سے کم تخویف مجرمانہ کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں اور عبداللہ آتھم، ملک پر احسان کریں گے اگر وہ اس ملہم کاذب کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر کھڑا کریں گے واقعی یہ امر نہایت غیر مستحسن ہے کہ ایک شخص کو پوری آزادی دی جاوے کہ وہ خوفناک پیشگوئیوں سے لوگوں کو ڈراتا پھرے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کے عہد سلطنت کی برکت ہے کہ مسیح ومہدی تو کیا، اگر کوئی خدائی کا دعوی بھی کرنے لگے، تو کسی کو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ ایران اور روم تو اسلامی سلطنتیں ہیں، روسی عملداری میں بھی ایسے مدعیان خرد کیلئے سائبیریا موجود ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس اخبار میں جو اس آزادی کو غیر مستحسن قرار دے کر پھر اس کو برٹش گورنمنٹ کی برکت کہا گیا ہے اس سے صاحب اخبار کو وہ نور کی مراد بے برکتی ہے۔ اور واقع میں بھی کسی کو اس حد تک آزادی دینا جو رعایا اور گورنمنٹ کے جان ومال کو نقصان پہنچاوے، برکت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ ناجائز آزادی ہے جس سے گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور عام لوگوں کا گورنمنٹ پر یہ گمان ہوتا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کی طرف دار ہے اسلئے وہ اس (مرزا) کو اس آزادی سے نہیں روکتی اور وہ یہ چاہتی

ہے کہ ایسے لوگ تفرقہ انداز پیدا ہوں اور لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہیں۔اور وہ اتفاق جو گورنمنٹ کے خیال میں سلطنت کیلئے مضر ہے، پیدا نہ ہونے دیں۔ یہ خیال صرف عوام کا ہی نہیں بلکہ خاص پرنسپل اشخاص اور لیڈروں کا ہے جس کو وہ بذریعہ اخبارات مدت ہوئی ظاہر کر چکے ہیں۔اور عوام تو اس سے زیادہ کہتے ہیں جس کا اظہار پبلککلی مناسب نہیں کیونکہ وہ: مستان را سرود یاد دہانیدن، کا مصداق بنتا ہے۔ہاں گورنمنٹ پرائیویٹلی دریافت کرے گی تو ہم ظاہر کر دیں گے۔لہذا گورنمنٹ کا خسروانہ اور منصفانہ فرض ہے کہ اگر عبداللہ آتھم یا کوئی اور صاحب قادیانی کی اس حرکت بے جا پر چارہ جوئی نہ کریں،تو گورنمنٹ خود مداخلت کرے اور اس کو نقصان وایذا رسانی اور تخویف مجرمانہ کی سزا دے اور اس سے جو عامہ خلائق میں نقصان پیدا ہونا نہ صرف احتمالی بلکہ یقینی اور واقعی امر ہے،اس کو روک دے۔جیسے کہ وہ دیگر دھوکہ دینے والوں کو بلا استغاثہ روک دیتی ہے۔اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز کسی کے پاس فروخت کرے یا جھوٹی دوا دے کر لوگوں کو ضرر پہنچاوے، یا فن طبابت یا جراحی کی آڑ میں کسی کو اس کی موت کی جھوٹی خبر دے کر اس کا مال مارے تو حکومت اس کو مؤاخذہ کرے،اور کوئی جھوٹا الہام بنا کر اس سے لوگوں کو موت سے ڈرا وے اور اس ذریعہ سے ان کا مال مارے تو اس کو گورنمنٹ چھوڑ دے اور ایسی آزادی دے رکھے کہ جس کو وہ چاہے اس الہام سے ڈراوے اور دھمکاوے اور اس کا مال خورد برد کرے۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ لوگ اپنے مالوں کے تصرف میں آزاد وخود مختار ہیں اور اپنے اختیار سے (خوشی سے،خواہ ڈر سے) مال دیتے ہیں،تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو پھر وہ ان لوگوں کو کیوں روکتی ہے جن کو لوگ اپنی خوشی سے دھوکہ میں آکر مال دیدیتے ہیں یا انکے ہاتھ سے جانی نقصان پاتے ہیں،اور آخر وہ لوگ دھوکہ باز ثابت ہوتے ہیں۔

اور اگر حکومت یہ عذر کرے کہ الہام کا دعوی کرنا اور اس الہام کے ذریعہ سے اس قسم کی پیشینگوئیاں کرنا ایک مذہبی امر ہے جس میں حکومت مداخلت نہیں کرتی ، نیوٹرل رہنا چاہتی ہے،تو اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پھر حکومت نے ان لوگوں پر کیوں مؤاخذہ کیا اور کیوں ان کو پھانسی دیا، یا توپ کے آگے اڑایا، یا کالے پانی بھجوایا، جنہوں نے اپنے مذہب کے حکم یا بہانہ سے حکومت کا مقابلہ کرنے والوں کا ساتھ دیا؟

یہ قادیانی بھی اس خیال کا آدمی ہے۔ یہ اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف کہہ چکا ہے کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جس کو چاہتا ہے ان کے مال و جان کا مالک بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے تلف کراتا ہے۔ اور حکومت کی نسبت اپنے خاص مریدوں کو ہشت سال میعاد کی پیش گوئی سنا چکا ہے، جس کا ہم نے بارہا اس رسالہ میں ذکر کیا ہے۔ اب یہ گورنمنٹ کے مقابلہ کے لئے صرف کافی جمعیت کا منتظر ہے۔ کیا اس وقت بھی حکومت اس مقابلہ کو ایک مذہبی امر سمجھ کر مداخلت سے متوقف رہے گی اور اس مداخلت کو خلاف نیوٹریلٹی سمجھے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اور یہ امر انصاف کے مخالف ہے کہ جب وہ اپنے الہام اور مذہب کی اجازت سے حکومت پر دست درازی کرے تو اس کو روکا جائے اور جب وہ اسی الہام اور مذہب کے بہانہ سے رعایا کے جان و مال پر دست درازی کرے، تو اس کو مذہبی امر سمجھ کر اس میں دست اندازی نہ کی جائے۔ آئندہ اس امر کو گورنمنٹ خود سوچ لے وہ ہم سے بڑھ کر ایسے امور کو سوچ سکتی ہے۔

نور افشان۔ لودیانہ

اخبار نور افشان (جو عیسائیوں کا مشہور اخبار ہے) نے اپنے پرچہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں کوہ نور کا مضمون مذکور بطور استشہاد نقل کیا ہے تو گویا امر کو مان لیا کہ جو عیسائی اس پیش گوئی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھتے ہیں، اور قادیانی کے جھوٹا ہونے کو تمام مسلمانوں کا جھوٹا ہونا بنا رہے ہیں، وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ نیز اسی پرچہ میں اس پر خود یہ ریمارک کہا کہ

ہم لکھ چکے ہیں (یعنی پرچہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء میں ہے) کہ مرزائی پیشگوئی کا پورا ہو جانا مسیحیت کی بطالت کی دلیل کسی صورت نہیں ہو سکتی تھی، اور نہ اس کا پورا نہ ہونا محمدیت کے ابطال کیلئے کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔

اور اپنے پرچہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں اپنے عیسائی نامہ نگار سے نقل کیا ہے

مرزا صاحب ہمارے نزدیک آپ کا الہام بہرصورت جھوٹا اور اس کی تاویل باطل ٹھہرتی ہے اور بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آپ توبہ کریں۔ آپ شوق سے ایسے اشتہار دیویں اور جھوٹوں جتاویں کہ آپ جھوٹے

نہیں ٹھہرے۔اور فتح اسلام، فتح اسلام پکارا کریں، لیکن ان سے نہ تو آپ کی روسیاہی دھوئی جاتی ہے اور نہ فتح اسلام ثابت ہوئی ہے۔آپ جیسے اولیاؤں کی باتیں فتح اسلام کی دلیل نہیں ٹھہر سکتیں۔آپ اسلام کو بھی خواہ مخواہ بدنام کررہے ہو، حالانکہ ہم عیسائی نہیں چاہتے کہ آپ کے سبب اسلام کو بدنام کریں۔

اور اپنے پرچہ ۱۲۔اکتوبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے

نامہ نگاروں کی خدمت میں گذارش ہے کہ آئندہ کوئی مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں بمراد اندراج نور افشان نہ بھیجیں۔غیرت مند و باحیا شخص کیلئے جس قدر اب تک لکھا جا چکا ہے، کافی سے زیادہ ہے، مگر غالباً نامبردہ کو ان تحریروں سے کچھ بھی غیرت نہ آئی ہوگی۔پس ایسے شخص کی نسبت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔درحالیکہ اہل اسلام مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج، اور مسیحی اس کو ایک کاذب مفتری سمجھتے ہیں، تو اب اس کو اس مہلک طریق میں جو اس نے اپنے لئے اختیار کیا ہے چھوڑ دینا چاہیے اور آئندہ اس کا کچھ ذکر نہ کرنا بہتر ہوگا۔ایڈیٹر۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ان عبارات نور افشاں کو وہ بے انصاف عیسائی جو قادیانی پر فتح یابی کو اسلام پر فتح یابی سمجھ کر اس پر بغلین بجاتے تھے، عبرت وانصاف وحیا کی نگاہوں سے پڑھیں اور اس فتح کے دعویدار اب شرم کریں اور آئندہ اس فتح کو بمقابلہ اہل اسلام فتح نہ کہیں، بلکہ ایک کافر ومرتد خارج از ملت اسلام پر فتح کہیں جیسا کہ ان کے لیڈروں (ایڈیٹر نور افشان اور اس کے عیسائی کارسپانڈنٹوں) نے کہا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس نقل وتلخیص مضامین اخبارات واشتہارات سے ہماری دونوں غرضیں ثابت ہوئیں، یعنی ثابت ہوا کہ

۱۔قادیانی کی شکست ودروغ گوئی ثابت ہونے کی خوشی جمہوری خوشی ہے۔

۲۔خوشی کرنے والے مسلمانوں نے (بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی) اس شکست کو اسلام کی شکست نہیں قرار دیا اور نہ اس پر اظہار مسرت کیا ہے۔قادیانی نے جو مسلمانوں کو اسلام کے مقابلہ میں عیسائیوں کی فتح پر خوشی کرنے کا الزام دیا ہے، اس میں کذب سے کام لیا ہے۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اب ناظرین کو یہ شوق ہوگا کہ دیکھیں قادیانی اس روسیاہی کو کس طرح اٹھاتا ہے اور اپنے جھوٹ کو کیونکر سچ بناتا ہے۔ اور اس گناہ پر وہ کون سا عذر کرتا ہے جس کو ہم نے کئی جگہ عذر گناہ بدتر از گناہ کہا ہے۔ سو اس کا بیان ہماری تحریر ذیل میں ہے جو مرزا کے اشتہارات، یک ہزار، و دو ہزار، و تین ہزار، و چار ہزار، کے جواب میں لکھی گئی ہے (یہ تحریر جو ہم آئندہ صفحات میں درج کر رہے ہے ۱۸۹۴ء۔۱۸۹۵ء میں لکھی گئی تھی جب ڈپٹی عبداللہ آتھم مرزا صاحب کی پیشگوئی کی میعاد ۱۵ ماہ گذر جانے کے بعد زندہ تھا۔ بہاء)

تجزیہ عذرات بابت انجام آتھم

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ امرتسر میں مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم کے پندرہ ماہ میں فوت ہو جانے کی پیش گوئی کر کے لکھا ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت (ایھا الناظرون ان الفاظ کو نہ بھولنا۔ محمد حسین) ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اوٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، آسمان زمین ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جب کہ اللہ تعالی نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔

یہ عبارت والفاظ قادیانی کے صاف پکار رہے ہیں کہ اگر اس کا مخالف عبداللہ آتھم یا فریق مخالف کے تمام ممبر بسزائے موت جہنم میں نہ جائیں، تو اس (قادیانی) پر خدا کی اس قدر لعنت ہے جو تمام دنیا کے کسی شیطان بدکار لعنتی پر نہیں ہوئی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عبداللہ آتھم یا اس کا تمام فریق مر گیا یا وہ زندہ ہے؟ اور اس کے فریق کے لوگوں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ ہے؟

میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو گذر گئی اور عبداللہ آتھم معہ اکثر ممبران فریق خود زندہ ہے۔ اس امر کا اعتراف قادیانی نے خود اپنے اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اپنے رسالہ انوار الاسلام میں کیا ہے۔ وہ آتھم کو زندہ بتاتا ہے اور ڈاکٹر کلارک اور پادری عماد الدین وغیرہ کو مخاطب کر کے ان دونوں کی حیات کا اظہار و اقرار کر رہا ہے۔ پھر بحسب شہادت عبارت و الفاظ منقولہ بالا اس کی طرف سے اس پر لعنت کی بوچھاڑ ہونے میں کیا کسر ہے؟... ہر آن ہر لحظہ اس پر لعنت کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

ایک سوال یہ ہے کہ اگر قادیانی عبارت مذکورہ بالا مشتہر کر چکا ہے تو پھر وہ اپنا منہ کالا کر کے اپنے گلے میں رسہ ڈال کر اور ایک لعنت کا سائن بورڈ زیب گلو فرما کر اپنے آپ کو مسلمانوں یا عیسائیوں کے حوالہ کیوں نہیں کر دیتا، اس میں اسکو کوئی عذر ہے تو وہ کیا ہے؟

وہ ایک عذر نہیں، کئی اعذار دلآزار ہیں مگر سب کے سب بدتر از گناہ کا مصداق۔ وہ عذرات وہی یا اس جنس سے ہیں جن کے قادیانی کی طرف سے پیش ہونے سے پہلے اشاعۃ السنۃ اپنے نمبر ۹ جلد ۱۵ میں پیش گوئی کر چکا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱) وہ کہتا ہے کہ اصل الہام میں ھا و یہ کا لفظ تھا اور میں نے اس کی تشریح موت سے اپنی طرف سے کی تھی۔ اس میں، میں نے غلطی کھائی تو یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے ملہم بھی ایسی غلطی کھا گئے تھے جو ایک الہامی وعدہ مجمل کی اپنے خیال سے تفصیل کرتے وہ درست نہ نکلتی تو ان کو خدا تعالی پر عدم ایفائے وعدہ کا گمان ہو جاتا۔ اسکی تصدیق و تائید میں حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۴۷ کا حوالہ دیتا ہے۔ اصل عبارت فیوض الحرمین کو قادیانی نے اسلئے نقل نہیں کیا کہ اس کے نقل کرنے سے عام لوگوں پر اس کا معترف غلطی ہونا ظاہر ہوتا تھا اور یہ امر (اعتراف غلطی) اس پر موت سے زیادہ سخت ہے.. مناسب ہے کہ ہم اصل عبارت فیوض الحرمین کو نقل کر دیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس عبارت کے دست آویز تمسک سے قادیانی کا معترف غلطی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

و ثانيهما عن يكشف له امر و يتحول هذا الا نكشاف الاجمالى الهاماً مجملاً فيتبادر اليه المعلوم المخزونة فى صدره فتشرحه شرحا من حيث لا يدرى... ولا عبرة حينئذ بالشج و الاطمينان لانه فى الحقيقة شج بالامر الاجمالى من حيث . هو محفوظة فى هذا الشرح و ربما تبادر لله هاجس نفس و استعجال طبعته و تسويل شيطان نقصر نظره عن التمييز فبقى الامر عنده غير مبين ... و بالجملة فمن رأى هذه الصورة المختلطه قال وعد ولم يوجد الموعود و من رأى كل شىء متميزا من غيره قال الوعد اجمالى وقد و فى به ولو نشاة دون نشاة و شج دون شج . فالوجهان جميعاً انما يعتريان المتو سطين و اما اهل اكمال فهم بمنزل من ذلك . (فیوض الحرمین ۔مختصراً۔ص۴۷) (ترجمہ۔ وعدہ کے عدم وقوع کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف کو ایک امر مجمل کا انکشاف ہوتا ہے، پھر وہ انکشاف اجمالی الہام بن جاتا ہے۔ اس اجمال کی صاحب کشف کے علوم و خیالات، جو اس کے سینے میں ہوتے ہیں، شرح کرتے ہیں، ایسی جگہ سے کہ اس کو خبر نہیں ہوتی۔ اس پر اس کو اطمینان یقین ہو جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ یہ یقین کرنا اجمالی امر کا ہے اس حالت وصورت میں کہ وہ اس خیالی شرح میں محفوظ سمجھا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات نفس کا خطرہ یا خیال یا طبیعت کا استعجال یا شیطان کا دھوکہ جلدی کرتا ہے تو صاحب کشف اس الہام اجمالی اور اس شرح خیالی میں تمیز نہیں کر سکتا اور اس کے نزدیک اصل الہام اور اس کی شرح میں فرق نہیں رہتا۔ پس جو شخص اس گڈ مڈ صورت کو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ ہوا تھا مگر پایا نہیں گیا۔ اور جو شخص ان دونوں میں امتیاز کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ وعدہ اجمالی تھا، سو پورا ہوا خواہ کسی جہان میں ہو اور خواہ کسی صورت (ظاہری یا تاویلی) سے ہو مگر یہ امر متوسط لوگوں کو پیش آتے ہیں، اہل کمال ان دونوں سے برطرف رہتے ہیں)

مرزا قادیانی نے اس مضمون کتاب فیوض الحرمین سے تمسک کرنے سے یہ بتایا ہے کہ میں عرفان و کمال میں ناقص ہوں، اس لئے خطرہ نفس اور وسوسہ شیطان نے مجھ پر غلبہ کر کے میری اس تفسیر کو (جو میں نے اپنے خیال سے کی تھی) اور اصل الہام اجمال کو ایک کر دیا۔ اور میں نے غلطی کر کے اصل ہاویہ کو موت قرار دے کر

خصم کے سامنے بیان کر دیا تھا کہ اگر مخالف کو موت نہ ہوئی تو میرا منہ سیاہ کر کے مجھے لعنتی بنایا جائے وغیرہ۔، اس میں، میں نے شیطان سے دھوکہ کھایا ہے اور میں اس کی تفسیر کرنے میں غلطی کا مرتکب ہوا۔ مگر اے حضرات! یہ بات اس کے حوالہ و دست آویز مضمون مذکور کا لازمہ و نتیجہ ہے، منہ سے وہ کبھی اقرار نہ کرے گا کہ میں اس تفسیر میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں (یہ بھی وجہ ہے کہ اس عذر اول کے مخالف دوسرے عذرات بھی کرتا ہے جن سے اس تفسیر کا صحیح ہونا جتاتا ہے) اور پھر کہتا ہے کہ اصل الہام کے مضمون، ہاویہ، سے عبداللہ آتھم نہیں بچ سکا۔ وہ سخت بیمار رہا، ڈر کا مارا شہر بشہر پھرتا رہا، گھر کے اندر سے اس کو ڈر لگتا تھا، کتے اور سانپوں کے سامنے آجانے سے بھی ڈر جاتا تھا، یہ ہاویہ نہیں تو اور کیا ہے۔

اور کہتا ہے کہ اس معنی ھا و یہ سے اس فریق کا کوئی شخص نہیں بچا۔ ڈاکٹر کلارک کو پادری رائٹ کے بے وقت موت کا ایسا الم پہنچا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ ایسا ہی پادری ٹامس ہاول بیماری کے ھا ویہ میں رہ کر ایک مدت کے بعد نکلا۔ ایسا ہی پادری عبداللہ سخت بیمار ہونے کے باعث ھاو یہ میں گرا، اور معلوم نہیں کہ مرا یا بچا۔ پادری عماد الدین رسالہ نور الحق کے جواب سے عاجز ہونے اور ایک ہزار لعنت کا (جو اس رسالہ میں اس پر بھیجی گئی تھی) مورد ہونے سے ھا و یہ میں گرا۔

۲۔ دوسرا عذر، عذر اول کے مخالف و متناقض ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ موت کامل طور کا ہاویہ ہے اور یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اس سے گو آتھم بچ گیا ہے مگر اصل الہام میں آتھم کا نام نہیں لیا گیا تھا، بلکہ فریق مخالف کیلئے ہاویہ میں پڑنے کی خبر دی گئی ہے۔ سو مباحثہ کرنے والے فریق میں سے ایک ممبر پادری رائٹ امرتسر میں مرا، اور یوحنا جنڈیالہ میں، پادری فورمین لاہور میں مرا۔ اس معنی سے بھی اس پیش گوئی کا تحقق ہو گیا، نہ تخلف۔

آفرین اے قادیانی تیری جرأت وحیا پر کہ جس منہ سے تو نے موت کو اصل الہام سے غیر اور اس کی تفسیر قرار دے کر اس کے تحقق کو غیر ضروری ٹھہرایا تھا، اور اس تفسیر کو اصل الہام سے متحد سمجھنے کو وسوسہ شیطان بتایا تھا، اسی منہ سے تو نے پھر اس کو ہاویہ کا فرد ٹھہرایا اور متحقق بتایا ہے اور اس گروہ کے دو تین اشخاص کی موت سے اس پیشگوئی کو سچا بنایا ہے

۳۔ عذر اول کے مخالف و متناقض وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصے تھے۔

اول یہ کہ فریق مخالف ہاویہ (یعنی موت) میں ڈالا جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ حق کی طرف کسی قدر بھی رجوع کر لے گا، یعنی موت سے ڈر جائے گا تو وہ اس ہاویہ موت سے بچا لیا جائے گا۔ عبداللہ آتھم کے حق میں خدا نے پہلے پہلو کی طرف رخ نہ کیا، بلکہ دوسرے پہلو کو اختیار کیا۔ کیونکہ اس نے کسی قدر حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اس عذر و تاویل کو قادیانی نے اپنے ہی تک نہیں رہنے دیا بلکہ اس مضمون کا عربی عبارت میں ایک الہام بھی گھڑ کر خدا تعالی پر اس کا افتراء کیا۔ چنانچہ کہا ہے کہ خدا تعالی نے ایسا کیا اور مجھے فرمایا ہے: اطلع الله علی همه و غمه ۔ و لن تجد لسنة الله تبدیلاً ۔ و لا ... ولا تحزنوا و انتم ا لاعلو ن ان کنتم مؤمنین ۔ و بعزّتی و جلالی انك انت الاعلی ۔ و نمزّ ق ا لاعداء کل ممزّ ق ۔ و مکر اولئك هو یبور ۔ انا نکشف السرّ عن ساقه ۔ یو مئذ یفر ح المؤ منو ن ثلّة من الاولین و ثلّة من ا لآ خرین ۔ و هذه ... فمن شاء اتخذ الی ر به سبیلاً ۔

اس عبارت کے نو فقرے ہیں، جن میں اکثر فقرے قرآن مجید سے پورے پورے چرائے گئے ہیں۔ اور فقرہ اول وسوم و چہارم و پنجم کے بعض الفاظ قرآن سے مسروق ہیں۔ اور ان الفاظ و فقرات کی ترتیب صرف ایجاد بندہ (قادیانی) ہے جس سے مطلب و مقصود قادیانی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا اور وہ مطلب دربطن شاعر کا مصداق تھا۔ لہذا اسے اس کی تفسیر بھی الہام سے کرنی پڑی۔

فقرہ اول۔ اصل ترجمہ لفظی یہ تھا کہ، خدا نے اس کے غم و ہمّ پر اطلاع پائی، جس سے قادیانی کا مطلب ادا نہ ہوتا تھا اسلئے اس نے اس کی الہامی تفسیر کی اور کہا: اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بے باکی اور سخت گیری اور تکذیب کی طرف میل کرے۔ اور خدا کے احسان کو بھلا دے،۔

فقرہ دوم کا ترجمہ لفظی صرف یہ تھا کہ تو خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پائے گا، جو قادیانی کے مطلب کیلئے کافی نہ تھا ۔ اس پر اس نے الہامی تفسیر سے یہ اضافہ کیا: عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الہی کو مشتعل کریں۔ اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوف الہی مخفی ہو اور کچھ دھڑکہ شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا،۔ دوسرے وقت پر پڑ جاتا ہے،۔

ایسے ہی الہامی تفسیر فقرہ ۳، ۴، ۵، ۶ کی کر کے فقرہ سات (جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے، ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے) کی یہ تفسیر کی ہے کہ: ہم اس پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھائیں گے، یعنی حقیقت کھول دیں گے اور فتح کے دلائل ظاہر کریں گے۔

ایسی ہی اس نے باقی فقرات کی الہامی تفسیر کی ہے۔ اس مرمت وشکست وریخت الہام مذکور پر بھی قادیانی کا یہ مطلب لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا کہ یہ غم وفکر کرنا، رجوع بسوئے حق کیوں کر ہو گیا، جس کو الہام ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں عذاب موت کے ٹل جانے کی شرط قرار دیا گیا تھا۔ تو اس نے اس الہام اور اس کی تفسیر کو بلکہ تمام مضمون کو ختم کر دینے کے بعد اس الہام کی تفسیر در تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ:

حق کی طرف رجوع کرنے سے یہی ڈر جانا مراد ہے جو عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حالت سے ظاہر کیا ہے کہ وہ موت سے ڈر کر شہر بشہر پھرا اور گھر کے اندر سے اور کتوں سے اور سانپوں سے ڈرا، کیونکہ حق کی طرف رجوع کرنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت سے قبول کرنا درحقیقت ایک ہی بات ہے۔

۲۔ اور اس عذر کی تائید میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کسی قدر ڈر جانا گو نجات اخروی کیلئے کافی نہیں ہے (یعنی ایمان و اسلام اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ جس سے نجات اخروی متصور ہے) مگر اس قدر ڈر جانے سے دنیوی عذاب الٰہی کا ٹل جانا، لازم وضروری ہے۔ اور اس پر آیت فمن یّعمل مثقال ذرةٍ خیراً یره دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی قرآن اور بائبل سے ثابت ہے کہ خدا کی عادت مستمرہ وسنت قدیمہ ہے کہ جب کوئی شریر قوم جس پر عذاب نازل ہونا مقرر ہو چکا تھا، عذاب سے ڈر گئے تو وہ عذاب اس سے ٹلایا گیا۔ اس کے ثبوت میں اس نے چند ایسی آیات نقل کی ہیں جن میں اس مضمون کا نام ونشان نہیں۔ صرف یہ بیان ہے کہ عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب کسی قوم سے فسق وظلم واستہزاء وقوع میں آتا ہے

۳۔ اور کہتا ہے کہ عبداللہ آتھم کا کسی قدر ڈر جانا اس سے ثابت ہے کہ وہ شہر بشہر پھرا۔ اور اگر عبداللہ اس سے انکاری ہو تو وہ ایک مجلس میں مجھ سے مباہلہ کرے اور کہہ دے کہ وہ ۱۵ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ایک لحظہ وہ اس پیش گوئی سے نہیں ڈرا، اور کبھی اسلام کی سچائی کا خیال اس کے دل میں نہیں گذرا، اور کبھی ایک ذرہ اسلامی توحید کا خیال اور تثلیث سے انکار اس کے دل میں نہیں آیا۔ اس کے بعد اگر ایک سال تک اس کو موت نہ آئی تو اس کو

سچا سمجھا جائے گا اور ایک ہزار روپئہ اس کے حوالہ کیا جائے گا جو بطور امانت و با خذ ضمانت ابھی سے اس کے پاس رکھوایا جائے گا۔ اور اگر عبداللہ آتھم نے اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو گویا میری اس بات کو کہ وہ میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر گیا، تسلیم کر لیا۔

۴۔ اور کہتا ہے کہ اس پیش گوئی میں دوسرے پہلو کو خدا نے اسلئے اختیار کیا اور پہلے پہلو کو ترک کیا کہ پہلا پہلو (یعنی موت عبداللہ بن آتھم) مجروح اور تختہ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا، مرنا کیا نئی بات ہے، ایک ڈاکٹر صاحب پہلے ہی موت کا فتوی دے چکے ہیں کہ چھ ماہ تک فوت ہو جائے گا، کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے، کوئی کہتا تھا کہ کمزور ہے، موت کیا تعجب ہے، کوئی کہتا تھا کہ جادو سے مار دیں گے، یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ خدا حکیم و علیم نے جب دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات سے اس کا اثر اٹھا دیا ہے تو آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دیدیا اور موت کے پہلو کو ٹال دیا۔

۵۔ اور کہتا ہے کہ ایک فائدہ اس پہلو دوم کے اختیار کرنے میں یہ بھی ہے کہ اگر پہلو اول کو اختیار کیا جاتا اور عبد اللہ آتھم مر جاتا، تو ہماری جماعت میں عام لوگ، جن میں رذیل کمینہ سفلہ اور موٹی سمجھ والے لوگ بھی شامل ہیں، داخل ہو جاتے۔ اور ہماری شریف اور پاک جماعت کے ہم پہلو جگہ لے کر اس جماعت کو ناپاک کر دیتے اس فائدہ کی تائید و ثبوت میں وہ کہتا ہے کہ خدا کی عادت قدیمہ اور سنت مستمرہ معجزہ و نشان نمائی میں یہی چلی آتی ہے کہ وہ ایسے باریک و عالی شان معجزہ و نشان ظاہر کیا کرتا ہے جن کو صرف عالی شان شریف و نجیب و زیرک لوگ وباریک بین سمجھ سکیں، نہ ایسے عام فہم نشان جن کو کمینہ لوگ اور موٹی عقل والے سمجھ سکیں اور وہ ایسے نشان دیکھ کر داخل جماعت ہوں۔ اور وہ شریفوں نجیبوں اور زیرک لوگوں کے ہم پہلو جگہ لے کر انکے عار و ننگ کا موجب ہوں اور اس جماعت کو ناپاک کریں۔ خدا تعالی ان لوگوں کو جماعت شرفاء و عقلاء سے علیحدہ اور خارج کرنے کی غرض سے اپنے نشانوں پر پردے ڈال دیتا ہے۔ خدا قادر تو ہے کہ وہ ایسا نشان دکھاوے جس کو تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت کمینہ بھی سمجھ سکیں اور اس نشان کی طرف جھک جائیں، مگر ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہو گا۔ ایسا نشان دیکھ کر ایمان لانا، ایمان بالغیب نہیں کہلاتا جو نجات کا مدار ہے اور نہ وہ موجب ثواب ہو سکتا ہے، کیونکہ بدیہات کا ماننا موجب ثواب نہیں ہو سکتا۔ لہذا ایسا نشان حامی ایمان نہیں ہوتا۔ بلکہ

ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلّی برباد کر دیتا ہے۔

۷۔ان وجوہات پر ناز اور فخر کر کے قادیانی ان علماء اسلام کو جو اس پیشگوئی میں اس کو جھوٹا قرار دے کر اس کی تکذیب کے اشتہار جاری کر چکے ہیں، نیم عیسائی بنا کر ان پر لے دے کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ان کا مجھے جھوٹا کہنا اسلام پر حملہ کرنا ہے، کیونکہ میں اگر چہ ان کے نزدیک کافر بلکہ اکفر تھا، مگر پھر بھی اسلام کا وکیل تھا، اور اس پیشگوئی سے اسلام کی سچائی عیسائیوں پر ثابت کرنا چاہتا تھا۔ پس اگر میں اس پیش گوئی میں جھوٹا ہوا تو گویا اسلام جھوٹا ہوا۔ اور اس کی تائید میں ایک فرضی تمثیل پیش کرتا ہے کہ اگر بھنگی یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیو ں کا مقابلہ کرے گا، تو یہ ممکن نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ اس بھنگی کو ذلیل کرے اور عیسائیوں کو اس پر فتح یاب کرے۔ خدا اس کا بھنگی یا چمار ہونا نہیں دیکھے گا بلکہ اپنے دین کی عزت رکھے گا۔ پھر تم مجھے عیسائیوں کے مقابلہ میں کیوں مغلوب اور ذلیل قرار دیتے ہو۔

۸۔اس فخریہ الزام کے ساتھ وہ ان علماء اور ان تمام اشخاص مذہب غیر (عیسائی ہندو آریہ سکھ وغیرہ) کو جو اس پیشگوئی کو دروغگوئی کہنے میں مسلمانوں کے شریک ہیں اور وہ قادیانی کے جھوٹا ہونے پر اظہار مسرت کر چکے ہیں، گالیاں دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب بھی عبداللہ آتھم سے میرے عذر سوم کی تکذیب بصورت مذکورہ بالا کرانے کے بغیر مجھے جھوٹا کہو گے تو تم شریف زادے اور حلال زادے نہیں ہو، کمینے اور حرام زادے ہو۔

۹۔ان ملمع سازیوں کے ساتھ وہ اپنے مریدوں کو اپنی صداقت اور فتح جتلا کر اپنے دام سے باہر نکلنے پر یہ ڈر سناتا ہے کہ تم مجھ سے الگ ہو گئے تو تمہارا پچھلا حال پہلے حال سے بدتر ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس کے عذرات اور انکے وجوہات ہیں جن کو اس نے ۴ صفحہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور اکیس صفحہ رسالہ انوار الاسلام میں مکرر، سہ کرر عبارات میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے یہ عذرات اور ان کی وجوہات من اوّلها الی آخرها اس کی اس روسیاہی کو اٹھا نہیں سکتے اور اس پیشگوئی میں اس کو سچا نہیں کرتے، بلکہ کاذب و کافر اور فریبی بناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بے شرمی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی میں بات بنانا اور ایک بات کہہ کر اس سے مکر جانا، پھر منکر نہ کہلانے میں دنیا بھر میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس دعویٰ کی دلیل دل لگا کر سنو۔

اس کا پہلا عذر اس کی اس روسیاہی کو نہیں مٹاتا، بلکہ اس پر سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو یہ نہیں کہا کہ تیرے اصل الہام میں موت کا وعدہ تھا، وہ پورا نہیں ہوا، اس لئے تیرا منہ کالا کرنا چاہیے۔ وہ اس کو ایسا کہتے تو اس کے جواب میں اس کا عذر بجا ہوتا۔ مسلمان تو اس کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے اس الہام کی تفسیر میں ہاویہ کو موت قرار دیا تھا اور اس موت کے عدم وقوع پر منہ کالا کرانا قبول کیا تھا۔ اب اس کا وقوع نہیں ہوا تو تیری اس تفسیر واقرار کی رو سے (نہ اصل الہام کے حکم سے) ہمارا حق ہو گیا ہے کہ ہم تیرا منہ کالا کریں اور تیرے گلے میں رسہ ڈال کر تجھے شہر بشہر پھراویں۔ اور جب تو تھک جائے تو ایک گدھے پر جس کو ایک بھنگی ساتھ ساتھ لئے پھرے گا، تجھے سوار کرادیں۔

اس صورت میں اے ناظرین! قادیانی کا یہ عذر کب لائق پذیرائی ہے اور وہ اس سزا کو کیونکر ٹال سکتا ہے؟ اے ناظرین! مسلمان تو اس کو چلاّ چلاّ کر کہہ رہے تھے کہ اس پیشگوئی سے موت قرار دینا اور اس کے عدم وقوع پر ایسی سخت سزا مان لینا، تیری نادانی یا دھوکہ دہی اور بے ایمانی ہے۔ تو جس حالت میں اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں یہ لکھ چکا ہے کہ انبیاء اپنی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کیا کرتے تھے (عیاذاً باللہ) تو پھر تو اپنی پیشگوئی کے معنی سمجھنے میں کیوں کر غلطی سے بری ہوسکتا ہے؟ کیا تیرا الہام انبیاء کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے؟ یا تو اپنے الہام کے معنی سمجھنے میں غلطی وخطا سے معصوم ہے؟ اگر تیرا یہ دعوی ہے تو تیرے کافر ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر تجھے یہ دعوی نہیں تو پھر اپنی پیشگوئی کے ان معنی کا (جو تو نے سمجھے ہیں) تجھے یقین کرنا کیونکر جائز ہے؟ اس صورت میں تیرا اس یقین کو ظاہر کرنا صرف لوگوں کو دھوکہ دینا اور اس غرض سے ہے کہ اس عرصہ میں آتھم بحسب اتفاق وتقاضا سنہ وعمر فوت ہو گیا تو لوگوں کو دام میں لاؤں گا اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو یہ کہہ دونگا کہ اصل الہام میں فوت ہونے کا وعدہ نہ تھا، بلکہ صرف ہاویہ کا وعدہ تھا جو ہر ایک کافر کو مرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ اس سے موت مراد ہونا میری طرف سے بطور تفسیر تھا، جو غلط نکلا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ باتیں مرزا قادیانی کو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صاف طور پر کہہ دی تھیں اور کئی مسلمانوں نے زبانی اور اخباروں میں اور قادیانی کے گھر پہنچ کر کہی تھیں۔ مگر قادیانی اور اس کے گمراہ اور اندھے بہرے حواریوں نے کسی کی ایک نہ سنی اور ان سب کے مقابلہ

میں دعوی موت عبداللہ آتھم پر ضد قائم رکھی۔

اخبار عام ماہ جولائی ۱۸۹۴ء کے کسی پرچے میں ایک کشمیری حواری قادیانی نے یہ درخواست کی تھی کہ لوگو! اس تکفّر وانکار میں کیوں جلدی کرتے ہو۔ پیش گوئی موت آتھم کا انتظار تو کرلو۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان نے کہا کہ اگر عبداللہ آتھم فوت ہوا تو بھی قادیانی کا الہام واجب التسلیم نہ ہوگا کیونکہ نبیوں اور سابق ملہموں کے الہام کا بقول قادیانی ظاہری معنی سے وقوع ضروری نہیں ہے۔ تو قادیانی کا الہام اگر ظاہری معنی سے (جس کا قادیانی کو دعوی ہے) واقع ہو گیا، کیوں تسلیم کیا جاوے گا؟ اس کے جواب میں اس کشمیری حواری نے اخبار عام اگست ۱۸۹۴ء کے کسی پرچہ میں یہ مشتہر کیا کہ جو پیشگوئیاں انبیاء وملہمین سابقین کی اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئیں وہ کسی کے مقابلہ میں اور کسی دعوی کی تصدیق کیلئے نہ ہوئی تھیں۔ بخلاف اس پیشگوئی موت عبداللہ آتھم کے کہ یہ بمقابلہ عیسائیوں کے اور ایک دعوی کی تصدیق کیلئے ہوئی ہے۔ لہذا اس پیش گوئی کا اسی معنی ظاہری سے واقع ہونا ضروری ہے جو اس سے یقیناً سمجھے گئے ہیں۔ اسی اگست ۱۸۹۴ء کے اخیر میں دو شخص بظاہر مسلمان در پردہ عیسائی مرزائی اور نیچری (ایک مولوی نور محمد مالک نوری شفا خانہ موکل ضلع لاہور۔ دوسرا منشی فتح دین ملازم سردار محمد عمر رئیس موکل) قادیان پہنچے تو ان میں سے دوسرے صاحب مرزا قادیانی سے مستفسر ہوئے کہ یا حضرت! اگر یہ پیشگوئی اپنے ظاہری معنی سے جو آپ نے بیان کئے ہیں، واقع نہ ہوئی یعنی آتھم فوت نہ ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ کیا اس میں کوئی تاویل نہیں؟ اس پر قادیانی صاحب بولے کہ اگر مگر گنجائش نہیں، یہ پیش گوئی اس معنی کو ضرور ہی پوری ہوگی۔ یہ بات سردار محمد عمر مذکور نے (جو ہمارے مخلص دوست ہیں اور وہ ان لوگوں کی نگرانی کیلئے ان کے ساتھ گئے تھے) کہی ہے۔ ایسے ہی اگست کے اخیر دن کی روایت وحکائت ایک سکرٹری انجمن حمایت اسلام کو ایک خاص حواری قادیانی کے ذریعہ سے پہنچی تھی کہ آتھم ضرور فوت ہوگا، اس میں تاویل کوئی نہیں ہے۔ اس حواری کا ایک رشتہ دار اوائل ستمبر میں لاہور سے نئی پوشاک لے کر قادیان پہنچا تھا کہ ۶ ستمبر کو جو موت آتھم پر قادیان میں عید ہوگی، اس میں یہ پوشاک پہنونگا۔ اس وقت قادیانی اور اس کے اتباع کا یقین کے ساتھ یہ دعوی تھا کہ اس پیش گوئی میں کوئی تاویل نہیں ہے۔

کیا اس صورت میں مسلمانوں کا حق نہیں ہے کہ وہ قادیانی کی اس تفسیر پر یقین کرنے کی وجہ سے اور

اس یقین پر سزا مذکور کو مان لینے کی نظر سے (نہ اصل الہام کی نظر سے) درخواست کریں کہ جناب ! تشریف لائیے، اپنا منہ کالا کرائیے، اپنے گلے میں رسہ اور لعنت کا سائن بورڈ ڈلوا کر شہر بشہر پھر کر لوگوں کو اپنے جمال با کمال کا نظارہ کرائیے۔ کیا اس درخواست کے جواب میں قادیانی یہ عذر کر سکتا ہے کہ اصل الہام میں صرف ہاویہ کا وعدہ تھا، موت کی تجویز تو صرف میری تفسیر تھی جو خطا نکلی۔ کیا یہ عذر باوجود اس تفسیر کے اور اس پر یقین کر کے وعدہ مذکور کر لینے کے اس سزا سے بری کر سکتا ہے؟ نہیں، نہیں۔ ہرگز نہیں

عذر دوم۔ تین وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی روسیاہی کو نہیں مٹا سکتا بلکہ اس پر اور سیاہی کی گھٹا چڑھاتا ہے۔

وجہ اول یہ کہ وہ عذر اول کے صریح مخالف و متناقض ہے۔ عذر اول میں وہ موت کو ہاویہ سے مغائر اور اپنے خیال کی غلطی کا نتیجہ قرار دے چکا تھا۔ اب وہ اس کو ہاویہ کا فرد کامل ٹھہراتا ہے جو.... کمال اتحاد کا مثبت ہے اور یہ دونوں امر یعنی مغائرت واتحاد آپس میں متناقض و متعارض ہیں۔ لہذا الحکم اذا تعارضا تساقطا دونوں ساقط الاعتبار ہوئے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (جو موت عبداللہ آتھم کی میعاد کا آخری دن تھا) تک تو قادیانی یا اس کے کسی پیرو نے فریق مخالف سے بجز عبداللہ آتھم اور کسی کو مراد قرار نہ دیا اور ہر ایک کا دعوی آتھم ہی کی موت کا تھا باوجودیکہ صفحہ ۲۳۲۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں (جو جون ۱۸۹۴ء کو شائع ہو چکا تھا) اس لفظ: فریق، کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ:

دلیل دوم (منجملہ اندرونی دلائل دروغگوئی ہونے پیشگوئی مذکور کے) اس پیشگوئی میں مخالف حق ہلاک ہونیوالے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی، صرف فریق مخالف حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جے ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول اور کلارک وغیرہ بھی داخل تھے) مراد ہیں یا ان میں کوئی شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق وانقضاء مدت عمر آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا ورنہ یہ کہہ دیا جائیگا کہ

گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس ریمارک کے مشتہر ہونے پر بھی قادیانی اور اس کے کسی پیرو نے اف نہ کیا، اور سانس نہ لیا۔ اور برخلاف شہرہ عام موت آتھم کے یہ نہ کہا کہ ہم نے آتھم کو خاص نہیں کیا اور لفظ فریق عبداللہ آتھم سے مخصوص نہیں ہے۔ پھر جب ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو یہ بات بنائی گئی ہے لہذا اب اسے کون سنتا ہے اور اس سے بجز دھوکہ دہی وفریب بازی کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے وہ روسیاہی دور نہیں ہوسکتی بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے۔

وجہ سوم: قطع نظر ان دونوں وجہوں (اول و دوم) سے یہ بات بن بھی نہیں سکتی۔ یہ تب بنتی جب کہ فریق مخالف سے ایک کوئی شخص زندہ نہ رہتا۔ تمام ہندوستان پنجاب کے نہ سہی، خاص کر عیسائی گروہ کے وہ لوگ جو مباحثہ میں شامل وشریک تھے، سب کے سب مر جاتے اور ان میں سے کوئی نہ بچتا۔ صرف پادری رائیٹ یا یوحنا یا پادری فورمن (جو مباحثہ میں شامل ہی نہ تھا) کے فوت ہو جانے سے فریق مخالف کا فوت ہو جانا صادق نہیں آتا۔ اس پر روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ فریق مخالف مجموعہ اشخاص مخالفین کا نام ہے، نہ کہ ایک یا دو یا تین شخص کا۔ اس امر کو قادیانی نے اپنی حماقت و جہالت سے خود اپنے رسالہ انوار میں اس غرض سے بیان کیا ہے کہ آتھم کی خصوصیت جاتی رہے۔ اور اس کے نہ مرنے سے جو مجھ پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ موقوف ہو جائے۔ مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ مرے تو صرف دو یا تین اشخاص ہیں اور میں فریق مخالف تمام گروہ کو قرار دے رہا ہوں۔ پھر وہ لفظ دو یا تین شخص کے فوت ہونے سے کیوں کر صادق ہوگا۔

اب رسالہ انوار کے صفحہ ۲ سے اس کی اصل عبارت سنو۔ لکھا ہے: عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنیوالا ہے یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں نہیں لکھا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں جہاں تک میں نے الہام کے معنی سمجھے وہ یہی تھے کہ جو شخص اس فریق سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزا موت ہے۔

اس تصریح و بیان قادیانی کے ساتھ کہ: عرفاً فریق تمام گروہ کا نام ہے، نہ منجملہ گروہ ایک یا دو یا تین کا، قادیانی کا دو یا تین شخص کو فریق قرار دینا، اور صرف ان کی موت سے فریق مخالف کی موت کے وقوع کا دعوی کرنا اور اس سے اپنے الہام کو صادق اور واقع قرار دینا، اس روسیاہی کو بڑھاتا نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسرا عذر قادیانی کی روسیاہی مزید گہرا کرتا ہے اور اس کو آیت: ظلماتٍ بعضها فوق بعض اذا اخرج يده لم يكد يراها و من لم يجعل الله له نور فماله من نّور (اندھیرے ہیں ایک دوسرے پر چڑھتے ہوئے۔ جب ان میں کوئی ہاتھ نکالتا ہے تو قریب ہے کہ اس کو کوئی دیکھ نہ سکے اور جس کو خدا تعالی نور نہ دے اس کو کوئی نور نہیں مل سکتا) کا مصداق بناتا ہے اور اس عذر کی تفصیل و تائید میں جو نو (۹) باتیں اس نے کہی ہیں وہ اس کی بے ایمانی، بے حیائی، دھوکہ بازی، حیلہ سازی کا ایسا کامل ثبوت دیتی ہیں کہ اس میں کسی صاحب فہم وانصاف کو ایک ذرہ اشتباہ باقی نہیں رہتا، بلکہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرنے میں بڑا دلیر، آیات کی تحریف میں بے نظیر، خدا کی صفات علم وقدرت کا منکر، معجزات انبیاء سے انکاری، دھوکہ دینے میں اپنی نظیر صرف آپ ہی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں اب ہمارے ہر ایک دعوی کا ثبوت سنیں:

اولاً مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی: کسی قدر رجوع کی حالت میں موت سے بچا لینا، اصل الہام کا ایک پہلو تھا، محض دروغ بے فروغ ہے۔ حصہ دوم مباحثہ امرتسر کا صفحہ ۷ ادیکھیں کہ اس میں، کسی قدر، کا لفظ کہاں ہے؟ پس اگر یہ لفظ اس میں نہ پائیں تو بحکم لعنة الله على الكاذبين قادیانی پر ہزار لعنت بھجوائیں اور ہمارے اس دعوی کی تصدیق کریں کہ وہ جھوٹ بولنے میں بڑا دلیر ہے۔

اصل الہام قادیانی کی عبارت یہ ہے: بشرطیکہ حق کی طرف رجوع کرے۔

جس سے (بحکم قاعدہ المطلق اذا اطلق اريد منه الفرد الكامل یعنی جب کوئی لفظ بے قید بولا جاتا ہے، جیسے پانی کا لفظ، تو اس سے اس کا فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ یعنی وہی پانی معروف جو پینے، دھونے، غسل کرنے کے کام میں آتا ہے، نہ عرق انگور یا شراب یا پیشاب، جو ناقص طور پر اور مجازاً پانی کہلاتے ہیں) اس وقت رجوع بایمان واسلام مراد سمجھا گیا تھا اور قادیانی اور اس کے پیروؤں کے فہم میں بھی یہی آیا تھا کہ اگر آتھم مسلمان ہو گیا تو سزائے موت سے بچ جائیگا ورنہ ضرور مارا

جائے گا۔ پھر جب آخری تاریخ وفات آتھم (جو حساب کی رو سے ۴ستمبر ۱۸۹۴ء تھی)، گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی تو قادیانی نے بجائے رجوع بسوئے حق، کسی قدر رجوع کرنے کا ڈھکوسلہ بنالیا اور اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ سطر ۱ میں یہ لکھ دیا کہ الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف رجوع کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہوسکتی۔ اور خدا سے اور دنیا سے ڈر کر یہ نہ سوچا کہ اصل الہام میں کسی قدر رجوع کرنے یا جھکنے کا لفظ تو نہیں بولا گیا بلکہ رجوع بحق کا لفظ بولا گیا ہے جس سے مراد بجز رجوع کامل کے کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا اور نہ آسکتا ہے پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا۔ اور اس سے مراد کسی قدر رجوع تھا تو پھر کیا اس وقت خدا تعالی کو یہ لفظ، کسی قدر، بولنا یاد نہ رہا تھا؟ تعا لی الله عمّا یقو ل الظا لم المفتری القادیا نی علوا کبیرا ۔اور یہ نہ سوچا کہ اگر کسی قدر رجوع بحق، آتھم کو سزائے موت سے بچانے اور اس عذاب کو ٹلانے کیلئے کافی تھا، تو پھر اس موت وعذاب کا اس کو وعدہ ہی کیوں دیا اور یہ ڈر کیوں سنایا۔ اس کسی قدر رجوع بحق سے تو عبداللہ آتھم اس وعدہ عذاب اور ڈر سنانے کے وقت بھی خالی نہ تھا اور نہ اس سے پہلے کبھی خالی رہا ہے، اور نہ کوئی بشر اس سے خالی ہوسکتا ہے۔ خدا تعالی کو ماننا اور اس کو اپنا خالق ومالک ولائق عبادت سمجھنا، یا مخلوق خدا سے کسی قسم کا نیک سلوک کرنا، یا اپنے ہم جنس یا اولاد پر رحم کرنا اور ترس کھانا، ایسے حق کے اقسام وافراد جن سے کسی ملت ومذہب کا کوئی آدمی خالی نہیں ہوتا۔ آخری دو صفات ایسے حق کے افراد ہیں کہ ان سے وہ لوگ بھی خالی نہیں جو دہریہ کہلاتے ہیں۔ تیسری صفت ایسی فرد حق ہے کہ اس سے بہائم اور وحشی جانور بھی خالی نہیں جو اپنی اولاد کو پیار کرتے ہیں۔ کیا آتھم تمام جہان کے اہل مذاہب بلکہ دہریوں بلکہ حیوانوں اور وحشیوں سے بھی گیا گذرا تھا کہ اس کے دل میں اس سزائے موت کا وعدہ دینے اور اس سے ڈرانے کے وقت اس قدر حق بھی نہ تھا کہ وہ خدا کو خالق ومالک جانتا ہو، یا مخلوق خدا سے نیک سلوک کا قائل ہو، یا اپنے ہم جنس واولاد پر رحم کرتا ہو؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مباحثہ کے وقت وہ خدا کے وجود اور خالقیت کا قائل تھا اور مخلوق خدا سے حسن سلوک اور اپنے ہم جنسوں اور اولاد پر رحم کرتا تھا اور خاص کر اپنے بھائی قادیانی سے اس نے یہ حسن سلوک کیا ہے کہ قادیانی اس کو اثنا مباحثہ میں سخت الفاظ سے یاد کرتا رہا اور وہ اس کے جواب سے اس کو معافی دیتا رہا اور اس کے حق میں بدزبانی سے پیش نہیں آیا۔

مرزا قادیانی خود تو احمق تھا ہی، اس نے اپنے ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) کو بھی احمق بنایا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کا ملہم کسی قدر رجوع بحق کو مزیل عذاب موعود قرار دیتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کسی قدر حق سے کوئی بشر بلکہ کوئی حیوان بھی خالی نہیں۔ لہذا اس قدر حق کے موجود ہونے کے ساتھ عذاب سے ڈرانا اور ہلاکت کی خبر سنانا، پھر اسی قدر حق کی نظر سے اس عذاب کو ٹلا دینا، حماقت وسفاہت ہے۔

بالجملہ اصل الہام میں قادیانی کا لفظ رجوع بحق (جس سے مراد کامل رجوع باسلام سمجھا گیا تھا) کہنا اور جب عبداللہ آتھم کا باوجود مسلمان نہ ہونے کے موت سے بچ جانا، نظر آ گیا تب اس سے مراد و مدعا کسی قدر رجوع (جو بوقت الہام مذکور بھی عبداللہ آتھم میں پایا جاتا تھا) بتانا اس الہام کے سراسر افتراء شیطانی ہونے اور قادیانی کے مفتری ہونے پر ایک قوی دلیل ہے۔

دوسری دلیل اس الہام کے شیطانی ہونے پر یہ ہے کہ قادیانی پنجابی ہے اور اس کی قوم اور اول مخاطب بھی پنجابی ہیں اور یہ الہام عربی میں ہے، حالانکہ خدا کی قدیم سنت ہے کہ اس نے ہر ملہم نبی و مرسل کو (جن میں قادیانی شمولیت کا دعوی کرتا ہے، دیکھو صفحہ اول لوح ازالہ اوہام مرزا قادیانی اور اس کا صفحہ ۵۳۲ اور ۶۷۳ اور اس کا رسالہ شہادت القرآن کا صفحہ ۲۴ وغیرہ) اس کی قوم کی زبان میں کلام والہام سے مشرف فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ یونس میں ہے: و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم (یونس۔ع ۱) (ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کو بیان کر دے)۔ اور ازانجا کہ بیان وہی مفید و موجب فہمائش وہدائت ہوتا ہے جس کو مخاطب سن کر اپنے ذاتی اور مادری زبان میں سمجھ لیں۔ لہذا اس سنت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جو کچھ نبی مرسل کہے اس کو اس کے اول مخاطب اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ پس اگر یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو سنت قدیمہ الہیہ کے مطابق پنجابی میں یہ ہوتا:

او غلام احمد اسان عبداللہ آتھم نوں ایس گلے نئیں ماریا جو ہن سانوں ملوم ہوئی اے کہ او ڈر گیا سی۔

(یا اس کی مانند اور پنجابی الفاظ میں)۔

اس الہام کا ایسے عربی الفاظ میں ہونا، جن کا مطلب قادیانی خود بھی بلا تفہیم الہی سمجھ نہیں سکا، اور اس الہام کے ساتھ الہامی تفسیر کا جو اصل الفاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، نازل ہونا روشن دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی

نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ یہ دلیل ایسی روشن اور وسیع ہے کہ اس سے جملہ الہامات قادیانی جو اکثر عربی میں ہوئے ہیں اور وہ براہین اور اس کی دیگر تصانیف میں درج ہو کر مشتہر ہو چکے ہیں۔ اور ان میں پنجابی زبان میں، جو قادیانی اور اس کی مخاطب قوم کی مادری زبان ہے، ایک بھی نہیں۔

ریویو براہین احمدیہ کی تحریر کے وقت ہم کو یہ دلیل نہیں سوجھی۔ ورنہ اس وقت ان شیطانی الہاموں کا کام تمام کر دیا جاتا۔ تاہم اب بھی ایک موقع مناسب میں اس دلیل کا خدا کی طرف سے القاء ہوا ہے، اور قادیانی کے جملہ عربی الہامات پر کاری زخم لگا ہے۔

تیسری دلیل اس کے شیطانی الہام ہونے پر یہ ہے کہ اس الہام کی عربی عبارت جس قدر قادیانی کی ایجاد ہے، وہ ایسی مکروہ ہے کہ وہ الہام الٰہی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور مع ہذا وہ مقصود قادیانی کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ لہذا کسی مسلمان سے یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ ایسی واہی عبارت کو الہام الٰہی تسلیم کر کے الہام کو بٹہ لگاوے، اور مخالفین اسلام سے (جو تھوڑی بہت عربی جانتے ہیں) الہام کی ہنسی کراوے۔ اگر ہم قادیانی کے جملہ ایجادی فقرات اور آیات قرآنی میں اس کے تصرفات کی تفصیل کریں تو اس سے بہت تطویل متصور ہے لہذا بطور تمثیل یہاں صرف ایک فقرہ کی قلعی کھولتے ہیں۔ اس کا فقرہ نمبر ۷ یہ ہے:

انّا نکشف السرّ عن ساقه جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: ہم اس کی پنڈلی سے بھید کھولیں گے.

اور اس کی تفسیر جو قادیانی نے الہام سے کی ہے، یہ ہے:

ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں سے ننگا کر کے دکھاویں گے یعنی حقیقت کھول دیں اور فتح کے دلائل بینہ ظاہر کر دیں گے۔

شیخ الاسلام بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ جن کو عربیت کا مذاق ہے وہ خود جانتے ہیں اور دوسرے حضرات عربی دانوں سے پوچھ کر یقین کر سکتے ہیں کہ عربی زبان میں اور عربی محاورات میں کسی کو پنڈلیوں سے ننگا کر کے بھید دکھانا کوئی محاورہ نہیں اور نہ اس کے کوئی معنی بنتے ہیں۔ بھید کو پنڈلی سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق تو دل سے ہے۔ لہذا پنڈلی کھول کر بھید دکھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پنڈلی یا ران کھولنے سے جو مستور چیز ظاہر ہوتی ہے اس کو تو اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں ہے۔ ہاں عرب کی زبان اور محاورات میں کشف عن

السّاق (پنڈلی کھولنے) کا محاورہ پایا جاتا ہے جس کے ساتھ سرّ یا بھید نہیں ملایا جاتا۔ اور اس عربی محاورہ میں پنڈلی کے دو معنے کئے جاتے ہیں، ایک حقیقی دوسرے مجازی مستعار یا کنائی۔

۱۔ ساق بمعنی اصل وقوام جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ اس معنی کر ساق الشجر درخت کا تنہ اور ساق الانسان آدمی کی پنڈلی کو بولتے ہیں۔ اور اس سے حقیقت ان اشیاء کی مراد رکھتے ہیں۔

۲۔ کشف ساق سے شدت کے معنی بطور مجاز مستعار با کنایہ مراد رکھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی محنت اور سختی سے کام کرتا ہے تو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیتا ہے۔ پھر ایک شدت کی حالت کو اس انسانی حالت سے تشبیہہ دے کر اس کو کشف ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہت سے اشعار عرب میں لڑائی کی طرف کشف ساق (پنڈلی کھولنے) کو منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفاسیر بیضاوی، کشاف، تفسیر کبیر وغیرہ میں وہ اشعار معہ تفصیل ان معانی کے جو ہم نے بیان کی ہے، منقول ہیں۔ ان ہی محاورات کے مطابق قرآن مجید میں یوم یکشف عن ساق ارشاد ہوا ہے جس سے مفسرین سلف وخلف دونوں معنی حقیقی اور مجازی کنائی مراد بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ حقیقی معنی ساق کا مراد ہونا بیان کرتے ہیں وہ ساق سے مراد جہنم کی ساق یا عرش کی ساق مراد بیان کرتے ہیں۔ اور اہل ظواہر اللہ جل شانہ کی ساق مراد بتاتے ہیں جس کی وہ کوئی حقیقت و کیفیت بیان نہیں کرتے، اور نہ اس کے کشف کی کوئی حقیقت ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مجازی تشبیہی کنائی معنی مراد بتاتے ہیں وہ اس سے شدت کے معنی بیان کرتے ہیں۔ یہ اقوال معالم، فتح البیان وکشاف وبیضاوی وتفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں مرقوم ہیں۔

بالجملہ کشف ساق کا محاورہ کلام عرب اور قرآن میں پایا جاتا ہے مگر جو قادیانی اور اس کے ملہم (معلم الملکوت) نے کشف السرّ عن السّاق کا محاورہ گھڑ لیا ہے، اس کا کہیں عرب کے محاورہ میں اثر ونشان نہیں پایا جاتا اور نہ اس کا کوئی مطلب بنتا ہے۔ اور یہ امر اس بات پر قوی اور روشن دلیل ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا الہام نہیں بلکہ شیطان کا الہام ہے۔

قادیانی اگر عرب کے محاورات سے اپنے خانہ ساز کلام کو ثابت کرے تو ہم سے ایک سو روپیہ انعام لے اور اگر ثابت نہ کر سکے (اور ہر گز نہ کر سکے گا گو مولوی نور الدین بھیروی جمونی، مولوی محمد احسن امروہی، محمد سعید شامی وغیرہ کو ملا

کران سے مدد لے) تو ندامت کے ساتھ اس امر کو مان لے کہ یہ کلام الہام الٰہی نہیں، بلکہ شیطانی الہام ہے۔

قادیانی کے مرید اور بعض متردد مسلمان جو مرزا قادیانی کے عربی رسائل کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ان رسائل کے مقابلہ میں علماء اسلام کوئی رسالہ عربی کیوں نہیں لکھتے اور اس سے انعام کیوں نہیں لیتے یا اس کو الزام کیوں نہیں دیتے، وہ لوگ اسی ایک مثال کو غور سے دیکھیں۔ اور جو اس سے پہلے ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ کے اخیر میں قادیانی کی عربی عبارات کتاب وساوس کی اغلاط کی فہرست شائع کر چکے ہیں، اس کو ملاحظہ کریں تو یقیناً جان لیں گے کہ قادیانی کے رسائل کی عربی، عرب کی عربی نہیں بلکہ وہ محض تک بندی بے سود مصداق غت ربود ہے۔ وہ ہندی اور فارسی محاورات کا اپنی خانہ ساز اور ناموزوں عبارات میں ترجمہ کر دیتا ہے جو ہرگز اس لائق نہیں کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں اور اس کے مقابلہ کا قصد فرماویں۔

علماء تو کجا، وہ طالب علم بھی جنہوں نے سرکاری سکولوں میں مفتاح الادب وغیرہ رسائل پڑھے ہیں ، اس کی عربی عبارات کو حقارت اور کراہت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اور اس پر ایسی بادلیل نکتہ چینی کرتے ہیں جس کا جواب اس سے بن نہیں پڑتا۔ ہمارے ایک عزیز تلمیذ منشی احمد دین (کلرک انکم ٹیکس ضلع سیالکوٹ) نے قادیانی تفسیر کرامات الصادقین کے ابتدائی چند صفحوں پر سرسری نکتہ چینی کر کے اس کے پاس بھجوائی اور اس پر نہایت ملائمت سے داد انصاف چاہی تو قادیانی سے اس کے جواب میں کوئی بات نہ بن سکی۔ آخر اس عزیز نے وہ نکتہ چینی اخبار وزیر ہند، سیالکوٹ (مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۸۹۴ء) میں چھپوا دی جسکی بعض علماء کپورتھلہ نے پرچہ وزیر ہند ۲۴۔ اگست ۱۸۹۴ء میں تصویب وتائید کی ہے۔ وہ اخبار آسانی سے مل سکتا ہے .... اس نکتہ چینی کو پڑھ کر ناظرین یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی کی عربی، عرب کی عربی نہیں، پھر وہ کیونکر مستحق ہے کہ علماء عربی دان اس کی طرف توجہ کریں۔..

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ بیان بالا، اس الہام کی عربیت میں کلام تھا، اب اس کے مفید مطلب ومقصود قادیانی نہ ہونے کا حال سنو۔

یہ عبارت جیسی کیسی ہے، مطلب بتا نہیں سکتی۔ اس عبارت کے لفظی ترجمہ سے تو کچھ بھی مطلب سمجھ میں نہیں آتا، چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہذا قادیانی کو اس عبارت کا مطلب بتانے کیلئے ایک الہامی تفسیر کی

ضرورت ہوئی جواس نے ترجمہ کے ساتھ بیان کی ،اور وہ بھی نقل ہوچکی ہے۔اس تفسیر سے بھی، کسی قدر ، حق کی طرف رجوع کرنے سے مدعا ومراد کہ وہ آتھم کا اس پیش گوئی سے ڈر جانا ہے، ظاہر نہیں ہوتا تھا اس لئے قادیانی کو اس الہام کی شرح وتفسیر کے بعد (بلکہ اس تمام مضمون کو ختم کردینے کے بعد حاشیہ نمبر ا میں بصفحہ ۱۵ سطر ۴ میں) اس کا مطلب بیان کرنا پڑا کہ اس رجوع حق سے ڈر جانا مراد ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: حق کی طرف جھکنا اور اسلامی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کے ساتھ قبول کرنا، درحقیقت ایک ہی بات ہے۔

اس مدعا ومراد کا عبارت الہام اور اس کی الہامی تفسیر سے سمجھ میں نہ آنا، اور ایک مدت کے بعد مانند: مشتے بعد از جنگ، قادیانی کا اس مدعا کو ظاہر کرنا بھی ایک روشن دلیل ہے کہ وہ عبارت الہامی نہیں، شیطانی ہے ۔خدا تعالی جو سچوں کا ملہم ہے، ایسا قاصر البیان نہیں کہ جو مدعا کسی الہام سے ادا کرنا چاہے اس کو نہ الہام میں ادا کرے نہ اس کی الہامی تفسیر میں کہہ سکے، اور ایک مدت کے بعد اس کو وہ مدعا ظاہر کرنا یاد آوے۔

ثانیاً جو دعوی کی تائید میں قادیانی نے کہا ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے موعود عذاب موت و ہلاکت بشہادت قرآن ٹل جایا کرتا ہے، اس میں اس نے نصوص کی تحریف کی ہے۔قرآن کی کسی آیت میں یہ بیان صراحتاً یا اشارۃً پایا نہیں جاتا ہے کہ جو قطعی وعدہ عذاب موت و ہلاکت کا کسی کو موقّت بوقت خاص دیا گیا ہے وہ ان کے کسی قدر ڈر جانے سے ٹل گیا ہے۔قادیانی نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت فمن یّعمل مثقال ذرّۃ خیراً یرہ پیش کی ہے۔سو یہ دنیاوی موعود عذاب موت کے ٹلنے میں نص نہیں ہے بلکہ آخرت میں ذرہ بھر نیکی کا بدلہ پانے میں نص ہے۔اس کے پہلے قیامت کے احوال واہوال (زمین کا ہلایا جانا اور اس کا اپنے بوجھ نکال دینا اور اپنی پیٹھ پر گذرے واقعات کی خبر دینا) بیان کرکے کہا ہے

یو مئذ یّصدر النّاس اشتا تاً لّیروا اعمالھم فمن یّعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یّرہ ۔
کہ اس دن لوگ متفرق ہوکر حساب کی جگہ سے پھرینگے تا کہ اپنے اعمال کا بدلہ دکھائے جائیں پھر جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اس آیت سے قادیانی کا یہ بات نکالنا کہ جو ایک ذرہ خدا سے ڈر گیا اس سے دنیا میں سنگین عذاب موت ٹل گیا، تحریف نہیں تو اور کیا ہے (بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ کافروں کو دنیا میں نیکی کا بدلہ رزق

اور مال ملتا ہے مگر اس کی تفسیر میں کسی نے وہ نہیں کہا جو مرزا قادیانی نے کہا ہے)

دوسری آیت حاشیہ نمبر ا، انوار میں قادیانی نے وہ پیش کی ہے جس میں بیان ہے

و اذا اردنـا ان نهـلك الـقرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحقّ عليها القول فد مر ناها تد ميراً (جب لوگ فسق کرتے ہیں تو ہلاک کئے جاتے ہیں)۔

و مـا كـنّـا مهلكي القرے ا لا و اهلها ظالمو ن (ہم اس وقت بستیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب ان کے لوگ ظالم ہو جاتے ہیں)

ولـقـد استهـز یء رسـل من قبلك فامليت للذين كفروا ثم اخذ تم فكيف كان عقا ب (تجھ سے پہلے رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا۔ تو ہم نے لوگوں کو پکڑا)۔

و مكروا مكراً و مكر نا مكراً و هم لا يشعرو ن

مگر یہ تمام آیات قادیانی پر حجت ہیں، یعنی اس کو جھوٹا کرتی ہیں، اس کی دستاویز نہیں ہوسکتیں کیونکہ ان میں عذاب کا موجب وسبب فسق، ظلم واستہزا، مکر کو بتایا گیا ہے۔ سوآتھم سے بمقابلہ اسلام سرزد ہو چکا ہے لہذا وہ عذاب کا مستحق ہو چکا تھا۔ قادیانی کا الہام سچا ہوتا تو ان آیات کی شہادت سے اس پر ضرور عذاب آجاتا۔ ان آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ اگر فسق وظلم واستہزاء ومکر کے بدلے عذاب موت کا وعدہ ہو جائے تو پھر وہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹل جاتا ہے، لہذا ان آیات سے عذاب ٹل جانے کا ثبوت نکالنا تحریف نصوص ہے۔

چھٹی آیت قادیانی اشتہار عدم وفات شوہر زوجہ فرضی خود میں وہ پیش کی جس میں حضرت یونس کی قوم سے ایمان لانے کی وجہ سے عذاب کا اٹھایا جانا مذکور ہے۔ اور مرزا قادیانی نے دعوی کیا ہے کہ: حضرت یونس کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی۔۔ یعنی پھر وہ عذاب اٹھا لیا گیا اور وعدہ عذاب پورا نہ ہوا۔

اس آیت میں یہ نص وتصریح نہیں ہے کہ یونسؑ کو خدا تعالی نے اس قوم کو ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ دیا تھا، اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دواوین سنت میں دیکھی گئی ہے۔ بلکہ نص قرآن میں (صرف یہ) بیان ہے:

فلو لا كانت قرية ا منة فنفعها ايما نها الا قوم يونس لما آمنوا كشفنا عنهم العذا ب الخزی فی الحيوة الد نيا و متعنا هم الی حين ۔ (یو نس ۔ع ۱۰) کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ وہ عذاب دیکھ کر ایمان لاتے اور اس سے نفع اٹھاتے، بجز قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی رسوائی کے عذاب کو اٹھا دیا اور ان کو ایک وقت تک دنیا سے متمتع کیا۔

جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب قطعی ہلاکت کا نہ تھا (قطعی ہوتا تو وہ ایمان لانے سے نہ ٹلتا اور اس میں تخلف نہ ہوتا) بلکہ وہ شرطی انذار تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر قوم یونس آثار عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو وہ عذاب (جو بشرط عدم ایمان تھا) وقوع میں نہ آیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت یونس نے قوم کو چالیس شب کی میعاد مقرر کر دی تھی مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا، شرطی عدم ایمان کی شرط سے مشروط نہ تھا۔ بلکہ چالیس رات کی میعاد مقرر کرنے اور اس سے پہلے عذاب نہ آنے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ چالیس شب کی مدت انکے ایمان کے انتظار کیلئے مقرر ہوئی تھی اور اس غرض کے اظہار کیلئے تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں ایمان لے آویں گے تو عذاب نازل نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر جلد ۵ کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں: روی ان یونس بعث الی نینوی من ارض الموصل فكذّ بوه فذهب عنهم مغاضباً فلمّا فقدوه خافوا نزو ل العذا ب فلبسوا..... اربعين ليلة وكان يونس قال لهم ان اجلكم ار بعون ليلة فقا لوا ان رئينا اسباب الهلا ك آ منا بك ۔ فلما مضت خمس و ثلا ثو ن ليلة ظهر فی السماء غيم اسود شديد السواد فظهر منه دخان شديد و هبط ذا لك الد خان حتی وقع فی المد ينة واسود سطرحهم فخرجوا الی الصحرا وفرقوا بين النساء والصبيا ن وبين الدواب و اولا دوها فحن بعضها الی بعض فعلت ا لاصوات و كثر التضرعا ت و اظهر ا لا يما ن و التو بة و تضرعوا الی الله تعا لی فرحمهم و كشف عنهم

حضرت یونسؑ اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جھٹلایا تو وہ ان سے خفا ہو کر نکل گئے۔ پھر جب انہوں نے حضرت یونس کو نہ پایا تو ڈر گئے۔ اور ٹاٹ پہننے لگے اور چلائے۔ حضرت یونس نے ان کو چالیس دن

کی میعاد مقرر کر دی تو وہ آپ کے جواب میں بولے کہ ہم اسباب وآثار ہلاکت دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔اور جب تیس راتیں گذر گئیں تو آثار عذاب نمایاں ہوئے اس حال میں سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سخت دھواں ظاہر ہوا جو شہر میں آپڑا۔اور اس سے اس کی چھتیں سخت سیاہ ہوگئیں۔تب وہ لوگ جنگل کو نکل گئے۔اپنی بیویوں کو بچوں سے جدا کر کے چلانے لگے اور ایمان لے آئے اور تائب ہوئے تو خدا نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ملتوی کیا گیا۔

یہ حضرت یونس کا (بقول مفسرین) چالیس دن کی میعاد مقرر کرنا اور ان کے جواب میں قوم کا یہ کہنا کہ ہم آثار واسباب دیکھ کر ایمان لے آویں گے،اور اس پر حضرت یونسؑ کا سکوت فرمانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی نہ تھا بلکہ بشرط عدم ایمان تھا۔تب ہی انہوں نے بصورت آثار دیکھنے کے وعدہ ایمان کیا تھا۔ پھر ان کو میعاد سے پہلے آثار دکھا کر ایمان عطا ہوا اور عذاب ملتوی کیا گیا۔

نیز تفسیر کبیر کی جلد ۶ کے صفحہ ۱۸۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے:

فاوحی اللہ الیہ (ای یو نسؑ) قل لھم ان لم تؤمنوا جاء کم العذاب فابلغھم فخر ج من عند ھم فلمّا فقدوہ ند موا علی فعلھم و طفقوا یطلبون فلم یقدر و ثم ذکروا امرھم و امر یونس للعلماء الذین کانوا فی دینھم فقا لوا انظروا و اطلبوہ فی المد ینۃ فطلبوہ فقیل لھم انہ خر ج العشی فلما ایموا اغلقوا باب مد ینتھم فلم یدخلھا بقوم ولا غنمھم و ھزنوا الوالدۃ عن ولدھا وکذا الصبیا ن والا مھا ت ثم قاموا ینتظرو ن الصبح فلما انشق الصبح راو العذا ب ینز ل من السماء ....کہ خدا تعالی نے حضرت یونس کی طرف جو وحی متضمن خبر عذاب کی تھی خود اس میں یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔حضرت یونس نے ان کو یہ وحی الٰہی پہنچائی تو وہ ایمان لانے سے انکاری ہوئے۔جس پر یونسؑ ان کے بیچ سے نکل گئے تو وہ پچھتائے اور یونس کی تلاش میں لگ گئے۔یونس کو انہوں نے نہ پایا تو رونے چلانے لگ گئے اور ایسے ڈرے کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہوگئے اور انسانوں کے علاوہ گائے بکریوں کی بھی آوازیں نکلیں۔تب عذاب رفع ہوا۔

لیجئے قادیانی صاحب! اس روایت سے کیسی صفائی اور تصریح کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جو حضرت یونس کو خدا تعالی نے شرطی عذاب کا ڈر سنایا تھا وہ وعدہ قطعی نہ تھا۔ اب اس سے بڑھ کر آپ کیا چاہتے ہیں اور شرطی ہونے عذاب قوم یونس کا اور کیا ثبوت مانگتے ہیں؟

اس روایت کے معنی سمجھنے میں جو قادیانی نے دھوکہ کھایا، یا دیدہ دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے اس کا ازالہ اشتہار چار ہزار کے دلائل کے جواب میں عنقریب کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور اگر قادیانی اس ظاہر مفہوم آیت کو نہیں مانتا اور بیان مذکور مفسرین کو بھی (جس سے عذاب کا مشروط بعدم ایمان ہونا ثابت ہے) سچا نہیں جانتا تو وہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کر دے کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا اور پھر وہ ٹالا گیا۔ اور صرف یہی امر اس کا مدعا ثابت کرنے کو کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ قوم یونس ایمان نہ لائی تھی، اور کفر سے تائب نہ ہوئے تھے، صرف اسی قدر ڈر گئے تھے جیسا کہ بقول قادیانی عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اور وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے، نہ لایا تھا۔ کیونکہ اگر یہ امر قادیانی ثابت نہ کر سکا اور قوم یونس کا ایمان لانا اس کے نزدیک بھی ثابت و مسلّم رہا جیسا کہ نص قرآن لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا سے (جو مع ترجمہ منقول ہوئے) ثابت ہے تو پھر بھی یہ آیت قادیانی کی دلیل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ اس کا دعوی یہ ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے اور دل کے کسی گوشہ میں ایک ذرہ دھڑکہ یا خوف پیدا ہو جانے سے عذاب قطعی ٹل جاتا ہے، گو وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے حاصل نہ ہو۔ پس جب تک آیت متعلق قصہ حضرت یونس یا کسی اور آیت سے قادیانی یہ ثابت نہ کرے کہ صرف کسی قدر ڈر جانے سے (باوجود کافر و بے ایمان رہنے کے) عذاب موعود ٹل جاتا ہے اور ٹل گیا ہے، اس آیت سے اس کا تمسک کرنا کمال درجہ کی بے حیائی اور بے ایمانی ہو گی۔

قادیانی کے مرید اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عبداللہ آتھم تو بقول قادیانی بھی ایمان نہیں لایا۔ صرف کسی قدر ڈر گیا تھا، بخلاف قوم یونس کہ وہ پورے طور پر اور کمال تضرع سے ایمان لے آئے تھے۔ پھر یہ آیت متعلق قوم یونس (اگر بالفرض اس سے قطعی عذاب کا ٹل جانا ثابت ہو) قادیانی کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار چار ہزار روپیہ کے صفحہ ۱۱ سے ۱۶ تک خاکسار (محمد حسین) کو مخاطب کر کے پہلے عام موعود اور قطعی عذابوں کے توبہ و استغفار سے ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے پھر خاص کر حضرت

یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے کے ساتھ ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عام موعود اور قطعی عذابوں کے استغفار و توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں اول یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور اس دعوی کے ثبوت میں بائیبل کا ایک قصہ نقل کر دیا ہے جس کا نہ پتہ بتایا نہ حوالہ کتاب دیا۔ اور اس دعوی کے ساتھ (دوسرا) یہ دعوی بھی کر دیا کہ یہ قصہ مفسرین نے لکھا ہے، بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے۔ پھر اس کے ساتھ (تیسرا) یہ دعوی بھی کر دیا ہے کہ علاوہ وعید ٹلنے کے (جو کرم مولی میں داخل ہے) اکابر صوفیہ کا مذہب ہے کہ کبھی وعدہ بھی ٹل جایا کرتا ہے، اور اس پر صوفیوں کی دو کتابوں کا حوالہ دے کر اس دعوی سوم کی دلیل قرآن سے یہ پیش کی ہے کہ موسیٰؑ کو نزول توریت کیلئے تیس رات کا وعدہ دیا گیا تھا اور کوئی شرط ساتھ نہ تھی۔ مگر وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن بڑھائے گئے، جس سے بنی اسرائیل فتنہ گوسالہ پرستی میں پڑے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا ایسے وعدہ کی تاریخ ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عندالرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔

پھر حاشیہ میں بضمن نوٹ اول مرزا قادیانی نے اس دلیل پر آپ ہی یہ سوال وارد کر کے کہ اللہ تعالی یہ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد (یعنی خدا تعالی وعدہ کا خلاف نہیں کرتا)، اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو خدا کے ارادہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو، نہ کہ وہ امر جس کو انسان اپنے خیال کے مطابق قطعی وعدہ سمجھ لے۔ اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالی ایک وعدہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی شرط مخفی ہو جس کا اظہار نہ کرے، اور شرط کے عدم ظہور سے اس وعدہ کا ظہور نہ ہو۔ پھر اپنے پہلے دعوی کی نظیر یا دلیل وہ آیت قرآن پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے

لئن انجیتنا من ھذہ لنکو ننّ من الشاکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغو ن فی الار ض بغیر الحق (یو نس) کشتی والے طوفان کے وقت کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہم کو اس سے نجات دے گا تو ہم شکر گزار ہوں گے، پھر خدا جب ان کو نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق کے طالب ہوتے ہیں۔

اور بڑے فخر سے ایسی آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: خدا تعالی اپنے قہری ارادہ سے دریا میں طوفان

پیدا کرتا ہے پھران کے تضرع اور رجوع پر ان کو بچالیتا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ پھر مفسدانہ حرکات کریں گے۔ پھر کہا ہے کہ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو خفیف چوٹیں لگیں، مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ! ذرا شرم کرنا چاہیے۔ اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

قادیانی کے اس بیان سے اس کا کوئی دعوی منجملہ دعاوی ثلاثہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو، تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں جو کچھ کہا ہے اس میں اولاً یہ نہ سوچا کہ جو عذاب توبہ واستغفار سے ٹل جاتا ہے وہ عذاب قطعی موعود ہوتا ہے جس کے وقوع کی پیشتر خبر دی جاتی ہے یا غیر موعود؟ اور محل بحث ونزاع کونسا عذاب ہے؟ قطعی موعود یا غیر موعود؟ اور میرا دعوی کس عذاب کے ٹل جانے کا ہے، قطعی موعود کا یا غیر موعود کا۔ پس اگر عذاب قطعی موعود محل بحث ونزاع ہے اور اسی کے ٹل جانے کا مجھے دعوی ہے، تو پھر میرا کشتی والی آیت کو معرض استدلال میں لانا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا کسی آیت میں یا حدیث میں یہ آیا ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آیا کرتا تھا اور وہ ان کے استغفار وتضرع سے ٹل جایا کرتا تھا، وہ پیشتر سے موعود ہوتا تھا، اور اسکی نسبت خاص کوئی وعدہ ہلاکت آجاتا تھا۔ ایسا ہے تو میں اس مقام میں اس آیت کو پیش کروں جس میں وعدہ قطعی ہلاکت بہ طوفان ہوا ہو، اور پھر وہ ٹلا ہو۔ اور اگر اس مضمون کی آئت کوئی نہیں تو عقلاء جہان میری اس پیش کردہ آیت کو دیکھ کر کیا کہیں گے؟ اور اس آیت میں یا قرآن کی کسی اور آیت میں اس طوفان کا جو تضرع سے ٹل گیا تھا، وعدہ نہ دیکھیں گے تو مجھے بجز احمق یا دھوکہ باز نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

اور ثانیاً یہ نہ سوچا کہ دعوی تو میرا یہ تھا کہ رجوع وتضرع سے عذاب موعود ٹل جانے کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور اس کی دلیل وتفصیل میں میرا ایک بے نشان قصہ بائیبل سے نقل کرنا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بائیبل قرآن ہے؟

پھر اس دعوی پر ایک دعوی دوم کرنا اور بے پتہ اقوال مفسرین اور احادیث کا حوالہ دینا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بے پتہ اقوال مفسرین اور بے نشان احادیث بھی قرآن کہلاتے ہیں؟

پھر اس کوتاہی کے ساتھ (یعنی قرآن کی ایک آیت یا حدیث بھی نقل کئے بغیر) میرا یہ کہنا کہ تفصیل موجب

تطویل ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ آیت یا حدیث یا کسی تفسیر کی عبارت تو ایک بھی ہم نے ایسی نہیں لکھی جس میں موعود عذاب کے ٹل جانے کا ذکر ہو، پھر تطویل کہاں سے ہوگئی جس سے تھک کر اور احادیث یا آیات کے ذکر سے قلم کو روکا گیا ہے۔

اور ثالثاً یہ نہ سوچا کہ جو دعوی سوم کی میں نے آیت دلیل بنا کر پیش کی ہے وہ وعدہ خلافی کے جواز پر نص قطعی کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس آیت میں یہ کہاں تصریح ہے کہ تیس رات کے گذرنے پر فوراً توریت ملنے کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ دس رات بڑھا کر ٹلایا گیا۔

اور رابعاً، قادیانی صاحب نے یہ نہ سوچا کہ جو اقوال صوفیوں کے ہم اس وعدہ خلافی کی تائید میں پیش کر کے اپنے ساتھ ان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ اقوال بھی آیات قرآن ہیں؟ اور وہ کس شخص کیلئے حجت دست آویز بنائی گئی ہے۔ اپنے لئے یا اپنے مخاطب کیلئے؟ ہمارا سارے جہان کا اتباع و توافق کو چھوڑ کر مجتہد و مجدد بن کر قرآن و حدیث سے استدلال کا مدعی بننا، پھر بجائے قرآن حدیث ان اقوال صوفیا کو پیش کرنا، اہل علم و دانش کی نظروں میں کیا وقعت و اثر پیدا کرے گا؟ اور ہمارا مخاطب جو دلیل شرعی کا طالب ہے وہ ان اقوال کو ان معنی سے، جو ہم سمجھتے ہیں، کب قبول کرے گا۔

ہمارے ان الزامات و سوالات کے ضمن میں قادیانی کے جملہ دعاوی دلائل کا جواب اجمالی ادا ہوا۔ اب ہم ان دعاوی و دلائل کا جواب تصریح و تفصیل سے دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا پہلا دعوی محض کذب ہے۔ قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ موعود قطعی عذاب توبہ استغفار سے وقت موعود ٹل جاتا ہے۔ اس دعوی کی دلیل جو بے پتہ قادیانی نے بائیبل سے پیش کی ہے وہ قادیانی اور اس کے عیسائی بھائیوں کیلئے حجت ہوگی، اہل اسلام تو اس کو حجت نہیں سمجھتے اور ان کتابوں کو محرف مانتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ قادیانی بھی براہین احمدیہ میں کہہ چکا ہے کہ یہ کتابیں کایا پلٹ ہوتی رہتی ہیں (براہین احمدیہ۔ ج ۴۔ ص ۳۳۰۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۵ ص ۱۹۷)

قادیانی کا دوسرا دعوی بھی محض ڈھکوسلہ ہے۔ اسے چاہیے کہ اس مضمون کا کسی مفسر معتبر کا قول (جو اہل کتاب سے ماخوذ نہ ہو بلکہ حدیث سے ہو) یا کوئی صحیح حدیث نقل کرے۔

قادیانی کے تیسرے دعوی میں دو دعوی ہیں۔

ایک یہ کہ وعید کوٹلا دینا کرم ہے۔ دوسرا یہ کہ وعدہ الٰہی بھی کبھی ٹل جایا کرتا ہے۔

پہلے دعوی کا ردو ابطال یہ ہے کہ اس دعوی کو آپ نے نقلی و شرعی دلیل سے مدلل نہیں کیا۔ اس کی صرف عقلی دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہ کرم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ نوٹ دوم صفحہ ۱۲ اشتہار چار ہزار میں مان چکے ہیں کہ: تخلّف وعدہ کا ایک نقص ہے جو خدا تعالی پر جائز نہیں .

اور اس کے نقص ماننے کی وجہ یہی ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے اور یہی نقص بعینہ تخلّف وعید میں موجود ہے۔ لہذا اللہ کا اس سے بھی پاک ہونا بحکم عقل واجب وضروری ہے۔ جیسا کہ تخلّف وعدہ سے آپ کے نزدیک اس کا پاک ہونا واجب اور ضروری ہے۔ اور نقل بھی عقل کی مؤید ہے۔ اللہ نے وعید کے باب میں صاف فرما دیا ہے کہ جو میں نے ڈر (عذاب) کی بات کہی ہے، وہ نہ بدلے گی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والہ نہیں ہوں۔

ما یبدل القول لدیّ و ما انا بظلام للعبید (ق) یعنی اگر میں اپنی اس بات (وعید) کو بدلا دوں اور کافروں اور مشرکوں کو بھی مسلمانوں کی طرح بخش دوں تو یہ مسلمانوں اور خدا پرستوں پر میرے قانون جزاو سزا کے مطابق صریح ظلم ہے۔

اور فرمایا: انجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (قلم) کہ کیا ہم مسلمانوں اور مجرموں کو یکساں کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا کیسی باتیں کرتے ہو؟

اور فرمایا کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کا الفجّار (سورہ ص) کیا ہم نیک عمل مومنوں کو مفسدوں کی مانند یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کا سا کر دیں گے؟

آپ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنے کرم کی نظر کی سے اللہ تعالی کو ایک نقص اور عیب (کذب) کا ارتکاب جائز ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ شرک و کفر وزنا وغیرہ سبھی گناہ خدا تعالی کے نزدیک جائز ہوں۔ اور بندوں کے نزدیک بھی بتقلید خدا جائز (تعالی اللہ عما یقول الظا لمو ن علواً کبیراً) خدا کے نزدیک اس جواز گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کرم خداوندی کی نظر سے خدا کا کذب جائز ہوا، اور اس امر کا گنہ گاروں کو یقین دلایا

گیا تو گنہ گار دلیری سے اس کرم کے بھروسہ پر کفر وشرک وزنا کا ارتکاب کریں گے اور یہ کہیں گے کہ خدا تعالی کریم ہے، وہ اپنا کرم چھوڑ کر ہم کو کبھی عذاب نہ کرے گا۔ اس سے بعثت رسولوں کا عبث ہونا اور احکام حلال و حرام کا بے کار رہونا لازم آیا۔

مرزا قادیانی چونکہ باتفاق جمہور اہل اسلام اس قسم کے عقاید ومقالات کے سبب زندیق ٹھہرا دیا گیا ہے لہذا وہ ایسی باتیں عوام کو سنا کر یہی چاہتا ہے کہ شریعت بے کار رہو اور احکام اسلام درہم برہم ہوں اور سب لوگ میری طرح زندیق بن جائیں۔ اس قسم کی باتیں پہلے زندیقوں نے بھی کہی تھیں مگر بحمد اللہ وہ نا کام رہے

لوگوں کے نزدیک اس تجویز سے جواز ہر ایک گناہ کی وجہ یہ ہے کہ کریم سے اگر کوئی کسی امر کی جس کو وہ گناہ جانتا ہو (مثلاً اس کی عورت سے کسی کا زنا کرنا) درخواست کرے تو اسکو اپنے کریم ہونے کے لحاظ سے اس سوال کو رد نہ کرنا اور اپنی عورت کو سائل کے پاس بھیج دینا جائز ہوگا اور قادیانی کی اس دلیل پر عمل کرنا پڑے گا کہ اگر چہ زنا بری صفت ہے (جیسا کہ کذب) مگر کریم کو بلحاظ کرم، سائل کا دل رکھنے کو اس برائی کا ارتکاب جائز ہے۔

اے نادان قادیانی! خدا تعالی کے حق میں اس کے کرم کی نظر سے تیرا کذب کو تجویز کرنا، اور وعید معین سے اس کا تخلف جائز رکھنا بعینہ ایسا ہی ہے۔ خدا تعالی سے صدور کذب ایسا ہے جیسا کہ انسان سے زنا۔ کچھ تو سوچ، ذرا ہوش کر اور شرم سے کام لے۔ خدا کی نسبت ایسی بات نہ کہہ جو خدا تعالی نے نہیں فرمائی۔

فلا تضر بوا لله الامثال۔ ان الله یعلم و انتم لا تعلمو ن

دوسرے دعوی (تخلف وعدہ الہی کے جواز) پر جو قادیانی نے آیت قرآن و واعدنا موسی ثلثین لیلة سے استدلال کیا ہے اس میں خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔ اس آیت میں تیس رات کے وعدہ کا ذکر وارشاد نہیں کہ ہم نے صرف تیس ہی رات کا موسیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے صاف طور یہ ارشاد ہے و اذ واعدنا موسی ثلا ثین لیلة و اتممناها بعشر فتمّ میقات ربه اربعین لیلة (اعراف) کہ ہم نے موسی سے تیس رات کا وعدہ کر کے اس کو دس رات سے پورا کیا۔ سو اس کے رب کا وعدہ چالیس رات سے پورا ہوا۔

یہ آیت قطعی نص ہے کہ پورا وعدہ چالیس ہی رات کا تھا۔ مگر اس آیت میں منجملہ چالیس رات کے

تیس کو پہلے ذکر کیا دس کو پیچھے۔ پھر اس تفصیل کے بعد اس کا ٹوٹل کیا۔ اور فرمایا کہ وہ پورا وعدہ چالیس رات کا ہوا جس کو دوسری آیت میں بلا تفصیل چالیس ہی رات کا وعدہ کہا اور صاف فرما دیا

و اذ وا عـد نا مو سی ار بعین لیلةً ثم اتخذ تم العجل من بعده و انتم ظالمو ن (بقره) کہ ہم نے موسی سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔ تو تم نے اس کے پیچھے بچھڑے کو معبود بنایا۔

اس تفصیل کی مثال قرآن کی ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالی نے حج میں تمتع کرنے والے پر (جو قربانی نہ پاوے) دس روزہ فرض کئے۔ مگر پہلے تین حج کے دنوں میں پھر سات اس کے بعد اور آخر فرما دیا کہ یہ دس پورے ہوئے فـمـن لـم یـجـد فـصـیـام ثـلا ثه ایام فی الحج و سبعة اذا ر جعتم تلك عشرة کاملة ۔

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں تو دس دن کو تفصیل مذکور سے بیان کرنے میں فائدہ ظاہر ہے کہ تین روزہ اور سات روزہ کا محل جدا جدا بیان ہوا ہے، اس آیت میں چالیس رات کی تفصیل مذکور سے کیا فائد ہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فائدہ تفسیر کبیر کی عبارت میں عنقریب بیان ہوگا۔ ان شا ء الله تعا لی۔

اب قادیانی کے تصرف و بے ایمانی کو دیکھو کہ اس نے پوری آیت کا مضمون بیان نہ کیا اور اس وعدہ الٰہی کو پہلے صرف تیس رات کا وعدہ بتایا، پھر دس رات سے اس وعدہ کا بدل جانا اور اپنے وقت موعود سے ٹل جانا تجویز کیا۔ اور اس چوری پر یہ سینہ زوری کہ اس تبدیلی کو وہ نص قطعی کہتا ہے۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کیلئے علماء مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں جو بدست آویز آیات مذکورہ اس وعدہ کو چالیس ہی رات کا وعدہ قرار دیتی ہیں، نہ تیس کا۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد اول ص ۵۲۱ میں کہا ہے

و ایـضـاً فـلـیـس المراد انقضاء ای اربعین کان بل اربعین معین و هو الثلا ثو ن من ذی القعدة و العشر الاول من ذی الحجة لا نّ مو سی کا ن عا لماً با نّ المراد هو هذه ا لار بـعـو ن و ایـضاً فقوله تعالی و اذ واعد نا موسی ار بعین لیلةً یحتمل ان یکو ن الـمـراد انّـه وعـد قبـل هذه ا لاربعین ان یجیء الی الجبل هذه الاربعین حتی تنزّل

علیه التوراة و یحتمل ان یکو ن المراد انه امر با ن یجیء الی الجبل هذه ا لا ر بعین و وعد بان تنز ل علیه بعد ذلك التوراة و هذه ا لا حتمال الثا نی هو المتا ید بالا خبار (البحث الرا بع) قو له ههنا وا عد نا موسی اربعین لیلة یفید ان الموا عدة کا نت من اول ا لا مر علی الار بعین و قو له فی الاعراف و وا عد نا موسی ثلا ثین لیلة و اتممنا ها بعشر یفید ان الموا عدة کا نت فی اول الا مر علی الثلا ثین فکیف التوفیق بینهما اجاب الحسن البصری فقال لیس المراد ان وعده کان ثلاثین لیلة ثم بعد ذالك وعده بعشر لکنّه وعده ار بعین لیلة جمیعا۔ و هو کقو له ثلا ثه ایا م فی الحج و سبعة اذا ر جعتم تلك عشر کا مله ۔

اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔کوئی (عام) چالیس راتیں مرادنہیں ۔ بلکہ(خاص)تیس راتیں ماہ ذی قعد کی اور دس رات ذی الحج کی ۔ کیونکہ موسی کواس تعین کاعلم تھااوراس وعدہ کے دینے کے دواحتمال ہیں ۔ایک یہ کہ ان چالیس سے پہلے یہ وعدہ دیا گیا ہو کہ موسی ۴۰ رات پہاڑ پر آئیں گے تو توریت ملے گی ۔ دوسرااحتمال یہ کہ پہلے ۴۰ رات پہاڑ پرآنے کاحکم ہواہو۔اوراس کے بعد یہ وعدہ توریت ملنے کا ہوا۔اس احتمال دوم کی تائید حدیث سے ہوتی ہے ۔اس قول خداوندی سے کہ ہم نے موسی کو ۴۰ رات کا وعدہ دیا،ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ۴۰ رات کا وعدہ ہوا تھا۔اوردوسرے قول سے جوسورہ اعراف میں ہے کہ ہم نے موسی کو ۳۰ رات کا وعدہ دیا۔اوراس کودس رات سے پورا کیا،مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے ۳۰ کا وعدہ ہوا تھا۔ان دونوں قول میں موافقت کیونکر ہوسکتی ہے؟اس کا جواب حسن بصریؒ نے یہ دیا ہے کہ اس قول دوم سے یہ مراد نہیں کہ پہلے وعدہ تیس رات کا دیا تھا پھردس رات کا دوسراوعدہ ہوا۔ بلکہ وہ وعدہ پہلے ہی سے اکٹھے چالیس رات کا تھا۔اس کوتیس اوردس رات کے وعدہ سے تعبیر کرنا ایسا ہے جیسا خداتعالی کے اس قول کہ (حج تمتع کرنے والہ) تین روز ایام حج میں روزہ رکھےاورسات دن جب حج کر کے پھرے ۔ یہ دس پورے ہوئے ۔ پہلے تین کو پھرسات کو بیان کیا گیا ہے۔

پھرامام رازیؒ نے اپنی تفسیر کی جلد چہارم کے صفحہ ۱۴۷ میں کہا ہے:

واعلم انه تعالی قال فی سورة البقرة و اذ واعدنا موسی اربعین لیلة و ذکر تفصیل تلك الاربعین فی هذه الآیة فان قیل و ما الحکمة ههنا فی ذکر الثلا ثین ثم اتمامها بعشر و ایضاً فقوله فتم میقات ربه اربعین لیلة کلام عار عن الفا ئده لا ن کل احد یعلم ان الثلا ثین مع العشر یکو ن ار بعین قلنا اما الجوا ب عن السوال الاول فهو من و جوه (ا لاول) انه تعالی امر موسیؑ بصو م ثلا ثین یو ماً وهو شهر ذی القعده فلما اتم الثلاثین انکر خلوف فیه فتسوك فقا لت الملائکة کنا نشم من فیك رائحة المسك فا فسد ته بالسواك فاوحے الله الیه اما علمت ان خلوف فم الصا ئم اطیب عندی من ر یح المسك فا مره الله تعا لی ان یزید علیها عشرة ایام من ذی الحجة لهذا السبب۔

(و الو جه الثانی) فی فا ئدة هذا التفصیل ان الله امر ه ان یصو م ثلاثین یوماً و ان یفعل فیها ما یقر به الی الله تعالی ثم انزل التوراة فی العشر البوا قی و کلمه ایضاًفیه فهذا هو الفا ئدة فی تفصیل الاربعین الی الثلا ثین و الی العشرة

سورۃ بقرہ میں چالیس رات کا وعدہ بیان ہوا ہے۔اوراس مقام (سورہ اعراف) میں ان چالیس رات کی تیس اوردس تفصیل ہوئی ہے،اس کی حکمت اور فائدہ کیا ہے؟اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔وجہ اول یہ کہ حضرت موسیٰ کو ذی قعد کے تیس روزوں کا حکم ہوا تھا جب انہوں نے تیس روزے پورے کر لئے تو اپنے منہ میں ناگوار بو پا کر مسواک کی۔اس پر فرشتوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے منہ سے خوشبو آتی تھی۔آپ نے مسواک کر کے اس کو کیوں دور کیا۔اس پر خدا نے حکم دیا کہ دس روزہ اور رکھیں۔

وجہ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تیس دن روزہ رکھنے اوران میں قربت الٰہی کے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان تیس دن کے بعد باقی دس دن میں تورات ملنے کا وعدہ تھا۔اسی فائدہ کے لئے تیس اوردس کی تفصیل ہوئی

ان دو وجہ کے بعد امام رازیؒ نے دو وجہ اس تفصیل کی اور بیان کی ہیں اور پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس تفصیل کے بعد چالیس رات کا ذکر پھر کیوں کیا۔ہم نے اس بیان کو خوف تطویل سے چھوڑ دیا ہے۔

ان دووجہ کا (جو بیان ہوئی ہیں) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تیس دن کے روزہ کے حکم سے مقصود قربت و عبادت تھا اور دس دن کے روزہ سے مقصود بوئے دہن پیدا کرنا جس کو حضرت موسیٰ نے مسواک کر کے کھو دیا تھا ۔اور اگر حضرت موسیٰ مسواک نہ کرتے اور اس بوئے دہن کو نہ کھوتے تو صرف تیس ہی روزہ پر، مگر انقضائے مدت وعدہ چالیس روز کے بعد کتاب پاتے اور ہم کلام ہوتے۔اس مقصود کی نظر سے تیس دن کا روزہ اور قسم کا ہوا، دس دن کا اور قسم کا۔اس لئے ان دونوں کو جدا جدا بیان کیا۔ جیسے صیام عشرہ کو اختلاف محل کے سبب جدا جدا بیان کیا گیا ہے۔

اپنی اس دلیل پر جو مرزا قادیانی نے حاشیہ میں بضمن نوٹ اول سوال کر کے اس کا جواب دیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ: وعدہ الٰہی سے تخلف جائز نہیں، وہ امر مراد ہے جو خدا کے ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو چکا ہو، نہ وہ جس کو انسان نے وعدہ سمجھ لیا ہو۔یعنی اس کا خلاف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اس سے قادیانی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے نزدیک خدا تعالیٰ کہتا کچھ ہے، اور ارادہ کچھ اور کرتا ہے ۔لہٰذا اس کا ظاہری قول اور وعدہ اپنے ظاہری معنی سے لائق وثوق و اعتماد نہیں ہے جب تک کہ اس کے باطنی معنے اور دلی ارادہ پر اطلاع نہ ہو۔اس بیان و اظہار میں قادیانی نے خدا تعالیٰ کو ان منافق دو رخے انسانوں کی مانند قرار دیا ہے جو کہتے تو ہیں کچھ اور دل میں کچھ اور رکھتے ہیں۔اور اس وجہ سے یک رنگ اور ظاہر باطن کے یکساں لوگ ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے دلی ارادہ پر مطلع نہیں ہو سکتے اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو بات وہ منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دلی ارادہ کے موافق ہے یا اس سے مخالف۔اور اس وجہ سے وہ ان کو منافق سمجھتے ہیں اور ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے۔اور جب کہ انسان کا ارادہ دلی دوسرے انسان کو معلوم نہیں ہو سکتا اور اس وجہ سے دلی ارادہ کے برخلاف بات کہنے والوں کی باتوں پر یقین نہیں کیا جاتا۔اور اس کو اظہار خلاف باطن کے سبب منافق و بے اعتبار سمجھا جاتا ہے تو پھر اگر قادیانی کے نزدیک خدا کی باتیں بھی اسی قسم سے ہیں کہ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن موافق ارادہ قدیمہ کچھ اور، تو اس سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نزدیک خدا کی کسی بات اور وعدہ پر (جس کے ساتھ اس نے اپنے دلی ارادہ کا اظہار نہیں کیا) وثوق و اعتبار نہیں ہے ۔کیونکہ خدا کے ارادہ پر جب تک وہ ظاہر نہ کرے کسی کو اطلاع ممکن نہیں اور اس وجہ سے اس کے ہر ایک وعدہ

میں جس کے ساتھ دلی ارادہ کا اظہار نہ ہو، شبہ رہتا ہے کہ خدا جانے یہ وعدہ ارادہ قدیمہ الہیہ کے موافق ہے یا ارادہ الٰہی اس کے مخالف ہے۔ یہ شبہ دین وایمان وعمل حسنات وترک سیئات کی بیخ وبن اکھاڑ کر پھینک دینے والہ ہے۔ جب انسان کو خدا کے وعدہ پر اعتماد وثوق نہ ہوگا اور اس وعدہ کے بھروسہ پر خدا سے نیک عمل کی جزاء کی امید اور عمل بد کی سزا کے خوف کا اس کو یقین نہ ہوگا تو وہ خدا پر ایمان کب لائے گا، اور تکلیف اٹھا کر عمل نیک کیوں کرے گا اور دنیاوی ودم نقد لذت ونفع چھوڑ کر عمل بد سے کیوں بچے گا۔

قادیانی صاحب! آپ نے خدا کے وعدہ اور اس کے ایفاء کی ایسی حقیقت بیان کی ہے جس سے دین ایمان کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ کیا یہی دقائق وحقائق ہیں جن کی نظر سے آپ مجدد کہلاتے ہیں اور دین اسلام کی تجدید واصلاح کرنے آئے ہیں؟...

اس دلیری پر قادیانی کی اس بہادری کو دیکھو کہ وہ اپنی ان کفریات میں اکابر صوفیوں کو بھی شریک کرتا ہے اور یہ جتا تا ہے کہ جو باتیں میں نے کہی ہیں یہی باتیں بعینھا شیخ عبدالحق دہلوی وشاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے کہی ہیں۔

ناظرین! قادیانی اس دعوی میں جھوٹا ہے۔ جو کچھ ان حضرات نے کہا ہے اس کا مطلب اور ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کی کلام کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ان حضرات کی اصل عبارات کو نقل نہیں کیا۔ وہ اس دعوی میں سچا ہوتا تو بڑے طمطراق سے ان کی عبارات نقل کرتا اور اس سے اپنی تائید نکالتا۔

اخیر میں جو مرزا قادیانی نے اپنے پہلے دعوی کی دلیل کشتی والی آیت کو بتایا ہے اس کا تفصیلی جواب ہمارے پہلے اعتراض وسوال کے ضمن میں ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آتا تھا اور وہ تضرع اور توبہ سے ٹالا جاتا تھا، وہ موعود نہ ہوتا تھا۔ کسی آیت میں یہ نہیں آیا کہ اس طوفان سے پہلے اس کا وعدہ آ جاتا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس آیت کے استعمال میں لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔

یہ عام قطعی موعود عذابوں کے ٹل جانے کا مرزا قادیانی کی طرف سے ثبوت اور اس کا جواب ہے۔

اب خاص حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی موعود عذاب ٹل جانے پر مرزا قادیانی کا ثبوت دیکھو اور اس کا جواب سنو

حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے اور پھر توبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں قادیانی نے کوئی آیت، کوئی حدیث، کوئی قول صحابی کوئی قول تابعی کوئی عبارت کسی تفسیر کی ایسی پیش نہیں کی جس میں یہ تصریح ہو کہ وہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی تھا شرطی نہ تھا۔ اور پھر اس کی دلاوری دیکھو کہ بہت سی تفسیروں کا حوالہ دے دیا۔ اور کئی صحابی و تابعین کا نام لے کر ان کے ذمہ لگا دیا کہ وہ عذاب بلا شرط تھا اور دو عبارتیں تفسیر کبیر نقل کر کے ان کا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اور دو حدیثیں بھی (جو صرف حضرت ابن عباس کے قول ہیں) نقل کر کے اسکا مطلب بھی یہی بتایا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔ اخیر میں بائیبل سے یونہ (یعنی یونسؑ) نبی کی کتاب سے کچھ عبارت نقل کی اور اس کا مطلب بھی یہی بتایا کہ عذاب کا وعدہ قطعی تھا۔ اس تمام بیان میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور جس قول کا حوالہ دیا، یا جو عبارت نقل کی اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس کے متمسکات سے ایک عبارت یا ایک قول یا ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عذاب قطعی تھا۔

ناظرین! قادیانی ہر متمسک بہ قول و عبارت کو سنیں اور پھر ہمارے جوابات و تشریحات کو دیکھیں۔

اولاً، مرزا قادیانی نے تین تفسیروں فتح البیان، ابن کثیر، معالم کا صرف حوالہ (بلا نقل عبارت) دے کر لکھا ہے کہ ان تفاسیر کو پڑھو۔ پھر کہا اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے (جلد ششم) غور سے پڑھو، تا معلوم ہو کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونس قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے اگر کوئی شرط ہوتی تو یہ ابتلاء کیوں آتا۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے: انھم لما لم یؤ منوا اوعد ھم بالعذا ب فلما کشف العذاب عنھم بعد ما توعد ھم خر ج مغا ضباً۔

پھر اس کا ترجمہ کر کے ثانیاً آپ فرماتے ہیں: اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان (یعنی محمد حسین) نے دھوکہ کھایا اور یہ نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب موت کی پیش گوئی بلا شرط کی تھی۔

پھر ثالثاً فرمایا: اور بھی آخری قول مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب کا ہے

اس پر بھی آپ کو کھٹکا رہا کہ اس عبارت سے اور ان ناموں سے تو کوئی نہ سمجھے گا کہ وعدہ عذاب قطعی تھا۔ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ قطعی ہونا ہم نے یونسؑ کے ابتلاء سے نکالا ہے اور ممکن ہے کہ ابتلاء کی وجہ کوئی ایسی اور پیدا ہو جاتی جس سے وہ عذاب شرطی بھی رہے اور یونسؑ کا ابتلاء بھی صحیح ہو جائے تو پھر آپ نے اس آیت ثلاثین لیلۃً سے جا ہاتھ مارا۔ اور رابعاً یہ فرمایا: پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹل جانا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت و واعدنا موسی ثلاثین لیلة اس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ واستغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء ثابت ہے پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولی ثابت ہوا۔

پھر آپ (قادیانی) کو تفسیر کی ایک عبارت کا خیال آیا تو آپ نے خامساً فرمایا: اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں (جلد ہفتم) لکھتے ہیں

ان ذنبه یعنی ذنب یونس کان لان الله تعالی وعده انزال الاهلاك بقومه له الذین کذبوه فظن انه نازل لا محالة فلاجل هذا الطن لم یصبر علی دعائهم فکان الواجب علیه ان یستمر علی الدعا الجواز ان لا یهلکم بالعذاب

پھر اس عبارت کا ترجمہ کر کے سادساً فرماتے ہیں: اب بولو شیخ جی! کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونس نبی وعدہ ہلاک کو قطعی سمجھا تھا۔ اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ ٹل گئی۔ اور اگر اس پر اکتفا نہ ہو تو دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیاء

قال اخرج ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا یونس علی قومه اوحی الله الیه ان العذاب یصبحهم .. فلما رائو جائوا الی الله و بکی النساء الصبیان و الوالدان و رغت الابل و فصلانها و خارت البقرة و عجاجیلها وثغت الغنم وسخالها فرحمهم الله ۔ و صرف ذالك العذاب عنهم و غضب یونس و قال کذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضباً۔

پھر اس حدیث کا ترجمہ کر کے اس مضمون کی ایک اور حدیث اسی کتاب سے اسی صحابی ابن عباسؓ

سے نقل کرتے ہیں جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت یونسؑ کوان کے ایمان لے آنے اوراس سبب سے عذاب ٹل جانے کی خبر ہوئی تو وہ بولے کہ اب میں جھوٹا کہلا کران کی طرف نہ جاؤں گا۔

اس کے بعد قادیانی صاحب سابعاً فرماتے ہیں: اب فرمایئے شیخ جی! اچھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی نہ ہوتی اور حضرت یونس کو خدا کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب میں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں کذاب ٹھہر چکا ہوں۔ جب کہ وہ سن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئے۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو ان کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ نہ یہ کہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔

پھر اس حدیث کے آخری فقرہ کے حاشیہ میں آپ نے یونہ کی کتاب کی کسی قدر عبارت نقل کی اور ثامناً فرمایا ہے: یونہ کی کتاب میں باب ۳۔ آیت ۴ میں لکھا ہے: اور یونہ شہر میں (یعنی نینوی میں) داخل ہونے لگا۔ اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوی برباد کیا جاوے گا۔ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا۔ اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے برے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں ان سے کروں گا، پچھتا کے باز آیا۔ اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔

باب ۴۔ پر یونہ اس سے خوش نہ ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا۔ اور اس نے خدا کے آگے دعا مانگی کہ اب اے خدا۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے۔ کیونکہ میرا مرنا جینے سے بہتر ہے۔

اور اس کے بعد مرزا صاحب تاسعاً فرماتے ہیں: اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیش گوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لئے تو یونس نے رنجیدہ ہو کر دعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔

پھر عاشراً فرمایا ہے: شیخ جی اب تو ہر ایک پہلو سے قابو میں آ گئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ میں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا، اب قسم کھاویں تا خدا جھوٹے کو واصل

جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا وعدہ کر کے پھر توڑ دیا جاوے۔اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دوسو روپیہ کے طمع نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بے وقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی۔ مگر کیا تعجب ہے کہ پھر بھی قسم کھالو کیونکہ بے ایمان آدمی پاک فرشتوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں رکھتا۔اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو سوچ نہیں سکتا۔ .

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کے مسیح کا رفق اور اخلاق کا بھرا ہوا آخری کلام ہے جو اس خاکسار محمد حسین کے مقابل (انوار اسلام ص ۱۲۰۔۱۲۱ وغیرہ میں) فرمایا گیا ہے۔اب اس کا جواب سنیں۔

اجمالی جواب۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جملہ متمسکات مذکورہ کا یہ مطلب سمجھا اور جتایا ہے کہ:
حضرت یونس اہل نینوی کی طرف رسول ہو کر گئے۔اور اس قوم نے نہ مانا۔تو خدا نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کیا۔حضرت یونس اس قوم سے نکل گئے اور عذاب کے منتظر رہے۔پھر جب قوم کے ایمان لانے سے وہ عذاب اٹھایا گیا تو حضرت یونس اللہ پر خفا ہو گئے اور بولے کہ خدا تعالی نے مجھے قطعی عذاب کا وعدہ دے کر ان کے ایمان لانے سے عذاب کو اٹھالیا۔اس میں اس نے اپنے وعدہ کا خلاف کیا اور مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے شرمندہ کرایا اور جھوٹا کہلایا۔اب میں کس منہ سے قوم کے پاس جاؤں،اس سے تو میرا مر جانا بہتر ہے ۔اور اسی خیال سے وہ بھاگے۔یہاں تک کہ دریا میں کود کر مچھلی کے پیٹ میں گئے پھر وہاں لا الہ ا لا انت سبحا نک انی کنت من الظا لمین کہہ کر اپنے اس قصور کا اقرار کر کے اس سے توبہ کی تو اس سے نجات پائی۔اور اگر خدا تعالی ان کو پہلے سے خبر دیتا کہ یہ عذاب شرطی ہے۔قوم ایمان نہ لائے گی تب نازل ہوگا ورنہ اٹھایا جائے گا۔تو وہ کیوں اس ابتلاء میں پڑتے۔کیوں خدا سے خفا ہوتے؟ کیوں بھاگتے۔کیوں مچھلی کے پیٹ میں جاتے۔بلکہ وہ قوم کے ایمان لانے اور اس وجہ سے عذاب اٹھائے جانے سے خوش ہوتے۔اور کہتے کہ میرا مشن اور سخن پورا ہوا۔مشن (یعنی جس کام کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا وہ کام) یوں پورا ہوا کہ لوگ ایمان لائے۔اور سخن یوں پورا ہوا کہ عذاب جو بشرط عدم ایمان تھا،ایمان لانے سے ہٹایا گیا۔لوگ بھی

بچ گئے۔ میں بھی اس شرط کے موافق سچا نکلا۔ خدا مجھ سے اور قوم سے راضی ہوا۔ ہم خدا سے راضی ہوئے۔،
اگر قادیانی کے متمسکات جن سے قادیانی نے یہ مطلب نکالا ہے بلا مزاحمت اور بلا معارضہ صحیح اور ثابت ہوں اوران کا مطلب بھی یہی ہو جو قادیانی نے سمجھا ہے اور واقعی حضرت یونسؑ پر جو ابتلا آیا ہے وہ اسی سبب سے آیا ہے کہ خدا تعالی نے ان سے قطعی وعدہ عذاب کر کے اس کا خلاف کیا تو وہ خدا تعالی سے خفا ہو گئے اور مچھلی کے پیٹ میں گئے تو اس صورت میں بے شک و بلا ریب قادیانی سچا، اوراس کے مخالف جھوٹے۔ اور اگر ہم نے خدا کی توفیق سے اس کے برخلاف:

اولاً یہ بات ثابت کر دی کہ قادیانی کے متمسکات بلا معارضہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کے معارضہ ومقابلہ میں انہی کتابوں میں جن سے قادیانی نے اپنے متمسکات نکال کر پیش کئے ہیں، یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یونس کا غصہ سے نکل جانا، اور مچھلی کے پیٹ میں تضرع و دعا کرنا پہلے واقعہ ہو چکا تھا۔ اور اہل نینوی کی طرف رسول بن کر جانا اوراس قوم کا ایمان لانے کے سبب عذاب سے بچ جانا اس کے بعد ہوا ہے۔ اور

ثانیاً یہ بات ثابت کر دی کہ جن روایات سے قادیانی نے تمسک کیا ہے ان روایات سے بھی باوجود ان کے نا قابل اعتبار ہونے کے یہ مطلب ثابت نہیں ہوتا جو قادیانی نے سمجھا ہے۔ بلکہ انہی کتابوں کی دوسری عبارات ونقول کی شہادت سے ان روایات سے بھی اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ حضرت یونس سے خدا تعالی نے وعدہ عذاب قطعی کیا اور نہ حضرت یونس نے اس وعدہ کو قطعی سمجھا اور نہ اس عذاب کے اٹھائے جانے سے ان کو خدا تعالی پر غصہ آیا اور نہ اس غصہ کے سبب سے ان پر عتاب ہوا اور نہ اس جرم کا انہوں نے آیت مذکورہ بالا میں اعتراف کر کے اس سے توبہ کی، بلکہ جو کچھ ہوا وہ اور ہی تھا۔

تو پھر ناظرین داد انصاف دیکر صاف کہیں کہ قادیانی کے برابر دنیا میں کوئی جھوٹا اور دھوکہ دے کر رات کو دن بنانے والا کوئی دوسرا نہیں۔

پہلی بات کا ثبوت۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی نص صریح موجود ہے کہ حضرت یونسؑ کا غصہ کر کے نکل جانا اور مچھلی کے پیٹ میں مبتلا ہونا اور پھر مناجات کرنا، پہلے ہوا ہے اور رسول ہو کر جانا اس کے بعد۔ ایسا ہی بائیبل کی کتاب یونہ میں (جس کو قادیانی پاک نوشتہ لکھتا ہے اوراس سے انکار کرنے کو دہریہ پن کی رگ بتاتا ہے) بیان

ہوا ہے۔

قرآن کی سورہ انبیاء میں ہے:و ذا النّون اذ ذهب مغاضبا فظنّ ان لن نقدر عليه فنادى في الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين ۔ فاستجبنا له و نجيناه من الغم و كذلك ننجي المؤ منين (انبياء۔ع٦) کہ جب یونس (قوم سے) غصہ ہو کر چلے گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ (اس چلے جانے کے سبب) ہم ان پر تنگی اور خفگی کا حکم نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں میں (دریا اور مچھلی کا پیٹ) پکارا کہ اے خداوند تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں (اس بھاگنے اور قوم پر غصہ کرنے کے سبب) ظالم ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی۔ اور اس غم سے اس کو نجات دی۔ ہم ایسے ہی مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

اور سورہ صافات میں ہے:و انّ يو نس لمن المرسلين ۔ اذ ابق الى الفلك المشحون۔ فسا هم فكان من المدحضين ۔ فالتقمه الحوت و هو مليم ۔ فلولا انه كان من المسبّحين ۔ للبث في بطنه الى يوم يبعثو ن ۔ فنبذناه بالعراء و هو سقيم ۔ وانبتنا عليه شجرة من يّقطين ۔ و ارسلناه الى مأة الف او يزيدو ن ۔ فآ منوا فمتّعناهم الى حين ۔ (صا فا ت ۔ع ٥)

اور جب یونس بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے پھر قرعہ ڈالا۔ تو مغلوب ہوئے۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ جب کہ وہ اپنے تئیں ملامت کرنے والے تھے۔ وہ اس میں تسبیح نہ کہتے تو قیامت کے دن تک اس میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو میدان میں ڈالا۔ ایسی حالت میں کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہ کر ضعیف (یا بیمار) ہو گئے تھے اور ان پر کدو کا درخت اگایا اور ایک لاکھ بلکہ (دیکھنے والے کی نظر و شمار میں) ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمی کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو ایک وقت تک دنیا سے نفع پہنچایا۔

یہ آیات نص قطعی ہیں کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور مچھلی کے پیٹ میں جانا پہلے ہوا اور رسول بن کر قوم کی طرف جانا پیچھے۔

تفسیر کبیر میں (جس سے قادیانی کی پہلی عبارت متمسکہ منقول ہے) کہا ہے: اختلفوا فى وقوعه

علیہ السلام فی بطن السمکة کان قبل اشتغاله باداء رسالة الله تعالی او بعده (اما القول الاول) فقال ابن عباس کان یونس و قومه یسکنون فلسطین فغزا هم ملك و سبی منهم تسعة اسباطاً و نصفاً و بقی سبطان و نصف فاوحی الله تعالی الی شعیب النبی علیه السلام ان اذهب الی حزقیا الملك و قل له حتی یوجه نبیاً قو یاً امیناً فانی القی فی قلوب اولئك ان یرسلوا معه بنی اسرائیل فقال له الملك فمن تری و کان فی مملکة خمسة من الانبیاء فقا ل یونس بن متی فانه قوی امین فدعا الملك بیونس و امره ان یخرج فقال یونس هل امرك الله باخراجی قال لا قال فهل سمّا نی لك قال لا قال فهٰهنا انبیاء غیری.... علیه - فخر ج مغا ضباً للملك و لقو مه فاتی بحر الروم.. فرکب معهم فلما ... الفینة... و کادوا ان ....فقا ل الملا حو ن هٰهنا رجل عاص (تفسیر کبیر ج ٦ ص ١٨٧)

کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کا اہل نینوی کے پاس رسول ہو کر جانے سے پہلے ہوا یا اس کے بعد۔ اس میں پہلا قول یہ ہے جو ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یونس اور اس کی قوم فلسطین میں رہتے تھے۔ جن پر ایک بادشاہ نے چڑھائی کی تو ان میں سے نو قبیلے سالم اور ایک کے نصف کو قیدی بنالیا۔ صرف دو قبیلے اور ایک کا نصف باقی رہ گئے۔ تو خدا تعالی نے حضرت شعیب نبی کو حکم دیا کہ تو حزقیا بادشاہ کے پاس جا کر کہہ کہ وہ کسی امانت دار اور قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے پاس بھیجے اور ان لوگوں کو اس سے چھوڑا لاوے۔ حزقیا نے حضرت شعیب کو کہا کہ آپ کس کو مناسب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یونس نبی کو مناسب سمجھتا ہوں۔ اور اس وقت اس سلطنت میں پانچ نبی موجود تھے۔ حزقیا نے حضرت یونس کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ اس ظالم کی طرف جائیں۔ حضرت یونس بولے کہ کیا خدا تعالی نے مجھے حکم دیا ہے اور میرا نام لیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر حضرت یونس نے فرمایا کہ کیا یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں۔ مگر بادشاہ نے انہی کے جانے پر اصرار کیا۔ تو اس سے حضرت یونس بادشاہ حزقیاہ اور قوم پر خفا ہو کر چلے گئے اور کشتی پر سوار ہوئے اور اس ابتلاء میں پڑے (پھر اس کو بہ تفصیل ذکر کیا جیسا کہ مشہور اور جملہ تفاسیر میں مذکور ہے۔ اسی واسطے ہم نے اس

تفصیل کو چھوڑ دیا) اور پھر جب خدا تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور آپ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو اس ظالم بادشاہ کی طرف گئے اور اس سے قیدی چھوڑ دینے کے خواستگار ہوئے۔ اس نے نہ مانا تو خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کی طرف اس امر کی وحی کی کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ پھر اس عذاب کے نزول کی وہ کیفیت جو تفسیر کبیر سے نقل ہو چکی ہے، بیان کر کے کہا ہے کہ بنا بر اس قول ابن عباسؓ کے حضرت یونسؑ کی رسالت مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد ہوئی اور اس قول ابن عباس کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو سورہ صافات میں فرمایا ہے کہ پھر ہم نے یونس کو (دریا سے) میدان میں ڈالا اور ان پر کدو کا درخت اگا دیا۔ اور ان کو ایک لاکھ بلکہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ اس قول میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یونس کو نینوی کی طرف جانے کو کہا گیا تھا۔ اس میں ان سے جلدی چاہی گئی تو وہ غصہ ہو کر کشتی کی طرف بھاگے تو ان پر یہ ابتلاء آیا۔

فعلی هذا القول كانت رسالة يونس بعد ما نبذه الحوت و دليل هذا القول قوله تعالى في سورة الصافات فنبذناه بالعراء و هو سقيم ـ و انبتنا عليه شجرة من يقطين ـ و ارسلناه الى مأة الف او يزيدون ـ وفي هذا القول رواية اخرى و هي ان جبرئيل قال ليونس انطلق الى اهل نينوى و انذرهم ان العذاب قد حضرهم فقال يونس التمس دابة فقال الامر اعجل من ذالك فغضب و انطلق الى السفينة و باقي الحكاية كما مرّت الى ان التقمه الحوت فانطلق الى ان وصل الى نينوى فالقاء هناك ـ (كبير ـ ج ٦ ص ١٨٨)

دوسرا قول یہ ہے کہ مچھلی کا قصہ حضرت یونس کے اہل نینوی کو دعوت کرنے اور ان کی طرف رسول ہو کر آنے کے بعد ہوا۔ یہ وہ قول ہے جس کو قادیانی نے تفسیر کبیر ص ۱۸۸ سے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے قول کو دونوں روایتوں کے ساتھ معالم وغیرہ میں بھی نقل کیا ہے اور اس کو آیت سورہ صافات سے مؤید بتایا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ قرآن کی صریح نصوص سے (جن کے اقوال مفسرین بھی مصدق و مؤید ہیں) صاف ثابت ہے کہ حضرت یونس کا غصہ کرنا اور ابتلاء میں پڑنا پہلے ہوا اور اہل نینوی سے عذاب ٹل جانا

پیچھے ہوا۔

اب بائیبل کی شہادت سنو۔ بائیبل میں یونہ (یعنی یونس) نبی کی کتاب میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت یونس پر مچھلی کے پیٹ میں جانے کا ابتلاء پہلے ہوا اور اہل نینوی کی طرف ان کا جانا پیچھے ہوا۔ اس کتاب کے پہلے باب میں کہا ہے

اور خداوند کا کلام یونہ بن متی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوی کو جا، اور اس کے برخلاف منادی کر۔ کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے اوپر آئی۔ لیکن یونہ خدا کے حضور سے ترسیس کو بھاگنے کیلئے اٹھا۔ اور وہ یافا میں اتر گیا۔ اور وہاں ایک جہاز کو جو ترسیس کو جانے پر تھا، پایا۔ تب اس کا کرایہ دے کر اس پر چڑھا تا کہ خدا کے حضور سے ترسیس کو ان کے ساتھ جاوے۔ لیکن خدا تعالی نے سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی۔ اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی کہ گمان تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔

پھر حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانے اور آخر توبہ کا حال بیان کر کے باب دوم میں بتایا ہے:

اور خداوند نے مچھلی کو کہا اور اس نے یونہ کو خشکی پر اگل دیا۔

پھر باب ۳ میں حضرت یونس کا اہل نینوی کے پاس رسول ہو کر جانا بیان کیا اور کہا، اور خداوند کا کلام دوسری بار یونہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اور وہاں اس کی منادی کر

پھر حضرت یونس کا اہل نینوہ کے پاس جانا اور منادی کرنا اور نینوی کے برباد ہونے کی خبر دینا، اور پھر انکے ایمان لانے سے ان کا بچ جانا بیان کر کے باب ۴ میں بیان کیا ہے

پھر یونہ اس سے نہایت ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔ اور اس نے خدا سے دعا مانگی۔ اور کہا کہ اے خداوند میں تجھ سے عرض کرتا ہوں۔ کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا۔ جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا اس لئے میں آگے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے۔ جو غصہ کرنے میں دھیما ہے اور نہایت مہربان ہے۔ اور پچھتا کے آپ کو بدی سے باز رکھتا ہے۔ اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تب خدا نے فرمایا تو شدت سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور یونہ شہر سے باہر جا کر شہر کی پورب طرف بیٹھا اور وہاں اپنے لئے ایک چھپر بنایا۔ اور اس کے نیچے

چھاؤں میں بیٹھ رہا کہ دیکھئے اس شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔ تب خداوند نے رینڈی کا درخت اگایا اور اسے یونہ کے اوپر اٹھایا تا کہ وہ اس کے سر پر سایہ کرے اور اسے تکلیف سے چھوڑاوے۔ اور یونہ اس رینڈی کے پیڑ سے نہایت خوش ہوا۔ دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑے کو تیار کیا اور اس نے رینڈی کے درخت کو کاٹا۔ ایسا کہ وہ سوکھ گیا۔ اور جب آفتاب چڑھا تب ایسا ہوا کہ خدا نے پورب کی طرف سے لو چلائی۔ اور آفتاب کی گرمی سے یونہ کے سر میں اثر کیا وہ غش میں آ گیا۔ اور اپنی جان کیلئے موت چاہی اور کہا میرے جینے سے میرا مرنا بہتر ہے۔ اور خداوند نے یونہ کو کہا کہ تو اس رینڈی کے درخت کے سبب شدت سے رنجیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں میں یہاں تک رنجیدہ ہوں کہ مرنا چاہتا ہوں۔ تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے نہ محنت کی اور نہ تو نے اسے اگایا۔ جو ایک ہی رات میں اگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں۔ جو اپنے دائیں بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں۔ .

Now the word of The Lord came unto Jonah the son of Amittai saying,

Arise, go to Nineveh, that great city, and cry against it; for their wickedness is come up before me.

But Jonah rose up to flee unto Tarshish from the presence of the Lord and went down to Joppa, and he found a ship going to Tarshish; so he paid the fare thereof, and went down into it, to go with them unto Tarshish from the presence of the Lord.

But the Lord sent out a great wind into the sea, and there was a mighty tempest in the sea, so that the ship was like to be broken....

Now the Lord had prepared a great fish to swallow up Jonah. And Jonah was in the belly of the fish three days and three nights.

And the Lord spoke unto the fish, and it vomited out Jonah upon the dry land.

And the word of Lord came unto Jonah the second time, saying,

Arise, go unto Nineveh, that great city, and preach unto it the preaching that I bid thee.

So Jonah arose. and went unto Nineveh, according to the word of the Lord. Now Nineveh was an exceedingly great city of three days' journey.

And Jonah began to enter into the city a day's journey, and he cried, and said, Yet forty days, and Nineveh shall be overthrown.

So the people of Nineveh believed God, and proclaimed a fast, and put on sackcloth, from the greatest of them even to the least of them.

And God saw their works, that they turned from their evil way; and God repented of the evil, that he had said that he would do unto them; and he did it not.

But it displeased Jonah exceedingly, and he was very angry.

and he prayed unto the Lord, and said, I pray thee, O Lord, was not this my saying, when I was yet in my country? Therefore I fled before unto Tarshish; for I knew that thou art a gracious God, and merciful, slow to anger, and of great kindness, and repentest thee of the evil.

Therefore now O lord, take, I beseech thee, my life from me; for it is better for me to die than to live.

Then said the Lord, doest thou well to be angry?

So Jonah went out of the city, and sat on the east side of the city, and there made him a booth, and sat under it in the shadow, till he might see what would become of the city.

And the Lord God prepared a gourd, and made it to come up over Jonah, that it might be a shadow over his head, to deliver him from his grief. So Jonah was exceeding glad of the gourd.

But God prepared a worm when the morning rose the next day, and it smote the gourd that it withered.

And it came to pass. When the sun did arise, that God prepared a vehement east wind; and the sun beat upon the head of Jonah, that he fainted, and wished in himself to die, and said, It is better for me to die than to live.

And God said to Jonah, Doest thou well to be angry for the gourd? And he said, 'I do well to be angry, even unto death.

Then said the Lord, Thou hast had pity on the gourd, for the which thou hast not laboured, neither makest it grow; which came up in a night and perishd in a night.

and should not I spare Nineveh, that great city, wherein are more than sixscore thousand persons that cannot discern between their right hand and their left hand; and also much cattle? (Jonah Chapter 1, 11. 111 and IV)

اس کتاب سے بھی صاف ثابت ہوا کہ ابتلاء حضرت یونس کا پہلے ہوا اوران کی قوم سے عذاب کا رفع ہونا اس کے بعد ہوا۔ ہاں اس پر حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا اس میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس رنجیدگی پر حضرت یونس کا وہ ابتلاء وعتاب جس کا قادیانی کو دعوی ہے، بیان نہیں ہوا۔ اوراس رنجیدگی سے جو قادیانی نے وعدہ عذاب کا قطعی ہونا نکالا ہے۔ اس کا ابطال دوسری بات کے ثبوت میں عنقریب آئے گا۔ یہ مقام اس کا محل نہیں

بالجملہ آیات قرآن اوراس کے موافق اقوال مفسرین اور بائیبل سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ واقعہ ابتلاء یونس پہلے ہوا اور حضرت یونس کا اہل نینوی کی طرف رسول ہوکر جانا اوران کو عذاب کی خبر دینا اور پھر اس عذاب کا رفع ہوجانا، بعد میں ہوا۔

اس بیان سے ہماری پہلی بات ثابت ہوئی۔ اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ روایات جن سے قادیانی نے تمسک کیا ہے بلا معارضہ صحیح نہیں۔ بلکہ ان کے مقابلہ ومعارضہ میں آیات قرآن و بائیبل واقوال مفسرین ایسے موجود ہیں جن سے وہ روایات غلط اور نا قابل اعتبار ثابت ہوتی ہیں۔ اور کم سے کم یہ کہ وہ مشکوک ومرجوح ہیں اوران کے مخالف روایات را جح۔ قادیانی نے ان معارضات کی نقل و بیان کو ترک کر کے تفسیر کبیر سے صرف اپنے مطلب کی ایک روایت نقل کر کے اور باقی کتابوں کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ان کتابوں میں بلا اختلاف یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت یونس کو خدا کی طرف سے ہلاکت اہل نینوی کا قطعی وعدہ ملنے اور پھر اس وعدہ کے ٹل جانے کے بعد، اوراسی سبب سے حضرت یونس کے خدا پر خفا ہوجانے پر حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کئے گئے اوران کتابوں میں اس کا خلاف مذکور نہیں ہوا۔ اور کتاب یونہ کے پہلے اور

دوسرے باب کا بیان (جس سے حضرت یونس کا وعدہ عذاب سے پہلے مبتلاء ہونا ثابت ہوتا ہے) ترک کر کے صرف تیسرے اور چوتھے باب کی چند آیات کو (جن میں حضرت یونس کا رنجیدہ ہونا بیان ہوا ہے) نقل کر کے یہ جتایا ہے کہ یہ رنجیدگی ہوئی تو حضرت یونس پر وہ بلاء آئی۔ اوران دونوں قسم کی کتابوں (تفاسیر اور بائیبل) کی نقل وحوالہ میں جھوٹ سے کام لیا اور لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

دوسری بات کا ثبوت: روایات متمسکہ قادیانی (جیسی کیسی ہیں ان) کا وہ مطلب نہیں جو اس نے سمجھا ہے ، بلکہ ان کا مطلب بشہادت دوسری عبارات وروایات انہی کتابوں کے (جن سے وہ روایات قادیانی نے نقل کی ہیں) یہ ہے کہ حضرت یونس نے اہل نینوی یا قوم اس ظالم بادشاہ کو دعوت ایمان کی تو انہوں نے نہ مانا۔ پس حضرت یونسؑ نے ان کو ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہونے کی خبر دی۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم عذاب کے آثار واسباب دیکھیں گے، تب ایمان لائیں گے، ابھی سے ایمان نہیں لاتے۔ حضرت یونس نے (اللہ تعالی کی اس سنت قدیمہ کی نظر سے کہ عذاب آ جانے کے بعد کسی قوم کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ اور وہ عذاب اٹھایا نہیں گیا) ان کے اس عذر و جواب کو قبول و پسند نہ کیا۔ اوران کے عذر وقول سے اور خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے حکم سے (نہ خدا تعالی کے خاص اس قوم کی نسبت قطعی عذاب کی خبر دینے سے) یہ گمان کیا اور سمجھ لیا کہ ان پر عذاب ضرور نازل ہوگا اور اسی خیال وگمان سے وہ اس قوم پر ان کے اس عذر و جواب سے خفا ہو کر اوران کی دعوت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا کہ عذاب آیا، اور پھر وہ ان کی توبہ واستغفار وایمان لانے کے سبب اٹھایا گیا، اور خدا تعالی نے اپنی اس سنت قدیمہ میں استثنا کو ملحق فرمایا ہے، اور قوم یونس کو اور قوموں میں مستثنیٰ کر کے ان کا ایمان بعد معائنہ عذاب قبول کر لیا ہے، تو اس سے ان کو قوم پر (نہ کہ خدا تعالی پر) ملال پیدا ہوا کہ کیوں پہلے سے وہ ایمان نہ لائے۔ اور میرے خیال ومقال کے غلط ہونے کے موجب ہوئے۔ اور یہ خیال کیا کہ جو بات میں ان کو کہہ چکا تھا کہ آثار عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوتا، لہذا ان پر ضرور عذاب آئے گا اس کا (نہ خدا تعالی کے وعدہ کا) خلاف ظہور میں آ گیا ہے، اب میں اس قوم کی نظر میں جھوٹا قرار پا گیا ہوں۔ وہ مجھے کہیں گے کہ تم تو کہتے تھے کہ مشاہدہ عذاب کے بعد ایمان قبول نہیں ہوا کرتا اور تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ لو اب اس کا خلاف ہوا، اور ہمارا ایمان بعد مشاہدہ عذاب قبول کیا گیا۔ تمہارا کہنا جھوٹ نکلا لہذا اب میں اس قوم کی طرف جھوٹا کہلا کر نہ جا

ؤں گا۔

مرزا قادیانی نے جو ان روایات سے اس مطلب کے (جو ہم نے بیان کیا ہے) برخلاف بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی ان روایات اور بائیبل کے پانچ الفاظ یا فقرات کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ یا صحیح سمجھ کر دیدہ دانستہ اس سے اغماض کیا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط مطلب بتایا ہے۔ وہ پانچ الفاظ و فقرات یہ ہیں۔

اول لفظ مغاضب یا غضب (جو تفسیر کبیر اور تفسیر منثور کی پہلی دو روایتوں میں ہیں) جن کے پہلے کشف یا صرف العذاب کے فقرات ہیں۔ اور ان کے معنے مرزا قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب کھلا یا پھیرا گیا ہو، تو اس امر کو دیکھ کر یونس، خدا پر خفا ہو کر نکل گئے۔

دوسرا لفظ لا محا له جو فقرہ فظنّ انه نازل لا محا له میں تفسیر کبیر کی دوسری عبارت میں ہے اور اس کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ خدا کے قطعی وعدہ سے اور اس کی کلام سے یونسؑ نے یہ سمجھ لیا اور ظن کیا تھا کہ عذاب ضرور واقعہ ہوگا۔

تیسرا اور چوتھا لفظ کذبت و کذا با جو درمنثور کی دونوں عبارتوں کے ان فقرات میں صرف ذا لك العذا ب و غضب یو نس و قا ل کذ بت فهو قو له اذ ذهب مغا ضباً و قا ل یو نس عند ذا لك لا ار جع الیهم کذا با جن کے معنی قادیانی یہ سمجھا ہے کہ عذاب پھیرا گیا تو یونسؑ نے خدا پر غصہ ہو کر کہا کہ خدا نے قطعی وعدہ دے کر اپنے اس وعدہ کا خلاف کیا۔ اس میں خدا تعالی نے خود جھوٹ بولا اور مجھے قوم سے جھوٹا اور شرمندہ کرایا۔ لہذا اب میں اس قوم میں نہ جاؤں گا۔

پانچواں لفظ رنجیدہ ہونے یا پچھتانے کا جو بائیبل کے اس فقرہ میں ہے کہ خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں کروں گا پچھتا کے باز آیا۔ پھر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اجمالی جواب کی تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ ان پانچوں الفاظ و فقرات کے معنی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن سے نہ تو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب کرنا ثابت و معلوم ہو، اور نہ خدا کی طرف سے اور اس کے قول کے حوالہ سے حضرت یونس کا قوم کو قطعی وعدہ عذاب

دینا مفہوم ہو، اور نہ حضرت یونس کا خدا تعالی پر غصہ کر کے بھاگنا موہوم ہو۔ رہی تشریح وتفصیل ان کلمات و فقرات کی سوعنقریب تفصیلی جواب میں ہوگی جس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ان الفاظ وفقرات کے جو معنی قادیانی سمجھا ہے وہ غلط ہیں اور ان کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ہمارے اس جواب اجمالی سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ روایات متمسکہ بہاء قادیانی کے ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جو اس کے مطلب کے برخلاف ہوں اور یہ ہماری دوسری بات کا کافی ثبوت ہے۔

تفصیلی جواب: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی کے متمسکات سے پہلی عبارت تفسیر کبیر اور پہلی عبارت تفسیر درمنثور کا جواب اور لفظ مغاضب اور غضب کی تشریح یہ ہے کہ لفظ مغاضب حضرت یونس کے حق میں قرآن میں وارد ہے اور اسی کی تفسیر میں درمنثور کی پہلی عبارت میں غضب کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ پس جو معنی اس لفظ کے قرآن کی آیت میں تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں وہی معنے تفسیر کبیر کے اس عبارت میں مراد ہونے چاہییں اور وہی معنی لفظ غضب کے درمنثور کی عبارت میں صاحب درمنثور نے اس کو تفسیر آیت بتا کر قرار دیئے ہیں۔

تفسیر کبیر (جلد۶ ص۱۸۹) میں (بجواب اعتراض ان لوگوں کے جو اس لفظ مغاضب سے پیغمبروں کا گناہ گار ہونا نکالتے ہیں) کہا گیا ہے

و الجواب ۔ عن الاول انه ليس فى الآيه من غاضبه لكنا نقطع على انه لا يجوز لنبى الله ان يغا ضب ربه لانّ ذا لك صفة من يجهل كو ن الله لا يكو ن مو مناً فضلاً عن ان يكو ن نبياً ۔ و اذا ثبت انه لا يجوز صرف هذه المغاضبة الى الله تعالى و جب ان يكو ن المراد انه خرج مغاضباً لغيرالله و الغالب انه انما يغاضب من يعصيه فما يامره به فيحتمل قو مه او الملك اوهما جميعاً و معنى مغا ضبة القو م انه اغضبهم بمفارقة لخو فهم حلول العذاب عليهم عندها و قرء ابو شر ف مغضباً۔ اما قوله (اى المعترض) مغاضبة القوم ايضاً كا نت محظورة لقو له تعالى ولا تكن كصاحب الحو ت قلنا لا نسلم انها كا نت محظورة فا ن الله تعا لى امره به تبليغ تلك

الرسالة اليهم وما امره بان يبقى معهم ابداً فظاهرالامر لا يقتضى التكرار فلم يكن خروجه من بينهم معصية و اما الغضب فلا نسلم انه معصية و ذلك لا نه لما لم يكن منهيا عنه قيل ذلك فظن ان ذا لك جا ئز من حديث انه لم يفعله ا لا غضبا لله تعالى و انفة لد ينه و بغضاء للكفر و اهله بل كان ا لاولى له ان يصابر و ينتظر ا لا ذن من الله تعا لى فى المهاجرة عنهم و لهذا قال تعا لى و لا تكن كصا حب الحو ت كا ن الله تعالى اراد لمحمد صلى الله عليه وسلم افضل المنا زل و اعلا ها۔

کہ آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت یونس کس پر خفا ہوئے، لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ نبی کا خدا تعالی پر خفا ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جاہلوں کا کام ہے اور ایسا جاہل مومن نہیں ہوتا، چہ جائے کہ نبی ہو سکے۔ اور جب غضب خدا کے حق میں جائز نہ ہوا تو واجب ہوا کہ اس سے بجز خدا تعالی کے کسی اور پر حضرت یونس کا غصہ کرنا مراد ہو۔ تو احتمال ہے کہ وہ شخص آپ کی قوم ہو یا بادشاہ (حزقیا) ہو یا دونوں فریق۔ اور قوم سے مغاضب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے قوم کو غصہ میں ڈالا۔ یعنی ان سے جدا ہو کر ان کو ناراض کر دیا۔ اور جو معترض نے کہا ہے کہ قوم سے ناراض ہو کر چلے جانا یا ان کو ناراض کرنا بھی گناہ تھا، یونسؑ نے اس کا ارتکاب کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کا گناہ ہونا مسلّم نہیں۔ خدا نے ان کو تبلیغ رسالت کا حکم دیا تھا۔ نہ یہ کہ وہ ان میں بیٹھے رہیں۔ اور غصہ کرنا اسلئے گناہ نہیں تھا کہ اس سے ان کو ممانعت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے یونسؑ نے اس کو جائز خیال کیا۔ کیونکہ وہ غصہ خدا ہی کیلئے تھا اور اس کے دین کی بڑائی کیلئے اور کفر اور کافروں سے بغض سے۔ ہاں بہتر یہی تھا کہ وہ ان لوگوں میں ٹھیرے رہتے اور صبر کرتے اور قوم سے جدا ہونے کیلئے خدا کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس ترک اولی کی نظر سے خدا تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ تو یونس کی مانند نہ ہو جائیو۔ جس سے خدا تعالی کی گویا یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ حضرت یونسؑ سے اعلی ہے۔

تفسیر فتح البیان اور معالم وغیرہ (جن کا حوالہ قادیانی نے دیا ہے) میں لکھا ہے: ذهب مغاضبا اى مراغما لقومه لا لربه و قال الحسن و الشعبى و سعيد بن جبير مغاضباً لربه و اختاره ابن جرير و القتيبى و حكى عن ابن مسعود قال النحا س ربما انكر هذا من

لا یعرف اللغة و هو قول صحیح و المعنی مغاضباً لاجل ربه کما تقول غضبت لك ای من اجلك و قال الضحاك مغاضباً لقومه و حکی عن ابن عباس و قالت فرقة منهم الاخفش انما خرج مغاضباً لملك الذی کان فی وقته اسمه حزقیا و قیل لم یغاضب رسولا لقومه و لا الملك و لکنه... من غضب اذا انف (فتح البیان۔ص۱۳۳ج۳والمعالم)

ذھب مغاضباً سے یہ مراد ہے کہ وہ قوم سے خفا ہو کر چلے گئے، نہ اپنے رب سے۔ حسن، شعبی، سعید بن جبیر نے لکھا ہے کہ خدا کیلئے خفا ہوئے۔ اسی کو ابن جریر اور قتیبی نے پسند کیا ہے اور یہی ابن مسعود سے مروی ہے ۔نحاس نے کہا ہے جو شخص لغت ومحاورہ عرب سے جاہل ہے وہ اس لفظ یا تفسیر کو پسند نہیں کرتا حالانکہ یہ کہنا صحیح ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کیلئے قوم سے خفا ہوئے۔ جیسے بولتے ہیں میں تمہارے لئے فلاں شخص سے خفا ہوا۔ ضحاک نے کہا ہے اور یہی ابن عباس سے منقول ہے کہ قوم پر خفا ہوئے۔ ایک جماعت نے جن میں اخفش (نحوی) ہے، کہا ہے کہ وہ اس بادشاہ سے خفا ہوئے تھے جو اس وقت تھا جس کا نام حزقیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ کسی سے بھی خفا نہیں ہوئے۔ نہ خدا سے نہ قوم سے نہ بادشاہ سے۔ اور لفظ مغاضبا کے معنی غصہ کرنے کے نہیں بلکہ نفرت و بیزاری کے ہیں۔ یعنی وہ قوم سے متنفر و مستنکف ہو کر نکل گئے۔

ان عبارات خصوصاً تفسیر کبیر کی عبارت پڑھ کر ناظرین کو یقین ہوگا کہ خدا تعالی پر غصہ کرنا کفر ہے اور اس سے انبیاء کی شان پاک اور ارفع ہے۔ لہذا امام رازی کی اس پہلی عبارت میں اور ایسا ہی درمنثور کی پہلی عبارت میں حضرت یونس کا خدا تعالی پر غصہ کرنا مراد نہیں، بلکہ قوم پر غصہ مراد ہے۔

شائد یہاں سوال ہو کہ اس عبارت تفسیر کبیر میں اور ایسا ہی عبارت اول تفسیر درمنثور میں یہ بیان ہے کہ عذاب واقع ہو جانے کے بعد ان کو غضب ہوا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ غصہ عذاب اٹھ جانے پر تھا جو خدا کی طرف سے تھا نہ قوم پر کیونکہ عذاب اٹھا دینا ان کا کام نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غصہ بھی قوم پر ہے، نہ خدا تعالی پر۔ کیونکہ اس عذاب کے اٹھ جانے کا موجب قوم ہی کا فعل (بے موقع وبعداز وقت تضرع واستغفار ہے) حضرت یونس کو ان کے اس فعل پر (باوجودیکہ فی نفسہ فعل نیک تھا) اسلئے غصہ آیا کہ وہ فعل بعداز وقت ہوا۔ انہوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ میرے کہنے پر تو وہ قوم

توبہ استغفار کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور جب میں نے بدست آویز قدیم اور عام سنت اللہ (نہ بحکم جدید وخاص اعلام الہی) کے ان کے عذاب کو قطعی کہہ دیا اور پھر میں مایوس وغصہ ہو کر ان کے بیچ میں سے نکل گیا، تب انہوں نے ایمان وتوبہ واستغفار کی طرف رجوع کیا۔ جس سے میرا وہ خیال ومقال غلط نکلا اور میں انکی نظروں میں جھوٹا بنا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ غصہ قوم پر تھا، نہ خدا تعالی پر، اور ہمارے اس جواب کی مزید توضیح قادیانی کی پانچویں بات کے جواب میں ہوگی۔

قادیانی کی دوسری بات کا جواب۔ اور اس میں جو پہلے قول کو ذکر کر کے اس میں اس عاجز محمد حسین کے دھوکہ کھانے کا دعوی کیا گیا ہے اس معمہ کی شرح یہ ہے کہ ابتلاء حضرت یونس کی نسبت علماء کے دو قول ہیں جو پہلے منقول ہو چکے۔ ازانجملہ پہلا قول یہ ہے کہ حضرت یونس کا ابتلاء پہلے ہوا ہے اور وعدہ عذاب اس کے بعد۔ حضرت یونسؑ نے جب ابتلاء سے نجات پائی تو وہ اس ظالم بادشاہ کے پاس گئے۔ پھر جب اس نے انکار کیا تو خدا نے یونسؑ کی طرف وحی کی کہ ان لوگوں پر بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب نازل ہوگا۔ اس قول کی دست آویز سے خاکسار (محمد حسین) نے اپنی مجالس وعظ میں بیان کیا تھا کہ یونسؑ نے جس عذاب کی خبر دی تھی وہ شرطی تھا، قطعی نہ تھا۔ میرے اس قول کے جواب میں قادیانی نے فرمایا ہے: نادان شیخ نے اس قول کے کہنے میں دھوکہ کھایا ہے، مگر اس کلمہ کا مطلب مصداق مطلب دربطن شاعر ہے۔ شائد اس سے قادیانی کی مراد یہ ہو کہ یہ شرطی وعدہ عذاب اور موقع پر ہے۔ یعنی ظالم بادشاہ کو ڈرانے کے وقت ہوا تھا۔ اور ہم (یعنی قادیانی) جس عذاب کو قطعی کہتے ہیں اس کا اور موقع ہے یعنی وہ اہل نینوی کا عذاب تھا۔ پس اگر اس کلمہ سے قادیانی کا یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں تو آپ کو نادان نہیں کہتا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اس قول اول کا مطلب سمجھنے میں آپ نے دھوکہ کھایا، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ آپ بڑے ہوشیار وچالاک ہیں۔ آپ نے بھی اس کا مطلب تو وہی سمجھا ہے جو اس خاکسار نے سمجھا ہے مگر دیدہ دانستہ آپ اس مطلب سے انکار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو عملاً دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ نزول عذاب کی نسبت خدا کا وعدہ یا قول ایک ہی تھا اور وہ ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا (گو اس کا مورد نزول ومحل وموقع مختلف ہو) یعنی اس عذاب کا ڈر اہل نینوی کو سنایا گیا ہو یا اس ظالم بادشاہ کو، وہ وعدہ یا قول ایک ہی تھا۔ اور ایک ہی اس کا مورد تھا یہ نہیں ہوا کہ وہ عذاب دو دفعہ آیا ہے، اہل

نینوی کو جدا اور اس بادشاہ کی قوم پر جداگانہ اور دو ہی دفعہ وہ وعدہ ہوا۔ اور جب کہ وہ وعدہ یا قول ایک ہی دفعہ فرمایا گیا تھا اور اس کا مضمون قول اول مذکور میں شرطی بیان ہوا ہے کہ: اگر وہ ایمان نہ لائیں تب عذاب نازل ہوگا۔ تو پھر اس حکم و قول کو جس موقعہ پر کوئی تسلیم کرے گا اس کو اس کا شرطی ہونا ماننا پڑے گا۔ خواہ کوئی اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرے (جیسا کہ آپ مانتے ہیں) یا اس ظالم بادشاہ اور اس کی قوم کے حق میں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، خصوصاً اس حالت میں کہ اس کو اہل نینوی کے حق میں تسلیم کرنے کی حالت میں اہل نینوی کا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہم آثار عذاب دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔ اسی تفسیر کبیر کے اسی صفحہ ۱۸۸ میں منقول ہے اور اس کے جواب میں حضرت یونس سے یہ کہنا کہیں ثابت و منقول نہیں کہ،

اے نادانوں یہ عذاب تو قطعی ہے، خدا تعالی نے اس کے قطعی وقوع کی خبر دی ہے۔ تم یہ بات کیوں کہتے ہو کہ ہم آثار دیکھ کر ایمان لے آویں گے۔

حضرت یونسؑ کے یہ بات نہ کہنے اور اس معاملہ میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر نہ دینے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ عذاب اہل نینوی کو سنایا گیا تھا تو بھی انہی الفاظ سے تھا جو اس قول اول میں بیان کئے گئے ہیں۔ نہ اور الفاظ جن میں خدا کی طرف سے قطعیت عذاب کی خبر ہو۔ قادیانی نے یہ نہ سوچا کہ اس عبارت سے پہلے اسی صفحہ ۱۸۸ میں وعدہ عذاب کی وہ عبارت لکھی ہے جس میں شرط صریح موجود ہے۔ اس شرط کے ہوتے میرے دھوکے میں کون مسلمان آئے گا۔ اور کب کوئی مسلمان یقین کرے گا کہ جو وعدہ عذاب خدا کی طرف سے دیا گیا تھا وہ قطعی تھا۔

☆ قادیانی کی تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے سفید جھوٹ بولا ہے۔ اور اپنے مریدوں کو یہ جتایا ہے کہ مفسرین نے بلا اختلاف اسی دوسرے قول کو پسند و اختیار کیا ہے جس کو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی قول اجلہ صحابہ و تابعین سے مروی ہے حالانکہ یہ بات محض جھوٹ اور خلاف واقع ہے۔ ناظرین کو ہمارے بیان سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی اسی پہلے قول پر ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اس قول کو سبھی اہل تفاسیر نے ذکر کیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک حضرت ابن عباس معتبر مفسر نہیں، یا وہ قول تفسیر معالم و تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کر کے اس کو آیت قرآن سے مدلل نہیں کیا؟

قادیانی کی چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ کا اس آیت وعدہ تیس رات کی طرف رجوع کرنا عین اس بات کا اقبال کرنا ہے کہ حضرت یونس کی خبر عذاب کے قطعی ہونے پر آپ کے پاس کوئی طمانیت بخش دلیل نہیں۔ اس لئے آپ نے اس کی تائید اس آیت وعدہ تیس رات سے نکالنی چاہی۔ مگر ہم نے پہلے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس آیت میں صرف تیس رات کا وعدہ ہونا پھر اس کا خلاف ہونا ثابت نہیں ہوتا، لہذا یہ وار بھی آپ کا خالی گیا۔

قادیانی کی پانچویں بات کا جواب اور لفظ لا محالہ اور تفسیر کی دوسری عبارت کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ وعبارت ہمارے اس دعوی پر دلیل ہے کہ وعدہ عذاب خدا کی طرف سے قطعی نہ ہوا تھا، نہ آپ کے اس دعوی کی کہ وہ وعدہ قطعی تھا، کیونکہ اگر خدا کی طرف سے وعدہ عذاب قطعی الفاظ کے ساتھ ہوتا تو اس سے حضرت یونس کو یقین کامل پیدا ہوتا، نہ صرف ظن جس کو اس عبارت میں فظن انه لا محالة نازل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ حضرت یونس نے ظن اور گمان کیا کہ وہ عذاب ضرور نازل ہونے والہ ہے۔ اس لفظ ظن سے صاف اور یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ وعدہ عذاب جو خدا کی طرف سے ہوا تھا وہ قطعی الفاظ سے نہ تھا۔ حضرت یونس نے اپنے ظن سے اس کو قطعی سمجھ لیا تھا۔ اور اس ظن کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے پہلے اجمالی جواب میں پھر تفصیلی جواب میں پہلی عبارت تفسیر کبیر کی تشریح میں کہی ہے کہ جب حضرت یونس کو قوم نے یہ جواب دیا کہ ہم عذاب کے آثار دیکھ کر ایمان لے آئیں گے تو انہوں نے اس قدیم سنت اللہ کے دست آویز سے کہ عذاب آ جانے کے بعد ایمان قبول نہیں کیا جاتا، یہ سمجھ لیا اور گمان کیا کہ یہ عذاب قطعی ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے۔ اور اس خیال وگمان کی وجہ سے وہ اس قوم پر خفا ہو کر ان میں سے نکل گئے۔ اس قدیم سنت اللہ کا ثبوت قرآن کی اس آیت میں ہے

افلم یسیروا فی ا لارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم ۔ کانوا اکثر منھم و اشد قوة و آ ثاراً فی الارض فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبو ن ۔ فلما جاء تھم رسلھم با لبینا ت فر حوا بما عندھم من العلم و حاق بھم ما کانوا به یستھزئو ن ۔ فلما رئوا بأسنا قا لوا آ منا با لله و حده و کفر نا بما کنا به مشرکین ۔ فلم یك ینفعھم ایمانھم

لما رائوا بأ سنا۔ سنّت الله التی قد خلت فی عباده ۔ و خسر هنا لك الکا فرو ن ۔ (سوره مو من۔ ع ۹) کیا یہ لوگ زمین میں پھر کر پہلے لوگوں کا حال (ان کے کھنڈروں سے) نہیں دیکھتے۔ جو ان سے (شمار میں) زیادہ تر اور قوت میں سخت تر اور زمین میں نشان (تصرفات عمارات وغیرہ) میں بڑھ کر تھے، پھر ان کا کمایا ان کے کام نہ آیا۔ جب رسول ان کے پاس نشان لے کر آئے تو وہ اپنے معلومات پر خوش ہوئے۔ اور ان کو عذاب نے گھیر لیا جس سے وہ ٹھٹھہ کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو بولے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جن کو اللہ کا شریک بتاتے تھے ان سے منکر ہوئے۔ پر وہ ایمان ان کے کام نہ آیا ۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کی یہی سنت ہے جو (تمام گذشتہ) بندوں میں گذر چکی ہے۔ تب منکر نقصان میں پڑ گئے۔

اپنی اسی سنت کے موافق خدا تعالی نے فرعون سے معاملہ کیا۔ جب وہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے جس میں یہ بیان ہے کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں ایمان لایا کہ بجز اس معبود کے جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں کوئی دوسرا معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اللہ نے فرمایا کیا اب ایمان لاتا ہے۔ اور اس سے پہلے تو مفسدوں سے رہا۔ پس آج ہم تیری لاش کو زمین پر ڈالیں گے تا کہ تو پچھلے لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) ہو۔

حتی اذا ادرکه الغر ق قال آ منت انه لا اله الا الله الذی آمنت به بنو اسرائیل و انا من المسلمین ۔ آ لآ ن و قد عصیت قبل و کنت من المفسدین ۔ فا لیوم ننجّیك ببد نك لتکو ن لمن خلفك آ یة و ان کثیراً من النّاس عن آ یا تنا لغا فلو ن (یو نس۔ ع ۹)

اور چونکہ حضرت یونس اللہ تعالی کے نبی تھے لہذا وہ اس سنت اللہ سے بے خبر نہ تھے اور وہ اللہ تعالی کے سنن و احکام کی تبلیغ و اطلاع کرنے پر مامور تھے۔ لہذا ان کی نسبت یہی اعتقاد کرنا واجبات سے ہے کہ انہوں نے اسی سنت اللہ کی نظر سے اور قوم کے سردست و دم نقد ایمان لانے سے انکار اور عذاب دیکھ کر ایمان لانے کے اقرار سے وہ گمان کیا، اور سمجھ لیا کہ عذاب دیکھنے کے بعد اس قوم کا ایمان قبول نہ ہوگا اور وہ عذاب ضرور نازل ہوگا۔ اور اسی خیال سے غصہ کھا کر قوم کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اور پھر عذاب رفع ہو جانے سے ان

کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں اس قوم میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ میرا قول تو ان کے سامنے یہ تھا کہ وہ عذاب بحکم قدیم سنت اللہ ایمان لانے سے نہ ٹلے گا اور واقع میں ٹل گیا۔ اور خدا کی اس سنت قدیم میں ایک مستثنیٰ پیدا اور لاحق ہو گیا۔ لہذا ان کو اس قوم پر دوبارہ رنج ہوا اور غصہ آیا کہ کیوں انہوں نے مجھے جھوٹا کرایا اور خود مجھے جھوٹا کہنا چاہا تھا۔ اسی خیال اور رنج سے انہوں نے اس قوم کی طرف آنے سے انکار کیا۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یونسؑ کو خدا کی طرف سے قطعی وعدہ عذاب قوم نہ دیا گیا تھا بلکہ انہوں نے قوم کے انکار اور خدا کی قدیم سنت سے قطعیت عذاب کا ظن کیا تھا اور اگر حضرت یونس کو خدا کی طرف سے عذاب کا قطعی وعدہ دیا جاتا تو پھر ان کو اس عذاب کا صرف ظن نہ ہوتا بلکہ یقین ہوتا۔ اور نہ وہ عذاب ایمان لانے سے ٹلتا۔ بلکہ اس قوم کو ویسا ہی ہلاک کیا جاتا جیسا کہ اگلی قومیں باوجود ایمان لانے کے ہلاک کی گئیں۔ اور جیسا کہ فرعون لا الہ الا اللہ کہتا ہلاک کیا گیا تھا۔ اور نہ اس قدیم سنت اللہ سے اس قوم کو مستثنیٰ کیا جاتا۔ اور یہ امر نصوص قرآنیہ سے ثابت و معلوم اور اکثر کے نزدیک مسلم ہے کہ یونس کی قوم پر عذاب شروع ہو گیا تھا، اور پھر وہ ایمان لانے سے اٹھایا گیا۔ اور اس امر میں یونس کی قوم تمام امتوں کے حکم سے مخصوص و مستثنیٰ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اصل عذاب نہ آیا تھا صرف اس کی علامات و نشان آئے تھے۔ مگر اس کو ظاہر قول خداوندی (کہ قوم یونس کی ایمان لائی تو ہم نے عذاب کو کھول دیا یعنی اٹھا دیا) رد کرتا ہے اور صاف بتاتا ہے کہ عذاب آچکا تھا، پھر اٹھا لیا اور کھولا گیا۔ عذاب نہ آیا تھا تو کھولا کس کو؟

تفسیر معالم التنزیل میں کہا ہے: اختلفوا فی انهم هل رئوا العذا ب عياناً ام لا ۔ فقال بعضهم رئوا دليل العذا ب و الاكثرو ن على انهم رئوا العذا ب عيا ناً بدليل قوله كشفنا عنهم عذا ب الخز ى فى الحيوة الد نيا و الكشف يكون بعد الوقوع او اذا قر ب (معا لم التنز يل ۔ ص ٤٤٠) کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ قوم نے اصل عذاب کو دیکھا تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ صرف عذاب کی علامت دیکھی تھی۔ مگر اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ بعینہ عذاب دیکھا تھا۔ اس کی دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ ہم نے ان سے عذاب کھول دیا۔ اور کھولنا یا اٹھانا تب متصور ہے جب کہ عذاب واقع ہو چکے یا قریب الوقوع ہو۔

اور تفسیر فتح البیان میں کہا ہے :قال ابن جریر خصّ قوم یونس من بین الامم بان یتب علیهم من بعد معا ینة العذا ب و حکی ذا لك عن جماعة من المفسّرین و قال الزجاج انه لم یقع العذا ب انما رئوا علامة العذا ب ... عن ابن عباس ان العذاب کان هبط علی قوم یونس لم یکن بینهم و بینه ا لا ثلثی میل فلما دعوا کشف الله عنهم ۔ و قال قتاده قدر میل وقال غا مت السماء فیما اسود ۔ هائلا یدخن دخانا شدیداً فهبط حتی غشی مدینتهم و اسودت اسطحتهم فتا بوا و اخلصوا نیتهم فر حمهم الله و کشف ما نز ل بهم من العذا ب بعد ما اظلهم ۔ (فتح البیا ن) کہ ابن جریر نے کہا ہے حضرت یونس کی قوم دیگر امتوں سے اس امر میں مخصوص ہوئی ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد ان کا عذاب اٹھایا گیا۔ یہ قول جماعت مفسرین کا ہے۔ زجاج کہتا ہے کہ عذاب نہیں دیکھا تھا۔ صرف اس کی علامت دیکھی تھی۔ اس قول کو صاحب فتح البیان نے پسند کیا ہے مگر یہ اس بیان کے برخلاف ہے جو اس کے بعد ابن عباسؓ وغیرہ سے اس نے نقل کیا ہے کہ عذاب میل یا دو ثلث میل کے قریب آ گیا تھا۔ اور آسمان سے سخت سیاہ ہولناک دھواں اتر پڑا جس سے اس کی چھتیں کالی ہو گئیں پھر انہوں نے توبہ کی اور نیک نیت کی تو اللہ نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو کھول دیا، بعد اس کے کہ وہ ان کے سر آ چکا تھا۔

ا خرج احمد فی الزهد عن ابن عباس ان العذا ب هبط علی قوم یونس حتی لم تکن بینهم و بینه ا لا قدر ثلثی میل فلما دعوا کشف الله عنهم و اخر ج احمد و فلان و فلا ن عن سعید بن جبیر قال غشی قوم یونس العذا ب کما غشی القبر فی الثوب اذا د خل فیه صا حبه و مطر ت السماء د ماً و ا خر ج ابن جر یر و ابن المنذر و ابن ابی حا تم و ابو الشیخ عن قتاده فلو لا کا نت قر یة آ منت یقول لم یکن هذا فی الامم قبل قوم یونس لم ینفع قریة کفر ت ثم آمنت حین عاینت العذاب الا قوم یونس فاستثنی قوم یونس کشف عنهم العذاب بعد ما تدلی علیهم لم یکن بینهم و بینه ا لا میل۔(در منثور)

ابن عباس کی روایت مذکور تفسیر درمنثور میں منقول ہے اور تفسیر درمنثور میں مجاہد سے منقول ہے کہ قوم یونس کو عذاب نے ڈہانک لیا جیسا کہ قبر کو کپڑے سے ڈھانک لیا جاتا ہے۔ جب اس میں مردہ داخل کیا جاتا ہے۔ اور آسمان نے خون برسایا اور تفسیر درمنثور میں قتادہ سے منقول ہے کہ جو معاملہ حضرت یونس کی قوم سے ہوا یہ پہلے کسی امت سے نہیں ہوا۔ کسی بستی کو عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان نے نفع نہیں دیا۔ حضرت یونس کی قوم تمام قوموں سے اس امر میں مستثنیٰ ہوئی ہے۔ ان کا عذاب قریب آجانے کے بعد اٹھایا گیا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ حضرت یونس کی قوم پر جو رحم ہوا اس میں قدیم سنت الٰہی میں ایک استثناو تخصیص واقع ہوئی جس کا حضرت یونس کو پہلے علم نہ دیا گیا تھا۔ اور اسی واسطے انہوں نے باوجودیکہ ان کو شرطی طور پر عذاب آنے کی خبر دی گئی تھی، قوم کا یہ جواب سن کر کہ ہم عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے، یہ خیال اور ظن کر لیا تھا کہ بس اب عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ عذاب دیکھنے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوا۔ خدا نے ان کو ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ عذاب قطعی ہے۔ اگر خدا ایسا فرماتا تو حضرت یونسؑ کو اس کا یقین ہو جاتا صرف ظن نہ ہوتا۔ جیسا کہ اس عبارت متمسکہ قادیانی میں کہا گیا ہے۔ لہذا یہ عبارت ہمارے خیال کی مؤید اور ہماری دلیل ہوئی، نہ قادیانی کے خیال کی مؤید اور اس کی دلیل۔

قادیانی کی چھٹی بات اور فخریہ الزام کا جواب اور تفسیر درمنثور کی پہلی عبارت متمسکہ قادیانی کے لفظ کذ بت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح۔

اس فخریہ الزام کا جواب تو قادیانی ہی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے

بولو قادیانی جی! اب کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونسؑ نے وعدہ ہلاکت کو خدا کے فرمان سے قطعی نہ سمجھا تھا، بلکہ قوم کے سردست ایمان لانے سے انکار اور اس شرطی ایمان کے اقرار سے کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے، اور خدا کی سنت قدیمہ کی دست آویز سے کہ بعد معائنہ عذاب، ایمان قبول نہیں کیا جاتا، اسکا ظن کیا تھا۔

لفظ کذبت اور اس کے متعلق فقرہ کی تشریح آپ کی پہلی اور پانچویں بات کے جواب میں ہو چکی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت یونس نے اپنے اسی قول سے جو قوم کے انکار سے اور خدا کی سنت

قدیمہ کی دست آویز سے سمجھ کرانہوں نے فرمایا، اپنے آپ کو قوم کی نظروں میں جھوٹا قرار دیا تھا۔ نہ یہ کہ خدا کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے کے سبب خدا تعالی کو جھوٹا کہا ہو۔ یہاں صرف یہ تشریح ضروری ہے کہ جو قادیانی لفظ کــذ بــت کو بصیغہ مجہول لکھا ہے اور اس کا ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہے جس سے خدا کی طرف کذب اور وعدہ خلافی کی نسبت ہو۔ چنانچہ قادیانی نے کہا ہے کہ: قطعی وعدہ کیوں خلاف واقع نکلا۔ مجھ پر کیوں ایسی وحی نازل ہوئی جس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی ،۔ یہ قادیانی کا حضرت یونسؑ اور خدا تعالی پر افتراء ہے۔ اس کتاب میں اس لفظ کو بصیغہ مجہول ضبط نہیں کیا گیا تا کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ مجھ سے اس وحی و پیش گوئی میں جھوٹ بولا گیا ۔اور واقع میں بھی یہ لفظ بصیغہ مجہول معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ لفظ بصیغہ معروف کـذ بـت معلوم ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اپنے خیال اور ظن سے (جس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے) ان لوگوں کو جھوٹ کہا تھا کہ تمہارا ایمان قبول نہ ہوگا۔ اور یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

ہمارے اس دعوی پر کہ یہ لفظ بصیغہ معروف معلوم ہوتا ہے نہ بصیغہ مجہول، دو دلیلیں اسی کتاب میں موجود ہیں۔ ایک تو وہی۔ دوسری روایت وعبارت جس کو قادیانی نے درمنثور سے نقل کیا ہے۔ اس میں لفظ لا ارجع الیھم کذا با جو فاعل کا صیغہ ہے اور وہ لفظ حضرت یونسؑ نے اپنے حق میں بولا ہے لہذا وہ لفظ صاف بتاتا ہے کہ کذب کا فاعل انہوں نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے (اور یہ لفظ معروف ہے) نہ خدا تعالی کو جو کہ بصورت مجہول ہونے اس لفظ کا فاعل لم یسمّ بنتا ہے۔

دوسری دلیل اس کتاب کی ایک اور روایت ہے جس کو اس میں بروایت ابن مردویہ، ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے اور اس کے اخیر میں حضرت یونسؑ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے فـقـال لا ارجع الی قوم قد کذ بتھـم و انـطلق مغاضباً یعنی مرا غماً یعنی یونسؑ نے فرمایا اب میں ایسی قوم کی طرف پھر کر نہ جاؤں گا جس کو میں اپنے خیال وظن سے (جس کی تشریح ھو چکی ھے) جھوٹ کہہ چکا ہوں کہ عذاب ضرور آئے گا۔ یہ کہہ کر وہ غصہ ہو کر یعنی بے زار ہو کر چلے گئے۔

اب قادیانی کو چاہیے کہ شرم اور حیا اختیار کر کے اس لفظ کـذ بت (بصیغہ مجہول) کو اور اس عبارت کو اپنے مدعا کے برخلاف سمجھ کر واپس لے یا کچھ کھا کر مر جائے۔

قادیانی کی ساتویں بات اورفخریہ الزام کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے کہ اب فرمایئے قادیانی جی !ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ہم نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ تو نے (باوجود یکہ ان کو بشرط ایمان نہ لانے کے عذاب کا ڈر سنایا گیا تھا اورانہوں نے اس کے جواب میں یہ کہہ بھی دیا تھا کہ ہم عذاب دیکھیں گے تب ایمان لائیں گے) اس لئے اضطراب کیا اورایسی دردناک صورت بنائی کہ حضرت یونس نے اپنے ظن سے (جس کی تشریح ہوچکی) نہ وحی الہی سے ان کو ڈرادیا تھا۔کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں ہوتا۔اور حضرت یونس بھی (باوجودیکہ ان کووحی الہی نے یہ خبردی تھی کہ عذاب شرطی ہے اور بحالت عدم ایمان قوم ہے قطعی اور بہر حال)اس لئے قوم کی تکذیب سے ڈر کر ان کی طرف جانے سے انکاری ہوئے کہ وہ اپنے کسی ظن (جس کی تشریح ہوچکی ہے) نہ وحی الہی سے اس عذاب کو قطعی ٹھہرا چکے تھے اورقوم کو کہہ چکے تھے کہ تمہارے ایمان لانے یہ عذاب نہ ٹلے گا۔

قادیانی کی آٹھویں بات کا جواب اورعبارت کتاب یونہ کی تشریح۔

اس کتاب کے کسی فقرہ اور کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وعدہ حضرت یونس کو عذاب قوم کا دیا گیا تھا،وہ قطعی تھا، بلکہ اس کے باب ۳ کی دوسری آیت میں حضرت یونسؑ کا یہ کہنا کہ: کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا جس وقت میں ہنوز وطن میں تھا اس لئے میں آگے سے ترسیس کو بھاگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما اورنہایت مہربان ہے۔.

صاف بتارہا ہے کہ حضرت یونس کو پہلے ہی سے اس امر کا علم تھا کہ خدا رحیم وکریم ہے وہ اس قوم کو عذاب نہ کرے گا اور جو وعدہ عذاب وہ دے گا وہ قطعی وعدہ نہ ہوگا۔اوراسی خیال سے اوراسی خوف سے وہ رسالت کے بوجھ سے بھاگ گئے اوراس کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں قید ومبتلا ہوئے۔اگر وہ خدا کے وعدہ کو قطعی سمجھتے تو وہ پہلے سے یہ اندیشہ اس کے عدم وقوع کا کر کے ترسیس کو نہ بھاگتے۔اس خیال عدم وقوع عذاب موعود سے ان کا بھاگنا صاف بتاتا ہے کہ وہ اس وعدہ عذاب کو قطعی اوراس کے وقوع کو یقینی نہ سمجھتے تھے۔.

آپ کے ان الفاظ سے یہ بات سمجھی جاتی تھی۔اس لئے قادیانی نے باب ۴ کی آیات کا انتخاب کیا تو آیت ۲ کا یہ فقرہ نقل نہ کیا۔اوراس نقل میں سرقہ کا ارتکاب کیا اورناظرین کو دھوکہ دیا۔

اس آیت کے اخیر میں جو حضرت یونسؑ سے یہ فقرہ منقول ہے کہ: خدا پچھتا کے اپنے کو بدی سے باز

رکھتا ہے۔

ایسا ہی باب ۳ کی آیات نمبر ۱۰ میں جس کو قادیانی نے نقل کیا ہے، خدا کے پچھتانے کا لفظ ہے۔ شاید قادیانی نے اس سے اس وعدہ کا قطعی ہونا نکالا ہے مگر اس کی یہ دھوکہ دہی ہے۔

اول تو بائیبل کے اس قسم کے مضمون یا الفاظ ان عیسائیوں کیلئے حجت وسند ہو سکتے ہیں جو بائیبل کو جمیع الفاظ ومطالب سے الہامی مانتے ہیں، یا قادیانی کیلئے حجت ہوں گے جو عیسائیوں کا چھوٹا بھائی بنا ہوا ہے ۔مسلمان تو (بحکم منطوق واجب الوثوق آنحضرت کے کہ لا تصدقوا اهل الكتا ب و لا تكذ بوا هم ، نہ تو اہل کتاب کی ہر ایک بات میں تصدیق کرو نہ تکذیب) ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کی تصدیق قرآن وحدیث میں نہیں ہے، یقین نہیں کرتے ۔اور اگر بطور فرض محال اس لفظ کو صحیح اور تحریف سے محفوظ مان لیا جاوے تو پھر اس لفظ پچھتانے کے وہ معنی مراد نہ سمجھے جاویں گے جو انسانوں میں پائے جاتے ہیں کہ پہلے ایک بات کہیں، پھر اس میں غلطی دیکھ کر اس پر نادم ہو کر برخلاف اس کے کہیں ۔ان معنی کو خدا کو پچھتانے والہ سمجھنا، اسے غلط فہم اور خطا کار انسان کی مانند جاننا ہے، جس سے اسکی شان پاک اور ارفع ہے۔ بلکہ اس کے معنی صرف بنظر لوازم نہ بحسب حقیقت (جس کا علم بجز خدا کسی کو نہیں) یہ سمجھنے چاہئیں کہ پہلے ایک حالت (مثلاً بدی) کی نظر سے ایک حکم دینا، پھر دوسری حالت (نیکی) کی نظر سے دوسرا حکم دینا جو صورت و پیرایہ میں اسی انسانی پچھتانے کی ہم شکل ہے اور حقیقت اور معنے میں اس سے جداگانہ ۔ایسا ہی خدا تعالی کا غصہ ہونا، رحم کرنا وغیرہ صفات میں (جو لوازم و آثار ہیں) انسانی صفات کے مشابہ ہیں اور در حقیقت وہ انسانی صفات کی مانند اور مثل نہیں ہیں ۔قادیانی نے اگر پچھتانے کے وہی انسانی پچھتاوہ کے معنی سمجھ کر اس سے نکالا کہ پہلے خدا نے قوم کے مابعد ایمان لانے سے بے خبر ہونے کی وجہ سے وعدہ قطعی عذاب کا کیا، پھر جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو خدا تعالی کو اس کا پتہ لگا اور علم ہوا تو اس کو پہلے وعدہ پر افسوس ہوا، اور اس کو نادم ہو کر اپنے وعدہ کو بدلنا پڑا تو اس (قادیانی) کے برابر دنیا میں کوئی احمق اور خدا کا منکر نہیں ۔کیا وہ خدا کے غضب کے بھی یہ معنے سمجھتا ہے جو انسانوں میں پیدا ہوتا ہے کہ خون میں جوش آجاتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور حواس میں تغیر ہو جاتا ہے؟ اور خدا کے رحم کے بھی یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس کے دل میں گدگدی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے؟ ایسا ہی اس کا اعتقاد ہے تو پہلے وہ خدا

اوراس کی صفات پر ایمان صحیح کرے، پھر بائیبل کی اس آیت پر ہاتھ مارے۔اوراگر قادیانی اس کتاب کے ان الفاظ سے کہ

یونہ اس سے ناخوش اور نپٹ رنجیدہ ہوا۔اور خدا سے دعا مانگی کہ میری جان مجھ سے لے لے کیونکہ میرے جینے سے مرنا بہتر ہے .

قطعیت وعدہ عذاب نکالتا ہے تو یہ بھی اس کی حماقت یا دھوکہ دہی ہے۔کیا وہ اس کلام کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ حضرت یونس عذاب ٹل جانے سے خدا پر غصہ اور رنجیدہ ہو گئے؟اوراسی معنے کے ساتھ وہ اس کلام کو پاک نوشتہ کہتا ہے اور پھر مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے؟

ہم بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالی پر غصہ کرنا کافروں کا کام ہے، نہ مسلمانوں کا ۔ چہ جائے کہ انبیاء کا ہو جو خلقت کو ہدایت کرنے اور کفر سے بچانے کیلئے آئے ہیں۔لہذا اس کلام کے معنی (اگر اس کو الہامی اور تحریف سے محفوظ تسلیم کرلیا جائے) وہی ہیں جو قرآن کے لفظ مغاضب اور دونوں پہلی روایات (تفسیر کبیر ودر منثور) کی شرح میں بیان ہو چکے ہیں کہ آپ قوم سے رنجیدہ ہوئے ہیں کہ وہ کیوں بچ گئے جو میرا کہنا نہیں مانتے تھے۔اوراسی رنج میں وہ کلمہ بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا۔اس رنجیدہ ہونے اوراس پر وہ کلمہ کہنے کی نظیر حضرت یونس کا درخت رینڈی کے خشک ہو جانے پر رنجیدہ ہونا اور بعینھا وہی کلمہ کہنا جو اس کتاب کے باب ۴ آیت ۸ و ۹ میں موجود ہے اور وہ صفحہ ۸۱ رسالہ میں منقول ہے جس سے کوئی احمق بھی نہیں نکالتا کہ رنجیدہ ہونا خدا پر تھا اوراس پر موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے سبب تھا۔ بلکہ یہ رنجیدگی ایسی ہے جیسے ہر ایک بشر کو نعمت کے فوت ہونے یا کسی مصیبت کے پیش آنے سے ہوتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں غم وافسوس وملال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ایسے کلمات کے سبب نیک لوگوں پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خدا پر خفا ہو گئے ہیں۔ان پر ایسا گمان انہی لوگوں کا کام ہے جن کا خود خدا اوراس کے رسولوں پر ایمان واعتقاد نہیں ہوتا۔

قادیانی کی نویں (نہم) بات اور الزام کا جواب اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

اب اے قادیانی جی! ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب کے الفاظ وفقرات کی تشریح سے کیسا ثابت ہو گیا کہ حضرت یونسؑ نے اس وعدہ اور خبر عذاب کو جو خدا کی طرف سے ان کو ملی تھی، قطعی نہ سمجھا تھا۔ بلکہ شرطی

اور ایمان سے ٹل جانے والی سمجھا تھا۔ اور ان کا خدا کی نسبت پچھتانے کا لفظ استعمال کرنا (اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے) ان معنی سے نہیں ہوا جن سے اس وعدہ کا قطعی ہونا ثابت ہو، اور آپ کا رنجیدہ ہونا خدا پر نہ تھا۔ اور نہ موت کی آرزو کرنا خدا کی وعدہ خلافی کے گمان سے تھا۔ مگر آپ میں کچھ شرم ہوتو آپ اب بھی مان جائیں کہ ہم نے کتاب یونہ کا حوالہ غلطی سے دیا ہے اور اس سے ہمارا مطلب ثابت نہیں ہوتا

قادیانی کی دسویں بات کا جواب بھی اسی کے الفاظ سے دیا جاتا ہے۔

قادیانی جی! اب تو ہر ایک پہلو سے آپ قابو میں آ گئے۔ آپ کی ہر ایک بات کے متعدد جوابات دندان شکن دیئے گئے جن میں آپ کو چون چرا کرنے کی گنجائش نہیں۔ اور اگر آپ گنجائش سمجھتے ہیں تو جواب دیں اور دو ہزار روپیہ انعام لیں جس کا وعدہ ہم جداگانہ اشتہار میں دینے کو تیار ہیں۔

اس دسویں بات کے اخیر میں آپ نے خاکسار سے قسم کھانے کی درخواست کی ہے۔ (مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ) اس کی اجابت وقبولیت تفصیل کے ساتھ اس مضمون میں ہوگی جو اشتہار متضمن عذر عدم وفات شوہر ثانی زوجہ فرضی قادیانی کے جواب میں شائع کیا جائے گا۔ اس مقام میں اس درخواست کی ایک بات نوٹس لینے اور ناظرین کو توجہ دلانے کے قابل ہے کہ اس درخواست میں پہلے آپ نے ہمارے قسم کھانے پر مستعدی ظاہر کرنے کو طمع مال اور لالچ کی وجہ سے قرار دیا اور اخیر میں اس کو بے ایمانی ٹھہرایا ہے جس سے آپ نے یقین دلایا ہے کہ جو شخص آپ کے مقابلہ میں قسم کھانے کو مستعد ہوگا اس کو آپ پہلے قسم کھانے سے لالچی بنا کر اس قسم سے ہٹا دیں گے اور جب وہ اپنی صداقت پر جرأت کر کے قسم کھا لے گا تب آپ اس کو بے ایمان کہہ کر یہ طعن کریں گے کہ بے ایمان جھوٹی قسم کھا گیا ہے۔ اس سے اہل انصاف یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص (کسی قسم کی دین یا دنیا میں عزت وحیثیت رکھنے والا) قسم کھانے سے انکار کرے تو حق بجانب اسکے ہے اور مسٹر عبداللہ آتھم جو آپ کے چار ہزار روپیہ دینے پر بھی قسم نہیں کھاتا تو اس کی ایک وجہ (علاوہ ممانعت مذہبی کے جس کا وہ مدعی ہے) یہ بھی ہے کہ وہ دنیا میں آپ سے زیادہ عزت وحیثیت رکھتا ہے۔ آپ کا گذارہ تو اسی گدائی اور کہانت کی کمائی پر ہے جو آپ جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی بن کر کما رہے ہیں اور وہ اس وقت پنشن یاب ہونے کی حالت میں بھی ایک ہزار روپیہ ماہوار کے قریب آمدنی رکھتا ہے۔ لہذا وہ اس دنیاوی عزت کے لحاظ

سے بھی قسم کھانا قبول نہیں کرتا اور آپ سے لالچی و بے ایمان کہلانا نہیں چاہتا۔ وہ قسم کھانے کو مستعد ہوگا تو آپ اس کو ضرور لالچی کہیں گے اور جب وہ قسم کھا جائے گا تب آپ اس کو بے ایمان بتائیں گے۔ اور ایسے لوگ مالدار اور ذی عزت دنیا میں بہت ملیں گے جو ہزاروں کا نقصان قبول کرتے ہیں مگر سچے ہو کر بھی قسم نہیں کھاتے اور بے ایمان معترضین کی اس تہمت سے ڈرتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹی قسم کھا گیا۔

عبداللہ آتھم کے قسم کھانے کی یہی وجہ ہم نے اپنی کسی مجلس وعظ میں بیان کی تھی جس کو آپ نے اپنے اشتہار چار ہزار میں نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا روپیہ جو بغیر میل نفس کے ہو، لالچ نہیں۔ مگر آپ کی اس بدنامی اور اتہام لالچ و بے ایمانی سے جو (خاکسار محمد حسین کے ارادہ قسم کھانے پر آپ سے ظاہر ہوئی ہے) وہ جواب رد ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ گو واقعہ میں سچی قسم کھانا اور اس ذریعہ سے مال حاصل کرنا لالچ نہیں مگر آپ اس کو ضرور لالچ بنا دیں گے۔ مگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ خاکسار آپ کی دھمکی اور تہمت لالچ و بے ایمانی سے نہ ڈرے گا اور آپ کے مقابلہ میں ضرور قسم کھائے گا اور اس تہمت سے آپ کی زبان بندی یوں کرے گا کہ اس قسم کے عوض میں آپ سے مال دنیا کا طالب نہ ہوگا بلکہ اس چیز کا طالب ہوگا جس کو کوئی بے ایمان بھی طمع دنیاوی نہ کہہ سکے گا ...

تفہیم حق پر تبصرہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ بیان بالا سے مرزا غلام احمد قادیانی کے اشتہار چار ہزار کے ان دلائل کا جو وعید (وعدہ عذاب) کے ٹل جانے پر اس نے پیش کئے ہیں، جواب ہو گیا ۔ ذیل میں اس کے ایک حواری کے رسالہ کے اس قسم کے دلایل کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ ان کے جملہ دلائل کا جواب یک جا ادا ہو اور طالب تحقیق کو پراگندگی نہ ہو۔

قادیانی کے ایک سیالکوٹی مرید نے ایک رسالہ تفہیم حق میں گیارہ آیتیں پیش کی ہیں جن سے بزعم خود قادیانی کا دعوی ثابت کرنا چاہا ہے۔

ازانجملہ چھ آیات تو وہی یا ان کے مضمون کی آیات ہیں جن کو قادیانی نے پیش کیا اور ہم نے اس کا

جواب دیدیا۔ پانچ اور ہیں جن کا جواب اس مقام میں مناسب ہے۔

اول۔ جواس رسالہ میں بھی نمبر اول ہے، وہ آیت ہے جس میں یہ بیان ہے کہ ہم نے کسی بستی میں کو ئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے لوگوں کو فقیری اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ لوگ عاجزی کریں و ما ارسلنا فی قر یۃ من نبی ا لا اخذ نا اھلھا با لبا ساء و الضراء لعلھم یضرعون۔

دوسری وہ آیت جواس رسالہ میں نمبر ۸ ہے اور اس میں بیان ہے کہ مکہ والوں نے کہا اے رب ہمارا عذاب (قحط) اٹھادے، ہم ایمان لائیں گے تو خدا نے فرمایا کہ ہم یہ عذاب اٹھادیں گے مگر تم کفر میں عود کرو گے ر بنا اکشف عنا العذا ب انا مؤ منون۔ .... قلیلاً انکم عا ئدو ن۔

تیسری وہ آیت جواس رسالہ میں نمبر ۱۰ ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا کہ خدا سے دعا مانگ وہ ہمارا عذاب اٹھاوے تو ہم ایمان لاویں گے اور جب عذاب اٹھایا گیا تو پھر انہوں نے وہی کفر کیا۔ قا لوا یا موسی ادع لنا ربك بما عھد عند ك لئن كشفت عنّا الر جز لنؤمننّ

مگر اس سیالکوٹی مرید نے اتنا نہ سوچا کہ قادیانی کا دعوی تو موعود عذاب کے ٹل جانے کا ہے اور ان آیات میں جن عذابوں کے تضرع اور دعا و ایمان سے ٹل جانے کا ذکر ہے وہ عذاب نہ تو موت و ہلاکت کے عذاب ہیں اور نہ موعود و موقت الزمان۔ پھر ان آیات سے اس کا استدلال کرنا اپنی حماقت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے عذاب مـا دون الھلاك قطعی موعود و موقت الزمان نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ توبہ و استغفار سے (اگرچہ عارضی و جھوٹی ہو) ٹل جاتے ہیں بلکہ تمہاری پہلی متمسک بہا آیت میں صاف بیان ہے کہ یہ عذاب اسی وا سطے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان عذابوں سے ڈر کر عاجزی کریں اور وہ عذاب ٹلیں۔ لفظ لعلھم یضر عو ن کو پڑھو اور اس کے معنی کسی اہل علم سے پوچھ لو۔

چوتھی آیت و مـا کان اللہ معذ بھم و ھم یستغفرو ن ۔ یہ اس کے رسالہ میں نمبر ۷ پر ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ خدا اس حالت میں عذاب نہیں بھیجتا جب کہ لوگ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔ اس آیت کے تمسک سے بھی اس سیالکوٹی مرید نے اپنا جہل ظاہر کیا ہے اور اتنا نہ سوچا کہ جس خیالی و فرضی استغفار نے آتھم کی موت کو ٹلا دیا وہ اس پیش گوئی کے وقت اور اس سے پہلے بھی آتھم میں موجود تھا، پھر اس استغفار

کے ساتھ عذاب موت کا ڈر کیوں سنایا گیا۔قادیانی کے احمق ملہم (معلم الملکوت) کو اتنی خبر نہیں کہ ایسا استغفار تو تمام پادری اور خاص کر عبداللہ آتھم اکثر اوقات اور خاص کر نمازوں میں کرتے رہے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوا کہ جب پیش گوئی کا وقت ٹلنے لگا تھا اسی وقت وہ استغفار اس سے وقوع میں آیا۔

پانچویں آیت وہ ہے جو اس رسالہ تفہیم الحق میں نمبر ۹ ہے اذ جاءوکم من فوقکم و من اسفل منکم ۔اس میں یہ بیان ہے کہ جنگ احزاب میں دشمن تلے اوپر سے آپڑے تو تم لوگ اللہ تعالی پر برے گمان کرنے لگ گئے۔اور منافق بول اٹھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے دھوکہ کا وعدہ کیا تھا۔

اس سے اس حواری قادیانی نے یہ بات نکالی ہے کہ خدا تعالی اپنے قطعی وعدوں کو ان کے وقت سے ٹلا کر دوسرے وقت پر ظاہر کیا کرتا ہے جس سے لوگوں میں برے گمان پیدا ہوتے ہیں۔اس استدلال میں بھی اس نے اپنا جہل ظاہر کیا اور اتنا نہیں سمجھا کہ جس نصرت اور وعدہ کے ظہور میں توقف ہوا،اور اس سے کچھ لوگوں کو برا گمان پیدا ہوا،اس کا وقت ظہور خدا نے مقرر وموقت نہ کیا تھا۔جن لوگوں کو برا گمان ہوا انہوں نے اس کی مدت قریب سمجھنے میں دھوکہ کھایا،خدا نے ان کو دھوکہ نہیں دیا اور نہ خود جھوٹ بولا ہے۔اس آیت اور اس کے نظائر متی نصر الله ۔ و ظنّوا انهم قد كذ بوا کی تفسیر دواوین سنت میں نکلوا کر کسی عالم حدیث سے سن لو اور اپنے ایسے اعتقاد سے کہ خدا اپنے موقت وعدوں کو دوسرے وقت پر ٹلا دیا کرتا ہے،اور کسی قدر جھوٹ بھی بول لیا کرتا ہے،توبہ کرو۔

اس تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جن آیات سے قادیانی اور اس کے گمراہ مرید موقت وموعود عذاب موت کے ٹل جانے پر استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس سے ان کا دعوی اور باطل اعتقاد ثابت ہو۔ان آیات کی تفسیر میں قادیانی اور اس کے مریدوں نے دجالیت سے کام لیا ہے اور آیا ت قرآن میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

قطعی موعود عذاب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ بیان بالا قادیانی کے دعوی: کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جایا کرتا ہے،، اوراس کے دلائل کا ردوابطال ہے۔اب ہم اس کا معارضہ کر کےاس کے مقابلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ عذاب موعود قطعی جس میں موت وہلاکت کی وعید ہو، نہ کسی قدر ڈر جانے سے ٹلتا ہے، نہ پورے ایمان لانے سے۔اور خدا تعالی اپنے وعید (عذاب کی خبر) میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔مرزا قادیانی اوراس کے اتباع مفتری وملعون ہیں جو خدا تعالی کا اپنے وعید میں جھوٹا ہونا تجویز کرتے ہیں۔

کسی قدر ڈر جانے سے عذاب موعود کے نہ ٹلنے پر یہ دلیل ہے کہ خوفناک خبر سنا کر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی اور قدرتی امر ہے۔گو مخبر کے صدق کا سننے والے کو یقین نہ ہو۔یہ خوف صرف احتمال صدق سے پیدا ہو جاتا ہے گو آخر کو قائم نہ رہے۔مثلاً

ا۔کوئی طبیب کسی کو کہہ دے کہ تو فلاں مرض کے سبب اتنے دنوں کے بعد مر جائے گا تو سننے والہ گو کیسا ہی صاحب حوصلہ ہو، اوراس طبیب کا پورا معتقد بھی نہ ہو، تب بھی ایسی بات سن کر اول وہ ضرور ڈر جائے گا کہ شائد بحکم

گاہ باشد کہ کودکے نادان   بغلط بر ہدف زند تیرے

اس کی تشخیص درست ہو۔گو وہ آخر سنبھل جائے اوراس طبیب کا کاذب یا غیر ماہر ہونا ثابت ہونے پر اس خوف کو دور کرے۔

۲۔کوئی رمال یا جوتشی یا نجومی کسی کو اگر یہ کہہ دے کہ اتنے دنوں میں تیری جان یا مال کو کوئی نقصان پہنچے گا تو سننے والہ گو مطلق علم نجوم یا رمل یا جوتش کا منکر ہو یا خاص کر اس شخص کے نجومی جوتشی ہونے کا انکاری ہو، ایک دفعہ تو ضرور خائف ومتردد ہو جائے گا اور یہ کہے گا کہ شائد علم نجوم و جوتش ورمل واقعی علوم ہوں۔یا اس شخص میں ان علوم کا حصہ ہو۔گو آخر وہ ان علوم کی نفی یا اس شخص میں ان علوم کے پائے نہ جانے پر دلائل قائم کر کے

سنبھل جائے اور بے فکر ہو جائے۔

۳۔جس شخص کو کوئی جھوٹا جانتا ہو، وہ اگر اس کو یکا یک خبر دے کہ فلاں شخص تیرے مار ڈالنے کی فکر میں ہے۔اس کی یہ خبر سن کر سننے والے کو ضرور خوف پیدا ہوگا۔اور وہ یہ کہے گا کہ شائد یہ شخص بحکم ان الکذو ب قد یصدق اس خبر میں سچا ہو، گو آخر بعد تحقیقات اس کے جھوٹ کا یقین کر کے بے فکر ہو جائے۔

۴۔جو لوگ نئی روش نئے علوم کے دلدادہ ہو کر جنوں اور شیاطین سے منکر ہیں ان میں سے اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ فلاں مکان میں جن رہتا ہے اور اس کے ایسے ایسے افعال وحرکات مشاہدہ میں آچکے ہیں تو وہ تنہا خصوصاً رات کے وقت اس مکان میں جائے گا تو اس کے دل میں کسی قدر خوف ودھڑکہ ضرور پیدا ہوگا، گو آخر کو وہ سنبھل جائے۔

۵۔مسلمان ہندوؤں کو اور ہندو مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں، مگر بعض لوگ ایک فریق کے دوسرے فریق کے فقیروں اور عاملوں سے ضرور ڈرتے ہیں۔اور ان کی بددعا سے بچتے ہیں۔اور ان کی دعا اور جھاڑ پھونک کے طالب ہوتے ہیں۔حالانکہ ان کو بالیقین حق ونجات پر نہیں سمجھتے۔

۶۔قوم فرعون، حضرت موسی کو نبی برحق نہ جانتے بلکہ جادوگر کہتے تھے، مگر ساتھ ہی اس وہ ان عذابوں کو جوان پر وارد ہوتے، موسی کی نافرمانی کا نتیجہ سمجھ کر ڈرتے بھی تھے اور کہتے تھے ایھا الساحر ادع لنا ربك بما عهد عندك.... اوساحر تو خدا سے دعا مانگ کہ وہ عذاب اٹھاوے۔تب ہم ایمان لے آ ویں گے۔

۷۔مکہ کے کافر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق نہ مانتے مگر ان پر قحط آیا تو وہ اس سے ڈر کر آنحضرت ﷺ سے دعا کے ملتجی ہوئے (ان دونوں مثالوں کو قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے اور ان سے غلط نتیجہ نکالا ہے)

ان تمثیلات سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ایک خوفناک خبر سنکر کسی قدر ڈر جانا ایک طبعی اور فطرتی امر ہے جس سے کوئی صاحب فطرت سلیمہ انکار نہیں کرسکتا۔اس قاعدہ سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ اقوام عاد اور ثمود پر خدا کا عذاب آیا، وہ اس عذاب کی خبر سن کر ضرور کسی قدر ڈر گئے ہوں گے۔مع ہذا وہ عذاب ان سے نہیں ٹلا اور وہ لوگ ہلاک کئے گئے۔اس تجویز کی مؤید قرآن کی وہ آیت ہے جس میں عام اقوام کا حال بیان ہوا ہے:

حتی اذا اخذ نا متر فیهم بالعذا ب اذا هم یجئرو ن ۔ لا تجئروا الیوم انکم منا لا تنصرو ن (مومنون۔ع۴) کہ ان پر خدا کا عذاب آیا تو وہ ڈر گئے اور چلّا اٹھے۔اس سے وہ عذاب نہ ٹلا۔

اور خاص کر وہ حالات شاہد ومؤید ہیں جو مفسرین نے قصہ عاد وثمود میں بیان کئے ہیں۔قوم عاد کے حالات میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اس قوم نے حضرت ہود نبی کو نہ مانا تو ان پر خدا تعالی نے تین برس قحط کو مسلط کر دیا۔پس ان کے وکیل قیل بن عنز وغیرہ دعا بارش کیلئے مکہ شریف پہنچے۔جب خاص حرم میں دعا کرنے لگے تو قیل بولا کہ اے ہمارے خدا ہود سچا ہے تو ہمارے لئے بارش نازل فرما۔اس وقت تین بدلیاں نمودار ہوئیں۔سفید سرخ اور سیاہ۔اور آسمان سے آواز آئی کہ اے قیل جس بدلی کو تو پسند کرتا ہے، پسند کر لے۔اس نے سیاہ بدلی کو پسند کیا تو خدا نے اسی بدلی کو قوم عاد کی بستیوں کی طرف متوجہ کیا۔ان لوگوں نے اس بدلی کو دیکھا تو خوش ہوئے اور بولے یہ مینہ آیا۔مگر درحقیقت وہ آندھی تھی جو آٹھ دن ان پر مسلط رہی اور اس نے اس قوم کے گھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔سب سے پہلے اس آندھی کو ایک عورت نے دیکھا تو وہ دیکھ کر چلا اٹھی اور بے ہوش ہوگئی۔جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس آندھی میں آگ دیکھی ہے جس کو کئی آدمی کھینچے ہوئے ہیں۔سو دیکھو قیل کی دعا میں نہ کسی قدر، بلکہ اس سے بڑھ کر خوف وانابت موجود تھی۔ایسا ہی اس عورت میں پرلے درجے کا خوف پیدا ہو گیا تھا مگر چونکہ عذاب کا وعدہ ہو چکا تھا لہذا وہ اس خوف وانابت سے نہ ٹلا۔

و قال قیل بن عنز حین دعا یا اظنا ان کان ھود صادقاً فاسقنا قد ھلکنا فانشاء اللہ سحا ئب ثلا ثا بیضاء و حمراء و سو داء ثم ناداہ مناد من السحاب یا قیل اختر لنفسک وقومک من ھذہ السحائب ما شئت فقال اخترت السحابۃ السوداء فانھا اکثر السحا ب ماءً و ساق اللہ السحا بۃ السوداء التی اختارھا قیل بما فیھا من النقمۃ الی عاد حتی خرجت علیھم من ولد لھم یقال لہ المغیہ فلما رأ وھا استبشروا قالوا ھذا عارض ممطرنا یقول اللہ تعالی بل ھو ما استعجلتم بریح فیھا عذاب الیم فدمّر کل شیء بامر ربھا ای ھلک کل شیء بہ و کان اول من ابصروا فیھا و عرف انھا ریح

يهلكه امرئة من عاد يقال لها مهدد فلما اتبينت ما فيها صاحت ثم صعقت فلما افاضت قالوا لها ما ذا رأت قالت ر أيت ريحاً فيها كشهب النار امامها رجال يقودونها فسخرها الله عليهم سبع ليال وثمانية ايام حسوما فلم تدع من عاد احداً الا هلك (معالم۔ص ٣٤٤)

اور قوم ثمود کے حالات میں مفسرین نے کہا ہے کہ جب انہوں نے اونٹنی کو کاٹ دیا تو حضرت صالح نے ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا اور اس کی علامت یہ فرمائی کہ جمعرات کے دن تمہارے منہ زرد ہو جائیں، جمعہ کو سرخ، ہفتہ کے دن سیاہ۔ پھر عذاب نازل ہوگا۔ جب جمعرات کا دن آیا تو ان کے منہ زرد ہو گئے اور ان کو عذاب کا یقین ہو گیا اور انہوں نے جان لیا کہ صالح نے سچ کہا تھا۔ دوسرے دن ان کے منہ سرخ ہو گئے پھر وہ چلائے اور رونے لگے اور پہچان گئے کہ عذاب آئے گا اور سب کے سب بول اٹھے کہ دو دن گذر گئے اب عذاب آئے گا۔ تیسرا دن ہوا تو ان کے منہ کالے ہو گئے اور سب کے سب چلا اٹھے کہ بس اب عذاب آ گیا اور ہفتہ کے دن سب نے کفن پہن لئے اور زمین پر گر گئے اور ہلاک ہو گئے۔

و قال لهم صالح انتهكتم حرمة الله فابشروا بعذاب الله و نقمته قالوا و هم يهزئون به و متى ذالك يا صالح و ما آية ذالك فقال لهم صالح حين قالوا ذالك تصبحون غداة يوم مونس و وجوهكم مصفرة ثم تصبحون يوم العروبة و وجوهكم محمرة ثم تصبحون يوم شياء و وجوهكم مسودة ثم يصبحكم العذاب فاصبحوا يوم الخميس ووجوههم مصفرة كانما طلبت ... صغيرهم كبيرهم و انثاهم فايقنوا بالعذاب وعرفوا ان صالحاً صدقهم فلما ايسوا صاحوا باجمعهم الا و قد مضى يوم من الاجل فلما اصبحوا اليوم الثانى اذا وجوههم محمرة كانما خضبت بالدماء فصاحوا و ... و بكوا وعرفوا انه العذاب فلما ايسوا صاحوا باجمعهم الا و قد مضى يومان من الاجل و يحضركم العذاب فلما اصبحوا اليوم الثالث اذا وجوههم مسودة كانما طليت بالقار فصاحوا جميعاً الا قد حضركم العذاب فلما

كـان ليلة الاحد خرج صالح من بين اظهرهم و من اسلم معه الى الشام فنزل رملة فلسطين فلما اصبح القوم تكفنوا و تحنطوا و القوا انفسهم بالارض (معالم ص ٣٤٦

دیکھواس قوم نے بھی عذاب کے آنے سے پیشتر پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اس کی علامات دیکھ کر کیسا خوف کیا تھا مگر چونکہ وعدہ عذاب ہو چکا تھالہذا یہ خوف ان کے کام نہ آیا اور وہ عذاب نہ ٹلا۔

ایمان لانے سے قطعی موعود عذاب کے نہ ٹلنے پر دلیل وہ نص قرآن ہے جس میں بیان ہے کہ فرعون ڈوبنے لگا تو بولا میں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں سے ہوں (مگر خدا نے اس منظور نہ کیا) فـلـمـا ادركه الغرق قال آمنت انه لا اله الا الذی آمنت به بنو اسرائيل و انا من المسلمين ۔ آلآن و قد عصيت قبل وكنت من المفسدين ۔ فاليوم ننجيك ببدنك لتكون لمن خلفك آية (يونس ۔ ع ٩)

اور دوسری جگہ فرمایا کہ فرعون اور اس کے پیرو صبح وشام آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن کہا جائے گا آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو،

الـنّـار يعرضون عليها غدوّا وّ عشيّاً ۔ و يوم تقوم السّاعة ۔ ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب ۔ (مومن ۔ ع ٥)

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ قطعی موعود عذاب پورا ایمان لانے سے بھی نہیں ٹلتا۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ قوم یونس کا عذاب جو ایمان لانے سے ٹل گیا وہ قطعی موعود نہ تھا بلکہ شرطی مشروط بہ عدم ایمان تھا۔اس واسطے وہ ایمان لانے سے ٹل گیا۔

بعض علماء نے یہ فارق بیان کیا ہے کہ فرعون کا ایمان عذاب آنے کے بعد تھا اس لئے نہیں ٹلا،اور قوم یونس کا ایمان عذاب آنے سے پہلے تھا،اس لئے ٹل گیا۔مگر یہ فارق لائق لحاظ نہیں ہے۔اولاً نص قرآن كشـفـنـا عنهم عذاب الخزی کہہ رہی ہے کہ قوم یونس پر بھی عذاب آ گیا تھا اور آثار ظاہر ہو گئے۔ تب ہی خدا تعالیٰ نے كشــفـنـا (یعنی عذاب کو ہم نے کھول دیا) فرمایا۔ثانیاً قطعی موعود کے نہ ٹلنے کی وجہ وعدہ الٰہی میں لزوم کذب ہے۔سو جیسا عذاب آنے کے بعد ہے ایسا ہی آ جانے سے پیشتر ہے۔لہذا کوئی وجہ

نہیں کہ عذاب آنے سے پیشتر ایمان ہو،تو خدا کے وعدہ میں لزوم کذب جائز ہو۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ قادیانی کا یہ دعوی کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود ٹل جاتا ہے ،دروغ بے فروغ ہے اوراس دروغ پر یہ دروغ کہ کسی قدر ڈر جانے سے عذاب قطعی موعود کا ٹل جانا قرآن سے ثابت ہے،قادیانی کی بے ایمانی اور بے حیائی ہے۔پھراس بے حیائی کے ساتھ یہ دعوی کرنا کہ عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اس لئے اس کی موت کا موعود عذاب ٹلا یا گیا،روز روشن کورات بتانا اوراپنے معتقدوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کررات ہونے کا اعتراف کرانا ہے۔

اس کے دلیرانہ دعوی کے جواب میں مسلمان اہل بصیرت یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی قدر ڈر جانا تو درکنارر ہا،اگر عبداللہ آتھم صاف لفظوں میں کلمہ شہادت پڑھتااوراشھد ان لا الہ ا اللہ و اشھد ان محمد رسو ل اللہ کہہ دیتا(جس پر وہ اب قائم نہیں رہااور صاف کہہ رہا ہے کہ میں اسلام کوسچانہیں جانتا،نہ اس وقت پیش گوئی میں کبھی اس کوسچا جانا ہے)تو بھی اس کا وہ عذاب ہرگز نہ ٹلایا جاتا،اگر وہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا۔وہ قادیانی کا اپنا یا اس کے ملہم شیطان کا ڈھکوسلہ تھا اس واسطے با وجود عدم تحقق رجوع بحق ،یعنی ایمان کامل،وہ عذاب ٹل گیا اوراس پیش گوئی کا کذب ظاہر ہوا۔

اس مقام تک قادیانی کی دوسری بات کا جواب ہے جو عذر سوم کی تائید میں اس نے کہی تھی اوراس کے ضمن میں حضرت یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے پر بحث ہوئی۔اب عذر سوم کے بقیہ مؤیدات کا(جواس سے منقول ہیں)جواب دیا جاتا ہے۔

آتھم سے قسم کا قادیانی مطالبہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ عذر سوم کی تائید میں ثالثاً قادیانی نے کہا ہے کہ:

عبداللہ آتھم کا میری پیش گوئی سے کسی قدر ڈر جانا اس کے شہر بشہر بھاگے پھرنے سے ثابت ہے،وہ اگرنہیں ڈرا تواب قسم کھائے اور ہزار روپیہ انعام لے اگرایک سال کے عرصہ میں نہ مر جائے۔

قادیانی کی اس بات سے عبداللہ آتھم کا واقعی ڈر جانا اور اس ڈر کی وجہ سے موت سے بچ جانا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے قادیانی کا دجال اور، دھوکہ باز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزید ایک سال اس کا دام تزویر بچھا رہے۔

قادیانی نے یہ محض حیلہ بنایا ہے اور درحقیقت نہ عبداللہ آتھم کی نقل مکانی سے اس کا ڈر جانا ثابت ہوتا ہے اور نہ صرف ڈر جانے سے پیش گوئی کا سچا ہونا۔ ممکن ہے کہ آتھم کا شہر بشہر پھرنا اس کی پیشگوئی کے قدرتی اور غیر اختیاری اثر سے ڈر کر نہ ہو، بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت کے خوف سے ہو۔ کیونکہ آتھم امرتسر میں پنشن پانے کے بعد عوام الناس کے طور پر قیام پذیر تھا، وہاں اس کا حاکمانہ رعب نہ تھا۔ لودہانہ میں وہ اس لئے پناہ گزین ہوا کہ وہاں اس کا ایک داماد مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ ججی کی حکومت اور رعب داب رکھتا تھا۔ وہاں جب قادیانی کے مخفی اسباب و تدابیر ہلاکت کا اس نے مشاہدہ کیا تو وہاں سے فیروز پور میں اپنے دوسرے داماد مسٹر میاداس، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں وہ پناہ گزین ہوا یہاں تک کہ میعاد پیشگوئی ختم ہوگئی ۔ چنانچہ اس امر کا آتھم اور اس کے عیسائی بھائیوں نے خود اظہار کیا ہے اور مشتہر کر دیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے نہیں ڈرا، اور نہ اس نے اسلامی عظمت کو اپنے دل میں دخل دیا ہے بلکہ وہ قادیانی کی اختیاری تدابیر و اسباب ہلاکت سے ڈر کر بھاگتا پھرا۔

اخبار وفادار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء میں آتھم کا ایک خط کا بالفاظ ذیل منقول ہے

میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۸۱، ۸۲ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح موعود کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیشینگوئی ہے۔ اسے شروع کر کے آج تک جو کچھ گذرا ہے آپ کو معلوم ہے۔ اب مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کر لیا ہے اسلئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں، جب انہوں نے میرے مرنے کی بابت جو چاہا سو کہا اور اس کو خدا نے جھوٹا کیا، اب بھی ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں، کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہرا پہلے بھی عیسائی تھا اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب میں امرتسر میں جلسہ عیسائی بھائیوں میں شامل ہونے کو آیا تھا تو وہاں بعض اشخاص نے پہلے تو ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم مر گیا ہے، نہیں آوے گا

اور جب مجھے ریلوے پلیٹ فارم پر دیکھا گیا تو کہنے لگے کہ یہ آتھم کی شکل کا ربڑ کا آدمی بنا ہوا ہے، انگریز بڑے حکمت والے ہیں، ربڑ کے آدمی میں کل لگا دی ہے۔ایسی ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہے۔ میں راضی و خوشی تندرست ہوں اور ویسے ایک دن مرنا تو ضرور ہی ہے، زندگی موت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔اب میری عمر ۶۸ سال سے زیادہ ہے۔اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے اس دنیا کے ہیں، سب مر جائیں گے

اخبار نور افشاں لودہانہ ۱۴ستمبر ۱۸۹۴ء میں درج ہے: اس مقام پر اس بات کا ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہو گا کہ امرتسر میں ڈپٹی (آتھم) صاحب کے ہلاک کرنے کیلئے تین دفعہ حملے کئے گئے چونکہ ان کا امرت سر میں رہنا باعث اندیشہ تھا اسلئے ڈپٹی صاحب ۳۰۔اپریل کو امرتسر سے جنڈیالہ تشریف لے گئے اور وہاں سے لودہانہ کو چلے گئے۔ جہاں ایک شخص برچھی سے ڈپٹی صاحب کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔لودہانہ میں کچھ دن رہ کر ڈپٹی صاحب فیروز پور میں رونق افروز ہوئے۔اس جگہ ان پر چار حملے ہوئے۔ بندوق سے دو دفعہ گولی چلی۔ایک دفعہ ایک شخص گنڈاسا لئے ہوئے نظر آیا۔دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت قریب کے کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے پر مفرور ہو گئے۔اور انہیں میں سے ایک دفعہ رات کے وقت ۳ آدمی کوٹھی کا دروازہ توڑ رہے تھے چونکہ ایسے وقت میں زیادہ حفاظت کی ضرورت تھی (جو پیشگوئی کا آخری روز تھا) اسلئے ڈاکٹر کلارک صاحب ۵ ستمبر ۱۸۹۴ کو امرتسر سے فیروز پور تشریف لے گئے۔رات کے وقت حسب معمول پولیس کا پہرہ رہا۔

اس کے بعد اسی پرچہ نور افشاں میں آتھم کے امرتسر پہنچنے کا حال یوں بیان ہوا: بعد ازاں ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے محفل میں کھڑے ہو کر اپنا حال سنایا۔کہ میرے لئے البتہ یہ امتحان آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ شائد میں مارا ہی جاؤں گا، لیکن تس پر بھی کلیسا خداوند کی کلام کو یاد رکھے جو موسیٰ کی معرفت ہوا کہ اگر کوئی تمہارے درمیان جھوٹا نبی آوے، اور نشان مقرر کرے اور اس کے کہنے کے بموجب ہو تو خبردار تم اس کے پیچھے نہ جانا، کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزماتا ہے۔اور یہ جو مہینے گذرے ہیں انکی بابت انہوں نے فرمایا کہ میں نے فقط دو باتیں دیکھیں جن سے میری تسلی رہی یعنی خداوند روح القدس کا سہارا اور خداوند یسوع مسیح کا خون۔ یہ

کہہ کر بے اختیار ان کے آنسو نکل پڑے۔ نیز جماعت کے بھی آنسو بہے ۔

قادیانی چونکہ ایسا دلیر ہے کہ عقل اور حیا دونوں سے اکیلا مقابلہ کر رہا ہے لہذا اس نے عبداللہ آتھم کے اس بات کہنے کو کہ میں مارا جاتا اور اس پر رو دینے کو اپنے دعوی کی دلیل بنالیا اور یہ مشتہر کر دیا کہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر یہ کلمہ بولا اور اس پر رو پڑا۔ اس کے ردو جواب میں اور نیز قادیانی کی درخواست وطمع دہی انعام کے جواب میں آتھم کو یہ مشتہر کرنا پڑا کہ میں تیری پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا، بلکہ تیرے ناجائز وسائل وتدابیر سے ڈرتا پھرا اور قسم کھانا اور مال کا لالچ کرنا میرے مذہب میں منع ہے۔ چنانچہ نور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء میں عبداللہ آتھم کا یہ خط مشتہر ہوا ہے:

بخدمت مکرم اڈیٹر صاحب نور افشاں۔ بعد نیاز تصدیعہ یہ ہے کہ فتح اسلام اور مختصر تقریر مرزا صاحب قادیانی کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ میں کچھ بھی عظمت اسلام سے جناب کی نبوت اولین میں نجات کیلئے مدد نہیں لی۔ ہاں البتہ میں جناب کے خونی فرشتوں سے ڈر کر چھپتا رہا ہوں۔ خصوصاً چار مہینے آخری آپ کے ۱۵ ماہ کی نبوت میں نہ اسلام کی عظمت الہامی سے اور نہ اسلامی توحید کی تعظیم سے اور تثلیث میں کچھ تزلزل ہو کر (ابنیت والوہیت میرے نزدیک وہی صحیح ہے جو بوقت مباحثہ میں نے شرح کی تھی) باقی رہی یہ بات کہ میں پہلے جناب کے ساتھ کوئی شرط یا قسم باندھی نہیں اور نہ آئندہ باندھونگا اور نہ آپ کے روپئوں کا مجھے کچھ لالچ ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بے ہودگی کی ہے اور جو آپ کے ساتھ کرتے ہیں اس کے شامل میں نہیں یہ بھی جناب مرزا صاحب کو معلوم ہو کہ قریب ستّر برس کی تو عمر میری ہے۔ پھر آئندہ سال بڑھانا جناب کے کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا جو ایک سال کی مہلت اور طلب ہوتی ہے۔ مرزا صاحب سچے خدا سے ڈرو، میں تو موت کیلئے تیار ہی بیٹھا ہوں مگر آپ کو بھی مرنا ہے۔ میں آپ سے بدلہ کچھ نہیں چاہتا۔ مگر خدا سے آپ کی خیر و عافیت کی دعا مانگتا ہوں۔

عبداللہ آتھم فیروز پور۔ محررہ ۱۷ ستمبر ۱۸۹۴ء

اس مضمون کا ایک خط عبداللہ آتھم کا بنام ملا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور میں چھپ کر مشتہر ہوا ہے اور اصل خط دستخطی خاص مسٹر آتھم کا ہم نے بمقام لاہور دیکھا ہے۔ اس کی نقل بھی اس مقام میں

مناسب ہے۔ڈپٹی عبداللہ صاحب کا خط۔آمدہ مورخہ ۲۷ستمبر۱۸۹۴ء

جناب محسن بندہ جناب مولانا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور۔تسلیم

آپ کے خط کے جواب میں قلمی ہے کہ میں اپنے ایمان مسیحی کی بابت مفصل اخبار نور افشان وغیرہ میں اشتہار دے چکا ہوں کہ میں سچے دل سے عیسائی ،جس طرح تھا اب تک اپنے ایمان پر قائم ہوں۔اور ہرگز اسلام کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوا، نہ ظاہرا، نہ باطن میں۔تو اب فرمایئے کہ اس سے زیادہ کیا کرسکتا ہوں۔ جو آدمی کچھ بھی عقل رکھتا ہے اس سے صاف جان سکتا ہے۔باقی رہا مرزا صاحب کا شرط لگانا کہ آتھم قسم کھا کر یہ بات کہہ دے۔سو صاحب من! میرے مذہب میں تو قسم کھانا منع ہے۔متی کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ تم ہرگز قسم مت کھاؤ۔ہاں کی ہاں۔اور نہ کی نہ ہونی چاہیے اور ہزار دو ہزار کی شرط لگانا تو ایک طرح کی جوابازی ہے۔ میرے خیال اور میرے مذہب میں اس طرح کا لالچ بھی منع ہے۔مرزا صاحب کی مرضی جو چاہیں سو کہتے جائیں۔میں تو پہلے بھی یہ دعا مانگتا تھا اور اب بھی دعا مانگتا ہوں کہ یا خدا تعالی،تو مرزا صاحب قادیانی پر رحم کر۔ اور اس کو ہدایت کر کہ راہ راست پر آوے۔اور اس کو صحت اور تندرستی جسمی اور دماغی بخش۔آمین۔اس سے زیادہ سب کچھ فضول ہے اور میں ایک ضعیف العمر آدمی ہوں قریب سترّ سال کی عمر کا ہوں۔آخر کہاں تک جیئوں گا کون جانتا ہے کہ کب خدا تعالی بلا لے۔زیادہ نیاز۔

آپ کا مشکور بندہ عبداللہ آتھم پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر از مقام فیروز پور

مسٹر آتھم کے اس بیان پر کہ وہ اس پیش گوئی کی قدرتی تاثیر سے نہیں بلکہ قادیانی کے اختیاری اسباب وتدابیر ہلاکت سے ڈر کر نقل مکانی کرتے رہے، ہم ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جس سے کسی شخص کو (اگر وہ ادنی فہم وانصاف بھی رکھتا ہوگا) شک نہ ہوگا۔اور وہ دلیل یہ ہے کہ عبداللہ آتھم ایک مذہبی آدمی ہے اور وہ اپنے مذہب کی کتابوں کی رو سے خدا کی سلطنت اور قدرت ہر جگہ مساوی سمجھتا ہے۔پس اگر اس پیشگوئی کو خدا کی طرف سے سمجھتا اور خدا کے مواخذہ سے ڈرتا تو وہ اس خوف سے نقل مکانی ہرگز نہ کرتا کیونکہ وہ خوب یقین رکھتا تھا کہ خدا کی پکڑ ہر جگہ مساوی ہے۔اس کو نہ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ جج لودہانہ کا رعب روک سکتا ہے، نہ مسٹر میا داس اکسٹرا اسسٹنٹ فیروز پور کا رعب۔لہذا اس کی اس نقل مکانی سے صاف ثابت ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو

خدا کی طرف سے نہ سمجھا تھا۔ اور اس کے قدرتی اثر اور خدا کے مواخذہ سے ہرگز نہ ڈرا تھا۔ بلکہ وہ قادیانی کے اختیاری وسائل ومخفی تدابیر سے ڈر کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا رہا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: لیجئے جناب قادیانی صاحب! یہ نقل مکانی عبداللہ آتھم کی قدرتی مواخذہ سے نہ ڈرنے پر دلیل ہوئی اور آپ کی دلیل الٹی آپ پر پڑی۔

اختیاری وسائل وتدابیر ہلاکت سے خوف کے جواب میں مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۱۰ میں ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ میں کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا، چال چلن کے رو سے خونریز اور ڈاکو نہ تھا، پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی، اگر یہ حق کا خوف نہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقاداً وعلماً تمہارے ڈاکو وخونریز ہونے میں کیا شک ہے۔ جب تم اپنی کتاب وساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں صاف لکھ چکے ہو کہ کافر کا مال اور جان اس کی ملک نہیں رہتی، خدا جس کے ہاتھ سے چاہے تلف کر دے۔ اب اگر عملاً ڈاکو ہونے میں یعنی اس مسئلہ کو عمل میں لانے اور لوٹ مار شروع کرنے میں کسر ہے، تو جمیعت کی کسر ہے۔ اور یہ بات مسلّم کل ہے کہ عمل اور چال چلن ہمیشہ اعتقاد کے تابع ہوتا ہے۔ آپ کا اعتقاد ثابت ومعلوم ہو گیا تو اب عمل میں بجز جمیعت کیا کسر رہی؟

ہم تھوڑی دیر کیلئے بطور فرض محال یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر آتھم آپ کی پیشگوئی کی قدرتی تاثیر سے ڈر کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور اس پیشگوئی میں وہ آپ کو نجومی یا جفری یا جوتشی یا مسمریزسٹ سمجھ کر یا (اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں) آپ کو ملہم مان کر اس پیشگوئی کے قدرتی اثر سے ڈر گیا اور اس ڈر سے شہر بشہر پھرا، بلکہ کسی وقت منہ سے اظہار ایمان بھی اس نے کر دیا۔ پھر اس فرض پر یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اس پیشگوئی کا (اگر وہ خدا کی طرف سے تھی) پورا ہونا اور اس کا مر جانا ضروری تھا۔ اولاً اسلئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ موت کا عذاب موعود ڈرنے سے نہیں ٹلا کرتا (جیسا کہ قوم عاد وثمود اور ہر قوم سے جس پر عذاب آیا اور وہ چلانے سے نہیں ٹلا) نہ وہ ایمان لانے سے ٹلتا ہے (جیسا کہ فرعون سے جو ایمان لایا تھا وہ عذاب نہیں ٹلا)۔ ثانیاً اسلئے کہ اگر اس عذاب کی شرط عدم رجوع بحق کی نظر سے اس کو شرطی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا وقوع ضروری تھا کیونکہ اس شرط کا تحقق ہو گیا اور عبداللہ آتھم نے رجوع بحق نہیں کیا، یعنی وہ پورا اور سچا مسلمان نہیں ہوا صرف پیشگوئی سے ڈر کر ظاہری اسلام لایا جو شرعاً

صحیح نہ تھا۔ بلکہ وہ اسلام عارضی، جھوٹا تھا جس کا عارضی اور جھوٹا ہونا اس کی تحریرات مابعد سے (جو منقول ہوئیں) ثابت ہو گیا ہے۔ اگر وہ الہام اور وعدہ عذاب موت خدا کی طرف سے ہوتا، جو عالم الغیب تھا اور آتھم کی حالت بعد سے واقف تھا، تو ایسے عارضی اور جھوٹے ایمان کو قبول نہ کرتا، اور اس کو موت کے عذاب سے نہ بچاتا اور ضرور مار ڈالتا۔

از آنجا کہ آتھم باوجود تحقق شرط عذاب زندہ رہا، لہذا باوجود تسلیم وفرض اس امر کے کہ وہ اس پیشگوئی سے ڈر گیا، یا وہ کسی وقت ایمان لایا تھا، عذاب موت کا واقع نہ ہونا اور اس کا مارا نہ جانا، اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ الہام خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ قادیانی کا من گھڑت ڈھکوسلہ یا اسکے ملہم (معلم الملکوت) کا وسوسہ تھا جو جھوٹا نکلا اور اس نے قادیانی کو جھوٹا کیا اور تمام جہان کی لعنتوں کا مورد بنایا۔ لہذا اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے قادیانی کا ان باتوں کو زبان پر لانا، اور آتھم کا ڈر جانا یا خفیہ ایمان لانا تجویز کرنا اور درصورت انکار آتھم، اس کو قسم دینا اور اس پر وعدہ انعام کرنا، حیلہ سازی کی باتیں ہیں۔

مزید اس قادیانی نے اس قسم پر پہلے ایک ہزار روپیہ انعام تجویز کیا جس سے آتھم نے انکار کیا تو پھر دو ہزار کا اشتہار دیا۔ اس سے بھی اس نے انکار کیا تو تین ہزار کا اشتہار دیا۔ اب چار ہزار کا اشتہار چھپوا دیا ہے۔ اور آئندہ دس ہزار تک اشتہار دینے کا بھی اس کا ارادہ سنا جاتا ہے۔ عقل مند بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار روپیہ لے کر قسم کھانے سے بدست آویز ایک حکم مذہب کے انکار کیا ہے، وہ دو ہزار یا تین ہزار یا دس ہزار روپیہ لے کر بھی قسم نہ کھائے گا۔ اور اس امر کا قادیانی کو یہ یقین ہو گیا ہے تب ہی وہ تعداد بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اس سے احمقوں کو فریب میں لاتا ہے۔

مزید یہ کہ قادیانی نے اس دھوکہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے مریدوں کو اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۶ میں یہ کہا ہے کہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں، دیوانہ ہوں، کہ اگر قطعی طور پر یہ مجھے علم نہیں دیا گیا تو یوں ہی تین ہزار برباد کرنے کو تیار ہو گیا ہوں؟

اس دھوکے کا ازالہ یہ ہے کہ قادیانی صاحب آپ کو پاگل یا دیوانہ کون کہتا ہے؟ آپ بڑے ہوشیار، عیار ہیں اور اس انعام میں بڑھتے جانا آپ کی اس ہوشیاری پر مبنی ہے۔ آپ کو قطعی طور پر علم ویقین ہے کہ آتھم

اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے ہرگز قسم نہ کھائے گا اور وہ دن کبھی نہ آئے گا جس میں آپ کا ایک پیسہ ہاتھ سے نکلے۔ پھر آپ بلاخوف کیوں تعداد میں بڑھتے نہ جاویں اور کیوں احمقوں کو دام میں نہ لاویں؟

مزید براں قادیانی نے اس دھوکہ پر ایک پیش گوئی کا ڈھکوسلہ بنالیا، جس سے اپنے مریدوں کے پاؤں میں ایک اور رسّہ یا آہنی کڑا ڈالنا چاہا ہے۔ اس نے آتھم کے قسم سے انکار کرنے پر اشتہار دو ہزار و چار ہزار میں یہ الہامی پیش گوئی کی ہے کہ وہ قسم نہ کھائے گا اور قادیانی کے مقابلہ میں کبھی نہ آئے گا۔ بنا بریں اس کے مرید اب یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی الہامی نہیں اور آتھم کے قسم نہ کھانے کی خدا نے قادیانی کو خبر نہیں دی، تو وہ قسم کھا کر اس پیشگوئی میں قادیانی کو کیوں جھوٹا نہیں کرتا؟

اس ڈھکوسلہ کا جواب ترکی بترکی عیسائیوں نے ایسا دیدیا ہے جس نے اس پیشگوئی کے الہام کی قلعی کھول دی ہے۔ اس مقام میں اسی جواب کا نقل کر دینا کافی ووافی ہے۔ ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک نے نیشنل پریس امرتسر میں اشتہار چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اشتہار

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ میں محمدی ہوں اور علمائے اسلام کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں، کفر کا فتوی لگا کر اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مجمع عام میں ایک لقمہ خنزیر کے گوشت کا سبھوں کے سامنے کھا کر کہیں کہ میں مسلمان ہوں تو ہم یقین کریں گے کہ علمائے اسلام کا فتوی غلط اور یہ درحقیقت مسلمان ہیں اور اگر مرزا صاحب یہ نہیں کر سکتے تو وہ مسٹر آتھم صاحب کو بھی قسم کھانے سے معذور سمجھیں کیونکہ جیسے قرآن کے حکم سے وہ سور نہیں کھا سکتے، اسی طرح آتھم صاحب انجیل کے حکم سے قسم نہیں کھا سکتے۔ جب تک کہ کسی حاکم سے قسم پر مجبور نہ کرائے جائیں، عیسائی کو قسم کھانا جائز نہیں۔

اگر آتھم صاحب قسم کھاتے تو ثابت کر دیتے کہ میرا عمل انجیل پر نہیں ہے، پس مرزا صاحب کو لازم ہے کہ ہماری اس دعوت کو قبول کر کے اس شرط کے بموجب اپنے تئیں محمدی ثابت کریں ورنہ بار بار قسم کے

اشتہار آتھم صاحب کے نام دینے بند کریں۔

اور مرزا صاحب گویا الہام سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آتھم صاحب ہرگز قسم نہ کھائیں گے۔سو معلوم ہو کہ اگرچہ ہمیں الہام نہیں ہوتا اور جبریل ہمارے پاس نہیں آتا، تو بھی ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہرگز خنزیر کا گوشت کھا کر اپنے تئیں مسلمان ثابت نہ کرسکیں گے۔

الراقم۔ڈاکٹر ایچ ایم کلارک۔ایم ڈی میڈیکل مشنری امرتسر۔

عیسائیوں کے قسم سے انکار وعذر کے جواب میں قادیانی نے اشتہار چار ہزار میں طولانی بحث کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ عہد عتیق میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اس پر کتاب یرمیاہ اور زبور کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ عہد جدید میں بھی قسم کھانا ثابت ہے۔اور اس پر پولس اور پطرس کا قسم کھانا انجیل متی واعمال سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ پادری لوگ عدالتوں میں بلائے جاتے ہیں، تو قسمیں کھاتے ہیں، اور انگریزی سلطنت کے کل معتمد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہاں تک کہ گورنر جنرل سب حلف اٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور کئے جاتے ہیں۔پھر کہا: کیا یہ سب کے سب انجیل پر ایمان رکھنے سے بے نصیب تھے اور صرف ایک عبداللہ آتھم ہی سچے عیسائی ہیں جو قسم کھانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اس کا جواب معلوم نہیں عیسائیوں نے کیا دیا ہے (یا آئندہ دیں گے) مگر ہم اسلامی طرز واصول پر اس کا جواب دیتے ہیں اور مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ جو ثبوت جواز قسم کا قادیانی نے پیش کیا ہے وہ اسلامی اصول پر کافی ثبوت نہیں ہے۔

عہد عتیق میں جو قسم کھانے کا حکم ہے اس کو تو بحسب اعتقاد مسیحیوں کے حضرت مسیح نے اپنے اس قول سے منسوخ کردیا ہے جو انجیل متی کے باب ۵ میں ہے کہ

(۳۳)۔ پھر سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو جھوٹی قسم نہ کھا، بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پوری کرو۔(۳۴)۔پر میں تمہیں کہتا ہوں ہرگز قسم نہ کھانا۔نہ تو آسمان کی، کیونکہ وہ خدا کا تخت کا۔(۳۵)۔نہ زمین کی کیونکہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے اور نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے (۳۶)۔اور نہ اپنے سر کی قسم کھا کیونکہ تو ایک بال کو سفید یا کالا نہیں کرسکتا۔(۳۷)۔پر تماری گفتگو میں ہاں کی ہاں اور نہیں کی نہیں ہو کیونکہ جو

اس سے زیادہ ہے، سو برائی سے ہوتا ہے۔

Again, ye have heard that it hath been said by them of old time, "Thou shalt not forswear thyself, but shalt perform unto the lord thine oaths;

But I say unto you, "Swear not at all; neither by heaven; for it is God's throne;

Nor by the Earth; for it is his foot-stool; neither by Jerusalem; for it is the city of the great king.

Neither shalt thou swear by thy head, because thou canst make one hair white or black.

But let your communication be, Yea, yea; Nay, nay; for whatsoever is more than those cometh of evil. (Matthew 5: 33-37)

رہا عہد جدید میں پولوس یا پطرس کا قسم کھانا، سو اسلامی اصول کی رو سے اس حکم مسیح کو نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ غیر نبی کا قول یا فعل، نبی کے حکم کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرت مسیح کا فعل قسم ثابت ہو تو وہ بھی ان کے قول کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔

اب رہا انگریزی عدالتوں اور پارلیمنٹ میں قسم کا مروج ہونا اور ان میں پادریوں اور عہدہ داروں کا قسم کھانا، سو عیسائی مذہب کا حکم نہیں بن سکتا۔ اور ان کا فعل وعمل عیسائی مذہب کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ انگریزی سلطنت وعدالت اور دیگر عیسائی قوموں کی سلطنت کے آئین وقانون میں اور کون سا امر ہے جو احکام توریت یا انجیل کے مطابق ہے، اور اس کو کوئی محمدی یا اور منصف، عیسائی مذہب کہہ سکتا ہے؟ جملہ عیسائی سلطنتوں اور تمام عیسائیوں اور پادریوں نے احکام توریت وانجیل کو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے۔ اور ان کے نزدیک عیسائی ہونے کے لئے مسیح کے خون وکفارہ پر ایمان رکھنا کافی ووافی ہے۔ یہ بات ان کے ہادی پولوس نے تعلیم کی ہے اور احکام شریعت سے آزادی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں کے خط باب ۷ میں پولوس مقدس Saint Paul فرماتے ہیں

(۱۸)۔ پس اگر قانون اس لئے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا، اٹھ گیا۔ (۱۹) کیونکہ شریعت نے کچھ کار نہ کیا مگر ایک بہتر امید درمیان میں داخل ہوئی جس کے وسیلے ہم خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔

For there is verily a disannulling of the commandment going before for the weakness and unprofitableness thereof.

For the law made nothing perfect, but the bringing in of a better hope did; by thw which we draw nigh unto God. (Hebrews 7:18-19)

بناءعلیہ عیسائی سلطنتوں کے قانون وآئین اور عیسائیوں کے افعال واعمال جوتوریت انجیل کے مخالف ہیں، عیسائی مذہب قرارنہیں دیئے جاسکتے۔ جوشخص اس قانون وعمل کوعیسائی مذہب قرار دے اوراس سے قسم یااور کسی حکم کا مذہب عیسائی ہونا ثابت کرے، وہ احمق ہے یادھوکہ باز۔

مزید یہ کہ کہ عبداللہ آتھم کے ڈر جانے اورایمان لانے اوراس پرقسم کھانے سے انکارکرنے پر مرزا قادیانی نے ایک اورمکر کیااوراپنے مریدوں کودھوکہ دیااورکہا کہ یہ باتیں آتھم کے منہ سے بطورمدعاعلیہ ہونے کے نکل رہی ہیں۔اورمیں چاہتا ہوں کہ وہ بطورگواہ یہ باتیں کہیں اوراس پرقسم کھائیں اورخدا کےعذاب موت کے مستحق ہوں، کیونکہ مدعاعلیہ خواہ کتنا جھوٹ بولےاس پرعدالت میں مواخذہ نہیں ہوتا۔اوراگرکوئی گواہ بن کرجھوٹ بولےتووہ حلف دروغی میں پکڑاجاتا ہے۔اس کا جواب آتھم اوراس کےعیسائی بھائیوں نے تو یہ دیا کہ

آپ حاکم مجاز ہیں تو مجھے عدالت میں طلب کریں اورمجھ سے جبراً قسم لیں۔ہم تو آپ کوحاکم مجاز نہیں سمجھتے۔اوراپنے مذہب کی روسے قسم کھانا جائزنہیں سمجھتے.

اسلامی اصول پراس کا جواب یہ ہے:اس قول میں قادیانی نے خداتعالی کوعیسائی بنایاہےاورعیسائی حکومت کے قانون کا پابندٹھہرایاہے،اوریہ جتایاہے کہ خدابہ پابندی مذہب عیسائی مدعاعلیہ کوجھوٹ کی سزانہیں دے سکتااس لئے اس کوگواہ بناکرقسم دلواکرحلف دروغی کی سزامیں معذب بعذاب موت کرنا چاہتا ہے۔اوریہ سراسراس کا دھوکہ ہے۔خداتعالی کےحکم وشریعت میں (جواسلام میں مقررہیں) جھوٹ بولنےاورجھوٹی قسم کھانے میں گواہ اورمدعاعلیہ بلکہ مدعی سب برابرہیں بناءعلیہ آتھم اگرمدعاعلیہ ہونے کی حیثیت سے جھوٹ بولے یااس پرقسم کھائے تو ویسا ہی لائق سزاہوگا جیسا کہ ایک گواہ کی حیثیت سے جھوٹ بولے یااس پرقسم کھا

لے۔قسم تو وہ گواہ کی حیثیت سے بھی نہیں کھائے گا جیسا کہ مدعا علیہ بن کرنہیں کھاتا۔پس اگر وہ واقع میں جھوٹا ہے اور خدا تعالی بقول قادیانی اس کو سزا موت دینا چاہتا ہے تو پھر اس میں کیوں توقف کر رہا ہے اور کیوں اس امر کا منتظر ہے کہ وہ بطور گواہ جھوٹ بولے اور جھوٹی قسم کھائے اور اس پر حلف دروغی کی دفعہ قائم ہووے، تب اس کو سزا موت دے۔کیا وہ اپنے اس حکم وشریعت کو جو اسلام میں مقرر کر چکا ہے منسوخ کرنا چاہتا ہے اور اب وہ آئین قانون حکومت انگریزی کا تابع ہو گیا ہے؟نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

قادیانی اس امر کو تسلیم کرلے تو اس کو مناسب ہے کہ عبداللہ آتھم کے مدعا علیہ ہو کر جھوٹ بولنے پر ہی اس کو جھوٹ کی سزا موت دلوادے۔مگر اس کی سزا کی میعاد ایک سال مقرر نہ کراوے بلکہ گھنٹوں یا دنوں یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کے ہفتوں کی میعاد مقرر کرادے۔قادیانی نے ایسا نہ کیا اور ہمارے اس جواب کو سن کر بھی قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کا منتظر رہا تو اسکے مریدوں کو (اگر وہ کچھ عقل رکھتے ہیں) یہ سمجھنا چاہیے کہ قادیانی اس بات بتانے میں کہ خدا اس پر عذاب بھیجنے میں قانون انگریزی کی دفعہ قائم ہونے کے انتظار میں ہے،خدا تعالی پر افتراء کرتا ہے۔

اور اگر قادیانی نے میعاد سزا ایک مہینے کے ہفتوں سے زیادہ مقرر کی تو پھر وہ انہی اعتراضات کا تختہ مشق ہو گی جو پہلی مدت موت آتھم پر کئے گئے تھے اور جن کی نظر سے قادیانی کے ملہم (معلم الملکو ت) کو وہ موت منسوخ کرنی پڑی تھی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس بیان با برہان سے ناظرین کو بخوبی روشن و ثابت ہوگا کہ قادیانی نے جو قول سوم میں کہا ہے اس سے اولاً یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا۔اور اگر ڈر جانا تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے عذاب موعود موت کا ٹل جانا جائز نہیں ہوسکتا۔اور ڈر جانے سے انکار پر آتھم کا قسم کھانا کوئی وجہ اور ضرورت نہیں رکھتا اس بیان میں آتھم کو جھوٹا فرض کرنے اور اس کے خوف بلکہ عارضی ایمان کو مان لینے پر بھی قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس صورت کذب آتھم میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا اور اس کا مارا جانا ضروری تھا۔اور اگر اس میں قادیانی کے فرضی ملہم یا جعلی خدا (عبداللہ آتھم کی حالت مابعد سے ناواقف و بےعلم) سے غلطی ہوئی ہے تو وہ اب آتھم کو گھنٹوں یا دنوں یا چند ہفتوں میں مار دے اور اس

کی قسم کا منتظر نہ ہو۔ ورنہ اس کے علم، قدرت کو بٹہ لگے گا اور اس پر پیروی عیسائی حکومت کا الزام عائد ہوگا (جس سے خداوند عالم قادر و عالم الغیب پاک و منزہ ہے)

عذر سوم کی تائید میں جو رابعاً قادیانی نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ موت کا پہلو مجروح و تختہ مشق اعتراضات ہو گیا ہے، تب اس نے اس کو بدل دیا ہے۔ اس سے ثابت و متیقن ہوتا ہے کہ قادیانی دہریہ ہے۔ وہ اس خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا جس کو اسلام اور جملہ مذاہب سماوی نے عالم الغیب و قادر مطلق تسلیم کیا ہوا ہے، بلکہ کسی ایسی ذات بے برکات، عجز مآب کو خدا جانتا ہے جو نہ علم رکھتا ہے، نہ قدرت نہ عقل نہ فہم جس سے وہ نفع و نقصان کا موازنہ کر سکے جو حقیقی خدا کو نہ ماننے اور دہریہ ہو جانے کے مساوی ہے۔ پس اگر واقعی قادیانی کا اعتقاد یہی ہے جو اس کے اس قول سے مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس سے کسی مسئلہ شرعی میں مسلمانوں کو بحث کرنا مناسب نہیں۔ وہ سب مسائل کو چھوڑ کر پہلے اس مسئلہ میں بحث کرے کہ خدا تعالیٰ کو کن صفات سے ماننا چاہیے۔ اور اگر اس کا دلی اعتقاد یہ نہیں جو اس قول سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ خدا کو قادر و عالم الغیب مانتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس قول کو واپس لے اور یہ خیال کرے کہ خدا کی شان اس بے ضبطی و بے عقلی سے اعلیٰ وارفع ہے کہ وہ ایک واقعہ (موت آتھم) کی نسبت اپنے حظیرۃ القدس اور دفتر قضا و قدر میں ایک تجویز مقرر کر کے ایک وقت اور تاریخ معین پر اس کے وقوع کی خبر دیدے، پھر جب اس واقعہ کے وقوع کی نسبت لوگوں کے اعتراضات سنے اور اس واقعہ کے وقوع کو تختہ مشق اعتراضات ہونا دیکھ لے، تب اس واقعہ کے وقوع کی خبر کو منسوخ کر دے، مگر اس نسخ کو اپنے حظیرۃ الغیب میں چھپائے رکھے، یا قادیانی کے دل و دماغ میں اس کو چھپا رکھے۔ اور اس واقعہ کی مدت وقوع تک اس کو اور کوئی بشر نہ سنے۔ اور جب وہ واقعہ وقوع میں نہ آوے اور اس کی تاریخ وقوع گذر جائے، تب اس نسخ کا اظہار کرے یا اظہار کا حکم دے۔ پھر جب اس نسخ پر اعتراض کا اندیشہ پیدا ہو کہ یہ محض حیلہ بنایا گیا ہے تو اس کے جواب میں اپنی تصدیق کیلئے پھر اسی واقعہ کے وقوع کی خبر کو دلیل ٹھہرا کر پیش کرے اور یہ کہے کہ اگر تم نہیں مانتے اور ہمارے اس نسخ پر اعتراض کرتے ہو، تو پھر ہم وہ واقعہ وقوع میں لائیں گے اور اس شخص (آتھم) کو اتنی ہی مدت (ایک سال) میں مار دیں گے، اور یہ نہ سوچے کہ اس خبر کے وقوع پر وہی اعتراضات ہوں گے جن سے بھاگ کر ہم نے اس خبر کو منسوخ کیا تھا۔ اور ہم اس

مثل کے مصداق بن جائیں گے فرّ من المطر و قام تحت المیزاب (مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا)...

ان باتوں کو سوچ کر قادیانی اس قول اور الہام کے دعوی کو واپس نہ لے تو یقین ہوگا کہ وہ دہریہ ہے، خدا کو صفات کمال سے نہیں مانتا اور خدا کو بے ضبطی، بے عقلی، کم فہمی و غلطی کے نقائص سے پاک نہیں سمجھتا۔ مرزا قادیانی خود تو علوم اسلامی سے جاہل ہی ہے وہ خدا کو بھی اس مسئلہ سے ناواقف سمجھتا ہے جو اسلام میں مقرر ہے کہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے، اخبار میں اس کا وقوع ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اس سے مخبر صادق کا کذب لازم آتا ہے۔ لہذا مخبر صادق اپنی کسی خبر کے وقوع کو کبھی نہیں بدلتا اور جس امر کے وقوع کی وہ خبر دے چکا ہو اس کو اعتراضات کے خوف سے (خواہ کس قدر ہوں) ملتوی نہیں کرتا۔

قادیانی اگر اپنے فرضی خدا کو ایسا ہی سمجھتا ہے اور ان نقائص سے اس کو پاک نہیں سمجھتا تو کم سے کم اس کو لوگوں کے عام خیال کا پاس ولحاظ ضروری تھا۔ اگر یہ ڈھکوسلہ بنا کر اس کو خدا کے ذمہ لگانا ہی تھا تو وہ پاس ولحاظ اس عام خیال کے اتنا تو ضرور کرتا کہ اس کو ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء (جو آخری تاریخ میعاد وفات عبداللہ آتھم تھی، نہ کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء جس کو قادیانی نے اپنی حماقت سے آخری تاریخ بنایا ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس تاریخ سے کوئی مہینہ شمار کیا جاتا ہے اس تاریخ سے ایک دن پہلے اس مہینے کا اختتام ہوتا ہے اور جس مہینے سے کوئی سال شروع ہوتا ہے، اس مہینے سے ایک مہینہ پہلے اس سال کا اختتام ہوتا ہے۔ بناء علیہ آتھم کی میعاد وفات پندرہ ماہ کی ۵ جون ۱۸۹۳ء سے، جو پہلا دن الہام قادیانی کا تھا، شروع ہوئی تھی۔ تو چاہیے کہ اس سال کا اختتام ۴ جون ۱۸۹۴ء کو ہو، اور ۱۵ ماہ کا اختتام ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہو) سے پیشتر مشتہر کر دیتا۔

اس صورت میں بھی گو ہمارے اعتراضات مذکورہ (۱۔ خدا تعالی اپنے وعدہ کو منسوخ نہیں کرتے۔ ۲۔ اور نسخ اخبار میں جاری نہیں ہوتا۔ ۳۔ اور پہلے ایسا وعدہ ہی کیوں کیا تھا جو مورد اعتراض ہونا تھا۔ کیا اس کو ان اعتراضات کا علم پہلے سے نہ ہوا تھا۔ ۴۔ پھر دوبارہ اسی امر محل اعتراضات وفات آتھم کو کیوں اس نے پیش کیا) تو واقع ہوتے، مگر لوگ یہ اعتراض تو نہ کرتے جو اب کر رہے ہیں کہ میعاد پیشگوئی گذر گئی اور آتھم کو موت نہ آئی، تب یہ بات بنائی گئی ہے۔ یہ بات اگر خدا کی طرف سے تھی تو انقضاء میعاد سے پہلے کیوں مشتہر نہ کی گئی؟

یہ اعتراض ایک طرف سے نہیں بلکہ جمہور خلائق کی طرف سے (جس میں مسلمان ہندو عیسائی سب داخل ہیں) ہو رہا ہے، اور یہ امر قادیانی کو معلوم ہے، چنانچہ اس نے اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۸ کے فٹ نوٹ میں اس

کونقل کیا اور کہا ہے: بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینے کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔

مگر قادیانی نے اس کا کوئی جواب نہیں، صرف اس قدر کہہ دیا ہے:

سو واضح ہو کہ پندرہ مہینے کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جب کہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دیدیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔، .

اور کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دیا۔ اور عدم اشاعت الہام قبل از انقضاء مدت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ صرف اس کے ثبوت کا دعوی بلا دلیل کر دیا اور نہ ماننے والوں کو بے ایمان کہد یا ہے۔

ہم اس مقام میں اس اعتراض کو چند اشخاص مختلف مذاہب سے نقل کر کے بتاتے ہیں کہ یہ اعتراض بعض کی طرف سے نہیں (جیسا کہ قادیانی نے کہا) بلکہ جمہور کی جانب سے ہے۔ اور قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس کا کیا جواب دیا اور کہاں دیا؟ اور کس تاریخ آپ کو یہ الہام ہوا تھا اور کس شخص کو آپ نے سنایا تھا؟

اخبار نور علی نور کے پرچہ ۱۶ ربیع الاول میں اس کا سنی مسلمان اڈیٹر لکھتا ہے (جس کو مرزا قادیانی کے چھپے حواری دوسرے اڈیٹر نے اپنے سکوت کے ساتھ تسلیم کیا ہے):۔

۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک تو یہ دعوی کہ جب تک عبداللہ آتھم نہ مرے، سورج غروب نہ ہوگا۔ جب عبداللہ آتھم ۵ ستمبر تک نہ مرا اور سارے جہان نے تمہیں لعنت اور ملامت کی تو یہ الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ اگر ۵ ستمبر سے پہلے مشتہر کر دیتے کہ وہ دل میں مسلمان ہو گیا، اب نہ مرے گا تو ایک بات بھی تھی

آخر میں سوال و جواب کے طور پر موت کے پہلو بدلنے کا عذر ایسا ہے کہ بس آپ کے خدا کی خدائی ظاہر ہوگئی۔ جب آپ کے خدا نے دیکھا کہ موت کا پہلو تختہ مشق اعتراضات ہو گیا۔ تو ناچار دوسرا پہلو اختیار کیا۔ مگر تمہارے خدا کو اتنی عقل بھی نہ تھی کہ موت پہلو میں تو صرف بعض مخالفوں کے اعتراض ہوتے اور ہزارہا انسان مخالف آپ کے مطیع اور تابعدار ہو جاتے اور مرید علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ کو پہنچتے۔ برخلاف دوسرے پہلو کے جو تمہارے خدا نے اختیار کیا، تم کو سارا جہان موافق و مخالف سب لعنت اور ملامت کرتا ہے۔

مینہ سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے پناہ لینا تمہارے فرضی خدا کا کام کا ہے نہ علام الغیب کا۔

☆ ایک اور اسلامی اخبار (پیسہ اخبار) لکھتا ہے: پچھلے ہفتہ میں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے غلط نکلنے کی خبر چھاپ چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً مرزا صاحب کی پیش گوئی صحیح بھی ہو جاتی تو بہت سے خوش اعتقادوں اور عام لوگوں کے بھکنے کا اندیشہ تھا۔ مرزا صاحب بجائے اس کے کہ پیشین گوئی کے غلط نکلنے پر اقرار ندامت کرتے کہ یہ کام خدا ہی کے سپرد رہے۔ انہوں نے ایک اشتہار چھاپ کر دعوی کیا ہے کہ حقیقت میں انہیں ہی فتح ہوئی ہے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عبداللہ آتھم صاحب نے کسی وقت دل میں اسلام کی صداقت تسلیم کی ہو گی اس لئے ان کے الہام کی شرط کے مطاق خدا نے انہیں نہیں مارا۔ کیا مرزا صاحب کا خدا اتنا بھی عالم الغیب نہیں تھا کہ وہ انہیں پہلے ہی نتیجہ سے مطلع کر دیتا؟ اس کے علاوہ دوسرا الہام مرزا صاحب کو ایسے آخری وقت میں ہوا جب کہ ساری دنیا پر ان کی قلعی کھل گئی۔ اگر وہ ۵ ستمبر سے دس روز پہلے بھی وہ ایسا مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مثال مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے بہتر کہیں نہیں ملی۔ اور ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسے لائق آدمی ایسی بے ہودہ دلیلوں کی آڑ میں پناہ لیں

عیسائیوں کے نور افشاں نے پرچہ ۲۸ ستمبر ۱۸۹۴ء میں پادری جی ایل ٹھاکر داس سے نقل کیا ہے:۔

کم ترین نے نور افشان مطبوعہ ۱۷۔ اگست میں مضمون الہام الٰہی اور الہام اور وحی کے آخر میں اپنی دور اندیشی سے یہ لکھا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو آپ کی پیش گوئی کی تاریخ بڑھ جائے اور اگر ایسا ہوا کرے تو مسٹر آتھم کیا، جس کو چاہیں تاریخوں ہی سے مار سکتے ہیں۔ اب مرزا قادیانی نے اپنے اس اشتہار کی رو سے جس کی کیفیت سنا رہا ہوں کمترین کی دور اندیشی کی تکمیل کر دی اور ایک سال کی زیادہ تاریخ بڑھانے کے لئے مسٹر آتھم صاحب سے درخواست کی ہے۔ اگر مرزا صاحب کو سچ مچ الہام ہوا تھا تو اس الہام کی خدا کو زیادہ فکر ہونی چاہیے تھی اور لازم تھا کہ جب ہم نے اندیشہ از یاد تاریخ کا ظاہر کیا تھا تو مرزا صاحب بھی ترمیم الہام ۵ ستمبر (۱۸۹۴ء) سے پہلے مشتہر کر دیتے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہتر ہے کہ مرزا صاحب اب الہام کی عادت چھوڑ دیں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خداوند ایسوں کو قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے اور ان کے مریدوں کو چاہیے کہ مرزا صاحب کی اس نئی ترمیم الہام کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ اور اب مرزا صاحب کا پیچھا چھوڑیں۔ جو کچھ ہو چکا

سو کافی ہے۔

ہندوؤں کا اخبار کوہ نور لکھتا ہے:

جیسا کہ ہم گذشتہ ہفتہ کے اخبار میں لکھ چکے ہیں، ہمیں پوری امید تھی کہ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے پر ضرور کوئی نہ کوئی تاویل فرمائیں گے۔

ہمارا یہ خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے فتح اسلام کے نام سے ایک اشتہار مشتہر کیا ہے۔ جس میں وہ ایک تازہ الہام کے بموجب یوں تاویل فرماتے ہیں۔

اب ہمیں خدا تعالی نے اپنے خاص الہام سے جتلایا کہ آتھم صاحب نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم وغم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی۔ یہ ایک نہایت بے ہودہ اور لچر تاویل ہے۔ اگر مرزا صاحب ملہم صادق ہوتے تو ان کو میعاد مذکور کے اندر ہی یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے ظاہر کر دینا چاہیے تھا کہ عبداللہ آتھم نہیں مرے گا۔ اب کہ پیش گوئی غلط ثابت ہو چکی اور چاروں طرف سے لعن طعن کی بوچھاڑ ہوئی تو پھر ان کو یہ الہام ہوا جو مشتے بعد از جنگ کے مصداق ہے۔ اس، کسی قدر، کے لفظ نے اور بھی جان ڈال دی ہے۔

ایسا ہی بہت سے اخبارات میں شائع ہوا ہے، انہی معترضین کے سلسلہ میں لدھیانہ کے مسلمانوں نے مرزا قادیانی پر اشتہار ۱۶ ستمبر میں یہ اعتراض کیا ہے کہ: نئے مسیحیو! جائے غور ہے۔ خدا نے تو تمہارے مسیح کو آتھم کے رجوع بحق کی اطلاع دیدی اور وہ علانیہ اپنے اقرار کفر اور تثلیث پر اپنے حال وقال اور چال سے قادیانی کی تکذیب کر رہا اور قادیانی کہتا ہے کہ نہیں یہ دل میں راجع بحق ہے۔

عیسائی، قادیانی کو اسی بات پر مفتری کہہ رہے ہیں اور آتھم اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اسی بنا پر اسلام کو عیب لگا رہے ہیں۔ یقین جانو کہ یہ اطلاع خدا نے ہرگز نہیں دی۔ قادیانی کے مرشد ابلیس علیہ اللعنۃ نے سبق پڑھایا ہے کہ چل بچہ اب یہ پہلو پلٹ جا، جہان میں احمق بہت ہیں، پھر بھی تیرا جال خالی نہ رہے گا۔

(اور پھر قادیانی کے اس قول کو کہ اگر آتھم مر جاتا تو لوگ کہتے مرزا جادو کرنا بھی جانتا ہے، اس لئے خدا تعالی نے آتھم کا دل حق کی طرف پھیر کو موت سے بچالیا، نقل کر کے اس کے جواب میں کہا ہے): چور کی داڑھی میں تنکا معلوم ہوتا ہے کہ ان پندرہ

مہینوں میں ایسی ہی کاروائیاں کی ہیں، جب کوئی عمل نہ چلا تو رجوع بحق بطور خفیہ کا ڈھکوسلہ بنالیا۔

اس جواب کو دیکھ کر قادیانی نے اشتہار تین ہزار میں تہذیب وشرافت کے جامہ سے باہر ہو کر منشی سعداللہ لدھیانوی کو ان الفاظ سے خطاب کیا: ہاں اے ہندوزادہ اب ثابت ہو گیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر (کہ) کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے، خوب ہی تو نے عمل کیا۔ آفریں آفرین! سچ کہہ یہ ڈھکوسلہ اب بنالیا یا الہام میں پہلے ہی سے شرط تھی۔

اس کے جواب میں قادیانی کو اگر منشی سعداللہ یوں کہیں: تیرے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ تو بے شک حلال زادہ ہے اور دھوکہ دینا اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈال کر دن کو رات بتانا تجھ پر ہی ختم ہے بے شک یہ شرط تو، تو نے پہلے ہی الہام میں رکھ لی تھی تاکہ عبداللہ آتھم کے فوت نہ ہونے پر تو خواہ مخواہ اس شرط کو متحقق بنا کر اپنی دروغ گوئی کو سچا کر لے۔ مگر اگر تو حلال زادہ ہے تو یہ بتا اور سچ کہہ کہ اس شرط کا تحقق میعاد گذر جانے سے پہلے ہوا تھا یا پیچھے؟ اگر پہلے ہوا تھا تو، تو نے اس کا اظہار پہلے کیوں نہ کیا تھا اور ۵ تاریخ ستمبر سے پہلے کسی ایک آدمی کو کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ شرط عدم وفات وقوع میں آ گئی ہے۔ اس لئے اب موت عبداللہ آتھم بھی وقوع میں نہ آئے گی۔ بلکہ برخلاف اس کے پانچ تاریخ ستمبر کی شام تک تو موت کا منتظر رہا۔ اور تو اور تمام تیرے پیرو حاضرین قادیان اس امر کے منتظر رہے کہ اب موت کی تار خبر آتی ہے اور آج آفتاب غروب نہ ہوگا جب تک آتھم مر نہ جائے گا۔ مگر شام کے قریب اس مضمون کا تار پہنچ گیا کہ آتھم زندہ ہے۔ تب تو نے یہ ڈھکوسلہ لوگوں کو سنایا۔ اب اگر تو حلال زادہ ہے تو کچھ شرم کر کے کہہ کہ ڈھکوسلہ اب بنایا گیا ہے یا پہلے سے الہام میں درج تھا۔ ارے احمق! الہام میں صرف شرط درج تھی، نہ اس کا وقوع۔ اور یہ ڈھکوسلہ عدم وقوع شرط موت انقضائے مدت موت کے بعد بنایا گیا تھا، نہ قبل ازاں۔

تو معلوم نہیں قادیانی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔ اس جواب کے طالب ومنتظر سعدی لودہانوی ہی نہیں ہیں بلکہ سب لوگ مسلمان، ہندو، عیسائی وغیرہ ہیں جو قادیانی کے اس عذر کو بعد از وقت سمجھتے ہیں اور اس کو ڈھکوسلہ قرار دے چکے ہیں۔ امید ہے آپ ان سب کے جواب میں یہی کہیں گے کہ تم سب حرام زادے ہو۔ چنانچہ آپ اپنے متعدد اشتہارات میں کہہ چکے ہیں۔ مگر از روئے انصاف یہ اس سوال کا جواب

نہیں ہے۔گالیاں آپ ایک نہیں ہزار دے لیں ،مگر اس کے ساتھ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ بلکہ اگر آپ کو یہ الہام میعاد گذر جانے سے پہلے ہو چکا تھا کہ آتھم دل سے مسلمان ہو گیا تھا اس لئے نہیں مرے گا،تو آپ نے اس کو میعاد گذرنے سے پہلے کیوں شائع نہ کیا؟ اس کا شیوع نہ ہو سکا تھا، نہ سہی ،اپنے خاص لوگوں کو (جو تاریخ اخیر کے قریب آپ سے ملے اور قادیان میں حاضر تھے اور وہ آپ سے مستفسر ہوئے تھے کہ آتھم کی موت ہوگی یا اس میں کوئی تاویل ہو گی) کہا ہوتا کہ وہ دل سے مسلمان ہو گیا ہے لہذا اب اس کی موت کا وقوع نہ ہوگا۔

قادیانی کے اپنے جملہ مخالفین عیسائیوں ، ہندوؤں ، مسلمانوں وازانجملہ شیخ سعد اللہ لودہانوی کو حلال زادہ کہنے پر ہم قادیانی کو کوئی الزام نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بدزبانی ودشنام دہی اس کی طینت کا ایک جزء ہے۔ براہین احمدیہ میں اس نے اس طینت کا اظہار کیا تو ہم نے ریویو براہین احمدیہ میں اس کو اس بدگوئی سے روکا۔ مگر چونکہ اپنی طینت کوئی شخص نہیں بدل سکتا،لہذا اس روکنے کا اثر برعکس یہ نکلا کہ رسالہ شحنہ حق کے صفحہ ۱۹ میں اس نے اپنے مخالفین کو ایسی گالیاں دیں جیسے بازاری لوگ آپس میں دیا کرتے ہیں۔اور جب سے آپ مسیح موعود بنے ہیں تب سے حرامی،حرام زادہ ، بے ایمان تو آپ کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔

ہم نے ایک خاص دخل یاب بارگاہ قادیانی سے سنا ہے کہ وہ اپنے اتباع کو ان گالیوں کا یہ فائدہ سناتا رہتا ہے کہ یہ داروئے تلخ یا ایک مسہل کا نسخہ ہے جس سے ان لوگوں کے دل کے بخار نکل آتے ہیں،جن کو یہ گالیاں دی جاتی ہیں۔اگر مرزائی اکابرین کو بھی مرزا قادیانی نے یہ فائدہ سنا کر ان گالیوں کے سننے پر خوش اور اپنا تابع یا حامی کر رکھا ہے تو وہ اپنے خداداد فہم اور ایمان سے کام لے کر یہ خیال فرماویں کہ اس نسخہ کو قادیانی نے رجسٹری تو نہیں کرایا ہوا کہ اور کوئی اس کو استعمال میں نہ لا سکے، بلکہ یہ تو ایسا عام نسخہ ہے کہ ہر کوئی اس کو استعمال میں لا سکتا ہے۔دور نہ جایئے اپنے مخاطب خاص شیخ سعد اللہ ہی کو دیکھ لیجئے ۔مرزا قادیانی نے ان کے حق میں یہ نسخہ استعمال کیا اور ان کو ان الفاظ سے یاد کیا تو انہوں نے اپنی نظم ملحقہ مضمون حملہ آسمانی در بارہ شکست قادیانی میں (جو مالیر کوٹلہ کے مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوا ہے) اس کو بھی حلال زادہ بنایا ہے اور ایک تاریخی ثبوت اس امر کا دے دیا ہے۔اب فرمایئے کہ اس نسخہ کا فائدہ قادیانی تک کہاں محدود ومخصوص رہا۔اب لوگ یہ بات مرزا قادیانی کو کہیں اور اگر آپ لوگوں کی اس نصیحت پر بھی وہ گالی گلوچ سے باز نہ آوے تو آپ لوگ اس سے اپنا

تعلق قطع کریں۔

شیخ سعد اللہ کو جوان مردی کے ساتھ مشرف باسلام ہونے اور اپنے ہندو راجپوت ماں باپ زوجہ وغیرہ اقرباء کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے پر قادیانی کا اس کو ہندوزادہ کہنا بھی ان اصحاب اور دیگر اہل انصاف کے نوٹس لینے کے لائق ہے۔

تائید عذر سوم میں جو خامساً قادیانی نے کہا ہے کہ اگر آتھم مر جاتا تو اس نشان کو دیکھ کر ہمارے پاک اور شریفوں کی جماعت میں ناپاک اور کمینہ لوگ داخل ہو جاتے۔ یہ عجیب مکر ہے جس سے اس کے دجال ہونے کا پورا ثبوت ملتا ہے جس پر دو روشن دلیلیں ہیں

اول۔ یہ کہ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو وہ دریا کے مثل ہونا چاہیے کہ اس میں ناپاک داخل ہو کر پاک ہو جائیں اور جو مذہب ناپاک کے چھونے سے ناپاک ہو جائے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ قادیانی کا مذہب اور جماعت اگر ایسی ہے کہ ناپاکوں کے ملنے سے ناپاک ہو جاتی ہے، تو وہ قادیانی کے اپنے اقبال سے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ پھر قادیانی کا ایسے مذہب کو خدا کی طرف سے ٹھہرانا اور لوگوں کو اس کی طرف بلانا دجالیت نہیں تو پھر دجالیت کس کا نام ہے؟

دوسری دلیل یہ کہ اگر شرافت اور کمینگی سے آپکی مراد دنیاوی اصطلاح کی شرافت و کمینگی ہے جس میں بعض قوموں اور بعض پیشوں کی نظر سے لوگوں کو شریف یا کمینہ سمجھا جاتا ہے، تو مرزا قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا ایک دھوکہ ہے۔ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اور شرم وحیا سے کام لے کر فرماویں کہ کیا ان کی جماعت میں ایسی اقوام اور پیشوں کے لوگ داخل نہیں؟ آپ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط اجازت ودر خواست آپ کے ان لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جو ان اقوام اور پیشوں کے لوگ آپ کی جماعت کے رکن رکین اور آپ کے دستور یسار و یمین ہیں۔

اگر شرافت سے خدا اور رسول و دین واسلام کی اصطلاح میں شرافت و کمینگی مراد ہے (انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم) جس کی رو سے شریف وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہے اور کمینہ وہ جو بدکار ہے، تو بھی قادیانی کا اپنی جماعت کو شریف کہنا صریح جھوٹ ہے۔ وہ اپنے گھر کی خبر لے کر اور اپنی جماعت کے حالات ٹٹول کر یہ بتا

دیں کہ کیا ان کی جماعت کے اکثر لوگ (قطع نظر ان عقائد باطلہ کفریہ کے جو آپ نے ان کو سکھائے ہیں) عام اصول اخلاق کی نظر سے بدمعاش و بدکردار نہیں ہیں؟ کیا ان کے بعض خواص جھوٹ نہیں بولتے؟ زنا، شراب و مال مردم خوری، دغابازی سے متہم نہیں ہیں؟ اس سے انکار کریں گے تو ہم بشرط درخواست واجازت ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں گے جن کے جھوٹ بولنے پر تحریری شہادتیں موجود ہیں۔اور تو بر کنار رہے خود بدولت پر یسیڈنٹ جماعت جھوٹ بولنے میں ایسے یکتا ہیں کہ دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔وعلی ہذا القیاس ان کے خلیفہ اول (بھیروی)، دوم (امروہی)، سوم وچہارم وپنجم (سیالکوٹی) اس جھوٹ بولنے میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ بعض لوگ بیگانی عورتوں کے اغوا کے جرم میں متہم ہو کر عدالت میں جا چکے ہیں۔بعض لوگ اسلامی انجمنوں کے وکیل بن کر وصولی چندہ کے لئے باہر جاتے ہیں تو اس مال کو زنا میں خرچ کرتے ہیں اور اس سے شرابیں پیتے ہیں۔ایک بڑے خلیفہ قادیانی ان کی تصانیف ہر وقت بغل میں رکھتے ہیں، جوان عورتوں کو پڑھاتے پڑھاتے ان سے مبتلاء ومتہم ہو گئے۔ان کی بھاوجہ نے دیکھ کر ان کو منع کیا تو اس کو ایسا ضرب شدید سے مارا کہ وہ قریب بہلاکت پہنچ گئی۔جب اس کے شوہر سے خوف نالش ہوا تو اسے پیسے دے کر راضی کیا۔وہ بے چارہ اپنی غریبی کے سبب اس سے راضی ہو گیا۔اس قسم کی کاروائیاں اس جماعت میں اور بہت ہیں، جن کی تفصیل آپ کی درخواست پر ہوگی۔اس بیان سے ہمارا مقصود کسی پر ذاتی حملہ نہیں ہے، اور نہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے کسی کا نام نہیں لیا، بلکہ اس سے مقصود عام لوگوں کی اصلاح ہے اور اس امر کا اظہار ہے اور ہوگا کہ یہ جماعت بلحاظ اخلاق اکثر ممبران وارکان ایسی ناپاک جماعت ہے کہ اس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا اور اس سے الگ رہنا ضروریات ایمان واسلام سے ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ ان دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا کا دعوی: عبداللہ آتھم اس لئے نہیں مرا کہ اس کو دیکھ کر عام لوگ آپ کی شریف جماعت میں داخل نہ ہوں،

ایک مکر ہے اور وہ کسی معنے صحیح نہیں ہوسکتا۔دنیاوی شرافت کا ادعا ہے تو وہ اکثر حصہ جماعت سے مفقود ہے اور اگر اخلاقی شرافت کا دعوی ہے تو بھی اکثر سے مفقود ہے۔

عذر سوم کی تائید میں جو ساد ساً آپ نے کہا ہے کہ: معجزات انبیاء بھی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عام فہم

نہ ہوں، اوران کو دیکھ کر عام لوگ جن میں رضیع و کمینہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، داخل اتباع نہ ہوں۔

اس میں آپ نے اپنے مخفی کفر کا اظہار کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ کسی عام فہم معجزہ (آنحضرت ﷺ کے شق القمر، حضرت موسی کے من وسلوی، فلق حجر، ید بیضاء، عصا کے سانپ ہونے اور حضرت صالح کی ناقہ اور حضرت ابراہیم پر آگ سرد ہو جانے و امثال ذالک) کے دل سے قائل نہیں، کیونکہ یہ معجزات ایسے عام فہم ہیں کہ ان کو عوام سمجھ سکتے ہیں اور سمجھ گئے، اور صدہا عوام ان معجزات انبیاء کو دیکھ کر تابع انبیاء ہو گئے جن کو آپ جیسے متکبرین کمینہ سمجھتے رہے اور ان کی نظر سے انبیاء کو کہتے رہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تیرے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہمارے بادی الرائے میں کمینہ ہیں و ما نرا ك اتبعك الا الذين هم ارا ذلنا بادى الرا ئے اور انبیاء جواب میں یہ کہتے رہے کہ ہم ان لوگوں کے حق میں جن کو تم حقیر جانتے ہو نہیں کہتے کہ خدا ان کو نیکی وایمان وثواب نہ دے گا و لا اقول للذين تزدرى اعينكم .... يؤ تيهم الله خيراً صحیح بخاری میں ان کی نسبت ابن عباسؓ کی تقریر سے ثابت ہے کہ انبیاء کے پیرو (ابتداء میں) وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو لوگ کمینہ سمجھتے ہیں اشراف الناس اتبعوه ام ضعفاء هم فذكر ت ان ضعفاء هم اتبعوه و كذا لك اتباع الرسل ۔ بخاری ۔مگر آپ (قادیانی) کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک یہ معجزات عام فہم اپنے ظاہری معنی سے وقوع میں نہیں آئے۔ ان کے بھی آپ کے نزدیک کوئی تاویلی وتحریفی معنی ہیں جیسا کہ معجزات مسیح احیا موتی و خلق طیور، ابراء ابرص واکمہ کے تحریفی معنے آپ نے بیان کئے ہیں۔ اور اس قول سے آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ شق القمر کے ثبوت میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ میں دلائل لکھے ہیں، ان پر آپ کا دلی یقین وایمان نہیں ہے۔ وہ تقریریں و دلیلیں آپ نے منافقانہ طور پر اپنے دلی اعتقاد کے برخلاف صرف میدان مناظرہ جیتنے کو بیان کئے ہیں۔ دل سے آپ معجزہ شق القمر کو (جس کو عام لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں) نہیں مانتے اور جو عام لوگ ایسے ظاہر معجزات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے ان کو آپ مسلمانوں میں داخل ہونے کے لائق نہیں سمجھتے۔ آپ کے نزدیک پیغمبر خدا ﷺ نے غلطی کی (معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد) کہ ایسے عام لوگوں (بلال، صہیب عمار وغیرہ) کو مسلمانوں میں شمار کر لیا۔ بلکہ آپ کے نزدیک خود خدا تعالی نے غلطی کی (تعالى الله عما يقول الظالمو ن) عام فہم معجزات انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عام لوگ داخل اسلام ہو گئے۔

قادیانی نے معجزہ کے عام فہم نہ ہونے کی ضرورت پر ایک دلیل قائم کی ہے جس میں نادان مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ہم اس دلیل کا جواب دے کر اس دھوکہ کو اٹھانا اور ان مسلمانوں کو اس کے دام سے نکالنا چاہتے ہیں۔و باللہ التوفیق

اس کی دلیل یہ ہے کہ معجزہ ایسا عام فہم ہوتو پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا۔ایسا بدیہی امر مشاہدہ میں آ گیا تو ایمان بالغیب کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک معجزہ کے سمجھ میں آجانے اور بدیہی ہونے سے اور اس کا مشاہدہ ہو جانے سے وہ تمام امور غیبیہ جن پر ایمان بالغیب مطلوب ہوتا ہے (جیسے خدا کی ذات وصفات دوزخ و بہشت اور ان کے احوال واہوال اور حساب وکتاب) سب کے سب ظاہر عیاں نہیں ہو جاتے اور مشاہدہ میں نہیں آجاتے۔ ایمان کو جو بالغیب کہا گیا ہے تو انہی امور کی نسبت کہا گیا ہے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی غیب ہی رہتے ہیں۔ معجزہ میں جو امر مشاہدہ کرایا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو ان امور غیبیہ سے جداگانہ ہوتا ہے اور اس کو انہی امور غیبیہ پر ایمان لانے اور یقین دلانے کیلئے مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔اس کا مشاہدہ ہونے سے وہ سب امور غیبیہ مشاہدہ میں نہیں آجاتے۔

تائید عذر سوم میں سابعاً قادیانی نے ان مسلمانوں کو جو اس کو شکست یافتہ کہہ چکے ہیں، نیم عیسائی کہہ کر ان پر لے دے کی ہے۔اس کا جواب تو اس کے قول ہشتم کے جواب کے ضمن میں ایک مستقل مضمون، حرامزادہ، میں دیا جائے گا۔اس مقام میں اس کی دلیل کا مغالطہ ظاہر کیا جاتا ہے جو اس قول ہفتم میں اس نے بیان کی ہے۔وہ دلیل یہ ہے کہ اگر چہ میں تمہارے نزدیک کافر و مرتد تھا،مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت کا مدعی بنا تھا۔اور اسی اسلام کی تصدیق وتائید میں وہ پیشگوئی کی تھی،اس میں مجھے تم نے جھوٹا کہا تو گویا اسلام کو جھوٹا کہا۔پھر اس کی تمثیل میں یہ مثال بیان کی کہ اگر چوہڑا یا چمار اسلام کی حمایت میں عیسائیوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو خدا اس کے چوہڑے ہونے کو نہ دیکھے گا بلکہ اس کی جانب اسلامی کا لحاظ کر کے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کو فتح دے گا،اسکے چوہڑے ہونے کے لحاظ سے عیسائیوں کو فتح نہ دے گا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ بے شک تیرا دعوی اظہار حمایت اسلام کا تھا اور یہ پیشگوئی بھی بظاہر

اسلام کی تائید کیلئے تو نے پیش کی ہے مگر درحقیقت نہ تیرا دعوی حمایت اسلام سچا اور مطابق واقع تھا اور نہ اس پیش گوئی سے اس اسلام کی تائید تجھے مدنظر تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اور مسلمان اس کو اسلام سمجھتے ہیں، بلکہ جس اسلام کا تو مدعی ہے وہ اسلام کفر کے برابر ہے، جس میں خدا کی صفات سے انکار، رسول پر نزول ملائکہ وحی سے انکار، معجزات انبیاء سے انکار، اعتقادات اسلامی سے انکار ہے۔ اسی خانہ ساز اسلام کی تائید اور تصدیق کیلئے تو نے پیشگوئی کی تھی۔ لہذا اس میں تجھے جھوٹا کہنا اسلام کو جھوٹا کہنا نہ ہوا۔ بلکہ اس کفر کو جھوٹا کہنا ہوا جس کو تو اسلام کے نام سے دنیا میں پھیلانا اور ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے۔ اس سے تیری تمثیل کا جواب ادا ہوا۔

اب مزید تشریح کیلئے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جاتا ہے کہ اگر چوہڑا یا چمار بظاہر اسلام کا نام لے کر عیسائیوں کا یا اور کسی کا مقابلہ کرے اور درحقیقت وہ اس ذریعہ سے اپنے دین لال بیگی کو مدد پہنچانا چاہتا ہو اور اس کا مقصود یہ ہو کہ اسلام کا نام سن کر لوگ میرے دام میں آجائیں گے، تو میں ان کو لال بیگی بناؤں گا۔ تو خدا تعالی جو دل کے بھید جانتا ہے اور الفاظ اور ظاہری بیان پر کسی کا دھوکہ نہیں کھاتا، اس کو اس مقابلہ میں (گو عیسائیوں یا اور مخالفین اسلام سے ہو) ذلیل کرے گا، ہرگز ہرگز فتح یاب نہ کرے گا اور ساتھ ہی اس کے اسکے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو بھی ذلیل کریگا، جیسا کہ قادیانی کے مباحثہ میں ہوا۔ قادیانی کو بھی خدا نے ذلیل کیا اور عیسائیوں کو بھی، جن سے اس مباحثہ میں کچھ بن نہ پڑا (ہمارا ریویو مباحثہ دیکھو اور فریقین کی ذلت کا معائنہ و مشاہدہ کرو۔ محمد حسین)

تائید عذر سوم میں جو تاسعاً اس نے اپنے دام سے نکلنے والوں کو دھمکی دی ہے وہ فضول یا تحصیل حاصل ہے جو لوگ اس کے دام میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی دن کو رات کہے تو وہ لوگ ستارے دکھانے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ تو اس کے دام سے نکلنے کے نہیں جب تک کہ اس کی پوری کساد بازاری نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ دھوکہ میں آکر اس کے دام میں پھنس گئے تھے، ان میں سے بہت سے نکل گئے اور اب اس کو جھوٹا اور بے حیا کہتے ہیں۔ اور رہے سہے آئندہ وقتاً فوقتاً نکلتے جاویں گے۔ جوں جوں اس کی دھوکہ بازیاں حیلہ سازیاں دیکھیں گے۔ لہذا اس کی یہ دھمکی اس فریق کے حق میں فضول اور لا حاصل ہے اور پہلے فریق کے حق میں تحصیل حاصل۔

اشتہار ایک ہزار مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء اور رسالہ انوار ۲۱ صفحی کے بعد قادیانی نے تین مزید اشتہار (ایک

دو ہزار کا، ایک تین ہزار کا، ایک چار ہزار کا) شائع کیے ہیں۔ اور رسالہ انوار ۲۱ صفحہ کو بڑھا کر ۵۲ صفحہ میں دوبارہ شائع کیا۔ ان سب اشتہارات و رسالہ مکررہ میں جونئی باتیں اصل مقاصد اشتہار ایک ہزار و رسالہ اول کے متعلق قادیانی نے کہی ہیں، ان کے جوابات ہم ادا کر چکے ہیں۔ یہاں بعض زائد باتوں کا جواب دیا جاتا ہے اور بعض باتوں کو صرف ناظرین کی توجہ و انصاف کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ باتیں محتاج و متقاضی جواب نہیں صرف ناظرین کی توجہ چاہتی ہیں۔

ازانجملہ یہ کہ اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں آپ نے مسٹر آتھم کے اس خط اور عہد (جو قادیانی کے رسالہ حجۃ اردو سے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ میں بصفحہ ۲۴۴ منقول ہے، کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اگر قادیانی کوئی نشان دکھائے گا تو میں جہاں تک ہو سکے گا اپنی غلطی کی اصلاح کرونگا اور مسلمان ہو جاؤں گا) کو ذکر کر کے اس سے ایک عمدہ نتیجہ نکالا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ (عبداللہ آتھم) ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں کیونکہ ایسا شخص جو اپنے مسیحی عقائد پر دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دے گا۔

قادیانی کے اس نتیجہ سے دو نتیجے بطور خاص نکلتے ہیں۔ اول یہ کہ قادیانی کو عقائد اسلامی پر اطمینان نہیں ولہذا وہ درحقیقت مسلمان نہیں کیونکہ یہی بات جس سے قادیانی نے آتھم کا عقائد مذہب عیسائی پر بے اطمینان ہونا نکالا ہے قادیانی خود اپنے منہ سے کہہ چکا ہے کہ: اگر عیسائی اس کو بالمقابلہ نشان آسمانی دکھائیں گے تو وہ مذہب اسلام ترک کر کے عیسائی ہو جائے گا۔

اس کا یہ اقرار اسی رسالہ حجۃ سے اسی نمبر ۹ جلد ۱۵۔ اشاعۃ السنۃ کے صفحہ ۲۴۳ میں منقول ہے۔ لہذا از روئے انصاف قادیانی کے اس اقرار سے بھی وہی نتیجہ نکلنا لازم ہے، جو اس نے آتھم کے عہد و اقرار سے نکالا ہے، کہ قادیانی اسلامی عقائد پر مطمئن نہیں ہے کیونکہ (بقول قادیانی) جو شخص اپنے سچے عقائد پر دل سے مطمئن ہوتا ہے وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ میں بعض نشانوں کے دیکھنے سے اپنے ان عقائد کو ترک کر دوں گا

اگر یہ نتیجہ لازمی ہے تو اس سے وہ ہمارا دعوی کہ: قادیانی زندیق، دہریہ ہے اور وہ درحقیقت اسلام بلکہ کسی اور مذہب آسمانی کا قائل و پابند و مصدق نہیں ہے۔ اور وہ اسلام کے دعوی اور اس کی زبانی تائید سے

صرف مسلمانوں کو دام میں لانا اور ان کا مال لوٹ کر کھانا چاہتا ہے،، ثابت ومدلل ومبرہن ہوا۔

دوسرا نتیجہ اس کے نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ قادیانی کی پیش گوئی موت آتھم نے آتھم پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ عقائد مذہب عیسائی میں اس کی پیشگوئی سے ڈر کر مذبذب یا متزلزل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل تھا۔ چنانچہ قادیانی نے اس نتیجہ وبیان میں تسلیم کیا ہے اور اس کے سیالکوٹی مریدوں نے بھی اس اشتہار مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ میں جو نور افشان ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے مندرجہ نوٹس عیسائیوں کے جواب میں انہوں نے شائع کیا ہے، اس کو تسلیم کیا ہے۔

تیسرا نتیجہ اس نتیجہ سے یہ نکلتا ہے کہ اب جو قادیانی اشتہارات میں یہ کہہ رہا ہے کہ: آتھم میری پیش گوئی سے ڈر کر عیسائی عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ڈرا تو قسم کھا کر کہہ دے کہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوں اور اس میں کبھی ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔ اور اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھے ذلت کے ساتھ ایک سال کے اندر موت آوے،

یہ محض قادیانی کی دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ اسے بشہادت اس نتیجہ کے جو اس نے آتھم کے خط اور عہد سے نکالا ہے، خوب یقین ہے کہ آتھم پہلے ہی سے ان عقائد میں متزلزل ہے اور اس پر میری پیشگوئی کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور آتھم کا قسم کھانے پر مستعد نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے کہ پہلے ہی سے متزلزل ہے اور اس تزلزل کی وجہ سے وہ کبھی قسم نہ کھائے گا۔ خواہ کتنے ہزار کا اشتہار دیا جاوے۔ مگر میرے احمق مرید اس بات کو نہیں سمجھتے اور نہ سمجھیں گے۔ چلو ان کو اسی دام میں لاؤ کہ وہ پیشگوئی کے اثر سے اپنے عقائد میں متزلزل ہو گیا ہے، اسی وجہ سے قسم نہیں کھاتا۔ اور اس پر ہزاروں کے اشتہار جاری کرتے جاؤ۔ دینی تو کوڑی بھی نہیں پڑے گی۔

قادیانی کے دام افتادہ واقعی ایسی عقل کے آدمی ہیں کہ وہ قادیانی کے اس فریب کو نہیں سمجھتے۔ باوجودیکہ اس کی تحریرات واشتہارات میں اس کا اعتراف پڑھ چکے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے عقائد عیسائی میں متزلزل تھا۔ پھر اتنا نہیں سوچتے کہ پھر اس پیش گوئی کا اس پر اس کا اثر کیا ہوا۔ نہیں ہوا تو پھر کیوں ہزاروں کے اشتہار دے کر اس پر زور دیا جاتا ہے کہ تم قسم کھاؤ کہ میں کبھی تثلیث الوہیت وابنیت کے اعتقاد میں ایک ذرہ متزلزل نہیں ہوا۔

وازانجملہ یہ ہے کہ جو اس اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۰ میں بجواب اعتراض: اگر پادری رائٹ کے مر جانے سے ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑ گیا ہے تو پھر کیا آپ کے کئی مریدوں کے عیسائی ہو جانے سے آپ ہاویہ میں نہ پڑے۔

مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ: وہ لوگ منافقانہ طور پر سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے تھے ان لوگوں کا بد چلن ہونا معلوم کر کے میں نے انکو اپنے مکان سے نکال دیا اور بیعت کے سلسلہ سے خارج کر دیا تھا۔

پھر کہا کہ قادیان میں آؤ اور اس کا ثبوت لو ..

اور کیسا آسان طریق ثبوت کا بتایا ہے کہ معترض دہلی میں رہتا ہو تو ثبوت لینے قادیان میں آوے۔ پھر آپ اس کے سامنے اپنے مریدوں اور خادموں سے کہلوا دیں گے کہ ہاں واقعی اس کو مکان سے نکالا گیا تھا۔

اے صاحب! اپنے اس ثبوت کی جگہ بذریعہ اشتہار (جو آپ کا رات دن کا شعار اور ہر وقت کا ہتھیار رہے) کیوں شائع نہ کر دیا کہ فلاں فلاں بدچلن ہیں، منافقانہ طور پر بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ہم نے ان کا بدچلن ہونا معلوم کر کے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے لائق بیٹے کو عاق کرنا، اور عاجزہ اور عمر رسیدہ بیوی کو طلاق دینا صرف اس قدر گناہ کے بدلے کہ وہ آپ کی خیالی زوجہ دختر احمد بیگ کا دوسرے سے نکاح ہو جانے پر راضی ومساعی تھے، بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا تھا۔ اور کئی بار اپنی زوجہ کا حاملہ ہونا مشتہر کر دیا جو عام رسم شرافت کے خلاف ہے۔

وازانجملہ یہ ہے کہ قادیانی نے اسی اشتہار کے صفحہ ۶ میں کسی کا اعتراض:

آئندہ قسم کھا جانے پر آتھم کی موت کیلئے ایک سال کی میعاد کیا ضرورت تھی؟

نقل کر کے اس کے جواب میں ایک بات یہ کہی ہے کہ یہ میعاد الہام سے مقرر ہو چکی ہے، اس میں چون و چرا کرنا نہائت بے جا اور گستاخی ہے۔ پھر صفحہ ۷ میں دوسری بات یہ کہی ہے کہ اگر آتھم یہ اقرار کر لیں کہ مسیح ابن اللہ انہیں ایک سال تک نہیں بچا سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد تین ہی دن منظور کر لیں گے۔ یہ دوسری بات مرزا قادیانی نے اشتہار دو ہزار میں بھی بصفحہ ۱۴ لکھی ہے۔

ناظرین! یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلی بات میں صاف تصریح ہے کہ یہ تحدید

وتعیین الہامی ہے، اس میں تبدیلی ممکن نہیں بلکہ تبدیلی کی درخواست کرنا گستاخی ہے، لہذا وہ دوسری بات کی مکذب ہے۔ اور صاف بتاتی ہے کہ ایک سال کی جگہ تین دن مقرر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری بات میں مرزا قادیانی نے جو اس تبدیلی کا وعدہ کیا ہے تو اس میں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا ہے۔ اس میں صاف کہا گیا ہے کہ آتھم کے اقرار مذکور پر اس میعاد یک سال کا تین دن سے بدل جانا ممکن ہے اور اس تبدیلی کیلئے مرزا قادیانی کو اختیار حاصل ہے۔ لہذا وہ پہلی بات کی مکذب ہے اور صاف بتاتی ہے کہ وہ تحدید وتعیین الہامی نہیں ہے۔ الہامی ہوتی تو اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی۔ اور یہ تعارض وتخالف دونوں باتوں کا اس بات پر دلیل ہے کہ ان میں الہام کا دخل نہیں ہے۔

پہلی بات کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات آپ کی وہ شخص مان لے گا جو آپ کو ملہم اور آپ کی اس تحدید میعاد کو الہامی مان چکا ہو۔ ایسا شخص آپ پر اعتراض ہی کیوں کرے گا؟ اور جو معترض ہو وہ تو آپ کو ملہم اور آپ کی کلام کو الہام نہیں مانتا، بلکہ آپ کو دجال کذاب اور آپ کے الہام کو شیطانی جان کر یہ اعتراض کرتا ہے۔ پھر کیا اس کے جواب میں آپ کا اس بات کو پیش کرنا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں، آپ میں کچھ بھی شرم ہوتی تو اس کے جواب میں آپ کی طرف سے یہ بات پیش نہ کی جاتی۔

دوسری بات سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ قسم کھانے والے کی تحدید میعاد ایک سال کی حتمی نہیں ہے، اس کا بدل دینا آپ کے اختیار میں ہے۔ اس سے ہم کو حق پیدا ہو گیا ہے کہ جو قسم ہم آپ کی درخواست پر کھانا چاہتے ہیں اس کی میعاد سزا بصورت نا راستی تین دن ہی مقرر کرا دیں۔

وازانجملہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۲۱ میں قادیانی نے دعوی: خوف اور ایمان لانے کے وقت کافروں سے دنیوی عذاب ٹل جایا کرتا ہے، پیش کر کے اس کی تمثیل وتائید میں قریب الغرق کشتیوں کے دعاوعاجزی سے بچ جانے اور مکہ کے کافروں سے عذاب جھوٹے وعدہ ایمان پر ٹل جانے کو ذکر کر کے اس پر ہم سے حلفی شہادت کی درخواست کی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قریب الغرق کشتی والے کافروں سے غرق ہونے کا عذاب اور مکہ والے کافروں سے قحط کا عذاب بے شک تضرع ووعدہ ایمان سے ٹلایا گیا، مگر یہ عذاب قطعی موعود نہ تھا۔ لہذا ایسے نظائر کو قادیانی کا پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اور جو عذاب خدا کی

طرف سے قطعی موعود ہوا ہے اور اس میں ہلاکت کا وعدہ دیا گیا گیا ہے وہ کبھی نہیں ٹلا۔ اس پر ہم قسم کھانے کو حاضر و مستعد ہیں۔ مگر پہلے قادیانی وعدہ کرے کہ درصورت ہماری قسم کے ناراست ہونے کے، جو اثر اس کا ہم پر پڑے گا وہ تین ہی دن میں ظاہر ہوگا جیسا کہ قادیانی نے آتھم سے بھی وہ وعدہ کیا ہے۔ اور قادیانی یہ بھی بتا دے کہ دعا کا اثر کیا ہوگا، اور وعدہ کرے کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اس اثر کے وہ ہماری تجویز کردہ سزا کو منظور کرے گا۔ اس منظوری کے بعد ہم اس کیلئے سزا مناسب تجویز کریں گے۔

وازانجملہ یہ ہے کہ اسی اشتہار تین ہزار کے صفحہ ۱۴۔۱۵ میں اور نیز اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۱۔۲ میں قادیانی نے اپنے مخلص مریدوں کی رائے: ازروئے انصاف قسم کھانا عبداللہ آتھم پر واجب نہیں، کے جواب میں کہا ہے کہ ایام پیشگوئی میں ڈر جانے کا آتھم نے اقرار کیا ہے۔ اس میں اس کو عذر ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ ڈر جانا پیشگوئی کے اثر سے نہ تھا، بلکہ تمہارے فرستادہ قاتلوں سے تھا جنہوں نے کئی دفعہ مجھ پر حملہ کیا۔ لہذا اس کا بارِ ثبوت آتھم پر ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرا، بلکہ قاتلوں سے ڈرا ہے۔ جیسے اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بے جا کرتا ہوا پکڑا جائے اور وہ اس امر کا اقراری ہو جاوے کہ میں اس گھر میں بلا اجازت داخل ہوا، مگر اس کے ساتھ یہ عذر کرے کہ میں صرف حقّہ پینے کیلئے آگ لینے گیا تھا تو وہ صرف اتنی بات کہہ دینے سے جرم مداخلت سے بری نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس پر اس بات کا بارِ ثبوت ہے کہ وہ چور نہیں، بدچلن نہیں صرف آگ لینے گیا تھا، نہ کسی اور بدنیت سے۔ اس بات کو کسی جج یا بیرسٹر سے پوچھو گے تو یہی قانونی جواب پاؤ گے۔

ناظرین! یہاں قادیانی نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ مسلمان، پھر مہدی موعود، مسیح مسعود، مجدد، محدث و غیرہ کہلا کر اپنے دعوی کے ثبوت کیلئے صرف قانونی شہادت کو پیش کیا اور جج و بیرسٹر کا حوالہ دیا، کسی آیت قرآن یا حدیث یا قول مذہب کو پیش نہ کیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہوتا کہ آتھم اس کی پیشگوئی سے ڈر گیا تھا۔ اسلام میں تو بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے، نہ مدعا علیہ پر۔ جو لوگ اس کو مسلمان اور مسیح مہدی سمجھتے ہیں ان پر افسوس ہے کہ وہ اس کی ایسی باتوں پر بھی اس کو شرمندہ نہیں کرتے اور اس کو فریبی جان کر اس سے دست بردار نہیں ہوتے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مہدی مسیح ہو کر آیت و حدیث کی بجائے انگریزی قانون پیش کرتا ہے۔ پھر یہ کیوں کر مہدی و مسیح ہوسکتا ہے۔

دوسرا یہ دھوکہ ہے کہ یہ نظیر بھی اس کے دعوی کے مطابق نہیں ہے کیونکہ آتھم کا یہ اقرار واظہار کہ میں قادیانی کے قاتلوں سے ڈر گیا تھا، اس شخص کے اقرار کی مانند نہیں جس نے کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس جانے کا اقرار اور پھر عذر کیا ہو کہ میں تو حقّہ کیلئے آگ لینے گیا تھا۔ یہ شخص اس جرم استغاثہ یعنی بلا اجازت دوسرے گھر میں گھس جانے کا اقراری ہو کر اس جرم کو ایک فعل جائز بناتا ہے اور نیت جائز سے اسکو جرم کی حد سے خارج کرتا ہے۔ اسلئے اس پر اس فعل کے جائز اور نیک نیت ہونے کا ثبوت دینا قانوناً ضروری ہے۔ بخلاف آتھم کہ وہ اپنے فعل (ڈرنے کے اقرار) میں قادیانی کے دعوی خوف کا معترف نہیں ہوا، یعنی ویسے ڈرنے کا اقراری نہیں ہوا جس کو الہام یا پیشگوئی سے تعلق ہو، بلکہ وہ اس سے مغائر بلکہ تبائن خوف یعنی قادیانی کے فرستادہ قاتلوں سے ڈرنے کا اقراری ہوا ہے۔ لہذا اس خوف کے اقرار میں قادیانی کے دعوی خوف کا اقرار پایا نہیں جاتا۔ اور نہ اس دعوی کے خلاف کا بار ثبوت قانوناً آتھم پر ہے۔ ہاں اگر قادیانی، آتھم پر زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرے اور یہ کہے کہ اس نے مجھے ناحق قاتل اور خونی بنایا ہے تو اس وقت بار ثبوت اس امر کا (کہ جو لوگ آتھم کو مارنے کیلئے کئی دفعہ حملہ آور ہوئے تھے، وہ قادیانی کے فرستادہ تھے) آتھم پر ہوگا۔ قادیانی کے دعوی (کہ آتھم میری پیشگوئی کے غیبی اثر سے ڈرا) کا ثبوت تو قادیانی پر ہے، نہ عبداللہ آتھم پر جس نے قادیانی کے دعوی کے برخلاف اور قسم کے ڈرنے کا اعتراف کیا ہے (نہ عین اس خوف کا جس کا قادیانی کو دعوی ہے یا اس کی جزء یا اس کے ماتحت شاخ کا)۔

ناظرین! آپ جس جج یا بیرسٹر سے پوچھیں گے یہی قانونی جواب پائیں گے اور اس بات پر ایمان لائیں گے کہ اس نظیر کو پیش کرنے میں قادیانی نے دھوکہ دیا ہے اور یہ شخص بڑا ہی دھوکہ باز ہے۔

اس دھوکے کے بعد اشتہار چار ہزار میں قادیانی نے قسم کے متعلق عیسائیوں سے مذہبی بحث کی ہے اس کے متعلق جو مناسب تھا، ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

وازانجملہ یہ کہ اشتہار چار ہزار کے صفحہ ۲ کے حاشیہ دوم کے اخیر سطر میں لکھا ہے کہ ان (آتھم) کے حق میں موت کی پیشگوئی ان کی درخواست پر کی تھی نہ خود بخود، کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔

اس قول سے قادیانی نے ہمارے اس بیان کی تصدیق کی جو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۶ میں ہو چکی ہے کہ یہ پیشگوئی جو قادیانی نے ایک طالب نشان (آتھم) کو نشان دکھانے کیلئے کی ہے، درحقیقت اس کیلئے نشان

نہیں ہوسکتی۔ بے شک آتھم نے قادیانی سے آسمانی نشان اور معجزہ طلب کیا تھا اوراس کے دیکھنے کے بعد ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا وعدہ بھی اس نے کیا تھا، مگر یہ سوال نہ کیا تھا کہ بتاؤ میری موت کب ہوگی۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے نشان کا سوال کیا تھا جس کو وہ زندہ رہ کر دیکھ سکے، اوراس کو دیکھ کر ایمان لاوے۔ ایسے شخص کو یہ کہنا کہ تو ایمان لے آ، ورنہ تو مارا جائے گا، تخویف مجرمانہ ہے۔ طالب نشان کیلئے اسی کی موت نشان ہوتو وہ اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہے اوراس کیلئے وہ نشان کیونکر ہوسکتا ہے؟ کیا مرنے کے بعد وہ اس کو دیکھ سکتا ہے اوراس پر ایمان لاسکتا ہے؟

رسالہ انوار کے صفحہ ۵۲ میں تو مرزا قادیانی نے بہت عجیب گل کھلائے ہیں مگر یہاں ان کی صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ ہے جواس کے صفحہ ۲۶ کے حاشیہ میں بجواب سوال منشی سعداللہ (اگر پادری رائٹ کی موت کے سبب ڈاکٹر کلارک ہاویہ میں پڑے تو حکیم نورالدین کے ایک ہی لڑکے کے فوت ہوجانے کے سبب تم اور تمہارے حواری نورالدین ہاویہ میں نہ پڑے؟) کہا ہے کہ مولوی نورالدین کا بچہ نادان شیرخوار تھا، وہ فریق کے لفظ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد حاشیہ درحاشیہ میں کہا ہے کہ اس تحریر کے بعد مجھ (قادیانی) پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے، جو انہیں کا ہے۔ میں نے حکیم صاحب کو کہا کہ خدا نے بعوض (متوفی) محمد احمد آپ کو یہ لڑکا دیا ہے۔ پھر میرے دل میں یہ آیت گذری ما ننسخ من آیۃٍ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا کی طرف سے اس کا (سعدی کا) جواب ہے۔

منشی سعداللہ سعدی کے سوال کے جواب میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے وہ محض مغالطہ ہے۔ سعدی نے یہ نہ کہا تھا کہ بچہ بھی فریق میں داخل ہے اوراس کا مرجانا اس کیلئے ہاویہ ہوا ہے۔ انہوں نے تو یہ اعتراض کیا تھا کہ جیسے رائٹ کا مرجانا ڈاکٹر کلارک کیلئے غم والم کے سبب ہاویہ بنایا گیا ہے، ویسا ہی اس بچہ شیرخوار کا مرجانا حکیم نورالدین کے غم والم کا باعث ہوا، اوران کے ذریعہ سے آپ کے غم والم کا باعث ہوا۔ اوراس سبب سے آپ دونوں کو ہاویہ نصیب ہوا۔ اب بتاؤ اس اعتراض کے جواب میں قادیانی کا یہ کہنا کہ بچہ داخل فریق نہ تھا، دھوکہ اور مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟

ازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں سعداللہ کے اعتراض (اگر مباحثہ کے بعد دو چار پادری بیمار ہوگئے ہیں تو تم بھی تو اکثر بیمار رہتے ہو) کے جواب میں کہا ہے کہ اگر اس عرصہ میں، میں بیمار رہا تو تمام عربی کتابیں کس نے لکھی ہیں؟

ناظرین! کیا یہ امر ممکن بلکہ واقع نہیں ہوا کہ کتاب کوئی لکھے اور نام کسی اور کا ہو؟ قادیانی صاحب کی عربی نویسی تب لائق تسلیم ہے جب وہ کسی مجلس میں مخالفین کے سامنے بیٹھ کر عربی لکھیں۔ اس بات کی طرف انہیں بلایا گیا، تب بھی انہوں نے حوصلہ نہ پایا، جس سے عام یقین ہوگیا ہے کہ وہ عربی ان کی نہیں، پرائی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے رعنا لاہوری اخبار درۃ الاسلام کے نمبر۲ جلد اول میں یوں رقم طراز ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے الہام شیطانی

پہلے ہم مرزا صاحب کی پیش گوئی (اس رسالہ کے صفحہ میں) متعلق بہ عبداللہ آتھم پر کچھ لکھ چکے جس میں وہ کذاب ثابت ہو چکا ہے۔ چونکہ ہم جھوٹے کو قبر تک پہنچانا چاہتے ہیں اس واسطے ہم اس کے رسالہ عربی کے متعلق بھی کچھ لکھتے ہیں۔ تاکہ خود مرزا صاحب اور ان کے پیرووں کا جو دعوی ہے کہ یہ کتاب ایک معجزہ اور الہامی ہے، اس سے باز آئیں۔ اس پر بھی مرزا صاحب اور ان کے پیرو اگر ایسی خرافات سے باز نہ آئیں اور انہیں ادعاء لایعنی پر قائم رہنا چاہیں تو پھر مرد میدان بن کر آئیں اور ہمارے حکم کی تعمیل کر کے ہماری اس تحریر کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ نہیں تو ہم کیا، کل دنیا یہ سمجھے گی کہ مرزا صاحب نے ہمارے راست ہونے پر مہر کر دی۔ اور ہماری کل تحریر کو مان لیا اور اپنے عجز و کم علمی کے مقرّ ہوئے۔ یہ کہنا بھی شائد کارآمد ہوگا کہ اگر مرزا صاحب ہماری تحریر کے موافق لاہور آئے تو اسکے کل اخراجات سفر معہ اس کے دو چار حواریوں کے خرچ کے ہم کفیل ہوں گے اور مکان وغیرہ کی اور ہر ایک طرح کی مرزا صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو آسائش دیں گے۔

اب ہم رسالہ عربی کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ جو رسائل عربی کہ مرزا صاحب کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ دراصل مرزا صاحب کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مولوی محمد سعید صاحب طرابلسی کے ہیں (حکیم نورالدین صاحب بھیروی پر بھی اکثروں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ ان کی جودت طبع کا نمونہ ہے مگر ہم بوثوق کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کا لکھا ہوا نہیں، بلکہ محمد سعید طرابلسی کا لکھا ہوا ہے) اور جس پر مرزا صاحب بڑے غرور سے اترا رہے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ: ابلہ

گفت واحمق باور کرد، اس کے حواری اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ مرزا کی تحریر ہے۔اس غیر کی تحریر پر یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی کسے باشد اسی طرز کی عربی عبارت میں کسی مضمون پر کوئی رسالہ لکھے تو اس کو اس قدر انعام دیا جائے گا .....ہمیں اس امر سے کوئی بحث نہیں کہ یہ رسالہ محمد سعید صاحب طرابلسی کا یا مولوی حکیم نورالدین صاحب کا لکھا ہوا ہے، یا مرزا صاحب کا۔ چونکہ ہمیں عرصہ سے مرزا صاحب کا مبلغ علم عربی (شائد اب علم لدنی انہیں حاصل ہوا ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔اگر فی الواقعہ مرزا صاحب کو علم لدنی حاصل ہو گیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ بہت جلد اس بدظنی کو جو عام لوگوں کو مرزا صاحب پر ہے، دور کریں۔اور ہماری خواہش کے مطابق کار بند ہوں اور لاہور آ کر مجمع عام میں ایک دو ورق عربی عبارت کا لکھ دیں) معلوم ہے۔اس واسطے ہم بڑے دعوے سے یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب عام مجمع میں جس کا انتظام (مرزا صاحب اوران کے ہمراہیان کے اخراجات وآسائش وحفظ ادب وغیرہ) بخوبی کیا جائے گا۔ صرف دو ورقہ معمولی تقطیع ۲۰۔۲۶ کی بعبارت عربی (جس کا اردو مضمون اسی وقت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا جائے گا) اپنی خاص دستخطی تحریر فرما دیں۔ پھر اس دو ورقہ کو علمائے ذیل کی خدمت میں پیش کر کے رائے طلب کی جاوے گی کہ آیا مرزا صاحب نے یہ عبارت درست تحریر فرمائی ہے یا غلط (اس کے بعد رعنا صاحب نے علماء کے نام درج اخبار کئے ہیں۔اس کے بعد کہا ہے) ہمیں امید قوی ہے کہ مرزا صاحب اوران کے حواریوں کو بھی ایسے فضلاء کے منصف مقرر کرنے میں انکار نہ ہوگا۔ ہمارے خیال مرزا صاحب پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو فی الفور منظور کر کے مجمع عام میں صرف دو ورقہ عربی عبارت کا تحریر فرما دیں اور کل پبلک کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے علم کا جھنڈا لہرا کر دکھلا دیں کہ فی الواقع یہ رسالہ تیرا ہی لکھا ہوا ہے نہ کسی اور کا۔ ہم بڑے دعوی سے یہ تحریر کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کبھی بھی مجمع عام میں تشریف نہیں لائیں گے اور نہ انہیں اس قدر علم عربی میں ملکہ ہی حاصل ہے کہ بلا جھجک مجمع عام میں آ سکیں۔اوران خیالات عامہ کا دفعیہ کرسکیں (بلکہ فارسی زبان میں بھی چنداں لیاقت نہیں رکھتے۔البتہ اردو تحریر کے منشی ہیں نہ کہ عربی فارسی کے عالم)۔مرزا صاحب کا اگر مجمع عام میں تشریف لا کر عام کی بدظنی سے اپنے آپ کو بچانے کا ارادہ کریں (گو اس بات کی ہمیں کبھی بھی امید نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب مجمع عام میں تشریف لانے کا وعدہ فرمائیں یا تشریف لائیں کیونکہ ہمیں پہلے کئی دفعہ اس بات کا تجربہ دہلی، لودہانہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ کے مباحثہ میں ہو چکا ہے جہاں مرزا صاحب بمقابلہ مولانا مخدومنا مولوی ابوسعید محمد حسین محدث بٹالوی کے مجمع عام میں تشریف لانے میں لیت ولعل

کرتے رہے اور کبھی بھی مقابلہ میں نہ آئے) تو بایں پتہ (ایم۔ای۔آر۔رعنا معرفت منشی فخر الدین پریس لاہور) اطلاع دیں۔تا کہ تاریخ و مقام مجمع بتراضی طرفین مقرر کر کے اعلان عام جاری کیا جائے۔اور جس پر مرزا صاحب کو اعتماد ہو اس کے پاس مرزا صاحب کے اخراجات سفر کی رقم جمع کرادی جائے تا کہ مرزا صاحب کو اس بات سے اطمینان رہے کہ دین کے ضائع ہونے کے ساتھ (جو کہ پہلے ہی ضائع ہو چکا ہوا ہے) دنیاوی نقصان بھی ان کو نہ ہو گا۔

والسلام علی من اتبع الھدی۔ایم۔ای۔آر۔رعنا۔لاہور

اس تحریر کا قادیانی نے (جہاں تک ہم کو معلوم ہے) اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور اس چیلنج (طلب مقابلہ) پر مقابلہ کرنا نہیں چاہا جس سے گویا تسلیم کر لیا کہ واقعی وہ تحریرات عربیہ غیر کی ہیں، یا بمدد غیر لکھی گئی ہیں۔

وازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۲۹۔۳۰۔۳۷ میں خاندان صوفیہ وسادات سے مولوی عبد الجبار غزنوی اور صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ

اگر وہ آتھم کو قسم دینے کے بغیر قادیانی کو شکست یافتہ کہیں تو وہ حلال زادہ و نیک ذات نہیں۔حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس راہ کو اختیار نہ کرے۔اگر وہ ولد الحرام نہیں ہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھتے ہی اس فیصلہ کیلئے کھڑے ہوں۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ کون اس فیصلہ کے لئے بلا توقف سعی کرتا ہے۔اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہے ۔۔

ناظرین! ان الفاظ کی نسبت جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ہم مضمون حرام زادہ میں کہیں گے، اس مقام میں ہم آپ کو صرف اس سوال کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ کیا آپ لوگوں کے نزدیک ان الفاظ کے ساتھ قادیانی ایک ادنی درجہ کا مہذب انسان یا مسلمان یا انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔اور کبھی کسی شریف مہذب یا مسلمان یا انسان نے اپنی تجویز یا فیصلہ کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ جو شخص اس کو نہ مانے وہ ولد الحرام یا حرامزادہ ہے۔اس سوال کا جواب اگر آپ بشق اثبات دیں تو ہم کو کم سے کم ایک شخص کی نشان دہی کریں۔اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر بتادیں کہ ان الفاظ کے ساتھ قادیانی کو ملہم، ولی، ومسیح، مہدی مان لینا کب زیبا ہے؟ ہمارے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ وہ اصحاب اربعہ ہیں جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں (یعنی حافظ یوسف وغیرہ)۔

ازانجملہ یہ ہے جو صفحہ ۳۸، ۳۹ رسالہ مذکور میں صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے مرزا قادیانی نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نکاح کو انعام الٰہی کیوں سمجھتے ہو؟ تمہارا بھائی فوت ہو گیا اور اس کی فرسودہ رانڈ تمہارے نکاح میں آئی۔ تمام عمر باکرہ نصیب نہ ہوئی، یہ کیا نعمت ہوئی (جس میں یہ تعریض واشارہ بھی ہے کہ ہمارے پاس نوجوان باکرہ ہے) اور فرمایا ہے کہ اولاد کیلئے دن رات ہمت کرتے رہو، کوئی مردہ لڑکی بھی پیدا ہوئی تو کہنا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بشارت ملی ہے انا نبشّرك بغلام (یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں)۔ جس سے آپ نے جتایا ہے کہ ہماری دن رات کی محنت بارآور ہوگی۔

ناظرین! یہ الفاظ بھی آپ لوگوں کی توجہ کے لائق ہیں۔ کیا ولایت والہام کی علامت یہی ہے کہ باکرہ عورتوں پر فخر کریں؟ ولایت والہام کی علامت یہی ہے تو فحش گو اوباش کیوں بدنام ہیں۔ وہ تو پھر اول درجہ کے ولی وملہم مانے جانے چاہییں۔

یہ امر بھی توجہ کے لائق ہے کہ اس قول میں جو کچھ قادیانی نے کہا ہے اس میں کذب سے بھی کام لیا ہے۔ صوفی عبدالحق کا بھائی عبدالصمد مرحوم، مباہلہ قادیانی (۲۷ مئی ۱۸۹۳ء) سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اس کا فوت ہونا قادیانی کے مباہلہ کا اثر نہیں ہے۔ اور صوفی عبدالحق کے نکاح میں صرف یہی رانڈ عورت نہیں آئی، وہ اس رانڈ سے پہلے دو باکرہ عورتیں نکاح میں لا چکے ہیں۔ قادیانی کو اس خصوصیت پر فخر تھا تو وہ جاتی رہی۔

ازانجملہ یہ ہے جو اس رسالہ (انوارالاسلام) کے صفحہ ۱۳، ۳۲، ۳۳ میں آپ نے صوفی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ تم سے جو ہم نے مباہلہ کیا، تو اس کے بعد چار باتیں ہمارے حق میں ایسی ظاہر ہوئی ہیں جن سے ہماری عزت ثابت ہوتی ہے۔ اور تمہاری ذلت۔ (وہ باتیں یہ ہیں) ۱۔ ہمارے لئے رمضان کے مہینے میں کسوف وخسوف جمع ہوئے۔ ۲۔ ہمارا لڑکا بیمار تھا وہ اچھا ہوا۔ ۳۔ عبداللہ آتھم کے متعلق ہماری پیش گوئی سچی نکلی۔ ۴۔ ہماری عربی کتابوں کا جواب کسی نے نہ لکھا۔ (مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ اس چوتھی بات پر وہ عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی فخر کر چکا ہے اور اس جواب نہ لکھنے کو وہ ان کیلئے ہاویہ قرار دے چکا ہے)

پھر (قادیانی نے) کہا کہ اگر ان باتوں کی نسبت کوئی منصفانہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان باتوں سے ہماری عزت اور تمہاری ذلت نہیں ہوئی تو ہم تم کو پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ ہم شیخ محمد حسین بٹالوی کو منصف کر

کے اس کے پاس روپیہ جمع کرا دیتے ہیں۔اس نے قسم کھا کر یہ تقریر کی کہ ان باتوں سے تم کو ذلت نہیں پہنچی، اور پھر اس قسم کے بعد ایک سال کے اندر اس پر کوئی بلا نہ آئی، تو پانچ سو روپیہ تمہارے ملک ہوگا۔ بشرطیکہ وہ ان باتوں کے ساتھ ان چار چار باتوں کو بھی ملا لے جو ہمارے مہدی ہونے کی علامات وقوع میں آئی ہیں۔اور وہ رسالہ کے اخیر میں بصفحہ ۴۶ لغایت ۴۸ درج ہیں۔

۱۔علامت ونشان مہدی یہ ہے کہ عام علماء اس کو کافر و دجال کہیں گے۔

۲۔اس کے وقت میں کسوف وخسوف ماہ رمضان میں جمع ہوں گے۔

۳۔مہدی کا نصاری سے جھگڑا پڑ جائے گا۔اس میں شیطان یہ آواز کرے گا کہ نصارے حق پر ہیں۔مہدی کیلئے آسمان سے آواز آئے گی کہ مہدی کے لوگ حق پر ہیں۔

۴۔مہدی کے وقت میں بہت سے مسلمان دجال سے مل جائیں گے۔

پھر (قادیانی نے) کہا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ وہ اس سے بھی انکار کریں کہ مباہلہ کے بعد ایک سال کے اندر ہم نے عمدہ کتابیں تالیف کی ہیں۔اور ان کتابوں کے چھپنے کیلئے ہزار ہا روپیہ آیا اور ہزار ہا لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان سے انکار کریں۔

مرزا قادیانی کو انعامی چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! اس قول میں قادیانی نے صوفی عبدالحق غزنوی کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ تو دیا مگر اس کو اپنی دانست میں ایسی شرط (قسم خاکسار سے وابستہ اور مشروط کر دیا) جو نہ بحسب خیال قادیانی وقوع میں آوے اور نہ ایک پیسہ قادیانی کی گرہ سے نکلے۔اس شرط کو اسلئے اس نے ناقابل وقوع سمجھا کہ اس قسم میں بعض ایسے امور سے انکار شامل وداخل کر دیا جن سے نہ تو یہ خاکسار محمد حسین انکار کر سکے اور نہ اس انکار پر قسم کھا سکے۔مثلاً قادیانی کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا، یا اس کا اس سال میں کئی کتابیں باعانت غیر تصنیف کرنا، اور ان کے

چھپنے کو یا قادیانی کی دیگر ضروریات کیلئے ہزار ہا روپیہ کا اس کے پاس آنا، یا علماء وقت کا اس کو کافر کہنا وغیرہ، جس سے یوں ہی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائے اس انکار کے ساتھ قسم بھی ہو۔ (مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہاں یہ کہنا قادیانی صاحب شائد بھول گئے تھے کہ ان باتوں کے ساتھ یہ بھی شیخ محمد حسین کہے اور اس پر قسم کھالے کہ اس عرصہ سال تک قادیانی نے کھانا نہیں کھایا، یا پائخانہ نہیں پھرا، سانس نہیں لیا) مگر اے حضرات یہ عاجز و خاکسار اس کے اس مکر وفریب کو بے کار کرنے کیلئے اس درخواست قسم و منصفی کو قبول کرنے کیلئے حاضر و مستعد ہے اور حق کو قادیانی فریب سے ممتاز کرنے کیلئے کہتا ہے کہ منجملہ ان امور کے جن پر آپ میری قسم چاہتے ہیں، جو امور وقوع میں آ چکے ہیں (جیسے آپ کے بیمار لڑکے کا شفایاب ہونا، یا آپ کے پاس ہزار ہا روپیہ کا آنا و علی ھذا القیاس) ان امور سے آپ کے بمقابلہ صوفی عبدالحق غزنوی عزت اور صوفی صاحب کی ذلت ثابت نہیں ہوتی۔ اور جو امور آپ کی عزت اور ان کی ذلت کے موجب ہو سکتے ہیں (جیسے آپ کیلئے خسوف و کسوف کا حسب مضمون پیش گوئی واقع ہونا، یا آتھم کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا صادق ہونا۔ وعلی ہذا القیاس) ان میں ایک بھی وقوع میں نہیں آیا۔ ان دونوں مضمونوں پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے۔ اب تھیلی کا منہ کھولئے اور مبلغات صوفی صاحب کا حق، میرے پاس امانت رکھنے کو ارسال فرمایئے۔

جہاں تک قسم دینے کا آپ کا حق ہے وہاں تک یہ خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے اور جس امر سے انکار کرنے اور اس پر قسم کھانے سے خاکسار کو انکار ہے وہ واقع اور نفس الامر میں لائق انکار و قسم نہیں ہے۔ اس میں آپ کو شک ہو تو کسی منصف کی رائے سے اس کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ خاکسار اسی صورت میں قسم کھانا بشرح بالا منظور کرے گا کہ آپ مجھ پر جھوٹی قسم کھانے کا اثر تین دن کی مدت میں ظاہر کر دیویں۔

☆ ازانجملہ یہ ہے جو آپ نے مہدی ہونے کی علامات چہار گانہ مذکورہ رسالہ انوار بیان کر کے پہلے اپنے مکفرین علماء سے یہ سوال کیا ہے کہ بتلاؤ یہ باتیں پوری ہو گئی ہیں یا نہیں۔ پھر یہ سوال کیا ہے کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے ان کے زمانہ میں یہ چاروں باتیں پائی گئی ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اس پر ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔ مگر اس انعام کیلئے یہ شرط لگا دی ہے کہ مولوی محمد حسن لودہانوی اس فقیر کی تصدیق کر کے اس پر قسم کھالیں اور در صورت جھوٹی ہونے قسم کے اپنے لئے قہر وعذاب کے نزول کی دعا کریں۔ پھر کہا ہے کہ اس عذاب کیلئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ مولوی محمد حسن قسم کھائیں تو اس کے ثمرات دیکھیں۔

اس قول میں بھی قادیانی ویسا ہی دھوکہ دیتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے قول میں تجویز کیا مگر اس کو ایسی شروط سے مشروط کر دیا کہ وہ کسی صورت میں وقوع میں نہیں آئیں گے اور نہ ایک کوڑی آپ کی گرہ سے کھلے گی ۔ازانجملہ ایک شرط ایسی نظیروں کا پیش کرنا ہے جو نہ قادیانی کے وقت موجود ہوئے ہیں نہ اس سے پیشتر وقوع میں آئے ہیں ۔اور نہ آئندہ ان کے وقوع کا کسی مسلمان کو یقین ہے ۔

دوسری شرط مولوی محمد حسن لدھیانوی کی ایسی غیر واقع وغیر متوقع نظائر کے موجود ہونے پر قسم ہے ،جس کے عدم وقوع کے بابت قادیانی کو دووجہ سے یقین ہے ۔

اول ۔ یہ ایسی نظیر نہ کہیں موجود ہوئی اور نہ ہوگی ۔لہذا مولوی محمد حسن صاحب کا ان کے وقوع کی نسبت قسم کھانا بھی غیر متوقع الوقوع ہے ۔

دوم ۔ یہ کہ اگر کسی نے میری طرح ایسی بناوٹی نظیریں بنا کر دکھا بھی دیں ،تو بھی مولوی محمد حسن اس کی تصدیق پر قسم نہ کھائیں گے کیونکہ اولاً وہ عقل مند وسمجھ دار ہیں ، وہ ایسی بناوٹی نظیروں پر یقین نہ لائیں گے ۔ ثانیاً وہ بڑے اہل مروت ہیں ۔وہ دو شخصوں کے مقابلہ میں ایک کی طرف ہو کر دوسرے کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے ۔

ان وجوہات سے کوئی نظیر پیش نہ ہوگی اور نہ ان کی قسم وقوع میں آئے گی اور نہ مجھے کوڑی دینی پڑے گی اور ہینگ پھٹکری لگائے بغیر میری بات صحیح سمجھی جائے گی کہ میں واقعی مہدی موعود ہوں جس کیلئے یہ چاروں علامات بلا معارضہ پائی جاتی ہیں جس کو میں نے موجود واقع بنا کر دکھایا ہے ۔

ازانجملہ ایک حافظ صاحب ہیں ،انہوں نے ہم کوانہی دنوں جب خسوف کسوف ہوا تھا ،اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اب تو خدا نے مرزا قادیانی کی تصدیق کیلئے خسوف کسوف کو جمع کیا ہے ،اب تو اس کو مہدی موعود مان لو ۔

مگر خدا نے اس خاکسار کو کفریات قادیانی کی بیخ کنی اور اس کے مکاید کی پردہ دری کیلئے ماموروموفق کیا ہے ۔

لہذا یہ عاجز باوجود عدم تحقق شروط قادیانی اور بلا طلب انعام ایک ہزار روپیہ جو ان شروط کے تحقق پر موقوف ہے اور غیر کے اختیار میں ہے ،اس کے دعوی مہدی ہونے کے رد میں اور اسکے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ مہدی کی جو چار علامتیں (جس عنوان سے اور جس مضمون کی) قادیانی نے بتائی اور اپنے اوپر لگائی ہیں ، یہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح میں مہدی موعود کیلئے وارد نہیں ۔اور جو علامات مہدی موعود کی حدیثوں میں ہیں (خواہ وہ احادیث صحیح

ہیں یا غیر صحیح، مرسل، منقطع) اس قادیانی میں پائی نہیں جاتیں۔ اس پر خاکسار قسم کھانے کو حاضر ہے مگر اسکی شرط وہی ہے کہ جو اثر ناراستی مجھ پر ظاہر ہو وہ تین ہی دن میں ہو اور اس اثر کے ظاہر نہ ہونیکے بعد مجھے قادیانی کے حق میں سزا کا اختیار ملے جو میں چاہوں۔

از انجملہ یہ ہے جو مرزا قادیانی نے رسالہ انوار کے صفحہ ۴۵ میں اپنی عربی کتابوں کے جواب نہ لکھے جانے کو ایک قسم کی لعنت قرار دے کر کہا ہے کہ در حقیقت یہ لعنت کچھ تھوڑی نہیں، بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جائے تو ایک بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفرین کے گلے میں ڈالنے کیلئے کافی ہوگا اور اس سے اس رسالہ کے صفحہ ۸۔۹،۱۶ میں یہی بات اس نے عیسائیوں کو کہی ہے اور ان کی طرف سے رسالہ کا جواب نہ لکھے جانے کو ہاویہ و لعنت بنا کر ان کے گلے میں ڈالی ہے۔

مگر اے ناظرین! آپ لوگ بخوبی جان چکے ہیں کہ اس قسم کی لعنت قادیانی اور اس کے اتباع کے گلے میں ایسی پڑی ہوئی ہے کہ اس میں آپ اپنی زبان سے تمام جہانوں کے ملعونوں سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر کسی کے کہنے سے دوسرے پر لعنت پڑ جاتی ہے تو قادیانی صاحب اس رسالہ انوار کے صفحہ ۵۰ وغیرہ میں خود مان چکے ہیں کہ اس پر چاروں طرف سے لعنتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اور اگر کسی کی بات یا کتاب کا جواب نہ لکھنا لعنت یا ہاویہ ہے تو قادیانی صاحب مدت سے اس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اشاعۃ السنہ چار سال سے قادیانی کے رد و جواب میں رسائل و مضامین شائع کر رہا ہے اور بعض مضامین کے جواب پر وعدہ انعام صدہا روپیہ دے چکا ہے (دیکھو ج ۱۴۔ اشاعۃ السنہ کا صفحہ ۷۵، ۷۷، ۸۰ جن میں چار سو روپیہ انعام کا وعدہ کیا ہے اور جلد ۱۵ کا صفحہ ۱۵۸ و غیرہ جن میں چھ سو روپیہ انعام کا وعدہ ہے) مگر قادیانی نے کسی مضمون کا جواب نہیں دیا۔ لہذا وہ اپنی تجویز سے لعنت کا مستحق و مورد ہو چکا ہے۔ ہاں اشاعۃ السنہ کی طرف سے یہ کسر رہ گئی تھی کہ اس نے جواب نہ لکھنے پر اپنی طرف سے لعنت کا انعام اس کو نہیں دیا۔ سو اب دیا جاتا ہے کہ اگر قادیانی ان مضامین کا جواب نہ دے تو اس پر دس ہزار لعنت ہے۔ یہ انعام خاکسار کی طرف سے ہے۔

یہ صلہ و انعام مضامین سابقہ کے علاوہ اس تازہ مضمون پر بھی ہے جو خدا تعالی کے وعدہ کے نہ ٹلنے اور حضرت یونس کی قوم کے عذاب کے قطعی نہ ہونے کے متعلق لکھا گیا ہے۔ اور اس مضمون کو کمزور و غلط ثابت

کرنے پر دو ہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا گیا ہے

قادیانی کے جملہ اشتہارات وتحریرات کی زائد باتوں کا جواب پورا ہوا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶ ملخصاً)

اب قادیانی کے قول ہشتم رسالہ انوار صفحہ ۳۰ کا جواب دیا جاتا ہے جس کا عنوان حلال زادہ ہے۔

حلال زادہ

حرام زادہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: کیا جھوٹ بولنے سے یا کسی مسئلہ میں غلطی یا کوئی گناہ کرنے سے یا کسی کی بات یا شرط نہ ماننے سے انسان حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے؟

جواب: جب سے مذہب، تہذیب اور انسانیت کا بنیادی پتھر رکھا گیا ہے کسی اہل مذہب یا مہذب انسان کے خواب وخیال میں بھی یہ مسئلہ نہ آیا ہوگا کہ انسان جھوٹ بولنے یا اور گناہ کرنے یا غلطی کا مرتکب ہونے یا کسی کا خلاف کرنے اور اپنے مخالف کی بات یا کوئی شرط (جائز یا ناجائز) کو نہ ماننے سے حرام زادہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ہاں بازاری شہدے، یا بے تمیز بچے، آپس میں تخاطب کرتے ہیں تو وہ ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہماری بات نہ مانے وہ حرام کا ہے، یا جو ہمارے ساتھ نہ دوڑے یا نہ کھیلے وہ اپنے باپ کا نہیں۔ مگر عاقل انسانوں کے نزدیک یہ لوگ اچھے انسانوں میں شمار نہیں کئے جاتے اور ان کے ایسے اقوال اور افعال بہیمی سیرت کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں، اور وہ لوگ بہائم یا نیم وحشی۔

مدعیان تہذیب سے صرف مرزا غلام احمد قادیانی اب نظر آیا ہے جس نے اپنی الہامی ڈکشنری (لغت

کی کتاب) سے یہ لغت نکالا اور اسکی دست آویز سے کہا ہے: کہ جو شخص جھوٹ بولے یا غلطی کرے یا اس (قادیانی) کی شرط اور بات کو نہ مانے، وہ حرامی یا حرام زادہ ہے۔

اور اس الہامی لغت کے استعمال کو اس نے ایسا وسیع کیا ہے کہ گویا یہ لفظ اس کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ ہم اس امر کے ثبوت کیلئے اس کی الہامی ڈکشنری سے چند حوالے نقل کرتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ یہ نادر لغت آپ ہی کی ایجاد ہے، اور اسی پر آپ کی بول چال الہامی محاورہ کی بنیاد ہے۔

ا۔ آپ اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۳۹۲ میں فرماتے ہیں: جو شخص متقی اور حلال زادہ ہوتا ہے وہ جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل الزام نہیں لگاتا۔

اس عبارت کا مفہوم ہم وزن منطوق یہ ہے کہ جو شخص کسی اپنے بھائی پر بے تحقیق الزام لگا دے وہ آپ کی الہامی لغت میں حرام زادہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے ساتھ قادیانی نے ایک تقریر متعلق مسئلہ جہاد ملحق کر کے چھپوائی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کو یہ جتایا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے آپ جہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ پھر اپنی اس تقریر کے صفحہ ۳ میں کہا ہے: محسن کی بدخواہی کرنا (انگریزی حکومت سے جہاد کو جائز کہنا) ایک حرامی اور بدکار کا کام ہے

۳۔ آپ فتح اسلام کے بارہ میں مختصر تقریر مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتے ہیں: اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کیلئے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ (آتھم) صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں۔ اس کی فطرت میں خلل ہے۔ یہ نہائت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعائت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔

۴۔ آپ نے اپنے اشتہار تین ہزار مطبوعہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں منشی سعد اللہ لودہانوی کو (جنہوں نے اس کی شرط مذکور کا خلاف کیا تھا) مخاطب کر کے فرمایا ہے: ہاں اے ہندو زادہ! اب ثابت ہو گیا ہے کہ ضرور تو حلال زادہ ہے، ہماری اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے ہماری تکذیب نہ کرے، خوب ہی تو نے عمل کیا

۵۔ آپ اپنے رسالہ انوار کے صفحہ ۲۴ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی مولویوں میں سے

سمجھے کہ عبداللہ آتھم کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں تو اگر اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو عبداللہ آتھم کو حلف پر آمادہ کرے۔

۶۔اور اس رسالہ کے صفحہ ۲۹ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: پھر بھی اگر کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔

۷۔ اور اس رسالہ کے صفحہ ۳۰ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: جو شخص اس فیصلہ (قسم) کے برخلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے، اور حلال زادہ نہیں ہے۔

۸۔پھر اسی صفحہ میں مرزا قادیانی صاحب فرماتے ہیں: حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

۹۔اس رسالہ کے صفحہ ۳۱ میں اس شخص کے حق میں جو آپ کے فیصلہ مذکور کو نہ مانے، فرماتے ہیں: یک خطا، دو خطا، سوئم مادر بخطا۔

۱۰۔اسی رسالہ کے صفحہ ۳۷ میں فرماتے ہیں: اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھ کر فیصلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

۱۱۔پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں: اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ (قسم) کے لئے سعی کرتا ہے، اور کون ولد الحرام بننے پر راضی ہوتا ہے۔

یہ تازہ الہامی تصنیفات قادیانی کے حوالہ جات ہیں۔اب ایک دو حوالے پرانی الہامی تصانیف مرزا قادیانی سے نقل کئے جاتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ الہام قادیانی کو قدیم سے ہو رہا ہے اور یہ الہامی محاورہ اس کا قدیمی محاورہ ہے۔

۱۲۔رسالہ شحنہ حق مطبوعہ ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۵۰ میں آپ ایک آریہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب وہ امتحان کیلئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا ہمارے ساتھ آویں۔

۱۳۔اور اسی رسالہ شحنہ حق کے صفحہ ۶۰ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں

وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگراس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔

اس مضمون کے اوراس الہامی لغت نادراورمحاورہ شریفہ کے متضمن آپ کی الہامی ڈکشنری کے حوالہ جات اور بہت ہیں جن سب کی تفصیل سے تطویل متصور ہے۔ان حوالہ جات سیزدہ گانہ سے ناظرین کوثابت ہوگا کہ قادیانی کی الہامی ڈکشنری میں اس پاکیزہ لغت کے یہ شریفانہ معنے بیان ہوئے ہیں۔اورقادیانی کا یہ شریفانہ والہامی محاورہ اورتکیہ کلام ہے جس سے وہ ہر شخص کو جواس کی بات نہ مانے یا شرط کے خلاف کرے یا اس کے نزدیک خطایاغلطی کرتا ہو،حرامی یا حرام زادہ کہہ دیتا ہے۔

مگر عام اہل مذاہب خصوصاً اہل اسلام اور جملہ اہل تہذیب اور کافّہ انام جو انسان کہلاتے ہیں، قادیانی کی اس ڈکشنری کومستندنہیں مانتے۔اوراس لغت اور محاورہ سے وہ اتفاق نہیں رکھتے۔اوروہ یہ تحقیق و اعتقادرکھتے اور کہتے ہیں کہ حرام زادہ یا حلال زادہ ہونا ایک فطرتی اورقدرتی امر ہے۔جو شخص واقع میں حرام زادہ ہو،وہ نیک عمل کرنے یااچھی صفت پیدا کرنے سے حلال زادہ نہیں بن جاتا۔اورجو شخص واقع میں حلال زادہ ہووہ برافعل کرنے یابری خصلت اختیارکرنے سے حرام زادہ نہیں ہوجاتا۔

اورواقعی معیارحلال زادہ ہونے کاوہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ (اسلامی طورپراس کا نکاح ہواہو،خواہ عیسائی طورپر یاکسی اور مذہب کے طورپر) یامملوکہ (وہ خرید سے مملوکہ ہو،یاہبہ سے،یااور جائز وجوہ سے) سے پیدا ہو،وہ حلال زادہ کہلاتا ہے۔پھروہ خواہ کتنا جھوٹ بولے،یااور گناہ شرک کفروغیرہ کامرتکب ہو،یاوہ اورکسی اور کاتودرکنار،اپنے باپ ہی کا خلاف کرے،دین ودنیا میں باپ کامخالف بن جائے،کافرباپ کابیٹا مسلمان ہو جائے،یامسلمان کابیٹا کافر بن جائے،وہ حرام زادہ نہیں کہلاتا۔

ا۔دیکھوانبیاء میں سے حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ آذر کے (جوبشہادت نص قرآن کافروبت پرست تھا) مخالف رہے۔وہ باپ کوکہتے آئے کہ باپ تو میرا پیروہوجا،مجھے خدانے وہ علم دیا ہے جو تجھے نہیں دیا۔ان کا باپ کہتا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے نفرت کرتا ہے؟اگربازنہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔

یـا ابـت انی قد جائنی من العلم مالم یأتك فا تبعنی اهد ك صراطاً سو یاً ۔ یا ابت لا تعبد الشیطا ن ۔ ان الشیطان کا ن للرحمن عصیاً ۔ یا ابت انی اخاف ان یمسّك عذاب

من الرحمن فتكون للشيطان ولياً ۔ قال اراغب انت عن آلهتی یا ابراهیم ۔ لئن لّم تنته لا رجمنّك و هجر نی ملیاً ۔ (مریم ۔ ع ۳) ۔

اے بابا مجھے خدا کی طرف سے علم پہنچا ہے جو تجھے نہیں پہنچا، پس تو میری تابعداری کر، میں تجھے سیدھی راہ کی ہدایت کروں گا۔ اے میرے بابا تو شیطان کی عبادت نہ کر بے شک شیطان، رحمٰن کا بے فرمان ہے۔ اے میرے بابا مجھے خوف ہے کہ تجھے خدائے رحمان سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے پھر تو بھی شیطان کا قریبی ہو جائے۔ اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردان ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور مجھ سے دور ہو جا۔

۲۔ حضرت نوح کا بیٹا کافر تھا اور اپنے باپ کا سخت مخالف رہا۔ جب طوفان آیا تو حضرت نوح نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ

و نادی نوح ابنه و کان فی معزل یا بنی ارکب معنا و لا تکن مع الکافرین ۔ قال سآوی الی جبل یعصمنی من الماء ۔رب ان ابنی من اهلی و ان وعدك الحق و انت احکم الحاکمین۔ قال انه لیس من اهلك ۔ انه عمل غیر صالح ۔(هود ۔ ع ٤) وہ بولا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا۔ اور کشتی پر سوار نہ ہوا۔ پھر حضرت نوح نے خدا کی جناب میں عرض کیا کہ میرا بیٹا میرا اہل ہے (جن کی نجات کا تونے وعدہ دیا ہے) خدا تعالی نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ تیرا بیٹا نہیں، حرامزادہ ہے۔ بلکہ فرمایا وہ تیرا اہل یعنی تابع و پیرو نہیں ہے۔ وہ بدعمل ہے۔

اس سخت مخالفت کے ساتھ بھی حضرت ابراہیم اپنے باپ کے بیٹے کہلائے۔ اور نوح کا بیٹا ان کا بیٹا ۔ اور کوئی ناپاک لفظ وخطاب کا مستحق نہ ہوا۔ جس کا مستحق ان کو قادیانی کا ناپاک محاورہ بناتا ہے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے جلیل الشان اصحاب جو مولود فی الاسلام نہ تھے۔ ان میں اکثر اپنے والد کے مذہب کے مخالف تھے۔ یہ حضرات مشرف باسلام ہو گئے اور وہ کافر رہے۔

۴۔ پھر مسلمان جماعت صحابہ وتابعین و آئمہ دین صدہا مسائل فروعی میں باہم متخالف رہے مگر کسی نے اس اختلاف وخلاف کے سبب ان پر اس الہامی لقب قادیانی کا اطلاق جائز نہیں رکھا جو قادیانی ان کے حق

میں تجویز کر رہا ہے۔

۵۔ اپنے خاندان کو قادیانی دیکھ لے۔ اس کے اجداد خصوصاً مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد بحسب ادعا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۱ وغیرہ) مسلمانوں کے قاضی و ولی متقی تھے مگر اسکا بیٹا اور قادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضی جس کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ اور اس کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت زندہ ہیں، عملاً و اعتقاداً اپنے ان آباء واجداد کا مخالف تھا۔ وہ صرف حکیمانہ مذہب رکھتا تھا۔ اگر کچھ میلان مذہب کی طرف تھا تو تشیع کی طرف تھا۔ اور اس پیرانہ سالی میں جس میں، میں نے اس کو دیکھا ہے اس کو نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کا حال ہم نہیں لکھتے۔ یہ خود قادیانی سے یا اس کے اور دوستوں سے پوچھنا چاہیے۔ پھر کیا اس مخالفت طریق آبائی کے ساتھ مرزا غلام مرتضی ان کا بیٹا تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ اور اس مکروہ خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔

۶۔ اس کے بعد اپنے آپ کو قادیانی دیکھے۔ کیا اس کے آباء واجداد اعلی مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد کا بھی یہی مذہب واعتقاد تھا جو قادیانی نے ظاہر کیا۔ کیا اس کے باپ مرزا غلام مرتضی کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح موعود یہی ہے جو میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ ہر گز نہیں۔ علی ہذا القیاس۔ قادیانی کے اور کفریات ہیں جن کا اس کے آباء واجداد سے کوئی قائل نہ تھا۔ ومع ہذا قادیانی اپنے باپ کا بیٹا اور حلال زادہ کہلاتا ہے۔ اس کا خلاف اس کے خیال میں کبھی نہیں آتا۔

۷۔ اپنے بعد وہ اپنے بیٹوں کو دیکھے۔ اسکا بیٹا مرزا سلطان احمد اس کا کیسا مخالف ہے، حتی کہ اس مخالفت کے سبب اس نے اس کو عاق بھی کر دیا ہوا ہے۔ اور اس مضمون کا اشتہار دے دیا ہوا ہے۔ ومعہذا وہ اس کو بیٹا اور حلال زادہ ضرور سمجھتا ہے۔ اس لفظ مکروہ کا اس پر اطلاق نہیں کرتا۔

ان تمثیلات ہفتگانہ سے صاف اور یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا ہے وہ کسی اختلاف سے اور کسی گناہ سے اور کسی غلطی سے حرامزادہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔ ایسا ہی وہ واقع میں حرامزادہ ہونے کا معیار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی منکوحہ (بشرح مذکور) یا کسی کی مملوکہ (بہ تفصیل مذبور) متولد نہیں ہے وہ حرامزادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا ہی واقعی راست گفتار، نیک کردار و پرہیزگار بن

جائے۔ یا ادعائے مجدد و محدث اور خدا کا ملہم و مخاطب کہلائے، اور باوجود ختم ہو جانے نبوت کے پیغمبری کا دعوی کرے۔اور آدم۔عیسی۔احمد وغیرہ نبی (علی نبینا وعلیھم السلام) بن بیٹھے۔اور چند خران بے تمیز اس کی تصدیق بھی کر دیں،تو ان واقعی یا ادعائی کمالات و محاسن کے ساتھ بھی حرامزادہ کا حرامزادہ ہی رہتا ہے۔ان عارضی (واقعی ہوں خواہ ادعائی) خوبیوں سے حلال زادہ مجدد محدث نبی ملہم آدم عیسی نہیں بن جاتا۔سائب نے کہا ہے

بہ نماء بصاحب نظرے گو ہر خود را　　　عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

ایک اور بزرگ نے کہا ہے

خرے عیسی اگر بمکہ رود　　　چون بیاید ہنوز خر باش

اور وہ سب کادیانی کی ڈکشنری کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتے ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ معنے اس لفظ کے جو کادیانی نے الہامی ڈکشنری سے نکال کر بیان کئے ہیں صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق کادیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال کادیانی کو پسند کرنے والے ہوں ۔کیونکہ جھوٹ بولنے میں کادیانی اور وہ لوگ مسلم کل ہیں۔کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے جس کا ان کو خود بھی اعتراف ہے۔اور خاص کر اس کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔پھر وہ اس محاورانہ لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

قادیانی کے کذب کی تفصیل

خود قادیانی صاحب،خدا تعالی پر افتراء کرنے میں مسلّم کافہ اہل اسلام ہیں۔جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعوی کہ مجھے الہام ہوتا ہے،اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے،خدا تعالی پر افتراء ہے۔اور اس کے یہ دعاوی کہ میں نبی ہوں،میں ہی مسیح موعود ہوں،میں ہی وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت عیسی نے دی اور اس کی آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں

حکایت ہوئی ہے وغیرہ، سب کے سب خدا تعالی پر افتراء ہیں۔

ایسے اس کے اور دعاوی درج ذیل ہیں۔ ا۔ لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ ایک تاریکی کا زمانہ مراد ہے۔۲۔ اور آنے والے مسیح سے مثیل مسیح اس کی ذات مراد ہے۔۳۔ دمشق سے (جہاں مسیح کا نزول ہوگا) موضع قادیان مراد ہے۔۴۔ محل نزول مسیح منارہ شرقی سے اس کی مسجد قادیان کا منارہ مراد ہے۔۵۔ دجال سے عیسائی پادری مراد ہیں۔۶۔ دجال کے گدھے سے ریل گاڑی مراد ہے۔ ۷۔ یاجوج ماجوج سے انگریز و روس مراد ہیں۔۸۔ قیامت سے پہلے اونٹوں کے بے کار ہونے سے ریل جاری ہونے کے سبب بار برداری میں ان کا کام نہ آنا مراد ہے۔۹۔ قیامت کے دن صحیفوں کے کھلنے سے اس وقت چٹھی رسانوں کا چٹھیات اور تار خبریں بانٹے پھرنا مراد ہے۔۱۰۔ اس دن روحوں کو جسموں کے ساتھ ملائے جانے سے اس وقت کی کمیٹیاں مراد ہیں۔۱۱۔ اس دن پہاڑوں کے چلائے جانے اور ۱۲۔ دریاؤں کے جاری ہونے سے اس وقت انگریزوں کا پہاڑوں کو کاٹ کر سڑکیں نکالنا اور دریاؤں سے نہریں نکالنا۔ وغیرہ مراد ہے (جو اس کے رسائل ازالہ اوہام، توضیح مرام، فتح اسلام، شہادۃ القرآن وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں) ان کو تمام اہل اسلام خدا اور رسول پر افتراء جانتے ہیں۔

لوگوں پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی مرزا قادیانی کا عام اہل اسلام میں مسلّم ہے اور اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳، ۱۴، ۱۵ شاہد ہے جس کے دیکھنے کے بعد کسی کو اعتراض و شک پیدا نہیں ہوتا۔ حتی کہ قادیانی کو بھی اس میں چون و چرا کرنے کی جگہ نہیں اور اسی وجہ سے وہ ان کے ردّ و جواب سے ساکت ہو رہا ہے۔

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں ہے جو اس نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین کو ڈپٹی کمشنر نے لودہانہ سے حکماً نکلوایا۔ بلکہ ڈپٹی دلاور علی کی حفاظت میں ریلوے سٹیشن پر پہنچا دیا؟

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں جو رسالہ اظہار میں بولا ہے کہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے مباحثہ امرتسر میں عیسائیوں کو مدد دی؟

کیا یہ اس کا جھوٹ نہیں جو اسی رسالہ میں بولا کہ عرب و شام کے مستند علماء اس کے ساتھ ہو گئے؟

کیا اسی رسالہ میں اس کا یہ جھوٹ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس پر فتوی کفر لگایا تھا ان میں سے اکثر نے رجوع کر لیا ہے؟

کیا اس کا یہ جھوٹ نہیں جو کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں بولا اور خاکسار کے حق میں چالیس روز کا میعادی منذر الہام شائع کیا؟

اگر ان جھوٹوں میں سے کوئی جھوٹ صحیح ہوسکتا تھا تو کیوں ہمارے ان الزاموں کے جواب میں اس نے سکوت اختیار کیا؟

الزام اول کے ثبوت میں جو ہم نے ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی چھٹی اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ میں مشتہر کی، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۲ کے ثبوت میں جو ہم نے اس کا یہ محاورہ اور شریفانہ اصول پیش کر کے اس کو ملزم کیا تھا، اس کا جواب کیوں نہ دیا؟

الزام نمبر ۳ کے ثبوت میں جو ہم نے قادیانی کے سفر حج کا خرچ اپنے ذمہ لے کر حرمین میں اس کو لے جا کرا سکے عقائد و مقالات کا فیصلہ کرانا چاہا تھا، اسکو کیوں قبول نہ کیا؟

الزام نمبر ۴ کے ثبوت میں جس فہرست اہل رجوع کا ہم نے مطالبہ کیا تھا، اس کو کیوں پیش نہ کیا؟

الزام نمبر ۵ کی تائید میں جو ہم نے اپنی ترقی دنیوی کا حال کہا تھا، کیوں اس نے جواب نہ دیا؟

اس کے اتباع کا خدا اور رسول پر افتراء کرنا اور عام جھوٹ بولنا بھی اس تفصیل سے ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ان سب افتراؤں کا افتراء ہونا دلائل سے ثابت و مدلل دیکھ کر ان کو قبول کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں میں ان کو رواج دیتے ہیں۔ اور بحکم اس قاعدہ مسلّمہ کہ جھوٹ کا رواج دینے والہ بھی جھوٹا ہے، وہ سب جھوٹے ہیں۔

علاوہ بریں قادیانی اکابر خلفاء اور اخص حواریوں کے جھوٹ بھی اشاعۃ السنہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ حکیم نور الدین بھیروی نے مباحثہ لاہور سے جان چھوڑانے کیلئے جھوٹ کہا کہ ہم کو لودہانہ میں ایک شب کیلئے جا کر وہاں سے جموں چلا جانا ضروری ہے ورنہ مسلمانوں کا حرج عظیم ہوگا۔ جس کے بعد آپ لودہانہ چلے گئے۔ وہاں پانچ روز قیام کیا۔ جو اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۳ میں ثابت کیا گیا ہے (خود مرزائیوں کو بھی اس کا اقرار ہے، دیکھو تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۱۳۱ میں لکھا ہے کہ ۱۳۔ اپریل کو نور الدین صبح چار بجے سے شام چار بجے تک نزیل لاہور رہ کر رات کی گاڑی سے لدھیانہ

گئے جہاں ۱۸۔اپریل تک قیام فرمایا، پھر ۱۹۔اپریل کو لاہور آئے اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔ بہا) اور منشی محمد احسن امروہی نے واقعہ مباحثہ بٹالہ کی نسبت تین جھوٹ بولے۔

۱۔آپ (خاکسار محمد حسین کو لکھتے ہیں) بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

۲۔جس پر میر ممتاز علی منصف نے کہا کہ ہم کو اب منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہی۔

۳۔آپ مباحثہ شروع کر کے چلے گئے۔

ہم نے یہ تینوں جھوٹ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴ بصفحہ نمبر ۲۰۹ ثابت کئے ہیں۔

اور ایڈیٹر رسالہ الحق نے کئی جھوٹ بولے۔ مثلاً اس کا کہنا کہ: ۱۔مسٹر ویب صاحب کو قادیانی کی بدولت اسلام نصیب ہوا ہے۔ ۲۔قادیانی کے مخالفین ذلت ومسکنت میں مبتلا ہیں۔ ۳۔مدراس کے یوروشئین نومسلم جماعت کی طرف سے مسٹر حامد سنو وغیرہ کا ڈیپوٹیشن قادیانی کے پاس آنے والہ ہے۔

ہم نے نمبر اول ودوم جھوٹ، اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے ہیں۔ اور نمبر تین کا ثبوت بعد یوں ہوا کہ مسٹر حامد سنو کئی مہینے لاہور میں رہے اور انجمن حمایت اسلام کے مدرس رہے۔ اور، باوجودیکہ حواریان قادیانی نے ان کو قادیان پہنچنے کی بہت ترغیب دلائی، وہ قادیان کی طرف منہ کر کے تھوکتے بھی نہیں تھے۔

اور حامد سیالکوٹی کے کئی جھوٹ (جن میں بعض خاکسار کے حق میں افتراء ہیں، بعض مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ وغیرہ مسلمانوں پر افتراء ہیں) اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۱۵ میں ثابت کئے جا چکے ہیں۔

عام اہل اسلام سے اس گروہ کے پیروان کی مخالفت عیاں ہے محتاج بیان نہیں۔ قادیانی کے عقائد (کہ از انجملہ مشتے نمونہ از خروار بیان ہو چکے ہیں) ایسے عقائد ہیں جن میں وہ کافّہ اہل اسلام کا مخالف ہے۔ اور خاص کر اس مقولہ یا محاورہ الہامیہ میں کہ: جو شخص جھوٹ بولے، یا غلطی کرے۔ یا قادیانی کی بات یا شرط نہ مانے وہ حلال زادہ نہیں،. تو سارے جہان کے مخالف ہیں۔

پھر اس مخالفت عام اہل اسلام اور اس کذب وافتراء کے ساتھ یہ حضرت اس پاک خطاب سے مخاطب اور اس مقدس لفظ کے مورد نہ ہوں۔ اور برخلاف اس کے، سب کے سب حلال زادے کہلائیں۔ اور

تمام اہل اسلام صرف قادیانی کے خیالی جھوٹ بولنے میں یا کسی مسئلہ میں غلطی کرنے سے یا قادیانی کا کسی بات یا شرط میں خلاف کرنے سے حرام زادے متصور ہوں۔اس کی کوئی وجہ وجیہ ہے تو قادیانی صاحب بیان فرمادیں ۔اوراس الہامی ڈکشنری کی شرح تصنیف کریں جس میں اس وجہ کی تفصیل ودلیل ہو۔

اوراگر قادیانی کوئی دلیل فارق (جوقادیانی اوراس کے اتباع کو باوجود جھوٹ بولنے اورتمام جہان کا خلاف کرنے کے حلال زادہ قرار دے، اورتمام مسلمانوں کوکسی غلطی یا جھوٹ یا خلاف قادیانی کے سبب حرامزادہ بنادے) بیان نہ کریں گے تو عام مسلمان یہ سمجھ جائیں گے کہ آپ کا یہ محاورہ الہامی نہیں بلکہ شیطانی ہے۔اورآپ باوصف دعوی نبوت والہام ومجددیت ومسیحائیت عام بازاریوں کی طرح لوگوں کوگالیاں دیتے ہیں۔اوراس وجہ سے آپ نبی،مجدد،محدث تو کجا مسلمان یا مہذب انسان بھی نہیں ہوسکتے۔ بلکہ بہائم سیرت ،وحشی صفت ہیں جو جوش کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتے۔اس صورت میں ان کی طرف سے یہ شعرصا ئب کا آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہےاوراسی پر یہ مضمون ختم ہوتا ہے

دہن خوش بدشنام میا لا صائب۔ لیکن زرقلب بہرکس کہ دہی بازآید

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد۱۶۔ص۱۶۷تا۱۷۸)

سلطان محمد کی موت وحیات

مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی نامی ایک خاتون سے اپنے نکاح کی پیش گوئی فرمائی لیکن اس خاتون کا نکاح سلطان محمد نامی ایک شخص سے ہونے لگا تو آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ سلطان محمد عرصہ نکاح سے ڈھائی سال کے اندر مرجائے گا۔سلطان محمد کا محمدی سے نکاح ہوگیا اور اللہ نے اس کی زندگی بھی دراز فرمادی تو مرزا صاحب نے تاویلات وعذرات کا پٹارہ کھول لیا۔اس پر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ،فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی، کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جسے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔مولانا لکھتے ہیں:

مرزا سلطان محمد ہم سے آشفتہ نہ ہوں اور یہ اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہماری منکوحہ (محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیارپوری) کو قادیانی کی زوجہ بنایا اور قادیانی کو اس کا شوہر اوّل ٹھہرا کر ہم کو شوہر ثانی قرار دیا۔(مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ) یہ جرأت ہم نے نہیں کی، یہ گستاخی قادیانی ہی سے ہوئی ہے ہم تو صرف ناقل ہیں نقل کفر،کفر نباشد آپ نے بھی سنا ہوگا۔ہاں آپ یہ سوال کرسکتے ہیں کہ قادیانی نے ہماری منکوحہ (محمدی بیگم) کو اپنی زوجہ کب اور کہاں بنایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو دفعہ اس نے یہ جرأت کی ہے۔پہلی مرتبہ ۱۸۸۸ء میں بضمن اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور دوسری مرتبہ ۱۸۹۱ء میں بضمن فیصلہ آسمانی

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں قادیانی نے آپ کی اہلیہ کی نسبت یہ الہام گھڑ کر شائع کیا تھا فسیکفیکھم اللہ و یردّھا الیك جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تجھ سے ٹھٹھا کرنے والوں کو خود سنبھال لے گا اور اس عورت کو تیری طرف پھر لاوے گا، واپس لائے گا۔عربی کے لفظ ردّ یا اس کے ترجمہ پھر لانے، یا واپس لانے ، کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز پہلے کسی کے پاس ہو، پھر جدا ہونے کے بعد اس کے پاس آجاوے۔عربی کے الفاظ قرآن میں ایسے بہت ہیں جن کے یہی معنی ہیں آیات لرادّك الی معاد ۔

انا رادوه اليك ۔ فردد ناه الى امّه کے معنی کسی سے پوچھیں یا مترجم قرآن میں ان کے معنی دیکھ لیں ۔اردو میں اس مضمون کا یہ شعر پڑھو

جا کے گلزار سے صیاد پھر آیا الٹا   کیا نصیبا ہے تیرا بلبل شیدا الٹا

جس سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ صیاد پہلے اس باغ میں تھا جس میں وہ پھر آیا۔

فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے آپ کی زوجہ عفیفہ کی نسبت یہ الہام گھڑا اور شائع کیا ہے ۔ یسئلو نك احقّ هو۔ قل اى و ربّى انّه لحقّ وما انتم بمعجز ين۔ زوّجنا كها لا مبدّ ل لكلما تى جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ نکاح یا پیشگوئی متعلق نکاح حق ہے؟ تو کہہ دے بخدا وہ حق ہے، اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ خدا کی بات کوئی بدلنے والا نہیں۔

اس میں قادیانی ے صاف تصریح سے کہد یا کہ اس عورت سے اللہ تعالی نے میرا نکاح کر دیا ہوا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالی نے ام المؤمنین حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرتﷺ سے کر دیا تھا اور قرآن میں اس کو نقل فرمایا۔لہذا پھر آنحضرتﷺ نے اپنا نکاح حضرت زینبؓ سے خود نہیں پڑھا، بلکہ خدا کے پڑھے ہوئے نکاح کو کافی سمجھا۔ پس اگر بحسب ادعاء قادیانی، آپ کی زوجہ سے خدا تعالی نے اس کا نکاح کر دیا ہوا ہے تو پھر اس کے خیال میں آپ کی منکوحہ کے زوجہ قادیانی ہونے میں کیا کسر رہی؟ کیا خدا تعالی کا پڑھا ہوا نکاح، ملّا و قاضی کے پڑھے ہوئے نکاح سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔

ہم نے قادیانی کے اسی قول و ادعاء کی نظر سے اس محمدی بیگم کا پہلا شوہر قادیانی کو اور دوسرا آپ (یعنی سلطان محمد) کو کہا ہے۔ اس پر آپ کو آشفتگی ہو تو آپ قادیانی پر مؤاخذہ کریں کہ وہ کیوں آپ کی زوجہ کو اپنی زوجہ قرار دیتا ہے، خاکسار کو ناقل سمجھ کر معاف رکھیں۔

قادیانی کے اتباع کو اگر یہ جوش آوے کہ ایک عورت فراش غیر کو مرزا صاحب کی زوجہ بنا کر اس کیلئے شوہر ثانی کیوں تجویز کیا؟ تو وہ بھی انہی حضرت (قادیانی) سے کہیں کہ اپنے ان الہامات میں اس عورت کو (جو فراش غیر ہے) کیوں اپنی زوجہ بنایا،؟ اور ان لوگوں سے ہم کو شرمندہ کرایا جو ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارے مسیح کی زوجہ

دوسرے شوہر کے گھر میں بس رہی ہے۔

اس بیان کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد بیگ (ساکن پٹی علاقہ قصور، پنجاب) کی نسبت قادیانی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر وہ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لائے گا تو تاریخ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ اور اسکے مرنے کے بعد خدا اس خاتون کو میری طرف واپس لائے گا۔ پیشگوئی کی اصل عبارت اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے:

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　　　قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا　　　کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

(اس کے بعد قادیانی نے شروع اشتہار سے صفحہ ۳ تک اخبار نور افشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ ۴ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب حق ادا کیا۔

ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی۔اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں۔اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کرلینا چاہیے۔سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا، جس کو خدا تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کردیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کیا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے كذّبوا بآياتنا وكانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردّها اليك لا تبديل لكلمات الله ۔ انّ الله فعّال لّما يريد ۔ انت معي وانا معك ۔ عسى ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً ۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشان کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں، اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالی کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔،

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس کے بعد قادیانی نے اخبار نور افشاں کے اس اعتراض کا کہ: اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھا۔ اپنے خطوں میں اس کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کیوں کی،۔ ایسا واہی جواب دیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اخیر میں کہا ہے کہ) یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی یعنی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر و سکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بے قرار ہو کر ناجائز وسائل و تدبیروں کے درپئے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے مرزا احمد

بیگ (اپنی فرضی زوجہ کے والد) کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔اور کئی خط متضمن ترغیب وترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی ،ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب وترہیب روانہ کیا۔وہ عورت بھی جوان مرد نکلی ،تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔اس میں پہلے خطو ں کی بھی تصدیق پائی جاتی ہے۔لکھا ہے

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔اور میں آپ کو ایک غریب مزاج اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔لیکن اب جو میں آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گذرے گا،مگر میں محض للّٰہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والہ ہے۔اور آپکے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔بلکہ میرے کیا،دین اسلام کے سخت دشمن ہیں ۔عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔اللہ اور رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا چاہیے، ذلیل کیا چاہیے،روسیاہ کیا چاہیے۔یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالی کا کام ہے۔اگر میں اسکا ہوں تو ضرور مجھے بچائے گا۔اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کرکے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔بلکہ وہ تو ایک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کیلئے مجھے چھوڑ دیا۔اور اب اس لڑکی کے نکاح کیلئے سب یک سو ہو گئے۔یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض،کہیں جائے،مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی لینی چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور میری وارث ہو،وہی میرے خون کے پیاسے رہے،میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو ۔خدا تعالی بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے۔مگر اب تو وہ مجھے آگ میں

ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں مانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ ہم اس کیلئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں، اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے آپکی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ لیں تو پھر جیسا کہ آپ کا خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی (بیگم) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا۔ اور اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے۔ اور یہ ارادہ اس کا بند کرو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کروں گا۔ اور میرا مال اس کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھالیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں۔ اور گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدا تعالی کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے رشتہ ناتے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب ناتے رشتے ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

الراقم۔ خاکسار غلام احمد۔ لودیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۰ء۔

جب مرزا علی شیر بیگ بھی قابو میں نہ آئے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے

بچوں کو (جو مرزا احمد بیگ کے خیر خواہ وصلاح کار تھے) گھورنا اور ڈرانا شروع کیا۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کر دینے کا۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جاوے گا۔ تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔ اور اس کے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔ مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے۔ ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف واقرار تخویف (ڈرانے) وخطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔ بلکہ وہ سب گستاخی واستہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔

اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضاوقدر وتقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح ونیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی و جفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہو سکتی۔ جواب میں مرزا قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا (جرح اور جواب جرح، تحریک ختم نبوت کی چوتھی جلد میں نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)۔ مگر

تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے:

پھر ما سوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جلشانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالی ہمیشہ آخر کار جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے (گو ایک وقت تک ان کے چہرہ پر حمرة الخجل، ندامت کی سرخی، رہے) لہذا سات اپریل ۱۸۹۴ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئی، مرزا سلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش وخرم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا نے ولد صالح بھی عطا کیا جس سے قادیانی کی دروغگوئی اور ذلت اور رسوائی اسلامی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اسکی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر وہ اس ذلت اور رسوائی کو بھی شیر مادر کی طرح نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اور اس نو جوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی۔

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی، اسکی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بیہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا امر مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر چہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی۔

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہو گا۔ میعاد میں پورا نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی)۔عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے،اوران میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہوگا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے،جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔

سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔ مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت ومعلوم ہے کہ خدا تعالی موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے۔لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔اس سنت الٰہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری،اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں۔اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں۔ پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں،وہ باطل ہیں تو ہم دو سو روپیہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے۔اب اس پر ہمارے ریمارکس سنیں۔

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیشگوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی،یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا۔وہ نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے خط مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے مضمون شہادت القرآن منقول ص ۱۸۷ کے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس الہام و پیش گوئی کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس واپس آنا ہے۔ موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔ اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے۔

نمبر۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کر لیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتادے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

نمبر۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید نقشہ نویس راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا ۔ یہ سوال و جواب بالفاظ ذیل ہوئے۔

سوال۔ مرزا غلام احمد کے الہام سے آپ کے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔

جواب۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گزار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان، پھر نوجوان، پھر انگریزی خواں، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

نمبر۴۔ میں جو مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض دروغ و مغالطہ ہے۔ عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل منداس موت کو پیش گوئی کا اثر

نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، مرزا احمد بیگ کی موت سے مرزا سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں۔ اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد و قبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ مقیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار و اظہار کیا کہ: ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں۔

اور ان کی یہ روایت قادیانی کی تائید و تصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔

وجہ اول۔ کہ ان خطوں میں بقول قادیانی و حسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد کا کوئی اعتراف قصور و توبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنحالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون و مشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور و توبہ اصل مباشر کے انکار و اصرار کے مقابل کا ن لم یکن و نا قابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ و استغفار مرزا غلام احمد کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور و توبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل و کاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اور وہ مرزا قادیانی کے چھپے حواری (مددگار) اور ذو الوجھین (دورخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سر دست تین دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد و مولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا۔تو باوجودیکہ عاجز ولا جواب ہو گئے مگر پھر بھی ان باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔اوراس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ: جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے اوراس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے حواریوں اوراس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً واحساناً بلامعاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تاکہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اوراس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔لہذا ان کی روایت و شہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی ونقلی دلیلیں بیان کر کے جو قادیانی نے کہا ہے: کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد ۔آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنی درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اوراولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔

تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الٰہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنالیا۔

نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد میں ہو چکا ہے۔

۶۔ قادیانیوں کو انعامی چیلنج

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ و جس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسو روپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسو روپیہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈرسنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ پہلے معروض ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام و شرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اور اس پر وہی دوسو روپیہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں، انعام لیں۔ مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ ولا مذہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسو روپیہ تو کجا، دو روپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔ وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اور اس پر قسم کھائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا تعالی کے موعود موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور و تعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان وکانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں۔ اور اشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں۔ اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہوگیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافرہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد وکانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ وعذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

وہ بھی طرح انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔ اور ان کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی

اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور ان کو ہمارے دلائل وجواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی: الہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر،. دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتے ہیں، قلم بند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے ان کا جواب لیں۔ پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ ومقابلہ کر کے اس کے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ

عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ ا۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ ۔۲۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ ۔۳۔ حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب ۔۴۔ فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی، کا پورا جواب لکھوائیں ۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ و مقابلہ کر کے قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں ۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپیہ انعام قادیانی کو دلوائیں ۔ اس دو ہزار روپیہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرا لیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرأت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ: خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے ،. کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہے اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں

نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی ۔ ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے ۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی و غیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں ۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ آخر میں لکھتے ہیں کہ ان تشریحات سے قادیانی کی راست بیانی اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے، اب دادِ انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے ۔ خدا تعالی توفیق انصاف دے ۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۔ جلد ۱۶ ۔ ص ۱۷۹ ۔ ۱۹۶)

مرزا قادیانی مجسٹریٹ کے حضور

۱۸۹۷ء میں عیسائیوں نے قادیانی کے خلاف الزام ارادہ قتل کا ایک مقدمہ دائر کیا۔اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی طرف مولوی فضل الدین پلیڈر تھے جو حنفی المسلک تھے اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو عدالت نے بطور گواہ کے طلب کیا تھا۔شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ مقدمہ ۱۸۹۷ء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات! فریق جنگ ایک تو سچے اور مردوں کو زندہ کرنے والے حضرت مسیح بن مریم کی پیرو عیسائی گورنمنٹ ہے جو بواسطہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میدان جنگ میں اتری تھی۔دوسرا فریق جھوٹا اور خونی مسیح ،زندوں کو مارنے والا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت ہے جو نئے عیسائی مرزائی کہلاتے ہیں اور وہ بڑی جمیعت اور ٹھاٹھ کے ساتھ پنجاب کے اکثر شہروں لاہور، گجرات، جہلم وغیرہ سے آ کر گورنمنٹ اور دیگر عیسائیوں کے مقابلہ کیلئے بٹالہ میں جمع ہوئے تھے۔

درحقیقت تو مقابلہ ومقدمہ جوڈیشیل تھا مگر دجال قادیانی نے اپنے گروہ اور ناواقف مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی غرض سے اس کو مذہبی جنگ بنالیا۔اور اپنے ایک نائب کی قلم سے اس کا نام جنگ مقدس رکھ کر ایک پمفلٹ کی صورت میں اس کو چھاپنا شروع کر دیا۔ان کی اصطلاح کی پیروی واتباع سے ہم نے بھی اس کا نام جنگ مقدس رکھا ورنہ ہمارے نزدیک ایک جوڈیشیل مقدمہ ہے، نہ مذہبی جنگ۔

اس تعریف فریقین کو سن کر ناظرین جنہوں نے ہمارے مضمون ،عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے ، اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں نہ دیکھا ہو تعجب سے یہ سوال کریں گے کہ اتباع قادیانی تو اس معنی سے عیسائی ہوئے کہ وہ جھوٹے عیسی وخونی مسیح کی امت ہے،خود بدولت دجال صاحب جو فریق مخالف گورنمنٹ کے رئیس ورئیس ہیں کیونکر عیسائی کہلانے کے مستحق ہوئے۔وہ تو خود عیسی ہیں پھر وہ کیونکر عیسائی کہلا سکتے ہیں

اور اپنی ہی ذات کی طرف ان کی نسبت کیونکر جائز ہے؟

حضرات ان کے باوجود خود عیسی ہونے کے عیسائی کہلانے کی وجہ ایک اور ہے جو ذیل میں معروض ہوتی ہے۔

حضرات! قادیانی اگر چہ درحقیقت کوئی مذہب نہیں رکھتا اور وہ لا مذہب، باطنیہ، دہریہ ہے اور اس کا ایک مدت سے دعوی مسلمانی کرنا اور اسلام کی حمایت ونصرت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ کا دم بھرنا محض دام تزویر ہے جس سے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مسلمانوں کو پھنسانا اور ان سے ٹکے وصول کر کے عیش اڑانا اس کا مقصود ہے۔ مگر تاہم مذاہب مشہورہ سے اس کو کچھ نسبت ومناسبت ہے، تو صرف عیسائی مذہب سے ہے کیونکہ عیسائی مذہب میں حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے اور تثلیث وکفارہ کا اعتقاد اس مذہب کا جزء ہے۔ ایسا ہی دجال قادیانی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک معنی سے تثلیث پر (اس کو پاک کہہ کر) اور ایک قسم کے کفارہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اس کا رسالہ فتح اسلام، اور توضیح مرام ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو ہمارے اس بیان پر یقین لائیں گے۔ جن کو اس امر کا علم ہے کہ اہل اسلام سے سلف سے خلف تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے خدا کے کسی پیارے (نبی ہو یا فرشتہ) کو خدا کا بیٹا کہا ہو، یا تثلیث کو پاک بنا کر اور کفارہ کو تجویز کیا ہو۔ مسلمان کہلا کر یہ کام قادیانی ہی نے کیا ہے۔ اس لئے ہم نے اگر بطور تشبیہہ ومماثلت اس کو عیسائی کہا ہے تو یہ اس کے حال پر ہماری کمال مہربانی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے پہلے جنگ مقدس میں جو ۱۸۹۳ء میں اس میں اور اس کے بڑے بھائیوں عیسائیوں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک وعبداللہ آتھم وغیرہ میں ہوئی تھی، اور حال کے جوڈیشیل (judicial) جنگ میں جس کو اس نے مقدس بنا لیا، عیسائی کہا ہے۔ اور ان جنگوں کو عیسائیوں کے باہمی جنگ سے قرار دیا ہے۔ امید ہے اس وجہ کو سن کر ناظرین داد دیں گے۔ انٹروڈکشن ہو چکا اب اصل مدعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اس جنگ کی تفصیل بیان کرنا اور پھر کسی جانب کی تائید کرنا ہم کو پسند ومنظور نہیں ہے کیونکہ نہ ہم کو کسی فریق سے مذہبی ہمدردی ہے، اور نہ اس کی وجہ سے طرف داری کا خیال ہے، اور نہ اصل واقعات کی نسبت ہم کو خارجی علم اور ذاتی واقفیت ہے، اور نہ عدالت میں بیانات واظہارات فریقین پر ہم کو پورا بھروسہ واعتماد ہے،

اس لئے ہم اس واقعہ کی نسبت پوری پوری رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے اس کی پوری تفصیل بیان کرنا بھی فضول جانتے ہیں۔ ہاں اس کی مجمل کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرت سر نے پولیس میں رپورٹ کی کہ ایک شخص عبدالحمید نامی قادیانی کی طرف سے میرے قتل یا نقصان کیلئے مامور ہو کر میرے پاس آیا تھا جس پر سرکار مدعی ہوئی اور ڈاکٹر کلارک سرکار کی طرف سے پیروکار اور قادیانی ملزم ومستغاث علیہ ٹھہرایا گیا۔ اور پہلے مجسٹریٹ امرتسر کی کچہری میں بذریعہ وارنٹ ضمانتی چالیس ہزار روپئہ اس کا حاضر ہونا تجویز ہوا۔ پھر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی کچہری میں بذریعہ سمن طلب ہو کر بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور حاضر عدالت مجسٹریٹ ہوا۔ اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عبدالحمید مذکور نے دونوں مجسٹریٹوں (مجسٹریٹ امرتسر و مجسٹریٹ گورداسپور) کے سامنے بیان ڈاکٹر کلارک کی تائید کی۔ اور جب تک کہ وہ مشنری عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا، اس پر پختہ وقائم رہا۔ جب وہ ڈسٹرکٹ پولیس گورداسپور کی تحویل میں گیا، تو وہ پھر اپنے بیان سے پھر گیا اور صاف بول اٹھا کہ مجھے عیسائیوں نے بہکایا اور سکھایا تھا کہ میں ایسا بیان کروں۔ جس پر مجسٹریٹ کو اشتباہ ہو گیا اور قادیانی الزام قتل سے بری کیا گیا۔

اس کے اس تبدیل بیان کی وجہ جو لوگ بیان کرتے ہیں ہم اس کو تحریر میں نہیں لا سکتے جو سننے کے شائق ہوں وہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں آئیں اور اس کی عام گلی کوچوں میں سن لیں۔ اسی نظر سے ہم ان بیانات کو مشتبہ کہتے ہیں اور انکی نسبت اپنی قطعی رائے کو ظاہر نہیں کر سکتے کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جس فریق نے جھوٹ بولا ہے وہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں جہنم کا مستحق ہو گیا ہے۔ اور جو سچا ہے وہ دنیا میں آفرین اور آخرت میں اجر کا مستحق ہے۔

ہر چند مرزا قادیانی اس مقدمہ میں الزام قتل سے بری کیا گیا ہے مگر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اس کے مشن کو اس سے چھین لیا اور اس کی نبوت کو ختم کر دیا اور اس کے الہاموں کے مخرج پر آہنی میخ یا فولادی بولٹ کا ڈاٹ کا لگا کر الہامی گوئی کو بند کر دیا اور اس سے عہد لے لیا اور لکھوالیا کہ وہ آئندہ فتنہ انگیز اور اشتعال خیز الفاظ (جن میں اس کے ڈرانے والے الہامات بھی داخل ہیں) تحریرات ومباحثات میں استعمال نہ کرے گا اور ان کی اشاعت عمل میں نہ لائے گا۔

یہ بات اس کے اخص ّمریدوں اور وکیلوں نے شائع کی ہے اور بعض اخبارات میں بھی مشتہر ہو چکی ہے (اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں عنوان، قادیانی کی پردہ دری، قائم کر کے لکھا ہے: مرزا قادیانی نے ڈپٹی کمشنر کے روبرو اقرار کر لیا ہے بلکہ دستخط کر دیئے ہیں کہ میں آئندہ کوئی پیش گوئی نہیں کرونگا اور کسی کو موت کا پیغام بھیج کر ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش نہیں کرونگا۔ اور کوئی ایسی تحریر میری طرف سے شائع نہ ہوگی)۔ جس سے اس کو پوری شکست ہوئی، اور اسکے مقابل عیسائیوں بلکہ محمدیوں اور دیگر مذاہب کے ان مخالفوں کو جن کو وہ ایسے الفاظ سے ڈرایا اور دھمکایا کرتا تھا، اس پر فتح حاصل ہوئی۔ وہ بے دست و پا ہو گیا ہے اور اس کو الہامی قبض لاحق ہے۔۔ مجسٹریٹ ضلع اس سے نبوت اور الہامات کو چھین کر اس کو یہ شکست فاش نہ دیتا تو وہ الزام قتل سے بری ہونے کے وقت سے اس وقت تک اپنے جملہ مخالفوں اور مخاطبوں کو صدہا ڈرانے والے الہامات کو سنا کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا اور ہزاروں نئے جانوروں (عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں) کا شکار کرتا اور بیسیوں رسالے اور صدہا اشتہارات شائع کر دیتا۔ اس وقت تک جو وہ چپ ہے اور ایک آدھ دفعہ بولا ہے تو برعکس روش قدیم یہی بولا ہے کہ آئندہ میں کسی کے حق میں ڈرانے دھمکانے والے الہام شائع نہ کرونگا۔ اور کسی کی دل آزاری بھی نہ کرونگا۔ آئندہ میرے مرید بھی کسی کی دل آزاری نہ کریں، نرمی اور تہذیب سے کام لیں ورنہ وہ مجھ سے جدا ہو جائیں گے، تو اس کی وجہ وہی شکست فاش ہے جسکی جگہ وہ خدا ترسی و نرم دلی کو اختیار کرنا وجہ بیان کرتا ہے اور اس بیت کا مصداق بن گیا ہے:

زاہد نہ تاب داشت وصال پری رخاں　　　کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

مگر اے حضرات ناظرین اس کی اور اس کے بعض اتباع کی جرأت و دلاوری و حیا و شیر بہادری کو دیکھو کہ وہ اس شکست کو فتح مشہور کر رہے ہیں۔ اور الزام قتل سے برأت کو فتح بنا بیٹھے ہیں اور ان کے مشن اور نبوت کے حکماً بند ہو جانے سے (جو ان کو ہزیمت حاصل ہوئی ہے) اس کو شِیرِ مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گئے ہیں اور اس کا ڈکار بھی نہیں لیتے بلکہ برعکس یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ڈرانے والے الہامات کی اشاعت کو ہم نے اپنی مرضی سے بند کر دیا ہے۔ عدالت مجسٹریٹ سے اس کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا۔ چنانچہ ان دروغ گوئیوں کے امام قادیانی نے اپنے اس اشتہار کے صفحہ ۹ میں جس کو ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس نے چھاپ کر مشتہر کیا ہے اور اس پر پریس کا نام (جس میں وہ اشتہار چھاپا ہے) درج نہیں کیا (یہ اشتہار مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد دوم کے صفحہ

۴۵۶ سے ۴۷۳ پر موجود ہے ۔بہاء)، لکھا ہے کہ

چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا، اور اصل واقعات کو چھپایا، اس لئے آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیش گوئی کی جاوے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہیگا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیش گوئی کیلیئے درخواست کرے تو ان کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔

پھر اس کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

بعض ہمارے مخالف جن کو افتراء اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے، لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیش گوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی۔ اور عذابی پیش گوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے، یعنی رضامندی لینے کے بعد پیش گوئی کرنا، اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد۲۔ص۴۶۶)

لیکن جاننے والے جان گئے ہیں کہ آپ کی یہ خلوت نشینی وعزلت گزینی یعنی آئندہ انذاری پیشگوئی سے کفّ لسانی اور نرم زبانی کا وعدہ بلاجہ نہیں ہے۔ مجسٹریٹ ضلع آپ کو اس سے نہ روکتا تو آپ کبھی نہ رکتے۔ مجسٹریٹ صاحب کا آئندہ فتنہ انگیز واشتعال خیز الفاظ سے جن میں انذاری پیش گوئیاں بھی داخل ہیں آپ سے عہد لے لینا آپ کے اعترافات وعبارات آئندہ سے روز روشن کی طرح کی عیاں ہے مگر بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد آپ کو اپنی کلام کا مابعد و ماسبق کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیجئے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں اور آپ کی اصل عبارات نقل کرتے ہیں۔ اسی اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں بصفحہ ۱۱، آپ فرماتے ہیں:

جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ استعمال کئے جائیں، میں اس پر کاربند رہنا چاہتا ہوں۔ اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے پابند رہیں اور ہر ایک سخت

اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲۔ص ۴۶۸)

پھر اس اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۱۳ میں آپ کہتے ہیں:

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کیلئے بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے، اس لئے حفظ امن کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے پابند ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲۔ص ۴۷۰)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اب ہم قادیانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس عہد میں جو سخت الفاظ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ آپ نے بولا یہ انذاری پیش گوئی کو شامل ومحیط ہے یا نہیں۔ ہے تو انہوں نے کیا افتراء کیا جنہوں نے کہا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آپ کو انذاری پیشگوئیوں سے منع کر دیا ہے۔ اور اگر وہ لفظ انذاری پیش گوئیوں کو شامل نہیں تو پھر آپ نے انذاری پیش گوئیوں کو کیوں بند کر رکھا ہے۔ آپ کو روک نہیں ہوئی، تو انفصال مقدمہ کی تاریخ سے اس وقت تک کوئی تو الہامی گولہ چلایا ہوتا۔ اگر آپ کی طبیعت اور عادت اس کو پسند نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۱۱، اشتہار مذکور میں آپ نے دعوی کیا ہے، تو پہلے یہ طبیعت اور عادت کہاں چلی گئی تھی۔ اور اگر اخلاق یا تہذیب مانع ہے جس کا آپ اس اشتہار کے صفحہ ۱۰، ۱۱ میں دعوی کرتے ہیں تو پہلے اس تہذیب واخلاق کو کون لے گیا تھا۔ اور اگر قانون عدالت مانع ہے جن سے آپ اس اشتہار کے حاشیہ صفحہ ۹ میں ڈرتے ہیں تو پہلے وہ قانون کہاں تھا۔

ان سب موانع کے موجود ہونے کے ساتھ اپنی تمام الہامی زندگی اور پوری پیغمبری عمر کو انہیں انذاری الہاموں میں صرف کیا ہے، تو آپ کا اس سے یکا یک رک جانا اور بذریعہ تحریرات بار بار عدالت اور گورنمنٹ سے عہد کرنا، اور اپنے مریدوں کو وہ عہد یاد دلانا صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ روک مجسٹریٹ ضلع کے حکم اور اس عہد کا (جو اس کے سامنے آپ نے کیا ہے) نتیجہ ہے اور مجسٹریٹ ضلع آپ کے ملہم سے زبردست اور غالب نکلا جس نے آپکے الہامات پر آئندہ کیلئے قفل یا ڈاٹ لگا دیا اور آپ کی نبوت کو آپ سے چھین لیا۔ اس سے اہل فہم وبصیرت نے یقین کر لیا ہے کہ آپ نے باوجود بری ہو جانے کے الزام قتل سے اس جنگ میں شکست فاش کھائی ہے اور پھر آپکا اس شکست کو فتح سے مشہور کرنا، آپ کی دلیری اور بہادری ہے جو آپ جیسے ملہموں کا ہی خاصہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اب اس مقدمہ میں بعض مسلمانوں کی کشمکش وکشش ومجبورانہ شراکت کو بیان کیا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ منجملہ ان مسلمانوں کے جن کو اس مقدمہ میں مجبوراً کشش ہوئی، ایک یہ خاکسار راقم مضمون (محمد حسین) ہے جس کو مجبوراً اس مقدمہ میں مجسٹریٹ کے حکم طلبی نے بطور گواہ شامل کیا۔

عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ۱۰۔ اگست (۱۸۹۷ء) کو مرزا قادیانی کا ایک نائب وشاگرد (مگر جھوٹ بولنے اور اس پر مواخذہ دنیوی واخروی کی شرم وخوف نہ رکھنے میں اس کا استاذ ومرشد) جس نے کیفیت مقدمہ کو بعنوان دوسرا جنگ مقدس چھاپا ہے، میری ہوا خوری کے وقت سڑک پر مجھے ملا اور بولا کہ اس مقدمہ میں ہمارے مرزا صاحب آپ کی شہادت پیش کرانے والے ہیں، اور یہ بھی کہا کہ سنا ہے فریق ثانی نے بھی آپ کو گواہ لکھوایا ہے ۔میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے پاس اس وقت تک کوئی سمن نہیں آیا اور اگر عدالت نے مجھے طلب کیا تو مجھے شہادت دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا، کیونکہ جو بات میں اپنے رسالے میں لکھ چکا ہوں اس کے بیان میں اور حق کے اظہار میں کیا عذر ہے۔ پھر ۱۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کے ۱۲ بجے تک نہ میرے پاس کوئی سمن آیا اور نہ مجھے کوئی پختہ خیال شہادت کا تھا۔ اس تاریخ کے ایک بجے کے قریب جب کہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تیار تھا میرے پاس ڈپٹی کمشنر کا چپراسی آیا اور زبانی یہ پیغام لایا کہ ڈپٹی کمشنر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں کوئی سمن یا خط نہ تھا، اس وجہ سے مجھے اس وقت تک معلوم نہ ہوا کہ فریقین میں سے، جو مجھے گواہ بنانا چاہتے تھے، کس کی طرف سے گواہ بنایا گیا ہوں اور کس نے مجھے طلب کرایا ہے۔ پیچھے کر معلوم ہوا کہ قادیانی ہی میرے طلب کرانے کے موجب ومحرک ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس مقدمہ کو میرے ہی سر تھوپا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص میرا دشمن ہے، اسی نے ترغیب ومشورہ دے کر اور تجویز کر کے یہ مقدمہ ناحق مجھ پر قائم کرایا ہے۔ ڈاکٹر کلارک پیروکار سرکار نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین کو ۱۸۹۵ء سے کبھی نہیں دیکھا، پھر ان کی ترغیب وتجویز کے کیا معنی اور ان سے مشورہ لینا کیونکر ممکن تھا۔ لہذا اس امر کے دریافت کرنے کے لئے عدالت نے مجھے بلایا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ مجھے عدالت میں کس نے بلوایا اور میں کس کا گواہ تھا ۔نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں چپراسی کے ساتھ عدالت کے دروازہ پر پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ (ملاقاتی

ٹکٹ) ڈپٹی کمشنر کے پاس بھجوایا۔صاحب نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو بٹھاؤ اور کرسی دو(یہ بات خاکسار محمد حسین کو ڈاکٹر کلارک کے خط سے اور زبانی پیچھے کو معلوم ہوئی) اس وقت اردلی نے مجھے کرسی دے دی اور صرف یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ دے دیا، صاحب نے کہا ہے کہ بٹھاؤ۔ جب ڈپٹی کمشنر پہلے گواہ کا اظہار لینے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ جب میں عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو بلا توقف ایک منٹ کے میرا اظہار شروع ہوا۔حسب ضابطہ عدالت نام ولدیت قومیت وعمر کے بعد سوالات شروع ہوئے:

۱۔ پہلا سوال مجھ سے یہ ہوا کہ آپ مرزا غلام احمد کو جانتے ہیں؟ میری طرف سے اس کا جواب تھا۔ ہاں میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں۔

سوال۲۔اس نے کوئی پیش گوئی کی ہے۔جواب: ہاں بیس پچیس اشخاص کے حق میں پیش گوئیاں کی ہیں۔

سوال۳۔انجام آتھم کے صفحہ۴۴ پر جو عبارت درج ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا، اس کا کیا مطلب ہے۔ (ناظرین اس سوال سے ڈاکٹر کلارک صاحب کا یہ مقصود تھا کہ شاید میں ان کے اس دعوی کی تائید کرونگا کہ اس عبارت میں ان کے مارے جانے یا بیخ کنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وازانجا کہ میرے خیال سے اس عبارت کا یہ مطلب نہ تھا لہذا میں نے ڈاکٹر کلارک کے مقصود کو پورا نہ کیا اور اپنے ایمان اور صداقت سے کام لے کر اس سوال کا جواب دجال قادیانی کے حق میں مفید حسب ذیل دیا)

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔اس عبارت سے میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا کی کلارک سے ہے۔

سوال۴۔مرزا غلام احمد سے تمہاری موافقت ہے یا مخالفت۔

جواب۔ مرزا سے میری ذاتی کوئی مخالفت نہیں، ہاں مذہبی معاملات میں اس سے اتفاق نہیں۔

سوال۵۔کیا مرزا فتنہ انگیز آدمی ہے (یہ سوال ڈاکٹر کلارک نے کیا تھا)۔

جواب: بیشک وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔اس نے ہندو اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں۔یہ اس کی تعلیم کا اثر ہے۔اس کی تعلیم یہ ہے جو آئینہ کمالات کے صفحہ ۱۰۶ میں اس نے کی ہے کہ:

نافرمان انسان کی جان اور مال اس کے مِلک سے خارج ہوکر خدا کے مِلک میں داخل ہو جاتی ہے پھر جس کے

ہاتھ سے خدا چاہے ان کو تلف کرادے،

اور اشتہار متعلق حسین کامی سفیر روم میں اس نے کہا ہے کہ: خدا تعالی نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ،

عبارت آئینہ کمالات اور اس عبارت اشتہار کا مطلب یہ ہے کہ نافرمان انسان خصوصاً جو مرزا سے جدا رہے وہ کاٹے جانے کے لائق ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ اس کے پیرو اسکے مخالفوں کو کاٹنے کے لائق سمجھتے ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں۔

(عبارت آئینہ کمالات اس وقت پڑھ کر سنائی گئی اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم بھی عدالت میں پڑھی گئی مگر معلوم نہیں عدالت نے اظہارات میں کیوں عبارت آئینہ کمالات کا حوالہ صفحہ درج کیا اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم کا ذکر تک نہ کیا)۔

عبارت آئینہ کمالات کی قادیانی نے حسب عادت قدیمہ خود عدالت کے سامنے یہ تاویل کی ہے کہ یہ بات حضرت موسیٰؑ کی حمایت اور اس الزام سے ان کی برأت کے لئے لکھی گئی ہے جو ان پر لگایا جاتا ہے کہ وہ مصر سے نکلنے کے وقت فرعونیوں کے زیورات و برتن لے نکلے تھے۔ اور قادیانی نے کہا کہ کیا پیغمبر حضرت موسی کو اس الزام سے بری نہ کیا جاتا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (جس کو سن کو مجسٹریٹ صاحب مسکرائے)، یہ عبارت اس نے اپنے اوپر سے اس الزام کو اٹھانے کے لئے لکھی ہے جو اس پر ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۵ لگایا گیا ہے کہ کیا تم نے اللہ دیا طوائف کے خبیث مال زنا کی کمائی کے دو سو روپے نہیں لئے۔ اور کیا جو شخص ناجائز کمائی کھائے وہ خدا کا ملہم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس الزام کو اس نے آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۰ میں نقل کیا ہے اور پھر اس کے جواب میں یہ بات کہی ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۶۰۱ سے نقل کی ہے۔

(عدالت نے اس سوال و جواب کو درج اظہارات نہ کیا اور صرف آئینہ کمالات کے صفحات ۶۰۰، ۶۰۱ کا حوالہ دیدیا)

(مولوی شمس الدین صاحب پلیڈر باوجودیکہ وہ پکے حنفی کہلاتے ہیں قادیانی کی حمایت میں کھڑے ہوگئے اور بولے کہ اس عبارت سے یہ بات نہیں نکلتی کہ قادیانی اور اس کے پیرو اس کے مخالفوں کی جان و مال کو معصوم و محفوظ نہیں سمجھتے اور ان کو کاٹنے اور تلف کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ اس عبارت کو نقل کیا جائے تا کہ دنیا اس کا فیصلہ کرے۔ ہم نے اس عبارت کو اس مقام میں اور صفحہ ۱۵۲ میں اسی غرض سے نقل کردیا ہے صفحہ ۲۶۳ میں اس کے معنی کی تشریح بھی کردی ہے۔ اب ہمارے حنفی بھائی صاحب پلیڈر اس عبارت کی تشریح کسی اخبار میں کر کے دنیا کو سمجھا ویں کہ کیوں اس سے وہ بات نہیں نکلتی جو ہم نے کہی ہے۔ ہمارے دوست پلیڈر صاحب اس عبارت کے ایسے معنی کسی اخبار میں

کریں گے تو ہم ان کے شکر گذار ہوں گے)

سوال ۶۔ محمدیوں کے مذہبی خیالات سے آپ واقف ہیں؟

جواب: ہاں میں محمدیوں کے مختلف مذہبی خیالات سے واقف ہوں۔

سوال ۷۔ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو کیا مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا؟

جواب: بے شک۔ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو بے شک مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا۔اس سے مرزا کی کرامت ثابت ہوگی کیونکہ عبداللہ آتھم بعد میعاد مقررہ قادیانی فوت ہوا تو بھی مرزا نے اس کو اپنی کرامت جتایا اور انجام آتھم میں لکھ دیا ہے کہ وہ میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔

(ناظرین! اس جواب میں لفظ کرامت مثل میں موجود ہے (جس کی نقل حسب ضابطہ سرکاری اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے) قادیانی کے نائب نے اپنی جنگ مقدس کے نمبر ۳ میں میرے اظہارات کو چھاپا تو اس میں لفظ کرامت کو شراکت بنالیا۔ باوجود یکہ اسی پرچہ نمبر ۳ میں سوال نمبر ۲۰ کے جواب میں اس نے میرا صریح یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اور نہ اس کی سازش کا قائل ہوں، صرف نشان دہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہوں، اس احمق نائب قادیانی کو یہ خیال نہ آیا کہ وہاں تو میں نے دعوی سازش کی نفی اس گواہ سے نقل کی ہے پھر یہاں کرامت کا شراکت بنالینا کیا فائدہ دے گا۔اور مثل مشہور دروغ گورا حافظہ نباشد کو اپنے اوپر صادق کر کے دکھا دیا)۔

سوال ۸۔آپ ڈاکٹر کلارک کو ملے تھے یا نہیں؟

جواب: ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر کلارک کو ملا تھا اس کے بعد کبھی نہیں ملا، بلکہ مجھے ان سے شکائت اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے ان کو ۱۸۹۵ء میں ملا تھا اور انہوں نے میری ہمدردی نہ کی۔اس کے ثبوت پر میرے پاس چٹھیات موجود ہیں جن کو میں عدالت میں پیش کرسکتا ہوں۔

سوال ۹۔آپ کے بھائی ان سے ملے؟

جواب: میرے علم میں وہ بھی اس کو نہیں ملے۔

سوال ۱۰۔لیکھ رام کے قتل کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب: اس بات میں بھی میں نے ۸۰ صفحہ کا ایک آرٹیکل لکھا ہے جو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ا یک تا تین میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لیکھ رام کے قتل کی نشان دہی کا مرزا قادیانی ذمہ دار ہے کیونکہ وہ بقول خود اللہ تعالی کو سو دفعہ بلاتا ہے تو خدا اسکا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ خدا سے کیوں پوچھ نہیں دیتا کہ لیکھ رام کا قاتل کون ہے۔

سوال ۱۱: ڈاکٹر کلارک کے حق میں مرزا نے سوائے اس پیش گوئی کے جو انجام آتھم کے صفحہ ۴۲ میں کی ہے، کوئی اور پیش گوئی بھی ہے۔

جواب: اس مضمون کی اور پیش گوئی نہیں کی۔ ہاں ایک اور مضمون کی پیش گوئی ڈاکٹر کلارک کی نسبت بشمول دیگر عیسائیوں کے کی ہے (مگر عدالت نے اسکی طرف توجہ نہ کی نہ ڈاکٹر کلارک نے اس کو سنا، لہذا پیش گوئی درج اظہارات نہ ہوئی)

ذیل میں وہ سوالات اور ان کے جوابات درج ہوتے ہیں جو ہمارے دوست مولوی فضل الدین پلیڈر نے قادیانی دجال والا مذہب کی تائید کی غرض سے خاکسار پر کئے تھے۔

سوال ۱۲: بلحاظ مذہب آپ کون ہیں؟

جواب: میں سنی اہل حدیث ہوں۔

سوال ۱۳: کیا ان لوگوں میں سے جن کو پہلے وہابی کہا جاتا ہے؟

جواب: ہاں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا۔

سوال ۱۴: وہابیوں کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہیں؟

اس سوال پر میں نے اپنے دوست پلیڈر صاحب کو کہا کہ آپ کو جس حالت میں پہلے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا وہ اہل حدیث ہیں، تو پھر آپ نے اس لفظ وہابی کو جو دل آزار سمجھا گیا ہے اور گورنمنٹ نے اس لفظ کو دل آزار تسلیم کر کے سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال کی ممانعت کر دی ہے، دوبارہ کیوں بولا، آئندہ آپ یہ لفظ بولیں گے تو (صاحب مجسٹریٹ سنتے ہیں) میں آپ پر نالش کر دونگا۔ میرے اس قول کی تائید میں مجسٹریٹ نے بھی ان کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا، تو آپ نے سوال کو بدل کر یہ سوال کیا کہ اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان شیعہ و حنفی وغیرہ ہیں

یا نہیں۔، پھر بھی عدالت نے اس سوال کو نامنظور کیا اور مجھ سے جواب کا مطالبہ نہ کیا۔

(اس مقام میں ہم اپنے دوست پلیڈر صاحب کو دوستانہ نصیحت کرنے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلانے کی غرض سے یہ کہنا ضروری جانتے ہیں کہ پلیڈر صاحب کو جب کبھی خوش قسمتی سے کسی مقدمہ میں اہل حدیث کے مقابلہ کا موقعہ ملتا ہے تو آپ بڑے شوق وذوق سے حنفیت کا جوش دکھانے کے لئے اہل حدیث کو وہابی کے لفظ سے یاد فرمایا کرتے ہیں چنانچہ انارکلی لاہور کے مقدمہ مسجد متعلق جھگڑوں کے وقت بھی بار بار یہی لفظ آپ کے دہان مبارک سے نکلتا تھا باوجودیکہ وہ بھی آفیشل موقع تھا، نہ پرائیویٹ۔اس موقع پر وکیل صاحب کے اہلحدیث کو وہابی کہنے پر خاکسار ان اور کل اعیان اہل حدیث کو کمال رنج پہنچا اوران کی دل آزاری ہوئی جس پر بعض احباب نے ہم کو استغاثہ کی رغبت دلائی مگر ہم کو یہ شعر یاد آیا جس نے استغاثہ سے روک دیا تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی۔ لہذا ہم نے بجائے اس کے کہ عدالت کی طرف رجوع کریں وکیل کی اس دل آزاری اور رنج دہی کا اپیل ان ہی کے سامنے پیش کرنا،اور دوستانہ ریمارک کے ذریعہ آئندہ ان کو اس لفظ کے استعمال سے رک جانے کی سفارش کرنا مناسب اور کافی سمجھا۔وکیل صاحب سے امید ہے کہ وہ آئندہ کسی آفیشیل کاروائی میں اہل حدیث کو اس دل آزار لفظ وہابی سے یاد نہ فرمائیں گے۔گورنمنٹ کے قانون واحکام کی تعمیل وتعظیم وکیلوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔وکیل ہی اس کا خلاف کریں گے تو اوروں سے اس کی تعمیل کیونکر ہوگی وکیل صاحب کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے استعمال وہابی بحق اہل حدیث دل آزار سمجھ کر حکماً بند کر دیا ہے)

سوال ۱۵: خون کے پیاسے ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب پہلے ادا ہو چکا۔

سوال ۱۶: براہین احمدیہ پر ریویو آپ کی تصنیف ہے اور اس میں ص ۱۷۰ تا ۱۸۸ کی عبارت جس پر حرف ٹی کا نشان ہے آپ کی عبارت ہے (یعنی جس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کیا گیا ہے، اور مرزا کے والد نے غدر میں سرکار انگریزی کو مدد دی تھی)۔

جواب: بے شک براہین احمدیہ پر ریویو میں نے لکھا اور اس کی عبارت زیر نشان حرف ٹی میری عبارت ہے۔ مگر میرا یہ خیال مرزا کی نسبت اس وقت تھا جب کہ اس نے مہدی ہونے کا دعوی نہ کیا تھا۔اور جب سے یہ مہدی بن گیا ہے میرا خیال ان کی نسبت اچھا نہیں رہا جس کو میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں، اور اس سے پہلے بارہا ظاہر کر چکا ہوں۔ پھر میں نے اپنے رسالہ مذکور اور اس کی عبارت کا جس میں میں نے خیال مذکور ظاہر کیا ہے حوالہ ونشان دیا اور وہ رسالہ شامل مثل کیا گیا۔(مگر وکیل صاحب نے قادیانی کو گورنمنٹ کی مخالفت سے بری کرنے کی غرض سے میری اس تشریح کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اس تشریح کا سوال نہیں کیا۔اور اس وجہ سے میری وہ تشریح درج

اظہارات نہیں ہوئی)۔

سوال ۱۷۔ مرزا کی نسبت آپ نے کفر کا فتوی (جو جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں درج ہے) اور اس پر حرف یو کا نشان ہے، لکھا ہے؟

جواب: وہ فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان کا ہے۔ میں صرف اس کا جمع کرنے والا اور رسالہ کا اڈیٹر ہوں اور میں خود بھی مرزا کو مسلمان نہیں جانتا، دہریہ سمجھتا ہوں۔

سوال ۱۸: مولوی غلام قادر حنفی آپ کو فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے؟

جواب: مولوی غلام قادر مجھے فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔ وہ جب بھی مجھے ملتے ہیں محبت سے ملتے ہیں سلام و مصافحہ کرتے ہیں۔

سوال ۱۹: آپ لوگوں کی تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے لوگوں میں تنازعات برپا نہیں ہوتے؟

جواب: تنازعات ہوتے ہیں مگر ایسے نہیں جن سے خون ہو۔ عدالت میں مقدمات بھی ہوتے ہیں مگر فروعی اور جزئی اختلافات کی وجہ سے، نہ اختلاف اصول مذہب کی وجہ سے جس سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔

سوال ۲۰: آپ نے سلطان روم کی تائید میں کوئی کتاب لکھی ہے اور کیا مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے؟

جواب: میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ ایک آرٹیکل لکھا ہے جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ میں چھپا ہے۔

(وہ یہ ہے: امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کا مشورہ: ایک مدت سے (جب سے کہ آرمینیا، کریٹ، وغیرہ کا ہنگامہ برپا ہوا ہے) انگریزی اخبارات ولایت نے حضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دریدہ ذہنی سے بدگوئی اختیار کی ہوئی ہے اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی محل خوف واندیشہ ہے کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلوں میں.. یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے تب ہی ان اخبارنویسوں کو جو اس کے ماتحت ہیں، اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی۔ اس خیال سے ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری ...میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض اوقات مسلمانوں کی قلم یا زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جن سے رنجش کی بو آتی ہے۔ واز آنجا کہ ہم کو اولاً اپنے دین و مذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے اور اس کی نظر سے حضرت سلطان المعظم سے، پھر برٹش گورنمنٹ سے

ہمدردی ہے اور بلحاظ پولیٹکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے ہمدردی ہے۔ لہذا ہم اپنے برادران اعیان اہل اسلام کو اور ان کی پبلک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں اور اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کریں کہ وہ قومی حمیت کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اس مضمون کے میموریل روانہ کریں کہ حضرت سلطان معظم کو کل طبقات مذہب اسلامیہ بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے ان کی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ ان اخباروں کو اس بدگوئی وتوہین سے روک دے اور اپنی مسلمان رعایا کے رنج رسیدہ دل کو خوش کرے، اور ان کے رنج وملال کی تلافی کرے ..... اور اپنی اس ارادت وعقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری یاداشت سے دیں۔

بعض انگریزی اخباروں نے اور ان کی تقلید سے مسلمان مگر ناواقف وناداں اخبارنویسوں نے جولکھ دیا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعضے اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے یہ ان کی غلطی ہے جو غلط فہمی پر مبنی ہے شائد سب سے اشاعۃ السنہ کی جلد ششم وغیرہ میں یہ مسئلہ تو بیان ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا ضروری ہے اور آپ ترک ہیں قریش نہیں مگر اس مسئلہ کے یہ معنی نہیں ہیں حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بلکہ اسکے معنی تو اسی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولیٹکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں، یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے۔

پس اگر ان اخبارنویسوں نے اشاعۃ السنہ کے اس مسئلہ سے دھوکہ کھایا اور سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو واپس لیں اور یقین کرلیں کہ اشاعۃ السنہ حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اپنا ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے جیسے کہ عرب اور ترکی میں وہ خلیفہ تسلیم کئے جاتے ہیں، گو پولیٹکل طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔

اس معنی کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون لکھ کر کریں گے انشاء اللہ تعالی۔ بالفعل ہم اس قدر لکھنا چاہتے ہیں کہ...

اس خلافت کے مذہبی حصہ کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں (ترکی افغانستان وغیرہ) کے والیوں سے تعلق ہے اور ان کی ہمدردی واجب ہے ان سب میں سے بڑھ کر حضرت سلطان المعظم ہیں جو کہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک معابد ومزارات اور ان کے شعائر مذہبی حج وعمرہ کے محافظ ہیں۔ ان سب امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ ان کو اپنا خلیفہ وامیر وسردار نہ سمجھتا ہو)

اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف ایک اشتہار لکھا ہے جو، حسین کامی سفیر سلطان روم، کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ وہ اشتہار اس وقت پڑھا گیا اور عدالت کو جتایا گیا کہ مرزا سلطان کے مخالف ہے اور خاکسار موافق۔

(اس سوال سے اگر پلیڈر نے عدالت کو یہ جتانا چاہا ہے کہ یہ گواہ سلطان روم کا موافق ہے اور مرزا ان کا مخالف ہے اس وجہ سے مرزا کو لائل اور اس گواہ کو ڈس لائل (غیروفادار) سمجھ کر مرزا کے حق میں اس کی شہادت قبول نہ کرنی چاہیے تو یہ امر دوستانہ شکایت اور کمال افسوس کا موجب ہے اور اس صورت میں تعجب سے کہا جاسکتا ہے کہ اس سوال میں پلیڈر صاحب نے اپنی حنفیت چھوڑ، اسلام کا بھی پاس نہ کیا اور سلطان روم کی ہمدردی کو ڈس لائلٹی ٹھہرا دیا اور فرط حمیت قادیانی نے ان سے اپنی اس ہمدردی سلطان المعظم کو بھلا دیا جو جلسہ عام اہل اسلام یکم جون ۱۸۹۷ء میں ان سے سرزد ہوئی تھی جس کا ذکر اخبار چودھویں صدی کے پرچہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء میں ہے جس کی نقل یہ ہے:

روئداد جلسہ ہمدردی سلطنت روم منعقدہ لاہور: یکم جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار، جنگ روم و یونان کے متعلق مسلمانوں کو مژدہ، کے عنوان سے منشی محمد ضیاء الدین خان صاحب ..محمڈن ایجوکیشنل کلب لاہور کی طرف سے شائع ہوا اور اسی روز شام کو ۶ بجے ... قریباً دو ہزار مسلمان ..جمع ہوئے جس میں اکثر رؤسائے عمائد اور علماء وفضلاء اور بیرسٹر و وکلاء وغیرہ بھی شریک تھے۔ ۶ بجے کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔ پہلے مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے وعظ فرمایا اس کے بعد. بیرسٹر کی تحریک اور منشی محرم علی چشتی کی تائید.سے .مولوی محمد فضل الدین پلیڈر ومیونسپل کمشنر لاہور پریذیڈنٹ قرار پائے۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک مختصر اور جامع تقریر میں اس عقیدت ومحبت کا جو کل مسلمانوں کو اعلی حضرت سلطان المعظم کے ساتھ ہے ذکر کیا اور مختصر طور پر جنگ کے واقعات بیان کئے اور مولوی صاحب ممدوح نے ترکوں کے اس شفقت آمیز اور نیک سلوک کا جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جو انہوں نے ہزیمت خوردہ اور مفتوح یونانیوں سے کیا ہے، خاص طور پر ذکر فرمایا اور بڑے زور سے فرمایا کہ ہم کو اپنی مہربان گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے اپنی مہربانی سے ہمیں ایسی آزادی دی ہے کہ ہم اپنے مذہبی اور قومی فرائض کو بہ آزادی تمام انجام دے سکتے ہیں اور جس کی وجہ سے آج ہم اپنے خلیفہ وقت کی فتح پر اظہار مسرت کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ان نوجوانوں کا خاص طور پر ذکر کیا جنہوں نے اس جلسہ کا اشتہار وغیرہ دیا اور انتظام کیا ہے اور فرمایا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اسلئے جو صاحب ریزولیوشن پیش کریں یا تائید کریں وہ اپنی تقریر میں بہت اختصار کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھ گئے اور مفصلہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے۔ اخیر پر ۳۱ گولے آتش بازی کے چلائے گئے اور شاہ ایران جو بیمار ہیں ان کی صحت وتندرستی کے واسطے دعا کی گئی۔ آخر پر تین چیئرز حضرت سلطان المعظم کے واسطے دیئے گئے اور تین حضور قیصرہ ہند کے واسے اور جلسہ برخاست ہوا۔ ریزولیوشن اول: پیش کیا منشی محرم علی چشتی نے تائید کی منشی شمس الدین شائق مالک شمس الہند و اڈیٹر اینگلو ورنیکولر پیپر نے: یہ جلسہ مسلمانان پنجاب کی طرف سے اعلی حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان ثانی کے ساتھ اس جنگ کے متعلق دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے جو اعلی حضرت کو یونان کی زیادتی کے باعث مجبوراً کرنا پڑا۔ اور جو دلی عقیدت ومحبت وارادت مسلمانوں کو اعلی حضرت خلیفۃ المسلمین کے ساتھ ہے اس کے لحاظ سے اس نمایاں فتح ونصرت پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے جو حضور ممدوح کو یونانیوں کے مقابل حاصل ہوئی ہے اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس مضمون کی مبارک باد حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی جائے۔ دوسرا ریزولیوشن پیش کیا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے اور تائید کی مولوی تاج الدین احمد مختار عدالت سکرٹری انجمن ...لاہور، نیز منشی محمد حفیظ نے۔ یہ جلسہ حضرت سلطان المعظم کی اس کاروائی کو نہایت قابل تحسین سمجھتا ہے کہ اس نے یونانیوں کے وحشیانہ سلوک کے انہوں نے حسب الحکم حضور ... یونانی ہزیمت خوردہ افواج اور قیدیوں، مفتوح شہروں کے باشندوں پوری پوری اسلامی احکام کے مطابق نرمی اور شفقت سے سلوک کیا اور اس طرح اسلام کی خوبیوں کا ایک زندہ نمونہ غیر اسلامی اقوام کے سامنے پیش کیا۔ تیسرا ریزولیوشن منشی محمد شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے پیش کیا اور شیخ الہی بخش نے تائید کی چوتھا ریزولیوشن منشی عبدالرشید چشتی نے پیش کیا اور منشی اعجاز حسین بی اے نے تائید کی۔

مذکورہ بالا روداد کے باوصف پلیڈر کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت سلطان روم کی ہم دردی برٹش گورنمنٹ کی ڈس لائلٹی کیونکر ہو

سکتی ہے۔جس حالت میں ہم ازخود بدولت یہ ہمدردی ایک جلسہ عام میں ظاہر کر چکے ہیں اور وہ اخباروں میں شائع ہو چکی ہے۔کیا اس سوال کے وقت موکلانہ حمایت یا کسی کثیر فیس نے پلیڈر صاحب کا دلی خیال اور کانشنس ان سے چھین لیا اور اس بیت کا مصداق بنا دیا :

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب اندل بسوئے دیدہ شد

یا اس سوال سے ان کی غرض کوئی اور ہے)

سوال ۲۱۔لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ آپ نے کہا ہے کہاں سے اخذ کیا ہے؟

جواب: لیکھ رام کے قتل کی بابت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں نے مرزا کی تحریروں سے اخذ کیا ہے میں مرزا کو لیکھ رام کا قاتل نہیں کہتا اس کی سازش کا مدعی نہیں، وہ نشان دہی کا ذمہ دار ہے(چنانچہ ایک پہلے سوال کے جواب میں کہا گیا)

سوال ۲۲۔مرزا کے مریدوں کی تعداد کس قدر ہے۔

جواب: اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مرید و پیروان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے تین سو تیرہ ہے ایک تحریر میں ۳۲۷۔

سوال ۲۳۔سوائے ان مریدوں کے تمام مسلمان لوگ ہندوستان میں مرزا کے برخلاف ہیں تو یہ ان کو کیوں کر کاٹ سکتے ہیں؟

(اس سوال کو عدالت نے نامنظور کیا۔تاہم میں نے اس وقت یہ جواب دیا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کاٹ سکتے ہیں،صرف یہ کہا ہے کہ وہ کاٹنے کو جائز رکھتے ہیں۔کاٹنا اس وقت ہوسکتا ہے جب جمیعت وشوکت ہو۔ یہ جواب اس لئے اظہارات میں درج نہیں ہوا کہ وہ سوال غیر متعلق سمجھ کر عدالت نے رد کر دیا تھا)۔

سوال ۲۴۔عبدالحمید کو آپ نے دیکھا؟

جواب: میں نے ۸(یا ۹)اگست کو اس کو ایک عیسائی کے ساتھ دیکھا تھا اس سے میری بات چیت کوئی نہیں ہوئی

سوال ۲۵۔ ڈاکٹر کلارک کے مرنے سے مرزا کو فائدہ ہوگا؟

جواب: ڈاکٹر کلارک کے متعلق مرزا کی پیش گوئی ہو یا نہ ہو مرزا اس سے فائدہ اٹھائے گا کہ یہ میرا مخالف تھا اس لئے فوت ہوگیا جیسا کہ عبداللہ آتھم کے مرجانے کا فائدہ اٹھایا تھا باوجودیکہ وہ اس کی میعاد مقررہ کے بعد فوت ہوا۔ایسا ہی وہ میرے مرجانے سے فائدہ اٹھائیگا اور اپنی کرامت بنالیگا

سوال ۲۶۔ کیا آپ عیسائی مذہب کے برخلاف ہیں۔

جواب: میں عیسائی مذہب کے برخلاف ہوں، مگر نہ ایسا کہ صرف مخالفت مذہبی کی وجہ سے ان کو کاٹ ڈالنے کا فتوی دوں یا ان کی جان و مال کو تلف کرنے کو تجویز کروں۔ بلکہ میں اس مخالفت کی وجہ سے ان کے خیالات کو رد کرتا ہوں اور کرونگا ان کو وعظ کے ذریعہ سے فہمائش کرونگا خواہ سو برس تک مخالف رہیں۔

(پلیڈر صاحب نے اس سوال سے اگر عیسائی مذہب کی مخالفت کو بھی ایک عیب موجب جرح ٹھہرا کر عیسائی مجسٹریٹ کو یہ جتانا چاہے کہ یہ شخص تمہارے مذہب کا مخالف ہے، اس کی شہادت کو وقعت نہ دینی چاہیے تو اس میں اپنے کانشنس و اسلام اور اپنے خدادادایمان کو، جو وہ رکھتے ہیں، خلاف کیا اور یہ نہ سوچا کہ میں تو بھی عیسائی مذہب کا مخالف ہوں اور میرے مذہب حنفی کے کل اشخاص عوام وخواص عیسائی مذہب کے مخالف ہیں۔ پھر میں عیسائیت کی مخالفت کو عیب کیوں ٹھہراتا ہوں ۔اور اگر اس سوال سے وکیل صاحب کی کوئی اور غرض ہے تو اس کو بیان کر کے ہم کو ممنون کریں اور اس احتمال اول الذکر کو دور کریں جو ظاہر اس کے سوال سے پیدا ہوتا ہے)۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو مجبورانہ کشش سے اس مقدمہ میں بحیثیت گواہ شامل ہو گئے ہیں دوسرے شخص بھی وکیل صاحب ہیں جن کو ان کے پیشہ وکالت اور غالباً فیس نے یا کسی اور وجہ نے مجبور کیا کہ وہ اس لا مذہب کے وکیل و حامی بن گئے ورنہ ان کا مذہب حنفی اس وکالت وحمایت کی اجازت نہ دیتا تھا۔ پلیڈر صاحب کی اس وکالت سے بہت سے مسلمان ناراض اور شاکی ہوئے اور اب تک ہیں جن کے خیالات کا اظہار اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے چنانچہ اس میں لکھا ہے:

اخیر میں ہم اپنے معزز دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے دوستانہ گلہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیوں ایسے ملعون کی پیروی کی جس حالت میں کہ وہ خود اس کے خیالات کے مخالف اور پکے مسلمان ہیں ہم نے مانا کہ ان کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ بعض اوقات انہیں مسلمانوں کے مخالف اور غیر اہل اسلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے لیکن وہ اور معاملہ ہے اور وہ دنیا کے لوگ کہلاتے ہیں اور اسلام سے دشمنی نہیں رکھتے اور نہ وہ مقدمات مذہبی ہوتے ہیں۔ گو یہ مقدمہ بھی مذہبی مقدمہ نہ تھا لیکن ایک دشمن اسلام کا مقدمہ ضرور تھا اس واسطے مولوی صاحب کو ایسے آدمی سے جیسا کہ ہمیں یقین ہے کوئی دلی ہمدردی نہیں ہم بہت خوش ہوتے اگر مولوی صاحب اپنے فائدہ کو چھوڑ کر ایک مخرب اسلام کو بچانے کی کوشش نہ کرتے۔

ان لوگوں کی ناراضی کی ایک وجہ تو یہی ہے جو اخبار زٹلی لاہور میں بیان ہوئی ہے کہ وہ مسلمان پھر

سنی حنفی ہوکر کیوں اس مرتد کے حامی اور وکیل بنے۔ دوسری وجہ وکیل صاحب کی وہ باتیں جو انکے اس خیال و اعتقاد کے مخالف اور حق کے برخلاف اس دجال کی حمایت میں ان کی زبان سے نکلے ہیں جن کی تشریح بضمن بعض سوالات بالا ہوچکی ہے۔

وکالت کا جبر نقصان تو اب ممکن نہیں ہاں ان باتوں سے جو اختلاف پیدا ہوا اور مسلمانوں کو رنج پہنچا ہے اس کا جبر و کفارہ ممکن ہے (اگر وکیل صاحب توجہ کریں) اور وہ یوں ہوسکتا ہے کہ وکیل صاحب اب اسلامی اخباروں میں مشتہر کردیں کہ

۱۔ بے شک عبارت آئینہ کمالات سے قادیانی کا خوفناک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور

۲۔ ہندوستان کے اہل حدیث، وہابی نہیں ہیں۔ اور

۳۔ حضرت سلطان روم کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی لائلٹی کے مخالف نہیں۔ یہ ہمدردی ہم خود کر چکے ہیں۔ اور

۴۔ عیسائی مذہب سے ہم کو اور کل اشخاص مسلمانوں کو مخالفت ہے مگر اس مخالفت کا کوئی خوفناک نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ خوفناک نتیجہ اسی مخالفت کا ہے جو قادیانی کو اپنے مخالفین سے ہے جس پر اس نے مخالفین کا کاٹا جانا اور ان کے جان و مال کو تلف کرنا تجویز کیا ہوا ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں اکثر عوام ہیں جو نہ اسلام کے اصول و مسائل سے واقف ہیں اور نہ قادیانی کے خیالات و مقالات پر اطلاع رکھتے ہیں وہ اپنی اسی ناواقفی کی وجہ سے کبھی تو قادیانی کو ایک مسلمان سمجھ کر اور اس کے مقابل فریق کو عیسائی سمجھ کر ہماری شہادت پر اپنا افسوس اور رنج ظاہر کرتے ہیں اور کبھی ہمارے خادم الاسلام اور خیر خواہ اہل اسلام ہونے کے اعتقاد و خیال سے ہمارے فعل کے حامی اور مصدق ہوجاتے ہیں۔ ان حضرات کے رفع تذبذب اور تردد کی غرض سے ہم اس قدر کہنا ضروری جانتے ہیں کہ اول تو خاکسار اس شہادت کے لئے اختیار سے عدالت میں نہیں پہنچا۔ بلکہ عدالت کے اجبار سے جو درحقیقت قادیانی کی طرف سے ہوا تھا (چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے)، پیش ہوا تھا۔ اور اگر میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیش ہوتا تو بھی محل اعتراض نہ تھا کیونکہ قادیانی گو بظاہر مدعی اسلام ہے مگر درحقیقت وہ منکر اسلام و لامذہب و زندیق ہے جس کے کفر و ارتداد پر جمہور علمائے پنجاب و ہندوستان کا اتفاق

ہو چکا ہے چنانچہ فتوی مندرجہ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ اس پر شاہد ہے۔ اس فتوی میں اس کے کفر وارتداد کی وجوہات کافی ومفصل بیان ہوئی ہیں۔ حضرات معترضین ومترددین ان وجوہات کو ملاحظہ فرمائیں تو یقین کریں گے اور ایمان لاویں گے کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے بلکہ مرتد ولا مذہب ہے جس کا ضرر بھی بحق اسلام ان مخالفین اسلام سے بڑھ کر ہے جو علانیہ مخالفت اسلام کے مدعی ہیں۔

اس مقام میں ہم اس فتوی کی طرف ناظرین کی توجہ دلانے کی غرض سے بطور مشتے نمونہ خروارے از بسیار اس کی بعض وجوہات کفر بیان کرتے ہیں:

۱۔ یہ زندیق ومرتد اپنے ازالہ اوہام میں نبوت ورسالت کا مدعی کا اور صاف لکھ چکا ہے کہ جس احمد رسول کی بشارت انجیل میں آئی ہے وہ میں ہوں، جو صرف احمد ہوں، نہ محمد رسول اللہ ﷺ جو احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی کہلاتے ہیں۔

۲۔ اور یہ زندیق ومرتد اپنے ازالہ اوہام میں یہ کفر بکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ، دجال وخر دجال، ودابۃ الارض وابن مریم ویاجوج ماجوج کی حقیقت کماحقہ نہیں جانتے تھے، جو میں جانتا اور بیان کر چکا ہوں۔

۳۔ اور یہ زندیق ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ و ۷ میں حضرت مسیح کے حق میں یہ الفاظ لکھ چکا ہے کہ ان کی تین نانیاں اور دادیاں کسبیاں تھیں۔ اور وہ جھوٹ بولتے تھے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے

۴۔ اور یہ زندیق اپنے ازالہ میں یہ کفر بک چکا ہے کہ ابن مریم کے مشہورہ معجزات مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی سے جانور بنانا وغیرہ مسمریزم کا عمل تھا میں اس فعل کو مکروہ وقابل نفرت نہ سمجھتا تو اس فعل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ وعلی ہذا القیاس

اس کی ان باتوں کو سن کر اور اس کی ناپاک تصانیف میں ان کو ملاحظہ فرما کر ہر ایک مسلمان جو قرآن اور پہلی کتابوں پر اور آنحضرت ﷺ اور پہلے انبیاء پر یقین وایمان رکھتا ہو، یقین کرے گا کہ یہ مرتد انبیاء ؑ کی سخت توہین کرنے والا ہے اور آنحضرت ﷺ پر رسالت ختم ہونے کا منکر ہے۔ اس کی ان باتوں کو سننے اور اسکی کتابوں میں دیکھ لینے کے بعد اس کو مسلمان سمجھنے والا خود مسلمان نہیں رہتا۔ اور یہ دجال اسلام کو ضرر پہنچانے میں یہودیوں نصرانیوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ کھلے دشمن اسلام ہیں جن کے ضرر سے ہر مسلمان بچ سکتا ہے اور

یہ چھپا دشمن اسلام ہے جس کے ضرر سے بچنا ناواقف مسلمانوں کے لئے سخت دشوار ہے۔ چنانچہ آیت انّہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لاترو نھم ۔(اعراف۔ ع ۳) ، قال مالك بن دینار ان عدواً یراك و لا تراہ لشدید المؤنتۃ الّا من عصم اللّٰہ ۔ (معالم التنزیل) کہ شیطان اور اس کی جماعت تم کو وہاں سے دیکھ رہے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ مالک بن دینار نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو دشمن دیکھے، اور تم اس کو نہ دیکھو، اس سے بچنا نہایت مشکل ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کے سبب کشمکش میں پڑے ہیں وہ لوگ بھی ہیں جو خاکسار کی شہادت کے متعلق دجال قادیانی کی مشہور کردہ یہ باتیں کہ اس کو عدالت میں کرسی نہیں ملی، اور پھر وہ خود بخود کرسی پر جا بیٹھا، تو پولیس نے کرسی چھین لی، پھر وہ کسی کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا، تو وہ بھی چادر والے نے اس کے نیچے سے کھینچ اور نکال لی، اور عدالت میں اس کی توہین ہوئی، اس سے قادیانی کی وہ پیش گوئی صادق ہوئی جو اس کے حق میں قادیانی نے کی تھی انی مھین من اراد اھا نتك وغیرہ سن کر تذبذب اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور اب تک بذریعہ چٹھیات و زبانی سوالات خاکسار سے اس کی اصلیت و کیفیت پوچھ رہے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تردد و کشمکش کے لئے خاکسار یہ بیان کرنا ضروری جانتا ہے کہ یہ سب بہتانات و ہذیانات اسی مرزا قادیانی کے من گھڑت ڈھکو سلے ہیں جو اس نے پہلے اپنے نائبوں کے ذریعے پھر اپنی کتاب البریۃ میں مشتہر کرائے ہیں، جو از سرتا پا کذب و دروغ بے فروغ ہیں۔ خدا تعالیٰ ان باتوں کے گھڑنے والے اور ان کو شائع کرنے والوں سب پر لعنت کرتا ہے یلعنھم اللّٰہ و یلعنھم اللاعنون۔

اور حقیقت الامر ان مفتریات کے برخلاف یہ ہے کہ جب خاکسار عدالت کے احاطہ میں پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ مجسٹریٹ کے پاس بھجوادیا۔ اس وقت دوسرے شخص کے اظہار ہو رہے تھے۔ اس لئے مجسٹریٹ نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو باہر کے کمرے میں کرسی دے کر بٹھاؤ (یہ بات مجھے اس وقت اردلی نے بتائی تھی اور اس کے بعد ڈاکٹر کلارک کی ایک چٹھی سے بھی معلوم ہوئی اور پھر جب دسمبر ۱۸۹۷ء میں بمقام امرتسر اور اپریل ۱۸۹۸ء میں بمقام بٹالہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زبانی بھی کہی)۔

جب میں عدالت میں پیش ہوا تو حسب دستور عام (جو اظہارات کے وقت ہر شخص سے خواہ وہ کیسا ہی عالی رتبہ ہو برتا جاتا ہے، وہ اظہار کے وقت کھڑے ہو کر اظہار دیتا ہے اور ایسا ہی قادیانی کو تھوڑے ہی دنوں بعد جب وہ ملتان کی عدالت میں ناظم ہند کی شہادت میں گیا تھا، پیش آیا تھا) میں نے کھڑے ہو کر اظہار لکھوایا۔ پھر جب میں اظہار سے فارغ ہوا تو پہلے کی طرح کرسی پر آ بیٹھا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آ گیا تو میں نے اپنے بھائی صاحبوں سے نماز پڑھنے کیلئے فرش منگوایا۔ انہوں نے ایک شخص کا جوان کا آشنا تھا کپڑا لے کر بھیج دیا۔ میں نے کرسی چھوڑ کر اس کپڑے پر نماز کو ادا کیا۔ بعد نماز میں اس خیال سے کہ میری کرسی کے پہلو میں حکیم نور الدین و شیخ رحمت اللہ (جو قادیانی کے پیرو ہو جانے سے پہلے ہمارے آشنا تھے) زمین پر دری بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے، بنظر عام اصول اخلاق کرسی چھوڑ کر اسی کپڑے پر بیٹھا رہا۔ اتنے میں وہ شخص کپڑے کا مالک آیا اور بولا کہ میں اپنی جگہ کو جانے والا ہوں اس لئے اپنا کپڑا لینا چاہتا ہوں، تو میں نے کپڑا اسکو دے دیا۔ اور پھر مجبوراً اس اخلاقی اصول کا خلاف کر کے اسی کرسی پر جا بیٹھا۔ یہ امر دجال قادیانی کی پارٹی پر جو وہاں جمع تھے بڑا شاق گذرا اور غالباً انہوں نے پولیس کے ایک سپاہی کو بھگایا تو وہ آ کر بولا کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رانا صاحب آئے ہیں ان کیلئے کرسی کی حاجت ہے آپ اجازت دیں تو میں یہ کرسی ان کے واسطے لے جاؤں۔ میں نے وہ کرسی چھوڑ دی اور تھوڑی دور اسی کرسی کے متصل دوسری کرسی پڑی تھی اس پر جا بیٹھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ غالباً اس سپاہی نے وہ کرسی کسی مرزائی کی شرارت اور حرامزدگی سے مجھ سے لے لی ہے، وہ دوسری خود بخود چھوڑ دی اور ایک اور کپڑا منگا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ نے سبکو رخصت کر دیا۔ کرسی کا اصلی حال ہے جس کو ان بے حیاؤں نے کچھ کا کچھ بنا لیا اور اپنی تحریرات کے ذریعہ جا بجا مشتہر کیا۔

حضرات ناظرین میں کہیں کا جاگیردار نہیں، بڑا مالدار نہیں، سرکاری ملازم نہیں، بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں تاہم عام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا ریپریذنٹیٹو (representative) سمجھ کر گورنر جنرل، لیفٹننٹ گورنر اور ان کے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں۔ اور ان کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے، پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھے کرسی نہ ملی (جو کسی کو بھی نہیں ملتی، اور خود قادیانی کو بھی عدالت ملتان میں نہیں ملی) تو اس میں کون سی توہین ہوئی جس کو قادیانی اور اس کے اتباع اس پر نمک مرچ

لگا کراور بغلیں بجا کرشہرت دے رہے ہیں ۔

توہین تو وہ ہے جواس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد قادیانی کونصیب ہوئی اور:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند

کی تصدیق ہوگئی ۔ یہ قادیانی ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا، اور ملا محمد بخش مہتمم اخبار جعفرزٹلی اور منشی امام الدین نے اسے اس کے کفریات پر بحث کیلئے للکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اسکے پیچھے ہولئے اور تالیاں بجاتے، اور وہ بھاگا، پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے چنانچہ پرچہ اخبار جعفرزٹلی لاہور میں کہا ہے۔

مرزا قادیانی لاہور میں: مرزاجی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔اکتوبر (۱۸۹۷ء) کو لاہور میں پہنچے۔ سنہری مسجد کے سامنے لکھی کے مکان پر اترے۔ ہر چند میں نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔ بات یہ ہے کہ مرزاجی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوی کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔ غرض مرزاجی جیسے آئے تھے ویسے ہی بیک بینی و دوگوش گاڑی میں بیٹھ کر رفو چکر ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مرزاجی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ : مرزا کی بو...الخ

اب ہم قادیانی اور اس کے اتباع سے جوالہام (شیطانی) انی مهين من اراد اهانتك کو بار بار پڑھتے تھے پوچھتے ہیں کہ یہ الہام کس کے حق میں ہوا تھا اور کس پر صادق آیا۔ وہ کچھ شرم وحیا کا شمہ رکھتے ہوں تو صاف الفاظ میں جواب دیں کہ وہ قادیانی کو اپنے ہی حق میں ہوا۔ اور برطبق: دست خود دہان خود، اسی پر صادق آیا۔

قصہ کرسی کے متعلق قادیانی کے اشتہار ۷ مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر و جواب

قصہ کرسی کے متعلق مرزا قادیانی کے مفتریات مذکورہ اور اسی قسم کی اور چند جھوٹی باتیں اس کی کتاب البریہ میں مشتہر ہوئیں تو ایک خط نمبر ۱۱۲ مورخہ ۲۸ فروری کے ذریعہ اس سے ان باتوں کے ثبوت پر شہادت طلب کی گئی اور کہا گیا کہ ایک مجلس میں بمقام لاہور یا بٹالہ یا گورداسپور، منجملہ ان اشخاص کے جن کو وہ اپنا گواہ بناتا ہے دو یا تین شخصوں کی شہادت پیش کرے۔ اس کے جواب میں اس نے اشتہار ۷ مارچ ۱۸۹۸ء جاری کیا جس میں ہماری بات وسوال کا تو ذکر تک نہ کیا اور بجواب اس کے یہ لکھا کہ میری گواہوں سے تم خود ہی شہادت طلب کر کے کسی جلسے میں پیش کرو یا مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کرو۔

ہر چند اس کا جواب نامعقول اور بلاصواب تھا کیونکہ کسی گواہ کی شہادت پیش کرنا اسی شخص کا کام ہے جو اس کو اپنا گواہ بناوے، نہ اس کے مقابل کا کام، اور نالش کرنا بھی حق پر ہونے کا لازمہ نہیں۔ بہت شریف دنیا میں ایسے ہیں جو لوگوں سے مال وآبرو کا نقصان اٹھاتے ہیں پر عدالت کے دروازہ تک نہیں جاتے۔ تاہم خاکسار نے بعض لوگوں سے جن کا نام اشتہار میں درج کیا تھا بذریعہ خطوط اور بعض کو اپنے پاس بلا کر شہادت حاصل کی۔ اور وہ شہادت تحریری میرے پاس موجود ہے اور میری صلاح پختہ ہوگئی تھی کہ اس پر نالش دائر کروں اور اسکو جیل خانہ کی سیر کراؤں۔ مگر مجھے حضرت علی مرتضی کا وہ مشہور قصہ یاد آ گیا کہ آپ نے اپنے ایک دشمن کافر سے مقابلہ کیا تو اس کو نیچے گرا دیا۔ جب اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کرنے لگے تو اس کم بخت نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا، تب آپ نے اس کو صاف چھوڑ دیا جس سے وہ متعجب ہوا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک تو نے مجھ پر تھوکا نہ تھا، میرا تجھ سے مقابلہ اور غصہ محض خدا کے لئے تھا، اور جب تو نے تھوکا تو مجھے اپنے بغض کی وجہ سے غصہ آ گیا، لہذا میں نے اس کا نافذ کرنا پسند نہ کیا اور تجھے چھوڑ دیا۔ آپ کا یہ فعل اس دشمن کافر کے اسلام کا باعث ہوگیا۔

اس قصہ کو خیال میں لا کر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے تو اس قادیانی سے مقابلہ محض للہ اور صیانۃً لدین اللہ تھا، اور اب کرسی کے قصہ میں اس دجال نے میری ذات پر حملہ کیا ہے تو مجھے اس سے اپنا ذاتی رنج

بھی پیدا ہو گیا ہے لہذا باقتداء حضرت علی مرتضی اس سے درگذر کرنا مناسب ہے۔

یہی بات بعینہ (بلا ذکر قصہ حضرت علیؓ) ڈاکٹر مارٹن کلارک نے کہی کہ مجھے قادیانی کی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں عدالت میں شہادت دینے سے کوئی عذر نہیں مگر اس مقدمہ کو جس میں آپ کا ذاتی تعلق ہو گیا ہے عدالت میں لے جانا آپ کی شان سے بعید ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے زیادہ شرم آ گئی کہ ایک شخص غیر مذہب اور قادیانی کا مخالف ہو کر مجھے یہ نصیحت کرتا ہے تو اب میرے لئے عدالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ بھی مجھے خیال آ گیا کہ لاہور میں اس دجال کے پیچھے تالیاں بجیں، لڑکوں نے اس کی گت بنائی اور اخبار جعفر زٹلی میں ہمیشہ اس کی خدمت ہوتی رہتی ہے پھر یہ دجال ہو کر، کافر مرتد کہلا کر، صبر کرتا ہے اور نالش کا نام نہیں لیتا تو ہم کو مسلمان اور مسلمانوں کے وکیل ہو کر صرف اس کی ذاتی بدگوئی کے سبب نالش کی طرف متوجہ ہونا کب مناسب ہے۔ اور اگر قادیانی میرے اس اعراض کو اپنی حقانیت اور میرے ناحق ہونے پر دلیل بنا لے اور پھر وہ اشتہار کے ذریعہ سے نالش کی درخواست کرے تو ناچار بنظر احقاق حق و ابطال باطل عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا انشاء اللہ تعالی، اگر مخلص دوست اس امر کی اجازت و مشورہ بذریعہ تحریر دیں

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۲۵۴۔ ۲۸۴)

قادیانی پیش گوئی بابت لیکھ رام کا بٹالوی تجزیہ

لیکھ رام ایک بدزبان پنڈت تھا، مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کی بحث وجدال کا سلسلہ ایک عرصہ سے چل رہا تھا۔ مرزا صاحب اسے نشان دکھانے کے مدعی تھے اور وہ طالب نشان تھا۔ ایک دفعہ بغرض طلب نشان اس کے قادیان آ کر رہنے کی بات بھی چلی جو سرے نہ چڑھ سکی۔ پھر ایک روز وہ قتل ہو گیا تو مرزا صاحب نے اپنے الہامات کے تھیلے سے ایک پیش گوئی نکال کر اس واقعہ پر چسپاں کر دی کہ دیکھو یہ شخص میری پیش گوئی کے عین مطابق قتل ہوا ہے، اس لئے میں سچا الہامی ہوں۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا صاحب کو

چیلنج کیا کہ تم غلط کہتے ہو۔اس کی موت کا تمہاری پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ادھر اقوام غیر میں چونکہ مرزا صاحب خود کو ایک مسلمان کے طور پر پیش کرتے تھے اس لئے ہندوؤں نے لیکھ رام کے قتل کا الزام مسلمانوں پر لگایا۔قاتل پکڑا نہ جاسکا اور ملکی صورت حال بہت کشیدہ ہوگئی۔مولانا بٹالویؒ نے صورت حال کا تجزیہ فرمایا اور مرزا صاحب کی تردید اور ہندوؤں کی تفہیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپریل۔مئی ۱۸۹۷ء میں الہامی قاتل کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ میں شائع ہوا۔اسے مناسب اڈیٹنگ کے بعد ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

لاہور اور دیگر بلاد پنجاب میں اس وقت ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ وفساد کا جوش موج زن ہے جس کی لہریں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں۔ہم اپنے مذہب اسلام کے حکم الدین نصیحة کی ہدایت سے اس کا سبب وعلاج بیان کرنا چاہتے ہیں، گو ہم کو اس کی تعمیل وتاثیر کی امید کم ہے بلکہ مایوسی ہے۔اس کو سن کر غالباً ہندو یہ کہیں گے کہ یہ سبب وعلاج بیان کرنے والا مسلمانوں کا ایک مذہبی لیڈر ہے اور جو سبب اس جوش کا اس نے بیان کیا ہے اس میں ہندوؤں کی غلط فہمی اور زیادتی کا اظہار کیا ہے، اور جو علاج بتایا ہے اس میں زیادہ تر اسلام و مسلمانوں کا فائدہ سوچا ہے اور ہندوؤں کی خواہشوں اور منصوبوں کو دبانا چاہا ہے، اس لئے ہم اس کی بات کیوں سنیں؟ نادان وعوام مسلمان (جو نہ علم رکھتے ہیں نہ صحبت اہل علم جس سے وہ اسلام وایمان کی حقیقت جان سکیں اور اس لئے وہ صرف غلام محمد وغلام احمد وغیرہ نام سن کر موسوم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں) یہ کہیں گے کہ اس جوش کا سبب ایک مسلمان کی تحریرات (جو بغایت درشت الفاظ اور غلیظ سب وشتم سے بھرے ہوئے ہیں اور جن کا سلسلہ درشت زبانی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے) اور الہامات (جن میں لوگوں کے قتل کی پیشگوئیاں ہیں) کو قرار دیا گیا ہے۔اور جو علاج بتایا ہے اس میں بھی اس مسلمان کو تکلیف ونقصان پہنچنے کا ایک احتمال ہے، اس لئے ہم اس کو کیوں مانیں؟ حکومت یہ کہے گی کہ فریقین کے بڑے بڑے لیڈروں نے (جو حکومت کے معتبر اور مشیر ہیں) یہ باتیں نہیں کہیں، تم کون ہو کہ ہم تمہاری سنیں۔

اس مایوسی کے ساتھ ایک خوف بے امنی بھی مانع ہے کیونکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی لپیٹ میں آجاؤ اور قومی شہیدوں میں داخل کئے جاؤ۔ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے

فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے۔ اور تمام مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیں گے۔

ادھر کچھ لوگ بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اور ہر کہ شک آرد کافر گردد، کا مصداق بن کر اس کا انکار ظاہر کرے گا اس کو بھی ہم پنڈت لیکھ رام کے پاس پہنچا دیں گے۔ الہامی قاتل کی اس دھمکی نے عوام وخواص کو ڈرا دیا ہے۔ (یہ دھمکی عام طور پر تو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود قادیانی نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء ومیاں معراج الدین وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے قادیانی کے حواری حکیم نورالدین نے ایک خط کے ذریعے سے جو مرزا قادیانی کے مرید میاں محمد صادق کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس اور میاں عبدالرحمٰن کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔ آخر مرزا قادیانی نے بھی اشتہار متعلق لیکھ رام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں صاف لکھ دیا کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، پھر ایک سال تک بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں،۔اس کا جواب اس مضمون میں آگے آتا ہے۔ محمد حسین)

ادھر ہندوؤں کی دھمکی سے عوام مسلمان تو ڈرے ہی تھے، تعجب ہے کہ ان سے بڑھ کر مرزا قادیانی ڈرے ہیں۔ چنانچہ اس ڈر کا اظہار آپ عریضہ اسی گورنمنٹ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کر کے گورنمنٹ سے التجا کرتے اور کہتے ہیں:

میرا باپ اور بھائی مفسدہ ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کر رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہے کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کیلئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں سے مقابلے میں نکلے گی اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے یہ الہام ہوا ہے وما کان اللہ لیعذّبھم و انت فیھم و اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ یعنی جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ اور جدھر تیرا منہ ہوگا اسی طرف خدا کا منہ ہوگا۔ اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے اور اس کے اقبال وشوکت کیلئے دعا میں مصروف ہے، کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت وظل وحمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ لہذا خدا کا منہ

بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے اوراس امر کی شہادت گورنمنٹ خود دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانے میں کس قدر فتوحات نصیب ہوئے ہیں ...ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں جہاں اس وقت بجز چوکیداروں کے نہ کوئی تھانہ ہے نہ چوکی پولیس، پولیس متعین کرے جو میری جان کو ہندوؤں سے بچاوے۔اور جن ہندوؤں نے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے گورنمنٹ ان کی ضمانتیں اور مچلکے لے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس التجا اور عجز والحاح کے وقت الہامی صاحب اپنے وہ سب الہامات کو بھول گئے جن کو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ:

جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنی تجھے ان سے بچا لے گا) ۔اے عیسی (مرزا غلام احمد) تجھے میں تیری اپنی موت سے ماروں گا اور جو ہندو تیرے ذلیل اور لعنتی موتوں کیلئے کوشش کر رہے ہیں ان سے تجھے بچالوں گا (قادیانی اشتہار ۔۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء)

اور تجھے خدا تعالی اسّی (۸۰) برس کی عمر تک یا اس کے قریب تک زندہ رکھے گا (ازالہ اوہام ۔ص ۶۳۵)

یعصمك الله من عنده و ان لم یعصمك النا س اور اگرچہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائے گا۔ (براہین احمدیہ ۔ص ۵۱۰)

انا کفینا ك المستهزئین (انجام آتھم ۔ص ۱۵) اورہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کو سنبھالنے کے لئے کافی ہیں۔

سیهز م الجمع و یولّون الدّ بر یا عبدی لا تخف انی اسمع و اری ۔(انجام آتھم ۔ص ۵۴) سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائینگے اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔

یخوفونك من دونه آئمة الكفر لا تخف انك انت الاعلی ۔(انجام آتھم ۔ص ۵۹) تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں،مت ڈر، غلبہ تجھی کو ہے۔

قادیانی اس خوف اور دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکا کہ جب مجھے خدا خاص طور پر بندوں سے

بچانے اورسلامت رکھنے کا وعدہ دے چکا ہے تو میں گورنمنٹ سے کیوں التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے میری جان کو بچالے۔جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے تو پھر کونسی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزوں کے دروازہ پر سرگردانی وسرافگندگی کرر ہاہوں جس سے انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں انکار کر چکا ہوں۔

پیسہ اخبار کا اڈیٹر جواس وقت اپنی وسعت وکثرت کی وجہ سے بڑا دلیر بہادر تھا، پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی سے ڈرکرالتجا کرتا ہے کہ مجھے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیجئے۔اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا اوراس دھمکی کے خوف سے وہ پرچہ ۲۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں قادیانی صاحب کے ایک نامعقول جواب کو جواب معقول کہہ کراس کی تائید کرتا ہے۔

اسی طرح وہ اصحاب واحباب قادیانی کی دھمکی سے ڈر گئے ہیں جواس خاکسار محمد حسین کواس موقع پر کچھ بیان کرنے سے مانع ہوئے ہیں۔

یہ صورت خوف و بے امنی اور وہ حالت ناامیدی و مایوسی ہم کواجازت نہ دیتی تھی کہ ہم اس جوش کے سبب اور علاج کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں۔اور اپنی جان کوخطرہ میں اوراپنی رائے کوکے بے وقعتی کے معرض میں ڈالیں۔مگر حکم مذکور الدین النصیحة نے ہم کواس سبب اور علاج کے بیان پر جرأت دلائی اورخوف بے امنی سے ہم کواس آیت نے تسلی دی و ان یمسسك الله بضرّ فلا كاشف له ا لا هو و ان یمسسك بخیر فهو علی كل شیء قدیر و هو القا هر فو ق عباده وهو الحكیم الخبیر اوراس مایوسی سے ہم کواس عربی شعر نے روکا

فقل ما یفیض الوقت من غیر سا مع

ففی الد هر من یر جی به الفو ز ظافرا

علاوہ براں اس خیال نے بھی ہماری جرأت وحوصلہ کو بڑھایا کہ جو باتیں ہم کہنا چاہتے ہیں وہ ایسی حق ہیں کہ باوجودیکہ ان میں بادی الرائی اوراول استماع میں تلخی معلوم ہوگی جو بحکم الحق مرّ حق کے لوازم سے ہے،مگر صبرواستقلال وتحمل واستکمال کے ساتھ سن لینے کے بعد امید ہے کہ وہ تینوں فریق (ہندوؤں،مسلمانوں،گورنمنٹ) کو بھلی اور شیریں معلوم ہوں گے اور: صبر تلخ است ولیکن برشیریں دارد، والانتیجہ پیدا کریں گے۔

انشاءاللہ۔خصوصاً قادیانی صاحب کے حامیوں کو جوان کو مسلمان سمجھ کر ان کی حمایت کا خیال رکھتے ہیں کیونکہ ہماری تجویز سے اس کو انعام واکرام کی امید ہے،نقصان کا احتمال اس صورت میں ہے کہ وہ ہماری تجویز کو نہ مانیں۔

اس امید وخیال سے ہم بتوفیق حق متعال کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جوش کا ایک سبب جو قدیم اور بعید سبب ہے ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک مدت مسلمانوں کی غلامی کر چکے ہیں اب ان کو غلام بنائیں۔ سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں کئی طرح کی ان سے تکلیفیں اٹھا چکے ہیں اب ہم کو موقعہ ہاتھ آیا ہے، ہم ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔مغربی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے دولت نے ان کو قوت دی تو اس خیال نے اور ترقی کی اور اس کی عملی تاثیر یوں ظاہر ہورہی ہے کہ جس محکمہ میں ہندوؤں کا غلبہ یا دخل ہے وہاں حتی الوسع مسلمانوں کو داخل نہیں ہونے دیتے۔اور جو پہلے سے داخل ہیں وہ اگر مانند شبے مانند شبے دیگر نمے مانند کے مصداق ہورہے ہیں۔اور جو مسلمان طمانیت کے ساتھ دخیل ہیں وہ اپنی حکمت عملی اور عقل مندی سے کام لے رہے ہیں۔اس تاثیر کا ایک اثر نیشنل کانگریس کا قیام ہے جس کا جو نتیجہ ہندو اور مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہورہا ہے،اور جو ہوگا وہ محتاج بیان نہیں ہے۔اس سبب کا ازالہ اور اس سبب سے جو جوش ہندوؤں کے خون میں نیا پیدا ہوگیا ہے اس کا معالجہ ہمارے اختیار اور بیان سے باہر ہے۔تاہم ، ہم صرف انسانی اور ملکی ہمدردی کے تقاضا سے ہندو صاحبوں کی خدمت میں اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اس وقت دولت آپکے ہاتھ ہے،مغربی تعلیم آپ کی قوم میں،اتفاق قومی آپ کی جماعتوں میں ہے۔آپ اسی ترجیح اور بزرگی کو غنیمت سمجھیں اور ناجائز وسائل سے مسلمانوں کے زیر کرنے کی کوشش نہ کریں۔مذہبی جوش وخیال کو دل و دماغ سے نکال دیں۔اور یہ بات بھی انصاف کر کے خیال میں لاویں کہ اگر کسی وقت بعض سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں نامہربانیاں ہوئی ہیں تو ان کے مقابلہ میں دیگر سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں مہربانیاں بھی تو ہوئی ہیں جو ان مہربانیوں سے ہرگز کم نہ تھیں جو مسلمانوں پر ہوئیں تھیں۔

سلطان محمود غزنوی اور عالمگیر کی واقعی یا فرضی سختیاں یاد دلا کر آپ ہندوؤں کے خون میں جوش پیدا کرتے ہیں،اکبر بادشاہ کے عہد کی مہربانیاں یاد میں کیوں نہیں لاتے جس کے دربار میں دیوان ٹوڈرمل کی

ویسی ہی عزت تھی جیسے ابوالفضل یا فیضی کی۔ دور نہ جاؤ اس وقت کابل جا کر دیکھ لو اس میں ہندو بھی ویسے ہی دیوان وارکان ہیں جیسے کہ مسلمان۔ پھر ان اہل اسلام کی مہربانیوں کو یک لخت فراموش کر کے کسی زمانہ کی سختیاں ہندوؤں کو یاددلانا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے مقابلہ میں وہ جوش جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے ایسے خیالات کے برملا اظہار سے پیدا ہوا ہے یا پیدا ہو سکتا ہے اس کا روکنا بھی علاج اور تدبیر سے باہر ہے۔ کون چاہتا ہے کہ میں آقا بن کر پھر غلام بنوں، یا افسر رہ کر ماتحتی قبول کروں۔ اسی خیال سے مسلمان بھی خدا خدا کر کے مغربی تعلیم میں مصروف ہوئے ہیں اور ان کی ترقی تعلیم کے وسائل سوچنے کیلئے ایجوکیشنل کانفرنس اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے اینگلو اورنٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپّر انڈیا قائم ہوئی ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں ہم برادرانہ التماس کرنے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں اور اس کی قبولیت کی زیادہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صاحبان ہندوؤں کے اس جوش مذہبی اور خیال انتقام کے مقابلے میں کوئی جوش مذہبی اور خیال انتقام دل و دماغ میں نہ آنے دیں۔ بلکہ صبر وتحمل اور استقلال سے کام لیں اور اپنی بہتری اور اصلاح کی تدبیر ورفتار کو استحکام کے ساتھ برابر جاری رکھیں۔ اور اگر ایسا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے تو اپنے ملکی بھائیوں کی (جو تعلیم، دولت، اور قومی اتفاق میں تم سے بڑھ گئے ہیں) بالادستی قبول کرلیں۔ اس صورت سے غالباً کچھ دن آرام سے گذر جائیں گے ورنہ آئے دن مصیبتوں کا سامنا رہے گا۔ اور اگر بالادستی قبول کرنے سے عار ہے اور اپنے بزرگوں کے فاتح ہونے کا کوئی قصہ یا فسانہ یاد ہے اور آبائی عزت وغیرت کے خون کا تمہاری رگوں میں کچھ اثر ہے، تو مغربی تعلیم (جس کے واسطے گورنمنٹ نے ہندو اور مسلمانوں کیلئے یکساں وسائل بہم پہنچا دیئے ہیں) حاصل کر کے موجودہ فاتح قوم کی سلطنت کے ارکان بنیں اور دولت وثروت اور حشمت وشوکت کے حصول میں تعلیم کے علاوہ تجارت وحرفت کے ذریعے کوشش کو حد کمال تک پہنچائیں اور اس کے ساتھ اپنے مذہب اور علوم مذہب میں بھی ترقی کریں، اور دوسرے مذاہب والوں سے ناجائز مزاحمت (جس کی تمہارا مذہب اجازت نہیں دیتا) کا خیال دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔

ہماری ان گذارشات پر فریقین نے توجہ کی تو امید ہے کہ اس جوش کی کمی ہو جائے گی۔ مسلمان تو

پہلے ہی اپنی خستہ حالی کی مصیبت میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے (خدا کا شکر ہے کہ) چپ ہیں، اور ایسے وقت میں جب کہ ہندؤوں کے جوش کا دریا کناروں سے باہر ہو رہا ہے، وہ کسی خلاف قانون حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے اور اپنے لیڈروں کی نصیحتوں پر (جو صبر وتحمل کے باب میں وہ ان کو کر رہے ہیں) کاربند ہیں۔ ہندو صاحبان بھی اگر حوصلہ وانصاف کو کام میں لائیں گے تو ہماری اس ناصحانہ التماس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ سلطان محمود اور عالمگیر اورنگ زیب کی فرضی یا واقعی کہانیاں چھوڑ کر اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کی مہربانیوں کو پیش نظر رکھ کر مذہبی کدورت سے صاف سینہ ہو کر اپنے کام ترقی تعلیم ودولت میں (جس میں وہ مسلمانوں سے پہلے ہی بہت بڑھ گئے ہیں)، مصروف رہیں۔

دوسرا سبب (جو قریب اور جدید ہے) یہ ہے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی وبداقبالی کی وجہ سے ان میں قادیانی صاحب پیدا ہو گئے جنہوں نے پہلے تو اسلام کا وکیل بن کر مخالفین اسلام (نصاری، یہود، اور ہنود) سے مباحثہ ومناظرہ کا بیڑا اٹھایا اور ان کے مقابلہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ نام تصنیف کر کے اس میں قرآن اور اسلام کی حقیّت پر تین سو دلائل عقلیہ قرآن ہی سے نکال کر درج کر دینے کا اشتہار دیا، اور اس اشتہار میں یہ درج کیا کہ مخالفین میں سے جو شخص اس کا جواب دے گا اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔ اس اشتہار کے ذریعہ مسلمانوں کو دام میں لاکر اور اپنا معتقد ومفتون بنا کر اور اس کتاب کی صرف چند جلدیں چھاپ کر خریداروں اور معاونوں میں باعتراف خود دس ہزار روپیہ پیشگی وصول کر کے خورد برد کر لیا۔ اور ان جلدوں میں ان تین سو دلائل میں سے (جن کے درج کرنے کا اظہار کیا تھا) ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔ صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرایوں، نظم اور نثر میں اور تکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔ پھر جب یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیّہ جلدوں کا تو خارج اور نفس الامر میں (بجز اپنے خیال کے) کہیں نام ونشان نہیں، اور ان تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں، لہذا کتاب کے بقیّہ حصوں کا چھاپنا ناممکن ہے اور اس روپیہ کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے، ہضم ہونا بھی مشکل ہے تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد سے آپ نے الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرمادی۔ نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور کتاب کے باقی حصوں کا خیال

اچھی طرح سے بھلا دینے کی غرض سے سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق وغیرہ (جن میں متفرق مسئلوں پر بحث کی گئی ہے) شائع کردیئے۔اور چند دوسرے رسالوں کی بذریعہ اشتہارات بشارت دیدی جن میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا۔

براہین کی ان جلدوں اور رسائل اور اشتہارات میں ہندوؤں کو کوسنا،ان کو بہو بیٹیوں کی گالیاں دینا (شحنہ حق کے صفحہ ۱۹ میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴۹ میں آریہ کی لڑکیوں کا ذکر مکروہ طور پر لائے ہیں) اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا۔اس کے ڈرانے والے الہامات میں آپ کا وہ الہام بھی تھا جو مقتول لیکھرام کے متعلق اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع ومشتہر کیا تھا۔یہ دونوں امر (ہندوؤں اور ان کے معبودوں کو برا کہنا اور الہامی قتل سے ان کو ڈرانا) ہندوؤں کے کمال اشتعال اور عداوت کے قریب اور قوی سبب ہو گئے (اس امر کا اعتراف قادیانی نے بھی کیا ہے۔ان کا اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء ملاحظہ ہو)۔پہلے تو ان کے زبان دراز مذہبی اور قومی وکیل پنڈت لیکھرام مقتول نے سال ہا سال دل کھول کر اسلام اور اس کے ہادی کو برا بھلا کہا۔اور براہین احمدیہ کے مقابلہ اور جواب میں چند کتابیں (جو محض بدگوئی اور بدزبانی سے بھری ہوئی تھیں اور جن کا بہت سا حصہ متعصب عیسائیوں کی تحریروں سے انتخاب کیا ہوا تھا) ادھر ادھر سے مواد جمع کرکے شائع کردیں۔اور اس کے ساتھ ہی عام مجلسوں میں تقریروں کے ذریعہ بھی ہادی اسلام ﷺ کو برا کہہ کر مسلمانوں کو رنج پہنچایا

پھر جب وہ کسی سبب سے (جس کے تعیین میں اہل الرائے کا اختلاف ہے) قتل کیا گیا تو ہندوؤں کو قادیانی صاحب کے الہام مذکور کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔انہوں نے اس کی دستاویز سے یہ یقین ظاہر ومشتہر کردیا کہ ہمارے قومی وکیل کو اسی شخص نے اپنے الہام کی تصدیق کی غرض سے قتل کروادیا ہے۔

بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی اس قتل کی سازش میں شریک کردیا اور یہ کہا کہ ان کے مقدمہ فوجدراری میں جو پنڈت کو سزا نہ ملی،اور اس سے ان مسلمانوں کو خفت حاصل ہوئی،تو ملاؤں سے فتوی لے کر اس کو قتل کروادیا۔وہ بھی اس قتل کی سازش والزام سے مرزا کو بری نہیں کرتے اور فتوی قتل کے ساتھ اس کی پیشگوئی مذکور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

قادیانی یہ پیش گوئی نہ بھی کرتا، اور ہندوؤں میں اس کی اس پیش گوئی کا نوٹس نہ لیا جاتا اور صرف ان مسلمانان اہل مقدمہ پر الزام قتل قائم کیا جاتا تو بھی اس کا رجوع اسی قادیانی کی طرف ہوتا۔ یعنی ترتیب واقعات یوں ہوتی:

ان مسلمانوں نے پنڈت مقتول (لیکھرام) پر مقدمہ کیوں چلایا؟

اس پنڈت کی بدگوئی وتوہین اسلام کی وجہ سے۔

پنڈت نے ایسی بدگوئی کیوں کی جس سے مقدمہ چلانے کی نوبت آئی؟

قادیانی کے ان کو اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے اور کمال اشتعال دلانے سے۔

اور جس حالت میں وہ اس بدگوئی اور اشتعال کے علاوہ لیکھرام کے قتل ہو جانے کی پیش گوئی بھی کر چکا تھا اور تمام ہندوؤں کو اس پیش گوئی کا علم وخیال ہو گیا تو اس سے ان کو حق پیدا ہو گیا اور بہانہ ہاتھ آ گیا کہ یہ قتل اسی کا کام ہے گو اس میں بعض ہندوؤں نے دیگر مسلمانوں کو بھی شریک ومعاون قرار دیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندوؤں کا تو یہ خیال ہو گیا ہے کہ تمام مسلمان اس کام میں قادیانی کے مددگار یا کم سے کم ہمدرد اور متفق الرائے ہیں ۔اور اس خیال سے انہوں نے سبھی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں ان کی ایذاءرسانی کا خیال پختہ کر لیا ہے۔

ہندو ایڈووکیٹ وغیرہ اخبارات نے جو کچھ مسلمانوں کے برخلاف لکھا ہے وہ اسلامی اخباروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ ہم اس کے ذکر واعادہ کو پسند نہیں کرتے اور جو عملی کاروائیاں زبردست ہندو، زیردست مسلمانوں کی تباہی کے واسطے کر رہے ہیں ان کو بیان کر کے اپنے مسلمانوں کے رنج کو تازہ کرنا نہیں چاہتے۔

اس کے مقابلہ میں مسلمان جو تدبیریں سیلف ڈیفنس کے واسطے کر رہے ہیں، اور ان کی جو عملی کاروائی شروع ہو گئی اس میں ہم ان کے اس وجہ سے شکر گذار وثنا خوان ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں کسی امر خلاف قانون کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور نہ اپنے مذہبی رنج کو (جو انہیں پہنچایا گیا) پولیٹکل ایجی ٹیشن کا مخزن اور منبع بنایا۔ لیکن اس قدر برادرانہ وناصحانہ التماس ضرور کریں گے کہ اس سے بہتر اور آسان تدبیر وہ ہے جو ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ ان کی تجاویز کے نتیجے سے مفید تر اور آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر ہم پہلے ہندوؤں کی

خدمت میں کچھ گذارش کرلیں، بعد میں انکی خدمت میں وہ تدبیر عرض کریں گے۔

ہندو صاحبان کے حد اعتدال سے بڑھے ہوئے جوش کو اعتدال میں لانے کیلئے ہم گذارش کرتے ہیں (اور وہی اس فساد کا جو اس جوش سے پیدا ہونے والا ہے، علاج ہے) کہ اول تو اس تعیین کو دل ودماغ سے نکال دیں کہ پنڈت لیکھ رام کا قاتل کوئی مسلمان ہے اور اس یقین کے مقابلے میں اس احتمال کو بھی خیال میں لاویں کہ اس کا قاتل کوئی ہندو ہو، جس کی وجہ مذہبی یہ ہوسکتی ہے کہ اس پنڈت سے جیسے مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ اور بقول اڈیٹر اخبار عام (جو ایک پنڈت ہے) وہ ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی ویسا ہی پانی پی پی کر گالیاں دیتا تھا جیسے مسلمانوں کے بزرگوں کو۔ اس وجہ سے اس قتل کا شبہ وگمان جیسا کہ ایک کٹر مسلمان پر ہوسکتا ہے ویسا ہی ایک کٹر ہندو پر بھی۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس شبہ کیلئے مخصوص کیا جائے اور اس کی پرائیویٹ وجہ وہ ہے جو اخباروں میں مشتہر ہوچکی ہے۔ اور اس وجہ کی نظر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ نے (جو نیوٹرل اخبار ہے اور ہندو و مسلمانوں دونوں سے علیحدہ ریمارک کرتا ہے) کہ: ممکن ہے کہ آخرکار یہ ایک پرائیویٹ قتل ہو۔

اور گو ہندو صاحبان اس احتمال کو جگہ نہ دیں اور بلادلیل اس احتمال اول پر اپنا یقین وایمان قائم رکھیں کہ ضرور اس کو کسی مسلمان نے مارا ہے۔ اور الہامی قاتل (قادیانی) نے اس کو بہکا کر اس قتل کا مرتکب بنایا ہے تو پھر بھی ان کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ اس جرم قتل میں تمام مسلمانوں کو اس کا شریک ومددگار یا ہم درد ومتفق الرائے سمجھیں۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ وہ تو جمہوری رائے سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرچکے ہیں۔ اور علماء ہندوستان وپنجاب، پشاور سے کلکتہ اور مدراس وبمبئی تک اس پر تکفیر کا فتوی لگا چکے ہیں۔ اور اس کی ایسی کاروائیوں سے کہ وہ ہندوؤں اور ان کے معبودوں اور اکابر مذہب کو گالیاں دیتا ہے وہ لوگ بھی ناراض ہیں جو ہنوز اس کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف گمراہ یا خطاکار قرار دیتے ہیں۔ اور اس دشنام دہی سے وہ اپنے ہادی کی تاکیدی ہدایتوں کو مانع پاتے ہیں۔

قرآن شریف میں خدا ارشاد فرماتا ہے: لا تسبّوا الّذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ

عدواً بغیر علم۔ (انعام ۔ع ۔ ۱۲) کہ جن کو تمہارے مخالف خدا کے سوا پکارتے اور پوجتے ہیں، ان کو تم گالی نہ دو۔ وہ دشمنی سے اس کے بدلے و مقابلے میں خدا کو گالیاں دیں گے۔

بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے: عن عبد الله بن عمرو قال رسول الله ﷺ من الکبائر شتم الرجل والدیه قالوا یا رسول الله وهل یشتم الرجل والدیه قال نعم یسبّ ابا الرجل فیسبّ اباه و یسبّ امه فیسبّ امّه ۔ متفق علیه (مشکوۃ ص ۱۱٤)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالیاں دے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے والدین کو گالیاں دیتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں کہ اس نے اس کے باپ کو گالی، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اس نے اس کی ماں کو گالی دی وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

اور قادیانی کی ان پیش گوئیوں کو جو لوگوں کے مرنے کی نسبت وہ مشتہر کرتا ہے، بعض وہ لوگ بھی نہیں مانتے جو اس کے اتباع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان پیش گوئیوں میں وہ اس کو خطا پر سمجھتے ہیں، گو اس کی اور باتوں کے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بہرحال اس کے قتل کے الہاموں اور گالیوں کو تسلیم کرنے والے مسلمان بہت ہی کم ہیں۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مقتول پنڈت کی گالیوں سے تمام مسلمان بہت تنگ دل و آزردہ خاطر ہیں۔ اور ایسا مسلمان کوئی نہ ہوگا جس کے دل میں ان گالیوں کا سخت رنج نہ ہوگا۔ مگر اس رنج کو اس ذریعہ سے نکالنا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالیں، یا اس قتل کی سازش میں شریک ہوں، یا اس سے اتفاق کریں وہ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس پر روشن دلیل یہ ہے کہ گالیوں اور مذہبی توہین کے بدلے ایک غیر اسلامی سلطنت کے زیر حکومت رہ کر توہین کنندہ کے قتل کو وہ بحکم مذہب جائز نہیں سمجھتے، اور خلاف ورزی قانون سلطنت سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا وہ گناہ جانتے ہیں۔ اگر وہ اس امر کو جائز سمجھتے اور اس کی جرأت رکھتے تو اس پنڈت سے پہلے الہامی قاتل کا کام تمام کر چکے ہوتے، کیونکہ وہ شخص باوجود منافقانہ دعوی اسلام، آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن بیٹھا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے حق میں حضرت عیسیٰؑ کی بشارت (کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا) کو آپ سے چھین کر اپنے اوپر لگا چکا ہے۔ اور مسیح کے معجزات کو

مسمریزم اور قابل نفرت کہہ کر ان کی سخت توہین کر چکا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مذہب اور اعتقاد میں مسیح بھی ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء۔ اور اس توہین کے علاوہ اس نے ان کو برملا گالیاں دیں اور لعنتیں کہی ہیں۔ اس پر بھی مسلمانوں نے صبر کیا اور اس پر صرف فتوی کفر لگا کر اپنی جماعت سے اس کو خارج کر دیا۔ اور بلحاظ خوف قانون گورنمنٹ اس کے قتل کا ارادہ نہ کیا۔ اس مثال کے جواب میں اگر ہندو یہ کہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے اور نام ہی اکثر کا مسلمانوں کو لحاظ ہوتا ہے اس لئے مارا نہیں گیا۔ تو ہم دوسری مثال پیش کرتے ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ گلی کوچوں میں مذہب اسلام کی توہین کرتے ہیں اور ہادی اسلام کو برا کہتے ہیں۔ مگر کسی نے نہ سنا ہوگا کہ کسی پادری کو کسی مسلمان نے گالیوں کے بدلے مار ڈالا ہے۔

تھوڑے دن گذرے ہیں کہ گڑگانوے کے ایک پادری نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک رسالہ اردو میں شائع کیا تھا۔ اس رسالے کو دیکھ کر بھی مسلمانان دہلی اور قرب وجوار کو (جن کو اس قتل کے الزام میں شامل کیا جاتا ہے) جوش نہ آیا اور انہوں نے اس پادری کو قتل نہ کیا، بلکہ صرف ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے (جس میں یہ خاکسار راقم مضمون بھی شامل تھا) سابق گورنر پنجاب کی خدمت میں اس شکایت کو پیش کیا جس پر انہوں نے صرف اس قدر مسلمانوں کی دل جوئی اور دادرسانی کی کہ اس رسالے کی اشاعت روک دی اور کوئی سزا اس پادری کو نہ دی۔ تب بھی مسلمانان دہلی وغیرہ نے پادری کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ اس مثال سے (جس کے ماننے میں کسی کو عذر کی گنجائش نہیں) ہندوؤں کو یقین حاصل ہوسکتا ہے کہ اپنے ہادیوں کے حق میں گالیاں سن کر بھی مسلمانوں کو صبر کی عادت ہے۔ اور ان کو مذہب کی طرف سے اجازت نہیں ہے کہ غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت رہ کر وہ گالیوں کا انتقام قتل سے لیں کیونکہ اس سے ان کو اپنے قتل و ہلاکت کا خوف ہے جس سے ان کو یہ حکم اللہ تعالی مانع ہے و لا تلقوا بايديكم الى التّهلكة (یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

مسلمانوں کے اس عمل واعتقاد کو اور الہامی قاتل کی نسبت مسلمانوں کے خیالات مذکورہ بالا کو ہندو انصاف سے سوچیں گے اور اس میں غور و تامل کو کام میں لائیں گے تو وہ یقین کریں گے کہ اگر بالفرض والتسلیم ان کے مقتول کو الہامی قاتل نے قتل کرا دیا ہے تو بھی مسلمانوں کو اس کے فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ مسلمان اس کے اس فعل میں (اگر وہ بقول وزعم ہندوؤں کے اس سے وقوع میں آیا ہے) شریک ہیں نہ معاون نہ ہم درد۔ اور اس

یقین سے امید ہے کہ وہ اپنے اس غلط خیال کو واپس لیں گے۔ اور بذریعہ ان ہی اخبارات کے جن میں وہ غلط خیال شائع کر چکے ہیں، عام مسلمانوں کی برائت کا خیال ظاہر و مشتہر کریں گے۔ اور آئندہ مسلمانوں سے وہی برتاؤ رکھیں گے جو اس سے پہلے ان میں جاری تھا۔ اور دنیاوی امور میں ان سے وہی ساتھ رکھیں گے جو قدیم سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے۔

مسلمانوں کی خدمت میں بادب التماس ہے کہ آسان تدبیر ہندوؤں کے ناجائز منصوبوں اور ان کے برے ارادوں سے بچنے کی (آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے یہی ہے) کہ آپ اپنی اسلامی مجلسوں میں اس مضمون کی قراردادیں پاس کریں کہ قادیانی کی بدگوئی اور اس کے مضمون پیش گوئی سے ہم کو اتفاق نہیں۔ اور ان خیالات کی اخبارات میں اشاعت کریں۔ امید ہے اس سے ہندوؤں کے خیالات بدل جائیں گے اور ان کے برخلاف خیالات صلح پسندی کو وہ ظاہر کریں گے۔ وہ بھی یہ خوب جانتے ہیں کہ گو وہ مال و دولت و تعلیم و اتفاق میں مسلمانوں سے فائق ہیں مگر علیحدگی اور تفرقہ میں مسلمانوں ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ ہندوؤں کا بھی سخت نقصان ہے۔ ان کی تجارت کا بڑا مدار مسلمان ہی ہیں۔ وہ اپنے بہی کھاتوں اور روزمرہ کے گاہکوں کی طرف رجوع کریں گے، تو ہندوؤں کی نسبت زیادہ مسلمانوں کو اپنا خریدار پائیں گے۔ ہندو سو روپیہ کی ماہوار آمدنی سے بمشکل بیس خرچ کریگا مسلمان کو بیس کی آمدنی ہوگی تو تیس خرچ کرے گا۔ ان کا روپیہ خوراک اور پوشاک کے ذریعہ سے اکثر ہندوؤں ہی کی دکانوں میں جاتا ہے، ان کے اپنے گھروں میں کم رہتا ہے۔

اس سے بڑھ کر مفید تدبیر جس سے ہندوؤں کی آتش جوش پر دفعتاً پانی پڑ جائے یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو لیکھ رام کے قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو الہامی صاحب کے معتقد و مرید ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کریں کہ یا حضرت آپ کی پیش گوئی متعلق موت لیکھرام کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ غلط گمان پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آپ کی سازش سے قتل کیا گیا ہے۔ اور اس خیال سے ہندو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ان بے چاروں پر ایک آفت برپا ہے۔ چونکہ آپ ہم مریدوں کے اعتقاد میں مسلمانوں کے امام وقت اور خلیفہ اور مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں، لہذا مسلمانوں کی دست گیری اور اس آفت عظیم سے ان کی جان بری آپ نہ کریں گے تو پھر دنیا

میں اورکون ہے جس سے یہ آفت دور ہواوراس کی مدد سے ان کی جان بچ جائے۔ اب للہ مسلمانوں پر رحم کریں اوراس مقتول اوراس کے وارثوں سے بھی انسانی ہمدردی کریں (جسکا آپ اشتہار ۹ مارچ ۱۸۹۷ء میں وعدہ دے چکے ہیں) اوراپنے خداداد الہام اوروحی کے ذریعہ خداتعالی سے (جس کو آپ سو دفعہ پکارتے ہیں تو سوہی دفعہ وہ آپ کو جواب دیتا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸ میں آپ نے فرمایا ہوا ہے) دریافت کر کے اس قاتل کو (جس کو آپ اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء نابکار خونی کہہ چکے ہیں اور پھانسی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق قرار دے چکے ہیں) پتہ بتادیں تاکہ ہندو اس سے انتقام لیں، اور مسلمانوں کو اپنے غضب وعتاب سے رہائی بخشیں۔

اوراگر معتقدین ومریدین قادیانی یہ جرأت نہ کریں اور غالباً نہ کریں گے اور قادیانی کی شان کو اس سے ارفع سمجھیں گے کہ بلا الہامی اجازت ان کے حضور میں کسی کی سفارش کریں، اور یہ کہیں گے من ذا لذی یشفع عندہ الا باذنہ (یعنی کس کی جرأت وطاقت ہے کہ ان کے حضور میں بلا اذن حضور اقدس کے کسی کی سفارش کرے) تو بدرجہ دوم اہل اسلام قادیانی سے یہ درخواست کریں۔ جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اہل اسلام کے چند اعیان (جن کو قوم کی صلاح وفلاح وسود و بہبود کا خیال ہے اور وہ قومی کاموں کا حصہ لیتے ہیں اور ان کو الہامی صاحب سے معتقدانہ تعلق نہیں ہے) ان کی خدمت میں اتفاق کے ساتھ اس مضمون کی مراسلت بھیجیں کہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں اور اکثر لوگوں (خصوصاً مشتعل ہندوؤں) میں مسلمان میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور آپ نے لیکھرام کی موت کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی جس سے مسلمانوں کو یہ مضرت پہنچی ہے کہ اس وقت لیکھرام خدا جانے کس سبب سے اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے، مگر ہندوؤں کو اس پیشگوئی کی وجہ سے یہ خیال ہوگیا ہے کہ اس قتل میں آپ کی، بلکہ تمام مسلمانوں کی سازش ہے۔ اوراس خیال سے وہ سب مسلمانوں کے دشمن جانی ہوگئے ہیں۔ اور جب تک ان کا یہ گمان غلط ثابت نہ ہو ان کو اس دشمنی کا کسی قدر موقعہ بھی ہے... لہذا آپ مسلمانوں پر رحم فرماویں، اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلی گراف لگا کر خدا تعالی سے پوچھ کر بتادیں کہ قاتل کون ہے جس کے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہورہے ہیں۔ آپ کی توجہ سے قاتل کا پتہ لگ گیا تو تمام مسلمانوں کی جان اور مال وآبرو کو امن ہوجائے گا اور آپ کا الہامی ہونا منکروں میں بھی مسلّم ہوجائے گا۔

اوراگر وہ لوگ بھی قادیانی سے اس مراسلت کی جرأت نہ کریں تو پھر بدرجہ سوم ہم ہندوؤں کی

خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ آپ ہیں بھی صاحب غرض واہل حاجت۔آپ اپنی غرض پوری کرنے کی طرف بھی توجہ کریں۔اورآپ مسلمانوں پر رحم فرما کران کا پیچھا چھوڑ دیں۔اوراس صورت سے (جو ہم مسلمانوں کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں) لیکھرام کے قاتل کا پتہ قادیانی سے دریافت کریں۔

قادیانی کو لکھے جانے والا خط یادرخواست کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ آپ نے پرچہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴ کالم اول سطر ے ضمیمہ انیس ہند میرٹھ کا یہ قول کہ: ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کی وفات کی بابت پیش گوئی کی تھی، ورنہ ان حضرات کو کیا علم غیب تھا، نقل کر کے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ:

یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تبع لعب ٹھہراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے۔سو اس وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیش گویوں کو درج کرتے ہیں تا کہ ان نظائر کو دیکھ کر آریہ صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔(پھر آپ نے ۹ پیش گوئیاں نقل کی ہیں) اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کہا ہے:

بجز خدا کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیش گوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی۔اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ کو یہ واقعہ ظہور میں آیا۔یعنی دوسری شوال جو ۶ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے۔اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یک شنبہ رات کا وقت ہوگا۔اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا۔اور چھ مارچ کے دن میں۔اور چھ بجے بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے۔پس کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ برس پہلے یعنی اس وقت کہ جب لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا خبر دے دی بلکہ یہ خدا کا کام جو زمین وآسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب ہے،

اوراس عریضہ میں آپ خدا کا یہ الہام اپنے حق میں نقل کر چکے ہیں کہ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے (یعنی خدا تیری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے)

اوراس سے پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ میں لکھ چکے ہیں کہ جو شخص مجھے سازش قتل میں شریک سمجھتا ہے وہ قسم سے یہ بات کہے تو میں اس کیلئے بد دعا کرونگا اور وہ ایک سال میں مر جائے گا۔ اور اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اپنی اس قبولیت دعا پر ایسا بھروسہ کیا ہے کہ درصورت عدم قبولیت دس ہزار روپیہ جرمانہ دینا، اور اپنے لئے پھانسی کی سزا پانا بھی قبول کرلیا ہے۔ اوراس واقعہ سے پہلے عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں بھی آپ نے متعدد اشتہاروں میں یہ دعوی کیا تھا کہ اگر آتھم قسم سے کہدے کہ میں اس کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا تو وہ ایک سال میں مر جائے گا، نہ مرا تو میں چار ہزار تک اس کو جرمانہ دونگا۔ اوران دنوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۲۔۳۳ میں بھی یہ دعوی کیا ہے کہ آتھم کی پیشگوئی کے متعلق کوئی اور عیسائی قسم کھالے اور مباہلہ کرکے کہدے کہ وہ پوری نہیں ہوئی تو وہ بھی ایک سال کے اندر مر جائے گا۔ اور کتاب براہین کے صفحہ ۲۵۹ میں آپ یہ دعوی بھی کر چکے ہیں کہ اگر آپ کو خدا تعالی سے سو مرتبہ سوال اور دعا کا اتفاق ہوتا ہے تو اس کا جواب بھی سو ہی مرتبہ صادر ہوتا ہے، اوراس کا متواتر تجربہ آپ کو ہو چکا ہے۔ اور کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸۔۶۹ میں آپ نے لکھا ہے کہ اہل کمال (یعنی اولیاء اللہ) جو مرتبہ لقاء اللہ کو پہنچ جاتے ہیں (جس میں آپ اپنے آپ کو داخل اور بہت سے سابق اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اشتہار اردو انگریزی بیس ہزاری میں یہ دعوی کر چکے ہیں) تو ان کا لفظ کن (یعنی کسی کام کی نسبت یہ کہنا کہ ہوجا) تموج کی حالت میں خدا کے کن کی مانند خطا نہیں کرتا (یعنی جو وہ کہتے ہیں سو ہوجاتا ہے)۔ آپ کی ان تحریروں ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے حضور میں آپ کا بڑا اقرب ہے، اوراس کے امور قضا وقدر میں آپ کو بڑا دخل ہے، اور جو بات آپ خدا کو کہتے ہیں، خدا کو وہ مان ہی لینی پڑتی ہے۔

اس دعوی میں اوران بیانات میں (جو ہم ہندوؤں نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں سے نقل کئے ہیں) آپ سچے ہیں تو ہم پر رحم فرما کر خدا سے قاتل کا پتہ پوچھ دیں۔ اوراس کے قاتل ہونے کے دلائل وعلامات بھی (جو خدا کے علم میں ہیں، اور وہ جہان کے عقلاء اور بیرسٹروں اور ججوں کے بیانات اور دلائل سے ضرور پرزور اور مدعا کے مثبت ہوں گے) ارشاد کریں۔ اس صورت میں نہ ہم صرف آپ کو اور مسلمان بھائیوں کو اپنے غلط گمان سازش قتل سے بری کریں گے بلکہ اسکے ساتھ معقول انعام بھی دیں گے اور آپکی کرامات کے سب لوگ قائل ہوجائیں گے۔

اس سوال کے جواب میں اگر قادیانی صاحب کہیں (اور غالباً یہی کہیں گے چنانچہ آپ کے رسالہ برکات الدعا

کے صفحہ آخر کا الہام حاشیہ اس پر گواہ ہے، جو آگے نقل ہوگا) کہ قاتل انسان نہ تھا بلکہ خدا کا فرشتہ تھا جو انسان کی صورت میں دکھائی دیتا تھا، تو اس کے جواب میں آپ سے اولاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں آپ نے اس قاتل کو نابکار خونی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق کیوں کہا؟ پھر یہ درخواست کی جائے کہ آپ مہربانی کر کے اس فرشتہ کو جو آپ کے زیر کمان اور آپ کی تائید و خدمت کیلئے مامور تھا، حکم دیں یا خدا سے اس کو حکم دلوا دیں کہ وہ اسی صورت میں (جس میں قتل کرنے آیا تھا) پھر ایک دفعہ ظاہر ہو اور ایک جماعت کو اپنا آپ دکھاوے۔ اس صورت میں بھی نہ صرف آپ یا آپ کے پیرو الزام سازش قتل سے بری ہوں گے بلکہ آپ تمام دنیا میں خدا کے ملہم و مخاطب اور آخری زمانہ کے پیغمبر (جیسا کہ آپکو دعوی ہے) تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تمام خلقت حتیٰ کہ سلطنت کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے گا۔

اور اگر اس سوال کے جواب میں قادیانی صاحب یہ عذر کریں کہ آخر میں بندہ ہوں خدا نہیں۔ میں خدا کی جناب میں قاتل کی نشان دہی کیلئے عرض کروں گا، وہ چاہے گا تو اس عرض کو منظور کرے گا اور چاہے گا تو نامنظور کرے گا۔ میرا اس پر کوئی زور تو نہیں ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ (ہندو) لوگ کہیں کہ یہ جواب آپ کے ان بیانات و عبارات کے جو نقل کئے گئے ہیں، مخالف ہے۔ ان عبارات میں تو آپ نے خدا کو ایسا محکوم بنایا ہوا ہے کہ جدھر آپ کا منہ اسی طرف خدا کا منہ ہوتا ہے۔ آپ سو دفعہ بلاویں تو سو ہی دفعہ وہ لبیک پکارتا ہے۔ پھر وہ اس سوال نشان دہی قاتل کے جواب میں کیونکر آپ کا خلاف کر سکتا ہے؟ اور اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ جب میں کسی منکر پیش گوئی کو (مسلمان ہو یا ہندو، ایک ہو خواہ سو) قتل کرنے یا مارنے کیلئے خدا تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ میرا سوال سن لیتا ہے اور جب قاتل کا پتہ بتانے (جس سے قصاص لیا جا سکتا ہے اور اس قصاص سے بحکم آیت و لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب دوسروں کی زندگی متصور ہے) کی بابت سوال کروں تو وہ نہیں سنتا، اور مجھے خدا نے مارنے کیلئے بھیجا ہے جیسا کہ مجھ سے پہلے مسیح کو مردوں کو زندہ کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ تو آپ (ہندو حضرات) اس پر یہ سوال پیش کریں کہ پھر آپ نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸، اور آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸۔۶۹۔ اور عریضہ اسمی گورنمنٹ کے صفحہ اول کے بیانات و الہامات میں یہ قید کیوں نہ لگا دی تھی تا کہ آپ سے قاتل کا پتہ لگانے کا سوال نہ کیا جاتا۔ اور نیز

آپ لوگوں کو مارنے ہی کے واسطے ماموراور خدا کی طرف سے منصور ہو کر آئے ہیں، تو پھر آپ تمام مسلمانوں اورعیسائیوں کے خیال واعتقاد میں آنے والے مسیح کو خونی مسیح کیوں کہتے ہیں۔اس صورت میں تو خونی مسیح کا لقب آپ ہی کے لئے موزوں ومخصوص ہونا مناسب ہے۔

(اشتہار جوابی سردار راج اندر سنگھ مطبوعہ ۱۰۔اپریل ۱۸۹۷ء میں آپ فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے حق میں آیا ہے کہ، کافر اس کے دم سے مریں گے، یعنی اس کی دعا سے ان پر عذاب نازل ہوگا۔سو اگر عذاب کی پیش گوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی

درکوئے نیک نامی مارا گذر رندادند گر تونمے پسندی تغییر کن قضارا

اس میں آپ نے کمال چالاکی کی ہے۔اپنے خونی ہونے کے اعتراف کے ساتھ حضرت مسیح کو بھی خونی بنالیا ہے۔اور یہ ٹائٹل خدا کی تقدیر سے ان کے اور اپنے لئے ثابت کیا ہے اور اس میں مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔اول یہ کہ یہ خون اور قتل ہم دونوں کے کمالات سے ہے نہ عیب۔دوم۔یہ کہ ہم دونوں اسی کام کیلئے مخصوص وماموہوکر آئے ہیں کہ لوگوں کو قتل کریں۔

آپ کے اس اعتراف نے ہمارے اس سوال کو پکا کردیا کہ پھر آپ مسلمانوں پر یہ طعن کیوں کرتے ہیں کہ وہ خونی مسیح کے منتظر اور معتقد ہیں۔کیا خدا تعالی سے کسی کا خون کرنے اور کسی کو تلوار سے مار ڈالنے میں کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔

دوسرا سوال اس اعتراف پر یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے مردہ بھی تو زندہ کئے۔اور لاعلاج بیمار اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے۔چنانچہ نص قرآن سے ثابت ہے لہذا وہ صرف خونی کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے اور آپ صرف مارتے ہیں، یا منکروں کو کوہڑی اندھے بنانے کا دعوی کرتے ہیں لہذا خونی کیلئے آپ ہی مستحق ہیں۔پھر آپ مسیح ابن مریم کو اپنے ساتھ کیونکر ملا سکتے ہیں اور خود ان کے نظیر کیونکر بن سکتے ہیں یہی آپ کے اس اعتراف میں دھوکے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

اول۔یہ کہ آپ نے حضرت مسیح کے حق میں صرف یہ نوشتہ تو نقل کیا کہ: کافران کے دم سے مریں گے، اوران کا مردوں کو زندہ کرنا، اور لاعلاج بیماروں اور کوہڑیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا نظر انداز کیا۔اور یہ جتانا کہ

اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ دم کی تفسیر بطور تحریف آپ نے دعا سے کی جو کسی حدیث یا روایت میں وارد نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تفسیر روایات حدیث میں ایسی صفات سے ہوئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے سانس مراد ہے (جو خوش بودار ہوگی اور وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی) نہ دعا، جو نہ خوش بو رکھے، نہ کسی مسافت میں محدود ہو سکتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں فلا یحلّ لکا فر یجد ر یح نفسہ ا لا مات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طر فہ۔ (مسلم، ج۲، ص۹۷)۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا کہ اپنے فعل قتل عام کو حضرت مسیح کے فعل خاص قتل کفار کے مماثل و مانند بتایا حالانکہ حضرت مسیح کے دم سے صرف کافر مریں گے۔ اور آپ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مارنے یا اندھا کوہڑے کرنے کی فکر اور ادعاء میں ہیں۔ اور خاص کر اس عاجز خاکسار کو اشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس قتل سے ڈراتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ تم اور تمہارے دوسرے مولوی بھائیوں کو بھی ہم کافر جانتے ہیں کیونکہ تم حضور ایں جانب کو کافر کہتے ہو۔ تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ میرے بھائی سبھی مولوی اور مشائخ تو آپ کو کافر نہیں کہتے۔ بعض آپ کی نسبت گمراہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بعض آپ کو صرف خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ کئی مجنون کہتے ہیں۔ کئی مبتدع کا خطاب دیتے ہیں، چنانچہ فتوی تکفیر قادیانی جو اشاعۃ السنہ نمبر۴ وغیرہ جلد ۱۳ میں درج ہو کر شائع ہوا، بہ تفصیل مصرح ہے۔ اور بعض حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے آج تک آپ کے حق میں کچھ نہیں کہا سکوت محض اختیار کیا ہے (یہ صاحب چاچڑاں والے سجادہ نشین مولوی صاحب ہیں جن کا تکفیر الہامی سے سکوت ضمیمہ انجام آتھم میں قادیانی نے نقل کیا ہے) جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ بایں ہمہ آپ نے ہندوستان و پنجاب کے چورانوے علماء اور اڑتالیس مشائخ وسجادہ نشینوں کو اشتہار مباہلہ کے صفحہ ۶۶ میں مار ڈالنے یا بیمار کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ یقین رکھتے تھے یا آپ رکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب آپ کو کافر کہتے ہیں؟ امید نہیں کہ آپ ان سب کی نسبت اس یقین کا اظہار کریں، پھر آپ نے ان سب کو مار ڈالنے کی دھمکی دی، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا فعل قتل ان لوگوں سے مخصوص نہیں جو آپ کو کافر کہتے ہوں اور اس وجہ

سے آپ ان کو کافر سمجھتے ہوں۔ بلکہ وہ ان سب مسلمانوں کو بھی شامل ہے جو آپ کے کسی الہام یا پیش گوئی کو نہ مانیں۔اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے فعل قتل عام کو قتل حضرت مسیح خاص قتل کفار سے مشابہ کہنا دھوکہ ومغالطہ ہے)

ان سوالات کا جواب قادیانی صاحب کافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہندو (یا ان کی درخواست پر عدالت) ان سے کیا سلوک کرے کیونکہ یہ امر قانون سے متعلق ہے اور ہم قانون نہیں پڑھے۔

اور اگر ہندو صاحبان بھی اپنی دولت وروز افزوں ترقی کے غرور سے یا اپنے دوسرے منصوبوں اور تدبیروں (جو مسلمانوں کو زیر اور ذلیل کرنے کیلئے وہ کر چکے ہیں) کے بھروسہ پر ہماری اس تجویز کو نہ مانیں تو پھر بدرجہ چہارم ہم گورنمنٹ کی خدمت میں گذارش کریں۔مگر کس عنوان اور صورت میں اور کس سبیل اور کس ذریعہ سے؟ اس کی بابت ہم سردست کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔اور ابھی ہم کو اولاً اتباع قادیانی کے جواب کا انتظار مناسب ہے۔ثانیاً اشد مسلمانوں کے اعیان کے جواب کا۔ثالثاً ہندوؤں کی مہربانی وتوجہ کا۔ہاں بالفعل ہم گورنمنٹ اور اس کے ماتحت عدالتوں سے اس قدر سفارش کرتے ہیں کہ وہ قانون سیاست وتعزیر کے متعلق اس سوال پر غور کریں کہ اگر مثلاً کوئی دودھ فروش دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرے، یا کوئی زرگر چاندی سونے میں کھوٹ ملا کر بیچتا ہو، یا کوئی حکیم کسی دوا میں زہر ملا کر لوگوں کو دیتا ہے یا کسی دوا میں ایسی چیز کی آمیزش کرتا ہے جس سے اسکی تاثیر کم ہو جاتی ہو، تو اس شخص کو پولیس بغیر استغاثہ یا باستغاثہ کے جا پکڑتی ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جھوٹے الہام (جس میں لوگوں کی تخویف مجرمانہ پائی جاتی ہو اور کسی شخص کی کسی خاص میعاد کے اندر مر جانے کی خبر ہو) از خود بنا کر شائع کرتا ہو، اور خود اس کے اقبال سے اس الہام کے اثر سے موت کا وقوع بھی ہو گیا ہو، اور اس کے انتقام میں لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچ رہی ہوں، لیکن گورنمنٹ یا اس کی ماتحت عدالت یا پولیس اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اس کو ایسے خوفناک الہامات شائع کرنے سے نہیں روکتی۔کیا انسان کا خون ایک پیسہ کے دودھ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا؟ اور قانون شہادت کے متعلق وہ اس سوال پر غور کریں کہ ایک شخص ایک واقعہ قتل یا سرقہ کی نسبت قبل از وقوع ساری باتیں بتا دیتا ہے کہ فلاں وقت وہ قتل ہو گا یا سرقہ واقعہ ہو گا۔اور فلاں ہتھیار یا آلہ نقب سے وہ وقوع میں آئے گا اور قاتل یا سارق کا اس وقت یہ لباس ہو گا

۔اور پھر باعتراف اس شخص کے ایسا ہی وقوع میں آ گیا تو پھر کیا عدالت کا فرض یا حق نہیں ہے کہ اس شخص سے قاتل یا چور کی سراغ رسانی کی بابت سوال کرے؟ اور اس کو گواہ بنا کر قتل یا سرقہ کا ثبوت بہم پہنچاوے۔

ہم قانون پیشہ نہیں، مگر قانون کی کتابوں میں ایسی دفعات دیکھتے ہیں کہ ازانجملہ بعض قادیانی کی ایسی پیش گوئیوں پر پوری منطبق ہوتی ہیں اور بعض کا اصل اصول منطبق ہوتا ہے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ انتظامی طور پر ہی خود بخود یا کسی شخص یا جماعت کے توجہ دلانے پر زیادہ نہیں تو اتنا تو کرے کہ قادیانی سے پرائیوٹلی یا ڈمی آفیشل چٹھی کے ذریعہ سے قاتل کا سراغ پوچھے۔اور آئندہ ایسی پیشگوئی سے اس کو روک دے۔

یہ بات حکومت پر مخفی نہیں کہ یہ امر مذہب میں دست اندازی نہیں ہے اور نہ ہی حکومت کی نیوٹریلٹی کے مخالف ہے۔قانون سیاست جو قادیانی کی ایسی پیشگوئیوں پر پورا منطبق ہوتا ہے دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند ہے اور قانون شہادت (جسکا اصل اصول ان پر منطبق ہوتا ہے) دفعہ ۱۳۲ ہے۔ہم ان دفعات کی تشریح کر کے قادیانی پر ان کو منطبق کرتے ہیں۔

دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند کی یہ عبارت ہے کہ جو کوئی شخص بالارادہ کسی شخص سے کوئی ایسا امر کرا دے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر کرا دے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو، یا کوئی ایسا امر ترک کرا دے یا اس کے ترک کرانے کا اقدام کرے جس کے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے، اس شخص کو یہ باور کرنے کی تحریک کرنی، اور اس تحریک کے اقدام کے ذریعہ سے کہ اگر وہ شخص اس امر کو نہ کرے گا جس کا کرانا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے یا اگر اس امر کو ترک نہ کرے جس کا ترک کرانا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے، تو مجرم کے اس فعل کے ذریعہ سے وہ شخص یا کوئی اور شخص جس سے وہ غرض رکھتا ہے مورد غضب الٰہی ہوگا، یا کیا جاوے گا، تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

تمثیلیں: الف۔زید بکر کے دروازہ پر دھرنا دے۔یہ بات باور کرانے کی نیت سے کہ ایسے بیٹھنے سے وہ بکر کو مورد غضب الٰہی کر دے گا تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے۔

ب۔زید بکر کو دھمکائے کہ اگر بکر فلاں فعل کو ترک نہ کرے گا تو زید اپنے اطفال میں سے کسی ایک

طفل کو مار ڈالے گا کہ یہ بات یاد کی جائے کہ اسے مار ڈالنے سے بکر مورد غضب الٰہی ہو جائے گا۔تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے

تطبیق۔اس دفعہ کے مطابق قادیانی کے اس مضمون کی پیشگوئیوں پر کہ اگر فلاں شخص میری فلاں بات کو سچی نہ کہے گا یا اس کو جھوٹی کہنے کو ترک نہ کرے گا تو ایک سال کے اندر وہ مورد غضب الٰہی (سزا موت وغیرہ) ہوگا۔ظاہر ہے وہ اپنے مخاطب کو دہرنا دینے والے کی مانند دھمکاتے اور ڈراتے ہیں کہ اگر وہ ان کی تصدیق نہ کرے گا یا ان کی تکذیب کو نہ چھوڑے گا تو مورد عذاب ہوگا اور مارا جائے گا۔

کسی مقدس مذہبی واعظ اور روحانی اعلی افسر کا اپنی قوم کو جو اس کا تقدس، اور اس کا روحانی افسر مانے ہوئے ہو، اپنے وعظ میں بلاغرض فائدہ دنیاوی یہ کہنا کہ اگر تم مثلاً نماز نہ پڑھو گے یا زنا کو ترک نہ کرو گے تو تم کو آخرت میں عذاب ہوگا، یا دنیا میں تم پر اس عمل کی شامت سے خدا کی طرف سے کوئی وبال آئیگا، قادیانی کی دھمکی مذکور کی نظیر نہیں ہوسکتا۔اولاً اسلئے کہ قادیانی کا تقدس اور روحانی افسر ہونا ان لوگوں میں مسلّم نہیں جن کو آپ دھمکاتے ہیں۔ثانیاً اس لئے کہ آپ کی ان پیشگوئیوں میں جو ایک سال کا میعادی عذاب موت وغیرہ بیان کیا جاتا ہے، انسانی سازش کا عمل دخل ہوسکتا ہے۔

قانون شہادت کی دفعہ ۱۳۲ کا منشاء یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جس شخص کو کچھ علم ہو وہ عندالاستفسار شہادت دینے سے یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اس کے بتانے سے میں مجرم ٹھہرایا جاؤں گا یا کسی قسم کی سزا یا تاوان کا مستوجب ہوں گا۔

تطبیق۔یہ علم متعلقات واقعہ عام ہے۔قانون میں اس کی تخصیص رؤیت چشم سے یا سماع گوش سے نہیں ہوئی۔و بناء علیہ جو شخص دعوی کرے کہ میرے پاس حواس ظاہری کے علاوہ مشاہدہ واقعات کا ایک اختیاری آلہ الہام کا ٹیلی گراف یا ٹیلی فون بھی ہے اور میں خدا سے سو دفعہ کوئی بات پوچھتا ہوں تو سو ہی دفعہ مجھے اس کا جواب مل جاتا ہے۔اور فلاں واقعہ قتل کے وقت اور دن اور تاریخ اور آلہ قتل اور قاتل کی نوعیت کا کہ وہ کس قوم یا جماعت سے ہے مجھے علم ہے جس کو میں نے بتا دیا تھا یا آئندہ بتا سکتا ہوں، تو عدالت (اگر وہ اس کو اس دعوی میں سچا مان لے) اس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ قاتل کا نام بھی بتا دے اور وہ یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اس میں

مجھے مجرم ہونے کا اور مستوجب سزا ہونے کا اندیشہ ہے۔

وازاں جا کہ آپ کو اس اختیاری آلہ کا دعوی ہے اور واقعہ قتل لیکھ رام کے متعلق یہ دعوی ہے کہ میں تاریخ اور دن اور وقت اور نوعیت قاتل (کہ وہ صاحب وحی انسان ہے یا کوئی فرشتہ) سب کچھ بتا چکا ہوں۔ لہذا عدالت کا حق ہے کہ اگر وہ ان دعاوی میں آپ کو سچا جانتی ہے تو اس دفعہ کے اصل اصول کی نظر سے آپ سے اس قاتل کا پتہ پوچھے اور اگر وہ آپ کو ان دعاوی میں جھوٹا وفریبی جانتی ہے تو پھر اس کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کو جھوٹ و دغا فریب کی سزا میں اصل اصول دفعہ ۲۷۲ لغایت ۲۷۵ تعزیرات ہند کا مورد بنا کر اس جھوٹ اور فریب سے جس کا اثر بدلوگوں کی جان و مال پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس دودھ یا دوا سے نہیں ہوتا جس میں غیر چیز کی آمیزش ہو، روک دے۔ اور اگر اس کو ایسے دعاوی میں پاگل جانتی ہے تو اس سے پاگلوں کے لائق سلوک کرے۔

ہندو اور مسلمانوں میں باہمی فساد و جوش کا سبب اور اس کا علاج ہم بتا چکے۔ اس میں فریقین غور کریں اور خاص کر مسلمانوں کے اخبار اس پر انصاف اور غور کی نگاہ ڈالیں۔ وہ انصاف کریں گے اور جوش مذہبی کو ایک طرف رکھ کر فکر و تامل سے کام لیں گے تو ہماری اس تدبیر وعلاج کو اس سے بہتر پائیں گے جو علاج اور تدبیر وہ کر رہے ہے، اور ہمارے اس جواب کو جو ہندوؤں کے الزام کا ہم نے دیا ہے، اپنے جواب سے (جو ترکی بترکی وہ دے رہے ہیں) مفید تر خیال کریں گے۔

حضرات! آپ صاحبوں کا جواب ترکی بترکی گو حق ہے اور انصاف کا اس میں خلاف نہیں ہوتا مگر یہ وقت استیفاء حق کا نہیں ہے، بلکہ یہ مصالحت کا وقت ہے جس میں کچھ اپنا حق چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ آپ کا جواب ترکی بہ ترکی ہندوؤں کے جوش پر کیروسین آئل ڈال رہا ہے اور یہ وقت اس جوش پر پانی ڈالنے کا ہے۔ جو اس جواب سے متصور ہے جو اس خاکسار نے دیا ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کا اختیار ہے اس کو سن کر مانیں خواہ رد کریں۔

یہ اس مضمون کی تمدنی بحث ہے جس میں سبب فساد اور اسکے علاج کا بیان منظور تھا اب ہم اس میں مذہبی اور علمی بحث کرتے ہیں اور پیشگوئی متعلق قتل لیکھ رام اور اس کے متعلق الہامات واشتہارات قادیانی پر

علمی اور مذہبی نظر ڈالتے ہیں۔اس بحث کے تین حصے ہیں۔

حصہ اول تمام مسلمانوں اور قادیانی اور ان کے معتقدین کی توجہ کے لائق ہے۔حصہ دوم وسوم مسلمانوں کے علاوہ حکومت کی توجہ کے بھی لائق ہے اور وہ ایک پولٹکل پہلو بھی رکھتے ہیں۔حصہ اول میں تین سوالوں کا حل وجواب ہے۔

سوال اول یہ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور سچی نکلی یا جھوٹی ہوئی اور سراسر فریب ثابت ہوئی؟

سوال دوم یہ کہ اگر یہ پیش گوئی سچی ہوتی تو پھر کیا وہ الہامی مسلّم ہوتی؟ اور اس کے بیان کرنے والے الہامی ثابت ہوتے؟

سوال سوم یہ کہ اگر یہ سچے اور الہامی ثابت ہوتے تو اس سے اسلام ومسلمانوں کی فتح اور فائدہ متصور ہوتا یا سراسر نقصان؟

پہلے سوال کا حل وجواب: ہم نے چھکڑیوں والے الہام کی نظر سے مرزا قادیانی کو اس معاملے میں لائق جواب دہی ٹھہرایا ہے، اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے اس کی اس پیشگوئی کو صادق ودرست مان لیا ہے کہ موت لیکھرام اسی پیشگوئی کا اثر ہے۔ہم اس پیشگوئی کو محض لاف زنی اور اس کی نسبت دعوی وقوع وصدق کو قادیانی کی دروغ گوئی جانتے ہیں۔اور ہمارے تحقیق واعتقاد میں یہ پیشگوئی بھی آپ کی جھوٹی نکلی ہے جیسے کہ اس سے پہلے پیشگوئیاں متعلق تولد فرزند بشیر عمانوایل،موت آتھم،موت شوہر ثانی منکوحہ قادیانی وغیرہ جھوٹی ہوچکی ہیں۔

قادیانی نے تو عجیب کتر بیونت کر کے اپنے مریدوں کو ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے سچی ہوئی ہے مگر ہمارا دعوی ہے کہ یہ کمال صفائی سے اپنا جھوٹا ہونا ظاہر کررہی ہے۔قادیانی نے اس کے صادق ہونے کیلئے یہ کاریگری اور چالاکی کی ہے کہ اولاً اپنے اشتہار ۱۵۔مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک الہام سترہ برس کا اپنی الہامی کتاب براہین کے صفحہ ۲۴۱ سے نکال کر درج کیا جس کے الفاظ یہ ہیں الفتنہ ھھنا ینصرك رجال نوحی الیھم من السماء اور اس کا ترجمہ براہین میں کچھ نہ کیا۔اسی اشتہار میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے کہ پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے فتنہ ہوگا ...وہ لوگ تیری مدد کریں گے جن

کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے۔

اور اس اشتہار میں یہ دعوی کیا کہ یہ پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کی نسبت ہوئی تھی جو سترہ برس بعد ظہور میں آئی اور کہا کہ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں عربی الہام ہے

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین حتی تأتیھم البیّنہ وہ بھی اسی قتل لیکھ رام کی بابت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۲۲ میں فارسی الہام ہے: بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ و پائے محمدیان برمنار بلندتر محکم افتاد، وہ بھی اسی واقعہ کی نسبت ہے۔

اور جو اس کے صفحہ ۵۵۷ میں ہندی الہام ہوا ہے کہ: میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔، وہ بھی اسی نشان قتل کی نسبت ہے۔

اور ثانیاً اسی اشتہار میں سرمہ چشم آریہ کے ایک کشف کو نقل کر کے اس کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ وہ بھی لیکھ رام کے متعلق تھا۔ اور وہ گیارہ برس کے بعد اس کے قتل کے واقعہ ہونے سے صادق ہوا۔ چنانچہ کہا

اور سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہو گئے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا جواب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھ رام کا خون تھا خدا کے آگے جھک جاؤ کہ وہ برتر و بے نیاز ہے۔

اور ثالثاً عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں ان الہامات سترہ سالہ کو دوبارہ نقل کر کے کہا ہے کہ اسی قتل لیکھ رام کی پیش گوئی کو غور سے دیکھنا چاہیے (عبارت پہلے نقل ہو چکی) اور اس الہام کی تائید میں اپنے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ مصرعہ نقل کیا ہے ستعرف یوم العید و العید اقرب مگر اس مصرعہ کا اور اس چھکریوں والے الہام کا پتہ نہیں بتایا کہ یہ الہام کہاں آپ نے بیان کئے ہیں۔

ان الہاموں کی بھر مار دیکھ کر قادیانی کے دام افتادہ بول اٹھے کہ نشھد انك رسول الله ہم گواہ ہیں کہ تو خدا کا ملہم و مخاطب ہے۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان (مگر محض احمق اور جاہل جو نہ دنیا کی عقل رکھتے ہیں نہ دین سے خبردار ہیں) آپس میں کہنے لگ گئے ہیں کہ ہاں واقعی یہ شخص صاحب الہام معلوم ہوتا ہے جس کی ۱۷۔ اور ۱۱ برس

کی کہی ہوئی باتیں سچ نکلتی ہیں۔ان میں سے کسی بھلے مانس نے عقل سے کام لے کراتنا نہ کیا کہ وہ کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور اس عربی الہام عیداور چھکڑیوں والے الہام کی اصل عبارتیں دیکھ لیتے اوران سے دعوی قادیانی کومطابق کر کےاس کے صدق وکذب کا امتحان کر کےاس کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرتے۔

خاکسار(محمد حسین)اس (قادیانی) کی کاریگری اور چالا کی کی حقیقت کھولتا ہےاورکس وناکس کو ثابت کردکھاتا ہے کہ اس نے جوکچھ ان تینوں مقام میں کہا ہے وہ جھوٹ ہے اور وہ لوگ بے عقل ہیں جوان اقوال سے دھوکہ میں آ کراس پیشگوئی کو سچی سمجھ بیٹھے ہیں۔

مقام اول، میں جو آپ نے براہین صفحہ ۲۴۱ عربی الہام نقل کر کےاس کی نسبت دعوی کیا ہے کہ وہ لیکھ رام کی موت کی نسبت الہام تھا،محض کذب ہے۔مقام مذکور براہین احمدیہ میں لیکھ رام یااس کے قتل کا نہ صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ایسا ہی براہین صفحہ ۵۰۶، ۵۲۲، ۵۵۷ میں آپ کے الہامات عربی وفارسی وہندی میں لیکھ رام یااس کے قتل کا نام نشان نہیں ہے۔اور چونکہ وہ الہامات آپ کے من گھڑت ہیں،لہذاان کے جو معنی آپ چاہتے ہیں بنالیتے ہیں اور جدھر چاہتے ہیں انکو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔مگر سننے والوں کومناسب نہیں ہے کہ ہرایک دعوی کو بلا دلیل مان لیں، بلکہ لازم ہے کہ آپ سے ان دعاوی کے وقت یہ سوال کریں کہ ان الہامات کے جومعنی آپ نے اب بتائے ہیں، یہ معنی آپ کے ملہم نے بوقت الہام مرادٹھہرالئے اورآپ کو بتا دیئے تھے یا یہ معنی اس نے اب گھڑ کران میں ڈالے اورآپ کو بتائے ہیں۔اگرآپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی پہلے ہی سے ملہم نے مرادٹھہرائے اورآپ کو بتادیئے تھےتو پھروہ آپ سے اول یہ سوال کریں کہ پھرآپ نے یہ معنی اس وقت لوگوں کو کیوں نہ بتائے؟اور براہین احمدیہ میں ان کے ترجمے کیوں درج نہ کئے جس سے آپ کی یہ پیشگوئی بڑی روشنی سے لوگوں پرظاہر ہوتی اورآپ کی نبوت سب پر ثابت ہوجاتی۔

دوسرا یہ سوال کریں کہ اگران الہامات میں قتل لیکھ رام کی نسبت فیصلہ ہو چکا تھا تو پھرآپ نے ان الہامات سے بارہ برس کے بعد ۱۸۹۳ء میں لیکھ رام کی نسبت خدا کے قضاوقدر کی بابت وہ سوال کیوں کیا جس کے جواب میں آپ کوالہام ہوا عجل جسدا له خوار له نصب و عذاب (یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اوراس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض سزااور رنج اور عذاب مقرر ہے جوضرور

اس کو مل کر رہے گا) جس کو آپ نے کتاب آئینہ کمالات کے اخیر میں نقل کیا ہے۔ اور اس الہام کے بعد آپ نے اس کی تعیین مدت کے بابت سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ کو چھ سال کی میعادی موت کا الہام ہوا جو اس مقام میں آئینہ کمالات کے منقول ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کہا ہے کہ

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔

اور اگر آپ کے ملہم نے ان الہامات براہین میں وہ معنی پہلے ہی سے گھڑ کر ڈالے اور آپ کو بتا دیئے ہوتے تو آپ بارہ برس کے بعد لیکھرام کی قضاوقدر کی بابت اس سے وہ سوال نہ کرتے اور نہ وہ جواب پاتے ۔ ہاں تعیین مدت کے سوال کا آپ کو حق تھا، سو بھی اسی وقت ان الہامات کے ساتھ اور اس کے جواب میں ۱۷ برس کی میعاد (جب کہ آپ کے بقول لیکھرام بارہ تیرہ برس کا تھا) مقرر کی جاتی اور اس سے وہ پیش گوئی کامل معجزہ متصور ہوتی۔ ان معنی کو آپ کے درج براہین نہ کرنے اور اس الہام سے بارہ برس بعد لیکھرام کی نسبت اول سوال قضا وقدر کرنے، پھر وعدہ ملنے پر تعیین مدت کا سوال کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کے ملہم نے ان الہامات میں یہ معنی نہ ڈالے تھے اور نہ ان کو بتائے تھے۔

اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی ان الہامات کے میرے ملہم نے اب ہی ان میں ڈالے ہیں اور ابھی مجھے بتائے ہیں جب کہ لیکھرام قتل ہوا اور اس سے اس کو موقعہ ہاتھ آ گیا کہ اس کے قتل کو ان الہامات کی مراد بتا کر ان الہامات کے وہ معنے گھڑ کر ان میں ڈال دے تو اس صورت وہ لوگ خود ہی خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ معنے کیا اعتبار رکھتے ہیں۔

نیز الہام صفحہ ۲۴۱ براہین کی نسبت آپ سے ایک سوال کریں کہ اس الہام صفحہ ۲۴۱ کی نسبت متن اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں تو آپ نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ لیکھرام کے قتل کی نسبت ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں اس الہام کو اول فتنہ بنا کر اس کو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کے متعلق کر دیا۔ اور لیکھرام کے متعلق تیسرے فتنہ کو قرار دیا جس کا ذکر براہین کے صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ یہ اختلاف واضطراب بھی اس الہام اور آپ کے ملہم کی دروغ گوئی پر دلیل ہے۔

مقام دوم میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ سے نقل کیا اور اس کی نسبت جو کچھ دعوی کیا ہے وہ بھی محض کذب و دروغ بے فروغ ہے۔اس کشف سرمہ چشم آریہ میں بھی نہ لیکھ رام یا اس کے قتل کا صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔اور نہ یہ معنی اس الہام کے اس رسالہ میں درج ہوئے، اور نہ اس وقت آپ کے ملہم کو سوجھے۔اور وہ معنی بعینہا ان ہی سوالات کے مورد ہیں جو الہامات مقام اول پر کئے گئے ہیں۔اور طرفہ یہ ہے کہ اس مقام میں اسی کشف کے اندر لیکھ رام کے خون کا نشان دکھانے کا دعوی کیا ہے، حالانکہ سرمہ چشم آریہ کی عبارت میں اس کو خدا کی مقدس دوات کی سرخ سیاہی کا نشان کہا گیا ہے۔اصل عبارت سرمہ چشم آریہ یوں ہے جو اس کے صفحہ ۱۳۲ سے نقل کی جاتی ہے:

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا وقدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا۔اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہیے کہ مکاشفات اور رؤیا صالح میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتی ہیں۔اور مجازی طور پر وہ بھی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے، اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع ومتعارف ومعلوم الحقیقت ہے، جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کرسکتا)....اس ذات بیچون و بیچ گون کے آگے وہ کتاب قضا وقدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنی قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا...(پھر) کتاب پر دستخط کردیئے۔اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے۔

اب اس کشف کو سن کر قادیانی کو ماننے والے مسلمان انصاف کریں۔اور اس سے پوچھیں کہ سرمہ چشم آریہ میں مقدس دوات کی پاک چھینٹوں کا ذکر ہے، یا لیکھ رام کے ناپاک خون کا؟ آپ نے ایسا سفید جھوٹ کیوں بولا اور لیکھ رام کے خون کو قلم رحمانی کی سرخی کا مصداق کیوں بنا دیا؟ افسوس قادیانی کے اتباع میں سے کوئی سوچ اور سمجھ نہیں رکھتا اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ آپ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب اس کو کیا بنا رہے

ہیں ۔شاید وہ ان سے یہ سوال کریں گے تو وہ یہ جواب دیں گے کہ ملہم کو اختیار ہے کہ اپنے الہام کے جو معنی چاہے بیان کرے ۔اپنے الہام کے جو معنی سمجھتا ہے وہ بحکم صا حب البیت ادری بما فیہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اس کا جواب وہ ان کو یہ دیں کہ ہاں ہر شخص کو اپنی کلام کے معنے بیان کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر وہی معنی جو اس کلام سے عرف مخاطبین میں حقیقتاً یا مجازاً مراد ہوسکیں اور اس کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو ان معنی پر عرف تخاطب میں دلالت کریں ۔نہ ایسے معنی اور ایسے الفاظ جو المعنی فی بطن الشا ع ر یعنی مطلبش در بطن شاعر کا مصداق ہوں ،سو بھی ایسے کہ کلام آج کریں اور اس کا مطلب سترہ یا بارہ برس کے بعد آپ بتاویں جو پہلے بتائے ہوئے مطلب کا مخالف ہو۔جیسے آپ سے وقوع میں آیا ہے کہ پہلے کشف دوازدہ سالہ کے وقت چھینٹا سرخی دوات اور قلم رحمانی کا بتایا گیا تھا اور جب لیکھ رام قتل ہوا تو وہی چھینٹا اس کا خون بن گیا۔ یہ کلام یا الہام کیا ہوا،موم کی ناک ہوئی جس کو جدھر چاہا پھرادیا۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۸۔ص ۲ تا ۴۳)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے قادیانی کے خطاب میں لکھتے ہیں کہ تیسرے مقام میں آپ نے سب مقامات سے بڑھ کر دلیرانہ افتراء کیا ہے اور: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا نمونہ دکھایا ہے۔عید کا دن یا عید کے قریب دن ،اور چھٹی تاریخ مارچ کی اور چھٹا گھنٹہ اس دن کا اور یک شنبہ نام اس دن کا قتل لیکھ رام کے متعلق سے الہام میں آپ نے کہیں نہیں بتایا،اور نہ اس کو قتل سے پہلے شائع و مشتہر کیا۔اس باب میں جو کچھ آپ نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے (کہ ان قیود کے ساتھ میں نے اس پیشگوئی کا اظہار واشتہار کیا تھا) جھوٹ ہے۔ہم نے آپ کے جملہ اشتہارات جو اس باب میں آپ نے شائع کیئے اور ان کے حوالے اشتہار ۹، ۱۲، ۱۵، ۲۲ مارچ وغیرہ میں دیئے ہیں یعنی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، ۳۰ فروری ۱۸۹۳ جو آئینہ کمالات میں شائع ہوا ہے۔الہام ٹائٹل پیج برکات الدعاء اور کرامات الصادقین وغیرہ کو دیکھا ان میں اس چھکریوں والے اشتہار کا نام ونشان نہ پایا۔

ہم نے آپ کے حواریان لاہور سے اس کا پتہ پوچھا انہوں نے کوئی پتہ نہ بتایا۔ پھر آپ سے بذریعہ رجسٹری شدہ خط اس کا پتہ دریافت کیا تو آپ نے بھی (باوجودیکہ ہمارے خط کا جواب دیا مگر اس میں) اس

چھکڑیوں والے الہام کا پتہ نہ بتایا۔آپ اور آپکے حواریوں نے صرف یوم العید والے الہام کا پتہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں یہ شعر بتایا

و بشّر نی ر بی و قال مبشراً ستعرف یوم العید و العید اقر ب

جس کے پہلے یہ شعر ہے(جس کے پہلے مصرع کی تقطیع درست نہیں)

ا لا اننی فی کل حر ب غا لب فکد نی بما زورت فا لحق یغلب

اوران دونوں شعروں کے لفظی معنی جوعرف تخاطب میں ہر کسی کی سمجھ میں آتے ہیں یہ ہیں

سن رکھ میں ہر ایک لڑائی میں غالب رہوں گا۔تو میرے مقابلہ میں جو بات بنا چکا ہے اس کے ساتھ مجھ سے مکر کر،حق غالب رہے گا۔میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور یہ بات کہہ دی ہے کہ شتاب تو عید کے دن کو پہچان لے گا اور وہ عید کا دن قریب آنیوالہ ہے۔

عید سے عید معروف مراد ہوتی ہے،یا کوئی ایسا خوشی کا امر جو دیر کے بعد آوے۔لہذا اس شعر میں کسی خوشی یا غلبہ کی بشارت ہے اوراس کے قریب آنے کی خبر ہے۔ان اشعار سے کوئی شخص (جوادنی فہم وانصاف رکھتا ہے)یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ ان میں عید کے دوسرے روز قتل لیکھرام کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں اس شعر کی تشریح کی ہے۔

اس سے بڑھ کر وہ تشریح ہے جو ہمارے خط کے جواب میں قادیانی نے کی ہے۔اس مقام میں اس خط کی نقل مناسب معلوم ہوتی ہے۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جناب مولوی صاحب۔سلام

آپ کا کارڈ پہنچا۔آپ نے جو شعر دریافت کیا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں ہے۔وہ دو شعر ہیں۔پہلا یہ ہے

ا لا اننی فی کل حر ب غا لب فکد نی بما زورت فالحق یغلب

اس شعر میں حق کے غالب ہونے کی پیشگوئی ہے اور دوسرے شعر میں اس کی تفصیل ہے کہ ایسا کب ہوگا۔اور وہ یہ ہے جو اس کے بعد کا شعر ہے

و بشرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یو م العید و العید اقرب

دوسرا مصرع اس کا الہامی ہے جو لیکھرام کے نشان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا تعالی کی طرف سے اس کے معنی میں مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے، جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتا دیا، کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔ اور یہ مصرع کہ ستعرف یو م العید و العید اقر ب اس میں دو لفظ عید کے ہیں۔ پہلی عید سے مراد فتح ہے۔ اور دوسری عید سے مراد معمولی عید ہے جو ہمیشہ سال کے بعد آتی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ یوم الفتح عید کے دن کے قریب واقع ہوگا۔ اور عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ چونکہ یہ مصرع لیکھرام کے حق میں کثرت سے شہرت پا گیا تھا اسلئے پرچہ سماچار وغیرہ پرچوں میں اس شعر کے مضمون کا ذکر ہے مگر انہوں نے غلطی سے بجائے اقر ب من العید کے عین عید کا دن سمجھ لیا ہے۔ مگر اصل معنی یہ ہیں کہ مصرع میں و العید اقر ب بطور حال کے واقعہ ہے، یعنی وہ یوم الفتح جس کا نام بباعث فتح اسلام کے اور واقعی خوشی اہل ایمان کے یو م العید رکھا گیا ہے، اصلی عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا اور یہی مضمون جو مصرعہ و بشّر نی ر بی میں ہے یہی بشارت کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج والے صفحہ پر موجود ہے۔ عبارت یہ ہے و منها ما وعد نی ر بی و استجاب دعائی فی ر جل مفسد عدو الله و رسو له مسمی لیکھرام الفشاوری و اخبرنی انه من الهالکین ۔ انه کان یسبّ نبی الله و یتکلّم فی شانه بکلما ت خبیثة فدعوت علیه فبشّرنی ربّی بموته فی ستّ سنة ان فی ذا لك لآ یة للطا لبین ۔ اور یہ فقرہ فبشّر نی ر بی ۔ یہ اس مصرع کی ایک جزء ہے یعنی و بشّر نی ر بی و قا ل مبشراً مطلب یہ ہے کہ اس شعر کی اس جگہ پر تفسیر کر دی گئی و الحمد لله علی ما فعل

یہ میں نے محض للہ آپ کی تفہیم کے لئے لکھ دیا ہے تاکہ آپ کو اصل واقعات سے مدد مل سکے۔ چونکہ آپ نے نیک نیتی اور اخلاص کا ذکر کیا ہے اس لئے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے ظاہر کر دیا۔

دوسری بات یہ بھی شاید آپ کو کسی وقت کام آوے کہ مجھ کو خدا تعالی نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا اسلئے میں نے اس پیشگوئی کو اس رسالہ سراج منیر میں جواب چھپ رہا ہے، درج

کر دیا ہے۔اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں۔ مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ خدا تعالی نے ایسا ارادہ فرمایا ہے و اللہ علی کل شیء قدیر اس میں یہ بھی آپ کو لازم ہے کہ برکات الدعا کا ٹائٹل پیج اور حاشیہ کا مضمون (ایک سطر یہاں سے پڑھی نہیں گئی تھی۔ وہ کاٹ کر آپ کے پاس واپس بھیجی گئی۔ آپ نے اس کی تصحیح کر کے اس کو واپس نہیں کیا۔ محمد حسین) اور ٹائٹل پیج برکات سے نمونہ استجابت دعا بھی دیکھ لیں۔ چاہیں تو ایک پرچہ اس کا مجھے بھیج دیں۔ عبداللہ الصمد غلام احمد۔۲۔اپریل ۱۸۹۷ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس خط کے آخری فقرہ الہامیہ کی تصدیق وتائید مولوی محمد احسن امروہی بھوپالی بھی ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ اس مقام میں ان کے خط کو نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

حضرت مولوی محمد حسین صاحب مہتمم اشاعۃ السنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کے روز عاجز نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ جناب نے الہام جو درباره لیکھ رام حضرت اقدس مرزا صاحب کا تھا، آپ نے نیک نیتی سے تسلیم فرمالیا ہے۔ اگر یہ خبر سچ ہے تو جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔ اور اگر صحیح نہیں ہے تو عاجز کی درخواست مکرر خدمت عالی میں یہ ہے کہ بالضرور اس الہام میں غور فرمایا جاوے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی علمی برکات کے پھر اسی ریو یو سابق کی طرف رجوع فرماویں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو، ان کو پیش آ گیا ہے وہ، ایک زلۃ الاقدام کی قسم سے ہے۔ والسلام خیر ختام۔ جواب طلب ضروری۔

راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد۔٦۔اپریل ۱۸۹۷ء

(یہاں مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ آج ایک خط میرے ایک مخلص دوست اور عزیز بھائی حافظ بہادر دین ٹھیکیدار لاہور کا میرے پاس بٹالہ پہنچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی کی جماعت نے لاہور میں اپنے پیر کے الہام مذکورہ کا وقوع بھی مشہور کر دیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے لیکھ رام کی پیش گوئی کا صادق ہونا مان لیا ہے اور مرزا صاحب کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ دراصل سارے مرزائی اپنے پیر کی اس پیش گوئی کو سچ کر دکھانے کی ٹھانے ہوئے تھے۔ مولوی محمد احسن امروہی اس مہم میں پیش پیش تھے۔ وہ کوئی موقع ہاتھ سے

جانے نہ دیتے تھے۔مناظرات، مباحثات، خط وکتابت اور نجی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے اور بٹالوی صاحب کو مرزائی ہونے کی ترغیب دیتے رہتے۔ جناب مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں: تمام مرزائیوں میں امروہی صاحب ایسے ہیں جیسے اندھوں میں واحد العین۔ ہمارے دل میں امروہی صاحب کی کچھ وقعت تھی مگر جب (ان کی) تحریریں دیکھیں اور خود ہم سے ٹکر ہوئی تو قلعی کھل گئی۔ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اس شخص کو نہ تحریر کا سلیقہ ہے نہ مناظرہ کا شعور۔ نہ طریق استدلال صحیح ہے۔ نہ صغرے کی خبر نہ کبرے کی، نہ نتیجہ کی۔ اگر کوئی خصم نقض وارد کرے تو اس کو خبر نہ ہوگی کہ صغرے پر نقض ہے یا کبرے پر... ..عبارت میں ایسی الجھن کہ جیسی کٹی ہوئی پتنگ کی ڈور۔ بایں ہمہ آپ دارالاماں قادیان کے چہیتے پوت سپوت ہیں۔ جب تک آپ (قادیان) تشریف نہ لائیں (سوالات کے) جوابات ملتوی رہتے ہیں گویا آپ مرزائیوں کے عقل کل ہیں۔

۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم قادیان میں آپ نے مولوی عبداللہ چکڑالوی شیخ اہل قرآن پر خرد جال بن کر دولتیاں جھاڑی ہیں مگر ساتھ ہی مولوی محمد حسین بٹالوی سے ..ستار ملانا چاہا ہے اور یاد دلایا ہے کہ جب آپ نے رسالہ اشاعۃ السنہ جاری کیا تھا تو فدوی نے یوں مدد دی تھی۔ گویا بڑے احسان کا چھپر مولوی صاحب پر دھرا ہے اور لکھا ہے کہ اب بھی ہم اور تم دو نہیں۔ صرف بعض حدیثوں میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے وہ رفع ہو جائے تو پھر وہی چہل پہل ہے....اور سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ گویا محمد حسین صاحب اور کل اہل حدیث کو چیتے کی طرح پھلایا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ میں ایسا ہی اہل حدیث اور اہل سنت ہوں جیسا نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم کے زمانہ میں تھا جن کی بدولت بھوپال میں شکم سیر راتب ملتا تھا۔..امروہی صاحب کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی محمد حسین صاحب ان چکنی چپڑی باتوں پر پھسلنے والے نہیں: اوخوب مے شناسد پیران پارسارا

امروہی خوب یاد رکھے کہ اس نے روغن قاز مل کر جو بمقابلہ اہل قرآن، اہل حدیث کو شیشے میں اتارنا چاہا ہے تو مرزا کو اہل قرآن جس قدر ملحد مرتد سمجھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر اہل حدیث اس کو اکفر، والحد، واضل اور مضل یقین کرتے ہیں۔ ہم بھی دیکھیں بٹالوی صاحب کیونکر امروہی کے دام میں پھنستے ہیں۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ ۱۶۔مئی ۱۹۰۳ء ص ۳۔۵)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، قادیانی کے خط منقولہ بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ الہام یوم العید کی یہ تشریح اور معنی جو آپ اب بیان کر رہے ہیں اور شعر میں ڈال رہے ہیں، یہ معنی اس الہام کے وقت آپ کے ملہم کو نہ سوجھے اور نہ آپ کو اس نے سوجھائے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ خدا تعالی کی طرف سے اس معنی کی مجھے یہ تفہیم ہوئی جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتلا دیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔

اس میں یہ صاف اور صریح اقرار ہے کہ وہ معنی آپ نے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کیے۔ اور کسی کتاب یا اشتہار کے ذریعہ پبلک میں شائع نہیں کیے تھے۔ یہی امر ہمارے اس دعوی کی دلیل ہے کہ اس وقت

آپ کواور آپ کے ملہم کو یہ معنی نہ سوجھے تھے۔ سوجھتے تو ضرور بذریعہ اشتہاران کو شائع کرتے کیونکہ جب تک آپ کو آسمانی فرزند بشیر وعمانوایل کے پیدا ہونے کی امید رہی تب تک آپ کی بی بی کو جب حمل ہوتا فوراً شائع کرتے۔ یہ معنی آپ کواس وقت سوجھائے جاتے تو آپ اسکی دس ہزار کاپی چھپوا کر تمام ملکوں میں شائع کرتے

آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے اس وقت اکثر لوگوں کو بتلا دیا تھا (یعنی زبانی کہہ دیا تھا) اول تو محض دروغ ہے۔ آپ اس بیان میں سچے ہیں تو ان لوگوں کے نام بتا دیں جن کو آپ نے زبانی فرمایا تھا۔ ہم ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ کیا وہ لوگ وہی ہیں جو آپ کے لنگر سے ٹکڑا کھاتے ہیں، یا آپ سے نقد وظیفہ پاتے ہیں، یا وہ اور لوگ ہیں۔ آپ نے قادیان کے آریوں سے بعض لوگوں کا نام لیا تو ہم ان میں بھی نظر کریں گے کہ وہ لوگ وہی تو نہیں جو ایک مدت آپ سے حلوا پوریاں کھا کر قادیان سے دہلی تک آپکے ساتھ پھرے۔ اور آپ کے الہامات کی تصدیق کرتے رہے (جیسا کہ ان کے نام وشہادت آپ نے درج براہین کئے ہوئے ہیں) مگر خود ہندو کے ہندو ہی رہے۔ اور آخر اپنی قوم سے شرما کر آپ کے مخالف بھی ہو گئے۔ وہی نکلے تو ہم ان کی شہادت قبول نہ کریں گے جب تک وہ پچھلی کرتوت سے تائب ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور اگر اور لوگ نکلے تو پھر آپ سے یہ سوال کریں گے کہ آپ نے اس معنی سے جوگیوں کی طرح (جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ہمسایہ میں یہ کہہ جاتے ہیں کہ لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمسائیوں کو یہی کہہ گئے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ اور اس سے اپنی پیش گوئی سچی بناتے ہیں) خاص خاص لوگوں کو صرف زبانی کیوں مطلع کیا؟ اس کا اظہار عام لوگوں میں اشتہار کے ذریعہ سے کیوں نہ کیا جیسے کہ آپ اپنی بیوی کا حمل مشتہر کیا کرتے تھے؟ اس سوال کا جواب آپ سے کچھ نہ بن پڑے گا اور ثابت ہوگا کہ وہ معنی آپ نے اور آپ کے ملہم نے اب گھڑ کر اس شعر میں ڈالے ہیں۔ اس سے پہلے یہ معنی آپ کے اور آپ کے ملہم کے خیال میں نہ آئے تھے۔

آخر خط میں جو آپ نے ایک منامی الہام بیان فرمایا ہے اور تین مرتبہ اس کا خدا کی طرف سے الہام ہونا ظاہر کیا ہے اور اس کے وقوع کا آپ کے خلفاء اور مریدوں نے لاہور سے امروہہ تک اشتہار کر دیا ہے۔ یہ آپ کی چالا کی اور حکمت عملی سے ترغیب وترہیب ہے۔ آپ مجھے طمع اور خوف سے اس پیش گوئی کی مخالفت سے روکنا چاہتے ہیں مگر میں خدا کے فضل وتوفیق سے، نہ اپنی ذاتی قابلیت ولیاقت سے (کیونکہ میں ذاتی لیاقت کوئی

بھی نہیں رکھتا، محض ناکارہ اور نالائق ہوں) آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا۔ اور جب تک زندہ ہوں، اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں، اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں آپ کی موجودہ حالت عقائد اور اعمال واخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا۔ انشاء اللہ تعالی

اور طرفہ یہ کہ اس الہام کی منامی کے نو دن کے بعد آپ نے اس کا خلاف کیا اور ۱۱۔ اپریل کو ایک اشتہار قتل لیکھ رام کے متعلق چھاپ کر آج ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو میرے پاس ارسال کیا ہے۔ جس کے متن صفحہ ۲ کی سطر ۴ میں آپ نے لکھا ہے: میں نے سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھہرائی گئی تھی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لائیں... ہم مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت ہے تو ایسے مولویوں سے پرہیز کریں۔

اور پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھ رام والی جھوٹی نکلی تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالی کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالی کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالی کی طرف سے تھی اور فی الواقع پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر ۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے

خاکسار محمد حسین اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں تو چاہوں ہزار مخالفت کروں آخر میدان تو آپکے ہاتھ آنیوالا ہے۔ پھر اس مخالفت سے آپکا کیا نقصان ہے، بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔ جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں وقعت پیدا کرتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ

ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنے والا آخر آپ کا تابع ہو گیا ہے چلو ہم بھی تابع ہو جائیں۔اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہو جاتے ہیں۔آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم ومباہلہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہام منامی آپ کا محض ڈھکوسلا اور خدا تعالی پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے۔آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپ کے مخالف (محمد حسین) کا انجام نجات ہو گا اور آپ کی دعوت قسم ومباہلہ چاہتی ہے کہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہو گا۔اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے لہذا اس یقین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپکی پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو، اس غرض سے آپ نے دعوت قسم ومباہلہ کی ہے تا کہ اس عذاب سے ڈر کر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے۔

پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے جبکہ مباہلہ سے آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔اس کے جواب میں عرض ہے کہ مباہلہ آپ کر چکے۔آپ کی شروط مباہلہ ہی طے ہونے میں نہیں آتے۔اس لئے مباہلے کی موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد فائدکو ہاتھ سے کیوں جانے دیں، اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں سے کیوں آگاہ نہ کریں؟

یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو تھی۔اب آپ کی دعوت قسم ومباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸۔ص ۴۳ تا ۵۱)

جواب قسم ومباہلہ: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے، اور خدا تعالی کے ناصر ومعاون حق ہونے کی امید وبھروسہ پر آپ کی دعوت قسم قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بٹالہ میں جہاں آپ آسکیں) اس مضمون کی جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے، قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ مجھے اس خدا تعالی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد میں یہ پیشگوئی متعلق لیکھ رام خدا کی طرف سے نہ تھی۔اور نہ سچی نکلی۔اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنے والا اس اعتقاد اور اخلاق

کے ساتھ خدا کا ملہم ومخاطب اور الہامی پیشگوئیوں کا محل ومصدر ہوسکتا ہے۔اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی ، اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم ومخاطب ہے اور میں نے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے،تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر کہ جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔

مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کیلئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں ۔اور میرے قسم کھا لینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیشگوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بددعا کا اثر ہے۔

ہاں اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں بددعائیں کرتے رہیں ۔اگر آپ کی بددعا سے مجھ پر فوراً یا کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہوجائے گا،تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کرلے گی ، اور آپ کو سچا کہے گی ۔اور اگر میں اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت سے اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح ومنکشف ہوجائے گا کہ آپ مفتری وکذاب ہیں،اور اس پیش گوئی لیکھرام کے اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوی میں خدا تعالی پر افتراء کرتے ہیں۔

میں مدعی کرامت و نبوت کا نہیں کہ آپ کیلئے جلد عذاب کی دعا کروں ۔ہاں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا، یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا، یا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل ورسوا کرے گا جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا۔اور اگر آپ میرے اس مضمون کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی یہ نئی شرطیں پیش کریں کہ۔ا۔میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں ۔۲۔میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بددعا کریں اور اس بددعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں ۔۳۔پھر سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتاویں اور جس قسم کے

معمولی امر کو آپ چاہیں اس بد دعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دیدیں کہ یہ عذاب ہماری دعا کا اثر ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت و نبوت کا اظہار و اثبات کریں۔

تو اس صورت میں میری طرف سے اول شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں گنگا بشن آریہ کیلئے دس ہزار روپئہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے میری قسم کے عوض جمع کرادیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کرلیں کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بد دعا آپ کے وہ روپئہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کار خیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا۔

نیز اس صورت عدم ظہور اثر بد دعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلا دینا قبول کیا ہے، اس کی یہ تشریح و تعمیم کر دیں کہ میں اپنے جدید عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دے کر ان سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سرنو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً یا اشارۃً درج ہیں جلا دونگا۔

درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے اس کو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ ہی اس کے مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اس کی شرح و تعیین کر دیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں، یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں، یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آچکا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے خاکسار کیلئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۶۰۴ میں آپ نے کہا ہے:

چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا ادعــــو نـــــی

استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی عذاب کیلئے دعا کروں۔آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالی نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔سو میں نے اس وقت اسی طرح رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کیلئے دعا کی۔اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ الہام جو مجھ کو میاں بٹا لوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھا نتك وہ اسی موقع کیلئے ہوا تھا۔میں نے اس مقابلہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔اب صاحبو اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا، یا میدان سے بھاگ گیا، یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ میں بے شک کذاب اور دجال ہوں۔تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہرونگا۔کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا۔اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔

پھر جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرت سرہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی۔(حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے۔مباہلہ سے فرار قادیانی نے کیا تھا، نہ کہ خاکسار محمد حسین نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا تو اس کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے، اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔(حالانکہ یہ ساری باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ہاں کابل میں بیمار رہا تھا۔سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا۔اور قادیانی کا ہر وقت مریض رہنا تو خود ان کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے) ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اس وقت کریں گے جب میعاد گذر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے۔اس لئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کر دیں۔

تیسری شرط۔یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بددعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعوی ہو تو اسی قسم کھانے کے وقت دکھاویں جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کی آپ کے ملہم (جو ہمارے اعتقاد کے مطابق معلم الملکوت ہے) میں قدرت و طاقت نہیں، یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے وہ کسی قدر مہلت کا محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہوگی کیونکہ آتھم کے عذاب کیلئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں۔ اور اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۷ سطر ۱۵ میں لکھ چکے ہیں کہ ہم تین دن ہی منظور کر لیں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپکے ملہم اپنے منکروں پر عذاب لا سکتے ہیں۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارا ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لیں گے۔ اور اگر آپ کو اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی ہے (چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے)۔ تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کریں گے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے، اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم اس شرط کو مان لیں گے۔ آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کر کے عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دیں گے تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مرزا صاحب قادیانی کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ یوم العید والے شعر پر کلام کے بعد ہم چھکر یوں (چھ تاریخ، چھ گھنٹے، روز یک شنبہ) والی پیشگوئی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

چھکر یوں والا الہام نہ قادیانی کو ہوا۔ نہ ان قیود کے ساتھ انہوں نے یہ پیش گوئی متعلق لیکھرام کبھی مشتہر کی لیکن ناواقفوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان سے تسلیم کرا لیا ہے کہ ان قیود کے ساتھ لیکھرام کے قتل سے ۱۷ سال پہلے پیشگوئی کی گئی تھی جو سچی نکلی۔

ہم نے قادیانی صاحب بذریعہ خط اس پیش گوئی کا پتہ پوچھا تو آپ نے اس کا پتہ نہ بتلایا۔صرف الہام یو م العید کا پتہ بتایا۔چنانچہ آپ کا خط منقولہ بالا شاہد ہے۔

پھر ہم نے اپنے خط نمبری ۱۱۷ مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں مضمون زیر قلم کا خلاصہ لکھ کر آپ کے پاس بھیجا تو اس میں بھی یہ لکھ دیا کہ بجز پیش گوئی میعادی شش سالہ جس قدر پیشگوئیاں کرنے کا آپ کے اشتہارات میں دعوی ہے وہ محض غلط ہے (یعنی وہ پیش گوئیاں واقعہ قتل سے پہلے لیکھرام کے متعلق آپ نے مشتہر نہیں کیں)۔ اس خط کے جواب میں بھی آپ نے سکوت اختیار کیا اور اس پیش گوئی کا پتہ نہ بتایا۔اس خط کے حامل اور آپ کے قاصد و وکیل مہر نبی بخش نمبر دار بٹالہ و بابو علی محمد ٹھیکیدار بٹالہ مظہر اور مدعی ہوئے کہ ہم نے یہ پیش گوئی دیکھی ہوئی ہے اور اول الذکر نے وعدہ کیا ہم اس کو کل لا کر پیش کریں گے۔ وہ بھی نہ لائے اور کئی کل گذر گئے۔ آخر ان دونوں صاحبوں کے نام ایک خط لکھا گیا جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔انہوں نے یہ خط وصول نہ کیا۔ اول الذکر تو وصولی خط سے صاف انکاری ہوئے۔اور ثانی الذکر جموں چلے گئے۔تو اس خط کی نقل قادیانی کے پاس قادیان بھیجی گئی۔اور اس پر لکھا گیا کہ اگر آپ نے اس الہام کا پتہ نہ بتایا تو یک طرفہ کاروائی کی جائے۔ اس نقل کے پہنچنے پر بھی آج تک (۸ مئی ۱۸۹۷ء) پتہ نہیں بتایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کو انہوں نے کسی اشتہار یا کتاب میں مشتہر نہ کیا تھا۔(یہ مراسلت درج ذیل ہے)

بٹالہ۔۱۵۔اپریل ۱۸۹۷ء مہر نبی بخش صاحب و بابو علی محمد صاحب وکیلان مرزا غلام احمد صاحب۔

سلام۔۱۲اپریل ۱۸۹۷ء کو آپ دونوں صاحب کہہ گئے تھے کہ ہم نے مرزا جی کا وہ الہام دیکھا ہوا ہے جس میں چھ تاریخ چھٹے گھنٹے روز یک شنبہ میں قتل واقعہ ہونے کی پیش گوئی ہے۔اور مہر صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ وہ الہام ہم کل ارسال کریں گے مگر ابھی تک ارسال نہیں کیا۔مرزا جی سے ہم نے اس الہام کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بھی نہیں بتایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی الہام مرزا جی نے واقعہ قتل سے پہلے شائع نہیں کیا اور آپ لوگوں نے بھی اس مضمون کا کوئی الہام ان کا نہیں دیکھا اب آپ لوگ اپنے مؤکل کی بات کی پچ کرتے ہیں اور انکے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہیں۔

اگر یہ امر (جو آپ کے اس فعل سے مفہوم ہوتا ہے) واقعی ہے تو کمال افسوس کی بات ہے۔آئندہ اگر آپ

نے یا مرزا صاحب نے کل شام تک وہ الہام نہ بھیجا تو میں یقین کرلوں گا کہ اس مضمون کا کوئی الہام آپ کے اوران کے پاس نہیں ہے۔ میں ہفتہ کے دن ۱۷۔اپریل کو لاہور کا ارادہ رکھتا ہوں۔کل شام تک الہام یا جواب خط آنا چاہیے۔ابوسعید محمد حسین۔

اس خط پر جو کچھ مرزا جی کے نام لکھا گیا تھا، اس کی نقل یوں ہے: مرزا صاحب وحکیم صاحب! آپ صاحبوں نے میرے خط نمبری ۱۱۷ کا جس سے میری نیک نیتی عیاں ہے، جواب نہ دیا۔اور نہ حکیم صاحب خود تشریف لائے۔اس سے آپ کی نیت معلوم ہوگئی۔

یہ اس خط کی نقل ہے جو آپ کے وکیلوں نے نہیں لیا۔ بابو علی محمد تو جموں چلے گئے۔ مہر نبی بخش صاحب اسکے لینے سے انکاری ہوئے۔ لہذا آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر الہام چھ دن، چھ گھنٹے والہ جلد نہ بھیجا تو یک طرفہ کاروائی پر ہم کو ترک نیک نیتی کا الزام نہ دیں، اپنی رائے اور نفس کو متہم کریں۔

ابوسعید محمد حسین

اس خط کے پہنچنے پر بھی آپ کچھ نہ بولے اور اب تک ساکت ہیں۔ لاہور کے تابعین قادیانی، حکیم فضل الٰہی اور حافظ فضل احمد سے اس امر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ رسالہ برکات الدعاء کے حاشیئے والے الہام میں یک شنبہ کا لفظ موجود ہے۔اسی وقت ان کے سامنے رسالہ برکات الدعاء پیش کیا تو اس میں یہ نہ نکلا کہ یک شنبہ کو لیکھ رام کا قتل ہوگا۔

ویسے لفظ یک شنبہ تو اس میں ہے، مگر اس کو قتل کا دن نہیں بتایا گیا۔ بلکہ قتل کے متعلق جو مرزا جی کو ایک خواب دکھایا گیا تھا، اس خواب کی رؤیت کا دن یک شنبہ اور وقت چار بجے صبح کا بتایا گیا ہے۔ اس مقام میں اصل عبارت حاشیہ صفحہ اخیر رسالہ برکات الدعاء نقل کیجاتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ بات کیا ہوتی ہے اور مرزا قادیانی اور اس کے مرید اس کو کیا بنا لیتے ہیں۔لکھا ہے:

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر۔آج جو ۲۔اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴۔ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری ہے، صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل گویا اس کے چہرہ سے خون

ٹپکتا ہے، میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں، ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھ رام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھ رام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں ہوں۔ اور یک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد لله علی ذا لك.

اس آخری جملے کی نسبت کوئی صاحب فہم وانصاف نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یک شنبہ کو وقوع قتل وظہور پیش گوئی کا وقت بتایا گیا ہے۔ بلکہ ہر کوئی یقین رکھتا ہے کہ وہ اس خواب کے دیکھنے کا وقت ہے۔ وقوع پیشگوئی کا وقت وہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اس میں چار بجے صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ظہور پیش گوئی اور وقوع قتل لیکھ رام کا وقت یہ حضرات چھ بجے شام کے بتاتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے اور سیاہ دل اپنے الفاظ کو غور سے نہیں پڑھتے۔ انّا للّٰه و انّا الیه را جعو ن

الغرض چھکر یوں والی پیشگوئی کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا۔ اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھ رام کا کہیں ذکر واشارہ تک نہیں۔ اس باب میں جو کچھ قادیانیوں نے کہا ہے جھوٹ ہے۔ ہاں اس قدر مسلّم ہے کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھ رام کیلئے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۲ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی۔ مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آیا، بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے قتل وقوع میں آ گیا ہے۔ جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں اگر قادیانی یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ کے عدد میں داخل ہے لہذا چار سال میں پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس بیس اور سو میں بھی داخل ہے۔ پھر کیا اس نظر سے جو بات چار سال میں واقعہ ہونے والی ہو، اس کا دس، بیس، سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا، اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس سے تو تحدّی اور کرامت باطل ہوتی ہے۔ اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب تو اسی صورت میں

متصور ہے کہ جو اس واقعہ کے وقوع کی اصلی حد ہو، وہ بتا دی جائے۔ کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی و خلاف کرامت ہے بلکہ وہ حکمت کے برخلاف ہے اور سراسر حماقت و سفاہت ہے جو خدا حکیم و علیم کی شان کے مخالف ہے۔ اور اس کا عکس (کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ سے بیان کرنا جن سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو) عین حکمت ہے۔ اسی اصول پر قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزار ہا برس گذر چکے ہیں۔ اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس میں واقعہ ہونے والی تھی لفظ بضع سے (جس کا اطلاق عرب میں تین سے نو تک ہوتا تھا۔ اور اس لفظ سے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہو گئی تھی اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا) بتایا گیا ہے جس کی تفصیل ہمارے مضمون خطبہ میں بصفحہ ۳۴۶ نمبر ۱۱ جلد ۱۷، اشاعۃ السنہ ہے۔ قادیانی صاحب نے موت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور رحمانی نہ تھی بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔

ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے (اور سچی نہ ہونے کی) یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی تھی) قادیانی نے آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ اخیر: ہ غیر معمولی اور خارق عادت ہو گی . کے الفاظ سے تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے: اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں،

اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آئی ہے وہ معمولی کیفیت ہے، نہ نرالی، نہ غیر معمولی، نہ خارق عادت۔ ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر ایسی زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صدہا کیس ملاحظہ کر لو۔ تھوڑے دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔ اس سے پہلے چھاؤنی پشاور اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات آنکھ سے دیکھنا ہو تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کر لو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل نرالے اور خارق عادت نہیں کہہ سکتا۔ معمول سے نرالے، اور خارق عادت عذاب وہ تھے جو پہلی امتوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دھنسایا گیا، کوئی آسمانی سخت آواز سے

ہلاک ہوا، کسی پر آسمان سے پتھر برسے، اور کئی غیر معمولی طور پر بہیئت مجموعی غرق آب ہوئے جن کا ذکر قرآن کی سورۃ عنکبوت کے رکوع ۴ میں ہوا ہے۔ آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا ایک حصہ لیکھ رام کو پہنچتا، تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھ رام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جورات دن لوگوں کو لگتی ہیں، غیر معمولی اور خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے۔

اس بیان سے سوال اول کا حل و جواب پورا ہوا۔ اور یہ ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی اور اس کے متعلق جس قدر الہامات قادیانی نے بیان کئے ہیں وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب وفریب ظاہر ہوئے۔

دوسرے سوال کا حل و جواب: اگر ہم فرض کریں اور بطور محال مان لیں کہ قادیانی نے اس پیشگوئی کے متعلق جو دعاوی کئے ہیں کہ ہم نے اس واقعہ قتل کو ۱۷ یا بیس سال پہلے بتا دیا تھا، اور اس کی تاریخ دن گھنٹہ (بلکہ آلہ قتل ولباس قاتل ورنگ قاتل وعمر قاتل وغیرہ جن امور کا قادیانی نے دعوی بھی نہیں کیا) سے بھی سترہ برس پہلے آگاہ کر دیا تھا اور جو کچھ کہا وہ صادق ومطابق نکلا۔ تو اس صورت میں بھی وہ پیشگوئی اسلام اور مسلمانوں میں الہامی تسلیم کئے جانے کے لائق نہ ہوتی اور کوئی مسلمان (بجز ان چند لوگوں کے جو اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی کے پیرو ہو گئے ہیں) اس کو الہام نہ سمجھتا، بلکہ یہ خیال کرتا کہ وہ ایک نجومی یا جوتشی یا رمال یا جفری وغیرہ کی پیشگوئی ہے جو حسب اتفاق قواعد علم کے موافق ہونے کی وجہ سے صادق ہوگئی ہے۔

اس انکار کی وجوہ مسلمانوں کے نزدیک دو ہیں۔ ایک وجہ (جس میں قادیانی اور ان کے موافقین اور بے غرض اتباع کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے) یہ ہے کہ پیش گوئی اس شخص کی بالیقین الہامی مانی جاتی ہے جس کی لاکھ پیشگوئیوں میں سے ایک بھی خطا اور غلط نہ نکلی ہو۔ اور یہی امر نبیوں کی پیشگوئیوں اور نجومیوں جوتشیوں جفریوں کاہنوں وغیرہ کی پیشگوئیوں میں فارق ہے۔ جب کہ مرزا جی کی بہت سی پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں، اگرچہ مرزا جی کے مریدان کو صادق مان رہے ہیں۔ اور بعض پیشگوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں جن کے خطا ہونے پر مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

منجملہ قسم اول، آپ کی پیشگوئی متعلق موت آتھم میعادی پندرہ ماہ ہے جو جھوٹی نکلی۔ وازانجملہ آپ

کی پیشگوئی متعلق موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی خود بدولت ہے کہ وہ بھی جھوٹی ہو چکی ہے۔اور سلطان احمد اب بھی (۱۸۹۷ء میں) مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی سے شادی شدہ زندگی گذار رہا ہے۔

منجملہ قسم دوم آپ کی پیشگوئی متعلق تولد فرزند بشیر عمانوایل جو تین دفعہ جھوٹی ہو چکی ہے۔اول اس وقت جب پہلے حمل سے دختر پیدا ہوئی۔ پھر جب مرزا جی نے تاویل کر کے اسے دوسرے پر چسپاں کر دیا اور بشیر صاحب آسمان سے نازل ہو کر کان اللہ نز ل من السماء کے مصداق بنے تو باردوم وہ پیش گوئی اس کی وفات سے جھوٹی ہوئی۔ان دونوں دفعہ میں اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں قادیانی اوران کے مرید نزاع کرتے ہیں لہذا ہم تیسری دفعہ اس پیشگوئی کے خطا ہونے کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے اوراسی وجہ سے یہ مثال قسم دوم کی مثال ہوسکتی ہے۔

تیسری باراس کا خطا ہونا یوں ہوا ہے کہ مدت نو سال جس کے اندر اس فرزند کے تولد کی خبر دی گئی ہے، پوری ہوگئی ہے کیونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس کے تولد کی خبر دی تھی،اور ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو لڑکے کے تولد کی میعاد نو برس مقرر کی تھی۔اوراس وقت یعنی مئی ۱۸۹۷ء میں اس وعدہ سے بارہواں سال گذر رہا ہے۔اور وہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے، وہیں سے نہیں اترا۔کیا اب بھی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب شائد موجودہ لڑکوں (محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد) میں سے کسی کو بشیر عمانوایل قرار دیں۔ چنانچہ اس کے بعض مرید کہہ رہے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ ان ہی تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو جاوے۔

اس ممکنہ دعویٰ پر تین سوال وارد ہوں گے جن کا کوئی جواب مرزا صاحب اوران کے مریدوں سے بن نہ پڑے گا۔اول یہ کہ اگر وہ لڑکا ان تین میں سے کوئی ایک ہے تو پھر آپ نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۴۔۱۵ میں کیوں لکھا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے لڑکے کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنیوالہ ہوگا۔اس مقام میں اصلی عبارت نقل جاتی ہے۔

پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔

اس وقت تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں، نام ونشان نہ تھا۔اوراس الہام کے معنے یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھرایک اور ہوگا جوتین کو چار کردے گا۔سوایک بڑا حصہ اس کا پورا ہوگیا۔یعنی خدانے تین لڑکے مجھ کواس نکاح سے عطا کئے، جوتینوں موجود ہیں۔صرف ایک کی انتظار ہے۔جوتین کو چار کرنے والہ ہوگا۔دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے۔کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اول افتراء کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہوجائیں۔

پھرایک اورنشان یہ ہے کہ جو یہ تین لڑکے موجود ہیں، ہرایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔چنانچہ محمود جو بڑالڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام سے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جورسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبرایک سفید اشتہار میں موجود ہے جوسبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا۔اور شریف جوسب سے چھوٹا لڑکا ہے اس کے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق اورانوارالاسلام میں موجود ہے۔اب دیکھو کہ کیا خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے کہ ہرایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا،

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت صاف پکار رہی ہے کہ موجودہ تین لڑکے (محمود، بشیر، شریف) اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ان کے بعد ایک چوتھا لڑکا آنے والا ہےجو ان تین کو چار کرے گا اوراس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ہوگا۔

حضرات کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دعوی آپ نے کس بنیاد پر کیا تھا؟ اور آنے والے لڑکے کی صرف اسے ایک صفت وعلامت (کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا) کیوں اس اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے نقل کیا اوراس کی باقی ۲۱ صفات کو (جن کا بیان عنقریب آتا ہے) کیوں چھوڑ دیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بیوی کو اس وقت (ضمیمہ انجام آتھم کی اشاعت کے وقت) حمل تھا۔اوراس حمل کی نسبت آپ نے اپنے مریدوں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ چنین وچناں ہوگا۔اور وہی تین کو چار کرنے والا ہوگا جس کا ذکر اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ہے۔

اس خیال وامید پر آپ نے وہ دعوی کیا اور اس لڑکے کی صرف ایک علامت (تین کو چار کرنے) کو ذکر کیا۔ باقی اکیس علامات وصفات کا ذکر چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس امر کا یقین تھا کہ میرے احمق مرید صرف اس وصف وعلامت کو اس لڑکے پر صادق ہوتے دیکھ کر اسے اس پیشگوئی کا مصداق مان لیں گے۔ اور اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی طرف رجوع کر کے باقی علامات کو اس پر منطبق کر کے میری اس پیشگوئی کے امتحان کرنے کا کبھی قصد نہ کریں گے۔ اور یہ بات بھی خیال میں نہ لائیں گے کہ میعاد پیشگوئی ۱۸۸۶ء تو مدت ہوئی ختم ہو چکی ہے۔

اس حمل سے اگر لڑکا پیدا ہو کر تین اولاد کو چار کر بھی دیتا تو مشتیکہ بعد از جنگ یاد آید .. الخ ہی کا مصداق ہوتا کیونکہ ۹ سال کی مدت تو گذر چکی تھی۔ تاہم خدا نے اس حمل سے بھی قادیانی کو لڑکی دی جس سے اس کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء چوتھی بار جھوٹی ہوئی۔

الغرض یہ دعوی صفحہ ۱۵۔ضمیمہ انجام آتھم جھوٹا ہو چکا ہے۔ نیز یہ بات قادیانی ہی کی تحریر سے ثابت ہو چکی ہے کہ موجودہ تین لڑکوں میں سے کوئی لڑکا آپ کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق نہیں ہے۔ پھر اب وہ کیونکر کسی لڑکے کو اس کا مصداق بنا سکتے ہیں۔

سوال دوم یہ کہ اگر ان تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہے تو جب انہوں نے اس کے حمل میں ہونے کا اشتہار دیا تھا (چنانچہ عبارت صفحہ ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں ذکر ہے) تو اس کے اشتہار میں کیوں نہ کہا کہ وہی لڑکا آتا ہے جس کا پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ تھا۔ اور جب وہ لڑکا ہوا تھا تو کیوں آپ نے اشتہار نہ دیا کہ وہ الہامی لڑکا پیدا ہو گیا جیسا کہ اس سے پہلے الہامی لڑکے بشیر کا (جو فوت ہو گیا ہے) اشتہار دیا تھا۔

تیسرا سوال یہ کہ آپ اس لڑکے میں وہ علامات وصفات جو اس الہامی لڑکے کی ہیں، ثابت کر دیں۔ ہم اسکی صفات جو آپ کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بیان ہوئی ہیں (اور صفحہ ۱۴۔۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں وہ صفات اڑا دی گئی ہیں) بیان کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ قادیانی ہمارے پہلے دو سوالوں کا جواب کافی دے کر ان صفات کو موجودہ لڑکوں میں سے کس پر منطبق کرتے ہیں اور اس کی کیا دلیل بیان کرتے ہیں۔ وہ صفات آپ کے الفاظ میں یہ ہیں۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ ،اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت ونسل کا ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔وہ نوراللہ ہے۔ مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ ، اور عظمت، اور دولت والا ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے، کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا،اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) ۔دوشنبہ ہے،مبارک دوشنبہ فرزند گرامی ارجمند مظهر الاول و الآخر مظهر الحق و العلاء كان الله نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے ۔نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں روح ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وكان امراً مقضياً (اشتہار مرزا قادیانی۔۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، قادیانی کی بات کہ: اس کے معنی سمجھ نہیں آئے . پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الہام آپ خود تصنیف کریں،اس کے معنے گھڑ کر اس میں آپ ڈالیں۔پھر اس کے معنی سمجھ میں نہ آنے کے کیا معنی؟ آپ نے سوچ رکھا تھا کہ جیسا موقع پائیں گے ویسے معنی بنا کر اس میں ڈال دیں گے۔جب لڑکا بشیر عموائیل پیدا ہوا تو اس کے معنی آپ نے یہ بتائے کہ پہلے تین اولاد (دولڑکے فضل احمد اور سلطان احمد اور ایک لڑکی جو غلطی سے الہامی لڑکے کی جگہ آ گئی تھی) موجود ہیں۔اب یہ چوتھا لڑکا آیا ہے جو تین کو چار کرنے والا ہے (یہ تشریح آپ کی اس خط میں ہے جو اصل مولوی محمد احسن امروہی کے پاس ہے اور اس کی نقل دستخطی مولوی احسن و مصدقہ مولوی محمد بشیر میرے پاس موجود ہے۔محمد حسین) اور جب وہ لڑکا فوت ہوا،اور اس معنے کے کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

موجودہ تین لڑکوں کے بعد بی بی کو حمل ہوا تو اس کے معنے یہ گھڑ لئے کہ جو پہلے تین لڑکے محمود بشیر اور شریف موجود ہیں (پہلی بیوی کے لڑکوں سلطان احمد اور فضل احمد کو تو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کو آپ نے عاق کر کے اولاد سے خارج کیا تھا، لڑکی جو اسی محبوبہ بیوی سے پیدا ہوئی ہے اور موجود ہے، کیوں شمار نہ ہوئی، جیسے پہلے لڑکے کی باری میں وہ شمار کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب آپ دیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ محمد حسین)۔ اب یہ چوتھا لڑکا آئیگا، وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب جو لڑکی پیدا ہوگئی ہے تو یہ معنی بھی خطا گئے۔

دیکھئے آئندہ کون سے معنی گھڑے جاتے ہیں۔ تاہم ایک معنی اس کلام کے ہم کو بھی الہام ہوئے ہیں، پسند ہوں تو وہ بھی قبول کر لئے جائیں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے آپ رسالہ توضیح المرام میں تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں۔ یعنی باپ (خدا) بیٹا (مرزا غلام احمد) روح القدس۔ پھر جب وہ الہامی لڑکا آئے گا جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا، تو وہ تثلیث کی تربیع کر دے گا۔ یعنی باپ، بیٹے، روح القدس کے بعد چوتھا ایسا شخص آئے گا جو ان تین کو چار کر دے گا۔ وہ خدا بھی ہوگا، اور وہ آپ کا بیٹا، اور بڑے خدا کا پوتا بھی کہلائے گا۔ دیکھئے ہم نے کیسے عجیب معنے بتائے ہیں؟ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ان تینوں پیشگوئیوں کے جھوٹے ہونے، خصوصاً پیشگوئی سوم کے بار سوم چہارم کے جھوٹے سے کس و ناکس کو یقین ہے کہ اگر پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام سچی اور مطابق بیان ثابت ہوتی تو بھی وہ بشہادت وجہ اول (جس کی تسلیم میں مرزا صاحب کو بھی کلام نہیں) الہام متصور نہ ہوتی۔ اس صورت میں وہ ایک نجومی وغیرہ کی پیش گوئی تسلیم کی جاتی۔

دوسری وجہ (جو خاص کر مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اور ان ہی کی فہمائش اس مقام میں ہم کو منظور ہے) یہ ہے کہ اہل اسلام میں صاحب الہام وہی شخص ہوسکتا ہے جو مسلمان ہو۔ اور مسلمانوں میں اکمل اور اعلیٰ درجہ کا متقی ہو۔ یعنی عقائد صحیحہ کاملہ رکھتا ہو۔ اور مرزا صاحب مسلمانوں کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور عقاید کفریہ رکھتے ہیں اور اخلاق سیئہ سے مجسم ہیں۔ ذرا سی بات سے جوش میں آ کر مسلمانوں کو گالیاں دینے اور فحش کہنے میں وہ بازاریوں کو مات کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کے نزدیک الہام اور الہامی پیشگوئی کے محل و مصدر کیونکر ہو سکتے ہیں؟ ان اعتقادات اور اخلاق کے ساتھ وہ مسلمانوں کو ہزار پیشگوئی سچی کر دکھائیں، لاکھ کرامات ظاہر

کریں، دریا کو الٹا بہادیں، ہوا میں اڑنے لگ جائیں، پانی پر سوکھے پاؤں چلیں۔ وہ ان کو ایسے افعال سے ولی اورالہامی نہ مانیں گے۔ اوران کی ایسی پیشگوئیوں کو نجومی یا کاہن یا جفریوں کی پیشگوئی سمجھیں گے۔ اورانکے ایسے افعال خارق عادات کو استدراج یا مسمریزم یا ہپناٹک خیال کریں گے۔

سوال سوم کا حل و جواب: شیخ الاسلام فرماتے ہیں یہ پیشگوئی صادق اوراپنے بیان کے مطابق نکلتی، اورالہامی تسلیم کی جاتی تو اس سے اسلام و مسلمانوں کو سخت مضرت پہنچتی اوراسلامی دنیا میں گمراہی پھیلتی۔ خدا نے اسلام پر رحم اور مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس کو جھوٹا کر کے مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچالیا۔ قادیانی نے تو اسی پیشگوئی کو ہندوؤں پر اسلام کی فتح قرار دیا ہے۔ اوراشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء وغیرہ میں کہا ہے کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کشتی (دنگل) ہے۔ اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا پر توکل کر کے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کیلئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی (یعنی جو اس پیشگوئی نے کردیا ہے) مگر مسلمان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ قادیانی کا مکر و محض فریب اور ٹکے کمانے کا ایک وسیلہ ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں ناظرین! قادیانی نے عام اہل اسلام کے پھنسانے کیلئے یہ دام پھیلا رکھا ہے، کہ اپنے ہر ایک امر میں تائید اسلام کا دعوی اوراپنی ہر ایک چیز میں اسلام یا ہادی اسلامؐ یا ان کی کتاب قرآن وغیرہ کا نام داخل کر رکھا ہے۔

سب سے پہلا آپ کا دام کتاب براہین ہے۔ اس میں بھی اسلام اور قرآن کا نام داخل ہے۔ ایسا ہی اکثر تصانیف و رسائل اشتہارات میں اسلام کا نام شامل ہے۔ فتح اسلام، انوارالاسلام، وغیرہ۔ حتی کہ مطبع کا نام بھی ضیاءالاسلام ہے۔ اور جو مضامین آپ ان کتابوں اور رسائل واشتہارات میں شائع کرتے ہیں، ان میں بھی لفظ اسلام اور قرآن اور دین کی حمایت کا دعوی ہے۔ کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کی طرف سے اوراس کے وکیل بن کر ہوتا ہے۔ جس سے آپ کا مقصود اصلی اور مطلب دلی زرطلبی ہے،

جو کسی قدر حاصل بھی ہوگیا ہے۔ کئی لوگ آپ کے دام میں آپھنسے ہیں اور وہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ مرزا صاحب اسلام پر فدا ہیں۔ مخالفین اسلام سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان پر فدا ہو جاؤ اوراپنے مال اور جان کو ان کے ملک (ملکیت) کر دو۔ جس سے ان کا کام چل رہا ہے اور ہزار ہا روپیہ آتا ہے جس کا اظہار وہ اپنی اکثر

تحریرات میں کرتے ہیں۔اس خیال اور اعتقاد والے لوگ تو آپ کی اس پیشگوئی کو اور ہر ایک پیشگوئی کو اسلام کی نصرت سمجھتے ہیں مگر آپ کی اصلی حقیقت سے واقف یقیناً جانتے ہیں کہ آپ اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔آپ درپردہ نہیں بلکہ علانیہ مدعی نبوت ہیں۔آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بلکہ رسول اور وہ رسول احمد جن کی حضرت عیسی خبر دے گئے ہیں، بن بیٹھے ہیں۔انبیاء کے معجزات سے انکاری ہیں اور اپنے معجزات کے اشتہاری۔حضرات انبیاء پر ملائکہ کے نازل ہونے اور آسمان سے وحی لانے سے منکر ہیں۔اور اپنے لئے آسمانی وحی کے مقرّ ومثبت۔

قرآن اور حدیث کے ان معانی اور حقائق کو جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب وتابعین وتبع تابعین سمجھے تھے، خلاف نیچر وقانون قدرت سمجھ کر ان میں ایسی تاویلات کرتے ہیں، جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین وتبع تابعین کے قرارداد کے مخالف ہیں۔اور مذاہب فلاسفہ وملاحدہ اور زندیقوں کے مطابق ہیں۔ آپ کے دام میں جو پھنستا ہے وہ اسلامی کاموں اور فرائض کے ادائیگی سے سبک دوش ہوجاتا ہے۔جھوٹ بولنا گویا ان کے مذہب کا جزء ہے (اتباع ومریدان الہامی صاحب میں سے جس شخص کو ہم نے دیکھا اور اس سے ہم کو سابقہ پڑا، اس کو ہم نے ایسا ہی پایا ہے۔جس شخص کو ہمارے اس دعوی کے صدق میں تامل ہو، وہ لاہور، امرتسر، بٹالہ، سیالکوٹ، جموں، بھیرہ وغیرہ کے مرزائیوں میں سے جس شخص کا نام لے، ہم سے اس کے اکاذیب کی فہرست سن لے) اور مسلمانوں کو برا کہنا اس کا شعار ہو جاتا ہے، اور تکذیب اصول مسائل قدیمہ اسلامیہ اس کا وثار۔اس سے ناظرین خیال کرسکتے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہوتی تو ہزاروں ناواقف مسلمان ان کو ولی پیغمبر مان کر ان کا اتباع اختیار کرلیتے۔اور پہلے مریدوں کی طرح احکام اسلام کو سلام کر کے تکذیب اصول ومسائل اسلام میں مرزائیوں کے ساتھ شامل ہوجاتے۔خدا تعالی نے مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس پیشگوئی کو جھوٹا کیا۔اور مسلمانوں کو قادیانی کے دام میں پھنسنے سے بچالیا

ہمارا جواب سوال سوم سن کر قادیانی صاحب ہم کو خوب کوسیں گے۔کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ و افتراء ہے۔ہم کو کوئی نیا دین قائم کرنا منظور نہیں اور نہ کسی اصول مسلّمہ قدیمہ سے انکار ہے بلکہ ہم ہر ایک حکم اسلام کو مانتے ہیں جس کو تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ پھر آپ کسی مجلس میں مباحثہ کر کے اس امر کا کیوں تصفیہ نہیں

کر لیتے۔ جب سے آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات وغیرہ رسائل نکالے ہیں تب سے آپ کو مباحثہ کیلئے بلایا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ شروط کی پناہ لے کر اس سے انکار کیا۔ جب اقرار کیا تو صرف اس مسئلہ میں بحث کرنے کا اقرار کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی آپ کے مریدوں سے وقوع میں آیا۔ آپ لوگوں سے یہ کبھی نہ ہو سکا کہ آپ اپنے عقاید کفریہ میں بحث کرتے اور ان کا اسلام ہونا ثابت کر دکھاتے۔ بعض تحریرات ورسائل میں آپ مذکورہ بالا باتوں سے انکار ظاہر کرتے ہیں مگر وہ تحریرات آپ کی پہلی تحریرات متضمن کفریات کے حال کو ظاہر نہیں کرتیں اور نہ ان متناقض تحریرات کو سبھی لوگ پڑھتے اور اپنی لیاقت سے ان کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں تحریرات فریق ثانی کو تو آپ کے اتباع ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پھر ان باتوں کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو۔

مدت سے آپ نے مباحثہ کو قطعی موقوف کر دیا اور اس کی سند میں ایک یہ الہام گھڑ لیا ہے یا علی دعھم و انصارھم و زراعتھم ۔یعنی اے علی (اپنے نفس نفیس کو مراد بتاتے ہیں) تو ان مولویوں اور ان کے پیروؤں کو چھوڑ دے (یعنی ان سے بحث وخطاب نہ کر) اور بجائے مباحثہ تصفیہ مسائل کیلئے مباہلہ کو وسیلہ بنایا۔ مگر جب مباہلہ کا جو صوفی عبدالحق غزنوی سے بمقام امرتسر کیا، کوئی اثر عوام پر ظاہر نہ ہوا (جس سے آپ کا مسلمان ہونا آپ کے مخالفوں کو معلوم ہو جاتا) تو آئندہ مباہلہ کو سخت شروط وقیود کے ساتھ مشروط ومقید کر دیا تا کہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباہلہ واقعہ ہو۔ پھر فرمادیں ان مسائل کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو؟ اور عام لوگوں کو کیونکر معلوم ہو کہ آپ دعوی اسلام میں سچے ہیں یا آپ کے مکفر ومخالف (جو یہ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں، اور آپ کے فلاں فلاں عقاید کفریہ وملحدانہ ہیں)۔ اس سوال کا جواب آپ ہی انصاف سے دیں۔ ہم کچھ نہیں کہتے۔

خلق خدا پر رحم کریں، روباہ بازیاں چھوڑ دیں یا عقائد کفریہ ملحدانہ سے تائب ہو کر تجدید ایمان کریں، یا ان عقاید کا کفر نہ ہونا مباحثہ سے یا مباہلہ سے آپ ثابت کر دیں۔

حصہ دوم: قادیانی نے جو ان اشتہارات میں قتل لیکھرام پر انسانی ہمدردی کی راہ سے رنج وافسوس ظاہر کیا ہے۔ اور اس امر کا دعوی کیا ہے اگر وہ ہماری ہمدردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے، اور اس کے قاتل کی نسبت لکھا ہے کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ نابکار خونی کو پکڑے اس کو پھانسی دے۔ بدتر سزا کے ساتھ اس

کو تنبیہ کرے۔

اس میں آپ نے حکومت اور عوام کو دہو کہ دیا ہے اور یہ جتایا ہے کہ اس کے قتل میں میری سازش ناممکن امر ہے۔میرے خیال میں تو لیکھرام ہم دردی کے لائق تھا اور اس کا قاتل نابکار لائق سزا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قتل میں میری سازش ہو۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ سازش قتل کی بابت ہم کچھ نہیں کہتے۔ مرزا قادیانی کے اظہار ہمدردی اور قاتل کو برا کہنے کی بابت ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے ان الہامات کا خلاف کیا جن میں یہ بیان ہے کہ: اس کو قتل کرنے کیلئے خدا نے کسی انسان کے دل کو ابھارا۔ اور خدا نے اس کے دل پر آسمان سے وحی نازل کی۔

اور ایک منامی الہام میں جس کو رسالہ برکات الدعا کے آخری صفحہ کے حاشیہ میں بیان کیا ہے، اس قاتل کو فرشتہ قرار دیا ہے۔

ان الہامات میں صاف تصریح ہے کہ قاتل کوئی صاحب وحی الٰہی انسان تھا یا کوئی فرشتہ آسمانی۔ اب قادیانی صاحب اگر دل سے قاتل کو نابکار خونی اور سخت سزا کے لائق سمجھتے ہیں، اور اس قاتل سے لیکھرام کو بچانے کیلئے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، تو ان کے الہام جھوٹے ہیں۔ اور اگر وہ الہام سچے ہیں تو ان کا وہ کلام جھوٹا ہے جس میں انہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا اور قاتل کو برا کہا۔

نیز، اگر واقعتاً آپ کو مقتول سے انسانی ہم دردی ہے (جو آپ کے بغیر کسی مسلمان کو نہیں ہے، اور نہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو اس کے قتل سے رنج وافسوس نہیں بلکہ باوجودیکہ قتل کے فعل اقدام قتل سے ان کو اتفاق نہیں۔ اس فعل کے نتیجہ سے وہ خوش ہیں کہ خوب ہوا۔ ایک ایذارسان مسلمانان جوان کے پیغمبر کو گالیاں دیتا تھا، مارا گیا۔ محمد حسین) تو اب وہ اس قاتل نابکار کا اپنے الہام سے پتہ بتا دیں۔ اور اس کو بدتر سے بدتر سزا دلوانے سے اس کے وراثوں سے پوری ہمدردی کریں۔ یہ امر آپ سے نہ ہوسکے تو حکومت اور عوام یہ جان لیں گے کہ اس اظہار ہمدردی، اور ان الہامات میں آپ انہیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ رہا یہ کہ اس دھوکہ دہی کے ساتھ وہ الزام سازش قتل سے بری ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ سو ہم نہیں جانتے کیونکہ ہم قانون نہیں پڑھے۔

حصہ سوم ۔ محافظ سلطنت: شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو لکھا ہے کہ:

میں ۱۷ برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسیوں کتابیں عربی فارسی اردو میں لکھی ہیں اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت وحمایت کیلئے ایک جماعت تیار کی ہے جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلہ میں کام آنیوالی ہے، اور مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ جب تک تو اس گورنمنٹ کی عملداری میں ہے تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے گا۔

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء (جو مجموعہ اشتہارات قادیانی ۔ ج ۲ ص ۳۶۲ تا ۳۶۳ پر موجود ہے) میں لکھا ہے کہ: گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیے کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہو گیا ہے ۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں ۔

یہ سب زور وفریب وافتراء ہے، جس سے آپ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اس افتراء سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ آپکو خدا تعالی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اور آپ خدا تعالی کے مخاطب وملہم نہیں ہوسکتے ۔ آپکا پولیٹکل خدمت کرنے اور ممانعت جہاد کے رسالے شائع کرنے کا دعوی اس لئے زور وفریب اور دھوکہ ہے کہ آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام (جس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے)، کے صفحہ ۶۰۱ میں یہ عبارت موجود ہے: نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک (ملکیت) سے خارج ہوکر خدا کے ملک ہوجاتے ہیں ۔ اور خدا تعالی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاواسطہ رسولوں کے ان نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے، یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل کرے ۔ ایک ہی بات ہے ۔

یہ تحریر ان تمام رسائل کو ملیامیٹ کرتی ہے بتا رہی ہے کہ جس وقت آپ کی جماعت کامل قوت پکڑ لے گی اس وقت آپ گورنمنٹ کے مال وجان پر ہاتھ صاف کریں گے ۔ آپ تو بلاواسطہ رسولوں کے ان کی ہلاکت کو تجویز کررہے ہیں، اور جس حالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر انکے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمعیت کیا توقف ہے؟

پیشگوئی میعادی ہشت سال (سلطنت برطانیہ تا ہشت سال) کو ہم نے آئینہ کمالات اسلام سے اپنے رسالہ میں کئی دفعہ نقل کیا ہے۔ قادیانی نے اس کا جواب تو کچھ نہیں دیا تاہم ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت سے نقل کر کے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ محمد حسین اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے اب اسکے برخلاف اس کے قول وخیال کا کیا اعتبار ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت (۱۸۸۵ء میں) ایسا اسلیئے لکھا تھا کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا۔ اور چونکہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلّم ہے، لہذا میرے خیال میں یہ ممکن بھی نہیں تھا کہ آپ مہدی ہونے کا دعوی کریں گے۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونیکا دعوی کرلیا تو آپ میرے خیال کے محل کیونکر رہ سکتے ہیں؟

آپ کا یہ الہامی دعوی کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود، ودعا و برکت ہے، محض دروغ و مغالطہ ہے۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا (جو گورنمنٹ کو آپ نے سنایا ہے) تو آپ حکومت کو یہ کہتے کہ موجودہ فوج جو سرحد اور ملک کی حفاظت کیلیئے موجود ہے، حکومت اسے موقوف کردے کیونکہ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں۔ لیکن آپ نے اس کے برعکس گورنمنٹ کے آگے ہاتھ جوڑ کہا کہ میری حفاظت کیلیئے قادیان میں پولیس بھیج دے۔ ورنہ میری جان نہ بچے گی۔

اور اگر خدا کی طرف سے آپ کو وہ الہام ہوتا تو آپ حکومت کے آگے ہاتھ نہ جوڑتے جیسا کہ آپ نے آتھم پر الزام خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کی وجہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں یہ بیان کی ہے جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبداللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا۔ تو پھر ہمیں کون سی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔

آپ کے اس قول کی رو سے آپ کی درخواست حفاظت پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جس حالت میں خدا نے الہامات مذکورہ بالا میں آپ کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا (بلکہ آپکے وجود کے طفیل حکومت کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا) تو پھر آپ حکومت کے دروازہ پر کیوں سرگردان ہوئے اور کیوں ہاتھ جوڑے؟

آیت حفاظت و اللہ یعصمك من الناس (جسکے اپنے حق میں نزول کا مرزا صاحب کو دعوی ہے)، جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اس باڈی گارڈ کو جو آپ ﷺ پیشتر رکھوایا کرتے تھے، اٹھوا دیا۔ اور فرما دیا کہ تم سب اٹھ جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ مگر قادیانی صاحب نے اسکے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات والہامات حفاظت کے نزول کے بعد حکومت سے اپنی حفاظت کیلئے پہرہ کا سوال کیا۔ اور جب حکومت نے اس سوال کو لغو اور فضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کر دیا جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت ہیں۔

الہام عریضہ میں یہ بھی قادیانی نے یہ بھی جتایا ہے کہ حکومت کو جس قدر کو فتوحات ہوئی ہیں، میرے ہی طفیل سے نصیب ہوئی ہیں اور میں سلطنت برطانیہ کیلئے بمنزلہ حرز ہوں اور جب تک میں اس سلطنت میں ہوں، سلطنت کو تکالیف سے امن رہے گا۔

بنابریں ہم حکومت کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قادیانی کی ایسی حفاظت کرے جیسی اپنی جان کی کر رہی ہے۔ کسی مفسدہ کے خوف سے ان کو رنگون میں یا اپنی حدود سلطنت سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے کیونکہ جب یہ ہندوستان یا برٹش سلطنت سے نکالے جائیں گے تو پھر حکومت کی بھی خیر نہ ہوگی۔ حکومت اپنی خیر چاہتی ہے تو اس ناقة الله کو حفاظت سے رکھے۔

یہ بشارت قادیانی کی طرف سے حکومت کو ایک قسم کی دھمکی بھی ہے (جیسے کہ لیکھرام، آتھم وغیرہ کو آپ نے دھمکیاں دی ہیں۔ وہ اور رنگ میں ہیں، یہ اور پیرایہ میں) حکومت کو مناسب ہے کہ اس کی دھمکی سے ڈر جائے اور قادیانی کی ضرور حفاظت کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور یا شملہ یا کلکتہ کے ایک کمرہ میں مقفل رکھے۔ یہ نہ ہو سکے تو خاص آپ کے مسکن قادیان میں آپ کی حفاظت و نگرانی کیلئے پولیس مقرر کر دے۔ اور جب کسی ملک کے الحاق یا اس پر چڑھائی کرنے کا قصد کرے تو بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کرا لیا کرے۔

حکومت قادیانی کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے، اور موہبت عظمی کو اپنے ہی لئے مخصوص رہنے دے، کیونکہ اور لوگوں کی نسبت تو وہ الہام موت اور قتل ہی کے

ہوتے ہیں (جس سے بدامنی وہلاکت کا اندیشہ ہے) جبکہ حکومت کی نسبت فتوحات کے ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ص ۵۲ تا ۸۵)

....

متفرقات

اشتہار صداقت آثار

بسم اللہ الر حمن الر حیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسو لہ الکر یم

واضح ہو کہ اس خاکسار (مرزا) کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندر من صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے، گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی، اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا، بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلی درجہ کی خبر، جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے، نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی، تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا (عربی الہام کے یہ دو فقرہ ہیں نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قریب النزول پر دلالت کرتے ہیں) اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں، لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے، یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی کریم جل شانہ کا ہے اس لئے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو من جانب اللہ ظاہر کیا

گیا۔آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جائے گا۔والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد اول۔ص ۱۱۶۔۱۱۷)

محمدیوں کے مقابلہ سے عیسائیوں کی گریز

۱۸۹۳ء میں جب مسلمانوں اور عیسائیوں کی مباحثے کی بات شروع ہوئی تو مباحثے کے منتظمین اہل جنڈیالہ کو مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مشورہ دیا تھا کہ اس مباحثے میں مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی بجائے کسی مسلمان اہل علم کو پیش کیا جائے۔اہل جنڈیالہ قادیانی کے جھانسے میں آئے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے مولانا کی تجویز کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور مرزا قادیانی کو پیش کرنے پر اصرار کیا۔دوسری طرف عیسائیوں نے بھی یہی کہا کہ چونکہ مرزا صاحب کو اہل اسلام کی اکثریت دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اسلئے وہ ہمارے صحیح مخاطب نہیں ہو سکتے۔تاہم اہل جنڈیالہ اور مرزا قادیانی کے اصرار پر انہوں نے یہ مباحثہ قبول کرلیا جو بعدازاں امرتسر میں منعقد ہوا۔اور جس پر محاکمہ سابقاً نقل ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مباحثے سے قبل اور مابعد عیسائیوں پر واضح کیا کہ چونکہ ہم مرزا قادیانی کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے اس کی شکست اسلام اور مسلمانوں کی شکست نہیں ہوگی۔مسلمانوں کو الزام دینا مقصود ہو تو عیسائی حضرات کسی مسلمان اہل علم سے مباحثہ کریں،اور عیسائی مناسب سمجھیں تو وہ خود بھی ایسے مباحثے کے لئے تیار ہیں۔

مباحثہ امرتسر کے بعد شیخ الاسلام بٹالویؒ نے عیسائیوں سے اس معاملے پر خط وکتابت بھی فرمائی۔ چونکہ اس خط وکتابت کا منشاء قادیانی ہی کے دعوی اسلام کی تردید تھا اس لئے اس مراسلت کو ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ کے صفحات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

جون ۱۸۹۴ء میں خاکسار کو فتح گڈھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں خاکسار کی مجلس وعظ میں پادری فتح مسیح مشنری آئے اور بعض شکوک پیش کر کے ان کے جوابات شافیہ پا کر ساکت و منفعل ہوئے۔اس انفعال کو دور کرنے کی غرض سے وہ اپنے بڑوں سے مباحثہ کرانے کے خواستگار رہوئے۔ان سے مراسلت ہوئی تو وہ بھی آخر ساکت ہوئے۔اس باب میں جو مراسلت ہوئی ہے وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔پادری فتح مسیح لکھتے ہیں

جناب مولوی محمد حسین ابوسعید صاحب!

آپ جب فتح گڈھ تشریف لائے تھے تو مسجد میں وعظ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ اسلام ہر طرح سے غالب ہے۔وغیرہ۔

میری عرض یہ ہے کہ مسجدوں اور گھروں میں بیٹھ کر اس طرح کے نعرے مارنا بہت آسان ہے۔اگر آپ کو اظہار حق کا کچھ پاس ہے اور سمجھتے ہیں کہ قرآن حقیقتاً کلام الٰہی ہے،تو ذرا باہر میدان میں نکل کر اس کا ثبوت دیجئے۔

امرتسری مباحثہ کی بابت تو آپ خود ہی گواہی دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے مقابل اچھے جواب نہیں دیئے اور شکست کھا گیا ہے۔علاوہ بریں آپ لوگ اس کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے۔پس اب اگر آپ چاہیں تو عیسائی آپ لوگوں سے مباحثہ کرنے کو تیار ہیں۔آپ خود مقابل آویں یا اپنے میں سے کسی کو انتخاب کر کے مسیحوں کے پیش کریں۔علی ہذا القیاس۔مسیحی لوگ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے آپ لوگوں کے پیش کر دیں گے۔

پس آپ کو اگر مباحثہ کرنا ہے یا کرانا منظور ہو تو جلدی اطلاع فرماویں۔بعدہ شرائط اور مکان مباحثہ برضامندی طرفین تجویز ہو جائے گا۔امید ہے آپ مرزا قادیان کی طرح ادھر ادھر کی باتیں بنا کر مباحثہ کو ٹال نہ دیں گے اور یونہی لایعنی باتیں پیش نہ کر دیں گے (جیسے اکثر مرزا کرتا ہے) جن کا فیصلہ امر محال ہو اور مباحثہ ملتوی ہو جائے۔ زیادہ سلام۔آپ کا نیازمند فتح مسیح از فتحگڈھ تحصیل بٹالہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء

بٹالہ دفتر اشاعۃ السنہ۔ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء (نمبر۱۴)۔ مشفقی پادری فتح مسیح صاحب!

آپکا خط مورخہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۴ء متضمن درخواست مباحثہ میں نے مسرت سے پڑھا۔ میں نے آپ کی درخواست سے پہلے ہی پادریوں سے مباحثہ کی درخواست اپنے رسالہ میں درج کر کے چھاپ دی ہے (دیکھو اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۱۳ نمبر ۷ ج ۱۶) جس کا پروف ملاحظہ کے لئے مرسل ہے۔ اور اس درخواست کے ساتھ مباحثہ تحریری کی بنا بھی قائم کر دی ہے۔ یعنی الوہیت مسیح اور تثلیث پر اپنے رسالہ میں بحث شروع کر دی ہے۔ اس رسالہ کو دیکھ کر اور اس بحث کو پڑھ کر پادری صاحبوں کی تسلی نہ ہوئی، اور پھر بھی ان کی خواہش تقریری بحث کے لئے ہوئی تو وہ جس وقت بحث کی درخواست کریں گے میں اس کو منظور کرونگا اور شرائط سے ان کو اطلاع دونگا۔

چونکہ آپ حال ہی میں نئے پادری ہوئے ہیں اور آپ کی معلومات مذہبی اور تجارب انتظامی ہنوز کم ہیں، اور اپنی سوسائٹی میں آپ کا ہنوز وہ اعتبار نہیں ہے جو پرانے پادریوں کا ہے لہذا مناسب ہے کہ وہ درخواست مباحثہ صرف آپ کی طرف سے نہ ہو بلکہ کسی مشہور اور پرانے اور تجربہ کار پادری کی طرف سے ہو، گو آپ کا نام بھی اس میں شامل رہے۔ آپ کا خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین۔

جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۵ جولائی ملا۔ مشکور ہوں۔ آپ نے خوب کیا کہ مباحثہ کی درخواست پادری صاحبان سے پہلے کر دی ہوئی ہے۔ جزاک اللہ۔ خدا حق کی مدد فرمائے۔ آمین۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مسیحی لوگ آپ کی تحریری بحث کو پہلے پڑھیں، اگر تسلی نہ ہو تو پھر تقریری مباحثہ ہو۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ تحریریں تو بہتیری دونوں طرف سے دھری پڑی ہیں۔ وہی پرانے سوال دوسرے الفاظ میں افراط و تفریط کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں۔ اب زمانہ آ گیا ہے کہ خدا حق کو غالب کرے، سو تقریری مباحثہ کی منظوری فرمائیں۔

اور واضح ہو کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرماویں۔ بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک صاحب اور جناب ڈاکٹر پادری وائٹ بریخٹ صاحب وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ ہم سب مسیحی مدت سے دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص محمدیوں میں سے اٹھے تا کہ محمدی مذہب کی حقیقت زیادہ کھل جاوے

شکر ہے کہ آپ نے مباحثہ کی درخواست پہلے ہی کر دی ہوئی ہے

اب مناسب ہے کہ اہل اسلام کی طرف سے دو چار معتبر شخص چنے جاویں اور اسی طرح سے عیسائی صاحبان اپنے میں سے دو چار شخص چن لیں اور باتفاق رائے طرز مباحثہ اور مکان اور تاریخ وغیرہ مقرر کئے جاویں۔ مسیحی دین کے بزرگوں کی طرف سے دو چار شخص شرائط وغیرہ قائم کرنے کے لئے اور ایک مباحثہ کرنے کے لئے منتخب کیا جاوے گا۔

باقی جو آپ نے میری نسبت لکھا ہے کہ تم نئے پادری ہو اور اپنی سوسائٹی میں بھی تمہارا وہ اعتبار نہیں جو پرانے پادری کا ہے۔ ایسی باتوں کا جواب دینے سے اس وقت میں اغماض کرتا ہوں اس لئے کہ مبادا گفتگو کا رخ اور طرف پلٹ جاوے۔ صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں تو بہتر ہوگا۔

آپ کا نیازمند۔ فتح مسیح ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء ۔

نیز آپ اگر اجازت دیں تو جو خطوط فیما بین مباحثہ کی بابت لکھے جاویں وہ چھپوائے جاویں، خواہ اخبار میں، یا الگ۔ بندہ۔ فتح مسیح۔

بٹالہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۵۳۲) مشفق پادری فتح مسیح صاحب!

آپ کا دوسرا خط مورخہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۴ء میں نے آج وصول کیا۔ اس پہلے خط کی نسبت مجھے زیادہ مسرت حاصل ہوئی ہے کیونکہ اس میں آپ نے یہ تحریر کیا ہے کہ مباحثہ کی درخواست میری ہی طرف سے آپ خیال نہ فرماویں بلکہ جناب ڈاکٹر کلارک اور جناب ڈاکٹر پادری وائیٹ بریخٹ وغیرہ بزرگوں کی طرف سے سمجھیں۔ میں بھی اسی کا خواہاں تھا کہ مباحثہ ہو تو کسی ایسے شخص سے ہو جو نامی و مشہور تجربہ کار ہو۔ کسی نوآموز یا نئے پادری سے نہ ہو۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نامی و تجربہ کار پادری کا انفلوئنس (Influence) قوم میں زیادہ ہوتا ہے اور اس کا ساختہ پرداختہ قوم میں منظور کیا جاتا ہے، لہذا اس مباحثہ کا اثر تمام قوم پر پڑتا ہے۔ اور کسی نئے شخص اور نوآموز سے مباحثہ ہو تو اس کا اثر قوم پر نہیں پڑتا۔ قوم یہ کہہ دیتی ہے کہ وہ شخص بچہ تھا، نوآموز تھا، ناتجربہ کار تھا، لہذا اس کا الزام یا سکوت یا تسلیم، قوم کا الزام یا سکوت یا تسلیم نہیں ہوسکتی۔ اب آپ نے جو یہ لکھا

ہے کہ یہ درخواست مباحثہ پادری کلارک و پادری وائٹ بریخٹ کی جانب سے سمجھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ان صاحبوں نے اس درخواست میں آپ کو اپنا نائب یا وکیل بنایا ہوگا اور یہ ہی میرا مدعا تھا، پھر میں اس سے کیوں خوش نہ ہوتا۔ پس میں بڑی مسرت کے ساتھ آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے ان دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور ہے۔

اگر پادری وائٹ بریخٹ خواستگار وشائق مباحثہ ہیں تو یہ مباحثہ بہت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ میں اور وہ دونوں ایک شہر میں رہتے ہیں۔ لہذا وہ جیسے باوصف مشنری ہونے کے ایک دنیاوی میونسپل کمیٹی کے کام میں اپنی اوقات صرف کرتے ہیں، ویسے ہی اس مذہبی کام میں جو ان کا اصل فرض منصبی ہے وہ ہر روز یا تیسرے دن یا ہفتہ میں ایک دن کا کوئی وقت مباحثہ مقرر کردیں اور اس وقت ایک دن وہ خاکسار کے مکان پر آویں اور ایک دن میں ان کے مکان پر جاؤنگا۔ اس طور پر مہینوں تک بلا تکلیف و بلا حرج مباحثہ جاری رہے گا اور اس کا انجام اچھی طرح خوش اسلوبی اور سیری سے ہوگا۔

اور اگر ڈاکٹر کلارک خواستگار وشائق مباحثہ ہیں تو بجائے ہر روز، ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں چار یا آٹھ دن وہ مقرر کرسکتے ہیں جن میں نصف ایام میں امرتسر میں ان کی جگہ میں پہنچوں گا اور نصف ایام ان کو بٹالہ میں آنا ہوگا۔ اور ہر جلسہ کے انتظام کا ذمہ دار وہ شخص ہوگا جس کے مکان پر جلسہ ہوگا۔ اور تعداد اشخاص طرفین مساوی ہوگی۔ سوال و جواب کی پہلے زبانی تقریر ہوگی۔ پھر جب باتفاق میجارٹی جواب مطابق سوال سمجھا جاوے گا، تب اس کو دو کاتبوں کے ذریعہ سے قلم بند کیا جائے۔ سابق جنگ مقدس امرتسر (مباحثہ قادیانی وآتھم) کی طرح یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو کچھ کسی کے دل میں آوے لکھا تا جاوے اور خارج از مبحث وفضول باتوں میں مصروف ہوکر بحث کو کہیں سے کہیں لے جاوے۔ اور فریقین کی اوقات کا خون ہوتا رہے۔

یہ شروط مباحثہ ہیں۔ اب مبحوث عنہ کی تعیین کی جاتی ہے۔

بحث توحید و تثلیث یا الوہیت مسیح اور کفارہ میں ہوگی اسی سے یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسمانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو توحید سکھاتا ہے اور اس کفارہ کی نفی کرتا ہے۔ یا توریت وانجیل ہے جن سے عیسائی تثلیث یا الوہیت مسیح نکالتے ہیں۔

اس بحث سے پہلے فریقین کو یہ اختیار ہوگا کہ چند اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کی تمہید کر لیویں تا کہ انہی اصول وعلوم سے امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کریں۔

لیجئے ہم نے شرائط بھی لکھ دیئے اور امور بحث بھی متعین کر دیئے۔اب آپ ان دونوں صاحبوں میں سے کسی صاحب سے منظوری بحث وشرائط تحریر کرا کے براہ راست ارسال کرائیں اور کاروائی شروع کرادیں۔

مگر یہ یاد رہے کہ بجائے ان صاحبوں کے آپ بذات خود جواب خط ومنظوری بحث کی تکلیف نہ اٹھاویں اور اگر اب بھی آپ ہی وکیل بن کر جواب خط منظوری بحث وتقرر شروط کے متصدی ہوئے تو اس طرف سے آپ کی تحریر کا کوئی جواب نہ دیا جائے گا،جس کی وجہ وہی ہے جو شروع خط میں بیان ہوئی ہے۔

آخر خط میں جو آپ نے خطوط چھپوانے کی اجازت چاہی ہے،میری طرف سے آپ کو ان چاروں خطوط کی اشاعت کی اجازت ہے مگر اس شرط سے کہ ان پر اور کچھ نہ بڑھاویں اور نہ ان پر حاشیہ لگاویں۔اور اگر پادری صاحبان موصوف الصدر نے بحث کو منظور کر لیا تو پھر ان خطوں میں خود بخود مباحثہ کا رنگ آجاوے گا اور ضرور ان کو شائع کرنا پڑے گا۔

اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان چار خطوں کے ساتھ پانچواں اپنا جواب الجواب لکھ کر ان کو چھپوادیں اور اپنے آپ کو میرا مقابل مباحث بناویں اور خاص اپنی ذات سے مباحثہ کی بنا قائم کریں تو میں اس اشاعت کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ میں آپ کو مقابل مباحث بنانا نہیں چاہتا جس کی وجہ شروع خط میں بیان ہو چکی ہے،اور اس وجہ سے آپ ناراض نہ ہوں کیونکہ وہ کمال نیک نیتی سے لکھی گئی تھی۔ ابوسعید محمد حسین

مشفقی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء جو آپ نے بنام پادری فتح مسیح صاحب بھیجا ہے مجھے ملا اور اس کے مطالعہ سے طبیعت شاد ہوئی۔خصوصاً اس بات سے کہ آپ جیسے بزرگ نامور عالم صرف تحقیق حق کے لئے انجیل اور قرآن مقابل رکھ کر تصفیہ چاہتے ہیں۔میں نہایت خوشی سے آپ کے اس مبارک پیام مناظرہ کو قبول کرتا ہوں۔لیکن میرے خیال میں بحث کو اتنا طول دینا کہ ہفتوں اور مہینوں تک ہوتی رہے فضول ہے،اس

لئے کہ اول تو کوئی معزز شخص ایسا عدم الفرصت نہ ہوگا جو اتنی لمبی بحث میں ہمیشہ شامل ہو سکے۔ اور دوسرے یہ کہ ...کیا ضرورت ہے کہ فریقین کبھی ادھر، کبھی ادھر آویں جاویں۔ بہتر ہو کہ مختصر سوال دو چار مقرر کئے جاویں اور ان کے جواب بھی عام فہم قطعی فیصلہ کرنے والے تحریر ہوں، جن کو دیکھ کر علاوہ حاضرین اور لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

مقام مباحثہ کے لئے آپ خود دانا ہیں۔ بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام آپ مفید عام جانیں اور پسند کریں اس سے اطلاع دیں۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے۔ آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آئے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں۔ اور نیز یہ کہ شرائط کی تکمیل ہو جاوے۔ فقط والسلام۔

۷۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ دستخط بحروف انگریزی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

بٹالہ اشاعۃ السنہ آفس۔ ۸۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۵۵۵)۔ ڈیئر ڈاکٹر صاحب۔

آپ کا خط مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۴ء میں نے مسرت سے پڑھا اگر آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ مباحثہ ایک دو روز میں طے ہو سکے گا تو بسم اللہ کیجئے بندہ حاضر ہے۔

۲۔ مقام کی بابت آپ مجھے اختیار دے چکے ہیں، بٹالہ کو منتخب کروں خواہ امرتسر کو، لہذا میں بٹالہ کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ جب چاہیں غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مباحثہ شروع کر دیں اور اگر زیادہ دن لگ گئے تو پھر میں حسب وعدہ خط سابق جہاں آپ جائیں گے آپ کے مکان پر حاضر ہونگا۔ انشاء اللہ

آپ جب قصد بٹالہ کریں اس سے تین چار روز پیشتر اطلاع دیں تا کہ میرے احباب اہل لاہور و امرتسر بھی اس مجلس میں شریک ہو سکیں۔ اور اگر میرے امرتسری دوستوں نے مجھے امرتسر آنے پر مجبور کیا تو میں آپ کو اس تبدیلی سے اطلاع دونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔

۳۔ شرائط کی تو میں خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ اس میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں۔

۴۔ آپ کے خط سے یہ معلوم نہ ہوا کہ مباحثہ کے لئے آپ منتخب ہونگے یا پادری وائٹ بریخٹ

صاحب؟ جو صاحب ہوں ان کا ساختہ و پرداختہ دوسرے صاحب کو منظور کرنا ہوگا۔

۵۔ چونکہ پادری فتح مسیح صاحب نے آپ دونوں صاحبوں کی طرف سے شوق مباحثہ ظاہر کیا تھا، اور میں نے بھی آپ ہی دونوں صاحبوں سے مباحثہ منظور کیا ہے لہذا امید ہے کہ اب اس کا خلاف نہ ہوگا، اور کوئی اور صاحب اس مباحثہ کے لئے منتخب نہ ہوں گے۔ ہاں جن کو آپ دونوں صاحب اپنے سے بڑھ کر اہل علم و تجربہ کار اور قوم میں ذی اعتبار سمجھ کر اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرلیں وہ صاحب بھی آپ کی جگہ منتخب ہو سکتے ہیں ۔آپ کا خیر خواہ۔ابوسعید محمد حسین۔اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

مشفقی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلامت۔

بعد سلام کے واضح رائے روشن ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۸۔اگست ملا۔ چونکہ ان دنوں میں بخار کا سخت غلبہ ہے، بباعث کثرت کار کم فرصتی میں خط مذکورہ کے جواب دینے سے قاصر رہا۔امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

کمال خوشی کی بات ہے کہ آپ مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ مکان مناظرہ کی بابت ہم نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر ہر صورت سے بہتر ہے۔آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں سو کریں۔آپ میرے خط کو ملاحظہ فرماویں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ امرتسر بہتر ہے۔ یہاں زیادہ مفید عام ہوگا۔

مناظرہ کی بابت واضح ہو کہ آپ کو محمدیت کی صداقت ظاہر کرنی منظور ہے اور برعکس اس کے ہمیں مسیحیت کی صداقت۔لہذا کوئی ہمارا ذاتی جھگڑا یا کام نہیں۔ اظہار حق سے تعلق ہے نہ کسی خاص شخص سے۔ چونکہ اہل اسلام کی طرف سے آپ موجود ہیں یا جس کو آپ چاہیں آپ پیش کر سکتے ہیں۔ نیز از جانب مسیحیان میں جس کو مناسب سمجھوں پیش کرونگا، یا خود پیش ہو جاوٴں گا۔اور اگر کسی کو پیش کروں خاطر جمع رکھئے کوئی لائق ہی ہوگا۔امید ہے کہ اس بات کو آپ قبول فرماویں گے کہ ایسے مبارک موقع پر اپنی شان کے خواہاں نہیں، مگر راستی اور صدق دل سے اللہ تعالی کی صداقتوں کا اظہار چاہتے ہیں۔

دیگر عرض یہ ہے کہ اب خط وکتابت کو طول دینے سے چنداں فائدہ نہیں ہے۔ میں اپنی طرف سے ڈاکٹر فخر الدین صاحب میڈیکل مشن امرتسر اور نیز پادری فتح محمد صاحب فتح گڈھ کو ایلچی مقرر کرتا ہوں اور اسی طرح آپ بھی جس کسی کو چاہتے ہیں مقرر کیجیئے تاکہ باہمہ اتفاق سے شرائط مباحثہ قرار پائیں۔ اور جو شرائط تجویز کی جاتی ہیں وہ آپ کی اور میری منظوری کے لئے پیش ہوں تاکہ اگر ہم کسی قسم کی ترمیم کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ اور بعد از نظر ثانی اور ہمارے دستخط منظوری کے شرائط مذکورہ پختہ جانی جائیں گی اور ان کے بموجب مناظرہ ہوگا۔ اور جب شرائط تجویز کئے جاتے ہیں تو جس کسی نے ہماری طرف سے پیش ہونا ہے خواہ میں خواہ کوئی دیگر ان کا نام لکھا دیا جائے گا۔ اب شرائطوں کی آپ جلد تدارک فرمائیں۔ فقط زیادہ سلام۔

دستخط انگریزی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔

اشاعۃ السنہ آفس۔ بٹالہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (نمبر ۶۰۶)

عنایت فرمائے من ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب!

آپ کا خط مورخہ ۲۸۔ اگست ۱۸۹۴ء میں نے تعجب اور مایوسی کے ساتھ پڑھا۔

۲۔ تعجب کی ایک وجہ یہ کہ آپ اپنے خط مورخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۴ء میں صاف تحریر کر چکے ہیں: مقام مباحثہ کیلئے آپ خود دانا ہیں بٹالہ اور امرتسر میں سے جو مقام مفید عام جانیں اور پسند کریں اس سے مطلع فرماویں۔ میرے خیال میں تو امرتسر مناسب ہے کیونکہ بڑی جگہ ہے آئندہ جو آپ کی رائے مبارک میں آوے اس سے بندہ کو مطلع فرماویں۔

اب آپ خط ۲۸۔ اگست میں لکھتے ہیں: مکان کی بابت میں نے شریفانہ طور پر آپ کو تحریر کیا تھا کہ امرتسر بہرصورت بہتر ہے آپ کو اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ آپ قطعی جو چاہتے ہیں، سو کریں۔

میرے نزدیک آپ کی یہ تحریر، تحریر سابق کے برخلاف ہے۔ سابق تحریر میں آپ نے تعین مکان کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے آئندہ شریفانہ طور پر اختیار انتخاب دے دیا تھا۔ جب کسی کو اپنی رائے کے برخلاف کسی کی بات مان لینی منظور ہوتی ہے تو اس وقت شریفانہ محاورہ سے وہ یوں کہتا ہے کہ فلاں امر میں میری

رائے تو ایسی ہے مگر آئندہ جو رائے آپ کی ہو اس سے اطلاع دیں، جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس رائے کو تسلیم کرنے کو میں حاضر ہوں، صرف آپ کی اطلاع دہی کا منتظر ہوں۔ اب آپ اس اختیار دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اس محاورہ کے معنی تسلیم کرنے میں تامل ہو تو آپ اصل مباحثہ سے پہلے اسی امر کو طے کرلیں، اور اہل لسان سے اس کا تصفیہ کرائیں۔ خاص کسی شخص یا اشخاص کو منصف بنائیں، یا اس سوال کو اخبار میں چھپوا کر اس پر پبلک کی رائے حاصل کریں۔

ہر چند یہ امر اصل مبحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا مگر جب ہمارے فہم ایسے موٹے الفاظ کے معانی سمجھنے میں اس قدر اختلاف کریں اور ایک فریق دھوکا کھا جاوے تو ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنے فہموں کا ایگزامینیشن کرائیں تاکہ ہم آئندہ مباحث مقصودہ میں غلطی نہ کھاویں۔

۳۔ دوسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں اپنے خط نمبری ۵۳۲ میں اپنی شرائط کی تفصیل کر کے خط نمبری ۵۵۵ کے فقرہ نمبر ۳ میں صاف لکھ چکا ہوں کہ شرائط کی میں تو خط سابق میں تکمیل کر چکا ہوں آپ ان میں کچھ بڑھانا چاہتے ہیں تو اس سے اطلاع دیں۔

اس کے جواب میں آپ نے نہ تو ہماری شرائط پر کوئی نکتہ چینی کی نہ اپنی شرائط کی اطلاع دی، اور تصفیہ شرائط کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرنی چاہی۔

اے صاحب! اگر آپ کو ہماری شرائط کے قبول کرنے میں کوئی عذر تھا تو پہلے اس کو پیش کرتے اور اگر اپنی طرف سے شرائط بڑھانا منظور تھا تو پہلے ان شرائط سے اطلاع دیتے۔ پھر جب میں اس عذر کو نہ مانتا، یا ان شرائط کے تسلیم سے انکار کرتا، تو آپ تصفیہ کے لئے کمیٹی مقرر کرتے۔ بلا بیان عذر و شرائط آپ نے یہ سوال پیش کیا ہے تو میری طرف سے اس کا یہی جواب ہے کہ یہ سوال قبل از وقت ہے

۴۔ تیسری وجہ تعجب یہ ہے کہ میں نے اپنے خط نمبر ۵۵۵ کے فقرہ نمبر ۵ میں حسب منشاء خط پادری فتح مسیح مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء صاف لکھ دیا تھا کہ: مباحثہ میں آپ خود پیش ہو سکتے ہیں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب اور اگر تیسرے صاحب پیش ہونگے تو وہ اس شرط سے پیش ہوسکیں گے کہ آپ دونوں صاحب ان کو علم و تجربہ و اعتبار میں اپنے سے بڑھ کر سمجھیں اور ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرلیں۔

آپ نے میری اس شرط کو نام آوری اور شان خواہی وعزت طلبی پر مبنی سمجھا۔اور اسکے جواب میں یہ لکھ دیا کہ جس کو ہم مناسب سمجھیں گے ہم پیش کرینگے،جسکو آپ چاہیں آپ پیش کریں

اے صاحب! نام آوری وجاہ طلبی کے خیال کو اسلام نے ریا قرار دے کر شرک ٹھہرایا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا قول ہے ان یسیر الریا شرک (ترجمہ:تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے) ہمارا مقصود اس شرط سے صرف یہ ہے (چنانچہ خط نمبری ۵۳۲ میں ہم ظاہر کر چکے ہیں) کہ لائق شخص کا قوم پر اثر پڑتا ہے،اور ان کا ساختہ پرداختہ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ کام ہر ایک کا نہیں ہے۔لہذا اب بھی میں وہی شرط پیش کرتا ہوں اور آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر آپ خاص مجھ سے مباحثہ چاہیں تو آپ اس شرط کو مان لیں۔اور اگر آپ بلا پابندی شرط مذکور کسی کو پیش کریں گے تو ادھر سے بھی کوئی ایسا ہی پیش کیا جائے گا۔آپ قبل از مباحثہ،مباحثہ کرنے والے کا نام لیں تاکہ اس طرف سے بھی ویسا ہی مباحث مقرر کیا جاوے۔

۵۔چوتھی وجہ تعجب یہ ہے۔میں نے اپنے خط نمبری ۵۳۲ میں مبحث کی تعیین کر دی ہے کہ بحث توحید تثلیث یا الوہیت مسیح وکفارہ میں ہوگی اور اسی سے یہ بات ثابت ہو جاوے گی کہ اس وقت خالص کتاب آسمانی اور حقانی قرآن مجید ہے جو توحید سکھاتا ہے یا توریت وانجیل جن سے عیسائی تثلیث والوہیت مسیح وکفارہ نکالتے ہیں۔اس کے مقابلہ آپ مجمل صداقت محمدیت وعیسائیت کو محل بحث ٹھہراتے ہیں اور بحث کو عام کرنا چاہتے ہیں۔

اے صاحب! بحث خاص ان ہی مسائل میں ہوگی۔ جب تک ان کا تصفیہ نہ ہوگا کوئی اور بحث شروع نہ ہوگی۔

۶۔ مایوسی کی وجوہات بھی یہ ہی وجوہات ہیں۔ جب ان مبادی میں آپ کی طرف سے ایسے عذرات پیش ہو رہے ہیں جو اصل مبحث مقصود کے مانع ومزاحم ہیں اور وہ ہماری جائز شروط کو پورا نہیں ہونے دیتے،تو پھر آپ کی طرف سے اصل بحث کے وقوع کی کب امید ہو سکتی ہے۔ ہماری طرف سے مستعدی اور تیاری کو تو آپ اپنے خطوں میں مان چکے ہیں اور اس پر خوشی ظاہر کر چکے ہیں لہذا اب آپ نہیں کہہ سکتے کہ التوائے بحث آپ (یعنی محمد حسین) کی طرف سے ہے۔ آپ کا خیر خواہ۔ابوسعید محمد حسین۔

کرم فرمائے بندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب۔ بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ آپ کا خط مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۸۹۴ء تعجب اور مایوسی سے بھرا ہوا مجھے ملا۔ آپ کا تعجب اور مایوسی دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے کہ قبل از مباحثہ اس کا تصفیہ ہونا ضروری سمجھا اور وہ بھی بذریعہ اخبارات، تو پھر مجھے حیرت ہے کہ شہرت و نام آوری (جس کا آپ نے اپنے خط میں انکار کیا ہے) کس کو کہتے ہیں۔

خیر جب آپ خود مقر ہیں کہ یہ امر بحث سے چنداں تعلق نہیں رکھتا تو میرے خیال میں بہتر ہے کہ اس لفظی نزاع کی طرف آئندہ توجہ نہ کی جائے جو میری نیت و مراد ان لفظوں سے تھی میں نے صاف باطنی سے آپ پر ظاہر کر دی۔ خیال رکھئے کہ یہ مباحثہ ہے، نہ آپ نے میرا کوئی احسان ماننا ہے اور نہ میں نے آپ کا ـ ممکن نہیں کہ میں آپ کو یک طرف اختیار دیتا کہ آپ جو چاہیں سو کریں۔ سب سے پہلے مرضی آپ کی یہ ہے کہ مناظرہ میں آپ کے بالمقابل میں پیش ہوں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب۔ سو جناب من میں خود حاضر ہوں، آپ مطلع رہیں۔ آپ کی جانب سے سوال توحید و تثلیث والوہیت مسیح و کفارہ میں ہونگے لیکن یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اور کسی بارہ میں بحث نہ ہوگی۔ کیا میں قرآن و محمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا؟ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ مباحثہ میں فریقین کو اختیار سوال و جواب ہوتا ہے۔ آپ قصداً یا سہواً اس کو فراموش نہ فرمائیں

پادری فتح محمد صاحب سے جو آپ کی خط و کتابت ہوئی ہے اس سے اب کچھ واسطہ نہیں اب آپ مجھ سے غرض و واسطہ رکھیں۔ کمیٹی تصفیہ شرائط کیلئے اس واسطے مناسب سمجھی گئی ہے کہ ان کاغذی گھوڑوں سے فیصلہ ہونا دشوار ہے۔ کمیٹی سے سہولت و آسانی ہے۔ اپنے سفیروں کی معرفت جس قسم کا آپ انتظام چاہیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ نیز ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ جو قواعد وہ ٹھہرالیں، بعد نظر ثانی اور آپ کے اور میرے دستخط ہونے پر وہ پختہ سمجھے جائیں گے اور انہیں قواعد کے بموجب مناظرہ ہوگا۔ اب انہیں کی دیری ہے کیونکہ جب تک شرائط مقرر نہ ہوں مباحثہ بھی بے فائدہ ہے۔ ہر امر کے لئے پابندی قواعد ضروری ہے۔

مقام مباحثہ اگر آپ امرتسر پسند نہیں کرتے تو اتنا تو ضرور کرنا ہوگا کہ جو دن میرے سوال کرنے کے ہیں وہ آپ امرتسر میں تشریف لا کر گذاریں اور جو دن میرے جواب دینے کے مقرر ہوں وہ میں آپ کے شہر

بٹالہ میں بسر کروں۔لیکن اس میں خلق اللہ کو ناحق تکلیف ہوگی۔بہتر تو یہ ہے بالکل مناظرہ امرتسر ہی میں ہو۔نہ معلوم کہ ایک صدر اور عالی شان مقام کو چھوڑ کر ایک گوشہ اختیار کرنے سے آپ کی کیا غرض ہے۔غالباً مناظرہ کے شائق محمدی وعیسائی جماعت امرتسر ہی کو ترجیح دے۔۳۱۔اگست ۱۸۹۴ء۔

دستخط انگریزی ہنری مارٹن کلارک۔

اشاعۃ السنہ آفس بٹالہ ضلع گورداسپور۔۴ستمبر۱۸۹۴ء(نمبر۶۱۲)۔

آپ کا خط مورخہ ۳۱۔اگست ۱۸۹۴ء میں نے دوسری ستمبر کو ۴ بجے کے قریب ایسے وقت میں پایا جو میرا ہوا خوری کا وقت تھا۔تیسری ستمبر کو میں بیمار رہا اسلئے جواب میں ایک روز کا توقف ہوا۔

۲۔آپ کے اس خط نے میرے تعجب کو بڑھایا اور مایوسی کو زیادہ کیا۔

۳۔میں اس خط کے ایسے فقرات کہ: آپ لفظ شریفانہ سے ایسے پریشان ہوئے،شہرت ونام آوری کس کو کہتے ہیں،وغیرہ سے چشم پوشی کرتا ہوں تاکہ اصل مطلب سے دور نہ پڑ جاؤں۔مگر اس قدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ آپ ایسی باتوں سے قلم کو روکیں۔آپ یورپئین ہیں،ایشیائی محاورے میں یہ الفاظ موہم رنج ہیں۔ایشیائی مخاطبوں سے ان کے محاورہ کے موافق خطاب مناسب ہے۔

۴۔آپ کہتے ہیں کہ کیا میں قرآن ومحمدیت پر سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اے صاحب!کون کہتا ہے کہ آپ سوال کا حق نہیں رکھتے۔بے شک رکھتے ہیں مگر انہیں تین مسائل مندرجہ خطوط سابق میں،بلکہ ازانجملہ صرف اس ایک مسئلہ کے دائرہ کے اندر کہ مسیح خدا یا ثالث ثلاثہ (One in equal three Gods ون ان تھری ایکوئل گاڈز) ہے یا نہیں۔اسی ایک مسئلہ میں محمدی عیسائی پر یہ سوال کر سکتا ہے کہ تمہاری انجیل میں مسیح کو خدا،یا ثالث ثلاثہ کہا گیا ہے اس لئے وہ انجیل بتمامہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتی۔اور عیسائی مسلمان پر یہ سوال کرسکتا ہے کہ تمہارے قرآن میں اس مسئلہ کی نفی کی گئی ہے اس لئے عیسائیوں کو اس کے کلام خدا ہونے میں تامل ہے۔اب آپ کو اختیار ہے کہ خود سائل بنیں اور مجھ سے اس جواب لیں،اور اس امر کا ثبوت طلب کریں کہ قرآن اس مسئلہ کی نفی کرتا ہے،پھر وہ کلام خدا کیونکر ہوسکتا ہے۔یا مجھے سائل بننے کی

اجازت دیں اور خود مجیب بنیں اور یہ ثابت کریں کہ جو انجیل یہ مسئلہ سکھا تی ہے وہ کلام الٰہی کیونکر ہو سکتی ہے۔

وازآنجا کہ یہ مسئلہ اپنی ایک ایک شق نفی یا اثبات کے ساتھ دونوں مذہب محمدیت وعیسائیت میں اصل اصول مانا جاتا ہے، محمدیت نفی کو اصل اصول تسلیم کرتی ہے عیسائیت اثبات کو۔ لہذا اسی ایک مسئلہ تحقیق سے کس وناکس کو جو فہم وانصاف رکھتا ہوگا، واضح ہو جائے گا کہ مذہب حق کون سا ہے، محمدیت یا عیسائیت؟ اور خالص کتاب آسمانی کون سی ہے، قرآن یا انجیل؟ پھر معلوم نہیں کہ آپ قصداً یا خطاء اس امر پر کیوں اصرار فرماتے ہیں کہ فریقین کو سوال وجواب کا عام اختیار رہوگا۔ اے صاحب! آپ اس اصرار کو واپس لیں۔ یہ اختیار کسی کو نہ ہوگا اور ہرگز نہ ہوگا صرف ایک ہی مسئلہ میں مباحثہ ہوگا۔ ہاں یہ مسئلہ طے ہو جائے گا، تو اس کی تکمیل و توضیح کے لئے اس کی فروعات میں بھی مباحثہ ہو سکے گا۔

۵۔ آپ فرماتے ہیں پادری فتح محمد (فتح مسیح مراد ہے) سے جو آپ کی خط وکتابت ہوئی ہے اس سے اب کچھ واسطہ نہیں، اب آپ مجھ سے غرض وواسطہ رکھیں۔ اس سے آپ کی شاید مراد یہ ہے کہ خاکسار کے خط نمبری ۵۳۲ میں جو تعیین بحث ہو چکی ہے وہ منسوخ ہو جائے۔

اے صاحب! اس خط کو آپ نے ریسیو (receive) کیا اور اسکے مندرجہ مضمون و پیغام کو قبول کر کے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ تعیین مبحث آپ کو منظور نہ ہوتے تو اس خط کے جواب میں آپ صاف فرماتے ہم کو یہ تعیین منظور نہیں۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور اس کو بلا تفصیل منظور کیا تو اب اس خط سے آپ واسطہ قطع نہیں کر سکتے اور اسکے مضمون تعیین مبحث کو منسوخ نہیں فرما سکتے۔

قطع نظر ان وجوہات سے بحکم عقل بھی مباحثہ میں متنازع فیہ ومبحوث عنہ ایک ہی کوئسچن (question سوال) ہونا چاہیے۔ اس کی ایک شخص نفی کرے، دوسرا اثبات۔ نہ یہ کہ ایک تو کسی چیز مثلاً کونین کی خوبی پر بحث کرے، دوسرا دوسری چیز مثلاً کسٹر آئل کی خوبی پر۔

یہ قاعدہ مباحثہ کہ پہلے چند روز عیسائی، مذہب محمدی پر سوالات کریں۔ پھر محمدی، عیسائی مذہب پر چند اور قسم کے سوالات کریں (جیسا کہ امرتسر کی جنگ مقدس میں ہوا ہے) صرف جاہل دجال قادیانی کا ایجاد واحداث ہے۔ میرے علم وخیال میں یہ طریق مباحثہ کسی کتاب فن مناظرہ میں پایا نہیں جاتا۔ لہذا ہمارے لئے لازم

بلکہ جائز بھی نہیں کہ ہم اس جاہل دجال کی تقلید کریں اور جہان کے عقلاء کا خلاف۔

٦۔تقرری کمیٹی تصفیہ کیلئے آپ نے پھر اصرار فرمایا ہے۔اے صاحب میرے خط نمبری ٦٠٦ پر نظر ثانی کریں اور اس کو توجہ سے پڑھیں۔میں اپنی شرائط اپنے خط نمبر ٥٣٢ میں بیان کر چکا ہوں جس پر آپ نے اپنے خط مورخہ ٧۔اگست میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔گویا ان کو تسلیم کرلیا۔

اور آپ نے اپنے شروط کو ہنوز پیش نہیں کیا تا کہ دوسری جانب سے ان کے تسلیم میں عذر واقع ہوتا، اور تصفیہ کے لئے کمیٹی کی ضرورت پیش آتی۔پھر آپ کمیٹی تصفیہ کس ضرورت کے لئے مقرر کرنا چاہتے ہیں۔اور ایسی باتوں کے بیان ورد وقبول کیلئے کیوں کاغذی (گھوڑے) دوڑاتے ہیں۔آپ پہلے اپنی شرائط کو تو بیان کریں۔ممکن ہے میں ان کو مناسب سمجھوں اور قبول کرلوں اور کسی کمیٹی کی ضرورت نہ ہو۔اور اگر مجھے ان کے قبول کرنے سے عذر ہوتب آپ کو تقرر کمیٹی کا اختیار ہے۔اس وقت بھی میں کسی کو اپنا وکیل نہ بناؤنگا، بلکہ بذات خود کمیٹی میں شامل ہونگا میں یہ نہیں چاہتا اور نہ اس امر کو جائز سمجھتا ہوں کہ اپنی رائے کا مالک دوسرے کو بنا دوں۔اور اس کا مملوک ہوکر خود بے اختیار ہو جاؤں۔آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا وکیل مقرر کریں۔آپ کے وکیلوں کی رائے اور میری رائے کا اختلاف ہوا،تو اس کا تصفیہ کسی ثالث سے کرایا جاوے گا۔بالجملہ آپ پہلے شرطیں تحریر کریں پھر تقرر کمیٹی کا نام لیں۔

میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بٹالہ میں تشریف لانا منظور کیا ہے جس کے عوض میں بحسب نوبت میں بھی اتنے دن، جتنے دن آپ بٹالہ میں بسر کریں گے،امرتسر میں بسر کرونگا۔میں نے اسی نظر سے آپ کے فقرات مذکورہ شروع خط سے اغماض کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ میرا مدعا حاصل ہوگیا ہے۔اب ان فقرات کے متعلق ایسی بحث کرنا جو اصل مقصود سے اجنبی ہے فضول ہے۔ابوسعید محمد حسین۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جواب نہیں دیا، یہ مباحثہ سے عجز وگریز نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم الہامی نہیں اور قادیانی کی سی الہام بازی اپنا شعار نہیں۔صرف عقل سے کہتے ہیں کہ کوئی تثلیثی عیسائی ہم سے کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔کرے گا،تو الزام کھائے گا اور زک اٹھائے گا۔ انشاءاللہ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ١٦۔ص ٣٤٩ تا ٣٦٠)

امرتسر اور لدھیانہ میں آتھم کے جلوس

مرزا قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ ڈپٹی آتھم عیسائی ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مرجائے گا۔ گذشتہ صفحات میں پیش گوئی کے مالہ وماعلیہ پر بحث ہو چکی ہے۔ جب مذکورہ مدت میں آتھم نہ مرا تو عیسائیوں نے خوب خوشیاں منائیں۔ جلوس نکالے اور جلسے منعقد کیے۔ یہ روداد چودھویں صدی کا مسیح نامی کتاب میں بڑے دل چسپ انداز میں بیان ہوئی ہے جسے قارئین کے تفنن طبع کے لئے ہم یہاں ملخصاً نقل کیے دیتے ہیں۔ لکھا ہے: آج صبح سے امرتسر کے ریلوے سٹیشن پر میلہ جم رہا ہے۔ نازنینان پری چہرہ حوروش یورپیئن اور کرسچیئن بناؤ سنگار کیے ہوئے، کوئی تنہا کوئی کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے، ادھر کو رخ کیے چھتری کو پکڑے ایک ہاتھ سے سایہ کو اٹھائے، رف رف کرتی آرہی ہیں۔ سایہ کے ساتھ ہزاروں دل پامال ہو رہے ہیں۔ کوئی کھڑ کھڑ کرتی ٹمٹم پاس سے نکل جاتی ہے، کوئی پیادہ پا خرام ناز سے قدم اٹھائے چلی جاتی ہے۔ اسٹیشن پر کیا پریوں کا اکھاڑہ ہے۔ راجہ اندر کا دربار کہانیوں سنتے تھے آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پلیٹ فارم پر عجب جم گھٹا ہے قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

اوہو یہ تو انگریزی باجا بھی آرہا ہے اور شہر کے بےفکرے تماشائی پرا جمائے اڑے آرہے ہیں۔ نہیں صاحب ان میں تو عمائد شہر اور رئیس وامراء بھی ہیں۔ مسلمانوں سکھوں آریوں سب فرقہ و مذاہب معزز اور واعظ ان میں شامل ہیں۔ آج کوئی تیوہار نہ عیسائیوں کا ہے نہ اور کسی مذہب وملت کا۔ ۶ ستمبر ہے، آج کے دن تو عیسائیوں کا کوئی تیوہار نہیں ہوتا۔

یہ ہاتھی پر کون کون آیا؟ یہ تو پادری صاحب ہیں۔ خوب! ہاتھی پر پھولوں کا ہار پڑا ہے۔ بھائی یہ کیا بات ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتی جو بات ہے، ہے ہی۔

ریل کے آنے میں ابھی تو عرصہ ہے، کوئی نو بجے ہوں گے، چلو تو پلیٹ فارم دیکھیں۔ اللہ اللہ! یہاں تو نظر کو بھی دخل نہیں ملتا۔ لوگ لین کی طرف جھکے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گاڑی کو دیکھ رہے ہیں ابھی گاڑی کہاں۔

ا۔ کیا آج لیٹ ہوگئی جواب تک گاڑی نہیں آئی؟

۲۔ بھائی اپنے ٹائم پر آئے گی۔

۳۔ کیا ابھی وقت نہیں ہوا؟ (گھڑی دیکھ کر) او ہو! ابھی تو ۱۰ منٹ باقی ہیں۔

۴۔ انتظار کیا بری بلا ہے؟ حالانکہ ابھی ٹیم میں دس منٹ باقی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی لیٹ ہوگئی

۵۔ انتظار کیا، شوق کہو۔ بہتر تھا کہ تار دیا جاتا کہ سپیشل ٹرین میں آئیں۔

۶۔ بھائی کہا تو درست۔ لو وہ گاڑی آئی۔

(دیکھا اب تمام خلقت جھک رہی ہے اسٹیشن ماسٹر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے پیچھے ہٹ جاؤ پولیس ہے کہ ہٹا رہی ہے مگر آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے)۔

پولیس مین: اے بھائی کوئی گر کر کٹ جائے گا۔

اسٹیشن ماسٹر: گھبرانے کی کیا بات ہے، اب گاڑی تم لوگوں کے سامنے آئی جاتی ہے۔

(انجن نے سیٹی دی۔ او ہو! انجن کے اوپر بھی پھولوں کے ہار پڑے ہیں۔ گاڑی اسٹیشن کے روبرو کھڑی ہوئی۔ ایک صاحب اترے۔ آہا! یہ پادری ہنری کلارک ہیں، اور ان کے بعد ایک اور صاحب اسی گاڑی سے اترے۔ یہ تو ڈپٹی صاحب مسٹر عبداللہ آتھم ہیں۔

آدمی ہیں کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے وہ اس سے آگے، یہ اس سے آگے دوڑتے ہیں، مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے سر سے ٹوپی اتار کر سلام کیا۔ یکلخت ٹوپی اچھالی گئی اور ہرّے کے شور نے اسٹیشن کو گونجا دیا)۔

مرزائی۔ اس (مسٹر عبداللہ آتھم) کی نسبت تو حضرت اقدس نے پیش گوئی کی تھی۔ وہ تو مر بھی گیا۔

دوسرا مرزائی: ربڑ کا آدمی بالکل عبداللہ آتھم کا ہم شکل بنا کر اس میں کل لگا دی، چلتا پھرتا ہے۔ دیکھو وہ بولا، وہی سفید بھویں، وہی چہرہ، وہی چتون، وہی پیشانی، کمر جھکی ہوئی، منہ پر جھریاں پڑی ہوئیں۔ ہاتھوں کی نسیں کھڑی۔ واللہ کمال ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیسرا مرزائی: انگریزوں نے صنعت میں تو کمال ہی پیدا کیا ہے اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلی انسان نہیں ہے، ربڑ کا بنایا ہوا پتلا ہے۔

چوتھا مرزائی: یہ اگر اصل عبداللہ آتھم ہو تو ہمارے حضرت اقدس کی پیش گوئی غلط ہو جائے۔ زمین ٹل جائے

،آسمان ٹل جائے ،مگر یہ بات کبھی ٹل سکتی ہے۔ ہر گز نہیں۔

اسٹیشن سے باہر جو باجے بجانے والے منتظر کھڑے تھے انہوں نے باجا بجانا شروع کیا مسٹر عبداللہ آتھم کو ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ باجے بجاتے ناچتے گاتے عیسائی مرد اور عورت آگے غزل خوانان ہر کوچہ اور گلی بازاروں میں گشت لگانے لگے

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
ہوگیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی
ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات

اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی
ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی
کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی

داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو ، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو
ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

لودہانہ کے گلی کوچے میں ہر ایک کی زبان پر یہ نظم ہے

ارے او خود غرض خود کام مرزا ارے منحوس نا فرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مرتو بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہو گی کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
تو ہے اک انبیاء بعل میں سے سلف کو دے رہا دشنام مرزا
زمین و آسمان قائم ہیں اب تک ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلمان کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمداللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

قادیانی تاویلات بابت پیش گوئی آتھم

چودھویں صدی کا مسیح نامی کتاب میں عنوان بالا پر بھی دلچسپ انداز میں خامہ فرسائی کی گئی ہے، اسے بھی ہم نذر قارئین کیئے دیتے ہیں۔لکھا ہے

پنجاب کے شہروں میں پادریوں میں عموماً ایک شورش اور آوازہ شادمانی بلند ہے اور مرزائیوں میں خصوصاً ایک سناٹا ہے، اور سکوت کے عالم میں دم بند ہے، چلیں قادیان کا سین بھی دیکھیں وہاں کیا کیفیت ہے ۔مرزا صاحب کے دربار میں حوالی موالی حواریان عقیدت کیش و مشیران خیراندیش چاند کے گرد ہالہ کی طرح گردو پیش بیٹھے ہیں، مگر سب ادب سے سر جھکائے خاموش صم بکم کا عالم ہر ایک: یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زبان منہ میں۔چٹھی رسان نے ایک خط دیا

مرزا صاحب: (خط کا لفافہ پڑھا اور ایک آہ سرد کھینچ کر کہا افسوس ہے)

وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جسکی آخری تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالی کے حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اسکے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جوان واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں جانتا جو پیش گوئی کے بعد فریق مخالف ظہور میں آئی اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لا علاج ہے (مولوی ثناء اللہ کہتے ہیں: اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ بلا مبالغہ انہیں کہتے کہتے یہ خبر بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ آج تک باوجود کامل نو سال گذر جانے کے وہ سخت حیرانی میں ہیں۔ الہامات مرزا کی طبع اول سے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی مزیدار ہیں آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان کیا تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو آتھم مجھ سے پہلے مر گیا۔ کیا ہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا سرمہ ڈالا ہے۔ مرزا جی اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ الووں کی جیب کترنے میں آپ کا کمال ہے۔ الہامات مرزا۔ص ۳۹) اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہوگی، ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی، اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے، کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

اب یاد رہے کہ پیش گوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لئے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ سے مراد ہے۔ جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر ۱۵ دن جھگڑتا رہا مگر در حقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون اور محرر کا وران کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام

گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کا کام معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو اور پیش گوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔،

ہاں میں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کیلئے ہاویہ سے مراد سزائے موت ہے لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ میں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن خدا کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا جس حصہ نے اسکے وعدہ موت اور کامل طور پر ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کیلئے بچ گیا جس کا نام موت ہے۔

(ایک لمبی چوڑی تقریر میں الہام کا ترجمہ اور تفسیر فرما کر مرزا فرماتے ہیں) اس (پیش گوئی) کے الفاظ یہ ہیں کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن عبداللہ آتھم نے مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے پیش گوئی کی تعظیم کی (پھر اس کی خوفناک حالت کی تقریر فرما کر مرزا لکھتے ہیں) توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا ہے، یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود ہی نہیں (پھر کچھ کو طول دے کر مرزا صاحب فرماتے ہیں) پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی (پھر دور چل کر) یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔...

یہ تو عبداللہ آتھم کا حال تھا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا، یا بانی کار ہونے کا، یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا، یا سرگروہ

ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا، اور ان سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ چکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالیٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان فانی سے گذر گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ (صفحہ ۱ تا ۸۔ انوار الاسلام)

مرزا قادیانی: (پھر میاں محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کا خط پڑھ کر سنایا)

محمد علی خان: (کا خط بنام مرزا قادیانی یوں ہے)

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہو۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو

مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی ۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کیئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے ۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی ۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے ۔ اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں ۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی ۔ پس اگر پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی ۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی ۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاؤل کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی ۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی ۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی ۔ اور آخر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی ۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو ۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے ۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا ۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں ۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی ۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں ۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے ۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں ۔ راقم محمد علی خان ۔ (الہامات مرزا)

مرزا قادیانی: یہ جو کہا جائے کہ وہ (آتھم) میعاد کے اندر فوت نہیں ہوئے تو یہ صاف صاف ہے کیونکہ پیش

گوئی نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا کہ ضرور وہ میعاد کے اندر ہی فوت ہوں گے بلکہ پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے، ورنہ ان کی موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ ہاں کسی قدر ہاویہ کا بھی مزہ چکھ لیں گے۔ سو بلا شبہ پیش گوئی نے میعاد کے اندر اس ہاویہ کا مزہ ان کو چکھا دیا، جس ہاویہ کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوگئی۔ اور ضرور تھا کہ وہ پیش گوئی کی میعاد میں ہاویہ کے پورے اثر سے بچے رہتے کیونکہ انہوں نے اسلامی پیش گوئی کا ڈر اپنے اوپر ایسا غالب کر لیا کہ ایک قسم کی موت ان پر آ گئی اور وہ مردوں کی طرح چپ ہو گئے اور عیسائیت کے پلید عقاید کی حمایت میں جو پہلے تالیفات کرتے رہتے تھے دستکش ہو گئے، اور خوف کے صدمات نے ان کو سراسیمہ کر دیا۔ پس کیا ضرور نہ تھا کہ خداوند تعالی اپنے الہام کی شرط کے موافق موت کو دوسرے وقت پر ٹال دیتا۔ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں کہ ہر ایک شریف عیسائی کو اس بات کے سننے سے نہایت رنج ہوگا کہ آتھم باطل اندیش نے پیش گوئی کے چھپانے کے لئے کیا کیا، مکروہ اور نالائق افتراؤں سے کام لیا، اور کس طرح دلیری کے ساتھ بے بنیاد جھوٹ کو پیش کیا۔ نالائق آتھم نے سراسر بے وجہ مجھے زہر خورانی کے اقدام کی تہمت دی، میرے پر افتراء باندھا کہ گویا میں نے اس کے قتل کرنے کیلئے اس کی کوٹھی میں سانپ چھوڑے تھے، اور گویا میں ایسا پرانا خونی تھا کہ تین مرتبہ میں نے مختلف شہروں میں اس کے مارنے کیلئے اپنی جماعت کے جوانوں سے حملہ کرائے (ص ۱۳۔۱۴۔ انجام آتھم)

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی ناسمجھ ہمارا پیرو مرید اس پیش گوئی کی غلط فہمی سے منحرف ہو گیا تو یسوع صاحب پر سب سے پہلے یہ الزام ہے کیونکہ یہودا اسکریوطی یسوع صاحب سے بڑے زور شور کے ساتھ منحرف ہوا تھا۔

☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۲۶۔ جولائی ۔۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوت

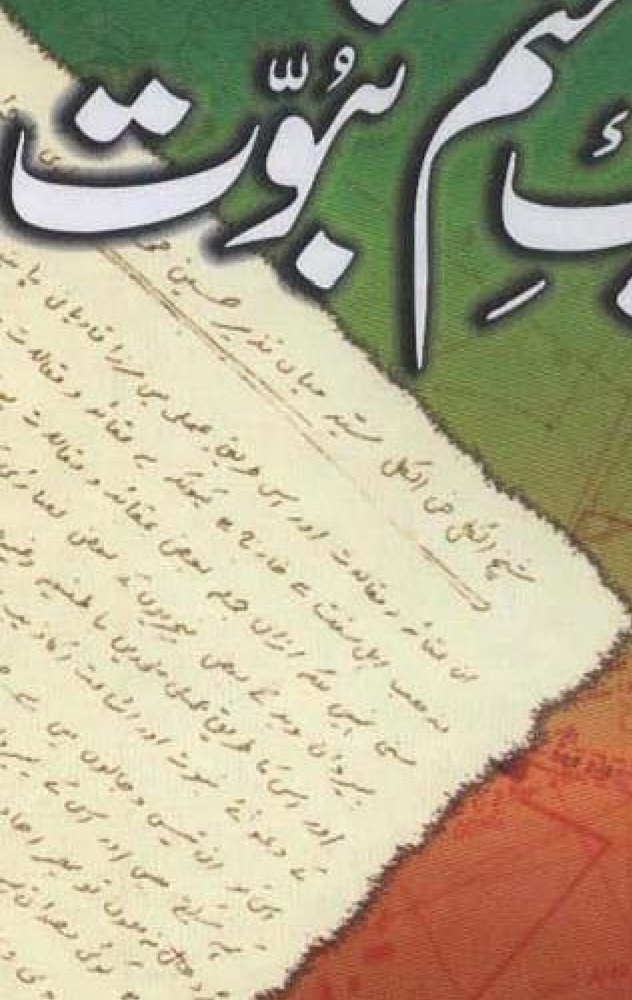

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انہ من سلیما ن و انہ بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ نوز دہم (۱۹)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ نوز دہم (۱۹) تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی ؒ کی خدمات (۴)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۹۹
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قادیانی رسالہ مباہلہ کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب انجام آتھم میں چند رسائل اور ضمیمہ شامل ہیں جن میں سے ایک رسالہ چیلنج مباہلہ پر مشتمل ہے۔اس میں لکھا ہے کہ اس کے مخاطب علماء ومشائخ میں سے دس دس ملکر مجھ سے مباہلہ کریں کہ:

اے خدا یہ شخص (مرزا قادیانی) دعوی الہامات میں کذاب اور کافر ہے۔ہم جھوٹے ہیں تو ایک سال میں ہلاک ہوجائیں۔ یا کسی اور عذاب یا نقصان مال یا آبرو میں مبتلا ہوں۔ یہ ایک سال کی میعاد کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا قول نصاری نجران کے حق میں لما حال الحول ۔ الخ ۔شاہد ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو لکھتے ہیں:

صوفی عبدالحق غزنوی اور مولوی غلام دستگیر قصوری مباہلہ کو تیار ہیں۔آپ ان سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ معقول بیان کریں تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کو حاضر ہوں۔مگر اس شرط وتفصیل سے کہ آپ مدعی ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور ملہم ہوں اور میرا (یعنی محمد حسین کا) یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق اور اعمال والا کوئی شخص ملہم نہیں ہوسکتا اور نہ آپ کے عقائد جدیدہ اسلامی عقائد ہیں۔

آپ ان دونوں خیال ومقال کو ان ہی الفاظ سے بیان کر کے یہ کہہ دیں اللھم العن الکاذب فی ھذا القول۔اے خدا ہم دونوں فریق سے جو شخص اپنے قول واعتقاد میں جھوٹا ہے تو اس پر لعنت کر۔

اور میں اسکے مقابلہ میں آمین کہوں گا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے نصاری نجران کے مباہلہ کے وقت تجویز کیا تھا اور ایسا ہی آپ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۴۰، و۴۴ میں کہا ہے۔

پھر اگر آپ کی اس بددعا کا اثر اسی وقت ظاہر ہو گیا اور جھوٹے پر فوراً عذاب نازل ہو گیا تو آپ سچے ہوں گے، ورنہ کذاب دجال سمجھے جائیں گے اور اسی وقت میرے ہاتھ پر تائب ہو کر از سر نو مسلمان ہوں گے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے اور آپ کی شرط (ایک سال میں اثر مباہلہ ظاہر ہونے کی)، باطل کی گئی ہے کہ مباہلہ میں کوئی شرط سنت آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا آنحضرت ﷺ کے ارشاد واجب الاعتقاد سے ثابت ہے۔ لہذا یہ شرط بدعت ہے اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ابن عباسؓ میں آیا ہے کہ:

اگر وہ لوگ نکلتے تو پھر کر اپنے مال وعیال میں کچھ نہ پاتے۔ رواہ احمد فی مسندہ عن ابن عباسؓ قال لو خرج الذین یبا ھلو نہ لرجعوا لا یجدون اھلاً ولا مالاً۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے وفی روایۃ لو رجعوا لا حترقوا (جلالین مطبوعہ لکھنئو۔ ص ۱۴۵)۔

اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ: خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ نصاری نجران مجھ سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں ہو جاتے، اور اس جنگل میں ان پر آگ بھڑک اٹھتی، اور نجران کے تمام لوگوں کی خدا بیخ کنی کر دیتا۔ یہاں تک کہ درختوں پر جانوروں کی:

فقال علیہ السلام و الذی نفسی بیدہ لو تباھلوا لمسخوا قردۃ و الخنا زیر و لا ضطر م علیھم الوادی ناراً ولا استا صل اللہ نجرا ن و اھلہ حتی الطیر علی الشجر۔ (بیضاوی۔ص ۱۴۰)

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا بخدا ہلاکت نصاری نجران کے قریب آ پہنچی تھی۔ اور اگر وہ جھوٹے پر لعنت کرتے، تو بندر، خنزیر بن جاتے، اور ان پر جنگل میں آگ لگ جاتی اور نجران کے سب لوگوں کی بیخ کنی ہو جاتی حتی کہ درختوں پر جانوروں کی۔ اور سال نہ گذرتا یہاں تک کہ کل نصاری (یعنی نجرا

ن کے علاوہ بھی) ہلاک ہوجاتے۔

و قال والذی نفسی بیدہ ان الھلاکۃ قد تدلی علی نجران ولو لاعنوا مسخوا قردۃ و خنازیر و لا ضطرم علیھم الوادی ناراً و لا ستاصل اللہ نجران و اھلہ حتی الطیر علی رؤس الشجر و لما حال الحول علی النصاری کلھم حتی یھلکوا (کشاف۔ ص ۲۰۸)

ان حوالہ جات میں تصریح ہے کہ نصاری نجران اگر آپ ﷺ کے مقابلے پر نکلتے تو اسی وقت عذاب آجاتا اور باقی دنیا کے نصاری بھی برس کے گذرنے سے پہلے ہلاک ہوجاتے۔

اس آخری جملہ (برس گذرنے سے پہلے کل نصاری پر عذاب آجانے کے مخبر و مشعر) سے جو قادیانی نے برس کی شرط کا مسنون ہونا نکالا ہے، تو یہ ان کی بے علمی اور معنی شرط سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو مشروط سے پہلے کی جاتی ہے۔ اور یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے پہلے سے بطور شرط نہ فرمایا تھا اور نہ دعوت مباہلہ کے وقت اس کا ذکر آپ کی زبان مبارک پر آیا۔ یہ جملہ تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب کہ انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور مباہلہ وقوع میں نہ آیا۔ پھر اس سے میعاد سال کی شرط کا مسنون ہونا بجز قادیانی صاحب کس کے خیال سے آسکتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مزید لکھتے ہیں کہ دس آدمی کا مقابلے میں نکلنے کی شرط کرنا ایک بدعت اور بے دلیل بات ہے۔ اور اثر مباہلہ کو ایسا وسیع کرنا، کہ ادنی نقصان مال کو بھی شامل ہو، ایک نئی اور نرالی شرط ہے۔ اور اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ نہ دس آدمی متفق ہو کر نکلیں گے اور نہ مباہلہ کی نوبت آئے گی کیونکہ میرے دعاوی کو دنیا بھر کے مسلمان اور غیر اقوام لغو جانتے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

مرزا قادیانی سمجھتا ہے کہ اس کی خوش قسمتی سے صرف دو چار اشخاص اسکے مقابلے کیلئے کھڑے ہیں، جن کی تعداد دس تک نہ پہنچے گی۔ اور اگر بالفرض دس پورے ہو کر نکل کھڑے ہوئے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہوگا کہ جس کا سال بھر میں کچھ مالی نقصان ہو جائے، یا اس کی عزت کو کوئی صدمہ پہنچے، کوئی ان کو گالی دیدے یا تھپڑ مار دے۔ اور یہ دونوں نقصان تو ہر کسی کی نسبت آسانی سے تجویز کئے جاسکتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں جیسا کہ آپ (قادیانی) نے خاکسار کی نسبت ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ کو اپنا یہ الہام بطور پیش گوئی میعادی چالیس روز کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں درج کر کے شائع کیا انی مھین من اراد اھا نتك (یعنی میں اس شخص کی اہانت کرنے والا ہوں جو تیری اہانت کا ارادہ کرتا ہے) اور اس کے عدم وقوع کی صورت میں اپنا کذاب و دجال اور ہر ایک سزا کے لائق ہونا قبول کر لیا تھا (چنانچہ اصل عبارت اس کی پہلے گذر چکی ہے) اور جب اس کا ظہور اس میعاد مقررہ تک کچھ نہ ہوا تو آپ نے اس کی تاویل میں یہ مشتہر کر دیا کہ: یہ شخص (محمد حسین) امرتسر میں ہمارے مباہلہ سے انکاری ہوا (جو محض خلاف واقعہ امر تھا۔ اور میں مباہلہ کے لئے مستعد رہا اور آپ نے گریز کیا تھا چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ ص ۳۱۴ میں بیان ہوا ہے) یہی اس کی اہانت ہے جس کا خدا کی طرف سے اس پیش گوئی میں وعدہ تھا۔

اور اب ۱۸۹۷ء میں اس مجموعہ رسائل اربعہ کے صفحہ ۹۴۔۹۵ وغیرہ میں اس الہام اور پیش گوئی کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ شخص پہلے مالدار تھا، اب غریب ہو گیا ہے اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ اور کابل میں بامید انعام واکرام گیا تو وہاں سے اس کو کچھ نہ ملا۔ تہی دست واپس آیا وغیرہ (جن کو آپ نے چھ صفحہ میں ۹۷ سے ۱۰۲ تک بیان کیا ہے) اور ہم ان کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے، بجز اس کے کہ آپ ہمارے ساتھ کابل چل کر وہاں سے اپنے بیانات کی تصدیق کرا دیں۔ ان حالات کے بیان میں جو جھوٹا ہوگا، وہاں سے انشاء اللہ زندہ نہ آئے گا اور خس کم جہاں پاك کا مقولہ صادق آئے گا۔ وہاں جانے سے آپ کو مباہلہ کی حاجت بھی نہ رہے گی، جو اثر مباہلہ ہونا چاہیے وہاں خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ آپ کے الہامات وکرامات واعتقادات کا بھی وہاں بخوبی امتحان ہو جائے گا۔ وہاں کے فرمانروا، امیر عبدالرحمٰن آپ جیسے ولیوں کے بڑے قدردان ہیں۔ اور وہاں علماء کا بھی مجمع ہے۔ سارے قصے یک بارگی طے ہو جائیں گے۔ آپ جانا منظور کریں، وہاں لے جانا میرے ذمہ رہا۔

پس جیسے آپ نے اس پیش گوئی انی مھین من اراد اھا نتك کی تفسیر کی ہے، ویسے ہی (مجوزہ مباہلے میں) آپ نقصان مال وعزت کی تفسیر کریں گے۔

ان وجوہات سے آپ کی یہ شرط ناممکن الوقوع کہ دس دس آدمی مل کر مباہلہ کریں، نامنظور ہے۔ ایک

ایک شخص پیش ہوگا۔ اولاً صوفی عبدالحق غزنوی مباہلہ کریں گے۔ ثانیاً مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ان دونوں کے مباہلہ سے آپ گریز کریں اور اس کی وجہ معقول بیاں کریں، تو پھر یہ خاکسار محمد حسین۔

اور مباہلے کیلئے اگر آپ اکیلے نکلیں تو آپ کا مقابل بھی اکیلا نکلے گا۔ اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لاویں گے تو وہ بھی معہ عیال آئیں گے۔

اور آپ (قادیانی) کی تعمیم عذاب (کہ وہ ایک دو روپیہ کے نقصان اور چوری، اور ایک دو گالیوں کو شامل ہے) نامنظور ہے۔ آپ الہام کا ٹیلی فون لگا کر اپنے ملہم سے پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہوگا تا کہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معنی بتانے کی حاجت نہ رہے۔ اور اگر آپ تعیین عذاب سے عاجز ہیں تو پھر کسی قسم کے عذاب کی پیشگوئی نہ کریں۔ اور نہ بعد الوقوع اس کے معنی کی تشریح کریں۔ عذاب جو آسمانی اور غیر معمولی ہوگا، اس کو ایک عالم خود دیکھ لے گا اور اس سے آپ کا تقدس دنیا میں تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر ایسا کوئی عذاب کسی پر نہ آیا تو کس و ناکس پر آپ کا کذاب اور دجال اور مفتری علی اللہ ہونا ثابت ہوجائے گا۔ پھر آپ کا حق نہ ہوگا کہ آپ تاویل کر کے خود کو کذاب ہونے سے بچاویں اور اگر مگر لیکن و ممکن کہہ کر عذاب کو ثابت کرنے کے درپئے ہوجاویں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ۔ جلد ۱۸۔ ص ۸۵ تا ۹۰)

قادیانی عربی مکتوب کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم میں شامل ایک عربی مکتوب دوسودس صفحہ کا رسالہ ہے جس کا اکثر حصہ تو گالیاں ہیں جن میں منجملہ علماء نو اشخاص کو خاص کر مخاطب کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک حضرت شیخنا و مولانا شیخ العرب والعجم مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور ایک جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں۔ اور ان سب میں زیادہ اس خاکسار کو ہی گالیوں سے مشرف فرمایا ہے۔

(اس مکتوب میں ایک جگہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے: وکان فی هذه الدیار تسعة رهط من الاشرار وکانوا مفسدین فی الارض ولا ینتهجون مهجة الخیار وما کانوا صالحین و وجدتهم فی الکبر والاباء کالجملة المتناسبه الاجزا او کامراض متشابهة فی الخبث والایذاء ورئیت کانهم من المعادین المعتدین فمنهم رجل امر تسری یقال له رسل بابا انه امرء لا یعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة الذین اشرت الیهم رجیل یقال له اصغر۔ وانه یزعم فی محافل واملاء فسیعلم کیف یجعل من الاصغرین ....ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جارغوی یقال له محمد حسین وقد سبق الکل فی الکذب والمین وانه ابی واستکبر واشاع الکبر واظهر حتی قیل انه امام المستکبرین ورئیس المعتدین ورائس الغاوین هوالذی کفرنی قبل ان یکفر الآخرون.... فیا ایها الشیخ والمفتری البطال الم یان لك ان تتوب وتلین البال.... ثم اعلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال ان الثمانیة الذین هم ثمار عودك و وقود وقودك الذین ادخلوا فی التسعة المخاطبین فمنهم شیخك الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی عبد الحق رئیس المتصلفین ثم عبد الله التونکی ثم احمد علی السهارنپوری من المقلدین ثم سلطان المتکبرین الذی اضاع دینه بالکبر و التوهین ثم الحسن الامروهی الذی اقبل علی اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضی کالذئاب۔ وآخرهم الشیطان الاعمی والغول الاغوی یقال له رشید الجنجوهی وهو شقی کالامروهی ومن الملعونینفهولاء تسعة رهط کفرونا او سبونا وکانوا مفسدین۔ فایها الشیخ انی اعلم انك رئیس هذه الثمانیة وکمثل امام لتلك الفئة الباغیة وهم لك کالتلا میذ فی الغوایة او کالمسحورین۔ (مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۹۱-۱۰۵، روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶) اس تحریر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی اصغر، مولوی محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبد الحق حقانی، پروفیسر محمد عبد اللہ ٹونکی، مولوی احمد علی سہارنپوری، مولوی سلطان الدین جے پوری، مولوی محمد حسن امروہی،

مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اوران بزرگوں کومرزا غلام احمد قادیانی نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد مولانا محمد حسین بٹالویؒ کومخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو' تم ان کے رئیس ہو۔ اوراس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کواستعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ تم امام متکبراں ہوں، تم رئیس تجاوز کنندگان ہو' تم گمراہوں کے سردار ہواور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔۔ بہاء)

اوراس رسالہ کا کچھ حصہ اپنے الہامات وکرامات واعتقادات کے بیان میں ہے۔ من جملہ کرامات ایک یہ کرامت ظاہر فرمائی ہے کہ: میں نے امّی ہو کر عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اور میرا مخاطب اس کے مقابلہ سے عاجز ہے۔ بلکہ ان عبارتوں کے پڑھنے اور ترجمہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ وغیرہ۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ جواباً فرماتے ہیں:

گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو پہلے بھی دیا جا چکا ہے

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی　　جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ کے اعتقادات پر اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ سے ۱۶ تک مفصل بحث ہو چکی ہیں۔ ان ابحاث سے چشم پوشی کر کے ان اعتقادات کو پیش کرنا، آپکے دعوی نبوت یا محدثیت سے (جس کیلئے غیرت اور حیالازمی شرط ہے) مناسبت نہیں رکھتا۔ الہامات وکرامات کا جواب بھی ان تصانیف میں کافی دیا گیا ہے۔ اوراب بھی بضمن جواب مباہلہ عرض کیا گیا۔

کرامت سے عربی نویسی کا جواب بھی دیا جا چکا ہے کہ اگر آپ الہام سے یہ عربی عبارت لکھتے تو اس میں ایک بھی غلطی نہ کرتے۔ چہ جائے کہ غلطیوں کا دریا آپ کی تصانیف میں موجیں مار رہا ہے۔

بالمقابلہ عربی لکھنے کا جواب بھی دیا جا چکا ہے کہ آپ کسی مجلس میں تشریف لائیے اور اپنی عربی کے جوہر دکھائیے۔ اور بالمقابلہ کچھ سنیئے کچھ لکھوائیے۔

غلطیوں کے جواب میں آپ نے اپنے بعض رسائل میں یہ عذر کیا ہے کہ وہ کاتب کی غلطیاں ہیں یا پڑھنے والے کے فہم کی غلطیاں۔ اس امر کے تصفیہ کیلئے بھی آپکا کسی مجلس میں آنا ضروری ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸ ص ۹۰ تا ۹۲)

قادیانی ضمیمہ انجام آتھم کا جواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

مرزا صاحب نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ساتھ ۶۴ صفحات کا ضمیمہ منسلک کیا ہے جس میں انہوں نے اکثر پچھلے دعاوی کا اعادہ کیا ہے کہ میں نے تین ہزار نشان آسمانی دکھائے ہیں۔ مثلاً

۱۔ میری پیش گوئی سے مرزا احمد بیگ مرا۔

۲۔ میری پیش گوئی سے اس کا داماد (آپ کی منکوحہ آسمانی کا شوہر ثانی) بھی مرجاتا، مگر وہ ڈر گیا تھا اس لئے بچ گیا۔ آئندہ وہ بھی مرجائے گا۔

۳۔ میری پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آتھم مرا۔

۴۔ مجھے فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ خدا تین کو چار کریگا۔ اس پیش گوئی کے مطابق میرے ہاں تین لڑکے محمود بشیر اور شریف پیدا ہوئے ہیں۔ اب چوتھا ہوگا جو تین کو چار کرے گا۔ اور اس سے وہ پیشگوئی پوری ہوگی۔

۵۔ مجھے الہام ہوا تھا یا احمد فاضت الرحمة من شفيتك (اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کئے گئے ہیں)۔ اس پیشگوئی والہام کے مطابق میں نے کئی عربی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کا مقابلہ کوئی مولوی نہیں کرسکتا۔

۶۔ مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ تو مشہور ہو جائے گا اور لوگ دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ساٹھ ہزار اشخاص سے زیادہ میرے پاس آئے ہیں اور آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مرید ہو گئے ہیں۔

ایسی ہی اور پرانی لن ترانیاں آپ نے ہانکی ہیں، اور دو نئی ہانکی ہیں۔

۱۔ سکھوں کو دعوت اسلام کی غرض سے میں نے ایک کتاب ست بچن لکھی ہے جس سے سولہ لاکھ سکھوں کی

ہدایت کی امید ہے۔

۲۔جلسہ اعظم مذاہب میں اپنے مضمون کے غالب رہنے کی میں نے پیش گوئی کی تھی جو پوری ہوئی۔سب سے بڑھ کرمیرا ہی مضمون لوگوں کو پسند آیا۔حتی کہ شیخ محمد حسین بٹالوی بھی اس روز طوعاً وکرہاً قائل ہو گئے کہ یہ تمام تاثیر خدا کی طرف سے تھی اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا۔

اورتیسری یہ حرکت کی ہے کہ اس ضمیمہ کے صفحہ ۵ سے ۷ تک حضرت مسیح (علی نبینا و علیه السلام) کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں کہ وہ موٹی عقل کا آدمی تھا،جھوٹ بھی بولا کرتا تھا،لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا، ان سے مار کھاتا تھا،اسکے حسب نسب میں یہ خلل تھا کہ اس کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار کسبیاں تھیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی جواباً فرماتے ہیں کہ قادیانی کے پچھلے دعاوی اور پرانی لن ترانیوں کا جواب ہم دے چکے ہیں۔جیسا کہ نمبر اول کا ہم نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ سے ۳۸ تک پچاسی سوال کے ضمن میں جواب دیا۔اور جلد ۱۷ کے صفحہ ۳۸۲ میں اور جلد ۱۸ کے صفحہ ۶۲ وغیرہ میں بھی وہ جواب موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ میعاد پیش گوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا۔

نمبر ۲ کا جواب تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۶ تک دیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ قادیانی کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔اور وہ محمدی بیگم کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے اور اگر وہ واقعہ میں ڈر گیا ہے تو بھی وہ پیشگوئی جھوٹی ہو گئی ہے۔

نمبر ۳ کا جواب تفصیلی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱ تک اور جلد ۱۷ میں بصفحہ ۳۸ دیا ہے کہ وہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی ہے۔

نمبر ۴ کا جواب اسی صفحہ میں دیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ایسی جھوٹی ہو گئی ہے کہ آئندہ بھی اس کے سچا ہونے کا وقت نہیں رہا۔

نمبر ۵ کا جواب نمبر ۱۲ جلد ۱۵،اشاعۃ السنہ میں مفصل دیا گیا ہے کہ قادیانی کی عربی،عربی نہیں۔اسی لئے کوئی عالم اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔قادیانی کو عربی دانی کا دعوی ہے تو میدان میں نکلیں اور بالمشافہ جوہر دکھلاویں اور ہماری اس نکتہ چینی کا جواب دیں جو ہم نے ان کی عربی پر کی ہے۔

اس مقام میں اس جواب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ہزار کی تعداد تو آپ (قادیانی) نے فتح الاسلام میں بتائی تھی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب ۱۸۹۷ء میں بھی وہی تعداد بتائی ہے حالانکہ آپ کو روز افزوں ترقی مہمانوں کا دعوی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس تعداد کے بیان میں جھوٹ بولا ہے۔ اپنے مریدوں کی تعداد کہیں آپ آٹھ ہزار بتاتے ہیں کہیں دس ہزار۔ اور ان کی فہرست آئینہ کمالات اسلام میں شائع کی تو اس میں صرف تین سو کے لگ بھگ نام درج کئے ہیں۔ اور زیر نظر ضمیمہ میں صرف تین سو تیرہ ہی ذکر کئے ہیں۔ یہ اختلاف بھی آپ کے کذب پر دلیل ہے۔

آپ کی نئی لن ترانیوں میں سے پہلی کا جواب یہ ہے کہ اس رسالہ ست بچن سے جو سکھوں کو ہدایت ہوگی، اس کا نمونہ آپ نے اشتہار (۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء) میں خوب دکھایا ہے کہ راج اندر سنگھ اڈیٹر خالصہ گزٹ نے اس رسالہ کو پڑھ کر آنحضرت ﷺ پر طعن کیا ہے۔ اسی پر باقی ماندہ سکھوں کی ہدایت یابی کا قیاس ہو سکتا ہے۔ ان گالیوں کا (جو سکھ دے رہے ہیں یا آئندہ دیں گے) ثواب آپ ہی کے نامہ اعمال میں داخل ہوگا کیونکہ آپ نے ان کے پیشوا (گورونانک) ہندو کو مسلمان کہہ دیا (جو مسلمان کو یہودی اور نصرانی کہنے کے برابر ہے) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو برا کہا۔ گویا آپ نے برا کہا۔

کسی مسلمان پر اس رسالہ کی ہدایت کا اثر ظاہر ہوگا تو یہی ہوگا کہ در پردہ تو وہ مسلمان کہلائے گا اور ظاہراً ہندوؤں کے سے کام کرے گا۔ جیسے آپ کے باوا، اور ولی اور سکھوں کے گرونانک کرتے رہے کہ تمام عمر ہندوؤں میں رہے، ہندو کہلائے، علانیہ مسجدوں اور مسلمانوں کی مجالس میں نمازوں اور جماعتوں میں شامل نہ ہوئے، علانیہ حج نہ کیا، روزہ نہ رکھا، زکوۃ نہ دی۔ اگر بقول آپ کے کچھ کیا تو خفیہ کیا (جس کی عہد سلاطین اسلام میں، جوان کا زمانہ تھا، کچھ ضرورت نہ تھی)۔ معہذا وہ آپ کے نزدیک مسلمان اور ولی علیہ الرحمۃ کہلانے کے مستحق ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ جو شخص آپ کے اس رسالہ کو حق جان کر ان کو مسلمان مان لے، وہ ظاہر میں نماز روزہ چھوڑ کر مسلمانوں کی مجلسوں و مسجدوں سے علیحدہ ہو کر دھوتی باندھ کر، مالا ہاتھ میں لے کر مونچھیں بڑھا کر، سر پر کیس رکھا کر، واہ گرو، واہ گرو کہتا ہوا کسی بونگہ یا دھرم سالہ میں جا پڑے گا۔ اور پھر دل سے مسلمان کا مسلمان کہلائے گا۔

دوسری لن ترانی کا جواب یہ ہے کہ کسی اہل علم مسلمان نے آپ کے مضمون کو پسند نہیں کیا، گوعلوم دین سے جاہلوں صرف انگریزی اردوخواندوں نے اس کو پسند کیا ہو۔ اور خاکسار نہ تو آپ کے مضمون پڑھنے کے وقت یا اپنا مضمون سنانے کے سواکسی اور وقت اس جلسہ میں گیا، اور نہ آپ کا مضمون سنا، اور نہ اس کی نسبت وہ کلمہ کہا جس کو آپ نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

تیسری حرکت حضرت مسیح کو دشنام دہی کی جو آپ سے اس ضمیمہ انجام آتھم میں ہوئی ہے، حکومت و سلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر تلوار سے کاٹ کر آپ کو مردار کرتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں ہے۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں، سلطنت غیر اسلامی ہے۔ اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں۔ اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ وطفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں، وہ بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اب آپ شوق سے جس قدر چاہیں حضرت مسیح کو یا کسی اور نبی کو گالیاں دیں، کوئی پوچھنے پکڑنے والا نہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۹۰ تا ۹۵)

بٹالوی قسم بر پیش گوئی لیکھ رام
اور مرزا قادیانی کا گریز

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانے کے لئے مستعد ہوئے اور اس مضمون کو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر جلد ۱۸ کے صفحہ ۵۳ میں بہ تفصیل درج کر کے اس کے خلاصہ سے انہوں نے بذریعہ اشتہار مرزا قادیانی کو مطلع کیا، تو مرزا صاحب نے اپنی ناجائز شروط سابقہ اور ایک نئی شرط کی پناہ اور آڑ لے کر اس قسم (حلف) کی منظوری سے انکار کر دیا۔ اس پر مولانا بٹالویؒ نے:

ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کی گریز

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں بتایا کہ

: وہ مدت کا شور اور جوش و خروش اشتہار مستعدی قسم کے شائع ہونے کے بعد ایک منٹ بھی نہ ٹھہرا اور

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

کا مصداق بن گیا۔ پہلے تو آپ نے قلمی خط مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں چند گالیوں اور مکروہ الفاظ (غبی، حمق، سفاہت وغیرہ) سے یاد فرما کر تین شرطیں پیش کیں۔ اول وہی پرانی شرط کہ میعاد عذاب ایک سال کی مقرر ہوگی۔ دو وجہ سے، اول یہ کہ یہ شرط الہامی ہے اور الہامی شرط کو ملہم بدل نہیں سکتا، دوسری یہ کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ اور کہا کہ یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے برس کا نام لے کر یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بلا توقف عذاب نازل ہو جاتا۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے نبی کو برس تک عذاب کے نزول کا وعدہ دے کر پھر اس خاص زمانہ سے اطلاع بھی دے دی جو برس کے اندر مگر بہت قریب اور بلا توقف ظہور میں آنے والا تھا۔

دوسری شرط (جونئی شرط آپ نے بڑھائی ہے) یہ ہے کہ قبل اس کے کہ آپ قسم کھاویں ٹھیک دو گھنٹہ بالمواجہہ تقریر سے میں آپ کے پاس اپنے اسلام اور الہام اور لیکھرام والی پیش گوئی کے متعلق وجوہات مفصل بیان کروں۔ پھر پوچھوں گا کہ کیا آپ کو اس سے انکار ہے۔ اور اس کے جواب میں آپ صرف اس قدر کہنے کے مجاز ہوں گے کہ مجھے انکار ہے۔ پھر تین دفعہ اپنے مشتہرہ الفاظ سے قسم کھائیں گے اور بجائے فوری عذاب کے ایک سال بیان کریں گے۔

تیری شرط یہ کہ اگر سال کے اندر اس جھوٹی قسم کا کوئی عذاب آپ پر نازل ہوا تو ضرور ہوگا کہ میں بذریعہ اشتہار اس کا اظہار کروں۔

پھر آخر خط میں لکھ دیا کہ یہ تمام شرائط قطعی ہیں ان کو کم وبیش کرنا جائز نہ ہوگا۔

شیخ الاسلام بتاتے ہیں کہ: پھر اس مضمون کا ایک اشتہار مورخہ یکم مئی ۱۸۹۷ء آپ نے شائع کیا۔ اس میں بھی دل کھول کر گالیاں بالفاظ حماقت، شرارت، خباثت، لعنت، منہ پر تھوکنا وغیرہ دے کر ان ہی شرائط پر اصرار کیا۔ اور شرط دوم میں یہ فقرہ بڑھا دیا کہ آپ کو میرے دو گھنٹے کی تقریر کے مقابلہ میں کچھ بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔ میت کی طرح چپ رہنا ہوگا۔ اور شرط کی نسبت کہا کہ یہ گریز نہیں، اور چور کی داڑھی میں تنکا کی مثل پر عمل کر دکھایا۔ اور اس سے مقصود صرف رفع شبہ واتمام حجت بتایا۔ اور جو مقصود اپنے پہلے قلمی خط میں بتا چکے تھے کہ ہم اپنے اسلام کی وجوہات بیان کریں گے، اس کو اس اشتہار میں چھپایا۔ اور شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں بضمن حاشیہ کہا کہ وہ عذاب ایسا ہوگا جس کا مزہ آپ نے پہلی زندگی میں نہ چکھا ہوگا، خواہ وہ زمین سے ہو، خواہ آسمان سے، خواہ آپ کی مالی حالت پر ہو، خواہ عزت، پر خواہ ہمارے لئے ایسا نشان ظاہر ہو جس سے لوگ آپ پر لعنت کریں گے اور تھوکیں گے۔

ان شرائط کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا آخری اشتہار ہے ان شرائط کو آپ نہ مانیں گے تو آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہیں کریں گے۔ (قادیانی اشتہار کا متعلقہ حصہ یوں ہے: اشتہار واجب الاظہار: شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر کوئی تاریخ نہیں اور جس کا عنوان یہ ہے، الہامی قاتل مرزا غلام احمد. الخ۔ میری نظر سے گذرا۔ شیخ صاحب کا یہ اشتہار بھی ان بے جا نیش زنیوں اور مفتریانہ حملوں سے بھرا ہوا ہے کہ جو ہمیشہ وہ اپنی سرشت اور خاصیت کی وجہ سے کیا کرتے

ہیں۔لیکن اس وقت ان ناپاک اتہامات کا جواب دینا ضروری نہیں۔ہم انکے دشمن اسلام رسالہ کے نکلنے کے منتظر ہیں۔تب انشاء اللہ کما حقہ ان شیطانی وساوس کو دور کیا جائے (اشاعۃ السنہ جلد ہژدہم بابت ۱۸۹۵ء نمبر ۵ تا ۱۲، ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا) بالفعل جس مطلب کے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صاحب مقدم الذکر اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔مگر ایک برس کی میعاد سے ڈرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قدر مدت میں مر جائیں یا کوئی اور عذاب نازل ہو جائے۔لیکن میں مکرر ان کو سمجھاتا ہوں کہ ایک شخص کے ساتھ کہ اپنی ذکر کردہ میعاد کی بنیاد الہام ٹھہراتا ہے،ضد کرنا حماقت ہے۔صاحب الہام کے لئے الہام کی پیروی ضروری ہوتی ہے۔ہاں اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ چند ہفتہ میں ان پر عذاب نازل کرے مگر ہماری طرف سے ایک برس ہی کی میعاد ہوگی۔اب اس سے ان کا منہ پھیرنا اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کرنا ہے

اے شیخ بٹالوی صاحب! آپ تسلی رکھیں کہ اگر آپ اپنی قسم میں سچے ہوں گے تو کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا۔لیکن اگر قسم میں کوئی چھپی ہوئی بے ایمانی ہوگی،تو خدا تعالی آپ کو ضرور سزا دے گا،تا دوسرے مولوی عبرت پکڑیں۔مگر یہ شرط ضروری ہوگی کہ قسم کھانے سے پہلے آپ جلسہ قسم میں چپ بیٹھ کر دو گھنٹے تک میری وہ وجوہات سنیں جو میں اپنے الہام اور پیش گوئی کے صحت وقوع کے بارے میں بیان کرونگا اور آپ کو اختیار نہیں ہوگا کہ کچھ چون و چرا کریں بلکہ میت کی طرح عالم خاموشی میں رہ کر سنتے رہیں گے اور پھر اٹھ کر اسی عبارت کے ساتھ جو آپ اشتہار میں لکھ چکے ہیں تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور ہم آمین کہیں گے۔صرف اس قدر عبارت میں تبدیلی ہوگی کہ بجائے فوراً کے ایک برس کا نام لیں گے۔اور اگر اب آپ نے پہلو تہی کی اور بیہودہ شرائط اور پیچ در پیچ حیلہ حوالے کی باتوں کو شروع کر دیا جیسا کہ آپ کی عادت ہے تو سب پر کھل جائے گا کہ آپ کی نیت صحیح نہیں ہے اور آپ اپنی پہلی شامت اعمال کی محافظت میں لگے ہوئے ہوئے۔

غرض یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔اگر آپ اپنی ملّانہ حیلہ بازیوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کے ساتھ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور نہ پھر ہم آپ کو مخاطب کریں گے۔۔ایک سال کی شرط بوجہ رعایت سنت اور الہامات متواترہ کے ہے۔اور محمد حسین کے لئے جو یہ شرط ٹھہرائی گئی کہ قسم کھانے سے پہلے دو گھنٹے تک ہمارے الہام اور پیش گوئی لیکھرام والی کے متعلق دلائل سنے،یہ گریز نہیں بلکہ یہ امر مسنون ہے کہ تا خدائے تعالی کی حجت بالمواجہ پوری ہو جائے۔

حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:اے شیخ صاحب! یہ سزا اور عذاب جو قسم کے بعد ایک برس تک آپ پر وارد ہوگا اس میں معجزانہ شرط ہم نے رکھ دی ہے کہ وہ ایسا عذاب ہو کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کا مزہ نہ چکھا ہو،خواہ زمین سے ہو خواہ آسمان سے اور خواہ آپ کی مالی حالت پر وارد ہو اور خواہ عزت پر اور خواہ جان پر۔اور خواہ اس عرصہ میں ہمارے لئے خدا تعالی کی طرف سے کوئی اور عظیم الشان اور فوق العادت نشان ظاہر ہو جائے جس سے ہزارہا لوگ آپ پر لعنت بھیجیں اور آپ کے منہ پر تھوکیں کہ اس نے شرارت اور خیانت سے صادق کا مقابلہ کیا۔مگر ہر ایک عذاب فوق العادت ہونا ضروری ہوگا۔یکم مئی ۱۸۹۷ء۔منقول از مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲۔ص ۴۰۵ تا ۴۰۸) (الحکم قادیان نے لکھا ہے کہ مولانا بٹالوی نے محمد بخش چوغطہ قوم اعوان ساکن ہموں گکھڑ ضلع سیالکوٹ کے ہاتھ مرزا قادیانی کو بھیجا۔مرزا صاحب نے اس کے ٹائٹل پر یہ لکھ کر محمد حسین کو واپس بھجوا دیا: ربّ ان کان ھذا الرجل صادقاً فی قولہ

فاکرمہ و ان کان کاذباً فخذہ۔ الحکم ۲۰۔۲۷ جولائی ۱۸۹۸ء ص ۵)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں اس کے جواب میں خاکسار نہایت عجز و کمال ادب سے گذارش کرتا ہے کہ گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو بارہا دیا گیا:

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ الہامی ہیں، یہ گالیاں بھی الہامی ہوں گی۔ ان کا مقابلہ وہ کرے جو آپ جیسا الہامی ہو (خدا کسی مسلمان کو ایسا نہ کرے)۔ میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی تو آپ کو پہلے بھی تھا ہمارے اشتہار میں اس کی دلیل کا مطالبہ ہوا تھا۔ آپ نے کوئی دلیل تو پیش نہ کی اپنے دعوی کا اعادہ کر دیا جو شرم و حیا کے بالکل مخالف ہے۔

آپ کا اس امر کو سچ تسلیم کر کے کہ:

نصاری نجران کیلئے آنحضرت ﷺ نے بلا توقف عذاب نازل ہونے کیلئے خبر دی تھی،

یہ کہنا کہ خدا تعالی نے اپنی نبی کو برس تک نزول عذاب کا وعدہ دیا تھا اور یہ امر حدیث لما حال الحول سے سمجھ میں آتا ہے، ایک اور دعوی دروغ ہے۔ اس حدیث میں یہ ذکر نہ صراحۃً ہے نہ اشارۃً کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو دعوت مباہلہ کے وقت اور گریز نصاری سے پہلے سال بھر تک عذاب آنے کی خبر دی تھی اور نہ یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مباہلین نصاری کو بطور شرط پہلے سے یہ بات کہدی تھی، یا آنحضرت ﷺ نے اپنے پیرو مسلمانوں کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان (عیسائیوں) پر برس کے اندر عذاب نازل ہوگا ۔اس حدیث میں جو برس گذرنے سے پہلے نصاری پر عذاب نازل ہونے کا آنحضرت ﷺ نے ذکر کیا ہے وہ تو نصاری نجران کے مباہلہ سے گریز کر جانے کے بعد ذکر فرمایا تھا جس سے ہرگز یہ ثابت و مفہوم نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالی نے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کو اس میعادی عذاب کی خبر دی تھی، یا آنحضرت ﷺ نے بطور شرط مباہلین سے یہ بات کہدی تھی۔

الہامی صاحب نے اس حدیث سے اس مفہوم کو نکالنے میں دروغ گوئم برروئے تو، پر عمل کیا ہے اور: چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھایا ہے۔

پھر یہ ذکر مابعد بھی کل (یعنی تمام دنیا یا کل عرب کے) نصاری کی نسبت ہوا تھا کیونکہ مقابلہ میں نکل کر

مباہلہ کرنے والوں کی نسبت تو صاف فرمایا گیا ہے کہ وہ وہاں سے بچ کر نہ جاتے اور اس جنگل میں آگ لگ جاتی جس سے درختوں پر جانور بھی نہ بچتے۔ یعنی ان پر بلا توقف عذاب نازل ہو جاتا جس کا الہامی قاتل صاحب کو بھی اعتراف ہے۔

شرط میعاد کے الہامی ہونے اور اس وجہ سے اس کے تبدیل نہ ہوسکنے کا دعوی بھی کمال شرم کا موجب ہے۔ یہ آپ اس شخص سے کہہ سکتے تھے جو آپ کو ملہم اور آپ کی شرط کو الہامی جانتا ہو اور جو شخص آپ کو دعوی الہام میں کذاب اور دجال جانتا ہو اس کے سامنے یہ عذر پیش کرنا شرم کا مقام ہے۔ اگر منکر کے سامنے بھی اپنے الہام کو بطور حجت و دست آویز پیش کرنا جائز ہے تو وہ بھی آپ کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ شرط میعاد ایک سال کی ناجائز اور شیطان کی تجویز کردہ شرط ہے، اس کو قبول کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ پس جو جواب آپ اس کو دیں گے وہی جواب آپ کو واپس کردے گا۔

خاکسار محمد حسین کا میعاد ایک سال کو منظور نہ کرنا اور فوراً عذاب کا مطالبہ کرنا، میعاد ضروری ہو تو صرف تین دن کی میعاد منظور کرنا، اس وجہ سے نہیں کہ میں آپ کے الہام سے ڈر گیا ہوں۔ اگر میں آپ کے الہام سے ڈرتا تو آپ سے یہ سلوک و خدمت گذاری نہ کرتا جو عرصہ پانچ سال سے کر رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں آپ بہت سے انسانی منصوبوں اور چند بدمعاش مریدوں کے ذریعہ جس کو چاہیں قتل کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ آتھم کیلئے آپ نے ایسا کیا (جس کا عبداللہ آتھم کو دعوی تھا) اور بقول ہندؤوں کے لیکھ رام کیلئے بھی آپ نے ایسا کیا اور یہ امر بنظر آپ کی فریب بازیوں اور حیلہ سازیوں کے کچھ بعید نہیں ہے۔ اگرچہ اس پر ظاہری کوئی دلیل اب تک قائم نہیں ہوئی۔ تین دن اپنی حفاظت آپ جیسے خونی قاتل سے ہر کوئی کرسکتا ہے گھر میں چھپ کر یا کہیں نقل مکانی کر کے۔

امرت سر کے ایک اخبار کے اڈیٹر یعقوب حواری الہامی قاتل صاحب جنھوں نے ہماری عدم منظوری شرط ایک سال کو گریز قرار دیا تھا۔ اب بھی ہماری یہ دلیل سن کر اسکو گریز کہیں گے؟ کیا ان کے نزدیک ایسے اقبالی خونیوں کے دست تظلم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرنا اور سال بھر تک اس کو سازشوں کا موقع دینا عقل مندی کا کام ہے؟

دو گھنٹہ تک قسم سے پہلے وعظ کرنے کی شرط سے آپ کا جو مقصود ہے اس کو آپ نے قلمی خط میں صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ آپ حاضرین کو منافقانہ اقرار اصول اسلام و مسائل اسلام کرنے سے اپنا مسلمان ہونا جتا دیں اور عقاید کفریہ ملحدانہ زندیقانہ کو چھپا کر اپنے مقدس دامن سے داغ فتوی تکفیر کو جو بالاتفاق علماء پنجاب و ہندوستان لگ چکا ہے مٹا دیں۔ ..پھر جو اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء میں چند شبہات و اتمام حجت کا بہانہ بھی گھڑ لیا ہے، اور اس کے ساتھ دعوی کیا ہے کہ یہ رفع شبہ اور وعظ مباہلہ سے پہلے مسنون ہے، یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تمام عمر میں کسی سے مباہلہ نہیں کیا اور نہ کسی مجلس مباہلہ میں آپ کو رفع شبہات مباہلین کا اتفاق ہوا ہے۔ پھر یہ امر کیونکر مسنون ہوسکتا ہے۔ اور رفع شبہات اور اتمام حجت کی یہ صورت بھی نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں دو گھنٹہ تک بولتے چلے جائیں اور آپ کا خصم کچھ نہ بولے اور میت کی طرح چپ رہے۔ آپ اس دعوی ...رفع شبہات اور اتمام حجت میں سچے ہیں تو مباہلہ اور قسم سے پہلے ایک مجلس مناظرہ منعقد کریں اور اس میں اپنے اسلام اور الہام و پیش گوئی متعلق لیکھرام کے وجوہات وغیرہ وغیرہ ..بیان کریں اور اپنے خصم سے اس پر اعتراضات سنیں اور اس کا جواب اس کو دیں۔ اور اگر اس مجلس مباہلہ و قسم میں ان وجوہات کے بیان کا ضروری ہونا ثابت کر دیں، تو پھر اسی مجلس میں اپنے خصم کو بھی دو گھنٹہ کے مقابلہ میں دو گھنٹہ تقریر کرنے کا موقع دیں۔ آپ ایسا نہ کریں گے تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپ کا مقصود اس دو گھنٹہ وعظ سے صرف وہی ہے جس کو آپ قلمی خط میں ظاہر کر چکے ہیں کہ ناواقف مسلمانوں کو (جو آپ کے مجموعہ کفریات تصانیف کو نہیں دیکھتے) یہ جتا ویں کہ میں مسلمان ہوں اور اسلامی عقاید کو مانتا ہوں، اور علماء پنجاب و ہندوستان جو مجھے کافر کہتے ہیں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔

شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں صاف اقرار کر لیا ہے کہ آپ اور آپ کا ملہم قسم کھانے والے پر کوئی غیر معمولی عذاب نہیں لا سکتے، جو ہوگا صرف یہ ناٹک ہوگا کہ کسی معمولی امر کو عذاب آسمانی بنا لیا جائے گا۔ آپ کے مخالف کے کپڑے میلے ہوگئے یا کرتہ کی کھونڈی ٹوٹ گئی، تو آپ کہہ دیں گے کہ یہی عذاب ہے جس کا ہمارے ملہم نے وعدہ کیا تھا۔ زیادہ کریں گے تو یہ کریں گے کہ چند بدمعاش مریدوں کو کہدیں گے کہ فلاں شخص کو برسر بازار گالیاں دو اور ایک مکا لگا دو اور کپڑے اتار لو۔ پھر

اشتہار آویں گے کہ ہم نے کہا تھابعینہ وہی ہوا۔اس شخص کی مال وجان وعزت تینوں کوایسا نقصان پہنچا کہ اس کا مزہ اس نے آگے نہ چکھا ہوگا۔اور یہ امر اگر ہوگا تو ہوگا بھی واقعی ہوگا کیونکہ اس سے پہلے ہم نے اپنی ہوش و اختیار کے زمانہ میں نہ کبھی کسی سے ہاتھا پائی کی،اور نہ برسر بازار گالیاں سنیں،اور نہ کپڑا اتروایا۔اس سے بھی زیادہ کریں گے تو میرے مقابلہ میں ایک رسالہ یا اشتہار شائع کردیں گےاوراس میں معمول سے زیادہ گالیاں دیں گےاوراس کے ذریعہ سے اپنے مریدوں سے گالیاں دلوائیں گےاوراسی کو آسمانی نشان قرار دیں گے جیسا کہ جلسہ مذاہب اعظم میں اپنے بیان کو آسمانی نشان فرمایا۔آخر میں جو آپ نے کہا ہے کہ آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہ کریں گے اس میں آپ نے گریز کا صاف اقرار فرمایا ہے جس پر آپ تعریف کے مستحق ہیں۔اس سے زیادہ تعریف کا مستحق آپ کا اشتہار ۱۹مئی ۱۸۹۷ء آپ کو بنارہا ہے جس میں آپ نے صاف طور پر قسم لینے اوراس کے مقابل میں کرامت دکھانے سے انکار کیا ہے اوراپنے منکروں اور مخالفوں کواپنے سامنے بلانے سے معافی دے کر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں،میں اپنی جگہ پر،خدا کی جناب میں دعا کریں اوراس کے بدلے،کسی قسم کا عذاب دکھانے سے دست بردار ہوکر صرف یہ دعوی کیا ہے کہ میری تائید میں کوئی نشان فوق العادت ظاہر ہوگا۔چونکہ یہ اشتہار آپ کا آخری اشتہار ہے لہذا اس سے آپ کی اس دعوت بالمشافہ قسم کو جس میں آپ نے رسالہ سراج منیر کے صفحہ ۴۹ میں سے نواشخاص،(خاکسار،سرسید،مولانا وشیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ)کومخاطب کرکے حکم دیا تھا کہ قادیان میں آئیں اور دوگھنٹہ تک خاموش رہ کر میرا وعظ سنیں اس کے بعد قسم کھائیں۔پھراکتالیس دن میں عذاب کا مزہ پاویں،منسوخ کردیا ہے۔اب توکس وناکس کومعلوم ہوگیا ہے اورعموماً کہا جاتا ہے کہ آپ کوئی عذاب نہیں دکھا سکتے اس لئے آپ اشتہار ۱۹مئی ۱۸۹۷ء میں بظاہر سب کو حاضری سے اور بالمشافہ قسم کھانے سے معافی دیتے ہیں۔درحقیقت خود معافی چاہتے ہیں۔دیکھئے آئندہ کیا الہامی حکم ہوتا ہے۔غائبانہ قسم کھانے کا جواب ہم آئندہ دیں گے۔انشاءاللہ۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۸۔ص ۱۱۲ تا ۱۱۸)

قادیانی استفتاء کا بٹالوی جواب

استفتاء نامی قادیانی رسالے کے جواب میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد نے جب دیکھا کہ متعدد اشخاص نے اس کی پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانے کا عزم بالجزم کرلیا ہے اور اس قسم پر اس کی دھمکی عذاب کو گیدڑ بھبکی سمجھ لیا ہے اور اس سے کوئی نہیں ڈرا، اور اس کے یا اس کے ملہم (معلم الملکوت) کے اختیار میں کوئی عذاب نہیں ہے جو قسم کھانے والوں پر نازل ہو، اور اس سے اس کی نبوت یا ولایت قائم ہو، تو اس نے قسم لینے سے فرار واستتار (پردہ نشینی) کو اختیار فرمایا اور ظاہراً اس کا بہانہ یہ بنایا کہ یہ لوگ ہماری شرطوں کو نہیں مانتے لہذا ہم بخوف خدا ان کے خطاب سے منہ پھیرتے ہیں اور اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور اس فرار واستتار کو اس بیت کا مصداق بن کر دکھایا:

زاہد نداشت تاب وصال پری رخان   کنجے گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت

پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ اس سکوت و گوشہ نشینی سے ہمارا کام نہیں چلے گا اور اس سے پیشگوئی مذکور کا جھوٹا ہونا سمجھا وے گا۔ جو مرید اس قسم کی پیش گوئیوں کو سچا سمجھ کر ہمارے دام میں ہیں، روٹھ جائیں گے، پھر سونا چاندی روپیہ پیسہ کہاں سے آویگا..۔ یہ سوچ کر آپ نے اس پیش گوئی کو سچا اور اس ذریعہ سے ان مریدوں کو دام میں پھنسائے رکھنے کے لئے یہ مخفی تدبیر نکالی کہ ایک مختصر رسالہ..خاص خاص لوگوں میں جو آپ کے مرید ہیں یا ایسے مسلمان جو آپ کے عقاید کفریہ والحادیہ اور تصنیفات پر از تلبیسات سے آگاہ نہیں، متداول کیا اور اس میں اس پیش گوئی کے صادق ہونے کی ان وجوہات کو جن کے پورے پورے جوابات ہم اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ہذا (۱۸) میں دے چکے ہیں، درج کرکے ان لوگوں سے یہ استفتاء سوال کیا کہ وہ اس پیش گوئی کے صادق ہونے کی شہادت دیں اور اپنے اپنے دستخط اور مواہیر اس پر ثبت کریں۔ اس تجویز کی جرأت آپ سے اس امید پر ہوئی کہ آپ کے زعم میں آپ کے آٹھ دس ہزار چیلوں اور پجاریوں میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ

بے سوچ سمجھے آپ کی ہر بات پر واہ سبحان اللہ کہہ دیتے ہیں۔آپ دن کو رات کہیں تو وہ ستارے بتانے اور گنوانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔وہ اس استفتاء پر بلا فکر و تامل دستخط کر دیں گے اور ان کو دیکھ کر صدہا ناواقف مسلمان بھیڑ چال اختیار کر کے پھنس جائیں گے کیونکہ دنیا میں ایسے سمجھ دار کم ہیں جو اپنی عقل اور تحقیق سے کام لیں اور بھیڑ چال نہ چلیں،اس صورت میں وہ دام افتادہ الّو اس پیش گوئی کو سچا سمجھتے رہیں گے اور دام سے نہ نکلیں گے۔

ازآنجا کہ مرزا قادیانی،اسلام اور مسمانوں کا پکا دشمن ہے اور ان سے اپنی پیش گوئیوں کی صداقت منوا کر ان کو اپنا حامی اسلام ہونا جتا کر ان کو اپنے دام میں لانا..چاہتا ہے اور اکثر مسلمان اس کے مکائد وتزویرات سے واقف نہیں لہذا بحکم

اگر بیند کہ نابینا وچاہ است   اگر خاموش بنشیند گناہ است

محض حسبۃً للہ وخالصاً نصحاً لخلق اللہ مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس مکار کے اس دام تزویر سے بچیں،اسکے دعوی حمایت اسلام سے دھوکہ میں آکر بے سوچ سمجھے اس کے استفتاء پر دستخط نہ کریں..اور اس پیش گوئی کو پرکھنے اور اس کی وجوہات مفسرہ رسالہ استفتاء مذکور کو جانچنے کے لئے ہمارے رسالہ نمبر ۱ تا ۳ جلد ہذا (۱۸) کو ملاحظہ کریں اس میں اس کے جملہ وجوہات کا جواب دیا گیا ہے اور دلائل قطعیہ سے اس پیشگوئی کا جھوٹا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

اس رسالہ استفتاء میں قادیانی کی غرض مذکور کے علاوہ کئی اور مفتریانہ راز واسرار بھی ہیں جن کا افشاء و اظہار ضروری ہے اور ان کی طرف پبلک اور گورنمنٹ کو توجہ دلانا لازم ہے اور وہی رسالہ استفتاء کا جواب ہے۔

ازانجملہ اول یہ ہے کہ آپ نے رسالہ کے صفحہ ۳ میں کہا ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین حب اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ایک خط میری طرف بھیجا ہے،جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

پھر خاکسار(محمد حسین) کے اس قول کی تفسیر اپنی طرف سے بایں الفاظ کی ہے:

یعنی لیکھرام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا جس میں خدا کا کچھ دخل نہیں۔

اور پھر کہا کہ مولوی صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ:

کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیش گوئی سچی ہوئی، اور کیوں نہ قبول کیا جائے کہ ایک اتفاقی موت ہے جو پیش گوئی کے زمانہ میں وقوع میں آ گئی۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے اس مقام میں یہ فقرہ (میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی) بے شک خاکسار کا قول ہے اور جو لفظ، یعنی، سے اس کی تفسیر کی ہے اور جو بات اس کے بعد کہی ہے وہ سراسر مجھ پر افتراء ہے جس کا سرّ اور اس سے آپکا دلی مقصود یہ ہے کہ آپ خاکسار کو بحسب اتفاق اس پیشگوئی کا قائل بنا ویں اور عام مسلمانوں کو یہ جتا دیں کہ یہ شخص باوجود مخالفت کلی اس پیش گوئی کے اپنے وقت پر صادق اور واقعہ ہونے کا قائل ہو گیا ہے گو اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتا ہے تا کہ یہ سن کر وہ لوگ مجبور ہو جاویں اور وہ اس پیش گوئی کی تصدیق کر کے اس استفتاء پر اپنے اپنے دستخط کر دیں۔ اور وہ درحقیقت میرے فقرہ بالا کی تفسیر نہیں ہوسکتی میں نے اس فقرہ میں اس پیش گوئی کے سچے ہونے کی نفی کی ہے اور یہ تفسیر اس پیش گوئی کے صادق اور واقع ہو جانے کو (گو بحسب اتفاق) اثبات کرتی ہے۔ پھر وہ اس کی تفسیر کیونکر ہوسکتی ہے۔ ناظرین غور کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ آپ نے میرے فقرہ مذکور کی تفسیر کی ہے یا اس میں تحریف کی ہے۔ میں تو یہ کہوں کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے وقت پر واقع نہیں ہوئی، اور نہ اپنے مضمون کے مطابق وقوع میں آئی ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ہذا (۱۸) میں اس معنی کی بخوبی تشریح ہو چکی ہے اور آپ اس کی یہ تشریح وتفسیر کریں کہ یہ پیشگوئی اپنے زمانہ میں اور اپنے وقت کے اندر حسب اتفاق واقعہ ہوگئی ہے۔ دروغ گوئم برروئے تو، کی مثل سنا کرتے تھے مگر اس کا پورا عمل آپ نے یہ تفسیر کر کے کر دکھایا۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، زبان زد خلائق عام ہے مگر ہم نے اسکا پورا مصداق آپ ہی کو پایا ہے۔

دوم: اپنے رسالہ کے صفحہ۴ میں آیت و ان يك صا دقاً يصبكم بعض الّذى يعد كم .. نقل کر کے اس کی تفسیر میں کہا ہے، یعنی صادق کی نشانی یہ ہے کہ اس کی بعض پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں۔ بعض کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ وعید کی پیش گوئیوں میں رجوع اور توبہ کی حالت میں عذاب کا تخلف جائز ہے کہ کوئی بھی شرط ہو جیسا کہ قوم یونس کے لئے ہوا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ اس قول میں آپ نے خدا اور اس کے رسول پر افتراء کیا ہے جس کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی پیش گوئیاں جو کھلم کھلا جھوٹی نکلی ہیں (جیسے تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل میعاد نو سال میں، اور وفات عبداللہ آتھم اندرون پندرہ ماہ میں، اور وفات شوہر ثانی منکوحہ آسمانی) پر پردہ پڑ جائے اور ان کی نظیر انبیاء کی پیش گوئیوں میں نکل آوے۔

درحقیقت یہ آپ کا خدا تعالی پر اور اس کے تمام رسولوں پر افتراء ہے۔ رسولوں کی پیشگوئیوں اور دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں جو جفر یا نجوم یا جوتش وغیرہ سے کرتے ہیں یہی فرق ہے کہ رسولوں کی لاکھ بلکہ جملہ پیش گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی بخلاف اور لوگوں کے کہ ان کی بعض پیشگوئیاں جھوٹی بھی نکلتی ہیں۔ اور اس آیت کی تفسیر جو آپ نے کی ہے وہ بھی سراسر افتراء و تحریف ہے اس آیت میں خدا تعالی نے مومن آل فرعون (جو فرعونیوں سے ڈر کر اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور ان کے سامنے صاف صاف الفاظ میں حضرت موسیٰ کی تائید نہ کر سکتا تھا) کا قول نقل کیا ہے جس کا پورا ترجمہ یہ ہے:

فرعون کے لوگوں میں سے ایک شخص جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا بولا کیا تم ایک ایسے آدمی (موسیٰ) کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس نشان (ید بیضاء عصا وغیرہ) بھی لایا ہے۔ اب اگر وہ (دعوی نبوت میں) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو تم کو بعض (کچھ) عذاب کا جو وہ وعدہ کرتا ہے پہنچ کر رہے گا۔ (و قال رجل من آل فرعون يكتم ايمانه اتقتلون رجلاً ان يقول ربّى اللّه و قد جاءكم بالبيّنات من ربكم و ان يك كاذباً فعليه كذبه و ان يك صادقاً .. الخ.. غافر ۲۸)

اس قول میں مومن کا (فرعونیوں کو) صرف بعض عذاب کے پہنچنے سے ڈرانا تو اس وجہ سے ہے کہ وہ فرعونیوں سے ڈر کر کسی قدر عذاب سے ڈراتا تھا، پورے عذاب سے ڈرا نہیں سکتا تھا وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ صادق ہیں تو کم سے کم کچھ تو عذاب تم کو پہنچے گا۔ اس میں مخاطبوں کے نزدیک اس کا منصف اور غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی ڈر کی وجہ سے اور بے تعصبی جتانے کی غرض سے اس نے موسیٰ کے کاذب ہونے کا احتمال پہلے ذکر کیا اور صادق ہونے کا پیچھے۔ یا اس کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ (جو دنیا و آخرت

دونوں جگہ کے عذاب سے ڈراتا ہے) سچا ہے تو عذاب دنیا تم پر آ جائے گا جو اس کے بتائے ہوئے عذاب کا کچھ حصہ ہے۔اس حصہ عذاب دنیوی سے ان کو اسلئے ڈرایا کہ ان کے اعتقاد میں اس دنیا کے عذاب کا ہی ظاہری احتمال تھا، اسلئے ان کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا آخرت کے عذاب کا ڈر نہ سنایا۔یہی معنی اس آیت کے عامہ تفاسیر بیضاوی، معالم، فتح البیان، کبیر، جلالین وغیرہ میں بیان کئے ہیں اور کسی کتاب اسلامی چھوٹی یا بڑی نئی یا پرانی میں اس آیت کے یہ معنی نہیں لکھے اور نہ اس آیت سے مفہوم ہو سکتے ہیں کہ اس میں خدا نے صادقوں کی پیشگوئی کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ بعض سچی ہوتی ہیں اور بعض جھوٹی نکلتی ہیں جن کے مخاطب ڈر جائیں یا توبہ کریں۔

یہ بات کسی اور آیت یا حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی جیسے اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اور قطعی اور موعود عذاب کسی قوم سے کبھی نہیں ٹلا خواہ ..کیسا ہی انہوں نے رجوع و توبہ واظہار ایمان کیا ہو۔

قوم یونس کا جو الہامی قاتل بار بار اپنی تصانیف میں ذکر کرتا ہے اس میں وہ عقل ونقل سب کا مقابلہ کرتا ہے۔حضرت یونسؑ کی قوم کو خدا کی طرف سے قطعی عذاب کا وعدہ نہ دیا گیا تھا اس لئے ان کا عذاب ان کی توبہ سے ٹل گیا ہے۔اور آثار دیکھنے کے بعد ان کا ایمان مقبول ہو گیا۔اس کی تفصیل ہم اشاعۃ السنہ جلد ١٦ نمبر٢ ،٣، ٤ میں کر چکے ہیں۔مرزا قادیانی بڑا دلیر اور بڑا بہادر شیر ہے کہ ہماری تحریر و دلائل کے جواب سے تعرض نہیں کرتا اور بار بار یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے کا ذکر تحریر میں لاتا ہے اور اپنے احمق اتباع کو بہکاتا ہے۔

سوم۔اس رسالہ استفتاء کے ص ٥، ٦، ٧ میں آپ نے لیکھرام کے پانچ خط نقل کر کے آخری معاہدہ کا یہ خلاصہ بیان کیا ہے کہ جو پیش گوئی الہامی صاحب بیان کریں گے وہ سچی نکلے گی تو پنڈت لیکھرام اسلام قبول کرے گا ورنہ الہامی صاحب آریہ دھرم قبول کریں گے یا تین سو ساٹھ روپیہ جرمانہ دیں گے۔خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے کہ ان پانچ خطوط کو بالفاظہا نقل کرنا اور اس آخری معاہدہ کا جو مدار کار ہے صرف خلاصہ بیان کرنا الہامی صاحب کی قدیم چال کی طرف نظر کرنے سے یقین دلاتا ہے کہ یہ خلاصہ بھی افتراء سے خالی نہ ہوگا۔

مگر ہم اس مقام میں اس خلاصہ کو صحیح تسلیم اور فرض کر کے اس کے متعلق دو باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ایک کی طرف اہل اسلام کی پبلک کو دوسری کی طرف حکومت کو۔اہل اسلام کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں مرزا صاحب کا یہ اقرار ہے کہ اگر پیش گوئی سچی نہ نکلے گی تو وہ آریہ دھرم کو قبول کر کے آریہ بن جائیں

گے یا تین سوساٹھ روپیہ جرمانہ دیں گے (جس کو آریہ اپنے دھرم کی اشاعت میں خرچ کریں گے۔ یہ مصرف اگرچہ آپ نے اس فیصلہ میں بیان نہیں کیا مگر عبداللہ آتھم کے فیصلہ میں جو اس کا ہم رنگ ہے، یہی مصرف بیان کیا ہے چنانچہ آپ کے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ سے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں منقول ہوا)۔ یہ اقرار صاف مشعر ہے کہ الہامی صاحب کو دین اسلام کے حق ہونے کا یقین نہیں ہے اور اس کا دعوی اسلام محض منافقانہ دعوی ہے۔ کسی صادق الاسلام مسلمان سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو کو بطور شرط یہ کہدے کہ میری فلاں بات سچی نہ نکلے تو میں اسلام چھوڑ کر عیسائی یا یہودی یا ہندو بن جاؤنگا۔ جو مسلمان ایسا کہے اور ایسا وعدہ آئندہ کے لئے کرے وہ دم نقد اور فی الحال کا فر ہو جاتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۳۴ سے ۲۴۰ تک ہو چکی ہے۔

حکومت کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں مرزا قادیانی کا یہ بیان ہے کہ لیکھ رام نے اس سے ایسے نشان اور پیش گوئی کا سوال کیا تھا جس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو سکے۔

ایسا نشان طلب کرنیوالے کی نیت و مراد اس کی موت نہیں ہو سکتی۔ اپنی موت کو کون دیکھ سکتا ہے اور اسکو دیکھ کر وہ ایمان کب لا سکتا ہے؟ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موت کی پیشگوئی کی نشان نمائی کیلئے پنڈت کی طرف سے مرزا قادیانی کو اجازت نہ تھی۔ اور جو قادیانی نے مشہور کر رکھا ہے اور اپنے کئی اشتہارات میں مشتہر کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پنڈت کی اجازت سے کی گئی تھی محض دروغ و مغالطہ ہے لہذا اب حکومت کا فرض ہے کہ اس پیش گوئی کو اجازت پنڈت کے بغیر قرار دے کر اس کا نوٹس لے اور اس کو زیر دفعہ ۵۰۸ تخویف مجرمانہ میں داخل کر کے اس کے مطابق قادیانی سے سلوک کرے۔

یہی بات قادیانی نے عبداللہ آتھم کے حق میں پیش گوئی کرنے کے وقت کہی تھی اور ہم نے بھی اسی وقت اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں یہ بات جتا دی تھی کہ بخیال ہدایت یابی طالب نشان کیلئے موت کی نشان نمائی آسمانی نشان نہیں ہے بلکہ شیطانی کام ہے جس سے لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے۔ حکومت نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو قادیانی نے یہ دھمکی بہت لوگوں کو دی جس سے آخر پنڈت کا قتل واقعہ ہونے کی نوبت آئی۔ اب بھی حکومت اس طرف توجہ نہ کرے گی تو حکومت کی نسبت یہ بات عموماً خیال کی جائے گی کہ یہ جس قدر قادیانی کی الہامی تلوار چل رہی ہے اور خون ریزی ہو رہی ہے یہ حکومت کی رضامندی سے ہو رہی ہے اور حکومت کو برملا یہ

بات کہی جائے گی: اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

عام لوگ یہ بھی کہیں گے کہ گورنمنٹ سیر و تماشا دیکھ رہی ہے اور اس نے بدمست اور ایک خونی ہاتھی یا سانڈھ اس غرض سے چھوڑ رکھا ہو کہ وہ لوگوں کو دھمکاوے اور ڈراوے اور ان پر الہامی تلوار چلا کر ان کا خون کرتا رہے جیسے بعض ظالم و بے رحم دولت مندوں اور امیروں کا دستور ہے کہ وہ شکاری چیتے کو عاجز بکری پر چھوڑ کر اس کی جان مروا ڈالتے ہیں۔..

چہارم اس رسالہ کے صفحہ ۹ کے حاشیہ میں آپ نے کہا ہے کہ لیکھ رام کے متعلق ایک پیش گوئی تھی، یقضی امرہ فی ستّ یعنی چھ دن میں اس کا کام تمام کیا جائے گا۔اب تک مجھے معلوم نہیں کہ ہمارے کسی اشتہار یا کتاب یا کسی دوست کی تالیف میں چھپ گئی ہے یا نہیں۔لیکن ہماری جماعت میں اس کی عام شہرت ہے اور یقین ہے دوسروں تک بھی یہ پیش گوئی پہنچ گئی ہوگی۔جیسا آریوں میں عید کی پیشگوئی پہنچ گئی کیونکہ ہماری کوئی بات راز کے طور پر نہیں رہتی۔اس پیشگوئی کا جیسا کہ مفہوم ہے ویسا ہی ظہور میں آیا یعنی لیکھ رام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو شدید زخمی ہوا اور چھٹے گھنٹے میں زخمی ہوا۔بٹالوی صاحب اگر اس زبانی روایت سے انکار کرتے ہیں تو حدیثوں کے قبول کرنے میں انہیں بڑی مشکل پڑے گی کیونکہ وہ صرف زبانی روائتیں نہیں بلکہ کم سے کم سوڈیڑھ سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔(اڈیشن دیگر استفتاء کا ص ۱۷ حاشیہ)

خاکسار محمد حسین کہتا ہے اس قول میں بھی آپ نے کئی افتراء بازیاں کی ہیں۔ازانجملہ یہ کہ وہ حدیث کے زبانی سلسلہ روایتوں کو جن میں ایک ثقہ، عادل، ضابط، صادق، امین اپنے مثل دوسرے ثقہ سے جو زمانہ صحابہ و تابعین وغیرہ میں پایا گیا ہے روایت کرتا ہے، اپنی جماعت کے کذابین دجالین کی روایت کے مانند قرار دیتا ہے جو کسی مسلمان کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس افتراء کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپکی امت میں آپ کی جماعت کذابین کی مرویات کا بھی وہی اعتبار ہو جائے جیسا کہ اہل اسلام میں احادیث نبویہ کا اعتبار ہے اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ کو کوئی امتیاز و اعتبار و خصوصیت نہ رہے۔مگر ہم ان مفتریات سے آنکھ بند کر کے اس قول کی ایک بات کی طرف.. پبلک اہل اسلام کی توجہ دلاتے ہیں کہ اس میں صراحت کے ساتھ اقرار کیا گیا ہے کہ: چھکڑیوں والی پیش گوئی ہم نے کسی کتاب یا اشتہار میں مشتہر نہیں کی۔،اس سے ہمارے

اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے جو ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ہذا (۱۸) میں کر چکے ہیں۔اب بھی ناواقف مسلمان، مرزا قادیانی کو دھوکہ باز نہ کہیں گے؟ اور اس بات پر ایمان نہ لائیں گے کہ یہ صاحب جھوٹ بول کر اپنی پیش گوئی متعلق قتل لیکھ رام کو صادق اور واقع کے مطابق بتا رہے ہیں اور ہمارے اس سوال کے جواب میں کہ پیش گوئی آپ نے کہاں مشتہر کی ہے جو آپ نے سکوت کیا اور آپ پیروان مہر نبی بخش بٹالوی وغیرہ نے دعوی کیا کہ، ہم نے بچشم خود دیکھی ہوئی ہے ہم اس کو کل پیش کریں گے،، یہ محض جھوٹ اور مغالطہ تھا۔

پنجم: اس رسالہ کے صفحہ ۱۷ میں آپ نے کہا ہے۔اب سید صاحب (آنرایبل سرسید کو کہتے ہیں جو انکو مستجاب الدعوات نہیں مانتے اور ان کے پیرو نہیں بن جاتے) کا فرض ہے کہ اپنی رائے ناقص کو بدل دیں، ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی جان تو گئی اور سید صاحب وہیں کے وہیں رہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول میں آپ نے سرسید کو اشارۃً دھمکی دی ہے کہ اگر اب بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلیں گے اور الہامی صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانیں گے تو جیسے لیکھ رام کی جان گئی ، ان کی جان بھی نہیں بچے گی۔

ہر چند یہ دھمکی بھی اس کی معمولی گیدڑ بھبکی ہے مگر سرسید احمد کو اس سے بے فکر نہ رہنا چاہیے سرسید مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے حامی ہیں اور حکومت کے بھی خیر خواہ خادم۔حکومت ان ہی لحاظ سے مرزا قادیانی کی ایسی باتوں کا نوٹس لے اور سرسید احمد خان کو ان کی الہامی تلوار سے بچائے۔ابھی مسلمانوں کو بھی اس بڈھے ناخدا کی ضرورت ہے اور حکومت کیلئے بھی وہ پیرمرد کارآمد ہے۔

ششم: اس رسالہ کے صفحہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ میں آپ نے ان تین پیش گوئیوں کو نقل کیا ہے جو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱، ۵۱۰، ۵۵۶ میں آپ کو معلم الملکوت کی طرف سے وحی ہوئی تھیں۔ازانجملہ پیش گوئی صفحہ ۲۴۱ کو پادریوں کا فتنہ قرار دیا ہے اور پیش گوئی صفحہ ۵۱۰ کو فتنہ علماء مکفرین اور پیش گوئی صفحہ ۵۵۶ کو فتنہ لیکھ رام۔

خاکسار کہتا ہے کہ آپ کا یہ بیان اس بیان کے مخالف ہے جو اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کیا ہے۔اس اشتہار کے متن میں آپ نے پیش گوئی صفحہ ۲۴۱ کو قتل لیکھ رام کے متعلق کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں پیش گوئی صفحہ ۵۵۷ کو قتل لیکھ رام کے متعلق اور آریوں کا فتنہ قرار دیا ہے۔اور اس رسالہ استفتاء میں پیش گو

ئی صفحہ ۵۵۶ کو قتل لیکھ رام کے متعلق اور آریہ کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف واضطراب اس بات پر کامل دلیل ہے کہ آپ ان پیش گوئیوں کو بحسب خواہش خود موقعہ پر جمانے اور ان کے ذریعہ واقعہ قتل لیکھ رام کو ۱۷ برس کی الہامی پیش گوئی بنانے کا مورد بنانے میں آپ کذب سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تضاد ومخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ پیش گوئیاں آپ کی من گھڑت ڈھکوسلے ہیں، خدا کی طرف سے نہیں۔

ہفتم: اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ شیخ ابوسعید محمد حسین نے میرے پر افتراء کیا ہے کہ اور بھی بعض پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ پھر اس کے جواب میں لعنت سنا کر کہا ہے:

ہم شیخ مذکور (محمد حسین) کو فی پیشگوئی ایک سو روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں، اگر وہ ثابت کرینگے کہ فلاں پیش گوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی ہے...مگر کیا وہ بات سن کر تحقیقات کی درخواست کریگا نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا ہے۔

خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے کہ یہ قول بھی آپ کا افتراء سے خالی نہیں، جس کا سرّ اور اس سے مقصود آپ کا یہ ہے کہ آپ کے دام افتادہ احمق یہ سمجھ لیں کہ حضرت اقدس تو مولوی صاحب کو پیشگوئیوں کی تحقیق کی طرف بلاتے ہیں مگر وہ اس طرف رخ نہیں کرتے۔

میں اس کے جواب میں لعنت اللہ علی الکاذبین کیوں کہوں؟ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہر وقت برس رہی ہے۔ میں تحقیقات کی درخواست اب کیا کرونگا، میں پہلے سے بارہا کر چکا ہوں اور آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹا بتلا کر ثابت کر چکا ہوں مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ وحیا ہیں، میری درخواست وتحقیقات کو شیرِ مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش جان فرما کر ڈکار بھی نہیں لیتے۔ صفحہ ۶۵ نمبر ۲ جلد ہذا (۱۸) میں آپ کی پیش گوئی متعلق تولد فرزند آسمانی بشیر عنوائیل کے جھوٹے ہونے کی تحقیق موجود ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں عبداللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیشگوئی کے کذب ہونے کی تفصیل موجود ہے، اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۶ میں شوہر ثانی زوجہ آسمانی جناب کے متعلق آپ کی پیش گوئی کی تکذیب موجود ہے۔ لیکھ رام کے متعلق آپ کی پیش گوئی پر اس جلد (۱۸) میں کچھ گذارش ہو چکا ہے۔ آپ زندہ ہیں اور کچھ شرم وغیرت رکھتے ہیں تو ان پیش گوئیوں کو سچی ثابت کرنے کے لئے مجلس مناظرہ میں قدم رکھیں۔ یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہوگا، تو پھر بذریعہ تحریر ہی ہمارے مضامین

کا جواب دیں۔ یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہو گا (یہ بھی الہامی پیش گوئی ہے) تو بالفعل مبلغ چار سو روپیہ نقد حسب وعدہ مرحمت فرماویں۔ باقی پھر سہی۔

اس چار سو روپیہ میں سے ہم اپنے ذاتی خرچ میں ایک پیسہ بھی نہ لائیں گے۔ تین سو روپیہ تو مدرسہ نعمانیہ کی ہم ملک کرتے ہیں۔ مولوی تاج الدین صاحب وکیل رکن مدرسہ ہمت کریں تو آپ سے وصول کریں۔ اور ایک سو روپیہ ہم زیور کے لئے آپ کی محبوبہ بی بی کو دینگے ان سابق شاگردانہ تعلقات کی وجہ سے جو اس کے والدین کو مجھ سے حاصل تھے اور وہ اس تعلق کی وجہ سے بارہا غریب خانہ سے نان ونمک کھا گئے ہیں اور معہ عزیزہ وغیرہ ذریات غریب خانہ پر رہ گئے ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۱۱۸۔ ۱۳۰ مختصراً)

قادیانی سراج منیر کا بٹالوی جواب

سراج منیر نامی قادیانی رسالے کے جواب میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

یہ رسالہ ۷۶ صفحہ کا ہے اور یہ وہ رسالہ ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کی موجودہ (۴) جلدیں چھپوانے کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا وعدہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مشتہر کیا تھا۔ آپ نے براہین کی لاف زنیوں (پیش گوئیوں) کو تسخیر حمقاء اتباع کے لئے ناکافی سمجھ کر اس رسالہ میں اور پیش گوئیوں کا ان احمقوں کو لالچ دیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ان سے روپیہ خوب بٹورا۔ مگر اب ۱۸۹۷ء میں وہ رسالہ چھاپا تو اس میں ۳۷۔ ایسی پیش گوئیاں درج کی کہ وہ بجز ایک پیش گوئی ازالہ اوہام و چند پیش گوئیاں اشتہارات ۱۸۹۷ء، سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں۔ الغرض کسی نئی پیش گوئی کا اس میں نام ونشان نہیں ہے اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ پانچ ہزار پیشگوئیوں میں سے (جن کا آپ کو دعویٰ ہے) اس رسالہ میں صرف ۳۷ پیشگوئیاں بمشکل آپ نے درج کی ہیں، سو بھی اس حیلہ اور فریب سے کہ ایک ایک پیشگوئی کو کئی کئی بار ذکر کیا، اور انکا نمبر شمار جدا گانہ بنا لیا، مثلاً پیشگوئی متعلق عبداللہ آتھم و

لیکھرام کو کئی بار ذکر کر کے ان کا نمبر ۱۳، ۱۵، ۳۰، ۳۲، ۳۳ بنالیا۔ وعلی ہذا القیاس۔..

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام میں مرزا قادیانی کی لاف زنیوں اور چندلن ترانیوں کا جواب دینا ضروری ہے جو ذیل میں دیا جاتا ہے۔

اول: اس رسالہ کے صفحہ ۳ میں یہ اعتراف ہے کہ مرسل و نبی ہونے کا مجھے دعوی ہے مگر نہ حقیقی معنی سے بلکہ مجازی معنی سے جیسا کہ حدیث میں مسیح موعود کے حق میں مجازی معنی سے نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔

الجواب: قرآن وحدیث میں غیر رسول و غیر نبی کو رسول و نبی نہیں کہا گیا۔ آپ میں ذرہ شرم وحیا ہو، تو ایک آیت یا حدیث ایسی بتادیں جس میں غیر نبی کو خدا کا رسول یا خدا کا نبی کہا گیا ہو حضرت مسیح موعود کے حق میں جو لفظ نبی بولا گیا ہے وہ حقیقی طور پر بولا گیا ہے۔ فتوی تکفیر ملاحظہ کریں اور اس دھوکہ بازی سے شرماویں۔

دوم: اس کے صفحہ ۴ میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں خدا کا فضل اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔

جواب: آپ نے جو انبیاء کی توہین کی وہ ہم اپنے رسالے میں کئی جگہ بیان کر چکے ہیں ہم ان سب تو ہینات سے قطع نظر کر لیں تو آپ کی تکفیر کے لئے تو یہی توہین کافی ہے جو آپ کے اس قول میں پائی جاتی ہے کہ میں مسیح سے کم نہیں۔

سوم: اس کے صفحہ ۵ میں آپ نے کہا ہے: اے عقلمندو! میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔

جواب: ہم نے آپ کے یہی کام دیکھے ہیں: ۱۔ غیر مذاہب کے لوگوں اور ان کے معبودوں کو گالیاں دینا اور ان کے بدلے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دلوانا۔ ۲۔ اور مسلمان علماء و مشائخ کو لعنتیں کہنا، اور بدذات حرامزادہ وغیرہ گالیاں دینا۔ ۳۔ تقریر و تحریر میں سچ نہ بولنا۔ ۴۔ اسلام کے وکیل بن کر جھوٹی پیشگوئیاں کرنا اور مخالفوں سے اسلام کی ہنسی کرانا۔

انہیں کاموں سے ہم نے آپ کو پہچانا ہے کہ آپ بڑے کذاب ہیں۔ زیادہ کیا کہیں..

چہارم: اس کے صفحہ ۴۹ میں آپ نے کہا ہے کہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی و سید احمد خان اور فلاں وفلاں اشخاص قادیان میں آویں اور دو گھنٹہ تک چپ رہ کر میرا وعظ سنیں اور پھر قسم کھاویں کہ پیش گوئیاں متعلق آتھم و

لیکھرام وغیرہ دروغ گوئیاں ہیں اور اکتالیس روز میں عذاب کا مزہ پاویں۔

جواب: ان نو اشخاص میں سے اور تو کوئی بھی آپ کی لن ترانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتا ہاں ایک میں ہی آپ کا گاہک ہوں جو آپ کی خوش قسمتی سے آپ کے ردّ خیالات و مقالات کے جوش و ولولہ میں، قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند، کا مصداق ہو رہا ہوں۔ اور میں حاضر ہوں جب حکم ہوگا قادیان میں حاضر ہو جاؤنگا، بشر طیکہ آپ میرے رسالہ نمبر۴ جلد ہذا کو ملاحظہ کر کے میری جائز شرائط کو مان لیں اور اپنی ناجائز شروط کو واپس لیں یا میرے اعتراضات کا جواب دے کر اپنی شرائط کی ضرورت ثابت کریں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ج۱۸۔ص ۱۳۰تا۔۱۳۲مختصراً)

قادیانی اشتہار قطعی فیصلہ کا بٹالوی جواب

قادیانی اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹مئی ۱۸۹۷ء متعلقہ حصے یوں ہیں:

...اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر..اور چاہتے ہیں کہ حق کھل جائے اور باطل معدوم ہو تو اس طریق کو اختیار کر لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا تعالی کی جناب میں دعا کریں۔ ان کی طرف سے یہ دعا ہو کہ یا الٰہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے تیرے نزدیک جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں، تو ایک سال تک کوئی فوق العادت امر غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اس کو پورا کر دے۔ اور میں اسکے مقابل پر یہ دعا کرونگا کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور درحقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اور نشان پیش گوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر پورا کر۔

پھر ایک سال کے اندر ان کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا اور میری تائید میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔ اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر ہوا مگر اس کے مقابل پر ان کی تائید میں بھی ایسا ہی کوئی نشان

ظاہر ہو گیا، تب بھی میں جھوٹا ٹھہرونگا۔لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھلا کھلا نشان ظاہر ہو گیا اوران کی تائید میں نہ ہوا، تو اس صورت میں میں سچا ٹھہرونگا۔

اورشرط یہ ہوگی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی رو سے فریق مخالف سچا نکلا تو میں ان کے ہاتھ پر توبہ کرلوں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا میں اپنی وہ کتابیں جلادوں گا جن میں ایسے دعوی یا الہامات ہیں..نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجودہ اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش جعفر زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بوپڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد الصالحین ہیں...لیکن اگر تصریحات بالا کی رو سے خدا نے مجھے سچا کردیا تو چاہیے کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی میرے ہاتھ پر توبہ کریں اور میرے دعوی کی تصدیق کر کے میری جماعت میں داخل ہوں...اس اشتہار کے مخاطب محمد حسین بٹالوی ،عبدالجبار غزنوی،عبدالحق غزنوی، رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یہ چاروں اپنے تئیں مومن ظاہر کرتے ہیں اور مومن خدا کے نزدیک ولی ہوتا ہے اور بہرحال کافر اور دجال کی نسبت مومن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے...پس چاہیے کہ فریق مخالف مجھے خاص اشتہار کے ذریعہ اطلاع دے کر پھر اپنے گھروں میں دعائیں کرنی شروع کردیں اور ابتداء سال کا اشتہار کی تاریخ اشاعت سمجھا جائے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چاروں مولوی مقابلہ کریں بلکہ جو شخص ان میں سے ڈر کر بھاگ جائے اس نالائق کو جانے دو۔وہ اس بات پر مہر لگا گیا کہ وہ جھوٹا ہے اور گریز کی لعنت اس کے سر پر ہے۔

اور یہ ضروری ہوگا کہ جو امر غیب ان چاروں میں سے کسی پر ظاہر ہو اس کو بذریعہ اشتہارات مطبوعہ لوگوں پر ظاہر کردے اور ان میں سے ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دے اور جو امر مجھ پر ظاہر جو پہلے ظاہر نہیں کیا گیا، مجھ پر بھی لازم ہوگا کہ بذریعہ اشتہار اس کو شائع کروں اور ایک ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری چاروں صاحبوں کی خدمت میں یا جس قدر ان میں سے مقابلہ پر آویں بھیج دوں۔

اس طریق سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے ہم دونوں فریقوں میں سے جو ملعون ہے اس کا ملعون ثابت ہو جائے گا..اور اگر امرتسر اور لاہور کے رئیس اس فیصلہ کے لئے مولویان مذکورین کو مستعد کریں

توان کی ہم دردی اسلامی قابل شکر گذاری ہوگی اور بالخصوص انجمن اسلامیہ کے سکرٹری خان بہادر برکت علی خان اورانجمن حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین اورانجمن نعمانیہ کے سکرٹری منشی تاج الدین کی خدمت میں گزارش ہے کہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔.. المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی۔۱۹مئی ۱۸۹۷ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد۲۔ص ۴۱۱۔۴۱۴)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس اشتہار کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ خاکسار تعمیل حکم اشتہار ۱۹مئی ۱۸۹۷ءکو تیار ہے جیسا کہ تعمیل حکم رسالہ سراج منیر، حاضری قادیان کے لئے تیار ہے، دیر صرف یہی ہے کہ آپ بیان کردیں کہ قادیان میں نہ آنے کا حکم (قبل ازیں) ہوا تھا اس حکم سے منسوخ ہوا یا ان دو متخالف حکموں کے اجراء میں الہام غلطی کھا گیا۔اورایک بات جو رہ گئی ہے کہ آپ نے وہ نشان جو ایک سال کے عرصہ تک آپ دکھلائیں گے متعین نہیں کیا اس کسر کو بھی نکال دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ میرے کرتہ کی کھنڈی ٹوٹ جائے یا کپڑے میلے ہوجاویں، تو آپ اسکو اپنے لئے نشان آسمانی نہ بنا لیں۔یا اپنے پاجامہ میں سے ایک چوزہ نکال کر ماردیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان دکھادیں جو اس بیت کا مصداق ہو:

ایں کرامت ولی راچہ عجب۔گربہ شاشید گفت باراں شد۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۸۔ص۱۳۲ملخصاً)

خواجہ غلام فرید کے خطوط بنام قادیانی

نواب بہاولپور کے پیر و مرشد خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کے چند خطوط بنام قادیانی، مرزا صاحب کی تصانیف میں ملتے ہیں جن میں خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کو نیک مسلمان قرار دیتے ہوئے ان کی کافی تعریف کی ہوئی ہے۔وہ خطوط درج ذیل ہیں:

من فقیر باب اللّٰہ غلام فرید سجادہ نشین

الی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب الارباب والصلوۃ علی رسولہ الشفیع بیوم الحساب وعلی آلہ والاصحاب والسلام علیکم من اجتھد واصاب امّا بعد قد ارسلت الیّ الکتاب وبہ دعوت الی المباھلۃ و طالبت بالجواب و انّی و ان کنت عدیم الفرصۃ و لکن رأیت جزءہ من حسن الخطاب و سوق العتاب اعلم یا اعز الاحباب انّی من بدو حالك واقف علی مقام تعظیمك لنیل الثواب و ما جرت علی لسانی کلمۃ فی حقك الّا بالتجبیل و رعایۃ الاداب و الان اطلع لك بانّی معترف بصلاح حالك بلا ارتیاب و موقن بانّك من عباد اللّٰہ الصّالحین وفی سعیك المشکور مثاب و قد اوتیت الفضل من الملك الوھاب و لك ان تسئل من اللّٰہ تعالی خیر عاقبتی و ادعو لکم حسن مآب ولو لا خوف اطناب لازددت فی الخطاب۔ و السلام علی من سلك سبیل الصواب۔ فقط

۲۷ رجب ۱۳۱٤ھ من مقام چاچڑاں ۔فقیر غلام فرید

(سراج منیر۔ ص ۸۸۔۸۹)

خواجہ غلام فرید صاحب کا دوسرا خط:

بخدمت جناب میرزا صاحب عالی مراتب مجموعہ محاسن بیکراں مستجمع اوصاف بے پایاں مکرم معظم برگزیدہ خدائے احد جناب میرزا غلام احمد متع اللہ الناس ببقائہ و سرّنی بلقائہ و انعمہ بآلائہ

پس از سلام مسنون الاسلام وشوق تمام ودعائے اعتلائے نام وارتقائے مقام واضح ولائح باد، نامۂ محبت ختامہ الفت شامہ مشحون مہربانی ہائے تامہ معہ کتاب مرسلہ تسیدہ چہرہ کشائے مسرت تازہ وفرحت بے اندازہ گشت۔ مخفی مبادا کہ ایں فقیر از بدو حال خود بتقاضائے فطرت درعربدہاں افتادن وبعضرورت قدم در معارک مناقشات نہادن پسند ندارد چندانکہ مے تواند خود را از مداخل طوفان نزاع بے معنی برمے آرد چوں اکثر مردم را موافقت ہوا از طلب حق باز داشتہ است وتعصب مجاری تحقیق را بخاک جہل فراانباشتہ براں بکنہ گفتارہا نارسیدہ وغایت کارہا نادیدہ غوغائے برمے انگیزند وہماں غبارِ جہالت کہ بہوائے عناد برداشتہ بسر خویش مے

پیزندورنہ ثمر کارہا برنیت صحیح است ودلالت کنایات البلغ از تصریح پوشیدہ نماند کہ دریں جزوزمان کسانے ازعلمائے وقت ازفقیر مطالبہ جواب کردہ اند کہ ہم چوکسے را (یعنی آن صاحب را) کہ باتفاق علماء چنیں وچناں ثابت شدہ است چرا نیک مرد پنداشتہ اندواز چہ رودروئے حسن نظرداشتہ چوں تحریر ایشاں مملو بوداز کمال جوش و ترکیب الفاظ ایشاں بابرق طپش ہاہم آغوش نظر برآنکہ مضامین شان برغلیاں دلہا گواہ است وبرنیت ہرکس خدائے داناترآگاہ وبہ ہیچ کس گمان بدبردن شیوہ اہل صفانیست وبے تحقیق کسے رامنافق یامطیع نفس دانستن روانہ ،فقیرراد رکارشان ہم گماں بدگراں مے نمود زیرآنکہ اگرنیت صادق داشتہ باشند غلط شاں بمشابہ خطائی الاجتہاد خواہد بودورنہ گوش محبت نیوش ہرقدرکہ از غایت کارآں مکرم ذخیرہ آگاہی انباشت دل الفت شامل زیادہ ازاں دراخلاص افزودکہ داشت دعاست کہ ازعنایت حق سبحٰنہ بہتر پیدا آیدوساختے نیکوروئے نماید کہ حجاب مباعدت جسمانی ونقاب مسافت طولانی ازمیاں برخیزدواگر بارسال مضمونیکہ درجلسہ مذاہب پیش کردہ اندمسرورفرمایند منت باشد۔ والسلام مع الاکرام فضائل وکمالات مرتبت مولوی نورالدین صاحب سلام شوق مطالعہ فرمایند۔ وصاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب نیز۔

الراقم فقیرغلام فریدالچشتی النظامی من مقام چاچڑان شریف۔ ۲۷ ماہ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ

(سراج منیر۔آخر کتاب)

خواجہ غلام فرید صاحب کا تیسرا خط:

بخدمت جناب معانی آگاہ معارف پناہ حقائق نگاہ شریعت انتباہ المستظھر باللہ المعرض ماسوا المؤید من اللہ الصمد جناب مرزاغلام احمد صاحب مکارم لا تعد سلمہ اللہ الاحد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جوش اشتیاق ہمچوں مکارم اخلاق آں سلالہ انفس وآفاق ازحد بیروں ست ومحبت باآں مجاہد فی سبیل اللہ روزافزوں۔منت جواد بی غنت؟ کہ اوقات ایں فقیررا بعنایت بے غایت برمجاری عافیت ظاہری وباطن جاوی فرمود۔وتائیدآں مرضیۃ الشمائل محمودۃ الخصائل از جناب عزت خطابش مسئول ومقصود۔سلک لآلی آبدارمحبت ووداد وعقد جواہر تابدارصداقت واتحاد اعنی نامہ اخلاص ختامہ مملو بمواد خلوص وصفاو محشو بذخائر خلت واصطفا وروکرم آمود نمودہ مسرورنامحصور فرمودوفقیر ازالفاظ الفت آمیزومعانی

انبساط خیز و معارف حیرت انگیز آں غواص بحار معالم ذخیرہء احتظاظ قلب فراہم نمود۔ وورود مضمون جلسة المذاہب مرسلہ آں صاحب کہ باوجود آذوقہ حقائق گرانبہا جدّت ادا را مشتمل بود۔ دل از مستمعان درربود۔ ہموارہ بایں مجاہدات رفیع الغایات بعنایات غیبیہ وتفضلات لاریبیہ مؤید مکرم باشند وفقیر را مستخبر حالات مسرت سمات دانستہ بارسال فضائل رسائل وارقام کرائم رقائم مبتہج میفرمودہ باشند۔ ۴ شوال المکرّم ۱۳۱۴ھ ہجریہ قدسیہ

الراقم فقیر غلام فرید الچشتی النظامی سجادہ نشین از چاچڑاں شریف (سراج منیر۔ آخر کتاب)

مرزا غلام احمد قادیانی نے ان خطوط کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا اور انہیں خوب مشتہر کیا۔ جب یہ خطوط سامنے آئے تو مناسب تحقیق احوال کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں:

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں
اور مرزا غلام احمد الہامی قاتل وخونی مسیح قادیان

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور بتایا کہ:

الہامی قاتل وخونی مسیح، مسیلمہ زمانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی دنیا میں ایک نیا جال پھیلانا اور اس میں مشائخ کرام کو پھنسانا چاہا تھا۔ رسائل انجام آتھم میں اس نے اپنا پرانا ڈھکوسلہ درج کیا تو اس میں علمائے اسلام کے ساتھ مشائخ عظام پنجاب و ہندوستان کو بھی اپنا مخاطب بنالیا۔

اس کی اس گیدڑ بھبکی کو اکثر علماء ومشائخ ہندوستان و پنجاب نے تولا شئے سمجھا اور اس کی طرف نگاہ التفات سے نہ دیکھا مگر ایک گوشہ نشین وخلوت گزین بزرگ نے جو اہل زمانہ کی چالاکیوں اور مکاروں کی دھوکہ بازیوں سے واقف نہیں اور ذکر وشغل وارشاد طلاب وتلقین خاص احباب میں مصروف رہتے ہیں (یعنی خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں) نے محض دفع شر ورفع ضرر کی غرض سے قادیانی کو اس کی درخواست مباہلہ کے جواب میں اس مضمون کا عربی میں خط لکھوایا کہ مجھ کو آپ سے پرخاش نہیں ہے مجھے اس خطاب سے معاف رکھیں۔ قادیانی نے خواجہ صاحب کے اس قدر اعراض کو ازبس غنیمت سمجھا اور اس کو اپنی توثیق قرار دے کر ضمیمہ

انجام آتھم میں چھاپ کر مشتہر کر دیا اور اس کے شکریہ میں ایک طولانی خط عربی خواجہ صاحب کی تعریف و توصیف میں لکھ کر ان کے حضور میں بھیج دیا۔ اسکے بعد اور دو خط فارسی خواجہ صاحب کی طرف سے مرزا قادیانی کے نام بھیجے گئے جن میں پہلے خط کی نسبت قادیانی کی تائید و تعریف بھی پائی جاتی ہے۔ ان خطوں کو قادیانی نے اپنی برأت و توثیق کا کافی ذریعہ سمجھا اور ایک عمدہ سرٹیفیکیٹ خیال کر کے رسالہ سراج المنیر میں مشتہر کیا۔

ان خطوں کے شائع ہونے سے مسلمانوں میں، خصوصاً ان اصحاب میں جو مشائخ کرام و اولیائے عظام سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، کمال تشویش و تردد پیدا ہوا اور انہوں نے بالواسطہ و بلا واسطہ مراسلت کے ذریعہ اپنی تشویش و تردد کا خواجہ صاحب کے حضور میں اظہار کیا۔ ایک مولوی صاحب (مولانا غلام دستگیر قصوری کی طرف اشارہ ہے، بہاء) ضلع لاہور سے بذات خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے اور تدارک مافات اور اصلاح فساد قادیانی کے درپئے سعی ہوئے۔ ان کو اپنی تحقیق و تفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب بذات خود قادیانی کی تحریرات و اشتہارات کو ملاحظہ نہیں فرماتے، ان کے بعض خدام ایسے ہیں جو مرزا قادیانی کے رسائل و اشتہارات دیکھ کر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں، وہی لوگ خواجہ صاحب کے حضور میں قادیانی کی خدا پرستی و بزرگی کی تعریفیں کر کے اس مراسلت کے موجب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ چاہا لکھا اور خواجہ صاحب کی طرف سے قادیانی کے نام پر روانہ کیا۔

مولوی صاحب موصوف نے ہر چند کوشش کی کہ وہ عقاید و مکائد قادیانی اس کی اصل تحریرات سے نکال کر خواجہ صاحب کے حضور میں پیش کریں اور خطوط مذکورہ کے برخلاف ان کی رائے قائم کرائیں مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔

از آنجا کہ اظہار عقاید و مکائد قادیانی و اصلاح فساد اس مسیلمہ ثانی کا قرعہ اس خاکسار کے نام ڈالا گیا ہے اور اس عاجز کو اس کام کے اہتمام میں ایک خاص ملکہ عطا کیا گیا ہے لہذا خدا تعالی نے اس عاجز کے دل میں یہ القاء کیا کہ یہ ناتواں خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہو کر عقاید و مکائد قادیانی اس کی اصلی تصانیف سے دکھا کے خواجہ صاحب کی رائے رزین ان کی نسبت ظاہر کرائے۔ بناء علیہ خاکسار وسط محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں ڈیرہ نواب صاحب بہاول پور میں پہنچا اور خواجہ صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور مرزا قادیانی کے

عقاید ومکائد اصل تصانیف سے نکال کر خواجہ (غلام فرید) صاحب موصوف کو دکھائے جن کو دیکھ کر خواجہ صاحب ، مرزا قادیانی سے سخت متنفر اور بے زار ہوئے اور معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے جو کچھ قادیانی کے حق میں کہا تھا وہ محض دفع شر ورفع مضرت پر مبنی تھا..اور اگر حضرت ممدوح کو کسی قدر قادیانی کی نسبت نیک گمان تھا تو اس وجہ سے تھا کہ قادیانی مسلمان کہلاتا تھا اور حضرت ممدوح کو مسلمان سے حسن ظن تھا اور اس کی اصلی تصانیف دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا اس حسن ظنی اور عدم اطلاع تصانیف قادیانی کی وجہ سے آپ نے اس کے حق میں کلمہ خیر فرمایا تھا اور شیخ سعدی کے اس قول پر عمل کیا تھا:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب　　دو اندرز فرمود بر روئے آب

یکے آنکے در خویش خود بین مباش　　دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

حضرت ممدوح نے اصل تصانیف قادیانی میں اس کے عقاید ومقالات دیکھے تو اس پر بہت آشفتہ ہوئے اور اسکی شوخیوں اور بے ادبیوں پر (جو حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی عالی جناب میں اس سے سرزد ہوئیں) کلمہ استغفر اللہ زبان پر لائے اور فرمایا کہ یہ شخص اہل اللہ اور مؤید من اللہ نہیں ہے اور کمال درجہ کا بے ادب ہے اور خودستائی کرنے والا اور نام آوری اور شہرت کا طالب ہے اور اپنے دعاوی میں سچا نہیں ہے۔ حضرت کے بعض خدام حضار مجلس نے حضرت کے سامنے فرمایا کہ آئندہ حضرت اس شخص سے خط وکتابت نہ کریں گے اور حضرت نے اس پر سکوت فرما کر اس کو تسلیم کرلیا۔ اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ وہ خطوط ثلاثہ جو حضرت کی طرف سے قادیانی کو پہنچے ہیں قادیانی کی برأت وتوثیق کے دلائل نہیں ہوسکتے اور نہ وہ اس کے لئے سرٹیفیکیٹ تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔

قادیانی اب بھی لن ترانیاں ہانکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق وموافق قرار دے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے اور اپنے کسی رسالہ میں چھپوائے۔ یہ امر اس سے نہ ہوسکے گا اور ہرگز نہ ہوسکے گا انشاء اللہ تعالی ،تو اہل اسلام معتقدین مشائخ کرام یقین کریں کہ خواجہ صاحب اس کے مصدق ومؤید نہیں ہیں اور اس کے دعاوی سے ناخوش ہیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۸ص ۱۳۷۔۱۴۱ مختصراً)

قادیانی بدزبانی بحق خلیفہ عثمانی کا بٹالوی ردّ

۱۸۹۷ء میں خلافت عثمانیہ کے سفیر جناب حسین کامی ہندوستان تشریف لائے جہاں انہوں نے اپنے دوران قیام مختلف وفود، جماعتوں اورافراد سے ملاقاتیں کیں۔آپ قادیان بھی گئے جہاں انہوں نے مرزا صاحب قادیانی سے ملاقات کی۔اس ملاقات کے بعد مرزا صاحب نے سلطان ترکی اوران کے عمال حکومت پر تنقید کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا۔ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اس اشتہار کے شائع ہونے پر احتجاج ہوا تو مرزا صاحب نے معذرت پر مبنی ایک اشتہار شائع کیا۔اس سلسلہ واقعات کی روداد مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے مرتب کر کے شائع فرمائی جو مختصراً ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔مولانا کی تحریر پڑھنے سے پہلے مرزا قادیانی کے اشتہار، حسین کامی سفیر سلطان روم، سے ایک انتخاب ملاحظہ کیجئے۔مرزا نے لکھا:

پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے...اوراس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے.....مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بے زاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔مجھے نہ کچھ سلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں...میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اسکے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلاسکیں۔شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی۔اگرچہ مجھ کو اس کی اول ملاقات میں ہی دنیا پرستی کی بدبو آئی اور منافقانہ طریق دکھائی مگر حسن اخلاق نے مجھے بوجہ

مہمان ہونے اس کی اجازت دینے کیلئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضا وقدر سے آنے والا ہے، اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ بات ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔ ماسوا اس کے میرے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارے میں کئی باتیں درمیان آئیں۔ میں نے اس کو بار بار سمجھایا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بے ہودہ قصے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں۔ اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا، وہی کہا تھا۔ پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیرسایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے۔ کیا میں اسلامبول میں امن کیساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روائتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔

ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے میرا نام نمرود، شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے...:

(پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں) نقل اس خط کی جو سفیر کی جانب سے اخبار ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے:

بحضور سید السادات العظام وفخر النجباء الکرام مولانا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللّٰہ فیوضہ و ظل عاطفتہ سیدی ومولائی، التفات نامہ ذات سامی شما بدست تجبیل واحترام مارسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمیٰ بخشید۔ فدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب کادیان وکادیانی (قادیان وقادیانی) را فرمودہ بودید۔ اکنوں ما بکمال تمکین ذیلاً بخدمت والا نہمت وعالی بیان وافادہ می کنم کہ ایں شخص عجیب وغریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بردائرہ علیہم الضّالین گذاشتہ وتزویر محبت حضرت خاتم النبیین را در پیش گرفتہ وبزعم باطل خویش باب رسالت رامفتوح دانستہ است شائستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق در بین نبوت ورسالت پنداشتہ است ومعاذ اللہ تعالی می گوید کہ خداوند عالم رسول ﷺ را گاہیدر فرقان حمید وقرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معنن نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است۔ القصہ اینکہ اول ؟ وور اولی ملہم می گفت بعدہ مسیح موعود گشتہ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود صعود بمرتبہ عالیہ مہدویت کردہ استعیذ باللّٰہ تعالی خودرا از خودرائے بپائے معلائے رسالت رساندہ است۔ بناعلی ہذا ظن غالب ما براں است کہ ترقی پنج میں قدم برسر شریر شدّ ادونمرود نہادہ کلاہ الوہیت برسر سرکش خود کہ کاں خیالات فاسہ ومعدن مالیخولیا وہذیانات باطلہ است میگزارد وعجب ست کہ شاعر معجز بیان درحق ایں ضعیف الاعتقاد والبنیان چندیاں سال قبل ازیں گویا بطور پیش گوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدار خود کردہ است۔

سال اول مطرب آمد سال دویم خواجہ　　بخت گر یاری کند امسال سیدی شود

خلاصہ ازیں سخنہا درگزرید واورابر شیطنش پسرید ومارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیز اسلام مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابوسعید محمد حسین وجناب داروغہ عبدالغفور خاں برسانید وسانٹمڑ پائی خود را گرفتہ

بصوب ماروانہ کنید تا کہ از دارالخلافہ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آن بطلبم و در ہر خصوص برزات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت براستبنا می طبع عالی می نمائم۔ والسلام۔ الراقم حسین کامی۔

(منقول از اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۲۔ ص ۴۱۴۔ ۴۱۹)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

قادیانی نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں حضرت سلطان المعظم (عثمانی خلیفہ) کی توہین و بدگوئی کر کے گورنمنٹ کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی کا بدخواہ و دلی دشمن ہے۔ اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ متصور ہونا چاہیے اور اشتہار ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں اس توہین و بدگوئی کا انکار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ اس نے حضرت سلطان معظم کی توہین نہیں کی بلکہ سلطنت ترکی اور اس کے ارکان کی بدگوئی کی ہے اس لئے مسلمانان محبین و معتقدین سلطان المعظم اس کو اسلام و مسلمانوں کا دشمن قرار نہ دیں۔

پھر جب بعض اسلامی اخباروں نے اس کی خبر لی اور اس کے اس دھوکہ کی قلعی کھل گئی اور ایک مقدمہ میں عدالت ضلع گورداسپور میں اس کی طلبی ہوئی اور دوران سوالات و جوابات میں اس کے مخالف گورنمنٹ ہونے کی حقیقت کھلنے لگی تو پھر اس نے وہی کارستانی کی اور عدالت کو یہ بات جتائی کہ وہ سلطان روم کا بدگو و مخالف ہے اس لئے مسلمان اس کے دشمن بن گئے ہیں۔ اور اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اپنی اسی کارستانی و بد گوئی و بدزبانی کی سند پیش کر کے اس سے سلطنت ترکی سے اپنی مخالفت اور برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی و موافقت ثابت کی۔..

اس نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے جن فقرات میں سلطنت ترکی کی عداوت کا اظہار اور حضرت سلطان المعظم کی توہین کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ ہیں جو معہ تشریح و توضیح وحدانی خطوط میں (یعنی بین القوسین اور باریک خط میں) نقل کئے جاتے ہیں:

ا۔ مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔

(یہ کلمات بظاہر سفیر کے حق میں ہیں اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کے حق میں کیونکہ ان کو بھی قادیانی صرف دنیا دار بادشاہ سمجھتا ہے، نہ دیندار اور خلیفۃ المسلمین چنانچہ فقرہ مابعد اشتہار ہذا اور فقرہ آئندہ اس کے اشتہار جشن جوبلی کا اس پر شاہد ہے)

۲۔نہ مجھے سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے نہ اس کے سفیر کی ملاقات کا شوق

(حضرت سلطان المعظم سے اپنی استغنا و بے پرواہی ظاہر کرنا، اور ان کو مفرد الفاظ بلا تعظیم سے یاد کرنا حضرت ممدوح کی صریح اہانت ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی، جو مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں اور ان کے معابد و مشاعر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ وغیرہ مشاہد کے خادم و محافظ، ہر ایک مسلمان کو مذہبی حاجت ہے۔ان سے استغنا و بے پروائی ظاہر کرنا در پردہ مکہ و مدینہ سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں، بلکہ ان ہی کافروں کا کام ہے جو قادیان کو مکہ سمجھتے ہیں اور اس کو خطاب دار الاماں، جو مکہ کا خطاب ہے، سے یاد کرتے ہیں اور حج کعبہ کی جگہ اسی قادیان کا حج کرتے اور اس کو بجائے حج کعبہ کافی سمجھتے ہیں)

۳۔میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی میں کر رہا ہوں۔

(گورنمنٹ انگریزی کو سلطنت ترکی کے مقابلہ میں واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ سلطنت ترکی واجب التعظیم و واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری نہیں ہے اور یہ صاف اور صریح سلطنت ترکی کی توہین ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔بے شک گورنمنٹ انگریزی مسلمانان رعایا گورنمنٹ کے نزدیک دنیاوی امور میں اور پولیٹکل نظر سے واجب التعظیم واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری ہے مگر مذہبی امور اور مذہبی نظر سے سلطنت ترکی مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت واجب التعظیم اور قابل شکر گزاری ہے اور جو شخص مسلمان کہلا کر مذہبی امور کی نظر سے، جو مسلمانوں کو حج وزیارت کے سفر میں پیش آنے لازم ہیں، سلطنت ترکی کی تعظیم اور اطاعت اور شکر گزاری کو واجب نہیں سمجھتا، وہ در پردہ سخت کافر (ناشکر) ہے وہ اپنے مذہبی پیشوا کی اہانت کرتا ہے جس کی توہین خدا تعالیٰ کرتا ہے۔چنانچہ حدیث میں وارد ہے: السّلطان ظلّ اللّٰہ فی الارض من اکرمہ اکرمہ اللّٰہ و من اھانہ اھانہ اللّٰہ۔مشکوۃ ص۳۱۳ و ۳۱۵ وغیرہ۔کہ سلطان زمین میں خدا کا سایہ ہے جو اس کی عزت و توقیر کرتا ہے خدا اس کی عزت کرتا ہے، جو اس کی اہانت کرتا ہے خدا اس کی اہانت کرتا ہے۔

اس توہین آسمانی کا یہ اثر ہے جو قادیانی پر ظاہر ہو رہا ہے کہ جب سے اس نے سلطان المعظم کی توہین کی ہے اسلامی دنیا میں اس کی توہین ہو رہی ہے اور چاروں طرف سے لعنت کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے جس کا کسی قدر بیان آئندہ ہوگا)

۴۔ٹرکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔

(یہ صاف اور صریح طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے اور اس کی فتوحات روز افزوں کو کان لم یکن سمجھنا اور ان پر حسرت و رنج ظاہر کرنا ہے۔قادیانی ان فتوحات کو فتوحات سمجھتا اور دل میں ان پر ماتم نہ کرتا تو یہ کلمہ خبیثہ کہ وہ شامت اعمال بھگت رہی ہے، زبان پر لانے سے شرماتا، اور یہ خیال کرتا کہ ان دنوں سلطنت ترکی کو وہ ترقی نصیب ہوئی ہے جو اس سے دو سو برس پہلے نہ ہوئی تھی اور یہ روز افزوں برکت ہے، نہ اعمال کی شامت ہے)

۵۔نامبردہ (سفیر حضرت سلطان المعظم) نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کیلئے

درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ کیلئے جو کچھ آسمانی قضا وقدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے ۔میں نے اس کو صاف کہد یا کہ سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں ہوتا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بری معلوم ہوئیں۔

(یہ بھی صریح اور صاف طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے۔اور فتوحات سلطنت کو کان لم یکن سمجھنا۔اوران پر دل سے ناخوش ہونا اور ماتم کرنا ہے۔ان فتوحات کو وہ فتوحات سمجھتا اوران پر خوش ہوتا تو موجودہ حالت کی نظر سے آئندہ ترقی کی امید دلاتا بدانجامی سے نہ ڈراتا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ یہ تو اس (مرزا) کی توہین سلطنت کی تشریح و توضیح ہے۔اب ہم اس کے مستجاب الدعوات اور صاحب کشف اور مطلع دیوان آسمانی قضا وقدر ہونے کے دعوی پر جو اس فقرہ میں پایا جاتا ہے، ریمارک کرتے ہیں کہ اس دعوی کو دیکھ کر ہم کو ہنسی آتی ہے اور آپ کی جرأت وجسارت زعفران زار تعجب وحیرت میں لے جاتی ہے۔

قادیانی صاحب! آپ اس لائق کب ہوئے کہ آپ سے کوئی دعا کرائے اور مراد پائے۔ یا کوئی آسمانی قدر وقضا کا حال پوچھے تو آپ کشف سے اس کو بتادیں۔آپ صاحب کشف اور دفتر قضا وقدر کے ناظر ہوتے تو اپنی بیوی کے پہلے حمل رہنے کے وقت کشف سے جان جاتے کہ اس حمل سے لڑکی ہوگی، اور لڑکا ہونے کی پیش گوئی نہ کرتے۔ پھر دوسرے حمل سے لڑکا بشیر پیدا ہونے پر جان جاتے کہ وہ جلد مرجائے گا اور اس کو بشیر موعود قرار نہ دیتے۔ پھر تیسرے اور چوتھے اور پانچویں حمل (جن سے محمود، بشیر اور شریف پیدا ہوئے) کے وقت معلوم کر لیتے کہ فرزند موعود ان حملوں سے پیدا ہوگا اور اس کی تعیین کر کے پیش گوئی کرتے۔اور چھٹے یا ساتویں حمل سے اس کے پیدا ہونے کی امید نہ رکھتے، پھر اس چھٹے یا ساتویں حمل کے وقت جان جاتے کہ اس سے لڑکی ہوگی، نہ لڑکا۔اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۹ میں یہ دعوی نہ کرتے کہ فرزند موعود اب پیدا ہوگا، جو تین کو چار کرنے والا ہوگا، باوجودیکہ وہ زائد المیعاد بھی ہو چکا تھا کیونکہ فرزند موعود کے لئے نو برس کی میعاد تھی اور وہ حمل بارہویں سال ہوا تھا۔ایسا ہی آپ عبداللہ آتھم کی نسبت جان لیتے کہ وہ ۱۵ ماہ کی میعاد میں رجوع بحق کرے گا اور فوت نہ ہوگا۔اور مرزا سلطان محمد بیگ کی نسبت جو آپ کی منکوحہ آسمانی سے عیش اڑا رہا ہے..یہ جان لیتے کہ اس کے وارثوں کی معذرت کی وجہ سے اس کی موت کو ٹلایا جائے گا اور ڈہائی برس میں اس کی موت کی پیش گوئی نہ کرتے (یہ بھی محض آپ کا دعوی ہے۔اور درحقیقت اس کے وارثوں نے معذرت نہیں کی۔ دیکھو اشاعة السنہ ج ۱۶۔

اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہوتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے اور جو اطراف واکناف عالم سے آپ پر لعنت وتکفیر کی بارش ہو رہی ہے اس سے اپنے آپ کو بچاتے۔ پھر سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار پنشنر کے لئے دعاء تولد فرزند کی (جسکے عوض ۵۰۰ روپیہ پیشگی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹ والہی بخش اکونٹنٹ کی معرفت لے کر ہضم کر چکے ہیں) دعا کرتے اور اس میں کامیاب ہوتے۔اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی صحت کے لئے جس کے عوض میں ۵۰۰ روپیہ ان کی والدہ ماجدہ سے لے کر خورد برد کر چکے ہیں، دعا کرتے اور کامیاب ہو کر آج وزیر ریاست ہوتے۔گذشتہ راصلوۃ اگر آپ صاحب کشف اور مستجاب الدعوات ہیں تو سابق پیش گوئیوں میں سے صرف ایک

پیش گوئی متعلق اپنی منکوحہ آسمانی کی نسبت کشف کا ٹیلی فون لگا کر بتا دیں کہ آپ کی منکوحہ، جو غیر کی فراش ہے، آپ کے پلنگ پر کب آئے گی اور جناب فضائل مآب الہامات انتساب ملا محمد بخش صاحب قادری لاہوری کی نسبت جو آپ کی موجودہ محبوبہ پر اپنے الہام کی بشارت و شہادت سے نکاح کی ٹھان بیٹھے ہیں، اور نکاح خوانی کیلئے برطبق مثل: تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، اس ناتوان کو مقرر کر چکے ہیں، جیسے کہ آپ بے چارہ مرزا سلطان محمد بیگ کی منکوحہ کے نکاح کا دعوی رکھتے ہیں، بتا دیں کہ اگر وہ اس دعوی الہام میں نا درستی پر ہے تو اس کا کام کب تمام ہے۔ اور آپ کو اور آپ کی بیوی کو اس سے اور اس کے الہامات سے کب امن حاصل ہوگا۔

ان امور کے متعلق آپ کشف سے قضاوقدر کا فیصلہ کچھ نہ بتائیں اور اپنا مستجاب الدعوات ہونا ثابت نہ کریں، تو پھر حضرت سلطان المعظم یا ان کی سلطنت یا کسی اور شخص یا قوم کی نسبت کشف بیانی یا مستجاب الدعا ہونے کے دعوی سے کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتے۔ اگر آپ اس کے جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ دونوں امور ہماری ذات سے متعلق ہیں اور ہم تن برضا وتسلیم قضاوقدر دے چکے ہیں، ہماری منکوحہ آسمانی کو مرزا سلطان محمد بیگ استعمال کر رہا ہے تو ہم راضی ہیں ہماری موجودہ محبوبہ منکوحہ پر ملا محمد بخش نظر رکھتا ہے تو اس میں بھی ہم کو بجز تسلیم چارہ نہیں ہے، اور ہمارے جیسے باخدا عارف اور بزرگ اپنے نفع وذاتی فائدہ سے دوسرے کے نفع کو مقدم سمجھتے ہیں اور اپنے نقصان میں تن برضا سپرد کرتے ہیں اور ان دو بیتوں پر کاربند رہتے ہیں:

نیم نانے گر خورد مرد خدا　　بذل درویشاں کند نیمے دگر

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

لہذا ہم (یعنی مرزا قادیانی) مرزا سلطان محمد بیگ اور ملا محمد بخش کے لئے بد دعا نہیں کرتے۔ اول الذکر ہماری منکوحہ آسمانی سے شوق سے نفع اٹھاوے۔ اور ثانی الذکر کو اگر الہام میں وعدہ نکاح ہو چکا ہے تو وہ بھی امیدوار رہے، تو اسکے جواب میں اولاً ہم کہیں گے کہ یہ رضا وتسلیم نہیں جو اہل اللہ وصاحب دلاں باخدا کا کام ہے۔ بلکہ یہ دیوثی کہلاتی ہے جو بے غیرت وبے حیا لوگوں کا شیوہ ہے۔ اور ثانیاً یہ گذارش کریں گے کہ اگر آپ کا الہام اس دیوثی کی آپ کو اجازت دیتا ہے اور آپ کو ان لوگوں کے متعلق دعا بد کرنے سے مانع ہے تو ہم اور دو شخصوں آپ کے اہل تعلق کو پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار پنشنر لاہور۔ ۲۔ نواب صاحب والی ریاست مالیر کوٹلہ۔ آپ سردار صاحب کے حق میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کریں۔ اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کیلئے صحت کی دعا کریں۔ اور دیوان قضاوقدر ملاحظہ فرما کر ان دعاؤں کے وقت قبولیت سے اطلاع دیں۔ مگر وقت ایسا لمبا نہ بتا دیں اور اس میں کوئی ایسی پیچدار شرط نہ لگا دیں جس میں آپ کی قدیمی حکمت عملی کا دخل ہو۔ اور اگر آپ اس میں یہ عذر کریں کہ جو پانچ پانچ سو روپیہ ان لوگوں یا ان کے بعض متعلقوں سے ہم لے چکے ہیں وہ مدت ہوئی خورد برد ہو کر ایسا ہضم ہو گیا ہے کہ اب اس کا اثر بدن میں باقی نہیں رہا، پھر دعا کے لئے جوش کیوں کر پیدا ہو۔ وہ لوگ پانچ پانچ سو اور روپیہ پیشگی داخل کریں تو اس سے پلاؤ تنجن کھا کر بدن میں حرارت وجوش پیدا ہو، تب ان کے لئے جوشیلی دعا دل سے نکلے، تو اس کے جواب میں بادب عرض کیا جائے گا کہ نواب صاحب مالیر کوٹلہ تو ایک مدت سے مرض دیوانگی کے سبب اپنی ریاست سے علیحدہ ہیں اور ان کی جگہ ایک اور صاحب رئیس ریاست لہارو کے کام کرتے ہیں جن سے خاکسار کو ذاتی واقفیت وآشنائی نہیں۔ ان سے آپ یہ سوال اپنے مرید خاص محمد علی صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی معرفت کریں۔ ہاں سید امیر علی شاہ سردار بہادر میرے عنایت

فرما اور بے تکلف دوست ہیں۔ان سے پانچ سو نہیں ہزار روپیہ پیشگی دلوا سکتا ہوں بشرطیکہ آپ باضابطہ اقرار نامہ لکھ دیں کہ قریب عرصہ میں آپ کی دعا کا اثر ظاہر نہ ہوا اور قضا وقدر کے دفتر سے آپ کو کچھ پتہ نہ لگا تو پھر آپ سے وہی سلوک کیا جائے گا جو عبداللہ آتھم کی عدم وفات پر آپ نے خود اپنے لئے تجویز کیا تھا۔جو آپ ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔آپ جنگ مقدس کے صفحہ اخیر میں لکھتے ہیں:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانیکے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے،روسیاہ کیا جائے،میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے،مجھ کو پھانسی دیا جاوے،ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔

اس شرط سے آپ ڈر جائیں اور ان صاحبوں کے لئے دعا کا اثر دکھانے سے انکار کریں تو آپ کے مستجاب الدعوات اور ناظر دیوان قضا وقدر ہونے کے ثبوت کے لئے ایک اور نئی وعام پسند مثال پیش کی جاتی ہے۔اگر آپ دیوان قضا وقدر میں نظر رکھتے ہیں تو اس دیوان کو ملاحظہ فرما کر بذریعہ اشتہار بتادیں کہ قحط سالی اس ملک سے کب رفع ہوگی اور کس کس تاریخ کافی وعمدہ بارش ہوگی۔اور غلہ کا نرخ کب ارزاں ہوگا اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہیں تو خدا تعالی سے عام وکافی بارش کیلئے دعا مانگیں اور یہ کہ غلہ گندم فی روپیہ کم سے کم ایک من پختہ ہوجائے اور اس دعا کی قبولیت کے وقت سے بذریعہ اشتہارات پبلک کو اطلاع دیں پھر تو تمام ملک آپ کا تابع ہوجائے گا اور مذہبی سرداری کے علاوہ پولیٹکل سرداری بھی (جس کے دھن میں آپ مدت سے لگے ہوئے ہیں) آپ ہی کے ہوجائیگی۔

اس کے جواب میں شائد آپ یہی عذر کریں گے ہم ایسی دعاؤں،امن آسائش وعافیت کیلئے،نہیں بھیجے گئے۔بلکہ ہم مارنے مروانے کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اس کی سند میں یہ شعر پیش کریں

درکوئے نیک نامی مارا گذر ندارند　　گرتو نمے پسندی تبدیل کن قضارا

چنانچہ اپنے اشتہار پیش گوئی متعلق راج اندر سنگھ میں آپ فرما چکے ہیں،تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ پھر آپ فقرہ نمبر ۵ میں اور دیگر مقامات میں مطلق مستجاب الدعوات ہونے کا دعوی کیوں کرتے ہیں اور ناواقف خلق اللہ کو کیوں گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔خدا کے تو آپ قائل معلوم نہیں ہوتے،عقلاء دنیا ہی سے شرم کریں اور ایسی لن ترانیاں چھوڑ دیں۔اب ان لن ترانیوں کا موقعہ نہیں رہا۔عبداللہ آتھم وشوہر ثانی منکوحہ آسمانی جناب کے نہ مرنے اور لیکھ رام کے موافق میعاد وحسب مضمون پیش گوئی قتل نہ ہونے اور فرزند موعود بشیر عمانوایل کے اب تک پیدا نہ ہونے سے آپ کا حال کس وناکس پر کھل گیا ہے اب ملاحظہ قضا وقدر واستجابت دعا کا نام نہ لیا کریں)

۶۔میں نے کئی اشارات میں اس بات پر زور دیا ہے کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا،سچے تقوی اور عبادت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔(یہ فقرہ بھی صراحت کے ساتھ سلطنت روم کی توہین اور اس پر حملہ کررہا ہے اور بتارہا ہے کہ موجودہ حالت سلطنت کو (جس میں ترقی اور فتوحات حاصل ہوئیں) اور مفروران اور مجروحان یونان کے ساتھ سلطنت ترکی کی انسانی ہمدردی کو (جس کو اقوام مخالفین نے بھی مان لیا ہے) آپ اچھا نہیں سمجھتے،اور دل سے اس پر ناخوش ہیں۔آپ کے اس اعتراض: ترکی سلطنت میں تقوی و

طہارت وعبادت وانسانی ہم دردی نہیں پائی جاتی، اس لئے وہ سلطنت برباد ہوگی ..کا جواب اخبار چودھویں صدی نے کافی ووافی دے دیا، لہذا ہم اس باب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے اسی جواب کو عنقریب نقل کر دیں گے انشاءاللہ)

۷۔ مگر میں اس کے (سفیر روم) دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو (جو فقرہ نمبر ۵، ۶ میں کہی گئی ہیں) بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں۔

(بل بے دلوں کے محرم اسرار، تو دلوں کے بھید جان لیتا ہے، تو ہم جناب فضیلت مآب الہام انتساب ملا محمد بخش قادری لاہوری کو تیرے پاس قادیان بھیج دیتے ہیں، جو ارادے اس کے دل میں گذرتے ہیں اور ان میں سے وہ کچھ ظاہر بھی کر چکے ہیں، وہ تو بتا اور اس پر جو چاہے انعام پا۔ اے صاحب حیا تو ایسا مطلع القلوب ہوتا تو سفیر صاحب کے سامنے یا ان کے خط کے جواب مقابلہ میں اپنے اشتہار کے ضمن میں ایسی باتیں نہ کہتا جن سے تجھے پشیمانی اور شرمندگی کے ساتھ رجوع کرنا پڑا جس کا ثبوت تجھے عنقریب ملے گا۔

اس فقرہ میں بھی تو نے سلطنت اور اس کی فتوحات پر صریح حملہ کیا۔ اور ایک شخص کے اس قصور کے بدلے کہ اس نے تیری ان باتوں کو برا سمجھا، عام سلطنت کا برا چاہا۔ اور ان آیات کا جس میں ارشاد ہے کہ ہر کسی کا کمایا اسی پر پڑتا ہے، اور ایک شخص کا بوجھ دوسرا شخص نہیں اٹھاتا)

۸۔ پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔

(خاک بدہاں اے مردک بدزباں، بدگوئی ایک شخص کرے اور اس کے بدلے تو زوال تمام سلطنت پر لاوے۔ یہ کس خبیث ناپاک مذہب کا اصول ومسئلہ ہے؟ اسلام اور قرآن تو یہی فرماتے ہیں کہ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا۔ پھر اس کے برخلاف تیرا ایک شخص کی بدگوئی سے سلطنت کا زوال چاہنا بے حیائی وبے ایمانی وخیرہ چشمی وبدزبانی نہیں تو اور کیا ہے۔

اے صاحب حیا! اگر تو ایسا ہی صاحب تصرف ہے کہ جو تیری بدگوئی کرے وہ اور اس کی تمام قوم زوال پکڑے، تو ملا محمد بخش قادری لاہوری اور سائیں لادھڑک شاہ چشتی امرتسری کے لئے زوال کا حکم کیوں نہیں کرتا جنہوں نے تیری جورو بیٹی کو نہیں چھوڑا۔ اور اپنے الہام کی شہادت سے تیری بدگوئی کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ یہ تیری گیدڑ بھبکیاں اور دھمکیاں ان ہی لوگوں کے مقابلہ میں ہیں جو اپنے علو مراتب کی نظر سے تجھے مخاطب نہیں بناتے اور تیری بکواس کو سن کر اعراض فرماتے ہیں اور سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ملا محمد بخش اور سائیں لادھڑک شاہ کی متعدد تحریرات واشتہارات کے جواب سے تو کیوں ساکت ہو رہا ہے؟ اسی وجہ سے کہ وہ تیرا گھر پورا کر دیتے ہیں لہذا مسلمانوں کو یہی چاہیے کہ تیری ایسی بکواس کے مقابلہ میں خود کچھ نہ بولیں۔ ملا محمد بخش یا سائیں لادھڑک شاہ کو پیش کر دیا کریں۔ اور روپیہ پیسہ سے ان کو مدد دیا کریں)

۹۔ میں نے یہ بھی اس (سفیر صاحب) کو کہا کہ خدا تعالی نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں مجھ سے علیحدہ رہے گا، وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں۔ اور میں اپنی طرف سے نہیں، بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعے فرمایا وہی کہا تھا۔

(یہ حضرت سلطان المعظم کی ذات پر اس نالائق دشمن اسلام کا صریح حملہ ہے۔ بادشاہ سے اس کی مراد حضرت سلطان المعظم سب سے پہلے ہیں اور دوسرے اسلامی بادشاہ ان کے بعد۔ اسلام کی قید اس الہام (شیطانی) میں اس نے اس غرض سے لگا دی ہے کہ اس کاٹنے کی دھمکی سے برٹش گورنمنٹ چونک نہ پڑے۔ ..مگر اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ یہ گورنمنٹ کرم سنگھ کی طرح بے وقوف نہیں ہے کہ وہ اس کی جھوٹی خوش آمد سے اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ لے گی۔ .. یہ گورنمنٹ اور دیگر مخالفین مذہب کے حق میں اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۱ میں صاف کہہ چکا ہے: نافرمان کا مال اور اس کی جان اس کے مِلک سے خارج ہو کر خدا کے مِلک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان کے مال کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے (یعنی ہلاک کرے) اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری (ہلاکت) نازل کرے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے جملہ مخالفین مذہب کے مال و جان کو گورنمنٹ ہو خواہ غیر، معصوم نہیں جانتا اور ان کے تلف کرنے کے فکر میں ہے۔ دیر ہے تو صرف جمیعت وشوکت کی دیر ہے۔

اس کے اس فتوی و حکم قطعی کے ساتھ اس فقرہ میں اسلام یا مسلمانوں کی قید لگا دینا گورنمنٹ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ لفظ گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کی نیت سے لکھا گیا ہے۔ اور درحقیقت یہ شخص ہر شخص یا قوم کا جو اس کی پیروی نہ کرے مخالف ہے اور اس کے کاٹے جانے کی فکر و آرزو میں ہے۔..

یہ تو اس فقرہ کے لفظ اسلام یا مسلمانوں کی تشریح ہے، اب ہم اس فقرہ کے مضمون پر یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ سے علیحدہ رہنے والے مسلمانوں کو کاٹ دینے کا ارادہ خدا نے کر لیا ہے تو وہ لوگ جو آپ کے ابتداء زمانہ الحاد و دہریت سے آپکی خدمت گذاری میں ایسے مصروف تھے، جیسے ملائکہ موت برے کی جان لینے میں مصروف و مستغرق رہتے ہیں، اب تک کیوں کاٹے نہیں گئے۔ بلکہ برعکس وہ آپ کی ایسی جڑھ کاٹ رہے ہیں اور بنیاد اکھاڑ رہے ہیں جس کو آپکا جی جانتا ہے۔

اخیر فقرہ میں جو آپ نے دعوی الہام کیا ہے اور یہی آپ کا قدیم طریق وشیوہ ہے کہ جو کچھ کسی کو برا بھلا کہا اس کو الہام بنالیا۔ اس کے مقابلہ وجواب کیلئے اس طرف سے بھی ایک آپ سا ملہم محمد بخش قادری لاہوری پیدا ہو گیا ہے مشہور کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے ایسا ہی ایسے الہاموں کی بیخ کنی الہام سے ہو سکتی ہے۔ ہم ایسے الہاموں سے عاری تھے اسلئے آپ دن بدن سر اٹھاتے جاتے تھے اب اس طرف بھی آپ جیسا ملہم پیدا ہو گیا ہے جس سے امید ہے کہ آپ کے الہامات کا مقابلہ بخوبی کر لیا کرے گا۔ بہتر ہے آپ اب الہام بازی چھوڑ دیں ورنہ الہام کے مقابلہ میں الہام کی گولہ باری تیار ہے۔ ملّا صاحب کو مدت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے موٹے تازے الہام ہو رہے ہیں جو آپ کے الہاموں کو چکنا چور کر رہے ہیں ضمیمہ اخبار جعفر زٹلی میں مضمون مرزا قادیانی کی نسبت تازہ پیش گوئیاں، ناظرین کے ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ مضمون: جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار، انہوں نے دیکھا ہوگا)

۱۰۔ کیا میں اسلامبول میں امن کے ساتھ اس دعوی کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ اور یہ کہ تلوار چلانے والی روائتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے۔

اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ؟ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا رہا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے میرا نام نمرود اور شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے

(اس فقرہ میں سلطان المعظم کی صریح توہین ہے اور ان کی سلطنت کے جملہ علماء وقضاۃ ومشائخ مکہ ومدینہ وغیرھما کو درندہ کہہ کر گالی دی گئی ہے اور حضرت سلطان المعظم کو ان ہی درندوں کی مرضی کو مقدم رکھنے والا کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔ ان توہینات کے ساتھ اپنے عقائد باطلہ ودعاوی عاطلہ کی نسبت قادیانی نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اسلام کے عالموں اور قاضیوں کے نزدیک عقاید صحیحہ ودعاوی حقہ نہیں ہو سکتے اس سے اس کے جاہل پیرو عبرت کا سبق حاصل کریں اور ان عقاید ودعاوی کو عقائد باطلہ ودعاوی عاطلہ تصور کر کے ان سے دست بردار ہو جائیں۔ جب وہ اسلام بول اور اس کے ماتحت مکہ ومدینہ کے علماء وقضاۃ کے نزدیک اسلامی عقاید تسلیم نہیں کئے جاتے تو پھر وہ اسلامی عقاید کیونکر ہو سکتے ہیں۔ قادیانی کے عوام اتباع کے لئے جو علوم سے محروم ہیں اور وہ اپنی تحقیق سے کسی عقیدہ کا حق یا ناحق ہونا نہیں پہچان سکتے، یہی دلیل ان کے عقاید کے باطلہ ہونے پر بس ہے)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ ان دس فقرات میں سے بعض فقرات (نمبر ۲، ۵، ۹، ۱۰) میں ڈائریکٹ (بلاواسطہ) اور صراحت کے ساتھ اور بعض فقرات (بقیہ نمبروں) میں ان ڈائریکٹ (بالواسطہ) اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کی قادیانی نے توہین کی ہے۔

اس توہین سے بڑھ کر اس نے اپنے پرچہ جلسہ شکریہ جشن جوبلی میں جناب ممدوح کی توہین کی ہے جو ۷ جون ۱۸۹۷ء کو چھاپ کر اس بے نصیب نے مشتہر کیا ہے۔

(اس اشتہار میں مرزا صاحب نے فرمایا:.... بعض نادان مسلمانوں نے ہم پر اعتراض کیا ہے کہ جو ترکی سفیر کے خط کا ردّ بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا ہے اس میں سلطان روم کی بے ادبی کی گئی ہے اور وہ خلیفۃ المؤمنین ہے اور نیز اس اشتہار میں مداہنہ کے طور پر انگریزوں کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن یہ باتیں کوتہ اندیشی اور بخل کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کے منہ سے نکل رہی ہیں۔ ہم نے سلطان کو کچھ برا نہیں کہا اور نہ بے ادبی کی بلکہ ہمیں اس میں افسوس ہے کہ جس شخص کے ایسے سفیر ہوں اور ایسے ارکان ہوں اس کی حالت قابل رحم ہے...

رہی یہ بات کہ سلطان روم خلیفۃ المؤمنین ہے، اس کے ارکان کی نسبت ایسے سوء ادب کے الفاظ منہ پر لانا بے باکی اور گستاخی میں داخل ہے، سو یہ سراسر نا سمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر دجال بے ایمان کاذب خیال کرتا ہے وہ بے شک میری اس تقریر سے سخت ناراض ہو گا جو میں نے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ذرہ اپنے دلوں میں فرض کر لو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہو جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے جس

کو نبی ﷺ نے سلام کہا ہے، تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اس کے مقابل یاد کرنا اور اس کی عظمت کو بالکل بھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے ان کا تو کچھ علاج نہیں لیکن عقل مند اور ایمان دار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا تعالی نے آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لئے بھیجا ہے، روم کے ایک ظاہری فرمانروا کو کیا نسبت ہے؟ (حاشیہ میں مرزا صاحب کہتے ہیں: ابن سیرین کا قول ہے کہ مہدی موعود بعض نبیوں سے بھی افضل ہے۔ پس ایسے لوگوں کی حالت پر سخت افسوس ہے جو ایک بادشاہ کیلئے جو دنیوی زندگی رکھتا ہے مجھ کو جو اپنے مہدی موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ ثبوت دیتا ہوں گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سراسر دنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں خدا اور رسول پر ان کا ایمان نہیں رہا)

یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو تمہارا اختیار ہے کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعوی ہے لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ خلیفة اللّٰہ السلطا ن۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے، نہ زمینی۔ (منقول از مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۲۔ ص ۴۲۲۔۴۲۴۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں: قادیانی کا حضرت سلطان المعظم کی (جن کو ۲۶ کروڑ مسلمان مذہبی خلیفہ مانتے ہیں) خلافت کو حضرت ممدوح کا اپنے منہ کا دعوی قرار دینا اور اپنی خلافت کو (جو دراصل شیطان کی خلافت ہے) الہامی اور آسمانی اور روحانی خلافت کہنا۔ اور اسپر دلیل برطبق: دست خود دہان خود، اپنی ہی کتاب مجموعہ اباطیل ... براہین کے ایک الہام (شیطانی) کو پیش کرنا اسی قادیانی کا کام ہے (جس پر کوئی صاحب شرم و حیا جرأت نہیں کرسکتا) اور اپنے منہ سے خود میاں مٹھو بننا ہے اور پھر اسکا الزام واتہام حضرت سلطان المعظم پر رکھنا۔ اس سے کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت سلطان المعظم نے اپنی زبان مبارک سے کہاں دعوی خلافت کیا ہے۔ ان کو تو ۲۶ کروڑ مسلمانوں نے مذہبی خلیفہ تسلیم کیا اور تو اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو خلیفۃ اللہ بنتا ہے اور اس پر اپنے ہی ایک گوز شتر مندرجہ براہین کی سند لاتا ہے اور پھر اس الزام سے شرم نہیں کرتا۔

پھر انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۲۷ جون ۱۸۹۷ء میں اس کے ایک نائب میاں کریم بخش سابق ٹیچر سیالکوٹ سکول کا (جو زمانہ نبوت قادیانی سے مولوی عبدالکریم کہلاتا ہے) برملا یہ دعوی کہ:

حضرت اقدس مرزا صاحب نے سلطان المعظم کی توہین میں کوئی فقرہ یا لفظ نہیں کہا، جو مدعی ہو وہ ایک فقرہ یا لفظ ان کے اشتہارات میں دکھاوے،

سن کر تعجب پر تعجب ہوتا اور غیظ پر غیظ بڑھتا ہے۔ اور مصرع: چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد، یاد آتا ہے۔ اور ان دروغ گوؤں کے دعوی انکار کے معنی بجز اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آتے کہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم کی انہوں نے کی، یہ تھوڑی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور جس قدر آپ کے دل میں ہے یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، جو کمال تعجب و افسوس کا محل ہے۔

انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبر جو مرزائی نہیں (کیونکہ مرزائی ممبر کسی افسوس کا محل نہیں وہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم یا اور اکابر اسلام کی انجمن کے مکان میں یا انجمن کے جلسوں میں کرتے ہیں وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں) بھی افسوس و شکایت کے محل ہیں کہ اولاً انہوں نے قادیانی کے نائب کریم بخش سیالکوٹی کو قادیانی کی تقریر پڑھنے کے لئے انجمن کے ہال میں جگہ کیوں دی اور اگر انہوں نے عنوان تقریر سے کہ اس میں ایک عیسائی کے سوالات کا جواب دینا مقصود ظاہر کیا تھا دھوکہ کھایا تھا تو پھر عین اس مجلس میں جب کہ کریم بخش نے توہین کے ارتکاب سے انکار کیا تھا ان فقرات کو جو ہم نے اس مضمون میں نقل کئے کیوں پڑھ کر نہ سنایا۔ کیا اس وقت جلسہ میں کوئی کارکن ممبر انجمن موجود نہ تھا جو لکھا پڑھا ہو اور اس نے ان فقرات اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء و ۷ جون ۱۸۹۷ء کو دیکھا ہو۔ کیوں نہیں؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ایک نہیں کئی حضرات ہوں گے۔ پھر وہ کچھ نہ بولے اور نائب قادیانی اپنا کام کر کے چل دیئے، تو وہ ممبران کیونکر محل افسوس و شکایت نہ ہوں۔

امید ہے انجمن ہماری اس شکایت کا ازالہ اور اس نقصان کا جبر و کفارہ عمل میں لائے گی اور آئندہ کسی مرزائی کو انجمن کے مکان میں ایسی تقریر کرنے کا موقعہ نہ دیں گے جس میں وہ اسلام یا مسلمانوں کی توہین یا دل آزاری کر سکیں۔ اس سے مسٹر حفیظ سالم صاحب لاہوری کی واجبی شکایت کا بھی ازالہ ہو جائیگا جس کو انہوں نے پرچہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں ملاّ صاحب کے اخبار جعفر زٹلی لاہور میں پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے:

مسلمان اور متبعین مرزا، اور انجمن حمایت اسلام لاہور

۲۷ جون ۱۸۹۷ء کو بروز اتوار اسلامیہ کالج لاہور واقعہ شیرانوالہ دروازہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں قادیانی علیہ اللعنۃ کی طرف سے اس کے ایک مرید نے سراج الدین بی اے (جو کچھ مدت سے عیسائی ہو گیا ہے) کے

چار سوالوں کے جواب پڑھ کر سنائے۔ چونکہ ہم پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ مرزا ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے اور غالباً اس آڑ میں وہ مخرب اسلام اپنے زہریلے اور خلاف اصول اسلام خیالات ظاہر کرنے سے باز نہ آئے گا اس لئے ہم اس جلسے میں شامل نہیں ہوئے لیکن معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ ہمارا خیال درست نکلا۔ مرزا نے جا بجا اپنے مشن کے متعلق بکواس کی ہوئی تھی۔ اور حاضرین میں سے ان کو جو اسے کاذب، مخرب اسلام اور شیطان بصورت انسان خیال کرتے ہیں سخت رنج ہوا۔ ظاہر ہے کہ مسیح الدجال کو مسیح موعود ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی اور نسبتاً وہ جماعت جو اسے جھوٹا سمجھتی ہے کئی گنا زیادہ ہے، بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے فقط لاہور کے مسلمانوں کی تعداد میں سے اگر مخالفین مرزا صاحب کا صحیح اندازہ کیا جائے تو قادیانی کے تمام چیلوں سے ہزار گنا زیادہ ہوں گی اور اگر متبعین مرزا کی اس تعداد کو جو لاہور میں ہے اسی نسبت سے دیکھا جائے تو اور بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے کیونکر چند آدمیوں کی خاطر ہزار ہا اہل اسلام کی دل شکنی جائز رکھ کر اپنے مکان میں ایسے جلسہ کی اجازت دی۔ یہ تمام الزام انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبروں اور خاص کر سکرٹری پر آتا ہے کہ انہوں نے معدودے چند گم کردہ راہ لوگوں کو جن کے ساتھ ان کا ذاتی تعلق ہے خوش کرنے کے لئے ہزار ہا مسلمانوں کا دل دکھایا۔

مسٹر حفیظ سالم کی شکایت بجا ہے مگر ہم نے سنا ہے کہ آئندہ انجمن کے مکان میں مرزائی دجالوں کو اپنے کفریات کے بیان سے ممانعت ہوگئی ہے۔ اس تجویز سے مسٹر سالم حفیظ کی شکایت کا ازالہ ہوگیا۔ و الحمد للّٰه علی ذلك۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس بیان کو پڑھ کر اور یہ حالات و مقالات قادیانی سن کر ناظرین یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی کے دل میں سلطنت ترکی کی سخت عداوت ہے اور اسی وجہ سے اس نے حضرت سلطان المعظم اور ان کی سلطنت کی سخت توہین کی ہے جس کے سبب وہ واقعی دشمن اسلام کہلانے کا مستحق ہے۔ اس طعن و توہین کے جواب میں جو کچھ ہم نے خطوط وحدانی میں کہا ہے اس سے بڑھ کر اسلامی اخباروں نے کہا اور حضرت سلطان المعظم کی طرف سے کافی جواب دیا ہے۔ اس مقام میں ان اخبارات کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲۱ جون ۱۸۹۷ء میں ہے:

مرزا قادیانی کے جھوٹے دعاوی اور انبیاء کی نسبت اہانت آمیز تحریریں اگر چہ وقتاً فوقتاً مدت سے سچے مسلمانوں کی نہایت دل آزاری کا باعث ہورہی تھیں مگر اب جو اس نے ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کو اپنے اس اشتہار میں جس کو ،حسین کامی سفیر سلطان روم کے،عنوان سے شائع کیا ہے اور اس میں خواہ مخواہ خلیفۃ المؤمنین حضرت سلطان المعظم روم اور ان کی سلطنت پر بیجا حملہ کر کے نہایت بے ادبی استعمال کی ہے،اس سے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کو نہایت درجہ کا صرف رنج ہی نہیں ہوا بلکہ صریحاً ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شخص نہ صرف ان علمائے کرام اور فضلائے عظام کا ہی دشمن ہے کہ جو اس کے دعاوی باطلہ اور اقاویل کاذبہ کے مخالف ہیں بلکہ کل روئے زمین کے مسلمانوں اور سچے اسلام کا جانی دشمن ہے اور جس طرح یورپ میں مسٹر گلیڈسٹون سلطنت روم اور اسلام کا دشمن ہے ویسے ہی ہندوستان میں یہ شخص اس کا مقلد ہو کر محض اس وجہ سے سلطنت مذکورہ کا بدخواہ بنا ہے کہ اس کے سفیر نے اپنے ذاتی مشاہدہ سے اس کے برخلاف کیوں رائے دی جو بعینہ ناظم الاخبار لاہور مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں درج ہوگئی۔افسوس وہ خلیفۃ المؤمنین روئے زمین جو محافظ حرمین شریفین ہے حیف وہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور اسلام کو عزت وشوکت اور فخر حاصل ہے اسکی نسبت یہ بے باک مقلد گلیڈسٹونی کمال بے ادبی سے چھوٹا منہ بڑی بات اس طرح پر تحریر کرے کہ:

ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں.....میں نے سفیر کو صاف کہدیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں،میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے اور خدا سچے تقوی اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔

جن صاحبوں کو ابتداء سے اخبارات پڑھنے کا شوق ہے وہ اس اقتباس سے فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی نسبت مرزا قادیانی کے فقرات متذکرہ بالا دراصل وہی فقرات ہیں جو اس سے پہلے یورپ کا

بوڑھا مخبوط الحواس اوراس کے پیروکار کرتے ،اوراپنی دلی بغض وکینہ سے جوان کواسلام سے ہے ترکی سلطنت اور وہاں کے مسلمانوں کو بدنام کیا کرتے تھے جن کواب روم و یونان میں ترکی سلطنت نے اپنی اعلی درجہ کی شجاعت ولیاقت سے عملی طور پرصرف جھوٹا ہی ثابت نہیں کیا بلکہ مخالفین مذکور کا مارے خجالت وندامت کے ناطقہ بند کردیا ہے عین حالت جنگ میں اپنی جان کے دشمنوں کو کھانا کھلانا میدان جنگ میں دشمنوں کے مردوں کو اپنے پاس سے کفن دے کے عزت سے دفن کرنا قیدیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا،ان کے عیال واطفال اور مال کی حفاظت کرنااورزخمی دشمنوں کا ہم دردی سے علاج کرنا،ترکوں کی یہ ایسی ملکی صفات ہیں کہ جن کی اب وہی مخالفین اسلام شہادتیں دے رہے ہیں اورترکوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔اب غور کرنا چاہیے کہ ان اوصاف سے زیادہ اورکون سا سچا تقوی اورطہارت اورانسانی ہمدردی ہوسکتی ہے کہ جس سے ترک بزعم قادیانی عاری ہیں۔ہاں یہ ضرور ہے کہ ترکی سلطنت زنا شراب بداعتقادی اورکفر کی باتوں کی مفت دشمن ہےاور ان کے مرتکبین کیلئے..سخت سزائیں مطابق احکام الہی اورشرع محمدی مقرر کی ہوئی ہیں۔قادیانی کے نزدیک اگر ترکی سلطنت صرف انہی باتوں سے قصوروار ہے کہ وہ سزاؤں کے اجراء سے منہیات اورکفر وشرک کی کیوں روک ٹوک کرتے ہیں اوراس کے کفریہ بکواس کی جس کووہ اپنے زعم میں، برعکس نہند نام زنگی کافور، راستی سمجھتا ہے،آزادی کیوں نہیں دیتی تو یہ صریحاً احکام ربانی کی مخالفت اور...شرع محمدی پراعتراض کرنا ہےاور..لعنت ہےاس شخص پرجو باوجود باوجوددعوی اسلام کے ایسا اعتقادفاسدرکھے۔

قادیانی کےاس لکھنے سے کہ میں نے سفیر کو یہ بھی کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جومسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جاوے گا،بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ،ثابت ہوتا ہے کہ اس کا الہام کرنے والا خدا بھی صرف بے چارے مسلمانوں ہی کا دشمن اوران کے خون کا پیاسا ہےاور جولوگ اس کے پیارے رسول اور بانی اسلام کی وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں وتقریروں میں ہتک وبے عزتی کرتے رہتے ہیں ان سے وہ صرف راضی اور خوش ہی نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی قادیانی اوراس کے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کے لئے انہیں لوگوں کواس نے منتخب کیا ہے۔مگرقادیانی صاحب کوخوب واضح رہے کہ عیسائی وہنود ایسے نادان نہیں ہیں جوان کی چاپلوسی پر غرہ ہوکران کی طرف سے مطمئن ہوجائیں گے۔الخ۔

اخبار چودھویں صدی مطبوعہ ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں قادیانی کے جواب میں بڑا بسیط مضمون نکلا ہے۔
ہم اس مقام میں اس کا انتخاب کرتے ہیں، اسکے پانچویں صفحہ میں کہا ہے:

مرزا صاحب کی نسبت معلوم نہیں کن وجوہات سے گورنمنٹ یا اس کے بعض حکام کو کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یہ بات عموماً بیان کی جاتی ہے اور اس امر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اسی بنا پر ایک دو دفعہ مرزا صاحب کی مخالفت کی اور گورنمنٹ کو کہا کہ ان سے ہشیار رہنا چاہیے، تائید ہوتی ہے ہم نے سول کی اس بے بنیاد بدظنی کی مخالفت کی تھی اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب پر کوئی ایسا اشتباہ کرنا نہائت سخت غلطی ہے مگر بایں ہمہ مرزا صاحب کو یہ امر .. معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر مشکوک خیال کئے جاتے ہیں اور مرزا صاحب اکثر اس شک کے رفع کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں چنانچہ حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ ۳۲ صفحہ کا تحفہ قیصریہ کے نام سے چھپوایا ہے جس میں انگریزی گورنمنٹ کی برکتوں میں جو ہندوستان کو حاصل ہوئی ہیں ایک یہ سب سے بڑی برکت بیان کی ہے کہ ہندوستان مفلس ہوگیا ہے اور یہ ہندوستان کی روحانی اصلاح کے واسطے نہایت ضروری تھا، اسی طرح ملکہ معظّمہ کے حضور میں اپنے آپ کو حضرت مسیح کا ایلچی بنا کر پیش کیا ہے اور اس رسالہ میں جواب انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کئے جانے والا ہے، اور گو یہ تمام ایک فضول اور بے فائدہ امر ہے لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کی کوشش اچھی طرح کر لی ہے۔ اب سفیر کی ملاقات کے معاملہ میں مرزا صاحب کو ایک ایسی ہی بڑی مشکل پھر پیش آ گئی جسکا ان کو پہلے سے کچھ خیال نہ تھا اور نہیں ہوسکتا تھا۔ سفیر مذکور لاہور میں رہے اور وہاں مسلمانوں نے اسقدر دھوم دھام اور شان وشوکت سے ان کا استقبال اور مہمان داری کی کہ اس کی نظیریں بہت کم موجود ہوں گی اسی طرح امرتسر میں .. خاطر تواضع ہوئی مگر اس عرصہ میں لاہور یا امرتسر کے مسلمانوں کی نسبت کوئی خیال کسی قسم کا پیدا نہیں ہوا لیکن جس روز سفیر نے قادیان میں قدم رکھا اسی روز اخبار پائونیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے، جو نیم سرکاری اخبارات ہیں، یہ فقرہ چھاپ دیا کہ سفیر قادیان گیا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خفیہ رپورٹ تیار کر رہا ہے۔ سفیر کی نسبت یہ فقرہ اس بدگمانی نے کہلوایا جو کم سے کم بعض انگریزوں کو مرزا صاحب کی نسبت ہے اور غیر متوقعہ ریمارک سے وہ زخم جس کا مرزا صاحب اندمال کرنے کی کوشش کر رہے تھے پھر تازہ ہوگیا اور مرزا صاحب کو لینے کے دینے

پڑ گئے۔لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے ایماء سے یا بغیر ان کے اشارہ کے سفیر کو قادیان جانے کی اس واسطے ترغیب دی تھی تا کہ مرزا صاحب کی کوئی وہ پیش گوئی جس میں لکھا ہے کہ ان کے دروازہ پر سلاطین کے سفیر حاضر ہوں گے پوری ہو جائے۔مگر جب نماز چھوڑانے کی کوشش میں روزے گلے پڑ گئے تو مرزا صاحب نے اپنی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کو فی الحال ملتوی کر دینا اور اس الزام سے اپنی بریت کرنا مقدم خیال کیا جو ان دونوں انگریزی اخباروں نے ان پر جڑ دیا تھا اور یہ اشتہار جس میں سلطان المعظم کو ناحق طور پر برا بھلا کہا گیا ہے اور انگریزی سلطنت کی بلا ضرورت اور بے موقع تعریف کی گئی ہے، ان واقعات کا نتیجہ ہے۔لوگوں کو بلاشبہ الہام نہیں ہوتا ہے اور وہ صرف مرزا صاحب کا حصہ ہے لیکن جن لوگوں نے یہ واقعات سنے ہیں ان سے یہی استدلال کیا ہے اور یہی نتیجہ نکلا ہے اس سے زیادہ علم خدا کو ہے یا مرزا صاحب کو ہوگا جو فرماتے ہیں کہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور وہ سب باتیں ان کو بتا دیتا ہے جو صدیوں پہلے ان لوگوں کو بھی معلوم تھیں، اور انہوں نے کہدی تھیں جو اس خاص الہام اور ہم کلامی کے مدعی تھے ۔

اور پھر اس کے صفحہ ۶ میں کہا ہے، مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: میں نے اس (سفیر) کو کہا کہ خدا نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر نادشاہ۔اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔

اور ہم کو یقین ہے کہ مرزا صاحب کی یہ باتیں ہر ایک مسلمان کے دل میں تیر کی طرح لگیں گی، جو اس نام اور اس نام سے پکارے جانے والوں کے ساتھ ایک ذرہ بھر بھی محبت اور ہمدردی رکھتا ہو اور مرزا صاحب کے اس الہام کو ایک مجنون اور مخبوط الحواس شخص کے ہذیان سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں سمجھا جائے گا۔مرزا کو الہام کرنیوالے خدا کو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے اور وہ مسلمانوں ہی کے خون کا پیاسا ہے ۔تمام دنیا کے کفار پر اس کو کوئی غصہ نہیں آتا ہے صرف دنیا کے چالیس یا پچاس کروڑ مسلمان مرزا صاحب اور ان کی مبارک جماعت کے واسطے قربانی پر چڑھائے جانے والے ہیں اور دنیا میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے ساتھ باقی رکھنے کے واسطے دنیا کے کفار ہی منتخب ہی کئے گئے ہیں مگر ان کفار کو بھی اپنی اس خوش قسمتی پر بہت

نازاں نہیں ہونا چاہیے اگر مرزا صاحب کو پھر غصہ آ گیا تو ان کو بھی کٹوا دیں گے اور دنیا کے واسطے اپنے وجود باجود اور اپنی اشرف واعلیٰ جماعت کو کافی سمجھیں گے۔

پھر اسی پرچہ کے صفحہ ۷، ۸ میں کہا ہے: امیر المؤمنین حضرت سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان کی نسبت مسٹر گلیڈسٹون اور کینن میکال اور ان کے چیلوں جیسے درندے دشمن اسلام اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے موجود تھے۔ مرزا صاحب کو کوئی پیش گوئی کرنے کی تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں اس امر کی اچھی طرح تشریح فرما دی ہے کہ حضرت مسیح کی روح نے ان میں حلول کیا ہے اور حضرت مسیح پرت اول اور یہ ان کے مثنی ہیں۔ پس جب تک پرت اول کی امت میں مسلمانوں کے ایسے خونخوار دشمن موجود ہیں جیسے گلیڈسٹون اور کینن میکال اور ان کی بے شمار امت ہے اور وہ اپنے فرض اور کام کو اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں تو جناب مثنی صاحب کو جب کہ وہ سوائے چند الفاظ بد کہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں اس تکلیف کے کرنے کی کیا ضرورت تھی خصوصاً اس حال میں جب کہ ان کا الہام اصلی نہیں تھا بلکہ سیکنڈ ہینڈ اور براہ راست ترکی سے نہیں آیا تھا بلکہ گلیڈسٹون اور میکال اور ایسے ہی لوگوں کے دماغ اور زبان کی وساطت اور ذریعہ سے حضرت مثنی کے مغز شریف پر نازل ہوا تھا۔ ترکی کے حالات واقعی اور اصلی کو وہ اس لاش سے زیادہ نہیں جانتے جو ایک دو صدیاں پہلے زمین کے نیچے دفن کر دی گئی ہو۔ دولت علیا عثمانیہ کی نسبت جو لوگ ایک عام اور سرسری واقفیت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ یورپ میں صدیوں تک ترکوں کی فتح وظفر کی موجیں اٹھتی رہی ہیں۔ بارہا تمام یورپ نے متفق ہو کر ان کا مقابلہ کیا مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے آخر کار صرف مسلمان سلاطین کی باہمی خانہ جنگیوں اور ترکی فتوحات کی موج افریقہ کی طرف پھر جانے سے یورپ کو نجات مل گئی اس زمانہ میں یورپ نے جدید علوم وفنون جنگ اور ہر ایک قسم کے اسلحہ میں ترقی کی اور ترکوں نے ان ترقیات کو اختیار کرنے کی پرواہ نہیں کی اور یہی امر ترکی سلطنت کے ضعف کا باعث ہو گیا۔ روس انگلستان اور فرانس تینوں نے متفق ہو کر سمندر میں ترکوں پر غلبہ حاصل کیا اس کے بعد بھی ترکوں نے اپنی وہ کمی جو جدید سامان جنگ کے مقابلہ میں تھی پوری کرنے کی سعی نہیں کی اور جب کوشش کی گئی تو ایک نقصان عظیم اٹھانا پڑا ۔یعنی فوج ینگ چری کو نیست ونابود کر کے کامیابی ہوئی۔ اور اس سے اس وقت موجودہ کے واسطے اور کمزوری

ہوئی۔اوراس کے سلاطین کی ذاتی کمزوری سے سلطنت کا حال اور بھی خراب ہوگیا۔گوترکوں کی شجاعت اور بہادری کوکوئی چیز کم نہیں کرسکتی تھی جنگ روم وروس میں صرف بعض ترکی افسروں کی نالائقی سے ترکی کونقصان اٹھانا پڑا۔مگراس تمام تاریکی میں جوٹرکی سلطنت پر چھا گئی تھی خداوند کریم نے ایک روشن اور درخشاں آفتاب پیدا کردیا وہ آفتاب سلطان عبدالحمید خان غازی تھے۔اس جواں مرد، جواں ہمت، ثابت قدم اور مستقل مزاج سلطان نے اپنے ملک کی ضروریات کوکماحقہ سمجھ لیااور ایسی سرگرمی اور جوش اور استقلال کے ساتھ ان کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا کہ اپنی ذات کے واسطےاس نے آرام اورآسائش کوحرام کرلیا۔چارمعزز عیسائی شخصوں نے جن میں دوسفیر انگریزی اور دوسفیران امریکہ ہیں اپنے اپنے تجربوں سے یہ شہادت دی ہے کہ سلطان عبد الحمید خان اپنے تمام ہم عصر سلاطین میں سب سے بزرگ شاہنشاہ ہے (دیکھوانگلینڈ اینڈ ...مورخہ ۱۷مئی ۱۸۹۷ء لارڈ ڈفرن نے اپنے تجربات زمانہ سفارت کے بعد یہ بیان کیا کہ سلطان عبدالحمید خان اپنی جفاکشی نفس کشی شاقہ محنت برداشت اوراپنے ملک اورقوم کی اصلاح کی کوششوں میں تمام سلاطین عثمانیہ سے سب سے بزرگ مرتبہ رکھتا ہے۔اس قسم کی ہزار ہا شہادتیں اس بزرگ شخص کی تعریف میں موجود ہیں جو اس کی مسلمان رعایا نے نہیں بلکہ غیرممالک عیسائیوں نے اپنے اپنے تجربات سے دی ہیں،اورصرف چندالفاظ نہیں بلکہ اس کے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

سلطان المعظم کے ان اوصاف حمیدہ اوران بزرگ کوششوں کا نتیجہ تمام دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ایک شخص کام کرنے والا اور جونتائج اس کے کام نے پیدا کئے ہیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں بہت کم ملے گی۔سب سے پہلے اور بڑی کوشش تعلیم اور ہرایک قسم کے علوم وفنون کی اشاعت کے واسطے کی گئی اور ہر ایک قسم کی جدیداورقدیم تعلیم نے اس قدرحیرت انگیزطور پرترقی کی ہے کہ اس کوسن کر دولت عثمانیہ کے دشمنوں کے دل پھٹ جانے چاہییں۔اعلیٰ تعلیم کے واسطےصرف قسطنطنیہ میں آج سے پانچ سال پہلے ہرایک قسم کے علوم وفنون کی تعلیم کے بارہ کالج موجود تھے اوراس کے بعد جتنے جدید دارالعلوم جدید تعلیم کے قائم ہونے کی خبریں سنی ہیں وہ سب ملا کربیس تک پہنچ گئے ہیں۔

یہ دارالعلوم یورپ کے کسی ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے کسی امر میں کم نہیں ہیں۔ابتدائی

اور درمیانی تعلیم کے مدرسوں کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے ہر ایک گاؤں اور قصبہ تک میں مدرسے قائم ہو چکے ہیں اور تعلیم کا خرچ سالانہ تین کروڑ روپیہ سے بھی زائد ہو گیا ہے۔اس کے علاوہ عربوں کی تعلیم کے واسطے ایک عظیم الشان کالج عرصہ سے کھلا ہوا ہے اور جس اہتمام سے عربوں کو تعلیم دی جارہی ہے اس کی کوئی نظیر عرب کی گزشتہ تاریخ میں موجود نہیں ہے۔قدیم تعلیم کا اہتمام اس کے علاوہ ہے۔اور یہ تمام سلطان عالی کی کوششوں اور علمی ترقی کے شوق کا نتیجہ ہے۔آج کل اخبارات میں مشتہر ہوا کہ حضرت سلطان نے سسلیؔ میں، جو تازہ مفتوحہ صوبہ ہے، مدارس کھول دیئے جانے کا حکم دے دیا ہے۔ ہر ایک قسم کے علوم وفنون ...کے ساتھ کے ساتھ جس دوسری چیز کا حضرت سلطان کو فکر ہو رہا ہے اور جس کام کو وہ ویسی ہی سرگرمی سے کرتے رہے ہیں وہ ترکی فوج کو جدید اصول جنگ کے مطابق تربیت اور مسلح کرنا تھا اس امر میں جو اس اپنی قوم کی عزت اور آبرو کے عاشق اور شیدا سلطان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس کو تمام دنیا نے تسلیم کرلیا ہے ۔دس لاکھ سپاہی تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے مسلح ترکی نے تیار کردیا ہے جس میں ترکوں کے علاوہ عربوں کردوں چرکسوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی داخل کرلی گئی ہے اور ان کی تربیت کو تمام یورپ کی طاقتوں نے صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اپنے سپاہیوں کے اخلاق اور تربیت پر نظر ڈال کر شرمندہ ہوتے ہیں۔

ترکوں نے جو شجاعت برداشت حسن اخلاق اور نیکی اور احسان اور فیاضی مغلوب دشمن کے ساتھ ظاہر کیا ہے اس کی بھی کوئی نظیر کسی لمبی چوڑی تہذیب کی مدعی قوم نے ظاہر نہیں کی۔ہم کو اپنی سرحد کے تازہ واقعات کے حالات معلوم ہیں کہ مسلمانوں کی لاشیں اور داڑھیاں جلائی جاتی تھیں ان کی بے پناہ عورتوں کو بے آبرو کیا جاتا تھا اور ایسے ایسے ظلم کئے جاتے تھے جن کو سن کر رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔غرض دولت علیہ عثمانیہ کی نسبت جہاں تمام یا اکثر یورپ کی طاقتوں کو اس کی تازہ جنگی زندگی پر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے وہاں اس امر کو بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ترکی نے اپنی عزت اور رتبہ پھر دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں کے برابر قائم کرلیا ہے اور یورپ کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت تنہاء اور بعض صورتوں میں دو اور تین بھی ترکی بال بینگا نہیں کرسکتی۔ایک عیسائی سلطنت نے چندروز ہوئے ایک دوسری سلطنت کو اس امر پر آمادہ کیا کہ درہ دانیال سے گذر کر سلطان کو پکڑ لیا جائے لیکن اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ کوشش صرف ان کی تباہی کا باعث ہوتی

کیونکہ درہ دانیال کے تمام قلعوں کے سلسلہ پر اندر اور باہر کی طرف بارہ ہزار توپیں پڑی ہوئی ہیں جو وہاں سے گذرنے کی کوشش کرنے والے کے واسطے کافی ہیں کیونکہ وہ توپیں زنگ خوردہ نہیں ہیں بلکہ وہ ان کے ہم رنگ ہیں جنہوں نے ایک لاکھ یونانیوں کو ایک ہفتہ میں ان کے گھر پہنچا دیا ہے۔ ترکی کی یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی اور یہ تازہ زندگی صرف عبدالحمید خان کی سرتوڑ اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس بزرگ کی تمام عمر اسی فکر اور غم اور اندیشے میں گذر گئی ہے۔ ایک مسلمان کا اس وقت دل بھر آتا ہے جب وہ سلطان کی نسبت سنتا ہے کہ اس کے زرد چہرہ پر غم اور اندیشہ کے آثار ہر وقت پائے جاتے ہیں یہ غم اور اندیشہ صرف اس کھوئی ہوئی عزت اور آبرو کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں کا ہے۔ یہ غم اور اندیشہ اپنے ملک اور قوم اور اسلام کی عزت اور آبرو کو پھر دنیا میں قائم کرنے کا ہے۔ وہ غم اور اندیشہ اسلام کے قدیم اور تاریخی دشمن عیسائیوں سے اسلام اور مسلمانی کو بچا لینے کا ہے اس کے سوا کسی اور چیز کا نہیں ہے۔ ترکوں کی قوم ہمیشہ اپنی شجاعت اور حسن اخلاق کے واسطے مشہور ہیں لیکن سلطان المعظم کے اخلاق حمیدہ نیکی فیاضی اور جب قوم کے خیالات کے نمونہ نے تمام قوم کو ان اوصاف میں دنیا کے سامنے ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ حضرت سلطان بذات خود جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان کے کام کرتے ہیں وہ اپنا نظیر ہی نہیں رکھتے۔ اس قدر یتیموں اور بیواؤں اور عاجزوں اور درماندوں غریب الوطن مسافروں اور حاجیوں کی خدمت اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں کہ اس کا شمار نہیں ہوسکتا اور یہی احسانات عیسائی رعایا کے ساتھ مرعی رکھے جاتے ہیں۔ یورپ کے ممالک سے جتنی دفعہ مظلوم یہودی عیسائیوں کی شائستگی اور ہمدردی نوع انسان کے ثبوت میں بے خانماں اور خانہ ویراں ہو کر ان کے بال بچوں کے ساتھ نکال دیئے گئے سلطان عبدالحمید سے بڑھ کر کس سلطان اور کس شخص نے ان کو پناہ ملک زمین اور گھر رہنے کے واسطے دیئے ہیں۔ لکھوکھہا مسلمان جو ہر سال عیسائی سلطنتوں اور ریاستوں کے ظلم سے اپنے گھر بار اور املاک چھوڑ کر آوارہ اور مصیبت زدہ نکل آتے ہیں ان کو کون پھر گھر جائدادیں زمینیں اور آرام اور پناہ دیتا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ٹرکی کی ان کو اچھی حالت نہیں نظر آتی۔ انجام اچھا نہیں نظر آتا۔ وہ خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے۔ تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہم دردی اس میں نہیں ہے اس

واسطے وہ برباد ہونے والی ہے۔ یہ تمام مہمل جملے اس قسم کے ہیں جو ایک ہشیار جاہل اور چالاک ناواقف شخص کی زبان سے نکلتے ہیں جو صاف طور پر کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ظالم عیسائیوں نے جو پچھلے دنوں میں آرمینیا میں سلطان اور ترکوں پر جھوٹے اور بے اصل الزام لگائے تھے اور جن کی خود عیسائیوں کی ایک تحقیقات کرنے والی جماعت نے تکذیب اور تردید کردی تھی ان کی طرف اشارہ ہے مگر ان حالات کی تحقیق کے بعد اب صرف کینن میکال اور گلیڈسٹون کا چیلہ ہی جس کو اپنی عمیق خونی سازش میں ناکامی ہوئی تھی پھر ان جھوٹے الزامات کا نام لے سکتا ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ سلطان اور ترکوں کو اپنی رعایا آرمینیا سے بہت دشمنی تھی اور ان کی جان کے دشمن تھے لیکن یونانی عیسائی جو فوجیں لے کر چڑھ آئے تھے ان کو فتح کرنے کے بعد انہی ظالم اور بے رحم ترکوں کو صرف رحم اور احسان کرنا ہی آتا تھا اور ایک سال چھ مہینے میں بھی ان کی فطرت تبدیل ہوگئی تھی (کہ انہوں نے یونانیوں سے وہ سلوک کیا جس کے دشمن بھی ثنا خوان ہوئے)

اب رہی نوع انسانی کی عام ہمدردی وہ معلوم نہیں ہمارے رسول جدید کی فہم اور رائے میں کیا چیز ہوتی ہے۔ کیا وہی ہم دردی ہوتی ہے جو روس نے لکھوکھہا (لوگوں) کی نسبت پولینڈ میں ظاہر کی تھی اور سائبیریا میں ہمیشہ ظاہر کی جاتی ہے کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے جو تمام عیسائی قومیں اور سلطنتیں افریقہ کے بے زبان نوع انسان کی نسبت ظاہر کر رہے ہیں جن کو خشک گھاس کی طرح کاٹا جا رہا ہے جن کو سیخوں پر چڑھا کر بھونا جاتا ہے جن کے خون سے تمام افریقہ کی زمین سرخ ہوگئی ہے۔ کیا وہی ہم دردی ہوتی ہے جو آرمینیا کے عیسائیوں کی جھوٹی سازشوں اور مفسدوں کے واسطے جوش میں آ گئی تھی لیکن اس ہمدردی کی پھوٹی ہوئی آنکھوں کے سامنے کریٹ کے مظلوم مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا ہزارہا مسلمان عورتیں بچے بوڑھے گھروں میں پہاڑ کی غاروں میں بند کر کے جلا دیئے گئے اور لکھوکھہا مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر خانہ ویراں اور سرگرداں جنگلوں اور پہاڑوں میں ٹکراتے اور مصیبت اور فاقوں سے جان دیتے پھر رہے ہیں۔

اس نوع انسان کی ہم دردی کی مثالیں خود ہمارے ملک کی زمین سے لوگ کافی جمع کر دیں گے۔

عیسائیوں کی نوع انسان کی ہم دردی ایک جھوٹا فقرہ اور جھوٹا جملہ ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ ہر ایک کو صرف اپنے مدعا اور اپنی غرض سے ہم دردی ہے اور بڑے پیمانہ میں سوائے عیسائیت کے تمام دنیا کو غارت کر

دینے سے روس سے جب ستم رسیدہ یہودی نکالے گئے تھے پولینڈ اور سائبیریا کے قصے تمام جہان میں مشتہر کئے گئے تھے تو کون سی عیسائی طاقتیں ان کی ہمدردی کے واسطے کھڑی ہوئی تھیں یا کس نے اس کوٹو کا بھی تھا۔ آج افریقہ میں ایک دوسرے کے مظالم کو مشتہر کرنے بڑھ کر کیا کیا جاتا ہے ہم کو کوئی ایک واقعہ اس قسم کا بتا دیا جائے کہ عیسائی سلطنتوں اور عیسائیوں نے کسی قسم اور فرقہ کے جو عیسائی نہیں تھا خود مختارانہ اور بے غرضانہ ہمدردی کی ہو۔ گذشتہ ایک ہزار برس میں ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جس قدر خونریزی عیسائیوں نے کی اور کرائی ہے اس کا ایک ہزارواں لاکھواں حصہ بھی مسلمانوں نے نہیں کی اور نہیں کرائی۔ پس عیسائیوں کی قوم اور عیسائی طاقتوں کی یہ انسانی ہمدردی ہے جس کی وجہ سے ہمارے رسول جدید کے الہام کی رو سے ان کو کوئی آنچ نہیں آنے والی ہے تمام عیسائی دنیا میں بے خلش رہ جانے والے ہیں لیکن مسلمانوں کی ایک ہی بزرگ سلطنت اس ہمدردی کے نہ ہونے کے سبب سے برباد ہو جانے والی ہے۔

ہم دعوی کرتے ہیں اور اس دعوی کو ہر شخص کے سامنے ثابت کر دینے کو تیار ہیں کہ جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان اور غرباء پروری اور محتاجوں کی خدمات اور یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور دریا دلی اور مظلوموں سے رحم اور ہمدردی سلطان عبدالحمید خان نے اپنی ذات سے کی ہے اس کے مقابلہ میں ان کے ہم عصر سلاطین میں سے کسی شخص نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی ذات ستودہ صفات کی جس قدر تعریفیں بلحاظ اس اقبال مندی اور فتوحات ملکی اور امن و آسائش کے جو ان کی رعایا کو نصیب ہوئیں کی جائیں وہ بہت کم ہیں لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کی رعایا سے کوئی نیکی بدی دور کرنے کا ان کو براہ راست اختیار اور موقع نہیں ہے۔ اگر ممدوحہ کی نیک نیتی کی تھیوری میں مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں کئی صفحات لکھے ہیں تو ایک لفظ تو اس ایک دوسرے نیک نیت سلطان کے واسطے کہدیا ہوتا، مگر وہاں مقصود ہی کچھ اور ہے۔

ٹرکی سلطنت کی بربادی کا ایک باعث تقوی اور طہارت کی ضرورت مرزا نے بیان کی ہے۔ ان لفظوں کے بھی جو معنی فی بطن قائل ہوں ان کا تو ہم کو علم نہیں لیکن مسلمان جس کو تقوی اور طہارت کہتے ہیں وہ صرف اسی بزرگ اسلامی سلطنت میں پایا جانا چاہیے، اور پایا جاسکتا ہے۔ کیا سوائے ٹرکی کے کسی سلطنت میں

خداوند ذوالجلال وحدہ لاشریک کا نام مسجدوں میں اس کثرت سے لیا جاتا ہے؟ کیا کوئی سلطنت سوائے ترکی کے اس بزرگ نام اسلام کی حمایت وحفاظت کرتی ہے؟ کیا اسلامی تقوی اسلامی طہارت کسی عیسائی سلطنت میں پایا جاتا ہے اور پایا جا سکتا ہے؟ کیا کسی اور سلطنت میں اس تقوی اور طہارت کی تعلیم ہوتی ہے؟ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی اور سلطنت حرمین الشریفین کی خادم اور محافظ ہے؟ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی سلطنت اور سادات مکہ کو لکھو کھہا روپیہ پرورش کے واسطے دیتی ہے؟ کیا کسی اور سلطنت میں سرور کائنات ﷺ فخر موجودات کے نام کی عزت اور ادب کو قائم رکھنے اور اس پاک نبی کے کام اور احکام اور مشن اور مدعا کی حمایت وحفاظت کی جاتی ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ یہ ترکی سلطنت تو بربادی چاہتی ہے اور باقی دنیا کی کافر سلطنتیں آبادی اور سرسبزی چاہتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ ٹرکی سلطنت کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے تو تمام دنیا اور ایک عام سے عام آدمی بھی جانتا ہے کہ وہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہاں تقوی وطہارت نہیں ہے بلکہ اس سبب سے کہ عیسائی سلطنتیں صرف اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے درپے ہیں۔

اور پرچہ چودھویں صدی مطبوعہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے:

جب مرزا صاحب اور ان کے تمام الہامات اور ان کی امت شامل ہو کر ترکی گورنمنٹ کے ارکان اور عماید اور وزراء کے عیوب تفصیلاً ہم کو بتائیں گے ان میں تقوی اور طہارت کی کمی کو ثابت کر دیں گے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ مرزا صاحب کے اپنے نور فراست اور الہام سے کہا گیا تھا یا مسٹر گلیڈسٹون اور کینن میکال کی نور فراست اور الہام یہاں بھی کام کر رہے تھے۔ اگر مرزا صاحب اپنے دعوی میں کامیاب نہ ہوئے تو ان کی پردہ دری کامل درجہ تک پہنچ جائے گی اور پھر کسر باقی نہ رہے گی۔

اور اس کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

یہ نوع انسان کی ہمدردی وہی ہے جو گلیڈسٹون نے مرزا صاحب کو سکھلائی ہے اور یہی ترکی میں نہیں ہے۔ حماقت تو یہی ہے کہ ایک عام شخص کے حال کے اچھا یا برا ہونے پر سلطنت روم کی قسمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔ مگر اب تماشہ تو دیکھئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان کی ذاتیات سے کوئی بحث نہیں کی۔ اگر نہیں کی تو یہ کیا؟ کیا مسلمانوں کے ساتھ اس کی ذات کی وجہ سے محبت ہے۔ یا اس کی سلطنت کی وجہ سے اس کی

ذات کی خیر منائی جاتی ہے یا اس کی سلطنت کی۔اے نادان شخص مسلمانوں کو سلطان کی ذات سے اور سلطان سے صرف اس کی اسلامی سلطنت کی وجہ سے محبت ہے اگر خدانخواستہ وہ سلطنت نہ رہے تو سلطان سے محبت کی کون سی وجہ باقی رہ جائے گی۔سلطان کی ذات کو برا کہنے میں کچھ کسر باقی رہ جاتی ہے جب اس کی سلطنت کی بربادی اور زوال منایا جائے، یہ تو وہ کیفیت ہوگئی کہ ایک شخص کو کہا جائے کہ تیرے بچے مر جائیں تیرا خانہ خراب ہو جائے۔اور پھر یہ عذر پیش کیا جائے کہ میں نے تیری ذات سے کوئی بحث نہیں کی۔صرف تیرے بچوں اور گھر سے بحث کی ہے۔اس ٹیڑھی اور نو ایجاد منطق سے بریت نہیں ہو سکتی مگر مرزا سے اس کے سوائے کسی چیز کی توقع کرنا ہی غلط ہے۔

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم　　　کبھی کج بحث کو سیدھا نہ پایا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ:

ایسے ہی اور اسلامی اخباروں میں قادیانی کی خدمت گزاری ہوئی اور اسلامی دنیا میں دھوم مچ گئی کہ قادیانی نے حضرت سلطان المعظم کی بلاوجہ وناحق سخت توہین کی ہے جس سے اس کے کئی پیرو اور اس پر حسن ظن رکھنے والے (جو اس کے اندرونی اور پورے ہمراز اور اس کے اصل مشن کے مشیر نہ تھے بلکہ وہ صرف اصول ومسائل اسلام سے ناواقفی یا اس کی ملمع سازی سے اس کے دام محبت واعتقاد میں پھنسے ہوئے تھے) چونک پڑے اور بدظن ہوگئے اور عام مجلسوں اور خاص دوستوں میں اپنے انحراف اور بدگمانی کے مظہر ہوئے۔ان کے اس مضمون کے کئی خط شملہ وبلوچستان وغیرہ سے ہم جیسے مخاطبین قادیانی کے پاس آئے ہوئے موجود ہیں تو ضرور ہے کہ خود اس کے پاس بھی پہنچے ہوں گے اور قادیانی کے چھپے حواری ....نے تو ایک مجلس عام میں برملا اس کے حق میں یہ شعر پڑھ سنایا:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

چنانچہ اسی اخبار چودھویں صدی میں لکھا ہے:

مرزا صاحب نے سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان کی نسبت ایسی ناسزا باتیں کہی اور نہایت..ظلم اور بیرحمی کی ہے اور مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اور ایسی حرکات خود مرزا صاحب کے واسطے کچھ اچھی پیشین گوئی نہیں ظاہر کرتے۔ہمارے اور ہماری قوم کے ایک بزرگ اور مخدوم نے جب یہ اشتہار پڑھا تو باوجود اس خاص

عقیدت کے جو وہ مرزا صاحب سے رکھتے تھے اور اب وہ کچھ روز سے اور پختہ ہو چلی تھی یہ شعر بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا :

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور یہ پرچہ مرزا قادیانی کی نظر سے گذرا، تب آنکھ کھلی اور دام افتادہ الوؤں اور کرائے کے ٹٹوؤں کیلئے آٹے دال کی اور اپنے نفس نفیس و حرم شریف کیلئے گوشت پلاؤ سونے چاندی اور کستوری آمیز یاقوتیوں کی فکر پڑی کہ معتقد بگڑے تو پھر لنگر کہاں سے چلے گا اور اپنی قوت قائم رکھنے کا مصالحہ کہاں سے آئے گا۔ یہ سوچ کر آپ نے ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا۔

اس کے پہلے صفحہ میں ہے:

آج کل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنی کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں اور اسکا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوش آمد کرتے ہیں اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پر افتراء اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کیلئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں اس طرح پر بیوقوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کاروائی کی گئی ہے اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغ گوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ ان کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالی کی غیرت کے حوالہ کر کے ان کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقل مند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنی سے ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے، چہ جائے کہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کے ظلّ حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جس کی حفاظت کے

نیچے خدا تعالی نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔ بلکہ اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجودہ سلطان کے بارہ میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسن ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے، نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے، ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے بلکہ چاہیے تھا کہ آیت و لا تقف ما لیس لك به علم پر عمل کر کے اور نیز بعض الظنّ اثم کو یاد کر کے سلطان کی خیر خواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقوی اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضا و قدر اور عذاب سماوی کے روکنے کیلئے تقوی اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیر خواہوں نے بجائے اسکے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے۔ اور یورپ مقدس اور پاک ہے جس کے عذاب کیلئے کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کیلئے خدا تعالی نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالی کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کریں۔ اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں ..... کر کے مستوجب سزا ہوگئی تھیں لیکن خدا تعالی مسلمانوں کی بے باکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنی ادنی قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہہ کی کاتی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اپنی وہی پرانی لن ترانیاں ہانکی ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میں نے فلاں نشان دکھائے۔ مسلمان میرے نشانوں کو دیکھ کر میرے پیرو ہوتے نہ یہ کہ لعنتیں سناتے۔ پھر اس کے صفحے میں کہا ہے:

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین وتحقیر واستہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے، مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے ردّ میں تضیع اوقات کروں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے رو برو پڑھا گیا تو میرے روح نے اس مقام میں بددعا کیلئے حرکت دی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (اس عاجز کا) پڑھا تو بے ساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

میں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح میں سے نکل جائے مگر وہ نہ نکل سکی۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوگئی۔ اور وہ دعا یہ ہے کہ یاالٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے، ملعون ومردود ہوں اور کاذب ہوں، اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم وکریم ہے۔

یہ دعا...میں نے اس بزرگ کے حق میں کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے، کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیش گوئی کی،

اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دعا کر دی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالی سے مانگا۔

پھر اسی قسم کی اولن ترانیاں ہانک کر صفحہ ۱۱ میں کہا ہے:

اگر میں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا کیونکہ اسلامی دنیا کے لئے مجھے خدا نے حکم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان؟ بھی داخل ہے اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدو جہد کے ساتھ مشغول ہو اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں، اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی، یہ ایک دوسری حماقت ہے۔ بیشک دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈ نے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے یہ ایک لا علاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں۔ اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ جس قدر ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھائیں گے اپنے محسن کے حق میں دعا کریں گے عادل بادشاہ کی خدا تعالی سے سلامتی چاہیں گے، گو وہ غیر قوم کا ہو، مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس اشتہار (جو مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۳۱ تا ۴۴۲ پر موجود ہے) سے ضروری عبارات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس معذرت قادیانی کا از سرتا پا دروغ بے فروغ وسراسر نفاق باخلاف وشقاق ہونا خواص ناظرین اصل اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور اس کے فقرات عشرہ منقولہ بالا پر مخفی نہیں ۔اس مقام میں اس کی بعض دروغ گوئیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں۔

ہم کہتے ہیں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین ۔منقولہ بالا دس فقرے بلا تبدیل وتغیر ایک طرف کے آپ کے اشتہار کے الفاظ وفقرات ہیں اور ان ہی فقرات والفاظ سے آپ کے اشتہار کو نقل کیا ہے جن نے نقل کیا ہے۔ آپ میں کچھ صدق وحیا کا ادعاء ہے تو بتاویں کونسا لفظ یا فقرہ آپ کا بدلا گیا ہے اور کس نے بدلا

ہے؟ ہمارے علم میں خاکسار کے پہلے آپ کے اشتہار کو بتمامہ صاحب اخبار چودھویں صدی نے نقل کیا ہے اور اسکا خلاصہ پہلے حضرت ملا قادری لاہوری صاحب اخبار جعفر زٹلی نے، پھر صاحب سراج الاخبار جہلم نے نقل کیا۔ان میں سے کسی نے ایک حرف کا تبدل تغیر نہیں کیا۔آپ ان اخبارات میں تبدیل شدہ الفاظ بتائیں گے تو ہم فی حرف ایک روپیہ آپ کو انعام دیں گے خواہ کسی نے اس کو بدلا ہو۔

آپ لکھتے ہیں: ہم کسی ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائے ایسے شخص سے جس کے ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالی نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہو۔

ہم کہتے ہیں اس قول میں آپ نے کذب ونفاق دونوں کو جمع کر دیا ہے۔کذب تو یہ ہے کہ مجھ (مرزا) کو کسی ادنی مسلمان سے کینہ نہیں۔روئے زمین کے مسلمانوں سے جو آپ سے علیحدہ ہیں، آپ خون کے پیاسے ہیں، اوران کے کاٹنے کی فکر میں ہیں، اکابر علماء ومشائخ پنجاب و ہندوستان کو آپ بے ایمان بے حیا وغیرہ گالیاں دے کر کہتے ہیں۔شیخ العرب والعجم فخر الہند والسندھ حضرت شیخنا ومولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو آپ ہامان کہیں اور جناب مولوی رشید احمد گنگوہی کو جو جماعت عظیمہ مسلمانان احناف ہند میں ایک مقدس بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں آپ غول اعمی کا خطاب دیں اور ملعون کہیں ایسے ہی اور اکابر اسلام ہیں جن کو اپنے مجموعہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ میں گالیوں سے یاد کیا ہے پھر آپ کہیں کہ ہمارے دل میں کسی ادنی کلمہ گو مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔یہ حضرات آپ کے نزدیک ادنی کلمہ گوؤں سے خارج ہیں تو پھر ادنی کلمہ گو کون ہیں اور اگر ان حضرات کی بے ادبی بدگوئی آپ سے بلا کینہ ہوئی ہے تو پھر کینہ کا اثر کیا ہوتا ہے۔

اور اپنا نفاق حضرت سلطان المعظم تعریف واظہار ہمدردی میں آپ نے ظاہر کیا ہے جس کی تشریح و توضیح چودھویں صدی کی آئندہ عبارت میں بخوبی ہو چکی ہے لہذا ہم اس مقام میں اس کی تشریح نہیں کرتے اسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ہم نے سلطان کو برا نہیں کہا اس کی سلطنت کو برا کہا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ بھی کذب ونفاق ہے۔سلطنت کو برا کہنا خود حضرت سلطان المعظم کو برا کہنا ہے کیونکہ

سلطنت ان سے جدا نہیں ہے۔ وہ اس سلطنت کے رکن رکین واعلی صدر نشین ہیں اور خاص کر حضرت سلطان کو برا کہنا اور آپ کی توہین کرنا آپ کے فقرات نمبر۲، ۵، ۹، ۱۰ وغیرہ میں پایا جاتا ہے پھر اب اس بدگوئی سے انکار کرنا کذب ونفاق کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ کافروں کی سزا دہی کیلئے آخرت مقرر ہے اور مسلمانوں کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا عمل واعتقاد اس کے برخلاف ہے لہذا اس قول میں بھی آپ نے کذب و نفاق سے کام لیا ہے۔ عبداللہ آتھم وغیرہ عیسائیوں ولیکھ رام وغیرہ ہندوؤں کو آپ نے ایسا ہی دنیاوی عذاب سے ڈرایا، اور بزعم خود یہ دنیاوی عذاب چکھا دیا۔ جیسا کہ مسلمانوں کو آپ اس سے ڈراتے اور دھمکاتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ قول وقاعدہ محض کذب وصرف مغالطہ ہے۔ ہاں یہ کہو کہ جو شخص (مسلم ہو خواہ کافر) آپ سے جدا رہے گا وہ ضرور دنیا میں ہلاک کیا جائے گا اور جس کو آپ اپنا مخالف نہ سمجھیں اور اس سے کوئی طمع یا امید رکھیں (مسلم ہو یا کافر) وہ عیش وآرام کرے گا۔ کفر واسلام سے آپ کو اور آپ کے ملہم اور فرضی خدا کو کوئی بحث نہیں ہے۔

آپ لکھتے ہیں: کہ جس بزرگ نے میری نسبت پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے، ایک سال کے عرصہ میں اس کی پردہ دری ہو جائے گی۔

ہم کہتے ہیں یہ آپ کی پرانی گیدڑ بھبکی ہے جس کی تشریح چودھویں صدی نے بخوبی کر دی ہے ہم اس کا نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں جو عنقریب ہوگا۔

اخیر میں آپ (مرزا) نے کہا ہے کہ دنیا دار اور دنیاوی اور زمینی سلطنتیں میرے نزدیک مردار اور نجاست کی مانند ہیں۔ ہم سفلی عظمت اور بادشاہت اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔

ہم کہتے ہیں: یہ بھی آپ کا محض کذب ومغالطہ ہے اور سراسر نفاق وتقیہ۔ برٹش سلطنت کو باوجودیکہ وہ دنیاوی اور زمینی سلطنت ہے نہ روحانی وآسمانی، اپنا معبود بنا کر اس کے آگے اپنے خدا کو جھکا دیا ہے اور اشتہار عریضہ مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں صاف کہہ دیا کہ خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے جس کی طرف میرا منہ ہے اور تحفہ قیصریہ میں اس سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

ان فقرات مغالطات آمیز نفاق خیز قادیانی کی تشریح اخبار چودھویں صدی نے پرچہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء اچھی طرح کر دی ہے اس مقام میں اس کا انتخاب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے ایک اشتہار اور چھاپ کر شائع کیا ہے اور گو اس میں حسب معمول دوراز کار غیر متعلق واہی تباہی اور بے مرکز باتیں جو مرزا صاحب کی تحریروں سے مخصوص ہیں بہت سی لکھ دی گئی ہیں یا یہ کہا جائے کہ تبلیغ رسالت کے موقع کو ہاتھ نہیں دیا گیا اور یا یہ کہ ابلہ فریبی کی ضرورت نے کچھ ادھر ادھر کی باتیں ان کو کہنے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن ہم کو اس امر سے خوشی اور طمانیت حاصل ہوئی ہے کہ حضرت سلطان المعظم کی سلطنت اور مسلمانوں کی نسبت جو دل شکن باتیں مرزا صاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں کہی تھیں اور مسلمانوں کو ناراض کیا تھا اب ان کو واپس لے لیا ہے۔ صرف تھوڑی سی ہٹ دھرمی اور کج بحثی باقی رہ گئی ہے اور اس کے چھوڑ دینے کی مرزا صاحب سے توقع کرنا گویا ان سے ان کی رسالت کے چھڑانے کی امید کرنا ہے جو بہت زیادہ ہے۔

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں (یہاں قادیانی کے فقرہ اول اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو نقل کیا اور اس کے بعد کہا ہے)

مرزا صاحب کے ان الفاظ کا اگر ان الفاظ سے جو پہلے سلطان المعظم کی نسبت لکھتے ہیں مقابلہ کیا جاوے تو مرزا صاحب کے موجودہ قول اور ان کے الہام کی حقیقت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ درحقیقت مرزا صاحب کے الہام اندھے کی لاٹھی ایک دوسری چیز ہے اور عقل اور ہوش سے کام لینا اور شعور سے بات کرنا کچھ اور ہنر ہے۔ مرزا صاحب نے جو الفاظ اب لکھے ہیں، اگرچہ وہ پہلے کی نسبت نرم ہیں مگر ان میں سے بھی جو معقولیت ٹپکتی ہے وہ کھول کر دکھائی جاسکتی ہے اور فی الواقعہ اس قدر ہٹ بھی نہ کیے جائیں تو ان کے مریدان کی رسالت سے ان کو جواب دیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو کسی مسلمان کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے، حالانکہ بہت سے مسلمانوں کے وہ خون کے پیاسے ہیں۔ بہتوں کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ صرف ایک شخص کے ساتھ ناراض ہونے کی وجہ سے حضرت سلطان کی سلطنت کو زوال اور بربادی کے قریب پہنچا دیا۔ تمام اسلامی دنیا کے غارت کرنیکی فکر میں ہیں۔ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہونے والے ہیں وہ کاٹ ڈالے جانے والے ہیں اور اب

اسی اشتہار میں ایک بزرگ مسلمان کی پردہ دری کے درپئے ہو رہے ہیں اور ایک سال تک اس مقدمہ کی پیروی میں منہمک رہنے والے ہیں اور بایں ہمہ ان کو کسی کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ اگر کینہ ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیا کرتے۔

سلطان کے ظل حمایت میں کروڑ ہا اہل قبلہ کا زندگی بسر کرنا اور مقدس مقامات کا ان کی سپردگی میں ہونا مرزا صاحب کو ہمارے اخبار کے پڑھنے سے معلوم ہوا ہے اس وقت یاد نہ تھا جب حضور نے پہلا اشتہار لکھا ہے۔ اور تعجب ہے کہ اب مرزا صاحب کے دل میں اہل قبلہ کی کچھ وقعت بھی پیدا ہوگئی ہے شائد وہ خدا کا ارادہ اب ان کو یاد نہیں رہا کہ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے وہ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ اگر یہ اہل قبلہ سب کشتنی ہی ہیں تو ان کی حفاظت اور حمایت کی وجہ سے جو وقعت اور فائدہ حضرت سلطان کو پہنچ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں: کہ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق ہم نے کوئی بحث نہیں کی اور نہ اب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ایک لفظ اس بزرگ شخص کی شخصی حالت کی نسبت معلوم تھا۔ اس کی سلطنت آپ کے الہام کی رو سے برباد ہونے والی ہے اور پھر ابھی اس کی شخصی حالت سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔

اے حضور والا! ملکہ معظّمہ کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے تو آپ کے نزدیک ان کی سلطنت کو فروغ اور عروج ہوا ہے اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے اگر ان کا کوئی علم آپ کو ہوتا تو اسی سلطنت کے قیام یا بربادی میں کوئی دخل نہیں تھا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں ہم نے گزشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے، نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے، ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں.. الخ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اب ہم مرزا صاحب کے نور اور فراست اور الہام کو چیلنج کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے بعض عظیم الدخل خراب ارکان اور عمائد اور وزراء ہیں جن کی وجہ

سے سلطنت ترکی برباد ہونے والی ہے۔ براہ مہربانی ایک مفصل کیفیت ان سب کی مسلمانوں کو بتا دیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ درحقیقت مرزا صاحب کا نور فراست اور الہام کوئی چیز ہے اور ان کی تحریر کسی نفسانی جوش پر مبنی نہیں تھی۔ اور اگر اس تمام نور فراست اور الہام کی حقیقت اتنی ہی ہے کہ وہ ایک شخص حسین کامی پر ناراض ہو گئے یا اس میں ان کو بعض عیوب ملے ہیں اور ان کی بنا پر انہوں نے سلطان کے ارکان اور عمائد اور وزراء پر حکم لگا دیا ہے اور سلطنت کی بربادی کا فیصلہ کر دیا ہے، تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور نادانی نہیں ہو سکتی خواہ وہ الہام کی روہی سے کیوں نہ کی جائے۔ اور ایسے الہام ہمارے نزدیک گوز شتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ہم کو یہ نہیں بتایا کہ ترکی سلطنت کے اجزاء کی خرابی کا حال ان کو کب سے معلوم تھا اور یہ الہام ان کو حسین کامی کا منہ دیکھنے پر ہی ہوا تھا یا اس سے پہلے کا ہوا تھا اور مرزا صاحب نے حسین کامی سے بگڑنے تک اس کو ترکی سلطنت کی ہمدردی کی وجہ سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ مرزا صاحب کی یہ ہشیاری اور ابلہ فریبی ان کے مریدوں کے واسطے تو ان کی رسالت کا ثبوت ہے مگر ہم اس کی حقیقت کو جانتے ہیں اور جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ ہم کو یقین ہے کہ ترکی سلطنت کے خراب ارکان وعمائد وزراء کی مفصل کیفیت ہم کو مرزا صاحب اسی ہفتہ میں بتا دیں گے اور بہت عرصہ تک مسلمانوں کو منتظر نہ رکھیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی خیر خواہی اس میں نہ تھی کہ چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں دی جائیں بلکہ سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا کرنی۔ غنیمت ہے، کہ جو کام اور مسلمانوں نے نہیں کیا وہ مرزا صاحب نے تو کیا۔ یعنی انہوں نے چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں نہیں دیں بلکہ شب و روز سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا مانگنے میں مصروف رہے ہیں۔ مرزا صاحب کو ابھی یہ بھی معلوم نہیں ہوا ہے کہ سلطان کے واسطے کسی نے ہندوستان میں دعائیں مانگی بھی ہیں یا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقوی اور طہارت اختیار کریں جناب من! آپ کا کچھ اور بھی مطلب تھا جس کی ہم اچھی طرح سے گزشتہ پرچہ میں تشریح کر چکے ہیں۔ یہ تقوی اور طہارت کا فقرہ تو اس مطلب کے ساتھ ابلہ فریبی کی غرض سے لگا رکھا ہے، اور یہ ایک دوسرا سوال مرزا صاحب کے واسطے جواب دینے کو ہے کہ ترکی سلطنت میں انہوں نے کیا کچھ تقوی اور طہارت کے خلاف

دیکھا ہے۔ کیا تمام سلطنت کی حالت کا اندازہ انہوں نے ایک شخص کے دیکھنے سے کرلیا ہے۔ مرزا صاحب اس کی تشریح کرتے وقت یہ بھی بتاویں گے کہ ہارون اور مامون اور اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں موجودہ ترکوں کے مقابلہ میں تقوی اور طہارت زیادہ تھی۔ ہم آئندہ پرچہ میں اس مضمون پر مفصل بحث کرنے والے ہیں کہ ترکی سلطنت کی ترقی کا تنزل کا باعث تقوی اور طہارت کی بیشی اور کمی ہوئی ہے یا زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا یا نہ کرنا ہوا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق وفجور اور بت پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالی نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا لیکن خدا تعالی مسلمانوں کو ادنی ادنی قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کرتا ہے۔ یہ سنت اللہ ضرور ہے مگر سنت مرزائیہ نہیں ہے۔ یہاں لیکھ رام اور عبداللہ آتھم اور سلطان احمد (محمد) اور اس کے اور بھائی مسلمان ایک ہی وقت میں اسی دنیا میں سزا پاتے ہیں۔ سنت مرزائیہ میں کافر اور مسلمان کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے واسطے ان کے قصوروں کی سزائیں اس ارادہ کے موافق جو مرزا صاحب کو بتا دیا گیا ہے جو خدا نے تجویز کی ہیں وہ بہت ہی مختصر ہیں یعنی اس تمام قوم کو سوائے چند مرزائیوں کے کاٹ ڈالا جانے کو ہے۔ اس سنت اللہ کے معنی بھی مرزا صاحب سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکا اور نہیں سمجھ سکے گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں پھر اس کے صفحہ ۵ میں اس بزرگ کی توصیف میں جس کے حق میں قادیانی نے پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے، کہا ہے:

ہم اس بزرگ کا نام ابھی ناظرین کو صاف طور پر نہیں بتاتے مگر اتنی بات بتا دیتے ہیں کہ جن سے ان کی تعریف اچھی طرح سے معلوم ہو جائے اور مرزا صاحب کی پیشینگوئی کی حقیقت باوجود ان کی ہشیاری کے تمام دنیا پر کھل جائے۔ تمام دنیا بیوقوف نہیں ہے اور سبکو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ مرزا صاحب کی پیشینگوئی یہ ہے کہ خدا اس بزرگ کے پردے پھاڑ دے لیکن ضرور ہے کہ پیشین گوئی اور زیادہ صاف ہو جائے۔ دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر ایک انسان کے واسطے تکلیف اور آرام دونوں لازمی ہیں کسی شخص پر مصیبت آتی ہے کہ کہ اس کی بیوی جس کا نکاح اس کے ساتھ آسمان پر ہو چکا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہتی ہے اور کسی

کے لڑکے جو اس کی خلافت اور وراثت کے وارث ہونیوالے ہوتے ہیں فوت ہو جاتے ہیں (جیسا کہ مرزا کا بیٹا بشیر اول فوت ہوا) کسی کی اس طرح پردہ دری ہوتی ہے کہ اس کو اپنے بعض الہامات کچھ کج بحثی کے ساتھ واپس لے لینے پڑتے ہیں (جیسا کہ مرزا نے سلطان معظم کے متعلق اپنے الہامات اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ کو اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء میں واپس لیا)اب اس بزرگ کی پردہ دری کی بھی تشریح ہونی چاہیے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب اخبار چودھویں صدی نے اپنے اس بزرگ کی بہت لمبی چوڑی تعریف کی ہے، وازانجا کہ ہم کو اس تعریف سے کلی اتفاق نہیں لہذا ہم اس تعریف کو اس کے مبالغہ آمیز الفاظ سے بعینہ نقل نہیں کر سکتے صرف اس کا خلاصہ اس مقام میں بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے: وہ بزرگ ایک علاقہ کا مالک وزمین دار سرکاری عہدہ دار مسلمان عابد نیکوکار نمازی روزہ دار قرآن خواں وغیرہ ہے۔

اس کے بعد اخبار چودھویں صدی نے لکھا ہے: اب اگر ایک ایسے نیک مسلمان بزرگ مرزا صاحب کی ناراضی کی وجہ سے پردہ ہونے والی ہے اور مرزا صاحب کے خدا کا قانون مرزا صاحب کے مقدموں کے فیصلہ کے واسطے ایسا ہی عجیب ہے تو ابلہ فریبی اور چالاکی کو چھوڑ کر صاف طور پر اس پردہ دری کی نوعیت بتا دینی چاہیے آیا ان کا علاقہ ان سے چھین لیا جائے گا۔ وہ اپنے عہدہ سے موقوف ہو جائیں گے، رشوت ستانی کا ان پر الزام لگے گا، عبادت ونیکوکاری ان سے چھوٹ جائے گی، مسلمان نہ رہیں گے، قرآن کریم ان کو بھول جائے گا، نماز روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔ آخر وہ کیا بلا آئے گی جس کا نام پردہ دری ہوگا جو مرزا صاحب کی رسالت اور مسیحیت کا آخری نشان ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے، مرزا صاحب کی رسالت کا ثبوت بھی مسلمانوں کی پردہ دری ہی موزوں ہوسکتا تھا۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ مرزا صاحب ہمارے اس سوال کا جواب از روئے مہربانی دے دیں گے۔ ہم یہ ہشیاری نہیں چلنے دیں گے کہ ایک ایسا مہمل اور بے معنی جملہ کہہ دیا جائے اور ایسی پیش گوئی کی جائے جس کے صاف طور پر کچھ معنی نہیں ہیں اور کسی ایک اتفاق کا نام پردہ دری رکھ دیا جائے۔ مرزا صاحب جس طرح پیش گوئیاں خود پورا کر دیا کرتے ہیں وہ تمام دنیا کو معلوم ہے اگر مرزا نے ہمارے اس سوال کا صاف جواب نہ دیا تو ان کی اس پیش گوئی کی ہی ایک ہفتہ عشرہ میں پردہ دری ہو چکی ہوگی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں: ہر چند صاحب اخبار چودھویں صدی کے اس سوال کے جواب سے کہ مرزا صاحب قادیانی اس بزرگ کی پردہ دری کی نوعیت بتاوے، ورنہ ایک ہفتہ عشرہ میں اس کی پردہ دری ہو چکی ہوگی، کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ نہ بتایا کہ وہ پردہ دری کیونکر ہوگی جس سے صاحب اخبار چودھویں صدی نے قادیانی کی پردہ دری ثابت کر دکھائی اور اپنے پرچہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء میں مضمون ذیل کی اشاعت کر دی۔

مرزا صاحب کی پردہ دری: ہمارے بزرگ کی کرامت: ہم روزانہ پیسہ اخبار لاہور مؤرخہ ۹ جولائی ۱۸۹۷ء کے صفحہ اول سے وہ مضمون ذیل میں نقل کرتے ہیں جو عقیدہ قادیانی سے بیزاری کے عنوان سے چھاپا ہے چونکہ یکم اور دوم جولائی کو یہ پردہ دری ہوئی ہے اس واسطے وہ مرزا صاحب کی مقرر کردہ تاریخوں کے اندر ہے لیکن یہ امر کہ مرزا صاحب اس واقعہ کو فی الحال اپنی پردہ دری کے واسطے کافی خیال کرتے ہیں یا نہیں، یہ انہیں کے فیصلہ کرنے کی بات ہے کیونکہ بعض غیرت مند لوگ ایک تھوڑی سی بات کو کافی خیال کر لیتے ہیں اور بعض دوسرے بے عزت لوگ بڑے بڑے حادثوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ایک شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اہل مجلس نے اس کو وہاں سے نکال دیا، تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک حقیر مجلس ہے ہم بڑی بڑی مجلسوں سے نکالے گئے ہیں۔ الغرض وہ عبارت مختصر حسب ذیل ہے:

۲ جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک ۱۷ سالہ لڑکے مسمی سید عالم طالب علم ایف اے ایل کلاس نے مسجد شاہی میں بعد نماز جمعہ عقیدہ مرزا قادیانی سے تبرا کیا۔ اور بیان کیا کہ اس کی طرف سے جو اشتہار، رؤیائے صادقہ، کے عنوان سے چھپا ہے وہ فقط جعل سازی تھی۔ ایک سفید کاغذ پر اس کے دستخط کروا لئے گئے اور مضمون خود لکھ لیا گیا تھا جس کی تردید اس نے یکم جولائی کو بذریعہ اشتہار کی۔ علاوہ ازیں اس موقعہ پر مرزا قادیانی کی ان کتابوں میں سے جن کو وہ الہامی بیان کرتا ہے وہ باتیں جو عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہیں پڑھ کر سنائی گئیں جن کو سن کر اہل اسلام نے جو اس وقت موجود تھے جناب باری میں دعا کی کہ خدا ان کو ایسے مخرب اسلام کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ (لوکل رپورٹر)۔ (اخبار چودھویں صدی۔ راولپنڈی ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ تعجب و افسوس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ چودھویں صدی

کے بزرگ نے فرضی بزرگی چھوڑ کر اپنی واقعی خوردی ظاہر کردی اور اپنے اس فعل کی کہ اس نے قادیانی کے حق میں پردہ دری کا متضمن شعر پڑھا تھا خود ہی تغلیط وتکذیب کردی اور اسی اخبار میں اپنی معذرت چھپوا کر اپنی مرزائیت ثابت کر دکھائی۔ ہم کو اس مقام میں اس کے سابق انحراف اور تازہ معذرت سے خصوصیت کے ساتھ بحث مقصود نہیں۔ ..ہمارے نزدیک ایسے شخص کا قادیانی سے ظاہری انحراف یا باطنی معذرت وعقیدت دونوں کـان لـم یکن ہیں اور گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اس مقام میں ہمارا مقصود صرف یہ تھا کہ قادیانی کے حضرت سلطان المعظم کو برا کہنے نے اس کے بعض مریدوں پر بھی اثر کیا تھا جس کی وجہ سے قادیانی کو جھوٹی معذرت کرنی پڑی سو یہ امر اس بزرگ چودھویں صدی کی معذرت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

معذرت قادیانی کے جھوٹی اور منافقانہ ہونے پر قادیانی کا پھر اس کارستانی کی طرف رجوع کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے عدالت گورداسپور میں برملا بیان کیا کہ میں نے سلطان روم کے برخلاف اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء شائع کیا اور پھر وہ اشتہار عدالت میں پڑھا گیا اور پھر کہا کہ اس وجہ سے مسلمان میرے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کے بعد اس کے وکیل ایک سنی حنفی مولوی نے خاکسار سے جو اس مقدمہ میں شہادت کے لئے عدالت میں طلب کیا گیا تھا سوالات کر کے یہ کہلوایا کہ: میں نے سلطان روم کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا تھا اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشتہار واجب الاظہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس مخالفت کا اچھی طرح اظہار کیا اور اس سے اپنا خیر خواہ گورنمنٹ ہونا ثابت کیا۔ چنانچہ اس اشتہار کے صفحہ ۸ و ۹ میں اس نے کہا ہے کہ: حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کی اغراض سے مخالف پا کر ایک سخت مخالفت ظاہر کی، وہ تمام حال بھی میں نے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے میری مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھے گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے۔ اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف عقاید کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی

نسبت یہ ظن ہوسکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے۔ یہ بات ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اس مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت یہ بیان کرنا پڑا کہ یہ شخص سرکار انگریزی کا خیر خواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔

قادیانی نے اس بیان زبانی وتحریری اشتہار واجب الاظہار میں صاف اقبال کیا ہے کہ وہ سلطان روم اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔ اس سے مسلمان یقین کر سکتے ہیں کہ اس کی وہ معذرت جھوٹی اور منافقانہ معذرت تھی اور درحقیقت وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی سے وہی دشمنی رکھتا ہے جس کو اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں ظاہر کر چکا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بیان میں اس نے جو یہ دعوی کیے ہیں: کہ اس خیر خواہی گورنمنٹ انگریزی کی وجہ سے اخبار والوں نے اس کو برا کہا۔

کہ اس کے خیر خواہ برٹش گورنمنٹ ہونے کو اس خاکسار نے عدالت میں مان لیا ہے،

سچے دعوے ہیں یا ان میں اس نے جھوٹ بولا ہے؟

یاد رہے کہ کسی اسلامی اخبار نے قادیانی کو اس وجہ سے برا نہیں کہا اور نشانہ ملامت نہیں بنایا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی کیوں کرتا ہے اور نہ کوئی ایسا باغی اخبار نویس ہے جو صرف گورنمنٹ کی خیر خواہی سے اس کو برا کہتا ہو۔ کوئی ایسا ہوتا اور اس کو خیر خواہی گورنمنٹ کے سبب برا کہتا تو وہ کبھی کا جیل خانہ کی سیر کرتا جیسے بعض ہندو اخبار نویس اور بعض مسلمان واعظ بعض مضامین والفاظ مخالف گورنمنٹ لکھنے اور بولنے سے جیل خانہ میں جا چکے ہیں۔

قادیانی اس دعوی میں سچا ہے تو کم سے کم ایک اخبار نویس کی کوئی ایسی عبارت نقل کرے جس میں اس نے گورنمنٹ کی خیر خواہی کے سبب قادیانی کو برا کہا ہو۔ یہ امر اس سے نہ ہو سکے تو گورنمنٹ اس دروغ گو کی بات کو دھوکہ دہی سمجھے۔ ہاں بعض اخبار نویسوں نے سلطنت ترکی کی بدگوئی کی وجہ سے اسکو برا کہا ہے اور گورنمنٹ کے حق میں اس کی خوش آمد کو ابلہ فریبی اور جھوٹی خوش آمد قرار دیا ہے۔ سو یہ اور بات ہے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ عدالت گورداسپورہ میں خاکسار نے اس کو سرکار انگریزی کا خیر خواہ مان لیا ہے،

سفید جھوٹ ہے۔ گورنمنٹ مثل مقدمہ ملاحظہ فرمائے اور دروغ گو کی دروغ گوئی کا یقین کرے۔ میں نے صاف اور صریح الفاظ یہ بیان کیا تھا کہ اس وقت (یعنی جب کہ میں ریویو براہین احمدیہ لکھا تھا) مرزا کے خیالات اچھے تھے۔، جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ اس وقت اس کے خیالات گورنمنٹ کی نسبت اچھے نہیں۔ اس امر کو میں نے عدالت میں کھول بیان کیا اور اپنے رسالہ نمبر۳ ج ۱۸ کے صفحہ ۸۰، ۸۱ کا بھی حوالہ دیا مگر معلوم نہیں عدالت نے اس بیان کو کیوں درج اظہار نہ کیا۔

اس مقام میں عبارت صفحہ ۸۰، ۸۱ کو نقل کرنا مناسب ہے: پیش گوئی ہشت سال ان کی امید کا ذریعہ ہے جس کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ نقل کیا ہے الہامی صاحب نے اس کا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا ہاں ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت رسالہ نمبر ۶ جلد ۷، اشاعۃ السنہ سے نقل کر کے آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ شخص (محمد حسین بٹالوی) اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بےفکر کر چکا ہے اب اس کے برخلاف اس کے قول وخیالات کا کیا اعتبار رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن کیا تھا جب کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی نہیں کیا تھا اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلّم ہے لہذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعوی کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونے کا بھی دعوی کر دیا تو آپ میرے اس ریویو کے محل کیوں کر رہ سکتے ہیں۔ اور اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ میں تب ہی سے گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہیے اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا اب یہ کچھ کچھ کا بن گیا ہے اب یہ وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا جس کی طرف سے میں نے ریویو میں گورنمنٹ کو مطمئن کیا تھا ۔

میرے اس بیان سے اور اس فقرہ سے جو اظہارات میں درج ہے صاف ثابت ہے کہ: میں اب اس کے خیالات کو اچھا نہیں سمجھتا اس کی تعریف وخیر خواہی گورنمنٹ کو جھوٹی خوش آمد اور منافقانہ دعوی خیر خواہی

سمجھتا ہوں۔..

اہل اسلام سے امید ہے کہ بد گوئی حضرت سلطان روم اور سلطنت ترکی کی وجہ سے اس کو ویسا ہی دشمن اسلام ومسلمانان خیال کریں گے جیسا کہ پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے وقت خیال کرتے تھے اور اس کی معذرت پرچہ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو جھوٹی معذرت قرار دیں گے..

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ ص ۱۴۱ تا ۱۹۴ ملخصاً ومختصراً)

بٹالوی وقادیانی مراسلت ۱۸۹۸ء

مرزا غلام احمد قادیانی کا خط بنام شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی۔ ہداکم اللہ۔

مجھے زبانی جبی مولوی قطب الدین صاحب معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کسی مصلحت سے آپ کے مکان پر گئے اور ہمدردی انسانی سے چاہا کہ آپ کو حق کی طرف دعوت کریں۔ مگر آپ نے علاوہ کئی الفاظ سبّ و شتم کے جو میری نسبت استعمال کئے، یہ بھی کہا کہ میں نماز میں ان پر لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ ان تمام باتوں کے سننے سے اگرچہ آپ کی صلاحیت سے نومیدی ہوتی ہے مگر جیسا کہ میں نے بعض بشارات میں دیکھا ہے امید کی جاتی ہے کہ آپ پر عنقریب وہ زمانہ بھی آئے گا کہ آپ کی آنکھ کھلے اور آپ ان گستاخیوں اور شوخیوں اور بداندیشیوں سے توبہ کریں۔ اس لئے میں نے ایک ضروری امر پر آپ کو مطلع کرنے کے لئے یہ چند سطریں لکھی ہیں... میں نے مباہلہ کے ساتھ بھی آپ سے فیصلہ کرنا چاہا مگر آپ وہاں سے بھی بھاگ گئے (پھر کرسی والے معاملے کا ذکر کیا ہے)..آپ مجھے مفتری کہتے ہیں مگر بتلا نہیں سکتے کہ ابتداء دنیا سے آج تک کوئی مفتری ایسا آپ نے دیکھا جس کو خدا تعالی نے روز دعوی الہام سے میری طرح ۲۵ برس تک مہلت دی ہو، جو خدا پر افتراء کرے وہ تو کتے کی عمر بھی نہیں پاتا اور جلد پکڑا جاتا ہے اور ہلاک کیا جاتا ہے اور میں تو ۲۵ برس سے برابر خدا تعالی کا الہام پیش کر رہا ہوں۔ براہین ہی کا زمانہ دیکھو جو اب ۱۸ برس کے قریب پہنچ گیا۔..... گواہان مولوی عبدالکریم

سیالکوٹی۔کمال الدین۔سیٹھ عبدالرحمٰن ۔حاجی اللہ رکھا مدراس۔سیٹھ اسماعیل بمبئی۔محمد احسن امروہی۔قطب الدین۔میاں معراج الدین ٹھیکیدار لاہور۔یعقوب علی اڈیٹر الحکم۔مولوی نورالدین بھیروی۔

(الحکم قادیان ۶ مارچ ۱۸۹۸ء ص ۴۔۵)

حضرت شیخ الاسلام نے جواباً لکھا:

مقام بٹالہ۔۲۸ فروری ۱۸۹۸ء نمبر ۱۱۴

میاں غلام احمد۔خدا آپ کو راہ راست پر لاوے اور ضلالت والحاد سے نجات بخشے۔و السلام علی من اتبع الھدی۔آپ کا خط ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء کو پہنچا جس کو میں نے تعجب اور افسوس سے پڑھا۔افسوس آپ کے مرید میاں قطب الدین پر آیا کہ وہ کیا پیغام وسوال لے کر گئے تھے اور کیا جواب لائے۔اور نہ سمجھے کہ وہ میرے پیام وسوال کا جواب نہیں ہے۔....تعجب آپ پر کہ آپ نے اس خط میں اپنے ان ہی پرانے ڈھکوسلوں کا اعادہ کر دیا اور شرم سے کام نہ لے کر یہ خیال نہ کیا کہ جن باتوں کا اعادہ کرتا ہوں ان کو تمہارا مخاطب بارہا دلائل سے ردّ کر چکا ہے۔پھر میں انکا اعادہ کیوں کرتا ہوں۔

اس افسوس اور تعجب کے بعد..سوال کا اعادہ کرتا ہوں کیونکہ میاں قطب الدین صاحب دوبارہ میرے پاس آئے ہیں اور آپ کی اس چال کو میرے سمجھانے سے سمجھ گئے ہیں۔اور اس وجہ سے اس خط کے ذریعہ میرا پیام دوبارہ پہنچانے کا وعدہ کر گئے ہیں۔

آپ نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۱، ۱۴، ۱۵ میں تین دعوے کئے ہیں: اول یہ کہ محمد حسین نے ڈپٹی کمشنر سے کرسی طلب کی اور کہا کہ اس کو عدالت میں کرسی ملتی ہے جس پر ڈپٹی کمشنر نے اس کو تین مرتبہ جھڑکیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹا ہے بک بک مت کر۔دوسرا یہ دعوی کہ پھر وہ باہر کے کمرہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تو کپتان پولیس کی نظر اس پر جا پڑی اور اسی وقت کنسٹیبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ اس کرسی سے اٹھایا گیا۔

تیسرا دعوی یہ ہے کہ پھر وہ ایک شخص کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا تو اس شخص نے چادر نیچے سے کھینچ لی اور کہا کہ ایک مذہبی مقدمہ میں جو بناوٹی ہے پادریوں کی گواہی دیتا ہے اور میری چادر پر بیٹھتا ہے۔میں اپنی چادر پلید نہیں کرانی چاہتا۔

میرے نزدیک یہ تینوں دعوی محض دروغ ہیں جس میں راستی کا شمہ دخل اور شائبہ نہیں ہے۔ آپ ان دعووں میں سچے ہیں تو ایک جلسہ عام میں (جو بمقام لاہور یا گورداسپور یا بٹالہ میں ہو) ان ہی لوگوں سے جن کے نام اپنے خط میں درج کئے ہیں صرف دو یا تین اشخاص کو جن کو میں منتخب کروں پیش کریں اور ان سے وہ شہادت دلوائیں۔ پس اگر وہ آپ کے بیان کی تصدیق کریں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو آپ کے مقابلہ میں شکست یافتہ سمجھ کر آپ کے ردو جواب سے قلم وزبان کو بند کرلونگا۔ اور اگر ان گواہوں نے آپ کے بیان و الفاظ کی تصدیق نہ کی تو اس صورت میں آپ اپنے ملحدانہ دعاوی، مسیحائی مجددیت مہدویت نبوت وغیرہ سے تائب ہوکر خالص اسلام کے پابند بن جائیں۔

یہ پیام تھا جس کے جواب میں آپ نے صرف دعوی (کا اعادہ) کردیا اور نہ سوچا کہ دعوی تو آپ نے پہلے بھی کیا تھا اس دعوی کا ثبوت بذریعہ شہادت مطلوب تھا، نہ اعادہ دعوی۔ اب بھی توجہ کریں اور جواب بمطابق سوال دیں ورنہ آپ کا خط اور یہ جواب عنقریب رسالہ میں مشتہر ہوگا۔

راقم۔ آپ کا خیر خواہ قدیم۔ ابوسعید محمد حسین۔ (الحکم مذکور۔ ص ۵)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی ؒ کو خط نہیں لکھا۔ جلسہ عام کے انعقاد کا اعلان نہیں کیا۔ بٹالوی صاحب کو یہ نہیں کہا کہ ان کے گواہوں میں سے دو تین کے نام دو تاکہ میں انہیں لے کر جلسہ میں آؤں۔ اور یہ نہیں کہا کہ اگر گواہی مرزا کے خلاف نکلی تو وہ دعوی مسیحیت و مہدویت وغیرہ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ انہوں نے الحکم میں ایک طویل مضمون لکھ مارا جس میں پھر وہی دعوی دہرا دیا کہ وہاں یہ ہوا تھا اور وہ ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور تم خود گواہوں سے گواہی لکھواؤ اور جلسہ مقرر کر کے وہ تحریریں وہاں لے کر آؤ تو میں ان تحریروں کا معائنہ کروں گا۔

ایسا کیونکر ہوسکتا تھا؟ گواہ تو مرزا کے تھے اور اس کے مرید وحواری تھے۔ ان پر بٹالوی صاحب کا کیا زور تھا؟ یہ تو مرزا صاحب کا کام تھا کہ ان میں بٹالوی صاحب کے منتخب کردہ دو تین افراد کو لے کر کسی مجلس میں آتے، جہاں بٹالوی صاحب ان سے بیان لیتے۔ اور اگر وہ لوگ مرزا کی تصدیق کرتے تو بٹالوی صاحب مخالفت سے باز آجاتے۔ یہ تو مرزا کیلئے بہت سستا سودا تھا اگر انہیں اپنی صداقت کا یقین اور گواہوں پر بھروسہ

ہوتا تو ضرو ایسا کرتے ۔لیکن مرزا ایسی مجالس میں آتے نہیں تھے جیسا کہ رفعت اللہ خان شاہجہانپوری نے اپنے چچا شرافت اللہ مرزائی شاہجہانپوری کے ذریعہ مرزا کو دعوت دی کہ

:اگر ملہم (مرزا) صاحب کو کچھ مادہ ہے تو آجائیں، علماء کا سامنا کرے، وہ ڈرے نہیں غیر مقلد جو چندمرتبہ اسکی سرکوبی کرچکے ہیں، سامنا نہیں کرینگے، مقلدین کا سامنا کرے دہلی یا شاہجہان پور میں آجاوے۔ اگر بحث تقریری میں علماء ساکت ہوگئے تو اس کے کل خرچہ کا میں ذمہ دار ہونگا اور پھر بیعت بھی کرلونگا۔اور اگر وہ زک اٹھا کر بھاگا تو ہمارے خرچہ کا وہ ذمہ دار ہو اور اپنے دعوی سے دست بردار ہو۔

مجلس علماء میں شرکت کا یہ دعوتی خط اندازاً ۱۸۹۸ء کا ہے جب رفعت اللہ خان حنفی المسلک تھے، بعد میں آپ محمدی ہو گئے تھے جیسا کہ خود لکھتے ہیں:.میں مقلد تھا..مگر اب اہلحدیث ہوں اور میرے نزدیک ایک صدی میں کئی مجدد بھی ہوئے ہیں۔اپنے خطوط میں مولانا عبدالحی کو میں نے اس صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔مگر اب تحقیق سے معلوم ہوا کہ تجدید مولانا سید نذیر حسین سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔مجھ کو مولانا عبدالحی کی تجدید کا انکار نہیں۔وہ بھی ہیں اور دوسرے علماء بھی ہوں، مگر حضرت مولانا (میاں صاحب) مرحوم سے بڑھ کر کوئی نہیں

(شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

مبارک علی کا مباحثے سے گریز

قادیانی اخبار الحکم میں، قصبہ فتح گڑھ میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مبارک علی قادیانی میں اتفاقی مباحثہ، کے عنوان سے ایک واقعہ کا اندراج ہوا ہے جو تحریک ختم نبوت سے متعلق ہونے کے باعث باختصار درج ذیل کیا جاتا ہے۔واقعہ چونکہ قادیانی روایت سے مروی ہے اس لئے اس میں انہوں نے حسب منشاء نمک مرچ لگایا ہے اور پورے واقعہ کے صرف وہی حصے نقل کئے ہیں جو ان کے مفید مطلب تھے۔لیکن اس کے باوجود ناظرین کو معلوم ہوجائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔

الحکم میں بیان کردہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فتح گڑھ نامی قصبہ میں مسلمانوں کے کسی جلسے میں خطاب کے لئے تشریف لے گئے جہاں مبارک علی نے سوالات شروع کر دیئے۔اور الحکم کے مطابق سوالات و جوابات یوں ہوئے:

مبارک علی: مولوی صاحب! حضرت عیسیٰ بن مریم کی حیات جسمانی اور بجسد عنصری صعود الی السماء کے لئے ثبوت پیش کریں۔

محمد حسین: قبل اسکے کہ میں اس کا جواب دوں، دو امر آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔اول یہ کہ آپ کا یہ سوال بطور استفادہ ہے یا بطور مباحثہ۔دوم یہ کہ آپ کا اعتقاد در باب حیات و مماۃ مسیح کیا ہے؟ کیا آپ اس کو مردہ سمجھتے ہیں؟ اگر مردہ سمجھتے ہیں تو پھر آنے والہ کس شخص کو جانتے ہیں۔یا اس امر کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ کوئی مسیح آئے گا۔

مبارک علی: میں آپ سے بطور استفادہ کچھ دریافت کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس امر میں آپ کو مفید اور اپنے آپ کو مستفید قرار دیتا ہوں۔امر دوم کی نسبت صرف آپ کو دو حرفی جواب دینا چاہیے کہ مسیح زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ ہیں تو اس کا کیا ثبوت ہے۔اور میں ان کو داخل اموات سمجھتا ہوں۔آنے والے مسیح کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔خلط مبحث کی کوئی ضرورت نہیں۔

محمد حسین: امر اول کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کا جواب میں پھر دونگا۔بالفعل میں آپ کو امر دوم کی نسبت یہ جتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ سوال سے نہ کوئی بحث کرنی منظور ہے نہ خلط مبحث ہوتا۔میں یہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا اعتقاد آنے والے مسیح کی نسبت کیا ہے؟ تاکہ معلوم ہو کہ جس بحث کو آپ چھیڑنا چاہتے ہیں اس میں اپنے اعتقاد کی تائید کرتے ہیں یا اپنے اعتقاد کے خلاف حامی بنتے ہیں۔

مبارک علی۔آنے والے مسیح کی بحث آپ بے فائدہ چھیڑتے ہیں۔اس امر میں مانتا ہوں کہ ایک مسیح امت محمدیہ میں آنے والا ہے مگر اس کو وفات مسیح کے مسئلے کا موقوف علیہ ٹھہرانا ایک بے معنی بات ہے،اور اس کا منشاء صرف آپ کا ادعائی اعتقاد معلوم ہوتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھ گئے اور پھر وہی کسی زمانہ میں واپس آئیں گے۔اس میں شک نہیں کہ ایک مسیح آئے گا مگر بات تو صرف یہ

ہے کہ وہ آنے والا وہی حضرت مسیح ابن مریم ہے۔اور یہ بات آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے جب تک پہلے آپ ان کی حیات جسمانی اور صعود الی السماء بجسدہ العنصری ثابت نہ کریں۔پس صعود کی بجائے نزول کے مسئلہ کو چھیڑنا خلط مبحث نہیں تو کیا ہے؟ اگر آپ کا یہ منشاء ہے کہ نزول کے ماننے سے صعود خود ماناجائے گا تو یہ قضیہ عکسیہ ہے بلکہ صعود ثابت ہونے سے نزول خود ثابت ہوجائے گا۔بات دوحرفی ہے،صعود کا ثبوت دیجئے۔

محمد حسین: مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے جواب میں بے فائدہ تطویل کی۔نہ میرے سوال کو سمجھا اور نہ اپنے جواب کے الفاظ کے معنی سمجھتے ہیں۔میں آنے والے مسیح کی بابت کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا صرف آپ کا اعتقاد پوچھتا ہوں۔آپ بتانا چاہتے ہیں تو بتائیں،ورنہ صاف کہیں کہ نہیں بتاؤنگا۔پھر میں کلام ختم کرتا ہوں۔

مبارک علی۔میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اس بحث کو ناتمام چھوڑنا چاہا ہے۔میں نے اپنے اعتقاد کو بھی ظاہر کردیا ہے اور آنے والے مسیح کی بابت بھی تصفیہ کردیا ہے۔افسوس آپ نے ناحق میرے وقت کا خون کیا اور اصل بات سے گریز کی۔اب بندہ آپ سے اپنے سوال کے جواب کی کوئی امید نہیں رکھتا اور اس سلسلہ بحث کو ختم کرتا ہوں

محمد حسین: آپ نے اپنا اعتقاد آنے والے مسیح کی نسبت کہ وہ کون ہے؟ ظاہر نہ فرمایا اور آئندہ سوال وجواب کا سلسلہ منقطع کردیا۔اب میں آپ کو مخاطب نہیں کرتا۔اور آپ کے سوال کے متعلق قرآن وحدیث سے جو بات ثابت ہے وہ حاضرین سامعین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سامعین کے ساتھ آپ بھی چاہیں،تو سنیں۔نہ چاہیں تو اختیار ہے۔مگر سننے کی حالت میں آپ کو بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔جب تک کہ آپ میرے سوال کا صاف الفاظ میں جواب نہ دیں گے کہ آنے والے مسیح آپ کے اعتقاد میں کون ہیں۔

اس کے بعد مبارک علی نے کہا کہ میں آپ کی تقریر خاموشی سے سنتا ہوں بشرطیکہ کہ بعد میں آپ بھی میری تقریر خاموشی سے سنیں۔بٹالوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔

(الحکم،قادیان ٦۔١٣جولائی ١٨٩٨ءص ٧۔٩)

یادرہے کہ یہ مرزائی رپورٹ ہے،اور ساتھ اڈیٹر الحکم نے خوب حاشئے بھی لگائے ہیں جو ہم نے نقل

نہیں کیئے ۔اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ مباحثہ نہیں تھا۔نہ موضوع کا تعیین کیا گیا، نہ شرائط طے ہوئیں، نہ ثالث مقرر ہوا، نہ پرچوں کی تعداد، نہ پرچہ لکھنے کا وقت طے ہوا۔ بلکہ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کسی جگہ خطاب کیلئے گئے کہ مبارک علی نے رقعہ بازی شروع کردی۔شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے موضوع اور حدود وشرائط کے تعین کی کوشش کی تو مبارک علی صاحب بدک گئے اور مولانا کے سوال کا جواب دینے، یعنی موضوع کے تعین ہی سے انکار کردیا۔اور بحث ختم کردی۔

ادھر چونکہ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے خطاب کرنا تھا جس کے لئے آپ وہاں تشریف لے گئے تھے،اس لئے انہوں نے فرمایا کہ اب چونکہ تم موضوع اور شرائط وغیرہ کے تعین نہ کرسکنے کے باعث بحث سے خود ہی کنارہ کش ہو چکے ہو،اس لئے اب میں جو کچھ کہنے والہ ہوں وہ تمہارے خطاب میں نہیں ۔اگر تم چاہو تو چلے جاؤ اور چاہو تو عام سامعین کی طرح بیٹھ کر سنو۔مبارک علی قادیانی نے جواب میں کہا کہ بعدازاں میں بھی تقریر کروں گا۔یعنی تمہاری تقریر پر بحث کروں گا۔(یعنی مباحثہ،جس سے وہ کترا چکے تھے، پھر سے شروع)۔شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یا تو تم میرے سوال کا جواب دو،اور بحث کو آگے بڑھاؤ اور اگر جواب دینے کی ہمت نہیں ہے تو چپ کر کے بیٹھو۔جلسہ ہمارا ہے،آپ لوگوں کا نہیں اور نہ ہی تم کسی دعوت مباحثہ کے جواب میں یہاں آئے ہو۔(یادر ہے مبارک علی،حکیم نورالدین کے بعد قادیانیوں کے مخالف ہوکر لاہوری جماعت میں شریک ہوگئے تھے)

ناظرین کو معلوم رہے قادیانی حضرات اپنے جلسہ قادیان میں غیر احمدیوں کو سٹیج پر سے اپنے خلاف تقریروں کی اجازت نہیں دیتے تھے جیسا کہ حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی کی درج ذیل روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔حافظ صاحب بتاتے ہیں:

مولانا عبدالرحمٰن گورنمنٹ پنشنر (ناظم انجمن اہلحدیث گجرات) کے نام ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ ہمارے سالانہ جلسہ میں شامل ہوں جو کہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں ہورہا ہے۔جس کا موصوف نے فوراً جواب دیا جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بخدمت جناب ناظر صاحب دعوت وتبلیغ۔ السلام علینا و علی

عباد اللّٰه الصّا لحین ۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی

جناب کا ملفوف گرامی موصول ہوا۔آپ نے جو اپنے سالانہ جلسہ قادیان میں مجھے دعوت دے کر یاد فرمایا ہے اس کے لئے میں جناب کا شکر گزار ہیں اور جواباً معروض ہوں کہ مجھے اپنے مشاغل سے اتنی فرصت نہیں کہ میں جلسہ میں حاضر ہوسکوں ۔ہاں یہ تجویز ہے کہ کوئی مطبوعہ یا قلمی مضمون جناب کی خدمت میں روانہ کر دوں جسے آپ اپنے جلسہ میں پڑھ کر سنا دیں تا اس طرح پر میرا بھی کوئی دنیوی حرج نہ ہو اور جلسہ میں شمولیت بھی ہو جائے ۔اگر میرا مضمون آپ کے خلاف ہو تو سنا کر اس کی تردید کا آپ کو حق حاصل ہے کہ جلسہ آپ کا ہے ۔نیز مضمون کے ہمراہ میں چند سوالات بھی روانہ کروں گا جن کا جواب بہر حال خاص میاں (محمود احمد) صاحب کے قلم سے مطلوب ہے ۔اگر آپ ان دونوں باتوں کا پختہ وعدہ فرمائیں تو فوراً اطلاع دیں کہ وقت تنگ ہے۔۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء

اس خط کا درج ذیل جواب ناظر صاحب کی طرف سے مولانا صاحب کو موصول ہوا:

بخدمت شریف مکرم جناب عبدالرحمٰن ظفر گورنمنٹ پنشنر۔سرکلر روڈ گجرات ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰ دسمبر موصول ہوئی ۔جواباً تحریر ہے کہ افسوس ہے کہ ہمارے جلسہ میں غیروں کے مضامین معترضانہ نہیں سنائے جاسکتے ہیں ۔نہ آپ کے سوالات جلسہ کے پروگرام میں شامل کئے جاسکتے ہیں ۔ ہمارا جلسہ دینی جلسہ ہے اور اس میں دینی مضامین مقررین بیان کرتے ہیں ۔جلسہ کا پروگرام بہت عرصہ پہلے مرتب ہو کر شائع ہو جاتا ہے ۔آپ اگر کوئی مضمون یہاں بھیجیں گے اور سوالات تحریر فرمائیں گے تو ان کے جوابات آپ کو تحریری انشاء اللہ دیئے جائیں گے ۔...والسلام ۔

۷ جنوری ۱۹۴۷ء دستخط بحروف انگریزی (برائے) ناظر دعوت وتبلیغ قادیان ۔

(قطع الوتین (۲) من بشیر الدین)

سرکار بنام قادیانی و بٹالوی

شیخ یعقوب علی تراب قادیانی اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

اکثر احباب ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ اخبارات میں جو خبر گشت کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور محمد حسین بٹالوی کے نام حفظ امن ضمانت کے لئے نوٹس جاری ہوئے ہیں، اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔

ہم اپنے ناظرین کو اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی سا امر ہے۔ محمد حسین بٹالوی نے کچھ عرصہ ہوا مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے شائع ہونے پر شیخیت نمائی کے طور پر ایک چھری رکھ لی تھی اور اکثر لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔ اس پر ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نے اس چھری کو دیکھ کر رپورٹ کر دی کہ نقص امن کا اندیشہ ہے، مرزا صاحب اور محمد حسین سے ضمانت لی جائے۔ اس پر صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع نے ۱۴ دسمبر کو نوٹس جاری کئے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پہلی تاریخ پیشی تھی۔ بدون کسی کاروائی کے مقدمہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا۔ محمد حسین نے جو وکیل، کہا جاتا ہے مسلمانوں سے چندہ لے کر، کیا تھا اس نے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کی تاریخ تبدیل کرالی اور اب مقدمہ کل ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں پیش ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔

یہ مقدمہ ایک بڑی دلچسپی سے دیکھا جارہا ہے اور پبلک میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ہم نہ تو ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ مناسب کہ اس کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے دیں۔ مقدمہ ایک دوراندیش حاکم مجاز کے سامنے ہے بعد کل کاروائی کہ ہمارا حق ہوگا کہ ہم اس پر رائے زنی کریں۔ ہاں اتنا کہہ دینا شاید بے محل نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کے اشتہارات مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور رسالجات کشف الغطاء وغیرہ کا مطالعہ ہمارے بیدار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اصل معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لئے بہت مدد دیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲)

شیخ یعقوب علی تراب قادیانی لکھتے ہیں:

جو مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں زیر دفعہ ۱۰۷ دائر ہے اور جس میں مرزا صاحب اور محمد حسین بٹالوی بطور فریق ثانی ہیں عام طور پر دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ مذکورۃ الصدر گورداسپور میں باجلاس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پیش ہوا۔ مرزا صاحب کی طرف سے مسٹر براؤن اور مولوی فضل الدین لاہور اور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشاور سے اور مولوی شیخ علی احمد لوکل پلیڈر بطور پیروکار پیش ہوئے۔ محمد حسین بٹالوی کی طرف سے بھی دو وکیل پیش ہوئے جن میں ایک صاحب بہادر لاہور سے آئے تھے اور دوسرے صاحب گورداسپور ہی کے وکیل تھے۔

۱۱ جنوری کو مرزا صاحب، محمد حسین ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ، انسپکٹر پولیس گورداسپور کے بیانات ہوئے اور مقدمہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا جو بمقام دھاریوال پیش ہوگا۔

جیسا ہم نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ہم مقدمہ کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے ابھی دینا قبل از وقت سمجھتے ہیں لیکن ہم نے اس سے پیشتر ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ کے وقت بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کو اصلیت تک پہنچنے کے لئے یہ بات کہی تھی کہ وہ اس معاملہ پر کامل توجہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اور عام مولویوں کے درمیان بنائے مخاصمت کیا ہے؟ بہرحال ہم کو امید ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس معاملہ پر پوری توجہ فرماویں گے ہم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ صاحب موصوف نہایت متانت اور غور سے کام کرتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲)

شیخ یعقوب علی تراب قادیانی بتاتے ہیں:

خیمہ میں جو عدالت کا کمرہ بنایا گیا تھا مجسٹریٹ ان کا منشی اور کورٹ انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ موجود تھے۔ مرزا صاحب کی طرف سے حسب معمول مولوی فضل الدین پلیڈر لاہور، مسٹر براؤن پلیڈر لاہور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشاور پیش ہوئے۔ محمد حسین بٹالوی آج ایک نئے قانونی مشیر لے کر آئے تھے۔ پیش ہوتے ہی مسٹر ہربرٹ پیروکار محمد حسین نے عذر پیش کیا کہ جدید ضابطہ کی رو سے ایک ہی وقت پر محمد حسین اور مرزا

صاحب کا مقدمہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس قانونی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے آئندہ سماعت ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر کی اور سب سے پہلے مرزا صاحب کا مقدمہ سننے کا حکم دیا اور پھر از سر نو نوٹس بھیجنے کا ارشاد فرمایا گویا سابقہ کل کاروائی کالعدم ہی سمجھی گئی۔ اب ۱۴ تاریخ سے اصلی معنوں میں مقدمہ شروع ہوگا۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۸)

شیخ یعقوب علی صاحب بتاتے ہیں:

مقدمہ کی تاریخ ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر ہوئی ہے اور اس مرتبہ یہ مقدمہ بمقام پٹھانکوٹ پیش ہوگا۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۸۹۹ء ص ۷)

شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو علی الصبح مقدمہ کی پیروی کیلئے مرزا غلام احمد معہ احباب قادیان سے بٹالہ کو روانہ ہوئے جہاں سے بسواری ریل پٹھان کوٹ کو تشریف لے جائیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۱۰)

شیخ یعقوب علی صاحب نے مقدمہ فوجداری سرکار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید بٹالوی مسل بایں الفاظ نقل کی ہے:

باجلاس مسٹر جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ فیصلہ زیر تجویز نمبر بستہ قادیان۔۔۔۔ جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

رپورٹ خاص تھانہ بٹالہ

جناب عالی! مرزا غلام احمد ساکن قادیان و مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کے باہم ایک عرصہ سے تکرار مذہبی چلا آتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی تائید اور مخالف کی تکذیب میں تحریرات دیگر چھاپہ و قلمی جاری کرتے رہتے ہیں اور جوش مذہبی کے بہانہ سے ایسے اشتعال بخش الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے ان کے دیکھنے والا ان کی جماعت کے مریدان و معتقد آمادہ بفساد ہو سکتے ہیں ہر دو کے حالات سابق وقتاً فوقتاً بذریعہ رپورٹ ہائے

خاص گذارش بحضور ہوتی رہی ہیں۔ دونوں نے یہ طریقہ محض اپنی ناموری اور فائدہ ذاتی کے واسطے اختیار کیا ہوا ہے کہ ان کی عزت اور فریق مخالف کی ذلت ان کی جماعت میں پیدا ہو اور ان کے واسطے علاوہ شہرت کے دنیاوی فائدہ پہنچے جیسے کہ اب تک بذریعہ منی آرڈر وغیرہ رقومات کثیر پہنچ رہی ہیں۔ حال میں غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی کہ وہ فیصلہ بحث مذہبی کا بذریعہ مباہلہ کرے (یہ اسلام میں ایک طریقہ دعا کا واسطے فیصلہ منجانب اللہ کے ہے اور فریق کاذب پر اس فیصلہ کی رو سے عذاب نازل ہوتا ہے)

مولوی محمد حسین نے مباہلہ تو منظور کیا، مگر میعاد نازل ہونے عذاب کی، بجائے ایک سال مقررہ مرزا غلام احمد کے تین روز کے اندر اندر مقرر کی۔ اور مرزا غلام احمد کی طرف سے بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین کو ۸۲۵ روپیہ انعام دیا جانا مقرر کیا گیا۔ بجواب اس کے ایک شخص سید ابوالحسن تبّتی وارد کوہ شملہ سنجولی نے ایک اشتہار تاریخ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو دیا کہ بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین بٹالہ کے تحریر کیا کہ مرزا غلام احمد کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے، اس کی روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چارول شہروں میں پھرایا جائے، اور بجائے دینے (محمد حسین کو) ۸۲۵ روپیہ انعام کے صرف ۸۲۵ جوتے ان (مرزا) کے سر پر لگائے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

اس اشتہار پر ملا محمد بخش لاہوری نے اپنی طرف سے کچھ نوٹ ایزاد کئے جو درج اشتہار منسلکہ ہیں اور اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے۔ اس اشتہار اور نوٹوں کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت خیال کرتے ہیں کہ مولوی محمد حسین سکنہ بٹالہ نے بنام نہاد دوسرے شخص کی طرف سے یہ اشتہار دلایا ہے۔

اور اب مرزا غلام احمد نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار جس کا عنوان یہ ہے، ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں، برخلاف مولوی محمد حسین و ملا محمد بخش لاہوری و سید ابوالحسن تبّتی کے جاری کیا جس کا اخیر یہ ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک یہ تینوں اشخاص ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ اور اس میں جو اس نے دعا کی، اور جو اس کا جواب بذریعہ الہام کے معلوم ہوا اردو عربی میں تحریر کئے ہیں۔

اس اشتہار کے جاری ہونے پر مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کو سخت اشتعال اور خوف پیدا ہو گیا ہے اور

وہ سمجھتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اشتہار اپنی سابقہ عادت کے بموجب اس کی نقصان رسانی کا انتظام میعاد مقررہ کے اندر کر کے جاری کیا ہے اور اس غرض سے مولوی محمد حسین مذکور نے ایک چھری تیز دھار ساخت بھیرہ ضلع شاہ پور خریدی ہے اور ہر وقت اپنے پاس بغرض حفاظت رکھتا ہے اور عام طور پر چھری مذکور لوگوں کو دکھلاتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے لیکھ رام کی طرح میری ہلاکت کا انتظام کر کے اشتہار جاری کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کے واسطے وہ مجھے قتل کرائے گا۔ اسلئے واسطے اپنی حفاظت اور مقابلہ دشمن کے چھری ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ دونوں فریق میرے علاقہ میں آباد ہیں اور انکے مریدوں ومعتقدوں کی ایک بڑی بھاری جماعت ہے جس میں ہر طرح کے لوگ تیز مزاج وغیرہ شامل ہیں۔

اب صورت اس معاملہ کی بدانست کمترین یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ زیادہ تحمل مقتضی نہیں ہے۔ ضرور سخت اندیشہ نقض امن کا فریقین کی طرف سے ہے۔ اور اشتہارات علاوہ دل شکن ورنجدہ اشتعال آمیز کلمات فریقین کی طرف سے روزمرہ سے اور دیکھے جاتے ہیں، اور ان کا چرچا عوام میں ہو کر ایک دوسرے فریق کی جماعت کی دل شکنی واشتعال طبع کا باعث ہوتے ہیں۔ حضور کو یاد ہوگا کہ جب مرزا غلام احمد مقدمہ حفظ امن پادری ہنری کلارک امرتسر سے بری ہوا تھا تو ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے زبانی اس کو فہمائش فرمائی تھی کہ برائے آئندہ ایسے اشتہار یا پیشین گوئی جس سے نقض امن کا اندیشہ ہو، نہ دیا کرے۔ کچھ عرصہ تک مرزا غلام احمد نے اس پر عمل کیا اور خاموشی رکھی، اب پھر اسی طرح اشتہار بازی شروع کر دی ہے جو موجب نقض امن ہے۔ لہذا رپورٹ اطلاعاً ارسال بحضور ہے اشتہارات واخبارات لف ہیں جہاں اس کا ذکر درج ہے اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے۔ اگر پسند رائے حضور ہو تو معرفت انسپکٹر صاحب اس امر حقیہ کی دریافت فرما کر فریقین کی ضمانت ومچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جاوے۔ تحریر یکم دسمبر ۱۸۹۸ء۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ

رپورٹ پولیس گورداسپور

اصل درخواست ہذا اخبارات واشتہارات سے علیحدہ ہو کر بخدمت ڈپٹی کمشنر بھیجی جاوے اور گذارش کیا جاوے کہ سال گذشتہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر کیا گیا تھا مگر کسی

وجہ سے وہ رہا ہوا اور ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت ہوا تھا حکم دیا تھا کہ آئندہ کیلئے مرزا غلام احمد ایسی پیشگوئی نہ کرے۔ مگر اب پھر اس نے اس حکم کے برخلاف کرنا شروع کیا ہے جس سے اندیشہ نقض امن کا ہے۔ ہماری دانست میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کپتان ڈگلس کے حکم اور وعدہ کے خلاف کیا ہے اور ضرور نقض امن کو روکنے کے لئے فریقین کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ فریقین کی حفظ امن میں ضمانت لینی چاہیے۔ کاغذات ہذا بصیغہ خفیہ مرسل ہوویں۔ تحریر ۳ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط بحروف انگریزی

درخواست دربارہ حصول لائسنس مولوی ابوسعید محمد حسین

مشمولہ مسل اجلاسی مسٹر ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور

سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ۔

جرم زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری۔

جناب عالی: مرزا غلام احمد ساکن موضع قادیان نے برخلاف مظہر سائل بدیں مضمون اشتہار دیا ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین کو ۱۳ ماہ کے اندر ذلت کی مار اور رسوائی ہوگی جس سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی پیشینگوئی کو سچا کرنے کیلئے میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوئی ناجائز تدبیر اختیار کریگا۔ لہذا درخواست ہے کہ مظہر سائل کو ایک پستول اور ایک بندوق کا حفاظت جان کیلئے کل احاطہ پنجاب کے واسطے لائسنس دیا جاوے کیونکہ مظہر کل پنجاب میں واسطے وعظ وغیرہ ضرورتوں کے دورہ کیا کرتا ہے۔ سوائے اوزار کے اندیشہ ہے کہ اس کی جماعت میں سے کوئی دشمن نقصان پہنچاوے۔

مولوی ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

از پیش گاہ ڈپٹی کمشنر بہادر پیش ہو کر حکم ہوا کہ مرزا غلام احمد و مولوی محمد حسین برائے ۱۵ ماہ حال صدر میں طلب ہوویں۔ اہلمد کاغذات کو بطور خفیہ احتیاط سے رکھے۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

نقل حکم عبوری مع رپورٹ اہل مد اجلاسی مسٹر ٹی ایف ڈیکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

آج پیش ہوکر حکم ہوا کہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ ہذا پیش ہووے۔فریقین کو فہمائش کی گئی۔۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط حاکم

جناب عالی! کاغذات برائے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پیش کرتا ہوں۔دستخط اہلمد۔۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

حکیم عبوری واقعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء

اجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

فریقین مرزا غلام احمد اور ابوسعید محمد حسین بتعمیل نوٹس حاضر ہوئے کہ جو ہمارے جانشین نے بنام پولیس اس غرض سے جاری کیا تھا کہ ان کو ۱۵ دسمبر کیلئے پیش کیا جائے مقدمہ ۵ جنوری تک ملتوی کیا گیا منجملہ فریقین کے ایک فریق کے وکیل مسٹر اورٹل نے بذریعہ تار ہم سے درخواست کی کہ مقدمہ ۱۲ تاریخ تک ملتوی کیا جائے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے فریق کا وکیل بھی رضامند ہے ہم نے مقدمہ کا التواء ۱۱ جنوری تک کیا ہے کیونکہ ۱۲ کو ہم دورہ میں جائیں گے۔ایک نقل مندرجہ حکم کی زیر دفعہ ۱۱۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری فریقین پر تعمیل کیا جائے کہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان اور ابوسعید محمد حسین کچھ عرصہ سے آپس میں سخت مذہبی مباحثہ کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خدا تعالی سے مباہلہ کی درخواست کی جائے کہ اس شخص پر ذلت پڑے کہ جو غلطی پر ہو۔ ہر دو فریق کی تحریرات اس حد سے باہر چلی گئی ہیں کہ جس کو مباحثہ واجب کہا جاوے۔

ابوسعید محمد حسین کے فریق کے ایک ممبر سید ابوالحسن تبتّی نے ایک اشتہار در بارہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کے جاری کیا گیا ہے کہ جو نہایت فحش ہے۔

اور ایک اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں مرزا نے خدا کے پاس صرف یہی درخواست نہیں کی کہ اس شخص کو جو غلطی پر ہو ذلیل کیا جاوے بلکہ اس کے مخالفان پر بھی، جو افواہیں لاہور میں قتل پنڈت لیکھ رام کی نسبت مشہور ہوئی ہیں عام طور پر روشن ہیں خواہ وہ راست ہوں یا دروغ ،لیکن ان سے مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کو رہنمائی ہونی چاہیے تھی کہ وہ اس قسم کے مباحثے سے پرہیز کرے جس میں موت کی (یا جیسا کہ مقدمہ حال میں) ذلت

کی پیشگوئی اس کے مخالفوں کی نسبت شامل ہو۔

ہماری رائے میں یہ مناسب ہے کہ نقض امن کے روکنے کیلئے ہر دو اشخاص مندرجہ صدر سے ان کے اپنے مچلکے ایک ایک ہزار روپئے کے برائے ایک سال واسطے رکھنے حفظ امن کیلئے جاویں۔

لہذا حکم ہوا کہ نامبردگان ۱۱ جنوری کو حاضر آویں اور وجہ ظاہر کریں کہ کیوں ایسا حکم صادر نہ کیا جاوے۔

نقل اس حکم کی نوٹس کے ہمراہ برائے تعمیل بھیجی جاوے۔تحریر ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔دستخط حاکم

حکم عبوری بمقدمہ فوجداری

باجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور واقعہ ۲۲ جنوری ۱۸۹۹ بمقام گورداسپور

مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ ومرزا غلام احمد ساکن قادیان ملزم حاضر ہیں۔مسٹر ڈبلیو براؤن، شیخ فضل الدین، شیخ علی احمد وخواجہ کمال الدین وکلاء من جانب مرزا غلام احمد حاضر ہیں۔مسٹر اورٹل بیرسٹر وشیخ نبی بخش وکیل من جانب ابوسعید محمد حسین حاضر ہیں۔مسٹر براؤن تسلیم کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دستاویزات ان کے موکل نے جاری کیں۔

الف۔اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء۔

ب۔اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء۔

ج۔اشتہار مورخہ ٦ جنوری ۱۸۹۹ء۔

د۔رسالہ کشف الغطاء۔

ھ۔اشتہار مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۹ء

بیان مولوی محمد حسین ابوسعید ساکن بٹالہ۔

ایک فتوی تکفیر کا نسبت مرزا غلام احمد..میرے اخبار میں چھپا کہ مرزا غلام احمد کافر ہے اس فتوی کے لکھنے والے مولوی نذیر حسین تھے اور اس فتوی پر اور مولویوں کی مہریں ہیں میری مہر نہیں ہے۔میں سائل تھا

جواب انہوں نے دیا۔تب سے ہمارا مذہبی بحث اس کے ساتھ ہوتا رہا۔ میں محمد بخش جعفر زٹلی ساکن لاہور کو جانتا ہوں اس کے ساتھ میری سابقہ کوئی خاص دوستی نہیں لیکن خط و کتابت دنیوی کام میں کبھی کبھی میری اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں لاہور میں جاتا رہتا ہوں کبھی کسی دوست کے گھر کبھی کسی دوست کے گھر رہتا ہوں، اس کے گھر میں کبھی نہیں رہا۔ میرا پیپر اشاعۃ السنۃ وہاں چھپتا ہے فقرے جو آپ نے مجھ کو پڑھ کر سنائے ہیں یہ میرے اخبار کا خلاصہ ہے جو نمبر ۵ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں ہے۔

اور جو اشتہار محمد بخش نے لاہور سے جاری کیا اس کے متعلق ہے۔ اصل اشتہار میرے رسالے میں نہیں چھاپا، نہ مجھ سے کوئی مشورہ لیا گیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا۔

پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں سے جو فقرات متعلق تیسری حرکت پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ میرے رسالے میں درج ہیں۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ میں سے فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے یہ بھی میرے اخبار میں سے ہے۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۶ میں سے چند سطور مجھ کو سنائیں یہ میں نے اپنے اخبار میں چھپوائیں۔ پرچہ نمبر ۷ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں سے جو سطریں مجھ کو سنائی گئی ہیں میرے رسالے میں چھپی ہیں۔ میرے رسالے میں وہ دجال اور کافر بہت دفعہ لکھا گیا ہے جیسے وہ مجھے کہتا ہے۔ میں نے مولوی ابوالحسن تبّتی کو دیکھا ہے، وہ کبھی شملہ میں رہتا ہے اور کبھی لاہور کبھی دہلی۔ آخیر مرتبہ میں شملہ میں اکتوبر میں گیا تھا یا قریب اس کے، اور ۱۴ دن وہاں رہا۔ اس وقت میں نے اس مولوی کو دیکھا تھا۔ اشتہار مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کی نسبت میرا کوئی مشورہ اس کے ساتھ نہیں ہوا کہ جس میں لکھا ہے کہ منہ کالا کیا جاوے اور گدھے پر پھرایا جاوے وغیرہ۔ میں جانتا ہوں کہ اس اشتہار کی نسبت کوئی ذکر اشاعۃ السنہ میں نہیں ہوا، میرے پاس اس اشتہار کی نقل ڈاک میں آئی تھی اور دستی بھی ملی۔ جب پہلے ڈاک میں میرے پاس نقل بھیجی میں نے کوئی جواب سید ابوالحسن تبّتی کو نہیں لکھا۔ اس اشتہار کی نسبت میں نے اخیر مرتبہ ۲۴۔ اکتوبر کو شملہ میں اس کو دیکھا تھا اس وقت تک اس نے مجھ سے کوئی ذکر اس اشتہار کی نسبت نہیں کیا کہ میں کوئی ایسا اشتہار چھاپوں گا۔

۱۸۹۷ء سے ایک چھری اپنی حفاظت کے واسطے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ مجھ کو یہ خوف ہے کہ مرزا غلام احمد اشتعال دیگا میری نسبت اسی طرح سے جس طرح کہ دیگر لوگوں کی نسبت اس نے پیش گوئیاں کیں۔ میں نے اس

خوف سے ایک بندوق اور ایک پستول کیلئے لائسنس کی درخواست ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو دی تھی جو شامل مسل ہے۔ اور میں نے وہ درخواست دیکھی ہے۔

عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھرام کی نسبت جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے مجھ کو خوف ہے اور یہ نسبت اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بھی مجھ کو خوف ہے۔

دستخط ابو سعید محمد حسین۔ دستخط حاکم۔

بیان ہمارے مواجہہ میں تحریر ہو کر سنایا گیا۔ سن کر راست تسلیم کیا۔ دستخط حاکم

بیان مرزا غلام احمد ساکن قادیان

عبدالکریم سیالکوٹی میرا مرید ہے... جنگ مقدس چھاپا اس میں جو چند فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ اس میری پیشین گوئی کی نقل ہے جو عبداللہ آتھم کی نسبت تھی اس کا سبب یہ تھا کہ آتھم نے مجھ سے تحریری درخواست کی تھی ان کی رضامندی اور تحریری درخواست میں نے یہ پیشینگوئی کی تھی کیونکہ انہوں نے اصرار کیا تھا۔ آتھم کی درخواست جو میرے نام تھی وہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک شامل ہے دیکھی جاوے۔ جو پیشگوئی مجھے سنائی گئی وہ پنڈت لیکھرام کی نسبت تھی اور میں نے پنڈت لیکھرام کی رضامندی سے اور اس کی تحریری درخواست پر کی تھی۔ اس خاص پیش گوئی کی خاطر وہ پشاور سے... اور بہت بدزبانی کرتا رہا اور تمام... اور پنڈت لیکھرام پانچ برس کے اوپر ہوا کہ مر گیا.. میرے گھر کی تلاشی ہوئی اور پنڈت لیکھرام کے مرنے کے بعد میں نے ایک اشتہار جاری کیا جو مجھ کو اب پڑھ کر سنایا گیا، جب مقدمہ ڈاکٹر کلارک کا ہوا اس میں کپتان ڈگلس نے مجھے یہ ہدایت دی تھی اور میں نے ایک نوٹس پر دستخط کئے تھے پنڈت لیکھرام نے ایک اشتہار اپنی طرف سے میری نسبت دیا تھا کہ تم تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے مر جاؤ گے اور اس پیش گوئی کو اس نے پہلے آپ شائع کیا تھا

دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

الحکم قادیان میں جاری ہوتا ہے جو اس کا اڈیٹر ہے وہ میرے مریدوں میں سے ہے اس میں سے جو

فقرہ حرف...مجھ کو پڑھ کر سنایا گیا ہے وہ میرے مشورہ سے جاری نہیں ہوا مجھ کو فرصت نہیں کہ میں ایسے معاملات دیکھ سکوں میرے حالات کیلئے میری تعلیمیں دیکھی جائیں جو میری کتابوں میں ہیں۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود۔ بیان ہمارے مواجہہ ساعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سن کر درست تسلیم کیا گیا۔ دستخط حاکم۔

بیان محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نمبر ۵۶۴ گواہ استغاثہ باقرار صالحہ

میں بٹالہ میں ۱۸۹۳ء سے ڈپٹی انسپکٹر ہوں یہ بحث مذہبی ان پانچ سالوں میں برابر جاری رہا ہے۔ مولوی محمد حسین نے مجھ کو چھری دکھلائی تھی یہ کہا تھا کہ آپ نے سنا ہے کہ مرزا غلام احمد نے جو تیرہ مہینے کی میعاد کا اشتہار جاری کیا ہے میں اس کو اپنی حفاظت کے واسطے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ بوجہ اس خوف کے کیا اس کے واسطے کچھ لائسنس کی ضرورت ہوگی؟ میں نے اس کو کہا کہ میرے خیال میں یہ معمولی چھری ہے اور اس کے واسطے لائسنس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس وقت مولوی محمد حسین نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ میں پستول اور بندوق کے لئے درخواست لائسنس کی کرونگا۔

الحکم قادیان میں چھپتا ہے اور شیخ یعقوب علی اس کا اڈیٹر ہے۔ مرزا غلام احمد کے اہتمام میں چھپتا ہے۔ میرے خیال میں جو کچھ اس میں چھپتا ہے وہ مرزا کے مشورہ اور ملاحظہ سے اور ان کی نگرانی میں چھاپا جاتا ہے۔ یعقوب علی اس کے مکان میں رہتا ہے اسی سے کھانا کھاتا ہے۔

ان دونوں فریقوں کا جوش بڑا اشتعال انگیز ہے اور دشمنی سالہا سال سے چلی آتی ہے جب پنڈت لیکھرام مارا گیا اس وقت بٹالہ میں مذہبی جوش بہت تھا۔ مولوی محمد حسین جو اندیشہ بتاتا تھا میرے خیال میں وہ واقعی اندیشہ ہے۔ مجھ کو اس واسطے خیال ہے کہ عام افواہ ہے کہ جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ان کے پورا کرنے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں میرے نزدیک واقعی اندیشہ ہے

(جرح مسٹر اورٹل پر کہا) محمد حسین کی نسبت میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہوئی کہ اس سے اندیشہ ہے وہ کبھی کسی مقدمہ یا لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پیشوا اسلام سمجھتے ہیں۔

(جرح مولوی فضل دین وکیل پر کہا) مرزا غلام احمد کی نسبت کسی آدمی کی طرف کوئی خاص رپورٹ تھانہ میں نہیں ہوئی کہ اس کی طرف سے خطرہ ہے۔

چند سالوں سے مرزا صاحب ہمیشہ قادیان میں رہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا اپنا چھاپہ خانہ قادیان میں ہے، سوائے اس الحکم کے چھاپے خانے کے۔ میرے سامنے مرزا صاحب نے کبھی مشورہ یا صلاح کسی امر کے چھاپے جانے کی نسبت یعقوب علی کو نہیں دی۔ میری آمدورفت قادیان میں اکثر زیادہ رہتی ہے ہفتے یا دوسرے ہفتہ جایا کرتا ہوں جو اخبار یا رسالہ کبھی دیکھنے کے منگا تا تھا تو مجھ کو یہ خبر ملتی تھی کہ مرزا صاحب کے حکم سے اڈیٹر دیتا ہے۔ میں نے الحکم میں اڈیٹر کا یہ اعلان نہیں دیکھا کہ مرزا کا اس رسالہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

ایک شکایت نسبت ایک کانسٹیبل حاکم علی کے الحکم میں چھپی تھی اس نے رپورٹ دی تھی کہ مرزا غلام احمد اور نظام الدین کے درمیان بابت تنازعہ ایک دیوار کے سخت اندیشہ فساد کا ہے۔

مولوی محمد حسین نے بعد اشتہار تیرہ ماہ کے مجھ کو چھری دکھلائی تھی مجھ کو مقامی حالات کی وجہ سے یہ خیال ہے جب کبھی مرزا صاحب پیشین گوئی کرتے ہیں تو اس کی صداقت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بقلم خود۔ بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور ساعت میں تحریر ہوکر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

بیان سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس باقرار صالح

میں ضلع ہذا میں انسپکٹر پولیس ہوں۔ میں لاہور شہر میں انسپکٹر پولیس تھا قبل اس کیکہ ضلع ہذا میں آیا۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل کے وقت وہاں تھا۔ یہ عام قوی شبہ تھا کہ مرزا غلام احمد کا تعلق اس قتل میں تھا۔ جو فقرات اس وقت پڑھ کر ہر دو فریق کو سنائے گئے ہیں انکے شائع ہونے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہے کہ نقض امن کا اندیشہ ہے۔ نہ مرزا اور نہ مولوی محمد حسین خود کوئی ایسا فعل کرینگے مگر وہ اپنے مریدوں کو اشتعال دینگے۔

(جرح مسٹر اورٹل بیرسٹر پر کہا) محمد حسین کی نسبت کبھی شبہ نہیں ہوا کہ اس نے یا اس کے پیروی کنندوں نے اشتعال قتل دیا ہے۔ مجھ کو اس ضلع میں آئے ہوئے تین ماہ ہوئے ہیں مجھ کو محمد حسین کی نسبت سب حال معلوم

نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ اس کے دوست اور مرید ہیں جو جو کچھ وہ کہے کریں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے مرید ہیں، مرزا کے بھی مرید ہیں۔

(جرح مسٹر براؤن پر کہا) لاہور میں یہ افواہ تھی کہ پیش گوئی پورا کرنے کیلئے مرزا نے ایسا قتل کیا ہے۔ مجھ کو کسی خاص کتاب کی بابت معلوم نہیں لیکن اس قدر معلوم ہے کہ پنڈت لیکھ رام اپنے مخالفوں کی نسبت کتابیں شائع کرتا تھا۔ میں ذاتی طور پر محمد بخش جعفر زٹلی کا واقف نہیں ہوں لیکن اتنا سنا ہے کہ وہ (ناخواندہ؟) ہے مولوی محمد حسین کا دوست ہے لیکھ رام کے متعلق شمس الدین اور تاج الدین کے گھروں کی تلاشیاں ہوئیں اور نیز ایک انجمن کے مکان کی بھی تلاشی ہوئی تھی وہ انجمن مرزا کے مخالف تھی۔ دستخط انسپکٹر پولیس۔ دستخط حاکم۔ بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

حکم عبوری مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء

بمقدمہ فوجداری باجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

وکلائے ہر دو فریق چاہتے ہیں کہ مقدمہ کا التواء کیا جائے اس لئے ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء کو بمقام دھاریوال اب یہ مقدمہ پیش ہووے۔ وکلاء کو آج کی کاروائی کی نقل دی جاوے اور نیز فقرہ ہائے کی نقل بھی دی جاوے کہ جو عدالت میں پڑھی گئیں اور اگر ممکن ہووے تو وکلاء اس کا ترجمہ داخل کریں چنانچہ وہ اس بات پر رضامند ہیں۔ تحریر ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء۔ دستخط حاکم (الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۶۔۱۰)

نقل اقرارنامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خداتعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی) زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے اس طرح کاربند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء دستخط مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

عدالتی کاروائی کے بعد مرزا قادیانی حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ

السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔،

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ

آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھاویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّی کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کیے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے

خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کرلیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء (اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

چند روز کے بعد اڈیٹر الحکم نے حسب ذیل چٹھی جاری فرمائی:

گورنمنٹ پنجاب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و
ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کی توجہ کے لائق

(ہم امید کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل سطور جن کو ہم اپنی ایک خاص چٹھی کے ذریعہ مندرجہ بالا اٹھارٹیز کے پاس بھیجتے ہیں توجہ تام سے ملاحظہ فرمائی جاویں گی۔ اڈیٹر الحکم)

یہ امر غالباً گورنمنٹ پنجاب سے بھی پوشیدہ نہیں رہا ہوگا کہ پچھلے دنوں میں جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر دائر تھا اس کا آخری فیصلہ فریقین کے ایسے معاہدہ پر ہوا ہے جو قانونی طور پر خواہ اثر انداز ہو یا نہ ہو کہ مولوی محمد حسین آئندہ خود اور اپنے دوستوں کو بھی ایسی تحریروں کی اشاعت سے باز رکھیں گے جو اس سے پیشتر ان کی طرف سے حسب معمول گالیوں اور مرزا صاحب اور انکے دوستوں کی شان میں گستاخیوں سے لبریز شائع ہوا کرتی تھیں اور ایسا ہی مرزا صاحب بھی جیسا کہ وہ کتاب البریہ میں ظاہر کر چکے تھے آئندہ کیلئے ایسی پیشگوئیوں کی جو کسی کی ذلت یا موت کے متعلق ہوں بدون درخواست شائع نہ کریں گے،

ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اس فیصلہ پر نہایت اطمینان اور مسرت ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ شک نہیں کہ امن کے قائم رکھنے کیلئے یہ ایک بہترین صورت ہے۔ مگر ہم ایک امر ان کی خدمت میں پیش کر کے یہ جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا محمد حسین کی طرف سے اس عہد کی خلاف ورزی شروع نہیں ہوگئی؟ کیونکہ بعد انفصال مقدمہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر جو ۲۵ و ۲۶ فروری کو لاہور میں ہوا، ایک

پنجابی رسالہ چودھویں صدی دا جھوٹا مسیح سہ حرفی اڑر پو پو وغیرہ کے نام سے جو محمد حسین کے دیرینہ شاگرد سعد اللہ مدرس لدھیانہ کی تصنیف ہے اور جو محمد حسین کے دوست ہدایت اللہ ساکن راولپنڈی کی فرمائش سے لکھا گیا ہے اور محمد حسین کے دوست ملا محمد بخش جعفر زٹلی نے عین جلسہ میں تقسیم اور فروخت کیا ہے ہم نے خود ملا محمد بخش سے اس کی دو کاپیاں لی تھیں بلکہ یہ لفظ بھی اس نے ساتھ ہی کہے تھے کہ، ساڈا ایہہ پہلا تحفہ اے،۔ الغرض یہ پنجابی رسالہ جس پر کوئی تاریخ درج نہیں جو ہمارے خیال میں پریس ایکٹ کی رو سے خلاف ورزی قانون بھی ہے نہایت گندے اور فحش الفاظ میں لکھا گیا ہے اور پھر ایک اشتعال اور جوش دلایا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب اس رسالہ پر کوئی ایکشن لیں گے یا نہیں۔ غالبًا وہ اپنی عادت کے موافق ان گندی گالیوں کو بھی سن کر بھی صبر ہی کرینگے اور وہ حکام تک اس بات کو پہچانا بھی شاید پسند نہ کریں مگر ہم اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کیلئے گورنمنٹ پنجاب کو عموماً اور خاص کر اپنے ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر توجہ کریں اور پوری توجہ کریں کیونکہ اس رسالہ کے ذریعہ سے جس کا ذمہ دار محمد حسین کو بوجوہات معقول ہونا چاہیے ایک قسم کا نقض عہد کیا ہے اور وہ جواب دہ ہونا چاہیے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس معاملہ کو یوں ہی نہ چھوڑا جاوے گا ہم اس امر میں اپنے حکام ضلع کو کافی مدد دے سکتے ہیں کہ سعد اللہ کے ساتھ محمد حسین کے بہت ہی گہرے تعلقات ہیں اور وہ اس کو اپنا عزیز شاگرد لکھا کرتا ہے اور اس کتاب کے محرک اور شائع کرنے والے سب اس کے دوست اور رفیق ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو ذمہ وار قرار نہ دیا جائے

۔اڈیٹر (اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۷)

چند ماہ بعد اڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار میں لکھا:

ہمارے مخالف نئے بھیس میں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم

لاہور سے خادم ہند نام ایک پندرہ روزہ چو ورقہ شائع ہوا ہے جس کی پاک اور ضروری خدمت یہ

قرار پائی ہے کہ وہ حق پرست، راست باز، بہی خواہ نوع انسان کی ذات پر ناپاک اور قابل شرم حملے کرے۔ اس کا ایک نمبر ہمارے پاس بھی پہنچا ہے جس میں مرزا صاحب پر ملا جعفر زٹلی نے ایک خواب کے پیرایہ میں حسب معمول نہایت کمینے حملے کئے ہیں۔ ہم کو جعفر زٹلی کے مخاطب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں ملک کی حالت پر رحم آتا ہے کہ اگر اس کا مذاق اور اخلاقی اور روحانی حالت بگڑی ہوئی نہیں تو کیوں ایسے رسالے یا اخبار اشاعت پاتے ہیں۔ بہرحال جب کہ مسٹر ڈوئی آج کل لاہور میں کمشنر ہیں (جن کے زمانہ ڈپٹی کمشنری گورداسپور میں وہ مشہور مقدمہ ہوا تھا جس میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا صاحب بطور فریق ثانی تھے اور جس میں انہوں نے آئندہ کیلئے فریقین کو اپنے اور اپنے دوستوں کی سخت تحریروں کے شائع نہ کرنے کی ہدایت کی تھی) تو کم از کم یہ اخبار ان کی نظر سے گذرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ کس فریق نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور یہ دوسرا موقعہ ہے ہم ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتے اور خصوصاً جب سے ہمارے حضرت نے ان لوگوں کو مخاطب کرنے سے بھی عام اشتہار کے ذریعہ منع فرمایا ہے پس ہمارے مخالفوں کو کم از کم متانت اور تہذیب کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو ایسے لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے جو ایسی تحریروں سے ایک جماعت کی دلآزاری کرتے ہیں

(اخبار الحکم قادیان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۸)

(اس مقدمہ میں ایک جگہ بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی اپنے شریکوں سے ایک دیوار کے سلسلے میں تنازعہ تھا، اس تنازعہ کا مقدمہ بھی عدالت میں فیصل ہوا تھا اور چونکہ اس میں محمدی بیگم والی پیشین گوئی کا بھی ذکر ہوا تھا جس کا تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے گہرا تعلق ہے، اس لئے اس مقدمہ دیوار کی روداد ہم متفرقات میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۵ء تک مسلسل تردید قادیانیت میں مصروف رہنے کے باعث یہ سمجھا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی، کا مؤثر اور مسکت جواب دے دیا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی کوئی نئے دلائل پیش کرنے کی بجائے صرف وہی باتیں دہرائے جاتے تھے جن کا جواب دیا جا چکا ہے، اس لئے اب مرزا قادیانی کو خطاب کرنے کی بجائے اپنے اوقات کو دوسرے اہم کاموں مثل (تردید نیچریت، تردید عیسائیت، تردید آریہ) میں صرف کرنا چاہیے۔ اس لئے حضرت مولانا بٹالویؒ نے ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا کہ:

چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔...اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مددیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے۔آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔

مرزا قادیانی تاہم چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آئے،اور اگلے ہوئے نوالے بار بار چباتے رہے۔

☆ مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد دوم کے صفحہ ۴۰۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۱۰ پر ختم ہونے والا اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء کا ہے اور اس کا عنوان ہے۔:

محمد حسین ۔گنگا بشن ۔اشتہار واجب الاظہار

اس اشتہار کا آغاز یوں ہوتا ہے:

شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ کا ایک اشتہار جس پر تاریخ کوئی نہیں اور جس کا یہ عنوان ہے الہامی قاتل مرزا غلام احمد میری نظر سے گزرا شیخ صاحب اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ لیکھرام والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔نیز ارقام فرماتے ہیں کہ میں اس بارے میں قسم کھانے کے لیے تیار رہوں۔(یہ سارا اشتہار مولانا بٹالوی کے خلاف ہے)۔

مرزا صاحب کی کتاب،انوار الاسلام،کے صفحہ ۱۱۵ سے مولانا بٹالوی کو خطاب شروع ہو جاتا ہے جن کا کہنا تھا کہ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد اور ڈپٹی آتھم کی اموات کے بارے میں مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئی ہیں۔مرزا صاحب کا جوابی بیان صفحہ ۱۲۵ تک چلتا ہے۔

مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی پنڈت لیکھرام کی موت کے بارے میں کی تھی۔ان کی کتاب استفتاء لیکھرام کی موت کے بعد کی تصنیف ہے۔اور چونکہ مولانا بٹالوی نے کہا تھا کہ لیکھرام کی موت کا مرزا صاحب کی پیش گوئی سے تعلق نہیں ہے اس لیے مرزا صاحب نے اس تصنیف میں مولانا پر خوب غصہ نکالا ہے۔ کہتے ہیں:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور ایسا ہی بعض اور چند مولویوں نے عام طور پر یہ رائے شائع کر دی ہے کہ یہ پیش گوئی (لیکھرام کی موت کی) جھوٹی نکلی۔چنانچہ انہوں (محمد حسین) نے ایک

خط میری طرف بھی بھیج دیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں (محمد حسین) نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی یعنی لیکھ رام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا۔ اور (محمد حسین نے) اس بات پر زور دیا کہ کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیش گوئی سچی ہوئی۔ اور کیوں یہ قبول نہ کیا جائے کہ یہ ایک اتفاقی موت ہے جو پیش گوئی کے زمانہ میں وقوع میں آئی۔ (استفتاء۔ قادیانی خزائن جلد۱۲ اص۱۱۱)

اور مرزا صاحب نے شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کی تردید میں اپنا زور قلم صرف کیا ہے جیسا کہ صفحہ ۱۳۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس شیخ دشمن حق کا یہ بھی مجھ پر افتراء ہے کہ اور بھی بعض پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ ہم شیخ مذکور کو فی پیش گوئی سو روپے نقد دینے کو تیار ہیں اگر وہ ثابت کر سکے کہ فلاں پیش گوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی۔ مگر کیا وہ یہ بات سن کر تحقیقات کے لیے درخواست کرے گا؟ نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص نہایت درجہ کا مفسد اور دشمن حق ہے اس کو اسلام سے کچھ خاص دشمنی ہے۔ اس کا دل نہیں چاہتا کہ اس پر آشوب زمانہ میں اسلام کی عزت اور شوکت اور بزرگی ظاہر ہو۔ مگر یہ اس ارادہ میں ناکام رہے گا۔ میری بات سن رکھو۔ اب سے خوب یاد رکھو۔ کہ خدا بہت سے نشان دکھائے گا۔ نہیں چھوڑے گا جب تک ایسے لوگوں کو ذلیل کر کے نہ دکھلائے

(حاشیہ استفتاء۔ قادیانی خزائن جلد۱۲۔ ص۱۳۵)۔

اور جب شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ایک مرتبہ جوابی چیلنج کیا کہ آؤ اور ایک ایسے اجتماع میں جہاں فریقین کیسامعین کی مساوی تعداد ہو فلاں فلاں پیش گوئی کو سچا ثابت کر کے دکھاؤ تو مرزا قادیانی نے کہا:

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لیے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ (قادیانی خزائن جلد۵ ص۳۲۳)

اندریں حالات شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان کیا اور فرمایا کہ اگر مرزا قادیانی آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔.. (اس کے پیرو) اس کو

سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنۃ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں (unitarians) کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں، خبر لینے دیں، اپنے مقابلہ میں اس کے (یعنی محمد حسین کے) اوقات کو مصروف نہ کریں۔

لیکن ایسا کرنا مرزا قادیانی کے نزدیک اپنی دکان بڑھانے کے مترادف تھا، اس لئے انہوں نے شیخ الاسلام مولانا بٹالوی رحمہ اللہ سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا، اور اپنے مریدوں سے شیخ الاسلام بٹالوی رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے ۱۸۹۸ء میں اشتہار شائع کروائے جن کے جواب میں مولانا بٹالوی مرحوم کے دوستوں نے مرزا کو آڑے ہاتھوں لیا۔ مرزا صاحب نے عاجز آ کر مولانا بٹالوی کے خلاف آخری فیصلے کا اشتہار شائع کر دیا کہ تیرہ ماہ میں مولانا بٹالوی اور ان کے دوست ذلت سے دوچار ہوں گے، ان کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے، یہ ہوگا اور وہ ہوگا، وغیرہ وغیرہ، اور یہ اشتہار بطور مباہلہ کے شائع کیا جاتا ہے۔ ادھر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے خطرہ جان کے پیش نظر ہتھیار رکھنے کے لائسنس کے لئے درخواست دے دی۔ اس درخواست کی وجہ سے مرزا قادیانی کو عدالت نے طلب کر لیا جہاں ایک اقرار نامہ پر دستخط کر کے انہیں رہائی نصیب ہوئی۔ ادھر تیرہ ماہ کی مدت کے اندر مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی کو بزعم خود ذلیل و خوار کرنے کی خاطر جو کاروائیاں کیں ان کا بیان عنقریب ہوگا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ :

ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا؟

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

کہ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب اس (مرزا) کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔ اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل و تطویل لا طائل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بقدر ضرورت کی جاتی ہے کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات و رسائل میں عقاید باطلہ مخالفہ اسلام شائع کئے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جن کو وہ عقاید پہنچے) اس پر لعن طعن کا مینہ

برسنا شروع ہوگیا۔

پھراز انجملہ بعض علماء کرام اور اعیان اسلام کا یہ خیال رہا کہ اسکے عقاید باطلہ ومقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو، اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بناوے، اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اس کو عزت ووقعت نہ دے، وہ عقاید یوں ہی مضمحل و بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اور اس سے بحث وخطاب کرنے سے وہ عقاید مشتہر ہوں گے، اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑ لیں گے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال رہا کہ اس کے وہ عقاید قبیحہ ومقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات واشتہارات جا بجا پھیل چکے ہیں اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقاید کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اور آئندہ پھنسیں گے۔ اسکے خطاب سے سکوت واعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اس کے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھنس جانا وقوع میں آ چکا ہے تو اس کو نالائق خطاب سمجھ کر اس کی بحث وخطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق ومورد بننا ہے:

اگر بیند کہ نابینا وچاہ است
اگر خاموش بنشیند گناہ است

ان دوراندیش لوگوں میں سے ایک خاکسار (محمد حسین) بھی تھا جس نے رد وابطال عقائد مرزا کا بہت حصہ لیا اور پورے پانچ سال تک اس کا ایسا تعاقب کیا کہ اس کو گھر تک پہنچا دیا بلکہ زندہ درگور کر دیا، اور اس کے اصول وفروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ وبراہین عقلیہ سے نہ کیا، اور اس کا فساد وکساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہاں تک کہ اس بحث ورد تفصیلی سے وہ خوف واندیشہ عوام بدام مکاید ومغالطات اس دشمن اسلام کا اٹھ گیا اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ ناظرین وسامعین عقاید باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث ورسائل کو دیکھے یا سنے گا، وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسے گا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سن کر یک طرفہ فیصلہ کر لے گا اور اس کا رد وجواب نہ دیکھنا چاہے گا اس کے حق میں ابد الدہر رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ واثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچ کر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا جو ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد شانزدہم صفحہ ۳۰۴ میں بالفاظ ذیل درج ہے:

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مددیں تو) تہذیب اخلاق جدید (یعنی نیچریت۔ بہا) کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہے گی:

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ

وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم فرماتے ہیں): اس اعلان پر بھی آپ (یعنی مرزا) نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا، تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان اماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ہژدہم کے صفحہ ۲۳۲ میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے:

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا، پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا، اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا، لہذا ہم کو بھی بجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری و انداری تیر اندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ و ۹ جلد ہذا (اشاعۃ السنہ جلد ہژدہم) میں ہوچکی ہے لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے، تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کر اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنۃ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں خبر لینے دیں اپنے مقابلہ میں اس کے اوقات کو مصروف نہ کریں۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) اس اعلان کو دیکھ کر بھی اس (مرزا) کا منہ بند نہ ہوا، تو خدا تعالی نے اس کا شر اور بحق اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسد کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی

پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔

اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار (محمد حسین) اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت و عذاب کی دھمکی تھی، مشتہر کر دی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور میں پہنچایا اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے ان کی خلاصی ورہائی تب ہوئی جب کہ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرالیا اور اقرار نامہ لکھوالیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو، خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلائے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر لاہور ڈویژن تھے، اور بعد ازاں سکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہوئے) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی۔ آئی سی ایس، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور۔

بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان: سرکار قیصر ہند مستغیث۔

بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور.. ملزم۔

الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری

ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات تیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی مسدود کی جائے لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔

دستخط: جے ایم ڈوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے اے ڈوئی، ڈپٹی کمشنر و

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور۔ (اوپر نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائے گا یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا۔ میں اس اقرار نامہ پر عمل کرونگا۔ اور اس پر دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں، وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ منمقام بٹالہ ضلع گورداسپور

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

یہ فیصلہ ہمارے منشاء کے عین مطابق ہوا ہے جس پر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد ہے اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہو سکتی۔ مگر مرزا سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۷ ادسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اس کا جواب نہیں دیتے، ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اسکے اس دعوی کو یوں ہی نہ مان لیں۔ اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا ومنشاء یہی تھا کہ آپکی نبوت ختم ہو جائے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونیکی تائید وثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اس نے اشتہار ۷ ادسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے کہ، کیا آپ کا منشاء یہی تھا کہ آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتوی نہ دیں اور اپنے فتوی تکفیر جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں درج ہے منسوخ کریں، تو اس کا جواب وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتوی نہ دے

اور اپنے خیال واعتقاد کو بدل دے لہذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابوسعید محمد حسین) کے مخالف نہیں۔ اسکی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں پائینگے۔

(شیخ الاسلام حضرت مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) فیصلہ واقرارنامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔ میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب واحباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرارنامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا۔ مگر جب میں وہاں پہنچا، اور مرزا قادیانی کو علم ہوا تو جس وقت مرزا قادیانی سے مجسٹریٹ نے اقرارنامہ لکھوانا چاہا، اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے، اس سے بھی یہ اقرارنامہ لیا جائے۔ اس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا، اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی کمرہ عدالت میں بلایا اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرارنامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ جس کی وجہ ایک یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تامل وتوقف کرونگا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آجائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی انذاری پیشگوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے اور اس کے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اس کے انجن دکانداری کے چلتے پرزے ہیں مہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی ومالی سے بدرجہا بڑھ کر مؤثر ہے کیونکہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائے گا اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا اور اگر مالی سزا تجویز ہو

گی تو وہ ایک کے بدلے دس وصول کرے گا اور اس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہوگا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سیشن جج تین سال کے لئے ہوگا، نہ اس اقرار نامہ کی طرح تمام عمر کے لئے، یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلا توقف اقرار نامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے، اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ آ سکتی ہے کہ اس اقرار نامہ کی دفعات الغایت ۳ اور دفعہ ۵ تو خاصۃً مرزا ہی کے متعلق اور اس پر موثر ہیں۔ خاکسار (محمد حسین) سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ نہ میں الہامی پیش گوئیاں کرتا ہوں، اور نہ میں کسی کے حق میں بددعائیں کیا کرتا ہوں، اور نہ میں کسی امر کے تصفیہ کیلئے مباہلے کی درخواست کرتا ہوں، نہ مجھے ملہم ہونیکا دعوی ہے، نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے، نہ بطور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا ادعاء۔ یہ سب دعاوی تو اس وقت پر افٹ قادیان (مرزا غلام احمد) اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ ۴ خاکسار اور مرزا دونوں کے متعلق ہے اور وہ میرے عمل کے بھی ویسے ہی لائق ہے جیسی مرزا کے لئے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لئے میں پہلے ہی مستعدی ظاہر کر چکا تھا جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کیا اور یہی اس دفعہ کا منشاء ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر دجال وغیرہ نہ کہے جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔ اس دفعہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے۔ اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتوی پوچھے تو وہ اس کے حق میں اور ان کے اعتقادات کی نسبت وہ فتوی نہ دے جس کو اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی مانتا ہے بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کر لے۔

اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا، اور نہ کوئی حاکم وقت اصول نیوٹریلٹی (neutrality) کی رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے۔ اور نہ کسی فریق نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقاید باطلہ کی نظر سے فتوی کفر نہ دیں گے۔ دنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں، اور جب ان سے ان کے

مخالف کی نسبت فتوی پوچھا جاتا ہے تو وہ اس کے حق میں وہی فتوی دیتے ہیں جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اٹھا سکتا،تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا،منسوخ کر دیا۔اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہم کو مرزا قادیانی سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں،مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالفہ اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا۔اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳،اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکور کے سامنے امرتسر و لاہور کی گاڑی میں مرزا صاحب کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔

مرزا کے خاص حواری یعقوب اڈیٹر اخبار الحکم (قادیان) نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا،تو میں نے وہی فتوی دیا۔اس نے کہا کہ یہ فتوی تحریر کردو۔میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔انجمن اسلامیہ رڑکی کے سکرٹری منشی مہر بخش صاحب نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے اسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا ۔یہ مراسلت درج ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ کی خدمت میں بعد ما وجب عرض کیا جاتا ہے کہ

حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب معہ دیگر احبان والاشان شائع کیا تھا جس کی میعاد ۱۳ ماہ تھی جو پندرہ جنوری سنہ رواں (۱۹۰۰ء) کو منقضی ہوگئی اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا۔ ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے۔ یا جو کچھ ہو۔ اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے۔ یعنی ۱۶ جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک دونوں حضرات واجب الخدمت ہیں اور ہم لوگ ہر دو حضرات کے مطیع حکم ہیں باہم جو کچھ فرمائیں اس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے۔ اور نہ ہونا چاہیے۔ ہم لوگوں کی سعادت اس میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔ ملہم ربانی ملا الہ بخش کا اشتہار مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ ہوا۔ اب حضرت صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے، یا ان کے دعاوی کو حضرت والا حق بجانب خیال فرماتے ہیں۔ اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت معہ دیگر صاحبان شائع ہوا تھا، اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔ حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو اس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بغرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا دو پیسہ کا ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپاں ہے مہربانی فرما کر جواب مفصل بعجلت تمام مرحمت فرمائیں۔

حضرت والا کا نیازمند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ۔ روڑکی۔

مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم فرماتے ہیں کہ انہوں نے جواباً لکھا):

میں غلام احمد ساکن قادیان کو ویسا ہی بداعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا اور جو فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان نے اس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے اور وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں چھپا ہوا ہے وہی فتوی میں اس کے حق میں دیتا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے اور اس کے دعوی کو جو برخلاف اسلام اس نے کیا ہے میں نہیں مانتا۔ اوس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء

اس کی تاریخ گزر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں، ایسے ہی دوسرے دو شخص جن کے حق میں وہ پیش گوئی اس نے کی تھی وہ پیشگوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی کہ خدا تعالی نے اس کو پیش گوئی مذکور کے سبب ایک مقدمہ میں ملزم بنایا اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا کہ میں ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں نہ کرونگا۔ گویا آئندہ کے لئے اس کی نبوت بند کر دی گئی۔ آپ اسکی کسی تحریر کے فریب و دھوکہ میں نہ آجائیں۔ فتوی مذکور... اور دیگر رسائل اشاعۃ السنہ ہمارے پاس میں جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے... منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت کہلانے کے لائق ہے، جیسا کہ آپ اس خط میں اس کو حضرت لکھتے ہیں۔

سابقاً آپ کے خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۳۷۴ آپ کے نام روانہ کیا تھا اس پر آپ نے کیا تعمیل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میرزائی بداعتقاد ہو جائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لئے اس خط کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔

منمقام بٹالہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء۔ راقم: ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹)

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ منسوخ کیا اور نہ اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنے دونوں فریق نے وعدہ واقرار کیا ہے۔ اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا قادیانی مطبوعہ ۱۷ دسمبر سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اب رہی دفعہ ۶۔ اقرار نامہ۔ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں۔ نہ میرا کوئی مرید ہے جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات الغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو۔ اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے رک جاتے یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رک جاتے، اس لئے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر

لیا اوراس پر عمل بھی کیا کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلہ کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفعہ مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا۔اور خطوں کے ذریعہ اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔مگر آخر میرا وہی خیال سچا نکلا۔اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اس کا تعاقب نہیں چھوڑا اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اس مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا جن کے استعمال سے دفعہ الغایت ۳، اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔مگر میرا منشاء اور مشورہ تو یہ تھا کہ وہ بالکل اس سے بحث وخطاب نہ کریں۔اوراب اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اس مشورہ پر عمل کرتے اور پھر اس کا نام نہ لیتے اور وہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃ السنہ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے اور مثل تو یوں مشہور ہے۔چو حلوا کہ یک بار خورند وبس۔اور یوں تو حلوہ پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے۔ اور اس حلوہ کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔مرزا کی نبوت ختم ہوگئی۔اس کے منذر الہامات و پیش گوئیاں، جو اس کی نبوت کے چلتے پرزے تھے، بند ہوگئے مباہلے اور بد دعائیں حکماً موقوف ہوگئیں۔اب اس کو مخاطب کرنا مثل،مرے پر سو درّے،کو عمل میں لانا ہے۔اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ میں نے جانے دیا ہے اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے اور کس معنی کر چھوڑا۔ ...اس کو چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے بحث نہ کی جائے اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جائے۔اس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں۔اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے اور نہ احباب کو اس کا مشورہ دینا مقصود ہے۔اس آگاہی و خیر خواہی خلائق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا۔جیسا کہ اس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطب مرزا آگاہی خلائق عمل میں آئی ہے۔ایسے ہی مضمون آئندہ میں اس کی درخواست ۲۷ جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۹)

عدالت میں اقرار نامے کے بعد لوگوں نے مرزا قادیانی سے بزبان حال پوچھا کہ جناب آپ تو نبی ہیں، مسیح موعود ہیں، مختار حیات وممات ہیں عالم کان و مایکون ہیں۔یہ آپ نے کیا کیا کہ مجسٹریٹ کی

ایک دھمکی پر اپنے اوسان کھو بیٹھے اور اپنے الہامات اور وحی کی نشر و اشاعت اور تبلیغ سے باز رہنے کا اقرار کر لیا؟

مرزا قادیانی آخر، بقول خود، سلطان القلم تھے۔ بات بنانا جانتے تھے، انہوں نے فوراً اشتہار دے دیا کہ

:یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میری طرف سے بھی اس عہد کے ساتھ دستخط ہیں کہ میں پھر محمد حسین کی موت یا ذلت کے لیے کوئی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ مگر یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو۔ بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بتصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ ہم آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک کہ خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو۔ بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے اور میں ہمیشہ اس الہام کے بعد محمد حسین سے اعراض کرتا تھا اور اس کو قابل خطاب نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس کی چند گندی کارروائیوں اور ایسی بدکارروائی کے بعد جو اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ مل کر کی تھی، مجھے ضروری طور پر اس کے بارے میں کچھ لکھنا پڑا تھا۔ (روحانی خزائن جلد ۵۔ تریاق القلوب مصنفہ مرزا قادیانی۔ صفحہ ۳۱۴ حاشیہ)

تاہم دیکھنے کی بات ہے کہ آئینہ کمالات اسلام (مصنفہ مرزا قادیانی) کے بعد مرزا قادیانی نے شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے خلاف کیا کچھ نہیں لکھا؟ ان کے نیز مکتوب عربی (۱۸۹۶ء) میں صفحوں کے صفحے مولانا بٹالویؒ کے خلاف ہیں، اور اس سے پہلے بھی مرزا قادیانی، مولانا بٹالویؒ کے خلاف لکھتے رہے۔ یعنی اپنے ہی الہام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ جب وہ اپنے الہام کو خود اپنے اوپر حجت نہیں سمجھتے تھے، دوسروں پر اس کے حجت ہونے کا دعوی کیسے کر سکتے تھے۔ یہ دراصل: عذر گناہ بدتر از گناہ۔ کا مصداق ہے۔

بٹالوی ورفقاءہ کی تیرہ ماہ میں ذلت کی قادیانی پیش گوئی

سابقاً ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی بعض اوقات خود پس پردہ رہ کر اپنے مریدوں کے ذریعہ بھی حضرت شیخ الاسلام بٹالوی کے خلاف اشتہار بازی کیا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال وہ اشتہار بازی ہے جس کے نتیجے میں مرزا قادیانی نے، تیرہ ماہ میں بٹالوی ورفقاءہ کی ذلت کی پیش گوئی فرمائی۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ قادیانی مورخ دوست محمد نے لکھا ہے:

مولوی عبدالقادر لدھیانوی (مرزائی) نے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین سے مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور (مرزا) نے منظور فرمالیا۔ جس پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں بلا شرط مباہلہ کرنے کی پرزور دعوت دی اور انہیں تحریص وترغیب دلانے کے لیے ۲۰۰ روپیہ نقد انعام دینے کی پیش کش کی۔ مولوی عبدالقادر صاحب کا یہ خط جب الحکم قادیان ۲۰۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا تو شملہ۔ سیالکوٹ۔ بٹالہ اور الہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور انعام کی پیش کش بھی کی جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ تک پہنچ گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۱)

اور شیخ یعقوب علی تراب قادیانی، ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان نے درج ذیل اشتہار شائع کیا:

مولوی محمد حسین بٹالوی پر آخری حجت یعنی بلاشرط مباہلہ کی دعوت اور دو ہزار پانچ سو روپیہ آٹھ آنہ کا انعام

یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے، اور باقی تمام مکفرین نے اس کی، یا اس کے استاد میاں

نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے، اس لیے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے، اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا ہے، اور بہت سے نشانات ملاحظہ بھی کر چکا ہے، مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتا، اس لیے اس کو مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا۔ اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا، اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا، تو رقم مندرجہ بالا، جو پہلے سے جمع کرادی جاوے گی، ان کو بطور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنہوں نے مقرر کی ہے۔

اب ہم پنجاب کے ان معززین کو جو میاں محمد حسین کو جانتے ہیں اور ان سربرآوردہ حضرات کو جن کی شیخ صاحب سے آشنائی ہے اور ان خداترس لوگوں کو جو اسلام میں تفرقہ اور فتنہ پسند نہیں کرتے مخاطب کر کے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ خلق اللہ پر رحم کریں اور ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں نہ رہنے دیں وہ میاں محمد حسین صاحب کو مباہلہ پر آمادہ کریں تاکہ یہ آئے دن کا جھگڑا ایک سال کے اندر طے ہو جاوے...

میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار رہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ صفحہ ۸۸۔۹۰)

اور مرزا قادیانی نے اپنے ہونے والے داماد محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کو بھی ایسا ہی اشتہار شائع کرنے ترغیب دیتے ہوئے لکھا:

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب.. آپ کے چار خط یکے بعد دیگرے پہنچے... اور آپ نے جو پانچ ہزار روپئہ لکھا ہے میرے نزدیک آپ کا دوسروں کے ساتھ شامل ہونا عمدہ طریق نہیں بلکہ مناسب ہے کہ آپ علیحدہ طور پر اشتہار دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اس طرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے مباہلہ کر لیں۔ الہام کا مدعی جب ایک سال کی مہلت الہام کی بنا پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کر لیں اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہو گیا یا کسی اور ذلیل عذاب میں مبتلا ہو گیا تو خود جماعت اس کی بے اعتقاد ہو کر

متفرق ہو جائے گی اور اس طرح پر قوم میں سے فتنہ اٹھ جائے گا اور اس صورت میں محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مولوی محمد حسین صاحب کو بطور نذر کے دیں گے اور ان کے لئے دو خوشیاں ہوں گی کہ دشمن مارا اور روپیہ ملا لیکن اگر اس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی تو پھر سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب اس جنگ وجدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو شخص مدعی کی طرف بصدق دل رجوع کرنا چاہیے یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادہ الہی کے کوئی شخص یوں ہی مارا جاوے۔غرض یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہونا چاہیے امید کہ بڑا موئثر ہوگا اگر آپ اشارہ فرما دیں تو اسی جگہ چھاپ دیا جائے جلد مطلع فرمائیں..

والسلام۔غلام احمد از قادیان ۸ نومبر ۱۸۹۸ء (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

قادیانی اشتہار بازی کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کے دوستوں نے درج ذیل اشتہار دیا:

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب

دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑی اور الہامی گولے چلانا، یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا، ترک کرنا ضروری ہوا۔اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا، تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں۔ازاں جملہ بعض کا ذکر ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔

اس کے چند نائبین لاہور ولدھیانہ، وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ، کادیانی کے ساتھ مباہلہ کرلیں۔ اوراس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سوپچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکالا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی (محمد حسین) صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳، اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اوراس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے، نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی (محمد حسین) صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی (محمد حسین) صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔

البتہ ان کے مرشد، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے، یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شروط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط ومیعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو، یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں، جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کیلئے اس نے تسلیم کیے تھے۔ اور قبل از مباہلہ، کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ ودلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے، اوراس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے۔

اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی (محمد حسین) صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی، کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو جنگ مقدس میں

آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر)۔ پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔ لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے، اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔ جن کو ان کے چاروں مواضع کے مرید آپ کی نذر کریں۔ اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے، اور آگے آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اور یہ شعر صائب کا:

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خودرا عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

اور یہ رباعی:

مرسل یزدانی وعیسیٰ نبی اللہ شدی بازمی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار
کفشہا بر سر خوری از افترائے ناسزا روسیہ گشتی میان مردم قرب وجوار

اور یہ بیت اردو:

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم: سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ضروری نوٹ: ۱۔ نائبین دجال اکبر، کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔ یہ محض دروغ ہے۔ مولوی (محمد حسین) صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو، یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی شکایت اس شعر میں ہے:

کس نیاموخت تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس

بھیجا ہے۔ مولوی (محمد حسین) صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنة الله على الكاذبين، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو ایک طرف رہا، کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے، یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا۔ اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب وہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان نائبین دجال نے مولوی (محمد حسین) صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ (ماہنامہ) اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ واغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ (ماہنامہ) اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ: شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا، جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے، دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے، اس کا جواب مولوی صاحب (ماہنامہ) اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن تبتی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں، اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت

اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہوجاوے، یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہوجاوے، تو باقی ماندہ آپکے نائبین، جنھوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں، آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام، پٹیالہ والوں کو، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو، اور پٹیالہ والے، لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔ الراقم: ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ محمد بخش قادری مینجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہندی پریس لاہور۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد سوم صفحہ ۶۲۔۶۷)

اشتہار منقولہ بالا کے جواب میں مرزا قادیانی نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والا مشہور اشتہار شائع کیا جسکا عنوان رکھا: ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں۔، اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے پیش گوئی فرمائی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ، مولوی ابوالحسن تبتیؒ اور محمد بخش جعفر زٹلی رحمہ اللہ کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔ اور اس کے وقوع کو انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے آخری فیصلہ قرار دیا۔ یہ اشتہار درج ذیل ہے:

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ...(اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی .... کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کرلیں ...اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے۔ اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے.... نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کرسکتے ہیں زیادہ نہیں۔.... سو شیخ محمد حسین نے

باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا، اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا، یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے، اور وہ دعا جو میں نے کی، یہ ہے کہ: اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا! میرے مولا! میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جائیں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر...... میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ: میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا... یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف سے، خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اسلیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ صفحہ ۵۷۔ ۶۱)

اس اشتہار کے حاشیہ پر مرزا قادیانی نے لکھا:

اس فیصلہ کو خدا تعالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے،تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کریگا۔اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا ہے۔خدا تعالی سچوں کو فتح بخشے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔جلد۳ص۶۱)

چندروز بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو۲۱نومبر کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اسکے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جسکی میعاد۱۵جنوری۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں،مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک نیتی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں،تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگر چہ اس کا بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔اسلئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقوی اختیار کرو۔اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ وجدل ہو جاتی ہے۔اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوی میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقوی اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔دیکھو حضرت موسی جو سب سے زیادہ اپنے

زمانہ میں حلیم اور متقی تھے، تقوی کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسی کی آنکھوں کے آگے خدا تعالی نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔... مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے لکھا گیا تھا، یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب تھا جو خدا تعالی نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالی کے فیصلہ کا انتظار کرتے، لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اسکا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين ۔.... اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلاّنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و السلام على من اتبع الهدى۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد ۳ ص ۶۷۔۷۳)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت

پہنچے۔اس کا یہ مطلب نہیں کو جھوٹا مارا جائے۔ یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے، اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے' اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد۱۴۔راز حقیقت۔ص ۱۷۳۔۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

دسمبر ۱۸۹۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کشف الغطاء کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا جس کے ٹائٹل پر لکھا:

یہ مؤلف تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گذارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔

یہ رسالہ جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مطبوع ہوا، اس میں لکھا ہے:

ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔اور یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے، اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضہ میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں، بلکہ موجب ثواب ہیں۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں۔مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتووں پر عمل

درآمد نہ ہوسکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا قادیانی) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گندی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے، اور لاہور میں رہتا ہے، مقرر کیا، اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے، اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین کی ہے۔ اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو اطلاع بھی دیتا رہا ہے، اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے۔ اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے۔ یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور میرے تمام ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲، اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے۔ ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور نہ ایک ماہ، نہ دو ماہ، بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے (حاشیہ از مرزا: یہ اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اس وقت تک شائع نہیں کیا جب تک کہ کئی اشتہار بدرخواست مباہلہ لوگوں کی طرف سے متواتر میرے پاس نہیں پہنچے۔ چنانچہ علاوہ ان اشتہارات کے ایک چٹھی جعفر زٹلی مورخہ ۱۹ نومبر ۱۸۹۸ء اور پانچ اشتہارات متواتر یکے بعد دیگرے مباہلہ کی درخواست کے متعلق محمد حسین نے آپ شائع کرائے۔ مرزا قادیانی) (قادیانی لوگ کہا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد مباہلے کے چیلنج مسلمان علماء کو دیتا تھا لیکن ان علماء کو سانپ سونگھ گیا تھا اور کوئی مرزا کے مقابل دم نہیں مارتا تھا۔ لیکن اس تحریر میں تو مرزا صاحب خود فرما رہے ہیں کہ محمد حسین وغیرہ نے پے در پے اسے مباہلہ کے چیلنج کے اشتہار دیئے ہیں، میں ہی دبکا بیٹھا رہا ہوں۔ بہاء)۔ اور محمد حسین کے یہ

چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لیے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یعنی میری نسبت یہ لکھا ہے کہ، اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے، اور پھر ٹھٹھے سے اپنے تئیں ملہم قرار دے کر میری نسبت لکھا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ، اس شخص کی جورو محمد بخش جعفر زٹلی سے نکاح کرے گی۔، اور پھر میری نسبت ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ، قادیانی ایک سخت مقدمہ میں ماخوذ ہو کر پا بجولاں قید فرنگ میں ڈالا جائے گا اور جلا وطن ہوگا اور حالت قید میں بالکل دیوانہ اور مخبط الحواس ہو جاوے گا اور اس کے نیچے سے ایک ناسور کا پھوڑا پیدا ہوگا اور اس کو کوڑھ ہو جاوے گا اور اس کے جسم میں بے شمار کیڑے پیدا ہوں گے اور اس کی صورت مطلقاً مسخ ہو جائے گی اور اس کی پیاری بیوی بعض مریدوں سے آشنائی کرے گی اور پھر محمد بخش جعفر زٹلی سے اس کا نکاح ہوگا اور مولوی ابو سعید محمد حسین نکاح خواں ہوں گے (حاشیہ از مرزا: مولوی محمد حسین نے اپنے اشاعۃ السنہ ۱۸۹۸ء میں بڑے تمسخر کے طور پر لکھا ہے کہ، ان کی بیوی کا محمد بخش سے نکاح میں پڑھونگا)۔ اور آخر قادیانی آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرا، زبان سے گونگا خودکشی کر کے فی النار والسقر ہو جائے گا یعنی جہنم میں پڑے گا۔، اور پھر ٹھٹھے کے طور پر آخیر میں لکھتا ہے کہ: یہ سب الہام پورے ہو چکے صرف نکاح باقی ہے۔، اور پھر میری نسبت تیسرے اشتہار میں ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ، سنا ہے کہ اس شخص کو طاعون ہو گئی اور کتوں نے اس کا گوشت کھایا۔ اور پھر جولائی ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں میری تصویر ریچھ کی بنائی ہے۔

..پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے گذر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا۔ اور پھر مباہلہ کے لئے متواتر درخواست بھیجی، تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالی ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح کر دی اور محمد حسین نے میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے جھوٹے طور پر یہ معنی کئے کہ اس میں میرے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے ..... اس رسالے کے اخیر پر اپنے دو اشتہار یعنی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کا ترجمہ انگریزی میں شامل کر دیا ہے۔ یہ بات کہ میں نے کیوں یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھا اور کس

صحیح ضرورت کی وجہ سے میں اس کے لکھنے کا مجاز تھا، اس کا جواب میں ابھی دے چکا ہوں کہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک گندہ اشتہاروں کا نشانہ رہا۔ یعنی محمد حسین اور اس کے گروہ کی طرف سے میری نسبت برابر ایک برس تک گالیوں کے اشتہار جاری ہوتے رہے اور ان اشتہارات میں میری سخت اہانت اور بے عزتی کی گئی اور مجھے ذلیل کرنے میں انتہا تک کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ میری مستورات پر محض مفسدانہ شرارت سے بدکاری اور زنا کا الزام لگایا (مرزا صاحب کی بیوی تو اس وقت ایک ہی تھی، مستورات کہاں سے آ گئیں۔ بہاء) اس وجہ دلآزاری اور بے حرمتی کے وقت جو انسانی غیرت کو حرکت میں لاتی ہے میرا حق تھا کہ میں عدالت میں نالش کرتا لیکن میں نے اپنے فقیرانہ اور صابرانہ طریق کے لحاظ سے کوئی نالش نہ کی اور ایک سال کے قریب تک ایسے اشتہارات جن کا ایک ایک لفظ میری بے عزتی کے لئے لکھا گیا تھا محمد حسین اور اس کے گروہ نے بذریعہ ڈاک قادیان میں میرے پاس پہنچائے حالانکہ میں ایسے گندے اخباروں اور اشتہاروں کا خریدار نہ تھا۔ پس جب کہ بارہا مجھے اس قسم کی گالیوں اور بہتانوں سے آزار پہنچایا گیا تو آخر میں نے مدت دراز کے صبر کے بعد نہایت نیک نیتی سے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جو محض اس مضمون پر مشتمل تھا کہ جھوٹے کو خدا ذلیل کرے، مگر اسی قسم کی ذلت سے جو اس نے مجھے پہنچائی، جاری کیا۔۔ خاکسار راقم مرزا غلام احمد از قادیان ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطا مصنفہ مرزا قادیانی) ص ۱۹۶۔۲۰۰)

نیز مرزا قادیانی نے فرمایا کہ:

شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے) غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیز گار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر مجھے تیری جناب میں وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔ یہ دعا جو میں نے کی اس کے جواب میں یہ الہام ہوا 'میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا' اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا اور وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب

ہوں گے اور افسوس کریگا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ اور چند عربی الہام ہوئے (جیسا کہ) وَيَــوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (الفرقان:۲۷) جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (یونس:۲۷)

(قادیانی تذکرہ۔صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

مولوی محمد حسین آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے پر چھپوائے... یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتوی دیا اس کا چھری خریدنا کس بات کی دلالت کرتا ہے؟

(قادیانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۹۔۴۳۸)

مرزا صاحب کی نومبر اور دسمبر ۱۸۹۸ء کی ان تحریروں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ مختصراً یوں ہے کہ مولانا بٹالوی ؒ، مولانا محمد جعفر زٹلی ؒ اور مولانا ابوالحسن تبّتی ؒ رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کا رد کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کو ان بزرگوں کے کلام اور طرز کلام سے اگرچہ بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ (بقول خود) ایک عرصہ تک صبر کرتے رہے۔ پھر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے بارگاہ احدیت میں دعا فرمائی کہ: اے اللہ اگر وہ (یعنی مرزا) کاذب اور دجال ہیں تو بٹالوی، زٹلی اور تبّتی کو عزت عطا فرما، اور خود انہیں (یعنی مرزا کو) ذلیل کر۔ اور اگر وہ کاذب اور دجال نہیں ہیں تو اے اللہ ان تینوں کو ذلیل کر اور خود انہیں (مرزا) عزت عطا فرما۔ اور یہ کہ اے اللہ یہ (عزت و ذلت کا) فیصلہ تیرہ ماہ یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک کے عرصہ میں ہو جائے۔

مرزا صاحب نے عزت و ذلت کی اس دعا کے نتیجے کو اپنے اور مخالفین کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ کام ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس دعا کے بعد انہیں الہام ہوا ہے کہ اللہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور انہوں نے واضح طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ یہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵

جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ کی مدت انہیں خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئی ہے۔

یہ ہے مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور ان کے دوستوں سے آخری فیصلہ کے بارے میں مرزا قادیانی کی دعا اور الہام اور پیش گوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کو ذلت سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اس ذلت کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالویؒ کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا۔

نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار مباہلہ اور آخری فیصلہ کے بعد مرزا قادیانی نے حضرت مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کے شب و روز اور عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھنا شروع کر دی۔ کسی جانب پتہ بھی جنبش کرتا تو مرزا صاحب کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑتا۔ پھر انہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو یعنی کم و بیش ایک ماہ بعد ہی اپنی اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے کا اعلان کر دیا جو تیرہ ماہ میں پورا ہونا تھی اور ایک اشتہار شائع کر دیا جس میں بڑے طمطراق کے ساتھ اپنے سلطان القلم ہونے کی بایں الفاظ داد دی:

میری وہ پیش گوئی جو الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی...... مولوی محمد حسین بٹالوی پر پوری ہوگئی...... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجال اور کذاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کر لیا تھا اور اسی بنا پر وہ لوگ میری نسبت بدزبانی کرتے تھے اور گندی گالیاں دیتے تھے۔ آخر میں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا... سو آج وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) صفحہ ۲۲۲، مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد ۳ صفحہ ۴۷)

اور مرزا صاحب نے ۲۷ دسمبر کے اشتہار میں لکھا:

حفظ امن کے لئے نہایت سہل طریق یہی ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے نامی مولویوں سے دریافت کیا جائے کہ یہ شخص (محمد حسین) جو ان کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ کہلاتا ہے کیا اعتقاد ہیں؟ اور کیا جو کچھ یہ گورنمنٹ کو اپنے اعتقاد بتلاتا ہے اپنے گروہ کے مولویوں پر بھی ظاہر کرتا ہے؟ کیونکہ ضرور ہے کہ جن مولویوں کا یہ سرگروہ اور ایڈووکیٹ ہے ان کے اعتقاد بھی یہی ہوں جو سرگروہ کے ہوں۔

بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنی اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۳ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے، وہ بلاتوقف ظہور میں آوے، تا اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے کے لئے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط۔ راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد۳ص ۷۷۔۷۸) (حاشیہ از مرزا: محمد حسین نے اس قتل کے فتوی کے وقت یہ جھوٹا الزام میرے پر لگایا ہے کہ گویا میں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین کی ہے اس لئے میں قتل کرنے کے لائق ہوں۔ مگر یہ سراسر محمد حسین کا افترا ہے۔ جس حالت میں مجھے دعوی ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسی علیہ السلام کو برا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا کیونکہ اس سے تو خود میرا برا ہونا لازم آتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد۳ص ۷۸حاشیہ)

اور مرزا قادیانی نے اپنے اخبار الحکم قادیان میں ایک اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ بعنوان ایک پیش گوئی کا پورا ہونا، شائع کیا۔ بقول مرزا:

اس میں یہ بیان ہے کہ پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة آج پوری ہوگئی۔ اس پیشین گوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلت فریق ظالم کو پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی کوئی اس کو روک نہیں سکتا سو وہ ذلت فریق ظالم کو پہنچ گئی ۔

(اس اشتہار میں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ)... میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی، ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا (یعنی مرزا قادیانی نے بقول خود مولانا محمد حسین وغیرہ سے مباہلہ کرلیا۔ بہاء) اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ عربی الہام تھا کہ جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو

بدی پہنچائی گئی ہے اسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی۔ سو آج یہ پیش گوئی کامل طور پر پوری ہوگئی کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی، اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا، اور یہی فتوی کفر و غیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا۔ اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگا ئے۔ سو اب یہی فتوی پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا۔ یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہل سنت سے خارج بلکہ اسلام سے خا رج ہے۔ اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی موعود کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خون ریزی کے کاموں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا۔ اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں، مگر میں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ظہور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا اور اس کی تائید کیلئے عیسی علیہ السلام آسمان سے اترینگے، تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کیلئے ظاہر کیا تھا جب کہ اس نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا۔ اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔ لیکن جب ان دنوں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے۔ اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اس کے بارے میں ایک استفتاء لکھا اور فتوی لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب

مولویوں اور نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا۔ اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا میں قائل ہوں جو ناحق اس خون ریزی میں شریک ہوگا۔ اور میں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن وحدیث سے سراسر مخالف ہے۔ اب ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کاروائی سے محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلت ہوگئی ہے۔ اور مولویوں کی طرف سے وہ برے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے یعنی ہر ایک نے اس کو کذاب اور دجال کہا ہے۔

(مرزا قادیانی لکھتا ہے) رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے، سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنی توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں یہ کاروائی کرر ہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹادوں اور مولویوں کو یہ لکھ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئے گا اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے؟ اور کون سا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے؟

پھر دوسری خیانت جو اسکی ذلت کا موجب ہے یہ ہے کہ اس نے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ میں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے۔ اور پھر اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۳ سطر ۶ میں میری مخالفت کیلئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں، ان سے استغناء موجب کفر ہے۔ اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا اور انگریزوں کی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ انکی اطاعت پولیٹکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور

مصلحت وقت کے لحاظ سے کرنی چاہیے مگر مذہبی نظر سے یعنی دلی اخلاق سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔، اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور جو مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے۔ اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض روکے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اندیشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے، اس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریز ہی ہے جو ہمارے چھڑانے کے واسطے عقاب کی طرح دور سے آئے اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فائدہ ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا ہے بلاشبہ پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے۔ ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے۔ ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے۔ سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عمل داری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے۔ ہزارہا دینی کتابیں شائع ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے اعلی درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی۔ اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کس قدر ناشکری بلکہ بدذاتی ہوگی اگر ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کی رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔

(مرزا قادیانی اس اشتہار میں لکھتا ہے) پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کس قدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹکل نظر سے کرتے ہیں، اور ورنہ دینی حمایت ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں، یہ سب سلطان کی طرف ہے۔ یہ دونوں فقرے اس کے ایسے برے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے منہ سے بھی نکلے ہوتے تو میں ضرور

اپنے اوپر فتوی دیتا کہ میں نے سرکار انگریزی کے بے شمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکرگزاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ان لوگوں نے اسی بنا پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جب کہ میں نے سلطان روم کے مقابل پر گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت سید احمد خان۔سی ایس آئی نے اپنے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ معہ تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذاب اور مفتری کا فتوی سنا۔سو بلا شبہ وہ الہامی پیشین گوئی اس پر پوری ہوگئی..جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھے گا جو اس نے فریق مظلوم کی کی۔اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتوی جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا استاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو غور سے پڑھ کر خود گواہی دیں کہ خدا تعالی نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مونہہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنی اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئة بمثلها۔نقل فتوی شامل ہذا ہے ۔راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳ جنوری ۱۸۹۹ء۔(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۴۔۵)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد ۳ ص ۹۱۔۹۶)

۶ جنوری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی ،ایک پیش گوئی کا پورا ہونا، کے عنوان سے ایک اور اشتہار دیا جس میں لکھا:

اے علماء پنجاب و ہندوستان ...آپ لوگ جانتے ہیں کہ مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ جو آپ لوگوں کا سرگروہ کہلاتا ہے کئی سال سے مجھے مہدی معہود کا منکر قرار دے کر کیسی بدگوئی اور بدزبانی کی کاروائی میری نسبت کر رہا ہے یہاں تک کہ اب اس نے گالیوں اور طرح طرح کے افتراؤں اور تہمتوں کو انتہاء تک پہنچا دیا اور میری توہین اور ازالہ حیثیت عرفی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور ایک شخص محمد بخش جعفر زٹلی نام کو کئی قسم کی طمع دے کر اس بات کے لئے مقرر کیا کہ وہ اس بات کا برابر سلسلہ جاری رکھے کہ طرح طرح کے گندے اشتہار گالیوں سے بھرے ہوئے میری نسبت جاری کرے۔پس بے عزتی اور توہین اور ازالہ حیثیت عرفی میں

کوشش کی گئی اور اب تک برابر بلا ناغہ یہ سلسلہ جاری رہا اور بار بار اشتہاروں اور خطوط کے ذریعہ سے مباہلہ کی درخواست بھی کی گئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ ناپاک کاروائی محمد حسین اور اس کے رفیقوں کی کسی فتنہ کا موجب نہ ہو اور میرے گروہ کو اس سے اشتعال پیدا نہ ہو اس لئے میں نے اپنی جماعت کو گورنمنٹ میں میموریل بھیجنے کی صلاح دی تا کہ گورنمنٹ کی طرف سے انتظاماً اس گندی کاروائی کے انسداد کے لئے کوئی حکم جاری ہو اور اس طرح پر ایک مظلوم فرقہ اپنا انصاف پا کر خاموشی اختیار رکھے۔ لیکن گورنمنٹ کی طرف سے اس میموریل کا صرف اس قدر جواب آیا کہ بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرنی چاہیے۔ اور اس جواب کا یہ نتیجہ ہوا کہ محمد حسین اور اسکے رفیق محمد بخش نے اپنی بدگوئی کے اشتہار شائع کرنے میں اور بھی ترقی کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عدالتوں میں نالش کرنا ہمارا طریق نہیں ہے سو انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ تیزی اور گندہ زبانی سے میری نسبت گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کرنے شروع کر دیئے اور اس پر جعفرزٹلی محمد حسین کی ایماء سے مباہلہ پر بھی زور دیتا رہا چنانچہ کئی اشتہار مباہلہ کے لئے بھیجے اور ہمارے دل کو بار بار دکھایا۔ چونکہ ان فتنہ انگیز تحریروں کے بداثر کا اندیشہ تھا اس لئے میں نے ان فتنوں کے روکنے کی غرض سے یہ مصلحت سمجھی کہ مباہلہ کے طور پر نہایت نرم الفاظ میں ایک اشتہار لکھوں سو میں نے ایک اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا اس اشتہار کا خلاصہ مطلب صرف ایک دعا تھی یعنی یہ کہ ہم دونوں فریق میں سے جو ظالم ہے خدا اس کو ذلیل کرے اور اس دعا پر ایک الہام ہوا تھا جس میں ارادہ الٰہی ان الفاظ میں بتلایا گیا تھا کہ جزاء سيئة بمثلها و ترهقهم ذلة یعنی جس فریق ظالم کی طرف سے فریق مظلوم کو کوئی بدی پہنچی ہے اسی قسم کی بدی اس کو پہنچے گی۔ سو یہ پیش گوئی محمد حسین کے حق میں بہت جلدی پوری ہو گئی۔ سو یہ الہام کامل طور پر ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پورا ہو گیا کیونکہ اس پیش گوئی کے شائع کرنے کے بعد تاریخ مذکورہ میں محمد حسین کی یہ ایک خیانت آمیز کاروائی پکڑی گئی کہ اس نے محض دروغ گوئی کی راہ سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ یقین دلایا کہ وہ اس مہدی کے آنے کا منکر ہے جو بنی فاطمہ میں سے آئے اور کافروں سے لڑے گا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ ص ۱۰۱۔۱۰۳)

نیز مرزا صاحب نے انگریزی میں ایک دستاویز حکومت وقت کی توجہ کے لئے تیار کی اور اس کا اردو ترجمہ بایں الفاظ شائع فرمایا:

نقل اس ڈیفنس کی جو انگریزی میں چھاپا گیا:

(مرزا صاحب لکھتے ہیں) میں عدالت میں اپنی بریت ثابت کرنے کے لئے بطور ڈیفنس یہ عریضہ لکھتا ہوں... میں سب سے اول اس بات کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کوئی ایسی پیش گوئی نہیں کی جس سے محمد حسین یا اس کے کسی اور شریک کی جان یا مال یا عزت کو خطرہ میں ڈالا ہو، یا خطرہ میں ڈالنے کا ارادہ ہو۔ میرا اشتہار مباہلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جو فریق مخالف کی کئی چھپی ہوئی درخواست مباہلہ اور کئی قلمی خطوط طلبی مباہلہ کے بعد لکھا گیا اور ایسا ہی دوسرا اشتہار جو ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا۔ یہ دونوں اشتہار صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اس پیش گوئی میں یعنی جو عربی الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں ذلت کا لفظ ہے اس سے فریق کاذب کی ذلت مراد ہے... چنانچہ یہ پیش گوئی اپنے اصلی معنی کے رو سے پوری بھی ہوگئی کیونکہ محمد حسین نے مع اپنے گروہ کے جو فتوی کفر کا میری نسبت دیا تھا اور میرا نام دجال اور کذاب اور مفتری رکھا تھا، ایسا ہی اس کی نسبت اس کے ہم مشرب علماء نے فتوی دے دیا... میں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ میری کاروائی محمد حسین کے مقابل پر اخیر تک سلامت روشی کے ساتھ رہی ہے اور میں نے بہت سے گندے اشتہار دیکھ کر جو اس کی تعلیم سے لکھے گئے تھے جن کا بہت سا حصہ خود اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں نقل کیا ہے وہ صبر کیا ہے جو دنیا داروں کی فطرت سے ایسا صبر ہونا غیر ممکن ہے۔ محمد حسین نے میرے ننگ و ناموس پر نہایت قابل شرم کمینگی کے ساتھ اور سراسر جھوٹ سے حملہ کیا ہے اور میری بیوی کی نسبت محض افترا سے نہایت ناپاک کلمے لکھے ہیں اور مجھے ذلیل کرنے کے لئے بار بار یہ کلمات شائع کئے کہ: یہ شخص لعنتی اور کتے کا بچہ ہے اور دو سو جوتہ اس کے سر پر لگانا چاہیے اور اس کو قتل کر دینا ثواب ہے۔ لیکن یہ کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میں نے اس کے یا اس کے گروہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کئے....

میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ قریباً ڈیڑھ برس کے عرصہ تک محمد حسین نے نہایت سخت اور گندے الفاظ کے ساتھ مجھے دکھ دیا۔ پہلے ایسے ناپاک اشتہار محمد بخش جعفر زٹلی کے نام پر شائع کئے اور پھر نقل کے طور پر ان کو اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا، اور کئی دوسرے لوگوں سے بھی یہ کام کرایا۔ مگر میں چپ رہا اور اپنی جماعت کو ایسے گندے الفاظ بالمقابل بیان کرنے سے روک دیا... جب میری جماعت ایسی گالیوں سے نہایت

درجہ دردمند ہوئی اور ایسے اشتہار لاہور کے گلی کوچوں اور مسجدوں میں محمد حسین نے چسپاں کرا دیئے، تو میں نے اپنی جماعت کو یہ صلاح دی کہ وہ بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر بالقابہ اس بارے میں میموریئل بھیجیں۔ چنانچہ میموریل بھیجا گیا، جس کے چند پرچے میرے پاس موجود ہیں۔ پھر جب اس ذریعہ سے اس فتنہ کا انسداد نہ ہوا، تو ایک اور میموریل پندرہ ہزار یا شائد سولہ ہزار معزز لوگوں کے دستخط کرا کر بحضور وائسرائے بالقابہ اسی غرض کے حصول کے لئے روانہ کیا گیا اس کے چند پرچے بھی موجود ہیں (اگر چند پرچے موجود ہیں تو پندرہ ہزار یا شائد سولہ ہزار لکھنے کی کیا ضرورت ہے، پرچے دیکھ کر صحیح تعداد معلوم کر کے لکھی ہوتی۔ بہاء) مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تب گندی گالیوں کے دینے میں اور بھی محمد حسین نے نہایت بے باکی سے آگے قدم رکھا۔ چنانچہ ان گالیوں کا نمونہ محمد بخش جعفر زٹلی کے اس اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے ۱۱ جون ۱۸۹۷ء میں شائع کیا۔ اس اشتہار میں اس کی عبارت جو دراصل محمد حسین کی عبارت ہے، یہ ہے: مرزا عیسائیوں کا کوڑا اور گندگی اٹھانے کے لئے تیار اور راضی ہے اور اپنا منہ ان کی جوتیوں پر ملنے کے لئے اس نے برٹش گورنمنٹ کو خدا کا درجہ دے دیا ہے۔ اس خر دجال نے حضرت سلطان المعظم یعنی سلطان روم کی نسبت ایسی بیہودہ گوئی کی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ یہ خبیث باطنی شیطان سامنے بٹھایا جائے اور دوسو جوتے مارے جائیں اور جب شمار کرتے وقت عدد بھول جائے، تو پھر از سرنو گننا شروع کیا جائے۔ اس کتے کے بچے پر لعنت۔ سلطان کی نسبت حقارت آمیز لفظ استعمال کرنے سے تو یہی اچھا ہوتا کہ وہ کھلا کھلا عیسائی ہو جاتا... ایسا ہی اس اشتہار کے ساتھ ایک تصویر لکھی ہے جس میں مجھے شیطان بنایا ہے۔

محمد حسین کا یہی طریق ہے کہ یہ گندے اشتہار پہلے اس کے نام پر شائع کرتا ہے اور پھر نقل کے طور پر اپنی اشاعۃ السنہ میں شائع کرتا ہے تا اگر کوئی اعتراض کرے کہ تو نے مولوی کہلا کر ایسی گندی اور قابل شرم کاروائی شروع کر رکھی ہے تو فی الفور اس کا جواب دیتا ہے کہ میں تو صرف اپنی اشاعۃ السنہ میں دوسرے کے کلام کو نقل کرتا ہوں اس میں کیا حرج ہے۔ لیکن اگر محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کو عدالت خود بلا کر دریافت کرے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سارا پردہ کھل جائیگا.... راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ جنوری ۱۸۹۹ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ ص ۱۱۵۔۱۲۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ، نے مرزا غلام قادیانی کی پیش گوئی، اشتہار مباہلہ، اور پیش گوئی پوری ہونے کے دعوی پر تبصرہ فرماتے ہوئے ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون

پرافٹ قادیان کی پیشگوئی: ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء

کے زیر عنوان لکھا، جسے ہم اشاعۃ السنہ سے یہاں نقل کرتے ہیں۔ مولانا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد پرافٹ (پیشین گو) قادیان کا تو یہ دعوی ہے کہ اس کی صدہا بلکہ ہزارہا پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں جن کو اس کے کم فہم ونادان پیروان نے مان لیا ہے۔ مگر جو لوگ عقل وقلب سلیم وفہم وحواس مستقیم رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی اور وہ سب کی سب جھوٹ نکلی ہیں۔ ہر چند بعض پیشگوئیاں کاہنوں، رمالوں، نجومیوں، جوتشیوں، اڑر پوپو کہلانے والوں کی بھی توافق اصول اخذیا اتفاق سے پوری ہو جاتی ہیں، مگر خدا کی قدرت اور حکمت اور پرافٹ کی الٹی کرامت کو دیکھو کہ اسکی پیشگوئیوں میں سے ایک بھی سچی نہیں نکلی۔ اس کی بڑی مشہور پیش گوئیاں تین ہیں: عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل یا خواری کی پیش گوئی، اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان کی موت کی پیش گوئی (جن پر اس کو اور اس کے دام افتادوں کو بڑا ناز ہے) مگر ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵، ۱۶، ۱۸ کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطابق بیان پرافٹ قادیان کے پوری نہیں ہوئی۔

عبداللہ آتھم اور لیکھ رام کو فوت ہو گئے مگر میعاد پیش گوئی پرافٹ قادیان کے مخالف، نہ کہ اس کے مطابق (جس میں ناظرین جلد ۱۸ وغیرہ اشاعۃ السنہ کو ذرہ بھر شک نہ ہوگا) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان تو اب تک زندہ رہا اور بچے جنا رہا ہے (جس میں کوئی احمق سے احمق بھی جو آنکھ کان سلامت رکھتا ہوگا ذرہ بھر شک نہ کرے گا)۔

اسی سلسلہ پیش گوئیوں میں پرافٹ قادیان نے خاکسار محمد حسین کے حق میں تیرہ مہینے کے معیاد کی پیش گوئی عذاب ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو کی تھی جو جھوٹی نکلی اور پوری نہ ہوئی۔ اور اس کا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا کہ اس کی اس قسم کی پیش گوئیوں کا خاتمہ ہو گیا (جس کی تفصیل ہمارے مضمون، مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟ میں ہو چکی ہے محمد حسین) اس پیش گوئی کے جھوٹی نکلنے اور اس سے نتیجہ مذکورہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم کو حاجت نہ تھی کہ ہم اس پیش گوئی کے

متعلق قلم اٹھاتے اور اس کا پورا نہ ہونا ثابت کرتے ۔ اگر ظہور اس نتیجہ کے بعد پرافٹ قادیان اس پیش گوئی کی سچائی کا دم نہ بھرتا اور اس کی سچائی ملمع دکھانے کیلیئے اشتہارات ۳، ۶، ۷ فروری و ۲۷ نومبر دسمبر ۱۸۹۹ء جاری نہ کرتا ۔ مگر کمال افسوس ہے کہ اس نے بڑی سرگرمی و عرق ریزی سے ان اشتہارات کو مکرر چھپوا کر شائع کیا ۔ اور اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا دعوی کر کے مصرع مشہور: چہ دلا ور است دز دے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق بن کر دکھا دیا ۔ اس پر بھی ہم نے صبر و سکوت اختیار کیا اور اس بیہودہ کاروائی پرافٹ کو لغو و بے اثر سمجھا اور اس وجہ سے عرصہ تین سال (۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء) تک ان کا نوٹس نہ لیا ۔ سال حال (۱۹۰۲ء) میں اسکے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کی صرف دو باتوں پر (۱۔ اڈیٹر اشاعۃ کو گورنمنٹ سے زمین عطا ہونا وہ ذلت ہے جسکی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی ۔ ۲۔ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اڈیٹر اشاعۃ السنہ سے اقرار کرا لیا تھا کہ وہ آئندہ پرافٹ قادیان کو کافر نہ سمجھے اور اپنے فتوی تکفیر کو منسوخ کر دے) رسالہ نمبر ۴ کے صفحہ ۹۶، ۱۰۷ میں مختصر ریمارک کیا تھا کہ یہ باتیں محض دروغ بے فروغ ہیں ۔

ان دنوں ہم نے ایک شخص کو اسکے بد افعال و بیجا حرکات سے روکا اور محض حسبۃً للّٰہ و نصحاً لخلق اللّٰہ ٹوکا تو اس نے ہماری نصیحت کے مقابلہ پر پرافٹ کے اشتہارات جنوری ۱۸۹۹ء کو دست آویز بنا کر ہم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ زمین جو تم کو عطا ہوئی وہ مہدی سے انکار کرنے کے صلے میں عطا ہوئی ہے لہذا اس زمین کی آمدنی تمہارے لئے ناجائز ہے ۔ اس شخص کا یہ اعتراض بعینہ اس شخص کا سا اعتراض ہے جس کو کسی ناصح مشفق نے کہا تھا کہ بھائی تمہارے آزار ٹخنے سے نیچے ہیں اور یہ شرعاً جائز نہیں، تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ میاں تمہارے باوا جی کے نکاح پر جو کھانا کھلایا گیا تھا اس میں نمک کہاں برابر تھا ۔

اس شخص کے اس اعتراض سے ہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا نافہم احمقوں سے خالی نہیں بلکہ بقول بہلول دانا دنیا میں عقل مندوں کی نسبت احمق ہی زیادہ ہیں شائد ان اشتہارات پرافٹ قادیان نے اور احمقوں کو بھی اس شبہ میں ڈال رکھا اور ان اشتہارات کے مضمون کو سچا بتا کر اس خاکسار کی نسبت بدگمان کر رکھا ہو ۔ ان بدگمان احمقوں کی بدگمانی دور کرنے کو (نہ پرافٹ قادیان سے بحث کا اکھاڑا جمانے کو) ہم ان اشتہارات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پرافٹ قادیان کی وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور سچی نہیں نکلی اس پیش گوئی کو سچا کرنے کے لئے جو اس نے عمل کیا ہے اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور جو کچھ اشتہارات

۳، ۶، ۷ جنوری و ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس نے کہا ہے، اس میں خاکسار پر اور علما وقت پر اور مجسٹریٹ ضلع گورداسپور پر افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے۔ نہ اس عاجز نے کسی تصنیف یا اشتہار یا مجلس میں اصلی امام مہدی سے انکار کیا، نہ اس انکار کے سبب علماء وقت نے میری نسبت کوئی فتوی دیا ہے، اور نہ اس انکار کا کوئی صلہ مجھے گورنمنٹ سے ملا ہے۔

غلط بیانی اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے متعلق رسالہ نمبر۴ جلد ہذا میں ریمارک ہو چکا ہے اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۹۸۸ء کی غلط بیانیوں کا اظہار اس مضمون میں کیا جاتا ہے و باللہ التوفیق۔ پس واضح ہو کہ پرافٹ قادیان کی پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کا یہ مضمون تھا کہ فلاں فلاں اشخاص (اس خاکسار اور دو اشخاص دیگر ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی، اور مولوی سید ابوالحسن تبّتی) کو تیرہ مہینے میں ذلت کی مار ہو گی۔ جس کے معنی لغت عرب اور ہند کی شہادت اور پرافٹ صاحب کی قدیم بول چال ومحاورہ اور عادت کے مطابق یہ سمجھی گئی کہ اس عرصہ میں اس خاکسار اور دوسرے دو اشخاص پر عذاب آئے گا، جو قتل کو بھی شامل ہے کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ عذاب وارد ہے اس کے معنی ترجمہ ہندی شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور ایک سیالکوٹی مرید قادیانی میں لفظ مار سے کی گئی ہے اور لفظ: مار، یا: عذاب، سے قرآن مجید میں بضمن قصہ فرعون آیت یسومونکم سوء العذاب میں قتل کے معنی مراد بتائے گئے ہیں اور پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنی بعض پیش گوئیوں میں اس عذاب سے مراد قتل بتائی ہے۔ اس وجہ سے خاکسار نے اس پیش گوئی سے قتل مراد سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے لائسنس ہتھیاروں کی درخواست کی تھی۔ پرافٹ صاحب کو جب اس امر کا علم ہو گیا اور اس معنی کی مراد سمجھے جانے کو اس نے سن لیا تو اس نے بخوف عدالت معنی قتل کو ٹلانے کے لئے ذلت کی مار سے مراد یہ قرار دی کہ جیسے ابوسعید محمد حسین کی کوشش سے ان پر فتوی کفر لگایا گیا ہے ایسا ہی اور اسی کی مانند اس پر فتوی لگایا جانا اس پیش گوئی سے مراد ہے۔ مگر اس نے غور فرما کر یہ تو نہ سوچا کہ اگر اس پیش گوئی میں عذاب سے اس قسم کی ذلت مراد ہے تو پھر یہ پیش گوئی دوسرے دو شخصوں (ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی اور سید ابوالحسن تبّتی) کے حق میں کیوں کر پوری ہو گی

ان دونوں صاحبوں نے تو اس مضمون کا فتوی پرافٹ قادیان کے حق میں جاری ومشتہر نہ کیا تھا، اور نہ ان دونوں کے حق میں پرافٹ قادیان نے اس مضمون کا فتوی حاصل کر کے اس ذلت کا ان کو محل بنایا ہے۔ و

مع ہذا اس معنی ذلت کو پیدا کرنے کے لئے آپ نے خود کوشش کی اور اس قسم کا فتوی کفر حاصل کرنے کے لئے آپ نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے خیال میں مجھے مہدی کی آمد کا منکر قرار دیا اور منکر مہدی کے حق میں ایک استفتا لکھ کر اپنے دو مخلص مریدوں ڈاکٹر اسماعیل خان ملازم افریقہ اور مرزا خدا بخش ملازم مالیر کوٹلہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو یہ سمجھایا کہ وہ علماء امرتسر، لاہور، دہلی کے پاس جا کر خود بدولت پرافٹ صاحب کا نام لیکر اور ان کے اعتقاد کی حکایت وشکایت کر کے ان کو منکر مہدی بنا کر ان کے حق میں فتوی حاصل کریں تا کہ اس فتوی کو آپ خاکسار پر جما دیں۔ ان مخلص مریدوں نے حسب ہدایت پیر ایسا ہی کیا، سب سے پہلے مفتی مولوی عبدالحق غزنوی کے پاس جا کر ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات آمد مہدی سے انکار وغیرہ پھیل گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کی اصلاح ودرستی کے خیال سے یا وہاں سے ان کے اخراج کے لئے یہ استفتاء پیش کرتا ہوں، آپ اس کا جواب دیں۔ ایسا ہی اور علماء کے پاس بیان کیا اور منکر مہدی پرافٹ قادیان کو بنایا۔

ان حضرات نے بھی مسئول عنہ ومحل استفتاء اسی پرافٹ کو سمجھا اور اس پر فتوی کفر وغیرہ لگا دیا، جب ڈاکٹر اسماعیل وہ فتوی کفر حاصل کر کے پرافٹ کے حضور میں پہنچے تو آپ کی درگاہ میں ان کی عزت وتحسین ہوئی۔ اور ان کی اس دھوکہ دہی پر صد آفریں کہی گئی جسکے وقوع وثبوت پر رسالہ موسومہ، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، شاہد ہے جو اسلامیہ پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ جنھوں نے وہ رسالہ نہیں دیکھا ہے وہ خاکسار سے طلب کر سکتے ہیں۔ اور مولوی عبدالحق غزنوی وغیرہ علماء کے پاس ڈاکٹر اسماعیل خان کا بیان مذکور مولوی عبد الحق کے اشتہار اور ان کے اور دیگر علماء کے جوابات استشہاد میں جو اس مضمون میں منقول ہوں گے، نیز پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنے اشتہار ۷ جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کر دی ہے کہ علماء اہل افتاء نے وہ فتوی خود مرزا قادیانی کے حق میں دیا ہے، خاکسار (محمد حسین) کے حق میں وہ فتوی نہیں دیا۔ اور کہا ہے اگر علماء اہل افتاء کو یہ امر معلوم ہوتا کہ وہ استفتاء ابوسعید محمد حسین کی نسبت کیا گیا ہے تو وہ ہرگز اس کے حق میں فتوی نہ دیتے۔ یہ بات اصل عبارت اشتہار ۷ جنوری ۱۸۹۹ء سے جو عنقریب منقول ہوگی، ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی۔

اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ پرافٹ کی پیش گوئی اس بناوٹی معنی سے بھی پوری نہیں ہوئی کیونکہ کسی مولوی نے وہ فتوی خاکسار کے حق میں نہیں دیا اور اس عاجز کو منکر مہدی ٹھہرا کر کافر وغیرہ نہیں کہا، جو کچھ کہا وہ بحسب اعتراف خود پرافٹ کے ان ہی کو کہا ہے اور ان ہی کے حق میں (جو اعتقاد آمد مہدی موعود سے منکر ہونے کے برملا مدعی ہیں) فتوی دیا ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر وہ علماء میرے کلام میں آمد مہدی سے انکار پاتے اور اس وجہ سے مجھ پر وہ فتوی کفر لگاتے تو پھر بھی چونکہ اس پیش گوئی کا پورا ہونا پرافٹ قادیان کی اپنی کوشش وتدبیر سے ہوتا اس لئے اس پیش گوئی کا ان بناوٹی معنی سے پورا ہونا ایسا ہوتا جیسا کہ ایک پیر کا اپنی پیش گوئیوں کو خود پورا کرنا مشہور یوں ہے۔اور وہ رسالہ ردّ قادیانی تالیف مولوی عبدالحکیم صاحب دھرم کوٹی میں مسطور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو جو ان کو نذر نیاز دیتے تھے یہ پیش گوئی سنانے لگے کہ اگر تم میری نذر نیاز نہ دو گے تو تمہارا مال چور یا ڈاکو لوٹ کر لے جائینگے۔اور پھر وہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود چوروں یا ڈاکوؤں کو جو اس کام کے لئے انہوں نے مقرر کر رکھے ہیں، بھیج دیتے اور وہ ان کا مال لوٹ کر لے آتے تھے۔ پھر پیر صاحب فخر سے کہتے کہ تم نے میری پیش گوئی کا پورا ہونا دیکھ لیا۔تم نے میری نیاز نہ دی تو تمہارا مال لوٹا گیا۔جس کو کوئی شخص نہ آسمانی پیش گوئی سمجھتا ہے اور نہ آسمانی طور پر اس کے پورا ہونے کا یقین کرسکتا ہے۔ یہ تو اس پیش گوئی کے سچے نہ نکلنے کا بیان و جہ ثبوت ہے۔اب اسکے اشتہارات ثلاثہ ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے افتراءات و بہتانات کو بیان کیا جاتا ہے جن کو اپنی پیش گوئی کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے اس نے مشتہر کیا ہے۔

اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں پرافٹ قادیان نے کہا ہے: مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر دجال ملحد رکھا تھا اور اس نے فتوی کفر وغیرہ میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا...سو اب یہی فتوی پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور اہل سنت سے خارج ہے۔اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔مسیح موعود اس کی مدد کیلئے اور اس کی خوں ریزی کے کا

موں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا۔اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔مگر اب میں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا۔اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا ۔اس کی تائید کیلئے عیسی آسمان سے اتر ینگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں ۔یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا جب کہ اسنے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا۔اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔لیکن جب ان دنوں میں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۸ءکو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں ۔اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے ۔اور اس کی بد قسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی۔اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنیکے بارہ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔تب میں نے اس کے بارہ میں ایک استفتا لکھا اور فتوی لینے کیلئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔تب مولویوں اور مولوی نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا۔اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔سو اس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین مرحوم بتاتے ہیں کہ) یہی بات الٹ پھیر کر اس نے اشتہار ۶ جنوری ۱۸۹۹ء میں کہی ہے۔اور اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء کے شروع میں اس نے کہا ہے:

اس بات سے تو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبد الجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کو جس نے مہدی خونی کے آنیکی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا بوجہ اسکے اس عقیدہ کے اسکو کذاب اور مفتری اور دجال اور کافر

اور دائرہ اسلام سے خارج اپنے فتووں میں لکھا، اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیش گوئی پوری کی جو اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی تھی اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دیدی۔ مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتوے دیانت اور ایمان داری پر مبنی نہیں بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانیا غراض اور تعصّبات اور کینہ پروری پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہی کاروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے جو ہمارے استفتاء مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتوی طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا، تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے عقاید کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز (غلام احمد) ہے محض شرارت کی راہ سے تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس فتوی کی رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے۔ اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتاء شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کیلئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتوی نہ دیتے۔ (ناظرین سطور ہذا کو ملاحظہ کریں اس میں پرافٹ قادیان نے کیسا صریح اقرار کیا ہے کہ وہ فتوی اس پر لگایا گیا ہے، نہ خاکسار پر۔ محمد حسین)

پھر اس اشتہار کے صفحہ ۴ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:

ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلا شبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی۔ اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں۔ اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمان داری اور راست گوئی سے خالی ہیں ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذاب اور مفتری ہونے کا فتوی دیں جیسا کہ نذیر حسین اور عبدالجبار اور رشید احمد اور عبدالحق وغیرہ نے فتوی دیا، تو یہ فتوی محض بددیانتی کی راہ سے ہے۔

پھر اس کے صفحہ ۵ میں (مرزا قادیانی نے) کہا ہے کہ اس فتوی کے لکھنے کے بعد یہ مولوی ابوسعید محمد

حسین سے اس اقرار لینے اوراس کو مشتہر کرانے کے بغیر کہ وہ بھی اس کی طرح آمد مسیح کا قائل ہے اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں گے تو وہ مولوی خود دجال اور مفتری ہیں۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ان اشتہارات میں پرافٹ قادیان نے دومختلف وباہم متناقض بہتان مجھ (محمد حسین) پر قائم کئے ہیں۔اور دومختلف ومتناقض بہتان علماء اہل افتاء پر قائم کئے ہیں۔خاکسار پر

۱۔ایک بہتان یہ ہے کہ یہ شخص دل سے ایسے مہدی کے آنے کا (جو انگریزوں وغیرہ سے لڑنے آئے گا) معتقد وقائل ہے اوراحادیث متعلقہ مہدی کو جو اسنے اپنے رسائل میں ضعیف کہا ہے اس سے رجوع کر چکا ہے اوراس رجوع سے علماء وقت کو اطلاع دے چکا ہے۔اوراس اعتقاد میں وہ تمام علماء وقت کا ہم عقیدہ وہم خیال بلکہ ان کا معلم و سرگروہ ہے۔اور فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں (جو ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۸ء کو اس نے خفیہ طور پر شائع کی ہے) گورنمنٹ کے سامنے اس اعتقاد سے انکار ظاہر کرنے میں اس نے جھوٹ اور فریب اور نفاق سے کام لیا۔

۲۔دوسرا بہتان اس کے برخلاف ومتناقض یہ کہ یہ شخص دل سے مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے اور گورنمنٹ کے پاس اس انکار کے اظہار میں جو فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس نے کیا ہے، وہ سچا ہے اور گورنمنٹ کا سچا اور مخلص فرمان بردار ہے۔اس کی اس دلی انکار کی وجہ سے علماء وقت نے اس کو مسلمانوں کے پاس جھوٹ بولنے والا اور منافق قرار دے کر اس پر کفر کا فتوی لگا دیا ہے۔

ایسے ہی علماء اہل افتاء پر پرافٹ قادیان نے دو مختلف ومتناقض بہتان قائم کئے ہیں۔

اول: یہ کہ انہوں نے اس شخص (محمد حسین) کی فہرست مطبوعہ ۱۴۔اکتوبر ۱۸۹۸ء پر اطلاع پائی تو اس شخص کو منکر مہدی سمجھ کر اس پر فتوی لگا دیا اوراس کی نسبت تعجب سے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ہمارے سامنے مہدی کی آمد کا اعتقاد ظاہر کرتا رہا اور ہم کو یہ عقیدہ سکھاتا رہا اور درحقیقت یہ مہدی سے منکر ہے اور گورنمنٹ کا خیرخواہ ہے اور آج تک ہم کو دھوکہ دیتا رہا اور ہمارے ساتھ منافقانہ برتاؤ کرتا رہا۔

اس بہتان کے ساتھ اوراس کے متعلق قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ فعل ان مولویوں کا گو عام لوگوں کے خیال میں دینداری کی وجہ سے ہو مگر درحقیقت یہ ان کی بے دینی ہے کیونکہ مہدی موعود کی بابت جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحت کو نہیں پہنچی وہ سبکی سب جرح سے خالی نہیں۔لہذا

منکر مہدی کی نسبت انکے یہ فتوے ناپاک ہیں جو محض بے دیانتی کی راہ لکھے گئے ہیں۔

دوسرا بہتان۔ بہتان اول کے برخلاف علماء اہل افتاء پر یہ کہ ان مولویوں نے وہ گندے اور ناپاک فتوے محض بدنیتی سے لکھے ہیں انہوں نے منکر مہدی مجھ (قادیانی) کو سمجھا اور اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ فتوی محمد حسین کی نسبت اور اس کے حق میں پوچھا گیا ہے تو وہ ہرگز یہ فتوی نہ دیتے پھر خاکسار کے حق میں ان کا یہ فتوی نہ دینے کی وجہیں (جو قادیانی نے بیان کی ہیں) وہ بھی آپس میں متناقض ومتخالف ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ وہ سب مولوی بے دین اور منافق ہیں۔اس وجہ سے مجھ (قادیانی) کو منکر مہدی سمجھ کر کافر وخارج از اسلام قرار دے چکے، مگر یہی بات (انکار اعتقاد آمد مہدی) وہ محمد حسین میں پاتے ہیں تو اسکو کافر وخارج از اسلام نہیں سمجھتے اور اس سے میل ملاقات ترک نہیں کرتے۔

دوسری وجہ اس کی متناقض یہ کہ وہ محمد حسین بٹالوی کو اعتقاد آمد مہدی کا منکر نہیں جانتے بلکہ اسکو اپنا ہم عقیدہ وہم خیال اور اس اعتقاد کا معلم وسرگروہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے اس سے میل ملاقات رکھتے اور اس سے اجتناب نہیں کرتے۔

ان افتراؤں اور بہتانوں کے جواب میں اس سے زیادہ کہنا اور اس پر خارجی دلائل کی شہادت پیش کرنا ضروری نہیں کہ قادیان کے یہ افتراء جو مجھ پر کئے ہیں خواہ علماء اہل افتاء پر، آپس میں متناقض ومتخالف ہیں ان میں سے ایک کو سچا اور صحیح مانا جائے تو اس سے دوسرے کا جھوٹ وافتراء ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً خاکسار کی نسبت جو اول بہتان باندھا گیا ہے کہ یہ شخص دل سے آمد مہدی مذکور کا قائل ومعتقد ہے اور اس وجہ سے علماء کا ہم خیال وسرگروہ مانا جاتا ہے اور گورنمنٹ کے پاس آمد مہدی سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کو دھوکہ وفریب دے رہا ہے، یہ سچ اور صحیح مانا جائے تو پھر اس کے مخالف دوسرا بہتان کہ وہ دل سے مہدی کا منکر ہے اور اس وجہ سے علماء نے اسکو کافر ٹھہرایا صحیح نہیں ہوسکتا اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مانا جائے چنانچہ قادیانی نے اشتہار ے جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کو یقینی سچ کہا ہے تو اس صورت میں پہلا بہتان کہ یہ شخص دل سے مہدی کا معتقد ہے۔اور انکار کرنے سے گورنمنٹ کو دھوکہ دے رہا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔ بحکم عقل اور بشہادت اعتراف قادیانی (جو اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء میں کہا ہے) مختلف ومتناقض دو اعتقاد ایک دل میں جمع نہیں

ہو سکتے اور نیز علماء اور دیگر اہل عقل ایک ہی شخص کو ایک امر کا منکر اور قائل ٹھہرا کر کافر اور مومن بلکہ اہل اسلام کا سرگروہ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک امر کے اقبال یا انکار میں راست باز بھی اور دھوکہ باز بھی نہیں ٹھہرا سکتے اگر میں علماء کے نزدیک آمد مہدی کے قائل اور ان کا معلم اور سرگروہ ہوں تو پھر ان کے نزدیک کافر نہیں ہوں۔ اور اگر ان کے نزدیک اب منکر ٹھہر چکا اور اس اعتقاد کی تعلیم واظہار سے ان کو دھوکہ دیتا رہا ہوں تو پھر ان کا ہم خیال و سرگروہ نہیں ہوں اور نیز اس صورت میں اس انکار سے گورنمنٹ کو دھوکہ دینے والا اور منافق نہیں ہوں بلکہ گورنمنٹ کے پاس سچ بولنے والا اور اس کا مخلص وفادار ہوں۔ یہ بات محال اور بحکم عقل ناممکن ہے کہ میں عقیدہ آمد مہدی کے اقرار واظہار میں سچا ہو کر علماء کا سرگروہ بھی بنا رہوں اور اس میں جھوٹا ہو کر ان کے نزدیک کافر بھی ہوں۔ ایسا ہی یہ ناممکن ہے کہ اس اعتقاد سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کا سچا تابعدار و وفادار بھی ہوں اور اس کو دھوکہ دینے والا اور منافق بھی ہوں ایسا ہی جو پرافٹ قادیاں نے اہل افتاء کی نسبت جو اول بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے فہرست ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس شخص (خاکسار) کا اعتقاد آمد مہدی سے انکار دیکھ کر سابق اظہار اعتقاد آمد مہدی میں منافق قرار دیا اور مجھ پر فتوی کفر لگایا صحیح اور سچا تسلیم کیا جائے تو پھر اس کے برخلاف ان پر یہ دوسرا الزام صحیح نہیں کہ انہوں نے وہ فتوی اس شخص (خاکسار) پر نہیں لگایا بلکہ قادیانی کو منکر سمجھ کر اس پر فتوی لگایا ہے۔ اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مان لیا جائے تو پھر پہلا بہتان کہ انہوں نے اس (خاکسار) پر فتوی کفر لگا دیا ہے صحیح نہیں ہوتا۔ یہ دو باتیں بھی عقلاً محال ہیں اور جمع نہیں ہو سکتیں کہ ان علماء نے خاکسار پر فتوی کفر لگا بھی دیا ہے اور نہ بھی لگایا ہو۔

ایسے اس فتوی کے نہ لگانے کی دونوں وجہیں باہم متناقض ومتخالف ہیں۔ اگر اول وجہ صحیح تسلیم کی جائے کہ وہ علماء بد دیانت و بیدین ہیں اس خاکسار کو منکر مہدی جان کر پھر بد دیانتی سے مجھ پر فتوی کفر نہیں لگاتے تو اس سے دوسری وجہ غلط ثابت ہوتی ہے کہ وہ علماء اس خاکسار کو منکر مہدی نہیں جانتے اس وجہ سے وہ فتوی کفر نہیں لگاتے۔ اور اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے پہلی وجہ ردّ ہو جاتی ہے۔ یہ اختلاف بیان پرافٹ قادیان اسکے بہتان ہونے پر کافی دلیل ہے اور ان پر خارجی شہادت کی کچھ ضرورت باقی نظر نہیں آتی تاہم دلائل وشواہد خارجیہ سے اس کا بہتان ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

خاکسار نے ان علماء اہل افتاء سے استفتاء کیا کہ جو فتوی آپ لوگوں نے منکر مہدی کے حق میں دیا ہے، کیا وہ خاکسار کے حق میں دیا ہے۔ اور کیا خاکسار کے کسی کلام میں آپ نے آمد مہدی سے انکار پایا ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے صاف یہ جواب دیا اور فتوی لکھ دیا کہ وہ فتوی ہم نے تمہارے حق میں نہیں دیا کیونکہ تمہارے کسی کلام میں ہم نے آمد مہدی سے انکار نہیں پایا بلکہ وہ فتوی مرزا کے حق میں دیا جسکے رسائل و تصنیفات میں جابجا آمد مہدی موعود سے صریح انکار پایا جاتا ہے۔

اس استفتاء کے ساتھ میں نے ان علماء سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اس انکار کے برخلاف میں نے آپ لوگوں کے سامنے آمد مہدی کے اعتقاد کا اظہار و اقرار بھی کیا ہے، تو اس کے جواب میں بھی انہوں نے صاف فرمایا کہ تم نے آمد مہدی کے متعلق کبھی اعتقاد کا اظہار بھی ہمارے سامنے نہیں کیا، اور کہا کہ مہدی کے متعلق نفیاً یا اثباتاً ہمارے سامنے کبھی تم نے کہیں کچھ نہیں کہا۔ ذیل میں ان علماء کے جوابات بعینہ نقل کئے جاتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم۔ حضرات علماء وقت سے استفسار و استشہاد

جن علماء نے آج کل منکر مہدی موعود کی نسبت فتوی کفر وغیرہ لکھا ہے ان سے استفسار ہے کہ انہوں نے اس فتوے کے لکھنے کے وقت منکر مہدی کس خاص شخص کو سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد کو یا خاکسار مستفسر کو، یا کسی خاص شخص کو بھی نہیں سمجھا۔ صرف فرضی منکر زید عمر کے حق میں وہ فتوی دیا ہے۔ اگر انہوں نے مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا تو اس کی وجہ بیان کریں اور اگر اس خاکسار کو سمجھا تھا تو فرماویں کہ انہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان سے سنا تھا یا میری کسی تحریر میں پایا تھا اور ایسی کون سی میری تحریر ان کی نظر سے گذری تھی۔

اس استفسار کے مقابلہ میں ان حضرات سے یہ بھی سوال ہے کہ آیا میں نے ان حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس ان انکار کے برخلاف اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا، اور ان کو کہا تھا کہ مہدی موعود آئے گا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑیگا، تم اس اعتقاد پر پختہ رہو، یا یہ اعتقاد لکھ کر ان کو دیا تھا اور خاص کر مولوی احمد اللہ سرگروہ اہل حدیث و میونسپل کمشنر امرت سر سے سوال کیا ہے کہ کیا میں نے آپ کے روبرو کبھی یہ کہا ہے کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا اب میں نے ان سے رجوع کرلیا ہے۔ آپ حضرات

اراکین دین اوراساطین ملت سید المرسلین ہیں لہذا آپ صاحبوں کے سامنے ادائے شہادت کی ضرورت وو جوب کا بیان کرنا اور آیت و لا تکتموا الشّھادۃ پیش کرنا ضروری نہیں:

المستفسر :ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

الجواب: اس فتوی کی تصدیق کے وقت میں نے منکر مہدی مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا کیونکہ سائل نے مرزا کو منکر بتایا تھا۔مولوی محمد حسین صاحب کا مجھے خیال بھی نہیں گذرا تھا۔میرے روبرو کبھی مولوی ابوسعید محمد حسین نے نہیں کہا کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

جواب استفسار دوم: ہم کو مولوی محمد حسین نے کبھی نہ زبانی کہا، نہ لکھ کر دیا کہ مہدی موعود عیسائیوں سے لڑنے کو آئے گا۔تم اس بات پر پختہ رہو۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

فتوی معہود کے بارے میں یہ بات کہ مستفتی نے ظاہر کیا تھا کہ برہّما کے علاقہ میں ایک شخص مرزائی امام مہدی کے ظہور سے منکر ہے میں وہاں نوکر ہوں اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ میں بھی پہلے معتقد مرزا تھا اب میں قادیان سے آیا ہوں ان سے بھی بہت سے مسائل پوچھے۔سو چونکہ اس نے اکثر جواب برخلاف اہل اسلام کے دیئے ہیں اس لئے میں اب اس کا منکر ہوں۔نیز مولوی محمد حسین صاحب نے قبل از تحریر فتوی معہود کبھی میرے ساتھ دربارہ امام مہدی کوئی بات نہیں کی نہ اثباتاً نہ نفیاً۔اور باقی تعیین مصداق فتوی میں،سو یہ کچھ ضرور نہیں۔فتوی ہر ایک شخص کے حق میں یہی ہوگا،کوئی ہو۔ عبداللہ الغنی ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

فتوی مذکور نوشتہ مولوی عبدالحق نزد من مستفتی نہ آوردہ بلکہ مستفتی ہم دست شخصے بر مکان نزد احقر فرستادہ زبانی شخص مذکور ہمیں شنیدم کہ قادیانی منکر مہدی موعود است درحق اوشہ فتوی است۔لہذا راقم الحروف ہمراہ انکار مہدی انکار نزول عیسی علیہ السلام وخروج دجال ہم شامل نمود تا کہ بینندہ را واضح شود کہ فتوی درحق قادیانی است کہ منکر ہرسہ قادیانی است لا غیر۔بالفرض اگر غیر از مرزا کسے دیگر منکر این سہ باشد برو ہم ہمیں فتوی است کہ بر مرزا است۔باقی مولوی محمد حسین صاحب گاہے نزد احقر نہ ذکر انکار مہدی موعود نمودہ نہ اقرار آں۔عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی رضی اللہ عنہ

فتوی مذکور کے بارہ میں میں نے مفصل اشتہار چھپوایا۔ درحقیقت مستفتی نے مرزا سے سخت تبرا اور انکار ظاہر کیا اور مرزا کو دجال اور دیگر سخت الفاظ سے ذکر کرتا تھا اور کہا کہ فقط مرزائیوں کے اخراج اور اہانت اور تسوید وجہ کے واسطے یہ فتوی چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کو افریقہ سے نکال دوں۔ اور مولوی محمد حسین کا نام بھی نہیں لیا۔ رہا مولوی محمد حسین سو اس نے مہدی کے بارے میں اقراراً یا انکاراً ہمارے ساتھ تذکرہ نہیں کیا اور نہ میں نے مخالف اہل سنت کے کوئی تحریر اس کی دیکھی اور اگر بالفرض مرزا کے سوا کوئی مہدی کے آنے سے انکار کرے تو ہمارا اس پر بھی یہی فتوی ہے جو مرزا کے بارے میں لکھا گیا۔ حررہ عبدالحق غزنوی مباہل قادیانی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت یہ فتوی نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے میرے سامنے کبھی مہدی موعود کے آنے سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی تحریر بھیجی ہے جس میں اس اعتقاد کا اظہار ہو کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا معتقد ہوں جو عیسائیوں وغیرہ سے لڑنے کے لئے آئے گا تم اس اعتقا پر پختہ رہو، بلکہ مہدی کے بارہ میں کبھی نفیاً و اثباتاً ذکر نہیں۔ فقیر غلام محمد بگوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور۔

حامداً و مصلیاً: بندہ کے پاس جو استفتاء درباب مہدی موعود آیا تھا تو بندہ اس کو قطعاً مرزا قادیانی کے باب میں یقین کرتا تھا، اور اسی خیال پر اس کا جواب لکھا گیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے نہ کبھی میں نے زبان سے کچھ سنا اور نہ کسی ان کی تحریر نہ کسی شخص کی تقریر سے انکار مہدی موعود کا معلوم ہوا۔ مگر ہاں جو شخص انکار مہدی کرے گا اس کے باب میں وہ ہی فتوے بندہ کا ہے جو مرزا کے باب میں۔ اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو بندہ کو ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس کا انکار کیا ہو۔ فقط واللہ اعلم:

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) اس مضمون کو پڑھ کر بھی کوئی شخص مرزا قادیانی کو راست گو سمجھے اور اس کا معتقد رہے تو جانو کہ اس کے عقل وحواس میں فرق ہے اور وہ دیدہ دانستہ آنکھ بند کر کے قادیانی کی پیروی کرتا ہے اور وہ پیر پرست اور ہٹ دھرم اور معاند ہے اور آیت فمن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور کا مصداق ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۹۔ ص ۲۵۳۔ ۲۶۸)

اور مرزا صاحب نے فتوی تو صرف محمد حسین کے بارے میں مرزا صاحب نے مشہور کیا تھا لیکن پیش

گوئی میں دو اشخاص اور بھی تھے جن کی ذلت مقصود تھی۔ جب ۱۹۰۰ء میں مد والے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مرزائی مناظر کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بٹالویؒ کی ذلت کے بارے میں مرزا کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہے تو ان تیرہ مہینوں کے دوران مولانا بٹالوی اور ان کے دونوں ساتھیوں کو پہنچنے والی ذلت کا ثبوت پیش کریں۔ مرزائیوں کو مناظرے کے دوران تو مولانا امرتسری کی اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا کہ:

مولوی ثناء اللہ نے مد کے مباحثہ میں یہ اعتراض بھی پیش کیا ہے کہ جو ذلت کی پیش گوئی محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ان کے دوسرے رفیق کی نسبت کی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ اگر یہ لوگ (یعنی مولوی ثناء اللہ وغیرہ) ایسے اعتراض نہ کرتے تو پھر یہود سے مشابہت کیونکر ہوتی۔ میرے نزدیک ضروری تھا کہ یہ ایسے اعتراض ہوتے۔ اے بھلے مانس جس حالت میں اسی مقدمہ کے اثناء میں مولوی محمد حسین کی وہ تحریر پکڑی گئی جو فتویٰ تکفیر کے مخالف ہے تو کیا ایک عالمانہ حیثیت کی نظر سے اس کی ذلت اور رسوائی نہیں ہوئی؟...... رہی عزت جعفر زٹلی کی۔ پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ ہیں وہ ان کا ایڈووکیٹ جو ہوا۔ جبکہ ان کے ایڈووکیٹ کی ذلت ثابت ہوگئی تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی۔ سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔ جب اصل درخت ہی گر پڑا تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۹ (اعجاز احمدی۔ضمیمہ نزول المسیح) ص ۱۱۸۔۱۱۹)

یعنی ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی نے یہ اقرار کیا کہ جعفر زٹلی اور محمد بخش کی کوئی ذلت نہیں ہوئی لیکن چونکہ محمد حسین ان کا وکیل ہے اس لیے محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت گویا ان کی ذلت بھی ہے۔ یہاں مرزا صاحب تھوڑی سی رعایت کر گئے۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ محمد حسین کی ذلت تمام اہل حدیث کی ذلت ہے کیونکہ وہ اہل حدیث کا ایڈووکیٹ کہلاتا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ محمد حسین کی ذلت تمام مسلمانوں کی ذلت ہے کیونکہ وہ رد قادیانیت کے محاذ پر مسلمانوں ہی کا مقدمہ تو لڑ رہا ہے۔ مرزا صاحب سے ایسی باتیں بعید نہیں تھیں کیونکہ آپ نے براہین کی پانچ جلدوں کو یہ کہہ کر پچاس جلدوں کے برابر قرار دے دیا تھا کہ ۵، اور ۵۰ میں ایک صفر ہی کا تو فرق ہے۔ وہ ایسا کہہ دیتے تو یہ بھی ان کی سادگی ہی شمار ہوتی ہے کیونکہ آپ اس دس ہزار روپیہ کو جو

براہین احمدیہ کے لیے وصول کیا گیا تھا، بڑی آسانی سے یہ کہہ کر ہضم کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کو اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے میں نے ایک روپیہ ہی تو کھایا ہے۔ کیونکہ ایک روپے اور دس ہزار روپے میں آخر فرق ہی کیا ہے۔ ا اور ۱۰۰۰۰ میں چار صفروں ہی کا تو فرق ہے۔ اور صفریں جتنی بھی ہوں ان کا حاصل جمع ، صفر ہی ہوتا ہے۔

تاہم فتویٰ ظہور مہدی والے معاملے میں مرزا صاحب کی بات نہ بن سکی تو انہوں نے مولانا بٹالویؒ کی ایک اور ذلت تلاش کر لی۔ ہوا یہ کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا کشمیر میں سراغ مل گیا۔ اور اس مزعومہ قبر کو محمد حسین صاحب کی ذلت قرار دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

'محمد حسین اور اس کے گروہ کو ایک...... فوری ذلت پیش آئی ہے کہ واقعات صحیحہ یقینیہ سے بپایہ ثبوت پہنچ گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے اور نہ آسمان پر چڑھے، بلکہ یہود کے قتل کے ارادہ سے مخلصی پا کر ہندوستان آئے اور آخر ایک سو بیس سال کی عمر پا کر سری نگر کشمیر میں فوت ہوئے۔ پس محمد حسین وغیرہ کے لیے یہ ماتم سخت اور ذلت سخت ہے'۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (راز حقیقت) صفحہ ۱۷۳-۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸)

یعنی پیش گوئی ایک مرتبہ پوری ہوگئی اور ۱۳ ماہ والی دعا کا نتیجہ برآمد ہو گیا۔ تاہم سوچنے کی بات یہ تھی کہ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام کشمیر میں دفن ہیں تو اس میں مولانا محمد حسینؒ کی ذلت کی کیا تخصیص ہے؟ دنیا بھر کے عیسائی یہ نہیں مانتے کہ عیسیٰ کشمیر میں دفن ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک ابھی مسیح تشریف ہی نہیں لائے۔ اس لیے ان کی موت اور مدفن کی بات ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ دنیا بھر کے مسلمان مسیح کی موت تسلیم نہیں کرتے۔ مدفن تو بعد کی بات ہے۔ بدھوں اور ہندوؤں اور کمیونسٹوں کے نزدیک مسیح کے جنم اور مدفن کی بات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ وہ سرے سے مسیح کو مانتے ہی نہیں۔ یعنی دنیا کی ۹۹ فی صد آبادی کشمیر میں مسیح کی کسی قبر کو نہیں مانتی۔ اگر مرزا صاحب کے نزدیک مسیح کا مدفن کشمیر میں ثابت ہو گیا ہے اور یہ ثبوت اس لیے محمد حسینؒ کی ذلت کی علامت ہے کہ اس کے عقیدہ کے خلاف ہے تو یہ بات دنیا کی ۹۹ فی صد آبادی کی بھی ذلت ہے۔ اور جہاں اتنے سارے لوگ ذلیل ہوں، وہاں کس کی ذلت، کس کے سامنے ہوگی؟ اور کس کی نظر میں کون ذلیل ہوگا؟

ویسے کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی دریافت خود مرزا صاحب کی ذلت کا نشان بھی ہے کیونکہ ان کی اس نئی دریافت نے ان کی ایک پرانی دریافت کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا۔ اس بات کی تشریح یہ ہے کہ کشمیر پر نظر عنایت ڈالنے سے پہلے ان کی تحقیق یہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کی قبر شام میں ہے۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں شائع

ہونے والی اپنی کتاب اتمام الحجۃ میں اسی بات سے اپنے مخالفین پر حجت قائم کی تھی۔ ان کا کہنا تھا:

حضرت عیسیٰ کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے۔ اور ہم زیادہ صفائی کے لیے اس جگہ حاشیہ میں اخویم جبی فی اللہ سید مولوی محمد سعید طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہیں اور انہی حدود میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔ اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت دینا چاہیے۔ (روحانی خزائن جلد ۸ (اتمام الحجۃ) صفحہ ۲۹۷-۲۹۶)

اللہ تعالیٰ نے مرزا کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے اس میں اولی الابصار کے لیے عبرت کا بہت سامان موجود ہے۔ جس بات کو مرزا نے دعویٰ سے بیان کیا' اسی کا الٹ ہوا۔ جس بات کی انہوں نے پیش گوئی کی، اسی کا الٹ ہوا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مسیح علیہ السلام مر چکے ہیں اور ملک شام میں ان کی قبر موجود ہے اور کسی کو شک ہے تو اس قبر کے جعلی ہونے کا ثبوت پیش کرے ورنہ مجھے مسیح تسلیم کرے۔ اس چیلنج کو چار سال بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ ۱۸۹۸ء میں خود ہی کہہ رہے ہیں.. مسیح کشمیر میں دفن ہیں...... یعنی ملک شام والی قبر جعلی ہے...... اور ۱۸۹۴ء والی ان کی تحقیق انیق جھوٹ کا پلندہ ہے۔

مرزا صاحب اور ان کی امت نے ۱۳ ماہ والی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لیے اور باتوں کا ذکر بھی کیا ہے مثلاً ایک مرزائی کہتا ہے کہ اس نے لاہور میں مولانا بٹالوی کو ریلوے سٹیشن کی طرف جاتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ اپنا (سامان کا) تھیلہ انہوں نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ اور اپنا سامان خود اٹھانا ان کی ذلت کا نشان ہے (سیرۃ المہدی) اور ایک دفعہ مرزا صاحب نے لکھا کہ مولوی محمد حسین مفلس ہو گیا ہے۔ پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ کابل گیا تو وہاں اس کی تکریم نہیں ہوئی اور بیمار ہو کر واپس چلا آیا۔

(انجام آتھم مصنفہ مرزا قادیانی۔ صفحہ ۹۴-۱۰۰)

جب شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے فرمایا کہ چلو کابل چلتے ہیں، اور قصہ زمین بر سر زمین طے کر لیتے ہیں، تو یہ بات سن کر مرزا صاحب کے اوسان خطا ہو گئے اور فرمایا:

'گورنمنٹ نے اس حاسد (محمد حسین) کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتویٰ شائع کیا کہ اس شخص کو قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس فتویٰ کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتویٰ دے دیا۔ پس بلا شبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ دیتا تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ کر دکھاتے۔ یہ شخص (محمد حسین) بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو زندہ واپس نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر (کابل) نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا؟

(روحانی خزائن ج ۱۴ (حقیقت مہدی مصنفہ مرزا قادیانی) ص ۴۳۵۔۴۳۶)

مرزا قادیانی نے کابل کا رخ نہ کیا۔ وہاں سے: ایں جا بیا۔، کے بلاوے آتے رہے لیکن مرزا صاحب کے کان بندر ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ کابل کے امیر نے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا بہت اکرام کیا تھا۔ مولانا کی مالی حیثیت بھی حسب سابق تھی۔ پرانے کپڑے پہننا کوئی اہانت کی بات نہیں۔ ہاں کابل میں آپ بیمار ضرور ہوئے تھے لیکن میدانی علاقوں کے افراد کا سرد پہاڑی علاقوں میں جا کر بیمار ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ اور اگر کسی کا بیماری ہو جانا اس کی ذلت کا نشان ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔ کیونکہ انہیں اتنی بیماریاں لاحق تھیں کہ ان کی تعداد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر بھی نہیں گنی جاسکتی۔

اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے جب مباحثہ مد (۱۹۰۲ء) میں کہا تھا کہ یہ ذلت والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو جواب میں مرزا قادیانی نے کہا کہ نہیں تم غلط کہتے ہو اس لیے کہ محمد حسین زمین دار ہو گیا جو اس کی اور اس کے دونوں ساتھیوں کی ذلت تھی۔

مرزا صاحب یونہی گھر بیٹھے قصے کہانیاں گھڑتے اور سناتے رہے حتی کہ ۱۹۰۷ء میں ان کے ایک منحرف مرید ڈاکٹر عبدالحکیم نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ مولانا بٹالوی ؒ والی ۱۳ ماہ والی پیش گوئی کب اور کہاں پوری ہوئی؟ جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا: کون سے تیرہ مہینے؟ کیونکہ:

جو کچھ مولوی محمد حسین اور ان کے رفقاء کی نسبت پیش گوئی خدا کے الہام سے لکھی گئی تھی اس کی نسبت کوئی تاریخ مقرر نہ تھی۔ صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے۔ اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خدا تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں کہ جو اپنی طرف سے التجا کی جائے بعینہٖ اس کو ملحوظ رکھے۔ اس لیے پیش گوئی میں جو عربی میں شائع ہو چکی ہے کوئی مدت مقرر نہیں کہ فلاں مہینہ یا برس میں رسوا کیا جائے گا'۔ (روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ۱۹۵)

بالفاظ دیگر مئی ۱۹۰۷ء (حقیقت الوحی کی تصنیف) تک وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تھی۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے مرزا صاحب جن باتوں کو اپنی پیشگوئی کے پورے ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے وہ باتیں دراصل مولانا بٹالوی کی ذلت نہیں تھی۔ بلکہ مرزا صاحب کی غلط تاویلیں اور ان کے جھوٹے دعوے تھے۔ اور یہ بات کہ پیش گوئی کے پورا ہونے کی کوئی مدت مقرر نہ تھی، بالکل خلاف واقعہ ہے۔ مرزا صاحب صاف لکھ چکے تھے کہ مدت متعین ہے اور یہ تعین الہامی ہے۔

حقیقۃ الوحی مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ ۱۹۰۷ء تک بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ یعنی پیش گوئی کے تیرہ ماہ مولوی محمد حسین اور اس کے ساتھیوں کے لیے بخیریت

گزر گئے تھے اور پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس سے پہلے مرزا صاحب جن باتوں کو اپنی پیشگوئی کے پورے ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے تھے وہ باتیں دراصل مولانا کی ذلت نہیں تھیں۔ مثلاً انہوں نے یہ کہا کہ مولانا بٹالوی کو زمین مل گئی ہے۔ یا ان کے مریدوں نے کہا کہ ہم نے لاہور میں مولانا کو بطرف ریلوے سٹیشن جاتے ہوئے دیکھا کہ اپنے سامان کا تھیلا انہوں نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ یا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ کچھ علماء نے ان کیخلاف فتویٰ دے دیا تھا۔ وغیرہ

اور حقیقۃ الوحی کی اس تحریر میں مرزا صاحب یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ان کا یہ جواب درست نہیں تھا کیونکہ جب ڈاکٹر عبدالحکیم نے کہا کہ یہ تیرہ ماہیہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو مرزا صاحب نے کہا کہ جب کوئی مدت ہی مقرر نہیں تھی تو اس کے پورے ہونے یا نہ ہونے کا کیا سوال؟ جب کبھی مولانا بٹالوی کو نزلہ ہو جائے گا ہم کہہ دیں گے کہ دیکھو وہ بیمار ہو گیا ہے اور یہی اس کی ذلت ہے اور ہماری پیش گوئی کے پورا ہونے کا نشان۔

مرزا صاحب نے یا تو ۱۸۹۸ء میں اس تعین کو الہامی کہہ کر جھوٹ بولا تھا۔ اگر وہ ۱۸۹۸ء میں سچ بول رہے تھے تو ۱۹۰۷ء میں اس تعین کو عدم تعین قرار دے کر جھوٹ بول رہے تھے۔ دونوں صورتوں میں ان کی ذلت کا نشان ہے۔ اور اگر تاریخ مقرر نہ تھی تو پیش گوئی یوں بنے گی کہ دونوں فریقوں میں سے جو غلطی پر ہے وہ کسی نہ کسی وقت ذلیل ہوگا۔ اس لیے آگے بڑھنے سے قبل ہم بتاتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے بعد مرزا قادیانی کو کن کن محاذوں پر شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ اور جمیع مسلمانوں کے سامنے ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ایک شادی کی پیش گوئی کر رکھی تھی اور وہ لوگوں کو کہتے تھے کہ وہ شادی ہو کر رہے گی۔ ایک دفعہ مولانا بٹالویؒ کی طرف سے اشارہ کر کے انہوں نے فرمایا: "شیخ محمد حسین بٹالوی کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی، اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہی دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کی دوسری جز پر دلالت کرتا تھا، اس کو سنایا۔ اور وہ یہ تھا بکر و ثیب۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ ہے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے نہیں امید کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا تھا اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام

ونشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ ثیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا‘۔

(روحانی خزائن ج۱۱ (انجام آتھم) ص ۲۹۸)

اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں انہوں نے لکھا ہے کہ خدا نے انہیں بتایا کہ:

خواتین مبارکہ سے جن میں سے بعض کو اس کے بعد پائے گا، تیری نسل بہت ہوگی۔

اس الہام کے بعد مرزا صاحب کا کوئی نکاح نہیں ہوا۔ نہ خواتین مبارکہ سے اور نہ خواتین نامبارکہ سے۔ اور جب اس کے بعد کسی خاتون سے ان کی شادی ہی نہیں ہوئی تو ایسی خواتین سے اولاد کیسے ہوتی؟ اور مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا پورا نہ ہونا، ان کی ذلت کا نشان نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے الہامی پیش گوئیاں سنائی تھیں۔ اور ان کا چیلنج تھا کہ وہ پیش گوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور اگر وہ پوری نہ ہوں تو انہیں بد سے بدتر کہا جائے۔ مرزا صاحب چلے گئے، پیش گوئیاں بھی ان کے ساتھ ہی چلی گئیں۔ بد سے بدتر بلکہ بدترین کون ہوا؟

۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان ہے: شیخ محمد حسین بٹالوی۔

اس اشتہار میں ان اعتراضات کا ذکر ہے جو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے محمدی بیگم والی پیش گوئی کے غلط ہونے پر لکھے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی انہیں اس انداز میں خطاب کرتے ہیں:

اب اگر بے چارہ شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے اب فرمایئے شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے... اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو قابو میں آ گئے

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج۲ ص ۱۰۶۔۱۱۶)۔

یہی وہ اشتہار ہے جس کے آخر میں مرزا قادیانی نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنے کی پیش گوئی تیری طرف سے ہے تو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور اگر یہ تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔

اور پھر مرزا صاحب کو ان کی مراد (محمدی بیگم) نہیں ملی اور ۱۹۰۸ء میں وہ نامرادی اور ذلت کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک اور ذلت ان کے درج ذیل دعویٰ کے پورا نہ ہونے کے باعث ہوئی۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

’طالب حق کے لیے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لیے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے؟ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی؟ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں‘ (اخبار بدر قادیان۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء)

(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ پوچھتے ہیں) کیا مرزا صاحب کا یہ مقصد پورا ہو گیا؟ یعنی تثلیث اور عیسیٰ پرستی دنیا سے معدوم ہو کر توحید پھیل گئی؟ مرزا قادیانی کے صاحبزادے مرزا محمود احمد نے بھی تسلیم کیا کہ ’مسیح موعود (مرزا) کے وعدوں میں سے ابھی اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔ (الفضل قادیان ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۴۲ء ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی کا اپنے مشن کو مکمل کیے بغیر شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی زندگی میں مر جانا، شیخ الاسلامؒ کی صداقت اور مرزا قادیانی کی ذلت کا نشان ہے کہ نہیں؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مرتبہ اپنے حلقہ مریدین میں فرمایا کہ انہیں الہام ہوا: دولت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ضعف و اختلال۔ کہ سلطنت برطانیہ بس آٹھ سال تک ہے، پھر اس میں ضعف و اختلال رونما ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کی یہ الہامی پیشگوئی کسی طرح حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے علم میں بھی آ گئی، ستم بالائے ستم یہ کہ مرزا قادیانی کو بھی معلوم ہو گیا کہ پیش گوئی ان کے حلقہ مریدین سے نکل کر مولانا بٹالویؒ تک پہنچ گئی ہے۔ مرزا قادیانی نے پریشان ہو کر پیش گوئی کے وجود سے انکار کر دیا، اور انگریز حکام

کو بتایا کہ انہوں نے ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی بلکہ محمد حسین اسے حکام کی نظروں میں ذلیل وخوار کرنے کے لئے ایسی باتیں گھڑ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے کشف الغطا میں لکھا:

مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے بعد محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ کا انگریزی میں ایک رسالہ ملا جس کو اس نے مطبع وکٹوریہ پریس لاہور میں چھاپ کر بماہ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے' (اور پھر مرزا صاحب نے حکومت سے اپنی وفاداری کی قسمیں کھانے کے بعد لکھا ہے کہ) دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے۔ میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا۔ میری تمام کتابیں گورنمنٹ کے سامنے موجود ہیں۔ میں باادب گذارش کرتا ہوں کہ گورنمنٹ اس شخص سے مطالبہ کرے کہ کس کتاب یا خط یا اشتہار میں میں نے ایسا الہام شائع کیا ہے؟ اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ اس کے اس فریب سے خبردار رہے گی کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لیے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان بطور شہادت گورنمنٹ تک پہنچا دے۔ اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمد ورفت اور ملاقات نہیں کہ میں نے ان کو کچھ زبانی کہا ہو۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں شائع کرتا ہوں اور میرے خیالات اور میرے الہامات معلوم کرنے کے لیے میری کتابیں اور اشتہارات متکفل ہیں اور میری جماعت کے معززین گواہ ہیں۔'

(روحانی خزائن جلد ۱۴۔ ضمیمہ کشف الغطا۔ ص ۲۱۶)

نیز مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

ہر ایک باحیا شخص اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو، مگر افسوس کہ شیخ (محمد حسین) صاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا، جہاں تک ضرر رسانی کے وسائل ان کے ذہن میں آئے، انہوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اول تو لوگوں کو اٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے دجال ہے، اس کی ملاقات سے پرہیز کرو، اور جہاں

تک ہو سکے اس کو ایذا دو، اور ہر ایک ظلم سے اس کو دکھ دو، سب ثواب کی بات ہے۔ اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لئے کیسے کیسے جھوٹ بنائے۔ کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی۔ لیکن یہ گورنمنٹ دراصل دوراندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے، سکھوں کے نقش قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خودغرض کے منہ سے ایک بات سن کر برافروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے، سو گورنمنٹ دانش مند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی اور کیونکر کرتی، اس کو معلوم تھا کہ ایک خودغرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے، گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی۔

(سرالخلافۃ، روحانی خزائن ج۸ص۴۰۲)

پھر یوں ہوا کہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں خود مرزا غلام احمد کے بیٹوں نے اپنے باپ کے جھوٹ کا پول کھولا۔ مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المہدی (حصہ اول۔ص۷۵) میں لکھا ہے:

بیان کیا ہم سے حاجی عبدالمجید صاحب نے کہ ایک دفعہ جب ازالہ اوہام شائع ہوئی، حضرت (مرزا) صاحب لدھیانہ میں باہر چہل قدمی کے لئے تشریف لے گئے، میں اور حافظ حامد علی ساتھ تھے، راستہ میں حافظ حامد علی نے مجھ سے کہا کہ آج رات یا کہا ان دنوں میں حضرت (مرزا) صاحب کو الہام ہوا ہے کہ سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ضعف واختلال۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں جس میں حاجی عبدالمجید صاحب نے یہ روایت بیان کی، میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پرانا ہے، حضرت (مرزا) صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی کو یہ الہام سنایا تھا اور مجھے الہام اس طرح یاد ہے: سلطنت برطانیہ تاہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسرا مصرعہ تو مجھے پتھر کی لکیر کی طرح یاد ہے کہ یہی تھا اور ہفت کا لفظ بھی یاد ہے۔ جب الہام ہمیں حضرت صاحب نے سنایا تو اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا، شیخ حامد علی نے اسے بھی جا سنایا۔ پھر جب وہ (محمد حسین) مخالف ہوا تو اس نے حضرت (مرزا) صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لئے اپنے رسالے میں شائع کیا کہ مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا ہے۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ اور حاجی عبدالمجید صاحب کی روایت میں جو اختلاف ہے، وہ اگر کسی صاحب کے ضعف حافظہ

پر مبنی نہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الہام حضور (مرزا) کو دو وقتوں میں دو مختلف قرائتوں پر ہوا ہو۔

مرزا بشیر احمد قادیانی کے علاوہ اس کے بڑے بھائی اور قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد قادیانی نے بھی شہادت دی ہے کہ ان کے باپ مرزا غلام احمد کو سلطنت برطانیہ... والا الہام ہوا تھا جیسا کہ تذکرہ میں بحوالہ الفضل جلد ۱۶ نمبر ۷۸ مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء لکھا ہے کہ مرزا محمود احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا:

ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خبر دے دی سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ضعف وفساد و اختلال اور آٹھ سال جا کر ملکہ وکٹوریہ کی وفات (جو ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوئی) پر پورے ہو گئے۔ تذکرہ کے مطابق یہ الہام ۱۸۹۲ء میں ہوا تھا۔ (قادیانی تذکرہ چوتھا اڈیشن ص ۷۶۶)

قادیانیوں کے، تذکرہ، ہی کے مطابق حافظ حامد علی قادیانی نے کہا کہ حضرت (مرزا) کو الہام ہوا:

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ایام ضعف و اختلال (قادیانی تذکرہ، ص ۷۶۶)

اور میاں عبداللہ سنوری قادیانی کی روایت کے مطابق الہام یوں تھا:

سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف و اختلال (قادیانی تذکرہ۔ ص ۷۶۶)

اور بقول پیر سراج الحق نعمانی قادیانی الہام کے الفاظ یہ تھے:

قوت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال (قادیانی تذکرہ۔ ص ۷۶۷)

ہمیں اس وقت نہ تو اس بات سے غرض ہے کہ پیش گوئی ہشت سالہ تھی یا ہفت سالہ، نہ ہی اس بحث کی ہمیں ضرورت ہے کہ یہ الہام ازالہ اوہام کی تصنیف و اشاعت کے زمانہ (۱۸۹۱ء) کا ہے یا پہلے کا، ہم صرف اتنی سی بات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے خلاف جھوٹ بولنے کی گواہی دے کر، اور دو برے مریدوں نے اپنے پیر اور گورومہاراج کے خلاف شہادت دے کر اس کی قبر پر ذلت و رسوائی کا سپرے (spray) کر دیا ہے جو شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے بالمقابل زندگی بھر اپنی اس پیش گوئی سے انکار کرتا رہا۔

قصہ مختصر: برطانیہ کی سلطنت کے بارے میں کی جانے والی الہامی پیشگوئی سے انکار کر کے مرزا صاحب جھوٹ بول رہے تھے۔ انہوں نے: سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، والی پیش گوئی فرمائی ہوئی تھی۔

مرزا صاحب کا یہ جھوٹ، عالم اسلام کے سامنے ان کی ذلت کا ایسا عبرت ناک نشان ہے جوان کی موت کے بعد انہی کے صاحبزادوں اور چہیتے مریدوں نے ان کے خلاف گواہی دے کر فراہم کیا ہے۔

مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی بھی کر رکھی تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ ان کی مخالفت ترک کر کے قادیانیت اختیار کرلیں گے اور اس موضوع پر بہت سی قادیانی تحریریں موجود ہیں ہم ان سب کا ذکر کرنے کے بجائے صرف ان تحریروں کا ذکر کرتے ہیں جو تیرہ ماہ والی اس پیش گوئی کے بعد کی ہیں۔

مرزا قادیانی کے ملفوظات میں ۱۲اگست ۱۹۰۲ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ لکھا ہے:

اس کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ مولوی محمد حسین صاحب کا ایک رسالہ آیا ہے جس میں چینیا نوالی مسجد میں قیامت کے عنوان سے آپ نے ایک مضمون لکھا ہے جو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے خلاف ہے۔ لکھتے لکھتے ایک مقام پر (مولانا بٹالوی) لکھتا ہے کہ ہم اس (چکڑالوی) کو پرافٹ آف قادیان سے ملاتے ہیں۔ یعنی کفر کا فتوی دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے نیچے پھر کفر کا فتویٰ مرتب کیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ (چکڑالوی کی) وجوہ کفر کیا ہیں؟ (انہیں بتایا گیا کہ بقول مولانا بٹالوی) مولوی چکڑالوی کہتا ہے کہ حدیث کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ حدیث کا پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کتے کو ہڈی کا چسکا ہوسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا درجہ قرآن لانے میں اس سے بڑھ کر نہیں جیسا کہ ایک (نعوذ باللہ) چپراسی یا مذکوری کا درجہ پروانہ سرکاری لانے میں ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا ایسا کہنا کفر ہے (چکڑالوی) رسول اللہ ﷺ کی بڑی بے ادبی کرتا ہے۔ احادیث کو ایسی حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے...... اس کے بعد حضرت اقدس (مرزا) نے اپنا پرانا خواب مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق بیان فرمایا جو کہ کتاب سراج منیر کے آخر میں درج ہے اس کے بعد فرمایا...... کسی وقت کا اخلاص اور خدمت انسان کے کام آجاتا ہے۔ شاید ان وقتوں کا اخلاص ہی ہو جو بالآخر مولوی محمد حسین صاحب کو اس سلسلہ (قادیانیت) کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ وہ بہت ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ اور دیکھ چکے ہیں کہ خدا کے کاموں میں کوئی حارج نہیں ہوسکتا'۔ (قادیانی ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۲۵۔۳۲۸)

اور مرزا قادیانی اپنی کتاب اعجاز احمدی میں یوں شاعری فرماتے ہیں:

اغلط اعجازی حسین یعلمه و ھیئات ماحول الجھول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔ اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے ، کیا ہنسی کر رہا ہے

و ان کا ن فی شیء بعلم حسینکم فما لك لا تدعوہ و الخصم یحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه کا لحو ت فات بنظمه متی حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان یا تنی اصبحه کا ساً من الھدی فا حضرہ للا ملاء ان کان یقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کے لیے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لیے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاہ اللہ بالا رض سخطة بلا ئل قالوا مکر م و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن بارز نا فاین حسینکم و ان کنت تحمدہ فا علن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حیاً و تا اللہ اننی اراہ کمن ید فی و یفنی و یقبر

کیا تو اسکو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اس و مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہوگیا

و ما ان قنطنا و الر جاء معظم کذالك وحی اللہ یدری و یخبر

اور ہم اس (محمد حسین) کے ایمان سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کریگا

و یحی بایدی اللہ و اللہ قادر و یاتی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونہ ماء الطھارۃ و التقی نسیم الصباتاتی بریا یعطر

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کردے گی

و ان کلا می صادق قول خالقی و من عاش منکم برھۃ فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من ھذا فلا تعجبن لہ کلام من المولی و وحی مطھر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلتہ من عند نفسی کراجم اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یھتدی من یظنہ عجیب و عند اللہ ھین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائیگا یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلثہ اشخاص بہ قد رئیتھم و منھم الٰھی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنادے

لعمرک ذقنا دون ذنب رماحھم فما سرنا الا دعاء یکرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے انکے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ انکے حق میں دعا کرتے ہیں

متی ذکروا یغتم قلبی بذکرھم بما کان وقت بالملاقات نبشر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غم ناک ہوجاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

(خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح (اعجاز احمدی ص ۱۵۰۔۱۶۳)

مرزا صاحب کے بقول یہ اعجازی قصیدہ ہے جو انھوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ہے۔ اس قصیدے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وحی آئی ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور منشی الٰہی بخش مرزائی ہوجائیں گے۔

قدرت نے مرزا صاحب کے اس اعجازی قصیدے سے ان کے کذاب ہونے کا اعجازی نشان ظاہر کر دیا کہ نہ محمد حسین کبھی مرزائی ہوا اور نہ منشی الٰہی بخش واپس مرزائیت میں داخل ہوا۔

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

'مصنف عصائے موسیٰ (مولوی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کر لیں گے۔ اس پر آپ (مرزا) نے فرمایا ان کو مرنے دو۔ خدائی کلام کی تاویل ہو سکتی ہے آخر وہ (الٰہی بخش) طاعون ہی سے مر گیا' (سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۲۹۱)

مصنف عصائے موسی، جن کا ذکر اس اقتباس میں ہوا ہے، مرزا قادیانی کے قدردانوں میں سے تھے، ان کے معاون رہے، ان کا دفاع کرتے رہے، پھر مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تھے، تاہم مرزا صاحب کی پیش گوئی تھی کہ وہ دوبارہ ان کے حلقہ میں آ جائیں گے۔ لیکن اس بزرگ کو اللہ نے راہ راست پر ثابت قدم رکھا، مرزا کے خلاف عصائے موسی نامی کتاب لکھی، حالت اسلام میں فوت ہوئے اور مرزا صاحب کی اعجاز احمدی والی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کر گئے۔ آپ نے اپنی کتاب عصائے موسی میں مرزا صاحب کی اشتہاری پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء، اور قادیانی اشتہار دسمبر ۱۸۹۹ء بابت مولانا بٹالوی، ملا محمد بخش اور سید ابو الحسن تبتی پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم والی میعاد گذر جانے پر جب لوگوں نے حتی کہ مولوی نورالدین نے بھی ایک شخص کے استفسار کے جواب میں لکھا کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور صحیح نہیں نکلی تو مرزا قادیانی نے ناراض ہو کر علاوہ بے ایمان، بداعتقاد بنانے کے، طرح طرح کی گالیاں دیں لیکن خلاف مشاہدہ کوئی شخص کیونکر صمّ بکم ہو کر جبراً قبول کر سکتا تھا کہ یہ بلاکم وکاست پوری ہو گئی۔ لہذا مرزا نے اپنی صداقت منوانے کے لئے پہلے پیرایہ کو بدل کر دوسرا پیرایہ اختیار کیا، اور عجیب نرالی نئی منطق سے اپنی پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو مکرر ثابت کیا ہے یعنی ایک ہی امر و شئے کو خود بدولت کے لئے باعث عزت ومقبولیت اور اسی کو دوسرے غریبوں کے لئے موجب ذلت وخواری قرار دیا ہے اور ارشاد قرآن مجید: ویل للمطففین الّذ ین اذا اکتالوا

علی النّاس یستو فون و اذا کالوھم او وزنو ھم یخسرون ،کا کچھ لحاظ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ایک طویل اشتہار ۱۷۔دسمبر۱۸۹۹ءاس بارہ میں شائع فرمایا ہے جس کی پیشانی ہے: ایک عظیم الشان پیش گوئی کا پورا ہونا،۔ اگر چہ ان مضامین سے عاجز (الٰہی بخش) کو کچھ تعلق نہیں لیکن چونکہ یہ بذیل کاروائی ودعاوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خواہ مخواہ آ گئے ہیں لہذا جو کچھ ظاہر معلوم ہوا ،عرض ہے باقی متعلق اشخاص خود جواب دیں تو دیں۔

اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: اب تک بعض کوتاہ اندیش نادان دوست محمد حسین (بٹالوی) کے خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیش گوئی میں ذلت کا وعدہ تھا وہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔

پھر صفحہ۲ میں لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی: ا۔محمد حسین کی تحریر، جس میں یہ تھا کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں،ظاہر ہو کر اس پر فتوی ہو گیا، ذلت ہوئی۔

جواب ۔عجیب معاملہ ہے مرزا صاحب احادیث مہدی کی اپنے دل پسند خلاف سلف وخلف تاویل کریں۔ مہدی کو خونی لکھ کر اس کے آنے سے انکار اور تمام امت اہل سنت سے مخالفت کریں ،تو ان کی عزت، اور دوسرے کسی کا ان کو صحیح نہ کہنا ہی ظاہر ہو تو اس کی ذلت۔

۲۔صفحہ۳ میں لکھا کہ الہامی عبارت اتعجب لا مری میں لام کے صلہ کو غلط لکھا، ذلت ہوئی، کیونکہ یہ اہل ادب واہل بلاغت کے کلام دیوان حماسہ وغیرہ میں نہیں پایا جاتا۔

جواب ۔مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات، احادیث وراویوں کے ناموں میں غلطیاں کریں اور ان غلطیوں کی فہرستیں چھپیں،تو مرزا صاحب کی عزت اور دوسرا کوئی کہے کہ قرآن مجید میں تعجب کا صلہ تو من آیا ہے جیسا کہ اتعجبین من امر اللّٰہ رحمة اللّٰہ و برکا تہ علیکم اھل البیت انّہ حمید مجید (کیا تعجب کرتی ہے تو اللہ تعالی کے امر سے، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں اے گھر والو ۔تحقیق اللہ تعالی تعریف کیا گیا اور نہایت بزرگ ہے)(جیسا مولوی محمد حسین فرماتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اسی قدر کہا ہے، زیادہ کچھ نہیں کہا) تو وہ اس حق و درست کہنے پر ذلیل۔ اور عجب تر یہ کہ مرزا بدعوی حمایت فوقیت قرآن کلام خالق کی فصاحت وصلہ کے مقابلہ پر دوسری مخلوق کی کلام

سے عجب کا صلہ لا م پیش کرتے ہیں۔ پھر زیادہ تعجب یہ کہ متفق علیہ حدیث کے الفاظ عجبنا یسئله و یصدقه (ہم نے اس کے سوال کرنے اور اس کی تصدیق کرنے پر تعجب کیا)، تو ثبوت صلہ لا م کی خاطر تحریر فرمادیئے لیکن اس حدیث میں جو مضمون نزول ملائکہ ہے کہ حضرت جبریل زانو بزانو رسول اللہ ﷺ کے بیٹھ کر سوال کرتے اور پھر تصدیق کرتے، اسکے مرزا صاحب قائل نہیں، اور آپ حضرت جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب مقرر فرماتے ہیں۔

۳۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عدالت میں محمد حسین بٹالوی سے اس قرارداد پر دستخط کرائے گئے کہ وہ آئندہ مجھے دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا۔

جواب۔ مرزا سے بھی سب سے اول اسی اقرارنامہ پر دستخط کرائے گئے کہ الہی الہامات کسی کی ذلت وغیرہ کے شائع نہ کرینگے۔ خدا تعالی کے پاس اپیل نہ کریں گے۔ بٹالہ ط سے نہ لکھیں گے، تو مرزا کی اس میں عزت، دوسرا جس کو الہام کا دعوی بھی نہ ہو، وہ اگر اس اقرار پر دستخط کرے تو ذلت۔

۴۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ملا محمد بخش جعفرزٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اگر ذلت وغیرہ کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ ابوالحسن تبتّی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔

جواب۔ ملا محمد بخش جعفرزٹلی کی قلم کہاں اور کیونکر ٹوٹی جب کہ اس کے مضامین برابر چھپتے ہیں بلکہ مرزا کی طرف سے اخبار الحکم ۲۲ ستمبر ۱۸۹۹ء میں ان کی زبان درازی کی مکرر شکایت کی گئی اور گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی کہ ان کا خیال رکھے، اور یہاں ثبوت مدعا کیلئے تجاہل عارفانہ کر کے فرمایا کہ قلمیں ٹوٹ گئیں اور منہ بند ہوگئے۔

۵۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خلاف تہذیب کاغذات عدالت میں پیش ہونا اور پبلک پر ظاہر ہونا عزت ہے یا بے عزتی۔ اور عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا موجب سرفرازی ہے یا شان مولویت کو اس سے ذلت کا دھبہ لگتا ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کی خود ایجاد لعنتیں، مسلمانوں کو گالیاں، اپنی زبان سے ان کو سرکار کا باغی بتانا وغیرہ مضامین بقول مرزا صاحب تمام بلاد میں شائع ہوں تو ان کی عزت، لیکن دوسرے کسی کیخلاف تہذیب تحریر ظاہر ہو تو اس کی ذلت۔ مولوی محمد حسین صاحب زور سے انکاری ہیں کہ ہماری اپنی کوئی تحریر عدالت میں ہرگز پیش

نہیں ہوئی۔

۶۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی عالمانہ عزت میں فرق آیا اس لئے کہ انہوں نے اخبار میں شائع کر دیا کہ مقدمہ میں عاجز بری نہیں بلکہ ڈسچارج ہوا، جو غلط ہے۔

جواب۔مرزا قادیانی اقرار نامہ کو نوٹس کہیں تو عزت، دوسرا بری کو ڈسچارج کہے تو ذلت۔مرزا صاحب نے بلا ضرورت عربی الفاظ سے مقابلہ کر کے طول بحث کی ہے، اس جگہ ان الفاظ سے غرض ہے جو عدالت نے لکھے ہیں اور موجود ہیں۔

۷۔مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اسی میعاد میں بموجب ایک پیشگوئی کے عبدالحق غزنوی کی زندگی میں چوتھا لڑکا مبارک پیدا ہو گیا جو میری عزت کا موجب اور محمد حسین بٹالوی اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہوا ہوگا۔

جواب۔مرزا قادیانی کے گھر فرزند قادیان میں ہوا، اور امرتسر میں تب تک ایک شخص زندہ رہے تو اس سبب ذلت لاہور اور بٹالہ اور تبت کے خاص خاص اشخاص اور ان کے گروہ پر۔مرزا صاحب اپنے اس قاعدہ کی رو سے تو جس قدر فرزندان ان کے مخالفین کے گھروں میں پیدا ہوں ان کو اپنے مخالفین کے لئے عزت اور خود بدولت وگروہ کے لئے باعث ذلت قبول فرمالیا کریں تو عین انصاف ہے۔

۸۔مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ مقدمہ کے بعد خدا کے فضل وکرم نے میری طرف دنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے۔یہ بھی اس شخص کی صریح ذلت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔

جواب۔مرزا صاحب بایں دعوی انس ومحبت شوق وذوق الٰہی اقبال علی اللہ ودعوی نیابت نبوت، ارشاد قرآن مجید انّما اموالکم و اولادکم فتنۃ (تمہارے مال واولاد فتنہ ہے) واحادیث مذمت دنیا کو نظر انداز فرما کر رجوع دنیا کو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کہہ کر عزت والے بنیں، لیکن دوسرا کوئی قرآن مجید حفظ کرنے اور درود وظائف کے سبب لوگوں سے کم مخالطت کرے تو وہ ذلیل۔پھر عبداللہ آتھم کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر جو لوگ قادیان میں جمع تھے ان کے چلے جانے پر اور جو مرید کہتے تھے کہ ہم کس ریش سے واپس اپنے شہر کو جاویں ان کے جواب میں تو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ عام اناپ شناپ لوگوں کا رجوع نہ

ہونے دیا۔غرض اس وقت رجوع نہ ہونے میں کامیابی اوراب رجوع ہونے میں ۔

۴۔مرزا کا کہنا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو کچھ زمین مل گئی۔سو رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آلہ زراعت میں سے کچھ دیکھا تو فرمایا کہ یہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کردیتا ہے۔

جواب ۔اول مولوی محمد حسین صاحب کو زمین کا نہ ملنا ذلت کہا جاتا تھا،اب جب مل گئی تب بھی حدیث شریف ذلت والی موجود۔لطف یہ کہ مرزا صاحب پشتوں یا اجداد سے حارث،زمین دار،اس پر معاش وگذران کرنے پر بھی عزت والے بلکہ مسیح مہدی،مجدد،امام الزمان اور مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی سکونت سے مسافت بعیدہ سینکڑوں میلوں پر زمین ملنے اور دوسرے مزارعان سے کاشت وآباد کرانے پر ذلت والوں میں ۔شائد مرزا صاحب فرماویں کہ ہم نے اسی وجہ سے زمین وباغ بذریعہ رجسٹری رہن انتقال کردیا ہے تو جواب ظاہر ہے کہ اس رہن انتقال پر بھی وہ زمین کہیں دوسری جگہ نہیں گئی۔گھر کی گھر ہی میں رہی اور کل زمین رہن بھی نہیں ہوئی

۱۰۔کسی ریاست میں محمد حسین کا وظیفہ مقرر ہوگیا اس کو کوئی دانش مند عزت قرار نہیں دیگا بلکہ اس سے تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر (براہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو)

جواب ۔مرزا صاحب ہر ضرورت وامر میں اشتہارات شائع کر کے اقرار ومدار وعدہ کر کے کبھی بنام قیمت کتاب،کبھی درستی وفراخی مکان،کبھی بنام مدرسہ ومہمان خانہ ومسجد باوجود دعوی صاحب وسعت وجائیداد ہونے کے آئے دن غربا ومتوسط الحال اشخاص سے چندہ وروپئہ بطور خیرات وصدقات وصول کرتے رہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ:عن عبد اللّٰہ ابن عمر قال انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال و ھو علی المنبر و ھو یذکر الصّدقة والتعفف عن المسألة الید العلیا خیر مّن الیدالسّفلی و الید العلیا المنفقة و السفلی ھی المسألة ۔ (رسول اللہ ﷺ نے جب آپ منبر پر صدقہ اورسوال سے پرہیز کرنے کا ذکر فرمارہے تھے،فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کا ہاتھ خرچ کرنیوالا ہے نیچے والا سائل ہے)(مسلم :۱۰۳۳) وغیرہ جو اس بارہ میں ہیں ان سب کو پس پشت ڈالنے پر بھی معزز وعزت والے اور دوسرے کسی کا اگر کسی ایسی ریاست و سرکار سے وظیفہ مقرر ہو جس کی آمدنی لاکھ ہا،کروڑھا روپئہ ہو اور اس قدر فراوانی مال بظاہر ہوتی بھی اسی لئے

ہے کہ دوسری مستحق مخلوق کا اس میں حصہ ہو اور ان کو اس خزانہ میں سے کسی کو کچھ دینے سے کوئی تکلیف بھی ہرگز نہیں ہوتی، گویا ایسا ہے جیسا کہ دریا میں سے قطرہ، سوایسی ریاست سے بھی اگر کسی کو کچھ ملے تو اس کی ذلت۔ سبحان اللہ

غرض مرزا صاحب کی بزبان خود ہر طرح سے ہر امر میں عزت اور دوسری غریب مخلوق کی ہر طرح سے ہر امر میں بزبان مرزا صاحب ذلت وخواری، اور پھر مرزا صاحب خیر خواہ مخلوق رحمۃً للّعالمین ۔ انّك لعلی خلقٍ عظیم ۔وغیرہ سب کچھ۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بعد مباہلہ مولوی عبدالحق غزنوی کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ اور اس کا گروہ ذلیل ہوا، اور ہماری ہر طرح سے عزت اور قبولیت ہوئی۔ یہ مرزا صاحب کے دلائل وکمالات ہیں جن پر ان کے مرید مفتون اور قربان ہیں۔

یہ امر باعث حمد وشکر وقابل تسکین ہے کہ پیش گوئیوں کی تاثیر وتکلیف وصداقت خود بذات خاص مرزا کو ہی محسوس ومعلوم ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ دوسری مخلوق الٰہی جن کے ڈرانے اور دھمکانے کیلئے ان کی اشاعت وغیرہ کی تکلیف اٹھائی جاتی ہے ان کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ گویا اول پیش گوئی کرنے کی، پھر اس کی اشاعت کی انتظار کی، بالآخر اس کی صداقت وتاثیر معلوم ومحسوس ہونے کی، غرض یہ سب تکالیف مرزا صاحب نے وفور شفقت علی خلق اللہ کے باعث نہایت مہربانی وہمدردی سے اپنی ہی ذات پر گوارا کر رکھی ہیں، دیگر عاجز بندگان اس محنت، دردسری سے بری وآزاد ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب مزید برآں اپنی زبان وقلم کو یہ تکلیف بھی ساتھ ہی دیتے رہتے ہیں کہ جنکے حق میں پیش گوئیاں تھیں وہ تباہ وبرباد اور ذلیل ہو گئے انکا کچھ باقی نہیں رہا۔

اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۸ء کے اور بھی عجائب ہیں، مثلاً مرزا ہر پیشگوئی کو عظیم الشان ہی لکھتے ہیں۔ کبھی کسی کو ادنیٰ معمولی یا اوسط شان والی نہیں فرماتے تاکہ لوگوں کو کچھ فرق وامتیاز تو معلوم ہو۔ یہ شائد اسلئے کہ خود بدولت جو عظیم الشان ہوئے لہذا ان کا ہر امر عظیم الشان ہوا۔

مرزا صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی پر اعتراض کرتے ہیں کہ: انہوں نے اقرار کیا کہ آئندہ دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ اب دیکھو وہ استفتاء ان کا کہاں گیا۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اب

تک اور اخیر زندگی تک انہیں عقاید پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔

جواب۔ جب آپ انہیں عقاید پر قائم ہیں تو پھر مرزا صاحب یہ کیوں کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر افتراء ہیں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کا، جیسا کہ کتب وغیرہ میں لکھا ہے اور لا الہ الا اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ بھی مسلمانوں کی تسکین کی خاطر پڑھ دیا کرتے ہیں!!! مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین کا استفتاء کہاں گیا؟ بجواب مولوی صاحب استفسار پر کہتے ہیں کہ فتوی اسی طرح قائم ہے، ہم سے کوئی پوچھے تو وہ ہی کہیں گے۔ ہاں بحث مباحثہ میں ایسے الفاظ حسب اقرار جانبین استعمال نہیں کرینگے اور ظاہر بھی ہے کہ اگر مرزا صاحب اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے اپنے کتب واشتہارات ومضامین وعقاید مندرجہ کو کالعدم خیال کریں تو فتوی بھی نہیں رہیگا ورنہ جب تک وہ عقاید موجود ہیں تب تک وہ فتوی بھی موجود وقائم رہیگا۔

اشتہار کے صفحہ ۵ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر دجال نہیں ہوسکتا میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اسکے ملہم اور محدث کیسا ہی اعلی شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر۔

جواب۔ جب یہ امر صحیح ہے تو پھر آپ نے خط مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۹ء اسی خاکسار میں خود بدولت کے حق میں یہ الہام کیسے لکھ دیا ہے: جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا تعالی اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

اشتہار کے صفحہ ۶ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: اولیاء اللہ کی مخالفت میں اللہ اس کا دشمن ہو کر دولت ایمان اس سے چھین لیتا ہے تب بلعم کی طرح صرف لفاظی اور زبانی قیل وقال اس کے پاس رہ جاتی ہے، نسبت، انس، شوق، ذوق، محبت تبتل، تقوی، اس سے کھوئی جاتی ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب براہ مہربانی خود بدولت کی لفاظی اور حیل کی طرف بھی خیال فرمائیں اور پھر انس، شوق و ذوق، محبت وتبتل، تقوی کو جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا ہے دیکھیں۔ نیز جیسا کہ مرزا کو بحث مباحثہ، سبّ و

شتم، لعن طعن مخلوق و دیگر تر ددات سے ایسی فرصت اور وقت ہی کب ملتا ہے کہ آپ ان امور کی طرف متوجہ ہوں ۔ ہاں خالی الفاظ بے شک آپ کے پاس بہت ہیں ۔ صرف مرزا ہی پر کیا منحصر ہے اگر کوئی واقعی صادق الحال، عالی شان، عارف باللہ بھی خدانخواستہ خود بینی و خود فروشی کی فضولیات میں پڑ کر ان پر قساوت و نامبارک الفاظ کا شغل و مشق کرے تو ممکن نہیں کہ ان منحوس الفاظ کی شامت و تاثیر سے اس میں ان اخلاق فاضلہ و اعمال حسنہ کی توفیق باقی رہ جائے۔

صفحہ ۱۲ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم بدل بیزار و متنفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں، چہ جائیکہ ان کے حق میں پیش گوئی کر کے ایسے خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔

جواب۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر! مرسلوں اور مجددوں اور رحمۃ للعالمین، و انّك لعلی خلقٍ عظیم کے خطاب والوں کی یہی شان ہے کہ دعوی تو فنا نیستی و خاکساری و خیر خواہی اور اس پر غصہ و غضب تکبر و علو کا یہ حال و خیال ۔ اسی واسطے تو مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی و حالات کے اضداد و اختلافات کو دیکھ کر مخلوق کو حیرانی ہوتی ہے کہ یا الٰہی! کیا قیل وقال و چال ہے۔

غور فرمائیں کہ مرزا نے جو اس اشتہار کے اخیر میں الفاظ سراسر ترک حیا و نا منصف دوسرے غریبوں کے حق میں تحریر فرمائے ہیں کیا یہ انصاف ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: الحیاء من الایمان والایمان فی الجنّۃ (حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے) و ان لکلّ دین خلقاً و خلق الاسلا م الحیا (ہر ایک دین کا ایک خلق، خصلت، ہوتا ہے، اسلام کا خلق حیا ہے) کے موافق تو کسی کو تارک حیا، یا حیا سے خالی کہنا گو یا اس کو اسلام سے جواب دینا ہے حالانکہ مرزا صاحب بھی فرما چکے ہیں کہ میں کسی کا نام بے ایمان نہیں رکھتا کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا............(عصائے موسی مصنفہ منشی الٰہی بخش لاہور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور ملا محمد بخش رحمہ اللہ مالک اخبار جعفر زٹلی لاہوری رحمہ اللہ اور مولوی ابو الحسن تبّتی رحمہ اللہ کے متعلق پیشگوئی، ڈپٹی عبد اللہ آتھم عیسائی وغیرہ کی پیش گوئیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ اس پیشگوئی سے مرزا جی اور ان کے مخالفوں کا انقطاعی فیصلہ ہے۔.... یہ عبارت (اشتہار مذکور) جس زور شور سے لکھی گئی ہے

اس کا اندازہ کرانے کے لئے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں۔عبارت مذکورہ اپنا مطلب صاف اظہار کر رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں پر خدا جانے کس قسم کا خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔کیا ان کی گت ہوگی جو خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔کوئی بڑی ہی سخت آفت آنے والی تھی جس کی بابت مرزا جی نے رسالہ راز حقیقت میں تیرہ مہینوں تک بڑے صبر سے اپنے مریدوں کو آخری فیصلہ کے انتظار کرنے کا حکم دیا تھا اور سخت تاکید کی تھی کہ اس فیصلہ کے منتظر رہیں۔...

اس سے صاف سمجھ میں آتا تھا کہ ان تیرہ مہینوں کے بعد مرزا جی سے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ایسا کہ کسی دوست دشمن کو چوں و چرا کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔وہ فیصلہ کیا ہوگا مثل فتح مکہ کے آخری فیصلہ ہوگا۔مگر افسوس کہ یہ پیش گوئی بھی کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مصداق ہوئی۔چنانچہ آج جنوری ۱۹۰۰ء(بوقت طبع اول الہامات مرزا) کو گذرے ہوئے پانچ سال ہونے کو ہیں مگر مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہر دو رفیق پیش گوئی زدہ برابر زندہ سلامت بلا کلفت مرزا جی کے سامنے موجود ہیں (بعد میں مولوی محمد حسین صاحب ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو انتقال کر گئے اور مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ان سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے)۔ اس پیشگوئی کا بھی جو مرزا جی نے حشر کیا وہ بھی ناظرین کو سناتے ہیں۔

یاد رہے کہ ایسا کوئی سوال نہ ہوگا جس کا جواب مرزا جی نے نہ دیا ہو، کیونکہ ممکن نہیں کہ مرزا جی خاموش رہیں۔یہ تاویل تو نہ چلی کہ یہ تینوں صاحب دل میں ڈر گئے ،صوم وصلوۃ کے پابند ہو گئے ، ورنہ قسم کھائیں، کیونکہ مرزا جی کو یقین تھا کہ ان صاحبوں کے سامنے قسم کا نام لیا نہیں کہ یہ اپنی گرہ سے کچھ دے کر بھی سچی قسم اٹھالیں گے، ان کے مذہب میں تو آتھم کی طرح سچی قسم کا کھانا منع نہیں۔اس لئے اس میں ایک اور ہی چال چلے کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے پر کفر کا فتوی لگوایا تھا اس پر بھی لگ گیا یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس (دیکھو اشتہار ے جنوری ۱۸۹۹ء۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۳ ص ۱۰۸۔۱۱۲)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی سن کر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے ہتھیار رکھنے کے متعلق بعض افسروں سے تذکرہ کیا کہ میری بابت مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی ہے، مبادا لیکھ رام کی طرح میں بھی نہ مارا جاؤں، اس لئے بطور حفاظت خود اختیاری مجھے ہتھیار ملنے چاہیں۔اس پر مرزا

صاحب کی طلبی ہوئی کہ آ کر بتلاویں کہ کیوں ان سے حفظ امن کی ضمانت نہ لی جاوے۔ چنانچہ مقدمہ بڑے زورشور سے چلنے لگا۔ اس پر مرزا جی نے یہ تجویز نکالی کہ کسی صورت سے اس مقدمہ کو خفیف کیا جائے اور سرکار کے ذہن نشین کیا جائے کہ یہ پیش گوئی کوئی قتل وقتال کی نہیں جیسی کہ مولوی محمد حسین نے سمجھی ہے، بلکہ زبانی ذلت ورسوائی ہے۔

اس پر بعد مشورہ حاشیہ برداران یہ تجویز ٹھہری کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے یہ فتویٰ حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کی خدمت میں گیا اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ قادیانی کے مرید وہاں بھی ہو گئے ہیں ان کی ہدایت کے لئے علماء کا فتویٰ ضروری ہے۔ اس پر علماء نے جو مناسب تھا، لکھا۔ پس مرزا جی نے اسے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین صاحب پر لگا دیا کہ اس نے بھی ماہنامہ اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں مہدی معہود کا انکار کیا ہے۔ پس جس طرح اس نے مجھ پر فتویٰ لگوایا تھا اسی طرح اس پر لگایا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا۔

یہ ہے مرزا جی کی کوشش اور سعی جس سے اپنی پیش گوئیوں کو سچا کیا کرتے ہیں۔ افسوس کہ دنیا میں ابھی تک سمجھدار لوگ موجود ہیں اور وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ فتویٰ (اگر ہم مان بھی لیں کہ مولوی صاحب پر ہے اور وہ اس کے مصداق ہیں) ہی آپ کی تیرہ ماہہ پیش گوئی کا مطلب تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس طرح آپ سے علمائے اسلام اور اہل اسلام بلکہ جملہ انام متنفر ہیں، اسی طرح مولوی (محمد حسین) صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں (ملا محمد بخش اور سید ابوالحسن تبتی) سے کیوں ان کو نفرت نہیں، بلکہ ان کے ساتھ ان کا خلا ملا ہے کہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو مولوی (محمد حسین) صاحب موصوف ہی کی کوشش اور لحاظ سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی احمد اللہ صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب پنشنر امرتسری کی بقیہ کدورت بھی جو آپ ہی کے طفیل سے بحکم و لتذهبن الشحناء پیدا ہو چکی تھی، بالکل جاتی رہی اور پھر مثل سابق شیر وشکر ہو گئے۔ پس جس طرح ہم آتھم والی پیش گوئی کی بحث میں ثابت کر آئے ہیں اور آپ سے بھی بحوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۸ دستخط کرائے ہیں کہ انتفاء اللازم یستلزم انتفاء الملزوم یعنی لوازم کے عدم سے ملزوم کا عدم ہوتا ہے۔ تو پھر اس پیش گوئی کے

کذب میں کیا شبہ ہے؟ اگر کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب نے منافقانہ اپنا خیال ان سے چھپایا ہے اس لئے علماء اس سے متنفر نہیں ہوئے تو سچ پوچھو تو مولوی محمد حسین صاحب آپ کے الہام کنندہ سے دانائی میں بڑھ گئے کہ یہ تو کامیاب ہو گئے، اور وہ نہ ہوا کہ ذلت کی پیش گوئی کر چکا، جو مولوی صاحب کی (بقول آپ کے) ایک ادنی تدبیر سے ملیامیٹ ہو گئی۔ علاوہ اس کے مرزا جی نے اپنے حاشیہ پر اپنی مراد ہی بتلائی ہوئی ہے جس کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ (اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء حاشیہ۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ ص ۶۱)

مرزا جی کی یہ تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر جب وہ عذاب تیرہ ماہہ نازل ہوگا تو وہ ان تحریروں پر نادم اور شرمندہ ہونگے جو انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف لکھی ہیں اور انہیں پر ہاتھ کاٹیں گے۔ مگر افسوس کہ تیرہ ماہ تک تو کیا، آج تک بھی مولوی صاحب موصوف جیسے کچھ ان تحریروں پر نادم ہیں سب کو معلوم۔ ابھی چند ہی روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بدستور اپنا خیال مرزا صاحب کی نسبت ایسا ہی بتلایا ہے جیسا کہ وہ سابق میں بتلایا کرتے تھے یا جس کا وہ حق دار ہے۔

مرزا جی بھی چونکہ اصل میں دانا ہیں وہ جانتے ہیں کہ میری ایسی ویسی باتوں پر گو احمق تو لٹو ہو رہیں گے اور سبحان اللّٰہ آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین کہیں گے مگر آخر جہان داناؤں سے خالی نہیں اس لئے وہ اس فکر میں سوچتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ فتوی کی بابت جو کاروائی ہم نے بصد کوشش کی ہے اور مولوی محمد حسین کو اس پیش گوئی کا مصداق بنایا یہ تو ایک معمولی سی بات ہے، جو کوئی جاہل سے جاہل بھی نہ کہے گا، خاص کر اس وجہ سے کہ جن علماء نے ہمارے فریب اور دھوکے سے مولوی محمد حسین صاحب پر فتوی لگایا ہے، انہی کے نزدیک مولوی صاحب موصوف کی وہ عزت ہے کہ باوجود یکہ وہ اپنے کاموں میں ہمیشہ مستغنی ہیں اور کبھی کسی کو کسی کام میں جو ان سے متعلق ہو چندہ وغیرہ کی زبانی ترغیب بھی نہیں دیا کرتے، انہوں نے بھی مولوی صاحب کے مقدمے میں از خود محض ہمدردی سے امراء کے مکانوں پر جا جا کر چندہ لیا اور اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس لئے مرزا جی نے سوچ بچار کر چند ایک اور ذلتوں کی فہرست تیار کی:

۱۔ اس (مولوی محمد حسین) نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا۔ یعنی عجبت له کلام صحیح نہیں، حالانکہ فصحاء کے کلام میں آتا ہے۔ اس سے اسکی علمی بے عزتی ہوئی۔

۲۔ یہ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مقدمہ ہمارے حق میں کیا اور اس کو سخت وسست کہا، بلکہ اس سے عہد لیا کہ آئندہ مجھے دجال، کادیانی، کافر وغیرہ نہ کہے گا، جس سے اس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی اور اس نے اپنے فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتوی نہ دے گا۔

۳۔ یہ کہ مولوی محمد حسین نے میرے حق میں انگریزی لفظ ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھا۔ یہ اس کی بے عزتی کا موجب ہے۔

۴۔ یہ کہ اس کو زمین ملی، زمیندار ہو گیا۔ یہ بھی ذلت ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ (دیکھو اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ ص ۱۹۶۔ ۲۱۵)

(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی پیش گوئیاں، اور یہ ہیں ان کے الہام، اور یہ ہیں ان کے دعاوی اور رسالت۔ کیا کہنے ہیں؟ ہمیں تو شرم آتی ہے کہ ہم ان کے متعلق کیا لکھیں کیونکہ ہمارے خیال میں تو ان کے دعوے ہی ان کی تکذیب کو کافی ہیں بشرطیکہ کسی میں عقل سلیم اور فہم مستقیم ہو۔ دیکھئے ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں، جب کہ مقدمہ دائر تھا، تخفیف الزام کے لئے یا سرکار کو دھوکہ دینے اور عام رائے کو اس طرف پھیرنے کے لئے ایک فتوی شائع کرا دیا کہ مولوی محمد حسین صاحب پر میری پیشگوئی پوری ہو گئی، جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ بھلا اگر ۷ جنوری سے پہلے آپ کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی، تو بعد کے واقعات کو اس میں کیوں داخل کرتے ہو؟ ل کے انکار والی بات کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ باقی امور نمبر ا و ۲ تو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کے دن، جس روز فیصلہ ہوا تھا، ظاہر ہوئے تھے جو جنوری سے ڈیڑھ مہینہ بعد کا واقعہ ہے۔ اور عطیہ زمین تو مدت بعد ہوا، پھر ان کو پیش گوئی کا مصداق بنانا، جس کا صدق ان سے پہلے مدتوں ہو چکا ہے، کیا ہماری تصدیق نہیں کہ مرزا جی کو خود اپنی ہی تقریر میں، جو سراسر ملمع سازی سے طیار ہوتی ہے، شبہات رہتے ہیں۔ نہیں بلکہ دل سے اس کو جھوٹ اور قابل ردّ جانتے ہیں۔ آخر وہ دانا صاحب تجربہ ہیں کیوں نہ سمجھیں۔

یہ تو ان نمبروں پر مجملاً گفتگو تھی۔ مفصلاً یہ ہے کہ نمبر اول تو بے ثبوت ہے۔ ہمیں معلوم نہیں مولوی (

محمد حسین) صاحب نے کب اور کس پیرایہ میں اعتراض کیا۔ مرزا جی اور مرزائی پارٹی کے حوالہ جات ہمارے نزدیک بالخصوص اپنی تائید کے متعلق بحکم اصول حدیث معتبر نہیں۔ نہ ہی مرزا جی نے مولوی (محمد حسین) صاحب کی کسی تحریر کا حوالہ دیا ہے۔ (رسالہ الہامات مرزا کی) طبع ثانی کے وقت ہم نے چاہا کہ ابھی تو مولانا ابوسعید محمد حسین زندہ ہیں اگر ان کی زندگی میں فیصلہ نہ ہوا تو کب ہوگا۔ اس خیال سے ایک خط ان کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو چک نمبر ۱۲۳ ضلع جھنگ سے جواب دیا جو درج ذیل ہے:

السلام علیکم: مرزا جھوٹ لکھتا ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عجب کا صلہ کبھی لام نہیں آتا۔ حدیث مشکوۃ عجبنا له یسئله و یصدقه مجھے بھول نہیں گئی۔ میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید میں عجب کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبین من امر الله ۔ (ابوسعید)

مرزا جی کہیے آپ کی اصطلاح میں مجدد اور مسیح کے لئے ایمان داری اور راست بیانی بھی شرط ہے یا نہیں۔ علاوہ اس کے اگر یہ صحیح ہے کہ کسی لفظ کا صلہ سمجھنے میں عالم کی ذلت ہے، ایسی کہ وہ کسی الہام کی زد میں آجاتا ہے تو آپ کی کس قدر ذلت ہوئی ہوگی جب ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں آپ کی عربی کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست چھپی تھی جس کا جواب آج تک آپ سے نہیں ہوسکا۔ اسی رسالہ میں ہم نے آپ کی ایسی الہامی عبارت نقل کی ہے کہ عالم تو عالم، کوئی نحو میر پڑھتا ہوا طالب علم بھی ایسی غلطی نہ کرے گا۔ ستّـہ کی تمیز مفرد لکھ کر ستّہ سنته الہام بتلایا ہے۔ پھر ایک جگہ نہیں بلکہ کئی موقع پر۔ علاوہ اس کے آپ کے اعجازی قصیدہ میں بیسیوں غلطیاں ہونے سے بھی آپ کا معجزہ بدستور اور آپ کے اعجازی دم خم بحال، مگر مولوی محمد حسین صاحب کو عجب کا صلہ معلوم نہ ہونے سے (حالانکہ قصہ بھی غلط ہے) ایسی ذلت پہنچی کہ خدا کی پناہ۔

دوسری بات کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ مقدمہ میں کس کی ذلت ہوئی۔ مطبوعہ فیصلہ ہمارے سامنے ہے اس کی کل دفعات (اوپر نقل ہوچکی ہیں۔ بہاء)....اس بات کا خارجی ثبوت، کہ اس فیصلہ نے مرزا جی کا قافیہ کہاں تک تنگ کیا ہے، لینا ہو تو مرزا جی کی تحریر ہی سے لے لیجئے۔ مرزا جی کا ایک مطبوعہ اشتہار ہمارے پاس ہے جس سے ان کی بے بسی ایسی نمایاں ہے کہ کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کرکے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح

دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں انّی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں (اشتہار قادیانی ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ص ۴۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۱۸۱)

یہ عبارت بآواز بلند اپنا مدعا اور مطلب بتلا رہی ہے اور صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا جی پر اس مقدمہ سے ایسا رعب چھایا ہے کہ خدا سے استمداد کرتے ہوئے فانتصر (میری مدد کر) بھی نہیں کہہ سکتے۔ باوجود اس کے پھر بھی ڈرتے ہیں کہ گورنمنٹ خلاف عہدی سے باز پرس نہ کرے، تو اس کے دفعیہ کو کہتے ہیں کہ میں کسی کو مقابلہ پر نہیں بلاتا۔ انذاری پیش گوئیاں چھن گئیں، نبوت کی ٹانگ ٹوٹ گئی، ابھی تک کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمہ سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اس کا فتوی کفر منسوخ ہو گیا۔ یہ بھی غلط۔ فتوی منسوخ نہیں ہوا، صرف مباحثہ میں ایسے الفاظ دجال کافر وغیرہ بولنے سے دونوں فریق کو روکا گیا۔ کسی سائل یا مستفتی کے جواب میں فتوی دینے اور اپنی مجلس میں تمہاری نسبت رائے ظاہر کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۹ بابت ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۷ پر صاف صاف لفظوں میں آپ کے اس زعم باطل کو رد کر دیا ہے۔ ہم بلا کمی بیشی مولوی صاحب موصوف کے الفاظ کو نقل کرتے ہیں۔ آپ (یعنی مولانا محمد حسینؒ) فرماتے ہیں :

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار ۷ ادسمبر ۱۸۹۹ء میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا، منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب (پہلے) گذر چکا ہے۔ ہم کو مرزا سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا، اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار، بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالف اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا، اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ

کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکورہ کے سامنے امرتسر لاہور کی ریل گاڑی میں مرزا کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔ مرزا کے خاص مریدیا حواری یعقوب علی تراب اڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا، تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتوی لکھ دو گے؟ میں نے کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا، اور نہ ہی منسوخ کیا۔ اور نہ ہی اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابل استعمال نہ کرنے کا دونوں فریق نے وعدہ واقرار نامہ کیا ہے اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا سے دھوکہ نہ کھائیں۔ کہیے مرزا جی! کیا ابھی کچھ کسر ہے؟ سچ ہے اذا لم تستحی فا صنع ما شئت۔

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) نمبر سوم کا جواب ہم کیا دیں۔ ہاں یاد آیا کہ مولوی (محمد حسینؒ) صاحب اگر انگریزی ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھنے سے ایسے ذلیل ہوئے کہ آپ کی پیش گوئی کے مصداق بن گئے، تو کیا حال ہے ان الہامیوں کا جن کو انگریزی میں الہام ہوں، اور کتاب کے چھپنے تک بے ترجمہ ہی لکھ دیں، اور عذر یہ کریں کہ اس وقت یہاں کوئی مترجم نہیں، اس لئے بے ترجمہ ہی لکھا جاتا ہے۔

(دیکھو براہین احمدیہ جلد چہارم۔ ص ۵۵۶ حاشیہ؛ خزائن ج ۱ ص ۶۶۴)

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) نمبر چہارم کی بابت تو ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔ واقعی زمین داری ایسی ہی ذلت ہے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ جب ہی تو آپ نے اپنی جائیداد غیر منقولہ اپنی چہیتی بیوی کے پاس مبلغ پانچ ہزار پر گروی کر دی ہے لیکن جس روز ان کو خبر ہو گئی کہ کہ زمین داری کی ذلت مرزا جی نے دانستہ میرے گلے مڑھ دی ہے تو وہ آپ کو سنائے گی:

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر۔ خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

ہم چاہتے ہیں کہ مرزا جی سے درخواست کریں کہ ہمارے لئے بھی ایسی پیش گوئی کا انتظام کریں جس کا نتیجہ ایسی ذلت ہو جو مولوی محمد حسین کو زمین ملنے سے ہوئی۔ مگر یاد آیا کہ گورنمنٹ نے شائد اسی خوف سے، کہ اتنی زمین کہاں سے آئے گی جو مرزا جی کی پیش گوئیوں کے پورا کرنے کو کافی ہو سکے، انہوں نے تو ہمیشہ

کسی نہ کسی کو پیش گوئی کا ہدف بنائے ہی رکھنا ہے مبادا کہیں زمین کے نہ ہونے سے کوئی پیشگوئی غلط ہو جاوے، ایسی پیش گوئیاں کرنے ہی سے ان کو بند کر دیا۔

ہاں مرزا جی نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا مطلب بتلانے کو جی نہیں چاہتا تھا بلکہ اسی ذخیرہ میں اس حدیث کو رکھنا چاہتے تھے جو مرزا جی کی حدیث دانی اور فہم معانی کا ہم نے جمع کیا ہوا ہے۔ مگر ناظرین کی اطلاع کے لئے بتلانا ضروری ہے یہ حدیث جس کے مضمون کی طرف مرزا جی نے اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مولوی محمد حسین رحمہ اللہ صاحب بوجہ زمین دار ہو جانے کے ذلیل ہو گئے، فاتح قوم کے حال سے متعلق ہے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جو فاتح قوم یعنی بادشاہ ہو کر زمینداری کی طرف جھک جاوے اور ملک داری سے غافل ہو جائے اور اسی پر کفایت اور قناعت کر لے تو وہ ذلیل ہو جاوے گی یعنی اس کی حکومت اور سلطنت چند دنوں میں ہاتھ سے نکل جائے گی (صدق رسول اللّٰہ فداہ روحی)۔ اسی اصول اور حکمت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عربی سپاہیوں کو ایک چپہ بھر زمین بھی نہ دیتے تھے، بلکہ آج کل بھی فاتح قوموں کا یہی اصول ہے۔ ورنہ ایسی زمین داری جیسی کہ مولوی محمد حسین صاحب کراتے ہیں اس قسم کی تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام خود کرتے اور کراتے رہے۔ خیبر کی زمین تو تمام اسی طریق پر دی گئی تھی۔ مرزا جی! مجدد کے لئے اتنا ہی علم کافی ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے؟

(مولانا امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ہاں یاد آیا کہ یہ پیش گوئی تین اشخاص کے متعلق تھی جن میں سے صرف مولوی محمد حسین صاحب ہی کامیاب اور فائز المرام ہوئے مگر دو صاحب ملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تبّتی ہنوز باقی ہیں۔ سو ان کی نسبت بھی مرزا جی نے ہمیں منتظر نہیں رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ان (مولوی ابوالحسن تبّتی اور ملا محمد بخش لاہور) کی عزت اور ذلت دونوں طفیلی ہیں۔ (اشتہار قادیانی۔ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ص ۱۴)۔ چلو چھٹی ہوئی۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

ہاں ملّاں مذکور کے حق میں پیش گوئی کے صدق پر مرزا جی نے ایک دلیل بھی دی ہے جو قابل بیان ہے۔ فرماتے ہیں:

وہ جعفر زٹلی (ملا محمد بخش) جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد

نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں نکالتا گالیاں۔(اشتہار مذکور۔ص ۷۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج۳۔ص۲۰۳)

(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) یہاں ہم ملاں مذکور سے اپنی ایک مراسلت نقل کرتے ہیں:

ملا محمد بخش صاحب۔السلام علیکم۔آپ کی نسبت ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ آپ ذلت اور خواری کی وجہ سے اس کے مقابلہ سے باز آ گئے ہیں یا دسمبر سے پہلے آ گئے تھے۔آپ حلفیہ بتلا دیں کہ یہ ٹھیک ہے؟

اس کا جواب یہ ہے:

جناب مولانا (امرتسری) صاحب وعلیکم السلام۔مرزا بالکل جھوٹ بکتا ہے۔مجھے اس کے مقابلہ میں کبھی ذلت اور خواری نہیں پہنچی بلکہ دن بدن خدا کے فضل سے عزت ہوتی رہی۔اور اس کی پیش گوئیوں کو ہمیشہ جھوٹی اور شیطانی احتلام سمجھتا رہا۔میں اس سے ہزار روپیہ بھی نہیں لیتا، وہ آتھم کو کہہ رہا تھا۔وہ اب بھی اگر چاہے میں قسم کھا سکتا ہوں، اس کے شیطان ہونے پر، پھر چاہے وہ ایک سال دس سال کی بھی پیش گوئی جما دے۔میرے مضمون اس کی پیش گوئی کے بعد ۱۷ دسمبر تک مفصلہ ذیل تاریخوں میں بعنوان ذیل نکلتے رہے: ۹ دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۲ دسمبر ۱۸۹۸ء، ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء ، ۱۶ دسمبر ۱۸۹۸ء ۔۳ ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء مباہلہ کے پانچ اشتہار ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو بعنوان مرزا کاذب اور ہم، ۲۰۔اپریل ۱۸۹۹ء کو بعنوان مسیح کاذب کے ساتھ دو باتیں، ۲۵ جون ۱۸۹۹ء کو بعنوان کادیان کا جھوٹا مسیح، یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان الحکم کی غلط فہمی۔۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان عجیب جواب۔بندہ ملا محمد بخش از لاہور یکم اکتوبر ۱۹۰۰ء

مولوی ابوالحسن تبّتی بھی بخیریت اپنے وطن موضع کیرس ملک تبت (بلتستان) میں (بوقت تحریر یعنی ۱۹۰۰ء میں) زندہ سلامت ہیں۔سردی کی وجہ سے کبھی نزلہ زکام ہوا ہو تو انکار نہیں ہو سکتا۔

(الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ)

قصہ مختصر، مرزا قادیانی سے لوگوں نے پوچھا کہ پیش گوئی کا کیا انجام ہو؟ اور آپ کی دعا کا کیا بنا؟ محمد حسین کو کیا ذلت پہنچی؟ ابوالحسن تبّتی کیسے ذلیل ہوا؟ اور ملا محمد بخش کیوں کر ذلیل وخوار ہوا؟ جواباً مرزا قادیانی نے فرمایا کہ محمد حسین نے لائل پور کے ضلع میں زمین خرید لی ہے۔اور اس کا زمین دار ہو جانا ہی اس کی ذلت

ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفرزٹلی کو کیا ذلت پہنچی ؟ فرمایا کہ وہ محمد حسین کے دوست اور تابع ہیں۔محمد حسین کی ذلت ہی ان کی ذلت ہے۔ان کی الگ سے ذلت کی ضرورت نہیں۔

اوراگر محمد حسین کا زمین دار ہوجانا اس کی ذلت کے مترادف تھا،تو جناب مرزا قادیانی پیدائشی ذلیل تھے کیونکہ وہ زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور خود بھی بنیادی طور پر زمین دار تھے۔اور جب دو ذلیلوں میں سے فیصلہ کرنا ہو کہ بڑا ذلیل ذلیل کون ہے؟ تو اس کے دو ہی پیمانے ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ کس ذلیل میں وجہ ذلت زیادہ ہے۔دوسرا یہ کہ دونوں میں سے پہلے کون ذلیل ہوا؟ اوران دونوں پیمانوں سے محمد حسین اور مرزا صاحب کو جانچیں تو مرزا صاحب کا پلہ ہی بھاری نظر آتا ہے کیونکہ محمد حسین نے تو ۱۹۰۰ء گردوپیش فیصل آباد والی زمین خریدی تھی جب کہ مرزا قادیانی ۱۸۴۰ء کے عشرے سے (بلکہ کئی پشتوں سے) زمین دار چلے آرہے تھے۔اور محمد حسین نے تو صرف چار مربع زمین حاصل کی تھی جب کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ پورے گاؤں کے مالک ہیں۔ایک دفعہ مولانا بٹالوی پر جب مرزا صاحب نے گالی گلوچ کا حربہ استعمال کیا تو انہوں نے لکھا کہ کوئی ذی علم آدمی تمہاری گالیوں کا یوں بھی حریف نہیں ہوسکتا کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کرتے رہے ہو۔اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا:

تم لکھتے ہو کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کرتے رہے ہو۔آپ ان افتراؤں سے باز آجائیں۔والد صاحب کے زمانہ میں اکثر وکلاء کی معرفت اپنے زمین داری کے مقدمے ہوتے تھے اور کبھی ضرورتاً مجھے آپ ہی جانا پڑتا تھا۔یہ عاجز ان پیشیوں میں کبھی نہیں پڑا کہ دوسروں کے مقدمات عدالتوں میں کرتا رہے

(مکتوبات احمدیہ۔ج۴ص۳۶)۔

حالانکہ مرزا صاحب کی مقدمہ بازی کوئی مخفی چیز نہ تھی کیونکہ مرزا نے اپنی عمر کا فی حصہ مقدمہ بازی میں گزارا ہے۔خود لکھتے ہیں میرے والد صاحب اپنے بعض آباءواجداد کے دیہات دوبارہ حاصل کرنے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے۔انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ درازتک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔افسوس کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا۔ (کتاب البریہ مصنفہ مرزا قادیانی۔ص۱۵۱)

اور ایک اور مقام پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ مجھے اپنے ایک زمین داری مقدمہ کے متعلق جو تحصیل بٹالہ میں دائر تھا خواب آئی کہ جھنڈا سنگھ نامی ایک دخیل کار پر ہماری ڈگری ہوگئی ہے۔اس دخیل کار پر بوجہ ایک درخت کیکر جس کو اس نے اپنے کھیت سے ہماری اجازت کے بغیر کاٹ لیا تھا چودہ روپے کی نالش کی گئی تھی۔

(تریاق القلوب مصنفہ مرزا قادیانی تقطیع کلاں۔ص۳۶)۔

اور مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے آپ کو یہ طعنہ نہیں دیا تھا کہ تم دوسروں کے مقدمات کرتے رہے ہو۔ بلکہ ان کا بھی مرزا صاحب کے اپنے مقدمات کی طرف اشارہ تھا۔پس ان کا یہ کہنا کہ افتراؤں سے باز آ جاؤ، خود افترا پردازی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب مختاری کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے تو دوسروں کے مقدمات کی پیروی میں کچہریوں کی خاک بھی چھانا کرتے۔اور ہاں! جب مرزا قادیانی نے مختاری کا امتحان دیا تو وہ کیا چاہتے تھے۔ پاس ہونا یا فیل ہونا؟ یقیناً پاس ہونا چاہتے تھے۔اور مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ خدا وہی کرتا تھا جو وہ چاہتے تھے۔پھر مرزا قادیانی پاس کیوں نہ ہوا؟

اگر بفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ زمین دار ہو جانا واقعتاً محمد حسین بٹالویؒ کی ذلت تھی تو پھر بھی مرزا قادیانی کی پیش گوئی غلط ہی نکلتی ہے کیونکہ پیش گوئی کا نشانہ تین افراد تھے۔جن میں سے دو افراد کو خود مرزا صاحب کے اقرار کے مطابق کوئی ذلت ان تیرہ مہینوں میں نہیں پہنچی۔اور جب تین میں سے دو آدمیوں کو کچھ نہیں نہ ہوا اور صرف ایک ہی ذلیل ہوا ہو تو پیش گوئی کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے گا اور اس کی تقدیر کا فیصلہ اکثریت کے مطابق ہوگا۔

زمین داری کی یہ بحث تو شائد خواہ مخواہ ہی چل پڑی جب کہ ہماری گزارشات کا اصل مقصد یہ ہے کہ پیش گوئی کے تیرہ مہینوں میں محمد حسین بٹالوی اور ابوالحسن تبّتی اور محمد بخش جعفر زٹلی کو کوئی ذلت نہیں پہنچی اور مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی غلط نکلی اور اس پیش گوئی کو تقویت دینے کے لیے مرزا صاحب نے جو دعا فرمائی تھی وہ بھی شرف قبولیت سے محروم رہی۔اور مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ خدا نے ان کی تمام دعائیں قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا تھا ماسوا ایسی دعاؤں کے جو شریکوں کے بارے میں ہوں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب

کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سب دعاؤں (بجز بجق شرکاء) کے قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فمن اظلم ممن افتری علی کذباً ...۔ نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ مرزا قادیانی نے اشتہار کو بطور مباہلہ شائع کیا تھا۔ اور خود مرزا صاحب کا ماننا ہے کہ مباہلین میں جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ اور یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں چل بسے تھے جب کہ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ (جن کے مقابل مرزا قادیانی یہ اشتہار بطور مباہلہ شائع کیا تھا) ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے۔ مولانا بٹالوی کی زندگی میں مرزا قادیانی کی موت ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ اگر قادیانی حضرات فرمائیں کہ تیرہ ماہ میں ذلت والا اشتہار یک طرفہ مباہلہ تھا اور مولانا بٹالوی نے چونکہ جواباً اشتہار مباہلہ اس وقت شائع نہیں کیا، اس لئے سچے کی زندگی میں جھوٹے کے مر جانیوالا مرزائی اصول یہاں لاگو نہیں ہوتا۔ تو اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ قادیانیوں کی ایسی توجیہ خود مرزا صاحب کے فرمان اور اسوہ کی مخالفت ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے... ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو، وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں (ملفوظات مرزا غلام احمد جلد ۹ ص ۴۴۰۔۴۴۱)

مرزا صاحب جب ۱۸۹۶ء میں دعوت مباہلہ کا اشتہار بنام علماء وصلحاء ہند شائع کیا تھا (جو انجام آتھم میں منقول ہے) تو اگرچہ حضرت شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی غلام رسول عرف رسل بابا وغیرہ مرزا قادیانی کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے کسی نے مرزا قادیانی کے چیلنج مباہلہ کے جواب میں دعوت مباہلہ کی قبولیت کا کوئی اشتہار شائع نہیں کیا تھا، یعنی مرزا صاحب کا ۱۸۹۶ء والا یہ مباہلہ بھی یک طرفہ تھا، اس کے باوجود وہ ان بزرگوں کی اپنی زندگی میں موت کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے، اور مرزا صاحب کے بعد ان کے متبعین بھی یہی کچھ کرتے رہے ہیں، جیسا کہ قادیانی مورخ دوست محمد شاہد نے لکھا ہے

حضور (مرزا) نے خدا کے حکم سے اس سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر علماء اور سجادہ نشینوں کے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی، گو مباہلہ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر ثابت نہیں ہوئے چنانچہ ۱۹۰۶ء تک ان مخالفین کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد۲ ص ۳۸۵)

اور مرزا قادیانی کے چوتھے جانشین مرزا طاہر نے ایک مرتبہ فرمایا:

حضرت مسیح موعود کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں ۱۰۶ لوگوں کے نام بنام مباہلہ کا چیلنج ایک لسٹ میں شائع کیا گیا، ان کے نام انجام آتھم میں جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی موجود ہیں۔ ان میں ۵۶ مولویوں اور ۴۸ بڑے بڑے پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام تھے۔ آپ (مرزا غلام احمد) نے تحدی اور جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوں گے، ان میں آمنا سامنا ضروری قرار نہیں دیا، اپنا مسلک ان پر اچھی طرح کھولا، چیلنج کے لئے ایک سال کی شرط نہ تھی اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی۔ حضور (مرزا طاہر احمد) نے فرمایا ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف ۲۰ باقی رہ گئے تھے، یعنی دو تہائی مر گئے اور باقی ماندہ بھی آپ کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے اور چند بچے، ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو

(مختصرات مرزا طاہر احمد۔ الفضل لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

کتنے مر گئے، کتنے زندہ رہے، کسی نے دل سے توبہ کی یا نہیں؟، ان سوالات کو چھوڑ کر ہم صرف اس قدر بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء والا قادیانی اشتہار مباہلہ یک طرفہ تھا۔ مرزا صاحب سے میدان مباہلہ میں ان مخاطبین میں سے کسی کا آمنا سامنا نہیں ہوا۔ پھر بھی درج بالا مرحومین کی موت کو مرزا قادیانی اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح ۱۸۹۹ء میں تیرہ ماہ میں ذلت والی پیش گوئی کا اشتہار بھی مرزا قادیانی کا یک طرفہ اشتہار مباہلہ تھا۔ اگر ۱۸۹۶ء والے اشتہار کے مخاطبین میں سے چند بزرگوں کی مرزا قادیانی کے دوران حیات، اموات اس کی صداقت کا ثبوت ہیں، تو ۱۸۹۹ء میں شائع کئے گئے ذلت والے اشتہار مباہلہ کے مخاطب شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی کی زندگی میں مرزا قادیانی کی ۱۹۰۸ء میں موت واقع ہو جانا بھی شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ (جنکی وفات ۱۹۲۰ء میں ہوئی) کی صداقت اور مرزا قادیانی کے کذ

ب کا ثبوت ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اشتہاری پیش گوئی میں لکھا تھا کہ: ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔

(اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء حاشیہ۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ۳ ص ۶۱)

اوپر منقول ایک تحریر میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا جی کی یہ تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر جب وہ عذاب تیرہ ماہہ نازل ہوگا تو وہ ان تحریروں پر نادم اور شرمندہ ہونگے جو انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف لکھی ہیں اور انہیں پر ہاتھ کاٹیں گے۔ مگر افسوس کہ تیرہ ماہ تک تو کیا، آج تک بھی مولوی صاحب موصوف جیسے کچھ ان تحریروں پر نادم ہیں سب کو معلوم۔ ابھی چند ہی روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بدستور اپنا خیال مرزا صاحب کی نسبت ایسا ہی بتلایا ہے جیسا کہ وہ سابق میں بتلایا کرتے تھے یا جس کا وہ حق دار ہے۔

حضرت شیخ الاسلام امرتسری کی اس تحریر کی وضاحت کے لئے ہم ذیل میں ہم حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کی چند ایک تحریریں نقل کرتے ہیں جو اس پیش گوئی کے بعد کے برسوں میں اور مرزا صاحب کی زندگی میں لکھی جا کر شائع ہوئیں جن میں انہوں نے قادیانیت کی تردید و تکذیب کا فریضہ انجام دیا ہے، اور ان سے معلوم ہوگا کہ مولانا بٹالوی علیہ الرحمہ نہ صرف ردقادیانیت پر نئی تحریریں منظر عام پر لاتے رہے بلکہ اپنی سابقہ تحریروں کے حوالے بھی دیتے رہے اور مرزا صاحب کی پیش گوئی کا منہ چڑانے کے لئے نقل کرتے رہے۔ اور ان تحریروں سے ثابت ہوگا کہ مرزا قادیانی کی، مولانا بٹالویؒ کے اپنے ہاتھ کاٹنے اور ردقادیانیت پر اپنی سابقہ تحریروں پر افسوس و حسرت کرنے کی پیش گوئی بھی جھوٹی نکلی۔ ملاحظہ فرمائیے:

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء کو اپنی قلم سے لکھی اور پھر از راہ کمال راست بازی و دیانت داری اپنی جماعت کے پچاس اشخاص کی طرف سے اور ان کے نام سے شائع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں فلاں مشائخ و علماء پنجاب و ہندوستان

(جن میں خاکسار ناچیز کو بھی شامل کیا ہے) بمقام بٹالہ ایک جلسہ کر کے اس میں چند اشخاص مبتلا امراض ومصیبات واہل حاجات خواستگاران دعا ونجات کو مرزا اوران کے مخالف علماء ومشائخ بالمناصفہ تقسیم کر کے منتخب کر لیں اوران کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے منتخب اشخاص کثرت سے شفا اور نجات پائیں اس فریق کو فریق برحق اور صادق سمجھا جائے اور فریق مخالف کو ناحق پر، اور کاذب۔ پھر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا اپنی جماعت کا حجاب ونقاب اٹھا کر خود کھیل کھیلا ہے اوراس میں ۸۵۔ اشخاص مشائخ وعلماء ہندوستان وپنجاب کو جن میں خاکسار کو بھی نامزد کر کے شامل کیا ہے مخاطب کر کے کہا ہے کہ ان میں پیر مہر علی شاہ گولڑہ ضلع راولپنڈی ۔یا اور چالیس اشخاص جن میں پیر مہر علی شاہ ضرور شامل ہوں بمقام لاہور جمع ہو کر مرزا کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایک سورہ قرآن کی تفسیر لکھیں جس میں معارف وحقائق قرآن کا بیان ہو۔اوراس تفسیر کا مرزا کی تفسیر سے موازنہ ہو۔اوراس موازنہ کے واسطے پیر مہر علی شاہ (اگر وہ تفسیر لکھیں) تین اشخاص کو منتخب کریں (جن میں ایک خاکسار کا نام لیا ہے) یا اور مولویوں کو (جن کو پیر مہر علی) منتخب کریں، پھر جس فریق کی تفسیر ان تین اشخاص کی حلفی شہادت وحلف سے جو مثل حلف قذف محصنات ہو (جس میں تین قسمیں ہوتی ہیں اور چوتھی لعنت جھوٹے پر۔ چنانچہ قرآن کی سورہ نور کی آیت ۶ میں تشریح ہے۔اس لعنت پر مرزا نے مسٹر ڈوئی سابق مجسٹریٹ گورداسپور حال چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے ڈر کر تصریح نہیں کی)۔

ہم اس حلف قذف محصنات کی تشریح کر کے صاحب بہادر موصوف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا نے اس لعنت والی حلف کی تجویز میں اپنے اس عہد کا خلاف کیا جو اقرار نامہ فروری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا تھا۔اور اس میں سے کسی سے بھی مباہلہ نہ کرنے کا عہد کر کے اس لعنت کو جو حلف قذف محصنات اور مباہلہ میں یکساں پائی جاتی ہے، ترک کرنے کا عہد کر لیا تھا۔اس حلفی شہادت میں وہ اس خاکسار اور دوسرے علماء کو اس لعنت کا مورد بنانا چاہتا ہے۔

پھر ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا نے علماء اہل اسلام کے ساتھ عیسائیوں اور ہندوؤں کے علماء کو بھی شامل کر لیا ہے۔اوران سب سے حقائق ومعارف قرآن بیان کرنے میں (ہندوؤں اور عیسائیوں کو بیان حقائق ومعارف قرآن کے چیلنج کرنا، اوراس مقابلہ میں ان کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کرنا، جیسا کہ اشتہار ۲۳ جولائی کے صفحہ ۴ سطر ۹ میں پایا

جاتا ہے، کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ وہ قرآن کو متضمن حقائق و معارف کب مانتے کہ ان کے بیان میں مرزا کا مقابلہ کریں) اور آسمانی نشان دکھانے میں، اور دعاؤں کے مقبول ہونے میں مقابلہ کرنا چاہیے، اور اس اشتہار میں یہ بھی نوٹس دے دیا ہے کہ اس اشتہار کے بعد پندرھویں دن اسی مضمون کا اشتہار دیا جائے اور ان اشتہاروں کی تعداد کو چالیس تک پہنچایا جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں، ان درخواستوں کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو رسالہ اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ رسالہ جلد ۱۳ الغایت ۱۸، بمقابلہ رسائل و اشتہارات شش سالہ مرزا شائع ہو چکا ہے۔ ناظرین اسے کافی اور شافی سمجھیں گے اور داد انصاف دے کر کہیں گے کہ یہ جواب نہایت عمدہ و مفید مصداق قلّ و دلّ ادا ہوا ہے کیونکہ اشاعۃ السنہ کی ان جلدوں میں ایسی درخواستوں کا جواب قرآن و حدیث سے بار ہا ادا ہو چکا ہے۔ لہذا اب ان درخواستوں کا جواب بحکم شہادت بیت مذکور یہی ہے کہ کچھ جواب نہ دیا جائے اور ان درخواستوں کو تکرار محض و اعادہ بلا فائدہ سمجھ کر انکے پیش کرنیوالوں کو منہ نہ لگایا جائے۔ مگر جن لوگوں نے اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ کو اور اس کے مقابلہ میں تحریرات و اشتہارات مرزا کو نہیں دیکھا یا دیکھ پڑھ کر وہ بھول گئے ہیں وہ اس جواب کا لفظ نہ پائیں گے۔ ان کی فہمائش کے لئے ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں اور اپنے سابق مضامین کا جس میں ان درخواستوں کا جواب پایا جاتا ہے صرف خلاصہ بیان کر دیتے ہیں، نئی کوئی بات نہیں کہتے۔ اس تفصیل و بیان پر ہم کو باعث دو امر ہوئے۔ وہ باعث نہ ہوتے تو ہم اتنا بھی نہ کہتے۔

امر اول: ناظرین کو اپنے اس دعوی کا (جو مضمون سابق میں ہم کر چکے ہیں) یقین دلانا کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے اسکا جواب اشاعۃ السنہ میں ادا ہو چکا ہے لہذا اب مرزا کی بحث و خطاب فضول ہے۔ اور اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے۔ امر دوم: یہ کہ بعض اشخاص (از انجملہ ایک شخص الٰہی بخش سابق پنسال نویس نہر باری دواب۔ دوسرے رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ۔ ان کے اصل خطوط ہم بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتے۔ ان خطوں کے اس سوال کو نقل کر کے اسکا جواب خاتمہ مضمون پر دیا جائیگا) نے ان درخواستوں کو واجبی اور لائق و مستحق جواب سمجھ کر ہم سے ان کے جواب کی درخواست کی ہے اور بعض نے (ہم کو ان لوگوں کے نام معلوم نہیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے کارڈے جولائی ۱۹۰۰ء میں ان کا ذکر بایں انداز کرتے ہیں: آپ کی خاموشی کو قوم حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بلکہ بعض کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں مرزا کی پیش

گوئی، موافقت، کا ظہور نہ ہو۔ خدا نہ کرے۔ جن صاحبوں نے انکے نام دریافت کرنے ہوں وہ مولوی ثناء اللہ سے خط وکتابت کریں)

ان درخواستوں کے جواب سے ہمارے سکوت اختیار کرنے پر ہماری نسبت یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم مرزا قادیانی کے دعاوی وخیالات کے موافق ہو گئے ہیں۔ ان دونوں فریق کی غلط فہمی اور سوء ظنی دور کرنے کے لئے اس بیان وتفصیل کی ضرورت معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ ہے:

مرزا قادیانی شروع زمانہ دعوی نبوت ومسیحائیت ومجددیت ومہدویت سے آج تک اپنی تحریرات و تصنیفات میں وہی باتیں بار بار بیان کرتا ہے جو ابتدائی رسائل فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔ مگر اس کی صورت وپیرایہ کو بدل کر اور ان پر دوسرا رنگ چڑھا کر جیسے زمانہ امام شافعیؒ میں ایک شخص فروح نامی تیل فروش ایک ہی مشکیزہ سے اس کو مختلف منہ لگا کر جس قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ کا کوئی مانگتا نکال دیتا تھا۔ اور حقیقت میں وہ ایک ہی تیل ہوتا تھا۔ یا جیسے اس زمانہ کے بعض عطار و اشتہاری طبیب مختلف بوتلوں سے ان پر مختلف لیبل لگا کر ایک ہی دوا نکال کر خریداروں کو یہ جتاتے ہیں اور ٹکے کماتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں دوائیں ہیں۔

یہ باتیں جو اس وقت درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہار ۱۳ جولائی ۱۹۰۰ء میں اس نے کہی ہیں یہ اکثر وہی پرانی باتیں ہیں۔ جو فیصلہ آسمانی مطبوعہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کے بڑی تختی کے ۱۶ صفحہ میں اس نے کہی تھیں ان میں صرف اجمال وتفصیل یا پیرایہ بیان کا فرق ہے۔ وبس۔ ہم نے ۱۸۹۱ء کے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۔۲ جلد ۱۴ میں اس فیصلہ کا خلاصہ چند صفحوں میں بیان کر کے اس کا جواب بیالیس صفحات میں دیا ہے۔ اس مقام میں پہلے اس خلاصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے پھر اس جواب کا خلاصہ بیان ہوگا۔

خلاصہ فیصلہ آسمانی کا خلاصہ: مومن وکافر کا امتحان بحکم قرآن ان چار علامتوں سے ہوتا ہے۔ اول: بشارات سے۔ یعنی مومنوں کو اس کے مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقوع بتائے جاتے ہیں۔ دوم: اطلاع مغیبات۔ یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے۔ سوم۔ قبولیت دعوات۔ یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چہارم۔ کشف، عجائبات قرآن۔ یعنی مومن کو قرآن کے ایسے عجائب معارف وحقائق ودقائق سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے

ہوں اور نہ کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان ہوئے ہوں۔

پھر ان علامات کی شہادت سے مرزا نے اپنے اور اپنے مخالفوں کے امتحان ایمانی کی یہ صورت بیان کی ہے کہ لاہور میں ایک جنرل کمیٹی قائم کی جائے گی جس کی شاخیں دور دراز ملکوں میں مقرر ہوں وہ کمیٹی یا کمیٹیاں اپنا اپنا دفتر ورجسٹر بناویں ان رجسٹروں میں مرزا اور مخالف مولویوں کے بشارات وپیش گوئیاں متعلقہ واقعات آئندہ ایک سال تک درج کرتے رہیں۔ پھر ان بشارات وپیش گوئیوں کا باہم موازنہ کیا جائے۔ پس جس فریق (مرزا یا اسکے مخالفوں) کی بشارتیں وپیشگوئیاں بہ نسبت فریق مخالف زیادہ سچی نکلیں وہ فریق مومن کامل تسلیم کیا جائے۔

پھر کہا ہے وہی کمیٹی مختلف امراض میں مبتلا (کوڑھیوں، اندھوں وغیرہ) اور اہل حاجات خواستگاران دعا کو بذریعہ اشتہارات لاہور میں طلب کریں۔ اور ان سب کی درخواستیں ایک صندوق میں جمع کی جائیں۔ پھر ان کو قرعہ اندازی سے مرزا اور اسکے مخالف مولوی باہم تقسیم کر کے ایک سال ان کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے لوگ کثرت سے شفا پائیں یا مراد کو پہنچیں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔، پھر کہا اسی کمیٹی کے سامنے مرزا قادیانی اور اس کے مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معارف وحقائق بیان کریں جو پہلے کسی تفسیر میں نہ ہوں۔ پھر جس فریق کے بیان کردہ حقائق ومعارف خالی از تکلف ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

خلاصہ جواب فیصلہ مذکور: اس درخواست کا جواب اشاعۃ السنہ کے بیالیس صفحہ پر ادا ہوا ہے جسکا خلاصہ تین امور مفصلہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن وحدیث نے کسی کا امتحان ان چار علامتوں سے نہیں کیا اور نہ اس امتحان کا حکم دیا ہے بلکہ قرآن کی سورۃ ممتحنہ میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم ان کے اعتقادو اعمال کے پرکھنے سے ہوا ہے۔ بناء علیہ لازم ہے کہ مرزا کے ایمان کا امتحان اس کے اقوال وعقاید کی تحقیقات سے کیا جائے، نہ ان علامات چہارگانہ سے۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے اٹھارہ اقوال وعقاید جن کو علماء اسلام پنجاب وہندوستان نے مخالف اسلام قرار دیا ہے بحوالہ نمبر صفحہ کتاب ونقل اصل عبارت بیان کر کے کہا ہے کہ مرزا ان اقوال وعقاید کا مطابق قرآن ہونا ثابت کر

دے تو اہل اسلام مرزا قادیانی کو مومن و مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ دینے کو تیار ہیں۔

۲۔ جملہ اہل امراض کوڑھیوں اندھوں وغیرہ کو لاہور میں طلب کر کے جمع کرنا مشکل ہے۔ دنیا بھر کے کوڑھی لاہور میں جمع ہو جائیں گے تو اتنا بڑا کوڑھی خانہ کہاں ملے گا یا کون بنوا دے گا اور ان کا خرچ خوراک روزمرہ کو ن اپنے ذمہ لے گا۔ بجائے اس کے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنے بڑے حواری میاں کریم بخش سیالکوٹی (جسے مرزائی پارٹی میں مولوی عبدالکریم کہا جاتا ہے اور وہ ٹانگ سے لنگڑا، سر سے کسی قدر گنجا، ایک آنکھ سے نیم کانا ہے) کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے۔ اس کی دعا سے اس کی ٹانگ اور آنکھ درست ہو گئی اور سر پر بال جم گئے تو تمام مسلمان مرزا صاحب کو مومن کامل و ولی مان لیں گے۔ بلکہ مرزا کے مخالف مولوی بھی اس کو مسلمانی کا سرٹیفیکیٹ دینگے۔ کریم بخش کے حق میں اپنی کرامت وقبولیت دعا دکھانے میں مرزا قادیانی کو کچھ عذر ہو تو اور ایسے اشخاص کے حق میں جن سے ایسی دعا کی فیس بھی ہزار ہا روپیہ کھا کر مرزا قادیانی ہضم کر چکا ہے، اور اسکا ذکر و نام رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۴ صفحہ ۱۱ و ۲۸ میں ہے دعا کریں اور اسکا اثر دکھاویں اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفیکیٹ لے۔

۳۔ آئندہ کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کا امتحان بھی طوالت ومہلت طلب ہے۔ لہذا وہ اپنی پچھلی بشارتوں (مثلاً سردار بہادر سید امیر علی لاہوری، رسالدار پنشنر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، اور نواب معزول مالیر کوٹلہ کو شفا ہوگی، جس کے عوض وہ پانچ پانچ سو روپیہ لے کر کھا چکا ہے۔ وغیرہ) اور پچھلی پیشگوئیوں (مثلاً مرزا احمد بیگ اپنی دختر مرزا کو نہ دے گا اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوگا، تو اس کا شوہر اڑھائی برس میں فوت ہوگا اور وہ دختر مرزا کے نکاح میں آئے گی۔ یا عبداللہ آتھم عرصہ ۱۵ ماہ میں فوت ہوگا۔ وغیرہ) کا سچا ہونا ایک مجلس منعقد کر کے ثابت کرے اور ان بشارتوں و پیش گوئیوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر کے اس کمیٹی سے ان کا سچا ہونا تسلیم کراوے اور اپنی مسلمانی کا سرٹفکیٹ لے۔

اسی کمیٹی کے فیصلہ سے پچھلے حقائق ودقائق بیانی مرزا کا امتحان کیا جائے (مثلاً لیلۃ القدر سے کوئی رات مراد نہیں بلکہ ایک ظلماتی زمانہ مراد ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ نہ کرتے، اور نہ اندھے کوڑھی کو اچھا کرتے، اور نہ مٹی کا پرند بناتے۔ بلکہ یہ کام وہ مسمریزم سے کرتے جو حقیقت میں کچھ نہ ہوتے)۔ پس اگر وہ ان حقائق بیانیوں میں حسب فیصلہ کمیٹی مذکور

صادق نہ نکلا، بلکہ اس حقائق بیانی کو اس کمیٹی نے الحاد وارتداد قرار دیا۔ ایسا ہی اس کی پچھلی بشارتوں اور پیش گوئیوں کو کمیٹی نے دھوکہ بازی اور دروغ گوئی ٹھہرایا، تو پھر کسی عقل مند کے نزدیک اس کی آئندہ بشارتوں و پیش گوئیوں اور حقائق بیانیوں کا امتحان کب جائز ہوگا اور وہ مثل مشہور: من جرب المجرب حلّت به الندامة کا مصداق کیونکر نہ ٹھہرے گا۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم بتاتے ہیں) یہ ہم نے بیالیس صفحات کا خلاصہ دو صفحوں میں بیان کیا ہے۔ اصل جواب کو ناظرین اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے اس کے لطف و ذوق سے حظ اٹھائیں گے۔ اور بالمقابل تفسیر لکھنے کا جو مرزا نے اشتہار ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء میں دعوی کیا ہے یہ بھی اس کا پرانا دعوی ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۲، اور دیگر کتب ورسائل میں اس نے کیا ہے۔ اس کا جواب ۱۸۹۲ء کے اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۰ وغیرہ میں دیا ہے جو بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا:

قادیانی صاحب! میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھنے کو حاضر ہوں۔ حاضر ہوں۔ جب چاہیں اور جس مقام میں چاہیں۔ لاہور میں خواہ بٹالہ میں مجھے بلالیں ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی ہیں، میں نہیں، لہذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام وانتظام واجب ہے۔ آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے بلاویں۔ اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا (ناظرین اس شرط کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں بشرط رضامندی مرزا، وارکان مجلس کے مرزا کی سابق عربی عبارت ومعارف کا امتحان تجویز کیا ہے، نہ قطعی طور پرو بلاشرط) تو اس مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ دافع الوساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے اتباع کو بڑا ناز ہے پیش کیا جاوے گا۔ اور ایسا ہی آپکے سابق بیان کردہ اسرار ومعارف وحقائق قرآن کو جو آپ نے اپنے رسالوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور کتاب دافع الوساوس میں بیان کئے ہیں، اس مجلس میں پیش کیا جائے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سن کر اگر حاضرین بامذاق کو متلی شروع ہوگئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی وادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے اسرار وحقائق کا کفر والحاد ہونا ثابت ہوگیا تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کیلئے عبارت آرائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کیلئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اور آپ کی حقیقت کس وناکس کو معلوم ہوجائے گی۔ اور

اگراس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی بن گئی اور آپ کے اسرار وحقائق کی حقانیت ثابت ہوگئی تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھونگا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی واسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہوکر آپ کو اس مجلس میں بڑا عالم عربیت وادیب نکتہ رس وحقیقت شناس مان لوں، اور آپ کو جاہل سمجھنے میں غلطی کا اقرار کرونگا۔ اب آپ مجلس کے انتظام واہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ آپ کوئی عذر وچوں چرا انعقاد مجلس میں پیش کریں۔ اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہو جائیں۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو پیش کر کے ایک اور نئی بحث شروع نہ کر دیں جس سے مطلب اور مقصود کے دور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ناظرین! ہمارا یہ جواب مرزا قادیانی کے دیکھنے میں آیا تو اس نے ہماری تحریر کے مطابق جلسہ کرنے اور اپنی عربی دانی کی حقیقت کھولنے سے گریز کیا اور بظاہر یہ بہانہ کیا کہ میری درخواست کو مخاطب نے ٹلایا ہے۔ اور اس پر کرامات الصادقین کے صفحہ ۲۲۔۲۳ میں یہ ریمارک کیا اور کہا:

کہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کو صفحہ ۱۹۰ سے ۱۹۲ تک بغور پڑھنا چاہیے کہ کیونکر اس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔ چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارات کی غلطیاں ثابت کرینگے (ناظرین میری عبارت منقولہ بالا کو دیکھو اس میں بشرط رضامندی مرزا اور ارکان مجلس یہ بات تجویز کی گئی ہے، یا قطعی طور پر وبلا شرط) اور پھر فتح اسلام اور توضیح المرام کے کلمات کفر والحاد کو پیش کریں گے۔ اور نیز ان پچاس سوالات کا جواب طلب کریں گے جو مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر ۲۰ مورخہ ۹ جون میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ وار جواب الجوابات کا جواب پوچھا جائے (ناظرین عبارت منقولہ سابق میں یا تمام جواب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں، غور سے جواب کو پڑھیں۔ اور انصاف سے داد دیں) پھر تفسیر عربی میں مقابلہ کیا جائے گا۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) ناظرین! ہم اس کے جواب میں اور کچھ نہیں کہتے، بھاگے بھگائے ہوئے مرزا کو پھر اپنا مخاطب نہیں بناتے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲۔ اشاعۃ السنہ کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دے کر کہیں کہ جو باتیں اس قول میں مرزا نے میری طرف منسوب کی ہیں، میں نے اس جواب میں کہاں کہی ہیں۔ میں نے کیا کہا، اور مرزا قادیانی نے اس کو کیا بنا

لیا اور بالمقابلہ عربی تفسیر لکھنے کو اس نے ٹلایا۔ بعض لوگ جو مرزا کے حال وحقیقت سے واقف نہیں اور اس کے دام میں پھنس گئے ہیں یا وہ ہنوز اس کی نسبت متردد و مذبذب ہیں، اس قسم کے جواب درخواست مرزا کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ کیوں مرزا قادیانی کی ہر ایک درخواست کو بغیر کسی شرط کے مقبول نہیں کیا جاتا، اور کیوں اس کی سابق عربی عبارات اور پیش گوئیوں اور بشارات کے امتحان کی تجویز کو (مرزا کی رضامندی اور حاضرین جلسہ کے پسند کرنے کی شرط ہی سے سہی) پیش کیا جاتا ہے۔ علماء وقت کو چاہیے کہ جس امر میں مرزا مقابلہ کرنا چاہے اسی میں اس کے مقابلہ کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں اور اپنی کوئی شرط پیش نہ کریں اور مثل مشہور: دروغ گو را تا بخانہ بائدرسانید، کو عمل میں لاویں۔

ان لوگوں کے خیال ومقال کا جواب یہ ہے کہ ایسا تب ہوسکتا ہے یا ہونا چاہیے تھا جب کہ علماء وقت مرزا کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق سمجھتے۔ وہ نہ تو مرزا قادیانی کو عالم علوم ظاہری سمجھتے ہیں نہ اہل باطن صاحب قوت قدسیہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کو علوم ظاہری سے جاہل اور قوت باطنی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ اور جو دعوی وہ کرتا ہے (جیسے عربی نویسی کے مقابلہ کا دعوی یا باطنی طاقت سے نشان نمائی کا دعوی) اس کو وہ شعبدہ بازی یا مداریوں کی سی لاف وگزاف سمجھ کر اس کو منہ لگانا نہیں چاہتے۔ رہا جھوٹے کو ملزم کرنا، اور مثل مشہور: دروغ گو را بخانہ بایدرسانید، پر عمل کرنا، سو اسکی سابق کارستانیوں (سابق عربی نویسی وبشارتوں وپیش گوئیوں کے ایگزامینیشن، امتحان، سے) بغیر کسی تکلیف اٹھانے اور وقت خرچ کرنے کے ہوسکتا ہے۔

علماء وقت کے مقابلہ میں مرزا کے ایسے دعوی، اس دعوی کی مثل یا نظیر ہیں کہ:

۱۔ ایک مریل آدمی جہان کے پہلوانوں سے کشتی لڑنیکا دعوی اور چیلنج کرے۔

۲۔ یا فقیر قلاش روئے زمین کے بادشاہوں کو الٹی میٹم (لڑائی کا آخری نوٹس) ارسال کرے۔

۳۔ یا ایک طفل مکتب دنیا کے عالموں فاضلوں کو مباحثہ کے لئے بلائے۔

۴۔ یا ایک پنساری یا بناوٹی طبیب اشتہاری مسلّم الثبوت وڈگری یافتہ ڈاکٹروں اور سندی خاندانی طبیبوں سے معالجہ میں مقابلہ کرنا چاہے۔

پس کیا ممکن اور بحکم عقل جائز ہے کہ کوئی نامی پہلوان یا کسی سلطنت کا بادشاہ یا کوئی مسلّم الکل عالم و

فاضل یا مسلّم شدہ ڈاکٹر یا حکیم اس کندہ ناتراش مقابل کے مقابلہ کے لئے میدان میں علم بلند کرے۔نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ان چار مثالوں کو مرزا کے معتقد اور اس کو کوئی چیز سمجھنے والے حسب حال نہ سمجھیں تو ان کی فہمائش کے لئے دو مثالیں مرزا قادیانی کے گھر لگتی پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفرزٹلی لاہور نے بارہا مرزا قادیانی کو مباحثہ ظاہری کیلئے بلایا ہے۔

۲۔باطنی امور کشف وکرامت وقبولیت دعا میں مقابلہ کیلئے میاں ارادت خان مرحوم ساکن موضع کروالیاں علاقہ بٹالہ نے بذریعہ مریدان مرزا اس کو بارہا بلایا ہے۔ان دونوں صاحبوں کے مقابلہ کے لئے مرزا قادیانی کبھی تیار نہیں ہوا جس کی وجہ بجز اسکے کوئی کچھ نہیں بتایا کہ وہ ان کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔ایسا ہی مرزا قادیانی کو دعاوی مذکورہ میں سمجھو،اور ہرگز امید نہ رکھو کہ کوئی کسی فرقہ کا عالم اس کے مقابلہ کا ارادہ کرے اور مرزا کو یہ عزت دے۔اس وقت تک جو بعض علماء ہندوستان وپنجاب نے اسکے مقابلہ میں قلم اٹھایا یا کسی مجلس میں اس کو ساکت وملزم کیا ہے تو باوجودیکہ وہ اس کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق نہ سمجھتے تھے صرف اس غرض سے اس سے مخاطب ہوئے ہیں کہ ناواقف لوگ جو اس کو عالم یا فقیر اہل دل سمجھ کر اس کے پیرو ہوگئے یا ہونا چاہتے ہیں اس کے بے علم اور کور باطن ہونے سے آگاہ ہوجائیں۔لہذا انہوں نے بحکم ضرورت ننگ وعار کو گوارا کر کے اس کو مخاطب کر کے ملزم کیا ہے اور اس کو الزام بھی اسی کے مسلمات واقوال سے دیا ہے جیسا کہ اسکی درخواست مذکور سے جواب ہم نے تجویز کیا ہے۔یہ غرض ان علماء کی بخوبی حاصل ہوگئی ہے اور اس کا علوم ظاہری سے بے علم اور فیوض باطنی سے بے بہرہ ہونا کس وناکس پر ثابت ہو چکا ہے،تو اب کسی عالم کا اس کو اپنا مخاطب بنانا فضول ہے اور بلا ضرورت ننگ وعار کو گوارا کرنا ہے۔اسلام میں اس کی یہ وقعت وقدر دیکھ کر اور اس کے دعاوی مذکور کو نظائر اربعہ مسطورہ بالا کی مانند سمجھ کر علماء غیر اقوام نے بھی اس کو منہ لگانا نہیں چاہا۔اور اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنے کو موجب عار سمجھا ہے۔زمانہ سابق میں اس نے بارہا اقوام غیر کے لیڈروں کو مخاطب کیا۔پر انہوں نے اس کو منہ نہ لگایا۔ایک دفعہ اس نے ایک اشتہار اردو انگریزی میں بیس ہزار کاپی چھپوا کر ایشیاء اور یورپ کے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور عالموں کے پاس بھیجا تھا جس میں برائے نام وبطور تمہید اسلام کے کمالات ذکر کر کے اپنی کرامات وغیب دانی وکشف بیانی وقبولیت دعا کا دعوی کیا تھا۔اس اشتہار کو بھی کسی نے

عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اسکو جواب باصواب سے مخاطب نہ کیا۔ایک پادری نے اس کا جواب دیا تو یہ دیا کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے۔آج کل لارڈ بشپ لاہور کو اس نے مباحثہ کی طرف بلایا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ تم بحث وخطاب کے لائق نہیں ہو۔

گورنمنٹ اور ارکان سلطنت گورنمنٹ کو بھی یہ دلیر بہادر اشتہارات و چٹھیات و رسائل میں اپنا مخاطب بناتا ہے۔مگر ادھر سے صدائے برنخاست کا نقشہ نمودار ہوتا ہے اور اس کی تحریرات و رسائل کی رسید تک نہیں آتی چہ جائے کہ جواب وخطاب۔پس جس شخص کی گھر میں اور باہر یہ وقعت ہو اس کو کوئی کیونکر مخاطب کرے اور اس کے ہر ایک دعوی پر جس کا اس کو بارہا جواب دیا گیا ہو۔مگر وہ اس کو فرط دلیری سے ہضم کر جاتا ہو ،کون لنگر لنگوٹا کس کر میدان مقابلہ میں آ کھڑا ہو۔جو ایسا کرے گا وہ ویسا سمجھا جائے گا۔اور اسی کی قطار وشمار میں عقلاء روزگار کے نزدیک داخل ہوگا۔اس لئے اے ناظرین! علماء وقت ہر ملت و مذہب کے اس کو منہ نہیں لگاتے۔اور اس کی درخواست کا جواب نہیں دیتے۔

ضروری نوٹ:ا۔درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء اور اشتہارات ۲۰،۲۱ جولائی ۱۹۰۰ بہت سی باتیں مخالف تحقیق و برخلاف مرزا قادیانی نے کہی ہیں ،جس کا مخالف اسلام ہونا ماہنامہ اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ثابت ہو چکا ہے لہذا ان سے تعرض ہمارے ذمہ نہیں رہا۔جو شخص ہمارے رسائل سنین گذشتہ کو بغور ملاحظہ کرے وہ ان باتوں کا مخالف تحقیق و برخلاف اسلام ہونے کا تعین کر سکتا ہے۔ایک بات درخواست ۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں نئی کہی گئی ہے اور اسکی بابت مراسلت مندرجہ بالا میں ہم سے رائے طلب کی گئی ہے۔لہذا بپاس خاطر راقم مراسلت میاں الہی بخش ومیاں رحیم بخش اس نئی بات کی نسبت نہ صرف اپنی بلکہ تمام علماء اہل اسلام کی رائے اسی پچھلے رسالہ اشاعۃ السنہ سے ظاہر کی جاتی ہے۔

وہ بات یہ ہے جو درخواست ۲۷ جون کے صفحہ ۴۔۵ میں کہی گئی ہے کہ مرزا قادیانی ،مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کو حکم کہا گیا ہے اور حکم کا حق ہے کہ ایسی حدیثوں کو (یعنی جن کو مرزائی خلاف قرآن سمجھتے ہیں) رد کرے اور خدا سے الہام پا کر موضوع ٹھہراوے اگر چہ وہ دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہوں۔یہ صریح حیا اور شرم اور دیانت کے برخلاف ہے کہ مرزا کو مسیح موعود وحکم مان کر پھر اس بات پر زور دیا جائے کہ وہ ذرا بھی ہمارے مسلمات میں دخل

نہ دے۔،

اس بات کی نسبت اسلامی رائے اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۰ وغیرہ فتوی بحق مرزا بیان ہو چکی ہے جس کا ما حصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جو واقعی مسیح موعود اور آنے والے مسیح ابن مریم کو حکم مانا ہوا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ قرآن اور حدیث پر حکم یعنی حاکم ہوگا۔ لہذا جس آیت یا حدیث کو چاہے گا مانے گا اور جس کو چاہے گا رد کر دے گا، بلکہ مسلمانوں نے اس کو قرآن اور حدیث کا جس کا دوسرا نام سنت ہے، محکوم مانا ہوا ہے نہ کہ حکم۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح موعود شریعت محمدیہ (قرآن وحدیث) کا تابع ہو کر لوگوں پر حکم ہوگا۔ اور لوگوں پر ان امور میں جن میں وہ قرآن حدیث چھوڑ جائیں گے قرآن وحدیث کے موافق حکم کرے گا۔ حضرت عیسیٰ تو دوسرے نبی حضرت موسیٰ اور ان کی کتاب توراۃ کے تابع تھے آنحضرت ﷺ کے وقت میں خود حضرت موسیٰ جو متبوع تھے آتے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کی شریعت قرآن وحدیث کے تابع ہوتے۔ لہذا مسلمانوں کی رائے اور قرارداد میں حیا اور شرم اور ایمان کے برخلاف یہ بات ہے کہ مسیح موعود کو قرآن اور حدیث پر حکم تسلیم کیا جائے۔ اور ان کے نزدیک ایمان وحیا کا لازمہ ہے کہ جو مسیح موعود بن کر کسی آیت قرآن کا خلاف کرے یا کسی حدیث صحیح کو موضوع کہے اور قرآن حدیث پر حکم بننے کا دعوی کرے اس کو اسلام سے خارج سمجھ کر اس کے اتباع سے بچیں اور اس کو منجملہ ان تیس اشخاص دجاجلہ کے سمجھیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹا دعوے بنوت کرینگے۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۷۲ میں فتوی علمائے پنجاب بحق مرزا قادیانی ملاحظہ ہو۔

۲۔ خاکسار محمد حسین نے تو مرزا قادیانی کے دعوی بالمقابلہ تفسیر نویسی اور نشان نمائی کو اسکی قدیم لاف زنی سمجھ کر اور اسلاف زنی کے مقابلہ میں اسی پرانے جواب کو جو اس مقام میں اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ و ۱۵ سے نقل کیا گیا کافی خیال کر کے اعراض اختیار کیا اور اپنی بعض ذاتی اور قومی ضرورتوں کے لئے شملہ پہنچا۔ مگر سید پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ نے مرزا کی دعوت کو قبول کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے اور کئی روز تک مرزا کو بلا کرا سکے لاہور آنے کے منتظر رہے مگر مرزا نے نہ آنا تھا، نہ آیا۔ آخر پیر صاحب میدان جیت کر وطن کو واپس تشریف لے گئے اس کی مفصل کیفیت بعنوان روئداد جلسہ اسلامیہ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپ کر شائع ہوئی ہے اس مقام میں ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ اس روداد میں بعد حمد وصلوۃ لکھا ہے:

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا۔ اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک اقرار نامہ بوجہ بریت لکھنا پڑا جس کی پہلی تین شرطیں حسب ذیل تھیں:

۱۔ وہ ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرے گا جس کے یہ معنی یہ خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (مسلمان ہندو، عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ وہ خدا کے پاس ایسی اپیل (دعا) کرنے سے اجتناب کرے گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے، یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرار نامہ کے تحریر کر دینے کے بعد چند روز تک بہ تبعیت اقرار نامہ مذکور مرزا قادیانی خاموش رہا مگر اس کی پیروی کرنے اور بربنا اس کے خاموشی اختیار کرنے میں جب آمدنی اور چندہ پر ایک معتد بہ اثر پڑا، اور الہامی یا قوتیوں کی تیاریوں میں فرق آیا اور پرانے رفیق منشی الٰہی بخش ملہم، منشی عبدالحق اکونٹنٹ، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، ڈپٹی فتح علی شاہ اور دیگر اچھے اچھے پیرو پھر گئے، تو مرزا قادیانی کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اختیار کرلے اور تب اشتہارات منارۃ المسیح، معراج یوسفی، معیار الاخیار نکالے۔ مگر اس سے بھی مطلب براری نہ ہوئی تو سوچ سوچ کر حضرت پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر ۸۶ معزز علماء کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی تمام علماء وصوفیا پنجاب ہند کو بالعموم مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا جن کے عدم شیوع کی نسبت مذکورۃ الصدر میں اقرار کر چکا تھا اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تقریری وتحریری (تفسیر الفرقان) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے بلکہ یہاں تک تھا کہ وہ س مباحثہ کے واسطے لاہور تک بھی نہیں آئیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو میرا غالب ہونا متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر مہر علی شاہ بھی اپنے تئیں مومن مستجاب الدعوات جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور مرسل کے دشمن ہیں۔ اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

گو یہ اشتہار سخت بے ادبانہ اور نا قابل خطاب اور صریحاً خلاف شرائط اقرار نامہ محررہ مذکورہ کے تھا جو کہ مرزا نے اس خیال پر شائع کیا تھا کہ علمائے ہندوستان وغیرہ تو مجھے فتوی کفر دے چکے ہیں اور پیر صاحب کبھی میرے مقابلہ میں آنے کی پرواہ نہیں کریں گے کیونکہ (صوفیا بحث مباحثہ سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اپنا وقت ایسے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے) پس نہ تو مقابلہ ہوگا اور نہ بحث بلکہ یوں ہی مفت کی شہرت سے میرا کام بن جائے گا۔

مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب موصوف بنظر اس کے کہ مرزا قادیانی کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے بالمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی اسلام مباحثہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور حسب الدرخواست اسکے ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مباحثہ مقرر کی۔ چنانچہ تاریخ مذکور پر پیر صاحب لاہور تشریف لے آئے مرزا کا اصلی منشاء تو صرف اپنی شہرت وتشہیر کا تھا اور یہ مقصد تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہا واقعی مقابلہ سو اس کا جاں گداز خیال مرزا کو لاہور دہلی لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا) دکھاتا تھا اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ پیر صاحب ۲۴ تاریخ سے ۲۹۔ اگست ۱۹۰۰ء تک برابر لاہور میں مقیم رہ کر مرزا کی آمد کے منتظر رہے اور ہر دو وقت صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر، نیز ۵ بجے سے ۷ بجے شام تک مجلس عام میں جس میں عموماً معززین اسلام وعلمائے کرام صدہا موجود ہوتے تھے مرزا کے عقاید کی تردید فرماتے رہے مگر مرزا جی لاہور نہ آئے، پر نہ آئے۔

۲۴ تاریخ سے ۲۶۔ اگست کی شام تک انتظار کر کے جملہ اہل اسلام کی رائے سے تجویز ہوا کہ صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۰ء کو مسجد شاہی واقع لاہور میں ایک عام جلسہ منعقد کیا جائے اور اس میں جو کاروائی من اولہ الی آخرہ دربارہ مناظرہ ومباحثہ حضرت پیر مہر علی شاہ ودیگر علمائے عظام وصوفیائے کرام اور مرزا کے مابین ہوئی ہے ضبط تحریر میں لا کر پڑھی اور عوام الناس کو سنائی جائے اور آئندہ کے واسطے مرزائی حرکات کے متعلق مناسب تدابیر سوچی جاویں اور نیز جو صاحبان دور دراز مقامات سے تشریف لائے ہیں ان کا شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ باوجودیکہ یہ تجویز نہایت تنگ وقت پر سوچی گئی تھی اور رات کے آٹھ نو بجے ایک معمولی منادی کے ذریعہ سے شہر میں اطلاع دی گئی تھی تاہم تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکور الصدر میں صبح کو جمع ہو گئے۔ پیر مہر علی شاہ و دیگر مشائخ کرام وعلمائے عظام تشریف لائے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی۔

اس جلسے کا نتیجہ یا فیصلہ امور ذیل ہیں: ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق منظور نہیں، اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین ومعززین اسلام کو مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت ومشہوری چاہتا ہے۔ اور یہی اس کا مقصود ہے۔ ۲۔ اس موقع پر اس نے پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دے کر تکلیف دی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمداً گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صدہا بزرگان دین ومعززین اسلام کا وقت ضائع کیا بلکہ کئی ایک طرح کے حرج وہزاروں روپیہ کے مالی نقصان کا انہیں متحمل کیا۔ ۳۔ اس کے عقاید بالکل خلاف قرآن کریم وسنت رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام کے ہیں۔ ۴۔ اس کے دعوے بالکل غلط وبے بنیاد اور لغو ہیں۔ ۵۔ وہ آنحضرت ﷺ کا مخالف خود رسالت کا دعویدار ہے وہ اپنے اشتہار معیار الاخیار میں یوں لکھتا ہے قل یا ایّها النّاس انّی رسول اللّٰه الیکم جمیعاً۔ ترجمہ۔ اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ہوں۔ ۶۔ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے اوپر نازل ہونا تحریر کرتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصی کہتا ہے اور معراج آنحضرت ﷺ سے منکر ہے۔ ۷۔ وہ حضرت عیسی روح القدس کی سخت توہین کر رہا ہے۔ ۸۔ وہ بزرگان دین کے حق میں بہت بیجا و ہتک آمیز تحریریں شائع کر کے ان کی دل شکنی کر رہا ہے۔ ۹۔ وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول دعووں سے ناحق دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ۱۰۔ اس کی اور اس کے حواریوں کی تحریریں سخت بدتہذیب اور ناجائز الفاظوں

سے لبریز ہوتی ہیں ۔۱۱۔اس کی عام اسلامی مخالفت اور خلاف دینی عقاید کے باعث اسے علماء ہندوستان وغیرہ فتوی کفر دے چکے ہوئے ہیں ۔

پس بلحاظ وجوہات مذکورہ بالا جملہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور متناقض دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار کر لیا ہے اور شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری وعامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ اس نے بنا رکھا ہے اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے دے رکھی ہے اس کو بیجا طور پر استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے اس لئے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں کیونکہ اس کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ ص ۱۱۳۔۱۳۲)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزائی کہتے ہیں کہ:

میں ظالم کو ذلیل ورسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔(ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جوحق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے)۔(تذکرہ۔ص ۲۷۰۔۲۷۱)،والا الہام حضرت بٹالویؒ کے بارے میں تھا۔اور اس الہام کے بعد انہوں نے مرزا قادیانی کی مخالفت ترک کر دی تھی ، ذلیل و رسوا ہو کر خاموشی اختیار کر لی تھی ،اس لئے چند تحریریں نقل کی جا رہی ہیں جو ۱۸۹۸ء کے بعد کی ہیں ،جن سے ہمارے قارئین پر واضح ہوگا کہ مولانا بٹالویؒ نے مرزا کے خلاف قلمی جہاد کا سلسلہ کبھی بند نہیں کیا تھا۔

قادیانی کے حج البیت کا معاملہ

شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان لکھتے ہیں:

محمد حسین بٹالوی کا ہم سے خطاب اور ہماری طرف سے جواب

نگفتہ نہ دارد کسے با تو کار　　　ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی سے الحکم کے ناظرین خوب آشنا ہیں اس لئے ہمیں ان کو پبلک میں انٹروڈیوس کرنے کی چنداں ضرورت نہیں آج ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا شیخ صاحب موصوف کا ایک پوسٹ کارڈ جس کی پشت پر، میاں فضل الدین وحکیم نورالدین اور اڈیٹر اخبار الحکم، لکھا ہوا تھا ہمیں موصول ہوا۔ شیخ صاحب نے تین مختلف اشخاص کو ایک ہی کارڈ میں کیوں مخاطب کیا اور کیوں عام اخلاق اور طریق تہذیب کے خلاف جداگانہ نہ لکھا ہمیں اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں یہ غالباً ان کی خداداز مین کی برکت ہے یا اکانومی کے اصولوں کی پابندی ہے کہ تین پیسہ کے بجائے ایک پیسہ سے کام چلا لیا (شائد قواعد ڈاک خانہ کے خلاف بھی ہو)۔ بہر حال وہ خط چونکہ مولوی صاحب! ایڈوکیٹ اہل حدیث! اڈیٹر اشاعۃ السنہ کی علمیت اور قابلیت کی پر در دستاویز ہے اس لئے ہم اس کو مع اپنے جواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں: مولوی صاحب کا خط یوں ہے:

شملہ سینجو لی۔ مکان مراد ٹھیکہ دار۔ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۲ء (نمبر ۲۸۲)۔

میاں فضل الدین صاحب واصلی راقم کارڈ ...بہر رنگے کہ می آئی شناسم۔

مرید پرافٹ قادیان ہو کر خاکسار کی نسبت دعوی حسن ظنی دھو کہ دہی، جس سے میرے مضمون ...(پڑھا نہیں گیا) واغراض کی تائید ہوتی ہے۔ کیا پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شبانہ روزی اعمال سے نہیں جن سے اس کا مریدان کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔ نہیں تو کیوں نہیں۔ اور باتوں کو رہنے دو صرف یہی بتاؤ کہ پرافٹ حج کیوں نہیں کرتا۔ اگر اس کو فرض جانتا ہے، خوف قتل ہے تو بشارت و الله يعصمك من الناس کس دن کے لئے ہے۔ کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے کوئی ہاتھ بڑھاوے تو پہلے اس بیت کو خیال میں لاوے

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد   ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

مضمون کے پورا ہونے کا انتظار تو کیا ہوتا ابھی بسم اللہ شروع ہوئی ہے۔

پہلا صدمہ دیکھ کر روتا ہے کیا   آگے چل کر دیکھئے ہوتا ہے کیا

الحکم صاحب کچھ خامہ فرسائی کریں تو پرچہ جولا نگاہ خامہ میرے پاس بھیج دیں، ادھر سے بھی جوابی پرچہ روانہ ہوگا چنانچہ تاج الدین لاہوری کی معرفت کہا گیا تھا اور تمہاری بہتری اور خیر تو اسی میں ہے کہ اشاعۃ السنہ سے نہ الجھو، و الا فتذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ۔الراقم ابوسعید محمد حسین

(شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں) جس کارڈ کا ذکر شیخ (محمد حسین) صاحب نے اپنے اس کارڈ میں کیا ہے وہ مولانا نور الدین کے ایک شاگرد مولوی فضل الدین نے ان کو لکھا تھا اور جس کا باعث وہ یہ بتاتے ہیں کہ جب ان کا رسالہ اشاعۃ السنہ دیکھا گیا جس میں مرزا صاحب کے سلسلہ احمدیہ کی ہندوستان و پنجاب میں اشاعت کا باعث یہ لکھا ہے کہ، وہ اپنے پیرؤوں کو آزادی کا سبق دیتا ہے کہ تصویر بناؤ، سود کھاؤ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھا کر مکہ کیوں جاتے ہو بجائے مکہ، قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھ کر بھوکے نہ مرو بلکہ اس بیت پر عمل کرو

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ کر سجدہ   وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ص ۹۲)۔

اس تحریر کے پڑھنے سے پہلے ان کو ایک مسلمان کی حیثیت سے شیخ (محمد حسین) صاحب پر حسن ظن تھا کہ وہ مولوی کہلاتے ہیں اہل حدیث کے ایڈوکیٹ بنتے ہیں وہ اس قدر جھوٹ نہ بولتے ہوں گے لیکن جب قادیان میں آ کر دیکھا کہ اباحت کی کوئی تعلیم نہیں بلکہ قرآن وسنت پر عمل ہے اور دن رات اسی کی اشاعت اور جلال وعظمت کے اظہار کیلئے فکر ہے تو مولوی صاحب کے اس قول الزور پر انہیں سخت تعجب ہوا جس پر انہوں نے شیخ صاحب کو ایک کارڈ لکھ دیا کہ یہ آپ نے جھوٹ لکھا ہے۔

مولوی (محمد حسین) صاحب نے اس کارڈ کے جواب میں مندرجہ بالا کارڈ لکھا ہم کو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب باوجود مسلمان مولوی اہل حدیث کہلانے کے پھر سوءظن سے کام لیتے ہیں اور

اس کارڈ کا کا راقم اصلی کسی اور شخص کو قرار دیتے ہیں۔

تعجب کا مقام ہے کہ مولوی (محمد حسین) صاحب نے اپنے اس رسالہ میں (جس کا ایک کوٹیشن ہم نے اوپر دیا ہے) تو پوری اباحت اور بے دینی اور بے قیدی کا الزام سلسلہ عالیہ پر لگایا ہے لیکن اپنے کارڈ میں ساری بحث اس ایک امر پر رکھ دی ہے کہ کیا۔ پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شبانہ روزی اعمال سے نہیں ہے جن سے اس کا مردوں کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔،...

مولوی (محمد حسین) صاحب کو شائد اتنا بھی معلوم نہیں کہ حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے ...لکھتے ہیں: اور باتوں کو رہنے دو.. کس دن کے لئے ہے۔،.....تعجب کی بات ہے کہ آپ کی ساری عمر اسی کش مکش میں گذری کہ اور نہیں تو کسی کو کافر ہی بنائیں اشاعۃ السنہ کو ۱۸۷۸ء سے شائع کرنے کا دعوی مگر اس قدر صاف اور سہل مسئلہ حج کا جو قرآن شریف حدیث اور فقہ کی عام کتابوں اور مسجد کے معمولی ملانوں تک کو بھی معلوم ہے آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ دہلی میں ۱۲ برس رہ کر بھاڑ جھونکا کئے شاید ایسے ہی موقع پر بولا کرتے ہیں۔ مولوی (محمد حسین) صاحب مانع صرف زادراہ نہیں اور من استطاع الیہ سبیلاً خدا تعالی نے خود بطور کلام کے فرمایا ہے اگر مانع حج صرف زادہ راہ ہی ہوتا اور اور امور مثل صحت کی حالت کا عمدہ نہ ہونا یا راہ یا مکہ میں خود امن کی صورت کا...نا یا کسی اور قسم کے عذر جو عنداللہ جائز ہوں اس میں داخل نہ ہوتے تو یہ بطور کلام کلی کے نہ بیان فرمایا ہوتا۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے علم وقرآن دانی کو کیا ہوا بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ اولیاء الرحمٰن کی مخالفت میں اسی طرح علم سلب ہو جایا کرتا ہے۔

مولوی (محمد حسین) صاحب! آپ کو ہمارے سید ومولا حضرت مسیح (مرزا) کے حج کی اتنی فکر کیوں پڑی ہوئی ہے؟ آپ نے کبھی اپنے شیخ مولوی عبداللہ غزنوی کا تو اس الزام سے تبریہ کیا ہوتا، صدیق حسن خان نے بھی یہی اعتراض کیا تھا کہ وہ حج کیوں نہیں کرتے ان کے پاس روپیہ تھا بڑے امن اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور کوئی مانع بھی بظاہر ان کو نہ تھا انہوں نے حج کیوں نہ کیا؟ (کیا عبداللہ غزنوی کا دعوی مسیح ہونے کا تھا؟ بہاء) کیا سلطان روم جن کو آپ خلیفۃ المسلمین مانتے ہیں، اس نے حج کیا ہے۔ حالانکہ ان کو تو بڑی آسانی اور

سہولت ہے (کیا اس کا دعوی مسیح ہونے کا ہے؟ بہاء) ان کو آپ نے کتنی مرتبہ نصیحت کی اور حج نہ کرنے کی وجہ سے کتنی مرتبہ کفر کا فتوی دیا حالانکہ آپ اسی رسالہ اشاعۃ السنہ میں ترکی کے اعیان وسلطنت کے افراد میں خلاف شریعت کاروائی کا ارتکاب بھی تسلیم کرتے ہیں جس پر ہم پھر لکھیں گے۔ اور نہیں تو امیر کابل سے ہی کہا جاتا جہاں آپ کو باریابی کا موقع ملا تھا اور کچھ نقد بھی بطور زاد راہ مل گیا تھا۔ اس زادہ راہ کے ملنے کی وجہ سے ہی تو حج کی نصیحت شاید آپ نے ...نہیں کی اور خاموش رہے، مگر آپ کو معلوم نہیں، نہیں۔ یقیناً معلوم نہیں مامور من اللہ، اللہ تعالی کے احکام کے نیچے چلتے ہیں مواضع فتن سے بچنا سنت انبیاء ہے اور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ارشاد قرآنی ہے پھر ایک مامور من اللہ قرآن کریم کا سچا متبع اور زندہ نمونہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مردہ کا احیا کرنے والا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال سکتا ہے؟ (پھر مرزا محمود احمد بن مرزا غلام احمد نے کیوں حج کیا اور اپنے کو فتنہ میں کیوں ڈالا؟ بہاء).. پس اس وقت حج کے لئے قدم اٹھانا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے خلاف کرنا اور گنہ گار ہونا ہے (تو مرزا محمود گنہگار رہوا؟ بہاء).. آپ یہ تو بتائیں کہ احادیث میں مسیح موعود کا کیا کام لکھا ہے۔ کیا جب وہ ظاہر ہوگا تو اس کا اول فرض یہی ہوگا کہ وہ حج کرے یا مسلمانوں کو دجال کے خطرناک فتنہ سے بچائے اور بیت اللہ کی عظمت کو قائم کرے۔ اور کاش آپ کو کم از کم مسیح موعود کے ظہور کی حدیث یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب ہی یاد ہوتی۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے جس میں مسیح موعود کا یہ کام لکھا ہوا ہے کہ وہ آتے ہی حج کو جائے گا تو اسے آپ پیش کریں (مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا۔ جس پر گیارہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور ان کی عمر ساٹھ برس سے اوپر ہو چکی تھی، اور ان کی زندگی کے صرف ۶ سال باقی رہ گئے تھے۔ کیا مرزائی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام اور دعاؤں کی بنا پر یقین تھا کہ ان کی عمر ۹۵ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ بایں صورت واقعی ان کے زندگی کے ابھی کئی عشرے باقی تھے۔ بہاء) اور اگر مسیح کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ قتل دجال کرے اور صلیب کو توڑے جس سے مراد اہلاک ملل باطلہ بذریعہ محض حجت وآیات بینہ ہے تو پھر وہی کام پہلے ہونا چاہیے اور ہم آپ کو بشارت دے رہیں کہ حضرت مسیح موعود حجت و برہان اور آیات بینات سے خنزیروں کے قتل اور صلیب کی شکست میں روز وشب مصروف ہیں۔ بہت سے سور مر چکے ہیں اور بعض سخت جان ابھی باقی ہیں ...

اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح کا پہلا کام حج کو جانا ہے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارے

سید و مولیٰ امام الزمان اس امر پر بے شک تیار ہیں کہ خواہ کوئی بھی عذر ہو وہ حج کو اپنا پہلا کام سمجھ کر جانے کو تیار ہیں..سوروں کے قتل اور شکست سے پہلے کسی اور کام کی طرف توجہ کرنا مسیح موعود کی شان ہی کے خلاف ہے۔ مسیح موعود کا حج اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا (جب حج نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ دجال بھی کفر اور دجل سے باز نہیں آیا۔ براہین وغیرہ ناکام رہیں، مرزا صاحب کا کام نہ ہو سکا، مشن پورا نہ ہو سکا، مرادیں پوری نہ ہوئیں، اور جو آخر میں کہا کہ ہم تو اپنا کام ختم کر چکے، لاہور، میں وہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اصل کام یعنی دجال کی شکست نہیں ہوئی اس نے طواف نہیں کیا اور اس کے ساتھ مرزا نے بھی نہیں کیا۔ بہا) اس وقت دجال بیت اللہ کے گرد اپنی فاسد نیت سے چوروں کی طرف طواف کرتا ہے اور مسیح موعود بیت اللہ کی حفاظت کے لئے طواف کر رہا ہے۔ مسیح موعود تو ہر وقت طواف میں مصروف ہے۔ مسیح موعود یہ چاہتا ہے کہ بیت اللہ کو قائم کرے اور اس کی عظمت کی جا بجائی میں مصروف ہے اور آپ ہیں کہ ایسے کام سے ہٹا کر یہ چاہتے ہیں کہ بیت اللہ رہے یا نہ رہے مگر مسیح موعود حج ضرور کرے۔ مولوی صاحب آپ کے لئے اس قسم کے اعتراض سخت شرم دلانے والے ہیں۔

حج کے متعلق غالباً آپ کے سوال کا جواب ہو چکا۔ اب صرف آپ کا یہ مغالطہ باقی ہے کہ اگر خوف قتل ہے تو بشارت و اللّٰه یعصمك کس دن کے لئے ہے؟

مولوی صاحب !..کیا آپ کو معلوم نہیں کہ و اللّٰه یعصمك من الناس کی بشارت آنحضرت ﷺ کو بھی ملی تھی۔ پھر اے نادان مولوی اتنا تو بتا کہ آپ ﷺ ایک چھوڑ دو زرہیں کیوں پہنا کرتے تھے؟

آپ نے حسب معمولی بڑی تعلّی اور تکبر سے کام لیا ہے کہ اگر کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے ...یہ تو آپ کو چاہیے تھا کہ شکست پر شکست آپ کو ملی (مقابلے سے بھاگ بھاگ کر سانس تو مرزا صاحب کا پھولا رہتا تھا۔ بہاء)...خدا کا مسیح اپنی رسالت میں کامیاب ہو گیا اب اسے اپنی راہ کی خس و خاشاک پر کیا نظر...

(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۲ء ص ۱۲۔۱۵ ملخصاً)

شیخ یعقوب علی کا یہ مضمون شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے کسی خط کے جواب میں لکھا گیا ہے، اور اس کا جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ اور ناظرین پر قادیانیوں کی دنداں شکن تحریروں اور ان کے علم کلام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لفاظی اور جذبات نگاری کے سوا ان کی تحریروں میں حجت و برہان کا

شمہ تک نہیں ہوتا۔

تحریر بالا کے چند روز بعد شیخ یعقوب علی قادیانی لکھتے ہیں:

شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے خط کا جواب الحکم کی گذشتہ اشاعت میں کسی قدر بسط سے شائع ہو چکا ہے لیکن اتمام حجت اور ایک دوسرے نکتہ معرفت کے لئے اتنا اور عرض کرنا ضروری سمجھا ہے کہ مرزا صاحب کے حضور جب وہ خط پڑھا گیا اور یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سے سخت جان ابھی ہیں ان سے فرصت اور فراغت تو ہو لے۔

شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں گے تو امید ہے یہ لطیف جواب انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔

شیخ صاحب! ٹھیک ہے نا، پہلے خنزیروں کو قتل کر لیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ ص ۱۶)

کوئی بتائے کہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے بعد مرزا قادیانی نے کون سے خنزیر قتل کئے؟ اور یہاں آپ نے یہ بھی کہا کہ خنزیروں کے قتل کے بعد حج کرونگا۔ حج نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خنزیر قتل نہیں ہوئے، جو بقول آپ کے مسیح کا پہلا کام تھا۔ اور انہیں قتل کئے بغیر مر گئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ناکام مرے، اور وہ خود کہا کرتے تھے کہ دنیا میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی، اگر میں نے وہ کام کر دیا جس کے لئے میں آیا ہوں تو سچا، اور اگر نہ کر سکا تو کروڑوں نشان دکھانے کے باوجود بھی جھوٹا۔ اور اگر مرزا صاحب نے خنزیر قتل کر دیئے، اور پھر حج نہیں کیا تو اس سے مرزا صاحب کا دعوی غلط ہوتا ہے کہ میں قتل کے بعد حج کروں گا۔

قادیانی اشاعت اسلام کی حقیقت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کا دعوی کہ ہم ایسے مضامین جو اسلام کو مدد دیں رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کر کے دین اسلام کو مدد پہنچا رہے ہیں۔ اور اس مدد پہنچانے میں: ہمچو ما دیگرے نیست، کے مدعی ہیں۔ چنانچہ ریویو کی جلد ۴ نمبر ۷ میں اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کی سچائی پر یہ ایک دلیل ہی کافی ہے۔

پھر اس کے ثبوت میں (اڈیٹر ریویو) فرماتے ہیں اس کی ایک ہی مثال کافی ہے کہ کس نے یہ کوشش کی کہ انگریزی زبان میں صرف مذہب اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یورپ اور امریکہ کے رہنے والوں تک یہ پاک پیغام پہنچائے کہ سب غلطیوں سے پاک اور اللہ تعالی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والا اور سچا روحانی مذہب صرف ایک ہی ہے یعنی اسلام۔ پھر کس قوم نے کوشش کی، جیسی کہ ہماری قوم نے، کہ ان رسالوں کی سینکڑوں کا پیاں مفت ان لوگوں کے گھروں میں پہنچائے۔ یہ جوش سچائی کی حمایت کا اور باطل کی تردید کا کسی کاذب دل میں بھی ہو سکتا ہے؟

اس جگہ ایک تازہ شہادت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ کی تحریروں کو ایک تعصب سے پاک دل کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس سے پہلے امریکہ میں مسٹر ویب، آسٹریلیا میں مسٹر سیوارٹ اور مسٹر ہنری مچل، انگلستان میں مسٹر کوئیلم کی شہادت کا کئی دفعہ اشتہارات وغیرہ میں ذکر آ گیا ہے۔ حال میں ایک انگریز کی خط و کتابت ہمارے ساتھ شروع ہے جس کے نام کو میں ابھی مصلحتاً ظاہر نہیں کرتا۔ وہ پہلا خط حضرت اقدس (مرزا) کے نام لکھتا ہے: میں نے اب تک ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی جس میں اسلام کی حمایت اس قدر زور کے ساتھ کی گئی ہو، جیسی آپ کے شاندار پرچے میں۔

پھر دوسرے خط میں جو میرے نام تھا، وہ صاحب لکھتے ہیں: میں نے اب تک کوئی کتاب یا پرچہ نہیں

پڑھا جس میں اسلام کی حمایت اس طاقت وراور زبردست ہاتھ سے کی گئی ہو۔ میں (محمد حسین) اس کے جواب میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ بے شک آپ کے ریویو میں بعض مضامین مسائل جزیہ فرعیہ اسلام کی تائید میں نکلتے ہیں، مگر اس حلوے میں زہر کی آمیزش بہت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح کو قبل از وقت وفات مار کر ان کی جگہ خود غصب کر کے سنبھال لینا، پھر اس غصب و مداخلت بیجا پر صبر و اکتفا نہ کرنا، بلکہ ان کو ہمیشہ تحریرات میں کوستے رہنا اور ان کی اہانت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا، ایسی زہر ہلاہل ہے جس نے گرو جی اور چیلے کی تمام تائید جزئیات اسلام کو کان لم یکن کر دیا۔ اس پہلی چوکڑی بھول جانے نے مسائل جزیہ اعتقادیہ و عملیہ میں سے آپ لوگوں کو اسلام کے سیدھے راہ سے بھلا دیا ہے۔ حتی کہ حقیقت ایمان باللہ وایمان بملائکہ نزول وحی ورسالت وحشر نشر ونعیم جسمانی جنت، آلام دوزخ سے بھی منکر بنا دیا

اس مخالفت اصول دین کے ساتھ آپ کا کسی مسئلہ جزئی فرعی میں اسلام کی تائید کرنا ایسا ہے جیسے ایک منافق کا روز خیبر سینہ پھلا کر لڑنا، اور بہت سے زخم کھانا، جس کا ذکر صحیح بخاری کے صفحہ ۶۰۶ و ۹۷۷ وغیرہ کی اس حدیث حضرت ابو ہریرہؓ میں ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مدعی اسلام، خیبر کی لڑائی میں آنحضرتﷺ کے ساتھ تھا۔ آنحضرتﷺ نے اس کے حق میں فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب لڑائی کا وقت آیا تو بہت ہی لڑا۔ پھر جب اس کو بہت زخم پہنچے تو اس نے اپنے ترکش سے تیز تیر نکال کر اس سے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آنحضرتﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ جس شخص کو آپ نے جہنمی کہا تھا وہ واقعی جہنمی نکلا اور خدا نے آپ کی بات کو سچ کر دیا ہے۔ آنحضرتﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو پکار کر سنا دے کہ بہشت میں وہی جائے گا جو مومن ہوگا۔ اور اس دین کی خدا تعالی اس شخص کیذریعہ بھی مدد کرتا ہے جو خود (مومن نہ ہو) فاسق ہو۔

اب رہا جواب تحسین انگریزان نومسلم، وہ بے چارے نومسلم ہیں۔ وہ ابھی حقائق متشابہات اسلام، نزول مسیح وحقیقت ملائکہ وحشر ونشر کب سمجھ سکتے ہیں۔ متشابہات اسلام کی حقیقت تو کرشن جی اور ان کے پرانے سیوک (مولوی) نہیں سمجھتے.... ان بے چارے نومسلموں پر کیا افسوس ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰۔ ص ۳۴۶۔ ۳۴۸)

کرشن قادیانی اور بٹالوی

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے کرشن ہونے کا دعوی کیا تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لکھا:

قادیان کے کرشن مہاراج (مرزا غلام احمد) نے پہلے وکیل، مناظر غیر اقوام من جانب اسلام کا روپ بھرا تھا۔اور قرآن واسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن ہی سے نکالنے کا وعدہ دے کر (بحسب اعتراف خود) دس ہزار روپیہ مسلمانوں کا بٹورا، وازانجا کہ ان تین سو دلائل کا وجود کتاب براہین میں تو کب ہوتا، اس کے دماغ میں بھی نہ تھا، لہذا اس کتاب کے تیسرے حصے (یا جلد) سے ایک اور روپ، ولی اور نبی بننے کا جمایا۔اور وحی والہام (جو انبیاء واولیاء کا خاصہ ہے) کا دعوی کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا۔ان الہاموں میں کبھی آپ نے آدم علیہ السلام کا روپ بھرا۔کبھی حضرت عیسی وآنحضرت ﷺ ودیگر انبیاء علیہم السلام کا اوتار لیا۔اور اس ذریعے سے بہت سے عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کو اپنے دام میں پھنسایا۔ان مختلف روپ بھرنے سے مالدار آپ کے مرید بن گئے اور کافی سے زیادہ روپئے آپ نے جمع کر لئے۔حتی کہ سرکار انگریزی کو بھی ان کی آمدنی دیکھ کر انکم ٹیکس وصول کرنے کا موقعہ مل گیا اور آپ پر ٹیکس لگایا گیا۔اور پھر وہ ایک مسلمان افسر تحقیقات کی مہربانی سے اور کرشن مہاراج کی حکمت عملی وغلط عذر داری وغلط بیانی سے اٹھ بھی گیا۔مگر بحکم حدیث نبوی اگر ابن آدم (حریص دنیا) کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں، تب بھی وہ تیسرا جنگل تلاش کرتا ہے، اور اس کے پیٹ کو مٹی ہی پر کرتی ہے

تنگ چشمی ہائے دنیادار یا قناعت پر کند یا خاک گور

جوں جوں مہاراج کی دولت بڑھتی گئی، حرص مال زیادہ ہوتی گئی۔لہذا آپ نے ایک اور روپ

بھرنے کی ٹھہرائی (سکھوں کے گرونانک صاحب کا روپ)۔اور اس کے واسطے پہلی پٹڑی یہ جمائی کہ گورونانک آپ کے ہم مذہب تھے، تاکہ سکھ پارٹی سے جو اس وقت مال و دولت میں بڑھی ہوئی ہے، اور ان میں کئی ریاستوں کے والی، راجہ، مہاراجہ ہیں، کچھ روپیہ آوے اور زیورات وغیرہ میں صرف ہو۔ سکھوں میں کوئی اس کا قائل و مائل ہو جاتا تو ایک نہ ایک دن اس نے ضرور بابا نانک صاحب بن جانا تھا۔ مگر چونکہ سکھ پارٹی کے لیڈر تعلیم یافتہ تھے، وہ آپ کی چال تاڑ گئے اور اس کے قابو میں نہ آئے اور انہوں نے بجائے لبّیك کے، تبرّے سنائے۔

اب آپ کو یہ سوجھی ہے کہ ہندو پارٹی میں گو تعلیم یافتہ لوگ بھی ہوں، مگر ان پڑھ زیادہ ہیں اور زود اعتقادی ان کا خاصہ اور قدیمی شیوہ ہے، اور مال و دولت میں بھی سکھوں سے کم نہیں، تو اب آپ نے کرشن جی کا اوتار لیا ہے اور اپنی نسبت تازہ اور گرما گرم الہام گھڑ کر شائع کر دیا ہے جو آپکے لیکچر سیالکوٹ اور ریویو آف ریلیجنز میں مشتہر ہوا ہے، یہ ہے:

کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

یہ روپ اور یہ اوتار لینا آپ کے روز افزوں تبدّلات و انتقالات بحکم اس بیت کے جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے، عین لازمہ و نتیجہ تھا اور انسلافات کی نظر سے سے اس کا پہلے ہی یقین تھا۔ اور آئندہ بھی یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ایک نہ ایک دن آپ مہتروں (بھنگیوں) کے پیشوا، لال بیگ کا روپ بھی بھریں گے، کیونکہ بھنگیوں میں تعلیم برائے نام بھی نہیں۔ اور ان کی آمدنی (جب سے اڑوڑی یعنی میلے اور کھاد کی قیمت بڑھتی جاتی ہے) دن بدن ترقی پر ہے۔

کرشن قادیانی کا بھائی مرزا امام الدین جلد بازی کر کے لال بیگ کا خلیفہ بنا تھا اس لئے وہ اس میں ناکام رہا۔ اور اس کے مر جانے سے وہ عہدہ پھر خالی ہو گیا اور چونکہ کرشن قادیانی گہری پالیسی کا پالیٹیشن ہے اور دنیا کمانے کی مصلحت اور دور اندیشی میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے، لہذا امید واثق اور یقین کامل ہے کہ وہ حکمت و مصلحت سے پہلے عہدہ خلافت لال بیگ اپنے لئے تجویز کرے گا اور پھر بتدریج خود ہی لعلبیگ بن بیٹھے گا اور اس میں کامیاب ہو گا۔ اس کے بعد وہ پارسیوں کے پیغمبر زردشت کا اوتار لے گا اور ان پر ہاتھ پھیرے گا۔ وعلی ہذا القیاس

اس مضمون میں جو بات ہم مسلمانوں کے متعلق کہنا چاہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ اب تو مسلمان ،کرشن قادیانی سے بحث ومباحثہ چھوڑ دیں۔اوران کواوران کے ہندو بھائیوں کو (جن کووہ اپنے رسالہ ریویوآف ریلیجز میں جابجا بھائی کہتے ہیں) بھگت لینے دیں اگر وہ ان میں کرشن مانے گئے اور ہندواس کو دھن مہاراج، دھن مہاراج بول اٹھے،تو وہ شوق سے ان کی حلواپوریاں کھائیں،مسلمانوں کا اس میں کیا حرج ہے۔اوران کوحسد وبخل سے کیا حاصل؟ ہم تواس کے حق میں کڑاہ پرشاد (حلوہ) کے لئے خود گورنمنٹ سے مضمون طاعون میں سفارش کر چکے ہیں۔اورمسلمان بھی ہماری موافقت کریں اوراس کو ہندوؤں کا حلواپوری کھانے دیں۔اور اگر ہندوؤں کی ان سے ان بن ہوگئی تو کچھ دنوں مسلمانوں کوان کی خدمت گذاری سے فرصت وفراغت رہے گی۔اورآیت کفی اللہ المؤمنین القتال صادق آئے گی۔

ہاں بحث مباحثہ کے بغیر تزویرات کشن قادیان پرناواقف مسلمانوں کوواقف کرنا،اورمسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانا (جیسا کہ اس مضمون میں ہوا ہے) مضائقہ نہیں رکھتا۔اس سے ہم مسلمانوں کونہیں روکتے۔کیونکہ یہ نصیحت ہےاورنصیحت ہرمسلمان پرہمیشہ کے لئے فرض ہے۔ الدّین نصیحة للّٰہ و لرسولہ و لائمّةِ المسلمین و لعامتھم ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۲۰ ۔ص۲۲۶۔۲۲۹)

قادیانی کی طاعونی پیشگوئی پر بٹالوی تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں پنجاب اور ہندوستان کے بعض دیگر حصوں میں طاعون کا دورہ ہوا اور کئی سال تک تباہی مچاتا رہا۔ مرزا صاحب نے دعوی کر دیا کہ طاعون ان کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہے اور ان کا نشان صداقت ہے، اور ان کے دشمنوں کا صفایا کئے بغیر نہیں جائے گا۔ انہوں نے ہندوستان کی توہم پرست آبادی کو ڈرایا کہ اس سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ انہیں مسیح موعود تسلیم کر لیا جائے۔ جہاں کوئی شخص طاعون سے مرتا، وہاں مرزائیوں کا یہ پروپیگنڈہ ہوّا بن کر سامنے آ جاتا، اور کئی لوگوں کے ایمان ڈول جاتے۔ اس گھمبیر ماحول میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہوئے اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۰ (صفحات ۵ تا ۱۵۵) میں:

طاعون کا روحانی سبب اور اس کا علاج

کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ تحریر فرمایا جسے مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ پرافٹ قادیان اور اس کے معتقد نادان یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں طاعون خود بدولت ہی لائے ہیں۔ اس دعوی کو سن کر ایک ظریف لاہوری دوست مقیم لائل پور (حال فیصل آباد۔ پنجاب) بولے کہ ہم تو مرزا صاحب کے معتقد ہو گئے کہ ہندوستان میں طاعون لانے والے یہی حضرت ہیں۔ اس ظریف کے ردیف ایک اور صاحب ہو گئے اور انہوں نے اس کی تصدیق وتائید میں یہ دو بیت بھی پڑھ سنائے

قدم نامبارک ومسعود گر بدریا رود برآرد دود
قدم نامبارک عالی گر بدریا رود کند خالی

ان ظریفانہ لطیفوں سے سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہوں گے کہ قادیان والوں کا دعوی کہاں تک اور کن معنے کو صحیح اور سچ ہے، مگر بے سمجھ شائدان کے معنی یہی سمجھیں کہ ہندوستان میں طاعون کا آنا مرزا جی کی کرامت اوران کو مسیح موعود، مہدی مسعود، مجدد، امام وقت نہ ماننے والوں کے اعمال کی شامت ہے۔اس خیال واحتمال کی بنا پر خاکسار یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

قادیانی حضرات ابتداء ۱۸۹۸ء سے یہ جھوٹی کرامت طاعون، حمقاء کے دلوں و دماغوں میں جمارہے اوران ناجائز ڈھکوسکوں اور گیڈر بھبکیوں سے نافہم لوگوں کو اپنے مذہب باطل کا معتقد بنارہے تھے۔گو اس کا اثر عقلاء زمانہ پر اب تک کچھ نہیں ہوا، اورانہوں نے اس دعوی کو صرف گیڈر بھبکی یا کرامت شیخ چلی سمجھا مگر چونکہ دنیا احمقوں سے خالی نہیں، لہذا اس گیڈر بھبکی کا اثر احمقوں پر کچھ نہ کچھ پڑ ہی گیا۔ان دنوں خاکسار کو نو آبادی علاقہ لائل پور کے ایک گاؤں میں گذرنے کا اتفاق ہوا تو وہاں کے امام مسجد نے (جو مرزا کا معتقد بھی نہ تھا) ایک دہشت رسیدہ صورت میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ

اس ملک پنجاب میں طاعون پھیلنے کا سبب کیا ہے؟ فلاں فلاں اشخاص (جو مرزائی کہلاتے ہیں) یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ طاعون مرزا کی مخالفت اوراس کے مسیح ومہدی ہونے سے انکار کرنے کی وجہ سے ہندوستان میں آیا اور پھیلتا جاتا ہے۔

میں نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ اس صورت میں ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کے تابعین ومعتقدین میں سے جو اس کو مسیح ومہدی ومجدد وامام وقت مان چکے ہیں، کوئی ایک شخص بھی اس طاعون میں مبتلا ہوکر ہلاک نہ ہوتا، حالانکہ بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں جس کے ثبوت میں ایک مطبوع فہرست اس شخص کو دکھائی گئی۔

یہ جواب سن کر اوراس فہرست کو دیکھ کر اس شخص کا خوف وتردد رفع ہوا، اوروہ مطمئن ہوگیا۔مگر اس کی پہلی حالت دہشت وخوف نے مجھے یقین دلایا کہ ان گیدڑ بھبکیوں کا کچھ نہ کچھ اثر کم فہم و بے علم لوگوں پر ہو گیا ہے اوراسی وقت سے میں نے اس مضمون کی تحریر اور اشاعت کا عزم بالجزم کرلیا۔اوراس کو خاص اپنا فرض منصبی سمجھا اور یہ خیال کیا کہ عقل مندوں کے نزدیک ان گیڈر بھبکیوں کے لغو، بے اثر ہونے کی وجہ سے ان کے تعرض

سے اغماض کرنا اور احمقوں کے اس دھوکہ کے دام میں پھنس جانے کا لحاظ نہ کرنا، خیر خواہی اسلامی وہمدردی انسانی کے مخالف ہے اور اس بیت کا مصداق

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است اگر خاموش بنیشنم گناہ است

اس زہریلے اثر کو دیکھ کر اب خاموش نہیں رہا جا سکتا خصوصاً اس حالت میں کہ ہم مرزا کے مقابلہ میں الٹی میٹم بھی جاری کر چکے ہیں اور اس میں مرزا قادیانی کی دروغ گوئیوں پر گولہ باری وتیراندازی کا وعدہ دے چکے ہیں۔ اور اس سے پیشتر اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۹ میں بصفحہ ۹۶ ایک مضمون میں ہم یہ دعوی بھی کر چکے ہیں کہ مرزا کا مذہب باطل صرف مغالطہ کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اس مضمون کی تکمیل بھی ہمارے ذمہ ایک دین (قرض) لازم ہے۔ اس مضمون میں وہ دین بھی ادا ہوگا۔ فا قو ل و با الله التو فیق

جس شخص کو دین اسلام اور اس کے ماخذ حدیث وقرآن پر ایمان ہے، یا اس سے پہلی کتابوں توریت وانجیل وغیرہ پر وثوق واعتماد ہے، یا کسی اور مذہب وملت آسمانی یا نحلت مجوزہ انسانی پر یقین واعتماد ہے، اس کا ایمانی واعتقادی فرض ہے اور اس کے اعتقاد وایمان کا لازمہ ہے (جس میں ایک ذرہ کے برابر شک کرنا اس کی ملت یا نحلت کے رو سے کفر ہے) کہ وہ مرزا کے اس دعوی کو دروغ اور دھوکہ دہی سمجھے اور یقین کرے کہ مرزا کے مہدی ومسیح ومجدد وامام برحق ہونے سے انکار کرنا ہرگز طاعون یا کسی اور عقوبت دنیاوی یا اخروی کا موجب نہیں ہوسکتا، بلکہ برعکس اس کے مرزا کا باوجود ایسے عقائد رکھنے کے جو تمام دنیا کے ملل ونحل کے مخالف ہیں یہ جھوٹا دعوی کرنا کہ میں مسیح موعود ومہدی ومجدد وامام برحق ہوں اور اس جھوٹے دعوی کو بعض حمقاء یا بعض خودغرض اشقیاء کا مان لینا اور باقی اشخاص کا (جن کو اس دعوی کا علم ہو چکا ہے) باوجود معتقد نہ ہونے ایسے اکاذیب مرزا کے، ان اکاذیب پر مداہنت (سستی وبے پرواہی) اختیار کرنا، اور باوجود قدرت مدافعت کے، ان کی مدافعت نہ کرنا، اہل علم وقلم کا قلم وزبان کے ذریعہ، اہل دولت وثروت کا دولت کے وسیلہ سے، اہل شوکت وحکومت کا حکومت کے زور سے، ان اکاذیب اور دہوکہ بازیوں کو رڈ نہ کرنا اور بےفکر ہو رہنا اور ان تھوڑے لوگوں کو جو اس مدافعت میں لگ رہے ہیں (ان تھوڑے لوگوں کی تعداد ہمارے علم میں یہ ہے۔ مدراس میں ایک یا دو، ممالک متوسط میں ایک۔ علی گڈھ میں ایک۔ دہلی میں ایک یا دو۔ بٹالہ یا لاہور میں ایک یا دو۔ پٹیالہ میں ایک یا دو۔ ضلع راولپنڈی میں دو۔ وعلی ہذا القیاس) قدمے قلمے درمے لسانے مدد نہ

دینا، اوران سب کا اصحاب انطاکیہ کی طرح (انطاکیہ والوں کا حال قرآن کی سورہ اعراف کی ان آیات میں ارشاد ہے واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا و یوم لا یسبتون لا تاتیھم کذالك نبلوھم بما کانوا یفسقون و اذ قالت امۃ منھم لم تعظون قوما۔ اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیداً قالوا معذرۃ الی ربکم لعلھم یتقون۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء و اخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون۔ ان کو ان بستی والوں کا حال پوچھو جو ساحل بحر پر آباد تھے ان کے سامنے مچھلیاں سبت کے دن ظاہر ہوتی تھیں اور جس دن سبت نہ ہوتا نہ آتیں۔ ہم نے ان کو اس طرح جانچا کہ وہ بے حکم ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت، نصیحت کرنے والوں کو بولی، تم ان کو کیوں سمجھاتے ہو خدا ان کو ہلاک کرے گا یا سخت عذاب میں پھنسا دے گا۔ وہ بولے خدا کی جناب میں عذر کرنے کو اور اس لئے کہ وہ باز آویں۔ پھر جب وہ نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے شکار سے روکنے والوں کو بچالیا اور ظالموں کو بڑے عذاب میں پکڑا کیونکہ وہ بے حکم ہو گئے تھے) مرزا کا دام تزویر پھیلتا ہوا دیکھ کر بے غیرتی و بے حمیتی اختیار کر کے سکوت اختیار کرنا اس طاعون کا ایک بہت بڑا سبب ہوسکتا ہے۔

اگر یہ طاعون عقوبت الٰہی (گناہوں کی سزادہی) ہو اور اس کا سبب کوئی اور نہ ہو، تو بمقابلہ جرم یہ کچھ بھی سزا نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کا موجودہ عقائد کے ساتھ یہ دعوی کرنا کہ میں مسیح موعود و مہدی و مجدد اور تمام دنیا کا امام برحق ہوں،

اور اس کا یہ دعوی کرنا اسرائیلی مسیح بن مریم سے میں ہر شان (حال و کمال) میں بڑھ کر ہوں۔ مرزا کا رسالہ دافع البلاء کا صفحہ ۱۳ سطر ۲۰ ملاحظہ ہو۔

اور جب اس کہا گیا کہ حضرت مسیح نے تو باذن الٰہی مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے، پرند جانور بنائے اور مردے زندہ کئے (جیسا کہ قرآن میں ہے واذا تخلق من الطّین کھیئۃ الطیر فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبریء الا کمہ والا برص باذنی۔ واذ تخرج الموتی باذنی۔ مائدہ۔ ع ۱۵) تم ایک چیونٹی ہی بنا کر دکھلاؤ یا ایک مردہ میں جان ڈال دو، یا اپنے حواری خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی کی ایک ٹانگ، ایک آنکھ اور سر کے بال بھلے ٹھیک کر دو۔ تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعوی کرنا کہ:

کسی حدیث میں نہیں آیا کہ مسیح بن مریم یہ کام کیا کرتے تھے۔ جس مسیح کے لوگ منتظر ہیں اس کی

نسبت ہرگز احادیث میں نہیں لکھا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مردہ زندہ ہوں گے (ازلہ اوہام)۔

اور جب اس کو کہا گیا کہ مسیح کے یہ معجزات تو صریح نص قرآن میں موجود ہیں تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعوی کرنا کہ یہ سب کچھ صرف عمل مسمریزم تھا۔ پھر اس کی تائید وثبوت میں یہ دعوی کرنا کہ میں اس عمل مسمریزم کو مکروہ وقابل نفرت نہ جانتا تو میں اس عمل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ پھر اس گستاخی میں بڑھنا اور یہ دعوی کرنا کہ مسیح ایسے مکروہات میں مصروف رہا، اس لئے اس کی ہدایت کا ثمر بہت کم رہا (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۵، ص ۳۰۹، ص ۴۱۱ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں نبی ورسول بلکہ خاتم الانبیاء ہوں (ازالہ اوہام۔ص ۵۲۳ واشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء ملاحظہ ہو)،

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں وہ احمد رسول ہوں جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے اور وہ قرآن کی سورہ صف اور انجیل یوحنا میں منقول ہے اور یہ بشارت اس رسول احمد مجتبے کے حق میں نہیں ہے جن کا دوسرا نام محمد مصطفیٰ ہے (ازالہ اوہام۔ص ۶۷۳)

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ جو حقائق ومعانی والفاظ قرآن وحدیث (یاجوج ماموج، ابن مریم، دابۃ الارض، دجال، وخر دجال وغیرہ) کا میں علم رکھتا ہوں، یہ علم آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نہیں دے سکا (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۱)

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں حضرت امام حسین سے بڑھ کر ہوں اور اس کا ایک شیعہ کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ تمہارا حسین تو کربلا میں ایسی حالت میں مارا گیا جس پر تم اب تک رو رہے ہو، میں ہر میدان میں خدا کی تائید پا تا ہوں اور مدد دیا جا تا ہوں (رسالہ دافع البلاء صفحہ ۱۳ سطر ۷۔ اور اعجاز احمدی، ص ۶۹ پر اشعار ۶۔ ۷ ملاحظہ ہوں) اصل اشعار یہ ہیں

و شتّان ما بینی و بین حسینکم　　فانّی أءید فی کل محل و اظفر و

اما حسین فا ذکر دشت کر بلا　　الی هذه الایام تبکو ن فا نظروا

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں خدا کا بیٹا بمنزلہ اولاد ہوں (دافع البلاء۔ص ۶)۔

اور اس کا یہ دعوی کرنا کہ میں خدا کا باپ ہوں (دافع البلاء ص ۷ سطر ۱ کا الہام انـا منك۔ واشتہار الہامی فرزند کا

یہ فقرہ۔فرزند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلا کان الله نزل من السماء ملاحظہ ہو)۔

(مرزا نے یہ الہام گھڑ تو لئے مگر اس کے ساتھ ہی اس کو یہ کھٹکا ہوا کہ یہ الہام سن کر عام مسلمان جو خدا کی نسبت الله الصمد لم یلد و لم یو لد کا اعتقاد رکھتے ہیں، مجھے کافر کہیں گے تو جھٹ اس دعوی پر پردہ ڈالنے کیلئے صفحہ ٦ دافع البلاء میں یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ: خدا تعالی بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ بیٹا اور نہ کسی کو حق پہونچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے جیسے ید اللــه فوق ایدیهم وغیرہ ۔پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاوے۔

لیکن اس کے عقل پر پردہ پڑ گیا اور وہ یہ نہ سمجھا کہ کجا متشابہات اور کجا محالات؟ متشابہات اور محالات میں تو آسمان وزمین کا فرق ہے۔اور اگر محالات باطلہ ،متشابہات بن سکیں تو دنیا کے مذاہب باطلہ میں سے باطل سے باطل اور محال سے محال عقائد وخیالات (جیسے ہنود کی مجوزہ تثلیث برہما بشن مہادیو۔اور نصاری کی مخترعہ تثلیث باپ بیٹا روح القدس) بھی متشابہات قرار پاکر جائز وممکن متصور ومسلم ہو۔عیسائی بھی اپنی مجوزہ تثلیث کو متشابہات سے قرار دیتے ہیں اور مسلمان اس کو اسی واسطے نہیں مانتے کہ وہ محالات سے ہے، نہ متشابہات سے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ متشابہات وہ امور ہیں جو بذات خود ممکن الوقوع ہیں مگر مجہول الکنہ ہیں،عقل انسانی ان کے ادراک کنہ سے عاجز وقاصر ہے،ان کی حقیقت کو پہنچ کر اور سمجھ کر محال قرار نہیں دیتی جیسے ید وغیرہ کے صفات ہیں۔اور محال وہ امور ہیں جن کی کنہ وحقیقت پر عقل احاطہ کر چکی ہو اور اس لئے اس کو ناممکن الوقوع ومحال قرار دیتی ہے۔بناء علیہ،اہل اسلام کے نزدیک متشابہات کیلئے یہ شرط لازم ہے کہ وہ ممکنات سے ہوں اور عقل انسانی ان کی کنہ وحقیقت کو پہنچ کر ان کو ناممکن الوقوع ومحال قرار نہ دیتی ہو اور معہذا وہ محکمات قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں۔اور خدا کیلئے فرزند تجویز کرنا محال وباطل ومعلوم البطلان ہے کہ عقل انسانی بھی اس کو محال جانتی ہے اور خدا تعالی کی صمدیت اور احتیاج زن وفرزند سے پاکی وقدوسیت کے مخالف قرار دیتی ہے اور محکمات قرآن امثال آیت مذکورہ بالا وغیرہ بھی اس کو رد کرتے ہیں ۔قرآن اور اسلام اسی صمدیت اور قدوسیت خدا کے اظہار کیلئے بمقابلہ یہود ونصاری قائم ہوئے ہیں اور اگر بمقابلہ آیات محکمات قرآن جو خدا کی ولدیت کو مٹاتی ہیں اور اس کا صـمـد لم یلد و لم یو لد ہونا ظاہر کرتی ہیں،مرزا کے خطاب میں خدا کا یہ الہام کہ تو میرے لئے بمنزلہ اولاد ہے،من جانب خدائے رحمان فرض وتسلیم کیا جاوے اور اس کو منجملہ متشابہات قرار دیا جائے تو پھر اسلام وقرآن کا یہودیت ونصرانیت سے مقابلہ ہی کیا رہا؟ اور اسلام ویہودیت ونصرانیت میں فرق ہی کیا رہ گیا؟)

ایسے دعاوی کا مستوجب سزا ہونا بہت سی آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔ازانجملہ اس مقام میں چند آیات نقل کی جاتی ہیں:

و قـالـوا اتّـخـذ الـر حـمـن و لداً ۔لقد جئتم شیئا ادّاً۔ تکاد السماوات یتفطّرن منه و تـنـشـقّ الارض و تـخـرّ الـجـبـال عـداً۔ ان دعوا للرحمن ولدا و ما ینبغی للر حمن ان

یتخذ ولداً ظالم کہتے ہیں خدا تعالی نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے۔تم ایسی بری بات بولتے ہو۔کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جاویں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں، اس لئے کہ وہ لوگ خدا تعالی کے لئے بیٹے تجویز کرتے ہیں، خدا تعالے کو لائق نہیں کہ کسی کو بیٹا بناوے

ان نشأ نخسف بهم الار ض او نسقط عليهم كسفاً من السماء (سباء۔ع۱) یہ ظالم اس سزا کے لائق ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان ظالموں کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں ۔

و لو نشاء لطمسنا على اعينهم فاستبقوا الصراط فانى يبصرون (یس) ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹادیں۔پھر راستہ کی طرف دوڑیں تو سہی کیونکر دیکھتے ہیں۔

و لو نشاء لمسخنا هم على مكا نتهم فما استطاعوا مضياً و لا يرجعو ن ،اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہ میں دھنسادیں، پھر نہ چل سکیں اور نہ پھر سکیں

و لو يؤا خذ الله النّاس بظلمهم ما ترك عليها من دا بّة ۔(نحل) اگر خدا تعالی ظالموں کو ظلم پر پکڑے تو زمین پر ایک چلنے والہ نہ چھوڑے۔

و لو يؤا خذ الله النّاس بما كسبوا ما ترك على ظهرها من دا بّة ۔

اور ایک آیت میں اس سزا کے وقوع کا زمانہ بھی زمانہ سابق بتایا اور فرمایا کہ ہم نے ہر ایک سرکش کو اس کے گناہ پر پکڑا، پھر کسی پر پتھر برسائے، اور کسی کو چنگاڑ سے پکڑا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسادیا، اور کسی کو ہم نے دریا میں ڈبو دیا،

فكلا اخذ نا بذنبه فمنهم من ارسلنا عليه حا صباً و منهم من اخذته الصيحة و منهم من خسفنا به الارض ومنهم من اغرقنا (عنکبوت۔ع۴)۔

جن لوگوں پر سابق زمانہ میں ان سزاؤں کا وقوع ہوا ہے ان کے دعاوی ومظالم مرزا قادیانی سے بڑھ کر نہ تھے بلکہ بعض دعاوی مرزا ان سب کے دعاوی سے بڑھ کر ہیں۔خدا کا بیٹا، یا خود خدا ہونے کا دعوی تو پہلے زمانوں میں بھی ہوا ہے مگر خدا کا باپ ہونے کا دعوی مرزا سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔اس کی سزا میں اگر صرف طاعون نازل ہوا تو یہ کون سے تعجب کا محل ہے؟

یہ دعاوی مرزا تو بہت بھاری دعوی ہیں۔اس کا صرف ایک یہ چھوٹا دعوی کرنا کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور مجھے شرف وحی مکالمہ الٰہی حاصل ہے، پھر اس دعوی کو نبھانے اور سچا کر دکھانے کیلئے بحکم قاعدہ مسلّمہ ومجربہ دنیا کہ: جب انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو پھر اس کو سچ بنانے کیلئے اس کو بہت جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، اس کا نئے سورج نئے دن جھوٹے الہامات گھڑنا اور جھوٹی پیشگوئیاں کرنا اور ہر روز دین و دنیا کے شرم کا نقاب اٹھا کر اشتہارات ورسالہ جات کے ذریعہ ان کو مشتہر کرانا، جن کی تعداد وہ دس ہزار بتا چکا ہے و ازانجملہ ڈیرھ سو کی تفصیل کا دعوی وہ رسالہ نزول المسیح میں کر چکا ہے۔اوران مفتریات میں سے زیادہ تر مشہور اس کے یہ چار الہامات ہیں۔

ا۔اس کا ایک ایسا اور تیسا فرزند (جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے) پیدا ہوگا۔

۲۔عبداللہ آتھم اس قدر عرصہ میں فوت ہو جائے گا۔

۳۔لیکھرام اس قدر مدت میں ہلاک ہوگا۔

۴۔مسماۃ محمدی بیگم سے مرزا کا نکاح ہوگا (ہوگا کیا، آسمان پر تو وہ ہو ہی چکا ہے چنانچہ الہام زوجنا کھا شاہد ہے)اور اگر بجائے مرزا کے کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوا تو وہ دوسرا اڑھائی برس میں فوت ہو جائے گا۔

۵۔مذکورہ بالا مفتریات کے سلسلہ میں قادیانی یہ الہام ہے کہ پنجاب میں طاعون پڑے گا۔جس کو بعد الوقوع اس نے اپنی کرامت بنالیا۔

قرآن مجید میں بہت سی آیات اس مضمون کی موجود ہیں کہ الہام کا جھوٹا دعوی کرنے والے سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیه شیء (انعام۔ع۱۱) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا تعالی پر افتراء کرے، یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے ،حالانکہ اس کی طرف کچھ وحی نہ ہوا ہو۔

مرزا کا اس دعوی الہام میں جھوٹا ہونا اور اس کے ان الہامات اربعہ مذکورہ میں سے ایک کا بھی سچا نہ نکلنا ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۵ و ۱۶ وغیرہ میں آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ اگر چہ مرزا کے گھر میں (۱۹۰۵ء میں) چار لڑکے ہیں مگر وقت اور شروط الہام کے مطابق ایک بھی نہیں ہوا۔ اور عبداللہ آتھم اور لیکھرام بھی گو فوت ہو چکے ہیں مگر وقت الہام کے مخالف، نہ کہ مطابق۔ اور شوہر ثانی زوجہ آسمانی مرزا تو اب تک (یعنی ۱۹۰۵ء جب یہ تحریر لکھی گئی۔ بہا) زندہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے بھی مرزا کے ان الہامات اربعہ وغیرہ پر ایک مستقل رسالہ الہامات مرزا میں دل چسپ بحث کی ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ منجملہ ان الہامات کے، ایک بھی سچا نہیں نکلا اور اس رسالہ کے جواب لکھنے پر مرزا کو پہلی دفعہ پانچ سو روپیہ، دوسری دفعہ ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا۔ مگر مرزا اور اس کی پارٹی کی طرف سے ہمارے یا مولوی امرتسری کے بحث و دلائل کا کوئی جواب نہیں نکلا۔

ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۵۔۱۶ کے جواب میں تو مرزا صاحب نے ایک لفظ بھی منہ یا قلم سے نہیں نکالا۔ مولوی امرتسری کے مقابلہ میں پہلے رسالہ اعجاز احمدی پھر رسالہ مواہب الرحمٰن شائع کیا ہے مگر ان میں کسی الہام و پیشگوئی پر مولوی امرتسری کی نکتہ چینی کا کوئی جواب نہیں دیا، صرف گالی گلوچ اور لعنت ملامت سے کام لیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱، اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیشگوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں۔ پھر صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے موضع مدّ میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں، اسلئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے، ورنہ خالص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہے گا۔ اور اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کیلئے بپابندی شرائط مذکورہ قادیان میں نہ آویں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگزاف پر جو انہوں نے مدّ میں مباحثہ کے وقت کی، اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے کہ جو بے وجہ بھونکتا ہے۔ اور صفحہ ۹۱، الہامات مرزا کے حاشیہ میں خبیث، سور، کتا، بدذات، گوہ خور، گدھا وغیرہ الفاظ بھی موجود ہیں۔

قارئین ان الفاظ مرزا کا اس کے الہام یا احمد فاضت الرحمة من شفتيك (یعنی اے احمد

تیرے لبوں سے رحمت جاری ہے) سے موازنہ کریں بتائیں کہ کیا رحمت اسی کا نام ہے کہ انسان مباحثہ میں اپنے مخالف کو کتے سے تشبیہ دے، سؤر، کتا کہے۔

ناظرین! جو شخص کسی کو کتا کہے وہ (دوسرا شخص) اس کو سو بار کتا کہہ سکتا ہے مگر مولوی امرتسری کی فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی کو دیکھو کہ ان الفاظ کے مقابلہ میں انہوں نے مرزا کو نہ کتا کہا، نہ بے حیا بنایا، نہ کسی اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا، اور مرزا کی دعوت پر وہ تن تنہا (بلا رفاقت ومعیت دیگر مباحثین علماء) قادیان میں جا پہنچے اور ان کی پیشگوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کے اظہار و تحقیق کے خواستگار ہوئے۔ مگر چونکہ مرزا صاحب کی دعوت صرف گیڈر بھبکی تھی اس کو یہ امید نہ تھی کہ مولوی امرتسری: دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید، پر عمل کرنے کو قادیان میں پہنچ جائیں گے، لہذا مولوی امرتسری کا قادیان میں پہنچنا سن کر مرزا کے اوسان جاتے رہے اور وہ ہوش وحواس باختہ ہوگیا اور اس کو بغیر اس کے کوئی ملجا وماٗوے نظر نہ آیا کہ حرم سرا میں جا چھپا، اور میدان مناظرہ میں نہ آیا، اور اس مضمون کا رقعہ لکھ دیا کہ میں بحث ومناظرہ نہ کرونگا، کیونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا۔

یہاں فرط دہشت وخوف مباحثہ مولوی امرتسری سے یا: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، کے تقاضا سے مرزا اپنے آئینہ کمالات کا یہ الہام یا علی دعهم و زراعتهم و انصارهم پیش کرنا بھول گیا اور یہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب دوسطروں میں اپنا اعتراض پیش کریں، اور منہ سے ایک کلمہ نہ کہیں، صم بکم ہوکر بیٹھ رہیں، میں اس کا جواب تین گھنٹہ میں دونگا۔

ناظرین! خدا کیلئے انصاف سے داد دیں کہ جس تحقیق و پڑتال کیلئے مرزا نے مولوی امرتسری کو بلایا تھا، وہ اس طرح ہوا کرتی ہے، اور جس ثبوت کا وہ ان سے صفحہ ۱۱۔ اعجاز احمدی میں طالب ہوا تھا، اس کی صرف ایک یہی صورت ہے کہ دوسطریں لکھ کر معترض چپ چاپ بیٹھا رہے۔ مرزا کی تقریر تو شیطان کی آنت ہوتی ہے، اس سے کبھی کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے جب تک کہ اس تقریر کے حرف حرف پر نکتہ چینی نہ ہو اور تحقیق و پڑتال کنندہ اپنی نکتہ چینی کا خود ثبوت بدلائل پیش نہ کرے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں ان پیشگوئیوں پر بحث کرنے سے تو یہ لوگ جان

چھوڑاتے ہیں مگر موقعہ لاف زنی پر انہیں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ ہمارے مخالف تو ان کا دروغ ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ہم ان دلائل کا جواب تو کچھ نہیں دیتے پھر ان پیشگوئیوں کو زبان یا قلم پر کیوں لاتے ہیں۔الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، کے مصداق پیشگوئیوں کے منکروں اور مخالفوں کو شرماتے اوران پر جھنجھلاتے اور یہ فرماتے ہیں۔چنانچہ محمد احسن امروہی نے صیانۃ الناس کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں لکھا ہے کہ:

آتھم اور سلطان محمد کے متعلق پیشگوئیوں کے صدق کی نسبت واضح طور پر علی منہا ج النبوّ ت و علی منہا ج المسلمین صدہا اشتہارات اور متعدد رسائل میں بہ حجت و برہان بیان کیا گیا مگر آپ مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔ان دونوں پیشگوئیوں میں وہی تاویل کی جاتی ہے جو علی منہا ج النبوۃ ہے یعنی و یعلّمك من تا ویل ا لا حا دیث ۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ سلطان محمد کی موت کی جو تاویل کی جاتی ہے وہ تاویل الاحادیث حضرت یوسف کی نظیر ہو تو وہ مرزا کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیں گے اور قلم توڑ دیں گے۔جو صدہا اشتہار اور متعدد رسائل قادیانیوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں ان میں وہ تاویل مجھے نظر نہیں آئی، آپ میدان میں اتریں اور سے ثابت کریں کہ وہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے۔مباحثہ سے اگر قسم کھالی ہے یا الہام میں اس کی ممانعت آچکی ہے تو آپ کے پیرومرشد کیلئے ہے، نہ کہ آپ (محمد احسن) کیلئے۔بس آپ دیر نہ کریں غریب خانہ پر تشریف لاویں اور جتنا عرصہ گفتگو رہے، یہیں رہیں اور یہیں دونوں وقت ماحضر تناول فرماویں۔گفتگو کے وقت صرف یہ خاکسار ہوگا اور آپ۔اور جانبین کے بیان کو قلم بند کیا جائے گا۔اگر میدان آپ کے ہاتھ میں رہا تو اس کا نتیجہ اوپر تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر آپ سے ثابت نہ ہو سکا کہ یہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے تو آپ کو مرزا کا اتباع چھوڑنا پڑے گا، یا اپنے بے علم ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا۔

اشتہار طاعون ۶ فروری ۱۸۹۸ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں مذکورہ بالا ایک تا چار پیش گوئیوں کے افترا ہونے کے اجمالی ثبوت کے بعد اب قادیانی کی پیشگوئی متعلق طاعون سے بحث کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو کہ جس قدر جھوٹ سے اس الہام و پیشگوئی متعلق طاعون میں مرزا نے کام لیا ہے اس

قدر جھوٹ اس کی پہلی پیش گوئیوں (متعلقہ موت آتھم وموت لیکھرام وموت سلطان محمد وتولد فرزند الہامی) میں نہیں پایا جاتا۔
اس موقع پر مرزا نے اپنی ساری قوت دھوکہ دہی کو خرچ کر دیا ہے۔اس نے بمبئی وغیرہ میں طاعون کا واقع ہونا (اور تیزی کے ساتھ اس میں ترقی کرنا) اخباروں میں پڑھا تو بقیاس وبحکم قاعدہ تعدیہ امراض متعدّیہ اسے یقین ہو گیا کہ ایک نہ ایک دن پنجاب میں بھی طاعون آئے گا۔ یہ سمجھ کر اس نے پہلے ایک گول مول الہام گھڑا، پھر جوں جوں واقعات پیش آتے گئے توں توں پہلو بدل کر گرگٹ کی طرح اس پر نیا رنگ چڑھاتا گیا۔ یہاں تک کہ چوتھے سال صاف کہہ دیا کہ یہ طاعون مجھے مسیح نہ ماننے کی سزا ہے، اس سے وہی شخص بچے گا جو مجھے مسیح موعود مان لے گا۔مگر پھر بھی ان لوگوں کی طرف سے، جو مرزا کو مسیح مان کر بھی طاعون سے ہلاک ہوئے یا آئندہ ہوں گے، ان چار عذروں کی جگہ اس نے رکھ لی ہے۔

۱۔کہ گو وہ لوگ زبان سے مجھے مسیح مانتے تھے مگر دل سے نہ مانتے تھے اور وہ منافق تھے۔

۲۔وہ میری چاردیواری میں آکر پناہ گزین نہ ہوئے تھے۔

۳۔ایسے لوگ شاذونادر ہیں اور مخالفوں کی نسبت کم ہیں و النّادر کالمعدوم۔

۴۔جہاں ان عذرات میں سے کوئی عذر نہ چل سکا وہاں یہ عذر تو ضرور چل ہی جائے گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی کوئی مخفی وجہ ہوگی جو خدا کے علم میں ہے۔

ان عذرات کو مرزا نے اپنے رسالہ کشتی نوح میں ذکر کیا ہے (اصل عبارت آگے آئے گی)۔لیکن چونکہ قادیانی کا الہام اللہ کی طرف سے نہ تھا (بلکہ محض افتراء اور شیطانی القاء تھا)، لہٰذا بحکم آیت و لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً اس کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک رنگ میں اس قدر اختلاف وقوع میں آیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ فہم اور دماغ میں شمّہ عقل ہوگی وہ اس اختلاف سے یقیناً نتیجہ نکال لے گا کہ وہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

پس واضح ہو کہ طاعون کے متعلق مرزا نے سات اشتہارات وتحریرات شائع کئے ہیں جو ایک دوسرے کے مکذّب ہیں اور ہر ایک بجائے خود بھی محض دروغ ہے۔اس کا سب سے پہلا وہ چار صفحہ کا اشتہار

ہے جو: طاعون، کے عنوان سے شائع ہوا۔اس اشتہار میں گورنمنٹ اور پبلک کے نوٹس ایبل چند فقرات ہیں جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر اصل اس کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

ا۔اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔دوسال کے عرصہ میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہو گئے،اور ہزار ہا گھر ویران ہو گئے۔دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے اور ابھی انتہا نہیں۔کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھو کھہا روپئہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا،اور قواعد طبّیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا،ہدائتیں شائع کیں۔مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلّی امن حاصل نہیں ہوا، بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب میں بھی خطرہ ہے۔ہر ایک کو چاہیے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیرو ں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔غور سے معلوم ہو گا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں۔گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں، نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں، ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔

۲۔آج جو ٦۔فروری ۱۸۹۸ء روز یک شنبہ ہے، میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں،تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والے ہیں۔میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا، یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے انّ

اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم انّہ آوی القریۃ یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہو گی۔ درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے، اکثر دلوں سے اللہ کا خوف اٹھ گیا اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا ہے جو انسانی تدبیروں سے دور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے، وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں، ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں، اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کی خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، نماز کا تو ذکر کیا، کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے، اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمین دار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں، وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپروا پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اب چونکہ اس الہام سے، جو ابھی میں نے لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے، لہٰذا بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاویں نماز کے پابند ہوں، ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کیلئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر قسم کے نیک کام بجا لائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے

اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں.

اس اشتہار کے فقرہ نمبر اول میں مرزا نے حکومت کو دھوکہ دیا ہے، یعنی زبان وقلم سے اس کی تدبیر کی حمایت کی ہے جبکہ دل میں اس کے مخفی یہ تھا کہ یہ تدبیر محض لغو وفضول ہے جس کا اظہار اس نے دلی زبان سے ۱۹۰۲ میں بضمن رسالہ کشتی نوح اور کھلے طور پر ۱۹۰۳ء میں بضمن رسالہ مواہب الرحمٰن کیا جن کی اصل عبارت اپنے نمبر ۶ و ۷ پر منقول ہوگی۔

اس کے خلیفہ دوم محمد احسن امروہی نے رسالہ صیانۃ الناس کے صفحہ ۷ سطر ۳ و ۶ میں گورنمنٹ کو خوب شرمایا اور یہ الزام دیا ہے کہ اگر طاعون کا کوئی علاج مفید ہے تو وہی ایک ٹیکہ آسمانی (مذکورہ کشتی نوح ودافع البلاوغیرہ) جو اس ملہم نے تمام دنیا کے روبرو کیا ہے۔ پس اگر یہ ملہم اگر مفتری تھا تو اس قدر کامیابی اس کو کیوں حاصل ہوئی، اور اس کے مقابل تمام دنیا کو گورنمنٹ عالیہ تک ٹیکہ وغیرہ میں ناکامی کیوں ہوئی۔

خلیفہ دوم مرزا (یعنی محمد احسن) کا حکومت کے مقابلہ میں مرزا کی کامیابی پر فخر کرنا اور حکومت کو یہ الزام دینا کہ اگر وہ مرزا کو دعوی مسیح موعود میں مفتری سمجھتی ہے تو مرزا کے مقابلہ میں حکومت کو کامیابی ہونے کا جواب کیوں نہیں دیتی۔ یہ حکومت کی اس پالیسی کا نتیجہ ہے جو مرزا کی سال ہا سال کی منہ زوریوں اور گورنمنٹ و مسلمان رعایا کے مسلم ومقدس پیشوا حضرت مسیح کے حق میں سخت بدزبانیوں اور دشنام دہیوں پروہ کر رہی ہے۔

اور اس اشتہار کے فقرہ نمبر ۲ میں جو مرزا نے ایک خواب گھڑ کر بیان کیا ہے وہ بھی درست نہیں۔ طاعون پھیلنے کا وقت (آئندہ جاڑہ یا اس کے بعد جاڑہ) مشتبہ رکھا ہے اور اس خواب کے افتراء ہونے پر پہلی دلیل یہی اشتباہ رکھنا ہے جو رفتار طاعون کو دیکھ کر اور وقت کی گنجائش رکھ کر اختیار کیا گیا ہے۔ خدا تعالی کی یہ شان و عادت نہیں کہ جس بلاء سے لوگوں کو بچانا، اور ان کے توبہ واستغفار کو اس بچاؤ کا ذریعہ بنانا ہو، تو اس کی میعاد کو تو بتادے، مگر اس میں اشتباہ باقی رکھے۔

اس کے افتراء ہونے دوسری دلیل یہ ہے کہ عموماً پنجاب میں طاعون کا پھیلنا، نہ اس الہام کے متصل جاڑہ میں ہوا، نہ اس کے بعد کے جاڑہ میں، بلکہ وہ دونوں جاڑوں کے بعد چوتھے سال ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ چنانچہ مرزا کا اشتہار نمبر ۳ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء شاہد ہے۔ اس میں وہ خود لکھتا ہے: ۲۶ فروری ۱۸۹۸ کو میں نے

طاعون کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی (اصل اشتہار پر تاریخ ۶ فروری ۱۸۹۸ء ثبت ہے یہاں ۲۶ فروری کا حوالہ دیا گیا) وہ بلاء جو نزدیک آ گئی ہے خدا اس کو دور کرے یہی وقت توبہ و استغفار کا ہے، جب بلا نازل ہو گئی تو پھر توبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔ اب اس سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔

مرزا قادیانی کے (ذیل کے) فقرات ثلاثہ: ۱۔ وہ بلا نزدیک آ گئی ہے۔ ۲۔ اس سخت سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔ ۳۔ جب وہ نازل ہو گئی تو توبہ سے بھی کم فائدہ ہوگا۔

سے صاف ثابت ہے کہ وہ بلا اس وقت تک پنجاب کے مختلف مقامات میں جیسا کہ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا مفہوم ہے، نازل نہ ہوئی تھی۔ تب ہی مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا اور اس میں کہا تھا کہ لوگو توبہ و استغفار کرو تا کہ وہ سیلاب رک جائے اور وہ نازل نہ ہو۔

اس اعتراف اشتہار مرزا کے علاوہ سرکاری رپورٹیں اور ملکی اخبار بھی گواہ ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے طاعون تمام ملک پنجاب میں نہ پھیلی تھی، صرف بعض اضلاع میں پہنچی تھی۔

تیسری دلیل اس کے افترا ہونے کی اس میں موجود عربی فقرہ: انہ آوی القریة ہے جس کا مطلب در بطن قائل رکھ کر صاف کہا گیا ہے کہ: اس کے معنے میرے پر نہیں کھلے۔

یہ ایسا ہے جیسے ایک مسخرے یا فریبی شاعر نے ایک شعر کہا تھا اور اس کے معنی کی نسبت وہ بولا تھا کہ ابھی میں نے اس میں معنی نہیں ڈالے۔ جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جیسا موقعہ پاؤنگا ویسے معنی بنا کر بتا دوں گا۔ مرزا کا مقصود بھی یہی ہے کہ اس طاعون کے حملے سے موضع قادیان بچ گیا (جیسا کہ صدہا گاؤں اس وقت تک بچے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی بچے رہیں گے) تو اس وقت کہدونگا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچے رہنا مراد ہے۔

مرزا کے اکثر الہامات شیطانیہ مندرجہ براہین احمدیہ وغیرہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے معنی در بطن شاعر رہتے ہیں۔ اور جب کوئی موقعہ پیش آتا ہے تو اس موقعہ کے مطابق وہ نئے معنے گھڑ کر بتائے جاتے ہیں۔ بیس بائیس برس کے الہامات براہین کے معنے اب اس نے ایسے بتائے ہیں جو اس سے پیشتر نہ مرزا نے خود سمجھے تھے نہ اس کے ملہم (معلم الملکوت) کے خیال میں آئے تھے۔ خدا تعالی ملہم الصادقین کی شان و عادت نہیں کہ جو الہام عام لوگوں کی ہدایت و فہمائش کیلئے کسی ملہم صادق کے دل پر کرے، اس کے معنی کسی ٹو کرے یا ڈربے

میں بند کر کے رکھ چھوڑے۔اور جب اس کے مطابق وموافق کوئی موقعہ ہاتھ آئے تب اس معنی کا اظہار کرے ۔یہ شیوہ مرزا کے معلم الملکوت کا ہے جس کے مطابق مرزا کو اس فقرہ عربی کا القاء والہام ہوا۔اور وہ پانچ سال ۱۸۹۸ء سے مناسب موقعہ کا متلاشی ومنتظر رہا۔جب ۱۹۰۲ء میں طاعون قادیان کے آس پاس آپہنچا تو مرزا نے اپنے خیال میں اس فقرہ میں یہ معنی ڈالنے کا موقعہ مناسب پالیا اور اپنی تحریر نمبری ۵ رسالہ دافع البلاء میں یہ دعوی مشتہر کر دیا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچایا جانا مراد ہے۔پھر اس باب میں جو کچھ اس کو شیطان کی طرف سے القاء ہوا اس کو اس نے اس رسالہ کے صفحہ ۵و۶ میں بالفاظ ذیل ادا کیا: وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا، تا تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں رہتا ہے۔ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے، بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہ ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں۔

اور صفحہ ۱۰ میں لکھا: بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس رہے قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

چوتھی دلیل اس کے افتراء ہونے کی یہ ہے کہ اس فقرہ عربی کے جو معنی موقعہ دیکھ کر اس میں ڈالے گئے ہیں (یعنی بچانا اور محفوظ رکھنا)، یہ معنی اس فقرہ کے بشہادت قرآن وعام اہل زبان عرب سے بن نہیں سکتے۔

آ وی اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں دو باب، ایک مجرد (ضـرب یـضـرب) اور دوسرے، مزید (باب افعال سے) مستعمل ہوئے ہیں۔

مج ردان آیات میں ہیں جس میں اس لفظ کے معنی جگہ لینے کے ہیں:

سـآ وی الی جبل یعصمنی من الماء (ہود۔ع۴) یعنی حضرت نوح کے بیٹے نے (بجواب اس ارشاد باپ کے کہ تو کشتی میں سوار ہو جا) کہا تھا کہ میں پہاڑ کی طرف جگہ لوں گا جو مجھے پانی سے بچائے گا۔

او آ وی الی رکن شدید (ہود۔ع۷) یعنی حضرت لوط نے کہا کاش میں مضبوط رکن کی (قوم) کی طرف جگہ لیتا یعنی مجھے قوم پناہ دیتی۔

اذ اوی الفتیة الی الکھف (کھف۔ع ۱) یعنی جب کہ نوجوانوں نے غار کیطرف جگہ لی۔

فا ووا الی الکھف (کہف ع۲) یعنی انہوں نے کہا غار کی طرف جگہ پکڑو۔

اب اگر اس فقرہ عربی میں آ وی کو باب ضــــرب مجرد سے قرار دیا جائے تو قریہ کو اس کا مفعول بلاواسطہ الــی تسلیم کیا جائے، جیسا کہ مرزا نے اپنے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں دو جگہ متن اور حاشیہ میں اور رسالہ دافع البلا میں بصفحہ ۵ سطر ۱۴ میں ضبط کیا ہے اور آ وی کے الف پر اور قـــریة کی ت پر پڑی زبر کی حرکت دی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے (یا اس شخص نے جس کو مرزا اس کلام کا قائل اور آوی کا فاعل بتاوے، خود نبی یا اپنے ملہم معلم الملکوت کو بتاوے) اس قریہ میں جگہ لی اور پناہ پکڑی، اس صورت میں وہ قریہ جگہ لینے والے کو بچانے والا ہوا، نہ اس قریہ کو اور کوئی (خدا یا مرزا کا ملہم) بچانے والہ ہوا، جیسا کہ مرزا نے بیان کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں آ وی مزید ان آیات میں استعمال ہوا ہے جس میں اس لفظ کے معنی جگہ دینے کے ہیں

آ وی الیه اخاہ۔ (یوسف۔ع۶) حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی

آ وی الیه ابو یہ۔ (یوسف۔ع۱۱) یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی

و آو ینا ھما الی ربوة (مومنون۔ع۳) ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اونچے مکان میں جگہ دی

تو وی الیك من تشاء (احزاب) اے رسول اپنی جس عورت کو چاہو اپنے پاس جگہ دو

و فصیلته التی تؤیه۔ (معارج۔۱۳) اس کا قبیلہ جو اس کو جگہ دیتا تھا

الم یجدك یتیماً فآوی (الضحی) کیا اس نے تم کو یتیم نہ پایا تھا، پھر جگہ دی

اور اگر اس فقرہ عربی میں آ وی کو باب افعال سے قرار دیا جائے اور مرزا اپنی ضبط حرکات ان الفاظ کو اپنی غلطی مان لے تو اس فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ مرزا کے ملہم نے قر یه کو جگہ دی اور چونکہ قر یه خود ایک جگہ ہے لہذا اس کو جگہ دینے کے کوئی معنے نہیں۔ پھر جگہ دینے سے بچانے (یعنی محفوظ رکھنے) کے معنے مراد بتانا بـنـاء فاسد علی الفاسد ہے۔ اور اگر یہاں کوئی حذف و تقدیر ہے تو پھر اس فقرہ کا مطلب ہنوز مطلب در بطن شاعر کا مصداق بنتا ہے۔ اس حذف و تقدیر پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور نہ کوئی محاورہ قرآن یا عرب عرباء ایسا پایا جاتا ہے جس سے آ وی القر یه کا مطلب قریہ کو بچانا سمجھ میں آ سکے۔

پانچویں دلیل۔ دلائل اربعہ مذکورہ سے بڑھ کر اس خواب والہام کے جعلی اور دروغ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خاص قادیان میں طاعون واقع ہو گیا۔

قادیان میں طاعون واقع ہونے پر تین دلیلیں خارجی ہیں اور ایک داخلی جس سے مرزا کو انکار کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ خارجی دلیلیں یہ ہیں۔

اول، سرکاری رپورٹیں۔ دوم، ملکی اخباروں کی مشتہرہ خبریں۔ سوم، میر واجد علی سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان کی فہرست جوان کی کتاب صحیفۃ الولاء النظر الی دافع البلاء میں شائع ہوئی ہے۔ اور اس میں ۳۴۔ اشخاص کے نام درج ہیں جو قادیان میں طاعون سے ہلاک ہوئے۔ (یہ چٹھی متفرقات میں نقل کی جارہی ہے۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ان دلائل کے جواب میں بعض ہٹ دھرم حامیان مرزا کہتے ہیں کہ یہ سب رپورٹیں واخبار و فہرستیں غلط ہیں۔ جو لوگ قادیان میں مرے وہ طاعون سے نہیں مرے، ہیضہ یا بخار سے مرے ہیں۔ ہم ان ہٹ دھرموں سے بحث میں اپنے اوقات کو خراب کرنا نہیں چاہتے اور ان کے مقابلے میں چوتھی دلیل داخلی پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

(۴) خود مرزا صاحب نے مان لیا ہے کہ قادیان میں طاعون آیا اور آئندہ بھی آتا رہے گا مگر اس طاعون کا مخالف پیشگوئی اشتہار ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء ہونا ان چار عذروں سے اٹھایا گیا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اگر قادیان میں مطلق طاعون نہ آتا اور آئندہ بھی اس کا کھٹکا نہ ہوتا تو مرزا بڑی ثابت قدمی سے کلی انکار کرتا اور سرکاری رپورٹوں اخباروں مشتہرہ فہرستوں کا مقابلہ صحیح سرکاری رپورٹوں اور صحیح شہادتوں اور محضر ناموں سے کرتا اور اخبار نویسوں کو ان کی غلط بیانی پر نوٹس دیتا (جیسا کہ ایک خبر متعلقہ خاص اپنی چار دیواری کے غلط چھپنے پر پیسہ اخبار کو نوٹس دیا تھا اور جب اس کا خلاف اس میں مشتہر ہوا تب پیسہ اخبار کو چھوڑا) اور مدعی پر فوجداری میں استغاثہ کرتا (جیسا کہ بعض اخبار نویسوں پر ادنی ادنی معاملات میں مریدوں کی آڑ میں اس کے بعض استغاثہ جاری ہیں۔ استغاثہ اور نالشوں میں تو اس کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ بلکہ جو خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ چندہ آجاتا ہے اور مقدمہ کرنا اس کی آمدنی کا ایک خاص ذریعہ بن جاتا ہے)۔ اس کا دعوی وقوع طاعون کے جواب میں کسی کو نوٹس نہ دینا، اور بالمقابلہ صحیح رپورٹیں اخبار میں شائع نہ کرنا، اور بجائے اس کے چار عذرات مذکورہ کو پیش کرنا، قطعی دلیل ہے کہ قادیان میں ضرور طاعون آیا۔ پھر ان لوگوں کا

قادیان میں وقوع طاعون سے انکار کرنا بے شرمی نہیں تو کیا ہے؟ (قادیان میں طاعون کے متعلق سے چند تحریں متفرقات میں کی جارہی ہیں۔ بہاء)

ان دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا کا وہ خواب والہام محض کذب ہے۔ مرزا نے اپنے خیال میں تو اچھی بات بنائی تھی مگر خدا نے جھوٹی کر دی۔

اوراس اشتہار کے فقرہ نمبر۳ میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے، سچ ہے، مگر وہ کلمة حق ارید بها الباطل کا مصداق ہے۔ بے شک لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اور گناہ بھی سزا ابلاء طاعون کا ایک سبب وموجب ہے مگر مرزا نے جو گناہ مخلوقات کے اس فقرہ میں شمار کئے ہیں وہ دل سے ان گناہوں کو سبب و جالب طاعون نہیں جانتا، اور منہ سے جو کہتا ہے اس پر اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ وہ طاعون کا موجب وسبب خاص کر اس گناہ کو جانتا ہے کہ تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے اشخاص اس کو مسیح موعود ومہدی مسعود وامام برحق نہیں مانتے۔ چنانچہ تحریر چہارم وپنجم وششم وہفتم میں اس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ اس اشتہار ٦۔ فروری ١٨٩٨ء میں اوراس سے مابعد کے دوتین اشتہاروں میں اسلئے اس نے کھول کر یہ سبب بیان نہیں کیا کہ یکا یک اس سبب کو بیان کرنے سے لوگ اس کو پاگل کہیں گے اور کوئی بھی اس کے دام میں نہ آئے گا۔ مگر جب اس نے ان دوتین اشتہاروں میں عام گناہوں کا سبب طاعون ہونا بیان کر کے بعض لوگوں کو ڈرالیا اور اپنی صداقت کا سکہ ان کے دلوں میں بزعم خود جمالیا، تو پھر نفاق کا نقاب اٹھا کر اصلی خیال دلی کا اظہار کیا، اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ طاعون اس گناہ کی سزا ہے کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے۔ مگر شرم وحیا وخوف خدا کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ اگر طاعون کی وجہ یہ ہے تو پھر وہ لوگ کیوں شکار طاعون ہوئے جو مجھ (مرزا) پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے نام اخباروں اور میر واجد علی کی فہرست میں مشتہر ہو چکے ہیں اور خود مجھ (مرزا) کو ان کی موت کا علم وتسلیم ہے، تب ہی میں ان کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ (بالا) صفحہ ۲۰ پیش کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ وہ عذرات اس کے عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہیں، اس کا ثبوت عنقریب دیا جائے گا۔

اس اشتہار کا فقرہ نمبر۴ بھی حق ہے مگر وہ بھی کلمة حق ارید بها الباطل کا مصداق ہے۔ بظاہر تو اس میں توبہ واستغفار کو رافع ودافع طاعون کہا ہے مگر مرزا کے دل میں یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی توبہ کوئی

استغفار کام نہ آئے گا جب تک وہ اسے مسیح موعود اور مہدی مسعود اور امام برحق تسلیم نہ کرلیں گے۔

منشی شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور (جو فرقہ اہل سنت والجماعت کی اہلحدیث کمیونٹی کے ایک ممبر ہیں، اور اس خاکسار کے پرانے مجلسی و صحبتی ہیں، اور ہمارے حلقہ درس قرآن وحدیث کے سامع وقاری رہے ہیں) نے اس مضمون کا ایک اشتہار جاری کیا تھا کہ مسلمان ایک خاص وقت میں اپنے اپنے شہروں میں جمع ہوں اور سب مل کر نماز پڑھ کر عاجزی کے ساتھ توبہ واستغفار کے بعد اللہ سے دعا مانگیں۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ بشہادت آیت امّن یّجیب المضطرّ اذا دعاہ و یکشف السّوء ان کی دعا قبول کرے گا اور اس بلاء کو رفع کردیگا۔

منشی شمس الدین کی اس تجویز پر مرزا قادیانی نے بڑی شدومد سے لے دے کی اور ان مسلمانوں کی جو اسے مسیح نہیں مانتے، کی دعا واستغفار نا قابل قبول اور مصداق آیت و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال (کافروں کی دعا یوں ہی جاتی ہے) ٹھہرائی۔ اور پھر یہ لن ترانی ہانکی کہ یہ طاعون ملک سے تب ہی دور ہوگا جب اسے مسیح موعود مانا جائے گا۔ چنانچہ صفحہ۴ رسالہ دافع البلاء میں طاعون کے باب میں ڈاکٹری اور سرکاری تدبیر (ٹیکا) کا کچھ فائدہ اور کچھ نقصان بیان کیا ہے، پھر کہا ہے کہ

مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے (جس کو انہوں نے اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے) اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام فرقے ... مسلمانوں کے، میدانوں میں جاکر اپنے اپنے طریق مذہب میں دعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکھٹے ہوکر نماز پڑھیں تو اس سے طاعون دور ہوجائے گی۔ (پھر اس تجویز پر پھبتیاں سنائی اور ہنسیاں اڑائی ہیں۔ پھر سنی مسلمانوں کے بعد شیعوں کی خبر لی ہے پھر مسلمانوں کے بعد عیسائیوں ہندووں آریوں پر صفحہ۷ میں لے دے کی ہے اور پھر بصفحہ ۱۱ کہا ہے) بالآخر میاں شمس الدین کو یادرہے کہ آپ نے جو اشتہار میں آیت امّن یجیب المضطرّ لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے، یہ امید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطرّ سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلاء کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت قبول کی جاتیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کردیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر

ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال ۔

اس لے دے کے بعد مرزا نے لن ترانی ہانکی اور صفحہ ۱۲ رسالہ میں کہا ہے کہ: چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اس اشتہار کا اصل منشا سمجھنے میں غلطی کھائیں اس لئے ہم مکرراً اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں (اس لفظ کی طرف ناظرین توجہ کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس سے تیسرے فقرہ اشتہار ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء مرزا کی تکذیب ہوتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں کہ اس فقرہ میں مرزا نے جو سبب طاعون تمام گناہوں کو قرار دیا ہے وہ دل سے نہیں کہا اور ہمارا ریمارک اس فقرہ پر حق ہے جس پر مرزا کے الفاظ ناطق ہیں۔ محمد حسین) بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کو ماننے سے انکار کیا جو تمام نبیوں کی پیش گوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا (یہ بھی محض جھوٹ ہے، یہ پیشگوئی کسی نبی نے نہیں کی۔ جن مقامات کا مرزا نے کشتی نوح کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں حوالہ دیا ہے ان میں یہ پیشگوئی نہیں ہے۔ اس کا ذکر مفصل عبارت کشتی نوح کے ذیل میں ہوگا۔ محمد حسین) اور لوگوں نے نہ صرف انکار، بلکہ خدا کے مسیح کو گالیاں دیں، کافر کہا اور قتل کرنا چاہا، اور جو کچھ چاہا اسے کہا۔ اسلئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ ان کی شوخی اور بے ادبی پر تنبیہ نازل کرے اور خدا نے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے، ان دنوں میں جب مسیح ظاہر ہوگا، ملک میں سخت طاعون پڑے گی۔ سو اے عزیزو! اس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جائے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اس سے کمتر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کر لیا جائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ لوگ کہتے ہوئے کہ یا مسیح الحق عدوانا میری طرف دوڑیں گے یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اے جو خلقت کیلئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ہماری اس مہلک بیماری سے شفاعت کرو (ناظرین! یہ کلام خدا نہیں، کلام شیطان ہے اور جو معنے اس کے مرزا نے بتائے ہیں یہ عربی زبان ومحاورہ کے معنے نہیں۔ یہ مرزا یا اس کے ملہم معلم الملکوت کے خانہ ساز معنی ہیں۔ محمد حسین) تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں۔ اے عیسائیو! مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے، کیونکہ میں سچ کہتا

ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مرزا نے جو فقرہ چہارم اشتہار میں کہا ہے وہ دل سے نہیں کہا، منافقانہ کہا ہے۔اور اس میں توبہ واستغفار سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو مسیح مان لیا جائے۔اس کو مسیح موعود ماننے کے بغیر ہزار نیکی کوئی کرے، گناہوں سے بچے، تو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی طاعون رفع ہوگا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مرزا صاحب کے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء پر بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اصل اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے فقرہ فقرہ کا کذب ہونا ثابت ہوا تو اس کے فروعات پر بحث کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ ہمارا مقصود مغالطات مرزا کا اظہار ہے اور اس کے دیگر اشتہارات متعلقہ طاعون میں اشتہار اول سے بڑھ کر دروغ گوئیاں بھری ہوئی ہیں، لہذا ان پر بحث کرنے سے ہماری غرض (جس قدر اسکے کذب ظاہر ہوں اسی قدر ہدایت خلق اللہ متصور ہے) کی اور بھی تکمیل ہوتی ہے، لہذا ان پر بھی بحث کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کی دوسری تحریر، اس کا ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو ۲۲۔اپریل ۱۸۹۸ء کو: جلسہ طاعون ، کے عنوان سے شائع ہوا۔اس اشتہار میں نوٹس لینے کے لائق دو فقرے ہیں، جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر اس کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔

۱۔چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ دربارہ ہدایات طاعون قادیان میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئے ہیں، مع طبی اور شرعی ان فوائد کے، جو ان ہدایتوں کے مؤید ہیں، اپنی جماعت کو سمجھا ئی جائیں، اسلئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عیدالاضحیٰ کے دن شامل ہوسکیں۔

۲۔اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔لہذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل و جان سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیر اندیشی کا نمونہ دکھاوے۔

اس اشتہار سے مرزا قادیانی کا مقصود جھوٹ دھوکہ دیکر حکومت کوخوش کرنا اور اس جلسہ کے صلہ میں کوئی اعزازی خطاب پانا ہے، جس کی تمنا وہ صریح الفاظ سے کئی رسالوں میں کر چکا ہے، یا صرف خوشنودی مزاج کی کوئی چٹھی حاصل کرنا ہے۔اس میں جواس نے جھوٹ بول کر دھوکہ دیا ہے اس کا بیان اشتہار اول کے فقرہ اول کے متعلق ریمارک میں ہو چکا ہے کہ مرزا گورنمنٹ کی تدبیر سے دلی اتفاق نہیں رکھتا۔ وہ اس تدبیر سے دلی مخالفت رکھتا ہے، جس کا اظہار اس نے مواہب الرحمٰن میں کیا اور اس کے خلیفہ دوم محمد احسن امروہی نے صیانۃ الناس میں اس سے بڑھ کر اظہار مخالفت کیا ہے۔ یہاں اس اشتہار کے متعلق صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس غرض سے مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا ہے اور اس کے مطابق جلسہ بھی منعقد کیا تھا وہ غرض اس کو حاصل نہ ہوئی۔ گورنمنٹ نے اس جلسہ کی وجہ سے مرزا کو کچھ نہ پوچھا۔اس جلسہ کے متعلق کچھ لکھا تو شیخ رحمت اللہ سکرٹری یا کارکن جلسہ کے نام لکھا، اور مرزا کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

اس اشتہار کے دوسرے فقرہ کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اس میں طاعون کے خاتمہ کا دو جاڑوں تک انتظار کیا گیا۔حالانکہ اشتہار سابق مشتہرہ ٦۔فروری ١٨٩٨ء میں دو جاڑوں تک اس کی آمد کا انتظار کیا گیا تھا۔ یہ خلاف بیانی بھی اس پیش گوئی کے کذب پر روشن دلیل ہے۔صدق اللہ تعالی و لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۔

مرزا قادیانی کی تیسری تحریر بھی اسکا ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو ١٧ مارچ ١٩٠١ء کو: طاعون، کے عنوان سے شائع ہوا۔اس اشتہار میں جو نوٹس ایبل فقرات میں سے دوایک فقرے پہلے منقول ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق ہمارے ریمارک بھی گذر چکے ہیں۔ یہاں چند مزید فقرات اپنی طرف سے نمبر لگا کر نقل کئے جاتے ہیں۔لکھا ہے:۔

١۔میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو، ایک بھی کامل راست باز ہوگا تب بھی یہ بلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔پس اگر تم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہر کو کھاتی جاتی ہے اور تباہ کرتی جاتی ہے، تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی راست باز نہیں۔معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے لیکن جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست باز

کے وجود سے خالی ہے۔

۲۔دنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے اور تریاقی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔اللہ جل شانہ اپنے رسول کو قرآن شریف میں فرماتا ہے ما کان اللہ لیعذّ بھم و انت فیھم یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ وباء وغیرہ سے ان لوگوں کو ہلاک کرے جن کے شہر میں تو رہتا ہو۔پس چونکہ نبی علیہ السلام کامل راست باز تھا اس لئے لاکھوں کی جان کا وہ شفیع ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مکہ، جب تک آنحضرت ﷺ اس میں تشریف رکھتے تھے، امن کی جگہ رہا اور پھر جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کا اس وقت نام یثرب تھا جس کے معنی ہیں ہلاک کرنے والا ،یعنی اس میں ہمیشہ سخت وبا پڑا کرتی تھی۔آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد اس شہر کا نام یثرب نہ ہوگا، بلکہ مدینہ ہوگا،یعنی تمدن اور آبادی کی جگہ،اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وبا اس میں سے ہمیشہ کیلئے نکال دی گئی ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک مکہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے۔

۳۔میں اس خدائے کریم کا شکر کرتا ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اس نے مجھے بھی الہام کیا اور وہ یہ ہے الامراض تشاع و النفوس تضاع انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم ۔ انه آوی القریة ۔یہ الہام ۲۶ فروی ۱۸۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے (اصل الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا ہے۔محمد حسین) اور یہ طاعون کے بارے میں ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ موتوں کے دن آنیوالے ہیں مگر نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں،اور خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لیا ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ رکھا ہے،یعنی بشرط توبہ۔

۴۔اور براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی درج ہے کہ ما کا ن اللہ لیعذ بھم و انت فیھم یہ خدا تعالی کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب،اور یاد رہے کہ یہ ہماری تحریر محض نیک نیتی اور سچی ہمدردی کی راہ سے ہے۔وما علی الرسو ل الّا البلا غ و السلام علی من اتّبع الھدی ۔

ان چار فقروں میں سے پہلے فقرہ میں مرزا نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے:

دس لاکھ اشخاص کے مسکن شہر میں ایک بھی راست باز ہوگا تو وہ شہر اس بلا سے بچا رہے گا، وہ شہر نہ بچا تو معلوم ہوگا کہ اس میں ایک بھی راست باز نہیں ہے۔

اس قاعدہ سے مرزا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ راست باز نہیں، اس کا تمام سلسلہ دروغ کا سلسلہ ہے، کیونکہ قادیان میں دس لاکھ کی جگہ دس ہزار اشخاص بھی نہیں، بایں ہمہ وہاں طاعون آیا۔ جس کو مرزا نے چار عذرات پیش کرنے سے مان لیا۔ تو اس سے بحکم قاعدہ مذکور صاف ثابت ہوا کہ وہ راست باز نہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کیلئے جو مرزا نے اس فقرہ میں یہ ڈھکوسلہ گھڑ لیا کہ:

معمولی درجہ کی طاعون یا کسی وبا کا آنا معمولی بات ہے۔ لیکن جب ایک بلا کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راستباز کے وجود سے خالی ہے۔

یہ پرلے سرے کی ہٹ دھرمی ہے۔ یہ بات اصل الہام مندرجہ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے چوتھے سال بنائی گئی جب کہ مرزائی پارٹی میں یہ بلا نازل ہوگئی اور یہ بات اخباروں میں مشتہر ہوگئی۔ اور اگر یہ بات پہلے سے ملہم کی مراد تھی تو پہلے وقت الہام آوی القریۃ کہنے کے ساتھ ہی کیوں نہ کھول کر کہدی۔ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا اس مثل مشہور کا مصداق ہے: مشتے کہ بعد از جنگ یاد آئد برکلہ خود باید زد

مرزا قادیانی کو شرم و حیا سے کام لے کر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس راست باز کی مثال میں اس نے فقرہ آئندہ میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے مسکن پاک مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کو پیش کیا ہے۔ پھر کیا آنحضرت ﷺ کے مکہ معظّمہ میں رہنے کے وقت تک معمولی درجہ کا طاعون مکہ معظّمہ میں آیا؟ یا آنحضرت ﷺ کے تمام زمانہ حیات طیبہ میں کبھی مدینہ طیبہ میں معمولی طاعون نے قدم رکھا؟ اور چونکہ فقرہ آئندہ میں مرزا نے اپنے آپ کو بھی آنحضرت ﷺ کی نظیر بنایا (اور اس آیت قرآن کا جو آنحضرت ﷺ کے موجب امن ہونے کی بابت آپ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اپنے آپ کو مورد نزول ٹھہرایا ہے) تو پھر چاہیے تھا کہ جب تک اس کا وجود بے جود قادیان میں رہتا، تب تک اس گاؤں میں معمولی درجہ کا طاعون بھی قدم نہ رکھتا۔

اس بات کو سوچ کر یا سن کر اس کو شرم نہ آوے، تو اس بات کو سوچ کر کچھ تو شرماوے کہ جن مقامات میں اس کے مخالف رہتے ہیں، یا وہ ان مقامات کو اچھا اور متبرک سمجھتے ہیں اور ان مقاموں کے طاعون سے محفوظ رہنے کی دعا کیلئے مرزا ان لوگوں کو چیلنج کرتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اگر میرے مخالف سچے ہیں اور میں ان کے نزدیک جھوٹا ہوں، تو وہ ان مقامات کے بچ جانے کیلئے دعا کریں۔ اور پھر وہ قسم کھا کر اس مضمون کے

اشتہار شائع کریں کہ وہ مقامات طاعون سے بچ جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب ومفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے۔ کیا ان مقامات میں اس وقت تک بلحاظ مردم شماری قادیان سے بڑھ کر طاعون نے اثر کیا اور کھا جانے والی آگ کی طرح ان کو کھا لیا؟ نہیں تو پھر قادیان کو (جو بقول مرزا، اس کے رسول کا تخت گاہ ہے) ان مقامات پر کیا فوقیت رہی؟ اور آئندہ بھی اگر خدا نے ان مقامات میں کھا جانے والہ آگ کی طرح طاعون نہ بھیجا تو پھر بھی قادیان کی دم میں کون سے سرخاب کا پر لگ گیا اور اس کا مسکن وتخت گاہ رسول ابوالفضول ہونا کس کام آیا۔

(اس مقام پر حاشیہ میں شیخ الاسلام مولانا بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ مرزا نے رسالہ دافع البلاء میں چند شہروں کے رہنے والوں یا ان کو متبرک جاننے والوں کو جن کے نام ذیل کے نقشہ میں درج ہیں اس مضمون کا چیلنج کیا ہے کہ قادیان کو میں نے شفاعت کر کے طاعون سے بچا لیا ہے تم لوگ مجھے جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا جانتے ہو تو تم بھی ان مقامات کو شفاعت کر کے طاعون سے بچا لو اور قسمیہ اشتہار کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرو کہ فلاں فلاں مقامات طاعون سے بچ جائیں گے۔ تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے جھوٹے ہونے پر مہر لگا دو گے۔

میرے علم وخیال میں اس احمقانہ چیلنج کا اس کو کسی شخص نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ کوئی صاحب مذہب و عقل وشرم ایسے بے ہودہ اور بے شرمی کے بھرے ہوئے چیلنج کو قبول کرے گا۔ جن لوگوں کو اس نے اس چیلنج میں مخاطب کیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند ومعتقد ہیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت سے خدا تعالی پر تحکم نہیں کرتے اور کوئی حکم لگانے کی جرأت نہیں کرتے۔ اور دنیا میں شرم وآبرو رکھتے ہیں، لہذا ایسی بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جس کا وقوع ان کے اختیار میں نہ ہو۔ مرزا چونکہ کسی مذہب کا معتقد نہیں اور اس کا اسلام کا دعوی صرف احمق مسلمانوں سے مال مارنے کیلئے اور روٹیاں کھانے کیلئے ہے، اور شرم وحیا دنیا کا نہ ہونا تو اس کے مذہب جدید کا، جو اس نے نکالا ہے، ایک جز یا لازمی امر ہے۔ لہذا ایسا دعوی اسی کے منہ سے بار بار نکلتا اور سجتا ہے وہ اس چیلنج کے وقت یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اور آخرت کے حساب اور جھوٹ وغیرہ گناہوں پر عذاب کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ رہا نتیجہ دنیا، سو اگر میرا دعوی سچا نکلا اور قادیان میں بحسب اتفاق طاعون نہ آیا، جیسا کہ بہت سے مقامات میں اس وقت تک نہیں آیا، تو میرے وارے نیارے ہیں۔ اور اگر وہاں طاعون آ گیا اور میں خود شکار طاعون ہو گیا تو میرے مردہ کو کس نے کچھ کہنا ہے۔ کوئی ایسا کرے تو مجھے کیا، اور اگر میں بچ گیا اور میرے خاص کنبہ میں اور اخص خلفاء میں سے طاعون آ گیا تو پھر تاویل کا دروازہ میرے لئے کھلا ہے۔

اس کا خیال ہے کہ عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کے وقت میں اپنے گروہ میں جھوٹا نہ ہوا، اور میں نے اپنی جماعت کو پھسلنے نہ دیا، سنبھال لیا، تو طاعون کے آنے پر ایسے سادہ لوحوں کو سنبھال لینا کیا مشکل ہوگا میرے پیروان کا ہیولہ ایسا قابل ہے کہ اس پر جو صورت یا رنگ میں چڑھاؤں، بآسانی چڑھ سکتا ہے۔ اگر میرے کنبہ یا خاص کسی خلیفہ مثلاً خلیفہ اول مولوی حکیم نوردین یا خلیفہ دوم ملا محمد احسن امروہی یا خلیفہ سوم محمد علی خان کوٹلوی یا خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی پر طاعون آیا تو میں پہلا عذر منجملہ عذرات اربعہ کر دونگا اور کہوں گا کہ وہ میری چار دیواری میں نہ تھے، جس وقت ان کو طاعون نے پکڑا اس وقت وہ کہیں سیر گلشن کرنے کو یا پائخانہ پھرنے کیلئے باہر گئے ہوئے تھے

کہ طاعون نے ان کو دبوچ لیا۔اس تاویل کو اگر کسی نے غلط ثابت کیا اور شواہد سے ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ لوگ عین چار دیواری کے اندر طعمہ طاعون ہوئے ہیں، تو پھر میں دوسرا عذر پیش کرونگا اور یہ کہہ دونگا کہ وہ لوگ بظاہر میرے مرید وخلیفہ تھے مگر درحقیقت وہ دل سے مرید نہ تھے اور در پردہ منافق تھے۔اس تاویل کو بھی کسی نے رد کر دیا اور ان لوگوں کے اخلاص پر میرے ان الہامات وبشارات کو جو ان کے حق میں سنا چکا ہوں، پیش کیا یا بطور کرامت وخرق عادت کوئی مردہ ان میں سے بول اٹھا انا علی ملّة غلام احمد یعنی میں مرزا کے دین پر ہوں، تو پھر تیسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دونگا کہ یہ لوگ تعداد میں میرے مخالفوں کی نسبت نادر اور کم ہیں و النادر کا لمعدوم اور اگر اس کو بھی کسی نے رد کیا اور سرکاری رپورٹوں کی رو سے میرے اموات طاعون زدہ کی جانب کثرت ثابت کر دی تو میں چوتھا عذر پیش کر دوں گا اور یہ کہوں گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی وجہ مخفی ہے اور وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اور چونکہ یہ باتیں کسی اہل عقل سے جو کسی قدیمی مذہب کا بھی قائل ہو، سرزد ہونی ناممکن ہیں لہذا نہ کسی نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آئندہ کسی کے قبول کرنے کی امید ہے۔ہم ذیل میں ان مقامات کے نام، معہ ان اشخاص یا اقوام کے جن کے نام چیلنج کیا گیا ہے، درج کرتے ہیں: بنارس میں آریہ ہنود کو۔کلکتہ میں پادری وائیٹ بریحٹ و دیگر عیسائیان پنجاب و ہندوستان۔دہلی میں شیخنا وشیخ الکل شمس العلماء سید محمد نذیر حسین مرحوم دہلوی اور خاکسار محمد حسین۔لاہور میں منشی شمس الدین انجمن حمایت اسلام و منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مدعی الہام بمقابلہ مرزا۔بٹالہ میں عیسائیان بٹالہ وخاکسار۔امرتسر میں ہندو سناتن دھرم، ومولوی غزنوی، وامرتسری۔امروہہ میں مولوی احمد حسن۔ گولڑہ میں پیر مہر علی شاہ۔نارووال میں عیسائیان)۔

اس موضوع کچھ مولانا احمد حسن شوکت مدیر شحنہ ہند میرٹھ، کی چند تحریریں متفرقات میں نقل کی جارہی ہیں۔بہاء)

☆ دوسرے فقرہ میں جو مرزا نے قاعدہ بیان کیا ہے اسی قاعدہ کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دعوی راست بازی اور الہام میں صادق نہیں ہے اور اس کا الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء محض ڈھکوسلہ ہے کیونکہ قادیان میں طاعون وارد ہو گیا اور مرزا نے اس کے جواب میں جو عذر کیا ہے اس کا جواب لاجواب دیا گیا ہے اور بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ وہ عذر اس کے پیش کردہ نظیر، وجود باجود حضرت رسالت اور آپ کے مسکن مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کے حالات مسلمہ مرزا سے، جھوٹا ہو گیا اور عذر بدتر از گناہ ثابت ہوا۔

اس مقام میں اس قدر اور کہنا ضروری ہے کہ آیت وما کان اللہ لیعذّبھم و انت فیھم و ما کان اللّٰہ معذّبھم و ھم یستغفرو ن جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی، میں دو باتوں سے ایک بات پر عذاب ٹل جانے کی بشارت دی گئی، ایک آپ ﷺ کا وجود مکہ میں رہنا، دوسری ان لوگوں کا استغفار توبہ کرنا۔یہ نہیں کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے (یعنی آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے اور ان لوگو

ں کے تائب ہو جانے) کی شرط سے عذاب ٹلنے کی بشارت دی ہو۔ اور واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت کے مکہ میں رہنے تک ان لوگوں نے توبہ نہ کی، اس لئے آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تھی۔ تب بھی صرف آنحضرت ﷺ کے وجود کی برکت سے مکہ سے عذاب ٹلا رہا۔

مرزا نے فقرہ سوم و چہارم میں اپنے خطاب میں اس آیت کے نزول کا دعوی کیا ہے اور اپنے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کے ساتھ توبہ کو بھی عذاب طاعون ٹل جانے کیلئے شرط ٹھہرا دیا ہے اور مثل مشہور: دروغ گو را حافظہ نباشد، کو اپنے اوپر سچا کر دکھایا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقرہ دوم و چہارم کے متعلق ریمارک میں ہوگی۔

☆ فقرہ سوم میں مرزا نے اپنے گاؤں (قادیان) کو تباہی سے بچانے کیلئے توبہ کو شرط ٹھہرایا اور اس فقرہ کے اخیر میں لفظ شرط توبہ بڑھا دیا۔ اور فقرہ چہارم میں اس آیت کو جس میں بغیر شرط توبہ کے صرف وجود باجود آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے تک عذاب ٹلانیکا وعدہ دیا ہے، اپنے اوپر نازل بتایا ہے۔ اور یہ دونوں باہم متناقض امر ہیں۔ لہذا سچے خدا کی طرف سے یہ دونوں الہام نہیں ہو سکتے اگر مرزا کو آیت مذکورہ کا الہام ہوا جس میں عذاب ٹلانے کیلئے توبہ شرط نہیں ہے (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے) تو دوسرا الہام (جس میں قادیان سے عذاب ٹل جانے کیلئے توبہ کی شرط لگائی گئی ہے) جھوٹ اور خدا پر افتراء ہے۔ اور اگر یہ الہام شرط توبہ والہ سچا اور خدا کی طرف سے ہے تو اس آیت مذکور کے الہام کا دعوی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی اگر ان دونوں متناقض الہاموں میں سے ایک کو جھوٹا ٹھہرا کر واپس نہ لے تو یہ دونوں ساقط الاعتبار ہوتے ہیں، اور دونوں کے دعوی میں مرزا قادیانی کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔

مرزا نے ٦ فروری ١٨٩٨ء کا اشتہار شائع کیا تو اس میں گو تمام دنیا سے طاعون ٹل جانے کیلئے توبہ کی شرط کو ذکر کیا مگر خاص قادیان کے بچاؤ کیلئے توبہ کی شرط نہیں لگائی اور نہ کسی اور اشتہار میں قادیان کے بچاؤ کیلئے شرط توبہ لگائی ہے اور نہ یہ شرط بحکم عقل صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ اگر قادیان کا عذاب طاعون سے بچاؤ توبہ پر موقوف ہو تو اس میں مرزا کا ہونا، یا نہ ہونا مساوی ہوتے ہیں۔ توبہ سے تو ہر جگہ کو (مرزا کے مخالفین کی جائے رہائش یا محل تعظیم کیوں ہو نہ جیسے لاہور امرتسر بنارس بٹالہ نارووال وغیرہ) بچاؤ ہوسکتا ہے، تو پھر مرزا قادیانی کی

شفاعت خاص قادیان کیلئے کس کام آتی ہے؟ اور اس کے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کا اثر کیا ظاہر ہوتا ہے؟ شفاعت اور وجود (نامسعود بے جود) کا اثر تو تب ہی مسلّم ہو جب کہ قادیان کے لوگ اپنے خیالات مخالفت پر رہیں اور محض مرزا کے وجود کی وجہ سے بچے رہیں۔

مرزا قادیانی نے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے چوتھے سال ۱۹۰۱ء میں ڈھکوسلہ بنایا اور اپنے خیال میں وہ دور کی کوڑی لایا مگر اپنے پچھلے کئے کرائے کو باطل و بیکار کر دیا۔ قادیان کے ساتھ اس توبہ کی قید نے ثابت کر دیا کہ اس سے پہلے جو قادیان کو صرف مرزا کی شفاعت اور قادیان میں اس کے موجود ہونے کے سبب سے مطابق مضمون آیت مذکورہ وعدہ بچاؤ دیا گیا تھا، وہ محض دروغ تھا اور درحقیقت قادیان میں مرزا کا ہونا اور قادیان کے حق میں مرزا کی شفاعت کرنا کوئی اثر و اعتبار نہیں رکھتا۔

مرزا نے اپنے خیال میں تو یہ پانچواں عذر پیش گوئی جھوٹی ہونے کا نکالا تھا مگر اس کو یہ نہ سوجھا کہ اس عذر نے اصل پیشگوئی کو جھوٹا کر دیا ہے۔ اس نے پیش بندی کرنے اور بات بنانے کی کوشش کی مگر اس توبہ کی قید لگانے اور نئی بات بنانے میں وہ چوپٹ گرا۔

بالجملہ اس اشتہار کا فقرہ سوم وفقرہ چہارم آپس میں بھی متخالف ومتناقض ہیں، اور فقرہ سوم کی شرط توبہ اس کے پہلے الہام متعلق طاعون کے بھی مخالف ومتناقض ہے، اور عقل کے بھی مخالف۔ اور اس کا ان الہامات میں تناقض اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہامات رحمانی نہیں، شیطانی القاء ہیں۔

مرزا کی چوتھی تحریر اس کا وہ چار صفحہ کا اشتہار ہے جسے: الطاعون، کے عنوان سے پانچ زبانوں (انگریزی، اردو، فارسی، عربی، پشتو) میں شائع فرمایا گیا ہے اور اس میں صرف اردو کو انجمن فرقانیہ لاہور نے پبلک کے فائدے کیلئے مشتہر کیا ہے۔

اس اشتہار کی تاریخ اشاعت اس پرچہ اشتہار مشتہرہ انجمن فرقانیہ پر (جو ہم کو ملا ہے) درج نہیں۔ مگر اس کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء کے بعد اور رسالہ دافع البلاء کے پہلے شائع ہوا ہے۔ کیونکہ اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں طاعون کے قریب پہنچنے کی خبر دی گئی ہے اور اس اشتہار میں طاعون کے آنگنوں میں اتر آنے اور صحنوں میں داخل ہو جانے کی خبر دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اس میں پیش گوئی کی گئی

ہے کہ وہ ہر شہر میں داخل ہوگی ،جس کے واقعہ ہونے کی خبر رسالہ دافع البلاء میں دی گئی ہے۔

اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ

طاعون کے ہمیشہ سے چار ہی سبب ہوتے چلے آئے ہیں۔اور ابتداءفطرت سے خدا کی سنت اس طرح جاری ہے۔

پہلا سبب یہ ہے کہ لوگ خدا تعالی کی خوشنودی چھوڑ کر فسق و بدکاری و گناہ گاری اختیار کر لیتے ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ لوگ احکام سلطنت کی اطاعت چھوڑ کر خلاف ورزی میں لگ جاتے ہیں۔

تیسرا سبب یہ کہ امام وقت کو(جوصدی کے سرے پر خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو) قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کی تکفیر اور ایذاء کے درپئے ہوجاتے ہیں۔

چوتھا سبب یہ کہ لوگ آپس میں رحم کرنا چھوڑ دیں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ جاتے۔

ان چار اسباب میں سے چونکہ مرزا نے زیادہ تر دوسرے سبب کے بیان پر زور دیا ہے اور لوگوں کو اس سبب کے دور کرنے کی بہت تاکید کی ہے اور بذات خود اس سبب کا دلیری کے ساتھ ارتکاب کیا ہے لہذا اس سبب کے بیان کو اور اس کو دور کرنے کی تاکید کو مرزا کے الفاظ سے بہ تفصیل نقل کیا جاتا ہے۔وہ صفحہ اول اشتہار میں کہتا ہے

دوسرا، جب لوگ ان اولی الامروں کی بے فرمانی کرتے ہیں جو مصلحت الٰہی سے انہیں دیئے جاتے ہیں اور رعیت کے انبار غلہ کیلئے بجائے مہر کے ہوتے ہیں،اور رعایا مفسد اور باغی بن جاتی ہے،اور اطاعت کی رسی اتار ڈالتی ہے،اور معروف باتوں اور جائز امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی۔اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی اور لڑائی اور مقابلہ کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے،اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح ان سے ادب سے پیش نہیں آتی،اور اس کے حکموں کو نہیں مانتی،اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا چاہتے اور دفع کرتے ہیں اس شئے کو جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے۔

پھر تیسرے اور چوتھے سبب کا مختصر بیان کر کے صفحہ دو تین اور چار میں لکھتا ہے:

اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو اور حکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو اور جب ان کی طرف سے کوئی حکم آوے تو فوراً حاضر ہو جاؤ اور ان کے بلانے پر سست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو اور ان کے قانونوں کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو۔ خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا پڑے اور جاہلوں کی طرح عذر نہ تراشو اور کمینہ لوگوں کی طرف انکار نہ کرو اور خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں ملامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہے۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اس کے ذریعے سے بڑی بڑی مہربانیاں اور فضل ہم پر کیے۔ ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع اقسام کی نعمتیں پائیں، ہماری قوم نے علم اور تہذیب سیکھی، اور بہائم کی زندگی سے انہیں نکلنا نصیب ہوا۔ اور حیوانی جذبوں سے نکل کر انسانی کمالات پر پہنچنا میسر آیا۔ سو ہمیں اس گورنمنٹ کے طفیل امید اور فکر سے بڑھ کر امن و امان ملا۔ اب ہم زمین پر گائیوں کی طرح نہیں بلکہ باردار اونٹنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بدذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا، اور ہم رات کے پہلے حصہ میں اکیلے بلا خوف و خطر سفر کرتے ہیں، اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹنیوں قافلوں اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اب مناسب ہے کہ اپنی نیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک گمان رکھو، اور صاف دلی اور پاک نیت سے اس کے حضور حاضر ہو۔ اور زمین میں باغیوں کی طرح فساد مچانے اور شریروں کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو، اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے تمہیں ایذاء دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے۔ اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا، اور تمہارے سفر اور حضر میں تمہاری پوری پوری نگہبانی کی، اور جب تم کہیں کاروزگار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتے ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو، دونوں صورتوں میں گورنمنٹ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں، اور اس نے تمہاری آبرو اور مال کی خوب نگہداشت کی، اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبر گیری کی، اور تمہیں امن بخشا ،جس کے سبب سے تم دولت اور مال میں ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی ہے اور تمہارے یاروں دوستوں اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے

امن ہے اب تم پر اس کے احسان کے حقوق ثابت ہیں۔ اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال وعیال کی نسبت نگہبانی کا حق ادا کر دیا اور اس کی مہربانی تمہاری عمروں کی درازی کا سبب ہوئی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ اور برباد کرنے والی نہیں، اور تمہیں پرلے درجہ کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں دکھوں دردوں کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور اپنے فضل وکرم کی حمایت اور پناہ میں لیا، اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بے داد کی تم تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ سو مناسب کہ اس گورنمنٹ کے شکر کے ادا کرنے اور ذکر تذکرہ میں گونگے اور بے ہوش نہ بن جاؤ۔ اس لئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے غفلت کرنا کفران ہے، اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے اور اس کے ہوتے کسی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں، اور حقیقت میں ساری حمدیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پرداخت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا، اور کوشش کرتا ہے کہ ہمیں پستی سے باہر لائے۔ اس نے ہمارا دین ہمیں پھر دیا۔ بعد اس کے کہ مذہب اپنے مکان سے اکھڑ چکا تھا ۔ اور اسی نے قیصرہ ہند اور قیصر کو اس کا مامن بنایا۔ سو یہ رحمان کی رحمت اور منان کی منت ہے اور اگر بندہ نزول نعمت کے وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس میں شک نہیں کہ انہیں گناہوں کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے جما دیئے ہیں اب بہت جلد طاعت کی طرف قدم اٹھاؤ اور اپنے تئیں گناہوں سے بچاؤ اور اگر تم میری بات پر عمل کرو گے تو مجھے امید ہے کہ یہ درد وستم تم سے دور ہو جائیں گے اور آرام چین ترقی کرے گا۔ اب جواب دو کہ تمہاری رائے کیا ہے؟ مانتے ہو یا انکار کرتے ہو؟ اور طاعون کا علاج بجز پرہیز گاری اور گڑگڑانے اور دعا کے نہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کو تمہارے آنگنوں میں اتری ہے اور تمہارے فنا کرنے کو تمہارے صحنوں میں داخل ہوگئی ہے، اور کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اس کا شکار ہوگئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور ہر بیشہ میں راہ نہ پا جائے۔ پھر وہاں کے درندوں اور ہرنوں سب کو کھا جائے، اور چراگاہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے۔ سو نیکوکاریوں میں لگ جاؤ اور صدقات خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو۔ قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالی ان لوگوں کو طاعون سے بچالے گا جو میرا کہا مانیں گے۔ سو تم عیش پسندوں کی پوشاک بدن سے اتار پھینکو اور سونے

والوں کی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور راکعین وقائمین سے مل کر نمازیں پڑھو اور صبر وصلوۃ اور صدقات خیرات سے مدد لو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ رکھے گا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا کا رحم دیکھ لوگے، اور میں نے تمہیں اسی طرح کہہ دیا جس طرح ملہم کہا کرتے ہیں۔ سوتم جان لوگے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس اشتہار میں جو یہ دعوی کیا ہے کہ طاعون کے زمانہ قدیم سے چار ہی سبب ہوتے چلے آئے ہیں، دروغ گوئی اور دھوکہ دہی ہے۔ اس سبب سے اگر ہم تفصیلی بحث کریں اور تاریخی واقعات سے بتادیں کہ احکام سلطنت اور امام وقت کی خلاف ورزی سے اسلام کے تیرہ سو برسوں میں بھی کبھی طاعون نہیں آیا تو بہت طوالت ہوتی ہے، جس کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ اس مقام میں اس دعوی کے دروغ ہونے کیلئے یہی کہنا کافی ہے کہ مرزا نے پہلے اشتہار میں طاعون کے یہ چار سبب بیان نہیں کئے۔ اس میں صرف سبب اول کو طاعون کا موجب قرار دیا ہے۔ اور تحریر پنجم رسالہ دافع البلاء میں اس کو اڑا کر اس کی جگہ صرف سبب سوم (مرزا کو مسیح موعود نہ ماننا) کو موجب طاعون قرار دیا ہے (چنانچہ اصل عبارت رسالہ مذکور عنقریب آتی ہے)۔ دونوں اشتہار اول وپنجم اس دروغگوئی پر روشن دلائل ہیں۔ اس اشتہار میں جو سبب اول (صدقہ وخیرات ونماز وعبادات اختیار کرنا) طاعون کے دور ہونے کا بتایا ہے یہ بھی اس کی تحریر پنجم کے مخالف ومتناقض ہے، اس میں کہا ہے کہ مسلمانوں کا دعا واستدعاء کرنا و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال کا مصداق ہے اور طاعون کا علاج صرف مرزا کو مسیح موعود مان لینا ہے۔ حالانکہ یہ علاج تمام مرزائی پارٹی کے عمل میں ہے پھر بھی ان میں طاعون جاری ہے، جس کیلئے مرزا اور مرزائیوں کے عذرات بدتر از گناہ مشتہر ہو رہے ہیں۔

دافع البلاء کا تجزیہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ طاعون سے متعلق پانچویں تحریر مرزا قادیانی کا چوبیس صفحہ کا رسالہ دافع البلاء ہے جس کے بعض فقرات وحوالہ جات سابقاً نقل ہو چکے ہیں۔ اس رسالہ میں مرزا نے دروغگوئی سے احمقوں کو باور کرا دیا ہے کہ اسے مسیح موعود نہ ماننا طاعون آنے کا سبب ہے اور اسے مسیح ماننے کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔

اس رسالہ کے خاص مضامین اس کے پانچ دعاوی ہیں جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر بعض کو

بعینہ اس کے الفاظ سے اور بعض کو بالمعنے و بالاختصار نقل کرتے ہیں۔

نمبر اول۔ اس کے پہلے صفحہ میں طاعون کا ملک میں پھیل جانا بیان کر کے اس کی تدبیر رفع اور علاج کی بابت ڈاکٹروں کی یہ رائے بیان کی ہے کہ مکانات کو صاف رکھیں اور ٹیکہ لگوائیں۔

(پھر اس کے صفحہ ۲ میں صفائی ٹیکہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا اور یہ کہا ہے) یہ دانش مند ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے ہے جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔ کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مرے ہیں اور بعض صفائی کا التزام رکھتے رکھتے بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور بعض نے بڑی امید سے ٹیکا لگوایا اور پھر قبر میں جا پڑے۔ پس کون کہہ سکتا ہے یا کون ہمیں تسلی دے سکتا ہے کہ یہ تمام تدبیریں کافی علاج ہیں۔ بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ گو یہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں لیکن یہ ایسی تدبیر نہیں ہے جسکو طاعون کو ملک سے دفع کرنے کیلئے پوری کامیابی کہہ سکیں۔ اسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں، کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے وہاں وہاں اس کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے۔ مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں مثلاً گو سچ ہے اگر مثلاً سو آدمی نے ٹیکا لگوایا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکا نہیں لگوایا ہے، تو جنہوں نے ٹیکا نہیں لگوایا، ان میں سے موتیں زیادہ پائی گئیں اور ٹیکا لگوانے والوں میں کم۔ بہر حال یہ طریقے جو ڈاکٹری طور پر اختیار کئے گئے ہیں، نہ تو کافی اور پورے تسلی بخش ہیں، اور نہ محض نکمے اور بے فائدہ ہیں۔ اور چونکہ طاعون جلد جلد ملک کو کھاتی جاتی ہے اس لئے بنی نوع کی ہمدردی اسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے جو اس تباہی سے بچا سکے۔

نمبر دوم: پھر اس کے صفحہ ۳ میں اس کے علاج کی بابت مسلمانوں کا خیال منشی شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام سے وہ نقل کیا ہے جو سابقاً نقل ہو چکا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر نماز پڑھ کر دعا مانگیں۔ پھر صفحہ ۴ میں عیسائیوں کا یہ خیال پادری وائٹ بریخٹ سے نقل کیا ہے کہ تمام لوگ مسیح کو خدا مان لیں۔ اور ہندوان آریہ کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ تمام لوگ وید کو کلام الٰہی مان لیں۔ اور ہندوان سناتن دھرم کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ لوگ گاؤکشی چھوڑ دیں۔ پھر صفحہ ۵ میں ان سب خیالات کا دعاوی بلا دلیل اور پارٹی فیلنگ (اپنی اپنی جماعت کے خیالات) پر مبنی ہونا بیان کر کے اپنے خیال کا (کہ تمام لوگ اسکو مسیح موعود مان لیں گے تو طاعون دور ہو گا)

مدلل ہونا اور پارٹی فیلنگ پر مبنی نہ ہونا بیان کیا ہے۔اور کہا ہے،

اب اے ناظرین (صفحہ ۵) خودسوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقائد کا فیصلہ کرے خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔اس لئے وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد تر سمجھ میں آسکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے۔سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔ چار سال ہوئے ہیں کہ میں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے درخت دیکھے ہیں، جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں۔اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو رفع کر دے گا۔مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے۔جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو۔خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے اس کی عبارت یہ ہے: ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم انہ اوی القریۃ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہے یعنی جب تک لوگ وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا (آوی عربی لفظ ہے جس کے معنی تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنی جھاڑ دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں، یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ لولا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی، تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں۔۱۔اول یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو، کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔۲۔دوسرے یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں، ان کے شہروں میں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی، یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگیں گے۔ہم نے آوی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنی کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی۔جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے، مگر اس کے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں، ضرور ہولناک

صورتیں پیدا ہوں گی، تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کیلئے یہ وعدہ ہوا فالحمد لله علی ذالك ۔حاشیہ از مرزا قادیانی) تاتم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے ۔یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں، بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئی ہے (آج سے دس برس پہلے ایک سبز اشتہار میں جو میری طرف سے شائع ہوا تھا طاعون کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے اصنع الفلك باعیننا و وحینا ان الذین یبایعونك انّما یبایعون الله ید اللّٰه فوق اید یهم یعنی ایک کشتی میرے حکم سے اور میری آنکھوں کے روبرو بنا، جو آنے والی مری سے بچائے گی، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ مجھے بیعت کرتے ہیں، یہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر رکھا جاتا ہے۔ اور اسی کلام الٰہی کا ایک فقرہ براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی موجود ہے اور وہ یہ ہے و لا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّهم مغرقون یعنی جو لوگ ظلم اور سرکشی اور بدکاری کرتے ہیں اور نافرمانی سے باز نہیں آتے میرے آگے ان کی کچھ شفاعت نہ کر کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے۔ حاشیہ از مرزا) اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔ پس اس بیماری کے دفع کیلئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعوی ہوتا ہے جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا، لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہو گئیں۔

اسکے بعد مرزا نے دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ میں کہا ہے کہ:

جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گی، گو ستّر برس تک رہے، قادیان کو خدا تعالی اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ نمبر اول میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ

ہے کہ طاعون کا علاج ٹیکہ وغیرہ، بھی اچھا ہے، محض نکما اور برا نہیں ہے، مگر یہ پورا اطمینان بخش اور کافی نہیں ہے ۔تاہم مرزا نے نہ اس علاج کو برا کہا ہے نہ خطرناک وخوفناک قرار دیا ہے، اور نہ اس سے لوگوں کو منع کیا ہے۔، اس بات کو ناظرین بخوبی یاد رکھیں کیونکہ اس سے مرزا کی ساتویں تحریر (رسالہ مواہب الرحمٰن) کا دعوی:

ٹیکہ لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور اس سے لوگوں کو منع کیا اور اس کو فضول ونکما قرار دیا تب وہ مفید نہ رہا، نکما ہو گیا، جھوٹ ہونا ثابت ہوگا۔

اس نمبر اول پر ہم اس سے زیادہ کوئی ریمارک کرنا نہیں چاہتے۔

نمبر دوم میں پہلا اور دوسرا جھوٹ قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ چار سال ہوئے خواب میں طاعون کے درخت لگتے دیکھ کر ہر شہر اور گاؤں میں طاعون کے وارد ہونے کی خبر دے کر اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے نہیں بڑھ سکتا۔

اس میں ایک جھوٹ تو ہر شہر وگاؤں کے ذکر کا دعوی ہے۔اس نے کسی اشتہار میں اس سے پہلے ہر شہر وگاؤں کا ذکر نہیں کیا۔ پہلے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں صرف مختلف مقامات میں طاعون آنے کا ذکر کیا، اور مختلف مقامات کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہر شہر وگاؤں میں طاعون آئے گا۔

پھر چوتھے اشتہار میں جو ۱۹۰۱ء کے بعد شائع کیا ہے، ہر شہر میں طاعون آنے کا ڈر واندیشہ ظاہر کیا ہے۔اور یہ کہا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل ہو جائے۔کوئی قطعی خبر نہیں دی کہ ضرور داخل ہو جائے گی۔اور یہ ڈر بھی چوتھے سال (جب دیکھا کہ طاعون پھیلتا جا رہا ہے) سنایا۔

غرض کسی اشتہار میں جو دافع البلاء سے چار سال یا تین سال یا دو سال پہلے شائع کیا ہو، اس نے ہر شہر وگاؤں میں طاعون آنے کا دعوی نہیں کیا۔

مرزا اس دعوی میں کہ اس نے: چار سال پہلے ہر شہر وگاؤں میں طاعون آنے کی خبر دی تھی، سچا ہے تو کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھا دے تو اس کے صلہ میں، میں اس کا مقابلہ چھوڑ دونگا۔ ورنہ وہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کر لے۔

دوسرا جھوٹ اس کا یہ دعوی ہے کہ اس نے اس اشتہار میں یہ کہہ دیا تھا کہ لوگ توبہ کرینگے تو یہ مرض دو

جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں دو جاڑے طاعون آنے کی ابتدائی میعاد بتائی ہے، نہ توبہ سے اٹھ جانے کی اور آخری میعاد۔ پھر اشتہار ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء میں اشتہار اول کے برخلاف دو جاڑے طاعون رہنے کی میعاد بتائی ہے۔ یہ اس نے کسی اشتہار میں نہیں کہا کہ لوگ توبہ کریں گے تو یہ مرض دو جاڑے سے بڑھ نہیں سکتا۔ مرزا اپنے کسی اشتہار میں یہ فقرہ دکھا دے تو مجھ سے وہی انعام (ترک مقابلہ جس کے برابر اس کے لئے کوئی نعمت نہیں ہے) لے، ورنہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کر لے۔

تیسرا جھوٹ اس کا یہ دعوی کرنا ہے کہ اس نے وحی یعنی الہام عربی اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک لوگ خدا کے ماموراور مرسل کو مان نہ لیں، تب تک طاعون دور نہ ہوگی۔

یہ بات نہ اس نے اشتہار اول میں کہی، نہ دوسرے میں، نہ تیسرے میں۔ اور نہ اس عربی الہام میں کسی رسول ابوالفضول اور اس کی اطاعت یا بیعت کا ذکر یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ چار سال تک تو وہ ہر ایک اشتہار میں یہی کہتا چلا آیا کہ یہ طاعون گناہوں کے سبب آیا ہے، اور توبہ کرنے سے ٹل سکتا ہے۔ ان گناہوں کی تفصیل زنا چوری و مال مردم خوری وغیرہ سے کی ہے، اور توبہ کی تمثیل میں بھی نماز، دعا، صدقہ وغیرہ تمام حسنات کی صورتیں بیان کی ہیں۔ چار سال کے بعد یعنی ۱۹۰۱ء کے بعد چوتھے اشتہار میں صرف اس قدر ذکر کیا کہ امام وقت کو نہ ماننا اور ایذاء پہنچانا بھی منجملہ چار اسباب طاعون کے ایک سبب ہے۔ پھر اس پر بھی زیادہ زور نہیں دیا جیسا کہ گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب پر زور دیا تھا۔ اب پانچویں سال اور پانچویں تحریر (رسالہ دافع البلاء) میں یہ دعوی کر دیا کہ میں تو اس عربی الہام وحی الٰہی سے یہی کہتا چلا آیا ہوں کہ لوگ خدا کے مامور و مرسل کو مانیں گے تب طاعون دور ہوگی۔ مرزا اس دعوی میں سچا ہے تو ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے اشتہاروں میں سے اس دعوی کا متضمن ایک اشتہار بتا دے اور مجھ سے وہی انعام (ترک مقابلہ) پاوے۔ اس نے ایسا اشتہار کوئی نہ بتایا اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو گویا اس نے اپنا دروغ گو ہونا مان لیا۔

چوتھا جھوٹ مرزا کا یہ دعوی ہے کہ قادیان طاعون سے پاک ہے اور وہ ستر برس تک اس سے محفوظ رہیں گے۔ اس جھوٹ کو ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالی نے (جو جھوٹوں کو ہمیشہ روسیاہ اور ذلیل کرتا ہے و لو بعد حین)

مرزا کے اس دعوی کے تھوڑے دنوں کے بعد قادیان میں طاعون کو بھیج دیا، جس پر مرزا کو اس روسیاہی مٹانے کیلئے اشاعت دافع البلاء کے چھٹے مہینے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کشتی نوح تیار کرنی پڑی اور اس میں طاعون زدہ موضع قادیان ومرزائیان بیرونجات کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ سابق پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور مرزا کو چونکہ اپنی دروغ گوئی کا پورا یقین تھا اور یہ معلوم تھا کہ قادیان میں ایک دن طاعون ضرور آئے گی لہذا ان عذرات کی پڑی تو اس نے رسالہ دافع البلاء کے حاشیہ صفحہ ۵ میں جمادی تھی، اور یہ ایک بات اس میں لکھ دی تھی کہ قادیان میں طاعون آیا تو وہ طاعون جارف (یعنی تمام گاؤں میں جھاڑو پھیرنے والا جس سے لوگ جا جا بھاگتے پھریں گے اور کتوں کی طرح مریں گے) نہ ہوگا۔ مگر اس حاشیہ لکھنے کے وقت اس کو شرم نہ آئی کہ یہ تاویل طاعون کے چار برس بعد ۱۹۰۲ء میں اس کے خیال میں آئی۔ چار برس تک (۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ تک) یہ تاویل نہ اس کو سوجھی، نہ اس کے ملہم سے بن پڑی۔ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا: مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید، کا نمونہ ہوگا اور اس کو کوئی بھی اہل عقل وحیا قبول نہ کریگا۔ اور نہ یہ بات ان دونوں (قادیانی اور اس کے الہام کرنے والے کو) سوجھی کہ ایسا جارف اور تباہی بخش طاعون قادیان کے سوا اور مواضع (خصوصاً ان مقامات میں جن میں مرزا کے مخالف رہتے ہیں یا ان مقامات کو وہ اچھا و متبرک سمجھتے ہیں، اور ان کی دعا محفوظیت کا مرزا ان کو چیلنج کر چکا ہے)، کہاں آئی ہے؟ پھر چار برس بعد اس ڈھکوسلہ کو گھڑنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا اور قادیان کے حق میں مرزا قادیانی کی سفارش کا اور الہام کے اشتہار کا کیا فائدہ ظاہر ہوگا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ پانچواں جھوٹ مرزا قادیانی یہ کہنا ہے کہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی تھی۔ مرزا قادیانی نے اس مقام میں براہین احمدیہ کا صفحہ نہیں بتایا مگر کشتی نوح کے صفحہ ۴ میں براہین کا صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹ بتایا ہے۔ ہم نے براہین کے صفحہ ۵۱۸۔ اور ۵۱۹ کو جو دیکھا تو اس میں طاعون کا نام ونشان پایا نہیں جاتا۔

صفحہ ۵۱۸ براہین میں یہ الہام ہے جو آیات قرآن میں سرقہ کرکے بنایا گیا:

و بالحقّ انزلناہ و بالحق نزل ۔ یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبیّن لکم علی فترۃ من الرّسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر و نذیر فقد جاءکم بشیر و نذیر ۔

اور صفحہ ۵۱۹ براہین احمدیہ میں قرآن مجید کی آیات چرا کر یہ الہامات بنائے گئے ہیں:

وکنتم علی شفا حفرۃ مّن النّار فانقذکم منہا۔

ولولا ان تصیبہم مصیبۃ بما قدّمت ایدیہم

فیقولوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولا۔

ان تمام الہاموں میں طاعون کا دعوی یا اشارہ نہیں ہے۔

شاید مرزا قادیانی یہ کہہ دے کہ ان الہامات میں جو لفظ نذیر اور لفظ مصیبت وارد ہے وہ طاعون کی طرف اشارہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کا ترجمہ مرزا نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۳۲ و ۵۴۳ میں کیا تو ان سے یہ طاعون مراد نہیں بتائی، بلکہ ان سے وہ معنے مراد بتائی جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں پورے ہو چکے۔ یعنی نذیر سے آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک اور مصیبت سے وہ عذاب جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے نازل ہوتا۔

اور اگر ان الفاظ سے طاعون مراد تھا تو، تو نے براہین احمدیہ میں اس کا اظہار کیوں نہ کیا؟ براہین کو جانے دو، اس سے برسوں بعد تو نے ۱۸۹۸ء میں طاعون کی پیشگوئی کی اور اس میں وہ الہام گھڑ کر درج کیا جو اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ذریعہ مشتہر کیا ہے۔ اگر اس الہام براہین میں تجھے طاعون کی خبر دی گئی تھی تو، تو نے اس کا ذکر اس پیشگوئی ۱۸۹۸ء میں کیوں نہ کیا؟ اور اس بیس برس کے گھڑے گھڑائے الہام سے کام کیوں نہ لیا؟

اگر تیرے خیال میں اس وقت الہام براہین میں طاعون کا ذکر یا اشارہ مراد ہوتا، تو اس کے ذکر و بیان کا موقعہ وہ تھا جب کہ اس الہام کو تو نے براہین میں درج کیا،

زیادہ سے زیادہ اس کے بیان میں توقف کیا تھا تو آخر ۱۸۹۸ء میں (جب طاعون کے متعلق پیشگوئی کی تھی) اس کا مناسب موقع تھا۔ پیش گوئی کے چار برس بعد ۱۹۰۲ء کا موقع قطعاً مناسب نہ تھا۔

چھٹا جھوٹ مرزا کا حاشیہ میں یہ کہنا ہے کہ آج سے دس برس پہلے میں سبز اشتہار میں طاعون کی خبر دے چکا ہوں۔

اس کا کذب بھی اس بیان سے ثابت ہے جو کذب پنجم کا ثبوت و بیان ہے۔اس من گھڑت الہام میں اصنع الفلك سے طاعون سے بچانے والی کشتی مراد ہے تو، تو نے اس سبز اشتہار میں کیوں اس کا اظہار نہ کیا؟ اس وقت تجھے یا تیرے ملہم کو نسیان و ذہول ہو گیا تھا تو ۱۸۹۸ء کی پیش گوئی میں اس کا ذکر کرتا۔اس اشتہار سے دس برس کے بعد یا پیشگوئی ۱۸۹۸ء سے چار برس کے بعد اس کو طاعون کی پیشگوئی بنانا اپنی دروغ گوئی پر مہر لگانا ہے۔

ساتواں جھوٹ مرزا کا یہ دعوی اسی حاشیہ میں ہے کہ براہین احمدیہ میں پیشگوئی و لا تخاطبنی فی الّذین ظلموا میں بھی طاعون مراد ہے۔اس کے دروغ ہونے میں بیان بالا کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی ہے کہ لا تخاطبنی نہی ہے اور نہی از قسم انشاء ہوتی ہے۔لہذا اس کو پیشگوئی کہنا، دروغگوئی کے ساتھ ایک حماقت کا بھی اقرار کرنا ہے کیونکہ پیشگوئی از قسم اخبار ہوتی ہے نہ از قسم انشاء۔

مرزا کو چاہیے کہ پہلے براہین احمدیہ سے وہ پیشگوئی نقل کرے جس کے متعلق یہ نہی وارد ہوئی تھی، پھر اس امر کا ثبوت پیش کرے کہ اس پیشگوئی میں کب اور کس تحریر میں اس نے طاعون مراد بتائی تھی، پھر اس طاعون کے متعلق اس نہی کو بتا دے۔ورنہ شرم اور حیا سے کام لے کر اپنی دروغ گوئی کا اقرار کرے۔

آٹھواں جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ بس اس بیماری کے دفع کیلئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے، وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔

مرزا نے یہ جھوٹ دوبارہ بولا ہے لہذا ہم کو بھی دوبارہ لکھنا پڑا کہ یہ محض کذب ہے۔خدا تعالی نے کہیں نہیں فرمایا اور یہ حکم نہ قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں۔یہ حکم شیطانی ہے اور اس کا موجد صرف مرزا کا دل و دماغ ہے۔مرزا کے ماننے والوں کو بھی اس حکم کی تعمیل، ان کے اعتقاد کے رو سے بھی اس وقت جائز ہوتی ہے جب کہ پہلے الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو تراش کرنے کے وقت ان کو یہ کہا جاتا کہ اس طاعون کا سبب مرزا کو نہ ماننا ہے، اور جو شخص مرزا کو مان لے گا وہ اس طاعون سے محفوظ رہے گا، یا مرزا کو مان لینے کے بعد اس کا طاعون رفع ہو جائے گا۔یہ بات اس نے پہلے الہام کی اشاعت کے وقت نہ کہی۔نہ کبھی تین سال تک اس کے بعد کہی۔چار سال کے بعد ۱۹۰۲ء میں کہی ہے تو اس کا مان لینا ان لوگوں کیلئے بھی سخت حماقت کا اقرار کرنا اور آنکھیں

بند کر کے کنویں میں گر جانا ہے۔

نواں جھوٹ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعوی ہی ہوتا، جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ نے اپنے اشتہار میں کہا ہے، تو میں ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔

اس میں دو جھوٹ ہیں۔ایک منشی شمس الدین کے دعوی کو بلا دلیل کہنا۔ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کا جھوٹ ہونا مرزا کے پہلے تمام اشتہارات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔منشی شمس الدین نے یہی کہا تھا کہ طاعون وغیرہ مصیبتیں گناہوں کے سبب نازل ہوتی ہیں، مسلمان توبہ استغفار کریں گے تو امید ہے کہ بلاٹل جائے گی۔ اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا کے ہر ایک اشتہار میں موجود ہے۔ پھر منشی شمس الدین کے دعوی کو بلا دلیل اور ان کو فضول گو ٹھہرانا دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے۔قطع نظر اس اعتراف وشہادت مرزا کے قرآن کریم خود اس امر پر گواہ ہے کہ مصائب گناہوں کے سبب نازل ہوتے ہیں اور استغفار اور توبہ سے ٹل جاتے ہیں۔ دوسرا جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ میرا دعوی عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرح بے دلیل نہیں ہے۔ناظرین کو بیان سابق سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ مرزا اپنے دعوی پر کوئی صحیح دلیل نہیں لایا، جو کچھ اس نے کہا غلط کہا ہے، پھر اس کا اوروں کو فضول گو کہنا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے بری ٹھہرانا سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

دسواں جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ یہ میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج پوری ہو گئیں۔مرزا نے یہ جھوٹ دوبارہ بولا ہے لہذا ہم کو بھی دوبارہ اس کا جھوٹ ظاہر کرنا پڑا۔ہم نے بیان سابق میں آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر کر دیا کہ مرزا نے اس پیش گوئی سے چار سال گذرنے سے پہلے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ جو کہا، پیچھے کہا اور اس میں سے بھی خدا تعالی نے اس کو جھوٹا کر دیا۔

اس مقام پر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے دعوی نمبر ایک اور دو میں دس جھوٹ ثابت ہو گئے ہیں۔ان میں سے دو مکررات کو نکال دو، تو آٹھ رہ جاتے ہیں۔ان (دس یا آٹھ کذب) میں سے ایک کا بھی کذب نہ ہونا مرزا صاحب ثابت کر دیں تو ہم اس کے مقابلہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ وہ نقد انعام چاہے تو نقد بھی (جو وہ ہماری حیثیت کے مطابق تجویز کریں) ہم دینے کو حاضر ہیں۔ ہماری بات مرزا

صاحب جیسی فضول گوئی ولاف زنی نہیں ہے بلکہ ہم سچے دل سے اور حلفیہ وعدہ انعام کرتے ہیں۔

☆ دعوی نمبر سوم: دروغ گوئی نمبر دوم کے بعد مرزا نے ایک اور عربی الہام گھڑ کر پیش کیا ہے جس میں کہا ہے کہ میں خدا کیلئے بمنزلہ اولاد ہوں، میں اس سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔ پھر اس الہام کے نتائج وفوائد بیان کرتا ہوا وہ صفحہ ۹ میں کہتا ہے

(۲) دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہو گی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کرینگے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آ جائیں گے، کیونکہ براہین احمدیہ میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کر دوں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اس بات کا موجب نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو ان کی سزا قیامت میں مقرر ہے اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حمایت میں مری بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے۔ اسی طرح اب بھی جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدی اور اپنی خباثتوں سے باز آ جائیں گے اور شریفانہ برتاؤ ان میں پیدا ہوگا تب یہ تنبیہ اٹھالے جائیں گے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس نمبر میں مرزا نے جو الہام گھڑا ہے اس پر پوری بحث کرنے کا یہ محل نہیں اور اس میں جو کفر کیا ہے اس پر ہمارا ریمارک ہو چکا ہے اور جو اس سے دوسرا نتیجہ نکالا ہے اس میں وہ سہ بارہ جھوٹ بولا جس کا جواب دو دفعہ ہم دے چکے ہیں کہ محض دروغ ہے۔ براہین احمدیہ میں کہیں طاعون کا ذکر نہیں اور نہ مرزا کو مان لینے اور برا نہ کہنے پر طاعون کے دور ہو جانے کا وعدہ ہے، مرزا سچا اور کچھ شرم و غیرت رکھتا ہے تو براہین احمدیہ کی وہ عبارت نقل کرے اور اس کا صفحہ بتاوے جس میں خدا کا یہ قول پایا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ براھین احمد یہ میں خدا تعالی فرماتا ھے، کسی مسخرے کے اس شعر کا مضمون ہے

چہ خوش گفت سعدی درزلیخا　　　الا یا ایھا الساقی ادر کاساً وناولھا

خدا تعالی کا ارشاد اور اس کا مصدر یا مورد براہین؟ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اس مقام میں جو مرزا قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ رسولوں کو ایذا رسانی اور ان کے حق میں بدزبانی پر خدا تعالی طاعون بھیجتا ہے، یہ ایک اور جھوٹ وافتراء ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کے حق میں مشرکین مکہ نے کچھ کم بدزبانی کی تھی؟ اور آپ ﷺ کو ایذا رسانی میں کچھ کسر و کمی رکھی تھی۔ پھر مشرکین مکہ پر طاعون کیوں نہ نازل ہوئی؟

یہاں مرزا سے ایک دروغ گوئی (اور اپنے ہی قول کی تکذیب واختلاف بیانی) یہ ہوئی ہے کہ یہاں تو صرف اس کی بدگوئی سے زبان بند کر لینے پر طاعون اٹھانے کا وعدہ کیا ہے اور صفحہ ۶ دافع البلاء میں (جس کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے) اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ طاعون دور ہونے کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ لوگ مرزا کو مسیح موعود مان لیں اور سچے دل سے اس کو قبول کر لیں۔ یہ اختلاف بیانی اپنی دروغ گوئی کا اقرار ہے اور اس امر کا اعتراف واظہار کہ وہ جو کچھ کہتا ہے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالی پر افتراء ہے اور اسی وجہ سے اس کے بیان میں جا بجا اختلاف واقعہ ہوتا ہے۔

دعوی نمبر چہارم: مرزا قادیانی نے اس رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ و ۱۱ و ۱۴ و ۱۶ وغیرہ میں اپنے تمام مخالفوں کو (مسلمان ہیں خواہ عیسائی یا ہندو آریہ وغیرہ) چیلنج کیا اور یہ کہا ہے کہ اگر وہ اپنے خیال میں سچے ہیں تو اپنے اپنے مقامات کی نسبت قسمیہ پیش گوئی کریں کہ ان میں طاعون نہیں آئے گا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ثابت ہو جائے کہ وہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن ایسا آنے والہ ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گا کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔

اس دعوی کا سراسر کذب ہونا قبل ازیں ایسا بیان کیا گیا ہے کہ مرزا کو اس میں دم مارنے کی جگہ نہیں اور اگر وہ شرم کرے تو اس جواب کو پڑھ کر اس کو ڈوب کر مر جانا بہتر معلوم ہو۔ اب اس سے زیادہ ہم کیا کہیں۔

دعوی نمبر پنجم۔ اس رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۸ میں مرزا قادیانی نے جھوٹی قسم کھا کر خدا پر افتراء کیا اور یہ کہا ہے:

اور میں خدا کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے

اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت انجیل اور قرآن مجید میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف وکسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں، اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہوجائیگا

شیخ الاسلام فرماتے ہیں اس نمبر میں جو مرزا قادیانی نے مقامات مذکورہ کی نسبت پیشگوئی کرنے کی درخواست کی ہے اس کا جواب تو ہم پہلے دے چکے ہیں۔ اس مقام میں طالبین حق کو مرزا کی اس دروغگوئی پر اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں اس نے: میرا یہی نشان، کہہ کر اپنے نشان کو اس صورت میں محصور کردیا ہے کہ اس کے مخالف مقامات مذکورہ کی طاعون سے محفوظ رہنے کی حلفیہ پیشگوئی کریں گے تو ان مقامات میں طاعون آئے گا۔ یہ حصر اس بات کی طرف مشعر ہے کہ اگر وہ لوگ ان مقامات کی نسبت پیشگوئی نہ کریں گے تو وہاں طاعون آنا ضروری نہیں اور یہ نتیجہ اس کی اس پیشگوئی کو جھوٹا کرتا ہے کہ بجز قادیان ہر شہر میں ہر مقام میں طاعون آئیگا۔

نیز یہ حصر اس امر کی طرف مشعر ہے کہ اس نشان کے سوا (کہ اگر ان مقامات کی نسبت مخالفین نے پیشگوئی کی تو وہاں ضرور طاعون آئے گا) اور کوئی نشان اس کو نہیں دیا گیا۔ اس سے دوسرے نشان (جن کی تعداد وہ دس ہزار بتاتا ہے) ظاہر ہونے کے دعوی اور خاص کر طاعون کے متعلق اس کا اس نشان کا دعوی کہ وہ قادیان میں نہ آئے گا، یا جو شخص اس کو مسیح موعود مان لیگا وہ طاعون سے محفوظ رہیگا، یہ سب کے سب دعوی دروغ ٹھہرتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان نہیں ملا۔ جیسا موقعہ وہ پاتا ہے ایسے موقعہ کا نشان از خود گھڑ لیتا ہے۔

اس نے تو اس نشان (بالمقابلہ دعا کے بعد طاعون آنے کے دعوی) کے وقت یہ سمجھا تھا کہ میرے مخاطب کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں، ان کا مذہب ایسے دعوے کرنے سے ان کو ضرور مانع ہوگا۔ اور وہ دنیا کی شرم اور عقل بھی رکھتے ہیں، وہ شرم وعقل بھی ان کو اس دعوی کی اجازت نہ دے گی، تو اس سے میرا بول بالا ہوگا، اور ایک نشان قائم ہوگا۔ مگر اس کو بحکم و ما کید الکا فرین الا فی ضلال یہ نہ سوجھا کہ میرے اس دعوی سے میرے باقی نشانوں کا دعوی باطل ہوجائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ سطور بالا میں مرزا نے قسم کھائی ہے اور اپنے قسمیہ

دعوی پر توریت انجیل وقرآن اور انبیا کی شہادت دی ہے، اس کے مقابلہ میں، میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں اشھد باللہ للہ انّ المرزا غلام احمد لیس بمسیح و لیس بملھمم بل ھو ر جل یفتری علی اللہ کذ با ولا یکمنان یکون مثل ھذا المفتری علی اللہ ملھماً ۔میں محض حسبۃً للہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں ہے اور نہ وہ خدا کی طرف سے ملہم ہے بلکہ وہ ایسا ایک شخص ہے جو دعوی الہام میں خدا تعالی پر افتراء کرتا ہے اور ایسے مفتری کا خدا کی طرف سے مہلم ہونا عقلاً وشرعاً ناممکن ہے۔

براہین کے ریویو پر ریویو:

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ ریویو براہین احمدیہ میں (جس کو جلد ے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر چکا ہوں اور اس کے اصول دلائل کو میں اب تک صحیح سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے اس کی اشاعت کرتا ہوں) جو میں نے مرزا کے ملہم ہونے کو ممکن سمجھا تھا، تو وہ اس وقت تک تھا کہ مرزا نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہ کیا تھا، اور نہ نبوت اور رسالت کا اس کو دعوی تھا، اور نہ انبیاء علیھم السلام خصوصاً حضرت مسیح پر فوقیت کا اس کو دعوی تھا، اور نہ کوئی ایسا عقیدہ یا عمل جو اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرے، اس نے ظاہر کیا تھا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا تھا : ھو الذی ارسل رسو لہ با لھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا۔ الخ

اور جب سے وہ مسیح موعود خود بن بیٹھا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو برملا گالیاں دینے لگ گیا ہے۔ ان کو بدچلن، بدزبان، شرابی، موٹی عقل والا، جھوٹ بولنے والا، زنا کار عورتوں کے خون سے وجود پذیر، کنجنیوں سے صحبت رکھنے والہ، وغیرہ (نقل کفر، کفر نہ باشد، یہ بعینہ مرزا کے الفاظ ہیں، دیکھو اس کا ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ و ۶ وغیرہ) اور آنخضرت ﷺ پر علم یاجوج ماجوج ودجال وغیرہ میں فوقیت کا مدعی ہوا ہے اور جھوٹ بولنے میں، کتابوں کے

جھوٹے حوالے دینے میں، اپنی نظیر آپ ہی ہو گیا ہے۔ تب سے وہ اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ ایسے شخص کا ملہم ہونا ان ہی آیات قرآن، جن سے ریویو براہین احمدیہ میں استدلال کیا گیا ہے جیسے آیت هل انبّئكم على من تنز ل الشيا طين تنزل على كلّ افا ك اثيم ۔ وغیرہ کی شہادت سے ناممکن و محال ثابت ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں یہ اس ریویو پر ہمارا مختصر ریویو ہے۔ تفصیلی ریویو بھی ہم اس ریویو پر کرنا چاہتے ہیں جو بوقت فرصت ہوگا۔ اسی ریویو میں اس کے ایک خلیفہ سیالکوٹی کے ریویو پر بھی ریویو ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی

اور اس کے دعوی قسمیہ کے مقابلہ میں اس مقام میں صرف یہ کہنا (جو پہلے بھی بار ہا گیا ہے) کافی ہے کہ اس دعوی میں اس نے محض دروغ سے کام لیا ہے۔ اس کے ملہم ہونے کی شہادت نہ قرآن میں ہے، نہ توریت میں، نہ انجیل میں ہے اور نہ کسی اور نبی نے یہ شہادت دی ہے۔ ہم اس مقام پر لعنة الله على الكا ذبين کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ اپنے دعوی کی کوئی تفصیل کرتا اور آیات قرآن وتوریت وانجیل اور شہادت نبیوں کا کوئی حوالہ دیتا تو ہم بھی تفصیل سے اس دعوی کا رد کرتے۔

ہماری اس بحث و بیان سے ثابت ہوا کہ رسالہ دافع البلاء میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ محض دروغ ہے۔ اب ہم اس کی باقی تحریرات کے دروغ ظاہر کرتے ہیں۔

کشتی نوح کا تجزیہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ طاعون کے موضوع پر مرزا قادیانی کی چھٹی تحریر اس کا ۷۶ صفحات کا رسالہ کشتی نوح ہے جس میں ۹ صفحہ تک تو طاعون کے متعلق پرانے دروغ ہیں اور باقی کا اکثر حصہ پرانی لاف زنیاں ہیں کہ میں وہ ہوں، اور یہ ہوں اور میں نے فلاں پیشگوئی کی جو سچی نکلی اور مجھے مجسٹریٹ گرداسپور کی عدالت میں کرسی ملی اور میرے مخالف کو نہ ملی، وغیرہ۔

اس کے صفحہ ایک اور دو میں قادیانی نے کہا ہے:

شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کیلئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کیلئے کئی لاکھوں روپئہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ وہ کام

ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانش مند رعایا کا فرض ہے، اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے میں بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عمل درامد کرانا نہیں چاہتی بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور میں جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اسی کو پیش کرتی ہے۔ سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیر خواہی کیلئے لکھوکہا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے اس کی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس سر دردی اور صرف زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے۔ وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی میں اس درجہ تک پہنچ جائے۔ کچھ شک نہیں کہ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکہ کر دیا جائے۔ اس سے کسی طرح سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کیلئے ہے اس سے اس کو سبک دوش کریں۔ لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں ہم ٹیکہ کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کیلئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوے سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ لیکن وہ جو جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کیلئے مت دل گیر ہو۔ یہ حکم الٰہی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کیلئے جو ہمارے گھر کے چار دیوار میں رہتے ہیں، ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤنگا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دست کش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو

اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو۔ اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بر باد افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سر گردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت سے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے، مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو، ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ پھر صفحہ ۳ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:

اس جگہ یاد رہے کہ اگر چہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جس کیلئے خدا نے دوا پیدا نہیں کی۔ لیکن میں اس بات کو معصیت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کر دوں جس نشان کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اس کے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کر کے ٹیکا کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں تو یہ گناہ میرا قابل مواخذہ ہو گا کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو پھر تو مجھے شکر گذار اس طبیب کا ہونا چاہیے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا، نہ خدا کا شکر گذار جس نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ ہر یک جو اس چار دیوار کے اندر ہے۔ میں اسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور میں آنیوالے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آ چکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے نجات پاویں اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسی وقت طاعون سے نجات پانے کے ٹیکا سے بہتر کوئی تدبیر مل جائے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہیں ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین میں بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کیلئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ پھر صفحہ ۵ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے: کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئے گا۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں موسے اور یشوع اور آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اٹھائی اور صدہا انسانوں کے خون کئے، ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے اور نبیوں کی طرف سے ایک نشان تھا جس کے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہل حق بھی ان کی تلوار سے قتل ہوئے تھے مگر بہت کم، اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔ پس ایسا ہی اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان الٰہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ پھر صفحہ ۹ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:

بالآخر یاد رہے کہ ہم اس اشتہار میں اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں پنجاب اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، ٹیکا لگوانے سے منع نہیں کرتے۔ جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو ان کو ضرور ٹیکا کرانا چاہیے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے اور جن کو اپنی رضامندی پر چھوڑا گیا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پورے قائم نہیں ہیں جو ان کو دی گئی ہے، تو ان کو بھی ٹیکا کرانا مناسب ہے تا وہ ٹھوکر نہ کھاویں اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو میں بطور مختصر چند سطریں نیچے لکھ دیتا ہوں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات کشتی نوح میں تین باتیں نوٹس لینے کے لائق ہیں۔

اول جو ناظرین کے یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اس نے پہلے چار صفحہ رسالہ میں ٹیکہ لگوانے کی تجویز گورنمنٹ کی نہایت تعریف کی ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور مفید کہا ہے اور سوائے اپنے اور اپنی جماعت کے پورے تابعین کے، کسی کو اس ٹیکہ لگوانے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اپنی جماعت سے بھی ان لوگوں کو جن کو گورنمنٹ کا قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا ہو، نہیں روکا۔ بلکہ حکم گورنمنٹ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اپنی

جماعت کے ان لوگوں کو جو اس کی تعلیم پر پورے قائم نہیں، نیز حکم دیا ہے کہ وہ ٹیکہ لگوائیں گو گورنمنٹ کی طرف سے ان کو حکم قطعی نہ ہو اور ان کو ان کی رضا مندی پر چھوڑا گیا ہو۔

ٹیکا لگوانے سے اس نے خاص کر ان ہی لوگوں کو منع کیا ہے جو اس کے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں اور وہ اس کی تعلیم کے پورے پابند ہیں۔ اس سے مرزا کے اس دعوی کا جھوٹ ہونا ثابت ہوگا جو اپنی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۴۲ و ۴۵ میں اس نے کیا اور کہا ہے کہ ٹیکا لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور یہ کہا کہ ٹیکہ لگوانے میں خیر وعافیت نہیں ہے، تب اس کا اثر باطل ہوا۔

دوسری بات لائق توجہ یہ ہے کہ اس مقام میں اس نے اپنے موضع قادیان اور اپنے دیگر پیروان پر طاعون وارد ہونے کی صورت میں وہ چار عذرات گھڑ کر تیار کر لئے ہیں، جن کا ماحصل مضمون صفحہ ۱۸ وغیرہ میں بیان کیا اور ان کی اصل عبارت نقل کرنے کا وعدہ دیا تھا۔ اس مقام میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عذرات بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے چار پانچ برس بعد ان عذرات کو پیش کرنا نہایت شرمناک حیلہ ہے۔

اگر الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء (جس میں قادیان کو بچانے کا وعدہ کیا ہے) یا اس کے مابعد کے الہامات (جن میں بقول مرزا، مرزا کے تمام پیروان کو بچانے کا وعدہ ہے)، خدا تعالیٰ ملہم الصادقین عالم الغیب کی طرف سے ہوتے تو ان میں پہلے سے عام اور مطلق وعدہ نجات اہل قادیان یا عام پیروان مرزا درج نہ ہوتا، بلکہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ مخلص صادق نہ جانتا ان کو پہلے ہی سے مستثنیٰ کر کے خاص کر صادق مخلصوں کو وعدہ نجات دیتا، اور طاعون کا وہ قسم بھی بتا دیتا جس سے لوگوں کو بچانے کا وعدہ تھا، اور پھر چار پانچ سال کے بعد اس کو یہ کہنا نہ پڑتا کہ جس طاعون سے قادیان اور جماعت مرزا کو بچانے کا وعدہ ہے اس سے مراد طاعون جارف (جھاڑو دینے والا) اور تباہی لانے والا اور کتوں کی موت مارنے والا اور لوگوں کو گھروں سے نکالنے والا ہے، نہ معمولی طاعون جو قادیان اور مرزا کی جماعت میں بھی آ سکتا ہے۔ اور جو جماعت مرزا طاعون جارف سے بچائے گی اس سے فلاں فلاں اشخاص (مثلاً چاروں خلفاء نور الدین، محمد احسن، وغیرہ، یا آپ کے گھر والے وغیرہ) مراد ہیں جو مخلص ہیں، یا فلاں فلاں اشخاص ان میں سے خارج ہیں جو غیر مخلص ہیں، یا وہ لوگ مراد ہیں جو مرزا کی چار دیواری کے اندر

رہتے ہیں اور وہ صرف لنگر کی روٹی کی خاطر مرزا کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔

اور جو لوگ باوجود مخلص صادق ہونے کے طاعون میں مبتلاء ہوں گے وہ نسبتاً مرزا کے مخالفوں سے کم ہوں گے۔کیا خدا تعالیٰ کو جس نے بشہادت وعلّم آدم الاسماء کلّھا آدم اور تمام بنی آدم کو تمام الفاظ سکھائے ہیں یہ الفاظ پہلے الہام کے وقت اور اس کے بعد چار سال تک یاد نہ تھے یا وہ بھول گیا تھا اور غلطی سے یہ الفاظ درج الہام نہ کر سکا تھا

یہ بات کوئی مسلمان (بلکہ کوئی عیسائی ہندو بھی جو خدا تعالیٰ کو مانتا ہوگا) تجویز نہیں کر سکتا لہذا ان الفاظ سے جو چار سال بعد کہے گئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ وہ الہام اور اس کی تشریح میں یہ الفاظ، خدا کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ یہ الہامات اور ان کی تشریحات مرزا کی اپنی من گھڑت ہیں یا اس کو ذلیل کرنے والے معلم الملکوت کی طرف سے ہیں جن کو الہام گھڑنے کے وقت یہ چار باتیں معلوم نہ تھیں۔

۱۔ یہ کہ قادیان میں بھی طاعون آئے گا

۲۔ یہ کہ وہ خاص کر چار دیواری میں رہنے والوں اور لنگر کی روٹیوں کی خاطر ہاں میں ہاں ملانے والوں میں بھی اپنا کرشمہ دکھائے گا۔

۳۔ یہ کہ مرزا کی جماعت خارج از قادیان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مخلص نہیں، منافق ہیں۔

۴۔ بعض مخلص صادق اور فدائی بھی طاعون میں مبتلا ہونے والے ہیں۔جن کی وجہ ابتلاء خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوسکتی (یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کشتی نوح کے صفحہ ۲ سطر ۱۵ میں ہے)

قادیانی اور اس کے ملہم کو ان چاروں باتوں کا پہلے الہام کے وقت سے چار سال تک علم نہ ہونا اور خاص کر چوتھی بات کا اب تک (یعنی الہام ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے چھٹے سال ۱۹۰۳ء تک) علم نہ ہونا، قطعی یقین دلاتا ہے کہ یہ الہام من جانب اللہ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مرزا اور اسکے ملہم کا اپنا من گھڑت ہے۔

مجھے اس مقام میں ایک حکایت یاد آئی ہے جو بارہا سنی گئی ہے کہ ایک مرشد عیار نے جو رسول نمائی کا مدعی تھا چند عقل کے اندھوں سے اس وعدہ پر بہت سا مال مارا کہ میں تم کو فلاں وقت فلاں مجلس میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کرا دونگا۔وہ احمق اس امید پر اپنی اپنی جیبیں خالی کر کے مجلس ومقام موعود پر جمع ہو گئے تو وہ عیار

شخص بولا کہ آنحضرت ﷺ عنقریب اس مجلس میں تشریف لا کر رونق افروز ہوں گے مگر جو شخص حلال زادہ ہوگا اسی کو آپ ﷺ کا جمال باکمال نصیب ہوگا اور جو حرامی (ولد الحرام) ہوگا وہ زیارت سے محروم رہے گا۔ یہ سن کر وہ سب دم بخود ہو گئے۔ کوئی نہ نکلا جو زیارت ہونے کی نفی کرتا۔

مرزا قادیانی اس مرشد کا بھی مرشد نکلا۔ اس نے تو ایک ڈھکوسلہ (حلال زادہ ہونے کی شرط) بنایا تھا۔ مرزا نے ایسے چار ڈھکوسلے (یہ چار عذرات) تیار کئے ہیں جن کو ہر شخص کے مبتلائے طاعون ہونے پر وہ پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان عذرات کی تقریر جو مرزا کر سکتا ہے سابق میں نقل ہو چکی ہے۔

تیسری بات ان عبارات کشتی نوح میں لائق توجہ وہ ہے جو اس کے صفحہ ۳ و ۵ میں ہے کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بصفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹، اس طاعون کی خبر درج ہے اور مسیح موعود کے وقت طاعون آنے کی خبر انجیل اور بعض صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

ناظرین! یہ جھوٹ ہے، ان کتابوں میں ہرگز یہ خبر درج نہیں ہے۔ براہین احمدیہ کے مقامات مذکورہ کی عبارت تو ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دروغ بے فروغ ہے۔ انجیل وغیرہ کی عبارات جس کا حوالہ مرزا نے حاشیہ صفحہ ۵ میں دیا ہے، اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔

مکاشفات ۲۲۔۸ کی یہ عبارت ہے: اور دیکھ مجھ یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا اور جب میں نے سنا اور دیکھا تب اس فرشتہ کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا۔

ناظرین اس عبارت کو دیکھیں اور انصاف سے کہیں کہ اس میں مسیح موعود کے وقت میں طاعون یا موت آنے کا کہاں ذکر ہے۔ اس آیت کے آگے اور پیچھے بھی تمام باب میں طاعون کا ذکر نہیں ہے۔

اور انجیل متی ۲۲۔۷ میں صرف مری کا لفظ ہے۔ (انجیل متی کی انگریزی عبارت یوں ہے

And as he sat upon the mount of Olives, the disciples came unto him privately, saying "Tell us, when shall these things be? and what shall be the sign of thy coming, and of the end of the world?

And Jesus answred and said unto them, "Take heed that no man deceive you.

For many shall come in my name, saying, I am Christ; and shall deceive many.

And ye shall hear of wars and rumours of wars; see that ye be not troubled; for all these things must come to pass, but the end is not yet.

For nations shall rise against nation, and kingdom against kingdom; and there shall be famines, and pestilences, and earthquakes in diverse places.

All these are the beginning of the sorrows.

Then shall they deliver you up to be afflicted and shall kill you; and ye shall be hated of all nations for my name's sake.

And then shall many be offended and shall betray one another, and shall hate one another.

And many false prophets shall rise, and shall deceive many. (Matthew, 24:7-11)

Then if any man shall say unto you, Lo, here is Christ, or there; believe it not.

For there shall arise false Christs and false prophets, and shall shew great signs and wonders, insomuch that, 'if it were possible, they shall deceive the very select.

Behold, I have told you before.

Wherefore if they shall say unto you, Behold, he is in the desert; go not forth; behold he is in the secret chambers; believe it not.

For as the lightening cometh out of the east, and shineth from unto the west, so shall also the coming of the son of man be. (Mathew, 24:23- 27)

اس عبارت کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے یہ مرزا صاحب جیسے جھوٹے نبیوں اور کاذب مسیحوں کے آنے کی پیشگوئی ہے جن کے آنے کے بعد حضرت مسیح ابن مریمؑ تشریف لائیں گے۔ بہاء)

زکریا۔۱۴۔۱۲ میں مری کا لفظ ہے۔ مگر مری خاص طاعون کو نہیں کہا جاتا، ہیضہ سے بھی مری ہوتی ہے، جو طاعون نہیں کہلاتا۔ بخار سے بھی مری ہوتی ہے جو طاعون نہیں کہلاتا۔ طاعون تو خاص کر اس زہریلے زخم کا نام ہے جو ایک دنبل کی طرح بدن میں نکلتا ہے۔ مرزا نے خود طاعون، طعن اور زخم کو کہا ہے۔ اس کی اعجاز احمدی کے صفحہ ۶۳ میں یہ شعر موجود ہے

قضى الله ان الطعن با لطعن بيننا

فذلك طاعون اتا هم ليبصروا

اوراس شعر کا ترجمہ خود مرزا قادیانی نے ان الفاظ سے کیا ہے:

خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ طعن کی سزا طعن ہے پس یہ وہی طاعون کہ ان کے ملک میں پہنچ گئی ہے تا کہ ان کی آنکھیں کھلیں۔

اب ناظرین داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ ان حوالہ جات میں مرزا نے جھوٹ بولا ہے یا کچھ سچ کا بھی اس میں شائبہ ہے۔

کیا قادیانی ہی مریم اور ابن مریم ہے؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ درج بالا اکاذیب کے بعد صفحہ ۱۰ کشتی نوح سے صفحہ ۷۶ تک مرزا قادیانی نے اپنی اس تعلیم کی تفصیل کی ہے جس کی پابندی سے اپنے مریدوں کو طاعون سے بچانے کا وعدہ دیا ہے۔ اس تعلیم میں کچھ تو عام اخلاقی اصول و ہدایات و احکام اسلام ہیں جو ناواقفوں کے پھنسانے کیلئے حلوہ بنا کر اس نے دکھایا ہے اور باقی ماندہ اکثر حصہ اس حلوے میں زہر ہے اور اس کے وہ عقائد کفریہ ہیں جو اس کے مذہب جدید کا مدار ہیں۔ مثلاً میں مسیح بن مریم ہوں اور میں نے فلاں پیش گوئی کی جو سچی نکلی، اور میری تائید خدا کی طرف سے یوں ہوئی۔ وغیرہ

اور اپنے مسیح بن مریم ہونے کے ثبوت میں اس نے قرآن کی ایک آیت سورہ تحریم سے پیش کی ہے اور اس کی تشریح و تائید میں چند الہامات مندرجہ براہین کو نقل کیا ہے۔

آیت سورہ تحریم جس کا وہ حوالہ دیتا ہے، یہ ہے: ضر ب اللّٰہ مثلاً لّلّذ ین کفروا امرأة نو ح و امرأة لوط ۔کا نتا تحت عبد ین من عبا د نا صا لحین فخا نتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً وّ قیل ا د خلا النّار مع الدّا خلین۔ و ضر ب اللہ مثلاً لّلّذین امنوا امر أة فر عون۔ اذ قالت ربّ ابن لی عند ك بیتاً فیالجنّة و نجّنی من فرعون و عملہ

ونـجّـنـی مـن القوم الظّالمین۔ و مریم بنت عمران الّتی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من رّوحنا و صدّقت بکلمات ر بّھا وکتبہ و کا نت من القا نتین۔(تحریم۔ع۲)۔

ارشاد ہے کہ خدا تعالی نے کافروں کی مثال (دوعورتوں) حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی عورت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے (دین میں) ان کی خیانت کی۔ تو وہ دونوں ان کے کام نہ آئے اور ان کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ (اس تمثیل سے خدا تعالی کا مقصود یہ ہے کہ کافروں کو کفر کی سزا ملے گی اس سزا میں ان کے رشتہ داروں (پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں) کے درجہ اور نیکی کا کچھ لحاظ نہ ہوگا) اور مومنوں کی مثال ایک فرعون کی عورت کو ذکر فرمایا جب کہ اس نے کہا تھا کہ خدایا میرے لئے جنت میں گھر میں بنا، مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے، (جو شوہر زوجہ سے کرتا ہے یا ہر ایک اس کا عمل بد یعنی کفر وتعذیب مومنین وغیرہ)، اور اس ظالم قوم سے بچا (جس سے مقصود خداوندی یہ ہے کہ مومنوں کو ان کے قرابتیوں کا کفر کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جب وہ اپنے ایمان پر پختہ وقائم رہیں) دوسری مریم بنت عمران کو ذکر کیا جس نے اپنی شرم گاہ کو بچایا اور خدا کے حکموں پر ایمان قائم رکھا تو خدا نے بلا واسطہ شوہر اس کو فرزند عطا کیا (اس تمثیل سے بھی مقصود خداوندی، امام بغوی، امام بیضاوی، امام رازی وغیرہ نے تو پہلی مثالوں کا مقصود بتایا ہے کہ مریم کا ایمان احکام خداوندی پر قائم رہا تو ان کو ان کی قوم (جو ان کو پوجتی تھی یا ان کے بیٹے مسیح کو خدا کہتی تھی) کے کفر نے نقصان نہ پہنچایا مگر خاکسار اس رائے اکابر کو مسلّم رکھ کر یہ بھی مقصود خداوندی سمجھا ہے کہ جو مومن کامل ہوگا اور احکام الہی کی پوری پیروی کرے گا اور پیروی پر قائم و مستحکم رہے گا (جیسا کہ مریم تھیں) اس کو خدا تعالی ظاہری اسباب دنیاوی کی وساطت کے بغیر بھی ظاہری و باطنی دینی دنیوی نعمتیں عطا کرے گا، جیسا کہ مریم کو بلا واسطہ شوہر فرزند عطا کیا)

اس آیت کی نسبت نہ آج تک کسی مسلمان نے کہا اور نہ آئندہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت کسی خاص شخص یا اشخاص کے حق میں ہے، اور نہ کسی نے یہ کہا کہ اس تمثیل سے خداوند کا یہ مقصود ہے کہ مریم کی طرح کوئی مرد یا کوئی عورت بلا شوہر بچہ جنے گی اور وہ بچہ ابن مریم کہلائے گا۔ یہ معنے نہ اس آیت کے الفاظ سے ثابت ہوتے ہیں اور نہ اس کی تمثیل یا تشبیہ سے، کیونکہ وجہ تمثیل وتشبیہ صرف بعض امور میں مشابہت ہوتی ہے، نہ مشبہ و مشبہ بہ میں کل امور وصفات مشبہ بہ میں مشابہت ومشارکت۔ مثلاً کوئی زید کو شیر کہے تو اس سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ زید شجاع اور بڑا بہادر ہے، اس تشبیہ سے یہ مقصود نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ مقصود سمجھ سکتا ہے کہ زید کو شیر

جیسی دم بھی لگی ہوئی ہے اور شیر کے سے ناخن و دانت بھی ہیں جن سے وہ چیرتا اور کاٹتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے اصل معنی ناظرین نے سن لئے تو اب وہ یہ سنیں کہ مرزا قادیانی اس آیت کے کیا معنی کرتا اور اس سے اپنا ابن مریم ہونا کیونکر نکالتا ہے۔وہ کشتی نوح کے صفحہ ۴۴۔۴۵۔۴۶ وغیرہ میں کہتا ہے: اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔تب اس کے رحم میں عیسی کی روح پھونکی گئی اور عیسے اس سے پیدا ہوا، اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی جائے گی تب مریم میں سے عیسے نکل آئے گا۔یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا، گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسے ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے: انّی لك هذا یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی۔
اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۲۶ میں یعنی اس الہام میں کہ: هزّ الیك بجذ ع النّخلة یعنی اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا۔

اور پھر اس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے: یـا مـریـم اسکن انـت وزوجك الجنّة نفخت فیك من لّدنّی روح الصّدق یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو، میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔خدا نے اس آیت میں میرا نام رو ح الصّدق رکھا ، یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نـفـخنا فیه من روحنا پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسے کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے،

پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسی جو مریم کے پیٹ میں تھا، اس کے پیدا ہونے کے بارے میں الہام ہوا: یا عیسے انی متو فّیك و را فعك الی و جا عل الّذین اتّبعو ك فوق الّذین کفروا الی یو م القیا مة

اس جگہ میرا نام عیسی رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسے پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ

صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسی بن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔

اوراسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسی ابن مریم اس امت میں اسی طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جاوے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسے کی روح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسے کی روحانیت میں تولد پائے گا۔ اوراس طرح پر وہ عیسے بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن مجید یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورہ التحریم کی ان آیات کی خدا تعالی نے خود تفسیر فرمادی ہے۔ قرآن مجید موجود ہے ایک طرف قرآن مجید رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقوی سے سوچو کہ وہ پیش گوئی جو سورۃ تحریم میں ہے یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسے بنایا جائے گا، گویا اس میں سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے؟ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا، جب کہ قرآن مجید نازل ہورہا تھا، تا میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کیلئے کوئی آیت اتار دی جائے۔ اوراس اعتراض سے بھی سبکدوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے۔ اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افتراء کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسے کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم سے عیسے بن گیا۔ اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو، ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔ اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت، جس پر ایک زمانہ گذر گیا، مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں کہتا کہ عیسی ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔ سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل کمزور ہو جائے گی، اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت

مریمیت میں، میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۸۶ میں درج ہے، مریم کی طرح عیسے کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسے بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرّ خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل ہے، میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی، مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا، تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو، وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا، مخالفوں کیلئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوی نہیں جب تک کہ خود خدا تعالی مجھے نہ سمجھا دے۔ سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے: تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوی مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی دعوی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔

اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں؟ لیکن یہ یاد رہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اس زمانہ کا ہے جب کہ مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا، پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فاجائها المخاض الى جذع النّخلة قالت يا ليتنى متّ قبل هذا و كنت نسياً منسيا یعنی پھر مریم کو جو، مراد اس عاجز سے ہے، دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی، یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا، جنکے پاس ایمان کا پھل نہ تھا، جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا، تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام ونشان باقی نہ رہتا، یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوی کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا ۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت سورہ تحریم میں خدا تعالی کی یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص (مرزا غلام احمد) مریم کے مشابہ ہوگا اور وہ پہلے دوسال تک مریم کہلائے گا پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی جائے گی تو وہ حاملہ ہو جائے گی اور اس سے دس مہینے بعد عیسے پیدا ہوگا۔ اور وہی شخص جو مریم کہلاتا تھا، عیسے بن جائے گا اور ابن مریم کہلائے گا۔ پھر اس مراد کی تائید میں مرزا نے پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ کے الہام انّی لك هذا کا حوالہ دیا ہے جس میں محض دروغ سے کام لیا کیونکہ اس صفحہ میں اس الہام کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ اس الہام کے حوالہ سے اس نے یہ جتایا ہے کہ اس میں خدا تعالی نے اس کو مریم کہا ہے۔ پھر صفحہ ۲۲۶ براہین احمدیہ کے الہام هزّ اليك بجذ ع النّخله اور اپنی خانگی کتاب یادداشت سے اس کا پہلا حصہ الہام فا جاء ها المخا ض الی جذ ع النّخلة نقل کیا اور کہا کہ ان الہامات میں اس کی حالت حمل اور دردزہ کی حکایت ہے اور اس میں تنہ کھجور سے جاہل اور بے سمجھ علماء مراد ہیں جن کے پاس پھل نہیں۔ پھر صفحہ ۴۹۶ براہین کا یہ الہام نقل کیا یا مر یم نفخت فيك من لّدنّی رو ح الصّدق اور کہا ہے کہ اس الہام میں روح الصدق میرا نام ہے (یہاں مرزا قدرتی ترتیب کو جو حمل اور وضع میں خدا نے رکھی ہے بھول گیا۔ درد زہ کی حالت میں تنہ کھجور پر آ پہنچے اور ان کو ہلانے کا پہلے ذکر کیا اور نفخ روح کا پیچھے، شائد یہ بھی اس کی الٹی کرامت ہو کہ نفخ روح پیچھے ہوا اور دردِ زہ پہلے)۔ پھر صفحہ ۵۵۶ براہین سے الہام یا عیسی انی متوفّیك نقل کر کے یہ کہا ہے کہ وہ عیسے جو پیٹ میں تھا، وہ پیدا ہو گیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا نے اس تقریر میں جو اپنی مریمیت، حمل، ولادت، وعیسویت کو بزعم خود قرآن اور براہین احمدیہ سے ثابت کیا ہے، پھر اس کی بابت بڑی دلیری سے یہ کہا ہے کہ ایکطرف قرآن رکھو دوسری طرف براہین احمدیہ کو رکھو اور دونوں میں یہ مضمون کمال تصریح کے ساتھ دیکھ کر ان کا باہم مقابلہ کر لو۔ اور کہا ہے کہ کیا یہ انسان کی قدرت ہے؟ اور کیا یہ میرے اختیار میں تھا؟ اور کیا میں اس وقت موجود تھا جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا؟ اور کیا میں نے خدا سے کہا تھا کہ میرے ابن مریم بنانے کیلئے کوئی آیت اتاری جائے؟ اور کیا آج سے بیس برس سے زیادہ پہلے میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اپنا نام مریم رکھتا پھر یہ الہام بناتا کہ مجھ میں عیسے کی روح پھونکی گئی ہے، پھر آخر

براہین کے صفحہ ۵۵۶ میں کہہ دیتا کہ میں عیسی بن گیا ہوں؟ اگر مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین میں یہ کیوں کہتا کہ عیسے، مسیح بن مریم دوبارہ آئے گا۔

اس تقریر کو سن کر ہر وہ شخص جس نے براہین نہ دیکھی ہوگی اور قرآن کی سورہ تحریم میں بھی اس کی نظر نہ پڑی ہوگی، لٹو ہو جائے گا اور مرزا کی پیشگوئی کی صداقت اور اس کی کرامت کا قائل ہو جائے گا۔ مگر مرزا نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے سراسر جھوٹ ہے۔ مرزا کا مریم ہو کر حاملہ ہونا، پھر مسیح کو جننا، پھر عیسے بن مریم کہلانا، نہ قرآن میں ہے نہ براہین احمدیہ میں۔ آیت قرآن کا مطلب تو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ قرآن میں مرزا کے مریم ہونے یا حاملہ ہو کر عیسے کو جننے، پھر خود ہی ابن مریم ہو جانے پر کمال تصریح تو کجا، کہیں اشارہ بھی نہ نہیں۔ اب رہی براہین احمدیہ سو اس کی عبارات ان الہامات کے متضمن کو ہم اس مقام میں نقل کر دیتے ہیں اور ناظرین انہیں دیکھ کر بتائیں کہ ان میں مرزا کا مریم بن کر حاملہ ہونا، پھر عیسی کو جنم دے کر خود ہی ابن مریم ہو جانا کہاں پایا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ والے الہامات کشتی نوح میں نقل کئے ہیں اور وہ براہین احمدیہ میں حسب حوالہ پائے جاتے ہیں وہ تین ہیں:

اول الہام صفحہ ۲۲۶ براہین احمدیہ هزّ اليك بجذع النخلة جس کا ترجمہ مرزا نے اس عبارت کشتی نوح میں یہ کیا ہے: اے مریم کھجور کا تنہ ہلا۔

اس مقام پر مرزا نے جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۲۶ میں اس نے اس الہام کا کوئی ترجمہ نہیں کیا، اور جو اس کی تفسیر کی ہے اس سے بو بھی نہیں آتی کہ مرزا کو خدا نے مریم بنا کر اس الہام میں مخاطب کیا ہے۔ اصل عبارت براہین احمدیہ یوں ہے:

لوگوں کی عدم توجہی سے (یعنی ادائیگی چندہ میں) طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن مغرب کے قریب خداوند کریم نے یہ الہام کیا: و هز اليك بجذع النّخلة تساقط عليك رطباً جنياً اس الہام کا لفظی ترجمہ (جس کو مرزا قادیانی عمداً اس بدنیتی سے کہ بیس برس کے بعد اس کا مخاطب مریم کو بنا کر پھر میں خود مریم بن بیٹھوں گا، چھوڑ گیا ہے) یہ ہے کہ اے مشکلات میں مبتلا و متفکر اور چندہ کے طالب مرزا تنہ کھجور کو

اپنی طرف ہلا۔ وہ تازہ کھجوریں تجھ پر گرائے گا۔

اس الہام کو بیان کر کے مرزا نے اس کی تفسیر میں کہا ہے:

سو میں نے سمجھ لیا (یعنی اس الہام کی مراد یہ سمجھی) کہ یہ تحریک وترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک اس حصہ کیلئے سرمایہ جمع ہوگا اور اس کی خبر بدستور کئی ہندو اور مسلمان کو دی گئی۔ اور اتفاقاً اسی روز یا دوسرے روز حافظ ہدایت علی صاحب جوان دنوں ضلع گورداسپورہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے، قادیان میں آگئے تو ان کو بھی اس الہام سے اطلاع دی گئی۔ اور اسی ہفتہ میں آپ (مولوی غلام علی امرتسری کو مخاطب کر کے کہتا ہے) کے دوست مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بھی اس الہام کی اطلاع دی گئی۔ اس الہام کے بعد حسب الارشاد حضرت احدیت کسی قدر تحریک کی گئی تو تحریک کرنے کے بعد لاہور، پشاور، راولپنڈی، مالیرکوٹلہ اور دوسرے مقاموں سے اور جہاں سے خدا نے چاہا، اس حصہ کیلئے جو چھپتا تھا، مدد پہنچ گئی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ پوچھتے ہیں کہ اس عبارت براہین میں مرزا کو مریم کہاں کہا گیا ہے؟ اور اس میں بجز چندہ براہین احمدیہ کس بات کا ذکر یا وعدہ ہے؟ اور اس میں مخاطب کون ہے، مرزا جو چندہ کے فکر وغم میں تھا؟ یا کوئی اور مخاطب ہوسکتا ہے؟

اور اگر مرزا (یا مرزا کی طرف سے کوئی اور) کہے کہ:

یہ الہام چونکہ بعینہ وہ الہام قرآنی ہے جو حضرت مریم کو جبکہ وہ روح القدس سے حاملہ ہو کر دردزہ میں مبتلا تھیں، جبریل کی طرف سے ہوا تھا۔ اور مرزا قادیانی کی کتاب یادداشت الہامات میں بھی اس الہام کا پہلا حصہ فاجاء ھا المخاض الی جذع النّخلة عبارت صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں موجود ہے، گو براہین احمدیہ میں اس حصہ کا درج کرنا مرزا کو بھول گیا تھا، بناء علیہ اس الہام میں مرزا قادیانی کا مریم ہونا مراد خداوندی معلوم ہوتا ہے۔

تو اس کے جواب میں اولاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں بھی مرزا کا وہ دعوی سچا نہ ہوگا کہ میں نے براہین احمدیہ میں بائیس برس پہلے سے مریم ہو کر عیسے کو جننے کا دعوی کیا ہوا ہے۔ خانگی کتاب، براہین احمدیہ نہیں ہے کہ اس کا بیان، بیان براہین احمدیہ متصور ہو۔

اور ثانیاً کہا جائے گا کہ اس خانگی کتاب یادداشت کے حصہ الہام مذکور میں مرزا قادیانی کو حاملہ اور دردزہ میں مبتلا بتایا گیا ہے اور تنہ کھجور کو بے پھل بنا کر اس سے مراد عوام الناس و جہلاء اور بے سمجھ علماء بتائے گئے ہیں اور الہام مذکور قرآن میں جو حضرت مریم کو جبریل کی طرف سے ہوا تھا، نیز ان کی حالت حمل و دردزہ میں ہوا تھا، لہذا یہ الہام، الہام براہین احمدیہ کے مفسّر و کاشف (مراد بتانے والے) نہیں ہو سکتے کیونکہ الہام براہین احمدیہ کے وقت مرزا کو حمل نہ ہوا تھا اور نہ اس وقت تک اس میں روح الصدق کا نفخ ہوا تھا۔ بلکہ یہ نفخ اس میں دو برس کے بعد ہوا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے خود عبارت صفحہ ۴۶ کشتی نوح میں بیان کیا ہے جو منقول ہو چکی ہے۔

اس فرق و تفاوت کے علاوہ الہام براہین احمدیہ میں تنہ کھجور سے چندہ دہندہ پھلدار لوگ اور اس کے پھل سے چندہ مراد ہونا بتایا گیا ہے اور الہام خانگی کتاب میں تنہ کھجور سے بے پھل علماء مراد بتائی گئی۔ یہ تفاوت بھی مقتضی ہے کہ یہ الہام اس الہام براہین احمدیہ کا مفسر و کاشف مراد نہیں ہو سکتا۔

بہر حال بیس برس کے الہام براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶ میں مرزا قادیانی کو مریم نہیں کہا گیا اور مرزا قادیانی کا یہ ادّعا جھوٹ ہے۔

دوسرا الہام براہین کے صفحہ ۴۹۶ کا ہے جس کو وہ الہام اول کے بعد بتاتا ہے اور اس میں جعل سازی کر کے اس کے صرف یہ الفاظ نقل کرتا اور کہتا ہے:

یا مریم اسکن انت و زوجك الجنّة ۔نفخت فيك من لدّنی روح الصّدق خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ اس آیت کے مقابل یہ آیت قرآن ہے کہ نفخنا من روحنا اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسے کی روح جا پڑی۔

اس میں مرزا قادیانی نے یہ جعل سازی کی ہے کہ اصل الہام جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں ہے اس میں مریم کے ساتھ آدم اور احمد کا بھی ذکر ہے اور روح الصدق کی تفسیر سچائی کی روح سے کی ہے جو حضرت آدم و آنحضرت ﷺ وغیرہ تمام انبیا میں پائی جاتی ہے۔ نہ وہ روح جو مریم کے پیٹ میں جا پڑی اور وہ عیسے بن گئی تھی۔ اصل عبارت براہین صفحہ ۴۹۶ یہ ہے: یا آدم اسكن انت و زوجك الجنّة ۔ یا مریم اسکن انت و زوجك الجنّة ۔ یا احمد اسكن انت و زوجك الجنّه یعنی اے آدم، اے مریم، اے احمد

،تو اور جو شخص تیرا پیرو، تابع اور رفیق ہو بہشت میں یعنی وسائل نجات میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تم میں پھونک دی۔ اس آیت (اس خبط مرزا قادیانی کو دیکھنا کہ اپنے الہام کو اب آیت کہنے لگ گیا ہے۔ محمد حسین) میں روحانی آدم کا (مرزا قادیانی اپنے آپ کو مراد رکھتا ہے) وجہ تسمیہ بیان کیا گیا ہے یعنی جیسا کہ آدمؑ کی پیدائش بلا واسطہ اسباب ہوئی، ایسا ہی روحانی آدم (مرزا) بھی بلا واسطہ اسباب ظاہری (پیرومرشد) (یہ بھی مرزا کا ایک دروغ ہے، حکیم محمد شریف کلانوری سے میں نے بگوش خود سنا تھا: صمتا ان لم تسمعا کہ مرزا نے میرے سامنے حضرت عبداللہ غزنوی سے بیعت کی مرزا چونکہ اس بیعت سے منکر ہو گیا تھا لہذا اس بیعت کے فائدہ سے محروم کیا گیا۔ اور گمراہ ہو گیا:

تہدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اب وہ بے مرشد کہلاتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ محمد حسین) یہ نفخ روح ہوتا ہے اور نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بہ تبعیت و وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطا جاتی ہے۔

دیکھو کہ اس عبارت براہین میں مرزا کو صرف مریم کہاں کہا گیا ہے، جیسا کہ اس نے کشتی نوح کی عبارت صفحہ ۴۵ میں صرف لفظ مریم نقل کیا اور اس کا ترجمہ کیا اور جھوٹ بولا ہے۔ پھر اس میں روح الصدق سے مرزا کو مراد بتایا ہے (جو خود ہی مریم بن کر اس کے پیٹ میں جا پڑا) جیسا کہ اس نے عبارت کشتی نوح میں کہا اور جھوٹ بولا ہے یا روح الصدق اس سچائی کو کہا ہے جو حضرت آدم اور آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء میں پائی گئی ہے؟

عبارت ہذا میں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ روح الصدق اس سچائی کا نام ہے جو پہلے حضرت آدم میں پھر تمام انبیا میں اور آخر میں آنحضرت ﷺ میں پائی گئی ہے۔ اور درحقیقت ان ہی انبیاء کا وہ خاصہ تھا اور اگر مرزا میں اس کا کچھ حصہ بزعم اس کے آیا تو اسی کا ظل ہے جو طبعی اور طفیلی طور پر ہے۔ پھر مرزا کا اس عبارت کشتی نوح میں یہ دعوی کرنا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے میرا نام روح الصدق رکھ کر اس الہام میں مجھے مریم بنا کر اس کے پیٹ میں جانا بیان کیا ہے جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا الہام، براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ کا ہے جس کی نسبت مرزا نے صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں کہا ہے کہ وہ الہام صفحہ ۲۹۶ سے مدت حمل کے بعد (جو دس مہینے سے زیادہ نہیں) ہوا تھا اور اس کی نسبت صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں کہا ہے:

پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسے جو مریم کے پیٹ میں تھا، اس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا یا عیسی انی متوفّیك و رافعك الیّ وجاعل الذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامه اس جگہ میرا نام عیسے رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسے پیدا ہو گیا جس کی روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا۔ الخ۔

یہ بھی مرزا قادیانی کا سفید جھوٹ ہے۔ براہین احمدیہ میں جہاں یہ الہام بیان ہوا ہے، یہ بیان و ذکر واشارہ تک نہیں ہے کہ مرزا قادیانی مریم بنا، پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی گئی، اور وہ حاملہ ہوئی پھر نو دس مہینے اس کے بعد اس کے تولد پر یہ الہام ہوا۔

اس الہام کے پہلے تو چند الہاموں کا ذکر ہے اور اس کے بعد یہ الہام گھڑ کے درج کیا گیا ہے۔ صفحہ ۵۵۵ براہین احمدیہ میں چند عربی عبرانی فارسی الہامات نقل کر کے ان کا ترجمہ یا خلاصہ بیان کیا اور کہا ہے:

کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالی کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا، یہ سب خدا تعالی کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایماندار کا فرض ہے۔

پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ:

تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائے گا، اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں ان سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے، اے میرے خدا! مجھ کو میرے غم سے نجات بخش۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں، جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے۔

پھر بعد اس کے فرمایا:

ھو شعنا نعسا یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے

۔پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں آئی لو یو I love you. ۔ آئی شل گو یو اے لارج پارٹی آف اسلام

I shall give you a large party of Islam

چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنے کھلے ہیں اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔

پھر بعد اس کے یہ الہام ہے:

یا عیسی انی متوفّیك و را فعك الیّ و جا عل الّذ ین اتّبعو ك فوق الّذ ین کفروا الی یو م القیا مة ثلّة من ا لاوّلین و ثلّة من ا لآخرین اے عیسے میں تجھے کامل اجر بخشوں گا، یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا یعنی رفع درجات کرونگا، یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تیرے تابعین کو، ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشونگا، یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کی رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھونگا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ اس جگہ عیسے کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اب ناظرین داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ براہین احمدیہ کی اس عبارت میں مرزا قادیانی کے مذکورہ دعاوی کا نام ونشان کہیں پایا جاتا ہے؟ نہیں تو پھر اس کی دروغ گوئی میں کیا شک ہے؟

اگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ اس الہام صفحہ ۵۵۶ کی نسبت براہین احمدیہ میں تو میں نے یہ دعوی نہیں کیا تھا جو کشتی نوح میں کیا ہے، لیکن اب میں یہ دعوی کرتا ہوں اور اس الہام کے یہی معنی صحیح سمجھتا ہوں۔ براہین میں ان معنے کا بیان غلطی سے رہ گیا تھا، تو اس کے جواب میں کہا جاوے گا کہ اس صورت میں بھی مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ براہین نکالو اور اس میں میرے بیس برس کے دعوی کو دیکھ لو، جھوٹ ہی ہوگا۔

اب رہے یہ تازہ معنے اور اس معنے کو یہ دعوی کہ اس الہام میں، میں عیسے بنایا گیا ہوں، تو اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ ثبت العر ش ثم انقش (پہلے چھت بناؤ، پھر اس پر نقش ونگار کرو)۔ پہلے یہ تو ثابت کرلو کہ الہام

صفحہ ۲۲۶ سے تمہارا مریم ہونا مراد ہے، پھر الہام صفحہ ۴۹۶ سے تمہارا حاملہ ہونا مراد ہے۔ پھر اس الہام صفحہ ۵۵۶ کی نسبت یہ دعوی کرو کہ اس میں میرے تولد کی خبر ہے اور تولد کے بعد مجھے عیسے بنایا گیا اور مجھے وعدے دیئے گئے جو اس الہام میں ہیں یعنی توفّی، رفع، وغیرہ۔

اور جس حالت میں ہنوز الہامات مذکورہ سے نہ تمہارا مریم ہونا، نہ حاملہ ہونا، نہ عیسے بن کر تمہارا تولد ہونا، ثابت ہے تو اس الہام سے عیسے ہو کر مخاطب ہونا اور توفّی و رفع کا وعدہ دینا مثل مشہور: کے آمدی و کے پیر شدی، کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے؟ پہلے آپ مریم بنیں، پھر حاملہ ہو لیں، پھر عیسے کو جنم دیں، اس کے بعد الہام سے مخاطب بن کر مرنے اور رفع کی بشارت لیں۔ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تو مرنا کیسا اور کس کا؟

اور اگر مرزا قادیانی یہ کہے کہ ان الہامات صفحہ ۲۲۶ و صفحہ ۴۹۶ کے معنی بیان کرنے میں بھی مجھ سے براہین احمدیہ میں غلطی ہوئی، وہ معنی میں نے اپنی عقل سے کئے تھے اور غلط تھے اور صحیح معنے یہی ہیں جو میں نے کشتی نوح میں خدا کی وحی سے کئے ہیں، اور یہی ترتیب الہامات مذکورہ صحیح ہے جو کشتی نوح میں بیان ہوئی ہے۔ تصنیف براہین کے وقت مجھے اس معنے اور ترتیب کی خدا نے خبر نہ دی تھی، چنانچہ کشتی نوح کی عبارت صفحہ ۴۷ میں یہ بات کہی گئی ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس صورت میں تم پر وہ الزام قائم ہوگا جو تم نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں براہین کا حوالہ دیا اور کہا تھا کہ براہین نکالو اور اس میں میرے بیس سال پہلے کے دعوے دیکھ لو، وہ تو جھوٹ نکلا۔ اس صورت میں تم کو براہین میں اپنے دعوی کی تصریح کا حوالہ مناسب نہ تھا بلکہ بجائے اس کے یوں کہنا چاہیے تھا کہ جن الہامات کے معنے میں اپنی عقل کی غلطی سے براہین میں کچھ اور بیان کر چکا ہوں، ان الہامات کے صحیح معنے اب بیان کرتا ہوں۔

اس الزام دروغگوئی کے علاوہ تمہارا یہ عذر اس وجہ سے بھی عدم قبول کے لائق ہے کہ تم نے ترتیب الہامات کی نسبت جو کہا ہے کہ یہ ترتیب مجھے پہلے سے معلوم نہ تھی، یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الہامات اگر وہ واقعی ہوں تو ان کی ترتیب، وجود ورود سے معلوم ہو جاتی ہے جو الہام پہلے ہوتا ہے وہ ترتیب میں پہلا کہلاتا ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ دوسرا، اور جو اس کے بعد ہو وہ تیسرا۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور اس کے کوئی معنی نہیں کہ الہامات تو کسی کو یکے بعد دیگرے ہوتے چلے جائیں اور ان کی ترتیب اس کو معلوم نہ ہو۔ اور یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کسی

صادق کو وقتاً فوقتاً متعدد الہامات کرے اور ان کی ترتیب ان کی وجودی ترتیب کے برخلاف پیچھے کر بتاوے اور (مثلاً) یوں کہے کہ جو الہام میں نے پہلے کیا تھا اس کو دوسرا سمجھنا اور تیسرے کو پہلا قرار دینا۔ وعلی ہذا القیاس۔

اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا کا یہ کہنا کہ خدا تعالی نے مجھے ترتیب الہامات براہین احمدیہ سے اطلاع نہ دی تھی، کچھ معنے نہیں رکھتا۔ اور یہ یوں کہنے کے برابر ہے کہ وہ الہامات خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ و بناءعلیہ ترتیب الہامات براہین احمدیہ (خواہ ان کو کوئی خدا کی طرف سے سمجھے، جیسا کہ مرزائی سمجھتے ہیں، خواہ شیطان کی طرف سے خیال کرے، جیسا کہ عام مسلمان خیال کرتے ہیں) وہی برقرار رہے گی جو ان کی ترتیب وجودی ہے جن کے مطابق ان الہامات کی براہین میں اشاعت ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ الہام براہین احمدیہ صفحہ ۴۴۶ (جس کو بشہادت الہام کتاب خانگی، مرزا کا بحالت حمل و دردزہ ہونا قرار دیا گیا تھا اور وہ حصہ سوم براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا تھا) اور الہام صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ جس میں نفخ روح کا بیان ہے، اس سے دو برس بعد ہوگا (جس کا مرزا قادیانی، کشتی نوح میں خود اقراری ہو چکا ہے) اور اس ترتیب سے مرزا کا دعوی کشتی نوح درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ اس ترتیب سے حمل اور دردِ زہ پہلے ٹھہراتے ہیں اور نفخ روح پیچھے ہوتا ہے، جو نہ تو کچھ معنے رکھتا ہے اور نہ دعوی مرزا کے موافق ہے۔ اس سے مرزا قادیانی کا یہ عذر کہ تالیف براہین احمدیہ کے وقت ان الہامات کے معنے اور ترتیب کا مجھے خدا نے علم نہ دیا تھا (باوجودیکہ وہ مرزا پر دروغگوئی کا الزام ثابت وقائم کرتا ہے) فضول اور نکما ہو گیا۔

صفحہ ۴۷ کشتی نوح میں جو مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

مسیح ابن مریم کے دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ، اعتقاد مسلمانوں کے مطابق سادگی سے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اس وقت تک براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے، مگر جب وقت آ گیا تو مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوی مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی دعوی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں اس میں یہ بات ناظرین کے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے الہامات ایسے گول مول ہیں کہ اور کوئی تو ان کو کیا سمجھے گا، بیس بائیس برس تک مرزا نے خود ان کو نہیں سمجھا تھا، اور وہ ٹھیک طور پر اس مسخرے شاعر کے شعر کے مانند ہیں جس نے کہا تھا کہ شعر تو میں نے کہہ

دیامگراس میں کوئی معنی ابھی میں نے نہیں ڈالے۔

اوراس قول کا باقی مضمون محض دروغ اور ڈھکوسلہ ہے۔دوبارہ آمد مسیح کی نسبت عقیدہ مسلمانوں کا بیان، براہین احمدیہ میں سادگی سے نہیں ہوا بلکہ کمال حکمت عملی اور چالاکی سے ہوا تھا۔اس وقت تک کسی شخص نے (مسلمانوں کی جماعت سے) مرزا کو مسیح موعود، نبی، رسول وامام نہ مانا تھا،اس لئے مسلمانوں کو پھنسانے کیلئے اس نے اس وقت مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا۔اور چونکہ مسیح موعود کی تعریف کرنا اوران کی آمد ثانی کا منتظر رہنا اس دعوی مثیل ہونے کا لازمہ تھا،اس وجہ سے وہ اسلامی عقیدہ مرزا نے بیان کیا اوراس میں حضرت مسیح کی فضیلت ظاہر کر کے اپنا مثیل مسیح اوران کا ظلّ اور طفیلی ہونا بیان کیا۔پھر جب چندلوگوں نے مرزا کو مثل مسیح مان لیا تو اس نے مثلیّت اور ظلیّت کو اڑا کر مسیح کو برا کہنا شروع کر دیا اوران سے عہدہ مسیح موعود کا چھین کر خود سنبھال لیا اور خود اصلی مسیح بن بیٹھا۔

یہ اس کی اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوی ودلائل کشتی نوح پر بحث ہے جس سے اس کی بہت سی دروغ گوئیاں ثابت ہوئیں۔اب ایک مثال اس کے دعوی تائید آسمانی کی پیش کی جاتی ہے جس سے ایک اور دروغ گوئی ثابت ہو۔

قضیة الكرسی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ کشتی نوح میں اس مقدمہ خون کا حال، جو عیسائیوں نے اس پر دائر کیا تھا، ذکر کر کے مرزا قادیانی صفحہ۵۱ و۵۲ میں کہتا ہے :

مسیح بن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا لیکن میرے مقدمہ میں اس کے برعکس ہوا یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا، مجھے کرسی دی۔اور جب مولوی محمد حسین نے، جو گواہی کیلئے آیا تھا، مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے کیلئے میری نسبت اس کی آنکھ شوق رکھتی تھی،اس ذلت کو اس نے نہ دیکھا،تب مساواۃ کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہش مند ہوا،مگر اس پیلاطوس نے اسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ

کو کبھی کرسی نہیں ملی۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہ دروغ گوئی بھی کمال بے حیائی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے مرزا قادیانی اور اس کے اتباع اس کو ۱۸۹۷ء سے شائع ومشتہر کررہے ہیں اور باوجودیکہ اس کا جواب پہلی دفعہ کے اشتہار پر اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۸۰ سے ۲۸۴ تک ایسا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے خوف آخرت یا شرم دنیا رکھتا تو پھر اس قصہ کرسی کا نام نہ لیتا، مگر یہ حضرات ایسے باشرم اور صاحب حیا ہیں کہ اس کا ذکر مسلسل میں کئے جاتے ہیں۔ اور اب کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے میرے والد ماجد کی (جو اہل دنیا اور اہل دین دونوں جماعتوں میں معزز اور مسلّم بزرگ تھے) توہین کی ہے اور مجسٹریٹ گورداسپورہ سے یہ غلط بات نقل کی کہ اس نے خاکسار محمد حسین کو کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ لہٰذا حمیت وحمایت پدری نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ ایک دفعہ پھر اس قادیانی کا دروغ پبلک پر ظاہر کروں۔

پس پہلے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور، جو منتقم حقیقی ہے، اس کے جھوٹ اور افتراء کو پیش کر کے دعا مانگتا ہوں کہ اے باری تعالیٰ تو اس بات میں جھوٹ بولنے والے پر ہزار لعنت کر۔ اور اس جھوٹ کی سزا میں اس کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کر۔ آمین ثم آمین۔ و یرحم الله عبداً قال آمینا پھر میں ناظرین پر اس دروغ گوئی کے ثبوت میں سرکاری تحریری شہادت پیش کرتا ہوں جس سے ہر شخص کو یقین ہوگا کہ کپتان ڈگلس مجسٹریٹ نے ہرگز وہ بات نہیں کہی جو مرزا نے ان سے نقل کی ہے۔

میرے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ سکھوں کی عمل داری میں بھی معزز عہدوں پر مامور رہے، انگریزی عمل داری میں وہ تحصیل دار وغیرہ رہ چکے ہیں۔ ایسے عہدہ دار کی نسبت کوئی حاکم باخبر کب کہہ سکتا ہے کہ اس کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ ۱۸۷۷ء میں بمقام امرتسر قیصری دربار ہوا، تو شیخ صاحب مرحوم اس میں مدعو ہوئے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو دربار میں مدعو ہوتے ہیں ان کو کرسی ملتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ اعلان نقل کرتے ہیں جو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی طرف سے شیخ صاحب مرحوم کے نام پہنچا تھا:۔

از دفتر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

جلسہ بتقریب اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ

اعلان بنام شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ

ایک جلسہ بمقام امرتسر بروز عام اعلان اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ہوگا، اس اطلاع کی رو سے لکھا جاتا ہے کہ واسطے شمول جلسہ مذکور کے بمقام امرتسر آؤ۔ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۶ء و یکم جنوری ۱۸۷۷ء کے واسطے مکان رہائش اور کھانا من جانب سرکار والا، معرفت ڈپٹی کمشنر امرت سر ملے گا۔ المرقوم ۲۱ دسمبر ۱۸۷۶ء مقام گورداسپور

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں اپنا حال کیا کہوں؟ صفحہ ۲۸۲ جلد ۱۸، اشاعۃ السنہ میں لکھ چکا ہوں۔ تاہم صرف مرزا کا جھوٹ ظاہر کرنے کی غرض سے (نہ اپنی بڑائی بیان کرنے کی نیت سے)، صرف اس قدر کہتا ہوں کہ باوجودیکہ میں ایک گوشہ نشین خادم دین ہوں، جب کبھی قومی ضرورتوں کیلئے وائسراؤں، کمانڈران چیف، لفٹیننٹ گورنروں، اوران کے سکرٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنرز، کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر انکی ملاقات کیلئے گیا ہوں، یا درباروں میں شامل ہوا ہوں، تو انہوں نے میری عزت کی اور مجھے کرسی دی ہے۔ سب سے آخری دربار کارونوشن (دربار تاج پوشی) دہلی میں وائسرائے کی طرف سے مدعو ہوا تھا اور یہ امر دیسی اخباروں (وطن وغیرہ) میں مشتہر ہو چکا ہے۔ اس شمولیت دربار کا اعزازی تمغہ بھی خاکسار کو حکومت کی طرف سے عطا ہوا ہے جیسا کہ ایک اور رئیس بٹالہ میاں غلام فرید خان بہادر کو عطا ہوا ہے۔ اگر کبھی خاکسار کو مرزا کے مقابلہ میں کسی عدالت میں پہنچنے کا اتفاق ہوا تو میں اس تمغے سے مرزا کو برسر عدالت شرمندہ کرونگا۔ شائد اسی تمغہ کو دیکھ کر مرزا کی زبان وقلم جھوٹے قصہ کرسی سے بند ہو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تحریر وائسرائے (گورنر جنرل) کو جو خاکسار کے نام دعوت دربار کے متعلق پہنچی تھی، نقل کروں۔ مرزا اب بھی کسی تحریر میں اس قصہ کرسی کو نقل کرے گا تو پھر اس تحریر کو نقل کروں گا۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مرزا کے مقدمہ خون میں، میں سرکاری گواہ تھا، میں نے عدالت کے عام دستور کے مطابق کھڑے ہو کر شہادت دی تو اس سے مرزا نے جھوٹا قصہ کرسی بنالیا۔ مگر خدا تعالی نے اس کا صلہ ومعاوضہ اس کو بہت جلد ایک مقدمہ ملتان کی شہادت میں دے دیا ہے۔ اور اس پر یہ بیت سچا کر دکھایا

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را — وچنداں اماں ندارد کہ شب راسحر کند

اور اگست سن حال (۱۹۰۳ء) میں اس معاوضہ پر اور یہ اضافہ ہوا کہ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین میں ایک ہندو مجسٹریٹ گورداسپورہ کی عدالت میں جس میں بہت سے حکام ضلع و دیگر شرفاء کرسیوں پر بیٹھے رہے، شہادت کیلئے پیغمبر قادیان کو پانچ گھنٹہ کامل کھڑا رہنا پڑا جس سے اس کا منہ سوکھتا تھا اور پل بہ پل اس کو برف ملا کر دودھ پلایا جاتا تھا۔ محمد حسین)۔ (اس موضوع پر چند تحریریں متفرقات میں بھی نقل کی جارہی ہیں۔ بہاء)

☆ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اب کشتی نوح کی ایک اور دھوکہ دہی ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کتاب کے آخری صفحہ میں بقلم جلی لکھا ہے۔ **چندہ برائے توسیع مکان**

(عنوان بالا کے تحت مرزا صاحب لکھتے ہیں) چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقعہ ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کیلئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا، جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ دیدیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے کیونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوش خبری کے رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی نوح کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا، اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے، خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق و رازق ہے، اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے، کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے، نہ عورت کی، اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ و السّلام علی من اتّبع الھدی۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ یہ درخواست روپیہ کمانے کیلئے فریب پر مبنی ہے جس پر تین دلائل مفصّلہ ذیل شاہد ناطق ہیں۔

دلیل اول۔ مرزا نے اپنے مریدوں کی تعداد صفحہ ۸۷ رسالہ مواہب الرحمٰن میں ایک لاکھ سے زائد بتائی ہے، اور اس کے صفحہ ۱۰۴ میں دو لاکھ کے قریب بتائی ہے۔ اور ان سبھی کو بلا استثنا اس گھر میں آنیکی دعوت کی

ہے،اور طاعون سے نجات کی بشارت دی ہے۔پس اگر مرزا کی دعوت اس کے مریدوں نے قبول کی تو اس گھر میں جو دو ہزار روپیہ میں تیار ہوگا (منجملہ دو لاکھ) دو ہزار آدمی کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ پھر اس گھر میں دو لاکھ آدمیوں کو آنے کی دعوت (دو ہزار روپیہ مارنے کیلئے) ایک حیلہ سازی نہیں تو اور کیا ہے؟

(مرزائیوں کی تعداد کے متعلق ایک تحریر متفرقات میں نقل کی جا رہی ہے۔بہاء)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ دلیل دوم ہے یہ کہ مرزا قادیانی خود کشتی نوح کے صفحہ ۱۰ سطر ۶ میں یہ لکھ چکا ہے کہ:

اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں، جو اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔،

یہ عبارت بتاتی ہے کہ جس چار دیواری میں رہنے والوں کو طاعون سے بچانے کا مرزا قادیانی کو وعدہ دیا گیا ہے،اس سے مراد خشت وخاک کی چار دیواری نہیں۔پھر اس خشت وخاک کے گھر کی تیاری کیلئے لوگوں سے چندہ مانگنا روپیہ کمانے کا ایک حیلہ نہیں تو اور کیا ہے؟

دلیل سوم یہ کہ مرزا قادیانی نے طاعون کو طوفان نوح ٹھہرایا ہے اور اپنے گھر یا چار دیواری کو کشتی نوح بنایا،اور تمام دنیا کے لوگوں میں سے صرف ان ہی لوگوں کی نجات کا وعدہ دیا ہے، جو اس کشتی پر سوا ہو جائیں۔ یعنی اعتقاد و صدق دل سے اس کے گھر اور چار دیواری میں آ کر پناہ لیں۔مگر اس گھر اور چار دیواری کو مرزا نے گول مول بنا رکھا ہے اور اس کی شرح وتفسیر کی تو دو مختلف مرادوں سے کی ہے۔اشتہار آخری صفحہ نمبر ۶ ۷ کشتی نوح میں تو اس سے مراد خاک وخشت کی چار دیواری بتائی ہے۔اور صفحہ ۱۰ کشتی نوح میں اس سے روحانی چار دیواری مراد ٹھہرائی ہے (جو پوری اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے) اور یہ دونوں مرادیں وتفسیریں باہم مختلف ہوسکتی ہیں۔یہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو مستلزم ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض لوگ جو خا کی چار دیواری میں رہتے ہوں ،وہ مرزا کے دلی معتقد اور پورے مطیع نہ ہوں۔انہی لوگوں کی نظر سے مرزا نے چار دیواری میں رہنے کی شرط کے ساتھ کامل پیروی اور سچے تقوی کی شرط صفحہ ۴ سطر ۲ میں لگا دی ہے۔پس ایسے محل اور مادہ میں خا کی چار دیواری تو موجود ہے،مگر روحانی مفقود۔

ایسا ہی ممکن ہے کہ بہت لوگ مرزا قادیانی کی روحانی چاردیواری میں رہتے ہوں یعنی دل سے اور جان سے اور مال سے مرزا پر فدا ہوں، مگر بعد مسافت کے سبب یا تعلقات ملازمت کی وجہ سے مرزا قادیانی کی خاکی چاردیواری میں نہ آسکیں۔ اور دولاکھ آدمی کا اس خاکی چاردیواری میں جو صرف دو ہزار کی لاگت سے تیار ہوگی، آرہنا امکان عادی سے بھی خارج ہے۔ اس محل اور مادہ میں روحانی چاردیواری تو موجود ہے مگر خاکی مفقود۔

جب یہ دونوں تفسیریں باہم مختلف ہوئیں اور ان دونوں کا تمام مریدان مرزا میں جمع ہونا امکان سے خارج ہوا، تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کشتی نوح یا چاردیواری کی یہ دونوں تفسیریں خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا کی طرف سے ہوتیں تو آپس میں مختلف اور متضاد نہ ہوتیں۔ خدا تعالی دونوں میں سے ایک کو متعین کرتا، یا دونوں کو جمع فرماتا۔ جیسا کہ حضرت نوح ؑ کے وقت شرط ایمان اور سواری کشتی دونوں کو جمع فرمایا، مرزا کو بھی ایسا گھر عطا کرتا جس میں دو لاکھ آدمیوں کی گنجائش ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہوا تو اس سے یقیناً سمجھا گیا کہ مرزا کو خدا کی طرف سے کسی چاردیواری کے رہنے والوں کی نجات کا وعدہ نہیں ملا۔ یہ مرزا قادیانی کا اپنا من گھڑت ڈھکوسلہ ہے جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ

اگر حسب اتفاق میری چاردیوای میں امن رہا تو میں یہ کہہ دونگا کہ یہاں اس واسطے امن ہے کہ خدا نے اس چاردیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا وعدہ کیا ہوا تھا،

اور اگر کوئی اس میں طاعون میں مبتلا ہوگیا، تو میں یہ کہہ دونگا کہ یہ شخص میری روحانی چاردیواری میں نہ تھا، گو خاکی میں تھا، اس واسطے یہ ہلاک ہوا۔

اور اگر میری چاردیواری خاکی کے باہر والوں پر طاعون آیا، تو میں کہہ دونگا کہ مجھ سے وعدہ خاکی چاردیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا تھا، اسی واسطے میں نے دو ہزار روپیہ کا اشتہار دیا تھا۔ اور اگر کوئی اتفاق وقسمت سے باہر والوں سے بچ گیا تو میں یہ کہہ دونگا کہ وہ میری روحانی چاردیواری سے باہر نہ تھا، گو خاکی سے باہر تھا، اس واسطے خدا نے اسکو بچالیا

یہ دورخی پیشگوئیاں یا دو پہلو شرطیں مرزا کی قدیم عادت ہے۔ مرزائیوں میں سے کوئی شخص ذرہ عقل

وفہم رکھتا تو جس وقت اس نے کشتی نوح یا چار دیواری کا ڈھکوسلہ گھڑا تھا اسی وقت اس سے وہ سوال کرتا جو ہم نے سابق میں وارد کیا ہے کہ چار دیواری یا کشتی اب تجھے یاد آئی ہے، پہلے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں یہ بات کیوں نہ کہی؟ وہاں تو سارے قادیان کو اوی القریۃ کہہ کر نجات دی گئی ہے۔ پھر یہ سوال کرتا کہ چار دیواری (جس کو تو نے کشتی نوح بنایا)، کیا ہے؟ ایک مراد بتا کہ اس سے خاکی چار دیواری مراد ہے یا روحانی؟ روحانی مراد ہے تو مکان کی توسیع کیلئے چندہ کیوں طلب کرتا ہے؟ اور اگر خاکی مراد ہے تو اس چار دیواری کے ذریعہ دو لاکھ آدمیوں کی نجات کی کیا صورت ہے؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ مرزا کی کشتی نوح (جس کا دوسرا نام دعوۃ الایمان اور تیسرا نام تقویۃ الایمان ہے) کی حقیقت (ساخت و بناوٹ) ہم نے ایسی کھول دی ہے کہ جس کو ذرہ عقل ہو گی وہ سمجھ جائے گا کہ یہ کشتی پار اتارنے کو نہیں، بلکہ ڈبونے کیلئے تیار کی گئی ہے۔

مواہب الرحمٰن کا تجزیہ

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ طاعون کے موضوع پر مرزا قادیانی کی ساتویں تحریر اس کا رسالہ مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ کے ۱۲۹ صفحات ہیں اور اس میں اکثر وہی لاف و گزاف اور دروغ ہیں جو اس کے پچھلے رسالوں سے نقل کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے، لہذا ہم ان سب کا نقل کرنا اور پھر ان کا جواب دینا فضول سمجھتے ہوئے اس کے اخص اکاذیب کی نقل اور اس کے ردّ پر اکتفا کرتے ہیں۔

پس اس مقام میں اس کے دو جھوٹ اس کی عبارت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اس نے صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ رسالہ مذکور میں یہ دعوی کیا ہے

و لما اصرّوا علی الانکار اقبلت علی المنکرین ... هنالك تمنّیت لوکان وباء ینبّه المعتدین و اوحی الیّ انّ الطّاعون نازل و قد دعته اعمال الفاسقین۔ فو اللّه ما مضی الا قلیل من الزّمان حتی عاث الطّاعون فی هذه البلدان۔ فعروه الی

سوء اعمالی وقالوا انا تطیّرنا بك و ضحكوا علی اقوالی و قالوا انّا من المحفوظین لا یمسّنا ھذا اللظی ولا یموت احد من علماء نا بالطاعون. و اما انت فستطعن و تموت فانّك كیذ بان. فقلت كذبتم بل لنا من الطّاعون امان .. فما لبثوا الا قلیلاً حتی زاروا المنون وما ت بعض اجلّ علماء ھم من الطاعون وكنت اخبرت بھذا قبل موت ذالك المطعون فان شئت فانظر ابیاتاً من قصیدتی ا لاعجا زیة الّتی كتبنا ھا فی ھذه الصفحة علی الحاشیة و ما نظمت تلك القصیدة الا لھذا الحز ب الذ ی خذلھم اللہ بتلك الآ یة۔ و ما خا طبت ا لّا ایا ھم اتما ماً للحجّة ۔ بل سمیت بعضھم فی تلك القصیدة لئلّا یكون امری غمّة علی اھل البصیرة و النصفة ۔ فو اللہ ما مضی شھر كامل علی ھذه ا لا نباء المشاعة حتی اخذ الطاعون كبیرھم الذی اغری علی اشرار البلدة وكا نوا آذو نی من كلأ نھج ... واشاعوا اوراقاً مملوة من السّبّ و الفحشاء و البھتان و الغریة و مع ذا لك طلب منی الدّھم قبل ھذه الوا قعة ۔آیة كنت وعدتھا للفئة المنكرة و اشاع ذا لك فی جریدة الھند یة یسمّی با لفیسة ۔

کہ لوگوں نے میرے دعویٰ مسیحیت سے انکار کیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے آرزو کی کہ وباء آوے تا کہ ان منکروں کو تنبیہہ ہو۔ تو میری طرف وحی ہوئی کہ طاعون آنے والی ہے۔ پس تھوڑے ہی دن گذرے کہ وباء طاعون نے ان شہروں میں تباہی ڈال دی۔ پھر وہ لوگ مجھے بولے کہ یہ وبا تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے ہم اس سے محفوظ رہیں گے اور ہمارے علماء طاعون سے نہ مریں گے۔ تو ہی طاعون میں مبتلا ہوگا اور مرے گا۔ میں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، ہم کو طاعون سے امن رہے گا۔ اس پر تھوڑی ہی مدت گذری کہ انہوں نے موت کی زیارت کی اور ان کے بعض بڑے عالم طاعون سے فوت ہوئے جن کے مرنے سے میں نے موت سے پہلے خبر دیدی تھی، چاہو تو یہ خبر میرے اس قصیدہ اعجازیہ میں جس کے چند ابیات حاشیہ میں منقول ہیں، دیکھو۔ تو وہ قصیدہ میں نے انہی لوگوں کیلئے بنایا تھا اور اس میں بعض لوگوں کا (یعنی جو طاعون سے مرے) نام بھی لے دیا تھا۔ ان خبروں کی اشاعت پر پورا مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ ان کے بڑے عالم کو جو شہر کے شریر لوگوں کو

برانگیختہ کرتا تھا، طاعون نے پکڑ لیا۔ ان لوگوں نے مجھے تکلیف دینے کیلئے گالیوں وافترا سے بھرے ہوئے اوراق شائع کئے، ان میں سے ایک بڑے جھگڑالو نے مجھ سے اس واقعہ سے پہلے یہ نشان طلب کیا جس کا میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا اور یہ امر اس نے پیسہ اخبار میں مشتہر بھی کر دیا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے اس مقام میں کہا ہے، محض دروغ ہے۔ ہندوستان یا پنجاب میں طاعون آنے سے پیشتر اس نے کبھی یہ آرزو نہیں کی کہ جو لوگ مجھے مسیح نہیں مانتے ان پر طاعون کی وبا آپڑے۔ اور نہ یہ بات اس نے کسی کو کہی اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو یہ بات کہی کہ طاعون تیری شامت اعمال سے آیا ہے، تو ہی اس سے مرے گا اور ہمارا کوئی عالم طاعون میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور نہ اس نے کسی عالم کے طاعون سے مرنے کی (اس کی موت سے پہلے) خبر دی۔ جس قصیدہ کا وہ حوالہ دیتا ہے وہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اول سے آخر تک خصوصاً اس کے صفحات ۵۸ و ۶۳ کو جن کا اس نے حوالہ دیا ہے، دیکھا، اس میں کسی کا نام ونشان نہ پایا۔

قادیانی بقید وقت وتاریخ ان اشخاص کا نام بتا کر کہے کہ ہندوستان و پنجاب میں کب اس نے، اس کے آنے کی آرزو کی، اور کس شخص نے اس کو وہ بات کہی جو اس نے نقل کی ہے اور کب اور کس پرچہ پیسہ اخبار لاہور میں وہ شائع ہوئی (منیجر پیسہ اخبار سے لاہور میں اتفاقاً ملاقات ہوئی اور ان سے یہ امر دریافت کیا تو انہوں نے صاف کہا کہ مرزا جھوٹ بولتا ہے۔ محمد حسین)

ہم ان باتوں کے دروغ محض ہونے پر یہاں ایک بیّن دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہ دلیل یہ ہے کہ بمبئی میں طاعون آنے سے پہلے تو اس نے طاعون کے متعلق لب بھی نہیں ہلایا اور جن لوگوں پر وہاں طاعون آیا، ان کو مرزا کے وجود کا (چہ جائے کہ دعوی مسیحیت کا) علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک شخص کا بھی اس کی مسیحیت سے انکار نہیں سنا گیا، اور پنجاب میں طاعون آنے سے پہلے اس نے کسی ایک شخص کو بھی نہیں کہا کہ تم مجھے مسیح نہ مانو گے تو تم پر طاعون آئے گا۔ بلکہ طاعون آجانے کے بعد اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء تک طاعون آنے کا سبب بتایا، تو عام گناہوں کا ذکر کیا اور انہی گناہوں کو سبب طاعون قرار دیا۔ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء سے اشتہار مارچ ۱۹۰۱ء تک کسی تحریر میں اس نے اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون نہیں بتایا۔ مارچ ۱۹۰۱ء میں جو دو ورقی اشتہار

اس نے شائع کیا ہے، تو اس میں دبی زبان سے اپنے امام وقت ہونے سے انکار کو (منجملہ چار اسباب طاعون) ایک سبب بتایا ہے۔ اور ۱۹۰۲ء میں رسالہ دافع البلاء میں کھول کر اپنی مسیحیت کے انکار کو سبب طاعون قرار دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون آنے سے پہلے نہ اس کو اس منصوبہ کا خیال آیا اور نہ اس نے لوگوں کو اس سے ڈرایا، اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو طاعون سے ڈرایا۔ اگر طاعون آنے سے پیشتر اس کے دل میں تمنا وباء کا خیال بھی پیدا ہوتا اور اس پر اس کو وعدہ طاعون دیا جاتا، تو وہ ضرور پہلے اشتہاروں میں، اور پہلے چار سالوں میں، اس تمنا اور اس وعدہ کا ذکر کرتا اور اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون بنا کر اپنی کرامت کا نقارہ بجاتا، چار سال تک اس نے اس کا نام نہیں لیا تو اب (چھٹے سال ۱۹۰۳ء میں) اس کا یہ مسودہ بنا کر پیش کرنا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری دروغ گوئی مرزا قادیانی کا صفحہ ۳۳، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷۔ اور ۵۵ رسالہ مذکور میں یہ دعوی کرنا ہے کہ:

و اوحی مرّة اخری و قیل ان الامان للذی سکن دارک و لازم التقوی ... ثم بعد ذالك الوحی صدر من الحکومة حکماً لتطعیم لهذا الاقلیم فما کان لی ان اعرض عن حکم الرحمن.. ...وا شعت کلما قلت فی کتابی السفینة حتی اتی الوقت الموعود و بدء القدر المعهود و هو ان الطاعون لما تمکن من حصاره او جست الحکومة فی نفسها خیفة و طلب التطعیم زمرة حاذقة فقلت فی نفسی انها فعلت کما فعلت بمصلحته و لکنّها حرب بمشیة مقدرة و ما ابطاء الوقت حتی شاعت الاخبار فی مضرّة التطعیم فلم نلتفت الی اقوال العامه...اذا تتنا جرائد من الحکومة فیها نباء عظیم و خبر الیم و هذا هو الخبر الذی اشعته قبل هذا النعی الالیم وقلت انّ العافیة معنا لا مع اهل التطعیم فیا اسفا علی یوم عرضوا فیه للتطعیم و لو اتونی مؤمنین لحفظوا من هذه البلاء العظیم و ما ادراك ما هذه الآفة فاعلم ان فی ارضنا هذه قریة یقال لها ملکووال فاتّفق ان عملة التّطعیم دعوهم الی هذا العمل

بـالـرفـق و الا حتيـال نقيض القدر انهم حضروا تلك العملة و كا نوا تسعة عشر نفساً دخـل سـمّ التطعيم عروقهم صهرا كبا دهم.. و بعد ذالك ثنى الله عنان الحكومة عن الا صـرار عـلـى هـذه ا لاعـمـا ل المشتبهه ... و منع التطعيم با لرسا يل البرقيّة و لا شكّ ان هـذه الدو لة ....ما اختار التطعيم ا لّا بعد ما رأت فيه منفعة و الحقّ ان الامر كـا ن كـذا لك الـى ان خـا لفنا ه من و حى السّماء فاراد الله ان يصدق قـو لنا... فعند ذالك ابـطـل نـفـع الـتـطـعيم و احد ث مضرّ ة فيه... و الله ان لم تهلك اهل تلك القر ية لهـلـكـت و الـحـقـت بـالـكـاذبيـن..... فـاراد الـلـه ان يغلبنى كما غلبنى من قبل فى مـواطـن....ثـم اعـلـم انا لانتكلم بشيء فى شا ن التطعيم بل نعتر ف بفوائد ه و بما فيه من النفع العظيم .... و كان هذا العمل جا ر ياً من سنوا ت و ما سمعنا مضرّ ته من ثـقـا ت ...وكـان ا لا مـر هكذا الى ان الّفت كتا بى سفينة نو ح و خالفت التطعيم فيه بـامر الله ... و قلت ان العا فية ... معنا لا مع اهل التطعيم ۔ فان لم يصدق كلا مى هذا فـلسـت مـن الله العظيم ۔ فـارتفع ا لا صوا ت با لطّعن و الملا مة فقالوا ا تخا لف هذا و هـو مـنـاطالسّلا مه ... هنالك رق قلبى و فاضت دموع عينى... و شكوت الى الحضرة ليبـئرنى ممّا قيل و ينجينى من التهمة .... ويبطل عمل التّطعيم و يظهر فيه شيئاًمن الآ فة .... فـلم از ل ادعوا وابتهل.. حتى بانت امارة ا لاستجا بة ...و اقتحم التطعيم فـنـاء الانـام اقتـحـام الضرعا م و رأى النّاس مضرّته با لعينين... و كان التطعيم فـى اول ا لا مر شيئاً عليه يثنى و الشفا به ير جى ثمّ لما خا لفته بو حى من الر حمن ظهر ما ظهر من عيبه

° ایک دفعہ مجھے پھر وحی ہوئی کہ طاعون سے امن وامان اس شخص کیلئے ہے جو میرے گھر میں آرہے اور پرہیز گاری کو لازم کرلے۔اس وحی الٰہی کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکہ لگانے کا حکم اس ملک کیلئے صادر ہوا تو مجھے مناسب نہ تھا کہ میں خدا کی وحی وحکم مذکور سے منہ پھیر کر ٹیکہ کی طرف رجوع کرتا،لہذا میں نے کشتی

نوح میں شائع کر دیا جو میں نے کہا تھا کہ ہمارے لئے ٹیکہ کرانا مناسب نہیں ہے یہاں تک کہ وقت مقرر طاعون کا آ گیا اور جو مقدر تھا وہ ظاہر ہو گیا کہ طاعون نے اپنا قلعہ مضبوط کر لیا تو گورنمنٹ کے دل میں زیادہ خوف طاعون ہوا اور اس نے بڑے ماہر ڈاکٹروں کو ولایت سے ٹیکہ کیلئے بلوایا۔ گورنمنٹ نے جو کیا مصلحت سے کیا لیکن وہ تقدیر الٰہی سے لڑنا تھا، لہذا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ٹیکہ کی مضرت کی خبریں شائع ہونے لگیں ہم نے ان خبروں کی طرف التفات نہ کی تھی کہ ناگاہ سرکاری اخباروں میں اس کی مضرت کی خبر شائع ہوئی جس کی میں نے وقوع سے پہلے خبر دی تھی کہ امن و عافیت ہمارے ساتھ ہے، ٹیکہ لگوانے والوں کے ساتھ نہیں، مجھے ان لوگوں کے حال پر جن کو ٹیکہ نے ضرر پہنچایا، بڑا افسوس ہوا۔ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاتے تو اس آفت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ آفت کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ موضع ملکووال میں وہ ڈاکٹر پہنچے اور انہوں نے نرمی اور حیلہ سے اس گاؤں کے لوگوں کو ٹیکہ کی طرف بلایا اور لگایا تو وہ سب کے سب اس کے زہر سے مر گئے۔ وہ انیس اشخاص تھے (جن کے نام حاشیہ در رسالہ مرزا میں درج ہیں) اس کے بعد گورنمنٹ نے اس عمل ٹیکہ پر اصرار کرنا چھوڑ دیا اور تار برقی کے ذریعہ اس سے منع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ نے یہ عمل ٹیکہ کا اس کا فائدہ دیکھ کر اختیار کیا تھا اور واقعہ میں بھی وہ مفید تھا، مگر اس وقت تک کہ میں نے اس کا خلاف نہ کیا تھا۔ اور جب میں نے خدا کے حکم و وحی سے اس کا خلاف کیا تو خدا تعالیٰ نے اس کے فائدہ کو باطل کر کے اس میں نقصان پیدا کر دیا۔ اگر ملکووال والے لوگ ہلاک نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو چکا تھا اور میں جھوٹوں میں ملایا جاتا۔ مگر خدا نے چاہا کہ وہ مجھے غالب کرے اس لئے اس نے اس عمل کا فائدہ باطل کر دیا۔ ہم اس عمل کو برا نہیں کہتے بلکہ اس کے فائدہ مند ہونے کے معترف و قائل ہیں کیونکہ یہ عمل کئی سال سے جاری تھا اور اس کا کوئی نقصان و ضرر نہ تھا یہاں تک کہ میں نے کتاب کشتی نوح بنائی اور اس میں ٹیکہ کی مخالفت کی اور یہ بات کہی کہ عافیت ہمارے ساتھ ہے، جو ٹیکہ نہیں لگواتے، نہ ان لوگوں کے ساتھ جو ٹیکہ لگواتے ہیں۔ سو اگر میں اس کہنے میں خدا کی طرف سے سچا نہ کیا جاتا تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ جب میں نے وہ بات کہی تھی تو لوگوں نے مجھے ملامت شروع کر دی تھی۔ پھر میں رویا اور جناب باری میں ملتجی ہوا کہ وہ ٹیکہ کے عمل و تاثیر کو باطل کر دے۔ اور مجھے لوگوں کے طعن و ملامت سے نجات دے، تو میری دعا قبول ہوئی اور ٹیکہ ایسا ضرر رساں ہوا کہ لوگوں کے

صحن میں آگھسا جیسا کہ (چیرنے پھاڑنے والا) شیر گھس آتا ہے اور لوگوں نے اپنی دو آنکھوں سے اس کا نقصان دیکھ لیا۔ پہلے تو یہ ٹیکہ ایسا تھا کہ لوگ اس کی تعریف کرتے اور اس میں شفا کی امید رکھتے تھے۔ پھر جب میں نے خدا کی وحی وحکم سے اس کی مخالفت کی تو اس کا عیب ظاہر ہو گیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ اس دعوی اور بیان میں جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، جھوٹ ہے۔

۱۔ نہ اس قادیانی نے واقعہ ملکووال سے پہلے ٹیکہ لگانے سے پبلک کو روکا۔

۲۔ اور نہ ٹیکہ کی نسبت یہ کہہ کر کہ: ٹیکہ لگانے والوں کے ساتھ امن وعافیت نہیں، اس کا غیر مفید ہونا بیان کیا۔

۳۔ اور نہ کسی نے اس کو یہ طعنہ دیا کہ تم ٹیکہ کو غیر مفید کیوں کہتے ہو۔

۴۔ اور نہ اس کے کہنے سے خدا تعالی نے عمل ٹیکہ کو ہر محل میں بے کار ومعطل کر دیا ہے۔

یہ چاروں فقرے اس نے واقعہ ملکووال کے بعد بنائے ہیں اور پبلک اور حکومت کو دھوکہ دینے کی نیت سے اس رسالہ میں درج کئے ہیں۔ مضمون فقرہ اول ودوم کی نسبت اس نے کشتی نوح کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں کوئی لفظ اس مضمون کا نہ ملے گا۔ بلکہ اس کے برخلاف اس میں اور رسالہ دافع البلا میں صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ: میں ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو منع نہیں کرتا۔ صرف اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کے خاص کر ان لوگوں کو، جو میری تعلیم کے پورے پابند ہیں، اور ان کو گورنمنٹ کی طرف سے قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا نہیں ہوا، منع کرتا ہوں۔

چنانچہ اس کے اس مضمون کی عبارات نقل ہو چکی ہیں۔

کشتی نوح تک دور جانے کی تکلیف نہ کریں اسی رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۴ پر یہ عبارت عربی اور اس کا ترجمہ فارسی ملاحظہ کریں، وہ کیسے شاہد ناطق ہیں کہ اس نے ٹیکہ لگوانے سے عام ممانعت اور مخالفت نہ کی تھی۔ وہ عبارت یہ ہے: و انّی ما امنع النّاس من التّطعیم و لا ینفع ترکه ا لا ایّا ی و من تبعنی بقلب سلیم۔ ومن مردم را از خال زدن منع نمے کنم وترک کردن آں کسے را نفع نہ بخشد مگر مرا، وآنانرا کہ پیروی من بدل صافی بطور واقعی می کنند واعمال صالحہ مے آرند

اہل اسلام پبلک کو عبارت کشتی نوح مذکورہ اور اس عبارت مرزا کا کذب و ثابت ہو تو وہ اس کو دروغ گو سمجھ کر اس کے دام تزویر سے بچے۔ اور گورنمنٹ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرزا کو کسی عدالت میں طلب کر کے اس سے سوال کرے کہ: ہماری تجویز ٹیکہ لگانے کا کبھی تم نے خلاف کیا؟ اور اس تجویز کو غیر مفید کہا؟ اور تمام لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے کشتی نوح میں یا کسی اور تحریر میں روکا ہے یا نہیں۔ روکا ہے تو کس کتاب یا تحریر میں روکا ہے۔

پھر اگر وہ روکنے کا اقبال کر کے ایسی تحریر کی نشان دہی کرے تو اس سے اس امر کا جواب طلب کرے کہ تم نے سرکاری تجویز کے عمل سے (جس پر سرکار ہزار ہا روپیہ خرچ کر چکی ہے) کیوں روکا؟ پھر جو مناسب سمجھے اس کو سزا دے اور اگر وہ روکنے سے اور ایسی تحریر شائع کرنے سے انکار کرے تو پھر اگر زیادہ سزا نہیں تو گورنمنٹ اسکو جھوٹ بولنے پر (جو فقرہ اول و دوم میں وہ بولا ہے) ملامت کرے، جس سے پبلک پر ظاہر ہو جائے کہ یہ جھوٹا ہے۔

رعایا، گورنمنٹ کی بھیڑوں کی مانند ہے اور گورنمنٹ پاسبان کے مانند۔ پس جب گورنمنٹ کو ثابت ہو کہ یہ بھیڑیا جھوٹ بول کر گورنمنٹ کی بھیڑوں کو کھا رہا ہے اور ان کے مال (جو جان سے عزیز ہوتے ہیں) مار رہا ہے تو پھر کیا گورنمنٹ کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس بھیڑیئے سے اپنی بھیڑوں کو بچاوے؟ گورنمنٹ جھوٹے کیمیا گروں کو، جھوٹے طبیبوں کو، کھوٹی چیزیں فروخت کرنے والوں کو (اگر گورنمنٹ پر ان لوگوں کا جھوٹ وفریب ثابت ہو جائے) نہیں چھوڑتی، تو اس شخص کو جو پبلک اور گورنمنٹ پر ایسے دلیرانہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کے ہزار ہا روپیہ کا مال مار رہا ہے، چھوڑ دینے میں کیوں گناہ گار اور خدا کی باز پرس کا محل نہ ہوگی؟

مرزا کا تیسرا فقرہ، پہلے اور دوسرے فقرہ کی فرع ہے اور جب واقعہ ملکووال سے پہلے اس کا ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو ہٹانا اور اس کو غیر مفید بنانا سچ نہ ہوا، تو لوگوں کو اس سے منع کرنے پر اس کو طعن و ملامت کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

اب رہا فقرہ چہارم کہ خدا تعالی نے اس کے کہنے سے ٹیکے کو بے کار کر دیا ہے، سو اس کا سچ یا جھوٹ ہونے کا ثبوت پبلک پر ظاہر کرنا حکومت کے اختیار میں ہے۔ اگر حکومت کو اپنے پلیگ افسروں اور معمولی لوکل رپورٹوں سے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعہ میں اب ٹیکہ لگانا فضول ہو گیا ہے اور اس کا سبب بھی گورنمنٹ کے علم و

یقین میں یہی ہے کہ مرزا قادیانی کی دعا کا یہ اثر ہے، اور یہ شخص خدا کی جناب میں مجیب الدعوات ہے، تو اس صورت میں گو مرزا کو ہزار دفعہ جھوٹا کہیں، وہ پبلک کے نزدیک سچا سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں حکومت کو مناسب ہے کہ پلیگ افسروں کو پلیگ ڈیوٹی سے معطل کر کے کسی اور ڈیوٹی پر لگا دے اور ٹیکہ کی نسبت عام سرکلر جاری کر دے کہ یہ ٹیکہ لگانا قطعاً موقوف ہو۔ نہ اس کو کمپلسری (لازمی) طور پر جاری رکھا جائے نہ اوپشنل (اختیاری) طور پر۔

اس صورت میں ہم حکومت کی خدمت میں مرزا قادیانی کے حق میں بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس دعا و کرامت مرزا کے شکریہ وصلہ میں اس کا کچھ وظیفہ مقرر کر دے، جیسے امرتسر دربار کے گوروگوبند سنگھ کے پجاریوں کا مقرر ہے، اور نہیں تو روزانہ کڑاہ پرشاد تو قادیان میں بھیجا جاوے۔ اس صورت میں حکومت قادیانی کو ایک بڑے گرو یا بشپ کے قائم مقام سمجھ کر ہمیشہ ملکی مشکلات کے مواقع پر اس سے دعا کرایا کرے۔

اگر حکومت کی تحقیق کی رو سے مرزا کی بات جھوٹ نکلے، اور مع ہذا حکومت کو ٹیکہ کا کام جاری رکھنا منظور ہو، تو اس شخص کو اس کے جرم: کہ جس مفید کام کو گورنمنٹ ہزار ہا روپئہ خرچ کر کے جاری رکھنا چاہتی ہے، جھوٹ بول کر بے اثر و باطل ٹھہراتا ہے اور اس کام سے عام لوگوں کو پہلے تو نہیں مگر اب تو برملا ہٹاتا ہے،، کی سزا دے۔ اور اگر سزا دینا حکومت کی طاقت میں نہیں یا کسی پالیسی کے خلاف ہے تو اس روک ٹوک ہی سے اس کو منع کر دے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک مرزا کی لن ترانیوں کا جواب ادا ہوا۔

اب ہم اس سوال (جو مرزا کی طرف سے پیش کیا گیا ہے) کا جواب دیتے ہیں کہ: اگر مرزا کے عقائد کفریہ اور دعوی مسیحیت و مہدویت اور جھوٹا دعوی الہام کرنا اور سال ہا سال سے جھوٹے الہامات گھڑتے رہنا، طاعون کا سبب ہو سکتا ہے، تو پھر مرزا اور اس کے بعض خلفاء طاعون سے کیوں ہلاک نہ ہوئے؟

بے شک اور بلا ریب مرزا قادیانی کے جھوٹے دعووں کی سزا یہ طاعون ہے، مگر خدا نے ان ظالموں مفتریوں کو مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے جیسا کہ اس نے قوم نوح کو مہلت دی تھی، اور جیسا کہ اس نے فرعون

کواس کے اس افتراء پر کہ: انا ربّکم الاعلی۔ و ما علمت لکم من اله غیری میں تمہارا بڑا خدا ہوں اور میں اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود برحق نہیں سمجھتا۔

ایک مدت دراز تک مہلت دی تھی۔ اور فرعون نہ صرف مصر کی سلطنت اور اسباب عیش وعشرت پر فخر کرتا تھا بلکہ کہتا تھا میں حضرت موسیٰ سے بہتر ہوں۔ یہ تو صاف بات بھی نہیں کرسکتا، اس کے پاس سونے کے کنگن نہیں جیسے کہ میرے پاس ہیں۔

و نادی فرعون فی قومه قال یا قوم الیس لی ملك مصر و هذة الانهار تجری من تحتی۔ ا فلا تبصرو ن ۔ ام انا خیر من هذاالّذی هو مهین۔ ولا یکاد یبین۔ فلو لا القی علیه اسورة من ذهب او جاء معه الملائکة مقتر نین ۔(زخرف۔ ع ٥) ۔

یہ مہلت اور گناہوں کے ساتھ عیش وعشرت کی مدد وفراغت، خدا کی قدیم سنت ہے اور یہ مرزا اور اس سے پہلے بدکاروں کیلئے کرامت نہیں ہے، بلکہ یہ خذلان (توفیق چھین لینا) اور اہانت ہے جو استدراج کہلاتا ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے: فلمّا نسوا ما ذکرّوا به فتحنا علیهم ابوا ب کلّ شیء ۔حتی اذا فرحوا بما او توا اخذ نا هم بغتةً فا ذا هم مبلسو ن ۔ (انعام ۔ع ٥) کہ جب منکر نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز ونعمت دنیا کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ اترانے لگ گئے تو ہم نے اچانک ایسا پکڑا کہ وہ ہر خیر سے مایوس ہوگئے۔

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے: عن عقبه بن عامر عن النبی ﷺ اذ ارایت الله عز و جل یعطی العبد من الد نیا علی معا صیه ما یجب فانما هو استد را ج ثم تلا رسول الله ﷺ فلما نسوا ما ذکّرو به.. ا لآیه۔ رواه احمد (مشکوۃ۔ص ۴۳۵) کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ اس کو گناہوں کے ساتھ دنیا میں اس قدر دیتا ہے جس قدر وہ چاہتا ہے تو یہ سمجھو کہ یہ استدراج ہے۔(یعنی ڈھیل اور مہلت دے کر پکڑنا)۔ پھر آپ ﷺ نے وہ آیت پڑھی جو اوپر منقول ہوئی۔

ان آیات واحادیث سے مرزا اور اس کے ہم خیال لوگوں کو تسلی نہ ہو اور ہمارے جواب کو وہ صحیح نہ

سمجھیں تو وہ اپنی ہی الہامی کتاب کشتی نوح کا صفحہ ۲۱ پڑھیں جس میں یہ عبارت مرقوم ہے: یہ خیال مت کرو کہ پھر دوسری قومیں کیوں کامیاب ہو رہی ہیں، حالانکہ وہ خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل وقادر خدا ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا تعالی کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے، اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے، تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے، اور آخر دنیا کے خیالات ہی میں مرتا ہے اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کہتا ہے: اور کبھی اس رنگ میں امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے، مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا۔ کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔،

کیا اس عبارت کشتی نوح کو پڑھ کر بھی مرزا اور اس کا کوئی پیرو مرزا کے طاعون سے بچے رہنے پر فخر کرے گا اور ہمارے اس جواب کی صحت میں، جو ہم نے آیات و احادیث سے مدلل کیا ہے، دم مارنے کی جرأت کر سکے گا؟

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مرزا اور اس کے اخص خلفاء اور اکثر اتباع تو استدراج میں ہیں مگر بہت سے صلحاء اور بعض علماء مخالف مرزا (جیسے امرتسری رسل بابا) کیوں طاعون میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صالحین کیلئے یہ طاعون عقوبت (سزادہی) نہیں بلکہ کرامت وشہادت ہے، گو فاسقوں بدکاروں کیلئے یہ اہانت وعقوبت ہے۔ طاعون اور دیگر امراض ومصائب خدا کے مقبول بندوں پر بطور ابتلاء وارد ہوتے ہیں اور ان کو زلّات (لغزشوں) اور خطاؤں سے پاک کرنے کیلئے نازل ہوتے ہیں، اور دنیا سے پاک وصاف کر کے اللہ کے حضور میں اور جنت الفردوس میں لے جاتے ہیں۔ اور یہی بلائیں کافروں، بدکاروں پر بطور عقوبت نازل ہوتی ہیں اور عقوبت اخروی کا پیش خیمہ بن کر ایک نمونہ دکھاتی ہیں۔

ایسا ہی دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں خدا تعالی کے مقبول بندوں کو بطور فضل وانعام عطا ہوتی ہیں جن پر وہ خدا تعالی کا شکر کرتے ہیں اور ان نعمتوں اور آسائشوں سے سامان آخرت مہیا کرتے ہیں اور وہی نعمتیں منکروں اور بدکاروں کو ایک بلاء کے طور پر دی جاتی ہیں جن میں منہمک ہو کر وہ آخرت کھو بیٹھتے ہیں اور ہلاکت

کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔

ان دونوں صورت امتحان کا بیان اس آیت قرآن میں ہے جس میں ارشاد ہے:

نبلوکم بالخیر و الشرّ فتن ۃ (نساء) تم کو (اے فریقین) ہم دونوں سبیل اسباب خیر و شر سے آزماتے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے: وقطّعنا ھم فی الارض امماً۔ منھم الصّالحو ن و منھم دون ذالك۔و بلونا ھم با لحسنا ت و السیّئات لعلّھم یر جعون (اعراف۔ع ۲۱) ہم نے ان کو زمین میں جدا جدا گروہ کر دیا۔ بعض ان میں سے نیک ہیں اور بعض اس کے سوا ہیں۔ ہم نے ان کو احسانوں سے اور تکلیفوں سے آزمایا تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں۔

وازاں جا کہ نعمتوں اور آسائشوں کے امتحان میں ثابت قدم رہنا مشکل ہوتا ہے اس لئے خدا تعالی اپنے مقبول بندوں کو اس امتحان میں کم شامل کرتا ہے اور اکثر مقبول صالحین کو دنیا کی نعیم و آسائش سے بچاتا رہتا ہے۔ گو اسباب آسائش مال و دولت حکومت و سلطنت ان کو حاصل و میسر ہوں۔ اور مصیبتوں و بلاؤں کے امتحان میں خدا کے مقبول بندوں کا ثابت قدم رہنا آسان ہے، اس لئے تمام لوگوں سے زیادہ مبتلا بلاء خدا کے مقبول بندے ہی ہوتے ہیں۔ اسی اصول کے مطابق خدا کے مقبول اور صالحین بندوں پر طاعون آتا ہے اور ان کو شہادت کا درجہ عطا کرتا ہے: عن انس قال قال رسول الله ﷺ الطّاعو ن شھادۃ کل مسلم ۔متفق علیه (مشکوۃ۔ص ۱۲۷) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا طاعون ہر ایک مسلمان کیلئے (جو اس میں مبتلا ہو) شہادت ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کافروں کیلئے وہ شہادت نہیں عقوبت ہے۔

اور: عن ابی ھریرہ قال قال رسول الله ﷺ الشھداء خمس المطعون و المبطو ن والغریق و صا حب ا لھد م و فی سبیل الله ۔ متفق علیه (مشکوۃ ۔ص ۱۲۷) کہ آپ ﷺ نے فرمایا شہادت کا درجہ پانیوالے پانچ ہیں۔ طاعون زدہ، اسہال میں مبتلا ہو کر فوت ہونے والا، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مرنے والا اور وہ شخص جو خدا کی راہ میں (لڑ کر) جان دے۔

(حکیم نورالدین قادیانی نے اس حدیث کی سند سے مرزا غلام احمد کو شہید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا فرمان متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔ بہاء)

اور و عن جابر بن عتيك قال رسول الله ﷺ الشهادة سبع سوى القتل. المطعون شهيد و الغرقى شهيد . و صاحب ذات الجنب شهيد، والمبطو ن شهيد، و صاحب الحر يق شهيد، و الّذى يموت تحت الهد م شهيد، و المرأة تموت جمع شهيد . رواه مالك (مشکوۃ) جابر بن عتیک کی روایت میں ان پانچ کے علاوہ تین شہید اور مذکور ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو مرض ذات الجنب سے ہلاک ہو۔ دوسرا وہ جو جل کر مر جاوے۔ تیسری وہ عورت جو پیٹ میں بچہ مر جانے سے مر جاوے۔

اور عن عرباض بن ساريه قال ... الشهداء و المتوفون على فروشهم فى الذين يتوفون من الطاعو ن فقال الشهداء اخواننا قتلوا كما قتلنا و يقول المتو فو ن اخواننا ما توا على فروشهم كما متنا، فيقول الله تعالى انظروا الى جراحتهم فان اشبهت جرا حتهم جراح المقتولين فانّهم منهم فاذا جراحهم قد اشبهت جرا حتهم رواه احمد ۔(مشکوۃ۔ص۱۳۱) حضرت عرباض سے روایت ہے کہ شہید فی سبیل اللہ اور اپنے بستروں پر مرنے والے ان لوگوں کی نسبت جو طاعون سے مریں، آپس میں جھگڑیں گے۔ شہید تو ان کی نسبت یہ کہیں گے یہ ہماری طرح (زخموں) سے مرے ہیں۔ بستروں پر مرنے والے کہیں گے کہ یہ ہماری طرح اپنے بستروں پر مرے ہیں۔ خدا ان کے جھگڑوں کا یہ فیصلہ کرے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو، اگر وہ مقتول لوگوں کے زخموں کے مشابہ ہیں تو یہ ان میں سے ہیں اور یہ ان کے ساتھ درجہ بہشت میں رہیں گے، جب ان کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو وہ باہم مشابہ ہوں گے۔

ان سب کو شہید فی سبیل اللہ اسلئے کہا گیا کہ یہ بھی بطور شہید فی سبیل اللہ ناگہاں اور تکلیف سے مر جاتے ہیں اور ایمان وحسنات کی برکت سے ان بلاؤں کا اجر پاتے ہیں۔

یہی طاعون و دیگر امراض فاسقوں بدکاروں پر بھی آتی ہیں تو وہ عقوبت الٰہی کہلاتی ہیں اور سزا اخروی

کا (جس کا استیفاء قیامت کے دن مقرر رہے) پیش خیمہ ونمونہ بن جاتی ہیں۔

عن اسامة بن زید قال قال رسول الله ﷺ الطاعون اخبر ارسل علی بنی اسرائیل او علی من قبلکم فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیها و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا فراراً۔ متفق علیه (مشکوۃ ص۱۲۷) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر، یا یہ فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں پر، بھیجا گیا تھا پس اگر کسی زمین میں اس کا واقعہ ہونا سنو، تو وہاں مت جاؤ، اور جس زمین میں پڑ جائے وہاں سے طاعون سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو۔

(یہ لفظ حدیث ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بھاگنے کی نیت نہ ہو، کوئی ضرورت ہو، تو طاعون کی جگہ سے نکلنا منع نہیں۔ ایسا ہی اس جگہ جہاں طاعون واقعہ ہو، ضرورت کیلئے جانا منع نہیں ہے۔ یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جو خدا تعالی پر کامل توکل رکھنے والا ہو۔ اور اگر مبتلاء طاعون ہو جائے تو اس کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ مجھے کسی طاعون زدہ کی لاگ سے طاعون ہوا ہے، اور اس کا یقین اس حدیث پر ہو جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ لا ... و لا هامة و لا صفر۔ فقال اعرابی یا رسول الله فما بال الابل نکون فی الرمل لکانها الظبا فیخالطها البعیر الا جوب فیجربها۔ فقال رسول الله فمن اعدی الاول۔ رواه البخاری۔ (مشکوۃ)۔ و فی هذه الاحادیثمنع القدوم علی بلد طاعون و منع الخروج منه فراراً من ذلك و اما الخروج معارضه فلا بأس به۔ هذا الذی ذکرناه مذهبنا و مذهب الجمهور، (شرح مسلم ص۲۳۸) آپ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض بذات خود متعدی نہیں ہوتی۔ اس پر اعرابی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اونٹ اچھے بھلے ہوتے ہیں، پھر جب ان میں کوئی خارش زدہ آ جاتا ہے تو سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو جو خارش ہوئی، تو وہ کس سے ہوئی۔ یعنی جس پروردگار نے پہلے اونٹ کو خارش پیدا کی اسی نے ان سب میں پیدا کی۔ ایسا ہی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ ان احادیث صحیح مسلم میں طاعون کی جگہ جانا اور وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نکلنا منع کیا گیا ہے اور کسی عذر و عارضہ سے نکل جائے تو منع نہیں ہے)

بالجملہ یہ طاعون نیکوں کے واسطے شہادت ہے اور بدوں کے واسطے عقوبت ہے۔ اور یہ بعینہ مرگ مفاجات (ناگہانی) کی نظیر ہے جس کی نسبت وارد ہے (اخذة الاسف لکافر و رحمة للمؤمنین۔ مشکوه۔ ص ۱۳۲) یعنی مرگ مفاجات کافر کیلئے غصہ کی پکڑ ہے اور مومنوں کیلئے رحمت ہے۔

اس بیان سے جیسا کہ جواب سوال مذکور ادا ہوا ویسا ہی اصل مضمون کے اس حصہ طاعون کا روحانی

سبب کا بیان ہوا۔اور یہ امر ثابت ہوا کہ طاعون کا روحانی سبب لوگوں کے اعمال ہیں،صالحین کیلئے صالحہ اعمال جن کے بدلے وہ طاعون کے ذریعہ کرامت وشہادت اس شکل کی تسلی پاتے ہیں اور طالحین (بدکاروں) کے لئے بداعمال جن کے سزا میں وہ اس طاعون کے ذریعہ عقوبت دنیوی پاتے اور ذلیل ورسوا کئے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری کے صفحہ ۴۲۲ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنگ کے موقعہ پر خطبہ پڑھا اور فرمایا لوگو! دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور خدا تعالی سے امن اور بچے رہنے کا سوال کرو۔(ہاں) جب اس سے مقابلہ ہو پڑے تو اس وقت صبر کرو

انّ رسول الله ﷺ فی بعض ایا مه التی لقی فیها العدو و انتظر حتی ما لت الشّمس ثـم قا م فی النا س فقا ل یا ایها النا س لا تمنّوا لقا ء العدوّ و اسئلوا الله العا فیة فا ذا لقیتمو هم فا صبروا ۔

مولوی رسل بابا امرتسری طاعون سے فوت ہوئے تو ان کے معتقدین واتباع نے ان کی موت کو شہادت قرار دیا اور اس مضمون کا ایک اشتہار شائع کیا،جس پر مرزا کے اخبار البدر کے نمبر ۵ جلد ایک میں مرزا کی یہ لاف زنی مشتہر ہوئی کہ یہ موت مرزا کے الہام یخرج الصدور الی القبور کے مطابق ہوئی ہے۔ پھر البدر کے نمبر ۸ جلد ایک میں اس دعوی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ اگر طاعون کی موت شہادت ہے تو ان تمام مخالف مولویوں کو اس کی آرزو کرنی چاہیے اور ان کو دعائیں کرانی چاہئیں۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو ہماری تقریر بالا میں ادا ہوا کہ کسی ابتلاء وامتحان کی تمنا جائز نہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا نے تذکرۃ الشہادتین میں ملّا لطیف اور اس کے ساتھی کی موت کو شہادت قرار دیا ہے۔پس اگر تجویز شہادت کا لازمہ،اس کی تمنا ہے،تو چاہیے کہ خود بھی اس شہادت کی تمنا کرے اور کابل میں پہنچ کر اس کے حصول میں ساعی ہو۔اس کی تمنا دعا کے وقت ہم بھی آمین کہیں گے بلکہ کابل میں ساتھ جانے کو حاضر ہیں۔ اس تمنا اور سعی سے جیسے کہ مرزا کو شہادت نصیب ہوگی ویسے ہی تمام ملک اور اسلام میں امن وعافیت کی صورت پیدا ہو جائے گی اور خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آجائے گی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حال میں موضع قادیان میں طاعون جارف پیدا ہو گیا ہے اور کئی ایک اصحاب

مرزا کی چار دیواری کے رہنے والے لقمہ طاعون ہو چکے ہیں، تو مرزا کے دوسرے اخبار الحکم میں ان کی موت کو شہادت قرار دیا گیا ہے۔ پھر مولوی رسل بابا کی موت یا اور صالحین کی موت کو شہادت تسلیم نہ کرنے میں کیوں انصاف کا خون کیا جاتا ہے۔ خدا سے شرم وحیا چاہیے، دنیا سے شرم چاہیے۔ جو کچھ قلم ہاتھ سے نکلے اس کو تو سو چ لیا جائے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بٹالوی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم (مرزا صاحب کے) مواہب الرحمٰن کی چند اور عبارات (گوان کو طاعون سے تعلق نہیں، مگر ہمارے اصل مشن اظہار اکاذیب مرزا سے پورا تعلق ہے) پر جرح کرتے ہیں۔

اول اس رسالہ کے صفحہ ۵۸ میں خاکسار (محمد حسین) کی نسبت کہا ہے کہ اس نے میری نسبت یہ تکبرانہ دعوی کیا تھا کہ میں نے ہی اس کو اونچا کیا تھا اور میں ہی اس کو گراؤں گا۔ دیکھو یہ دعوی جھوٹا ہوا، خدا نے میرے گھر کو میرے مریدوں اور صحبتیوں سے پر کر دیا (بھر دیا)۔

قال بعض العدا انی اعلیت هذا الر جل ۔ و انی افر طته ۔ ثم انی ساحطه ۔ فا نظروا الی هذا الکذ ب و ا لاستکبار۔ و انّ الله لا یرضی عن عبدٍ الّا الصدق و الانکسار۔ ثم انـظـروا کیف کذّ به الله و اجاب قبل جوا بی ۔ و جمع بعد ذا لك افوا جاً علی بابی و مـلأ بیـوتی من اصحا بی ۔ ویکے از دشمنان گفت کہ من ایں شخص را بلند کردم وقدم او پیش نہادم۔ باز منم کہ او بر زمین خواہم افگند۔ پس سوئے دریں دروغ نظر کنید وایں تکبر را بہ بیند۔ وخدا از ہیچ بندہ راضی نمی گردد مگر بصدق وفروتنی۔ باز بہ بیند کہ چگونہ تکذیب او کرد خدائے من پیش از جواب من، وجمع کرد بعد ازیں فوج ہا بر درمن وخانہ ہائے من از اصحاب من پر کرد۔

اس لاف زنی کا کذب ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔ جن لوگوں کی نظروں میں مرزا قادیانی کو اشاعۃ السنہ کے ریویو نے اونچا کیا تھا پھر ان کی نگاہوں سے مرزا کو اسی اشاعۃ السنہ نے ایسا گرادیا ہے کہ وہ اس کو اب کافر سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور سینکڑوں روپیہ کی مدد کی جگہ انہوں نے اس کی تکفیر میں رسالے لکھے اور چھپوائے ہیں۔ اس اجمال سے شرم دامن گیر نہ ہو تو پھر کیا مرزا قادیانی کی طرف سے اجازت ہے کہ ان کے نام کی فہرست اسم

وار چھاپی جائے۔

دوم۔اس رسالہ کے صفحہ ۶۹ میں کہا ہے کہ جو شخص پر کھی ہوئی حدیثوں سے (جو قرآن کے مخالف نہ ہوں) انکار کرے وہ شیطان کا بھائی ہے۔

اس قول میں مرزا نے اپنا شیطان کا بھائی ہونا تو ظاہر کیا مگر اس دھوکہ دہی کی آڑ میں اپنا بچاؤ بھی کر لیا کہ جن احادیث سے میں انکار کرتا ہوں وہ قرآن کے مخالف ہیں۔

اس دھوکہ کا ازالہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ جو پر کھی گئی ہوں (جیسے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث جن کی صحت کا اعتراف مرزا کی تصانیف میں موجود ہے) نہ کبھی آپس میں مخالف ہوتی ہیں، نہ مخالف قرآن۔امام دارقطنی نے کہا ہے کوئی دو حدیثیں صحیح آپس میں مخالف نہیں ہوتیں۔جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے میں ان کو باہم متوافق کردوں۔لہذا کسی حدیث کو صحیح کہنا اور پر کھی ہوئی مان لینا، پھر اس بہانہ سے کہ وہ مخالف قرآن ہے، ترک کرنا بھی شیطان ہی کا کام ہے۔حدیث صحیح کبھی مخالف قرآن نہیں ہوتی۔پر کھی ہوئی اور مسلّم الصحت احادیث بخاری ومسلم سے کوئی حدیث کسی کو مخالف قرآن معلوم ہو تو وہ اس خاکسار (محمد حسین) کے سامنے پیش کرے۔خاکسار اس حدیث کو قرآن کے مطابق وموافق نہ کردے تو جو چاہے میری حیثیت کے مطابق مجھ سے بطور جرمانہ لے۔میں اس امر کا متضمن اقرار نامہ حسب ضابطہ لکھ دینے اور اس کو رجسٹری کرا دینے کو بھی حاضر ہوں اور اس میں مرزا کے دوسرے بھائیوں (نیچریوں، چکڑالویوں) کو بھی شامل ومخاطب کرتا ہوں۔کوئی مرد ہے تو میدان میں نکلے۔

سوم۔اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۶۹ میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ حکم کی وحی احادیث ظنیہ سے مقدم ہے اور صفحہ ۹۰ میں یہ دعوی کرنا کہ مسلمان قدیم سے قائل چلے آئے ہیں کہ حکم کا قول احادیث ظنیہ سے مقدم ہے۔

یہ جھوٹ ہے، مسلمان اہل علم سے ایک شخص بھی نہ پہلے قائل ہوا ہے اور نہ اب قائل ہے کہ حکم کا قول احادیث صحیحہ نبویہ سے مقدم ہے۔عیسی بن مریم مسیح موعود کو جو حدیث میں حکم کیا گیا ہے تو اس کے معنی اہل اسلام میں یہ مقرر ومتعین ہیں کہ وہ لوگوں کے باہمی معاملات ومقدمات میں حکم ہوں گے۔اور قرآن وحدیث

کے مطابق ان میں حکم (فیصلہ) کریں گے۔ چنانچہ احادیث صحیح مسلم میں (جوقول چہارم مرزا کے ردکی تائید میں منقول ہوں گی) اس معنے پر صاف صریح دلیل ہیں۔ یہ معنے کسی مسلمان کے خیال واعتقاد میں نہیں آئے کہ مسیح موعود احادیث صحیحہ کو اپنی وحی سے رد کریں گے اور اپنی وحی کو احادیث سے مقدم کہیں گے۔ یہ معنے مرزا نے ازخود گھڑے ہیں اور پہلے مسلمانوں کے ذمہ لگا دیئے ہیں۔ وہ اس معنی کو کسی ایک پہلے مسلمان سے نقل کرے، تو جو انعام چاہے لے۔ ورنہ اپنے آپ کو لعنة الله علی الکاذبین کا مصداق سمجھے۔ مسلمانوں میں قدم سے اس وقت تک کوئی عالم اس معنی مرزا کا قائل نہیں اور جو اس کا قائل ہو یا جو مسیح موعود بن کر اپنے قول سے حدیث نبوی کو رد کرے، مسلمان اسے کافر سمجھتے ہیں۔

چہارم: مرزا صاحب کا صفحہ ۷۵ مواہب الرحمٰن میں یہ کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود اس امت سے ہوگا۔

یہ بھی محض دروغ ہے۔ کسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول نہیں آیا بلکہ مسلم کی حدیث میں اس کے برخلاف صاف یہ آ گیا ہے کہ مسیح بن مریم اس وقت آئیں گے جس وقت تمہارا امام یعنی اس امت کا امیر موجود ہوگا وہ امیر حضرت مسیح بن مریم کو نماز پڑھانے کیلئے کہے گا۔ حضرت مسیح اس امت کے اکرام کیلئے کہیں گے کہ نہیں نماز تم میں سے کوئی شخص ہی پڑھائے اور تم ایک دوسرے کے امیر ہو۔ اور وہ مسلمانوں میں احکام کتاب اللہ اور سنت نبوی کا اجرا کرے گا۔

عن جابر سمعت النبی ﷺ فینزل عیسی فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله ھذة الامة

و عن ابی ھریرة قال رسول الله قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبر نی قال فامکم بکتاب الله و سنة نبیکم (مسلم ج ۱ ص ۸۷)

یہ احادیث صاف کہہ رہی ہیں کہ آنے والا مسیح اس امت سے نہ ہوگا، اس لئے امامت وامارت اس امت کے امیر کیلئے مسلّم رکھے گا۔ اور خود بھی کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ کے احکام کا اجراء کرے گا۔

پنجم: مرزا صاحب کا اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۹ میں مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری کو دجال کہنا ہے۔ اور صفحہ ۱۳۱ میں بجواب ان کی نکتہ چینی قصیدہ عربی اعجاز احمدی کے یہ کہنا ہے کہ تو بڑا جاہل ہے اور تو نجاست کھاتا ہے۔

مرزا صاحب کی یہ بدزبانی ایسی ہے جو اس کو دعوی الہام یا احمد فاضت الرّحمة من شفتيك میں جھوٹا کرتی ہے اور اس کے دعوی نبوت و امامت کو جھٹلاتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس امر کی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس بدگوئی کی چارہ جوئی بذریعہ عدالت یا جس طرح چاہیں، کریں۔ کیونکہ اس بدزبانی سے مرزا نے ایک تو اپنے حلفی عہد کا خلاف کیا ہے جو مسٹر ڈوئی کی عدالت میں وہ اقرارنامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کی دفعہ ۴ میں کر چکا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

میں اس امر سے باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ، دجال، کافر، کاذب نہیں کہوں گا۔

وازانجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے دوست ہیں اور اس وجہ سے کہ بواسطہ میرے ایک شاگرد عالم مشہور حافظ مولوی عبدالمنان وزیر آبادی مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں، وہ میرے پیرو بھی سمجھے جاتے ہیں، لہذا وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ اس اقرار و عہد کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس کو عدالت کی سیر کرائیں اور نہیں تو ایک دفعہ مسٹر ڈوئی کی خدمت میں جو اس وقت کمشنر بندوبست پنجاب ہیں، پہنچیں۔ پھر جو صلاح وہ دیں وہ عمل میں لاویں۔

نیز مرزا قادیانی نے گورنمنٹ کے عطا کردہ خطاب مولوی فاضل کی، جو پنجاب یونیورسٹی کے ذریعہ مولوی صاحب کو عطا ہوا ہے، سخت توہین کی ہے۔ جس شخص کو گورنمنٹ مولوی فاضل کا خطاب دے، وہ بجائے مولوی فاضل، (مولوی) جاہل کہلاوے تو ان خطابات کی کیا وقعت رہی۔

ششم: مرزا صاحب کا اس رسالہ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۲۷ میں حضرت شیخ الاسلام ہادی انام شیخنا و

شیخ الکل حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین شمس العلماء دہلوی کی نسبت ان کی وفات کے بعد یہ عبارت عربی و فارسی مشتہر کرتا ہے: وکذالك صار نذیر حسین الدهلوی دریّة و حی الله تخرج الصدور الی القبور فانّه کان اول من کفّرنی و آذانی و فرّ من النور و کانت سنة وفاته مات ضال هائماً بحساب الجمل و مات ناقصاً و لم یصب حظاً من الکمّل وہم چنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شد کہ یخرج الصدور الی القبور اواول شخص است کہ مرا کافر قرار دادہ واز نور بگریخت وتاریخ وفات او بحساب جمل مات ضال ہائماً (۱۳۲۰ھ) است در حالت ناقصہ بمرد و از مرتبہ کاملاں ہیچ حصہ نیافت

اس بدزبانی ودریدہ دہنی کا بھی میں اس کو کوئی جواب دینا نہیں چاہتا، بلکہ سرآمد فرقہ اہلحدیث واکابر مسلمانان اہل سنت کو اسکے جواب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جب اس نے ۱۹۰۲ء میں قادیانی اخباروں میں اس توہین کا ارتکاب کیا تھا اور اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء میں یہ خاکسار بغرض شمولیت دربار کارونیشن دہلی پہنچا تھا تو میں نے حضرت شیخ الکل کے جانشین پوتے مولوی سید عبدالسلام کو استغاثہ پر مستعد کیا تھا۔ اس کے بعد بعض اہلحدیث لاہور کو مستعد استغاثہ کیا۔ مگر معلوم نہیں ان کی غیرت اسلامی کیوں دب گئی۔

مرزا کے اس قول میں بدزبانی کے ساتھ دروغ گوئی ولاف زنی بھی پائی جاتی ہے۔ کیا من گھڑت ڈھکوسلہ یخرج الصدور الی القبور بھی کوئی وحی یا الہامی پیش گوئی ہوسکتی ہے؟ کوئی زمانہ دنیا میں ایسا گذرا ہے جس میں صدر لوگ اور بڑے بڑے آدمی نہ مرتے ہوں؟ اور حضرت شیخ الکل کا فوت ہونا تو عمر طبعی سے زیادہ عمر کو پہنچ کر ہوا ہے۔ لہذا ان کی وفات معمولی کو الہامی پیش گوئی بنالینا کمال درجہ کی بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہفتم۔ مرزا قادیانی نے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۵ میں کہا ہے کہ طاعون کا کیڑا وہ دابّة الارض ہے جس کی قرآن میں خبر آچکی ہے اور یہ میرے مسیح موعود ہونے کی علامت ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے یہاں تو دابّة الارض سے یہ کیڑا مراد بتایا ہے اور اپنے ازالہ اوہام میں کہہ چکا ہے کہ دابۃ الارض سے علماء متکلمین مراد ہیں۔ اصل عبارت ازالہ

اوہام صفحہ ۵۰۳ یہ ہے:

ہم ایک گروہ دابۃ الارض زمین سے نکالیں گے، وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے۔

مرزا قادیانی کو یاد نہیں رہا کہ اب میں کیا کہہ رہا ہوں اور پہلے کیا کچھ کہہ چکا ہوں

لو تقوّل علینا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس مقام تک جو اکاذیب ومغالطات مرزا کی تفصیل ہوئی ہے اس سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا، جو ہم نے کیا تھا کہ جس قدر مرزا نے پیش گوئی متعلقہ طاعون میں جھوٹ وافتراء سے کام لیا ہے، اس قدر پہلے کسی پیشگوئی میں جھوٹ سے کام نہیں لیا۔ اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا کہ مرزا کا دعوی الہام میں جھوٹا ہونا، اور جھوٹے الہام بنا کر شائع ومشتہر کرنا ہی ایک ایسا جرم سنگین ہے کہ طاعون اس کی ایک ادنی سزا ہے،

اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعوی ثابت ہوا کہ مرزا کے مسیح موعود ومہدی وامام برحق ہونے سے انکار کرنا طاعون کا سبب ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ مرزا کا ایسے دعاوی کرنا اور لوگوں کا ایسے دعاوی کو قبول کرنا، یا ان پر مداہنت سے سکوت کرنا، پنجاب و ہندوستان میں طاعون پھیلنے کا ایک سبب وموجب ہوسکتا ہے۔ اگر طاعون کو عقوبت الہی یعنی گناہوں کی سزا ہی قرار دیا جائے

اس پر شائد مرزا قادیانی کی طرف سے یہ سوال وارد ہو کہ اگر مرزا کے عقائد کفریہ اور دعوی مسیحیت و مہدویت اور جھوٹا دعوی الہام اور اس کی تائید میں اس کا سال ہا سال سے جھوٹے الہام گھڑتے رہنا، طاعون کا سبب تو پھر اب تک مرزا اور ان کے اخص خلفاء واقربا طاعون میں کیوں مبتلا و ہلاک نہ ہوئے۔ اور مرزا صاف کہتا ہے کہ اگر میں مفتری علی اللہ اور جھوٹا ہوں تو میں کیوں ہلاک نہیں کیا جاتا، اور اس پر اس آیت کو سند پیش کرتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا و لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذناہ بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین (کہ اگر یہ شخص کوئی بات از خود بنا کر ہم پر افتراء کرتا تو ہم اس کو دہنے

ہاتھ سے پکڑ لیتے اور ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے)۔ اور وہ برملا کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں مفتری علی اللہ ہو کر زندہ ہوں اور میرے مخالف میرے سامنے مرتے جاتے ہیں (مولوی غلام دستگیر قصوری مرا، مولوی محمد حسن بھینی مرا، مولوی رسل با با امرتسری طاعون سے مرا، مولوی نذیر حسین دہلوی مرا)، اور میں زندہ موجود ہوں اس کی یہ لن ترانیاں سن کر بہت لوگ اس کو حق پر جانتے ہیں اور اس کے مخالفوں کو جو فوت ہوئے اور جو ان کے ہم خیال ہیں، ناحق پر سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ موت اور زندگی تو ایسے قدرتی امور ہیں کہ ان سے نہ مومن بچتے ہیں نہ کافر۔ نہ حضرات انبیا اور نہ ان کے مخالف۔ بہت سے نبی ایسے گذرے ہیں جن کو ان کے مخالفوں (بنی اسرائیل) نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ قرآن کریم میں یہودیوں کی نسبت یہ بیان ہوا ہوا ہے و یقتلو ن النبیین بغیر حق ۔(آل عمران) کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

پہلے نبیوں کے پیروان میں ایسے لوگ گذر چکے ہیں جن کے سروں اور بدن پر سے ان کے مخالف لوہے کی کنگھیوں سے گوشت اور پٹھے ہڈیاں چھوڑ کر سب کھینچ کر اتار دیتے۔ یہ عذاب ان کو دین سے نہ پھیرتا۔ اور ان کو زمین میں گاڑ کر ان کے سر کی مانگوں پر آرہ رکھ کر ان دو ٹکڑے کر ڈالتے۔ یہ عذاب بھی ان کو دین سے نہ پھیرتا۔ یہ حال آنحضرت ﷺ نے قیس صحابی کی اس شکایت پر سنایا جو مشرکین مکہ کی ایذا رسانی پر انہوں نے کی اور آنحضرت ﷺ سے یہ بات کہی تھی کہ آپ دعا کریں، خدا تعالی ہماری ان تکالیف کو دور کرے

عن قیس اتیت النبی ﷺ و هو متوسد برده و هو فی ظلّ الکعبة و قد لقینا من المشرکین شدة فقلت ا لا تد عوا الله فقعد وهو مجمر وجهه فقال لقد کا ن من قبلکم لیمشط بمشاط الحدید ما دون عظا مه من لحم او عصب ما یصرفه ذا لك عن دینه و یوضع المتشار علی مفر ق رأسه فشقّ با ثنین ما یصرفه ذا لك عن دینه و لیقمن الله هذا الامر حتی یسیرا الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخا ف احداً ا لا الله زاد بیا ن و الذئب علی غنمه ۔(بخاری۔ص۵۱۰و۵۴۳)

کیا مرزا قادیانی اور اس کے ہم خیال معترض اس سے بھی یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہ مومن جو کفار کی اس سخت تکلیف سے مارے گئے، ناحق پر تھے، اور ان کو تکلیف پہنچانے والے کفار جو ایک مدت تک زندہ رہے،

حق پر تھے۔

دور کیوں جائیں اسی امت خیر الامم کے نبی اوران کے اصحاب کبار اور اہل بیت اطہار اور ان حضرات کے مخالف مشرکین اور کفار کا حال بطور مثال کیوں پیش نہ کروں۔

سرور کائنات فخر موجوات خاتم النبین سید المرسلین کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا اور آپ ﷺ کے استفسار کرنے پر صاف کہا کہ ہم نے اس لئے زہر دیا ہے کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو زہر ضرر نہ دے گا۔ مگر خدا تعالی کی شان امتحان دیکھو کہ اس زہر کا اثر آپ کو پہنچ ہی گیا۔ جب تک آپ زندہ رہے اس زہر کا اثر الم (درد) پاتے ہی رہے اور جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو اسی زہر سے آپ کی رگ جان کٹ گئی اور آپ فوت ہوئے۔ یہ بات آپ نے خود فرمائی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں صاف آ چکی ہے

عن ابی هريرة قال لما فتحت خيبر اهد ت للنبی ﷺ شاة فيها سم فقال النبی ﷺ هل جعلتم فی هذا الشا ة سم قا لوا نعم قا ل ما حملكم علی ذالك قالوا ان كنت كا ذباً نستر يح و ان كنت نبيا لم يضرك (بخاری۔ ص ٤٤٩)

و عن عائشة كان النبی ﷺ يقول فی مر ضه الذ ی ما ت فيه يا عا ئشه ما زال ا جد الم الطعا م الذ ی اكلت بخيبر فهذا اوانوجد ت انقطاع ... من ذا لك السم ۔ (بخا ری۔ ص ٦٢٧)

مرزا اور اس کے ہم خیال سٹاف اس وقت موجود ہوتے اور وہ یہودیوں کا وہ قول اور آنحضرت ﷺ کی یہ بات سنتے تو ضرور برملا کہہ اٹھتے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ نبی برحق نہ تھے جو یہودیوں کے زہر سے فوت ہوئے۔ وہ یہودی حق پر تھے جو آپ ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد زندہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات طیبہ پر ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور اس سے مرزا اور اس کے ہم خیال لوگوں کا یہ اصول ومقولہ کہ جھوٹا سچے کے مقابلے میں زندہ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ سچے کر سامنے فوت ہو جاتا۔ غلط ثابت ہوتا ہے،

آنحضرت ﷺ کے وقت ایک شخص مسیلمہ نام، آنحضرت ﷺ کا دعوی نبوت سن کر اور اس کی برکت و

قبولیت دیکھ کر پہلے تو وہ مسلمان ہوگیا، پھر مرتد ہو کر خود مدعی نبوت ہوگیا اور اس نے بھی مرزا کے قرآن انا انزلناہ قریباً من القادیان کی طرح بہت سی آیات مشابہ قرآن بنا رکھی تھیں۔ وہ خبیث مرتد ہونے کے بعد مدینہ آیا تو یہ بکنے لگا کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنے بعد خلیفہ (جانشین) کر دیں تو میں پھر ان کا پیرو ہو جاتا ہوں۔ اور وہ بہت سے آدمی اپنی قوم (بنی حنیفہ) کے اپنے ساتھ لایا تھا۔ آنحضرت ﷺ ثابت بن قیس کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اگر تو یہ چھڑی (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) مجھ سے مانگے تو میں نہ دونگا۔ اور اس کے حق میں آپ نے یہ پیش گوئی کی کہ اگر تو پیٹھ پھیرے گا تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔

عن ابن عباس قال قدم مسیلمه علی عهد رسول الله ﷺ فجعل یقول ان جعل لی محمد الا مر من بعده تبعته و قد مها فی بشر کثیر من قو مه فاقبل الیه رسول الله ﷺ و معه ثا بت بن قیس بن شما س و فی ید رسول الله قطعة من جرید حتی وقف رسول الله ﷺ علی مسیلمه فی اصحابه فقال لو سألتنی هذ ه القطعة ما اعطیتکها و لن ... امر الله فیل و لئن ادبر ت ... الله (بخاری ۔ ص ۵۱۱)

مگر خدا تعالیٰ کی شان امتحان کو دیکھو کہ وہ خبیث مرتد و مخالف رسول ہو کر زندہ رہا اور اس کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کا وصال الی اللہ ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کے وصال باکمال کے وقت مسیلمہ ویسی ہی خوشی کرتا تھا جیسا کہ مرزا اپنے مخالف علماء کے فوت ہونے پر کرتا ہے۔ اور غالباً وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہوگا جو مرزا کہہ رہا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ حق پر ہوتے تو میری زندگی میں وہ کیوں فوت ہوتے۔

آنحضرت ﷺ کے اس جہان فانی سے عالم بالا کو عروج فرمانے سے بہت سے کچے اور احمق مسلمان جو مرزا کے اصول و مقولہ مذکورہ کے قائل تھے اور وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ سچا جھوٹے کے سامنے فوت نہیں ہوتا، اسلام سے مرتد ہوگئے۔ ان میں سے چالیس ہزار سے زیادہ تو مرزا کے بڑے بھائی مسیلمہ کے ساتھ اس کو زندہ دیکھ کر جا ملے اور بہتیرے جاہلیت (کفر و شرک) کی طرف پھر گئے۔ اور اس وجہ سے اسلامی دنیا میں صرف تین مسجدوں (مسجد مکہ، مسجد مدینہ، مسجد عبدالقیس) میں خدا تعالیٰ کے لئے سجدہ ہوتا تھا۔ باقی روئے زمین پر شرک ہونے لگ گیا اور بہتیرے باوجود مسلمان کہلانے کے احکام اسلام خصوصاً زکوۃ سے منکر ہو بیٹھے۔

مرزا اور اس کے چاروں خلیفہ، خصوصاً خلیفہ دوم امروہی اس وقت ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی وفات کو اپنے ناپاک اصول کے مطابق آپ کے ناحق ہونے پر دلیل ٹھہرا کر سب سے پہلے مسیلمہ کی بیعت کرتے۔ ولیکن صادق الایمان مسلمان جن کے امیر و امام اس وقت صدیق اکبر تھے، اور وہ مرزا کی طرح کسی کی موت و حیات کو حق پر ہونے کا پیمانہ و معیار نہ سمجھتے تھے، اور حق کو بحکم: آفتاب آمد دلیل آفتاب، حق ہونے سے پہچانتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے آپ کے نبی برحق ہونے میں شک و تذبذب میں نہ پڑے اور کمال ثابت قدمی کے ساتھ ان لوگوں سے جو موت کو ناحق ہونے کی دلیل سمجھ کر دشمن اسلام ہو گئے تھے، اور اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز ہوئے تھے۔ سینہ سپر ہو کر ایسے لڑے کہ تھوڑے ہو کر دشمنوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے ڈھیر کر دیئے۔ ادھر مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا۔ اور اس چالیس ہزار جماعت میں سے بیس ہزار پیروان کو تہ تیغ کر کے باقی ماندہ جماعت کو تتر بتر کیا۔ ادھر اس کے برادر خورد اسود عنسی کو خاک میں ملایا پھر منکرین احکام اسلام کو جو اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز تھے، سیدھا کیا۔ ان صادق الایمان مسلمانوں کی ثابت قدمی سے قدم اسلام اکھڑ جانے کے بعد جم گیا اور موذیوں اور دشمنان اسلام کے قتل ہو جانے سے ان کا اصول و مقولہ جو مرزا نے اختیار کر رکھا ہے غلط ثابت ہوا، اور مسلمانوں کو بطور الزام اس اصول کو انہیں پر الٹا دینے اور معارضہ کرنے اور یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ اگر مر جانا، ناحق ہونے کی دلیل ہے اور سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا، جو مرتا ہے وہ جھوٹا ہوتا ہے، تو مسیلمہ و اسود عنسی وغیرہ کیوں مسلمانوں کے ہاتھ سے واصل جہنم ہو گئے۔

عن ابی هریره لمّا تو فی رسو ل الله و استخلف ابو بكر بعده و كفر من كفر من العر ب الخ (صحيح مسلم ص ٣٨). قال النووی فی شر ح هذا الحديث قال الخطا بی ان اهل الردة كانوا صنفين. صنف ارتدوا عن الدين و نابذوا الملة و عادوا الى الكفر وهم الذين عناهم ابو هريره بقوله كفر من كفر من العرب وهذه الفرقة طا ئفتان ا حدهما اصحاب مسيلمة من بنی حنيفه وغيرهم الذ ين صدقوه على دعوی النبوة و اصحا ب ا لاسود و من كا ن من مستجيبيه من اهل اليمن و غيرهم و

هـذه الـفر قة با سرها منكرة لنبوة نبينا محمد ﷺ مدعية النبوة لغيره فقاتلهم ابو بكر حتى قتل الله مسيلمة باليما مه و العنسى بصنعاء و انقضت جموعهم و هلك اكثر هـم و الـطـا ئفة ا لاخرى ارتدوا عن الدين فانكروا الشرائع و تركوا الصلوة و الز كوة وغيـرهـمـا من امور الدين و عـادوا الى ما كانوا عليه فى الجاهلية فلم يكن يسجد لله فـى بسيـط الارض الا فى ثلاثة مسا جد ، مسجد مكه و مسجد المد ينه و مسجد عبد الـقيـس فـى قـرية يقال لها جوا ثا ء ـ و الصنف الآخر هو الذين فرقوا بين الصلوة و الـزكـوـة فا قروا بالصلوة و انكروا فرض الزكوة و وجوب ادا ئها الى الامام و هولاء عـلـى الـحـقيقة اهل بغى ـ (شرح مسلمنووى ص ٣٨) ـ قال فى مجمع البحار و اما مسيـلمه بن حبيب فانه قدم على النبى ﷺ فى بنى حنيفه واسلم معهم ولما انتهى الـى اليـمـا مة ارتـد وا د عـى ان اشـركـت فـى الا مـر ثـم جعل يسجع لهم السجعا ت مضارعاً للقر آ ن لقد انعم الله على الحبلى اخر ج منها سمته تسعى بين صفاق و حشـا و احـل هـم الخمر و الزنـا و وضع عنهم الصلوة فا تبعته بنو حنيفه و سمى بالرحمن و تنبا فى حياته و زعم انه اشر كه فى النبوة و من سخافته فى معارضته والـعاديات و الزا رعا ت زرعاً و الـحاصدات حصداً و الطاحنات طحنا و الخابزا ت خبـزا و الثـار دات ثـردا ـ يـا ضـفـدع بـنـت ضـفدعين اليكم تنقين لا الماء تكدرين ولاالشاربين تمنعين را سك فى الماء و ذنبك فى الطين ـ و الفيل و ما ادرا ك ماا لفيل له خرطوم طو يل ان ذا لك من خلق ربنا الجليل ـ و نحو ها من المضا حيك و كا نوا يطلبو ن منه الدعا للهما ت فيبر ك عليهم و يدعو هم فيجى بعكس ما يدعوا (سير) و كـتـب مـن مسيـلـمه رسول الله الى محمد ـ اما بعد فا ن الارض لنا نصف و لقريش نـصف و لـكـن القريش يعتدو ن ـ فكتب ﷺ من رسو ل الله الى مسيلمة الكذاب اما بـعـد فـان الارض لـلـه يـورثهـا من يشا ء من عباده و العاقبة للمتقين ـ وغلب على

جحر اليمامه و اخرج ثمامه عامل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتب ثمامة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و هو توفی فکتب الی الصدیق فوجه خالدا فقاتلوا و کان عدد بنی حنیفه اربعین الفاً فقتل من المسلمین الف و مأتان و من المشرکین نحو عشرین الفاً فلما رأوا خذ لا نها قالت لمسیلمه این ما تعدنا فیقول قاتلوا عن احسابکم و قتله الوحشی وابو د جانه (مجمع البحار۔ ص ۴۵۳)

یہ واقعات ایسے مسلّمہ ہیں کہ ان میں مرزائیوں کو بھی کلام نہیں ہے۔لہذا ان واقعات کے ثبوت پر زیادہ شواہد لانے کی ضرورت نہیں ہے۔تاہم ایک روایت صحیح مسلم اور اس کی شرح امام نووی اور کتاب مجمع البحار کی عبارات عربی میں نقل کی گئی ہیں جن کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اصحاب واحباب میں ایک صاحب خبیب تھے۔وہ دشمنوں کے قابو میں آئے اور ان کے قید رہے تو اس حالت قید میں اور اس وقت میں جبکہ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا ان کی کرامت ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالی نے انگوروں کا خوشہ ان کے پاس بھیج دیا، جس کو دشمنوں نے دیکھ بھی لیا۔پھر بھی ان کو قتل کرنے لگے۔تو انہوں نے دو نفل پڑھے اور یہ شعر کہے

ولست ابالی حین اقتل مسلماً علی ای شق کان فی الله مصرعی
وذالك فی ذات الاله و ان یشاء۔ یبارك علی اوصال شلوا ممزع

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان ہو کر قتل کیا جاؤں۔خواہ کسی پہلو پر اللہ کی راہ میں میرا گرنا ہو۔یہ میرا گرجانا خدا کی راہ میں ہے وہ چاہے تو میرے پارہ شدہ اعضا پر (قیامت کے دن) برکت کر دے۔

اس کے بعد وہ ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔مرزا قادیانی اس وقت ہوتا اور ان کی یہ حالت دیکھتا تو برملا کہتا کہ وہ خدا پرست صحابی نمازی حق پر نہ تھے جو کافروں کے ہاتھ سے مارے گئے۔وہ ظالم حق پر تھے جنہوں نے ان کو شہید کیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب غزوہ موتہ میں بے شمار زخم کھا کر شہید ہوئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عن عبد الله بن عمر فی قصة غزوة موته قال کنت فیهم فی تلك الغزوة فا لتمسنا جعفر بن ابی طالب فوجدناه فی القتلی فوجدنا فی جسده بضعاً و تسعین من طعنة و رمیة (بخاری ص ٥٨٦) و عن انس و عیناه تذرفان ۔ (بخاری۔ ص ٦١١)

مرزا قادیانی اس وقت ہوتا اور حضرت جعفر طیار کو زخمی اور آنحضرت ﷺ کو گریاں دیکھتا تو کہہ اٹھتا کہ حق پر وہی تھے جنہوں نے جعفر کو شہید کیا۔

مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ اعجاز احمدی کے صفحہ ٦٩ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ واقعہ کربلا میں امام حسین حق پر نہ تھے۔ حق پر ہوتے تو خدا کی طرف سے ضرور ان کو مدد ملتی جیسے کہ مرزا کو ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔
یہاں مرزا کے اصل اشعار اور مرزا ہی کا لکھا ہوا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے

و شتان ما بینه و بین حسینکم فانی اؤیّد فی کل آن و انصر
و اما حسین فاذکروا دشت کربلا الی هذه الایام تبکون فانظروا
و انی بفضل الله فی حجر خالقی اربّی و اعصم من لیامٍ تنمّروا
و ان یاتینی الاعداء بالسیف و القنا فوالله ان احفظنّ و اظفرو
و ان یلقنی خصمی بنار مذیبةٍ تجدنی سلیماً و العدوّ یدمّر

مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت تائید اور مدد مل رہی ہے
مگر حسین، پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو۔
اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنار عاطفت میں پوں پرورش پا تارہا ہوں۔ اور ہمیشہ لئیموں کے حملہ سے جو پلنگ صورت ہیں بچایا جاتا ہوں۔
اگر دشمن تلواروں اور نیزوں کے ساتھ میرے پاس آویں پس میں بخدا بچایا جاؤنگا اور مجھے فتح ملے گی۔
اگر دشمن ایک گداز کرنیوالی آگ میں مجھے ڈالے تو تو مجھے سلامت پائے گا اور دشمن ہلاک ہوگا

لفظ حسینکم (جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا حسین) صاف مشعر ہے کہ حضرت امام حسینؓ سے مرزا کا کوئی

تعلق نہیں ہے۔ یہ لفظ اس نے ایسا قلم سے نکالا ہے جیسا مالک بن نویرہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت حضرت خالدؓ بن ولید کو مخاطب کر کے لفظ صاحبکم کہا تھا جس سے خالد بن ولید نے سمجھا کہ مالک بن نویرہ کو آنحضرت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے وہ اسلام کے حکم زکوۃ کی تعمیل کا مانع ہو کر اسلام کے ایک پولیٹکل انتظام میں دخل انداز ہو رہا ہے۔

مرزا قادیانی ایک قصیدہ میں جو رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۷۵ میں مندرج ہو کر شائع ہوا، اقرار کر چکا ہے کہ حضرت امام حسین کے مخالف کفر اور ناحق پر تھے اور حق پر امام حسین ہی کی پارٹی تھی چنانچہ اس قصیدہ کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے اس امر کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے اور وہ شعر یہ ہے

ہر طرف کفر ست جوشان ہم چو افواج یزید

دین حق بیمار و بے کس ہم چو زین العابدین

اور اگر وہ یہ کہے کہ اس شعر کے مضمون سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور اب میری رائے یہی ہے کہ یزید حق پر تھا اور امام حسین ناحق پر تھے تو ہم اس واقعہ کو بطور حجت الزامی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کرتے ۔ پہلے کے واقعات کو اس کے الزام کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ تاہم اس واقعہ کو عام مسلمانوں کی نظروں میں جو امام حسین کو حق پر جانتے ہیں اور یزید کو ناحق پر، اس کے اصول ومقولہ: کہ سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا، کو جھوٹا کرنے کے لئے بڑی قوی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور اسی غرض سے ہم اس واقعہ کو معرض بیان میں لائے ہیں۔

اپنے خیال کی تائید میں جو مرزا نے آیت ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل کو پیش کیا ہے اس کا جواب دندان شکن حافظ محمد یوسف امرتسری نے رسالہ قطع الوتین میں لکھوا دیا ہے اور وہ رسالہ چھپ کر مشتہر ہو چکا ہے۔ اس رسالہ میں بہت سے لوگ بطور نظیر پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے جھوٹا دعوی الہام کیا اور وہ تئیس برس سے زیادہ رہے۔ مرزا قادیانی نے رسالہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴ میں سفید جھوٹ بولا ہے کہ اب تک حافظ صاحب نے کوئی نظیر پیش نہیں کی۔ اس کتاب (تحفہ گولڑویہ) کے جواب میں حافظ صاحب نے ایک اشتہار اواخر ۱۹۰۲ء میں مشتہر کیا اور اس میں صاف کہا کہ تمہارے مطلوبہ نظائر ہم ایک رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کر چکے ہیں، جلسہ ندوۃ العلما میں بمقام امرتسر آؤ اور ان نظائر پر بحث کر لو۔ اس پر مرزا نے سکوت کیا اور آج تک کوئی

جواب اس کا مرزا نے مشتہر نہ کیا۔ ہم اس مقام میں اس کا ایک اور جواب دیتے ہیں۔ ناظرین توجہ کریں اور اس میں مرزا کے اس استدلال میں دھوکہ بازی مشاہدہ کریں۔

مرزا نے تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۲ وغیرہ میں اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر وہ (آنحضرت ﷺ) ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوی سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کردیتے ہیں جو دنیا کیلئے ہلاکت سے راہیں پیش کرتا ہے، اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے۔

اور تحفہ گولڑویہ کے صفحہ۴ میں کہا ہے کہ یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جب ہی ٹھہر سکتا ہے جب کہ یہ قاعدہ کلی مانا جاوے کہ خدا تعالی اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے کبھی مہلت نہیں دیتا

پھر کہا کہ علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت ﷺ کی طرح ۲۳ برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔

اور اس سے پہلے اس تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۲ میں کہا ہے کہ آئمہ ومفسرین نے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا یہاں تک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی اس دلیل کو لکھا ہے۔اور اس کے صفحہ ۵ میں کہا ہے کہ ہزارہا نامی علما اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے ۔

اس کے جواب میں خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے محض دروغ ہے۔ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے جو مرزا نے بیان کیا ہے، نہ خدا تعالی نے اس بات کو جو آیت میں ارشاد ہوئی ہے بطور ایک عقلی استدلال کے (جو کسی قاعدہ کلیہ اور ملازمت عقلیہ پر مبنی ہو) کفار کے سامنے پیش کیا، نہ آئمہ مفسرین و ہزارہا نامی علماء و اولیاء نے کفار کے سامنے اس آیت کے مضمون کو بطور دلیل پیش کیا ہے، نہ شرح عقائد نسفی میں اس آیت کو یا صرف اس کے مضمون کو دلیل ٹھہرایا ہے۔مرزا ان مفسرین آئمہ و ہزارہا علما و اولیاء میں سے صرف پانچ سات کا نام ہی بتادے اور ان کی عبارتیں نقل کرے۔..

جس کتاب شرح عقائد نسفی کا اس نے نام لیا ہے ہم ذیل میں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس عبارت میں کہاں اس آیت کو دلیل ٹھہرایا ہے اور اس کی نسبت کہاں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت میں خدا نے عقلی استدلال کیا ہے اور اس کے مضمون کو قاعدہ کلی اور سنت الٰہی قرار دیا ہے۔

شرح عقائد نسفی (مطبوع مطبع انوار محمدی لکھنو ،صفحہ ۲۱۱،۲۱۲) میں کہا ہے:

و قد يستدل ارباب البصائر على نبوته بوجهين احدهما بالتواتر من احواله قبل النبوة و حال الدعوة و بعد تمامها و اخلاقه العظيمه، واحكامه الحكمية واقدامه حيث تحجم الابطال ووثوقه بعصمة الله تعالى في جميع الاحوال و ثباته على ماله لدى الاموال ؟؟ بحيث لم تجد اعدائه مع شدة عداوتهم و حرصهم على الطعن فيه مطعنا و لا الى القدح فيه سبيلا فان العقل يجزم بامتناع اجتماع هذه الامور في غير الانبيا و ان تجمع هذه الكمالات في حق من يعلم ان يفترى عليه ثم يمهله ثلاثا و عشرين سنة ثم يظهر دينه على سائر الاديان و ينصره على اعدائه و يجيء آثاره بعد موته الى يوم القيامة .

اہل نظر آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اور دو وجہ سے بھی استدلال کرتے ہیں وجہ اول آنحضرت ﷺ کے متواتر حالات ہیں (جو نبوت سے پہلے اور دعوت کے اثنا میں اور دعوت کے پوری ہو چکنے کے بعد ظاہر ہوئے)۔ اور دوم۔ آپ کے اخلاق عظیمہ اور سوم آپ کے احکام الٰہیہ اور چہارم آپ کا ایسے کاموں کی طرف نہایت دلیری سے متوجہ ہونا۔ جن سے بڑے بڑے بہادر جھجک جاتے ہیں۔ ۵۔ اور آپ کا ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی حفاظت کا بھروسہ ۔۶۔ اور آپ کا خوفناک حالتوں میں ثابت قدم رہنا۔ یہ امور ششگانہ ایسے طور پر آپ کے وجود باجود میں متحقق و مسلم ہیں کہ آپ کے دشمنوں کو باوجود شدت عداوت کے اور حرص طعن آپ کے امور مذکورہ کی نسبت طعن اور جرح کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہ وجہ اس لئے آپ کی نبوت پر دلیل ہے کہ عقل امور ششگانہ بجز انبیاء کسی شخص میں جمع ہونے کو محال جانتی ہے اور اس امر کو محال جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کمالات ششگانہ اس شخص میں جمع کر دے جس کو خود مفتری جانتا ہو۔ اور پھر یہ کمالات اس میں جمع کر کے تیئس برس تک اس کو مہلت دے اور پھر

اس کے دین کو دوسرے ادیان پر غلبہ عطا کیا کرے اور اس کے آثار دعوت جو اس کی موت کے بعد قیامت تک زندہ رکھے۔

ناظرین انصاف سے کہیں کہ اس عبارت میں آیت زیر بحث سے کہاں استدلال اور اس کا ذکر ہے اس میں تو آنحضرت ﷺ کے کمالات ششگانہ سے استدلال کیا ہے اور جو اس میں مفتری کے ۲۳ برس تک زندہ رہنے کو محال کہا گیا ہے تو وہ بھی نہ افتراء کی نظر سے بلکہ مفتری کے محل کمالات ششگانہ ہونے کی نظر سے جس کا صاف قطعی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مفتری ان کمالات ششگانہ کا مجمع نہ ہو تو اس کے مفتری ہو کر زندہ رہنے کو عقل محال نہیں جانتی۔ لہذا اس مفہوم کے ساتھ عبارت شرح عقائد دعوی مرزا کے مخالف ہوئی، نہ اس کے موافق و مطابق۔

شرح عقائد کے حوالہ میں مرزا کی دروغ گوئی جعل سازی ثابت ہوئی تو اب ہم آیت زیر بحث کا صحیح مطلب بتاتے ہیں۔ ناظرین آپ الفاظ آیت ملاحظہ فرما کر بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت میں نہ تو اللہ تعالی نے کوئی قاعدہ کلی بیان کیا ہے اور نہ اپنی قدیم سنت کا اظہار فرمایا ہے بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی ذات مجمع قدسی صفات اور محل اعلی واقصی کمالات کا یہ حکم وحال بیان کیا ہے کہ اگر یہ رسول ایسی صفات و کمالات کا مظہر و مجمع ہو کر پھر کوئی بات افتراء کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے جس کی وجہ وہی شرح عقائد میں بیان ہوئی ہے۔

اس کی نظیر سورۃ بنی اسرائیل (رکوع ۸) کی یہ آیت ہے:

و لو لا ان ثبّتنا ك لقد كد تّ تركن اليهم شيئاً قليلاً۔ اذاً لّاذقناك ضعف الحيوة و ضعف المماة ۔ ثم لا تجد لك علينا نصيراً

اس کی وجہ بھی وہی ہے جو عبارت شرح عقائد نسفی میں بیان ہوئی کہ آپ مجمع کمالات اور مورد اتم عنایات الہی تھے۔ آپ جیسے شخص کا خلاف حق کی طرف جھک جانا بھی مستوجب و مورد سزا ہوتا ہے۔ اس سے اور شخص کی نسبت، کہ جو اس درجہ کا مجمع کمالات نہ ہو، یہی حکم نہیں نکالا جا سکتا کہ اس کو بھی ذرا سا جھک جانے پر دوگنا عذاب ہو۔

ایسا ہی آیت زیر بحث میں آنحضرت ﷺ کو ان کے مجمع کمالات و مورد اتم عنایات الہی ہونیکی نظر

سے افتراء پر ہلاکت کا حکم سنانے سے دوسرے مفتریوں پر حکم ہلاکت نہیں نکالا جاسکتا اور نہ ہی واقعات اور ان کے مطابق قرآنی شہادت اس حکم کی اجازت دیتے ہیں۔ قرآن میں بہت سے لوگوں کو مفتری علی اللہ کہا ہے، و معھذا ان کو دنیا میں ہلاکت دینے کا حکم نہیں سنایا گیا۔ اور واقعات کو دیکھا جائے تو بیسیوں نہیں، سینکڑوں ہزارو ں ایسے اشخاص گزرے ہیں جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، جھوٹے مسائل وعقائد از خود بنا کر ان کو احکام خداوندی بتاتے ہیں، اور لوگوں میں پھیلاتے ہیں و معہذا مدتوں ہلاک نہیں ہوتے۔

ہم ایسے اشخاص اور ایسے واقعات، وقت نزول قرآن ہی سے پیش کرتے ہیں قرآن میں صدہا مشرکین عرب کا یہ افتراء بیان ہوا ہے کہ وہ از خود کئی جانوروں (بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حلال بتاتے اور پھر یہ کہتے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے یعنی ہم ان احکام میں خدا کی طرف سے مامور ہیں اور اس دعوی میں وہ خدا تعالی پر افتراء کرتے۔ ان کے اس افتراء کے ساتھ کسی مفتری کی نسبت قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان مفتریوں کو ہلاک کیا۔ بلکہ ان کو دنیا میں نفع دینے کا ذکر کر کے قیامت کے دن عذاب وعدم نجات کا ڈر سنایا۔

ولا تـقـولوا لما تصف السنتكم الكذ ب هذا حلال و هذا حرا م لتفتروا على الله الكذ ب لا يفلحو ن ۔ متا ع قليل ولهم عذا ب اليم ۔ (نحل)

و اذا فـعـلـوا فـاحشة قـالـوا و جد نا عليها آ با ء نا و الله امرنا بها۔ قل انّ الله لا يأمر بالفحشاء ۔ ام تقولون على الله مالا تعلمو ن (اعراف۔ ع ۳)

ناظرین یہ مشرکین کا وہی تـقـوّل عـلـى الله ہے جس کا آیت زیر بحث میں ذکر ہے آنحضرت ﷺ کو تو آپ کے کمالات مذکورہ کے سبب ہلاکت کا حکم سنایا گیا مگر کسی مشرک مفتری کی ٹانگ توڑنے کا ذکر بھی قرآن میں نہیں آیا۔

اور کوئی واقعہ تاریخ میں ایسا نہیں پایا جاتا کہ اس افتراء کے سبب کسی مشرک کو ہلاک کیا گیا ہو۔ صدہا یہودی ایسے گذرے ہیں جو احکام توریت کو بدلتے اور ان کی جگہ اپنے تراشیدہ احکام جاری کرتے اور کئی مسائل اعتقادی انہوں نے از خود بنا رکھے تھے۔ ازانجملہ حکم رجم کی جگہ زانی کا منہ کالا کرنا، اور اپنے گروہ کی

نسبت یہ اعتقاد کرنا کہ وہ صرف چالیس روز دوزخ کا عذاب بھگتیں گے، اورشریعت ابراہیمی میں ان کا خدا تعالی پر یہ افتراء کہ اونٹ کا گوشت ان کی شریعت میں حرام تھا۔ ان اعتقادات ومسائل کی نسبت خدا تعالی نے ان کو مفتری کہا مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان کو ہلاک کیا

فویل للّذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً۔ فویل لّھم ممّا کتبت ایدیھم و ویل لّھم ممّا یکسبون۔ و قالوا لن تمسّنا النّار الّا ایّاماً مّعدودةً۔ (بقرہ۔ع ۹)

و یقولون ھو من عند اللہ و ما ھو من عند اللہ و یقولون علی اللہ الکذب و ھم یعلمون (آل عمران)۔

و غرّھم فی دینھم ما کانوا یفترون۔ (آل عمران)۔

کلّ الطّعام کان حلاً لّبنی اسرائیل الّا ما حرّم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزّل التّوراة۔ قل فأتوا بالتّوراة فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ فمن افتری علی اللّہ الکذب من بعد ذالك فاولئك ھم الظّالمون (آل عمران۔ع ۱۰)۔

بلکہ ایک آیت میں صاف فرمادیا ہے کہ جولوگ خدا پر افترا کرتے ہیں ان کو نجات اخروی حاصل نہ ہوگی، دنیا سے وہ نفع اٹھائیں گے مگر انجام کار ہمارے طرف رجوع کریں گے تو ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے

قل انّ الّذین یفترون علی اللّہ الکذب لا یفلحون۔ متاع فی الدّنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشّدید بما کانوا یکفرون (یونس۔ع ۷)

ہمارے اس زمانہ میں سینکڑوں مولوی واعظ ایسے ہیں جو روپیہ دو روپیہ لے کر جھوٹے فتوی لکھتے ہیں۔ اور ممبروں پر بیٹھ کر خدا کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہیں جو اس نے نہیں فرمائی ہیں۔ یہ افتراء علی اللہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں سنا جس کو خدا نے اس افتراء کے سبب ہلاک کر دیا ہو۔

خدا تعالی کا جنرل رول (عام قاعدہ) سزادہی میں یہ ہے کہ ایسے کفر وشرک وافتراء وغیرہ گناہوں کی سزا قیامت پر رکھی ہے اور وہی دارالجزاء ہے۔ دنیا میں وہ کافروں ظالموں مفتریوں کو مہلت دیتا چلا آتا ہے۔ یہ

دنیا دار العمل ہے۔ اگرچہ بعض اوقات، بعض اشخاص اور اقوام کو وہ دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے۔ مگر یہ اس کا جنرل رول نہیں ہے۔ اس نظر سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: انّکم فی دا ر العمل و لا حسا ب و انتم غداً فی دار الحسا ب و لا عمل۔ رواہ البھیقی (مشکوۃ ۔ص ۴۳۶) لوگو! تم آج دار العمل میں ہو، تم سے پورا حساب نہیں لیا جاتا۔ اور کل کو تم دار الحساب میں پہنچو گے جہاں کوئی عمل نہ کر سکو گے۔

شائد مرزا قادیانی مضمون ان آیات کی نسبت یہ عذر کرے کہ جن مفتریوں کے افتراء کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے انہوں نے دعوی نبوت والہام نہیں کیا۔ اور میرا دعوی سزا ہلاکت کا انہی لوگوں کی نسبت ہے جو الہام و نبوت کے مدعی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحفہ گولڑ ویہ ص ۴ منقولہ بالا میں تو نے صرف دعوی نبوت و الہام پر دعوی سزا ہلاکت نہیں کیا، بلکہ ہر ایک جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد اور جھوٹے دعوی (جو ضلالت و کفر سے لوگوں کو ہلاک کرے) کیلیئے سزا ہلاکت تجویز کی ہے، اور یہی آیت قرآن کا مطلب بتایا ہے، اور آیت زیر بحث میں بھی ہر ایک... تقول علی اللہ پر وعید اھلا ك ہے، خاص کر دعوت نبوت میں تقول پر وعید نہیں آئی۔ اور دوسری آیات قرآن میں بھی ہر ایک افتراء علی اللہ کو جھوٹے دعوی نبوت اور جھوٹے دعوی وحی کے برابر شمار کیا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال او حی الیّ و لم یو ح الیہ شیء (انعام ع ۱۱) کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر کوئی افتراء کرے، یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہ ہو۔

اور جس حالت میں نہ آیت زیر بحث میں خاص کر دعوی وحی والہام میں افتراء کا ذکر ہے، اور نہ مرزا کی عبارت مذکورہ منقولہ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے، اور افتراء علی اللہ سبھی قسم کے ایک حکم رکھتے ہیں، لہذا آیات مذکورہ، مرزا کے دعوی کے رد و ابطال کیلیئے پوری حجت ہیں۔ مرزا اور اس کے اتباع میں کچھ شرم و حیا ہو تو آئندہ وہ یہ دعوی قلم یا زبان پر نہ لاویں گے کہ خدا پر افتراء کرنیوالہ اور لوگوں میں جھوٹی تعلیم پھیلانے والا، جھوٹے عقائد پیش کرنے والہ زندہ نہیں رہتا، اور آیت زیر بحث میں ہر ایک مفتری علی اللہ کا حکم بیان ہوا ہے۔

ان امثلہ کو پڑھ کر مرزا اور اس کے ہم خیال شرم و انصاف کریں گے تو اپنے اس اصول ومقولہ کو کہ سچا جھوٹے کے سامنے ہلاک نہیں ہوتا، ندامت کے ساتھ واپس لیں گے اور اگر وہ ہٹ دھرمی سے کام میں نہ

پس توامید ہے وہ مسلمان جوان کے اس اصول ومقولہ کے دھوکہ میں میں آکر موت کو ناحق ہونے کی دلیل سمجھ بیٹھے ہوں گے، اس دھوکہ سے نجات پائیں گے۔ان شاء اللہ تعالی۔مرزا اور اس کے بعض اتباع کا خوب موٹے تازے ہونا اور گوشت پلاؤ قورمے سے عیش اڑانا اور ہزاروں روپیہ کا مرزا کے پاس آنا اور اس کے تابعین کا نمبر بڑھتے جانا بھی مرزا کے حق ہونے دلیل نہیں ہے۔

بہت سے کفار اور فجار، مرزا اور اس کے اتباع سے بڑھ کر مالدار ہیں، ان سے بڑھ کر قوی وتوانا، عدد وجماعت میں ان سے بڑھ کر ہیں، جن کو مرزا بھی حق پر نہیں سمجھتا۔اور ان کی دولت وطاقت وجمیعت و کثرت کو دلیل حقانیت خیال نہیں کرتا۔اور قرآن وحدیث کا بھی یہی صاف اور قطعی فیصلہ ہے کہ دولت، مال دنیاوی اور صحت وطاقت جسمانی اور کثرت وجمیعت عددی، کفر ومعصیت کے ساتھ (جو مرزا کی حالت ہے) خدا تعالی کے نزدیک کچھ اعتبار ووقعت نہیں رکھتی اور حق پر ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ ایسی دولت ایسی صحت وطاقت ایسی کثرت وجمیعت، کافروں فاسقوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور اس کے برخلاف ایمان اور اطاعت کے ساتھ فقیری مسکینی بیماری اکثر انبیاء اور ان کے صادق پیروان کا حصہ اور ورثہ ہے۔

ایسے مال دولت وآسائش دنیاوی کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ ایک آیت میں یوں ہے

و لو لا ا ن یکون الناس امۃ وا حدۃ لجعلنا لمن یکفر با لر حمن لبیو تھم سقفا من فضہ و معا ر ج علیھا یظھرو ن ۔ و لبیو تھم ابوابا و سررا علیھا یتکئو ن ۔ و زخرفا، و ان کل ذا لک لما متا ع الحیوۃ الد نیا ، و الآ خرہ عند ر بک للمتقین ۔ (ز خر ف ۔ ع ۳) اگر (سب کافروں کے اہل ثروت ہونے سے) یہ نتیجہ نہ نکلتا کہ تمام لوگ کافر ہو جاتے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں چاندی کے بنا دیتے اور ان کے دروازہ اور تخت بھی جن پر ٹیک لگاتے ہیں چاندی کے کر دیتے۔اور سونا، مگر یہ سب چیزیں دنیا کے اسباب ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے عاقبت کی نعمتیں ہیں۔

اور ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دنیا کی قدر ومنزلت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا: قا ل رسو ل اللہ ﷺ لو کا نت الد نیا تعد ل

عند الله جناح بعوضة ما سقی کافراً شربة من ماء ۔(رواہ احمد)

ایک متفق علیہ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا، تو ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والے اکثر مسکین ہی ہیں قمت علی باب الجنة فاذا عامة من دخلها المساكين (مشکوۃ ۔ ص ۴۳۸)

اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دنیا (کے عیش) سے ایسا بچاتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے قال رسول الله اذا احب الله عبداً حماه الدنيا كما يظل احدكم يحمي سقيمه الماء رواه احمد ، (مشکوۃ۔ ص ۴۴۰)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل کو ملک یمن میں (اپنا کاردار بنا کر) بھیجا تو یہ فرمایا کہ عیش اڑانے سے بچو۔ خدا تعالی کے مقبول بندے عیش نہیں اڑایا کرتے

و عن معاذ ان رسول الله لما بعث به الى اليمن قال اياك و التنعم فان عباد الله ليسوا بمتعمين۔ رواه احمد (مشكوة ۔ص ۴۴۱)

ایک حدیث میں فرمایا کہ مومن کو دنیا میں اس کی نیکی کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی ۔ اور کافر کو صرف دنیا میں نیکیوں کے بدلے کھانے کو مل جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی نہیں رہتی جس کا وہ بدلہ وہاں پاوے عن انس قال رسول الله ﷺ ان الله لا يظلم مومناً حسنة يعفی بها فی الدنيا و يجزی بها فی الآخرة و اما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله فی الدنيا حتی اذا فضی الی الآخرة لم يكن له حسنة يجزی بها ۔ رواه مسلم ۔ (مشكوة۔ ص ۴۳۱)

اس حدیث کی نظر سے اکابر صحابہ کو کچھ اچھا کھانے پینے کو ملتا تو وہ ڈر کر اس کو چھوڑ دیتے ۔

عن ابی هريرة ان عبد الرحمن بن عوف اتی بطعام و كان فقال قتل مصعب بن عمير و هو خير منی كفن فی بردة ان غطی راسه بدت رجلاه و ان غطی رجلاه بدء راسه و اراه قال و قتل حمزه و هو خير منی تم بسط لنا من الدنيا ما بسط او قال

اعطینا من الدنیاما اعطینا قد خشیت ا ن تکو ن حسنا تنا عجلت لنا ثم جعل یبکی و تر ك الطعا م ۔ (بخاری ۔ ص ۶۷۰) ۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل ہے کہ وہ روزہ دار تھے، جب افطار کے وقت (عمدہ) کھانا اس کے پاس آیا تو وہ بولے کہ مصعب بن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے تو ایسی چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے اگر ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پھر ایسا ہی حمزہ کی نسبت کہا اور یہ فرمایا کہ پھر ہم کو دنیا میں فراخی عطا ہوئی۔ ہم کو ڈر ہے کہ کہیں (کافروں کی طرح) ہماری حسنات کا بدلہ دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو۔ اور پھر رونے لگے اور کھانا کھانا ترک کیا۔

عن زید بن اسلم انه قال استسقی یو ماً عمر فجیء با لماء قد ثیب بعسل فقال انه لطیب لکنی اسمع الله نعی علی قوم شهوا تهم فقال اذهبتم طیبا تکم فی حیو تکم الد نیا و استمتعتم بها فا خا ف ا ن تکو ن حسناتکم قد عجلت لنا فلم یشر به ۔ روا ه رزین ۔ (مشکوه ۔ص ۴۳۸) ۔

ایسا ہی حضرت عمرؓ سے ایک حکایت مروی ہے کہ ان کے پاس شہد کا شربت آیا تو آپ نے ایسا ہی فرمایا اور وہ شربت نہ پیا۔

خود جناب سرور کائنات ﷺ کا یہ حال رہا: عن عا ئشه ما شبع آ ل محمد من خبز شعیر یو مین (مشکوۃ۔ص ۴۳۸) کہ آپ نے دو روز متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

و عنها کنا ننظر الی الهلا ل فی الشهرین ما اوقدت فی ابیا ت رسول الله ﷺ نار (بخاری۔ص ۹۸۶) دو دو مہینے تک بھی آپ کی دولت سرا میں چولھے میں آگ نہ جلائی جاتی

و عنها و البیو ت یو مئذ لیس فیها مصا بیح (بخاری۔ص ۷۳)۔ کئی شب ان کے گھروں چراغ نہ جلایا جاتا۔

و عنها سئلت حفصه ما کا نت فرا ش رسو ل الله فی بیتك قالت ... جس بستر پر آپ سوتے تھے وہ ٹاٹ کا تھا۔

عن ابی هریره قا ل اخر ج الینا عا ئشه کساءً و ازاراً غلیظاً فقا لت فی هذ ین قبض

روح رسول الله و فی روایة ... (بخاری ص ۲۳۸ و ۸٦۵)، جس جوڑا پارچات میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا وہ پیوندوں سے توبرتو تھا۔

ان آیات واحادیث کو دیکھ کر کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس شخص کے پاس بہت سا مال وروپیہ آوے اور وہ اس روپیہ سے عیش اڑاوے وہ حق پر ہوتا ہے اور جو غریب مسلمان مسکین ہو وہ ناحق پر ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

صحت وطاقت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ

و ایوب اذ نادی ربه انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین ۔ (الانبیا، ع ٦)۔ حضرت ایوب نے خدا کو پکارا کہ الٰہی مجھے دکھ پہنچا ہے تو ہی رحم کرنے والا ہے ۔(ایوبؑ کے تمام بدن پر امراض کا تسلط ہونا عموماً مسلمانوں کو معلوم ہے)

عن سهل بن سعد سئل النبی ای الناس اشد بلاءً قال الانبیا ثم الامثل فالامثل یبتلی رجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتف بلاه و ان کان فی دینه رقبة هون علیه فما زال کذالك حتی یمشی علی الارض ماله ذنب ۔ رواه الترمذی ۔ (مشکوة ص ۱۲۸) ۔آنحضرت سے کسی نے پوچھا کہ سب لوگوں سے سخت کون مبتلا بلاء ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔انبیاء ہوتے ہیں، پھر جوان کے بعد بہتر ہوں، پھر جوان کے بعد بہتر ہوں۔آدمی اپنے دین کے مطابق مبتلا بلاء ہوتا ہے اگر اس کا دین مضبوط ہے تو بلا سخت آتی ہے اگر دین ہلکا ہو تو بلا بھی ہلکی آتی ہے وہ اسی طرح مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر ایسا ہو کر چلتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں رہا۔

عن کعب بن مالك قال رسول الله و مثل المومنین مثل الخابة من الزرع تفیها الریاح تصرعها مرة و تغدلها اخری حتی یاتی اجله و مثل المنافق کا الارز المجذبه التی لا یصیبها شیء حتی یکون الخعافها مرة واحده ۔ متفق علیه ۔ (مشکوة ص ۱۲۷) کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مومن کی مثال کھیتی کی نالی؟ جیسی ہے جس کو ہوائیں ادھر ادھر ہلاتی اور گراتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی اجل پہنچ جاتی ہے۔اور منافق کی مثال درخت سرو کی مثال ہے جو

سیدھا کھڑا رہتا ہے اس کو کوئی چیز نہیں گراتی یہاں تک کہ وہ یکبارگی جڑ سے اکھاڑا جاتا ہے۔

ان آیات واحادیث کو دیکھ کر کوئی مومن نہیں کہہ سکتا کہ جو شخص ہمیشہ ہٹا کٹا موٹا تازہ رہے وہی حق پر ہوتا ہے اور جو بیمار و ناتوان ہو وہ ناحق پر ایسی کثرت وجمعیت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ یوں ہے

و ما اکثر الناس و لو حر صت بمؤ منین ۔(یو سف ۔ع ۱۱) ۔ بہت لوگ اگرچہ تو حرص کرے، مومن نہ ہوں گے۔

و قلیل من عبادی الشکور ۔(سبا ۔ ع ۲) ۔ میرے شکرگزار بندے (ناشکر کفار کی نسبت) تھوڑے ہوتے ہیں۔

عن ابن عباس قال خرج رسول الله ﷺ یوما فقال عرضت علی الامم فجعل یمر النبی و معه الرجل و النبی و معه الرجلان و النبی و معی الرهط و النبی و لیس معه احد فرئیت سوادا کثیراً سدا لافق فرجوت ان تکون امتی فقیل هذا موسی فی قومه ثم قیل لی انظر هكذا فرأیت سوادا کثیرا سدا لافق فقیل هو لاء امتك ۔ متفق علیه (مشكوة) کہ آنحضرت ﷺ ایک دن تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں۔ پھر شروع میں ایک نبی گذرا جس کے ساتھ اس کے ماننے والوں سے صرف ایک مومن مرد تھا۔ پھر وہ نبی جس کے صرف دو آدمی مومن تھے۔ پھر وہ نبی جس کے ساتھ نو یا دس آدمیوں کا ٹولہ تھا۔ پھر وہ نبی جس کے ساتھ ایک مومن بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک جماعت کثیر کو دیکھا جس نے ایک کنارہ آسمان کو روک لیا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی تو مجھے کہا گیا کہ یہ موسی اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ تو آگے نظر کر۔ میں نے دیکھا تو ایک جماعت کثیر نظر آئی جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا۔ پھر کہا گیا کہ ادھر ادھر دیکھ تو میں نے جماعت کثیر دیکھی جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا پھر مجھے کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے۔

یہ کثرت جو حضرت موسی اور اپنی امت میں آپ نے دیکھی ہے یہ دیگر انبیاء کی نسبت تھی، نہ تمام دنیا کے کافروں کی نسبت۔ تمام دنیا کے کفار، آنحضرت ﷺ کی امت کی نسبت بھی عدد میں بہت ہیں... کیا اس سے

مرزا اور اس کے ہم خیال یہ نتیجہ نکالیں گے کہ حضرت نوح کے اور آنحضرت کے مخالف حق پر ہیں۔ اس دلیل سے تو مرزا منفعل نہ ہوگا۔ ہم اس کے انفعال کیلئے اس کا وہی شعر پیش کرتے ہیں جس کو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں

ہر طرف کفر است جو شان ہم چو افواج یزید

دین حق بیمار و بے کس ہم چو زین العابدین

کیا اس شعر کو سن کر بھی وہ اپنی جماعت کے بڑھتے جانے پر فخر کرے گا اور اس کی تعداد اٹکل پچو لاکھ دو لاکھ بتا کر اس کو اپنی حقانیت کی دلیل ٹھہرائے گا؟

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۲۰ ص ۵ تا ۱۵۵ مختصراً)

قادیانی پیش گوئی بابت زلزلہ پر بٹالوی تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے آخری برسوں میں پنجاب میں زلزلہ آیا تو انہوں نے حسب معمول دعوی فرما دیا کہ یہ واقعہ ان کی پیشگوئی کے مطابق ہوا ہے اور ان کی صداقت کا نشان ہے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ایک مفصل مقالہ تحریر فرما کر مرزا صاحب کی دعوی کی تردید فرمائی۔ یہ مقالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحات ۲۸۴ تا ۳۴۸ میں شائع ہو۔ ہم اس مقالے کو مناسب قطع و برید کے بعد نذر قارئین کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اس مقالے کی ابتدا ان آیات سے فرماتے ہیں:

و ما نرسل بالآیات الا تخویفاً۔ و ما اصابکم من مصیبةٍ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔ و ما انتم بمعجزین فی الارض و ما لکم من دون الله من ولیّ و لا نصیر

اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ جو زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں اور اس سے کچھ پہلے مدراس میں اور اس سے پیشتر کشمیر و پشاور میں اور دو یا تین سال کا عرصہ ہوا ہے،

نیویارک میں اور ایک مدت پہلے لزبن میں، اور اس سے بہت پیشتر اٹلی کے دوشہروں، پمپی اور ہرکولیم میں واقع ہوا ہے، عام دنیا اور خاص کر اخباری اور علمی دنیا کو معلوم ہے۔ اور اس زلزلے کے جو طبعی یا نیچرل اسباب بیان کیئے جاتے ہیں (کہ وہ بخارات زمین کا زور سے نکلنا، یا آتش فشاں پہاڑوں کے آتشیں مادے کا حرکت کرنا ہے) وہ بھی طبیعاتی سائنس کے جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ مذہب نے ان اسباب کا نہ تو اثبات کیا ہے اور نہ نفی۔ اور کسی آسمانی یا روحانی مذہب کا یہ فرض منصبی بھی نہیں کہ کائنات، وحوادث عالم (کون وفساد کے اسباب وانیات) سے بحث کرے۔ اس کا فرض منصبی تہذیب الاخلاق وتعلیم توحید واخلاص وعبادات واصلاح معاملات ہے۔ اور اس مدعا کیلئے کائنات وحوادث عالم کے اغراض وفوائد ولمیات کا بیان کرنا کافی ووافی ہے۔ سو اسلام نے ایسا بیان کر دیا ہے کہ نہ تو کسی اور مذہب آسمانی نے بیان کیا ہے اور نہ وہ انسانی طاقت سے بیان ہوسکتا ہے۔ دنیا کی ہر ایک چیز (ذرہ ہے خواہ وہ آفتاب، چیونٹی ہے یا پہاڑ) ایک آیت یعنی نشانی قدرت ودلیل وحدت خالقیت خالق ہے، اور اس دنیا کو اسی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے کہ وہ ذات وصفات باری پر ایک علامت ہے۔

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

انہی آیات سے زلزلہ بھی ایک آیت ہے جس کے دنیا میں ظاہر کرنے سے غرض آیت نمبر اول میں بیان ہوئی جسکو ہم نے زیب عنوان کیا ہے وما نرسل بالآیات الا تخویفا اور اسکا مضمون ہے کہ ہم آیات اسلیئے بھیجتے ہیں کہ دنیا ان کو دیکھ کر ڈر جاوے اور خدا کی عظمت وجبروت کو پیش نظر رکھ کر اسکے گناہوں سے بچے۔

دوسری آیت زیب عنوان وما اصابکم من مصیبۃ فبماکسبت ایدیکم میں فرمایا ہے کہ لوگو! جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کی شامت ہے۔ اور ہنوز بہت سے تمہارے اعمال بد سے خدا درگذر ہی کرتا ہے۔ تم ان مصیبتوں سے بچنے کیلئے زمین میں بھاگو، تو بھاگ نہ سکو گے اور بجز خدا تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ یعنی ان مصیبتوں سے بچنا ہو تو خدا تعالی ہی کی طرف رجوع کرو اور گناہوں سے تائب ہو۔ خدا تعالی تم پر رحم کرے گا اور ان بلاؤں کو ٹلا دے گا۔

ایک اور آیت میں فرمایا: ولو یؤاخذ اللّٰہ النّاس بما کسبوا ما ترك علی ظھرھا من دابّۃ ولکن یّؤخّرھم الی اجل مّسمّی ۔ فاذا جاء اجلھم فانّ اللّٰہ کان بعبادہ بصیراً (فاطر۔

ع ۵) اگر خدا لوگوں کو ان کے اعمال بد پر پورا مواخذہ کرے تو پشت زمین پر ایک چلنے والے کو نہ چھوڑے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ زلزلے کا روحانی سبب بندوں کے گناہ اور اعمال بد ہیں۔ اور اس سے بچنے کا ذریعہ اور علاج بجز انا بت الی اللہ اور توبہ اور کچھ نہیں ہے۔ توبہ دل سے ہو، اور بندوں کے اعمال اس کے مطابق ہو جاویں تو خداوند رحیم وکریم سے امید ہے کہ وہ آئندہ ایسی بلاؤں کو ٹلاتا ہے۔ جو لوگ کلمہ گو اور مسلمان کہلاتے ہیں اور دین اسلام کے زبان سے مدعی ہیں، اور اس کی حمایت وحمیت کا دم بھرتے ہیں وہ کھلے بند، احکام وعقاید اسلام وقرآن سے انکار کررہے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ کو جو اسلام کا رکن ثانی ہے، صاف طور پر رد کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں زلزلوں یا اور بلاؤں کا نازل ہونا کون سا تعجب کا محل ہے؟ محل تعجب تو یہ ہے کہ لوگوں کا یہ حال ہے اور پھر وہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر و لائق تعریف مہاراج کرشن قادیان ہیں جو اپنے آپ کو فدائے اسلام قرار دیتے ہیں اور اسلام کی حمایت وحمیت میں تمام دنیا کے اہل مذاہب کے مقابلے کیلئے کھڑے ہیں۔ وہ سال ہا سال سے، باوجودیکہ زبان سے جھوٹ کو بہت برا کہتے ہیں اور اس کو نجاست قرار دیتے ہیں مگر دل سے اور عملی طور پر اس پر ایسے مفتون ہیں کہ گویا اس کے دل دادہ اور عاشق زار ہیں۔ آپ نئے دن خدا پر اس قسم کے افتراء کرتے ہیں کہ خدا نے مجھے نبی کیا، مجھے مسیح موعود ومہدی مسعود بنا دیا ہے۔ مجھ پر فلاں پاک وحی ہوئی ہے اور میں نے خدا سے الہام پا کر ہزار ہا پیشین گویاں کی ہیں جو سب کی سب سچی نکلی ہیں۔ و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ با او قال او حی الیّ و لم یوح الیہ شیء (انعام۔ع ۱۱) اور یہ افتراء علی اللہ ایسا سخت ظلم ہے کہ بشہادت آیت منقولہ بالا اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔

قادیانی اشتہار، الدعوت کا تجزیہ

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے افتراء کی ایک مثال یہ ہے کہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے سے آپ کو سابق افتراء پردازیوں پر ندامت اور توبہ نصیب نہ ہوئی، بلکہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر اسے اپنی صداقت کی دلیل اور مسیح موعود و ملہم ہونے کی نشانی بنا لیا اور ۵۔اپریل ۱۹۰۵ء کو

ایک اشتہار بعنوان الدعوت شائع کر کے اس میں آپ نے سبب زلزلہ تو لوگوں کی معصیت اور دنیا پرستی اور بے ایمانی کو ٹھہرایا مگر خود اسی اشتہار میں معصیت دروغ گوئی کا ارتکاب کیا اور اللہ پر افتراء کر کے یہ کہا:

چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے، اسلئے میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے، اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اور یہ ٹھٹھا اور لعن وطعن حد سے گذر گیا ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں ان سے جنگ کرونگا اور میرے دو حملے ان پر ہوں گے جو ان کے خیال وگمان میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملوں سے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں۔ اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ پس تم سوچ کر دیکھو کہ یہ دن کیسے ہیں۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ سچ کہو۔ کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادوں نے سنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا۔ اور جس طرح ابھی ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلوں کو ہلا دیا اور عام نقصان پہنچا دیا اور لوگوں کو دیوانہ سا کر دیا، کبھی پہلے بھی تم نے یا تمہارے بزرگوں نے اس ملک میں دیکھا تھا۔ اور یاد رکھو کہ یہ تمام واقعات صرف تکلف اور بناوٹ سے پیشگوئیاں قرار نہیں دیئے گئے، بلکہ سال ہا سال اس کے وجود سے پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں جو میری تالیف ہیں، یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ اور یہ تو پرانی باتیں ہیں ممکن ہے اکثر لوگوں کو بھول گئی ہوں گی کیونکہ غفلت اور عداوت اور بدظنی، یہ تینوں جس جگہ اکھٹی ہو جائیں وہاں حافظہ کب درست رہ سکتا ہے۔ خدا کے وعدہ بھی ایمان داری سے ہی یاد رہتے ہیں۔ ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو، وہ ہزار نشانوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ کر ایسا دل سے اتار دیتا ہے جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینک دیا جائے۔ غرض میں اس وقت پرانی پیش گوئیوں پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ میں ان پیشگوئیوں کو پیش کرتا ہوں جن کے شائع

کئے جانے پر قریباً ایک مہینہ گذرا ہے۔ دیکھو میرا اشتہار الوصیت جس کو میں نے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع کیا تھا ۔ یہی اشتہار الحکم نمبر ۷ جلد ۹ کے صفحہ ۱۱ پر ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ کالم میں ۲ میں وہی الہام موجود ہے۔

ان پیش گوئیوں میں سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ۲۶ فروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جس کی صبح کو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء تھی میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت مقاموں پر، اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی اور پھر مارچ کے مہینے میں خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دیکھایا جائے گا اور یہ پیش گوئی بھی اس الحکم ۲۴ مارچ میں شائع ہو چکی ہے۔

اب اے عزیزو! سوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء صبح کو اس ملک میں ظاہر ہوا وہی نشان نہیں ہے جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے۔،

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس اشتہار میں مرزا قادیانی کا دعوی کہ زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء میرے مرسل ہونے سے انکار کی وجہ سے آیا ہے، محض افتراء علی اللہ ہے جو اس کی پرانی عادت ہے۔ دنیا میں جو حادثہ وقوع میں آتا ہے (کوئی مر جائے یا کوئی بیمار ہو جائے، کہیں طاعون پڑے، کبھی چاند سورج کو گرہن لگے) تو کرشن قادیانی ان سب واقعات کو اپنی ہی کرامت بنالیا کرتے ہیں۔ اور اپنی نبوت و مسیحیت کی دلیل بنالیتے ہیں۔ ان کے پچھلے افتراءات کی تفصیل وتردید ہم سالہائے گذشتہ میں بخوبی کر کے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ ایسے شخص کا، اور اس عمل و اعتقاد کے انسان کا، خدا کی طرف سے ملہم اور اس کے شرف خطاب سے مشرف ہونا، ناممکن و محال ہے۔ اس کو ملہم مانا جاوے تو پھر کسی صادق ملہم، نبی یا ولی کا الہام، قابل اعتبار نہیں رہتا۔ اور وحی و الہام سے یک قلم امان اٹھ جاتی ہے۔ اس مقام میں ہم قادیانی کے اشتہار دعوت کا کذب اسی اشتہار کی شہادت سے ثابت کرتے ہیں۔

اس اشتہار الدعوت میں کرشن جی نے یہ دعوی کیا ہے کہ:

میں نے اشتہار الوصیت میں جو مستقل طور پر اور فلاں فلاں اخبار میں اور ریویو آف ریلجنز میں شائع ہوا ہے اس زلزلے کی خبر دے دی تھی۔ یہ میرا وہی نشان ہے جس کی خدا نے شب ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو مجھے خبر دی تھی۔ اور میں نے وہ خبر ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو اشتہار الوصیت میں اور اس سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کر دی تھی۔،

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، واہ صاحب واہ! الہامی خبر تو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو ملے اور اس کی اشاعت پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں ہو جاوے؟ اشتہار الوصیت اس وقت ہمارے سامنے ہے اور ریویو آف ریلیجنز ہمارے ہاتھ میں ہے اور براہین احمدیہ ہماری میز پر ہے۔ اشتہار الوصیت اور براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کا نام ونشان نہیں ہے۔ عبارت الوصیت و براہین کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں اور کرشن جی کی دروغ گوئی کی ناظرین سے تصدیق چاہتے ہیں۔

الوصیت: قال اللّٰہ عزّ و جل قل ما یعبئو ا بکم ربّی لولا دعاء کم (ان کو کہہ کہ میرا خدا تمہاری کیا پرواہ رکھتا ہے اگر تم بندگی نہ کرو اور دعا میں مشغول نہ رہو)

دوستو! خدا تعالی آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے، آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں، جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں، خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدّیار محلّھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت، امن کی جگہ۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰ و ۲۱ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۲۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں، بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے، میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے، میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس زمانے کی نسل کیلئے نہایت مصیبت کا وقت آ گیا ہے۔ اب اس دریا سے پار ہونے کیلئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔

مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ اب دکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد آپ (مرزا) نے لوگوں کو توبہ واستغفار اور صدقہ وخیرات کی رغبت دلائی ہے۔ اس کے بعد آپ (مرزا) نے فرمایا: خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی مجھے خبر دی تھی اور براہین احمدیہ میں یہ شائع ہو چکی ہے۔

اور اس الہام کی اصل عبارت ایک اور اشتہار میں جو بعنوان الانذار آپ نے شائع کیا ہے، یہ نقل کی ہے: و اصنع الفلك باعيننا و وحينا ولا تخاطبني في الّذ ين ظلموا انّهم مغرقو ن

اور اس کا ترجمہ رسالہ دافع البلاء کے حاشیہ صفحہ ۶ میں ان الفاظ سے کیا ہے:

یعنی ایک کشتی میرے حکم سے اور آنکھوں کے روبرو بنا، جوان کو مرنے سے بچائے گی۔ جو ظلم اور سرکشی اور بدکاری اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، میرے آگے ان کی سفارش نہ کر وہ غرق کئے جائیں گے۔

اور متن رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۶ سطر ۳ میں اس پیش گوئی کو متعلق طاعون قرار دیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ: بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی ہے۔

اور پھر اسی کے حوالہ میں حاشیہ منقولہ بالا تحریر کیا ہے۔ اس رسالہ دافع البلاء کے بعد آپ (مرزا) نے رسالہ کشتی نوح بنایا۔ تو اس میں بھی یہی جتایا ہے کہ جو کشتی بنانے کا حکم ہے وہ اسی طاعون سے بچنے کیلئے ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) اب کرشن جی کا یہ قول کہ میں نے براہین اور الوصیت میں زلزلہ کی خبر دی تھی، دروغ نہیں تو اور کیا ہے؟ اشتہار الوصیت میں اور الہام مذکور براہین احمدیہ میں زلزلہ کا ذکر یا اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ اور کرشن جی کا اشتہار الوصیت میں یہ کہنا: کیا زلزلہ جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو ظاہر ہوا وہی نشان نہیں ہے جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی تھی۔، ایسا جھوٹ ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر جھوٹ نہ ہوگا۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ جو معنی الہام موتا موتی اور عفت الدّ یار محلّها و مقا مها کے اشتہار الوصیت میں کرشن جی نے خود بیان کئے ہیں کہ اس سے طاعون مراد ہے۔ اس کو بعد وقوع زلزلہ ۴۔

اپریل ۱۹۰۵ء خود ہی غلط قرار دیتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ پھر اس غلطی کا اعتراف نہیں فرماتے اور یہ نہیں کہتے کہ پہلے ہم یا ہمارا ملہم بھول گئے تھے اور غلطی سے اس کے معنی طاعون بیان کئے تھے۔ بلکہ ان معنوں سے آنکھ بند کر کے اور اپنے مریدوں کی آنکھوں میں خاک دھول بھر کر اشتہار الانذار میں فرماتے ہیں:

وہ پہلی پیش گوئی جو میں نے الحکم اور البدر میں حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک میں شائع کر کے خبر دی تھی کہ ملک میں بڑی تباہی پیدا ہوگی، اور شور قیامت برپا ہوگا اور یک دفعہ موتا موتی ظہور میں آجائے گی۔ دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا، اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ پیشگوئی مذکورہ اخبار الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی۔ اور پیش گوئی مذکور یہ ہے عفت الدّیار محلّھا و مقامھا یعنی بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئے گی جس سے مکانات بے نشان ہو جائیں گے اور ان مکانوں اور گھروں کا پتہ نہ ملے گا کہ کہاں تھے۔ دیکھو کیسی صفائی سے یہ خدا کی باتیں پوری ہوگئیں۔ اگر تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہیں، کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا اے عزیز و اس کے یہی معنے ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام ونشان نہیں رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی تھی اس کے تو یہ معنے ہیں کہ نہ خانہ رہے گا اور نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمودہ جس طور سے اور جس صفائی سے پورا ہو گیا، آپ صاحبوں کو معلوم ہے۔ اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں بھی خبر دی گئی تھی۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) اس عبارت کو پڑھ کر اور تنسیخ یا تغلیط معنی مفسرہ ومبینہ اشتہار الوصیت کو دیکھ کر یہ مثل یاد آتی ہے:

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید   برکلہ خود باید زد

اور بے ساختہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر الہام موتا موتی اور عفت الدّیار محلّھا و مقامھا سے آپ کے ملہم کی مراد یہی زلزلہ تھا تو پانچ مہینے سے بلکہ زمانہ تالیف دافع البلاء (۱۹۰۳ء) سے، بلکہ زمانہ تالیف براہین احمدیہ پچیس برس سے ملہم نے آپ کو جہالت میں کیوں رکھا۔ اور اشتہار الوصیت میں آپ کی تفسیر طاعون کی غلطی کو کیوں ظاہر نہ کیا؟

معلوم ہوتا ہے آپ کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) احمق ہے، یا مسخرہ ہے جو سال ہا سال اپنے الہاموں کے معنی در بطن خود رکھتا ہے۔ آپ کو ان معنوں سے اطلاع نہیں دیتا۔ اسی واسطے آپ ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اور جیسے واقعات پیش آتے ہیں ویسے معنی آپ بنا لیتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کے شتہار الوصیت میں جو عربی فقرہ عفت الدیار محلها و مقامها الہام قرار دیا گیا ہے یہ ایک شعر جاہلیت سے چرایا ہوا مصرع ہے۔ عربی دان بھی اس فقرہ کے معنی سمجھ نہیں سکتے جو کہ کرشن مہاراج نے معلم الملکوت سے الہام پا کر خود ہی بیان کئے ہیں کہ: نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت امن کی جگہ

عرب کے عربی جاننے والے اس فقرہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں پاتے جس کے معنی سکونت کے ہوں اور نہ وہ کوئی فاعل سکونت اس فقرہ میں دیکھتے ہیں۔ لفظ محلها و مقامها میں جو ضمیر مجرور (ھا) ہے اس کا مرجع تو اس فقرے میں لفظ دیار کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ اور دیار ایسی اشیا ہیں جو محل سکونت ہیں، نہ کہ فاعل سکونت۔ فاعل سکونت تو ساکنین ہیں جن کا اس فقرے میں نام ونشان نہیں ہے۔ ہے تو بطن قائل (قادیانی یا اس کے ملہم) ہی میں ہے۔

اصل بات یہ کہ آپ نے یہ مصرع چرا تو لیا مگر پھر آپ کو سوجھا کہ عفت الدیار کے بعد محلها و مقامها کہنا بے معنے اور فضول تک بندی ہے اور اگر محلها کو دیار سے بدل ٹھہرا کر اس کے معنی کچھ بن جائیں کہ گھروں کا محل بھی نظر نہ آئے گا کہ وہ کہاں تھے تو مقامها کا کوئی مطلب نہ نکلے گا، کیونکہ گھر اپنے محل چھوڑ کر دوسرے مقام عارضی میں نہیں جایا کرتے۔ شائد اس لئے آپ نے ساکنین کی جائے سکونت عارضی کا لفظ اس کے معنوں میں داخل کر دیا اور یہ نہ سمجھا کہ سکونت وساکنین کا لفظ اس معنے کی تصحیح کیلئے کہاں سے آئے گا؟

وہ لوگ کہاں ہیں جو کرشن جی کی عربی دانی کو معجز جانتے ہیں۔ وہ تشریف لائیں اور وہ اس عربی کا ان معنی میں صحیح ہونا ہی ثابت کر دکھائیں۔ (جن معنے میں اصل شاعر نے یہ لفظ استعمال کیا ہے وہ صحیح ہیں۔ مگر یہ مقام اس کی تفصیل کا محل نہیں۔ محمد حسین)

بعض بے علم اور عربی سے ناواقف کہا کرتے ہیں کہ کرشن جی کی عربی کا مقابلہ کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

اس کا جواب ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عالم عربیت اس کی عربی کو عربی نہیں جانتا، اور اس کو مخاطب صحیح خیال نہیں کرتا۔ ان کو ننگ و عار ہے کہ اس جاہل از عربیت کو اپنا مخاطب بنائیں

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ کرشن جی (مرزا) کے ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہار الانذار میں ایک پیش گوئی اور بھی ہوئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

الانذار (غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالی کی وحی ہے): آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالی کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے: تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکہ۔ زلزلۃ الساعۃ۔ قوا انفسکم ان اللہ مع الابرار۔ دنی منک الفضل۔ جاء الحق و زھق الباطل

(ترجمہ مع شرح) یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے۔ اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا۔ اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالی اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا، بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہے یا کچھ اور ہو، قریب ہو یا بعید ہو، پہلے سے ثابت خطرناک ہے، سخت خطرناک ہے، اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا)۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) ناظرین! اس پیش گوئی کا لفظ زلزلۃ الساعۃ تو قرآن مجید میں سے چرایا گیا ہے۔ قرآن کی پوری آیت یہ ہے: یا ایھا الناس اتّقوا ربّکم انّ زلزلۃ السّاعۃ شیء عظیم۔ یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃٍ عما ارضعت و تضع کلّ ذات حملٍ حملھا و تری النّاس سکاری و ما ھم بسکاری و لکنّ عذاب اللّٰہ شدید اے لوگو! خدا سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے۔ جس دن تم اس زلزلہ کو اس حالت پر پاؤ گے کہ وہ دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو بھول جائے اور حاملہ حمل گرادے اور لوگ نشہ کی سی حالت میں ہوں گے اور درحقیقت وہ نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن خدا تعالی کا عذاب سخت ہوگا جس کے ہول سے وہ سراسیمہ ہوں گے۔

مسلمان اس آیت کے مضمون پر پہلے ہی ایمان ویقین رکھتے ہیں اور زلزلہ قیامت سے ڈرتے ہیں ۔کرشن جی نے اس آیت کے ایک لفظ کو چرا کر اپنا الہام بنالیا اور خدا پر افتراء کیا اور اپنے مریدوں کو اپنا الّو سیدھا کرنا چاہا، اور اس ذریعہ سے ان سے ٹکے بٹورنے کا ایک ڈھنگ نکالا ہے۔مگر جو اس کے اخیر میں یہ فقرہ لگا دیا ہے: مجھے اس بات کا علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور حادثہ اور وہ چند دنوں میں آئے گا یا چند ہفتوں میں یا مہینوں یا سالوں میں ۔، اس نے اس منتر کو بے اثر کر دیا ہے۔اس پیشگوئی کو کرکری بنا دیا۔عام لوگ اس پر ہنسی اڑا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسی پیش گوئی تو ہر شخص کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ دنیا پر کوئی حادثہ آنے والا ہے، جس کی نوعیت اور وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔اور پھر وہ اس میں جھوٹا نہیں ہوسکتا کیونکہ دنیا حوادث سے خالی نہیں رہی اور نہ آئندہ رہے گی۔اس فقرے کے لگانے سے بھی آپ چوکڑی بھول گئے ۔اور بات بنانے میں مہارت رکھنے کے باوجود منہ کے بل گرے۔اس قسم کی دروغگو ئیاں اشتہار الانذار میں اور بھی ہیں مگر اس مقام تمثیل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، کافی سے زیادہ ہے۔

اب ہم پھر اہل ایمان سے مخاطب ہوتے ہیں اور ان کی خدمات میں ناصحانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ معصیت خدا سے تائب ہو کر خدا کی طرف انابت اختیار کریں اور اس قسم کے گناہوں سے بچیں اور اپنے متعلقین کو بچائیں تا کہ ان پر رحم ہو اور نئے دن کیعذابوں اور بلاؤں سے ان کو نجات ہو۔

اس مقام میں اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ بعض مقامات میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس قسم کے گناہ نہیں کرتے ۔جن کی سزا اس قسم کے عذاب ہیں۔خصوصاً نابالغ بچے اور ایسے سیدھے سادے لوگ ہیں جن سے اس قسم کے گناہ سرزد نہیں ہوتے ۔ پھر ان مقامات میں زلزلہ کیوں آیا جس سے ان کی جانوں کو نقصان پہنچا۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پروردگار کی عادت قدیم ہے کہ جس قوم کے اکثر لوگ سرکش ہوجائیں اور ان میں گناہ کی خباثت کثرت سے پھیل جائے اور قوم لائق عذاب ٹھہر چکے۔تو اس قوم کے عام لوگوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔اس عذاب سے اسی شخص کو خدا بچا لیتا ہے جو اس قوم سے نکل جائے اور اس جگہ سے مہاجرت اختیار کرے۔جیسے حضرت لوط مع اپنے صالح عیال کے اپنی بستیوں سے، جن پر عذاب آیا تھا، نکل گئے تھے۔ یا آنحضرت ﷺ مکہ سے نکل گئے تھے جب ان پر قحط مسلط ہوا تھا۔اور جو صالحین یا بے گناہ

اشخاص اپنی قوم لائق عذاب میں شامل رہیں، وہ عذاب عام دنیا میں شامل رکھے جاتے ہیں اور وہ عذاب ان کے لئے گو صورۃً عذاب ہوتا ہے مگر حقیقۃً رحمت اور ان کی شہادت کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں اس مضمون کی احادیث پہلے گذر چکی ہیں جن میں سے ایک یہ حدیث ہے کہ جو شخص دیوار یا چھت کے نیچے دب کر یا پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے اور دوسری یہ حدیث کہ ناگہانی مرگ کافر کیلئے غصہ کی پکڑ ہے اور مومنوں کے لئے رحمت۔

علاوہ براں ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس وقت کسی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے وہ سبھی افراد قوم پر نازل ہوتا ہے پھر وہ اپنی نیت پر اٹھائے جاتے ہیں، یعنی جو صالح ہوتا ہے وہ آخرت میں اجر و ثواب پاتا ہے اور جو بد عمل ہو وہ عذاب پاتا ہے۔

قال رسول الله ﷺ اذا انزل الله بقوم عذاباً اصاب العذاب ومن کان فیهم ثم بعثوا علی اعمالهم۔ (متفق علیه)

وعن جابر قال قال رسول اللّه ﷺ یبعث کلّ عبد علی ما فات علیه۔ رواه مسلم۔ (مشکوة۔ ص ٤٤٩)

ایک اور حدیث میں یاجوج ماجوج کے ہاتھوں سے لوگوں کے ہلاک ہونے کا آنحضرت ﷺ نے ذکر فرمایا تو حضرت زینب ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سب ہلاک ہو جائیں گے، حالانکہ ہم میں صالحین بھی ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر خباثت میں کثرت ہو جائے گی۔ (مشکوۃ۔ص ۴۲۸)

وعن ابی هریره انه سمع رجلاً یقول ان الظالم لا یضر الا نفسه فقال ابو هریرة بلی واللّه حتی الحباری لتموت فی وکرها هزلاً لظلم الظالم۔ رواه البهیقی فی شعب الایمان۔ (مشکوۃ ص ۴۲۸) کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم بجز اپنی جان کے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ ابو ہریرہ ؓ بولے کہ کیوں نہیں۔ بخدا ظالم کے سبب چرند اپنے گھونسلے میں بھوک سے دبلا ہو کر مر جاتا ہے۔ یعنی اس کی شامت ظلم سے اس کو بھی کھانے کو نہیں ملتا۔

اس قول ابو ہریرہؓ کی تصدیق اس ارشاد خداوندی سے ہوتی ہے

و اتـقوا فتنة لا تصيبن الذ ين ظلموا منكم خا صةً أ و اعلموا ان الله شديد العقا ب ۔ (انفال۔ع۳)

کہ مومنو! اس عذاب سے بچو جو خاص کر ظلم کرنے والوں کو ہی نہیں پہنچتا

اور واقعات دنیا بھی اس پر شاہد ہیں۔ دنیا میں عام عذاب نازل ہورہے ہیں، کہیں طاعون ہے، کہیں خشک سالی ہے۔ کہیں زلزلے ہیں اور کہیں وبائے ہیضہ ہے۔ کہیں بارش کی کثرت اور برف باری سے ہزاروں جانین تلف ہوتی نظر آرہی ہیں۔ یہ سبھی آفات ظالموں کی شامت اعمال کا نتیجہ ہیں۔ آج کل اور اس سے کئی سال پیشتر جو کرشن قادیان سے ظلم (کذب وافتراء علی اللہ) سرزد ہورہا ہے۔ اس میں بہت لوگ مستوجب سزا ہیں۔ جو لوگ اس کے عقائد اور اقوال واعمال بد کے حامی ہیں ان کا مستوجب سزا ہونا تو ظاہر ہی ہے، اور جو لوگ ان عقائد وافعال کے مخالف ہیں وہ اس وجہ سے مستوجب سزا ہیں کہ وہ ان عقائد واقوال ظالمانہ سے واقف اور مطلع ہو کر اس پر غیرت نہیں کرتے اور قلمے قدمے سخنے درمے ان اقوال وعقائد ظالمانہ کے رد میں اہل غیرت کو مدد نہیں دیتے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک قوم کی نسبت خدا تعالیٰ کا جبریل کو حکم ہوا کہ ان کی بستیوں کو ساکنین سمیت پلٹ دے جبریل نے عرض کی کہ اس میں ایک شخص ایسا نیک ہے کہ اس نے کبھی ایک لمحہ گناہ نہیں کیا۔ خدا نے حکم دیا کہ اس پر اور ان سب پر الٹا دے کیونکہ وہ میرے دین کی غیرت میں ایک ساعت چیں بجبیں نہیں ہوا تھا۔

عن جا بر قال قال رسو ل اللّٰه اوحی اللّٰه عز و جل الی جبريل عليه السلا م ان اقـلب مدينة كذا و كذا با هلها فقا ل يا رب ان فيهم عبد ك فلا ناْ لم يعصيك طر فة عيـن ۔ فـقـا ل اقلبها عليه و عليهم فا ن و جهه لم يتمعر فی سا عة ۔ روا ه البهيقی فی شعب ا لا يما ن ۔ (مشكوة)

حکومت بھی خدا (جو تمام دنیا کا شاہنشاہ ہے) کے نزدیک کرشن مہاراج کے مظالم کی جواب دہ اور قصوروار ہے کہ باوجود قدرت تام واختیار عام اس ظلم پر اس کو مہلت دی جاتی ہے اور اس پر مواخذہ نہیں کرتی۔ اسی قصور کا یہ بدلہ ہے جو اس زلزلے کے سبب حکومت کو ضلع کانگڑہ ودھرم سال میں نقصان پہنچا اور بہت سا روپیہ ضائع ہوا اور بہت سے جوڈیشل اور ملٹری افسروں اور ملازموں کی جانیں تلف ہوئیں۔ گورنمنٹ اب بھی خدا سے ڈر

ے اوراس کے مفتریانہ دعووں کو، جس سے ہزاروں بندگان خدا کا نقصان ہورہا ہے، روکے۔

بعض نادان جو کہ سنۃ اللہ اور ایام اللہ سے واقف ہیں اور نہ واقعات دنیا سے خبر رکھتے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالی گورنمنٹ پر ہمیشہ نظر عنایت اور مہربانی رکھتا ہے۔اسی واسطے کوئی انگریز مبتلائے طاعون وغیرہ نہیں ہوا۔ان کو واضح ہو کہ اس زلزلہ ۴۔اپریل سے بڑے بڑے انگریز بھی ہلاک ہوئے ہیں اور طاعون مدت ہوئی انگریزوں کے ملک میں اپنا ہاتھ دکھا چکی ہے۔چنانچہ

۱۳۴۸ء میں ایک خوفناک طاعون جس کو بلیک ڈیتھ کہتے ہیں انگلستان میں آئی اور شہروں کے بھرپور کوچوں اور ملک کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں لوگ اس قدر جلدی مر گئے کہ ان کو دفن کرنا مشکل تھا۔ (تاریخ انگلستان مصنفہ اربیلا بی بکلے۔ص ۹۵)

۱۶۶۵ء میں سخت سزا نے لندن کو چہرہ دکھایا۔اس زمانے کے بھرپور شہروں میں طاعون ایک معمولی بات تھی اور لندن کے تنگ کوچوں میں جہاں گھروں کی اوپر کی منزلیں آپس میں تقریباً چھوتی تھیں اور مٹی کے فرش پرالی خوراک اور غلاظت سے ڈھکے ہوئے تھے، موسم گرما ہمیشہ تھوڑی بہت وباء لایا۔

۱۶۶۵ء کا موسم گرما تمام پچھلے مشاہدہ سے گرم تھا، ماہ مئی میں پلیگ جو براعظم پر بڑے زور زور میں تھی لنڈن میں نمودار ہوئی اور تمام موسم گرما میں بڑھتی گئی۔یہاں تک کہ ماہ ستمبر میں صرف ایک دن میں پندرہ سو آدمی مرئے۔اور تین ہفتوں میں چوبیس ہزار۔دروازہ بہ دروازہ سرخ کراس گھر کے اندر پلیگ ظاہر کرنے کی غرض سے نمودار ہوئے، اور مردوں والی گاڑی مع بجتے ہوئے گھنٹے کے رات کو گذرتی تھی اور یہ صدا آتی تھی کہ اپنا مردہ باہر لاؤ

اور ۱۶۶۶ء میں لندن میں آگ لگ گئی اور تین دن تک برابر جلتی رہی۔ ۱۲۲۰ گھر اور ۸۹ گرجے اور بہت سے کمپنی کے ہال اور تھیٹر گرائے گئے اور بڑی کوشش سے آگ مکانوں کے بیچ میں فاصلے کر کے بجھائی گئی۔ (تاریخ انگلستان۔از اربیلا بی بکلے ص ۲۱۹۔۲۲۰)

چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے اراکین کو انفلوئنزا بیماری نے خاک میں ملا دیا تھا۔جس کی تفصیل اخباروں میں ہوئی۔

الغرض یہ خیال خام اور نادانی کا خیال ہے کہ خداوند تعالی، یوروپئن حکومتوں پر ہمیشہ نظر عنائت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے ان پر کسی گناہ کے عوض کوئی بلا نہیں آتی۔

جو لوگ خدا تعالی اور اس کے کلام کو نہیں مانتے اور وہ نیچر لسٹ (یعنی نیچر کو ماننے والے) یا میٹیر یلسٹ (یعنی مادہ کو خدا ماننے والے ہیں) وہ ہمارے اس بیان کو ایک بازیچہ سمجھیں گے اور ہماری تمام تقریر کے جواب میں یہ کہہ دیں گے کہ زلزلہ جن طبعی اسباب، بخارات زمین یا مادہ آتشین، سے پیدا ہوتا ہے وہ خواہ مخواہ اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ گو ہندو مسلمان وعیسائی اور تمام مذاہب دنیا کے لوگ رو رو کر خدا کو پکاریں اور دعا وزاری کریں اور صدقہ وخیرات نکالیں۔

ان لوگوں کا پورا اور عملی جواب تو خدا تعالی ہی کی قدرت میں ہے وہ ان پر آسمان سے کوئی بلا نازل کرے، طاعون بھیجے یا زلزلہ سے ان پر کسی مکان کی چھت یا پہاڑ ٹوٹ پڑے تو اس وقت وہ بے اختیار خدا خدا پکار اٹھیں ان کی پکار اور توبہ استغفار سے وہ بلا ٹلے تب وہ مانیں کہ خدا تعالی مسب الاسباب ہے وہ ان اسباب میں جو چاہے تبدیل وتصرف کرسکتا ہے۔ بہت سے ملحدوں اور دہریوں کا حال دیکھا اور سنا گیا ہے کہ جب ان کی جان پر آ پڑتی ہے اور کسی سبب اور علاج سے وہ جانبر نہیں ہوسکتے تو آخر وہ خدا خدا، یا گاڈ او مائی گاڈ پکارتے ہیں اور خدا کی طرف التجا کرتے ہیں۔

علمی جواب ہم اس مقام ترغیب وترہیب اہل ایمان میں اسی قدر دے سکتے ہیں کہ طبیعت یا مادہ اور جو اس کے اندر خواص واسباب پائے جاتے ہیں اور وہ وقتاً فوقتاً صورت پذیر ہوتے ہیں وہ سب کے سب ممکن الوجود ہیں، نہ واجب الوجود، اور تجدد وحدوث ان کے لئے لازم ومشاہد امر ہے۔ یہ امکان وحدوث تجدد مقتضی ہے اور قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے وہ صرف ان کی ذات سے سرزد نہیں ہوتا بلکہ ان سے خارج ایک ذات سے ہوتا ہے وہ ذا تخارج تب ہی ان کی اس احتیاج کو رفع کرسکتی ہے اور ان کی حالت ممکنۃ الوجود کو فعلیت میں لاسکتی ہے جب کہ وہ ان میں کلی تصرف کا اختیار رکھتی ہو یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید کا مصداق ہو۔ وہ ذات ایسی نہ ہوتی تو عالم (مادہ ومادیات) وجود ہی میں نہ آتا۔ عالم وجود میں آ گیا ہے تو اس سے صاف اور قطعاً ویقیناً ثابت ہے کہ وہ ذات ایسی ہی ہے وہ ایسی ہی ہے تو وہ عالم کو جس طرح

چاہے بدل سکتی ہے، چاہے تو ایک آن میں آگ کو ہوا کر دے۔ ہوا کو آگ بنا دے۔ زمین کے بخارات اور پہاڑوں کے مادہ آتشیں کو چشمے کے پانی کی طرح بہا دے جیسا کہ جزرہ ہوائی میں کلاؤ پہاڑ کی بھٹی کی جھیل میں ہو رہا ہے (جزائر ہوائن میں کلاؤ کوہ آتش فشان کی بھٹی تین میل چوڑی ہے جس میں ہمیشہ پگلا ہوا لاوا رہتا ہے اور بعض دفعہ زیادہ گرمی کی وجہ سے وہ جھیل بھٹی کی دیواروں پر سے بہہ جاتی ہے لیکن ابلتا ہوا آتشی تو وہ کبھی منجمد نہیں ہوتا۔ یہ جھیل جو تقریباً تین میل چوڑی ہے آتشی لہروں میں بہتی ہے۔ مینوئل آف جیوگریفی ص ۱۷ او ۲۷۰)

And, I John saw these things, and heard them. and when I had heard and seen, I fell down to worship before the feet of the anglewhich shewed me these things. (Revelation, 22:8)

And this shall be the plague wherewith the Lord will smite all the people that have fought against Jerusalem; Their flesh shall consume away while they stand upon their feet, and their eyes shall consume away in their holes, and their tongues shall consume away in their mouth. (Zechariah, 14:12)

(قادیانی کے اس فقرہ کے دھوکہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ دل سے وہ گورنمنٹ غیر مذہب کی جان مارنے اور اس کا مال لوٹنے کو حلال ومباح جانتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب وساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں صاف کہہ چکا ہے کہ: نافرمان انسان کے جان اور مال اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں آجاتے ہیں۔ پھر خدا جس سے چاہے اس کو تلف کرا دے:.

بنابریں ثابت ہے کہ جو اس مقام میں قادیانی نے انگریزی حکومت سے جہاد جائز رکھنے والے کو حرامی کہا ہے، یہ محض دھوکہ ہے۔ ایسے دھوکے باز کو حرامی بنانا یا کسی کو حرامی کہنا کچھ مشکل نہیں ہے لہذا گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے خبردار رہنا ضروری ہے۔..ہماری اس تحریر کا جو اس نے ہمارے ریویو براہین احمدیہ سے نقل کی ہے، اب وہ محل نہیں رہا۔ وہ اس وقت تک اس کا محل تھا جب تک مہدی نہ بنا تھا۔ اس کے مہدی نہ بننے کی دست آویز سے وہ ریویو لکھا گیا تھا۔ اب وہ جو مہدی بن گیا ہے تو وہ مضمون اس پر چسپاں نہیں ہوسکتا)۔

شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے

النداء من وحی السماء

کے نام وعنوان کا ایک اور اشتہار شائع کیا جس کی شرح وتفسیر آپ نے ان الفاظ سے کی ہے:

یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی پیش گوئی باردوم وحی الٰہی سے۔

اس تفسیر کو دیکھ کر ہم نے یہ سمجھا تھا کہ شائد اس میں زلزلہ کی نسبت صاف الفاظ میں پیش گوئی ہو لیکن اس میں بجز پرانی لاف زنی اور جعل سازی کچھ نہیں۔ اس اشتہار کی چند افترا پردازیوں کو تین نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر اول: اس اشتہار میں قادیانی کرشن جی نے کہا ہے: اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق اور صفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے ان علامات کے ساتھ شناخت کر لیا ہو۔ یا مجھ کو اس کے مرتبے کی خبر دی گئی ہو.... اصل الہام جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالی ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو، جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچا لے گا، یہ ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئك لھم الامن و ھم مھتدون .... میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پہلے اسی جماعت میں داخل ہوئے اور پھر وہ مرتد ہو گئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

ناظرین اس قول میں جو کرشن جی نے افترا پردازی اور دھوکہ بازی کی ہے وہ آپ کو اشاعۃ السنہ جلد ہذا (۲۰) کے رسالہ نمبر ۱ صفحہ ۱۸ سے اور نمبر ۲ کے صفحہ ۳۹ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس مقام میں اس کے متعلق دو سوال قادیانی کرشن جی سے کیے جاتے ہیں۔ ان کا جو جواب آپ دیں گے اس سے آپ کی دھوکہ بازی و افترا پردازی اور بھی وضاحت سے ثابت ہو گی۔

سوال اول: یہ الہام جس سے آپ نے طاعون سے بچنے کیلئے کامل الایمان والعمل ہونے کی قید لگائی ہے آپ کو کب ہوا اور اس کو کب شائع کیا؟ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ساتھ یا اس کے چار سال بعد ۱۹۰۲ء میں جب قادیان میں طاعون کا وقوع ہو گیا اور آپ نے رسالہ دافع البلاء و کشتی نوح کو شائع کیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں تو اس الہام کے محل بیان کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب باختیار شق ثانی دیں تو اس سے صاف ثابت ہو گا کہ آپ

کاملہم بڑا عیار یا مسخرہ ہے جو آپ کو واقعات اور مواقع دیکھ کر الہامات کے معنے گھڑ لینا سکھاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ کہ منجملہ بہت سے سیوکان مہاراج کرشن (یعنی مریدان خاص) کے (جن کی فہرست شائع ہو چکی ہے)۔مولوی جمال الدین ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پاکستان) جو کہ کرشن مہاراج کے بڑے بھاری چیلے تھے اور ضلع منٹگمری میں انہوں نے آپ کے بہت سیوک (مرید) بنادیئے۔جو ان کے مرجانے کے بعد بھی مہاراج کے درشن کو قادیان میں آئے اور اس خاکسار سے بھی ملے تھے)، اور مسٹر محمد افضل (اڈیٹر البدر، جو آپ کی نصرت وحمایت واشاعت الہامات میں بڑے سرگرم تھے) کامل الایمان والعمل تھے؟ یا منافق تھے اور مرتد ہو کر مرے؟

اس سوال کا جواب اگر باختیار شق اول دیں تو پھر آپ پر یہ سوال ہے کہ دونوں طاعون سے کیوں مرے؟ اور ان کی موت سے آپ کے اس دعوی کا کہ میری جماعت کا ایک شخص بھی طاعون سے نہیں مرا، کذب ظاہر ہوا، یا کچھ کسر رہی ہے۔اور اگر اس سوال کا جواب باختیار شق ثانی دیں تو براہ مہربانی اس جواب کو شائع و مشتہر کر دیں۔اس جواب سے لوگ آپ ہی نتیجہ نکال لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیسے راست باز ہیں۔اور مولوی جمال الدین کے پھنسائے ہوئے سیوک (مرید) آپ کے سیوک رہنے چاہییں یا آخر وہ بھی آپ سے مرتد کا خطاب پائیں گے، یا وہ مسلمان رہنے کیلئے آپ کو چھوڑ دیں۔

نمبر دوم: اس اشتہار میں کرشن جی نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ ۹۔اپریل کو خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے اور اسکے ثبوت میں آپ نے حاشیہ صفحہ ۲ میں سورہ النازعات کی آیت تـرجف الـرّاجفة تتبعهـا الرّادفه کو دلیل ٹھہرایا ہے۔اور پھر متن صفحہ ۶ میں کہا ہے: اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الہی ہوئی ہے اس کو اس جگہ مع ترجمہ لکھ کر اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔اور وہ یہ ہے: بخور آنچه ترا بخورانم ۔لك درجة فی السمـاء والّـذيـن هـم يبـصـرون نـزلـت لك ۔لك نری آيات ونهدم ما يـعمرون ۔قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤ منو ن ۔كففت عن بنی اسرا ئيل انّ فـرعـو ن و هامان و جنود هما كا نوا خا طئين انی مع ا لافوا ج آتيك بغتة یعنی جو کچھ میں کھلاتا ہوں وہ کھا۔تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں ایک درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اترونگا تا اپنے نشان دکھلاؤں۔ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور

وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں، یا آئندہ بنائیں گے، گرا دیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے۔ اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤنگا۔ اس وحی میں خدا تعالی نے مجھے اسرائیل قرار دیا۔ اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔ اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے۔ اور پھر فرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کرونگا کہ فرعون یعنی وہ لوگ جو فرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ جو ان کا لشکر ہیں، یہ سب خطا پر تھے۔ اور پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کے ساتھ، یعنی فرشتوں کے ساتھ، نشانوں کے دکھلانے کیلئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا۔ یعنی اس وقت جب اکثر لوگ باور نہیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے۔ تب میں اس نشان کو ظاہر کردونگا کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی۔ تب وہ روز دنیا کیلئے ایک ماتم کا دن ہوگا۔ مبارک وہ جو ڈریں اور قبل اسکے جو خدا کے غضب کا دن آوے، توبہ سے اس کو راضی کرلیں۔ کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں) ناظرین! اس قول میں کرشن جی نے عجیب دھوکہ بازی کی ہے۔ پہلے ناواقف مسلمانوں کے سامنے آیت قرآن (جس میں زلزلہ زمین یا نفخہ فنا کا ذکر ہے، اور مسلمانوں کو اس پر یقین واعتقاد ہے) پیش کی ہے اور وقوع زلزلہ سے ڈرایا ہے۔ پھر اس کے ساتھ اپنا من گھڑت الہام ملا دیا۔ تاکہ قرآن مجید کی خبر سے خوف زدہ دل، اسی خوف سے اسکے الہام سے بھی ڈر جائیں۔ اور اس کے الہام کو موافق قرآن سمجھ کر مان لیں۔ پھر اس الہام کا نام تو عربی رکھا ہے مگر اس میں ایک فقرہ فارسی بھی جڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کا ملہم عربی میں نو آموز ہے۔ جیسے ہند یا فارس کے نو آموز عربی دان، عربی بولتے بولتے ہندی یا فارسی بھی اس میں جڑ دیتے ہیں۔ اور پھر عربی بھی ایسی بنائی ہے کہ جس کے معنی عرب کے عربی دان کچھ نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ کے ترجمہ یا تفسیر کو سامنے نہ رکھ لیں۔ اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ جو مطلب اس الہام کا بنایا گیا ہے وہ اس کے فارسی وعربی الفاظ سے نہیں نکلتا۔ اور زلزلہ عظیمہ پر جس کے واسطے دوبارہ پیش گوئی کی ہے، تصریح نہیں پائی جاتی۔ اس میں صرف ایک ہدم عمارات کا لفظ ہے جس کا مضمون کم وبیش ہر

زمانہ میں ہر ملک میں وقوع میں آتا رہتا ہے۔اور اسکو کوئی عقلمند پیشگوئی قرار نہیں دے سکتا۔پھر اس ہدم عمارات سے عنوان اشتہار میں ایک زلزلہ عظیمہ مراد ٹھہرایا ہے اور ترجمہ اور تفسیر الہام میں ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے مراد لئے ہیں۔

نمبر سوم: اس اشتہار میں آپ کا یہ دعوی ہے کہ اس سے ایک سال پہلے (جس کو اشتہار الدعوت والانذار میں غلطی سے پانچ مہینے لکھا گیا ہے) الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا اور الہام زلزلہ کا دھکہ شائع ہو چکا ہے۔ اور براہین احمدیہ میں ۲۵ برس پہلے ان دونوں زلزلوں کا ذکر ہو چکا ہے۔اس کے صفحہ ۵۱۶ میں پہلی پیشگوئی موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے:

فبراہ اللہ ممّا قالوا و کان عند اللہ و جیھا الیس اللہ بکاف عبدہ فلما تجلی ربّہ للجبل جعلہ دکّا و اللہ موھن کید الکافرین یعنی اپنے اس بندے کو تہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جائیں گے وہ خود اپنے بندے کیلیئے کافی ہے۔پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اس کو پارہ پارہ کر دے گا۔اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے ان کے سب مکر سست کر دے گا۔

اور اس (براہین احمدیہ) کے صفحہ ۵۵۷ میں دوسری پیش گوئی زلزلہ کے بارے میں یہ ہے:

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا،اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤنگا۔دنیا میں ایک نذیر آیا۔پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنة ھھنا فا صبر کما صبر اولو العزم فلما تجلّی ربّہ للجبل جعلہ دکّاً قوّة الرحمن لعبید اللہ الصمد ۔

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جاوے گا۔پس خدا تجھے بری کرنے کیلیئے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کیلیئے نشان دکھاوے۔

ناظرین اس نمبر میں جو کرشن جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی ہے اس کا بیان ہمارے سابق

کلام میں ہو چکا ہے کہ نہ تو الہام عفت الدیار ...میں زلزلہ کا صریح بیان ہے اور نہ لفظ زلزلہ یا دھکا سے زلزلہ یقیناً مراد ہوسکتا ہے۔اس امر کا اور کوئی کب یقین کر سکتا ہے جب کہ خود کرشن جی مہاراج کو اس کا یقین نہیں ہوا ۔چنانچہ اشتہار الانذار میں وہ فرما چکے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔

اس مقام میں صرف کرشن جی کی اس افتراء پردازی کا جواب دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی پیش گوئیوں میں ایسے غلط معنی بیان کرتے تھے جو آپ کر رہے ہیں(کبرت کلمةً تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً)۔سو جواب یہ ہے کہ انبیاء کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے اور اپنے خبیث دل ودماغ پر انبیاء کے پاک دل ودماغ کا قیاس کرنا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

حضرات انبیاء نے کبھی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کے معنی سال ہا سال تک ان پر مخفی رہے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے جیسا موقع دیکھا ویسے معنے کر لئے ہوں۔اور جو شخص انبیا کی نسبت اس امر کو تجویز کرتا ہے وہ انبیاء کو اپنی طرح جھوٹا جانتا ہے۔قادیانی اگر بحوالہ کتاب وسنت کوئی ایک پیشگوئی ایسی بتا دیں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جو چاہیں انعام یا تاوان لیں۔مگر یاد رکھیں کہ اگر حدیث ذھب وھلی پیش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے جیسا کہ مناظرہ لودہانہ میں کھا چکے ہیں۔اور اگر بمقابلہ قرآن وحدیث کوئی پیشگوئی توریت یا انجیل پیش کریں گے تو یہودی یا عیسائی کہلائیں گے۔جو مثال پیش کریں اس میں یہ دونوں امر ملحوظ رکھیں۔

قادیانی کے اشتہار سوم اور اس سے پہلے اشتہار الدعوت،اور الانذار میں دعوی:

لوگوں نے میری رسالت اور مسیحائیت اور مہدویت سے انکار کیا تو ان پر زلزلہ آیا اور کانگڑہ اور بھاگسو، پالم پور،سوجان پور،کلو، ریلو،وغیرہ تیرہ مقامات کی مخلوقات کو تباہ کیا،،

اس سوال کا بھی محل ہے کہ ان سب مقامات میں اور ان سب لوگوں کو جو ان میں تباہ ہوئے،آپ کی دعوت نبوت رسالت ومسیحائیت ومہدویت پہنچ چکی تھی یا نہیں؟

اگراس کا جواب بشق اول دیں تو اس کی دلیل اس تفصیل سے بتاویں کہ فلاں فلاں مقامات میں اور فلاں فلاں اشخاص کو جو ہلاک ہوئے، فلاں فلاں رسولوں یا خلیفوں کے ذریعہ میری دعوت پہنچ چکی تھی اور انہوں نے میری دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ آپ یہ تفصیل بتاویں تو اسامی وار فہرست پیش کرنا آپ پر لازم ہوگا۔ اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر آپ خود ہی سوچیں کہ جس قوم یا بستی میں کسی نبی و مامور کی دعوت نہیں پہنچتی اور اس قوم یا بستی سے انکار قبولیت دعوت نہیں پایا جاتا، وہ قوم یا بستی عذاب الٰہی سے کب ہلاک کی جاتی ہے؟ اور آیت وما کنّا معذّبین حتی نبعث رسولاً اور اس مضمون کی چند آیتیں (جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی قوم یا بستی کو عذاب سے ہلاک نہیں کرتے، جب تک اس میں رسول نہ بھیجیں، اور آپ بھی ان آیات کو مان چکے ہیں) اس امر کو کب جائز رکھتی ہیں؟ کیا خداوند تعالیٰ رحیم اور عادل کا انصاف اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ کرشن جی کی دعوت سے انکار تو لاہور، امرتسر، بٹالہ وغیرہ کے لوگ کریں اور پھر بھی وہ ان بلاؤں سے مامون ومصئون رہیں اور اس انکار کے بدلے عذاب الٰہی کلو اور ریلو میں نازل ہو۔ اور اس سے وہ لوگ ہلاک ہوجائیں جنہوں نے قادیانی کی دعوت تو کجا، نام بھی نہ سنا ہو۔ کیا اس سزادہی پر وہ مثل صادق نہ آئیگی کہ کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے داڑھی والا۔

قادیانی کرشن جی تو ان سوالوں کو کب سنتے ہیں، اور ان کا جواب کب دیتے ہیں، جو لوگ خدا تعالیٰ کا کچھ خوف رکھتے ہیں اور وہ دھوکہ میں آکر کرشن جی کے مریدوں میں آپھنسے ہیں وہ خدا کے لئے ان سوالات کو سوچیں اور انصاف سے ان کے جوابات میں غور کریں کہ زلزلہ یا طاعون وغیرہ آسمانی بلاؤں کا روحانی سبب کرشن جی کی دعوت سے انکار ہے یا وہ سبب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اور اشتہار بعنوان:

زلزلے کی خبر بار سوم

اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ یہ زلزلہ مجھے نہ ماننے اور نہ پہچاننے کے سبب سے آیا ہے۔ اور آئندہ بھی آئے گا۔

جس کا وقت غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔ اس میں یہ بھی کہا ہے کہ: اگر لوگ بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلے، سہ منزلے ہوتے ہیں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے۔، اور خود بھی مہاراج نے اسی پر عمل کیا ہے، اپنے پختہ مکان کو چھوڑ کر باغ کے میدان میں خیمہ لگالیا ہے اور ایسا ہی آپ کے حواریوں اور سیوکوں اور پوجاریوں نے عمل اختیار کیا ہے۔

مرزا قادیانی کا پہلے تو اپنے اشتہاروں میں صرف روحانی علاج (توبہ واستغفار) کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا اور پھر خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع کرنا اور لوگوں سے رجوع کرانا، صاف اور قطعی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئی زلزلہ کے متعلق کہتا یا کرتا ہے اس میں ان انگریزوں کی (جنہوں نے علم طبعی، طبقات الارض ونجوم وغیرہ علوم پر اعتماد کر کے یہ پیشگوئی کی تھی) تقلید وتصدیق کر رہا ہے اور احمقوں کو دام میں لانے کیلئے اس کو الہامی پیشگوئی بنا کر خدا پر افتراء کا مرتکب ہوا ہے اور اگر وہ الہام الٰہی سے پیشگوئی کرتا اور اس عذاب کا موجب گناہوں کو اور اس سے بچنے کا سبب صرف توبہ کو جانتا، تو ہرگز خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع نہ کرتا اور یقین رکھتا کہ خدا کے عذاب کو توبہ ہی ہٹا سکتی ہے (اگر نزول عذاب سے پہلے عمل میں آوے) دنیاوی وجسانی علاج وتدابیر اس کو ہرگز نہیں روک سکتی۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ جن گناہ گاروں کو دو منزلہ سہ منزلہ مکانات گرانے سے خدا ہلاک کر سکتا ہے، کیا ان پر خیموں یا میدانوں میں آسمان سے آگ نہیں برسا سکتا؟ اور زمین کو شق کر کے اس میں ان کو نہیں دھنسا سکتا؟

اے نادان کرشن قادیان اور ان کے ناعاقبت اندیش مقلدان وسیوکان خیمے اکھاڑ کر اپنے دارالامان کی چار دیواری میں آبسو۔ اور اگر خدا کی رحمت اور اس کے عذاب سے نجات چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں رہ کر دعوی الہام ومسیحائیت ومہدویت سے دست بردار ہو کر سچی توبہ اختیار کرو۔ خدا تعالی تمہاری سچی توبہ دیکھے گا تو ان مقامات کو، اس گاؤں کو، جہاں تم ہوگے زلزلے سے بچالے گا۔

ہے مہاراج کرشن بزبان خود رود ہر گوپال آپ اپنا وہ بچن (بول) بھی بول گئے جو رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ میں آپ نے فرمایا ہے کہ: خدا تعالی اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک

لوگ خدا کے مامور ورسول کو نہ مان لیں ۔ اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے ۔ یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، اور قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔

(دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی)

جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے، قادیان کو وہ اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے.. وہ عزوجل فرماتا ہے ما کان اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم (ترجمہ) خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے (دافع البلاء)

اور اس سے پہلے اشتہار طاعون مورخہ ۱۷مارچ ۱۹۰۱ء میں یہ بچن (بول) آپ بول چکے ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں، جس میں دس لاکھ کی آبادی ہو۔ ایک بھی کامل راست باز ہو گا۔ تب بھی یہ بلا شہر سے دفع کی جائے گی۔،

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

ہے مہاراج کرشن جی منہ سے تو آپ کے یہ بچن نکل چکے ہیں اور کرم (عمل) آپکے اس کے برخلاف ہیں۔ آپ پختہ مکان اور دارالامان چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ عمل آپ کا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ جو کہتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں کہتے آپ کا دعوی الہام محض کذب وافتراء ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے تو ہم کو امید نہیں کہ وہ اس افتراپردازی اور خلق خدا کو ایذارسانی سے توبہ کرے کیونکہ اسی میں اس کی گذران ہے اور یہی اس کی دکان کا اثاث اور سامان ہے ۔ ہم اس مقام میں گورنمنٹ کو (جو احکم الحاکمین کی طرف سے عامہ خلائق کی جان و مال کے امن وحفاظت کی ذمہ دار اور جواب دہ ہے) اس ایذا رسانی خلائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیشگوئی میں وہ شخص دروغگوئی کا اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذارسانی کا مرتکب ہوا ہے تو اس سے عدالت کے ذریعے جواب طلب کرے۔ پھر

اگرالزام جرم تخویف مجرمانہ یا نقص امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہوتو ان جرائم کی اس کو سزا دے تا کہ ملک میں امن قائم ہو۔اور اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے(کیونکہ نبی ہونے سے پہلے زمانہ نوکری سیالکوٹ محکمہ میر ابراہیم علی میں مختاری کا امتحان دے چکا ہےاوراس میں فیل ہے) یا جواس کے مرید پلیڈرر کھتے ہیں، بری ہو جائے تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرارنامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (جومسٹر ڈوئی مجسٹریٹ گورداسپور، حال ،یعنی ۱۹۰۵ء، کمشنر بندوبست پنجاب) کے اجلاس میں اس نے لکھ دیا تھااوراس کے دفعہ اول وسوم میں انذاری پیش گوئیاں نہ کرنے کا وعدہ دے چکا ہے،جن کے الفاظ یہ ہیں:۔ا۔میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے معنی یہ ہوں یا ایسے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو(یا اشخاص کومسلمان ہوں،خواہ ہندو،خواہ عیسائی وغیرہ)ذلت پہنچے گی یاوہ موردعتاب الٰہی ہوگا۔۲۔میں کسی چیز کوالہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی وجہ معقول رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یا اشخاص خواہ مسلمان ہوں خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ)ذلت اٹھائے گا یا موردعتاب الٰہی ہوگا) کی دست آویز سے ایسی انذاری پیش گوئیوں سے اس کوروکے۔ اوراگراس اقرارنامہ کوبھی وہ اوراس کے پلیڈر مرید قانونی زور سے بےاثر ثابت کردیں اور مسٹر ڈوئی کا کیا کرایا اکارت کرکے دکھادیں تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹیکل مصالح ملکی ہی کی نظرسیاس کوایسی فتنہ انگیز پیش گوئیوں سے روک دے۔اوراگر پولیٹیکل کاروائی کوبھی وہ لوگ چلنے نہ دیں تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منت وخوش آمد سے کام لے اور کڑاہ پرشاد (حلوے) کا چڑھاوہ چڑھا کر مہاراج کرشن کوخوش کردے۔اور آئندہ کے واسطے اس سے شفقت ومرحمت عامہ خلائق کا عہد لے۔اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہیں،جو چاہیں سوکریں۔ ہمارا جو کام تھا ہم نے پورا کردیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ ۱۱مئی ۱۹۰۵ء کوکرشن قادیانی نے ایک اوراشتہار شائع کیا جس کا عنوان یہ ہے:

ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ

یہ اشتہار بمقابلہ پیسہ اخبار لاہور نکلا ہےاوراس میں کرشن جی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ پیش گوئی زلزلے کی اشاعت سے میری غرض اور مقصود لوگوں کوآزار پہنچانا اورڈرانا دھمکانا اوراس ذریعہ سے ان کو اپنے دام میں لانا ہرگز نہیں ہے، بلکہ لوگوں کی ہم دردی وخیر خواہی کرنا اوران کوزلزلے کے نقصان سے بچانا میرا مقصود ہے۔

یہی مقصود اس نے حکومت پنجاب وحکومت ہند کے نام چٹھیات روانہ کرنے سے بتایا ہے۔ان چٹھیات کے اخیر میں اس نے یہ کہا ہے (چنانچہ اس کے آرگن ریویو آف ریلی جنز نمبر ۵ ج ۴ کے صفحہ ۲۰۳ میں کہا ہے) کہ

ہم دردی وخیر خواہی نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں قبل اس کے وہ دن آوے گورنمنٹ کو اطلاع دوں. میرے نزدیک گورنمنٹ کو کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیے جس سے گورنمنٹ کے حکام خطرہ کی حالت میں پہاڑوں میں نہ رہیں جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے۔

کرشن قادیانی کا یہ دعوی محض غلط ہے اور درحقیقت اس کا مقصود اس پیش گوئی اور ان چٹھیات سے پبلک اور گورنمنٹ کو دھوکہ دینا ہے،لہذا یہ خاکسار اپنے اس خیال کو گورنمنٹ اور پبلک پر ظاہر اور ثابت کرتا ہے اور اس اشتہار کے تیرہ فقرے نقل کر کے ان کا کذب ہونا اس کے اپنے ہی کلام والفاظ سے ثابت کر دکھاتا ہے

ان فقرات سے پہلا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ: میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلے کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے کہ اس کے کذب ہونے پر براہین احمدیہ خود ہی گواہ ہے۔جن صفحات (۵۱۶ و ۵۵۷) براہین احمدیہ کا کرشن جی نے اس زلزلے کے متعلق اپنے اشتہار النّداء من وحی السّماء کے صفحہ ۸ میں حوالہ دیا ہے،ان میں نہ زلزلے کا نام ونشان ہے نہ زلزلے سے پہاڑوں کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔اور طرفہ یہ کہ وقوع زلزلہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء سے پہلے کبھی کرشن جی کے دل ودماغ میں اس زلزلے کا خواب وخیال بھی نہ گذرا تھا۔زلزلہ کا خیال تو وقوع زلزلہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد آپ کو پیدا ہوا۔اس امر کا اقبال کرشن قادیانی نے خود اپنے اشتہار النّداء من وحی السّماء کے صفحہ ۷ میں کیا ہے۔چنانچہ کہا ہے:

یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا۔لیکن اب ان پیش گوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔چنانچہ پہلی پیش گوئی ان میں سے براہین احمدیہ کے

صفحہ ۵۱۶ میں موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے فبراہ اللہ ممّا قالوا وکان عند اللہ و جیھا الیس اللہ بکاف عبدہ فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکاً و اللہ موھن کید الکافرین

دوسری پیش گوئی براہین احمدیہ میں زلزلہ کے بارے میں یہ ہے: میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولو العزم۔ فلما تجلّی ربّہ للجبل جعلہ دکاّ۔قوت الرحمن لعبید اللہ الصمد، (براہین احمدیہ۔ص ۵۵۷)

حکومت اور پبلک، براہین احمدیہ کے صفحات مذکورہ ملاحظہ فرماویں اس دھوکہ بازی وجعل سازی کرشن قادیان کی مزید تشریح اظہار مغالطات وکذب نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے ضمن میں بھی ہوگی

دوسرا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ: زلزلے کے بعد مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنے کا تھا میں نے اس پیش گوئی کو شائع نہ کیا۔

تیسرا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ: یہ بھی فروگذاشت ہوئی کہ عربی پیشگوئی (مندرجہ براہین احمدیہ) کا ترجمہ بھی نہ ہوا۔

چوتھا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے: اگرچہ میں اس وقت (بوقت عربی پیش گوئی براہین احمدیہ) جانتا تھا کہ میرا لکھنا دلوں کو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کرے گا کیونکہ قوم میری باتوں کو بدظنی سے دیکھتی ہے اور ہر ایک بھلائی کی بات جو میں پیش کرتا ہوں، بجز گالیاں سننے کے میں اس کا کوئی صلہ نہیں پاتا۔ تاہم میرے دل کو اس غم نے سخت گھیرا کہ جو خبر مجھے پہلے سے بہت صفائی سے خدائے علیم وحکیم کی طرف سے ملی تھی اس کی میں نے پورے طور سے اشاعت نہ کی۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ ان تینوں فقروں میں کرشن قادیان نے جھوٹ بولا ہے اور معہذا اس سے یہ حماقت بھی عمل میں آئی ہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے اپنی پیشگوئی کی سچائی ظاہر کی اور اس میں ایک بڑے گناہ کے ارتکاب سے اپنی گنہ گاری مان لی، جس سے اپنے اصل دعوی نبوت کی جڑ کاٹ دی۔ کیونکہ وہ پیشگوئی براہین احمدیہ کو سچا بنانے اور اس پر زلزلے کا رنگ چڑھانے، اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی ونبوت کا

سکہ جمانے کی غرض سے اس بات کا مدعی ہو گیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے۔ تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس مراد کو چھپایا، اور ہندی (اردو) زبان میں عربی الفاظ کا ترجمہ کر کے لوگوں میں شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا تعالی کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اور ۲۵ برس تک اس گناہ پر قائم و مصر رہا۔

پس اگر اس دعوی میں قادیانی کرشن کو سچا مان لیا جاوے تو اس سے گو اس کی پیشگوئی سچی ہو جاتی ہے (جیسا کہ کاہنوں منجموں جیالوجی کے عالموں کی اس قسم کی پیشگوئیاں سچی سمجھی جاتی ہیں) مگر اس کا اصل دعوی الہام و نبوت (جس کی خاطر پیشگوئی کی تھی) باطل ہوتا ہے کیونکہ کسی سچے نبی یا ملہم کی یہ شان نہیں کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا تعالی اس کو حکم دے، وہ اس بات کو دیدہ دانستہ عمداً وارادۃً ۲۵ برس تک چھپائے رکھے اور اس کی کماحقہ تبلیغ نہ کرے۔ اس کتمان اور عدم تبلیغ سے تو مانی منائی ہوئی نبوت باطل ہو جاتی ہے اور عہدہ نبوت سے نبی کی معزولی عمل میں آ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں سید المرسلین ﷺ کے خطاب میں ارشاد ہوا ہے: یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل الیك من ربّك۔ وان لم تفعل فما بلّغت رسالته۔ واللّه یعصمك من النّاس۔ انّ الله لا یھدی القوم الکافرین (مائدہ۔ع۹) کہ اے رسول جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا (احکام ہوں یا اخبار متعلق عمل و اعتقاد وغیرہ) ان سب کی تبلیغ کر دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت کو (اور اپنے مشن کو) پورا نہ کیا (اور اگر اس تبلیغ میں تجھے لوگوں کی ایذا کا خوف ہو تو) خدا تعالی تجھے لوگوں سے بچا لے گا۔ خدا کافروں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

لیجئے اس کتمان وحی عرصہ ۲۵ سال کے اقبالی جرم و گناہ میں آپ کی نبوت (جس کے منوانے کیلئے وہ پیشگوئی کی تھی) بھی باطل ہوئی۔ اس اقبالی جرم (کتمان وحی) میں آپ کا یہ عذر خام (خوف بدگوئی و دشنام دہی) جناب باری میں لائق پذیرائی نہیں ہے کیونکہ اگر قوم اہل اسلام کے بعض افراد آپ پر بدظن تھے اور وہ آپ کی خیرخواہی کے صلہ میں آپ کو گالیاں دیتے تھے تو بعض افراد قوم (جن کی تعداد آپ لاکھوں تک بتاتے ہیں) اس عرصہ ۲۵ سال میں آپ کے مرید و معتقد ہو چکے تھے اور بعض تو ان میں ایسے تھے جو مال و جان و دین و ایمان سب کچھ آپ پر فدا کر چکے۔ اور اپنے املاک و اوطان و جائداد و مکان چھوڑ کر آپ کے دارالامان قادیان میں ڈیرے لگا چکے تھے آپ اور نہیں تو ان ہی میں سے کسی ایک یا دو (مثلاً مولوی نور الدین، مولوی محمد احسن، نواب محمد علی خان یا مرزا خدا بخش) کے

کان میں اس پیشگوئی عربی کے معنی زلزلہ کی تبلیغ کر دیتے اور اس اقبالی جرم کے ارتکاب سے بچ جاتے۔ اور اگر آپ کو یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے ان چاروں خلفاء کے کان میں کہہ دیا تھا کہ پیشگوئی عربی سے زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء یا اس کے بعد آنے والا زلزلہ مراد ہے، تو آپ اس امر کا کسی اشتہار یا اخبار میں اعلان کر دیں۔ ہم ان اصحاب سے صرف دو صاحبوں آخر الذکر کو منتخب کریں گے اور ایک خاص مجلس احباب میں ان کی شہادت لیں گے۔ انہوں نے یہ شہادت ادا کی تو پھر مضمون اس پیشگوئی کے سچی ہو جانے کی آپ کو ڈگری دیجائے گی (یہ اس قسم کی سچائی ہوگی جو نجومیوں کاہنوں جیالوجی والوں کی پیشگوئیوں میں اتفاقی سچائی پائی جاتی ہے) مگر یہ یاد اور ملحوظ خاطر رہے کہ اس سچائی کی ڈگری میں آپ کی اصل نبوت باطل ہوگی اور اقبالی جرم کتمان سے عہدہ نبوت سے آپ کی معزولی عمل میں آئے گی (یہ درصورت سچائی دعویٰ علم معنی پیش گوئی عربی کی آپ پر دروغگوئی کا الزام ہے)۔

اگر اس دعویٰ میں آپ کو سچا نہ مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ پچیس برس تک جو آپ نے معنی مراد پیشگوئی عربی (یعنی خبر زلزلہ) کو شائع نہ کیا تو اس کا موجب یہی تھا کہ آپ نے اس پیشگوئی کے معنی و مراد کو نہ سمجھا تھا، اور ایسا ہی آپ کے اعتقاد میں دیگر انبیاء سے ظہور میں آتا رہا ہے کہ وہ بعض پیشگوئیوں کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں (چنانچہ النداء من وحی السماء کے صفحہ ۷ میں صاف کہا ہے) ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔ آخری صفحہ ۸ میں فرما چکے ہیں کہ قبل از وقوع کسی پیشگوئی کے معنی کرنے میں عوام تو ایک طرف بعض اوقات انبیاء بھی اجتہادی غلطی کر بیٹھتے ہیں گو اس پیشگوئی کے وقوع کے بعد درست معنی کھل جاتے ہیں۔

اور ایسا ہی آپ کی اکثر تحریرات میں پایا جاتا ہے۔ اور جب کسی پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کا الزام آپ پر قائم ہوتا ہے تو اس الزام کو اسی طرح سے اٹھایا جاتا ہے اور یہ اصول بطور قاعدہ کلیہ آپ کے مذہب میں اور آپ کے مریدوں میں برتا جاتا ہے تو اس صورت میں آپ پر دروغ گوئی کا الزام بہت صاف اور خوب ظاہر ہے کہ دل میں تو آپ کے یہ ہے کہ ہم پیشگوئی کے وقوع سے پہلے اس کے معنی زلزلہ ہونا، نہ سمجھے تھے جیسے ہم سے پہلے انبیاء اپنی پیشگوئیوں کے معنی نہ سمجھا کرتے تھے اور زبان سے آپ اس کے برخلاف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے معنی تو یہی سمجھے ہوئے تھے کہ اس سے زلزلہ مراد ہے مگر ۲۵ سال تک اس معنی کو چھپاتے

رہے اور قوم کی بدگمانی اور دشنام دہی سے ڈرتے رہے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب رہے۔

ازاں جملہ اس دعوی میں آپ کو سچا کہیں تو آپ پر اقبالی گناہ کتمان وحی کا الزام ثابت ہوتا ہے اور اس سے آپ کی نبوت میں آپ کا کذب ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر جھوٹا کہیں تو اس سے آپ کی دروغگوئی ثابت ہوتی ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں آپ الزام کذب ودھوکہ دہی سے نہیں بچ سکتے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۳۲۴ میرے پاس موجود نہیں ہے اس لئے کئی فقرات پر شیخ الاسلام بٹالوی کا تبصرہ درج نہیں کیا جا سکا۔ آئندہ کا مضمون صفحہ ۳۲۵ سے شروع ہوتا ہے۔ بہا)

(مرزا صاحب خود ایک مقام پر لکھ چکے ہیں کہ) مجھے یہ علم نہیں دیا گیا کہ زلزلے سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت۔ پھر اشتہار ۱۱ مئی (۱۹۰۵ء) کے صفحہ ۲ کے حاشیہ کی آخری سطروں میں آپ لکھتے ہیں کہ مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلے سے درحقیقت زلزلہ مراد ہے یا کوئی شدید آفت۔ پھر کیونکر ممکن وقابل تسلیم ہے کہ گذشتہ زلزلے کی کماحقہ اشاعت کرنے سے شرمندہ ہو کر آئندہ زلزلے کے نقصان سے بچانے کی غرض سے اپنی پبلک اور گورنمنٹ کو اطلاع دی ہو۔ جس چیز کا انسان کو خود علم ویقین نہ ہو وہ دوسروں کو اس کا علم ویقین کیونکر دلا سکتا ہے؟ اور اس یقین دلانے یا نقصان یا نفع جتانے میں اس قدر کوشش واہتمام کب کر سکتا ہے؟

یہ اشتہار بازی اور حکومت کی خدمت میں اطلاع دہی آپ کی چالبازی ہے کہ اگر حکومت اور پبلک نے میری تخویف ودھمکی کا کوئی نوٹس نہ لیا تو اس میں میرا کیا حرج ہوگا، اور اگر میری ان دھمکیوں نے حکومت پر کچھ اثر کر دیا اور لفٹیننٹ گورنر اور وائسرائے نے قیام شملہ موقوف کر کے جنوری ۱۹۰۶ء تک قادیان یا اس کے قریب قیام اختیار فرمایا تو میرے وارے نیارے۔ تمام ہندوستان میرا مرید ہو جائیگا۔

کرشن جی مہاراج! آپ کی ان پالیسیوں کو دانا خوب سمجھتے ہیں اور وہ آپ کے خطاب میں کہہ رہے ہیں کہ انگریزوں کی تقلید سے (نہ خدا کے الہام سے) آپ نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ مگر اس میں پیش بندی کر کے تعین تاریخ کو اڑا دیا اور وقوع زلزلہ کو ایسا وسیع کر دیا کہ اگر وہ آپ کے تمام زمانہ زندگی میں وقوع میں نہ آوے، تب بھی آپ کو کوئی جھوٹا نہ کر سکے۔ اور کوئی اعتراض کرے بھی تو آپ یہ کہہ دیں کہ میں نے اس کا وقت کب مقرر کیا تھا۔ اور پھر موسم کی گرمی اور خیموں کی تپش سے آپ کے نازک بدن پر آفت آئی تو آپ کو یہ فکر پڑی کہ ادھر

خیموں کی گرمی ستاتی ہے ادہر لوگوں کی طرف سے سوء ظنی وتکذیب کا خوف دامن گیر ہے۔اس فکر سے آپ کی توجہ اس طرف مصروف ہوئی ہے کہ اس پیشگوئی کو منسوخ کرنے کیلئے (جو آج تک سچے ملہم سے نہیں ہوا کیونکہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار و پیش گوئیوں میں۔اخبار میں نسخ ہوتو اس سے مخبر کا کذب ثابت ہوتا ہے) کوئی الہام گھڑنا چاہیے (جیسا کہ آتھم کی تاریخ موت ٹل جانیکے بعد یہ الہام گھڑا گیا تھا اطلع الله علی همه و غمه جو اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۶ صفحہ ۳۰ میں منقول ہے) سو بہت جلد الہام گھڑ کر سنایا جائے گا جسکے الفاظ یا مضمون یہ ہوگا:

اطلع الله علی همّك یا کرشن و غمّك فا جا ب دعاءك و تقبّل شفا عتك فارفع عن الحا ئط خیا مك و اختر فی دارالا مان القادیان قیامك و اعلم ا لحكام ان یلاز موا الجبال و لا یفروا منها مخا فة الخبا ل و الزوال وانكا ل زهق الز لازل و جاء ا لا مـان یعنی ہے مہاراج کرشن! خدا تعالی نے تیرے غم پر اطلاع پائی ہے اور تیری دعا رفع زلزلے کے باب میں اس نے قبول کی ہے اور تیری شفاعت پبلک اور گورنمنٹ کے حق میں اس نے منظور کر لی ہے۔اب باغ سے خیمے اٹھالے اور دارالامان قادیان میں قیام فرما کر گورنمنٹ کو یہ اطلاع کر دے کہ وہ پہاڑوں میں رہیں اور بخوف نقصان و ہلاکت وزوال وہاں سے نہ بھاگ جاویں، زلزلے دور ہوئے اور امن آ گیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ آٹھواں نمبر اس (مرزا) کا یہ فقرہ ہے کہ:

جس آنیوالے زلزلے سے میں نے دوسروں کو ڈرایا تھا اس سے پہلے میں آپ ڈرا اور ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں جن پر ہمارا ایک ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔میں قادیان واپس نہیں گیا اور جنگل میں معہ اہل عیال اور اپنی تمام جماعت کے بڑا تکلیف اٹھا رہا ہوں میری نیک نیتی پر اس سے بڑھ کر کون گواہ ہوسکتا ہے۔

خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے یہ بھی ایک جھوٹ ہے اور باغ میں خیمہ زنی اس جھوٹ کو سچ کر دکھانے کی غرض سے ہے۔مہاراج کرشن زلزلے سے خود نہیں ڈرے، صرف دوسروں کو ڈرانے اور ان پر اپنی پیشگوئی کا اثر جمانے کیلئے یہ خیمہ زنی ہوئی ہے۔ورنہ آپ کا اس پیشگوئی سے ڈرنا بحکم عقل محال ہے، جس پر یہ عقلی دلیل ہے (جو حصر عقلی پر مبنی ہے) کہ آپ کی پیشگوئی دو حال سے خالی نہیں۔یا تو خدا کی طرف سے ہوگی یا خدا کی طرف

سے نہ ہوگی اور اپنی یا کسی اور کی من گھڑت ہوگی۔ اگر آپ شق اول اختیار کریں اور اس پیش گوئی کو خدا کی طرف سے کہیں اور اپنے آپ کو ملہم ربانی اور مخاطب الٰہی قرار دیں تو پھر آپ کو اور آپ کی مخلص جماعت کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ جس خدا نے آپ کو اس پیشگوئی سے خطاب فرمایا ہے اس نے ساتھ ہی اس کے یہ بشارت بھی آپ کو دی ہوئی ہے کہ: خدا کا فضل تمہارے حال پر شامل ہے، تم تو ہمارے فرزند ہو، جس قوم یا بستی میں تمہارا قدم ہوگا اس قوم یا بستی پر عذاب نہ آئیگا، آپ تو آپ ہیں آپکے نام لیوا اور سیوک عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ دیکھو کانگڑہ، دہرمسال میں سخت زلزلہ ہوا مگر اس میں تمہارے مریدوں سے کوئی ضائع نہ ہوا۔

جس کو تم نے اس اشتہار میں کیا ہے اور یہ بھی تم اس اشتہار میں بصفحہ ۲ سطر ۸۔۱۱ کہہ چکے ہو کہ:

یہ زلزلے پیش گوئی قطعی نہیں بلکہ شرطی ہیں ہر ایک شخص جو نیک چلنی اختیار کرے گا وہ بچایا جائے گا۔ پس ایسے شخص کو کیا غم ہے جو اپنے چال چلن کی درستی رکھتا ہے۔

پھر ان بشارات وخطابات کے ساتھ آپ کا ڈر جانا کیوں کر ممکن ومتصور ہے؟ بجز اس حالت کے کہ آپ بد چلنی اختیار کریں اور اپنے آپ کو بدچلن قرار دیں، جس سے آپ کا دعوی نبوت وامامت باطل ہوتا ہے۔ اور اگر آپ شق ثانی اختیار کریں اور یہ کہیں کہ یہ پیشگوئی ہماری من گھڑت ہے تو پھر اس سے ڈرنا کسی حالت میں بھی (آپ نیک ہوں یا بدچلن بن جائیں) ممکن نہیں۔ جو شخص کسی بچے کو خیالی ہوّے سے ڈراتا ہے کیا وہ خود بھی اس ہوّے سے ڈرتا ہے؟ اور اگر شق دوم اختیار کرنے پر یہ اقبال کریں کہ یہ پیشگوئی انگریزوں نے کی تھی، اس نے ہم کو ڈرایا تھا (جیسا کہ اور بہت لوگوں کو لاہور وامرتسر میں ڈرایا تھا اور انہوں نے اپنے گھر چھوڑ کر خیموں میں رہنا اختیار کر لیا تھا) تو اس صورت میں آپ کا سارا تانا بانا کھل جاتا ہے اور یہ فریب اور دہوکہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کوئی کرے اور آپ اس کو اپنی الہامی پیشگوئی بنالیں اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنے دام میں لاویں۔ خیموں میں آپ کا ڈیرہ لگانا ایک اور وجہ سے بھی اس امر کی دلیل ہوسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی آپ کی الہامی نہیں۔ اس کا مفصل بیان فقرہ نمبر ۹ کے اظہار مغالطہ میں ہوگا۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں، نواں نمبر مرزا غلام احمد کا یہ فقرہ ہے کہ:

جو لوگ مقدرت رکھتے ہیں وہ خیموں میں رہیں اور جو بے مقدرت ہیں وہ دعا کرتے رہیں۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ یہاں تو آپ اس تدبیر جسمانی (خیمہ میں پناہ گزینی) کی ہدایت فرماتے ہیں اور بہت جگہ اشتہارات زلزلہ میں اس کا روحانی علاج صرف دعا و توبہ بتا چکے ہیں۔ پس اگر زلزلہ کو عذاب آسمانی جانتے ہیں اور اس کا علاج اسی روحانی تدبیر کو دل سے مانتے ہیں تو پھر تدبیر جسمانی فضول ہے۔ آسمانی عذاب کو خیمے ہرگز نہیں ٹلا سکتے۔ خیمے والے لائق عذاب ہوں گے تو آسمان سے آگ برسے گی اور وہ زمین دھنسائی جائے گی۔ اگر اس عذاب کو صرف طبعی اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہیں (جیسا کہ جیالوجی والے سمجھتے ہیں) تو پھر اس کو آسمانی عذاب بتانا اور لوگوں کو دعا و توبہ کی رغبت دلانا (جس سے آپ کا مقصود اپنی نبوت تسلیم کرانا ہے۔ چنانچہ نمبر ۱۳ کے اظہار مغالط میں ثابت کیا جاوے گا) دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

دسواں نمبر آپ کا یہ فقرہ ہے کہ:

اس کے واسطے میں نے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی کیونکہ خدا تعالی نے تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمایا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ تاریخ مقرر نہ کرنے کی وجہ وہ پیش بندی ہے جس کا بیان اظہار مغالطہ فقرہ نمبر ۷ میں گذرا ہے مگر بحکم آنکہ: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، اور شہادت آیت و لوکا ن من عند غیر الله لـو جدوا فیه ا ختلا فاً کثیراً آپ سے اس پیش بندی کا اس قدر خلاف بھی ہو گیا کہ چٹھی اسمی گورنمنٹ میں تاریخ نہیں تو سال مقرر کر دیا۔ اور یہ کہا ہے کہ: جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے،، جس کا صاف منشاء ہے کہ زلزلہ آیا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک آوے گا، اس کے بعد نہ آوے گا۔ اس اشتہار میں یہ تعین بھی کر دی ہے کہ زلزلہ موسم بہار میں آوے گا مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ پہاڑ سے کچھ اور مراد ہو۔ یہ اختلاف بیانیاں اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ پیشگوئیاں خدا کی طرف سے نہیں ہیں صرف من گھڑت ڈھکوسلے ہیں جن سے لوگوں کو ڈرایا اور پھنسایا جاتا ہے۔

گیارھواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ میں نے یہ پیشگوئی کسی کمزور بنا پر نہیں کی بلکہ اگر حکام کی طرف سے میرے اس دعوی کی پڑتال ہو تو کم سے کم ایک ہزار پیشگوئی ایسی ثابت ہو گی جو سچی نکلے۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ حکام وقت ہی نے خلقت خدا کا بیڑا ڈبویا ہے۔ وہ کسی پیشگوئی کی پڑتال کرتے تو خلقت خدا کو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔ اب کرشن مہاراج کے اس چیلنج پر گورنمنٹ نے پڑتال کی

طرف توجہ نہ کی تو اس سے وہ لن ترانیاں ہانکے گا کہ اگر میں اپنی پیشگوئیوں میں سچا نہیں تو گورنمنٹ مجھے کیوں نہیں پکڑتی؟ گورنمنٹ تو اس کی ایسی باتوں کو فضول جان کر ساکت ہے یا اس کی ٹو مچ نیوٹریلٹی (Too much neutrality) اس توجہ سے مانع ہے اور اس سے اس کی بہت رعایا کے اخلاق و اموال تباہ ہو رہے ہیں۔ اس کا اپیل بجز خدا تعالیٰ، (جو تمام حکومتوں کا اعلیٰ حاکم ہے) کس کے آگے کریں۔ اے خدا! تو گورنمنٹ کو ہدایت کر اور مظلوم رعایا کی باتوں کو سننے والے کان، ان کو دیکھنے والی آنکھ، ان کی حالت کو دیکھنے والا دل عطا فرما۔

اگر گورنمنٹ توجہ کرے تو میں اسلام و مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہو کر اس امر کو ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوں کہ کرشن قادیان کی ایک پیشگوئی بھی سچی نہیں نکلی۔ مجھے بلانے میں گورنمنٹ کو کسی وجہ سے تامل ہو تو رسالہ اشاعۃ السنہ طلب ہو اور جن جن مقامات کا میں حوالہ اس مضمون میں اور اس سے پہلے تین مضمونوں میں دے چکا ہوں یا، آئندہ دوں، ان مقامات کا ترجمہ گورنمنٹ کے ملاحظہ میں گذرے۔

بارہواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی یہ فقرہ ہے کہ:

مجھے منجم ہونے کا دعوی نہیں، علم جیالوجی (طبقات الارض) کا میں مدعی نہیں، صرف وحی و الہام سے پیش گوئی کرتا ہوں۔ پھر جو لوگ مجھے اس دعوی الہام میں جھوٹا جانتے ہیں ان کا میری پیش گوئیوں سے ڈرنا اور تشویش میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟

خاکسار محمد حسین کہتا ہے جو لوگ آپ کو اس دعوی الہام میں جھوٹا جانتے ہیں وہ تو آپ کی ان پیشگوئیوں کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ ان کا ان پیش گوئیوں سے ڈرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مگر کیا دنیا میں سبھی لوگ ایسے ہی ہیں؟ ایسا کوئی نہیں جو ان پیشگوئیوں سے ڈرتا ہو اور اس ڈر سے اس کو نقصان پہنچا ہو؟ بے شک ایسے لوگ بہت ہیں اور وہ دو قسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آپ کو مسیح و مہدی و ملہم مان چکے ہیں۔ وہ اس قسم کی پیشگوئیوں کو سن کر اور آپ سے ڈر کر آپ کے مرید ہو گئے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو نہ آپ کے پورے معتقد ہیں اور نہ منکر و مخالف۔ وہ آپ کی پیشگوئیاں سن کر یوں ہی دیکھا دیکھی ڈر جاتے اور تشویش میں پڑتے ہیں۔ اور چونکہ یہ دونوں قسم کے لوگ گورنمنٹ کے ویسے ہی رعایا ہیں جیسا کہ اول الذکر (قسم سوم) منکرین کرشن رعایا ہے، لہذا گورنمنٹ کا فرض ہے کہ آپ کی دھمکیوں سے ان کو بچاوے اور آپ کے دام سے قسم اول کو

نکالے اور قسم دوم کو پھنسنے نہ دے۔ ان ہی دو قسموں کی نسبت اخبار والوں نے گورنمنٹ سے اپیل کیا ہے جس کے جواب میں آپ نے قسم سوم (منکروں) کو پیش کر دیا ہے اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے۔

تیرھواں نمبر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فقرہ ہے کہ توبہ و اصلاح نفس سے میری مراد اس جگہ یہ نہیں کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جائے، یا میری بیعت اختیار کرے۔

خاکسار کہتا ہے اس فقرہ میں جو آپ نے گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دیا ہے وہ تمام مضمون اس اشتہار زلزلے بلکہ دیگر اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اکاذیب و مغالطات کا لب لباب و نچوڑ ہے۔ لہذا ہم بھی اس فقرہ کے اظہار کذب میں اس کے جملہ اشتہارات کے فقرات نقل کر کے گورنمنٹ اور پبلک پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ان پیشگوئیوں سے کرشن جی کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندو مسلمان اور عیسائی سب کے سب اپنا مذہب چھوڑ کر کرشن کے پنتھ میں داخل ہو جائیں اور اس کے سیوک و مرید بن جاویں۔ اس مدعا کے اثبات کیلئے ہم اس کے اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اصل فقرات نقل کر دیتے ہیں۔

اس (مرزا) کا سب سے پہلا اشتہار متعلق زلزلہ، الدعوت، ہے جو کہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے اس میں حسب ذیل چار فقرات لائق توجہ ہیں:

۱۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۲۔ میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعے سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں رہا۔ اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔

۳۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۴۔ میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ

الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت، امن کی جگہ رہیگی نہ عارضی سکونت مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی، اور پھر مارچ کے مہینہ میں خداتعالی نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جائیگا۔

اس (مرزا) کا دوسرا اشتہار، الانذار ہے جو ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا اس میں حسب ذیل پانچ فقرے لائق توجہ ہیں:

۱۔دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔

۲۔اور پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آگیا یعنی وہ وقت آگیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے۔حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔

۳۔حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آویں اور خدا کے اس فرستادہ کو، جو ان کے درمیان ہے، شناخت کرلیں۔

۴۔ ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا، وہ پکڑا جائے گا۔

۵۔کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا، تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔

اس (مرزا) کا تیسرا اشتہار

النداء من وحی السماء

ہے جو ۲۱۔اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔اس میں حسب ذیل پانچ فقرے لائق توجہ ہیں:

۱۔خداعزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کیلئے دو نشان ہیں، انہیں نشانوں کی طرح جو موسی نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

۲۔خدا نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑھائے گی اور دوسرے مسلمانوں کی

تعداد کو گھٹائے گی۔سو آخر پر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ پیشگوئی سچی نکل یا جھوٹی۔میں سچ کہتا ہوں کہ اس ظلم کے سبب سے جو کیا گیا اور طاعون کے نشان کو دیکھ کر لوگ ہنسی سے پیش آئے ، یہ دوسرا نشان زلزلہ کا ظاہر ہوا۔

۳۔صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے۔اور یہ عذاب اس کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں۔اس وقت بھی خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے۔پس سوچو اور ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ۔

۴۔میں سچ کہتا ہوں کہ اس آنے والے نشان کے بعد جو مجھ کو قبول کرے گا اس کا ایمان قابل عزت نہیں۔جس کے کان ہیں سنے، خدا فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ زمین والوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔

۵۔اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں گا۔

اس (مرزا) کا چوتھا اشتہار:

زلزلے کی خبر بار سوم

ہے جو ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔اس میں حسب ذیل دو فقرے لائق توجہ ہیں:

۱۔دنیا میں ایک نذیر آیا۔پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۲۔یاد رہے کہ خدا کا غضب نہایت عمیق در عمیق ہوتا ہے۔بجز ان خدا کے مرسلوں کے جو جناب الٰہی میں برگزیدہ ہوتے ہیں اور کسی پر نہیں کھلتا۔اور کسی کو اس خالص غیب سے اطلاع نہیں دی جاتی۔پس مجھے خدا تعالی نے اطلاع دی ہے تا وہ جو خدا تعالی کو شناخت نہیں کرتے اور نہ مجھ کو۔ان کو پتہ لگ جائے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ ان فقرات کو نظر سرسری سے دیکھنے والا بھی یقین کرے گا، اور سمجھ لے گا کہ اس زلزلے کی خبر دینے سے کرشن قادیانی کا مقصود کیا ہے۔اب دیکھئے باریک

بین گورنمنٹ اور انصاف پسند پبلک ان فقرات سے کیا مطلب نکالتے ہیں اور کرشن جی کو کیا سمجھتے ہیں۔ کرشن قادیانی کی انذاری پیش گوئیوں اور دھمکیوں کی طرف ملکی اخباروں (پیسہ اخبار وغیرہ) نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی تو کرشن جی کو کسی قدر ہوش آئی اور یہ فکر پڑی کہ شاید گورنمنٹ کو اپنی مظلوم و نادان رعایا پر رحم آجائے اور وہ ان پیش گوئیوں کی طرف توجہ فرما کر مجھ سے یہ سوال کرے کہ کیوں تم نے ہماری نادان رعایا کو کبھی طاعون سے، کبھی زلزلہ سے (انکو اپنی تائید وتصدیق کا نشان ٹھہرا کر) ڈرایا دھمکایا اور ان دھمکیوں سے انکو دام میں پھنسایا اور ان کا مال دبایا ہے۔ اس فکر نے اس کو اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کی اشاعت پر مجبور کیا جس میں اس نے جھوٹ اور دھوکے سے گورنمنٹ کے سوال مذکور سے اپنی جان کو چھوڑانا چاہا ہے۔

ازاں جملہ ایک جھوٹ و دھوکہ اس اشتہار کا درج ذیل یہ فقرہ ہے: آنے والے زلزلے سے میں خود ڈر گیا ہوں اس واسطے میں اپنے کنبہ اور مخلص مریدوں سمیت اپنے پختہ مکانات چھوڑ کر میدان میں خیمے لگا کر پڑا ہوں اور دھوپ کی شدت برداشت کر رہا ہوں۔ میں خود ڈر گیا تو میں نے محض ہمدردی سے، نہ کسی خود غرضی سے، گورنمنٹ اور پبلک کو بھی ڈرایا۔ اور زلزلے آئندہ کے نقصان سے ان کو بچانا چاہا۔

خاکسار محمد حسین کہتا ہے کہ زلزلے کی پیشگوئی سے کرشن جی کا ڈر جانا بحکم عقل ناممکن ہے، کیونکہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور کرشن جی کی تائید اور تصدیق کے واسطے کوئی زلزلہ آنے والہ ہے، تو اس سے کرشن کا بچ جانا یقینی امر ہے۔ پھر اس سے ان کا ڈر جانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور اگر خدا کی طرف سے نہیں (من گھڑت ڈھکوسلہ اور ان کا فرضی وجعلی ہوّا ہے) تو ایسے ہوّے سے ان کا ڈر جانا کیونکر ممکن ہے۔ لہذا کرشن جی کا میدان میں خیمہ لگانا اور دھوپ کی شدت برداشت کرنا کسی نیک نیتی اور ہمدردی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس خود غرضی پر ہے کہ احمق لوگ اس کو زلزلے سے ڈرتا ہوا دیکھ کر ڈر جاویں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے فعل سے خود بھی ہماری رائے کی تائید کردی ہے کہ میدان سے آپ نے ڈیرہ اٹھا لیا ہے اور پھر سے اپنے پختہ مکانوں میں سکونت اختیار کرلی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت آپ کو کوئی ڈر نہ تھا۔ جو کچھ تھا لوگوں کو ڈرانے کا حیلہ و وسیلہ تھا۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ جو لوگ ہمارے اس حیلہ سے پھنسنے والے تھے، وہ پھنس چکے ہیں اور باقی

ماندہ لوگوں کو اخبار والے بے ڈر کر رہے ہیں اور ہماری اس منتر کو چلنے اور پھرنے نہ دیں گے، تو آپ نے میدان سے ڈیرہ اٹھا لیا۔ اور اگر واقعی آپ کے دل میں زلزلہ کا ڈر ہوتا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک جس کو آپ چٹھی اسمی گورنمنٹ میں میعاد زلزلے ٹھہرا چکے تھے، آپ میدان سے ڈیرہ نہ اٹھاتے۔ اور پختہ مکانوں کی سکونت اختیار نہ فرماتے۔

اور اگر آپ اس کے جواب میں یہ بات بناویں گے کہ الہام یا پیشگوئی زلزلہ منسوخ ہو چکی ہے (اور ہم کو خدا کی طرف سے وہ الہام جو تم نے خود بنا کر نقل کیا ہے یا اس مضمون کا اور الہام ہو چکا ہے) یا اس کی تاریخ بدل گئی ہے، تو اس سے اولاً کرشن جی ہمارے اس بیان کی تائید و تصدیق کریں گے جو ان کے اشتہار ۱۱ مئی کے فقرہ نمبر ۷ کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں۔ اور دعوی الہام میں اپنی دروغگوئی کا خود اقرار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور ثانیاً وہ اس سوال کے مورد ہوں گے کہ جب آپ نے میدان سے خیمہ اٹھا لیا تو اس الہام کی منسوخی یا تبدیلی تاریخ کو کیوں مشتہر نہ کیا؟ آپ اس زلزلے سے بے ڈر ہو گئے تھے تو اوروں کو (جن کو ڈرا چکے تھے) کیوں بے ڈر نہ کیا؟ کیا آپ کی اس میں بدنیتی نہیں پائی جاتی کہ وہ لوگ اس ڈر میں مبتلا رہ کر آپ کی سیوا کرتے رہیں، بے ڈر ہو کر آپ کی سیوا و ڈنڈوت نہ چھوڑ دیں۔.....

یہاں مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ ایک کھلے خط میں وائسرائے ہند کو لکھتے ہیں:

...ان چٹھیات کا مضمون کرشن قادیانی نے اپنے اشتہار ۱۱ مئی (۱۹۰۵ء) میں، جس میں روانگی چٹھیات کی اطلاع مشتہر کی ہے، تو پورا نقل نہیں کیا مگر مضمون اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چٹھیات کا مضمون یہ ہوگا کہ: میں نے گذشتہ زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء یا آئندہ زلزلے کی نسبت اشتہارات اربعہ مورخہ ۸۔ اپریل لغایت ۲۹۔ اپریل میں پیشگوئی کی تھی اس سے میرا مقصود صرف انسانی ہمدردی ہے، نہ لوگوں کو ڈرانا اور دھمکانا اور اس ذریعہ سے ان کو اپنے مذہب میں لانا۔

اگر ان چٹھیات کا یہی مضمون ہے تو یہ اس کی سراسر دھوکہ دہی ہے۔ اس کا مقصود جو اس کی صریح عبارات میں پایا جاتا ہے، صرف دھمکانا اور ڈرانا اور جبراً لوگوں کو اپنے مذہب میں لانا ہے۔ اس امر کا ثبوت خاکسار کے مضمون (کرشن قادیانی کی گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دہی، اور اس سے پہلے مضامین) میں کافی موجود ہے۔

گورنمنٹ ان مضامین کا پورا ترجمہ ملاحظہ میں لائے اور اگر اس میں کوئی امر دریافت طلب باقی رہ گیا ہو تو خاکسار سے استفسار فرما کر، کرشن قادیانی سے جواب طلب کرے اور اگر گورنمنٹ اس کی دھوکہ دہی کی تحقیقات جوڈیشل طور پر بذریعہ عدالت کرنا چاہے تو اس کے مقابلہ میں اس کا ثبوت پیش کرنے کیلئے پبلک اور خاص کر اہل اسلام کی طرف سے خاکسار حاضر ہونے کو تیار و مستعد ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس پیش گوئی کو لغو سمجھ کر اس کا کچھ نوٹس نہ لیا، جیسا کہ عام خیال ہے تو اس سے بہت سے نادانوں اور بے علموں میں اس کی پیش گوئیوں کا اعتبار بڑھ جائے گا اور اس سے عام رعایا گورنمنٹ کو نقصان پہنچے گا۔ ابو سعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

اس کے بعد مولانا بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کرشن جی مہاراج زلزلے کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے تھک گئے اور آنے والے زلزلے سے ناامید ہو کر میدان سے خیمہ اٹھا کر قادیان میں آ گھسے۔ اور اس عربی نداء ہاتف غیبی الا ھل وجدوا ما فقدوا بل یئسوا فانقلبوا کے مصداق بن کر، اور اس ندامت کو اٹھانے اور الزام دروغ گوئی سے جان چھڑانے کیلئے بجز خاموشی کوئی حیلہ و سبیل نہ پا کر خاموشی اختیار کر بیٹھے، تو چیلوں کا دل ٹھہرانے اور آنسو پونچھنے کیلئے اس ڈیوٹی کو آپ کے ایک چیلے (اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) نے اپنے ذمہ لے لیا اور ریویو کے پرچہ نمبر ۸ جلد ۴ بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے:

زلزلہ کی پیش گوئیاں

اور اس کے ذیل میں یہ کہا ہے:

ولایت کے میگزین اکلت ریویو میں ایک مضمون ۴۔ اپریل (۱۹۰۵ء) والے زلزلہ کے متعلق شائع ہوا ہے جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ زلزلے عموماً چاند گرہن یا سورج گرہن کے بعد آتے ہیں۔ چنانچہ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اسی بنا پر زیڈ کیل جنتری میں جو اکتوبر کو شائع ہوئی تھی، یہ لکھا گیا تھا کہ ۷۴ درجہ طول بلد کے قریب مارچ کے اخیر یا اپریل کے ابتداء میں ایک دھکہ زلزلہ کا محسوس ہوگا۔

اس کے بعد چیلہ جی نے بقدر ایک صفحہ کے اپنا مضمون لکھا ہے جس میں گورو جی کی (دروغ گوئی میں) پیروی کے ساتھ ایسی تیز قدمی کی ہے کہ گورو جی کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ہم اس مقام میں اس مضمون کے چار

فقرے نقل کرتے ہیں۔

فقرہ اول۔زیڈکیل کی جنتری اکتوبر ۱۹۰۴ءکوشائع ہوئی۔اوراس میں کسی ملک کا نام نہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آئے گا۔اس طول بلد ۷۴ درجہ پر بہت سے ممالک واقع ہیں اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اصل مرکز زلزلے کا جہاں اس کی تباہی سب سے زیادہ ہوئی، کانگڑہ ہے جو ۷۶۔۷۷ درجہ طول کے بلد کے درمیان واقعہ ہے اس جنتری کی اشاعت سے دس ماہ پہلے ایک شخص (یعنی مرزا قادیانی) نے خدا سے الہام پا کر یہ اخبار شائع کیا تھا کہ ایک دھکہ زلزلہ کا اس ملک میں محسوس ہونے والا ہے۔

پھراس اشاعت سے ۵ ماہ بعد یعنی اس جنتری سے ۵ ماہ پہلے یہ پھر شائع کیا کہ اس ملک کے ایک بڑے حصہ میں مکانات بالکل زمین سے مل جاویں گے جیسا کہ الہام عفت الدیار محلها و مقامها سے پایا جاتا ہے۔

اس فقرہ میں چیلہ جی کا یہ کہنا کہ اشاعت جنتری زیڈکیل کے پہلے گورو جی نے زلزلہ کی پیش گوئی کر دی تھی، گورو جی کی تقلید اور پیروی ہے جس کا جواب آپ کو مل چکا ہے کہ زلزلہ ۴۔اپریل (۱۹۰۵ء) سے پہلے زلزلہ کا وجود آپ کے خواب وخیال میں بھی نہ آیا تھا۔جو کچھ آپ نے کہا تھا طاعون کے متعلق کہا تھا اوراس امر کا اعتراف آپ کے اشتہارات الوصیت اور النداء میں موجود ہے۔اوراس دروغ گوئی میں جو چیلہ جی سے پیش قدمی ہوئی ہے وہ انکا یہ کہنا ہے کہ زیڈکیل نے وقوعہ زلزلہ کا محل نہیں بتلایا تھا اور ہمارے گورو نے محل بتا دیا تھا کہ وہ پنجاب ہوگا۔اوراس کے ایک بڑے حصہ کے مکانات زمین سے مل جائیں گے۔

ناظرین اس قدر زائد کا دروغ ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ: اس ملک اوراس ملک کے بڑے حصہ،، کا نام ونشان زلزلہ کے متعلق گورو جی (قادیانی) کے کسی اشتہار یاان کے کسی اخبار میں پایا نہیں جاتا ۔چیلہ جی اس دعوی میں سچے ہیں تو کسی اخبار یا اشتہار کا حوالہ دے کراس کی عبارت نقل کریں۔اوراس پر ہماری حیثیت کے موافق ہم سے انعام لیں۔یہ نہ ہو سکے تو اس دروغ گوئی اور دھوکہ دہی سے تائب ہوں۔

فقرہ دوم۔کیا الہام الٰہی میں قبل اس کے کہ سیاروں کا اجتماع معلوم ہو سکے یا جنتری میں شائع ہو، زلزلہ کی خبر نہیں دی گئی؟ اور پھر زیڈکیل جنتری کی خبر ہے بھی مہمل کیونکہ اس میں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ تیز

دھکہ کا زلزلہ محسوس ہوگا۔مگر تیز دھکے دنیا میں ہمیشہ اور ہر ملک میں کم وبیش رہتے ہیں۔لہذا تیز دھکہ کہہ دینا کوئی علم نہیں دیتا۔مگر خدا تعالیٰ عالم الغیب نے جو وحی کی (یعنی قادیانی کو) اس میں نہ صرف تیز دھکہ ہی بتلایا گیا ہے بلکہ ساتھ ہی یہ بتلا دیا ہے کہ اس قسم کا زلزلہ ہوگا کہ ایسا زلزلہ پنجاب میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔جس سے ایک حصہ ملک پنجاب میں عمارتیں بھی نیست و نابود ہو جاویں گی۔اب یہ وہ بات ہے کہ جس پر انسانی عقل احاطہ نہیں کر سکتی،۔

اس فقرہ کے پہلے حصہ میں تو گورو جی کی دروغگوئی میں پیروی ہے (جس کا جواب ابھی دیا گیا ہے) اس کے بعد جو کہا ہے وہ اس جھوٹ میں چیلہ جی کی پیش قدمی ہے اور نہایت دلیرانہ دروغ گوئی ہے۔چیلہ جی کو اس کی سچائی کا دعویٰ ہے تو وہ گورو جی کے زلزلہ ۴۔اپریل (۱۹۰۵ء) سے پہلے کسی اشتہار یا اخبار سے یہ الفاظ نقل کر کے دکھلا دیں۔اور ہم سے جو چاہیں انعام لیں۔

فقرہ سوم۔خالی تیز دھکہ کہنا ایک مبہم لفظ ہے مگر وحی الٰہی نے کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑا۔

فقرہ چہارم۔بلکہ ایسے صاف الفاظ میں زلزلہ کی کیفیت بیان کو بیان کر دیا ہے جس سے بڑھ کر صفائی ممکن نہیں۔

ان دونوں فقروں میں چیلہ جی نے دروغگوئی اور دھوکہ دہی کا درجہ انتہاء تک پہنچا دیا ہے اور گورو جی کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔اصل الہام اردو کرشن جی میں، جو ان کے اخبار جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا ہے صرف زلزلہ کا دھکہ بولا گیا ہے۔اور اس کے ساتھ کوئی بیان وتشریح نہیں۔بلکہ اس کے بعد ایسا فقرہ بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی نہیں ہے۔کسی موجودہ واقعہ کی حکایت ہے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ: میں کوئی زلزلہ محسوس نہیں پاتا،اور اصل عربی الہام جو ان کے اخبارات مئی ۱۹۰۴ء اور اشتہار الوصیت میں شائع ہوئی ہیں، صرف یہ الفاظ ہیں: عفت الدیار محلها و مقامها ۔اور اس کی بھی کوئی تشریح وتبیین اخباروں میں نہیں ہوئی۔صرف لفظ (متعلقہ طاعون) خطوط وحدانی میں لگایا گیا ہے۔اور اشتہار الوصیت میں اس کی تبیین یا تشریح ہوئی ہے تو طاعون سے ہوئی ہے۔اسی طاعون کا اس ملک میں ظاہر ہونا اور اسی طاعون سے اس ملک کا مٹ جانا بیان ہوا ہے۔اور اسی طاعون کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ جب سے دنیا ہوئی ہے،ایسی سختی کے دن کبھی نہیں

آئے۔ان تشریحات کے ساتھ کرشن جی کے کسی الہام یا کلام میں جو زلزلہ ۴۔اپریل (۱۹۰۵ء) کے پہلے شائع ہوا ہو، زلزلہ کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بایں ہمہ زلزلہ کے دھکے کو چیلا جی کا مفسر اور مبین قرار دینا، اور اس کے مقابلہ میں زیڈکیل جنتری کے تیز دہکہ کو مبہم قرار دینا، دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) ناظرین! ہم نے صرف اپنی تحقیقات ومعلومات متعلقہ تصانیف واشتہارات کرشن جی پر اکتفا کر کے کرشن جی کے بہت سے چیلوں کو (جو لاہور میں رہتے ہیں اور ان کا مکان کرشن جی کا لاہور میں ہیڈکوارٹر یا گورنمنٹ ہاؤس کہلاتا ہے، اور جن میں سے لائق ذکر اور میں مشہور دو شخص ہیں، ایک مالک کارخانہ مرہم عیسی دوسرے مالک اخبار بدر قادیان) ہم نے چیلنج کیا اور یہ کہا کہ اگر آپ لوگ زلزلہ ۴۔اپریل (۱۹۰۵ء) سے کسی پہلی تحریر واشتہار کرشن جی میں زلزلہ کے متعلق یہ چار تشریحات والفاظ جو اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے بیان کی ہیں کہ: ۱۔وہ زلزلہ اس ملک میں ہوگا۔۲۔اور ملک پنجاب میں ہوگا۔۳۔اور اس ملک کے بڑے حصہ کے مکانات اس سے زمین میں مل جائیں گے۔۴۔اور وہ زلزلہ ایسا ہوگا کہ اس سے پہلے کوئی زلزلہ پنجاب میں نہیں ہوا۔ ،دکھا دے تو اس کے صلہ میں آپ کو وعدہ دیتا ہوں کہ میں آئندہ مرزا کا تعاقب چھوڑ دونگا اور آپ لوگ نقد انعام چاہیں تو ایک سو سے پانچ سو روپیہ تک دینے کو حاضر ہوں اور اگر ان تشریحات کا زلزلہ کے متعلق کہیں وجود نظر نہ آیا تو آپ کو کرشن جی کی پیروی کا چھوڑنا لازم ہوگا۔اس پر ان لوگوں نے بہت کوشش کی اور اخباروں کے فائل ڈھونڈھ ڈالے، مگر ان کو کہیں ان تشریحات کا نام ونشان متعلق زلزلہ نظر نہ آیا۔ یہ بھی ان سے کہا گیا ہے کہ آپ لوگ قادیان سے مدد لیں۔محمد احسن امروہی وحکیم نورالدین بھیروی وغیرہ کو بلا کر ان سے تشریحات کی نشان دہی کرا دیں۔اس امر کا بھی ان سے حوصلہ نہ ہوسکا۔آخر انہوں نے صاف کہدیا کہ اڈیٹر (ریویو) کی یہ تشریحات غلط ہیں، ہم ان کی نشان دہی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔اس بات سے کس وناکس کو یقین ہوسکتا ہے کہ ان تشریحات کے دعوی میں چیلہ جی نے محض دروغ گوئی سے کام لیا۔اور کرشن جی کا الہام (زلزلہ کا دھکہ) زیڈکیل کی پیش گوئی تیز دھکہ کا زلزلہ سے زیادہ مبہم ومہمل ہے۔

کرشن جی کی پیش گوئی کا زیڈکیل کی پیشگوئی سے بڑھ کر مبہم ومہمل ہونا ثابت ہوا تو اب ناظرین پر ان کی ایک اور دروغ گوئی کا اظہار کیا جاتا ہے جو دھوکہ دہی پر قوی دلیل اور سخت الزامی حجت ہے۔اور وہ یہ ہے

کہ ان لوگوں کا اپنی درج ذیل مبہم ومہمل پیش گوئیوں :۱۔عذاب الٰہی یعنی طاعون سے ملک مٹ جانے کو تیار ہے ۔۲۔اور دردناک موتوں سے عجیب شور برپا ہے ۔۳۔اور موتا موتی لگ رہی ہے ۔۴۔اور زلزلہ کا دھکہ ۔ ۵۔ عفت الديار محلها و مقامها ،کو جن میں اصل الہامات میں کوئی تشریح نہیں کہ وہ عذاب زلزلہ ہے یا طاعون ہے، اور وہ کس وقت اور کس ملک میں آئے گا، اور وہ کس قسم کا ہوگا، کو آسمانی نشان بنالیا ہے اور ان کو اپنی نبوت اور صداقت کی قطعی دلیل ٹھہرالیا۔ مگر مسیح علیہ السلام کی اس قسم کی پیشگوئیوں کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶ و ۷ میں کہا ہے: مسیح کے معجزات و پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض وشکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں ۔کیا تالاب کا قصہ مسیح کے معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔کیا یہ بھی کوئی پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے۔

ناظرین! حضرت مسیح علیہ السلام کی ایسی مبہم پیشگوئیوں کی نسبت ایسی توہین وتحقیر کے کلمات کہنا ، اور اپنی اس قسم کی پیشگوئیوں کو بانس پر چڑھانا اور ان کو مبین اور مشرح قرار دے کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرانا، دروغ گوئی نہیں تو پھر دنیا میں دروغ گوئی کس کا نام ہے؟

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ ۔صفحہ ۲۸۴ تا ۳۴۸ ۔مختصراً)

براہین جلد پنجم میں قادیانی کا بٹالویؒ سے خطاب

براہین احمدیہ کی ایک جلد مرزا قادیانی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں تصنیف فرمائی تھی، اور اسے نصرۃ الحق اور براہین پنجم کا نام دیا تھا، یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی، اور ان کی موت کے بعد قادیانی حضرات نے اکتوبر ۱۹۰۸ء میں باراول اسے شائع کیا۔ یہ وہی کتاب ہے جس میں مرزا قادیانی نے پانچ اور پچاس کے باہم مساوی ہونے کا حسابی کلیہ پیش فرمایا تھا جیسا کہ انہوں سید عبدالحی قادیانی نے روحانی خزائن

میں شامل براہین پنجم کے تعارف میں لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوی سے قبل اسلام کی حقانیت قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور نبوت محمدیہ کی صداقت کے اثبات میں پچاس حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے پہلے چار حصے ۱۸۸۰،۱۸۸۲ء، اور ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئے۔ ..ان چار حصوں کی اشاعت کے بعد اللہ تعالی کی حکمت مصلحت اور مشیت خاص سے اس کتاب کے بقیہ حصوں کی اشاعت لمبے عرصہ تک ملتوی رہی ...البتہ اسلام کی صداقت اور نبوت محمدیہ کی حقانیت پر حضور کی اسّی (۸۰) کے قریب تصانیف منظر عام پر آئیں۔ آخر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود نے براہین کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا...(اس کتاب میں) تیسرے نمبر پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض ان شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جوانھوں نے مسیح موعود کی زلزلوں سے متعلق پیش گوئیوں کے بارے میں شائع کئے تھے۔ محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور (مرزا) نے وفات مسیح کے مسئلہ پر بھی معقولی اور منقولی رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک طویل عربی نظم رقم فرمائی ہے جس میں حضور نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔،

براہین احمدیہ جلد پنجم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مرزا قادیانی کا نثری خطاب تو صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۳۱۵ سے ۳۳۵ عربی نظم لکھی ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں:

و لو لا ثلا ث فيك تغلي لجئتني　　فمنهن جهل ثم كبر مثوّر

اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آ جاتا۔ ان میں سے ایک تو جہالت ہے اور دوسری تکبر جو جوش مار رہا ہے۔

و آ خر اخلاقٍ يبيد ك سمّها　　هو الخو ف من قو مٍ بحمقٍ تنفّروا

اور تیسرا اخلق جسکی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

فا يّ غبی انت يا ابن تصلّفٍ　　تر ی ثمرا تی كلّها ثمّ تقصر

پس اے لاف وگزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے۔

سيهد يك ر بیّ بعد غيٍ و شقوةٍ　　و ذلك من و حيی اتا نی فا خبر

عنقریب خدا تجھے گمراہی کے بعد ہدایت دیگا۔ اور یہ مجھے خدا تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں

و نحن علمنا المنتهی من و لیّنا　　فقرّت به عینی و کنت ا ذکّر

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا سے معلوم ہوا۔ پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں یاد دلاتا رہا

وو اللّه لا انسی زمان تعلّق　　و لیس فؤا دی مثل ارضٍ تحجّر

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں۔ اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے۔

اری غیظ نفسی لا ثبا ت لغلیه ۔ لمو ج من الرّ جا فیعلوا و یحدر

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو کچھ ثبات نہیں۔ وہ دریا کی اس موج کی طرح ہے جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے

و ان قلت مرّاً فی کلا م لطا لما　　ر أیت ا ذیً منکم و قلبی مکسّر

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے، تو میں ایک زمانہ دراز سے تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور میرا دل چور چور ہے

و ما جئتکم الّا من الله ذی العلی ۔ و ما قلت الّا کلما کنت او مر

اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا ہے

فا نّا کتبا فی البرا هین کله　　امور علیها کنت من قبل تعژر

پس ہم نے یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں لکھ دیئے ہیں یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے۔

و ان کنت از معت النضا ل تهوّراً۔ فنأتی کما یأتی لصید غضنفر

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کرلیا ہے تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے۔

و انت تظنّ بی الظنو ن تغیظاً　　و انّی بر یء من امورٍ تصوّر

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے اور میں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں۔

نز لت بحرّ الداردار مهیمن　　و تا للّه انّك لا ترا نی و تهذر

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں۔ اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے۔

انا ا للیث لا ا خشی الحمیر و صو تهم　　و کیف و هم صدی و للصید از ء ر

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا۔ اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کے لئے میں نعرے مارتا ہوں

تبصر و انّ العمر لیس بدا ئم ۔ کلا نا و ان طا ل الز ما ن سیندر

آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اور ہر ایک ہم میں سے اگرچہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مر جائے گا

فا ن کنت جو عان الهد ی فتحرّنا الا اننا نقری الضیو ف و ننحر

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں

اثر ت غباراً للا ناس لیحسبوا و جودی مضلاً للوری و لیکفروا

تو نے لوگوں کے لئے ایک غبار اٹھایا، تا میرے وجود کو گمراہ کرنے والا خیال کریں اور منکر ہو جائیں۔

ابتغی بمکر ك ذلّتی و ھلا کتی فذ لك قصد لست فیه مظفّر

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے۔ پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا۔

فد ع ا یأھا المجنو ن جهداًمضیّعاً کمثلی نخیل باسق لا یبعکر

پس اے دیوانے اس بے ہودہ کوشش کو جانے دے۔ میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی۔

یسبّ و ما ادری علی ما تسبّنی أ تطلب ثا راً ثار جدٍ مدّمر

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے۔ کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے۔

و انت الذی قلّبت کل جر یمةٍ علیّ کا نّی شرّ ناسٍ و افجر

اور تو تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر الٹا دیئے گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں۔

اغرّتك دنیا ك الد نیّة زینةّ ۔ حذارِ من المو تالذی ھو یبدر

کیا تیری ذلیل نیا نے تجھے مغرور کر دیا۔ اس موت سے ڈر جو یک دفعہ تیرے پر وارد ہوگی

وما کنت فی ایذاء نفسی مقصّرا ۔ تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست کر

کے چلا جاوے۔

و ان کنت تز رینا فنبغی لك الهدی ۔ صبر نا و ان تغری العداء او تهتّر

اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت چاہتے ہیں۔ اور ہم صبر کرتے ہیں اگر چہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا ہماری بے آبروئی کرے۔

تر ید هوا نی کل یومٍ و لیلةٍ و تبغی لو جهٍ مشر قٍ لو یغبّر

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

و ما کنت فی ایذاء نفسی مقصّراً تمنّیت عند جدار نا لو تسوّر

اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جسے لگا کر چلا جاوے۔

و و اللّه ان اجعل علیك مسلّطاً فانّ یدی عمّا یجا زیك تقصر

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا۔

ا تتنی امورمنك قد شقّ و قعها علیّ و لا کا لسیف بل بهی ا بهر

بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت گراں گذریں۔ نہ تلوار کی طرح، بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ۔

و ان کنت تشتکی فی مقا لةٍ فما هو ا لّا دو ن سیفً تشهّر

اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے۔

فلا تجز عن من کلمةٍ قلت ضعفها و انّك للا یذاء با لسو ء تجهر

پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دو چند تو کہہ چکا ہے۔ اور تو ایذا کے لئے کھلے کھلے طور پر ستا تا ہے

ولا تبغ حر زا ت النفوس و هتکهم۔ و هل انت الا دودة یا مز وِّر

اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک کا خواہاں نہ بن۔ اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا۔ اے دروغ آراستہ کرنے والے۔

حسین د فاہ القو م فی دشت کر بلا   و کلّمنی ظلماً حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا۔

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی   و تثنی علیّ بالفةٍ و تو قّر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ درّك حین قرّطت مخلصاً   کتا بی و صر ت لکل ضا لٍ مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

قطعت وداداً قد غر سناہ فی الصبا ۔ و لیس فؤا دی فی الوا د یقصّر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایام کودگی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں۔

مرزا قادیانی کے ان عربی اشعار اور ان کے اردو ترجمہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ تیرہ ماہ والی پیش گوئی کہ محمد حسین حسرت سے اپنے ہاتھ کاٹیں گے، ان کے منہ بند ہو جائیں گے، تردید قادیانیت میں لکھنا بند کردے گا وغیرہ وغیرہ، پوری نہیں ہوئی بلکہ مولانا بدستور سابق قادیانیت کے بخیے ادھیڑتے رہے۔

بٹالوی مکتوب مفتوح بنام قادیانی

ذیل کی تحریر شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک مکتوب مفتوح ہے جو آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے مئی ۱۹۰۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ طاعون پر بحث کی ہے، اور اس کی کتاب حقیقۃ الوحی اور اس کے آخری فیصلہ بحق مولانا ثناءاللہ و ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی پر ریویو کیا ہے۔ نیز استفسار مشتہرہ الحکم مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء و اعلان مندرجہ الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۷ء متعلقہ طاعون کا جواب دیا ہے۔ (یہ مکتوب اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ صفحات ۳۵۷۔۳۸۴ سے نقل کیا جارہا ہے)

اس مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا صاحب کا ایک استفسار ان کے اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل

۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تو اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ایک خط ۱۷مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ نے جو ۳۰۔اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ:

جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب ان کا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اس میں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے اس کی جان وعیال واطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ویسے ہی خدا تعالی کی عادت ہے کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے تو جس شخص کو خدا تعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں (یہ غلط ہے۔ جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو خدا کے مقبولوں اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے۔ پھر آخرت میں صالحین کا حشر ان کی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیکھو مشکوۃ میں متفق علیہ حدیث، اور جن کو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالی کو بچانا منظور ہوتا ہے ان کو خدا تعالی اس قوم اور ان کی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے حضرت لوط کو حکم ہوا تھا۔ دیکھو سورہ حجر ۔ع ۵۔ محمد حسین)۔ پھر اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی تو اس کے ابتدائی زمانہ میں مجھے (قادیانی کو) الہام ہوا کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کو، جو اس گھر کی چار دیواری میں ہے، طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر مر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اس کے بعد (مرزا قادیانی نے) استفسار کیا ہے کہ:

یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ چاہیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں۔،

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ) اس کے جواب میں چونکہ آپ (مرزا) نے اپنے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار (محمد حسین) کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے، لہٰذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپ نے کہا ہے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں

آپ نے یہ جتایا ہے کہ آپکا کوئی پیرو جو آپ کی چار دیواری میں تھا، طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور چار دیواری کی تشریح اپنی کشتی نوح صفحہ ۱۰ سطر ۶ وغیرہ میں روحانی چار دیواری سے کی اور یہ بات کہی ہوئی ہے: اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ بھی لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور فضل ورحم عمیم کے رو سے (جو ایک رہگذر کتے، آپ کے گھر میں داخل ہونے والے کو، بھی شامل ہے) اس پیش گوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کے پیروان (مریدوں) سے ادنی سے ادنی کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہ ہوتا۔ حالانکہ آپ کے بڑے بڑے مشنری (آپ کی رسالت کی تبلیغ کرنے والے اور آپ کے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن کو چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانے والے) شکار طاعون ہو چکے ہیں، جن کی تعداد بہت ہے۔ مگر ہم سر دست تین شخصوں کے، جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر تھے، نام پیش کرتے ہیں۔ اول مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیان علاقہ جہلم اور اس کے اطراف کا پیشوا تھا۔ دوم مولوی جمال الدین بافندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب، پاکستان) جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔ سوم محمد افضل سابق اڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اس کی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نائبان ذوی الاقتدار سے تھا جن کے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور وہ خاص دارالامان قادیان کی چاردیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا (ان کے علاوہ لاہور میں حکیم فضل الٰہی ، مرزا غلام احمد کا گویا ایجنٹ تھا اور اس کا گھر مرزائیوں کا ہیڈ کوارٹر یا ہوٹل تھا۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور بڑی سختی وعذاب سے مرا۔ خاکسار لاہور سے تحقیق کر چکا ہے۔ محمد حسین)۔ ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ لوگ آپ کی پیروی میں اس رہگذر کتے (جو اتفاقاً آپ کے گھر داخل ہو جائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور خدا تعالی کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ: اس گھر کے محافظ رہو۔، کاربند نہ ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ لوگ طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے تو اگرچہ اس

جواب کو وہ لوگ جو آپ کی کورانہ تقلید اور اندھا دھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے: اگر یا بم خریدارے۔فروشم دین وایماں را، کا مصداق ہو گئے۔ یا وہ لوگ جو دل سے تو آپ کے معتقد نہیں مگر روٹیوں کی خاطر آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق: ایں شکل برائے اکل۔، ہو رہے ہیں اور وہ غریب آدمی ہونے کے بعد صد ہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں، مان جائیں گے۔ ولیکن جن لوگوں کو آپ سے اس قسم کے تعلقات نہیں وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں، یا نیوٹرل (غیر طرفدار) مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہو سکتے ہیں، وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ دام افتادہ مریدوں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آ کر آپکی مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیان میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سید والوی کی کیفیت موت طاعون، جہلم وسید والہ پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں، بھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر کچھ فہم و حس رکھتے ہوں گے تو آپ کی تقلید ومریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ اس سوال کا یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا، خدا تعالی نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک آرگن میں آپ نے اپنی طرف سے چھپوادی ہے) اور ان کی نسبت آپ یہ کہدیں گے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چاردیواری میں کتے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے مگر وہ میری روحانی چاردیواری میں داخل نہ ہوئے تھے، تو اس جواب کو کوئی اہل بصیرت، صاحب فہم وانصاف تسلیم نہ کرے گا اور اس پر تعجب سے ایک یہ سوال کرے گا کہ ایک رہ گذر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہو جائے) صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے دارالامان کی خاکی چاردیواری میں داخل ہو گیا تھا اس طاعون سے بچ جاوے اور ایک مہاجر دارالامان اڈیٹر البدر اور دو آپ کے مشنری وواعظ (برہان وجمال) باوجودیکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپ کے مشن میں صرف کر چکے تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے، کچھ کچے رہے تھے، طاعون کا شکار ہو گئے۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی معیار مقرر نہ کریں گے جس سے سچے اور

جھوٹے اور مخلص ومنافق کی تمیز ہو سکے اس پیش گوئی کو اپنی صداقت کا نشانا اور اپنے دعوی کی برہان کیوں کر بنا سکتے ہیں؟

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ ہر شخص کی نسبت، گو وہ آپ کے گرم جوش مریدوں اور جانثاروں سے ہوگا، جب وہ طاعون سے مرے گا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خدا تعالی نے مجھے اس کے اخلاص وایمان سے مطلع نہ کیا تھا۔ مثلاً اگر حکیم امت مرزائیہ نور دین خلیفہ اول، یا آپ کے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپ کے وکیل بالخصوص مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپ کے حامی جانثار اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے والے خان صاحب محمد علی خان خلیفہ سوم، یا آپ کے خلیفہ چہارم عبدالکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھ کر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام اڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ ان کی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کے سب منافق تھے، دل سے میرے پورے پیرو نہ تھے۔ اور اس عذر وحیلہ سے آپ کسی مخلص وصادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ خاکسار نے ان باتوں کے آپ کی طرف سے پیش ہونے کی پیش گوئی اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۸ وصفحہ ۳۸ میں کر دی ہوئی ہے۔ لہذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں۔ بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں جس پر یہ سوال وارد نہ ہو۔ اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا تو اس خط کو شائع کیا جائے گا۔

اس خط کا جواب ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ (شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کو) موصول ہوا جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے لکھا:

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ بعد دعوات مخلصانہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ جیسے اہل علم وفراست سے اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے، مگر پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہ ہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے وسعت معلومات نہ ہو جائے تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں بجز اس حالت کے کہ خدا تعالی اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچالے۔ عزیز من! خدا تعالی نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی

نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے وہ یہ الفاظ ہیں: ان الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن و هم مهتدون (آپ کے الہام میں ان کا لفظ ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے تو اس میں الذ ین ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے چرایا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا۔ سچ ہے عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ محمد حسین)۔ پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں بے شک وہ ان کو بچائے گا، غرض یہ پیش گوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے۔ رہی یہ پیشگوئی کہ انی احافظ کل من فی الدار اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اس کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، انسان کا افتراء ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعوی کرتا ہوں کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہوں گا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔ اب معاف فرماویں آپ کے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔ خاکسار غلام احمد

(شیخ الاسلام مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ) اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقۃ الوحی بھی (مرزا صاحب نے) بھیجی جس کا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہو رہا ہے۔ اس خط کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے یہ کھلی چٹھی لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

بٹالہ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء۔ مائی اولڈ فرینڈ کرشن آف قادیان:......

ا۔ آپ کا خط ۲۲ مئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جس کے پریسیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے، اور وہی کتاب حقیقۃ الوحی لے کر آئے تھے، پہنچا جس کا خلاصہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقۃ الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا۔ اس سے پہلے آپ کا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ الحکم ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا۔ اور اس کے بعد وہ فیصلہ، اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان، ایک مستقل تحریر میں جو آپ کی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے دیکھا، اور اس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا۔ مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۷ امئی (۱۹۰۷ء) کا جواب نہ آپ کے اس خط (۲۲ مئی) میں ہے، نہ کتاب حقیقۃ الوحی میں، نہ ان فیصلہ جات میں بلکہ آپ کے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے۔

پہلی پیش گوئی کے الفاظ اور اس کی شرح سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں یا آئندہ فوت ہو جائیں گے، وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں؟ اور مجھے علم نہیں کہ کون شخص میرے مریدوں سے اس پیش گوئی کی شرط: عدم ظلم، کے مطابق اس طاعون سے بچے گا؟ کیونکہ اس پیش گوئی کی اس شرط کو کہ: جو لوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملاویں گے وہی اس طاعون سے بچیں گے۔، خدا تعالی ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے، جو ایسا ہوگا وہی بچے گا۔ میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہوں۔ اور کون بچے گا؟ اور وہ لوگ جو مبتلاء طاعون ہو گئے کیوں نہ بچے؟۔

اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ اپنے خلفا اربعہ کے طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کر کے اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں، عبارت خط اول خاکسار اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۱۸ و ۳۸ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھ کر اس تشریح وعذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیش گوئی متشابہات سے ہے، اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید وتصدیق کے لئے کیوں پیش کیا؟ کیا کبھی کسی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے اپنی تائید وتصدیق کے لئے پیش کیا ہے؟ اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اس کی پیش کر سکتے ہیں؟

اس باب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں کے ایمان وتسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں جو متشابہات کو سن کر کہتے ہیں آمنا به کل من عند ربنا (شروع سورہ آل عمران ملاحظہ ہو)۔ لہذا آپ کا اس پیش گوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعوی الہام کے ثبوت کے لئے پیش کرنا کیونکر جائز ومناسب ہو سکتا ہے۔ اور یہ کیوں افسوس کا محل نہ ہو۔ آپ تو بزعم خود وبحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے، صرف لدنی علم کے مدعی ہیں۔ زیادہ تر افسوس مولوی محمد احسن وحکیم نور الدین پر ہے کہ وہ کسی قدر ظاہری ودرسی علم بھی رکھتے ہیں اور پھر آپ کی بے سروپا باتوں کو مان کر

یہ ظاہر کررہے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھول گئے اور:

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایک دم میں بھلا دیا

کے مصداق بن گئے ہیں۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن صاحب خود لائے اور پھر وہ آپ کو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے اشتہار متعلق طاعون فروری ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹ میں منقول ہے) میں اس پیش گوئی میں یہ شرط: عدم ظلم، مذکور نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف آوی القریۃ کہہ کر تمام گاؤں کو جو چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل ہے، بچانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اور دوسرے اشتہار ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۳ میں) اور تیسرے اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء میں بھی اس شرط کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ تیسرے اشتہار میں دس لاکھ کی آبادی والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے، مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں کیونکہ ان کی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں پہنچی۔

اور چوتھے اشتہار میں جو صفحہ ۴۳ جلد ۲۰، اشاعۃ السنہ میں شائع ہوا ہے، نیز اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔

اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی) میں (جو صفحہ ۴۸ جلد ۲۰ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں منقول ہے)
تو آپ نے اس کے برخلاف ایسی توسیع کر دی کہ تمام موضع قادیان کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونے کے سبب طاعون سے ایسا پاک ومحفوظ قرار دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیان نے طاعون سے بچالیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیان خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

الغرض چار برس تک یہ پیش گوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہونے لگی۔ تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپ نے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے یہ بات بنائی اور اس پیش گوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون

آئے گا تو وہ جارف یعنی جھاڑ و دینے والا اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی و بالکل تباہی والا نہ ہوگا۔

پھر اس بات کی نسبت آپ کو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیش گوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح مصنفہ مرزا قادیانی) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپ نے اس پیش گوئی میں کامل پیروی اور تقوی...کی قید لگادی۔ اور اس پیش گوئی کی یہ تفسیر کی کہ: تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔، اس وقت آپ کو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ کی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن (مصنفہ مرزا قادیانی) شائع ہوا، تو اس وقت بھی آپ کے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا۔ اور جب دس برس تک اس الہام کا آپ کی تحریرات متعلقہ پیش گوئی طاعون میں نام ونشان نہ پایا گیا، بلکہ برخلاف اسکے، اس پیش گوئی میں چار برس تک اطلاق عموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا۔

دوسری پیش گوئی کو تو آپ کھلے الفاظ میں غیر مشروط بشرط بتا چکے ہیں جس کی وجہ سے ایک کتا آپ کے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔ اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے کہ کتا تو صرف آپ کے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا، برہان الدین جہلمی اور جمال سیدوالی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہو کر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے:

سگ درگاہ مرزا شو چو خواہی قرب یزدانی کہ بر شیراں شرف دارد سگ ایں درگاہ خاقانی

اور خاص اڈیٹر البدر جو اس گھر کا حضوری کتا تھا اور بحکم مثل مشہور: سگ حضوری بہ از برادر دوری، ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرون جات کے) مرزائیوں سے افضل، گویا اسم بامسمی تھا۔ وبہ تسلیم واعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقۃ الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے، اس طاعون سے نہ بچ سکا۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آپ کے بلاغرض وطمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھیں گے:

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ست

میرے اعتراض خط اول کو تو آپ نے اپنے جواب سے ان وجوہات کی شہادتوں سے پختہ کیا۔ اس خط کے اخیر میں جو آپ نے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیش گوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افتراء قرار دے، وہ بھی ایسی پیشگوئی کرے کہ میں آئندہ سال مع جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اس چیلنج میں آپ نے مجھے شامل کرلیا ہے، گو اخیر میں اس پر معافی چاہی اور اس پر عذر بھی کر دیا۔ یہ آپ کا پرانا ہتھیار اور وہ ہتھ کنڈا ہے جس سے آپ نے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔ اس ہتھکنڈے کا جواب آپ کو ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں، ایک بات کا جواب بارہا سن کر اس کا اعادہ کر دیتے ہیں۔ لیجئے آپ کی خاطر اور آپ کے دام سے لوگوں کو چھڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔

یہ بات آپ ان لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جو آپ کے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپ کے حق میں پیش گوئیاں کر چکے ہوں۔ جو لوگ بجز انبیاء علیہم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے۔ اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا نہیں ہے۔ ملہم کجا، کسی ادنی عقل مند صاحب حیا و شرم کا یہ کام نہیں کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیا گری کا منکر ہے اس کو کوئی عقل مند صاحب حیا کیمیا گر اپنی کیمیا گری کے ثبوت کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیا گر ہونے کو نہیں مانتے تو تم کیمیا بنا کر دکھا دو۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہ ہو، اور دوسرے کے دعوی الہام یا پیش گوئی کو دروغ جانتا ہو، اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے تو تم بھی اپنا الہام سناؤ، اور الہامی پیش گوئی کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہے گا کہ میں الہام و پیش گوئی کا مدعی ہی نہیں تو میں بالمقابلہ پیش گوئی کیوں کروں؟ کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹا اور مفتری علی اللہ بنوں؟ یا اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الٰہی قرار دوں؟ اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپ کے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے زٹلی نے بطور تمسخر آپ کے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑ کر شائع کیا ہے، یا کسی علوم دین قرآن وحدیث و

اصول وکلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور وہ اپنے خیالی الہام یا تمسخر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا، تو اس پر آپ دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل وفراست رکھتے ہیں، قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس کو الہام سمجھ کر یا دیدہ دانستہ خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے آپ جیسی پیش گوئی کر کے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اور اس ہتھکنڈے کی زد میں آجائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپ نے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے، یہ محل شکایت وافسوس کا ہے، مگر چونکہ آپ نے عذر کر کے معافی بھی مانگ لی ہے لہذا میں آپکو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ آئندہ مجھ سے یہ چال اختیار نہ کریں بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپکی مانند مدعی الہام نہ ہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نہ کریں۔

مدعی الہام سے آپ کی اس چال کو اس لئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افتراء کہتے اور خود اس کی مثل بنانے کے مدعی بنتے اور یہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل هذا ۔ تو ان کے جواب میں ان کے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات یعنی تم مدعی ہو اور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تم بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناوٹی لا کر دکھاؤ۔ اس سے وہ عاجز آ گئے تو کہا فأتوا بسورة من مثله ایسی ایک ہی سورت بنالاؤ۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے۔ اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے جو بالمقابلہ پیش گوئی کرنے والے کو آپ (مرزا) نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیش گوئی کرے گا وہ ایک سال میں مبتلاء طاعون ہو جائے گا۔

وہ جواب یہ ہے کہ اس دھمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے۔ خس کم جہاں پاک ۔ عقل مند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیدڑ بھبکی ہے۔ آپ کی ایسی پیش گوئی و دھمکی آگے کون سی سچی ہوگئی ہے؟ کیا عبداللہ آتھم، لیکھرام، مرزا احمد بیگ، داماد احمد بیگ، عبدالحق غزنوی وغیرہ آپ کی دھمکی اور پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ پہلے تین گو مر چکے ہیں

مگروہ مضمون پیش گوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں۔ اور آخری دو اب تک (یعنی ۱۹۰۷ء میں) زندہ ہیں۔ میرے اس جواب سے آپ کو اور آپ کے مریدوں مقلدوں کو جوش تو آئیگا، مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہوگا جبکہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنہ کا جن میں ان اشخاص کا آپکی پیش گوئی کو جھوٹا کرنیکا بیان ہے، جواب دینگے۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے۔

اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناء اللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہوگیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہی فیصلوں کے ہم رنگ وہم سنگ ہیں جو پہلے مخاطبوں عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال واجمال ہے جو پہلے فیصلوں میں تھا۔ مولوی ثناءاللہ صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ اے خدا میری زندگی میں اس کو طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر، نہایت مہمل ہے۔ نہ اس میں کوئی متعین میعاد ہے، نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا، اور ایک کی زندگی میں دوسرے کا فوت ہو جانا قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ کاذب تھا اور زندہ صادق ہے۔ بہت سے صادقین گذر چکے ہیں (جیسے آنحضرت ﷺ اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل) جو کاذبوں کی زندگی میں بلکہ بعض صادق، کاذبوں کے ہاتھ سے فوت ہوئے۔ پھر کیا کوئی مسلمان، ان انبیاء کو صادق جاننے والا، یہ سمجھ سکتا ہے کہ فوت ہو جانے والے کاذب تھے اور زندہ رہنے والے صادق تھے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ بھی اس بات کو جانتے تھے اور اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۱۳ تا ۱۲۲ تک ان نظائر کو دیکھ چکے تھے پھر آپ نے موت مخالف کو نشان صداقت خود ٹھہرایا ہے، تو صرف اس خیال سے کہ اشاعۃ السنۃ کو میرے مرید کب دیکھتے ہیں کہ میرے اس دعوی نشان نمائی پر مجھے جھوٹا کریں گے اور اس دعوی کے بعد اگر میں ان مخالفوں کی زندگی میں مرگیا تو میری ٹانگ کو کس نے پکڑنا ہے اور میری لاش کو کس نے ہلا کر کہنا ہے کہ تو کیوں مرگیا؟ اور اگر بحسب اتفاق وبحکم قضا وقدر میرا مخالف ہی کسی مہلک بیماری سے، جو ایک عام ومعمولی امر ہے، نہ غیر معمولی وخارق عادت ومعجزہ، تو میری پانچوں گھی میں ہیں

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے متعلق تو آپ کی پیش گوئی نہایت ہی مہمل ومجمل ہے اور اس میں ان کی موت کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اس کے الفاظ صرف یہ ہیں: خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے

ہے۔تو نے وقت نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔،

جس کا مطلب دربطن قائل ہے۔اس واسطے اس پر آپ نے حاشیے چڑھا کر مطلب بتایا ہے جو ریویو آف ریلی جنز ماہ اگست ۱۹۰۶ء اور اشتہار بنگلور میں بیان ہوا ہے۔مگر پھر بھی مطلب صاف ظاہر نہ ہوا۔ان میں ان کی موت اور اس کے سبب کی نسبت اتنا بھی ایماء نہیں ہے جیسا کہ موت مولوی ثناء اللہ صاحب کی بابت ہے۔ان کے فیصلہ کے متعلق جو اشتہار مطبوعہ بنگلور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

انکے اعتقاد میں اعتقاد اسلام اور آنحضرتﷺ پر ایمان لانا شرط نجات نہیں ، اسلام کا منکر اور آنحضرتﷺ کا دشمن بھی اگر توحید پر قائم ہے،نجات پا سکتا ہے۔،

اس کو ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب نے محض دروغ قرار دیا ہے۔اور اخبار وطن میں مشتہر کر دیا ہے کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔اصل عبارت ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب کی اخبار وطن ۷ امئی ۱۹۰۷ء میں یہ ہے:

میرا یہ خیال ہرگز نہیں ۔میرے وہ الفاظ بتا دیں جن میں ایسا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جو لوگ عمداً آنحضرتﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بے شک شقی وجہنمی ہیں۔مگر جن پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور باعمل ہوں،نجات پا سکتے ہیں۔جس پر مجھے مرتد کہا گیا۔اب آپ ہی مرزا صاحب اور مرزائیوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا خواہ وہ مشرک وظالم ہی کیوں نہ ہو۔گویا کہ خدا کا ماننا اور عمل صالحہ تو ارتداد میں شامل ہوئے اور ظلم وشرک نجات میں۔

(اخبار وطن نمبر ۹ جلد ۷ مطبوعہ ۷ امئی ۱۹۰۷ء)۔

اور جو ڈاکٹر عبدالحکیم کی نسبت اسی فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ مرزا تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا۔اگر واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے جو ان سے نقل کی گئی ہے تو اس کی نسبت ہمارا ریویو ہو چکا ہے کہ یہ ان کی اصول اسلام اور حکم الہام سے ناواقفی ہے۔ وہ اپنی خیالی بات اور حدیث النفس کو وحی الٰہی سمجھنے سے غلطی کھا گئے ہیں۔ایسا ہی اس کہنے میں کہ: کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔،ان کو دھوکہ لگا ہے۔مناسب ہے کہ وہ اس دعویٰ سے رجوع کا اشتہار دیں۔اور اس قسم کی پیش گوئی کسی کے حق میں نہ کریں۔

ہمارے اس بیان میں جواب خط بھی ادا ہوا اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپکی کتاب حقیقۃ الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس پر رائے زنی عمل میں آتی ہے۔

یہ کتاب (حقیقۃ الوحی) جس وقت میرے سامنے پیش ہوئی، میں نے اسی وقت قبل از مطالعہ اس کی نسبت خداداد فراست سے (جس کے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کردی تھی (جس کے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپ کے خیالات والہامات کے آرگن الحکم کے اڈیٹر مجھے روکتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں ہوں گی جو براہین احمدیہ، ازالہ اوہام. دافع الوساوس، انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں پائی جاتی ہیں۔ اس بات کو دبی زبان سے پریسیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ: ہاں وہی باتیں۔ پھر جب میں نے اس کو پڑھا تو میرا وہ ریویو جو فراست وقیاس سے کیا تھا، صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں نئے نام سے شائع کرنا صرف ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں: ☆ اکثر وہی اکاذیب، وہی مغالطات، وہی دعاوی فارغہ، وہی دلائل واہیہ ہیں، اور وہی نشانات بعینہا و بالفاظہا مذکور ہیں جو پہلے کتب ورسائل مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ اور کمتر (وہ ہیں) جو دوسری صورت اور دوسرے الفاظ وپیرائے میں وارد کئے ہیں وہ بھی باصلہ و بنظیرہ ان کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا جواب بھی ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں جلد ۱۳ سے ۲۰ تک ادا ہوچکا ہے۔

اس کی مثالیں آپ کے یہ دعوے وبیانات ونشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا پیش گوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصائے موسیٰ، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی عبدالمجید دہلوی، مولوی رسل بابا امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی ابوالحسن سیالکوٹی، مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام۔ امریکن الیگزینڈر ڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہوگئے ہیں، اور میں (مرزا) اب تک اپنے دعوی الہام کے ساتھ زندہ ہوں، اور میرے مال دولت اور جماعت میں ترقی ہے۔ میں اس دعوی میں جھوٹا اور مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مرجاتا، وہ میرے سامنے نہ مرتے۔ ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ادا ہوچکا ہے کہ موت وحیات محق ومبطل ہونے کی دلیل نہیں، اور نہ مال ودولت وقلت وکثرت ودنیاوی ترقی و

تنزل، بیماری وصحت، دلیل حقانیت وبطلان ہے۔اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بہت سے آپ کے مخالف جو پانی پی پی کر آپ کو کوستے ہیں، اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے دندناتے ہیں؟ اور آپ کی دعا خیر میں کچھ اثر ہے تو جن لوگوں سے آپ پانچ سو روپیہ فیس لے کر دعا کر چکے ہیں وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں؟ اور آپ کے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش وخرم ہیں؟ جن نئے لوگوں کے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔آپ اور آپکے آرگن ریویو آف ریلیجنز، الحکم اور البدر، خدا تعالی کا اور مواخذہ واعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر، برخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپکے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی مذکورہ جلدوں میں موجود ہے۔جس کو سبھی جلدیں میسر نہ ہوں وہ صرف جلد ۱۹ کو صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۲ تک اور جلد ۲۰ کو صفحہ ۱۱۲ سے ۱۴۰ تک ملاحظہ کرے۔جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۱۷ میں مرزا صاحب کی اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے، اس کو مختلف ٹوٹیاں، لگا کر، نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو باتیں اس نے ۱۹۰۰ء میں کہی تھیں، وہی باتیں ۱۸۹۱ء میں کہی تھیں، جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔اب وہی باتیں ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک تازہ اور گرما گرم نیا جواب بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعاء یا مباہلہ کا اثر ہے، تو اس سے آپ کے دعوی کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعوی میں صادق نہیں، بلکہ آپ جیسا خونی وسفاک تو کسی نبی مصلح (ریفارمر) کا نظیر ومثیل نہیں ہوسکتا۔نبی تو خیر خواہ دشمناں ہوتے ہیں، دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کیلئے دعا کرتے۔ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہو گئے۔آپ چہرہ سے خون پونچھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفر لقو می فا نھم لا یعلمو ن

ہمارے مولی وسید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف پہنچے۔جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہاء بدکردار نے آپ کو ہنسی میں اوڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا تو آپ کو اس غم و الم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر غم سے ہوش وافاقہ ہوا تو آپ کی تسلی ودل جوئی کے لئے خدا نے حضرت

اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا، انہوں نے خدا کا سلام فرخندہ انجام، فرحت وعزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپ کی تنگی دل، وغم والم کو دیکھ کر خدا تعالی نے ملک الجبال کو بھیجا ہے، آپ حکم دیں تو یہ جبل بوقبیس اوراس کے ساتھ والا پہاڑ زمین سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر رکھ کر ان کو کچل ڈالے۔اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایالا یا رب ۔اے خدامیں ایسانہیں چاہتا۔ان لوگوں میں کوئی تو ایسا بھی نکلے گا جو لا اله الا الله کہے گااور تیری عبادت کرے گا۔

اورحضرت مسیح تو ایسے رحم مجسم تھے کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد روز قیامت بھی اپنے مخالفوں کے لئے ،جنہوں نے ان کی دعوت ونصیحت کے مخالف ہوکران کی پرستش کی ہے، دعا مغفرت ہی کریں گے۔اور یہ کہیں گے: ان تعذ بهم فانهم عباد ك و ان تغفر لهم فا نك انت العزيز الحكيم (اے خدا تعالی اگر تو میری نصیحت کی مخالفت کرنے والوں کوعذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف ہی کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے)، ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں، نافرمانبرداروں کے لئے دعا مغفرت کی تھی۔ ر ب انهم اضللن كثيراً من ... فمن تبعني فا نه مني و من عصا ني فا نك غفور ر حيم ۔

حضرت موسیٰؑ اورحضرت نوح ؑ نے اپنے سرکش مخالفین کے لئے بددعا کی تھی تو وہ ایک مدت دراز کے بعد، جب ان کوان کی ہدایت سے ناامیدی ہوگئی تھی اور خدا تعالی کی طرف سے وحی ہو چکی تھی کہ اب وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔و او حی الی نو ح انه لن یو من من قو مك ا لا من قد آ من (هود ۔ ع ٤) پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کومدتوں وعظ کرتے رہے اورانکی سختیاں سہارتے رہے اورگالیاں بدگوئیاں سنتے رہے۔آپ (مرزا) نے تو نبوت کا چارج (عہدہ) لیتے ہی، پہلے ہی صحیفہ آسمانی کے نازل ہوتے ہی، اپنی قوم کو، جن کی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے، کوسنا اور مارنا شروع کر دیا تھا۔پھر آپ مثیل مسیح کیوں کر ہوسکتے ہیں؟ یا کسی نبی اور مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں؟ اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعوی ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھا دینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے کیونکہ جو کوئی آپ کا مخالف ہو اس کے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اوراس کے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اس کو مارنے کے ہتھیار، بددعائیں اورمنذر الہام خدا کی طرف سے، آپ ساتھ لائے ہیں۔پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مرجاتا ہے، اس کو اپنے ہی

الہام، دعا کا اثر اور اپنی کرامت، آسمانی نشان قرار دیتے ہیں اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہیں ان کو منذر الہامات اور انذاری پیش گوئیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ لہذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپ کی قہاری شان کے شایان نہیں۔

او مائی اولڈ فرینڈ! آپ کے اس قسم کے الہامات اہل عقل کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ ان سے کس کو ڈراتے ہیں۔ آپ کی ان خونریزیوں اور خون ریزی کی دھمکیوں کے متعلق ایک اور یہ بات بھی آپ کی توجہ و انصاف کے (آپ نہ کریں تو دیگر اہل عقل و اہل انصاف کی توجہ کے) لائق ہے کہ آپ کے دعوی الہام و مسیحائیت وغیرہ کے منکر و مخالف سارے جہان میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ جحوداً و عناداً انکار کرتے ہوں۔ بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے دعاوی و الہامات کو صحیح نہ سمجھنے اور ان پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہوں گے۔ انہیں لوگوں سے آپ نے اس خاکسار کو شمار کیا، چنانچہ اس خط ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور میں حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جس وقت جس دن جس مقام میں آپ چاہیں، میں اٹھانے کو تیار ہوں، کہ میں نے ابتداء سے آج تک آپ کا مقابلہ و معارضہ جحوداً و عناداً نہیں کیا، بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اور ان کے دلائل مزخرفہ کو، جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا ہے، اصول و عقائد اسلام کے مخالف سمجھ کر ان سے انکار کیا ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے جواب میں، جب وہ آپ سے آپ کے دعاوی کی دلیل اور آپ کے الہامات کا ثبوت طلب کریں، آپ کا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے، افتراء سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو، پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤ گے، مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کے لئے کب جائز و مناسب ہے؟ وہ ہلاک ہو گئے تو آپ سے ہدایت کون پائیں گے اور آپ کی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ایسے لوگوں، غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث و دلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں اور اگر آپ میں روحانی اور برقی طاقت ہے تو ان کی ہدایت روحانی برقی طاقت کی دعائے سحری سے مناسب ہے، نہ خون ریزی اور خون ریزی کی دھمکیوں سے۔

آپ کو مناسب تھا کہ ہماری باتوں اور سوالات کا جواب دیتے، نہ یہ کہ بلا جواب پرانی باتوں پر

اکتفا کرتے۔گزشتہ راصلوۃ آپ آئندہ ہی مردمیدان بنیں اور جن پیش گوئیوں ونشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار، کبھی تین لاکھ بتاتے ہیں، ان میں سے صرف تین جو بہت مشہور ہیں: ۱۔تولید الہامی فرزند۔۲۔نکاح زوجہ آسمانی۔۳۔موت آتھم یا لیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی۔یا ان میں سے صرف ایک جس پر زیادہ یقین واعتماد ہو، پر تحریری یا تقریری بحث کر کے ان کا صادق ہونا ثابت کر دیں۔اگر آپ نے اس ایک یا تین کا منجانب اللہ ہونا اور کلام الٰہی سے اپنا مخاطب اور خداتعالی کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اس پر باقی تین ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کر کے ان کا کان لم یکن ہونا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔اور اگر ان تینوں کامن جانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کر دیا تو پھر باقی تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کر کے بحث ومباحثہ کرنا پڑے گا۔یہاں تک کہ جملہ پیش گوئیوں اور نشانات کامن جانب اللہ ہونا آپ ثابت کر دیں۔کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم ومقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم کی، جو ہزاروں لاکھوں پیش گوئیوں کے من جانب اللہ ہونے کا دعوی کرے، کوئی ایک پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ دعوی نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت کا بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ زمانہ تالیف کتاب دافع الوساوس سے یہ الہام اس میں درج کر کے یا علی دعھم و زرا عتھم و انصا رھم یعنی اے علی (اپنی ذات اقدس کو مراد بتاتے ہیں) ان کی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنی مولویوں اور ان کے مباحث کو) چھوڑ دے، مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہے (گو یہ بند کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث میں ہے۔تحریری بحث تو آپ کو بند نہیں ہوئی۔اپنی اس کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھیں، تحریری بحث ہی پر مشتمل ہے) اور زمانہ قدیم سے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے آپ نے اسی ایک دلیل کو پناہ یا ہتھیار بنا رکھا ہے کہ:

میرے نشانات کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں، محض افتراء ہے تو پھر ایک سال کے اندر ہلاک ہو۔،

اس صورت میں فرمایئے آپ کے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں ومنکروں پر جو معاند نہیں ،کیوں کر ثابت ومتحقق ہو۔حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔آپ نہ دے سکیں تو اپنی امت کے حکیم مولوی نورالدین صاحب بہادر، یا اپنے وکیل بالخصومۃ ومناظر مولوی محمد احسن

صاحب بہادر سے جواب دلوائیں۔

ایک واجب العرض گذارش یہ ہے کہ آپ کے غیر معاند خصوم سے آپ کے اس سوال کا کہ: میرے الہامات کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے تو اس ے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت کی سزا پاؤ۔، بے محل و نامناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔ رہے وہ منکر و مخالف جو جحوداً و عناداً آپ کے دعاوی کو حق جان کر اور آپ کے الہامات کو من جانب اللہ مان کر ان سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان فرعونی لوگوں کی مانند ہیں جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ: و جحدوا بها و استيقنتها انفسهم ظلماً و علواً۔ انہوں نے روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بن جانے کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کر کے عناداً و جحوداً اس سے انکار کیا تھا۔ ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں، قسم کھا کر ہلاک ہو جانے کو نشان نہ بنائیں بلکہ ان کے لئے بھی وہی دعا کریں کہ خدا ان کا عناد و جحود دور کرے اور ان کو آپ کا مطیع کر دے۔

ان دونوں فریق کی نسبت یہ گذارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپ کے الہامات کو من جانب اللہ نہ مانے، محقق ہو معاند، اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کو مفتری علی اللہ ہی قرار دے۔ کیا یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے مقالات و الہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کے دل و دماغ کے خیالات ہیں اور از قسم حدیث النفس۔ مگر چونکہ آپ ظاہراً درسی علوم سے امی ہیں اور فقراء اہل اللہ کی صحبت و ارشاد سے بھی محروم رہے ہیں۔ اور ان کے حالات متعلقات کشف و الہام سن سنا کر یا کتب میں دیکھ کر اس قسم کے بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کے دل میں اور آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں، ان کو آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں۔ پس جس شخص کا آپ کی نسبت یہ خیال ہو وہ آپ کے مقالات و الہامات کو خدا کی طرف سے نہ مانے تو پھر اس کو عمداً افتراء علی اللہ بھی کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اس سوال کو آپ حل کریں۔

یہ آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی پر خاکسار کا مختصر ریویو ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ آپ کے قدیمہ مغالطات کا مجموعہ ہے گو فروخ تیلی کی طرح آپ نے اس کو بصورت دیگر پیش کیا ہے۔

الراقم۔ محمد حسین

اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد

ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی اکیسویں جلد میں مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک مقالہ بعنوان:

اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد

شائع ہوا جس میں ان مسائل پر مرزا غلام احمد اور اس دور کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی آراء پر ریویو کیا گیا تھا۔ چونکہ اس مقالے کا تعلق رد قادیانیت کے لٹریچر اور تحریک ختم نبوت سے ہے لہذا، اسے ذیل میں مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد اور اس کے ایک حواری نے اس قسم کے مضامین سول وملٹری گزٹ ۷ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کئے تھے جن میں یہ جتایا تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے اس کی موجودہ حالت نیوٹریلٹی (عدم مداخلت مذہبی) میں مذہبی جہاد کو ناجائز جاننا خاصۃً اور صرف مرزائی پارٹی کا اعتقاد ہے جس میں مسلمان عموماً اور امیر افغانستان خصوصاً ان کے مخالف ہیں۔ اسی مخالفت کی وجہ سے اس کا ایک مرید کابل میں قتل کیا گیا ہے۔

سید محمد اڈیٹر اخبار الحق کراچی نے ان کے مضامین کو عام مسلمانوں اور خاص کر امیر افغانستان پر غیر شریفانہ حملہ قرار دے کر سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۲ مئی (۱۹۰۷ء) میں ان کا یہ جواب دیا ہے۔ جو دو فقروں میں منقول ذیل ہے:

اول۔ گورنمنٹ کی موجودہ حالت نیوٹریلٹی میں اس سے مذہبی جہاد کرنا تمام فاضل مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ بلکہ اصول اسلام کے مخالف ہے۔ لہذا مرزا غلام احمد کا یہ الزام عام مسلمانوں پر محض اتہام ہے۔ اور خاص ہز میجسٹی امیر پر، جو برٹش گورنمنٹ کے سچے دوست ہیں، مصالح ملکی کی نظر سے بھی بے جا اور نامناسب ہے۔

دوم۔ مرزا قادیانی کے مرید کا کابل میں قتل کیا جانا اس وجہ سے نہیں ہوا کہ مرزا، گورنمنٹ سے جہاد

کو نا جائز بتا تا تھا، بلکہ وہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ مرزا قادیانی، اسلام سے مرتد ہو کر خاتم المرسلین ﷺ اور کل انبیاء (جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں اور اعتقاد اہل اسلام میں قابل عزت وتوقیر ہیں) کی توہین کرتا، اور ان کو گالیاں دے چکا تھا اور خود مدعی نبوت بن بیٹھا تھا۔ اور اس کی ان باتوں کو تسلیم کرنے کی وجہ سے اس کا وہ مرید (جو قتل کیا گیا ہے) مرتد ہو چکا تھا۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے پھر قلم اٹھایا اور سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء میں ایک مضمون مشتہر کیا جس میں درج ذیل چار باتیں لائق بحث ونظر ہیں۔

۱۔ میں اور میرے مرید، آرتھوڈاکس (راسخ) مسلمان ہیں۔ خدا کو اور رسول کو اور قرآن کو مانتے ہیں ، اس لئے ہم مرتد نہیں ہیں۔ پھر جو ہم کو اسلام سے مرتد قرار دیا گیا ہے اور ہمارے مرید کو قتل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ ہم اس مہدی اور مسیح موعود کے منکر ہیں جو بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے۔ اور اسی بنا پر ہم جہاد کے بھی منکر ہیں جو عام مسلمانوں کے خیال میں مانا گیا ہے۔

۲۔ جو سلوک ہم سے کابل میں کیا گیا ہے یہی سلوک مکہ اور مدینہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمارے ساتھ جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور ہماری جانوں اور مال اور مذہب کو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کسی جگہ امن نہیں ہے اس لئے جیسے ہم اس سلطنت کے خیر خواہ اور دوام قیام کے طالب ہیں، کوئی دوسرا مسلمان نہیں ہوسکتا

۳۔ ہم مسلمانوں کے اس مقدس مسئلہ کو کہ مہدی ومسیح آئیں گے اور بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے، خطرناک سمجھتے ہیں اور یہی مسائل سرحدی مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوتے ہیں جب جاہل لوگوں کے دلوں میں ایسے خیال جگہ پکڑ لیتے ہیں تو بجز اس کے کہ کوئی شخص مہدی ہونے کا دعوی کرے اور تلوار ہاتھ میں لے، تعصب کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ جاہلوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات غلط ہیں، مذہب اسلام کی صادق اور روشن تعلیم کی موجودگی میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں جو دانا ہیں وہ ایسے اعتقادات کو آہستہ آہستہ چھوڑتے جاتے ہیں۔

۴۔ میں یہ نہیں کہتا کہ راسخ مسلمانوں سے جو ہمارے مخالف ہیں، وہ حکومت کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ وفادار تو ہیں، لیکن اگر وہ ایسے اعتقادات کو چھوڑ دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ناظرین! میں (محمد حسین) ان دونوں (سید محمد اور غلام احمد کے) خیالوں پر منصفانہ محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ سید محمد اڈیٹر الحق نے کہا ہے، سچ اور بالکل صحیح ہے۔ اس کے فقرہ اول کی صداقت پر ایک تو میرا رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد شاہد عدل ہے۔ دوسرا گواہ اس سے پیشتر کا رسالہ ڈاکٹر سر سید احمد خان بجواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر ہے۔ ان دونوں کے ہوتے تیسرے گواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسالہ سر سید احمد خان امید ہے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے۔

اور اس کے فقرہ دوم کے پہلے حصہ کی (کہ اس کے مرید کو مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا ہے) صداقت پر خود مضمون مرزا کا فقرہ دوم ناطق گواہ ہے۔ رہا اس کا پچھلا حصہ (کہ اس کو انبیاء کی توہین و دشنام دہی اور دعوی نبوت کی وجہ سے مرتد قرار دیا گیا ہے، نہ مسئلہ جہاد کی وجہ سے)، اس کی صداقت پر بھی دو گواہ ہیں۔ ایک مرزا غلام احمد کی تصانیف جن میں اس نے نبوت کا دعوی کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے، جو اسکے اپنے الفاظ سے یہاں نقل کی جاتی ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ میں وہ لکھتا ہے:

خدا تعالی نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵ میں حضرت مسیح کا ذکر کر کے اس نے کہا ہے:

آپکی عقل موٹی تھی، آپ کو گالیاں دینے اور بد زبانی کرنے کی اکثر عادت تھی، جس پر یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے، آپکو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

اور اس ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے:

آپ (یعنی مسیح) کا خاندان نہایت پاک مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں ...تھیں، کسبی عورتیں تھیں ،جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں کی طرف میلان، اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔

اور رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۳ میں کہا ہے:

میں اسرائیلی مسیح ابن امریم سے شان میں بڑھ کر ہوں۔

دوسرا گواہ ایک معزز عہدہ دار سطنت کابل (جو اس دربار میں، جس میں مریدِ مرزا پر مرتد ہونے کا حکم لگایا گیا تھا،

شامل وشریک تھا) کی دستخطی تحریر ہے جو مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۸ مئی کو پڑھ کر اس نے میرے پاس پشاور سے ارسال کی ہے۔اس میں وہ عہدہ دار لکھتا ہے: میں خود اس جلسہ میں، جو مسجد شاہی کابل میں ہوا تھا، موجود تھا۔ جہاد کا ذکر مطلق نہ ہوا تھا۔صرف ارتداد کا فتوی دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل نہ تھا۔اور مرزا (اس کے پیر) نے حضرت مسیح ؑ کے حق میں دشنام وتوہین کے لفظ استعمال کئے تھے۔

میں کہتا ہوں ایسے مرتد کو جو نبیوں کو گالی دے اور انکی توہین کرے، قتل کرنے کی فلاسفی اور پولٹکل وجہ یہ ہے کہ اسکے ان افعال سے تمام اہل المذہب میں اشتعال پیدا ہو کر اس سے کشت وخون ونقض امن عامہ خلائق کے وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے۔اسی وجہ سے اسلام میں ایسے فتنہ انداز مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔جیسے کہ دنیا کی تمام سلطنتوں میں بادشاہوں کی اہانت کرنیوالوں اور بغاوت پھیلانے والوں کو پھانسی یا عبور دریائے شور کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس قتل کی وجہ صرف مذہبی مخالفت یا ایک جزئی حکم جہاد سے انکار نہیں ہوسکتی۔اگر یہ وجہ ہوتی تو کوئی مخالف مذہب، مسلمان بادشاہوں کی تلوار سے نہ بچتا اور ان کے ماتحت رعایا میں امن وآزاد یسے نہ رہ سکتا۔ حالانکہ شروع اسلام سے اس وقت تک اسلامی سلطنتوں کے ماتحت غیر اسلامی لوگ برابر امن وآزادی سے رہتے چلے آئے ہیں امیر افغانستان ہی کی سلطنت کو دیکھو کہ اس میں ہندو، عیسائی، ارمنی وغیرہ، مسلمانوں کی طرح امن وآزادی سے عیش بسر کررہے ہیں۔حتی کہ ساٹھ ستّر ہندو شاہی دربار میں شرف یاب ہیں۔اس ملک ہندوستان میں ہز میجسٹی (امیر حبیب اللہ) تشریف لائے تو اس ملک کے ہندوؤں اور عیسائیوں سے بھی اسی سلوک سے پیش آئے جیسے مسلمانوں سے پیش آئے۔عید کے شاہی دربار دہلی میں جیسے مسلمان رؤساء مدعو ومشرف ہوئے، ویسے ہی ہندو رؤساء مدعو ہوئے۔ ہندوؤں کے معابد ومشاہد کی بھی امیر نے ایسے ہی داد دہش سے اعانت وعزت کی جس سے مسلمانوں کی مساجد ومشاہد وسکولوں اور کالجوں کی۔

(امیر حبیب اللہ والی افغانستان نے اس دورہ ہندوستان میں جامع مسجد پشاور کی مرمت کیلئے دس ہزار روپئہ، سرہند میں مجدد الف ثانی ؒ کے مقبرے کو ایک ہزار روپئہ اور وہاں گوردوارہ کو دوسو روپئہ دیا۔علی گڈھ کالج کو بیس ہزار روپئہ یک مشت کے کرنسی نوٹ اور چھ ہزار روپئہ نقد پیشگی بابت سن رواں، یعنی ۱۹۰۷ء، عطا کیا۔دہلی میں خواجہ نظام الدین ؒ اولیاء کے مقبرے پر ۲۲۔اشرفیاں اور دو روپئہ نذر کئے

اورسلطان بختیار اوشی کے مزار پر ۲۴ اشرفیاں نذر کیں۔ جوگ مایا پر چھ سوروپیہ دیا۔ اجمیر میں خواجہ معین الدینؒ کے مزار کے دیوان کو پانچ سوروپیہ، متولی کو پانچ سوروپیہ اور پانچ سوروپیہ مدرسہ اسلامیہ اجمیر کو دیا۔ ایک ہزار روپیہ مول چند کے مندر کو دیا۔ دہلی عیدگاہ کے پیش امام کو دو ہزار کا خلعت دیا اور سید محمد امام جامع مسجد کو دو ہزار روپیہ کا خلعت عطا کیا۔ شاہی مسجد لاہور کے امام کو ایک ہزار روپیہ کا خلعت عطا کیا ۔ امرتسر میں دربار صاحب کو ایک ہزار دوسو پندرہ روپیہ دیا، خدام کو متعدد عطایا عنایت کئے اور خالصہ کالج کو چھ ہزار روپیہ دیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کو چھ ہزار روپیہ سالانہ عطیہ سابقہ کے علاوہ چھ ہزار سالانہ مزید یتیموں کی پرورش کیلئے مقرر فرمایا اور بیس ہزار روپیہ تعمیر کالج کیلئے عطا کیا۔ منقول از حصہ سوئم حیات لودی معروف بہ شوکت افغانی ص ۲۱۷ تا ۲۴۵۔ بہاء)

اور جو کچھ مرزا غلام احمد نے اپنے مضمون میں کہا ہے اس میں سے صرف فقرہ دوم تو صحیح ہے جو خیال سید محمد کا مصدق ہے اور ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ بے شک آپ کو بجز سلطنت برطانیہ کہیں جائے امن نہیں ہے کیونکہ آپ کے مذہبی خیالات روئے زمین کے مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ اور باقی تینوں فقرے مضمون سے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط وسراسر مغالطہ ہیں۔

پہلے فقرے میں جو اس نے کہا ہے کہ ہم خدا، اور رسول وقرآن کو مانتے ہیں، ہم کو مرتد کہنا صرف اعتقاد آمد مسیح ومہدی سے انکار کی وجہ سے ہے، وہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ مرزائی پارٹی کا بظاہر خدا اور رسول و قرآن کو ماننا ایسا ہے جیسا کہ اس کے تمام مخالف مسلمانوں کا سچے دل سے خدا اور رسول اور قرآن کو ماننا۔ ومعہذا جیسا کہ مرزا غلام احمد ان سب مسلمانوں کو کافر ومرتد سمجھتا ہے اور اپنی پارٹی کا ان سے میل جول رکھنا، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں رکھتا۔

ان دنوں اس نے کتاب حقیقۃ الوحی شائع کی ہے تو اس کے صفحہ ۱۲۸ میں ایک بڑے پکے مسلمان ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کو جو خدا اور رسول وقرآن کو مانتا ہے، صرف اس جھوٹے بہانہ سے کہ وہ رسول کے ماننے کو ضروری نہیں جانتا، مرتد قرار دیا ہے، جس کا جھوٹ ہونا ڈاکٹر عبدالحکیم نے اخبار وطن مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ ایسا ہی اگر تمام مسلمانوں نے ان سچے اور واقعی عذرات سے کہ مرزا خود مدعی نبوت بن بیٹھا اور انبیاء کی توہین کرتا ہے، اس کو مرتد قرار دیا تو یہ کون سی شکایت کا محل ہے۔ اور اس حکم ارتداد کو آمد مہدی ومسیح سے انکار پر مبنی کیوں ٹھہرایا گیا ہے؟ کیا مرزا کے سوائے آمد مسیح ومہدی سے منکر اور کوئی مسلمان نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو کیا اس پر حکم ارتداد لگایا گیا ہے؟ ہم بہت سے مسلمانوں کی نشان دہی کرتے

ہیں جو مرزا کی مانند آمد مسیح ومہدی کے منکر ہیں۔اور وہ راسخ مسلمانوں کے نزدیک کافر ومرتد قرار نہیں دیئے گئے بلکہ صرف بدعتی وغیر سنی قرار دیئے گئے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک قدیم فرقہ جہمیہ اور بعض معتزلہ مسیح کی آمد سے منکر چلے آئے ہیں چنانچہ شرح صحیح مسلم کے صفحہ ۴۰۳ میں منقول ہے۔اور معتزلہ کے انکار حیات مسیح کو (جو آمد کیلئے شرط ہے) مرزا نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۰ میں نقل کیا ہے۔پھر ان لوگوں کو کوئی راشد مسلمان اس انکار کی وجہ سے مرتد قرار نہیں دیتا۔امام مہدی کی آمد کے متعلق احادیث سے ایک بڑے مورخ اور سنی محدث ابن خلدون نے کتاب العبر فی دیوان المبتداء و الخبر میں انکار کیا ہے۔اس کو بھی اس انکار کے سبب کسی نے مرتد نہیں کہا ۔دور نہ جاؤ۔اس زمانہ کے معتزلہ (نیچریہ) سر سید احمد خان اور ان کے فالورز Followers نے مسیح اور مہدی دونوں کے آنے سے انکار کیا ہے۔ان کو اس انکار کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا۔پھر اس انکار کی وجہ سے راشد مسلمانوں کا مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کو مرتد قرار دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

مذہبی جہاد کی نسبت کسی پڑھے لکھے راشد مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ وہ جبراً اور بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے ہے بلکہ تمام واقف کار مسلمانوں کے نزدیک مذہبی جہاد صرف ڈی فینسو Defensive ہے۔پھر اس سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں کا مرزا غلام احمد کو مرتد سمجھنا کیونکر ممکن ہے۔

فقرہ سوم میں جو مرزا نے کہا ہے وہ بھی محض غلط اور مغالطہ ہے۔مذہبی جہاد کی نسبت جو کچھ واقف کار مسلمانوں کا خیال ہے، وہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔مسیح موعود اور امام مہدی کے آنے کے متعلق بھی واقف کار مسلمانوں کا خیال یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کیلئے آئیں گے۔مسیح ابن مریم کی نسبت صحیح بخاری کے صفحہ ۴۹۰ میں مسیح کی نسبت صاف آچکا ہے یضع الحرب (یعنی جب وہ آئیں گے، لڑائی جہاد کو موقوف کردیں گے) جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف آسمانی نشانات وکرامات سے تمام زمین میں دین اسلام کو پھیلا دیں گے ۔تمام زمین پر کافر ایک بھی نہ رہے گا اور جب کافر کوئی نہ رہا تو پھر جہاد کس سے ہوگا۔اور چونکہ امام مہدی کی آمد بھی اسی زمانہ میں ہوگی لہذا وہ بھی بحکم حدیث مذکور، جہاد کے ذریعہ نہیں بلکہ روحانی وآسمانی برکات سے اسلام پھیلائیں گے۔یہی بات مرزا نے خود مسیح موعود مہدی مسعود بن کر اپنے لئے تجویز کر لی تو پھر اگر یہی

اعتقاد مسلمانوں کا واقعی اور اصلی مسیح اور مہدی کی نسبت ہو تو پھر ان کی آمد کا اعتقاد کیوں خطرناک بتایا جاتا ہے ۔ بناء علیہ مسیح موعود اور مہدی کی آمد کا اعتقاد کسی خطرہ کا محل نہیں ہے ۔ ہاں بجائے اس کے محل خطرہ آپ جیسے لوگوں کا دعوی مسیحائیت و مہدویت ہے جو نہ واقعی مسیح موعود ہیں اور نہ اصلی مہدی ۔ اور کسی قسم کی کرامات اور آسمانی برکات اپنے ساتھ نہیں رکھتے اور پھر خود ہی مسیح موعود اور خود ہی مہدی مسعود بن بیٹھے ہیں ۔

چوتھے فقرہ میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے اس میں بھی بالکل مغالطہ سے کام لیا ہے ۔ راسخ مسلمان رعایا کو پہلے تو اس نے گورنمنٹ کا وفادار تسلیم کیا اور پھر اس میں بھس ملا دیا ہے کہ اگر وہ اعتقادات مہدی و مسیح کو چھوڑ دیں گے تو پورے و بہتر وفادار بنے گی ... اس کے مقابلہ میں مسلمان مرزا کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کہ تم دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں صاف لکھ چکے ہو کہ: جب انسان خدا تعالی کا نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک (خدا) کی طرف عود کرتی ہے اور پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل، نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے ۔ یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے، ایک ہی بات ہے ۔

اور تمہارے نزدیک گورنمنٹ بھی بلحاظ مذہب خدا کی نافرمان ہے ۔ اسی واسطے تم نے اپنے انگریزی اشتہاروں میں گورنمنٹ کو اپنے مذہب کی طرف بلایا ۔ اور عذاب اخروی سے ڈرایا ہے ۔ لہذا اس عبارت میں آپ نے اس امر کو جائز رکھا ہے کہ خدا چاہے تو تمہارے ذریعہ گورنمنٹ کی جان و مال کو تلف کر دے اور یہی بعینہ جہاد کا مفہوم اور اس کا لازمی نتیجہ ہے ۔ ...

(مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ میرا) یہ مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی (۱۹۰۷ء) میں درج ہو کر شائع ہوا تو مرزا کی پارٹی میں کھلبلی مچ گئی اور ۲۱ جولائی کو ان کے ہیڈ کوارٹر قادیان میں ایک جنرل میٹنگ ہوئی جس میں شور و غل برپا ہو گیا ۔ کوئی کہتا اس کا جواب سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کیا جائے ۔ اس کو یہ جواب ملا کہ سول اس کو نہیں چھاپے گا ۔ کوئی کہتا اس کے جواب سے بالکل سکوت اختیار کرنا چاہیے ۔ اس پر مرزا جی نے خوف زدہ ہو کر یہ اعتراض کیا کہ اس صورت میں گورنمنٹ ہم پر بدظن ہو جائے گی ۔ اور آخر یہ قرار پایا کہ اسکے جواب میں ایک مستقل پمفلٹ چھپوا کر اعلی افسران گورنمنٹ کے پاس بھیج دینا چاہیے ۔ اور محمد احسن

امروہی یا حکیم نورالدین کو یہ کام سپرد ہوا کہ نواب بھوپال کی تالیفات جمع کر کے ان سے آمد مہدی کے متعلق خیالات نواب کو نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ چونکہ راقم مضمون (محمد حسین) نے نواب صاحب کو امام و پیشوا تسلیم کیا ہوا ہے، لہذا اسکا اعتقاد بھی آمد مہدی کی نسبت وہی ہوگا جو نواب صاحب نے ظاہر کیا ہے۔

یہ حال تشویش اور ارادہ جواب نویسی اس پارٹی کا سن کر خاکسار نے مرزا جی کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر اس مضمون کا جواب آپ لکھنا چاہیں تو خاکسار آپ کی مدد کرنے کو حاضر ہے۔نواب صاحب کی تالیفات سے جو کتاب مطلوب ہو، خاکسار سے مستعار طلب کریں۔اور میرا رسالہ اشاعۃ السنہ (جس میں نواب صاحب کے خیالات پر بحث ہے اور وہ اردو وانگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے) قیمتاً طلب کریں۔اس خط کے روانہ ہو جانے کے بعد مرزا جی کے آرگن اڈیٹر الحکم بٹالہ آئے اور وہ خاکسار کا رسالہ جہاد اردو فارسی معہ نقل سرٹیفیکیٹس لے گئے۔دیکھئے ان کا پمفلٹ کب شائع ہوتا ہے (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ ص ۳۴۵۔۳۵۷ مختصراً)

....

کھلی چٹھی بنام مرزا غلام احمد قادیانی

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مضمون انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور میں لکھا یا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان خونی مہدی کے قائل ہیں اس لئے ان سے خطرہ ہے اور میں جہاد کا مخالف ہوں میرا مرید عبداللطیف کابل میں اسی لئے مارا گیا کہ جہاد کو منع کرتا تھا۔اس کے جواب میں مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک مضمون اسی انگریزی اخبار میں لکھا یا جس کا خلاصہ تھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو مسلمانوں کی کسی صحیح روایت میں ہے کہ مسیح اور مہدی جنگ کریں گے، بلکہ وہ معجزات وکرامات سے اشاعت اسلام کریں

گے اور عبد للطیف جہاد کے سبب سے نہیں مارا گیا بلکہ تمہاری نبوت کا ذبہ کی تصدیق اور حضرت مسیح کی توہین کرنے سے مارا گیا۔اس کے متعلق مولانا صاحب کی یہ چٹھی بغرض درج کرنے کے آئی جو درج ذیل ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں؛ میرے مضمون مندرجہ سول ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء سے جو تشویش (کھلبلی) آپ کی پارٹی (اہل لاہور اور قادیان وغیرہ) میں پھیل گئی مجھ کو اس کا علم ہو گیا۔

اس تشویش کی موجب آپ کی ذات اور آپ ہی کا قلم ہوا ہے آپ جانتے ہیں کہ میں مدت سے خاموش تھا آپ ہی کے آرگن الحکم کی تحریک سے میں نے ایک نصیحت نامہ ۱۷ مئی کو آپ کے نام لکھا۔اس کے جواب میں آپ نے ۲۲ مئی کے خط میں دجل وجدل سے کام لیا اور اس کے ساتھ ایک پر از دجل وجدال کتاب حقیقۃ الوحی میرے پاس بھیج دی۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء کے سول ملٹری گزٹ میں آپ نے ایک ایسا مضمون شائع کر دیا جس سے تمام مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ اور گورنمنٹ کے صادق دوست ہز میجسٹی امیر افغانستان پر سخت بے رحمانہ اور غیر شریفانہ اور برخلاف واقعہ حملہ کیا جس سے کروڑوں مسلمانوں کا دل دکھایا

وہ خط اور یہ مضمون دیکھ کر حمیت حق اور حمایت اسلام اور ایک بادشاہ اسلام مجھے باعث ومحرک ہوئے کہ میں اس دجل وجدل پر گورنمنٹ اور اسلامی پبلک کو آگاہ کر دوں۔اور حدیث نبوی الدین النصیحة لله و رسوله و لآئمة المسلمین و لعامتهم عمل میں لاؤں۔ بناء علیہ اس خط ۲۲ مئی کے جواب میں میں نے ایک کھلی چٹھی ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء کو لکھی جو زیر طبع ہے اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ میں درج ہو کر عنقریب ملاحظہ سے گذرے گی انشاء اللہ تعالی۔اور مضمون مذکور سول ملٹری کے جواب میں ایک آرٹیکل اڈیٹر سول ملٹری گزٹ کو مخاطب کر کے شائع کیا جو ۲۱ جولائی کو مرزائی کمپنی کے اخص ارکان کی مجلس میں بمقام قادیان پڑھا گیا۔اس مجلس میں اس آرٹیکل کے پڑھے جانے سے وہ شور وغل پیدا ہوا جو ہرقل قیصر روم کی مجلس میں آنخضرتﷺ کے خط پڑھے جانے سے پیدا ہوا تھا اور ان لوگوں کے ہوش وحواس کو اس آرٹیکل نے پراگندہ کر دیا۔اور لیجو، پکڑیو، بچالو، سنبھالو کا نعرہ بلند ہوا۔کوئی کہتا سول ملٹری گزٹ میں اس کا جواب شائع ہونا چاہیے۔کوئی بدحواس کہتا کہ راقم آرٹیکل پر مباہلہ کا تیر چلانا یا گولہ مارنا چاہیے کوئی سراسیمہ وخوف زدہ کہتا اس کے جواب میں کچھ بھی مشتہر نہ

کرنا چاہیے بلکہ محض خاموشی اختیار کرنی چاہیے جس پر حضرت اقدس کمپنی کے افسر نے یہ فرمایا کہ اس صورت میں گورنمنٹ ہم پر بدظن ہو جائے آخراس تجویز پر اتفاق رائے ہوا کہ پمفلٹ شائع کر کے معزز افسران گورنمنٹ کے پاس بھیج دینا چاہیے اور یہ کام مولوی محمد احسن یا حکیم نورالدین کے سپرد ہوا کہ نواب صاحب بھوپال کی تالیفات جمع کر کے ان میں سے نواب صاحب کے خیالات متعلق آمد خونی مہدی نکال کر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ راقم آرٹیکل مذکور نے نواب صاحب کو اپنا امام وپیشوا مانا ہوا ہے لہذا یہ بھی گویا خونی مہدی کا قائل ہے۔

حاضرین مجلس میں ایک اجنبی آدمی بھی تھا اس نے کہا کہ اگر مرزا صاحب خدا کی طرف سے ہیں تو پھر وہ کیوں اور لوگوں سے رائے اور مدد لیتے ہیں، اور کیوں اس بات میں خدا تعالی سے حکم نہیں پوچھ لیتے۔ اور نیز اگر وہ خدا کی طرف سے ہیں تو گورنمنٹ کی بدگمانی کی کیوں پرواہ کرتے ہیں۔ مگر اس خوف زدہ حواس باختہ کمپنی نے اس اجنبی کی رائے کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور یہی رائے پاس ہوگئی کہ اس آرٹیکل کے جواب میں پمفلٹ ضرور شائع ہونا چاہیے۔ خاکسار نے یہ حال سن کر پہلے اسکو زبانی ایک طالب علم راست گو کے پیغام بھیجا اور اب اس کھلی چٹھی کے ذریعہ یہ پیغام دیتا ہوں کہ اگر مولوی محمد احسن صاحب یا کسی اور صاحب مددگار مرزا جی کو میدان مقابلہ میں قلم اٹھانے اور اس آرٹیکل کے جواب میں پمفلٹ کے شائع کرنے کا حوصلہ ہو تو یہ خاکسار.... اس کا مواد وسامان بہم پہنچانے کو حاضر ہے وہ تصانیف نواب صاحب سے جو رسالہ چاہیں خاکسار سے مستعار طلب کریں اور جس نمبر رسالہ اشاعۃ السنہ میں نواب صاحب کے خیالات کا بیان اور ان پر بحث ہے وہ اردو انگریزی میں شائع ہو چکے ہیں ان کو بارسال قیمت جو رؤساء سے لی جاتی ہے (جن میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں کیونکہ وہ امت جدیدہ کے اعلی رئیس وفرمانروا ہیں اور تمام رئیسوں کے برابر آمدنی رکھتے ہیں) ارسال کر کے طلب کریں۔ پھر پمفلٹ تیار کریں اور ثابت کریں کہ آمد مہدی کے منتظر اور معتقد سب کے سب باغی سرکار انگلشیہ ہیں اور اس کا جواب اس خادم الاسلام والمسلمین اور ایڈوکیٹ اہل حدیث سے لیں اور اس کا لطف حاصل کریں اور مزہ چکھیں

اس چیلنج کے ساتھ اس کمپنی کو یہ نصیحت کرنا بھی ہمارا فرض ہے کہ وہ خام خیال اور سودائے محال کو اپنے دماغوں سے نکال پھینکیں کہ وہ اشاعۃ السنہ کے مقابلہ میں تمام مسلمانان معتقدین آمد مہدی کو باغی ثابت کردیں

گے اوراس میں عہدہ برآ ہوں گے۔ پندرہ برس میں پہلے ان سے اشاعۃ السنہ کے مقابلہ میں کیا ہوا جو آئندہ ہوگا لہذا اپنی خیر چاہتے ہو تو وہ اسی اجنبی کی رائے پر کاربند ہوکر بس چپ ہی ہو رہو اور اس رباعی پر عمل کرو

آنانکہ چشم برگل تحقیق واکنند — از ہرچہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

درمبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست۔ پہر ہرزہ است تکیہ بچون وچرا کنند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۵۔۶)

بجواب محمد احسن امروہی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ:

مولوی محمد احسن امروہی کے خط کا جواب، اور اڈیٹر بدر والحکم کی غلط گوئی کا ردّ باصواب،

کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی آج کل خط وکتابت قادیانی پارٹی سے ہو رہی ہے مولوی صاحب موصوف نے ایک مضمون لاہور کے انگریزی اخبار میں چھپایا تھا اس مضمون سے قادیانی پارٹی بہت کھسیانی ہو رہی ہے کیونکہ جو کچھ منصوبے وہ آج تک طفل تسلیوں کی طرح دل میں ٹھانے ہوئے تھے کہ مولوی صاحب آخر کار ہماری طرف رجوع کر آئیں گے اس مضمون سے تمام ملیا میٹ ہو گئے۔ اس پر مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے مولوی صاحب کو خط لکھا کہ آپ مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو کیوں کافر نہیں کہتے حالانکہ دونوں کا دعویٰ یکساں ہے۔ نیز مرزائی اخباروں میں لکھا گیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے بھی رجوع کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مہدی اور مسیح جنگ نہیں کریں گے ان سب باتوں کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں (اڈیٹر)

میرے پرانے دوست مولوی محمد احسن صاحب: میں نے آپ کا خط مورخہ ۲۲ جولائی مندرجہ بدر ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء کمال تعجب وافسوس سے پڑھا۔اس خط میں آپ نے میرے مضمون ۱۶ جولائی پر (جو سول ملٹری گزٹ ۱۸و۱۹ جولائی میں شائع ہوا) دو ناروا الزام (ایک قطعی دوسرا شرطی) قائم کیے ہیں جن میں آپ نے علم وفہم وخدا ترسی وحق گوئی سے کام نہیں لیا

آپ کا قطعی الزام یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب دربارہ نجات اتباع خاتم النبیین ضروری نہیں ٹھہراتا۔پھر آپ نے (خاکسار کو کہتے ہیں) ان کو اس مضمون (۱۶ جولائی) میں سچا مسلمان تحریر فرمایا ہے۔

آپ کا شرطی الزام یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے خط ۱۹ جولائی میں (مولوی نورالدین کے نام جو انہوں نے لکھا ہے اور وہ بدر ۲۵ جولائی میں مشتہر ہوا ہے) یقیناً وہی دعوی وہی عقاید ظاہر کیے ہیں جو مرزا صاحب نے کیے ہیں کہ، میں مسیح موعود ہوں، نبی ہوں، رسول ہوں رحمۃ للعالمین ہوں۔،وعلی ہذا القیاس جن کی وجہ سے آپ نے مرزا صاحب کو کافر مرتد اور واجب القتل قرار دیا۔اب اگر آپ ڈاکٹر صاحب کو بھی مرزا صاحب کے مانند کافر ومرتد واجب القتل سمجھتے ہیں تو لازم ہے کہ سول ملٹری گزٹ میں اسکا اشتہار کریں اور اگر آپ ڈاکٹر صاحب کو ان عقاید اور دعاوی کی نظر سے کافر ومرتد واجب القتل نہ کہیں گے تو یہ بے انصافی ہوگی اور اسصورت میں آپ کو ڈاکٹر صاحب کی بیعت وپیروی لازم ہوگی۔

الزام اول کا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب آنحضرت ﷺ کا اتباع وایمان اس شخص کے لئے جس کو آنحضرت ﷺ کی دعوت پہنچ چکی ہو ضروری اور شرط نجات جانتے ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کو جہنمی کہہ چکے ہیں اور اخبار وطن ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء میں اس کا اشتہار کر چکے ہیں اور آپ لوگوں کے اس الزام کو محض اتہام قرار دے چکے ہیں اصل عبارت ہماری کھلی چٹھی بنام مرزا صاحب میں جو نمبر ۱۲ جلد ۲۱، اشاعۃ السنہ میں درج ہوکر عنقریب شائع ہوگی ان شاء اللہ تعالی

الزام دوم کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے مرزا صاحب کے صرف دعوی نبوت ورسالت وغیرہ عقاید کفریہ کو اسلامی حکم سیاسی ہز میجسٹی فرمانروائے افغانستان کا سبب وموجب قرار نہیں دیا بلکہ ان کا انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت مسیح بن مریم کی توہین کرنا اوران کو گالیاں دینا (جو رعایا اہل اسلام میں پولیٹکل جوش پھیلانے اور نقص امن

عامہ خلائق پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے) ہز میجسٹی امیر افغانستان اور اس کی مانند دیگر خودمختار اسلامی فرمانروایان وحکام کے (نہ عوام غیر حکام کے) سیاسی حکم قتل کا موجب قرار دیا ہے

میرے اس مضمون اردو میں جو رسالہ نمبر ۱۲، جلد ۲۱ میں شائع ہوگا مرزا صاحب کو دعوائے نبوت ودیگر عقاید کفریہ کو سبب سیاسی حکم قتل نہیں ٹھہرایا اور نہ کسی پہلی تصنیف یا تحریر میں ایسا پایا گیا ہے تا کہ اس کے مطابق حکم قتل ڈاکٹر صاحب یا کسی اور مدعی ومعتقد کفریات کا الزام قائم ہو سکے۔ مترجم مضمون نے انگریزی ترجمہ میں آپ کے دعوی کو بھی شامل وداخل سبب کر دیا اور خاکسار نے اس دعوی نبوت کو اصل سبب حکم سیاسی مثل (توہین ودشنام دہی پیغمبر) ضمیمہ یا موید (نہ بالاستقلال) سمجھ کو اس کو ترجمہ سے نہ نکالا۔

کوئی شخص ہزار کلمہ کفر بکے پیغمبری کرے یا اور عقاید کفریہ ظاہر کرے وہ سیاسی حکم سلاطین سے قتل تب ہی کیا جاوے گا جب کہ اسکے کفریہ اقوال وافعال سے اسلام کے پولٹیکل نظام میں خلل واقعہ اور نقص امن عامہ خلائق وقوع میں آنے کا اندیشہ ہو۔

اقوال افعال وعقاید کفریہ کا موجب کفر ہونا بھی اسی صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور ان دعاوی کا مدعی عمداً وعناداً ایسے عقاید کا اظہار وارتکاب کرے اور اگر وہ اس میں کوئی غلطی کرے یا لاعلمی واصول احکام اسلام سے ناواقفی کی وجہ سے اس کا مرتکب ومعتقد ہو گیا ہو یا نفس کا دھوکہ کھا جائے اور حدیث النفس کو وحی الہی سمجھ کر مدعی نبوت یا رسالت بن بیٹھے یا اور کفریات بکنے لگے یا شطحیات زبان پر لاوے تو باوجودیکہ اس کے افعال واقوال وعقاید کو کفر قرار دیا جائے گا اس شخص پر یقیناً فتوی کفر نہ لگایا جائے گا جب تک کہ اصول اسلام سے اس کا جحود وانکار وتکذیب ثابت نہ ہو۔ اس کی تفصیل ہمارے مضمون کفر وکافر میں بضمن جلد ۴۔ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء اور ریویو براہین احمدیہ میں بضمن جلد ۷ مطبوعہ ۱۸۸۴ء میں ہو چکی ہے اور کسی قدر اس کا تتمہ ہماری کھلی چٹھی بنام مرزا مندرجہ نمبر ۱۲ جلد ۲۱ میں بیان ہوا ہے جو عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا ان شاء اللہ تعالی

بناء علیہ ڈاکٹر صاحب اس وقت تک بعض ان دعاوی کے ساتھ جو دعاوی مرزا صاحب کے ہم رنگ وہم سنگ بقول آپ کے ان سے سرزد ہو رہے ہیں ان تاویلات کے ساتھ فتوی کفر سے بچ سکتے ہیں جیسے مرزا

صاحب ان کا موجودہ حال کھل جانے سے پہلے ریویو براہین احمدیہ میں بچالئے گئے تھے اور بعض دعاوی میں وہ فتوی کفر سے بایں وجہ بچ سکتے ہیں کہ اصول ومسائل اسلام سے ناواقفی کے سبب حدیث النفس کو وحی الہی سمجھ کر انہوں نے وہ دعاوی کئے ہیں نہ جحوداً و عناداً و تکذیباً بشریعۃ الحمدیہ کما ثبت ذلک کلہ بالشواھد الواضحۃ و التجارب الکاملۃ من صاحبکم المتنبی القادیانی

القصہ ڈاکٹر صاحب نے اگر ایسے دعاوی کئے ہیں تو وہ ابتدائی درجہ میں ہیں اور اجتہاداً بعض کلمات کفریہ زبان یا قلم میں لائے ہیں اور مرزا صاحب انتہائی درجہ پر پہنچ چکے ہیں اور جو داً عناداً الزام کفر پر جمے ہوئے اور ڈٹے ہوئے ہیں شتان بینھما لہذا ڈاکٹر صاحب قبل از استکشاف اعتقاد وفہمائش وتحقیق وعرض وتاویل اس فتوی کے محل نہیں ہوسکتے جو ہندوستان وپنجاب کے صدہا علماء نے مرزا صاحب کے جحودوعناد کو ان کی تصانیف وتقاریر اور شبانہ روزی بست سالہ اقوال وافعال سے ثابت ومحقق کرکے ان پر لگایا ہوا ہے ومع ہذا ہم ڈاکٹر صاحب سے اس باب میں خط وکتابت کریں گے اور امید ہے کہ اگر انہوں نے دعوی رسالت ومسیحائیت کیا بھی ہوگا اور مرزا صاحب کے ایک خلیفہ چراغ دین جمونی کی (جو آپ ہی کے نقش قدم کی پیروی کرکے پہلے ملہم بن بیٹھا تھا پھر آخر کو آپ سے منحرف ومرتد ہوگیا تھا) طرح آپ ہی کے فیض سے اپنے خیال میں ملہم ہوگئے ہیں اور اپنے احادیث النفس کو الہامات الہیہ سمجھ بیٹھے ہوں تو وہ ہمارے اس مضمون اور کھلی چٹھی کو پڑھ کر ان دعاوی سے دست بردار ہو جائیں گے۔ان شاء اللہ تعالی۔اور اگر وہ بھی مرزا صاحب کی طرح آخر کھل کھیلے اور باوجود فہمائش دعوی نبوت ومسیحائیت پر مصر رہے تو محکمہ عالیہ شریعت محمدیہ سے بواسطہ اس کے خادم اشاعۃ السنہ النبویہ کے ان پر بھی وہی فتوی لگایا جائے گا جو مرزا صاحب پر لگایا گیا ہے ان شاء اللہ تعالی

حضرات اڈیٹران بدروالحکم: آپ لوگوں نے جو کچھ بدر ۲۵ جولائی والحکم ۳۰ جولائی میں لکھا ہے محض غلط اور برخلاف واقع ہے آپ لوگوں نے اس میں خود دھوکہ کھایا یا دیدہ دانستہ اوروں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

مضمون سول میں میرا سابق اعتقاد سے رجوع کرنا تب ثابت ہوتا جب کہ اس سے پہلے میں کسی تحریر یا تصنیف میں یا کسی مجلس میں اس مضمون کے برخلاف اپنا اعتقاد ظاہر کرچکا ہوتا حالانکہ میں نے کسی تحریر میں یا زبانی تقریر میں کبھی اس اعتقاد کا اظہار نہیں کیا کہ حضرت مسیح بن مریم اور ان کے رفیق امام مہدی آئیں

گے تو تلوار چلائیں گے اور دین اسلام کو بزور شمشیر پھیلائیں گے (اسلام بزور شمشیر پھیلانے کے معنی یہ ہیں کہ کافروں کو تلوار دکھا کر دھمکایا جائے کہ یا تو اسلام قبول کرو یا قتل۔ اس قسم کی جنگ تو بیشک کبھی کسی نبی نے نہیں کی اور مولوی صاحب کو اسی سے انکار ہے.....اڈیٹر) جو آج تک کسی ہادی اسلام سے نہیں ہوا ۔ نہ بانی اسلام ﷺ سے اور نہ ان کے خلفائے قائم مقام سے ۔ اگر میرے اعتقاد سابق کی نسبت آپ کا یہ دعوی ہے تو بنقل میرے صریح کلام کے اس دعوی کا ثبوت آپ لوگوں کے ذمہ ہے اور اگر آپ لوگوں نے اپنے غلط اجتہاد سے یہ خیال وقیاس کر لیا ہے کہ چونکہ خاکسار اہل حدیث ہے اور احادیث صحیحہ کا فیصلہ اس کا عین مذہب واعتقاد ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ میں حضرت مسیح و امام مہدی کا بزور شمشیر اسلام پھیلانا اور کافروں پر تلوار چلا کر ان کو مسلمان بنانا آ چکا ہے لہذا خاکسار کا یہی اعتقاد ہوگا، تو اس صورت میں آپ لوگوں کا اس خیال وقیاس میں صادق ہونا تب ہی مسلّم ہوگا جب کہ آپ ایسی احادیث صحیحہ کو اپنے اخباروں میں مشتہر کر دیں جن میں یہ بیان ہو کہ مسیح و امام مہدی برخلاف سیرۃ نبوی و خلفاء راشدین بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے اور زمین میں خونریزی کر کے کافروں کو مسلمان بنائیں گے۔

جس قدر احادیث صحیحہ اس مضمون کی آپ صاحبان پیش کریں گے اسی قدر بحساب فی حدیث ایک اشرفی انعام پائیں گے ۔ مگر اس میں یہ شرط ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ جو حدیث پیش کریں وہ صحیح ہو جس کا معیار ابن الصلاح وغیرہ آئمہ حدیث نے یہ بیان کیا ہوا ہے کہ وہ حدیث کسی کتاب التزام الصحت میں (جیسے بخاری مسلم میں) پائی گئی ہو یا کسی امام حدیث نے اس کو صحیح کہا ہو۔ صرف کسی ایسی کتاب میں جو ملتزم الصحۃ نہ ہو) جیسے کتاب ترمذی وسنن ابی داؤد وغیرہ ہیں) اس حدیث کا پایا جانا کافی نہیں کتب حدیث اور کلام آئمہ حدیث تک پہنچنا آپ لوگوں کو مشکل ہوگا لہذا آپ کیلئے مناسب ہے کہ ایسی حدیث پیش کرنے سے پہلے اپنے ہی امام مہدی زمان اور متنبّی قادیانی کے رسالہ حقیقت المہدی کے ٹائٹل پیج کا ص ۲ ملاحظہ کر لیں جس میں اس قسم کی جملہ احادیث کو غیر صحیح و موضوع قرار دیا۔

اگر اس مضمون کی حدیث آپ لوگوں کو نہ ملے تو اپنے اس خیال غلط اجتہاد کو واپس لے لیں اور اپنے اخباروں میں صاف یہ اقرار مشتہر کر دیں کہ ہم نے جو اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر رجوع کا الزام لگایا ہے وہ صحیح نہیں غلط ہے اور غلط فہمی پر مبنی ہے اس الزام رجوع سے ہمارا خود رجوع ہے

یہی جواب ان علماء کی طرف سے ہے جن سے آپ لوگوں نے اس رجوع کی بابت استفسار کیا ہے (ہمارا جواب مرقع قادیانی نمبر۴ بابت ستمبر ۱۹۰۷ء میں ملے گا۔اڈیٹر) ازانجملہ جوصاحب اس خاکسار کو اپنا ایڈووکیٹ (وکیل) تسلیم کر چکے ہیں ان کی طرف سے مجھے یہ کہنے کا حق ہے آپ لوگوں نے ان کی کسی تصنیف یا تحریر میں ان کا پرانا یہ اعتقاد دیکھا ہے کہ حضرت مسیح وامام مہدی تلوار چلانے او دنیا میں خون بہانے آئیں گے وازانجملہ جو حضرات مجھے اپنا وکیل نہیں سمجھتے وہ جو جواب چاہیں دیں مگر ان کی خدمت میں مجھے اس قدر عرض کرنے کا حق ہے کہ وہ حضرات جب تک میرا مضمون آسمانی مسیح اور ان کا رفیق مہدی ، جوعنقریب جلد۲۲۔ اشاعۃ السنہ میں شائع ہونے والا ہے ملاحظہ نہ فرمالیں اس درخواست وسوال کا کوئی جواب نہ دیں۔ان کے حق میں یہی آسان اور مناسب ہے کہ وہ بھی اس سوال کی جواب دہی کے لئے خاکسار ہی کو وکیل کرلیں۔اس زمانہ میں اور آج کل کے جھگڑالوؤں سے وکیلوں ہی کے ذریعہ سے اچھی طرح بھگتان ہوتا ہے۔

اور مرزائی پارٹی اور دیگر اہل مذاہب باطلہ جدیدہ کی نبض شناسی اور جواب دہی میں جوملکہ اشاعۃ السنہ کو حاصلہے وہ دوسروں کو کم حاصل ہے ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

مولوی محمد احسن صاحب آپ حسب وعدہ اس جواب کو اخبار بدر وغیرہ میں مشتہر کردیں

اڈیٹر صاحبان۔آپ بھی اپنا فرض منصبی ادا کریں اور اس مضمون کو درج اخبار کردیں ۔ابوسعید محمد حسین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۶۔۹)

آسمانی مسیح اور اسکا رفیق مہدی

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ کے صفحات ۴۷ تا ۱۵۶ پر درج بالا عنوان سے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک مقالہ شائع ہوا۔ ذیل میں اسے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

اس مضمون میں ہم کو آسمانی مسیح اور اس کے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام کا قدیم خیال بیان کر کے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ کیلئے خطرناک نہیں بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اس کے مثیل و ہم عصر و ہم سیرت مہدی کی آمد کا خیال حکومت انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کیلئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پرخطر ہے۔ اس مضمون میں ان دونوں خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کر کے ان کے پولیٹکل اثر ونتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور اس کے دلائل و اصول کا باہم موازنہ و مقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح و تائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپئے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔۔ یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں ہم کوئی محدثانہ کلام نہیں کریں گے۔ ان احادیث کو جیسی کیسی وہ ہیں بلا کلام نقل کر کے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لیں گے۔۔

یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا۔ مگر بعض پولیٹکل اور مذہبی مصالح کی نظر سے اس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی کیا گیا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی

(جوخود ہی مسیح موعود بن بیٹھا اور خود ہی مہدی معہود) نے اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی نسبت گورنمنٹ کیلئے سخت خطرہ ہے اس لئے میں نے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کیلئے اپنا مسیح ومہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تا کہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے... مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اس کے پیرو خونی مسیح کی آمد سے مسئلہ جنگ و جہاد سے منکر ہیں اور اسی وجہ سے امیر افغانستان نے اس کے دو مریدوں کو قتل کر دیا ہے اور اس کی جان اور اس کے پیروان کی جان واموال کو کسی اسلامی سلطنت میں امن نہیں ہے۔ یہ باتیں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اس کے حملے کا مجمل جواب خاکسار نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج و مشتہر کر دیا جس کے جواب میں اب تک مرزا اور اس کی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل با دلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے لہذا اس مضمون کی اشاعت اس وقت بہت ضروری معلوم ہوئی۔ مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی (علیہ مایستحقہ) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہی ملک عدم ہوا اور مقولہ خس کم جہاں پاک کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی بے نیل مرام کی موت سے پہلے اس کے نائبین نے رسائل و اخبارات قادیان (ریویو، الحکم۔ بدر) میں ایسے مضامین شائع کئے تھے جس میں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاص کر اس خاکسار پر تجویز تناقض وتضاد انکار واعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دورخی پایا جاتا تھا جس کا جواب باصواب ضروری تھا مگر اس خیال سے کہ جب کہ شہتیر خرابات خانہ افراءات واتہامات ٹوٹ کر گر گیا ہے تو چھت کی اینٹیں وکڑیاں بھی منتشر ہو جائیں گی، جڑھ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہو جائیں گی، اس حملہ الزام کا جواب دینا اور ان کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری سمجھا گیا تھا

پھر جب کہ مرزا قادیانی کے ان نائبین نے اس مردہ استخوان کو کھڑا کر کے اپنے احمقدام افتادگان کی نظروں میں اس کو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ الاولیاء لا یموتون جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے حیات الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں سجا کر مسیحیت و مہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اس کے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی والمسیح بنا دیا اور اس کو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کیلئے اس بے تہذیبی و دروغ گوئی وبیہودہ سرائی وژاژ خائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا، لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون کو چھاپ کر مشتہر کر دیا جائے تا کہ اس سے اس متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت و جعلی مہدویت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح و جعلی مہدی بدست آویز دلائل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل و بے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اس کے روکنے کیلئے خدا تعالی کی قہری تجلی ضروری ہے جس نے قادیانی کو دبوچا ہے۔...

اہل اسلام قدیم کا آنے والے مسیح کی نسبت یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا، یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئیگا وہ ازسرتا پا آسمانی اور روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش و تدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔

آپؑ کی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض قبل از ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپؑ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپؑ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے۔

ازانجملہ اول، خدا تعالی کا آپ کو ایک مقدس اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا (مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اس کے تقدس سے قادیان، بٹالہ، گورداسپور کے لوگ، جو اس کے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں، بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا۔ نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوۃ کا وہ پابند تھا۔ اس کا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں اس قدر مستغرق ہو گیا تھا کہ اس کا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور ناک بیٹھ گئی تھی۔ ایک بھائی ہلاک خوروں کا پیشوا بن کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا تھا۔ ایک اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔ اس خاندان سے جس پر یہ مصرع صادق آتا تھا: ایں خانہ ہمہ آفتاب است، پیدا ہو کر اس کا دعوی کہ میں مسیح موعود

ہوں، میں نبی ہوں، میں مہدی ہوں۔ کس قدر لغوتھا۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ)اور آپؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اس کو غیر معمولی طور سے بڑھانا، وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

فتقبّلها ربّها بقبول حسنٍ و انبتها نباتاً حسناً و كفّلها زكريّا ۔ (آل عمران ع ٤) ۔

كانت تنبت فی اليوم كما تنبت المولود فی العام ۔ (جلالین لکھنوی۔ ص ٤٣) ۔

❁ غیر موسمی پھل بہشت سے اس کے پاس بھیجنا جس کو دیکھ کر حضرت زکریاؑ نے جان لیا کہ خدا تعالی بے موسم پھل بھیجنے پر قادر ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں فرزند دینے پر قادر ہے، تو آپ نے باوجود حالت مایوسی کے خدا سے فرزند کیلئے دعا کی،

كلّما دخل عليها زكريّا المحراب وجد عندها رزقاً ۔قال يا مريم انّى لكِ هذا۔ قالت هو من عند اللّه ۔(آل عمران ۔ ع ٤) ۔ ای یاتینی به من الجنّة ۔ لمّا رأى زكريا ذلك علم ان القادر على الاتيان بالشیء فی غير حينه قادر على الاتيان بالولد على الكبر دعا زكريا ربّه ۔ (جلالین ص ٤٣)۔

❁ کلمہ کن سے آپکے وجود کے ساتھ حاملہ ہونا: قال كذلكِ اللّه يخلق ما يشاء (آل عمران)

ای من خلق ولدٍ منك بلا اب ۔(جلالین ص ٢٤)

❁ آپکی ولادت کے وقت خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں جھڑنا اور خشک نہر سے پانی جاری ہونا

قد جعل ربكِ تحتكِ سريّاً ۔ و هزّى اليكِ بجذعِ النخلة تساقط عليكِ رطباً جنيّاً (مريم ع ٢)

سريّاً نهراً و كان انقطع فجرت النخلة كانت يابسة(جلالین۔ ص ٢٤٣، ٢٤٥)۔

❁ یہودیوں کے طوفان و بہتان کے جواب میں آپ کا گہوارہ میں کلام کرنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں، خدا نے مجھے نبی کیا ہے۔

قال انّى عبد اللّه آتانى الكتاب و جعلنى نبيّاً (مريم ع ٢) ۔

یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً (آل عمران۔ ع ٥)۔

ای طفلاً قبل وقت الکلام۔ (جلا لین ص ٢٤٤)

ان آیات واقوال سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی پہلی آمد آسمانی نشانات وروحانی برکات کا محل تھی اور جو کچھ آپ نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا آسمانی تائید سے کیا، نہ زمینی تدبیر سے...ایسی ہی آپ کی دوسری آمد آسمانی نشانوں اور روحانی برکتوں کا محل ہوگی۔ اہل اسلام قدیم یہ یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے دوفرشتوں کے بازؤوں پر ہاتھ رکھ کرایک سفید منارہ کے قریب دمشق کی شرقی جانب میں اتریں گے اور زمین میں عدل، امن، راستی اور دین کی روشنی پھیلائیں گے اور ظلم بے دینی بے ایمانی کو دور کریں گے۔ اس مشن کو پورا کرنے میں وہ زمینی تدبیروں اور انسانی سازشوں کے محتاج نہ ہوں گے اور میدان جنگ وجدال وخونریزی وقتال آراستہ کر کے تلوار سے کام نہ لیں گے، بلکہ اپنی روحانی طاقتوں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اس مشن کو پورا کریں گے۔ ان کے وقت میں لڑائی بالکل موقوف ہوگی، تلوار اس وقت میں جنگ کے کام سے بے کار ہو جائے گی، صرف کھیتی کاٹنے کے کام میں آئے گی۔ منکرین ان کے نزول آسمانی اور دیگر نشانوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے، اور جو شقی ازلی سنگ دل فطرتی اس سے محروم ہوکر کافر رہیں گے وہ آپ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہوں گے۔ دجال موعودان کی صورت دیکھ کر پگھلنے لگے جائے گا مگر نوشتہ پورا کرنے کیلئے اور بطور قصاص اس موذی کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور بعض شقی (جیسے یاجوج ماجوج) آپ کی بددعا سے ہلاک ہوجائیں گے اوران کی لاشوں اور خونوں سے زمین کو پاک کرنے کیلئے آسمان سے مدد آئے گی ۔ زمین میں رزق اور پھلوں کی برکت ہوگی اور دولت و مال کی (جس کی وجہ سے اور طمع سے لوگ آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں) ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کو کچھ مال دینا چاہے گا تو وہ قبول نہ کرے گا اور لوگوں کا بخل اور آپس میں کینہ اور بغض سب دور ہو جائے گا۔ یہ فیض امن زمانہ مسیح کا انسانوں کے علاوہ حیوانات اور درندوں کو بھی پہنچے گا وہ بھی ایک دوسرے پر ظلم وایذا رسانی نہ کریں گے۔ بھیڑیا اور بکری، چیتا اور گائے ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ سانپ وغیرہ زہریلے جانور انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ کھیلیں گے اوران کی زہر جاتی رہے گی۔ ان برکات ونشانات میں انکے ثانی اثنین ورفیق مہدی علیہ

السلام ان کے وقت میں ہوں گے بلکہ ان ہی کی مدد کیلئے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔ان دونوں حضرات کا ایک ہی مشن ہوگا اور ایک ہی روحانی طریق سے وہ اس مشن کو پورا کریں گے۔

ہر چند آمد مسیح سے پہلے امام مہدی کے زمانہ میں دین سے مزاحمت کرنے والوں سے مسلمانوں کی مدافعتی لڑائیاں ہوں گی مگر کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت امام مہدی بذات خود کسی شخص پر تلوار اٹھائیں گے اور کسی جان کو تلف کریں گے، یا پیش قدمی کر کے اور بلا عوض تلف کرنے کا حکم دیں گے بلکہ ان کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کی خونریزی نہ کریں گے۔ایسا ہی حجج الکرامة فی آثار القیامة میں بصفحہ ۳۶۳ نقل کیا ہے۔اور احادیث سے جو عنقریب منقول ہونگی معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں امام مہدی سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ روحانی اور آسمانی نشان کے طور پر ہوگا اور آمد مسیح کے بعد تو ان دفاعی لڑائیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور مہدی و مسیح دونوں کے ہاتھ سے روحانی برکات سے دین چمکے گا۔تلوار سے کچھ کام نہ لیا جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل بہت سی آیات واحادیث وآثار میں پائی جاتی ہے اس مقام میں ازانجملہ چند آیات واحادیث وآثار نقل کئے جاتے ہیں۔

سب سے پہلا نشان آسمانی (آپ کا آسمان سے نازل ہونا) چند آیات میں پایا جاتا ہے مثلاً و انّہ لعلم للسّاعة۔ (زخرف)۔ انّہ ای عیسی لعلم للسّاعة تعلم بنزوله (جلالین ص ۲۹٤)۔ حضرت عیسیٰؑ قیامت کا علم یا نشان ہے۔عامہ تفاسیر میں بہ نقل احادیث وآثار بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول علامت قیامت ہے ۔

یکلّم النّاس فی المهد و کهلاً۔(آل عمران) ۔ قال الحسین بن الفضل یکلّم النّاس کهلاً بعد نزول من السّماء و فیه نصّ علی انّه ینزل من السّماء الی الارض ۔(فتح البیان ص ۳۹۳)۔آپ گہوارہ اور کہولت میں یکساں کلام کریں گے۔عامہ تفاسیر معالم وفتح البیان وغیرہ میں حسین بن فضل سے نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت میں کلام کریں گے۔

قال ابن عباس و ارسل اللّٰه الی عیسی و هو ابن ثلاثین سنة فمکث فی رسالته

ثلاثین شهراً ثمّ رفع اللّٰه الیه ثمّ ینزله الی الارض و هو فی سنّ الکهولة ۔(فتح البیان)
حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ وہ آسمان کہولت سے پہلے اٹھائے گئے آسمان سے سنہ کہولت کے بعد اتر کر کلام کریں گے۔

دوسری وہ آیت ہے جو عنقریب نشان سوم کے ثبوت میں پیش کی جائے گی۔

دوسرا آسمانی نشان (اس نزول کی کیفیت کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اور دمشق کے مشرقی منارہ کے قریب ہوگا) اس حدیث صحیح مسلم میں پایا جاتا ہے: فبینا هو کذلك اذ بعث اللّٰه المسیح بن مریمؑ فینزل عند المنارة البیضاء شرقی واضعاً کفّیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ رأسه قطر و اذ رفعه تحدر منه حبّان کاللؤلوء ۔(صحیح مسلم ص ۴۰۱) ۔خدا مسیح بن مریم کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریںگے۔ زرد رنگ جوڑا پہنے ہوئے۔ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ان سے قطرات عرق ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائیںگے تو ان سے موتیوں کے سے چاندی کے دانے گریںگے۔

تیسرا آسمانی نشان (اس نزول کی کیفیت معجزانہ اور دیگر آسمانی نشان دیکھ کر لوگوں کا ایمان لانا)۔ یہ آیت ہے:

و ان مّن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته ۔(النساء)۔ قبل موت عیسی لما ینزل قرب القیامة ۔(جلالین ص ۸۲)۔ یؤمن به من ادرکه عند نزوله الی الارض و صححه الطبری هذا القول و قد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسماً له و صحّ ذلك الشوکانی فی مؤلف مستقل ۔(فتح البیان ج ۱)۔

مسیح کی موت سے پہلے اہل کتاب یہودی وغیرہ، جو اب منکر ہیں، ایمان لائیں گے۔ عامہ تفاسیر جلالین، فتح البیان طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے تو جو لوگ ان کو پاویں گے ان پر ایمان لاویں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث بخاری میں بھی ہوئی ہے جو ہم نشان دہم کے ثبوت میں پیش کریںگے۔

مسیح کے نزول آسمانی اور آمد ثانی کا سرّ وفائدہ وحکمت یہی ایمان اختیاری (نہ اجباری) ہوگا ان کو

آسمان سے اس معجزانہ کیفیت کے ساتھ اترتے دیکھ کر یہود جوان کو صلیب پر مقتول اور ملعون سمجھتے ہیں، اور آج کل کے بعض نام کے مسلمان (جوان کے آسمان پر جانے اور دیگر معجزات کے قائل نہیں) ایمان لائیں گے۔ ان منکروں کو قائل کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی دلیل وشہادت نہ تھی اور جو اس دلیل کو مشاہدہ کر کے بھی منکر رہیں گے وہ ان کی سانس سے ہلاک ہو جائیں گے جن کا بیان نشان چہارم میں ہوتا ہے۔

چوتھا آسمانی نشان: مسیح کے نشانات دیکھ کر ایمان نہ لانیوالوں اور اپنی سنگ دلی اور شقاوت ازلی کی وجہ سے کافر رہنے والوں کا صرف آپؑ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہو جانا مسلم کی اس حدیث میں ہے:

فلا يحلّ لكا فر يجد ر يح نفسه الّا مات و نفسه ينتهى حيث ينتهى طرفه (صحيح مسلم ـص ٤٠١) ۔

کہ نزول مسیح کے وقت جائز وممکن نہ ہوگا کہ مسیح کا سانس کسی کافر کو پہنچے اور وہ ہلاک نہ ہو اور مسیح کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی۔

پانچواں آسمانی نشان: اسی قسم کے ایک سنگ دل وشقی ازلی (دجال موعود) کا آپ کے نزول سے پہلے خروج کرنا اور ان کی صورت دیکھ کر پگھلنے لگ جانا صحیح مسلم کی اس حدیث میں بیان ہے:

فاذا رآه عدوّ الله ذا ب كما يذ وب الملح فى الماء فلو تركه لا نذا ب حتى يهلك ولكن يقتله اللّه بيده فيريهم دمه فى حربته۔ (صحیح مسلم۔ص ۳۹۲)۔

کہ دجال مسیح کو دیکھ کر پگھلنے لگے گا۔ آپ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ترک کرتے تو وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالی آپ کے ہاتھ سے اس کو قتل کرائے گا۔

حضرت مسیح کے ہاتھ سے دجال کے قتل ہونے کی ایک وجہ ہے جو نوشتہ خاتم المرسلین کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے وہ پورا ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس موذی کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان قتل کئے جائیں گے لہذا اس موذی کا قتل کیا جانا بطور حد وقصاص ہوگا اور عین انصاف کا مقتضا، نہ رحیمی شان کے برخلاف۔ اور صحیح مسلم میں اس حدیث کو بیان کر کے اس میں لکھا ہے: قال رسول اللّه ﷺ و اللّه لينزلن ابن مريم حكماً عادلاً فليكسرن الصليب و يقتلن الخنز ير و ليضعن الجزية و لتتركن القلاص

فلا یسعی علیها و لتذ هبن الشحناء و التباغض و التحا سد و لیدعو نالی المال فلا یقبله ا حد ۔(صحیح مسلم نمبر ١٥٥) ۔

اور فیبعث اللّٰہ عیسی بن مریم کانّہ عروۃ بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنتین عداوۃ ثمّ یرسل اللّٰہ ریحاً باردۃً من قبل الشّام فلا یبقی علی و جه الارض من ا حد فی قلبه مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الّا قبضته حتّی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدختله علیه حتی تقبضه قال سمعتها من رسول اللّٰہ ﷺ فیبقی شرارا النّاس فی خفة الطیر و احلام السباع لا یعر فو ن معروفاً و لا ینکرون منکراً فیتمثل لهم الشیطان فیقول الاتستحیون؟ فیقولون فبما تامرنا فیامرهم لعبادۃ الاوثان و هم فی ذلك دارّ رز قهم حسن عیشهم ثم ینفخ فی الصور... الخ ۔(صحیح مسلم۔ نمبر ٢٩٤٠) ۔ و فی روا یة له فیبقی شرا ر الناس یتهارجون تهار ج الحمر فعلیهم تقوم السا عة۔ (صحیح مسلم) ۔اس وقت اونٹیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی ان کیلئے کوئی کوشش نہ کرے ۔دلوں کی عداوت اور کینہ اور حسد دور ہو جائیں گے ۔ مال کی طرف لوگ بلائے جائیں گے،تو کوئی قبول نہ کریگا۔

ایک روایت صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اللہ عیسی بن مریم کو بھیجے گا ۔ وہ دجال کو طلب کر کے قتل کریں گے پھر تمام لوگ سات سال ایسے با امن عیش میں بسر کریں گے کہ دو شخصوں کے درمیان عداوت نہ ہو گی پھر اللہ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا جس سے تمام اہل ایمان روئے زمین کے فوت ہو جائیں گے ۔ اگر کوئی پہاڑ کے اندر ہو گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کی جان قبض کر لے گی ۔ پھر ایسے لوگ رہ جائیں گے جو جانوروں کے سے بے وقوف ،اور درندوں کے سے سمجھ وخیال والے ،ایذا رسان ،ہوں گے وہ کسی اچھی بات کو اچھا نہ جانیں گے نہ بری کو برا سمجھیں گے ،بعض گدھوں کی طرح بازاروں میں عورتوں سے جفت ہوں گے ۔ پھر شیطان ان کے سامنے متشکل ہو کر کہے گا کیا تم حیا نہیں کرتے ۔ وہ کہیں گے تو ہم کو کیا حکم دیتا ہے ۔تو پھر وہ ان کو مخلوق پرستی کا حکم دے گا ۔ وہ تھانوں کی پوجا کریں گے تو انکا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہو گا ایسی حالت میں

نفحہ عالم ہوگا اور قیامت برپا ہوگی۔

اس کتاب کی شرح نووی میں کثرت مال کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے یعنی سونا چاندی اور خزانے اگل دے گی۔ اور جنگ کے بالکل موقوف ہو جانے اور گھوڑوں کے لڑائی کے کام میں نہ آنے اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنانے کا ذکر ان احادیث میں ہے جو نشان یازدہم کے ثبوت میں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

گیارھواں آسمانی نشان: درندوں کا حیوانوں کے ساتھ چرنا اور بچوں کا سانپوں کے ساتھ کھیلنا وغیرہ اس حدیث ابن ماجہ میں ہے:

و تنزع حمة كل ذا ت حمة حتى يد خل الوليد يده على الحيّة فلا تضرّه و تفر الو ليدة ا لاسد فلا يضر ها و يكو ن الذ ئب فى الغنم كانّه كلبها و يملأ الا رض من السلم كما يملأ الاناه من الماء و يكون الكلمة وا حدة فلا يعبد الا اللّه و تضع الحر ب اوزارها و تصلب قريش ملكها و يكون الارض كفا تور الذ هب و الفضة تنبت نباتها بعهد آدم حتى تجتمع النفر على القطف من ... ابن ما جه

حضرت مسیح کا نزول ہوگا تو زہردار جانوروں کا زہر جاتا رہے گا کوئی لڑکا سانپ پر ہاتھ مارے گا تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔ شیر کو کوئی بکری بھگا دے گی تو وہ اس کو ضرر نہ پہونچائے گا۔ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں ایسا رہے گا جیسے اس کا محافظ کتا۔ تمام زمین اسلام سے بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اس وقت بجز خدا واحد کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اپنا بوجھ اتار دے گی اور قریش کی بادشاہی جاتی رہے گی (یعنی مسیح کی اجازت کے بغیر ان کا امیر کوئی حکم نہ کرے گا۔ نزول مسیح کے بعد ان کی خصوصیت خلافت سے جاتی رہے گی) زمین ایسی ہو جائے گی جیسے سونے چاندی کا طشت، وہ اپنی بوٹیاں ایسی اگائے گی جیسے آدم کے وقت اگاتی تھی ایک خوشہ انگور اور ایک دانہ انار سے جماعت سیر ہوگی۔

اور کتاب رحمۃ المھداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوۃ میں ہے:

و يهلك اللّه فى زمانة المسيح الدجال ثم تقع الامنة على ا لارض حتى ترتع الا سود

مع الابل و النمار مع البقر و الذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات فلا تضرّ هم فیمکث اربعین سنة ثمّ یتوفّی و یصلّی علیه المسلمون ۔ و فی روایة و یرجع المسلم و تتخذ السیوف مناجل وتذهب حمة و تنزل السّماء رزقها و تخرج الارض برکتها حتی یلعب الصبی بالثعبان فلا یضرّه ۔ (الرحمة المهداة ۔ ص ۲۷۷) ۔کہ مسیح کے زمانے میں خدا تعالیٰ دجال کو ہلاک کرے گا۔اس کے بعد زمین میں امن قائم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ حیوانات اور درندوں پر بھی اس کا اثر پہونچے گا۔شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے جیسے....گائے کے ساتھ،بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ،اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔وہ چالیس سال زمین پر زندہ رہیں گے پھر فوت ہونگے اور مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان لڑنے سے پھر بیٹھیں گے اور تلواروں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنایا جاوے اور زہردار جانوروں کا اثر جاتا رہے گا آسمان اپنا رزق اتاریگا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھلیں گے تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔

عہد عتیق یسیعاہ نبی کی کتاب کے باب ۱۱ میں بھی بعض ان نشانات حضرت مسیح کی تائید پائی جاتی ہے چنانچہ کہا ہے:

بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا اور لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا....اس وقت بھیڑ یا برّے کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے اور ننھا بچہ ان کی پیش روی کرے گا۔اور گائے اور ریچھنی مل کر چریں گی اور ان کے بچے ملے جلے بیٹھیں گے اور شیر ببر اور بیل کی پوان کھائے گا اور دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلے گا۔

پانچویں نشان آسمانی کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔اس پیش گوئی اور اس حکم نبوی سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ مسیح اور قتل دجال کے بعد موقوفی جہاد کا حکم آنحضرت ﷺ کا حکم ہے جس کی تعمیل حضرت مسیح سے ہوگی۔اس موقوفی جہاد کی فلاسفی (حکمت و سرّ عقلی) یہ ہے کہ دنیا میں جہاد یا لڑائی دو ہی غرض سے ہوتی اور وقوع میں آتی ہے ایک غرض دنیاوی (بطمع مال یا بوجہ عناد و دشمنی) جو دنیا داروں کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے۔

دوسری غرض دینی (اعلاء کلمۃ اللہ و مدافعت اعداء اللہ) جو اہل دین کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے۔اور زمانہ مسیح میں یہ دونوں غرضیں کسی کو پیش نظر نہ رہیں گی۔اس وقت کوئی کافر زمین پر نہ رہے گا تو غرض دوم کس کو ہوگی،اور جب کہ زمین اپنے مدفون خزانے باہر نکال پھینکے گی اور مال و دولت کی خواہش کسی کو نہ رہے گی تو پھر غرض اول سے لڑائی کیسی۔دشمنی عداوت وایذا رسانی درندوں سانپوں میں نہ رہے گی تو انسانوں میں باہم کیونکر ہوگی۔اب جہاد ہو تو کس سے ہو اور کرنے والا کون ہو۔

دجال موعود کو حضرت مسیح کا قتل کرنا اس وقتِ امن سے پہلے ہوگا۔ایسا ہی دوسرے موذی کافروں سے مسلمانوں کا لڑنا اور امام مہدی کا اپنے روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے ان موذیوں کو ہلاک کرنا امن زمانہ مسیحی سے پہلے وقوع میں آئے گا۔دجال قتل ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔دجال کے بعد کفار یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو ان کے مقابلہ میں بھی سیفی جہاد سے کام نہ لیا جائے گا بلکہ صرف مسیح کی دعا سے ان کی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا اور اسی سے ان کا کام تمام ہوگا۔چنانچہ نشان ششم کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔دجال کو حضرت مسیح کا قتل کرنا ان کی شان رحیمی و امن گستری کے برخلاف نہ ہوگا۔وہ موذی بہت سے مسلمانوں کو سخت اذیت سے ہلاک کرے گا..لہذا ایسے موذی کو مارنا ہزاروں مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے برابر ہے اور یہ شان رحیمی مسیحی اور امن گستری کا عین لازمہ ہے۔

دجال موعود کا خروج اور حضرت عیسیٰؑ کا اس کو قتل کرنا جو نشان پنجم میں بیان ہوا ہے،حضرت مسیح کی آمد ثانی کیلئے ایک بڑی بھاری علامت اور ایک لازمی شرط ہے۔جب تک دجال نہ نکلے گا مسیح ہرگز نہ آویں گے۔لہذا ضروری ہوا کہ اہل اسلام قدیم کا اعتقاد دجال کی نسبت بیان کیا جائے تاکہ کسی جھوٹے اور بناوٹی مسیح کو یہ گنجائش نہ رہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرنے اور اپنی مسیحائیت کی پڑی جمانے کیلئے جس شخص کو چاہے، دجال بنالے اور جس چیز کو چاہے دجال کا گدھا بنالے۔اور پھر خود بھی اس گدھے پر سوار ہوا کرے جیسا کہ ایک جھوٹے مسیح قادیان پنجاب نے کیا تھا کہ اپنی مسیحائیت کی پڑی جمانے کیلئے پہلے اپنے مخالف مولویوں کو دجال قرار دیا۔پھر عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا اور دجال کا گدھا ریل گاڑی کو قرار دیا اور جب تک وہ زندہ رہا اس گدھے پر خود بھی سوار ہوتا رہا اور جب وہ اپنے دعوی مسیحیت کو جھوٹا کرنے کیلئے مرا تو اسی گدھے پر اس کی

لاش کو لا د کر اس کے مدفن میں پہنچایا گیا۔ ہمارے بیان اعتقاد اہل اسلام قدیم کو مسلمان پڑھ یا سن لیں گے تو پھر کسی ایسے مفتری و کذاب مسیح کے دام میں نہ آئیں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کا ماخذ و مستند احادیث صحیحہ نبویہ اتفاق کے ساتھ مسلّمہ اہل اسلام بیان کی جائیں گی جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام قدیم دجال موعود کس کو سمجھتے ہیں اور اس میں کیسی علامات و خواص کا موجود ہونا ضروری جانتے ہیں جو اس وقت کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ اور اس کا گدھا کیسا ہوگا۔ ان احادیث میں امور ذیل کا بیان ہوگا۔

ا۔ دجال کہاں سے نکلے گا۔ ۲۔ وہ کب نکلے گا۔ ۳۔ وہ اب کہاں ہے۔ ۴۔ اس کی صورت کیسی ہوگی۔ ۵۔ اس کی سواری کیا اور کیسی ہوگی۔ ۶۔ اس کے پیرو کون لوگ ہونگے۔ ۷۔ کیسے شعبدے و خیالی نشان دکھائے گا۔ ۸۔ وہ ایمانداروں کو کیونکر ستائے گا۔ ۹۔ وہ کہاں کہاں پہنچے گا۔ ۱۰۔ وہ کس جگہ ہلاک ہوگا۔ ۱۱۔ اس کا گدھا کیسا ہوگا۔

امر اول و ششم کا بیان۔ جامع ترمذی میں ہے: باب ما جاء من این یخرج الدّجال۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ الدّجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المطرقة ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال مشرق میں اس سرزمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے۔ اس کے پیرو وہ لوگ ہوں گے جن کے منہ ایسے ہوں گے جیسے ڈھالیں جن پر چمڑے تو بر تو جمائے گئے ہوں۔

مرقاہ شرح مشکوہ میں ہے کہ خراسان مشہور شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر اور عراق کے مابین ہے۔ خراسان بلدة معروفة بین ماوراء النهر و بلاد العراق ۔(مرقاة)۔ یتبع الدجال من یهود اصفهان سبعون الفاً علیهم الطیالسة (صحیح مسلم ص ۴۰۵)۔ کہ دجال کے پیرو اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار ہوں گے جو عربی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں۔

امر ششم کی تائید بیان امر نہم دہم میں بھی ہوگی۔

امر دوم سوم و نہم و دہم کا بیان: صحیح مسلم و جامع ترمذی میں حدیث ہے:

عن فاطمه بنت قیس قال رسول اللّٰہ ﷺ انّی و اللّٰہ ما جمعتکم لرغبة ولا لرهبة

ولـكن جمعتكم لانّ تميماً الداری کا ن ر جلاً نصرانیاً، فجاء فبایع و اسلم ۔ و حدّ ثنی حـد یثـاً وافـق الّـذی کـنـت ا حـدثکم عن مسیح الد جا ل ۔ حدثنی انّه رکب فی سفینة بـحـر یة مع ثـلا ثیـن ر جلاً مـن لـخم وجذام ۔ فلعب بهم المو ج شهراً فی البحر۔ ثم أرفـووا الـی جـز یـرـة فـی الـبـحـر حین مغر ب الشمس ۔ فجلسوا فی اقرب السفینة ۔ فـدخـلـوا الجز یرة فلقیتهم دا بة اهلب کثیر الشعر ۔ لا یدرو ن ما قبله من دبره ۔من کثـرـة الشـعـر ۔ فـقـا لوا و یلك ما انت ؟ قا لت انا الجساسة ۔ قا لوا و ما الجسا سة ۔ قـالت یا ایها القو م انطلقوا الی هذا الر جل فی الدیر ۔ فا نّه الی خبرکم با لا شوا ق ۔ قـا ل لمّا سمّت لنا ر جلاً فر قنا منها ان تکو ن شیطا نة ۔قا ل فا نطلقنا سراعاً ۔ حتی د خـلـنـا الد یر ۔ فا ذا فیه اعظم انسا ن رأینا ه قط ۔ و اشده وثا قاً ۔ مجمو عة یدا ه الـی عـنقه ما بین ر کبتیه الی کعبیه با لحد ید۔ قلنا و یلك ما انت ؟ قا ل قد قدر تم عـلـی خبـری ، فـا خبـرو نی ما انتم ؟ قا لوا نحن اناس من العرب ۔ ر کبنا فی سفینة بحریة فصا دفنا البحر حین ا غتلم فلعب بنا المو ج شهراً۔ ثم ارفا نـا الی جز یر تك هـذه ۔ فجلسنا فی اقر بها، فد خلنا الجزیرة ۔ فلقیتنا دا بة اهلب کثیر الشعر لا تدری مـا قبـله من دبره من کثرة الشعر۔ قلنا و یلك ما انت؟ فقا لت انا الجسا سة قلما و ما الـجسـاسة۔ قـا لـت اعـمـدواالی هذا الر جل فی الدّ یر ، فا نّه الی خبر کم بالاشواق ۔ فاقبلنا الیك سرا عاً و فز عنا منها ولم نـا من ان تکون شیطا نة۔

فـقـا ل ا خبـرونـی عـن نـخـل بیسـا ن ۔ قـلـنا عن ای شا نها تستخبر ؟ قال اسـألـکـم عـن نـخـلهـا، هـل یثـمر ؟ قلنا له نعم ۔ قا ل اما انها یوشك ان لا تثمر۔ قال اخبـرونی عن بحیرة طبریة ۔ قلنا عن ای شانها تستخبر ؟ قا ل هل فیها ما ء ؟ قا لوا هـی کثیرة الماء ۔ قا ل اما انّ ماء ها یو شك ان یذ هب ۔ قا ل ا خبرو نی عن عین زغر ۔ قا لوا عن ای شا نها تستخبر ؟ قا ل هل فی العین ما ء و هل یز ر ع اهلها بما ء العین

؟ قلنا له نعم ، هی کثیرة الماء و اھلھا یز رعو ن منمائھا ۔ قا ل ا خبرو نی عن نبی الامیین ما فعل ؟ قالوا قد خر ج من مکه و نز ل یثر ب ۔۔ قا ل اقا تله العر ب ؟ قلنا نعم۔ قا ل کیف صنع بھم ؟ فا خبر نا ہ انه قد ظھر علی من یلیه من العر ب و اطاعو ہ ۔ قال ۔ قا ل لھم قد کا ن ذا ك؟ قلنا نعم ۔ قا ل اما ان ذا ك خیر لھم ان یطیعوہ ۔ و انی مخبرکم عنّی۔ انّی انا المسیح الد جا ل ۔ و انّی اوشك اب یؤذن لی فی الخرو ج ۔ فاخر ج فا سیر فی ا لارض۔ فلا ادع قر یة الّا ھبطھا فی ار بعین لیلة ، غیر مکه و طیبه ، فھما محرمتا ن علیّ کلتا ھما ۔ کلما ار دت ان ا دخل وا حد ة ، او وا حداً منھما، استقبلبی ملك بیدہ السیف صلتا۔ یصدنی عنھا ۔ و انّ علی کل نقب منھا ملا ئکة یحر سو نھا۔

قا لت ۔ قا ل رسو ل اللّه ﷺ و طعن بمخصرته فی المنبر، ھذہ طیبه ، ھذہ طیبه ، ھذہ طیبه ، یعنی المد ینة ۔ الا ھل کنت حدثتکم ذلك ؟ فقا ل النّاس نعم ۔ فا نه اعجبنی حد یث حد یث تمیم ۔ انه وا فق الّذی کنت ا حدثکم عنه ، و عن المد ینة و مکه۔ ا لا انه فی بحر الشام او بحر الیمن ، لا بل قبل المشر ق ما ھو ۔ و او مأ بیدہ الی المشر ق۔ قالت فحفظت ھذا من رسول الله ﷺ . (مسلم ص ٤٠٤۔٤٠٥)

ثمّ تصرف الملا ئکة و جھه قبل الشا م و ھنا لك یھلك۔ (بخاری و مسلم ۔ مشکوۃ ص ٤٦٠)۔کہ دجال مشرق سے مدینہ کی طرف آئے گا اور مدینہ میں داخل ہونا چاہے گا تو فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں ہلاک ہوگا۔

قال رسول اللّه ﷺ یجیء الدجال حتی ینزل فی ناحیة المد ینة فتر جف ثلاث وجفات فیخر ج الیه کل کا فر و منا فق ۔ (بخاری ص۱۰۵۵او ۵۰۵)دجال مدینہ سے باہر ایک کنارہ پر اتریگا تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جس سے مدینہ کے کافر ومنافق باہر نکل کر دجال کے ساتھ ہو جائیں۔

امر چہارم اور پنجم کا بیان۔ قال رسول اللّه ما من نبی الّا وقد ا نذرہ قومه و لکنّی

سا قول لکمقولاً لم یقله نبی، انه اعور (بخاری ص ١٠٥٥) و ان بین عینیه مکتو ب کـافـر (بخاری۔ص١٠٥٦)، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دجال سے ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔مگر میں تم کو(اس کی نشان دہی کیلئے)ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کہی۔وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر لفظ ک ف ر لکھا ہوگا۔جس کو ہر اہل ایمان پڑھ لے گا۔

پڑھنے والے میں اہل ایمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھا ہوا روحانی طور پر ہوگا جس کو اہل ایمان اپنی روحانی طاقت سے پڑھ لیں گے۔وہ جسمانی نہ ہوگا کہ اس کو کافر بھی پڑھ سکیں

قـال رسـول اللّـه ﷺ یخرج الدّ جال علی حمار اقمر ما بین اذنیه سبعون باعاً (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور۔مشکوۃ ص٤٦٩) کہ دجال ایک سفید گدھے پر سوار ہوگا جسکے دونوں کانوں میں ستر باع(دو ہاتھ کے مقدار) کا فاصلہ ہوگا۔

امر ہفتم وششم کا بیان۔صحیح مسلم میں ہے: قـال رسـول اللّـه ﷺ ... مع الد جال منه معه نهرا ن تجر یان احدهما رأی العین ماء ابیض و ا لآ خر ر أی العین نار تا حج فـا مـا ادرکـن ا حد فلیأ ت الّذی یراه ناراً و لیغمض ثم لیطا طا راسه فانّه بارد (مسلم ص ٤٠٠) کہ دجال کے ساتھ دو نہریں ہوں گی۔ایک دیکھنے میں سفید پانی کی ہوگی دوسرے دیکھنے میں آگ شعلہ زن ہوگی۔تم میں کوئی اس کو پائے تو آنکھ بند کر کے اس میں سر جھکا دے وہ سرد پانی ہوگا۔

فـنـاره مـاء و مـاء ه نـا ر (بخاری۔ص١٠٥٦) صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی آگ درحقیقت پانی ہوگی۔اور پانی درحقیقت آگ ہوگی۔

فیخـر ج الیـه یـومئذ رجل وهو خیر الناس او من خیار الناس فیقول اشهد انك الدّ جال .... الخ ۔(بخاری۔ص١٠٥٦،مسلم۔ص٤٠٢)۔آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ کے لوگوں سے سب سے بہتر ایک شخص دجال کی طرف آئے گا اور وہ اس کو کہے گا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی خبر ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔دجال اپنے پیروان سے کہے گا کہ اگر اس کو میں مار کر زندہ کرونگا تو پھر تم میرے خدا ہونے پر شک کرو گے وہ بولیں گے نہیں۔پھر وہ اس شخص کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔پھر وہ شخص کہے گا

کہ اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال ہے۔ پھر دجال اس کو قتل کرنا چاہے گا تو پھر قابو نہ پائیگا۔

ایسی ہی صحیح مسلم میں حدیث ہے اس کے شروع میں یہ ذکر ہے کہ اس مومن کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے تو اس کو کہیں گے کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ کہے گا نہیں لاتا تو وہ اس کو قتل کر نا چاہیں گے مگر وہ دجال کے اس حکم کی نظر سے کہ وہ لوگ کسی کو دجال کے حاضر ہونے سے پہلے قتل نہ کریں، اس کے قتل سے رک جائیں گے اور اس کو دجال کے پاس پہنچائیں گے۔ پھر دجال اس کو قتل کرے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔ پھر اس کے قتل پر قابو نہ پائے گا۔

صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث ہے: قلنا یا رسول اللّٰہ ﷺ و ما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح .... الخ ۔(صحیح مسلم ص ۴۰۱) لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ دجال کس سرعت سے زمین پر نکلے گا۔ آپ نے فرمایا جیسے مینہ یا بادل تیز چلتا ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیلتی ہے۔ پھر ایک قوم کے پاس پہونچ کر اس کو اپنی الوہیت کی طرف بلائے گا....

مشکوۃ میں حدیث ہے کہ وہ دجال ایک اعرابی سے جا کر کہے گا کہ اگر تیرے اونٹوں کو زندہ کردوں تو ،تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ اعرابی اس امر کو مان لے گا تو وہ شیطان کو حکم دے گا تو وہ اس کے اونٹوں جیسی صورت بنا کر دکھائی دے گا۔ ایسا ہی وہ ایک اور آدمی کو جس کا بھائی اور باپ فوت ہو چکا ہوگا، کہے گا کہ اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کردوں گا تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ وہ اس امر کو تسلیم کریگا۔ تو شیطان اس کے بھائی اور باپ کی صورت بنا کر دکھاویگا(مشکوۃ ص ۴۶۹)

سنن ابن ماجہ میں حدیث صحیح مسلم کے مضمون کی حدیث نقل ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بات ہے کہ وہ ایک گروہ پر گذرے گا جو اس کو نہ مانیں گے تو ان کے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرے گروہ پر گذرے گا جو اس کو مان لیں گے تو ان کے مواشی بڑے موٹے تازے بڑے بڑے کوہان والے بہت شیر دار پستان والے ہو جائیں گے۔ وہ تمام زمین پر غلبہ پائے گا بجز مکہ و مدینہ کے کہ وہاں سے اس کو فرشتے تلوار کے زور سے ہٹا دیں گے مدینہ کے باہر شورناک زمین پر وہ اترے گا تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے.....(سنن ابن ماجہ)

ابن ماجہ کی اس حدیث کے اکثر مطالب حدیث صحیح مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں:

قلنا یا رسول اللّٰہ وما لبثه فی الارض قال اربعون یو ماً یوم کسنة و یوم کجمعة و سائر ایّامه کا یّامکم قلنا یا رسول الله فذك الیو م الّذی کسنة یکفینا فیه صلوة قال لا اقدروا له قدرة قنا یارسول اللّٰہ ﷺ ما اسرا عه فی الارض قال کا لغیث استد بر ته الر یح (مسلم ٤٠١) دجال کے زمین پر ٹھہرنے کی میعاد ابن ماجہ اور صحیح مسلم میں چالیس روز بیان ہوئے ہیں جس میں ایک دن سال بھر کا اور ایک دن مہینے بھر کا ایک دن ہفتہ بھر کا باقی ایام ان دنوں کی مانند۔سال بھر کے دن کی بابت لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اس میں ہم کو ایک دن کی صرف پانچ نمازیں کافی ہوں گی، آپ نے فرمایا نہیں تم اس دن کے اوقات کا ہمیشہ کے دنوں کے اوقات سے اندازہ کر کے ان اوقات پر نمازیں پڑھ لیا کرو۔ہم نے عرض کیا کہ وہ زمین میں کس قدر تیز چلے گا۔فرمایا جیسے بادل چلتا ہے جس کو پیچھے سے آندھی دھکیلے۔

اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دجال موعود کون ہے اور کس شرط وعلامت کا وہ آدمی ہے جس کے مسلمان منتظر ہیں۔اور وہ ایسا وسیع المفہوم والصفات نہیں ہے کہ جس کو کسی کا جی چاہے دجال بنائے۔دجال کے عم یا خال یا برادر مصداق سگ زدو برادر اشغال قوم یا جوج ماجوج (جس کا ذکر چھٹی ساتویں آٹھویں اور نویں نشان آسمانی میں ہے) بھی دجال کی مانند ایک غیر معمولی انسان ہوں گے اور ان کے افعال بھی عام انسانوں کے افعال سے بڑھ کر اور اعجوبہ تر ہوں گے مسیحائیت ومہدویت کا ایک جھوٹے مدعی قادیانی نے اس شرط خروج یاجوج ماجوج کو پورا کرنے کیلئے یاجوج ماجوج انگریزوں اور روس کو قرار دیا ہے اس کے اس قرارداد اور تاویل سراپا تحریف وتسویل کو جھوٹا کرنے کیلئے اور نیز دوسرے مفتریوں کی دہان بندی کیلئے اس مقام میں یاموج ماجوج کے ان افعال وحالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو کسی اور قوم میں آج تک پائی نہیں گئی اور نہ آئندہ پائی جائیں گی اور اس وجہ سے کوئی مفتری کسی دوسری قوم یا اشخاص کو یاجوج ماجوج بنا نہ سکے گا۔

نشان ششم لغایت نہم میں مسلم سے ایک حدیث منقول ہو چکی ہے جسکا پورا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے:

اس وقت جب کہ حضرت عیسی دجال کو قتل کر کے اس قوم مومنین کی خاطرداری کرتے ہوں گے (جن

کو خدا تعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے بچا لیا ہوگا) اور ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرتے ہوں گے اور ان کو بہشت کے درجات کی خبر دیتے ہوں گے خدا تعالیٰ ان کو بذریعہ وحی اطلاع دے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جن کے جنگ وقتال کی کسی انسان کو طاقت نہ ہوگی (مرزا تو مر گیا اس کے تابعین سے جو اس کو اب تک مسیح موعود سمجھے بیٹھے ہیں سوال ہے کہ کیا انگریز اور روس ایسے ہیں جن کے مقابلے کی کسی انسان کو طاقت نہ ہو۔ اگر روس ایسا ہی ہے تو ابھی جاپان سے منہ کی کھا کر کیوں ہٹ بیٹھا) تو اے عیسیٰ میرے (مومن) بندوں کو ساتھ لے کر کوہ طور میں پناہ گزین ہو۔ پھر خدا تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیج دے گا تو وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی پھر آخری جماعت پہنچے گی تو کہے گی کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا؟ (قادیانی پارٹی سے سوال ہے کہ انگریز یا روس نے بھی بحیرہ طبریہ یا کسی اور بحیرہ کا تمام پانی ایسا پیا کہ پھر وہاں پانی کا نشان نظر نہ آوے) عیسیٰؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسے محصور ہوں گے کہ ان کو ایک گائے کی سری ایسی پیاری لگے گی جیسے تم کو دینار پیارے ہیں (مرزائیو! تمہارے مسیح اور اس کی پارٹی پر کبھی ان کی تمام زندگی میں ایسا وقت آیا ہے جن میں ان کا پلاؤ قورمہ برف سوڈا واٹر میوہ جات انگریزوں یا کسی اور کے روکنے سے بند ہو گیا ہو)۔ پھر حضرت مسیح ان موذیوں کی تکلیف دہی سے تنگ آ کر جناب باری میں دعا کریں گے تو ان کی بددعا سے ان موذیوں کی گردنوں میں خدا تعالیٰ پھوڑا (بطور طاعون) پیدا کرے گا جس سے وہ سب کے سب ایک جی کی مانند مر جائیں گے (مرزائیو! تمہارے مسیح کی بددعا سے بھی اس کے خیالی یاجوج ماجوج انگریز و روس تمام نہ سہی کوئی ایک ہی مرض طاعون سے ہلاک ہوا ہو۔ اگر کہو کہ انگریزوں کو تو وہ ابر رحمت سمجھتا رہا ان کیلئے بددعا کیوں کرتا، تو پھر کوئی روسی ہی بتاؤ جو مرزا کی بددعا سے مبتلائے طاعون ہوا ہو۔ روسیوں کو بھی رہنے دو کسی مرزا کے مخالف مسلمان یا ہندو ہی کو بتاؤ جس کے واسطے مرزا نے طاعون کی بددعا کی ہو اور وہ مبتلاء طاعون ہو کر ہلاک ہوا ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہم بہت سے مسلمانوں مخالفین مرزا کا نام پیش کر سکتے ہیں جن کی موت کے واسطے مرزا نے بددعا کی تھی مگر مرزا مر گیا اور وہ آج تک زندہ ہیں (یعنی ۱۹۰۹ء تک جب کہ یہ مضمون شائع ہوا ہے۔ بہاء) کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یاجوج ماجوج زندہ رہیں اور ان کو بددعا کرنے والا خود مر جائے۔ نادانو! خدا سے یا دنیا سے شرم کرو۔ اب تو مرزا کو مسیح موعود نہ کہتے جاؤ) پھر حضرت مسیح پہاڑ طور سے اتریں گے تو زمین پر ایک بالشت زمین نہ پاویں گے جس میں یاجوج ماجوج کی لاشوں سے بدبو نہ ہو۔ حضرت مسیح جناب باری میں دعا کریں گے تو خدا تعالیٰ ایسے جانور بھیجے گا جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی سی ہوں گی اور وہ ان خبیثوں کی نعشوں کو اٹھا لے جائیں گے پھر خدا تعالیٰ مینہ بھیجے گا جس سے زمین دھل کر صاف ہو جائے گی اور زمین کی پیداوار میں برکت ہوگی۔ (باقی حدیث کا ترجمہ

نشان نہم میں گذر چکا)

ناظرین اس مسیحی برکت کو پڑھواور مرزائیوں سے پوچھوکہ تمہارے مسیح کے وقت میں غلہ اور کل پیدا وارزمین دن بدن گھٹی جاتی ہے یا اس میں وہ فراخی ہوتی ہے جو مسیح کے زمانہ ہوگی۔

ایک اورحدیث صحیح مسلم میں آیا: ثم یسیرون الی جبل الخمر و ھو جبل بیت المقدس فیقولون قد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السّماء فیرمون نشابھم الی السّماء فیر اللّٰہ علیھم نشابھم مخضوبة دماً ۔(صحیح مسلم ص۴۰۲) یاجوج ماجوج جبل الخمر میں پہنچیں گے (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کرلیا ہے چلو اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں پھر وہ آسمانوں کو تیر چلائیں گے تو ان کے تیر خون آلودہ ہوکر واپس آئیں گے جس سے وہ خبیث سمجھیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کرڈالا۔

ان کی جہالت اس حد تک پہنچے گی۔تب خدا تعالی ان کی گردنوں میں پھوڑے پیدا کرکے ان کو ایک دم ہلاک کردے گا۔

مرزا کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے جس کی بددعا سے یاجوج ماجوج ہلاک ہونگے۔وہ تو خود مرگیا اور جن کو یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے وہ زندہ ہیں۔

حالات وصفات یاجوج وماجوج کی نسبت جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔اور وہ کتب تفاسیر میں بیان ہوا ہے اس کو ہم بیان کرتے تو اس پر مرزائی وغیرہ ملحدین منکرین یاجوج ماجوج ہنسی اڑاتے لہذا ہم نے اس بیان سے تعرض نہیں کیا بلکہ جو کچھ احادیث صحیحہ (صحیح مسلم وترمذی ابن ماجہ وغیرہ) میں آنحضرتﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مروی ہے صرف وہ نقل کردیا ہے۔اس بیان کو پڑھ کر اور سن کر امید ہے پھر کوئی مسلمان انگریزوں یا روسیوں یا کسی اور قوم کو یاجوج ماجوج قرار نہ دیگا۔اور اس باطل تاویل وتسویل سے کسی مفتری کو مسیح موعود بن جانے کا موقع نہ ملے گا۔

بارھواں نشان آسمانی یہ کہ روحانی برکات اور آسمانی نشانات میں حضرت مسیح کا ثانی اثنین امام مہدی پہلے پیدا ہوگا۔بلکہ آپ کا نزول ان ہی کی تائیدوحمایت اور اذیت دجال سے آپ کی اور آپ کے ماتحت

جماعت مسلمین کی نجات دلوانے کے لئے ہوگا۔

ہر چند یہ نشان قرآن میں اور کسی اتفاقی صحیح حدیث میں امام مہدی کا نام لے کر صاف طور پر نہیں پایا جاتا مگر اکثر علماء اسلام واہل سنت والجماعت میں مسلّم چلا آتا ہے اور صحیح بخاری ومسلم کی بعض احادیث میں جس امیر یا امام کا ذکر ہے اس سے علماء اہل سنت کے نزدیک یہی امام مہدی مراد ہے اور اسی کے مطابق ہمارا دلی اعتقاد ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مرزائیو! کہو اب تو میں نے آمد امام مہدی کی نسبت اپنا دلی اعتقاد صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے اور باوجود بار بار اظہار اس امر کے کہ احادیث متعلقہ امام مہدی صحیح نہیں ہیں اور اعلی طبقہ کتب حدیث میں امام مہدی کے اس لقب (مہدی) ونام واوصاف کے بیان سے جو سنن اربعہ میں پایا جاتا ہے، ساکت ہے، صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ میں آمد امام مہدی کا جو حضرت مسیح سے پہلے آئینگے معتقد وقائل ہوں۔ اس سے تمہارا وہ الزام دورخی جو ریویو آف ریلی جنز میں تم مجھ پر لگا چکے ہو باطل واقع ہوا؟ یا اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے؟

ظالمو! میں نے کب اور کہاں کہا تھا کہ میں آمد مہدی کا منکر ہوں اور کب اور کہاں اس کے برخلاف اعتقاد آمد امام مہدی کا زبانی یا قلم سے اظہار کیا تھا؟ پھر دورخی کیا؟ اور اس کا الزام کیسا؟ کچھ تو انصاف اور شرم اور حیا سے کام لو۔ میں نے جو اشاعۃ السنہ ج ۷ و ۹ و ۱۱ وغیرہ میں امام مہدی کی آمد کی نسبت انکار نقل و بیان کیا ہے تو وہ نہ تو اپنی طرف سے نقل کیا ہے اور نہ کل مسلمانوں کی طرف سے بلکہ وہ صرف بعض مسلمانان زمانہ سابق وحال کی طرف سے نقل کیا ہے۔

اشاعۃ السنہ جلد ۷ کے صفحہ ۳۵۸ میں میرے یہ الفاظ پڑھو: اس وقت کے مسلمانوں سے کوئی اس کا قائل کوئی منکر۔

اور اشاعۃ السنہ جلد ۹ کے صفحہ ۴۹ میں میرے یہ الفاظ آنکھ کھول کر دیکھو: ابن خلدون وحضرمی اور بعض اہل حدیث زمانہ سابق وحال مہدی سے منکر ہیں۔

اور جلد اشاعۃ السنہ ۱۱ کے صفحہ ۳۱ میں ان الفاظ پر نظر ڈالو: جو لوگ مہدی کو نہیں مانتے ..الخ۔

اور پھر خدا سے ڈر کر کہو کہ کیا ان الفاظ میں اعتقاد عام مسلمانوں کا یا خاص میرے اعتقاد کا اظہار پایا جاتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں اور جو صفحات مذکورہ میں اور جلد ۱۱ کے صفحہ ۲۲۲ میں عدم صحت وقوع آمد مہدی کی نسبت دعوی کیا گیا ہے اور اسکے ثابت کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی خاص کر ان صفات وحالات واسم ولقب (مہدی کی نسبت تھا جن کا ذکر سنن اربعہ میں وارد ہے اور صحیحین ان کے ذکر سے ساکت ہیں

اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۷ و ۹ کے صفحات مذکورہ میں ہمارے یہ الفاظ پڑھو: مہدی کی خبر وپیش گوئی سے اعلی طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) ساکت ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۵۵ جلد ۷۔

اعلی طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) مہدی موعود کے ذکر وبیان سے ساکت ہے... دوسرے طبقہ کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں

پائی جاتی ہیں وہ غوائل حرج سے خالی نہیں۔ قاضی ابن خلدون حضرمی نے اپنی کتاب العبر میں ان احادیث کو ایک ایک کر کے رد کر دیا ہے۔ اشاعۃ السنہ ص ۴۹ جلد ۹۔

ان صریح اور صاف بیان کے ہوتے تمہارا یا کسی اور میرے نقل انکار و جرح احادیث مذکورہ سے یہ سمجھ لینا کہ میں اس امام کے قبل از مسیح آنے سے جس کا ذکر بخاری و مسلم کی احادیث صحیحہ اتفاقیہ میں آ چکا ہے منکر ہوں اور میں نے اپنے انکار کا اظہار رسالہ یا فہرست انگریزی پولیٹکل مضامین رسالہ میں کیا ہے، تمہارا کذب بہتان افترا اتہام نہیں تو اور کیا ہے۔ رسالہ صفحات مذکورہ ہر اردو دان دیکھ سکتا ہے اور فہرست انگریزی.. مجھ سے حاصل کر کے انگریزی خوان ملاحظہ کر سکتا ہے۔ صحیحین کی اتفاقیہ صحیح حدیثیں متعلق آمد امام قبل از مسیح جن کی دستاویز سے میں اور تمام سنی اہل حدیث آمد امام ممدوح کے قائل ہیں جو قبل ازیں منقول ہو چکے ہیں۔

اہل حدیث کہلانے والے اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو صحیح ماننے والے اور اپنے عمل و اعتقاد میں احادیث ان کتب کو دستور العمل بنانے والے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں اور نہ ہوگا جو ان احادیث میں وارد اور مذکور امام و امیر کے نزول حضرت مسیح کے پہلے آنے سے انکار کرتا ہو۔ ان احادیث میں گو اس امام و امیر کو مہدی کے خطاب سے یاد نہیں کیا گیا۔ اور ان کے نام اور صفات سے جو سنن اربعہ وغیرہ میں مذکور ہیں تعرض نہیں کیا گیا مگر اہل سنت اہل حدیث اسی امام کو امام مہدی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے اس لقب و خطاب کے اور ہدایت یافتہ اولیاء اللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔

پھر اس امام مہدی کی آمد سے انکار کرنے کو تم لوگوں کا یا کسی اور کا اس خاکسار کی طرف منسوب کرنا افتراء نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تمہارے جعلی امام مہدی و فرضی و خیالی مسیح نے اپنی ایک جھوٹی پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۹ء کو سچ بنانے کے لئے یہ جعل سازی و دجالی چال بازی کی کہ اپنے دو خلیفوں ڈاکٹر اسماعیل خان اور مرزا خدا بخش کو بعض علماء پنجاب و دہلی کے پاس ان کو یہ سوال سکھا کر بھیجا کہ مرزا غلام احمد قادیانی منکر آمد مسیح ہے اس کے حق میں علمائے اسلام کیا فتوی دیتے ہیں۔ اور یہ مکر سکھایا کہ تم نے علماء کے سامنے مجھے منکر مہدی بنا کر میرے حق میں فتوی حاصل کرنا۔ پھر جب ان علماء نے اس انکار کے سبب اس پر فتوی کفر و بدعت لگایا تو اس نے فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنہ میں میرا احادیث متعلقہ امام مہدی مذکورہ سنن اربعہ کو ضعیف کہنا اور بعض علماء اسلام سے ایسے امام کی آمد سے انکار نقل کرنا دیکھ کر بزعم فاسد مجھے بھی اپنی طرح منکر مہدی قرار دیا اور وہی فتوی جو اس پر لگایا مجھ پر چسپاں کر دیا۔

اس پر میں نے ان ہی علماء سے استشہاد کیا کہ کیا آپ لوگوں نے میرے کس کلام یا تصنیف میں آمد امام مہدی سے میرا انکار پایا ہے اور وہ فتوی مجھ پر لگایا ہے، تو سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہم نے تمہارے کلام میں نہ انکار پایا اور نہ تم پر وہ فتوی لگایا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس تو مرزا غلام احمد کا منکر مہدی ہونا بیان کیا گیا تھا اور اسی پر ہم نے وہ فتوی لگایا ہے۔ اور از انجملہ خاص کر ایک مفتی (مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم) نے تو بایں الفاظ اس انکار سے خاکسار کو بری کیا تھا: اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو بندہ ہرگز گمان نہیں کرتا کہ مولوی محمد حسین نے اس سے انکار کیا ہو۔

اس جعل سازی و دجالی کی تفصیل رسالہ، مسلمانوں کی حلفی شہادت، میں چھپ کر مشتہر ہوئی ہے۔ اور رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کے نمبر ۹ میں بنقل عبارات اشتہارات قادیانی اس کی ایسی تشریح و توضیح ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باعتراف قادیانی علماء اہل افتاء

نے وہ فتوی مرزا پر لگایا تھا نہ اس خاکسار پر۔ الحاصل میں آمد اس امام کا جو حضرت مسیح سے پہلے آویں گے اور مسلمانوں کے امام ہوں گے قائل ہوں اور ان کی آمد سے میں کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کبھی اظہار کیا ہے۔ محمد حسین)

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے:

ترتیب القصّہ انّ المھدی یظھر اولاً فی الحرمین الشریفین ثمّ یأتی بیت المقدس فیاتی الدّجال و یحصرہ فی الحال فینزل عیسی من المنارۃ و الشرقیۃ فی دمشق الشام و یجیء الی قتال الدجال فیقتلہ بحربۃ فی الحال فانّہ یذوب کالملح فی الماء عنہ نزول عیسی علیہ السلام فیجتمع علیہ السلام بالمھدی و قد اقیمت الصلوہ فیشیر المھدی لعیسی علیہ السلام بالتقدم فیمتنع معللاً بان ھذہ الصّلوۃ اقیمت لك فانت اولی بان تکون الامام فی ھذا المقام و یقتدی بہ یظھر متابعۃ لنبیّنا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۸)۔ واقعہ مہدی و آمد مسیح کی یوں ترتیب ہے کہ اولاً امام مہدی حرمین میں ظاہر ہونگے پھر وہ بیت المقدس آئیں گے اس وقت دجال آئے گا اور ان کا محاصرہ کرے گا پھر عیسی دمشق کے مشرقی منارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے اور قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک ہی چوٹ سے اس کو قتل کریں گے وہ ان کو دیکھ کو پگھلنے لگ جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ عیسیٰؑ اور امام مہدی ایسے وقت میں جمع ہونگے کہ نماز کیلئے تکبیر ہو چکی ہوگی، مہدی حضرت عیسی کو نماز پڑھانے کیلئے اشارہ کریں گے وہ اس عذر سے کہ یہ تکبیر آپ کی امامت کیلئے ہوئی امامت سے انکار کریں گے۔ اور وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے اور عیسیٰؑ نماز میں ان کے مقتدی ہوں گے۔

اس مضمون کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے اوپر گذر چکی ہے اور بخاری و مسلم میں ایک اسی مضمون کی حدیث ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و اما مکم فیکم ۔ تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا اس حالت میں کہ تمہارا امام موجود ہوگا (بخاری۔ص ۴۹۰۔ مسلم۔ ص ۸۷)۔

اس حدیث کی شرح میں علماء اسلام کہتے ہیں کہ اس میں امام سے امام مہدی مراد ہے۔ اور جلد اول

صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث یہ آئی ہے:

فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰہ ھذہ الامة (مسلم ص ۸۷ ج ۱)۔ کہ عیسی بن مریم اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان کو کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ وہ جواب دینگے کہ نہیں تم میں سے ایک دوسرے کا امام ہو، اس میں خدا نے اس امت کی تکریم کرنا منظور ہوگا۔

اس حدیث میں امیر سے امام مہدی مراد لینا بتایا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں ایک اور حدیث میں جو جلد دوم صفحہ ۳۹۲ میں ہے، اس حدیث کے برخلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قتل دجال کیلئے نازل ہوں گے تو نماز کی اقامت ہونے پر وہ خود امام ہوں گے۔ فبینا ھم یعدون للقتال یسوون الصّفوف اذا قیمت الصّلوۃ فینزل عیسی بن مریم فامّھم۔

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق وموافقت یوں ہوسکتی ہے کہ اس حدیث میں دوسری نماز کا ذکر ہے جس میں امام مہدی کیلئے تکبیر نہ کہی گئی ہوگی بلکہ حضرت مسیح کیلئے تکبیر کہی گئی ہوگی۔ اس تطبیق وتوجیہ پر دلیل حضرت کا امام مہدی کے خطاب میں یہ کہنا ہے، جو ابن ماجہ کی حدیث میں گذرا ہے کہ چونکہ یہ تکبیر آپ کی امامت کے لئے ہوئی ہے لہذا اس نماز کی امامت آپ ہی کرائیں۔

ایک حدیث صحیح مسلم میں ابن ابی ذئب راوی حدیث سے امام ہو جانے حضرت مسیح کی یہ تفسیر وارد ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکم وعمل کرنے میں لوگوں کے پیشوا ہوں گے اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔

ابن ابی ذئب عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی ھریرہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لا بن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزھری عن نافع عن ابی ھریرہ و امامکم منکم قال ابن ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم فقلت تخبرنی قال امکم بکتاب ربکم و سنت نبیکم۔ (مسلم ص ۸۷)۔

ان تینوں وجوہ تطبیق وموافقت احادیث سے جو وجہ اختیار و پسند کی جاوے وہ وجہ صحیح ولائق پسند ہے۔

یہ احادیث صحیح مسلم اور ابن ماجہ اس باب میں نص قطعی نا قابل تاویل ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم جو قیامت کے قریب نزول اجلال فرمائیں گے اور شخص ہیں اور امام مہدی اور شخص ہیں جو ان سے پیشتر موجود ہوں گے اور ان دونوں حضرات میں بوقت نماز امامت میں تکرار ہوگی۔ امام مہدی حضرت مسیح سے نماز میں امام ہونے کی درخواست کریں گے۔ حضرت مسیح اس سے انکار کر کے امام مہدی کو (جن کے واسطے نماز کی اقامت ہو چکی ہو گی) امام بنائیں گے۔ اس نص قطعی سے قادیانی پارٹی کی اس جعل سازی و دجالی چال بازی کی قلعی کھلتی ہے کہ وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ایک ہی شخص (مرزا غلام احمد) کو قرار دیتے ہیں۔ اور پہلی حدیث متفق علیہ بخاری و مسلم میں و امامکم منکم کو عطف تفسیر ٹھہرا کر مرتکب تاویل سراپا تحریف وتسویل ہوتے ہیں اور اس تاویل و تسویل پر سنن ابن ماجہ کی حدیث لا مہدی الّا عیسی کو دلیل ٹھہراتے ہیں اور خدا تعالی سے، پھر اہل علم حدیث سے شرما کر یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ حدیث تو صحیح نہیں ہے پھر وہ حضرت عیسیٰؑ کو امام مہدی بنانے میں ان احادیث صحیحہ مسلم اور خود ابن ماجہ کا مقابلہ کیونکر کر سکتی ہے۔

ناظرین اس حدیث کا غیر صحیح ہونا کتاب حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۸۵ میں ملاحظہ کریں ہم اس مقام میں اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

شوکانی درتوضیح گفتہ و احادیث انس اخرجہ ابن ماجہ والحاکم فی المستدرک لا مہدی الّا عیسی بن مریم فیمکن ان یقال فی تاویلہ لا مہدی کاملاً ولا شك انّ عیسی اکمل من المہدی لانّہ نبیّ اللّٰہ و ہذا التّاویل متحتم لمخالفۃ ظاہرۃ للاحادیث المتواترہ حافظ ابن القیم درمنار گفتہ لامہدی الّا عیسی از طریق محمد بن خالد جندی ازابان بن صالح از حسن بصری از انس بن مالك اوازرسول اللّٰہ ﷺ روایت کردہ و وے متفرد است بروایت آں و محمد بن حسن اسنوی در کتاب مناقب شافعی محمد بن خالد را غیر معروف نزد اھل صناعت از اھل علم ونقل گفتہ وبیہقی گفتہ تفرد بہ محمد بن خالد ہذا و حاکم گفتہ و ہو مجہول و قد اختلف علیہ فی اسنادہ فروی عنہ ابان بن ابی عیاش عن الحسن عن النّبیّ ﷺ فرجع الحدیث الی روایت محمد بن خالد و ہو مجہول عن ابان و متروك و

عن الحسن و هو منقطع و جمال الدين محمد بن ابی بکر دررسالہ الکلام المجدی فی اثبات خروج المھدی گفتہ حدیث لا مھدی الّا عیسی بن مریم اخرجه ابن ماجه و اخرجه ابو الحسن ازهری و قد اجاب عنه الحفاظ کابی بکر العربی و ابن عبد البر القرطبیین بانه حدیث لا یصحّ فانّه انفرد بروایة محمد بن خالد و هو مجهول کما قاله البخاری و اختلف علیه فی اسناده فتارة یرویه عن ابان عن الحسن عن النّبیّ ﷺ مرسلاً و تارة عن الحسن عن انس عن النّبیّ ﷺ قال القرطبی و الاحادیث عن النبی ﷺ فی خروج المهدی ثابتة و اضح من هذا الحدیث فالحکم بها دونه قلت و بتقدیر صحته فمدرج و تاویله واضح بخلاف تاویل الاحادیث التی فی خروج المهدی و درمشرب وردی گفتہ فالمراد معناه اللغوی و للتقدیر لا مهدی کاملاً فی ذلك الوقت الّا عیسی ۔ (حجج الکرامة ص ۳۸۵)۔

شوکانیؒ نے رسالہ توضیح میں کہا ہے جو حدیث انس سے ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے اس کی تاویل میں یہ کہنا ممکن ہے کہ کامل مہدی یعنی ہدایت یافتہ حضرت عیسیٰؑ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ امام مہدی سے بڑھ کر تھے کیونکہ وہ نبی تھے۔اس حدیث کی یہ تاویل واجب ہے کیونکہ ظاہری معنی سے وہ حدیث احادیث متواترہ کے مخالف ٹھہرتی ہے۔حافظ ابن قیم نے منار میں کہا ہے ۔ یہ حدیث محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اس نے حسن بصری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے اور وہ محمد بن خالد اس کی روایت میں اکیلا ہے اور محمد بن حسن السنوی نے کتاب مناقب شافعی میں کہا ہے کہ محمد بن خالد اہل صناعت حدیث و اہل علم ونقل کے نزدیک غیر معروف شخص ہے۔امام بیہقی نے یہی کہا ہے کہ محمد بن خالد اس حدیث کی روایت میں اکیلا ہے۔امام حاکم (صاحب مستدرک) نے کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔پھر اس سے اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہوا ہے۔ابان بن ابی عیاش نے اس حدیث کو حسن سے اس نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے تو اس حدیث کا رجوع محمد بن خالد کی طرف ہوا جو مجہول الحال ہے۔اس نے اس حدیث کو ابان سے نقل کیا ہے جو متروک ہے۔اس نے حسن کے ذریعہ آنحضرت ﷺ سے

نقل کیا ہے جو منقطع ہے(کیونکہ حسن نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا) اور جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں کہا ہے کہ ابن العربی وابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اکیلے محمد بن خالد کی روایت ہے اور وہ مجہول الحال ہے۔ یہ بات امام بخاری نے کہی ہے۔ اوراس کی روایت میں اختلاف ہے کبھی تو وہ حسن بصری سے بواسطہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور کبھی بواسطہ انس آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبیؒ نے کہا ہے کہ آمد امام مہدی کی حدیثیں ثابت اوراس حدیث ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہیں لہذا ان کے مطابق فیصلہ چاہیے اوران کے برخلاف اس حدیث پر نہیں۔ (ناقل) کہتا ہے کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس حدیث اس کی تاویل واجب ہے بخلاف احادیث آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں) مشرب وردی میں کہا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اس حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی ہدایت یافتہ اور معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ اس زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ حکیم نوردین وغیرہ اس حدیث کی صحت بتصریح و شہادت اہل حدیث ثابت کردیں، اوراحادیث صحیح مسلم کا جو اس واہی حدیث کے برخلاف مسیح ومہدی میں مغائرت کے ثبوت پر نص قطعی کے میں کافی جواب دیں، تو ہم مسیح ومہدی کا ایک ہونا مان لیں گے۔ مرزا کے خلیفو !اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو۔ لو ایک ہی بات سے فتح پاتے ہو۔

درآنجا کہ امام مہدی کا آنا بھی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (جن کا ذکر عنقریب آتا ہے) ہوگا۔ اورنزول مسیح کے واسطے ان کا پیشتر آنا اکثر مسلمانوں میں مسلّم واتفاقی شرط ہے لہذا وجود امام مہدی اوران کی روحانی برکات کو حضرت مسیح کی آمد کے نشانوں میں سے تسلیم کیا گیا ہے اور آمد مسیح کے لئے ایک شرط لازمی مانا گیا ہے۔

بالجملہ حضرت مسیح کی دوسری آمد اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں ان بارہ آسمانی نشانوں کے ساتھ ہوگی جیسے ان کی پہلی آمد گیارہ آسمانی نشانوں سے ہوئی ہے اوران کے نزدیک آنے والا مسیح وہی ہے جس میں یہ تئیس نشانات آسمانی پائے گئے ہیں اور پائے جائیں گے۔ وہ ایسے مسیح کی آمد کے منتظر ومعتقد نہیں ہیں جو ان آسمانی نشانوں سے خالی ومعرا ہو۔ اور دنیاوی سازشوں اور زمینی تدبیروں اور انسانی تجویزوں کے ساتھ وہ مسیح

موعود بنا ہو۔

یہاں تک تو امام مہدی کا آنا حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک نشان اعر بطور شرط ہونا تبعاً وضمناً بیان ہوا ہے۔اب ان کی آمد پر مستقل بحث ہوتی ہے جس سے ثابت ہوگا کہ وہ بھی حضرت مسیح کی طرح اپنے مشن میں جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں گے اور کتاب وسنت کے مطابق حکم کریں گے۔ان کے نشانات وبرکات کو دیکھ کر لوگ جوق درجوق وبشوق وذوق داخل اسلام ہونگے۔لہذا ان کا آنا کسی سلطنت کے لئے خطرناک وناگوار نہ ہو بلکہ مرغوب وخوشگوار۔ ہر سلطنت کے لئے خطرناک وہی مہدی ہیں جو آسمانی نشانوں سے محض خالی اور صاف کورے ہیں اور محض کذب وافتراء سے مہدی بن بیٹھے ہیں۔

آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد وخیال

امام مہدی کی نسبت بھی اکثر اہل اسلام قدیم کا (جو امام مہدی کے منتظر ومعتقد ہیں) یہی اعتقاد ہے کہ:

ا۔ وہ بھی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانات اور روحانی برکات اپنے ساتھ لائیں گے۔

۲۔ان کا یہ اعتقاد بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح امام مہدی کے وقت آئیں گے بلکہ ان ہی کی حمایت اور محاصرہ دجال سے ان کی تخلیص وصیانت کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے۔

۳۔اور مسلمانوں میں مدت قیام امام مہدی بھی وہی سات سال تسلیم کی جاتی ہے جو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بعد ان کی مدت قیام تسلیم کی جاتی ہے۔

۴۔اور یہ اعتقاد مسلمانان قدیم کا بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کے بعد حکم جنگ وجہاد کی تعمیل کو دنیا سے اٹھالیں گے۔اور تلوار کو لڑائی کے کام سے بے کار کردیں۔

۵۔اور یہ بھی مسلمانان قدیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی صرف ولی ہونگے اور حضرت مسیح نبی۔

۶۔اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور نبی اس کا متبوع،اس کا عکس نہیں ہوتا کہ ولی

متبوع اور نبی اس کا تابع۔

۷۔اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کے برخلاف کچھ نہ کریں گے بلکہ ان کے حکم و مشورہ پر چلیں گے۔

ان ہفت گانہ اعتقادات و مسلمات اہل اسلام قدیم کا یقینی لازمہ ہے کہ ان کے نزدیک امام مہدی بھی اپنے مشن (اشاعت وترقی دین) کو جس کے واسطے بھیجے جائیں گے جنگ وتلوار سے پورا نہ کریں گے بلکہ ان ہی روحانی انوار و برکات وآسمانی نشانات جن سے حضرت مسیح دین کو ترقی دیں گے، اور یہ امر ناممکن اور بحکم مسلمات اسلامیہ وعقائد مذکورہ اہل اسلام محال ہے کہ حضرت مسیح تو لڑائی کو موقوف کر دیں اور امام مہدی باوجود تابع و مطیع ہونے کے اس لڑائی کی آگ کو سلگاتے رہیں۔اور دنیا میں اس کو بھڑکاتے پھریں۔جس کو عقائد سبعہ مذکورہ اہل اسلام کا علم ویقین ہوگا وہ ان کی طرف اس اعتقاد کو ہرگز منسوب نہ کرے گا۔

حضرت مسیح کے نزول سے پہلے ہر چند معرکہ سفیانی وغیرہ میں مسلمانوں کو مدافعت کیلئے تلوار سے کام لینا پڑے گا مگر جب سفیانی مارا جائے گا اور اس کے بعد دجال نکلے گا اور اس کے قتل کیلئے حضرت مسیح کا نزول ہو گا اور وہ ہلاک ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

منجملہ ان عقائد و مسلمات ہفت گانہ اہل اسلام عقیدہ دوم و ہفتم کا بیان تو ضمن بیان اعتقاد آمد ثانی مسیح ہو چکا ہے اور عقیدہ پنجم و ششم محتاج بیان وثبوت نہیں ہے۔کوئی اہل علم مسلمان ان سے بے خبر و منکر نہیں ہے۔ اب رہا انکا اعتقاد اول وسوم۔سو ذیل میں بیان اور ثابت کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ حضرت مسیح کی آمد سے پہلے گو مسلمان سیفی جہاد کریں گے مگر آمد مسیح کے بعد سیفی جہاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اعتقاد اول وسوم اور اس کے متعلقات کا بیان:

امام مہدی کی نسبت اعتقاد اول وسوم اہل اسلام کے بیان سے پہلے یہ بیان ضروری ہے کہ اہل اسلام قدیم جس مہدی کو روحانی برکات اور آسمانی نشانات کا محل و مظہر سمجھتے ہیں وہ کوئی خاص ایک شخص ہے یا ہر کوئی شعبدہ بازی سے نشان نمائی کا مدعی ہو کر امام مہدی بن سکتا ہے۔

پس واضح ہو کہ اہل اسلام قدیم کے نزدیک امام مہدی خاص ایک شخص خالص وصحیح النسب سید ہوگا

جو خاتون جنت فاطمہ زہرا کی اولاد سے خاص کر امام حسن کی پشت سے شہر مدینہ طیبہ میں پیدا ہوگا اور مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے مابین مجبوراً اس کی خواہش کے بغیر اس کو امام بنایا جائے گا اور مہدی ہونے کا خطاب وہ خود اپنے لئے اختیار نہ کرے گا بلکہ یہ خطاب آسمان سے اور فرشتہ کے ذریعہ اس کے لئے نازل ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا، اور باپ کا نام عبداللہ اور اس کا حلیہ خاص ہوگا جو کسی دوسرے میں نہ پایا جائے گا اور وہ آنحضرت ﷺ کا اخلاق کریمانہ میں مشابہ ہوگا، نہ صورت میں۔

ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے قال رسول الله ﷺ لا تذهب اولا تنقضی الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطی اسمه اسمی (ترمذی ج۲ص۱۵۔ابوداؤد ج۲ ص۲۳۲)۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

و فی رواية يواطی اسمه اسمی و اسم ابيه اسم ابی ۔(ابوداؤد۔ج۲ص۲۳۲)۔کہ اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا۔

و فی رواية المهدی من عترتی من ولد فاطمه ۔(ابوداؤد۔ج۲ص۲۳۲)۔کہ مہدی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

و فی رواية قال علی و نظر الى الحسن ان ابنی هذا سيد كما سماه رسول الله و يخرج من صلبه رجل يسمى باسم نبيكم يشبهه فی الخلق و لا يشبهه فی الخلق يملاء الارض عدلاً ۔(ابوداؤد۔ج۲ص۲۳۳)۔کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند امام حسن کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام سید رکھا ہے۔اس کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔وہ صورت میں آنحضرت ﷺ سے مشابہ نہ ہوگا مگر اخلاق میں آپ کا مشابہ ہوگا۔زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف يملاء الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت ظلماً و جوراً يملك سبع سنين ۔(ابوداؤد۔ج۲ص۲۳۳)۔ مہدی میری نسل سے ہوگا روشن یعنی کھلی

پیشانی والا اونچی ناک والا زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی سات برس حکومت کرے گا۔

و فی روایة نعیم بن حماد قال رسول الله ﷺ اسمه محمد ۔ (حجج الکرامہ ص ۳۵۲)۔نعیم بن حماد کی روایت میں آیا ہے کہ اس کا نام محمد ہوگا۔

کتاب حجج الکرامة میں امام مہدی کا حلیہ متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے اس مقام میں اسی کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے:

اما حلیہ وے پس ابوسعید خدری از آنحضرت ﷺ روایت کردہ کہ فرمود المهدی منی اجلى الجبهة اقنى الانف يملاء الار ض قسطاً و عد لاً كما ملئت ظلماً و جو راً يملك سبع سنين ۔ ا خر جه ابو دا ؤد۔ و اخر جه الرو يا نى من حد يث حذيفه بلفظ المهدى ر جل من ولدى و جه كا لكو كب الدرى قا له جما ل الدين محمد بن ابى بكر ا لا شخر المهدى من اهل البيت اشم ا لا نف اقنى اجلى يملاء ا لار ض قسطاو عد لاً كما ملئت جو راً و ظلماً

محمد بن جعفر گفتہ مہدی باریک حاجب ودراو کمان ابر دست ونیست میان ابروہائے وے افتران و کلان جسم است اخرجہ الحاکم ونعیم بن حماد۔ و در روایت علی کرم اللہ وجھہ است کہ انبوہ ریش وشرمگین چشم وسیاہ مردمک ودرخشندہ دندان است و بررخ کالے داشتہ باشد و برشانہ او علامت آنحضرت ﷺ بود وعبدالغفار فرفارسی در مجمع الغرائب وابن الجوزی در غریب الحدیث وابن کثیر در نہایہ آوردہ مرفوعاً کہ میان ہر دوران وے بعد باشد وعبدالرحمٰن بن عوف گفتہ کشادہ دندان باشد۔ ابونعیم وابن عباس گفتہ۔ میانہ قد مشروب الحمرۃ باشد۔ و ابوامامہ ازاں حضرت ﷺ روایت کردہ۔ روئے او کوبے است درخشاں در رخسارء راست وے خالے سیاہ رنگ باشد و بروے دوعبائے قطران بود گویا مردے از بنی اسرائیل است

رویانی در مسند وابونعیم از خذیفہ روایت کردہ اند مرفوعاً کہ مہدی مردے از اولاد من است رنگ او رنگ عربی ست وجسم او جسم اسرائیلی ولفظ شیخ علی متقی در حلیہ وے اینست کہ در کتف او علامتے باشد چنانچہ در کتف حضرت

ﷺ بود وروئے اوہمچوستارہ درخشندہ باشد پیشانی کشادہ بینی دراز و باریک میان بینی بلند نماید کمان ابرو باشد و بادرازی ابرو چشمائے اوفراخ باشد درمیان دندان اوفرقے باشد یعنی سخت متصل نباشد و رنگ او رنگ عربیان باشد یعنی گندم گوں وجسم او جسم بنی اسرائیل یعنی درعرض وطول۔ بررخسارہ راست او خال سیاہ باشد و ہم چنیں برکف دست راست نیز باشد ولکنت درزبان او باشد کہ دروقت بستگی سخن دست راست برزانوئے چپ زند آنگاہ سخن تولد گفت ودرمیان ہردو زانوئے وے کشادگی وبعد باشد وانبوہ ریش بود و چشمائے او سرمہ رنگ خلقی باشند انتہی۔ ونحوہ فی الاشاعۃ وابوطفیل گفتہ کہ آنحضرت ﷺ وصف کرد مہدی را وفرمود کہ درزبان اوگرانی است بزند زانوئے چپ خود را بدست راست خود وقتے کہ درنگ کند بروے سخن اخرجہ نعیم بن حماد وایں حرکتے است کہ از مرد الکن ثقیل اللسان وقت تکلم بے اختیار صادر میشود

حدیث چہارم ابوداؤد میں جو امام مہدی کو اخلاق نبوی کا مشابہ قرار دیا گیا ہے ایک بڑا بھاری وصف ونشان ہے جس سے سچے اور اصلی مہدی کے جھوٹے اور نقلی مہدیوں سے آسانی تمیز ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو بشہادت آیت انك لعلى خلق عظيم ۔ خلق عظیم پر پیدا کیا ہے۔ اور منجملہ اخلاق نبوی ایک خلق عظیم جو اس مقام میں لائق ذکر ہے آپ کا بے غرض ہونا اور زینت واموال دنیا سے بے رغبت ہونا ہے، آپ نے دنیا کے بادشاہ ہوکر بھی تمام زندگی میں دو روز متواتر جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔ ازواج واولاد کیلئے سونے چاندی کا زیور نہ بنایا تھا، جن کپڑوں میں آپ نے انتقال کیا ان میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان حالات کی تفصیل کتب صحاح احادیث میں اور رسالہ اشاعۃ نمبر ۴ جلد ۲۰ میں ہوچکی ہے۔

یہ امام مہدی کے نام اور نسب اور اوصاف کے متضمن احادیث ہیں اور ان کے مدینہ میں پیدا ہونے اور مکہ میں مجبوراً امام بنائے جانے اور آسمان مہدی کا خطاب پانے کے متضمن روایات عنقریب منقول ہوں گی ان احادیث سے اہل اسلام (جو ان احادیث کو مانتے ہیں) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مدعی نمائش نشان آسمانی سحر یا مسمریزم سے کوئی کرتب دکھا کر مہدی موعود نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ سید نہ ہو۔۲۔ یا سید ہو تو اولاد فاطمہ اور حسن سے نہ ہو۔۳۔ یا ان کی اولاد سے ہو مگر اس کا نام محمد بن عبداللہ نہ ہو۔۴۔ یا نام محمد بن عبداللہ ہو مگر وہ مدینہ منورہ کی پیدائش نہ ہو، پنجاب وہندوستان کا ہو۔۶۔ یا وہ خاص مدنی ہو یا ان سب صفات سے موصوف ہوکر

امام مہدی بن بیٹھا ہو، مگر اپنی مہدویت وامامت کے ذریعہ ہزار ہا روپیہ مریدوں سے بٹور کر اس مال سے دنیا کا عیش اڑاتا ہو؛ گھی کی جگہ پلاؤ قورمہ میں روغن بادام ڈلواتا ہو اور بیوی بیٹی کے لئے ہزار ہا روپیہ کا سر سے پاؤں تک سونے کا زیور بنواتا ہو اور خود بھی لباس فاخرہ مرینہ پشمینہ پہنتا ہو اور بیوی بیٹی کو گوٹا کناری پہناتا ہو ایسا شخص مہدی ہونے کا مدعی ہوگا تو وہ ان اہل اسلام کے نزدیک اس دعوی میں جھوٹا اور مہدی کاذب کہلائے گا۔ اور جو شخص ان صفات ستہ میں سے ایک بھی صفت نہ رکھتا ہو، اور اپنی عمر ناجائز عیش وعشرت کی کامرانی میں اور ہدایت کفار ومشرکین سے بے اعتنائی وناکامی کے ساتھ مر گیا ہو وہ ان کے نزدیک فرعون وہامان یا دجال وشیطان کہلائے گا۔ ادنی درجہ کا بھی مسلمان نہ ہوگا۔

یہ اس مدعی مہدویت پر عدم تصادق صفات خلقی ومعنوی امام مہدی کی وجہ سے علماء اسلام کا حکم وفتوی ہوگا۔ اور جو شخص صفات خلقی وصوری میں حضرت امام مہدی کے حلیہ مذکورہ بالا سے متفارق ہوا ہے یا ہوگا اس کو تو گلی کوچے کے لونڈے اور بازاری عوام مسلمان (چہ جائے اہل حکم وافتاء) بھی مہدی کاذب قرار دیں گے۔ اور اس پر ہزار لعنت کہیں گے (جیسا کہ مہدی قادیانی کے ساتھ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اس کے دہلی میں پہونچ کر ایسے دعاوی کرنے پر عوام اہل اسلام دہلی کی طرف سے اس کی خدمت گذاری اور آؤ بھگت ہوئی جس کی وجہ سے وہ جب تک دہلی رہا پولیس کی پناہ لے کر رہا اور جب وہاں سے نکلا تو رات کے تین بجے چوری نکلا) اور اس کو اردو فارسی میں شد بد جاننے والے ان مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کریں گے: کلا ہے خسروی وبادشاہی بہر کل کے رسد حاشا وکلا

اس بیان سے مہدی کی تعیین وتشخیص ہوگئی، تو اب مہدی کی نسبت اعتقاد اول وسوم اہل اسلام کی تشریح کی جاتی ہے:

سنن ابی داؤد میں ذکر مہدی کے عنوان سے ایک باب منعقد کر کے روایت کیا ہے:

عن ام سلمه زوج النّبی ﷺ عن النّبیّ ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هارباً الی مکه فیاتیه ناس من اهل مکه فیخرجونه و هو کاره فیبایعونه بین الرکن و المقام و یبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکه و مدینة فاذا رأی الناس ذلك اتاه ابدال الشام و عصائب اهل

العراق فيبا يعو نه ثم ينشو ر جل من قريشا خوا له كلب فيبعث اليهم فيظهرو ن عليهم و ذلك بعث كلب و الخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فينقسم الما ل و يعمل فى النا س بسنة نبيهم ﷺ و يلقى ا لاسلا م بجرا ئه الى ا لار ض فيلبث سبع سنين ثم يتو فى و يصلى عليه المسلمو ن ۔(ابوداؤد۔ج۲ص۲۳۳)

کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کے فوت ہو جانے کے وقت اختلاف پڑ جائے گا کہ اسکی جگہ کون خلیفہ ہو۔ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ کی طرف نکل جائے گا۔مکہ کے لوگ اس کے پاس پہنچیں گے اوراس کومجبور کر کے مقام ابراہیم اور رکن کے مابین اس سے بیعت خلافت کریں گے۔اس کے مقابلے کیلئے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ مکہ اور مدینہ درمیان ایک میدان میں دھنسایا جائے گا۔یہ دیکھ کر شام کے ابدال اورعراق کے لشکراس کے پاس پہنچیں گے۔پھرایک شخص قریش سے جس کے ننہال بنی کلب کہلائیں گے سر اٹھائے گا۔اوروہ اپنالشکر مسلمانان پیروان امام مہدی کی طرف بھیجے گا مسلمان اس پر غالب آئیں گے سفیانی کے لشکرکولوٹیں گے جواس لوٹ میں حاضر نہ ہواوہ محروم رہا۔مہدی وہ مال لوگوں میں تقسیم کرے گا اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کا عمل جاری کرے گا اوراسلام اپنی گردن زمین پر رکھ دے گا (جیسے اونٹ آرام کے وقت زمین پر منہ رکھ کرسوجاتا ہے)مہدی اسی حالت میں امن وآرام سے سات برس بسر کرے گا اور پھرفوت ہوگا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث کو ماننے والے اورجس امام کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کوامام مہدی قرار دینے والے اہل اسلام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں اوراس کے مطابق اعتقادرکھتے ہیں کہ امام مہدی مدینہ میں ہونگے اور مکہ میں لوگوں کے جبر سے،نہ اپنی خوشی سے،امام بنائے جائیں گے۔لوگ ان کوڈھونڈ کر زور و جبر سے امام بنائیں گے وہ خود اپنے امام بنائے جانے کی کوشش اورسازش نہ کریں گے۔خداان کی تائید کے واسطے یہ نشان آسمانی ظاہر کرے گا کہ ان پر چڑھائی کرنے والے ایک لشکرکوزمین میں دھنسادیا جائے گا۔اورایک ظالم لشکر پران کو فتح دے گا۔اس لڑائی میں پیشقدمی مخالف کی طرف سے ہوگی لشکرامام مہدی سے صرف اس کی مدافعت ہوگی۔ مخالف پر فتح پاکرامام مہدی جنگ وقتال سے فارغ البال ہو جائیں گے اورسات سال تک بامن زندگی بسر

کریں گے اور اسلام اور سنت نبی ﷺ کا عمل بلا خوف و معارضہ مخالفین جاری کریں گے یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی قطعی نتیجہ نکلتا ہے اور مسلمانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک جو سوڈان و ہندوستان وغیرہ بلاد میں مہدی موعود پیدا ہوئے ہیں وہ سب کے سب دعوی مہدویت و امامت میں جھوٹے ہیں۔ وہ نہ مدینہ میں پیدا ہوئے نہ مکہ میں جبراً امام بنائے گئے۔ انہوں نے خود اپنی سازش سے اپنی امامت و مہدویت کا سکہ جمانا چاہا مگر خدا تعالی نے وہ سکہ جمنے نہ دیا۔ ان کی تائید میں نشان مذکور (خسف) یا اور نشان (جس میں ان کی کتر بیونت وتاویل وتسویل کا دخل نہ ہو) ظاہر نہ کیا اور ان کی مہدویت و امامت کو دنیا نے کجا ان کے اضلاع و دیہات کے تمام لوگوں نے بھی تسلیم نہ کیا۔ اور ان سے تمام دنیا میں امن و اجراء اسلام و سنت نبی ﷺ کہاں، خود ان کی جان کو بھی امن حاصل نہ ہوا۔ اور ان کے اپنے گاؤں و ضلع میں بھی اسلام عام نہ پھیلا۔ ان میں کوئی (مہدی سوڈان) مدت العمر خون وکشت میں سرگرداں رہا۔ اور اسی حالت میں مرا اور آخر اس کی قبر اور نعش کو اسکے مخالفوں نے ذلیل کیا۔ کوئی (مہدی قادیان) اپنے گاؤں میں حکام وقت کی دار و گیر کے خوف سے بے دست و پا و بے زبان ہو کر گوشہ نشین رہا۔ حکام وقت کے خوف سے اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے ارادہ و خواہش کے مطابق اپنے خیالات (جن کو صفحہ ۱۰۶ کتاب دافع الوساوس میں ظاہر کر چکا) بخوبی ظاہر اور اس پر عمل کر کے اپنا مشن پورا کرے بلکہ برخلاف ان خیالات مندرجہ دافع الوساوس کے وہ مدت العمر اپنے مخالف اعتقاد سلطنت انگریزی (جن کو خدا تعالی کا نافرمانبردار جانتا رہا) دار و گیر کے خوف سے اس کو ابر رحمت اور تمام اسلامی سلطنتوں سے بہتر و بابرکت کہتا اور اس کو مشتہر کرتا رہا اور اسی کے خوف سے اور جھوٹی خوش آمد کی غرض سے اسلام کے ایک حکم اور اسلامی فرض رکن اعظم (جہاد) کو مطلق حرام بتاتا رہا (جہاد کو مطلق حرام سمجھنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ جہاد اسلام کا ایک رکن اور قطعی فرض ہے مگر ہاں وہ ایسی شرائط سے مشروط ہے، جیسی نماز و روزہ و حج و زکوۃ کے واسطے شرائط ہیں۔ مثلاً نماز کے واسطے وضو، روزہ کے واسطے عورت کا حیض سے پاک ہونا، حج و زکوۃ کے لئے مالدار ہونا وعلی ہذا القیاس۔ اور ان شرائط کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکی ہے۔ ان ہی شرائط سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہبی جہاد ان مخالفین اسلام سے جائز نہیں جو مذہب اسلام سے تعرض نہ کریں اور مسلمانوں کو مذہب کی وجہ سے نہ ستائیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کو امن دے کر یا ان سے امن لے کر رہتے یا راستہ چلتے ہوں۔ محمد حسین) اور جھوٹی

خوش آمد کا ورد کرتا ہوا بے نیل مرام ونا کام اس دنیا سے چل دیا۔ یہ لوگ امام مہدی ہوتے تو اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے تمام دنیا میں دین اسلام اور سنت نبی بعد اسلام کو پھیلا کر دنیا سے اٹھائے جاتے اور روئے زمین کو دارالامن والا مان بناتے اور کم سے اپنی ہی جائے سکونت سوڈان وقادیان کو ایسا دارالامن بناتے کہ ان میں ان کے مخالف دخل نہ پاتے نہ اس کے برعکس وہ اپنے گھر اور گاؤں کو جس کا نام دارالامان والا مان رکھا ہوا تھا، حقیقۃً دارالامن نہ بنا سکے۔

اس حدیث ابوداؤد میں جو امام مہدی کی میعاد حکومت سال بیان ہوئی ہے یہ بجنسہ وہی میعاد ہے جو حضرت مسیح کی مدت حکومت اہل اسلام میں تسلیم کی گئی ہے اور حدیث صحیح مسلم میں منقول ہے۔ اس میعاد پر تصریح ہوئی ہے۔ ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث مسلم کی دستاویز سے معیاد حکومت حضرت مسیح سات سال قرار دی ہے اور حجج الکرامۃ میں بصفحہ ۳۸۲ بدست آویز قول ابن حجر یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ دونوں مدتیں ایک ہی مدت ہے اس وجہ سے اس امن وبرکت وعدل کو جو اس مدت میں پایا جائے گا کبھی حضرت عیسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی امام مہدی کی طرف۔

اس وحدت واتحاد مدت حضرت مسیح اور امام مہدی سے بھی یہ نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ اس مدت میں امام مہدی کوئی جنگ جہاد نہ کریں گے اور اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کے ذریعہ اسلام اور سنت نبی ﷺ کو دنیا میں پھیلائیں گے جیسے مسیح اپنے آسمانی برکات سے دین کو ترقی دیں گے۔ دونوں حضرت کی مدت حکومت کو ایک مان کر یہ کہنا جائز نہیں اور بحکم عقل بھی ممکن نہیں کہ حضرت مسیح تو اس مدت میں امن پھیلاویں اور تلوار کو بے کار ٹھہراویں اور امام مہدی ان کے برخلاف تلوار کھینچ کر دنیا میں خونریزی کریں اور پھر ایک دوسرا کا موافق مشاور ٹھہرے۔ انّ فی ذلك لذکری لمن کا ن له قلب او القی السّمع و ھو شھید ۔

اہل اسلام سے بعض حاطب اللیل مصنف اپنی تصانیف میں بعض روایات ایسی لائے ہیں جن میں پا یا جاتا ہے کہ آخری زمانہ میں جو لڑائیاں اہل اسلام کی رومی عیسائیوں سے ہوں گی (خصوصاً وہ بڑی لڑائی جس میں رومیوں کے اسّی نشان نکلیں گے اور ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار جنگی لوگ ہونگے) ان میں امام مہدی شریک ہوں گے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ امام مہدی تقلید مذاہب چھوڑا کر خالص سنت وحدیث پر بزور شمشیر عمل کرائے گا۔ اور

اس کے مقابلے میں بعض لوگوں نے کہا کہ قیامت کے قریب مسیح بن مریم آئے گا تو وہ حنفی مذہب کے مطابق حکم احکام جاری کرے۔

ان مصنفوں کی روایات اوران کے خیالات مذکورہ میں ہم کوئی محدثانہ یا متکلمانہ بحث نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس بحث کواس مضمون میں ترک کرنے بضمن تمہید وعدہ دے چکے ہیں۔اس مقام میں ان روایات کا دوسری روایات سے (جوان کی روایات سے درجہ وطبقہ میں برابر ہیں یاان سے بڑھ کر ہیں) معارضہ ومقابلہ کرنا چاہتے ہیں اوراس معارضہ کوان روایات کے ناقابل اعتبار ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔وہ روایات جن کو ہم معارضہ میں پیش کریں گے تین قسم کی روایات ہیں۔قسم اول وہ روایات جوروایات کتب مصنفین مذکور ہی کے ہم درجہ وہم طبقہ ہیں اوراس میں صاف پایا جاتا ہے کہ رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہوچکی ہونگی۔امام مہدی ان کے بعد آئیں گے۔قسم دوم اس مضمون کی روایات دیگر کتب جو کتب مصنفین مذکورین سے درجہ اور طبقہ میں مقدم وبالاتر ہیں،اوران سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہوچکی ہونگی۔قسم سوم دونوں طبقہ ودرجہ کی روایات متضمن فضائل وخصائص وبرکات امام مہدی،جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں شامل ہونا اور سال ہا سال تک (یعنی چھ سال تک جوان لڑائیوں کی میعاد بیان کی گئی ہے) ان لڑائیوں میں سرگردان پھرنا اور فتح کا منہ نہ دیکھنا اور پھر ساتویں سال فتح یاب ہونا امام مہدی کی رفیع شان سے جوان روایات میں بیان ہوئی ہے،نہایت بعید ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ روایات قسم اول کی نقل وتفصیل کوہم فضول سمجھتے ہیں لہذا بجائے اس نقل وتفصیل ان ہی حاطب اللیل مصنفوں کے (جوان روایات کو اپنی روایات مذکورہ کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کرکے ان پراعتماد وتمسک کر چکے ہیں) اس اعتراف کی نقل وبیان پر کہ ان روایات سے ان لڑائیوں کا آمد مہدی سے پہلے واقع ہونا ثابت ہوتا،اکتفا کرتے ہیں۔

صاحب حجج لکرامۃ فی آثار القیامۃ اس کے صفحہ ۳۴۹ میں اس مضمون کی ایک روایت لایا ہے کہ عیسائی قسطنطنیہ پر متسلط ہوجائیں گے اوران کا عمل وحکم خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا اور شاہ روم قسطنطنیہ چھوڑ کر شام چلا جائے گا اور عیسائیوں کے ایک فرقہ سے صلح کرکے دوسرے فرقہ سے لڑائی کرے گا اور

اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہونگے تو ایک عیسائی کہے گا کہ صلیب کو غلبہ و فتح ہوئی۔ مسلمان کہے گا نہیں اسلام کو فتح ہوئی۔ پھر ایک مسلمان غصہ میں آ کر صلیب کو توڑ دے گا تو ان دونوں جماعتوں میں جنگ شروع ہو جائے گی پھر مسلمان بادشاہ شہید ہو جائے گا اور عیسائیوں کا تسلط ملک شام پر ہو جائے گا اور باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف رجوع کرینگے اور عیسائیوں کا تسلط خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا تو اس وقت مسلمان امام مہدی کی تلاش کریں گے تاکہ انکی مدد سے وہ اس بلا سے نجات پائیں۔

اس روایت کا ظاہر مفہوم بحسب اعتراف صاحب حجج الکرامۃ یہ ہے کہ یہ لڑائیاں مسلمان اور عیسائیوں کی حضرت امام مہدی کی آمد سے پہلے ہو چکی ہونگی مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت کو روم و شام میں ضعف و زوال آئے گا اور مسلمانوں کی جائے پناہ مدینہ منورہ ہو گا۔ تب امام مہدی او جود ظہور پذیر ہو گا، نہ اس سے پیشتر اور لڑائیوں اور خونریزیوں کے وقت میں۔

اس روایت رسالہ حشریہ میں امام مہدی کے پہلے چند واقعات کی نسبت اعتقاد اہل اسلام بیان ہوا ہے: اول بہت بلاد اسلامیہ پر نصاری کا تسلط ہو جانا۔ دوم ایک شخص کا اولاد ابوسفیان سے شام و مصر میں حکمران ہو جانا اور سادات کو قتل کرنا۔ سوم اسی کے درمیان میں نصاری کے ایک فرقہ کا شہر قسطنطنیہ پر متسلط و متصرف ہو جانا اور اس وجہ سے شام و روم کا قسطنطنیہ کو چھوڑ کر شام میں چلا جانا اور دوسرے فرقہ نصاری سے دوستی و مصالحت کر کے اس کی مدد سے مخالف فرقہ نصاری سے جنگ کرنا اور اس جنگ میں فتح پانا۔ چہارم اس فتح کی نسبت نصاری کا یہ دعوی کرنا کہ یہ فتح صلیب کو ہوئی اور بعض مسلمانوں کا دعوی کرنا کہ یہ فتح اسلام کو ہوئی ہے اور اس تکرار کی وجہ سے نصاری کا عہد شکنی کرنا۔ پنجم مسلمانوں اور ان کے موافق فرقہ نصاری میں جنگ ہو جانا اور اس جنگ میں اسلام کے بادشاہ کا شہید ہو جانا اور اس فرقہ نصاری کا دوسرے مخالفین نصاری سے صلح کر لینا اور ملک شام میں نصاری کا تسلط پا لینا اور ان کی حکومت کا خیبر کے قریب پہنچ جانا۔ ٦ اور باقی ماندہ مسلمانوں کا مدینہ منورہ کی طرف رجوع کرنا۔ ٧۔ اس وقت مسلمانوں کا امام مہدی کو تلاش کرنا تاکہ ان کی مدد سے ان کو اس بلا سے نجات حاصل ہو۔

ان تینوں واقعات اور واقعہ سوم کے ضمنی امور ہفت گانہ پر احادیث ذیل میں روشنی پائی جاتی ہے جو

صحیحین اور سنن ابوداؤد میں مروی ہیں۔

مسلمانوں اور نصاریٰ کی صلح کرنے پھر نصاریٰ کی عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑنے اور جماعت مسلمانوں کے شہید ہو جانے کا ذکر سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد ہے:

عن خالد قال جبير انطلق بنا الى ذى مخبر رجل من اصحاب النبى ﷺ فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول ستصلحون الروم صلحاً آمناً فتغزون .... فتنصرون و تغنمون و تسلمون حتى ترجعون حتى تنزلوا بمرج ذى تلول فيرفع رجل من اهل النصرانية الصليب فيقول الصليب فيغضب رجل من المسلمين فيدقه فعند ذلك تعذر الروم و تجمع الملحمة و عن حسان انه زاد فيه فيثور المسلمون الى اسلحتهم فيقتلون فيكرم الله تلك العصابة بالشهادة ۔رواہ ابوداؤد۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ رومی (عیسائیوں) سے باامن صلح کرو گے پھر تم کو فتح ہو گی تم لوٹ کا مال پاؤ گے اور خود (لوٹے جانے سے) بچو گے لڑائی سے پھر کر ٹیلوں والی چراگاہ میں پہنچو گے ایک نصرانی صلیب کو اٹھا کر کہے گا کہ صلیب کو فتح ہوئی ایک مسلمان کو اس پر غصہ آئے گا تو وہ صلیب کو توڑ ڈالے گا (اور کہے گا کہ اسلام کو فتح ہوئی) اس وقت عیسائی جماعت عہد شکنی کریں گے اور لڑائی ہو گی اور مسلمان شہید ہو جائیں گے۔

عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر کے عہد شکنی کرنے اور ان پر چڑھائی کرنے کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے:

عن عوف بن مالك عن النبى ﷺ فى حديث ثم هدنته تكون بينكم و بين بنى الاصفر فيغدرون فياتونكم تحت ثمانين غاية تحت كل غاية اثنا عشر الفاً رواه البخارى ۔(مشکوۃ ص ۴۵۸) جس میں چھ علامات قیامت کا ذکر ہے۔ ۱۔ آپ کی موت۔ ۲۔ فتح بیت المقدس۔ ۳۔ طاعون۔ ۴۔ مسلمانوں میں ایسی کثرت مال ہو گی کہ سو دینار کو ہیچ سمجھنے کی وجہ سے خوش نہ ہونگے۔ ۵۔ فتنہ تمام عرب میں۔ ۶۔ مسلمانوں کا نصاریٰ سے صلح کرنا پھر ان کا غدر کرنا اور اسّی جھنڈے لے کر جس میں ہر ایک کے ماتحت ۱۲ ہزار فوج ہو گی مسلمانوں پر چڑھائی کرنا۔

اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور مسلمانوں میں سے بہت لوگوں کے شہید ہو جانے پر قسطنطنیہ پر فتح پانے کا ذکر ان احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت ابن مسعودؓ کے جس میں یہ بیان ہے:

لا تقوم الساعة حتّی ینزل الروم با لاعماق او بوا بق فیخر ج الیهم جیش من المدینة من خیا ر اهل ا لارض یو مئذٍ فاذا تصا فوا قالت الروم خلوا بیننا و بین الّذین سبوا منا نقا تلهم فیقول المسلمون لا و اللّٰه لا نخلی بینکم و بین ا خوا ننا فیقا تلو نهم فیهزم ثلث لا یتوب اللّٰه علیهم ابداً و یقتل ثلثهم افضل الشهداء عند اللّٰه و یفتتح الثلث لا یفتنون ابداً فیفتتحون قسطنطنیه فبیناهم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفهم بالزیتون اذ صاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجو ن و ذ لك باطل فاذا جاء الشام خر ج فبینا یعدون للقتا ل یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰة فینزل عیسی ابن مر یم فا مهم فاذا راه عدو اللّٰه ذا ب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لا نذا ب حتی یهلك و لکن یقتله اله بیده فیر یهم دمه فی حر بته ۔ رواه مسلم ۔ کہ نصاری اعماق یا وابق (حلب کے قریب ملک شام میں دو مقام ہیں) کے قریب مسلمانوں سے لڑنے آ کیمپ لگائیں گے ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت نکلے گی جو اس وقت مسلمانان روئے زمین سے افضل ہونگے ۔ جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر یڈ میں کھڑے ہوں گے تو ان کو کہیں گے کہ ان مسلمانوں کی طرف ہم کو جانے دو جنہوں نے ہمارے لوگ قید کئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان جواب دیں کہ ہم ان کی طرف تم کو جانے نہ دیں گے پھر ان دونوں فریق میں لڑائی ہوگی تو ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کو خدا تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی شہید ہونگے جو بہترین شہید کہلائیں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہونگے اور وہ قسطنطنیہ پر (جو ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا) فتح پائیں گے اور جب وہ لوٹ کا مال بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون پر لٹکائے ہونگے تو شیطان آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں پر جا پہنچا ہے اور یہ بات اس کی جھوٹ ہوگی ۔ پھر وہ شام میں جائیں تو دجال نکلے گا ۔ وہ اس کے مقابلہ میں صف آراء ہوں گے تو اس وقت نماز کے واسطے تکبیر ہو جائے گی ۔ پھر حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور

ان لوگوں کے پیشوا نماز میں (یا کتاب اللہ وسنت رسول کی پیروی میں، جیسا کہ اس باب میں اختلاف اقوال پہلے نقل ہو چکا ہے) بن جائیں گے اوران کو دیکھ کر دجال پگھلنے لگے گا جیسے (پانی میں) نمک پگھل جاتا ہے آپ اس کو قتل نہ کرتے تو وہ یوں ہی پگھل جاتا ولیکن وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور لوگوں کو اپنے نیزے یا بھالے پر اس کا خون دکھائیں گے۔

یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:

قال رسو ل اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم السا عة حتی لا تقسم المیرا ث ولا یقو م .... الخ .(مسلم ص ۳۹۲) قیامت نہ ہوگی جب تک کہ کوئی شخص نہ وراثت تقسیم کرے گا اور نہ لوٹ کا مال لینے سے خوش ہوگا (یعنی عموماً مسلمان قتل ہو جائیں اس وجہ سے وراثت و مال غنیمت لے کر خوش نہ ہونگے)

(پھر اس کی تفصیل میں) آپ نے فرمایا مسلمانان شام کیلئے ان کے دشمن نصاری سامان جنگ جمع کریں گے۔ مسلمان ایک جماعت اس شرط سے مشروط ومقرر کریں گے کہ وہ مر جائیں گے مگر فتح کے بغیر واپس نہ ہوں گے یہی شرط نصرانی کریں گے پھر باہم لڑیں گے یہاں تک کہ رات کی ان میں روک ہو جائیگی۔ پھر فریقین واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور جماعت مشروط فنا ہو جائے گی۔ ایسا ہی تین دن تک ہوتا رہیگا اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی اہل اسلام صف آراء ہوں گے اور ایسی لڑائی ہوگی کہ اس کی مثیل ونظیر پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ پھر خدا مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اگر کوئی جانور مقتولین کی لاشوں کے پہلو سے پرواز کرے گا تو وہ ہنوز ان لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر نہ نکلے گا کہ مر کر گر پڑے گا۔ ایک باپ (جداعلی) کی اولاد کو جو اس جنگ میں مقتول ہونگے شمار کیا جاوے گا تو ایک سو میں سے صرف ایک بچے گا۔ پھر وہ مال غنیمت سے کیونکر خوش ہونگے اور وہ اس حالت میں ہونگے کہ اس سے بڑھ کر خوفناک لڑائی کی خبر سنیں گے کہ دجال ان کے گھروں پر آپڑا ہے اور وہ یہ سن کر سب کچھ چھوڑ کر گھروں کی طرف پھریں گے اور دس سوار جاسوسوں کو روانہ کریں گے تاکہ وہ دجال کے نکلنے کی خبر لاویں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام اور ان گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس بڑی لڑائی کا واقعہ ہونا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا فتح ہونا اس کے بعد، ساتویں سال، دجال کا نکلنا، جو امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا، سنن ابی داؤد کی ان احادیث میں وارد ہے

جن میں ایک حدیث معاذ سے مروی ہے :

قال رسول اللّٰہ ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب و خراب یثرب خروج الملحمة و خروج الملاحمة فتح القسطنطنیة و فتح القسطنطنیة خروج الدجال ۔(ابوداؤد۔ص ۳۳۴)

کہ فرمایا آپ نے بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ کا آباد نہ رہنے کا موجب ہوگا اور مدینہ کے ایسے آباد نہ رہنے کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑی لڑائی واقع ہوگی اور بڑی لڑائی کے بعد (جس میں قسطنطنیہ ہاتھ سے نکل جائے گا) قسطنطنیہ کی فتح مسلمانوں کو ہوگی ۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا نکلنا ہوگا۔

اور ایک حدیث عیسی بن یونس سے مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ الملحمة الکبری فی سبعة اشھر ۔کہ بڑی لڑائی اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہوگا۔

اور ایک حدیث عبداللہ بسر سے مروی ہے:

انّ رسول اللّٰہ قال بین الملحمة و فتح المدینہ ستّ سنین و یخرج الدّجال فی السّابعة ۔ (ابوداؤد۔ص ۲۳۴)۔کہ آپ ﷺ نے فرمایا بڑی لڑائی و فتح قسطنطنیہ میں چھ سال ہیں اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔

ناقل (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ روایت عیسی بن یونس اور روایت عبداللہ بن بسر کی تطبیق وموافقت یوں ہوسکتی ہے کہ بڑی لڑائی چھ سال تک ہوتی رہے گی اس کے آخری حصہ میں فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ پھر ساتویں سال کے شروع میں دجال کا نکلنا ہوگا جو امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہوگا

منجملہ ان احادیث سبعہ تینوں احادیث (ایک بخاری دو مسلم) میں جن کی صحت وثبوت کی تسلیم پر روئے زمین کے سنی مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ابوداؤد کی چاروں احادیث (پہلی پانچویں چھٹی ساتویں) میں جن کی صحت و صالح احتجاج ہونا ابوداؤد کے نزدیک مسلم ہے واقعات ثلاثہ اور واقعہ سوم کے ضمنی امور میں سے امر دوم لغایت ششم صاف اور صریح منطوق نص میں پائے جاتے ہیں۔

اور باقی امور ضمنی خصوصاً امر اول وششم (قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا اور نصاری کا ملک شام وروم پر متسلط ہو جانا ان احادیث کے مفہوم سے) جس کو اصطلاح اصول فقہ اقتضاء النص کہا جاتا ہے، ثابت ہے کیونکہ مسلمانوں کا خروج دجال کے پہلے اور اس کے قریب قسطنطنیہ کو فتح کرنا تب ہی ممکن ومتصور ہے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل چکا ہو۔

ان واقعات کے تسلیم واعتقاد کا جن پر عام سنی فاضل محدث ومتکلم متفق ہیں کا نتیجہ لازمہ یہ ہے کہ انکے اعتقاد میں جو آخری زمانہ میں لڑائیاں وخونریزیاں مسلمانوں اور نصاری میں ہوں گی وہ امام مہدی کے زمانہ سے (جو زمانہ خروج دجال کے قریب ہوگا) پہلے ہو چکے ہوں گے اور ان کی ابتداء نصاری کی طرف سے ہوگی مسلمان صرف مدافعت کریں گے۔

جو شخص اس سے پہلے چھ برس کی لڑائیوں میں امام مہدی کا شامل ہونا تجویز کرے گا اس کو اس آخری لڑائی وچڑھائی قسطنطنیہ میں (جو امام کے وقت ظہور اور زمانہ دجال کے خروج کے قریب ہوگی) امام مہدی کا شامل ہونا ماننا پڑے گا اور ساتھ ہی اس کے اس حدیث کو دیکھ کر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ لڑائی اور فتح ہتھیاروں کے بغیر صرف لااله الا اللّٰه و اللّٰه اكبر کہنے سے ہوگی اور اس سے بحسب تسلیم ماننا پڑے گا کہ امام مہدی ایسا صاحب کرامات وبرکات تھا تو چھ برس تک اس کو تلوار چلانا اور اس فتح سے پہلے شکست کھانا اس کی شان کیلئے کیونکر مناسب ہوسکتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی هر یره انّ النّبی ﷺ قال هل سمعتم بمد ینة جانب منها فی البرود جا نب منها فی البحر ۔ قا لوا نعم یا رسول اللّٰه ۔ فقا ل لا تقوم السا عة حتی یغزو ها سبعو ن الفاً من بنی اسحاق فا ذا جاؤها تو لوا فلم یقا تلو ن بسلا ح و لم یرموا بسهم قالوا لا الـه الّا اللّٰه و اللّٰهاکبرفیسقط ا حد جا نبها قا ل ثور لا اعلم ا لا قا ل الذ ی فی البحر ثم یقول الثا نیة لا اله الا الله و الله اکبر فیسقط جا نبها ا لآ خر ثم یقو ل لا اله الا الله و الـلـه اكبر یفر ج لهم فید خلوها بینا هم یقسمو ن الغنا ئم اذ جا ء هم الصر یح فقا ل ان الد جال قد خر ج یتر کو ن کل شیء یر جعو ن ۔(مسلم ج۱ص ۳۹۶)۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کوئی شہر سنا ہے جس کے ایک طرف میدان ہو اور ایک طرف دریا۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ ہم نے ایسا سنا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک ستر ہزار بنی اسحاق (یا بنی اسماعیل چنانچہ نووی اور قاضی عیاض کی آئندہ کلام میں ہے) چڑھائی کریں گے جب وہاں پہنچ کر اتریں گے تو نہ ہتھیاروں سے لڑیں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی۔ ثور (راوی حدیث) نے کہا کہ میرے علم میں جانب بحری کا اول گرنا ذکر کیا ہے۔ پھر دوسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جاوے گی۔ تیسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو وہ شہر فتح ہو جائے گا پھر وہ اس میں داخل ہونگے اور لوٹ کا مال لیں گے جب وہ اس کو بانٹنے لگیں گے تو ایک آواز کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ دجال نکلا۔ پھر وہ سبھی کچھ چھوڑ کر ادھر رجوع کریں گے

قولہ بنی اسحاق قال القاضی کذا فی جمیع اصول صحیح مسلم قال بعضھم المحفوظ من بنی اسماعیل و ھو الذی یدل علیہ الحدیث و سیاقہ انما اراد العرب و ھذہ المدینۃ ھی القسطنطنیہ ۔ (صحیح مسلم۔ص ۳۹۶) امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسحاق، مسلم کے سبھی نسخوں میں ہے اور بعض روایات میں بنی اسماعیل کا لفظ آیا ہے اور یہی محفوظ ہے اور حدیث کا ظاہر و سیاق اسی کا مؤید ہے اور اس سے عرب کے لوگ مراد ہیں اور اس شہر سے قسطنطنیہ مراد ہے

اس حدیث میں نظر انصاف کرنے والا ہرگز جرأت نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ امام مہدی اس لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں ہتھیاروں سے کام لیں گے بلکہ وہ صاف تسلیم کریگا کہ اگر اس لڑائی میں ان کا شمول ہوگا تو اپنی برکات مہدوی سے کام لیں گے اور تیر تلوار کو ذریعہ فتح نہ بنائیں گے۔ پھر اس سے پہلے لڑائیوں میں ان کی برکات مہدویت کہاں جائے گی کہ اس کے ہوتے وہ تلوار سے کام لیں گے اور پھر شکستیں کھائیں گے۔

اس بیان میں دونوں قسم کی احادیث سے (جو احادیث متمسکہ مخالفین سے بعض درجہ میں برابر ہیں اور بعض میں بڑھ کر ہیں) ہم نے ثابت کر دیا کہ امام مہدی جب تشریف لائینگے تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے کام نہ لیں گے بلکہ آسمانی تائیدات اور روحانی برکات سے دین اسلام پھیلائینگے۔

اب ہم اس مضمون کی خصائص و برکات امام مہدی کی ان ہی لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں

جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تلوار وتفنگ اور خون ریزی و جنگ امام مہدی کے شایان شان نہیں ہے اور ان کی آسمانی برکات خونریزی و جنگ سیفی سے ان کو مستغنی کریں گی۔ وباللہ التوفیق۔

پس واضح ہو کہ معتقدین وقائلین حضرت امام مہدی سے وہ لوگ جو ان احادیث متعلقہ امام مہدی سے (جو صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں مروی ہیں تمسک کرتے ہیں اور ان سے اپنے خیالات کی تائید وثبوت نکالتے ہیں امام مہدی کے حالات میں اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا حسن بلکہ ضعیف بھی معرض نقل واستدلال میں نہیں لاتے جس میں یہ بیان ہو کہ حضرت امام مہدی تلوار کھینچ کر آئیں گے اور بزور شمشیر غیر مسلم اقوام کو مسلمان بنائیں گے اور جبر واکراہ سے دین اسلام دنیا میں پھیلائیں گے۔ بلکہ اس کے برعکس وہی لوگ اپنی تصانیف میں صاف وصریح یہ الفاظ لکھ چکے ہیں کہ امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں اور کسی جان کا خون نہ بہائیں گے اور نہ کسی کو کسی جان کی خونریزی کا حکم دیں گے۔ اس تصریح اور بیان صریح کے ساتھ پھر انہی لوگوں کا یہ کہنا کہ امام مہدی بزور شمشیر دین اسلام یا سنت نبوی دنیا میں پھیلائیں گے، اپنے قول کو خود جھوٹا کرنا ہے اور اس قول کی تکذیب کے واسطے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ تاہم ہم انہی کی کتابوں سے امام مہدی کے ایسے خصائل وفضائل نقل کرتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی اپنے آسمانی نشانات اور الٰہی شہادات سے امام تسلیم کئے جائیں گے انہی نشانات کو دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہوں گے خونریزی اور تلوار کشی کے آپ محتاج نہ ہوں گے۔

صاحب حجج الکرامۃ نے اس کے صفحہ ۳۶۵ میں کہا ہے: (ترجمہ) جن علامتوں سے امام مہدی پہچانے جائیں گے از انجملہ ایک یہ ہے بادل اس کے سر پر سایہ فگن ہوگا دوسرے یہ کہ اس بادل کے اندر سے آواز آئے گی کہ یہ شخص مہدی خلیفہ الٰہی ہے اس کی پیروی کرو۔ تیسرے یہ کہ اس بادل سے ایک ہاتھ نکلے گا اور وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہے گا کہ لوگو یہ مہدی ہے ان کی بیعت کرو۔ چوتھے یہ کہ فرشتہ آپ کے سر پر آئے گا اور کہے گا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ پانچویں یہ کہ مہدی ایک پرند کی طرف اشارہ کریں گے تو وہ ان کے ہاتھ پر آ پڑے گا۔ چھٹا یہ کہ آپ ایک چھڑی کسی درخت کی زمین میں گاڑ دیں گے تو وہ فی الفور سبز ہو جائے گی اور پتے نکالے گی۔ ساتویں یہ کہ ایک لشکر شام سے آپ کے

مقابلے کے لئے نکلے گا تو وہ مکہ اور مدینہ درمیان بیداء میں زمین میں دھنسایا جائے گا۔آٹھویں یہ کہ آسمان سے ایک آواز آوے گی کہ لوگو! خدا تعالی نے تمہارے اوپر سے جباروں اور منافقوں کو کاٹ دیا ہے اور امت محمد یہ میں سے ایک بہتر شخص کو تمہارا ولی بنایا ہے تم اس سے مکہ میں جا کر ملو، وہ مہدی ہے جس کا نام محمد بن عبداللہ ہے ۔نویں یہ کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے سونے کے ستون نکال دے گی اور مہدی اس کو لوگوں میں بانٹ دینگے۔ دسویں یہ کہ وہ کعبے کے نیچے سے خزانہ نکال دیں گے گیارھویں یہ کہ بحیرہ طبریہ یا غار انطاکیہ سے آپ تابوت سکینہ (صندوق طمانیت جو بنی اسرائیل میں لڑائیوں کے وقت آگے رکھا جاتا تھا) نکال کر بیت المقدس میں رکھ دیں گے جس کو دیکھ کر یہود (بجز اقل قلیل) مسلمان ہو جائیں گے۔ بارھویں یہ کہ آپ کے لئے دریا پھٹ جائے گا جیسے حضرت موسیٰؑ کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تیرھویں یہ کہ حضرت عیسیٰؑ آپ کے ساتھ جمع ہونگے اور آپ کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں گے۔

ان علامات کے علاوہ بعض اور علامات بھی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان علامات میں انسانی دخل واثر کا امکان بھی ہے اور ہمارے دعوی کے مؤید ومطلوب صرف آسمانی نشانات ہیں۔ان علامات سے علامات نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۹ و ۱۰ کو امام مہدی فاطمی کے منکر اور ان کی جگہ مہدی قادیانی کے مجوز مرزائی پارٹی نے بھی ریویو آف ریلی جنز نمبر ۹، ۱۱، ۱۲ جلد ۸ میں تسلیم کیا ہے۔مگر دجالی تاویلات سے ان کے معنی وہ قرار دیئے ہیں جو ان کے خیال میں مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ان دجالی معنی کی دجالیت سے بحث کرنا اس مضمون کا موضوع اور ہمارا اس وقت مطلوب نہیں ۔ یہ بحث ہمارے مضمون منتہی المقال فی شان المسیح والمہدی والدجال میں ہوگی اور اس میں یہ دجالیت ان کی بخوبی ثابت کی جائے گی۔

اس مقام میں ان علامات کے ذکر کرنے سے صرف یہ مقصود تھا کہ جس شخص کی تائید وتصدیق آسمان وزمین کریں درخت جانور فرشتے اس کی گواہی دیں اور ان نشانات کو دیکھ کر یہود جیسے معاند وسنگ دل مسلمان ہو جاویں اس شخص کو کافروں کے مسلمان بنانے یا مقلدین مذاہب اربعہ سے تقلید آئمہ چھڑانے کے لئے تلوار چلانے اور خون ریزی کرنے کی کیا حاجت پڑے گی۔لہذا ان لوگوں کا باوجود اعتراف اس امر کے کہ مہدی کسی سوتے کو نہ جگاوے گا اور کسی کا خون نہ بہاوے گا پھر یہ کہنا کہ مہدی دین اسلام یا عمل بالسنہ بزور شمشیر پھیلائے

گا درست نہیں ہے۔

فرقہ مرزائیہ اور مرزا قادیانی باوجود تصریح اور صریح اقبال اس امر کے کہ جس قدر احادیث متعلقہ امام مہدی صحاح ستہ وغیرہ میں وارد ہیں اور لوگوں کی زبان زد ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح وموضوع و بناوٹی ہیں اور امام مہدی فاطمی کوئی آنے والا نہیں، پھر یہ بھی کہتے ہیں اس کی جگہ آنے والا ایک اور شخص تھا جو آ چکا اور وہ مرزا غلام احمد ہے جو مہدی موعود بھی ہے مسیح موعود بھی ہے۔

یہ لوگ دنیا کی شرم وحیا اور آخرت کا خوف عذاب طاق میں رکھ کر پہلے تو امام مہدی کی جملہ احادیث اور روایات کو غیر صحیح وموضوع قرار دے چکے ہیں پھر ان احادیث وروایات سے جو ان کے خیال میں (نہ واقعہ میں اور دوسرے تمام مسلمانان روئے زمین کے اعتقاد میں) مرزا پر لگائی جاسکتی تھیں، مرزا پر لگا کر اپنی اس دجالی اصول و تحویل سے کہ ان احادیث کے مرزا پر صادق آنے سے ان کی صحت ثابت ہوتی ہے، صحیح اور لائق دستاویز بھی قرار دیتے ہیں۔ پہلے تو یہ دجالی چال خود مرزا نے اختیار کی تھی ایک حدیث ضعیف دار قطنی کو جس میں مضامین کسوف وخسوف کو امام مہدی کی علامت ٹھہرایا گیا ہے، اس دجالی اصول سے صحیح قرار دے کر اس سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا۔ پھر اس کے حامیوں اور پیروان نے ریویو آف ریلی جنز نمبر ۹ ج ۷ کے صفحہ ۳۴۲ میں یہی دجالی اصول گھڑ کر اس کے اور اس کے نظائر سے دستاویز کیا اور ان سے مرزا کا مہدی ہونا نکالا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ کے صفحات ۴۷ تا ۱۵۶ ملخصاً)

مقدمہ دیوار

مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنے شریکوں سے ایک دیوار پر تنازعہ کے نتیجہ میں مقدمہ بازی ہوئی تھی، جسے قادیانی لٹریچر میں مقدمہ دیوار کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔ الحکم وغیرہ میں اس مقدمہ کی کاروائی شائع ہوتی رہی ہے۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند خبریں نقل کی جارہی ہیں۔

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کو ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء کو اس مقدمہ میں جو میرزا نظام الدین وغیرہ پر مسجد کا راستہ جو شارع عام ہے بند کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے فریق ثانی کی درخواست پر بغرض ادائے شہادت جانا پڑا۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۹)

اڈیٹر الحکم، شیخ یعقوب علی تراب بتاتے ہیں:

جس روز رات کو (مقدمہ دیوار میں) گورداسپور پہنچے تھے مرزا صاحب کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی ..منشی عبدالعزیز اور دو تین اور دوست اس مکان میں رہے جہاں مرزا صاحب آرام کرتے تھے۔ ساری رات حضرت ناسازی طبیعت اور شدت حرارت کی وجہ سے سو نہ سکے۔ چونکہ بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے بار بار...اٹھتے تھے۔

مرزا صاحب ارشاد فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں منشی عبدالعزیز ساری رات یا تو سوئے ہی نہیں اور یا اس قدر ہشیاری سے پڑے رہے کہ ادھر میں سر اٹھاتا تھا ادھر منشی صاحب فوراً اٹھ کر اور لوٹا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ گویا ساری رات یہ بندہ خدا جاگتا ہی رہا اور ایسا ہی دوسری رات بھی۔

(الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۱۱۔۱۲)

اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس افتراء کا ازالہ بھی ضروری ہے جو فریق مخالف نے افتراء باندھا ہے کہ مرزا صاحب کیلئے خواجہ کمال الدین نے کرسی بچھادی اور عدالت نے اٹھادی، یا امام الدین (مدعا علیہ) نے عذر کیا کہ مدعی اور مدعا علیہ کو عدالت میں کرسی نہ دی جائے ..ہم ان سب واقعات کو از سرتا پا غلط قرار دیتے ہیں ...مرزا صاحب دنیوی عزت ونمود پر ہمیشہ سے لات مارے ہوئے ہیں ....ان کو تو نہ کسی کے سلام کی پرواہ اور نہ کسی کی کرسی کی غرض ۔القصہ مرزا صاحب عدالت میں شہادت کیلئے پیش ہوئے اور آپ نے (کھڑے کھڑے؟) اپنا بیان دینا شروع کیا (اس کے بعد بیان ہے جو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء) (اخبار الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۶۔۷)

عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان:

جولائی ۱۹۰۱ء میں عدالت میں مرزا صاحب لکھاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ حاضر ہے میں سچ کہوں گا۔میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے (یعنی ساٹھ سال سے کم ہے۔بہاء)...ایک چاہ پرانا ہے جو سلطان احمد پسرم کے مکان کے دروازہ کے آگے ہے چھ سات سال؟ سے میں نے ایک چاہ اپنے زنان خانہ میں سہولت زنان خانہ کیلئے بنایا ہے۔سقہ بہت سا پانی نہیں دے سکتا۔اس وقت بھی زنان خانہ میں پچاس ساٹھ عورتیں ہیں جو چاہ متصل دروازہ مکان سلطان احمد کے ہے عرصہ سے ہمارے مصرف میں نہیں آتا ہمارے آدمی پانی لینے جاویں تو سلطان احمد کے آدمی روکتے ہیں سلطان احمد کا خاص کوئی آدمی نہیں ہے اس کی پہلی بیوی مرگئی ہے، اب امام الدین مدعا علیہ کی بیٹی اس کی بیوی ہے اور امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے جو میرے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی ہے۔روکنے والی وہی امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے وبسازش امام الدین روکتی ہے۔میں نے اپنے کانوں سے ممانعت سنی ہے میں نے خود امام الدین کی ہمشیرہ کی زبانی سنا ہے کہ یہ لوگ میرے بھائی امام الدین ونظام الدین کے دشمن ہیں اور میرا رشتہ بھائیوں سے ہے۔میں نہیں چاہتی کہ یہ اس چاہ سے پانی بھریں ان کو روک دو میں اس کو بہت دفعہ کہتے سنا ہے۔سلطان احمد مجھ سے مخالفت رکھتا ہے ایک وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ وہ مرزا غلام قادر کا متبنیٰ بنایا گیا تھا اور میری نصف جائداد کا شریک کیا گیا تھا اب وہ اسی میں مصلحت دیکھتا ہے کہ تائی کے ساتھ موافقت رکھے...)

اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۷)۔کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔عموماً صبح کے وقت ہی جاتا ہوں، شام کو کبھی شاذ و نادر ہی جاتا ہوں میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔کبھی کبھی وہ بھی میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصولوں کے مطابق اس کیلئے چہل قدمی مفید ہے۔ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے۔خادم عورتوں سے مراد خدمت گار عورتیں ہیں پندرہ سولہ عورتیں ہیں، چند فارغ خدمت گاروں کو ساتھ لے لیتی ہیں۔یہ بات عام نہیں ہے بلکہ علاج کے لئے ہے ...

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے۔وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑیگا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔پیش گوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکے کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی ۔اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جزء تھا۔انہوں نے توبہ کی (کیا وہ مرزائی ہوا؟ کیا اس نے طلاق دی؟ اگر نہیں تو، توبہ کا کیا مطلب؟ بہاء) چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے ۔اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی ۔عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی ۔امید کیسی؟ یقین کامل ہے۔یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی ۔اشخاص ذیل کی نسبت موت کا الہام تھا عبداللہ آتھم، لیکھرام، احمد بیگ، سلطان محمد۔ان میں سے صرف سلطان محمد زندہ ہے۔عبداللہ آتھم اگرچہ ظاہری نگاہ میں میعاد کے اندر نہیں مرا، مگر اسکی نسبت شرطیہ الہام تھا چونکہ اس نے ظاہری میعاد کے اندر توبہ کرلی اس کو مہلت دی گئی اسکے بعد اس نے اخفاء حق کیا پھر میرے اشتہار کے بعد وہ بہت جلد مر گیا اب آتھم کہاں ہے اسے لاؤ۔احمد بیگ اپنی میعاد کے اندر مر گیا لیکھرام بھی میعاد کے اندر مر گیا....بعض علماء نے

میری نسبت کفر کا فتوی دیا ہے اور بہتوں نے مجھے قبول کیا ہے اور ان میں سے بھی جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا بعض توبہ کرکے میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ تم کلامہ

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی نے لکھا ہے:

مرزا صاحب کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔ الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی چنانچہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا، اسی عدالت میں جہاں ان باتو ں پر ہنسی کی جاتی ہے ..الخ، فرمایا تو خصوصیت کے ساتھ ناظرین میں سے ہمارے اکسٹرا اسسٹنٹوں پر بہت بڑا اثر پڑا۔ وہ بڑی حیرت کے ساتھ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ ایسا ہی جب ڈسٹرکٹ جج نے یہ سوال کیا کہ کیا امید ہے کہ وہ پھر آپ کے نکاح میں آئے اس کے جواب میں حضرت اقدس نے جس لب ولہجہ میں یہ فرمایا کہ امید کیا ہوتی ہے یقین کامل ہے کہ وہ میرے نکاح میں آئے، تو اس کا بھی ایک خاص اثر پڑا غرض اس انداز کو ہم بیان نہیں کر سکتے اور اس اثر اور جوش کی تصویر نہیں دکھا سکتے جو اس وقت ظاہر ہو رہا تھا...

مرزا صاحب (بعد بیان) ایک مجمع کثیر کے ساتھ عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔ آپ اس قدر خوش تھے جس کی کوئی حد و پایان نہیں۔ فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آ گیا ہے اگر ہم ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے اور آرزو رکھتے کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہو جائے اور اس طرح پر تین ڈپٹی گواہ ہو جاویں تو کبھی بھی نہ ہوتا۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں، اب عدالت کے کاغذات سے کون اس کو مٹا سکے گا۔ جب یہ پیشگوئی پوری ہوگی کیا ان ڈپٹیوں پر اس کا اثر نہ پڑے گا، ضرور ہی پڑیگا جیسے لیکھرام کی پیش گوئی کی بہت شہرت ہوئی تھی اسی طرح اسکی شہرت ہوگئی۔ اور یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہوگئی۔

اس کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی اور اس خوشی کے متعلق بار بار حضرت ذکر کرتے رہے ..(نوٹ: عدالت میں ڈپٹی گنگارام، مرزا ظفر اللہ خان صاحب اور منشی عبدالشکور صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنران بھی موجود تھے)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

گورداسپور میں بعد از مقدمہ، مرزا صاحب نے فرمایا:

آج عدالت میں سلطان محمد کے معاملہ کو پیش کیا گیا کہ وہ زندہ ہے۔ میں کیا کروں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں اور کون سا طریق اختیار کروں جوان کو سمجھا سکوں۔ یہ لوگ نہ میرے پاس آتے ہیں، نہ میری باتوں کو سنتے ہیں اور نہ ان کو خدا تعالی کے قوانین پر اطلاع ہے، اور نہ علم ہے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ چار شخصوں کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جن میں سے تین مر گئے اور اب صرف ایک باقی ہے، اور وہ بھی پیش گوئی ہی کے موافق اب تک زندہ ہے۔ اس پیش گوئی کے غلط ہونے کا اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب سلطان محمد سے پہلے میں مر جاؤں یا وہ عورت مر جائے۔ لیکن جب خدا تعالی نے اسی طرح پر مقدر کیا ہے کہ وہ عورت بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے اور یہ کبھی نہیں ٹلے گا، کیونکہ خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں پھر کیوں یہ لوگ صبر سے انتظار نہیں کرتے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں جیسا کہ آج میں نے خان بہادر خدا بخش صاحب کے سامنے عدالت میں کہا کہ آج مجھ پر ہنسی کی جاتی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس کا اثر پڑے گا اور وہ وقت ہنسی والوں کے لئے شرمندگی کا ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان۔۳۱۔اگست ۱۹۰۱ءص ۱۱)

مقدمہ دیوار کا فیصلہ:

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں: ۱۶ جولائی کے بعد مقدمہ ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء پر ملتوی کیا گیا تھا۔ ۱۰۔اگست کو مدعا علیہم کے باقی گواہ پیش ہوئے۔ عدالت میں ثابت کیا گیا کہ ان گواہوں میں سے دو گواہ سزا یافتہ بھی تھے جو قید بھگت چکے ہیں۔ ۱۰۔اگست کو شہادت مدعا علیہ ختم ہو کر وکلاء کی بحث بھی ہوگئی۔ آخر حکم سنانے کیلئے ۱۲۔اگست ۱۹۰۱ء مقرر ہوئی جس میں ڈسٹرکٹ جج نے دیوار گرانے اور سفید میدان میں کسی جدید تعمیر نہ کرنے کا دوامی حکم دیا اور ایک سو روپیہ بطور حرجانہ مدعی کو علاوہ اخراجات مقدمہ کے دیئے جانے کا حکم صادر ہوا۔ سنا جاتا ہے فریق مخالف کا منشاء ہے کہ وہ اپیل کرے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۱ءص ۱۴۔۱۵)

یاد رہے کہ اس مقدمہ میں جو مرزا صاحب کا اپنے شریکوں کے ساتھ تھا، مرزا صاحب کے کذب کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ اس مقدمہ میں بیان دیتے ہوئے مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ محمدی بیگم سے شادی کی انہیں امید ہی نہیں، بلکہ یہ اٹل بات ہے۔ یہ شادی ہو کر رہے گی، کوئی اسے ٹال نہیں ہوسکتا، یعنی سلطان محمد ان کی زندگی میں مرے گا۔ محمدی بیگم بیوہ ہوگی، اور پھر میرے نکاح میں آئے گی۔

اور مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق اب یہ پیش گوئی عدالتی کاغذات میں درج ہوگئی ہے جہاں سے کوئی مخالف اسے ختم نہیں کرا سکتا اور بڑے بڑے سرکاری افسران اس پیش گوئی کے گواہ بن گئے ہیں، اور یہ کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی تو مخالف شرمندہ ہوں گے وغیرہ،

نیز مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ابھی تک میں بھی زندہ ہوں، وہ عورت بھی زندہ ہے، اس لئے مجھ پر کوئی اعتراض نہ کرو، اور انتظار کرو۔

پھر لوگوں نے انتظار کیا، سرکاری افسر گواہوں نے انتظار کیا، عدالتی کاغذات میں وہ پیش گوئی مرزا صاحب کو للکارتی رہی، ان کی منکوحہ آسمانی، مرزا سلطان محمد کے بچے جنتی رہی۔

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب راہی ملک عدم ہوگئے، اس وقت تک نہ سلطان محمد مرا تھا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہوئی تھی۔

میر واجد علی کی تحریر متعلق طاعون

میر واجد علی سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان نے مرزا صاحب کے رسالہ دافع البلاء تبصرہ کرتے ہوئے پر ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جسے ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ میر صاحب لکھتے ہیں:

میرے ایک دیرینہ کرم فرما جو مرزائی ہوگئے ہیں رسالہ دافع البلاء میرے پاس بھیجا. جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں (مرزا) مسیح موعود ہوں، ابن مریم سے بدر جہا بہتر ہوں... میں سچا شفیع ہوں، اہل بیت رسول سے بڑھ کر ہوں، میں ابن اللہ ہوں، میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے.. مجھے برا کہنے کی وجہ سے خدا نے بطور سزا کے اس ملک میں طاعون بیجا ہے۔ اس کا صحیح علاج یہ ہے مجھ پر اپنے ان کل فضائل واوصاف کے ساتھ ایمان لاؤ جو اس طرح مجھ پر ایمان نہ لائے گا مبتلائے طاعون ہوکر مرجائیگا ..اپنے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل گیا ہے قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہے مگر خاص قادیان اس سے پاک ہے اور ہمیشہ اس سے پاک رہے گا بلکہ جو طاعون زدہ قادیان میں آیا اچھا ہوگیا، جو آئے گا اچھا ہوجائے گا۔

میں نے مرزا صاحب کے ان دعاوی اور استدلال کو پڑھا اور جو میری رائے ہوئی میں نے نہایت نیک نیتی سے بذریعہ ایک خط اس دوست پر ظاہر کرنی چاہی۔ انہیں جب علم ہوا کہ میری رائے مرزائی معتقدات اور تفہیمات کے خلاف ہے تو مجھے بہت کچھ ڈرایا اور دھمکایا کہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کروں مگر میرے دیگر ہم خیال احباب نے اس بات پر زور دیا کہ لا تلبسوا الحق با لبا طل و لا تکتموا الحق و انتم تعلمو ن

میرے مرزائی دوست فرماتے ہیں: مناسب نہیں کہ آپ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کے خدّام کا مقابلہ کریں۔ جس وقت آپ مقابلہ میں پھنس جائیں گے اس وقت آپ کے تماشائی یار سب چلتے بنیں گے کیونکہ یہ راستہ بڑا سخت ہے اور یہ (مرزا) وہ شخص ہے جو کہتا ہے کر دکھاتا ہے۔ آپ اوپن لیٹر کو بند رکھیں اور اس راہ میں قدم مارنے کی جرأت نہ کریں۔

... اگر ان دوستوں کا خیال ہے کہ میرے واسطے مرزا صاحب بددعا کریں گے اور اس سے مجھے کچھ نقصان پہنچے گا تو میں ان کے اس خیال پر افسوس کرتا ہوں وہ مہربانی کر کے بنظر انصاف میرا خط پڑھیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کے یہ باطل دعاوی ہیں جو قرآن مجید اور حدیث پاک کی رو سے کفر تک پہنچ گئے ہیں وہ مستجاب الدعوات کس طرح ہوسکتا ہے؟ اگر ان دوستوں کا خیال ہے کہ مرزا صاحب یا ان کے حواری اپنے کسی خادم کو میری جان لینے کے واسطے تعینات کر دیں گے تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے، مرزا صاحب اس کیریکٹر کے آدمی نہ ہوں گے.. بفرض محال ایسا بھی ہو..تو اگر میں کلمہ حق کہنے کے واسطے مارا بھی جاؤں گا تو میراث جدّی پاؤں گا۔.. یا شائد یہ دھمکی مرزا صاحب کی تقلید میں ہو کیونکہ وہ بھی اس قسم کی دھمکیاں اپنے مخالفین کو دیا کرتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب نے مولوی احمد حسین امروہی کو اسی طرح دھمکایا ہے...امروہہ بھی مسیح موعود کے محیط ہمت سے دور نہیں اس لئے اس مسیح کا کا فرکش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔ لیکن حضرات کوئی معقول آدمی اس دم میں نہ آئے گا۔ یہ خالی خولی دم جھانسہ ہے ۔اس دم میں جس کا نام اس دم خم کے ساتھ کافرکش رکھا گیا ہے، کوئی دم نہیں۔

بہر حال میں نہیں جانتا کہ ان کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا کیا معنے رکھتا ہے؟ اصل یہ ہے کہ یوں تو شائد

میں اس خط کو شائع نہ بھی کرتا، مگر ان کے اس دھمکانے اور ڈرانے نے مجھے شائع کرنے پر مجبور کر دیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے...

مرزا صاحب نے اپنے کل دعاوی کی تصدیق اس رسالہ میں اس بات پر رکھی ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہ آئے گا اور جو میرا معتقد ہوگا وہ کبھی اس مرض سے نہ مرے گا۔ مگر چونکہ قادیان میں طاعون آ گیا اور خاص قادیان اور دیگر مقامات میں بہتیرے مرزائی طاعون سے مر چکے جن کی فہرست اس خط کے ساتھ شامل ہے تو میرزائی دوست خود فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب کہاں تک سچے رہے۔ اور جو سچا نہیں وہ کاذب ہے...

خاکسار واجد علی ملتان۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء)

قادیانی طاعون

قادیانی طاعون کے متعلق چند تحریریں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ جناب عبدالکریم مدرس عربی، ہائی سکول منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب) لکھتے ہیں:

مرزا صاحب بخیال خود ملہم ہیں۔ منجملہ دوسرے الہاموں کے اس وقت قابل غور یہ الہام ہے وما کان اللّٰہ لیعذّبھم وانت فیھم انہ آوی القریۃ (دافع البلاء)

مرزا صاحب اس الہام کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ طاعون اس لئے دنیا میں آئی کہ خدا کے مسیح موعود (یعنی مرزا) سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا۔ دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی کہ جب لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آئیں گے۔ (دافع البلاء)

طاعون کا سبب اگر صرف آپ کی مسیحیت کا انکار ہے، اور فرو ہونا طاعون کا آپ کے دعویٰ مسیحیت پر موقوف ہے، تو بہتر ہے کہ گورنمنٹ کو اطلاع دیں کہ ٹیکہ وغیرہ جو انسداد طاعون کیلئے ہے اس پر روپیہ ضائع نہ

کرے۔

تیسری بات جو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خداوند تعالی بہر حال جب تک طاعون دنیا میں ہے گو ستّر برس تک دنیا میں رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے۔(دافع البلاء ص ۱۰)

یہ مرزا جی کا ایسا صاف دعوی ہے جس کی ذرہ بھی تاویل نہیں ہوسکتی حالانکہ قادیان طاعون سے ایسا تباہ ہوا جو بمقابلہ گردونواح کے بہت بڑھ کر ہے۔ہم ایک فہرست خاص باشندہ قادیان کی طرف سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو انہوں نے طاعون کی حالت میں ہمارے پاس روانہ کی تھی۔مگر وہ صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ تعداد اموات اسلئے کم ہے کہ شروع ہی میں سب مرزائی بھاگ گئے تھے۔چنانچہ مرزا صاحب کا سکول بند ہے۔ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی اموات ہوئی ہوں۔وہ فہرست یہ ہے۔ ہندو ۱۰۰، مسلمان ۱۵، مرزائی ۵، چوہڑے ۲۵۔ابھی تو دو سال کامل بھی نہیں گذرے۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ یکم مئی ۱۹۰۴ء ص ۱)

مرزا محمود احمد اپنے بچپن کی بات (جب کہ ان کے والد مرزا غلام احمد زندہ تھے) بتاتے ہیں:

مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے، ہمارے ایک مزارع کی بیوی حضرت خلیفۃ المسیح الاول (حکیم نورالدین) کے پاس علاج کیلئے آیا کرتی تھی۔میں ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے پڑھا کرتا تھا۔ وہ عورت بلا وجہ ہنستی چلی جاتی تھی اور بلا وجہ روتی چلی جاتی تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمانے لگے، آؤ میاں تمہیں اس عورت کی بیماری بتائیں۔یہ ہسٹیریا کا مرض ہے۔قریب کے عرصہ میں جب طاعون پڑی تھی اس عورت کے دو تین رشتہ دار مر گئے تھے۔آپ اسے مخاطب کر کے فرمانے لگے، بی بی اس طاعون میں کیا تیرا باپ مرا تھا؟ اس پر وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگی۔جی میرا باپ طاعون سے مر گیا تھا۔دوسرا شائد بھائی یا بیٹا تھا مجھے ٹھیک یاد نہیں رہا۔اس کے متعلق جب سوال کیا گیا تو اس عورت نے پھر قہقہہ مار کر کہا کہ میرا بھائی یا بیٹا بھی طاعون میں مر گیا۔تیسرے کے متعلق جب پوچھا تب بھی اس نے قہقہہ مار کر جواب دیا جی وہ بھی مر گیا۔

(خطبہ عید ۱۷ جولائی ۱۹۵۰ء یارک ہاؤس کوئٹہ۔الفضل ربوہ۔۷ مارچ ۱۹۶۲ء)

اکبر شاہ نجیب آبادی نے حکیم نورالدین کی سوانح (مرقاۃ الیقین۔ص ۱۲۹) میں لکھا ہے:

اپریل ۱۹۰۷ء میں درس قبل مغرب اس میدان میں (نورالدین صاحب) فرش پر بیٹھے تھے جہاں اب دفتر بدر

ہے اور اس کی مشرقی افتادہ زمین بوجہ طاعون بجائے مسجد کلاں وہاں ہوا تھا) تباہ ہو گیا

☆ قادیان میں طاعون۔ کے عنوان سے جناب احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں

دارالامان قادیان ...جس کی نسبت (مرزا کو) الہام ہو چکا ہے کہ جو یہاں آئے گا امن میں رہیگا۔ اب ...طاعون نے وہاں وہ اودھم مچا رکھی ہے کہ کچھ نہ پوچھئے۔ روزانہ بھیڑیا بن کر ۳۰۔۳۵ بھیڑوں کو اٹھا لے جاتا ہے ...قادیان کی ننھی سی آبادی کل تین ہزار تھی، ایک صفر اس میں سے بھی غائب یعنی تین سو ہی رہ گئے۔ اسکول بند، بازار ویران اور سنسان ...مرزائی اخبار البدر نے بھی طاعون کی دست برد کو تسلیم کیا۔ آخر یہ کیا ہے؟ مفتری علی اللہ کی شامت اعمال ہے۔ ایک پاپی سارے ہندوستان کو لے ڈوبا..۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ جون ۱۹۰۴ء ص ۶۔۷)

مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

مرزا جی کا دعوے ہے کہ طاعون میرے خروج کا آسمانی نشان ہے۔ جب مرزائی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم طاعون کی بھینٹ میں آ گئے تو کیا ہوا مخالفین بھی تو آ گئے، بلکہ حتی الوسع تو طاعون سے مرزائیوں کی ہلاکت کا انکار ہی کیا جاتا ہے۔ اور جب بھانڈا بالکل ہی پھوٹ جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ طاعون کی ایسی افراط و تفریط نہیں ہوئی جیسی مخالفوں میں۔ اور جب افراط و تفریط بھی ہوتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ جو مرزائی مرے وہ پکے مرزائی نہ تھے، منافق تھے نہ کہ مومن۔ چنانچہ مرزا جی نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ کوئی ایسا مرزائی طاعون سے ہلاک نہیں ہوا جس نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہو۔

پس آسمانی نشان کا کوئی قصور نہیں بلکہ اندھوں کی آنکھوں کا قصور ہے اور چونکہ منافق مرزائی جو طاعون کا شکار ہوئے ان کا جہنمی ہونا ضروری ہے لہذا اب سب مرزائیوں کو جہنم میں جانے کیلئے کان جھڑ جھڑا دینے چاہییں کیونکہ مرزا صاحب کے ملہم نے سچے مرزائیوں کے ماتھے پر ایمان کا ٹکہ نہیں لگایا کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق۔ اب تو آسمانی نشان یہی ہے کہ طاعون سے جو مرزائی مر گیا وہ منافق ہونے کے باعث جہنمی ہوا اور جو بچ رہا وہ پکا مرزائی ہے۔ یہ ہے آسمانی نشان جس کے طوفان میں مرزائی جہاز چل رہا ہے۔

(ضمیمہ شحنہ ہند۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۵)

ایک دوسرے موقع پر احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

الحکم قادیان مطبوعہ ۱۰ جون ۱۹۰۴ء میں مرزا جی نے طاعون کے متعلق اپنے بعض مریدوں کو گورداسپور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہے جو شناخت کا حق ہو۔

اس تقریر کا یہ مطلب ہوا کہ جن لوگوں نے مجھے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے نہیں پہچانا یعنی جو لوگ مجھ پر ایمان نہیں لائے وہی طعمہ طاعون ہوئے۔ اس کی دو شقیں ہیں:

اول درجہ پر وہ لوگ ہیں جو جانتے ہی نہیں کہ مرزا جی کون ہیں۔ نہ ان کو خبر ہے کہ قادیان ملک پنجاب میں کس نبی اور مسیح نے بروز اور خروج کیا ہے۔ دوسرے درجہ پر وہ مرزائی ہیں جنھوں نے بظاہر بیعت کی مگر جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے مرزا جی کو نہیں پہچانا۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ جاہل اور سادہ لوح تھے کہ نبی اور غیر نبی میں تمیز نہ کر سکتے تھے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی مرزائی ہو گئے تھے۔ خوب ہوا کہ طاعون انہیں ختم کر گیا ایسے لوگ دراصل منافق تھے اچھا ہوا خس کم جہاں پاک۔

مرزا جی کا مطلب یہ ہے جس قدر مرزائی مرے وہ حقیقی مرزائی نہ تھے اور جس قدر بچ رہے وہ خود غرض اور منافق ہی کیوں نہ ہوں سچے اور راسخ الاعتقاد مرزائی ہیں۔ تو گویا طاعون کچھ اور جھوٹے مریدوں کو چٹ کرنے آیا تھا کیونکہ مرزا نے یہ قید لگا دی ہے کہ مجھے انہوں نے ایسا نہیں پہچانا جو شناخت کا حق ہے۔

اب رہے وہ لوگ جو مرزا جی سے آشنا ہی نہیں، نہ ان کے نام سے واقف ہیں، وہ خارج اور مطلق العنان رہے۔ نہ طاعون ان کے لئے آیا۔ طاعون تو ڈائن بن کر پیاروں ہی کا صفایا کرنے آیا ہے اور چونکہ یہ جاہل خود غرض منافق تھے لہذا سب جہنمی ہوئے۔ انّ المنا فقین فی الدّر ك الاسفل من النار

لو صاحبو! مرزائی بنو اور جہنم میں جاؤ۔ اور ابھی کیا معلوم ہے مرزائیوں میں کتنے جاہل خود غرض منافق بھرے پڑے ہیں کیونکہ طاعون تو مرزا صاحب کے ساتھ ہے۔ جب تک وہ زندہ ہیں، طاعون کا دورہ بند نہیں ہو سکتا۔ پھر لاکھوں آدمی مرزا جی کو جیسے کچھ وہ بروزی اور موعود ہیں ایسا پہچانتے ہیں جیسا پہچاننے کا حق ہے وہ خود مرزا جی کے قول کے موافق طاعون سے محفوظ رہے اور آئندہ رہیں گے انشاءاللہ حق برزبان جاری۔

طاعون تو صرف مرزائیوں کے لئے آیا ہے جنھوں نے مرزا جی کو نہیں پہچانا کہ کتنے پانی میں ہیں

مرزا جی کہتے ہیں کہ جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی تو ہم خدا کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آرہی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اس طرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے، اس نے محض اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھا۔

شہروں اور قصبوں میں ایسا واقعہ بہت سے گھروں میں ہوا ہے ارد گرد کے لوگ طاعون سے ہلاک ہو گئے ہیں اور یہ گھر بالکل محفوظ رہے۔ مگر کیا ان گھروں میں بھی ایک ایک مسیح موعود تھا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہے۔ ہم خود اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میرٹھ شہر میں ہمارے گھر کے اطراف و جوانب قریب و بعید میں طاعون سے اموات کی ٹپکا ٹپکی لگی ہوئی تھی .... مگر ہمارا گھر جس میں بیس پچیس آدمی تھے سب محفوظ رہے اور کسی کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ کیا ہم بھی مسیح موعود ہونے کا دعوی کر سکتے ہیں؟ استغفر اللہ۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ اگر ہم مفتری علی اللہ ہوتے تو سب سے پہلے ہمیں پر طاعون آتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر طاعون مرزا جی کے منکروں کی وجہ سے آیا ہے تو ہندوستان کے تیس کروڑ آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا اور کوئی مرزائی جو مرزا پر ایمان لا چکا ہے، نہ مرتا۔ حالانکہ جس طرح اور لوگ مرے اسی طرح مرزائی بھی مرے۔ طاعون نے تو نہ اپنا دیکھا نہ پرایا سب پر جھاڑو پھیر دی۔ ایسی لغو باتیں بچوں کے پھسلانے کے لئے ہیں۔ (شحنہ ہند۔ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء ص ۴۔۶)

ایک تحریر میں جناب احمد حسن شوکت فرماتے ہیں:

مرزا صاحب بجز اپنے نفس اور اپنے مریدوں کے کسی کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ جیسے مسیح مر گئے تمام انبیاء اور اولیاء اور شہداء خلاف فحوائے لا تحسبنّ الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً.. مر گئے۔ ان کے تمام مخالفین اور منکرین موجودہ زمانے میں ان کے سامنے بذریعہ طاعون مر گئے اور مرنے کا لگا لگ رہا ہے اور ابھی کیا ہے ساری دنیا مرے گی مرزا جی اور ان کے مرید ہی زندہ رہیں گے۔

تعجب ہے کہ مرزا جی کے وہ مخالفین جو جعلی بروزیت و مہدیت کا دھڑ توڑ رہے ہیں مثلاً حضرت مہر علی شاہ مؤلف کتاب سیف چشتیائی وغیرہ، اور حضرت مولوی محمد حسین بٹالوی، اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ جو مرزا جی کے

عنان درعنان حریف ہیں....اور حضرت مولوی کرم الدین جنھوں نے مقدمہ فریب میں الہامات کی جڑ کاٹ دی اور حضرت مولوی ثناء اللہ امرتسری اڈیٹر و مالک اخبار اہل حدیث امرتسر جو مرزا جی کے بغلی گھونسے ہیں اور ہر طرح ان کو نچا رہے ہیں، اور حضرت مولوی سید ابو محمد ڈاکٹر جمال الدین مالک نیومیڈیکل ہال صدر بازار پشاور جنہوں نے بروزیت کے ہوائی قلعہ کو اپنی ہر قسم کی اطاعت سے بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اوڑا دیا اور حضرت مولوی امام الدین مدرس بورڈ اسکول گجرات، ان میں سے کسی کا بال بھی بیکا نہ ہو۔

(شحنہ ہند۔ضمیمہ۔یکم جولائی ۱۹۰۴ء۔ص ۳)

مرزا قادیانی عدالتوں میں

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد بڑے مقدمہ باز تھے اور بقول مرزا صاحب انہوں نے ہزاروں روپئے مقدمات کی نذر کیئے تھے۔ سیالکوٹ کی ضلع کچہری میں ۴ سال کی ملازمت اور مختار کاری کے امتحان میں فیل ہو کر جب وہ گھر آئے تو والد نے انہیں مقدمہ بازی میں لگا دیا اور یوں انہوں نے بقول خود اپنی عمر کے کئی سال ضائع کیئے۔ ۱۸۸۰ء کے گرد و پیش انہوں نے خود کو مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی اور دینی حلقوں میں متعارف ہوئے۔ پھر انہوں نے پیر طریقت کا روپ دھارا۔ پھر مسیح و مہدی اور نبی کا۔ لیکن مقدمہ بازی کا مشغلہ جو والد کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا، تاعمر جاری رہا۔ بٹالہ، گورداسپور، امرتسر، لاہور، جہلم، ملتان وغیرہ مقامات پر چھوٹی بڑی عدالتوں میں مدعی یا مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوتے رہے۔ ایک مقدمہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے انہوں نے کرسی کو اپنی صداقت کی آیت بنایا۔ اور پورے ملک میں شور مچایا کہ دیکھو مجھے پشتینی رئیس اور درباری کرسی نشین تسلیم کر کے مجسٹریٹ نے عدالت میں کرسی پیش کر کے میری عزت افزائی کی۔ اور بٹالوی کو کھڑا کر کے اس کی شہادت لی گئی۔ یہ میری بزرگی اور سچائی کی دلیل ہے۔ وغیرہ۔

ہم ذیل میں چند مقدمات کی کاروائی سے چند روز ناموں، مضامین وغیرہ نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے جاہ و جلال، خدم و حشم، حکام رسی، اور چاپلوسی کے باوجود عدالتوں

میں کیسے سلوک سے واسطہ پڑتا تھا۔

اخبار وطن بحوالہ سراج الاخبار لکھتا ہے کہ:

اگست (۱۹۰۳ء) میں عدالت رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں کئی مقدمات یکے بعد دیگرے پیش ہوئے۔ ۱۳۔ اگست کو حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین کا مقدمہ سرقہ کتاب نزول مسیح پیش ہوا ...اور یکم ستمبر آئندہ مقرر ہوئی۔ ۱۵۔ اگست کو ازالہ حیثیت عرفی والہ مقدمہ شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین اور اڈیٹر سراج الاخبار پیش ہوا۔ آئندہ تاریخ ۲۴ ستمبر مقرر ہوئی۔ ۱۸۔ اگست کو مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی مولوی کرم الدین بنام مرزا غلام احمد پیش ہوا۔ جس میں مرزا کے وکیل نے درخواست کی کہ مرزا کو حاضری عدالت سے معاف رکھا جائے مگر عدالت نے منظور نہ کیا اور حکم دیا کہ مرزا صاحب سے حاضری عدالت کیلئے مچلکہ لیا جاوے۔ چنانچہ اسی وقت مچلکہ داخل کر دیا گیا۔ اور آئندہ پیشی ۲۳ ستمبر مقرر ہوئی۔ ۱۹۔ اگست کو چوتھا مقدمہ پیش ہوا جو حکیم فضل دین نے مولوی کرم الدین پر دائر کیا ہے۔ یہ اجلاس عدالت نے کمرہ عدالت سے باہر شامیانہ لگا کر کیا تھا اور علاوہ فرش دریوں کے بہت سی زائد کرسیاں اور بنچیں رکھوا دی گئی تھیں۔ جن پر عدالت کی کاروائی دیکھنے کے لئے علاوہ مرزا محمد ظفر اللہ خان، و رائے لبھو رام مجسٹریٹان درجہ اول ضلع و نیاز علی اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس و مولوی محمد اشرف ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس و رائے سو بھا رام سول سرجن و بابو برکت علی اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ، ضلع کے اکثر وکلاء اور معزز اہل کاران گورداسپور نشست فرماتے تھے۔ اور عوام الناس کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ انتظام کے لئے ایک گارڈ پولیس مع ہتھکڑیوں اور سارجنٹ کے موجود تھی۔

پہلے گواہان استغاثہ پر من جانب وکلاء مولوی کرم دین کچھ جرح کی گئی۔ پھر مرزا صاحب کا، جو بطور گواہ ملزم طلب ہوئے تھے، بیان ہوا جو ۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۴ بجے ختم ہوا۔ مرزا صاحب کا سارا بیان عام گواہوں کی طرح اجلاس میں کھڑا کر کے لیا گیا۔ اس عرصہ میں مرزا صاحب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دودھ میں برف ملا کر نوش جان فرماتے رہے۔ باقی گواہوں کے لئے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔

(شحنۂ ہند ضمیمہ۔ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ص ۵)

☆ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴، اور ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء کو مرزا صاحب قادیانی کا مقدمہ ہوا۔ پہلے روز مستغیث مولوی کرم

الدین جہلمی نے اپنا تتمہ بیان دیا کہ میری نسبت مرزا نے کذاب اور لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ کہے ہیں جن سے میری سخت حقارت (ہتک عزت) ہوئی۔ یہ دعوی کتاب مواہب الرحمٰن پر ہے جو مرزا صاحب پر تو بطور مصنف ہے اور حکیم فضل الدین پر بحیثیت مالک یا مہتمم مطبع قادیان کے۔

پیادے کے آواز دینے پر کہ: مرزا غلام احمد حاضر ہے؟ مرزا جی حاضر عدالت ہو گئے...

پہلا گواہ مستغیث نے بابو (مولوی) محمد علی ایم اے، مرزا کے اڈیٹر کو گذارا...

تیسرے گواہ مولوی فاضل ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری گذرے۔ جن کی گواہی پر مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کو خاص نظر تھی۔ آپ نے مستغیث کی عالمانہ حیثیت کی گواہی دینے کے علاوہ الفاظ استغاثہ کی تشریح کی۔ خاص کر لئیم کے معنی کو واضح کر کے بتایا کہ اس کے معنی ایک اخلاقی کمینہ کے ہیں جو شامل برائیوں کو شامل ہے۔ پھر عربی کا ایک شعر بھی سنایا۔ نیز مرزا جی کی اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر دکھایا کہ یہی لفظ انہوں نے خود فرعون کی نسبت لکھا ہے جو مسلمانوں کے علاوہ تمام دینا میں ذلیل وخوار ہے۔.

۱۶ نومبر کو جبکہ مقدمہ پیش تھا۔ مرزا صاحب بیمار ہو گئے تو وکیل نے عذر کیا کہ مرزا صاحب کو عدالت کے کمرے سے باہر ٹھہرنے کی اجازت ہو۔ جس پر حکم ہوا کہ باہر کچہری کے حلقے میں حاضر رہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لحاف لے کر پڑے رہے۔

مارے مارے پھرتے ہیں۔ وکیلوں اور اہل کاروں کے سامنے ماتھا گھستے ہیں ناک اور ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ عدالت بھی جنتری میں سے آپ کے بل نکال رہی ہے۔ عدالت کو آپ کے خدائی دعوی اچھی طرح معلوم ہیں اب، ہر فرعونے راموسی۔ کا کرشمہ نظر آ رہا ہے۔...

مرزا جی کا حال اس وقت قابل دید ہوتا جب پیشی کے وقت چپراسی آواز دیتا ہے کہ: گلام احمد کادیانی حاجر۔ اور مرزا جی کو سن کر دھڑکن پیدا ہوتی ہے۔ بھاگم بھاگ لسٹم پسٹم جاتے ہیں تو ندڈھیلی ہو جاتی ہے۔ ازار بند کسنا پڑتا ہے۔ سانس پھول جاتی ہے اور پھر ملزموں کے کٹھرے میں پہونچ کر کمان کی طرح دوہرے ہو کر سر جھکا کر ایٹرن بن کر عدالت کو دوہتھا سلام اور زمین دوز مجرے بجالاتے ہیں۔ اور عدالت بھی جواب میں ایک مکھی اڑادیتی ہے۔ یہ کیا ہے؟ وہی توہین انبیاء واولیاء وکبراء وعلماء ومشائخ کا ادبار ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴ تا ۶)

قاسم علی خان ہیڈ کلرک محکمہ نہر، مرزا صاحب کو توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب شمار کر لو کتنی ذلتیں ایک ہی جون میں بھوگنی پڑیں اور ابھی تو پہلا ہی پیالہ ہے کیونکہ مرزا جی کا خود قول ہے کہ اسی دنیا میں بہشت اور دوزخ شروع ہو جاتی ہے۔

ا۔ مولوی کرم الدین صاحب کے مقدمہ میں فرد جرم لگ گئی۔ گئے تھے روزے بخشوانے نماز گلے پڑی، جس کا نتیجہ نہیں معلوم کیا ہوگا؟..

۲۔ دس بجے سے لے کر برابر پانچ بجے شام تک بلا وقفہ عدالت میں کھڑے رہنا اور سیروں دودھ اور برف کھڑے کھڑے اوڑا جانا۔ جو شخص مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو وہ سیروں دودھ اوڑا جائے پھر دس بجے سے پانچ بجے شام تک یعنی سات گھنٹہ تک برابر کھڑا رہے اور بول کی بھی حاجت نہ ہو۔... اگر ذیابیطس نہ ہوتا تو شاید دھڑیوں اور منیوں دودھ اور برف اڑا جاتے۔..

۳۔ گورنمنٹ پر بصد منت یہ ثابت کرنا کہ میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں اور آپ کی خدمات عرصہ تیس سال سے کر رہا ہوں جن کو سوائے گورنمنٹ کے کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اسی پالیسی کے اصول پر عیسی روح اللہ کو گالیاں دیتا ہوں اور اسلام بھی بگھارتا ہوں تاکہ مسلمان بدظن نہ ہو جاویں مگر اس خفیہ خیر خواہی کا بظاہر تو کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

اخبار اہل حدیث امرتسر کا نامہ نگار لکھتا ہے:

خوش قسمتی سے خاکسار ۱۵۔ اگست کو گورداسپور پہنچا اور زہے قسمت عدالت کے کمرے میں بینچ پر بیٹھ کر مرزا صاحب کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔

مرزا صاحب بحیثیت ملزم ایک خاص ممتاز جگہ کھڑے تھے اور ان کے مقابل ان کے حریف مستغیث۔ اتنے میں تیسرے حریف مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری بلائے گئے۔ مولوی صاحب موصوف پر مکرر جرح، جو بعد فرد جرم لگنے کے ملزم کا حق ہوتا ہے، باقی تھی، اسلئے حاکم (عدالت) نے ان کو پہلی دفعہ کہا تھا کہ ایک دفعہ آپ کو پھر آنا ہوگا۔ چنانچہ ۱۵۔ اگست کو مولوی صاحب بذریعہ سمن حاضر عدالت ہوئے۔

حاکم نے خوش اخلاقی سے پوچھا کہ آپ کتنے دن کا ارادہ کر کے آئے ہیں۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے جواب دیا کہ جب آپ اجازت دیں گے، جاؤں گا۔ یہ کہہ کر یہ لطیفہ کہا کہ میرا آنا تو آپ کی پیشگوئی تھی جو سچی ہوگئی۔ اگر بیٹے کی پیش گوئی ہوتی تو پوری نہ ہوتی۔

اس پر خواجہ کمال الدین وکیل نے فریاد کی کہ حضور دیکھئے عدالت میں کھڑا ہو کر ہم پر طنز کرتا ہے۔ ہم یہ کریں گے، ہم وہ کریں گے۔ ہم پر ذاتی حملہ کرتا ہے۔ خواجہ صاحب نے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے مرزا جی کی ولادت فرزند کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جو آخر کار بیٹی سے بدل گئی۔ جب وکیل صاحب نہایت جھلائے تو عدالت نے کمال انصاف مگر بڑی سختی کے ساتھ ڈانٹ بتلائی کہ انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا ہے تمہیں اس سے کیا؟ نہ تمہارا نام لیا نہ تمہارا ذکر کیا۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

☆ آخر اس عظیم الشان جنگ میں جو مرزائی جماعت کی طرف سے عرصہ دو سال سے گورداسپور میں ہو رہا تھا، مرزائیوں کو خوب شکست ہوئی۔ یعنی مسیح قادیانی اور اس کا حواری حکیم فضل دین ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سزا یاب ہوگئے۔ اس روز خلقت خدا بے حد جمع ہوگئی تھی اور سب لوگ پیغمبری کے مدعی کا حشر دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ مرزا نے بذریعہ متواتر الہامات اپنی فتح وظفر کے الہام ظاہر کر رکھے تھے اور مریدوں کو اپنی بریت کا یقین دلا رکھا تھا۔ ۳ بجے کے بعد اردلی نے زور سے پکارا۔ مولوی کرم دین اور مرجا گلام احمد و گیرا حاجر۔ (پھر) عدالت نے حکم سنایا کہ تم پر جرم ثابت ہے اور تمہارا جسٹی فی کیشن justification بہت غلط ہے۔ پانچ سو روپیہ جرمانہ کی تم کو سزا دی گئی ہے اور اگر جرمانہ ادا نہ کرو گے تو چھ ماہ قید رہو گے اور فضل دین کو حکم سنایا کہ دو سو روپیہ اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ پانچ ماہ قید۔ مرزا جی افتاں وخیزاں کمرہ عدالت میں مع اپنے چیلے فضل دین کے پہنچے۔ رنگ فق تھا۔ اسی وقت جرمانہ وصول کیا گیا اور مرزا جی اپنا سا منہ لے کر کمرہ سے باہر نکلے۔۔۔۔ مجسٹریٹ نے ۴۸ صفحہ کا فیصلہ انگریزی میں لکھا اور فیصلہ میں لکھ دیا ہے کہ مرزا اس جرم کا عادی ہے پہلے بھی اس کو مسٹر ڈوئی صاحب اور مسٹر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنروں نے ہدایت کی تھی کہ باز آوے، لیکن باز نہیں آیا اور یہ اس قابل ہے کہ اس کو سزائے قید دی جائے کیونکہ بجز اس کے انسداد جرم ہو نہیں ہوسکتا لیکن محض ضعیف العمری پر رحم کر کے اس سے نرم سلوک کیا جاتا ہے۔ (شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

☆ مولانا احمد حسن شوکت ایک مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں مرزا قادیانی تقریباً دو سال کش مکش میں مبتلا رہے۔ نہ دن کو آرام نہ رات کو نیند۔ تصانیف بند، الہامات منقطع۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس میں روزمرہ آپ کو متواتر (پیشی کے دنوں میں) چھ چھ گھنٹے پاؤں پر کھڑا رہنا پڑا۔ اور یہ وہ مقدمہ ہے جس کے غم وخوف سے اثناء تحقیقات میں مرزا جی پر طرح طرح کی بیماریوں نے سخت حملے کئے اور مختلف پیشیوں پر ناگہانی غشی سکتہ وغیرہ طاری ہوتے رہے۔ ہاں یہ وہ مقدمہ ہے جس میں آپ نے شدت پیاس سے گھبرا کر پانی کا مطالبہ کیا تھا، لیکن نصیب نہ ہوا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس نے مرزا جی کو اپنے دارالنعیم (قادیان) سے معہ زن وفرزند نکالا دے کر گورداسپور میں رولایا۔ آپ کے حریف بے نظیر پہلوان بے مثل فاضل مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا نقارہ دنیا میں بج گیا اور دنیا قائل ہوگئی کہ اتنی بڑی جماعت کا تنہا مقابلہ کرنا اور آخر مخالف کو زک دینا شیر دل آدمی کا کام ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ ص۲)

☆ مرزا محمود احمد قادیانی بتاتے ہیں:

مسیح موعود (مرزا) پر ۱۹۰۲ء میں مخالفین کی طرف سے ایک کیس چلایا گیا اور جس مجسٹریٹ کے سامنے یہ کیس پیش تھا وہ آریہ تھا۔ اسے لاہور سے بلا کر آریہ لیڈروں نے قسم دلائی کہ اس مقدمہ میں مرزا صاحب سے پنڈت لیکھرام کا بدلہ ضرور لینا ہے اور اس نے اپنے لیڈروں کے سامنے ایسا کرنے کا وعدہ کرلیا۔ خواجہ کمال الدین کو رپورٹ پہنچی کہ اس اس طرح مجسٹریٹ کو قسم کھلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف رکھتے تھے۔ خواجہ کمال الدین نے آپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس مقدمہ میں صلح کرلی جائے کیونکہ یہ بات پکی ہے کہ مجسٹریٹ کو لاہور بلا کر اس سے یہ وعدہ لیا گیا ہے کہ وہ ضرور سزا دے... مسیح موعود نے فرمایا خواجہ صاحب اللہ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان بات ہے؟ میں خدا کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے ....وہ مجسٹریٹ حضرت مسیح موعود کو اس قدر تنگ کیا کرتا تھا کہ مقدمہ کے دوران سارا وقت آپ کو کھڑا رکھتا اگر پانی پینے کی ضرورت محسوس ہوتی تو پینے کی اجازت نہ دیتا (کیا خدا کے شیر ایسے ہوتے ہیں کہ پانی پینے کے لئے بھی انہیں اجازت لینے کی ضرورت ہو؟ اور اجازت نہ ملے تو وہ پانی بھی نہ پی سکیں؟ بہاء) ایک دفعہ خواجہ

صاحب نے پانی پینے کی اجازت بھی مانگی مگر اس نے اجازت نہ دی... دوسرے مجسٹریٹ نے بظاہر آپ کو مقدمہ میں کوئی تکلیف نہیں دی تھی لیکن آخر میں آپ کو جرمانہ کی سزا دی۔

(خطبہ عید۔ یارک ہاؤس کوئٹہ۔ ۲۸ جولائی ۱۹۴۹ء، الفضل ربوہ ۸۔ اپریل ۱۹۵۹ء)

مرزائیوں کی تعداد

مرزا قادیانی کی زندگی میں مرزائیوں کی تعداد سے متعلق جناب امام الدین لاہوری کی ایک محققانہ تحریر حسب ذیل ہے۔ لکھا ہے:

پیسہ اخبار لاہور سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے بتقریب دربار تاجپوشی لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے بارہ میں میموریل بھیجا ہے جس میں اپنے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ اور مرزائی اخبار البدر کی اشاعت کی نسبت جو اشتہارات بازاروں میں چسپاں دیکھے گئے ان میں بھی ایک لاکھ سے زیادہ تعداد لکھی گئی ہے۔ مگر دربار کے ایک ماہ بعد مرزائی اخبار الحکم مطبوعہ ۷ مارچ ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تعداد لکھی ہے۔

مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۱۴ھ میں اپنے پیروؤں کی تعداد معہ جائے سکونت کل ۳۱۳ لکھی۔ پھر اس تحریر کے گیارہ روز بعد جب مولوی غلام دستگیر قصوری سے تاب مقابلہ نہ لاکر قادیان سے باہر نہ نکلے اور مباہلہ سے پہلوتہی کی تو ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں یہ تعداد آٹھ ہزار لکھ دی۔ .. قلم تو ان کے ہاتھ میں تھا اب اگر ڈیڑھ لاکھ لکھ دی تو کیا تعجب؟ حالانکہ ۸ ہزار کی تعداد بھی غلط ہے کیونکہ خود الحکم مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ

گزشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں اس کی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اس کا شمار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

منشی تاج الدین تحصیل دار بٹالہ نے اپنی رپورٹ انکم ٹیکس میں آپ کے پیروان کی تعداد ۳۱۸۔ اگست

۱۸۹۸ء میں ۳۱۸ لکھی ہے۔ دیکھو مرزا کا رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۴۳ جس کی بعینہ عبارت یہ ہے:

..اس نے (یعنی مرزا نے) چند مذہبی کتابیں شائع کیں۔ رسالہ جات لکھے اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ اشتہارات کیا چنانچہ اس کل کاروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہے اس (مرزا) کو اپنا سرگروہ ماننے لگا اور ایک علیحدہ فرقہ قائم ہو گیا۔ حسب فہرست منسلکہ ہذا، ۳۱۸۔ آدمی ہیں۔

مزید حالات کیلئے دیکھو مثل مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل سکنہ قادیاں تحصیل بٹالہ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء منفصلہ ۷ استمبر ۱۸۹۸ء نمبر مقدمہ ۴۶/۵۵

پس جب تحصیل دار بٹالہ کی رپورٹ کے مطابق ۳۱۔ اگست ۱۸۹۸ء تک پیروان کی تعداد فقط ۳۱۸ ہو تو کس طرح ممکن ہے کہ حسب اشتہار ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء تک آٹھ ہزار ہو جائے۔ حالانکہ خود مرزا صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی لعنتی کام نہیں۔ دیکھو الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء۔

اسی طرح ایک عرصہ کے بعد اپنے پیروان سے ایک اشتہار بنام درخواست دلوایا جس میں تیس ہزار کی تعداد لکھ دی۔ دیکھو مریدوں کی درخواست مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء۔ حالانکہ درخواست پر مختلف جگہوں کے رہنے والوں کے کل ۱۵۰ دستخط ہیں اور بس۔

۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں اگر آپ کے پیروان کی تعداد تیس ہزار ہوئی جیسا کہ اشتہار (درخواست) میں درج ہے.... پھر الحکم مطبوعہ ۱۰ استمبر ۱۹۰۲ صفحہ ۵ میں مریدوں کی تعداد ستّر ہزار ظاہر کی گئی اور پھر الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ دس ستمبر ۱۹۰۲ء تک تو ستّر ہزار ہوں اور ۷ فروری ۱۹۰۳ء تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ یعنی پانچ ماہ میں اسّی ہزار بڑھ جائیں۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ (جس کی وقعت اور عظمت مرزا صاحب کے نزدیک بھی مسلّم ہے دیکھو انجام آتھم کا حاشیہ صفحہ ۵۵۔ اور اشتہار بہ عنوان لیکھ رام کی موت کی نسبت آریہ صاحبوں کے خیالات مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء ص ۵) پچھلی مردم شماری کی رو سے جو ۱۹۰۱ء میں ہوئی ہے، مرزا صاحب کے پیرؤوں کی تعداد صرف ایک ہزار لکھتا ہے۔ دیکھو سول ملٹری گزٹ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء۔ اور اسی روز کے اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ عرصہ بیس برس سے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے

پرائیویٹ مطبع سے جو قادیان میں ہے اپنے اصول پھیلانے کے لئے کہ وہ مسیح اور مہدی ہے، اشتہارات چھپوا کر شائع کرتا ہے۔

یہ وہ اخبار ہے جس کا مرزا صاحب نے جلسہ مذاہب کی تقریر پر اپنی صداقت کیلئے حوالہ دیا ہے ہم اس گزٹ سے بالکل متفق ہیں کیونکہ مرزا صاحب بذات خود اپنے اشتہار بہ عنوان پیر مہر شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ کے صفحہ ۳ مورخہ ۲۸۔ اگست ۱۹۰۰ء میں لکھتے ہیں

اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں۔

پس مرزا صاحب کی اس تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ آپ کے پیروؤں کی تعداد ایسے بڑے شہر لاہور میں صرف پندہ بیس ہے۔ اگر اسی تناسب سے ہندوستان کے بڑے بڑے سو شہر لاہور کی مانند فرض کئے جائیں اور پندرہ مرید فی شہر بحساب اوسط شمار کئے جاویں تو یہ تعداد سول ملٹری گزٹ، مردم شماری کی رو سے عین درست نکلتی ہے۔.. یہ بھی یاد رہے کہ مرزا کے پیروان کی تعداد جو اخبار سول نے ایک ہزار سے اوپر لکھی ہے ان میں سے اب تک بہت سے لقمہ طاعون ہو چکے ہیں اور بہت سے بیعت کو تبرّا کہہ کر از سر نو اسلام قبول کر چکے ہیں اور یہ سلسہ بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اب تک جاری ہے۔ دیکھو..رسالہ فتح قادیان مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ اور اس معاملے میں مولوی نور محمد ساکن لکھو کے کا اشتہار بھی دیکھنے کے قابل ہے جن کے ہاتھ پر خود مرزا کے پیروان ساکن قادیان نے توبہ کی...جو شخص گورنمنٹ تک کو مغالطہ دینے سے نہیں چوکتا، وہ پبلک کو کیوں مغالطہ نہ دے۔ چنانچہ مرزا صاحب اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھتے ہیں کہ جہلم میں آپ کے دیکھنے کو تیس ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب لوگ آئے ہوں گے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ جب لاہور سے میرا گذر ہوا تو میں نے صدہا لوگ ہر سٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر سٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے۔

مرزا صاحب کا یہ سفید جھوٹ روسیاہی کیلئے کافی ہے کیونکہ جب جہلم کی آبادی ہی اتنی نہیں تو اس قدر آدمی کہاں سے آئے؟ پھر ہر سٹیشن پر صدہا آدمی؟ آپ کو چاہیے کہ مرد میدان بنیں، ہم اور آپ ایک متفقہ درخواست ریلوے افسروں کی خدمت میں پیش کریں کہ وہ پوری پوری تعداد پلیٹ فارم کے ٹکٹوں کی بتا دیں

یعنی لاہور سے جہلم تک ہر سٹیشن پر جس ٹرین میں آپ نے سفر کیا تھا کس قدر آدمی آئے اور درخواست پر جو خرچ ہوا اس کا نصف آپ دیں۔ اگر آپ اس روز چالیس ہزار کے قریب آدمیوں کا جمع ہونا لاہور سے جہلم تک کے سٹیشنوں پر ثابت کر دیں تو فی سٹیشن ایک روپیہ نذر کروں گا۔ ورنہ اپنے کاذب ہونے کا اقرار کریں۔ ہمارے ایک کرم فرما سوداگر پشمینہ جن کو پشاور میں ایک شخص سے روپیہ لینا تھا اور وہ اتفاقاً پشاور سے اسی ٹرین میں آرہے تھے (جس میں مرزا صاحب جہلم سے گھر کو جارہے تھے) حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسافر لوگ آپ کے دیکھنے کو آتے اور لا حول پڑھ کر چلے جاتے۔ اور مرزا جی بگلا بھگت بنے آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔

لاہور سے جہلم تک چودہ اسٹیشن ہیں اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو بحساب اوسط ہر اسٹیشن پر ۲۸۵۷ آدمیوں کا اپنے دیکھنے کیلئے آنا ثابت کر دیں تو ہم فی سٹیشن ایک روپیہ پھر دیں گے۔

مرزا صاحب متفقہ درخواست پیش کریں۔ اس کا خرچ ہمارے ذمہ۔ اگر آپ چار اسٹیشن وزیر آباد، گوجرانوالہ، گجرات، لالہ موسیٰ پر بجائے ۲۸۵۷ کے صرف پچاس پچاس آدمی ہی فی سٹیشن ثابت کر دیں تو فی سٹیشن ایک روپیہ اور نذر کیا جائے گا۔

پھر آپ اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ جہلم میں تقریباً ۱۲۰۰ نفر بیعت میں داخل ہوئے۔ تعجب ہے لاہور جیسے بڑے شہر میں جو پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور جس میں لاکھوں کی آبادی ہے وہاں تو مرزا صاحب کے فقط پندرہ یا بیس مرید ہوں اور جہلم جیسے چھوٹے ضلع میں ... آسمانی باپ ۱۲ سو مرید پیدا کر دے۔

پھر فقط جہلم میں ۱۲ سو، اور قادیان سے جہلم تک جن مقامات لاہور وغیرہ میں آپ نے چندے قیام کیا، وہ گویا علاوہ ہیں۔ مگر آپ کا خالص مرید اڈیٹر الحکم جو اسی مقدمہ میں جہلم حاضر ہوا تھا، الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کالم سوم میں یوں لکھتا ہے: سفر جہلم میں تقریباً آٹھ سو مرد وعورت نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

اب فرمایئے چیلے صاحب سچے یا گورو جی؟

پھر رسالہ ریویو بابت فروری ۱۹۰۳ء میں یوں لکھا ہے:

اس تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کہ فرقہ احمدیہ پنجاب میں کس زور شور سے ترقی کر رہا ہے۔ایک ہی دن میں جہلم میں ۱۷ جنوری کو تقریباً چھ سو آدمیوں نے بیعت کی۔

اب اپنے ہی منہ سے سب جھوٹے ہوگئے یا نہیں ؟

خاکسار امام الدین از لاہور محلّہ پیر گیلانیاں (ضمیمہ شحنہ میرٹھ ہند ص۱تا۶۔۱۶مارچ ۱۹۰۳ء)

حکیم نور الدین کی ایک توجیہ

حکیم نور الدین نے ۵ جون ۱۹۰۸ء کے خطبہ جمعہ میں قادیانیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

تم نے سنا ہوگا اور مخالفوں نے بھی محض اللہ کے فضل سے اس بات کی گواہی دی ہے اور تم میں سے بعض نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھا ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے المبطون شهيد ۔(بخاری کتاب الجہاد)۔وہ جو دستوں کے مرض سے وفات پاوے وہ شہید ہوتا ہے۔مبطون کہتے ہیں جس کا پیٹ چلتا ہو،یعنی دست جاری ہو جاویں۔اب جائے غور ہے کہ آپ (مرزا) کی وفات اسی مرض دستوں سے ہی واقع ہوئی ہے۔اب خواہ اسی پرانے مرض کی وجہ سے جو مدت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ایک نشان کے آپ کے شامل حال تھا یا بقول دشمن وہ دست ہیضہ کے تھے، بہر حال جو کچھ بھی ہو یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کی وفات بصورت مبطون ہونے کے واقع ہوئی ہے پس آپ بموجب حدیث صحیح کہ مبطون جو مرض دست سے،خواہ کسی بھی رنگ میں کہو، وفات پانے والا شہید ہوتا ہے۔پس اس طرح خود دشمنوں کے منہ سے بھی آپ کی شہادت کا اقرار خدا نے کرا دیا..دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہیں،اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے پھر ہیضہ سے مرنا شہادت نہیں ہے؟

(خطبہ جمعہ ۵ جون ۱۹۰۸ء در الحکم ۱۴ جون ۱۹۰۸ء ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے خلاف آخری فیصلے کی دعا مانگتے ہوئے اور حکیم نور الدین صاحب کو اس حدیث کی سند سے مرزا صاحب کو شہید بناتے ہوئے سوچنا چاہیے تھا کہ اگر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ دستوں کی بیماری سے مرزا کی زندگی میں فوت ہوجاتے تو کیا وہ بھی شہید ہوتے ؟ اگر حکیم نور الدین کی

منطق تسلیم کرلی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی نے جب مولانا ثناءاللہ امرتسری کے ہیضہ سے مرنے کی دعا کی تو کیا یہ دعا مولانا کے لئے رتبہ شہادت کے حصول کی دعا کی تھی؟ بہاء

مکاشفہ قادیانی دربارہ سید نذیر حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا تھا کہ میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلویؒ بعد موت ان کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں جیسا کہ محمد عبدالحق کوٹلوی السر ہندی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی نذیر حسین صاحب بعد انتقال مرزا جی کی جماعت میں داخل ہوئے۔(البدر نمبر ا۔ جلد ا)۔

اس مکاشفہ کے سمجھنے میں مرزا جی نے بڑا دھوکہ کھایا کہ اپنی ناپاک جماعت سمجھ لی۔ مولوی صاحب تو اس جماعت میں داخل ہوئے جس کا ذکر حدیث ما انا علیه و اصحا ب ی میں ہوا ہے (مشکوۃ) اور جس جماعت کے تابع مولوی صاحب زندگی میں تھے اور جس جماعت سے علیحدہ ہونے کے باعث مرزا صاحب مع ذریۃ خود بحکم ید الله علی الجماعة ۔من شذّ شذّ فی النار قابل دخول جہنم بن رہے ہیں۔

یہ عجیب قصہ اور غریب معمہ ہے کہ مولانا (نذیر حسین) صاحب تو مرزا جی کو زندیق، دجال فرماتے رہے اور مرزا جی ان کو اپنی جماعت میں داخل شدہ بتاتے ہیں۔ هذا شیء عجیب۔

مرزا صاحب نے اپنے مریدین کے پرچانے کے واسطے تریا بید کا چلتر کھیلا ہے۔ یہ تو اس عالم غیبی کا حال ہے جس کی خبر کوئی سوائے مخبر صادق آنحضرت ﷺ کے نہیں دے سکتا۔ اور جس پر سوائے عالم الغیب والشہادۃ کے کسی کو اطلاع نہیں۔ مگر مرزا صاحب جو کچھ کہیں بحکم حبّك الشیيء یعمیو یصمّ مرزائی اندھا دھند سر تسلیم خم کرنے لگتے ہیں۔(شحنہ ہند ضمیمہ ۱۶، اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۱)۔

مرزا صاحب کو انّ شانئک هو الا بتر کا الہام بھی ہوا تھا اور وہ اس الہام کو حسب ضرورت جگہ جگہ چسپاں کرتے رہتے تھے۔ میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی پر بھی یہ الہام انہوں نے چسپاں

کیا۔مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ لکھتے ہیں

. الحکم کے اڈیٹر نے مرزا جی کا الہام یہ لکھا ہے انّ شا نئک ھو ا لا بتر ....

اب سنئے سورہ الکوثر اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ ﷺ کے فرزندان متواتر فوت ہوئے۔کفار خوش ہوئے کہ اب محمد ابتر ہو گیا....

ابتر، بتر سے ماخوذ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی پیچھا کٹے کے ہیں۔یعنی مقطوع النسل۔ کفار کے اس طعن سے آنحضرت ﷺ کو اور بھی رنج ہوا۔تب خدا تعالی نے اپنے حبیب کی تشفی کے لئے سورہ کوثر نازل فرمائی کہ ہم نے تجھے کوثر عطا فرمایا ..

.آج کے روز دشمنان دین کفار و مشرکین عرب کا کہیں پتا بھی نہیں جیسا کہ انّ شانئك ھو ا لا بتر سے ظاہر ہے۔یہ خدا تعالی کی پیشین گوئی ہے جو روز روشن کی طرح دنیا پر آشکارا ہو رہی ہے کہ آپ کا دشمن ہی پیچھا کٹا ہے۔

اب مرزا صاحب فرمائیں کیا وہ مقطوع النسل ہیں؟ کیا وہ صاحب اولاد نہیں (اور کیا ان کی اولاد زندہ نہیں؟) پھر مرزا جی کے دشمن تو ہندوستان میں ۳۰ کروڑ ہیں (اب ایک ارب سے زائد ہیں۔بہاء) کیا وہ سب مقطوع النسل ہیں یا ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔سب مرزا کی چھاتی پر مونگ دلیں گے۔انشاءاللہ تعالی۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔۸تا۱۶۔اپریل۱۹۰۴ء۔ص۱)

بٹالوی کا رجوع: قادیانی کے الہامات اور خوابیں

ڈائری ۱۷۔اپریل ۱۹۰۲ء۔مرزا صاحب کے ڈائری نویس نے لکھا ہے:

فرمایا (مرزا صاحب نے) دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرف جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں اور ایک دفعہ الہام ہوا ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔لفظ رودر کے معنی نذیر اور گوپال کے معنی بشیر کے ہیں...فرمایا: ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسی کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی

ڈائری متعلق ۱۷نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر.. مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق ذکر پر (مرزا صاحب نے) کہا کہ جو کچھ ہماری تصانیف میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ یادگار رہے گی، آنحضرت (مرزا) نے فرمایا کہ یہ سب اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے گا۔(اخبار الحکم قادیان ۲۴نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

ڈائری ۳۰نومبر ۱۹۰۲۔صبح کی سیر ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: خدا تعالی نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے۔ہامان، نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا۔ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جائے گا کہ اس نے حضرت موسیؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی شاید یہی وجہ ہو جس سے اس کو ایمان نصیب ہوا ہو۔(اخبار الحکم قادیان ۱۰دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)

(مرزا صاحب فرعون کو بقول شیخ ابن عربی جنتی کہتے ہیں کہ اس نے موسی کی پرورش کی تھی، اور یہ نیکی اس کے کام آئی، اسی طرح محمد حسین

بٹالوی نے ابتداء میں اس سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی تھی یعنی براہین کی حمایت کر کے، جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہے: مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں: اس زمانہ کا فرعون اور ابوجہل

فرمایا (مرزا صاحب نے): ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم ﷺ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون موسیٰ نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی۔ اور ایسا ہی مولوی محمد حسین نے ابتداء میں براہین کا ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی۔ (ذکر حبیب۔ ص ۲۹۵)

مرزا صاحب کا یہ فرمان اپنے اندر تاریخی غلطی رکھتا ہے کیونکہ ابوجہل نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش نہیں کی۔ یہ بات سیرۃ نبویہ ﷺ سے مرزا صاحب کی عدم واقفیت کا ثبوت ہے۔ نیز مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ فرعون نے اگرچہ مرتے وقت ایمان لانے کے کلمات ادا کر دیئے تھے لیکن ابوجہل نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔

مرزا صاحب نے اپنی امت کا فرعون محمد حسین کو قرار دے کر اپنی امت کو امت مسلمہ سے الگ کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ان کی امت کا فرعون، ابوجہل ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی امت کا فرعون، فرعون مصر تھا۔

تاہم مرزا صاحب فرماتے ہیں فرعون اس نیکی کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر کے کی تھی، اور چونکہ محمد حسین نے بھی ابتداء میں ان کے سلسلہ کی پرورش کی ہے اس لئے اس نیکی کے بدلے میں اسے بھی ایمان لانے یعنی قادیانیت اختیار کرنے کی جزاء دی جائے گی۔ اور جس طرح بقول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، فرعون جنتی ہے، محمد حسین بھی جنت میں جائے گا۔

یہاں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب، مولانا محمد حسین کو فرعون قرار دیتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ فرعون موسیٰ سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن محمد حسین تو مرزا صاحب کے بعد فوت ہوئے ہیں، فرعون کیسے ہو گئے، موت وحیات کے اس کلیہ کے مطابق تو فرعون مرزا صاحب ہوتے ہیں جو مولانا محمد حسین کی زندگی میں مر گئے تھے۔

پھر یہاں مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نیکی کی وجہ سے جو محمد حسین نے سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی صورت میں کی تھی محمد حسین کو وقت آخر ایمان نصیب ہو جائے گا یعنی وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں ہوئے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ براہین کی حمایت اور سلسلہ کی پرورش نیکی شمار نہ ہوئی کہ اس کے بدلے میں انہیں قادیانیت والا نام نہاد ایمان نصیب ہوتا)

ڈائری۔ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء: (مرزا صاحب نے) اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتویٰ دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں ان کے جنازے درست نہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس وقت چونکہ بغض وعداوت بڑھ گئی تھی ہم گویا تنہا رہ گئے اس وقت میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے کہا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ جئت من حضرةِ

الـوِ تر۔ میں جناب باری سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمہاری عداوت میں بڑھتے جاتے ہیں، یہ پیغام دینے آیا ہوں۔ میں نے اس کو الگ ہو کر ایک بات کہنی چاہی۔ جب وہ الگ ہوا تو میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ معاً میری حالت کشف اس پر جاتی رہی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

ڈائری ۳ جنوری ۱۹۰۳ء۔ صبح کی سیر کے وقت:...مولوی محمد حسین اور اس کا رجوع:

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ فرمایا (مرزا نے) کہ اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالی نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس خدا تعالی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے۔ یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا نام فرعون رکھا گیا اس نے بھی آخر میں یہی کہا تھا کہ آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل اس لئے اس کے لئے بھی آمنت بالذی کا وقت مقدر ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے؟۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضو کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان میں ہی آکر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد اسے ابتلاء پیش آگیا۔ کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیسا سمجھیں۔ فرمایا (مرزا نے) اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ جب دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو

اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔ سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے....دیکھو یہ جو پیش گوئی ہے کہ میری عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیش گوئی کرسکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس گذر بھی گئے ہوں۔...(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

(اسکا مطلب ہے یہ کہ ۸۰ سال عمر والی پیش گوئی ۱۸۷۲ء میں یا اس سے پہلے ہوئی تھی۔ جب کہ دوسری جگہ کہتے ہیں، عمر زیادہ ہونے کی خبر انہیں اس وقت دی گئی تھی جب انہیں تجدید وغیرہ کا عظیم کام سونپا گئے اور وہ گھبرا گئے کہ میں تو بیمار ہوں، اتنا بڑا کام کیسے کرسکتا ہوں، میری زندگی بجھتی ہوئی شمع کی مانند بہت مختصر ہے، یعنی ۱۸۸۰ء کے عشرے میں۔ دو متضاد باتوں میں ایک بات غلط ہے۔ نیز میر عباس کو لکھے گئے ۱۸۸۰ء کے عشرے والے خطوط میں قادیانی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میری زندگی طویل ہے یا مختصر، کیونکہ الہام ذومعنی ہیں۔ بہاء)

❁ تازہ الہام۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء کی شام کو حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب میری نظر کے سامنے سے پھر گئے پھر یہ لفظ الہام ہوئے

سا خبره فی آخر الوقت انك لست علی الحق۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵)

❁ مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع: اس ذکر پر کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا رجوع کب ہوگا، فرمایا (مرزا نے) دیکھو جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے اگر چہ وہ زندہ ہوتا ہے تاہم وہ خوشی پر ہنس نہیں سکتا اور تکلیف پر رو نہیں سکتا، بلاؤ تو بولتا نہیں، مگر جب باہر آجاتا ہے تو اس کو حواس ملتے ہیں پھر ہنستا بھی ہے اور روتا بھی ہے اور بلانے سے بولتا بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول زندگی جو پیٹ میں تھی وہ اصلی اور حقیقی زندگی نہ تھی، حواس اس میں نہ تھے۔ جب خدا ایک بات دل میں ڈالتا ہے تو حواس آجاتے ہیں۔ یہی حال مولوی محمد حسین صاحب کا ہے جب کوئی بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جاوے گی تو اسی وقت تبدیلی ہوجائے۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۹)

❁ محمد حسین کا رجوع: اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ یکم اگست ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس میں: مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک خط کا ذکر ہوا جو انہوں نے منشی حسین بخش تحصیلدار پنڈی گھیپ حال رخصتی قادیان کے نام لکھا تھا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو اس سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا۔ تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی تاویل نہیں کرتے جو اس کے متعلق ہے

کہ وہ آخر رجوع کرے گا۔

مرزا قادیانی کا سفرنامہ دہلی: اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں کہ قادیان سے دہلی جاتے ہوئے: ابھی اعلیٰ حضرت (مرزا) (بٹالہ سٹیشن پر) تشریف نہ لائے تھے اور میں اور دوسرے احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ اتنے میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سٹیشن پر ۱۰ بجے کی گاڑی میں امرتسر جانے کے لئے تشریف لائے ساتھ ان کا ایک بچہ بھی تھا میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ اپنے بھائی صاحب کو کسی امر کے متعلق تاکید کر رہے تھے اور ایک شیعہ صاحب بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: یعقوب کدھر؟

خاکسار۔ حضرت اقدس (مرزا) دہلی جاتے ہیں، میں بھی آپ کے ہمراہ جاؤنگا۔

محمد حسین: تم ابھی تک مرزائی ہو؟

خاکسار: الحمدللہ اسوقت تک خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور دعا ہے کہ اسی پر خاتمہ ہو اور آپ کو بھی شامل ہوا دیکھ لیں۔

محمد حسین: میرا رسالہ پڑھ لیا ہے؟

خاکسار: ہاں آپ نے تو مجھے بھیجا نہیں لیکن میں نے اسے پڑھ لیا ہے اس رسالہ کو پڑھ کر مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔

محمد حسین (شیعہ سے خطاب کر کے) تم میرا احسان مانو۔

شیعہ: تمہارا احسان کس بات کا؟

محمد حسین: تم نے وہ اشتہار مرزا کا نہیں پڑھا جو ابھی اس نے شائع کیا ہے جس میں حضرت امام حسین کی بڑی تعریف کی ہے۔

شیعہ: اس میں تمہارا کیا احسان ہے؟ اشتہار مرزا صاحب نے دیا اور احسان تمہارا؟

محمد حسین: ان کو معلوم نہیں وہ اشتہار میرے رسالہ ہی کو پڑھ کر انہوں نے شائع کیا ہے

خاکسار: آپ کے رسالہ کو تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں، اور وہ دیکھنے کے قابل چیز ہی کیا ہے۔ اس رسالہ کو تو جو شخص پڑھے گا اس کو آپ کی حالت پر بہت رحم آئے گا۔

محمد حسین: اب دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔

خاکسار: پہلے آپ نے کیا کرلیا جو آئندہ کرلو گے۔ آپ کو انہیں تعلیوں نے خراب کیا جب یہ تکبر نکل جائے گا پھر خدا تعالی کے وعدہ کے موافق رجوع کرلو گے۔

محمد حسین: میں ہرگز نہیں کرونگا۔

خاکسار: یہ اس وقت کی بات ہے، اوس وقت آپ کو ندامت ہوگی کہ میرے دعوے کیا تھے۔ آپ کے اس رجوع کی خبر کی وجہ سے آپ پر بہت رحم آتا ہے اور ہم منتظر ہیں کہ آپ کی اس حالت کو بھی دیکھ لیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴۔۵)

شیخ یعقوب علی جو مرزا صاحب کے سرکاری آرگن کے اڈیٹر تھے، کس دعوی سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری ہوگی اور محمد حسین مرزائی ہو جائیں گے اور اپنے مخالفانہ طرز عمل پر شرمندہ ہوں گے۔ ادھر محمد حسین کہہ رہے ہیں کہ وہ مرزائی نہیں ہوں گے انشاء اللہ۔ اب دیکھئے کہ یعقوب علی کا دعوی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری، کہ محمد حسین مرزائی ہو جائے گا، ہوئی یا محمد حسین کی پیش گوئی کہ، وہ انشاء اللہ حالت اسلام میں زندگی بھر رہیں گے اور اسی حالت میں مریں گے۔

یہ دیکھنا ہو کہ قادیانی پیش گوئی کا کیا حشر ہوا، تو حافظ عنایت اللہ اثری کی یہ تحریر ملاحظہ فرمایئے:

۱۹۱۹ء میں، میں نے خلیفہ قادیان کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہو کر آپ کے باپ کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہو کر مرے گا۔

جب میری یہ پیش گوئی اپنی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا۔ (الجسر البلیغ صفحہ ۲۷ حاشیہ در رسائل اہل حدیث جلد ۲ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

یعنی حضرت شیخ الاسلام بٹالوی ۱۹۲۰ء میں بحمد اللہ حالت اسلام میں فوت ہوئے۔ ذیل میں

تعزیت نامہ از انجمن اہل حدیث لاہور
بخدمت وارثان مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی
اور افراد اہل حدیث اور دیگر مسلمان

نقل کیا جاتا ہے:

نمے دانم حدیث نافرچوں است ۔ ہمے بینم کہ عنوانش بخون است

سچ ہے موت العالم کموت العالم۔

ایسے قحط الرجال زمانہ میں عالم بے مثل جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا اہل اسلام اور خصوصاً جماعت اہل حدیث کے لئے ایسا صدمہ جانکاہ ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مولانا مرحوم جامع منقول ومعقول فروع واصول اور خاص کر فن حدیث میں بحر بیکراں تھے اور اپنی نظیر آپ تھے اور جناب شیخ الکل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جن پر ان کو فخر تھا۔ افسوس وہ نیک صورت جو کل ہمارے ساتھ تھی اور ہماری رہبری کا کام کرتی تھی، آج ہماری نظروں سے پنہاں ہو کر جوار رحمت الٰہی میں جاگزین ہے یا واسع المغفرة یا وسیع الرحمة اس مغفور کو اپنی رحمت اور مغفرت کے سایہ میں ڈھانپ لے۔

مولانا مرحوم نے کتاب وسنت کی جو خدمات کی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اول اول جب فارغ التحصیل ہو کر عین عالم شباب میں رونق افروز لاہور ہوئے تو بھاٹی دروازہ مسجد مسنونہ میں ترویج کتاب و اشاعت سنت میں سرگرم رہے اور بعد ازاں مسجد چینیا نوالی میں اہل حدیث مرکز قائم کر کے وہ خدمات اسلامی انجام دیں جن کے لئے اللہ تعالی علیم کے ہاں ماجور ہوں گے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعے ایسی خدمات دینی انجام دیں کہ بایدوشائد مضامین میں بے بہا دریا بہا دیئے جس سے اہل علم عش عش کرا اٹھے۔

بعد ازاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا سب سے پہلے جس نے تقریراً اور تحریری تردید میں قدم اٹھایا وہ مولانا موصوف ہی تھے۔ تمام ہندوستان کے علماء سے مرزا قادیانی کے حق میں فتوی لے کر مرتب کیا اور اسے دنیا بھر میں شائع کیا۔

مرزا نے دھمکی دی کہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا لیکن ان پر ایسی گیدڑ بھبکیوں کا پشہ کے برابر بھی اثر

نہ ہوا اور وہ آگے سے بڑھ کر ہمت واستقلال سے اس کی تردید میں سرگرم ہوئے۔

مولانا مرحوم کا زہد وتقوی اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا جو خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ شب زندہ دار تھے اور اس حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ یعنی عین اس حالت میں جب کہ وہ نماز تہجد پڑھ رہے تھے فالج گرا اور قیام نماز تہجد میں ہی کھڑے کھڑے بیٹھ گئے اور پھر کوئی دنیا کی بات نہیں کی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

اہل حدیث کے حق میں ناموزوں لفظ وہابی کا استعمال ترک کرانے کے لئے گورنمنٹ تک رسائی کیا اور بالآخر یہ مکروہ لفظ قانوناً ناجائز قرار دلا کر ہی چھوڑا۔ الغرض جماعت اہل حدیث پر جو مولانا موصوف کے ہزار ہا احسانات ہیں جن سے عمر بھر شکریہ ادا کرنے سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالی قوم کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور مولانا کو اپنی رحمت میں جگہ دے ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

عاجز: عبداللہ دبیر انجمن اہل حدیث لاہور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اپریل ۱۹۲۰ء ص ۸)

☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۳۰۔جولائی۔۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ بستم (۲۰)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسریؒ کی خدمات (۱)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بستم (۲۰)
	تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی خدمات (۱)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۴
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	۸
اخبار اہل حدیث امرتسر	۵۳
رفع عیسی پر ثنائی تحریر	۶۳
قادیانی دلائل مماۃ مسیح کا ثنائی ردّ	۷۵
کونے کی آخری اینٹ	۹۳
بروزی نبوت	۹۷
الہامات مرزا	۱۰۳
دیباچہ طبع سوم	۱۰۳
دیباچہ طبع ششم	۱۰۷
قادیانی پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم	۱۱۰
قادیانی پیش گوئی بابت لیکھ رام	۱۵۳
قادیانی پیش گوئی متعلق سلطان محمد	۱۶۴
قادیانی پیش گوئی متعلق محمدی بیگم	۱۷۰

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جون ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔آبائی وطن کشمیر کے ضلع اسلام آباد (انت ناگ) کا علاقہ ڈور تھا۔آپ کا خاندان کشمیری النسل برہمنوں کی شاخ منٹو سے تعلق رکھتا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے آباء میں سے کون سب سے پہلے مسلمان ہوا۔آپ کے والد کا نام محمد خضر یا خضر جو تھا۔وہ پشمینہ کے تاجر تھے اور غالباً ۱۸۶۰ء سے امرتسر متوطن ہو گئے تھے۔نو سال کی عمر میں مولانا کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا اور گھر میں غربت نے ڈیرہ ڈال دیا۔آپ نے رفوگری کا فن سیکھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔چودہ سال کی عمر تھی کہ والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور یہی عمر تھی جب آپ نے رفوگری کے ساتھ ساتھ حصول علم کا سلسلہ شروع کیا۔ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسریؒ سے حاصل کی۔پھر استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدثؒ کے پاس وزیر آباد چلے گئے اور ان سے ۱۸۸۹ء میں سند فراغ حاصل کی۔وہاں سے دہلی گئے اور میاں صاحب سید نذیر حسینؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔پھر چند روز سہارنپور قیام کر کے دیوبند چلے گئے جہاں مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد ہوئے۔وہاں سے مدرسہ فیض عام کانپور گئے اور مولانا احمد حسنؒ سے کسب فیض کر کے ۱۸۹۲ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔کان پور کے دوران قیام کا ایک واقعہ آپ نے مولانا ابراہیم میر کو یوں سنایا۔

جن ایام میں میں کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق ومشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ان لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ آئمہ کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم ایسے شخص کو جو آئمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کا ذکر ان الفاظ

میں کرتے ہیں: امامنا وسیدنا ابوحنیفہ ان کا مجتہد ہونا متبع سنت ہونا اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ان کے فضائل میں اور آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔

(تاریخ اہل حدیث مصنفہ مولانا ابراہیم میر۔طبع لاہور ۱۹۵۳ء۔حاشیہ ص ۷۳)

درس نظامی کے علاوہ آپ نے علم طب بھی حاصل کیا اور اس فن میں آپ کے استاد فضل اللہ کانپوری تھے۔۱۹۰۳ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل کی ڈگری لی۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ خود بتاتے ہیں کہ

مولوی احمد اللہ صاحب صدر مجلس منتظمہ مدرسہ تائید الاسلام نے بمنظوری مجلس مجھے عربی طلبا کو درس دینے کے لیے کانپور سے بلایا۔ پہلا سبق جو ممبران مجلس مذکور کی موجودگی میں میرے سامنے رکھا گیا وہ صحیح بخاری کا تھا۔ جس کا پڑھنے والا ایک نوجوان طالب علم مسمی غلام رسول تھا جو مولوی غلام احمد مرحوم مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور کا برادرزادہ تھا۔ علاوہ اس کے میاں عبدالرحمٰن خلف مہر رحیم بخش امرتسری معروف قاری صاحب اور خلیفہ عبدالرحمٰن ابن مولانا غلام علی قصوریؒ مرحوم مجھ سے کتب عربیہ پڑھتے تھے۔ ان کے علاوہ حکیم مرزا عبدالرحیم مرزا عبدالقادر۔ ٹیلر ماسٹر محمد یوسف مولوی داؤد وکیل قصور، شیخ عبدالواحد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ وغیرھم بھی عربی کتب پڑھتے تھے۔ ۱۸۹۸ء میں میں امرتسر کا مدرسہ چھوڑ کر مالیر کوٹلہ مدرس عربی ہو کر چلا گیا۔ وہاں سے جب دوبارہ امرتسر آیا تو خوجہ برادری نے اپنی مسجد میں جمعہ پڑھانے کی مجھ سے خواہش ظاہر کی جو میں نے منظور کر لی۔ اس زمانہ میں (۱۹۰۰ء) خواجگان میں سے شیخ فضل الدین اور شیخ عبدالرحیم وغیرہ ثنائی درس میں شریک ہوتے رہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

۱۹۰۴ء میں آریوں کی طرف سے امرتسر میں ایک آرین ڈی بیٹنگ کلب قائم تھی جس میں ان کے چھوٹے چھوٹے لڑکے بطور مشق اسلام پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ہمارے محلے کے چند نوجوانوں کو بھی شوق ہوا کہ ہم بھی اسی طرز پر ایک مجلس مناظرہ قائم کر کے مشق کیا کریں ان لڑکوں میں میرا لڑکا عطاء اللہ بھی تھا۔ میں ان کو مشورے اور مدد دیتا رہا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

غرض تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے اسلامی علوم کی ترویج اور اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا کام

شروع کر دیا۔اس سلسلے میں آپ نے آریہ، عیسائیوں اور قادیانیوں کے خلاف بڑے بڑے معرکے سرانجام دیئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں جن علمائے اسلام کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا ان میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بھی شامل تھے۔آپ کی عمر اس وقت صرف ۲۸ سال تھی اور تعلیم سے فراغت حاصل کئے ابھی ۴ سال ہی ہوئے تھے۔آپ کا نام ایک سو سے زائد علماء اور مشائخ کی فہرست مدعووین میں گیارھویں نمبر پر اور بڑے بڑے معروف بزرگوں کے ناموں سے پہلے درج ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ہی آپ تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں اپنی خدمات کے باعث ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس چیلنج مباہلہ کو قبول کیا تو مرزا نے بات بدل دی اور فرمایا:

میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کیلئے مجبور کریں۔اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے طیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں، پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو۔مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے۔پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کیلیے مستعد ہوں تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس دعویٰ کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں۔اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال بے ایمان کافر مرتد ہے اور حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نا معلوم وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر۔یہ چیلنج

جو درحقیقت ایک مباہلہ کا مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے۔ ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا۔ پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہییں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کیلئے چیلنج کروں۔ یا ان کے بالمقابل مباہلہ کروں۔'

(روحانی خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی۔ ص ۱۲۱۔۱۲۳)

مباہلہ دو فریقوں کے درمیان اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کیلئے بد دعا کرتے ہیں۔ مرزا نے چیلنج تو دے دیا تھا لیکن جب شیخ الاسلام امرتسریؒ نے اس کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو وہ سرے سے مکر گئے اور حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان سے بھاگ گئے۔

مباہلے کی بات کرنے کے بعد ہم آپ کو ایک اور چیلنج کا حال بتاتے ہیں جو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ۔ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور بہت سے علماء عصر کو ۱۹۰۰ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مقابلے میں تفسیر لکھنے کے لیے دیا تھا۔ جس کے بارے میں مرزائی یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں (جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کی زندگی میں ایک مرزائی نے پیغام صلح۔ لاہور۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کے شمارے میں لکھا) کہ علماء اسلام مقابلے میں آنے سے کتراتے رہے ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ مرزائیوں سے پوچھتے تھے کہ جن علماء کو مرزا صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے؟ کیا وہ صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ ان مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔ میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع ہو گئے تھے۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولوی محمد علی بھوپڑوی قاضی عبد الاحد خانپوری۔ پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے۔ جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں دس علماء نے تقاریر

فرمائی تھیں۔ پہلی تقریر حضرت امام عبدالجبار غزنوی کی تھی اور ساتویں تقریر مولانا امرتسری نے فرمائی۔ مہر منیر میں لکھا ہے کہ مولانا ثناء اللہ نے مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں کے غلط ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک اور ان کی شان سے بعید ہے۔ (مہر منیر۔ از مولوی فیض احمد۔ ص ۲۳۶)

بادشاہی مسجد لاہور میں ہونے والے اس جلسے کے بعد ایک قرارداد بھی پاس ہوئی جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے۔ اس نے شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے۔ اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ اس قراداد پر انسٹھ علماء و مشائخ کے دستخط ہیں اور ان میں نانویں نمبر پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا اسم گرامی ہے۔ (مہر منیر۔ ص ۲۳۷۔ ۲۳۸)

تفسیر نویسی اور مباہلے کے چیلنج قبول کرنے کے ساتھ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد کے خلاف تحریر کے محاذ پر بھی اپنی علمی عمر کے ابتدائی دور میں ہی کام شروع کر دیا تھا۔ اور آپ نے ۱۹۰۱ء میں دو رسالے شائع کئے۔ ایک کا نام 'ہفوات مرزا' ہے۔ جو دس صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں مرزا غلام احمد کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔ دوسرے رسالے کا نام آپ نے 'الہامات مرزا' رکھا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن اضافات کے ساتھ شائع ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں اس کا جو تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا وہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ بناوٹی ہیں اور مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

قادیانی عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب سلطان القلم تھے اور ان کی عربی تحریریں بھی فصاحت اور بلاغت کا شاہکار ہیں۔ اور یہ کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں چیلنج دیئے تھے کہ ان کی عربی تحریروں کے مقابلے میں عربی میں لکھا جائے۔ اس قسم کے چیلنج دیکھ کر علماء مسکرا دیتے کہ صرف ونحو اور عربی گرامر کی قیود سے آزاد عبارت کا کیا جواب لکھیں پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کی عربی

انشا پردازی کا پوسٹ مارٹم کیا۔ ان کے ایک عقیدت مند مولوی محمد حسن فیضی جو مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں نائب مدرس تھے اور بے نقطہ نظم ونثر لکھنے کے باعث فیضی مشہور ہو گئے تھے ایک مرتبہ ایک طویل بے نقط قصیدہ لکھ کر مرزا غلام احمد کے پاس پہنچ گئے۔ مگر مرزا صاحب اوران کے حاشیہ نشین تو اس قصیدے کی املاء تک پر قادر نہ ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ جب مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تو محمد حسن صاحب نے جواباً چیلنج کیا کہ آپ میرے ساتھ اپنی ہی تمام شرائط پر تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لیجئے (مہر۔ منیر ص ۵۵)

ادھر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کے نام سے عربی میں تفسیر لکھی جو عرب ملکوں میں بھی مقبول ہوئی۔ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ کھلی مطبوعہ چٹھی مولانا امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد کو خطاب کر کے فرمایا اگر قرآنی لطائف ومعارف دکھانے منظور ہوں تو میری عربی تفسیر کے مقابلہ پر ایک عربی تفسیر اسی طرز کی لکھیں۔ بعد تیار ہو جانے کے منصف مسلم الطرفین سے فیصلہ کرایا جائے گا۔ مرزا صاحب نے ساری عمر اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ اور وہ عربی میں لکھنا تو ایک طرف، اردو میں بھی کوئی تفسیر نہ لکھ سکے۔

تفسیر نویسی پر شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کی چیلنج بازی مرزا محمود احمد قادیانی کے ساتھ بھی چلتی رہی ہے۔ جیسا کہ لاہوری مرزائیوں نے ایک مرتبہ مرزا محمود احمد صاحب کو طعنہ دیتے ہوئے لکھا تھا:

کیا آپ کو علم نہیں کہ جناب میاں (محمود) صاحب نے تمام دنیا کو ازراہ لاف زنی اپنے مقابل تفسیر نویسی کے لیے بلایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ مجھے تمام معارف خود بتائے گا اور سب کے سب معارف ایسے ہوں گے جو پہلی تفاسیر میں موجود نہ ہوں گے۔ مگر جب مولوی ثناء اللہ بالمقابل ڈٹ گیا اور یہاں تک میاں (محمود) صاحب کو اجازت دی کہ آپ مقابلہ کے وقت جو کتاب چاہیں ساتھ رکھ لیں میں سادہ کاغذ اور قلم لے کر مقابل میں ہوں گا تو بھی جناب میاں صاحب خاموش ہی رہے اور اب تک مولوی ثناء اللہ شرمندہ کر رہا ہے۔

(مضمون از مولوی عمر الدین شملوی قادیانی لاہوری مندرجہ پیغام صلح لاہور ۹ جون ۱۹۳۴ء)

قادیانیوں کے تعاقب میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے عدالتوں میں بھی اپنی آواز بلند کئے رکھی۔ گورداسپور کی ایک عدالت میں شہادت کے لیے کئی روز تک جاتے رہے۔ مرزا صاحب بھی عدالت میں موجود ہوتے تھے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی کا مقدمہ گورداسپور میں روز ہوتا ہے۔صرف ۲۸اور ۲۹ کی تعطیل کی وجہ سے ناغہ رہا۔ مولوی ابوالوفا ثناءاللہ کی شہادت ہفتہ عشرہ میں بصد مشکل ختم ہوئی۔مرزائی وکیل نے مولوی صاحب اور انجمن نصرت السنۃ امرتسر کی تحریروں سے ثابت کرنا چاہتا تھا کہ مولوی صاحب موصوف ہمارے قدیمی سخت مخالف ہیں۔انجام کیا ہوا۔ و العلم عند اللہ۔مرزا جی بدستور گھنٹوں بحیثیت ملزمان عدالت کے کمرے میں کھڑے رہتے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ اگست ۱۹۰۴ء)۔

ایک دوسرے شمارے میں حکیم محمد دین نامی شخص نے اس مقدمے کی روئداد یوں شائع کروائی ہے:

خوش قسمتی سے خاکسار ۱۵ اگست کو گورداسپور پہنچا۔اور زہے قسمت کہ عدالت کے کمرے میں بینچ پر بیٹھ کر مرزا صاحب کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔مرزا صاحب بحیثیت ایک ملزم کے کچہری میں ایک خاص ممتاز جگہ پر کھڑے تھے اور ان کے مقابل ان کے حریف مستغیث۔دونوں زبان حال سے کہہ رہے تھے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔اتنے میں تیسرے حریف یعنی ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری بلائے گئے۔مولوی صاحب موصوف پر مکرر جرح جو بعد فرد جرم لگنے کے ملزم کا حق ہوتا ہے باقی ہے۔اس لیے حاکم نے ان سے پہلی دفعہ کہا تھا کہ ایک دفعہ آپ کو پھر آنا ہوگا۔چنانچہ ۱۵ اگست کو مولوی صاحب بذریعہ سمن حاضر عدالت ہوئے تو حاکم نے خوش اخلاقی سے پوچھا کہ آپ کتنے دنوں کا ارادہ کر کے آئے ہیں مولوی صاحب نے نہایت ہی عمدگی سے جس وقت دائیں جانب ان کے مرزا صاحب تھے اور بائیں ان کے دو وکیل خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی حاکم کو جواب دیا کہ جب آپ اجازت دیں جاؤنگا۔یہ کہہ کر یہ لطیفہ کہا کہ میرا آنا تو آپ کی پیش گوئی تھی جو سچی ہوگئی۔اگر بیٹے کی پیش گوئی ہوتی تو پوری نہ ہوتی۔بس یہ کہنا تھا کہ کمال الدین وکیل نے بڑے زور سے فریاد کی کہ حضور دیکھئے عدالت میں کھڑا ہو کر ہم پر طنز کرتا ہے۔ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔ہم پر ذاتی حملہ کرتا ہے۔جب بہت ہی اونچے بولنے لگے ہم حیران تھے کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ خواجہ صاحب کو اتنا طیش ہوا۔آخر معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب نے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے مرزا جی کی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۱۵ جولائی میں ہوا تھا کہ مرزا جی نے بیٹے کی ولادت کی پیش گوئی کی تھی جو آخرکار بیٹی سے متبدل ہوگئی۔آخر جب وکیل صاحب بہت ہی جھلائے تو

عدالت نے نہایت ہی انصاف سے مگر بڑی سختی کے ساتھ خواجہ صاحب کو ڈانٹ پلائی کہ انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا تمہیں اس سے کیا؟ نہ تمہارا نام لیا نہ تمہارا ذکر کیا۔ اس لطیفے کے علاوہ اور ایک واقعہ یہ ہوا کہ خواجہ کمال الدین نے کہا کہ اربعین غزنویہ پیش ہونی چاہیے۔ اس پر مستغیث نے عذر کیا کہ اس کا مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ بعد کسی قدر بحث کے حاکم نے فیصلہ دیا کہ وہ پیش نہیں ہوسکتی۔ غرض میرے سامنے مرزا جی اور مرزائی پارٹی کو کئی ایک پے درپے فاش ذلتیں ہوئیں اس کا سبب سوچا تو معلوم ہوا کہ انی مھین من اراد اھانتك یعنی مرزا جی کا الہام مولوی صاحب کے حق میں سچا ثابت ہوا کہ جو تیری اہانت کرنا چاہے گا خدا اس کی اہانت کرے گا۔ اب گنتے جاؤ۔ اربعین پیش نہ ہوئی۔ ایک ذلت ہوئی۔ بیٹے کی پیش گوئی پوری نہ ہونے کا عدالت میں ذکر ہوا۔ یہ دوسری ذلت ہوئی۔ تمہارے وکیل نے شور مچایا تیسری ذلت۔ حاکم نے اس پر ڈانٹ پلائی یہ چوتھی ذلت ہوئی (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ اگست ۱۹۰۴ء) اور مرزا صاحب عدالت میں گھنٹوں کے حساب سے کھڑے رہتے تھے۔ یہ سب سے بڑی ذلت ہوئی۔ واضح ہو کہ مرزا صاحب نے قادیانی اخبار الحکم ۷ مئی میں الہامی پیش گوئی شائع کروائی تھی کہ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ مرزائیوں نے اس کو شہرت دے کر پبلک کی توجہ کو اس پیش گوئی کی جانب پھیرا۔ خدا خدا کر کے ایام حمل پورے ہوئے اور خبر آئی کہ ۲۵ جون کو امۃ الحفیظ پیدا ہوئی ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۰۴ء منقول از الاعتصام لاہور ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء)

مرزا صاحب کے مریدوں سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ۱۹۰۰ء میں مدنامی ایک گاؤں میں ایک معرکہ آرا مناظرہ کیا۔

۱۹۰۲ء میں مدّ نامی گاؤں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا قادیانیوں سے ایک مباحثہ ہوا۔ جب قادیانی مناظرین مباحثے کے بعد قادیان پہنچے تو انہوں نے مباحثے کی روداد مرزا صاحب کے سامنے بیان کی ۔مرزا صاحب نے یہ روداد کئی روز تک قسطوں میں سنی اور اپنے مناظرین کو بتایا کہ انہوں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے، اور انہیں دراصل کیا کرنا اور کیا کہنا چاہیے تھا۔ مرزا صاحب کے یہ نصائح بدر قادیان میں شائع ہوئے جہاں سے ہم مختصراً نقل کرتے ہیں۔

یکم نومبر (۱۹۰۲ء)... سید سرور شاہ اور عبداللہ کشمیری جو کہ موضع مد میں تبلیغ اور مباحثہ کے لئے

تشریف لے گئے تھے بخیر و عافیت واپس آئے اور حضرت اقدس (مرزا) کی نیاز حاصل کی اور وہاں کے جلسہ مباحثہ کی مختصر تفصیل سنانے لگے۔ حضرت اقدس (مرزا) نے اختصار کے ساتھ ان تمام باتوں کا اعادہ کیا جو کہ آپ نے (گزشتہ) سیر میں فرمائی تھیں کہ مباحثہ میں ہماری جماعت کو کیا پہلو اختیار کرنا چاہیے پھر تمام کیفیت سننے کیلئے شام کا وقت مقرر ہوا۔...

بعد ادائے نماز مغرب حضرت اقدس نے جلوس فرماتے ہی حکم صادر فرمایا کہ مباحثہ موضع مد کی کاروائی سنائی جائے چنانچہ عبداللہ کشمیری صاحب اٹھ کر سنانے لگے۔ سب سے اول مرزا کو اس امر پر گراں افسوس ہوا کہ فریقین نے صرف بیس بیس منٹ اپنے اپنے دعاوی کے متعلق دلائل لکھنے کے لئے قبول کئے۔ مرزا نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہرگز مباحثہ قبول نہیں کرنا چاہیے تھا، یہ تو ایک قسم کا خون کرنا ہے۔ جب ہم مدعی ہیں تو ہمیں اپنے دلائل کے واسطے تفصیل کی ضرورت ہے جو کہ وقت چاہتی ہے ..حضرت نے اس بات کو بالکل ناپسند فرمایا کہ وقت میں کیوں تنگی اختیار کی گئی۔

پھر عبداللہ کشمیری نے وہ تمام تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ ہماری جماعت کی طرف سے مذکورہ بالا دو اصحاب تھے اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی ثناءاللہ صاحب تھے۔

نزول مسیح اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کے دلائل اپنے ذمہ لئے تھے اور مکذب فریق نے اس کی تکذیب کے دلائل اپنے ذمہ لئے تھے۔ ہر ایک فریق ہر ایک امر پر بیس بیس منٹ تک لکھتا تھا اور سنا دیتا تھا۔ پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب الجواب لکھتے تھے۔ بہر حال فریق مکذب نے اس مباحثہ میں قرآن کی طرف مطلق رجوع نہ کیا اور مصدق فریق نے جو جو معیار صداقت قرآن کریم پیش کئے تھے ان کا ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ چنانچہ پریذیڈنٹ جلسہ نے اٹھ کر علانیہ بیان دیا کہ فلما توفیتنی کا جواب مولوی ثناءاللہ سے کوئی بن نہیں آیا۔ اس کی روئداد سننے پر حضرت پھر انہیں امور کا بار بار اعادہ فرماتے رہے جو کہ سیر میں مناظرہ اور مباحثہ کے متعلق فرماتے تھے تا کہ سامعین کے ذہن نشین وہ باتیں ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد نماز عشاء ادا کر کے حضرت تشریف لے گئے۔

۲ نومبر (۱۹۰۲ء) سیر کے بعد پھر اس مناظرہ پر حضور (مرزا) نے گفتگو شروع کی ..آپ نے فرمایا کہ

آج کل ان مولویوں کا دستور رہے ہے کہ چالیس پچاس جھوٹ ایک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں اب ان سب کا فیصلہ تین چار منٹ میں دوسرا فریق کس طرح کرے ..ایسے وقت میں یہ طریق اختیار کرنا چاہیے کہ ایک اعتراض چن لیویں اور اول اس پر فیصلہ کر کے پھر آگے چلے اور دوسرا لے لیوے۔اول قواعد مقرر کئے جائیں یہ امر بھی دیکھا جائے کہ منہاج نبوت کو مانتا ہے کہ نہیں۔اس نے بار بار آتھم کی پیش گوئی کا تکرار کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی اگر منہاج نبوت کا فیصلہ اول کرلیا جاتا تو اس طرح کا دھوکہ کب دے سکتا تھا۔یونس نبی کی پیش گوئی موجود تھی اس میں کوئی شرط بھی نہ تھی۔درمنثور میں بھی حدیث ہے کہ یونس نے کہا لن ارجع کذابا یعنی میں جھوٹا کہلا کر واپس نہ جاؤنگا۔دیکھو اس میں کوئی شرط نہ تھی وعید میں خدا کو حق لازم نہیں آتا کہ ضرور عذاب نازل کرے....منہاج نبوت کو دیکھا جائے تو صریح نظر آتا ہے کہ انبیاؤں سے اجتہادوں میں غلطیاں ہوتی ہیں....پیغمبر خدا نے حدیبیہ کا سفر کیا تو حضرت عمرؓ کو ابتلاء آیا۔خود آنحضرتﷺ کا اجتہاد اس طرف دلالت کرتا تھا کہ ہم فتح کرلیں گے مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔اسی طرح ایک دفعہ آپﷺ نے سمجھا تھا کہ ہجرت یمامہ کی طرف ہوگی مگر یہ بات درست نہ نکلی کیونکہ یہ آپﷺ کا اجتہاد تھا،خدا پر یہ امر لازم نہ تھا کہ ہر ایک باریک امر آپ کو بتلا دیوے۔

پس بحث مباحثہ میں اول مخالف سے منہاج نبوت قبول کروا کر اس کے دستخط کروا لینے چاہییں۔ پھر آتھم والی پیش گوئی کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں تو یہ لکھا ہوا ہے بشرطیکہ اس کی طرف رجوع نہ کرے۔یہ تو نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان ہو جاوے۔...عوام الناس سے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہییں۔ خدا تعالیٰ نے جو معجزات نبوت کی جزو رکھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام فائدہ اٹھاویں کیونکہ خواص کے لئے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے لئے تو حقائق و معارف ہی کافی ہیں۔...

نماز مغرب کے بعد..مباحثہ مدہ کے حسن و قبح پر تذکرہ کیا کہ یہ لوگ عوام کو بھڑکانے کے واسطے عجیب عجیب حیلہ گھڑتے ہیں اور حق رسی سے ان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔..(اڈیٹر کا کہنا ہے کہ).ہمیشہ مباحثہ میں اس امر کا خیال رکھیں کہ لوگوں کے فہم کے مطابق باتیں کریں جو لوگ باریک بین اور نکتہ رس نہیں ہوتے ان کے روبرو باریک در باریک حقائق اور معارف بیان کرنے گویا دیدہ دانستہ مخالف کو ڈگری دینی ہوتی ہے۔

۳ نومبر (۱۹۰۲ء) صبح سیر میں ...آپ (مرزا) نے تذکرہ فرمایا کہ مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ فریق مخالف اپنی روباہ بازی سے سامعین کو دھوکہ نہ دے جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین کے باطل عقائد کے مطابق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں انکو سناتے ہیں جن سے وہ لوگ معاً بھڑک جاویں اور برانگیخت ہو جاویں۔ ایسی صورت میں پھر خواہ ان کے آگے کچھ ہی کہو، وہ لوگ ایک نہیں سنتے۔...ان ہمارے مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا جب تک وہ اپنا منصب عربی دانی کا ثابت نہ کریں، تب تک ان کو غلطی نکالنے کا حق نہیں ہے۔ اعتراض کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اول زبان پر پورا احاطہ ہو، اگر ان لوگوں کو عربی کا علم ہے تو ہم جو دس سال سے رسالہ لکھ لکھ کر مقابلہ پر بلا رہے ہیں انہوں نے آج تک دس سطریں ہی دکھائی ہوتیں، ورنہ جہالت سے تکذیب کرنے سے کیا بنتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ یہ لوگ بالمقابل لکھ نہیں سکتے ورنہ املاء کیا مشکل امر ہے مگر ہمارے مقابلہ میں خدا نے ان کی زبانوں کو بند کر دیا ہے۔...

ظہر کے بعد تھوڑی دیر مجلس کی مدّ کے مباحثہ کا ذکر ہوتا رہا کہ درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے، ان کو باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی۔ مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے۔ دسمبر (۱۹۰۲ء) کے آخر تک جو نشان ظاہر ہونے والے ہیں شاید یہ بھی ان میں سے ایک عظیم الشان نشان ہو جاوے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے جیسے فرمایا و العاقبة للمتقين آنحضرت ﷺ کو بھی ۱۳ برس تکمکر وہات ہی پہونچتے رہے۔...

عصر کے بعد بھی حضرت اقدس (مرزا) تشریف لا کر پھر مباحثہ کے متعلق ذکر کرتے رہے۔ ...

مغرب وعشاء کے بعد پھر مرزا، مدّہ کے مباحثہ کا ذکر کرتے رہے۔.. پھر فرمایا کہ اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ کی کاروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا...

۵ نومبر (۱۹۰۲ء)...محمد یوسف اپیل نویس نے بیان کیا کہ حضور موضع مدہ کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تمہاری آنکھ کیوں نہیں اچھی کر دیتے۔ مرزا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اندھا تھا، جیسے کہ لکھا ہے عبس و تولى ان جاءه الاعمى، وہ کیوں نہ اچھا ہوا، حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اور بھی اندھے تھے (مثیل مسیح ہونے کا دعوی مرزا کا تھا، آنحضرت ﷺ کا نہیں۔ اور پھر ایسے

معجزے کی آنحضرت ﷺ سے درخواست ہی نہیں کی گئی تھی۔ درخواست ہوتی تو شائد اللہ تعالی اپنے حبیب کے ہاتھ سے یہ معجزہ صادر کروا دیتا۔ بہاء) ...مباحثہ کے ذکر پر فرمایا کہ شریر آدمیوں کا کام ہے کہ آنکھ کان ناک اور ٹانگ وغیرہ کاٹ کر پھر کلام کو ایک مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں یہ مباحثہ بھی ہمارے لئے ایک فتح حدیبیہ کی صلح کی طرح کسی فتح کی بنیاد نظر آتا ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۔۱۳ شعبان ۱۳۲۰ھ ۔۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

اوپر کی روداد مرزائی روایات سے مرزائی اخبار سے نقل ہوئی ہے اور اس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ قادیانیوں کو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے، اور مرزا صاحب اپنے مناظرین کو بتا رہے ہیں کہ انہیں شکست کیوں ہوئی ہے۔ اور انہیں بعد وقوعہ تنبیہ کر رہے ہے کہ تم یوں نہ کرتے، بلکہ یوں کرتے ۔ یہ بات نہ کرتے، بلکہ یہ بات کہتے ۔ فلاں بات کو یوں نہ کہتے بلکہ یوں کہتے ۔ اور (اس شکست پر) گھبراؤ نہیں آخری فتح ہماری ہی ہے۔ مکروہات آیا ہی کرتی ہیں وغیرہ۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اعجاز احمدی کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ مولوی جلال دین شمس قادیانی لکھتے ہیں مرزا صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ضمیمہ کتاب نزول المسیح مرقومہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء جس کے ساتھ دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار ہے ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع کی گئی۔ اس کی وجہ تالیف یہ ہے کہ مد ضلع امرتسر میں مولوی ثناء اللہ سے مناظرہ کے لیے مرزا صاحب نے مولوی سرور شاہ اور مولوی عبداللہ کشمیری کو بھیجا۔ دوران مباحثہ مولوی ثناء اللہ نے کہا کہ مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں ۔ دوسرے یہ کہ میں مرزا صاحب سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔ (جب سرور شاہ نے مد سے واپس قادیان آ کر مناظرے کی کارروائی سنائی تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ ایک سادہ قصیدہ بنانے کے لیے روح القدس سے میری تائید فرما دے جس میں مباحثہ مد کا بھی ذکر ہو۔ اور میری وہ دعا منظور ہوگئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی (خزائن ۔ جلد ۱۹۔ اعجاز احمدی ۔ ابتدائیہ ص ۸)

اور یوں وہ اعجازی قصیدہ وجود میں آیا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

فجائوا بذ ئب بعد جھد آذابھم و نعنی ثناء اللی منه و نظھر

پھر بہت کوشش کے بعد (ہمارے مخالفین مناظرے کے لئے) ایک بھیڑیئے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ

ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں

و اوجس خیفة شره بعض رفقتی لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں (سرور شاہ وغیرہ) کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی

دفا هم عما یات ا لا ناس و حمقهم رئوا مد قوم و المدی قد شهروا

قوم کی جہالتوں نے ان (سرور شاہ وغیرہ) کو خستہ کر دیا موضع مد کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھریں نکالی ہوئی ہیں

فصاروا بمد للر ماح درية و یعلمها احمد علی المد بر

پس میرے دوست (سرور شاہ وغیرہ) مد میں تیروں کا نشانہ بن گئے اور اس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا ہے

و انکر آیا تی و انکر دعوتی و انکر الها می و قال مزور

اور (ثناء اللہ نے) میرے نشانوں سے انکار کیا اور میری دعوت سے انکار کیا اور میرے الہام سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک جھوٹا آدمی ہے

و کذ بنی بالبخل من کل صورة و خطاء نی فی کل وعظ اذکر

اور اس (ثناء اللہ نے) نے ہر ایک صورت سے مجھے کاذب ٹھہرایا اور ہر ایک وعظ میں جو میں نے کیا مجھے خطا کی طرف منسوب کیا

فافردت افراد الحسین بکر بلا و فی الحی صر نا مثل من کان یقبر

پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسین کربلا میں اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے

ا لا رب خصم قد رئیت جدا له و ما رئینا مثله من یزور

خبردار ہو میں نے بہت بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس (ثناء اللہ) جیسا فریبی میں نے کوئی نہیں دیکھا

اغلط اعجازی حسین یعلمه و هیئات ماحول الجهول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے ،کیا ہنسی کر رہا ہے

و ان کا ن فی شیء بعلم حسینکم فما لك لا تدعوه و الخصم یحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه کا لحو ت فات بنظمه متی حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان یا تنی اصبحه کا ساْ من الهدی فا حضره للا ملاء ان کان یقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔پس اس کو لکھنے کے لیے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لیے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاه الله بالا رض سخطة بلا ئل قالوا مکر م و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس (محمد حسین) کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں (ثناءاللہ) نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن بارز نا فاین حسینکم و ان کنت تحمده فا علن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حیاْ و تا الله اننی اراه کمن ید فی و یفنی و یقبر

کیا تو اسکو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اسکو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہو گیا

و ما ان قنطنا و الر جاء معظم کذالك وحی الله یدری و یخبر

اور ہم اس (محمد حسین) کے ایمان سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دیگا۔سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا

و یحی بایدی الله و الله قادر و یا تی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونہ ماء الطهارة و التقی نسیم الصباتا تی بریا یعطر

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی

و ان کلا می صادق قول خا لقی و من عاش منکم بر هة فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من هذا فلا تعجبن له کلا م من المو لی و وحی مطهر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلته من عند نفسی کراجم اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یهتدی من یظنه عجیب و عند الله هین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائیگا یہ کون گمان کر سکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلثه اشخاص به قد رئیتهم و منهم الٰهی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنا دے

لعمر ك ذقنا دو ن ذنب ر ما حهم فما سر نا ا لا دعاء یکرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

متی ذکروا یغتم قلبی بذ کر هم بما کا ن وقت بالملاقات نبشر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غم ناک ہو جاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایکدن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

ء ا ر ضعت من غو ل الغلا یا اباالو فا فما لك لا تخشی و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا، اے ثناء اللہ۔ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

عقرت بمد صحبتی یا اباالوفا بسب و توهین فر بی سیقهر

اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا گالی سے اور توہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا۔ (خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح (اعجاز احمدی ص ۱۵۰۔۱۶۳)

مرزا صاحب نے اعجاز احمدی میں مولانا ثناء اللہ کو چیلنج کیا تھا کہ وہ پیش گوئیوں کی پڑتال کے لیے قادیان نہیں آئیں گے۔لیکن جب مولانا قادیان پہنچ گئے اور مرزا صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی تو مرزا صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ان کی ٹانگیں کانپنے لگیں اور ان کی زبان بے قابو ہوگئی۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اعجاز احمدی کی تصنیف کے بعد مولوی ثناء اللہ قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود کے ساتھ اسکی دستخط و کتابت ہوئی تو اس نے ایک دفعہ اپنا ایک آدمی کسی بات کے دریافت کرنے کیلیے حضرت صاحب کے پاس بھیجا۔۔اس نے حضرت صاحب سے کوئی بات پوچھی اور حضرت صاحب نے اس کا جواب دیا۔جس پر اس نے کوئی سوال کیا۔جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام یا یہ بات کون کرے۔مولوی (شیر علی) صاحب کہتے ہیں کہ سوال مجھے یاد نہیں رہا مگر اس پر حضرت صاحب نے اسے فرمایا 'تو'۔مولوی (شیر علی) صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دفعہ کے علاوہ کبھی حضرت مسیح موعود (مرزا) کے منہ سے کسی شخص کو تو کہتے نہیں سنا۔موافق ہو یا مخالف۔غریب سے غریب اور چھوٹے سے چھوٹا بھی ہوتا تھا تو حضرت صاحب اسے ہمیشہ آپ کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے۔مگر اس وقت اس شخص کو آپ نے خلاف عادت تو کا لفظ کہا اور ہم سب نے اس بات کو عجیب سمجھ کر محسوس کیا' (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۴۵) (سیدھی سی بات ہے کہ مولانا کی آمد کا سن کر مرزا صاحب حواس باختہ ہو گئے تھے)۔

اور مرزا صاحب نے مولانا امرتسری سے مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا۔اور

ملفوظات جلد ۴ کے صفحہ ۱۴ پر 'مولوی ثناء اللہ کا ذکر' کے عنوان سے لکھا ہے' بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے (قادیان) آنے کا ذکر کیا تو (مرزا غلام احمد نے) فرمایا کہ لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھڑ کے لایا تھا اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے اب جہلم

سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۵ ص ۳۴ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

انہی دنوں ایک مرتبہ نماز میں مرزا غلام احمد قادیانی کی امامت کے جائز ہونے کے بارے میں علماء سے سوال ہوا تو شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے لکھا

کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی دہریہ معلوم ہوتا ہے۔ مفتری علی اللہ ہے۔ اس کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے خدا پر بھی ایمان نہیں۔ کیونکہ خدا پر ایمان رکھنے والا اس قسم کے افتراء نہیں کیا کرتا۔ اس لیے میرا یقین ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دنیا سازی کے لیے کرتا ہے۔ پس اس کی امامت جائز نہیں۔

(علمائے اسلام کا متفقہ فتویٰ۔ ص ۱۶۳۔ ۱۷۹)۔

اور ایک مرتبہ شیخ الاسلام سے سوال ہوا کہ مرزا غلام احمد کے حق میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت کاذبہ ایک دجال ہے۔

یہ سوال جواب ۱۶ اگست ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ بعد میں لوگ کہتے رہے کہ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے مرزا صاحب کو کافر نہیں کہا۔ تو آپ نے اس سوال جواب کو (جو مرزا صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے) درج کر کے معترضین کو مخاطب کیا اور لکھا

حدیث شریف میں مدعیان نبوت کو دجال کہا گیا ہے پڑھو حدیث ثلا ثون دجالون کلھم یزعم انہ نبی اللہ۔ جو لفظ حدیث میں ہے وہی ہم نے کہہ دیا۔ تمہیں پسند نہ آئے تو اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ کیا دجال کافر سے کم ہے؟ کیا دجال کافر سے بدتر نہیں؟ پھر یہ کیا ستم ہے جو ان بہتان گردوں نے روا رکھا ہے قاتلھم اللہ انی یئو فکون (ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء۔ ص ۴)

اس سلسلے میں مرزائیوں کی روایت سے شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کی یہ تحریر حسب حال ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث میں لکھا ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا ہے جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے (ایک رسول) زیادہ مرزا صاحب کو مانتے ہیں

(رسالہ احمدی جنوری ۱۹۱۲ء ص ۵۔ اہل حدیث ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء۔ منقول از تاریخ احمدیت۔ ج ۳ ص ۳۸۳۔ ۳۸۴)

یعنی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مرزائیوں کو اسی طرح اسلام سے باہر اور کافر سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان، عیسائیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔

مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے مرزا کا محاسبہ کیا ان سے پہلے کسی نے نہ کیا۔ کیونکہ وہ خود ہی لکھتا ہے کہ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مولانا نے اس کے دجل و کذب کا پول اس طرح کھولا کہ بیرون ہند بسنے والے لوگوں کو بھی اس کے دجال اور کذاب ہونے کی خبر مل گئی۔ جس پر مرزا خود ہی گواہی دیتا ہے کہ دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ نیز ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کا انداز تبلیغ ایسا کامیاب تھا کہ مرزا کو جو کامیابی ہو رہی تھی وہ رک گئی اور لوگ اس کے جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اور مرزا کو اپنے دجل اور کذب کا قلعہ مسمار ہوتا نظر آنے لگا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعے میرے سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ اپنے دور کے ایک کامیاب مناظر تھے۔ آپ سے پہلے انیسویں صدی کے اواخر میں میاں صاحب سید نذیر حسینؒ کے شاگرد مولانا سعیدؒ بنارسی ایک کامیاب مناظر تھے جن کی زندگی میں ہی مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مناظروں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ پھر مدّ وغیرہ کے مناظروں میں مولانا امرتسریؒ کی کامیابی نے آپ کو شہرت عام عطا کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم لوگ بھی آل ورلڈ مذہبی کانفرنس اور آریہ سبھا وغیرہ کے جلسوں میں آپ کو تقریر کے لیے بلانے لگے۔ جب مولانا محمد سعید صاحب بنارسی کا انتقال ہو گیا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے لیے مناظرہ اور مباحثہ کا میدان اور وسیع ہو گیا۔ اور سارے ہندوستان کی نظریں آپ کی طرف اٹھنے لگیں۔ اور تمام ہندوستان سے آپ کے نام دعوت نامے آنے لگے۔ دیوریا اور نگینہ میں مسلم اور غیر مسلم پبلک نے خراج تحسین پیش کیا۔ رام پور کے مناظرہ میں نواب رام پور نے سرٹیفکیٹ دیا۔ اور لدھیانہ میں تین سو روپے انعام پایا۔

ضلع بجنور میں نگینہ کے مقام پر آریہ کا بہت زور تھا۔ وہ لوگ ہر جلسہ میں مسلمانوں کو چیلنج کر دیتے

تھے۔ بالآخران کا چیلنج قبول کرلیا گیا اور مولانا محمود حسن۔ مولانا احمد حسن مولانا محمد حسن مولانا علی احمد۔ مولانا ابو رحمت میرٹھی اور مولانا ابوالفرح پانی پتی جیسے بزرگ وہاں پہنچ گئے لیکن مناظرہ کی ذمہ داری مولانا ثناء اللہ کو سونپی گئی۔ آریہ کی طرف سے ماسٹر آتمارام مناظر مقرر ہوئے۔ پنڈت کرپارام اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر آریہ مسافر اس کی مدد کے لیے موجود تھے۔ یہ تحریری مناظرہ الہام کے موضوع پر تھا اور حسب شرائط ۵ جون ۱۹۰۴ء سے ۱۴ جون تک جاری رہنا قرار پایا تھا۔ لیکن دو آریہ مناظر تیسرے ہی دن بھاگ کھڑے ہوئے اور پانچویں دن آخری آریہ مناظر نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ نے مولانا امرتسری اور مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور گیارہ ہندو مسلمان ہوگئے۔ محمد عمر کرت پوری جو مرتد ہوکر آریہ سماج میں داخل ہوگیا تھا واپس اسلام میں چلا آیا

خورجہ ضلع بلند شہر یوپی میں ۱۹ تا ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء مناظرہ ہوا۔ مولانا مبارک حسین سنبھلی صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم کی آریہ گزٹ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر پنڈت چندر پرکاش سے بات ہوتی رہتی تھی اور وہ اسلام کی حقیقت پاکر مسلمان ہوگئے اور عبدالرحمٰن نام رکھا جس سے آریہ کو آگ لگ گئی اور مناظرہ کی تیاری شروع ہوگئی۔ وہاں مولانا مرتضے حسن۔ سید انور شاہ کشمیری اور مولانا ابراہیم دہلوی آئے۔ مناظر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مقرر کیا گیا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء کو تحریری مناظرہ ہوا جس میں آریہ کو شکست ہوئی۔

دو مناظرے مونگ میں ہوئے۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ:

۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء مقام مونگ ضلع گجرات پنجاب مرزائیہ سے مباحثہ تھا۔ مضمون مباحثہ حیات مسیح تھا جو مولانا ابراہیم سیالکوٹی نبھا رہے تھے۔ اثناء گفتگو میں فریق مخالف نے مولانا ابراہیم کو للکارا کہ جس صورت میں تـــو فـــی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو اس کے معنی سوائے موت کے کوئی دوسرے بتا دو تو حسب اشتہار مرزا صاحب ایک ہزار روپے وہ اور ایک سو روپے میں از خود دوں گا۔ دوسرا وقت میرا تھا۔ اس لیے مولانا ابراہیم نے استغنا سے اتنا فرمایا کہ میں انعام نہیں لیتا۔ انعام لینے والا بھی آجائے گا۔ چنانچہ میں نے صدر جلسہ کو کہا کہ یہ سودا میرے ساتھ کرائیے۔ بعد گفتگو فریق ثانی کا بالفاظ ذیل چیلنج آیا

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم طبع سوم کے صفحہ ۳۷۵ میں جو چیلنج توفی کے لفظ کی نسبت ہزار روپے کا اشتہار کے ماتحت دیا ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب اس کے متعلق آج بھی

حوالہ پیش کردیں تو علاوہ ایک ہزار روپے کے یک صد روپے زائد میں آج دے دوں گا۔

خاکسار محمد یار مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔

اس کا جواب فوراً وہیں دیا گیا:

چیلنج منظور ہے۔ مولوی یار محمد صاحب کا چیلنج مجھے منظور ہے۔ حسب قاعدہ گیارہ سو روپے کسی مسلمہ امین کے پاس رکھوا کر منصف منظور کریں۔ خادم دین ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ مطلع بالکل صاف تھا۔ کیونکہ مدعی کے کہنے سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ منکر کے انکار سے غلط نہیں ہوتا۔ اس لیے کسی مسلمہ منصف کا تقرر ضروری ہے۔ لیکن کیا ہوا؟ اس کے بعد ایک دن اور دو شب وہاں رہے۔ انعامی پارٹی کی طرف سے صدائے برنخواست: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۴۔۵)

☆ مونگ میں دوسرے مناظرے کی روئداد مولانا عبداللہ معمارؒ نے یوں بیان کی ہے:

مباحثہ صداقت مرزا پر ہوا۔ مولوی اللہ دتہ قادیانی نے صداقت مرزا پر تقریر کی جس میں مرزا صاحب کی (بعثت سے) پہلی زندگی کو بطور ثبوت پیش کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو ہماری اتنی ترقی نہ ہوتی۔ مولانا ثناء اللہ نے فرمایا ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا جی نے اشتہار دیا جس کی سرخی تھی

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس میں مرزا صاحب نے لکھا کہ ہم دونوں میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ خدا نے یہ دعا قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ پھر وہ فوت ہو گئے۔ بس فیصلہ ہو گیا اب جھگڑا کیا ہے؟

اس کے جواب میں مرزائی مناظر نے گھبراہٹ میں کہا کہ یہ دعا دراصل مباہلہ کی دعا تھی۔ چونکہ آپ (ثناء اللہ) نے اسے پسند نہ کیا اس لیے مباہلہ منعقد نہ ہوا۔ پس آپ اس کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ مولانا نے کہا کہ تمہارے اخبار بدر میں مرزا صاحب کی زندگی میں ہی ایک مضمون نکلا تھا جس میں یہ فقرہ بھی تھا مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری استجابت فیصلہ کیا تھا وہ دعا کے طور پر تھا نہ کہ مباہلہ کے طور پر یہ حوالہ جیسا فیصلہ کن تھا مرزائی مناظر کے حق میں ویسا ہی پریشان کن ثابت ہوا۔ اخیر مباحثہ تک وہ

اس کا جواب نہ دے سکا۔ پھر مولانا نے مرزا صاحب کے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کیا اور فرمایا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں کہتے ہیں آسمانی منکوحہ ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نہ آئی تو خدا کا کلام ناقص ہو جائے گا۔ پھر وہ عورت مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئی۔ اس کا جواب مرزائی مناظر نے یہ دیا کہ نکاح کا ہونا مرزا سلطان محمد کے مرنے پر موقوف تھا۔ وہ چونکہ نہ مرا اس لیے نکاح نہ ہوا۔ مولانا نے فرمایا انجام آتھم میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان محمد کا میری زندگی میں مرنا تقدیر مبرم ہے۔ وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ پس سلطان محمد کا حیات مرزا میں نہ مرنا مرزا صاحب کا ایک کذب ہے تو منکوحہ آسمانی کا مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا دوسرا کذب ہے۔ اس کا جواب بھی مرزائی مناظر نہ دے سکا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۸)

☆ اس کے علاوہ مولانا امرتسریؒ نے امرتسر میں مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی (تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۲۱۸) سے ایک محدود اجتماع میں ۲۹۔۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء کو تحریری مباحثہ کیا۔ پہلے دن حیات و وفات مسیح کے موضوع پر بحث تھی۔ دونوں طرف سے تین تین پرچے لکھے گئے۔ دوسرے دن تصدیق و تکذیب دعاوی مرزا پر بحث ہوئی۔ اس مباحثہ میں فیصلہ کے لیے منصفین کا تقرر نہیں ہوا تھا، اور نہ عوام اس میں شرکت کے مجاز تھے۔ اس لیے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا تھا اور عوام کی خواہش تھی کہ بعد میں تقریری شکل میں بھی ایک مباحثہ ہو جائے لیکن قادیانیوں نے اسے منظور نہیں کیا۔ اس مناظرہ کی بابت اخبار بلیٹن لاہور نے لکھا

اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ کو مولوی غلام رسول پر فتح ہوئی اور مرزائی ہار گئے۔ جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی تھے اور سب نے بالاتفاق مرزائیوں کے خلاف فیصلہ دیا۔

(بلیٹن لاہور ۳ مئی ۱۹۱۶ء۔ اہل حدیث امرتسر ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء منقول از فتنہ قادیانیت اور مولانا امرتسری۔ ص ۱۲۱)

☆ اور سرگودھا میں میر محمد اسحاق قادیانی سے ۳۔۴ دسمبر ۱۹۱۶ء ختم نبوت اور نبوت مرزا پر مباحثہ کیا۔

☆ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں انجمن اہل حدیث بھوانی ضلع حصار کا جلسہ تھا جس میں قدامت روح و مادہ پر آریوں سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا مناظرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنا مسلک کتاب سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ پھر آپ اس پر اعتراض کریں۔ چنانچہ آپ نے پڑھ کر سنایا کہ اللہ پاک نے فلاں کو

فلاں سے اور فلاں کو فلاں سے پیدا کیا اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اس پر مناظر پنڈت نے اعترض کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے۔ قدرت سے کوئی شے پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس پر مولانا امرتسریؒ نے فرمایا کہ میں آپ کے پاس کتاب بھیجتا ہوں اس پر خط کھینچ دیجئے کہ یہ غلط ہے، تاکہ ہم اور آپ ایک ہوں اور اختلافات دور ہو جائیں۔ پنڈت صاحب نے کتاب سے عبارت پڑھ کر کتاب رکھ دی کہ وہ رگ وید ہے۔ اگر غلط کہتے ہیں تو آریہ ناراض ہوتے ہیں اور اگر ٹھیک کہتے ہیں تو مسلمان ٹھہرتے ہیں۔ اس لیے اس مناظرے کا بہت اچھا اثر رہا۔ (الجسر البلیغ مصنفہ حافظ عنائت اللہ گجراتی۔ ص ۲۶)

۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء کو بٹالہ میں مولوی ابوالعطا سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ صاحب کا ایک مناظرہ ہوا۔ (تاریخ احمدیت ج ۶۔ ص ۲۸۰)۔ اس مناظرہ کے متعلق ۱۳۔ جنوری ۱۹۳۱ء کے اہل حدیث امرتسر میں مرقوم ہے: گزشتہ نومبر میں بٹالہ کے جلسہ اہل حدیث میں ان سے گفتگو ہوئی جس کی پوری کیفیت حاضرین ہی بتا سکتے ہیں کہ آسمان و زمین سے بہت کی آواز آتی تھی مگر قادیانی پریس نے حلفیہ شائع کیا کہ ہم جیتے۔

آریہ کے خلاف شیخ الاسلام مولانا امرتسری کا تحریری کام بہت قابل قدر ہے۔ آریہ سماج کے دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ جس کے چودھویں باب میں قرآن کریم پر ۱۵۹ اعتراضات کیئے تو شیخ الاسلام امرتسریؒ نے اس کے جواب میں حق پرکاش لکھی اور تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے

اس کے بعد ایک مسلمان عبدالغفور مرتد ہو گیا اور آریہ مذہب اختیار کر کے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا۔ اس نے اپنا مذہب چھوڑنے پر ترک اسلام لکھی۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر مسلمانوں میں بڑی بے چینی پھیلی۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس کے جواب میں ترک اسلام لکھی جس سے مسلمانوں کو قلبی راحت ہوئی۔ اس کے بعد دھرم پال نے تہذیب الاسلام کے نام سے چار جلدوں میں اسلام کے خلاف کتاب لکھی۔ اس میں اس نے اسلام پر ۶۸ اعتراض کیئے۔ مولانا نے اس کا چار جلدوں میں تغلیب الاسلام کے نام سے جواب دیا۔ اس کے بعد دھرم پال نے ایک اور کتاب نخل اسلام لکھی جس کا مولانا نے تبراسلام کے نام سے جواب دیا۔ اس کے بعد دھرم پال نے چپ سادھ لی اور کچھ عرصہ بعد قاضی سلیمان منصور پوری کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف لکھی ہوئی اپنی کتابیں جلا دیں۔

دھرم پال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں ایک کتاب حکیم نوردین قادیانی نے بھی تالیف کی تھی اور اس کا نام نور الدین رکھا تھا۔ دھرم پال نے شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ اور حکیم صاحب کے جوابات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

جب مولوی نورالدین نے رسالہ نورالدین کے ذریعے اور مولوی ثناءاللہ نے ترک اسلام وغیرہ کے ذریعے اسلام اور ملاازم (یعنی اقوال الرجال یا تقلید علماء) کے درمیان خط ممیّز کھینچ دیا تو میری تصانیف کی قیمت ایک دیاسلائی کے برابر رہ گئی۔ میرے اعتراضات کا جواب دینے میں نورالدین کے مصنف کا نشانہ علمی معلومات کی بدولت بے خطا ہوتا تھا مگر ترک اسلام کا وار زیادہ ستم ڈھاتا تھا جبکہ وہ میرے قلعہ کو جو میں سخت جدوجہد کے ساتھ تفسیروں کی بنا پر تعمیر کرتا تھا صرف اتنا سا فقرہ لکھ کر مسمار کر ڈالتا تھا کہ تفسیر کا جواب تفسیر لکھنے والوں سے لو، قرآن اس کا ذمہ دار نہیں۔ اس فقرہ نے ترک اسلام اور تہذیب الاسلام کو چھلنی کر ڈالا۔ میں نے نتیجہ نکال لیا کہ نورالدین کے مصنف کے ساتھ تو بحث چل سکتی ہے مگر ترک اسلام کے مصنف کے ساتھ جو ملاازم کا سرے سے ہی منکر ہے بحث کا چلنا مشکل ہے۔ مگر لطف یہ ہوا کہ نورالدین کے مصنف نے میرے مقابلہ پر دوبارہ قلم نہ اٹھایا حالانکہ میں آرزومند تھا کہ اس کے ساتھ بحث کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن ترک اسلام کے مصنف نے تہذیب الاسلام کے جواب پر پھر قلم اٹھایا۔ مگر میں اس کے ساتھ بحث کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نورالدین کے مصنف نے میرے مقابلہ پر پھر قلم نہ اٹھایا اور میں نے ترک اسلام کے مصنف کے مقابلہ میں قلم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح ہماری پہلی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔

مگر کچھ عرصہ کے بعد ملاازم کو دوبارہ رگڑنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ اس دفعہ میں نے تواریخ سے مدد لی۔ اور نخل اسلام کے نام سے جلی سڑی کتاب شائع کی۔ آریہ سماج کے اخبارات نے اس کتاب کا نہایت زوردار الفاظ میں ریویو کیا۔ مسلم اخبارات نے اس کے برخلاف شور مچایا۔ میں چاہتا تھا کہ پرانے ٹائپ کے ملا لوگ میرے مقابلے پر آئیں۔ تاکہ مجھے اس بات کے جاننے کا موقع ملے کہ وہ ان باتوں کا کیا جواب رکھتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس دفعہ بھی وہی ترک شیرازی (ثناءاللہ) میدان میں کودا اور یہ کہہ کر کہ قرآن مجید یا اسلام تواریخ یا تفاسیر کا جوابدہ نہیں۔ نخل اسلام پر تبرا اسلام مار کر چلتا ہوا۔ اس طرح پرانے

ٹائپ کے جن ملانوں کو رگڑنے کے لیے میں نے یہ دوسری کوشش کی تھی وہ پھر بچ گئے۔آخر کار میں نے اس تمام بحث کا قطعی فیصلہ کر ڈالا۔اور ترک اسلام سے لے کر اپنی آخری تصنیف تک جس قدر کتابیں تھیں ان سب کو میں نے ۱۴جون ۱۹۱۱ء کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

(المسلم۔ص ۲۹۲۔دسمبر ۱۹۱۴ء۔اہلحدیث ۱۱۔۱۸دسمبر ۱۹۳۶ء۔منقول از فتنۂ قادیانیت اور مولانا امرتسری ص ۲۹۳۔۲۹۴)

ایک آریہ مبلغ نے ایک کتاب بنام کتاب اللہ وید ہے یا قرآن؟ شائع کی۔مولانا ثناء اللہ نے کتاب الرحمٰن کے نام سے اس کا جواب دیا۔اس کے بعد آریوں نے رنگیلا رسول کے نام سے کتاب لکھی جس کے جواب میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مقدس رسول ﷺ کے نام سے یادگار کتاب لکھی۔

☆ مسیحیت کے خلاف بھی آپ کا کام بہت قابل قدر ہے۔آپ نے عیسائی پادریوں سے مناظرے بھی کئے اور ان کے عقائد کی تردید بذریعہ تحریر بھی فرمائی۔آپ کی کتاب اسلام اور مسیحیت کو قبول عام حاصل ہوا۔اور نواب محمد جہانگیر والی ریاست مانگرول علاقہ کاٹھیاواڑ نے ایک خط میں کو آپ کو لکھا۔

مانگرول ۱۳اگست ۱۹۴۱ء۔حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب زاد لطفه

بعد سلام گزارش ہے کہ جہاں تک میری معلومات ہیں آپ کی ذات بابرکات کو ہند میں لاثانی عالم سمجھتا ہوں۔اور آپ جو اسلام کی خدمت کر رہے ہیں قابل تعریف ہے۔آپ نے جو کتاب اسلام اور مسیحیت لکھی ہے واقعی اسلام کی بہت خدمت کی ہے۔جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ویسے تو کوئی بھی شئے بے عیب نہیں ہو سکتی بجز ذات خداوندی کے۔مگر یہ کتاب ہر طرح قابل قدر ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے تاکہ آپ صد وسی سال اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔

والسلام نیاز مند محمد جہانگیر۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹اگست ۱۹۴۱ء ص ۷)

ہند کی تحریک آزادی میں بھی آپ حصہ لیتے رہے اور مولانا محمد میاں نے بتایا ہے:

ثناء اللہ جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔یہی شخص مولوی ثناء اللہ امرتسری ہے انجمن اہل حدیث پنجاب کا صدر ہے۔ہندوستان میں شائد سب سے ممتاز وہابی ہے۔امرتسر سے شائع ہونے والے اردو اخبار اہل حدیث کو مرتب کرتا ہے۔وہ ایم ابراہیم سیالکوٹی کا بڑا گہرا اور مخلص دوست ہے۔

(تحریک شیخ الہند، محمد میاں، کراچی۔ ۱۹۸۸ء ص ۴۷۵)

ندوہ کے قیام کے سلسلے میں مولانا محمد علی مونگیری مولانا لطف اللہ علی گڈھی اور علامہ شبلی نعمانی نے جو اجلاس کان پور میں طلب کیا تھا اس میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی شامل تھے۔ اور علماء میں سب سے کم عمر۔ آپ اس کی تاسیسی مجلس کے ۱۹۴۷ء تک رکن رہے۔ اور اس کی اصلاحی کمیٹی کے رکن بھی رہے حکیم اجمل خان کی دعوت پر ندوہ کا جو اجلاس ۱۹۱۲ء میں دہلی میں ہوا تھا مولانا شبلی کی تحریک پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس کے صدر قرار پائے تھے۔

مجلس خلافت ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی اس کا پہلا اجلاس لکھنو میں ہوا تھا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس میں شریک تھے

۱۹۱۹ء میں جمیعۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانیوں میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ مولانا آزاد۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ مولانا احمد سعید دہلوی۔ مولانا کفائت اللہ۔ مولانا آزاد سبحانی مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا امرتسری شامل تھے۔ اور مولانا ثناء اللہ کی تحریک پر اس کا پہلا اجلاس مسلم ہائی سکول امرتسر میں مولانا عبد الباری کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس کی مجلس منتظمہ میں مولانا امرتسری۔ مولانا سلامت اللہ جیراج پوری مولانا محمد اکرم خان مولانا ابراہیم سیالکوٹی مولانا داؤد غزنوی اور مولانا محمد فاخر الہ آبادی شامل تھے۔

ادھر حضرت میاں سید نذیر حسین محدث صاحب کی وفات کے بعد ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ جماعت اہل حدیث کی بھی تنظیم ہو۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اہل حدیث میں ایک مضمون لکھا کہ جماعت اہل حدیث کی اجتماعی ضرورت کے لیے ایک مجلس ہونی چاہیے جس کا نام ہو اہل حدیث کانفرنس۔ اور یہ تجویز پیش کر کے انہوں نے ان علماء سے رائے دریافت کی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی محمد حسن لدھیانوی، مولوی الٰہی بخش ہشیار پوری، حافظ عبد المنان وزیر آبادی، مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، سید عبد السلام دہلوی، مولوی محمد بشیر سھسوانی، مولوی عبد المجید دہلوی، مولوی محمد حسین دہلوی کوئلہ فروش، مولوی عبد العزیز رحیم آبادی، حافظ عبد اللہ آروی، شاہ محمد عین الحق

ساکن چھپرہ، مولوی عبدالجبار عمرپوری، مولوی عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ، مولوی عبدالحکیم پٹوی۔ مولوی محمد ادریس آروی۔ مولوی عبدالتواب غزنوی وغیرہ۔ اوران سے التماس کی کہ اگروہ اس تحریک کے مئوید ہیں تو اس سلسلہ میں اپنی آراء سے جلد مطلع کریں تاکہ آرہ کے جلسہ میں جو ماہ شوال میں ہونے والا ہے اور جس میں علما اہل حدیث کی خاصی جمعیت ہوتی ہے یہ تجویز پیش ہوکر پاس ہو جائے۔ اس آواز کی عرصہ تک تائید ہوتی رہی اور پھر دسمبر ۱۹۰۶ء میں بموقع جلسہ احمدیہ آرہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس قائم ہوئی جس کے صدر حافظ غازی پوری اور سیکرٹری مولانا امرتسری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا امرتسری ۱۹۲۸ء تک اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ۱۹۲۸ء کے انتخابات میں قاضی سلیمان صدر اور مولانا عبدالمجید سوہدروی ناظم منتخب ہوئے۔

۱۹۲۰ء میں انجمن اہل حدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا تو اس کے پہلے صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ منتخب ہوئے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اور مولانا محمد مستقیم سلفی نے اپنی تصانیف میں شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کی رد قادیانیت پر کتابوں کی ایک فہرست مع مختصر تعارف مرتب کی ہے۔ ہم ان بزرگوں سے استفادہ کرتے ہوئے ذیل میں ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔ جو یوں ہے:

ہفوات مرزا۔ ۱۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی سے ممکن نہیں۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ الہامات مرزا کی اشاعت اول کے فوراً بعد شائع ہوا تھا۔ دوسری بار ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

علم کلام مرزا۔ ۸۰ صفحات پر اردو میں پہلی بار ۱۹۳۲ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس میں براہین احمدیہ کا علم کلام کی حیثیت سے جائزہ لیا گیا۔ اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں۔

تاریخ مرزا۔ ۶۴ صفحات پر پہلی بار لاہور سے اردو میں ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا کے سوانح خود انہی کے اشتہارات اور تالیفات کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور اس کی زندگی کے بہت سے گوشوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

بہاء اللہ اور میرزا قادیانی۔ ۷۶ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ میں وہی صورت اختیار کی ہے جو بہاء اللہ ایرانی نے اختیار کی تھی کتاب میں دونوں کے حالات وسوانح کا ذکر کرتے ہوئے دونوں کے دلائل اکٹھا کر کے ان پر بحث کی گئی ہے۔

فاتح قادیان۔ امرتسر سے ۱۹۱۲ء میں ۷۰ صفحات پر اردو میں شائع ہوئی۔ یہ اس مناظرے کی روئداد ہے جو آپ نے اپریل ۱۹۱۲ء میں منشی قاسم علی سے لدھیانہ میں کیا تھا۔ اس میں فریقین کی تحریریں اور منصف کا فیصلہ دیا گیا ہے۔

فیصلہ مرزا (عربی و اردو) ۴۰ صفحات پر پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کی آخری فیصلے والی دعا اور پھر اس دعا کے نتیجے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے جو ہیرا پھیریاں کی جاتی ہیں ان کی تردید فرمائی ہے یہ رسالہ انگریزی کشمیری پنجابی اور بنگالی زبانوں میں بھی شائع ہوا۔

تعلیمات مرزا۔ یہ کتاب ۲۷ صفحات پر اردو میں پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کی تعلیم کے چار ابواب (اختلافات مرزا۔ کذب مرزا۔ نشانات مرزا۔ اخلاق مرزا) کو نقل کر کے ان کا تضاد دکھایا گیا ہے

نکاح مرزا۔ اردو میں ۲۰ صفحات پر پہلی بار امرتسر سے ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) سے متعلق پیش گوئیاں غلط ہیں۔

نکات مرزا۔ ۴۰ صفحات پر اردو میں ۱۹۲۶ء میں پہلی بار لاہور سے شائع ہوئی۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں قادیان میں مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا تھا جس بعض علمائے دیوبند نے دوران تقریر مرزا صاحب کے 'معارف قرآنیہ' پر کچھ تنقید کی۔ اس پر مرزا محمود احمد نے علمائے دیوبند کو اپنے مقابل تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مرزا محمود کو لکھا:

'آپ اسی میدان میں تشریف لائیے جس میں مرزا صاحب نے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا۔ میں آپ

کی طرف سے تقرر تاریخ اور جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۲۵ء)۔

مرزا محمود احمد قادیانی حیلہ بازیاں کرنے لگے تو شیخ الاسلام نے پھر لکھا:

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی جامع مسجد میں آ جائیں۔ جہاں صبح آٹھ بجے ے بارہ بجے تک مجلس ہوگی۔ جس میں میں اور آپ تفسیر لکھیں گے۔ اس طرح سے کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن، سادہ کاغذ، اور آزاد قلم ہوگا'

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء)

مرزا محمود احمد قادیانی میدان میں نہ آئے تو آپ نے یہ کتاب لکھی۔ اور آیات قرآنی کے اندر مرزا صاحب کی نکات آفرینیوں کے نہایت دلچسپ نمونے اپنے تبصروں کے ساتھ جمع کر دیئے۔

عجائبات مرزا۔ ۲۴ صفحات پر اردو میں پہلی بار ۱۹۳۳ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب اور ان کے بیٹے مرزا محمود احمد کی تحریرات متعلقہ عمر دنیا اور مرزا صاحب کی پیدائش پر تبصرہ کیا گیا۔

فتح ربانی در مباحثہ قادیانی۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں پہلی بار امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اس مناظرے کی روئداد ہے جو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولوی غلام رسول راجیکی مرزائی کے مابین ۲۹۔۳۰ اپریل ۱۹۱۶ء بمقام امرتسر حیاۃ ووفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر ہوا تھا۔ رسالے کے آخر میں ایک بسیط ریویو بھی ہے

محمد قادیانی۔ ۲۴ صفحات پر اردو میں ۱۹۲۸ء میں پہلی بار امرتسر سے شائع ہوئی۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو بروز محمد کہا کرتے تھے۔ اس لیے اس رسالہ کا نام محمد قادیانی رکھا۔ اس میں یہ دکھایا ہے کہ محمد ﷺ نے کیا کیا کام کئے اور ان کے بروز نے کیا کئے۔ تا کہ ان کاموں کی مطابقت یا عدم مطابقت سے مرزا صاحب کے صدق و کذب معلوم ہو۔

ہندوستان کے دو ریفارمر۔ اس رسالہ میں دو مدعیان اصلاح یعنی دیانند سوامی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی بدزبانیوں کے نمونے دکھا کر فیصلہ قارئین پر چھوڑا گیا ہے کہ کیا ایسے تلخ گو حضرات بھی مصلح اور

ریفارمر ہو سکتے ہیں؟

فسخ نکاح مرزائیاں۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ۱۹۱۸ء میں مرتب ہوا اور ۱۹۲۴ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مرزائیوں سے میل جول اور شادی غمی میں شرکت سے متعلق سے ۱۸۹ علماء کا فتویٰ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ کی سرپرستی میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ مفتیوں میں شیعہ بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث شامل ہیں۔ فتویٰ میں بتایا گیا ہے کہ مرزائی خارج عن الاسلام ہیں کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح ان سے صحیح نہیں۔ اگر نکاح ہو جانے کے بعد کوئی مرزائی عقائد قبول کرلے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

شاہ انگلستان اور مرزا قادیانی۔ ۱۲ صفحات پر یہ رسالہ پہلی بار امرتسر سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ جب لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ۱۹۰۶ء میں صوبہ بنگال کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی منسوخی کا علان جارج پنجم شاہ انگلستان نے ۱۹۱۱ء میں اپنے دورہ ہند کے دوران کیا تو اس سے خدا کی جانب سے مرزا کی تکذیب ہوئی۔

عقائد مرزا۔ ۸ صفحات پر اردو میں یہ رسالہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں چند قادیانی عقائد کو مع حوالہ جات پیش کیا گیا ہے۔

چیستان مرزا۔ ۸ صفحات پر یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۲۸ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کے الہامات واقوال میں تضاد ثابت کرتے ہوئے تین سو روپیہ کا چیلنج کیا گیا ہے۔ اس عنوان سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے کئی مرتبہ مرزا صاحب کے الہامات وفرمودات میں اختلافات وتضادات کا مرقع پیش کیا تھا اور انہیں حل کرنے پر انعامات دینے کا بھی اعلان کیا تھا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں مرقع قادیانی میں اس عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون کو ایک ماہ میں حل کرنے پر ۵۰۰ روپیہ دینے کا وعدہ کیا گیا۔ ۱۵ جون ۱۹۱۷ء اہل حدیث میں اس عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں آپ نے لکھا

'اس کا جواب لاہوری پارٹی کے سرگروہ دیں تو ایک صد روپیہ اور قادیانی پارٹی کے رئیس میاں محمود احمد جواب دیں تو دو صد روپیہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔ فیصلہ کی صورت یہ ہوگی کہ تین اصحاب منصف ہوں گے۔ ایک ایک فریقین کا اور تیسرا سرپنچ غیر مسلم مسلمہ طرفین ہوگا'

لیکن کسی نے جواب پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ جب آپ نے ان مضامین کو رسالے کی صورت میں شائع کیا تو دو معاملات پر بحث تھی

۱۔ مرزا صاحب کا سن بعثت۔ آپ نے بتایا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۶، ۶۸ اور تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں صفحہ ۱۷۱ پر اپنا سن بعثت پورے ۱۳۰۰ھ بتایا ہے۔ اس کے بعد تتمہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۹۹ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ پھر ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ اور صفحہ ۶۷۵ سے دو اقتباسات نقل کئے جن کا اقتضا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی۔

۲۔ دوسرا مضمون مرزا صاحب کی موت کا ہے۔ ان کی پیش گوئی یہ تھی کہ میری عمر ۸۰ سال کے گرد و پیش ہوگی اور مولانا امرتسریؒ نے خود مرزا صاحب ہی کی تحریروں سے بتایا ہے کہ ان کی عمر ۶۴ سال ہوئی۔

شہادات مرزا ملقب بہ عشرہ مرزائیہ۔ امرتسر سے پہلی بار ۱۹۰۹ء میں ۳۲ صفحات پر اردو میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں دس شہادتوں سے مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کی تردید کی گئی ہے۔ یہ دس شہادتیں ایسے مآخذ سے فراہم کی گئی ہیں جو قادیانی حضرات کے نزدیک واجب التسلیم ہیں۔ یعنی احادیث صحیحہ۔ مرزا صاحب کی وحی والہام اور مرزا صاحب کے اپنے معیار واقوال۔ یہ رسالہ ردمرزائیت میں لاجواب ہے۔ آپ نے اس کے جواب پر بفیصلہ منصف ایک ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا تھا اور اسے امپیریل بنک امرتسر میں جمع بھی کروا دیا تھا۔ لیکن کسی کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

☆ مرقع قادیانی۔ ۵۸ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی بار ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں ان خاص خاص مضامین کو منتخب کر کے شائع کیا گیا ہے جو آپکے رسالہ مرقع قادیانی (۱۹۰۷ء۔۱۹۰۸ء) میں شائع ہو چکے تھے

☆ زار قادیان۔ ۸ صفحات پر اردو میں ۱۹۱۷ء میں امرتسر سے پہلی بار شائع ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں روس میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو زار روس کے متعلق مرزا صاحب کی ایک عبارت کو سہارا بنا کر قادیانیوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ یہ انقلاب مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق ہے جس سے آپ کے مامور من اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس رسالہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خود مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق اس عبارت کا تعلق انقلاب

روس سے نہیں ہے۔

ناقابل مصنف مرزا۔ یہ کتاب ۶۰ صفحات پر اردو میں پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب کے استدلال پر متکلمانہ طرز سے نظر ڈالی گئی ہے۔ انداز حکیمانہ ہے اور اس میں مرزا صاحب کی تین کتابوں (براہین احمدیہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ چشمہ معرفت) کتابوں پر تنقید کر کے بتایا ہے کہ مرزا صاحب ایک ناقابل مصنف تھے۔

مکالمہ احمدیہ۔ ۵۲ صفحات پر اردو میں پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ یہ مرزائیوں کے دو فریقوں یعنی قادیانی اور لاہوری گروہوں کی تحریریں ہیں جو ان کے باہمی اختلافات پر ہیں کہ مرزا صاحب مجدد اور مسیح موعود تھے یا نبی و رسول۔

لیکھرام اور مرزا۔ ۱۶ صفحات پر اردو میں یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۴۲ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ پنڈت لیکھرام پشاوری کے قتل سے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط تھی۔

محمود مصلح موعود۔ مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی مصلح موعود کے عنوان سے کی تھی۔ پہلے انہوں نے اپنے بیٹے بشیر کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ وہ مر گیا۔ پھر اپنے بیٹے مبارک کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ وہ بھی مر گیا۔ ۱۹۴۴ء میں مرزا محمود احمد قادیانی نے ہوشیار پور کے جلسے میں اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا تو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس بات کی تردید میں اگست ۱۹۴۴ء میں یہ رسالہ لکھا۔

اباطیل مرزا۔ ۱۶ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی بار ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ یہ رسالہ مولانا کے ۵ مضامین کا مجموعہ ہے جو یہ ہیں۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ حلف مئوکد بعذاب۔ زلزلہ بہار۔ نکاح آسمانی۔ تقریر لائل پور۔ ان مضامین میں مرزا صاحب کا کذب ثابت کیا گیا ہے۔

تحفہ احمدیہ۔ یہ کتاب ۵۲ صفحات پر اردو میں امرتسر سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب نے آسمانی نکاح کے بارے میں جو پیش گوئی کی ہے اسکے جھوٹا ہونے کا ثبوت قادیانی امت کے اکابرین مثل حکیم نور دین، مولوی محمد علی، ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر میر اسماعیل وغیرہ کی تحریرات سے دیا گیا ہے۔

صحیفہ محبوبیہ۔ اردو میں ۷۶ صفحات پر یہ کتاب باراول ۱۹۰۹ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب

قادیانی رسالہ صحیفہ آصفیہ مصنفہ حکیم نورالدین کا جواب ہے جس میں انہوں نے نواب حیدرآباد کو یہ تبلیغ کی تھی کہ ہندوستان بھر میں جو طاعون قحط اور وبا پیش آئے تھے اور ۱۹۰۸ء میں آپ کے علاقے میں جو طوفان وغیرہ آیا تھا ان تمام حوادث کی خبر ہمارے مرزا صاحب نے پہلے سے دے رکھی تھی۔ مولانا نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے صدق و کذب کو موضوع گفتگو بنایا۔

ثنائی پاکٹ بک۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں تالیف ہوئی۔ پھر ۹۶ صفحات پر یہ کتاب دہلی سے بار دوم ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ پاکٹ بک نہ صرف قادیانیت بلکہ ہندو اور بہائی کے عقائد کی تردید پر بھی نہایت مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

آفت اللہ۔ ۸ صفحات پر یہ کتابچہ بار پنجم ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے امیر مولوی محمد علی نے ایک رسالہ آیت اللہ لکھا تھا جس میں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے اشتہار سے متعلق بہت سی تاویلیں کی تھیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ان کا جواب آفت اللہ میں دیا۔

قادیانی مباحثہ دکن۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ پہلی مرتبہ امرتسر سے ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں اس مناظرہ کی روئداد ہے جو شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ اور قادیانی علماء کے درمیان سکندر آباد دکن میں ۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء کو ہوا تھا۔

عشرہ کاملہ۔ ۱۵۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار امرتسر سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں دس فصلیں قائم کر کے ہر فصل میں دس دس دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس طرح سو دلائل سے عام فہم پیرایہ میں قادیانی مذہب کی حقیقت انہی کی کتابوں سے بے نقاب کی گئی ہے۔

تفسیر بالرائے۔ یہ تالیف مئی ۱۹۳۹ء کی اور اس میں آپ نے مرزا قادیانی کی تفسیر آیات مختلفہ۔ مولوی مقبول احمد شیعہ۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی۔ مولوی محمد علی لاہوری مولوی احمد دین نیچری مرزا محمود کے تفسیری نوٹ۔ تحریرات شیخ بہاء اللہ۔ تفسیر خواجہ حسن نظامی۔ ترجمہ قرآن مولوی احمد رضا خان کا جائزہ لیا ہے

الہامات مرزا۔ پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں ۱۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کے مقرر کئے ہوئے معیار پر ان کا صدق و کذب جانچا گیا ہے اور اس میں

مرزا صاحب کی درج ذیل پیش گوئیوں پر بحث کی گئی ہے متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی۔ متعلقہ پنڈت لیکھرام پشاوری۔ متعلقہ محمدی بیگم واحمد بیگ وسلطان محمد۔ متعلقہ مولانا محمد حسین بٹالوی ملا محمد بخش لاہوری اور مولانا ابو الحسن تبّتی۔ متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ۔ متعلقہ طاعون پنجاب۔ متعلقہ حفاظت قادیان۔ مولانا امرتسری کے قادیان نہ جانے کی پیش گوئی۔ اور عجیب پیش گوئی۔ بعد کے ایڈیشنوں میں آپ نے مرزا قادیانی کی اپنی عمر سے متعلق پیش گوئی اور آخری فیصلہ کے عنوانات کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ پہلے دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں میں جو مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے جواب دینے پر ۵۰۰' ۱۰۰۰' اور ۲۰۰۰ روپے کے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا۔

تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ پہلی بار ۱۹۳۱ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں مرزا محمود احمد نے علمائے دیوبند کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ علمائے دیوبند نے کسی وجہ سے اسے منظور نہ کیا تو شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سامنے آ گئے اور چیلنج قبول کر لیا۔ جواب میں مرزا محمود حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر گیا۔

بطش قدیر۔ مرزا محمود نے تفسیر کبیر کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی جس میں اس قدر غلطیاں تھیں کہ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں ان کو دیکھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ ان کی نشان دہی کا کام کیے بغیر میں مر گیا تو خدا مجھ سے جواب طلبی کرے گا۔ اور پھر آپ نے ایک رسالہ مرتب کیا جس میں بطور نمونہ دس غلطیاں درج کر کے ان کی وضاحت کی۔

مرزا محمود کے ساتھ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کا بسلسلہ تفسیر عرصہ تک معاملہ چلتا رہا۔ اور دونوں طرف سے اخبارات میں مضامین نکلتے۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلامؒ کا ایک مضمون حسب ذیل ہے:

قادیان سے جب کبھی یہ آواز نکلی کہ ہم قرآن مجید کے معارف اور دقائق ایسے جانتے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔ ادھر سے جواب دیا گیا کہ 'ہم'۔ اس لیے کہ دوسرے علماء تو قادیان کے بڑے میاں کو قابل خطاب ہی نہ جانتے تھے چھوٹے بھئے کو کون پوچھتا۔ مگر ہمیں تو قادیان سے خاص تعلق ہے کیونکہ ہم نے تو ان سے سہ صد روپے انعام لیا ہوا ہے جو کسی اور نے نہیں لیا۔ (مرزا محمود کے تفسیر نویسی کے چیلنج کے

جواب میں) ہماری پہلی تیاری کے خاتمہ پر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک پرانے احمدی بابو عمر الدین شملوی نے خلیفہ صاحب قادیان کو دو مرتبہ رقعہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ کی آمادگی بابت تفسیر نویسی کا جواب دیجئے مگر خلیفہ صاحب نے ایک ہی بات کہی کہ 'ہم نے پی ہی نہیں'۔ اس کے بعد قادیان میں پھر جوش اٹھا تو ہم نے اہل حدیث مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء میں پھر للکارا کہ خبردار ہم جاگتے ہیں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ چور بھاگ گیا۔ اب پھر ایک پکا احمدی تنخواہ حلال کرنے کو سامنے آیا اور وہی لکھتا ہے جو ایک پکے احمدی کے شایان شان ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

'مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو تلبیس اور باطل آرائی میں اس درجہ کمال حاصل ہے کہ یہودیوں میں بھی شائد ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے۔ حضرت مسیح موعود یا آپ کے خدام میں سے کسی کے مقابلہ پر آنے کی آج تک آپ کو کبھی جرئت نہیں ہوئی۔ لیکن شہرت پسندی اور جاہ طلبی آپ کو نچلا بھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ اس لیے ہر معاملہ میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا لیتے ہیں۔ مگر جب اظہار حقیقت کا وقت آتا ہے تو نہایت ہوشیاری اور کمال عیاری کے ساتھ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ابتدائی شورا شوری کو دیکھنے والا جب انتہائی بے نمکی کا مشاہدہ کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے'۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۵)

(شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں) ہمارے خیال میں ایک فقرہ (قادیانی) راقم مضمون سے رہ گیا۔ وہ اگر لکھ دیتا تو ساری عبارت مزین ہو جاتی اور وہ تھا بھی بالکل صحیح۔ یعنی مولوی ثناء اللہ مقابلہ سے بھاگتا ہے تو سیدھا قادیان میں جا پہنچتا ہے (جیسا کہ جنوری ۱۹۰۳ء بڑے مرزا صاحب کے چیلنج کے جواب میں پہنچا تھا)۔

(اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں) ناظرین تکلیف کر کے یکم جون ۱۹۳۴ء کا اہل حدیث ملاحظہ کریں۔ اس میں ہم نے کیا کمی رکھی ہے۔ صاف لکھا ہے کہ بلا شرط چلے آؤ۔ جو کتاب چاہو ساتھ لے آؤ۔ ہاں آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے کی منظوری طلب کی تھی۔ پس اگر خلیفہ قادیان خود کہیں گے کہ میں آپ سے بحث نہیں کر سکتا تو ہم اس ضمیمہ کو چھوڑ دیں گے اور محض تفسیر نویسی میں مقابلہ کریں گے۔ لیکن خلیفہ صاحب کی تازہ تفسیر دیکھ کر ہمارے دل میں ایک ضروری شرط آئی ہے وہ بھی اس لیے کہ فیصلہ ہو سکے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مقابلہ ادھورا رہ جائے۔ وہ تفسیر آپ کی اس قابل ہے کہ عربی اور فارسی اور ترکی وغیرہ اسلامی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسلامی ممالک میں بھیج

دی جائے کہ دیکھئے ہمارے ہندوستان میں ایسے ایسے بلند پایہ مفسر ہیں جو قرآن کی تفسیر میں ایسے نکات بتاتے ہیں جو بقول نواب محسن الملک (مرحوم) خدا تعالیٰ کو بھی معلوم نہیں (نواب صاحب نے سرسید احمد خان کو ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ ایسی تفسیر کرتے ہیں جو خدا کو بھی معلوم نہیں۔ یعنی آپ غلط تفسیر لکھتے ہیں)

حضرات خلیفہ صاحب قادیان سے سوال ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو مردے زندہ ہونے کا سوال کیا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا؟ خلیفہ صاحب نے جواب دیا اور کیا اچھا دیا' فرمایا کہ حضرت ابراہیم کا ایمان تھا کہ خدا تعالیٰ احیائے موتی کر سکتا ہے۔ مگر وہ اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اس پر بھی فضل ہوگا اور وہ بھی زندہ قوم بن سکے گی۔ اس کے متعلق خدا نے ان کو بتایا کہ تماری اولاد کو چار دفعہ زندہ کیا جائے گا۔ اور چار بار اس پر خاص فضل نازل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت۔ دوسری دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت۔ تیسری دفعہ رسول کریم ﷺ کے وقت اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے وقت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر خدا تعالیٰ نے خاص فضل کیا۔ چار پرندوں کی تمثیل سے یہی بات بتائی گئی تھی'۔ (الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۶)

ماشاءاللہ چشم بددور۔ اس تفسیر پر مفصل ریمارک تو لاہوری پیغامی کریں گے ہمیں تو صرف یہ پوچھنا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی برلاسی حضرت ابراہیم کی اولاد کب سے بنے ہیں۔ یہ تو برلاس مغل کی اولاد سے ہیں۔ چنانچہ حال میں جو ایڈریس وائسرائے بہادر کو احمدیوں نے دیا ہے اس میں مرزا صاحب بانی سلسلہ کو برلاس مغل کی اولاد سے بتایا ہے لیکن آج وہ ابراہیمؑ کی نسل سے سنے جاتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب خود آپ ابراہیم بنتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اگر اولاد ابراہیم سے مراد امت محمد یہ پنجابیہ ہے جن کی طرف مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں تو کیا پنجابی قوم ابراہیمی ہے؟ اس قسم کی اعجب العجائب تفسیر کے مصنف کی قدر کرنے والا اگر کوئی نہ ہو تو بے قدری میں لطف کیا آئے گا۔ اس لیے تفسیر نویسی کی صحت اور عمدگی کے فیصلے کے لیے کوئی غیر جانبدار عربی دان منصف ہونا چاہیے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷۔۸)

قادیانی کی تحریر فیصلہ کن یا میری حلف؟ یہ رسالہ عبداللہ الہ دین مرزائی کے انعامی چیلنج کے جواب میں لکھا گیا۔اس کے علاوہ انجمن اہل حدیث سکندرآباد نے بھی قادیانی حلف کی حقیقت کے عنوان سے ایک کتابچہ (شائد ۱۹۳۴ء میں) شائع کیا تھا۔افادیت کے پیش نظر ہم اس موضوع پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ایک مضمون یہاں نقل کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

جناب مرزا صاحب قادیانی (متوفی) نے میرے مؤاخذات سے تنگ آکر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔اس کے بعد آج کل حیدرآباد دکن سے ایک اعلان آخری فیصلہ کا نکلا ہے۔ناظرین کی اطلاع کے لیے ہم دونوں مضامین بالمقابل لکھتے ہیں۔(اس کے بعد ایک طرف مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ درج کر کے اس کے ساتھ نیا حیدرآبادی اشتہار درج کیا ہے جو یوں ہے)

مولوی ثناء اللہ صاحب کو دس ہزار روپیہ انعام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز و محترم باوقار انسان یعنی عالی جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے۔اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصود سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تاکہ ان کو ہدایت ہو جائے۔اس لیے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لیے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس سفر کی مقدم غرض یہی ہے کہ مجھ کو ہدایت ہو جائے تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں۔مگر قبل اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حلف اٹھائیں ضروری ہوگا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدرآباد و سکندرآباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں۔اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کروں گا اور نہ بیان کروں گا۔ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں۔مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال

بھرتک انکار نہ کریں۔ میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی صاحب ایک سال تک صحیح سلامت زندہ رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک وغضب ناک عذاب نہ آیا تو اہل حدیث ہو جاؤنگا۔ یا مولوی صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کروں گا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے

'میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث خدا کو حاضر وناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی ودلائل کو بغور دیکھا سنا اور سمجھا۔ اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں۔ اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا۔ مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی والہامات جو چودھویں صدی کے مجدد وامام وقت ومسیح موعود ومھدی موعود وامتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ وافترا اور دھوکہ وفریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ بر خلاف اس کے عیسٰی u وفات نہیں پائے۔ بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اور مہدی u کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں گے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں۔ نہ امتی نبی ہیں۔ بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب میں ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالٰی کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالٰی کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال جو تمام زمین وآسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر وباطن کا تجھے علم ہے۔ پس تمام قدرتیں بھی تجھی کو حاصل ہیں۔ تو ہی قہار اور غالب ومنتقم حقیقی ہے۔ اور تو ہی علیم وخبیر وسمیع وبصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی والہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں۔ اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں۔ تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر۔ یا کسی ایسے غضب ناک وعبرت ناک

عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا۔ اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین۔ آمین' خاکسار عبداللہ الہ دین۔ الہ دین بلڈنگس۔ سکندر آباد۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

(شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) ناظرین ان دونوں عبارتوں (اشتہار مرزا بسلسلہ آخری فیصلہ اور حیدر آبادی اشتہار) کو دیکھ کر غور فرمائیں کہ فیصلہ کی جو صورت بانی مذہب مدعی وحی والہام نے قرار دی ہے وہ زیادہ مفید اور انسب ہے یا جو صورت ایک امتی نے قرار دی ہے وہ فیصلہ کن ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بانی مذہب صاحب وحی کا فیصلہ سب پر ناطق ہوگا برخلاف امتی کے جس کا فیصلہ دوسرے شخص بلکہ اپنی اولاد پر بھی نافذ نہ ہوتا ہو۔ پھر کیوں نہ بانی مذہب کی پیش کردہ صورت فیصلہ پر غور کیا جائے۔ اور کیوں نہ اس کی تحقیق کی جائے۔ یا سابقہ تحقیق جو شہر لدھیانہ میں ہو چکی ہے کافی سمجھی جائے۔ بہر حال جدید صورت کی ضرورت نہیں۔

باوجود اس کے ہم بتاتے ہیں کہ یہ صورت فیصلہ بھی ہم نے منظور کر کے بارہا کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے اہل حدیث ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء میں ایک بسیط مضمون اس کے متعلق لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ منکر نبوت (کافر) پر از روئے قرآن وحدیث حلف نہیں رکھی گئی۔ ثبوت دیجئے تو حلف لیجئے

۲۔ باوجود اس کے ہم بارہا حلف بھی اٹھا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ قادیان کے اسلامی جلسہ میں بھی ایک دفعہ حلف اٹھائی جو قادیان کے اخبار الفضل میں بایں الفاظ درج ہوئی تھی: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں' (الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء)

غور کیجئے کہ کسی سچے نبی کا انکار خدا کی نافرمانی ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والا یقیناً خدا کا مجرم ہے۔ وہ قسم کھائے یا نہ کھائے اس کا محض انکار ہی اس کو سزا دینے کے لیے کافی ہے۔ خاص کر جب وہ اپنے انکار پر حلف بھی اٹھائے تو کیوں سزایاب نہ ہو۔ قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ پھر میں نے بذریعہ اشتہار مجریہ ۲ اپریل ۱۹۲۶ء اعلان کیا جس کی سرخی یہ تھی

خدا کی قسم میں مرزا صاحب قادیانی کو الہامی دعوے میں سچا نہیں جانتا

اس مضمون کو بڑی تفصیل سے پہلے اخبار اہل حدیث میں لکھا پھر اشتہاری صورت میں شائع بھی کیا۔۱۹۲۳ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا تو انہی دنوں انہی مشتہر صاحب (حاجی عبداللہ الہ دین) نے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار دیا جس کے جواب میں میں نے وہیں اشتہار شائع کر دیا کہ

میں آپ کا روپیہ نہیں لیتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے بحکم خلیفہ صاحب قادیان ایسا لکھا ہے اس لیے خلیفہ محمود احمد سے یہ اعلان کرا دیں کہ بعد حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو میں (محمود احمد) مرزا صاحب متوفی کو چھوڑ جاؤنگا۔

اس مطالبہ کا جواب نفی میں ملا۔اب بھی میرا یہی مطالبہ ہے کیونکہ خطاب دراصل بانی مذہب بڑے مرزا صاحب سے تھا۔وہ اس وقت موجود نہیں تو ان کے قائم مقام محمود احمد کو بحیثیت خلیفہ مخاطب کرتا ہوں پس وہ اعلان کر دیں کہ مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا صاحب پر حلف اٹھائیں تو سال کی مدت معتبر ہوگی۔اگر سال کے اندر اندر مر جائیں تو وہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔اور اگر سال تک زندہ رہیں تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں اپنے والد کو دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔

کیسی سادی شرط ہے کیونکہ یہ کوئی انصاف ہے کہ میں ایک مدت پوری کر کے ایک احمدی کا تقاضا پورا کروں۔پھر دوسرے کا۔پھر تیسرے کا۔علی ہذا القیاس۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کی خواہشات پوری کرتے کرتے کسی نہ کسی مدت میں تو مروں گا اور ضرور مرونگا۔اس لیے آئے دن کے نزاعات ختم کرنے کو ضروری ہے کہ مثل سابق کسی تابع (امتی) سے فیصلہ نہ ہو بلکہ باپ کے قائم مقام میاں محمود احمد سے معاہدہ ہو کر فیصلہ ہو جائے کیونکہ آپ مدعی کے بیٹے اور قائم مقام خلیفہ ہیں۔

پس میں منتظر ہوں کہ عبداللہ سکندر آبادی انعامی رقم تو قادیان کے قرضہ ۶۰ ہزار میں جمع کرا دیں اور میرے ساتھ فیصلہ کرنے کو خلیفہ صاحب کو تکلیف دیں پھر دیکھیں خدا کی تائید کس کو حاصل ہوتی ہے۔

گو ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ موت وحیات کا کسی کو علم نہیں تاہم خدا کی تائید پر بھروسہ ہے کہ اگر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے مذکورہ اعلان کیا تو خدا ہماری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے ان کے باپ کے خلاف ہمیں مدد دی تھی۔

اور جب آپ نے اس سلسلے میں مرزا محمود کو سامنے آنے کی دعوت دی تو انہوں شرطیں لگانا شروع کر دیں۔اس پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا

ہمارے مخاطب قادیانی دوست ایسے کچھ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ ٹلتے ہی نہیں۔ بڑے میاں (مرزا غلام احمد) اپنے اعلان کے موافق (کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا) انتقال فرما گئے۔اس کے بعد یہ لوگ مباحثہ میں مغلوب ہوئے۔ سہ صد جرمانہ دیا۔ تاہم آج بھی اکڑ کر بڑے زور سے اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ مئوکد بعذاب حلف اٹھائے تو دس ہزار بلکہ اکیس ہزار انعام لے۔اس کے جواب میں کہا گیا کہ بندہ خدا جدید شریعت نہ بناؤ بلکہ شریعت محمدیہ میں دکھاؤ کہ منکر (کافر) پر حلف آتی ہے؟ اور حلف بھی مئوکد بعذاب۔ بھلا ان باتوں کا کیا جواب دیں گے۔ پھر بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمارا مطالبہ ثابت کر دیں تو ہم ان کو مبلغ ایک سو روپیہ نقد انعام دیں گے جو مسلمہ منصف کے فیصلے کے بعد ان کے حوالے کیا جائے گا۔

آج جس مضمون پر ہم نوٹ لکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم تمہاری مطلوبہ حلف اٹھانے کو تیار ہیں بشرطیکہ تم خلیفہ قادیان سے اعلان کرادو کہ بعد حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔اس کے جواب میں ایک نئی پیچ نکالی گئی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ یہ لوگ میرے مقابلے سے واقعی اتنا دوڑتے ہیں جتنا شیر کے مقابلے سے نہتا انسان بلکہ گیڈر دوڑتا ہے۔ ناظرین بغور پڑھیں کہ جواب کیا دیتے ہیں اور کس عقل وفہم سے دیتے ہیں۔

'تم (مولوی ثناء اللہ) کم سے کم ۶۶ ہزار اہلحدیثوں کے دستخط کرا کر ہم کو بھیج دو کہ مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال کے اندر مر گئے تو ہم سارے اہل حدیث احمدی ہو جائیں گے (الفضل یکم مئی ۱۹۳۴ء ص ۸ کالم ۳)

مگر ان عقلمندوں نے یہ نہ سمجھا کہ ہم کن دو میں دخل دیتے ہیں اور کس سے ۶۶ ہزار کا مطالبہ کرتے ہیں، او عقلمندو سنو۔ میں وہ شخص ہوں جس (اکیلے) کو تمہارا نبی مخاطب کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری فیصلہ کی پیش گوئی میں خاص اپنی اور صرف میری شخصیت کی موت کو مدار فیصلہ قرار دیا تھا۔ کسی ایک بھی متنفس کا میرے ساتھ ضمیمہ نہیں لگایا۔ بس میں تو وہی ہوں اور میری حیثیت اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی کہ بحکم (ان ابـراهيم

کـــــان امةً) میں اکیلا 'سب' ہوں۔ دوسری طرف اس وقت وہ شخصیت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اس لیے بطور نیابت ان کے گدی نشین کو میں مخاطب کر کے وہی نسبت تسلیم کرتا ہوں جو پہلے ہم دونوں (مرزا غلام احمد وثناء اللہ) میں تھی۔ اس کی یہ مثال بالکل واضح ہے کہ ایڈورڈ بادشاہ انگلستان دوسرے بادشاہوں کے مخاطب ہوتے تھے۔ اب ان کے انتقال کے بعد بعینہ بلا کسی مزید شرط کے موجودہ بادشاہ جارج پنجم ان کے قائم مقام ہیں۔ نہ کسی بادشاہ کی طرف سے کوئی مزید شرط ہوئی نہ ان کی طرف سے ہوئی۔ بلکہ محض قائم مقامی کافی سمجھی گئی۔ ٹھیک اسی طرح بفضلہ تعالیٰ میری طرف سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اس لیے میں تو اب بھی وہی ہوں جو پہلے تھا۔ چونکہ قادیانی پارٹی میں میرا اصل مخاطب نہیں رہا اس لیے ان کا قائم مقام بغیر کسی شرط کی کمی بیشی کے میرا مخاطب سمجھا جائے گا۔ جو کوئی مزید شرط لگاتا ہے وہ ان دو باتوں میں سے ایک کا اعلان کرے تو جواب لے

۱۔ مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ نے غلطی کی جو مجھ سے ۶۶ ہزار دستخط نہیں مانگے

۲۔ میاں محمود کا درجہ اپنے باپ سے بڑا ہے اس لیے تمہاری (ثناء اللہ) شخصیت ان کے لیے کافی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کی تلافی کے لیے ۶۶ ہزار اشخاص کے دستخطوں کا اقرار نامہ ہونا چاہیے۔

اگر ان دو صورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو پھر ایسی پیچ لگانے کا سبب سوائے بزدلی اور خوف قلبی کے کیا ہوسکتا ہے۔ قادیانیو۔ اپنے خلیفہ سے ہمارے مطالبہ کا اعلان کھلے کھلے الفاظ میں کراؤ اور میدان عیدگاہ امرتسر میں آ کر کافر (منکر) پر حلف کا ثبوت پیش کرو اور ساتھ ہی ہم سے حلف لے لو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ مئی ۱۹۳۴ء ص ۴۔۵)

پھر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

ہمارے قادیانی دوستوں کی عادت ہے کہ ایک غلط بات کو اتنی بار کہتے ہیں کہ سننے والا یا تو اس کو سچ سمجھ لے یا کم از کم اس کے کذب میں متامل ہو جائے۔ لیکن یہ جادو ان کا ناواقفوں پر چل جاتا ہے واقف کار تو ان کی اس چال کو خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آج ہم ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔ عرصہ مدیدہ سے ان کی عادت ہے کہ جب ایک پہلو سے صاف چت گرتے ہیں تو نئی طرح ڈال کر کہتے ہیں 'پھر آ ؤ تو مزہ چکھو'۔ ڈپٹی آتھم عیسائی جب مرزا صاحب متوفی کی پندرہ ماہی پیشگوئی کے مطابق نہ مرا تو اس کو نئے دام میں پھنسانے

کے لیے مرزا غلام احمد نے قسم کا بہانہ پیش کیا کہ آتھم قسم کھائے کہ میں مرزا کی پیشگوئی سے ڈرا نہیں۔ پھر اس کی موت کیلیے ایک سال کی مدت ہوگی۔ وہ خرانٹ جو سالہا سال تک مجسٹریٹ رہ چکا تھا ان کے دام میں کیسے آتا۔ اس نے کہا منہ سنوار کر چلتے بنو۔ ایک دفعہ جس کو پچھاڑ دیا پھر اس کو منہ لگانا اچھا نہیں۔ اس کے بعد جس کسی سے بھی از راہ معجزہ یا کرامت نمائی آپ مغلوب ہوئے جھٹ کہہ دیا کہ مئوکد بعذاب حلف اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم سے آخری فیصلہ کا جو اعلان پندرہ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے کیا تھا کہ ہم دونوں (مرزا غلام احمد قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے سے پہلے مریگا۔ اس اعلان کے مطابق آپ خود ہی اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب ان قادیانیوں کو وہی پرانی راگنی سوجھی کہ 'مئوکد بعذاب حلف اٹھاؤ۔ پھر ایک سال تک دیکھنا کیا ہوتا ہے'

بہت عرصہ تک ہم ان کی یہ لغو کہانی سنتے رہے۔ آخر بدیں خیال کہ کب تک ہم ان کو پروپاگنڈہ کا موقع دینگے ہم نے جواب دیا کہ ہماری حیثیت منکر دعویٰ مرزا کی ہے۔ کسی نبی کے منکر کو انکار پر قسم دینی شرع میں ثابت نہیں۔ اگر ہے تو کوئی آیت یا حدیث پیش کرو ہم حلف اٹھا لیں گے۔ کیسا صاف راستہ اور کیسا صریح انصاف ہے مگر انہوں نے نہ تو اپنے مطالبہ کا ثبوت دیا اور نہ اپنے دعوے کو ترک کیا۔ بعد انتظار بسیار قادیانی اخبار الفضل (۲۴ جون ۱۹۳۴ء) دیکھنے میں آیا جس میں مولوی اللہ دتا جالندھری کا مضمون دیکھا جس میں لکھا ہے:

'میں (اللہ دتا) نے مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا یہ چیلنج منظور کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مطالبہ کا ایسا زبردست اور ناقابل انکار ثبوت دیا جائے گا کہ مولوی صاحب کے لیے مئوکد بعذاب حلف کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا' (الفضل ۲۴ جون ۱۹۰۷ء ص ۶)۔ اس نوٹ کے پڑھنے سے ہمیں مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ مسرت یوں ہوئی کہ اچھا ہے روز کا ناواجب تقاضا ختم ہو جائے گا۔ حیرت اس لیے کہ قرآن وحدیث ہمارے سامنے ہیں۔ ہمیں تو ان میں یہ حکم ملتا نہیں کہ منکر نبوت کو حلف خاص کر مئوکد بعذاب حلف دیا کرو بلکہ کافر تو محض سادے سادے لفظوں میں کہا کرتے تھے لست مرسلاً تو رسول نہیں ہے۔ یہ نہ کہتے تھے کہ واللہ باللہ تو رسول نہیں ہے۔ نہ ان سے حلف کا مطالبہ ہوتا تھا پھر ہم سے یہ مطالبہ کیوں ہوتا ہے۔ کیا قادیان میں کوئی نیا قرآن اترا ہے یا نئی شریعت بن گئی ہے؟ اس لیے ہمیں مولوی اللہ دتہ کے اس دعوے سے حیرت ہوئی۔ لیکن ہم بڑی بے قراری سے آیت یا حدیث دیکھنے کے شائق رہے۔ یہاں تک کہ سارا اخبار پڑھ لیا اور ایک حرف بھی اس دعویٰ کے ثبوت پر نہ پایا۔ جس طرح قادیانی نبی نے براہین احمدیہ میں وعدہ ہی وعدہ رکھا دلیل ایک بھی نہ

دی (وعدہ یہ تھا کہ حقانیت اسلام پر تین سو دلائل دیں گے)۔ اسی طرح مولوی اللہ دتہ نے محض لفاظی میں وقت ضائع کر کے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول اور کنکریاں ڈال دیں اس کے سوا کچھ بھی نہ کیا۔ ہم الفضل کے ناظرین سے خواہ وہ احمدی ہوں یا محمدی اللہ جل شانہ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ وہ بتائیں مولوی اللہ دتا جالندھری نے اس مضمون میں کس صفحہ اور کس کالم میں ثبوت دیا ہے۔ وہ عبارت نقل کر کے قلمی یا بذریعہ کسی مطبوعہ اخبار کے بھیج دیں۔

چونکہ حق تو یہ ہے کہ جب تک مدعی اپنے دعوے کا ثبوت پیش نہ کرے نہ اس پر نقض ہوتا ہے نہ معارضہ۔ اس لیے ہم ابھی خاموش ہیں۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب کی علمی اور دیانتی کیفیت بتانے کو اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں '

آپ (مولوی ثناء اللہ) منکر نبوت کے لیے حلف مؤکد بعذاب کے عدم جواز کے مدعی ہیں اس کی دلیل پیش کرنا آپ پر واجب ہے' (الفضل مذکور ص ۷ کالم ۱)

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب آپ) محض تعصب اور گئو سالہ پرستی کی حمایت میں علم و دیانت کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ ہمارا دعویٰ منکر کے حق میں قسم کے عدم جواز کا نہیں بلکہ از جانب شریعت عدم مطالبہ قسم کا ہے۔ نہ سمجھے ہو تو ایک مثال میں سمجھ لو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اس حدیث کے ماتحت ہم قادیانی گئو سالہ پرستوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی قبر کھود کر دکھاؤ۔ جسم کو مٹی نے نقصان پہنچایا ہے یا نہیں؟ نہیں پہنچایا تو وہ حدیث مذکور کے تحت آ جائیں گے۔ قادیانی اس کے جواب میں کہیں گے کہ ایسا مطالبہ کرنے کا ثبوت شرع میں نہیں۔ اگر ثبوت ہے تو دکھاؤ ہم قبر کھود کر زیارت کرا دیں گے۔ ہم اس جواب کی تائید کریں گے حالانکہ یہ مطالبہ ایک معنی سے حدیث پر متفرع ہے۔ اسی طرح ہم تمہارے مطالبہ حلف کو از روئے شریعت اسلام غیر واجب العمل جانتے ہیں کیونکہ منکر نبوت سے مطالبہ حلف قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

جب اس صورت میں ان کو کامیابی نظر نہ آئی تو دوسری صورت سے آئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ 'ہم مولوی ثناء اللہ سے ان کے عقائد پر مؤکد بعذاب حلف مانگتے ہیں' (الفضل مذکور ص ۱۲ کالم ۲)

(مولانا فرماتے ہیں) اس مطالبہ کا ثبوت بھی شرع میں دکھایئے کہ ایک منکر اسلام اپنا اعتقاد ظاہر کرے تو مسلمان اسے حلف دے۔ یہ دعویٰ بھی ثبوت طلب اور محض بے بنیاد اور لغو ہے۔ اس امر کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ پھر جدید شرع بنانے والے تم کون؟

اب ہم آپ کی آگاہی کے لیے گزشتہ واقعات یاد دلاتے ہیں

۱۔ ایک دفعہ قادیان کے اسلامیہ جلسہ میں میں قسم کھا چکا ہوں جس کا اعتراف قادیانی اخبار الفضل ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء ص ۹ پر موجود ہے۔۔

۲۔ پھر ایک دفعہ اخبار اہل حدیث ۱۲ اپریل ۱۹۲۶ء میں حلف اٹھا چکا ہوں

۳۔ پھر بذریعہ اشتہار کلاں جس کی سرخی ہے 'خدا کی قسم' حلف اٹھا چکا ہوں۔ قادیانیوں نے جب دیکھا کہ مولوی ثناء اللہ تو حلف اٹھا گیا اور مرا بھی نہیں تو ایک پخ نکالی کہ مئوکد بعذاب قسم کھاؤ۔ سچ تو یہ ہے کہ میں مئوکد بعذاب قسم کھانے سے بھی نہیں ڈرتا۔ لیکن سنیئے کہ قادیانی نبی کی عادت تھی کہ جس کسی مخالف کے حق میں عذاب کی پیشگوئی کرتے اگر اس کو ذرہ سی تکلیف بھی پہنچتی جو عموماً ہر انسان کو پہنچ جاتی ہے تو آپ اس کو پیش گوئی کی زد میں لے آتے۔ چنانچہ ڈپٹی آتھم جب پندرہ ماہی پیشگوئی کی مدت گزار رہا تھا اس کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ عمر رسیدہ بوڑھا عرصہ سے پنشن خوار تھا۔ اس کی خدمت کے لیے گھر میں کوئی نہ تھا۔ اس کی لڑکی اس کو فیروز پور لے گئی۔ پس مرزا صاحب نے اس کی اتنی سی حرکت کو 'ہاویہ کا عذاب' قرار دے کر اپنی پیش گوئی کا مصداق بنا دیا۔ اور مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبّتی کے حق میں ذلت کی پیشگوئی شائع کی تھی۔ اس عرصہ میں گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب کی نو آبادیوں میں مولانا موصوف کو چار مربع زمین برعائتی قیمت مل گئی تھی۔ میعاد گزرنے پر جب سوال ہوا کہ مولانا بٹالوی پر کیا ذلت ہوئی تو مرزا صاحب نے شائع کر دیا کہ زمین داری کا شغل ایک عالم کے لیے کمال ذلت ہے۔ مولوی محمد حسین کو جو زراعتی زمین ملی ہے یہی عذاب ہے (جل جلالہ) اس پر بھی سوال باقی رہا کہ مولانا ابوالحسن تبّتی کو تو زمین بھی نہیں ملی۔ جواب دیا کہ مولوی محمد حسین کے توابع میں سے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو الگ ذلت کی ضرورت نہیں تھی محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت ان لوگوں کی ذلت ہے۔ اس لیے ہم ان قادیانیوں کے مکر سے بچتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی روز زکام شدید یا بخار شدید یا کوئی اور تکلیف ہو جائے یا عیال کثیر میں سے کوئی فرد خدائی حکم کو لبیک کہہ دے تو جھٹ سے یہ لوگ شور مچا دیں گے کہ وہ دیکھو مولوی ثناء اللہ عذاب میں مبتلا ہو گیا اس لیے ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جو از روئے شرع ہم پر واجب نہیں اور قادیانیوں کو اس میں جھوٹی بات بنانے کا موقع ملے

مختصر یہ ہے کہ جس چیز کا ہم سے مطالبہ کرو محض حلف کا یا مئوکد بعذاب حلف کا۔ اس کا ثبوت قرآن حدیث سے پہلے پیش کرو پھر ہم سے اس پر عمل کراؤ۔'

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۴۔۶)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا انتقال سرگودھا میں مارچ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ سید سلیمان ندوی نے اس موقع پر لکھا ہے:

کہ مولانا ثناء اللہ فن مناظرہ کے امام تھے۔ خوش بیان مقرر تھے۔ وہ سال میں ایک دو دفعہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں آتے جاتے لکھنو آتے تھے اور دار العلوم ندوہ میں تشریف لا کر احباب سے ملتے تھے۔ اسی سلسلہ میں مجھے بھی نیاز حاصل ہوا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرحوم مدرسہ میں تشریف لائے۔ میں مدرسہ میں تھا۔ ان کو آتا دیکھ کر ان کی طرف لپکا۔ مگر مرحوم نے میرے بجائے سبقت استاذی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ

کی طرف کی اور حدیث کا یہ ٹکڑا پڑھا کبر الکبر یعنی بڑے کو بڑائی دو

یہ وہ زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں سے پنجاب میں فتنہ پیدا ہو گیا تھا انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف صف آرائی کی اور اس وقت سے لیکر آخر دم تک اس تحریک اور اس کے امام کی تردید میں پوری قوت صرف کر دی

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ اس کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔ وہ مصنف بھی تھے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے جواب میں ان کے اکثر رسالے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں دو تفسیریں خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ تفسیر ثنائی اردو میں اور تفسیر القرآن بالقرآن عربی میں۔ مرحوم کو خود بھی یہ تفسیریں پسند تھیں۔ مرحوم چونکہ مناظر تھے اس لیے پہلی تفسیر میں آیات صفات کے باب میں انہوں نے شاہ ولی اللہ کی پیروی میں تاویل کی راہ اختیار کی۔ اس سے امرتسر کے غزنوی علماء اہل حدیث نے ان کی بشدت مخالفت کی۔ ۱۹۲۶ء میں جب حج کی تقریب سے خاکسار اور مرحوم اور دیگر علمائے اہل حدیث کا حجاز جانا ہوا تو یہ نزاع سلطان ابن سعود کے سامنے بھی پیش ہوا۔ اور سلطان نے کوشش کر کے فریقین میں صلح کرا دی۔ مرحوم مجھ سے فرماتے تھے کہ افسوس ہے نجد کے علماء حضرت شاہ ولی اللہ کی قدر و قیمت سے واقف نہیں اور مجھ سے چاہتے تھے کہ میں اس باب میں سلطان سے کچھ عرض کروں۔

۱۹۳۵ء کے جمعیت علماء کے اجلاس کلکتہ میں جس میں اس خاکسار کی صدارت تھی مرحوم (ثناء اللہ) موجود تھے اور خاص طور سے اس لیے آئے تھے کہ جمعیت کے اس اجلاس میں دار الحرب میں سود کے مسئلہ پر بحث کرنے والے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب اور دوسرے علماء دیوبند بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرات علماء دیوبند حنفیہ کے مشہور مسلک لا ربوا بین الحربی و المسلم فی دار الحرب پر متفق ہوں تو میں بھی تائید کرونگا۔ مگر علماء میں نجی گفتگو ہو کر رہ گئی۔ کھلے اجلاس میں کوئی بحث نہیں ہوئی۔ مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے۔ زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ وہی ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس غازی اسلام کو شہادت کے درجات و مراتب عطا فرمائے۔ (یادرفتگان از سید سلیمان ندوی۔ مجلس نشریات اسلام۔ کراچی۔ ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۶۹۔۳۷۳)

اخبار اہل حدیث امرتسر

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ شعبان مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو امرتسر سے جاری کیا اور اس اخبار نے چوالیس سال تک تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت سے عدیم المثال خدمات انجام دیں۔ ہفتہ بھر جو کچھ قادیانی حلقوں میں ہوتا تھا شیخ الاسلام مولانا امرتسری اہل حدیث کے صفحات میں اس کی قلعی کھول دیتے تھے قادیانی مشن کے نام سے اس اخبار میں مولانا نے ایک مستقل سلسلہ قائم کر رکھا تھا جس میں زیادہ تر آپ کے اپنے اور بعض اوقات دیگر علماء کے مضامین ردقادیانیت میں شائع ہوتے۔ اہل حدیث کی عمر کے ابتدائی سال ایسے تھے کہ مرزا صاحب زندہ تھے اور برصغیر میں طاعون کا دور دورہ تھا جسے انہوں نے اپنا نشان قرار دے رکھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جتنے زیادہ لوگ مریں گے اتنا ہی ان کے مشن کے لیے بہتر ہوگا کہ توہم پرست عوم کے دلوں میں ان کا یہ دعویٰ گھر کرتا جائے گا کہ یہ طاعون مرزا صاحب کی حمایت کے لیے اور ان کی مسیحیت کے نشان کے طور پر آیا ہے اور اس سے بچنے کا وہی طریقہ ہے جو مرزا صاحب ہی نے بتا رکھا ہے کہ میرے گھر (جسمانی یا روحانی) میں داخل ہو جاؤ۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اہل حدیث کے ذریعے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کا رد کیا اور عوام کو سمجھایا کہ طاعون کسی کا نشان نہیں ہے۔ اگر یہ نشان ہوتا تو قادیان میں تباہی کیوں مچاتا اور مرزائیوں کو کیوں مارتا؟ آپ کی اس مہم نے مرزا صاحب کی زندگی میں اہل اسلام کو زبردست فائدہ پہنچایا اور اس سلسلے میں اہل حدیث میں آپ کی تحریری خدمات نہایت اہم ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے لکھا:

مدراس بفضلہٖ طاعون سے بالکل پاک ہوگیا وہاں عملہ طاعون کو رخصت کر دیا ہے (شاید سب نے مرزا قادیانی کی بیعت کرلی ہوگی) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۱۱)

ایک دفعہ: قادیان میں طاعون، کے عنوان سے لکھا:

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے　　وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پبلک آ گاہ ہے کہ قادیانی مہاراج نے کس طرح زورشور سے پیش گوئی کی تھی کہ قادیان خدا کے رسول کا پایہ تخت ہے اس لئے طاعون سے محفوظ رہے گا (دافع البلاء) خدا کی شان ۔ کہنے کی دیر تھی کہ قادیان طاعون سے آلودہ ہوگیا پچھلے سال کی واردات تو ناظرین اہل حدیث دیکھ چکے ہیں۔

اس سال کی ۲۵ فروری تک ۲۔ اور ۱۱ مارچ تک ۴۔ اور ۱۸ مارچ تک ۸ طاعون کی وارداتیں ہوئیں

سب پوسٹ ماسٹر قادیان نے سپرنٹنڈنٹ کو رپورٹ کی ہے کہ قادیان میں طاعون آگ کی طرح بڑھ رہا ہے پچھلے سال جب طاعونی واردات ہوئی تھیں تو قادیانی مہاراج نے اپنے الہام کی تاویل کی تھی کہ میرے مریدوں کو نہیں ہوگا، مگر اسے کیا معلوم تھا کہ: مادر چہ خیالیم وفلک دے چہ خیال۔

سخت افسوس اخبار الحکم صفحہ اول سے معلوم ہوا کہ حضرت (مرزا) کا ایک مرید خاص طاعون سے قادیان ہی میں مرگیا۔ مرید بھی کوئی ایسا ویسا نہیں بلکہ بڑا رکن رکین جو قادیانی مہاراج کو اڑانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا تھا یعنی اخبار البدر کا اڈیٹر بابو محمد افضل مع اپنے بیٹے کے۔

کرشن پینتھیو! اب بھی نہ تم سمجھو تو جانو تمہارے برے دن آئے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱۱)

ایک دفعہ آپ نے لکھا کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ہے کہ جہاں پر ایک شخص بھی خدا کا نیک بندہ ہوگا وہاں بھی طاعون کی بلا نہ پہنچے گی مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ گزشتہ سال کی تباہی کے علاوہ امسال بھی فروری اور مارچ میں قادیان جیسے چھوٹے سے مقام پر جہاں کل آبادی دو اڑھائی ہزار ہے ۳۵ آدمی ہلاک ہوئے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

ایک دفعہ آپ نے لکھا: مرزا قادیانی کے مرید افضل بیگ اور ان کا بیٹا عبدالعزیز بیگ اور اس کا پوتا محمد فاضل ساکن پٹی ضلع لاہور طاعون سے مرگئے۔ تمام گھر ویران ہوگیا۔ مرزا کو لکھا گیا کہ دعا کریں۔ جواب آیا کہ میں کس کس کے لئے دعا کروں۔ (نامہ نگار)

(اہل حدیث امرتسر جلد ۴۔ نمبر ۳۰۔ مورخہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۳۱۔ مئی ۱۹۰۷ء ص: ۱۱)

ایک دفعہ یوں لکھا: 'آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہ

تعالیٰ معدوم ہے۔نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے نہ سرکاری رپورٹوں میں۔(لہ الحمد)۔اب سنئے۔ اپنے مرزاغلام احمد صاحب قادیانی کا قول:

خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول (یعنی خود بدولت مرزا صاحب) کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگا'۔(رسالہ دافع البلاء ص ۵)۔

ہمارا سوال (قادیانیوں سے) یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے کیا رسول قادیانی کو مان لیا؟ اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے لوگوں نے مان لیا؟ صاف صاف جواب دو اور ایمان سے بتاؤ کہ عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا صاحب) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا۔وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا۔واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام بھی غلط ہے اور صاحب الہام بھی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء ص ۷)

غرض اخبار اہل حدیث کے ذریعے آپ قادیانیوں سے برسر پیکار رہے۔اور آپ نے مرزا غلام احمد کی اس بھرپور انداز میں اس اخبار کے ذریعے تردید کی کہ وہ چیخ اٹھا اور اپنے اشتہار آخری فیصلہ کے ذریعے اپنا مقدمہ خدا تعالیٰ کے حضور لے جانے پر مجبور ہوگیا۔اس بات کی شہادت مرزا صاحب کے اشتہار میں بایں الفاظ موجود ہے:

'آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا'

مرزا غلام احمد اپنی اس اشتہاری دعا کے نتیجے میں ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہو گئے لیکن یہ اخبار اس کے بعد بھی تحریک ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم رہا۔اور قادیانی مشن کے عنوان سے لکھے جانے والے اس کے مضامین قارئین کی ضیافت طبع کا باعث بنتے رہے۔اس کا آخری شمارہ ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔

۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے جب اپنی طرف سے یک طرفہ دعا والا اشتہار شائع کیا تو

مولانا امرتسریؒ نے ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے شمارے میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا

'چونکہ قادیانی کرشن کا فتنہ بہت بڑھتا جاتا ہے اور اخبار (اہل حدیث) میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس کے تمام متعلقات کو درج کیا جائے اس لیے مدت سے خیال تھا کہ اس معاملہ کا کسی احسن صورت میں فیصلہ کیا جاوے۔خاکسار ایڈیٹر کی رائے میں ایک رسالہ ماہواری بہت اچھا ہے۔سردست یہ (ماہوار) رسالہ ۱۶صفحات پر ہوگا۔ناظرین اپنی اپنی آراء سے اطلاع بخشیں اور نام بھی تجویز کریں' (ملخص از اہل حدیث ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)۔اور ۳مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں لکھا کہ مرزا قادیانی کا فتنہ روز بروز ترقی پر ہے اس کا تعاقب کرنا بہت ضروری ہے۔اہل حدیث میں اس کے پورے تعاقب کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔نیز اہل حدیث کے بہت سے خریدار اس بحث سے دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ ان علاقوں میں یہ وبا نہیں۔اس لیے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ایک مستقل رسالہ خاص اسی موضوع کے لیے الگ جاری کیا جائے۔چنانچہ وہ ارادہ خیال سے عزم بالجزم تک پہنچ چکا ہے۔اس لیے اس کا نام بھی مرقع قادیانی تجویز ہوا ہے۔پھر ۱۰مئی اور ۱۷مئی کے اہل حدیث کے شماروں میں مجوزہ اخبار کے بارے میں تجاویز اور درخواستیں وصول ہونے کے اعلان شائع ہوئے۔۳۱مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے ذریعہ ناظرین کو مرقع قادیانی کے حسب وعدہ شائع ہونے کی خوش خبری سنائی گئی۔چنانچہ یکم جون ۱۹۰۷ء کو اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب اس دنیا سے چل بسے تو اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد اس کی اشاعت ختم کر دی گئی۔کچھ عرصہ بعد پھر ضرورت کے پیش نظر اپریل ۱۹۳۱ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا لیکن اپریل ۱۹۳۳ء کے شمارے کے بعد پھر بند کر دیا۔پہلے دور کے سترہ مہینوں میں تیرہ شمارے شائع کیے۔ان میں سے چار شمارے دوگنا حجم کے تھے۔ان تیرہ شماروں میں شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے ۲۵ سے زائد عنوانات کے تحت قادیانی مذہب گفتگو کی۔آپ کے یہ مضامین ۲۲۶ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ان شماروں میں دوسرے اہل علم نے بھی مضامین لکھے ہیں جو ۸عنوانات پر ۴۵ صفحات پر محیط ہیں۔دوسرے دور میں مولانا امرتسریؒ نے ۲۷عنوانات پر ۲۲۲صفحات پر مضامین لکھے ہیں۔اور اس دور میں آپ کے شاگردوں خصوصاً مولانا عبداللہ معمارؒ اور مولانا حبیب اللہ کلرکؒ کے مضامین بھی شامل ہیں۔

قادیانیوں کے علاوہ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اہل حدیث کے صفحات میں اس دور کے

دوسری فتنوں کے خلاف بھی جہاد کیا۔آریہ سماجیوں سے آپ کے مباحثے چلتے رہتے اور پادریوں کے خلاف بھی محاذ کھلا رہتا۔عیسائیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ اور اپنے خیالات ونظریات کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے مناظروں کا بازار گرم کر رکھا تھا اور نچلی ذات کے غربت زدہ ہندو ایسے مناظروں سے متاثر ہو کر عیسائیت قبول کر لیتے تھے۔ نیز پڑھے لکھے مسلمان اور ہندو بھی عیسائیت کے حلقہ دام کا اسیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پادری عماد الدین، پادری وارث الدین اور پادری طالب الدین (محمد بخش) کا تعلق مسلمانوں سے اور پادری رام چندر، پادری دینا ناتھ اور پادری ٹھاکر داس کا تعلق ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقے سے تھا۔عیسائی ہونے والوں کو بپتسمہ دیا جاتا اور عیسائی اخبارات میں اس کی تشہیر کی جاتی۔اس ماحول میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اخبار اہل حدیث کے ذریعے گراں قدر کام کیا

۱۹۲۲ء میں مرزا سلطان احمد مصطفیٰ نے گوگانی نے ھفوات المسلمین فی تفضیح سید المرسلین و تقبیح امھات المئو منین من الکتب المئورخین و المفسرین و المحدثین مطبع نور المطابع سے شائع کی۔۸۸صفحات کی اس کتاب میں امہات المومنین خصوصاً حضرت عائشہ کی ذات پر نہایت گھٹیا اور دل آزار نشتر چلائے گئے تھے۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے قلم اٹھایا اورکلمات المئو منین بجواب ھفوات المسلمین کے نام سے ایک سلسلہ مضامین کا آغاز کیا۔اس کی پہلی قسط یکم ستمبر۱۹۲۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔دوسری قسط ۸ستمبر۱۹۲۲ء کے شمارے میں چھپی تو اس کا نام ضربات المئو منین علی ھفوات المسلمین کردیا۔یہ سلسلہ وار مضمون ۳۳قسطوں میں چلا اور آخری قسط مارچ ۱۹۲۸ء کے شمارے میں نکلی۔

ہفت روزہ آریہ گزٹ لاہور مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر تنقید کرتا تھا۔اس میں مہاشہ ناتھ جلال پوری کا قرآن پاک کے خلاف ایک دل آزار مضمون تنقید القرآن کے عنوان سے قسط وار نکلنے لگا۔مہاشہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن پاک غیر الہامی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔اس نے بعض سورتوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا۔اس مضمون کی پہلی قسط ۱۲جون ۱۹۲۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے تائید القرآن بجواب تنقید القرآن کے زیر عنوان اس مضمون کا تعاقب کیا۔

پہلی قسط ۲۵ جولائی ۱۹۲۴ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی ۔ یہ سلسلہ چودہ اقساط میں ۲ جنوری ۱۹۲۵ء تک چلتا رہا

عیسائیوں کی تردید کا محاذ آپ سے پہلے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے سنبھالا ہوا تھا اور ان کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں شائع ہونے والے تمام تر مضامین انہی کے زور قلم کا نتیجہ ہوتے تھے ۔ اور زیادہ تر شمارے بھی ایسے ہیں جن میں صرف ایک ہی موضوع زیر بحث لایا گیا ہے ۔ پھر اشاعت السنہ کے دور آخر میں اخبار اہل حدیث امرتسر نے یہ محاذ سنبھال لیا۔ ۱۹۱۳ء میں پادری طامس ہاول کی کتاب اثبات کفارہ نولکشور پریس لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوئی اس کتاب میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر رکیک اور دل آزار حملے کئے گئے تھے ۔ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے اہل حدیث میں اس کتاب کے جواب میں ایک آرٹیکل شائع کیا لیکن کتاب کا نام قصداً ظاہر نہیں کیا کیونکہ وہ اس کتاب کی تشہیر کو ملت اسلامیہ کے لیے نقصان دہ تصور کرتے تھے ۔ فرنگی سرکار نے اس آرٹیکل کو قابل اعتراض قرار دے کر پریس ایکٹ کی دفعہ ۸ (۲) کے تحت کارروائی کی اور ۱۰ دسمبر کو حکم نکالا کہ سات یوم کے اندر اندر دو ہزار کی ضمانت جمع کروئی جائے ۔ مولانا نے اس حکم کے خلاف اپیل کی جو نامنظور ہوئی ۔ پھر ضمانت کی رقم میں تخفیف کی اپیل کی وہ بھی نامنظور ہوئی ہفت روزہ کامریڈ دہلی میں مولانا محمد علی جوہر نے اس ظلم و زیادتی کے خلاف ایک زوردار اداریہ لکھا ۔ دوسرے اخبارات میں بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی ۔ جس سے متاثر ہو کر برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے یہ مسئلہ نائب وزیر ہند کے ساتھ اٹھایا لیکن حکومت نے پھر بھی اہل حدیث کی ضمانت کا حکم واپس نہیں لیا۔ البتہ اثبات کفارہ پر پابندی عائد کر کے پریس کو وارننگ جاری کر دی ۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس صورت حال کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء کا دن بھی اہل حدیث کی تاریخ میں یادگار رہنے کے قابل ہے جس کے بعد اہل حدیث قریباً ساڑھے تین مہینوں تک حضرت یوسفؑ کی طرح کنویں میں پڑا رہا۔

اس دوران آپ نے جنوری ۱۹۱۴ء میں مخزن ثنائی نمبر ۱ اور مخزن ثنائی نمبر ۲ اور پھر فروری مارچ ۱۹۱۴ء میں گلدستہ ثنائی کے نام سے یکے بعد دیگرے چار نمبر شائع کئے ۔ بالآخر ۲ اپریل ۱۹۰۴ء کو ضمانت جمع کرا دی

گئی۔اور دس اپریل سے اہل حدیث کی اشاعت کا سلسلہ بحال ہو گیا۔

جنوری ۱۹۳۲ء میں لاہور سے المائدہ کے نام سے عیسائیوں نے ایک ماہنامے کا اجراء کیا۔اس کے ایڈیٹر ایم اے خان تھے۔اس کی غرض وغائت تو وہی تھی جو دیگر عیسائی رسالوں کی تھی کہ مسلمانوں میں اسلام اور قرآن کی حقانیت اور صداقت پر شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں۔لیکن طریقہ واردات ذرا مختلف تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو متاثر اور گمراہ کرنے کے لیے اس میں قرآن پاک کی تفسیر نویسی کا خاص اہتمام کیا۔اس کے پہلے ہی شمارے میں پادری سلطان محمد پال کی تفسیر سلطان التفاسیر کی پہلی قسط شائع ہوئی۔ پادری پال افغان تھے اور انہوں نے ۱۹۰۳ء میں اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کی تھی۔ پادری صاحب کی یہ تفسیر ہر ماہ المائدہ کے دو جزء یعنی سولہ صفحات میں قسط وار شائع ہونے لگی تو ۶ مئی ۱۹۳۲ء کے اہل حدیث کے شمارے میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس کا نوٹس لیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ:

عیسائیوں نے اسلام پر آج تک جتنے حملے کئے ہیں یہ حملہ ان سب حملوں سے مضر ترین ہے کیونکہ اس میں قرآن شریف کے مضامین پر مخالفانہ قبضہ کر کے اپنے ناظرین کو عدم ضرورت کا یقین دلانا چاہتے ہیں (اور یہ کہ) قرآن کوئی مستقل الہامی کتاب نہیں ہے جو کچھ خوبی ہے وہ بائبل سے ماخوذ ہے۔ساتھ اس کے سند روایت کے لحاظ سے قرآن کوئی مستند کتاب بھی نہیں۔

پھر اہل حدیث میں اس کا جواب برہان التفاسیر برائے اصلاح سلطان التفاسیر کے عنوان سے ۳۶ قسطوں میں ۲۰ جنوری ۱۹۳۳ء تک چلتا رہا۔ پادری صاحب کو ترکی بترکی جواب ملنا شروع ہوا تو وہ عاجز آ کر سست پڑ گئے۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: پادری صاحب سے ہمارا اتصال ہونے کو ہے۔ آپ مہینہ میں صرف ایک جزو تفسیر دیتے ہیں۔اکتوبر کے المائدہ میں نصف جزء کر دیا۔اس لیے ہم اپنے اور ناظرین کی طرف سے درخواست کرتے ہیں کہ عربی گھوڑا پیچھے آ رہا ہے۔افغانی گھوڑے کو ایڑی لگا کر تیز کیجئے۔ پادری صاحب نے اگر ہماری درخواست منظور کر کے فی رسالہ کم سے کم دو جزء نہ کئے تو لاچار ہم بجائے دو ورق کے برہان کا ایک ورق دیں گے۔تا کہ وقفہ نہ ہو جائے۔

یاد رہے کہ المائدہ ماہنامہ تھا اور اہل حدیث ہفت روزہ تھا۔المائدہ کا سائز بھی اہل حدیث سے چھوٹا

تھا۔ المائدہ میں سلطان التفاسیر کے سولہ صفحات شائع ہوتے تھے۔ اس دوران میں اہل حدیث کے چار شمارے نکلتے اور شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے ہر شمارے میں برہان التفاسیر کے لیے دو ورق وقف کر رکھے تھے۔ اس طرح المائدہ کے ایک ماہ کا جواب اہل حدیث کے چار شماروں میں نپٹ جاتا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے سلطان التفاسیر کا محاکمہ شروع کیا تو اس وقت تک اس کی پانچ قسطیں آ چکی تھیں۔ لیکن اس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب سامنے نہ آیا تو عیسائیوں کو زعم ہوا کہ مسلمان تفسیر لکھنے کی اہلیت سے محروم ہیں۔ اور یہ موقف اختیار کیا کہ مولانا امرتسری کو برہان التفاسیر لکھنے کا شوق دلانا پادری پال صاحب ہی کا مرہون منت ہے۔ چنانچہ المائدہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب اور المائدہ کے زیر عنوان جے ڈی نندوانی نے مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا۔

اہل حدیث کے فاضل مدیر مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو برہان التفاسیر لکھنی شروع کی ہم خیال کرتے ہیں کہ مصنف سلطان التفاسیر نے ان کو شوق دلایا ہے مگر ہم جہاں تک دیکھتے ہیں مصنف سلطان التفاسیر جو اپنا حاشیہ چڑھاتے ہیں وہ بھی اسلامی مستند تفاسیر سے اقتباس اور ان کی آراء کو پیش کرتے ہیں۔ ہم اس لیے مولوی ثناء اللہ صاحب کے متشکر ہوں گے کہ وہ اپنی برہان قاطع سے اپنے ہی ہم مذہب علماء کی ان تفاسیر کا قلع قمع کریں اور مسلمان پکار اٹھیں کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"۔

آپ نے اس کو حملہ مضر ترین کہا ہے۔ جس کو سن کر ہماری حیرت بڑھ گئی کہ آپ جیسے فاضل ایسے عجیب نتیجہ پر پہنچ گئے کہ پیش از مرگ واویلا شروع کر دیا۔ اگر نہایت مخلصانہ طریقہ سے گفتگو با ادب کی جائے تو اس کو آپ مضر ترین حملہ سمجھتے ہیں۔ ہم اسلامی برادران و مسیحیان سے بمنت اپیل کرتے ہیں کہ المائدہ کو لیں اور خوب پڑھیں اور ہضم کریں۔ پھر مولوی ثناء اللہ صاحب کو داد دیں۔

ادھر پادری سلطان محمد پال صاحب کی رفتار سست ہوئی تو انہوں نے جنوری ۱۹۳۳ء کے المائدہ میں ایڈیٹر المائدہ کو اپنی تفسیر میں تعطل کی وجوہات پر ایک خط لکھا جس کے مندرجات پیش خدمت ہیں۔

مکرم بندہ جناب خان صاحب۔ افسوس ہے کہ چند اسباب ناگہانی کی وجہ سے تفسیر القرآن کے مابقا حصص برائے اشاعت بالفعل ارسال نہیں کر سکتا۔ عدیم الفرصتی کا یہ عالم ہے کہ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں

ملتی۔ میں نے حتی الامکان بہت کوشش کی کہ مسودات کی نظر ثانی کے لیے وقت نکل آئے مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ امید واثق ہے کہ جون ۱۹۳۳ء تک تمام موانع رفع دفع ہو جائیں گے تب میں اس قابل ہو جاؤں گا کہ باقی ماندہ حصص یک مشت آپ کے حوالے کردوں تاکہ آپ دو ایک نمبروں میں ان چار مہینوں کی کسر نکال دیں۔

پادری سلطان پال صاحب نے واضح طور پر لکھا کہ جون ۱۹۳۳ء تک موانع دور ہو جائیں گے تو ساری کسر نکال دوں گا لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس صورت حال پر یہ دلچسپ تبصرہ کیا: ہمارا مشورہ سنیں تو مسودات ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کو پادری صاحب کے نقطہ نظر سے دیکھ کر المائدہ کو بھیج دیں گے۔

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی   دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

بہر حال مارچ ۱۹۳۴ء میں پادری صاحب نے تفسیر نویسی پر از سر نو توجہ مبذول کی جس کا جواب اہل حدیث میں یکم جون ۱۹۳۴ء سے ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء تک نکلتا رہا۔ یہ تفسیر ابھی سورہ بقرہ کے سولہویں رکوع تک پہنچی تھی کہ پادری صاحب اس شغل سے دستبردار ہو گئے۔ اس طرح اہل حدیث میں بھی یہ سلسلہ خود بخود رک گیا۔ اہل حدیث میں مجموعی طور پر اس کی ۸۱ قسطیں شائع ہوئیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اختتامی قسط میں اطلاع کے عنوان سے لکھتے ہیں:

پادری سلطان محمد خان نے دو مہینوں سے تفسیر کی اشاعت بند کر رکھی ہے کیونکہ رسالہ کی اشاعت کم ہے۔ خرچ پورا نہیں ہوتا۔ آپ نے اعلان کیا تھا کہ مارچ اپریل دو ماہ یو پی وغیرہ کا سفر کر کے (رسالہ کی) اشاعت بڑھائیں گے۔ اس لیے ہمارا ابھی اعلان ہے کہ پادری صاحب نے اگر تفسیر کی (دوبارہ) اشاعت کی تو ہم بھی خدمت کو حاضر ہو جائیں گے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء۔ ۵ دسمبر ۲۰۰۳ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہنہ مشق صحافی تھے اور پریس ایکٹ کی پابندیوں سے بچ بچا کر لکھتے تھے اس کے باوجود ان کا اخبار اہل حدیث ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء تک پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء تک بلیک لسٹ میں رہا۔ اس کے علاوہ چار مرتبہ قابل اعتراض مواد کی اشاعت کے الزام میں ۱۹۱۰ء ۱۹۱۳ء ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۹ء میں مولانا کو وارننگ دی گئی۔ پریس ایکٹ سے مسائل پیدا ہوتے تو آپ احتجاج کرتے تھے جیسا کہ ۱۳۱ اکتوبر

۱۹۱۳ء کے شمارے میں آپ نے لکھا:

آج کل پریس ایکٹ جاری ہے۔اس پریس ایکٹ کا شکار زیادہ مسلمان اخبار ہوئے ہیں۔گزشتہ ہفتے صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے حکم دیا کہ مبلغ پانچ سو روپے ضمانت داخل کرو۔جس کی وجہ یہ پیش آئی کہ اہل حدیث پہلے مطبع رفاہ عام (لاہور) میں چھپتا تھا۔اسی میں قادیانی مشن کا ایک اخبار پیغام صلح بھی کسی زمانہ میں چھپتا تھا۔پریس کی ضمانت پانسو تھی۔ پیغام صلح میں کوئی مضمون آریوں کے متعلق ایسا نکلا جس کو گورنمنٹ نے پریس ایکٹ کی زد میں سمجھ کر رفاہ عام پریس کی ضمانت ضبط کر کے آئندہ کو ایک ہزار کی ضمانت لی گئی۔اس پر مالک مطبع نے کل اخباروں کو جواب دیدیا جن میں اہل حدیث بھی شامل تھا اہل حدیث نے (پھر) اپنا انتظام راجپوت پریس میں کیا تو درخواست پر اہلحدیث سے پانچ سو روپے کی ضمانت طلب ہوئی۔جس پر صاحب ڈپٹی کمشنر سے مل کر میں نے عرض کیا کہ اہل حدیث چونکہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے اس لیے آپ کے احاطہ اختیار سے باہر ہے لہذا آپ اس کو ضمانت کا حکم نہیں دے سکتے۔غالباً آپ کو خیال ہوگا کہ اہلحدیث لاہور سے شائع ہوتا ہے۔یہ لاہور سے نہیں بلکہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے اور لاہور میں چھپتا ہے۔صاحب موصوف نے اس وجہ کو معقول سمجھ کر ضمانت کو منسوخ فرمایا۔

ارادہ ہے کہ زیر نظر سلسلہ کتب میں کہ اہل حدیث امرتسر کی دستیاب جلدوں میں سے قادیانیت پر شیخ الاسلام مولانا امرتسری کی تحریریں مناسب اڈیٹنگ کے بعد نقل کردی جائیں۔میرے اندازے کے مطابق یہ دو ہزار سے زائد صفحات کا مواد ہے اور ایک معذور انسان کے لئے بظاہر یہ کام جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ ضعیف، دربان ختم المرسلین سے یہ خدمت کام لے لے۔ وما ذلك علی الله بعزیز ۔

زیر نظر حصہ کتاب میں اہل حدیث امرتسر کی پہلی چار جلدوں میں سے شیخ الاسلام کے مضامین نقل کئے جارہے ہیں، لیکن ان سے پہلے شیخ الاسلام کی وہ تحریریں نقل کی جارہی ہیں جو اخبار اہل حدیث کے اجراء سے پہلے کی ہیں۔ یہ تحریریں تفسیر ثنائی سے لی گئی ہیں، اور اس کے بعد آپ کے رسالہ الہامات مرزا، اور ہفوات مرزا کو نقل کیا گیا ہے جو ابتداء ۱۹۰۱ء کے گردو پیش منظر عام پر آئے تھے۔

رفع عیسی پر ثنائی تحریر

قرآن پاک میں ارشاد باری ہے:

اذ قال اللّہ یا عیسی انی متوفّیك و را فعك الیّ و مطھّرك من الذین کفروا و جاعل الّذ ین ا تّبعوك فوق الّذ ین کفروا الی یوم القیامة ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفو ن ۔ (آل عمرا ن ٥٥)۔ جب خدا نے کہا اے عیسے میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور ان کافروں سے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر میری ہی طرف تم کو آنا ہے پس جس بات میں تم جھگڑتے ہو میں تم میں فیصلہ کروں گا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالی، حضرت مسیحؑ (جن کی تمام زندگی کے حالات، علاوہ مرنے جینے، میں بھی لوگ مختلف ہیں) کی وفات کا ذکر فرماتا ہے۔ اس آیت کے معنی میں علماء کا قریب قریب اتفاق ہے کہ یہاں موت مراد نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے مگر ہم نے سید احمد صاحب جو اس مسئلہ (وفات مسیح) کے موجد ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لحاظ سے (جو سید احمد صاحب کے اس مسئلہ اور دیگر استحالہ سپر نیچرل میں پیرو ہیں) اس آیت کے معنی میں انہیں کا ترجمہ منظور کیا ہے اور متــو فــی کے معنی موت دینے والا ہی لکھا ہے۔ مسئلہ ولادت مسیح میں تو سید احمد صاحب ہی ہمارے مخاطب تھے اس مسئلہ (وفات مسیح) میں دونوں (سید احمد صاحب و مرزا غلام احمد صاحب جو دراصل پیرو پیرو ہیں) سے ہمارا روئے سخن ہے۔ اس بیان سے پہلے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ دیا ہے بیرونی شہادت دیکھنی بھی ضروری ہے۔ یہود ونصاری جو حضرت مسیح کے حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسلٍ سننے والے ہیں، اس پر متفق ہیں کہ حضرت ممدوح سولی دیئے گئے، گو ان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہیں۔ یہود کا نتیجہ تو بموجب تعلیم توریت (استثنا ۔ باب ١٣۔ جھوٹا نبی مارا جائے گا) فتح یابی ہے اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے۔ خیر اس کا یہاں ذکر نہیں، ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق

ہیں کہ مسیح سولی ہی دیئے گئے۔

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ موت طبعی سے نہیں مرے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہ سے ان کی موت مخفی رہتی کیونکہ یہود، نصاری سے زائد اور نصاری، یہودیوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے۔ یہودیوں کی غرض یہ تھی کہ وہ کہیں ملیں تو ان کو موت کا مزہ چکھائیں۔ عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لئے وہ ان کے حال کی تلاش میں سرگرم تھے۔ چنانچہ اناجیل مروّجہ سے اس بات کا پتہ بآسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر مانوسیت تھی کہ ان کے معمولی مشاغل، چلنا پھرنا بھی قلم بند کر رکھا ہے۔ پھر اگر وہ موت طبعی سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ پس سید احمد خان صاحب کا فرمانا کہ:

حضرت عیسیٰؑ تین چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے اور ہر طرح پر یقین ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ تھے رات کو لحد سے نکال لئے گئے اور وہ مخفی اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے۔ بلاشبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نا معلوم مقام میں دفن کر دیا ہوگا جو اب تک نا معلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔

(تصانیف احمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۵)۔

تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے۔ یہ کبھی ممکن نہیں کہ سچے نبی کے تابعدار جن کی قرآن میں بھی تعریف آئی ہے (قرآن کریم میں بے شک عیسائیوں کے پہلے طبقہ کے لوگوں کی تعریف کی ہے مگر وہ موجودہ عیسائیوں کی طرح مسیح کو خدا نہ مانتے تھے) ایسے صریح کذب کے مرتکب ہوں۔ اور بے فائدہ اپنے نبی اور خدا پر افتراء کریں کہ وہ آسمان پر چلا گیا، حالانکہ نہ گیا ہو۔ علاوہ اس کے اگر مسیح حواریوں کو ملے اور اپنی موت سے مرے تو کیا اتنی دیر میں یہودیوں کو خبر نہ ہوئی کہ وہ اپنی ناکامیابی پر افسوس کرتے اور دوبارہ سعی بلیغ کر کے کامیابی حاصل کرتے۔ پس سید احمد خان صاحب کے احتمال کو نہ صرف واقعات جھٹلاتے ہیں بلکہ روایت و درایت دونوں اس کی تکذیب کرتی ہیں۔ حاصل یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا اس امر پر متفق ہونا کہ مسیح موت طبعی سے فوت نہیں ہوئے، ضرور قابل غور ہے۔ خصوصاً مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک تو یہ طریق استدلال بہت ہی صحیح ہے کیونکہ وہ اس طریق سے خود بھی

مستدلّ ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

بائیسویں آیت یہ ہے فا سئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو ن (نحل۔ ۴۳) یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاری کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آ جاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا مسیح نے کس طور پر بیان فرمایا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۶۔ ۶۱۷)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تقریر میں مرزا صاحب نے جو علمیت اور قابلیت کا اظہار کیا ہے وہ تو اہل علم سے مخفی نہیں۔ دعوی وفات مسیح اور دلیل عدم رجوع۔ کیا تقریب تام ہے؟ لیکن بلحاظ اس کے کہ میرزا صاحب تو علم لدنی کے عالم ہیں، علوم ظاہریہ مناظرہ وغیرہ سے بے نصیب ہونا ان پر کوئی الزام عائد نہیں کر سکتا۔ ہاں بطور معارضہ بالمثل جو ہم نے استدلال کیا ہے اس میں بفضلہ تعالی تقریب تام ہے کیونکہ ہمارا دعوی عدم وفات بموت طبعی ہے اور بقول مرزا صاحب حسب الحکم آیت کریمہ جب ہم نے اہل کتاب سے وفات مسیح بموت طبعی کے متعلق سوال کیا تو دونوں گروہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ نہیں۔ اب ہم آیات قرآنی پر غور کرتے ہیں سورہ مائدہ میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا بیان ہے۔ دونوں فریق یہود و نصاری کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب و مقتول ہوا ہے۔

و ما قتلوه و ما صلبوه ولکن شبّہ لهم و انّ الذين اختلفوا فيه لفی شك مّنه ما لهم به من علم الا اتّباع الظّن ۔ وما قتلو ه يقيناً ۔ بل رّفعه الله اليه وكان اللّه عز يزاً حكيماً ۔ و ان من اهل الكتاب الا ليؤ مننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔

حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا لیکن وہ انکے سامنے مشتبہ کیا گیا جو لوگ اس امر میں (کہ مسیح کو قتل

یا سولی نہیں ہوئی قرآن کے بیان سے) مخالف ہیں وہ واقعہ سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعوی کی دلیل ان کے پاس نہیں۔ ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اس کو اٹھالیا اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

اس آیت میں خدا نے کئی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اول تو صریح لفظوں میں اس امر کا رد کیا جو یہود و نصاری مسیح کے مصلوب ہونے کا خیالی پلاؤ پکا رہے تھے۔ دوم اس واقعہ کی اصلیت پر اطلاع دی کہ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے مخاطبوں کا اتفاق ہے۔ صرف اختلاف اس میں ہے کہ رفع کے کیا معنی ہیں۔ ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ رفع سے مراد رفع درجات ہے، رفع جسم نہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر رفع سے مراد رفع درجات ہو تو یہودیوں کے قول کی مخالفت کیا ہوئی جو بل سے ہونی چاہیے تھی۔ بھلا یہودیوں نے اگر مسیح کو سولی دیا ہو تو رفع درجات نہیں ہوسکتا۔ جبکہ شہداء کی بابت عام طور پر قرآن بلندی مراتب کی خبر دیتا ہے بلکہ غور کیا جائے تو ان معنی سے ولا تقولوا لمن یّقتل فی سبیل اللّٰہ اموا ت۔ بل ا حیاء ولکن لا تشعرون یہودیوں کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اگر مسیح کو واقعی انہوں نے صلیب دیا ہو تو کون نہیں جانتا کہ یہ صلیب مسیح کو صرف دینداری کی وجہ سے ملی ہوگی جس سے ان کے درجات کی بلندی ہر طرح سے ظاہر و باہر ہے۔ پھر قرآن کریم نے ان کے اس قول کی کہ ہم نے مسیح کو سولی دے دیا (بقول آپ کے) یہ کہہ کر کہ ہم نے اس کے درجے بلند کر دیئے، گویا ایک قسم کی تائید ہے۔ اگر یہی معنی ہیں تو قرآن کا مطلب بالکل اس قصے کے مشابہ ہو جائے گا جو کسی بادشاہ اور اس کے زمانہ کے نیک دل لوگوں کا مشہور ہے۔ ایک بادشاہ سے جاہل فقیروں نے کہا آپ نے فوج کے اخراجات خواہ مخواہ اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ دشمن کے خوف کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟ انہوں نے کہا ہم دعا کرتے رہیں گے۔ خدا فضل کرے گا، مجال نہیں دشمن غالب آجائے۔ بادشاہ اس داؤ میں آگیا اور فوج کو یک لخت موقوف کر دیا۔ دشمن نے فوج کشی کر کے جو مناسب تھا، کیا۔ جب بادشاہ نے اپنی حالت تباہ دیکھی تو دعا گو فقیروں کو بلا کر یہ ماجرہ سنایا کہ دشمن نے تمام ملک لے لیا اگر آج فوج ہوتی تو ایسا کیوں ہوتا؟ دعا گو فقیروں نے بیک زبان کہا کہ دشمن نے تو ہمارا کچھ نہیں

لیا، بلکہ ہم نے ان کا دین وایمان چھینا کیونکہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان ہوئے۔

سو اگر آپ دونو صاحبوں (سید احمد خان صاحب و مرزا غلام احمد) کے معنے سنے جائیں تو قرآن شریف کا بـــل بھی انہیں فقیروں کی جماعت کے بلکہ کی طرح ہو جائے گا کیونکہ آیت کریمہ کے معنے یہ ہوں گے جیسا کوئی کہے کہ حضرت حمزہؓ کو کفار نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کا مرتبہ بلند کیا۔ پیغمبر ﷺ کو مشرکین نے مکہ سے نہیں نکالا، بلکہ خدا نے ان کی عزت افزائی کی۔ تو ایسے محاورات سے کون نہیں سمجھتا کہ بجائے اس کے کہ فعل مذکور کی نفی ہو، الٹا مع فوائد ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ اس آیت مذکورہ کے آگے و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً (خدا غالب ہے حکمت والا) بھی متصل ہے جو ان تراشیدہ معنے سے بالکل بے محل ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا محل کسی تعجب کا رفع کرنا اور مشکل بات کو سہل بتلانا ہے اور کسی نیک آدمی خصوصاً انبیاء کے مراتب کی رفعت کو کون شخص مشکل اور ان ہونی جانتا ہے، جس کو اس آیت نے آسان بتلایا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر رفع کے معنے رفع درجات کے لیں تو نہ صرف یہی کہ یہودیوں کی تکذیب کے بجائے تصدیق ثابت ہوتی ہے بلکہ ساتھ ہی آیت کے تمام الفاظ بھی درست اور چسپاں نہیں ہوتے جب تک یہ معنی نہ لیں کہ خدا نے مسیح کو زندہ آسمان پر چڑھا لیا۔ اگر اس پر خیال گزرے کہ کیسے اٹھا لیا تو اس کا جواب اس آیت میں خدا نے دیا کہ ہم بڑے غالب اور حکمت والے ہیں، جس کام کو کرنا چاہیں، مجال نہیں کہ کوئی روک سکے۔ ان معنی پر جو اعتراضات بے سود کئے گئے ہیں ان سب کا جواب آخر بحث میں ہم دیں گے۔ پس جب اس آیت میں رفع سے مراد رفع درجات نہیں ہو سکتا تو آیت زیر بحث (انّی متوفّیك) میں بھی رفع سے مراد رفع درجات نہیں کیونکہ اس رفع میں جو وعدہ تھا اسی کو بـل رفعه اللّٰه نے پورا کر دیا جیسا کہ مرزا صاحب کو مباحثہ دہلی (اکتوبر ۱۸۹۱ء) میں یہ مسلّم ہے کہ رفعه اللّٰه، را فعك کے وعدے کا ایفاء عہد ہے۔ پس اس میں بھی وہی معنی ہوں گے جو رفعه اللّٰه میں ہیں، بجسد عنصری زندہ اٹھانا۔ اور اگر دوسرے حصہ آیت و ان من اهل الكتا ب والے کو دیکھیں تو مطلب اور بھی عمدہ طور سے واضح ہو جاتا ہے۔ اس وضاحت کے لئے ہم اس آیت کا ترجمہ اپنا کیا ہوا نہیں بتلاتے بلکہ خود مرزا صاحب کے خلیفہ (یہ لقب خلیفہ ہم نے تفسیر ثنائی جلد دوم کے طبع اول کے وقت دیا تھا جس وقت مرزا صاحب زندہ تھے اور حکیم صاحب خلیفہ نہ تھے۔ پھر وہی حکیم صاحب خلافت پر متمکن ہوئے۔ ایسا فقرہ کہیں مرزا صاحب کی تحریر میں ہوتا تو خدا جانے کیسی اعلیٰ درجہ

کی پیش گوئی بن جاتا۔ثناءاللہ) مولوی حکیم نورالدین صاحب کا جن کے علم وفضل کا کل اتباع مرزا صاحب کو بھی ناز ہے، پیش کرتے ہیں۔غور سے سنئے: نہیں کوئی اہل کتاب سے مگرالبتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اوردن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔

(فصل الخطاب بمقدمۃ اہل کتاب۔ج ۲ص ۸۱ حاشیہ۔اور جلد ص ۳۱۴ حاشیہ طبع شرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

ترجمہ مذکورہ صاف بتلارہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب غلط ہے کیونکہ حکیم صاحب نے تمام ضمیریں مسیح کی طرف پھیری ہیں، جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا اسی کے ساتھ اس کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں گے اور اس میں تو شک نہیں کہ عیسائیوں پر قیامت کے دن حضرت مسیح ہی گواہ ہوں گے۔پس مرزا صاحب ہی کی تحریر سے (کیونکہ حکیم صاحب فحوائے من تو شدم تو من شدی،عین مرزا صاحب ہیں) ثابت ہوگیا کہ مسیح فوت نہیں ہوئے۔

ان معنی پر مرزا نے کئی ایک لایعنی اعتراضات سے تمام کتابیں بھری ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ متوفی کا لفظ جو پہلے ہے اس کا ترجمہ پیچھے کیوں ہوتا ہے؟ کہیں اس تاخیر کو فعل شیطانی کہا ہے کہیں تحریف یہود بتلایا۔غرض بہت کچھ اس ترجمہ پر جوش مسیحائی ظاہر کیا ہے جو علاوہ اظہار مسیحیت کے لیاقت علمی کا بھی مظہر ہے حضرت من! شرح ملّا جامی،نورالانوار،حسامی،توضیح،تلویح،مختصر معانی،مطوّل وغیرہ کتب نحو، اصول اور معانی کو ملاحظہ فرمایئے کہ واؤ کا لفظ ترتیب کیلئے نہیں ہوتا۔اگر اس کی مثال قرآن سے چاہیں تو سنئے۔

ایک مالدار شخص کا سال (نصاب زکوۃ) تمام یکم رمضان کے دن ظہر کے وقت پورا ہوا۔اب بحکم آیت اقیموا الصلوۃ و آتو الزکوۃ (نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو) بقول آپ کے اس پر فرض ہے کہ پہلے نماز پڑھے اور پھر زکوۃ دے۔اور اگر پہلے زکوۃ دے گا تو شائد آپ کے نزدیک گناہ گار ہو، بلکہ زکوۃ اس کی ادا بھی نہ ہوگی۔ کیا کوئی بھی اس میں آپ کے ساتھ ہے؟

دوسری آیت اقیموا الصّلوۃ ولا تکونوا من المشرکین (نماز پڑھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو) کے بموجب (بقول آپ کے) ضرور ہے کہ پہلے نماز ادا کرے اس کے بعد شرک چھوڑے۔اگر پہلے شرک چھوڑے گا تو شائد آپ خفا ہوں گے۔

تیسری آیت۔ خدا نے فرعون کے جادوگروں کے قول کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے کہ برب موسی و هارون ۔(پ۹۔ع۴)۔ دوسری جگہ برب هارون و موسی (پ۱۶۔ع ۱۲) آیا ہے جو پہلے سے الٹ ہے، حالانکہ جادوگروں نے یقیناً ایک ہی طریق سے کہا ہوگا۔ سو اگر وہ طریق اول ہے تو دوسرے میں کذب آئے اور اگر دوسرا ہے تو پہلا جھوٹ ہوگا۔

علاوہ اس کے کئی مقام پر انبیاء سابقین کا لاحقین سے پیچھے ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا:

کذلك یوحی الیك و الی الّذین من قبلك

جب واؤ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ محض جمعیت کے لئے ہے تو متوفی کے معنی رافع سے پیچھے کر لینے میں کون سی قباحت ہوگی؟ بالخصوص جب کہ پہلی آیت سے ہم صعود جسد عنصری ثابت کر آئے ہیں۔ جس سے دونوں آیتوں کی تطبیق لفظی معنوی بخوبی ہو جاتی ہے۔ تقدم و تأخر کی مزید تحقیق منظور ہو تو اتقان ملاحظہ ہو جس میں چوالیسویں نوع خاص اسی مطلب کے لئے مصنف نے مقرر کی ہے کہ بعض الفاظ مقدم ہوتے ہیں لیکن ترجمہ ان کا مؤخر ہوتا ہے۔ چنانچہ انّی متوفّیك و رافعك بھی انہی میں سے ایک ہے۔

اب ہماری تقریر کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ:

اے عیسی میں ہی تجھ سے یہ سب معاملہ قیامت تک کروں گا۔

رہا یہ کہ پہلے کیا ہوگا اور پیچھے کیا؟ اس کا ذکر نہیں۔ اس کو دوسری آیت نے حل کر دیا کہ رفع ہو چکا ہے توفّی ان کی آئندہ ہوگی۔ اگر یہ سوال ہو کہ بیشک پہلی آیت سے رفع بجسد عنصری مراد لینا ہی مناسب ہے اور کہ لفظ واؤ ترتیب کے لئے بھی نہیں ہوتا مگر آخر کلام خداوندی تو بڑا فصیح و بلیغ ہے، اس کا کیا سبب ہے کہ متوفی کو پہلے لائے ہیں؟ آخر بلاوجہ تو نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلاوجہ نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح کو بتقاضائے بشریت، اعداء سے ہر وقت خوف رہتا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے اس لفظ کو پہلے کر دیا کہ اے عیسی میں ہی تجھے موت طبعی سے ماروں۔ یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں (مرزا صاحب بھی یہ بات مانتے ہیں کہ یا عیسی انی متوفّیك۔ یہ الہام حضرت مسیح کو بطور تسلی ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ سراج منیر۔ ص۲۰)۔ اور یہ روش قرآن کریم کی بلکہ کل فصحاء کی عموماً ہے کہ کلام تسلی بخش کو پہلے لایا کرتے

ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لئے عفا اللہ عنك پہلے لاکر لم اذنت لھم پیچھے فرمایا (خدا تجھے معاف کرے تونے ان کو اجازت کیوں دی تھی)

تیسری آیت اس مسئلہ وفات مسیح میں سید احمد خان صاحب نے یہ لکھی ہے کہ

اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم أ انت قلت للناس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ ۔ قال سبحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت العلام الغیوب ۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربّی و ربّکم و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انك علی کلّ شیء شھید ۔ (مائدہ) جب اللہ تعالی مسیح سے کہے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا خدا بنالو۔ مسیح کہے گا کہ تو پاک ہے شرک سے مجھے لائق نہیں کہ میں ایسی بات منہ پر لاؤں جو میرا حق نہ ہو۔ اگر میں نے کہی ہوگی تو جانتا ہے کیونکہ تو میرے اندر کی بات کو بھی جانتا ہے اور میں تیری مخفی بات نہیں جانتا تو غیب دان ہے۔ میں نے تو ان سے یہی کہا تھا کہ اکیلے خدا کی، جو میرا اور تمہارا رب ہے، عبادت کرو۔ اور میں خود جب تک ان میں تھا، ان کا نگہبان رہا۔ اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو ہی ان پر نگہبان تھا اور ہر چیز تیرے سامنے ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے ترجمہ میں قائلین نیچر کا باہمی اختلاف ہے (جیسے سید احمد صاحب لفظ نیچر استعمال کرتے ہیں ویسے مرزا صاحب بہ تبدیل لفظ سنت اللہ بولتے ہیں۔ اس لئے دراصل ایک ہیں) سید احمد صاحب تو اس کے معنی (جب اللہ کہے گا) کرتے ہیں اور مرزا صاحب (جب اللہ نے کہا) کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے خلیفہ مولوی حکیم نورالدین، سید احمد صاحب سے متفق ہیں (دیکھو مقدمہ اہل کتاب۔ ص ۱۷۸)۔ غرض مرزا صاحب ماضی اور سید احمد و حکیم صاحب مضارع مراد لیتے ہیں جس سے مطلب میں بھی کسی قدر فرق آجاتا ہے۔ مگر انصاف سے دیکھیں تو سید احمد خان و حکیم نورالدین صاحب کے معنی صحیح ہیں اس لئے کہ حضرت مسیح کے جواب میں خدا کی طرف سے جو جواب الجواب دیا جائے گا وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ سوال و جواب بروز قیامت ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ: یہی دن ہے کہ سچوں کا سچ ہی ان کو نفع دے گا،، اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا دن

جس میں اعمال حسنہ کا حقیقی نفع ہو، وہ دن قیامت کا ہے۔ خیر اس تصفیہ کے بعد ہم آیت کے مطلب کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے مخاطب کہتے ہیں اس میں صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ وہ خود کہیں گے کہ جب تک میں ان تھا میں جانتا تھا، اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو، تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

میں کہتا ہوں کہ ہاں بے شک جس وقت (یعنی بروز قیامت) حضرت مسیح یہ کلام کہیں گے اس وقت سے پہلے فوت ہو چکے ہوں گے۔ ہم بھی تو اس امر کے قائل ہیں کہ قرب قیامت دنیا میں تشریف لا کر بنی آدم کی طرح فوت ہوں گے۔ اس سے کہاں ثابت ہوا کہ اس وقت بھی فوت شدہ ہیں؟ ہاں ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ سوال خداوندی کا مطلب تو یہ تھا کہ تو نے ان کو اپنی الوہیت کی طرف بلا لیا تھا، جس کا جواب حضرت مسیح نے یہ دیا۔ اور پھر اس پر بس نہ کی، بلکہ یہ بھی کہا کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگران تھا، اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو، تو ہی نگہبان تھا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہوسکتا ہے کہ اب حضرت مسیح زندہ نہ ہوں کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آوینگے (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر عقیدہ ہے) تو عیسائیوں کے کفر وشرک کی ان کو ضرور خبر ہوگی۔ پھر اس سے انکار کیوں کریں گے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ معترض نے کچھ تو دھوکہ کھایا اور کچھ اپنی طرف سے حاشیہ لگایا۔ سوال خداوندی جس کا جواب حضرت مسیح کے ذمہ ہے، صرف اتنا ہے کہ: تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو؟

جس کے جواب میں حضرت مسیح مع شیء زائد جواب دیں گے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں، میں وہ کیوں کہتا؟ اصل سوال کا جواب یہاں تک آ گیا۔ اب آگے اس کام پر صرف اپنی بے زاری کا اظہار کرنا ہے مگر اس میں حضرت کو ان لوگوں کی، جنہوں نے جناب والا کی نسبت یہ افتراء کیا تھا، سفارش بھی کرنی ہے۔ اس لئے دونوں مطلبوں کے حاصل کرنے کو اپنی بیزاری بھی ظاہر کی کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگہبان تھا، جس سے کسی قدر استحقاق شفاعت ثابت ہوتا ہے۔ اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو، تو ہی ہر چیز پر نگہبان رہا ہے۔ جیسے وہ ہیں تو جانتا ہے۔ اس سے آگے ان کی ضمناً سفارش بھی کی کہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کوئی تجھے روک نہیں سکتا اگر تو ان کو بخشے تو ان تعذّبھم فانّھم عبادك و

ان تغفر لهم فانّك انت العزيز الحكيم ۔تو بڑا غالب حکمت والا ہے۔کوئی نہیں جو تیری بخشش کو خلاف مصلحت سمجھے۔

اب بتلا یئے! اگر حضرت مسیح خود ہی ان کی نالائقی کا اعتراف کر لیتے تو ان کی سفارش کیونکر کرتے۔ حالانکہ ان کے شرک کرنے نہ کرنے کا سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنالو۔ پس جب کہ سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اس سے تھا کہ تو نے ان سے کہا تھا کہ مجھے خدا بنالو، جب کہ سوال ہی اس سے نہیں اور اس کا اقرار ان کی سفارش میں خلل انداز بھی ہے تو مسیح کو کیا غرض کہ وہ اس کا اقرار کریں کہ یہ مشرک تھے۔ ہاں کمال یہ ہے کہ انکار بھی نہیں کیا۔ کس طرح کرتے جب کہ جان چکے تھے کہ ان عیسائیوں نے بے شک میری نسبت یہ افتراء کیا ہوا ہے، ہاں اس میں شک نہیں کہ جناب مسیح کے اقرار، عدم اقرار پر کوئی بات موقوف نہیں، معاملہ خدائے غیب دان سے ہے۔جس کو یہ بھی خبر ہے کہ انہوں نے شرک کیا اور یہ بھی خبر ہے کہ مسیح بھی اس کو جانتا ہے مگر مسیح کو کیا غرض پڑی کہ بلا سوال ایک ایسے جواب کی طرف متوجہ ہوں جس کا ان کو بھی ایک طرح سے امر مطلوب میں مضر ہونے کا اندیشہ ہو کہ وقت سفارش حکم ہوائے مسیح تو خود ہی ان کے شرک کو مانتا ہے اور آپ ہی ان کے حق میں شفاعت کرتا ہے۔

پس اس آیت سے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح اس وقت مردہ اور فوت شدہ ہیں کسی طرح ٹھیک نہیں۔ پس حضرت مسیح کی وفات کا واقعہ بلحاظ کتب اسلامیہ اور نصرانیہ اس طرح ہے کہ حضرت مسیح کی جب چاروں طرف سے داروگیر شروع ہوئی تو ان کے شاگرد یہودا اسکریوطی نے ان کے پکڑوانے پر رشوت لے لی اور ایک مقام پر آسانی سے پکڑوانا چاہا تو خدا نے ان کو بحفاظت اٹھا لیا اور ان کی شکل کا حلیہ دوسرے مخالف شخص پر ڈال دیا ۔اسی بیان سے آیت شبّہ لهم اور قول ابن عباسؓ کہ فبعث اللّٰه جبريل فادخله فى خوفة فى سقفها روزنة فرفعه الى السّماء من تلك الروزنة فالقى اللّٰه شبه عيسى فقتلوه وصلبوه (تفسير معالم مختصراً) اللہ نے ایک شخص کو جو پکڑوانے کے لئے مکان کے اندر گیا تھا مسیح کی شکل پر بنا دیا اور مسیح کو مکان کی چھت کی روزن سے آسمان پر اٹھا لیا۔

اور اناجیل مروجہ بھی منطبق ہو جاتی ہیں، اور اگر غور کیا جائے تو روایۃً بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے

کیونکہ بموجب اناجیل مروجہ کے جن کو سید احمد خان صاحب بھی معتبر جانتے ہیں (تبیین الکلام) اور مرزا صاحب تو ان کی طرف رجوع کرنا فرض بتلاتے ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۶۱۶) ثابت ہے کہ جب اس شخص کو (جس پر کہ مسیح کی شبیہہ ڈالی گئی تھی) پھانسی دی گئی تو اس نے ایسی گھبراہٹ کا اظہار کیا جو انبیاء تو کجا عوام صلحاء کی شان سے بھی بعید ہے۔ تکلیف کے وقت شور مچانا، خدا کی شکایت کرنا جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے

(پھر اس نے دوبارہ جا کر دعا مانگی اور کہا اے میرے باپ، اگر میرے پینے کے بغیر یہ پیالہ، موت، مجھ سے نہیں گذر سکتا تو خیر تیری مرضی۔ متی باب ۲۶۔ آیت ۴۲۔

He went away again the second time, and prayed, saying, O my Father, If this cup may not pass away from me, except I drink it, thy will be done. (Matthew 26: 42)

اور یسوع نے بڑے شور سے چلا کر جان دی۔ (انجیل متی ۲۷۔ آیت ۵۰)۔

Now from the sixth hour there was darkness over all the land unto the ninth hour.

And about the ninth hour Jesus cried with a loud voice, saying, Eli. Eli, lama sa-bach-tha.ni? that is to say. My God, my God, why hast thou forsaken me?

Matthew 27: 45-46

Jesus, when he had cried again with a loud voice, yielded up the ghost.(Matthew 27:50)

اور پون گھنٹہ یسوع بڑی آواز سے چلا کر بولا ایلی ایلی لما سبقتنی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (انجیل مرقس)،

At the ninth hour Jesus cried with a loud voice, saying Eloi Eloi lama sabach'tha-ni? which is, being interpreted, My God, my God, why hast thou forsaken me? (Mark 16:34)

کون نہیں جانتا کہ صالحیت اور نبوت سے کوسوں دور ہیں۔ اس قسم کی تکالیف میں ذرا صحابہ کرامؓ کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔ کیسے استقلال اور بردباری سے جان دے رہے ہیں اور بجائے چون و چرا کرنے کے شکریہ کرتے ہیں۔ نمونہ کے لئے خبیبؓ کا حال ہی دیکھئے جس کا قصہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ کس استقلال اور صبر سے جان دیتے ہیں اور دشمنوں کے سامنے یہ اشعار پڑھتے ہیں

و لا ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شقّ کان فی اللّٰہ مصر عی
و ذلك فی ذات الالہ و ان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممز ع

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گروں۔ یہ میرا مرنا تو

اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے جوڑوں میں بھی برکت کر دے گا۔

کیا حضرت مسیح، اس صحابی جیسا بھی حوصلہ نہ رکھتے تھے۔ معاذ اللہ وہ اللہ کے مقرب رسول و جیھاً فی الدّنیا وا لآخرۃ ومن المقرّبین ۔صحابی کی کیا شان کہ حضرت مسیح کی گردِ پا کو بھی پہنچے۔ گو اپنے مرتبہ میں کیسا ہی بزرگ ہو، وہ معصوم اور اولوالعزم پیغمبر وہ کلمۃ اللہ وہ روح اللہ۔ پھر کیا وجہ کہ اس امتحان مقابلہ میں وہ فیل شدہ ہیں۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ شخص پھانسی شدہ مسیح نہ تھا، مگر سرسید احمد خان کہیں تو سولی پر چڑھاتے ہیں (تفسیر احمدی۔ ج ۲ ص ۱۴۲) اور جب ان کو ما صلبوہ کا خیال ہوتا ہے تو یہ کہہ کر کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہ تھے، بلکہ ان پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں نے ان کو مردہ سمجھا (ص ۴۵ تفسیر احمدیہ) ٹال دیتے ہیں۔ اور کہیں لکن شبّہ لھم کا ترجمہ: لیکن ان پر صلیب پر ڈالنے کی شبیہہ کر دی گئی۔ (ص ۱۶۵ تفسیر احمدی جلد ۲)، کہہ کر آگے چل دیئے ہیں۔ لیکن چلّا کر جان دینے پر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو، جان دینے کا موقع ایسا ہی ہے کہ سب بھول جاتے ہیں۔

رہا اصل اعتراض کہ مسیح کی شکل دوسرے پر کس طرح ہو گئی یہ تو سپر نیچرل (خلاف عادت) ہے جو سید احمد خان صاحب کا قدیمی ٹوٹا پھوٹا ہتھیار رہے، تو اس کا جواب یہی ہے کہ جس خدا نے حضرت موسیٰ کی لکڑی کی شکل بدل کر سانپ اور سانپ سے لکڑی بنا دی، وہ مسیح کی سی شکل والا دوسرے کو بھی بنا سکتا ہے۔ جو خدا مرغی انڈا دیتی کو مرغا انڈا دلانے والا بناتا ہے وہ ایک شکل کے دو آدمی یا ایک کی شکل دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔

سید احمد خان صاحب نے جو آیت شبّہ لھم کے معنی کئے ہیں ہم ان کو غلط نہیں کہتے کیوں کہ ہمارے اصلی مقصد کے خلاف نہیں۔ اللہ اعلم

قادیانی دلائل مماۃ مسیح کا ثنائی ردّ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں کہ گو ہماری معروضہ بالا تقریر (دررفع عیسی) سے کل مسئلہ حیات وممات مسیح بالکل صاف ہے مگر بنظر استحسان (ازالہ اوہام میں) مرزا غلام احمد صاحب کی پیش کردہ تیس آیات کا مفصل جواب بھی دیتے ہیں۔مرزا صاحب نے حسب عادت شریفہ اس دعوی کو اس قدر بڑھایا ہے کہ رائی سے ہمالہ کی صورت دکھائی ہے۔چنانچہ کھینچ تان کر مجموعہ تیس آیات کا اس دعوی پر پیش کیا ہے مگر میرے خیال میں اگر ایسی ہی آیات کو جمع کرنا تھا تو چالیس پچاس بھی ہوسکتی تھیں۔بہر حال جو کچھ مرزا صاحب سے ہوسکا، وہ یہی مجموعہ تیس آیات کا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی تقریر حسب عادت طوالت سے بھری ہونے کی وجہ سے بہت سی جگہ چاہتی اس لئے ہم ان کے مطلب کا خلاصہ کرکے لکھیں گے جو اصل سے بالکل مطابق ہوگا جس کو شبہ ہو اصل سے مقابلہ کرلے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) پہلی آیت - یا عیسی انی متوفّیك ...الخ۔مرزا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کرکے ہی چھوڑ دیا جو ہم نے کردیا ہے جس پر مفصل بحث ہوچکی ہے۔

دوسری آیت بل رّفعه اللّٰه الیه ۔رفع سے مراد باعزت موت ہے جیسے کہ حضرت ادریس کے لئے و رفعناه مکا ناً علیاً۔ اسکی بحث بھی مفصل ہوچکی ہے مزید یہ کہ حضرت مسیح والہ بل یہاں نہیں ۔

تیسری آیت فلمّا توفّیتنی .... توفّی کا لفظ موت کے لئے ہے۔پس ثابت ہوا کہ مسیح فوت ہوچکے ہیں۔، اس کی بحث بھی ہمارے مضمون سابق میں آگئی ہے۔

چوتھی آیت و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ ۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم اپنے رسالہ

ازالہ اوہام میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔ اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ: تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح کی موت طبعی پر ایمان لے آتے ہیں اور مصلوب ہونے کے اعتقاد سے پھر جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کے پیش کرنے میں مرزا صاحب نے کمال کر دکھایا۔ جس آیت کو ان کے مخالف حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کرتے، ہیں مرزا جی نے اسے اپنے قبضہ میں کرنا چاہا ہے، ہم اس آیت پر مفصل بحث نہیں کرتے صرف حکیم نور الدین صاحب کا ترجمہ پیش کر دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔ (فصل الخطاب جلد دوم۔ حاشیہ ص ۳۱۴)

اس بارے میں ہمارے وہی حکم (ثالث) ہیں۔

پانچویں آیت۔ ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ۔اس آیت میں ماں بیٹے (مریم وعیسی) کے ذکر میں، کھانا کھاتے تھے، کہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب نہیں کھاتے اور چونکہ بغیر کھانا کھانے کے زندگی محال ہے اس لئے ضرور ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں۔

مرزا جی! یہ تو ان کی حالت مشہودہ ومسلّمہ فریقین سے جو دنیا میں ان پر آ رہی تھی استدلال ہے، اسے اس سے کیا علاقہ کہ اب وہ نہیں کھاتے۔ یہ کون سی عبارۃ النص ہے یا اشارۃ النص، دلالت النص یا اقتضاء النص۔ اگر چہ آپ اپنے مولوی صاحبان سے دریافت فرمالیں کہ کانا کے لفظ سے زمانہ حال کی نفی نہیں ہوتی

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: لیجئے ہم آپ کی خاطر مانے لیتے ہیں کہ بے شک حضرت مسیح اس وقت کھانا نہیں کھاتے، تو کیا ان کی زندگی محال ہے؟ کیا حضرت آدمؑ دنیا میں آنے سے پہلے جنت میں کھانا کھاتے تھے؟ حالانکہ آپ کے نزدیک تو جنت صرف روحانی لذائذ ہیں نہ کہ جسمانی۔ چنانچہ آپ کی تقریر جلسہ مذاہب لاہور مندرجہ رپورٹ اس کی مظہر ہے۔

خیر یہ تو الزامی جواب ہے۔ حقیقی جواب یہ ہے کہ شرعی طور پر بغیر طعام زندگی گزارنے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے وصال صیام (ان روزوں کو کہتے ہیں جن میں رات کو بھی کچھ نہ کھایا جائے، بلکہ پے در پے بے آب ونان گذارا ہو) سے منع فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں وصال کرتے

ہیں؟فرمایا ابیت عند ربّی یطعمنی و یسقینی ۔یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھانا کھلاتا ہےاور پانی پلاتا ہے،تم میرے جیسے نہیں ہو۔

اگر یہ حقیقی کھانا ہوتا تو آنحضرت ﷺ کا وصالِ صیام ہی نہیں تھا،حالانکہ اسی کے کرنے دلیل بیان کی ہے۔پھر آپ (مرزا) کا مسیح کی بابت مخول (مذاق) کرنا کہ خدا کے پاس کیا کھاتا ہے؟ کھاتا ہے،تو پائخانہ کہاں پھرتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ قابل مخول (مذاق) ہے یا نہیں ۔کیا آپ نے اصحاب کہف کا قصہ بھی قرآن میں نہیں دیکھا کہ تین سونو برس غار میں بے خبر سوتے رہےاور زندہ رہے۔اگر آپ کو ان کی موجودہ زندگی میں شبہ ہے جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۵ سے مفہوم ہوتا ہےتو کیا فلبثوا فی کھفھم ثلاث مأة سنین و زدادوا تسعاً میں بھی شبہ ہے جو نص قطعی ہے۔اگر کہیں کہ وہ تین سونو برس بے طعام نہ تھے بلکہ کھاتے پیتے تھےتو ان کے باہمی سوالات کا کیا مطلب ہے جو انہوں نے بعد بیداری آپس میں کئے تھے کہ: قال قائل مّنھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم قالوا ربّکم اعلم بما لبثتم ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کتنی مدت ٹھہرے ہو،بولے کہ ایک دن یا کم (بعد غور وفکر بولے) کہ خدا خوب جانتا ہے جتنے ٹھہرے ہو۔

اگر وہ غذا کھاتے پیتے تو ان کو اپنے ٹھہرنے کا وقت بھی معلوم نہ ہوتا؟ جس کی مدت خدا نے تین سونو برس بتلا دی ہے۔کیا آپ نے وہ حدیث بھی نہیں دیکھی جو مشکوۃ کے باب علامات الساعۃ کی دوسری فصل میں ہے جس کا مضمون ہے کہ تسبیح تہلیل بھی بندوں کی غذا کا کام دے سکتی ہیں۔پس جب تک ہمارے سوالات کو نہ اٹھائیں،اس آیت کا پیش کرنا آپ کا حق نہیں و دونہ خرط القتاد

۶۔(مرزا صاحب کی پیش کردہ) چھٹی آیت وما جعلناھم جسداً لا یأکلون الطعام ۔ الآیۃ

اس کا جواب سابقہ آیت میں آگیا علاوہ اس کے اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے،خدا فرماتا ہے ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں یعنی کھانے کو چھوئیں ہی نہیں۔

یہ مشرکین عرب کا جواب ہے،جو کہا کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہےاور بازاروں میں پھرتا ہے۔جس کے جواب میں ارشاد پہنچا ما لھذا الرّسول یأکل الطّعام و یمشی فی الاسواق کہ پہلے نبیوں کو بھی ہم نے ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے۔اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ایسا کوئی بشر

نہیں ہوا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ کھاتے رہیں۔ کیا پیغمبر ﷺ روزہ وصال میں کئی کئی روز جو کھانا ترک فرماتے تھے تو وہ اس وقت وہ جسم نہ تھے؟ مرزا جی مطلقہ عامہ کے ثبوت سے دائمہ مطلقہ لازم نہیں آتا۔ اگر نہ سمجھے ہوں تو کسی سے پوچھ لیجئے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) ساتویں آیت۔ و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ..یعنی محمد ﷺ سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے۔

مرزا صاحب نے کیا ہی عمدہ ترجمہ گھڑ لیا کہ فوت ہو گئے۔ ان کے مرید تو سن کر علماء کو کوستے ہوں گے کہ صاف آیت میں لکھا ہے: سب نبی فوت ہو گئے، ۔تو پھر جو علماء نہیں مانتے بے شک یہودیوں کی طرح ان کے دل سیاہ ہیں۔ بے شک ایسے ہیں، ویسے ہیں۔ بیشک ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ ان سے سلام علیکم ناجائز ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کی پیش گوئی یأ توکم بما لم تسمعوا ۔الحدیث۔ کا ظہور ہورہا ہے۔ بھلا مرزا جی! فوت ہو گئے، کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ شاید خلت کی طرف توجہ سامی لگ رہی ہے جس کے معنی گزر جانے، خالی کرنے وغیرہ کے ہیں، جو ان تمام معنوں میں مستعمل ہوا ہے و اذا خلوا الی شیاطینھم ؛ قد خلت من قبلکم سنن ؛ فی الایّام الخا لیة ۔پس آیت کے صاف معنی یہ ہیں کہ تجھ سے پہلے کل نبی اپنے اپنے وقت میں کام کر کے چلے گئے۔ جیسے کوئی کہے کہ موجودہ سربراہ حکومت سے پہلے کئی سربراہ گزر گئے، تو کیا اس سے یہی مفہوم ہے کہ وہ سب مر گئے؟ پس اسی تقریر سے نویں آیت تلك امّة قد خلت کا جواب بھی آ گیا کیونکہ وہاں بھی خلا ہی میں تیر رہے ہیں۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آٹھویں آیت و ما جعلنا لبشر مّن قبلك الخلد ....کوئی بشر ہمیشہ زندہ نہیں رہا، اس لئے مسیح بھی نہایت بوڑھے ہو گئے ہوں گے۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۰۶)۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ کیوں نہ ہوں؟ دو اور دو چار روٹیوں کی مثال اسے ہی کہتے ہیں۔ حضرت! آیت کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں کی۔ بھلا اگر تو مر گیا تو کیا یہ کافر ہمیشہ رہیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بتایئے کس کے مخالف ہے۔ کیا ہم مسیح کو ہمیشہ زندہ رہنے والا مانتے ہیں؟ کیا دائمہ مطلقہ کے سلب سے متعلقہ عامہ مسلوب ہو جاتا ہے؟

نویں آیت کا جواب نمبر سات میں ہو چکا ہے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) دسویں آیت و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً

اس آیت سے بھی معلوم نہیں مرزا صاحب کیا مطلب لے رہے ہیں۔ شائد یہ مطلب ہے کہ زندگی تک تو زکوۃ کا حکم ہے، اگر وہ اب زندہ ہیں تو زکوۃ کس کو دیتے ہوں گے؟ پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت ہو گئے۔ چہ خوش؟ ہمیں بار بار وہی دو اور دو چار روٹیوں والی مثال یاد آتی ہے۔ اجی حضرت! آپ یہ تو بتلا دیں کہ جتنے روز مسیح دنیا میں رہے تھے، زکوۃ کس کو دیتے تھے؟ ... کیا زکوۃ کے لئے مال اسباب زائد عن الحاجت ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ تو پس جبکہ ان کے پاس مال دنیاوی موجود ہی نہیں تو زکوۃ کیسے دیں اور کس کو دیں؟ اس آیت میں مرزا جی نے ایک عجیب بات بھی لکھی ہے جس کو بعینہ نقل کرتا ہوں:

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیل کے طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسی کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحیٰؑ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں، مردے جو ہوئے۔ اور جب دنیا میں حضرت عیسی آویں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔ (ازالہ اوہام)

مرزا صاحب نے اس جگہ بڑا استحالہ قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح دو طرح کی نماز کس طرح پڑھیں گے؟ کاش بتلایا ہوتا کہ عیسائیوں کی نماز، ہاں اصل عیسائی نماز، کس طرح ہے اور وہ کتنے حصے اسلامی نماز سے مخالف ہے؟ کیا آپ نے مسیح کی والدہ کی بابت فرمان ربانی نہیں سنا یا مریم اقنتی لربّك و اسجدی و ارکعی مع الرا کعین۔ بتلائیے آپکی نماز سے یہ نماز کتنی کچھ مخالف ہے؟ ہاں آپ نے موجودہ عیسائیوں کی نماز دیکھی ہوگی جس میں تثلیث کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ بے شک ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ان کی نماز کے مخالف نماز پڑھیں گے، بلکہ اس نماز کے مٹانے کے لئے تشریف لائیں گے، چنانچہ آپ بھی براہین احمدیہ جلد رابع صفحہ ۴۹۹ میں تسلیم کرتے ہیں۔

معلوم نہیں مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کیا فائدہ؟ مگر چونکہ علم لدنی کے متعلم ہیں اس لئے بقول صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غلطی ممکن ہے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) گیارہویں آیت۔ و السلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیاً اس آیت میں مسیح کے تین واقعات ولادت، موت اور بعثت کے ایام بیان کئے گئے ہیں، یوم رفع نہیں گنا، اس لئے وہ کوئی جدا نہیں بلکہ بذریعہ موت ہی ہوا۔ (ازالہ اوہام)

مرزا صاحب کی قوت استنباطیہ بہت صحیح ہے مگر وہ یہ تو بتلا دیں کہ کیا عدم ذکر سے عدم شئے لازم آتا ہے؟ انسان کے لئے تین ہی واقعات عام طور پر پیش آتے ہیں اور تینوں محل خطر ہیں۔ موت اور قیامت کے دن کا خطرناک ہونا ظاہر ہے، البتہ پیدائش کے دن کا خطرناک ہونا جس کی طرف مسیح نے اشارہ کیا ہے دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اس حدیث کی وجہ سے جس کا مضمون ہے کہ ما من مولود الّا و یمسّه الشّیطان الّا مریم و ابنها ۔ او کما قال ہر ایک بچہ کو شیطان وقت ولادت چھوتا ہے سوا مسیح اور اس کی ماں کے کہ ان دونوں کو نہ چھوا تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا کہ ولادت کا وقت بھی خطرناک وقت ہے جس کی سلامتی کی طرف حضرت مسیح نے اشارہ کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودی، حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز بتلاتے تھے اور ناجائز ولادت والے کو خدا کی بادشاہت میں ذلیل سمجھتے تھے (دیکھو کتاب استثنا ۲۳ باب کی آیت نمبر ۲

A bastard shall not enter into the congregation of the Lord; even to his tenth generation shall not enter into the congregation. (Deuteronomy 23:2)

اس لئے مسیح نے ایسے واقعات کا جو سب لوگوں کو پیش آنے والے ہیں جن کے وقوع کا سب کو یقین ہے، ذکر کیا اور رفع بجسد عنصری کا ذکر نہیں کیا کہ جو پہلے سے منکر ہیں کہیں اور بھی زیادہ نہ بگڑیں۔ علاوہ ان توجیہات کے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کو یہ کلام بولتے وقت اپنے رفع بجسد عنصری کا علم نہ تھا کیونکہ جب تک خدا کوئی وعدہ نہ کرے یا کوئی خبر نہ بتلاوے، نبی ہو یا رسول، بلکہ افضل الرسل کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ لا یحیطون بشیء من علمه الّا بما شاء (خدا کے علم میں سے لوگ اسی قدر جان سکتے ہیں جتنا خدا بتلائے) کو پڑھ لو۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) بارہویں آیت ۔ و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر . ... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عمر طبعی تک پہنچ کر مر جاتا ہے پس مسیح بھی جو عمر طبعی تک پہنچ گئے

ضرور فوت ہو گئے ہوں ۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۰۸)۔

عجیب نئی منطق ہے۔مسیح عمر طبعی کو دنیا ہی میں پہنچے ہوئے تھے یا اب پہنچے ہوں گے؟ اگر دنیا ہی میں پہنچے تھے تو کیا ثبوت؟ حالانکہ روایات سے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے، صاف مفہوم ہے کہ حضرت مسیح کی عمر بوقت رفع ۳۳ سال تھی۔اور اگر بعد رفع عمرِ طبعی کو پہنچے تو غنیمت ہے کہ آپ نے ان کا رفع بجسدہ تو مانا اور بعد رفع بجسدہ سے موت کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے، دیجئے۔ و دونہ خرط القتاد

علاوہ اس کے، عمر طبعی بھی تو مختلف ہے۔ایک عمر طبعی آپ کی ہے اور ایک حضرت نوحؑ کی تھی جن کے (صرف) وعظ کا زمانہ ساڑھے نو سو برس کا قرآن میں ذکر ہے۔اور قصص میں بعض نبیوں کی عمر چودہ چودہ سو برس تک بھی پہنچتی ہے۔نص قرآنی سے آپ کو انکار نہ ہو گا۔پھر بتلا دیں کہ آیت موصوفہ سے آپ کے دعوی کو کہاں تک تقویت یا تائید ہوتی ہے؟ کیا ممکن نہیں کہ حضرت عیسی کی عمر طبعی کا اندازہ کوئی غیر محدود زمانہ ہو جس کی مثال دنیا میں آج تک کسی فرد بشر پر نہ آئی ہو۔

اس جگہ ایک لطیفہ بھی قابل بیان ہے جو مرزا کی تحریر سے نہیں بلکہ ان کے بعض مریدوں کی زبان سے سنا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو آج تک زندہ سمجھیں تو حیّ قیّوم کی صفت خداوندی میں شریک ہو جاتا ہے اور شرک تو اسلام میں کسی طرح درست نہیں۔پس ثابت ہوا کہ مسیح بھی کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے۔

قادیانی حضرات مسیح کی موت کے پیچھے ایسے پڑے ہیں کہ اگر ان کو ایک سیکنڈ کا اختیار بھی مل جائے تو سب سے پہلے جو کام ان سے سرزد ہو، وہ یہی ہو کہ حضرت مسیح کو فوت کر دیں۔لیکن نہیں جانتے و مکروا ومکراللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین بھلا حضرات! اگر درازی عمر کی وجہ سے کوئی جاندار خدا کا شریک ہی ہو جاتا ہے تو جس کی عمر، مسیح سے ہزارہا سال پہلے اور ہزارہا سال بعد تک ہو گی، اگر اپنے بزرگ سرسید احمد کی طرح شیطان قوائے حیوانیہ کو جانتے ہو، تو قرآن میں غور کرو قال فانظرنی الی یوم یبعثون۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) تیرہویں آیت۔ ولکم فی الارض مستقرّ ومتاع الی حین۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۰۹)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کو، اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ، معراج جسمانی سے بھی انکار ہے۔

مرزا جی! دوسری آیت پر بھی غور کرلیا ہوتا جس میں مثل اس آیت کے لکم آیا ہے

و لکم فیھا منافع و مشارب افلا یشکرو ن (تمہارے لئے چار پایوں میں بہت سے منافع اور پینے کو دودھ ہے، کیا پھر شکر نہیں کرتے ہو)

اگراس آیت سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا منع ہوتا ہے تو اس سے سوا چار پایوں کے دودھ اور منافع کے اور چیزوں کا دودھ اور منافع بلکہ تمام دنیا کے پانی پینے بھی منع ہو گئے کیونکہ اگراس آیت میں مستقر مبتداء مؤخر ہے تو اس میں منافع اور مشارب وہی حکم رکھتا ہے، حالانکہ ہم تمام دنیا کے کنوں کا پانی پیتے ہیں اور تمام چیزوں سے نفع لیتے ہیں۔ کوئی چار پاؤں کی خصوصیت نہیں۔ بتلاویں تو (بقول آپ کے) یہ دجال کا گدھا، ریل گاڑی، کون سے چار پایوں کا نفع ہے، حالانکہ بقول آپ کے آیت میں حصر ہے کہ سوا چار پایوں کے اور کسی چیز میں ہمارا نفع نہیں اور نہ ہمارے بچے کسی جاندار کا، خواہ وہ بچے کی والدہ ہو، دودھ پی سکتے ہیں کیونکہ مشارب کا لفظ اس سے روکتا ہے۔ اگر یہی معنی ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس آیت سے، نعوذ باللہ، کوئی کلام غلطی میں مقابلہ کر سکے۔

مرزا صاحب نے اس آیت میں کچھ علمیت کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے نکلا ہے اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں داخل ہوگا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۰۹)

مرزا صاحب اس جگہ ہمیں وہ قصہ یاد آ گیا جس کو ہم آپکے خاندان نیچریہ کے بانی سر سید احمد مرحوم کے لئے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ دہلی ایک مدرسہ عربی میں گئے۔ ایک طالب علم سے بغرض امتحان پوچھا کہ الحمد لولیه میں واؤ کیسا ہے؟ طالب علم نے جواب دیا، عطف کا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی لائق انعام ہے کیونکہ اتنا تو جانتا ہے کہ واؤ عطف کا بھی ہوتا ہے۔ ہم بھی مرزا صاحب کو قابل انعام سمجھتے ہیں کہ آنجناب حصر کو جانتے ہیں لیکن بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر لکم فائدہ حصر کا دیتا ہے تو غالباً یہ حصر مسند الیہ (مستقر) کا مسند میں ہوگا جیسا کہ مختصر معانی (اما تقدیمه ای المسند فلتخصیصه بالمسند الیه ای لقصر المسند علی ما حقّقناه فی ضمایر الفصل نحو لا فیھا غول ای بخلا ف

خمور الدّنیا فان فیھا غولاً و لھذا ایولانّ التقدیم یفید التّخصیص لم یقدم الطرف الّذی ھو المسند علی المسند الیہ فی لا ریب فیہ و لم یقل لا فیہ ریب لئلا یفید تقدیمہ علیہ ثبوت الریب فی سائر کتب اللہ تعالی بناء علی اختصاص عدم الریب بالقرآن ۔ مختصر المعانی ص ۱۰۳) اور مطول سے مفہوم ہوتا ہے۔تو بتلایئے کہ اس حصر کا مطلب کیا ہوگا اور آیت کے معنی کیا بنیں گے؟ وہی جو مختصر معانی اور مطول میں لکھے ہیں لا فیھا غول بخلاف خمور الدّنیا فانّ فیھا غولاً یعنی ہمارے لئے زمین مستقر (جگہ) ہے نہ کہ کسی اور جانور کے لئے۔ بھلا اس حصر سے جسم خاکی کا آسمان پر جانا کیونکر منع ہوا۔ہاں یہ بے شک ثابت ہوا کہ دنیا میں سوائے انسان کے جو لکم کے مخاطب ہیں کسی جاندار کی جگہ نہیں۔ یہ معنی قطع نظر اس سے کہ واقع میں صحیح ہوں یا غلط آپ کے دعوی (جسم خاکی آسمان پر نہیں جاسکتا) سے کیا علاقہ؟

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ہاں اگر آپ کے معنی مراد ہوتے تو کلام خداوندی میں فی الارض مقدم ہوتا یعنی آیت یوں ہوتی وفی الارض مستقر و متاع الی حین ایسی اصلاح قرآن شریف میں کون نہیں جانتا کہ اتنبؤن اللّہ بما لا یعلم فی السّماء ولا فی الارض (خدا کو وہ باتیں بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا آسمان میں اور زمین میں) کے مصداق ہے۔

رہی یہ بحث کہ گو حصر مسند کا نہیں لیکن یہ تو معلوم ہوا کہ زمین میں مستقر ہے۔پس آسمان کا مستقر ہونا اس کے خلاف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حصر نہیں تو خلاف بھی نہیں۔نہیں تو بتلادیں کہ مسلمان جو سب محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں،تو کیا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ رسول نہیں، صرف محمد ﷺ ہی رسول ہیں۔پس جس طرح کہ محمد رسول کہنے سے موسیٰؑ رسول کی نفی نہیں ہوتی،اس طرح فی الارض مستقرّ کہنے سے فی السّماء مستقرّ کی نفی لازم نہیں۔علاوہ اس کے آسمان میں تو مستقر ہی نہیں،خصوصاً لکم کے مخاطبین کا جو تمام بنی نوع انسان ہیں۔اگر مسیح چند روز چلے گئے،اول تو عارضی ہے، دوم وہ ایک فرد مخصوص ہیں۔ وما من عام الّا وقد خصّ منہ البعض (ہر عام سے بعض افراد خاص ہوتے ہیں) کو یاد کرو۔ایسے استدلالات میں ہاتھ پاؤں مارنے سے بجز اس کے کہ علماء میں ہنسی ہو اور کیا فائدہ؟

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) چودھویں آیت ومن نعمّرہ ننکّسہ ...یعنی درازی عمر میں حواس اور عقل زائل ہو جاتی ہے اگر مسیح اب تک زندہ ہوں تو ان کی عقل میں فرق آ گیا ہوگا جس سے یقینی معلوم ہوتا ہے کہ مدت سے مر گئے ہوں۔(ازالہ اوہام۔ص ٦١٠)

مرزا صاحب چونکہ علم لدنی کے متعلم تھے اس لئے بے چارے ظاہری علوم کی اصطلاحات بدیعہ سے بالکل ناواقف ہوں تو ان کی ذات ستودہ صفات میں کوئی نقص نہیں آتا۔یہی وجہ ہے کہ مرزا جی کے کان مبارک،تقریب تام سے جو علم مناظرہ میں اہم اصول ہے،کبھی آشنا نہیں ہوئے۔مرزا صاحب! اگر کوئی شخص ستر برس کی عمر سے (جس کو انتیسویں آیت میں امت محمدیہ کے لوگوں کے لئے محدود کرتے ہیں) متجاوز ہو گیا جیسے کہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، یا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یا مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی، جن میں سے بعض صاحب سو (١٠٠) اور بعض سو (١٠٠) سے متجاوز تھے، کیا آپ کے نزدیک ان کا جنازہ بغیر روح نکلے ہی درست ہے، کیونکہ آپ کی دلیل کا مقدمہ تو ثابت ہے کہ عمر درازی موت کو مستلزم ہے پھر مدعا کیوں ثابت نہیں۔

آئندہ کو آپ کے خاندان میں سے جو شخص ستّر (٧٠) سے متجاوز ہو تو بغیر روح نکلے اس کو میت قرار دے کر قبر میں داخل کر دیا کریں پھر دیکھیں کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: افسوس مرزا صاحب کو یہ خبر نہیں یا جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ کرتے ہیں کہ عمر درازی کو اگر کچھ لازم ہے تو نکوس لازم ہے جو خود زندگی چاہتا ہے۔مردہ کی بابت نکوس فی الخلق کون کہے گا۔نکوس کے معنی اندھا کرنے کے ہیں۔مطلب آیت کا بالکل واضح ہے کہ جس کی عمر دراز ہوتی ہے اس کی خلقت اور عادت پیرانہ سالی میں جوانی سے مغائر بچپن کی سی ہو جاتی ہے، بالکل درست ہے صدق اللّٰہ و صدق رسولہ لیکن اس کو موت خصوصاً مسیح کی موت سے کیا علاقہ؟ اگر آپ کے نزدیک ستّر برس سے متجاوز پر نکوس فی الخلق ضروری ہے تو حضرت نوحؑ تو آپ کے نزدیک تمام تبلیغ نکوس کے زمانہ بلکہ موت میں کرتے رہے ہوں گے۔ یا للعجب

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ١٥۔ اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعفٍ .اس آیت سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ انسان کی عمر پر اثر کرتا ہے یہاں تک کہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے (ازالہ اوہام)

آمنّا و صدقنا ، بے شک اثر کرتا ہے مگر اس کی حد مختلف ہے ایک حد بقول آپ کے ساٹھ ستّر برس ہے دوسری بقول خداوندی عمر نوحی ہے۔ جب تک آپ مسیح کیلئے حد نہ لگا دیں، اس آیت کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اعمار امتی کا جواب آگے آتا ہے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۱۶۔ انّما مثل الحیوۃ الدّ نیا کماء انزلناہ .... یعنی کھیتی کی طرح انسان بعد کمال زوال کی طرف رخ کرتا ہے۔ کیا اس قانون سے مسیح باہر رکھا گیا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۱)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب کل بنی نوع انسان کی اگر یہ حالت ہے تو بتلا دیں کہ ایک بچہ جو ایک دن کا ہو کر مر جاتا ہے اس کا وہی کمال ہے؟ دوسرا آپ کی طرح بوڑھا ہو کر، اس کے لئے وہی کمال ہے۔ ایک ایسا ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی طرح ہزار سال تک بھی اس کمال کو نہیں پہنچتا۔ پس اس تفاوت سے اگر مسیح کو بھی وہ کمال جس کے بعد ان کو زوال آنا (جو بقول آپ کے موت کا مرادف ہے) ابھی تک نہ آیا ہو تو کیا محال ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۱۷۔ ثمّ انّکم بعد ذلك لمیّتو ن ۔تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، بے شک صحیح ہے۔ اس کا جواب آیت سابقہ کی تقریر میں پڑھو۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۱۸۔ الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماء فسلکناہ ینابیع ...انسان کھیتی باڑی کی طرح اپنی عمر کو پورا کر کے مر جاتا ہے۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ یہ بالکل سچ ہے، لیکن عمریں مختلف ہیں۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۱۹۔ و ما ارسلنا قبلك من المر سلین ....کوئی انسان بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس کا جواب پانچویں آیت کی تقریر میں ملاحظہ ہو۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۰۔ و الّذ ین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً .....اس آیت میں مصنوعی معبودوں ...کی موت کی خبر دی گئی ہے۔ مسیح بھی عیسائیوں کے مصنوعی معبود ہیں پس

ضرور ہے کہ وہ بھی فوت ہو گئے ہوں۔ (ازالہ اوہام)۔

تعجب ہے کہ اس جگہ مرزا نے حضرت مسیح کو عیسائیوں کا مصنوعی معبود مانا ہے حالانکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کا نام یسوع رکھ کر رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں بے نقط سنائی ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من الھفوات

مرزا صاحب نے اس آیت کے لفظ اموات سے استدلال کیا ہے مگر اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ اموات جمع میت کی ہے جو خود آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ کے حق میں عین زندگی میں وارد ہوا ہے غور سے پڑھو انك میّت وانّھم میّتون ۔مرزا صاحب کیا اس آیت کے اترتے وقت آنحضرت ﷺ اور کفار مکہ سب کے سب فوت شدہ تھے؟ تو پھر اس کے بعد کی آیتیں بلکہ خود یہی آیت کس پر نازل ہوئی تھی؟ اور اگر فوت شدہ نہ تھے تو کیوں نہ تھے؟ حالانکہ میّت کا لفظ بقول آپ کے موت سابقہ چاہتا ہے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب تو یونہی ادھر ادھر جاتے ہیں، آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ ممکنات ھالك الذّات ہیں نہ دائم الحیات حالانکہ معبودیت کے لئے غیر ھالك الذّات دائم الحیات ہونا چاہیے۔پس علی طریق البرھان آیت کے مطلب کی تقریر یوں ہوگی معبودکم ممکن الفنا ولا شیء من ممکن الفنا بمعبود نتیجہ صریح ہے کہ تمہارے مصنوعی معبود لائق عبادت نہیں۔

اموات کے معنی ممکن الموت کے لینا ایک تو آیت موصوفہ انك میّت بتلا رہی ہے، دوئم ممکن الموت کا لفظ تمام معبودان باطلہ کو خواہ زمانہ نزول آیت سے پہلے کے ہوں یا اس وقت کے یا پیچھے کے سب کو شامل ہے۔اور اگر اموات کے معنی فوت شدہ کے لیں تو یہ فائدہ متصور نہیں غیر احیا کے معنی غیر دائم الحیات کے ہم نے اس لئے کئے ہیں کیونکہ خدائی صفت دائم الحیات ہے نہ چند روزہ حیات۔

پس ہماری تقریر بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح سے قابل پذیرائی اور مشتمل بہ مزید فوائد ہوئی اور آپ کی مطلب براری در بطن قائل۔

کہیں آپ کے کسی حواری کو (کیوں کہ آپ کو تو ایسے ظاہری علوم سے کیا تعلق؟) یہ شبہ نہ ہو کہ شکل اول میں فعلیت صغریٰ ضروری ہے اور مذکورہ شکل میں صغریٰ ممکنہ ہے پس منتج نہ ہوگی اس لئے کہ امکان شکل مذکور میں ربط

کی قید نہیں بلکہ خود محکوم بہ ہے۔ فافھم ۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۱۔ ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ...چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے مسیح ان کے بعد نہیں آسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: مرزا جی یہاں بھی اصطلاحات بدیعیہ سے معذوری کی وجہ سے تقریب تام سے غافل ہو گئے۔ دعوی موت مسیح اور دلیل عدم تشریف آوری۔ آیت کا مطلب تو بالکل صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی پس مسیح قرب قیامت باوصف نبوت آنحضرت کی امت بن کر آویں گے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کو نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ملی بلکہ نبوت سابقہ ہی سے موصوف ہونگے۔ پس جیسے حضرت ہارونؑ بلکہ خود حضرت عیسیٰؑ پہلے تورات کے احکام کی تبلیغ کرتے رہے اسی طرح بعد تشریف آوری قرآن کے تابع ہو کر رہیں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں صاف ارشاد ہے لو کان موسی و عیسی حیّا لما وسعه ا لا اتّباعی ایک نبی اگر دوسرے نبی کی کتاب کا تابع ہو تو اس میں برائی ہے حالانکہ خدا نے سب نبیوں سے عام طور پر وعدہ لیا ہوا ہے کہ جب تمہارے زمانہ میں کوئی رسول آوے تو تم اس کو مان لینا۔ اس پر ایمان لانا۔ یہ تو مرزا جی کے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے ہیں۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۲۔ یا ایّتها النّفس المطمئنّه .... اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مرے نہیں، خدا کے نیک بندوں میں نہیں ملتا۔ چونکہ بموجب شہادت حدیث معراج حضرت مسیح نیک بندوں میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے ضرور فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: کیا نئی منطق ہے مرزا صاحب بموجب شہادت حدیث معراج خود آنحضرت ﷺ نیک بندوں میں داخل تھے یا نہیں، پھر آپ اس سے بعد دنیا میں دوسری زندگی سے آئے ہیں یا اسی سے؟ مرزا صاحب کو موت نہ اپنی بلکہ مسیح کی موت سے بڑی محبت ہے۔ آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ اس آیت کی تفسیر وہی صحیح ہے جو حبر الامت ابن عباسؓ نے کی ہے (جن کی تفسیر کو مرزا صاحب عموما انّی متوفّیك میں پیش کیا کرتے ہیں اور اس کے منوانے کے لئے مخالفوں پر بڑا زور دیا کرتے ہیں) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نیک بندے قیامت کو قبروں سے اٹھیں گے تو اس وقت خدا کے فرشتے ان سے کہیں گے: اے نفس خدا کے ذکر سے تسلی

پانے والے خدا کی طرف چل اور راضی خوشی خدا کے نیک بندوں میں داخل ہو۔ دیکھو تفسیر معالم۔ اس کو مسیح کے فوت شدہ ہونے سے کیا تعلق ہے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۴۔ اللّٰہ الّذی خلقکم ثمّ رزقکم ... اس آیت میں چار واقعات انسان کی زندگی کے ہیں پیدائش پھر تکمیل وترتیب کے لئے رزق مقسوم کا ملنا پھر اس پر موت کا وارد ہونا۔ پس معلوم ہوا کہ مسیح فوت شدہ ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۱۹)

مرزا صاحب تکمیل وترتیب کی حدود مختلف ہیں، رزق مقسوم بھی ہر زندگی کے مناسب ہوتا ہے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۵۔ کلّ من علیھا فان. ہر نفس پر ہر دم فنا آتی رہتی ہے۔ فان کا لفظ لانا اور یفنی نہ لانا اسی طرف اشارہ ہے کہ فنا کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے مگر ہمارے مولوی گمان کر رہے ہیں کہ مسیح اس خاکی جسم کے ساتھ جسکو ہر دم فنا لگی ہوئی ہے زمانہ کے اثر سے محفوظ ہے (ازالہ اوہام، ص ۶۱۹)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: مرزا صاحب کی اس نئی منطق سے ہم تنگ آرہے ہیں کہ کہاں کی دلیل کہاں کا دعوی بے ربط بے ضبط، کہیں کی کہیں کہہ دیتے ہیں۔ بھلا ہر دم فنا وارد ہونے سے فوت ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا آپ بھی اس فنا کے اثر سے متاثر ہیں یا نہیں، ضرور ہوں گے، کیونکہ بقول آپ کے جیسے مسیح کو کوئی آیت مستثنی کرنیوالی نہیں، آپ کو بھی نہیں۔ پس محض فنا سے متاثر ہونا اگر فوتیدگی چاہتا ہے تو آپ بھی اپنے کفن کی تیاری کریں (یہ فقرہ مرزا کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ افسوس اب ہم انہیں زندہ نہیں پاتے۔ ثناء اللہ)

مرزا صاحب! اب تو اس آیت کے معنی ڈاکٹری تحقیقات سے بھی متحقق ہو چکے ہیں کہ سات سال بعد موجودہ جسم تمام کا تمام فنا ہو جاتا ہے لیکن موت اور شئے ہے کیونکہ اس فنا کے ساتھ بدل بھی ہوتا رہتا ہے ۔ پس آیت موصوفہ کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ہر زمین والے کو فنا دامن گیر ہے جو بالکل صحیح ہے۔ ناظرین مرزا جی کی قوت علمیہ اور راست بازی کو دیکھیں کہ اپنے مطلب کے لئے آیت قرآنی کے لفظ علیھا کو ہضم ہی کر گئے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے آیت کے معنی یہ بنتے تھے کہ جو شخص زمین پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ چونکہ مرزا جی کے مخاطب مسیح کو آسمان پر مانتے ہیں پھر وہ اس آیت میں کیسے آسکتے ہیں۔ ہاں اگر آسمان پر ہونا کسی دلیل سے باطل کر دیں تو اصلی دلیل وہ ہوگی نہ کہ یہ آیت۔ پھر اس کا پیش کرنا بجز اس کے کہ تعداد تیس کی پوری

ہو کیا معنی رکھتا ہے لیکن اگر ہم سے پوچھ لیتے تو ہم مرزا جی کو ایسی آیات بتلاتے کہ جن سے بجائے تیس کے پچاس تک تعداد پہنچتی۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۶۔ انّ المتّقین فی جنّت و نھر ... خدا کے پاس جا کر بندے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ موت کے بعد ہے۔ (ازالہ اوہام)

بے شک اس آیت میں جس جنت کا ذکر ہے وہ بعد موت ہی ہے لیکن حضرت مسیح کا ایسی جنت میں داخل ہونا جو بعد موت کے لئے ہے کسی دوسری آیت سے ثابت کریں جب وہ ثابت ہوگا تو جواب دیں گے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۷۔ انّ الّذین سبقت لھم منّا الحسنی .... اس آیت سے مسیح اور عزیر کا جنت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے جو بعد موت کے واقع ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۲۱)۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: حضرت! جنت جس لفظ کا ترجمہ ہے، جس میں آپ نے مسیح اور عزیر کو داخل کیا ہے، فیما اشتھت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اپنی مرادوں میں رہیں گے۔ کیا بامراد ہونا جنت ہی کو چاہتا ہے؟ آپکی مراد منکوحہ آسمانی ہے، اس کے حاصل ہوتے ہی آپ جنت میں چل بسیں گے (مرزا صاحب نے ایک عورت کی بابت الہام بتلایا ہوا ہے کہ میرا اس سے آسمان پر نکاح ہو چکا ہے جو ابھی تک آپ کے نکاح میں نہیں آئی حالانکہ میعاد کو گذرے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ تفسیر ثنائی طبع اول میں یہ لکھا گیا تھا۔ اب تو ہم مرزا صاحب کو بھی نہیں پاتے، نکاح کس کا؟ ممکن ہے نکاح آسمانی کا زفاف بھی آسمانی ہو۔ ثناء اللہ)۔ آپ کے دشمن جنت میں جائیں آپ ایسے وہم وگمان کو پاس بھی نہ آنے دیں۔ علاوہ اس کے اس آیت کا لفظ سبقت لھم منّا الحسنی خود جناب رسالت مآب ﷺ اور ان کے صحابہ کبار و دیگر بزرگان کو بھی جن کو بے دین لوگ پکارتے ہیں اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں شامل ہے یا نہیں تو کیا یہ بزرگ آیت اترنے کے وقت سب کے سب فوت شدہ تھے؟ تو پھر یہ آیت کس پر نازل ہوئی ہے؟ یہ بھی تو آپ کے مرید مان لیں لیکن مشکل یہ ہے کہ پھر آپ سبقت لھم منّا الحسنی سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ اس میں داخل ہونے سے تو آپ کو موت سوجھتی ہے۔ فافھم

آیت ۲۸۔ اینما تکونوا یدرککم الموت .. اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جہان ہو موت اور لوازم موت اس پر جاری ہو جاتے ہیں۔ بطور اشارۃ النص کے مسیح کو بھی شامل ہے۔ (ازالہ اوہام)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: بے شک صحیح ہے لیکن اپنے وقت مقدر پر اذ جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون ۔کون کہتا ہے کہ مسیح کو موت نہیں پاوے گی بے شک پاوے گی۔

اس آیت میں اشارۃ النص کا لفظ سن کر بے ساختہ میرے منہ سے: پیر یکہ دم زعشق زند بس غنیمت است،

نکل گیا، کہاں مرزا جی اور کہاں اشارۃ النص کا لفظ۔ بھولے برہمن نے گائے کھائی ہے۔لیکن ہمارا جو خیال تھا کہ مرزا جی خود علم لدنی کے متعلم ہونے کی وجہ سے ظاہری علوم کے بوجھ سے سبکدوش ہیں وہ صحیح نکلا۔ حضرت! اشارۃ النص اسے کہتے ہے

امّا اشارة النّص فهی ما ثبت بنظم النص لغة وهو غیرظاهرمن كلّ وجه ولا سیق الكلام لاجله ۔شاشی۔نورالانوار۔توضیح وغیرہ۔ جو کلام کے ظاہری ترجمہ سے سمجھ میں آئے اور کلام سے مقصود اصلی نہ ہو

جیسے کوئی کہے کہ میں مرزا جی سے آتھم کی پیش گوئی کے زمانہ میں ملا تھا تو آتھم کی پیش گوئی کا ذکر صاف لفظوں کے ترجمہ سے سمجھ میں آتا ہے لیکن متکلم کی غرض اصلی ملاقات کا واقعہ بتلانا ہے۔پس جو مسیح کا ذکر بطور اشارۃ النص فرماتے ہیں کس لفظ کے ترجمہ سے سمجھ آتا ہے۔اگر کنتم کی ضمیر مخاطب سے عام نبی آدم ہوں جیسا کہ آپ کا مافی الضمیر ہے پھر تو مسیح کے لئے عبارۃ النص ہے جو اشارۃ النص سے قوی ہے۔اشارہ کہنے کے کیا معنی۔بہرحال اشارہ کا لفظ آپ نے بول کر ہمارے موہومی خیال کو مضبوط کر دیا خدا آپ کو اس کا نیک عوض دے اور راہ راست دکھائے۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۲۹۔ ما آتا کم الرّسول.... آنخضرت ﷺ نے ہم کو دیا ہے کہ اعمار امّتی ما بین .. نیز فوت ہوتے وقت فرمایا ما من نفس منفوسة ... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا، اور خاک سے نکلا، وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔(ازالہ اوہام)

مرزا نے دو حدیثیں اس باب میں نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کی عموماً ساٹھ ستّر برس عمر ہوا کرے گی بہت کم لوگ ہوں گے جو اس حد سے بڑھیں ۔اس مضمون کو تو مرزا صاحب کے دعوی سے کچھ بھی تعلق نہیں۔حدیث میں بعض لوگوں کی عمر متجاوز

ہونے کا بھی ثبوت ہے ممکن ہے کہ مسیح بھی انہیں میں ہوں۔ علاوہ اس کے مسیح ہنوز آنحضرت ﷺ کی امت میں محسوب بھی نہیں ہوئے تھے تو ان کا حکم ان پر کیسے لگا۔ جب تشریف لاویں گے اس وقت امتی بنیں گے بعد امتی بننے کے چند سال زندہ رہ کر فوت ہو جائیں گے علاوہ اس کے آپ کے نزدیک مسیح امت محمدیہ میں نہیں ہے، تو پھر امت محمدیہ کا حکم ان پر کیوں لگاتے ہو اگر بطور الزام ہے تو امت محمدیہ بننے کے بعد نہ کہ پہلے ہی۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فوت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ جو جاندار زمین پر ہیں، آج سے سو برس تک کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا، یعنی ان کی نسل رہ جائے گی، خود نہیں رہیں گے۔ چونکہ اس حدیث میں لفظ علی ظھر الارض بھی تھا جس کے معنی ہیں کہ زمین پر رہنے والے جاندار اور مرزا جی کے مخاطب تو مسیح کو زمین پر نہیں مانتے، جس سے مسیح کی دلیل میں ضعف آتا تھا، اس لئے حدیث پر ہاتھ صاف کرنا چاہا اور جھٹ سے تاویل کر دی کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک سے نکلا۔ مرزا جی کی اس تقریر سے مجھے ایک قصہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ کسی عیسائی سے تثلیث کے متعلق گفتگو تھی۔ وہ بولا کہ آپ تو یونہی اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ تثلیث تو قرآن سے بھی ثابت ہے میں نے کہا۔ کہاں؟ قرآن میں تو تثلیث کا مدلل رد ہے۔ بولا دیکھو تو پہلے ہی بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔اللہ سے مراد باپ (خدا) ہے اور رحمٰن سے مراد مسیح اور رحیم سے مراد روح القدس ہے۔ کیا خوب!

مرزا صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے سنو اور انصاف سے سنو:

کیف فیکم ا ذا نزل فیکم ابن مریم من السّماء (مرزا نے حمامۃ البشریٰ کے ص ۱۸ پر بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے کہ مسیح کے نزول کے متعلق سماء کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ پس ناظرین اور خود مرزا صاحب بھی اس کو غور سے پڑھیں) و امامکم منکم یعنی کیسے اچھے ہو گے تم جس وقت ابن مریم آسمان سے اتریں گے حالانکہ امیر المؤمنین خلیفہ اسلام بھی اس وقت تم میں سے ہوگا۔ روا ہ البھیقی و اصلہ فی البخاری ۔

اور بھی فرمان نبوی سننے ہوں تو مشکوۃ میں باب نزول عیسیٰ کو انصاف سے پڑھیں۔

(مرزا صاحب کی پیش کردہ) آیت ۳۰۔ او ترقی فی السّماء ....کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے

درخواست کی کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ خاکی جسم آسمان پر چڑھ جائے پس مسیح بجسد عنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ بعد موت گئے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۵)

سبحان الله، هذا بهتان عظيم آیت کا مطلب بالکل صاف ہے، کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ جب تک تو آسمان پر نہیں چڑھے گا ہم تیری بات نہیں مانیں گے۔ جواب ملا کہ خدا تو سب کچھ کرسکتا ہے، وہ ایسے کاموں سے عاجز نہیں، وہ تو عاجزی سے پاک ہے۔ ہاں میرا کام نہیں کہ میں خود بخود چڑھ جاؤں میں تو صرف اس کا رسول ہوں جو مجھے ارشاد ہوگا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ بتلایئے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ: عادۃ اللہ نہیں، کہ خاکی جسم آسمان پر جائے۔ آپ نے سبحان ربی کے معنی خوب تراش لئے کہ ایسے خلاف عادت کام کرنے سے میرا خدا پاک ہے مگر هل كنت الا بشرا رسولا کو کیا کریں گے جو اپنے عہدہ عبودیت کا مظہر ہے جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ میں اس سوال کا مخاطب نہیں ہوسکتا چنانچہ دوسری آیات سے بھی یہی مفہوم ہے لا املك لكم ضرا ولا رشدا ولن اجد من دونه ملتحدا کو غور سے پڑھو۔

(شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) اخیر اس طویل بحث کے مرزا صاحب کی ایک حیرت انگیز کاروائی پر ناظرین کو متنبہ کرنا ضروری ہے۔ مرزا صاحب انی متوفيك والی آیت کو ہمیشہ پیش کیا کرتے ہیں اور اس کی شرح میں حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل کیا کرتے ہیں یعنی انی مميتك۔ اس آیت اور اس تفسیر عباسی پر بڑا زور دے کر اپنے مخالفین سے موت مسیح کا اقرار کرانا چاہتے ہیں مگر اسی آیت انی متوفيك کا ترجمہ انہوں نے اپنی براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۹ پر موفی اجرك (پورا بدلہ دینے والا) کیا ہے اور موت کے معنی جس سے ابن عباس کا قول مميت ماخوذ ہے نوم اور غشی کے خود ہی کئے ہیں۔ (دیکھو ازالہ ص ۶۶۵)۔

پس اگر ہم مرزا صاحب کی ان دونوں الہامی کتابوں کے ترجمہ کو لکھتے تو ہمیں بہت کچھ آسانی تھی۔ یعنی توفی کے معنی اجر پورا دینا، لیتے، ابن عباسؓ کی تفسیر کو بسند صحیح مان کر مميت کے معنی منيم (سلانے والا) اور مغشی (بے ہوش کرنے والا) کرتے، تو ہمیں آسانی تھی مگر ہم نے کسی الزامی جواب پر کفایت نہ کی کیونکہ الزامی جواب جدل ہونے کے علاوہ آج کل کے مناظرہ میں پسند بھی نہیں۔

مضمون وفات وحیات مسیح قادیانی مباحث کے لئے فیصلہ کن نہیں۔ فیصلہ کن وہی صورت ہے جو خود مرزا صاحب نے میرے حق میں بذریعہ اشتہار مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی جس کا خلاصہ مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے۔

اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری (خدا کی) نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔

اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ مرزا صاحب موصوف اس اشتہار کے ایک سال دو ماہ گیارہ روز بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میری (ثناء اللہ امرتسری کی) زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔

فالحمد للّٰہ الّذی اظھر الحق وابطل الباطل (تفسیر ثنائی۔ص۷۶۲۔۷۷۱)

کونے کی آخری اینٹ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا قول ہے:

آخری زمانہ کا آدم درحقیقت ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں اور میری نسبت اس کی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے اور خدا تعالی کا یہ قول کہ وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس آخرین کے لفظ میں فکر کرو اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا، پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا اور یہی معنی آخرین منھم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفے میں

تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کونہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔ (تریاق القلوب مصنفہ قادیانی۔ص ۱۷۰۔۱۷۱)

اس دعویٰ کی مزید تشریح مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

اس وقت حسب منطوق آیت و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اور نیز حسب منطوق قل یا ایّھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک زبان مشترک ہوگئی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم تمام خدّام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں، آپ تشریف لائیے اور اپنے اس فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتے ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوشِ مذاہب و اجتماعِ جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن و آزادی اسی جگہ ہے، اور نیز آدم اسی جگہ نازل ہوا تھا، پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے، تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہوکر دائرہ پورا ہو جائے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کا حسب آیت وآخرین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا، تا یہ سمجھا جائے کہ اس کا ظہور بعینہ آنحضرت ﷺ کا ظہور تھا۔ (تریاق القلوب مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۱۰۱)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ مطلب ان سب کا ایک ہی ہے کہ بقول مرزا صاحب آیت مذکورہ میں آنحضرت ﷺ کی بابت جو ذکر ہے کہ آپ کو خدا نے قریش میں مبعوث کیا، نیز پچھلے لوگوں میں مبعوث فرمایا، اس سے مراد دو بعثتیں ہیں، ایک بعثت اصلی دوسری ظلّی۔ ظلّی سے مراد ہے عکسِ محمدی اور وہ میں

ہوں ۔اسی طرح آپ نے جملہ کمالاتِ محمدیہ کو اپنے حق میں کرنا چاہا جو حدیث میں بطور مثال کے آئے ہیں ۔

قال رسول اللہ ﷺ مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترك منه موضع لبنة فطاف به النظار تعجبون من حسن بنیانه الّا موضع تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان و ختم بی الرّسل فانا اللبنة ۔ متفق علیه (مشکوۃ باب فضائل سید المر سلین) (حضور ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال ایک بڑے شاندار مکان کی ہے جس کی عمارت بہت اچھی بنائی گئی مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی جس کو ناظرین دیکھتے اور عمارت کی عمدگی پر تعجب کرتے مگر اس ایک اینٹ کی وجہ سے (دل تنگ ہوتے) بس میں نے وہ اینٹ کی جگہ بند کر دی ۔ اور میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے، میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں)۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ایک بڑے شاندار مکان سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ مکان نبوت میں ایک کونہ خالی تھا، میں اس کونے کی آخری اینٹ ہوں ۔مرزا نے شاگرد ہو کر استاد کی مسند پر یوں قبضہ کیا : فکان خالیاً موضع لبنةٍ اعنی المنعم علیه من هذه العمارة فاراد اللّٰه ان یّتمّ النّبأ و یکمل البناء باللّبنة الاخیرة فانا تلك اللّبنة ایّها النّا ظرون (خطبہ الہامیہ۔ص ۱۷۷۔۱۷۸) و دریں عمارت جائے یک کشت خالی بود یعنی منعم علیہ پس خدا ارادہ کرد کہ پیش گوئی را بکمال رساند، و بخشت آخری بناء تمام کند ۔پس من ہماں خشت ہستم

اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، یعنی منعم علیہم، پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیشگوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بناء کو کمال تک پہنچا دے ۔پس میں وہی اینٹ ہوں (ترجمہ فارسی و اردو از مرزا صاحب)

اس عبارت میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کے الفاظ ناظرین کے سامنے ہیں ۔کتنی دلیری ہے کہ اپنے حق میں وہی الفاظ لکھے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے خدا کے حکم سے اپنے حق میں فرمائے ہیں یعنی لبنة (آخری اینٹ)

ثابت ہوا کہ کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کی شاگردی کا دعوی کر کے درحقیقت حضور ﷺ کی مسند پر قبضہ کرنا چاہتے تھے ورنہ شاگرد کا حق یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ استاد کی مسند پر شاگرد قبضہ کرے ۔

ہمارے نزدیک بلکہ ہمارے خیال میں ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کے نزدیک مرزا کے بروز محمد ہونے کا دعویٰ اس قابل نہیں کہ اس کی تردید کرنے پر توجہ دی جائے اہل منطق کا قول ہے کہ بعض دعوے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دلیل خود ان کے اندر ہوتی ہے ایسے دعاوی کو اہل منطق کہا کرتے ہیں قضایا قیاساتہا معہا مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بھی اس قسم کا ہے کہ اس کے بطلان کی دلیل خود اس کے اندر ہے، تاہم جی چاہتا ہے کہ اپنے ناظرین کو ایک معقول امر پر مطلع کریں۔

دنیا کی تاریخ اور اہل دنیا متفق ہیں کہ محمد اول ﷺ کے اوصاف کمال میں سے ایک کھلا وصف کمال یہ بھی ہے کہ حضور نے اپنی زندگی میں اپنے اتباع کو تختہ ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھا دیا۔ دنیا جانتی ہے کہ حضور ﷺ انتقال کے وقت خود بھی صاحب حکومت تھے اور امت کو بھی تخت سلطنت پر رونق افروز چھوڑ گئے۔ اب ہم محمد ثانی (قادیانی) کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ کو عموماً اور امت مرزائیہ کو خصوصاً کس حالت پر چھوڑا؟ اس سوال کے جواب کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں، اتنا ہی کافی ہے کہ مرزا قادیانی اپنی ساری زندگی انگریزوں کی رعیت رہے یہاں تک کہ ایک ادنی درجہ کے افسر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے حکم سے آپ کو اقرار کرنا کہ

۱۔ میں (مرزا غلام احمد) ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ خدا کے پاس ایسی اپیل کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنیا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔ وغیرہ۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (تفسیر ثنائی۔ ص ۸۳۰)

بروزی نبوت

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ، مرزا قادیانی کی بروزی نبوت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آیت و لو تقوّل علینا ...سے مرزا قادیانی اوران کی جماعت نبوت قادیانیہ کی صحت پر دلیل دیا کرتے ہیں کہ اس آیت سے ایک عام قانون ثابت ہوتا ہے کہ مدعی نبوت کاذبہ ہلاک ہوجاتا یا مارا جاتا ہے چونکہ مرزا صاحب باوجود دعوی نبوت کے مارے نہیں گئے، نہ اس مدت کے اندر مرے ہیں جو نبوت محمدیہ علی صاحبها الصّلوة و التّحیّة کی ہے یعنی ۲۳ سال، (کیونکہ بقول انکے مرزا صاحب کا دعوی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا ہے اور ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا)، تو آپ نے ۳۶ سالہ الہامی زندگی پائی۔ ثابت ہوا کہ وہ اپنے دعوی نبوت میں سچے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے:

حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری پنشنر کو مخاطب کر کے بڑے زور سے ڈانٹا ہے کہ تم یہ کیوں کہتے ہو کہ مدعی نبوت کاذبہ تیئس سال تک زندہ رہ سکتا ہے، کیا حافظ ہو کہ آیت لو تقوّل علینا .. تمہاری نظر سے نہیں گزری۔ (اربعین نمبر ۳ مصنفہ قادیانی۔ص ۲۔۴)

پھر اس کی مزید توضیح اربعین نمبر چار میں یوں کی:

اربعین نمبر ۳ میں گو ہم دلائل بینہ سے لکھ چکے ہیں کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ جو شخص خدا پر افتراء کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے مگر تاہم پھر دوبارہ ہم عقلمندوں کو یاد دلاتے ہیں کہ حق یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے مقابل پر کسی مخالف مولوی کی بات کو مان کر ہلاکت کی راہ اختیار کرلیں اور لازم ہے کہ قرآن شریف کی دلیل کو نظر تحقیق دیکھنے سے خدا سے ڈریں۔ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے آیت لو تقوّل علینا.. کو بطور لغو کے نہیں لکھا ....پس جس حالت میں اس حکیم نے اس آیت کو اور ایسا ہی دوسری آیت کو جس کے الفاظ یہ ہیں: و اذاً لاذقناه ضعف الحیاة و ضعف المماة محل استدلال پر

بیان کیا ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ اگر کوئی شخص بطور افتراء کے نبوت اور مامور من اللہ ہونیکا دعوی کرے تو وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے مانند ہرگز زندگی نہیں پائے گا، ورنہ یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ٹھہرے گا۔اور کوئی ذریعہ اس کے سمجھنے کا قائم نہیں ہوگا کیونکہ اگر خدا پر افتراء کرے اور جھوٹا دعوی مامور من اللہ ہونے کا کر کے ۲۳ برس کی زندگی پائے اور ہلاک نہ ہو بلاشبہ ایک منکر کے لئے حق پیدا ہو جائے گا کہ وہ یہ اعتراض پیش کرے جب کہ اس دروغ گو نے جس کا دروغ گو ہونا تم تسلیم کرتے ہو ۲۳ برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک زندگی پالی اور ہلاک نہ ہوا تو ہم کیوں کر سمجھیں کہ ایسے کاذب کی مانند تمہارا نبی نہ تھا۔ایک کاذب کو ۲۳ برس تک مہلت مل جانا صاف اس بات پر دلیل ہے کہ ہر ایک کاذب کو ایسی مہلت مل سکتی ہے پھر لو تقول علینا کا صدق کیونکر لوگوں پر ظاہر گا اور اس بات کے یقین کرنے کے لئے کون سے دلائل پیدا ہوں گے کہ اگر آنحضرت ﷺ افتراء کرتے تو ضرور ۲۳ برس کے اندر اندر ہلاک کئے جاتے لیکن اگر دوسرے لوگ افتراء کریں تو وہ ۲۳ برس سے زیادہ مدت تک بھی زندہ رہ سکتے ہیں، اور خدا ان کو ہلاک نہیں کرتا....میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر افتراء کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق ۲۳ برس تک مہلت پا سکے ضرور ہلاک ہوگا۔

(اربعین نمبر ۴ مصنفہ قادیانی ص ۱۔۴)

(شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) اس توضیح کا خلاصہ یہ ہے کہ مدعی نبوت کاذبہ کا دعوی نبوت کے وقت سے لے کر تئیس سال کے اندر اندر مر جانا یا مارا جانا ضروری ہے۔۲۳ سال پورے یا ۲۳ سال سے زیادہ مدت تک زندہ رہے تو صادق سمجھا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے دعوی نبوت کے وقت سے ۲۳ سال مدت پائی؟

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی کے دو زمانے تھے۔۱۔دعوی مجددیت ۔۲۔دوسرا زمانہ دعوی مسیحیت کا تھا۔پہلے زمانہ میں تو ان کو نبوت کا خیال بھی نہیں آیا تھا دوسرے زمانہ کے شروع میں بھی نبوت کے دعوی کو ناپسند ہی نہیں بلکہ موجب کفر جاتے تھے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

آپ کے دعوی مسیحیت کے ابتدائی اعلان دو رسالے ہیں ۔۱۔فتح اسلام ۔۲۔توضیح مرام ۔یہ

دونوں رسالے ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئے تھے۔ان میں سے پہلا رسالہ فتح اسلام جب شائع ہوا اس میں اپنے آپ کو مثیل مسیح لکھا تھا تو اس پر اعتراض ہوا کہ حضرت مسیح تو نبی تھے مگر آپ تو نبی نہیں پھر آپ مثیل مسیح کیسے ہوئے۔اس کا جواب آپ نے رسالہ توضیح مرام میں جو دیا، وہ اس مسئلہ کیلئے فیصلہ کن ہے۔آپ نے لکھا:

اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ مسیح تو نبی تھا، تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح (موعود) کیلئے ہمارے سید و مولا ﷺ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔(توضیح مرام ۔ مصنفہ قادیانی۔ص ۹)

اس جواب سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے حق میں نبوت کا اقرار نہیں کیا بلکہ عام طور پر مسیح موعود کے لئے نبوت کے لزوم سے بھی انکار کر دیا۔یہی ایک اعتراف بعدم النبوۃ ہمارے مقصود کو کافی ہے لیکن ہم ایک ہی اعتراف پر قناعت نہیں کرتے بلکہ ایک اور اعتراف بھی بمنزلہ دوسرے گواہ کے نقل کرتے ہیں، جو یہ ہے:

قول اللّٰہ تعالیٰ ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین الا تعلم انّ الرّب الرّحیم المتفضل سمّی نبیّنا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسّر نبیّنا فی قولہ لا نبیّ بعدی ببیان و اضحٍ للطّالبین ولو جوّزنا ظھور نبیّ بعد نبیّنا لجوّز نا انفتاح باب النّبوّۃ بعد تغلیقھا و ھذا خلف وکیف یجیء نبیّ بعد رسولنا ﷺ و قد انقطع الوحی بعد وفاتہ و ختم اللہ بہ النّبیّیّن (حمامۃ البشریٰ۔ مصنفہ قادیانی۔ص۲۰)۔قرآن مجید میں خدا کا قول ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔اس کی تفسیر نبی ﷺ نے واضح بیان فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اگر ہم بعد نبی ﷺ کے کسی نبی کا ظہور مانیں تو نبوت کا دروازہ بعد بندش کے مفتوح (کھلا) ہم کو ماننا پڑے گا یہ تسلیم کے خلاف ہے بھلا بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی آئے تو کیسے آئے جب کہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے وحی بند ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔

اس کتاب میں دوسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ما کان لی ان ادعی النبوّة واخرج من الاسلام والحق بقومٍ کافرین (حمامۃ البشریٰ۔مصنفہ قادیانی۔ص ۷۹) مجھے یہ بات زیبا نہیں کہ میں نبوۃ کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں میں جاملوں۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت بآواز بلند اپنا مطلب بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب نہ مدعی نبوت تھے نہ دعوی نبوت کو جائز جانتے بلکہ موجب کفر سمجھتے تھے۔ یہ ہے ۱۳۱۱ھ تک کا ذکر۔

کچھ شک نہیں کہ اس کے بعد مرزا صاحب نے نبوۃ کا دعوی کیا اور ان انکاروں کی تاویل بھی بہت خوبصورتی سے کی، چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوی اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقع کے خلاف ہوتا ہے اس کے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود ہیں، جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں، مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت کے، اس طور کا نبی کہلانے سے میں کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے، سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے کا انکار نہیں کرتا۔

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ، مصنفہ قادیانی۔۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) یہاں تک کہ اپنی حقیقت الوحی میں مرزا نے یہ بھی لکھ دیا کہ تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کوئی ولی یا قطب وغیرہ نے نبی کا لقب نہیں پایا۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

فلا یظهر علی غیبه احداً الّا من ارتضی من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالی نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔ (حقیقت الوحی، مصنفہ قادیانی، ص ۳۹۰۔۳۹۱ مطبوعہ مئی ۱۹۰۷ء)

ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے حق میں نبوت کا دعوی کیا ہے، ہاں یہ بھی بتایا ہے کہ میری نبوت بماتحتی نبوت محمدیہ ہے جس کو فلسفی اصطلاح میں یوں کہا جائے گا کہ نبوۃ محمدیہ، نبوۃ مرزا کے لئے واسطہ فی العروض ہے۔ جس کی مثال حرکت قلم یا حرکت چابی، بواسطہ حرکتِ ہاتھ ہے۔ اس واسطہ میں دونوں (واسطہ اور ذی واسطہ) موصوف ہوتے ہیں اسی لئے مرزا صاحب نبی بھی بنتے تھے اور امتی بھی کہتے تھے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس موقع پر مرزا صاحب کی نبوت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ حقّہ تھی یا کاذبہ تھی، بلکہ دکھانا صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ولو تقوّل علینا .. کے جو معنی اور تفسیر کی ہے اس تفسیر کے مطابق مرزا صاحب کی میعاد نبوت سات سال اور چھ ماہ ہوتی ہے جو نومبر ۱۹۰۱ء سے شمار کرنے سے مئی ۱۹۰۸ء تک پہنچتی ہے۔.. پس ثابت ہوا کہ مرزا نے دعوی نبوت سے ۲۳ سال عمر نہیں پائی بلکہ بہت جلد فوت ہوگئے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان کو جو نبوت ملی ہے وہ نبوت محمد یہ ہی کی ظلّ یا عکس یا بروز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب کی بعثت بعینہ بعثتِ محمد یہ ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نبوت محمد یہ میں ایک چیز ضد اور منافی نبوۃ ہے اور وہی چیز نبوۃ مرزا میں جمع ہے، حالانکہ عکس میں ایسا ہونا ابطال عکس ہے۔ مثلاً ایک شخص (مرد) ناک میں نتھ کبھی نہیں ڈالتا بلکہ صاف لفظوں میں اس کا انکار ہے کہ ایسا زیور پہننا مردانگی کے خلاف ہے، بایں ہمہ اگر ایک فوٹو (عکس) ہمارے سامنے پیش کیا جائے جس کی ناک میں نتھ ہو تو کیا ہمارا حق نہیں کہ دیکھتے ہی ہم کہہ دیں کہ یہ اس مرد کا عکس (فوٹو) نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے۔ آیئے یہ مثال پوری طرح منطبق کر کے دکھائیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ما علّمناه الشّعر و ما يبغی له ۔ ہم نے اس نبی (محمد ﷺ) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور یہ شعر گوئی اسے لائق بھی نہیں۔

یہ آیت صاف اور واضح الفاظ میں شعر گوئی کو منافی نبوت محمد یہ بتاتی ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات میں ایک دو شعر نہیں، بڑے بڑے قصیدے موجود ہیں یہاں تک کہ ایک کتاب بطور کلیات مرزا (درثمین) شائع ہے۔ اور یہاں تک کہ اعجاز احمدی اور اعجاز مسیح میں اعجازی قصیدے شائع کئے ہیں... پھر با انصاف ناظرین بتادیں کہ جس نبوت میں شعر وشاعری داخل ہو، وہ اس نبوت کا ظلّ یا عکس یا بروز کیسے ہوسکتی ہے جس میں شعر گوئی کو منافی نبوت قرار دیا ہو۔

ہمارے نزدیک اس آیت (لو تقوّل علينا...) کے معنی بالکل صاف ہیں جو اصطلاحی الفاظ میں یوں ادا ہوسکتے ہیں قضية عين لا عمو م لها یعنی یہ آیت خاص آنحضرت ﷺ کے حق میں بطور اظہار صداقت ہے اس کا حکم عام نہیں بلکہ بالخصوص آنحضرت ﷺ کی شان والا شان کے مطابق ہے، جیسے ازواج مطہرات کے حق میں فرمایا: من يّأت منكنّ بفا حشةٍ يّضاعف لها العذا ب ضعفين ۔

پس ٹھیک اسی طرح یہ آیت (لو تقوّل علينا ...) خاص آنحضرت ﷺ کے حق میں جو اپنے معنی میں بالکل سچی ہے۔ (تفسیر ثنائی۔ ص ۸۱۶۔۸۱۸)

الہامات مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا رسالہ الہامات مرزا پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا، اوراس کا تیسرا اڈیشن ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا جس دیباچہ میں آپ نے لکھا:

دیباچہ الہامات مرزا، طبع سوم

رسالہ الہامات مرزا طبع اول، دوم کے نسخے تو ایسے جلد ختم ہوئے کہ شائقین دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔طبع ثالث میں توقف تھا کیونکہ جواب کے لئے طبع اول میں مرزا صاحب کو پانچ سو روپیہ کا وعدہ تھا اور طبع ثانی میں ہزار کا۔اس لئے گمان غالب تھا کہ ضرور کوئی جواب نکلے گا مگر افسوس کہ مرزا جی نے براہین احمدیہ کی طرح باوجود معقول انعام کے جواب کی طرف توجہ نہ کی۔یہاں تک کہ سال گذر گیا۔لاچار شائقین کے اشتیاق سے مجبور ہوکر مع ترمیم ضروری کے شائع کیا گیا ہے مگر مرزا جی کا انعام منسوخ نہیں۔اب بھی جواب دیں، تو رقم مذکور، بلکہ اس سے دوگنی ان کے پیش کریں گے بشرط مذکور اڈیشن اول۔

مرزا غلام احمد قادیانی (لفظ قاضیاں پنجابی محاورہ کے مطابق ضاد تو دال سے بدل گیا اور قاضیاں، کادیاں ہوگیا چنانچہ ڈاک خانہ کی مہر میں بلکہ مرزا جی کے انگریزی اشتہاروں میں کادیان کو، کے K ، سے لکھا ہے۔اگر بڑے قاف سے ہوتا تو، کیوQ، سے ہوتا۔خاص خبر ہے کہ مرزا جی نے کوشش کی تھی کہ ڈاک خانہ کی مہر بدل جائے مگر وہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ثناء اللہ) نے جب سے دعوی مسیحیت موعودہ کا کیا ہے فقیر ان کے دعوی کی نسبت بڑے غور اور فکر سے تامل کرتا رہا۔انکی اور انکے ہوا خواہوں کی تحریریں جب دستیاب ہوئیں عموماً دیکھیں۔استخارات سے کام لیا، مباحثات کئے ۔ایک دفعہ کا واقعہ خاص قابل ذکر ہے کہ حکیم نورالدین صاحب سے بمقام امرتسر وقت تخلیہ میں کئی گھنٹہ گفتگو ہوئی۔آخر حکیم صاحب نے فرمایا کہ... بحث مباحثہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا آپ حسب تحریر مرزا مندرجہ رسالہ نشان آسمانی

استخارہ کیجئے۔ خدا کو جو منظور ہوگا آپ پر کھل جائے گا۔.. چنانچہ میں نے ۱۵ روز حسب تحریر مرزا مندرجہ نشان آسمانی ان کی نسبت استخارہ کیا.. بالکل رنج اور کدورت کو الگ کر کے نہایت تضرع کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کیں۔..آخر چودھویں رات میں نے مرزا جی کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک مکان میں سفید فرش پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور سوال کیا... کہ آپ کی مسیحیت کے کیا دلائل ہیں۔ آپ نے فرمایا تم دو زینے چھوڑ رہے ہو۔ پہلے حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ، پھر عدم رجوع کا مسئلہ طے ہونا چاہیے۔...(پھر مولانا امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ اس خواب میں مرزا صاحب قادیانی کی ہیئت کذائی ایسی نظر آئی جس کی)تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ مرزا کا انجام بخیر نہیں۔..

خیر باوجود اس استخارہ کے مرزا جی کے بارے میں غافل نہ رہا اور باوجود کثیر المشاغل ہونے کے ان کی کوئی نہ کوئی کتاب دیکھتا رہا اور بڑے غور سے ان کے معاملے پر فکر کرتا رہا۔ کئی دنوں سے ازالہ اوہام کو دوبارہ دیکھنے کا خیال آیا۔ ایک دفعہ پہلے دیکھا تھا جن دنوں وفات مسیح کا مسئلہ تفسیر ثنائی جلد ثانی میں لکھا۔ اس کے دوبارہ دیکھنے سے یہ بات دل میں جم گئی کہ، مرزا جی خود چاہے کچھ ہی ہوں مخالف مسلمانوں کو یقیناً دل میں پکا مسلمان جانتے ہیں اور جن لوگوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی ہے ان کی نسبت ان کا خیال دگرگوں ہے۔ پس میرا خیال ازالہ اوہام کا جواب لکھنے کا ہوا مگر دل میں یہ خیال گذرا کہ اتنی بڑی لمبی کتاب کا جواب لکھنے کے بجائے مرزا جی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کی پیش گوئیوں کی پڑتال کی جائے جن سے ان کی روحانی صفائی یا کدورت کا حال کھل جائے گا۔ چنانچہ وہ خود ازالہ اوہام میں اس طریق سے فیصلہ ہونا چاہتے ہیں بلکہ علماء مخالفین کو اس طریق سے فیصلہ کے لئے بلاتے ہیں۔ قرآن شریف سے بھی یہی اصول مستنبط ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

هل انبّئكم على من تنزّل الشّياطين ـ تنزّل على كلّ افّاكٍ اثيم ـ يّلقون السّمع و اكثر هم كا ذبو ن (شعراء:۲۲۱۔۲۲۳)۔(میں تمہیں بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہر ایک دروغ گو، بدکردار پر اترا کرتے ہیں۔ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور بہت سے ان میں جھوٹے ہوتے ہیں)

موجودہ توریت سے بھی، جسکے حوالے صرف مطلب براری کیلئے مرزا جی اکثر دیا کرتے ہیں، صاف

یہی اصول ملتا ہے کہ جھوٹے ملہموں کی پیشگوئیاں سچی نہیں ہوا کرتیں۔(استثنا باب ۱۸)۔

چونکہ ملہموں کی پہچان کیلئے ان کی اخبار غیبیہ کا دیکھنا ضروری ہے اور موجودہ تورات بھی اس مضمون پر متفق ہے بلکہ خود مرزا جی کو بھی یہی اصول مسلّم ہے، اسلئے چند پیشگوئیوں پر خامہ فرسائی کی گئی۔ گو مرزا جی کی پیش گوئیاں کسی مزید بحث کی محتاج نہیں نیز وقتاً فوقتاً ان پر مفصل مباحث ہو چکے ہیں لیکن ایسے طریق سے کہ مرزا جی کے عذرات یا بالفاظ دیگر ان کی پیش گوئیوں کی توضیحات اور ان کے جوابات جیسے اس رسالہ میں ہونگے اس سے پہلے نظر سے نہیں گذرے۔

مرزا جی کی پیش گوئیاں یوں تو بقول ان کے کئی ایک ہیں مگر تین قابل ذکر ہیں۔ ڈپٹی آتھم والی۔ پنڈت لیکھرام والی۔ مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد والی۔ اور اخیر سب سے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور ملا محمد بخش لاہوری اور مولوی ابوالحسن تبّتی والی۔

مرزا جی نے بھی انہی پیش گوئیوں کو معیار صداقت اور مدار بطالت قرار دیا ہے چنانچہ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں، جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی معیاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے، اور مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے کہ اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دیوے اور اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں سو اگر کوئی طالب حق ہو تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ

تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیش گوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے، اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر کلاں تا نکاح اور ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

چوتھی پیش گوئی کی نسبت (مرزا قادیانی) لکھتے ہیں:

مبادا دل آں فرومایہ شاد　　　　کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلے پر گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں، مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگر چہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے، مگر اس شخص کے جرم کا

مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو۔ اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوی اختیار کرو اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرما دے۔

بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہوتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں (راز حقیقت مصنفہ قادیانی۔ص ا۔۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

چونکہ مرزا جی بھی اپنی صداقت پیش گوئیوں ہی سے ظاہر کرنی چاہتے ہیں نیز اس میں ہم لوگوں کو بھی آسانی اور قصر عمل ہے، پس آپ لوگوں کو اگر کسی مرزائی سے گفتگو کا موقع ہوا کرے تو اسی طریق سے بحث کیا کریں تا کہ طول عمل نہ ہو اور مطلب بھی بآسانی حاصل ہو سکے۔ اس لئے کہ اگر مرزا جی بوجہ اپنی پیش گوئیوں کے کاذب محض اور مفتری علی اللہ ثابت ہوں تو دوسرے مسائل کی ضرورت ہی کیا؟ بلاء دفع۔ اور اگر وہ بوجہ اپنی پاک دامنی اور راست بیانی کے قابل الہام اور تخاطب الہی کے لائق معلوم ہوں تو پھر باقی مسائل میں ہمیں اپنی غلط فہمی ماننے میں کیا عذر؟ پس ہمارے دوست اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ لیکن یہ بھی پیش گوئی کے طور پر کہتے ہیں کہ کسی مرزائی کو اس طریق سے مباحثہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی کیونکہ ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً

دیباچہ الہامات مرزا، طبع ششم

۱۹۲۸ء میں الہامات مرزا کا چھٹا اڈیشن شائع ہوا تو اس کے آغاز میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا :

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کے متعلق باقی مسائل (حیات و وفات مسیح وغیرہ) کو چھوڑ کر صرف الہامات یا الہامی معجزات کو میں نے کیوں اختیار کیا؟ اس کی وجہ قابل غور ہے۔

مرزا قادیانی بحیثیت علم یعنی قرآن وحدیث دانی کے زیادہ سے زیادہ ایک عالم ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ بلکہ بحیثیت علم بہت سے علماء ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ مرزا قادیانی کی تعلیم نہ تو باقاعدہ تھی نہ کامل۔ اس بات کو مرزا قادیانی اور ان کے حواری بھی تسلیم کرتے ہیں۔اسی لئے تو مرزا قادیانی کی تصانیف کو ان کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔اس حیثیت سے تو ان کو یہ رتبہ نہیں کہ علماء اسلام ان کی رائے کے ماتحت ہو جائیں۔وہ اگر قرآن پیش کریں تو علماء بھی کر سکتے ہیں۔وہ حدیث لائیں تو وہ بھی لا سکتے ہیں۔وہ کسی آیت یا حدیث کی شرح کریں تو علماء اسلام بھی کر سکتے ہیں۔غرض بحیثیت علم مرزا قادیانی علماء سے کسی طرح برتری کا حق نہیں رکھتے۔ہاں مرزا قادیانی جس دوسری حیثیت کے مدعی ہیں، یعنی اس علم کے جو عام علماء کو نصیب نہیں، جس کا نام الہام اور وحی ہے جس کی بابت ان کا قول ہے:

انّ قدمی ھذہ علی منارۃ ختم علیھا کلّ رفعۃ۔میرا یہ قدم اس منارہ پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہیں (خطبہ الہامیہ ص ۳۵۔قادیانی خزائن ج ۱۶ص ۷۰)

یہی ایک واحد حیثیت ہے کہ اس کے ثبوت پر علماء اسلام ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار بلکہ خم کرنے کو اپنا فخر سمجھ سکتے ہیں۔

اس کی زندہ مثال یہ کیا کم ہے کہ جناب مرزا قادیانی کی جماعت میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بلحاظ علم وفضل کے مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہیں جیسے حکیم نورالدین اور محمد احسن امروہی جن کے علم وفضل کے بیان سے مرزا قادیانی ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے مگر وہ سب کے سب مرزا کے مقابلہ میں اپنی آراء کو ہیچ سمجھتے تھے اور ہمیشہ مرزا قادیانی کی تابعداری کو فخر جانتے تھے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ وہی کہ ان کی تحقیق میں مرزا صاحب قادیانی الہامی اور صاحب وحی ہیں۔ یہ لازمی ہے کہ صاحب وحی کے سامنے بے وحی گردن جھکائے کیونکہ صاحبِ وحی مبدءفیض (خداتعالی) سے براہ راست علم حاصل کرتا ہے دوسرا نہیں۔اسی لئے مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں:

ہمارا صدق یا کذب جاننے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام، مصنفہ قادیانی۔ص ۲۸۸؛ قادیانی خزائن ج ۵ص ۲۸۸)

چونکہ قادیانی مذہب کی جانچ کا یہی ایک اصل الاصول ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم اسی طریق سے اس ادعا کی جانچ کریں جس سے مرزا قادیانی کے الہامی ہونے کی حقیقت کھل جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات اور الہامی معجزات تو کئی ایک ہیں۔ ہم کس کس کی جانچ کریں؟ اس کا جواب مختصر یہ ہے کہ ہمارا حق ہے کہ ہم جس الہام کو چاہیں اسی کی جانچ کریں۔ کوئی شخص ایسا کرنے سے شرعاً وقانوناً ہم کو نہیں روک سکتا۔ مرزا قادیانی کی اور ہماری مثال بالکل مدعی اور مدعا علیہ کی سی ہے۔ مدعی، مدعا علیہ پر ڈگری حاصل کرنے کو ایک تمسک پیش کرتا ہے۔ مدعا علیہ کا حق ہے کہ اس تمسک میں سے جس لفظ بلکہ جس حرف پر چاہے اعتراض کر کے سارے کو مشکوک ثابت کر دے۔ مدعی اس کو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ ٹھیک اسی طرح ہم بھی مرزا صاحب کے جس الہام پر چاہیں اعتراض کریں۔ لیکن ہم ایسا کر کے رسالہ کو لمبا نہیں کریں گے بلکہ چندان الہاموں کی تحقیق کریں گے جن کو مرزا قادیانی نے خود معیار صداقت مشتہر کیا ہوگا

میں نے قادیانی مذہب کے متعلق کیا کیا محنت اور تحقیق کی ہے۔ اس کا ذکر رسالہ ہذا کے پہلے طبعات (اول، دوم، سوم) کے دیباچوں میں کر چکا ہوں۔ مختصر ان سب کا یہ ہے کہ میں نے اس بارے میں اتنی محنت کی ہے کہ خود مرزا قادیانی کے کسی مرید نے بھی نہ کی ہوگی، بلکہ میں نے بھی کسی اور مذہب (آریہ وغیرہ) کی جانچ پڑتال کے لئے اتنی محنت نہ کی ہوگی۔ اسی محنت کا نتیجہ یہ رسالہ الہامات مرزا ناظرین کے سامنے ہے۔

رسالہ ہذا مرزا قادیانی کی زندگی میں تین دفعہ طبع ہو کر شائع ہوا تھا۔ ان کی زندگی میں نہ تو انہوں نے جواب دیا، نہ ان کے مریدوں کی طرف سے جواب نکلا۔ بعض دفعہ اخباروں میں آمادگی کا اعلان دیکھا گیا لیکن عمل کو مشکل جان کر سادہ لوحوں کے لئے شائد محض اعلان کو کافی جانا گیا۔ مگر ان کے انتقال کے بعد بھی جب مسلمانوں کے تقاضے نے ان کے مریدوں کو تنگ کیا تو مجبوراً انہوں نے اس قرضہ کو ادا کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک رسالہ موسومہ، آئینہ حق نما، اس کے جواب میں شائع کیا۔ جواب کیا ہے، فحش گالیوں اور بدزبانیوں کو الگ کر کے بجائے تردید کے بفضلہ تعالیٰ تائید ہے جس کے لکھنے والے منشی یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان اور شائع کرنے والے منشی قاسم علی ہیں۔ مگر چونکہ اخبار الحکم مجریہ ۷ جون ۱۹۱۱ء میں اڈیٹر صاحب کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ

اس رسالہ کا مسودہ حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نے نظر ثانی کر کے اصلاح فرمائی ہے، نیز رسالہ کے عربی حوالہ جات خود مظہر ہیں کہ وہ مصنف کی محنت کا ثمرہ نہیں بلکہ، کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں، اس لئے ہم رسالہ الہامات مرزا کے اندر اس رسالہ (آئینہ حق نما) کے جواب میں کسی ایرے غیرے کو مخاطب نہ کریں گے، بلکہ براہ راست حکیم صاحب کا نام لیں گے۔۔ مجھے اس رسالہ، آئینہ، کے دیکھنے سے قادیانی جماعت پر پہلے سے زیادہ بدگمانی ہوگئی کیونکہ میں نے اس میں دیکھا کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کی بابت میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ کہنے والے کا ضمیر خود اس کو ملامت کرتا ہے۔ الفاظ دل اور قلم سے نہیں نکلتے مگر زور سے نکالے جاتے ہیں یہی معنی ہیں: جحدوا بها و استيقنتها انفسهم ظلماً و علوا

قادیانی پیشین گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی مرزاجی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرت سر میں عیسائیوں کے مباحثہ کے خاتمہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۰۹۔۲۱۰؛ قادیانی خزائن۔ج ۶ص ۲۹۱۔۲۹۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے آثار ولوازمات خارجیہ مرزا صاحب کی تقریر اور تشریح

ہی میں بیان کیئے جاتے ہیں۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خود بھی اپنی بحث کو معمولی جانتے ہیں مگر افسوس کہ مرزا جی کے سادہ لوح حواری اس بحث پر بہت کچھ ناز کیا کرتے ہیں۔ثناءاللہ)۔اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار رہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جاوے،روسیاہ کیا جاوے۔میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا،ضرور کرے گا،ضرور کرے گا۔زمین آسمان ٹل جائیں،پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰۔۲۱۱)

یہ پیش گوئی اپنے مضمون میں بالکل صاف ہے۔کسی قسم کا اینچ پیچ اس مضمون میں نہیں مطلب بالکل صاف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جس نے آدمی (حضرت مسیح) کو خدا بنایا ہوا تھا،اگر مرزا جی کی طرح الوہیت مسیح سے منکر اور توحید محض کا قائل اور اسلام میں داخل نہ ہوا،تو عرصہ پندرہ ماہ میں مر کر ہاویہ میں گرایا جائے گا۔مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔بلکہ مسٹر آتھم کفر پر رہ کر بھی زندہ رہا۔اس کے متعلق مرزا جی نے کئی ایک عذرات کیئے ہیں۔

پہلا عذر۔کہ فریق سے مراد صرف آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی۔گو یہ بھی مانتے ہیں کہ آتھم سب سے مقدم ہے۔(انوار الاسلام۔مصنفہ قادیانی۔ص۲)

اس توجیہہ سے یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ اس پیش گوئی کو وسعت دی جاوے چنانچہ اس وسعت پر تفریع کرتے ہیں کہ اسی عرصہ میں پادری رائٹ ناگہاں مر گیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اس کا دوست تھا سخت صدمہ پہنچا وغیرہ۔(دیکھو اشتہارات انعامی ضمیمہ انوار الاسلام۔ص ۵۔۶۔قادیانی خزائن ج۹ ص ۵۹۔۶۰)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خود مرزا جی ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کرتے ہیں کہ فریق سے مراد صرف آتھم تھا،ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ (روداد مقدمہ مرزا قادیانی و ڈاکٹر کلارک۔۱۲،۱۳،۲۰۔اگست ۱۸۹۷ء)

نیز مرزا صاحب خود رسالہ کرامات الصادقین میں بعبارت عربی رقم طراز ہیں:

و منها ما وعد نی ر بّی اذ جادلنی ر جل من المتنصرین الّذی اسمه عبد اللّٰه آ تهم العنبر سری انّه کا ن ارا د ان یشدّ جبا ئر الحیل علی دین النصاری و یواری سوأته فصال علی الاسلا م و کان من التشددین۔ و باحثنی فی حلقةٍ مغتصة با لانام مختصة بالزحا م و زخرف مکا ئده لارضاء الکا فرین ۔ فثنیت الیه عنانی و ابثثته من معارف بیا نی و جعلته من المفحمین۔

فما وجم من قلة الحیاء و کان یجمح فی جهلا ته و یسدر فی الغواء و امتد ت المبا حثة الی نصف الشهر و کنا نغدوا الیه بعد صلوة الفجر و نرجع فی وقت الهجیر عند اشتداد حرّالظهیرة و ترکنا الاسترا حة کا لمجاهد ین ۔ فبینما انا فی فی فکر لا جل ظفر ا لاسلا م و افحام ا للیام فاذا بشر نی ربّی بعد دعوتی بموته الی خمسة عشر اشهر (هکذا وجد فی الاصل و الصحیح شهراً ، لعلّه من الالهام ۔ ثناء اللّٰه) من یوم خاتمة البحث فاستیقظت و کنت من المطمئنین (یعنی آتھم کے مرنے کی بشارت مجھے ملی)۔(کرامات الصادقین۔مصنفہ قادیانی ص۱۶۲۔۱۶۳)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مرزا کی اس رکیک تاویل کو باطل کرتا ہے جو وہ کہا کرتے ہیں کہ اصل پیش گوئی میں موت کا لفظ نہیں بلکہ موت میری تفسیر ہے جسکے غلط ہونے سے اصل پیشگوئی غلط نہیں ہوسکتی اصل پیشگوئی تو صرف ہاویہ ہے جو بقول مرزا آتھم کو دنیا ہی میں نصیب ہوگیا۔ (دیکھوانوارالاسلام۔ص۵۔۷)

نیز تریاق القلوب صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ:

آتھم کی موت کی جو پیش گوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کرلیں گے،تو موت سے بچ جائیں گے۔

رسالہ کشتی نوح صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ:

پیش گوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینہ میں

نہیں مرے گا۔

علاوہ اس کے ہم نے مانا کہ فریق کا لفظ عام ہے مگر اس میں تو شک نہیں آتھم سب سے مقدم ہے جس کا تقدم خود مرزا جی کو بھی مسلّم ہے۔ پس آتھم کی زندگی سے پیش گوئی کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی (اگر فریق سے مراد سارے معاون عیسائی ہیں، تو مرزا کی طرف سے مرزا کے سارے معاون بھی فریق میں داخل ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی نہیں مرا؟ کوئی پریشان نہیں رہا، کوئی کسی مصیبت میں مبتلا نہیں رہا۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ اس بحث کے متعلق حکیم نورالدین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ عیسائیوں میں خود فریق کے معنی عام سمجھے جاتے تھے چنانچہ مقدمہ فوجداری میں عیسائیوں کے بیانات اس امر کے مظہر ہیں۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۶۵)۔

یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ ایک معنی الہامی خود کرے دوسرے معنی کوئی ایسا شخص کرے جو عرف شرع میں مومن بھی نہ ہو۔ اس صورت میں کون سے معنی معتبر ہوں گے؟ حکیم صاحب کو اپنا واقعہ یاد رکھنا چاہیے تھا جب ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں آپ نے مرزا قادیانی کی تحریر آریہ سماج لاہور میں پڑھی تھی جس میں چند الہام بے ترجمہ بھی تھے۔ حاضرین کے اصرار کرنے پر آپ نے ان الہاموں کا ترجمہ کیا تو کیسے کیسے عذر کر لئے تھے کہ یہ ترجمہ میرا ہے صاحب الہام پر حجت نہ ہوگا بلکہ اصل اور صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کریگا وغیرہ۔ یہ وہی اصول ہے جو مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۷؛ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۴۳۸)۔

پس فریق کے ایک معنی مرزا قادیانی نے کئے ہیں، دوسرے عیسائیوں نے سمجھے ہیں تو حسب قاعدہ مسلّمہ فریقین، مرزا قادیانی کے فہمیدہ معنی صحیح ہوں گے۔ علاوہ اس کے فریق کے معنی میں اگر باقی سرکردگان مناظرہ بھی داخل ہوں تاہم آتھم سب سے مقدم بلکہ مقدم تر ہے۔ چنانچہ حکیم نورالدین نے بھی بحوالہ انوار الاسلام صفحہ ۶ ہمارے اس دعوی کی تصدیق کی ہے۔ (دیکھو آئینہ حق نما۔ صفحہ ۶۶)۔ پس جب تک پیش گوئی کا اثر مقدم فرد پر نہ ہوگا باقی افراد کو کون دیکھے گا۔

دوسرا عذر۔ جو عام طور پر مریدوں میں مقبول اور زبان زد ہے، یہ ہے کہ آتھم کی موت اس لئے نہیں

ہوئی کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا تھا۔اور حق کی طرف رجوع کرنے کے یہ معنی بتلاتے ہیں کہ آتھم کے دل پر پیش گوئی نے اثر کیا وہ اس پیش گوئی کی عظمت کی وجہ سے دل میں موت کے غم سے شہر بشہر پھرتا رہا۔(دیکھو اشتہارات ہزاری، دو ہزاری، سہ ہزاری، چہار ہزاری، انوار الاسلام۔ص ۴ وغیرہ۔ قادیانی خزائن۔ج ۹ ص ۴)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی تفصیل سے مرزا جی نے مسلم، غیر مسلم کے ایسے کان بھر دیئے ہوئے ہیں کہ ہمیں ان کے کلام کی توضیح یا تفسیر کرنے کی حاجت نہیں۔

اسکا جواب۔اول رجوع الی الحق کے معنی جیسے عام فہم اس کلام سے سمجھے جاتے ہیں یہ ہیں کہ ڈپٹی آتھم اگر اسلام میں داخل ہو جائے تو بسزائے موت ہاویہ سے بچایا جائے گا کیونکہ یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ ہر ایک مذہب دار دوسرے کو ناحق پر جانتا ہے۔اور کسی غیر کا اپنے مذہب کی طرف آجانے کا نام رجوع الی الحق رکھتا ہے، خاص کر دوران مباحثہ میں تو یہ لفظ بالکل انہی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔اگر ہم مرزا جی کی اسی پیش گوئی کے الفاظ پر غور کریں تو ان سے بھی یہی معنی مستنبط ہوتے ہیں چنانچہ مرزا جی، آتھم کی نسبت لکھتے ہیں:

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔،

اور اپنی نسبت لکھتے ہیں:

جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔،

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جس امر میں فریقین (مرزا و آتھم) کا مباحثہ تھا، اس امر میں آتھم اگر مرزا صاحب کا ہم خیال ہو جائے گا تو پندرہ ماہ کے اندر موت سے بچ رہے گا، ورنہ نہیں۔ ہمارے اس بیان کی تائید مرزا جی کے ایک مقرب حواری کی تحریر سے بھی ہوتی ہے جو مرزا جی کے ملاحظہ سے گذر کر چھپی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں:

مسٹر آتھم کی نسبت یہ پیش گوئی کی کہ اگر وہ جھوٹے خدا کو نہیں چھوڑ یگا تو پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔(عسل مصفی۔مصنفہ مرزا خدا بخش۔ص ۵۸۵)

ان معنی پر مرزا جی خود بھی رسالہ انجام آتھم میں دستخط کر چکے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

کہ پیش گوئی میں صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ (آتھم) عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے

آثار نہیں پائے جائیں گے اوران کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے (صفحہ ۱۳) (افسوس کہ یہاں فوت کا لفظ بولا گیا۔ ..حافظہ نباشد کی مثال ہے۔ثناءاللہ)

حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر سے نکال کر دکھایئے کہ حضرت اقدس نے یہ کہا ہو کہ وہ، آتھم، ترک عیسائیت کر کےان کے ہم مذہب ہو جائے گا۔(آئینہ حق نما۔ص ۷۷)

تعجب ہے کہ حکیم صاحب نے انجام آتھم کی یہ عبارت نہیں دیکھی۔اس میں دو لفظ ہیں۔

۱۔عیسائیت پر ترک استقامت۔

۲۔رجوع الی الحق۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان دونوں لفظوں کو ملانے سے صاف ثابت ہے کہ آتھم عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے گا تو موت سے بچے گا۔

پس جب کہ مفہوم اور منطوق پیش گوئی کا صریح یہی ہے کہ اگر آتھم نے رجوع بحق کیا یعنی مرزا جی سے مذہب میں موافق ہو گیا اور عیسائیت کو چھوڑ بیٹھا تو موت کی سزا سے بچ رہے گا، پھر کون نہیں جانتا کہ وہ مرزا جی کے موافق جیسا کچھ ہوا عیاں راچہ بیان۔ہاں مرزا جی بھی بلا کے پر کالے ہیں، آتھم پر دعوی کرتے ہیں کہ اگر تم نے رجوع نہیں کیا تو قسم کھاؤ۔ایک ہزار، بلکہ دو ہزار، بلکہ تین ہزار، بلکہ چار ہزار انعام پاؤ۔لیکن مضمون قسم کا ایسا بتلاتے ہیں جو رجوع سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتا بلکہ بالکل اس قصے کے مشابہ ہے جو کسی مولوی صاحب نے کسی شہدے کو نصیحت کرتے ہوئے نماز کی بابت تاکید کی،تو شہدے نے کہا کہ آپ نے ایک دفعہ دوستوں کی دعوت کی تھی تو کھانے میں نمک زائد نہیں ڈالا تھا؟ مولوی صاحب بے چارے حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ اس کلام کو میرے کلام سے کیا تعلق ہے؟ شہدے نے کہا، بات سے بات نکل آتی ہے۔

یہی کیفیت مرزا جی کی ہے۔کہاں رجوع الی الحق اور کہاں پیش گوئی سے موت کا ڈر۔مضمون قسم کا صرف یہ چاہتے ہیں کہ:

اسلامی صداقت سے (یعنی میری پیش گوئی سے) خائف نہیں ہوئے۔

(قادیانی اشتہار چار ہزاری وغیرہ۔ص ا)

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ایک جگہ کی عبارت ہم ساری کی ساری نقل کرتے ہیں جو بحکم، جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا۔ نہائت ہی شیریں اور مزیدار ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اوران کے چیلے کہتے ہیں کہ جب کہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً واجب نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیش گوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے رہے کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا (قادیانی اشتہار انعامی تین ہزار۔حاشیہ ص ۵)

خلاصہ یہ کہ آتھم جو اپنے دل میں خوف زدہ ہوا کہ میں کہیں مر نہ جاؤں چنانچہ اسی خوف سے وہ امرتسر سے فیروز پور کبھی لدھیانہ بھاگتا پھرا، یہی اس کا رجوع ہے لیکن سمجھتے ہیں کہ اس خوف کو جو عموماً ہر آدمی کو ایسے موقع پر طبعاً ہوتا ہے رجوع بمعنی مسلمان ہونے یا بالفاظ دیگر مرزا جی سے موافقت کر لینے سے کیا نسبت ہے (مرزا جی کو جب سے پنڈت لیکھرام کے مرنے پر دھمکی کے خطوط پہنچے تو ایسا انتظام کیا رکھا کہ کوئی اجنبی آدمی یک بیک حضور میں نہیں پہنچ سکتا۔ سیر کو جاتے وقت جب تک کثیر جماعت ساتھ نہ ہو، سیر مشکل ہے۔ کیا یہ بھی رجوع ہے، حالانکہ الہام ہے کہ تو ۸۰ برس یا کچھ کم وبیش زندہ رہے گا اور یہ بھی الہام ہے کہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ، بلکہ گورنمنٹ کے حضور ایک درخواست بھی دی تھی کہ قادیان میں چند سپاہی میری حفاظت کے لئے رکھے جائیں۔ ایسا ہی آتھم کو بھی خوف ہوا ہوگا جس کا اس نے اظہار بھی کر دیا دیکھو اخبار نور افشان۔ستمبر اکتوبر ۱۸۹۴ء)۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ آتھم کو موت اندیشہ ہوا ہوگا اور یقیناً ہوا ہوگا۔ اور اس خوف سے سے ان نے ہر ایک تدبیر سے کام لیا۔ مگر نہ اس لئے کہ وہ آپ کی پیش گوئی کو خدا کی طرف سے ضرور شدنی سمجھتا تھا بلکہ اس لئے کہ موت کو امر طبعی جانتا تھا۔ لیکن موت کے تصور پر اس کو یہ بھی خیال تھا کہ آپ اور آپ کے ہوا خواہ بغلیں بجائیں گے اس دعوی کی شہادت میں ہمارا بیان تو آپ کا ہے کو سنیں گے آپ ہی کے مخلص مرید شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند امرتسر کی شہادت پیش کرتے ہیں:

لا تکتموا الشّہادۃ ۔ میں ایک دفعہ کچہری سے آ رہا تھا کہ ڈپٹی آتھم اپنی بغیچی صاف کرا رہا تھا

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا کرار ہے ہو؟ اس نے کہا صفائی کرار ہا ہوں مبادا کوئی سانپ ڈس جائے تو تم کہنے لگو کہ پیش گوئی سچی ہوگئی ۔

العبد: شیخ نور احمد۔ مالک ریاض ہند پریس امرتسر

اس بیان سے نیز آتھم کے مضامین مندرجہ اخبار نور افشاں ۱۸۹۳ء سے اس کے خوف کا مضمون صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ آپ کی پیش گوئی کو تو ایک معمولی بازاری گپ جانتا تھا۔ البتہ موت کے مجہول العلم ہونے کی وجہ سے ہراساں تھا کہ مبادا اس کی اتفاقی موت پر آپ اپنی پیش گوئی کی صداقت سمجھ لیں۔ بھلا مرزا جی! اگر وہ آپ کی پیش گوئی کو خدا کی طرف سے سمجھ کر ڈر جاتا تو اس کی روک تھام کیوں کرتا۔ اور اگر محض ایسا خوف بھی آپ کے نزدیک رجوع الی الحق یعنی فریق مخالف سے موافقت کرنے کے مساوی ہے تو آپ پر لے درجے کے آریہ ہیں۔ جو آریوں کی معمولی دھمکی پر گورنمنٹ سے امداد اور حفاظت کی درخواست کرتے تھے کہ کہیں آریہ مجھے مار نہ ڈالیں۔ (دیکھو درخواست اسمی گورنمنٹ)

(ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہوجاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہوجاتا ہے لیکن ایسے التواء یا رفع کیلئے اس عذاب سے ڈر جانا اور خاص کر ایسا ڈرنا جیسا کہ آتھم ڈرا، ہرگز کافی نہیں۔ مرزا جی ہمیشہ حضرت یونسؑ کی قوم کا حوالہ بتایا کرتے ہیں مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے۔ اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائید اور مرزا جی کی تردید کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے فلو لا کانت قریة آمنت فنفعها ایمانها الّا قوم یونس لمّا آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدّنیا و متّعناهم الی حین ۔ اس آیت میں صاف صریح مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئی۔ پس اگر آتھم بھی ایمان لے آیا ہوتا تو آپ کی وہ عزت جو ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہوئی تھی، کیوں ہوتی؟)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ حکیم نور الدین صاحب آئینہ حق نما صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں کہ آتھم نے رجوع کیا، اس لئے موت سے بچ رہا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جب کہ پیش گوئی میں یہ شرط ہے کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے تو سزائے موت سے بچایا جائے، اس کا بچ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے رجوع کیا۔

کیا ہی عالمانہ دلیل ہے کہ مخالف کو معتقد کی جگہ فرض کر کے لکھی گئی ہے۔ جناب یہ اس شخص کے نزدیک صحیح ہو سکتی ہے جو مرزا قادیانی کا معتقد ہو، بات بات پر مرحبا، صلّ علی کہنے کا عادی ہو۔ لیکن

جو شخص دیکھتا ہے کہ رجوع بھی محسوس نہیں ہوا اور آتھم موت سے بچ بھی رہا تو کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ یہ پیشگوئی سرے سے غلط ہے، اسے کیا مطلب کہ وہ اس کی تاویلات گھڑے۔ حکیم صاحب کی اصطلاح میں اس کا نام مصادر علی المطلوب ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ سزائے موت سے بچ جانا رجوع کی دلیل ہوسکتی ہے لیکن اس صورت میں جب آپ کسی قطعی دلیلسے یہ ثابت کردیں کہ ان دو مفہوموں، رجوع اور سزائے موت میں انفصال حقیقی ہے کہ تیسرے کا دخل نہیں۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں ہمارا حق ہے کہ ہم تیسری صورت کے قائل ہوں۔ یعنی نہ اس نے رجوع کیا، نہ موت سے مرا، بلکہ الہام سرے سے غلط تھا، اور یہی صحیح ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

لیجئے ہم آپ کی خاطر یہ بھی مان لیتے ہیں اور فرض کئے لیتے ہیں کہ آتھم آپ کی پیشگوئی ہی سے ڈرا اور محض اسی لئے ڈرا کہ اس نے پیش گوئی کو خدائی الہام اور آپ کو سچا ملہم سمجھا۔ تاہم اس کا یہ سمجھنا رجوع الی الحق نہیں ہوسکتا۔ اور اس قابل نہیں کہ عذاب میں تاخیر کا موجب ہو۔ افسوس آپ مجدد تو بنتے ہیں لیکن علم حدیث سے ایسے مانوس ہیں جیسے برہمن گائے کے گوشت سے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس حدیث کو کسی کتاب سے نقل کرتے ہیں چونکہ علم میں پورا تبحر اور قادر الکلامی نہیں، علاوہ اس کے صاحب الغرض مجنون بھی صادق ہے، اس لئے عموماً ترجمے غلط مضامین اغلط ہوتے ہیں (مثال کے طور پر اما مکم منکم اور کسوف خسوف والی حدیثیں موجود ہیں جن کی تفصیل کو تطویل چاہیے)۔ سنئے ہم آپ کو صحیح بخاری (کتاب المغازی) سے ایک حدیث سناتے ہیں:

عن سعد بن معاذ انّه کا ن صدیقا لّا میة بن خلف و کان امیه اذا مرّ بالمد ینة نزل علی سعد و کان سعد اذا مرّ بمکة نزل علی امیة ۔ فلمّا قدم رسول اللّه ﷺ المدینة انطلق سعد معتمراً فنزل علی امیة بمکة فقال لامیة انظر لی ساعة خلوة لعلّی ان اطوف بالبیت فخرج به قر یباً من نصف النّهار فلقیهماابو جهل فقال یا ابا صفوا ن من هذا معك؟ فقال هذا سعد. فقال له ابو جهل الا ارا ك تطوف بمکة آمنا و قد آ ویتم الصباة و زعمتم انکم تنصرونهم و تعینونهم اما و اللّه لو لا انك مع ابی صفوا ن ما رجعت الی اهلك سا لماً ۔فقال له سعد و رفع صوته علیه اما و اللّه لئن منعتنی هذا

لامنعنك ما هو اشدّ عليك منه طريقك على المدينة. فقال له امية لا ترفع صوتك يا سعد على ابی الحکم سيد اهل الوادی. فقال سعد دعنا عنك يا امية فوالله لقد سمعت رسول اللّه ﷺ يقول انهم قاتلوك. قال بمكة؟ قال لا ادری. ففزع لذلك امية فزعاً شديداً فلمّا رجع امية الی اهله فقال يا امّ صفوان الم تری ما قال لی سعد قالت و ما قال لك. قال زعم انّ محمداً (ﷺ) اخبرهم انّهم قاتلی فقلت له بمکه قال لا ادری فقال امية و اللّه لا اخرج من مكه فلما كان يوم بدر استنفر ابوجهل النّاس قال ادركوا عيركم فكره امية ان يخرج فاتاه ابو جهل فقال يا ابا صفوان انك متی ما يراك الناس قد تخلفت و انت سيد اهل الوادی تخلفوا معك فلم يزل به ابو جهل حتّی قال اما اذ غلبتنی فواللّه لاشترين اجود بعير بمكه ثمّ قال اميه يا ام صفوان جهزينی فقالت له يا ابا صفوان و قد نسيت ما قال لك اخوك اليثربی قال لا و ما اريد ان اجوز معهم الا قريباً فلما خرج امية اخذ لا ينزل منزلّا الّا عقل بعيره فلم يزل بذلك حتی قتله اللّه ببدر (صحيح بخاری كتاب المغازی۔ باب ذكر النبی من يقتل ببدر۔ ج ۲ ص۵۶۳ ۔حديث ۳۹۵۰)

مختصر مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ سعدؓ بن معاذ اپنے ایک دوست امیہ بن خلف کے پاس مکہ میں اترا کرتے تھے جو مشرک تھا۔ ایک دفعہ سعد کو کعبہ شریف میں ابوجہل نے طواف کرتے دیکھا اور امیہ کو ڈانٹا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر میں جگہ دے کر آرام سے طواف کراتے ہو۔ سعدؓ نے بھی برابر کا جواب دیا۔ اس پر امیہ نے سعدؓ سے کہا خاموش رہو یہ اس شہر کا سردار ہے۔ سعدؓ نے امیہ سے کہا اللہ کی قسم میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ کسی دن مسلمانوں کے ہاتھ سے تو نے قتل ہونا ہے۔ امیہ نے کہا مکہ میں؟ سعدؓ نے کہا میں نہیں جانتا۔ پس امیہ سن کر سخت گھبرایا۔ امیہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں مکہ سے کہیں باہر نہیں نکلونگا۔ جب بدر کی لڑائی کا موقع آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا اور امیہ سے کہا کہ اگر تیرے جیسے رئیس کو لوگ پیچھے ہٹا ہوا دیکھیں گے تو تیرے ساتھ وہ بھی ہٹ رہیں گے۔ آخر ابوجہل کے جبر سے اس نے ہاں کر دی تو اسکی بیوی نے اسے یاد دلایا

کہ تیرا مدنی دوست سعدؓ جو تجھے کہہ گیا تھا تو اسے بھول گیا۔ امیہ نے کہا میں تھوڑی دور تک ان کو رخصت کرنے جاؤں گا چنانچہ وہ جس منزل پر ٹھہرتا اپنے اونٹ کو قابو رکھتا کہ موقع پا کر جلد واپس جا سکے۔ آخر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: کہیے! امیہ بن خلف دل سے آتھم سے زیادہ ڈرا، یا نہیں اور پھر باوجود اس خوف اور دلی یقین کے اس کے حق میں کیا کہا جاوے گا کہ اس نے رجوع بحق کیا۔ کیا امیہ سے انذاری پیش گوئی متخلف ہوئی۔ نیز کہیے کہ آپ نے اس حدیث کو کبھی دیکھا؟ اور دیکھ کر اس پر غور بھی کیا؟ اور اس وقت سے پہلے اس کا کوئی جواب بھی گھڑا؟۔

ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسے التواء یا رفع کے لئے اس عذاب سے ڈر جانا اور خاص کر ایسا ڈرنا جیسا کہ آتھم ڈرا، ہرگز کافی نہیں۔ مرزا قادیانی ہمیشہ حضرت یونسؑ کی قوم کا حوالہ دیا کرتے تھے مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے۔ اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائید اور مرزا قادیانی کی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس۔ لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدّنیا و متّعناھم الی حین ۔(یونس:۹۸)(تو کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی ہوتی جس کو ایمان سے نفع بھی ہوتا مگر یونس کی قوم۔ جب وہ ایمان لا چکے تو ہم نے یہ ذلت کا عذاب ان سے دنیا میں دور کر دیا اور ایک وقت تک ان کو آسودگی سے متمتع کیا)

اس آیت میں صاف اور صریح مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئے۔ پس عبداللہ آتھم بھی ایمان لے آیا ہوتا تو آپ کی وہ عزت جو ستمبر ۱۸۹۴ء کو ہوئی تھی، کیوں ہوتی؟

حکیم نورالدین نے اس حدیث کے مذکورہ بالا ترجمہ کی نسبت اپنے ترجمہ کو ترجیح دی ہے جس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں کی، جس سے ہمیں بھی کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد آپ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس ساری حدیث میں رجوع الی الحق کی شرط کہاں ہے۔(آئینہ حق نما۔ص ۸۶)۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ ہم حیران ہیں کہ حکیم صاحب کے حافظہ کی بابت کہاں تک شکایت کریں۔ اسی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر عام قاعدہ لکھتے ہیں جس کا مطلب صاف ہے کہ انذاری پیش گوئیوں میں گو رجوع الی الحق کی شرط مذکور نہ ہو، تاہم ملحوظ ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی بھی اس قاعدے کو کئی ایک جگہ لکھ چکے ہے اور منہاج نبوۃ قرار دے چکے ہیں۔ حکیم صاحب نے تو اس مضمون پر کئی صفحات (صفحہ ۳۱ سے ۴۶ تک) سیاہ کئے ہیں مگر جوں ہی صفحہ ۸۶ پر پہنچے، تو یہ اصول سرے سے بھول گئے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آتھم نہیں ڈرا تو قسم کھائے، چار ہزار روپیہ انعام پاوے۔ آتھم نے عذر کیا کہ انجیل متی باب ۵ میں قسم کھانے سے منع آیا ہے۔ اس پر مرزا جی نے کئی ایک ایسے حوالے اس کو سنائے کہ عیسائیوں کے پیشواؤں نے عدالت میں قسمیں کھائیں۔ ڈپٹی آتھم نے جواب دیا کہ اگر مجھے حلف کرانا چاہو تو عدالت میں طلب کرو۔ عدالت کے جبر سے قسم کھالونگا (دیکھو نور افشان ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)۔ ایسے معقول جواب سے مرزا جی جیسے معقول پسندوں کو بھلا کیا تسلی ہو سکتی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:

گویا انکا ایمان عدالت کے جبر پر موقوف ہے (اشتہار چار ہزار۔ صفحہ ا۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ حاشیہ ص ۹۱)

اس سے بڑھ کر معقول جواب ڈاکٹر کلارک امرتسری نے دیا تھا کہ:

ہم کہتے ہیں مرزا صاحب مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔

اگر کہیں کہ سور کا گوشت کھانا مسلمانوں کو حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت کیسے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح بالاختیار حلف اٹھانا عیسائیوں کو منع ہے۔ پس جب آتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دے سکتا جس طرح آپ اپنے اسلام کا ثبوت سور کھانے سے نہیں دے سکتے۔

(اشتہار ہنری کلارک طبع نیشنل پریس امرتسر)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مگر میں پوچھتا ہوں کہ مرزا جی کو آتھم پر قسم دینے کا حق ہی کیا تھا۔ کیا کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ہے کہ کوئی کافر اگر اپنے نفس پر التزام کرے اور اسلام سے انکاری ہو تو اس کو قسم دینی چاہیے؟ جیسے قرضدار عدالت میں انکار کرے اور مدعی کے پاس ثبوت دعوی نہ ہو تو مدعا علیہ کو قسم دی جاتی ہے کہ میں نے اس کا کچھ نہیں دینا۔ اسی طرح کوئی حدیث اس مضمون کی تجدید کی ہو، تو اطلاع بخشیں۔ جب یہ

اسلام بلکہ کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے کہ منکر مذہب کو انکار مذہب پر قسم دینی چاہیے تو آتھم کو قسم دینے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کاش کہ آپ اسی حدیث الیمین علی من انکر پر قیاس کر کے آتھم سے حلف دلاتے تو بھی ایک بات ہوتی۔ گو یہ قیاس بھی قیاس فاسد ہی ہوتا جس کے جواب میں آپ کے مخلص اور بات بنانے والے کہہ سکتے کہ المجتهد قد يصيب و قد يخطی۔ مگر یہاں تو یہ غضب ہے کہ اس مجدد کی تجدید نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ حدیث سے کوئی مطلب ہی نہیں، خود ہی احکام ایجاد کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

آتھم کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ۔

(قادیانی اشتہار انعامی تین ہزار۔ص۲ ۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج۲ص۶۶)

پس اگر مرزا جی کا کوئی مرید اس حدیث سے استدلال کر کے آتھم کو حلف دلانا تجویز کرے تو وہ مجاز نہ ہوگا کیونکہ اس حدیث کی رو سے مدعا علیہ پر، وہ بھی دیوانی (لین دین کے) معاملہ میں قسم ہے اور آتھم پر تو مرزا جی بحیثیت گواہ قسم دینا چاہتے ہیں۔ گو یہ منطق بھی ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ آتھم گواہ ہے یا کیا ؟

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کہتے ہیں کہ مرزا جی اپنے دعوی پر کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے رجوع بحق کیا تھا، یہ دلیل دیتے ہیں کہ، جب سے اس نے پیش گوئی سنی تھی عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر بھی نہیں لکھی ۔پس یہی اس کے رجوع کی علامت ہے۔ (انجام آتھم۔ص۱۲)۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط، سراسر جھوٹ ہے، مباحثہ کے بعد وہ حسب لیاقت برابر مخالف تحریریں شائع کرتا تھا مگر آپ کے ملہم کو خبر نہیں ہوئی یا اس نے دانستہ آپ کو نہیں بتلایا۔ اسلام ہی کے مخالف نہیں رہا بلکہ ان تحریروں میں وہ ذات شریف (مرزا) پر بھی صلواتیں سناتا رہا۔ خلاصہ مباحثہ میں، جو مباحثہ کے بعد اس کی تصنیف ہے، لکھتا ہے:

مرزا صاحب کے ایک شاگرد مولوی نظام الدین ملتانی نے جو حمایت اپنے استاد کے بعد اس مباحثہ کے آئے تھے، اثنائے گفتگو تثلیث میں کہا کہ میں پورا دہریہ ہوں ۔اس پر راقم نے پوچھا، تب تو اشیاء محدود الوجود کو حد کس نے لگا دی۔ جس کا جواب حضرت نے حیرانی اور طرح دہی کے سوا اور کچھ نہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ منزل کا ملاں کشف باطنی ہی ہے۔ پس ایسے مجذوب منشوں کو ہم مسئلہ تثلیث وتوحید کیا سمجھا سکتے تھے بجز

دعائے خیر کے۔ فقط۔ (خلاصہ مباحثہ۔ ص۴)۔

نیز ڈپٹی عبداللہ آتھم لکھتا ہے:

توحید محض کے عاشقاں سے پہلا سوال تو یہی ہے کہ وہ کوئی ایسی شئے دکھلا دیں، اگر سکتے ہوں، جو مجموعہ متعدد صفات کے سوا کچھ اور بھی ہو۔ (خلاصہ مباحثہ۔ ص۳)

ان دونوں حوالوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آتھم مباحثہ کے بعد برابر اسلام کے خلاف لکھتا اور کہتا رہا، اور خاص مسئلہ توحید میں (جس میں مرزا جی اور آتھم کا پندرہ روز مباحثہ رہا تھا) تمام مسلمانوں سے مخالف اور تثلیث پر برابر جما ہوا تھا جو صریح اسلام کی نقیض ہے۔ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۸ پر اپنے اعتراضات کو جو اس نے آپ کے مقابل اسلام پر کئے تھے نقل کر کے آپکے جوابات کو فضول بتلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ان امور کا خاص جواب من جانب مرزا صاحب کے وہی نبوت آں حضرت (مرزا) کی تھی کہ آج سے جو ۵ جون ۱۸۹۳ء کی ہے پندرہ مہینے کے اندر جو فریق ناراست ہی رہے گا داخل جہنم ہو جائے گا۔ آئینہ کمالات اسلام مصنفہ آنجناب میں گویا خدا یوں کہتا ہے کہ: اے غلام احمد! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (بشرح آنجناب)، یعنی تو میرے دست قدرت سے نکلا ہے اور میں تیرے کمال سے جلال پاتا ہوں۔ ہم کو تو اس آئینہ میں چہرہ کسی دہریہ یا ہمہ اوست کا جو برادر توام دہریہ کا ہے نظر آتا ہے۔ اور معجزات ایسے شخص (مرزا) کے ممتحن ایمان ہی ہیں، نہ مطمئن اطمینان جو تصدیق کذب کی کرتے۔ (خلاصہ مباحثہ۔ ص۸)

اس اخیر فقرے میں آتھم نے کھلے لفظوں میں مرزا جی کو دجال اور جھوٹا بھی کہا ہے کیونکہ اس نے انجیل کے اس مقام کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں حضرت مسیح نے فرمایا ہے:

بہت سے جھوٹے نبی آویں گے۔ (انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۱۲)

And many false prophets will appear and deceive many people. (Matthew 24:12)

کہیے مرزا جی! آپ کو دجال یا کذاب کہنا بھی اسلام کے خلاف ہے یا موافق ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ کے تمام مباحثہ کو فضول سمجھتا ہے اور آپ کو کھلے لفظوں میں دجال لکھتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس نے خاموش رہ کر رجوع کا ثبوت دیا ہے۔ کیا توحید کے خلاف تثلیث کا قائل ہو اور ذات شریف کو دجال کہے، تو

بھی رجوع بحق ہے، اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کے متنازعہ مسئلہ میں اپنا خیال چھوڑ کر آپ کا ہم خیال ہو گیا؟ علاوہ اس کے یہ کیا دلیل ہے کہ چونکہ اس نے عیسائیت کی حمایت میں کچھ نہ لکھا اس لئے وہ عیسائی نہ تھا۔ کیا کسی مذہب کی حمایت میں تصنیف نہ کرنا اس مذہب کے ترک یا روگردانی کی دلیل ہے؟ کیا آپ کی جماعت کے لکھے پڑھے تمام ہی آپ کی تائید میں لکھتے رہتے ہیں؟ تو کیا نہ لکھنے والے آپ کو چھوڑ بیٹھے؟

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ افسوس ہے حکیم نورالدین صاحب نے ہمارے اس جواب کو دیکھا بھی نہ ہوگا اس لئے اپنے آئینہ حق نما میں اس کے پاس سے چپکے سے گذر گئے۔

اس پیش گوئی نے مرزا جی کو حیران کر رکھا ہے کہ انہیں مطلق خبر نہیں کہ میں کیا لکھتا ہوں جو کچھ منہ پر آیا کہہ دیا حمقاء آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الصّادقین کہنے کو تیار ہیں۔ آپ کشتی نوح کو بے بانس چلاتے ہوئے (صفحہ ۶ پر) لکھتے ہیں کہ

پیشگوئی میں صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کریگا تو پندرہ مہینے میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا اور پیش گوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہا تھا۔ لہذا اس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا، مگر مر گیا۔ یہ اسلئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا، سو وہ پہلے مر گیا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں، ناظرین! کیسی ہوشیاری یا مکاری ہے کہ آتھم کی پیش گوئی کی بنا یہ بتلائی ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہا تھا، حالانکہ پیش گوئی کے الفاظ میں ان معنی کی طرف اشارہ بھی نہیں۔ ناظرین صفحات سابق میں پیش گوئی کے الفاظ پڑھیں، دیکھئے تو کس تشریح کے ساتھ لکھا ہے کہ

جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرا جاوے گا۔

کجا عاجز انسان کو خدا بنانا، کجا آنحضرت ﷺ کو دجال کہنا۔ یہ ہے مرزا جی کی حرکت مذبوحی جس سے ان کی بے بسی نمایاں ہے۔ سچ ہے لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ یعنی

جو کلام خدا کی طرف سے القاء اور وحی نہ ہو، اس میں بہت ہی بڑا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہی اختلاف اس کے کذب کی دلیل ہے۔

حیرت انگیز چالاکی سے مرزا جی اپنی اس پیش گوئی کی توضیح یوں کرتے ہیں کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم رجوع بحق نہ کرے گا تو ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ یعنی اس کا رجوع بحق کرنا ہاویہ میں گرائے جانے کو مانع ہے۔ گویا ان دونوں باتوں میں تضاد کا علاقہ ہے، جیسے رات اور دن میں یا سیاہ اور سفید میں، کہ ایک کے ہوتے ہوئے دوسرے کا ہونا ممکن نہیں، بلکہ نہ ہونا ضرورت ہے۔ یعنی ہاویہ اسی صورت میں ہوگا کہ رجوع نہ ہو اور اگر رجوع ہوا تو ہاویہ نہ ہوگا۔ پس ناظرین اس تقریر کو ذہن نشین کر کے مرزا جی کی عبارت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں کہ مرزا جی کس ہوشیاری سے بکف چراغ داشتہ، دونوں ضدوں (رجوع اور ہاویہ) کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ پس سنو۔

آتھم نے اپنے اس خوف زدہ ہونے کی حالت سے جس کا اس کو خود اقرار بھی ہے جو نور افشاں میں شائع ہو چکا ہے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا یعنی اس نے اپنی مضطربانہ حرکات اور افعال سے ثابت کر دیا کہ ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا ہے اور ایک جانکاہ اندیشہ ہر وقت اور ہر دم اس کے دامنگیر ہے جسکے ڈرانیوالے تمثلات نے آخر اس کو امرتسر سے نکال دیا۔

واضح ہو کہ انسان کی ایک فطری خاصیت ہے کہ جب کوئی سخت خوف اور گھبراہٹ اس کے دل پر غلبہ کر جائے اور غایت درجہ کی بے قراری اور بے تابی تک نوبت پہنچ جائے تو اس خوف کے ہولناک نظارے طرح طرح کی تمثلات میں اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور آخر وہ ڈرانے والے نظارے مضطربانہ حرکت اور بھاگنے کی طرف مجبور کرتے ہیں۔ اسی کی طرف توریت، استثناء میں بھی اشارہ ہے کہ قوم اسرائیلی کو کہا گیا کہ جب نافرمانی کرے گا اور خدا تعالیٰ کے قوانین اور حدود کو چھوڑ دے گا تو تیری زندگی تیری نظر میں بے ٹھکانہ ہو جائے گی اور خدا تجھ کو ایک دھڑکا اور جی کی غمنا کی دے گا اور تیرے پاؤں کے تلوے کو قرار نہ ہوگا اور تو جا بجا بھٹکتا پھرے گا۔ چنانچہ بارہا ڈرانے والی تمثلات نبی اسرائیل کی نظر کے سامنے پیدا ہوئے اور خوابوں میں دکھائی دیئے جن کے ڈر سے وہ اپنے جینے سے ناامید ہو گئے۔ اور مجنونانہ طور پر شہر بشہر بھاگتے پھر

ے۔غرض یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ کچھ ڈرانے والی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھتا جاتا ہے وہ تمثلات شدت اور خوف کے ساتھ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔اب یقیناً سمجھو کہ آتھم کو انذاری پیش گوئی سننے کے بعد یہی حالت پیش آئی۔

(ضیاء الحق مصنفہ قادیانی۔ص۱۲۔۱۳۔قادیانی خزائن ج۹ص۲۶۰،۲۶۱)

یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح یونسؑ کی قوم کو ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دیتے تھے، اسی طرح ان کو بھی سانپ وغیرہ تمثیلات دکھائی دیتے۔مگر ساتھ ہی ضروری طور پر اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیش گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو سانپ وغیرہ ہولناک چیزیں نظر آویں یہاں تک کہ وہ ہراساں اور ترساں اور پریشان اور بے تاب اور دیوانہ سا ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرے اور سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جا بجا بھٹکتا پھرے،ایسا شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے جس کی تائید میں وہ پیش گوئی کی گئی تھی۔اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں۔اور یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیے اور میں جانتا ہوں کہ آتھم صاحب کا اس پیش گوئی سے جو دین اسلام کی سچائی کے لئے کی گئی تھی جس کے ساتھ رجوع بحق کی شرط بھی تھی اس قدر ڈرنا کہ سانپ نظر آنا اور نیزوں اور تلواروں والے دکھائی دینا،یہ ایسے واقعات ہیں جو ہر ایک دانش مند جو،ان کو نظر یکجائی سے دیکھے گا،وہ بلا تامل اس نتیجہ تک پہنچ جائے گا کہ بلاشبہ یہ سب باتیں پیش گوئی کے پرزور نظارے ہیں۔اور جب تک کسی کے دل پر ایسا خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہنچ جائے تب تک ایسے نظاروں کی ہر گز نوبت نہیں آتی۔جو شخص مکذب اسلام ہو اور حضرت عیسیٰؑ کے دور تک ہی الہام پر مہر لگا چکا ہو کیا وہ اسلامی پیش گوئی سے اس قدر ڈر سکتا ہے بجز اس صورت کے کہ اپنے مذہب کی نسبت شک میں پڑ گیا ہو اور عظمت اسلامی کی طرف جھک گیا ہو۔ (ضیاء الحق۔ص۱۶۔۱۷ ؛ خزائن ج۹ص۲۶۴۔۲۶۵)

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ عبارت مذکورہ بالا صاف اور صریح لفظوں میں بتلا رہی ہے کہ آتھم نے رجوع کیا جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اور اس کے رجوع بحق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے دل پر خوف غالب ہوا جس کی وجہ سے وہ بھاگا پھرا۔پس اس کا نتیجہ صریح یہ ہونا چاہیے تھا کہ آتھم ہاویہ سے بچا رہتا۔

مگر وہ بیچارہ باوجود ایسے رجوع کے ہاویہ سے محفوظ بھی نہ رہا۔ گویا اجتماع ضدین کا استحالہ اس کے حق میں احاطہ امکان میں آ گیا۔ اس دعوی کی دلیل کہ آتھم کو مرزا جی نے باوجود رجوع بحق کرنے کے بھی (اپنے مصنوعی) ہاویہ میں گرانا چاہا بلکہ گرا ہی دیا، مرزا کی عبارت ذیل ہے۔ غور سے سنو:

اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کیلئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔ (انوار الاسلام مصنفہ قادیانی۔ ص ۵۔ ۶۔ قادیانی خزائن ج ۹)

اور مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

پس اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا، تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔ اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیش گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا، اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔

ہاں اعلی نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت، وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا، کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھا لیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہونچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں

ضرور گرا، اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔

پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالی کا ہاتھ بالا ہوا، اور کلمہ اسلام اونچا ہوا اور عیسائیت نیچے گری۔ فالحمد للّٰه علی ذلك۔ (انوارالاسلام۔ص۷؛ قادیانی خزائن۔ ج۹ص۷۔۸)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ عبارت مذکورہ بالا صاف اور صریح طور پر اپنا مدعا بتلا رہی ہے ایسی کہ کسی شرح یا حاشیہ کی حاجت نہیں۔ بعبارت النص ظاہر ہوتا ہے کہ آتھم، ہاویہ میں گرا۔ کیوں گرا؟ حسب مضمون پیش گوئی رجوع بحق نہ کیا ہوگا، حالانکہ رجوع بحق کر چکا تھا جو منقولہ عبارت سے ظاہر ہے۔ ہم مرزا جی کے اہل علم اصحاب کو علمی طرز پر یہ تقریر سناتے ہیں تا کہ ان کو معقولی اصطلاح میں اس تہافت کا سمجھنا آسان ہو۔ مرزا جی کی عبارت کا مطلب علی طریق القیاس الاستثنائی یوں ہے:

ان رجع عبد اللّٰه الی الحق هو ناج من الهاوية لكنّه رجعه فليس بناج

مرزا جی کے دوستو! آج تک تو تمام اہل عقول کا اجماع تھا کہ

وضع المقدم يستلزم وضع التالی و رفع التالی يستلزم رفع المقدم

آج کیا یہ نئی منطق ہے کہ

و ضع المقدم يستلزم رفع التالی فاين التلازم

کیا منطقی اصطلاحات میں بھی تجدید تو نہیں کی؟

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو موضع مد ضلع امرتسر میں راقم کا مرزائیوں سے مباحثہ ہوا۔ فریق مرزائیہ کی طرف سے مولوی سرور شاہ مباحث تھے۔ ان سے بھی اس تناقض کا میں نے ذکر کیا مجھے تو کچھ خیال تھا کہ شاہ صاحب اس کا کچھ عالمانہ جواب دیں گے مگر افسوس کہ جو کچھ انہوں نے جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حق میں وہی مثل صادق ہے:

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اک دم میں سارا بھلا دیا

آپ کی تحریر میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ وہ حرف بحرف یہ ہے کہ:

یاد رہے کہ رجوع ثابت اور رجوع کے ایام میں ہاویہ میں نہیں پڑا۔ ہاں عدم رجوع کے ایام اسی

پندرہ ماہ کی میعاد کے اندر وہ ہاویہ میں گر گیا۔ غرض پہلے ۱۵ ماہ رجوع کے ہیں دوسرے پندرہ ماہ عدم رجوع کے، واقع میں کوئی تناقض نہیں۔ اپنی سمجھ کا تناقض ہے۔

مرزا قادیانی کے کلام منقولہ سے صاف پایا جاتا ہے کہ ڈپٹی آتھم کے ایک ہی فعل یعنی نقل مکانی کو وہ رجوع اور ہاویہ دو نام رکھتے ہیں جو پندرہ مہینوں میں وہ کرتا رہا۔ پھر اس کیلئے شاہ جی کا یہ توجیہہ کرنا کہ پندرہ ماہ کا پہلا حصہ رجوع کا اور دوسرا عدم رجوع کا، حقیقت میں حرکت مذبوحی اور تاویل الکلام بما لا یرضی قائلہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ ہو کہ خدا جانے مرزا جی کی عبارت ثانیہ کا کیا مطلب ہے، یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ باوجود رجوع بحق کرنے کے، آتھم پھر بھی ہاویہ میں گرایا جاتا۔ یہ تو صاف تناقض صریح اور نہایت قبیح ہے جو ادنی عقل والے سے بھی بعید ہے۔ مرزا جی تو ماشاء اللہ بڑے مصنف ہیں۔ اگر الہامی نہیں تو ان کے مصنف اور مناظر ہونے میں تو شک نہیں۔ ایسے صریح تناقض کے وہ کیوں مرتکب ہونے لگے تھے، جو احمق سے احمق بھی نہ کرے کہ جس چیز کا وجود کسی چیز کے لئے مانع ہو اس کے ہوتے بھی وہ چیز متحقق ہو سکے۔ باوجود تسلیم کر لینے کے قاعدہ العدد اما فرد او زوج کے پھر یہ کہنا کہ العدد فرد مع زوجاً لا یقول بہ احد الّا من سفہ نفسہ، تو ایسے صاحبوں کی دل جمعی کے لئے کہتے ہیں کہ ہم نے ہی یہ معنی مرزا جی کی عبارت سے نہیں سمجھے، بلکہ مرزا جی کے اخص الخواص بلکہ امام الصلوۃ، بلکہ مرزائی جماعت کے امام الثقات نے بھی یہی معنی سمجھے ہیں کیونکہ وہ خود ڈپٹی عبداللہ آتھم کو ہاویہ تک چھوڑنے گیا تھا۔ (معلوم نہیں بوجہ معذوری کے خود واپس ہوا، یا نہیں) غور سے سنو:

(آتھم) پندرہ ماہ کے اندر اسلام کے خلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور وحشت کی حالت میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسی طرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پاوے۔ اس عرصہ میں اسے کئی دفعہ خونی فرشتے بھی نظر آئے اس کی قوت واہمہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اس کی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہونے لگے کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ غرضیکہ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں سخت سے سخت ہاویہ کے عذاب میں گرا رہا۔ (سیرت مسیح موعود۔ از مولوی عبدالکریم سیالکوٹی۔ حاشیہ ص ۲۵)

اب تو شبہ بالکل رفع ہوگیا کہ مرزا جی اپنی پیش گوئی کی تصدیق کیلئے کہاں تک کوشش کرتے ہیں، ایسے کہ اجتماع ضدین کی بھی انہیں پرواہ نہیں رہتی۔ طرفہ تر یہ کہ اجتماع ضدین ہی پر قناعت نہیں بلکہ ایک ہی شئے کو دو متضاد چیزیں بتلایا جاتا ہے۔ وہی آتھم کا ایک فعل ہے یعنی (بقول مرزا قادیانی) پیش گوئی کے خوف سے اضطراب کرنا اسی کو رجوع بحق کہا جاتا ہے اور اسی کا نام ہاویہ رکھا جاتا ہے پھر اسی کمال علمی پر سلطان القلم کا لقب اور مہدی زمان اور مسیح دوراں کا ادعاء

بت کریں آرزو خدائی کی　　　　شان ہے تیری کبریائی کی

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: مرزائیو! اور مرزا جی کے اخص الخواص مقربو! علم کے مدعیو! علماء کرام کو جاہل اور کندہ ناتراش کہنے والو! انصاف سے خدا کے لئے مثنٰی وفرادی ہوکر سوچو کہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً کے صدق میں کچھ شک ہے یا مرزا جی کے کمال علم ودیانت میں کوئی شبہ باقی ہے۔ تعجب ہے کہ حکیم نور الدین صاحب نے بھی (آئینہ حق نما میں) ہماری درج بالا گذارشات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی کی تکذیب ہوتی ہے کہ قاعدہ کلیہ جس کو مرزا جی نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۸ پر بڑے زور شور سے بیان کیا ہے اور حضرت مسیح کے دوبارہ نہ آنے کو اسی قاعدہ پر مرتب سمجھا ہے جس کا بیان اہل علم کی اصطلاح میں یوں کیا جاتا ہے کہ الشّیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی جب کوئی چیز وجود پذیر ہوتی ہے تو اس کے لوازم اس کے ساتھ ہوتے ہیں جس کو مرزا جی کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں، کہ ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو۔ (صفحہ مذکور)۔ پس بعد تسلیم اس قاعدہ کلیہ کے ہم اس پیش گوئی کے لوازم کی پڑتال کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا جی نے بھی اس پیش گوئی کے لوازم بتلائے تھے۔ یعنی:

جو سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعضے اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔　　　　(جنگ مقدس۔ص ۲۱۰؛ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۲۹۲)

پس ہم لازم اول ہی کو دیکھتے ہیں کہ کہاں تک اس کا ظہور ہوا۔ کچھ شک نہیں کہ سچوں کی عزت سے

مرزا جی کی اپنی اور اپنی جماعت کی عزت تھی۔ سو اس پیش گوئی کے موقع پر جیسی کچھ ظہور میں آئی خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ ہر ایک قوم کی طرف سے، ایک نہیں کئی کئی اشتہارات اخبارات رسالہ جات نکلے جن میں مرزا جی کی عزت اور آؤ بھگت کے کلمات طیبات بھرے ہوئے تھے۔ سب کو نقل کرنا تو قریب محال ہے ان میں سے چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کر کے باقی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اہالی امرتسر کی طرف سے جو اشتہارات نکلے تھے ان میں سے ایک یہ ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّلنا الذکر و انّا له لحا فظون ۔ آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا کیسے اپنے دین اسلام کی تصدیق کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا۔ کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے ۱۵ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جس کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۲۰۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے   وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے؟ حکیم نور الدین کہاں ہیں؟ احسن امروہی صاحب کہاں ہیں؟ ریاض ہند کے نوجوان اڈیٹر جو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے معذور لیکچرار کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ...... الخ

☆ اہالی لدھیانہ نے جو اشتہار دیئے ان میں سے ایک دو یہ ہیں:

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی   ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را   عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ارے او خود غرض خود کام مرزا　　ارے منحوس نافر جام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو　　رسول حق باستحکام مرزا
مسیح ومہدی موعود بن کر　　بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر　　مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے　　ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس وقمر نے　　ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی　　جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو　　بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا　　ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور　　دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
ولیکن تو نہ آیا باز پھر بھی　　یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو　　ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا　　سیہ رو ہو گا پیش عام مرزا
سزا ابھی کم سے کم اتنی تو ہو گی　　کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار　　رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
تو ہے اک انبیاء بعل میں سے　　سلف کو دے رہا دشنام مرزا
زمین وآسمان قائم ہیں اب تک　　ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلماں　　کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمد اللہ کہ چھپ کر فتح وتوضیح　　کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان　　یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

عیسائیوں کی طرف سے جو اشتہارات نکلے ان میں ایک یہ تھا:

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے　　سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا اب نبوت کا　　پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے
ارے سن لو رسول قادیانی　　لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی　　بڑھاپے میں ہے یہ جوش جوانی
نچاوے ریچھ کو جیسے قلندر　　یہ کہہ کہہ کر تیری مر جاوے نانی
نچاویں گے تجھے بھی ناچ ایسا　　یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

نیز :

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آ کر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہوگئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی

ہو گیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے

کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی

ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا

کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی

اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات

اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی

تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار

رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی

ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار

کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی

ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے

دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی

خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا

آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی

اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیر و مرید

جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی

کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا

ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی

آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ

جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی

کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دوگے جواب

کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو
ہوگئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی

ان اشتہاروں کی بھی چنداں حاجت نہیں۔ مرزا جی خود ہی مانتے ہیں کہ پیش گوئی کے خاتمہ پر تمام مخالفوں نے خوشی منائی اور مرزا جی کی تذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

پادریوں نے خدا کا خوف نہ کیا اور امرت سر کے بازاروں میں اس کو لئے پھرے کہ دیکھو آتھم صاحب زندہ موجود ہے اور پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ بہت سے پلید طبع مولوی جو نام کے مسلمان تھے اور چند نالائق اور دنیا پرست اخبار والے ان کے ساتھ ہو گئے اور لعن طعن اور تکذیب اور تبرا بازی میں ان کے بھائی بن بیٹھے اور بڑے جوش سے اسلام کی خفت کرائی۔ پھر کیا تھا، عیسائیوں کو اور بھی موقع ہاتھ لگا۔ پس انہوں نے پشاور

سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش خوش اور ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔ (سراج منیر مصنفہ قادیانی۔ص۵۲؛ قادیانی خزائن ج۱۲ص۵۴)

پس مرزائیو! یؤخذ المرء باقراره (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) پر غور کرو اور ان دنوں کی عزت وذلت کو سوچو کہ کس کے نصیب نہ تھی؟ بلکہ اب بھی اگر تم سے کوئی شخص آتھم والی پیش گوئی کا ذکر کرے تو تمہارے دل پر کیا کچھ ذلت اور ندامت کے خطرات گذرتے ہیں۔ سچ بتلانا خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر بتلانا کہ جس طرح عیسائی تثلیث پر گفتگو کرنے سے جی کتراتے ہیں تم اس پیش گوئی کو ٹلاتے ہو یا نہیں؟ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تم بالکل ہی چپ چاپ ہو جاتے ہو، حاشا وکلا! تم ایسے کہاں خاموش رہنے والے ہو۔ ظاہر میں تو بہت کچھ کہتے ہو بلکہ اپنے پیر کی پوری وکالت کرتے ہو مگر ہمارا یہ سوال ظاہری مناظرہ سے نہیں بلکہ اندرونی کیفیت سے ہے جس کو تم اور علیم بذات الصّدور کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ فافہم ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ حکیم نورالدین صاحب سے اس ہماری اس معقول تقریر کا جواب اور کچھ تو نہ بن سکا، ہاں یہ فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

اے سلیم الفطرت دانش مند! ذرا غور کرو کہ اگر محض ناعاقبت اندیش اور سلامتی کے دشمن خبیث الفطرت معاندین کی گالیاں کسی ماموروں مرسل کی تکذیب کا موجب ہوسکتی ہیں تو انصاف سے کہو کیا پھر دنیا میں کوئی راست باز ہوسکتا ہے۔ (آئینہ حق نما۔ص۸۸)

حکیم صاحب! آپ تو مولوی کے علاوہ حکیم اور مشہور طبیب بھی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کوئی صحیح الدماغ نہ کہہ سکے۔ بے شک کافروں اور حق کے مخالفوں سے حضرات انبیاء اور اولیاء سخت سے سخت بدکلامیاں، گالیاں اور بدزبانیاں سنتے رہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ انہوں نے کب کہا تھا کہ فلاں کام ہونے سے ہماری عزت ہوگی، پھر اسی کام پر ان کی بے عزتی ہوئی۔ حکیم صاحب قضیہ مخصوصہ اور ہے اور کلیہ اور ہے۔ ہماری مراد تو اس خاص وقت سے ہے جو بقول مرزا قادیان ان کی عزت کا وقت تھا۔ عزت کے وقت میں ذلت ہونے سے تکذیب نہیں تو پھر کیا ہے؟ سنئے قرآن نے اس کے مشابہ ایک پیش گوئی یوں فرمائی ہے:

الٓم ۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض و ھم من بعد غلبھم سیغلبون ۔ فی بضع سنین۔ للّٰہ الامر من قبل ومن بعد ۔ یومئذ یّفرح المؤمنون۔ بنصر اللّٰہ ۔ ینصر من یشاء ۔ و ھو العزیز الرحیم (جس روز رومی ایرانیوں پر غالب آویں گے اس روز مسلمان بھی اللہ کی مدد سے خوش ہونگے)

کیا اس روز مسلمان بوجہ فتح خوش نہیں ہوئے تھے؟ اگر خوش نہ ہوتے بلکہ کسی وجہ سے مسلمانوں کو ناخوشی حاصل ہوتی تو یہ پیش گوئی صحیح ہوسکتی؟ ہرگز نہیں۔

حکیم صاحب! آپ تو طبیب ہیں۔ یوں تو کئی ایک مریض آپ کے زیر علاج مرے ہوں گے، تاہم آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ کسی بیمار کی نسبت یہ کہہ دیں کہ یہ ضرور اچھا ہوگا اس روز میری عزت دوبالا ہوجائے گی۔ اتفاق سے وہ مر جائے اور اہل میت بجائے عزت کے آپ کی گت بنادیں، کارٹون نکالیں ، یہ کریں وہ کریں، تو بتایئے اس واقعہ پر بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ طبیبوں کے زیر علاج سینکڑوں ہزاروں مریض مرتے ہیں۔ اگر اس واقعہ سے مجھ پر اعتراض ہے تو مجھ سے پہلے کوئی طبیب بھی قابل اور لائق ثابت نہیں ہوسکتا ۔ اگر آپ یہ عذر کریں تو شہر کے پرائمری مدارس کے لونڈے بھی آپ پر ہنسیں گے اور کہیں گے کہ حکیم صاحب کو معلوم نہیں کہ کسی واقعہ پر اپنی عزت کی پیشگوئی کرنی اور بات ہے اور عام طور پر مخالفوں سے تکلیف اور ذلت اٹھانی اور بات ہے۔ غالباً ہر عاقل بالغ ان ہر دو مضمونوں میں تمیز کرسکتا ہے الّا من سفہ نفسہ ۔

ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی کی تکذیب ہوتی ہے۔ مرزا جی اپنے الہام یا وحی یا نبوت اور رسالت کو انبیاء کے منہاج اور طرز پر بتلایا کرتے ہیں۔ دیکھو رسالہ ضرورۃ الامام مصنفہ مرزا قادیانی۔

مرزا جی کے ایک خاص حواری پیر جی سراج الحق کا خط جو میاں علی محمد خیاط موضع سوہل ضلع گورداسپور کے نام پہنچا ہے اس دعوی کی کہ مرزا جی کو دعوی نبوت ہے توضیح کرتا ہے۔

قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اور صحف انبیاء دنیا میں موجود ہیں۔ یہ سب چیزیں جن پر نازل ہوئیں وہ سب الہام کے مدعی تھے یعنی یہ کتابیں الہامی ہیں اور الہام الٰہی ہے۔ الہام اور وحی ایک ہی بات ہے ہمیں سلف اور خلف سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہمارا امام منہاج نبوت پر ہے نہ سلف خلف کے منہاج پر۔ پس جس طرح انبیاء و رسل پر وحی نازل ہوئی ہے اسی طور سے اس امام پر وحی نازل ہوتی ہے جس کو امام صاحب

بطریق اصطلاح مروجہ الہام فرماتے۔ والسلام خاکسار۔سراج الحق از قادیان۔

مرزاجی کے ایک حاشیہ نشین نے حافظ محمد یوسف امرت سری کوایک خط میں لکھا ہے:

کہ جن دلائل سے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو مانا ہے انہی دلائل سے ہم مرزاجی کا مسیح موعود ہونا ثابت کرتے ہیں۔

ایسے حاشیہ نشینوں کی اغراض اور مبلغ علم سے ہم آگاہ ہیں اس لئے ایسے لوگوں سے تخاطب کرنا تو محض تضیع اوقات ہے لیکن ان صاحب کواس طرز تقریر پر توجہ دلاتے ہیں کہ حافظ صاحب نے بلکہ ہم سب نے جن دلائل سے آنحضرت ﷺ کورسول اللہ مانا ہے ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی تمام پیش گوئیاں اپنے وقت پرظہور پذیر ہوئی ہیں۔پس اس مختصر تقریر کوذہن نشین کرواوراس جیسی لاؤ۔

مرزاجی رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۳ پراس خاکسار کومخاطب کر کے خاص نوٹس دیتے ہیں کہ منہاج نبوت کوملحوظ رکھ کر میری پیش گوئیوں کی پڑتال کرو اس لئے میں بھی مرزا کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ دیکھ لیں کہ منہاج نبوت یہی ہے یا اور۔

پس ضرور ہے کہ مرزاجی کی پیش گوئیاں بھی انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرز پر ہوں۔ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جو پیش گوئی انبیاء نے کی ہے،خاص کروہ پیش گوئی جو بطور مقابلہ کے ہوگی،اس کا ظہور ایسے طریق سے ہوا ہے کہ کسی موافق یا مخالف کواس کے وقوع میں کبھی تردد نہیں رہا۔گوبعض جہال نے عناد سے انکوساحر،مجنون، رمال،جفری وغیرہ کہا ہو۔لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی پیش گوئیاں،بالخصوص مقابلہ میں کی ہوئیں،تو ایسی وقوع پذیر ہوتی تھیں کہ ان کے وقوعہ میں مطلق تردد نہ رہتا تھا۔مثلاً غلبہ روم کی خبر۔فتح بدر کی پیش گوئی وغیرھم۔ ہمچو قسم کی کوئی ایسی پیشگوئی نہ ملے گی جسکے وقوعہ میں کوئی کافر بھی متردد رہا ہو۔بخلاف اسکے آپ کی پیش گوئیوں کا یہ حشر ہے کہ غیر تو غیر خود اپنے مرید اور فدائی معتقد بھی دل سے منکر ہیں اور بعض تو دائمی انقطاع کر جاتے ہیں اور بعض اپنی زبان کی پیچ سے کئی دنوں بعد بصد مشکل کچھ کچھ آپ کی طرف تاکتے تاکتے لحاظ میں پھنس کرفونو گراف کی طرح آپ ہی کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔اس جگہ ہم ایک معزز اور قابل شخص کا خط پیش کرتے ہیں یعنی میاں محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جوانہوں نے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر بھیجا تھا جن میں سے

ایک یہ ہے:

مولنا مکرم سلمکم اللہ تعالی۔ السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہر گز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔

اگر یہ سمجھو کہ، پیش گوئی الہام کے الفاظ بموجب پوری ہوگئی، جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے، اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔ دوسری پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی عزت اس سے ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جائیں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی اور عیسائی مذہب سچا (عیسائی مذہب اسی حالت میں سمجھا جائے اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے۔ محمد علی خان) جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو

کہاں؟ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی۔اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی (مسلمانوں کو نہیں بلکہ مرزائیوں کو۔ثناءاللہ) میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا، وہ مر گیا، تو اس وقت بھی یہی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصل مفہوم کو نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔

اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی، آخر شکست ہوئی، تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی اور اس میں لوگوں کو غلطی ہوگئی تھی۔اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی

کیا کوئی ایسی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے۔لیکن الحمدللہ کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔پس نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرماویں کہ جس سے تشفی کلی ہو۔باقی جیسا لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی، الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔راقم محمد علی خان

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس خط سے گھبراہٹ اور بے چینی ثابت ہوتی ہے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں، علاوہ اس کے اس موقع پر ہمیں زیادہ گفتگو کی ضرورت بھی نہیں۔مرزا جی خود ہی اپنے اشتہار انعامی تین ہزار کے صفحہ ۳ پر اپنے مخلصوں کو، جو پیش گوئی کے صدق اور آتھم کے رجوع سے منکرانہ سوال کرتے تھے، تسلی دیتے ہیں اور انجام آتھم کے صفحہ ۱۲ پر بعض کا پھر جانا مانتے ہیں۔یعنی تسلیم کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے۔چونکہ آپ کو بھی اعتراف ہے لہذا ہمیں فہرست بتلانے کی چنداں حاجت نہیں۔ہماری غرض اس سے بھی، جتنا آپ نے اقرار کیا ہے، پوری ہوسکتی ہے کیونکہ

اس طرز میں ہم اتنے ہی پہلو پر ہیں کہ پیش گوئی کا وقوعہ ایسے طرز اور طریق سے نہیں ہوا کہ مخالف موافق سب کو اس کے وقوعہ کا یقین ہوتا۔ گو بعد اس یقین کے مخالف اپنی مخالفانہ طرز سے اور موافق اپنے مخلصانہ طریق سے اس کے وقوعہ کی تعبیر کرتے مگر یہاں تو غضب ہے کہ پیش گوئی کے وقوعہ کا یقین ہی نہیں۔ مخالفوں کو تو کیا ہوتا، مخلصوں کو بھی یہاں تک تردد تھا، بلکہ گمان غالب ہے کہ اب بھی ہو گا کہ اس پر قسم نہیں کھا سکتے ہوں گے۔ مگر چونکہ ہم نے مرزا جی کی طرح ایک سال بھر کی پیش گوئی کر کے ان کے پیچھے دم نہیں لگائی، اس لئے ہم ان سے حلف لینا نہیں چاہتے۔ وہ اس امر کو دل ہی میں غور کریں۔ ہمارا مطلب تو مرزا جی کے اعتراف مذکور ہی سے حاصل ہے کہ یہ پیش گوئی مثل حضرات انبیاء کی پیش گوئیوں کے وقوع پذیر نہیں ہوئی کہ کسی مخالف، ناموافق کو اس کے وقوعہ میں شک نہ رہتا۔ گو مخالف نہ مانتے مگر اس کے وقوعہ کے قائل ہوتے۔ مثلاً آتھم علی الاعلان مسلمان ہو جاتا یا پندرہ ماہ کے اندر مر جاتا۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ ہماری اس تقریر پر کہ سچی پیش گوئی وہ ہوتی ہے جس کے وقوعہ میں کسی دوست دشمن کو بھی شبہ نہ رہے، خود مرزا جی، سراج منیر میں دستخط کر چکے ہیں جہاں لکھتے ہیں:

پیش گوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں۔۔ پھر اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ (سراج منیر۔ ص ۱۵)

اس پیش گوئی نے جیسا کچھ دلوں کو مرزا جی کی طرف کھینچا ہے عیاں را چہ بیان۔ ایسا کہ لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ کئی قسم کی مغالطہ آمیز تحریروں سے بمشکل بعض مریدوں کو مجالس کے اندر یہ کہنے کی جرأت ہوتی تھی کہ آتھم نے رجوع کیا ہے اس لئے بچ گیا۔ اگر رجوع نہیں کیا تو قسم کیوں نہیں کھاتا؟ حالانکہ وہ خود ہی دل میں جانتے تھے کہ آتھم پر قسم کی کوئی صورت نہیں۔ دوم وہ قسم نہ کھانے کی وجہ شرعی بتلاتا ہے کہ انجیل متی باب ۵ میں قسم سے منع آیا ہے۔

Do not swear at all: either by heaven, for it is God's throne; or by the earth, for it is his footstool; or by Jerusalem, for it is the city of the Great King. And do not swear by your head, for you cannot make even one hair white or black. Simply let your ' yes' be 'yes'

and your ' no' , 'No; anything beyond this comes from the evil one. (Matthew: 34-38)

مگر ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ مرزاجی کی ایک سالہ پیش گوئی کی بیخ سے جو قسم کھانے پر اس کے پیچھے لعنت کے طوق کی طرح ڈال کر لوگوں کی توجہ کامل ایک سال تک پھیرنی چاہتے تھے وہ اس سے بھاگتا تھا۔ وہ بھی آخر ڈپٹی رہ چکا تھا، اس نے اس قسم کے کئی ایک مقدمات طے کئے ہوں گے۔ وہ جانتا تھا کہ مرزاجی کی غرض یہ ہے کہ جو رستہ میں نے جھوٹے کے لئے تجویز کیا تھا وہ ایک سال تک ملتوی رہے۔ اور اگر مرزاجی صرف قسم کی بابت اسے کہتے تو شائد انجیل متی باب ۵ کی کوئی تاویل سوچ کر وہ قسم کھا جاتا۔ رہا یہ کہ مرزاجی کو قسم دینے کا کیا حق تھا؟ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اس طرز کے جواب میں تو حکیم صاحب ایسے الجھے ہیں کہ ان کو خبر نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ نہایت افسوس ہی نہیں حیرت کا مقام ہے کہ ایک ایسا عالی خیال عالم جس پر مرزا قادیانی اور مرزائی جماعت فخر کرے جو ساری قوم میں عالمانہ حیثیت سے خاص امتیاز رکھتا ہو، وہ بھی ایسی بہکی بہکی باتیں کرے یا سنے تو مقام حیرت نہیں تو کیا ہوگا؟

حکیم نورالدین صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

کوئی اس بھلے مانس (ثناءاللہ) سے پوچھے کہ اگر وہ (مخالفین انبیاء) اس (پیش گوئی) کو خدا کی طرف سے سمجھتے اور اپنے سامنے بعینہ پورا ہوتے دیکھتے تو انکار اور تردد کیوں رہا؟ کیوں انہوں نے راستی سے اسلام قبول نہ کر لیا۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۹۹)۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب ہمارے کلام میں یہ دکھا دیں کہ ہم نے یہ کہاں کہا ہے کہ مخالفین، انبیاء حضرات کی پیش گوئیوں کو خدا کی طرف سے سمجھتے تھے یا انبیاء کو سچے الہامی مانتے تھے۔ ہم نے جو کہا وہ ناظرین کے سامنے ہے جس کو ہم مکرر نقل کرتے ہیں:

جو پیشگوئی حضرات انبیاء نے کی، خاص کر وہ پیش گوئی جو بطور مقابلہ کے ہوگی، اس کا ظہور ایسے طریق سے ہوا ہے کہ کسی مخالف یا موافق کو اسکے وقوع میں کبھی تردد نہیں رہا۔

گذشتہ اوراق پر ہماری ساری عبارت دیکھی جائے اور غور کیا جائے کہ ہمارا مدعا کیا ہے تو آسانی

سے یہ بات ذہن نشین ہو سکے گی کہ حکیم صاحب جو کہتے ہیں خود ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا ہوگا۔ ہمارا مدعا اس پیش گوئی کے وقوعہ سے ہے یعنی اس کا وقوعہ ایسے طور سے ہونا تھا کہ ہر موافق، مخالف مان جاتا۔ موافق اس کے مطابق ان کو صاحب الہام جانتے، مخالف رمال اور ساحر وغیرہ نام رکھتے، مگر وقوع میں اختلاف نہ ہوتا۔

اس سے آگے جو حکیم صاحب نے فرمایا وہ اس سے بھی مزیدار ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

بہرحال منہاج نبوت پر اگر پیش گوئیاں ایسے طور پر ہوا کرتی ہیں کہ کافر کو بھی تردد نہیں ہوا کرتا تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یونس کی قوم کیلئے جو عذاب کی پیشگوئی تھی وہ کیونکر پوری ہوئی اور حضرت یونس کو کیوں کہنا پڑا لن ارجع کذا با۔ (آئینہ حق نما۔ ص ۹۹)

واقعی یہ خیال بڑا ہی مشکل ہے کہ شائد ہی کسی اہل علم سے حل ہو سکے۔ کیوں نہ آخر حکیم صاحب دو علموں (علم شرع اور علم طب) کے عالم ہیں تو پھر کیوں نہ ایسے سوال کریں؟ اے جناب! حضرت یونسؑ کی قوم سے کیا وعدہ تھا؟ اس کا ثبوت کہاں ہے؟ وہی وعدہ تھا جو عام طور پر کفار سے ہوا کرتا ہے کہ درصورت کفر پر اصرار کرنے کے عذاب میں مبتلا ہوں۔ یہی ان سے تھا مگر وہ کفر پر مصر نہ رہے، عذاب نہ آیا۔ قرآن مجید (یونس: ۹۸) غور سے سنئیے!

لو لا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایما نھا الّا قوم یونس۔ لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا و متّعنا ھم الی حین۔

کیوں نہ کوئی قوم ایسی ہوئی جو ایمان لاتی اور اس کو ایمان اس کا نفع دیتا سوا قوم یونس کے جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے وہ عذاب جو درصورت اصرار علی الکفر ان پر وارد ہونیوالا تھا، دنیا میں ان سے ہٹا رکھا اور ایک وقت مقررہ تک ان کو امن و عافیت سے بہرہ ور کیا۔

حکیم صاحب! فرمایئے اس میں کیا مذکور ہے؟ کیا وعدہ ہے؟ اور کہاں ٹلا ہے؟ اسلامی لٹریچر میں یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ سزا کفر، کفر پر ہوتی ہے جب وہ عذاب آنے سے پیشتر ہی ایمان لے آئے تو سزا کیسی؟ اے کاش! آپ بحیثیت مدعی اس عذاب اور اس کے ٹلنے کی ذرہ تفصیل بھی کیئے ہوتے تا کہ معلوم ہو سکتا کہ آپ کا مافی الضمیر کیا ہے؟

حضرت یونسؑ کا قول لن ار جع کذا باً معلوم نہیں کہاں ہے۔قرآن کے کس مقام پر ہے۔ حدیث کی کس کتاب میں ہے اوراس کا مطلب کیا ہے اور آپ کو مفید کیا؟ حکیم صاحب! کہتے ہوئے ذرہ مفید غیر مفید کو تو سمجھ لیا کریں۔

حکیم نورالدین صاحب کا اس سے آگے کا کلام اس سے بھی لطیف تر ہے۔فرماتے ہیں :

پھر حدیبیہ میں کیا ہوا۔قرآن مجید تو خود کہتا ہے **یصبکم بعض الّذی یعدکم** ۔یہاں **بعض** کا لفظ بتاتا ہے کہ ساری پیش گوئیاں پوری نہیں ہوتی ہیں۔بعض ملتوی یا منسوخ ہو جاتی ہیں۔

(آئینہ حق نما۔ص۹۹)۔

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ حکیم صاحب آپ تو ماشاءاللہ قرآن مجید کے مدرس ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسی فاش غلطی کرتے ہیں۔ سنئے آیت مذکورہ کا مطلب بتانے سے پہلے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اگر کسی نبی کو الہامی پیش گوئی دیتا ہے، کیوں دیتا ہے؟ جواب ہوگا مخالفوں پر حجت پوری کرنے کو۔ پھر یہ کیا اتمام حجت ہے کہ جس پیش گوئی کو خدا کا نام لے کر سنایا تھا اور جس کے اظہار پر اپنے مشن کی صداقت موقوف رکھی تھی وہ خود ہی غلط یا بقول آپ کے ملتوی ہوگئی۔کیا مخالفین اس الہامی کو حجت مان لیں گے ۔یہ نہ کہیں گے کہ جناب اب تو آپ لاکھ الہام سنایئے ہم نہیں سنیں گے۔ جب کہ ایک دفعہ آپ کا کہا غلط ہوا اور عام نگاہ میں آپ جھوٹے ثابت ہوئے تو دوسری باتوں میں بھی آپ کا کیا اعتبار؟ یہی مضمون جناب مرزا صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے۔غور سے سنئے :

جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔

(چشمہ معرفت مصنفہ قادیانی۔ص۲۲۲؛ قادیانی خزائن۔ج۲۳ص۲۳۱)۔

چونکہ حکیم صاحب نے اس آیت کو باوجود غلط فہمی کے بہت سی جگہ لکھ کر منہاج نبوت اسی کو قرار دیا ہے کہ انبیاء کی بعض باتیں سچی ہوتی ہیں اور بعض نہیں ہوتیں، اس لئے حکیم صاحب کی غلطی رفع کرنے کو ہم اس آیت کا مطلب بتاتے ہیں۔

یہ آیت دراصل اس شخص کا قول ہے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں فرعون کی قوم میں سے مخفی طور پر

مسلمان ہوا تھا۔ پوری آیت یوں ہے:

ان یک کا ذباً فعلیه کذ به ۔ و ان یک صادقاً یصبکم بعض الّذی یعدکم ۔ انّ اللّٰه لا یهدی من هو مسر ف کذا ب ۔ (غا فر : ۲۸)

وہ مومن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اگر جھوٹا ہے تو اس کا گناہ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو جن جن سزاؤں سے وہ تم کو ڈراتا ہے ان میں سے بعض تو اسی دنیا میں تم کو پہنچ جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ بے ہودہ اور کذابوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

حضرات انبیاء جو عذاب کے وعدے دیا کرتے ہیں وہ دو قسم پر ہوتے ہیں۔ کچھ تو اسی دنیا کے متعلق ہوتے ہیں، کچھ آخرت کے متعلق، جیسے فرمایا:

لهم فی الدّ نیا خز ی و لهم فی ا لآ خرة عذا ب عظیم ۔ (بقره ۱۱٤) ۔ یعنی ان مفسدوں کے لئے دنیا میں بھی ذلت وخواری ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

اس آیت اور اس جیسی بہت آیات نے صاف طور پر بتلایا ہے کہ حضرات انبیاء کے مواعید دنیا اور آخرت دونوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ دنیا میں جو عذاب آتا ہے وہ مجموعہ عذاب کا بعض ہی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے مومن اپنی قوم فرعونیوں کو کہتا ہے کہ اگر یہ موسیٰؑ سچا ہوا تو تم کو دنیا ہی میں وہ عذاب جو دنیا کے متعلق ہے پہنچ جائے گا ۔ آخرت کا عذاب آخرت میں ہوگا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ واللہ میرے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے جب میں سنتا ہوں کہ قادیانی مشن کے لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ خدا کے وعدے غلط ہوا کرتے ہیں، یا بقول ان کے ملتوی یا ٹل جاتے ہیں۔ پھر ایسے خدا کا کیا اعتبار کہ بندوں سے نیک کاموں پر انعام دینے کے وعدے کرتا ہے وہ پورے نہ کرے اور ایسے الہامیوں کا کیا اعتبار؟ آہ حکیم صاحب کو شاید خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس حال میں مرزا قادیانی خود مانتے ہیں کہ:

سچی خوابیں اکثر لوگوں کو آجاتی ہیں۔ اور کشف بھی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات بعض فاسق اور فاجر اور تارک صلوۃ بلکہ بدکار اور حرام کار بلکہ کافر اور اللہ اور اس کے رسول سے سخت بغض رکھنے والے اور سخت

توہین کرنیوالے اور سچ مچ اخوان الشیاطین شاذ ونادر طور پر سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور بعض کشفی نظارے بھی ایک سرعت برق کی طرح عمر بھر میں کبھی ان کو دکھائے جاتے ہیں... ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی ایک نیک بخت نیک چلن تو کسی امر میں کوئی پیچیدہ خواب دیکھتا ہے یا نہیں دیکھتا مگر اسی رات ایک فاسق، بدمعاش، نجاست خور کو صاف اور کھلی کھلی خواب دکھائی دیتی ہے اور وہ سچی بھی نکلتی ہے (حاشیہ از مرزا: یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور بعض پلید اور فاسق اور حرامخور اور کنجروں سے بدتر اور بددین اور ملحد جو اباحتوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں، اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی۔ اور اس راقم (مرزا) کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بےشرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں)

(تحفہ گولڑویہ مصنفہ قادیانی۔ ص ۴۷۔۴۸؛ قادیانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۶۷۔۱۶۸)۔

تو جس صورت میں سچے الہامیوں بلکہ نبیوں کے الہامات کا حال بھی یہی ہو کہ بعض سچے اور بعض غلط، تو پھر ان حرام کاروں اور سچے نبیوں میں معاذ اللہ فرق ہی کیا رہا؟ انّا للّٰہ ۔

ناظرین! آپ حیران ہوں گے کہ قادیانی مشن کی کیسی دلیری ہے کہ حضرات انبیاء پر بھی یہ جرأت سے ایسی بات کہتے ہیں۔ میں اس کی وجہ آپ لوگوں کو بتاؤں:

ایک بڑھیا عورت کبڑی تھی۔ اس سے کسی نے پوچھا بڑی بی! کیا تو چاہتی ہے کہ تو اچھی ہو جائے یا چاہتی ہے کہ اور عورتیں بھی تیری طرح کبڑی ہو جائیں۔

اس نے بڑی قابلیت سے جواب دیا کہ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ سب میری طرح ہو جائیں تا کہ میں بھی ان کی ویسی ہی ہنسی اڑاؤں جس طرح یہ مجھ پر ہنستی ہیں۔

یہی حال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور حکیم نورالدین صاحب کا ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ سلسلہ رسالت اور خاندان نبوت پر بھی وہی الزام لگایا جائے جو ہم پر لگایا جاتا ہے تا کہ یہ کہہ سکیں کہ ہم بھی تو آخر اسی سلسلہ کے ایک فرد ہیں۔

حکیم صاحب! سنیئے ہمارا خدا آپ کے خیالات کی یوں تردید کرتا ہے:

فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ۔ انّ اللّٰہ عزیز ذو انتقا م (ابراھیم۔:٤٨)۔
خدا کو اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ خلاف ہرگز مت سمجھو۔اللہ تعالی بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے نہی بصیغہ نون ثقیلہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالی کو وعدہ خلافی کرنے والا، خصوصاً حضرات انبیاء کے ساتھ، ہرگز خیال مت کرو۔ یہ کہہ کر جو فرمایا کہ اللہ غالب ہے،تو اس کا یہاں تعلق یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنا عاجزوں کا کام ہے۔خدا تعالی نے اس علت کی طرف اشارہ کر کے اپنے اندر اس کی نقیض کا ثبوت دیا ہے۔اس لئے فرمایا کہ میری ذات تو اس ضعف اور کمزوری سے پاک ہے۔میں تو سب پر غالب بلکہ سب سے بدلہ لینے پر قادر ہوں، پھر میں کیوں وعدہ خلافی کروں۔اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالی کو وعدہ خلاف سمجھنا کفر ہے کیونکہ وعدہ خلافی مستلزم ہے ضعف اور کمزوری کو،جس سے خدا کی شان بلند ہے۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حکیم نورالدین صاحب کا ایک سوال ہنوز باقی ہے جس کو وہ اپنے خیال میں بہت ہی مشکل جانتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ہم آپ کے کلیہ کو تسلیم کرلیں گے۔اگر آپ حدیبیہ یا ارض مقدس کے وعدہ موسوی یا مسیح کی پیش گوئیوں کے متعلق اس زمانہ کے کفار کی شہادتیں پیش کرو کہ انہوں نے ان پیش گوئیوں کے وقوع کا اعتراف کر لیا تھا۔ (آئینہ حق نما۔ص۹۹)۔

اس سوال کے تین حصے ہیں۔واقعہ حدیبیہ،واقعہ موسی،واقعہ عیسوی۔چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہم اسلامی کتابوں ہی سے جواب دیں گے۔حدیبیہ کا واقعہ اسلامی ہے جس کا اصل قصہ یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ میں کعبہ شریف کا طواف کرتا ہوں۔ہنوز مکہ شریف فتح نہ ہوا تھا کہ آنحضور نے شوقیہ بطور خود سفر کی تیاری کر لی۔جب بمقام حدیبیہ قریب مکہ پہنچے تو کفار مکہ نے داخل مکہ ہونے سے روکا۔آخر کار معاہدہ ہوا کہ آئندہ سال ہم مسلمان آئیں گے۔چنانچہ آئندہ سال گئے اور حسب مضمون خواب باطمینان خاطر طواف کیا۔قرآن شریف کھلے الفاظ میں اس کی تصدیق کرتا ہے:

لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرّؤیا بالحق۔ لتد خلنّ المسجدالحرا م۔ان شاء اللّٰہ آمنین محلّقین رؤسکم و مقصّرین لا تخا فون۔ فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك

فتحاً قریبا (فتح : ۲۷) (خدا نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچ کر دیا۔ کہ تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے ان شاء اللہ اس حال میں کہ تم سر منڈائے اور بال ترشوائے ہوئے ہو گے، کسی کا خوف تم کو نہ ہوگا۔ اللہ کے علم میں وہ بات تھی جو تمہارے علم میں نہ تھی۔ پس اللہ نے اس سے پہلے ایک فتح قریب تم کو دی)

ناظرین! جس مضمون کو قرآن مجید سچا کہے، کس ایمان دار مسلمان کی جو قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہو، شان ہے کہ اس کو غلط کہہ سکے۔ الّا من سفہ نفسہ اس کا جواب یہی ہے کہ قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی ہے اور بس۔ ہاں اگر یہ سوال کھٹکتا ہو کہ جس سال حضور ﷺ پہلے تشریف لے گئے اسی سال کیوں نہ پورا ہوا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ جو تشریف لے گئے تو از خود شوقیہ لے گئے، خواب اور الہام کا مضمون یہ نہ تھا کہ طواف اسی سال ہو جائیگا۔ اس کا فیصلہ حضور ﷺ کی زندگی میں ہی ہو چکا ہے جب بعض صحابہ نے ولولہ شوق میں کچھ کہا تو دوسروں نے جواب دیا، کیا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسی سال ہم کرلیں گے؟ نہیں (زادالمعاد)

ارض مقدس کا وعدہ جو حضرت موسیٰ سے ہوا تھا وہ خاص طور پر حضرت موسیٰ سے نہ تھا بلکہ بنی اسرائیل سے تھا۔ وہ بھی مؤقت اور محدود نہ تھا بلکہ عام تھا جس کی بابت حضرت موسیٰ ان کو شوق دلاتے رہے لیکن جب انہوں نے حسب تعلیم موسوی تیاری نہ کی تو ارشاد خداوندی پہنچا:

قال فانّها محرّمة عليهم اربعين سنةً ۔يتيهون فی الارض۔ فلا تأس على القوم الفاسقين ۔ (مائدہ : ۲۶) ۔اب وہ ارض مقدس ان کو ۴۰ سال تک نہ ملے گی اس مدت کے اندر اسی زمین میں پھریں گے پھر تو ان بدمعاشوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔

مضمون صاف ہے کیا کوئی ایمان دار اس کو خلاف وعدہ کہے گا؟ ہرگز نہیں۔

حضرت عیسیٰ کی پیش گوئیوں کے متعلق معلوم نہیں آپ کے دل میں کیا ہے۔ اے کاش! آپ کوئی مثال پیش کر کے اسلامی شہادت سے اس کا ثبوت چاہتے تو بتلایا جاتا۔ ایسے مجمل بلکہ مہمل سوال کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے جو آپ کر رہے ہیں۔ جب ہم بشہادت قرآن مجید ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو اپنے رسولوں کو اطلاع دیتا ہے وہ ہرگز خلاف نہیں ہو سکتی تو اب کسی اور شہادت کی حاجت کیا ہے۔

ایک اور طرز سے بھی اس پیش گوئی میں تناقض ہے۔ مرزا جی نے آتھم کا رجوع تو عین جلسہ مباحثہ

ہی میں ثابت کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

اس (آتھم) نے عین جلسہ مباحثہ پر ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینے تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔

(کشتی نوح مصنفہ قادیانی۔ص۔٦؛ قادیانی خزائن ج ١٩۔ص ٦)۔

عبارت مذکورہ بالا سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے جلسہ مباحثہ ہی میں رجوع کرلیا تھا جس کے کرنے پر اسے ہاویہ سے بچ جانا تھا۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا جی نے باوجود اس کے رجوع کے اس پر رحم نہ کیا اور ناحق اس کو ہاویہ میں بھی ڈال دیا جیسا کہ انوار الاسلام صفحہ ٥، ٧ کی عبارت منقولہ ناظرین دیکھ چکے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: پہلی طرز تناقض میں تو ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آتھم کا ایک ہی فعل یعنی گھبرانے اور سفر کرنے کو مرزا جی رجوع بتلاتے ہیں اور اسی کو ہاویہ قرار دیتے ہیں جو حقیقی تناقض ہے جس میں موضوع بھی واحد ہے۔مگر اس طرز میں یہ نہیں، اس میں فعل تو دو ہیں، یعنی بقول مرزا جی دجال کہنے سے تو اس کا رجوع ہے اور اپنی حفاظت کے لئے سفر کرنا اس کا ہاویہ ہے، جس پر ایک ادنی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی سوال کرسکتا ہے کہ اگر آتھم نے جلسہ ہی میں رجوع کرلیا تھا تو پھر وہ ہاویہ سے کیوں نہ بچا رہا۔حالانکہ بقول مرزا جی وہ ١٥ مہینوں تک اس رجوع پر ثابت قدم بھی رہا جیسا کہ آپ کشتی نوح صفحہ ٦ کی مرقومہ بالا عبارت میں لکھ چکے ہیں۔حکیم صاحب نے اس طرز کا کوئی جواب نہیں دیا

ایک اور سوال: بھلا مرزا جی اگر آتھم نے جلسہ ہی میں ستر آدمیوں کے سامنے دجال کہنے سے توبہ کی تھی اور یہی اس کا رجوع تھا اور اسی بنا پر پیش گوئی بھی تھی تو پھر آپ نے اسی وقت اپنی سچائی اور مسیحائی کا ثبوت کیوں نہ دیا؟ کیوں ناحق اس روز کا انتظار کیا جس کا واہمہ گذرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جس کا مختصر نقشہ یہ تھا:

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی	نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

اور کیوں ناحق طول طویل اشتہارات میں فضول جھگڑا بڑھایا اور قسم تک نوبت پہنچائی کیوں نہ انہی

ستر آدمیوں کو گواہی میں پیش کر دیا جن کے روبرو اس نے رجوع یا توبہ کی تھی بلکہ اس وقت تو اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا اور آج نو دس سال کے بعد یہ منصوبہ گھڑ لیا۔

مرزا جی ہشیاری کی بھی کوئی حد ہے؟ ۱۵ ماہ میں جب آتھم نہ مرا تو اس کو کبھی تو رجوع بحق سے ملزم ٹھہرایا اور کبھی ہاویہ میں پہنچایا۔ اور پیش گوئی سے بعد ایک سال دس ماہ مرا تو بھی پیشگوئی کی تصدیق بتلاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں اس لئے ہم قرین مصلحت سمجھتے ہیں کہ پبلک کو وہ پیش گوئیاں دوبارہ یاد دلائیں جن میں لکھا تھا کہ اگر آتھم صاحب قسم نہیں کھائیں گے تو اس انکار سے جو ان کا اصل مدعا ہے یعنی باقی ماندہ عمر سے ایک کافی حصہ پانا، یہ ان کو ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ انکار کے بعد، جو ان کی بے باکی کی علامت ہے، جلدی اس جہان سے اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (انجام آتھم مصنفہ قادیانی۔ص ا؛ قادیانی خزائن ۱۱ص ۱)۔

غضب کی بات ہے کہ یہ کیا پیش گوئی ہے کہ ایک بوڑھے عمر رسیدہ کی بابت جو پندرہ ماہ میں بمشکل بچا ہو، ایسی بے تعیین پیش گوئی کی جائے کہ وہ جلد مر جائے گا کیوں نہ صحیح ہو۔ پچھلے دنوں ایک پنڈت جی نے مرزا جی کی طرح چند پیش گوئیاں مشتہر کی تھیں تو اخبار جامع العلوم مراد آباد کے زندہ دل اڈیٹر نے بھی پنڈت جی کے حق میں مقابلہ کی چند پیش گوئیاں جڑ دی تھیں جن میں سے ایک دو یہ تھیں:

پنڈت جی روٹی کھائیں گے تو لقمہ سیدھا ان کے حلق سے اتر کر معدے میں جا گریگا۔ صبح پاخانہ جائیں گے تو پائخانہ کے ساتھ ہی ان کا پیشاب نکل جائے گا۔ وغیرہ۔

ٹھیک اسی طرح مرزا جی کی یہ پیش گوئی ہے کہ عنقریب آتھم مر جائے گا۔ غالبًا اگر آتھم کئی سال بھی زندہ رہتا، نہ تو مرزا جی اس پیش گوئی میں جھوٹے ہوتے اور گمان غالب ہے کہ آیت انّھم یرونہ بعیداً۔ و نراہ قریباً (معارج :۶۔۷) پڑھ دیتے۔ ایسی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے ہمیں حیا آتی ہے کہ ہم کیا کہیں جس شخص نے فاصنع ما شئت (یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کے پورے الفاظ یہ ہیں: ان مما ادرك الناس من کلام النبوۃ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت) ہی پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کر لیا ہو اور جس کا یہ قول ہو، قاضی

نے ہرائی میں نہ ہاری۔ ،اس سے ہم کیونکر پورے اتر سکتے ہیں،لیکن اتنی گذارش کرنے سے نہیں رک سکتے کہ جس صورت میں قسم کھانے پر آتھم کوایک سال تک مہلت دی جاتی تھی تو بغیر قسم کھائے بھی وہ دو سال کے اندر ہی کیوں مر گیا۔اس سے تو صاف سمجھ آتا ہے کہ قسم کھا کر بھی اگر ایک سال کے اندر مرتا تو قسم کا نتیجہ نہ ہوتا بلکہ یہ معلوم ہوتا کہ اس کی موت کا یہی وقت تھا۔

بغیر قسم کھائے اس سے بھی کم مدت بتائی گو صاف لفظوں میں اس سے کم نہیں کہی مگر فحوائے عبارت سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔مرزا قادیانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اگر،آتھم صاحب،قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں۔ (قادیانی اشتہار انعامی چار ہزار ص ۱۱؛ مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ۲ ص ۱۰۶؛ آئینہ حق نما۔ص ۱۱۲)۔

اس عبارت کے نتیجے میں حکیم نورالدین فرماتے ہیں،مرزا قادیانی نے اشتہار انعامی چار ہزار میں صاف لکھ دیا تھا کہ درصورت قسم نہ کھانے کے آتھم سال سے بھی کم مدت میں فوت ہوگا(آئینہ حق نما۔ص ۱۱۱)۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: بہت خوب! آیئے! آپ کی اور آپ کے پیرومرشد کی راست گوئی و راست بازی ہم اسی سے بتاتے ہیں۔

جس اشتہار کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ۲۷۔اکتوبر ۱۸۹۴ء کا مطبوعہ ہے اور آتھم کی موت ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو ہے۔(دیکھو رسالہ انجام آتھم۔ص ۱)۔آیئے پرائمری کے کسی لڑکے سے حساب کرائیں کہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء تک ایک سال نو ماہ ہوتے ہیں یا کم؟

حکیم صاحب! کس منہ سے کہتے ہیں کہ آتھم کی موت حسب پیش گوئی واقع ہوئی۔کیا قادیان میں حساب دان کوئی نہیں؟ اے جناب ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کے جملہ انصار واعوان مل کر بھی، ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً ،زور لگا دیں تو یہ ٹیڑھی کل سیدھی نہ ہوگی۔دیکھئے آپ کے پیرومرشد بلکہ نبی اور رسول نے کیا گل کھلائے۔جب دیکھا کہ پندرہ ماہ کی میعاد میں تو آتھم مرا نہیں حالانکہ اقرار یہی تھا اور پیش گوئی محدود تھی تاہم آپ (مرزا) فرماتے ہیں اور کیا ہی خوب فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا۔پس اگر وہ بجائے پندرہ کے

بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جائے اور ناک، اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ ص ۱۸۵؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۱۹۳حاشیہ)

حکیم صاحب کیا یہ ٹھیک ہے یا محض چالا کی۔ انصاف سے کہیے گا۔ کس قدر جرأت اور حیا سے دور ہے کہ ایک بات کو بطور پیش گوئی محدود الوقت کے شائع کیا جائے، جب وہ پوری نہ ہو تو مجذوموں کی طرح عذر لنگ کیا جائے۔ اے جناب ۱۵ کی بجائے بیس ماہ نہیں بلکہ پندرہ کی بجائے ۲۷ ماہ میں مرا۔ یعنی اصل پیش گوئی سے زائد میعاد اوپر گذری ہو تو اس صورت میں بھی آپ پیشگوئی کی صداقت ہی گاتے جائیں گے۔ شائد۔

تعجب ہے کہ حسب تحریر سراج منیر صفحہ ۱۲، اندرمن مراد آبادی نے آپ کی پیش گوئی سے اعراض کیا اور بعد اعراض (بقول آپ کے) کچھ عرصہ کے اندر فوت بھی ہو گیا۔ اس کی نسبت آپ نے یہ مشہور نہ کیا کہ میری پیش گوئی کے مطابق مرا۔ لیکن ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ایسے گلے پڑے کہ قبر تک بھی اس کو دیکھنے گئے۔ کیا، الھا کم التکا ثر۔ حتّی زرتم المقا بر کے یہی معنی تو نہیں؟

جہاں تک ہم سے ہو سکا اس پیش گوئی کے متعلق ہم نے بہت ہی اختصار سے کام لیا ورنہ ستمبر ۱۸۹۴ء سے تو مرزا جی کا کوئی رسالہ یا اشتہار اس کے ذکر سے خالی نہیں۔ لیکن شکر ہے کہ بجز چند مقامات کے جن میں پچھلی تحریر پہلی تحریر سے متعارض اور متضاد ہے باقی کل رسائل اور اشتہارات قریب قریب ایک ہی مضمون سے بھرے پڑے ہیں جو سلطان القلم کی سلطانیت پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔

اس پیش گوئی نے مرزا جی کو ایسا حیران کر رکھا ہے کہ انہیں کہتے کہتے یہ تمیز بھی نہیں رہتی کہ میری آواز کدھر سے نکل رہی ہے۔ سخت حیرانی میں ہیں، رسالہ ہذا (الہامات مرزا) کے طبع اول کے بعد کی تحریریں پہلی تحریروں سے بھی زیادہ مزیدار ہیں۔ آپ کشتی نوح کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ:

پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں جو شخص اپنے عقیدے کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، سو وہ (آتھم) مجھ سے پہلے مر گیا۔

کیا ہی احمقوں کی آنکھوں میں مٹی کا منتر ڈالا ہے مرزا جی کی اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ الوؤں کی جیب کترنے میں آپ کو کمال ہے۔ دیکھئے تو کس ہوشیاری اور صفائی سے لکھ رہے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ

بیان تھا کہ جھوٹا پہلے مرے گا۔ ناظرین پیش گوئی کے الفاظ بغور پڑھیں کہ ان میں کوئی بھی ایسا لفظ ہے جس کے یہ معنی یا اشارہ ہو کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ بڑے مزے کی بات ہے کہ پیش گوئی کے متصل کی عبارت جس میں موت کا لفظ ہے اس کی تو یہ تاویل کی گئی کہ ہماری تشریح تھی اصل الہام کے لفظ نہ تھے۔ اگر وہ غلط ہوگئی تو بلا سے ہمارا فہم غلط ہو، تو ہو، الہام غلط تو نہ ہو۔ بقول شخصے گھر کا تمام اسباب جلا سو جلا، چوہوں کا پنجرہ تو سلامت رہا۔ مگر یہاں کس آب وتاب سے فرمارہے ہیں کہ پیش گوئی میں یہ بیان (ناظرین بیان کے لفظ کو دیکھئے اور مرزا جی کے ہاتھ کی صفائی کی داد دیجئے) تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ گویا ۱۵ مہینوں کی کوئی تحدید ہی نہیں۔

اخیر اس بحث کے ہم اپنا خیال مرزا جی کی نسبت کچھ ظاہر نہیں کرتے بلکہ انہی کے فرمودہ پر ایمان رکھتے ہیں:

اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر قسم کی سزا اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے۔ تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دیا جائے۔ (جنگ مقدس صفحہ اخیر)

کہیے مرزا جی! ہم آپ کے کیسے پکے معتقد ہیں کہ جن لفظوں میں آپ نے ہم کو سکھایا ہے ہم اس پر کیسے جمے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی آپ کے مریدوں میں ہے جو ہمارا مقابلہ کرے۔

قادیانی پیش گوئی بابت لیکھ رام

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے متعلق قادیانی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ ذیل ہے:

لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا، اندر من مرادآبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضا وقدر کی

نسبت بعض پیش گویاں شائع کی جائیں۔سواس اشتہار کے بعداندرمن نے تواعراض (اصل میں اعتراض ہے) کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگیا لیکن لیکھ رام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو، شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔سواس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد له خوار ۔ له نصب و عذاب ،یعنی صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔اوراس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزااور رنج اور عذاب مقدر ہے جوضرور اس کومل کر رہے گا۔اوراس کے بعد آج جو۲۰فروری ۱۸۹۳ءروز دو شنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزامیں،یعنی ان بےادبیوں کی سزامیں جواس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں،عذاب شدید میں مبتلا ہوجائے گا۔سواب میں اس پیش گوئی کوشائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگراس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندرالٰہی ہیبت رکھتا ہو،توسمجھو کہ میں خداتعالی کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔اوراگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلاتو ہرایک سزا بھگتنے کیلئے طیار ہوں اوراس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کرکسی سولی پر کھینچا جاوے۔اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خودتمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔زیادہ اس سے کیالکھوں۔

(سراج منیر مصنفہ قادیانی۔ص۱۲ ۔۱۳؛ قادیانی خزائن ج۱۲ص۱۴۔۱۵)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزاغلام احمد قادیانی صاحب کے اس اشتہار میں صاف مرقوم ہے کہ پنڈت لیکھ رام پر کوئی خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔اس اشتہار میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہوسکے کہ لیکھ رام کے مرنے کی پیش گوئی ہے، بلکہ یہ خارق عادت عذاب کی ہے جو زندگی کومستلزم ہے۔موت اور خصوصاً ایسی موت کو جیسی پنڈت لیکھ رام پر آئی، ہیبت ناک عذاب کہنا مرزا صاحب ہی کا کام ہے۔پس اس اشتہار کے مطابق فیصلہ بالکل آسان ہے کہ پنڈت لیکھ رام بموجب تحریر مرزاجی کسی

خارق عادت عذاب میں مبتلانہیں ہوا بلکہ ایک چھری سے مرا۔ ایسی وارادات عموماً ہوتی ہے۔ یہ نہ تو کوئی ہیبت ناک عذاب ہے اور نہ ہی خرق عادت موت۔ ہاں مرزا جی نے رسالہ کرامات الصادقین میں ایک الہام لیکھ رام کی موت کا بھی درج کیا ہوا ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

فبشّرنی ربّی بموته فی ستّ سنة یعنی خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔

لیکھ رام نے کہیں مرزا جی کو مجیب الدعوات لکھ دیا تھا تو مرزا جی نے رسالہ استفتاء کے صفحہ ۶ پر اس کی وہ خبر لی کہ اس کے حق سے بھی زیادہ۔ مگر تعجب ہے کہ آپ ایسے مدعی الہام اور فصاحت و بلاغت کے سحبان ہو کر ایسی غلطی کریں۔ پھر اس عبارت میں جو خداوند تعالی کی طرف سے الہام ہوئی ہو۔ جس غلطی کو نحومیر پڑھا ہوا طالب علم بھی بخوبی سمجھ سکے۔ یعنی ستّه سنة عربی علم نحو کی رو سے غلط ہے۔ سنة کے بجائے سنین چاہیے۔ کاش ایک ہی مقام پر یہ عبارت اس طرح ہوتی۔ جہاں کہیں یہ عبارت منقول ہے اسی طرح مذکور ہے۔ شائد مرزا جی یہ عذر کریں کہ میرا کیا قصور ہے، خدا نے ایسا ہی کہا، وہ جس طرح چاہے کلام کرے و هو علی کلّ شیء قدیر۔ اگر یہ کہیں تو ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔

مرزا جی کے قول فبشّرنی ربّی... الخ ..کا جواب تو آپ کے قاعدہ پر بالکل سہل ہے کہ اصل الہام میں جو لیکھ رام کی بابت شائع ہوا ہے موت کا لفظ نہیں بلکہ صرف خرق عادت عذاب کا ذکر ہے۔ اگر کہیں کہ یہ الہام بھی تو میرا ہی ہے، پھر یہ کیا انصاف ہے کہ میرے ایک الہام کو دوسرے الہام کی تفسیر یا توضیح نہ بنایا جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے یہ اصول بتلایا ہے کہ پہلا الہام معتبر ہوتا ہے۔ کیا آتھم کے حق میں بعد اظہار اصل الہام آپ نے انہی لفظوں میں تشریح نہ کی تھی، فبشّرنی ربّی بعد دعوتی بموته (کرامات الصادقین) پس جس اصول سے آپ نے اصل الہام کے بعد کی تشریح کو آتھم کے متعلق داخل الہام نہیں بتایا، حالانکہ خدا کے نام سے کہی تھی۔ اسی اصول سے ہم آپ کی اس تشریح کو داخل الہام نہ سمجھیں گے اور یقین کریں گے کہ موت صرف آپ کا منصوبہ ہے داخل الہام نہیں۔ بتلایئے اس کی کوئی وجہ ہے کہ آپ اپنے ہی مقرر کردہ اصول سے کیوں منحرف ہوں۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ لیکھ رام کے حق میں جو خرق عادت

عذاب کا الہام تھا وہ غلط ثابت ہوا، کیونکہ وہ مر گیا۔ خرق عادت عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔

اور اگر ہم بھی اس عبارت مندرجہ کرامات الصادقین کو انہی معنی میں سمجھیں جن میں مرزا جی لے رہے ہیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ موت جو چھ سال کے اندر ہونے والی تھی ایسی خرق عادت رعب دار اور ہیبت ناک عذاب سے ہونی چاہیے تھی کیونکہ پہلے اشتہار میں یہ قید لگائی گئی ہے، جو کسی طرح منسوخ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لیکھ رام ایک ایسی موت سے مرا ہے جس سے عموماً لوگ مرتے ہیں اور ان کی موت کو کوئی خرق عادت نہیں جانتا۔ اور تو اور ایک زمانہ میں کالے پانی میں وائسرائے ہند اسی چھری کے شکار ہوئے تھے۔ چند روز ہوئے شہر لاہور کے انارکلی بازار میں ایک فقیر نے ایک لمحہ میں ایک انگریز کا چھری سے خون کر دیا۔ چند ایام کا عرصہ ہوا کہ ہمارے بازار میں لوگوں کے چلتے ہوئے ایک ہندو نوجوان لڑکے کا اس کے کسی حریف نے چھری سے کام تمام کر دیا، پھر لطف یہ کہ ہاتھ بھی نہ آیا۔ پنڈی اور پشاور میں تو آئے دن ایسی وارداتیں دن دیہاڑے ہوتی ہیں۔ غرض اسی قسم کے واقعات سینکڑوں نہیں ہزاروں پولیس رپورٹوں میں مل سکتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ ایسی موتوں کو کوئی بھی خرق عادت نہیں کہتا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مرزائیو! خرق عادت کے یہی معنی ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہر روز ہوتے ہیں۔ اگر یہی معنی ہیں تو ہم مانتے ہیں کہ تمہارا پیر بھس تیرانے اور لوہا ڈبونے میں کامل ہے۔

مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق ایک اور کمال کیا ہے جس سے ہمیں ایک بزرگ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے (یعنی مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہا کرتے ہیں کہ مرزا کو خدا پر بھی ایمان نہیں کیونکہ جس شخص کو خدا پر ایمان ہو، وہ ایسی جرأت سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو بھی امرتسر میں مولوی صاحب موصوف سے میں نے یہی مضمون سنا۔ ثناء اللہ) اور ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قرآن کے معانی اور مطالب ہی کو نہیں بلکہ کتب سابقہ کو بھی اپنی تاویلوں کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

یہ الہام کہ عجل جسد له خوار۔ له نصب و عذاب ...یعنی لیکھ رام گوسالہ سامری ہے اور اسی گوسالہ کی طرح اس کو عذاب ہوگا۔ یہ نہایت پر معنی الہام ہے جو گوسالہ سامری کی مشابہت کے پیرایہ میں نہایت اعلیٰ اسرار غیب کے بیان کر رہا ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گوسالہ سامری یہودیوں کی عید کے دن

میں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تھا جیسا کہ توریت خروج، باب ۳۲، آیت ۵ سے ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کی عید ہے۔سوایسا ہی اسلامی عید کے دن کے قریب یعنی ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام قتل ہوا۔اور گوسالہ سامری کے تباہ کرنے کے لئے خدا کی کتابوں میں عید کے دن کی خصوصیت تھی وہ عید کے دن ہی کا واقعہ تھا جب کہ گوسالہ سامری خدا کے حکم سے پیسا گیا لہذا خدا تعالی نے لیکھرام کا نام گوسالہ سامری رکھ کر ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت التزامی کر رہا تھا کہ لیکھرام بھی عید کے دنوں میں ہی قتل کیا جائے گا۔ (استفتا۔اردو،ص ۱۱۔۱۲؛ قادیانی خزائن ج ۱۲ ص ۱۹۹)

اس بیان میں مرزا جی نے یہ چالا کی کی ہے کہ توریت کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ اپنے خیال میں کر ہی دیا ہے کہ گوسالہ سامری عید یہود کے روز مارا گیا۔مگر جب ہم مرزا جی کے بتلائے ہوئے مقام کو دیکھتے ہیں تو وہاں اس کا ذکر بھی نہیں پاتے بلکہ جس عید کو گوسالہ سامری کے ذبح ہونے کا دن لکھا ہے وہ دن اس کی پرستش اور سوختنی قربانیوں کے چڑھاوے کا دن تھا۔اس سے بعد حضرت موسیٰ کو جو، ابھی پہاڑ پر تھے، خدا تعالی کے بتلانے سے خبر ہوئی تو وہ آئے۔ان کے واپس آنے میں بھی کئی روز لگ گئے۔چنانچہ مقام مذکور کی کسی قدر عبارت ہم نقل کر کے باقی کے لئے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود ہی مقام مذکور یعنی خروج باب ۳۲ کی آیت ۴ سے اخیر تک پڑھ لیں۔وہ یہ ہے :

اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور بچھڑا ڈھال کر اس کی صورت حکا کی ہتھیار سے درست کی اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کر منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے اور وے صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو اٹھے تب خداوند نے موسیٰ کو کہا۔اتر جا۔کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں۔وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پھر گئے ہیں۔انہوں نے اپنے لئے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا۔اور اسے پوجا اور اس کیلئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔(خروج۔باب ۳۲: ۴۔۱۰)

Aaron said to them, "Take off the gold earings which your wives, your sons, and your daughters are wearing, and bring them to me. So all the people took off their gold earings and brought them to Aaron. He took the earings, melted them, poured the gold into a mould, and made a gold bull calf.

The people said, "Israel, this is our god, who led us out of Egypt.

Then Aaron built an alter in front of the gold bull calf and announced, "Tomorrow there will be a festival to honour the Lord." Early the next morning they brought some animals to burn as sacrifices and others to eat as fellowship offerings. The people sat down to a feast, which turned into an orgy of drinking and sex.

The Lord said to Moses, "Go back down at once, because your people, whom you led out of Egypt, have sinned and rejected me. They have already left the way that I commanded them to follow; they have made a bull calf out of melted gold and have worshipped it and offered sacrifices to it. They are saynig that this is their god, who led them out of Egypt. I know how stubborn these people are. Now don't try to stop me. I am angry with them, and I am going to destroy them. Then I will make you and your descendants into a great nation. (Exodus 32: 2-10).

حکیم نورالدین صاحب نے اس عبارت سے چند سطریں آگے کی اور نقل کر کے ہم پر تحریف کا الزام لگایا ہے اور وجہ تحریف کچھ نہیں بتائی۔ حیرانی ہے ایسے مولانا اور بے ثبوت الزام۔

یہ عبارت اپنا مطلب بتلانے میں صاف ہے مگر نہیں معلوم مرزا جی کا قرآن شریف پر تو کوئی حق شفع بھی تھا بائیبل پر کیا ہے؟ نہیں نہیں میں نے غلط کہا، آخر مسیح نے بھی تو آپ کی خبر بتلائی ہے (دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۱۱۔ اس مقام کو مرزا جی اپنے حق میں مان چکے ہیں۔ دیکھو کشتی نوح۔ ص ۵۔ مگر ناظرین فیصلہ کریں کہ ہماری مراد صحیح ہے یا مرزا کی۔ ثناءاللہ) مرزا جی کے مقربو! اس علم اور سمجھ اور دیانت پر بھی ان کو مجدد اور حکم مانتے ہو۔ ام تـا مرهم ا حلا مهم بهذا ام قوم طا غون ۔ ہاں اگر ہم اس فقرہ عجل جسد له خوار کو آپ کی تکذیب کا گواہ بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں کیونکہ باعتبار صریح مفہوم اور عرف عام اہل اسلام اس سے سمجھا جاتا ہے کہ لیکھرام بقرعید کے دنوں

میں قتل ہوگا مگر وہ ہوا تو عید الفطر کے دنوں میں جو گائے اور گوسالہ کے ذبح ہونے کے دن ہی نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: مرزا جی نے اس پیش گوئی کے متعلق کئی ایک الہام ایسے بتلائے جن کا پہلے علم بھی نہ تھا۔ ہم کو تو کیا ہوتا خود مرزا جی کو بھی نہ ہوگا جن کی تمثیل بالکل اس بے ایمان عطار کی سی ہے جو ایام بیماری میں ایک ہی بوتل سے ہر ایک قسم کے شربت دے دیا کرتا ہے۔ گو چند شربتوں کو وہ پہلے سے ذہن میں سوچ لیتا ہوگا کہ یہ یہ شربت اس بوتل سے نکالوں گا، مگر بعض خریدار ایسے شربتوں کے بھی آ جاتے ہیں جو اس کے ذہن میں اس وقت نہ ہوتے ہوں گے، لیکن عیار اسی بوتل سے سب کو نباہ دیتا ہے۔ یہی حال مرزا جی کی پیش گوئیوں کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اگرچہ خدا تعالیٰ کے کلام کے باریک بھید جاننے والے گوسالہ سامری کا نام رکھنے سے اور پھر اس عذاب کا ذکر کرنے سے سمجھ سکتے تھے کہ ضرور ہے کہ لیکھرام کی موت بھی اپنے دن کے لحاظ سے گوسالہ سامری کی تباہی کے دن سے مشابہ ہوگی مگر پھر بھی خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں اس اجمال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صریح لفظوں میں فرما دیا کہ ستعرف یوم العید و العید اقرب ۔یعنی لیکھرام کا واقعہ قتل ایسے دن میں ہوگا جس سے عید کا دن ملا ہوا ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی ہے کہ عید کے دن کے قریب لیکھرام کی موت ہوگی۔

(قادیانی استفتاء ص ۱۲؛ قادیانی خزائن۔ ج ۱۲ ص ۱۲۰)

مرزا جی کے لنگر کی روٹیاں کھانے والے یا ان کے بے علم کج فہم مرید تو کاہے کو پوچھیں گے مگر ہم جب تک مرزا جی کی بوتل کے تمام شربتوں کا پتہ اور ماہیت اور اجزاء معلوم نہ کر لیں ہمیں کیونکر چین ہو۔ یہ مصرع جس قصیدے کا ہے وہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر مرقوم ہے جس میں لیکھرام کا کہیں نام ونشان بھی نہیں۔ بلکہ اس کے لکھتے وقت مرزا جی کو بھی خواب وخیال نہ ہوگا۔ ہم ناظرین کی تسلی اور مرزا جی کی بوتل کی پڑتال کرنے کو اس قصیدے میں سے چند اشعار نقل کرتے ہیں جن سے اس مصرعہ کے معنی اور سیاق وسباق معلوم ہو جائیں گے

الا ایّھا الواشی الام تکذّب

و تکفر من ھو مؤمن و تؤنّب

و آلیت انّی مسلم ثمّ تکفر
فاین الحیا انت امرء او عقرب
الا انّنی تبر و انت مذھب
الا انّنی اسد و انت ثعلب
الا انّنی فی کل حرب غالب
فکدنی بما زوّرت فالحق یغلب
و بشّرنی ربّی و قال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمّنی ربّی فکیف اردّہ
و ھذا عطاء اللّٰہ و الخلق یعجب
و سوف تری انّی صدوق مؤید
و لست بفضل اللّٰہ ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اسی کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے۔ میں نیک ہوں، تو ملمع ساز ہے۔ میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔ میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں۔ تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے، ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قاسمتھم ان الفتاوی صحیحۃ
و علیك وزر الکذ ب ان کنت تکذب
و ھل لك من علم و نصّ محکم

علی کفرنا او تخرص و تتغب

(کرامات الصادقین مصنفہ قادیانی ص۵۴؛ قادیانی خزائن ج۷ص۹۶)

(تونے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو (مرزا پر لگائے ہیں) صحیح ہیں۔تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے۔کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب علماء مکفرین سے ہے۔ہاں اگر علماء مکفرین تمام کے تمام یا کم سے کم ان کے سرگروہ ہی عید کے روز شہادت یاب ہوتے تو مرزا جی کو کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی۔مگر یہاں تو اتنی بھی نہیں۔

ناظرین یہ ہے مرزا جی کی عطاری کی بوتل جس میں سے الہامی شربت، جس تاثیر اور جس مرض کا چاہے، نکال دیتے ہیں اور دل میں جانتے ہیں کہ جہان احمقوں سے خالی نہیں۔

اس پیش گوئی پر دونوں طرح سے وہ تنقید بھی ہوسکتی ہے جو ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی پر کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس پیش گوئی کے لوازم نہیں پائے گئے جن کو آپ نے اسی پیش گوئی کے لئے سراج منیر میں تسلیم کیا ہوا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس الگ پیش گوئی ہیبت ناک عظیم الشان شان کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہوتی، تو اپنا اثر ساتھ رکھتی حالانکہ نہیں۔

دوئم یہ کہ انبیاء کی پیش گوئیوں کی طرح اس کا بھی ظہور قطعی اور یقینی نہیں ہوا کہ کسی مخالف وموافق کو شبہ نہ رہتا۔بلکہ اس کے کذب پر بزرگ قسم کھانے کو تیار تھے جن کے جواب آپ نے آج تک نہیں دیئے۔

اس پیش گوئی کے متعلق حکیم صاحب سے جو بن سکا وہ صرف یہ ہے کہ الہام میں لیکھ رام کو عجل، گئو سالہ، کہا گیا ہے اور اس کے لئے خوار اور نصب کا ثبوت ہے۔خوار مقتول کی آواز کو کہتے ہیں۔نصب کا لفظ بھی موت بالقتل پر دلالت کرتا ہے۔عذاب سے بھی موت ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔(آئینہ حق نما۔ص ۱۲۸)۔

عجل بچھڑے کو کہتے ہیں۔ خوار، بیل گائے اور بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں، ملاحظہ ہو قاموس۔ صراح، منتہی الارب۔صحاح جوہری۔مفردات راغب وغیرہ۔ نصب بھی عذاب کو کہتے ہیں۔اس کو بھی قتل

وغیرہ لازم نہیں۔اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے:

لا یمسّهم فیها نصب وّ ما هم منها بمخر جین (حجر :٤٨)(اہل جنت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی)۔

عذاب سے بھی قتل ثابت نہیں۔پھر ثابت کس سے ہے؟

حکیم صاحب نے لسان العرب ج ۵ ص ۳۴۵ کے حوالہ سے بزعم خود ثابت کیا ہے کہ:

خوار کا لفظ انسان پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گئوسالہ کی طرح چلاتا ہے۔ (آئینہ حق نما۔ص ۱۲۴)۔

مطلب آپ کا یہ ہے کہ لیکھ رام کی بابت جو عجل جسد له خوار آیا ہے یہ خوار ہی قتل پر اشارہ کرتا ہے۔کس صفائی سے پورا حوالہ دیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں یہ مضمون کہیں بھی نہیں۔حوالہ مذکور نہ ملنے کی صورت میں حکیم صاحب پر خیانت اور کذب کا الزام رہے گا اور اگر حوالہ صحیح ثابت ہو جائے تو بھی حکیم صاحب مع اپنی جماعت کے بےسمجھی کے الزام سے بری نہیں ہوں گے۔کیونکہ مرزائی الہام میں جو خــوار کا لفظ آیا ہے وہ انسان کے لئے نہیں بلکہ عجل (گئوسالہ) کے لئے ہے اور عجل بطور استعارہ (مثل زندہ) انسان لیکھ رام، کے لئے ہے۔اے کاش! آپ فن معانی وبیان کو ملحوظ رکھتے تو یہ غلطی آپ سے سرزد نہ ہوتی۔یاد رہے کہ اخبار اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۱۳ء میں بذریعہ کھلی چٹھی کے حکیم صاحب سے یہ حوالہ طلب کیا تھا،اس کا جواب بھی نہیں دیا۔حقیقت یہ ہے کہ حوالہ مذکور دکھا ہی نہیں سکتے۔اس مقام کی عبارت سمجھنے میں ان کو غلطی ہوئی و

لیس هذا اوّ ل قا رورة کسر ت فی القا دیا ن ۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں:حکیم صاحب! آیئے میں آپ سے اس بارے میں فیصلہ کرلوں بشرطیکہ آپ سیدھی راہ انصاف کو اختیار کریں۔پس غور سے سنیئے! آپ نے مرزا صاحب کی کتاب سراج منیر صفحہ ۱۰ (خزائن ج ۱۲ ص ۱۳) سے یہ عبارت نقل کی ہے:

پنڈت لیکھ رام پشاوری کی قضا وقدر وغیرہ کے متعلق غالباً اس رسالہ میں بقید تاریخ ووقت کچھ تحریر ہو گا۔ (آئینہ حق نما ص ۱۲۷)۔

اس عبارت کو نقل کر کے آپ نے بڑا زور دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا کے لئے غور کرو کیا اس میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ لیکھ رام کی قضا وقدر اور موت فوت کے متعلق بقید تاریخ ووقت ایک پیش گوئی شائع ہوگی ... لیکھ رام نے دیدہ دلیری سے کہا کہ میرے حق میں جو چاہو شائع کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے جس پر پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شائع ہوئی۔

(آئینہ حق نما۔ ص ۱۲۷)۔

بس اب مطلع صاف ہے آپ ہم کو فروری ۱۸۹۳ء والے اشتہار سے لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور بقید وقت دکھائیں، ہم اس کو مان جائیں گے۔ حکیم صاحب اور خلیفہ صاحب راست بازی اس کا نام ہے کہ جو حکایت کریں اس کا محکی عنہ بھی بتلائیں۔ یہ نہیں کہ محض دعوی ہی دعوی ہو اور ثبوت کچھ نہ ہو۔ غالباً آپ کو اشتہار مذکور کی اس عبارت پر نظر ہوگی:

آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ (سراج منیر مصنفہ قادیانی ص ۱۲؛ آئینہ حق نما ص ۱۱۷؛ قادیانی خزائن ج ۱۲ ص ۱۵)۔

مگر اے جناب! اگر یہ اور سابقہ عبارت ملک کی عام زبان، اردو، میں ہے تو کوئی اردو دان منصف بتلا سکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے جو مرزا نے لکھا ہے کہ: لیکھ رام جن کی قضا وقدر کے متعلق ... بقید وقت وتاریخ تحریر ہوگا۔ (قادیانی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ۱ ص ۹۸؛ ۔مندرجہ آئینہ حق نما۔ ص ۱۲۷)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ جس تاریخ اور جس وقت پنڈت لیکھ رام کی موت واقع ہونے والی ہوگی اس تاریخ کا نام اور اس وقت کا ذکر صاف لفظوں میں ہوگا، یہ نہیں کہ آج سے چھ برس تک ہوگا۔ چہ خوش۔ حالانکہ مرا بھی چار برس تک کیونکہ فروری ۱۸۹۳ء میں پیش گوئی شائع ہوئی اور مارچ ۱۸۹۷ء میں وہ فوت ہوا۔ اگر یہ خیال ہو کہ چھ سال کے اندر ہی اندر مرا، چھ سے تو آگے نہیں بڑھا، چاہے چار سال تک مرا ۔تو ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہی قاعدہ ہے تو چھ سال کیا دس سال کے اندر مرا بھی کہہ سکتے۔ دس کیا بیس کے اندر مرا، بیس کیا ایک صدی کے اندر مرا۔ کہیے! پھر چھ ہی کی کیا خصوصیت ہے۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں، چھ سال کے اندر مرا یا چار سال کے اندر مرا۔ ہمیں تو یہ غرض ہے کہ مرزا جی کی کسی تحریر سے

لیکھ رام کی موت بقید تاریخ اور وقت دکھا دیجئے۔

مختصر یہ کہ پنڈت لیکھ رام کی بابت خارق عادت عذاب کا وعدہ تھا۔ موت کا اس میں کوئی لفظ نہیں۔ بغیر خرق عادت عذاب کے اس کی موت نے ثابت کر دیا کہ یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

حضرات انبیاء کے مخالفوں پر جو موت آتی اور ان کی پیش گوئی سچی ثابت ہوتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشگوئی ہی ایسی ہوتی تھی لیھلکنّ الظّا لمین ۔ ہم (خدا تعالی) ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ چونکہ وہ ان کے ہلاک کرنے کی ہوتی تھی اس لئے وہ سچی ہوتی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی میں خرق عادت عذاب کا ذکر ہے اسلئے بغیر خرق عادت عذاب کے یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ الحمد للّٰہ ۔

قادیانی پیش گوئی متعلق سلطان محمد

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

محمدی بیگم سے نکاح سے متعلق پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہوا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔ گو اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالبًا ناشکری ہوگی۔

اس پیش گوئی میں محمدی بیگم سے نکاح والا حصہ دراصل مقصود اصلی ہے اور مرزا سلطان محمد سے متعلق حصہ اس کی تمہید اور دراصل دفع مانع ہے۔ کیونکہ آسمانی نکاح کا بہت مانع سلطان محمد ہوا اور اخیر تک رہا۔ اس لئے بلحاظ اصول فطرت مانع کے اٹھانے پر توجہ کا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی توجہ اس مانع کی طرف ایسی ہوئی کہ اس بے چارے دلہا کو اپنی غضب آمیز نگاہ کا شکار بنایا۔ یہ اس کی قسمت تھی کہ بچ کر نکل گیا۔

اس پیش گوئی سے متعلق جو اشتہار ہے، ہم پہلے اسے نقل کرتے ہیں زاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ

بتائیں گے۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا　قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا　کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور انکے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع

گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک ومروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاؤ نگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذبوا بآیاتنا و کانوا بها یستهزؤن - فسيكفيكهم الله و يردها اليك - لا تبديل لكلمات الله - انّ ربك فعّال لما يريد - انت معي و انا معك. عسى ان يبعثك ربك مقاماً محموداً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا

اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مدد گار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کر تے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۱۵۳، ۱۵۶ تا ۱۵۹)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح و لائح ہے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے، مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ شہادت القرآن (ص ۷۹۔ خزائن ج ۶ ص ۳۷۵) میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے (شہادۃ القرآن۔ مصنفہ مرزا۔ ص ۷۹)

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا قادیانی کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج (یکم اگست ۱۹۰۴ء بوقت اڈیشن سوم الہامات مرزا) تک زندہ ہے۔

مرزا صاحب اپنی زندگی میں تو سلطان محمد کی موت کی بابت امیدیں دلاتے رہے یہاں تک کہ رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس پیش گوئی کے دو جزو بتا کر ایک جزو متعلق موت مرزا احمد بیگ والد مسماۃ کا پورا ہونا لکھ کر دوسرے جزو یعنی خاوند منکوحہ آسمانی کی بابت لکھتے ہیں:

یادرکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (موت سلطان محمد) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵۴ ؛ قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۳۳۸)

مرزا سلطان محمد کی زندگی کی وجہ سے جب چاروں طرف سے مرزا صاحب قادیانی پر اعتراضات ہوئے تو ان کا ایک ایسا صاف بیان شائع ہوا جس سے صاف بیان نہیں ہوسکتا۔ فرمایا :

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔...جو بات خدا کے علم میں ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ (انجام آتھم حاشیہ ص ۳۱؛ قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۳۱)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ناظرین اس سے زیادہ کون سا بیان واضح ہوسکتا ہے کہ خود صاحب الہام اقرار کرتا ہے کہ میری موت اگر اس (سلطان محمد) کی زندگی میں آئی تو میں جھوٹا سمجھا جاؤنگا۔

بس یہ اقرار مع پیش گوئی کے مرزا صاحب کی صداقت یا بطالت جانچنے کو کافی ہیں مگر ہمارے مرزائی دوست بھی کچھ ایسے پختہ کار ہیں کہ کوئی نہ کوئی عذر نکال ہی لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا سلطان محمد کا ایک خط شائع کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کو بزرگ جانتا ہوں۔ اس خط کو اس دعوی کی سند میں پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد دل سے مرزا صاحب کا معتقد ہوگیا تھا اس لئے وہ نہ مرا۔

اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے بیانات کے سامنے یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ممکن ہے مخالف نے بطور استہزاء یا معمولی اخلاقی نرمی سے یہ فقرہ لکھ دیا ہو۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ناظرین! آپ ذرا غور کیجئے کہ مرزا سلطان محمد تو اس لئے مرزا قادیانی کی زد میں آیا تھا کہ اس نے مرزا جی کی آسمانی منکوحہ سے نکاح کرلیا تھا۔ اور نکاح کر کے پھر حسب منشاء مرزا جی چھوڑا بھی نہیں۔ یہ کیا حسن اعتقاد ہے کہ منکوحہ کو روک رکھا اور مانع بنا رہا۔ جب جرم پر اصرار ہو، تو زبان سے عقیدت کا اظہار کیا فائدہ دے سکتا ہے؟

اس کے لئے اس کی اپنی ایک تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس کی نقل یہ ہے:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس کی پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا رہا ہوں۔ سلطان محمد ساکن پٹی ۔۳ مارچ ۱۹۲۳ء

مرزا سلطان محمد کو خدا جزائے خیر دے۔ کیسا شریفانہ کلام کیا، مختصر مضمون میں سب کچھ بھر دیا۔ پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ پیش گوئی کی تصدیق نہیں کی۔ کیا ہی شریفانہ انداز میں سب کچھ کہہ دیا مگر بازاری لوگوں کی طرح بدکلامی نہیں کی۔

احمدی دوستو! مرزا سلطان محمد آج یکم مئی ۱۹۲۸ء (بوقت اڈیشن ششم الہامات مرزا) کو پٹی ضلع لاہور میں زندہ ہے، مزید تشفی کے لئے اس سے ملو اور مرزا صاحب آنجہانی کا ان کو پیغام پہنچاؤ کہ

میرے مجنوں! تیرا کیا حال ہوا میرے بعد

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایک دفعہ لکھا تھا:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت۔ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے کہ یہ شرط تھی توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھلایا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملے سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجود کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔ (سراج منیر مصنفہ قادیانی۔ حاشیہ ص ۳۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۳۵)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا، نماز روزہ کا پابند ہو گیا، اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے۔ یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے، ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا، تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ ہم آتھم کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا، چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

قادیانی پیش گوئی متعلق محمدی بیگم

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے متعلق ابتدائی بیان اوپر گذر چکا ہے۔ اس کی تکمیل میں مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ۵۳؛ قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

ناظرین! اب کس کی مجال ہے کہ بعد فیصلہ نبوی اس پیشگوئی کی نسبت کوئی برا خیال ظاہر کرے بلکہ

ہرمومن کا فرض ہے کہ فیصلہ نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ و التحیۃ پر آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین کہہ کر ایمان لائے۔ اسلئے ہم تو ایمان لے آئے کہ مسیح موعود کی علامت بے شک یہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حق میں بھی ایسا ہوا؟

آہ! مرزا صاحب اور ان کے مرید زندگی میں تو اس کی امیدیں ہی دلاتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہوا کیا، فریقین (ناکح، منکوحہ) زندہ ہیں پھر نا امیدی کیا؟ نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا۔ لیکن جوں جوں مرزا صاحب پر بڑھاپا غالب آتا گیا اس امر میں مرزا صاحب کو نا امیدی غالب آتی گئی تو آپ نے اس کے انجام پر نظر رکھ کر ایک نئی طرح ڈالی جو آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۷؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۵)

یہاں تک تو ہمارا کوئی نقصان نہیں تھا، تاخیر پڑ گئی تو خیر بحکم: دیر آید درست آید، انجام بخیر ہوتا تو ہم بھی معترض نہ ہوتے، مگر یہاں تو حالت ہی دگرگوں ہے کہ مرزا صاحب کو خود ہی اس پیش گوئی کے وقوع میں ایسا تردد ہوا کہ اسی کتاب حقیقۃ الوحی کو شائع کرنے سے پہلے اسی کتاب کے دوسرے مقام پر آپ نے اس تاخیر کے ساتھ فسخ بھی لگا دیا چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی فانّ البلاء علی عقبک۔ پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

ناظرین! یہاں پر تو پہلے کی نسبت ایک لفظ اور بڑھایا ہے۔ پہلے حوالہ میں صرف تاخیر تھی اب فسخ

بھی بڑھا دیا ہے مگر دورنگی کونہیں چھوڑا۔آہ! کس آن بان سے کہتے ہیں نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔پورا یقین نہیں۔

حضرات! آپ لوگ جو عرصہ سے اس نکاح کے ولیمہ کی دعوت کے منتظر ہوں گے اس عبارت میں فسخ کا لفظ سن کر سن ہو گئے ہوں گے اور آپ لوگوں کے منہ سے شاید یہ شعر نکلا ہوگا:

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال　　　اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

حکیم نورالدین قادیانی نے اپنے رسالہ آئینہ حق نما میں یہی عبارت نقل کر دینی کافی سمجھی ہے۔اسی عبارت سے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفوں کو ڈانتے ہیں کہ تم لوگ کیسے ہو کہ ایسے خدا کو مانتے ہو جو وعدہ عذاب ٹال نہیں سکتا۔ ہمارا خدا تو جو چاہے کر سکتا ہے۔وعدہ کر کے پورا نہ کرے تو بھی کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں وغیرہ وغیرہ۔مگر ان سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ یہ نکاح تو عذاب نہ تھا، بلکہ یہ نکاح تو بقول آپ کے ان کے حق میں بڑی خیر و برکت کا موجب تھا، اس کو عذاب سے کیوں تعبیر کرتے ہو اور اس کو ٹلاتے کیوں ہو۔کیا نبی کی حرم محترم بننا عذاب ہے؟

اور سنئیے! چونکہ بقول آپ کے پیغمبر خدا ﷺ نے اس نکاح کو مسیح موعود کی علامت قرار دیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵۳) تو چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اس نکاح کے بغیر ہی انتقال فرما گئے ہیں، کیا ہمارا حق ہے کہ بوجہ ہم مقررہ علامت نہ پائے جانے کے مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت اپنا اعتقاد یوں ظاہر کریں:

رسول قادیانی کی رسالت　　　حماقت ہے جہالت ہے بطالت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس پیش گوئی نے قادیانی مشن کے بڑے بڑے ممبروں کو متوالا بنا رکھا ہے وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کہ اس دیوانگی میں ان کو نہ تضاد کا علم رہتا ہے نہ تناقض کا۔ایک بڑے جوشیلے کارکن (قاضی اکمل) لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اس الہام کے سمجھنے میں غلطی کھائی (تشحیذ الاذہان۔مئی ۱۹۱۳ء ص ۲۲۴)۔

لیکن ہمارے مخاطب حکیم صاحب نے اس نکاح کی بابت نہ غلطی کا اعتراف کیا، نہ فسخ کا اظہار کیا، بلکہ نکاح صحیح رکھا، مگر نہ رکھنے سے بدتر۔آپ ان آیات کو نقل کرتے ہیں جن میں خدا تعالی نے زمانہ رسالت

کے موجودہ بنی اسرائیل کومخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ یہ کیا، وہ کیا، حالانکہ ان کے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا۔ان آیات کولکھ کرفرماتے ہیں: اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاددلانا مفید سمجھ کرلکھتا ہوں کہ جب مخاطبہ میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہوسکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کوحکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کا عصبہ نہیں۔میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہوجائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد لله رب العالمین ۔ (ریویوآف ریلی جنز۔ج ۷شمارہ ۷ص ۲۷۹)

حکیم صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرزا سے نکاح نہیں ہوا تو مرزا صاحب کے لڑکے، لڑکے درلڑکے،لڑکے درلڑکے۔لڑکے درلڑکے تا قیامت اور ادھر منکوحہ کی لڑکی درلڑکی،لڑکی درلڑکی،لڑکی در لڑکی،لڑکی درلڑکی،تا قیامت ان میں کبھی نہ کبھی رشتہ ضرور ہوجائیگا۔واہ! کیا کہنے ہیں۔بات تو خوب سوجھی۔

حکیم صاحب! آپ کی کوشش سے بات تو بن جاتی مگر اس کا کیا علاج ہو کہ مرزا صاحب،جن کی تصدیق کے لئے آپ یہ سب کچھ کررہے ہیں،اس نکاح کو خاص اپنی علامت صداقت بتارہے ہیں اور حضور سرورکائنات ﷺ فخر موجودات کے دستخط بھی اس علامت پرکراچکے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ۔ص۵۳) اس لئے وہ آپ کی چلنے نہیں دیں گے۔رہی آپ کی عقیدت،سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کا متزلزل نہ ہونا کونسا کمال ہے۔قرآن مجید میں پہلے ہی پارے میں اس کی تصدیق ملتی ہے: ختم اللّٰہ علی قلو بھم۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب پر اس بارے میں اعتراض ہوا تو آپ نے اس کو اعتراض اور جواب کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔غور سے سنئیے!

اعتراض: مسماۃ محمدی بیگم کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب۔وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے اول دوسری جگہ بیاہی جائے۔سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں: فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیك یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی

جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائی جائے۔ پس محمدی (بیگم) اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی ۔پس اس صورت میں ردّ کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئیگی ۔سوایسا ہی ہوگا۔ (الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲)

خلیفہ صاحب آپ کی خلافت یہی فتوی دیتی ہے کہ اپنے رسول، ہاں اپنے مسیح موعود، ہاں مہدی مسعود اور کرشن گوپال جی کی تصریحات کے خلاف آپ تاویل کریں۔

حکیم صاحب علماء کا عام اصول ہے تاویل الکلام بما لا یرضی به قائله باطل (کسی کلام کی ایسی تاویل کرنی جو متکلم کے خلاف منشاء ہو، غلط ہے) فرمایئے آپ کی دیانت امانت یہی شہادت دیتی ہے کہ آپ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی ان کے خلاف تاویل کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ پیش گوئی ایسی صاف ہے کہ زیادہ لکھنے سے ہمارا قلم رکتا ہے اس لئے ناظرین کے حوالے کرتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے سے نہیں رک سکتے کہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق جتنی کوششیں کیں شائد ہی کسی کام کے لئے کی ہوں۔ بہت سے خطوط متضمن ترغیب وترہیب مسماۃ کے وارثوں کو لکھے مگر افسوس کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔ گو یہ پیش گوئی مرزا جی کے الفاظ میں غلط ہوئی تاہم وہ ایک معنی سے سچے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عورتوں کو سوکن کے ساتھ جو رنج ہوتا ہے وہ طبعی ہے اس لئے غالباً نہیں بلکہ یقیناً یہ بات ہے کہ مرزا صاحب کی حرم محترم اپنی سوکن کے نہ آنے کے لئے دست بدعا ہوں گی۔ خدا نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ولایت گھر کی گھر میں رہی۔ خاوند نہیں تو بیوی ہی ولی سہی۔ مرزا جی کے دوستو! مرزا جی کی الہامی شکست کی باعث زیادہ تر ان کی حرم محترم ہیں کوئی اور نہیں۔

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سے رشتہ داروں کو اس نکاح سے

متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔

(اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے قادیانی مکتوب بنام مرزا علی شیر بیگ، بنام والدہ عزت بی بی، بنام مرزا احمد بیگ، اور مکتوب زوجہ مرزا فضل احمد بطرف والدہ درج کئے جو اصلاً کلمہ فضل رحمانی مصنفہ قاضی فضل احمد میں بھی شائع ہوئے تھے۔ اس لئے ذیل میں یہ خطوط کلمہ فضل رحمانی سے براہ راست نقل کئے جا رہے ہیں۔ بہاء)

قادیانی خطوط بنام احمد بیگ وغیرہ

قاضی فضل احمد لکھتے ہیں: اس جگہ مرزا صاحب کے خاص دستخطی خطوط جو مجھے ایک دوست شیخ نظام الدین پنشنر راہوں کی معرفت مرزا علی شیر، سمدھی مرزا صاحب سے ملے ہیں درج کرتا ہوں جس سے مرزا صاحب کی مسیح موعودی اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان خطوں کے ملاحظہ سے ناظرین معلوم کر لیں گے کہ مرزا صاحب کیا ہیں۔ کوئی ادنی اور جاہل مسلمان بھی ایسا نہیں کرے گا اور نہ کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ احمد بیگ کی زوجہ مرزا قادیانی کی تایا زاد ہمشیرہ ہے۔ مرزا علی شیر کی لڑکی عزت بی بی، فضل احمد پسر مرزا قادیانی کی زوجہ ہے۔ اب مرزا محمد حسن ساکن راہوں کے خط سے معلوم ہوا کہ باوجود بہت بہکانے کے بھی فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اس لئے فضل احمد کو بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے الگ کر دیا۔

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر

ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف

فرمائیں۔ والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر میں اس کا ہونگا، تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ

ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرادو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکا

ح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا

توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دوتا کہ اس کو لے جائے۔

☆ قادیانی خطوط سے متعلق خطوط

مرزا قادیانی کے دست خطی خطوط اوران کے مضامین کی تصدیق سے متعلق خطوط اور مصنف کلمہ فضل رحمانی کا مذہبی خیال

بندہ مسکین محمد حسین عفی عنہ راہون ۔۴۔اگست ۱۸۹۸ء

نحمدہ ونصلی ۔حضورمن السلام علیکم۔

ورود اعزاز نامہ سے مشرف وممتاز فرمایا۔اب اصل ماجرا عرض کرتا ہوں۔جس روز بندہ نے حضور کی خدمت میں خط لکھا اس سے اگلے روز قادیان سے میرے حضرت کا فرمان فیض بنیان معہ ایک نقل بیعنامہ رجسٹری شدہ کے شرف صدور لایا جو بجنسہ ارسال حضور ہے۔

۲۔قادیانی نے اپنی جائیداد جدی میں سے ایک باغ اپنی منکوحہ کے نام رہن کر دیا ہے اوراس کے عوض اس سے زیور اور کرنسی نوٹ لئے ہیں چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار کے نوٹ۔ ہر ایک عقل مند سوچ سکتا ہے کہ یہ کام اس مرزا نے فقط اس غرض سے کیا ہے تا کہ دوسرے لڑکے جو پہلی بیوی سے ہیں محروم ہو جائیں۔ بھلا خیال تو فرماویں کہ زیور اور نوٹ بیوی کہاں سے لائی۔آیا وہ اس کے والدین کی کمائی ہیں؟

دوسری، بعد لکھنے بیع نامہ کے مرزا صاحب نے وہ زیور کیا کیا؟ بیوی ہی کو دے دیا ہوگا۔ یہ فقط ایک دھوکہ تھا۔ حضور پر پہلے بھی روشن ہے کہ مرزا صاحب کے والد صاحب مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ہمارے حضرت مرزا شیر علی کی حقیقی پھوپھی تھی۔اور علی ہذا القیاس مرزا غلام احمد کی بڑی بیوی بھی ہمارے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہے جو عرصہ سے فوت ہوگئی ہے اوراس کے بطن سے دو بیٹے ہیں بڑے کا نام سلطان احمد ہے جو ملتان کے ضلع میں تحصیل شجاع آباد میں تحصیلدار ہے اور چھوٹے کا نام فضل احمد ہے جو حضرت صاحب کا داماد ہے۔مرزا غلام احمد کے ایک بھائی ان سے بڑے اور تھے جن کا نام غلام قادر تھا وہ بے اولاد تھے۔انہوں نے سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب کو اپنا متبنی کرلیا۔لہذا کل جائیداد میں نصف مرزا غلام احمد اور نصف سلطان احمد حصہ دار ہوئے۔اب فضل احمد چھوٹا بیٹا مرزا کی جائیداد کا حسب حصہ حق دار ہے کیونکہ مرزا کی دوسری بیوی سے جس

کے نام باغ رہن کیا گیا ہے شاید دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اب فضل احمد کو اس جدی حصہ سے محروم کرنے کے لئے مرزا صاحب نے یہ حیلہ کیا ہے کہ باغ بیوی کے نام رہن کر دیا۔ باقی جائیداد کا کوئی اور بندوبست کرے گا۔ خیر حضور کو یاد ہو گا کہ مرزا کے دونوں خط خود علی شیر اور ان کی بیوی کے نام ہیں۔ انہیں حضور نے پڑھا ہو گا :

کہ اگر فضل احمد نے میرے کہنے سے اپنی منکوحہ دختر مرزا شیر علی کو طلاق نہ دیا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔

مرزا صاحب اسی امر میں ساعی رہے کہ میرے ہر دو بیٹے اور مرزا علی شیر اور ان کی زوجہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھیں اپنے بھائی سے لڑ بھڑ کر ناطہ پر راضی کریں تا کہ میرا الہام سچا ہو۔ مرزا صاحب علی شیر کی ہمشیرہ یعنی اپنی بڑی بیوی کو انہوں نے ناراض ہو کر الگ کر دیا ہوا تھا۔ کہ اس نے کچھ نمایاں کام نہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان احمد (کے ساتھ تھیں) چونکہ ان متعلقین نے مرزا صاحب کی کچھ بھی مدد نہ کی لہذا ان سب کو الگ کر دیا اور کھانا پینا گفتگو بالکل ترک کر دیا۔ بلکہ یہ لوگ مرزا صاحب کی الہامی جورو کے نکاح میں شریک ہوئے..اور اس کو مخبوط الحواس سمجھ کر جلدی اس امر میں کوشش کر کے اس کا نکاح موضع پٹی میں ایک لڑکے مسمی مرزا سلطان محمد سے کرا دیا۔ اور مرزا صاحب اپنے ایک خط میں فرما چکے ہیں کہ :

اس نکاح کے شریک میرے دشمن ہونگے۔

افسوس مرزا صاحب کی عقل پر، الہامی بات اور بندوں پر مخالفت کے سبب غصہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیر فضل احمد نے مرزا صاحب اپنے والد کی عدول حکمی کی کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا اسی لئے فضل احمد اور اور متعلقین سے قطع تعلق کر بیٹھے ہیں۔

لہذا بعد مفصل حال کے عرض ہے کہ نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ ارسال حضور ہے اس کو بھی درج کتاب فرماویں۔ حضرت صاحب نے یہ وثیقہ کی نقل حکم نامہ کے ساتھ بندہ کو بھیجی ہے اور بایں الفاظ لکھا ہے :

وثیقہ کا کاغذ بھیجا جاتا ہے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لو اور اصل کاغذ کورٹ انسپکٹر (قاضی فضل احمد) صاحب کی خدمت میں بغرض اندراج کتاب بھیج دو۔

باسمہ سبحانہ مخدوم مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ..

آپ کا نوازش نامہ معہ دو کاپی کتاب کلمہ فضل رحمانی شرف صدور لایا اور مشکور فرمایا۔ جناب من !مرزائی گروہ کی معلومات سے صاف پایا جاتا ہے کہ انکو اپنے پیغمبر کے حالات اندرونی معلوم نہیں اسی لئے دھوکہ میں کتنی بڑی موٹی بات سے انکار کردیا لا حول ولا قوة الا باللہ۔

بندہ خدا اگر فضل احمد ان کا کوئی بیٹا نہ ہو، تو مجھے اس کے بیٹے بنانے کی خواہ نخواہ کچھ ضرورت ہے۔ جو کچھ کہ خطوط مرزا قادیانی میں درج ہے اس میں ایک سر مو فرق نہیں۔ میں بھی باشندہ اسی ضلع کا ہوں مجھے خود اس کا علم ہے کہ مرزا سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب اور بندہ ایک ہی ماہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں محکمہ پولیس گورداسپور میں ملازم ہوئے تھے اور اکٹھے قواعد پریڈ کرتے رہے اور وہ میرے نہایت دوست ہیں پھر محکمہ پولیس کو چھوڑ کر سول میں ملازم ہو گئے تھے۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں حقیقی بھائی پہلی بیوی سے ہیں جس کو مرزا صاحب نے ناراض ہو کر الگ کر رکھا تھا۔ اب عرصہ دو ماہ سے ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا فضل احمد، مرزا صاحب قادیانی کا فرزند دل بند ہے جس نے باوجود سخت دھمکانے مرزا صاحب کے اور خوف دلانے محروم الارث کرنے کے اپنی بیوی کو جو مرزا شیر علی صاحب کی دختر ہے طلاق نہ دی جس کا نتیجہ مرزا صاحب نے حسب وعدہ خود یہ دکھلایا کہ ان کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائیداد کو پانچ ہزار میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھ دیا جس کی نقل رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجی جاچکی ہے۔ زیادہ طویل تحریر سے کچھ فائدہ نہیں۔

اب میں دو خط مرزا محمد حسین؟ ساکن راہوں ضلع جالندھر تلمیذ و مرید حضرت مرزا شیر علی سمدھی مرزا غلام احمد قادیانی آپ کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجتا ہوں جس سے ایسی تسلی ہو جاوے گی کہ چون و چرا کرنے کی بھی نوبت نہ ہوگی۔ مجھے نہایت افسوس ہے اور ساتھ ہی تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی لوگوں کے دماغ میں ایسی ضد بھر گئی ہے کہ جب کسی کو مخالف دیکھتے ہیں تو اس کو بھی دھمکی ایک سال کی پیش گوئی اس کی موت کی بابت دیتے ہیں۔ اس بات کو میں اپنی کتاب میں بھی درج کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مخالف بقول ان کے راستہ پر آجائیں۔ جب غصہ میں آئے یہی پیش گوئی کی کہ وہ ۱۵ ماہ مرے گا

،وہ ایک سال میں مرے گا۔مزہ تب تھا کہ مرزا صاحب کی دعا سے لیکھ رام مسلمان ہوتا۔پادری ہنری کلارک اسلام لاتا۔ ماسٹر مرلی دھر مسلمان ہوتے۔عبداللہ آتھم ایمان قبول کرتے۔مرزا امام الدین بیگ برادر کلاں مرزا برے نہ بنتے۔مرزا صاحب کی اولاد بھی مرزا صاحب کو قبول کر لیتی قادیان کے لوگ بھی ایمان لے آتے ۔اتنی شورا شوری اور صرف ۳۱۳ مرید وہ بھی ڈھلمل یقین۔مرزا صاحب کی الہامی جورو جس کا نکاح مرزا صاحب کے خدا نے آسمان پر کیا تھا،مرزا کے دیکھتے دیکھتے اور ان کے خدا کی موجودگی میں دوسرے شخص مرزا سلطان محمد ساکن پٹی علاقہ لاہور کے گھر میں آباد شاد اور صاحب اولاد نہ ہوتی۔افسوس۔

میں نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کو کافر،کذاب،مخالف بزرگان اسلام،مسلمانوں کا دشمن،عبد الدینار وغیرہ وغیرہ خارج از اسلام لکھ دیا ہے۔میری کتاب کا پچھلا حصہ جس میں توہینات انبیاء،دعوی نبوت عقاید اعمال مرزا صاحب کے درج ہیں،صاف ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب بموجب اقوال خود کافر اور نائب دجال وغیرہ ہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے اور ویسا ہی مرزا صاحب کو جانتا ہوں۔ان کا دعوی مسیح موعود اور مہدی مسعود اور مجدد وغیرہ کا بالکل لغو اور جھوٹ ہے۔پس جو مرزائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ فضل احمد مرزا صاحب کا کوئی بیٹا نہیں،وہ مرزا صاحب سے اس بات کا انکار لکھوا دے یا مرزا صاحب خود ان خطوط کا انکار کر کے اشتہار دیں کہ یہ خطوط جھوٹے اور جعلی ہیں اور پھر اپنی موت کے بارہ میں ایک سال یا جتنا مناسب سمجھیں ،اقرار شائع کریں اگر وہ سچے ہیں،مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔آپ کی ان خطوط سے جو میں بھیجتا ہوں اور بھی تسلی ہووے گی اور مرزا صاحب اور مرزائی بخوبی نادم ہوں گے۔

مرزائی لوگوں کو شرم آنی چاہیے میں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے اور جو کتاب میں بدلائل لکھا ہے۔مرزا صاحب یا ان کے حواریین ایک دفعہ نہیں،بیس دفعہ پیش گوئی کرتے پھریں اور میعاد بھی لگا لیں،بندہ ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں سے عبداللہ آتھم کو تو مار چکے۔اپنی الہامی جورو کے خاوند کو مار چکے۔مرزا امام الدین کو مار چکے۔پادریوں،آریوں کو مار چکے۔اگر مرزا صاحب ایسا کر چکے ہیں،تو سچے ہیں ورنہ وہ ہی کذاب۔جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کو موت کی پیش گوئی کی دھمکی دینا ہیچ ہے۔پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ہی مارا ہوتا۔یا مولوی عبدالحق امرتسری کو فنا کیا ہوتا۔کیا شرم کی بات ہے،خدا کا

خوف کرنا چاہیے ۔

مخلص من! مرزائیوں کی ایسی ویسی باتوں پر امید ہے کہ آپ بالکل خیال نہ فرمائیں گے نہ فرمایا ہے ۔میں انشاء اللہ کبھی کوئی بات بلا تحقیق درج نہیں کرتا نہ کرونگا اور نہ کی ہے۔ مجھے مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام جہان کے بزرگوں، مولویوں اور انبیاؤں کو گالیاں دے کر عام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں میں ملازم سرکار ہوں، مجھے کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا کیا ضرور ۔بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی حفاظت کی غرض سے کتاب لکھ دی ہے خدا جس کو ہدایت دیوے تمام دنیا ایک طرف مرزا صاحب ایک طرف .... نیازمند فضل احمد عفی عنہ از لودھانہ ۱۱ستمبر ۱۸۹۸ء

از بندہ مسکین محمد حسین راہون ۳۱ مئی ۱۸۹۸ء

جناب من السلام علیکم: افتخار نامہ فیض شمامہ بدر کی طرح شرف ورود لایا۔ بندہ کے دل و جان کو سرفرازی سے سراپا روشن فرمایا۔شافی مطلق جل شانہ بحرمت رسول مقبول ﷺ آنحضور کو صحت کلی عطا فرماوے ۔آمین ثم آمین

۱۔ حضرت مرشد مرزا صاحب علی شیر دام فیوضہ قادیان ہی کے باشندے ہیں اور مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی ہیں ۔مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ان کی حقیقی پھوپھی تھیں ۔غلام احمد کی پہلی بیوی میرے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہیں جن کے بطن سے دو فرزند بڑا سلطان احمد اور چھوٹا فضل احمد ہے۔اول الذکر تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں تحصیل دار ہے اور فضل احمد کو مرزا صاحب علی شیر کی بیٹی بیاہی ہوئی ہے۔گو مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو ہر طرح چاپلوسی کی اور جائداد سے بے تعلق کر دینے کی دھمکی بھی دی مگر اس نے ہرگز طلاق دینا منظور نہ کیا۔اور وہ اپنے باپ کا سخت مخالف ہے اور اپنی بیوی سے ہر طرح راضی وخوشی ہے۔ بڑا بیٹا بھی مخالف ہے مرزا سے ۔ ہاں مرزا صاحب نے اپنی بڑی بیوی ان دونوں کی والدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے اور مرزا صاحب علی شیر اپنے بھائی کے ہاں قادیان ہی میں رہتی ہے ۔مرزا غلام احمد اور ہمارے حضرت کے مکان میں صرف ایک دیوار ہی ہے، بندہ خود قادیان جا کر دیکھ آیا ہے ایک طرف وہ رہتے ہیں ایک طرف وہ۔اور حضرت صاحب مرزا علی شیر کی ہمشیرہ کا نان نفقہ (سلطان محمد کرتا ہے؟)

۲۔مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ ہمارے حضرت کے نکاح میں تھی جو کئی سال سے انتقال کر گئیں۔جن کی بیٹی کے بارے میں مرزا کا الہام ہے۔

۳۔شاید حضور نے ایک شخص خاکی شاہ باشندہ راہون کا ملاحظہ فرمایا ہوگا جو مرزا غلام احمد کے معتقد اور مرزا صاحب کے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کے قدم بقدم چلنے والا ہے۔وہ چند مہینے ہوئے راہوں میں آیا اور اس نے مرزا صاحب کے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونیکی بابت بڑی وعظ کی اور آکر شہر والوں کے اعتقاد میں فرق ڈالا۔اس شخص کو بندہ نے مرزا کا سارا حال سنایا کہ مرزا کے دستخطی خطوط میرے حضرت کے پاس ہیں اور ہم تو اس کو بڑا مکار اور کذاب جانتے ہیں۔بندہ نے حضرت کی خدمت میں نیاز نامہ بطلب خطوط لکھا چونکہ حضرت عرصہ ڈیڑھ سال سے راہوں میں تشریف نہیں لائے تھے بندہ کی عرض پر مع ہر سہ خطوط تشریف لائے۔خاکی شاہ پہلے ہی چلتا ہوا۔راہوں میں یہ ہر سہ خطوط سب رؤساء کو دکھائے گئے جس سے مرزا کا مکروفریب اظہر من الشّمس ہو گیا، جب حضور کا فرمان طلبی ہر سہ خطوط کا صادر ہوا تھا اور معرفت چچا صاحب نظام الدین بندہ کو ملا تھا اس وقت میرے حضرت رڑکی مغلاں میں جو راہون سے چھ کوس کے فاصلہ پر تشریف لے گئے تھے۔آپ کے فرمان کو پڑھ کر بندہ خود جا کر ہر سہ خطوط بڑے اصرار سے لایا تھا۔وہ فرماتے تھے کہ کہیں گم نہ ہو جائیں۔آج کل وہی خاکی شاہ قادیان میں ہے۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خط جلدی راہوں سے میرے پاس روانہ کر دو اس لئے بندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ طلبی خطوط کا لکھا تھا۔شاید آنحضرت نے اسی خاکی شاہ کو دکھلانے ہوں گے۔آپ بلا اشتباہ ان خطوط کو مشتہر فرما دیں۔بندہ حضور کو یقین دلاتا ہے کہ حضرت مرزا علی شیر صاحب ہرگز اس پائے کے آدمی نہیں کہ حق کی مخالفت کریں۔حضرت حاجی محمود جالندھری نقشبندی کے خلیفہ ہیں اور اس وقت ان کی نظیر کا درویش باخدا کم ہوگا۔شائد حضور نے بھی جالندھر پولیس میں آنحضرت کی زیارت کی ہوگی۔جس وقت خط میں رڑکی سے لینے گیا تھا تو انہوں نے اس وقت بھی مجھے تاکیداً فرمایا تھا کہ یکھنا کہیں گم نہ ہو جائیں اور لدھیانہ سے واپس آنے کے بعد رجسٹری کرا کر ہمارے پاس بھیج دینا۔بندہ نے عرض کی کہ بہت خوب۔

۴۔لہذا اب اخیری عرض یہ ہے کہ ہر سہ خطوط یا تو بسبیل ڈاک یا کسی خاص معتبر کے ہاتھ لفافے میں بند کر کے

روانہ فرماویں۔اور کسی طرح کا شک وشبہ اپنے خیال مبارک میں نہ لاویں بندہ نے مفصل سب حال عرض کر دیا ہے۔اب بندہ کو بھی انشاء اللہ امید ہے کہ حضور کے کل شبہات دور ہو جاویں گے۔

از بندہ مسکین مرزا محمد حسین عفی عنہ۔

جامع فضائل وکمالات روحانی وایمانی حضرت مولانا مولوی صاحب وعلیکم السلام:

اشتہارات مرسلہ آنحضور معہ اعزاز نامہ پہنچے۔حضور نے اپنے اخلاق بزرگانہ وطبع کریمانہ سے اس قدر اس عاجز کو ممنون احسان فرمایا ہے جس کا بیان مالا کلام ہے۔البتہ اللہ تعالی اس کے عوض میں اپنی رحمت کا ملہ سے آنحضور پر رحمت فرماوے اور اپنی درگاہ عالیہ سے حضور کو اپنے خاصوں کے زمرہ میں منسلک فرماوے۔ آمین۔بحرمت سید عالم سرور بنی آدم ﷺ حضور کے اشفاق نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزائیاں بھائی صاحب فضل احمد کو مرزا غلام احمد کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور دختر مرشدنا حضرت مرزا علی شیر صاحب منکوحہ اخویم مرزا فضل احمد کو مرزا صاحب کی بہو ہونے سے بھی منکر ہیں یہ انکار ان حضرات کی لاعلمی پر دال ہے۔یہ احقر بھی حضور ہی کا فقرہ لکھتا ہے کہ افسوس ہے کہ مرزائیوں کو اپنے پیغمبر کے گھر کا حال بھی معلوم نہیں۔بندہ نے جو کچھ پہلے عریضوں میں حالات عرض کئے ہیں بوجہ ہم قوم ہونے کے یہ جس طرح معلوم ہیں اس میں ہرگز کچھ بھی غلطی نہیں ہے جو صاحب اس کو غلط کہیں انہیں ان معاملات سے بے خبری ہے۔کسی اور مرزا صاحب کے رشتہ دار سے اگر یہ امر دریافت کیا جاوے تو وہ بھی اسی طرح بیان کریں گے۔مرزا صاحب خود بھی فضل احمد کے بیٹا ہونے سے انکار نہیں کر سکتے اگرچہ نکاح میں کوشش نہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں۔مرزا صاحب سے ان کے معتقدین دریافت کر لیویں۔

مرزا سلطان احمد وفضل احمد کی والدہ یا دوسرے الفاظ میں ہمارے حضرت صاحب کی حقیقی ہمشیرہ کو مرزا صاحب نے طلاق تو نہیں دی مگر ان کو جب سے ان کی الہامی زوجہ کا نکاح سلطان محمد سکنہ پٹی سے ہوا، الگ کر چھوڑا تھا۔کسی قسم کا تعلق خرچ وغیرہ کا نہیں رکھا تھا۔مرزا سلطان احمد اپنے بیٹے کے مکان میں ان کی والدہ شریفہ آ گئی تھیں۔بالکل آمد ورفت کلام باہمی بند رہی حتی کہ چند ماہ کا عرصہ ہوا اس مرحومہ نے اس جہان سے رحلت کی۔بندہ قادیان جا کر اخیر جنوری ۱۸۹۳ء میں یہ امر بچشم خود دیکھ آیا تھا اور وفات تک وہ اسی طرح

گذر گئیں ۔کسی طرح سے مرزا صاحب نے ان سے صفائی نہیں کی بلکہ مجھے کامل امید ہے کہ ان کی تجہیز و تکفین میں بھی مرزا صاحب شریک نہیں ہوں گے کیونکہ اسی نکاح سے سب رشتہ داروں سے موصوف نے قطع تعلق کر دیا ہے ادھر مرزا صاحب حضرت خواجہ محمد علی شیر سے اور ادھر مرزا نظام الدین و کمال الدین سے (امام الدین پیر خاکروباں کے بھائی ہیں) رشتہ ناطہ مرگ شادی پر آمدورفت بند ہے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے پوری واقفیت سے لکھا ہے اور یہ عین ٹھیک ہے اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں ۔

ایک بات بندہ پھر عرض کرے گا وہ کیا کہ مرزا صاحب اپنی بڑی بیوی صاحبہ کے جنازہ پر تشریف لے گئے ہیں یا نہیں اوپر کی سطروں میں بندہ نے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے۔

دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے نکاح سے مرزا سلطان احمد صاحب تا دم مرگ اپنی والدہ مرحومہ کے خرچ کے متکفل رہے اور مرزا صاحب نے انہیں کچھ مدد نہیں دی۔

خطوط کی نقل کے بعد شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بھی عموماً اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی اور یہ بھی ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔

قادیانی پیش گوئی بابت مولانا بٹالویؒ و رفقاءہ

مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور ملا محمد بخشؒ مالک اخبار جعفر زٹلی لاہوریؒ اور مولوی ابوالحسن تبتیؒ کے متعلق پیشگوئی آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ اس پیشگوئی سے مرزا جی اور ان کے مخالفوں کا انقطاعی فیصلہ ہے۔ چنانچہ رسالہ راز حقیقت کی عبارت منقولہ سابق بتلا رہی ہے۔ ناظرین عبارت مذکور کو بغور پڑھیں اور دل سے فتوی حاصل کریں کہ اس پیش گوئی کا مفاد اور مدعا مرزا جی نے کیا بتلایا۔

بعدازاں اشتہار مندرجہ ذیل پڑھیں۔ مرزاجی لکھتے ہیں کہ:

میں نے خدا سے دعا کی کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولی میرے منعم میری نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضربت علیھم الذلۃ کا مصداق کر۔ آمین ثمّ آمین

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا (ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے) اور چند عربی الہام ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

انّ الّذین یصدّون عن سبیل اللّٰہ سینا لھم غضب من رّبّھم۔ ضرب اللّٰہ اشدّ من ضرب النّاس۔ انّما امرنا اذا اردنا شئیاً ان نقول لہ کن فیکون۔ اتعجب امری انّی مع العشّاق۔ انّی انا الرّحمن ذو المجد و العلی و یعض الظّالم علی یدیہ و یطرح بین

یدی ۔ جزاء سیّئة بّمثلھا و ترھقھم ذلّہ ۔ ما لھم من اللّہ من عا صم ۔ فا صبر حتی یاتی اللّہ با مرہ انّ اللّہ مع الّذین اتقوا و الّذ ین ھم محسنو ن ۔ یہ خداتعالی کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام الٰہی کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ اس فیصلہ کو خداتعالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے، جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کرے گا (بے شک اس احکم الحاکمین نے ایسا ہی کیا الحمدللہ۔ثناءاللہ)۔اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔خداتعالی سچوں کو فتح بخشے۔آمین۔

اب ہم ذیل میں شیخ محمد حسین کا وہ اشتہار لکھتے ہیں جو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام پر شائع کیا گیا ہے تا خداتعالی کے فیصلہ کے وقت دونوں اشتہارات کے پڑھنے سے طالب حق، عبرت اور نصیحت پکڑ سکیں اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کررہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا اور میعاد پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے تیرہ مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور ۱۴ دسمبر ۱۸۹۸ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مہلت ہے، فقط۔

(قادیانی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء۔مجموعہ اشتہارات قادیانی، ج ۳ ص ۶۰ تا ۶۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عبارت جس زور شور سے لکھی گئی ہے اس کا اندازہ کرانے کے لئے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں۔عبارت مذکورہ اپنا مطلب صاف اظہار کررہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں پر خدا جانے کس قسم کا خرق عادت عذاب نازل ہوگا۔ کیا ان کی گت ہوگی جو خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔کوئی بڑی ہی سخت آفت آنے والی تھی جس کی بابت مرزا جی نے رسالہ راز حقیقت میں تیرہ مہینوں تک بڑے صبر سے اپنے مریدوں کو آخری فیصلہ کے انتظار کرنے کا حکم دیا تھا اور سخت تاکید کی تھی کہ اس فیصلہ کے منتظر رہیں۔

رسالہ راز حقیقت میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا تھا جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلے کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے کے باہر ہے، اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوی اختیار کرو اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔

(راز حقیقت۔ ص۱۲؛ قادیانی خزائن ج ۱۴۔ ص ۱۵۳۔۱۵۴)

اس سے صاف سمجھ میں آتا تھا کہ ان تیرہ مہینوں کے بعد مرزا جی سے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا۔ ایسا کہ کسی دوست دشمن کو چوں و چرا کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔ وہ فیصلہ کیا ہوگا مثل فتح مکہ کے آخری فیصلہ ہوگا۔ مگر افسوس کہ یہ پیش گوئی بھی کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مصداق ہوئی۔ چنانچہ آج جنوری ۱۹۰۰ء (بوقت طبع اول الہامات مرزا) کو گذرے ہوئے پانچ سال ہونے کو ہیں مگر مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہر دو رفیق پیش گوئی زدہ برابر زندہ سلامت بلاکلفت مرزا جی کے سامنے موجود ہیں (بعد میں مولوی محمد حسین صاحب ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو انتقال کر گئے اور مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لقمہ اجل بن چکے تھے)۔ اس پیشگوئی کا بھی جو مرزا جی نے حشر کیا وہ بھی ناظرین کو سناتے ہیں۔

یاد رہے کہ ایسا کوئی سوال نہ ہوگا جس کا جواب مرزا جی نے نہ دیا ہو، کیونکہ ممکن نہیں کہ مرزا جی

خاموش رہیں۔ یہ تاویل تو نہ چلی کہ یہ تینوں صاحب دل میں ڈر گئے، صوم وصلوۃ کے پابند ہوگئے، ورنہ قسم کھائیں، کیونکہ مرزاجی کو یقین تھا کہ ان صاحبوں کے سامنے قسم کا نام لیانہیں کہ یہ اپنی گرہ سے کچھ دے کر بھی سچی قسم اٹھالیں گے، ان کے مذہب میں تو آتھم کی طرح سچی قسم کا کھانا منع نہیں۔ اس لئے اس میں ایک اور ہی چال چلے کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے پر کفر کا فتوی لگوایا تھا اس پر بھی لگ گیا یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس۔ (دیکھو قادیانی اشتہارے جنوری ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۱۰۸۔۱۱۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی سن کر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے ہتھیار رکھنے کے متعلق بعض افسروں سے تذکرہ کیا کہ میری بابت مرزا نے پیش گوئی کی ہے، مبادا لیکھ رام کی طرح میں بھی نہ مارا جاؤں، اس لئے بطور حفاظت خود اختیاری مجھے ہتھیار ملنے چاہییں۔ اس پر مرزا صاحب کی طلبی ہوئی کہ آ کر بتلاویں کہ کیوں ان سے حفظ امن کی ضمانت نہ لی جاوے۔ چنانچہ مقدمہ بڑے زور شور سے چلنے لگا۔ اس پر مرزا جی نے یہ تجویز نکالی کہ کسی صورت سے اس مقدمہ کو خفیف کیا جائے اور سرکار کے ذہن نشین کیا جائے کہ یہ پیش گوئی کوئی قتل وقتال کی نہیں جیسی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سمجھی ہے، بلکہ زبانی ذلت ورسوائی ہے۔

اس پر بعد مشورہ حاشیہ برداران یہ تجویز ٹھہری کہ ایک آدمی ناواقف علماء سے یہ فتوی حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علماء کی خدمت میں گیا اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں۔ قادیانی کے مرید وہاں بھی ہو گئے ہیں ان کی ہدایت کے لئے علماء کا فتوی ضروری ہے۔ اس پر علماء نے جو مناسب تھا، لکھا۔ پس مرزا جی نے اسے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین صاحب پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعۃ السنہ کے کسی پرچے میں مہدی معہود کا انکار کیا ہے۔ پس جس طرح اس نے مجھ پر فتوی لگوایا تھا اسی طرح اس پر لگایا۔ میری پیش گوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا۔

یہ ہے مرزا جی کی کوشش اور سعی جس سے اپنی پیش گوئیوں کو سچا کیا کرتے ہیں۔ افسوس کہ دنیا میں ابھی تک سمجھدار لوگ موجود ہیں اور وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ فتوی (اگر ہم مان بھی لیں کہ مولوی صاحب پر ہے

اور وہ اس کے مصداق ہیں) ہی آپ کی تیرہ ماہہ پیش گوئی کا مطلب تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس طرح آپ سے علمائے اسلام اور اہل اسلام بلکہ جملہ انام متنفر ہیں، اسی طرح مولوی صاحب اور ان کے دونوں رفیقوں سے کیوں ان کو نفرت نہیں، بلکہ ان کے ساتھ ان کا خلا ملا ہے کہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو مولوی صاحب موصوف ہی کی کوشش اور لحاظ سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی احمد اللہ صاحب اور حافظ محمد یوسف صاحب پنشنر امرتسری کی بقیہ کدورت بھی جو آپ ہی کے طفیل سے بحکم و لتذ هبن الشحناء پیدا ہو چکی تھی بالکل جاتی رہی اور پھر مثل سابق شیر و شکر ہو گئے (یہ ایک حدیث صحیح کی طرف اشارہ ہے جو مسلم شریف کی روایت سے مشکوۃ میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں و لتذ هبن الشحناء و التّباغض و التّحا سد و لید عو ن الی المال فلا یقبله احد ۔یعنی مسیح موعود کے آنے پر یہ آثار مرتب ہوں گے کہ باہمی رنجشیں اور کینے اور حسد کی عادتیں بالکل جاتی رہیں گی اور مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ لوگ مال کے لئے بلائے جائیں گے مگر کوئی قبول نہ کرے گا۔ مرزا جی کی مسیحیت پر ان سب کی نقیض صادق ہے۔ اور تو اور مسلمانوں ہی میں ان کی طفیل بجائے حسد اور کینہ اٹھنے کے وہ تباغض پیدا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ۔ بھائی سے بھائی جدا ہے۔ ایک ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ مال کی ایسی کثرت ہے کہ خود مسیح موعود بھی ہمیشہ امتیوں ہی کے دست نگر رہتے ہیں۔ گو یہ عذر کریں کہ ہم قومی کاموں کے لئے لیتے ہیں تاہم اس میں تو شک نہیں کہ لیتے ہیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے تمول کی جو حالت ہے وہ عیاں راچہ بیان۔ شائد مرزا جی یہ جواب دیں کہ

تہدستاں قسمت راچہ سوداز رہبر کامل ۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

یا مال سے مراد بھی معنوی برکات بتلا دیں، تو پھر آپ کی برکات میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں۔ ثناء اللہ)۔ پس جس طرح ہم آتھم والی پیش گوئی کی بحث میں ثابت کر آئے ہیں اور آپ سے بھی بحوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۸ دستخط کرائے ہیں کہ انتفاء اللازم یستلزم انتفاء الملزوم یعنی لوازم کے عدم سے ملزوم کا عدم ہوتا ہے۔ تو پھر اس پیش گوئی کے کذب میں کیا شبہ ہے؟ اگر کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب نے منافقانہ اپنا خیال ان سے چھپایا ہے اس لئے علماء اس سے متنفر نہیں ہوئے تو سچ پوچھو تو مولوی محمد حسین صاحب آپ کے الہام کنندہ سے دانائی میں بڑھ گئے کہ یہ تو کامیاب ہو گئے اور وہ نہ ہوا کہ ذلت کی پیش گوئی کر چکا، جو مولوی صاحب کی (بقول آپ کے) ایک ادنی تدبیر سے ملیا میٹ ہو گئی۔ علاوہ اس کے مرزا جی نے اپنے حاشیہ پر اپنی مراد بھی بتلائی ہوئی ہے جس کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہیں ناجائز تحریر سے کام ہے وہ

ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔

(قادیانی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء حاشیہ۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ۳ ص ۶۱)

مرزا جی کی یہ تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر جب وہ عذاب تیرہ ماہہ نازل ہوگا تو وہ ان تحریروں پر نادم اور شرمندہ ہونگے جو انہوں نے مرزا صاحب کے خلاف لکھی ہیں اور انہیں پر ہاتھ کاٹیں گے مگر افسوس کہ تیرہ ماہ تک تو کیا، آج تک بھی مولوی صاحب موصوف جیسے کچھ ان تحریروں پر نادم ہیں سب کو معلوم۔ ابھی چند ہی روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے اشاعۃ السنہ میں بدستور اپنا خیال مرزا صاحب کی نسبت ایسا ہی بتلایا ہے جیسا کہ وہ سابق میں بتلایا کرتے تھے یا جس کا وہ حق دار ہے۔

مرزا جی بھی چونکہ اصل میں دانا ہیں وہ جانتے ہیں کہ میری ایسی ویسی باتوں پر گو احمق تو لٹو ہورہیں گے اور سبحان اللہ آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین کہیں گے مگر آخر جہان داناؤں سے خالی نہیں اس لئے وہ اس فکر میں سوچتے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے سوچا کہ فتوی کی بابت جو کاروائی ہم نے بصد کوشش کی ہے اور مولوی محمد حسین کو اس پیش گوئی کا مصداق بنایا یہ تو ایک معمولی سی بات ہے جو کوئی جاہل سے جاہل بھی نہ کہے گا، خاص کر اس وجہ سے کہ جن علماء نے ہمارے فریب اور دھوکے سے مولوی محمد حسین صاحب پر فتوی لگایا ہے انہی کے نزدیک مولوی صاحب موصوف کی وہ عزت ہے کہ باوجودیکہ وہ اپنے کاموں میں ہمیشہ مستغنی ہیں اور کبھی کسی کو کسی کام میں جو ان سے متعلق ہو چندہ وغیرہ کی زبانی ترغیب بھی نہیں دیا کرتے، انہوں نے بھی مولوی صاحب کے مقدمے میں از خود محض ہمدردی سے امراء کے مکانوں پر جا جا کر چندہ لیا اور اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اس لئے مرزا جی نے سوچ بچار کر چند ایک اور ذلتوں کی فہرست تیار کی۔

۱۔ اس (مولوی صاحب) نے میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا۔ یعنی عجبت له کلام صحیح نہیں حالانکہ فصحاء کے کلام میں آتا ہے۔ اس سے اس کی علمی بے عزتی ہوئی۔

۲۔ یہ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مقدمہ ہمارے حق میں کیا اور اس کو سخت وسست کہا بلکہ اس سے عہد لیا کہ آئندہ مجھے دجال، کادیانی، کافر وغیرہ نہ کہے گا، جس سے اس کی تمام کوشش مجھ کو برا کہنے اور کہلانے کی خاک میں مل گئی اور اس نے اپنے فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتوی نہ دے گا۔

۳۔ یہ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میرے حق میں انگریزی لفظ ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھا۔ یہ اس کی بے عزتی کا موجب ہے۔

۴۔ یہ کہ محمد حسین بٹالوی کو زمین ملی۔ زمیندار ہوگیا۔ یہ بھی ذلت ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

(دیکھو قادیانی اشتہار ۷ا دسمبر ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ۳ ص ۱۹۶۔۲۱۵)

ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی پیش گوئیاں اور یہ ہیں ان کے الہام اور یہ ہیں ان کے دعاوی اور رسالت۔ کیا کہنے ہیں؟ ہمیں تو شرم آتی ہے کہ ہم ان کے متعلق کیا لکھیں کیونکہ ہمارے خیال میں تو ان کے دعوے ہی ان کی تکذیب کو کافی ہیں بشرطیکہ کسی میں عقل سلیم اور فہم مستقیم ہو۔ دیکھئے ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں جب کہ مقدمہ دائر تھا تخفیف الزام کے لئے یا سرکار کو دھوکہ دینے اور عام رائے کو اس طرف پھیرنے کے لئے ایک فتوی شائع کرادیا کہ مولوی محمد حسین صاحب پر میری پیشگوئی پوری ہوگئی جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ بھلا اگر ۷ جنوری سے پہلے آپ کی پیش گوئی پوری ہو چکی تھی تو بعد کے واقعات کو اس میں کیوں داخل کرتے ہو؟ لام کے انکار والی بات کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ باقی امور نمبر ۱ و ۲ تو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کے دن جس روز فیصلہ ہوا تھا ظاہر ہوئے تھے جو جنوری سے ڈیڑھ مہینہ بعد کا واقعہ ہے اور عطیہ زمین تو مدت بعد ہوا، پھر ان کو پیش گوئی کا مصداق بنانا، جس کا صدق ان سے پہلے مدتوں ہو چکا ہے، کیا ہماری تصدیق نہیں کہ مرزا جی کو خود اپنی ہی تقریر میں جو سراسر ملمع سازی سے طیار ہوتی ہے شبہات رہتے ہیں۔ نہیں بلکہ دل سے اس کو جھوٹ اور قابل ردّ جانتے ہیں۔ آخر وہ دانا صاحب تجربہ ہیں کیوں نہ سمجھیں۔

یہ تو ان نمبروں پر مجملاً گفتگو تھی۔ مفصلاً یہ ہے کہ نمبر اول تو بے ثبوت ہے۔ ہمیں معلوم نہیں مولوی صاحب نے کب اور کس پیرایہ میں اعتراض کیا۔ مرزا جی اور مرزائی پارٹی کے حوالہ جات ہمارے نزدیک بالخصوص اپنی تائید کے متعلق بحکم اصول حدیث معتبر نہیں۔ نہ ہی مرزا جی نے مولوی صاحب کی کسی تحریر کا حوالہ دیا ہے۔ طبع ثانی کے وقت ہم نے چاہا کہ ابھی تو مولانا ابوسعید محمد حسین زندہ ہیں اگر ان کی زندگی میں فیصلہ نہ ہوا تو کب ہوگا۔ اس خیال سے ایک خط ان کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو چک نمبر ۱۲۳ ضلع

جھنگ سے جواب دیا جو درج ذیل ہے:

السلام علیکم۔ مرزا جھوٹ لکھتا ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عجب کا صلہ کبھی لام نہیں آتا۔ حدیث مشکوۃ عجبنا له یسئله و یصدقه مجھے بھول نہیں گئی۔ میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید میں عجب کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبین من امر اللّٰہ ۔ ابوسعید

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا جی کہیے آپ کی اصطلاح میں مجدد اور مسیح کے لئے ایمان داری اور راست بیانی بھی شرط ہے یا نہیں۔ علاوہ اس کے اگر یہ صحیح ہے کہ کسی لفظ کا صلہ سمجھنے میں عالم کی ذلت ہے، ایسی کہ وہ کسی الہام کی زد میں آجاتا ہے تو آپ کی کس قدر ذلت ہوئی ہوگی جب اشاعۃ السنہ میں آپ کی عربی کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست چھپی تھی جس کا جواب آج تک آپ سے نہیں ہو سکا۔ اسی رسالہ میں ہم نے آپ کی ایسی الہامی عبارت نقل کی ہے کہ عالم تو عالم کوئی نحو میر پڑھتا ہوا طالب علم بھی ایسی غلطی نہ کرے گا۔ ستّہ کی تمیز مفرد لکھ کر ستّہ سنتہ الہام بتلایا ہے۔ پھر ایک جگہ نہیں بلکہ کئی موقع پر (مرزا جی عربی دانی کے گھمنڈ میں ہمیشہ اعداد کی تمیز لکھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ مواہب الرحمٰن، جس کی وجہ سے مرزا جی پر فوجداری استغاثہ ہے، کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھتے ہیں: و ارانی انّ العدوّ اعد لذلك ثلاثه حماة لتوهين و اعنات یہاں ثلاثہ کی تمیز منصوب لکھ ماری۔ پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔ رئیت کانی احضرت محاکمه (و دیدم کہ گویا من در عدالتے حاضر شدم) یعنی میں کچہری میں حاضر کیا گیا حالانکہ کچہری کو محاکمہ نہیں محکمہ کہنا چاہیے تھا۔ پھر لکھتے ہیں: فی جریدة یسمّی الحکم، و فی جریدة اخری یسمّی البدر۔ جب کہ تسمی بالحکم، اور بالبدر چاہیے۔ علی ہذا القیاس۔ یہ اس صفحہ کی غلطیاں ہیں جس پر فوجداری استغاثہ ہے۔ ثناء اللہ) علاوہ اس کے آپ کے اعجازی قصیدہ میں بیسیوں غلطیاں (جو آگے آتی ہیں) ہونے سے بھی آپ کا معجزہ بدستور اور آپ کے اعجازی دم خم بحال، مگر مولوی محمد حسین صاحب کو عجب کا صلہ معلوم نہ ہونے سے (حالانکہ قصہ بھی غلط ہے) ایسی ذلت پہنچی کہ خدا کی پناہ۔

دوسری بات کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ مقدمہ میں کس کی ذلت ہوئی۔ مطبوعہ فیصلہ ہمارے سامنے ہے اس کی کل دفعات ہم نقل کرتے ہیں ناظرین اندازہ لگا لیں گے کہ یہ فیصلہ کس کے حق میں مفید ہوا۔ وھو ہذا

۱۔ میں (مرزا) ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرونگا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جا سکیں

کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہو گا۔

۲۔ ...میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔...میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہو گا۔

۴۔...میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذلت کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھونگا۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵۔...میں اس بات سے بھی پرہیز کرونگا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کیلئے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤ نگا

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱ تا ۶ میں اقرار کیا ہے۔

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کا خارجی ثبوت، کہ اس فیصلہ نے مرزا جی کا قافیہ کہاں تک تنگ کیا ہے، لینا ہو تو مرزا جی کی تحریر ہی سے لے لیجئے۔ مرزا جی کا ایک مطبوعہ اشتہار ہمارے پاس ہے جس سے ان کی بے بسی ایسی نمایاں ہے کہ کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں انّی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ میں اس وقت کسی

دوسرے کومقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں۔

(قادیانی اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ص ۴۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۱۸۱)

یہ عبارت بآواز بلند اپنا مدعا اور مطلب بتلا رہی ہے اور صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا جی پر اس مقدمہ سے ایسا رعب چھایا ہے کہ خدا سے استمداد کرتے ہوئے فانتصر (میری مدد کر) بھی نہیں کہہ سکتے۔ باوجود اس کے پھر بھی ڈرتے ہیں کہ گورنمنٹ خلاف عہدی سے باز پرس نہ کرے، تو اس کے دفعیہ کو کہتے ہیں کہ میں کسی کو مقابلہ پر نہیں بلاتا۔ انذاری پیش گوئیاں چھن گئیں، نبوت کی ٹانگ ٹوٹ گئی، ابھی تک کہے جاتے ہیں کہ اس مقدمہ سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اس کا فتوی کفر منسوخ ہو گیا۔ یہ بھی غلط، فتوی منسوخ نہیں ہوا، صرف مباحثہ میں ایسے الفاظ دجال کافر وغیرہ بولنے سے دونوں فریق کو روکا گیا۔ کسی سائل یا مستفتی کے جواب میں فتوی دینے اور اپنی مجلس میں تمہاری نسبت رائے ظاہر کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۹ بابت ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۷ پر صاف صاف لفظوں میں آپ کے اس زعم باطل کو رد کر دیا ہے۔ ہم بلا کمی بیشی مولوی صاحب موصوف کے الفاظ کو نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتوی کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا، منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا جس کا جواب ۱۰۴ میں گذر چکا ہے۔ ہم کو مرزا سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار، بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقاید باطلہ مخالف اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتوی دیتا ہے جس کو جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف اجنالہ ضلع امرت سر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکورہ کے سامنے امرت سر لاہور کی ریل گاڑی میں مرزا کی نسبت فتوی پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔ مرزا کے

خاص مرید یا حواری یعقوب علی تراب اڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتوی پوچھا تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتوی لکھ دو گے؟ میں نے کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ الغرض اپنے فتوی یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ ہی منسوخ کیا اور نہ ہی اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابل استعمال نہ کرنے کا دونوں فریق نے وعدہ واقرارنامہ کیا ہے اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا سے دھوکہ نہ کھائیں۔

کہیے مرزا جی! کیا ابھی کچھ کسر ہے؟ سچ ہے اذا لم تستحی فا صنع ما شئت۔

نمبر سوم کا جواب ہم کیا دیں۔ ہاں یاد آیا کہ مولوی صاحب اگر انگریزی ڈسچارج کا ترجمہ غلط سمجھنے سے ایسے ذلیل ہوئے کہ آپ کی پیش گوئی کے مصداق بن گئے تو کیا حال ہے ان الہامیوں کا جن کو انگریزی میں الہام ہوں اور کتاب کے چھپنے تک بے ترجمہ ہی لکھ دیں اور عذر یہ کریں کہ اس وقت یہاں کوئی مترجم نہیں اس لئے بے ترجمہ ہی لکھا جاتا ہے۔ (دیکھو براہین احمدیہ جلد چہارم ص۵۵۶ حاشیہ؛ خزائن ج ا ص۶۶۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: نمبر چہارم کی بابت تو ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔ واقعی زمین داری ایسی ہی ذلت ہے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ جب ہی تو آپ نے اپنی جائیداد غیر منقولہ اپنی چہیتی بیوی کے پاس مبلغ پانچ ہزار پر گروی کر دی ہے لیکن جس روز ان کو خبر ہوگئی کہ کہ زمین داری کی ذلت مرزا جی نے دانستہ میرے گلے مڑھ دی ہے تو وہ آپ کو سنائے گی:

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

ہم چاہتے ہیں کہ مرزا جی سے درخواست کریں کہ ہمارے لئے بھی ایسی پیش گوئی کا انتظام کریں جس کا نتیجہ ایسی ذلت ہو جو مولوی محمد حسین کو زمین ملنے سے ہوئی۔ مگر یاد آیا کہ گورنمنٹ نے شائد اسی خوف سے کہ اتنی زمین کہاں سے آئے گی جو مرزا جی کی پیش گوئیوں کے پورا کرنے کو کافی ہو سکے، انہوں نے تو ہمیشہ کسی نہ کسی کو پیش گوئی کا ہدف بنائے ہی رکھنا ہے مبادا کہیں زمین کے نہ ہونے سے کوئی پیشگوئی غلط ہو جاوے، ایسی پیش گوئیاں کرنے ہی سے ان کو بند کر دیا۔

ہاں مرزا جی نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا مطلب بتلانے کو جی نہیں چاہتا تھا بلکہ اسی ذخیرہ میں

اس حدیث کو رکھنا چاہتے تھے جو مرزا جی کی حدیث دانی اور فہم معانی کا ہم نے جمع کیا ہوا ہے۔ مگر ناظرین کی اطلاع کے لئے بتلانا ضروری ہے یہ حدیث جس کے مضمون کی طرف مرزا جی نے اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بوجہ زمین دار ہو جانے کے ذلیل ہو گئے فاتح قوم کے حال سے متعلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو فاتح قوم یعنی بادشاہ ہو کر زمینداری کی طرف جھک جاوے اور ملک داری سے غافل ہو جائے اور اسی پر کفایت اور قناعت کرلے تو وہ ذلیل ہو جاوے گی یعنی اس کی حکومت اور سلطنت چند دنوں میں ہاتھ سے نکل جائے گی (صدق رسول اللّٰہ فداہ روحی) اسی اصول اور حکمت کی وجہ سے حضرت عمرؓ عربی سپائیوں کو ایک چپہ بھر زمین بھی نہ دیتے تھے، بلکہ آج کل بھی فاتح قوموں کا یہی اصول ہے۔ ورنہ ایسی زمین داری جیسی کہ مولوی محمد حسین صاحب کراتے ہیں اس قسم کی تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام خود کرتے اور کراتے رہے۔ خیبر کی زمین تو تمام اسی طریق پر دی گئی تھی۔ مرزا جی! مجدد کے لئے اتنا ہی علم کافی ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے؟

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ہاں یاد آیا کہ یہ پیش گوئی تین اشخاص کے متعلق تھی جن میں سے صرف مولوی محمد حسین صاحب ہی کامیاب اور فائز المرام ہوئے مگر دو صاحب ملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تبّتی ہنوز باقی ہیں۔ سو ان کی نسبت بھی مرزا جی نے ہمیں منتظر نہیں رکھا چنانچہ فرماتے ہیں:

ان (مولوی ابوالحسن تبّتی اور ملا محمد بخش لاہور) کی عزت اور ذلت دونوں طفیلی ہیں۔

(قادیانی اشتہار ۷ا دسمبر ۱۸۹۹ء ص ۱۴)۔

چلو چھٹی ہوئی۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے

شیخ الاسلام امرتسری فرماتے ہیں کہ ہاں ملّاں مذکور کے حق میں پیش گوئی کے صدق پر مرزا جی نے ایک دلیل بھی دی ہے جو قابل بیان ہے فرماتے ہیں:

وہ (ملا محمد بخش) جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں نکالتا گالیاں۔ (اشتہار مذکور ص ۷۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۲۰۳)

یہاں ہم ملّاں مذکور سے اپنی ایک مراسلت نقل کرتے ہیں:

ملا محمد بخش صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کی نسبت ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ آپ ذلت اور خواری کی وجہ سے اس کے مقابلہ سے باز آ گئے ہیں یا دسمبر سے پہلے آ گئے تھے۔ آپ حلفیہ بتلا دیں کہ یہ ٹھیک ہے؟

اس کا جواب یہ ہے:

جناب مولانا صاحب وعلیکم السلام۔

مرزا بالکل جھوٹ بکتا ہے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں کبھی ذلت اور خواری نہیں پہنچی بلکہ دن بدن خدا کے فضل سے عزت ہوتی رہی۔ اور اس کی پیش گوئیوں کو ہمیشہ جھوٹی اور شیطانی احتلام سمجھتا رہا۔ میں اس سے ہزار روپیہ بھی نہیں لیتا، وہ آتھم کو کہہ رہا تھا۔ وہ اب بھی اگر چاہے میں قسم کھا سکتا ہوں، اس کے شیطان ہونے پر، پھر چاہے وہ ایک سال دس سال کی بھی پیش گوئی جما دے۔ میرے مضمون اس کی پیش گوئی کے بعد ۱۷ دسمبر تک مفصلہ ذیل تاریخوں میں بعنوان ذیل نکلتے رہے:

۹ دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۲ دسمبر ۱۸۹۸ء، ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء، ۱۶ دسمبر ۱۸۹۸ء ۔۳ ؟ دسمبر ۱۸۹۸ء مباہلہ کے پانچ اشتہار ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو بعنوان مرزا کاذب اور ہم، ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو بعنوان مسیح کاذب کے ساتھ دو باتیں، ۲۵ جون ۱۸۹۹ء کو بعنوان کادیان کا جھوٹا مسیح، یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان الحکم کی غلط فہمی۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان عجیب جواب۔

بندہ ملا محمد بخش از لاہور یکم اکتوبر ۱۹۰۰ء

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ مولوی ابوالحسن تبتّی بھی بخیریت اپنے وطن موضع کیرس ملک تبت (بلتستان) میں (بوقت تحریر یعنی ۱۹۰۰ء میں) زندہ سلامت ہیں۔ سردی کی وجہ سے کبھی نزلہ زکام ہوا ہو تو انکار نہیں ہوسکتا۔

اس پیش گوئی کے متعلق حکیم نورالدین صاحب سے کچھ نہ بن سکا بجز اس کے کہ محض طوالت دینے کو اس پیش گوئی کے متعلق مرزا صاحب کی بڑی لمبی چوڑی تحریرات درج کر کے ناحق طول دیا۔ ہاں! ایک بات پر بڑا زور دیا کہ:

مولوی محمد حسین صاحب کی اولاد نالائق ہے جس سے ان کو سخت تکلیف ہے یہی ذلت ہے۔

(آئینۂ حق نما۔ص ۲۳۶)۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایک ایسا شخص جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ جو لوگ اس کی اس اصلاح پر روڑا اٹکاتے ہیں ان کے حق میں وہ ایک عام پیش گوئی کرتا ہے، جس کے نتیجہ کے لئے وہ تمام اپنے پرائے کو انتظار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مگر انجام کار یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس بڑی پیش گوئی کا جس کو اس مصلح نے تمام دنیا کے مقابلہ میں شائع کیا تھا عدم، وجود برابر ہوتا ہے۔ آہ! کیسا شرم بلکہ حسرت کا مقام ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو حسب مثال ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، ایسے سہارے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ایک طرف پیش گوئی کے الفاظ دیکھیں دوسری طرف اس کے انجام کو دیکھیں تو دونوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی۔

ہاں آپ نے بطور فخر یہ خوب کہا ہے کہ:

مسیح موعود (مرزا) کی جماعت میں حسد اور بغض نہیں۔ (ص ۲۳۴۔ایضاً)

حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب خود لکھتے ہیں کہ میری جماعت بہت بری اور بڑی بداخلاق ہے چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہے:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خودغرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور نکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں پر نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی

قسموں پر نفسانی بخشیں ہوتی ہیں (اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۱ص ۴۴۱)

مرزا صاحب کا یہ افسوس ناک کلام سن کر مرزائیوں کے حق میں ایک پرانی مثال یاد آتی ہے۔ تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔ مرزا سے بیعت کر کے دنیا میں نکو بھی بنے اور فائدہ بھی کچھ نہ ہوا۔

پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ

شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اب ہم اپنے ناظرین کو مرزا جی کی ایک بیش بہاء پیش گوئی پر بھی مطلع کرتے ہیں۔ یہ پیش گوئی اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں ہے جس کی میعاد تین سال ہے۔ ابتداء اس کی جنوری ۱۹۰۰ء سے ہے اور انتہاء اس کی اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرزا جی میں مرزا جی کے مخالفوں میں کسی بیّن آسمانی نشان سے فیصلہ ہوگا جو پہلے نہ ہوا ہو۔

الہامات مرزا طبع اول کے وقت چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد ایک سال باقی تھی اس لئے اس وقت تو ہم نے ناظرین کی خدمت میں صرف انتظار کی درخواست کی تھی مگر آج اس طبع (سوم) کے وقت چونکہ میعاد ختم ہو چکی ہے اس لئے اس پیش گوئی کی بھی جانچ کر کے ناظرین کو اصلیت پر مطلع کرتے ہیں کیونکہ یہ پیش گوئی ان امہات اخبار غیبیہ سے ہے جن پر مرزا جی نے اپنے صدق کا مدار رکھ کر مخلوق کو انتظار کرنے کا حکم دیا ہوا ہے۔ یہ پیش گوئی ایک دعا کے طور پر بڑے دو ورقوں میں مرقوم ہے جس کا اصل مطلب یہ مرزا جی لکھتے ہیں کہ:

اے میرے مولا قادر خدا اب مجھے راہ بتلا (آمین)...اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر کہ اگر میں تیرے حضور سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔

(قادیانی اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۳ص ۱۷۵، ۱۷۸)

گویہ دعائیہ الفاظ ہیں مگر مرزا جی اپنے رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۸۸ پر اس دعا کو پیش گوئی قرار دیتے ہیں۔ پھر ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس کی نسبت یہ گمان کریں کہ یہ صرف دعا ہی دعا ہے جس کی قبولیت قطعی نہیں اس لئے کہ ایک تو مرزا جی کی دعا ہے، کسی معمولی آدمی نہیں۔ مرزا جی تو اپنی دعا کی بابت اسی اشتہار کے صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں۔

مجھے بار بار خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں سنوں گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں جب مجھے اشتہار مذکور ملا، میں آسمان کی طرف ہر روز تاکتا ہی رہتا کہ دیکھیں مرزا جی اور ان کے مخالفوں کے فیصلہ کے لئے کیا نشان ظاہر ہوتا ہے جس کے دیکھنے کے بعد لوگوں کو ان کی نسبت جو خیالات ہو رہے ہیں رفع دفع ہو جائیں گے کیونکہ یہ نشان کوئی معمولی نشان نہیں تھا بلکہ ایک عظیم الشان نشان تھا جس کو سلطان کہتے ہیں جس کی بابت خود مرزا جی لکھتے ہیں کہ:

سلطان، عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ (قادیانی اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

پس جو تعریف مرزا جی نے سلطان کی، کی ہے وہی مرزا جی کے اس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہ ہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ:

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا وے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہوئی تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۱۷۷۔۱۷۸)

افسوس مرزا جی نے ناحق ہمیں تین سال تک انتظار میں رکھا۔ دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں بھی پتھرا گئیں، کان بھی سن ہو گئے، مگر کوئی آواز ہمارے کانوں تک نہ آئی کہ فلاں ایسا نشان ظاہر ہوا ہے جس سے مرزا

جی اوران کے مخالفوں کا فیصلہ ہوگیا۔ہم نے کتاب ہذا طبع اول کے وقت بوجہ بے خبری کے چند ایک نشان پیش کئے تھے یعنی امیر صاحب والی کابل کی وفات، یا پریسیڈنٹ امریکہ کی موت یا ملکہ معظّمہ قیصر ہند کا انتقال، یا بیگم صاحبہ بھوپال کی رحلت ۔مگر افسوس کہ مرزا جی کی پارلیمنٹ الہامیہ نے ان میں سے کسی ایک نشان کو قبول نہ فرمایا بلکہ ایک نئے نشان کی نشان دہی کی فکر میں لگ کر اس پیش گوئی کو بھی سابقہ پیش گوئیوں کی طرح، کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق بنایا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

دس ہزار روپیہ کا اشتہار۔ یہ اشتہار خدا تعالی کے اس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اورنشانوں کی طرح ایک پیش گوئی کو پورا کرے گا یعنی یہ بھی وہ نشان ہے جس کی نسبت وعدہ تھا کہ وہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ءتک ظہور میں آجائے گا۔اوراس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار اس بات کے لئے بطور گواہ کے ہے کہ اپنے دعوی کی سچائی کے لئے کس زور سے اور کس قدر صرفِ مال سے مخالفین کو متنبہ کیا گیا ہے۔

(اعجاز احمدی مصنفہ قادیانی۔ص۸۸۔روحانی خزائن جلد۱۹۔ص۲۰۲)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موضع مد ضلع امرتسر میں مرزائیوں نے شوروشغب کیا تو ان لوگوں نے لاہور ایک آدمی بھیجا کہ وہاں سے کسی عالم کو لاؤ کہ ان سے مباحثہ کریں۔اہالی لاہور کے مشورہ سے، قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند، ایک تار آیا اور صبح ہوتے ہی جھٹ سے ایک آدمی پہنچا کہ چلئے ورنہ گاؤں کا گاؤں بلکہ اطراف کے لوگ بھی سب کے سب گمراہ ہوجائیں گے۔خاکسار چارونا چار موضع مذکور میں پہنچا، اور مباحثہ ہوا ۔خیر اس مباحثہ کی روداد تو شحنہ ہند مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء میں اہالی دہ مذکور نے شائع کرادی، مگر مرزا جی کو ان کے فرستادوں نے ایسا کچھ ڈرایا اور اپنی ذلت کا حال سنایا کہ مرزا جی تو آپے سے باہر ہوگئے اور جھٹ سے ایک رسالہ اعجاز احمدی نصف اردو نصف عربی نظم لکھ کر خاکسار کے نام مبلغ دس ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار دیا کہ اگر مولوی ثناء اللہ امرت سری اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم، جیسا میں نے بنایا ہے، پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دونگا۔اوراس قصیدے کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا یعنی یہ قصیدہ ایسا فصیح وبلیغ ہے کہ جیسا قرآن آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے، یہ میرا معجزہ ہے۔اس قصیدے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کے اس قسم کے قصیدہ کے لکھنے سے عاجز رہنے سے میری وہ پیش گوئی جو سہ سالہ میعاد کی میں نے

طلب کی ہوئی ہے پوری ہو جائے گی گویا یہی وہ نشان ہے جس کی بابت مرزا نے خدا سے اتنے بڑے بڑے دانت پیس کر سوال کئے تھے۔

مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے موضع مدّ میں بآواز بلند کہا تھا کہ ہم کتاب اعجاز المسیح کو معجزہ نہیں کہہ سکتے اور میں اس طرح کی کتاب بنا سکتا ہوں۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر مخالف مقابلہ کر سکیں اور اسی مقررہ مدت میں اسی طرح کی کتاب بنا سکیں تو پھر وہ معجزہ کیسا ہوا... ۶ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کو میرے دل میں ڈالا گیا کہ ایک قصیدہ مقام مدّ کے مباحثہ کے متعلق بناؤں... اور ۷ نومبر کو میں ایک گواہی کے لئے منشی نصیر الدین صاحب منصف عدالت بٹالہ کی کچہری میں گیا۔ شائد میں نے ایک یا دو شعر راہ میں بنائے مگر ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو قصیدہ پوری توجہ سے شروع کیا اور پانچ دن تک قصیدہ اور اردو مضمون ختم کر لیا... یہ تمام مدت قصیدہ پر ہی خرچ نہیں ہوئی بلکہ اس اردو مضمون پر بھی خرچ ہوئی جو اس قصیدہ کے ساتھ شامل ہے اور وہ دونوں بہیئت مجموعی خدا تعالی طرف سے ایک نشان ہیں اور مقابلہ کے لئے اور دس ہزار روپیہ انعام پانے کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے وہ ساتھ ہی اس اردو کا ردّ بھی لکھے... میرا حق ہے کہ جس قدر خارق عادت وقت میں یہ اردو عبارت اور قصیدہ تیار ہو گئے ہیں میں اسی وقت تک نظیر پیش کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ کروں جو ان تحریرات کو انسان کا افتراء خیال کرتے ہیں اور معجزہ قرار نہیں دیتے۔ اور میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اتنی مدت تک جو میں نے اردو مضمون اور قصیدہ پر خرچ کی ہے اسی قدر مضمون اردو جس میں میری ہر ایک بات کا جواب ہو، کوئی بات رہ نہ جائے، اور اسی قدر قصیدہ جو اسی تعداد کے اشعار میں واقعات کے بیان پر مشتمل ہو اور فصیح و بلیغ ہو، اسی مدت مقررہ میں چھاپ کر شائع کر دیں تو میں ان کو دس ہزار روپیہ نقد دونگا۔ میری طرف سے یہ اقرار صحیح شرعی ہے.. چاہیے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں.. انشاء اللہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو میں یہ رسالہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ کے پاس بھیج دونگا۔ (اعجاز احمدی۔ص ۸۸۔۹۰؛ خزائن جلد ۱۹ ص ۲۰۲۔۲۰۴)

اب اس کے متعلق میری کاروائی بھی سنیئے۔ میں نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ

۲۹ نومبر کے پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدے اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت لا پابند کریں اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے (جیسا کہ آپ کا دعوی ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آ کر طبع آزمانی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی بنایا:

کیوں آڑ کیا جورو کا چرخہ　　　　نکل! دیکھیں تری ہم شعر خوانی

حرام سرائے ہی سے گولہ باری کریں۔ اس کا جواب باصواب آج تک نہ آتا کہ ہاں ہم میدان میں آنے کو تیار ہیں چونکہ میں اس اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ مجلس میں اغلاط نہ سنیں گے تو میں اپنے رسالہ میں ان کا ذکر کر دونگا اس لئے آج میں اس وعدے کا ایفا کرتا ہوں۔

آپ تو اس کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھتے ہیں جس کے یہ معنی ہونے چاہییں کہ فصاحت و بلاغت کے ایسے اعلی مرتبہ پر ہے کہ کوئی شخص اس جیسا لکھ نہیں سکتا مگر غور سے دیکھا جاوے تو خود آپ کو بھی اس اعجاز کا یقین نہیں۔ بھلا اگر یقین ہوتا تو پانچ روز کی مدت کی قید کیوں لگاتے؟ کیا قرآن شریف کے اظہار اعجاز کے لئے بھی کوئی تحدید ہے۔ کسی آیت تحدی میں کفار مخاطبین سے کہا گیا ہے کہ اتنے دنوں یا اتنے مہینوں میں مثل لاؤ گے تو مقابلہ سمجھا جائے گا اور اگر اتنے دنوں سے زائد ایام گذرے تو نہیں۔

(اعجاز احمدی صفحہ اخیر ، قادیانی خزائن ج۱۹ص۲۰۵)

پھر طرفہ یہ کہ صرف پانچ روز کی تصنیف کے قلمی مضمون سے جو مصنف کی اصل لیاقت کا معیار ہے کوئی شخص مرزا کو جیت نہیں سکتا بلکہ اس معجزنمائی میں لکڑی اور لوہے کو بھی دخل ہے کہ وہ مضمون کو چھاپ کر کتاب تیار کر کے حضرت کی خدمت میں پہنچاوے جس سے یہ مراد ہے کہ نہ کسی مولوی صاحب کے ہاں مرزا جی کی طرح پریس اور منشی گھر کے ہونگے اور نہ کوئی آپ سے مبلغات (وہ بھی روحانی اور معنوی) لے سکے گا۔ کیا ہی معجزہ ہے کہ پریس مین کے کام کو بھی معجزہ کا جزو بنایا جاتا ہے۔ تاکہ اگر کسی صاحب میں ذاتی لیاقت وقابلیت

ہو بھی تو بوجہ اس کے کہ اس کے پاس پریس کا انتظام ایسا نہیں کہ قادیانی پریس کی طرح صرف مرزا جی کا کام کرتا ہو، تو بس اس کی لیاقت بھی ملیا میٹ اور ضائع اور برباد ہے۔ وہ بھی مرزا جی کو مسیح موعود مان لے کیونکہ اس کے پاس پریس نہیں اور مرزا جی کے پاس پریس ایک نہیں دو تین ہیں۔ ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی بھول بھلیاں جن سے بہت کم لوگ واقف ہو سکتے ہیں۔ خیر ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو آپ کو جو آپ ہیں واقعی سچے دل سے مانتے ہیں۔ اب ہم آپ کے اعجازی قصیدہ کا عجز بتلاتے ہیں، آپ کے قصیدہ میں ہر قسم کی غلطیاں ہیں صرفی نحوی عروضی وغیرہ

آپ کے قصیدہ کا مجری (حرکت روی) ضمہ ہے چنانچہ پہلا شعر آپ کا یہ ہے

ایا ارض مدٍ قد دفاكِ مدمّر وا رداك ضلّیل و اغراك موغر

حالانکہ مندرجہ ذیل اشعار میں اقواء لازم آتا ہے یعنی اخیر کی حرکت بجائے ضمہ کے کسرہ ہو جاتی ہے ۔اور اقواء سخت عیب ہے۔ محیط الدائرہ میں ہے:

ان تغیر المجری الی حرکة قریبة کما اذا ابدلت الضمّة کسرة و الکسرة ضمّة فهو عیب فی القافیة یسمّی اقواء (ص ۱۰۶)۔

اور عروض المفتاح میں ہے:

عیب اختلاف الوصل و یسمّی مثل منزلو مع منزلی اقواء ومثل منزلاً مع منزلو و منزلی اصرافاً و هو اعیب (یعنی اقواء اور اصراف، اشعار میں عیب ہے)

اب سنئیے مرزا صاحب کے اشعار میں اقواء

دعـــــوه لیبتهــــــلـــــن لــــــمــــــوت مــــــزوّر

مــــضــــل فـــلـــم یســـكــــت و لـــم یتـــحســـر

ایـــا مـــحســـنـــی بـــالـــحـــمـــق و الـــجهـــل و الـــرّغـــا

رویـــــدك لا تبـــــطـــــل صـــــنِـــــعـــــج و احـــــذر

و ان كــــنــــت قــــد ســـــاءتك امــــر خـــلافتـــی

فسل المرسلی ما ساء قلبك واحصر

سئمنا تكاليف التطاول من عدا

تمادت ليالی الجور يا ربّی انصر

و جئناك كالموتی فاحيی امورنا

نخرّ امامك كالمساكين فاغفر

تعال حبيبی انت روحی و راحتی

و ان كنت قد آنست ذنبی فستِر

بفضلك انا قد عصمنا من العدا

و انّ جمالك قاتلی فأتِ و انظر

و فرّج كروبی يا الهی و نجّنی

و مزّق خصيمی يا نصيری و عفّر

و ان كان لا يسطيع ابطال آيتی

فقل خذ مزامير الضلالة و ازمر

اذا نحن بارزنا فاين حسينكم

و ان كنت تحمده فاعلن و اخبر

رمو كل صخرٍ كان فی اذيالهم

بغيظٍ فلم اقلق و لم اتحيّر

فاوصيك يا رِدف الحسين ابا الوفا

انِب و اتق اللّه المحاسب و احذر

الا تتقی الرحمن عند تصنّع

و من كان اتقی لا ابالك يحذر

فوافیت مجمع لدّهم و قتلهم
بضربٍ و لم اکسل و لم اتحسّر
امکفرِ مهلاً بعض هذا التهکّم
و خف قهر ربٍ قال لا تقف فاحذر
فان تبغنیی فی حلقة السِلم تلفنی
و ان تطلبنی فی المیادین احضر
و ارسلنی ربّی لاصلاح خلقه
فیا صاح لا تنطق هویً و تصبّر
و کنت امرءًا ابغی الخمول من الصبا
متی یاتنی من زائرین اصعّر
فاخرجنی من حجرتی حکم مالکی
فقمت و لم اعرِض و لم اتعذر
و انّی لاخبارٍ مقام و موقف
لدی شان فرقان عظیم معزّر
و لست بشوّاقٍ الی مجمع العدا
و لکن متی یستحضر القوم احضر
الا انّ حسن الناس فی حسن خلقهم
و من یقصد التحقیر خبثاً یحقّر
شعرنا مآل المفسدین و من یعش
الی برهةٍ من بعد ذلك یشعر
فتب و اتّق القهار ربك یا علی

و ان کنت قد ازمعت حربی فاحضر

اریناك آیاتٍ فلا عذر بعدھا

و ان خلتھا تخفی علی الناس تظھر

اردتّ بمدٍ ذِلّتی فرأیتھا

و من لا یؤقِّر صادقاً لا یؤقّر

و انی لعمر اللّہ لست بجائر

و ان کنت تاتی بالصواب فادبر

و ھذا العھد قد تقرر بیننا

بمدٍ فلم ننکث و لم نتغیّر

مرزا جی! ان اشعار کے مجری کا اعراب ہم نے آپ ہی کا لگایا ہوا لکھا ہے۔ عموماً آپ نے رفع لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقواء کی قوت سے آپ بھی دبتے اور خوف کھاتے ہیں مگر آپ کا رفع لکھا ہوا اگر صحیح سمجھا جاوے تو صرفی اور نحوی قاعدہ کے خلاف ہوتا ہے۔ مذہبی امور میں تو آپ اپنا حکم ہونا بتلایا کرتے ہیں اور دعوی کیا کرتے ہیں کہ جو حدیث میرے دعوی کے خلاف ہو وہ غلط ہے مگر صرفی اور نحوی اصول میں تو حکم یا موجد نہیں کہ جو حکم چاہیں لگائیں۔

اس عیب کے علاوہ مندرجہ ذیل اشعار میں اصراف لازم آتا ہے جو اس سے بھی سخت عیب ہے جس کی بابت محیط الدائرہ میں ہے:

ان تغیر المجری الی حرکۃ بعیدۃ کما اذا ابدل ضمّۃ فتحۃ او بالعکس فھو عیب فی القافیۃ یسمّی اصرافاً و اسرافاً۔(ص ۱۱۰)

عروض المفتاح میں ہے و ھو اعیب (کما مر آنفاً)۔ پس سنو

دعوا حبّ دنیاکم و حبّ تعصّبٍ و من یشرب الصھباء یصبح مسکّر

کیونکہ مسکر بوجہ خبر ہونے یصبح کے منصوب ہے حالانکہ قصیدے کا مجری مرفوع ہے

و ان کان شأن الامر ارفع عندکم　فاین بھذا الوقت من شان جولر

کیونکہ جو لر بوجہ شان کے مفعو ل بہ ہونے کے منصوب چاہیے اور مجری رفع ہے

و سبّوا و آذونی بانواع سبّھم　و سمّونِ دجّالًا و سمّونِ ابتر

ابتر بوجہ مفعول ثانی ہونے سمّوا کے منصوب چاہیے جو مجری کے خلاف ہے۔

و ان حیات الغافلین لذلّۃ　فسل قلبہ زاد الصفا او تکدّر

تکدر ماضی مبنی بر فتح ہے جو مجری کے خلاف ہے

و قد کان صحف قبلہ مثل خادج　فجاء لتکمیل الوری لیغزّر

لیغزر ،لام کے، ؟ بعد ان ناصبہ مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا جو مجری کے خلاف ہے

و کیف عصوا و اللّٰہ لم یدر سرّھا　و کان سنا برقی من الشّمس اظھر

ا ظھر بوجہ خبر ہونے کا ن کے منصوب چاہیے

و کم من عدوّ کان من اکبر العداء　فلمّا اتانی صاغِراً صرت اصغر

اصغر بوجہ خبر ہونے صرت کے منصوب چاہیے جو مجری کے مخالف ہے

اکان حسین افضل الرسل کلّھم　اکان شفیع الانبیاء و موثر

مو ثر بوجہ معطوف ہونے شفیع کے کا ن کی خبر منصوب ہے۔

اتزعم ان رسولنا سیّد الوری　علی زعم شانِئِہ توفی ابتر

ابتر بوجہ حال ہونے تو فی کی ضمیر کے منصوب ہے آپ نے مرفوع بنایا ہے

ا آخیث ذئباً عایثاً او ابا الوفا　او افیت مداً او رئیت امرتسر

امر تسر بوجہ مفعول بہ یا حسب ترجمہ مصنف مفعول فیہ ہونے منصوب ہے۔ نیز ہمزہ سے ثقل آتا ہے گرانا جائز نہیں کیونکہ قطعی ہے۔

و صبّت علی راس النبی مصیبۃ　ودقّوا علیہ من السیوف المغفر

المغفر بوجہ مفعول بہ ہونے دقوا کے منصوب ہے آپ نے مرفوع بنایا ہے

و کنت اذا خیّر ت للبحث و الوغا سطوت علینا شاتما لتوقر

لتؤقر بوجہ مقدر ہونے ان ناصبہ کے منصوب چاہیے جو مجری کے خلاف ہے

ففکر بجهدك خمس عشرة لیلةّ و ناد حسیناً او ظفر او اصغر

ا صغر بوجہ معطوف ہونے کے مفعول بہ کے منصوب ہے

رمیت لاغتالن وما کنت رامیاً و لکن رماہ اللّٰہ ربی لیظهر

لیظهر بوجہ ان مقدرہ کے منصوب ہے

اقواء اور اصراف گو بعض شعرا کے کلاموں میں آئے ہیں مگر ناقدین نے ان کو معیوب گنا ہے چنانچہ عبارات کتب عروض اوپر گذر چکی ہیں۔

علاوہ اس کے مندرجہ ذیل اشعار میں سقم معنوی بھی ہیں:

فسل ایّها القاری اخاك ابا الوفا لما یخدع الحمقی و قد جاء منذر

عام مخاطب کو جس میں اپنی جماعت کے افراد ناقصہ اور کاملہ بھی داخل ہیں ابوالوفاء کا بھائی یعنی مثیل بنایا ہے۔ ابوالوفا کو خدع سے موصوف کیا ہے حالانکہ ایها القا ری بحیثیت عموم کے خدع سے موصوف نہیں ہوسکتا۔

و ان قضاء اللّٰہ ما یخطئی الفتی له خافیات لا یراها مفکّر

لا یرا ها کا فاعل مفکر کو بنایا ہے حالانکہ مفکر کا کام رؤیت نہیں بلکہ فکر ہے اور افعال قلوب سے کہیں تو دوسرا مفعول ندارد ہے جو ضروری ہے۔

و لو ان قومی آنسونی کطالب۔دعوت لیعطوا عین عقل و بصِّروا

و بصِّروا کا عطف دعوت پر مراد نہیں اور یعطوا پر صحیح نہیں

ایا عابد الحسنین ایاك و اللظی و ما لك تختارا لسعیر و تشعرو

و تشعر پر واؤ غلط ہے کیونکہ مضارع حال ہو تو صرف ضمیر سے آتا ہے۔ کافیہ میں ہے:

و المضارع المثبت بالضّمیر و حدہ

اور تختار پر عطف مراد نہیں۔ کما لا یخفی

فقلت لك الویلات یا ارض جولر لعنتِ بملعون فانتِ تدمّر

انت ضمیر مونث مخاطب ہے اور تدمر صیغہ مذکر مخاطب ہے اور اگر تدمرین ہو تو نہ وزن درست رہے گا نہ قافیہ بے عیب۔ حقیقت میں یہ پیر گولڑہ (جن کی اس شعر میں ہجو کی گئی ہے) کی گویا کرامت ہے۔

فیاتی من اللّٰہ العلیم معلّم۔و یھدی الی اسرارھا و یفسّر

اسرا ھا میں ضمیر مونث اللہ جل شانہ کی طرف پھیر دی ہے۔

و ان کان ھذا الشرك فی الدین جائزاً فبا للغو رسل اللّٰہ فی الناس بعثروا

یہ شعر بعینہ اور ہو بہو صفحہ ۸۰ کا گیارھواں شعر ہے۔

نری برکاتٍ نزّلوھا من السماء لنا کا للواقح و الکلا م ینضّر

نزّ لو ھا میں ضمیر فاعل کا مرجع پہلے مذکور نہیں۔

بتلایئے جس چھوٹے سے قصیدے میں سرسری نظر سے اتنی غلطیاں لفظی اور معنوی ہوں وہ بھی اس قابل ہوسکتا ہے کہ اعجاز یہ کا معزز لقب پا سکے اور اس کو بے مثل کہا جاوے۔ ہاں اگر بے مثل کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسا غلط کلام اور قصیدہ دنیا بھر میں کوئی نہیں تو ہمیں بھی مسلّم ہے۔

علاوہ اس کے ہم نے مانا کہ مرزا جی کا یہ قصیدہ ایسا معجزہ ہے کہ اس کے مقابلہ سے کل دنیا (پانچ روز میں بنانے سے) عاجز ہے تو یہ معجزہ تو ان کو (بقول مرزا جی) اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل ہے۔ ۱۳۱۱ھ سے آپ مختلف تصنیفات کو بطور معجزہ بتلاتے آئے ہیں۔ رسالہ نور الحق، کرامات الصادقین، سر الخلافہ وغیرہ رسائل شاہد عدل ہیں۔ نیز ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار میں آپ نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

عرصہ دس سال سے میرا دعوی عربی میں اعجاز نمائی کا ہے۔

پھر جو نشان اور معجزہ اس پیش گوئی سے سات سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے اسی کو اتنے دانت پیس کر خدا سے طلب کرنا تحصیل حاصل نہیں تو کیا ہے؟

ادھر ہمارے مکرم دوست مولوی حاجی محمد یونس خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڈھ نے پیسہ اخبار

لاہور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء میں مرزا جی کے نام اعلان دیا تھا جو درج ذیل ہے:

مخدوم ومکرم بندہ۔ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا۔ مرزا صاحب اپنی معمولی چالا کی سے اس میں بھی باز نہ آئے یعنی میعاد قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اور پیسہ اخبار ہفتہ وار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۶ نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ نومبر کو شائع ہوا۔ ناظرین کے پاس پہنچنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہیے۔ پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔ ہمیشہ مرزا صاحب جب کسی انعام کا اشتہار دیتے ہیں تو اس میں وہ سب پہلو پہلے سے سوچ لیتے ہیں کہ ایک کوڑی گرہ سے نہ جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ اسی واسطے دور از کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں مرزا صاحب جو ہر ایک امر میں پیغمبروں کی حرص کرنا چاہتے ہیں افسوس ہے کہ اس معاملے میں نکمی قوۃ لگا کر خود اپنی کمزوری اور مہمل گوئی کا اقرار کرتے ہیں۔

قرآن شریف کی جن آیات میں اس کا مثل طلب کیا گیا ہے نہ کوئی تاریخ اس کے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص خاص کو نامزد کیا گیا ہے بلکہ قیامت تک کے واسطے ہر ایک شخص سے جو چاہے قرآن کی مثل ایک چھوٹی سی سورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف جو نثر میں ہے اس کی چھوٹی سورت پیسہ اخبار کی ایک یا ڈیڑھ سطر کے برابر ہوگی۔ اور بظاہر اسباب کلام نثر بہ نسبت نظم کے سہل ہوتا ہے۔ اور مطالبہ ان لوگوں سے کیا گیا جو کہ فصیح عربی بولتے تھے' بخلاف ہمارے مرزا صاحب کے جو کہ چند اردو بولنے والے صاحبوں سے ایک عربی کا نظم قصیدہ طلب فرماتے ہیں اور اس کے واسطے بھی ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علماء میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شعر اردو یا عربی نظم کیا ہو۔ زیادہ مدت دینے میں خوف محسوس کرتے ہیں کہ کہیں میرے اعجاز کا تار و پود شکستہ نہ ہو جائے، ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ پیسہ اخبار میں شائع تک نہ کیا تا کہ ناظرین کو موقع طبع آزمائی کا ملتا۔ اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں

مشورہ کر کے اس کا جواب لکھیں حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ ہی نہیں گذرا۔

اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام ارسال فرماویں یا اخبار میں شائع فرماویں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذراسی وسعت بخشیں۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا، اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالی اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔ (پیسہ اخبار لاہور۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۲ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب فوراً راقم مضمون کو کتاب مذکور بھیج دیتے مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے آج تک نہیں بھیجی۔

علاوہ اس کے اس نشان کی تعریف میں تو یہ بھی داخل ہے کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہو۔ حالانکہ اس قصیدہ کے لکھنے میں انسان کے ہاتھوں کو دخل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ سے بموجب الہام (مندرجہ دافع البلاء) انت منّی بمنزلة اولادی (یعنی خدا فرماتا ہے کہ تو اے مرزا میری اولاد کے رتبہ پر ہے) انسانیت ہی مسلوب ہو تو ہمارا بھی صاد ہے۔

واعظ شہر کہ مردم ملکش خوانند قول ما نیز ہمیں است کہ او مردم نیست

ورنہ بظاہر تو آپ انسان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان معقول وجوہ کا جب تک آپ جواب نہ دیں گے اس کتاب کو اس نشان سہ سالہ کا مصداق نہیں بنا سکتے۔

چونکہ تمام ملک نے دیکھ لیا کہ ان تین سال کی مدت میں آپ کی تائید اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان ظاہر نہیں ہوا پس ہمارا حق ہے کہ ہم آپ ہی کے فرمودہ پر ایمان رکھیں جو آپ نے درصورت نہ ظاہر ہونے آسمانی نشان کے اپنے حق میں فرمایا ہے جو شروع میں نقل ہو چکا جس کو ہم بغرض تشفی اپنے ناظرین کے دوبارہ لکھ کر اپنے بھی دستخط کئے دیتے ہیں۔ سنئیے فرماتے ہیں:

میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔

(اشتہار مرزا۔۵نومبر ۱۸۹۹ء ص ۱۳)

پس ہمارا ابھی اسی پر صاد ہے اور آپ کو واقعی اس فیصلہ میں حکم مان کر آپ کے فیصلہ کو بسر و چشم رکھتے ہیں آ منّا و صد قنا فاکتبنا مع الشّا ھد ین

(طبع ششم میں اس کے بعد شیخ الاسلام مولا نا امرتسریؒ نے قاضی ظفر الدین مرحوم کے قصیدہ رائیہ طبع اخبار اہل حدیث جنوری۔ مارچ ۱۹۰۷ء سے انتخاب نقل کیا ہے۔ ہمیں اب اخبار اہل حدیث امرتسر کے مطلوبہ شمارے مل گئے ہیں، لیکن کاغذ و طباعت پرانی ہونے کے باعث الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ تاہم جیسا کچھ وہ اشعار پڑھے جا سکے ہیں انہیں ہم متفرقات میں یکجا نقل کر رہے ہیں۔ اور اہل علم سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب ان کی تصحیح میں ہماری مدد فرمانا پسند کریں تو ہم سے رابطہ کریں۔ انشاء اللہ بعد تصحیح کسی اور جگہ انہیں پھر سے نقل کر دیا جائے گا انشاء اللہ۔ بہاء)

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی قصیدہ خوانی کا جواب تو ہولیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ حکیم صاحب نے بھی اس پیش گوئی کے متعلق بالکل معمولی معمولی باتوں میں وقت ضائع کیا ہے اصل بات کی طرف توجہ نہیں کی۔ گو ان معمولی باتوں میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ قصیدہ اعجازیہ اس پیش گوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ پیش گوئی بہت زیادہ وزن رکھتی ہے اور قصیدہ مذکورہ درصورت واقعی اعلی ہونے کے بھی اس پیش گوئی کا مصداق نہیں کیونکہ اس قسم کی اعجاز نمائی مرزا صاحب کو اس پیش گوئی سے پہلے بھی حاصل تھی۔ اس سوال کا جواب حکیم صاحب اور ان کی کمپنی نے نہیں دیا۔ دیتے بھی کیا؟ جو کام مشکل ہو وہ کون کرے؟ حکیم صاحب تو اس مصیبت میں بزبان حال گویا یوں گویا ہیں:

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

قادیانی پیش گوئی متعلق طاعون پنجاب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی اصل بنیاد وہ قادیانی اشتہار ہے جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء کا ہے جس میں مذکور ہے:

میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے

پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا یا اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۵)

پس ہم مرزا کے اشتہار کی آخری مدت ہی لیں تو بھی اس حساب سے فروری ۱۹۰۰ء کے اندر طاعون کا زور ہونا چاہیے تھا مگر خدا کے فضل سے ایسا نہ ہوا بلکہ ۱۹۰۲ء میں یعنی مرزا جی کی پیشگوئی سے پورے دو سال بعد پنجاب کے بعض شہروں اور قصبوں میں طاعون ہوا۔ پھر بھی ایسا کہ مرزا جی شائد خوش نہ ہوں (خدا انکو خوش نہ کرے) ہمارے شہر امرت سر جیسے کثیر التعداد آبادی میں ان دنوں (یعنی بوقت تحریر نومبر دسمبر ۱۹۰۲ء) میں جو بقول مرزا جی طاعون کی وجہ سے خدا کا روزہ کھولنے کا زمانہ ہے (دیکھو دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند ص ۱۲) اوسط اموات ۳۵۔۳۶ کل امراض سے ہوتی رہیں جن میں ۲۔۳ یا حد سے ۴۔۵ طاعون سے بھی مرتے رہے حالانکہ بقول مرزا جی یہی نومبر ۱۹۰۲ء طاعون کے ایسے زور کا مہینہ تھا جو لکھتے ہیں:

ابتداء نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ اپنا روزہ کھولے گا اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضے میں آیا ہے (دافع البلاء مصنفہ قادیانی مطبوعہ ریاض ہند۔ ص ۱۲)

حکیم نو الدین صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ طاعون کا زوروں پر ہونا مرزا صاحب کے الفاظ نہیں ہیں۔ (آئینہ حق نما)

حالانکہ پیشگوئی میں یہ لفظ موجود ہیں کہ طاعون:

عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔

زور سے مراد بھی یہی اشاعت عام ہے جو نہ ہوئی۔ الحمدللہ

ہاں حکیم صاحب نے ایک بڑا کمال یا یوں کہیے کہ مرزا صاحب کی ایک مخفی شرارت کا اظہار کیا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب، مواہب الرحمٰن، کے صفحہ ۱۰۹ (خزائن ج ۱۹ ص ۳۲۹) پر میرا ذکر بڑے جلی عنوان سے لکھا ہے مگر اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر بڑے حرفوں میں یوں لکھا ہے:

اریت قرطاساً من ربّی العلام و اذا نظرت فوجدت عنوانه بقیة الطاعون ۔میں نے خواب میں ایک کاغذ دیکھا جس کا عنوان تھا بقیة الطاعون

مرزائی علم رموز کے ماہرین پر یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا ، یا نہ ہونا چاہیے کہ خدا کے علم کے مطابق آئندہ کسی زمانہ میں ، میں طاعون سے مروں تو ایک پختہ مرزائی اس عبارت کو پیش کر کے کہہ دے گا کہ حضرت مسیح موعود نے پہلے ہی سے اس کی بابت نہایت باریک اشارہ کر دیا تھا۔اسی باریک اشارہ کی طرف حکیم صاحب بھی اپنی اس کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں ، آپ کے الفاظ یہ ہیں :

امرتسری منکر اگر اس سے زیادہ کچھ دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے تھا کہ اس وقت مقابلہ کے لئے نکلتا جب اس کو بلایا گیا تھا اور اللہ تعالی کے علم پر کون احاطہ کر سکتا ہے کہ بقیۃ الطاعون کا نظارہ دنیا دیکھ لے

(آئینہ حق نما۔ص ۶۴۰)

یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی اس گول مول بے معنی عبارت کا مصداق خاکسار کو دیکھنا چاہتے ہیں ۔ یہی معنی ہیں

شور بختاں بآرزو خواہند   مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

حکیم صاحب !ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین

پیش گوئی متعلق حفاظت قادیان از طاعون

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی پر تو مرزا جی نے اپنی صداقت کا بہت کچھ مدار رکھا ہے اصل الہام اس بارے میں یہ ہے : انّہ آوی القریة

جس کی بابت فروری ۱۸۹۸ء تک صاف اقرار ہے کہ فقرہ انّہ آوی القریة کے معنی اب تک میرے پر نہیں کھلے (قادیانی اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء) مگر اس سے بعد تو اس پر اتنے حواشی لگائے ہیں کہ الامان ۔ بقول شخصے داڑھی سے مونچھیں بڑی ۔رسالہ دافع البلاء میں تو اس قدر زور ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا جاتا ہے کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے شہر کی بابت کہے کہ انہ آوی القریة۔اور قادیان میں طاعون

نہیں آتا، بلکہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آ جاتا ہے تو وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو دافع البلاء ص ۵ : قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۵) جہاں لکھا ہے:

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے: انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقو مٍ حتی یغیّروا ما با نفسھم انہ آوی القر یۃ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہو گی۔ اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔

اخبار الحکم میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی امام مرزا کا ایک مضمون نکلا تھا جس میں سے چند فقرات درج ذیل ہیں:

عجیب موقع ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبریٰ کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع، کفار، مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے ... بولو اور سوچ کر بولو کہ کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود (مرزا) کے اس دعویٰ اور پیش گوئی میں خدا کی ہستی پر... مرزا غلام احمد قادیانی کے من جانب اللہ ہونے پر چمکتی دلیل نہیں؟

(اخبار الحکم قادیان۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ واقعی ہم بھی مانتے ہیں کہ اس واقعہ میں بہت بڑی زبردست دلیل ہے۔ آیئے ہم اس واقعہ کی تحقیق کریں۔ قادیان میں طاعونی پیش گوئی کا بفضلہ پورا ظہور ہوا۔ چند روز تو مرزا جی نے

بہت ہی کوشش کی کہ قادیان کے طاعون کا اظہار نہ ہو مگر بکری کی ماں کب تک خیر منائے۔ آخر جب یہ امر محقق ہو گیا کہ مرزا جی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو ایک اعلان جلی حرفوں میں جاری کیا جو درج ذیل ہے:

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگر چہ قادیاں میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچاوے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اللہ اللہ! کس دبی زبان سے قادیان میں طاعون ہونے کا اقرار ہے۔ کس سوچ بچار سے لکھا گیا ہے کہ، نسبتاً آرام ہے، جس سے دام افتادوں کو بالکل آرام ہی معلوم ہو۔ مگر دانا اس نسبتاً کے لفظ کی نسبت کو سمجھتے ہیں اور اس کی توضیح کرنے کو سرکاری رپورٹیں پیش کرتے ہیں چنانچہ قادیان کے اخبار بدر (جو مرزا جی کا ڈائری نویس ہے) کے نمبر ۱ صفحہ ۴ پر لکھا ہے، کہ

رائے پرتاپ سنگھ نے (جو قادیان میں لوگوں کو ٹیکہ کرانے کے لئے آئے تھے) کہا کہ میں مرزا صاحب بھی کہتا ہوں مگر انہوں نے ڈھنگ بنایا ہوا ہے اسلئے میں سر دست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔ میں یہاں نہ آتا مگر چونکہ متواتر رپورٹ پہنچی ہے کہ چوہڑوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا۔

تو کس ناز و ادا سے بعد تسلیم وجود طاعون دبی زبان سے تاویل فرماتے ہیں:

انّہ آوی القریۃ میں قریۃ کا لفظ ہے، قادیان کا نام نہیں۔ اور قریہ ، قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہوں۔ اس میں ہندو اور چوہڑے بھی داخل نہیں۔ (اخبار مذکور)۔

خدا کی شان، ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں لکھا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ:

قادیان کو اسکی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ (دافع البلاء)

مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے بگوش خود سنا کہ اگر مرزا غلام احمد یہ پیش گوئی نہ کرتا تو قادیان میں کبھی طاعون نہ آتا۔جب سے اس نے پیش گوئی کی ہے، ہم نے اسی روز سے سمجھا تھا کہ ہماری خیر نہیں۔خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور ہی طاعون بھیجے گا۔سو ایسا ہی ہوا۔

ناظرین خدارا ذرا رسالہ دافع البلاء کو اٹھا کر ملاحظہ فرمایئے۔پھر مرزا جی کی یہ توجیہہ بھی پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی استاد کا قول کیسا سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔

تھے دو گھڑی شیخ جی شیخی بگھارتے وہ ساری شیخی ان کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم قادیان میں طاعون زدوں کی فہرست لکھیں جس میں مرزا جی کے مرید بھی ہوتے۔مگر مرزا جی کی اس تاویل نے کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں۔الہام میں تو قریۃ کا لفظ ہے جس میں سوائے مرزا جی اور ان کی اہل بیت کے کوئی دوسرا آ ہی نہیں سکتا، اس لئے ہم یہ ارادہ ملتوی کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ خداوند تعالی کوئی ایسی صورت پیدا کرے کہ مرزا جی حسب عادت شریفہ اس تاویل سے بھی روگرداں ہوں جو بنظر حالت موجودہ بعید نہیں و ما ذلك علی اللّٰہ بعزیز

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہات اور تاویلات بھی طبع ثانی کے وقت تھیں، طبع ثالث کے وقت اللہ کے فضل سے کسی تکلیف کی حاجت نہیں رہی۔قادیانی اخبارات کا خود صاف اقرار ہے کہ قادیان میں طاعون ہے اور بہت زور کا ہے چنانچہ ۱۶۔اپریل ۱۹۰۴ء کے اخبار البدر قادیان میں مندرجہ ذیل ایک نوٹ اڈیٹر کی طرف سے نکلا تھا:

قادیان آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسے پر جو کہ ۲۔۳۔اپریل کو ہوا، سنا گیا ہے کہ یوگندر پال صاحب نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ کس قلم کی صفائی سے طاعون کی صفائی کا اقرار کیا ہے۔علاوہ اس کمال کے ۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں اڈیٹر مذکور کس ہوشیاری سے لکھتا ہے کہ:

قادیان میں طاعون کی جو چند وارداتیں ہوئی ہیں ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اس نشان سے ہمارے منکر اور مکذب کوئی فائدہ اٹھاتے اور خدا کے کلام کی قدر اور عظمت اور جلال ان پر کھلتی، انہوں نے پھر سخت ٹھوکر کھائی۔

پھر ۱۶ مئی کے پرچہ میں لکھا ہے کہ:

قادیان میں طاعون حضرت مسیح کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔

اسی طاعون کے مارے مرزا جی کا سکول نصف ماہ ۹ مئی تک بند رہا جس سے پوری افراتفری کا مضمون صادق آیا۔ اخبار اہل حدیث امرت سر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں معتبر شہادت کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے کہ مارچ۔ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳۔ آدمی طاعون سے مرے ہیں حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا تھا۔ آہ کیا سچ ہے:

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں اور غالباً بامر الٰہی اعلان کرتے ہیں:

طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا، میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہو گیا۔

(حقیقۃ الوحی ص ۸۴؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۷)

اس پیش گوئی کے متعلق بھی حکیم نورالدین صاحب سے کچھ نہ بن سکا۔ ہاں انہوں نے حسب عادت ادھر ادھر کی بہت باتیں کہہ کر اپنے ناظرین کو اصل بات سے غافل کرنے کی کوشش کی۔ اسی ضمن میں صرف ایک بات قابل جواب ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

ہمارے مخالف نہیں بتلا سکتے کہ قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہیگا (آئینہ حق نما۔ ص ۶۲۴)

اسی کتاب آئینہ حق نما میں ہمارا پیش کردہ مضمون مرقومہ مولوی عبدالکریم اخبار الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۲ء سے نقل کر چکے ہیں جس کے نقل کرنے سے پہلے یوں لکھا ہے:

اس پیش گوئی کے متعلق میرے محسن و مخدوم حضرت مولوی عبدالکریم نے جو ایک پر شوکت آرٹیکل شائع کیا تھا، ضرور ہے کہ وہ یہاں درج کر دیا جائے۔

یہ عبارت اس مضمون کی عظمت اور شوکت ظاہر کرتی ہے وہ مضمون مرزا صاحب کی زندگی میں ان کی نظر سے گذر کر نکلا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے اس مضمون میں اس پیش گوئی کے متعلق جس قدر توضیحات اور لن ترانیاں کی ہیں وہ تو اس سارے مضمون کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہیں جو بہت لمبا ہے۔ اس مقام پر ہمارے مطلب کے چند فقرات درج ذیل ہیں:

انہ آوی القریۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور غیر میں تمیز ہو... حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے مسخری کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے۔ حضرت ممدوح (مرزا) نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس غضب سے بچالے گا... تم لوگ بھی مل کر ایسی پیش گوئی کرو جس سے قادیان کے پیغمبر کا دعوی باطل ہو جائے اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں، یا یہ کہ لاہور امرتسر طاعون سے محفوظ رہیں یا یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہو جائے... خدا نے اس اکیلے صادق (مرزا) کے طفیل قادیان کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے، اپنی حفاظت خاص میں لے لیا۔ (آئینہ حق نما۔ص ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۷۹)۔

حکیم صاحب بتلایئے اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟ غور سے سنیئے آپ کے نبی کی تکذیب دو ہی طرح ہوسکتی ہے۔ یا تو امرتسر لاہور طاعون سے محفوظ رہیں، وہ تو نہ رہے۔ یا قادیان طاعون میں مبتلا ہو، یہ ہوا اور ضرور ہوا۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اگر فرماویں کہ قادیان میں شاذونادر واردات ہوئیں جو معتبر نہیں، تو براہ مہربانی مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کی تشریح کر دیجئے جو یہ ہے:

طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار رہوا۔

(حقیقۃ الوحی مصنفہ قادیانی۔ص ۸۴؛ قادیانی خزائن۔ج ۲۲ص ۸۷)

حکیم صاحب! قادیان میں طاعون کے بزور ہونے کا کیسا صاف اقرار ہے۔ کیا یہ شاذونادر ہے؟

اچھا اور سنئے اخبار بدر کے اڈیٹر نے ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء کو صاف لکھا تھا:

قادیان میں طاعون نے صفائی شروع کر دی۔

ناظرین! مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی کی عبارت منقولہ کی پہلی سطر کو ایک بار دیکھ جائیں کہ وہ کیا بتا رہی ہے۔ ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ واقعی اس قسم کے الہامی مقامات میں وقوعات اسی طرح ہونے چاہییں جو دوسروں سے امتیاز رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ پہلے تو اتنا زور شور کہ قادیان محفوظ رہے گا۔ جب محفوظ نہ رہا بلکہ طاعون زور سے ہوا تو کہہ دیا کہ فنا کرنے والا، انتشار کرنے والا نہیں ہوا۔ کیا امرتسر اور لاہور فنا ہو گئے؟ کیا وہ آج تک آباد نہیں؟ اچھا پھر اس کے بھی کچھ معنی ہیں کہ:

جہاں ایک بھی راست باز ہوگا، اس جگہ کو خدا اس غضب سے بچا لے گا۔

اللہ اکبر! یہ دعوی اور یہ ثبوت؟ اور نام مسیح موعود اور مہدی مسعود ۔ انا للّٰہ ۔

پیش گوئی متعلق عمر مرزا

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: جناب مرزا صاحب نے اپنی عمر کی بابت ایک زبردست پیش گوئی فرمائی تھی جس کے مشرح الفاظ یہ ہیں:

خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی (۸۰) سال کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم ...اور جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو ۷۶، اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ ج ۵ براہین احمدیہ۔ ص۹۷؛ قادیانی خزائن ج ۲۱۔ ص ۲۵۸۔۲۵۹)

عمر کی مدت تو معلوم ہوگئی کہ کم سے کم ۷۶ سال ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب پیدا کب ہوئے اور فوت کب ہوئے؟ ان دونوں امروں کے متعلق ہمیں زیادہ کرید کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صاف صاف مطبوعہ تحریر موجود ہے۔ مرزا صاحب کے معتمد خاص اور خلیفہ اول مولوی حکیم نور الدین صاحب اپنے رسالہ نور الدین میں مرزا صاحب کا سال پیدائش لکھ کر ایک نقشہ دیتے جاتے ہیں۔ سال پیدائش ۱۸۴۰ء بتایا

ہے۔ (رسالہ نورالدین۔ص ۱۷۰)۔اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کی ہوتی ہے۔

اس پیشگوئی نے امت مرزائیہ کو پریشان کرر کھا ہے کیا مگر چونکہ ۶۸ کو ۷۶ بنانا مشکل نہیں محال ہے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر جس کو زمانہ بگاڑے اسے عطار کیوں کر سنوارے۔

پیش گوئی متعلق ثناءاللہ: ورود قادیان

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ رسالہ اعجاز احمدی جس کا ذکر سہ سالہ پیش گوئی میں مفصل ہو چکا ہے اس کے صفحہ ۱۱،۲۳ پر مرزا قادیانی، خاکسار (ثناءاللہ) کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں:

اگر یہ (مولوی ثناءاللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمد ورفت کا کرایہ علیحدہ۔لیکن اس تفتیش کے لئے منہاج نبوت کو معیار صدق وکذب ٹھہراویں۔میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخران کی موت کفر پر ہوگی۔

(اعجاز احمدی۔ص ۱۱؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۷۔۱۱۸)

مولوی ثناءاللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں۔اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہے گا۔اور ہم آمد ورفت کا خرچ بھی دیں گے۔اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی، تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے۔اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت

میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناءاللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی سے نجات ہو گی۔ بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیش گوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہو گا۔ جس حالت میں کہ وہ دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے، ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں، قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگذاف پر جو انہوں نے موضع مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۲۳؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۱۔۱۳۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اور واضح رہے کہ مولوی ثناءاللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہو گی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو گی۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۳۷؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸)

نمبر سوم کا جواب تو سہ سالہ پیش گوئی کے ذکر میں ہو چکا ہے۔ نمبر دوم کا جواب اسکے سوا کیا ہے کہ **ما تدری نفس بایّ ارض تموت** (کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کون سی زمین میں مریگا)

چونکہ یہ خاکسار (ثناءاللہ امرتسری) نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ چونکہ آپ کی غرض یہ ہے کہ اگر مخاطب پہلے مر گیا تو چاندی کھری، اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے (خس کم جہاں پاک) تو بعد مرنے کے کس نے قبر پر پیشاب کرنے آنا ہے۔ اس لئے

آپ ایسی ویسی بے ہودہ شرطیں باندھتے ہیں مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں اور عدم جرأت میرے لئے عزت ہے، ذلت نہیں۔

ہاں نمبر اول کا جواب بے شک میرے بس میں تھا جو درصورت واقع نہ ہونیکے پیش گوئی کا مصداق ہوسکتا تھا، مگر افسوس کہ یہ صحیح نہیں ہوئی۔ چنانچہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو راقم نے قادیان میں پہنچ کر مرزا جی کو رقعہ مندرجہ ذیل لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱، صفحہ ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔

راقم ۔ابوالوفاء ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء۔ وقت سوا تین بجے دن

اس کا جواب مرزا جی کی طرف سے نہایت ہی شیریں اور مزیدار پہنچا جو مندرجہ ذیل ہے .....

ازطرف عائذ باللہ غلام احمد عافاہ اللّٰہ و ایّد ۔ بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیش گوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کراویں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوگئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانی کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوگا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اگر چہ آپ نے اس رقعہ میں دعوی کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوی پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر بات کو کشاں کشاں بے ہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالی کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنیکے لئے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عاید نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن کی پیشین گوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے، صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے، پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے، چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں بہ باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں خرچ کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔

اول صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں، ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں (ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے۔ ثناء اللہ)۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔سوا گرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کرسکتا ہوں ۔اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے، خود خدا تعالی فیصلہ کردے گا۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا۔ایسا صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں۔ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا، اس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

بالآخر اس غرض کے لئے کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی ہاتھ نہ جاویں، دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں (بالکل جھوٹ، آگے آتا ہے۔ثناء اللہ) کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔صرف آپ کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اول آپ ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو، ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں۔اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن اسی طرح دوسری لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا، اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔سو اب میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس عہد مؤکد بقسم کے آج ہی

ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جائینگے۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔

(مرزا جی کی دجالیت میں جس کو شبہ ہو وہ ان کی تصنیف مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۰۹ دیکھے کہ کس چالاکی کے ساتھ میرا قادیان آنا لکھا ہے اور اصل واقعہ کو چھپا کر صرف اپنی طرف سے ایک عبارت لکھ ماری ہے جو نہ خط ہے نہ اسکا ترجمہ۔ نہ اصل واقع کی وجہ بتلائی ہے نہ سارے خطوط نقل کئے ہیں۔ واہ رے بھلے مانس تیرے کیا کہنے۔ ثناءاللہ)

ناظرین ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں حالانکہ تحقیق حق کے لئے، جو بالکل بحث ہی کا مرادف (ہم معنی) لفظ ہے، اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ پر مجھے بلایا ہے اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسے خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا لیکچر سنتا جاؤں۔ مگر نہیں معلوم کہ بکم یعنی گونگا ہو کر میں سن سکتا ہوں صم (بہرہ) ہو کر کیا سنونگا۔ شائد یہ بھی معجزہ ہو۔ خیر بہر حال اس کا جو جواب خاکسار کی طرف سے گیا وہ درج ذیل ہے۔

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد ۔

از خاکسار ثناءاللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب!

آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا! جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادة طبیعة ثانیة کے اور کیا معنی رکھتی ہے؟

جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (ثناءاللہ) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیش گوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطریں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں تلك اذاً قسمة ضیزی ۔

بھلا یہ کیا تحقیق کا طریقہ ہے میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں۔ اس

سے صاف سمجھ آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی، جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلانیل ومرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا، اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین ہی سطریں لکھوں گا اور آپ بلاشک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا اور ہر ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا اور چونکہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں، کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں؟ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا۔ کاروائی آج ہی شروع ہو جائے۔ آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا۔ باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء (حدیث میں ہے کہ لعنت کا مخاطب لعنت کا حق دار نہیں تو کرنے والے پر پڑتی ہے)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ کیسے معقول طریق سے راقم نے اپنے وجوہات بتلائے اور کس طرح سے مرزا جی کی پیش کردہ تجویز خفیف اصلاح کے ساتھ (جسے کوئی منصف مزاج ناپسند نہ کرے گا) بعینہ منظور کر لی مگر مرزا جی اور معقولیت؟ ایں خیال ست ومحال ست وجنون

چنانچہ آپ اس رقعہ پر ایسا خفا ہوئے اور اتنی گالیاں دیں کہ کہنے سننے سے باہر۔ ہم ان کو اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قاصدوں کے لفظوں میں لکھتے ہیں:

ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر بحکم لا تکتمو الشّهادة سچ کہتے ہیں کہ جب ہم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ کا خط لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب ایک ایک فقرہ سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ اور حضار مجلس مریدان بھی ساتھ ساتھ کہتے

جاتے تھے کہ حضرت! واقعی ان مولوی لوگوں کو تہذیب اور تمیز نہیں۔ چند الفاظ جو مرزا صاحب نے علماء کی نسبت عموماً اور مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت خصوصاً فرمائے تھے یہ ہیں: خبیث، سؤر، بدذات، گونہہ خور، ہے۔ ہم اس کو کبھی نہ بولنے دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے، لعنت ہی لے کر جائے گا۔ اس کو کہو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔ وغیرہ وغیرہ ۔

سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی چوہڑے چمار سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

راقمان۔ حکیم محمد صدیق ساکن ضلع جالندھر بستی دانشمندان حال وارد امرتسر۔ محمد ابراہیم امرتسر۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ آخر اس خفگی میں آپ نے رقعہ کا جواب بھی نہ دیا اور اپنے ایڈی کانگوں کا حکم دیا کہ لکھ دو، چنانچہ وہ یہ ہے :

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ اس کے مضامین محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشر قین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی جواب کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے اور حضرت، انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب سامی میں قسم کھا چکے اور اللہ تعالی سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے اپنے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے، والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان۔ گواہ شد۔ محمد سردار ابوسعید

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی

ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے میں نے رقیمہ مرقومہ قبول کرلیا۔ان حضرات مرسلین رقعہ و گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر عالم یا مولوی سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز ہے۔رشیدیہ جو علم مناظرہ کی ایک مستند کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی سے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونے کا نام مناظرہ ہے۔اور صفحہ ۲۳۔اعجاز احمدی پر مجھ کو تحقیق حق کے لئے بلا رہے ہیں جیسا کہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہر ہے۔پس تحقیق حق کے لئے بلا کر مناظرہ سے انکار کرنا صریح انکار بعد از اقرار کا مصداق ہے اور موقع پر الہام کی یاد۔مرزا جی! اقرار کے بعد انکار معتبر نہیں ہوسکتا۔(دیکھو اعجاز احمدی۔ص ۴۰)۔علاوہ اس کے مناظرہ صرف زبانی گفتگو ہی کا نام نہیں بلکہ تحریری بلکہ ذہنی توجہ بھی مناظرہ ہے چنانچہ رشیدیہ میں ہے: و ان کا ن ذلك التّو جه فی النّفس کما کا ن الحکماء ا لاشرا قیین لیکن اس الہامی جماعت نے جہاں مسائل شرعیہ میں تجدید کی ہے اصطلاحات عقلیہ میں بھی تو موجد ہیں۔اسی لئے تو کتابوں میں (بزعم خود) علماء کے دلائل کے جواب دیتے ہیں بلکہ درافشانی کرتے ہوئے بہت کچھ اخلاق حسنہ کا اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔حالانکہ یہ سب کچھ مناظرے ہی میں داخل ہے۔مگر جب خاکسار کو ایک لاکھ پندرہ ہزار دینے کی سوجھی تو خدائی وعدہ یاد آ گیا اور مناظرہ سے باوجود بلانے کے صاف لفظوں میں انکار کردیا۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ مرزا جی نے لکھا تھا کہ ڈیڑھ سو پیش گوئی کاذب ہونے کی صورت میں ہر ایک مرید سے ایک ایک روپیہ لے دونگا۔مرزا جی! درصورت ڈیڑھ سو پیشگوئی جھوٹی ثابت ہونے کے بھی آپ کے مرید آپ کی مریدی میں رہ کر آپ کو ایک ایک روپیہ نذرانہ دے دیں گے، تب تو بڑے ہی عقل کے پتلے اور ایمان کے پکے ہونگے۔حق تو یہ ہے کہ آپ کے مرید عموماً ایسے ہی ہیں، ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں۔اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو مجھے قادیان میں موجود دیکھتے ہی آپ سے الگ نہ ہوجاتے؟ کیونکہ میرے وہاں پہنچتے ہی آپ کی پیش گوئی مندرجہ اعجاز احمدی غلط ہوگئی تھی۔

بعد اللتیا والتی ہم مرزا جی کی صداقت اور راست بیانی ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم

وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں۔آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات ۔ و عصمنا نفسنا من مأثم ترک الواجبات ۔ و حان ان نصرف الوجه عن هذه المباحثات ۔ الا ما ینفی لبس السائلین و السائلات ۔وا زمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التّوضیحات و لو سبّونا کما أروا من قبل من العادات ۔ و ما غلظنا علیهم الّا لتنبیهات ۔ انّما الاعمال بالنّیّات ۔ فالآن نودّعهم بدموع جاریة من الحسرات ۔و عیونغریقه فی سیل العبرات ۔و هذه منّا خاتمة المخاطبات ۔

امروز ہر چہ بر ما از تبلیغ بود ادا کردیم ۔ونفس خودرا از گناہ ترک واجب محفوظ داشتیم ۔ووقت آمد کہ ما ازیں مباحثات روبگردانیم ۔مگر آنچہ شبہ سائلان ردکند۔وقصد کردم کہ بعد ایں توضیحات علماء را مخاطب نکنیم ۔اگر چہ دشنام ہا دہند چنانچہ پیش ازیں ہمیں عادات خودنمودہ اند۔وما برایشاں درشتی کہ کردیم محض برائے آگاہانیدن کردیم ۔واعمال نزد خدا تعالی وابستہ برنیت ہا ہستند ۔پس اکنوں ایشاں باشکہائے جاری ازحسرت ہا وداع می کنیم وباچشمہائے پرآب رخصت می نمائیم ۔پس امروزایں رسالہ ازما خاتمہ مخاطبات است ۔فقط

یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گووہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ کتاب انجام آتھم ۱۹۸۶ء کی مطبوعہ ہے جیسا کہ اس کے صفحہ اول سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے لئے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

اگرآپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں ۔پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر

بحث کریں اوران کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں ۔ا۔قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔عقل کی رو سے ۔۳۔سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے ۔کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں ۔پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگران تینوں میں صرف ایک یا دوطور سے تسلی کی، تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں، تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اوران کے نادان پیر وخدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

مرزاجی ! کیا آپ نے اس تحریر میں فریق مخالف کوخطاب نہیں کیا، یاان سے بحث کا مطالبہ نہیں کیا، جوعین مناظرہ ہے۔یا قادیان میں ۱۹۰۰ء، ۱۸۹۶ء سے پہلے ہونیکی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے؟نہیں،تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کومناظرہ تو کیا، زیارت سے بھی محروم رکھا۔

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزاجی نے اس کوعملی طور سے منسوخ کرکے ردی کے صندوق میں ڈال دیا ہوا ہے اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کومرزاجی کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔وہ نوٹس درج ذیل ہے:

بخدمت مرزاغلام احمد قادیانی۔ السّلام علینا و علی عباده اللّه الصالحین ۔آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کوحاضر ہیں۔گواس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کومعلوم ہوچکی ہے تاہم آپ کی حجت پوری کرنے کواس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں، تقدیم وتاخیران کی ہمارے اختیار ہے۔پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔اکتوبر کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعداختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے۔جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کریں گے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں گے۔چونکہ آپ کومولوی احمد حسن صاحب اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر

اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ابو عبید احمد اللہ امرتسری۔عبد الجبار غزنوی۔عبد الرحیم غزنوی۔حافظ عبد المنان وزیر آبادی۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔عبد العزیز دینا نگری۔نور احمد امرتسر،عبد الاول غزنوی،عبد الغفور غزنوی۔ابو زبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔نور احمد لکھوکے۔عبد الحق غزنوی۔حکیم عبد الحق امرتسری۔محمد حسین لکھوکے۔سید عبد القیوم حنفی جالندھری۔عبد القادر لکھوکی۔تاج الدین امرتسری۔عبد الرزاق لکھوکی۔حافظ غلام صمدانی پشاوری۔مولوی حکیم محمد عبد اللہ پشاور۔گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔حیات پیر پشاوری۔عبد العظیم پسروری۔عبد اللہ پسروری۔ قاسم علی نائی والہ۔محبّ اللہ خراسانی۔عبد المجید ہزاروی۔عبد الودود باری والہ۔نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری۔حسن محمد بہنری؟۔یحی غزنوی۔محمد غزنوی۔خلیفہ عبد الرحمٰن امرتسری۔سید احمد دہلوی۔غلام محمد تبّتی۔ مصطفٰی ساکن کیلیا نوالہ گوجرانوالہ۔حافظ محمد عبد اللہ غزنوی۔حبیب اللہ غزنوی۔عبد العلی نوشہرہ ضلع بنیر۔شاہ ابوصالح کان پوری۔

ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کی ابلہ فریبیاں جن میں ہم بھی آپ کو یکتائے زمان مانتے ہیں۔

تخرج الصّدور الی القبور

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ یوں تو ہم بھی قائل ہیں کہ مرزا جی کی پیش گوئیاں سب کی سب سبحان اللہ اور جل جلالہ کی مصداق ہیں مگر ایک خاص پیش گوئی کے اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔آج تک تو اس پیش گوئیکی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہوئی تھی کیونکہ بڑی مشکل یہ ہے کہ مرزا جی کے الہام کے معنی جب ان کو خود سمجھ میں نہیں آتے تو اور کسی کا دخل در معقولات کیونکر جائز ہے اس لئے ہم منتظر تھے کہ اس پیش گوئی کے معنی جناب والا خود ہی بتلا دیں۔سو الحمد للہ مرزا جی نے ہمیں انتظار میں نہیں رکھا۔پیش گوئی کے الفاظ طیبہ یہ ہیں

تخرج الصدور الی القبور جسکا ترجمہ یہ کہ بڑے بڑے قبروں کی طرف نکالے جائیں گے۔ مولوی غلام رسول (رسل بابا) مرحوم امرتسری کے فوت ہونے پر اس پیش گوئی کی تشریح بذریعہ الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے پہنچی کہ حضرت شیخ الکل شمس العلماء مولانا محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی غلام رسول صاحب مرحوم کے مرنے سے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی جس کے پورا ہونے کو ایک نشان کے عنوان سے ظاہر کیا گیا۔ ہم حیران تھے کہ ایسی پیش گوئی کا کیا جواب دیں۔ دیکھتے دیکھتے خدا کی شان اسی قادیانی اخبار الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ کالم اول ہی سے ہم کو جواب مل گیا۔ پس ہم بحکم عطائے تو بلقائے تو، مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی کو نقل کر دیں۔ مرزا جی (بخیال خود) اپنے رقیب حضرت مسیح کی پیش گوئیوں کی بابت طعنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رہی پیش گوئی تو وہ بھی قوی نہیں بلکہ قیافہ اور تفرس سے معلوم ہوتا ہے جیسے انجیل میں لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے بھلا آپ انصاف کریں کہ یہ کیا پیش گوئی ہے ایسا تو اور لوگ بھی کہہ سکتے ہیں دوسری پیش گوئی کہ لڑائی ہوگی اب فرمایئے کہ کون سی نئی بات ہے۔

مرزا جی! ہمارا بھی حق ہے کہ ہم آپ ہی کے الفاظ دہرا کر یوں کہیں کہ آپ انصاف کریں کہ یہ کیا پیش گوئی ہے کہ بڑے بڑے (مولانا سید نذیر حسین اور مولوی رسل بابا جیسے ضعیف العمر) قبروں میں چلے جاویں گے۔ یہ تو اور لوگ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ جیسوں کے حق میں ہم بہت جلد خس کم جہاں پاک کی آواز سنیں گے۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی پیش گوئیوں کا تھیلہ جو کبھی ختم نہ ہونے پاوے۔

ہفوات مرزا

(عنوان بالا سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا یہ مختصر رسالہ پہلی دفعہ الہامات مرزا کی طبع اول کے فوری بعد شائع ہوا ۔دوسری مرتبہ ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ ذیل میں جونسخہ احتساب قادیانیت جلد ہشتم سے اڈیٹ شدہ صورت میں نقل کیا گیا ہے اس میں حقیقۃ الوحی، کلمۃ الفصل، اور اخبار الفضل وغیرہ سے حوالوں کی موجودگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اڈیشن بہت بعد کا ہے۔ بہا)

بسم اللّٰہ الر حمن الر حیم

ما کان محمّد ابا ا حدٍ من رّجا لکم ولکن رسول اللّٰہ و خا تم النّبیین و کان اللّٰہ بکلّ شئی علیماً (محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد بالغ کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے)

یہ آیت باجماع مسلمین، رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو ختم کرنے والی ہے یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علماء نے مرزا قادیانی کو کافر و مرتد لکھا ہے۔ حدیث شریف میں بھی موجود ہے کہ میرے بعد لوگ دعوی نبوت کریں گے مگر کذاب دجال ہوں گے اور یہ امر واضح ہے کہ کہ دجال کافر ہوگا چنانچہ ترمذی شریف جلد دوم ص۵۴ باب لا تقوم السّاعة حتی یخرج کذا بون ، مطبع مجتبائی میں حدیث ہے:

عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعة حتّی تلحق قبائل من امّتی بالمشرکین و حتّی یعبد الاوثان انّه سیکون فی امّتی ثلا ثون کذا بون کلّھم یزعم انّه نبی و انا خا تم النبیین لا نبیّ بعدی (حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے بعض قبیلے مشرکین سے نہ مل جائیں اور بت نہ پوجے جائیں اور عنقریب میری امت میں تیس دجال جھوٹے پیدا ہوں گے اور دعوی نبوت کریں گے حالانکہ میں آخری نبی ہوں نبیوں میں سے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)

بس صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر کفایت کی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی اس حدیث کی پیش گوئی

کے مطابق مشرک بھی ہے کیونکہ اس نے دعویٰ خدائی کے علاوہ خدا کی اولاد ثابت کی ہے جیسا کہ آئے گا اور دعویٰ نبوت بھی کیا ہے اور یہ دجال کافر کا کام ہے۔

قادیانی کا مشرکانہ عقیدہ

ہم مسلمان، مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں مخالف ہیں؟ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کا کوئی دنیاوی جھگڑا نہیں بلکہ محض دینی عداوت ہے۔قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تتولوا قوماً غضب اللّٰه علیھم ۔ (جس قوم پر خدا کا غضب ہے، اس سے ہرگز دوستی نہ کرو)۔

اس سے بڑھ کر کیا غضب ہوگا کہ مرزا قادیانی خدا تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

و قالوا اتخذ الرحمن ولداً۔ لقد جئتم شیئاً ادّا۔ تکاد السّماوات یتفطّرن منه و تنشق الارض و تخرّ الجبال هدّا ۔ ان دعوا للرّحمن ولداً (مریم) (کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے۔تم نے بڑی بے ڈھب بات کہی ہے۔آسمان اس سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کر گر پڑیں کیونکہ خدائے رحمان کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں)۔

صاحبان! شرک ایسی بلا ہے کہ اعمال کو برباد کر دیتی ہے اور مشرک خدا کی بدترین مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے، تو آپ ہی انصاف کریں کہ مرزا صاحب کو کس طرح مسلمان کہیں۔ہم یہاں آپ کو بتائیں گے کہ مرزا صاحب نے خدا کی اولاد بھی ثابت کی اور خود خدا بھی بنے۔اور خدا و رسول پر افتراء بھی کیا اور انبیاء کی توہین بھی جی بھر کر کی۔ ایسے شخص کو کوئی شخص مسلمان بھی سمجھے تو ہم اس شخص کو بھی مسلمان نہیں کہتے۔(جن بزرگوں کا خیال ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مرزا قادیانی کو کافر نہیں کہتے تھے، وہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں جو مولانا کے ابتدائی دور کی تحریر ہے۔بہاء)

قادیانی ایجنٹ عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کیلئے مرزا صاحب کی کتابیں پیش کر دیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دین کی بڑی خدمت کی ہے، توحید مٹ چکی تھی تو جناب مرزا نے آکر زندہ کی

اورقرآن مردہ ہو چکا تھا تو مرزا نے آ کر زندہ کیا۔رسول مقبول ﷺ کی عیسائی لوگ توہین کرتے تھے،تو مرزا قادیانی نے آ کر عزت افزائی کی۔وغیرہ

ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے آ کر اس قدر شرک اور کفر پھیلایا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ایک ظاہری مسلمان اپنے کو ظاہر کرتا ہے مگر باطن میں کفر اور شرک سے بھرا پڑا ہے اور قرآن مجید کی تحریف اور انبیاء و بزرگان دین کی سخت توہین کرتا ہے۔

مرزا قادیانی اپنی اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۹ (قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۴۵۲) کے حاشیہ میں خدا تعالی کی اولاد ثابت کرتا ہے۔الہام ہوتا ہے :

انت منّی بمنز لة اولادی (یعنی اے مرزا تو میری اولاد کے مرتبہ پر ہے)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: صاحبو! غور کرو اس الہام میں (بقول مرزا) اللہ تعالی اپنی اولاد ثابت کر کے مرزا کو اس کے مرتبہ میں بتا رہا ہے اور قرآن مجید جا بجا پکار رہا ہے کہ میری (یعنی اللہ کی) اولاد نہیں بلکہ اس عقیدہ کو کفر کہا ہے۔عیسی اور عزیر کو یہود و نصاری نے خدا کا بیٹا کہا تو خدا نے انہیں کافر ٹھہرایا۔پس اس عقیدہ کی بنا پر مرزا صاحب پکے مشرک اور کافر ٹھہرے۔

دعوی خدائی

آئینہ کمالات اسلام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

ر أیتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت اننی ھو (میں خواب میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھتا ہوں تو پھر میں نے یقین کیا کہ میں واقعی اللہ ہوں) ... و لم یبق لی ارادۃ و لا خطرۃ و لا عمل من جھۃ نفسی و صرت کا ناء منثلم بل کشئی تابطّہ شئی آخر و اخفاہ فی نفسہ حتی مابقی منہ اثر و لا رائحۃ و صار کالمفقودین۔ و اعنی بعین اللہ رجوع الظل الی اصلہ و غیبوبۃ فیہ کما یجری مثل ھذہ الحالات ... فر أیت ان روحہ احاط علیّ و استوی علی

جسمي و لفّني فی ضمن وجوده حتی ما بقی منّی ذرة و کنت من الغا ئبین ۔ و نظرت الی جسدی فاذا جوارحی جوا رحه و عینی عینه و اذ نی ا ذ نه و لسا نی لسا نه ... و کنت اتیقن ان جوارحی لیست جوا رحی بل جوار ح اللّٰه تعا لی (میں یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں بلکہ اللہ کے اعضاء ہیں)... و کنت اتخیّل انّی انعدمت بکل و جودی و انسلخت من ھو یتی و الآن لا مناز ع و لا شر یك و لا قا بض یزا حم (مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ میں اپنے وجود (انسانی) سے بالکل معدوم ہو چکا ہوں اور نکل چکا ہوں۔ پس نہ کوئی منازعت کرنے والا رہا نہ شریک (گویا وحدہ لا شریک ہوئے)... و بینما انا فی ھذه الحا لة کنت اقو ل انا نرید نظا ماً جدیداً و سماءً جدیدةً و ار ضاً جدیدةً و خلقت السما وا ت و الا رض (میں نے آسمان اور زمین بنائے) اولاً بصورة اجما لیة لا تفریق فیھا و لا تر تیب۔ ثم فر قتھا و ر تبتھا بو ضع ھو مراد الحق و کنت ا جد نفسی علی خلقھا کا لقا درین۔ ثم خلقت السّماء الدنیا و قلت انّا زیّنا السّماء الدّنیا بمصا بیح (یعنی پھر میں نے آسمان دنیا کو ستاروں سے سجایا) ثمّ قلت ا لآ ن نخلق ا لا نسا ن من سلالة من طین ۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴۔۵۶۵؛ قادیانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۴۔۵۶۵)

حضرات! دیکھا قادیانی متنبّی کا دعوی۔ اور مزے کی سنو..

خدا سے رشتہ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴ (قادیانی خزائن۔ج ۲۲ ص ۷۷) میں الہام ہوتا ہے:

یا شمس یا قمر انت منّی و انا منك اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔

قادیانی ایجنٹو! کیا اس توحید کو پھیلانے کے لئے مرزا آیا؟ کیا تم لم یلد و لم یو لد کے مضمون کو بھول گئے کہ نہ کوئی خدا سے ہے اور نہ خدا کسی سے۔

اور یوں الہام ہوتا ہے:

انت من ماء نا (اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے)۔

مرزا کے خدا کی مثال بقلم مرزا

توضیح المرام صفحہ ۷۵ (قادیانی خزائن ۔ج ۳ص ۹۰) میں مرزا قادیانی نے اپنے خدا کی مثال اس طرح دی ہے :

ایسا وجود اعظم ہے جس کے لئے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں ..عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں۔

قادیانی دوستو! کیا تمہارا بھی خدا یہی ہے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے یا مسلمانوں کا خدا جو لیس کمثله شئی ہے۔اس جگہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کا انکار اور خلاف کیا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے : فلا تضر بوا للّٰه ا لا مثا ل (یعنی خدا کے لئے مثالیں بیان نہ کرو)

کیوں مرزائی دوستو! یہ خلاف قرآن ہے یا نہیں؟

قادیانی تحریروں میں توہین انبیاء

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ مبشراً برسول یّا تی من بعدی اسمه ا حمد، یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں ہے اور احمد آپ ہیں۔مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

یہ میرے حق میں ہے اور میرا نام احمد ہے ۔(ازالہ اوہام ۔ص ۶۷۳ ۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۴۶۳)

اور (تریاق القلوب ص ۳ ۔خزائن ج ۵ ۔ص ۱۳۴) پر لکھتا ہے :

منم مسیحِ زمان منم کلیمِ خدا　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

اور (نزول المسیح ص ۹۹ ۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۴۷۷) پر لکھتا ہے :

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　　من بعرفاں نہ کم ترم ز کسے

(یعنی انبیاء اگرچہ بہت ہوئے مگر میں بھی تو کسی سے کم نہیں)

دوستو! بتاؤ گستاخی کس چیز کا نام ہے۔اس سے بڑھ کر حضور کی گستاخی اور کیا ہوگی جو صاف لفظوں میں کہہ رہا ہے کہ کسی نبی سے کم نہیں۔

لو صاحب اس سے بڑھ کر لو۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹ (قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۹۲) میں مرزا قادیانی نے یوں درفشانی کی ہے:

آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ (توبہ نعوذ باللہ)۔

اور سنو اعجاز احمدی صفحہ ۶۹ (قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۰) میں لکھا ہے:

تکدّر ماء السابقین و عیننا الی آخر الایام لا تتکدّر

پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا۔ ہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہ ہو گا۔

اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ (قادیانی خزائن۔ ج ۱۷ ص ۱۵۳) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

نبی کریم کے معجزات تین ہزار تھے، میرے معجزات دس لاکھ سے زیادہ ہیں۔

مرزائی دوستو! سچ کہنا کہ اس میں حضور ﷺ سے اپنے آپ کو مرزا نے بڑھایا ہے یا نہیں؟ بتاؤ دس لاکھ وہ کون سے معجزے ہیں؟ ہمارے سامنے تو ایک ہی پیش کیا کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی (مگر آہ! عشق تیرا ستیاناس) وہ بھی نکاح میں نہ آئی جس کے باعث آج کلنک کا ٹیکہ مرزائی امت پر باقی رہ گیا جو قیامت تک اتر نہیں سکتا۔ گویا یہ پیش گوئی ساری دنیا کے سامنے پیش کرنے سے مرزا صاحب کا یہ مقصود تھا کہ اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آوے تو میں جھوٹا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسا صاف فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب دنیا سے خالی ہاتھ گئے اور محمدی بیگم نہ ملی۔ جس کا افسوس آج مرزائی بھی کر رہے ہیں۔

مرزا کے بیٹے محمود احمد کا عقیدہ

(مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اسلام کی اشاعت کے لئے دوبارہ دنیا میں آیا۔ (کلمۃ الفصل۔ ص ۱۵۸)

ہر شخص محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ (اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۵)

مرزا کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جون ۱۹۲۹ء)

رسول کریم کی کئی دعائیں قبول نہیں ہوئیں ۔(الفضل ۴ مارچ ۱۹۲۷ء ص ۵۔ ج ۱۴ نمبر ۷۰)

مرزا صاحب عین محمد تھے۔(ذکر الٰہی ۔ص ۲۰)

مرزا صاحب کی روحانیت نبی کریم سے اقویٰ، اکمل اور اشد ہے(کلمۃ الفصل ۔ص ۱۴۷)

حضرات آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے کا عقیدہ سن چکے عقیدہ ہیں۔اب آپ پر ہی ہم انصاف چھوڑتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ ظاہری کلمہ گو ہیں مگر جب حضور ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہے تو کیا آپ انہیں مسلمان کہیں گے۔جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہے وہ کبھی بھی ان باتوں کو سن نہیں سکتا۔چہ جائے کہ ایسا خبیث عقیدہ رکھنے والے کو مسلمان کہے۔اللہ تعالی مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے بچائے۔آمین (اس موقع پر ریویو جون ۱۹۲۹ء کے حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہفوات مرزا کی یہ طباعت جون ۱۹۲۹ء کے بعد کی ہے اور اس میں صاف طور پر مرزائی خلیفہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔بہاء)

توہین عیسیٰ

سب سے پہلے یہ بات قابل یاد ہونی چاہیے کہ اسلام نے ہم کو یہ ہرگز تعلیم نہیں دی کہ اگر کوئی شخص خبیث الباطن ہمارے آقا سردار دو جہاں محمد ﷺ کی شان میں کوئی ہتک آمیز کلمہ کہے تو اس کے مقابل کسی ایسے نبی کی شان میں ان کے مقابلہ میں گستاخی کریں جس کو وہ نبی مانتا ہو مثلاً عیسائی لوگ حضرت عیسیٰؑ کو نبی مانتے ہیں۔اگر کوئی عیسائی نبی کریم ﷺ کے حق میں گستاخی کرے تو ہم حضرت عیسیٰؑ کو گالی دیں، یہ ہرگز شریعت نے ہمیں نہیں سکھایا۔دوسری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور یسوعؑ یہ ایک ہی نبی کے نام ہیں دو نہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی توضیح المرام صفحہ ۴ (قادیانی خزائن۔ج ۳ ص ۵۲) پر فرماتے ہیں:

بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسی و یسوع بھی کہتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوا کہ یسوع، عیسیٰؑ ہی ہیں تو پھر جب یسوع کو گالی دی جائے گی وہ حضرت عیسی ہی کو

دی جائے گی۔اب سنیئے مرزا قادیانی ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ حاشیہ (قادیانی خزائن۔ج ۱۱ص ۲۹۱) میں حضرت یسوع کے بارے میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو، تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر وفریب کے اور کچھ نہیں تھا..آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا..آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا وے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

اور کشتی نوح صفحہ ۶۵ حاشیہ (قادیانی خزائن۔ج ۱۹ص ۷۱) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے

چشمہ مسیحی صفحہ ۱۱ (خزائن ج ۲۰ص ۳۴۶) پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ :

تعجب ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بد دعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو، مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے۔اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلا وے۔پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا خدا تعالی کی طرف سے ہو سکتی ہے؟

اور مکتوبات احمدیہ صفحہ ۲۳۔۲۴۔جلد ۳ میں ہے: مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار۔متکبر، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔

اعجاز احمدی۔صفحہ ۲۵۔۲۶ (قادیانی خزائن۔ج ۱۹ص ۱۳۵) میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

غرض حضرت مسیح کا یہ اجتہاد غلط نکلا۔ اصل وحی صحیح ہوگی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسی علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں بھی پائی نہیں جاتی۔ شائد خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہوگی۔ مگر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے بہت سے غلط اجتہادوں اور غلط پیش گوئیوں کی وجہ سے ان کی پیغمبری مشتبہ ہوگئی ہے۔ ہرگز نہیں۔

عیسیٰؑ کے معجزات سے انکار

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات بیان کرتے ہوئے یہ بھی معجزہ بیان کیا ہے کہ آپ مٹی سے جانور کی شکل بنا کر بحکم الٰہی پھونک دیتے تھے تو وہ جانور ہو کر پرواز کرتا تھا، مگر مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴ (قادیانی خزائن۔ ج ۳ ص ۲۵۴۔۲۵۵) میں فرماتے ہیں کہ:

خداتعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے... کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری (بڑھئی) کا کام کرتے رہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ حضرات! دیکھا ایک تو معجزہ سے انکار، اور دوسرے حضرت عیسیٰؑ کا باپ یوسف نجار کو ثابت کیا۔ استغفر اللّٰہ۔ یہ عقیدہ یہود کا تھا، مسلمان تو حضرت عیسیٰؑ کو بے باپ جانتے ہیں اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ (قادیانی خزائن۔ ج ۳ ص ۲۵۷۔۲۵۸) میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جو زندہ کرتے تھے تو صرف یہ عمل ترب (مسمریزم) تھا۔ مرزا قادیانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل (ترب) ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اللہ رے اللہ، مسیح کے کارنامہ کو قابل نفرت اور مسمریزم سے تعبیر کرنا یہ صرف مرزا کا حق ہے، کسی مسلمان نے آج تک یہ گندہ عقیدہ نہ رکھا تھا۔

حضرات! عام طور پر مرزائی کہا کرتے ہیں کہ یسوع کو کہا ہے، مگر آپ نے دیکھ لیا کہ ان عبارات میں یسوع بھی اور حضرت عیسی اور ابن مریم کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ اب تاویل کی گنجائش نہیں۔ نام لے کر گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو ان بے دینوں سے بچائے ۔ آمین

قادیانی تحریروں میں توہین صحابہ

حضرت ابو ہریرہؓ یہ وہ صحابی ہیں جن سے بے شمار احادیث مروی ہیں۔ حضورﷺ کو بہت پیارے تھے ہر وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ نہایت ذہین اور روشن ضمیر تھے۔ ایک دفعہ حضورﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے جوتے کی آہٹ سنی کہ تو جا رہا ہے۔ تو کیا عمل کرتا ہے کہ تجھ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ حضورﷺ اور تو کچھ عمل نہیں کرتا صرف یہ ہے کہ جب وضو کرتا ہوں تو دو نفل پڑھ لیتا ہوں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ بس اسی کی وجہ سے تجھ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے اس صحابی ابو ہریرہؓ سے بھی بدلہ لے کر چھوڑا۔

اعجاز احمدی صفحہ ۱۸ (قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۶۔۱۲۷) میں لکھتا ہے:

بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ جن کی درایت (سمجھ) عمدہ نہیں تھی عیسائیوں کے اقوال سن کر جو ارد گرد رہتے تھے، پہلے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسی آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔

مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ ایسے جلیل القدر صحابی کو بے سمجھ لکھنا یہ بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

تمام اہل اسلام، امام حسینؓ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل ہیں۔ ان کی گستاخی یا ہتک کو بے دینی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ان کے فضائل بہت سے ہیں جن میں سے ہم صرف ایک حدیث بیان کر دیتے ہیں جو ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۱۳ پر ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من احبّ الحسن و الحسین فقد احبّنی و من ابغضھما فقد ابغضنی (یعنی حضورﷺ فرماتے ہیں جس نے حسن اور حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے انہیں برا سمجھا اور ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا)۔

اب اس حدیث کے بعد ہم آپ ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے امام صاحب کی سخت توہین کی ہے اور اپنے آپ کو امام حسین سے بڑھ کر لکھا ہے۔ چنانچہ دافع البلاء صفحہ ۱۳ (قادیانی خزائن۔ ج ۱۸ ص ۲۳۳) میں لکھتے ہیں:

اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسینؓ تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔

اور اعجاز احمدی صفحہ ۵۲ (قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۴) میں ہے:

و قالوا علی الحسنین فضل نفسه　　　اقول نعم و اللّٰہ ربّی سیظھر

(اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن، حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں ہاں، اور میرا خدا عنقریب ظاہر کردے گا)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۱ (خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳) میں یوں لکھا ہے:

و انی قتیل الحبّ لکن حسینکم　　　قتیل العدی فالفرق اجلی و اظھر

(میں خدا کی محبت میں کشتہ ہوا ہوں لیکن حسین تمہارا دشمنوں کا کشتہ ہے، پس فرق کھلا کھلا ظاہر ہے)

اور اعجاز احمدی صفحہ ۶۹ (قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱) پر لکھا ہے:

شتّان ما بینی و بین حسینکم　　　فانّی اؤیّد کلّ آن و انصر

(مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے)

علاوہ اس کے اور بھی بہت اشعار ہیں جن میں سخت توہین کی ہے، مگر اختصار مقصود ہے۔

قادیانی تحریروں میں معاصر مسلمانوں کی توہین:

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷۔۵۴۸ (خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ،

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبّة و المودة و ينتفع من معا رفها و يقبلنی و يصدق دعوتی ۔ الّا ذريّة البغا يا الّذين ختم اللّٰه علی قلوبهم فهم لا يقبلون۔

ہر مسلمان میری تصدیق کرے گا، مجھے قبول کرے گا، مگر بدکار عورتوں کے بچے، وہ تسلیم نہ کریں گے۔

اور نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳ (قادیانی خزائن۔ج ۱۴ص ۵۳) پر یوں تحریر ہے:

انّ العدا صاروا خنا زير الفلا و نساء هم من دونهنّ ا لا كلب

(دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں)

اور انجام آتھم صفحہ ۲۱ (قادیانی خزائن۔ج ۱۱ص ایضاً) میں مرزا نے تمام مولویوں کو یہ لکھا ہے:

اے بدذات فرقہ مولویاں۔

اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی جو شیخ الہند مشہور ہیں جن کے فیض سے دنیائے عالم میں علم حدیث کا چرچا ہوا، ان کے حق میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں جیسا کہ: نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۴۵؛ خزائن ج ۱۱ص ۴۵)۔

حضرات! یہ تہذیب مرزا بطور نمونہ پیش خدمت ہے ورنہ ایسی خرافات بہت سی ہیں جن کے ذکر سے اندیشہ طوالت ہے۔

(احتساب قادیانیت جلد ۸ کے صفحات ۱۴۸ تا ۱۵۶ سے مناسب اڈیٹنگ کے بعد نقل کیا گیا۔ بہاء)

ثنائی مضامین دراہل حدیث امرتسر

ذیل میں اخباراہل حدیث امرتسر کی ابتدائی جلدوں (جلداول، دوم،سوم، چہارم) کے دستیاب شماروں سے وہ مضامین ومقالات نقل کئے جارہے ہیں جو ہمارے خیال کے مطابق شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے اپنے تحریر کردہ ہیں۔علاوہ ازیں وہ مضامین، روددادیں وغیرہ بھی منقول ہیں جن میں شیخ لاسلام کے کسی مناظرے یا عدالتی بیان وغیرہ کا ذکر ہے۔نیز بعض ایسے مضامین بھی ہیں جوشیخ الاسلام کے نہیں ہیں لیکن ان پرآپ نے ذرا تفصیلی ادارتی نوٹ لکھے ہیں۔

سب سے پہلا مضمون اخباراہل حدیث امرتسر کے پہلے شمارے سے نقل کیا جارہا ہے جوحضرت شیخ الاسلام نے

مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

کے عنوان سے تحریر فرمایا اوراس میں لکھا کہ مولانا بٹالوی کو:

گورنمنٹ کی طرف سے دربار دہلی کا تمغہ ملا ہے مگرافسوس کہ گورنمنٹ قدردان نہیں ورنہ کیا بات تھی کہ مرزا قادیانی جیسے مخلص دوست کی عزت نہ کرتی ؟ جوبقول اس کے تمام دنیا کوگورنمنٹ کے ساتھ جہادکرنے سے روک رہاہے آج جوکچھ گورنمنٹ کواوج اقبال حاصل ہے وہ صرف اسی لئے ہے کہ میرزا قادیانی اس کے زیرحکومت اپنی مسیحائی پھیلا رہاہےاورخدانے اسے الہام دیا ہے کہ جدھرتیرامنہ ادھرہی میرامنہ ہے

پھرگورنمنٹ کا کیا انصاف ہے کہ ایسے مخلص کی جس کے وجود باجود سے گورنمنٹ کی سلطنت اس وقت قائم ہے قدرنہیں کرتی ؟ حالانکہ اسکا الہام بھی ہے لك خطاب العزة یعنی تجھے کوئی نہ کوئی عزت کا

خطاب ملے گا۔ بجائے اس کے اس کے مخالف کی اس قدر عزت کرتی ہے کہ اعزاز پر اعزاز دیتی ہے دربار دہلی میں بلاتی ہے، تمغہ دیتی ہے۔ جس سے یہی نہیں کہ ایک مخلص کی حق تلفی ہے بلکہ ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ مولوی محمد حسین کی ایسی عزت افزائی میں مرزا صاحب کے ایک بڑے الہام کی تکذیب لازم آتی ہے وہ یہ ہے انی مھین من اراد اھانتك ۔یعنی جو تیری ہتک کرنے کا ارادہ کرتا ہے میں (خدا) اس کی ہتک کرونگا۔ گو یہ الہام مولوی محمد حسین پر آج تک پورا نہیں ہوا، مگر خطرہ ہے کہ اگر گورنمنٹ نے ایسی ہی بے پرواہی اور اپنے مخلص کی بے قدری کی تو خود گورنمنٹ کے حق میں یہ الہام صادق نہ ہو جائے۔ مرزا صاحب افسوس نہ کریں؛

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر اول جلد اول ۲۲ شعبان ۱۳۲۱ھ ۔۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء ص ۶، ۷)

مرزا قادیانی، عدالت میں

ان دنوں گورداسپور کی عدالت میں مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کے درمیان مقدمے کی سماعت ہو رہی تھی۔ عدالتی کاروائی کی ایک رپورٹ نامہ نگار ہفت روزہ اہل حدیث کی زبانی منقول ذیل ہے۔ بہاء

۱۲، ۱۳، ۱۴، اور ۱۶ نومبر (۱۹۰۳ء) کو مرزا صاحب کا مقدمہ ہوا۔ پہلے روز مستغیث مولوی کرم الدین صاحب جہلمی نے اپنا تتمہ بیان دیا کہ میری نسبت مرزا نے کذاب اور لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ لکھے ہیں، یہ الفاظ نہایت حقارت آمیز ہیں جن سے میری سخت حقارت ہوئی۔

یہ دعوی کتاب مواہب الرحمٰن پر ہے جو مرزا صاحب پر تو بحیثیت مصنف کے ہے اور حکیم فضل الدین پر بحیثیت مالک یا مہتمم مطبع قادیان کے۔

پیادے کے آواز دینے پر کہ، مرزا غلام احمد حاضر ہے؟ سامعین نظریں؟ کی لگ گئیں کہ، وہ آتے

ہیں، یہ آتے ہیں، انگلیاں سر وا ٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں۔

مرزا جی تو حاضر عدالت ہو گئے مگر حکیم فضل دین سخت بیمار تھا۔اس کی بابت عذر کیا گیا اور حاضری سے معافی کی درخواست کی گئی۔مگر عدالت نے منظور نہ کی، بلکہ کہا کہ وہ خود عدالت کے روبرو اپنے وکیل کو سیاہ سفید کا اختیار دے۔

چنانچہ بڑھے میاں (حکیم فضل دین) کو ایک مصنوعی ڈولی پر بٹھا کر شہر گورداسپور سے حاضر عدالت کیا گیا۔اس بے چارے کی یہ حالت تھی کہ دستخط بھی نہ کر سکا، آخر انگوٹھا لگا کر اپنے سیاہ سفید کا مختار وکیل کو کر گیا۔ ایسی حالت میں بڑھے کی یہ کیفیت ہو کہ: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند، کچہری میں مارا مارا کھینچا پھرے مگر کیا کریں پیرو مرشد کی تابعداری آہ:

اس کشمکش دام سے کیا کام تھا مجھے　　اے الفت چمن تیرا خانہ خراب ہو

مستغیث (مولوی کرم الدین جہلمی) کی طرف سے چار گواہ گذرے۔ پہلا گواہ مستغیث نے بابو محمد علی ایم اے، مرزا کے اڈیٹر کو گذارا جس کی شہادت اس امر کی تھی کہ یہ کتاب (مواہب الرحمٰن) مرزا جی کی تصنیف ہے یا نہیں؟ جس کا جواب بابو صاحب نے محض رعایت اور جانب داری سے یہ دیا کہ میرے خیال میں یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے (کیا ہی بچاؤ کی بات ہے)۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ ضلع جہلم میں جو مستغیث کا وطن ہے یہ کتاب مرزا صاحب وہاں شائع کی یا نہیں۔جس کا جواب بابو صاحب نے دیا کہ مجھے معلوم نہیں (کیوں بابو جی! آیت قرآنی لا تکتموا الشھادۃ، گواہی مت چھپاؤ) کے یہی معنی ہیں؟ مسیح موعود کی تعلیم کا یہی اثر ہے؟

دوسرے گواہ ملک تاج الدین صاحب اہلمد ضلع جہلم گذرے تھے جن کی شہادت کا مطلب یہ تھا کہ مستغیث صاحب عزت وحیثیت رئیس ہے۔

تیسرے گواہ مولوی فاضل ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری گذرے جن کی گواہی پر مرزا اور مرزائی جماعت کو خاص نظر تھی۔آپ نے مستغیث کی حیثیت عالمانہ کی گواہی دینے کے علاوہ الفاظ استغاثہ کی تشریح کی۔خاص کر لئیم کے معنی کو واضح کر کے بتلایا کہ اس کے معنی ایک اخلاقی کمینہ کے ہیں جو تمام برائیوں کو شامل ہے پھر ایک عربی کا شعر سنایا کہ:

مررت علی اللئیم یسبّنی فمضیت ثم و قلت لا یعنینی

نیز مرزا جی کی اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر دکھایا کہ یہی لفظ انہوں نے خود فرعون کی نسبت لکھا ہے جو مسلمانوں کے علاوہ تمام دنیا میں ذلیل وخوار ہے۔

ان سے بعد مولوی اللہ دتا صاحب ساکن سوہل ضلع گورداسپور کی اسی مضمون پر شہادت ہوئی۔ اور مرزا کے وکیل کو کہا گیا کہ جرح کرو۔ اس نے جواب دیا کہ آج میں تیار نہیں کل جرح کرونگا۔ چنانچہ ۱۳، ۱۴، ۱۶ تاریخوں میں مستغیث پر جرح ہو کر ۱۵ دسمبر مقرر رہوئی۔

ایک لطیفہ یہ ہوا کہ مرزا کے وکیل نے اخبار کرزن گزٹ دہلی پیش کیا اور یہ کہا کہ مولوی لوگوں کی کچھ عزت اور حیثیت نہیں ہوتی۔ دیکھئے یہ ایک نامی اخبار ہے جس میں مولویوں کی نسبت کیسے حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں۔ اسکے جواب میں مستغیث نے کہا کہ یہ بھی مرزا ہے اور وہ (اڈیٹر کرزن گزٹ مرزا حیرت دہلوی) بھی مرزا ہے اس لئے یہ دونوں علماء کو برا کہتے ہیں۔ ان دونوں کے سوا اور کوئی علماء کو برا نہیں کہتا۔ علاوہ اس کے اگر سب مولوی اس میں شامل ہیں تو مولوی نورالدین مولوی احسن امروہی، مولوی عبدالکریم بلکہ خود مرزا صاحب بھی تو مولوی ہیں۔ تو کیا یہ بھی برے اور بے حیثیت ہیں؟

مگر ہمارے خیال میں کرزن گزٹ جن مولویوں کی مذمت کرتا رہا ہے وہ صرف مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے مولوی ہیں اس لئے اڈیٹر کرزن گزٹ ہمیشہ لکھتا رہا ہے کہ ہماری مراد وہ مولوی ہیں جو دین بدنیا فروش ہیں، نہ کہ متقی صالح اور پرہیزگار جو حقیقی وارثان انبیاء کہلانے کے حقدار ہیں یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائی پارٹی نے جب ان قرائن اور اشارات کو نہ سمجھا تو آخر اڈیٹر گزٹ نے ۲۳۔ اگست سنہ رواں میں کے پرچے میں مرزا کو کھلے لفظوں میں مباحثہ کا چیلنج دیا اور لکھا کہ لاہور میں آ کر مجھ سے مباحثہ کرلو۔ میں دو ہفتہ تک اس نوٹس کا انتظار کرونگا۔

تعجب ہے کہ ایسے صریح اور صاف قرائن کے ہوتے ہوئے بھی ایسے سمجھ دار کرزن گزٹ کی تحریروں کو دیگر علماء کی طرف کررہے ہیں۔

افسوس ہے کہ ۱۶ نومبر کو جب کہ مقدمہ پیش تھا مرزا صاحب بھی بیمار ہو گئے تو وکیل نے عذر کیا کہ

مرزا صاحب کو عدالت سے باہر ٹھہرنے کی اجازت ہو جس پر حکم ہوا کہ باہر کچہری کے حلقے میں حاضر رہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لحاف لے کر پڑے رہے۔ ہماری یہی دعا ہے کہ خدا مرزا صاحب کو اختتام مقدمہ تک تو کم از کم بخیریت رکھے۔

کی دعا حق سے بڑھے اور شرارت تیری خیر خواہوں نے تری خیر بھی چاہی کیسی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر دوم، جلد اول، ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء ص ۳۔۴)

مرزا قادیانی عدالت میں

(اخبار اہل حدیث کا نامہ نگار بتاتا ہے) مرزا کے مقدمہ کی تفصیل اور کیفیت تو ہم پہلے نمبروں میں بتلا چکے ہیں۔ مولوی کرم الدین جہلمی کے حق میں اس نے کذاب لئیم اور بہتان عظیم وغیرہ الفاظ اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں لکھے ہیں جن کی وجہ سے مولوی صاحب موصوف نے ایک استغاثہ لائیبل ہتک عزت کا دائر کیا تھا جس کی مختلف پیشیاں ہو چکی ہیں۔ چنانچہ ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۹ دسمبر کو بھی مقدمہ ہوتا رہا۔ ان تاریخوں میں استغاثہ کے گواہوں پر جرح ہوتی رہی۔ دو روز تو مولوی غلام محمد قاضی چکوال، اور مولوی محمد جی قاضی جہلم اور بابو برکت علی منصف بٹالہ وغیرہ کے بیان اور جرح ہوتی رہی۔ مگر مرزائی پارٹی اور دیگر ناظرین مقدمہ کو ایک خاص گواہ پر نظر تھی کہ جس طرح ہو سکے اس کی جرح سنیں یعنی مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ چنانچہ اس تماشہ کے لئے دور دور سے مرزائی گروہ جمع ہو رہے تھے اور خوب افواہیں اڑا رہے تھے کہ آج مولوی ثناء اللہ سے حضرت عیسیٰ کی وفات منوالی جائے گی۔ مسئلہ جہاد بھی (جس کے مرزا جی کو عموماً خواب آیا کرتے ہیں) آج ہی صاف کرایا جائے گا۔ اسی لئے جب مولوی صاحب موصوف کے پیش ہونے کا ذکر ہوتا تو حاکم کو یہ کہہ کر کہ ان پر تو ہم نے بہت سی جرح کرنی ہے التواء کرا دیتے۔

خیر اللہ اللہ کر کے ۱۷ دسمبر (۱۹۰۳ء) کو مولوی (ثناء اللہ) صاحب پر مرزا کے وکیل نے جو مرزا جی کا راسخ الاعتقاد مرید ہے، مع دیگر دو مرید وکیلوں اور مرزائی مولویوں کے جو وکیلوں کی مدد کو کمر بستہ تھے، جرح شروع کی۔

مولوی (ثناءاللہ) صاحب نے شہادت میں لکھایا تھا کہ کذاب کے معنی ہیں بہت جھوٹ بولنے والا۔ جس کی عادت عموماً جھوٹ بولنے کی ہو۔

اب معنی کو خفیف کرنے کی نیت سے مرزائی وکیل نے پہلا سوال یہ کیا، مولوی صاحب یہ بتلایئے کہ قرآن شریف کے فارسی اور اردو تراجم تمام صحیح ہیں۔ ان مصنفوں نے جو لعنت کا ترجمہ کیا ہے، صحیح ہے؟

مولوی صاحب نے جواب دیا، صحیح بھی ہے اور بعض جگہ تساہل بھی ہے۔

پھر انھوں نے ایک فہرست ان الفاظ کی پیش کی جو استغاثہ میں تھے یعنی کذاب بہتان وغیرہ جن کا ترجمہ مترجموں نے عموماً دروغ گو یا جھوٹا کیا ہوا تھا، نہ کہ بسیار دروغ گو اور بہت جھوٹا جو ان کا اصلی ترجمہ ہے۔

اس فہرست کی تصحیح یا تغلیط سے تو سوال نہ کیا بلکہ یہ پوچھا کہ آیا یہ فہرست اصل سے مطابق ہے۔

مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہاں۔

اس سے بعد مشکوۃ، ترمذی، ابوداؤد، تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض عبارتیں جو وہ اپنے مدعا کو بزعم خود مفید جانتے ہیں پیش کر کے مولوی (ثناءاللہ) صاحب سے پڑھوائیں اور ترجمہ کروایا۔ ان میں سے ایک حدیث خاص قابل ذکر ہے جس کے جواب پر مرزائی جماعت نے نہایت استعجاب سے مولوی صاحب کی طرف دیکھا تھا اور دھمکایا تھا کہ آپ کی علمیت پبلک دیکھے گی۔ وہ حدیث معراج کے متعلق ہے جس میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی دیکھا جو اپنے جبڑے چیر رہا تھا۔ اس کی بابت فرمایا کہ کذاب یحدّث بالکذبتہ اس سے مطلب مرزائی جماعت کا یہ تھا کہ ایک دفع جھوٹ بولنے سے بھی ایک آدمی کذاب ہو جاتا ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ کاذب اور کذاب میں مرزا جی کا مشن فرق نہیں جانتا۔ مگر مولوی صاحب نے جب اس کا صحیح مطلب بیان کیا تو حیران وششدر رہ گئے۔

آپ (ثناءاللہ) نے فرمایا کہ ان الفاظ میں یحدث کا لفظ بظاہر مضارع ہے مگر معنی میں یہ ماضی استمراری ہے۔ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ کذاب کی تشریح آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جو عموماً جھوٹ بولا کرتا تھا۔

یہ سن کر مرزائی وکیل نے مع مرزائی علماء کے ضحك الخجل سا کیا،

تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ مضارع بمعنی ماضی استمراری قرآن شریف میں بکثرت آیا ہے مگر افسوس ان کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس کی نظیر پوچھتے شائد مولوی صاحب موصوف یہ آیت سناتے کہ لاکــــــن الشیاطین کفروا یعلمو ن الناس السحر۔

غرض اسی طرح کے اور بھی بہت سے سوالات کئے گئے، تو وقت ختم ہونے پر بوجہ تعطیل جمعۃ الوداع کے ۱۹ کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔

پیش ہوتے ہی حاکم نے سوال کیا کہ مولوی صاحب پر ابھی کتنی جرح باقی ہے۔ مرزائی وکیل نے کہا کہ ابھی تو دوسو کتاب ان پر پیش ہوگی۔ اور واقعی اس روز سامان بھی بہت کچھ لائے تھے مگر حاکم نے جو ایک بیدار مغز تجربہ کار ہیں، سمجھا کہ اس طرح تو شاید یہ لوگ میرا اور مولوی صاحب کا بہت سا وقت لیں گے، فرمایا کہ اس وقت جرح بند کی جاتی ہے، اور فرد جرم لگانے کے بعد تم کو اختیار دیا جاوے گا کہ تم مولوی صاحب پر جرح کرلو۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ۱۳ جنوری مقرر ہوئی اور مولوی صاحب کا خرچہ مبلغ آٹھ روپیہ دونوں فریقوں پر ڈالا گیا۔ چنانچہ دونوں نے چار چار روپیہ اسی وقت پیش کر دیئے مگر افسوس کہ مرزائی جماعت کو روپیہ دینے میں بہت تکلیف ہوئی ایک تو یہ کہ ان کے مخالف گواہ کا خرچہ ان پر پڑا، دوئم یہ کہ اس وقت ان کے پاس روپیہ نہ تھا، مگر آخر کہیں سے لا کر پیش کرنا ہی پڑا۔

مخلوق بھی عجیب ہی متوہم اور خام خیال ہے کہ بات بات پر تفاول کر لیتے ہیں چنانچہ ایک روز مرزا جی مع اپنے دس بارہ مریدوں کے گاڑی پر لدے چلے آرہے تھے، تو ابھی باہر قدم رکھ کر زمین پر بیٹھے بھی نہ تھے کہ گھوڑے نے گاڑی توڑ دی اور دو پہیے لے کر بھاگ گیا اور باقی گاڑی کو الٹا گرا دیا۔ سخت افسوس ہوا کہ مرزا صاحب کی تمام کتابیں جن میں مسلمانوں کا قرآن شریف اور حدیث شریف بھی تھیں سب کی سب نیچے گر گئیں ۔بس اتنے ہی واقع سے ناظرین نے مرزا جی کے حق میں یہ فال سمجھی، جس کی تصدیق کرنے کو ہم تیار نہیں۔ ہاں اس بدفالی سے قطع نظر پوچھئے کہ اس مقدمہ کا انجام کیا ہوگا؟ تو اس کا جواب ہمار علم اور لیاقت بلکہ شان سے بعید ہے ہم کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ نہ ہی ہمارا کوئی حق ہے کہ دوران مقدمہ میں ہم رائے لگائیں جس کی بابت قانون انگریزی کے علاوہ آسمانی قانون خدا کی سچی کتاب قرآن شریف بھی مانع ہے کہ آئندہ کے واقعات کی

نسبت کوئی رائے دی جاوے۔مگر ہاں مرزا جی نے جو اس مقدمہ کی بابت اسی کتاب میں اپنی رائے بلکہ کشف اور الہام لکھا ہے وہ ہم بھی بتلاتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

.. کـا نـی ا حضرة محا کمة کا الما خو ذین و ر أیت ان آ خر امری نجا ت بفضل رب الـعا لمین و لو بعد حین ۔میں نے خواب میں دیکھا کہ عدالت میں ماخوذ ہو کر حاضر کیا گیا ہوں مگر انجام کار میری نجات ہو گی، گو کچھ مدت بعد،

اب اس عبارت کے کئی ایک پہلو ہو سکتے ہیں ایک تو یہی کہ میں بری ہو جاؤنگا چنانچہ غالب گمان ہے کہ مرزائی جماعت اس کے معنی یہی سمجھتی ہوگی ۔دوئم یہ کہ سزایاب ہو کر اپیل میں چھوٹ جاؤنگا۔سوئم یہ کہ کچھ مدت سر کاری مہمان رہ کر مہمان خانہ سے نکل آؤنگا۔مگر بغور دیکھا جائے تو عبارت مرقومہ میں ماخوذ کا لفظ پہلی توجیہ کو پسند نہیں کرتا۔..اگر یہ معنی ہوتے کہ صرف دوران مقدمہ کی تکلیف ہو ہوگی،اور بس اس سے بعد رہائی ہے، تو مرزا جی کو وہ گھبراہٹ نہ ہوتی جو انہوں نے خود ہی اسی کتاب میں ظاہر کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں...ما رویت ا لا سنة فا فا ظهر .... الله على .... من هداهم استعا نه ... ؟ ......؟؟؟

یعنی مرزا جی خواب دیکھنے کو (جس میں ماخوذ ہو کر حاضر عدالت ہوا تھا) ایک سال ہی گذرا تھا کہ اللہ کی تقدیر میرے دشمن کرم الدین کے ہاتھ .... جانے کا قصد کیا........ چنانچہ اس نے ایک استغاثہ اپنے پاس سے گھڑ لیا...سپاہیوں کے لئے تمام اسباب جمع کیا۔

عبارت مذکورہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا جی کو مقدمے سے سخت گھبراہٹ ہے ایسی کہ روز روشن ان کی نظروں میں ... سے زیادہ سیاہ ہو رہا ہے پس ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت سابقہ میں جو ماخوذ کا لفظ ہے اس کے یہ معنی مرزا صاحب کو بھی نہیں سوجھتے بلکہ کچھ اور ہیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔اگر مرزا جی کے اسماء گرامی پر نظر ڈالی جائے تو مطلب اور بھی واضح ہو جاتا ہے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ (ملائکہ) میں آپ کے کئی ایک نام ہیں آدم داؤد موسی عیسی ابراہیم یوسف وغیرہ۔غرض یہ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو بوجہ مشابہت ہر ایک نبی کے چونکہ بہمہ صفت موصوف سمجھتے ہیں اس لئے ان کی تعریف میں ان کی زبان سے یہ شعر پڑھا جائے تو شاید بہت ہی موزوں ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن یوسفی مشابہت کے پورا ہونے میں جو کسر ہے وہ کسی مقدمہ میں حسب پیش گوئی مرزا پوری ہو گئی تو اس شعر میں تھوڑی سی ترمیم کرادی جائے گی جو یہ ہے:

محبس یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گو ہماری دعا ہے کہ خداوند تعال مرزا صاحب کو دنیا و آخرت میں وقت دے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے اور اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عنایت کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴۔۶)

مرزا قادیانی کھل کھیلے

خدا کی شان تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ علمائے کرام کہتے تھے کہ مرزا نبوت کا مدعی ہے تو مرزائی بلکہ خود مرزا، خود بدولت بھی ایک مصنوعی شعر پڑھ دیا کرتے تھے:

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب۔ یعنی میں اللہ کا رسول نہیں۔..... مگر اب صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں نبوت اور رسالت کے القاب مریدوں کی طرف سے دیئے جاتے ہیں اور خود بدولت سنتے ہیں، بلکہ سن کر جاموں میں نہیں سماسکتے۔

ہم اس موقعہ پر قادیانی اخبار الحکم کا ایک غیر معمولی پرچہ مورخہ ۳ دسمبر سنہ رواں نقل کرتے ہیں۔ ناظرین اس کے بیان اور عبارت رواں کو دیکھیں کہ ان دجاجلہ نے دجال اکبر کو کہاں تک پھلایا ہے اور موٹا کیا ہے۔ وھو ہذا:

امۃ النصیر کا انتقال

(قادیانی اخبار میں لکھا ہے) اگرچہ موت ایک ایسا ناگریز راہ ہے جس پر ایک کو آگے پیچھے جانا ضروری

ہے اور بظاہر یہ خبر ایک معمولی خبر ہے، اور اس کے لئے خاص پرچہ کی ضرورت نہ سمجھی جائے۔ مگر اصل یہ ہے کہ انبیاء ورسل کی زندگی کا ہر واقعہ، ان کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، ان کے درودیوار، ان کے زن وفرزند، اپنے اپنے رنگ میں آیۃ اللہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان آیات کی تلاوت کے لئے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود (مرزا) کی زندگی کے پیش آمدہ واقعات کو شائع کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

عزیزہ معصومہ ۲۸ جنوری کی صبح کو پیدا ہوئی تھیں اور پیدا ہونے سے پہلے حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کو دو بجے شب کے قریب غاسق الہام ہوا، جو انہی ایام میں شائع ہو چکا تھا۔ اور اسی وقت آپ نے ایک رؤیا بھی دیکھا ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت ام المومنین (مرزا کی بیوی) کہتی ہیں کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو آپ اپنے ہاتھ سے میری تجہیز وتکفین کریں۔

...حضرت اقدس کو..بھی عرصہ ہوا الہام ہو چکا ہے کہ بعض بچے کم عمری میں ہی فوت ہونگے، تو عزیزہ امۃ النصیر بھی اس الہام کے موافق کم عمری میں فوت ہونے والی اولاد میں شامل ہو کر حضرت حجۃ اللہ کی اس پیش گوئی کو پورا کرنے والی ٹھہری ہیں۔

خاندان رسالت اور سلسلہ احمدیہ کیلئے یہ صدمہ جانکاہ ہے اللہ تعالی خود اس کی... ہو اور خاندان رسالت کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اس پرچہ کی عبارت اور الفاظ جو بتلا رہے ہیں کسی شرح یا حاشیہ کے محتاج نہیں۔ کیا کوئی لفظ باقی بھی ہے جس سے ہم کسی نبی یا رسول کا ذکر کریں۔ انبیاء، رسل، خاندان رسالت وغیرہ سب موجود ہے، باوجود اس کے پھر بھی دجاجلہ کہتے ہیں کہ دجال اکبر (مرزا) کو دعوی نبوت نہیں۔

اللہ اللہ! ایک زمانہ وہ تھا کہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری کے مقابلے پر مرزا نے مان لیا تھا کہ میری تحریروں میں جو اپنی نسبت نبی یا رسول کے الفاظ ہیں جن سے لوگوں نے مجھ کو مدعی نبوت سمجھا ہے میں ان کو کاٹ دونگا (کیا بعد کے اڈیشنوں میں یہ الفاظ فتح اسلام توضیح مرام ازالہ وغیرہ سے حذف کئے گئے ہیں؟ بہاء) چنانچہ ان کو لکھنا پڑا تھا کہ: من نیستم رسول ونیاورہ ام کتاب۔ مگر آج یہ ترقی ہے کہ بجز رسالت اور خاندان رسالت کے

کوئی لفظ ہی نہیں ملتا۔ ترقی اسی کا نام ہے:

یار ما امسال دعوی رسالت کردہ است　　　سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شود

مرزا کے بے لاگ غیر متعصب دوستو اور علم کے مدعیو! سچ کہنا.. مثنی وفرادی ہو ہو کر کہنا، ہنوز کوئی کسر ہے، یا آپ کو خود بدولت کے رسول ماننے میں کوئی تردد ہے، یا خاندان رسالت سے مل کر اہل بیت ہوا چاہتے ہو؟

اب اس دختر نیک اختر کا (جس کو آیت بتلایا گیا ہے) ذرہ شان نزول بھی سنئیے۔

مرزا جی نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں ایک پیش گوئی کی کہ خدا نے مجھے چار بیٹے عطا کئے ہیں اور پانچویں کی خوش خبری دی ہے۔ چنانچہ ۲۸ جنوری کو حرم سرائے میں دختر مذکورہ کا نزول ہوا اس پر مرزا جی اور ان کے خاندان رسالت اور لنگر کے ٹکر کھانے والوں کو سخت رنج ہوا جس کی تلافی اور تعزیت کو انجمن نصرۃ السنہ امرتسر نے ایک اشتہار دیا جو درج ذیل ہے:

مرزا صاحب کادیانی کو مبارک

۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا صاحب کے حرم محترم کے ایام وضع چونکہ قریب تھے اس لئے انہوں نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اسی تاریخ شائع ہوئی تھی.. لکھا کہ خدا نے مجھے چار بیٹے عطا کئے اور پانچویں بیٹے کی خوش خبری دی ہے۔ ہر چند مرزا صاحب نے قیافہ شناسی اور طبی نشانات سے جو عموماً عورتوں اور دائیوں کو بھی معلوم ہوتے ہیں، کام لیا ہوگا، تاہم خدا کی پاک کتاب کا ارشاد و لا یعلم ما فی الارحام کون غلط کر سکے۔ چنانچہ ۲۸ جنوری کو ۴ بجے صبح مرزا صاحب کے محل سرائے میں دختر نیک اختر پیدا ہوگئی ہر چند مرزا صاحب کو تو اس کا رنج ہوگا اور ہونا بھی چاہیے۔

مگر انجمن نصرت السنہ مبارک باد کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہے کہ گو آپ کی پیش گوئی کے مطابق لڑکا نہیں ہوا لیکن راستہ تو صاف ہو گیا کسی روز لڑکا بھی ہو جائے گا۔ اس لئے کسی مخالف کا پیسہ اخبار ہو، یا عام اخبار، ملا جعفر لاہوری ہو یا کوئی اور، یہ حق نہ ہوگا کہ مرزا صاحب پیش گوئی جھٹلا وے ورنہ انجمن نصرت

السنہ اس پیش گوئی کی نظیر مرزا صاحب کی پہلی پیش گوئیوں میں دکھا دے گی۔ خبردار

دختر نیک اختر کی مبارک باد کے علاوہ انجمن ہذا اپنے صدق اور اخلاق سے ایک دو مبارکیں اور عرض کرتی ہے کہ جہلم میں دو مقدمے جناب کی ذات پر قائم ہیں ایک کی پیشی ۱۷۔فروری کو ہے اور دوسرے کی ۲ مارچ کو۔ پچھلے مقدمہ میں آپ کے نام نامی اور اسم گرامی پر وارنٹ جاری ہو چکا ہے جس کی تعمیل ۲ فروری کو ہوگئی ہوگی۔ مرزائیو گھبراؤ نہیں بلکہ اپنا ایجادی مصرع پڑھتے جاؤ: کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو

المشتہر: حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ امرت سر چوک لوہگڈھ

ادیٹر اخبار اہل حدیث لکھتے ہیں: مگر افسوس ہے کہ وہ دختر نیک اختر ایک ہی سال میں اپنے باپ بلکہ اسکے تمام متعلقین کو دائمی مفارقت دے گئی جس پر ہمیں افسوس ہے ہم چاہتے تھے کہ مرحومہ کو زندگی نصیب ہوتی اور اگر اس کی اجل آ ہی چکی تھی تو اس کے باپ کو اس کے بدلے لے لیا جاتا تو بڑی خوشی سے تمام دنیا سے خس کم جہاں پاک کا ایک نعرہ سننے میں آتا مگر حکم خداوندی بالکل سچ ہے.. لن یؤخر اللہ مفساً اذا جاء اجلھا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴-۵)

سیالکوٹ میں مرزائیوں کا مقدمہ

بخدمت اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث امرتسر۔ السلام علیکم

جناب کو بھی معلوم ہوگا کہ صدر سیالکوٹ کی جامع مسجد کلاں میں ایک امام صاحب تھے جن کے فوت ہونے پر ان کا بیٹا، جس کا نام مولوی مبارک علی ہے، خود بخود امامت کراتا رہا۔ مگر جب اس نے مرزا قادیانی سے بیعت کی تو اہالی مسجد نے اس کو علیحدہ کر دیا، مگر یہ بھی چند مرزائی ہمراہیوں کے ساتھ مسجد میں بدستور آتا رہا ۔آخر ایک روز مقدمہ فوجداری ہوا جس پر مجسٹریٹ صدر نے حکم دیا کہ مسجد بالکل بند کر دی جائے۔ چنانچہ ایک سال سے زیادہ مسجد بند رہی۔ اہالی مسجد نے چیف کورٹ میں اپیل کر کے مسجد واگذار کرائی، مگر مرزائی امام بدستور پھر آنے لگا۔ آخر اہالی مسجد نے دیوانی دعوی کیا اور اپنے گواہ اس بات کے دیئے کہ ان لوگوں کے پیچھے

نماز جائز نہیں۔ مرزائی امام نے بھی اپنے گواہ مرزائی جماعت کے لکھوائے کہ مرزا اور اس کے مرید مسلمان ہیں۔ مرزائی گواہوں کی فہرست میں مولوی فیروز الدین مدرس فارسی سیالکوٹ، مولوی نورالدین قادیانی، مولوی محمد احسن امروہی، مولوی برہان الدین جہلمی وغیرہ تھے۔ اس پر اہالی مسجد کو فکر ہوئی کہ ان کے مقدمہ میں اوران پر جرح کے سوالات کرنا کسی وکیل کا کام نہیں، بلکہ کسی لائق مولوی صاحب کا ہے، جو مذہبی علوم کے علاوہ عدالتی طریق سے واقف ہو۔ آخر اس کام کے لئے ان کی نظر مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری پر پڑی، اور مولانا صاحب نے بھی بڑی مہربانی سے اس تکلیف کو گوارا کیا۔ پس پھر کیا تھا، تمام سیالکوٹ اور صدر کے مسلمانوں کی جان میں جان آگئی، اور مولوی صاحب موصوف دو وکیلوں اور ایک بیرسٹر کے درمیان کھڑے ہوئے۔ پہلے مولوی فیروز الدین پر جرح شروع کی۔ بس جرح کیا تھی، میں کیا عرض کروں ،مولوی فیروز الدین کو ایسا حیران کیا کہ اس کی تمام شہادت پر پانی پھر گیا۔ قریباً چار گھنٹہ تک جرح کرتے رہے ایک ایک نقطہ پر وکیل اور بیرسٹر عش عش کرتے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا بس اب ہماری کیا حاجت ہے۔ میں ایک سوال بطور نمونہ بتلاتا ہوں۔ گواہ نے بیان کیا کہ اہل حدیث پر بھی حنفیوں نے کفر کا فتوی دیا ہوا ہے۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے سوال کیا کہ اس فتوے میں جو وجوہات لکھی ہیں کیا وہ واقعی ہیں یا بعض (محض) بہتان۔ گواہ نے کہا بہت سی باتیں افتراء اور بعض واقعی۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ واقعی کیا ہے؟ گواہ نے کہا کہ اہل حدیث خدا کو عرش پر مانتے ہیں، اس لئے حنفیوں نے ان پر فتوی کفر کا دیا تھا۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے کہا کہ تفسیر مدارک حنفیوں کی ہے؟ کہا ہاں۔ مولوی صاحب نے اس میں سے امام ابوحنیفہ کا قول استواء کے متعلق دکھا کر پوچھا کہ اس میں اور اہل حدیث کے مذہب میں کیا فرق ہے؟ اس پر گواہ کچھ گھبرایا مگر آخر کہلوالیا کہ دونوں خدا کو عرش پر مانتے ہیں، مگر کیفیت نہیں بتلاتے۔ پھر مولوی صاحب نے پوچھا کہ جو مذہب اور رائے ابوحنیفہ کی ہو، اس پر کوئی حنفی کفر کا فتوی دے سکتا ہے؟ گواہ نے کہا نہیں۔ اسی ضمن میں مولوی صاحب نے ایک طریق سے مرزا کو جھوٹا بلکہ کافر بھی کہلوالیا اور مرزائیوں کے پیچھے نماز کا ناجائز ہونا بھی کہلوالیا۔ اتنے میں عدالت کا وقت پورا ہو گیا۔ دوسرے روز ۲۱ تاریخ کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔

چونکہ مولوی صاحب موصوف کے آنے کی خبر تمام شہر سیالکوٹ اور صدر میں پھیل گئی تھی اس لئے ۲۱

تاریخ کو بڑے شوق سے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو گئے، چنانچہ حاکم نے بھی مولوی موصوف کے کہنے پر میدان میں اجلاس شروع کیا۔ مندرجہ فہرست مولویان میں مولوی برہان الدین جہلمی پیش ہوئے جن کی شہادت کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا اور مرزائی پکے مسلمان ہیں اور مرزا، حضرت عیسی سے افضل ہے اور یہ بھی کہا کہ مرزا نے جو یہ کہا ہے کہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

تو کوئی تعجب نہیں، کہ منصور وغیرہ نے انا الحق وغیرہ کے دعوے کئے تھے۔

ایک بات جو خاص قابل ذکر ہے یہ ہے کہ مدعا علیہ مولوی مبارک علی نے اپنے گواہ سے پوچھا کہ آنے والا مسیح جہاد کرے گا۔ جس سے غالباً اس کی وہی غرض تھی جو ان کے نبی مرسل قادیانی کی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ کو ممنون احسان کرتا ہے، کہ میں مسلمانوں کو جہاد سے روکتا ہوں، اسی لئے مجھے کافر کہتے ہیں۔ مگر مولوی ثناء اللہ نے عدالت کو توجہ دلائی کہ یہ سوال غیر متعلق ہے اور کہا کہ ان لوگوں کی یہ عادت ہے کہ ہو نہ ہو جہاد کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ اپنے خیال میں گورنمنٹ پر ثابت کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کو جہاد سے نہ روکتے، تو خدا معلوم مسلمان کیا کچھ کر گذرتے۔ کیسی خام خیالی ہے۔ مختصر یہ کہ سوا تین بجے پر مولوی برہان الدین کا بیان ختم ہوا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب جرح کرنے کو کھڑے ہوئے، تو اس نے اپنے ضعف اور تکان کا عذر کیا جس پر عدالت نے رحم کیا، جو واقعی رحم کے قابل بھی تھا، کیونکہ بڈھے میاں کی صورت ہی کہہ رہی تھی کہ لوگ اسے جبراً قبر سے کھینچ کر لائے ہیں۔ آخر ۹۔۱۰ تاریخ فروری مقرر ہوئی۔ جس کی کیفیت سے پھر اطلاع دونگا۔

ادھر مولوی ثناء اللہ صاحب کو خلق کے ہجوم نے آگھیرا۔ جس میں تمام شہر و صدر و گاؤں کے لوگوں نے بمنت درخواست کی کہ کل جمعہ ہے آپ ضرور اپنے وعظ سے مستفیض فرمایئے۔ مولوی صاحب نے پہلے تو اپنے کاروبار کا عذر کیا، مگر آخر کار سائلین کی درخواست کو منظور کیا اور جمعہ پڑھایا۔ جمعہ کے خطبہ میں آپ نے توحید اور دنیا میں دل نہ لگانے پر وعظ فرمایا۔ بعد جمعہ کے درخواست حاضرین پر پھر وعظ فرمایا۔ اور حاضرین شہر اور گاؤں اور صدر کے سینکڑوں وعظ کی مجلس میں حاضر تھے اور اپنا قادیان میں مرزا کی دعوت پر جانا بیان کیا،

اورلوگوں کواس کامکروفریب عمدہ تفصیل وار حاضرین کوسنادیا۔لوگوں نے مولوی صاحب کی تقریرسن کرمرزا کو پوری سوسنائیں۔خداتعالی جناب مولانا موصوف کوبرائے دین احمدی کے دیرگاہ قائم رکھے کیونکہ اس بارہ میں مولوی صاحب کا یہاں آنا ایسا ہوا گویا کہ دین اسلام کوزندہ اورتازہ کیا۔اللھم انصر من نصر دین محمد و اخذل من خذل دین محمد ﷺ۔

راقم:ابوعبداللہ رفیع اللہ امام مسجد متنازعہ صدرسیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جنوری ۱۹۰۴ءص ۶۔۷)

مرزائیوں کا مقدمہ سیالکوٹ میں

(قسط دوم)

جناب اڈیٹرصاحب اہل حدیث امرتسر

میں حسب وعدہ مقدمہ کی کیفیت عرض کرتا ہوں۔۹۔۱۰ فروری کومقدمہ سیالکوٹ کی تاریخ تھی۔ بنائے مقدمہ تو پہلے عرض ہوچکی (جواہل حدیث امرتسر میں چھپ چکی ہے)۷۔تاریخ کوتمام شہراورصدرسیالکوٹ کے مسلمانوں کی آنکھیں لگ رہی تھیں کہ کب مولوی ثناءاللہ صاحب تشریف لاتے ہیں۔اتنے میں ۸ تاریخ کو۵ بجے شام کے مولانا صاحب تشریف لائے تو مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

۹ فروری کوسب سے پہلے قادیانی مولوی برہان الدین جہلمی (عدالت میں) پیش ہوئے جن پر جرح باقی تھی۔جرح ہوئی مگرکیاعرض کروں،جرح کیا تھی،تمام مسائل کا تصفیہ تھا۔تمام جرح کی نقل نہیں ہوسکتی چند جملےنقل کرتا ہوں۔

مولوی ثناءاللہ نے پوچھا کہ:

کسی سچے نبی کی توہین کرنے والاکون ہے؟

جواب۔کافرہے۔

سوال:مرزاجی نےتحفہ قیصریہ میں کہاہے کہ میں یسوع مسیح کی رنگت میں آیاہوں۔

جواب: کہا ہے مگر اس لئے کہا کہ وہ کتاب ملکہ معظّمہ کے نام پر بھیجی گئی تھے اور ملکہ معظّمہ عیسی کا نام نہیں جانتی تھیں بلکہ یسوع کو جانتی تھیں۔

سوال۔ مرزا جی نے یسوع کے حق میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ وہ شریر مکار دغا باز جھوٹا حرام خور وغیرہ تھا۔

جواب۔ ہاں لکھے ہیں مگر عیسائیوں کے الزام کے طور پر۔

سوال: حضرت ہارون زکریا یحی نبی صاحب شریعت جدیدہ تھے۔

جواب۔ صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے۔

سوال۔ خاتم النبیین کا انتظار ایسے نبی ہونے کے لئے مانع ہے۔

جواب۔ (لیت ولعل کے بعد) ایسے نبیوں کو مانع نہیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت زکریا جیسے نبی ہو سکتے ہیں)

سوال: مسلمانوں کا عقیدہ حضرت عیسی کی تشریف آوری کی بابت کیا ہے، یعنی وہ کوئی شریعت لائیں گے یا اسلامی شریعت پر عمل کریں گے۔

جواب: یہ ان مسلمانوں سے پوچھو

سوال: آپ کا عقیدہ مرزا صاحب کی بیعت کرنے سے پہلے کیا تھا کہ حضرت عیسی کوئی نئی شریعت لائیں گے یا قرآن وحدیث کے پابند ہوں گے؟

جواب: مجمل ایمان تھا (اس پر ایک فرمائشی قہقہہ لگا)

سوال: براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ پر مسیح موعود کا کام سیاست (حکومت ملکی) بھی لکھا ہے۔

جواب: ہاں لکھا ہے۔

سوال: جو شخص کسی ایسی پیش گوئی کو جو حضرت رسول خدا ﷺ کی شان میں ہو، اپنے حق میں بتلاوے تو وہ کافر ہے یا مسلمان۔

جواب: کافر ہے۔

سوال: مرزا نے ازالہ صفحہ ۶۷۳ پر لکھا ہے کہ میں مطابق پیش گوئی مجرد احمد آیا ہوں۔

جواب: (کتاب دیکھ کر) ہاں لکھا ہے (حالانکہ یہی حضرت اپنے بیانوں میں لکھا چکے ہیں کہ احمد والی پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے حق

میں ہے۔

خیر اسی طرح کئی گھنٹے جرح ہوتی رہی۔ اخیر ایک دو سوال لکھتا ہے۔ مولوی برہان الدین نے اپنے بیانوں میں ایک حدیث لکھائی تھی جس کے الفاظ یہ ہے:

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و اما مکم منکم۔

یہ اس دعوی پر لائے تھے کہ مسیح موعود امت محمدیہ میں سے ایک شخص ہوگا نہ کہ اسرائیلی نبی۔ اس پر سوال ہوا کہ جملہ اسمیہ کسی اسم معرفہ کی صفت ہوسکتا ہے۔

جواب: میں نہیں بتلا سکتا۔

سوال: ابن مریم معرفہ ہے یا نکرہ۔

جواب: آپ بار بار وہی پوچھتے ہیں۔

سوال: بغیر صرف ونحو جاننے کے کوئی شخص علم حدیث سمجھ سکتا ہے۔

جواب: ہاں استاد سمجھاوے تو سمجھ سکتا ہے۔

سوال: آپ نے بھی بغیر صرف ونحو کے حدیث پڑھی تھی۔

جواب۔ نہیں میں نے تو بڑی بڑی کتابیں پڑھی تھیں۔ (جب ہی سوالات مذکورہ کو ایسی صفائی سے حل کردیا)

سوال: آپ حدیث مذکور کی ترکیب جانتے ہیں۔

جواب: جانتا ہوں۔

سوال: اس میں واؤ کیسا ہے۔

جواب: واؤ عطف کا۔

سوال: عطف کس پر ہے۔

جواب: نزل پر۔

سوال نزل کیا ہے۔ فعل یا اسم۔

جواب: فعل ہے۔

سوال: یہ معطوف اور معطوف علیہ مل کر کیا بنے؟

(برہان الدین جہلمی) میں اب تھک گیا ہوں مجھے رخصت ملے۔

حاکم نے پہلے تو سمجھایا کہ اس وقت تو اور چار پانچ منٹوں میں جان چھوٹ جائے گی کل پھر تازہ دم ہوکر آئیں گے اور تم کو بہت سنائیں گے۔مگر بڈھے میاں نے اسی میں خیریت سمجھی کہ اس وقت تو جان بچ جائے کل کو دیکھا جائے گا۔

اس سے بعد ایک دو گواہ معمولی واقعات کے گذرے۔اخیر میں ایک گواہ بوڑھے سے چلتے پرزے منشی رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ آئے۔ان کی شہادت کے علاوہ آپ کا طرز بیان کچھ ایسا تھا کہ حاکم نے مجبور ہوکر ان کو متنبہ کیا کہ ہوش سے شہادت دیں۔ان کے وکیل نے عذر کیا کہ سیدھے آدمی ہیں،تو حاکم نے فرمایا کہ،میں اسے عقل دے دوں۔آپ نے اپنے بیان میں لکھایا کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا تھا کہ اس سال حج ہوگا،تو نہ ہوا،دوسرے سال ہوا تھا۔مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کا ثبوت مانگا تو کہا کل دونگا۔اس بات کو سن کر بعض ہندوؤں نے مسلمانوں سے تعجب کے ساتھ کہا،کیا تمہارا پیغمبر ایسا ہی تھا؟ کہ اس سال کی خبر بتاوے تو دوسرے سال کو ہو۔مگر خدا مولانا ثناء اللہ صاحب کو جزائے خیر دے جنھوں نے اس کی ایسی آسانی سے تلافی کرائی کہ خود مخالف سے اس کی تکذیب کرائی۔

دوسرے روز بقیہ جرح کے لئے مولوی برہان الدین پھر آئے تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے زاد المعاد پیش کر کے حدیث کا ایک فقرہ پڑھوایا جس کا مضمون تھا کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا ؟ کہ اسی سال تم حج کرو گے۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو نہیں کہا تھا۔یہ دکھا کر مولوی ثناء اللہ صاحب نے سوال کیا کہ جو کوئی کہے کہ آنحضرتﷺ کے فرمودہ کے موافق یہ پیش گوئی نہیں ہوئی وہ سچا ہے یا جھوٹا؟

مولوی برہان الدین نے خدا لگتی کہی کہ ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے۔(اس کو سن کر رحیم بخش مذکور نے بھی اپنے موقع پر اقرار کیا کہ آنحضرتﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ اس سال حج ہوگا)۔

سوال۔یسوع عیسائیوں کا مصنوعی معبود ہے۔

جواب:ہاں۔سوال:قرآن کے صریح حکم کے خلاف کرنے سے بھی کوئی شخص نبی یا ولی ہوسکتا ہے۔

جواب۔نہیں۔

سوال: مرزا جی نے یسوع کو جو عیسائیوں کا معبود ہے، برے لفظوں میں یاد کیا ہے یعنی شریر مکار جھوٹا وغیرہ کہا ہے۔

جواب: ہاں عیسائیوں کو الزامی طور پر کہا ہے۔

سوال: قرآن شریف میں کوئی آیت اس مضمون کی ہے؟ کہ مشرکوں کے معبودوں کو برا نہ کہا کرو؟

جواب: بعد تامل: ہاں ہے

مولوی برہان الدین اور منشی رحیم بخش دونوں نے اس مضمون کا اقرار کیا اسی طرح اور لوگ بھی کم وبیش کہتے گئے کسی نے صاف اور کسی نے پیچدار الفاظ میں مولوی صاحب نے کہلوایا کہ مرزا جی اور ان کے مریدوں کے پیچھے نماز درست نہیں۔

۳ روز پیشی ہوکر ۲۵ فروری مقرر ہوئی جس کی کیفیت سے اطلاع دونگا۔..

رات کو مولانا ثناء اللہ صاحب نے شہر سیالکوٹ مسجد کشمیریاں میں وعظ فرمایا جہاں اتنا مجمع تھا کہ اہالی شہر نے ایسا مجمع کبھی نہ دیکھا تھا۔ جمعہ صدر کی جامع مسجد کلاں میں پڑھایا۔ دونوں وعظوں میں مرزا کے خیالات پر نہایت شائستگی سے بحث کی۔

سیالکوٹ کے باشندوں کی خوش قسمتی ہے کہ اسی بہانہ سے مولوی صاحب ممدوح کے وعظ ونصیحت سے مستفیض ہوجاتے ہیں۔ بڑی خوشی یہ ہے کہ اس تقریب پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الہامات مرزا کی قیمت خاص سیالکوٹ والوں کے لئے دوران مقدمہ کے دنوں تک نصف کردی جو عموماً مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ سب لے گئے اور بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا۔

راقم: ابوعبداللہ رفیع اللہ ولد قاضی عطاء اللہ قریشی سیالکوٹ امام مسجد صدر سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵، ۶)

مرزا قادیانی کا مہمل الہام

۲۰ جنوری ۱۹۰۴ء کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز سے معلوم ہوا کہ حضرت (مرزا) کو ایک تازہ الہام ۴ جنوری کو ہوا جسکے الفاظ یہ ہیں:

غلبت الرو م فی اد نی ا لا ر ض و ھم من بعد غلبھم سیغلبو ن

اصل میں تو یہ آیت قرآنی ہے جس کے معنی بجائے خود تو یہ ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت رومی ایرانیوں سے مغلوب ہو چکے تھے جن کی بابت خدا نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد ﷺ کی زبان الہام ترجمان پر یہ خبر پہنچائی کہ رومی اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال میں پھر غالب آ جائیں گے۔ مگر مرزا جی کے الہام میں معلوم نہیں کہ روم سے کیا مراد ہے اور اسکا غلبہ کیا ہے، اور ارض کیا ہے۔ کیونکہ مرزا جی کے الہاموں کا خیریت سے طریق ہی اور ہے: ایں زمین را آسمانے دیگر است

ہم منتظر ہیں کہ پردہ غیب سے کیا راز کھلتا ہے۔ اس لئے ہم اس الہام کے متعلق اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ البتہ ہمارا خیال ہے کہ شاید مرزا صاحب سوتے وقت کوئی اخبار پڑھتے پڑھتے سو گئے ہوں گے جس میں یہ لکھا ہوگا، سلطان المعظم نے یورپ کی تجویز در بارہ مقدونیہ منظور فرمالی ہے اس پر آپ کو شائد اس آیت کی طرف خیال دوڑا ہوگا کہ روم اگرچہ اس وقت دول یورپ کے مقابلہ میں کمزور ہے کہ ان کی متفقہ تجویز ان کو ماننی ہی پڑتی ہے لیکن آخر ایک روز آوے گا کہ سلطان روم ہی غالب رہے گا۔

لیکن ہماری اس توجیہہ پر خود ہمیں بھی ایک شبہ ہے کہ جناب مرزا جی کو اس سے پہلے تو مسلمانوں کی بہتری کا الہام کوئی ہوا نہیں بلکہ یہی ہوتا رہا کہ سلطنت روم کی تباہی قریب ہے، امیر کابل کی شامت آئی وغیرہ شاید اب سنت اللہ کچھ بدل گئی ہو۔

دیکھئے روم سے مراد کہیں خود بدولت ہی تو نہیں کہ مقدمہ میں مولوی کرم الدین صاحب سے ہار گئے، تو کیا ہوا، پھر کبھی سہی۔ بہرحال ہم چشم براہ ہیں کہ اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب ہی کر دیں،

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۷۔۸)

مرزا قادیانی تو لکھتا ہے کہ میرے مرید ملا عبداللطیف کابلی کابل میں شہید کئے گئے مگر لاہور کے مولوی چکڑالوی رسالہ اشاعۃ القرآن میں لکھتے ہیں کہ ملا مذکور حرام موت سے مرا ہے۔ اس پر ایک آیت بھی لکھی ہے۔ ہمارا خیال تو وہی ہے جو ہم نمبر... میں بتلا آئے ہیں کہ یہ قصہ ہی مرزا جی کا ایک ناول ہے اس لئے ہم تو اس میں کچھ نہیں کہتے بلکہ منتظر ہیں کہ قادیانی آرگن ہی اس کا کوئی جواب دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۸)

مرزائیوں کا جلسہ لاہور میں

مرزائیوں کی انجمن فرقانیہ نے الحکم قادیان میں اشتہار دیا ہے کہ اخیر مارچ کے لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا جاوے گا جس کے لئے دو ہزار روپئہ کی ضرورت ہے۔ مگر جو کام انہوں نے بیان کیا ہے ہمارے خیال میں کوہ کندن اور کاہ برآوردن، کے برابر ہے، کیونکہ اگر اسی غرض سے اتنا بڑا جلسہ ہوگا کہ صرف مرزا جی اور ان کے مرید ہی اپنی اپنی تقریریں کریں، تو وہ تو فضول ہے۔ مرزا جی کی تقریریں کیا پہلے کسی نے نہیں سنیں۔ نیز اغلب گمان ہے کہ اس کام میں مسلمانان لاہور مزاحم بھی ہوں گے۔ ممکن ہے انہیں ایام میں اہالی لاہور بھی کوئی جلسہ مقابلہ میں منعقد کر کے مرزائی جلسہ کی رونق کو کم کریں۔ اس لئے بہتر ہے کہ منتظمان جلسہ یا تو مثل آریہ سماج لاہور کے مباحثہ کا اشتہار دیں اور ایک مخالف اسلام اور مخالف مرزا کو جی کھول کر بحث کے لئے وقت دیا جائے یا مثل جلسہ اعظم مذاہب ہر ایک کو لیکچر دینے کی اجازت ہو۔ بہرحال ہمیں امید ہے کہ منتظمان جلسہ اس جلسہ کو ایک شاندار اور مفید بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اہل حدیث بھی تحریری امداد دینے کو آمادہ ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ فروری ۱۹۰۴ء ص ۳)

مرزا قادیانی نیچری اور آریہ سماج

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جائے کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

یوں تو کون ہے جو مسیح قادیانی اور مجدد پنجابی کی تجدید کا قائل نہ ہو، اور پنجابی نبی کا لوہا نہ مانتا ہو، بالخصوص کفار خصوصاً آریوں کے مقابلے تو آپ ماشاء اللہ برہنہ شمشیر ہیں۔ لیکن آج کل جو چال ایجاد کی ہے سبحان اللہ تمام پچھلی چالوں کو ماند کرتی ہے۔ واہ کیا کہنے ہیں، قربان ایک ہی کہی، ماشاء اللہ ہم داد دیتے ہیں اور تمام دیکھنے سننے والے بھی داد دیں گے۔

ان دنوں قادیان سے ایک رسالہ آریوں کے جواب میں قادیانی امت کے حکیم نے شائع کیا ہے جس میں معجزات انبیاء پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک نہایت لطیف اور ضروری نکتہ:

میں نے اس مضمون کو قبل از نماز عشاء حضرت امام ہمام خلیفہ اللہ مسیح موعود کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات اور خوارق کا انکار، یہ لوگ اسی ایک مد میں ان تمام ہزاروں معجزات کو شامل کرتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے، اور یہ لوگ اور ان کے دل و دماغ کے نیچری بھی بدقسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں وسوسوں میں مبتلا ہیں، اور جہاں کہیں کسی معجزہ کا ذکر ہوا، اسے ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیا۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تحدی سے دے دیا جائے کہ جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء علیہم السلام کے اور ہمارے نبی ﷺ کے قرآن میں مذکور ہیں ان سب کے صدق اور حقیقت کے ثابت کرنے کے لئے آج اس زمانہ میں بھی ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعوی ہے کہ اسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالی کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء کو ملی تھیں۔ جو عجائبات خدا تعالی نے حضرت ابراہیمؑ (اس تشبیہہ سے مرزا جی کی غرض یہی ہے کہ کافروں کو یقین ہو جائے کہ یہ انبیاء میری طرح بانی جمع

خرچ کر کے احمقوں کو پھاندتے تھے۔افسوس۔ نعوذ باللہ)اور موسیٰ کے ہاتھ پر منکروں کو دکھائے، وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے کوئی ہے جو آزمائش کے لئے قدم اٹھائے۔

سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں۔خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کے کمالات کا مجموعہ مرزا جی میں موجود ہے بہت خوب:

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پس ہم بھی آریوں اور نیچریوں سے سفارش کرتے ہیں کہ مرزا جی کی دعوت ضرور قبول کریں اور ان کے کمالات سے مستفیض ہوں۔ہاں یہ خیال نہ کریں کہ آج تک انہوں نے کیا دکھایا ہے جواب دکھائیں گے۔ آتھم کی پیش گوئی، پنڈت لیکھ رام، احمد بیگ والی، میعادی سہ سالہ پیش گوئی مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی والی پیش گوئی قادیان کے طاعون والی پیش گوئی کیسی صاف اور صریح طور پر غلط نکلیں، تو اب کیا دانائی ہے کہ پھر دوبارہ تحریر کرنے میں وقت ضائع کیا جائے اور: آزمودہ را آزمودن خطاست، پر غور نہ ہو۔

ہمارے خیال میں آریوں اور نیچریوں کے یہ خیالات کسی طرح صحیح نہیں۔ممکن ہے کہ ان وقتوں میں مرزا جی کو پورا تجربہ نہ ہوا ہو، مگر اب ہو گیا ہو۔آخر، پیر شو بیا موز، کا مقولہ مشہور ہے۔

ہوا کیا اجی یہ تو کرنے کی ودیا ہے۔مشق آہستہ آہستہ ہی ہوتی ہے۔تم بھی عجب آدمی ہو، کیا پہلوان ایک دفعہ گر کر کشتی لڑنے کی درخواست کرے، تو اسکو پہلا حوالہ ہی دیا جاتا ہے۔ہرگز نہیں۔

افسوس ہے کہ اہل حدیث کو اس دعوت میں شریک نہیں کیا گیا کیونکہ مرزا جی کو یقین ہے کہ اہل حدیث ہمارا عاشق صادق ہے، جو قادیان تک حاضری سے بوقت نصف شب بھی نہیں رکنے کا

ہم کشتہ تیرے ناز کے ہیں یادر ہے او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

قادیان میں طاعون

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے۔ تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

اللہ اللہ! ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ قادیانی مسیح للکار للکار کر کہتا تھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔ کوئی ہے کہ ہماری طرح الہام سے دعوی کرے کہ انہ آوی القریۃ کوئی ہے کہ بتلاوے کہ قادیان سے دو دو کوس پر طاعون نے جو محشر قائم کر رکھا ہے، قادیان میں کیوں نہیں آتا۔ خدا قادیان کو تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے دافع البلاء۔ اللہ اللہ:

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے — وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

آج کوئی ہے کہ قادیان میں جا کر طاعون کی تباہی کو آنکھوں سے دیکھے کہ تین ہزار کی آبادی سے بمشکل تین سو آدمی نظر آتے ہیں۔ دوکانیں بند ہیں، بازار ویران سنسان نظر آتے ہیں۔ یا مراسلہ مندرجہ ذیل کو پڑھے:

جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث تسلیم

قادیان میں آج کل سخت طاعون ہے مرزا صاحب اور مولوی نور الدین کے سوا تمام مرید قادیان سے بھاگ گئے ہیں۔ مولوی نور الدین کا خیمہ قادیان سے باہر ہے۔ اوسط اموات ۲۰ سے ۲۵ یومیہ ہے۔ مولوی نور الدین کی سالی کا لڑکا منظور الحق بھی چل بسا۔ مرزا جی نے اپنے گھر میں بالکل بندش کر دی ہے کہ کوئی آدمی نہ آنے پاوے۔ حکیم نور الدین اور قطب الدین کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مریض کے مکان پر نہ جاویں۔ مرزا جی کا سکول بھی بیماری کی وجہ سے بند ہے۔ نامہ نگاراں از قادیان ۔۱۴۔ اپریل

اخبار بدر قادیان ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء میں بھی کمال صفائی سے اڈیٹر نے طاعون کی قادیان کی صفائی کو تسلیم کیا ہے۔ اڈیٹر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۴۔۵)

قادیان میں طاعون

بیابا چشم روشن تا بچہا درقادیان بینی　خزاں بینی وبا بینی غرض دار الزیاں بینی

مثل مشہور ہے دہقانی کی پینتالیس عزتیں ہوتی ہیں اس لئے وہ ایک دو، بلکہ تین چار، بلکہ چھ سات آٹھ دفعہ ذلیل ہونے سے اپنے آپ کو ذلیل نہیں جانتا۔ جب تک کہ حسب تعداد عزتہا ذلیل ہو کر سلب کلی نہ ہولے۔ پھر یہ شرط بھی ضروری ہے کہ کسی حساب میں اس کو غلطی نہ ہو جاوے۔ یہی حال ہمارے مرزا صاحب کا ہے۔ ایک دفعہ دو دفعہ نہیں، دس بیس دفعہ نہیں، مرات کرات دفعہ آپ کی خاطر خواہ عزت ہوتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ مرزا صاحب زبان حال سے کہا کرتے ہیں:

جوہر تو مجھ میں تھے ملکوتی خصال کے　مرزا بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی

کون سا مہینہ یا کونسا سال ہے جس میں ہمارے مرزا جی بحکم آیت کریمہ افلا یرون انهم ... فی کلّ عام مرۃ او مرتین دو تین دفعہ ابتلاء میں نہ آتے ہوں۔ سال ہا گذشتہ کی رپورٹ کا دہرانا تو فضول ہے اسی سال کی سناتے ہیں۔ ۲۲۔ اپریل کے اہل حدیث امرتسر میں قادیان میں طاعون ہونے کا واقع درج کیا گیا تھا اس پر بحکم الحق مرّ مرزائی اخباروں میں ایک غیر معمولی طیش پیدا ہوا، اور اہل حدیث جیسے راست باز، حق شعار پرچے کی نسبت بہت کچھ زہر اگل رہے ہیں۔ چنانچہ الحکم سوال کرتا ہے کہ اہل حدیث کو اگر خدا کا خوف ہے، تو بتلاوے کہ کہاں کہا گیا تھا کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گا۔ (۲۴۔ اپریل)۔

گو ناظرین اس عبارت سے مرزائیوں کی بے بسی معلوم کر سکتے ہیں کہ قادیان میں طاعون ہونے کا کس لطیف پیرائے میں اقرار ہے۔ اس لطیف سے الطف پیرایہ ایک اور ہے جس کو سن کر ناظرین اس پاک جماعت کی چالاکی اور شرم وحیا سے انگشت بدنداں ہوں گے۔ اخبار البدر قادیان کے دفتر سے ۲۵۔ اپریل کو خریداروں کو اطلاع دی گئی کہ اخبار یکم مئی تک بند رہے گا۔ مطبوعہ کارڈ میں لکھتے ہیں:

طاعون حضرت مسیح موعود کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کرتی رہی ہے۔

اللہ اللہ! کس دبی زبان سے اقرار ہے اور کس ناز وادا سے معشوقانہ ادا میں تسلیم کیا گیا ہے اب سنئے

ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آپ کے سوال کا جواب دیتے ہیں:

دافع البلاء ص ۵ کو پڑھو۔ کیسا صاف لکھا ہے:

قادیان کے چاروں طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی ہے اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہورہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت ہوگا۔

اسی صفحہ پر لکھا ہے: قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول قادیان میں تھا۔

پھر صفحہ ۷ پر ایک الہام کا ترجمہ لکھا ہے کہ:

خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا) اسی میں رہتا ہے۔

پھر صفحہ ۱۰ پر اپنے مخالفوں کو ڈانٹ پلائی ہے کہ میاں شمس الدین اور انجمن حمایت اسلام لاہور کی بابت، اور مولوی عبدالجبار صاحب امرتسر وغیرہ کی نسبت، مولوی نذیر حسین مولوی محمد حسین، دہلی کی نسبت پیش گوئی کریں کہ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا ہے۔

یہ ہیں مرزا جی کی تعلیاں! ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان عبارات کا کیا مطلب ہے۔ ہاں ہم اس سے انکاری نہیں کہ مرزا جی کو چونکہ اندر کا چور دبا رہا تھا کہ میری باتیں تو جیسی ہیں وہی ہیں اس لئے بطور پیش بندی یا بحکم لو کان من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلافاً کثیراً ۔ یہ بھی مرزا جی نے لکھا تھا کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو، اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ (دافع البلاء حاشیہ۔ ص ۵)

ناظرین! الہامی صاحب کی اس عبارت کو بھی ہماری سفارش سے الہامی مان لیں لیکن مطلب اسکا خوب یاد رکھیں بھولے ہوں تو ہم پھر بتلائے دیتے ہیں: قادیان میں شاذ و نادر واردات ہوں گی جو ایسی قلیل ہوں گی کہ کالعدم تصور ہوں گی۔

اس کلام کے بعد قادیانی عادل گواہ کی گواہی سنئے۔ جس کا نام البدر ہے آپ ۱۶۔اپریل کے پرچہ میں لکھتے ہیں:

یوگندر پال (آریہ) نے بڑے دعوی سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے۔ تو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کردی۔، (ص ۷)۔

اب ناظرین اس شاذ ونادر کو اور اس صفائی کو ذرہ صفائی سے تاکہ کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے۔ اللہ اللہ! کہاں یہ دعوی کہ قادیان سے دو دو کوس تک طاعون ہے، جو بیمار آتا ہے اچھا ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام دارالامن والامان رکھا گیا تھا، پھر یہ ترمیم کہ شاذ ونادر وارادات ہوں گی جو معدوم کے حکم میں ہوں گی، جس کا یہ انجام بقول اڈیٹر البدر طاعون سے صفائی ہی ہوگئی۔ ناظرین منتظر ہوں گے کہ یہ صفائی کس حد تک ہوئی، تو ان کی آگاہی کے لئے ہم اتنا بتلاتے ہیں کہ مارچ اپریل کے دو مہینوں میں قادیان میں ۳۱۳، آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی قادیان کی ۲۸۰۰ ہے۔ (مفصل مع شہادت آئندہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

قادیان میں طاعون

نمبر سابق میں قادیان میں طاعون کی بابت مرزا جی کی پیش گوئیاں درج کر کے بتلایا گیا ہے کہ مارچ اپریل کے دو مہینوں میں قادیان میں ۳۱۳۔ آدمی طاعون کا شکار ہوئے۔ چونکہ قادیانی پرچہ الحکم کے ایک نامہ نگار نے اہل حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اہل حدیث کہلا کر بے سند باتیں لکھتے ہو، کیا سلسلہ حدیث کے راویان کا یہی طریق تھا، اسلئے اہل حدیث اس سوال کی قدر کرتا ہے کیونکہ خدا کے فضل سے اہل حدیث کو ناز ہے کہ اس نے آج تک سلسلہ اخبار کو خوب ملحوظ رکھا ہے۔

سنیئے! قادیان میں ۳۱۳ والی روایت کے راوی ایک بڑے معتبر اور ثقہ مرزا جی کے مخلص دوست اور مشیر خاص بلکہ ہمسایہ دیوار بدیوار یعنی سید محمد علی شاہ صاحب قادیانی پنشنر ہیں جنہوں نے گورداسپور میں چند

معزز اصحاب کے مجمع میں یہ بیان کیا کہ مارچ اور اپریل کے دو مہینوں کے اندر ۳۱۴، آدمی مرے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ حکیم نورالدین کی لڑکی کو بخار ہوا تھا جس پر شبہ ہوا کہ طاعونی بخار ہے چنانچہ ان کو حکم ہوا کہ باہر درختوں کے نیچے اسکو لے جائیں اور وہ چلے گئے۔

مسٹر الحکم! اہل حدیث اس سے زیادہ اپنی سند کا ثبوت کیا دے سکتا ہے۔ اور اگر آپ سید صاحب موصوف کا اس بیان سے انکار چھاپ دیں گے، تو ہم آپ کو گورداسپور پلیگ ڈیوٹی آفس کی رپورٹ سے نام بنام بتلا دیں، جس کی سردست ہم کو ضرورت نہیں۔

بتلایئے جس مقام پر اس قدر طاعون ہو کہ ۲۸ سو کی آبادی سے ۳۱۴ چل بسیں اور موضع کے باشندے تو بجائے خود، مسیح موعود اور مہدی مسعود کے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا مشن کالج (مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان) بھی بند ہو کر مدرسین اور طلبا اپنے اپنے گھروں کو چلتے ہیں وہ طاعون جارف اور موجب انتشار و فرار ہے یا ابھی کچھ کسر ہے۔

اللہ اللہ! مرزا جی کی وہ بھول بھلیاں اور یہ حیلہ سازیاں۔ آہ:

جو آرزو ہے اسکا نتیجہ ہے انفعال اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

بتلایئے اب بیچاری قادیان کو مرزا جی کی وجہ سے دارالامان کہا جائے یا دارالزیان اور بیت الخزان

اسی بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا مرزا جی کا کوئی امتی بھی وبائے طاعون سے مرے گا یا نہیں؟ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ بموجب حدیث نبوی ان کو شہادت ہوگی یا نہیں؟

آج تک تو مرزائی اسی بات پر نازاں تھے کہ ہمیں طاعون ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ مرزا جی نے اپنی کاغذی کشتی میں مریدوں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، مگر افسوس کہ جب موضع تلونڈی جھنگلاں اور موضع ننگل باغباناں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں بقول مرزا جی ان کی امت اس وبا سے کتوں کی موت کثرت سے مرے تو مسٹر الحکم کو یہ سوجھی کہ مبادا خود بدولت ہی کہیں تشریف نہ لے جاویں، اس لئے انہوں نے جھٹ لکھ مارا کہ حضرت جی کو الہام ہوا تھا حسب الناس ان یتر کوا ان یقو لوا آ منا و ھم لا یفتنو ن جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مبایعین یعنی مرزائی بھی نشانہ طاعون ہونگے۔ (الحکم ۲۴۔ اپریل ص ۳)

چلو جی: بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

مرزائیو! کس ناز پر تم کہتے تھے کہ ہم خدا کی پناہ میں ہیں۔ مرزا جی نے کس بھروسہ پر تم کو کاغذی کشتی میں ٹیکہ طاعون کرانے سے منع کیا تھا کہ بس میرے سلسلہ عالیہ متعالیہ میں داخل ہونا ہی طاعون سے حفاظت ہے۔ آج اس الہام سے معلوم ہوا کہ سلسلہ عالیہ کے معزز ممبر بھی نشانہ طاعون ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ گو ہماری دعا ہے کہ خدا سب ہندوستان کو اس بلا سے عافیت میں رکھے، مگر مرزا جی کے الہام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں کی خیر نہیں۔ کیونکہ ان کا الہام جتلا رہا ہے کہ چھوٹے بڑے سب کے سب مرزائی حتی کہ خاندان رسالت بطالت بھی اس میں مبتلا ہونگے اور ضرور ہوں گے کیونکہ الہام مرقومہ آیت قرآنی ہے اور اس میں الناس کا لفظ سب امت محمدیہ کو شامل ہے مگر جس حیثیت سے مرزا جی کو الہام ہوا، اس حیثیت سے وہ فرقہ احمدیہ (مرزائیہ) کو گھیرتا ہے جیسا قرآن کی آیت ہونے کی حیثیت سے سب مسلمانوں کو مراد لیتا ہے۔ پس جس طرح آیت کے نزول کے وقت تمام مسلمانوں بلکہ تمام خاندان رسالت حقہ کو اس آیت نے اپنا مصداق بنایا تھا اور سب کو تکلیفات پہنچی تھیں، اسی طرح مرزا جی کے الہام ہونے کی حیثیت سے اب الہام کا مدارِ صدق اس پر ہے کہ کل مرزائی حتی کہ خاندان رسالت کاذبہ بھی اس سے حصہ وافر لیں۔ بہت خوب: چشم ما روشن دل ما شاد

مرزا جی کا الہام بھی کیا ہوا، جان کا روگ ہوا کہ اپنی صداقت کے لئے سابقہ تمام الہاموں بلکہ تمام مرزائیوں بلکہ تمام خاندان رسالت باطلہ کے ممبروں کو بھی ہضم کر جاوے۔ آہ:

درد ہے جاں کے عوض ہر رگ و پے میں ساری　　چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

ناظرین! یہ ہیں مرزا جی کے الہام اور یہ ہیں ان کی تاویلات یا یوں کہیے کہ ان کے الہاموں کا حشر اجسام۔ مگر مریدین ہیں کہ وہی سچائی یا ڈھٹائی کا راگ الاپے جاتے ہیں۔ سچ ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا　　بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء ص ۲-۳)

مرزا قادیانی اور اسلامی اخبار

اذا غدرت حسناء او فت بعهد ها ـ و من عهد ها الا يدو م لها عهدها

قادیانی اخبار الحکم ۱۷ مئی میں پیش گوئی شائع ہوئی تھی کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا ہے کہ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ مرزائیوں نے اس کو بڑی شہرت دے کر پبلک کی توجہ کو اس پیش گوئی کی طرف پھیرا، جس میں وہ ایک حدتک کامیاب بھی ہوئے۔ یعنی عام رائے کا رجحان اس طرف ہوا کہ دیکھیں اب کی دفعہ بھی یہ پیش گوئی پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا خدا کر کے ایام حمل پورے ہوئے تو ناگہاں خبر پہنچی کہ ۲۵ جون کو امۃ الحفیظ پیدا ہوئی۔ اس پر ہمعصر سراج الاخبار جہلم یوں رقم طراز ہے:

لڑکے سے لڑکی ہوگئی: ناظرین سراج الاخبار ۲۰ جون کے پرچہ میں پڑھ چکے ہیں کہ مرزا جی نے شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہونے کا الہام کیا تھا اور یہ الہام الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اب یہ خبر ناظرین کی بے حد دلچسپی کا باعث ہوگی کہ مرزا جی کے حرم سرائے میں ۲۴ جون ۱۹۰۴ء یوم جمعہ کو بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوگئی۔ آج ساکنان دارالامان میں سخت اداسی کا عالم برپا ہے اب قادیانی کے اس الہام کی قلعی کھلنے پر گورداسپور میں خوب تمسخر ہورہا ہے

...قیافہ دانوں، منجموں طبیبوں کی بھی فیصدی دس باتیں پوری ہو جاتی ہیں، لیکن قادیانی ملہم کی فیصدی ایک گپ بھی پوری نہیں ہوتی، ہائے غضب پھر بھی مرزائی نہیں سوچتے۔ کیوں جی بتائیے؟ اب کیا تاویل ہوگی۔ بس یہی کہ لڑکا پیدا ہوگا، استقبال کا صیغہ ہے۔ آخر کبھی نہ کبھی تو پیدا ہو ہی جائے گا۔ لیکن بھائیو! یہ تب سنا جاتا کہ خاص ایام وضع حمل کے دنوں میں یہ الہام شائع نہ کیا جاتا۔ اودھر ایام معدودہ سے چند دن باقی ہیں اور ادھر دنیا میں ڈنکے کی چوٹ کہا جاتا ہے کہ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اسی حمل میں ہوگا۔ ہاں اب تو کہہ دیجئے کہ الہام غلط ہوگیا اور بڑی صفائی سے غلط ہوگیا۔ اب مرزا جی کو اندیشہ کرنا چاہیے کہ جب ایک

الہام کا یہ حشر ہوا تو بقیہ کے ساتھ کے الہاموں کا بھی یہی انجام ہوگا انشاء اللہ تعالی۔ بقیہ الہامات جو فتح ونصرت کے متعلق شائع کئے گئے ہیں وہ بھی اس لڑکے والے الہام کی بدشگونی سے برعکس ہوتے نظر آتے ہیں۔ جب ستون گر گیا تو پھر کوٹھے کا خدا حافظ۔

او مرزا جی! خدا کے لئے آئندہ باز آ جایئے جانے دو۔ بہتیری جگ ہنسائی ہو چکی ہے۔ اب عاقبت کی فکر کیجئے دنیا روزے چند آپ کو ان الہاموں کے بدلے کیا کیا مصیبتیں پیش آئیں اور کیا کیا آئیں گی ان بطش ربك لشد يد یا اللہ تو سب مسلمانوں کو ہدایت کر آمین

مگر ہمارے خیال میں سراج الاخبار کی یہ جلد بازی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے اس الہام کو جھوٹا لکھا۔ اگر سراج الاخبار شعر مندرجہ عنوان کو غور سے پڑھتا تو کبھی ایسا نہ لکھتا شعر مذکور کا اردو ترجمہ یہ ہے، جب کوئی محبوبہ خلاف وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ سمجھو کیونکہ اس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عہد کو پورا نہ کرے گی

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

ان معنی سے گو یہ پیشینگوئی ظاہر بینوں کی نظر میں پوری نہ ہوئی ہو، لیکن اہل باطن کے لئے اس میں بھی ایک راز ہے۔ کیونکہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو پھر تو یہ ایک معجزہ تھا کہ بیّن ثبوت رکھتا، پھر جو اس کو نہ مانتا (بقول مرزا صاحب) اس کی خیر نہ تھی۔ اس لئے خدا کی حکمت ہوئی کہ مخلوق ایک دم نہ تباہ ہو جائے کیونکہ ایک تو پہلے ہی مرزا طاعون بیگ سے ہلاکت ہو رہی ہے دوسری بلائے عام اگر بھیج دی جاتی تو خدا حافظ

اس حکمت کرنے میں یہ نقصان تو ہوا کہ مرزا جی کی پیش گوئی پر زد پہنچی، سو خیر یہ کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے رسم چلی آ رہی ہے۔ پہلے بھی کئی دفعہ لڑکے سے لڑکی ہوئی، زندوں سے مردہ اور مردہ سے زندہ ہوا۔ پچھلے سال ہی ۱۵ جنوری کو مرزا جی پیش گوئی کی تھی کہ خدا نے مجھے چار لڑکے دیئے ہیں (حالانکہ چھ دیئے تھے اور سب زندہ تھے۔ اڈیٹر) اور پانچویں کی خوش خبری دی ہے، چنانچہ اسی مہینے میں لڑکی پیدا ہوئی۔ جس پر انجمن نصرۃ السنہ امرتسر کے زندہ دل سکرٹری حکیم محمد الدین کا اشتہار نکلا تھا، کہ گو لڑکی ہوئی لیکن لڑکے کی بھی تو امید ہوئی کیونکہ راستہ تو صاف ہو گیا۔ اس پر مرزا صاحب کو غاسق کا الہام ہوا تھا یعنی وہ لڑکا اب کی دفعہ پیدا نہیں ہوا، لیکن ہوگا

کیونکہ وہ غاسق اندھیرے میں چھپنے والا ہے۔اس پر مرزا جی کے دوستوں کی آئندہ کے لئے آنکھیں لگیں۔ چنانچہ اب کے بھی منتظر تھے مگر افسوس:

یاں انتظار وصل وہ آغوش غیر میں　　قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

اس لئے ہم نے کہا کہ سراج الاخبار نے جلد بازی کی کہ حضرت (مرزا) کا کلام سمجھا نہیں:

اے کہ آگاہ نیء عالم درویشاں را　　تو چہ دانی کہ چہ سوداء سراست اشاں را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۔۳)

مرزا صاحب قادیانی نے ایک پمفلٹ چو ورقہ شائع کیا ہے جس میں مولوی کرم الدین سے مصالحت کے واقعات لکھے ہیں مگر افسوس کہ ان میں راست گوئی سے پوری عداوت کا اظہار کیا ہے جس کی ایک ہی مثال کافی ہے لکھتے ہیں:

میرا مسودہ جناب خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے بھی پسند کیا۔،

حالانکہ شیخ صاحب سے ہم نے خود سنا کہ وہ اس مسودے کو ناپسند فرماتے تھے۔ بلکہ فرماتے تھے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ صلح کرنی ہے تو اتنا کافی ہے کہ دونوں فریق دعوی چھوڑ دو۔ چنانچہ مولوی کرم الدین نے منظور کرلیا تھا مگر مرزا جی نے منظور نہ کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم سے انہوں نے اس واقع کے چھاپ دینے کا ذکر کیا تو ہم نے سخت منع کیا۔　　(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵جولائی ۱۹۰۴ء ص ۹)

مرزا قادیانی

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش　　من انداز قدت را مے شناسم

اخبار البدر قادیانی ۲۱ جون سے معلوم ہوا کہ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی نے کسی مرزائی کی گفتگو پر فرمایا کہ میں حضرت مسیح موعود کے آسمان پر زندہ ہونے پر قسم کھا سکتا ہوں۔اس پر مرزا جی کو الہام ہوا کہ حافظ صاحب تین باتوں پر قسم کھائیں۔ایک تو آیت لما توفیتنی سے وفات ثابت نہیں۔

دوسرے یہ کہ صحابہ کا اجماع حضرت مسیح کی وفات پر نہیں ہوا۔ چوتھے یہ کہ ہم (مرزا) ۲۴ سال سے مفتری ہیں

اصل قصہ صرف اتنا ہے کہ شیخ غلام قادر سوداگر صدر سیالکوٹ کے بیٹے نے جو مرزا کا مرید ہے، اپنے بہنوئی شیخ ابراہیم سے کہا کہ اگر حافظ صاحب اس بات پر قسم کھائیں کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں، تو میں مرزا صاحب سے ہٹ جاؤنگا۔ شیخ ابراہیم نے حافظ صاحب سے ذکر کیا، تو حافظ صاحب نے فرمایا کہ حق بات پر قسم کھانے میں حرج نہیں۔ بس حافظ صاحب کی آمادگی دیکھی، تو مرزائی صاحب رفو چکر ہو گئے اور قادیان دار الزور والبہتان کو لکھ مارا جس پر مضمون مذکورہ بالا نکلا۔

ہم حیران ہیں کہ مرزا جی ایسے بزرگوں سے اس قسم کی چالیں چل کر کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں اگر ان کو حافظ صاحب یا کسی اور عالم اسلام کی قسم پر ایسا ہی بھروسہ ہے، تو اصل نزاع میں کیوں فیصلہ منظور نہیں کرتے۔ اگر البدر کا اڈیٹر تکلیف کر کے مرزا جی کا اقرار نامہ چھاپ دے گا، تو ہم بھی حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اگر چہ یہ امر اب کسی خفا میں نہیں رہا تاہم آپ اس کو بدیہی جان کر بطور.. کرنے کے قسم کھالیں کہ مرزا قادیانی اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، بلکہ اور کچھ بھی ہے۔ پس اگر مرزا جی یا کوئی اور مرزائی حافظ صاحب موصوف کی قسم پر فیصلہ کرنا پسند کرتے ہیں تو عام فیصلہ کریں جس سے تمام نزاعات طے ہو جائیں۔ یہ کیا بات ہے کہ اتنے بڑے بڑے بزرگوں کو قسم کھانے کی تکلیف بھی دی جائے ار پھر نزاع بھی بدستور قائم رہے۔ اور کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہو۔

ہاں ناظرین! مرزا جی کی قسمیں دینے پر تعجب نہ کریں کہ کس ایچ پیچ سے سیدھے معاملہ کو الجھن میں ڈالتے ہیں۔ آپ کی یہ قدیمی عادت شریف ہے کہ ہر ایک سیدھی بات کو بھی اندھوں کی لکیر کی طرح ٹیڑھا کیا کرتے ہیں۔ جن دنوں آتھم ان کی پیش گوئی کی زد سے بچ رہا تھا، تو اس کو قسم کی زد میں لانا چاہتے تھے، جو عام زبان زد عام ہے مگر قسم کا مضمون قابل غور ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا جی فن ابلہ فریبی میں کہاں تک چست وچالاک ہیں۔ آپ ایک اشتہار میں لکھتے ہیں:

اگر آتھم کو یہ یقین ہے کہ مسیح سال تک تو مجھے زندہ نہیں رکھ سکتا ہے تو وہ تین روز ہی کی شرط لگالیں۔

سبحان اللہ کیا ہوشیاری سے گرہ کتری ہے۔ بھلا اگر کسی کو یہ یقین خدا کی نسبت ہو کہ خدا مجھے تین روز

کیا تین سال تک زندہ رکھ سکتا ہے تو کیا اس پر بھروسہ بھی کر سکتا ہے۔اور تو اور آپ کو الہام سے کہ اسّی (۸۰) سال تک زندہ رہے گا، تو کیا آپ نے آریوں سے ڈرتے ہوئے سرکار سے قادیان میں پولیس کے رکھنے کی درخواست نہ دی تھی؟ جو خیریت سے بالکل گدھے کے سینگ کی طرح کامیاب ہو کر رہی۔

مختصر یہ کہ ہم بھی اس فیصلہ کے منتظر ہیں کہ آئے دن کے فسادات بھی طے ہو جائیں مرزا جی اور حافظ صاحب کا معاہدہ پہلے تو عام طور پر اخباروں کے ذریعہ مشہور ہو، جس کا مضمون یہ ہو کہ اگر حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی قسم کھا جائیں کہ میں مسیح موعود نہیں ہوں تو میں اپنا دعوی چھوڑ دونگا۔ادھر حافظ صاحب بغرض حفاظت دینی قسم کھا کر اپنا مافی الضمیر اظہار فرماویں، تو مسلمانوں پر ان کا عام احسان ہوگا۔

لیکن کیا مرزا جی اس فیصلہ پر آمادہ ہوں گے؟ توقع نہیں۔مگر ہم ان کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ اگر آپ کو حافظ صاحب کی قسم پر اعتبار ہے تو عام فیصلہ کرائے اور اگر اعتبار نہیں تو کیا فائدہ؟

مٹا نہ، رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی   رکے ہے ہاتھ، ابھی ہے رگ گلو باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۴)

مرزا قادیانی کا لیکچر

۳۔ستمبر (۱۹۰۴ء) کو لاہور میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا لیکچر پڑھا گیا جسکا کئی دنوں سے شور وغوغا تھا۔لیکچر کا عنوان تھا، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب،۔

اس لیکچر کے دو حصے تھے۔ایک حصے میں لیکچرار نے عیسائی مذہب اور آریہ مت کی تحقیق کی کہ ان مذاہب میں کسی طالب حق کی تسلی نہیں ہوسکتی۔عیسائیوں میں تو یہ عیب ہے کہ وہ گناہوں کا علاج کفارہ بتلاتے ہیں جو بجائے خود گناہ ہے۔آریوں میں یہ خرابی ہے کہ وہ بعد ویدوں کے تمام دنیا کو مکالمہ الہیہ کی نعمت سے محروم جانتے ہیں۔نیز اس میں ایک مسئلہ اخلاق بیخ کن ہے یعنی نیوگ۔

دوسرے حصے میں لیکچرار (مرزا) نے اپنے دعوی کا ثبوت دیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ان کے دلائل تو

جو ہیں، وہ عام طور پر سب کو معلوم ہیں۔ مگر ایک دلیل نئی بھی ہے کہ قرآن مجید میں جو آیت ہے و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً اسکا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کر دیں گے تو مسیح موعود آئے گا۔ چونکہ اس وقت دنیا بھر کے مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اسلئے میں مسیح موعود ہوں۔

یہ ہے خلاصہ مسیحائی لیکچر کا جو ۴۵ صفحوں پر چھپ کر قیمتاً تقسیم ہوا۔ اس دلیل بازی سے بچوں کو بھی ہنسی آتی ہے کہ یہ دلیل بعینہ اس مشہور دلیل کی طرح ہے جو کسی آپ جیسے فلاسفر نے بیان کی ہوئی ہے کہ زمین اس لئے گول ہے کہ چاول سفید ہیں۔ چلو چھٹی شد۔

۳ ستمبر کو لیکچر دے کر ۴ ستمبر کو گورداسپور پہنچے۔ ۵ کو دو گواہ استغاثہ کے مکرر جرح کے لئے طلب تھے۔ باقی ۶، ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱ گواہان صفائی گذرنے ہیں اور پھر بعد غور حکم سنایا جائے گا غالباً اکتوبر کے وسط میں فیصلہ ہوگا۔ کیا ہوگا؟ العلم عند الله

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷)

مرزا قادیانی کے مقدمات

آج دو برس ہونے کو آئے ہیں کہ مرزا جی کے مقدمہ کی خبریں بڑی گرما گرمی سے سنائی جاتی ہیں، مگر تاہم بہت سے ناظرین کو ان مقدمات کی اصلیت سے اطلاع نہیں کہ یہ کیونکر پیدا ہوئے اور کہاں تک پہنچے۔

اصلیت ان مقدمات کی یہ ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی نے ایک کتاب سیف چشتیائی مرزا کے جواب میں لکھی، جس کی وجہ سے مرزا جی کو سخت پریشانی ہوئی، اور اس فکر میں تھے کہ کوئی صورت ہو کہ اس کتاب کی وقعت لوگوں کی نظروں میں کم ہو۔ چنانچہ وہ تو اسی خیال میں تھے، اتنے میں ایک مسمی شہاب الدین کا، جو شاید مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین ضلع جہلم کا شاگرد ہے، خط مرزا جی کو پہنچا کہ ہمارے پاس مولوی محمد حسن مرحوم مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور کی کتاب ہے جس کی مدد سے پیر مہر علی شاہ

نے اپنی کتاب سیف چشتیائی لکھی ہے۔

بس پھر تو کیا، مرزا جی نے جھٹ ایک اپنا معتمد آدمی حکیم فضل الدین مینیجر مطبع کو بھیجا کہ وہ کتاب لے آویں۔ خیر حکیم جی گئے اور کچھ نذرانہ دے کر وہ کتاب لے آئے۔ جب مرزا جی نے اس کتاب کو قبضے میں کیا تو ایک محشر بپا کر دیا کہ پیر مہر علی کی چوری پکڑی گئی۔ اب تو ذلیل ہوگا، خوار ہوگا، یہ ہوگا، وہ ہوگا، بلکہ زندہ درگور ہو جائے گا۔ جب ان کا یہ طوفان بے تمیزی حد سے بڑھ گیا تو سراج الاخبار جہلم ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون نکلا جس کا راقم کرم الدین لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم نے تمہارا الہام اور غیب دانی آزمانے کو یہ چال چلی تھی۔ سیف چشتیائی کی عبارتیں بے شک ان کتابوں کے حاشیوں پر مرقوم ہیں، مگر یہ صحیح نہیں سیف چشتیائی منقول ہے بلکہ غیر منقول ہے۔ یعنی ہم نے تمہارا الہام آزمانے کو سیف چشتیائی سے کچھ عبارتیں ایک زشت خط بچہ سے لکھوا دی تھیں تم خود اسکا اندازہ کر سکتے ہو کہ مولوی محمد حسن صاحب بڑے خوش نویس تھے، حالانکہ یہ حاشیہ سخت زشت خط ہے۔ اسی ضمن میں مرزائی اخبار الحکم کے اڈیٹر کو بھی کسی بات کے جواب میں سخت سست لکھا تھا۔ جب یہ مضمون نکلا تو مرزا جی کو حیرانی ہوئی کہ یہ تو الٹے لینے کے دینے آئے۔ آخر انہوں نے سوچ بچار کر مولوی کرم الدین صاحب پر حکیم فضل الدین صاحب سے دعوی کرا دیا کہ مستغاث علیہ نے ہم سے دغا کیا ہے۔

ادھر مولوی کرم الدین صاحب نے اپنے بھائی مولوی محمد حسن مرحوم کی طرف سے دعوی کیا کہ مرزا نے میرے بھائی کو برا کہا ہے۔ مولوی صاحب کا دعوی تو بدیں وجہ خارج ہو گیا کہ مرحوم کے بیٹے کا حق دعوی کا ہے، وہ کرے۔

مگر مرزا جی نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں خود مولوی صاحب موصوف کو ہی کذاب لئیم وغیرہ سے یاد کیا ہے۔ دعوی مذکورہ کے خارج ہونے پر مولوی صاحب موصوف نے اپنی طرف سے استغاثہ ہتک عزت کا دائر کر دیا۔ کچھ مدت تو مقدمات کو کوئی جگہ ہی نہ ملی۔ مولوی صاحب کہیں مقدمہ جہلم میں رہے، مرزائی پارٹی کہے گورداسپور میں رہے جو مرزا جی کا ضلع ہے۔ آخر مقدمات ضلع گورداسپور میں رہے۔

اس دغا کے مقدمہ کے ضمن میں مولوی صاحب نے ایک کتاب نزول مسیح مصنفہ مرزا صاحب پیش

کی جوابھی شائع نہیں ہوئی تھی ،تو جھٹ سے مرزا جی نے اس کتاب کی وجہ سے مولوی صاحب پر دفعہ ۴۱۱ میں چوری کتاب کا دعوی کرا دیا۔

یہ دو دعوے ہوئے۔تیسرا دعوی اڈیٹر الحکم سے ہتک عزت کا کرایا۔

خیر مقدمات برابر چلتے رہے مولوی صاحب موصوف کی طرف سے جواب تھا کہ مضمون مندرجہ سراج الاخبار جہلم میرا نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کسی نے میری طرف سے لکھوا دیا ہے۔ میں نے دغا نہیں کی بلکہ جو کتاب دکھائی تھی وہی دے دی۔

نتیجہ یہ ہوا مولوی کرم الدین صاحب دغا اور چوری کے دعوی سے تو پہلے ہی بری ہو گئے۔مگر مرزا جی پر جو دعوی تھا وہ اور اڈیٹر الحکم کا دعوی برابر چلتے رہے۔دونوں پر فرد جرم لگایا گیا۔اتنے میں حاکم کی تبدیلی ہوگئی دوسرے حاکم کے آنے پر قریباً نئے سرے سے کاروائی ہوئی۔اور مولوی صاحب نے اپنی صفائی کے گواہوں میں خود مرزا جی اور اڈیٹر الحکم کے باپ کو لکھایا۔مرزا جی کے بیانات سے بھی ان کو بہت کچھ فائدہ پہنچا۔اور اڈیٹر کے والد کو تو اس لئے لکھایا تھا کہ وہ اپنی قومیت کا ٹھیک پتہ نہیں بتاتا تھا۔آخر اس کے والد کے نام پر جو سمن گیا اس پر لکھا تھا جتو ولد تانا قوم میراسی ساکن جاڈلہ ضلع جالندھر۔اس شہادت نے بھی مولوی صاحب کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا۔مگر مقدمات نے اس قدر طول پکڑا کہ پبلک انتظار کرتے کرتے تھک گئی۔اسی اثنا میں کئی دفعہ خبر اڑی کہ مرزا صاحب قید ہو گئے۔اس سارے مختصر بیان سے یہ تو معلوم ہوسکتا ہے کہ مقدمہ بازی کی چھیڑ خانی پہلے مرزا صاحب کی طرف سے ہوئی جو آخر کار ان کے گلے کا ہار بن گئی۔مفصل روئداد مطبع سراج الاخبار جہلم سے بقیمت ..مل سکتی ہے ۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

مرزا صاحب قادیانی کے مقدمہ میں یکم کو حکم سنایا جانا تھا مگر فیصلہ نا تمام تھا اس لئے ۸۔ اکتوبر مقرر ہوئی۔ مرزائی اخبار دعا کے خواست گار ہیں اس لئے ہماری یہی دعا ہے خدا وہ کرے جو مسلمانوں کے لئے بہتر ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱۱)

کھلی چٹھی بخدمت حکیم مولوی نورالدین قادیانی

میں نے آپ کی تفسیر سورہ جمعہ پڑھی۔ جس میں بعض باتیں اچھی بھی ہیں، مگر جس نے مجھے اس کھلی چٹھی کے لکھنے پر آمادہ کیا ہے وہ ایک ہی بات ہے جو آپ نے مرزا صاحب کی آزمائش کے متعلق اصول لکھا ہے۔ میرے خیال میں بھی وہ اصول سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ پس میں پہلے اس اصول کو نقل کرتا ہوں پھر اپنی گذارش کرونگا۔ آپ فرماتے ہیں:

گورداسپور میں ایک موقع پر ایک شخص حضرت امام علیہ السلام کے متعلق مجھ سے کچھ سوال کرنے آیا۔ میں نے جب اس سے یہ کہا کہ تم وہ معیار پیش کرو جس سے تم نے کسی کو راست باز مانا ہے، تو وہ خاموش ہی ہو گیا۔ اور سلسلہ کلام کو آگے نہ چلا سکا۔ یہ بڑی پکی اور سچی بات ہے کہ راست باز ہمیشہ ایک ہی معیار پر پرکھے جاتے ہیں اور ان میں کوئی نرالی اور نئی بات نہیں ہوتی چنانچہ ہمارے ہادی کامل فخر بنی آدم حضرت محمد ﷺ کو ارشاد الٰہی یوں ہوا قل ما کنت بدعاً من الرسل کہدے میں کوئی نیا رسول دنیا میں نہیں آیا، دنیا میں مجھ سے پہلے رسول آتے رہے ہیں، تم نے اگر کسی کو راست باز اور صادق مانا ہے تو جس قاعدہ اور معیار سے مانا ہے وہی قاعدہ اور معیار میرے لئے بس ہے۔ میں نے قرآن شریف کے اس استدلال کی بنا پر بارہا ان لوگوں سے جو حضرت مرزا صاحب کے متعلق سوال اور بحث کرتے ہیں پوچھا کہ تم نے کبھی کسی کو دنیا میں راست باز اور صادق تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو وہ ذریعے اور معیار کیا تھے؟ جن ذریعوں سے تم نے صادق تسلیم کیا ہے پھر میرا ذمہ ہوگا کہ اس معیار پر اپنے صادق امام کی راست بازی اور صداقت ثابت کر دوں۔ میں نے بارہا اس گر اور اصول سے بہتوں کو لاجواب اور خاموش کر دیا ہے اور یہ میرا مجرب نسخہ ہے اس راہ سے اگر چلو تو تمام مباحث کا دو لفظوں میں فیصلہ کر دو۔ گورداسپور کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے جو لوگ میرے ساتھ تھے انہوں

نے دیکھا کہ باوجود سوال کرنے والا بڑا چلبلا اور چالاک آدمی تھا مگر میرے اس سوال پر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ بعض آدمیوں نے اس کو کہا بھی کہ تم کسی کا نام لے دو، اس نے یہی کہا کہ میں نام لیتا ہوں تو مرتا ہوں (یعنی ماننا پڑتا ہے اور لاجواب ہونگا) صفحہ ۲۱، ۲۲ تفسیر سورہ جمعہ

جیسا آپ نے فرمایا ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ اسی ایک اصول سے تمام مباحث کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ سائل مذکور نے تو خدا جانے کیوں خاموشی اختیار کی ہو، مگر میں تو یہ اصول پڑھ کر بہت ہی خوش ہوا کیونکہ یہ عقل ونقل کے مطابق ہے۔ قرآن مجید کفار کو پیغمبر خدا ﷺ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتلاتا ہے:

لقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلو ن

پس میں اس اصول کو بڑی خوشی سے تسلیم کرتا ہوں۔ بلکہ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کے اظہار سے پہلے ہی میرا یہ اصول ہے جو میں نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھا ہوا ہے۔ خیر مجھے اس سے بھی بحث نہیں کہ میں نے آپ کے کہنے سے قبول کیا یا پہلے سے کیا، بہرحال مجھے یہ اصول منظور ہے۔ آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ میں نے دنیا میں صرف ایک ہی شخص کو راست باز اور صادق تسلیم کیا ہے غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے مگر ناظرین کی آگاہی کے لئے ان کا نام بتلاتا ہوں لیکن:

ہزار بار بشوئم دہن بمشک گلاب   ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی وامی علیہ افضل الصلوۃ والسلام۔ اصل صداقت تو آپ کی تسلیم کرتا ہوں۔ باقی جن کو راست باز جانتا ہوں اسی راست گوئی کی شہادت سے جانتا ہوں۔ لیکن اگر یہ سوال ہو کہ آپ کی صداقت ماننے کا کیا ذریعہ ہے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کی راست گوئی صدق مقالی یعنی جو بات آپ نے بتلائی اور جس طرح آپ نے کوئی خبر دی، اسی طرح اور اسی کیفیت سے پوری ہوئی۔ غلبہ روم، فتح مکہ، فتح عرب، فتح قیصر وکسریٰ، فتح بدر، غلبہ امت، وفات طول الیدین وغیرہ وغیرہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا اور ضرورت بھی نہیں۔ پس آیئے اسی ایک اصول سے مرزا صاحب کی راست بازی آزمائیں کہ ا کی پیش گوئیاں بھی ایسی نمایاں طور پر ظہور پذیر ہوئی ہیں کہ کسی دوست دشمن کو انکار کی مجال نہ ہو۔ مگر اس کا جواب دیتے ہوئے یہ تکلیف تو بہت ہے کہ آپ میرا رسالہ الہامات مرزا سارا پڑھیں البتہ یہ تو مختصر ہے کہ آپ اپنا ہی ایک کارڈ بغور

پڑھ لیں جو آپ نے آتھم والی پیش گوئی کے خاتمہ پر بنام بابو غلام محی الدین کلرک دفتر لوکو سپرنٹنڈیٹ ریلوے لاہور کے نام بھیجا تھا جس کے الفاظ قابل توجہ یہ ہیں:

پیش گوئی میرے خیال میں پوری نہیں ہوئی۔ اب اس کا سرّ کیا ہے، انشاء اللہ چند روز کے بعد ظاہر کرسکوں گا چند روز تامل فرمائیں میں کسی کام میں جلدی کو پسند نہیں کرتا۔

میں اخبار کا یہ پرچہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ اس کا جواب عنایت ہوگا۔ آپ کا اختیار ہے کہ جواب اہل حدیث میں بھیج دیں یا قادیانی الحکم میں دیں، یا دونوں میں دیں، مگر اہل حدیث میں پورا شائع ہونا غالباً انسب ہوگا۔ میں ہوں آپ کا دوست باوفا۔ ابوالوفا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱۔۳)

مرزا قادیانی مسیح موعود ہیں یا آریہ سماجی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے براہین لکھی تو اکثر حصے آریوں کے جواب اور ردّ میں تھے۔ سرمہ چشم آریہ لکھا تو اسی گروہ کے جواب میں تھا۔ تصدیق (براہین) لکھوائی تو اسی فرقہ کے ردّ میں۔ حکیم نورالدین، نے نورالدین لکھا تو اسی مذہب کے جواب میں۔ نیوگ ناول بنا تو اسی گروہ کو شرمندہ کرنے، اور ان کے حیا سوز مسئلہ نیوگ کے نتائج قبیحہ دکھانے کو نسیم دعوۃ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔

مرزا صاحب نے اپنے لاہوری لیکچر میں کہتے کہتے بے ساختہ کسی جذبہ میں کہہ مارا کہ خدا چونکہ قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں۔

مطلب مرزا صاحب کا یہ ہے کہ موجودہ دنیا گو قدیم نہیں لیکن اس سے پہلی دنیا اور اس سے پہلی دنیا، علی ہذا القیاس دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یا یوں کہیے کہ خدا کی قدامت اور دنیا کی نوی کی قدامت برابر چلی آئی ہے۔

اب اسی مسئلہ کی بابت سوامی دیانند بانی آریا سماج کی کتھا بھی سنیے:

جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن اور نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش کے بعد فنا اور فنا کے بعد پیدائش کا دور چلا آتا ہے اس کا شروع یا انتہا نہیں۔ البتہ جیسے دن اور رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور فنا کا آغاز اور اختتام ہے

(ستیارتھ پرکاش۔صفحہ ۲۹۵)

اگر ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں، لفظ بے شک مختلف ہوں گے مگر مضمون بالکل ایک ہے۔ بعد غور کرنے کے ہمارے مضمون کی تصدیق کا ایک کارڈ ہم کو لکھیں کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے یا مرزا صاحب خود ہی دل سے آریوں کی حمایت میں ہیں۔ آریا اس موقع پر مرزا صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھیں تو بجا ہے:

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی   یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

آریا اور مرزائیوں کے اس وحدت الوجود پر تو ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن مسئلہ کی غلطی کا اظہار کرنے کو مختصرا اتنا کہتے ہیں کہ نیوگ کی سچائی کے بعد بھی ایک مسئلہ ہے جو آریا سماج کو اہل علم کے ماننے کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ ایک مرزا صاحب نہیں بیسیوں مرزا بھی مل کر اس مسئلہ میں حامی اور مددگار بن جائیں، جو کچھ امداد کریں گے اس سے زیادہ نہ ہوگی : سگ چو تر شد پلید تر باشد

سنیئے کچھ شک نہیں کہ دنیا اجسام کا نام ہے (مادہ اگر آریوں کے خیال میں کوئی شیئے ہے تو اس کا نام دنیا نہیں وہ ایک مفرد حالت میں ہے) اور اجسام کتنے ہی ہوں مگر سب مرکب ہیں اور مرکب کوئی بھی ہو حادث ہے، کیونکہ اس کی ترکیب ہی بتلا رہی ہے کہ میرے اجزاء ایک وقت میں از ہم جدا تھے۔ نتیجہ صاف ہے کہ کوئی جسم قدیم نہیں، دنیا قدیم نہیں، دنیا کا سلسلہ قدیم نہیں۔

علاوہ اس کے جب دنیا کا ہر فرد حادث ہے تو مرزا صاحب کی یا آریہ سماج کی کون سی منطقی دلیل ہے

کہ اس کے نوع کو قدیم کہا جائے۔ کیا کسی نوع کا وجود خارجی بغیر کسی فرد کے ہوسکتا ہے؟ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سلسلہ کے تمام افراد تو حادث ہوں مگر سلسلہ اس کا قدیم ہو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۸؟ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ منقول از شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴۔۵)

قادیانی، سری کرشن جی، سیالکوٹ میں

مرزا غلام احمد قادیانی اکتوبر۔ نومبر ۱۹۰۴ء میں اپنے مریدوں کی دعوت پر سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے جہاں انہوں نے ایک لیکچر بھی دیا جس میں کرشن ہونے کا دعوی فرمایا جیسا کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہم قادیانی مسیح تو سنتے رہے مگر قادیانی کرشن جی نہیں سنا۔ یہ وہی حضرت قادیانی مسیح ہیں۔ بقول استاد

قیامت کے مفتن ہو غضب کے دلربا تم ہو
خدا جانے پری ہو، حور ہو، انسان ہو، کیا تم ہو

آپ کا نزول اجلال سیالکوٹ میں ۲۷۔ اکتوبر بوقت ۶ بجے شام کے ہوا۔ چونکہ تشریف آوری کے پہلے چند روز علمائے کرام نے آپ کی تشریف آوری کی خبر عوام کے کانوں تک پہنچادی تھی، گردونواح سیالکوٹ کے علماء اپنا فرض منصبی پورا کرنے کو چند روز پہلے ہی رونق افروز تھے اور خوب زور شور سے آپ کی آؤ بھگت مناسب الفاظ میں کر رہے تھے اور چشم براہ تھے کہ ناگاہ گاڑی قریب سٹیشن سیالکوٹ پہنچی۔ پھر کیا تھا

انگلیاں سر واٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دیکھتے ہی نعرہ لعنت بلند ہوا۔ تمام ریلوے سٹیشن اور باہر کا میدان جس میں تقریباً دواڑھائی ہزار آدمی ہوں گے، پر تھا۔ جدھر کو حضور (مرزا قادیانی) کی گاڑی جاتی تھی لعنت کے چیرز اور نعرے بلند ہوتے تھے۔ خاک اڑائی جاتی تھی۔ خیر بصد شکرانہ آپ فرودگاہ تک تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کو مرزا جی کے لیکچر کے سرورق کے صفحہ ۲ پر

یوں لکھا گیا ہے کہ:

تقریباً پینتیس چالیس ہزار ہندو مسلمان استقبال کو آئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس خوشی میں روشنی کی تھی۔

حالانکہ تمام شہر سیالکوٹ کی مردم شماری تقریباً ۴۰ ہزار ہے جن میں ہندو، مسلمان، چوہڑے، چمار، زن و مرد، بوڑھے، جوان، بالغ، نابالغ سب شامل ہیں۔ روشنی کا یہ عالم تھا کہ خاک اور دھول کے اڑنے سے ایک اندھیرے کی صورت پیدا ہو رہی تھی۔ کاش اس روز بادل ہی چمکا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ مرزا جی کی خاطر آسمان پر روشنی ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کا خیال ہے۔ چنانچہ ۱۱ مئی ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ:

آج جو میں بیماری سے اٹھ کر باہر آیا ہوں اور بادل چمک رہا ہے اور بارش بھی کسی قدر ہو رہی ہے۔ یہ اسی طریق سے ہے جو بادشاہوں کے آنے پر سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اسی طرح ہماری باہر تشریف آوری کی وجہ سے آسمان پر چھڑکاؤ ہوا ہے اور آتش بازی چھٹی ہے۔ (حاضرین) سبحان اللہ جل جلالہ امام الزمان کی برکت ہے مگر شقی ازلی ایسے صریح معجزات بھی دیکھ کر بدنصیب رہے۔

خیر خدا خدا کر کے حضرت (مرزا) فرودگاہ تک پہنچے اور لیکچر لکھنے میں مشغول ہوئے۔ ۲ نومبر کی تاریخ لیکچر کے لئے تھی۔ لیکچر کیا تھی وہی معمولی شاعروں کی طرح بطور تشبیب چند لفظوں میں اسلام کی تعریف، پھر آریوں سے دوچار ہو کر اپنی تعریف کہ میں ایسا ہوں، یہ ہوں، میں وہ ہوں۔

ہاں ایک نئی بات لیکچر میں کہی گئی جو اس سے پہلے نہ سنی گئی تھی۔ جس کا خود حضرت کو بھی اقرار ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی یعنی آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے تو مسیح موعود ہو کر آیا ہوں مگر ہندوؤں اور آریوں کے لئے خدا نے مجھے کرشن جی بنا کر بھیجا ہے۔

اس دعوی کو سن کر مجسٹریٹ کیمپ سیالکوٹ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تم جاؤ، مرزا صاحب جانیں اور ہندو جانیں۔ مگر مسلمانوں کو اپنے پیدائشی مسلمان کی جدائی کہاں گوارا تھی؟ جس حال میں کہ وہ بابو عبدالغفور نو آریہ کی جدائی کو ابھی تک نہیں بھولے تھے، حالانکہ بابو مذکور ایک کمسن بائیس تئیس سالہ عمر کا لڑکا اور مرزا جی ایک معمر تجربہ کار مسنّ۔ پھر بھلا ایسے گرگ کہن کی جدائی مسلمانوں کو کہاں گوارا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ

جہاں تک ہوسکا مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا، اس سے بڑھ کر استدبار کیا، بلکہ مزید بات یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پرّہ باندہ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنوں میں ننگے ہو کر ناچتے رہے۔ مگر ان کا بیان ہے کہ اس کی وجہ بھی مرزا صاحب کی مستورات ہوئی ہیں جنہوں نے ریل گاڑی پر بیٹھ کر اپنی مبارک پاپوش (جوتی) پر تھوک کر مسلمانوں کو دکھائی۔ پس پھر تو مجنونوں نے سمجھا کہ ہم پر کمال عنایت مبذول ہے۔ لیکن اسلامی غیرت ہمیں اس کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ گو مستورات مرزائیہ نے چھیڑ کی ہو، تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۷۔۸)

دیوالی اور کرشن قادیانی

قادیانی مسیح نے جب سے کرشن جی کا روپ بدلا ہے آپ کے چیلوں میں ایک غیر معمولی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ گو لفظی معنی سے تو مرزائی بھی ہیں اور بقول خود احمدی بھی، مگر صحیح معنی سے ان کو کرشن پینتھی کہنا بھی بہت زیبا ہے۔ اس لحاظ سے کہ مرزائی یا احمدی تو پرانے نام ہیں اور پرانے اولڈ فیشن عہدے سے متعلق ہیں، اب جو نیا عہدہ کا چارج لیا ہے اس کی رو سے بہت زیبا ہے کہ اس گروہ کو کرشن پینتھی ہی کہا جائے۔ غالباً مرزا اور مرزائیوں کے برا ماننے کی کوئی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اس ذریعہ سے آپ کا عروج معراج بھی ترقی کر سکتا ہے کیونکہ کرشن جی بقول ہندوؤں کے ایشور کا اوتار تھے، تو بس چند دنوں تک یہ عہدہ بھی آپ کو مل جائے گا جس کی آپ کو مدت سے تمنا ہے:

یار ما امسال دعوی رسالت کردہ است

سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

اسی لئے قادیانی اخباروں میں دیوالی کے اجراء کی کوشش شروع ہو رہی ہے اخبار البدر قادیان مورخہ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء میں ایک مضمون مندرجہ ذیل نکلا ہے جس کو ہم انہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

چونکہ ہمارے مرشد و مولا حضرت مرزا غلام احمد صاحب اہل ہنود کے لئے کرشن اوتار ہیں اور اسلئے اب ہمیں اپنے پرانے سناتن دھرم بھائیوں سے دن بدن تعلقات بڑھنے کی امید ہے لہذا ان کے تیوہار دیوالی کی نسبت ذیل کا ریمارک غیر مناسب نہ ہوگا۔

عام روایت جو مذہبی عقیدہ کے درجہ تک پہنچ گئی ہے یہ ہے کہ نیکی اور فرض شناسی کے اوتار سری راجہ رام چندر جی مہاراج کی واپسی اجودھیا کے وقت جب آپ لنکا سے بحیثیت فاتح اعظم کے مراجعت فرما ہوئے، تمام رعایا نے اظہار خلوص و مسرت میں اپنے گھروں میں چراغاں کی تھی۔ اور دیوالی اسی قابل یادگار تقریب کی ایک مسرت آمیز یادگار ہے قطع نظر روایت بالا سے جو اہل ہنود کے جذبات روحانی کی سیری کا دل خوش کن ذریعہ ہے، عملی صورت اس تہوار کی یہ ہے کہ ہر ایک ہندو بالخصوص ہندو دکان دار دیوالی کے روز اپنا سال بھر کا حساب پڑتال اور صاف کرتا ہے۔ اور نہ صرف دکان کی بلکہ گھر کی بھی صفائی اور آرائش اور زیب و زینت کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے اور اس عملی صورت کے نیچے پھر ایک اور خیالی رو کام کر رہی ہے وہ یہ کہ ہنود کا خیال ہے کہ دیوالی کے روز لچھمی دیوی اوتار لیتی ہے اور اس دکان یا گھر میں جو نہایت پاکیزہ صاف اور آراستہ ہو، نواس کرتی ہے۔ بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا استعارہ اعلیٰ درجہ کی دور اندیشی پر مبنی ہے۔ ہندو قوم کو حساب کی صفائی یا مکانات کی آراستگی و پاکیزگی پر متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ ان حالات میں جو خیالات دیوالی منانے کی تحریک کرتے ہیں وہ واجب التعظیم ہیں۔ اگر دیوالی کا مقصد یہ ہے کہ راجہ رام چندر جی کی فتح عظیم کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے، تو بھی خوب ہے۔ کیونکہ اسی سے ایک ہمہ صفت موصوف بزرگ کا تصور ہماری دماغی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور اگر اس کا منشا یہ ہے کہ ہندو قوم کو حساب اور مکانات کی صفائی کا عملی سبق دیا جائے، تو بھی مناسب ہے، کیونکہ یہ دونوں باتیں ایک شائستہ قوم کی زندگی کا ضروری جزو سمجھی گئی ہیں۔ لیکن آج کل دیوالی کے دن کیا ہوتا ہے۔ دیوالی سے کئی روز پہلے ایسی دیوانہ کن ہوا چل جاتی ہے کہ بڑے بڑے عقل مند تعلیم یافتہ ہندو دن رات جوئے میں غرق رہتے ہیں اور خاص دیوالی کے دن تو وہ زور ہوتا ہے کہ جوا

کھیلنا نہیں بلکہ جوا نہ کھیلنا گناہ سمجھا جاتا ہے اور گناہ بھی شخصی نہیں بلکہ قومی۔ اہل ہنود میں دیوالی کی قمار بازی تو یہاں تک مقبول ہے کہ جو شخص اس روز قمار بازی کا مرتکب نہ ہو، سمجھا جاتا ہے کہ اگلے جنم میں اسے مینڈک کی جون بھگتنی پڑے گی۔ یہ نشانیاں ایک زندہ قوم کی نہیں ہیں جس قوم میں دیوالی کے دن والدین خود اپنی اولاد کو قمار بازی کی اجازت اور ترغیب دیتے ہیں وہ قوم شائستہ نہیں کہی جاسکتی۔ افسوس! ہندو قوم کیوں گر گئی ہے۔ مگر ایک ہندوؤں پر کیا موقوف ہے دیوالی میں مسلمان قوم بھی اپنی ہمسایہ قوم کی دیکھا دیکھی جوّا کے لئے مالی نقصان اٹھاتی اور اپنی مقدس شرع کی نافرمان برداری کرتی ہیں۔ (البدر۔ قادیان)

قادیانی اخباروں کی اس کوشش سے ہمیں امید بندھتی ہے کہ اس سال اگر نہیں تو آئندہ سال دیوالی کے تیوہار کی برکت حاصل کرنے کی عملی صورت اختیار کریں گے۔ چشم ما روشن دل ماشا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۵۔۶)

قادیانی اشتہار: امام مہدی

کرشن قادیانی نے اس نام کا ایک اشتہار فارسی زبان میں جاری کیا ہے (گو یہ اشتہار بظاہر کسی مرید کے نام پر ہے مگر چونکہ دارالامان قادیان کے مطبع خاص میں چھپا ہے اس لئے یقین ہے کہ کرشن مہاراج کے حکم سے چھپا ہوگا یا کم از کم ان کی اجازت ہوگی نیز کرشن جی ازالہ صفحہ ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کہ مریدوں کے کام پیروں ہی کے ہوتے ہیں اس لئے ہم نے اس اشتہار کو مہاراج کی طرف منسوب کیا۔ اڈیٹر اہل حدیث) جس میں مکہ معظّمہ کشمیر، مصر، طرابلس، قسطنطنیہ وغیرہ کے سربرآوردہ اصحاب (مفتی دیار مصریہ، مفتی کشمیر، شریف مکہ، محمد رضا مصری شیخ الاسلام۔ ملا مانکی سرحدی، حافظ محمد موسیٰ تونسوی سجادہ نشینان بغداد وغیرہ) کو شرف خطاب بخشا ہے مضمون اشتہار وہی ہے جو کئی سال سے اہل ہند سنتے آئے ہیں یہ کہ میں مسیح موعود ہوں میں امام مہدی مسعود ہوں میں امام الزمان ہوں میں یہ ہوں میں وہ ہوں مختصر یہ کہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب ص ۳)

مگر افسوس کہ اس اشتہار میں آپ نے اپنے جدید خطاب، کرشن، کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے

کہ بلاد اسلامیہ میں، کرشن جی، کے نام سے لوگ متوحش ہوں گے۔ مگر یہ خیال تو ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں بھی ملحوظ چاہیے تھا۔ علاوہ اس کے سچائی کے اظہار کو کسی قوم کا شخص کا توحش کیوں مانع ہوا، بہرکیف کچھ بھی ہو یہ نقصان آپ کے دعوی کے متعلق ہے کہ دعوی قابل ترمیم ہے

آپ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں میں تین معجزوں کا ذکر کیا ہے مناسب ہے کہ کرشن جی کا مضمون انہی کے الفاظ میں لکھا جائے آپ فرماتے ہیں:

معجزہ اول: مخالفے ومکذبے سخت از نام مولوی غلام دستگیر قصوری موسوم بود بر صفحہ بیست ہفت کتاب فتح ربانی خود از الحاج و دردمندی بسیار مباہلہ کرد، کہ اے قادر خدا کہ اگر ایں مدعی مسیحیت ومہدویت در دعاوی خویش برحق است مرا کہ تکذیب اوکنم ہلاک کن کہ برائے عامۃ الناس راہ ہدایت کشاید ولکن اگر فی الحقیقت او در دعاوی خویش برحق نیست بل مفتری وکذاب است اورا ہلاک کن کہ تا از فتنہ اش اہل اسلام مصئون باشد یعنی از فریقین مرزا غلام احمد وغلام دستگیر ہر کہ برراستی نیست اورا چنیں فوق العادت عذاب شدید مبتلا ساختہ ہلاک کن کہ دنیا را عبرت شود ومردمان ایں ماجرائے ہولناک راملاحظہ کردہ خود بخود عاست وناراست امتیاز خواہند کردوقدرت خدا ببینید کہ بعد..... ایں مباہلہ آن مخالف ومکذب کہ از امام مہدی مباہلہ کردہ بود مورد غضب الہی گشت ودر عذاب الیم مبتلا شدہ ازیں جہان فانی رحلت کردہ از موت خوفناک خویش برصداقت امام مہدی مہرے کرد ومخالفین ومنکرین امام مہدی را روسیاہ ساخت

ترجمہ مختصر اس عبارت کا یہ ہے، کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ پر میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی سچا ہے تو تو مجھے سخت عذاب سے ہلاک کر چنانچہ مولوی غلام دستگیر مر گیا پس ثابت ہوا کہ میں سچا ہوں۔

اگرچہ دانا تو اس قسم کے دعووں کو فضول جانتے ہوں گے ...غلام دستگیر مرحوم کی طرف نسبت کیا گیا ہے کیونکہ ادنی عقل کا جاہل مسلمان بھی اس قسم کے مباہلے نہیں کرسکتا، اس لئے کہ اگر کوئی شخص سچا ہو، تو اس کی تابعداری کی دعا مانگنی چاہیے، نہ کہ اپنی ہلاکت کی۔ علاوہ اس کے موت کا کس کو علم ہے کہ کس وقت آجائے۔ پس داناؤں کا فیصلہ تو یہی ہوگا کہ اگر مولوی غلام دستگیر نے ایسا کیا ہے، تو سخت غلطی کی ہے۔ اسکا جواب دہ وہی

ہوگا دوسروں کے حق میں حجت نہیں ہوسکتا۔

ہاں مولوی غلام دستگیر مرحوم کا فعل تو دوسروں کے لئے حجت نہیں اور نہ ہی اس سے کرشن جی صداقت ثابت ہوسکتی ہے۔البتہ اس بات کی جو اصل تحقیق ہے اس سے کرشن جی کی اصلیت کا پتہ بخوبی چل سکتا ہے

مولوی غلام دستگیر مرحوم کی نسبت قادیانی کرشن نے کئی ایک تحریریں میں یہ ادعا کیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں مجھ سے یہ مباہلہ کیا ہے کہ جو ہم دونوں (مرزا اور مولوی قصوری) سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجاوے گا ،چنانچہ وہ مرگیا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ آج تک تو ہم خاموش تھے کہ شاید کسی مرزائی یا کرشن پینتھی ہی کو خدا توفیق دیوے کہ مولوی غلام دستگیر مرحوم کی کتاب مذکور دیکھ کر کرشن جی کو دور سے سلام کرے مگر افسوس کہ ان کے حق میں تو حافظ شیرازی مرحوم کا یہ شعر صادق ہوا کہ:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چون

رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

اس لئے ہم ہی اس راز کی تہ بتلاتے ہیں تاکہ کرشن پینتھیوں کو کرشن مذکور کے دجال ہونے میں اگر کوئی شک وشبہ ہے تو دور ہوجائے۔

مولوی غلام دستگیر مرحوم اپنی کتاب فتح رحمانی کے ص ۲۷ پر جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے:

دعا والتجاء اس فقیر قصوری سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کو توبۃ النصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ (توبہ) مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دا بر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العا لمین انك علی کل شیء قدیر و با لا جابۃ جد یر آ مین۔

مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو توبہ نصیب کر اور اگر ان کی قسمت میں توبہ نہیں تو ان کو ہلاک کر۔

نہ اس کلام میں مولوی صاحب موصوف نے اپنے لئے بددعا کی ہے، نہ مقابلہ میں دونوں میں سے

جھوٹے کے لئے موت مانگی ہے، نہ مرزا جی کے سچے ہونے کی صورت کا ذکر ہے۔

ناظرین دونوں منقولہ عبارتوں فارسی اور اردو کو مقابلہ میں دیکھیں تو ان کو منشی شیخ سعد اللہ صاحب لودہانوی کے کلام میں ذرہ شک نہ رہے گا کہ

ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس نا فرجام مرزا
ڈبویا کادیاں کا نام تو نے
کہیں کیا او بدو بدنام مرزا

مولوی غلام دستگیر مرحوم کی کتاب فتح رحمانی کوئی ایسی نایاب نہیں تھی۔ مطبع احمدی لودہانہ میں طبع ہوئی ہے ہاں البتہ کم یاب ہوگی اور کسی کسی خاص شخص سے ملے گی۔ ہمیں بھی بہت ہی تلاش سے ملی تھی۔ پھر ایسی ایک مطبوعہ کتاب کی نسبت کرشن جی قادیانی کا یہ دروغ بے فروغ اگر اس بنا نہیں کہ: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، تو پھر کیا ہے۔

ہمیں مرزا اور کرشن جی سے تو کسی طرح کی امید نہیں مگر ہاں ان کے بعض دام افتادہوں سے ہنوز توقع ہے کہ وہ ہماری اس تحریر کو بغور پڑھیں گے اور اشتہار مذکور کی عبارت کو اصل کتاب سے ملا کر دیکھیں گے تو ان کو فائدہ ہوگا اور یقین ہو جائے گا کہ آج تک جس خیال پر انہوں نے بیعت کی ہوئی تھی وہ مولوی روم کے شعر کی مصداق ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

مرزائیو! کرشن پنتھیو! الیس منکم رجل رشید۔ کوئی بھی تم میں سعید نہیں کوئی بھی تم میں جری نہیں کہ یہ جرأت کرے کہ کرشن جی کے اس معجزہ کی تحقیق کرے۔ ہم تحریری وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم اشتہار مذکور کی عبارت مولوی غلام دستگیر مرحوم کی کتاب سے دکھا دو، تو ہم بھی تمہارے پیرو مرشد کرشن جی کی ایک بڑی مہم اور ضروری کام میں مدد دیں گے، یعنی آسمانی منکوحہ کے نکاح کرادینے میں ساعی ہونگے اور اس داغ جدائی

کومٹادیں گے۔جس کو یاد کر کر کے کرشن جی آہ وبکا کیا کرتے ہیں کہ

میں طالب وصال وہ آغوش غیر میں

قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

اور اگر نہ دکھا سکو بلکہ یہی مضمون نکلے جو ہم نے لکھا ہے تو آؤ پھر ہمارے خیال سے اتفاق کرو کہ کرشن جی معجزہ نما بے شک نہیں اور معجزہ کی جو تعریف ہے مقابل سے وہ کام نہ ہو سکے، یہ بھی ٹھیک ہے اور قادیانی کرشن جی پر صادق آتا ہے کہ ان جیسا جھوٹ کسی کو گھڑنا نہیں آتا اور اگر کوئی گھڑ بھی لے تو اس سے اسطرح علی الاعلان پبلک میں شائع نہیں ہوسکتا۔بس یہی ان کا معجزہ ہے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں

ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

پھر مرزا صاحب اس اشتہار میں لکھتے ہیں:

دریں ملک ہزار ہا معجزات چنیں قبیل ظہور آمدہ چنانچہ مولوی اسماعیل ساکن علی گڈھ ومولوی محی الدین باشندہ لکھوکے وپنڈت لیکھرام آریہ وعبداللہ آتھم عیسائی وغیرہ وغیرہ ہم چنیں مباہلہ کردہ ہلاک شدند

اس کلام میں دجالیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔نہ مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم نے نہ مولوی محی الدین صاحب مرحوم نے، نہ پنڈت لیکھرام نے، نہ عبداللہ آتھم نے، تم سے اس قسم کے مباہلے کئے۔قول کے پکے اور بات کے سچے ہو، تو ان کی عبارتیں دکھاؤ۔آتھم سے تو تم نے ہزار سر پٹخا کہ مباہلہ کرلو، مگر اس نے بھی ایک ہی کہی کہ جب ایک دفعہ پندرہ مہینے والی پیش گوئی کے مطابق تم بقول خود شیطان اور شیطان سے بدتر قابل پھانسی ہو چکے ہو (جنگ مقدس) اب یہ کیا دانائی ہے کہ پھر از سر نو میں تم کو مخاطب کر کے اور ایک سال تک پبلک کو منتظر رکھوں۔ہاں جس شخص (صوفی عبدالحق غزنوی) نے تم سے امرتسر کی عیدگاہ میں مباہلہ کیا، اس کا تو نام بھی نہ لکھا۔شاید اس لئے کہ وہ (بوقت تحریر ۱۹۰۴ء میں) زندہ سلامت ہے۔

معجزہ دوم۔کہ مجھ کو معارف وحقائق قرآنی اچھے آتے ہیں۔، اس کے تو ہم بھی قائل ہیں چنانچہ یہ آپ ہی کا کام تھا کہ سورہ والعصر سے ۱۳۰۰ عدد نکال کر اپنی طرف اشارہ نکالا مگر یہ نہ بتلایا کہ اس میں ۱۳۰۰

سال بعد مسیح ابن مریم کے آنے کا اشارہ ہے یا مسیح دجال کا۔

تیسرا معجزہ یہ لکھا کہ کوئی شخص میرے ساتھ قبولیت دعا میں مقابلہ نہیں کر سکتا میری بہت دعائیں قبول ہوئیں۔مگر افسوس کہ یہ معجزہ بھی واقعات کے خلاف ہے آپ نے مع اپنے دام افتادوں کے آتھم کی موت کی نسبت کہاں تک دعائیں کیں۔آپ نے لیکھرام کی نسبت کہاں تک دعائیں کیں۔آپ نے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت کہاں تک دعائیں کیں۔اخیر میں آپ نے بقول:

روز و شب سجدہ کنم برخاک مہ یالم مبین

جمع کن بادوستاں یا جامع المتفرقین

آسمانی منکوحہ کے ملنے کے لئے آپ نے کتنی دعائیں کیں۔امیر کابل کے لئے کہاں تک تم نے بد دعائیں کیں۔پھر کیا ہوا وہی کہ بقول استاد:

مانگا کریں گے ان سے دعا ہجر یار کی آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

اخیر اس اشتہار کے لکھا ہے:

محض در خانہ نشستہ تکذیب وتوہین نمودن وبرائے مقابلہ برسر میدان نیامدن کار ملعوناں است نہ کہ صالحان نیک نیت۔

مگر افسوس کہ یہ جملہ بھی کرشن جی ہی پر صادق آتا ہے کہ آپکی دعوت مندرجہ اعجاز احمدی کے مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو کادیان دارالزیان میں خاکسار پہنچا،تو آپ حضرت خاص حرم سرائے سے بھی باہر تشریف نہ لائے۔بتایئے یہ جملہ،

در خانہ نشستہ کار ملعوناں ست

کس پر صادق آتا ہے۔اب بھی آپ اسی طرح بلائیں تو دیکھیں کہ خاکسار آپ کے دارالزیان میں بلائے بے درماں کی طرح پہنچتا ہے یا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۲۔۴)

کیا مرزائی کرشن پینتھی نہیں؟

اہل حدیث (امرتسر) میں کہیں کسی موقعہ پر مرزائیوں کو کرشن پینتھی لکھا گیا تھا۔ کیونکہ ان کے پیرو مرشد نے بڑے زور سے اپنا کرشن ہونا ظاہر کیا ہے، تو ان کو کرشن پینتھی اسی بنا پر کہا گیا۔ مگر قادیان کے آرگن الحکم کو یہ لقب ناپسند ہوا، اسلئے لکھتا ہے:

کرشن پینتھی: اہل حدیث کا مولوی فاضل اڈیٹر گو قرآن کریم کی اصطلاح کے خلاف اپنا نام اہل حدیث رکھتا ہے، مگر پھر بھی حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کے اس دعوی کرشن اوتار پر احمدیوں کا نام کرشن پینتھی تجویز کرتا ہے۔ میں نہایت ادب سے اپنے مولوی فاضل (ثناءاللہ) کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ حضرت عیسی نبی کی نبوت اور صداقت کے قائل ہیں، لیکن پھر بھی آپ عیسائی کہلانا غالبًا پسند نہیں کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپ موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت پر ایمان لاتے ہیں، مگر باایں آپ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کا نام یہودی رکھا جائے۔ اگر آپ ان دونوں ناموں کو اپنے لئے قبول کرنے کو تیار ہیں، تو اسی حیثیت سے اگر آپ کسی احمدی مسلمان کو کرشن پینتھی کہتے ہیں کہ وہ حضرت کرشن کی رسالت کا اسی طرح قائل ہے جس طرح اور نبیوں کی رسالت کا، تو برا ماننے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ میں تو حضرت کرشن کو سچا مسلمان یقین کرتا ہوں اور منعم علیہ گروہ میں کا ایک فرد پھر جماعت منعمین سے ہونا تو عیب کی بات نہیں۔

(الحکم۔ قادیان۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء)

اہل حدیث نام رکھنے کے برخلاف کوئی آیت قرآنی ہم نے تو نہیں دیکھی شائد اسی قرآن میں ہوگی جس میں بقول کرشن جی قادیان کا نام دائیں صفحہ پر لکھا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷)۔ اہل حدیث دو لفظوں سے مرکب ہے۔ اہل اور حدیث سے، مگر حدیث کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی رسول، پورا نام یہ ہے: اہل حدیث الرسول (پیغمبر ﷺ کی حدیث والے)۔ اور حدیث کی تعریف تو صاف ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے قول و فعل کو کہتے

ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام کے قول وفعل پر عمل کرنے والے۔ کہیے ان معنی سے اہل حدیث کہلانا قرآن کا حکم ہے یا برخلاف۔ اسی لئے تو آپ کے حکیم امت مرزائیہ، جن دنوں ان کی سعادت غالب تھی، اپنے رسالہ فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب میں دعا کرتے تھے کہ خدا مجھ کو اہل حدیث ہی زندہ رکھے اور اہل حدیثوں ہی میں اٹھائے۔ پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کی برائی کرنا بدعتیوں کی نشانی ہے سچ ہے اما الذین سودت و جوھھم اکفر تم بعد بعد ایما نکم ۔کالے منہ والوں سے کہا جائے گا کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے

جیسا اہلحدیث نام کے برخلاف آپ نے استدلال بے معنی کیا ہے، ایسا ہی کرشن پینتھی کے دفعیہ کے لئے بھی آپ کا استدلال عجیب ہے۔ سنئیے! ہم باوجود حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ وغیرہ کے ماننے کے اس لئے عیسائی نہیں کہلاتے کہ جس ذات ستودہ صفات کی طرف ہماری نسبت ہے، وہ ان تمام نسبتوں کو جامع اور متاخر ہے، یعنی محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی ۔پس اس نسبت کے ہوتے ہوئے ہم اگر عیسائی کہلائیں یا ہمیں کوئی عیسائی کہے تو اشتباہ ہوگا کہ محض عیسائیت مراد ہے جو محمدیت سے (محروم؟) ہیں۔ اس لئے ہم باوجود تسلیم نبوت عیسوی کے عیسائی نہیں کہلاتے اور نہ کہلانا جائز اور پسند کرتے ہیں۔ مگر تم لوگ تو ایسے نہیں۔ تم نے یہ نسبت محمدی کیوں چھوڑ دی۔ کیوں احمدی بنے؟ صرف اس لئے کہ تمہارا احمد جو درحقیقت غلام احمد ہے، (جیسا کہ سعدی لودھانوی نے لکھا ہے: غلامی چھوڑ کر احمد بنا رسول حق باستحکام مرزا) محمد ﷺ سے پیچھے آیا تھا، اس لئے تم نے محمدیت کی نسبت کو چھوڑ کر احمدیت کو اختیار کیا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اب تم لوگ کرشن پینتھی نہ بنو، یا اس نسبت کو برا اور ناجائز جانو۔ بلکہ جیسا تم نے احمدی کہلانے کو فخر سمجھا تھا کرشن پینتھی کہلانا بھی موجب افتخار جانو۔ اس لئے کہ جیسا احمدیت کا عہدہ تمہارے احمد کا سب سے آخری عہدہ تھا، کرشن جی کا چارج بھی تو اس کا آخری ہے۔ سردست کرشن پینتھی کہلاؤ، جب تک کوئی دوسرا عہدہ تجویز ہو، جب کسی اور عہدہ کا چارج لیں گے، تو اس طرف منسوب ہو جانا۔

اخیر میں ہم اپنے دوست الحکم کے اڈیٹر سے ایک بات پوچھتے ہیں امید ہے کہ وہ ایمانداری سے اس کا جواب دیں گے۔ راست بازی سے بتلانا کہ مرزا جی نے جب سیالکوٹ میں کرشن جی کا اوتار لیا ہے اور اس

دعوی کو ظاہر کیا ہے اس سے ایک منٹ پہلے تمہارا کرشن کی نسبت کیا خیال تھا؟ وہی جو ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عورتوں کے کپڑے لیکر درختوں پر چڑھ جاتا تھا اوران کو برہنہ دیکھا کرتا تھا وغیرہ، لیکن جب مرزا جی اسی کرشن کے اوتار بنے تو آج یوں لکھا جاتا ہے کہ حضرت کرشن علیہ السلام، سچا نبی سچا رسول، وغیرہ القاب تجویز ہورہے ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں تو ایمان سے بتلانا کہ غلط تو نہ ہوگا کہ اگر آج خود بدولت یہ دعوی کریں کہ میں گدھے کا اوتار ہوں، تو تم لوگ گدھے کی نسبت کیا گمان کرو گے؟ یہی کہ وہ سب دنیا کے داناؤں سے دانا اور سب بزرگوں سے بزرگ اور سب مہاتماؤں کا مہاتما، غرض جامع صفات کمال ہے۔ اور جو لوگ گدھے کو بیوقوف کہیں گے تم ان کو گدھا کہنے پر تیار ہو گے۔ پیارے دوست سچ کہنا یہ نتیجہ صحیح ہے یا غلط۔

تمہاری جماعت کے ایک رکن عبدالرحمٰن ولد مولوی خان ملک سے میری گفتگو ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں اس سے کہا کہ اگر مرزا صاحب تم کو کہیں کہ ضرب مضارع کا صیغہ ہے تو تم کیا کہو گے۔ اس نے کہا ہم ضرور مان لیں گے کہ ضرب مضارع ہی کا صیغہ ہے، ماضی کا صیغہ کہنا ہماری غلطی تھی۔ پھر میں نے کہا اگر وہ کہیں کہ نماز پنجگانہ مت پڑھا کرو۔ بولا ہم نہیں پڑھیں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اتخذوا احبارھم و رھبانھم من دون اللہ۔ سچ ہے:

پھرے زمانہ، پھرے آسمان، ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۲۔۳)

کرشن قادیانی کے متعلق

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔۔

خداوند کریم آپ کو جزا دیوے کہ آپ نے دین کا بہت کام کیا اور آپ کی کتابیں ترک اسلام وغیرہ دیکھی تھیں، آپ نے واقعی معقول اچھے جواب دیئے ہیں، اور مرزا قادیانی کے بھی خوب جواب دیتے ہیں۔ ہم

اس جگہ مرزائیوں کو بہت زیر کرتے ہیں مگر اس جگہ ہم رک جاتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اگر مولوی صاحب حق پر ہیں تو کیوں مباہلہ نہیں کرتے۔ اس بات سے گر کوئی جاہل بھی..وہ ان کی بات کرتا ہے آپ مہربانی کر کے اس بات کا جواب جلدی دیں اور اپنے اخبار میں بھی جواب معقول تحریر فرمائیں، مہربانی ہوگی..

خاکسار (ثناء اللہ): مجھ کو مرزا جی نے صرف رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے بلایا ہے جس کے جواب میں میں نے آمادگی ظاہر کی تھی چنانچہ خود بدولت میری آمادگی کا ذکر نا کافی الفاظ میں ضمیمہ انجام آتھم میں کیا ہوا ہے آپ دیکھ لیں۔ لیکن افسوس کہ باوجود دعوت کے میرے ساتھ مباہلہ پر نہ آئے۔ پھر کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۱ وغیرہ پر مجھ کو قادیان میں پہنچنے کا حکم کیا تو میں در دولت پر بھی پہنچا، مگر افسوس کہ زیارت سے بھی بے نصیب واپس آیا، جس کی مفصل کیفیت رسالہ الہامات مرزا میں آپ کو مل سکتی ہے۔ اب بھی اگر کرشن جی مجھ کو اسی طرح دعوت دیں تو میں اب بھی حاضر ہوں۔ یہ تو صرف ان لوگوں کی ابلہ فریبیاں ہیں۔ بھلا اگر مباہلہ ہی سچائی کا اظہار ہے تو صوفی عبدالحق غزنوی نے جو امرتسر میں مرزا جی سے مباہلہ کیا، جسے سب لوگوں نے دیکھا، تو اسکی کون سی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ وہ اسی طرح زندہ سلامت بدستور مرزا جی کا دشمن ہے۔ اگر کہیں کہ میں بھی ویسا ہی ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو آپ پر اس مباہلہ کے بعد بڑی بڑی مصیبتیں پہنچیں۔ آتھم کی پیش گوئی کے موقع پر آپ کی وہ درگت ہوئی کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ مقدمہ فوجداری میں دو سال تک کمرہ عدالت میں چار چار گھنٹے حاضری سے ناک میں دم آیا۔ ہزار ہا روپیہ کا حرجہ خرچہ ہوا۔ دوئم یہ کہ فریقین کی سلامتی بھی آپ کے حق میں مضر ہے کیونکہ آپ بقول خود نبی، رسول، اللہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کا اثر اس پر ہونا چاہیے تھا۔ ان دعووں میں سے اس کا تو کوئی دعوی ہی نہیں، بخلاف اس کے آپ تو بہت کچھ بنتے ہیں۔ پس ذرا انصاف سے کہنا کہ کون اپنے دعوی میں فیل ہوا۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ فروری ۱۹۰۵ء ص ۴۔۵)

قادیانی مقدمات

جب سے قادیانی کرشن کا جرمانہ معاف ہوا ہے، قادیانی اخباروں نے وہ ادھم مچا رکھی ہے کہ الامان ۔کیوں نہ ہو؟ اسلئے کہ مقدمات کے متعلق کرشن جی نے کہیں کہا تھا کہ میں صاف نکل جاؤنگا۔بس اس خوشی میں ایسے ناچ ناچتے ہیں کہ نظامی کا شعر گویا انہی کے حق میں ہو: زمیں شش شدہ آسمان گشت ہشت

حالانکہ اگر ان میں حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے ۔اول تو اس لئے کہ جس مقدمہ سے یہ سارا سلسلہ چلا، خود کرشن جی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب پر اٹھایا گیا تھا۔جس کے بعد مولوی صاحب نے بغرض مدافعت دعوی کیا تھا، جس میں مولوی صاحب موصوف مدت سے بری ہو چکے تھے، اور کرشن جی خود بدولت قریب سال عدالت میں ملزم، بلکہ مجرم بنے۔پھر سینکڑوں نہیں ہزاروں کا خرچہ اٹھا کر اپیل میں کہیں جا کر مولوی صاحب کے ہم رتبہ ہوئے، یعنی جرمانہ معاف ہوا۔تو بتلاؤ اس مجموعی کاروائی میں کون خائب وخاسر رہا۔وہی جس نے ابتداء میں بات اٹھائی۔

دویم، اگر کرشن جی نے یہ خبر الہام سے بتائی تھی جو سچی ہوئی تو کیا وجہ ہے کہ وہ الہام سچے نہ ہوئے جن پر کل دنیا کو آگاہ کر کے کہا گیا تھا کہ بس یہی میرے صدق وکذب کے معیار ہیں۔ہم یہاں چند ایک تمثیلات بتلا کر ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں۔

پہلی پیش گوئی تو وہی ہے جس کی بابت خود بدولت نے اقرار کیا ہوا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوا تو میرے لئے سولی تیار رکھو، اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی مجھے قرار دو (جنگ مقدس۔ص۱۹۰)۔

نہ سمجھے ہو، تو سنو۔یہ وہی پیش گوئی ہے جو آتھم کے متعلق کی گئی تھی کہ ۵ جون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائے گا جس کی مدت ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پوری ہو کر کاذبوں کی روسیاہی کی موجب ہوئی تھی۔اس روز تمام ہندوستان نے سنا تھا

غضب تھی تجھ پر ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے کا دیانی ہی جھوٹا مرا نہیں آتھم
گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی

افسوس کہ آپ نے اس لعنت سے بچنے کے لئے ناخنوں تک زور لگائے لیکن آسمانی لعنت کیا لک (تارکول charcoal) کی سیاہی سے کم ہوتی ہے کہ معمولی حیلوں سے اتر جائے۔ آخر آپ کی مقررہ مدت کو پورا کر کے چھ سات ماہ بعد جب آتھم مرا تو آپ کس ہوشیاری اور چالاکی سے کہتے ہیں کہ:

اگر پیش گوئی جھوٹی نکلی تھی تو آتھم کہاں ہے۔(ایام الصلح)

چہ خوش! کوئی سمجھے کہ پیش گوئی کا مدعا صرف اتنا ہی تھا کہ آتھم کبھی تو ضرور مر جائے گا۔ اس کے لئے کسی وقت کی تحدید نہ تھی۔ کیوں نہ ہو، آخر مسیح موعود اور مہدی مسعود اور کرشن گوپال بھی تو ہیں۔ اگر آپ مریدوں اور چیلوں کی آنکھوں میں ایسی گرم گرم ریگ نہ ڈالیں، تو مسیحائی کیا ہو۔ لیجئے اگر یہی پیش گوئی ہے تو ہم بھی آپ کی بلکہ آپ کی کل ذریات صلبی اور روحانی کی نسبت یہ پیش گوئی کرتے ہیں کہ ایک روز آپ لوگوں کے حق میں زور سے آواز آئے گی: خس کم جہاں پاک۔

دوسری پیش گوئی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے حق میں تھی کہ وہ ۱۵ نومبر ۱۸۹۸ء سے ۱۳ مہینوں تک ذلیل وخوار ہو جائے گا، جس کا نتیجہ بھی پبلک نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب موصوف کتنے کچھ ذلیل ہوئے۔ ہاں یہ اعزاز بے شک ان کو حاصل نہ ہوا کہ عدالت میں پانی مانگنے پر بھی اجازت پانی پینے کی نہ ملی۔ یہی پیش گوئی تھی جس کی بابت کرشن جی نے رسالہ راز حقیقت کے اول صفحہ پر اپنے چیلوں کو بڑے صبر سے انتظار کرنے کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ دیکھو اب مثل مقدمہ خدا کی عدالت میں پیش ہے مگر افسوس کہ عدالت عالیہ سے جو فیصلہ آیا وہ بھی یہی تھا:

جوہر تو مجھ میں تھے ملکوتی صفات کے
مرزا بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

اس سے آگے چل کر ایک پیش گوئی آپ کی بڑی زبردست تھی جس کو آپ ہی کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہے:

اے میرے مولا قادر خدا اب مجھے راہ بتلا۔ آمین۔ اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۸۹۸ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا، اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر اگر میں تیرے حضور سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو (اشتہار نومبر ۱۸۹۸ء)

اس اشتہار کو گذرے ہوئے بھی آج دو سال سے زیادہ گذر گئے ہیں، مگر ابھی تک وہی آسمان ہے وہی زمین ہے۔ ہاں کاش کہ شدت سرماہی میعاد مذکورہ کے اندر ہوئی ہوتی جو آپ کی .. ہوتی ہے تو کرشن جی کو کہنے کا حق حاصل ہوتا کہ ہماری دعا یا پیش گوئی کا اثر ہے۔ افسوس کہ میعاد مقررہ کے اندر یہ بھی تو نہ ہوا۔ پھر ہم آپ کی نسبت کیا خیال کریں؟ وہی جو آپ نے اس پیش گوئی کے خالی جانے پر ہم کو خود بتلایا ہوا ہے کرشن پینتھیو! غور سے سنو کرشن جی اسی اشتہار کے صفحہ ۳ پر دیان کھیان دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے، میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے، اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے، جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں، تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا ان الزاموں کا جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ میں اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو، تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بیدین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے (ص ۳) (ہر شنک آرد.. الخ)

اب کون کرشنی ہے جو ہمیں ہمارے اس ایمان سے منحرف کر سکے جو خود بدولت نے ہم کو خود تلقین کیا ہے۔ کرشن جی ہمارے جیسا بھی کوئی راسخ الاعتقاد آپ کا مرید ہوگا کہ جو کچھ آپ نے اس عبارت میں اپنے دست شریف اور قلم مبارک سے لکھا ہے ہمارا اسی پر ایمان ہے:

مجھ سا مشتاق جہاں میں نہ کہیں پاؤ گے

گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

اس کے بعد آپ کی ایک پیش گوئی خاص قابل ذکر ہے جو خاکسار راقم (ثناءاللہ) کے متعلق تھی۔

اعجاز احمدی مصنفہ کرشن جی میں ہے کہ مولوی ثناءاللہ تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس قادیان میں نہیں آئیں گے۔ خاکسار کو ذرہ سی دیر ہوئی تھی، تو آپ کے اخبار الحکم کے اڈیٹر نے آپ کو بڑی مبارک باد لکھی، اور ایک بڑا سا آرٹیکل لکھ مارا۔ مگر چونکہ تحدید کوئی نہ تھی اس لئے خاکسار ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو آپ کے دارالامان قادیان میں پہنچا۔ پھر کیا ہوا؟ وہی جو ہمیشہ ایسے نازک موقع پر ہوا کرتا ہے کہ میں (کرشن جی) خدا کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں کہ ان مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا، اس لئے میں اس وعدہ کو توڑ نہیں سکتا۔ پس چلو چھٹی شد آخر لاچار یہ شعر پڑھتا ہوا واپس آیا

بیا با چشم روشن تا چہا در قادیان بینی

بلا بینی و با بینی غرض دار الزیاں بینی

یکے قطاع نسل و یک امام بھنگیاں بینی

مسیح ابن مریم بچہ چنگیز خان بینی

یہ تو ابھی ہم نے بہت اختصار سے آپ کی پیشگوئیوں کا مضمون لکھا ہے مفصل جس نے دیکھنا ہو ہمارا رسالہ الہامات مرزا مطالعہ کرے۔

کرشن پینتھیو۔ بتلاؤ جس شخص کے اتنے الہامات گوزشتر کی طرح ہوا میں اڑ کر بدبو پھیلا چکے ہوں اس کی بھی کسی بات کا اعتبار رہے۔

ہائے افسوس تمہیں وہ حدیث بھی یاد نہیں، یا دانستہ غفلت کرتے ہو جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت فداہ ابی وامی نے ابن صیاد سے پوچھا تھا کہ تو اخبار غیبیہ کے بتلانے کا مدعی ہے، بتلا میرے دل میں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے دل میں، دخان، کہا تھا۔ اس نے کہا دخ دخ۔ آپ ﷺ نے فرمایا خلط علیك الامر۔ تجھ پر راز مشتبہ کیا گیا۔ حالانکہ اس نے گو پورا جواب نہ دیا تھا، تاہم کسی قدر تو دیا تھا۔ مگر چونکہ اس میں

صفائی نہ تھی، اسلئے وہ الہامی ثابت نہ ہوا، بلکہ لوگوں کو اس کی دجالیت کا اشتباہ بلکہ گمان تھا۔ چنانچہ کرشن جی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں اس کو دجال ہی لکھا ہے۔ بتلاؤ ایک ذرہ سے اشتباہ سے تو یہ حال ہے، مگر آپ کی پیش گوئیاں اور وہ بھی ایسی کہ جن پر معیار صدق و کذب رکھا گیا تھا، محض زٹل اور بے ہودہ ثابت ہوں۔ مگر ایک زٹل (بقول شخصے چوصد زدہ آید یکے برہدف)، کہیں پوری ہو جائے، تو آپ یہ اور وہ بننے کے مدعی ہوں۔ شرم

دیکھو کسی کاغذ کی کتنی بڑی طویل عبارت ایک آدھ مقام پر مشتبہ معلوم ہو جائے، تو وہ کاغذ ردی اور ناقابل حجت سمجھا جاتا ہے۔ کرشن جی کے علماء دوستو! تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ اور دائمہ کی مطلقہ عامہ ہوتی ہے۔ افسوس کہ تم لوگ اپنے علم و فضل کو چھوڑ کر ایسے فونوگراف بنے ہو کہ:

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم۔ الاّ حدیث یار کہ تکرار می کنیم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۲-۴)

قادیانی کاہن کی روسیاہی (۱)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء میں قادیانی کاہن کے چیلوں کے جواب میں ایک لیڈر آرٹیکل نکلا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم اہل حدیث ہیں کیونکہ اہل حدیث کے معنی ہیں پیغمبر خدا ﷺ کے کلمات طیبات پر بلا واسطہ کسی درمیانی شخص کے عمل کرنے والے، اور قادیانی کاہن کے چیلے کرشن پینتھی ہیں کیونکہ ان کا پیر مرشد پہلے احمد تھا، تو وہ احمدی بنے۔ اب کرشن کا مدعی ہوا، تو کرشن پینتھی ہوئے۔ یہ بھی لکھا تھا کہ جب سے قادیانی نے کرشن کا دعوی کیا ہے اس سے پہلے تم لوگ کرشن کی نسبت وہی اعتقاد رکھتے تھے جو عام ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عورتوں کے کپڑے اٹھا کر درختوں پر چڑھ جاتا تھا۔ (واللہ اعلم)

اس کے جواب میں قادیانی کاہن نے (مریدوں کے کام پیروں کے ہوتے ہیں۔ ازالہ اوہام) نے اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء میں جلے تن ایک مضمون لکھا ہے جس میں واقعی اس نے اپنے دام افتادوں کی

آنکھوں میں گرم گرم ریگ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے تو یہ لکھا ہے کہ حکیم نور الدین نے جن دنوں اہل حدیث ہونے کی دعا کی تھی، ان دنوں حدیث کے نام سے لوگ نا آشنا تھے، اس لئے آپ نے وہ دعا کی تھی۔

کوئی بھلے مانس سے اتنا تو پوچھے کہ تم خود مانتے ہو کہ میں نے وہ کتاب حکیم صاحب کی نہیں دیکھی جس میں یہ دعا ہے، پھر یوں ہی اٹکل پچو ہانکنے سے کیا فائدہ۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: سنو! اسی کتاب میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالویؒ اور نواب (صدیق حسن) صاحب مرحوم بھوپال کی اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے، اور امام شوکانیؒ کی نیل (نیل الاوطار) کو حرز جان لکھا ہے۔ علاوہ اس کے ہمیں اس سے کیا مطلب؟ ہماری مراد تو اس سے بھی حاصل ہے کہ اہل حدیث کہلانا قرآن مجید کے خلاف نہیں۔ اگر خلاف ہوتا تو تمہارے حکیم الامت (نور الدین) کیوں اس کی دعا کرتے، اور کیوں تم خود اسی نمبر میں مانتے کہ اس مفہوم کے موافق پکے اہل حدیث ہم ہیں۔

دوسرے حصہ مضمون کا جواب دیا کہ ہم احمدی اس لئے ہیں کہ ہماری نسبت آنحضرت ﷺ کے دوسرے نام احمد کی طرف ہے مطلب یہ کہ ہم احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دوسرا نام احمد تھا۔ حالانکہ یہ بھی غلط۔ ہم اس موقع پر ناظرین کو کاہن مذکور کی سب سے بڑی مایہ ناز تصنیف سے اقتباس دکھاتے ہیں۔ غور سے سنیں۔

اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناك المسيح ابن مريم نے اس کو درحقیقت وہی بنا دیا ہے وكان الله على كل شيء قديراً۔ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی، اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے يأتي من بعدي اسمه احمد۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں، لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳)

اس عبارت کا مدعا صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کو گو دونوں صفتوں (احمد و محمد) سے موصوف لکھا ہے مگر

خالص احمدیت کا مصداق اپنے آپ ہی کو بنایا ہے چنانچہ فقرہ، آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد بھیجا گیا ،اس ایک ہی فقرہ میں قادیانی کاہن نے دو دعوی کیئے ہیں۔ایک تو یہ کہ قرآنی پیش گوئی جو احمد کی بابت ہے، اس سے مجرد احمد مراد ہے، یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے نہیں کیونکہ آنسرور ﷺ کو تو آپ خود ہی محمد اور احمد کا مجموعہ بتاتا ہے (یہ بھی صرف دام افتادوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے اور خاموش رکھنے کے لئے) دوسری دعوی یہ کیا کہ وہ مجرد احمد میں ہوں جو عیسویت اپنے اندر رکھتا ہوں۔اس کا صاف مدعا ہے کہ جہاں اس کی تقریر میں صرف احمد بولا جائے گا اس سے مراد خوب آپ کی ذات نکو ہیدہ صفات ہو گی اسی لئے آپ نے بیرونی مما لک کو دھوکہ سینے کیلیئے رسالہ حمامۃ البشری، کے اخیر میں اپنا نام مرزا احمد لکھا ہے جبھی تو حضرت سعدی لدھیانوی نے کہا تھا:

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق با ستحکام مرزا

مسلمانوں سے تجھ کو واسطہ کیا پڑا کہلا نبیء تام مرزا

پس ثابت ہوا کہ جہاں کہیں خود کاہن جی کی تقریر و تحریر میں یا ان کے چیلوں کی کسی نسبت میں احمد نام آتا ہے وہاں خود بدولت ہی مراد ہوتے ہیں اور یہ عام محاورہ ہے اسی لئے درود پڑھنا یوں صحیح جانتے ہیں

اللهم صل علی ا حمد و علی آل ا حمد کما صلیت علی محمد و علی آل محمد

تیسرے حصہ مضمون کا جواب کرشن پینتھی نے دیا کہ ہم سیالکوٹ کے دعوی سے پیشتر ہی کرشن جی کی نسبت صلاحیت کا خیال رکھتے تھے جب سے حضرت مرزا نے ۱۸۹۳ء میں سناتن دھرم رسالہ لکھا ہے۔

بہت خوب! بندہ خدا کہتے ہوئے کچھ شرم چاہیے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔مخالف کی مراد کو نہ سمجھنا اور جواب دینے کی کوشش کرنا، بالکل دہرمپال کی سی کاروائی ہے جو تمہارے حکیم امت کے کفارہ کو نہ سمجھا اور جواب دینے لگ گیا (دیکھو تغلیب الاسلام۔ص ۴۷)

ہماری غرض بھی تو اتنی ہی تھی کہ جو کچھ تم نے کرشن جی کی نسبت اعتقاد بدلا ہے وہ قادیانی کاہن ہی کے کہنے سے بدلا ہے۔ایک منٹ پہلے ہو یا ایک سال پہلے۔آخر ثبوت اس کی صلاحیت بلکہ نبوت اور رسالت کا تمہارے پاس بجز اس کے تو کچھ نہیں کہ خود بدولت کے منہ سے نکلا ہے۔اسی لئے ہم نے لکھا تھا، جس کا جواب تم نے نہ دیا، کہ خود بدولت (مرزا قادیانی) اگر فرماویں کہ میں گدھے کا اوتار ہوں، تو تم گدھے کی نسبت

کیا خیال کرو گے۔ بس یہی کہ حضرت گدھا علیہ السلام۔ اس سے زیادہ اور کیا؟ جھٹ سے اشتہار دو گے کہ حضرت گدھا علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت قرآن شریف سے ہے۔

یہ تو تمہارے ایمان کا حال ہے اور تمہارے تقوی کا تو کیا کہنا ہے۔ دانا جب تم لوگوں سے تقوی کا نام سنتے ہیں تو واللہ ہنس دیتے ہیں کہ یہ لوگ بھی تقوی کے مدعی ہیں۔ خدا پر جھوٹے افتراء کرنا، جھوٹی نبوت کا دعوی بھرنا، اللہ کے سچے نبیوں کی توہین کرنا، آیات قرآنی اور احادیث رسول پاک ﷺ کی تحریف کرنا، سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی نرم نوالوں کی طرح اڑا جانا، خلاف حدیث معدوم چیز (براہین احمدیہ) کی بیع کر کے ہزار ہا روپیہ پبلک کا خرد برد کر جانا، کلمہ گوؤں کی محنت کا ہزار ہا روپئہ ایسی حالت زار کے وقت مقدمات اور گھنٹہ گھر کی عمارت پر صرف کرنا، صرف اسلئے کہ ایک خیالی منصوبہ تیار ہو جائے۔ پھر ان کاروائیوں پر یہ دعوی کرنا کہ میرے ماننے والوں کی نجات ہوگی اور بغیر میرے ماننے کے کوئی شخص مسلمان ہی نہیں

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

اسی پرچہ الحکم قادیان نے مجھ پر بہتان لگایا ہے کہ میں نے مولوی کرم الدین کے مقدمہ کی شہادت میں لکھایا تھا کہ فاسق فاجر جھوٹا بھی متقی ہوتا ہے۔ اس بات کا تو رنج نہیں کہ راقم مضمون نے ایمان داری سے میرے سارے الفاظ نقل نہیں کئے کیونکہ یہ قادیانی کاہن کی طبعی عادت ہے جس کی تفصیل رسالہ الہامات مرزا میں مل سکتی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس سوال کا جواب میں نے عدالت کے کمرے ہی میں دے دیا تھا، اگر کچھ راستی اور راست بازی سے ان کو مطلب ہوتا تو وہ بھی نقل کرتے۔ مجھ سے عدالت میں سوال کیا گیا کہ جھوٹا آدمی متقی ہوسکتا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں ایک قسم کا متقی ہوسکتا ہے بشرطیکہ توحید پر پختہ ہو۔ اس پر تمہارے وکیل نے جب ناک بھوں چڑھائی تو میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ ذرا تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا۔

مگر ان حیا کے پتلوں کو اتنے سے کیا ہوسکتا تھا، تمام ملک میں اس سرے سے اس سرے تک پھیلا دیا کہ ثناء اللہ نے شہادت دی کہ جھوٹ بولنا جائز ہے۔ کوئی کہتا پھرا کہ یہ کہا ہے کہ تین دفعہ جھوٹ بولنے سے آدمی جھوٹا نہیں ہوتا۔ حالانکہ دانا سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی شہادت کسی عدالت میں دینا گویا اپنی ہی شہادت کو جھوٹا بنانا ہے کیونکہ حاکم سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص کا یہ مذہب ہے کہ جھوٹ بولنا جائز ہے، ممکن بلکہ اغلب ہے کہ وہ اس

شہادت میں بھی جھوٹا ہو۔مگراس باریک راز تک ایسے دانا کب پہنچ سکتے ہیں جن کا پیر مغاں (مرزا قادیانی) آتھم کے متعلق پہلے تو موت سمجھا جو تمام ملک میں مشہور کر دیا لیکن جب وہ وقت پر نہ مرا، تو دبی زبان سے قائل ہوا کہ موت سمجھنے میں میری غلطی تھی اس نے تو دل میں رجوع کر لیا ہے۔

سنو! بات وہی تھی جو میں نے اوپر لکھی ہے کہ میں بشہادت تفسیر بیضاوی لکھایا تھا کہ جھوٹ بولنے والا اگر شرک سے بچتا ہے تو ایک قسم کا متقی وہ بھی ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی کی شہادت درج ذیل ہے:

و لـه ثـلاث مـرا تـب الا ولی الترقی من العذاب المخلد با لتبری ون الشر ك و الثا نیة التـجنب عن كل ما یو ثم من فعل او تر ك و الثا لثة ان یتنزه عما یشغل سره عن الحق و یتبتل الیه بشرا شره و قد فسر قو له هدی للمتقین علی ا لاو جه الثلا ثه

یعنی تقوی کے تین مراتب ہیں: پہلا مرتبہ یہ ہے کہ شرک سے بچے (جس کو میں نے عدالت میں یوں بیان کیا تھا کہ توحید پر پختہ ہو)۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ ہر گناہ کے کاموں سے بچے (بے شک صحیح ہے)۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ جو چیز انسان کے دل کو خدا سے مشغول کرے ان سب سے بچے اور بالکل ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جائے (بہت ٹھیک)۔ پھر مفسر لکھتے ہیں کہ هدی للمتقین والی آیت ان تینوں مراتب سے تفسیر کی گئی ہے۔

یعنی متقین سے مراد تینوں مراتب لئے گئے ہیں، کسی نے کوئی کسی نے کوئی۔ قرآن وحدیث سے بھی تینوں مراتب ثابت ہیں۔ ہاں میں مانتا ہوں کہ قسم دوئم اول سے اور سوئم دوئم سے اعلی ہیں میں نے بھی ادنی نہیں کہا تھا بلکہ تمہارا محض بہتان ہے

بتاؤ میری شہادت بعینہ اس تفسیر کے مطابق ہے یا نہیں۔ پھر تمہارے افتراؤں سے قادیانی کاہن کی روسیاہی نمبر اول ثابت ہوئی یا نہیں؟

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء مطابق ۳ محرم ۱۳۲۳ھ جلد ۲ نمبر ۱۸۔ص ۱۔۴)

قادیانی کاہن کی روسیاہی (۲)

اصل کاہن کی بابت جو ہندوؤں کی روایات ہیں ان سے اتنا امر تو بالاتفاق ثابت ہے کہ کاہن جی سیاہ فام تھے مگر قادیانی کاہن نے جب دعوی کیا کہ میں کاہن ہوں تو جلد بازوں کو شبہ ہوا کہ اگر کاہن ہیں، تو ان کا منہ کالا کیوں نہیں؟ تو ایسے جلد بازوں کی غلط فہمی بھی ہمارے اس آرٹیکل سے رفع ہو سکے گی کیونکہ قادیانی کا یہ دعوی نہیں کہ میں بعینہ وہی کاہن ہوں بلکہ یہ ہے کہ میں معنوی طور پر وہ ہوں۔ سو روسیاہی ان کی بھی معنوی ہوگی اور اصل پوچھو تو جسمانی روسیاہی اس عزت کی موجب نہیں جس کے حق دار قادیانی کاہن ہیں اس لئے ان کی روسیاہی بھی معنوی ہے۔

نمبر اول میں ہم نے کاہن جی کی تحریر مندرجہ الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء کا جواب دیا تھا آج مندرجہ ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء کا جواب ہے۔

آپ کی ساری تحریر کا جو شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ آپ کی دعوت مباہلہ مندرجہ رسالہ انجام آتھم پر آمادہ نہیں ہوئے۔ اب جو تیار ہوتے ہیں تو ان کی دفع الوقتی ہے۔

جواب دینے سے پہلے آپ کے مباہلہ کی کیفیت بھی آپ ہی کے الفاظ میں بتانی ضروری ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ مباہلہ میں اہم شرط یہ تھی کہ کم از کم دس آدمی حاضر ہوں (الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء ص ۴ کالم ۲)

اب اصل واقعہ پر ناظرین غور کریں۔ کاہن جی نے ایک تو یہ چالا کی کی کہ، انجام آتھم، میں مباہلین کی فہرست میں تو مجھے درج کیا، اور آخر کتاب کے یہ بھی لکھا کہ یہ کتاب ہر ایک شخص کے پاس، جن کے نام اس کتاب میں بغرض مباہلہ لکھے ہیں، بھیجی گئی ہے۔ حالانکہ میرے نام آج تک بھی نہیں آئی۔ خیر تاہم میں نے خط لکھا کہ

آپ (یعنی مرزا قادیانی کی) کی کتاب، انجام آتھم، اگرچہ آپ نے مجھے نہیں بھیجی مگر میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے میرا نام بھی اس میں لکھا ہے، اس لئے میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں (ثناء اللہ) مباہلہ کے لئے تیار ہوں مگر پہلے مباحثہ کر کے، کیونکہ صرف مباہلہ پہلے ہو چکا ہے جسکے آثار بھی نمایاں ہیں۔

اس خط میں، میں نے کئی ایک باتوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ایک تو اشارۃً کتاب طلب کی تھی کیونکہ کاہن جی لکھ چکے تھے کہ جن کے پاس کتاب ہذا نہ پہنچے وہ اطلاع دیں تا کہ بذریعہ رجسٹری ان کے نام بھیج دی جائے۔ مگر افسوس کہ:

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر

جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

آج تک بھی کتاب نہ پہنچی۔ کیا مناسب نہیں کہ آپ اپنے وعدے کو پورا کریں۔ لیکن کیا وہ کریں گے؟

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے

کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

خیر یہ تو آپ کے ایفائے وعدہ کے متعلق گفتگو ہے جس کی بابت حدیث شریف میں آیا ہے لا دین له لمن لا عهد له جس کے وعدہ کا اعتماد نہیں اس کے دین کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا اشارہ میں نے خط مذکور میں اپنی آمادگی کا کیا تھا مگر بشرط مباحثہ۔ اس شرط کی ضرورت اور ثبوت میں مجھے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں، خود کاہن جی (یعنی مرزا) کا قول کافی ہے۔ آپ اپنے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

مباہلہ میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اول ازالہ شبہات کیا جائے بجز اس صورت کے کہ کاذب قرار دینے میں کوئی تامل اور شبہ کی جگہ باقی نہ ہو لیکن میاں عبدالحق بحث مباحثہ کا تو نام تک نہیں لیتے ایک پرانا خیال دل میں جما ہوا ہے (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۶۳۸)

ناظرین! اس عبارت کا مطلب آپ لوگ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ قادیانی کاہن کے نزدیک مباہلہ سے پہلے مباحثہ ہونا ضروری ہے تا کہ ازالہ شبہات ہو کر کوئی فریق انکار کرے تو پورا مستوجب لعنت قرار دیا جا سکے۔

اس امر کی تحقیق باقی ہے کہ کاہن مذکور اپنے مخالفوں کو کیا جانتے ہیں۔ یعنی یقینی مستوجب لعنت سمجھتے

ہیں، یا مخطی اور خطا کار غیر مستوجب اللعنت ۔اس امر کے ثبوت کے لئے ابھی آپ ہی کا قول کافی ہے آپ لکھتے ہیں:

اگر میں فریق مخالف پر لعنت کروں تو کس طرح کروں اگر میں لعنة الله علی الکاذبین کہوں تو صحیح نہیں کیونکہ میں اپنے مخالفین کو کاذب تو نہیں جانتا بلکہ مأوّل مخطی سمجھتا ہوں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۶۳۷)۔

پس ان دونوں عبارتوں کے ملانے سے، جو ایک کتاب سے بلکہ ایک ہی ورق سے، نقل ہوئے ہیں یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی کاہن کو میری شرط کا مان لینا ضروری تھا کیونکہ یہ شرط انہی کی ایجاد و اختراع تھی۔لیکن افسوس کہ حضرت (مرزا) جی نے ان ساری باتوں کا تو ذکر تک نہ کیا، ہاں اتنی مہربانی کی کہ ضمیمہ انجام آتھم میں میرے خط کا ذکر کر کے لکھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مباہلہ کی دعوت پا کر اپنے خط میں عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا ذکر کیا ہے کہ اس مباہلہ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔پھر آگے چل کر خوب بے نقط سنائی ہیں اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح صوفی عبدالحق غزنوی پر اپنے مباہلہ کا اثر ثابت کریں مگر بقول: الطبع خلاف التطبع اصلی اور مصنوعی میں جتنی تمیز ہوتی ہے اسی قدر آپ کے بیانات میں ہے۔

اب ذرہ میں ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی دعوت مباہلہ قبول کرنے میں کوئی کسر رکھی ہے؟ جو شرط لگائی، وہ ایسی تھی کہ خود کاہن جی کی تجویز کردہ۔پھر نہیں معلوم ان کو کیا حق کا رعب چھایا کہ آپ ایسے مبہوت ہوئے کہ فبهت الذی کفر کی پوری تفسیر مجسم کر کے دکھادی۔نہیں معلوم قادیان کی سرزمین میں سانپ زیادہ ہیں کہ کوئی سانپ سونگھ گیا تھا جو ایسے خاموش ہوئے کہ صدائے برنخاست

ہاں یہ بھی عجیب انصاف کی بات ہے کہ مباہلہ کے لئے بلایا تو مجھے جائے، مگر ساتھ ہی یہ حکم بھی ہو اپنے ساتھ نو آدمی اور لاؤ، ورنہ تمہارا دعوی ڈسمس۔کیونکہ بقول شخصے، نہ نو من تیل ہو، نہ رادھا ناچے۔انصاف دیکھئے کہ درخواست مباہلہ کی کریں تو خود، مگر نو آدمیوں کی تلاش کروں میں۔وہی مثل ہے نہ، نانی تو خصم کرے چٹی دھوتا (نواسہ) بھرے۔کیوں صاحب میں کس جرم میں نو آدمی تلاش کروں، کیا مجھے نو پر مع اپنے حضور نے دس سپاہیوں کا دفعدار بنانا ہے؟

کرشن پینتھیو! اب تمہیں کادیانی کاہن کی روسیاہی کا یقین نہ ہو تو حیف ہے تمہاری سمجھ پر
اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء۔ مطابق ۱۰ محرم ۱۳۲۳ھ جلد ۲ نمبر ۱۹۔ ص ۲۔۳)

قادیانی کاہن کی روسیاہی (۳)

گذشتہ نمبر اخبار اہل حدیث امرتسر میں ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ میں (ثناء اللہ) نے حسب دعوت قادیانی کاہن (مرزا) مندرجہ رسالہ انجام آتھم مباہلہ پر آمادگی ظاہر کی تھی اور جو شرط لگائی تھی وہ کاہن مذکور کی خود ایجاد تھی۔ مگر افسوس کہ اس نے نہایت ہی کجروی سے منظور نہ کی۔ اب ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم قادیان میں لکھتا ہے کہ

مباہلہ کی درخواست پر مولوی ثناء اللہ ہرگز نہیں آئے اور اب بھی کوئی آمادہ نہیں اور یہ آمادگی محض بند ش مباہلہ سے فائدہ اٹھانے کی خاطر ہے ورنہ وہ اب بھی آمادہ نہیں۔

(شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) کیسا سفید جھوٹ ہے۔ میں جب بھی (یعنی ۱۸۹۷ء میں) آمادہ تھا، اور اب بھی (یعنی ۱۹۰۵ء میں) اگر آپ بلائیں تو آمادہ ہوں، کیونکہ میرا دعوی ہے:

مجھ سا مشتاق زمانے میں نہیں پاؤ گے
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

اس سے آگے میرے ایک جملہ پر بہت کچھ زہر اگلا ہے کہ میں نے کہیں لکھا تھا کہ بھلا مباہلہ ہی سے سچائی کا اظہار ہوتا ہے، تو صوفی عبدالحق غزنوی کو جس نے تمہارے ساتھ عید گاہ امرتسر میں مباہلہ کیا تھا کیا ہوا، وہی جو سب نے دیکھ لیا کہ اسی مباہلہ کے بعد آتھم کی پیش گوئی کے خاتمہ پر تمام دنیا میں کاہن جی کو وہ وہ سنائیں جس کے وہ حقدار تھے جن کا خلاصہ عیسائیوں کے ایک اشتہار سے چند ایک شعر نقل ہیں۔ جو یہ ہیں:

ارے سن او رسول قادیانی — لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی — بڑھاپے میں ہے یہ جوش جوانی

نچائیں گے تجھے اک ناچ ایسا　　یہی ہے بس مصمم دل میں ٹھانی
نچائے ریچھ کو جیسے قلندر　　یہ کہہ کہہ کر تری مرجائے نانی
ایسی مرزا کی گت بنائیں گے　　سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہو وے گا نبوت کا　　پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

اس پر آپ (مرزا) نے بڑی تلاش سے صوفی عبدالحق غزنویؒ کی ایک ذلت کا نشان دیا ہے جو اگر سچ بھی ہو تو کچھ شک نہیں کہ، کوہ کندن وکاہ برآوردن، کے مصداق ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

اربعین غزنویہ (جو تفسیر القرآن مصنفہ خاکسار ثناء اللہ کے برخلاف لکھی گئی تھی جس کا جواب کلام المبین میں دیا گیا تھا) لکھ کر وہ ذلیل ہوا یا نہیں؟ آپ یقیناً تسلیم کریں گے کہ یہ اسکی علمی پردہ دری ہے، پھر یہ عزت بھی اسے مباہلہ ہی کے بعد ملی ہوگی صوفی عبدالحق کے مباہلہ کا اثر کس کے حق میں ہوا۔

سبحان اللہ جل جلالہ کیوں نہ ہو، لو لا الحمقاء لبطلت الدنیا:

چو احمق در جہاں بس شد کسے بے زر نمی ماند

جناب والا پہلے تو آپ کو یہی الہام غلط ہوا کہ اربعین غزنویہ صوفی عبدالحق غزنویؒ نے لکھی ہے۔ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں، مگر کلام المبین کی طرز تحریر نہیں دیکھتے۔ دیکھئے کہ میں اور تمام واقفان حال اربعین کا مصنف کس کو سمجھتے ہیں۔ ذرہ آنکھ کھول کر کلام المبین کو پڑھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اربعین کا مصنف: کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں۔ اگر میرا اعتبار نہ ہو تو جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالویؒ سے پوچھ لو۔ پس جب کہ اربعین عبدالحق غزنویؒ کی تصنیف ہی نہیں تو اس کی بے عزتی ہی کیا؟ ہاں جس کی تصنیف ہے اس نے آپ سے کوئی مباہلہ نہیں کیا تھا۔ بتلاؤ اب اس جھوٹ سے کس کی ذلت ہوئی۔

علاوہ اسکے یہ کیا بات ہے کہ کسی مصنف نے کوئی کتاب لکھی، دوسرے نے اس کا جواب لکھا، جو ایک معمولی بات ہے۔ مگر اتنے سے ہی آپ کا الہامی بمب کا گولہ اسے بھی زخمی کر گیا۔ کیا ہی ابلہ فریبی ہے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ صوفی عبدالحق اربعین کے جواب کلام المبین سے اگر ذلیل ہوا اور آپ کے مباہلہ کی زد میں آیا ہے، تو آپ بھی تو میرے ایک ہی گولہ (رسالہ الہامات مرزا) سے ایسے چلچا چور ہوئے ہیں کہ کہیں سسکتے بھی نظر نہیں

آتے۔ پس اگر یہ کوئی کمال اور کرامت ہے تو میری ہے کہ جو میری مخالفت کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے، آپ ہوں یا کوئی اور

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل

میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

حسب معمول یہ بھی دروغ بے فروغ ہے کہ اربعین میں خاکسار کی نسبت فتوی کفر لکھا گیا تھا۔ یہی زٹل اور غلط گوئی آپ نے ۲۴ سنہ گذشتہ کے پرچہ میں کی تھی، جس کو میں نے فضول سمجھ کر کوئی نوٹس نہ لیا تھا۔ بلکہ اس میں یہ بھی بڑھ ہانکی تھی کہ نگینہ کے مباحثہ میں مولوی ثناء اللہ کا فتوی تکفیر پیش ہوا تھا جس سے بڑی خرابی ہوئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے الہام کنندہ معلم الملکوت کو یہی خبر پہنچی ہوگی کہ نگینہ میں فتوی تکفیر پیش ہو کر موجب خرابی ہوا تھا، حالانکہ وہاں کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آریوں کے پاس کوئی نسخہ پہنچا ہو، مگر نہ تو پیش ہوا نہ کوئی خرابی ہوئی، اور نہ ہو سکتی تھی کیونکہ وہ فتوی تکفیر کا نہیں ہے، بلکہ ایک معمولی سا معاصراتی رنج ہے جس نے بقول المعاصرہ اصلا لمنافرۃ یہ رنگت اختیار کر لی ہے۔ علاوہ اس کے یہ بڑے مزے کی بات ہے کہ ۱۷ مارچ کے اخبار الحکم ص ۳ کالم ۴ کے اخیر پر آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہل حدیث سے بذریعہ فتوی خارج کر دیا۔ اس تحریر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتوی مذکور کفر کا نہیں۔ چنانچہ بانی فتوی مولوی عبدالجبار صاحب غزنویؒ کا حلفی بیان عدالت میں یہی ہے کہ ہم مولوی ثناء اللہ کو اسلام سے خارج نہیں جانتے۔ پس بتلاؤ اس سفید جھوٹ سے کس کی ذلت ہوئی۔

مشہور حکایت ہے کہ ایک کبڑی سے کسی نے کہا کہ بڑی بی تم چاہتی ہو کہ تم اچھی ہو جاؤ یا اور بھی تمہاری طرح ہو جائیں۔ اس تجربہ کار بڑھیا نے کہا، میں تو یہی چاہتی ہوں کہ سب میرے جیسے ہو جائیں، تا کہ میں بھی ان کو اپنی طرح دیکھوں۔ یہی حال آپ کا ہے کہ آپ کی دلی تمنا یہی رہتی ہے کہ کہیں نہ کہیں سے آواز آئے کہ کسی پر کفر کا فتوی لگا ہے۔

سنو اربعین غزنویہ کے فتوے کا اصل مضمون تکفیر کا نہیں، بلکہ شروع سوال ہی یہ ہے کہ ان چالیس

مقامات کی ایسی تفسیر کرنے سے مصنف اہل سنت سے ہے یا نہیں؟ جس کا جواب اکابر علماء نے کوئی ایسا نہیں لکھا کہ مصنف اہل سنت سے بھی خارج ہے، گوان کی تحریروں کو آپ جیسے خود غرضوں نے یہ رنگت دے رکھی ہے، مگر خود راقم مضمون یہ نہیں کہتے چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرات علماء دیو بند اور جناب مولوی مفتی محمد عبداللہ مرحوم بنارسی کی تحریرات قلمی میرے پاس موجود ہیں کہ ہم مصنف (مولوی ثناء اللہ) کو اہل سنت سے خارج نہیں کہتے۔

ہاں آپ کہتے ہیں کہ میں نے صوفی عبدالحق غزنویؒ کے حق میں (بوقت مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء) کوئی بد دعائیہ کلمہ نہیں کہا تھا، بلکہ یہ کہا تھا کہ خداوندا! اگر میں تیری طرف سے نہیں ہوں تو تو مجھ پر ایسا عذاب نازل کر کہ دنیا میں کسی مفتری پر نہ ہوا ہو۔

کوئی دانا کاہن جی سے پوچھے کہ آپ جو بقول خود استخارہ کر کے بغرض مباہلہ امرتسر میں آئے تھے، تو کیوں آپ نے عبدالحق پر بد دعا نہ کی؟ آخر پر ان الفاظ کے انتخاب سے آپ نے کوئی نتیجہ بھی سوچا تھا یا فریق مخالف نے آپ کو ان الفاظ کے کہنے پر مجبور کیا تھا۔ اللہ اکبر! کیسے صاف گو ہیں، یہ بھی نہیں جانتے کہ دنیا میں ہنوز داناؤں کی آبادی گو کم ہے، مگر ہے۔ کوئی مجھ سے یہ نہ پوچھے گا کہ آخر آپ جو نبی رسول، ابن اللہ بلکہ بقول خود اللہ کے پانی سے پیدا شدہ ہیں تو کیا ایک شخص آپ کے مقابل بڑھا جاتا ہے کہ کھلے میدان میں آپ سے مباہلہ کرتا ہے، آپ کو کافر بے ایمان دجال کہتا ہے، اور کہنے پر (درصورت کذب) مباہلہ کے میدان میں اپنے او پر لعنت کرتا ہے، تو کیا خدائے تعالی آپ کے الفاظ کو دیکھے گا یا اس مجرم کے فعل کو۔ کیا یہ دبی زبان سے اقرار نہیں ہے کہ صوفی عبدالحق پر کوئی بد اثر نہیں ہوا، حالانکہ اب یہ دعوی ہے کہ پچاس ہزار آدمی بھی میرے سامنے مباہلہ کو آئیں تو ایک نہ بچے۔ اللہ اکبر:

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

یہ بیان تو ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء کا ہے، الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں آپ نے بڑے غور وفکر کے بعد صوفی عبدالحق غزنویؒ کی ایک دو ذلتیں اور بتلائی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

مباہلہ کے بعد پہلی برکت اس کو یہ ملی کہ اپنے بھائی کے مرنیکے بعد اس کی بیوہ سے شادی کی، اور بدقسمتی سے شیخ چلی کی طرح خیال کر بیٹھے کہ اسکے بطن سے بیٹا پیدا ہوگا۔ مگر نہیں معلوم وہ بیٹا کدھر چلا گیا اور صوفی صاحب کو داغ ندامت دے گیا۔ (ص۲ کالم۱)۔

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) کیا ہی ابلہ فریبی ہے۔ ہم نے صوفی عبدالحق کی کوئی تحریر و تقریر اس مضمون کی نہیں دیکھی، اور تمہارا ہم کو بحکم اصول محدثین اعتبار نہیں۔ تم وہی تو ہو جو مولوی غلام دستگیر مرحوم پر بہتان لگائے جاتے ہو کہ اسنے اپنی کتاب فتح الرحمانی کے صفحہ ۲۷ پر تم سے مباہلہ کیا تھا اور کہا تھا کہ جو جوٹھا ہے وہ پہلے مرے۔ اس کو تمہارے دام افتادہ آنکھیں بند کر کے نقل در نقل کئے جاتے ہیں اور آرٹیکل پر آرٹیکل لکھتے ہیں، مگر کتاب مذکور اٹھا کر دیکھنے کی کسی کو جرأت نہیں کہ مصنف مرحوم نے کیا لکھا ہے۔ اس نے وہی لکھا ہے جو قادیانی کاہن اور اس کے دام افتادوں کے منہ پر لک کی سیاہی کا کام دیتا ہے اور نہیں تو اہل حدیث مورخہ ۲۰؟ جنوری دیکھو۔ پس صوفی (عبدالحق) مذکور کی کسی تحریر کا حوالہ بتلاؤ۔ ہم خود دیکھیں گے تو اسوقت تم کو جواب دیں گے۔ کیا ہی ایمان داری کی بات ہے کہ اگر حضرت (مرزا) کی ذلتیں شمار کرتے ہوئے کوئی کہے کہ تم چار چار گھنٹے عدالت میں کھڑے رہے، تم کو پانی مانگنے پر نہ ملا، تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اس قسم کی تکلیفیں اور ابتلاء تو انبیاء خصوصاً حضرت مسیح کو آئی ہیں (الحکم قادیان۔ ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء) حالانکہ اگر صوفی عبدالحق نے بیٹے کی خواہش ظاہر کی بھی ہوگی تو ایک معمولی بات ہے۔ ہر ایک متاہل ایسے موقعہ پر بیٹے کی خواہش اور امید کیا ہی کرتا ہے کیا تم کو حضرت سلیمانؑ کا قصہ یاد نہیں... یاد نہ ہو تو پڑھو القینا علی کرسیہ جسداً ثم اناب۔ اور نہیں تو خود اپنا حال ہی دیکھ لو کہ مباہلہ کے بعد ایک دفعہ تم نے بیٹے کی پیش گوئی کی تو لڑکی پیدا ہوئی جس پر تم بہت گھبرائے۔ غاسق کا الہام گھڑ لیا کہ یہ بیٹا غاسق ہوگا، جس طرح چاند بعد گم ہونے کے نکلتا ہے اسی طرح یہ بھی نکلے گا۔ پھر دوسرے حمل پر تم کو الہام ہوا: شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر لڑکی پیدا ہو کر تمہارے منہ پر لک کا داغ لگا گئی۔ یہ تو تمہارا تحریری ثبوت ہے۔ عبدالحق کا بھی کوئی تحریری ثبوت ہے، تو دکھاؤ پھر اسکو اپنے منصوبوں سے مقابلہ کرو۔

کرشن پینتھیو! کاہن جی کی روسیاہی نمبر ۳ میں پوری ہوئی یا نہیں (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۲۔۴)

قادیانی کاہن کی روسیاہی (۴)

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں) گذشتہ نمبروں میں ہم نے بتلایا ہے کہ قادیانی کاہن نے ہم سے مباہلہ نہیں کیا، اور جو صوفی عبدالحق غزنوی سے امرتسر میں کیا تو اس کا اثر الٹا قادیانی پر پڑا۔ آج کے نمبر میں ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے الحکم کی تحریر کا جواب ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

مباہلہ کا صریح اثر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ غزنویہ گروہ خصوصاً عبدالحق کی قبولیت بڑھ جاتی اور ایک دنیا اسکی طرف رجوع کر کے اسکی عزت افزا ٹھہرتی، مگر آپ خود ایمان سے کہیں کہ اس مباہلہ کے بعد کس قدر عزت اور قبولیت عبدالحق کو ہوئی۔

اس تقریر میں جو آپ نے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالی ہے وہ سابقہ بیانات سے بڑھ کر ہے۔ آپ کی اس مغالطہ دہی کے بیان کرنے سے پہلے ہم آپ کی سرمایہ ناز کتاب ازالہ اوہام سے ایک مقام کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

اگر اب بھی ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبان ماننے میں نہیں آتے، تو ہم انہیں مخطی ہونے کی وجہ سے مباہلہ کے لئے نہیں بلاتے۔ کیونکہ اگر اختلاف باہمی کی وجہ سے مسلمانوں کا باہم مباہلہ جائز ہو، تو اسکا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمانوں پر عذاب نازل ہونا شروع ہو جائے، اور بجز کسی خاص فرد جو بکلی خطا سے خالی ہو، تمام مسلمان نیست و نابود کئے جائیں۔ سو خدا تعالی کا یہ ارادہ نہیں۔ اسلئے صرف اختلافات کی بنا پر مباہلہ جائز نہیں

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۶۱ طبع اول)

(مرزا قادیانی کی) اس عبارت سے کئی ایک فوائد نکلتے ہیں۔ اول تو مباہلہ کا اثر یہ ہے کہ راست گو کے مقابلہ ہر غلط گو کو فنا اور نیست ہو جائے۔ دوئم یہ کہ ان اختلافات کی وجہ سے جو اہل اسلام کے مابین ہیں، مباہلہ جائز ہی نہیں۔

بہت خوب! اب بتلایئے آپ بقول خود راست گو ہیں، نبی ہیں، رسول ہیں، ابن اللہ ہیں، مسیح ہیں، مہدی ہیں، امام حسینؓ سے افضل ہیں، سب سے اخیر میں آپ کاہن ہیں، کرشن ہیں وغیرہ وغیرہ، تو آپ کے

مقابل صوفی عبدالحق کی حیثیت ہی کیا تھی۔ پھر کیا وجہ کہ وہ اور اس کے تمام اعوان وانصار نیست و نابود نہ ہوئے۔ اگر یہ کہیں کہ ہم (مرزا) بھی تو نیست و نابود نہیں ہوئے، تو پہلے یہ بتلاؤ کہ تم عبدالحق کے ہم مرتبہ تھے؟ تمہارا دعوی ہے کہ پچاس ہزار بھی میرے مقابل مباہلہ میں آئیں تو ایک بھی بچ کر نہ جائے۔ خدا نے مجھے کہہ دیا ہے کہ جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ۔ پھر بھلا بتاؤ تمہارے مقابلہ پر بیچارے عبدالحق کی حقیقت ہی کیا۔ مگر پھر بھی اسکا نیست و نابود نہ ہونا، سچ کہو تمہارے لئے موجب ذلت ہے یا اسکے لئے؟

اچھا لو ہم مانے لیتے ہیں کہ نہ تمہارا کچھ بگڑا، نہ صوفی عبدالحق (غزنوی) کا، تو نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ تم دونوں روحانیت سے گرے ہوئے ہو۔ تم دونوں کا یہ دعوی کہ ہم الہامی ہیں غلط ہے۔ بہت خوب! مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت۔ اسلئے میں نے اشارۃً لکھا تھا کہ آج کل مباہلہ سچائی کے اظہار کا ذریعہ یقینی نہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ سید الانبیا علیہ السلام کو مباہلہ کرنے کے لئے رب العزت سے حکم ہوا تھا۔ مگر وہ روحانی طاقت آج کل نہیں۔ البتہ جس بندہ خدا میں ہو، اس کے لئے بے شک فیصلہ کن ہے۔ ورنہ ایسوں ویسوں نے تو مباہلہ کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔

ہاں آپ کی عبارت مذکورہ کا فائدہ دوئم آپ کے ان دام افتادوں کے لئے خاص قابل توجہ ہے جنہوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے مضامین پڑھ کر سخت لفاظی سے مباہلہ کے انکار پر مجھے ناراضی کے خطوط لکھے ہیں، مگر ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ ثبت العرش ثم انقش (پہلے تخت بناؤ پھر رنگ کرو) پہلے وہ روحانی طاقت تو پیدا کرلو جس پر یہ مرتب ہوسکے کہ:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آپ نے اسی ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے الحکم میں چند ایک نمبر شماریاں کی ہیں۔ لکھتے ہیں:

کہ اس مباہلہ کے بعد رمضان میں کسوف خسوف ہماری تائید میں ہوا۔ قرآنی معارف ہم کو بتلائے گئے۔ ہماری جماعت کو خدا نے بڑھایا۔ وغیرہ

اللہ رے بے حیائی! سب سے پہلے نمبر کا ذکر ضروری ہے، کیونکہ آپ ہمیشہ اسی کے ذریعہ سے دام افتادوں کی آنکھوں میں دھول ڈالا کرتے ہیں۔ پس پہلے کسوف خسوف والی روایت کے الفاظ سنو:

ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السماوات و الارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فی النصف منه

پہلے تو یہ محمد بن علی کا قول ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہیں۔ دوم، ضعیف اور موضوع ہے۔ سوم، اس کے ترجمہ کے مطابق واقع نہیں ہوا۔ اسکا ترجمہ یہ ہے:

ہمارے مہدی کیلئے دو نشان ہیں ایسے کہ جب سے آسمان و زمین پیدا ہوئے ہیں وہ نہیں ہوئے یعنی قمر کو رمضان کی پہلی رات میں اور سورج کو رمضان کے نصف میں گرہن ہوگا۔

بتلاؤ اس روایت کے ترجمہ کے مطابق کب ہوا؟ کب قمر کو رمضان کی اول رات اور سورج کو نصف رمضان میں گرہن ہوا۔ اگر کہو کہ ایسا تو ہونا ہی محال ہے کبھی ایسا ہو ہی نہیں سکتا تو اس جواب یہ ہے کہ اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ یہ نشان ایسے ہیں کہ ابتدائے پیدائش دنیا سے آج تک نہیں ہوئے۔ پس بتلائیے یہ روایت آپ کی تکذیب کرتی ہے یا تصدیق؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۔۲)

(شیخ الاسلام لکھتے ہیں: قادیانی کاہن۔ وہ بھاگا

قادیانی کاہن نے اپنے اڈیٹروں کو حکم دے دیا ہے کہ اہلحدیث کے جوابات مت دو۔ خدا پر چھوڑ دو۔ ہم اس کے متعلق آئندہ نمبر میں کچھ لکھیں گے۔ سردست اتنا ہی کافی ہے: اے لو وہ دم دبا کے بھاگ گیا ایک ہی چوٹ کھا کے بھاگ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۶)

قادیانی کاہن کی روسیاہی (۵)

جب سے اہل حدیث امرتسر میں قادیانی کاہن کی روسیاہیوں کی فہرست کھلی ہے آپ (مرزا قادیانی) ایسے مبہوت ہوئے ہیں کہ ایک کا جواب بھی نہیں دیا، اور نہ دے سکتے ہیں۔ آخر تنگ آ کر ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے الحکم میں آپ نے آرڈر جاری کر دیا ہے کہ اہل حدیث کو جواب نہ دو بلکہ خدا کے سپرد کر دو، خدا خود فیصلہ کر دے گا۔ اس حکم کی تعمیل کرنے کو اڈیٹر الحکم لکھتا ہے کہ:

خدا کے ماموراور مہدی کی زبان سے یہ باتیں سن لینے کے بعد گناہ ہے کہ کسی مخالف کے جواب میں

قلم اٹھاؤں۔،

مگر ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا گروکئی ایک دفعہ اس گناہ سے آلودہ ہو چکے ہیں اور کئی ایک دفعہ نازک موقعوں پر اس ٹٹی کی آڑ میں آئے مگر پھر رندوں کی توبہ کی طرح۔ بقول شخصے:

شب کو مئے خوب سی پی صبح کو توبہ کر لی

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

وقت پر فوراً پہلو بدل لیا کرتے ہیں۔غور سے سنو! آپ نے کتنی دفعہ اس مئے سے توبہ کی ہے:

سب سے اول آپ نے ۱۸۹۳ء کے مباحثہ امرتسر کے بعد توبہ کی تھی۔ جب علماء اسلام نے آپ کو مباحثہ کی دعوت دی تو آپ نے اشتہار دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے دعهم و انصا رهم یعنی علماء اور انکے اعوان وانصار کو چھوڑ دے، اسلئے میں جاتا ہوں۔ مگر اس سے بعد پھر آپ نے کئی ایک کتابیں علماء اسلام کے جوابات میں لکھیں، جن میں خوب جی کھول کھول کر موشگافیاں اور درافشانیاں کیں۔ ایک ہی فقرہ اخلاقی آپ کا کافی مثال ہے جو آپ نے انجام آتھم کے ص ۲۱ پر لکھا ہے: اے بدذات فرقہ ءمولویاں

پھر ۱۸۹۶ء میں آپ نے رسالہ انجام آتھم لکھا تو اس کے اخیر میں لکھا کہ:

قصد کردیم بعد توضیحات علماء را مخاطب نکنیم اگر چہ دشنام ہا دہند

پھر اس توبہ کو توڑا اور کئی ایک رسالوں میں علماء کو مخاطب کیا، بلکہ علماء کے نام پر ان کو ڈیڈیکیٹ کیا۔ کسی کا نام تحفہ غزنویہ رکھا، جس میں صوفی عبدالحق غزنوی کے اقوال نقل کر کے جواب دیتے رہے۔ کسی کا نام تحفہ گولڑویہ رکھا۔ کسی کا نام تریاق القلوب۔ غرض ۱۸۹۶ء کے بعد جتنی تصنیفات ہیں سب میں علماء کو مخاطب کیا، اور اس وعدہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ یہاں تک کہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار کے صفحہ ۳ پر علماء کو قادیان یا بٹالہ میں خاص بحث کے لئے طلب کیا ہے۔ پھر اعجاز احمدی میں خاکسار (ثناءاللہ) کو مخاطب کیا اور کئی ایک جگہ پر دعوت دی کہ قادیان میں آکر تحقیق کرو۔ بلکہ ایک لاکھ پندرہ ہزار (روپئہ) انعام بھی مقرر کیا۔

یہاں پر میں ڈبل افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب خاکسار (ثناءاللہ) حسب دعوت آپ کی قادیان پہنچا، اور اطلاع دی کہ میں حسب دعوت آپ کے قادیان میں آیا ہوں، زیارت کرائیے۔ مگر افسوس صد

افسوس کہ آپ نے تمام شرم وحیا کو دشمن ننگ و ناموس جان کر مجھے یہ جواب دیا کہ ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ علماء سے بحث نہ کریں گے۔ حالانکہ جو وعدہ ہے وہ صرف اتنا ہی ہے جو انجام آتھم سے ہم نے نقل کیا ہے کہ ہم نے قصد کرلیا ہے کہ آئندہ علماء کو مخاطب نہ کریں گے۔ کیا آپ نے مجھ کو اعجاز احمدی میں مخاطب نہ کیا تھا ؟ کیا آپ نے مجھے دعوت نہ دی تھی؟ پھر کیا اس وقت آپ کو یہ وعدہ یاد نہ رہا تھا؟

لیکن جب میں بلائے بے درمان کی طرح آپ کے دارالزیان پر جا پہنچا، تو وعدہ یاد آیا کہ ہم نے خدا کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے، حالانکہ عہد اور وعدہ بھی کوئی نہیں صرف قصد ہے جس کو وعدہ الٰہی کہنا آپ جیسے مسیحوں کا کام ہے۔

اللہ اکبر! ایسے دروغ گو اور ایسے وعدہ خلاف اور راستی کے دشمن ہی مہدی اور مسیح ہوں تو تف اے چرخ گردوں تف۔

خیر اسے بھی جانے دیجئے۔ آپ نے اپنے رسالہ راز حقیقت کے شروع میں جو اپنے دام افتادوں کو سرکلر (حکم) دیا ہوا ہے وہ بھی قابل غور ہے:

میں اپنی جماعت کیلئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی

اور میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں، اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں، وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے، جیسا کہ وہ سن رہے ہیں، مگر چاہیے کہ خاموش رہیں، اور تقوی اور صبر کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں، اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں، تو صلاح و تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ

بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمائے۔،

یہ کتاب نومبر ۱۸۹۸ء کی طبع ہے۔ کیا اس کے بعد آپ کے مریدوں نے مسلمانوں سے مباحثات نہیں کیئے؟ کیا آپ نے کوئی کتاب نہیں لکھی؟ عسل مصفی، جو حقیقت میں آب مکدر ہے، اس سے بعد کا نہیں ہے؟ رسالہ نور الدین میں مصنف نے ترک اسلام سے منہ زوریاں نہیں دکھائیں۔ آپ کے اخبارات البدر اور الحکم میں مسلمانوں کے برخلاف یا جوابات میں مضامین شائع نہیں ہوئے۔ خود بدولت نے بھی کوئی کتاب اس کے بعد نہیں لکھی؟ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء میں چھپی، تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۳ء میں نکلی، خطبہ الہامیہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو آپ نے اس سے بعد مخاطب نہیں کیا جس کی ذلت تمام عمر نہ بھولیں گے۔ پھر بتلائیے اور انصاف سے بتلائیے خدا سے نہیں تو مخلوق سے شرم کر کے بتلائیے خدا کی عدالت کی کس نے توہین کی۔ یا وہی مضمون ہے:

اذا غدرت حسناء اوفت عهدها　　و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

ان واقعات پر (جو بہت ہی اختصار سے لکھے گئے ہیں) نظر کر کے کون عقل کا مالک ہے جو آپ کی یا آپ کے دام افتادوں کی نسبت ایک منٹ کے لئے فیصلہ کر سکے کہ اپنے وعدہ پر کار بند رہیں گے (توڑ بھی چکے ہو۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہار میں پیسہ اخبار لاہور کا نام لے کر جواب دیئے ہیں۔ اڈیٹر) بلکہ یہی کہا جائے گا:

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے　　کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

ناظرین کہاں تک آپ کو اس مسیح کذاب اور پنجابی دجال کا دجل سناؤں۔ البتہ بحکم، عیب ہائش ہمہ گفتی ہنرش بگو، ایک بات میں آپ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جو واقعی پوچھو تو ان کا معجزہ ہے تو وہی ہے، کیونکہ معجزہ کے وسیع معنی میں اعجاز داخل ہے، یعنی ایسا کلام کرنا جس کی مثل کرنے سے دوسرا عاجز ہو۔ یہ وصف تو بیشک آپ میں ہے کہ (مریدوں) کی آنکھوں میں مٹی نہیں، باریک باریک مرچیں ایسی ڈال دیتے ہیں تو ان کو خبر تک نہیں ہوتی کہ نیچے سے ان کی جیب کتری جاتی ہے

قیامت کے مفتن ہو، غضب کے دلربا تم ہو

خدا جانے پری ہو، حور ہو، انسان ہو، کیا تم ہو

اخیر میں قادیانی کاہن کے اڈیٹروں سے یہ التماس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگرچہ آپ کو جواب دینے سے روکا گیا ہے، مگر مہربانی کر کے اتنا تو مطلع کر دیجئے گا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی مرحوم نے کس جگہ یہ لکھا ہے کہ جو ہم دونوں (مرزا اور مولویوں) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے گا۔ یہ تو کوئی مباحثہ یا مناظرہ نہیں، صرف ایک بات کی دریافت ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ اخبار میں جواب دیں، یا پرائیویٹ چٹھی میں۔ میں ہر طرح مشکور ہونگا، مگر اس مقام کی حرف بحرف عبارت بھی نقل کر دیجئے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ا۔۳)

قیامت کا نمونہ

۴۔اپریل کو سورج نکلتے ہی قیامت کا نمونہ قائم ہوا۔ زلزلہ اس قدر زور سے آیا کہ الامان والحفیظ۔ قریباً ڈھائی منٹ زور دکھا کر دھیما ہوا۔ پھر بھی تمام روز اور شب برابر ۶ (اپریل) کی صبح تک کئی دفعہ مرات کرات آتا رہا۔ امرتسر لاہور میں پختہ مکانات قریباً سب پھٹ گئے۔ کئی ایک آدمیوں کا بھی نقصان ہوا۔ حمل بھی ضائع ہوئے۔ لوگ دیوانہ وار پھرتے تھے۔ دماغوں سے عقل، چہروں سے خون اڑ چکا تھا۔ مکانوں سے نکل نکل کر میدانوں کو بھاگ رہے تھے۔ غرض قرآن شریف میں جو نمونہ قیامت کا بتلایا گیا ہے

یوم ترونها تذهل کل مرضعة عماارضعت وتضع کل ذات حمل حملها وتری الناس سکاری و ما هم بسکاری و لکن عذاب الله شدید۔

آیت موصوفہ کے تمام اجزاء کا نمونہ تھا۔ کشمیر سے اسکی رفتار شروع ہونے کی خبر آئی ہے کہ... کشمیر میں بہت تباہی ہوئی ہے امرتسر میں بڑی مسجد شیخ خیر الدین مرحوم کے تین منار گر گئے اور چھت پھٹ گئی لاہور کی سنہری مسجد کو بھی نقصان پہنچا آٹھ پہر لوگوں کے ہوش بحال نہیں ہوئے امرتسر میں سو سال سے زائد عمر کے لوگ

کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا زلزلہ دیکھا نہ سنا۔ دیکھیں اہالی ملک عموماً اور مسلمان خصوصاً اس نشان الٰہی سے کیا عبرت پاتے ہیں خداذوالجلال کی عظمت اور جلالت کو کہاں تک دلوں میں جگہ دیتے ہیں اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك و عافنا قبل ذلك

بڑی ضروری بات یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ قادیانی کرشن جی اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہیں اور اپنے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) سے کس الہام کا نشان دیتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اپریل ۱۹۰۵ء ص۱۱)

قادیانی کاہن نہ رہ سکے

کس بشنود یانشود من گفتگوئے میکنم

خدا کی شان جب کبھی ملک میں کوئی آفت بندوں کی شامت اعمال سے آتی ہے ہمارے کرشن جی مہاراج اس کو اپنی ہی بدولت قرار دیتے ہیں گویا وہ اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی بری آواز آئے تو احمقوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کا ان کو موقع ملے، اسی لئے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۷۔اپریل میں اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ دیکھیں قادیانی کرشن جی اپنے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) سے زلزلہ کی بابت کون سا الہام بنائیں گے۔

چنانچہ ۴۔اپریل کے بھونچال کی بابت بھی آپ نے ایک اشتہار الدعوۃ دیا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ یہ زلزلہ میرے مکذبوں کی سزا ہے اور میں نے براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی لکھی ہوئی ہے۔اور اشتہار الوصیت میں جو اخبار الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا ہے (کرشن جی کے اشتہار میں ۲۸ فروری لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔۲۴ فروری ہے۔اڈیٹر) میں نے لکھ دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ موتا موتی لگ رہی ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت۔مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی۔۔مگر افسوس ہے کہ ابھی تک دنیا میں دانا اور محقق موجود ہیں۔سارا اشتہار الوصیت ہمارے پاس موجود ہے اس میں عبارت مذکور کے ساتھ یہ بھی

لکھا ہوا موجود ہے، یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔، یہ فقرہ صاف بتلا رہا ہے کہ آپ کا اشتہار الوصیت طاعون کی خبر دیتا ہے نہ یہ کہ بھونچال کی لیکن جب آپ نے دیکھا کہ بھونچال سخت آیا ہے تو اس کو بھی نعمت غیر مترقبہ جان کر فوراً اشتہار دے دیا کہ میں نے پہلے ہی براہین احمدیہ میں کہہ دیا تھا۔کوئی پوچھے کیا کہا تھا، کہاں کہا تھا، کوئی نشان نہیں کیا کوئی کرشن پینتھی ہم کو الہامی تھیلہ (براہین احمدیہ) سے وہ الفاظ بتلاسکتا ہے جو اس زلزلہ کے متعلق کرشن جی نے لکھے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مارچ کے مہینے میں مجھے خدا نے بذریعہ وحی کے بتلا دیا تھا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جاوے گا، چنانچہ بھونچال خدا نے مکذبوں کو ایک نشان دکھایا ہے۔،کون پوچھے کہ (بقول الحکم قادیان مورخہ ۲۴ فروری۔ص ۹) کرشن جی کے خطرناک دشمن امرتسر میں خاندان غزنویہ، مولوی احمد اللہ صاحب اور خاکسار ہیں، بٹالہ میں جناب مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔لیکن یہ کس قدر آپ کے حق میں افسوس کا مقام ہے کہ یہ سب کے سب خطرناک دشمن بالکل بخیر و عافیت ہیں۔لیکن بجائے اس کے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر یورپئین اور فوج بھاگسو میں زلزلہ کی بھینٹ چڑھے تو بتلاؤ یہ نشان کن مکذبوں کو دکھایا گیا۔ہاں یاد آیا کہ گورنمنٹ انگریزی وہی تو ہے جس کو آپ رسالہ راز حقیقت میں اولوا لامر قرار دے کر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنا اولوالامر سمجھ کر اطاعت کریں پس بتلاؤ ایسی مکذب گورنمنٹ کو اولوالامر قرار دینا منافقانہ خوش آمد تو نہیں۔

کیا ہی لطیفہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھانے کو تو بھونچال آوے مگر خود بدولت پر اس کا یہ اثر ہے ہو کہ آپ اپنا پختہ مکان چھوڑ کر جنگل میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں کیوں نہ ہو آخر خوف ہوگا کہ نشان دکھاتے دکھاتے خود بھی نہ دیکھ لیں

ناظرین حیران ہوں گے کہ کرشن جی مہاراج کے الہام کیسے گورکھ دھندے ہیں سو ہم اپنے ناظرین کی خاطر آپ کے ایک دو الہاموں کی اور مثال دیتے ہیں۔

ایک دو الہام آپ کے ایسے جامع ہیں جیسے آریوں کا اوم۔ایک الہام آپ کا یہ ہے تخرج الصدور الی القبور یعنی بڑے بڑے سب مر جائیں گے

جن دنوں حضرت مولانا شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سو دس سال کی عمر پا کر انتقال ہوا تو آپ نے اسی الہام سے کام لیا تھا پھر مولوی رسل بابا صاحب مرحوم امرتسری کا ۶۳ سال کی عمر پا کر انتقال ہوا تو یہی الہام پیش ہوا۔ مگر افسوس کہ ملکہ معظّمہ (وکٹوریہ) کے انتقال پر یہ الہام پیش نہ ہوا، شائد اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ غرض دنیا بھر کے سب بڑوں کو یہ الہام شامل ہے۔ دوسرا الہام جامع آپ کا یہ ہے انی مهین من اراد اها نتك یعنی (خدا فرماتا ہے) جو کوئی تیری (مرزا کی) اہانت کرنے کا ارادہ کرے گا میں اس کی اہانت کرونگا۔ جونہی کسی مخالف کوز کام ہوا بس یہ الہام سچا ہوا۔

ناظرین یہ ہیں کرشن جی اور مسیح قادیانی کی نبوت کے دلائل جن سے احمقوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالا کرتے ہیں مزید بحث آیندہ نمبروں میں بجواب، دشمنوں میں پھوٹ، آئے گی ان شاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۶۔۷)

مرزا قادیانی اور مرزا دہلوی

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

خدا کی شان لوہا کیسی سخت دہات ہے مگر اس کے توڑنے کو بھی خدا تعالیٰ نے لوہا ہی بنایا ہے۔ اسی طرح مرزا قوم جو ایک زمانہ میں تخت ہند کی مالک تھی گو اب وہ سلطنت اور حکومت نہیں مگر آخر یہ بھی تو سچ ہے کہ:

تیغ چوں بشکست خنجر مے شود

مرزا قادیانی کے دعوے اور لن ترانیاں تو ملک نے سنی ہیں خدا نے ان کے توڑنے کو دہلی میں ایک دوسرا مرزا پیدا کر دیا یعنی مرزا حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ۔ آپ نے مرزا صاحب قادیانی پر چونکہ حملہ کرنے کی ٹھان لی ہے اس لئے عرصہ ہوا آپ اپنے اوپر روح القدس کا نزول فرمایا کرتے تھے اسی وقت دانا تاڑ گئے تھے کہ دال میں ضرور کالا ہے چنانچہ آپ نے بھی ایک روحانی مدرسہ جاری کر کے مریدوں کی فہرست شائع کر دی ہے مگر ابھی تک ان کو مرزا صاحب قادیانی سے پوری مشابہت ہونے میں بہت سے مراتب کی کمی تھی منجملہ یہ کہ

مرزا صاحب قادیانی میں یہ بڑا کمال ہے کہ مخالف کی نسبت ایسی بات گھڑ لیتے ہیں کہ اسکے وہم وگمان میں بھی نہ ہو مثلاً مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحومین کی نسبت مرزا قادیانی نے کئی ایک کتابوں میں یہ بہتان لگایا ہے کہ مرحومین نے اپنی کتابوں میں مجھ سے بدیں مضمون مباہلہ کیا تھا کہ جو ہم دونوں (مرزا اور مولویوں) میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے چنانچہ دونوں پہلے مر گئے۔ حالانکہ دونوں مرحوموں نے یہ مضمون کہیں بھی نہیں لکھا چنانچہ اس کے ثبوت طلب کرنے پر ہماری طرف سے دو اشتہار اور کئی ایک آرٹیکل اہل حدیث میں نکل چکے ہیں ایک اشتہار میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر مرزا صاحب قادیانی یا ان کا کوئی مرید ہم کو مولوی صاحبوں کیکتابوں سے یہ مضمون دکھاوے تو ہم اسی روز سے مرزا کی مخالفت چھوڑ دیں گے اس کی میعاد پندرہ روز تھی جو ۱۵۔ اپریل کو پوری ہوگئی پھر دوسرا اشتہار ۲۰؟ اپریل کو دیا کہ مرزا صاحب کا کوئی مرید ہم کو مولوی صاحبوں کی کتابوں سے یہ مضمون دکھاوے تو ہم پچاس روپئے نقد اس کو انعام دیں گے ۔تو بھی کسی نے جرأت نہ کی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ مرزا صاحب یا ان کے مریدوں نے ہمارے اشتہارات دیکھے ہیں مولوی صاحبوں کی کتابوں کو (اگر وہ ان کو ملی ہوں) نہ پڑھا ہوگا۔ضرور پڑھا ہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صدائے برنخواست۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں سے یہ مضمون نکالنا جو مرزا صاحب قادیانی نے ان کی نسبت اختراع کیا ہے چڑیوں سے دودھ لینے کے برابر ہے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا غرض یہ تھی کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی کی کمزور نبوت کی ٹانگ توڑنے کے لئے خدا نے مرزا صاحب دہلوی کو پیدا کیا ہے اس لئے لاچار ان کو بھی اسی ہتھیار سے کام لینا پڑا یعنی انہوں نے اس فن میں مشق حاصل کی کہ مخالف کی نسبت ایسی باتیں مشہور کی جائیں جو اس کے دلو ماغ سے باہر ہوں چنانچہ آپ نے کرزن گزٹ کے کئی ایک پرچوں میں لکھ مارا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے لاہور میں آکر ہم سے مباحثہ کرنا منظور کرلیا ہے۔ پس ہم طیار ہیں مرزا صاحب تاریخ مقرر کریں یہ کریں وہ کریں۔ چنانچہ حال ہی میں ۱۵۔ اپریل کے کرزن گزٹ میں لکھتے ہیں کہ: محمد افضل اڈیٹر البدر قادیان نے ہمیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے دعوت مناظرہ دی تھی۔، حالانکہ انصاف یہ ہے کہ افضل مذکور نے جو دعوت مباحثہ دی تھی وہ اپنی طرف سے دی تھی وہ خود مباحثہ کو طیار تھا نہ کہ مرزا قادیانی جیسا کہ مرزا حیرت

صاحب کا بیان ہے تعجب ہے کہ مرزا حیرت ۲۳ مارچ کے پرچے میں خود لکھتے ہیں کہ: اب میں مرزا صاحب (قادیانی) سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۳ کے البدر میں یہ مضمون آپ نے تحریر فرمایا ہے یا آپ کے کسی مرید نے کیونکہ مضمون کے اخیر میں کسی کا نام نہیں ۔ یہ عبارت مرزا صاحب دہلوی کی ہمیں کئی وجوہ سے حیرانی میں ڈالتی ہے ایک تو یہ کہ آپ خود ہی اس امر میں متامل ہیں کہ یہ دعوت مباحثہ کس کی جانب سے ہے پھر اس عدم تعیین ہونے پر بھی آپ کس تیقن سے ۸۔ اپریل کے پرچہ میں لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد کی طرف سے دعوت مناظرہ کے متعلق ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ حالانکہ مرزا صاحب نے اپنے اخبار البدر میں تو بہت دھوم دھام مچائی تھی مگر جب ہم تیار ہو گئے تو مرزا غلام احمد صاحب کو سانپ سونگھ گیا۔

دوسری وجہ حیرانی یہ ہے کہ مرزا حیرت جیسا کہنہ مشق اڈیٹر اتنی غلطی کرے کہ یہ بھی نہ سمجھے کہ جس مضمون کے اول آخر کسی کا نام نہیں ہوتا وہ یقیناً اڈیٹر ہی کا ہوتا ہے یا اڈیٹر کا سمجھا جاتا ہے پھر آپ کو کیوں تردد پیدا ہوا کہ مضمون دعوت مندرجہ البدر جس پر آپ خود ہی مانتے ہیں کہ کسی کا نام نہیں، کس کا ہے مرزا قادیانی کا یا اڈیٹر کا۔

اگرچہ ہمیں اس سے خوشی تھی کہ مرزا صاحب قادیانی اور مرزا صاحب دہلوی کا مباحثہ ہوتا جس میں کئی ایک فائدے متصور تھے ایک تو یہی کہ ہم بھی شریک دنگل ہو کر فریقین کی علمی اور روحانی مضامین سے مستفیض ہوتے۔ دویم یہ کہ مرزا صاحب قادیانی دہلوی مرزا سے بحث کرتے تو ہمارا حق مقدم تھا کیونکہ ہم کو تو وہ بقلم خود کتاب اعجاز احمدی میں قادیان بلا چکے تھے جس پر ہم وہاں پہنچے مگر آپ نے یہی عذر کیا کہ میں بحث نہیں کرتا گو یہ عذر بھی عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے لیکن جب وہ دہلوی مرزا سے مباحثہ کرتے تو غالباً ہمیں بھی کچھ امید ہوتی مگر انصاف یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے میرزا حیرت دہلوی کو دعوت مباحثہ نہیں دی بلکہ وہ مباحثہ اڈیٹر البدر نے دی تھی جو .... دہلوی مرزا کی بے ادبی کرنے سے مر ہی گیا۔ زندہ کرامت ہے تو یہ ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی نے دہلوی مرزا کو دعوت مباحثہ نہیں دی تو پھر انہوں نے کیوں اتنی شہرت دے رکھی تھی کہ لاہور میں یہ مباحثہ ہو گا یہ ہو گا وہ ہو گا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دہلوی مرزا نے چونکہ قادیانی مرزا پر حملہ کرنا ہے اس کے بڑے علوم وفنون سے یہ بھی ہے کہ اپنے مخالف کی نسبت ایسی بات

مشہور کر دیا کرتا ہے جس کا اسے خواب و خیال بھی نہ ہو جس کی مثال مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل علی گڈھی موجود ہیں جنکا ذکر اہل حدیث میں کئی دفعہ ہو چکا ہے اس لئے دہلوی مرزا نے پہلے قادیانی مرزا ہی کو اس مشق کے لئے تختہ بنایا جیسا کہ علم فقہ کا مسئلہ ہے کہ جادوگروں کے مقابلے کے لئے جادو سیکھنا جائز ہے

گو ہم اس طریق کو جو دونوں مرزاؤں نے ایجاد اور اختیار کیا ہے پسند نہیں کرتے جو شائد ہماری پست ہمتی کی وجہ سے ہے مگر اس میں تو شک نہیں کہ عوام میں ایک تہلکہ ڈالنے کا ذریعہ تو خوب ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر کسی طرح نہیں رہ سکتے کہ اس دروغ کے ایجاد اور اختراع کا فخر بھی ہمارے قادیانی مرزا ہی کو حاصل ہے دہلوی مرزا کرے تو ان کا پیرو ہے: فقلت الفضل للمتقدم

بہر حال دونوں مرزاؤں کا جوڑا اچھا ہے

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو   خوب گذرے گی جو مل جائیں گے دیوانے دو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۳۔۵)

کرشن قادیانی اور نجومی

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا   روبرو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

۲۔اپریل کو جو پنجاب اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں نمونہ قیامت کا زلزلہ آیا تھا، اس کا ذکر تو ناظرین مفصل سن چکے ہیں، اسلئے اس کا دہرانا آج مقصود نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس زلزلہ سے جہاں ملک کے بعض حصوں میں نقصانات عظیمہ ہوئے ہیں، کئی ایک فائدے بھی لوگوں کو حاصل ہوئے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ ہمارے علاقہ میں پانی کی کمی تھی جب سے زلزلہ آیا ہے ہمارے قریب ایک پہاڑ میں نہایت شیریں چشمہ جاری ہو گیا آہ سچ ہے:

بذا قضت الا یام ما بین اھلھا   مصائب قوم عند قوم فوائد

مگر جس فائدہ کا ہم آج ذکر کرنے کو ہیں اس کے مقابل ایسے ویسے فائدے سب ہیچ ہیں

زلزلہ کے بعد ہی ایک انگریز کی چٹھی لاہور کے ایک انگریزی اخبار میں چھپی کہ میں نے پہلے بھی زلزلہ کے متعلق پیش گوئی تھی جس کو لوگوں نے ہنسی ٹھٹھے میں اڑایا۔اب میں پھر پیش گوئی کرتا ہوں کہ ۱۱مئی سے ۱۴مئی کی تاریخوں میں ایک سخت زلزلہ آئے گا۔اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ ملک میں اس سرے سے اس سرے تک تہلکہ مچ گیا ادھر قادیانی کرشن نے دیکھا کہ او ہو ہم تو ہمیشہ ایسے واقعات سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں پھر یہ کیا عقل کی بات ہے کہ اب ہم خاموش رہیں چنانچہ آپ نے بھی ایک اشتہار ۸۔اپریل کو دیا جا کا نام الانذار ہے۔آپ فرماتے ہیں:

آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالی کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے:

تازہ نشان۔تازہ نشان کا دھکا زلزلة الساعة قوا انفسکم ان اللہ مع الا برار۔ دنی منك الفضل جاء الحق وزھق الباطل ۔ترجمہ:یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا مخلوق کو اس نشان کا دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا۔۸۔اپریل

اصل الفاظ الہامیہ آپ کے صرف اتنے ہیں ان سے آگے آپ اپنا عندیہ بتاتے ہیں جس کو ہم الگ کر کے بیان کرتے ہیں تا کہ ناظرین اس کو الہامی الفاظ نہ سمجھ لیں۔حالانکہ کرشن جی کا یہ اصول ہے کہ میری تشریح غلط ہو جائے تو ممکن ہے بلکہ ہوا ہی کرتی ہے مگر اصل الہام غلط نہیں ہوتا۔پس ناظرین الہامی الفاظ کو ذہن نشین کرے آپ کی تشریح الگ سنیں آپ کہتے ہیں:

مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جسکو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا۔ ۸۔اپریل

گو اس عبارت میں آپ نے اپنے الہام کو ہر طرح سے گول مول کرنا چاہا ہے مگر اس کے بعد کے جتنے کلمات طیبات آپ کے ہیں ان سب سے اس امر کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ زلزلہ واقعی بھونچال ہے اور اس کا وقت بھی ۱۱مئی سے ۱۴مئی تک ہے۔

جن دنوں کسی انگریز کا مضمون لاہور کے سول ملٹری گزٹ میں زلزلہ کی بابت پیشگوئی کا چھپا تھا انہیں دنوں اس کے مقابل دو قسم کے مضامین نکلے تھے بعض انجنیئروں نے لکھا تھا کہ زمین کا جوش چونکہ بہت

کچھ نکل گیا ہے، اس لئے مدت مدید تک ایسا کوئی زلزلہ نہیں آئے گا۔ جموں کے ایک پنڈت جی نے علم نجوم کے حساب سے اخبار ٹریبیون لاہور میں چھپوایا تھا کہ تاریخہائے مذکورہ میں ہندوستان کی حدود میں کوئی زلزلہ ثابت نہیں ہوتا۔

کرشن جی ان دونوں (انجنیروں اور پنڈتوں) کو ڈانٹ بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ خدا تعالی کی خبر اور خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اسکے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی زلزلہ آنے والا نہیں ہے وہ اگر منجم ہیں یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں اڑاتے ہیں وہ بھولے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں در حقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ کوئی ہے جو ہماری اس بات پر ایمان لائے میں محض ہمدردی کی راہ سے یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلہ سہ منزلہ میں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے۔ ۲۹۔ اپریل

عبارت مذکورہ صاف بتا رہی ہے کہ گو ۸۔ اپریل کا اشتہار لکھتے وقت آپ کو علم نہیں کہ زلزلہ کیا چیز ہے بھونچال ہے یا کچھ اور آفت نزدیک ہے یا دور مگر ۲۹۔ اپریل کا اشتہار لکھتے وقت آپ کو اس بات کا کمال وثوق اور یقین ہے کہ زلزلہ واقعی بھونچال ہے اور ۱۱ مئی سے ۱۴ مئی کے اندر اندر آنے والا ہے کیوں کہ آپ ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو ان تاریخوں میں زلزلہ یعنی بھونچال کے آنے سے منکر ہیں ان کو کرشن جی ڈانٹے ہیں کہ تم جھوٹے ہو دھوکہ باز ہو۔ پس اگر آپ کی مراد یقیناً بھونچال اور وہ بھی ۱۱ سے ۱۴ مئی کی تاریخوں میں نہیں ہے تو آپ ان کو کیونکر جھوٹا ٹھہرا سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں جب تک موضوع محمول اور زمانہ واحد نہ ہو، دو مختلف چیزوں میں تعارض اور تناقض نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ کل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی امرتسر میں آویں گے، دوسرا شخص کہے پرسوں امام الدین امرتسر میں آ گئے، تو ان ان دونوں خبروں میں کیا تعارض؟ جب تک دوسرا شخص بھی اسی خبر کی نفی اسی وقت میں نہ کرے جسوقت میں پہلے شخص نے اثبات کیا ہے پس آپ کا یہ کہنا کہ منجم اور انجنیئر جھوٹ کہتے ہیں مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں، یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کی خبر اور ان کی خبر کا زمانہ واحد ہو، اور مخبر عنہ یعنی وہ چیز بھی ایک ہی ہو۔ ورنہ اگر دو ہیں تو آپ کا کلام نازک

مزاج معشوق کے جواب کی طرح دفع الوقتی ہو جائے گا جسے کسی شیدا نے کہا تھا:

میں نے کہا سایہ کرو مجھ پراے پری بولا کہ کہ اس کے سایہ سے پرہیز چاہیے

ہمارے اس دعوی کی کہ آپکی مراد زلزلہ سے واقعی بھونچال ہے اور انہیں ۱۱ مئی سے ۱۴ مئی کی تاریخوں میں ہے آپکی مندرجہ ذیل تقریر بھی تائید کرتی ہے: طبقات الارض والے اور جوتشی سب مل ملا کر فیصلہ کردیں کہ کوئی زلزلہ نہیں آئے گا پھر خدا تعالی کی وحی کی اور بھی عظمت ظاہر ہوگی حقیقت میں اگر وہ بھی یہی رائے دیتے کہ زلزلہ آئے گا تو ہماری بات مشتبہ ہو جاتی اور کمزور سمجھی کاتی لیکن اب تو ان لوگوں نے اقرار کرلیا ہے کہ زلزلہ نہیں آئے گا۔ الحکم ۱۰ مئی

کیا اب بھی کسی کو اس میں شبہ ہے کہ آپ کے الہامی زلزلہ سے مراد واقعی بھونچال ہے اور انہیں ۱۱ سے ۱۴ مئی کی تاریخوں میں ہے۔ چنانچہ آپ اور آپ کے کل دام افتادہ اسی خیال سے اپنے مکانات چھوڑ کر میدانوں میں خیمہ زن ہو کر مخلوق کی تباہی کی دعا کرتے رہے کہ کسی طرح ہماری کہی ہوئی بات پوری ہو جائے مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ آپ کے مقابل کئی ایک مسلمین بندے بھی دست بدعا تھے اللهم قنا شر ما قضيت فا نك تقضي و لا يقضى عليك وہ مسکین ایسے تھے کہ انہیں کی دعاؤں کے حق میں صحیح ہے:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درحق بہر استقبال مے آید

بعد اس تحقیق کے دریافت ہے کہ کیا اس ملک میں ان تاریخوں میں کوئی ایسا زلزلہ آیا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو کسی کان نے نہ سنا ہو کسی دل پر نہ گزرا ہو جیسا کہ کرشن جی نے ۸۔ اپریل کے اشتہار میں لکھا تھا تو اس کا جواب آپ ہی کے الفاظ میں دیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ ایسے وقت آئے گا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو یا کہ لوگ ہماری تکذیب کر چکے ہوں گے کہ وہ پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے فلما نسوا ما ذکروا ۔ الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۸ء

اس کلام سے جہاں یہ بات محقق ہوتی ہے کہ الہامی زلزلہ واقعی بھونچال ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

ان تاریخوں (۱۱ سے ۱۴ مئی) میں نہیں آیا بلکہ اس کو کسی ایسے وقت پر ملتوی کیا گیا ہے کہ مہاراج کے مکذب اس پیش گوئی کی تکذیب کر کے فارغ ہو جائیں گے۔لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا وقت کب ہوگا۔جس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے قریب، کیونکہ جن آپ کی پیشگوئیوں کو ختم ہوئے آج بیس تیس سال ہو گئے ہیں مثلاً لڑکے سے لڑکی، آسمانی منکوحہ، آتھم کی موت، لیکھ رام کا فوق عادت عذاب، قادیان میں طاعون، مرزائیوں میں طاعون، وغیرہ آج تک آپ کے مخالفین ان کی تکذیب سے فارغ نہیں ہو چکے، برابر کئے جاتے ہیں، تو اس پیش گوئی کے لئے کون سی تاریخ مقرر ہو سکتی ہے کہ اس کے بعد مخالف خاموش ہو جائیں گے۔سچ تو یہ ہے کہ ایسا..رادھا کے نو من تیل سے مشابہ ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے: نہ نو من تیل ہو، نہ رادھا ناچ

بعد اس گفتگو اور تصفیہ کے کہ کرشن جی کی پیش گوئی ان کے حسب منشاء پوری نہیں ہوئی ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسی پیش گوئیوں کی خود آپ کی نظر میں کیا وقعت ہے۔آپ اپنی مایہ ناز کتاب ازالہ اوہام میں حضرت مسیح کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش گوئیوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب والا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے کیا یہ بھی کچھ پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے۔،

یہاں تو ان پیش گوئیوں پر یہ لے دے کی ہے اور کس حقارت سے ان کا ذکر کیا ہے مگر واہ رے حافظہ نباشد، ۵۔اپریل کے اشتہار الدعوت میں انہیں پیش گوئیوں سے خود فائدہ حاصل کرنے کو مہاراج دیان کہیان دیتے ہیں:

خود عیسائیوں کی انجیل میں ہے کہ مسیح کے وقت میں مری پڑے گی یعنی طاعون اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کرے گا اور سخت زلزلے آئیں گے پس تم نے ان علامتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔پھر جب تمام نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ان دونوں منصبوں کا مدعی میں ہوں جو تم میں اس وقت پچیس سال سے موجود ہوں پس میرے بعد کس کا انتظار کرو گے (کیا مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت ۱۸۸۰ء میں سامنے آ چکا تھا؟ وہ تو

بقول ان کے ۱۸۸۴ء میں مسیح بنائے گئے جسے وہ سمجھ نہ سکے، گویا اسے ۲۰ سال ہوئے، اور جب انہیں خود پتہ چلا کہ میں مسیح ہوں اور دعوی مسیحیت کیا تو وہ ۱۸۹۰ء کی بات ہے یعنی ۱۵ سال قبل۔ بہاء)

حالانکہ خود ہی ایسی بلکہ انہی مسیحائی پیش گوئیوں کی بابت اخبار الحکم ۳۰؟ نومبر ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح کی تحقیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہی پیش گوئی تو وہ بھی قوی نہیں بلکہ قیافہ اور تفرس؟ معلوم ہوتا ہے جسے انجیل میں لکھا ہے کہ زلزلے آئیں گے۔ بھلا آپ انصاف کریں کہ کیا پیشگوئی ہے ایسا تو اور لوگ بھی کہ سکتے ہیں دوسری پیش گوئی کہ لڑائی ہوگی، اب فرمایئے کہ کون سی نئی بات ہے۔

کرشن جی کے چیلو! اور کرشن پینتھیو! ایمان سے (ان کنتم مومنین) سچ کہنا جن اصولوں پر کرشن جی نے مسیح کی پیش گوئیوں کا خاکہ اڑایا ہے ہمارا بھی حق ہے یا نہیں کہ ہم بھی مہاراج کے دیا کہیان کو ویسی ہی معمولی گپ سمجھیں۔ اسی اصول سے جب ہم مہاراج کے ...کو جانچتے ہیں تو تم لوگ ہم سے ناراض ہو جاتے ہو بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے اگر یہ اصول غلط ہے تو مہاراج کی سیوا میں نویدن کرو

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی　　ارے لوگو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۰۵ء ص ۲-۴)

مرزائیوں میں طاعون

لو ان صدور الفعل یبدو ن للفتا　　کا عقا بہ لم تلفہ یتند م

شعر مذکور کا مطلب ہے کہ اگر انسان کو اپنے کاموں کا انجام معلوم ہو تو ندامت نہ اٹھائے کیونکہ وہ ایسی حرکت ہی نہ کرے جس کا انجام بد پیدا ہو۔ اسی لئے فارسی استاد کا قول ہے:

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مگر افسوس ہے کہ اور تو اور ہمارے زمانے کے مسیح مہدی اور کرشن جی مہاراج بھی اس اصول کے پابند نہیں۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ایک زمانے کرشن جی نے بڑے زور سے کہا تھا کہ میرے مریدوں

میں طاعون نہیں آئے گا دیکھو رسالہ کشتی نوح ۔اس پر جو خدا تعالی کی قدرت کا ظہور ہوا کہ اکے دکے مرزائی طاعون کا شکار ہونے لگے۔آپ کے اور آپ کے مریدوں کی طرف سے ہمیشہ انکار ہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ حضرت کے دہنے ہاتھ کا وزیر محمد افضل اڈیٹر بدر قادیان ہی میں طاعون کا شکار ہوا۔اس پر بھی مرزائی ناک بھوں چڑھاتے رہے۔آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ کے علماء میں سے قاضی امیر حسین ساکن حال قادیان کا بیٹا طاعون کی بھینٹ ہوا جس کے جنازہ پر کوئی مرزائی ممبر نہ پہنچے۔قاضی مذکور نے حضرت صاحب کی خدمت میں اس بے مروتی کی شکایت کی (جو ہمارے خیال میں تو بے جا شکایت تھی کیونکہ حضرت جی کا ارشاد ہے کہ طاعون سے مرنے والے کتوں کی موت مرتے ہیں تو پھر کتوں کے جنازے کون پڑھا کرتا ہے ۔اڈیٹر) اس پر کرشن جی نے ایک لیکچر دیا جو اخبار بدر قادیان ۴ مئی میں درج ہوا ہے ناظرین غور سے پڑھیں کہ کیسے دبی زبان سے کھلے لفظوں میں امت مرزائیہ میں طاعون کا اقرار ہے۔آپ فرماتے ہیں:

اس وقت تمام جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔

یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں ۔ایک تو اسلامی اخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوت ہے۔ پھر ان دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سرد مہری ہو، تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں ان میں ایسے موقع پر سرد مہری نہیں ہوتی ۔جن لوگوں سے یہ سرد مہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے ،افراط کا اور تفریط کا۔ اگر افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال سے کام لیا جائے تو ایسی شکائت پیدا نہ ہو جب کہ تواصوا بالحق و تواصوا بالمرحمة کا حکم ہے تو پھر ایسے مردوں سے گریز کیوں کیا جائے ۔اگر کسی کے مکان کو آگ لگ جائے اور وہ فریاد کرے تو جیسے یہ گناہ ہے کہ محض اس خیال سے کہ میں جل نہ جاؤں اس مکان کو اور اس میں رہنے والوں کو جلنے دے اور جا کر آگ بجھانے میں مدد نہ دے، ویسے ہی یہ بھی معصیت ہے کہ ایسی بے احتیاطی سے اس میں کود پڑے کہ خود جل جائے۔ ایسے موقع پر احتیاط مناسب کے ساتھ ضروری ہے کہ آگ بجھانے میں انکی مدد کرے

پس اسی طریق پر یہاں بھی سلوک ہونا چاہیے۔ اللہ تعالی نے جا بجا رحم کی تعلیم دی ہے کہ یہی اخوۃ

اسلامی کا منشاء ہے۔ اللہ تعالی نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔ ایسی صورت میں کہ تم میں اسلامی اخوت قائم ہو اور پھر اس سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے دوسری اخوۃ بھی ساتھ ہو۔ یہ بڑی غلطی ہوگی کہ کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو اور قضا وقدر سے اسے ماتم پیش آ جائے تو دوسرا تجہیز و تکفین میں بھی اس کا شریک نہ ہو۔ ہرگز ہرگز اللہ تعالی کا یہ منشاء نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ جنگ میں شریک ہوتے یا مجروح ہو جاتے تو میں یقین نہیں رکھتا کہ صحابہ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہوں۔ یا پیغمبر ﷺ اس بات پر راضی ہو جاتے ہوں کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے جاویں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ایسی وارداتوں کے وقت ہمدردی بھی ہو سکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ اول تو کتاب اللہ سے یہ مسئلہ ملتا ہی نہیں کہ کوئی مرض لازمی طور پر دوسرے کو لگ بھی جاتی ہے ، ہاں جس قدر تجارب سے معلوم ہوتا ہے، اس کے لئے بھی نص قرآنی سے احتیاط مناسب کا پتہ لگتا ہے۔ جہاں ایسا مرض ہو کہ وہ شدت سے پھیلی ہوئی ہو، وہاں احتیاط کرے۔ یہی مناسب ہے۔ لیکن اس کے یہ بھی معنی نہیں کہ ہمدردی چھوڑ دے۔ خدا تعالی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان ایک میت سے اس قدر بعد اختیار کرے کہ میت کی ذلت ہو اور پھر اسکے ساتھ جماعت کی ذلت ہو۔ خوب یاد رکھو کہ ہرگز اس بات کو نہیں کرنا چاہیے جب کہ خدا تعالی نے تمہیں باہم بھائی بنا دیا ہے، پھر نفرت اور بعد کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اگر وہ بھی مرے گا تو اس کی بھی کوئی خبر نہیں لے گا۔ اور اس طرح پر اخوۃ کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔ خدا تعالی نے دو ہی قسم کے حقوق رکھے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جو شخص حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتا وہ آخر حقوق اللہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا یہ بھی تو امر الہی ہے جو حقوق اللہ کے نیچے ہے۔

یہ خوب یاد رکھو اللہ تعالی پر توکل بھی کوئی چیز ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تم نرے پرہیزوں سے بچ سکتے ہو۔ جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو، اور انسان اپنے آپ کو کارآمد انسان نہ بنائے اس وقت تک اللہ تعالی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ ہزار بھاگتا پھرے۔ کیا وہ لوگ جو طاعون میں مبتلا ہوتے ہیں وہ پرہیز نہیں کرتے۔ میں نے سنا ہے کہ لاہور میں نواب صاحب کے قریب ہی ایک انگریز رہتا تھا وہ مبتلا ہو گیا۔ حالانکہ یہ لوگ تو بڑے پرہیز کرنے والے ہوتے ہیں۔ نرا پرہیز کوئی چیز نہیں جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو۔

پس یاد رکھو کہ حقوق اخوۃ کو ہرگز نہ چھوڑو، ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ طاعون کا سلسلہ جو مرکز پنجاب میں ہو گیا ہے کب تک جاری رہے گا لیکن مجھے بتایا گیا ہے انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم ۔اللہ تعالیٰ کبھی حالتِ قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جب تک لوگ دلوں کی تبدیلی نہ کریں گے۔ ان باتوں کو سن کریوں تو ہر شخص جواب دینے کو تیار ہو جاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں استغفار بھی کرتے ہیں پھر کیوں مصائب اور ابتلاء آجاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو جو سمجھ لے وہی سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہوتا ہے اور سمجھا کچھ اور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانہ سے اسے ناپا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ہر چیز اپنے مقررہ وزن سے کم استعمال کی جائے تو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو اس میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک دوائی جو ایک تولہ کھانی چاہیے اگر ایک تولے کی بجائے ایک بوند استعمال کی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھالے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا۔ اور پانی کے پیالہ کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال اعمال کا ہے جب تک وہ اپنے پیمانہ پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے۔ یہ سنت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔ پس یہ بالکل خطا ہے کہ اسی ایک امر کو پلّے باندھ لو کہ طاعون والے سے پرہیز کریں تو طاعون نہ ہوگا۔ پرہیز کرو جہاں تک مناسب ہے لیکن اس پرہیز سے باہمی اخوت اور ہمدردی نہ اٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی سچا تعلق پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مدد دینا اور اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات و خیرات کی طرح ہی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی خیرات ہے، اور یہ حق، حق العباد کا ہے، جو فرض ہے۔ جیسا خدا تعالیٰ نے صوم و صلوٰۃ اپنے لئے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت ہو۔ پس ہمارا کبھی یہ مطلب نہیں ہے کہ احتیاط کرتے کرتے اخوۃ ہی کو چھوڑ دیا جائے۔ ایک شخص مسلمان ہو پھر سلسلہ میں داخل ہو اور اس کو یوں چھوڑ دیا جائے جیسے کتے کو، یہ بڑی غلطی ہے۔ جس زندگی میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو، وہ کیا زندگی ہے۔

پس ایسے موقع پر یاد رکھو کہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو ہم دردی کے حقوق فوت نہ ہونے پائیں۔ ہاں مناسب احتیاط بھی کرو۔ مثلاً ایک شخص طاعون زدہ کا لباس پہن لے یا اس کا پس خوردہ کھالے تو اندیشہ ہے کہ وہ مبتلا ہو جائے۔ لیکن ہمدردی یہ نہیں بتاتی کہ تم ایسا کرو۔ احتیاط کی رعایت رکھ کر اس کی خبر گیری کرو۔

اور پھر جو زیادہ وہم رکھتا ہو وہ غسل کر کے صاف کپڑے بدل لے۔ جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔قرآن شریف فرماتا ہے من قتل نفساً بغیر نفسٍ او فساد .. ا لآ یۃیعنی جو شخص کسی نفس کو بلاوجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے۔ ایسا ہی میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ زندگی کے ساتھ اس قدر پیار نہ کرو کہ ایمان ہی جاتا رہے۔حقوق اخوۃ کو کبھی نہ چھوڑو۔ وہ لوگ بھی تو گذرے ہیں جو دین کے لئے شہید ہوئے ہیں ۔کیا تم میں سے کوئی اس بات پر راضی ہے کہ وہ بیمار ہو اور کوئی اسے پانی تک نہ دینے جائے۔

خوفناک وہ بات ہوتی ہے جو تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔بعض ملاّ ایسے ہیں جنہوں نے صدہا طاعون سے مرے ہوئے مردوں کو غسل دیا اور انہیں کچھ نہیں ہوا۔آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ وبائی ایام میں اتنا لحاظ کرے کہ ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے نکل جائے۔لیکن جب زور شور ہو تو مت بھاگے۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا کہ تم ابواب متفرقہ سے داخل ہونا۔اس لحاظ سے کہ مبادا کوئی جاسوس سمجھ کر پکڑ نہ لے۔ احتیاط تو ہوئی، لیکن قضا وقدر کے معاملہ کو کوئی روک نہ سکا۔ وہ ابواب متفرقہ سے داخل ہوئے لیکن پکڑے گئے۔پس یاد رکھو کہ سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ایمان کو مضبوط رکھو۔قطع حقوق معصیت ہے اور انسان کی زندگی ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ایسا پرہیز اور بعد (دوری) جو ظاہر ہو وہ عقل اور انصاف کی رو سے صحیح نہیں۔ایسے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تجربہ میں مضر ثابت ہوئے ہیں۔

یہ جماعت جس کو خدا تعالی نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہو کہ ان میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔ میں دوسرا پہلو نہ بیان کرتا لیکن مجھے چونکہ سب سے ہمدردی ہے اس لئے اسے بھی میں نے بیان کرنا ضروری سمجھا۔

بہر حال باہم ہمدردی ہو۔اور اب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالی ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھالے۔آمین۔ (اخبار بدر۔قادیان ۴مئی ۱۹۰۵ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں، ناظرین !بغور پڑھیں کہ قادیانی کرشن جی مہاراج

کیسی کھلی زبان میں مریدوں میں طاعون کا وقوعہ مانتے ہیں اس تقریر کو پڑھ کر مندرجہ ذیل تقریر بھی حضرت کرشن جی کی پڑھیئے ۔آپ لکھتے ہیں:

ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے آسمانی روک نہ ہوتی تو پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے ۔اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانے میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھائے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تو اور جو شخص تیری چار دیواری کے اندر ہوگا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا یا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلا وے ۔(کشتی نوح ۔ص ۱۔۲)

کیا ان دونوں بیانوں کو پڑھنے والا اس نتیجہ پر نہ پہنچے گا:

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے ۔وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جون ۱۹۰۵ء ص ۲۔۴)

قادیانی کرشن کی توبہ ٹوٹ گئی

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ کرشن جی موصوف نے ۱۰۔اپریل کے الحکم میں اپنے اڈیٹروں اور مریدوں کو اہل حدیث وغیرہ مخالفین کے جواب دینے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان سب کو تفویض الی اللہ کرو۔اللہ تعالی کی یہ وحی بتاتی ہے کہ وہ آپ فیصلہ کرنے والا ہے۔خدا تعالی کے اس فعل میں اپنا دخل بھی معصیت ہے، وہ خود احکم الحاکمین ہے۔تمہارے قلم میں اتنا زور نہیں ہوگا جو خدا تعالی کے فعل میں ہوگا۔

اس پر قدیمی فرمانبردار اڈیٹر الحکم نے اپنا ریمارک لکھا تھا کہ:

خدا کے ماموراور مہدی کی زبان سے یہ باتیں سن لینے کے بعد گناہ ہے کہ میں کسی مخالف کے جواب میں قلم اٹھاؤں ۔پس اہل حدیث ہو یا کوئی اور اخبار جو اس سلسلہ احمدیہ پر اعتراض کرتا ہے اور اللہ تعالی کے

مہدی اور مسیح کی توہین کرتا بے باکی اور شوخی کے ساتھ گالیاں دینے میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے وہ جسقدر گالیاں دینی چاہتا ہے دیتا رہے میں اس کو مخاطب نہیں کرونگا اور خدا تعالی کے فیصلہ پر نظر رکھونگا۔ آج سے یہ سلسلہ الحکم میں بند کیا جاتا اور خدائی فیصلہ کا انتظار فانتظروا انی معکم من المنتظرین (الحکم ۱۰۔اپریل ص۱۲ کالم۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

لیکن افسوس کہ اڈیٹر صاحب نے اس عہد واثق کو نہ نباہا تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۰ مئی کے الحکم کے صفحہ ۶ پر پیسہ اخبار کو جوابات دیئے جس کے سرے پر ایک شعر بھی لکھا کہ

نیش عقرب کہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش ایں ست

اس شعر کے بعد ایک بڑا لمبا مضمون پیسہ اخبار کے جواب میں لکھا ہے۔

پھر اسی پرچہ ۱۰ مئی کے صفحہ ۸ پر اخبار وطن لاہور کے ایک مضمون کا جواب ہے جس کی سرخی یہ ہے: وطن کے لئے تو خاموشی ہی بہتر تھی

پھر ۲۴ مئی کے ص ۱۱ پر پیسہ اخبار اور پرکاش کو جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ غرض اس طرح کئی ایک مخالفوں کو جوابات دینے میں مضامین لکھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اب آسمانی فیصلہ کا انتظار نہیں رہا، یا فیصلہ ہو گیا، تو کیا آپ کے خلاف منشاء ہوا ہے جو اپنے قلم سے کام لینے لگ گئے۔ بلکہ اصل یہ ہے کرشن جی... کبھی اپنے قول وقرار کے پکے نہیں آپ نے کئی ایک دفعہ توبہ کی مگر وہ توبہ آپ کی ایک رند کی توبہ سے زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوئی جو کہتا ہے

شب کو مئے خوب سی پی صبح کو توبہ کرلی رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یہی حال جناب کرشن جی کا ہے چنانچہ ۱۰۔اپریل کے الحکم میں آپ نے خاموشی کا سرکلر دیا تو ۱۸۔ اپریل کو ایک اشتہار النداء چھاپا جس میں پیسہ اخبار وغیرہ کے نام لے کر جواب دیئے پھر ۲۲۔مئی کا اشتہار چھاپا وہ تو سارے کا سارا ہی پیسہ اخبار کے ایک مضمون کا جواب ہے جس میں پیسہ اخبار نے لکھا تھا کہ جب کہ مرزا صاحب نے گورنمنٹ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت خوف ناک پیش گوئی کا اظہار نہ کرونگا تو اب زلزلہ کی پیش گوئی کیوں کی۔ گورنمنٹ کو اس پر توجہ دلائی تھی اس پر حضرت مسیح اور مہاراج کرشن جی کو لالے

پڑ گئے، تو ۲۲ مئی کو گورنمنٹ کے حضور میں ایک معذرت لکھی جس میں پیسہ اخبار کو جواب دینے کی کوشش کی۔

یہ وجہ ہے کہ الحکم کو بھی حوصلہ ہوا کہ وہ مخالفوں کو جواب دینے لگا کیونکہ اس نے دیکھا کہ خود بدولت مہاراج ہی اپنے کہے پر عمل نہیں کرتے مسیح مہدی کرشن اور کیا نہیں کیا ہی خدا کے فیصلہ سے پہلے قلم اٹھا چکے ہیں۔ پھر ہمارا تو منصب ہی یہی ہے کہ:

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چون   روبسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

لیکن کیا اہل حدیث کا حق نہیں کہ کرشن جی مہاراج سے درخواست کرے کہ:

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

ہم نے آپ کا کیا گناہ کیا کہ ہمارے کسی سوال کا جواب نہیں دیتے۔ اور اہل حدیث کے لئے فیصلہ الٰہی کا انتظار بتاتے ہو۔ یہ کیا حق تلفی ہے؟ کیا اہل حدیث کا کوئی قصور ہے۔ ہاں یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ اہل حدیث معمولی باتیں نہیں لکھا کرتا، بلکہ چونکہ آپ کے گھر کا بھیدی ہے اس لئے ہر ایک بات پتہ کی کہتا ہے جس کا جواب مشکل ہے۔

اچھا اور نہیں تو براہ مہربانی اتنا تو بتا دو کہ مولوی غلام دستگیر مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی مرحوم نے کس جگہ لکھا ہے کہ ہم دونوں (مرزا اور مولویوں) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائیگا جیسا کہ کرشن جی مہاراج کا دعوی ہے جس کا ذکر اہل حدیث کے کئی ایک سابقہ نمبروں میں مفصل ہو چکا ہے۔ اگر مہاراج خود بتلائیں تو مبلغ پانچ سو اور اگر ان کا کوئی چیلہ بتلائے تو دو سو روپیہ انعام لیں۔ گر نہ بتلائیں تو پبلک جان جائے گی کہ:

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے   او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جون ۱۹۰۵ء ص ۱-۲)

(وہ بھاگا: موضع تیجہ ضلع گورداسپور میں ایک جامع مسجد بنی تھی بانی مسجد نے جناب مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو جمعہ پڑھانے کے لئے دعوت دی صاحب موصوف کے ساتھ خاکسار اور کئی ایک اور دوست بھی تھے اس نواح میں ایک مرزائی نیم مولوی نے بھی کچھ شورش مچا رکھی تھی چنانچہ بانی مسجد نے مولوی مذکور کو بھی بلایا کہ آ کر تحقیق کر لیں جس کا جواب آیا کہ اگر مباحثہ کرنا ہے تو ۱۵ روز مورچہ بندی کرو، تو ہم آئیں گے۔ کیوں نہ ہو: نہ نو من تیل ہو نہ رادھا ناچے (حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ امرتسر) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۱)

کرشن قادیانی اوران کی مشین الہامی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: اگرچہ عام قاعدہ ہے:

میان عاشق ومعشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبرنیست

مگر کرشن جی قادیانی اس سے بھی مستثنٰی ہیں آپ کے الہامات یا دوسرے لفظوں میں تو ہمات یا اعلانات ایک تو بذاتہا ایسے گول مول ہوتے ہیں کہ دائرے کی طرح ان کی ابتداء یا انتہاء ہی معلوم نہیں ہوتی۔ وقت پر جدھر چاہا لگا دیا، اور وہ قدرتی طور پر ایسے پر معنی ہوتے ہیں کہ مغالطہ عامہ الورود کی طرح کہیں نہیں رکتے۔مثلاً آپ کا الہام ہے تخرج الصدور الی القبور یعنی بڑے بڑے لوگ سب مرجائیں گے۔ کوئی ہے کہ حضرت جی کے اس الہام کو غلط ثابت کر سکے۔ جب کوئی مرا یہ الہام ثابت۔ آپ کے مرید بھی ان بھول بھلیوں میں مشاق ہیں کہ آپ کو کسی الہام کے معنی اگر سمجھ میں نہیں آتے، تو وہ خود یاد دلاتے ہیں۔ مثلاً ایک الہام آپ کو براہین احمدیہ میں ہوا تھا یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة، اے آدم تو اور تیری بیوی باغ میں رہو۔، آدم سے مراد خود بدولت ہیں۔ چنانچہ بھونچال اور طاعون سے ڈرتے ہوئے بیوی خاوند مع دیگر دام افتادوں اور متعلقین کے باغ میں جا ٹھہرے، تو اخبار بدر قادیان ۶؟ جولائی میں کسی مرزائی کا ایک مضمون نکلا کہ الہام مذکور سچا ہو گیا۔ چلو جی بھلے انتظار تو نہ رہا۔ مگر کیا باغ میں جانے سے الہام سچا ہوا۔ (ص ۱۔۳)، تو اس وقت سچا نہ ہوا تھا جب مرزا جی نے اپنے باغ کی رجسٹری صاحبہ کے نام کرادی تھی۔ الغرض ملاحظہ باغ مذکور میں دونوں داخل ہوئے تھے یا اس سے بعد آج تک کئی ایک دفعہ ہوتے رہے۔ اتنے دنوں تک الہام مذکور کی صداقت کو ناحق التوا میں رکھا، بہت ہی برا کیا۔

خیر یہ تو محض ایک تمہید تھی جو عقل کے پتلوں کی نادانی کے اظہار کے لئے لکھی گئی اصل مطلب ہم نے یہ جتلانا ہے کہ مرزا صاحب جو ابھی اپنے الہاموں کے صحیح معنی نہیں سمجھتے بلکہ محض دیوانوں کے کلام کی طرح اونگ بونگ، توتی ترانگ بجادیتے ہیں پھر حسب موقع جو چاہا کہہ دیا۔

مثال کے طور پر یا اس دعوی کی دلیل کے لئے ہم ایک الہام آپ کا بیان کرتے ہیں آپ کو بقول خود الہام ہوا کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا جس کا ترجمہ آپ نے اپنے اشتہار الوصیت مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء میں خود کیا ہے جو بجنسہ درج ہے:

یعنی ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔

اس کلام ضلالت نظام میں الہام مذکور کا ترجمہ اور مطلب گو پورا ادا کیا گیا مگر تاہم اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے طاعون بھی اس عذاب الٰہی میں شامل ہو جس کا وعدہ اس الہام میں دیا گیا ہے، تو ایسے ذکی اور فہیم اصحاب کے لئے ہم خود بدولت کا ایک اور کلام نقل کرتے ہیں جو اس شبہ کے ازالہ کے لئے بہت کافی ہے۔

اخبار الحکم مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ کالم ۲ پر کرشن جی کی ڈائری لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ کسوف وخسوف کے ساتھ ہی قرآن شریف میں این المفر آیا ہے جس سے یہی مراد ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ کی نہ رہے گی اور میرے الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا کے یہی معنی ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ناظرین! اس یہی کے لفظ کو غور سے دیکھیں جو حصر کے لئے ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ الہام مذکور کے اور کوئی معنی ہی نہیں۔

بایں ہمہ زلزلہ عظیمہ کے بعد آپ... اس الہام کا مطلب یوں لکھتے ہیں:

دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے پیش گوئی مذکورہ الحکم اور البدر میں اس زلزلہ سے قریباً دو ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی اور پیش گوئی یہ ہے عفت الدیار محلھا و مقامھا یعنی بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آجائے گی جس سے مکانات بے نشان ہو جاویں گے ان گھروں اور مکانوں کا پتہ نہ ملے گا کہ کہاں تھے؟ دیکھو! کیسی صفائی سے یہ خدا کی باتیں پوری ہوگئیں۔ اگر تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہیں کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ اے عزیزو! اس کے یہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام ونشان نہیں رہے گا طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس

حادثہ کی اس وحی الہی میں خبر دی گئی تھی اس کے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا اور نہ صاحب خانہ، سو خدا تعالی کا فرمودہ جس طور سے اور جس صفائی سے پورا ہو گیا آپ صاحبوں کو معلوم ہے اس کی نسبت اشتہار الوصیت میں خبر دی گئی تھی وہ جو ہوا سو ہوا۔ قادیانی اشتہار..اپریل ۱۹۰۵ء

سبحان اللہ! چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اخبار الحکم اور اشتہار الوصیت کا حوالہ خود ہی لکھتے ہیں مگر پھر بھی احمقوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے مقامات مذکورہ سے پوری پوری عبارت نقل نہیں کرتے جو ہم نے لفظ بلفظ نقل کی ہے۔ تاہم عقل سے خالی اور دین کے دشمن حاشیہ نشین سبحان اللہ جل جلالہ کہنے کو تیار ہیں۔ ایسے ایمان دار تو جو کچھ چاہیں سو کہیں مگر ہم تو یہی کہیں گے:

ہم بھی قائل تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

اس پر طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ آپ اپنے اشتہار مورخہ ۲۲ مئی میں کس حوصلہ اور جرأت سے لکھتے ہیں:

جس قدر میری جماعت میں سے دھرم سالہ اور کانگڑہ اور کلو وغیرہ میں لوگ رہتے تھے یا ملازم تھے ایک بھی ضائع نہیں ہوا اس کی وجہ یہی ہوگی کہ وہ زلزلہ کی خبر سن کر پہلے سے یاد رکھتے ہوں۔

کیا ہی ڈھٹائی ہے، حضرت کو تو خبر نہ ہوئی۔ الہام مذکور کو ہمیشہ طاعون کی طرف جو ایک موجودہ بلا تھی نسبت کرتے رہے اور اقرار کیا کہ اس کے یہی معنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ خود بھی زلزلہ سے اس وقت مطلع ہوئے جس وقت آپ کے حرم محترم چیختے ہوئے آپ کے پاس پہنچے، اور دارالامان قادیان میں آپ کے خاص خاص بیت الخلا اور بیت الفکر سب پھٹ گئے، نہ صرف آپ کے ہی بلکہ آپ کے خلیفہ راشد یا پیر کامل حکیم نورالدین کا مکان بھی ساتھ ہی پھٹ گیا۔ خدانخواستہ اگر کہیں خاکسار کی سکونتی جھونپڑی کی طرح بچے رہتے، تو خدا جانے کیا کیا زمین کے قلابے آسمان تک ملائے جاتے۔ مگر خدا کی شان کہ اس نے گنجے کو ناخن نہیں دیئے۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ اور آپکے دام افتادہ نہ صرف قادیان میں، بلکہ ہر جگہ سقفی مکانوں کو چھوڑ کر باہر میدانوں میں خیمہ زن رہ کر مخلوق خدا کی بدخواہی کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر کار خائب وخاسر ہو کر بیک بنی ودوگوش واپس گھروں کو چلے آئے۔ علاوہ اس کے یہ بھی غلط ہے کہ مقام دھرم سالہ وغیرہ

میں کوئی مرزائی ضائع نہیں ہوا۔

ہم یہاں پرصرف دھرم سالہ کی فہرست بتلاتے ہیں:

ا۔منشی عبدالاکبرنقل نویس قلعہ کانگڑہ مرزائی زلزلہ سے دب کرمر گیا۔

۲۔عبدالملک نیلاری مع بیوی دولڑےاورایک لڑکی کے جوسب مرزائی تھے مرگیا۔

۷۔عبداللہ روٹی والے مرزائی کی بیوی مرگئی۔مسمات مذکورکو عارضہ جذام شروع تھااورحضرت کے پاس واسطے دعاصحت کے لائی گئی تھی دونوں میاں بیوی بیعت تھے۔

نیز مرزارحیم بیگ مرزائی کی ٹانگ ٹوٹ گئی اورمرزا اسلامت اللہ بیگ اوراکبرخان سارجنٹ پولیس نے جومرزا ئی نہیں ہیں مرزارحیم بیگ کو بصد مشکل گویا قبر سے نکالا۔

۹۔فتح الدین مرزائی کی مرزائین بیوی کی ٹانگ ٹوٹ گئی

علی ہذااوربھی کئی ایک کا نقصان ہوا۔اس پربھی کرشن قادیانی شیخی بگھارتے ہیں کہ ہمارے مریداس لئے ضائع نہیں ہوئے کہ ان کوخبرتھی۔اللہ اکبر!دروغ گوئم برروئے تو

کرشن پنتھیوں!ایمان سے (ان کنتم مو منین) سچ کہنا کہ زلزلہ سے پہلے تم میں سےکسی ایک کوبھی خیال تھا کہ زلزلہ آئے گااورقادیانی کرشن جی نے اس کے متعلق خبردی ہوئی ہے حلفیہ بتلانا ہوگا۔اس کا فیصلہ خودتمہارے ہی ایمان پرچھوڑتا ہوں۔

ناظرین!چونکہ اہل حدیث کرشن جی کے سربستہ رازوں کا ایساواقف ہے جیسے دایہ پیٹ سے،یہی و جہ ہے کہ خود بدولت نے اپنے اڈیٹروں کوسخت تاکیدی سرکلر دے رکھا ہے کہ اہل حدیث کا جواب نہ دیا کرو چنانچہ راسخ الاعتقاد اپنے رسوخ دکھانے کواس وصیت مسیحیہ پرایسے پابند ہیں کہ ہمارا مجوزہ دوسوروپیہ کا انعام بھی تونہیں لیتے۔کیوں نہ ہو:

زاہدنہ داشت تاب وصال پری رخاں کنجے گرفت وترس خدارابہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۰۵ء۔۱۷جمادی الاول ۱۳۲۳ھ۔جلد۲نمبر۳۷)

کرشن قادیانی اور پیسہ اخبار

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اگر چہ دنیا میں اس رائے کے مالک بہت ہیں جو کسی مخالف کی ذرہ سی تکلیف پر شاداں وفرحاں ہوتے ہیں مگر دانا ان باتوں سے روکنے کو حکیمانہ الفاظ میں فرما گئے ہیں کہ

مرگ عدو جائے شادمانی نیست   کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

لیکن کرشن جی جیسے دین میں مجدد ہیں، اخلاق میں بھی آپ کا نمبر اول ہے۔ پیسہ اخبار لاہور کے اڈیٹر اور مینیجر پر کسی طرح سے کوئی مقدمہ فوجداری قائم ہوا جو ایک معمولی بات ہے۔ دنیا میں کون بشر ہے جو ایسے دھندوں میں پھنس کر کبھی سچا کچھی جھوٹا مبتلا نہ ہوا ہو۔ پس کرشن جی اور ان کے چیلے آپے سے باہر ہوا جاتے ہیں۔ چاروں طرف سے وہ مارا، وہ گرا، کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ بس صاحب خدا کے مرسل اور ماموراور ایسے اور ویسے کی مخالفت کا یہی تو نتیجہ ہے جو مسٹر محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار پر ظاہر ہوا۔

اللہ اکبر! یہ بدخواہ خلائق ہمیشہ اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کہیں کسی کو تکلیف ہو تو ہم اپنا الو سیدھا کریں۔ او ظالم! فوجداری مقدمات وہی تو ہیں جنہیں تم خود بھی دو سال تک روزانہ عدالت کے کمرے میں چار چار پانچ پانچ گھنٹے حاضر بلکہ کھڑے رہتے رہے یہاں تک کہ تم کو پانی مانگنے پر پانی پینے کی اجازت نہ ملی۔ کس قدر شرم کی بات ہے، اس کو تو تم نے اپنے حق میں مشابہت مسیحائی بنایا، اور اگر قید ہوتے تو مماثلت یوسفی لکھ دیتے، مگر وہی ایک معمولی مقدمہ پیسہ اخبار کے اڈیٹر پر ہوا ہے تو تم اپنی نبوت کا ثبوت دیتے ہو۔ شم شیم (شرم)۔ کرشن جی: آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۴)

مرزائیوں کا صریح جھوٹ

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ ماہ جولائی (۱۹۰۵ء) میں موضع تیجہ ضلع گورداسپور کی جدید جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھانے کو حسب دعوت بانیان مسجد تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ہم رکاب خواجہ حبیب اللہ صاحب، شیخ عبدالرحمٰن نومسلم، میاں محمد قاسم سوداگر، اور خاکسار وغیرہ بھی تھے۔ جس کی کیفیت اہل حدیث مورخہ ۱۴ جولائی میں درج ہو چکی ہے مگر اب جو ۳۱ جولائی کا قادیانی اخبار الحکم دیکھا تو اس میں مولانا کے اس سفر کی کیفیت میں سراسر جھوٹ اور بہتان سے کام لیا ہے اڈیٹر اخبار مذکور لکھتا ہے:

موضع تیجہ لودی ننگل میں مولوی ثناء اللہ امرتسری گیا تھا وہاں اس نے عام مجمع میں اثناء وعظ میں کہا کہ مرزا صاحب کے مرید لاالہ الا اللہ مرزا غلام احمد رسول اللہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس پر ایک مخالف مگر انصاف پسند شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! اگر یہ کلمہ مرزا صاحب کی کسی تصنیف سے نکال دیں تو میں پانچ سو روپیہ ابھی آپ کو نقد انعام دیتا ہوں۔ (اس گاؤں میں یہ شخص لاکھوں کروڑوں پتی ہوگا کہ اس بات پر نقد پانچ سو روپیہ دینے کا اعلان کر رہا ہے۔ اس دور میں تو کسی گاؤں کے غیر ہندو سکھ کے پاس تو شائد سو روپیہ نقد بھی بمشکل ہوتا تھا، اور مباحثہ لدھیانہ میں جو اس کے ۷ سال بعد ۱۹۱۲ء میں ہوا تو اس وقت مرزائیوں نے بڑی مشکل سے ادھر ادھر سے رقم حاصل کر کے تین سو روپیہ پورا کیا تھا۔ بہاء) یہ سن کر مولوی صاحب چکرائے اور اکثر لوگ بے زار ہو کر حلقہ وعظ سے اٹھ گئے مولوی صاحب اپنا سا منہ لے کر واپس آئے۔

اس کی اصلیت صرف اتنی ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اثناء وعظ میں فرمایا کہ ہم لوگ تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں مگر قادیانی کہتا ہے کہ تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی طرح مرزا رسول اللہ بھی جانو یعنی جس طرح تم حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا یقین رکھتے ہو میری (مرزا کی) رسالت کا بھی یقین رکھو اس پر نہ تو کسی نے چون چرا کی نہ کوئی وعظ سے بیزار ہوا نہ انعام مقرر ہوا۔ بھلا اگر کوئی اس مضمون پر انعام مقرر کرتا تو کیا یہ مضمون مشکل تھا، کہ اس کی تلاش میں ایک منٹ سے بھی زیادہ خرچ ہوتا۔

اڈیٹر الحکم اپنے فرضی کزاب راوی سے اجازت لے کر اس مضمون بتلانے پر ہمیں پانچ سو کے عوض پانچ پیسہ ہی دینے کا وعدہ کرے تو ہم اس کو رسالہ معیار الاخیار مصنفہ کرشن جی صفحہ ۳ سے اور دافع البلاء کے ہر ایک صفحہ سے اتنا مضمون دکھا کر وہی پانچ پیسہ جناب کرشن جی کے نکاح آسمانی کے تنبول میں جمع کرا دیں گے۔ اصل یہ ہے کہ جب گرو جی جھوٹ کے عادی ہیں تو چیلے پھر کیوں نہ ہوں سچ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چون

رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

راقم: حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۹)

میاں عبدالعزیز مرزائی ساکن تیجہ ضلع گورداسپور کے نام نوٹس

آپ نے اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۰ ستمبر میں میرے متعلق ایک مضمون لکھا ہے جس میں اپنے پیرو مرشد کی طرح سراسر کذب و بہتان سے کام لیا ہے جس کا جواب دینا میں ضروری نہیں جانتا۔ کیونکہ جو لوگ شریک جلسہ تھے ان کو تو خوب معلوم ہے کہ آپ کا بیان محض جھوٹ ہے اور جو غیر حاضر تھے ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ مرزا صاحب قادیانی کے مرید ہیں، جو سچائی کے لئے اک اچھا سرٹی فیکیٹ ہے۔ اس مضمون میں جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ اگر (مرزا کی طرف سے) آنحضرت ﷺ کی برابری کا دعوی مضمون رسالت میں مولوی ثناء اللہ وغیرہ نکال دیں، تو میں اب بھی مبلغ پانچ سو روپیہ دینے کو آمادہ ہوں۔ پس آپ مبلغات مذکورہ امرتسر میں حاجی محمد.. حبیب اللہ صاحبان سوداگران شال کی دکان پر جمع کرا دیں اور کسی معتبر آدمی کو منصف مقرر کریں ۔اگر فیصلہ میرے حق میں ہوا تو مبلغات مذکورہ میرا حق ہوں گے اور اگر آپ کے حق میں ہوا تو آپ واپس لے جائے گا۔ حاجی صاحب اور خواجہ حبیب اللہ صاحب سے آپ کو بھی ذاتی تعلق ہے اس لئے آپ کو ان کی دکان پر روپیہ جمع کرانے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی عذر ہو تو کسی اور مہاجن کی دکان پر جمع کرا دیں۔ بس دیر نہ کیجئے۔ سنیئے میں آپ کے پیرومرشد قادیانی کی حلف آپ کو سناتا ہوں لعنت اللہ علی

مـن تـخلف (جواس سے ہٹےاس پرخدا کی لعنت) باقی آپ کے مضمون کا میں جواب نہیں دیتا بس یہی کافی ہے، اسی سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ کون کاذب ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔٦۔اکتوبر ١٩٠٥ء ص٥)

میاں عبدالعزیز ساکن موضع تیجہ ضلع گورداسپور کا جواب

ناظرین اہل حدیث کو یاد ہوگا کہ میاں عبدالعزیز مذکور نے اخبار الحکم قادیان میں دعوی کیا تھا کہ (ثناء اللہ) دکھا دیں کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت آنحضرت ﷺ کی طرح کیا ہے تو میں مبلغ پانچ سو روپیہ آپ کو انعام دوں گا جس کا جواب اہل حدیث میں دیا گیا تھا کہ آپ روپیہ کسی مہاجن کے ہاں جمع کرائیں اور منصف مقرر کریں تو میں دکھا دونگا۔اس کا جواب عبدالعزیز مذکور نے بذریعہ اخبار الحکم بہت لمبا چوڑا (حسب عادت رسول خود) گالی گلوچ کا بھرا ہوا دیا۔خیر ان گالیوں کا جواب ہمارے پاس نہیں البتہ روپیہ جمع کرانے کے متعلق جو ایک عذر اس نے کیا ہے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ،تم پانچ سالوں میں جواب دو گے،تو ہمارا پانچ سو روپیہ اتنے سال بلا منافع یوں ہی رکا رہے گا۔پھر اس منافع کا اندازہ لگا کر کئی سو کی رقم داخل کرنے کو مجھے کہا ہے۔جسکا جواب یہ ہے کہ میں تو اپنا دعوی ثابت کرنے کو پانچ منٹ سے زیادہ نہ لونگا۔آپ کو کس نے کہا کہ پانچ سال میں ثبوت دونگا،مرزا جی کے متعلق کوئی دعوی ایسا ہے کہ ایک واقف کار آدمی کو اس کے ثبوت دینے میں پانچ منٹ بھی لگیں۔پس آپ مطمئن رہیں۔میں منصف کے سامنے پانچ منٹوں میں نہیں تین منٹوں میں اپنے دعوی کا ثبوت دے دونگا۔اگر ثبوت نہ ہوا تو آپ فوراً اپنا روپیہ واپس لے جایئے گا۔ مرد میدان بنو! گھبرانے کی کیا بات ہے،اپنے مضمون نگار دہقانی فاضل کو بھی ساتھ لے آنا وہی تمہاری مدد کر دے گا۔بس اب ادھر اودھر کی باتیں نہ بناؤ اپنے وعدے کو یاد کر کے فوراً رقم کسی معتبر آدمی کے پاس جمع کرا کر مجھے اطلاع دو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ١٩٠٥ء ص٤)

کرشن قادیانی کی توبہ ٹوٹ گئی

رات کو تھوڑی سی پی صبح کو توبہ کرلی رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یہ کسی اوباش رند مشرب کا شعر ہے مگر جب ہم بغور دیکھتے ہیں تو ہمیں خیال گذرتا ہے کہ کہیں ہمارے قادیانی کرشن مہاراج کا تو نہیں۔آپ نے (بقول خود) خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں کسی سے بحث نہیں کرونگا۔کب کیا؟ رسالہ انجام آتھم کے اخیر صفحہ پر۔

خاکسار جب حسب دعوت مہاراج کے دردولت پر قادیان پہنچا تو مہاراج نے جب بھی یہی عذر پیش کیا تھا کہ میں نے ایشور سے عہد کیا ہوا ہے کہ کسی سے بحث نہیں کرونگا۔خیر اس عذر کا صدق کذب معلوم کرنے کے لئے تو رسالہ الہامات مرزا ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔بہر حال آپ آج تک بھی کبھی کبھی اس عہد کا اظہار کیا کرتے ہیں۔چنانچہ امرت سر میں جب مہاراج براجمان تھے تو فرودگاہ پر ایک تقریر کے ضمن میں آپ نے فرمایا کہ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ کل نبی مر چکے ہیں۔یہ سن کر حافظ محمد کلانوری کھڑے ہو گئے کہ مرزا صاحب ذرہ وہ آیت پڑھ دیجئے جس میں ذکر ہے کہ کل نبی مر چکے۔تو مہاراج (مرزا) نے فرمایا کہ ہم بحث نہیں کرتے۔حافظ صاحب نے ہر چند اصرار کیا کہ یہ بحث نہیں، میں تو صرف اس آیت کا حوالہ پوچھتا ہوں۔پر کرشن جی نے نہ تو کچھ کہنا تھا، نہ کہا۔یہی کہتے گئے کہ ہم نے بحث نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔مگر افسوس کہ حافظ صاحب موصوف کو ایسے صاف اور سیدھے سوال کو تو یوں ٹال دیا گیا لیکن (حسب بیان اخبار الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء) قادیان میں جب ایک ترک اور ایک یہودی نے آن کر چند سوال کیئے، تو ان کو بڑی خوشی سے جواب دیئے، اور خوب جی کھول کر توجہ سے سوال و جواب ہوئے۔اس وقت نہ تو کوئی وعدہ یاد آیا، نہ کوئی خلاف معاہدہ کا خوف ہوا۔کیوں ہو:

اذا غدرت حسناء او فت عهدها ومن عهدها ان لا يدوم لها عهد

بالکل ٹھیک:

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

کیا الحکم کا اڈیٹر بتلا سکتا ہے کہ بحث مباحثہ (جس سے کرشن جی نے توبہ کی ہے اس) کی تعریف کیا ہے اور یہ کہ کرشن قادیانی نے کہاں ایسی بحث و مباحثہ کرنے سے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہے؟

لطیفہ: امرتسر میں جو مہاراج کی درگت ہوئی وہ ناظرین اہل حدیث نمبر ۲ میں ملاحظہ کر چکے ہوں گے اس کے متعلق الحکم ۱۷ نومبر میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت اقدس (مہاراج) نے اسی صبح یعنی ..نومبر کو خواب میں گنے دیکھے تھے اور فرمایا تھا کہ گنے فساد ہوتے ہیں (کون پوچھے کہ ثبوت کیا۔ کوئی لغت ہے یا اصول تعبیر) پھر الہام ہوا انی مع الرسول اقوم یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ پھر لکھتا ہے کہ امرت سر میں جو مفسدوں نے فساد کیا وہ یہی تھا جس کا الہام پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔ بہت خوب۔ مگر جناب والا اس میں بھی دو طرح سے آپ ہی ملزم ہیں جب کہ خدا نے آپ کو اس فساد کی خبر بھی دی تھی تو پھر آپ کیوں لیکچر دینے گئے۔ کیوں حکم خداوندی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کا خلاف کیا حالانکہ اسی آیت کے مطابق آپ لاہور پیر مہر علی شاہ گولڑہ والوں کے مقابلہ پر نہ آئے تھے کہ ان کے ساتھ آدمی زیادہ ہیں مجھے مار ڈالیں گے۔ لیکن یہاں آپ کو یہ نہ سوجھی۔

دوسری وجہ اس الہام کی غلط ہونے کی یہ ہے کہ جب خدا نے آپ کے ساتھ ہونے کا وعدہ کیا تھا تو اس نے آپ کا ساتھ کیوں نہ دیا کیوں آپ کو (بقول اڈیٹر ریویو) پتھروں کی مار میں چھوڑ دیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہی الہام آپ سے پہلے ایک سچے رسول موسیٰ کو ہوا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں اننی معکما اسمع و اری یعنی اے موسیٰ تو اور تیرا بھائی فرعون کے پاس جاؤ میں تمہارے ساتھ ہونگا سنونگا اور دیکھونگا۔ اس الہام نے دربار فرعونی میں وہ جلوہ دکھایا تھا کہ حضرت موسیٰ اور ہارون یکہ وتنہاء فرعون سے ...نہ اسی نہ کسی اس کے ساتھی سے جرأت ہوئی کہ موسیٰ کی طرف نگاہ بھی اٹھا سکے

مرزائیو کرشن پنتھیو! دیکھا نا سچے اور جھوٹے الہاموں میں تمیز ہو سکتی ہے۔ سچ ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۳۔۴)

مرزا حیرت دہلوی اور مرزا قادیانی

آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد

ہم نے کسی گذشتہ نمبر اہل حدیث میں بدلائل واضح کیا تھا کہ ہر دو مرزا صاحبان اپنی خوخصلت میں یکساں ہیں اور مشابہت تامہ رکھتے ہیں ان وجوہ اور دلایل کے علاوہ اور بھی کئی ایک ایسے وجوہ پیدا ہو گئے ہیں جو ہمارے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں بلکہ بعض معزز ہم عصروں (مثل وطن وغیرہ) کی رائیں پہنچنے سے ہمیں اپنے دعویٰ کا یقین ہوتا ہے۔ ہم عصر وطن نے مرزا حیرت کی نسبت لکھا تھا کہ اگر کوئی الگ ہو کر آپ سے امام حسین کی شہادت کا واقعہ پوچھے تو آپ صاف کہیں گے کہ میاں باؤلے ہو، انکار کس کو ہے؟ ہم تو صرف شہرت چاہتے ہیں۔ یہی گمان مرزا صاحب قادیانی کی نسبت بعض اکابر کا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں دل سے نہیں کہتے بلکہ محض دنیا سازی سے کہتے ہیں۔ کئی ہفتوں سے بوجہ سفر وغیرہ ضروریات کرزن گزٹ نہیں دیکھا تھا اب جو دیکھا تو مرزا حیرت صاحب کی تقریر مندرجہ ۲۳۔ اکتوبر پر نظر پڑی تو سخت حیرت نہیں بلکہ خوشی ہوئی کہ معزز وطن کا خیال قریب قریب صحیح ثابت ہوا۔ آپ نے اصل مضمون کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی بعض دور از کار باتوں کو لے کر ہمارے مباحثہ کے چیلنج کو یوں ہی ٹال دیا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اہل حدیث ۶۔ اکتوبر میں لکھا گیا تھا کہ حیرت صاحب اپنے اعلان کے مطابق لاہور آئیں تو امام حسین کی شہادت کے متعلق ہم سے بحث کر لیں۔ اس کا جواب چاہیے تو یہ تھا کہ بہت اچھا آتا ہوں مگر خیریت گذری کہ ایسا جواب نہ آیا کیونکہ ایسا جواب آنے سے ہمارے پہلے دعویٰ کی تکذیب لازم آتی تھی کہ یہ دونوں مرزا صاحبان ایک ہی تھیلے کے بٹے ہیں یعنی بہت اے امور میں باہمی مشابہت رکھتے ہیں۔ مباحثہ سے گریز کرنے میں بھی ان حضرات کو پوری مشابہت ہے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے بھی اپنے رسالہ اعجاز احمدی میں متعدد مقامات پر مجھے دعوت دی تھی کہ قادیان میں آکر تحقیق کر لو لیکن جب خاکسار بلائے بے درمان کی طرح قادیان بھی جا پہنچا تو حضرت کو یاد آ گیا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے

کہ کسی مخالف سے بحث نہ کرونگا۔اسی طرح مرزا صاحب دہلوی نے اس مشابہت کو پورا کیا کہ پہلے تو بڑے زور سے دعوی کیا کہ کوئی مخالف ہے کہ ہم سے بحث کرلے۔لاہور، دہلی، لکھنو، کلکتہ، ان شہروں میں سے کہیں آ جائے مگر جب میں نے لاہور کو منتخب کر کے مرزا صاحب دہلوی کو چیلنج دیا تو مرزا قادیانی کی طرح آنے بہانے کر لئے چنانچہ اسی پرچہ ۲۳۔ اکتوبر میں لکھتے ہیں:

جب آپ کی تحقیق کی یہ کیفیت ہے تو آپ حضرت امام حسین کی شہادت کیونکر ثابت کرسکیں گے اور کون ایسا کم عقل ہوگا کہ آپ سے مناظرہ کر کے وہ اپنے اور لاکھوں آدمیوں کے وقت کا خون کرے۔

اس کلام ہدایت نظام میں جناب حیرت صاحب نے اپنے حق میں تعلیٰ اور مخاطب کی جو توہین کی ہے وہ مخفی نہیں پھر لطف یہ ہے کہ خود ہی بطور طنز کے مجھے لکھتے ہیں:

علماء کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ مخاطب کو جاہل قرار دیں۔ ۲۳۔ اکتوبر ص ۵

حیرت صاحب! بتلایئے علماء کا یہ پہلا فرض آپ نے کیوں اختیار کیا۔کیا آپ اپنے کو اس فرض کا متحمل جانتے ہیں۔ہاں یاد آیا کہ آپ متحمل کیا اس فرض کے موجد ہیں آپ نے اس ایجاد کا فخر ان دنوں حاصل کیا تھا جن دنوں آپ نے جناب مولوی حافظ نذیر احمد خان صاحب ہیڈ لیکچرار کو زیر مشق بنا رکھا تھا کہ اپنے معمولی اوچھے پن سے ان کے صغائر کو بھی کبائر بتا رہے تھے۔پھر ان دنوں تو آپ کو بہت ہی فخر تھا جن دنوں آپ علماء اسلام پر زوردار دودھاری تلوار سے حملے کرتے تھے۔

حیرت صاحب! آپ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ علماء اپنے مخاطب کو جاہل سمجھتے ہیں۔واللہ ایں چہ بوالعجبی است۔تمام دنیا کی گندی گندی گالیاں جو آپ نے علماء کرام کو عموماً اور مولوی نذیر احمد خان کو خصوصاً دی ہیں اخباری دنیا انہیں بھول نہیں گئی۔پھر اس برتے پر تتا پانی؟

ہاں بغور توجہ فرمایئے کہ خاکسار چونکہ آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کر چکا ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی دعوت سے روگرداں نہ ہوں۔اور ناحق اپنی خجالت پر پبلک کو مطلع نہ کریں۔ ۲۳۔ اکتوبر کے پرچہ میں جو آپ نے اہل حدیث کی نسبت بعض اعتراضات لکھے ہیں اس کا جواب بھی اسی جلسہ مباحثہ میں سب سے پہلے سن لیجئے گا پس آپ تیار ہو جائیں اور روانگی کی اطلاع خاکسار کو دیں تا کہ امرتسر سے ایک ساتھ

لاہور کو جائیں

یاں کے آنے کا مقرر قاصد اوہ دن کرے   جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۔۲)

افسوس ہے کہ کرشن قادیانی کو بار بار الہام ہونے لگے کہ تیری میعاد قریب ہے (اللہ خیر کرے)

مزید افسوس یہ ہے کہ قادیان میں مرزائیوں میں مار پیٹ ہو رہی ہے جس کی بابت الحکم اور بدر کے اڈیٹر لکھتے ہیں کہ، ہماری جان مال اور آبرو سخت اندیشہ اور خطرہ میں ہے۔، دہائی رے قادیان تجھے دار الامان بھی کہا گیا مگر تیرا امان بھی کچھ ایسا اکبر بادشاہ کے نورانی لباس کی طرح ہے کہ حلال زادوں کو نظر نہیں آتا۔ مفصل پھر۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۱)

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ ایک مثل ہے کہ جب بلی تنگ آتی ہے تو ستون کو نوچنے لگتی ہے یہی حال آج کل ہماری قادیانی پارٹی کا ہے۔ جب سے اہلحدیث میں ان کا باقاعدہ تعاقب شروع ہوا ہے۔ کئی پہلوؤں سے اُنہوں نے اِس مثل کو پورا کیا ہے مگر خدا کے فضل سے ایک بھی نہیں چلا۔ اب ایک تازہ مکر نکالا ہے۔ ۱۷۔اپریل کے الحکم میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے ''اہلحدیث امرتسری سے استفسار۔'' ہم نے جب اِس مضمون کو دیکھا تو خیال ہوا کہ شائد کوئی معقول سوال ہوگا۔ مگر افسوس کہ زنگ آلودہ قادیانی مشین میں کسی معقول بات کا خیال ''چیلوں کے گھونسلوں سے ماس کی تلاش'' کے برابر ثابت ہوا معقول ہو یا نامعقول جواب تو دینا ضروری ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اہلحدیث امرتسری سے استفسار: قبل ازیں ہم نے ثناء اللہ امرتسری کی اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء کے سوال نمبر ۴۴ کے جوابات بغرض تحریر جواب بجواب بھیج دیا تھا۔ جن کو آج تک فاضل

صاحب نے ہضم کر کے ڈکار تک نہ لیا[۱]۔ اب پھر ہم امرتسری ٹھیکہ دار سے مطالبہ اس مضمون کے جواب کا کرتے ہیں اور دو امور اور استفساراً پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ ایمانداری سے اس کا بھی کوئی جواب دیتے ہیں یا حسب عادت خود دم سادھ لیتے ہیں۔

سنئے۔ مرزا صاحب نے اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۴ پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

یہ میں نے سُنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور سے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔'' انتھی بقدر الحاجۃ صفحہ ۱۴ سطر ۸۔

پھر آگے چل کر اسی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے

''اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اون کو اجازت ہے کیوں کہ اُن کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔''

یہ مولوی ثناء اللہ اگر چاہیں تو بذات خود آزمالیں۔ اُن کو مولوی غلام دستگیر سے کیا کام۔''

''کیوں کہ وہ خود کو اِس کے لئے مستعدی بھی ظاہر کرتے ہیں'' صفحہ ۱۵-۳۷-سطر ۲۰ میں یہ پیشگوئی بھی درج فرمادی ہے کہ ''میری اگر اِس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ (ثناء اللہ) پہلے مرینگے۔''

یہ عبارات صاف طور پر اپنا مدعا اور مطلب بیان کر رہی ہے۔ کہ حضرت اقدس نے لوگوں کی زبانی بھی سُنا ہے کہ ثناء اللہ ایسے مباہلہ کے لئے مستعد ہے اور خود ثناء اللہ کے دستخطی تحریر بھی ملاحظہ فرمائی ہے کہ وہ ایسے مقابلہ کے واسطے تیار ہے۔ نیز یہ بھی ان سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے بڑی فراخ حوصلگی سے ایسے مقابلہ کو منظور فرمالیا ہے اور ثناء اللہ کو اجازت بھی دیدی ہے۔ کہ وہ ضرور ایسے میدان میں نکلے اور یہ بھی علی الاعلان فرمادیا ہے کہ اگر ثناء اللہ اِس چیلنج پر آمادہ ہو گیا تو ضرور پہلے مرجائے گا۔ اب اس

کا جواب بصورت اقرار مندرجہ ذیل ہونا چاہئے تھا۔ کہ بیشک میں (ثناء اللہ) اِس مقابلہ کے واسطے تیار ہوں اور اشتہار حسب تصریح مندرجہ صفحہ ۱۵-اعجاز احمدی شائع کرتا ہوں۔"

غنیمت ہے کہ جو جواب اہلحدیث کی طرف سے اِس غلط گوئی کا ہونا تھا وہ راقم مضمون نے خود ہی لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اور بصورت انکار یہ جواب ہوتا کہ میں نے آج تک کبھی ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ نہ کسی کے سامنے یہ ذکر آیا۔ مرزا صاحب نے کس سے سنا ہے اُس کا نام بتلا دیں ورنہ یہ غلط بیانی تصور ہوگی۔ (وہ مضمون وفات مسیح کے متعلق تھا۔ چونکہ میں بتحقیق جان چکا ہوں کہ مرزائیوں سے وفات مسیح کے متعلق مباحثہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ بلکہ تضیع اوقات ہے اس لئے جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ وفات مسیح سے مرزا کے صدق وکذب کو کوئی بھی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کا صدق یا کذب تو اون کی پیشگوئیوں اور الہاموں پر ہے۔ چنانچہ وہ خود بھی رسالہ شہادت القرآن کے صفحہ ۸۰ پر یہی لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو جانچو پھر نہیں معلوم مرزائی لوگ ایسے بے سود اور پُر فضول مسئلہ کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ اور پیشگوئیوں کی تحقیق سے کیوں جی چراتے ہیں جیسے عیسائی تثلیث سے اور آریہ نیوگ سے۔ محمد حسین صاحب مرزائی کے مضمون مندرجہ بدر ۲۶-اپریل کا جواب بھی پس یہی ہے۔ ثناء اللہ)

(۲) میری کوئی تحریر دستخطی نہیں ہے جس میں میں نے ایسے مقابلہ کے واسطے مستعدی دکھلائی ہو۔ اگر میری ایسی تحریر ہے تو مرزا صاحب پیش کریں۔ ورنہ یہ بھی جھوٹ سمجھا جاویگا۔"

پس اس پر میرے بھی دستخط ہیں کہ یہ سب کچھ کارستانی تمہاری پیر مغاں کی ہے جس نے سب سے اوّل خدا پر افترا کیا اُس سے بعد اُس کے رسولوں پر اُن سے بعد مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری پر بہتان باندھا کہ وہ میرے ساتھ مباہلہ کر کے مر گئے۔ جس کا ثبوت دینے پر حضرت کو پانسو روپیہ کا انعام ملتا ہے اور مرزائیوں کو ۲ سو کا اشتہار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ؎ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔

اب یہ نیا شگوفہ خاص میری ذات کے متعلق ہے۔ پس اگر تم اپنے باپ کے سپوت اور پیر کے مخلص مرید ہو تو میری تحریر حرف بحرف کرشن جی سے شائع کراؤ۔ پھر ایک عام مجمع میں جو تمہاری خاطر قادیاں کے قریب بٹالہ ہی میں کیا جائیگا۔ اُس تحریر کا معائنہ ہوگا۔ اُس سے بعد جواب دونگا۔ لیکن یاد رکھو ایسی تحریر تم کو میری دستخطی نہ ملے گی بلکہ یہ سب کرشمے اُسی دجال اکبر کے ہیں جس کی شان میں بالکل صحیح ہے:

جفا جو، سنگدل، بے رحم، کاذب لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پس تمہارا پہلا فرض ہے کہ تم اپنے بوڑھے باپ کی اور اپنے پیر مغاں کی عزت بچالو۔ ورنہ دنیا جان جائیگی کہ قادیانی مشن میں بجز اِس کے کچھ نہیں کہ: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی اُن سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۲۶۔ مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۰۶ء ص: ۱-۲)

مرزا قادیانی کے متعلق فیصلہ کی صورت

مکرم بندہ جناب مولانا مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ایک عرصہ سے خاکسار آپ کے اخبار اہلحدیث کو پڑھتا ہے اور خصوصیت سے وہ مضامین جو کہ میرزا قادیانی کے بارہ میں لکھے جاتے ہیں اُن سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے آپ نے جوکئی دفعہ مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ انہوں نے ہرگز ہرگز مباہلہ ان الفاظ میں جو مرزا قادیانی اور اُن کے مرید لکھتے ہیں نہیں کیا۔ اور اُدھر سے مرزا قادیانی اور اُن کے مرید اِسی بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ضرور بضرور مباہلہ کیا ہے۔ اور میرزا جی نے کہا ہے جو کوئی میرے لئے بددعا کریگا۔ وہ خود ہی ہلاک ہوگا۔ سو اب چونکہ یہ ایسے امور ہیں کہ طالب صادق کے فیصلہ کی کوئی راہ نکل آتی (آپ بھی غضب کرتے ہیں۔ بدیہیات میں بھی جس شخص کو فیصلہ کرنے کی راہ نظر نہیں آتی اُس سے کیا توقع ہے۔ صاف بات ہے کہ ایک ہاتھ میں مرزا صاحب کی کتاب لو جہاں اُنہوں نے ہر دو مولوی صاحبان کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی اور دوسری ہاتھ میں مولوی صاحبان کی کتابیں لے لو۔ اور عبارت کا مقابلہ کرلو۔ دونوں کی تصنیف عام زبان اردو میں ہے۔ کوئی مشکل کام نہیں۔ پھر جو شخص ایسی آسان راہ کو بھی اختیار نہ کرے اُس کی بابت کیا کہا جائے۔ کہ اُسے بھی حق طلبی ہے۔ اڈیٹر)۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ میرزا جی سے اُس طریق پر جو اُنہوں نے اعجاز احمدی میں تحریر فرمایا ہے جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ مباہلہ کریں۔ تو صادق طالب کے لئے راہ کھل جاوے۔ کیوں کہ جب آپ کے نزدیک مسلم امر ہے آپ کا اِس پر پورا پورا یقین ہے کہ مرزا قادیانی دراصل کاذب ہے اور دجال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دراصل آسمان پر ہیں اور وہی کسی زمانے میں آسمان سے نازل ہو کر وغیرہ وغیرہ امور انجام دینگے تو کیوں آپ اِس سیدھی راہ پر آکر مرزا جی سے مباہلہ نہیں کرتے۔ کیا جناب کا خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ صادق کو کاذب

کے سامنے ہلاک کر دے گا۔ہم نہیں خیال کرتے کہ خدا تعالیٰ ایسا ظلم کرے کہ صادق کو ہلاک کرے اور کاذب کو زندہ رکھے امید ہے کہ جناب ضرور ایسا مباہلہ کر کے عامہ مسلمین کو گمراہ ہونے سے بچائیں گے کیوں کہ جو سینکڑوں مسلمان مرزا قادیانی کے جال میں آئے دن پھنستے چلے جاتے ہیں۔ وہ گمراہ ہونے سے بچ جائیں گے اور مجھ جیسے جو کہ تذبذب حالت میں ہیں اور جھوٹ اور سچ میں تمیز نہیں کر سکتے (آپ جیسے تعلیمیافتہ اگر اردو مضمون کو بھی نہ سمجھ سکیں تو افسوس کا مقام ہے۔اڈیٹر) بے ایمان ہونے سے بچ جائیں گے کیوں کہ جب آپ کی تحریر دیکھی جاتی ہے وہ وزن دار معلوم ہوتی ہے۔اور جب مرزا صاحب کی تو وہ سچی معلوم ہوتی ہے لہذا امید ہے۔ آپ ضرور بضرور مباہلہ کر کے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہونچائیں گے اور ہزار ہا مسلمانوں کا جو کہ آئے دن گمراہ ہوتے جاتے ہیں اور مرزائی عقیدہ اختیار کرے جاتے ہیں۔گناہ آپ کے گردن پر ہوگا (مَیں تو جھوٹے کو قادیان تک پہونچا آیا۔اب بھی مجھ پر گناہ رہے گا۔ چہ خوش۔اڈیٹر)۔اور امید ہے کہ جناب میری اس خط کا جواب مثبت میں دے کر مجھے اور عامہ مسلمین کو ممنون احسان بناوینگے۔اعجازی احمدی کی عبارت ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ وہو ہذا:

''اگر ایک کذّاب دنیا سے کوچ کر جائے اور باقی لوگوں کو ہدایت ہو جائے تو ایسے مقابلہ والا اس کا اجر پائے گا۔لیکن ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے۔کیوں کہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ وہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لئے مجبور کریں۔خواہ مولوی ثناء اللہ ہوں یا اور کوئی ایسا مولوی ہو جو مشاہیر میں سے ہو اور اپنی جماعت میں عزت رکھتا ہو جس کے بارہ میں کم سے کم پچاس معزز آدمی اس کے اشتہار پر تصدیقی شہادت ثبت کر دیں۔اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں (بالکل جھوٹ محض افترا ہے سچے ہو تو ثابت کرو۔اڈیٹر)۔پس ہمیں اِس سے کوئی انکار نہیں۔کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے اُن کو اجازت ہے کیوں کہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لئے کافی ہے۔مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کے رو سے واقع نہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا اور کسی بیماری سے

تا ایسی کارروائی حکام کے لئے تشویش کا موجب نہ ٹھیرے اور ہم یہ بھی دعا کرتے رہیں گے کہ ایسی موتوں سے فریقین محفوظ رہیں صرف وہ موت کاذب کو آوے جو بیماری کی موت ہوتی ہے۔ اور یہی مسلک فریق ثانی کو اختیار کرنا ہوگا۔" الراقم خاکسار علی احمد حنفی کلرک سٹیشن سپلائی آفس میانمیر چھاؤنی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ جواباً لکھتے ہیں:

سنو! جو طریقہ ہم کو پیغمبر خدا ﷺ نے نہ سکھایا ہو۔ ہم اُس کو ایجاد نہیں کر سکتے ہم کو تحقیق مذہب کے لئے اِس قسم کے مباہلوں کی تعلیم نہیں دی کہ ہم اِس قسم کی دعا کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ ہاں ہم کو سکھایا ہے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ علاوہ اس کے ایسے مباہلوں سے آپ جیسے تیسرے شخص کو کیوں کر فائدہ ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے تیسرا ان دونوں سے پہلے مرجائے اور تذبذب ہی میں چلا جائے۔ آپ کو کیوں کر یقین ہوسکتا ہے کہ آپ یا آپ جیسے اور تماشہ بین دونوں میں سے جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیں گے پھر اُس سے بعد کچھ وقت راستباز کی صحبت سے مستفیض ہونگے۔ بتلائیے جس راہ میں اتنی خس وخاشاک ہوں کہ نہ مجھے اپنی موت کا علم نہ آپ کو پھر میں اگر ایسے مباہلہ پر جرأت کروں تو حقیقت میں مجھ جیسا احمق کون ہوگا۔ اور اگر آپ بھی باوجودیکہ موت کا آپ کو علم نہیں کہ شاید دونوں سے پہلے چل بسیں اپنی تحقیق کو مباہلہ کے انجام پر ملتوی رکھیں تو آپ جیسا بھی کون عقل کا دشمن ہوگا۔

سنئے! یہ کرشن قادیانی کے احمقوں کو پھاندنے کے لئے آئے دن نئے ہتھکنڈے ہیں۔ اور اپنی پیشگوئیوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے لکھتا تھا کہ میری پیشگوئی کا انتظار کرو۔ اور انہی سے مجھ کو پہچانو۔ چنانچہ رسالہ شہادت القرآن کے ... پر اِسی پہلو پر بڑا زور دیا ہے پھر جب پیشگوئیاں بھی محض......تو سہ سالہ میعاد کا ایک اشتہار دیا کہ اِس مدت میں میرا اور میرے مخالفوں کا فیصلہ ہوگا۔ آخر جب وہ بھی یوں ہی چڑ گیا۔ تو یہ پخ نکالی کہ آؤ ایسا مباہلہ کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ اب ایسا کون دانا ہے جو ان تمام واقعات سے چشم پوشی کر کے اِس نئے فضول جھگڑے میں دخل دے۔ مختصر یہ کہ ایسا مباہلہ کرنے کی اجازت ہم کو شرع شریف سے نہیں ملتی۔ اور نہ کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ ان حضرت کی ذات شریف کو پہچاننے کے لئے ان کی پیشگوئیاں ہی کافی ہیں۔ جن پر ان کا صدق وکذب موقوف ہے بس وہی دیکھئے اور اِس کے لئے

رسالہ الہامات مرزا غور سے پڑھیئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۲۹۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۰۶ء ص:۳-۵)

مرزا قادیانی کا پوتہ علیگڈھ کالج میں

اِس عنوان سے اخبار الحکم قادیان نے اُن لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کے پوتے عزیز احمد کے علی گڈھ کالج میں داخل ہونے پر کئے ہیں کہ اسلامیہ کالج لاہور چھوڑ کر علی گڈھ کیوں گیا اور کہ وہاں کی صحبت کا بُرا اثر اُسے نہو گا؟ وغیرہ۔ مگر اہلحدیث کا اعتراض علی گڈھ کالج کے داخلہ پر نہیں، بلکہ سرے سے اِس نسبت پر ہے کہ عزیز احمد کو مرزا قادیانی کا پوتا کیوں کہا جاتا ہے۔ جب کہ عزیز احمد کے والد ماجد مرزا سلطان احمد ہی کو مرزا صاحب نے اپنے بیٹوں کی فہرست میں نہیں لکھا۔ تو اُس کے بیٹے کو پوتہ کیوں کہا جاتا ہے۔ مرزا صاحب مواہب الرحمٰن صفحہ اخیر پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے چار بیٹے دیئے ہیں حالانکہ مرزا سلطان احمد اور اُن کے بھائی مرزا فضل احمد کو بیٹوں میں گنتے تو چھ ہوتے۔ پھر یہ آج کیا بات سننے میں آتی ہے کہ مرزا سلطان احمد کے بیٹے مرزا عزیز احمد کو مرزا غلام احمد کا پوتہ کہا جاتا ہے؟ شرم۔

شائد ناظرین کو خیال ہو کہ یہ کیا بات ہے کہ جب مرزا سلطان احمد مرزا غلام احمد کا بیٹا ہے۔ بیٹا بھی ایسا لائق بیٹا کہ آج اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (ڈپٹی) ہے۔ پھر کیوں ایسے لائق بیٹے کو مرزا صاحب نے بیٹوں میں نہیں گنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا من گھڑت اصول ہے کہ جو کوئی میرا مخالف ہے وہ ناجائز مولود ہے اسی غلط اصول پر شائد بنا کر کے لائق بیٹے کو اولاد سے الگ کر دیا ہے۔ کیوں کہ مرزا سلطان احمد مرزا صاحب قادیانی کو مسیح مہدی نہیں مانتے۔

بہرحال یہ ایک عقدہ لاینحل ہے کہ جس شخص کو اپنا بیٹا نہیں بنایا گیا اُس کے بیٹے کو پتہ کیوں کہا گیا۔

کیا الحکم اس کا جواب بھی دے گا؟ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جون ۱۹۰۶ء ص:۸)

مرزا قادیانی اور احمد مسیح دہلوی

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

۲ مئی ۱۹۰۶ء کی ڈاک میں ۱۰ بجے کے قریب دہلی سے آیا ہوا مجھے ایک پیکٹ ملا جو احمد مسیح واعظ نے شائع کیا ہے اور جس میں میرے ساتھ مباہلہ کی درخواست کی ہے اگر چہ ایک عرصہ گذر چکا ہے کہ میں اللہ کے الہام اور ایماء کے موافق اس ذریعہ سے تمام پادریوں اور دوسرے مخالفین اسلام پر حجت پوری کر چکا ہوں اور کوئی شخص مباہلہ کے لئے نہیں آیا پادریوں نے تو ہمیشہ یہ عذر کر کے ہی اس پیالہ کو ٹالا کہ ہمارے مذہب میں درست نہیں مگر اب معلوم نہیں کہ احمد مسیح نے اس کے جواز کا فتوی کہاں سے حاصل کیا۔..میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گمنام آدمی سے مباہلہ کا کیا فائدہ ہوگا..اور علاوہ بریں وہ تو پہلے ہی سے اندھا ہے...اور کوئی وجہ نہیں بتاتا کہ وہ میر قاسم علی سے کیوں مباہلہ نہیں کرتا جب کہ مباحثہ اسی سے کیا ہے...اگر میرے ساتھ ہی مباہلہ ضروری ہے تو میں اس کی درخواست کو اس صورت میں منظور کرسکتا ہوں جب لاہور کلکتہ مدراس اور بمبئی کے بشپ صاحبان ..ایسی درخواست کریں کیونکہ اس صورت میں مباہلہ کا اثر تمام قوم پر ہوگا..پس اگر احمد مسیح میرے ہی ساتھ مباہلہ کا شائق ہے..تو اس کا فرض ہے کہ وہ مذکورہ بالا بشپ صاحبان کی دستخطی درخواست میرے پاس بھجوا دے..مرزا غلام احمد ۵ مئی ۱۹۰۶ء (بدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء ص ۱۔۲ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۴۔۵۵۵)۔

نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

آج میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مباہلہ کے واسطے خود احمد مسیح نابینا کے بالمقابل ہی طیار ہوں بشپ صاحبان اگر پسند نہیں کرتے تو وہ بالمقابل اپنا نام پیش نہ کریں بلکہ اپنی تحریری سند دے کر بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے اخبار پائونیر یا سول میں صرف یہ شائع کر دیں کہ احمد مسیح کا مغلوب ہونا ہر چہار بشپ صاحبان کا

مغلوب ہونا سمجھا جاوے گا۔ ...مکرر اًیہ کہ اگر ہر چہار بشپ منظور نہ کریں تو صرف لاہور کے بشپ صاحب کی ہی تحریر کافی سمجھی جائے گی۔ مرزا غلام احمد ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء

(بدر ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء ص ۳۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۵۵۶۔۵۵۷)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دہلی میں ایک حافظ احمد مسیح عرصہ سے عیسائی ہیں اُن کی طبیعت میں مذہبی مناظروں کا ذرہ شوق ہے۔ ہوتے ہوتے دہلی میں کہیں مرزائیوں سے بھی اُن کی گفتگو ہوگئی۔ گفتگو کا انجام یہاں تک پہنچا کہ حافظ جی نے مرزا صاحب کو''مباہلہ'' کیلئے بلایا۔

کہاں تو مرزا صاحب ہمیشہ اپنے مخالفوں کو مباہلہ کے لئے بلایا کرتے تھے (گو ان کی تیاری پر چھپ بھی جاتے ہیں) کہاں یہ حالت ہوگئی کہ حافظ احمد مسیح خود ان کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں جس کی جواب میں مرزا جی نے اشتہار دیا کہ میں حافظ احمد مسیح سے تب مباہلہ کرونگا کہ اُس کے ساتھ فلاں فلاں پادری اور بشپ ہوں۔ تاکہ مباہلہ کا اثر سب قوم پر پڑے اس کے جواب میں حافظ احمد مسیح نے پھر ایک اشتہار دیا جس میں کئی ایک طرح سے جواب دیئے کہ تمہارا یہ لکھنا کہ فلاں فلاں پادری اور بشپ میرے ساتھ ہوں۔ گویا مباہلہ کو ٹلانا ہے یہ ہے وہ ہے۔''

اِس میں شک نہیں کہ احمد مسیح کا دعویٰ سچا ہے مگر نہ اور کسی دلیل سے بلکہ اُس ایک ہی دلیل سے جو اہلحدیث بتلا دیگا جس کا بتلانا خاص اہلحدیث کا حق ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اہلحدیث کے سامنے مرزا جی اور مرزا جی کے ایڈیکا نگ دم بخود ہیں اور سرکلر ہورہے ہیں کہ اہلحدیث کا جواب مت دو۔ کیوں؟ اس لئے کہ پوری پتہ کی کہتا ہے۔

سنو! مرزا جی نے ایک دفعہ پہلے مباہلہ کیا ہے۔ کس سے؟ صوفی عبدالحق غزنوی حال ساکن امرتسر سے۔ اُس کے ساتھ کون بڑے بڑے علماء تھے؟ کوئی نہیں بلکہ وہ اکیلا تھا کسی اور کی شہادت تو تم کاہے کو سنو گے۔ خود تمہاری ہی شہادت پیش کرتا ہوں۔ پس سنو! رسالہ ریویو قادیانی بابت جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھا ہے کہ:

''آتھم کے مباحثہ کے بعد (یہ بھی غلط، بعد نہیں بلکہ درمیان میں) عبدالحق غزنوی نے آپ (مرزا جی) سے بمقام امرت سر مباہلہ کیا۔ مگر یہ مباہلہ صرف عبدالحق کی طرف سے تھا۔''

پس جس طرح تم نے پہلے صرف عبدالحق سے مباہلہ کیا۔ اسی طرح اب صرف احمد مسیح سے کرو۔ پہلی نظیر کافی ہے پس اب حافظ احمد مسیح سے مباہلہ نکرنے کی وجہ بجز اس کے کیا ہے کہ کرشن جی نے سمجھا کہ پہلے مباہلہ میں چونکہ عبدالحق اکیلا مقابل تھا۔ اس لئے اُس کی صحت سلامتی سے کوئی داؤ نہ چلا کہ کسی در پر مباہلہ کی آفت گراتے۔ لہٰذا بہتر سمجھا کہ آئندہ کو ایک جماعت کثیر سے مباہلہ ہو۔ ممکن ہے اُن میں سے کوئی خود مرے کِسی کا کوئی متعلق مرے یا بیمار ہو۔ نزلہ ہو یا زکام ہو۔ طاعون ہو یا ہیضہ ہو۔ تپ ہو یا کھانسی ہو۔ مقدمہ ہو یا شہادت ہو۔ غرض کچھ نہ کچھ تو بہوں میں ضرور ہو کر رہیگا۔ بس پھر تو یاروں کی چاندی کھری ہے حمقا تو پہلے ہی سے تیار ہیں کہ سنتے ہی کہیں آمنّا وصدقنا فاکتبنا مع الشّاھدین... سچ ہے:

چو احمق در جہاں باشد کسے بے زر نمی ماند

مختصر یہ کہ حافظ احمد مسیح کا دعویٰ صحیح اور قادیانی کا اشتہار محض فرار۔ پس حافظ صاحب کو چاہئے کہ صوفی عبدالحق کے مباہلہ کی نظیر پیش کر کے مرزا جی سے مباہلہ کا تقاضا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۳۔ نمبر ۳۷۔ مورخہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء ص:۱-۲)

کیا ایڈیٹر الحکم مرزائی ہے

جن دنوں مرزا صاحب قادیانی کے مقدمات گورداسپور میں تھے اور خاکسار بطور شہادت جاتا تھا اُنہی دنوں مولوی سید سرور شاہ مرزائی مدرس سکول قادیاں سے اثناء گفتگو میں ذکر آیا کہ اڈیٹر الحکم کو لوگ مرزائی نہیں جانتے تو مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا بیشک ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ شخص مرزا جی کا پکا مرید اور معتقد نہیں۔ میں نے کہا اس پر کیا دلیل ہے وہ تو بڑا جان فشاں ہے۔ مرزا جی کے حق میں اس کا یہ اصول ہے

اگر شہ روز را گوید شب است ایں　　بباید گفت اینک ماہ و پرویں

تو مولوی سرور شاہ نے کہا ایک واقع اس کے ثبوت میں کافی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر اُنہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایڈیٹر الحکم یعقوب علی کو بلایا کہ مجھے مل جاؤ۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں اجازت لینے کو حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا دیکھوا گر وہ میرے نام کا کوئی خط دیں تو مت لانا۔ بہت تاکید سے کہا۔ پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ اخیر وقت پھر بلایا اور تاکیدی حکم دیا کہ خبردار میرے نام کا کوئی خط مت لانا۔ مگر ایڈیٹر مذکور جو گیا تو بٹالہ سے ایک خط مولوی محمد حسین صاحب کا لے آیا۔ جس کے لفافہ پر لکھا تھا کہ چھ مہینے تک یہ خط مت کھولنا۔ امانت رکھنا چھ مہینے کے بعد کھولنا۔ یہ خط دیکھ کر مرزا صاحب بڑے خفا ہوئے کہ میں نے تم سے اتنی تاکید کی تھی کہ ہرگز کوئی خط میرے نام کا نہ لائیو مگر تم پھر بھی لے آئے۔ یہ بیان کر کے مولوی سرور شاہ نے کہا کہ اس واقعہ سے ہم جانتے ہیں کہ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم مرزا صاحب کا معتقد نہیں بلکہ معتقد ہوتا تو ایسے موکد حکم کے خلاف نہ کرتا۔

خیر یہ تو ایک واقعہ زبانی ہے۔ اُسی کے وزن کا بلکہ اس سے بھی قوی تر ہم ایک تحریری واقعہ پیش کر کے ایڈیٹر موصوف سے دریافت کرتے ہیں کہ تم حلفی بتلاؤ کہ تم دل سے مرزا قادیانی کو مسیح اور کرشن اور خدا کا بیٹا جانتے ہو وہ واقعہ یہ ہے کہ اپریل ۱۹۰۵ء کے الحکم میں تم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے حکم دیا ہے کہ اہلحدیث وغیرہ مخالفوں کے جوابات مت دو۔ خدا خود ان کا فیصلہ کرے گا۔ تمہارا جواب خدا کے جواب کے برابر نہ ہوگا۔ اس لئے میں (اڈیٹر الحکم) مامور من اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے کے کبھی جواب نہ لکھوں گا۔ لیکن باوجود اس موکد وعدہ کے یہ کیا ماجرا ہے کہ تم نے کئی ایک دفعہ اہلحدیث اور دیگر مخالفین کے برخلاف آرٹیکل لکھے۔ پچھلے تو جانے دو تازہ مثال سنو:

۷ ار ستمبر کے الحکم میں تم نے لکھا ہے۔ پس غور سے سنئے:

تِلكَ اذاً قسمةٌ ضيزىٰ: اختلاف رائے اگر نیک نیتی اور حق جوئی کی غرض سے ہو اور محض اللہ تعالیٰ کے رضا مقصود ہو تو وہ اختلاف مبارک اور نتیجہ خیز ہوتا ہے لیکن جب اختلاف کی بنیاد عداوت اور بغض ہو تو وہ اختلاف قوم اور ملک کے لئے کبھی مفید اور مبارک نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود کے ساتھ جو مخالفت علماء اسلام (اگر انہیں علماء کہا جائے) کر رہے ہیں وہ ایک لمبی دوڑ

اور تجربہ کے بعد ثابت ہوگئی ہے۔ کہ شق ثانی کے ماتحت ہے۔ میں اس کا نہایت ہی مختصر نمونہ مولوی ثناء اللہ کی تحریر میں دکھانا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنے ۷ ستمبر کے اخبار میں غلام قادر قادری امرتسری کے حضرت مسیح موعود کے خلاف دو الہام شائع کئے ہیں پہلے الہام میں ظاہر کیا ہے کہ کسی علاقہ میں ان کے مریدوں کا کم از کم ایک حصہ پھر جائیگا۔ اور دوسرا الہام یہ شائع کیا کہ تین ماہ کے اندر مرزا صاحب ایک خوفناک بیماری ادھرنگ میں مبتلا ہوں گے اور آنکھوں کا نور کم ہو جائیگا۔

ان الہامات کو شائع کر کے مولوی فاضل صاحب نوٹ دیتے ہیں: ''سردست ان الہاموں کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے بجز اس کے کہ ان یك كاذباً فعليه كذبه'' فی الحقیقت یہ رائے قابل قدر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود کے الہامات پر بھی اسی طرز سے کبھی ریمارک کیا؟ ہرگز نہیں۔ تلك اذاً قسمة ضيزىٰ۔ اسی اخبار میں اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالحکیم خان والی پیشگوئی پر ریمارک کیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کو تمام وکمال درج کیا جاتا اور اس کے آخر میں بھی یہی نوٹ ہوتا۔ مگر نہیں اس پیشگوئی کا نہایت ہی مختصر خلاصہ جس میں اصل پیشگوئی کو بالکل نہیں چھوڑا درج کر کے نکتہ چینی شروع کر دی ہے اور سہ سالہ پیشگوئی کا حوالہ دے کر جو چاہا لکھا۔ کاش! اس عقل کے اندھے کو اتنا ہی معلوم ہوتا کہ یہ پیشگوئی اس لئے نہیں کی گئی کہ اس سے پہلے آپ کی صداقت ظاہر نہیں ہو چکی کیا آنحضرت ﷺ نے ساری عمر میں ایک ہی نشان دکھایا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ اور فی الحقیقت کثیر التعداد دکھائے تھے تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ پہلے نشان نشان نہ تھے؟ فاضل صاحب! نشانات کا ظہور واقعات پیش آمدہ کی بنا پر ہوا کرتا ہے اور ہر نشان مامور کی صداقت کو واضح کیا کرتا ہے۔ اسی طرح پر یہ نشان ہے۔ ڈاکٹر نے خود لکھ دیا ہے کہ کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ اب زمانہ دیکھے گا جو ظاہر ہوگا اگر تقویٰ اور خدا ترسی تیرے مزاج اور فطرت میں ہوتی تو تو انتظار کرتا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا۔ مگر جب حالت یہ ہو صمّ بكم عمى فهم لا يرجعون۔ تو ایسی امید ہو تو کیوں کر! انّا للّٰه وانّا اليه راجعون.

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: اڈیٹر صاحب اپنے ہی کہے پر عمل نکرنا۔ کہو جی کون دھرم ہے۔ خیر اس بحث کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں تم جانو اگر مرزائی ہو تو بھی نقصان میں اور نہیں ہو تو بھی نفاق سے خالی نہیں۔ تم جانو

اور تمہارے پیر بھائی مولوی سرور شاہ جانے۔ اب سنو! اپنے سوال کا جواب:

صوفی غلام قادر امرتسری کے الہامات کی بابت جو میں ان یّك كـاذبـا لکھا تھا تو قبل از ظہور کذب کے لکھا تھا جس کا وہ محمل تھا۔ جب اُس کا کذب ظاہر ہو جائے گا۔ تو یہ الفاظ اُس کے حق میں نہ ہونگے بلکہ وہی ہونگے جو جھوٹوں کے لئے ہوتے ہیں یعنی لعنت اللّٰه علی الکاذبین۔

اب سنو اُس کے مقابلہ پر اپنے پیر مغاں کی کیفیت کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے اُن کا نکاح آسمان پر ہوا جس کی میعاد بھی گزر گئی مگر تا حال:

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

جب لوگوں کے اعتراض ہوئے کہ آپ کی آسمانی منکوحہ تو دوسرے سے بیاہی گئی بلکہ صاحب اولاد بھی ہو گئی۔ تو پیر مغاں جی نے رسالہ انجام آتھم میں الہام ظاہر کیا سنعیدھا سیرتھا الاولی۔ جس کی تفسیر کی کہ خدا اُس کو پہلی حالت پر یعنی کنواری بنا کر لائیگا مگر آج تک بھی نہ آئی۔

پھر آتھم کے متعلق پیشگوئی کی کہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائیگا۔ مگر وہ زندہ رہا ہے۔ اسی طرح پنڈت لیکھرام کے متعلق خرق عادت عذاب کی پیش گوئی کی مگر وہ مرنے تک خرق عادت عذاب سے خالی رہا۔ پھر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبتّی اور ملا محمد بخش لاہوری کی نسبت پیشگوئی کہ تیرہ ماہ کے عرصہ میں مبتلائے عذاب ہونگے مگر وہ بھی صحیح سالم رہے۔ بلکہ آج تک ہیں۔ پھر خاکسار کی نسبت بڑ ہانکی کہ تم قادیان میری پیشگوئیوں کی تحقیق کرنے کے لئے نہ آؤ گے۔ مگر جب میں بلائے بے درماں کی طرح جا پہونچا تو آپ گدھے کے سینگوں کی طرح الوپ ہو گئے۔ پھر سہ سالہ پیشگوئی کہ تین سالوں میں میرا اور میرے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا آخر وہ تین سال بھی گذر گئے۔ لیکن مخالفوں کی نزاع کے لئے ہنوز روزِ اول ہے۔ وغیرہ وغیرہ مفصل کے لئے رسالہ الہامات مرزا مصنفہ خاکسار بغور دیکھو۔

پس بتلاؤ جس شخص کے اتنے کذب بلکہ کذبات مکرر سہ کرر ثابت ہوئے ہوں اُس کیلئے بھی ایسے الفاظ لکھا کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ ایسے مفتری اور کاذب کیلئے تو صاف یہ لفظ ہوتے ہیں:

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

بس یہی جواب تمہارے نامہ نگار میر قاسم علی دہلوی کا ہے جس نے الحکم میں چند ایک سوال کئے ہیں کہ فلاں پیشگوئی مرزا صاحب کی سچی ہے یا نہیں، فلاں سچی ہے یا نہیں ۔ اُس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کی مثال تمسکات میں پوری ملتی ہے کہ تمسک کی غلطی کے لئے ایک سطر بلکہ ایک جملہ بلکہ ایک لفظ بھی کافی ہے ۔ جس طرح تمسک کا غدار یہ عذر نہیں کرسکتا ۔ اور حاکم سے یہ فیصلہ نہیں کرا سکتا کہ انگلی رکھ رکھ کر پوچھے کہ حضور یہ سطر اس کی صحیح ہے یا نہیں بلکہ اُس کا فرض ہے کہ جو غلطی اُس کی پکڑی گئی ہے اُس کی صفائی کرے جب تک اس کی صفائی نہ کرے گا ایسی باتیں عدالت میں دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھینگی ۔ اسی طرح جب تم لوگ مع کرشن جی مہاراج کے اُن اعتراضات کے جواب صحیح نہ دو گے تمہارا حق نہ ہوگا کہ یوں سوال کرو ۔ کہ فلاں پیشگوئی مرزا نے کی تھی کہ کل پانچ روپیہ کا منی آرڈر آئیگا پوری ہوئی یا نہیں ۔ پس اصول کو یاد رکھو اور آئندہ ہوش سے سوال کیا کرو ۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۳ ۔ نمبر ۴۸ ۔ مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۲۴ھ مطابق ۵- اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۲-۴)

حکیم نورالدین قادیانی

حکیم صاحب نے ایک کارڈ کے ذریعہ ہم سے ایک سوال کیا ہے جو درج ذیل ہے:

جناب نے ۷ ستمبر کے پرچہ اہل حدیث میں غلام قادر نام ملہم کی پیش گوئی مع ان یك کا ذباً شائع فرمائی تھی ، بحمد اللہ ۱۳ نومبر کو وہ باطل ہوئی ۔ جناب اس کا ابطال یا اس کی توجیہ شائع فرماویں ۔ اور تھانیسری صاحب سے تاریخ منگوائیں ۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے متکبر ضدی دنیا طلب دھوکہ دھندہ مفتری علی اللہ اور مکذب آیات اللہ کو دنیا کے لئے عبرۃ بنائے ۔ مرنا حق ہے مگر نا کام اور نا مراد مرنا اچھا نہیں ۔

نورالدین از قادیان

جواباً شیخ الاسلام امرتسریؒ نے لکھا:

غلام قادر والی پیش گوئی کا بطلان مفصل لکھیں تو شائع کیا جائے گا ۔ جھوٹے ملہموں کا اظہار کذب

کرنا تو اہل حدیث کا اصلی کام ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ حسب نوبت قادیانی کذاب (یہ ہماری تحقیق ہے اس لئے آپ برا نہ مایئے گا) کی قلعی اکثر کھولی جاتی ہے، البتہ تھانیسری نامہ نگار اور ملہم سے ہم التماس کریں گے کہ وہ تاریخ بتلا دیں بشرطیکہ آپ بھی اپنے نبی اور رسول حضرت مرزا صاحب سے درخواست کریں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم والی پیش گوئی مشتہرہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء کی تاریخ اور تحدید کر دیں۔ کم از کم اتنا تو کر دیں جتنا ڈاکٹر موصوف نے کیا ہے کہ مصرف کذاب کی ہلاکت کے لئے تین سال بتلا دیئے۔ بلکہ آئندہ کو بھی ایسی پیش گوئیوں کی تاریخ بتلا دیا کریں۔

یہ سوال مدت سے پبلک کی زبان پر تھا کیا عجب آپ کے ذریعہ سے حل ہو جائے۔ پس ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔ اور نامہ نگار تھانیسری سے بھی التماس کرتے ہیں کہ وہ جناب باری میں توجہ کریں۔ اگر اس میں تاریخ معلوم ہو سکے تو اطلاع دیں پھر جب حکیم صاحب کا جواب متضمن تاریخ آ جائے گا اس وقت ہم دونوں کو شائع کر دیں گے انشاء اللہ۔ اڈیٹر (ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

قادیانی کے لئے ایک سچا نشان

۶ دسمبر کا الہام۔ مرزا جھوٹا مسیح تیرے مقابلہ میں نہ آئے گا اور نہ خلق اللہ کو گمراہ کرنے کو سفر کرے گا۔ اور اگر کرے گا ذلیل ہوگا، اور دی ہم نے اس کو بیماری عذاب کی، اور کر دیا ہم نے ساتھ اس کے پہاڑ روٹیوں کا اور نہر پانی کی اور ہمراہ اس کے بہشت اور دوزخ ہے۔ پس جس کو وہ بہشت کہتا ہے وہ دوزخ ہے، اور جس کو وہ دوزخ کہتا ہے وہ بہشت ہے اور ہیں خادمین اس کے ٹوٹا پانے والے آخرت میں، اور یہ آخری وقت ہی امتحان ہوگا۔

۷ دسمبر کا الہام۔ کیا نہیں دیکھا تو نے جھوٹے مسیح کو کہ جس نے اول دعوی کیا نبوت کا اور پھر ہو گیا شریک... اور بے ادبی کی میرے رسولوں اور صادقوں کی اور ہم نے پورا کر دیا اس کے کمالات کو واسطے آزمانے اپنے بندوں کے اور بے شک ہم لا دیں گے اس پر زوال، تا کہ ٹوٹے فخر اس کا، اور ہے وہ فخر کرنے والوں میں

سے ریاکار۔

لہذا مرزا صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر وہ سچا نبی اور مسیح موعود ہے تو میرے ان الہاموں کو غلط ثابت کر کے مشتہر کرے نہیں تو ان الہاموں کے سچا ہونے کی تفصیل ایک رسالہ میں بیان کی جاوے اگر مرزا صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ان الہاموں کا جواب...(نہ دیا) تو وہ جھوٹے مسیح اظہر من الشمس ہوں گے۔

اور علاوہ اس کے میں ایک نشان مرزا صاحب کے کاذب ہونے کا بطور کرامت کے دکھلا سکتا ہوں ورنہ مرزا صاحب بطور معجزہ کوئی نشان دکھلانے کا تحریری وعدہ کریں اور ایک تاریخ کہ جس میں دو ماہ کی مہلت مقرر فرماویں۔آئندہ ان کو اختیار رہے۔قاضی عبدالعزیز ملہم و مرید قادیانی از قصبہ تھانیسر ضلع کرنال

اڈیٹر اہل حدیث: حکیم نورالدین نے گذشتہ نمبر اہل حدیث میں تھانیسری ملہم سے تاریخ مانگی تھی پس اب حکیم صاحب اپنے حضرت ہی میدان میں لاویں۔کیا لاویں گے؟ مشکل ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۶)

مرزا قادیانی اور ہم

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

مرزا صاحب نے ایک مضمون اخبار بدر ۲۷ دسمبر (۱۹۰۶ء) میں لکھا یا ہے جو درج ذیل ہے:

بعض اپنے مکرم احباب کی زبانی میری شنید تھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی منطق بے جا کبھی ممکن نہیں کہ مقابلہ میں رک سکے، میرا بھی گمان تھا کہ شاید مولوی صاحب تلبیس حق کے لئے میرے مضمون پر اخبار کے چند ورق اوٹ پٹانگ لکھ کر سیاہ کر دیں گے، مگر آپکے اہل حدیث کے دو نمبر جو میرے مضمون کے دو نمبروں کے بعد نکلے، دیکھ کر اب میری پہلی رائے تبدیل ہو کر یہ قرار پایا کہ یہ غیر ممکن ہے کہ مولوی ثناء اللہ احمدیوں کے دلائل اور مضبوط بینات کا ذکر کر جاوے۔ ہمیشہ سے جناب کو علماء سوء کی طرح متشابہات پر اڑنے کی بدعادت

رہی ہے۔ابتداء سے آپ نے احمدیوں کی ناحق مخالفت شروع کی۔آپ کا فی قلوبھم زیغ کا وتیرہ رہا ہے۔اس خائنانہ طریق (براپیشہ) کا پتہ آپ کے اخبار کی ورق گردانی سے مل سکتا ہے۔اس حیاسوز نے کہیں ان بینات کا ذکر کیا ہو جن پر اللہ تعالی نے اس سلسلہ کی بنیاد رکھی،اور ان آیات کا بیان کیا ہو جن کو ہمارے امام نے روح مقدس کی تائید سے بیان فرمایا ہے،ہرگز نہیں۔نہ معلوم یہ فطرت آپ کو وراثت میں آئی یا کسی پیش....کی رفاقت کا نتیجہ ہے۔جہاں کہیں اس نے احمدی سلسلہ کا ذکر کیا ہے ایسے بھدی اور کمزور نکتہ چینی اور حرف گیری کی ہے کہ جس سے آپ کی نکتہ رس طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔خدا تعالی کے ہزاروں ہزار نشانات جو اپنے اس مامور کے ہاتھ سے ظاہو ہوئے،اس ناعاقبت اندیش نے ان پر مدتوں نکتہ چینی کر کے جو خلاصہ پیش کیا ہے وہ رسالہ الہامات مرزا ہے جس کو پڑھ کر آپ کے علمی دعاوی پر تعجب آتا ہے تو اپنی جبلی عادت کے مطابق تمام سچے اور صحیح واقعات کی حقیقی صورت کو نظر انداز کر کے ان کو بدنما شکل میں ظاہر ہر کر دیا ہے۔بہرحال اب میں اپنے اس نمبر کو شائع کرتا ہوں۔(بدر قادیان ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین حیران ہوں گے کہ اتنی خفگی کیوں اور کس بات پر ہے،اس لئے ہم ان کو بتلاتے ہیں کہ کرشن جی نے کئی ایک مقام پر اپنی تصنیفات میں دعوی کیا ہے اور اس کو اپنی نبوت کی ایک بڑی بھاری دلیل بتایا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے میرے ساتھ مباہلہ کیا کہ جو ہم (مولوی صاحبان اور مرزا) میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔پس وہ مر گئے۔اس دعوی کی اصل عبارت مرزا صاحب کے الفاظ میں آج بھی لکھے دیتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی یہی دعا کی کہ یاالہی اگر میں مرزا غلام احمد کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔(اربعین نمبر ۳ ص ۱۱)

اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے:

جیسا کہ مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ اگر کاذب ہے تو ہم سے پہلے مریگا اور ضرور ہم سے پہلے مریگا کیونکہ کاذب ہے (اربعین نمبر ۳ ص ۹)

ایسا ہی اربعین لاتمام حجۃ علی المخالفین کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

جو شخص میرے ساتھ اپنی کشتی قرار دے کر دعائیں کرتا ہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے اس کا نتیجہ وہی ہے جو مولوی غلام دستگیر نے دیکھ لیا کیونکہ اس نے عام طور پر شائع کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد اگر جھوٹا ہے اور ضرور جھوٹا ہے تو وہ مجھ سے پہلے مرے گا۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میں پہلے مر جاؤنگا۔ اور یہی دعا بھی کی۔ تو پھر آپ ہی چند روز کے بعد مر گیا۔ اگر یہ کتاب چھپ کر شائع نہ ہو جاتی (بے شک اگر چھپ کر شائع نہ ہوتی تو آپ کو بھی یہ کلنگ کا ٹیکا نہ لگتا۔ اڈیٹر) تو اس واقعہ پر کون اعتبار کر سکتا تھا مگر اب تو وہ اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحبان کے واقع کو ان حوالجات میں کس طرح اپنی سچائی کا ثبوت پیش کیا ہے، تو یہ بیان آیات بینات کے درجہ کا ہوا یا متشابہات کا۔ پس اسی بیان پر ہم نے اخبار اہل حدیث میں اور مستقل اشتہاروں میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے دام افتادوں سے ثبوت مانگا تھا کہ مولوی صاحبان کی تصنیفات میں یہ مضمون دکھا دو۔ نہ صرف مطالبہ کی تکلیف ہی نہ دی تھی بلکہ تکلیف کے عوض پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ تھا۔ بس اس مطالبہ پر مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے حواری بگڑ کر آج اس مضمون میں ہم کو گالیاں سناتے ہیں۔ ہم تو ناامید ہو کر خاموش ہو گئے تھے مگر ان حضرات نے آج پھر ہم کو یاد دلایا چنانچہ اسی مضمون کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

ناظرین کو شاید معلوم ہو کہ ان دونوں مولویوں نے (مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل) حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں مباہلہ کر کے اپنی ہلاکت چاہی تھی جس کے مطابق وہ سزایاب ہو کر آیات اللہ قرار پائے ہمارے امام نے جب ان کا کہیں تذکرہ فرمایا تو امرت سری مولوی نے حق پوشی کی راہ سے ایک بیہودہ عذر اٹھایا کہ حضور نے جو عبارتیں نقل کی ہیں بعینہ ان کے رسائل میں نہیں ہیں۔ اس اعتراض کو امرتسری مخالف نے بار بار پیش کیا ہے اگر کہیں موقع ہوا تو انشاء اللہ اس کے متعلق ایک مستقل مضمون بتوفیق ایزدی ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: غلط کہتے ہو، ہم نے کبھی ان عبارات کو بعینہ طلب نہیں کیا، سچے ہو تو ہمارا کلام پیش کرو جس میں ہم نے بعینہ یہ عبارت مانگی ہوں۔ بلکہ ہم تو اس مضمون کی عبارت مانگتے ہیں جس سے

یہ ثابت ہو سکے کہ مولوی صاحبان نے یہ دعا کی ہو: ہم میں سے جھوٹا سچے سے پہلے مر جاوے۔

آپ نے لاف زنی تو کر دی، مگر یقین نہیں کہ آپ مرد میدان بن کر دکھا سکیں۔ میں آپ کی سہولت کے لئے مرزا صاحب کی تصنیف سے اس کتاب کا نام اور نمبر صفحہ بھی بتلا دیتا ہوں غور سے پڑھو۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۵ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پہلے اس سے اسی قسم کا مباہلہ کتاب فتح رحمانی صفحہ... پر مولوی غلام دستگیر قصوری بھی کر چکے ہیں اور اس کے بعد تھوڑے دنوں میں میری زندگی میں ہی قبر میں داخل ہو گئے اور میری سچائی کو اپنے مرنے سے ثابت کر گئے مگر مولوی ثناء اللہ اگر چاہیں تو بذات خود آزمائیں ان کو غلام دستگیر سے کیا کام کیونکہ وہ خود ہی اس کے لئے مستعدی بھی ظاہر کرتے ہیں۔

گو مولوی اسماعیل صاحب مرحوم کی کسی کتاب کا نام نہیں لیا مگر مولوی صاحب کی کتاب مرزا صاحب کے متعلق ایک ہی ہے جو طبع ہو چکی ہے اور مرزا صاحب کے پاس ضرور ہوگی۔ پس ان سے لے کر بہت جلد اصل عبارتیں شائع کر دیجئے: تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ دیانتدار اور راست باز ہیں، تو درصورت نہ ملنے اس مضمون کے اخبارات میں شائع کرا دیں گے کہ مرزا صاحب نے جس مضمون کا دعوی کیا ہے وہ نہیں ملتا جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ مرزا صاحب خدا پر رسول پر فرشتوں پر تو بہتان بازی کرتے تھے بندوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے۔ پھر ہم آپ سے پوچھیں گے کہ بتلاؤ جھوٹ بول کر تمام دنیا کو دھوکہ دینے والا حیا سوز ہے یا حیا دوز۔ آہ

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتا دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۰۷ء ص ۲۔۴)

کرشن قادیانی کی ایک اور پیش گوئی سچی ہوگئی

اذا غدرت حسناء او فت بعهد ها۔ و من عهد ها ان لا یدوم لها عهد ها

کرشن قادیانی کی پیش گوئیوں کی تصدیق ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے ہم بھی آپ کی تصدیق کرتے ہیں مگر انہی معنوں میں جن میں عرب کے شوخ طبیعت شاعر متنبّی نے شعر مندرجہ عنوان میں کی ہے شاعر مذکور لکھتا ہے: محبوبہ جد وعدہ خلافی ک کرے تو سمجھو کہ اس نے وعدہ پورا کیا کیونکہ اس کے وعدہ کا ضمیمہ یہ بھی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہ کرے گی۔

یہی حال کرشن جی (مرزا جی کو کرشن کا خطاب ہم نے نہیں دیا بلکہ خود انہی کا تجویز کردہ ہے کہ انہوں نے سیالکوٹ کے لیکچر میں اس لقب کا خود اظہار کیا تھا۔ مگر افسوس کہ ایک دفعہ اظہار کرکے پھر ایسے شرمائے ہیں کہ نہ انہوں نے خود نہ ان کے کسی حواری نے آپ کو اس لقب سے کبھی یاد کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ اس عہدہ سے معزول کئے گئے ہیں۔ اڈیٹر) کی پیش گوئیوں کا ہے کہ کب کبھی کوئی پیش گوئی کرتے ہیں اس کے ضمیمے میں گویا کہہ دیتے ہیں کہ یہ سچی نہ ہوں گی، تاہم محض اپنی کوشش سے ان کو بناتے ہیں۔

منشی سعد اللہ لودہانوی مرحوم کی بابت ایک پیش گوئی مہاراج (مرزا) نے کی تھی جو ۴ جنوری کو صاف لفظوں میں جھوٹی ہوئی، مگر کرشن جی اور چیلے ایسے کہاں تھے کہ حیا داری سے خاموش رہتے۔ الٹے اکڑتے ہوئے الحکم کا اڈیٹر ایک لمبت چوڑے مضمون میں مہاراج کی حمایت کرتا ہے۔ چونکہ وہ مضمون سارے کا سارا دلچسپ ہے نیز سیاہ باطنوں کے اندرونی حالات کا آئینہ ہے اس لئے ہم اسے تمام وکمال نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ایک نشان پورا ہوا

الحکم کے ناظرین لودہ نہ کے مشہور زبان دراز مخالف سلسلہ عالیہ احمدیہ منشی سعد اللہ نومسلم متخلص بہ

سعدی کے نام سے خوب واقف ہیں یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی بدزبانی اور دشنام دہی سے سلسلہ کی مخالفت میں خاص شہرت حاصل کی تھی اور یہ وہی شخص ہے جس نے آتھم عیسائی کی پیش گوئی کی میعاد گذرنے پر بہت شور مچایا اور اپنی بدزبانی سے حزب اللہ کو دکھ دیا تھا اور عیسائیت اور باطل کی حمایت کرتے ہوئے حضرت حکیم الامۃ (نورالدین) کے ایک بچہ کے فوت ہو جانے پر خوشی کا اظہار کیا،، اسے عیسائیت کی تائید کی دلیل بنایا (غلط کہتے ہو، عیسائیت کی تائید نہیں بلکہ تمہاری تکذیب میں لکھا تھا۔اڈیٹر) جس پر حی وقیم اور غیور خدا نے حضرت امام (مرزا) کو مولوی (نورالدین) صاحب کے گھر میں ایک خوش رو اور زندہ رہنے والے کی بشارت دی جو رسالہ انوار الاسلام کے صفحہ ۲۶ کے حاشیہ میں چھپی اور آخر ایک مدت کے بعد ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کی رات کے دس بجے عبدالحی پیدا ہوا۔اور یوں خدا تعالی کی پیش گوئی پوری ہو کر اس ہندوزادہ کی ندامت کا موجب ہوئی۔غیور خدا نے جہاں ہمارے امام (مرزا) کو یہ رحمت کا نشان دیا وہاں اس مخالف دین اور عدواللہ کے لئے اسی رنگ میں ایک خاص نشان دیا۔اس نے حکیم الامۃ (نورالدین) کے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی لیکن خدا تعالی کے صادق بندوں پر اعتراض کرنے والے خالی نہیں رہا کرتے وہ خدا کے عذاب کا مزہ چکھ لیا کرتے ہیں۔اشتہار انعامی تین ہزار مشتہرہ ۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۲ پر حضرت امام (مرزا) نے سعداللہ کو مخاطب کر کے یہ پیش گوئی شائع کی:

حق سے لڑتا رہ۔آخر اے مردود دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔اے عدواللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے ان شانئك هو الابتر اور ہم نے اس طرح پر آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کہا۔

یہ وہ پیش گوئی ہے جس کو شائع ہوئے آج ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء تک ۱۴ برس ۳ مہینے اور ۱۲ دن ہو چکے ہیں اس کے بعد متواتر وحی شائع ہوتی رہی۔یہ اتنی لمبی مدت ہے کہ اسی میں سعداللہ جیسا نوجوان اور مضبوط قوی کا آدمی ایک اور شادی کر کے بھی اولاد پیدا کر سکتا تھا،مگر خدا تعالی باتیں ٹلا نہیں کرتیں اور وہ پوری ہو کر رہتی ہیں۔سعداللہ کا ایک بیٹا موجود ہے لیکن اب تک اس کی کوئی اولاد نہیں۔قطع نظر اس سوال کے کہ اس نے شادی کی یا کیوں نہیں۔پس سلسلہ نسل کا ختم ہو جانا ابتر ہونے کو پورے طور پر ثابت کرتا ہے۔اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سعداللہ دونوں طرح سے ابتر سلسلہ اولاد کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ حضرت اقدس

کے مقابلہ میں مخالفت کے لئے اٹھا مگر ناکام اور نامراد رہا۔ اور پوری نامرادی کے ساتھ جنوری کے پہلے ہی ہفتہ میں فوت ہو گیا۔

اور اس طرح اپنے انجام نامرادی کے ساتھ حضرت اقدس کی سچائی پر مہر کر گیا۔ اس پیش گوئی میں جو اوپر دکھلائی، یہ بھی لکھا گیا ہے کہ سعد اللہ کا ابتر رہنا، اس امر پر بھی ایک دلیل ہوگا کہ آتھم کے رجوع کے متعلق بھی جو کچھ کہا گیا تھا وہ خدا تعالیٰ کے اعلام اور وحی سے تھا، سو آج آتھم کا نشان پھر ظاہر ہوا۔ پھر اس پیش گوئی میں سعد اللہ کے انجام کی خبر اس پیش گوئی میں موجود، آخر اے مردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔

ان الفاظ میں مردار کا لفظ بتا رہا ہے کہ وہ حضرت ہی کی زندگی میں فوت ہوگا۔ یہ تیسری پیش گوئی ہے جو اسی سلسلہ میں پوری ہوئی۔ پھر انجام آتھم میں جہاں حضر اقدس نے مباہلہ کے لئے مخالفوں کو بلایا ہے وہاں نمبر ۱۰ پر سعد اللہ نو مسلم لدھیانہ لکھا ہے اور گویا اس سے مباہلہ ہو گیا ہے کیونکہ اسی جگہ یہ لکھا ہے کہ، گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہوا اور نہ توہین و تکفیر کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہوا اور اے مومنو برائے خدا کہو آمین

اب بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر اس دعا کی قبولیت کا کیا اثر ہوگا کہ وہ ایک مضبوط تندرست قوی الجثہ اور کم عمر تھا اور حضرت اقدس (مرزا) اس کے مقابلے میں ہمیشہ بیمار رہنے والے اور پیر مرد اور پھر مخالفوں کے خیال میں معاذ اللہ مفتری علی اللہ پھر یہ بات کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں آتا ہے اس کے سامنے اس جہان سے چل دیتا ہے یہ خدائے بزرگ و برتر کے نشانات ہیں جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جس کے سننے کے کان ہوں، سنے (الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء ص ۱۵؟)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس مضمون میں اڈیٹر الحکم نے کمال جسارت سے کام لیا ہے اور دروغ گوئم برروئے تو کی مثل کو بالکل صادق کر دکھایا ہے، منشی سعد اللہ مرحوم کو جوان لکھا ہے حالانکہ وہ پنشن یاب تھے جو گورنمنٹ کے قاعدہ سے کسی طرح مضبوط اور قوی الجثہ اور کم عمر نہیں ہو سکتے۔ پھر مرحوم کی عمر کا مقابلہ کرشن جی سے کرتا ہے مگر افسوس کہ مولوی عبدالکریم کرشن جی کے امام سے نہیں کرتا جس کی نسبت حضرت کو کئی ایک الہام ہوئے تھے کہ بیماری سے صحت یاب ہوگا مگر آخر کار وہ اسی بیماری میں مرا۔ خیر یہ تو

اس کی معمولی لاف گزاف ہے اب سنئیے اصل مضمون کا جواب۔

ہم بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوئی کیونکہ کرشن قادیانی کا الہام تھا کہ منشی مرحوم ابتر ہوگا۔اور ابتر کے معنی ہیں جسکی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ مفردات راغب میں (جس کو حکیم نورالدین قابل اعتماد لغات قرآنی جان کر حوالے دیا کرتے ہیں) لکھا ہے فقیل فلا ن ابتر اذا لم یکن له عقب یخلفه ۔یعنی ابتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیچھے اولاد نہ ہو۔اور سنئیے قاموس میں ہے الذی لاعقب له ولانسل له یعنی ابتر وہ ہے جس کی اولاد اور نسل نہ ہو،اور سنئیے صراح میں ہے، بے فرزند شدن

چونکہ کرشن قادیانی فقہ حنفیہ کی نسبت لکھ دیا کرتے ہیں کہ میرا اس پر عمل ہے سنئیے فقہ کی کتاب ردالمختار جلد۵ صفحہ ۴۵۵ پر ہے۔ العقب عبارة عمن و جد من الولد بعد موت ا لا نسا ن یعنی عقب اس کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد انسان کی اولاد رہتی ہے۔

پس ان سب حوالجات کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جس انسان کی اولاد خصوصاً نرینہ ہو وہ ابتر نہیں (چنانچہ تم خود ہی لکھتے ہو کہ منشی مرحوم نے حکیم نورالدین کے بیٹا مرنے پر حکیم کے لئے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی۔اڈیٹر) اسی لئے عرب کے مشرک آنحضرت ﷺ کو ابتر کہتے تھے کہ آپ کی اولاد نرینہ نہ تھی جن کے جواب میں یہ آیت ابتر والی نازل ہوئی تھی۔منشی سعداللہ کے ہاں جوان لڑکا ہے، پھر وہ ابتر کیسے ہوئے؟

چونکہ مرزائیوں کو معلوم تھا کہ منشی صاحب مرحوم کے ہاں لڑکا ہے جس کی عمر خدا کے فضل سے ۱۹۔۲۰ برس کی ہے اور وہ دفتر سرکاری میں ملازم ہے اور اس کی نسبت بھی حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ساکن کوم ضلع لدھیانہ کی دختر نیک اختر سے ہو چکی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ منشی صاحب کا انتقال ہو گیا اس لئے بڑی چالاکی اور ہشیاری یا مکاری سے اس بات کو تسلیم کر کے کہ منشی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے یہ بڑ ہانک دی کہ گو لڑکا ہے مگر آگے اس کی اولاد نہیں اس لئے منشی صاحب ابتر ہیں۔تف ہے ایسی نبوت پر اور لعنت ہے ایسی بے جا حمایت پر۔مرزائیو! ایمان سے کہنا یہی تمہاری ایمان داری ہے کہ پیش گوئی تو منشی سعداللہ کے بے اولاد ہونے کی کی جاوے اور ثبوت اس کے بیٹے کے بے اولاد ہونے سے دیا جائے۔شرم چہ کنی کہ پیش مرداں بیائد ۔سنو! خدا نے چاہا تو تمہارا یہ خیال بھی محض جھوٹا ثابت ہوگا عنقریب صاحبزادہ کی شادی ہوگی اور خدا کے فضل

سے توقع ہے کہ اولاد بھی خدا دے گا لیکن بفرض محال (نصیب اعداء) اگر اس لڑکے کے ہاں اولاد پیدا نہ ہو تو لڑکا ابتر ہوگا نہ کہ منشی صاحب مرحوم کیونکہ ابتر کے معنی تو ہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو (جس کو پنجابی میں اونترہ کہتے ہیں) منشی صاحب کی اولاد تو اس وقت موجود ہے، پھر وہ ابتر کیسے ہوئے

ناظرین یہ ہیں مرزائی ہتھکنڈے اور یہ ہیں کرشن جی کے بائیں ہاتھ کے کھیل جن سے اپنی پیش گویوں کو زور لگا کر سچا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ محض غلط ہوتی ہیں اسی لئے کسی اہل دل نہیں کہا ہے:

رسول قادیانی کی رسالت   جہالت ہے جہالت ہے جہالت

خدا کی شان جہاں کوئی مرے، یا کوئی بلاء عام نازل ہو، کہیں زلزلہ آئے کہیں طاعون ہو تو یہ منحوس پارٹی خوشیاں مناتی ہے کہ ہمارے حضرت اکذب کا نشان ظاہر ہوا۔ یہ بدخواہ مخلوق ہمیشہ اسی تاک میں رہتی ہیں کہ کہیں سے کسی بلا کی خبر پہنچے

شور بختاں بآرزو خواہند   مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

چونکہ اڈیٹر الحکم نے منشی صاحب مرحوم کی کارگذاری کا ذکر کرتے ہوئے آتھم کی پیش گوئی کا ذکر کیا ہے اس لئے منشی صاحب مرحوم کے چند اشعار ہم لکھتے ہیں جو مرحوم نے اس زمانہ میں بذریعہ اشتہار شائع کئے تھے اشتہار تو بہت طویل ہیں جس نے دیکھنے ہوں الہامات مرزا میں دیکھے چند اشعار یہ ہیں

ارے او خود غرض خودکام مرزا   ارے منحوس نافرجام مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تو نے   کہیں کیا او بدو بدنام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیش گوئی   جو تھا شیطان کا الہام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان   یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۰۷ء ص ۳۔۵)

مرزا قادیان اور مولوی عبداللہ اہل قرآن

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

مولوی عبداللہ اہل قرآن نے جو احادیث سے بالکل منکر ہیں صرف قرآن شریف ہی کو مدار عمل جانتے ہیں مرزا صاحب قادیان کو مباحثہ کی دعوت دی کہ قرآن شریف سے اپنے دعوے کا ثبوت بتلاؤ۔

غالباً اس سوال کو ہر ایک دانا منصف مزاج معقول سمجھے گا۔ مگر افسوس کہ قادیانی پیغمبر کے محاورہ اور اصطلاح میں انصاف کا لفظ مہمل لکھا ہے جس کے معنی کچھ بھی نہیں لکھے اس لئے قادیانی اخبار بدر نے نہایت ہی اپنے مصنوعی انصاف سے اس درخواست کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے:

مولوی چکڑالوی کے چیلنج کا جواب

رسالہ اشاعۃ القرآن مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۷ء میں بابا محمد چٹو نے ایک مضمون بعنوان کھلا نوٹس شائع کیا ہے کہ مرزا صاحب، مولوی عبداللہ چکڑالوی کے ساتھ مباحثہ کر لیں اور از روئے قرآن شریف اپنے دعوی مہدویت و مسیحیت کے دلائل پیش کریں۔ یہ بات کسی مولوی سے مخفی نہیں اور بابا چٹو بھی جانتے ہیں کہ حضرت اقدس سلسلہ مباحثات کا بند کر چکے ہیں۔ جہاں تک ضروری اور مناسب تھا حضرت نے بذریعہ مباحثات کے بھی مخالفین پر اتمام حجت کیا، لیکن اب مدت سے حضرت اقدس ایسے مباحثات کی نسبت اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکے ہیں کہ پھر نہیں کریں گے۔ ہاں اگر مولوی عبداللہ صاحب نہ بحیثیت مباحثہ بلکہ اپنے شبہات دور کرانے کے لئے مہذب طریق پر درخواست کریں اور اس میں اپنا یہ شبہ پیش کریں کہ یہ دعوی قرآن شریف کے خلاف ہے اور مخالفت کی وجوہ بھی لکھیں، تو اس وقت ان کی ازالہ شبہات کی طرف توجہ ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ بار ثبوت ان کی گردن پر ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ یہ دعوی قرآن شریف کے نصوص صریحہ قطعیہ کے مخالف ہے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس جواب میں گواڈیٹر بدر نے اپنے مرشد پیر مغاں کرشن قادیان کی تقلید

کی ہے کیونکہ یہی جواب کرشن جی نے خاکسار کو دیا تھا جب میں ان کی درخواست کے مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان میں پہنچا تھا۔مگر افسوس کہ بدر کے قابل اڈیٹر نے اس جواب دینے میں ایمانداری اور دیانت داری سے کام نہیں لیا جس کی تفصیل ہم بتاتے ہیں کہ از معنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التو ضیحات و لو سبو نا (اخیر صفحہ) یعنی اس سے بعد ہم علماء کو مخاطب نہ کیا کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں ۔، یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں چھپی اس کے بعد کرشن قادیانی نے کئی ایک رسالوں میں علماء کو مخاطب کیا جوابات دیئے حتی کہ نومبر ۱۹۰۲ء کو رسالہ اعجاز احمدی خاص اس خاکسار کے نام ڈیڈی کیٹ (نذر) تھا۔اس میں میرے علاوہ تمام کو مخاطب کیا ہے اور قصیدہ عربی کا جواب مانگا ہے بلکہ تمام اخباروں میں بذریعہ اشتہار تمام علماء کو مخاطب کر کے اپنا معجزہ ثابت کرنے کا چیلنج دیا تھا۔کیا یہ خطاب علماء کو نہ تھا؟

اچھا یہ بھی جانے دیجئے :۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کا اشتہار معیار الاخیار ص ۳ دیکھئے۔کرشن جی لکھتے ہیں:

اے اسلام کے علماء آپ لوگ ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں جو آپ کے نزدیک مسلّم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہو گا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرالیں۔اول قرآن وحدیث کی رو سے ...وغیرہ۔

کیا یہ خطاب علماء کو نہیں ہے۔کیا یہ بحث کے لئے مطالبہ نہیں۔کیا ۱۹۰۲ء، ۱۸۹۶ء سے بعد نہیں ہے ۔پھر یہ کیا ماجرا ہے کہ کرشن جی ۱۸۹۶ء میں علماء کو مخاطب نہ کرنے کا وعدہ کریں مگر اس سے بعد ہر تصنیف میں مخاطب کر کے اپنے اقرار کو بھولتے ہیں آہ سچ ہے

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے　　کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

خیر اس وعدہ خلافی پر تو تعجب نہیں، بقول زار روس وعدہ توڑنے ہی کے لئے ہوتے ہیں، اور حدیث میں منافقوں سے اس فعل کے وقوع کی خبر بتلائی گئی ہے۔مگر تعجب تو یہ ہے کہ جب کوئی مخالف مرزا جی کو مباحثہ کے لئے للکارتا ہے تو آپ اور آپ کے دام افتادہ سخت اندھی تقلید اور جہالت بلکہ کمال بے حیائی سے کرشن جی کے انجام آتھم کا حوالہ دے کر مباحثہ سے طرح دینے کا بہانہ نکال لیتے ہیں، حالانکہ انجام آتھم کے بعد خود ہی اس قول وقرار کو توڑ بھی چکے ہیں۔آہ:

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ ہاتھ دے دے کر جواس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

کیا کوئی حقیقی بات کا باپ ہے جو ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب دے سکے (مجازی بیٹوں سے کچھ نہ ہوجیسے بدر کا اڈیٹر کہ.....سے اور باپ حکیم نور الدین کو لکھا کرتا ہے۔ثناءاللہ)

او لئك آ با ئی فجئنی بمثلھم ۔ اذا جمعتنا یا جر یر الجوا مع

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء ص ۵)

کرشن قادیانی اور پنڈت گردھاری لال منجم لاہوری

آج ہم ان دونا مور مخبروں کی خبر رسالہ کا مقابلہ ذرا تفصیل سے کرنا چاہتے ہیں اس مقابلہ میں جہاں ان دونوں کی باہمی نسبت معلوم ہو سکے گی اس خیام خام کا دفعیہ بھی ہو جائے گا جو بعض لوگ اپنی نادانی سے کرشن قادیانی کو بھی نجومی سمجھ کر ان کے الہاموں کو القاء الہی تو نہیں مگر منجموں کی سی خبر مظنونا لصدق مانا کرتے ہیں ہمارے خیال میں مرزا صاحب کو منجم کہنا بالکل غلط ہے بلکہ مرزا صاحب کو نجوم کے کوچہ سے بھی واقفی نہیں ناظرین ذرا تفصیل سے سنیں۔

ماہ فروری کے متعلق پنڈت گردھاری لال جی نے اپنی جنتری میں مندرجہ ذیل احوال لکھے ہیں:

اس ماہ کی ۱۴، ۱۶ کو آسمان ابر محیط اور ۱۴، ۲۰، ۲۱ کو آسمان ابر محیط بادل کی گرج اور خفیف بارش، اور ۲۷، ۲۸ کو آسمان گرد آلود ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں کو پنڈت جی نے شمار میں نہیں لیا، ان دنوں میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی۔یعنی ۱۷، ۱۸ کو نہ تو بارش ہوگی، نہ ابر محیط ہوگا۔حالانکہ ۱۷، ۱۸ کو پنجاب میں بڑے زور کی بارش ہوئی، ۱۹ کو بجائے خفیف بارش کے سخت بارش ہوئی، اور ایسے سخت اولے پڑے کہ کوئی فرد انسانی ایسا نہ ہوگا جو حواس باختہ نہ ہوا ہو۔۲۰، ۲۱، ۲۷، ۲۸ کو آسمان بالکل صاف رہا، اور دھوپ خوب چمک کر لگی جس سے فرمان قرآنی صاف ثابت ہوگیا لا یعلم الغیب ا لا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

لیکن باوجود اس کے ہم پنڈت جی کی اس امر میں داد دیتے ہیں کہ وہ اپنی پیش گوئیوں کو کھلم کھلا پبلک

میں شائع کر دیتے ہیں تا کہ ہر ایک کو رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ پھر مزید قابل داد بات یہ ہے کہ اس پیش گوئی کو اپنی حساب دانی کا نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ الہام ربانی یا القاء رحمانی۔ مگر ہمارے کرشن جی کہتے تو سب کچھ ہیں مگر ہوتا کچھ بھی نہیں۔ ایک تو آپ کے الہامات بھی تمام کے تمام سبحان اللہ کیا کہتے ہیں، کسی استاد نے جو اپنے محبوب سے درخواست کی ہے کہ:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

وہ درخواست شاید کرشن جی نے کہیں سن لی ہے اس لئے جو بات ہے گول ہے، جو ادا ہے نرالی ہے

نمونہ کے طور پر ہم اس جگہ مرزا صاحب کرشن قادیانی کا ایک بڑا زبردست الہام پیش کرتے ہیں جس کو وہ بار بار اپنے لئے سند لایا کرتے ہیں۔ آپ کا الہام ہے شا تا ن تذ بحا ن یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ ایک زمانہ تھا جب آپ کے فرضی خسر یعنی آسمانی منکوحہ کے والد جس کے ساتھ آپ کا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے مگر آج تک باوجود صدہا کوششوں کے ہنوز یہی کہتے ہیں:

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

یعنی مرزا احمد بیگ مرحوم جب مر گئے تو اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۷ میں اس الہام کے معنی اور تفسیر اور تشریح خود یہ کی کہ:

دو بکریاں ذبح کی جائیں۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد ہے (جس سے کرشن جی کی آسمانی منکوحہ بیاہی ہوئی ہے)

باوجود اس تشریح اور تفسیر کے ناظرین حیران ہوں گے کہ کرشن جی انہی دو بکریوں کو اپنے دو کامل مریدوں پر لگاتے ہیں جو (بقول ان کے) کابل میں مروائے گئے تھے چنانچہ کتاب تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:

ذکر اس پیش گوئی کا جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۱ میں درج ہے مع اس پیش گوئی کے جو براہین کے صفحہ ۵۱۰ میں مندرج ہے یعنی وہ پیش گوئی جو صاحبزادہ مولوی محمد عبد اللطیف اور میاں عبد الرحمٰن کی شہادت کی

نسبت ہے اور وہ پیش گوئی جو میرے محفوظ رہنے کی نسبت ہے واضح ہو کہ براہین احمدیہ کے صفحہ پانچ سو دس اور صفحہ پانچ سو گیارہ میں یہ پیش گوئیاں ہیں؛ و ان لم يعصمك الناس يعصمك الله من عنده يعصمك الله من عنده و ان لم يعصمك الناس شا تا ن تذ بحا ن۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے متعلق آپ نے اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر یوں لکھا ہے کہ : یہ پیش گوئی مولوی عبداللطیف صاحب اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حیرانی ہے کہ مرزا جی کے الہاموں کو کوئی دوسرا شخص کیا سمجھ سکتا ہے جب کہ خود بدولت کو بھی ان کی سمجھ نہیں۔ اگر ہے تو دانستہ اپنے دام افتادہ حمقاء کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکر ڈالتے ہیں۔

مرزائیو! ایمان سے کہنا جب ضمیمہ انجام آتھم میں تم نے ان دو بکریوں کو خریدا تھا، تو اس وقت ان کے داموں میں تم مرزا احمد بیگ وغیرہ کو دے کر سبک دوش ہو گئے تھے۔ مگر تمہیں کیا معلوم تھا کہ یہ دو بکریاں تم لوگوں کو ایسی گراں بہا پڑیں گی کہ یہ دام تمہارے دیئے ہوئے ردی ہو جائیں، اور تم کو اس کی قیمت میں اور دو ڈبل دینے ہوں گے۔ ابھی کیا معلوم آئندہ کو کہاں تک نوبت پہنچے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

لطیفہ: یہ کہ پہلی دو بکریاں یعنی مرزا احمد بیگ اور اس کا داماد آپ کے مخالف ہیں، مگر دوسری دو بکریاں آپ کی مرید ہیں اور الہام کی گولائی دونوں کو سما سکتی ہے کیوں نہ ہو:

لطف پر لطف ہے املاء میں میرے یار کے یار

حائے حطی سے گدرح لکھتا ہے ھوز سے ہمار

کرشن پینتھیو! بتلا سکتے ہو کہ یہ الہام دیوانہ کی بڑ سے کچھ زیادہ وقعت رکھتے ہیں: اگر اب بھی نہ تم مانو تو پھر تم سے خدا سمجھے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۔۲)

کرشن قادیانی اور امریکن ڈوئی

ہمارے مرزا صاحب قادیانی کی طرح امریکہ میں بھی ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جس نے بھی مسیحیت کا دعوی کیا تھا اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے جس پر قادیانی کرشن پینتھی پارٹی مارے خوشی کے آپ سے باہر ہوئی جاتی ہے کہ ہمارے کرشن جی کی پیش گوئی ثابت ہوگئی۔اس لئے ہم ان بہادروں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہین کہ بتلاؤ تمہارے کرشن جی مرزا صاحب قادیان نے کب پیش گوئی کی تھی۔اس کی تاریخ معہ اصلی الفاظ کے ظاہر کرو۔مگر یاد رکھنا مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے معاملہ کی طرح اس کو بھی خورد برد نہ کر جانا۔ بلکہ بہت لد ہمارا معقول جواب دینا، بدر اور الحکم وغیرہ کے اڈیٹر! تمہیں تو کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیش گوئی مع تاریخ شائع نہ کرو: تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔یاد رکھو اہل حدیث تمہارے ہر قسم کے مکر وفریب کو ظاہر کرنے پر ہر وقت مستعد ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱)

قادیانی گپ

اخبار الحکم قادیان کے اڈیٹر نے حسب تعلیم اپنے پیغمبر اور کرشن گوپال کے وعدہ کیا تھا کہ میں اہل حدیث اور دیگر مخالفوں کے جوابات نہ دونگا کیونکہ مجھے مہدی اور مسیح نے منع کر دیا ہے مگر بقول استاد:

رات کو مے کشی کی صبح کو توبہ کرلی رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

مشکل وقت کو ٹال کرگا ہے ماہے ٹرایا کرتا ہے چنانچہ ۱۷ مارچ کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ:

قادیان کے آریہ وثناء اللہ امرتسری: اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی ہے

قادیان کے آریوں نے حضرت مرزا صاحب کے جونشانات دیکھ کر تکذیب کر رہے ہیں، اس رسالہ میں ان سے مباہلہ کر دیا ہے اس میں آریوں کو اعلان کیا ہے کہ اگر انہوں نے نشانات نہیں دیکھے ہیں تو قسم کھا جاویں کہ یہ نشانات صداقت اسلام کے ہم نے نہیں دیکھے۔ اب ثناء اللہ کو بھی چاہیے کہ اپنے دوستوں قادیان کے آریوں کو اس قسم کے لئے آمادہ کرے اور ان کے پاؤں پڑے ورنہ ان کی قسم کے گریز سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگ گئی۔ اور ثناء اللہ نے بھی کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت نہیں دیکھا ہے تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالی کس کی حمایت کرتا ہے اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے۔،

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس تحریر کا مطلب جہاں تک ہم سمجھے ہیں دو ہی فقرے ہیں۔

ا۔ ہم اپنے دوست آریوں کو قسم پر آمادہ کریں۔

۲۔ اور ہم خود قسم کھائیں۔

اول فقرہ کی بابت تو یہ ہے کہ آریوں سے ہمارا کوئی خاص یارانہ نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ وہ ہمارے کنڑی فیلو (ملکی باشندے) ہیں جیسے تمہارے اور تم ہمارے۔ چونکہ قسم کھانا ان کے مذہب میں منع ہے اس لئے ہم ان کو قسم کھانے کا مشورہ دیں گے تو وہ وہی جواب دیں گے جو عیسائیوں نے قادیانی کرشن کو دیا تھا۔ جب کرشن جی نے کہا تھا کہ آتھم قسم کھائے کہ وہ دل میں ڈرا، تو ڈاکٹر ہنری کلارک نے جواب دیا تھا کہ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں اگر مسلمان ہیں تو خنزیر کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ مسلمانی کا ثبوت خنزیر کھانے سے کیسے ہوگا، وہ تو مذہب اسلام کے برخلاف ہے، تو اسی طرح آتھم اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم کھا کر نہیں دے سکتے کیونکہ قسم کھانا عیسائی مذہب میں منع ہے۔، تو پھر ہم ان کو کیا کہہ سکتے ہیں۔

ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں، سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو تیار ہیں آؤ! جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوا لو۔ مگر پہلے یہ شائع کرا دو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ اعلی درجہ کا جھوٹا، مکار، فریبی ہے، اور اسکی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔

مرزائیو! سچے ہوتو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرت سر تیار ہے جہاں تم پہلے ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت ... چکے ہو۔ امرت سر میں نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کاروائی ہوگی مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے پہلے کر دو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔

مرزائیو! جانتے ہو میں کون ہوں میں وہی ہوں جس نے تمہارے گروہ کا طلسم تمہارے دارالخلافہ قادیان دارالزیان میں جا کر توڑا تھا مگر تمہاری عقل و دانش پر افسوس کہ تم مجھے نہیں جانتے۔ آہ

عاشقاں از ہیبت تیغ تو سر پیچیدہ اند
جامیء بیچارہ ماچوں دیگراں پنداشتی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۹۔۱۰)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۰۷ء ۔۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ نمبر ۲۴ جلد ۴ کے صفحہ اول کے آخر پر نیچے حاشیہ میں بعنوان: معذرت، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا ہے:
میں سفر سے آیا تو ۱۲۔اپریل کا اخبار مرتب تھا اور مرزا صاحب کے مباہلہ کا جواب جلد دینا تھا، اس لئے ۱۹۔اپریل ۱۹۰۷ء کا بھی اسی ہفتہ تیار کیا گیا ہے اس جمع تقدیم کو تقدیم زکوۃ پر...فرمائیں گے)

کرشن قادیانی اور ہم

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں　　　تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۱۷ مارچ (۱۹۰۷ء) کے قادیانی اخبار الحکم میں ایک مضمون نکلا تھا کہ ثناء اللہ امرتسری قسم کھائے کہ مرزا صاحب قادیانی کا کوئی الہام ثابت نہیں۔ اس کا جواب ۲۹ مارچ (۱۹۰۷ء) کے اہل حدیث میں دیا گیا تھا کہ ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔ امرتسر یا بٹالہ میں جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوالو، مگر پہلے یہ بتلاؤ کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا جواب کرشن جی نے اپنے اخباروں (بدر مورخہ ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء میں) جو دیا ہے

ہم اس مضمون کو تمام وکمال سارا نقل کرتے ہیں تا کہ ناظرین کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے۔ مزید آسانی کے لئے ہم نے مضمون منقولہ کے فقروں پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ پس ناظرین ان نمبروں کو دیکھ کر ہمارے جوابات کو نمبروار پڑھتے جائیں اور لطف اٹھائیں۔ قادیانی اڈیٹروں سے بھی توقع ہے کہ وہ ایمان داری سے کام لے کر ہماری طرح ہمارا تمام مضمون نقل کریں گے۔ بہر حال وہ مضمون یہ ہے:

مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا

(حضرت مسیح موعود کے حکم سے لکھا گیا)

مولوی فاضل ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی تازہ تصنیف، قادیان کے آریہ اور ہم، کا ذکر کرتے ہوئے اور آریوں کی قسم کھانے کے متعلق اپنی پرانی عادت کے مطابق بے جا نکتہ چینی کرتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ وار ہیں، سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو تیار ہیں۔ آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوالو۔ مگر پہلے یہ شائع کرادو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا۔

ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ اعلیٰ درجہ کا جھوٹا، مکار اور فریبی ہے اور اس کی کوئی پیش گوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔

مرزائیوں سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے، ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ امرتسر میں نہیں، تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کاروائی ہوگی۔ مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے پہلے کرادو، اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو، سب امت کیلئے کافی نہیں ہوسکتا۔

اس مضمون میں سے بے جا طعن و تشنیع چھوڑ کر جس کے جواب کی ضرورت نہیں، اصل مطلب کی بات صرف یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب، حضرت مسیح موعود کی تکذیب پر ایسا یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ

اس پر خدا تعالیٰ کی قسم کھانے کو تیار ہیں اور اس مباہلہ (۱) کے واسطے حضرت مرزا صاحب (۲) کو بلاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس مباہلہ کے واسطے امرتسر یا بٹالہ میں طرفین کا جمع ہونا تجویز کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کرلیا ہے (۳) وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اور بے شک (۴) یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنة اللہ علی الکاذبین اوراسکے علاوہ ان کو اختیار ہے کہ اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں، خدا سے مانگیں۔لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم وکریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت (۵) میں نہ پڑے، اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں، حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ (۶) چندروز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہوجائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاءاللہ وہ کتاب شائع ہوجاوے گی۔اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ (۷) کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب مولوی ثناءاللہ کو بھیج دی جائے گی، اور وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کردیں گے کہ ہم نے مولوی ثناءاللہ (۸) کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افترا ہے تو لعنة اللہ علی الکاذبین۔ایسا ہی مولوی ثناءاللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کیساتھ یہ لکھ دیں (۹) کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا افترا ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنة اللہ علی الکاذبین۔اور اس کے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب (۱۰) وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں۔ان اشتہارات (۱۱) کے شائع ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کردے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا۔ہاں اتنی بات ہم اس پر اور بڑھا

دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو (۱۲)۔ باقی رہا یہ امر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، مولوی ثناءاللہ کو واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہ تھی (۱۳)۔ مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنة الله علی الکاذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالیٰ نے لعنت کو قائم مقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا ہے جو ایک صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مولوی ثناءاللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت امتحان ان میں سے کسی کو خود دیکھ لے گا (۱۴) ہاں یہ ضروری ہے کہ مباہلہ کی تاثیر کاذب کے لئے ایک ایسے رنگ میں ظاہر ہو کہ جس کو دیکھ کر ایک زمانہ بول اٹھے کہ یہ ایک صادق کی تکذیب کی سزا ہے۔ معمولی تکلیفات یا مکروہات کا لاحق ہو جانا فی الواقع تاثیر مباہلہ نہیں ہوسکتا۔ مولوی ثناءاللہ (۱۵) جو چاہے اپنے لئے کذب کی سزا میں عذاب تجویز کرلے لیکن خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں (۱۶) وہ اپنے مصالح آپ سمجھتا ہے۔ انسانی گورنمنٹ (۱۷) کسی مجرم کو سزا دینے میں مجرم کے منشاء کا لحاظ نہیں کرتی تو وہ احکم الحاکمین خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ پورے کرے۔ فی الواقعہ یہ ایک قسم کی شوخی اور گستاخی ہے کہ ہم قرآن کریم کی آیت مباہلہ کے مقابل تشریحات کے طالب ہوں۔ البتہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناءاللہ (۱۸) نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال لیا تو پھر اللہ تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا ہی نشان ظاہر کریگا جو صدق و کذب کی پوری تمیز کرے گا۔ آخر درخواست کنندگان عرب نے تو اپنے لئے یہ عذاب چاہا تھا کہ ان پر پتھر آسمان سے برسائے جاویں، خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب تو نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیا لیکن پتھر برسانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ دیکھو سورہ انفال، رکوع ۴: و اذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق فامطر علينا حجارة من السماء او أتنا بعذاب اليم۔ اور دراصل مولوی جس صورت میں ہمارے کذب پر علی وجہ البصیرت ایمان رکھتا ہے تو اسے تو مناسب ہے کہ جو شرط ہم کریں وہ قبول کرے (۱۹) اور ہم کو کسی گریز (بزعم خود) کا موقع نہ دے اور وہ منظور کر کے ہم کو اطلاع دے کہ ہم بروقت طیاری کتاب حقیقت الوحی کا ایک نسخہ اس کو بغرض مباہلہ بھیج دیں (۲۰) اور ساتھ ہی لکھ دے کہ کتاب کے پہنچنے پر وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھے گا اور پھر وہ اشتہار مباہلہ میں اعلان کر دے کہ میں قسم کھاتا ہوں (۲۱) کہ میں نے کتاب حقیقۃ

الوحی کوشروع سے آخر تک پڑھ لیا اور میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کومفتری اور فریبی سمجھتا ہوں اور اس کے تمام الہامات اور پیش گوئیوں کو افتراء سمجھتا ہوں اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی آیت کے ماتحت اللہ تعالیٰ مجھے لاوے۔

امید ہے (۲۲) کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کرنے کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی۔ امرتسر (۲۳) یا بٹالہ میں مجمع کرنے کی جو تجویز انہوں نے بمراد حصول شہرت پیش کی ہے اس سے بڑھ کر اس طرح ان کی شہرت ہو جائے گی کیونکہ اشتہار کے اندر جو مباہلہ ہوگا وہ تمام دنیا میں شائع ہو جائے گا اور ہمارے انگریزی رسالہ ریویو کے ذریعہ سے یورپ امریکہ اور جاپان تک بھی مولوی ثناء اللہ کا نام پہنچ جائے گا۔ اس زمانہ میں بہ سبب مطبع اور ڈاک کے ایسے امور میں تشہیر کے لئے میدانوں میں جمع ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اس مباہلہ کی تازہ مثال اس وقت قائم بھی ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوئی کے ساتھ (۲۴) (جو امریکہ کے ملک میں تھا اور مدعی نبوت تھا) حضرت اقدس کا مباہلہ ہوا تھا جس کے بعد اول تو وہ ولد الزنا ثابت ہوا جس کا اقرار اس نے خود بھی کیا، اور پھر اسکے مریدوں نے اس کو تمام جائداد سے بیدخل کر دیا اور بالآخر فالج میں مبتلا ہو کر خستہ وخراب حالت میں مر گیا۔ وہ امریکہ میں تھا اور حضرت قادیان میں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب زمین خدا کی ہے اور سب لوگ اس کے دست تصرف کے نیچے ہیں خواہ کوئی امریکہ میں ہو یا ایشیا میں امرت سر میں ہو یا قادیان میں۔ امید ہے کہ اب اس کے بعد مولوی ثناء اللہ کوئی نیا عذر نہ گھڑیں گے اور حقیقت الوحی کے ملنے اور اس کے تمام وکمال پڑھنے کے بعد فوراً مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیں گے۔ (مولانا پوچھتے ہیں کہ یہ چیلنج دیتے ہو یا میرے چیلنج کو منظور کرتے ہو)

مولوی صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو قرآن کریم نے فتنہ سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ امرت سر یا بٹالہ میں مباہلہ کے لئے جمع ہونا ایک قسم کے فتنہ کو برپا کرنا ہے۔ کیا ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس کا ایام رمضان میں امرت سر آنا مولوی ثناء اللہ کو یاد نہیں رہا اور جو درندگی اس وقت مولوی ثناء اللہ کے اہل وطن سے ظاہر ہوئی تھی اس کو بھول گئے ہیں (مولانا یہاں وضاحتاً لکھتے ہیں کہ دہلی میں مرزا صاحب کی چاہیتی بیوی کے ہم وطنوں سے کیا ظاہر ہوا تھا۔ کانٹے تو ہر جگہ کانٹے ہی کا پھل دیں گے) کیا مولوی ثناء اللہ حفظ امن کا امرتسر یا بٹالہ میں ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ مولوی

مذکور کی جو ذاتی وجاہت ہے اس سے تو ہم خوب واقف ہیں لیکن ایسے مباہلہ میں تو ان کی وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو، جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ کو چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کر دیا۔ کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے۔ مولوی صاحب اگر آپ نے (۲۵) امرت سر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے۔ لیکن اگر آپ اس (۲۶) پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو تو پھر آپ قادیان آ سکتے ہیں اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زادراہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں (مولانا طنزاً فرماتے ہیں کہ میرے پہلے قادیان پہنچنے پر جو آپ نے حسب وعدہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ مجھے دیا تھا، وہی کافی ہے۔ ان پچاس کی بھلا کیا حقیقت ہے) لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاویں اور الفاظ مباہلہ (۲۷) تحریر ہو کر اس تحریر پر فریقین اور ان کے گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے۔ اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقت الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ ضروری ہے (۲۸) کہ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آ سکتا ہے البتہ اپنے آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے۔ اور اس کے قادیان آنے کی صورت میں اس کی جان اور آبرو کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہماری جماعت (۲۹) مثل بھیڑوں کے ہے اور ہمارے تابع ہے اور ان لوگوں کی طرح درندہ نہیں جن کا نمونہ امرتسر میں دیکھا گیا تھا۔

(بدر قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴-۵)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً لکھتے ہیں:

❁ نمبر اول دوم سوم اور چہارم میں آپ نے بالکل سفید جھوٹ سے کام لیا ہے کیونکہ میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ بلکہ آپ نے یا آپ کے حکم سے (بقول آپ کے دیکھو نمبر ۲۹) آپ کے تابعدار مرید اڈیٹر

الحکم نے مجھ کو قسم کھانے کے لئے کہا، جس کو میں نے منظور کیا ہے۔ افسوس ہے کہ میں نے قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہو۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ حلف اور قسم تو ہمیشہ ہر روز عدالتوں میں ہوتی ہے لیکن مباہلہ اس کو کوئی نہیں کہتا۔ پس ہوش سے سنئیے اور مخلوق کو دھوکہ نہ دیجئے۔ میں نے جو کہا ہے وہی کہیے۔ اپنے معمولی کذب سے کام نہ لیجئے۔ یہ نہیں کہ میں آپ سے مباہلہ کرنے سے ڈرتا ہوں۔ معاذ اللہ جب میں آپ کو محض خدا کے واسطے ایک مفسد اور دجال جانتا ہوں، نہ اب بلکہ سال ہا سال سے، تو میں آپ کے مباہلہ سے کیوں ڈر سکتا ہوں۔ یہ تو نہیں بلکہ آپ کو راست گوئی کا سبق دیتا ہوں کہ آپ عموماً ہر معاملہ میں اور خصوصاً میرے مقابلہ پر کذب بیانی نہ کیا کریں کیونکہ میں آپ کے مکائد سمجھنے میں بفضلہٖ تعالیٰ مجتہد کا درجہ رکھتا ہوں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت را مے شناسم

پس میں نے جو کہا وہی میرے طرف ثبت کیجئے، دروغ گوئی سے کام نہ لیجئے۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے، مباہلہ نہیں کہا۔ نہ میں نے آپ کو دعوت دی ہے بلکہ آپ کی دعوت کو منظور کیا ہے۔ نہ میں نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا لکھا تھا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔ قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے راست گوؤں ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں۔

نمبر ۵، میں بھی آپ نے معمولی کذب سے کام لیا ہے۔ بھلا اگر آپ ایسے ہی رحم دل تھے تو پادری عبداللہ آتھم کی بابت کیوں کہا تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ کیوں آپ نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اسکے بے گناہ داماد کی موت کی پیش گوئی شائع کی تھی؟ ہاں ہم تمہاری اس مہربانی کا گر بھی جانتے ہیں کہ گورنمنٹ سے چونکہ تحریری اقرار ہے کہ میں (مرزا) کسی کے حق میں موت یا عذاب کی پیش گوئی نہ کرونگا اس لئے اب رحمت اور مہربانی کی سوجھی ہے سچ ہے: عصمت بی بی ست از بے چادری

نمبر ۶ کے مطابق بھی ہم تیار ہیں مگر نمبر ۷ میں جو آپ دلائل سنانے کا وعدہ دیتے ہیں، کیا اس قسم کے وعدے آپ نے پہلے نہیں کئے تھے کیا آپ کو یاد نہیں کہ شروع شروع میں آپ نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام

کے انتظار کرنے کے لئے کیسے کیسے اشتہارات شائع کئے مگر جب وہ نکل آیا تو کیا نکلا۔ وہی بقول شخصے:

جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

نمبر ۸ میں بھی آپ نے اپنے دجال ہونے کا ثبوت دیا۔ خواہ مخواہ اپنی قسم کا ذکر کر دیا۔ اے جناب ہم نے آپ کو کب قسم اٹھانے کے لئے کہا۔ ہم تو نہ آپ کو قسم کھلاتے ہیں نہ آپ کی قسم کا اعتبار کرتے ہیں۔ خواہ آپ تپتے توے پر... رکھ دیں۔ ہمیں تو قرآن میں آپ کی قسم پر اعتبار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر ہم آپ کو کیوں قسم دیں اور کیوں اعتبار کریں۔ ہاں آپ نے ہم کو قسم کھانے کے لئے کہا ہے اس لئے ہم تمہارے کہنے سے قسم کھانے کو تیار ہیں۔

نمبر ۹ بھی فضول ہے۔ ہم تو اسی وعدے پر قائم ہیں جو ہم نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں شائع کیا ہے جس کو آپ نے بھی منظور کیا۔ زاید باتوں کو ہم آپ کی فضول گوئی جانتے ہیں۔ جب آپ کی کتاب نکلے گی تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔ سر دست تو جہاں سے بات چلی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق (دیکھو الحکم قادیان ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء) ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔ قسم کے الفاظ بھی ہم نے لکھ دیئے ہیں اور آپ نے منظور کر لئے ہیں۔ باقی فضول۔

نمبر ۱۰ میں تو آپ مجھ کو عذاب کی تعیین کا اختیار دیتے ہیں مگر نمبر ۱۷ میں اس اختیار کو چھینتے ہیں، کیونکہ آپ لکھتے ہیں، خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ کو پورا کرے۔ پس اس اختلاف کو جو بموجب تعلیم قرآن جھوٹ کی علامت ہے آپ اٹھا دیں گے تو میں بھی حسب (نمبر ۱۰) آپ کو عذاب کی تعیین سے اطلاع دونگا۔

نمبر ۱۱ میں آپ فیصلے کے منتظر ہیں۔ کیا ابھی آپ کا اور آپ کے مخالفوں کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اگر نہیں ہوا تو پھر آپ کے دجال اور کذاب مردود وغیرہ ہونے میں کیا شک ہے کیونکہ آپ نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو خود ہی اشتہار دیا تھا جس میں یہ دعا لکھی تھی:

اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں؟ سے کچلا گیا ہے دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر کہ اگر

میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں، تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے، کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء)

یہ دعا بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مرزا صاحب کوئی ایسا نشان مانگتے ہیں جس سے ان کا اور انکے مخالفوں کا بکلی فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ بقول آپ کے ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا، بلکہ اشتہارات شائع ہونے پر آئندہ کو ہوگا۔ پھر ساتھ ہی اس کے اس دعا کے پورا ہو جانے کی صورت میں آپ نے اپنے لئے یہ فرمایا تھا کہ:

اگر تو (اے خدا) تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بیدین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں، تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا۔ اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں کا مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بیدین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے (اشتہار مذکور)

کیا مرزا جی! واقعی آپ ایسے ہی ہیں؟ یہ ترقی آپ کو مبارک ہو۔

نمبر ۱۲ میں آپ انسانی ہاتھ کی بے دخلی مانتے ہیں مگر پنڈت لیکھرام کو جب کسی انسان نے قتل کیا تو آپ نے اس کو کیوں اپنا نشان لکھا تھا اور اب بھی لکھ رہے ہیں۔

نمبر ۱۳۔ اگر مباہلہ ہوتا تو شائد ضرورت نہ ہوتی، مگر مباہلہ تو ہے نہیں، بلکہ آپ نے حسب درخواست میری طرف سے قسم کھانے پر آمادگی ہے، اس لئے اس عذاب کی تعیین کرا لینا آیت مباہلہ کے خلاف نہیں۔ علاوہ اس کے میں حضرت (مرزا) کا مزاج شناس ہوں۔ آپ وہی تو ہیں جو آتھم کی بابت لکھ چکے تھے کہ پندرہ ماہ میں مر جائے گا۔ مگر جب نہ مرا تو کہہ دیا کہ دل میں ڈر گیا ہے۔ پنڈت لیکھرام کی بابت لکھا تھا کہ خرق عادت عذاب اس پر آئے گا، مگر جب وہ معمولی طور پر چھری سے مارا گیا تو آپ نے اپنی سچائی کا اظہار کیا۔ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی بابت لکھا تھا کہ تیرہ ماہ میں ذلیل وخوار ہوگا۔ جب مدت گذر گئی تو لکھ مارا کہ چونکہ اس (مولوی محمد حسین صاحب) نے عجبت کا صلہ لام غلط لکھا ہے اس لئے وہ ذلیل ہو گیا۔ سرکار سے اس کو

چار مربع زمین ملی اس لئے وہ ذلیل ہو گیا۔ حالانکہ پہلی بات کی مولوی صاحب تکذیب کرتے ہیں اور دوسری بات تو جیسی ذلت کی ہے خدا ہم کو بھی نصیب کرے۔ پھر میری بابت لکھا کہ تو قادیان میں نہ آئے گا لیکن جب میں بلائے بے درمان کی طرح جا پہنچا، تو بات بنائی کہ نیک نیتی سے نہیں آیا۔ اپنی آسمانی منکوحہ کے نکاح کا الہام شائع کیا جب مدت گذر گئی تو کہا چونکہ اس کے متعلقین دل میں ڈر گئے اس لئے تاخیر واقع ہوگئی۔ غرض اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں پھر کیا یہ سوال بے جا ہے کہ آپ سے پوچھا جائے کہ وہ عذاب کیا ہوگا۔ کیا یہ مثل غلط ہے من جرّب المجرّب حلت به الندامة۔ اسی لئے میں پوچھتا ہوں کہ حلف اٹھانے پر میرے لئے عذاب کی تعیین کر دیجئے۔ پس آپ دعا کر کے خدا سے اس عذاب کا علم حاصل کریں کیونکہ آپ تو (بقول خود) بڑے مستجاب الدعوات ہیں خصوصاً دشمنوں کے حق میں آپ کی دعا ردّ نہیں ہوتی (دیکھو اپنا ازالہ اوہام طبع اول) آپ کو خدا نے کہا، جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ ہے۔ آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ: مجھے بارہا مخاطب کر کے خدا فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنونگا۔ (دیکھو اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ملحق تریاق القلوب) یہ بھی آپ کا الہام ہے الفوق معك و التحت مع اعداءك۔ یعنی تو ہمیشہ بلند رہے گا اور تیرے مخالف ہمیشہ نیچے رہیں گے (دافع البلاء)۔ پس آپ کو کیا مشکل ہے کہ آپ اس حلف کے نتیجہ سے مجھے ابھی اطلاع نہ بخشیں اور مخلوق خدا کو اپنی محبت سے فیض یاب ہونے کا موقع دیں لیکن میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی ایسا نہ کریں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اہل حدیث کا مقابلہ آسان نہیں

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

نمبر ۱۴ میں جو آپ نے فرمایا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ پکے کاذب اور دجال ہیں کیونکہ صوفی عبدالحق غزنوی سے جو آپ نے مباہلہ کیا تھا اس کے بعد جو جو ذلتیں آپ پر وارد ہوئی تھیں ایک زمانہ بول اٹھا تھا کہ:

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

آتھم کے زندہ رہنے پر جو جو لعنتیں تم پر پڑی تھیں وہ مباہلہ ہی کا اثر تھا۔ ورنہ تم ہی بتلاؤ کہ عبدالحق پر

کون سی ایسی ذلت آئی جس کی نسبت ایک زمانہ بول اٹھا کہ یہ مباہلہ کا اثر ہے۔

نمبر ۱۵ کا ردّ آپ نے نمبر ۱۷ میں خود ہی کر دیا ہے۔ مرزائیو! یہی تمہارا مہدی ہے اور یہی تمہارا کرشن گوپال اور یہی تمہارا سلطان القلم ہے جو ایک ہی سطر میں تو مجھے اختیار دیتا ہے کہ جو عذاب چاہوں مانگوں جس کا مطلب صاف ہے کہ جو عذاب مانگوں گا وہی آئے گا تب ہی تو فیصلہ ہوگا، پھر ساتھ ہی لکھتا ہے کہ خدا کسی کا منشاء پورا نہیں کیا کرتا۔ یہ اس لئے کہا کہ اگر وہ عذاب نہ آیا تو کہدونگا کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ خدا کسی کا منشا پورا نہیں کیا کرتا۔ سچ ہے:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں مطلب دونوں

نمبر ۱۸ بھی نمبر ۱۵ کے برخلاف ہے کیونکہ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ منہ مانگا عذاب نہیں ملتا۔ پس میں کیوں اپنے منہ سے عذاب کی تعیین کروں۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ہی اس عذاب کی تعیین کر دیں کیونکہ آپ خود مانتے ہیں اور قرآن سے ثبوت دیتے ہیں کہ خدا کسی مجرم کو منہ مانگا عذاب نہیں دیتا۔ پھر کیوں کہتے ہو کہ عذاب کی تعیین میں کروں۔ مرزائیو! تم بھی اس خبطی کو نہیں پوچھتے کہ کیا کہتا ہے۔

نمبر ۱۹ میں بھی آپ نے اپنے معمولی کذب سے کام لیا ہے اور اپنے دام افتادوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالی ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ آپ کے اخبار میں مجھ کو قسم کھانے کی بابت کہا گیا، میں نے منظور کیا، مگر اس شرط پر کہ اس حلف کے نتیجہ سے اطلاع دیں۔ اب اس کے بعد آپ نے میری اس تحریر کی منظوری دی۔ بتلایئے شرط ہماری طرف سے، تھی یا آپ کی طرف سے۔ ہماری تجویز کو منظور کرنا گویا ہماری شرط کو بھی منظور کرنا ہے۔ باقی یہ کہ آپ کو بھاگنے نہ دیں یہ ہم سے کیونکر ہو سکتا ہے، شیروں کو تو قابو کیا جا سکتا ہے مگر گیدڑوں کو کون قابو کرے جن کے لئے سب راہیں کھلی ہیں۔ ورنہ دانا سمجھ سکتے ہیں کہ بات صرف دو حرفہ ہے کہ آپ نے ہم کو قسم کھانے کے لئے کہا ہم نے آپ کی دعوت قبول کی مگر حلف کے نتیجہ سے اطلاع چاہی۔ پس آپ فرما دیجئے

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

نمبر۲۰۔ بے شک بھیجئے، مگر یقین نہیں کہ آپ اس وعدے کو بھی سچا کریں کیونکہ رسالہ انجام آتھم میں بھی آپ نے یہی لکھا تھا کہ جن لوگوں کو اس میں مباہلہ کی دعوت ہے ان کو یہ کتاب بھیجی گئی ہے جس کو نہ پہنچی ہو وہ اطلاع دے تو دوبارہ رجسٹری کرا کر بھیجی جائے گی۔ مگر میں نے نہ پہنچنے کی اطلاع کی تاہم کتاب نہ پہنچی۔ یہ تو ہیں آپ کے وعدے۔ سچ ہے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

نمبر۲۱۔ یہ ایک نئی تجویز ہے جب کتاب چھپ کر ہمارے پاس آئے گی تو اس وقت اس کا جواب دیا جائے گا۔ سردست تو آپ کی دعوت کے مطابق ہم قسم کھانے کو تیار ہیں پس آیئے اور تشریف لایئے۔

نمبر۲۲۔ بے شک میں نے جس طرح آپ کی تجویز کو منظور کیا ہے اس سے مجھے کسی طرح انکار نہیں۔ یاد رکھو کہ میں کون ہوں؟

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت و اذا نطقت فاننی الجوزاء

نمبر۲۳۔ اس میں بھی آپ نے غلط بیانی سے کام لیا۔ بھلا میرے جیسے آدمی کو جو محض خدا کے فضل و کرم سے ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک جلسوں مناظروں میں بلایا جاتا ہے، اس کو امرتسر یا بٹالہ میں شہرت کی خواہش ہوسکتی ہے؟ ہاں میں آپ کو بتاؤں کہ میں نے ان دو مقاموں کو کیوں منتخب کیا؟ امرتسر کو تو اس لئے کہ ایک دفعہ پہلے آپ کا مباہلہ اس شہر میں ہو چکا ہے نیز مجھے اس میں آرام بھی ہے کیونکہ میرا شہر ہے نہ کہیں جانا نہ آنا۔ بٹالہ کو اس لئے منتخب کیا کہ میرے اور آپ کے درمیان میں ہے اور آپ خود ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں بغرض مباحثہ بٹالہ کو منتخب کر چکے ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ میں نے بھی بٹالہ کو منتخب کیا اگر اس انتخاب میں کوئی شہرت پسندی ہے تو اس کی ابتداء بھی آپ ہی سے ہے۔ اگر اب فساد کا خطرہ ہے تو ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء میں جبکہ آپ نے خود ہی بٹالہ کو منتخب کیا تھا فساد کا خطرہ نہ تھا؟ کیا ہی خبط ہے۔

نمبر۲۴۔ میں آپ نے محض جھوٹ اور سراسر کذب سے کام لیا ہے سچے ہو تو اس مباہلہ کے الفاظ نقل کرو اور بتاؤ کہ ڈوئی نے تمہارے مقابلہ پر کیا کہا تھا۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ اہل حدیث تمہارے اس قسم کے

کذب کئی ایک دفعہ ظاہر کر چکا ہے مولوی غلام دستگیر مرحوم اور مولوی اسماعیل مرحوم کی بابت جو تقاضا ان کے مباہلہ کا تم پر مدت سے کیا جاتا ہے اس پر مسٹر ڈوئی والے مباہلہ کا تقاضا مزید ہے۔ بس سچے ہو تو اس مباہلہ کو اصلی الفاظ میں شائع کرو ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین

❁ نمبر ۲۵۔ اس کا جواب پہلے آ چکا ہے کہ بٹالہ کا انتخاب آپ ہی نے کیا ہوا ہے۔

❁ نمبر ۲۶۔ کیا آپ کی طرح قادیان میں آنے پر مجھے خطرہ نہیں۔ تاہم بٹالہ میں نہ آنے کی کوئی معقول وجہ بتلا دیں گے تو میں قادیان میں بھی آ جاؤنگا۔ کیا آپ کو میرا پہلے ایک دفعہ قادیان پر حملہ آور ہونا یاد نہیں۔ اگر تمہیں ذرہ بھی شرم و حیا ہوتی تو تم مجھ کو قادیان میں کبھی نہ بلاتے۔ ہندوستان کے ہندو سلطان محمود غزنوی مرحوم کے حملات بھول جائیں تو تعجب نہیں مگر آپ کو میرا قادیان پہنچنا نہ بھولنا چاہیے۔

❁ نمبر ۲۷۔ بے شک الفاظ مباہلہ مقرر ہو چکے ہیں جن پر ہم نے تمہارے ہی منقولہ مضمون میں خط دے دیا ہے جن کو تم نے بھی منظور کر لیا ہے

❁ نمبر ۲۸۔ بے شک اپنی سچائی کے دلائل سنایئے لیکن یہ تو بتلایئے کہ وہ دلائل ایسے ہی ہوں گے جو آج تک آپ نے تمام ملک شائع کئے ہیں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے

قلم تیرا ہوا جب آشنا گوہر فشانی سے
عبارت کو سبک دوشی ہوئی بارِ معانی سے

یا کوئی ایسے دلائل ہیں جو ابھی تک خاص میرے ہی لئے ریزور (محفوظ) کر رکھے ہیں۔ اگر کوئی خاص دلائل ہیں تو میں بخوشی سنونگا اور اعتراض بھی کرونگا کیونکہ ازالہ اوہام میں آپ نے مباہلہ سے پہلے مباحثہ ہونا ضروری لکھا ہے۔ پس حسب تجویز آپ کے میں آپ سے مباحثہ بھی کرونگا مگر خطرہ ہے کہ آپ کو اس وقت کوئی الہام نہ ہو جاوے کہ مجھے خدا نے مباہلہ سے منع کر دیا ہے جیسا کہ میرے قادیان پہنچنے پر آپ نے کہہ دیا تھا۔

❁ نمبر ۲۹۔ کیسا سفید جھوٹ ہے، تمہاری جماعت کے اکثر لوگ بھیڑیں نہیں بھیڑیئے ہیں، بد خلق ہیں، خود غرض ہیں، سفلہ ہیں، دل آزار ہیں، بدتہذیب ہیں، کمینہ ہیں، متکبر ہیں، کینہ توز ہیں۔ ہم نہیں کہتے تم خود کہتے ہو۔ غور سے سنو تمہارا ہی کلام سناتا ہوں اور تمہیں کو شہادت میں پیش کرتا ہوں۔ آپ اشتہار التواء جلسہ

۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں:

مولوی نورالدین صاحب بارہا مجھ سے تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بعض حضرات ایسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے اسلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آئیں اور انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خودغرضی کی بنا پر لڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ (اشتہار مذکور)

مرزائیو! تمہارے پیر بلکہ پیغمبر صاحب نے تم کو یہ اچھا سرٹیفکیٹ دیا ہے، تم کو مبارک ہو۔

مختصر یہ ہے کہ جہاں سے بات چلی ہے اس کو یاد کیجئے۔ اس کے مطابق ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔ مگر پہلے یہ بتادو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیونکہ تمہارا تجربہ ہو چکا ہے کہ تم معمولی واقعات کو اپنی پیش گوئی کی صداقت بتلایا کرتے ہو اسلئے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے زکام ہوگا یا نکسیر پھوٹے تو آپ اسی کو اپنی صداقت کا انسانی ہاتھوں سے بالا آسمانی نشان بنالیں۔ میں آپکی ان چال بازیوں سے خوب واقف ہوں:

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ۲۴ جلد ۴۔ مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔ ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۔۷)

مرزا قادیانی کے استفسار کا جواب

مرزا صاحب نے اخبار بدر مورخہ ۲ مئی میں ایک مضمون لکھا ہے جو ہمارے خیال میں ہم میں اور ان میں فیصلہ کن ہے امید ہے مرزا صاحب اس دعوی پر قائم رہ کر ہمیشہ کی چخ چخ اور مسلمانوں میں آئے دن کے

فسادات کو بند کردیں گے ناظرین کو پہلے مرزا صاحب کا استفسار سناتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں؛

مخالفوں سے ایک استفسار

دنیا کے ملوک اور سلاطین میں یہ رسم ہے کہ جب ان کا کوئی غضب کسی شہر کا پر نازل ہوتا ہے اور اس شہر کے باشندوں کے قتل کے لئے عام حکم دیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی شخص کو اس سلطنت سے خاص تعلق ہوتے ہیں تو اس شخص اور اس کے عیال اطفال کی نسبت فرمان شاہی صادر ہوجاتا ہے کہ اس شخص کے مال اور عزت اور جاہ پر کوئی شاہی سپاہی حملہ نہ کرے ایسا ہی حضرت جل شانہ کی عادت میں داخل ہے کہ جس شخص کو اس جناب میں کوئی تعلق عبودیت ہے تو اس زمانہ میں جب قہر اور غضب الٰہی زمین پر نازل ہوتا ہے اور ایک عام قتل کا حکم نافذ ہوتا ہے تب ملائک کو جناب حضرت عزت جل شانہ سے فہمائش کی جاتی ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں بس یہی بھید ہے کہ جب عام طاعون دنیا پر نازل کی گئی تو اسی ابتدائی زمانہ میں جب اس ملک میں طاعون شروع ہوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا انی ا حافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس ہو رہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس وقت میں لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر گذر گئے، لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا ۔

یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے لیکن ان کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے ۔ اب بھی اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ یہ انسان کا افتراء ہے یا یہ خدا کا کلام نہیں تو اسے چاہیے کہ ایسا ہی افتراء وہ بھی شائع کرے یا قسم کھا کر یہ شائع کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ خدائے قدیر ضرور اس کو اس بے باکی کا جواب دے گا۔ اگر تم مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیر کرو تو تمام دنیا میں تمہیں کوئی ایسا ملہم نہیں ملے گا کہ خدا نے اسکو طاعون کی نسبت یہ تسلی دی ہو کہ اس کے گھر میں نہیں آئے گی چاہیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور ہندو اور عیسائی ضرور اس بات کا جواب دیں والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ میرزا غلام احمد مسیح موعود

اس مضمون میں صرف ایک فقرہ تشریح طلب ہے یعنی گھر کی چار دیواری والا، سو اس کی تشریح کرنے

کوہم مرزا صاحب ہی کا کلام پیش کرتے ہیں جو اسی الہام کی تشریح میں ہے۔ آپ اپنے مستند رسالہ کشتی نوح کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں:

پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ میرے اس گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالی کے کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤ نگا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودو باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

اس تشریح سے اس الہام کا مطلب صاف کھل گیا کہ مرزا صاحب کا کوئی پیرو طاعون سے نہیں مرے گا، تو کیا یہ سچ ہے کہ کوئی نہیں مرا؟ قادیان میں البدر کا اڈیٹر محمد افضل جو فنا فی المرزا تھا طاعون کی نذر نہیں ہوا؟ جہلم میں مولوی برہان الدین طاعون سے نہیں مرا؟ قادیان میں قاضی امیر حسین کا جوان لڑکا طاعون کا شکار نہیں ہوا؟ جس کے جنازہ کو کسی رزائی نے ہاتھ نہ لگایا تو اس نے مرزا کے سامنے آن کر کہا کہ آپ کے مرید تو کافروں سے بدتر ہیں جس پر مرزا جی نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی جو بدر مورخہ ۲ مئی ۱۹۰۵ء میں چھپی تھی۔ جس کا شروع یوں ہے:

اس وقت تمام جماعت کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری پوری ہمدردی اور اخوت اسلامی کا سلوک کرنا چاہیے۔

پھر آپ نے ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے الحکم میں مرزائی طاعونی مردوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کی ہدایات کیوں کیں کہ جنازہ گاڑی پر رکھ کر لے جاؤ سو گز کے فاصلہ پر دور رہو یہ کرو وہ کرو۔ بتلاؤ یہ کیوں کیا؟

امرتسر کے مرزائیو! تم بھی بھول گئے ہو کہ تمہارے درمیان ایک مرزائی بڑا بولنے اور لڑنے جھگڑنے والا ساکن کٹرہ جیمل سنگھ کو چہ منٹواں کیوں طاعون سے مرا تھا؟ پچھلے ہفتہ تک جن مرزائی طاعون زدوں کا ذکر اہل حدیث میں لکھا گیا ہے ان کے علاوہ تازہ خبر لاہور کی سنو! کہ حکیم فضل الٰہی جو بڑا سخت مرزائی تھا یکم مئی کو طاعون سے چل بسا۔ مولوی نور احمد ساکن لودی ننگل ضلع گورداسپور کی بیوی بھی طاعون سے مرگئی

اب ہم مرزا مرزا جی کے اس فقرہ کے معنی ان سے پوچھتے ہیں جو آپ نے لکھا ہے:

اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو وہ بھی طاعون سے محفوظ رہا،

اس قاعدہ کے مطابق یہ مرزائی مردے کون ٹھہرے، آدمی یا کتے، یا کتوں سے بدتر۔ ہم کچھ نہیں کہتے ،آپ ہی فیصلہ کریں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۰۷ء ص ۶۔۷)

مرزا قادیانی خود جواب دیں

جناب نے میری بابت دعا شائع کی ہے کہ تو میری زندگی ہی میں طاعون یا ہیضہ سے مر جائے گا اس کے جوابات تو کئی ایک بذریعہ اخبارات میں نے دیئے ہیں مگر ایک خاص بات آپ سے دریافت طلب ہے جو ان جوابات میں نہ آسکی، اسلئے عرض خدمت ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کا دعوی ہے کہ جتنے لوگوں نے آپ سے مباہلہ کیا ہے سب ہلاک ہو گئے ہیں چنانچہ آپ کے اصل الفاظ مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء یہ ہیں؛ جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے خدا تعالی نے سب کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ جہاں تک مجھے یاد ہے اور پبلک کو معلوم ہے صرف مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے امرتسر میں آپ کا مباہلہ ہوا تھا جو آج تک اچھی طرح زندہ ہیں تنومند ہیں بلکہ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ اس بات کے دل سے متمنی ہیں کہ کبھی موقعہ بنے تو آپ سے کشتی لڑ کر ادھر یا ادھر معاملہ یک سو کر دیں خیر اس کی بابت تا آپ یا آپ کے ہم خیال کہہ سکتے ہیں کہ میرا ذاتی خیال ہے لیکن اس میں تو شک نہیں کہ مولوی عبدالحق مباہل آج تک زندہ ہے پھر آپ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے کہ مباہلہ کرنے والے سب مر گئے۔ مجھے اس سوال کے کرنے کی ضرورت اس لئے ہوئی ہے کہ اسی قسم کی پیش گوئی یا دعا آپ نے میری نسبت بھی شائع کر دی ہے تو مہربانی کر کے اس سے اطلاع دیں کہ میری ہلاکت کی پیش گوئی یا دعا بھی اسی قسم کی ہلاکت ہے جو مولوی عبدالحق غزنوی پر آئی ہے یا کچھ اور مراد ہے۔

مرزائیو! جی چاہتا ہے کہ ایک سوال تم سے بھی کروں۔ کیا تمہارا ایمان اور کانشنس اس مرزائی کلام کو

صحیح جانتا ہے جو مرزا جی نے دعوی کیا ہے کہ مباہلہ کرنے والے سب مر گئے۔ اول تو سوائے مولوی عبدالحق غزنوی کے کسی نے مباہلہ ہی نہیں کیا اور اگر کیا بھی ہے تو مولوی عبدالحق غزنوی کی زندگی تک کل کا لفظ کیسے صحیح ہوسکتا ہے

اگر تمہیں علم نہ ہو تو اپنے کسی عام فاضل حکیم طبیب سے پوچھو کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے یا کچھ اور، اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے یا نہیں۔ اگر تم میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف اور ماشہ کا ہزارواں حصہ شرم وحیا ہو تو کرشن قادیانی کے اتنے ہی دعوی سے اس کا کذب تم پر واضح ہوسکتا ہے مگر افسوس ہے کہ تم لوگوں نے اپنی باگ ایسے شخص کے ہاتھ میں دے رکھی ہے جو تم کو بہت بری طرح نچاتا ہے مگر یاد رکھو اہل حدیث تمہارا دلی خیر خواہ ہے اسلیئے تمہاری اور تمہارے گرو کی ناراضگی کی پرواہ نہ کر کے بھی تم کو سمجھاتا رہتا ہے کہ:

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ۔ گر کافر گبر وبت پرستی بازآ

(ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء ص ۱۔۲)

قادیانی کھسیانی بلی

قادیانی کرشن اور اس کی پارٹی کو جو اہل حدیث سے صدمہ پہنچتا ہے اسکا اندازہ کرشن جی کے اشتہار متضمن پیش گوئی مندرجہ اہل حدیث ۲۶۔اپریل سے ظاہر ہوسکتا ہے اسلیئے وہ اب اہل حدیث کے مواخذات شدیدہ سے تنگ آکر ۱۷مئی کے اہل حدیث کے ایک مضمون کی نسبت گورنمنٹ اور مسلمانوں کو اکساتے ہیں چنانچہ الحکم کے اڈیٹر نے اپنی معمولی عادت کے موافق ۳۱مئی کے پرچہ میں بہت ساز ہر اگلا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی جیسی ذی علم گورنمنٹ کے پاس اپنی عادت کے مطابق اہل حدیث کے مضامین کی تحریف کر کے چغلی کرتا ہے لیکن اسکو معلوم نہیں کہ گورنمنٹ خوب جانتی ہ کہ تمہاری ہمیشہ سے عادت ہے کہ تم مخالف کے کلام کو الٹا لباس پہنا کر دکھایا کرتے ہو مولوی غلام دستگیر مولوی محمد اسماعیل ڈاکٹر ڈوئی وغیرہ کے

واقعات پبلک نہیں بھولی چنانچہ اس مضمون میں بھی اس غدار نے ایسا ہی کیا ہے۔ اہل حدیث میں ہم نے ہندوؤں کی شورش کو بلی کے مقابلہ پر چوہوں کی کمیٹی سے تشبیہہ دی تھی جسکا مطلب صاف ہے کہ جس طرح بلی کے مقابلہ میں چوہا کمزور ہے اسی طرح گورنمنٹ کے مقابلہ پر رعایا بالکل بے دست وپا ہے جس طرح چوہوں کا اجتماع بلی کے مقابلہ پر کچھ نہیں اسی طرح ہندو پارٹی کا ایجی ٹیشن گورنمنٹ کی قوت کے مقابلہ پر کچھ نہیں مگر اس صاف وسیدھے کلام کا مطلب دجالی آرگن لکھتا ہے کہ اہل حدیث نے گورنمنٹ کو ایک بلی بنایا ہے جو معاذ اللہ مکر وفریب سے گھات لگا کر ہندوستانیوں کو ہڑپ کررہی ہے۔، واہ رے تیری لیاقت۔ خیر اہل حدیث نے تو جو لکھا ہے وہ ساف ہے کہ زوردار اور کمزور کی تمثیل ہے مگر تم تو بتلاؤ کہ تمہارے گرو نے جو گورنمنٹ کو دجال اور یاجوج ماجوج لکھا ہے (دیکھو ازالہ طبع اول۔ ص ۶۸۵) اور آپ خیریت سے مسیح بنتے ہیں حالانکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح دجال کو قتل کرکے اس پر غالب آئے گا اور اسی حدیث کی سند پر وہ مسیح بنتا ہے تو کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ تمہارے ارادے خطرناک ہیں صاف کہنا اگرچہ صاف اور سچ کہنے کی تم لوگوں کو عادت نہیں۔ ایسا ہی لالہ لاجپت رائے سے ہمدردی کرنے کا الزام بھی تمہارا ایک فضول اور بیہودہ بکواس ہے۔ ہم لالہ لاجپت رائے سے ان کی لیاقت کے لحاظ سے ہمدردی کریں گے نہ کہ ان کے اس کام میں جس میں وہ ماخوذ ہیں۔ اسی طرح تمہارے اور ہذیان بی فضول ہیں جب کہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کا اہل حدیث موجود ہے تو گورنمنٹ اس کے مضامین کو خود دیکھ سکتی ہے۔ او نادان! اہل حدیث نے اگر گورنمبٹ کو ممالک اسلامیہ کے نقصانات پر توجہ دلائی تو کون سا جرم کیا جب کہ گذشتہ ایام میں جلسہ کر کر کے گورنمنٹ کو تاروں پر تار دیئے جاتے تھے کہ گورنمنٹ انگریزی سلطان المعظم سے بگاڑنے میں مسلمانوں کی فیلنگ کا خیال رکھے مگر چونکہ تم ہمیشہ سے مسلمانوں کے بدخواہ ہو اور تمہارا گروہ محض منافقانہ زبان سے مکہ اور مدینہ پر بھی انگریزی جھنڈا دیکھنے کا متمنی ہے اسلئے تم اہل حدیث کے برخلاف گورنمنٹ کو اکساتے ہو۔ او ظالم! تم وہی تو ہو جو ہمیشہ لکھا کرتے ہو کہ مسلمان خونی مہدی کے منتظر ہیں اور ہم اس کے منکر ہیں، آج تم مسلمانوں کے ... لگنے کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو اہل حدیث کے برخلاف جلسہ کرنے کی رائے دیتے ہو۔ بقول سعدی مرحوم لودھانوی:

مسلمانوں سے تجھ کو واسطہ کیا   پڑا کھلا نبیء تام مرزا

تم مسلمانوں کے کیا لگتے ہو۔ یادرکھو مسلمان ایسے عقل سے خالی نہیں کہ تمہارے جیسے دشمن کے کہنے میں آجائیں۔

دشمنان کہن دوستانِ نوکردن۔ بدست دیو بود عقل راگرو کردن

باقی حسب ضرورت)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جون ۱۹۰۷ء ص ۹)

قادیانی کرشن جی جان چھڑاتے ہیں

الا یا ایھا الساقی ادر کا ساً و نا ولھا

کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلھا

کرشن جی نے خاکسار کو مباہلہ کے لئے بلایا جس کا جواب اہل حدیث ۱۹؟ اپریل میں مفصل دیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں حسب اقرار خود تمہارے کذب پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم پہلے یہ بتادو کہ اس حلف کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں کرشن جی نے ایک اشتہار دیا جو بقول شخصے سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ اس اشتہار کو اہل حدیث میں درج کرنے کی ہم سے درخواست کی ہے۔ ہماری تو پہلے ہی سے عادت ہے کہ ہم مرزائیوں اور غداروں؟ کی طرح مخالف کے کلام میں تصرف نہیں کیا کرتے یہ تو کرشن جی وغیرہ کی عادت ہے کہ اپنے مخالف کے کلام کو پورا نقل نہیں کرتے بلکہ اس میں تصرف بے جا اور ریعنی در ریعنی لگا کر ایسا بگاڑتے ہیں کہ یہودیوں کے بھی کان کترجاتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی مرحومین کا قصہ ملاحظہ کرو۔ بہرحال کرشن قادیانی کا اشتیار یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے

پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی (۱) اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسیطاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت

ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین ۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاه الله و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

(۱) آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کر رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو!

من کان فی الضّلا لة فلیمدد له الر حمن مدّاً (پارہ١٦: ع ٨) ؛ اور انّما نملی لهم لیز دادوا اثماً (پ ۴: ع ۹)؛ اور و یمدّ هم فی طغیا نهم یعمهو ن (پ ۱: ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں ۔ اور سنو :لمتّعنا هؤلا ء و آ باء هم حتی طال علیهم العمر (پ١٧: ع ١٤) جن سے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے، تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں ۔ پھر کیسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں

کو بہت عمر نہیں ملتی، کیوں نہ ہو؟ دعویٰ تو مسیح، کرشن، اور محمد، احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت۔ ذلك مبلغهم من العلم ۔ (نائب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

اس کے بعد اس اشتہار کے جواب میں مولانا امرتسریؒ کی تحریر نقل کی ہے جو یوں ہے:

اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون ہیضہ وغیرہ سے مر جائے۔ اس میں آپ نے کئی طرح سے دجل و فریب سے کام لیا ہے:

اول۔ یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

دوم۔ یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مر گئے تو تمہارے دام افتادہ خس کم جہاں پاک کہہ کر یہ عذر کریں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا، بلکہ محض دعا تھی۔ یہ بھی کہہ دیں گے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہ ہوئی۔ بلکہ وہ آپ (مرزا) ہی کی دعاؤں میں بہت سی مثالیں دے دیں گے کہ قبول نہ ہوئیں۔ آپ (مرزا) نے تین سال کے اندر فیصلہ ہو جانے کی دعا کی تھی، جو قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر، مردود، کذاب اور دجال سمجھوں گا جس کی تفصیل گذشتہ نمبر میں ہو چکی ہے۔

سوم۔ یہ کہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے؟ جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم، مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح سے مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا؟ (ان تینوں کے متعلق آئندہ کسی پرچہ میں ہم ایک مفصل مضمون لکھیں گے جس میں آپ کا اور آپ کے دام افتادوں کا بخیہ ادھیڑیں گے انشاءاللہ) ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم۔ آپ نے بڑی چالاکی یہ کی کہ دیکھا ان دنوں طاعون کی شدت ہے، خصوصاً پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے۔ بالخصوص پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں، جو امرتسر سے بہت قریب ہے، یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہر ایک شخص طاعون سے خائف ہے۔ اور کوئی آج اگر ہے تو

کل کا اعتبار نہیں ۔ اور دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ وہ ہے، تو یہ نہیں ۔ یہ ہے، تو وہ نہیں ۔ ایسے وقت میں طاعون ہیضہ وغیرہ موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے ۔ جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے ۔ کون میرے کذب پر مجھے الزام دے گا۔ اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے ۔ یوں ہی چال تمہاری ہے کہ اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہو گئے تو کوئی قبر پر لات مارنے آئے گا؟ ۔

پنجم ۔ تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف کے ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں ۔ پھر وہ کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے ۔

ششم ۔ آپ نے ایک چالا کی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی مگر اخیر میں آ کر یہ بھی کہہ دیا کہ: یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو، مبتلا کر ۔

اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض وہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیش گوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنالی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروز پور تک چلا گیا اور چھپ کر رہا، پس یہی موت کے برابر ہے ۔

ہفتم ۔ آپ نے پہلے اپنے گذشتہ مضمون مندرجہ اہل حدیث ۱۹۔ اپریل (۱۹۰۷ء) کے فقرہ نمبر ۴ میں لکھا تھا کہ خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے ۔،

مگر آپ کیوں میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں ۔ مرزائیو! بتا سکتے ہو، یہ تہافت اور تخالف کیوں ہے؟ ایک ہی ہفتہ میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے لو جدوا فيه اختلافا كثيراً

مختصر یہ ہے کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں ۔ اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔ اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے ۔

مرزائیو! تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں ۔ کسی نبی نے بھی

اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام لو۔ ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔ شیم شیم شیم۔

میں اب امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے ماتحتوں کو حکم دیں گے کہ اپنے اخباروں میں میرا جواب بھی نقل کر دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۳۔ ۶)

کرشن قادیانی کی تنگ ظرفی

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ کرشن جی نے ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار دیا تھا جس میں خاکسار کو بد عادی تھی کہ تم طاعون ہیضہ وغیرہ سے میری زندگی میں مرجاؤ گے۔ گو آپ کی یہ دعائیں اور پیش گوئیاں تو بقول استاد کے: زندوں کے مارنے کو مسیح الزمان ہوئے۔، اس قابل ہیں کہ ان کی طرف خیال ہی نہ کیا جائے بلکہ گوز شتر سے کم ہیں تاہم ہم نے آپ کی استدعا کے مطابق آپ کا اشتہار سارا اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل میں درج کر دیا لیکن ہم نے اس کے جواب کی بابت لکھا تھا کہ آپ بھی اس جواب کو اپنے اخباروں اور رسالوں میں طبع کرائیں مگر افسوس کہ آپ ایسے عالی ظرف کہاں تھے کہ اس جواب کو بھی نقل کراتے چنانچہ آج تک انہوں نے نہ کیا نہ کرائیں گے۔ یہ ہیں ہمارے مسیح اور یہ ہیں ہمارے مہدی اور کرشن گوپال بلکہ بقول خود خدا کے بیٹے

بس سمندر دیکھ لی ہم نے تیی دریا دلی۔ تشنہ لب رکھا صدق کو بوند پانی کی نہ دی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۰۷)

قادیانی الہام کی گولائی

قادیانی الہاموں کی گولائی کا کئی ایک دفعہ اہل حدیث میں ذکر آیا ہے مگر آج جس الہام کا ذکر ہم کرنے کو ہیں وہ ان سب گذشتہ الہاموں سے فسٹ نمبر ہے وہ یہ ہے: ای بسا خانہ دشمن کہ تو ویراں کردی اس الہام کو ۳۱ مئی کے الحکم میں مولوی اللہ دتا مرحوم ساکن ..... ضلع گورداسپور کی نسبت لگایا ہے جس کے انتقال کا ذکر گذشتہ اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔ مرحوم گو عالم نہ تھا بلکہ معمولی نوشت وخواند جانتا تھا اور درزی کا کام کرتا تھا مگر قادیانی مشن کا مخالف تھا اس لئے اس کی موت پر خوشیاں منا کر اخیر میں لکھا ہے:

اخیر میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے بھی ہمدردی ہے کہ ان کا ایک وکیل اس سلسلہ کی مخالفت میں ہلاک ہو گیا اور اسکا بازو ٹوٹ گیا۔

مگر کس قدر افسوس اور کمینہ پن ہے کہ ایک معمولی مخالف کی موت پر تو الہام لگائے جاتے ہیں لیکن جب اپنے بڑے بڑے خرانٹ مر جاتے ہیں تو کان پر جوں نہیں رینگتی او ظالم تمہارا مولوی عبدالکریم امام مرزا کہاں ہے تمہاری پارٹی کا رکن رکین مولوی برہان الدین جہلمی کہاں ہے تمہارے گرو کی دائیں مونچھ کا بال افضل اڈیٹر بدر کا کہاں ہے۔ بتلاؤ ان بڑے بڑے رکنوں کے مرنے سے بھی تمہارا کوئی الہام جھوٹا ہوا یا نہیں۔ حالانکہ عبدالکریم کی بابت تمہارے گرو نے کئی ایک دفعہ الہام سے بتلایا تھا کہ اچھا ہو جائیگا مگر آخر وہ فی... ہوا۔

ناظرین الہام مذکور کی گولائی دیکھئے کس بلا کی ہے کوئی ہندو مرے تب سچا، کوئی مسلمان مرے تو سچا۔ کوئی آریہ مرے تو سچا کوئی عیسائی مرے تب بھی سچا بلکہ کوئی چوہڑہ مرے تو بھی سچا۔ واہ! چہ خوش

ایں کرامت ولی ماچہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۰۷ء ص ۵)

میری علالت میں چہ میگوئیاں

میرے دائیں بازو میں عرصہ دو تین ماہ سے درد تھا پہلے تو معمولی بہت خفیف پھر دفعۃً ایک روز درد شدید ہو گیا یہاں تک کہ اسسٹنٹ سول سرجن کے مشورہ سے پچکاری کے ذریعہ مارفیا (دوا) پہنچایا گیا اس سے بعد درد کا انتقال پہلو کی طرف ہو گیا اس جگہ بھی بمشورہ اسسٹنٹ سرجن پچکاری سے مارفیا پہنچایا۔ الحمد للہ اب آرام ہے۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ خاص بات قابل ذکر یہ ہے کہ بحکم:

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں راز وال نعمت وجاہ

شہر میں مختلف قسم کی افواہیں اڑ رہی تھیں۔ ایک روز شب کو ۱۰۔۱۱ بجے کے درمیان پانچ چھ کس احباب میرے گھر آئے تو بعد مزاج پرسی کے کہنے لگے کہ ہم نے اسی وقت سنا تھا کہ آپ آخری دموں پر ہیں۔ میں نے کہا زندگی کا تو کسی کو اجارہ نہیں مگر جو ہے سو تم دیکھ لو۔ اسی روز صبح کو ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک موقع پر چند مرزائی باتیں کر رہے تھے کہ ثناء اللہ کا تو آخری دم ہے اور بیٹا اس کا قید ہو گیا ہے۔ دوست مذکور نے کہا ان کا بیٹا ہنوز نابالغ دو سال کا ہے۔ ایک اور صاحب عبدالرزاق خا کی حیرانی میں میرے دوست حکیم محمد الدین صاحب کے پاس پہنچے کہ مجھ کو منشی غلام احمد صاحب اڈیٹر اہل فقہ نے نہایت افسوس کے لہجہ میں کہا ہے کہ ثناء اللہ کی کمر میں سخت دنبل ہے جس سے وہ سخت تکلیف میں ہے۔ اب کیا ہو گا؟ ان سب چہ مہ گوئیوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ چند روز ہوئے ابھی درد بھی نہ تھا کہ ایک شخص موضع تھہ غلام متصل قادیان کا آیا کہ میں آپ کی زیارت کو آیا ہوں ہمارے علاقہ کے مرزائیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ثناء اللہ مر گیا۔ ایک بٹالوی بزرگ کا بیان ہے کہ قادیان میں مشہور ہے کہ ثناء اللہ کو فالج ہو گیا حالانکہ میں ہر روز مکان سے نکل کر دفتر کو آتا جاتا بلکہ قریب مغرب سیر کو بھی جاتا تھا۔ ہمارے محلّہ میں مرزائی اور مرزائیوں کے مخبر بھی مجھ کو دیکھتے ہیں

خیر یہ تو ہوا ایک طرفہ بیان، اب دوسری طرف کی سنئے۔ میرے معالج ڈاکٹر صاحب ایک روز صبح کی تشریف لائے فرمایا آج مجھ کو ایک بزرگ خواب میں فرما گئے ہیں کہ مولوی صاحب کو یہ دوا جو دیتے ہو نہ دو،

بلکہ فلاں قسم کی گولیاں دو، جو واقعی اس مرض کے لئے مفید ہیں۔ بعض دوست ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ حضرت آدم کی طرح اپنی عمر کا حصہ بخشنے کو تیار تھے۔ آخر کار خدا کے فضل وکرم سے انجام بخیر ہوا دو معمولی ریحی تھا اور کچھ نہیں۔ اسی کے متعلق ایک خط کا ذکر کرنا بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا ایک دوست ضلع میانوالی سے لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: یہاں ایک ہیڈ ماسٹر سکول انگریزی سکونتی میانوالی رہتا ہے اور وہ مرزائی ہے اور اکثر اوقات اس کے ساتھ مباحثہ رہتا ہے اور اس نے فی الحال کہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرت سری سے مرزا صاحب نے مباہلہ کیا ہے کہ میری زندگی میں مر جائے گا اور یقیناً وہ مر جائے گا۔ ایک آدمی قدرے خواندہ ہے اور اس نے وعدہ قلت فہمی مرزائی المذہب سے کرلیا ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ موت اختیاری سے مرا تو معتقد مرزا صاحب ہونگا اور اگر مرزا صاحب پہلے مرے تو تم مرزائی مذہب سے انکار کرو اور جماعت ہماری کے ساتھ پھر شریک ہو جاؤ۔ اس نے مرزا صاحب سے اس امر کا ذکر کیا ہے اس نے جواب لکھا کہ بے شک مولوی ثناء اللہ عنقریب مرے گا۔ مطمئن رہنا۔ شائد استدراج ہو جائے اور سنا جاتا ہے کہ اس نے جاسوس بھی رکھ چھوڑے ہیں۔ زہر دے دیتے ہیں چونکہ آنجناب سب اسلام کے مد ہیں اور اکثر اوقات اس کے ساتھ مباحثہ کرتے رہے ہیں اور سنت والجماعت کو ترقی دیتے رہے ہیں میں آپ کا خادم ہوں اور آپ کو خبر کرتا ہوں کہ شائد کسی آدمی کے ذریعہ یا دیگر ذریعہ سے آپ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ خدا آپ کا محافظ ہو اور آپ کو زندہ سلامت با کرامت رکھے۔ راقم:۔۔۔۔ از میانوالی

راقم خط کو واضح ہو کہ مرنا جینا تو انسان کے اختیار سے باہر ہے یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دام افتادہ ایسے مضبوط جال میں جکڑے گئے ہیں کہ کوئی صورت ان کے نکلنے کی نہیں کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ ہم دونوں کے مرنے سے پہلے ہی اگر تم مر گئے اور تحقیق نہ کیا، تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ یاد رکھو کسی جاسوس کے زہر دینے یا کسی مرید کے چھری مارنے وغیرہ سے اگر میں مرا تو مرزا کی دعا غلط ہو جائے گی کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ طاعون یا ہیضہ سے مرے گا، کسی انسان کی شرارت سے نہیں۔ پس میرے دوستو!

یاد رکھو: لکل اجل کتاب (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۵۔۶)

کرشن قادیانی سے فیصلہ

(قیامت پر رہنے دو مگر کوئی فیصلہ باقی)

ہمارے عنایت فرما مرزا صاحب قادیانی آئے دن ہم سے فیصلہ کی نئی راہ نکالتے رہتے ہیں لیکن جب ہم فیصلہ منظور کرتے ہیں تو وہی ٹاں ٹاں فش بقول شخصے

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر   جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

آپ نے ۱۱ جولائی کے بدر اخبار میں فیصلہ کا کا ایک اشتہار دیا ہے جو درج ذیل ہے:

فیصلہ کی آسان راہ

ایک صاحب نے حضرت (مرزا) کی خدمت میں ذکر کیا کہ حضور کی اس تحریر پر جو اخبار میں چھپی ہے کہ اگر ہمارے مکذب ہمارے شائع کردہ الہام الٰہی کو کہ انی احا فظ کل من فی الدار افتراء سمجھتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ محض ہم نے اپنے دل سے یہ بات بتائی ہے اور یہ خدا کا کلام نہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے اور صرف اتفاقی طور پر ہمارے گھر کی حفاظت ہو رہی ہے تو چاہیے کہ ہمارے مکذبین میں سے بھی کوئی ایسا الہام شائع کرے تب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ افتراء کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بات کو پڑھ کر بعض مخالف یہ کہتے ہیں کہ ہم مفتری نہیں ہیں جو خدا تعالی پر افتراء کریں ہم کس طرح ایسا الہام شائع کر سکتے ہیں۔ حضرت (مرزا) نے فرمایا یہی بات ہے جو ہم ان کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی پر افتراء کر کے کوئی شخص بچ نہیں سکتا اگر یہ کلام ہم پر خدا تعالی کی طرف سے نازل نہ ہوتا اور ہمارا افتراء ہوتا تو اللہ تعالی اس کلمہ کے مطابق ہمارے گھر کی حفاظت کیو ں کرتا جب کہ ایک کلام صریح الفاظ میں پورا ہو گیا ہے تو پھر اس کے ماننے میں کیا شک ہے۔ لیکن ہم نے مخالفین کے واسطے فیصلہ کی دوسری راہ بھی بیان کر دی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افتراء ہے خدا کا کلام نہیں ولعنت اللہ

علی من کذب وحی اللہ اگر کوئی شخص ایسی قسم کھاوے تو خدا تعالی اس قسم کا نتیجہ ظاہر کر دے گا۔

چاہیے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اور غزنوی صاحبان بہت جلد اس کی طرف توجہ کریں۔،

یہی اشتہار الحکم ۱۰؟ جون میں مفصل شائع ہوا ہے جس کا جواب ہم نے مرقع قادیانی میں مفصل دیا ہے یہاں پر صرف اسی مجمل اشتہار کا جواب دیتے ہیں کہ ہم آپ کی تکذیب پر حلف اٹھانے کو طیار ہیں مگر براہ مہربانی اس حلف کے نتیجہ سے پہلے ہم کو آگاہ کر دو کیونکہ ذات شریف کی عادت ہے کہ مخالف کے حق میں ہر ایک بات کو آپ لعنت کا اثر قرار دیا کرتے ہیں۔غضب خدا کا جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت ذلت اور خواری کی پیش گوئی آپ نے کی۔ جب سرکار کی طرف سے چار مربع زمین ان کو ملی جیسی اور بھی بہت سے سفید پوشوں کو ملا کرتی ہے،تو آپ نے جھٹ سے اس کو اپنی پیش گوئی مصداق بتایا کہ بس میری پیش گوئی پوری ہوگئی کہ مولوی محمد حسین کو جو زمین ملی ہے یہ ان کے لئے ذلت ہے۔دام افتادہ ہیں کہ ہر بات پر سبحان اللہ جل جلالہ کہنے کو تیار ہیں اسی لئے ہم ہمیشہ آپ کے حق میں کہا کرتے ہیں

ایں کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید وگفت باراں شد

بس جب آپ کی شرم وحیا یہاں تک ترقی کر گئی ہے کہ آپ اپنی پیش گوئی کے صدق کے لئے ایسی شرم ناک کاروائیاں کرنے سے بھی نہیں رک سکتے تو کیا عجب کہ ہمارے حلف اٹھانے کے بعد اگر ہم کو کوئی معمولی یا غیر معمولی جسمانی یا روحانی تکلیف پہنچ جائے یا جناب مولوی محمد حسین صاحب کی طرح ہم کو بھی کوئی جاگیر مل جائے،تو آپ اسی کو اپنا معیار صداقت بنالیں اس لئے بہت ضروری ہے کہ آپ ہم کو اس حلف کا نتیجہ پہلے بتلا دیں اور آپ کو مشکل بھی کیا ہے جب کہ بقول آپ کے خدا نے آپ سے کہہ رکھا ہے کہ جب تو دعا کرے گا میں قبول کرونگا۔بس دعا کیجئے کہ خدایا میرے مخالف مجھ سے اس حلف کا نتیجہ پوچھتے ہیں اور تیرا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔پس تو مجھ کو اس سے اطلاع دے کہ میں ان کو خبر کر دوں۔بس یہ دو حرفہ فیصلہ ہے:

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

مرزا صاحب دیکھا نہ ہم آپ کے کیسے مخلص ہیں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہم ماننے کو تیار ہیں مگر

ذرہ با قاعدہ، تاکہ بعد میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ باقی آپ کی یہ بڑ کہ یہ پیش گوئی ہماری سچی ہے اور ہمارے گھر کی حفاظت ہے اس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۷ء میں بڑی وضاحت سے دیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کی یہ پیش گوئی بھی گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی

لطیفہ۔ مرزا صاحب کو عربی دانی اور عربی نویسی پر بڑا ناز ہے مگر افسوس ہے کہ آپ کی عربی کو جب کبھی غور سے دیکھا جائے تو ان کی عربی اروہ خوروں کی سی ہوتی ہے دیکھئے اس الہامی فقرہ کو کیسے بنا کر لکھتے ہیں لعنت اللہ علی من کذب و حی الیہ ؟۔ کذب اگر بصیغہ مجرد ہے تو غلط ہے کیونکہ اس کا صلہ علی آتا ہے جو یہاں نہیں اور اگر مزید؟ یعنی باب تفعیل سے کذّب ہے تو اس کا صلہ ب آتا ہے یوں چاہیے تھا کذب بو حی الیہ ۔دیکھو کذبوا بآیا تنا اگرچہ ہم اس قسم کے مواخذات کو ایک قسم کا اوچھا پن جانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے حق میں اس قسم کے مواخذات اسلئے کرتے ہیں کہ ایک تو خیریت سے آپ کو عربی نویسی میں معجز نمائی کا دعوی ہے اگر اس معجزہ کی تکذیب اچھی طرح پہلے ہوچکی ہے اشاعۃ السنہ میں اغلاط کی فہرست چھپی ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں آپ کے الہامی اور اعجازی قصیدہ کی دھجیاں اڑائیں جس کا جواب آج تک آپ سے نہ بن سکا۔ دوم اس قسم کی غلطی فرضی یا واقعی کہیں مرزا صاحب کے مخالفین سے ہوجائے تو آپ جھٹ اسے اپنا معجزہ بتایا کرتے ہیں جناب مولوی محمد حسین صاحب کی بابت مشہور کیا تھا کہ انہوں نے میرے کلام عجبت لہ پر اعتراض کیا ہے کہ لہ غلط ہے، حالانکہ صحیح ہے۔ پس مولوی محمد حسین ذلیل ہوگیا اور میری پیش گوئی سچی ہوگئی، اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی آپ سے پوچھیں کہ آپ کی ایسی عربی نویسی سے کس کا، عجزہ ثابت ہوا ہمارے خیال میں یہ معجزہ اسی سید الانبیا ﷺ کا ہے جن پر آپ ہمیشہ افتراء کرتے ہیں

محمد عربی کہ آبروے ہر دوسرا ست
کسی کہ خاک درش نیست خاک برسراو

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۶ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲۔۳)

قادیانی دجاجلہ کی وفاداری

مرزا صاحب قادیانی بھی عجائبات روزگار سے ہیں آپ کی دوراندیشی آپ کی نازک خیالی اللہ اللہ پرنس بسمارک اور مسٹر گلیڈسٹون کو بھی ماند کرتی ہے ایک زمانہ تھا کہ گورنمنٹ نے طاعون کی شدت کو روکنے کے لئے ٹیکہ تیار کرنے کا حکم کیا جس کے فوائد بھی بتلائے تھے اور ترغیب بھی دی تھی مگر ہمارے مرزا صاحب نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا تھا:

ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکہ کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے بھی مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا کہ وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے (فرق تو خوب کیا کہ دائیں مونچھ کے بال اڈیٹر البدر ہی کو طاعون نے قادیان میں شکار کیا۔ اڈیٹر) لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں اس کے لئے مت دل گیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔ کشتی نوح ص ؟) اور اس دعوی کی دلیل میں آپ نے شروع مضمون ہذا پر آیت قرآنی لکھی تھی لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا ۔ (یعنی ہم کو وہی تکلیف پہنچے گی جو خدا نے لکھ دی ہے) لیکن آج کل جونہی گورنمنٹ کے تیور بدلے تو آپ کو خیال ہوا کہ آج کل تو ذرہ سی مخالفت پر بھی بدگمانی ہوتی ہے ادھر ملک معظم نے بھی طاعون کے متعلق توجہ فرمائی ہے تو آپ نے جھٹ سے اشتہار مندرجہ ذیل شائع کیا جو یہ ہے:

تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب وائسرائے گورنر جنرل ہند اس تجویز

کو طاعون کے لئے پسند فرماتے ہیں کہ جب کسی گاؤں یا شہر کے کسی محلّہ میں طاعون پیدا ہو تو یہ بہترین علاج ہے کہ اس گاؤں یا اس شہر کے اس محلّہ کے لوگ جن کا محلّہ طاعون سے آلودہ ہے فی الفور بلا توقف اپنے اپنے مقام کو چھوڑ دیں اور باہر جنگل میں کسی ایسی زمین میں جو اس تاثیر سے پاک ہے رہائش اختیار کریں سو میں دلی یقین سے جانتا ہوں کہ یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے عذاب کی جگہ سے بھاگنا انسان کی عقل مندی میں داخل ہے۔

کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ جب خلیفہ دوم حضرت عمر فتوحات ملک شام کے بعد اس ملک کو دیکھنے کے لئے گئے تو کسی قدر مسافرت طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس ملک میں سخت طاعون کا زور ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے یہ بات سنتے ہی واپس جانے کا قصد کیا اور آگے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تب بعض لوگوں نے عرض کی یا خلیفۃ اللہ کیوں آپ ارادہ ملتوی کرتے ہیں کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں ایک تقدیر سے بھاگ کر دوسری تقدیر کی طرف جاتا ہوں۔ سو انسان کو نہیں چاہیے کہ دانستہ ہلاکت کی راہ اختیار کرے۔

خوب یاد رکھو کہ جو کچھ یہ گورنمنٹ عالیہ کر رہی ہے اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے کر رہی ہے اور رعایا کی جان کی حفاظت کے لئے اب تک کئی لاکھ روپیہ ضائع ہو چکا ہے اس شخص جیسا کوئی نادان نہیں کہ جو گورنمنٹ کے کاموں کو بدظنی سے دیکھتا ہے۔ سوائے میری جماعت! تم اطاعت کرنے میں سب سے پہلے اپنا نمونہ دکھاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے تم اب خدا کے فضل سے چار لاکھ کے قریب ہو اور تمہارا نمونہ بہتوں کی جان کو بچائے گا میں تمہیں حکم کرتا ہوں کہ اگر تمہارے کسی شہر میں خدانخواستہ یہ وبا ظاہر ہو جائے تو سب سے پہلے تم اس زمے کو چھوڑ دو جو طاعون سے آلودہ ہے ہاں میں اسی قدر پر کفایت نہیں کرونگا کہ تم اس زمین کو چھوڑ دو بلکہ اے خدا کے بندو! میں اس بات سے بھی تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ کہ طاعون خود بخود اس ملک میں نہیں آئی بلکہ اس خدا کے ارادہ اور حکم سے آئی ہے جس کے حکم کے ماتحت ذرہ ذرہ زمین و آسمان کا ہے اور مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ کثرت گناہوں کی وجہ سے وہ تمہارا خدا اہل زمین پر ناراض ہے سو تم توبہ اور استغفار کو لازم حال

رکھو اور جیسا کہ تم اس زمین کو چھوڑ و گے جو طاعون سے آلودہ ہے ایسا ہی تم ان خیالات کو بھی چھوڑ دو جو گنا ہوں سے آلودہ ہیں۔ اے میری جماعت میں ہمیشہ تم میں نہیں رہونگا یہ میرے کلمات یاد رکھو کہ کوئی حادثہ زمین پر ظاہر نہیں ہوتا جب تک کہ آسمان پر پہلے قرار نہ پالے۔ سو وہ خدا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے اس سے ڈرو اور ایک سچی تبدیلی پیدا کرلو تا تم عذاب سے بچائے جاؤ اور یاد رکھو کہ یہ طریق شوخی اور شرارت کا طریق ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت تم امن سے زندگی بسر کر رہے ہو اور اس کی عنایات کو آزما چکے ہو تم اس پر بدگمانی کرو یا اس کے حکم کے مطابق نہ چلو اور تمہاری یہ بدقسمتی ہوگی کہ اس کے ان احکام سے جو سراسر تمہاری بھلائی کے لئے ہے مجھے ضرورت نہیں کہ گورنمنٹ کی خوش آمد کرو کیونکہ ایک ہی آقا ہے جس کا میں نے دامن پکڑا ہے وہی جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس وقت تک کہ میں مروں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہونگا۔ مگر اس بات کو کیونکر چھپایا جائے کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ ہمارے لئے ایک محسن گورنمنٹ ہے اور بجز اس کے کہ اسگورنمنٹ کے سایہ میں امن سے زندگی بسر کریں ہمارے لئے ایک بالشت بھی ایسی زمین نہیں جو ہمیں پناہ دے سکے۔ سو جس خدانے ہمارے آرام اور امن کے لئے اس گورنمنٹ کو منتخب کیا ہے اس کے ہم ناشکر گذار ہوں گے اگر اس گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں اور اگر میں اس رائے میں غلطی کرتا ہوں تو مجھے بتاؤ کہ اگر ہم اس گورنمنٹ کے ملک سے علیحدہ ہو جاویں تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہے تم سن چکے ہو کہ ہمارے مخالف مولوی جن کے ہم زبان اس ملک میں اور دوسرے ملکوں میں کروڑہا انسان ہیں صد ہا رسالوں اور اشتہاروں اور اخباروں میں ہماری نسبت کفر کے فتوے شائع کر چکے ہیں اور نیز واجب القتل ہونے کی نسبت فتوی دے چکے ہیں بلکہ گذشتہ دنوں میں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی جو موحدین کا ایڈووکیٹ کہلاتا ہے اور ایک اور صاحب سید محمد نام بھی فتوے ہمارے واجب القتل ہونے کا اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کر چکے ہیں۔ اب بتلاؤ کہ اس گورنمنٹ کے سوا تمہارا گذارہ کہاں ہے اور کون سی اسلامی سلطنت تمہیں پناہ دے سکتی ہے سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور سچے دل سے اس گورنمنٹ کی اطاعت کرو اور کسی صلہ کی بھی خواہش نہ کرو کیونکہ یہ صلہ تھوڑا نہیں ہے کہ تمہاری عزت اور جان کا محافظ خدا تعالی نے اسی گورنمنٹ کو ٹھہرایا ہے۔

یہاں اپنی جماعت کی اطلاع کے لئے اس قدر اور بڑھا دینا بھی ضروری ہے کہ گورنمنٹ نے بڑی

مہربانی سے یہ ارادہ کیا ہے کہ جو لوگ ان تجاویز پر عمل کریں ان کو ہر طرح سے مدد دے اوران کی سہولت کے لئے انتظام کرے۔ اسلئے ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ ایسے اضلاع میں جیسے سرحدی اضلاع ہیں جہاں باہر میدانوں میں نکلنے میں جانوں کا خطرہ ہے اور خصوصاً احمدیوں کو جن پر مولوی لوگ قتل کا فتوی دے چکے ہیں گورنمنٹ اس انتظام کے علاوہ جو دوسری جگہ اس نے مالوں کی حفاظت کے لئے کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسے مقامات پر لوگوں کی جانوں کی حفاظت کا بھی انتظام کرے گی پس جو لوگ باہر نکلیں انہیں چاہیے کہ گورنمنٹ میں ایسی درخواست کریں کہ گورنمنٹ ان کی جانوں اور مالوں کی محافظت کا کافی انتظام کرے۔

خاکسار مرزا غلام غلام احمد قادیانی مسیح موعود ۲۲۔ اگست ۱۹۰۷ء

اس مضمون میں مرزا صاحب نے حسب عادت شریفہ کئی ایک جھوٹ بولے ہیں حتی کہ پیغمبر ﷺ پر بھی بہتان لگایا ہے۔ کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ گورنمنٹ کی ہر تجویز اچھی ہوتی ہے تو تم نے کشتی نوح میں ٹیکہ کی مخالفت کیوں کی تھی جو مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتی ہے۔

مرزائیو! بتلا سکتے ہو یہ اختلاف رائے کیوں ہے خدارا اس بڈھے میاں سے اتنا تو پوچھو کہ ان حضرت نے ٹیکہ کے منع پر جو آیت لن یصیبنا لکھی ہے کیا اب وہ منسوخ ہوگئی ہے۔ افسوس ہے تمہاری اور تمہارے ان مولویوں کے حال پر جن کے ناموں کے ساتھ مرزا جی بڑے بڑے لمبے چوڑے القاب لگایا کرتے ہیں ان کا صرف یہی فرض ہے کہ جو کچھ مرزا کے منہ سے نکلتا ہے اس پر آمنا وصدقنا کہہ دیتے ہیں اتنا حوصلہ نہیں کہ مرزا صاحب سے ان کے فتوے کی دلیل ہی پوچھیں تاکہ اتخذوا احبارھم کی وعید شدید سے نکل جائیں

گورنمنٹ کی بے جا خوش آمد، مرزا صاحب کسی سرکاری خطاب کی امید پر کرتے ہیں تاکہ کسی طرح سے آپ کا وہ الہام سچا ہو جو آپ نے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں شائع کیا تھا کہ: ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لك خطاب العزت۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا (ص ۲۵)

جس کی بابت ہم بھی گورنمنٹ کے حضور سفارش کرتے ہیں کہ آپ کو کسی ایسے خطاب سے معزز کرے جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوا ہو۔ ہماری سفارش اگر قبول ہو تو ہم آپ کے لئے خناس کا خطاب بہت

ہی موزوں پاتے ہیں: گر قبول افتد زہے عزوشرف

مگر افسوس ہے کہ آپ اس خوش آمد کرنے میں بحکم حبك الشیء یعمی و یصم یہاں تک ترقی کر گئے ہیں کہ پیغمبر ﷺ پر بھی آپ نے افترا کیا۔ کیوں نہ ہو بازی بازی باریش بابا بازی۔ آپ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو ان لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف شہر کو چھوڑ دیں ورنہ خدا تعالی سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے۔

اس بیان میں آپ نے اپنی دجالیت کا کامل ثبوت دیا ہے حضور ﷺ کا ارشاد تو بخاری مسلم کی روایت سے یہ ہے اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا فراراً منه ۔یعنی طاعون جب کسی ملک میں ہو تو تم وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے مقام میں ہو تو تم بھاگنے کی نیت سے وہاں سے نہ نکلو۔

مرزائیو! تم سے تو امید نہیں کہ تم اس حضرت سے پوچھو کہ یہ حدیث جو ذات شریف نے بتلائی ہے کس کتاب میں ہے کیونکہ تمہارا تو اصول ہی یہ ہے:

ما مریدوں روبسوئے کعبہ چوں آریم چون روبسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

مگر اتنا تو کرو کہ حضرت موصوف کی خدمت میں اہل حدیث کی طرف سے تقاضا کرو کہ آپ کی یہ حدیث سوائے ایٹ البحر کے کس کتاب میں ہے بتلانے پر سوا پانچ پیسہ انعام لو۔

خلیفہ دوم نے بھی اسی ہماری منقولہ حدیث پر عمل کیا تھا کیونکہ حدیث مرقوم میں جیسا طاعونی جگہ سے نکلنا منع ہے طاعونی مقام میں جانا بھی منع ہے اسی لئے حضرت عمرؓ نے وہاں جانے کا ارادہ فسخ فرمایا۔ باقی رہی آپ کی چار لاکھ فوج سواس کا جائزہ بھی ہم کبھی لیں گے اور دکھائیں گے کہ کس ہوشیاری سے آپ کے اخبار ایک ایک نام کو متعدد دفعہ دکھاتے ہیں یاد رکھو: من انداز قدت را مے شناسم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ستمبر ۱۹۰۷ء ص۱۔۳)

مرزا قادیانی پر میرے مباہلہ کا اثر

ہمارے ناظرین آگاہ ہونگے کہ مرزا صاحب نے ایک دفعہ مجھ کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا میں آپ سے مباہلہ کرنے کو ہر وقت تیار ہوں مگر یہ بتلاؤ کہ اس مباہلہ کا اثر کیا ہوگا؟ آپ کا دعوی ہے کہ میں جب دعا کروں میری دعا قبول ہوتی ہے مجھے خدا نے کہا ہے جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ ہے پس آپ خدا سے دعا کر کے اس بات کا پتہ حاصل کریں اور مجھے بتلا دیں کہ اگر میں آپ کے ساتھ مقابلہ میں جھوٹے پر لعنت کروں یعنی مباہلہ کروں تو مجھ پر کیا اثر ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے کبھی زکام ہو جائے تو آپ جھٹ سے اسے اپنے مباہلہ کا اثر بنالیں اس لئے بغرض تصفیہ اس کی تعین پہلے ہی سے ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس معقول سوال کے جواب میں مرزا جی نے ایک گہری چال نکالی کہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔

یہ اشتہار مع جواب ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث (امرتسر) میں درج ہے۔ اس میں مرزا جی نے میرے ساتھ فیصلہ کی دعا کی تھی کہ،

خداوندا! ہم (مرزا و ثناء اللہ) میں سے جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔،

ہر چند یہ خاکسار نہ الہامی ہے، نہ الہامی کا بیٹا، نہ الہامی کا باپ، مگر ایک سچے الہامی بلکہ الہامیوں کے سردار فداہ روحی کے الہام کا مبلغ ہوں، اس لئے غیرت خداوندی نے مرزا جی کی یہ دعا انہی پر ڈالی جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا جی کا ایک لڑکا جس کی ابھی چند روز ہوئے ۳۰۔ اگست (۱۹۰۷ء) کو شادی ہوئی تھی اور مرزا جی کا گھر ایک عشرت کدہ بنا تھا وہی لڑکا ۱۶ ستمبر کو فوت ہو کر مرزا جی کو ہمیشہ کے لئے داغ جدائی دے گیا (

دیکھو اخبار الحکم ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء) کون نہیں جانتا کہ اولاد لخت جگر ہے جس کی موت سے گو والدین پر حقیقی موت نہ آئے لیکن موت کے برابر مصیبت تو ہوتی ہے اسی لئے کسی اہل دل نے کہا ہے:

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

اس مصیبت میں مرزا جی کے غم کا اندازہ خود ان کی تقریر مندرجہ الحکم ۲۴ ستمبر سے مترشح ہوتا ہے اگرچہ مرزا جی نے بڑی ہوشیاری سے اس غم کو دبانا چاہا ہے مگر آخر طبعی امر کسی طرح نہیں رک سکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف اور ابتلاء کا زمانہ آیا ہے بلکہ ابتداء سے سب نبیوں پر آتا رہا حضرت آدم کا بیٹا جب فوت ہوا تھا تو کیا انہیں غم نہیں ہوا تھا۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے (مرزائیو! مرزا جی کی ایٹ البحر کے سوا یہ روایت کہاں ہے۔ اڈیٹر) آخر بشریت ہوتی ہے غم کا پیدا ہونا ضرور ہے۔

ناظرین میں سے اکثر واقف کار اصحاب کو یاد ہوگا کہ جن دنوں مرزا جی نے عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی اور وہ وقت پر نہ مرا تھا مگر اس کی مدت میں ایک یوروپین پادری مر گیا تھا تو مرزا جی نے اس یورپین پادری کے مرنے کو آتھم کے مرنے کے قائم مقام بنا لیا تھا (دیکھو انوار الاسلام مصنفہ مرزا ص ۲) حالانکہ وہ پادری آتھم کا نہ باپ تھا نہ بیٹا نہ کوئی اور رشتہ قریبی بلکہ وہ یورپی تھا اور آتھم پنجابی۔ لیکن محض اتحاد مذہبی کے لحاظ سے مرزا جی نے اس کے مرنے سے اپنی پیش گوئی کو صادق کرنے کی کوشش کی تھی۔ تو کیا اب کوئی دانا اس سے انکار کرے گا کہ میرے مقابلہ پر گو مرزا جی کو ہنوز موت نہیں آئی لیکن بیٹے کے مرنے سے موت کے برابر مصیبت تو ضرور آئی ہے۔ جن لوگوں کو جوان اولاد خصوصاً ایسے بیٹے کے مرنے کا صدمہ کبھی پہنچا ہو جس کی شادی کو ہنوز ۱۶ روز ہی گذرے ہوں تو وہ ہمارے دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ مرزا جی کو گو موت نہ آئی ہو مگر موت کے برابر مصیبت تو ضرور ان پر آئی ہے۔

اس واقع کے ہولناک اور مرزا جی پر موت کے برابر مصیبت پڑنے کا ثبوت خود ان کے الہامات سے ملتا ہے جو مرزا جی اور ان کے مرید اس غم کو غلط کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں چنانچہ بدر کا خوش عقیدہ اڈیٹر

لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ بعض نادان دشمن اس پر خوشیاں منائیں گے لیکن ان کی خوشیاں منانا بھی مومنین کے واسطے ایک نشان ہے کیونکہ خداتعالی نے آج سے پندرہ ماہ قبل اس امر کی خبر کر دی تھی کہ اس لڑکے کے فوت ہونے پر دشمنوں کو خوشی سے اچھلنے کا موقعہ ملے گا مگر جس قدر وہ خوشی کریں اسی قدر اپنے ہاتھوں سے اس پیش گوئی کو پورا کریں گے اور اس بارہ میں چند سطور بطور شہادت اخبار بدر سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ ایک وہ الہام ہے جو مخالفوں کی خوشی کو ظاہر کرتا ہے اور وہ یہ ہے۔ الہام الہی، دشمن کا بھی ایک وار نکلا تلك ا لا یا م نداو لھا بین الناس ۔دیکھو بدر مورخہ ۳؟ مئی ۱۹۰۶ء۔ یعنی کوئی ایسا امر رنجدہ خدا کی طرف سے ہماری نسبت یا ہماری جماعت کے کسی فرد کی نسبت صادر ہوگا جس سے دشمن خوش ہو جائے گا اور وہ امر رنجدہ خدا کی طرف سے ہوگا یا دشمن کا اس میں کچھ دخل ہوگا۔ (بدر قادیان ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۴)

یہ عبارت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مرزا جی پر اس واقعہ ہائلہ سے موت کے برابر مصیبت آئی ہے۔ ناظرین ذرا اس عبارت میں ان الفاظ کو بغور دیکھیں، یعنی، ایسا امر رنج دہ خدا کی طرف سے ہماری نسبت صادر ہوگا جس سے دشمن خوش ہوگا۔ اس الہام کو مبارک احمد کی موت پر لگانا گویا تسلیم کرنا ہے کہ یہ واقع مرزا صاحب کے حق میں موت کے برابر مصیبت لایا ہے پس یہی ہمارا مطلب ہے فالحمدللہ کہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اس بحث کے بعد ہم اس واقعہ ہائلہ کی مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں اور مرزا جی اور انکے دام افتادوں کی گہری چال کی تہ بتلاتے ہیں مرزا جی کی جوتیوں کا غلام (اڈیٹر بدر مرزا جی کو جب کبھی خط لکھتا ہے تو اپنا نام اس طرح لکھا کرتا ہے، حضور کی جوتیوں کا غلام۔ تف ہے ایسی خوش آمد پر۔ پھر لطف یہ ہے کہ گاڑی میں جب مرزا صاحب کے ساتھ بیٹھتا ہے صدر؟ کی جانب بیٹھا کرتا ہے گورداسپور میں ہم نے بچشم خود دیکھا ہے یا تو ان کو تمیز نہیں کہ صدر کی جانب گاڑی میں کون ہوتی ہے یا وہ مرزا صاحب کو صدر کے لائق نہیں جانتا۔ جوتیوں کا غلام کسی اور مطلب کے لئے بنتا ہوگا۔ اڈیٹر) اور حکیم نور الدین کا مصنوعی بیٹا اڈیٹر بدر لکھتا ہے کہ:

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔خدا تعالیٰ کی پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔

کیا ہی مبارک تھا وہ وجود جس کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان تھا اور اس کی وفات بھی ایک شاندار نشان ہوا۔مبارک احمد کی روح اسی لئے دنیا میں آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے رسول کی صداقت کے واسطے نشانات قائم کر کے جلد اپنے خدا کے ساتھ جا ملے ۔ا۔سب سے اول نشان یہ تھا کہ مبارک احمد کی پیدائش سے کئی سال پہلے اس کے متعلق خدا تعالیٰ کی وحی میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا یہ پیش گوئی کتاب انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم ۱۸۹۷ء میں کی گئی تھی جس کے بعد تیسرے سال یعنی ۱۴جون ۱۸۹۹ء کو مبارک احمد پیدا ہوا تھا (بدر قادیان ۱۹ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۴)

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ضمیمہ انجام آتھم پر جس الہام کا حوالہ دیا گیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:

خدا تین کو چار کرے گا۔ص ۱۵۔

اس الہام کا نہ سر ہے نہ پیر۔پھر طرفہ یہ ہے کہ یہ الہام بقول مرزا جی ۱۸۸۶ء کا ہے مگر اپنی گولائی کی وجہ سے جدھر کو مرزا جی چاہیں چسپاں کر سکتے ہیں۔اس طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ جس وقت یہ الہام ہوا تھا اس وقت مرزا جی کے ہاں ایک لڑکا بھی نہ تھا چنانچہ مرزا جی خود ہی لکھتے ہیں کہ:

اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا (حوالہ مذکور)

اب ایک زیرک آدمی کے لئے سوچنے کا موقع ہے کہ جس حال میں کوئی بچہ بھی نہیں تو اس وقت چوتھے بچے کی خوش خبری دینے کی کیا ضرورت ہوئی۔اس قسم کے الہامات یا عبارات اس وقت بولا کرتے ہیں جہاں پہلے تین موجود ہوں تو کہا جاتا ہے کہ چار کرنے والا اور اگر چار ہوں تو کہا جاتا ہے کہ پانچ کرنے والا یا پانچواں آنے والا ہے چنانچہ مرزا جی خود ہی اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں لکھتے ہیں:

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اربعة من البنین وبشرنی بخامس فی حین من الاحیان (ص ۱۳۹)

یعنی خدا نے مجھے چار بیٹے دیئے ہیں اور پانچویں کی بشارت دی ہے کہ کسی نہ کسی وقت ملے گا۔

گو یہ الہام بھی آپ کا غلط ہو گیا تھا کہ اس الہام کے شائع ہونے سے بعد چند روز ہی میں مرزا کے

حرم محترم میں لڑکی پیدا ہوئی تھی جس پر امرت سر کی انجمن نصرت السنہ کی طرف سے ایک اشتہار نکلا تھا کہ گو مرزا جی کے ہاں پیش گوئی کے مطابق لڑکا نہ ہوا بلکہ لڑکی ہوئی تاہم شکر ہے کہ راستہ تو صاف ہو گیا جس سے آئندہ کی امید بندھتی ہے۔

خیر سر دست ہمیں اس پیش گوئی کے متعلق بحث کرنا مقصود نہیں بلکہ ہم نے یہ دکھانا ہے کہ مرزا جی کا الہام مذکور کسی طرح چوتھے بیٹے مبارک احمد کے حق میں نہیں ہے بلکہ یہ محض ان کا معمولی ہتھکنڈا ہے۔

ایک شخص کے گھر میں بیوی خاوند اور ایک لڑکی ہے وہ بھی کہہ سکتا ہے کہ خدا تین کو چار کرنے والا ہے یعنی آئندہ مجھے بیٹا یا بیٹی ہو گی ایک شخص تین بھائی ہیں وہ بھی کہہ سکتا ہے کہ خدا تین کو چار کرنے والا ہے یعنی آئندہ ہمارا چوتھا بھائی پیدا ہوگا۔ ایک پیر کے تین مرید ہیں، یا ایک گرو کے تین چیلے ہیں، یا ایک استاد کے تین شاگرد ہیں، یا ایک رئیس کے تین مکان ہیں، یا ایک رنڈی کے تین یار ہیں، یا ایک وکیل کے تین مقدمے ہیں، یا ایک شخص کی تین بیویاں ہیں، یا اے نواب کے تین ضلع ہیں، یا ایک بادشاہ کے ماتحت تین ملک ہیں، غرض دنیا کے جتنے آدمی تین چیزوں کے مالک یا متصرف ہیں وہ سب کہہ سکتے ہیں کہ خدا تین کو چار کرنے والا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو مرزا جی کا الہام اپنی گولائی کی وجہ سے ان کے سب الہاموں پر فوقیت رکھتا ہے۔

اصل میں مرزا جی بھی دانا ہیں دام افتادوں کو وہ عقل سے خالی جانتے ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ جونہی میں نے کوئی بڑ ہانکی تو ان کی طرف سے صدا آئے گی آمنا وصدقنا فا کتبنامع الشاھدین

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید ؟ کیا تمہارے علم وعقل کا مقتضا یہی ہے کہ ایسے راولی الہاموں پر مدار نبوت قرار دیتے ہو۔ مرزا جی کی جوتیوں کا غلام پھر لکھتا ہے:

ایک دفعہ جب کہ مبارک احمد کی عمر کوئی دو سال کے قریب ہوگی اس کو سخت دورہ ام الصبیان ہوا اس وقت حضرت مسیح موعود اس کے قریب کے مکان میں دعا میں مشغول تھے جب کہ ایک عورت نے پکار کر کہا کہ اب بس کرو کیونکہ لڑکا فوت ہو گیا تب حضرت دعا کرتے ہوئے اس کے پاس آئے اور اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور خدا تعالیٰ طرف توجہ کی تو وہ دو منٹ کے بعد لڑکے کو سانس آنا شروع ہو گیا اور وہ زندہ ہو گیا (حضرت عیسیٰ کے معجزات احیاء موتی بھی اسی قسم کے تھے) (ص ۴۔ بدر مذکور)

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس کا ثبوت دربطن ہے کوئی صحیح حوالہ نہیں دیا کہ مخالف کو تحقیق کا موقع ملے بلکہ محض طفل تسلی ہے اگر ہو بھی تو کیا تعجب ہے ام الصبیان کی بیماری کا دورہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ بچہ مردہ سمجھا جاتا ہے مگر بعد دورہ کے وہ خود بخود اچھا ہو جاتا ہے اس قسم کے واقعات کو معجزہ عیسوی کے برابر کہنا بالکل اس کے مشابہ ہے کہ:

این کرامت ولی ما چہ عجب گربہ شاشید وگفت باراں شد

آ گے چل کو جوتیوں کا غلام لکھتا ہے: اگست گزشتہ میں مبارک احمد تپ شدید سے سخت بیمار ہو گیا تھا یہاں تک کہ کئی بار غشی تک نوبت پہنچ گئی تھی اور تپ ایک سو پانچ درجہ تک پہنچ گیا اور سر مارنے کی ایسی حالت تھی کہ سرسام کا خوف ہو کر نومیدی کی حالت ہو چکی تھی اسی حالت میں الہام ہوا کہ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ یہ الہام اخبار بدر ۲۹۔ اگست میں قبل از وقت چھپ گیا تھا چنانچہ اسکے مطابق ۳۔ اگست ۱۹۰۷ء کو بخار بالکل ٹوٹ گیا اور مبارک احمد تندرست ہو کر باغ سیر کرنے کے لئے چلا گیا اور پھر چند روز بخار رہ کر ۱۴ ستمبر کو ٹوٹ گیا اور لڑکا بالکل صحت یاب ہو گیا اور لڑکے نے خود کہا کہ میں بالکل تندرست ہوں اور کھیلنا شروع کیا۔

اس بیماری سے تو شفا ہوئی لیکن چونکہ خدا تعالی کا ایک پرانا فرمودہ پورا ہونا تھا اس واسطے ایک دوسرے مرض سے مبارک احمد پھر بیمار ہوا کیونکہ ضرور تھا کہ خدا کے منہ کی ساری باتیں پوری ہو جاتیں اور اس الہام کی تفصیل یہ ہے:

مبارک احمد کی پیدائش سے صرف ایک روز پہلے بذریعہ وحی الٰہی مسیح موعود کو جتلایا گیا...(..بدر۔ص ۴)

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس تحریر کو محققانہ تدقیق سے دیکھیں تو عجیب ہی گورکھ دھندا معلوم ہوتا ہے۔ ..اگست کو بخار ٹوٹا، بہت اچھا۔ ۳۱؟ ہی کو اس کا نکاح بھی کیا گیا۔ کیا کوئی دانا ایسا کرے گا یا اس کو باور کر سکتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ ۱۴ ستمبر کو بخار ٹوٹا اور ۱۶ کو مر گیا۔ ایک دن کا کل وقفہ ہوا۔ اس میں یہ بڑھا نکلتے ہیں کہ لڑکا بالکل صحت یاب اور تندرست ہو گیا۔ یہ ہو گیا وہ ہو گیا کیا ہی مزے کی بات ہے شاید ان الہامیوں کے ہاں ایک روز سال دو سال کی مدت کا ہوتا ہو گا (بے شک ہوتا ہے عبارت تریاق القلوب منقولہ آئندہ میں اس کا ثبوت ملے گا) پھر ان اعتراضات؟ کا جوا

ب تو شاید یہی ملے کہ ہم جو کہ الہامی ہیں بس ہم جو چاہیں کریں جو چاہیں کہیں۔اس لئے ہم اصل پیش گوئی پر آتے ہیں،

کچھ شک نہیں کہ جوتیوں کے غلام نے تریاق القلوب سے جو عبارت نقل کی ہے وہ ٹھیک نقل ہے اگر چہ درست عبارت کا نقل کرنا مرزائی پارٹی کے خلاف معمول ہے مگر ناظرین بغور دیکھیں کہ اس عبارت میں مرزا جی نے کیا ہی دورنگی دکھائی ہے۔فرماتے ہیں یہ لڑکا نیک ہوگا یا جلد فوت ہوجائے گا۔یہ دورنگی ہمیشہ اس لطیفے کے مشابہ ہے جو کسی میراثی کا مشہور ہے کہ اس نے یہی دعوی کیا تھا کہ ہم (میاں بیوی) میں سے ایک تو ضرور ولی ہے۔لوگوں نے کہا اے احمق نانا کے نانا تجھے ولایت سے کیا کام اور کیا تعلق۔اس نے کہا صاحب ہوں تو میں بے شک ...کا بیٹا مگر کیا بات ہے کہ میرے دعوے کا ثبوت مجھ سے نہیں لیا جاتا لوگوں نے کہا اچھا بتا تو سہی۔اس نے کہا سنیئے صاحب جب بادل اٹھتا ہے تو میں کہتا ہوں برسے گا،میری بیوی کہتی ہے نہیں برسے گا۔چنانچہ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم دونوں میں سے ایک کا کہنا ضرور سچا ہوتا ہے کبھی میں ولی کبھی میری صاحبہ ولی،غرض ولایت سے ہمارا گھر سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔سبحان اللہ یہی حال مرزا جی کے الہاموں کا ہے فرماتے ہیں،یا تو.. بخدا ہوگا یا جلد مرجائے گا (کیوں نہ ہو آخر ولی ہیں)

خیر یہی سہی ہم آپ کی اس دورنگی سے بھی درگذر کرتے ہیں مگر آپ یہ تو بتلاویں کہ اس،جلدی،کے لفظ سے کیا مطلب ہے۔عرف عام میں،جلدی،یہ یہ مطلب ہوتا ہے شیر خواری کے زمانہ میں مرے گا۔یہ نہیں کہ نکاح کر کے شادی کے نقارے بجوا کر مرے گا اور مرزا جی کے عشرت کدہ کو ماتم کدہ بنائے گا۔

پس اگر مان لیا جائے کہ یہ الہام آپ کا اس بچے کے متعلق ہے تو بھی اس کا اتنی عمر کو پہنچ جانا کہ آپ نے اس کے نکاح کا بھی انتظام کردیا بلکہ نکاح کر ہی دیا،اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ خود بھی اس کے متعلق جلدی مرنے والی شق کو لاگو نہیں سمجھتے تھے بلکہ پہلی شق میں صالح مرد ہونے کی تفسیر صحیح جانتے تھے۔پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کی تفسیر اور تفہیم کے خلاف مرگیا۔

اگر آپ یہ عذر کریں کہ الہام صحیح ہے مگر میرا فہم اور تفسیر صحیح نہ ہو تو الہام کی صحت پر اعتراض نہیں۔ملہم کا فہم الہام کے سمجھنے میں کبھی غلطی بھی کرجاتا ہے الہام کو اپنے اصلی الفاظ میں دیکھنا چاہیے۔تو جناب آپ کے

اس عذر سے مطلع بالکل صاف ہے غور سے سنیئے ۔آپ کا پہلا الہام، تین کو چار کرے گا۔ کیا کہہ رہا ہے۔کہاں اس میں ذکر ہے کہ چوتھا لڑکا ہوگا یا کہاں اس میں مذکور ہے کہ وہ پھر مر بھی جائے گا۔صرف اتنے الفاظ ہیں۔ خدا تین کو چار کرے گا۔ محض ایک مہمل فقرہ ہے جس کا سر ہے نہ پیر۔

جب ہم آپ کی تفسیر اور تفہیم کو ہٹا کر آپ کے اس الہام کو دیکھتے ہیں تو صرف اتنے الفاظ ہیں انی اسقط من الله و اصیب جو عربی محاورہ کے خلاف ہونے کے علاوہ محض ایک مہمل سا فقرہ ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ میں خدا کی طرف سے گرونگا اور اسکو پاؤنگا۔ کیونکہ عربی محاورہ ہے اصبت الضالة میں نے گم شدہ کو پالیا۔ گو یہ محاورہ خدا کی ذات کی نسبت نہیں بولا جاتا تاہم اصیب مضارع کا صیغہ اسی سے ہے ہے مصدر اس کا صابت ہے جس کے معنی پانے کے ہیں۔قرآن شریف میں کئی ایک جگہ اس کا استعمال آیا ہے۔ ما اصاب من مصیبة ۔ ان یصیبنا وغیرہ بتلایئے اس مہمل الہام کو اگر اصلی الفاظ میں لیں تو اس کے مہمل ہونے میں کچھ شک رہتا ہے۔کیا ہی شستہ؟ کلام ہے کہ میں اللہ کی طرف سے گرونگا اور اسکو پاؤنگا۔ سبحان اللہ اس دورنگی عربی کے کیا کہنے۔ناظرین یہ ہے مرزا جی کی الہام بافی۔

اب ہم ناظرین کی ملالت طبع رفع کرنے کو مرزا جی کی بڑی لمبی چوڑی تقریر اس بچے کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ جو اگرچہ لمبی ہے مگر ناظرین کی کامل تفریح اس کے دیکھنے پر موقوف ہے۔مرزا جی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ:

میرے چوتھے لڑکے کے متعلق ایک اور پیش گوئی کا نشان ہے جو انشاء اللہ ناظرین کے لئے موجب زیادت علم وایمان ویقین ہوگا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ الہام جس کو میں نے کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲، و۱۸۳، اور ضمیمہ انجام آتھم کے ص ۵۸ میں لکھا ہے جس میں چوتھا لڑکا پیدا ہونے کے بارے میں پیش گوئی ہے جو جنوری ۱۸۹۷ء میں بذریعہ کتاب مذکور یعنی انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم کے لاکھوں انسانوں میں شائع کی گئی جس کو آج کی تاریخ تک جو ۲۰۔ اگست ۱۸۹۹ء ہے پونے تین برس سے کچھ زیادہ دن گذر گئے ہیں۔اس تھوڑی سی مدت کو مخالفوں نے ایک زمانہ دراز خیال کرکے یہ نکتہ چینی شروع کردی کہ وہ الہام کہاں گیا جو انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲، و۱۸۳، اور اس کے ضمیمہ کے صفحہ ۵۸ میں درج کر کے شائع کیا گیا تھا۔اور لڑکا سب تک

پیدا نہیں ہوا۔ اسلئے میرے دل میں دعا کی خواہش پیدا ہوئی۔ گو میں جانتا ہوں کہ نا منصف دشمن کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ اگر مثلاً کوئی لڑکا الہام کے بعد دو تین مہینے میں ہی پیدا ہو جائے تو یہ شور مچاتے ہیں کہ پیش گوئی کرنے والا علم طبابت میں دسترس کامل رکھتا ہے لہذا اس نے طبیبوں کی قرار دادہ علامتوں کے ذریعہ معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا کیونکہ حمل کے دن تھے۔ اور اگر مثلاً پسر کے پیدا ہونے کی پیش گوئی تین چار برس پہلے اس کی پیدائش کے کی جائے تو پھر کہتے ہیں کہ اس دور دراز مدت تک خواہ نخواہ کوئی لڑکا ہونا ہی تھا۔ تھوڑی مدت کیوں نہیں رکھی۔ حالانکہ یہ خیال بھی سراسر جھوٹ ہے۔ لڑکا خدا کی عطا ہے اپنا دخل اور اختیار نہیں۔ اور اس جگہ ایک بادشاہ کو بھی دعوی نہیں پہنچتا کہ اتنی مدت تک ضرور لڑکا ہی پیدا ہو جائے گا۔ بلکہ اس قدر بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت تک آپ ہی زندہ رہے گا اور یا یہ کہ بیوی زندہ رہے گی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان دنوں کی ہمیشہ کی وباؤں نے جو طاعون اور ہیضہ ہے لوگوں کی کمر ایسی توڑ دی ہے کہ کوئی ایک دن کے لئے بھی اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ علاوہ اس کے جو شخص تحدی کے طور پر ایسی پیش گوئی اپنے دعوی کی تائید میں شائع کرتا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی غیرت کا ضرور یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ ابداً ایسی مرادوں سے اس کو محروم رکھے کیونکہ اس کا ابتر اور بے فرزند مرنا اس سے بہتر ہے کہ لوگ اس کی ایسی مکاریوں سے دھوکہ کھائیں اور گمراہ ہوں اور یہی عادۃ اللہ ہے جس کو ہمارے اہل سنت علماء نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے۔ الغرض میں نے بار بار کی نکتہ چینیوں کو سن کر کہ چوتھا لڑکا پیدا ہونے میں دیر ہوگئی ہے جناب الٰہی میں تضرع کے ہاتھ اٹھائے اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری دعا اور میری متواتر توجہ کی وجہ سے ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا: اصبر ملیّا سأھب لك غلاماً ذکیّاً یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر کہ میں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کرونگا اور یہ پنج شنبہ کا دن تھا اور ذی الحج ۱۳۱۶ھ کی دوسری تاریخ تھی جب کہ یہ الہام ہوا۔ اور اس الہام کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا رب اصحّ زوجتی ھذہ (بچہ پیدا ہونے کے بعد جیسا کہ الہام کا منشاء تھا میری بیوی بیمار ہوگئی چنانچہ اب تک بعض عوارض مرض موجود ہیں اور اعراض شدیدہ سے بفضلہ تعالی صحت ہوگئی ہے۔ مرزا)۔ یعنی اے میرے خدا میری اس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا، اور بیماری سے تندرست کر۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچہ کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے۔ سو اس الہام کو میں نے اس تمام جماعت کو سنا

دیا جو میرے پاس قادیان میں موجود تھے اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی۔ اور پھر جب ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کا دن چڑھا جس پر الہام مذکوری تاریخ کو جو ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا، پورے دو مہینے ہوتے تھے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی لڑکے کی مجھ میں روح بولی اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا انّی اسقط من الله و اصیبه یعنی اب میرا وقت آ گیا اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گرونگا، اور پھر اسی کی طرف جاؤنگا۔ اور اسی لڑکے نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے۔ یعنی اے میرے بھائیو میں پورے ایک دن کے بعد تمہیں ملوں گا ۔اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔ اور تیسرا برس وہ ہے جس میں پیدائش ہوئی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔ اور پھر بعد اسکے ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا (ناشر روحانی خزائن نے لکھا ہے: یہاں سہواً اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر، لکھا گیا۔ درست اسی کتاب کے ص ۲۲۱ پر یوں لکھا ہے: پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہارشنبہ پورا کر دیا۔ ناشر۔ یہ کیا درستی ہوئی، دوسرے مہینے والی بات تو وہیں کی وہیں ہے۔ نیز مرزا صاحب چوتھا مہینہ تو اس لئے بتا رہے ہیں کہ بیٹا چوتھا کہ فلاں چیز بھی چوتھے روز ہوئے فلاں کام کام بھی چوتھے گھنٹے میں ہوا۔ وغیرہ، بہا) یعنی ماہ صفر۔ اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چارشنبہ۔ اور دن کے گھنٹوں میں سے دو پہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا اور پیش گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے مطابق پیر کے دن اس کا عقیقہ ہوا۔ اور اس کی پیدائش کے دن یعنی بروز چارشنبہ چوتھے گھنٹے میں کئی دن کے امساک باراں کے بعد خوب بارش ہوئی (تریاق القلوب۔ص ۴۰۔۴۲)

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: عبارت مذکورہ اگر چہ ایسی لذیذ ہے کہ بغیر تشریح کے بھی لطف دے سکتی ہے تاہم ہم نے جو اس میں لطف پایا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو بھی اس میں شریک کریں۔ غور سے سنئیے:

لکھتے ہیں اس بچے نے اسلامی مہینوں میں چوتھا مہینہ لیا اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ماہ صفر، کیا خوب! محرم سے تو سنہ ہجری شروع ہوتا ہے جس کے لحاظ سے صفر دوسرا مہینہ ہے مگر مرزا جی کی قادیان میں شاید ذی قعد

سے سنہ شروع ہوتا ہوگا جس کے حساب سے صفر چوتھا مہینہ ہوتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں ہفتہ کے دنوں میں چوتھا دن لیا یعنی چہار شنبہ۔ معلوم نہیں ہفتہ کس روز سے آپ نے شمار کیا ہے مسلمانی ہفتہ تو شنبہ (سنیچر) سے شروع ہوتا ہے جس کے حساب سے چہار شنبہ پانچواں روز ہے اور سرکاری ہفتہ پیر کے روز سے شروع ہوتا ہے جس کے حساب سے چہار شنبہ تیسرا روز پھر نہیں معلوم ہفتہ کا چوتھا روز چہار شنبہ کیسے ہوگیا۔ یہ بھی لکھتے اس بچے نے پیٹ میں دو دفعہ باتیں کیں مگر اس پہلے لکھ آئے ہیں کہ مجھ میں اس کی روح بولی پھر جب اس کی روح مرزا صاحب میں بولی اور وہی بولنا ان کا پیٹ میں بولنا شمار کیا گیا تو کیا یہ نتیجہ ثابت نہ ہوا کہ وہ لڑکا مرزا صاحب کے پیٹ سے نکلا ہوگا۔ بے شک نکلا ہوگا کیونکہ کشتی نوح کے صفحہ ۲۷ پر مرزا نے اپنا نام مریم بتا کر اپنے حاملہ ہونے کا ذکر بھی کیا ہے کیا عجب کہ اس حمل کا یہی بچہ پیدا ہوا ہو۔

لطف یہ ہے کہ بچہ ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا مگر مرزا صاحب کے اندر اس کی روح نے یکم جنوری ۱۸۹۷ء ہی کو بولنا شروع کر دیا گویا دنیا میں قدم رکھنے سے اڑھائی سال پیشتر اس نے انڈے کے اندر بلکہ اس سے بھی پہلے اذان دینا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ جل جلالہ دیکھو جی ایسے صاف اور صریح معجزات دیکھ کر بھی لوگ ایمان نہیں لاتے کیسے بدنصیب ہیں: پڑیں پتھر سمجھ ایسی پر وہ سمجھے تو کیا سمجھے

مرزائیو! ہم مانتے ہیں کہ تمہارا مسیح اور کرشن لوہا ڈبونے اور بھس تیرانے میں کمال رکھتا ہے: ہر کہ شک آرد کافر گردد

سب سے زیادہ مزے کی بات ہے کہ مرزا جی خود پہلے ہی اپنے الہام کی تفسیر بلکہ ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں اصل الفاظ الہام کے یہ ہیں: انی اسقط من اللہ و اصیب ۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف سے گرونگا اور اسکو پاؤنگا۔ مگر مرزا جی نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ پھر اسی کی طرف جاؤنگا، حالانکہ یہ ترجمہ ان الفاظ کا نہیں بلکہ مرزا جی کا من گھڑت ہے۔

ہاں یاد آیا کہ مرزا صاحب کو مطلب بگاڑنے میں ایسی مہارت ہے کہ اپنے الہام کو تو بگاڑتے ہی تھے اس معصوم بچے کے کلام کو بھی بگاڑ دیا جس نے مرزا جی کے اندر اذان دیتے ہوئے کہا تھا کہ، مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے۔، اس کی تفسیر آپ خیریت سے کرتے ہیں کہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔ واہ واہ کیا

کہتے ہیں ایک دن سے مراد دو برس کیوں نہ ہو الہامیوں کے دن بھی الہامی ہیں مگر لطف یہ ہے کہ ان بھائیوں میں دو سال نہیں بلکہ چار سال کی میعاد ہے کیونکہ تیسرے لڑکی کی پیدائش مرزا جی ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء لکھتے ہیں دیکھو صفحہ ۴۰ تریاق۔ ۹۵ سے ۹۹ تک چار سال کی میعاد ہے۔ پھر بھی مرزا صاحب کا حساب ٹھیک ہوا اور اگر اس کی آواز دینے سے میعاد کی ابتداء سمجھی جائے تو بھی دو سال ساڑھے چار ہ ماہ ہوتے ہیں غرض کسی طرح بناؤ مرزا جی کا الہام ملا دو پیازہ کی میت کی طرح بنتا ہے جس کی ٹانگیں اونچی کرنے سے سر نیچے اور سر نیچے کرنے سے پاؤں اوپر جائیں گے۔ غرض مرزا جی کا الہام کیا ہے خاصہ اس شعر کا مصداق ہے:

لطف پر لطف ہے املاء میں مرے یار کے یار حاء حطی سے گدرح لکھتا ہے ہوز سے ہمار

مرزائیو! ہم جانتے ہیں اور سنتے ہیں کہ تم لوگ اہل حدیث کے مواخذات سے کھسیانے ہوتے ہو مگر یاد رکھو تمہارا کھسیانے ہونا کافی جواب نہیں جب تک کہ اہل حدیث کے پیش کردہ حوالہ جات اور واقعات کی صحیح واقعات سے تکذیب نہ کرو۔ اہل حدیث میں یہی ایک عیب ہے کہ جو مضمون لکھتا ہے حوالجات اور صحیح صحیح واقعات سے لکھتا ہے سچ ہے

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

یہاں تک مضمون تیار ہونے کے بعد اخبار بدر اور الحکم پہنچے دونوں میں ایک تازہ الہام دیکھنے میں آیا جس سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوتی ہے کہ مرزا پر ہمارے مباہلہ کا اثر کامل ہوا چنانچہ بدر مورخہ ۳۔ اکتوبر اور الحکم مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء میں یہ انگریزی الہام درج ہے۔ لائف آف پین۔ جس کا ترجمہ بدر میں کیا گیا ہے ۔تلخ زندگی۔ یعنی مرزا صاحب پر آج کل نہایت تلخ زندگی گذر رہی ہے۔ یہ الہام آپ کا ۳۰ ستمبر کا ہے اور بیٹے کی وفات ۱۶ ستمبر کی ہے یعنی مبارک احمد کے انتقال کے بعد مرزا صاحب کی زندگی تلخ ہو رہی ہے اور یہی مباہلہ کا اثر ہے۔ فالحمد للہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ۔۳ رمضان ۱۳۲۵ھ ص ۱۔ ٦)

قادیانی نیرنگیاں

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ء

سی صد و ہفتاد قالب دیدہ ء

مرزا صاحب کی نیرنگیوں کا نقشہ وہی ہے جو شیخ فریدالدین مرحوم عطار نے لکھا ہے

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را

نے کشد بارو نہ پرد بر ہوا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ تفصیل کے لئے واقعات ذیل سنیئے

۱۸۹۳ء میں ایک دفعہ مرزا صاحب نے عیسائیوں سے مباحثہ کیا بعد مباحثہ علماء امرتسر نے ان سے مباحثہ کی درخواست کی تو آپ نے لکھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ دعھم و انصار ھم یعنی ان مولویوں اور ان کے حمایتیوں کو چھوڑ دو اسلئے میں مباحثہ نہیں کرتا میری طرف سے مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب کریں گے۔ اس سے بعد آپ نے متعدد کتابوں میں علماء اسلام کا خوب رد کیا آخر ۱۸۹۶ء میں رسالہ انجام آتھم لکھا تو اسکے اخیر صفحہ پر لکھ دیا کہ ہم نے قصد کرلیا ہے کہ آج سے بعد علماء کو مخاطب نہ کریں۔ اس سے بعد متصل ہی ۱۸۹۷ء میں اسی کتاب کے ضمیمہ پر علماء اسلام کو خوب کوسا۔ پھر نومبر ۱۸۹۸ء میں کتاب راز حقیقت لکھی جس کے پہلے صفحہ ہی پر اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ:

اب یہ مسل خدا کے سامنے پیش ہے تم اپنے مخالفوں کو ہرگز کوئی جواب نہ دو خدا خود فیصلہ کرے گا۔،

اس سے بعد ... ایک طویل اشتہار موسومہ اشتہار معیار الاخیار لکھا جس کے صفحہ ۲ پر خاص کر علماء اسلام کو مباحثہ کا چیلنج دیا کہ بٹالہ یا قادیان میں آ کر مجھ سے بحث کرلو۔ اپریل ۱۹۰۲ء؟ میں دافع البلاء لکھی اور اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کشتی نوح لکھی ان سب کتابوں میں علماء اسلام سے خطاب کیا اور ان کا خوب رد کیا نومبر

۱۹۰۲ء میں ایک کتاب اعجاز احمدی خاص میرے نام کی ڈیڈی کیشن (تحفہ dedication) لکھی علی هذا القیاس تحفہ غزنویہ اور تحفہ گولڑویہ، یہ اور وہ بہت رسالے لکھے جن میں علماء اسلام سے مناظرہ کیا اور ان کا خاص رد اور خطاب کیا۔ اس کے بعد چوتھی دفعہ الحکم کے اڈیٹر کو ہدایت فرمائی کہ تم مخالفوں کے جواب میں کچھ نہ لکھو بلکہ ان کو خدا کے سپرد کرو چنانچہ الحکم کے سادہ اڈیٹر نے ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے پرچے میں اعلان کر دیا کہ آج سے بعد کسی مخالف خصوصاً اہل حدیث پیسہ اخبار وغیرہ کا کبھی جواب نہیں دیا جائے گا حضرت امام زمان نے منع فرمایا ہے۔ اس سے بعد پھر امام زمان اور آپ کی امت کو خارش نے غلبہ کیا تو خاکسار سے مباہلہ کی ٹھہرائی پہلے تو آپ کے اڈیٹروں نے کچھ لکھا پھر آپ خود ہی درمیان میں کود پڑے اور مباہلہ کا اشتہار دے دیا جس کا اثر بھی بحمد اللہ حضرت پر اچھا خاصہ ہوا جس کا مفصل ذکر ۱۱۔ اکتوبر کے پرچہ میں کیا گیا ہے زاں بعد آپ نے حقیقۃ الوحی، بے ایمان بنیئے کی بہی سے بھی بڑی کتاب لکھی جس میں سب مخالفین کا رد کیا اور اچھی طرح سے خطاب کیا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ان واقعات صحیحہ کے پیش کرنے سے ہماری یہ غرض ہے کہ ناظرین کو اس مسیح اور مہدی اور کرشن گوپال کی کسی قدر نیرنگیاں دکھاویں کہ جس کے اپنے استقلال اور اصابت رائے کا یہ حال ہے کہ گویا کسی استاد کا شعر اسی کے حق میں زیبا ہے

شب کو مئے خوب سی پی صبح کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ایک وقت اعلان ہوتا ہے کہ ہم کبھی نہ بولیں گے کوئی کچھ بھی کہے دوسرے وقت اتنا بولتے ہیں کہ مغز چاٹ جاتے ہیں۔ ان واقعات گذشتہ اور توبہ شکستہ کو خوب یاد کر کے مندرجہ ذیل توبہ نامہ کو بغور دیکھیں جو اڈیٹر الحکم اور اڈیٹر بدر دونوں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ ہر دو صاحب لکھتے ہیں:

اطلاع عام: چونکہ ہماری طرف سے کیا تحریراً اور کیا تقریراً پورے طور پر مخالفوں پر اتمام حجت ہو چکا ہے اس لئے اب ان کے ایسے کلمات کا اخباروں میں رد کرنا جو انصاف پر مبنی نہیں ہیں ہرگز مناسب نہیں اب یہ تمام امور خدا تعالیٰ کی عدالت میں ہیں وہ خود آسمان سے ان کا فیصلہ کرے گا اس لئے ہم تمام لوگوں اور تمام مخالفین کو عام اطلاع دیتے ہیں کہ اب مخالفین کی تحریروں کے مقابل پر ان کا نام لے کر کوئی تحریر شائع نہیں

ہوگی بجز اس صورت کے کہ کوئی ایسا افتراء شائع کریں جس پر خاموشی کرنے سے دین کا حرج ہو۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ بدر و الحکم۔ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء

اس اعلان کی پختگی کی بابت تو ہم جانتے ہیں اور واقعات ہم کو بتلاتے ہیں کہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اس لئے ہم یہ تو خوب جانتے ہیں کہ ان ہر دو اعلانوں کا اثر اسی قدر ہوگا جتنا کہ محرم کے مرثیہ سننے سے بازاری فاحشات کو زنا کاری کے چھوڑنے پر ہوتا ہے جس کی انتہاء محرم کی گیارھویں تاریخ ہوتی ہے مگر ہمارا یہ سوال نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ چونکہ ہم اہل حدیث ہیں علم حدیث کے اصول میں ایک حدیث مرفوع ہوتی ہے ایک موقوف۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے پہلی قسم شریعت میں حجت ہے اور دوسری قسم حجت نہیں اس لئے دونوں صاحب اڈیٹر بدر و الحکم کم سے کم یہ اطلاع دیں کہ یہ اعلان آپ دونوں صاحبوں نے اپنے اختیار سے دیا ہے یا مرزا صاحب کے حکم سے گو مرزا صاحب کے ایسے اعلانات کو بھی ہم جانتے ہیں کہ مخالفوں کے سخت مواخذات سے چندروز تک آرام سے بسر کرنے کے لئے اس قسم کے سرکلر دیا کرتے ہیں آج کل تو اہل حدیث اور مرقع کی پکڑ کی پکڑ سے ایسا کرنا ان کو بہت ہی ضروری ہے جس سے دانا سمجھ سکتے ہیں

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۷ رمضان ۱۳۲۵ھ۔ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۶، ۷)

قصیدہ رائیہ بمقابلہ قصیدہ مرزائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہونگے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایک رسالہ اعجازی احمدی لکھا تھا جس میں ایک قصیدہ عربی بھی تھا۔ اُس کا نام مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کہا تھا۔ بایں زعم کہ اُس کے مقابلہ کا کسی سے بن نہیں سکے گا۔ خاکسار نے اُس قصیدہ کی کسی قدر اغلاط رسالہ الہامات مرزا میں لکھی ہیں جن کا جواب آج تک نہ مرزا صاحب سے اور نہ اُن کے کسی حواری سے ہوسکا۔ جن احباب نے رسالہ مذکورہ نہ دیکھا ہو، ان کی اطلاع کے لئے قصیدہ مذکورہ کے دوتین شعر لکھے جاتے ہیں۔ مطلع قصیدہ کا یہ ہے:

ایا ارض مد قدد فاك مدمرٌ

وارداك ضليل واغراك موغرٌ

باوجودیکہ مجریٰ اس کا رفع ہے۔ تاہم بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں جن میں نہ نحو کا لحاظ ہے نہ عروض کا پاس۔ چنانچہ

ااُخيت ذئبا عائثا او ابالوفاء

او اخيت مدا او رء يت امرتسرٌ

اس شعر میں امرتسر۔ روءیت کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب چاہئے تھا۔ مگر قادیانی مسیح نے اپنی اعجاز سے اُسے مرفوع کردیا۔ اور سنئے!

ولما اعتدی الامرتسری بمکائده

واغریٰ علی صحبی لیاما وکفروا

اِس شعر کا ترجمہ ہی اس کی خوبی کا مظہر ہے جو حضرت نے خود ہی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اور جب ثناء اللہ اپنے فریبوں سے حد سے گذر گیا اور لوگوں کو میرے دوستوں پر برانگیختہ کیا۔''

اِس ترجمہ میں یہ چالاکی ہے کہ نہ تو لیاما کا اظہار ہوتا ہے نہ کفروا کا ترجمہ نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ اِس شعر میں جو ما حرف شرط ہے اس کی جزاء دوسرے شعر میں نکلتی ہے جو یہ ہے:

فقالوا لیوسف مانری الخیر ھھنا

ولکنّہ من قومہ کان یحذر

لما کی جذا پرف کا آنا جائز نہیں۔ قرآن شریف میں لما زاغوا ازاغ اللّٰہ قلوبھم غرض اسی قسم کی سینکڑوں لفظی اور معنوی غلطیوں سے یہ قصیدہ پُر تھا اِس لئے کسی اہل علم نے اِس کے مقابلہ میں قصیدہ لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے چونکہ مرزا صاحب قادیانی کے بے جا غرور کو توڑنا تھا، اس لئے خدا نے قاضی صاحب ظفر الدین مرحوم پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کو توجہ دلائی تو مرحوم نے ایک قصیدہ لکھا لیکن طبع ہونے تک نوبت نہ آئی تھی کہ مرحوم نے پیغام الٰہی کو لبیک کہا اور قصیدہ کہیں ردّی ہی میں پڑا رہا۔

آخر کار مرحوم کے اور میرے ایک شاگرد رشید مولوی محمد داؤد مولوی فاضل نے مجھ سے کہا کہ اِس قصیدہ کو چھپوا دیا جائے تا کہ مصنف کی محنت ضائع نہ ہو۔ میں نے خیال کیا کہ رسالہ کی صورت میں چھاپنے میں خرچ ہوگا اور اشاعت بھی کم ہوگی، اس لئے اخبار میں ایک کالم میں پورا کر دیا جاویگا۔ چنانچہ آج سے شروع کیا جاتا ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ قصیدہ کے مصنف اور ساعی کے لئے دعا خیر فرماوینگے۔ بہرحال قصیدہ مذکورہ یہ ہے۔ (ثناء اللہ امرتسری)

قفا نبك من ذكرى علوم تبعثر

قلوبا اماتته الهوى و تذكر

تذكرها عوداً الى البدء للورى

و لقيان ذات الله يوم تبعثر

و اهل لها اضحوا رميماً و اقفرت

منازل علم الدين منهم وسيّروا

مع السير اخلاقاً حسانا و كلهم

نجوم اضاءت ثم غابوا وغوروا

كاني اذا ما اذكر المهدى؟ و الهدى

اشيم بررقا؟ قد تلوح و تستر

و صحبى قيام فى مقام نصيحة

يقولون لا تحزن فانك توجر

و ان شفاى؟ سنة نبوية

فهل من كريم يرتضيها؟ و يؤثر

الارب يوم كان يوما مباركا

و لا سيما يوم بهيٍ مدثر

لهم فيه نصح للبرية وللورى

بتذكار يوم كلنا فيه يحشر

بتذكار يوم ليس يخفى على الورى

به الله يعطيى من يشاء و يخسر

به الله يصمى؟ من اتى متكبراً

به الله يرهى كيد من هو يفخر

به الله يقضى بيننا كل امرنا

و يفتح مهما فتحه متعسر

و يوم عقرنا فيه ليل نفوسنا

الى كل ما يفتى؟ يفنى؟ و ما يتغير

وما لنا؟ الی باق و خیر ذخیرة
و نعنی رضاء الله فیما یدخر
فاول ما یعلو به المرء فی الوری
قبول لما قال الا له المکبر
و تسلیم احکام اتت فی کتابه
مرادی به ذاك الکتاب المنور
مرادی به ما قد تراه مفصلاً
بایدی الکرام المسلمین و یزیر
و کیف یریدون الانـاس به فهم
سواء علیهم انذروا ام تناذروا
فمن کان منهم مرسلاً کان مرسلاً
الی نفسه او غیره ذاك یعسر
و ذاك لان الغیر ایضاً کمثله
فمن کان منهم آمرا کان یومر
و مامورهم ایضاً کتاب و امر
لآمره حقاً کذلك یعثر
و اعشار شئی نفسه مثل ما مضی
عسیر محال مثله لا ییسّر
رجعنا الی ما قد آتیناه اولا
و قلنا اردنا منه ما هو یزیر
کتاب حوی ما یتبعه اولو النهی

من الهدى و العلم الذى هو يسّر

فلولاه كنا فى الضلال كغيرنا

و ذقنا كما ذاقوه ام هو اكثر

كتاب شفاء للصدور ويا له؟

من الخير و الفصل(الفضل) الذى لا يغمر

كتاب هدانا حسن اخلاق ربنا

كتاب هداه خير كم لا يزنتر

كتاب هدانا ان نج رسوله

هو الملك الا بهى السنى المظهر

كتاب هدانا الاجتماع فلا نرى

على الحق من رانى الينا يبختر

يفرق شمل المسلمين بقوله انا

المقتدى الخبر الامام الموزر

انا الحجة البيضاء فى كل ساعة

اغوص على علم عليم و اصدر

بدر بهى ذى سناء فلا ترى

مثالاً له فيما يردن و ابصروا

قال انا الموعود للناس فى الدنا

مسيح و مهدى تعالوا فتنظروا

على انه يهدى الا ناس على السواء

لقد مات عيسى فانظروا و تفكروا

فــــای کتـــاب الـــلـــــه یـــنـــطـــق هـــکـــذا

.. کـــن اقـــول ؟خیـــر الـــنـــا ن یهـدی فـفـکـــروا

و لســـــت نبیـــــا بـــــالاصـــــالة لـــلـــوری

انـــا الـــظـــل لا الاصـــل الاصیـــل و اشـــکـــر

نـــعـــوا و ســـمـــعـــوا مـــن کـــلامـــی و انـــنـــی

اریـــد جـــوابـــا یـــرتـــضیـــه مبـــصّـــر

لان مـــات عیســـی فـــالـــرجـــوع مـــحـــرم

الـــی هـــذه الـــدنیـــا لـــدیـــه مـــقـــرر

فـــکیف تـــقـــول الـــمـــرء انـــی خـــلیـــفة

مسیـــح لـــه فـــی الـــقـــادیـــان تتـــر

و انـــکـــان حیـــاً فـــالـــجـــواب میســـر

وســـمـــل عـــلـــی مـــن کـــان یـــخشـــی و یـــحـــذر

بـــان لیـــس هـــذا اذاك قـــط بـــلا مـــرا

فـــکیف یـــکـــون الـــعبـــد حـــرا یـــوقـــر

و ان کـــان دعـــواه بـــانـــی مثیـــلـــه

فـــمـــا قـــولـــه قـــد مـــات عیســـی فـــابشـــروا

لان مثیـــل الامـــر لا یـــقتـــضـــی ولا

یـــد الـــی الاعـــدام الـــمـــثـــل فـــا حـــزروا

عـــلـــی ان ختـــم الانبیـــاء یـــقیـــمـــنـــا

عـــلـــی مـــنهـــج حـــقٍ ســـوی یـــدثـــر

اذا تـــم مـــضـــمـــار الـــنبـــوـــة فـــی الـــوری

فما قوله شبه و مثل فابصروا

متى لم يكن امر لامر مشاركا

فما ذا و ما ذاك انظروا و تدبروا

لان مثيل الشئى ياتى مشاركاً

له فى امور الذات و هو مقرر

على ان هذا جاء من حصص له

و ذاك له نوع كذالك يوثر

و ليس نبى بعد حضرته و لا

يحوم على الانكار الا مغذفر

فكيف يقول المرء انى مسيحكم

و ليس شريكا فى النبوة ينذر

فان قال انى ظله لا اصيله

فما الظل الا ضده المستحقر

فهذا هو المحروم من نور شمسه

و ذاك مضى نير منور

يبائن هذا ذاك (ذا ت ؟) حقا بلا مرا

فهذا هو العرض الذى يتهور

و ذاك محل قائم باصوله

بناء قوى امره لا يصور

فان كان هذا مثله او مثيله

فقل كلنا الامثال واطال يخبر؟

فقال (کتاب) نبی الله انی مثلکم
و لیسوا النبیین الکرام ففکروا
لانهم مثل النبی لکونهم
اناساً کما کان النبی فحرروا؟
فما قاس مردود؟ بقول اقوله
فقد قلت ما فیه الکفایة فاشکروا
و لیس(نبی؟)نبینا خصمنا و خصیمنا
بل الخصم ضد النبی مقرر
براهمة الهند الذین نراهم
حیاری یرون ما یراه و یامر
بان الاناس الساکنین علی البری
جمیعا صحیفات عن الرب تذکر
فلیس کتاب ناطقا عن حقوقه
و کلهم فی الوحی یسوی و یخبر
و لیس نبی خاتما النبوة
و لیس کتاب نازل جاء ینذر
عجیب علی اهل الذکاوة و النهی
اذا ما دروا ان النبوة تعسر
لختم النبوات البهیة عند ؟ ما
امات الکریم حتی من جاء ینذر
ترجهم ؟ نحو العلامات و هی لا

تــــفيــــد اذا الـــــلا صـــل كـــــــان تهـــور

فـــمــــا ذا حـــراب ؟ الـــقـــوم بـــعـــد رســـولـــنـــا

مسيــلـــــمة الــــكـــــذاب اذ جـــــاء يــــا شـــــر

و مــــا ذا اتـــفـــــاق الـــقـــو م بـــعـــد رســـو لـــنـــا

عـــــلــــــى ان الهــــــام الـــــورى لا يهــــز بـــــر

و ليــــس ببــــر هـــــا ن عـــلـــى مـــن دعـــا؟؟ مـــن

كــــــرام خـــليــــفة الـــــكــــــريـــم فـــذ كــــروا

و ليــــس بـــمـــغـــنـــى مـــن دعـــاه مـــن الـــنـــصـــوص

بــــــل امـــــــره امـــــر عــــجيـــــب فيهــــجـــــر

عـــجيـــب عـــليـــنـــا الـــمســـلـــميـــن اتبـــا عــــه

و لــــــو جــــــــاء فـــــى ا ثـــوا ب يتبـــختـــــــر

عـــجيـــب عـــليـــنـــا بـــعـــد اقـــرارنـــا بـــمـــا

اتــــــا نــــــا بـــــــه ذا ك الــــنبـــــى الـــمـــطهـــــر

ايتـــــر ك ذا ك الــــعـــــذ ب ســــــا غ حـــلا لــــــه

بـــــا ل رأه الــــمــــــر ء كـــــا لـــنهـــر يســـجـــــر

تـــــلــــــو ن فـــــى رقـــــرقـــــــه و كـــــــا ن

تـــــلــــــون غـــــول خيشـــــعــــــور تـــــختـــــعــــــر

ســــمـــــعـــــنـــــا و اقــــــررنـــــا بـــــان ثـــلاثة

مــــن ا لا و جـــــه ا لـــــلتــــى تـــلـــو ح و تـــز هـــر

تـــكــــون بـــــراهيـــنـــاً لـــمـــن قـــد اتـــى بهـــا

فـــمــــن لـــم يســـلـــمهـــا يـــعـــاب و يـــوتـــر؟

فمنهن احساس سليم و بعد ذا

يعدون اخباراً بصدق يخبّر

و ثالثها عقل و ثم جميعها

و ليس سواها وجه يجسّر

فقول اله الخلق ثم نبيه

يعمهما الاخبار بالصدق فا شكروا

و كذلك اخبار الاناس كثيرهم

اذا اخبرونا بالتواتر فازبروا

يضل به من كان فيه مسلّكا

يقول الا يا ليت قومى يشعر

بانى فضل ضل عن مسلكى فلا

مسلك يدينى الطريق و يشكر

يقيد طوراً لغوه؟ بزيادة

و اخرى بنقض فهو هميان يصفر

يفور كتنّورٍ مراراً او ربما

يفور كخاشٍ ربه يتضور

الم يدر ان الاطلاع على المغيب

لا ينفع المرء الذى لا يعذر

اذا كان مما ليس يعثره على

مشارع للشرع الجديد فيخبر

و ذلك و مختص بمختار ذى العلا

تبـــارك و يـــعـــطـــى مـــن يشـــاء و يـــقتّـــر ؟

و الافـــدخ قـــالـــــه لـــنبيـــنـــا

جهـــارا فـــلـــم يـــنـــكـــره الا الـــمـــعـــذمـــر؟

جهـــــاراً بـــلا شك و حـــــريـــــب و ريبةٍ

بـــمـــحـــضـــر اصـــحـــاب صـــغيـــر مـــصـــغـــر

و ليـــــس نبيـــنـــا عـــنـــدنـــا بـــل مـــحـــقـــر

صبـــى و فـــى امـــــره لا يـــــوقـــــر

و ليـــــس وليـــاً قـــائـــمـــاً بـــمـــحبتـــه

لا مـــر الا لـــــه الـــحـــق ذاك الـــجـــو كـــر؟

بـــل شك فـــى اســـلامـــه و وفـــاتـــه

ســـواه و ذا يـــــروى و يـــوعـــى و يـــوثـــر

عـــلـــى ان اخبـــارا بـــريـــب يـــريبهـــا

وبـــحـــزه؟ الـــريـــاب امـــر مـــختـــعـــر

و ليـــــس مـــن الـــحـــق الـــحـــقيـــق لـــدى الـــورى

و لا مثـــلـــه يـــجـــنـــى و يـــوعـــى و يـــوثـــر

و دعـــوى الـــمسيـــح الـــقـــاديـــانـــى انـــنـــى

اقـــول عـــلـــى عـــلـــم هبـــاء تـــختـــعـــر

فـــقـــد ابـــطـــلـــوا دعـــواه مـــن غيـــر ريبة

مـــن اراد لـــم يـــنـــكـــره الا الـــمـــنـــكـــر

عـــجبـــت لـــقـــومـــى كيف زال عـــقـــولهـــم

يهـــدون امتـــــاً امـــــره لا يشـــغـــر

الم ينظروا ان الفراسة حقنا
اذا حصلت فينا به نتذخر
فنخبر طورا ان هذا يضرنا
و هذا يفيد القوم حقاً و ينصر
و هذا يروم؟ العلم و الدين و الهدى
و هذا المشمخر الغرور يدنقر
و هذا يقيم الخلق عن نهج ؟ العنى
و هذا يزكيهم و هذا يطهر
و هذا يديم النظر فى طلب العلى
و هذاك يغوين و هذا يشنطر؟
و هذا العليل الجسم يرتاد موته
فلا يعدون الموت فهو مقدر
و هذا الزكى الطاهر الاصل قد حوى
علوفا فيرضى الخلق و هو موقر؟
على ان احوال الورى لا يعدها؟
خبير اناس بالحساب موّزر؟
ولا يعلم الاحوال الا مليكنا
خبير لقطميرٍ و ما هو اصغر
عليم بادواء الورى و دوائهم
فمن شاء فليومن و من شاء يكفر
فمكة اهلها و سكانها بها

لادری بما فیها شعاباً و اجرر

الم تر جعفر الکرام و قد اتی

خبیث رشیداً بالمغیبات یخبر

و اخبر حیناً ان یوم وفاته

قریب بلا ریب و ذا سوف یقبر

فاخبرتهم ؟ هذا و ضاق صدورهم

و قاموا علی احر؟؟ یخاف و یحذر

علاه بسیف ثم قال ایا فتی

کم العمر باق و هو خزیان ینظر

فقال لعمری مدتی لمدیدة

فا حماه ذاك و الحرّ ذاك و الغضنفر

فسّر ؟ فسرّ؟ امیر المومنین بفعله

و زال هموم قد اتت تتکدر

دری ان من و ا عاجزا کیف یدعی

باخبار امر دائما عنه یحذر

فان حیاتنا و موت جمیعنا

بامر الاله الخلق حقا مقدر

فنحن علی جهل بمقدار خظنا؟

عن العمر فی دار الفناء نعذر

اصاح تری نورا مزیلا عن العمی

مضیئا منیر نیّرا یتنوّر

عن الاحرف اللاتی حواها تلالو

نجوم اضاءت لاتغور و تزهر

تضئی؟ طریقا مستقیما مسلّکا

الی ان دعواه هبأ تختعر

و ما یدعی من کون عیسی میتا

یتجدیده هذا انتحال مفرر

فان الامین السید الهندی نبی لهم

بناء رفیعا قوله ذاك اشهر

وما مات الا من سنین قلائل

و عاش طویلاً امره لا یمستتر

علی انه لما تلالاء للوری

بآیات صدق ان عیساه یقبر

فما النفع فی اثبات قبر قوی به ؟

و لتصویره الظلی للناس فاتعروا؟

باخبار من یزری علیه بلا مراء

احادیث جاءت من خرافة توثر

نعم قوله من بعد ذاك اننی

مسیح جدید بعد ما صار یقبّر

نعم قوله ان التصاویر للوری

ابیحت جدید لیس فیها یحذر؟

علی ان تصویر الجلیل مقامه

يزار و لا يرعاه الا مطهر

نعم قوله لا تقتدوا احداموا

اناس حواهم فضله المتكبر

جديد فليسوا مقتدين سواهم

فما بالهم خانوا و جالوا و خّروا

فمن يعترت منهم مقيماً باجره

يصلى اذا ما الناس ادوا و يحثروا

و الا فيعروه ملال ؟ فيبتغى

مذاهب لغشاها و ماء فينخر

يعلل طوراً بالسواك و تازه

بذاك الا عضداء تضىء و تزهر

تقول تركت الامر و هو محتم

على فربى بالجماعة يامر

و لكننى لا عجيب فى تركتها

بامر مسيح القاديان و احذر

يمن الاله الخلق طراً بانه

يولف بيننا و ذاك مقرر

و هذا يفرّق الجميع بقوله

و فعل له حتى يخاف و يعزر

فكيف يهجر؟ المرء ما يقتدى به

بغير تقاه و هو امر محقر

اهذا هو الامر الذی تبغیه من
یقبله فیما یقول و یزیر
لیصد عن الجمع الجمیع و نفسه
یصد فمن یحمی و من هو یفر؟
نعم جد منه انهم یجزونه
باسماء اولاد لهم ثم یامر
لهم بازدواج او فراق فکلهم
اسیر لدیه امره لا یغیر
سواء علهم قطع رحم و وصلها
اذا ما اتاهم ما یراه و یوثر
نعم جد منه انهم یخبرونه
بایراد لفظ الاحمدی فیاشر
لترکهم مختار صدق؟ ذی العلاء
و سماکم عما ذکرت یذکر
نعم جد منه ازم یرتجونه
اذا ما دنا یوم عسیب مشنزر
و یاتوه من یاتیه سفراً مشتمراً
و مسّخجدا فیما وهاه محّذر
یشمجر کالرمیمان ضلّ سبیله
الیه و یهدیه فینبئی و یخبر
نعم جد منه انهم یجتنبونه

فيـــاتـــونـــــه و الشـــىء بـــالشـــىء يـــذكـــر
فـــمـــن لـــم يـــود الـــمـــال و هـــو يـــحتـــم ؟
عـــليـــــه فـــذا يـــقـــلـــى و يشـــنـــا و يهـــجـــر
و لـــو لـــم اخف ربـــى تـــعـــالـــى و شـــئـــونـــه
و اكرم من يهدى الورى و يذكر

ہفت روزہ اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹۰۷ء کے شماروں (۱۱ جنوری، ۱۸ جنوری، ۲۵ جنوری، یکم فروری، ۱۵ فروری، ۲۲ فروری، ۸ مارچ) میں درج بالا اشعار اس قصیدہ کے موجود ہیں، مجھے یہ شمارے فوٹو کی صورت میں حاصل ہوئے تھے، اور کاغذ خستہ اور پرانا ہونے کی وجہ سے فوٹو بھی اچھی نہیں آئی، اس لئے اسے پڑھنا کارے دارد ہے۔ تاہم جیسا کچھ مجھ سے پڑھا جا سکا ہے، نقل کر دیا ہے اور درخواست ہے کہ اگر کوئی صاحب علم اس کی تصحیح میں میری مدد فرمانا چاہیں تو رابطہ کئے جانے پر انتہائی ممنون ہوں گا اور بعد تصحیح اسے کسی دوسری جگہ نقل کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ بہا

متفرقات

ثنائی ورود قادیان

(ذیل میں چودھویں صدی کا مسیح، نامی کتاب سے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے ورود قادیان کی دلچسپ روداد ملخصاً نقل کی جارہی ہے۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں ناول کے انداز میں لکھی گئی تھی اور امید ہے ناظرین محظوظ ہوں گے۔ بہاء)

جاڑا ہے کہ زمہریر کا طبقہ ٹوٹ گیا ہے۔ ہوا کے سناٹے سے کان بہرے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے تن آور درخت بید کی طرح کانپ رہے ہیں درختوں کے پتوں پر برف جو جم گیا ہے ایک دوسرے سے وصلی کاغذ کی طرح چمٹے ہوئے بزبان حال کہہ رہے ہیں

جیسے کہ وصل کی شب ان سے لپٹتے ہیں ہم
یوں وصلی کے بھی کاغذ چسپاں بہم نہ ہوں گے

پرند پروں میں سر چھپائے آشیانہ میں بیٹھے ہیں، منہ باہر نہیں نکالتے، انسانوں کی بغلوں سے ہاتھ جدا نہیں ہوتے، کنار دلدار کا مزہ لے رہے ہیں، دم تقریر دود جگر منہ سے نکل کر دھواں دھار ہو جاتا ہے، بات دم گفتار زبان سے نکل کر لبوں پر جم جاتی ہے، سامع کے کان تک جانے کا بار نہیں پاتی ہے۔ دانت سے دانت بجتے ہیں صبح ہو گئی ہے خورشید خاور حجرہ افق سے نکل آیا ہے مگر ڈر کے مارے چادر کہر سے منہ چھپائے کانپ رہا ہے۔ کہر کا غبار چاروں طرف چھا رہا ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو رہا ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ مارا نظر نہیں آتا، راستہ کا

تو کیا ذکر ہے۔ انگیٹھیوں میں آگ ٹھنڈی ہوگئی ہے لوگ ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں مگر حرارت نہیں آتی۔

ایک کچی سڑک پر کیچڑ میں ایک یکہ پھنسا کھڑا ہے گھوڑا جان توڑ کر زور لگاتا ہے مگر پہیہ حرکت کیا جنبش نہیں کھاتا ۔گویا برف میں جم گیا ہے یکہ والے کی آواز کانپ رہی ہے ہاتھ پاؤں شل ہورہے ہیں مگر تاہم وہ کوشش کررہا ہے تین چار آدمی کالی وردی پہنے کمبل کی بارانی میں لپٹے یکہ کو زور لگا کر دھکیل رہے ہیں مگر یکہ بھی نہیں ہلتا۔

ایک صاحب شنگرفی رنگ کی پشمینہ کی چادر سے منہ سر لپیٹے یکے کے اندر بیٹھے ہیں آنکھ اور ناک سے پانی جارہا ہے رومال سے پونچھتے پونچھتے ناک گوشت کی بوٹی کی طرح لال ہوگئی ہے۔

سپاہی: اجی حضرت مولانا! آپ کو تو ضرورت ہوگی، ہم غریب سپاہیوں کو ناکردہ گناہ کیوں عذاب میں پھنسایا؟

دوسرا: یہ تو یکہ میں منہ سر لپیٹے ہاتھ پاؤں چھپائے بیٹھے ہیں۔ چلو یہ پاس گاؤں ہے وہاں چل کر آگ اور لکڑیاں لائیں سینک کر ہاتھ پاؤں کھولیں۔

تیسرا: یہ بزدلی خوب نہیں۔ اگر کوئی معرکہ آرائی ہو تو تم کیا کرو

چوتھا: حوالدار صاحب! ان میں سے ایک آدمی کو ضرور بھیج دینا چاہیے جب تک دھوپ نکلے آگ جلا کر سینکیں گے۔ جب دھوپ نکلے گی تو یکہ کو گھوڑا کھینچے گا۔

حوالدار: اچھا تم سے ایک آدمی جاؤ۔ مولوی صاحب آپ حقہ تو نہیں پیتے؟

مولوی صاحب: نہیں صاحب میں حقہ تو نہیں پیتا مگر آگ تو ضرور منگانی چاہیے

حوالدار: حضرت مولانا صاحب! اس موسم میں سفر؟ ہم لوگ تو ملازم پیٹ کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں آپ کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی۔ جو اس قدر تکلیف شاقہ گوارا کی۔

مولوی صاحب: کیا کہیں۔ تم مرزا کو تو جانتے ہوگے؟

حوالدار: واہ صاحب! آپ نے مرزا کے جاننے کی بھی ایک ہی کہی وہ تو شیطان سے زیادہ مشہور ہے، اسے کون نہیں جانتا۔

(خوب! یہ مولانا صاحب تو ہمارے مخدوم مکرم معظم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ہیں۔ یہ اس وقت یہاں کہاں؟)

مولوی صاحب: میں نے قادیان جانا ہے مرزا قادیانی نے ایک رسالہ اعجاز احمدی چھاپا ہے جس

میں ہم کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

اگر یہ (ثناءاللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔ (اعجاز احمدی۔ص ۱۱)

مولوی ثناءاللہ نے کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم آپ کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں۔ رسالہ نزول مسیح میں میں نے ڈیڑھ سو پیش گوئی لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناءاللہ صاحب لے جائیں گے اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب کیلئے اپنے مریدوں سے ایک ایک روپیہ لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ (اعجاز احمدی۔ص ۲۳)

اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ مولوی ثناءاللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائیگا تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۳۷)

حوالدار: اجی حضرت! کیا آپ مرزا کے وعدوں سے واقف نہیں اگر وہ ایسے وعدہ وفا ہوتے تو یہ جائداد، اور زیورات اور حلوائے تر اور قورما اور پلاؤ کہاں سے اڑاتے، آپ نے سنا نہیں کہ بخیل نے کسی شخص سے کہا کہ ہمارے گھر ہمارے دادا کے وقت کا اچار ہے۔ کسی نے کہا، ارے میاں ہمیں بھی دکھانا کہ اس کا کیسا ذائقہ ہے ۔بخیل نے کہا، جو اس طرح دکھاتے تو وہ کیونکر رہتا۔

سو حضرت! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور ہیں۔ مرزا ایسی کچی گولیاں نہیں

کھیلے جوکسی کے دم میں آ جائیں۔اچھوں اچھوں کواس نے دم دیا ہے کسی کے قابو میں نہیں آتے، لاکھوں انعام کے اشتہار شائع ہو چکے کسی کو کوئی پیسہ ملا؟ سینکڑوں آدمی مناظرہ کیلئے بلائے گئے کسی سے کسی بات کا فیصلہ ہوا؟ آخر کوللو نکل گئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہے

(اس عرصہ میں سورج نے منہ دکھایا، دھوپ کی گرمی سے ذرا ہاتھ پاؤں کھلے، یکہ معہ مسافران آگے کو روانہ ہوا کبھی ٹیلہ پر یکہ چڑھا اور کبھی گڑھے میں دھڑام کر کے گرا

مجھ ناتواں کی چال ہے جوں مرغ بسمل کی تڑپ
ہر ہر قدم پر ہے گماں یہ رہ گیا وہ رہ گیا

غرض بصد حیرانی صبح سے چل کر قریب عصر قادیان پہنچے ..خدا کا شکر بجالائے ..مرزا کو بذریعہ رقعہ اطلاع دی)

(اس کے بعد شیخ الاسلام اور قادیانی خط و کتابت نقل کی ہے جو اوپر منقول ہو چکی ہے، اور اس کے بعد پھر لکھا ہے:)

مرزا قادیانی: خبیث گستاخ حفظ مراتب تو جانتے ہی نہیں، اس سور سے کوئی دریافت کرے کہ خدا کے مرسل اور نبیوں کو اسی طرح شوخی اور شرارت سے گستاخانہ خط لکھا کرتے ہیں۔

حواری: حضور یہ کیا، اس کے ہم خیال یہودی صفت علماء اسلام کل دریدہ دہن گستاخ ہیں۔خدا کے مسیح موعود اور مرسل صادق اور نبی برحق کی شان میں بے ادبی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ رکھا ہے خدا ان کو سزا ابھی تو نہیں دیتا۔

مرزا قادیانی: ان گونہہ خور یہودیوں کے بڑے بھائیوں کو عنقریب کتے کی موت مارے گا کہ بدذات اونٹوں کی طرح سوتے رہ جائیں گے۔

حواری: ہم اس کو کبھی نہیں بولنے دیں گے۔گدھے کی طرح دم لگا کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے لعنت ہی لے کر جائے گا۔

مرزا قادیانی: اس نابکار سے کہہ دو کہ وہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔

حکیم محمد صدیق: (جو مولوی صاحب کا خط مرزا صاحب کی خدمت میں لے گئے تھے، ان مغلظ دشنام کو سن کر سخت حیران ہو کر واپس آئے، مولوی صاحب سے)، حضرت سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بڑا فرق ہے ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی... سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

محمد ابراہیم: (یہ بھی حکیم صاحب کے ساتھ تھے) میں بیان نہیں کرسکتا جو الفاظ مرزا صاحب نے علماء اسلام کی نسبت عموماً اور آپ (ثناءاللہ) کی نسبت خصوصاً فرمائے ہیں۔

حواری: (مولوی ثناءاللہ سے) یہ خط حضرت اقدس امام ہمام نے بجواب تمہارے خط کے دیا ہے۔

مولوی صاحب: (خط دیکھ کر) چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ان کے ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے اس خط کو قبول کرتا ہوں۔ ان حضرات مرسلین رقعہ یا گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر مولوی یا عالم سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز کا نام ہے رشیدیہ جو علم مناظرہ میں ایک مستند کتاب ہے اس میں صاف مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی کے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونا اسی کا نام مناظرہ ہے۔

حوالدار: مولوی صاحب سلام۔ کیوں صاحب! ہم کیا کہتے تھے حضرت! ہم ایسے لکھے پڑھے نہیں مگر اردو کی کتابیں دیکھ کر اپنا مطلب سمجھ لیتے ہیں مرزا صاحب کا حال کوئی مخفی راز تو ہے نہیں روز اخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے ہیں کسی اقرار پر کسی جگہ قائم رہے ہیں جو آپ سے وعدہ وفا کرتے:

کرے ایفا وعدے کا اقرار کر کے کوئی اور ہوگا وہ مرزا نہ ہوگا

حکیم محمد صدیق: حضرت بندہ نے امرتسر سے چلتے وقت عرض کیا تھا کہ آپ کیوں ناحق خراب ہوتے ہیں مرزا صاحب ہرگز آپ کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے اور نہ وہ گفتگو کرینگے۔ یہ ان کی عادت مستمرہ ہے دعوت تو دے بیٹھتے ہیں مگر پھر بہزار حیلہ گریز کر جاتے ہیں۔

مولوی صاحب: ان کی حجت تو پوری کرنی تھی یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ مقابلہ پر وہ نہ کبھی پہلے آئے ہیں نہ اب آئیں گے۔....

طاعونی خبریں

ذیل چند خبریں نقل کی جا رہی ہیں جو مختلف مواقع پر اخبار اہل حدیث امرتسر کی زیر نظر فائلوں میں شائع ہوئیں اور جن میں قادیان اور قادیانیوں میں طاعونی وارداتوں کا ذکر ہے۔

سرکاری رپورٹ ہے کہ قادیان میں مئی کے پہلے ہفتہ مختتمہ ۷ مئی میں ۶۰۔ آدمی آلودہ طاعون ہوئے اور ۵۲ فوت ہوئے اور دوسرے ہفتہ مختتمہ ۱۴ مئی میں ۳۶۔ آدمی آلودہ ہوئے اور ۲۷ فوت ہوئے، اور تیسرے ہفتہ میں ۸ فوت ہوئے، حالانکہ ۲۸۔ اپریل کو الحکم نے بڑی خوشی سے ایک غیر معمولی پرچہ نکال دیا تھا کہ قادیان میں اب آرام ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

افسوس کہ مولوی جمال الدین ساکن سید والا ضلع منٹگمری جو قادیانی کاہن کے مخلص مریدوں میں سے تھا طاعون سے (بقول کاہن) کتوں کی موت مارا گیا۔ (نامہ نگار) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۱۲)

اگرچہ قادیانی اخباروں میں ابھی تک دار الامان ہی لکھا جاتا ہے اور ایک زمانہ میں دعوی سے کہا گیا تھا کہ قادیان طاعون محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے مگر اب کیا حال ہے۔ روئداد مفصلہ ذیل پڑھو

ہفتہ مختتمہ ۲۵ مارچ ۱۹۰۵ء طاعونی اموات

کالی زوجہ مہتاب شاہ۔ دوست بی بی زوجہ شیخ احمد۔ عیدا ولد فتح دین۔ کریم بی بی زوجہ نتھو۔ نواب بی بی زوجہ فتح دین۔ بڈھی زوجہ پیراں دتا۔ بنو والد اسماعیل۔ رکھا ولد امامی۔ نتھی زوجہ بوڑا۔ سندر لد روڈا۔ لبھو ولد امام

الدین

ہفتہ مختتمہ یکم اپریل ۱۹۰۵ء

جیون ولد دینا۔کیسر سنگھ ولد گلاب سنگھ۔ودہاوا ولد دیا کی۔اللہ دتا ولد جانی۔پچھی زوجہ مولا۔جمیتا ولد بہولا۔بوٹا ولدرلدو۔بانی ولد بوٹا۔عمر دین ولد کمان۔بھاگو زوجہ سبحان۔مہر ولد کشن سنگھ

ہفتہ مختتمہ ۸۔اپریل ۱۹۰۵ء۔کرم بی بی زوجہ عمر دین

بتلایئے ایک چھوٹے سے قصبہ میں جس کی کل آبادی اڑھائی ہزار کے قریب ہو اتنی اموات کیا تباہی نہیں۔کیا یہ اموات بمبئی کی آبادی کے لحاظ سے زیادہ نہیں، پھر محفوظ کیسے۔تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے۔وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۶)

قادیانی کاہن کے ایک مرید بابو عطا الٰہی وزیر آبادی سٹیشن ماسٹر لالہ موسیٰ نے امرتسر میں اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے سامنے بیان کیا کہ جن دنوں افضل اڈیٹر البدر طاعون سے مرا ہے قادیان میں مرزا صاحب سے میں ملنے گیا تھا تو سات روز بعد ملاقات ہوئی کیونکہ مرزا صاحب خود بھی طاعون میں آلودہ ہو گئے تھے آپ کو خون کا بول آتا رہا آپ نے خود فرمایا کہ یہ طاعون تھا مگر مجھے خدا نے پہلے بتلا دیا تھا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا۔کیا عجب ہے کہ: چاہ کن را چاہ درپیش (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مئی ۱۹۰۵ء ص ۹)

طاعونی اموات کا حساب: ۱۸۹۶ء میں ۱۷۰۴۔۹۷ء میں ۵۶۰۵۵۔۹۸ء میں ۱۰۱۸۵۳۔ ۹۹ء میں ۱۳۴۷۸۹۔۱۹۰۰ء میں ۹۳۱۵۰

۱۹۰۱ء میں ۲۷۳۶۷۹۔۱۹۰۲ء میں ۵۷۷۴۲۷۔۱۹۰۳ء مین ۸۵۱۰۲۶۳۔۱۹۰۴ء میں ۱۰۴۲۲۹۸

۱۹۰۵ء میں ۹۵۰۸۶۳۔ ۱۹۰۶ء جنوری سے اپریل تک ۱۷۰۰۰۰

پنجاب میں ہفتہ مختتمہ ۶۔اپریل ۱۹۰۷ء: جو طاعون سے اموات ہوئیں ان کی ضلع وار تفصیل: حصار ۱۰۰۔رہتک ۱۹۷۹۔گورگاؤں ۱۳۷۔دہلی ۵۷۷۔کرنال ۳۳۷۔انبالہ ۱۶۷۸۔ہوشیار پور ۸۱۵۔جالندھر ۲۴۷۵۔

لودیانہ ۲۴۱۱۔ فیروز پور ۱۷۰۹۔ منٹگمری ۲۶۹۔ لاہور ۲۷۰۔ امرتسر ۱۱۳۲۲۔ گورداسپور ۲۲۷۵۔ سیالکوٹ ۳۷۸۱۔ گوجرانوالہ ۵۲۵۴۔ گجرات ۲۶۵۹۔ شاہ پور ۱۱۸۴۔ جہلم ۵۲۷۔ راولپنڈی ۴۳۶۔ اٹک ۲۳۱۔ ملتان ا۔ ریاست پٹیالہ ۱۲۳۶۔ کپورتھلہ ۶۴۷۔ مالیر کوٹلہ ۱۰۶۔ جنید ۲۰۰، کلیسہ ؟ ۱۱۹۔ فرید کوٹ ۱۱۷۔ نابھہ ۱۷۷۔ کل ۳۴۴۳۶ ؟ ۔اس سے گذشتہ ہفتہ ۲۹۱۵۴۔ پچھلے سال کے اس ہفتہ میں کل ۴۲۷۵۔ (کرشن قادیانی کا ضلع گورداسپور خاص قابل غور ہے) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

ثنائی تبصرہ کتب

مرزا قادیانی کی تذکرۃ الشہادتین پر ریویو

مرزا صاحب نے آج کل ایک کتاب تذکرۃ الشہادتین ایک سوبیس صفحوں کی اردو عربی میں شائع کی ہے مضمون حسب معمول وہی حضرت مسیح سے رقابت۔ وہ مرگیا میں زندہ ہوں۔ میں ایسا ہوں یہ ہوں، وہ ہوں ۔ان باتوں کے علاوہ خاص مضمون جس کے نام پر یہ کتاب لکھی گئی ہے ایک افغانی کا سنگ سار ہونا ہے جو مرزا سے بیعت کر کے افغانستان میں مرزائی مسیحائیت پھیلانے پر کمر بستہ ہوکر گیا تھا۔ جس کو بقول مرزا، امیر صاحب والی کابل نے بفتوی علماء افغالستان سنگسار کر دیا اس واقع کو مرزا جی نے بڑی رنگ آمیزی الف لیلی کی طرز پر لکھا ہے اور امیر صاحب پر بہت جھلائے ہیں اور مسیحائی کا دم مارا ہے کہ اس نے میرے خلیفہ ملا عبد اللطیف کو ناحق شہید کروا دیا امیر بڑا ظالم ہے سنگ دل ہے سفاک ہے وغیرہ۔ اصل وجہ قتل بقول، تو جان نہ جان میں تیرا مہمان، یہ بتلائی ہے کہ امیر صاحب نے سن لیا ہوگا کہ میں (مرزا) جہاد کا مخالف ہوں اور ملا مذکور بھی جہاد کی مخالفت کرتا تھا اس لئے افغانستان کے ملاؤں نے ان کی نسبت فتوی کفر لگا کر سنگسار کرا دیا پھر اسی ضمن میں لگے ہاتھ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی پر بھی لے دے کر ڈالی ہے، فتنہ انگے شرانگیز وغیرہ الفاظ سے اشارہ کر کے لکھا ہے کہ اسی نے امیر کو جا کر میری کتابوں کا مضمون بتلایا ہوگا کہ میں جہاد سے

مسلمانوں کو روکتا ہوں۔ واقعی اس کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کو جہاد سے نہ روکتے تو خدا جانے مسلمان آج کیا کچھ کر گذرتے ...کے پاس بھی تو آخر چھ کروڑ فوج اور بھس کے بارود پڑے تھے سچ پوچھو گورنمنٹ پر مرزا جی بڑا ہی احسان ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو جہاد سے روک رکھا ہے مگر کیا ہی افسوس کی بات ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے مرزا جی کی کچھ بھی قدر نہیں۔ مرزا صاحب بار بار احسان نہیں بلکہ اپنی خدمت پیش کر کے دست دراز کرتے ہیں کہ جس طرح ہو سکے گورنمنٹ کوئی نظر عنایت کرے اور بار بار عرض کرتے ہیں کہ مجھ کو مسلمان محض اس وجہ سے برا جانتے ہیں کہ میں جہاد سے روکتا ہوں اس پر بھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی قدر نہیں۔ آہ:

بجرم عشق توام کشتہ اند، غوغائیست

تو نیز بر سر بام آ عجب تماشائیست

مگر گورنمنٹ ہے کہ سب لوگوں کو جو ادنی سے سرحدی لڑائیوں میں شریک ہو کر گاؤں، دو گاؤں بھی گورنمنٹ کو فتح کرا دیتے ہیں خطاب دیتی ہے مگر ایں جانب کوئی توجہ نہیں حالانکہ انجمن نصرۃ السنہ امرتسر کے روشن خیال سکرٹری حکیم محمد دین صاحب نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ مرزا صاحب کو اور نہیں تو خناس کا خطاب تو ضروری گورنمنٹ عنایت کرے، مگر افسوس صدائے برنخواست

خیر یہ تو مرزا صاحب کی جانب سے شکایتی الفاظ تھے اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مرزا صاحب نے گورنمنٹ کو کوئی نابالغ بچہ تصور کر رکھا ہے یا یہ سمجھ رکھا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی بھی کسی ریاست کی راجہ ہے یا یہ سمجھ رکھا ہے کہ وائسرائے بہادر یا خود شاہ معظم بھی مصر کے اس گورنر جتنی عقل کے مالک ہیں جسکی بابت شیخ سعدی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے شکایت کی کہ بوجہ امساک باراں کپاس جل گئی ہے خراج میں تخفیف کی جائے تو حضور نے جواب دیا کہ کپاس کیوں بوئی تھی ... بوتے تو نقصان نہ ہوتا کچھ شک نہیں کہ اگر آپ کی تعلیم کا اثر مسلمانوں پر ہوتا تو آج ضرور تصویر کا رخ اور ہوتا مگر خیریت سے آپ کی سنتا کوئی نہیں غور تو کیجئے کیسی معقول تقریر ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب امیر کو میرے کتابوں کا حال سنا آئے ہوں گے بس وہ مجھ سے اس لئے بیزار ہیں کیا ہی ابلہ فریبی ہے واقعات کو محض اپنے قیاس سے گھڑ لینا آپ ہی کا حصہ ہے کیوں

نہ ہو آپ مسیح بھی تو ہیں علاوہ اسکے اگر مولوی صاحب نے آپ کی کتابوں سے جہاد کی ممانعت دکھا کر امیر مرحوم کو آپ سے رنجیدہ کرا دیا تھا تو خود ان سے کیوں رنجیدہ نہ ہوئے انہوں نے بھی تو اقتصاد فی مسائل الجہاد لکھا تھا جسکے آپ خوشہ چین ہیں وہ تو کسی قدر مدلل بھی ہے آپ کی تقریر پر تو بجز آنجناب کی اپنی ہی وحی اور الہام کے کوئی دلیل نہیں ہوتی یہ کیا مولوی صاحب موصوف کے دماغ پر خدانخواستہ کوئی آفت پہنچی تھی کہ جہاد کی ممانعت سے امیر صاحب کو آپسے کشیدہ خاطر کراتے اور خود ان کو اندیشہ نہ ہوتا کہ میں نے بھی تو اقتصاد فارسی میں لکھ کر افغانستان بھیجا ہوا ہے۔

ناظرین یہ ہیں مرزا جی کی بھول بھلیاں جن سے گورنمنٹ کو بہاندنا چاہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

خدا نے جس قوم کو حکومت دی ہے سمجھ بھی دی ہے۔ اس کی روز افزوں ترقی ہی اس کی سمجھ اور لیاقت کی کافی دلیل ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ آپ کے اتنا کہنے سے کہ مسیح موعود کا فتوی ہے کہ دین کیلئے جہاد آج کل منع ہے گورنمنٹ آپ کی ممنون ہو جائے گی۔ افسوس ہے کہ آپ کے دام افتادہ مرید اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جو آپ کی تشریف آوری کا نتیجہ ہے کہ دینی جہاد کی ممانعت ہوگئی کیا اس سے پہلے لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے جہاد ہوتا تھا؟ کیا خفیہ اسلام کے مخالفوں کے اعتراضات کی پختگی ہے۔ حضرت سنیئے! یہاں آپ کے فتوی کی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف نے پہلے ہی سے بتلایا ہوا ہے افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ۔(کیا تم لوگوں کو زور سے بتانا چاہتے ہو؟) نہیں معلوم مرزا صاحب نے کیا سمجھ رکھا کہ گورنمنٹ جہاد کی ماہیت سے واقف نہیں۔ سنیئے حضرت ہم بتاتے ہیں کہ جہاد کیا ہے۔ جہاد ایک خدا کی رحمت ہے اور کل نبیوں کی تعلیم ہے جس مذہب اور کتاب میں جہاد نہ ہو وہ مذہب ذلیل ہے اور وہ کتاب ردّی کے صندوقوں میں ڈالنے کے قابل ہے بھلا ایسے مذہب کو لے کر کوئی کیا کرے گا جو دشمنوں کی ایذاؤں کی مدافعت بھی نہ بتلائے اور اپنے پیرؤوں کو روز افزوں ذلت ہی میں دیکھنا پسند کرے۔ دانا تو ایسے مذہب اور ایسی کتاب کو دور سے سلام کریں گے قرآن مجید بتلاتا ہے غور سے سنو اور اس رحمت الٰہی کا نام ذرہ سوچ کر لیا کرو اذن للذین یقاتلون ..۔(بے شک جن لوگوں کو ستایا گیا ہے ان کو اذن ہے کہ بھی ہاتھ اٹھائیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے) ہم

آئندہ کسی نمبر میں جہاد پر مفصل بحث کر کے مخالفین کے اعتراضات کی بھی قلعی کھولیں گے اور دکھاویں گے کہ کل دنیا قرآن شریف کی تعلیم پر عمل کر رہی ہے مگر نا خلف شاگرد کسی طرح استاد سے اکڑ کر...

ایک بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحائی کے ثبوت میں حضرت مسیح سے ۱۲ مشابہتیں بتلائی ہیں جن میں سے ایک دو خاص قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ جیسے حضرت مسیح، قیصر روم کے ماتحت پیدا ہوئے تھے، میں قیصر ہند کے ماتحت ہوں۔ پھر وہی کچی خوش آمد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارا قیصر اس قیصر سے بہت اچھا ہے۔ بہت خوب۔

پھر کہتے ہیں کہ جس طرح مسیح بغیر جہاد کے تشریف لائے تھے میں بھی بغیر جہاد کے آیا ہوں۔ اس مشابہت میں تو مرزا جی نے اپنے دل کا راز داناؤں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ ہاں واقعی آپ کی اس مشابہت سے جو مراد ہے اسی پر گورنمنٹ کی خاص نظر ہے کیونکہ گورنمنٹ سے انجیل میں حضرت مسیح کا وہ فقرہ مخفی نہیں۔ غور سے سنو! مسیح فرماتے ہیں، اور آپ ہی کو فرماتے ہیں:

یہ مت سمجھو کہ میں دنیا میں صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی ۱۰ باب کی ۳۴)۔

اور اگر مسیحی لڑائیوں اور جہاد کا زیادہ ثبوت چاہو تو اپنے خلیفہ راشد حکیم نوالدین سے پوچھئے۔ اور اگر وہ بھی منکر ہوں تو فصل الخطاب بمقدمة اهل الكتاب ان کے سامنے رکھ کر پوچھئے کہ یہاں پر آپ نے کیا غضب مارا ہے کہ مسیح کی لڑائیاں لکھ دیں ہیں، جن سے لازم آتا ہے کہ میں بھی لڑائیوں اور جہاد میں مبتلا ہوں۔ میں تو آج تک یہی کہہ کر گورنمنٹ سے اپنے راز مخفی رکھتا تھا کہ میں خونی مسیح نہیں ہوں، بلکہ اسرائیلی مسیح کی طرح بالکل منکسر المزاج، ایک سن کر کرسو کہنے والا، مگر آپ نے ڈبویا کہ حضرت مسیح کو ہی جہادی اور خونی مسیح لکھ مارا۔ اب تو ضرور ہے کہ یا تو میں مسیحیت کا دعوی چھوڑوں یا جہاد کروں۔ صورت اول تو ممکن نہیں کیونکہ مسیحائی چھوڑی تو رہا کیا، تم بھی فوراً مجھ سے چلتے بنو گے، ہو نہ ہو، تو دوسری صورت ہی اختیار کرنی پڑے گی۔ مگر اس کے لئے ابھی وقت نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۴-۵)

عقاید مرزا، اور کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کا افتراء،

آج کے پرچہ کے ساتھ ایک ٹریکٹ عقاید مرزا، اور کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کا افتراء، جو انجمن نصرۃ السنہ امرتسر نے دوبارہ چھپوایا ہے مفت تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے تمام نہیں تو مشتے نمونہ خروار، مرزا قادیانی کے عقاید معلوم ہوسکیں گے۔ حضرت مسیح کی قبر بابت جو مرزا جی نے عظیم بہتان اور تودہ طوفان قائم کیا ہے اس کے گرانے کے لئے یہ رسالہ ایک بڑی قلعہ شکن توپ کا کام دینے والا ہے۔ پس اسلامی اور غیر اسلامی اخبارات اس خبر کو درج کردیں کہ جس صاحب نے عقاید مرزا دیکھنا ہو..وہ ٹکٹ محصول بھیج کر انجمن نصرۃ السنہ امرتسر سے مفت منگالیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

ضربت عیسوی یا ابطال مرزا

یہ کتاب عیسائیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے ردّ میں شائع ہوئی ہے۔ گو خطاب تو اس میں مرزا مذکور سے ہے مگر مسائل ایسے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ زیادہ زور حضرات انبیاء علیہم السلام کی عدم عصمت اور حضرت مسیح کی عصمت پر دیا گیا ہے۔ ایک دو مضمون میں خاص مرزا کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ مثلاً مرہم رسل یا مرہم عیسی جو (بقول مرزا) حضرت عیسی کے زخموں کے لئے حواریوں نے بنائی تھی، اسکا ابطال جو اہل حدیث میں بھی نکل چکا ہے، یا حضرت مسیح کی کشمیر میں قبر ہونے کا جواب جو رسالہ عقاید مرزا میں مفصل مذکور ہے۔ مضمون تو پرانے ہیں جن کے جواب اہل اسلام کی طرف سے جو اسلام سے متعلق ہیں کافی ووافی دیئے گئے ہیں، اگر کچھ ہے تو مرزا کی ذاتیات کا جواب ہے جو خود مرزا پر فرض ہے۔ ہاں اس کتاب سے مرزا کی ایک بات کی کھلی تکذیب ہوتی ہے جو وہ کہا کرتے ہیں کہ میں سوروں کو قتل کرنے آیا ہوں، اور سوروں سے مراد عیسائیوں کو بتلایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ میرے دم تحریر سے تمام سؤر (عیسائی) قتل ہوچکے ہیں۔ مگر اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ان کی آواز آرہی ہے۔ شائد آخری سانس ہو۔ پتہ ریلیجس بک سوسائٹی لاہور انارکلی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۶)

موازنۃ الحق

کرشن قادیانی نے عوام کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنی دعوی مسیحیت سے الگ ایک بحث کانوں میں ڈال رکھی ہے یعنی حیات و مماۃ مسیح۔ حالانکہ اس بحث کو کرشن جی کی مسیحیت سے کوئی علاقہ نہ تھا مگر خواہ مخواہ تضیع اوقات کرنے اور پبلک کی توجہ اپنے دعاوی باطلہ سے پھیر کر ایک بے مطلب بحث کی طرف لے جانے کے لئے جہاں دیکھو اسی مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے کسر صلیب کیونکہ بزعم ان کے عیسائیت اسی بحث سے فتح ہوسکتی ہے کہ مسیح کو مار دیا جائے مگر خوش قسمتی سے یا تو سمجھتے نہیں یا پبلک کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ مسیح کی موت کے مسئلہ سے تو عیسائیوں کو ایک گونہ تائید ملتی ہے۔ بھلا موت سے ان پر فتح کیسے ہوسکتی ہے جب کہ خود انجیل میں لکھا ہے کہ، مسیح نے چلا کر جان دی۔، پھر بتاؤ موت کا مسئلہ عیسائیون کی تائید ہے یا تردید اس فہم و فراست پر مسیح موعود اور مہدی مسعود اور سب سے آخر کرشن جی مہاراج:

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

علاوہ اس کے مسیح کی وفات کے مسئلہ کے بانی سر سید احمد خان ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں اسکو بڑے بسط سے لکھا ہے۔ اس بحث کو مسیح کی مسیحائی سے کیا تعلق۔ خواہ مخواہ تضیع اوقات کرنے کو اسے درمیان میں لایا جاتا ہے۔ ہاں مسیحیت سے تعلق آپ کی پیش گوئیوں کو ہے جو بقول آپ کے (شہادۃ القرآن۔ ص۸۰) محک صدق و کذب ہوسکتی ہیں۔ اگر وہ سچی ہیں تو آپ بے شک سچے ہیں، اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو آپ کے جھوٹ میں کیا کلام ہے۔ اسی لئے رسالہ الہامات مرزا میں اس بے تعلق بحث کو روگردانی کر کے اصل مطلب پر بحث کی گئی ہے، یعنی صرف آپ کی پیش گوئیوں کی جانچ کی گئی۔ مگر چونکہ باوجود اظہار بے تعلقی کے کرشن جی اور کرشن پینتھی ایسی بحث پر ہمیشہ زور دیا کرتے ہیں، اس لئے کتاب مندرجہ عنوان کے فاضل مصنف نے اس بحث پر مفصل محاکمہ کیا ہے۔ فریقین کی تقریروں کو بڑی شرح و بسط سے نقل کر کے فیصلہ دیا ہے۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ مصنف اس کے جناب قاضی محمد اکبر تحصیل دار ہیں۔ مگر ملنے کا پتہ قاضی عبداللطیف قاضی خیل معلم افسران یورپئن مقام ایبٹ آباد ضلع ہزارہ۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۷۔۸)

قادیانی مقدمات

اس کتاب میں مرزا صاحب قادیانی کے مقدمات طویلہ کی مفصل روئداد طبع ہوئی ہے چاروں مقدمات کی پوری کیفیت جن سے قادیانی اور قادیانی پارٹی کی حرکت مذبوحی کس طرح ثابت ہوتی ہے۔ پتہ مطبع سراج الاخبار جہلم (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۰۵ء)

شہادت قرآنی علی کذب کرشن قادیانی

کتاب ہذا کا مضمون نام ہی سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعووں کی تردید ایک شیعہ مصنف نے کی ہے۔ پتہ منشی عبداللہ لاہور چوک نواب صاحب (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۹)

ثنائی فتاوی

سوال: مرزا غلام احمد متنبّی کے قصبہ کا نام ان کے معتقد قادیان بولتے ہیں حالانکہ ق عربی ہی سے مخصوص ہے ایک مرزا صاحب کا قول ہے کہ یہ لفظ اصل میں قاضیاں تھا۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔

جواب: کچھ شک نہیں کہ قادیان کا نام اصل میں قاضیاں والا تھا کثرت استعمال سے والا کا لفظ حذف ہو کر قاضیاں رہ گیا بعد میں محاورہ پنجابی ض، د سے اور ق، ک سے بدل گئے اور کادیاں ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکخانہ کی مہر میں یہ نام چھوٹے کاف سے ہی لکھا جاتا ہے جس کی بابت ڈاکخانہ کے... نہ کہ مرزا کے... بایماء حضرت کوشش بھی کی تھی کہ مہر تبدیل ہو جائے مگر نہ ہو سکی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ فروری ۱۹۰۴ء ص ۷)

ایک مستفتی ابراہیم خان صاحب کے سوالات کے جوابات شیخ الاسلام نے یوں دیئے ہیں:

سوال نمبر ا۔ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا زندہ ہیں۔ اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں۔ ان کی زندگی

اوردوبارہ تشریف لانے کے کون سے دلائل ہیں۔اور جو ہیں وہ قرآن مقدس سے ہیں یا عقلی اور خیالی۔

جواب: حضرت مسیح زندہ ہیں خدا فرماتا ہے ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته یعنی جتنے اہل کتاب اس (مسیح) کی موت سے پہلے ایمان لے آویں گے۔حدیث شریف میں آیا ہے۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء ۔بیہقی ۔یعنی تم کیسے اچھے ہوگے جب حضرت مسیح آسمان پر سے اتریں گے۔

یہ سوال کہ کہاں ہیں؟ عقل سے ...جبریل میکائیل وغیرہ ملائکہ کہاں ہیں۔یہاں زمین کے رہنے والوں کا پتہ نہیں لگ سکتا کہ کون کہاں ہے اور کون کہاں؟ حالانکہ زمین بہ نسبت آسمان کے بہت ہی چھوٹی ہے بلکہ نسبت ہی کچھ نہیں۔تو آسمانیات کا سوال کیسے۔جہاں خدا نے ان کو حکم کیا ہوگا وہیں ہیں۔

سوال نمبر۲۔جو شخص صلیب پر چڑھایا گیا، وہ کون تھا۔عوام الناس کہتے ہیں کہ وہ چور تھا۔لیکن اس کی صورت حضرت عیسی کی ہوگئی اور جناب مسیح چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔کیا یہ ٹھیک بات ہے یا غلط۔اگر ٹھیک ہے تو کس آیت یا حدیث کی رو سے۔

جواب: صلیب کی بات قرآن شریف میں اتنا آتا ہے کہ شبّه لهم جس کے معنی ہیں کہ مسیح کا قتل یا صلب ان پر مشتبہ ہوگیا۔جس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے روایت آئی ہے کہ وہ شخص جسکو سولی دیا گیا وہ شخص مسیح کا مخالف تھا اور یہ امر ممکن الوقوع ہے

سوال۳۔عہدہ امامت، عہدہ نبوت کی کوئی جزو ہے، یا الگ۔اگر جزو ہے تو امام کو جزوی نبی کہنا جائز ہے یا ناجائز۔..

جواب: عہدہ امامت نیابت نبوت ہے یعنی امام اور خلیفہ وقت نبی کا نائب ہوتا ہے جیسے نبی خدا کا نائب ہوتا ہے پس جس طرح نبی میں خدا کی ماہیت نہیں آجاتی، اسی طرح اور امام وقت میں نبوت کا کوئی جزو نہیں آتا۔نبوت کوئی مرکب چیز نہیں۔بعض لوگوں کو اس حدیث سے شبہ ہوتا ہے جس میں مذکور ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔اس معنی یہ ہیں کہ نبوت کے آثار میں سے چھیالیسواں حصہ ہے، نہ کہ نبوت کی ماہیت کے جزو۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۰۴ء ص ۹۔۱۰)

سوال: مرزائیوں کے ساتھ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اسلام میں چھوت چھات مثل ہندوؤں کے تو نہیں اس لحاظ سے کسی صریح کافر مشرک کے ساتھ بھی کھا لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں بعض دعوتیں جو موجب ازیاد محبت فریقین کے ہوتی ہیں ان میں کسی بے دین آدمی (مرزائی ہو یا کوئی اور) کے ساتھ نہ کھانا چاہیے حدیث شریف میں آیا ہے لا یا کل طعا مك الا تقی یعنی دوستانہ دعوت متقیوں کی کیا کرو اور انہی سے دوستانہ ملاپ رکھا کرو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

جناب مولانا مولوی صاحب۔ السلام علیکم: آج کل ہر ایک انسان تسلیم کرتا ہے کہ دنیا پر اللہ تعالی کا عذاب مختلف صورتوں اور رنگوں میں نازل ہو رہا ہے طاعون سے کئی گھر بے خانماں ہو گئے ہیں گھروں کا کیا ٹھکانہ ہے کئی بستیاں نیست و نابود ہو گئی ہیں اللہ تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جب تک ہم پہلے رسول نہ بھیج لیں ہم کسی پر اپنا عذاب نازل نہیں کرتے ہیں۔ براہ مہربانی آپ اس عقدہ کو حل کر کے بندہ کی تسلی فرماویں بندہ بہت تشویش میں ہے

جواب: اس سوال کا جواب تو قرآن مجید میں بصراحت ملتا ہے غور سے سنیئے مـا ار سلنـا ك ا لا كـافة لـلنـاس خدا فرماتا ہے ہم نے تجھ کو اے نبی تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام خاتم النبیین ہے پس اسی رسول بلکہ خاتم الرسل کی رسالت ہر بات میں ارسال رسول کے قائم مقام ہے جو لوگ اس رسول کو کافی نہیں جانتے بلکہ اپنی رسالت کا ذبہ کا سکہ بٹھانا چاہتے ہیں قرآن مجید ان سے سوال کرتا ہے ام لـم یـعـرفـوا رسـولـهـم فهم له منكرو ن کیا انہوں نے ہنوز اپنے رسول کو نہیں پہچانا جو اس سے منکر ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول آ بھی آ چکا اور اس کی بے فرمانی بھی ہو رہی ہے۔ پس اور کسی رسول کی حاجت نہیں، نہ آ سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۰۷ء ص ۶)

سوال: حضرت عیسی جب آسمان سے اتریں گے تو اس وقت مخالفین مذہب اس آیت پر اعتراض کریں گے کہ قرآن شریف غلط ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ عیسی آسمان پر ہے (جان محمد از جگراؤں)

جواب: حضرت عیسی کا آسمان پر ہونا جیسا مذکور ہے، ویسا ان کا دنیا پر آنا بھی تو مذکور ہے۔ ہاں اگر یہ ہوتا کہ دنیا پر کبھی نہ آویں گے، تو قرآن شریف پر اعتراض ہوتا۔ اگر کسی شخص کی بابت کہا جائے کہ آج وہ بمبئی میں ہے اور آئندہ جمعہ تک اپنے مکان پر پہنچ جائے گا، تو اس کے پہنچنے کے دن یہ کلام غلط ہو جائے گا؟ نہیں، بلکہ صحیح ہو گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۹)

☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه ا جمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین ۵۔ اگست ۔ ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوت

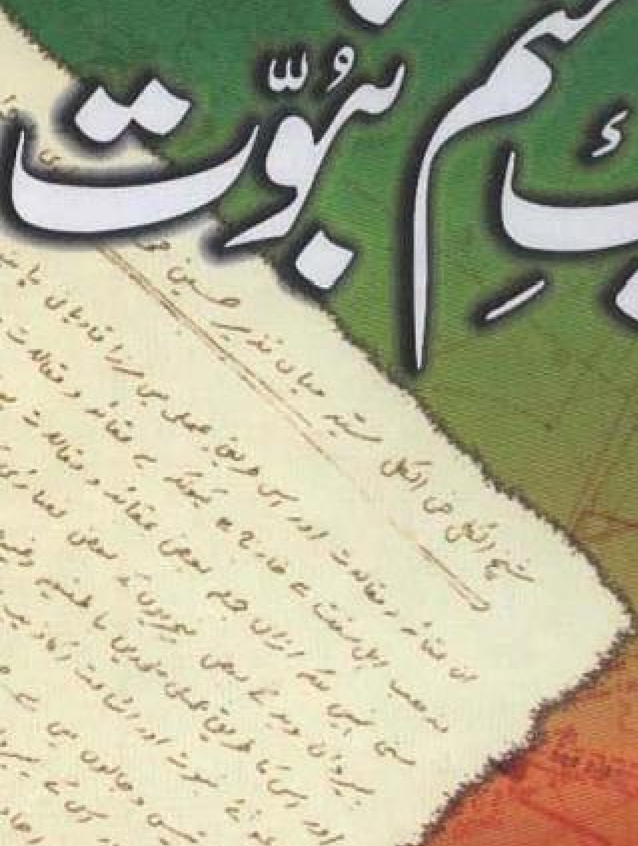

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست ویکم (۲۱)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسریؒ کی خدمات (۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست ویکم (۲۱)
	تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری ؒ کی خدمات (۲)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۸
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر

بسم الله الر حمن الر حيم ۔ نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم

مرزا قادیانی وغیرہ غور سے پڑھیں
اور جواب دیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالویؒ کی ایک تحریر خط بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی یا اسکے چیلہ مولوی نورالدین یا محمد احسن یا کوئی اور مرزائی غور سے پڑھیں
اور جواب دیں

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ایک خط ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو بخدمت مولوی نورالدین صاحب بھیجا تھا اور اس کی ایک نقل بغرض اشاعت آپ کی خدمت میں ارسال کی تھی، مگر افسوس کہ آپ نے اس کو اہل حدیث یا مرقع میں شائع نہ فرمایا (آپ نے اس کی اشاعت کو ضروری نہیں لکھا تھا۔ اڈیٹر) اس خط میں اس عاجز کے ۲۷ خوابات و الہامات درج تھے۔ منجملہ ان کے بہت سے پورے ہوچکے ہیں جن میں سے تین حسب ذیل ہیں:

۱۔ مرزا پر ایک بجلی گرے گی تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

تصدیق: ۱۶ ستمبر کو مرزا کا الہامی لڑکا مبارک احمد جو تین کو چار کرنے والا، اسیروں کو رستگاری دینے

والا،علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے والا،اور کان اللہ نزل من السماء وغیرہ وغیرہ تھا ایک..(مرض) سے صحت یاب ہونے اور شادی ہو جانے کے بعد اچانک فوت ہو گیا جس سے مرزا کو ایک ناگہانی صدمہ پہنچا اس کا منہ کالا ہوا۔اور اس کے تمام الہامات جو اس چوتھے لڑکے کی نسبت تھے جھوٹ ثابت ہوئے۔اصل الہام کے یہی تین اجزاء تھے۔

پھر ۷ستمبر ۱۹۰۷ء کو مجھے الہام ہوا جو آپ کے مرقع میں بھی شائع ہوا تھا:

آج مرزا کے ٹوسٹ میں قلق ہے۔،چنانچہ صحت اور شادی کے بعد مبارک احمد مریض ہوا اور ۱۶ستمبر کو فوت ہو گیا۔

۲۔۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مجھے القاء ہوا انا نبشرك بغلام اسمه يحى

تصدیق: ۲۹۔اپریل کی رات کو یہ لڑکا پیدا ہوا

۳۔شیخ محمد حسین مرادآبادی کو میں نے خواب میں کہا:

اب وہ لعنتیں جو مرزا اوروں پر برسایا کرتا تھا اب اس پر الٹ پڑیں اور وہ اب تمہیں کچل ڈالیں گی اور تمہارا چھیتا؟ ہو جائے گا۔،

تصدیق:اس کے بعد محمد حسین وجع مفاصل میں مبتلا ہو۔ااس کے عیال واطفال سخت مریض ہیں اور بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے جن کی تفصیل،کانے دجال،میں عنقریب شائع ہوگی۔

۴:میرے لئے ایک پختہ مکان پٹیالہ میں تیار ہوا۔

تصدیق۔اس وقت میں انسپکٹر آف ویکسی نیشن ورجسٹریشن تھا جس کی وجہ سے ہمیشہ دیہات میں دورہ کرنا پڑتا تھا۔اس کے بعد میری تبدیلی شفاخانہ فوجی میں ہوگئی اور سو روپیہ تنخواہ زیادہ ہوگئی۔

کیا کوئی سعید مرزائی ہے جو ان چار بشارات سے متنبہ ہو کر دجالی مذہب سے تائب ہو جائے اور یکم ستمبر ۱۹۰۸ء کا انتظار نہ کرے۔

والسلام خاکسار عبدالحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن ملٹری ہسپتال پٹیالہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

کوئی کم فہم مرزائی یہ نہ سمجھے کہ مبارک احمد (پسر مرزا) کے مرنے کو اسی اہل حدیث ۱۱۔اکتوبر کے پرچے میں بڑی شرح وبسط سے اڈیٹر (ثناءاللہ) نے مرزا صاحب پر اپنے مباہلہ کا اثر بتلایا، اب اسی واقع کو ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب اپنی تصدیق میں پیش کرتے ہیں، لہذا یہ دونوں تو آپس میں پہلے فیصلہ کرلیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں جھگڑا ہی کوئی نہیں، تو فیصلہ کیا۔ڈاکٹر صاحب کے الہامات میں اجمالاً اس کے وقوعہ کی خبر دی گئی تھی اور میرا مباہلہ اس کے لئے علم الٰہی میں سبب بننا تھا اور دانا خوب جانتے تھے کہ ایک واقع کے لئے سبب اور اعلان وقوع میں کوئی تعارض نہیں۔پس اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کے الہامات تو کیا خود مرزا صاحب کے الہامات متعلقہ موت مبارک احمد بھی اگر کوئی ہو تو وہ بھی صحیح ہوسکتا ہے اور میرے مباہلہ کا اثر بھی ٹھیک ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء ص ۸۔۹)

مرزا قادیانی کو میرے مباہلہ کے اثر کا اعتراف

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذات سے چیخ کر بجائے خود میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار دے دیا تھا کہ ہم دونوں (مرزا و ثناءاللہ) میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا یا اس پر کوئی موت کے برابر مصیبت آوے گی۔خدا کی شان اس مباہلہ کے بعد مرزا صاحب پر طرح طرح کی آفتیں نازل ہوئیں۔آپ کا عزیز فرزند مبارک ۱۶؟ ستمبر گذشتہ کو مر گیا جس سے مرزا صاحب کی کمر کو ایسا صدمہ پہنچا کہ موت سے بدتر جس کی تفصیل ۱۱۔اکتوبر کے اہل حدیث میں دکھائی گئی ہے۔اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ۱۰ نومبر کے بدر اور الحکم میں ایک لمبا ہاتھی کے دو کانوں کے برابر اشتہار دیا ہے جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔(اس تحریر میں بین القوسین نمبر لگا کر بعد میں شیخ الاسلام امرتسریؒ نے ان کا جواب بھی لکھا ہے۔بہاء)

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

تبصرہ

مجھے اس تحریر کے لئے اس بات نے مجبور کیا ہے کہ میں مامور ہوں کہ امر معروف اور نہی منکر کروں اور سننے والوں کو ان امور پر قائم کروں جن سے ان کا ایمان قوی ہو اور معرفت زیادہ ہو اور صراط مستقیم پر قائم ہو جاویں واضح ہو کہ اس ہفتہ کے اخبار عام (۱) میں اس کے پہلے کالم میں ہی پڑھا ہے کہ بعض کوتہ اندیش لوگوں نے میرے فرزند مبارک احمد کی وفات پر بڑی خوشی ظاہر کی ہے بلکہ دوسرے بعض اخباروں میں بھی بڑے زور سے اس واقعہ کو ظاہر کر کے یہ رنگ اس پر چڑھایا ہے کہ گویا ان میں سے کسی کا مباہلہ میں فتح یاب ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس جگہ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے کیونکہ جھوٹ کی سزا دینے کے لئے خدا تعالی کافی ہے۔ واضح ہو کہ میں نے کسی سے ایسا مباہلہ نہیں کیا جس سے کسی دوسرے فریق کی اولاد کو اس طرح پر معیار صدق کذب بنا جاوے (۲) کہ اگر اس فریق کا لڑکا مر گیا تو وہ جھوٹا ٹھہرے گا بلکہ میں ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ وہی شخص نابود ہو جس کا گناہ ہے جس نے خدا پر افتراء کیا ہے (۳) یا صادق کو کاذب ٹھہراتا ہے ہاں اگر کسی کی اولاد مباہلہ کے وقت حاضر ہو کر خود مباہلہ سے حصہ لے اور افتراء کے حامی یا تکذیب کے حامی ہو جائیں جیسا کہ قرآن شریف سے سمجھا جاتا ہے تب وہ کاذب ہونے کی حالت میں عذاب میں بھی شریک ہوں گے جیسا کہ وہ مقابلہ میں شریک ہوگے ورنہ بموجب حکم آیت لاتزر وازرۃ وزر اخری ، خدا ایک کے گناہ کیلئے دوسرے کو ہلاک نہیں کرتا۔ میرا لڑکا مبارک احمد نابالغ تھا اور ابھی نو برس کی عمر کو نہیں پہنچا تھا جب وہ فوت ہو گیا اور خدا نے اس کی وفات سے کئی برس پہلے دو مرتبہ اس کی نسبت خبر دی تھی کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوگا جو فوت ہو جائے گا (۴) اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دشمن اس دن خوش ہوگا اور اپنا وار کرے گا (۵) مگر ساتھ ہی دشمن کے بدانجام کی بھی خبر دی تھی کہ آخر کار وہ غضب الہی کے نیچے آئے گا (مرزا صاحب یہاں کس دشمن کی بات کر رہے ہیں؟ بہاء) اور میری نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ دن تلخ زندگی کے ہوں (۶) ساتھ اس کے میرے دل کی حالت کو ان الفاظ سے ظاہر کیا تھا کہ انی مع اللہ فی کل حال یعنی میں ہر ایک حال میں خدا کے ساتھ ہوں اور جو اس رضا ہے وہی میری رضا ہے اور یہ بھی میرے گھر کے لوگوں کو خدا نے مخاطب کر کے مجھے یہ الہام کیا تھا کہ ہے تو بھاری مگر خدائی

امتحان کوقبول کر۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے تحریر بالا میں بین القوسین لگے ہوئے نمبروں پر یوں حواشی لکھے ہیں:

ا: اصل مقابل کا نام لینے سے کیوں شرماتے ہو وہ وہی ہے جس کو مباہلہ کے لئے آپ نے بلایا تھا جس کا نام ابو الوفا ثناءاللہ ہے۔

۲۔ جھوٹ کہتے ہوئے شرم کرو ہم بھی تو یہ نہیں کہتے کہ مباہلہ میں اولاد کے مرنے کو مدار صدق وکذب آپ نے بنایا تھا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ موت جیسی مصیبت کو بنایا تھا۔ مصیبت ایک مفہوم کلی ہے جس کے افراد کثیر میں سے ایک فرد، اولاد کی موت بھی ہے جو آپ کو مبارک احمد کے مرنے سے پیش آئی۔ خدا کے علم میں تھا وہ ہو گیا اور آپ کو موت کے برابر مصیبت پہنچ گئی جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔

۳۔ پھر عبداللہ آتھم والی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر آپ نے پادری وائٹ کے مرنے کو کیوں پیش کیا تھا وہ تو آپ کے مقابلے پر نہ آیا تھا۔ علاوہ اس کے ہم نے تو یہ بتلانا ہے کہ آپ پر مصیبت آئی خواہ وہ اولاد کے مرنے سے آئی یا پہاڑ گرنے سے ہاں اگر آپ کی کوئی ایسی اولاد مرتی جس کے مرنے کا آپ پر کوئی صدمہ نہ ہوتا جیسے فضل احمد (باغی پسر) کی موت ہوئی تھی، تو ہم بھی اس کو مباہلہ کا اثر نہ بتلاتے لیکن جب ایسی اولاد مری ہے کہ اس کے مرنے سے آپ کی زندگی تلخ ہو گئی اور ہو رہی ہے تو ہمارا حق ہے کہ ہم اسکو اپنے مباہلہ کا اثر ظاہر کریں جو خدا کے فضل سے ہماری تائید میں ہوا ہے۔

۴۔ کیسا سفید جھوٹ ہے اگر یہ الہام تھا تو آپ نے اس کا نکاح کیوں کیا تھا۔ اس کے خسر ڈاکٹر ستار شاہ سے کوئی رنج تھا کہ اس کو بھی صدمہ پہنچایا۔ اگر سچے ہو تو یہ الہام کسی سابقہ تحریر میں دکھاؤ کہ مبارک احمد بالغ ہونے سے پہلے مر جاوے گا ورنہ جھوٹے پر لعنت کہو۔

۵،۶: دیکھا آپ خود قائل ہیں کہ اس بچے کے مرنے سے آپ کی زندگی تلخ ہوئی یعنی آپ پر اور آپ کے تمام اہل بیت پر سخت مصیبت آئی اور ہمارا وار آپ پر چلا۔ رہا یہ کہ یہ آپ کا الہام ہے سو ہمیں اس سے مطلب نہیں ممکن ہے خدا نے آپ پر حجت قائم کرنے کو کسی طرح یہ سمجھا دیا ہوتا کہ وقت آنے پر آپ کو اس مصیبت سے

انکار کی گنجائش نہ ہو۔ مختصر یہ ہے کہ ہمارے مباہلہ میں جو آپ نے موت جیسی مصیبت جھوٹے کے لئے چاہی تھی وہ آپ پر پڑ گئی جس سے آپ کی زندگی تلخ ہو رہی ہے۔ پس بحمد اللہ ہمارے مباہلہ کا اثر آپ پر پورا ہوا۔ کیا خوب: الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ باقی اشتہار کا جواب آئندہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۰۷ء ص ۴، ۵)

کرشن قادیانی کی گیدڑ بھبکی

عاشقاں از ہیبت تیغ تو سر پیچیدہ اند
جامی ء بے چارہ را چوں دیگراں پنداشتی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کرشن قادیانی نے جب سے میرے ساتھ مباہلہ کیا ہے سخت ابتلاء میں ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، کی مثال آپ پر صادق آ رہی ہے۔ مباہلہ چونکہ خدا کی مرضی کے خلاف آپ نے کیا تھا اس لئے اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ کے (اخبار) اہل حدیث میں آپ کے اشتہار کا ایک حصہ نقل ہو چکا ہے، آج باقی حصہ نقل کرتے ہیں جو آپ نے گیدڑ بھبکی دینے کو شائع کیا ہے۔

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب کی قدیمی عادت ہے کہ جب کبھی کسی مقابلہ میں عاجز آتے ہیں تو جھٹ سے ایک دو پیش گوئیوں کا اشتہار شائع کر دیتے ہیں۔ جب سے آپ نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور سے تحریری وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کو کسی مخالف کی ہلاکت کی بابت پیش گوئی نہ کرونگا، چند روزہ آپ کے الہامات منذرہ رکے تھے۔ مگر آپ نے جو گورنمنٹ کو دوسری طرف متوجہ دیکھا ہے تو آپ نے عادت کا اظہار کرنا پھر شروع کر دیا ہے۔ اب اس پر سوال ہے کہ گورنمنٹ اس عہد شکنی پر کیوں نوٹس نہیں لیتی، اس کا جواب یہ ہے کہ:

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

بہر حال وہ اشتہار درج ذیل ہے۔مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انا نبشرك بغلامٍ حليمٍ ينزل منزل المبارك ۔یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا۔پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی،تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا، بلکہ زندہ ہے (اس لڑکی کا کیا بنے گا جو بچپن میں بیوہ ہوگئی۔کیا وہ شادی نہ کرے؟ اور جب مبارک کی شبیہ پیدا ہوتو کیا وہ بغیر نکاح اس کے پاس چلی آئے؟ وہ کب تک شبیہ کا انتظار کرے؟ بہاء) اور ایک الہام میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا انی اريحك ولا اجيحك واخرج منك قوماً یعنی میں تجھے راحت دونگا اور میں تیری نسل قطع نہیں کرونگا اور ایک بھاری قوم تیری نسل سے پیدا کرونگا۔یہ خدا کا کلام ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمریں پائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ آج جو خدا کی طرف سے یہ پیش گوئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئے گی۔خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں وہ خدا جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اور سب کے بعد ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ کو جانی اور خونی دشمنوں سے بچایا، وہ مجھے بھی بچائے گا۔اور وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ دشمن اپنے کردار کی سزا پائیں گے، کیونکہ خدا شریر کو دوست نہیں رکھتا۔جو شخص تقویٰ سے کام نہیں لیتا اور بدزبانی میں حد سے بڑھ جاتا ہے وہ آخر پکڑا جاتا ہے مگر خدا متقی کے ساتھ ہوتا ہے۔اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ معمولی سلسلہ موت کا ہر ایک نیک اور بد پر محیط ہے، کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں۔اگر ہماری اولاد میں سے کوئی مر گیا، یا آئندہ مرے تو دشمنوں کے لئے یہ خوشی کی بات نہیں، کیونکہ یہ موت ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔بلکہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ ہمارے گھر کے عزیزوں میں سے ہمارے بہت قریب متعلقین میں سے بعض کی اجل قریب ہے (بقول آپ کے مریدوں کی تعداد تین لاکھ تک ہے، اور یہ تو ظاہر ہے کہ مریدوں سے زیادہ عزیز اور متعلق کون ہو سکتا ہے، تو ان، مصنوعی، تین لاکھ کی جماعت میں ہر روز موت ہے اور ہر روز حیات ہے۔پس اس طرح جس روز آپ کا جی چاہے گا اس پیش گوئی کو سچا کر لیں۔ناظرین منتظر رہیں کہ عنقریب ہاتھی کے کان کے برابر کوئی اشتہار نکلے گا کہ دیکھو ہمارا فلاں عزیز جماعت کا سرگرم ممبر ایسا اور ویسا مر گیا جسکی بابت ہم نے پہلے ہی لکھ دیا تھا

کہ مرجائے گا۔ کیا اب بھی مخالف ہدایت حاصل نہیں کریں۔ اس پر آپ ڈوم میراسی آپ کو مبارک بادی ایڈریس چھاپیں گے یا مسیح الخلق مبارکباد۔ لاچار ہمیں بھی کہنا پڑے گا: آپ کا ہونا اپنی شامت اعمال ہے۔ اڈیٹر) سوایسے واقعات دشمن کے لئے خوشی کی جگہ نہیں کیونکہ موت فوت سے کسی نبی کا خاندان مستثنی نہیں رہا۔ آنخضرت ﷺ کے کئی لڑکے فوت ہو گئے یہاں تک کہ خبیث فطرت کافروں نے آنخضرت ﷺ کا نام ابتر رکھا، مگر آخر کار خدا نے فتح اور نصرت کے تمام وعدے پورے کئے یہاں تک کہ ان عرب کے کافرون کا نام ونشان نہ رہا جو آنخضرت ﷺ کو معدوم کرنا چاہتے تھے اور جزیرہ عرب اسلام سے بھر گیا۔ یہ سچ ہے کہ العاقبة للمتقين سو خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ مجھ سے بھی ایسا ہی کرے گا جیسا کہ آنخضرت ﷺ سے کیا۔ ایک دن آتا ہے کہ جب متعصب اور جانی دشمنوں کا آج منہ دیکھتے ہو پھر نہیں دیکھو گے، وہ جڑ سے کاٹے جاویں گے اور ان کا نام ونشان نہیں رہے گا۔ اس بارے میں ان دنوں جو کچھ خدا تعالی نے مجھے فرمایا ہے وہ پیش گوئی اس جگہ لکھتا ہوں۔ چاہیے کہ میری جماعت اس کو یاد رکھیں اور اس کو اپنے گھروں کے نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں اور اپنی عورتوں اور لڑکوں کو اس سے اطلاع دیں، اور جہاں تک ممکن ہو نرمی اور آہستگی سے اپنے واقف کاروں کو اس امر پر مطلع کریں کیونکہ یہ دن آنے والے ہیں اور خدا نے سب کچھ دیکھا ہے اور اب وہ ہم میں اور ان مخالفوں میں جو تکفیر اور گالیوں سے باز نہیں آتے فیصلہ کرے گا، وہ حلیم ہے مگر اسکا غضب بھی سب سے بڑھ کر ہے، اور وہ سزا دینے میں دھیما ہے، مگر اس کا قہر بھی ایسا ہے کہ فرشتے بھی اس سے کانپتے ہیں۔ اور اس پیش گوئی میں ہمارے مخالف صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ مجھے ستایا اور گالیاں دینے اور بدزبانی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے، بلکہ بعض نے ان میں سے میرے قتل کے فتوے دیئے (میں ان کی رائے سے اتفاق نہیں کرسکتا بلکہ آپ کی ہدایت چاہتا ہوں۔ اڈیٹر) اور سب لوگ چاہتے ہیں کہ میں قتل کیا جاؤں اور زمین سے نابود کیا جاؤں اور میرا تمام سلسلہ پراگندہ اور نابود ہو جائے مگر خدا جو میرے دل کو جانتا ہے وہ وہی فیصلہ کرے گا جو اس کے علم کے موافق ہے اس نے مجھے اپنے فیصلہ کی خبر دی ہے اور وہ یہ ہیں:

الم تر كيف فعل ربك با صحاب الفيل الم يجعل كيد هم فی تضليل انك بمنزلة رحی الاسلام افتر تك و اخترتك ۔ ترجمہ۔ تو نے دیکھ لیا یعنی تو ضرور دیکھے گا کہ اصحاب الفیل یعنی وہ جو

بڑے حملے والے ہیں اور جو آئے دن تیرے پر حملہ کرتے ہیں اور جیسا کہ اصحاب الفیل نے خانہ کعبہ کو نابود کرنا چاہا تھا وہ تجھے نابود کرنا چاہتے ان کا انجام کیا ہوگا؟ یعنی ان کا وہی انجام ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا، پھر فرمایا و ینصرك رجال نوحی الیهم من السماء یأتون من کل فج عمیق ۔یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے وہ دور دراز جگہوں سے تیرے پاس آویں گے۔اس جگہ استعارہ کے رنگ میں خداتعالی نے مجھے بیت اللہ سے مشابہت دی کیونکہ آیت یاتون من کل فج عمیق خانہ کعبہ کے حق میں ہے۔اور پھر فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ اسلام کی چکی کے ہے،اس چکی میں جو پڑے گا وہ آخر کو پیسا جائے گا۔یعنی تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔اور پھر فرمایا کہ تیرے مخالفوں کا اخزاء اور افناء تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔یعنی جو لوگ تجھے رسوا اور ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ آپ ہی رسوا اور ہلاک ہوں گے۔اور پھر فرمایا انی انا ربك الرحمن ، ذو العز و السلطان ۔ من عاد اولیائی فکانما خر من السماء انی موجود فانتظر ۔ سینالهم غضب من ربهم و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ قد افلح من زکاها و قد خاب من دساها قل انی امرت لکم فافعلوا ما تؤمرون ۔ الیوم یوم البرکات ۔ یا عبد الله الی معك و الضحی و اللیل اذا سجی ما ودعك ربك و ما قلی ۔یعنی میں رحمان ہوں صاحب عزت اور سلطنت جو میرے ولی سے دشمنی کرے گویا وہ آسمان سے گر گیا میں موجود ہوں پس میرے فیصلہ کا منتظر رہ جو لوگ عداوت سے باز نہیں آتے عنقریب ان پر غضب الہی نازل ہوگا ہم عذاب نازل نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ جب پہلے رسول آجاوے یعنی دنیا پر عذاب شدید ہونا اس بات پر دلالت کرتا کہ رسول آ گیا ہے اور پھر فرمایا کہ عذاب سے وہ لوگ نجات پائیں گے جنہوں نے دلوں کو پاک کیا اور وہ لوگ سزا پائیں گے جنہوں نے اپنے نفسوں کو گندہ کیا۔اور پھر فرمایا کہ میں تیری نسل کو جڑھ سے معدوم نہیں کرونگا بلکہ جو کچھ کھویا گیا وہ تجھے خدائے کریم واپس دے گا ان کو کہدے کہ میں تمہارے لئے مامور ہو کر آیا ہوں پس وہی کرو جو میں حکم کرتا ہوں یہ برکت کے دن ہیں ان کا قدر کرو۔اے خدا کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں یعنی روز روشن کی قسم ہے اور اس رات کی جو تاریک ہو جو تیرے رب نے تجھے دشمن نہیں پکڑا اور پھر اردو میں فرمایا کہ ہر ایک حال

میں تمہارے ساتھ موافق ہوں اور تیرے منشاء کے مطابق۔ اور پھر فرمایالکم البشری فی الحیوۃ الد نیا خیر و نصرت و فتح ان شاء اللہ تعالی و ضعنا عنك وزر ك الذی انقض ظهرك و رفعنالك ذکر ك انی معك ذکر تك فا ذکر نی وسع مکا نك حان ان تعان و تر فع بین الناس انیمعك یا ابرا هیم انیمعك و مع اهلك انك معی و اهلك انی انا الر حمن فا نتظر قل یاخذ ك اللہ یعنی تمہارے لئے دنیااور آخرت میں بشارت ہے۔ تیراانجام نیک ہے، خیر ہے، نصرت اور فتح انشاءاللہ تعالی ہم تیرا بوجھ اتار دیں گے جس نے تیری کمر توڑ دی اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیں میں تیرے ساتھ ہوں، میں نے تجھے یاد کیا ہے۔ سوتو مجھے بھی یاد کر، اور اپنے مکان کو وسیع کر دے۔ وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور لوگوں میں تیرا نام عزت اور بلندی سے لیا جائے گا۔ میں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم، اور ایسا ہی تیرے اہل کے ساتھ۔ اور تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے اہل۔ میں رحمان ہوں، میری مدد کا منتظر رہ اور اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دونگا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھا دونگا، تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔

یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے، اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہو گی۔ اور دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا خدا ایک قہری تجلی کرے گا اور جو جوٹھ اور شوخی سے باز نہیں آتے ان کی ذلت اور تباہی ظاہر کرے گا مگر میری طرف ایک دنیا کو جھکا دے گا اور میرا نام عزت کے ساتھ دنیا کے ہر ایک کنارہ میں پھیلا دے گا سو چاہیے کہ میری جماعت کے لوگ اس پیش گوئی کے منتظر رہیں اور تقوی وطہارت سے پاک نمونہ دکھاویں۔ مرزا غلام احمد ۵ نومبر ۱۹۰۷ء

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو مرزائی تحریرات دیکھنے کا ملکہ ہے وہ جان سکتے ہیں کہ یہ اشتہار کوئی نیا نہیں ہے بلکہ وہی پرانا رونا رویا ہے جو آج سے کئی سال پیشتر رویا کرتے ہیں کہ میں فتح یاب ہونگا، میں بلند اقبال ہونگا، میرا دشمن ذلیل ہوگا، یہ ہوگا وہ ہوگا، تاہم ناظرین کی آسانی کے لئے ہم اس اشتہار کو چند فقروں میں مختصر کرتے ہیں ناظرین غور سے دیکھیں

فقرہ اول: میری بہت بڑی عزت ہوگی فتح ہوگی، میرے ہاں مبارک احمد جیسا لڑکا پیدا ہوگا (بہت خوب)

دوئم: موت کا سلسلہ ایک معمولی بات ہے دشمن کی خوشی کا موجب نہیں (بہت خوب)

سوم: ایک دن آنے والا ہے کہ میرے دشمن مرجائیں گے اور جڑ سے کاٹے جائیں گے یعنی ان کا کوئی قائم مقام نہ رہے گا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کون سا لفظ آپ نے اس اشتہار میں زائد لکھا ہے جو اس سے پہلے کئی دفعہ شائع نہیں کر چکے۔ ہمیشہ آپ عزت کے طالب ہوتے رہے ہیں اس جگہ ایک مقام کی عبارت پوری نقل کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

ایک الہامی پیش گوئی کا اشتہار: چونکہ مجھے ان دنوں چند متواتر الہام ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی عنقریب آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا جس سے میرا صدق ظاہر ہو، اس لئے میں اس اشتہار کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو امید دلاتا ہوں کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب آسمان سے کوئی تازہ شہادت میری تائید کے لئے نازل ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر خدا تعالی کے مامور دنیا میں آئے ہیں گو ان کی تعلیم نہایت اعلی تھی، اور ان کے اخلاق نہایت اعلی تھے، اور ان کی زیرکی اور فراست بھی اعلی درجہ پر تھیں (لیکن مسیح کے بارے میں تو آپ الٹ لکھتے ہیں۔ بہاء) لیکن ان کا خدا سے ہم کلام ہونا لوگوں نے قبول نہ کیا جب تک کہ ان کی تائید میں آسمان سے کوئی نشان نازل نہیں ہوا (مسیح کے لئے کون سا نشان نازل ہوا ان کے معجزات کو تو آپ مکروہ اور مسمریزم کہتے ہیں، لہو کہتے ہیں۔ بہاء) اسی طرح خدا تعالی اس جگہ بھی بارش کی طرح اپنے نشان ظاہر کر رہا ہے، تا دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے سوچیں۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک برکت اور رحمت اور اعزاز کا نشان ظاہر ہوگا جس سے اکثر لوگ تسلی پائیں گے جیسا کہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا: ایک عزت کا خطاب، ایک عزت کا خطاب لك خطاب العزة۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ ضمیمہ تریاق القلوب

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ناظرین بغور دیکھیں کہ کس آرزو سے عزت کی تمنا ہے مگر افسوس کہ مرزا صاحب جس عزت کے خواہش مند ہیں وہ ہنوز پردہ عدم ہی میں ہے۔ ہم ناظرین کی دل چسپی اور تفریح کے لئے ذرہ اور سامان بھی مہیا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کے مباحثات ہمارے خیال میں اب محض تفریح طبع کے لئے ہیں، ورنہ آپ کا کذب اور بطلان تو اظہر من الشّمس ہے، تمام دنیا سے آواز آرہی ہے

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

مرزا صاحب نے اسی طرح مخالفوں سے تنگ آکر پہلے بھی کئی ایک دفعہ فیصلے اشتہار دیئے ہیں، چنانچہ ایک اشتہار آپ کا جو اپنی تاریخ آپ بتلاتا ہے یہ ہے آپ لکھتے ہیں:

اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہوکر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے تو میں ....اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے جسکو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو، اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک مرزا صاحب اور ان کے مخالفوں میں بین طور پر فیصلہ ہو جائے گا جن دنوں یہ اشتہار نکلا تھا ہم تین سال تک منتظر رہے تھے کہ دیکھئے پردہ عدم سے کیا کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے مگر افسوس کہ تین سال بخیر و عافیت پورے ہو گئے نہایت افسوس ہے کہ زلزلہ عظیمہ بھی آیا تو اس میعاد کے باہر اپریل ۱۹۰۵ء میں آیا جو مرزا صاحب کی میعاد گذر کر دو سال چار ماہ بعد پیش ہوا کاش کہ یہ زلزلہ ہی میعاد کے اندر آجاتا تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہو جاتا۔ خیر بہرحال جو کچھ ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا مگر اب

ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حسب مراد اس دعا کے قبول نہ ہونے پر اپنے لئے کیا کیا اگریمنٹ (اقرار نامہ agreement) کیا ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور ان کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جن تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو۔ (اشتہار مذکورہ بالا)

ناظرین! بغور دیکھئے مرزا صاحب اپنے زبانی اپنے اقرار کے موافق کیا کچھ بن رہے ہیں اگر ہم ان کو ایسا کہیں گے تو وہ ہم سے خفا ہوں گے پس بہتر ہے کہ مرزا صاحب اپنے الفاظ کو خود ہی ملاحظہ فرماویں۔ ہم تو بس مرزا صاحب کے اسی فرمودہ پر ایمان رکھتے ہیں مرزا جی آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین

خیر مرزا صاحب کو عزت اور کامیابی کے الہامات تو چھچھڑوں کے خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ہوا ہی کرتے ہیں مگر اشتہار منقولہ میں خاص لطف یہ ہے کہ فقرہ نمبر۲ میں تو آپ موت کو ایک معمولی واقعات سے جانتے ہیں مگر پھر فقرہ نمبر۳ میں آپ خود ہی دشمنوں کی موت کو اپنا نشان قرار دیتے ہیں (چہ خوش) واللہ! اس الہام کی گولائی اس مسخرے کے الہام سے کہیں بڑھ کر ہے جس نے اپنے الہام میں یہ کہا تھا کہ ہفتہ کے ایام میں تمام دنیا فنا ہو جائے گی جس پر ہمارا بھی صاد ہے۔

ایں کرامت ولی ماچہ عجب   گربہ شاشید و گفت باراں شد

چونکہ تاریخیں بتلا بتلا کر مرزا صاحب بارہا ذلیل وخوار ہوئے ہیں آتھم کی تاریخ بتلائی، آسمانی نکاح کی تاریخ بتلائی، لیکھرام کے لئے بتلائی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے بتلائی۔ علاوہ ازیں کئی اور تاریخیں بتلائیں مگر سب تاریخوں میں یہی سننے میں آیا کہ

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

اس لئے اب آپ نے تاریخ بتلانے کی رسم بالکل اٹھا دی اور بقول استاد:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

گول مول الہاموں سے کام لینا شروع کر دیا جس کے جواب میں ہم یہ مختصر سا جواب عرض کرتے ہیں:

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۰۷ء ص ۳۔۶)

آریوں کی بددیانتی اور بدعہدی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آریوں کا دعوی تو ہمیشہ سے لوگ سنتے ہیں کہ مذہبی مباحثات میں تحقیق حق کا ہوتا ہے مگر جب کبھی دیکھا گیا تو یہ دعوی ہاتھی کے دانتوں سے زیادہ عمدہ ثابت نہ ہوا۔ پرانے واقعات کا تو ذکر ہی کیا۔ نیا واقع قابل ذکر ہے کہ لاہور کی آریہ سماج نے مجھے اپنی مذہبی کانفرنس کے اشتہار اور دعوت کے خطوط بھیجے میں نے چند ایک استفسار کئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ہر مذہب کا مقرر محض اپنے مذہب کا ثبوت دے گا یا دوسرے مذہب پر بھی اعتراض کر سکے گا؟ اس کا جواب آیا کہ آپ تہذیب اور شائستگی کے ساتھ دوسرے مذہب پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں۔ میں نے اسی بھروسہ پر مضمون تیار کیا بلکہ کاتب کے سپرد بھی کر دیا تو قریب جلسہ کے ایک خط آیا کہ افسوس امسال کے لئے آپ کے لئے گنجائش نہیں۔ اس پر میں نے سکرٹری سماج کو رجسٹری کرا کر خط لکھا کہ کن کن اصولوں پر آپ نے انتخاب کیا ہے کہ میرے لئے گنجائش نہیں رہی اسکا جواب ہی نہ آیا۔ ہاں مرزا صاحب قادیانی کو بڑی خوشی سے موقع دیا گیا اور اسلام اور اہل اسلام کا وکیل انہی کو سمجھا گیا، اس لئے کہ آریہ سماج جانتی ہے کہ مرزا صاحب اپنے مضامین میں خواہ اسلام اور قرآن کی وکالت میں ہوں اپنے آپ کو

پیش کیا کرتے ہیں مثلاً ان کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی ہے کہ اپنے پیرو کو خطاب الٰہی کیلائق بنادیتی ہے چنانچہ میں (مرزا) اس کا ایک زندہ نمونہ ہوں کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں ۔اور مرزا صاحب کے الہامات اور نمونہ کی جو قدر و منزلت اس وقت پبلک کی نگاہ میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں جس کی تہ میں آریہ سماج کی غرض یہ ہے کہ بقول، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے،مرزا صاحب کے نمونہ سے لوگ اسلام کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے اور ویدک دھرم ایک حد تک محفوظ رہے گا۔ہمیں اس موقعہ پر اس بات کا رنج نہیں کہ مرزا صاحب کو کیوں وقت دیا، ہرگز نہیں بلکہ اگر مرزا صاحب صرف قرآن مجید کی خوبیاں بیان کرتے تو اس کام میں ہم ان سے متفق ہوتے اور ہیں یہ تو پاگلوں کا کام ہے کہ مخالف کی کسی بات میں بھی ساتھ نہ دیا جائے۔ بلکہ رنج تو یہ ہے کہ ہمارے ساتھ خط و کتابت اور وعدہ کر کے عین وقت پر ٹلا دیا حالانکہ تمام ہندوستان کے مباحثات آریہ سے قطع نظر خاص میں آریہ سماج لاہور میں بھی کئی سال سے حصہ لیتا رہا ہوں۔ پھر ہم اس کو آریہ سماج کی بددیانتی اور بدعہدی نہ کہیں تو کیا کہیں؟

خیر آریہ سماج نے اگر مجھ سے بددیانتی کی تو وہ جانے اور اس کا کام جانے۔میں نے جو مضمون جلسہ میں سنانا تھا اسکو چھاپ دیا ہے ۲۴ صفحہ کا رسالہ ہے جس نام القرآن العظیم ہے جس میں قرآن شریف کے الہامی ہونے کا ثبوت ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد پنجم ۔نمبر ۵۔ ۲۹ شوال ۱۳۲۵ھ۔ ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء ص ۸)

مرزا قادیانی اور آریہ سماج لاہوری

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اہل حدیث مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۰۷ء میں لاہور کی مذہبی کانفرنس کی نسبت لکھا تھا کہ آریوں نے عام اشتہار دے کر مسلمانوں کے کسی عالم کو وقت نہیں دیا۔ بلکہ صرف مرزا صاحب کو منتخب کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے

کہ آریوں نے مرزا صاحب کے انتخاب میں اپنا فائدہ یہ سمجھا ہے کہ چونکہ مرزا عموماً ہر ایک جگہ اسلامی ثبوت اور قرآنی الہام بتلانے کے موقع پر بھی اپنی ذات خاص کو بطور نمونہ اسلام کے پیش کیا کرتے ہیں اور آپ کی ذات خاص کا تمام ..سب لوگوں کو معلوم ہے اور جمہور انام اس پر متفق ہیں کہ:

رسول قادیانی کی رسالت   جہالت ہے جہالت ہے جہالت

اس لئے جو لوگ اس سنہرے اصول سے واقف ہیں کہ، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، ان کو اس نمونہ (مرزا) سے اسلام کی حقیقت بھی ایسی ہی معلوم ہوگی اور وہ کہہ اٹھیں گے:

ترا دیدہ یوسف را شنیدہ   شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہ تھا راز پنہانی جس کی وجہ سے آریہ سماج لاہور نے سخت بد دیانتی اور بدعہدی کی اور مسلمانوں کی حق تلفی کی بھی پرواہ نہ کی۔ الحمد للہ کہ ایک حد تک ہمارا خیال صحیح ثابت ہوا۔ الحکم قادیانی ۲۰ دسمبر ۱۹۰۷ء میں مرزا جی کے مضمون کا خلاصہ دیتے ہوئے اڈیٹر الحکم بڑے فخر سے لکھتا ہے کہ:

کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ امتیازی نشان جو الہامی کتاب میں ہونا چاہیے وہ صرف قرآن مجید میں ہے اور اسکے ثبوت میں ظاہر فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ طاقت ہے کہ اس کا سچا پیرو خدائی طاقت کے نمونہ معجزات کے رنگ میں دکھاتا ہے اور اس کے لئے اپنے باجود وجود کو پیش کیا اور ان کثیر تعداد نشانات اور معجزات میں سے بعض کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے ہیں (الحکم مذکور۔ص ۶ کالم ۲)

اس اقتباس سے ہمارا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔ آہ! آج سے پہلے ہم نے بھی کوئی الہامی بڑ ماری ہوتی تو کون تھا کہ ہمارے اس الہام کی تصدیق نہ کرتا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مرزائیو! ایسا صاف اور واقعات کا سچا کوئی الہام مرزا جی کا بھی دکھلا سکتے ہو؟ بقیہ رائے اس لیکچر پر لیکچر پہنچنے پر ظاہر کی جائے گی اور ان معجزات کی بھی پوری پڑتال کر کے جو قادیانی کرشن اور پنجابی مہدی کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے قلعی کھول کر آریہ سماج کی بد دیانتی کا اظہار ایک دفعہ اور بھی کیا جائے گا۔

کیا کسی کو اب بھی آریہ سماج کی بد دیانتی اور بدعہدی میں شبہ ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ ۱۶ گھنٹوں میں صرف ۱۰ گھنٹے رکے تھے اور ۶ گھنٹے خالی تھے۔ پھر بھی کسی مسلمان عالم کو موقع نہ دیا گیا، حالانکہ اشتہار میں عام دعوت

دے کر سب کو بلایا تھا۔ ہاں دیا تو صرف مرزا صاحب کو دیا۔ ہم کو مرزا صاحب سے رشک نہیں کہ کیوں ان کو دیا، البتہ رنج ہے تو آریہ سماج کی بدعہدی اور اسلام اور اہل اسلام کی حق تلفی کا ہے اور مرزا صاحب پر رنج ہے تو یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کی وکالت کرتے ہوئے اپنے آپ کو کیوں نمونہ پیش کیا۔ کیا وہ جانتے نہ تھے کہ عام رائے میری نسبت اچھی نہیں ہے۔ کیا وہ جانتے نہ تھے کہ میری بدظنی سے مخالفوں کو اسلام سے بھی بدظنی ہو جائے گی۔ پھر ان کا کیا حرج تھا اگر وہ اسلام کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں اور واقعی اسلام کی خدمت کے لئے انہوں نے مضمون لکھا تھا تو تھوڑی دیر کے لئے اپنی دوکانداری کا اشتہار بند رکھتے۔ کاش کہ وہ اتنا ہی جانتے کہ میں اگر خالص اسلام کی خدمت کرونگا تو میرے اشتہار دینے سے زیادہ مجھے فائدہ ہو سکے گا مگر یہ کام وہ کرتا جس کے دل میں اسلام کی سچائی جاگزین ہو۔

اس موقع پر حکیم نورالدین خلیفہ کرشن جی کے دعوی علم و فضل پر بھی ہم افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ کی نسبت الحکم میں لکھا ہے:

اخیر میں اس مضمون کے لکھنے کے وقت جو الہامات حضرت کو ہوئے تھے وہ درج تھے۔ ان کے ترجمہ کے متعلق عام لوگوں نے خاہش ظاہر کی جس پر حضرت حکیم الامت نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا کہ جب ملہم نے ترجمہ نہیں دیا، تو مجھے کوئی حق نہیں کہ میں ان کا ترجمہ کروں۔ لیکن حاضرین کی پر زور خواہش اور آرزو کی بھی میں قدر کرتا ہوں، اس لئے میں اپنے فہم اور سمجھ کے موافق ان کا ترجمہ سنا دیتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ ملہم جس پر یہ وحی ہوئی ہے میرے اس ترجمہ کا پابند نہیں، اور نہ اس پر یہ ترجمہ حجت ہو سکتا ہے۔ اصل وہی ہوگا جو وہ خود پیش کرے گا۔ جب چاہے گا یا یہ کہ کب خدا تعالی اس پر کھولے گا۔ بہرحال ترجمہ حاصل بالمطلب کے طور پر یہ ہے:

کہ تیرے مخالفوں اور منکروں نے تیرے خلاف جو منصوبہ کیا ہے اور چاہا ہے کہ تیری عظمت اور تیرے اقبال اور ان سچائیوں کو جو تو پیش کرتا ہے پامال کریں، یاد رکھو وہ باریک در باریک تجویز اور منصوبے تیرے خلاف کرتے ہیں، اور کریں گے، مگر وہ یقیناً یقیناً ان میں بامراد نہیں ہوں گے، خواہ وہ کسی رنگ میں حملہ کریں۔ جس طرز سے حملہ کریں گے اسی رنگ میں نامراد رہیں گے۔ تو میرے حضور میری روح کی طرح ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ اس ستارہ کے ہے جو قوت اور روشنی کے ساتھ شیطان پر حملہ کرتا ہے۔ گویا تیرے کلام اور بیان

میں وہ اثر اور روشنی ہے کہ شیطانی باتیں اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔اور سچ تو یہ ہے کہ حق آ گیا اور باطل اپنی نحوستوں کو لے کر بھاگ گیا۔ (الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء)

کس قدر باریکی جتلائی ہے حالانکہ وہ الہام معمولی عربی میں ہیں اور ایسے ہیں کہ قادیانی مشین میں ہر سال بلکہ ہر ماہ بلکہ ہر ہفتہ بنے جاتے ہیں۔ناظرین سے حکیم صاحب کے تکلف اور نازک مزاجی کی داد حاصل کرنے کے لئے ہم ان کو اصل عربی میں بھی نقل کرتے ہیں۔اسی الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء میں درج ہیں:

انت منی بمنزلة النجم الثاقب۔ انهم ما صنعوا هو كيد ساحر و لا يفلح الساحر حيث اتى ۔ نت منی بمنزلة روحی۔ انت منی بمنزلة النهجم الثاقب ۔ جاء الحق وزهق الباطل (ص۸)

دیکھئے کیسی معمولی عربی ہے مگر ہاں حکیم صاحب بھی چونکہ مرزا صاحب کی ذات والا صفات سے تجربہ رکھتے ہیں کہ ایک ہی الہام ہوتا کہ اس کے ایک موقع پر کچھ معنی لئے جاتے ہیں، پھر دوسرے موقع پر اسی سے کچھ اور کام بھی لینا ہو، تو عیار عطار کی طرح ایک ہی بوتل سے ہر قسم کے شربت نکال دیا کرتے ہیں۔اسی لئے حکیم صاحب نے سوچا ہوگا کہ مبادا میں کوئی ایسی تفسیر کر دوں جو ایک ہی معنی میں ان گول مول الہاموں کو بند کر دے تو حضرت صاحب مجھ پر خفا ہو جائیں:

یار کا پاس نزاکت دل ناشاد رہے
نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی آواز رہے

ہمارے ناظرین ہماری یہ رائے مخالفانہ نہ سمجھیں اس لئے ہم اس دعوی کی ایک مثال بھی سناتے ہیں مرزا صاحب کا ایک بڑا زوردار اور نہایت ہی گول الہام ہے شاتان تذبحان یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔اس الہام کی تفسیر آپ نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے، پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ (والد منکوحہ آسمانی) اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد (خاوند منکوحہ آسمانی) ہے۔(الہامی خاوند محمدی بیگم بھی تو ہوسکتا ہے۔اور اس صورت میں یہ پیش گوئی اپنی پوری تشریح کے ساتھ درست ہو جاتی ہے کہ محمدی بیگم کا باپ بھی مرے گا اور اس کا خاوند جس سے آسمان میں اس کی شادی ہوئی ہے، وہ بھی مرے گا۔بہاء)

باجوداس تصریح کے جب مرزا صاحب کے دو مرید (بقول ان کے) کابل میں مار گئے اور آپ کو ایسے واقعہ ہائلہ کی بابت کسی پیش گوئی کی تلاش ہوئی تو عیار عطار کی طرح اسی بوتل سے جس سے شربت بنفشہ نکالا تھا سکنجبین بھی نکال کر آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مریدوں کے گلاس میں نہیں بلکہ حلق میں اتار دی۔ چنانچہ آپ نے اپنے کامل مریدوں کے متعلق جو ایک کتاب تذکرۃ الشہادتین لکھی تو اس کے صفحہ ٦٧ پر اسی الہام کو دو کامل مریدوں پر لگا دیا اور بڑی ہوشیاری سے لکھا کہ ہم نے براہین احمدیہ (الہامی تھیلہ) میں پہلے سے لکھ لیا تھا کہ دو بکریاں ذبح کی جاویں گی، پس وہ یہی ہمارے دو مرید ہیں جو کابل میں مارے گئے۔ حاشیہ نشین ہیں کہ آنکھیں بند کر کے سر ہلا کے کہتے ہیں آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید (کیا تم میں کوئی بھلا آدمی سمجھدار نہیں) اخیر میں ہم حکیم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب یہ اصول آپ کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ جو معنی ملہم کرے وہی صحیح ہوں گے تو آپ کا یا مرزا صاحب کا کیا حق ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے الہامات کے معنی اپنی طرف سے حسب مراد خود کرتے ہیں۔ غور سے سنئے! حضور ﷺ فرماتے ہیں فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (ترمذی) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے مشرقی جانب میں سفید منارہ کے قریب اتریں گے۔ بتلایئے کس نے آپ کو اجازت دی ہے کہ ملہم ربانی کے سچے الہام کو بگاڑ کر دمشق سے مراد قادیان اور مسیح سے مراد مرزا غلام احمد سمجھیں؟ حالانکہ آپ خود ہی لکھتے ہیں: ظواہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضروری ہے۔ (خط ملحقہ بازالہ اوہام۔ ص ٩)

حکیم صاحب! انصاف سے کہنا آپ کے اور آپ پیر مرشد کے تراشے ہوئے معانی کے لئے بھی کوئی قرینہ قویہ اور موجبات حقہ ہیں؟ ایمان سے کہتے ہوئے شرم نہ کیجئے گا شرم مانع ہو تو آئینہ سامنے رکھ کر اپنی سفید داڑھی کو ملاحظہ فرما کر غور کیجئے گا کہ عمر کتنی باقی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٢٧ دسمبر ١٩٠٧ء ص ٤۔٦)

ایک مرزائی کا خط

اور اسکا جواب

دسمبر ۱۹۰۷ء کے رسالہ مرقع قادیانی میں ایک مضمون نکلا تھا جس کو بالاختصار اور اخباروں میں بھی دیا گیا تھا۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ تھا کہ مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں مسیح موعود کے آنے کی تواریخ ایسی متضاد بتلائی ہیں کہ ان تواریخ کے لحاظ سے وہ خود بھی اس عہدے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ اگر مرزا صاحب ان تواریخ متضادہ میں تطبیق کر دکھائیں تو ہم ان کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ اس پر مرزا صاحب کے مدرسہ کے ایک عربی مدرس نے ہم کو خط لکھ کر جواب مانگا ہے جو درج ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

بخدمت جناب مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب اڈیٹر مرقع امرتسر

السلام علی من اتبع الھدی۔ میں نے کل ۱۵ دسمبر ۱۹۰۷ء کو آپ کا مرقع مجریہ دسمبر سن رواں پڑھا۔ انعامی مضمون، چیستان مرزا، کے آخر میں آپ نے احمدیوں کو خطاب کر کے لکھا ہے الیس فیکم رجل رشید۔ یہ مضمون پڑھ کر مجھے تحریک ہوئی کہ میں آپ کو یہ نیاز نامہ لکھوں

آپ اس چیستان کے حل پر پانچ سو روپیہ کی نذر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سے بترسیل ہذا استفسار کرتا ہوں کہ آپ نے اس چیستان کا حل اور انعامی رقم کی نذر صرف حضرت مرزا صاحب سے مخصوص کی ہے، یا ہر ایک احمدی کو اجازت دی ہے کہ آپ کے اس معما کو حل کر کے اس رقم کو آپ سے وصول کرے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ نے اس مضمون سے عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ انعامی رقم کو شائع کر کے اس مضمون کی عظمت اور وقعت کو ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی اپنا بچاؤ یوں کیا ہے کہ اس کی تخصیص صرف حضرت مرزا صاحب کی ذات سے کر دی ہے۔ آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے عزیز اوقات اور ان کی گرامی ذات ان لاحاصل امور سے ارفع ہے۔ آپ نے اس مضمون میں یہ بڑی چالاکی کی ہے کہ عوام پر تو

اسکا اثر یوں ڈالا کہ اس کو انعامی قرار دے دیا اور اپنی جان بچانے کے لئے اس وعدہ کو صرف انہی کی ذات سے مخصوص کر دیا۔ اور دوسری طرف احمدیوں کی طرف سے آپ کو یقین ہو چکا ہے کہ وہ آپ کے مضامین کا جواب دینا تضیع اوقات سمجھتے ہیں، اور وہ بلا فائدہ دینی و دنیوی کب اپنے وقت کو ضائع کرنے لگے، اس لئے اس بات سے خوف زدہ ہو کر کہ کہیں کسی احمدی کا شکار نہ ہو جائیں اس انعام کو مرزا صاحب کی ذات سے مخصوص کر دیا۔ ایسی چالاکی کے وتیرے جو مومنوں کی شان سے بعید ہیں ظاہر کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کو صرف عوام میں غلط فہمی پھیلانے کا شوق ہے والاّ اگر یہ اعتراض حقیقۃً لاینحل و چیستان ہوتا تو آپ اس قدر ہشیاری اور چالاکی سے کام نہ لیتے جو سراسر دھوکا ہی پر مبنی ہے

اگر میرا یہ خیال غلط ہے تو آپ ہی بتایئے کہ اس چالاکی سے اور کیا فائدہ ہے۔ اگر آپ کے نزدیک یہ مضمون درحقیقت چیستان اور معما ہے اور آپ اس کو لاینحل خیال کرتے ہیں تو اس کے حل کرنے کی جو تخصیص آپ نے کی ہے اس کو اڑا دیجئے، اور احمدیوں کے سامنے عام سوال کے طور پر پیش کیجئے۔ گو امید نہیں کہ بزرگان ملت میں سے کوئی بزرگ اس طرف توجہ بھی فرمائیں، مگر تاہم ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس کبر اور تعلّی کو اگر چاہے تو کسی اور خادم سے تڑوا ڈالے۔ مجھے ضرورت نہ تھی کہ میں آپ کو یہ نیاز نامہ لکھتا مگر اس وجہ سے کہ میرے خیال میں آپ نے بڑے دھوکا سے کام لیا ہے اور اس مضمون کو انعامی قرار دے کر شائع کیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو یہ مشورہ دوں اگر آپکو حوصلہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کے اس مضمون میں کچھ جان ہے، تو اسکو عام احمدیوں کے نام سے شائع کیجئے۔

ممکن ہے کہ کوئی احمدی آپ کے اس چیستان کے حل پر بھی توجہ نہ کرے اور آپکی انعامی رقم کو وصول نہ کرے مگر قبل از وقت یہ فرض کر لینا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ مضمون آپ کے سابقہ مضامین سے خاص امتیاز کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ بالفرض اگر کسی احمدی نے اسکے بعد بھی توجہ نہ کی تو آپ کی طرف سے تو قطوع حجت ہو جاوے گا، اگر آپ کا یہ اعتراض اپنے اندر کچھ روح رکھتا ہے اور آپ کو اعتماد ہے کہ یہ لاجواب ہے تو امید ہے کہ آپ ضرور یہ اعلان شائع کریں گے کہ حضرت مرزا صاحب ہی اس کے حل پر انعامی رقم حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتے بلکہ اگر کوئی احمدی بھی اسکا حل کرے تو اس کو یہ رقم مل سکے گی۔ مگر اسکے ساتھ یہ امر بھی ضروری

ہے کہ آپ ایک ماہ کی میعاد اس دن سے شروع کریں جب کہ یہ اطلاع اخبار میں شائع ہو جائے۔اس سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو سکے گا کہ احمدیوں نے جو اس قدر عہد موثق حضرت مرزا صاحب سے کیا ہے اس کی کوئی وجہ ہے یا نہیں۔دوسرا امر جو انعامی رقم کے حاصل کرنے کے متعلق چاہیے اس کے متعلق آپ نے کچھ نہیں لکھا کہ اسکا فیصلہ کس طرح ہوگا، اور یہ محاکمہ کون کرے گا کہ آیا چیستان کا حل ہوا یا نہیں۔اس کے متعلق بھی آپ کو واجب ہے کہ اس اطلاع کے ساتھ ہی کچھ لکھیں۔اگر کسی احمدی کو خدا نے توفیق دی تو وہ آپ کے مضمون کا جواب لکھ دے گا۔پر آپ کو یہ امر معلوم رہے کہ اس میں آپ کا نام نہیں آئے گا۔البتہ آپ کے سوال کا جواب ہونا ضروری ہوگا اور اس کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ آپ اپنے اخبار میں اسکو شائع کر کے اپنے ناظرین کے سامنے پیش کریں۔امید کہ آپ میری اس درخواست کو قبول فرما کر جواب سے مطلع فرماویں گے۔

والسلام ۱۶ دسمبر (۱۹۰۷ء)۔خاکسار فضل الدین دوم مدرس عربی تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری جواباً لکھتے ہیں:

ناظرین! راقم خط کی بدحواسی دیکھئے کہ جس امر پر پہلے خود ہی استفسار کرتا ہے کہ پانچ سو کی رقم خاص مرزا صاحب کو دیں گے یا ہر ایک مرزائی کو، جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو ابھی تک اس مضمون سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ انعام خاص مرزا صاحب کے لئے ہے یا ہر ایک مجیب کے لئے، مگر اس سے ایک ہی سطر نیچے اتر کر کئی ایک دفعہ اس انعام کو خود ہی مرزا صاحب کے ساتھ مخصوص لکھتا ہے۔یہاں تک کہ اخیر خط میں صرف یہی درخواست کرتا ہے کہ آپ نے جو انعام کی تخصیص مرزا صاحب سے کی ہے اس کو اٹھا دیجئے۔کیا کوئی صاحب عقل سلیم کہہ سکتا ہے کہ ایسا شخص بھی مرقع یا اہل حدیث کے مواخذات کا جواب دے سکتا ہے؟ حقیقت میں یہ بھی مرزا صاحب کی صحبت کا اثر ہے

ساحری کرد دو چشم تو وگرنہ زیں پیش
بود ہشیار تر از دل دیوانہء او

شروع میں لکھا تھا احمدی تمہارا جواب دینا تضیع اوقات سمجھتے ہیں، پھر خود ہی جواب دینے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے، اور دوسروں سے بھی توقع دلاتا ہے۔کیا یہ اس خاکسار کے ذریعہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ کا زندہ

معجزہ نہیں ہے، کہ مسیح کاذب کی عبارات میں تناقض دکھایا تواس کے جواب دینے پر مستعد ہونے والے شروع ہی میں عبارات متناقضہ لکھ کر ثابت کر رہے ہیں کہ

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گوئم

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی خود بدولت مرزا صاحب ہی نے لکھا ہے جو اس بے چارے کم گو بے زبان کے نام پر بھیجا گیا ہے۔

اب سنئے اصل سوال کا جواب: ہم نے مرزا صاحب سے انعام کی تخصیص اسلئے نہیں کی تھی کہ کوئی مرزائی نہ حاصل کر لے بلکہ اس لئے کی تھی کہ چونکہ ہمارا اعتراض خاص مرزا صاحب کی عبارات پر ہے اور یہ تو ظاہر ہے، تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ پھر تم لوگوں کی کوئی تحریر یا تقریر خود بدولت پر حجت نہیں ہو سکتی۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حکیم نورالدین صاحب نے بایں دعوی ہمہ دانی لاہور کے جلسہ میں مرزا صاحب کے الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے کیا کہا تھا، جو گذشتہ نمبر اہل حدیث میں نقل ہو چکا ہے۔ اسلئے ہم نہیں چاہتے کہ ایسے لوگوں کو انعام دیں جن کو انعام دینے سے کوئی عام فیصلہ نہ ہو سکے۔ ہاں تم بھی عجیب دنیا پرست ہو گے کہ تمہارے نبی مہدی اور مسیح موعود پر سوال وارد ہوں اور تم بقول خود جواب دینے پر قدرت رکھتے ہو مگر انعام نہ ملنے سے جواب ہی سے خاموش رہو۔ کیا یہی تمہاری دینی خدمت ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ تعس عبد الدر هم والدينار ان اعطى رضى و ان لم يعط سخط یعنی درہم ودینار کا بندہ ہلاک ہوا گر اسے کچھ ملے تو خوش ہوتا ہے، ورنہ ناراض۔

تمہارا یہ عذر بھی کیسا کمزور ہے کہ مرزا صاحب کی شان جواب دینے سے ارفع ہے۔ اے جناب! اسی قسم کی تحریرات سوال وجواب پر تو وہ فخر کیا کرتے ہیں اور آپ جیسے دام افتادہ ان کو سلطان القلم کا لقب دیتے ہیں۔ اس کے سوا اور کون سا سونا تول رہے ہیں جس سے فرصت نہیں۔ کیا آج سے پہلے انہوں نے مجھ سے کبھی خطاب نہیں کیا؟ سنئے! میں تو مرزا صاحب کا ایسا مخاطب ہوں کہ مجھ کو قادیان پہنچنے کی دعوت دی تھی اور آپ جیسوں کی جیبوں سے نکلوا کر لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر جب میں بلائے بے درمان کی طرح قادیان جا

پہنچا تو آپ حرم سرائے سے بھی باہر نہ آئے۔ سنئے! میں وہی ہوں جس کے نام پر مرزا صاحب نے رسالہ اعجاز احمدی خاص ڈیڈیکیشن کیا تھا (نذر dedication)۔ہاں میں وہی ہوں جس سے مرزا صاحب نے چند ہی روز ہوئے مباہلہ کا اشتہار دیا تھا جس پر اثر بفضلہٖ تعالی انہی پر پہنچا۔ یاد نہ ہو تو سنو! میں وہی ہوں جس کے مباہلہ کے اثر میں مرزا صاحب کا لخت جگر مبارک احمد مرکر مرزا صاحب کو موت جیسی مصیبت میں پھنسا گیا۔یہی وجہ ہے کہ میرے جواب دینے کی حضرت کو فرصت نہیں یا بقول آپ کے شان ارفع ہے:

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان

کنجے گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت

البتہ یہ سوال معقول ہے کہ انعام کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔سو یہ سوال کرنا مرزا صاحب کا کام ہے۔ جب وہ سوال کریں گے تو ہم ان کے جواب میں کہیں گے کہ جس طرح آپ کے مقررہ انعامات بابت جواب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ وغیرہ کا فیصلہ ہوا تھا یا ہوگا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ مضمون کاتب لکھ چکا تھا کہ آج (۳۰ دسمبر کو) راقم خط (مرزائی) کا مطبوعہ جواب پہنچا جس کے شروع میں آپ نے مبلغ پانچ سو روپیہ نہ دینے پر نالش کی دھمکی دی ہے۔میں راقم مضمون بڑی خوشی سے موکد بقسم غلیظ اجازت دیتا ہوں کہ وہ مرزا صاحب کی عزت بچانے کی خاطر مبلغ پانچ سو کا دعوی مجھ پر کریں۔بے شک کریں دعوی کرنے سے پہلے آپ کو کھانا حرام ہے۔پس عدالت ہی میں فیصلہ ہو جائے گا کہ جواب صحیح ہے یا نہیں۔آپ کے دعوی کا انتظار کر کے مرقع میں جواب دیا جائے گا۔انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۴، ۵)

(قادیانی معجزہ: الحکم قادیان میں بڑے فخر سے مرزا صاحب کا معجزہ لکھا تھا کہ آریہ کانفرنس کے لئے جو مضمون مرزا صاحب نے تیار کیا تھا وہی تین روز میں تحریر ہو کر چھپ بھی گیا، کیا یہ معجزہ نہیں۔مگر ناظرین افسوس سے سنیں گے کہ وہ مضمون آج تک بھی شائع نہیں ہوا بحالیکہ اس خاکسار کا مضمون القرآن العظیم تمام ملک میں پہنچ گیا ہے۔کیا یہ معجزہ کم ہے؟ تو پھر کس کا ہے؟ اسی قرآن لانے والے (فداہ روحی) کا صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔ ہفت وزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔۱۷ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۹۔۱۰)

مرزا قادیانی

اوراس کے حواری

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ شعر مرزا صاحب کے مریدوں کے حال پر بہت ہی موزوں ہے مرزا صاحب جیسے اپنے مطلب میں ہوشیار اور اپنی تصانیف کے ناظرین کو دھوکہ دینے میں پکے ہیں ان کے مرید بھی کسی طرح سے کم نہیں۔ الحکم قادیان میں ایک کھلی چٹھی اڈیٹر مرقع قادیانی کے نام شائع ہوئی ہے جو نہ کسی مسئلہ کے متعلق تھی بلکہ محض اس دریافت کے لئے کہ مرقع قادیانی میں جو میں نے انعامات مرزا صاحب کے لئے مقرر کئے ہیں ان پر کچھ استفسار تھا اس لئے اس کا جواب بہت ضروری تھا کہ اسی اخبار میں چھپتا تا کہ الحکم کے ناظرین کو حقیقت حال سے پوری آگاہی ہو جاتی مگر قادیانی پارٹی ایسی کہا کہ صحیح صحیح واقعات اپنے دام افتادوں کو پہنچنے دیں اخبار الحکم کے اڈیٹر سے دریافتکیا گیا کہ آپ اس چٹھی کا جواب اپنے اخبار میں چھاپنے میں کا وعدہ کریں تو جواب بھیج دیا جائے۔ جواب آیا کہ آپ اپنے اخبار میں جواب دیں۔ ناظرین غور کریں کہ محققین ہاں جدید مسیحیین کی یہی جدید تحقیق ہے؟ کہ ایک معمولی مراسلہ کا جواب بھی فریق مخالف کا اپنے ناظرین تک پہنچانا نہیں چاہتے۔ بغور دیکھا جائے تو جتنے کج رو یہ لوگ ہیں ان کی عادت یہی ہے کہ حتی المقدور اپنے مخالف کی بات کو اپنے ناظرین سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ہمارے شہر کی حنفی پارٹی کے فخر اڈیٹر اہل فقہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ آپ نے ایک مراسلہ میرے برخلاف شائع کیا، جو نہ کسی مسئلہ کی تحقیق تھی بلکہ محض ذاتیات پر حملہ تھا، لیکن میں نے جو اخباری مذہب کے مطابق اس کا جواب لکھ کر بغرض درج کرنے کے بھیجا، تو اس کو درج نہ کیا۔ اور ایک نوٹ

میں یہ لکھ دیا، کہ نامہ نگار اپنا جواب اہل حدیث میں مانگتا ہے... یہ ان (اہل حدیثوں) کا اپنا معاملہ ہے اس لئے یہ جواب درج نہ ہوگا۔ (اہل فقہ ۱۳ دسمبر) حالانکہ امر اول محض جھوٹ تھا۔ نامہ نگار اہل حدیث میں جواب اور بات کا مانگتا تھا، نہ کہ اس مراسلہ کا۔ اس کی عبارت کو بھی اڈیٹر صاحب نہ سمجھے۔ دوسری وجہ کو بھی بفضلہٖ تعالیٰ خود ہی ثابت کر دیا کہ اسی نامہ نگار کے نام کا ایک اور مراسلہ ۳ جنوری کے پرچہ میں پھر درج کر دیا، جو محض میری ذات پر حملہ تھا۔ نہ پہلے نہ دوسرے مراسلہ کو درج کرتے ہوئے یہ سوچا کہ یہ ان (اہل حدیثوں) کا اپنا معاملہ ہے مگر میرے جواب کو شائع کرتے وقت یہ عذر یاد آیا۔ یہ ہے ان لوگوں کی ایمان داری اور یہ ہے ان کی دیانت داری کہ میں جواب دوں تو اس بنا پر درج نہ ہو کہ تمہارا اہلحدیثوں کا آپس کا جھگڑا ہے اور جب میرا کوئی مخالف اپنے نام کے ساتھ اہل حدیث لگا کر بھیج دے تو اس کو غنیمت کبری جان کر شائع کیا جائے۔ کیا کوئی دانا اس قسم کی کاروائیوں کو دیانت پر مبنی جان سکتا ہے؟ مگر حیف اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے نام کے ساتھ اہل حدیث لکھ کر اپنے بھائی کی عیب جوئی کرنے کو ایک دشمن کے ہاں جاتے ہیں جو منہ در منہ ان کو سناتا ہے کہ تمہارا آپس کا جھگڑا ہے مگر وہ پھر بھی شرم نہیں کرتے۔

خیر مختصر یہ کہ مرزائی اخبار نے انکار کیا، لہذا اہل حدیث میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ چٹھی مذکور کا راقم یعنی مولوی فضل دین مدرس سکول قادیان لکھتا ہے:

میں نے کل ۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو آپ کا مرقع مجریہ بابت جنوری ۱۹۰۸ء پڑھا ہے اس میں آپ نے اور دو انعامی مضمون علاوہ دسمبر ۱۹۰۷ء کے انعامی مضمون چیستان مرزا، کے بوعدہ ایک ہزار روپیہ شائع کئے ہیں سو آپ کو اس چٹھی کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ جو رقم انعامی پانچ سو روپیہ چیستان کے حل کی آپ کے ذمہ واجب الادا ہے اور آپ نے اب تک اس کو ادا نہیں کیا پہلے آپ وہ ادا کریں جب تک آپ پہلا قرضہ ادا نہ کر لیں ہم کس طرح اس دوسری بحث کو شروع کر دیں۔ اگر خلط مبحث کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بفضلہٖ آپ کو ان دونوں سوالوں کے جواب بہت جلدی چھپوا کر بھیج دیتا۔ مگر چونکہ آپ نے اس وقت تک پہلے پانچ سو کے متعلق اب تک کچھ اطلاع نہیں باوجودیکہ آپ کے چیستان کا حل کامل میعاد کے اندر چھپ کر آپ کو پہنچ چکا ہے اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ جب تک پہلی بحث کا خاتمہ ہو کر مبلغ پانچ سو روپیہ آپ سے وصول نہ ہو جاوے،

تب تک اس دوسری بحث کو جو آپ نے جنوری کے پرچہ میں لکھی ہے نہ چھیڑا جاوے۔ لہذا آپ اس چٹھی کے پڑھتے ہی اطلاع دیں کہ آپ نے اس وقت تک کیوں انعامی رقم مبلغ پانچ سو روپیہ جو حل چیستان پر مقرر تھی باوجود چیستان کے حل ہو جانے کے مجھے نہیں بھیجی اور نیز یہ امر بھی شائع کریں کہ آپ کے ان دونوں شائع کردہ انعامی مضمونوں اور ان کے جوابات کا کون محاکمہ کرے گا جس کے بعد ہم آپ سے انعامی رقم یک ہزار کے وصول کرنے کے مستحق ٹھہریں گے۔ (اخبار الحکم ۶ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۶ کالم ۱)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً لکھتے ہیں:

اس چٹھی میں بھی آپ تخالف اور تہافت سے نہیں بچے پہلے تو مجھ سے انعامی رقم کا تقاضا کرتے ہیں اور اسکو واجب الادا کہتے ہیں نیچے اتر کر فیصلہ کی صورت پوچھتے ہیں کہ محاکمہ کون کرے گا۔ اے جناب! پہلے آپ اپنے دماغ کا تو علاج کرائیے مرزا صاحب کی صحبت کا اثر آپ پر پورا ہے جس طرح وہ بہکی بہکی باتیں کرنے میں مشاق ہیں آپ بھی ان سے کم نہیں مگر اتنا تو سمجھو کہ مقابلہ کس سے ہے:

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اے جناب! آپ کا جواب بالکل ناقص بلکہ میری تائید میں ہے میں منتظر تھا کہ آپ نے حسب اطلاع نالش کی ہوگی اور عدالت ہی میں فیصلہ ہوگا مگر آپ بھی ایسے کچے کہاں تھے کہ نالش کرتے۔ آخر آپ کو نہیں تو آپ کے مشیر قانونی کو تو اتنی سمجھ ہوگی کہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ پس سنو! تم جس مضمون کا چاہو جواب لکھو اور جو انعام اس پر مقرر ہے اس کے لینے کا طریقہ یا تو مرزا صاحب سے پوچھو کہ آپ جو انعامی اشتہار دیتے ہیں ان کی رقوم دینے کا کیا ذریعہ سوچا کرتے ہیں؟ یا بذریعہ نالش مجھ سے وصول کرو، یا میرے جواب الجواب کو دیکھ کر اپنی تسلی کر لیا کرو اور یاد رکھو:

باندھے ہوئے ہاتھوں کو بامید اجابت
رہتے ہیں کھڑے سینکڑوں مضموں مرے آگے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۳۔۵)

مرزا قادیانی اپنے منہ سے کافر

آج کل مرزا صاحب کے کافر ہونے، نہ ہونے میں بہت موشگافیاں ہورہی ہیں، مگر ہم آج جس طریق سے مرزا جی کا کافر ہونا ثابت کریں گے وہ سب سے آسان تر ہے۔اور لطف یہ ہے کہ مرزا جی کا اپنا اقرار بھی ہے۔مرزا جی حمامۃ البشری میں لکھتے ہیں:

ماکا ن لی ان ادعی النبوۃ و ا خر ج عن الاسلا م و الحق بقومٍ کا فرین یعنی یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جاملوں

مرزا جی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ دعوی نبوت اسلام سے خارج ہونے اور کافر ہونے کا موجب ہے۔اب سنئے! کہ مرزا جی نے دعوی نبوت کیا یا نہیں؟ پرانے حوالے تو سب کو معلوم ہیں کہ کس آن بان سے اظہار نبوت ہوا کرتا تھا مگر آج ایک نیا حوالہ سب سے واضح تر بتلا کر مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسے بڈھے خبطی کے پیچھے پڑے ہو جو بقول خود کافر ہے۔

مرزائیو! نیچے کا حوالہ بغور سنو:

مولوی احسن امروہی نے جمعہ کے خطبہ میں بموجودگی مرزا صاحب وعظ کرتے ہوئے کہا کہ:

پھر چودھویں صدی میں آفتاب نبوت طلوع کرے گا اگر اس نبی (مرزا) کی اطاعت نہ کریں گے تو وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔(بدر قادیان۔۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء)

مرزائیو! دیانتداری سے ان دونوں کلاموں کو ملا کر نتیجہ نکالو تم میں سے جو ذرہ منطق جانتے ہیں ان کی آسانی کے لئے ہم یہاں صغری۔کبری بنا کر بتلاتے ہیں۔سنو!

مرزا نے دعوی نبوت کیا (صغری)

اور بقول مرزا جی دعوی نبوت کرنے والا کافر ہے(کبری)

نتیجہ تم خود ہی سوچ لو کہ کون کافر ہے

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ فروری ۱۹۰۸ء ص ۱)

مرزائیوں کو عام نوٹس

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے جو اختلاف بیانی دسمبر ۱۹۰۷ء اور فروری ۱۹۰۸ کے مرقع قادیانی (مرقع والا مضمون اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہوگا۔ بہاء) میں مرزا صاحب کی لکھی ہے، اسکے جواب کے لئے ہم نے سابق میں مبلغ پانچ سو روپیہ خاص مرزا صاحب کے لئے انعام رکھا تھا، جس پر مرزائیوں نے واویلا مچایا کہ یہ تخصیص مرزا صاحب سے کیوں کی گئی ہے، اس تخصیص کو اٹھا دیجئے۔ اس لئے آج ہم بذریعہ اس اعلان کے اس تخصیص کو اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی مرزائی بھی اس چیستان کو حل کر دے گا تو اس کو بھی مرزا جی سے نصف انعام دیا جائے گا کیونکہ وہ مرزا جی کے ماتحت ہونے کی حیثیت میں ان کے برابر انعام نہیں پا سکتے۔ درصورت نہ دینے کے ان کا حق ہوگا کہ بذریعہ نالش وصول کریں

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزائیو! ہمت ہے تو آؤ۔ اپنے پیغمبر اور کرشن کی لاج رکھ لو ورنہ دنیا کیا کہے گی؟ مگر اتنا سوچ لینا کہ مقابلہ کس سے ہے:

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ فروری ۱۹۰۸ء ص ۲)

ایک مرزائی کی ابلہ فریبی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جس طرح مرزا صاحب ابلہ فریبی میں مشاق ہیں ان کے دام افتادہ معتقد بھی کم نہیں ڈاکٹر عبدالحکیم خان (سابق مرید مرزا) نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے کانا دجال، جس میں مرزا جی کی مرزائیت بس کھول کر دکھادی ہے۔ اس رسالہ پر کھسیانے ہو کر ایک مرزائی نے قادیانی اخبار الحکم میں ڈاکٹر صاحب کی بعض پہلی تحریرات ایام جاہلیت (ارادت مرزا کے زمانہ) کی شائع کر کے اپنے ناظرین کو دھوکہ دیا ہے، حالانکہ ڈاکٹر صاحب خود ہی ان تحریرات کو رد کر چکے ہیں۔ بلکہ جس جس کتاب میں ان کی اس قسم کی تحریریں تھیں، ان کو ترمیم کر کے چھاپ چکے ہیں۔ مگر اس مرزائی کو اتنا معلوم نہیں کہ مرزا صاحب بھی تو اس الزام میں آئے ہوئے ہیں جو براہین احمدیہ میں حضرت مسیح کی زندگی اور دوبارہ تشریف آوری لکھ چکے ہیں جب ہم نے موضع مد ضلع امرتسر کے مباحثہ میں وہ مقامات پیش کئے تو مرزا صاحب نے رسالہ اعجاز احمدی میں کس وضع داری کے ساتھ تسلیم کیا کہ عیسی کی آمد ثانی کا عقیدہ سادگی سے لکھ دیا تھا (ص ۷)۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ بے وقوفی سے ایسا کیا گیا۔ حالانکہ آپ بقول خود اس وقت بھی الہامی تھے اور کتاب براہین احمدیہ محض الہام ہی سے لکھی گئی تھی۔

تو جب پیر طریقت اور پیغمبر امت سے بے وقوفی ہو گئی تو ڈاکٹر صاحب پر بحیثیت مریدی تھوڑی سادگی نے اثر کر دیا ہو، تو کیا عجب، جب کہ انہوں نے دیانتداری سے اصلاح بھی کر دی پھر اسی قسم کی تحریروں کو پیش کرنا ابلہ فریبی نہیں تو کیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ فروری ۱۹۰۸ء ص ٦)

کذاب قادیانی کی کذب بیانی
اوراس پر بے ہودہ لن ترانی

ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرقع قادیانی بابت فروری ۱۹۰۸ء میں ہم نے دجال اکبر (مرزا) کی ایک کذب بیانی پر مواخذہ کر کے جواب طلب کیا تھا۔

دجال موصوف نے قادیان کے سالانہ جلسہ میں اثناء تقریر میں کہا تھا کہ پنڈت لیکھرام آریہ نے خدا سے دعا کی تھی کہ ہم دونوں (مرزااور پنڈت) میں سے جوجھوٹا ہے پرمیشر اسے ہلاک کرے (الحکم ۲ جنوری ص ۵)

اس دعوی کی تصحیح نقل مانگی گئی تھی اور لکھا تھا کہ تمہاری یہ ایک معمولی عادت ہے جب بھی تمہارا کوئی مخالف مرتا ہے، تو تم کہد یا کرتے ہو کہ اس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر قصوری مرحومین وغیرہ سے تم نے بھی یہی برتاؤ کیا جس کی کئی کئی ایک دفعہ اہل حدیث اور مرقع قادیانی میں قلعی کھولی گئی ہے اور اچھی طرح ثابت کیا گیا کہ:

رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے بطالت ہے بطالت

سچے ہو تو لیکھرام کی یہ دعا اسکی کسی تحریر سے دکھاؤ کہ اس نے خدا سے مانگا ہو کہ جھوٹے کو ہلاک کر۔

اسکا جواب دجال اکبر (یہ مضمون دراصل تو اڈیٹر الحکم کا ہے مگر دجال قادیانی چونکہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۸ پر مانتا ہے کہ مریدوں کے تمام کام پیروں کے ہوتے ہیں (خصوصاً اشاعت تعلیم میں) اس لئے ہم نے یہ مضمون دجال ہی کا سمجھا اور اسی کو مخاطب کیا۔ اڈیٹر اہل حدیث)

نے اخبار الحکم ۱۴ فروری میں دیا ہے جس کا عنوان ہے، ثناء اللہ کی بے حیائی، اس میں وہ اپنی معمولی لن ترانی اور مزید ار گالی گلوچ کے بعد پنڈت لیکھ رام کا ایک حوالہ دیتا ہے جسکی نسبت لکھتا ہے کہ:

ثناء اللہ کو چاہیے کہ عینک اتار کر نہیں، بلکہ لگا کر پڑھے۔ اور اگر بالکل ایمان اور علم ماموری من اللہ کی مخالفت میں سلب نہیں ہو گیا، تو اپنی غلطی کا اعتراف کرے .... لیکھ رام کے مباہلہ کے متعلق دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۸۵۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: اس لن ترانی کے بعد پنڈت لیکھ رام کی عبارت نقل کی ہے جس کو جلی لفظوں میں لکھا ہے، جس سے معلوم ہو کہ یہ عبارت بعینہ وہی ہے جو لیکھ رام کے قلم سے نکلی تھی۔ مگر ناظرین دیکھ کر حیران ہوں گے کہ پرانی مشہور مثل: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، جو مدت مدید سے ایک مفہوم کی صورت میں تھی، آج اسکا مصداق بھی قادیان دار الزیان میں ملتا ہے۔ بہر حال دجال اکبر نے پنڈت لیکھ رام کی عبارت ان لفظوں میں نقل کی ہے:

ہے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر (ایسا ہو) کہ جہالت اور تعصب اور جور وستم والے کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور عزت نہیں پاتا۔ دستخط لیکھ رام شرما از پشاور (الحکم ۱۴ فروری ص ۵ کالم ۱)

اسی عبارت کو بدستخط پنڈت لیکھ رام دجال اکبر نے اپنی نئی تصنیف حقیقت الوحی میں یوں لکھا ہے کہ:

اے پرمیشور ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاسکتا (راقم آپ کا ازلی بندہ لیکھ رام شرما سبھاسد آریہ سماج پشاور حال اڈیٹر آریہ گزٹ فیروز پور پنجاب۔) ص ۳۱۹

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ دو نقلیں ہوئیں آیئے اب ہم ناظرین اصلی عبارت لیکھ رام کی اصل کتاب سے دکھا دیں: تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

کلیات آریہ مسافر اور خبط احمدیہ جس کا حوالہ خود دجال اکبر نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۱۹ پر دیا ہے نکال کر دیکھئے جہاں لیکھ رام نے اپنا مدعا ان الفاظ میں لکھا ہے کہ:

اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر اور جو تیرا ست دھرم ہے اس کو نہ تلوار سے بلکہ پیار سے معقولیت اور دلائل کے اظہار سے جاری کر اور مخالف کے دل کو اپنے ست گیان سے پرکاش کرتا کہ جہالت

اور تعصب و جور و ستم کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ راقم: آپ کا ازلی بندہ لیکھ رام شرما سبھا سد آریہ سماج پشاور۔ ص ۳۴۷

ناظرین بغور دیکھیں کہ پنڈت لیکھ رام نے جہالت اور تعصب کا ناش ہونا لکھا ہے مگر چونکہ جہالت اور تعصب کے ناش ہونے کی دعا ایک معمولی دعا ہے جو ہر ایک مذہب کا پابند کیا کرتا ہے۔ اور اتنی عبارت سے دجال کا کام نہ بنتا تھا اس لئے اس نے اور اسکے دام افتادہ اڈیٹر الحکم نے حیاو شرم کو نصیب اعداء جان کر، والے، کا لفظ بڑھا اور اس عبارت کو ان لفظوں میں ادا کیا کہ: جہالت اور تعصب اور جور و ستم والے کا ناش ہو۔، جس سے غرض ان کی یہ ہے کہ جہالت والے کے لفظ سے ہم پنڈت لیکھ رام کی ہلاکت کا ثبوت دیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ناظرین! یہ ہے عذر گناہ بدتر از گناہ جس اعتراض کو اٹھانے کے لئے کوشش کی تھی اس سے زیادہ سنگین اعتراض اپنے اوپر لے لیا۔

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں جو دجال اور دجالہ کی بے حیائی اور بے شرمی کی داد دے

دجالیو! ہم اتنا تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارا دجال اکبر مخالف کی تحریر کو اصل الفاظ میں نقل نہیں کرتا چونکہ جھوٹ اور کذب کا عادی ہے اس لئے اس موقع پر تنگ آ کر اس نے لیکھ رام کی اصل عبارت کو نقل کیا تو بھی اپنی عادت مردار خوری سے نہ چوکا۔

مرزائیو! آؤ ہم تم کو بتلاویں کہ لیکھ رام کی دعا کا کیا مطلب ہے اور کہ وہ کہاں تک قبول ہوئی۔

سنو! ہر ایک مذہب کا پابند اپنے مخالف مذہب کو جہالت اور تعصب جانتا ہے جیسے مرزا صاحب ویدک دھرم کو کہا کرتے تھے اسی طرح لیکھ رام بھی اسلام اور قرآن کو جہالت اور جور و ستم جانتا تھا چنانچہ لیکھ رام بالتصریح اپنے اس مدعا کو اسی کتاب میں اس دعا کے متصل ہی لکھتا ہے کہ: چونکہ توریت زبور انجیل قرآن تغیر تبدل سے بھری ہوئی غلطیوں سے مملو اور جور و ستم کے حاوی ؟ ہیں ان کی سچائی کی دلیل سوائے طمع یا نادانی یا تلوار کے ان کے پاس کوئی نہیں اس واسطے وہ سچے نہیں... پس ناراستی کے پھیلانے والا اور جھوٹ کو ترقی دینے والا سچا کبھی نہیں ہوسکتا۔ (خبط احمدی۔ ص ۳۴۶)

پس اس عبارت کوملحوظ رکھ کر لیکھ رام کی دعا کا مدعا یہ ہے کہ اے پرمیشور جہالت اور جور وستم یعنی اسلام اورقرآن (خاکش بدن) کا ناش کران کوصفحہ دنیا سے مٹا دینے غالباً لیکھ رامی دعا کا یہ مطلب سمجھنے سے کسی مومن یا کافر کو بھی انکار نہ ہوگا۔اب مطلع بالکل صاف ہےتم ہی بتلاؤ کہ اس کی یہ دعا قبول ہوئی ؟ کیا اس کی دعا کے موافق اسلام اورقرآن کا ناش ہو گیا؟ ہرگزنہیں اور کبھی نہ ہوگا۔اور اگر تم یہ کہو کہ اس کے ذہن میں گوتعصب اور جہالت سے مرادقرآنی تعلیم تھی مگر چونکہ خدا کے نزدیک قرآنی تعلیم جہالت نہیں اسلئے خدا نے اس کے الفاظ کے موافق اسکو تباہ کیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سچ ہےقرآن کے نزدیک قرآنی تعلیم جہالت نہیں تو ویدک تعلیم تو یقیناً جہالت ہوگی اوراسکی تسلیم تو تم بھی خوشی سے کرو گے۔پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہنوز ناش نہ ہوئی بلکہ اس کی دعا اوراسکے مرنے کے بعد جتنا اس کوفروغ ہوا ہے وہ واقف حال لوگوں سے مخفی نہیں۔

بہرحال کوئی صورت ہی لیں، کہنا پڑتا ہے کہ لیکھ رام کی یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ بلا سے نہ ہوئی ہو، ہمیں اس سے کیا رنج ہے۔قرآن مجید ہم کو پہلے ہی بتلاتا ہے مادعاء الكا فرین ا لّا فی ضلال

پھرتم لوگ کس منہ سے کہتے ہو کہ لیکھ رام نے جو دعا کی تھی اس کے مطابق وہ مر گیا جس کا مطلب تمہارےقول کے مطابق یہ ہے کہ لیکھ رام کی دعا قبول ہوگئی حالانکہ ہم ہر دوصورتوں سے بتفصیل بتا چکے ہیں کہ اسکی دعا بالکل غلط ہوئی بلکہ اس شعر کی مصداق رہی:

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

مرزائیو! آؤ ہم تم کواس فیصلہ کی صورت آسان بتلاویں امرت سر یا لاہور میں ایک جلسہ قرار دو، اس میں چند معزز اہل علم بطور ججوں کے انتخاب کیئے جائیں۔ان کے سامنے لیکھ رام کی اصل کتاب خبط احمدیہ اورکلیات آریہ مسافر رکھ دیں گے، وہ خود ان مقامات میں لیکھ رام کی عبارت کودیکھ کر ہماری اورتمہاری عبارات منقولہ میں سے جس عبارت کواصل کتاب سے مطابق نہ بتلاویں وہ سوروپیہ جرمانہ دے۔اس سے بعد اسی جلسہ میں جھوٹے کے لئے لعنت کا ووٹ پاس کیا جائے گا۔

مرزائیو! ایمان سے کہنا تمہارے مذہب میں نبی اوررسول مہدی اورمسیح کرشن اورکاہن وغیرہ بننے کے لئے اعلیٰ درجہ کا کذاب ہونا بھی ضروری ہے؟ آہ!

آپ ہی اپنے ذرا جور وستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء ص ۳۔۵)

مبارکہ بیگم اور نواب

(بدر اور الحکم جواب دیں)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے اخبار کے نائب اڈیٹر منشی علم دین لکھتے ہیں:

اہل حدیث اور مرقع قادیانی کے مواخذات بے شک زبردست ہیں اور مرزائی عمارت کو منہدم مسمار اور تہ و بالا کرنے میں واقعی اپریل ۱۹۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ سے بڑھ کر ہیں۔ جس قدر مرزائی پارٹی کو اپنے نبی، کرشن، ابن اللہ اور ابو اللہ (مرزا جی کے الہامات انت منی بمنزلۃ او لادی۔ انت منی و انا منك۔ انت من ماء ی وغیرہ سے نکلتے ہیں۔ یعنی ہم نے زبردستی ان پر نہیں لگائے بلکہ وہ خود ان القاب کو اپنے اوپر لیتے ہیں) اعلیٰ حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئیوں اور الہاموں پر ناز ہوا کرتا ہے، اہل حدیث اور مرقع اسی قدر آسانی سے ان سب کے بخیئے ادھیڑ ڈالتے ہیں اور ان کی تہ تک پہنچ کر ان دجاجلہ کے شرم ناک اور کذب مجسم کارناموں کی قلعی کھول کر پبلک کے سامنے لے آتے ہیں جس سے کرشن پینتھیوں کا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ چنانچہ ناظرین کئی بار دیکھ چکے ہیں کہ مولوی غلام دستگیر مرحوم اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی والے مرزائی مباہلہ کے متعلق مرزا جی کے جھوٹے کاذب بلکہ اکذب الناس ہونے کا بین ثبوت دیا جاچکا ہے۔ ایسا ہی ڈاکٹر ڈوئی امریکن کے معاملہ کے متعلق سب کی سب تحریرات چھانٹ کر مرزا جی کا جھوٹ اظہر من الشّمس کیا گیا ہے۔ لیکھرام کے مباہلہ میں کرشن قادیانی کا صریح کذب دکھلایا گیا اور اسکے نافرمان مرید (نافرمان مرید اس لئے کہ وہ بعض اوقات کرشن کی حکم عدولی بھی کرلیا کرتا ہے چنانچہ ایک دفعہ بٹالہ گیا اور باوجود مرزا کی ممانعت اور فہمائش اور موکد حکم کے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا خط

مرزا جی کے نام لے آیا۔ جس کے باعث مرزا جی نہایت ناراض ہوئے۔ مفصل واقعہ مولوی سرور شاہ مرزائی سے دریافت ہوسکتا۔ نائب اڈیٹر) الحکم کی فریبانہ چالاکی جو اس نے جور وستم کے ساتھ، والے، کا لفظ اضافہ کرنے سے کی، طشت از بام کی گئی۔

ان مواخذات سے تنگ آ کر اب مرزائی اخباروں نے اعلیٰ حضرت کرشن مقدس کی مقدس پیشگوئیوں کو بلاحوالہ درج کرنا شروع کر دیا ہے۔ گویا ہمارے مواخذات سے بچاؤ کے لئے یہ روباہانہ چال نکالی ہے۔ مثال کے طور پر تازہ واقعہ سنئیے کہ ۱۷ فروری (۱۹۰۸ء) کو مرزا صاحب کی دختر نیک اختر مبارکہ بیگم کا نکاح محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ سے ہوا۔ ۲۷ فروری کا بدر اس کے متعلق ایک پیش گوئی بلاحوالہ یوں بیان کرتا ہے۔ لکھتا ہے:

مبارکہ بیگم کے واسطے بہت سے الہام ہوئے تھے جو اخباروں میں شائع نہیں ہوئے۔ ان میں سے صرف ۱۹۰۱ء میں ایک الہام اس بارے میں اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا جب کہ مبارکہ بیگم کی عمر صرف چار برس کی تھی اور نواب محمد علی خان کی پہلی بیوی صحیح وسالم ان کے گھر میں آباد تھی۔ وہ الہام یہ ہے:

نواب۔ مبارکہ بیگم

یہ الہام دو الگ الگ فقرے ہیں ایک نواب۔ دوسرا فقرہ مبارکہ بیگم۔ اس الہام میں دونوں فقروں کو ایک جگہ بالمقابل لکھ کر یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ مبارکہ بیگم نوابی خاندان میں بیاہی جائے گی۔

(بدر۔ قادیان ۲۷ فروری ۱۹۰۸ء ص ۲ کالم ۱)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ پہلے تو اڈیٹر بدر کا یہ صریح جھوٹ دیکھئے کہ،

مبارکہ بیگم کے واسطے بہت سے الہام ہوئے تھے جو اخباروں میں شائع نہیں ہوئے۔،

دیکھئے کیا یہ بات تسلیم کے قابل ہے کہ الہام تو مرزا جی کو ہوں اور ہوں بھی بہت سے، مگر مرزائی اخباروں میں درج نہ ہوں۔ پھر وہ اخبار کا ہے کے لئے رکھے ہیں (اور مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بھی تو لکھ سکتے تھے۔ جو انہوں نے نہیں لکھے۔ بہاء) اور وہ اخباروں والے جو اپنے خطوں اور عرضیوں میں اپنے آپ کو کرشن کی جوتیوں کا غلام لکھا کرتے ہیں کس مرض کی دوا کے لئے حضرت اقدس کے قادیان میں بیٹھے جوتیاں کھا رہے ہیں۔ بھاڑ

میں جائیں ایسے اخبار اور اخبار وں والے۔ ہم یہ بات کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے، کیونکہ کمہار کے گدھے جب بوجھ نہ اٹھائیں گے تو چارہ کہاں سے کھائیں گے؟ بندر اور ریچھ قلندر کی ڈگڈگی پر نہ ناچیں گے، تو ان کی بھلا خیر کہاں؟ اور سنیئے کہتے ہیں کہ، صرف ایک الہام ۱۹۰۱ء میں الحکم میں شائع ہوا تھا۔ یہ بھی صریح کذب معلوم ہوتا ہے اگر کوئی الہام ہے اور وہ الحکم میں شائع بھی ہو چکا ہے جیسا کہ تم نے اس کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ، مبارک کہ نوابی خاندان میں بیاہی جائے گی، تو کیوں اس الحکم کا پورا حوالہ صفحہ مع تاریخ و ماہ کے نہیں بتایا؟ اسی سے تمہارے کذب، فریب اور چالاکی کا پتہ چلتا ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں (اور ہمارا یہ دعوی اس وسیع تجربہ کی بنا پر ضرور صحیح ہوگا جو عموماً مرزا جی اور مرزائی اخبارات کے بات بات پر جھوٹ بولنے سے ہمیں حاصل ہو چکا ہے) کہ ضرور ہی یہ الہام جھوٹا شائع کیا گیا ہے۔ اگر بدر اپنے دعوی میں سچا ہے تو الحکم ۱۹۰۱ء کے مندرجہ بالا الہام والے پرچہ کا پورا پتہ بتلا وے اور اگر اسے نہ مل سکے تو اڈیٹر الحکم کو بھی اس دینی کام میں اپنے ساتھ ملا لے اور دونوں مل کر پورا حوالہ بتلاویں۔ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة ۔ نائب اڈیٹر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۹۔۱۰)

قادیان میں فنانشل کمشنر

فنانشل کمشنر بغرض دورہ ۲۱ مارچ کو قادیان میں پہنچے مرزا صاحب نے ان کی خاطر تواضع کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ اپنے مریدوں میں برگزیدہ اصحاب کو دور دور سے جمع کیا اور مکلّف دعوت دی۔ خود ملنے گئے۔ ملاقات کے وقت مرزا صاحب نے گورنمنٹ کے حق میں وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے جہاد کی مخالفت کی۔ یہی ایک نسخہ قادیانی دجال کے پاس ہے کہ جب کسی پولیٹیکل تقریر میں حکام کو دھوکہ دیتے ہیں تو بس یہی ایک تکا چلا دیتے ہیں کہ میں جہاد کا مخالف ہوں۔ او ظالم! جہاد کو مع شرائط کس نے منع کیا اور کون دجال ہے جو اسکو منسوخ کرے۔ او ظالم تم ہمیشہ کہتے ہو کہ میں نے جہاد کو منسوخ کر دیا کہ میرے آنے کے بعد اشاعت

اسلام کے لئے جہاد جائز نہیں۔ ظالم! تم کفار کو موقع دیتے ہو کہ وہ اعتراض کریں کہ تم سے پہلے اس قسم کا جہاد جاری تھا۔ تف ہے ان لوگوں کی سمجھ پر جو تم دشمن اسلام کو مسیحائے اسلام سمجھتے ہیں۔ تمہارا الہام تھا کہ بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے کیا یہی برکت ہے کہ بادشاہ کے ایک ادنی ملازم فنانشل کمشنر کی خوش آمد کرتے ہوئے تم خود اس کے ڈیرہ پر ملنے گئے اور نہایت لجاجت سے قدم بوسی کی۔ ہمارے خیال میں فنانشل کمشنر کو تمہاری دعوت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر صرف لفظی شکریہ نہیں بلکہ عملی شکریہ۔ اس کی صورت ہم بتلاتے ہیں کہ صاحب موصوف گورنمنٹ میں تمہارے لئے خطاب ملنے کی سفارش کریں کیونکہ تم کو سالہا سال سے خطاب کے لئے الہامات ہو چکے ہیں جو ہنوز معرض التواہی میں ہیں اور خطاب کی تعیین ہم سے کرائیں تو ہم ایسا خطاب بتلا دیں کہ جس پر کسی حاسد کو حسد بھی نہ ہو اور کوئی اس میں شریک بھی نہ ہو سکے، یعنی خناس۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اپریل ۱۹۰۸ء ص ۶)

مرزا قادیان

اور آریہ سماج کا ہذیان

وہ قصے اور ہوں گے جن کو سن کر نیند آتی ہے

تڑپ جاؤ گے کانپ اٹھو گے سن کر داستان میری

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

جب سے لاہور میں آریوں نے گذشتہ نومبر (۱۹۰۷ء) میں مذہبی کانفرنس کر کے مرزا جی کو بلایا اور اپنے لیکچر میں حضرات انبیاء علیہم السلام پر عموماً اور حضرت مسیح اور جناب رسالت مآب فخر عالم افتخار دو عالم سید ولد آدم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی نسبت خصوصاً بزدلانہ حملے کئے ہیں مرزائی اخبارات چیخ رہے ہیں

کہ آریوں کا یہ برتاؤ اخلاقی تعلیم کے بالکل برخلاف ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو قادیانی اخباروں نے یہاں تک لکھا ہے کہ مسلمانوں نے صبر وشکیبائی کا ثبوت دیا ہے ورنہ ایسے پرازاشتعال مضامین پرخون کی ندیاں بہ جائیں۔ ہم نے آج تک اس پہلو پر کچھ نہیں لکھا کیونکہ صحیح واقعات ہمارے سامنے پیش نہ ہوئے تھے بلکہ راویان کلام محض اپنی آراء ہمارے سامنے پیش کرتے رہے جس کو ہم حسب قواعد علم روایت کافی نہ جانتے تھے۔ الحمدللہ ہمارا یہ انتظار رفع ہوا آج قادیان کا رسالہ ریویو ہمارے سامنے ہے جس میں اس واقع کو الفاظ ذیل میں لکھا ہے جو ناظرین کی واقفیت کے لئے ہم اصل الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح کی پیدائش پر ایک سخت ناگوار حملہ کیا جس کو خواہ کسی طرح بچ بچ کر پیش کیا گیا ہو مگر صاف طور پر یہ بتایا گیا تھا کہ نعوذ باللہ گویا ان کی ولادت ناجائز طور سے ہوئی تھی۔ اس اعتراض کرنے میں اس نے آریہ سماج کے بانی کی اتباع کی ہے۔ اگر چہ وہ الفاظ جو اس نے استعمال کئے تھے لفظ بلفظ ستیارتھ پرکاش سے نقل نہ کئے گئے ہوں مگر تاہم اسکا بیان اس عبارت سے بہت ملتا جلتا تھا اور مضمون دونوں کا واحد تھا ستیارتھ پرکاش میں متی باب اول آیت ۱۸ سے ۲۰ پر سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے یوں حاشیہ چڑھایا ہے (اور وہ یہ الفاظ ہیں جن سے آریہ لیکچرار ناواقف نہیں ہوسکتا کیونکہ خود اس نے اس کتاب ستیارتھ پرکاش کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے)، کوئی تعلیم یافتہ آدمی کبھی بھی ایسی باتوں پر یقین نہیں کرسکتا جو کہ شہادت کی تمام اقسام اور قوانین قدرت کے برخلاف ہوں۔ صرف وحشیانہ حالت کے لوگ ایسی باتوں پر اعتقاد کرسکتے ہیں کیا دنیا میں کوئی ایسا متنفس ہے جو خدا کے قوانین کو توڑ سکے... اگر یسوع کی پیدائش کی کہانی سچی تصور کی جاوے تو ہر ایک غیر منکوحہ لڑکی جو حاملہ ہو جائے کہہ سکتی ہے کہ وہ روح القدس سے حاملہ ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی جھوٹ بول سکتی ہے کہ خداوند کے فرشتے نے اس کو خواب میں بتلایا ہے کہ جو کچھ اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے... صرف ایسے لوگ جو عقل نہیں رکھتے اور صرف روپیہ رکھتے ہیں ان باتوں پر اعتقاد کرسکتے ہیں اور آسانی سے توہم پرست بن سکتے ہیں یہ اس طرح وقوع میں آیا ہو کہ (نعوذ باللہ) مریم کسی سے ہم بستر ہوئی ہوگی اور اس طرح حاملہ ہوئی ہوگی۔،

اب جائے غور ہے کہ ایک صدیقہ کو آریہ سماج نے کیسی تہمت لگائی ہے حالانکہ قریباً نصف دنیا اس

کوصدیقہ اور راست باز یقین کرتی ہے یہ سچ ہے کہ اوروں نے بھی اس بات سے انکار کیا ہے کہ مریم روح القدس سے حاملہ ہوئی لیکن آریہ سماج کے حامی طرز بیان ایسا ناپاک اختیار کرتے ہیں جس سے ناحق کا دکھ دینا مقصود ہوتا ہے اگر صرف ولادت مسیح پر اعتراض کرنا ضروری تھا تو وہ اعتراض ایسے پیرایہ میں کیا جا سکتا تھا کہ بغیر کسی فرد بشر کا دل دکھانے کے عیسائیوں اور اسلام کے کسی خاص عقیدہ پر بڑے زور سے حملہ کیا جا سکتا تھا لیکن یہ کہنا کہ، مریم کسی سے ہم بستر ہوئی ہوگی، یا یہ کہ، کوئی غیر منکوحہ لڑکی جو اتفاق سے حاملہ ہو جاوے کہہ سکتی ہے کہ وہ روح القدس سے حاملہ ہے۔، گویا یہ مریم پر بالفاظ دیگر زنا کی تہمت لگانا ہے۔ یہ سچ ہے کہ دہریہ لوگ ایسے الفاظ حضرت مریم اور عیسی علیہما السلام کے متعلق استعمال کرتے ہیں لیکن کیا یہ وطیرہ اختیار کرنا ایک مذہبی پیشوا کو مناسب ہے۔، (ریویو آف ریلی جنز۔ بابت مارچ ۱۹۰۸ء ص ۱۰۱۔۱۰۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: آریہ کانفرنس کی رپورٹ چھپ گئی مگر اس مضمون پیش کردہ ریویو کا اس میں پتہ نہیں ملتا۔ ہاں اس میں اتنا لکھا ہے: مریم کا روح القدس سے حاملہ ہونا اور اس حمل کا نتیجہ یسوع مسیح کا پیدا ہونا، اب یہ ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی بھی عالم موجودہ معلوم شدہ قوانین قدرت کے مطابق ثابت نہیں کر سکتا اور جب تک کوئی عیسائی عالم ایسا کوئی قانون قدرت دریافت نہ کرے کہ جس کے مطابق مسیح کی پیدائش ثابت ہو جاوے تب تک عیسائی لوگ ہم کو ایسی باتوں کے ماننے سے معذور سمجھیں

(رسالہ الہام یعنی مجموعہ مضامین کانفرنس آریہ سماج)

مرزائی اخبار چیختے ہیں کہ آریوں نے جو مضمون سنایا ہے خوف کے مارے وہ درج نہ کریں گے بلکہ اس کو بدل ڈالیں گے۔ بہت خوب۔ پس مضمون ہذا میں ہم مرزائیوں کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی آریوں نے اپنے مضمون میں تحریف کی ہے تاہم مرزا صاحب قادیانی بھی اس الزام کے ملزم ہیں جس کی تفصیل بتلانا ہمارا کام ہے۔

حضرات انبیاء کی شان میں گستاخیاں سن کر بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمیں بھی رنج ہے اور ہر ایک مسلمان کو رنج ہونا چاہیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج نے جس قسم کی گالیاں اور ہتک آمیز باتیں استعارہ کے طور پر طے کر کے اور لپیٹ کر حضرت مسیح کو دی ہیں جناب مرزا صاحب نے ان سے بڑھ کر دی ہوئی ہیں

جن کا ثبوت درج ذیل ہے۔

جناب مرزا صاحب (خود بدولت) اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں فرماتے ہیں، ناظرین عموماً اور مرزائی دوست خصوصاً غور سے سنیں:

یسوع کی تمام پیش گوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیش گوئی بھی اس پیش گوئی کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جائے تو ہم ہر ایک تاوان دینے کو طیار ہیں۔اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں، صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی۔ پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں، اور ایک مردہ کو خدا بنا لیا۔کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں آتے، کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا نام پیش گوئی کیوں رکھا۔محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں، ان کو کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا۔دیکھو یسوع کو کیسی سوجھی اور کیسی پیش بندی کی۔اب کوئی نابکار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا ورد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آ جائے بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے کہ مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا۔آخر ہر ایک وظیفچی کو کہنا پڑتا تھا کہ ہاں صاحب نظر آ گیا۔سو یسوع کی بندشوں اور تدبیروں پر قربان ہی جائیں اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کیسا داؤ کھیلا یہی آپ کا طریق تھا۔ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لئے سوال کیا کہ اے استاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں۔آپ کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی کہ کہیں باغی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں، سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا تھا اس جگہ بھی وہی کارروائی کی، اور کہا کہ قیصر کا قیصر کو دو اور خدا کا خدا کو۔حالانکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ یہودیوں کے یہودی بادشاہ ہونا چاہیے نہ کہ مجوسی۔اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے شہزادہ بھی کہلایا مگر تقدیر نے یاوری نہ کی

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی

طرح مرگی کی بیماری نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس سے جذبات روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں، کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشگوئیوں کا اپنی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہوگئیں۔ اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے، اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے لیکن جیسے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شائد اس لئے کی ہو کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچہ مار رہے ہیں آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہرحال آپ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے اسی وجہ سے ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونے کے لئے بھی تیار ہوگئے تھے

آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شائد خدا تعالی شفا بخشے۔

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں، اور ان کو حرامکار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی

روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کیا ولاد بنیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہ ہوگا بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہو رہی ہے، ہزار ہا مرتے ہیں۔ ایک پادری کو کیسا ہی موٹا ہو تین رتی اسٹرکینا کھانے سے دو گھنٹے تک بآسانی مرسکتا ہے۔ پھر یہ معجزہ کہاں گیا۔ ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ اور وہ اٹھ جائے گا۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے بھلا ایک پادری صرف بات سے ایک الٹی جوتی کو سیدھا کر کے تو دکھلائے۔

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالات نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا، پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے، اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔ آپ ہی حضرت ہیں جنھوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے کہ میں پھر واپس آجاؤنگا۔ حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں ان کے بعد بھی انیس صدیوں میں مر چکیں مگر اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو وفات پاچکے مگر اس جھوٹی پیش گوئی کا کلنک اب تک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴، ۵، ۶، ۷، ۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

مرزائیو! غور سے دیکھو۔ کوئی شریفانہ یا غیر شریفانہ گالی ہے جو تمہارے پیر مغان نے حضرت یسوع کی شان والا شان میں اٹھا رکھی ہو۔ پھر تم کس منہ سے کہتے ہو کہ آریوں نے مسلمانوں کے دل دکھائے اور کس منہ سے گورنمنٹ کو آریوں کے برخلاف اکساتے ہو؟

ذرہ انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

ہاں اگر تم یہ کہو کہ مرزا صاحب نے جو برا بھلا کہا ہے تو اس کی وجہ مرزا صاحب نے خود ہی بتلائی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالی نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوی کیا اور حضرت موسی کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا، اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے پس ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیں۔ (ص ۹۔ ضمیمہ انجام آتھم)

جواب: یہ بھی مرزا صاحب کی ایک ابلہ فریبی ہے جس سے ان کی غرض تمہاری آنکھوں میں مٹی نہیں بلکہ کنکر ڈال کر تمہاری جیبیں کترنے کی ہے آؤ ہم تمہاری آنکھوں سے یہ کنکر نکالیں ذرہ تحفہ قیصری نکال کر پڑھیئے جس میں اول صفحہ پر ہی لکھا ہے کہ:

یہ عریضہ مبارک بادی اس شخص کی طرف سے ہے جو یسوع مسیح کے نام پر آیا ہے (ص ۱)۔... اس (خدا) نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا (ص ۱۵)...اس (خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے...میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے (ص ۱۶)...خدا کے دائمی پیارے اور دائمی محبوب اور دائمی مقبول کی نسبت جس کا نام یسوع ہے (ص ۱۹)..اس جگہ اس قدر لکھنے کی میں نے اس لئے جرأت کی ہے کہ حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت میرے دل میں ہے اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی

زبان سے سنیں ...ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظّمہ کے حضور یسوع کی طرف سے ایلچی ہوکر باادب التماس کروں ...کیا خوب ہو کہ جناب (ملکہ) کو اس چھپی ہوئی توہین پر نظر ڈالنے کے لئے توجہ پیدا ہو جو یسوع مسیح کی شان میں کی جاتی ہے۔(ص ۱۸)...آخر جو موحد فرقہ تھا اور حضرت یسوع مسیح کو صرف خدا کا رسول اور نبی جانتا تھا وہ غالب آ گیا (ص ۲۱)

غرض اسی طرح کئی ایک مقامات پر یسوع مسیح کی نسبت اعزازی الفاظ درج ہیں پھر لطف یہ کہ پہلی تحریر یعنی ضمیمہ انجام آتھم جنوری ۱۸۹۷ء کی ہے اور یہ تحریر مئی ۱۸۹۷ء کی، جائے غور ہے کہ جس شخص کی نسبت جنوری میں ایسے فحش الفاظ لکھے گئے تھے اس کی نسبت چار ماہ بعد اس قدر تعظیمی الفاظ بھرے گئے اور یہ خیال بھی ذات شریف کو نہ آیا کہ ابھی چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ میں نے یسوع کو ماں بہن کی گالی دے کر یہ لکھا تھا کہ یسوع کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے۔ یہ بڑا مکار تھا جھوٹا تھا دغاباز تھا۔ آج میں کس شرافت اور دیانت سے چار ہی ماہ بعد اس رائے کو بدل کر اسی یسوع کو خدا کا دائمی محبوب مقبول اور رسول ظاہر کرتا ہوں کیا دانا مجھے یہ نہ کہیں گے کہ

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

اس سے بڑھ کر افسوس اڈیٹر ریویو پر ہے کہ وہ بھی باوجود چنین وچناں کے آنکھیں بند کر کے اپنے پیر مغاں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ سوامی دیانند کی عبارت میں خود ہی یسوع کا لفظ نقل کرتا ہے۔ پھر خود ہی اس کو مسیح کے ہم معنی سمجھ کر یوں لکھتا ہے کہ:

اگر صرف ولادت مسیح پر اعتراض کرنا ضروری تھا تو یہ ایسے ایسے پیرایہ میں کیا جا سکتا تھا۔

دیکھئے، بقول، جادو وہ جو سر پر بولے، خود ہی مان گئے کہ یسوع اور مسیح ایک ہی شخص کے دو نام ہیں مرزائیو! دیکھا نہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو وہ لہو کیا ہے

مختصر یہ ہے کہ آریوں کی بدزبانی پر ہر مسلمان کو رنج ہے مگر اس رنج میں ہم واقعات نہیں چھپا سکتے۔ واقعات ہم کو بتلاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس الزام کے زیادہ ملزم ہیں جنھوں نے باوجود تسلیم رسالت مسیحائی اور نبوت عیسائی کے حضرت ممدوح کی شان میں گستاخیاں کی ہے۔ تو یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ

کیئے لاکھوں سم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۰۸ء ص ۳۔۶)

قادیانی دجال لاہور میں

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ قادیانی اخبار بدر لکھتا ہے کہ:

میرے آقا میرے سید و مولا حضرت مسیح موعود ۲۷۔اپریل کی صبح کو بجانب لاہور تشریف لے گئے مہاجرین قادیان پر جو کچھ اس مفارقت کا اثر ہوا وہ الفاظ سے ظاہر نہیں ہو سکتا مبارک وہ قوم جن میں خدا کا نبی موجود ہو چونکہ حضرت ام المومنین کی طبیعت علیل ہے اسلئے محض تبدیلی آب و ہوا کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ (بدر ۳۰۔اپریل ۱۹۰۸ء)

خدا کی شان ایک زمانہ تھا کہ بڑ ہانکی جاتی تھی:

چہ گوئم باتو گر آئی چہادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

آج اسی دارالامان سے نکل کر لاہور جیسے (بقول مرزا صاحب قادیانی) مغضوب شہر میں بغرض تحصیل صحت جاتے ہیں۔

مرزائیو! کیا اب ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم تمہارے شعر مذکور کی یوں ترمیم کریں

چہ گوئم با تو گر آئی چہادر قادیاں بینی

و با بینی خزاں بینی غرض دارالزیاں بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مئی ۱۹۰۸ء ص ۶)

(جب سے مرزا صاحب قادیانی لاہور گئے ہیں ان کی مخالفت میں جلسے ہو رہے ہیں ملا محمد بخش کا ان جلسوں کے انعقاد میں بہت حصہ ہوتا ہے۔افسوس ہے مرزا صاحب نے دارالامان چھوڑ کر آرام نہ پایا ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مئی ۱۹۰۸ء ص ۱۱)

مرزا قادیانی کی موت

ہر آنکہ زاد بناچار باشدش نوشید

ز جام دہر مئے کل من علیہا

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں ہزاروں لاکھوں آدمی مشہور زمان ہوئے ،مگر آج ان کو کوئی نہیں جانتا۔دنیا! تو کیسی بے وفا ہے،آخر تو وہی ہے نہ،جس کی بابت کہا گیا ہے

زال دنیا چوں عروس آراستہ ست

در دور روزے شومئے دیگر خواست ست

آج ہم پنجاب کے ایسے مشہور شخص کی موت کا ذکر کرتے ہیں جن کی شہرت قریب قریب شیطان کی شہرت کے سب لوگوں میں پہنچی ہوئی ہے۔آہ! ہم افسوس سے کہتے ہیں ہمارا اس خبر کے شائع کرنے سے دل دکھتا ہے،مگر کیا کریں واقعات کا اظہار ہے۔ہمارا ماتھا تو اسی وقت اس بد خبر کے سننے کے لئے ٹنکا تھا جب مرزا صاحب نے اپنا آخری وصیت نامہ شائع کیا تھا،جس میں اپنے شدادی بہشت (بہشتی مقبرہ) کا اعلان تھا،جو شخص ہمارے اس مقبرہ مین دفن ہوگا وہ بخشا جائے گا۔یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی اس شدادی بہشت میں جگہ پانا چاہے

وہ اپنی جائداد میں سے کم ازکم دسواں حصہ ہمارے اس بہشتی مقبرہ کیلئے وصیت کر کے رجسٹری کرادے۔ یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے وحی الٰہی نے متنبہ کر دیا ہے کہ جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے کہ میری نسبت لوگ کہیں گے، خس کم جہان پاک۔لیکن تاہم ہم قانون خداوندی ویمدھم فی طغیانھم پر نظر ڈال کر ایسے جلدی کے متوقع نہ تھے جتنی جلدی کی خبر ہم کو آج ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب پٹیالوی نے سنائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی کے متعلق میرے الہامات ذیل آپ شائع فرما کر ممنون فرماویں۔

۱۔مرزا، ۲۱ ساون ۱۹۶۵ (۴۔اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

۲۔مرزا کے کنبہ میں سے ایک معرکۃ الآراء عورت مر جائے گی۔

اس سے پہلے ڈاکٹر صاحب کا ایک الہام ہے کہ ۲ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا صاحب مر جائیں گے جس کی میعاد ۴ ستمبر ۱۹۰۸ء تک ہے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: گو مرنا جینا معمولی بات ہے لیکن ایک ایسے شخص کا مرنا جو اسی دنیا کے لئے تمام قسم کی ذلتیں کو گوارا کر رہا ہو، جس نے خدا اور رسول اور مومنین بلکہ کل دنیا کے لوگوں پر طرح طرح کے بہتان باندھے ہوں، جس کی زندگی کا خلاصہ یہ دو حرف ہوں

عاقبت کی خبر خدا جانے　　اب تو آرام سے گذرتی ہے

اسکی موت دنیا پر دل لگانے والوں کیلئے کافی سے زیادہ موجب ہدایت ہے۔

مرزائیو! ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب کے الہامات کی نسبت ہمارا تو وہی اصول ہے جو قرآن شریف نے ہم کو بتلایا ہے کہ ان يك كاذباً فعليه كذبه وان يك صادقاً يصبكم بعض الذى يعدكم (اگر جھوٹا ہے تو اس کی گردن پر وبال ہے اور اگر سچا ہے تو اس کا بتلایا ہوا عذاب تم پر ضرور آئے گا) لیکن تم لوگوں کو تو جہاں کرشن قادیانی نے یہ سکھا رکھا ہے کہ دیندار آدمی کا فرض ہونا چاہیے کہ الہام کے آگے چوں نہ کرے (ازالہ طبع اول۔ص ۱۴۰) پس اس لحاظ سے گو ہم تو سوا قرآن شریف کے کسی الہام کے معتقد ہوں لیکن تم لوگوں کو خوف زدہ ہونا چاہیے کہ پردہ کتم عدم سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے علاوہ اسکے مرزا صاحب کا الہام بھی ہے: مباش ایمن از بازیء روزگار

پس ہم تم کو اس الہام کی طرف توجہ دلا کر ایک شعر سناتے ہیں:

تو مشو مغرور بر حکم خدا دیر گیر و سخت گیر د مر ترا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ جلد ۵ نمبر ۲۸۔ص ۶۔۷)

مرزا قادیانی سے ایک سوال

بخدمت شریف جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آج میں نے آپ کے پرچہ اخبار اہل حدیث ۸ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ دوسرے کالم کے آخری حصہ پر دیکھا ہے کہ بدر تحریر فرماتا ہے چونکہ حضرت ام المومنین (نصرت) کی طبیعت علیل ہے اس لئے محض تبدیل آب و ہوا کے لئے تشریف لے گئے ہیں (یعنی بمعہ مرزا صاحب لاہور میں)۔

جناب مولوی صاحب! میری ایک آرزو خدمت والا میں ہے کہ ہم کو مرزا صاحب سے بذریعہ اپنے اخبار اہل حدیث (امرتسر) کے جواب منگوا دیں کہ اگر خدا کی تقدیر سے مرزا صاحب فوت ہو جاویں تو حضرت ام المومنین (نصرت) صاحبہ کے واسطے کوئی مومن حق دار نکاح کا ہو سکے گا یا نہ۔ اور مرزا صاحب کی اولاد مرزا صاحب کا مال تقسیم کر سکیں گے یا نہ، یا لا نورث میں داخل ہوگا۔ والسلام۔

میرے خیال میں اس سوال کا جواب بڑا گراں ہے دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔

بندہ حکیم خیر محمد ڈیرہ غازی خان محلّہ مسجد گلالہ۔ جواب طلب

اڈیٹر اخبار اہل حدیث نے ادارتی نوٹ میں لکھا ہے:

مرزا صاحب جو جواب دیں گے وہ تو وہی جانیں اسکا علم تو خدا کو ہے، مگر ہم اس کا اصول بتلائے دیتے ہیں کہ جس میں فائدہ ہوگا وہ کریں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت چونکہ ذوالوجوہ بلکہ ذوالوجوہات ہے، گویا حضرت عطار مرحوم کا یہ شعر آپ ہی کے متعلق ہے:

چوں شتر مرغ شناس ایں نفس را
نے کشد بارو نہ پرو بر ہوا
گر پر گوئیش گوید اشترم
ور نہی بارش بگوید طائرم

اسلئے غالباً نکاح بیوہ کی تو اجازت نہ دیں گے، مگر اولاد کو وراثت سے محروم نہ کریں گے۔ اگر چہ حضرات انبیاء کی اولاد وارث نہ ہوتی تھی لیکن مرزا صاحب کو اس سے مطلب نہیں، وہ تو اسی اصول پر ہیں جو ہم نے ذکر کیا۔ ممکن ہے ہمارا جواب غلط ہو، اور مرزا صاحب یا ان کے حواری کوئی اور جواب دیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سوال ایک جدید ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء ص ۴۔۵)

کذاب قادیانی کی اختلاف بیانی

عاشق تمہارے اور ہیں فرہاد وقیس اور
آخر کو کہنہ کہنہ ہیں اے جان نئے نئے

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے پنجابی نبی نے جب سے مسیحیت کا جامہ پہنا ہے آپ کا حضرت عیسیٰ کے حق میں گندی گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کا وطیرہ چلا آیا ہے چنانچہ حضرت موصوف کی شان والا مقام میں جس قدر گستاخی اور بے ادبی مرزا جی کر چکے ہیں اس میں سے مشتے نمونہ از خروار، یہ ہے جو ہم بحکم نقل کفر کفر نباشد حقیقت حال بیان کرنے کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں بغور سنئے مرزا جی فرماتے ہیں:

آپ (یعنی حضرت عیسیٰ) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت

درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے، اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے (ضمیمہ انجام آتھم)

مگر آپ لوگ حیرانی سے سنیں گے کہ انہی مرزا صاحب پر آپ کے لاہور کے سفر میں جب ایک شخص نے آپ کے داڑھی منڈانے والے مریدوں کی نسبت سوال کیا، تو آپ نے اپنے جواب کے ضمن میں حضرت عیسی کے اس فعل کو مستحسن بتلایا اور اسکی تصدیق و تعریف کی۔ ہم آپ کے الفاظ کو آپ کے مقرب چیلے بدر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں وہ لکھتا ہے:

داڑھی منڈانے کا ذکر آیا (تو مرزا نے) فرمایا لوگ کن بے ہودہ اعتراضوں میں پڑے ہیں۔ وہ ظاہر کو دیکھتے ہیں، ہماری نگاہ باطن پر ہے... جب انکار حد سے گذر جاتا ہے تو ایسے ہی اعتراض سوجھتے ہیں... حضرت عیسی پر ایک شخص نے، جوان کا مرید بھی تھا، اعتراض کیا کہ آپ نے ایک فاحشہ سے عطر کیوں ملایا۔ انہوں نے کہا کہ دیکھ تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے اور یہ آنسوؤں سے۔ خدا کے نزدیک خلوص کی قدر ہوتی ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ آج کل کے جو فقیہ اور فریسی ہیں ان سے ایسی کنچنیاں پہلے بہشت میں جائیں گی (یہ بیان کر کے مرزا جی کہتے ہیں) درحقیقت انہوں نے اس زمانہ کے علماء کی حالت کے اعتبار سے ٹھیک کہا

(اخبار بدر۔ ۲۴ مئی ص ۴ ۱۹۰۴ء)

مرزا جی کی یہ اختلاف بیانی دیکھئے کہ کس فریبانہ چال پر مبنی ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ ایک فعل کو حد درجہ کا قبیح بتلا کر حضرت عیسیؑ جیسے پاک دل (وجیھاً فی الدنیا والآخرہ) اور پاک نفس انسان کو چوہڑے چماروں سے بڑھ چڑھ کر مغلظات اس لئے سنائیں کہ وہاں ان کی توہین منظور تھی، اور یہاں اپنے داڑھی منڈے مریدوں کی تعریف کرنے میں چونکہ اسی عیسیؑ کے فعل سے استدلال کرنا منظور تھا اسلئے اس جگہ اسی فعل کی جسے پہلے حد درجے کا برا بھلا کہہ چکے ہیں تصدیق و تحسین کردی اور ان کے معترضوں کو کوس دیا:

تذکرہ میری وفا کا ان کے ہاں آنے لگا
جذب دلداری اثر کچھ کچھ تو دکھلانے لگا

یہ ہیں آپ کے دجالی ہتھکنڈے جن کو اہل حدیث اور مرقع بیان کرنے سے نہیں رک سکتے کیونکہ یہی ظاہر کرنا ان دونوں کا فرض منصبی ہے اور یہی معنی ہیں و لو کان عند غیر اللہ لو جدوا فیه اختلا فاً کثیرا کے اور بس۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء ص۱۰)

مرزا قادیانی کا انتقال

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانیء ما نیز جاودانی نیست

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شعر مذکور میں جو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے وہ اس موقعہ کے لئے ہے جب کسی شخص کی دشمنی کسی سے ذاتی عناد اور شخصی بغض پر ہو، لیکن جس شخص سے عداوت کی بنا مذہبی اختلاف، یا اس کا دینی فساد ہو، اس کی نسبت خوشی کرنے سے قانون اور شریعت منع نہیں کرتی۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابو جہل کے مرنے کے موقع پر حضور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا تھا:

ما ت فرعو ن هذه ا لا مة یعنی امت محمدیہ کا فرعون مر گیا۔

قرآن مجید میں کفار کی ہلاکت پر فرمایا گیا ہے:

فقطع دا بر القو م الذین ظلموا فالحمد لله ر ب العا لمین۔

اس لحاظ سے آج کوئی شخص مرزا صاحب کے انتقال پر خوشی کرے، تو کوئی ایسا قابل ملامت نہیں۔

مگر ہم کو مرزا صاحب کے انتقال پر اس لئے خوشی نہیں بلکہ ایک اور وجہ سے ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے خاص میرے متعلق ایک اشتہار دیا تھا جو مرزا صاحب اور مجھ ہی میں نہیں بلکہ مرزا صاحب کے تمام مشن کے فیصلے کے متعلق کافی ہے۔ گو آج سے پہلے بھی ایک دفعہ اشتہار درج ہو چکا ہے مگر ناظرین کے استحضار کے لئے

اسے آج بھی درج کیا جاتا ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلا م علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسیطاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کی زندگی میں مجھے

ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص در حقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاه الله و ايد۔ مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اشتہار مرقوم کا مضمون کسی شرح یا حاشیہ کا محتاج نہیں، بلکہ اپنا مضمون آپ صاف بتلاتا ہے کہ مرزا

صاحب اور ثناء اللہ میں سے جو پہلے مرے گا، وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہے۔

گو اس قاعدہ کو خاکسار نے تسلیم نہ کیا ہو، مگر مرزا صاحب پر تو اس اشتہار سے اقبالی ڈگری ہے۔ بلکہ ایجاد کردہ اصول ہے۔ پس اس اصول کو مدنظر رکھ کر ناظرین کو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ سناتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قادیانی جو حرم محترم (نصرت) کی علالت کی وجہ سے لاہور تبدیل آب و ہوا کے لئے گئے ہوئے تھے، ۲۶ مئی کو خود ہی علیل ہو کر چند گھنٹوں میں راہی ملک بقا ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اسٹیشن لاہور پر حکیم نور الدین کو کہتے سنا کہ مرض اسہال سے مرے ہیں۔

۴ بجے صبح کے مرض لاحق ہوا۔ ۶ بجے زبان بند ہو گئی۔ دس بجے انتقال ہو گیا۔ معتقدین کی آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا۔ اور مخالفین کو خوشی ہوئی کیوں نہ ہو، جب کہ دنیا کا عام قاعدہ ہی یہ ہے جو عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے کہا ہے:

بذا قضت ا لا يا م ما بين اهلها

مصائب قو م عند قو م فوا ئد

یعنی دنیا میں دستور ہی چلا آیا ہے کہ ایک قوم کی مصیبت پر دوسری قوم کو فوائد ہوتے ہیں۔ افسوس کہ میں اس روز اعظم گڑھ سے امرتسر کو آتا ہوا ریل کے سفر میں تھا، ورنہ عجب نہیں کہ جس وقت جنازہ آپ کا اسٹیشن امرتسر پر آیا تھا، خاکسار بلند آواز سے کہتا کہ: عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور آپ کے خلیفہ راشد حکیم نور الدین صاحب کو مرزا جی کا اشتہار منقولہ بالا دکھا کر پوچھتا کہ مرزا صاحب نے جلدی کیوں کی۔ ابھی تو میں زندہ ہوں پھر وہ کیوں چل دیئے۔ ایسی بے وفائی بھی کیا؟ ایسے مسیح ایسے مہدی ایسے کرشن ایسے ابن اللہ اور یہ بے مروتی؟ آہ

قتل عاشق کسی معشوق سے دور نہ تھا

پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

الحمد للہ کہ مرزا صاحب میرے مقابلہ پر اپنے کذب اپنے افتراء اپنے دجل غرض اپنے بہمہ صفات موصوف ہونے پر مہر کر گئے جس کی بابت میں ان کا مشکور ہوں اور اس احسان کے عوض میں ان کے لئے

دعا کرتا ہوں

بخشدے اس بت سفاک کو اے داور حشر

خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعوی کیسا

ہاں یاد آیا کہ مرزا صاحب کے انتقال کے وقت سے یہی نہیں کہ بموجب اشتہار مرقومہ آپ کے مشن اور آپ کی نبوت کو صدمہ پہنچا بلکہ کئی ایک اور اسباب بھی ایسے جمع ہو گئے ہیں جو فرداً فرداً قادیانی مشن کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

منجملہ آسمانی منکوحہ کا نکاح ایک عظیم الشان امر ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کی برادری میں ایک لڑکی تھی جس کا والد ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔اسکے والد کو مرزا صاحب نے پیغام نکاح دیا،مگر بوجوہات مختلفہ وارثان معصومہ نے انکار کر دیا۔اس پر مرزا صاحب نے ان کو دھمکایا کہ اگر تم نے اس لڑکی کو اور کسی جگہ بیاہ دیا تو یہ بیوہ ہو کر بھی میرے پاس آئے گی۔چنانچہ رسالہ کرامات الصادقین کے اخیر صفحہ پر لکھا:

قال و بموت بعلها و ابو ها اله ثلژ سنه من یو م النکا ح ثم نر دها الیك بعد مو تهما میرے خدا نے مجھے بذریعہ الہام کہا ہے کہ اس عورت کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک مر جائیں گے اور ان کے مرنے کے بعد اس عورت کو ہم تیری (مرزا کی) طرف پھیر لائیں گے۔

اس پیشین گوئی کے متعلق جب کبھی سوال ہوا تو یہی جواب ملا کہ میں کیا مر گیا ہوں۔میری زندگی میں ضرور مسمات مذکورہ میرے نکاح میں آئے گی۔مگر افسوس کہ آج اس امید کا بھی خاتمہ ہو گیا اور مرزا صاحب یہ شعر پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵ جون ۱۹۰۸ء۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۶۔ج ۵ نمبر ۳۱۔ص ۱۔۲)

مرزا قادیانی کی ہلاکت
اور سچے مومن کی فتح

(اڈیٹر نامہ نگاروں کی رائے کا ذمہ دار نہیں)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی لکھتے ہیں:

میں خداوند عالم کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنے فضل سے دجال قادیانی کے مقابلہ پر خاص طور سے میری مدد فرمائی ۔مئی ۱۹۰۶ء میں اس نے مجھ کو فرمایا تھا:

دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔

سو جیسا کہ اس نے فرمایا تھا، بعینہ ایسا ہی ہوا۔

الذکر الحکیم نمبر ۴، المسیح الدجال، اور کانا دجال، ایسے زبردست رسائل مرزا قادیانی کی تردید میں میری قلم سے شائع ہوئے کہ انہوں نے اس کے تمام قلعوں کو توڑ پھوڑ دیا۔۱۲؟ جولائی ۱۹۰۶ء کو اس نے مجھ پر ظاہر فرمایا کہ:

مرزا مسرف ہے کذاب ہے اور عیار ہے، صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔

اور اس کی میعاد تین سال تک بتلائی گئی ہے

پھر ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو خبر دی کہ مرزا پھیپھڑے کی مرض سے ہلاک ہو گیا۔

سو ایسا ہی ہوا۔ میعاد سہ سالہ کے اندر مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں پھیپھڑے کی مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا۔

یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو اس علیم و قدیر اور سمیع و بصیر خدا کی طرف سے مجھ پر کلام نازل ہوا:

مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

چنانچہ اس میعاد کے اندر مرزا ہلاک ہو کر واصل جہنم ہوا۔

بے شک خدا قادر مطلق مجیب الدعوات حی القیوم اور سمیع بصیر ہے کیونکہ جب مرزا نے اپنے شیطانی یا بناوٹی الہامات میرے مقابلہ پر مئی ۱۹۰۶ء میں الفاظ ذیل میں شائع کئے:

فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے، خدا نے تجھے عذاب دردناک میں پکڑ لیا۔، خدا تیرے واسطے سلامتی نہیں چاہتا۔صبر کر خدا تیرے دشمن کو ہلاک کرے گا۔،

ان تمام شیطانی یا جھوٹی دھمکیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے میری پکار کو سنا،اور مجھے تسلی بخش الفاظ میں جواب دیا انك لمن المر سلين، دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا اور میں مسیح ہوں۔خداوند عالم میرا حافظ ہے۔،

مرزا کی نسبت الہام ہوا:

شیطان شیطان شیطان، الطاغوت۔،

مرزا کو ایک سیاہ سانپ کی صورت میں دکھلایا گیا جس کو میں نے مارا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔،

مگر یہ تب بھی بولتا اور پھنکارتا ہے۔

والدہ مبارک احمد (یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم کی اہلیہ) کو کالا سانپ دکھلایا گیا جسکو اس نے کاٹا اور ہنڈیا میں بھونا مگر جب وہ کاٹا گیا،تب بھی بولتا اور پھنکارتا رہا۔اور جب بھونا گیا تب بھی بولتا اور پھنکارتا رہا۔

چنانچہ میری تحریروں اور تقریروں اور پیش گوئیوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بھون دیا،مگر وہ بولنے اور پھنکانے سے باز نہیں آیا۔آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ میرا دشمن میرے سامنے ہلاک ہو جائے گا اسکا نشان مٹ جائے گا خدا مجھے فتح دے گا۔

۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مجھے خواب میں بتلایا گیا کہ مرزا اپنی کمر مٹکا کر مجھے کہتا ہے کہ سیر کا پتھر من کے پتھر کو توڑنا چاہتا ہے۔اس کے مقابلہ پر میں نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہے جسے معماروں نے رد کیا،کونے کا سرا ہوا۔

مرزا پیشگوئیوں کی میعاد سے پہلے کیوں فوت ہوا؟

اس کی وجہ مرزا کی مسلسل شوخی اور کذابی ہوئی جو وہ میرے الہامات حقہ اور نشانات قاہرہ کے خلاف کرتا رہا۔ اس نے اخبارات میں یہاں تک شائع کیا کہ حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ انبیاء کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور ان پر زنا و خیانت وغیرہ کے الزامات لگائے گئے ایسا ہی میرا حال ہے۔

بینات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کا صریح ارتداد اور کفر ثابت کیا گیا۔ مگر وہ تائب نہ ہوا۔ خود اُس کو خدا کی طرف سے تنبیہات ہوئیں مگر اُس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ۱۲/جولائی ۱۹۰۶ء والی پیشگوئی میں نے شائع کی اور الذکر الحکیم نمبر ۴- اور المسیح الدجال میں نے اس کے پاس بھیجی مگر تکبر اور خود پرستی کے نشہ میں اُس نے مطلق غور نہ کیا۔ بلکہ ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء کو میرے مقابلہ پر کمال بے باکی کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کر دیا جس میں اُس نے ظاہر کیا کہ

''عبدالحکیم میرے سامنے مر جائیگا اور اگر ایسا نہو، تو میں کذاب، مفتری، دجال، بدمعاش، ملعون اور تمام بدمعاشوں سے بدتر ٹھہرونگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی زبان پر الفاظ ذیل جاری کرائے

''اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔ اندھا ہونے سے، مفلوج ہونے سے اور مجذوم ہونے سے۔'' (دیکھو بدر ۱۱/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

پھر اس کو الہامات ہوئے:

اے سیف تو اپنا رخ پھیر لے۔ کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا۔'' (الحکم ۱۷/نومبر ۱۹۰۶ء)

''مت ایها الخوان۔ مر اے بڑی خیانت کرنے والے۔'' دو پل ٹوٹ گئی۔'' (بدر ۱۳/فروری ۱۹۰۷ء)

چونکہ مرزا المسیح الدجال تھا یعنی مسیحیت اور دجالیت کا مرکب، اس لئے اس کو بعض اوقات منذر الہامات سچ بھی ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ منذر الہامات سچ ثابت ہوئے۔ مگر مرزا ان سے بالکل متنبہ نہ ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں سہ سالہ میعاد میں جو ۱۱/جولائی ۱۹۰۹ء کو

پوری ہونی تھی۔ دس مہینے اور گیارہ دن کم دیئے اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہاماً فرمایا:

مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔"

یہ الہام کثرت سے اس کے اخبارات میں شایع ہوا۔ اور ۱۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء کو اس کا بیٹا مبارک احمد میری پیشگوئیوں کے مطابق فوت ہوا۔ خود اس کو تنبیہ ہوئی "ان خبر رسول اللہ واقع" (بدر ۲۲؍اگست ۱۹۰۷ء) مگر اُس نے متنبہ ہونے کی بجائے نہایت گستاخی، عیاری اور کذابی کے ساتھ تبصرہ شائع کر دیا جس میں اس نے ظاہر کیا کہ جو دشمن میری موت جولائی سے ۱۴ ماہ تک بتلاتا ہے وہ خود ہلاک ہو جائے گا۔ اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اس کا نمود نہ رہے گا۔ اصحاب فیل کی طرح وہ خود تباہ ہوگا۔ خدا میری عمر بڑھا دیگا۔ مبارک احمد کی بجائے مجھے ویسا ہی اور لڑکا دیگا وغیرہ وغیرہ اس کو پڑھ کر اور مرزائیوں کا طغیان دیکھ کر خود بخود میرے منہ سے یہ دعا نکلی کہ اے خدا اس ظالم کو غارت کر اے خدا اس بدمعاش کو غارت کر۔ اس لئے خدا کا غضب مرزا پر بھڑکا اور اس میعاد میں سے بھی ۲۷ دن کم کئے جا کر ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ مطابق ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک میعاد مقرر فرمائی اور مجھ کو فرمایا کہ "مرزا کی جڑ بنیاد اکھڑ جائیگی۔" وہ تباہ ہو جائیگا۔" اس کو بھی تم کدہ کے الہام سے متنبہ کیا گیا اور منذر الہام ہوا۔" مباش ایمن از بازئی روزگار۔ (بدر ۳۰؍اپریل ۱۹۰۸ء)

میں نے ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو اس کی تنبیہ کے واسطے ۲۱ ساون والا الہام پیسہ، وطن، واہلحدیث وغیرہ اخبارات میں شائع کر دیا۔ اور رجسٹری کرا کر اُس کے نام بھیجا۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ اگر وہ توبہ کے ساتھ گریہ وزاری کرے تو اس کو سہ سالا پیشگوئی کے مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء تک مہلت مل سکتی ہے۔ اس کو میری پیشگوئی کے مطابق پھیپھڑہ کا مرض بھی ہوا۔ اور داہنا ہاتھ بھی بے حس و حرکت ہوا جیسا کہ میں ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی نور الدین صاحب کے نام الہاماً لکھ چکا تھا۔ مگر وہ بدستور سرکش اور شوخ بنا رہا۔ اس کے کفریہ کلمات اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور مرزائی بدستور مرتد اور سرکش بنے رہے۔ اس لئے میں نے پھر وہی الہامی الفاظ پڑھے۔ اور مجھے ۲۴؍مئی ۱۹۰۸ء کو اس کی موت لومڑ کی شکل میں دکھائی گئی۔" پھر دو چیلوں کی موت جو میری ضربات سے مرے اور جن کو میں نے اپنے پاؤں کے نیچے کچلا۔" اس کی اطلاع میں نے اپنے احباب کو زبانی اور نیز بذریعہ خطوط کر دی تھی۔ سو الحمدللہ کہ یہ کالا ناگ شیطان، لومڑ، دجال، کذاب، عیار، ملعون ۲۶؍مئی

۱۹۰۸ء کو بسزائے موت داخل جہنم ہوگیا۔ اور دنیا کو اس کے مکاید اور دھمکیوں سے نجات مل گئی۔ اور خاتم النبیین محمد مصطفی ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو ابوداؤد میں موجود ہے کہ المسیح الدجال ایک مرد مومن کے ساتھ مارا جائیگا۔ جو حسب ذیل ہے: لا تزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناداهم حتى يقاتل اٰخرهم المسيح الدجال۔

راقم (ڈاکٹر) عبدالحکیم خان ایم بی۔ اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مرزا نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے حق میں بھی بُری طرح ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی چنانچہ اشتہار (تبصرہ) مجریہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ:

''دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا خدا ایک قہری تجلی کرے گا اور وہ جو جھوٹ اور شوخی سے باز نہیں آتے اُن کی ذلت اور تباہی ظاہر کرے گا۔''

ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی میعاد چودہ ماہ کی تردید میں مرزا صاحب نے اسی اشتہار میں لکھا ہے:

''(خدا نے مجھے فرمایا) میں تیری عمر کو بڑھاؤنگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں ان سب کو میں جھوٹا کرونگا اور تیری عمر بڑھادونگا، تا معلوم ہوا کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔''

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی چودہ ماہیہ جو ستمبر ۱۹۰۸ء کو ختم ہونے والی تھی مرزا کی عمر اس سے زیادہ ہوگی یعنی وہ ستمبر ۱۹۰۸ء کے اندر اندر کسی طرح نہیں مر سکتے تھے۔ حالانکہ مرے تو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو جو چودہ ماہ سے تین ماہ قبل ہے۔ یہاں تک تو ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کمال صفائی رکھتی ہے مگر ہم خدا لگتی کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسی پر بس کرتے یعنی چودہ ماہہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ رمئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ راگست کو مرزا مریگا تو آج وہ اعتراض نہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں کیا ہے کہ ''۲۱ ساون کو کی بجائے ۲۱ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض

سابقہ پیشگوئی سہ سالا اور چودہ ماہہ کو اُسی اجمال پر چھوڑے رہتے اور اُن کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کر دیتے تو آج یہ اعتراض پیدا نہوتا۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا اپنے اقرار کے مطابق آپ کے مقابلہ پر بھی ویسا ہی ماخوذ ہے جیسا کہ میرے مقابل پر۔ کیوں کہ اُس نے جیسی میری نسبت اپنی زندگی میں موت کی دعا اور پیشگوئی کی تھی ایسی آپ کی نسبت بھی کی تھی۔ گو میری نسبت صاف اور واضح تر الفاظ میں فیصلہ چاہا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میں (مرزا) مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مر جاؤں تو مجھ کو کذاب، مفتری، مفسد، اور دجال سمجھو۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب نے جو ہم دونوں اور دیگر ہمارے ہم خیال احباب کیلئے چاہا تھا وہ خود اُسی کے لئے پیش آیا۔ کیا سچ ہے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۰۸ء۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ جلد ۵ نمبر ۳۲ ص: ۶-۷)

سر سید احمد خان

اور مرزا قادیان

علی گڈھ گزٹ مورخہ ۳ جون ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب قادیانی کی موت کی خبر لکھتے ہوئے حلیم سلیم اڈیٹر نے اپنے حلم کے دباؤ میں آ کر بہت سی باتیں مرزا صاحب کی تعریف میں ایسی لکھی ہیں جو تمام امت ہی کے خلاف نہیں بلکہ علی گڈھ کے باوا آدم سر سید احمد خان کے بھی خلاف ہیں۔ اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس میں شبہ نہیں کہ مرزا صاحب نے مذہب اسلام کی حمایت میں نہایت سرگرمی دکھائی ہے آپ کی طرز تحریر نہایت پرزور اور جذبیلی ہوتی تھی۔

سر سید احمد خان نے مرزا قادیانی کی تصنیفات کی نسبت جو ریویو کیا تھا وہ بہت مختصر تھا مگر معانی کے

لحاظ سے بہت جامع ۔لطف یہ ہے کہ اس ریویو کو مرزا صاحب نے اپنے دافع الوساس میں خود نقل کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

چھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ سید احمد صاحب نے ایک ایک دوست کے نام جو سیالکوٹ میں رہتے ہیں اس عاجز کی تالیفات کی نسبت لکھا تھا کہ،ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں یعنی بکلی صداقت سے خالی ہیں۔نہ صرف اسی قدر بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ سید صاحب نے ایک اخبار میں چھپوا بھی دیا تھا کہ کسی سے الہامی پیش گوئیوں کا ظہور میں آنا یا مکاشفات ومخاطبات الہیہ سے مشرف ہونا ایک ممکن امر ہے اور اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو وہ مجانین میں سے ہے۔(دافع الوساوس۔ص۲۳)

افسوس ہے کہ ہم سر سید کی اس رائے سے متفق نہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات مفید نہیں بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ مرزا کی تصنیفات اسلام کو سخت مضر ہیں،کیونکہ مرزا کی تحریرات متعلقہ مشن خود سے قطع نظر متعلقہ اسلام کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اسلام میں ایسا کمال ہے کہ اس کی اتباع سے میرے جیسے با کمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں ۔بغور دیکھا جائے تو یہی ایک فقرہ ایسا ہے کہ مخالفین اسلام کو جو مرزا کی کیفیت سے آگاہ ہیں اسلام سے سخت روکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ:

ترا دیدہ ویوسف را شنیدہ　　شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ہم اس جگہ ایک واقعہ پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے مکرم دوست اڈیٹر موصوف اپنی اس غلطی کو واپس لیں جو انہوں نے مرزا کی تصنیفات کی نسبت رائے دینے میں کی ہے۔ہم اپنے دوست سے مکرر التماس کرتے ہیں کہ وہ مندرجہ ذیل حوالہ کو بغور پڑھیں پھر ہم کو بتلاویں کہ کیا ایسے شخص کی تصنیفات مفید اسلام ہوسکتی ہیں۔حوالہ مذکور یہ ہے۔حکیم نورالدین رئس المجانین اپنے رسالہ نورالدین میں لکھتے ہیں:

ایک نہایت لطیف اور ضروری نکتہ

میں نے اس مضمون کو قبل از نماز عشاء حضرت امام ہمام خلیفۃ اللہ مسیح موعود کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات اور خوارق کا انکار۔ یہ لوگ اسی ایک مد میں ان ہزاروں

معجزات کوشامل کرتے ہیں جو ہمارے نبیﷺ سے ظہور میں آئے اور یہ لوگ اوران کے دل و ماغ کے نیچری بھی بدقسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں یاوسوسوں میں مبتلا ہیں اور جہاں کسی معجزہ کا ذکر ہوا سے ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑادیا اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تحدی سے دیا جاوے کہ جسقدر معجزات اورخوارق انبیاء علیہم السلام کے اور ہمارے نبی کریمﷺ کے قرآن میں مذکور ہیں ان سب کے صدق اور حقیقت کوثابت کرنے کے لئے آج اس زمانہ میں ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعوی ہے کہ اسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالی کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ملی تھیں جو عجائبات خدا تعالی نے حضرت ابراہیم اور موسی کے ہاتھ پر منکروں کو دکھلائے، وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے کوئی ہے جو آزمائش کے لئے قدم اٹھائے۔ (رسالہ نورالدین۔ص۱۴)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ناظرین! بغور دیکھئے کہ مرزا صاحب نے اس کلام میں اسلامی حمایت کن لفظوں میں کی ہے تمام مدار بحث صرف اپنا وجود بے جود قرار دیا ہے کہ تمام انبیاء کی طاقتوں کا مجموعہ مجھے دیکھ لو اور آپ خیریت سے جو کچھ تھے، وہ سب کو معلوم ہے۔تمام عمر آپ کی اعجاز نمائی میں گذری۔ یہاں تک کہ آپ کی موت بھی اعجازی ہوئی۔سبحان اللہ: ہر کہ شک آرد کافر گردد

ہم اس مضمون کے ذرہ دل چسپ بنانے کے لئے ایک اور حوالہ نقل کرتے ہیں جس میں مرزا صاحب نے خاص سرسید احمد خان کودعوت دی ہوئی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

جب کہ یہ حال ہے کہ عقل بجائے خودکوئی چیز نہیں بلکہ ثابت شدہ صداقتوں کے ذریعہ سے قدر و منزلت پیدا کرتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وحی سماوی ایک ثابت شدہ صداقت ہے جو اپنے اندر اعجازی قوت رکھتی ہے اور علوم غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہم اس دعوی کے ثابت کرنے کے ذمہ وار ہیں پھر آزمائش کے لئے متوجہ نہ ہونا کیا ان لوگوں کا شیوہ ہوسکتا ہے جو حقیقی صداقتوں کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

اگرآپ ایک صادق دل سے میری طرف متوجہ ہوں تو میں خدا تعالی سے توفیق پا کر عہد کرتا ہوں کہ آپ کو مطمئن کرنے کے لئے اس قادر مطلق سے مدد چاہونگا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری فریاد سنے گا اور آپ کو ان غلطیوں سے نجات دے گا جن کی وجہ سے نہ صرف آپ بلکہ ایک گروہ کثیر گرداب شبہات میں مبتلا

نظر آتا ہے ...اگر آپ تھوڑی سی زحمت اٹھا کر اور بزرگواری کے حجابوں سے الگ ہو کر چند ہفتہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کے بہت سے امور مافوق العقل بڑی آسانی سے آپ کو معقول اور ممکن دکھائی دیں۔ گو آپ اپنے خیال میں فلسفہ اور سائنس کا نچوڑ اپنے دماغ میں جمع رکھتے ہیں اور نیچر کے تمام درجے طے کر کے نئی روشنی سے منور ہو چکے ہیں لیکن عزیز من (سرسید کو عزیز لکھتے ہیں، کیسی تعلّی دکھائی ہے۔ اڈیٹر) ناراض نہ ہوں آسمانی روشنی شئے دیگر ہے اور مغربی علوم کی روشنی دیگر۔ اگر آپ کو اس روشنی کی تاریکیوں اور مضرتوں کی کچھ خبر ہوتی تو آپ اسلام کی امیت کو اس نابکار ...روشنی پر ہزار مرتبہ ترجیح دیتے اور دین العجائز اختیار کر کے اور اس زمانہ کے دجالی فتنوں سے ڈر کر اور ایمانی امور پر صبر کی خواہش کر کے ہمیشہ تضرع سے یہ دعا کیا کرتے کہ ربنا افرغ علینا صبراً و توفنا مسلمین۔ (دافع الوساوس۔ ص ۲۴۲۔۲۴۳)

معزز اڈیٹر صاحب بغور ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب اسلامی صداقت کے ثبوت میں کیا طریق اختیار کرتے ہیں

ہم کوئی خدالگتی پوچھے، تو ہم انصاف سے کہیں گے، یہ نہیں کہ آج کہیں گے، بلکہ آج سے مدت پہلے ہم اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں کہ قطع نظر اختلاف رائے کے (جو کہ ان دونوں حضرات مرزا اور سرسید میں ہے) فن تصنیف میں ہم سرسید احمد کو ایک ثقہ اور معتبر مصنف جانتے ہیں اور مرزا جی کو پرلے درجے کا خائن اور سارق سمجھتے ہیں، کیونکہ سرسید احمد اپنی رائے کچھ ہی رکھتے ہوں، مگر مخالف کے کلام کو جس کا جواب دینا ان کو ضروری ہوتا تھا، اسی کے الفاظ میں پورے کا پورا نقل کر کے کتاب اور صفحہ کا نشان بتلاتے تھے۔ مگر قادیانی صاحب ہیں کہ ایسا کرنے کو گویا جرم جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی حضرات کی تصنیفات سے کوئی شخص مخالف سے مناظرہ کرنے پر قدرت نہیں کرسکتا۔ جس کسی نے ہمارے اس دعوی کا ثبوت ہم سے لینا ہو وہ مرقع قادیانی بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء ملاحظہ کرے۔ مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب سے (قطع نظر آپ کی الہامی مشن کے) ایک مصنف کی حیثیت سے بھی اسلام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا مناظرہ میں کوئی نیا اصول آپ نے ایجاد نہیں کیا جو کار آمد ہو بخلاف اس کے ہم ثبوت دینے کو تیار ہیں کہ ہمارے ایجاد کردہ اصولوں سے انہوں نے کہیں کہیں بطور سرقہ کے کام لیا ہے

غرض کہ مرزا صاحب کی وہی مثال ہے جو قرآن شریف میں ہے:

يدعوا من ضره اقرب من نفعه و لبئس المولى و لبئس العشير

مرزائی دوستو! ہماری اس تلخ رائے سے تم خفا نہ ہونا کیونکہ ہمارا اور مرزا صاحب کا برابر کا جوڑ تھا۔ ہم خود ان کی جدائی میں مغموم ہیں، تم نے اگر خفگی کا اظہار کیا تو یاد رکھنا:

شیشہء مئے کی طرح اے ساقی

چھیڑیو مت کہ بھرے بیٹھے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۰۸ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ جلد ۵ نمبر ۳۳۔ ص ۱۔۳)

بے حیائی آسرا تیرا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی اپنی دعا سے مر گیا۔ خدا کی شان تمام عمر میں اسکی یہ ایک ہی دعا قبول ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا اور مولوی ثناء اللہ میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ چنانچہ خود بدولت ۲۶ مئی (۱۹۰۸ء) کو اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ چونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مرزائی، مرزا جی کے دعاوی کو جھوٹا سمجھ کر تائب ہو جاتے، شاید ان کو یہ منظور نہیں اس لئے (بقول خود) مرزا جی کی جوتیوں کے غلام اڈیٹر بدر نے ایک نوٹ لکھا ہے جو ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ جہاں کہیں حضرت (مرزا) نے ایسا لفظ لکھا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میں ہلاک ہو جاؤنگا، یا کسی مخالف زندگی میں ہلاک ہو جاؤنگا، سو آپ کی اس قدر کامیابی کے ساتھ زندگی کا پورا ہونا، اور آپ کے بعد آپ کے قائم کردہ سلسلہ کا پوری قوت اور طاقت کے ساتھ قائم رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ہلاک یا فنا نہیں ہوئے۔ ہاں آپ فوت ہوئے، اور آپ کی رفع اللہ تعالی کی طرف ہوئی۔ جیسا کہ پہلے سے پیش گوئی

میں درج تھا۔

ہاں ہلاکت کی مثال آپ کے مخالفین نے دکھائی۔ جیسا کہ چراغ دین جمونی، جو مسیح بنتا تھا مگر آج کوئی اس کا نام نہیں لیتا۔ یا بابو الٰہی بخش، جو موسیٰ بنتا تھا مگر آج کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ اور ڈاکٹر ڈوئی، جس کے ہزاروں مرید تھے اور جس کے پاس کروڑوں روپیہ تھا، حضرت کی پیش گوئی سے (سچے ہو تو اس پیش گوئی کا حوالہ دو ورنہ جھوٹے کی سزا لعنت سے ڈرو۔ اڈیٹر اہل حدیث) ایسا فنا ہوا کہ اسکا نام ونشان مٹ گیا۔ اور یہی ہلاکت ناکامی اور نامرادی انشاء اللہ تعالیٰ ان مخالفین پر وارد ہو گی جواب تک مسیلمہ کذاب کی طرح زندہ ہیں کہ وہ ہلاک ہوں گے اور ان کا کوئی نام لینے والا باقی نہ رہے گا۔ (بدر جون ۱۹۰۸ء)

اڈیٹر بدر نے اس تحریر سے مرزا صاحب کی نبوت پر اور پانی پھیرا، کیوں کہ آپ کے نزدیک ہلاکت یعنی کمال موت یہ ہے کہ اس کا مذہب اور مشن سب برباد ہو جائیں، حالانکہ مرزا صاحب ہمیشہ اپنے دشمنوں کی ہلاکت کرتے تھے۔ سب سے پہلے سوامی دیانند بانی آریہ سماج کو ہلاک شدہ لکھا کرتے تھے۔ اس سے بعد پنڈت لیکھرام آریہ کی ہلاکت پر تو آپ کو بڑا ناز تھا۔ مگر افسوس کہ آج معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا ناز بالکل بیجا تھا۔ نہ دیانند ہلاک ہوا، نہ لیکھرام مرا، کیونکہ ان کا مشن برابر زندہ بلکہ ترقی پر ہے۔ سوامی کا نام زندہ رکھنے کے لئے ایک سول کالج اور پریس ہندوستان میں موجود ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس لیکھرام کا مشن بھی زندہ رکھنے کو کل آریہ سماج خصوصاً رسالہ آریہ مسافر اور اخبار مسافر ہیں جن کو ان کے رویہ سے دیکھا جائے تو گمان پڑتا ہے کہ شاید بقاعدہ تناسخ پنڈت مذکور کی روح اس میں حلول کر آئی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین قدس اللہ سرہ اور مولانا رشید احمد مرحوم مغفور کی موت کو مرزا صاحب اپنی مخالفت کا نتیجہ بتلاتے تھے۔ اڈیٹر مذکور نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بھی از قسم ہذیانات ہی تھا کیونکہ ان دونوں بزرگوں کا مشن آج تک زندہ ہے اور انشاء اللہ زندہ رہے گا۔ انہی دونوں بزرگوں سے بالواسطہ ایک مستفیض (خاکسار ثناء اللہ) کے سامنے مرزا جی اور مرزائیوں کو آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ عام شہرہ ہے: خس کم جہاں پاک

ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کے علم وعقل پر تو زوال آیا ہی تھا حیا پر بھی آ گیا۔ او ظالمو! تمہیں شرم نہیں

آتی کہ دنیا کے کروڑ ہا مخالفوں میں سے جب کوئی مرتا تھا تو تمہارا دجال اکبر جھٹ سے کہا کرتا تھا کہ میری مخالفت اور مباہلہ سے مرا ہے۔ آج یہ کیا آفت تم پر آئی ہے کہ تم کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ جس اصول سے تمہارا دجال اکبر کام لیتا تھا آج اسی اصول سے تمہارے مخالف کیوں کام نہ لیں۔ ہوش کرو خدا سے ڈرو۔ آخر کب تک اس دنیا میں رہو گے۔ کب تک مرزا کے لنگر کی روٹیوں پر گذارہ کرو گے۔ اور اگر خدا پر تم لوگوں کو ایمان نہیں تو مہذبانہ طور پر مخلوقات ہی سے حیا کرو۔ مرنے والا تو مر گیا، اب تمہارے باتیں بنانے سے کیا ہوگا۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ تم مرنے والے سے باتیں بنانے میں بڑھ چڑھ کر نہیں ہو، پھر جب اخبار اہل حدیث نے خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر دیا تھا کہ وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہل حدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے، تو تم بھلا کس شمار و قطار میں ہو۔ اسلئے ہوش سے بات کیا کرو، اور پہلے دل میں یہ سمجھ لیا کرو کہ اہل حدیث کا اڈیٹر جس کے حق میں تمہارے گرو مہاراج نے موت کی بد دعا کی تھی وہ بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۰۸ء ص ۳)

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی کے مرنے پر بہت سے لوگوں کو الہامی بننے کا شوق ہوا، حالانکہ اس کی موت سے عبرت حاصل ہونی چاہیے تھی۔ مگر خدا کی شان، ہماری ہر ادا نرالی ہے۔ اڈیٹر (اخبار) اہل فقہ (امرتسر) نے سوچا کہ ہم

کیوں پیچھے رہیں۔ انہوں نے اپنے پیر مرشد حافظ جماعت علی شاہ سیالکوٹی کا الہام شائع کر دیا کہ حضرت شاہ زبدۃ العارفین نے اپنے وعظ میں مرزا قادیانی کی نسبت ان الفاظ میں پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی بہت جلد عذاب کی موت سے مرے گا۔ (۲۹ مئی ۱۹۰۸ء)

کیا کہنے ہیں ایسے الہاموں کے۔ دیکھئے کیسے صاف لفظوں میں الہام ہوا کہ بہت جلد مرے گا۔ بغور دیکھا جائے تو یہ الہام بھی قادیانی مشین ہی سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہم حیران ہیں اور اس حیرانی کو ظاہر کرنے کے لئے ہمیں لفظ نہیں ملتے کہ ان لوگوں نے الہاموں کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ ہر ایک شخص ادنی اعلی اپنی تمنا اور حدیث نفس کو الہام ہی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ شاباش ہے کہ مریدوں کو تو ایسے الہاموں کو بھی ماننے کے لئے تیار ہیں جن کی نظیر یہی ہے کہ:

بہت جلد مر جائے گا۔،

ہم سے پوچھیں تو ہم ان کو نیک مشورہ دیں کہ یوں کہہ دیا کریں کہ:

یہ کام ایام ہفتہ کے اندر اندر ہو جائے گا۔

اور اس سے بھی واضح کہنا ہو تو یوں کہہ دیا کریں کہ:

یہ کام دن کو یا رات کو ضرور ہو جائے گا۔

اگر وہ ایسا کریں گے تو اغلب گمان ہے پبلک کی طرف سے ان لفظوں میں ان کی قدر ہو گی کہ:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب

گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۰۸ء ص ۴)

ڈاکٹر عبدالحکیم

اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

قادیان کے اخبار الحکم کا اڈیٹر ابوالحکم ۱۴ جون ۱۹۰۸ء کے پرچے میں لکھتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی پیش گوئی ۴۔ اگست کو مرنے والی کی تکذیب چونکہ پیسہ اخبار اور اہل حدیث ... نے کر دی ہے اس لئے یہ دونوں جھوٹے ہیں، پس پہلے وہ آپس میں فیصلہ کریں۔ مگر اسے معلوم نہیں کہ ہماری کوئی نزاع ہی نہیں جس کا ہم فیصلہ کریں ہم دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے متعلق مرزا کا الہام تھا کہ ڈاکٹر صاحب مرزا کی زندگی میں ضرور مریں گے، اور میری نسبت تو یہاں تک تھا کہ میری (یعنی مرزا کی) زندگی میں ثناءاللہ کو طاعون وہیضہ وغیرہ نہ ہوا تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ پس ہم دونوں ان دونوں پیش گوئیوں کے مطابق مرزا کو جھوٹا کہہ کر اس کی دجالی ذریت کا سر کچلنے پر متفق ہیں باقی رہی ڈاکٹر صاحب کی ۴۔ اگست والی پیش گوئی وہ اگر نہ ہوئی تو اس پر کوئی امر موقوف ہی نہیں جب کہ دجال اکبر کا اپنا منہ مانگا فیصلہ موجود ہے تو کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

دجاجلہ کی تحریرات ختم ہونے پر سب کا ایک ساتھ جواب دیا جائے گا۔ پس وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں۔ اتنا یاد رکھیں کہ دجال اکبر سے زیادہ نہ کہہ سکیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء ص ۷)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی تصحیح

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ڈاکٹر عبدالحکیم اپنے الہام متعلقہ موت مرزا، مورخہ ۴۔اگست والے کی تصحیح لکھتے ہیں:

ایک غلطی کی اصلاح

بخدمت مولوی ابوالوفا ثناءاللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۱۶ فروری ۱۹۰۸ء کو جو مجھے الہام ہوا تھا اسکے الفاظ یہ تھے۔۲۱ ساون 1965 (۴۔اگست) تک مرزا ہلاک ہو جائے گا۔

اسی طرح پر یہ الہام موٹی قلم سے میرے رجسٹر الہامات میں درج ہے۔اور اسی طرح پر ان تمام رسائل پر قلمی لکھوایا گیا جو ۱۶ فروری کے بعد مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔چنانچہ جو رسائل شروع مئی میں دوبارہ بخدمت مولوی نورالدین صاحب و مرزا صاحب و یعقوب علی تراب و حکیم فضل دین صاحبان بھیجے گئے تھے ان پر بھی اسی طرح درج ہے۔۲۰ رسائل مارچ میں بخدمت عبدالغنی صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور بھیجے گئے تھے ان پر بھی یہی درج ہے ایک اور الہام تھا جس کے الفاظ یہ تھے:

مرزا...کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

اس میں جو تاریخ تھی وہ یاد نہیں رہی تھی اس لئے یہ درج رجسٹر بھی نہیں کیا گیا تھا۔جب ۸ مئی کے اخبارات کے نام میں نے خط لکھے اس وقت رجسٹر الہامات میرے پاس نہ تھا، زبانی یادداشت کی بنا پر لکھنے سے یہ غلطی ہوگئی کہ ۱۶ فروری والا اور بعد کا الہام خلط ملک ہو گئے، اور ۲۱ ساون الہام میں بجائے، تک کے، کو، ہو گیا

و اللہ علی مانقول شہید و السلام۔ عبدالحکیم خان ایم بی

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: اور کوئی شخص اس تصحیح کو مانے یا نہ مانے، اس کا تو اختیار ہے۔مگر دجالی ذریت اگر اس سے انکار کرے گی تو کافر ہو جائے گی کیونکہ دجال اکبر (مرزا) نے خود آپ کے الہام کو یوں لکھا ہے:

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا ،اور یہ اس کی سچائی کے لئے نشان ہوگا... اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اسکو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔

سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۲۱۔۳۲۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: کہاں ہے دجال کی جوتیوں کا غلام اڈیٹر بدر جو ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو اس تصحیح کرنے پر کانا دجال کہتا تھا (بدر۔۱۱جون)۔ کیا اب وہ اپنے آقا اور اپنے مولا پیر و مرشد نبی بلکہ متنبّی کو بھی ڈاکٹر کے الہام میں، تک، لکھنے پر وہی الفاظ لکھے گا یا نہیں (ایسے انصاف کی امید نہیں)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ جلد ۵ نمبر ۳۵۔ص ۳)

مرزائی پارٹی کی بدزبانی

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کے اخبار کے نائب اڈیٹر منشی علم الدین لکھتے ہیں:

آج کل جب کہ مرزا جی اپنے ہی فیصلہ کی رو سے مر کر جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں، اس وقت مرزائی جماعت میں عجیب کھلبلی مچ رہی ہے۔ وہ اہل حدیث کی تحریروں کا کافی جواب دینے کی سکت اور طاقت نہیں رکھتے ،اس لئے بدگوئی اور گندی گالیوں تک پہنچ رہے ہیں اور بدزبانی سے اپنی اصلیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ پہلے ہی کریلے تھے، اب مرزا جی کی موت سے نیم چڑھے ہو گئے ہیں:

یکے بود مجنون دگر سنگ گزید

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی اخباروں کا منشاء ایسا کرنے سے یہ ہے کہ ہم بھی ان کی طرح گالی گلوچ پر اتر آئیں اور بحث کا اصلی پہلو مرزا جی کا فیصلہ نظر انداز ہو جائے۔ مگر ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ مرزائیوں کی یہ حالت صاف بتلا رہی ہے کہ ان کے پاس اب کوئی دلیل نہیں۔ اور یہ لوگ بے بس ہو کر بدزبانی کر کے حیلہ حوالہ بنا رہے ہیں کیوں نہ ہو:

چو حجت نماند جفا جوئے را

بہ پیکار کردن کشد روئے را

مرزائی پارٹی کے لیڈرو! یاد رکھو اگر تم اپنے پیرو مرشد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے بدزبانی ہی سے کام لو گے، اور ایسی حرکات ناشائستہ سے باز نہ آؤ گے، تو ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ گو اینٹ کا جواب پتھر ہی ہوتا ہے مگر اخبار اہل حدیث امرتسر خدا کے فضل و کرم سے ایسے اوچھے پن کو اپنے لئے زیبا نہیں سمجھتا، اور نہیں چاہتا کہ ایسے فرومایہ پرچوں کے مقابلہ پر اپنا متین شیوہ بدل دے کیونکہ

دشنام اگر دہد خسیسے چارہ نبود بجز شنیدن

گر پائے کسے سگے گزیدہ باسگ نتواں عوض گزیدن

کرشن پینتھی اخبارات اس بیہودہ طریق سے اہل حدیث پر ہرگز فتح نہیں پا سکتے، اور نہ ہی ہمیں ان کی ان حرکات مذبوحی پر رنجیدہ ہونا چاہیے کیونکہ داناؤں کا مجرب قول ہے

گر ہنرمند ز اوباش جفائے بیند

تا دل، خویش نیازارد درہم نشود

سنگِ بدگوہر اگر کاسہء زرین شکند

قیمت سنگ نے فزائد وزر کم نشود

ناظرین بات یہ ہے کہ جب سے مرزا جی نے اپنا آخری فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں شائع کیا تو ہم نے بھی اسے بتمام و کمال ۲۶۔ اپریل (۱۹۰۷ء) کے اہل حدیث میں نقل کر دیا۔ مرزا جی نے اس

فیصلے میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ:

اگر میں (مرزا) ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناءاللہ) اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپکی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔،

(مرزا صاحب کی یہ بات) چونکہ قرآن مجید کے بالکل خلاف تھی اس لئے خاکسار (منشی علم دین) نے اس پر اسی جگہ حاشیہ میں یہ لکھا کہ:

آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو! من کان فی الضلا لة فلیمدد له الر حمن مدا (پ١٦ع٨) اور انما نملی لهم لیزدا دوا اثماً (پ٤ع٩) اور و یمد هم فی طغیا نهم یعمهو ن (پ١) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں اور سنو! بل متعنا هؤلا ء و آ با ء هم حتی طا ل علیهم العمر (پ١٧ ع٤) جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی کیوں نہ ہو دعوی تو مسیح کرشن اور محمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت ذ لك مبلغهم من العلم ۔نائب اڈیٹر

آج کل جب کہ مرزا صاحب اسی اپنے تجویز اور تسلیم کردہ فیصلہ کی رو سے مولوی ثناءاللہ صاحب کی زندگی میں مر کر اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر گئے تو مرزائی جماعت کو اس حالت میں عجیب دقت پیش آئی ان سے اور تو کوئی جواب بن نہ آیا ان کے اخبار الحکم کے اڈیٹر نے اپنے ١٤ جون کے پرچہ میں بمصداق الغریق یتثبت بالحشیش یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، مولانا صاحب کے جواب میں صرف میرے اسی نوٹ کو پیش کر دیا اور کہہ دیا کہ تمہارا حق نہیں کہ تم مرزا جی کے فیصلے کو پیش کر کے مرزائی سلسلہ کی تکذیب پر شہادت پیش کرو بلکہ تم اپنا نوٹ ملاحظہ کرو تم اپنے نوٹ سے خود ہی جھوٹے ثابت ہو رہے ہو اسکے ساتھ میراسیوں کی طرح بات کو چٹ پٹا کرنے کے لئے کئی ایک گالیاں بھی سنا دیں اور بزعم خود پیچھا چھڑا لیا۔

اے اڈیٹر الحکم! سن رکھئے کہ تمہاری ان لمبی چوڑی ادھر ادھر کی بے ٹکانہ باتوں سے کچھ بن نہیں سکتا اور تمہارے یہ ہوائی قلعے تمہیں کسی طرح مخالفوں کی زد سے محفوظ نہیں رکھ سکتے تم لوگ اب چاہتے ہو کہ مرزا جی کا وہ فیصلہ لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا جائے مگر وہ پہلے ہی سے طشت از بام ہو چکا ہے اسکا اخفا کسی صورت سے اب ممکن نہیں۔

سنو! ہم نے مرزا جی کے فیصلے پر جو نوٹ لکھا تھا وہ مرزا جی کی اجازت ہی سے لکھا تھا اگر تمہاری نظر اس فیصلے پر آخر تک پڑتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ نوٹ اصل فیصلے کے مخالف نہیں اور نہ اصل فیصلے کو مسترد اور منسوخ کر سکتا ہے۔

سنو مرزا جی اس فیصلے کے آخر میں لکھتے ہیں:

بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اڈیٹر مذکور ذرا دومنٹ کے لئے اپنی آنکھوں سے تعصب اور ضد کی پٹی اتار کر انصاف کی عینک لگائے اور مرزا جی کے ان آخری الفاظ پر:

جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے،

نظر ڈالے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ان الفاظ میں مرزا جی ہمیں صاف لکھ رہے ہیں کہ مضمون فیصلے کا اپنے اخبار میں درج کرو اور جس طرح سے چاہو تردیدی نوٹ حاشئے اور متن میں لکھو تمہیں ہر طرح اجازت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ تمہارے کچھ لکھنے نہ لکھنے سے ہرگز بدل نہیں سکے کیونکہ اب یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں جا چکا ہے وہی اس کو عملی طور پر فیصل کرے گا اور سب لوگ دیکھیں گے اور پبلک خود ہی صادق اور کاذب میں رات دن کی طرح تمیز کر لے گی۔ سچے کا صدق سب تسلیم کریں گے اور کاذب علی رؤسا لا شھاد ذلت کا کفن پہن کر گور نہیں بلکہ قعر دوزخ میں جا گرے گا۔ سو خدا کے فضل وکرم سے اچھا فیصلہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ سلامت ہیں اور مرزا جی چل بسے۔ و ھو خیر الفاتحین

اڈیٹر صاحب سنئے! ہمارا وہ نوٹ بھی ہر طرح صحیح اور سچا ہے کیونکہ آیات قرآنی اسکی تائید کر رہی ہیں

کہ بداعمالوں اور سرکشوں کو زیادہ مہلتیں اور لمبی عمریں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ مرزا جی نے بھی اپنی بداعمالی میں بہت دراز عمر حاصل کی جس کا مرزائیوں کو بھی اعتراف ہے۔ مرزا جی ارذل العمر تک پہنچ چکے تھے اس بے چارے کا حافظہ برمحل نہیں رہا تھا، اس کی بات بات میں تخالف پیدا ہو گیا تھا، وہ کئی بیٹوں کا باپ اور پوتوں کا دادا بن چکا تھا۔ اس سے زیادہ عمر اب کیا ہونی تھی۔ وہ قبر میں پاؤں لٹکا چکا تھا۔ اپنی بداعمالیوں اور شرارتوں سے جب وہ باز نہ آیا بلکہ ان میں دن بدن ترقی کرتا گیا، تو خدا نے اپنی قدیمی سنت کے موافق اسے فوراً پکڑ لیا۔ اور مرزا بے خبر تھا کا نہ اخذ بغتة و هم لا يشعرون خدائی سنت اور قدیمی عادت الٰہی کی خبر نہ ہو، تو گوش ہوش سے سنو! وہ خود فرماتا ہے:

فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء حتى اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا هم بغتة فاذا هم مبلسون فقطع دابر القوم الذين ظلموا و الحمد لله رب العالمين ۔(پ۷ع۱۱)

یعنی جب سرکش اور نادان نافرمان لوگ ہماری نصیحتوں کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم ان پر دنیا کی سب نعمتوں اور ہر طرح کے آرام و آسائش کے دروازے کھول دیتے ہیں حتی کہ جب وہ ان نعمتوں اور آسائشوں میں خوش ہوتے ہیں تو ہم انہیں فی الفور پکڑتے ہیں پس وہ اپنی آرزوؤں اور امنگوں میں ناامید رہ جاتے ہیں۔ بس سرکش اور ظالم لوگوں کا پیچھا اس طرح قطع کیا جاتا ہے اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے باقی ہے۔

مرزائیو! بتلاؤ! کیا مرزا جی کا انجام بعینہ اسی طرح نہیں ہوا۔ ہاں یہ آیت مرزا جی پر ہر طرح سے چسپاں ہے۔ اس شخص نے خدا کے احکام کو بھلا دیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگوں کو اصل اسلام سے گمراہ کر دیا۔ اس لئے خدا نے اسے دنیا میں فراخی دی۔ اور جب اس پر فراخی اور آسودہ حالی اور گمراہی کی حد ہو گئی تو اچانک اور دفعتاً گیارہ گھنٹے کے اندر اندر مہلک مرض ہیضہ سے ہلاک کر دیا۔ اور یہ اپنی تعمیر منارہ، نکاح آسمانی، ثناء اللہ اور عبدالحکیم پٹیالوی کی وفات، غلام حلیم کی پیدائش وغیرہ سب آرزوؤں میں ناامید اور ناکام رہ کر کوچ کر گیا۔

یہ شخص ساری عمر خدا پر افتراء اور جھوٹ باندھتا رہا اور سب سے بڑا ظلم خدا نے اسی بات کو بتلایا ہے

و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا اوقال او حی الیّ و لم یوح الیہ شیء (پ ۷

ع ۱۷) یعنی اس شریر سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو نبوت اور رسالت کا جھوٹا دعوی کر کے خدا پر افترا کرے اور کہے کہ میرے پر خدا کی وحی اور الہام ہوتا ہے حالانکہ وحی والہام اس پر کچھ نہ ہوتا ہو۔ جب خدا کی مہلت ایسے ظالم اور مفتری لوگوں کے لئے ختم ہوچکتی ہے تو وہ فی الفور پکڑے جاتے ہیں بات کرنے کا موقع انہیں میسر نہیں آسکتا، کیوں نہ ہو:

تو مشو مغرور بر حکم خدا دیر گیرد سخت تر گیرد ترا

پس اڈیٹر مذکور اگر صاحب حیا ہوگا تو آئندہ کو شرم کرے گا اور صادق کاذب کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرے گا۔ مگر ان لوگوں سے ایسی امید رکھنا صحیح نہیں کیونکہ، اگر یہ لوگ شرم کو کام میں لاتے تو اپنے مسیح کی لاش کو دجال کے گدھے پر لاد کر قادیان تک نہ لے جاتے، بلکہ لاہور میں اسے چھوڑ کر اعـــوذ پڑھتے ہوئے اس کے پاس سے بھاگ جاتے۔

اے بدر کے اڈیٹر! تو تو اپنے آپ کو صادق کہتا ہے پھر کاذب کے کذب ظاہر ہو جانے کے بعد اس کی حمایت میں کیوں سرگرم ہے۔ اور اے صادق کے ہاتھ بٹانے والے اکمل! تو کیوں اپنے کمال پر نازاں ہے جب کہ تجھ میں کامل بننے کا کوئی نشان نہیں۔ کامل اور اکمل تو کجا تجھے اگر ناقص بلکہ انقص کہا جائے تو بجا ہے تو تو بالکل بچوں کی سی بے دلیل باتیں کرتا ہے۔ دعوی کرنا آنا ہے دلیل اور ثبوت دینے سے تجھے کوئی کام نہیں۔ تو ہی مرزا صاحب کے اس بین فیصلہ سے کام لے اور اپنی آخرت کو سنوار

مرزائی چوکڑی کے ممبرو! مجھے تمہاری حالت پر سخت تعجب آتا ہے کہ یہی وہ معیار ہے جس پر ساری عمر تمہارے مسیح کو اپنے مخالفوں پر فتح حاصل کرنے کے خواب آتے رہے۔ جب اس کا کوئی مخالف مر جاتا تو جھٹ کہتا کہ اس سے ہمارا مباہلہ تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ خواہ مباہلہ وغیرہ کچھ نہ ہوا ہو، اور بالکل جھوٹ ہی جھوٹ پر اتنی بڑی عمارت کھڑی کی گئی ہو۔ تب بھی تم لوگ اس کے ہم آہنگ ہوکر دنیا پر دوہائی مچا دیا کرتے تھے کہ ہمارا مسیح زندہ ہے اور فلاں مخالف مر کر ان کو صادق قرار دے گیا۔ پھر اب جب کہ آخری

فیصلہ اور بین فیصلہ مرزا جی اپنے لئے تجویز کر گئے ہیں تو تم کیوں اس پر عمل نہیں کرتے اگر تم ان کی نصیحت بھول گئے ہو تو ہم مکرر سناتے ہیں مرزا جی فرماتے ہیں:

اور دشمن (ڈاکٹر عبدالحکیم) جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔ (قادیانی اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

اور سنو! پس اگر وہ سزا جو انسانی ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (مولوی ثناء اللہ) پر میری زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

(قادیانی اشتہار آخری فیصلہ)

مرزائیو! بتلاؤ! یہ دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم نابود ہوا یا مرزا جی خود ہی اصحاب الفیل کی مانند گیارہ گھنٹوں میں دفعتاً تباہ ہو گئے؟ یا مولوی ثناء اللہ پر کوئی مہلک بیماری آئی یا خود مرزا جی ہیضہ میں راتوں رات چل بسے؟ (حکیم الامت کی موجودگی میں؟ ہاں حکیم الامت شائد اس لئے علاج نہ کر سکے کہ وہ تو امت مرزائیہ کے حکیم تھے اور مرزا صاحب، امت نہیں تھے، نبی تھے۔ بہاء) اگر تم لوگوں میں اب بھی کچھ خوف خدا، اور شرم رسول ﷺ ہے تو اس فاسد عقیدہ سے باز آؤ اور مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد نہ بناؤ۔ مرزا جی تو سکرات الموت میں تمہیں یہی وصیت کرتے گئے ہیں کہ: من نکردم شما حذر بکنید۔

فاعتبروا یااولی الابصار۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۔۹)

مرزا جی کی دکانداری

اور دنیا پرستی

آج کل جب کہ مرزا جی فوت ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ پر حکیم نورالدین خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں ان کے اس تقرر سے مرزائی اخبار بدر، مرزا جی کی سچائی پر استدلال کرتا ہے چنانچہ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

ہمارا مسیح جیسا کہ نادان مخالف سمجھتا ہے اگر دنیا پرست ہوتا اور دنیا کے لئے اس نے یہ دکان نکالی ہوتی تو ضرور اپنا جانشین اپنی اولاد میں سے مقرر کر جاتا (اسے موقع ہی کب ملا، وہ تو ابھی پندرہ بیس سال اور زندہ رہنا چاہتا تھا، لیکن جب خدا کی پکڑ آئی تو اسے کچھ بولنے اور لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا، نہ بول سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا، کاغذ بھی منگوایا تھا، لکھنے کی کوشش بھی کی، لیکن قلم گھسٹ گیا اور کچھ بھی لکھا نہ جا سکا۔ بہاء) کیونکہ ایک دنیا پرست سے ناممکن ہے کہ وہ اپنی عمر کی کمائی اور محنت کا ثمرہ کسی غیر کے سپرد کر جائے اور یہ تو سب مانتے ہیں کہ آپ اگر ایسا کوئی حکم بلکہ اشارہ تک بھی فرما دیتے تو سب احمدی اس پر عمل کرنا اپنی سعادت دارین سمجھتے (مرزا نے کہا میری شادی محمدی بیگم سے نہ ہو تو مجھے جھوٹا سمجھنا۔ کیا تم نے ایسا کیا؟ مرزا صاحب نے کہا کہ ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو مجھے جھوٹا سمجھنا۔ تم نے ایسا کیا؟۔ مرزا نے عبدالحکیم کو کہا کہ تم میرے روبرو مرو گے، جب ایسا نہ ہوا تو کیا تم نے مرزا کو جھوٹا سمجھا۔ بہاء) حالانکہ اپنی وصیت لکھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا، پس صاف ثابت ہے کہ وہ مبارک خدا کی طرف سے مامور تھا اور دنیا کی ذرہ بھی ہوس اس میں نہ تھی۔

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نائب اڈیٹر جناب منشی علم الدین لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ مرزا جی پکے دکاندار اور اعلی درجہ کے دنیا پرست تھے۔ ہم بھی اپنے دعوی کا ثبوت اسی طریق پر دیتے ہیں جس طریق پر بدر نے ان کے دین دار ہونے پر دیا ہے۔ یعنی ہم بھی ان کی خلافت ہی کے مسئلہ کو لیتے ہیں اور اسی سے ثابت کرتے ہیں کہ مرزا جی پکے دنیا دار تھے۔ پس ذرا کان لگا کر سنیئے! کہ یہ خلافت مرزا جی کے منشاء سے ہرگز واقع نہیں ہوئی۔ ہم اس دعوی کو انہیں کے رسالہ وصیت ہی سے ثابت کرتے ہیں سنو۔ مرزا جی الوصیت کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لے لیں۔،

اس فقرہ کے حاشیہ پر اس کی وضاحت اور تفسیر یوں بیان فرمائی ہے:

ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے سے ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیے کہ وہ اپنے تیئں دوسروں کے لئے نمونہ بنا دے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے

لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا، اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔ سوان دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اس کے وقت میں ہوتی ہے، اور قبل از وقت ممکن نہیں کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ (قادیانی رسالہ الوصیت۔ص۶)

پس اڈیٹر بدر ذرا غور سے مرزا جی کی وصیت پڑھے اور سوچے کہ (خدا نے مجھے خبر دی ہے... مخصوص کرونگا، کے کیا معنی ہیں۔ مرزائیو! مرزا جی کی اصلی وصیت تو یہ تھی جس کو تم لوگوں نے گوزشتر سمجھ کر پس پشت ڈالا اور اس کی پرواہ نہ کرکے حکیم جی کو خلیفہ بنالیا، حالانکہ مرزا جی صاف اور واضح الفاظ میں بتلا رہے ہیں کہ، میرے بعد میری اولاد جانشین ہوگی کوئی اور اس بات کا حق دار نہیں۔ بلکہ یہاں تک اس بات کو واضح کردیا کہ اگر میری اولاد نالائق اور ناقابل بھی معلوم ہو، تب بھی اس کی جدی وقعت کو، جو آئندہ اس میں ظاہر ہوگی، فراموش نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر ایک نیک آدمی جو بڑے اعلی پایہ کا ہوتا ہے اس پر بھی ایک وقت آیا ہوتا ہے کہ وہ ایک ناقابل ذکر نطفہ کی حالت میں ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے۔ پس تم میری اولاد کی اصل حقیقت پر نظر ڈالنا اور اسے میرے بعد جانشین بنالینا۔

پھر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ، وہ جانشین اور خلیفہ مقرر ہونے کے وقت معمولی انسان دکھائی دے، یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات (یعنی کم عمری یا کم علمی) کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے، مگر تم نے میری وصیت کو نہ بھولنا اور میری اولاد ہی کو میرا جانشین بنانا اور اس کی اصلی آنے والی عظمت اور وقعت کو ذہن نشین رکھنا۔

یہ ہے مرزا جی کی اصل وصیت جس میں انہوں نے اپنی اولاد کے خلیفہ بنانے کے متعلق صرف اشارہ سے ہی کام نہیں لیا بلکہ صاف الفاظ میں ہدایت کردی۔ پس اگر مرزائیوں نے مرزا جی کے بعد ان کی اس واضح وصیت کا خلاف کرکے حکیم جی کو خلیفہ بنالیا تو اس سے مرزا جی کے دین دار ہونے پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا۔ مرزا جی کو اس سے کیا دخل؟ جب کی ان کی وصیت اور روح اس خلافت کی مخالفت میں چلّا رہی ہے۔

اس کے علاوہ مرزا جی کے دنیا پرست اور عبد الدرہم والدینار ہونے کے کئی ثبوت ہمارے پاس

موجود ہیں۔ساری عمر وہ قارون کی طرح دولت سمیٹنے میں لگے رہے۔

سنو! جب مرزا جی مختاری کے امتحان میں فیل ہو گئے اور اس صیغہ میں آپ کامیاب نہ ہو سکے تو دوسرا رنگ بدلا اور سادہ لوح مسلمانوں سے روپیہ بٹورنے کی خاطر مخالفین کے جواب میں ایک کتاب براہین احمدیہ لکھنے کا اشتہار دیا،اور دعوی کیا کہ میں اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن مجید ہی سے نکال کر اس کتاب میں لکھونگا۔بہت سے نیک دل اور سادہ لوح مسلمان ان کی چال میں آ گئے۔چنانچہ مرزا جی نے ان بیچاروں سے ہزاروں روپے دم دے کر لے لئے،مگر حقانیت اسلام کے لئے تین سو چھوڑ تین دلائل بھی حسب وعدہ پیش نہ کر سکے،نہ کتاب مذکور کو اختتام تک پہنچا سکے۔بلکہ اس کی ایک آدھ جلد برائے نام لکھی جس میں اپنے واہی تباہی الہام بھر دیئے اور اپنی نبوت کی بنا قائم کر کے اسے ڈبل الہامی تھیلہ بنا کر پیش کر دیا،مگر ایفائے وعدہ نہ کر سکے اور سب روپیہ بلا ڈکار ہضم کر گئے۔

اس سے بعد رسالہ سراج منیر کے نام سے مسلمانان پٹیالہ وغیرہ کا چودہ سو روپیہ کھا گئے۔

پھر حضرت مسیح کی سیاحت کے واقعات کی تحقیق کے لئے بہانہ کر کے بہت سا چندہ ہڑپ کر گئے۔

پھر منارۃ المسیح کے چندہ کے لئے اشتہار دے کر دس ہزار روپیہ مریدوں سے طلب کیا اور منارہ بنانے کی بجائے وہ سب روپیہ اپنے ہی عیشوں میں صرف کر لیا اور منارہ چھوڑ بالشت بھر برجی بھی نہ بنائی۔

لنگر خانہ کا بہانہ کر کے جو اشتہار دیا اس میں صاف اور بتصریح لکھ دیا کہ ہر ایک مرید کو کچھ نہ کچھ چندہ دینا ضروری ہے۔جو نہ دے گا تین ماہ کے بعد اس کا نام رجسٹر مریدوں سے خارج کر دیا جائے گا (اس کا مطلب ہے کہ رجسٹر موجود تھا جس میں مریدوں کے نام لکھے جاتے تھے۔کیا یہ ممکن ہے کہ اس رجسٹر کا چہرہ کرایا جائے۔اور اس رجسٹر میں تین لاکھ یا چار لاکھ مریدوں کے نام لکھے ہونا دکھایا جائے۔بہاء)۔بدر کا اکمل ہمیں بتلا وے کہ کیا سچے نبیوں کا یہی طریقہ چلا آیا ہے کسی نبی نے اپنی امت سے یوں زور دے کر طوعاً کرہاً چندہ وصول کیا اور کسی رسول نے اپنا پیٹ پالنے کی خاطر اپنی امت سے جبراً مال مانگا۔اور اگر کوئی اپنی مفلسی کے باعث نہ دے سکا تو اسے اپنی جماعت سے نکال دیا؟ سچے نبیوں کو تو اس کے خلاف وحی اور الہام ہوتے تھے۔یاد نہ ہو تو سنو سچے نبیوں سے سوال ہوتا ہے:

ام تسئلهم اجراً فهم من مغرمٍ مثقلون (پ۲۷ع۴) کیا تم تبلیغ احکام پر لوگوں سے کچھ اجر

ت طلب کرتے ہو جس کے باعث ان پر اس چٹی کا بوجھ بھاری ہو رہا ہے؟

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ما اسئلکم علیه من اجر میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا

حضرت نوح جو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے نوسو پچاس برس تک کوشش کرتے رہے، انہوں نے اپنی قوم اور امت پر کچھ بوجھ نہ ڈالا بلکہ یہی فرماتے رہے کہ:

یا قو م لا اسئلکم علیه ما لًا ان اجر ی ا لّا علی الله۔

حضرت ہودؑ نے بھی اپنی قوم عاد کو یہی فرمایا کہ:

یا قو م لا اسئلکم علیه ا جراً ۔ ان اجر ی الّا علی الذی فطر نی افلا تعقلو ن

(پ۱۲ع۵)

حضرت صالح نے اپنی قوم ثمود کو اور حضرت شعیب نے ایکہ والوں کو...اور حضرت لوط وغیرہ سب سچے رسولوں نے اپنی اپنی قوموں سے یہی کہا تھا ما اسئلکم علیه من ا جرِ ۔ ، ان اجر ی ا لّا علی الله۔ بتاؤ مرزا جی کو کبھی ایسا الہام ہوا، یا کسی وقت ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکلے جو ان کے دنیا سے بے رغبت ہونے پر دلالت کرتے ہوں؟

نہیں، بلکہ وہ آخری وصیت میں مرتے مرتے بھی غریب مریدوں کو قادیانی مقبرے میں دفن ہونے سے بہشت کا لالچ اور دھوکہ دے کر ان کی جائدادیں ہضم کرنے اور ان کے گھر بار لوٹنے، ان کے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر اپنی اولاد کا پیٹ بھرنے کے لئے خوب ہی بندوبست کر گئے۔ کیا یہ اللہ والوں اور مقربان خدا خصوصاً نبیوں اور رسولوں کا کام ہے؟ ہر گز نہیں۔ سچے نبیوں کے مرنے کے بعد تو ان کی جائداد اور ورثہ سے ان کی اولاد بھی محروم رہا کرتی ہے وہ اپنے آخری دم میں یہ وصیت کیا کرتے ہیں کہ نحن معاشر ا لا نبیاء لا نو ر ث ما تر کنا صدقة یعنی ہماری اولاد کو ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوا کرتا بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور خیرات میں دے دیا جاتا ہے۔ اگر مرزا جی سچے نبی تھے تو اپنے وصیت نامہ میں یہ وصیت اپنی اولاد کے لئے کیوں نہ کر جاتے۔ سنو! مرزا جی اعلیٰ درجے کے دنیا پرست اور تمام جہان کی دولت سمیٹ کر اپنی اولاد کے لئے اکٹھا اور جمع کرنے کی فکر میں ہر دم لگے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ اپنی لڑکی مبارکہ بیگم کا نکاح بھی مالیر کوٹلہ

کے ایک رئیس محمد علی خان سے کر دیا اور چھپن ہزار مہر مقرر کرا کے اس کی ساری جائداد پر پانی پھیر دیا اور جو باقی رہا وہ بھی شاید بہشتی مقبرہ کی وصیت کے بہانہ سے ضبط کر لیا جس کی وجہ سے اس کی پہلی اولاد کو ساری عمر روزے رکھنے نصیب ہوں گے۔

مرزائیو! بتلاؤ یہی معیار ہے تمہارے نبی کی نبوت کے سچے ہونے کا، اسی لئے تم لوگ منہ پھاڑ پھاڑ کر کہا کرتے ہو کہ مرزا جی کے دعاوی کو منہاج نبوت پر پرکھنا چاہیے؟ کیا مرزا جی کے یہ کارنامے کسی سچے نبی کے کاموں سے کچھ بھی مماثلت اور مشابہت رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مرزا جی کی نسبت ایسا کوئی لفظ کسی واقف کی زبان سے ہرگز نہیں نکل سکتا جو ان کی بے رغبتی اور زہد یا خداترس ہونے پر دلالت کرے۔ جو شخص مرزا جی کی ہسٹری (سوانح عمری) سے واقف ہوگا وہ ضرور ہی انہیں کذاب مفتری غدار اور قارون ثانی کہے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ ج ۵ نمبر ۳۶ ۔ص ۳۔۵)

مرزا قادیانی کا پیغام صلح یا اعلان جنگ

جنگ کردی آشتی کن زانکہ نزد عاقلاں

ایں مثل مشہور اول جنگ آخر آشتی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے ایک مضمون تیار کیا تھا جس کو وہ عام مجمع میں سنانا چاہتے تھے، مگر خدا کی شان ان کی دعا قبول ہوئی کہ وہ حسب دعا خود مجھ سے پہلے مر گئے جس کا ہمیں بھی افسوس ہونا چاہیے۔ وہی مضمون پیغام صلح کے نام سے ۲۱ جون (۱۹۰۸ء) کو بمقام ہزارہا مخالفین وموافقین کے سامنے پڑھا گیا۔ ہم نے اس مضمون مطبوعہ کو دیکھا ہے۔ ہم منتظر تھے کہ دیگر ہم عصر اس کے متعلق کیا لکھتے ہیں، لیکن آخر میں معلوم ہوا کہ

ہمعصروں نے بجز ایک معمولی خبر لکھ دینے کے باقی حصہ اہل حدیث کے لئے چھوڑ دیا ہے کیوں نہ ہو:

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

مرزائی پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ہندؤوں اور آریوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم ہمارے نبی کو اور مجھ کو مان لو، اور ہم تمام مسلمان خصوصاً مرزائی تمہارے اوتاروں اور ویدوں کو الہامی اور خدا کا کلام مان لیتے ہیں۔ پس تمہاری ہماری صلح ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ (مرزا قادیانی) کے الفاظ یہ ہیں:

اے مسلمانو! جب کہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں، اور تم بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو، پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہوگا کیونکر تم میں اور ان میں ایک سچی صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی ہو جائے مگر وہ دلی صفائی جس کو در حقیقت صفائی کہنا چاہیے، صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی جب کہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے، اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ (پیغام صلح۔ از مرزا قادیانی۔ ص ۲۱)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ سودا تو بہت سستا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس پیغام صلح میں بھی مرزا صاحب نے (مرزائی دوست معاف فرماویں) اپنی دجالیت کا پورا ثبوت دیا ہے۔ اس پیغام میں آپ نے شریعت اسلام کی مخالفت کے علاوہ اپنی سابقہ تحریرات کے بھی خلاف کیا ہے۔ بلکہ بغور دیکھیں تو عقل و دانش کی بھی پرواہ نہیں کی

پہلے ہم اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی سابقہ تحریروں کے خلاف کیسے کیا ہے۔

آپ اپنی مایہ ناز کتاب (جس کو آپ کے خلیفہ نور الدین بڑے فخر سے آریوں کے مقابلہ کی تصنیف کہتے ہیں) شحنہ حق میں ویدوں کی نسبت اظہار رائے یوں کرتے ہیں:

وید صرف اس زمانہ کے موٹے؟ اور پست خیالات ہیں کہ جب آریوں میں مخلوق اور خالق میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور عناصر اور اجرام سماوی کو خدا تعالی کی جگہ دی گئی تھی چنانچہ رگ وید کے شاعرو ں کے ایسے پر جوش شعر ہیں جن میں اندر و اگنی وغیرہ سے بہت سی گوئیں اور گھوڑے اور ... کا مال مانگا گیا اس

بیان پر شاہد ہیں۔ (شحنۂ حق ص ۱۹؟)

شاید کوئی مرزاجی کا مرید یہ کہے کہ یہ رسالہ بہت پرانی تصنیفات سے ہے ممکن ہے اس زمانہ میں مرزاصاحب کا یہی خیال ہو مگر بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ ویدوں کو جتنا برا جانا گیا تھا وہ دراصل اس برائی کے مستوجب نہیں، بعد کا کلام صحیح ہے، تو ایسے دوراندیش حضرات کیلئے ہم مرزاصاحب کے اسی پیغام میں ایک مقام دکھاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ مرزاصاحب آج تک اسی.. پر مصر ہیں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اگر آج وہی ہندو کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمانوں سے آ کر بغل گیر ہو جائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں، اور اسلام کو الوداع کہدیں تو جن تنازعات کا نام اب پولٹیکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں گے کہ گویا کبھی نہ تھے۔ (ص ۱۸)

لطف یہ ہے کہ سابقہ حوالہ کے ساتھ پہلے ہی صفحہ پر یہ تحریر ملتی ہے جس میں مرزاصاحب نے ویدوں کو اگنی وایو پرستی کا راہ نما کہہ کر مشرکانہ تعلیم کا معلم بتلایا ہے پھر اسی وید کو مسلمانوں کے لئے قابل تسلیم بتلا کر مصالحت کی بنا قرار دیتے ہیں (واہ سبحان اللہ)

مرزائیو! مرزاصاحب زندہ ہوتے تو ہم ان سے بہت کچھ پوچھتے۔ آہ افسوس آج ہمارا مخاطب ہم سے دور ہے، اس لئے ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہی تمہارے ہادی پیغمبر، ابن اللہ، مسیح اور مہدی کی ہدایت ہے کہ جس کتاب کو خود ہی مشرکانہ تعلیم کا معلم کہتا ہے اسی کو تم سے منواتا ہے؟ (معاف کیجئے) تف ہے ایسی مسیحائی پر اور حیف ہے ایسی مہدویت پر۔ مسیحائی اور مہدویت تو بڑی بات ہے ایک ادنی مصنف کی شان سے بھی بعید ہے کہ اپنی کہی ہوئی بات کے خلاف ایسی جلدی دوسری بات کہدے کہ پہلی بات لکھنے والے قلم کی سیاہی بھی ہنوز خشک نہ ہوئی ہو۔ اسی قرآن شریف میں ایسی اختلاف بیانی کو اس امر کی دلیل گردانا ہے کہ اس کا قائل خدا کے بلانے سے نہیں بولتا۔

دوسری بات کا ثبوت کہ مرزاصاحب کا یہ پیغام شریعت اسلامی کے بھی خلاف ہے، یہ ہے کہ قرآن مجید نے گو یہ کہا ہے کہ ہر ایک قوم میں خدا کی طرف سے سمجھانے والے آتے رہے، مگر ہندوستان کی کسی کتاب

یا کسی ملہم کا نام نہیں بتلایا۔ پس یہ مجمل بات تو ٹھیک ہے کہ ایسے وسیع ملک میں بھی ضرور خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا سمجھانے والا آیا ہوگا، مگر ان کی اور ان کی کتاب کی تعیین ثابت نہیں۔ اسی لئے آج سے پہلے جن بزرگوں نے ہندوستان میں کتاب اور ملہموں کے آنے کی بابت اظہار رائے کیا ہے، انہوں نے کتاب کا نام اور ملہم کا نام نہیں بتلایا۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت مجدد الف ثانی، مرزا جان جاناں، مولوی شیخ عبید اللہ رحمة الله عليهم اجمعين نے بھی اپنی اپنی تحریرات میں یہ لکھا ہے کہ ہندوستان میں الہامی کتاب اور ملہم ہوئے ہیں مگر تعیین ان کی نہیں کر سکے کیونکہ شریعت میں تعیین نہیں آئی تھی۔ مرزا صاحب چونکہ خود ملہم تھے اس لئے ہم ان کے الہام کی تو نہیں کہتے، البتہ شریعت اسلام کی سناتے ہیں کہ ہندوستان کی کسی الہامی کتاب اور الہامی شخص کی تعیین قرآن و حدیث میں نہیں آئی۔ لہذا مرزا صاحب کی یہ تعلیم کہ وید الہامی ہیں اور کرشن جی نبی تھے، قرآن شریف ہم کو اس کی ہدایت نہیں کرتا۔

ایک اور طرح سے بھی مخالف ہے کہ قرآن شریف نے غیر قوموں سے مصالحت کرنے کے لئے یہ شرط ہرگز نہیں لگائی کہ وہ ہماری کتاب اور ہمارے نبی کو مان لیں گے تو مصالحت ہوگی ورنہ نہیں، نہ ایسا کبھی ہوا، نہ کسی اسلامی تاریخ سے اس افتراء کا نشان ملتا ہے۔ ہاں عیسائیوں اور آریوں کا یہ ایک پرانا الزام ہے کہ اسلام ایمان بالجبر کی تعلیم دیتا ہے جس کو مرزا صاحب نے اور تقویت دی۔

ہم حیران ہیں کہ مرزا کے دماغ میں خلل تھا یا وہ اپنے دام افتادوں کو احمق جانتا تھا۔ اس سے بڑھ کر تعجب ہے کہ حکیم نور الدین راس المجانین اسی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

میں حضرت امام مسیح موعود و مہدی معہود کیخلاف ذرہ بھر کو بھی ہلاکت کا باعث اعتقاد رکھتا ہوں۔

ناظرین! یہ ہیں پاگل پارٹی کی باتیں جن کو حکیم امت اور بہت بڑے عالم فاضل کہا جاتا ہے جو خود ہی اپنے دعوی علم میں اس قدر تکبر رکھتا ہے کہ اپنے مخالفوں کو نادان اور متکبر کے سوا کوئی لفظ بولنا پسند نہیں کرتا۔ ہم نے جہاں تک آپ کی تحریرات متعلقہ مشن مرزا دیکھی ہیں وہ سب کی سب اسی پاگلانہ بکواس کے ذیل میں آتی ہیں کیونکر نہ ہو آخر مرید کس کے ہیں: گرو جنہاں دے ٹپڑیں چیلے جانڑ شڑپ

کفار کے ساتھ مصالحت بغیر کسی شرط کے جائز رکھی گئی ہے غور سے سنو: وان جنحوا للسلم

فاجنح لها و توکل علی الله (اگر مخالف صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی منظور کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو)
اس مصالحت میں یہ بھی نہیں کہ مذہبی مناظرہ نہ کریں، بے شک کریں لیکن اپنے شبہات کو شائستگی سے پیش کریں، نہ کہ دل آزاری سے۔ پس لعن طعن اور دل آزاری کے چھوڑنے پر مصالحت کلی ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ ہم ان کی کتاب کو مانیں، یا وہ ہمارے نبی پر ایمان لاویں۔ افسوس کہ مرزا اور مرزائیوں کو خلافت راشدہ کی تاریخ بھی معلوم نہیں، یا اپنے الہاموں کے مقابلہ پر اس سب کو فضول اور غلط جانتے ہیں۔

اب ایک اور طرح سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ لیکچر پیغام صلح نہیں بلکہ اعلان جنگ ہے۔ لیکچر کے مرتب نے جو ایک گریجوایٹ وکیل ہیں اور اپنے دماغ میں بہت کچھ بو رکھتے ہیں، مرزا جی کے مشیر قانونی اور فدائی ہیں۔ دیباچہ میں لکھا ہے کہ:

(یہ نسخہ پیغام صلح) ایک ایسے حقیقی طبیب کا تجویز کردہ ہے جسے خدا تعالی نے اس ملک میں امن و آشتی کے پھیلانے کے لئے بھیجا۔ جو صلح کا مشن لے کر دنیا میں آیا، اور جو اپنی مدت العمر میں جہادی جنگوں کی بیخ کنی کر کے اپنے آخری ایام میں مذہبی مجادلات میں دل آزاری کا خاتمہ اس پیغام صلح کے ذریعہ کر گیا (ص ۱)

اس کلام میں دعوی کیا گیا ہے کہ پیغام صلح مذہبی مجادلات میں دل آزاری کا خاتمہ کرنے والا ہے، مگر جب اس کو اندر سے پڑھتے ہیں تو انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ آریوں کی سخت توہین اور دل آزاری کوٹ کوٹ کر اس میں بھری ہے۔ شاباش ہے آریوں پر کہ انہوں نے اس کو خاموشی سے سنا (شاید دیوانے کی بڑ سمجھا ہوگا)

ہم اپنی عادت کے مطابق مخالف کا مضمون اسی کے الفاظ میں بتلاتے ہیں مرزا صاحب اسی پیغام صلح میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی غیرت اور شرافت اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے بلکہ ہماری نیک نیتی بڑے زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئیں ہیں (پیغام صلح۔ ص ۲۴)

یہ فقرات ایسے مذہبی مجادلہ اور دل آزاری سے بھرے ہوئے ہیں کہ ہمارے کیا ہر ایک اہل انصاف

کے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی لفظ دل آزار ہو نہیں سکتا۔ آریوں کی مذہبی تعلیم نیوگ پر دو طرح سے حملہ کیا گیا ہے۔ ایک تو اس کو ویدوں کے خلاف بتلایا ہے، دوئم انسانی غیرت اور شرافت کے بھی مخالف کہا ہے۔ بتلایئے اس سے زیادہ اور دل آزاری کیا ہو سکتی ہے؟

مرزائیو! شرم کرو ایک ایسے پر از شر مضمون کا نام تم پیغام صلح رکھتے ہو؟ جو دل آزاری میں اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ مخالف کا جوش بھڑکانے میں اعلان جنگ کا کام دے۔ کیا سچ ہے

کیئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

ہم ایک اور طرح سے بھی اس پیغام صلح پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب باوجود مجدد اور کرشن گوپال ہونے کے مذہبی مناظروں میں کسی اصول کو یجاد کرنے کی بجائے خود سوامی دیانند کے اصولوں کے پیرو ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے مرزائی دوست ذرا صبر سے ہمارے دعوی کو سنیں اور دلیل کو غور سے دیکھیں۔

سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش میں اصولاً ایک بات لکھتے ہیں۔ غور سے سنو!

جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے (طبع اول۔ ص ۶۹۷)

اس کلام دیانندی کا مطلب صاف ہے کہ جس مذہب کو ہزاروں اور کروڑوں آدمی مانتے ہوں وہ سچا ہے گویا کثرت معتقدین اس مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے۔ (دیانندیو! اسلام کے معتقدین کا شمار کتنے کروڑ تک ہے۔ جانتے ہو؟ سوچ کر کہنا۔ پھر اسلام کو جھوٹا کہنے والا کون ہوگا؟ کہو جی کون دھرم ہے؟)

اسی اصول کو لے کر مرزا جی ویدوں کی تصدیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت (ہندوستان) کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برس سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو مفتری کا کلام ہے۔ (پیغام صلح۔ ص ۲۴)

مرزائیو! سچ کہنا یہ اصول کتاب اللہ کا ہے، یا دیانند جی کا؟ کہتے ہوئے ذرہ اس آیت کو بھی غور کر کے پڑھنا:

ان تطع اکثر من فی الا رض یضلوك عن سبیل الله (زمینی باشندوں کی کثرت کی پیروی کرو گے تو تم کو خدا کی راہ سے بہکا دیں گے)۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ کثرت رائے حقیت کی دلیل نہیں، مگر دیانندی اور مرزائی اصولوں کے لحاظ سے۔

مرزائیو! قرآن مجید چھوڑ کر تمہیں اچھا ساتھی ملا:

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

اس لیکچر کے دیکھنے سے ہمارا مرزا صاحب کی طرف سے رہا سہا اعتقاد بھی اٹھ گیا۔ گو ہم مرزا صاحب کے دعووں کے مصدق نہ تھے، مگر ہمارا اعتقاد تھا کہ آپ مصنف بے شک ہیں کیونکہ ۲۸ سال سے آپ کی مشق ہے۔ گو آپ کی تصنیف کا خلاصہ دو حرفہ اتنا ہی تھا کہ : جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جا

مگر اس لیکچر کے اخیر میں چند متفرق یادداشتیں مرزا صاحب کی جمع کی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب فن تصنیف میں وہی مرتبہ رکھتے تھے جو ایک نو آموز واعظ رکھتا ہے کہ قبل از تقریر مختلف مواقع کی چند آیات لکھ کر اپنے پاس جمع کر لیتا ہے، پھر وقت پر ان سے کام لیتا ہے۔ لیکن جو لوگ فن تصنیف میں کمال رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ درجہ طفلانہ ہے، نہ کاملانہ۔

اخیر میں ہم اپنی حیرانی ان مسلمان بیرسٹروں اور گریجوایٹوں کی نسبت بھی ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے باوجود مرزائی نہ ہونے کے ایک مرزائی کے جال میں پھنس کر ایسے پیغام صلح کے لئے جلسہ کے اشتہار پر دستخط کر دیئے جو درحقیقت اسلام کے، عقل، بلکہ خود لکھنے والے کے بھی مخالف ہے جو محض ایک بازیچہ اطفال اور مضحکہ صبیان سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۰۸ء۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ ج ۵ نمبر ۳۷۔ ص ۲۔ ۵)

قادیانی کیمپ میں بے چینی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی دجال کا حال ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہ ہوگا کہ اس نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جو قادیانی اخبارات بدر اور الحکم میں علی الترتیب ۱۸۔ اور ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا تھا اس میں دجال نے بڑے زور کے ساتھ بطور تحدی یہ دعا کی تھی جس کو آخری فیصلہ کہا تھا کہ، مولوی ثناء اللہ پر میری زندگی میں طاعون ہیضہ وغیرہ نہ آئے تو میں خدا کی طرف سے نہیں یہ بھی لکھا تھا کہ

: اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات مولوی ثناء اللہ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

یہ بھی لکھا تھا کہ اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔

یہ بھی لکھا کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی

اب جو ۲۶ مئی کو دجال کے مرنے پر اس دعا کا اثر ظاہر ہوا تو قادیانی کیمپ میں بے چینی کے آثار نمودار ہونے لگے اس خدائی فیصلہ کو جس سے مرزا صاحب کی شان عالی کا ثبوت ہونا تھا کہ آنجناب کی یہ دعا خدا نے قبول کر کے آپ کا مستجاب الدعوات ہونا ثابت کیا دجالی ذریت نے پبلک کی نظر میں خدائی فیصلے کو مشتبہ کرنے کے لئے بہت سی تاویلیں نہیں بلکہ ایسی تحریفیں کیں کہ یہودیوں کے کان کاٹ ڈالے۔

اس کے متعلق انہوں نے چند وجوہات پیش کی ہیں جن کی تفصیل مع جواب درج ذیل ہے:

اول یہ کہ مرزا صاحب ہلاک نہیں ہوئے بلکہ فوت ہوئے ہیں ہلاک وہ ہوتا ہے جس کا سلسلہ مٹ

جاوے مگر مرزا کا سلسلہ ہنوز جاری ہے (بے حیائی ہے)

جواب: ہلاک کا یہ معنی کسی قادیانی ڈکشنری (لغات) میں ہوں تو عجب نہیں ورنہ اور کسی لغت میں تو نہیں ملتے۔ مرزائیو! آؤ ہم قرآن مجید کو اس امر میں حکم مانیں۔ جب پہلے بدر مورخہ ۲ جون میں یہ جواب نکلا تھا تو میں منتظر تھا کہ یہ لوگ قرآن کو دیکھ کر جلدی خود ہی نادم ہوں گے اور اس تاویل کو واپس لینے کا اعلان کریں لیکن آج تک بھی وہ اس پر مصر ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن مجید سے ایسے ناواقف اور نابلد ہیں جیسے کہ عموماً حق پسندی سے دور ہیں۔ مرزائیو ہوش سے سنو

ولقد جاءكم يوسف من قبل بالبينات فما زلتم في شك مما جاءكم به۔ حتى اذا هلك قلتم لن يبعث الله من بعده رسولاً (غافر۔۳۴)۔ اس آیت میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف سلام اللہ علیہ کے ہلاک ہونے یعنی مرنے کے بعد حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے۔ اور حضرت یوسف ہلاک ہوئے تو کیا ان کا سلسلہ اتباع مٹ گیا تھا، آج کوئی ان کو سچا واجب التعظیم رسول نہیں جانتا۔ کہتے ہوئے خدا سے نہیں تو مخلوق سے ذرہ شرم کرنا۔ اور سنو: بخاری میں حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں جب کوئی نبی ہلاک ہوتا تو اس کی جگہ اور نبی ہوتا۔

ایمان سے کہنا (ان كنتم مومنين) جن انبیاء کے لئے حدیث میں ہلاک کا لفظ آیا ہے ان کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آج کسی... (بجز قادیانی کے) نہیں رہا۔ ہائے افسوس تمہارے حال پر، دجال کو نبی بنانے میں یہاں تک بڑھ جاتے ہو کہ تمام نبیوں پر بھی حملہ سے نہیں رکتے۔ افسوس ہے تمہاری سچائی پر اور حیف ہے اس حمیت بے جائی پر۔

۲۔ دوسری تاویل دجاجلہ نے یہ کہ کہ مولوی ثناء اللہ کے متعلق کوئی پیش گوئی نہ تھی بلکہ محض دعا تھی جس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ دعا کا قبول ہونا نہ ہونا خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ بھی دھمکی دی ہے کہ ثناء اللہ اپنے کیفر کردار کو ضرور پہنچے گا۔ اسکا تو ہمیں رنج نہیں بلکہ خوشی ہے کہ دجاجلہ اب بالکل حرکت مذبوحی پر پہنچ گئے ہیں۔ ۲۵۔ اپریل کے اخبار بدر میں جو دجال اکبر کی ڈائری چھپی تھی اس میں صاف لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اس کی بنیاد خدا ہی کی طرف سے ہے۔ ہم (مرزا) نے اس کی طرف خیال کیا تو الہام ہوا اجيب

دعـوۃ الداع اذا دعان جس کا مطلب صاف تھا کہ خدا نے مرزا کی اس دعا کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے پھر کیوں کہتے ہیں کہ صرف دعا ہی دعا تھی۔ اس الہام کو ملا کر دیکھو تو پیش گوئی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا سو الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔ کیا ہی سچ ہے:

دعوی تو یہ تھا کہ مرجائیں گے اور اور تو زندہ ہیں خود ہی مرگیا

۳۔ تیسری تاویل یا عذر بارد یہ کیا کہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں نائب اڈیٹر کی طرف سے ایک نوٹ تھا کہ مرزا کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات مفسد اور کذاب کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے، اس پر آیت قرآنی پیش کی تھی و نـمـد هـم فـی طغیا نهم یعمهو ن ۔ پس اس نوٹ پر دجاجلہ نے وہ طوفان بے تمیزی برپا کیا کہ اس کے مقابل پر تمام مرزائی الہامات یک دم مٹی میں نہیں پائخانہ میں ڈال دیئے۔ شور مچا دیا کہ ثناء اللہ اپنے ہی اقرار کے مطابق خود مفسد اور کذاب ہے کیونکہ وہ حضرت صاحب سے پیچھے زندہ رہا ہے۔ اگر ہم ان کی سمجھ پر افسوس کریں تو بے جا ہے کیونکہ ایسے سمجھدار ہوتے تو دجال کے جال میں پہلے ہی کیوں پھنستے۔

مرزائیو! اول تو وہ نوٹ میرا نہ تھا، بلکہ راقم کا نام پیچھے اس کے لکھا تھا۔ تاہم میں اس کو صحیح جانتا ہوں اور اسکو مرزا کے حق میں سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ صرف اس اصول کے توڑنے کو تھا کہ مفسد اور کذاب کی عمر بہت نہیں ہوتی۔ اس کی تردید یوں تھی کہ مفسد اور کذاب کی عمر کبھی بہت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ خود مرزا کی عمر بقول اس کے ۷۵ سال کی ہوئی، حالانکہ حدیث میں آیا ہے اعـمـار امتی بیـن ستیـن و سبـعین و قل من یـجوز یعنی امت محمدیہ کی عمر ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی اور بہت کم اس سے آگے بڑھیں گے۔ مرزا کی عمر اس حدیث اور طبی قاعدہ سے بھی طبعی عمر سے بڑھ گئی۔ پس وہ نـمـد هم فی طغیا نهم کی ذیل میں آ گیا اور میں تو ابھی پورے چالیس سال کا ہوا ہوں پھر کیونکر کوئی دانا کہہ سکتا ہے کہ میری عمر اس وقت تک بہت لمبی ہوئی ہے (آئندہ کی خبر نہیں)

دجاجلہ نے اصل درازی اور تاخیر موت میں دانستہ یا جہالت سے تمیز نہیں کی۔ نوٹ مذکور کا مطلب اصل درازی سے تھا جو مرزا کو حاصل ہو چکی تھی یہ نہ تھا کہ مقابلہ میں بوقت تحدی جھوٹے کی زندگی سچے سے کم

ہوتی ہے۔

مرزائیو! بتلاؤ کوئی شخص اسّی (۸۰) کی عمر پا کر مرے، اور ایک شخص چالیس سال کی عمر کا اس کی موت کے وقت زندہ ہو، تو تم یہ کہو گے کے مردے سے زندہ کی عمر زیادہ ہے۔ کہو گے تو تف ہے تمہاری سمجھ پر۔ بس سمجھو کہ میری چالیس سالہ عمر کے مقابلہ پر (بقول مرزا) پچھتر سالہ عمر پانے والا بڑی عمر پا کر مرا، اور یہی اس نوٹ کا مطلب تھا کہ جھوٹے بھی کبھی کبھی عمر طبعی سے بڑھ جاتے ہیں۔

مرزائیو! آؤ ہم تم کو ایک اور طرح سے سمجھا دیں۔ غور سے سنو۔ ایمان اور دھرم سے بتلانا کہ ایک طرف میری تعلیم اور مسلمہ امور ہوں، دوسری طرف مرزا صاحب کی تعلیم اور مسلمہ امور ہوں، تو کس کو مانو گے اور کس کو چھوڑو گے۔ میری تعلیم اور مسلّمات کو یا مرزا کے مسلّمات کو۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا کے مقابلہ پر میری تو کیا تمام دنیا کی اور دنیا کے بزرگوں کی بھی پرواہ نہ کرو گے۔ پس اس اصول کے مطابق بتلاؤ کہ اگر میں ہی نے وہ نوٹ لکھا ہو، اور اس کا مطلب بھی وہی ہو جو تم نے سمجھا ہے، تو تمہارا اس میں کیا بھلا ہو سکتا ہے۔ تم تو مرزا کی امت ہو۔ مرزا کو مجدد، رسول، نبی، کرشن اور امام مہدی وغیرہ کہتے ہو، نہ کہ مجھ کو۔ پس میرے اعتقاد میں کچھ ہی ہو، میں تو تم کو مرزا کے فیصلے کی طرف بلاتا ہوں، نہ کہ اپنے منشاء کی طرف۔ پس اگر تم واقعی مرزا کی موت سے پہلے اس کو اپنا امام سمجھتے تھے تو تم کو چاہیے تھا کہ اس کے آخری فیصلہ پر نظر کر کے موت کے بعد (بقول اڈیٹر اہل فقہ) بے گور و کفن اس کو چھوڑ جاتے۔

اور سنو! چوتھی تاویل یا تحریف دجاجلہ نے یہ کی ہے کہ ۲۶۔ اپریل کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ نے اس صورت فیصلہ کو خود ہی منظور نہیں کیا تھا، لہذا مرزا صاحب کی موت پر اس کو اس اشتہار سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں۔ واہ خوب (بقول خود) پیغمبر، مرسل، خدا کے بیٹے کے منہ سے ایک بات بطور فیصلہ کرے، اور خدا اس کی اس دعا کو قبول کرنے کا الہام کر دے، مگر ثناء اللہ اس سب کو ملیا میٹ کر دے۔ افسوس ہے یہ لوگ قرآنی تعلیم سے ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے کوئی برہمن گائے کے گوشت کے ذائقہ سے۔

مرزائیو! سنو خدا تعالی فرماتا ہے ربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة۔

اور سنو! مايبدل القول لدیّ۔ خدا کے نزدیک حکم بدلا نہیں کرتا۔

سنو! میں نے تو اس لئے انکار کیا تھا کہ موت وحیات کسی کے اختیار میں نہیں۔ ممکن تھا کہ میں مرزا سے پہلے مرجاتا (نہ اس کے بتلانے سے بلکہ تقدیر سے) تو مرزا اور مرزائیوں کو مخلوق کے گمراہ کرنے کے لئے ایک بات مل جاتی۔ اس لئے میں نے اعلان کیا تھا۔ مگر یہ اعلان خدائی فیصلہ میں کسی طرح موثر نہیں ہوسکتا تھا، اور نہ ہوا۔ ہاں اس بات کا کھلے لفظوں میں اعلان کرتا ہوں اور علماء کرام کے خوف سے نڈر ہو کر بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت مرزا صاحب کیسے مستجاب الدعوات ثابت ہوئے کہ جو کچھ حضرت ممدوح نے خدا سے مانگا تھا کہ ہم دونوں (مرزا اور ثناء اللہ) میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے، وہ اسی طرح ہوا۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا فالحمد لله رب العالمین۔ آہ! کیا سچ ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر　　کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اخیر میں ناظرین کو مرزا صاحب کی تحریر میں سے ایک فقرہ سنا کر مضمون ہذا کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں، بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں، آپ (ثناء اللہ) پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ کیا سچ ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء ۔ ۲ رجب ۱۳۲۶ھ۔ ج ۵ نمبر ۳۹۔ ص ۲۔۴)

دہلی میں عجیب مقدمہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

دہلی میں ہمارے دوست مولوی حشمت علی صاحب اور منشی قاسم علی مرزائی کی تکرار ہوئی کہ مرزا صاحب اور مولوی ثناء اللہ کا مباہلہ ہوا تھا۔ آخر ہوتے ہوتے یہاں تک بات پہنچی کہ منشی مذکور نے تحریری معاہدہ

لکھ دیا کہ مولوی ثناء اللہ نے اگر مرزا صاحب سے مباہلہ کیا ہو، یا اس مباہلہ کو مدار فیصلہ قرار دیا ہو، تو میں مبلغ... روپئے مولوی حشمت علی صاحب کو دونگا۔ مولوی صاحب نے دلائل سے اپنے مدعا کو ثابت کیا، مگر فریق مخالف نے تسلیم نہ کیا۔ آخر نوبت عدالت تک پہنچی۔ منصف صاحب نے جو ایک گریجوایٹ مسلمان ہیں اس تکا بوٹی کو اسلامی قوم کے لئے فضیحہ جان کر فریقین کو صلح کے لئے سمجھا۔ منشی صاحب سے کہا کہ آپ مبلغ.. روپئے کسی اسلامی انجمن میں دے دیں تو دونوں کو ثواب ہوگا۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر کہا کہ دونوں صاحب کسی کو ثالث مان لو۔ اس پر مولوی صاحب نے جناب مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم کو ثالث مانا، جو دہلی میں مقیم تھے مگر مرزائی فریق نے مولوی محمد احسن صاحب مرزائی مقیم قادیان کو اپنا ثالث بنایا۔ عدالت نے کہا اتنی دور سے ثالث کا آنا مشکل ہے اور بلانا عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔ مرزائی فریق چونکہ اس پر مصر رہا آخر کار یہ بات بھی قرار نہ پائی تو عدالت نے مولوی صاحب کو سمجھایا کہ آپ لوگ مصلحان قوم ہیں، آپ ہی معاف فرمادیں۔ مولوی صاحب نے بڑی فراخ دلی سے معافی نامہ لکھ دیا اور مقدمہ داخل دفتر ہوا۔

بحمد اللہ گو مولوی صاحب کو مبلغات نہ ملے مگر اس میں بھی ان کی عزت ہے کیونکہ اگر ثالث نامہ لکھا جاتا، اور مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم دوسرے ہی روز انتقال فرماتے (جیسا کہ وقوع میں آیا) تو مرزائی پارٹی خوب بغلیں بجاتی کہ یہ بھی ہمارے امام کا معجزہ ہوا کہ مولوی صاحب فیصلہ بھی نہ کر سکے۔ کیونکہ اس فریق کے پیشوا نے ان کو اسی قسم کے معجزات کی مشق کرا رکھی ہے۔ گویا لوہا ڈبونے اور بھس تیرانے میں یہ اور ان کا گرو کمال رکھتے ہیں۔ سچ ہے:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء۔ ص ۵۔۶)

مرزائیوں سے ایک سوال

جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیکم۔

بندہ نے جناب کے اہل حدیث کی معرفت مرزا صاحب سے ایک سوال کا جواب طلب کیا تھا جو آپ کے پرچہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء اہل حدیث میں درج ہے کہ فوت ہوجانے مرزا صاحب کے بعد جناب ام المومنین صاحبہ کے ساتھ کوئی مومن نکاح کر سکے گا یا نہ، جس کا جواب اب تک تو مرزا صاحب دے سکا، نہ بدر صاحب نے دیا۔ مرزا صاحب کو تو اس جواب کے دینے کی گرانی نے راہِ موت دکھایا، اور اڈیٹر صاحب بدر نے سربگریبان فرمایا۔ خیر اب ہم جناب کو تکلیف دیتے ہیں کہ جواب میرا بذریعہ اہل حدیث جناب حکیم نورالدین صاحب سے طلب فرماویں کہ جناب ام المومنین (نصرت) بعد وفات مرزا صاحب کسی مومن سے نکاح کرسکتی ہیں یا نہ۔ واضح رہے کہ میرا یہ غرض نہیں کہ وہ خواہ مخواہ نکاح کریں یا نہ کریں، بلکہ غرض یہ ہے کہ نکاح کرنا حضرت ام المومنین کو شرح احمدیہ میں جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب خواہ اڈیٹر صاحب بدر دیں یا جناب حکیم نور الدین صاحب دیں، یا کوئی اور صاحب فرقہ احمدیہ دے دیں، مگر دیں ضرور۔ مگر واضح رہے کہ یہ جواب ایسا ہے کہ جس نے مرزا صاحب کو موت تک پہنچایا اور اڈیٹر صاحب بدر کو سربگریبان فرمایا۔ اب دیکھئے جناب حکیم نورالدین صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ ۱۶ جون ۱۹۰۸ء حکیم خیر محمد ممبر کمیٹی ڈیرہ غازی خاں محلہ گلالہ

اڈیٹر اہل حدیث نے ادارتی نوٹ میں لکھا:

آپ کے سوال نے تو کمال ہی کیا۔ جوں ہی شائع ہوا گویا بندوق سے گولی نکلی تھی کہ فوراً ہی دوسرے ہفتہ مرزا صاحب انتقال کر گئے۔ اگر اس قسم کا سوال کسی شخص کی نسبت مرزا یا کوئی مرزائی شائع کرتا اور اس شخص کا انتقال بھی ہوجاتا، تو خدا جانے یہ لوگ کتنے ایک معجزات کے پل باندھتے۔ بہر حال ہم بھی سفارش کرتے ہیں کہ امت مرزائیہ اس سوال کا جواب دیں۔ غالباً منہاج النبوت کے مطابق جواب دیں گے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۸)

قادیانی فرعون

امروہہ سے ایک اشتہار ہمارے پاس پہنچا ہے جو قادیانی خلیفہ مولوی احسن صاحب امروہی نے اپنے کسی ملنے والے کے نام پر شائع کیا ہے۔اس میں اور جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب دینا امروہہ والوں کا فرض ہے مگر لگتے ہاتھ بقول کھسیانی بلی کھمبا نوچے، احسن صاحب ہم سے بھی الجھ پڑے ہیں۔لکھتے ہیں:

ہم نے سنا ہے کہ امروہہ والے مولوی ثناء اللہ کو ہمارے مقابلہ کے لئے بلانے والے ہیں مولوی ثناء اللہ کی بے علمی کی وجہ سے ہم نے اس کو آج تک اپنا مخاطب نہیں بنایا اور نہ بنانا چاہتے ہیں۔،

اس کے جواب میں ہماری تو دعا ہے کہ رب زدنی علماً

ما خاک نشینم انا را نشا سیم

صد شکر کہ در مذہب ما کبروا نا نیست

لیکن اے جناب آپ اتنا تو فرمایئے کہ جھوٹ بولنا آپ کے مذہب میں کیا حکم رکھتا ہے۔عرصہ مدید ہوا آپ مجھ سے قلمی خط وکتابت کرتے تھے اس سے بعد جب میں قادیان دارالزیان پر حملہ آور ہوا تو آخری فراری خط آپ ہی کی طرف سے آیا تھا۔زاں بعد آپ نے فی سبیل اللہ مرقع قادیانی مفت طلب کیا،تو آپ نے لکھا تھا کہ مرقع مجھ کو مفت دیا کرو، میں اس کے عوض میں آپ کا جواب لکھا کرونگا۔اس کے علاوہ آپ نے رسالہ ریویو قادیانی بابت جون وجولائی کے صفحات ۲۲۸ پر بزعم خود میرے جوابات دیئے ہیں۔اور سنئے جب کہ آپ کے پیرومرشد نبی اور رسول مرزا صاحب قادیانی میرے ساتھ مناظرہ مباحثہ کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ جواب دینے سے تنگ آ گئے تو میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اشتہار دیا۔اعجاز احمدی کتاب میرے ہی مقابلہ میں لکھی جس میں کئی جگہ مجھ کو قادیان پہنچنے کی دعوت دی میری نسبت آپ کا ایک شعر یہ ہے

أأخبت ذئباً عا ئناً او ابا الوفاء

اوا فیت مداً او رئیت امر تسر

(اس اجبت کے مفعول بہ امرت سر کو مرفوع دیکھ کر ہم نہ ہنسیں بلکہ اس تصویر کا مصور ایسا ہی جانیں۔اڈیٹر) رسالہ انجام آتھم میں مجھ کو مباہلہ وغیرہ کے لئے بلایا۔غرض کہ آپ کے پیرو مرشد مجھ کو ہمیشہ اپنا مخاطب بناتے رہے، بلکہ آپ خود بھی لکھتے رہے۔مگر آج کیا دال میں کالا ہے کہ آپ میرے سامنے آنے سے انکار کرتے ہیں۔کیا آپ اپنے پیرو مرشد سے مرتد ہو گئے ہیں یا اپنے آپ کو اس سے افضل جانتے ہیں۔نہیں نہیں کچھ بھی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

میں بھی آپ کی طرح انا خیر کہنے والے کا شاگرد ہوتا تو آپ کو صاف سنا تا کہ مولوی صاحب میرے سامنے آیئے، اپنی علمیت کی سندیں دکھا کر جوہر دکھایئے۔امتحان دیجئے اور لیجئے:

تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اگست ۱۹۰۸ء۔مطابق ۹ رجب ۱۳۲۶ھ ج ۵ نمبر ۴۰۔ص ۳)

ایک اور الہامی پیدا ہو گیا

پنجاب کی زمین بھی ایک عجیب مردم خیز قطعہ ہے۔الہامی اور پیش گوئیاں کرنے والوں کا تو گویا مولد یہی ہے۔ابھی کل کا ذکر ہے کہ مرزا قادیانی نے الہاموں اور پیش گوئیوں سے اودھم مچا رکھی تھی۔خدا خدا کر کے وہ ختم ہونے کو آئے، تو آج ایک ثانی الہامی پیدا ہو گیا۔

ابھی تک ثانی الہامی کی اپنی تحریر تو کوئی ہم نے دیکھی نہیں، مگر اس کے مریدین اپنا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔پھر کمال خوبی یہ ہے کہ اسی طرح کی الہامی مشین میں ان لوگوں نے بھی الہام بافی شروع کی ہے جس طرح کی مشین میں قادیانی مرزا کیا کرتا تھا۔مگر چونکہ ابھی نو آموز ہیں اس لئے کوئی کوئی الہام باوجود کوشش کے بھی اکارت جاتا ہے۔

ثانی الہامی کے مریدوں نے اول الہامی (مرزا) کے مرنے پر اپنے الہاموں کی پٹڑی جمانی شروع

کی ہے۔ہم اس موضوع پر کچھ نہ لکھتے مگر اتفاقاً ایک اشتہار حافظ ظفر علی لاہوری کا ہماری نظر سے گذرا جس کو دیکھ کر ہمیں خوف ہوا کہ یہ تو وہی قادیانی مشین ہے جس نے پہلے دنیا میں ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔ناظرین اب بغور سنتے جائیں کہ ثانی الہامی کے مریدوں نے کہاں تک درجہ بدرجہ ترقی کی ہے۔سب سے پہلے ان کی طرف سے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کے پیسہ اخبار لاہور میں ایک مضمون نکلا تھا جو یہ ہے:

۲۲ مئی کو بعد نماز جمعہ شاہی مسجد میں جو جلسہ مرزا صاحب قادیانی کے عقاید کی تردید میں منعقد ہوا اس میں حضرت سید جماعت شاہ صاحب مجددی نقشبندی محدث علی پوری نے اپنے وعظ میں مرزا صاحب کی نسبت پیشگوئی کی تھی کہ آپ سب گواہ رہیں کہ مرزا قادیانی بہت جلد عذاب کی موت سے مرے گا۔

پھر اسی مضمون کو المجد دنمبر ۶ میں یوں لکھا تھا:

رسالہ المجد دنمبر ۵ میں دیکھ سکتے ہیں کہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مدۃ العاشقین ،فرزند ختم المرسلین امام المسلمین قبلہ مومنین مجدد دوراں قطب زمان واقف اسرار خفی وجلی حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی صوفی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب مجددی نقش بندی محدث علی پوری ادام اللہ فیوضھم کی پیش گوئی جو حضور نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء بروز جمعہ شاہی مسجد میں اپنے وعظ کے اخیر میں مرزا قادیانی کی نسبت فرمائی تھی کہ مرزا بہت جلد ذلت اور عذاب کی موت سے مارا جائے گا ، یہ چوتھے ہی دن پوری ہوئی یا نہ ہوئی ،اور تازیانہ نقشبندی روحانی رنگ میں ظاہر ہوا یا نہ ہوا؟

اڈیٹر اہل فقہ (جو ثانی الہامی کے حلقہ بگوشوں میں فرسٹ نمبر ہے) نے بھی اخبار اہل فقہ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۰۸ء میں پیسہ اخبار کے مذکورہ مضمون ہی کا حوالہ دیا تھا۔لیکن چونکہ ۱۲ جون کے اہل حدیث میں ایک مضمون مدلل نکلا تھا جس کا عنوان تھا۔پیراں نمی پرند و مریداں ہمے پرانند،،اس میں ثابت کیا گیا تھا کہ اس قسم کے الہامات اور پیش گوئیاں قادیانی مشین کی ساخت اور اس شعر کے مصداق ہیں کہ:

این کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید وگفت باراں شد

ایسا کہنا کہ فلاں شخص جلد مرجائے گا یا ذلت کی موت سے مرے گا اپنے مفہوم میں بہت کچھ گنجائش رکھتا ہے،اس لئے ثانی الہامی کے مریدوں نے اس پیش گوئی کو ذرہ کسی قدر معقول پسند بنانے کے لئے ایک

اوراشتہار دیا جو ہمارا یہ نوٹ لکھنے کا باعث ہوا جس کے مضمون کے اصل فقرات یہ ہیں۔ راقم اشتہار مرزا کے قیام لاہور کے کچھ واقعات لکھ کر کہتا ہے کہ:

اس کے بعد ہر روز مرزا کے جائے قیام کے بالمقابل حضرات علمائے لاہور کی طرف سے ایک جلسہ حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم کی سرپرستی میں ساڑھے پانچ بجے شام سے دس بجے تک منعقد ہوتا رہا، جس میں مرزا کو دعوت دی جاتی رہی اور ہزاروں روپیہ کی طمع بھی دی گئی۔ لیکن شقاوت قلبی غالب تھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ۲۵۔۲۶ مئی کی درمیانی رات کو حضرت اقدس نے کھڑے ہو کر فرمایا:

کہ اب تک مرزا یا اس کا کوئی حواری مقابلہ پر نہیں آیا، حالانکہ میں اس کے ساتھ مناظرہ یا مباہلہ کرنے اور اسکے غالب آنے کی صورت میں اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ حسب وعدہ دینے کو تیار ہوں۔ اچھا نہیں تو دیکھنا چوبیس گھنٹہ کے اندر کیا ہوتا ہے۔

حضرت یہ فرما کر بیٹھ گئے اور جلسہ حسب معمول برخاست ہو گیا۔ ۲۶ مئی کے دن دوپہر سے پہلے پہلے مرزا کی موت کی خبر مشہور ہوئی۔ تحقیق سے معلوم ہوا رات کو حضرت اقدس نے جس وقت اپنے الفاظ ختم کئے تھے اس سے تھوڑے ہی عرصہ بعد مرزا کو ہیضہ کے آثار نظر آنے لگے۔ ۱۲ بجے تک مرض کا پورا غلبہ ہو گیا جس میں ۱۰ گھنٹہ مبتلا رہ کر جمعہ کی پیش گوئی سے پورے تین دن ۱۸ گھنٹے بعد مرزا ہزاروں ارمان سینے میں لئے ہوئے قبر میں سونے کے بالکل تیار ہو گیا۔،

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! دیکھئے کیسا نکتہ بعد الوقوع بنایا گیا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں:

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ۲۵۔۲۶ مئی کی درمیانی شب کو یہ گول مول پیش گوئی ثانی الہامی نے کی تھی تو کیا وجہ ہے کہ تم لوگوں نے آج تک اسکو شائع نہ کیا، حالانکہ ۲۶ مئی کو مرزا قادیانی مرا، تو ۲۷ مئی کے پیسہ اخبار میں اس کی موت کی خبر کے ساتھ ہی ۲۲ مئی والی گول مول، بے جوڑ پیش گوئی بھی شائع کر دی، مگر ۲۵۔۲۶ مئی والی یہ پیش گوئی کیوں چھپا رکھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی نکتہ بعد الوقوع سے زیادہ وقعت نہیں

رکھتی ۔علاوہ اس کے کیا یہ کوئی قابل فخر پیش گوئی ہے کہ دیکھنا چوبیس گھنٹوں میں کیا ہوتا ہے؟ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی بھی قادیانی مشین میں ڈھلی ہوئی ہے، جو احمقوں کو پھاندنے کے لئے بنائی گئی ہے۔لیکن تم لوگ یادرکھو اہل حدیث کو خدا کے فضل سے الہام شناسی اور تنقید کا پورا ملکہ ہے اس لئے آئندہ کو ایسی الہامی مشین کو نہ چلانا

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب سنئے اصل واقع کہ ہمارے مکرم برادر جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اڈیٹر الہادی سیالکوٹ بھی لاہور کے جلسوں میں برابر شریک تھے۔مولویاحب کا بیان ہے کہ ۲۵۔۲۶ مئی کی درمیانی شب کو جو جلسہ ہوا تھا، اس میں حافظ جماعت علی شاہ نے یہ کہا تھا کہ میں نے مرزا کو مباحثہ کی دعوت دی تھی اس نے اس کی قبولیت کی اطلاع نہ دی۔اب میں ۲۴ گھنٹوں کی اس کو اور مہلت دیتا ہوں ۔ یہ واقعہ ۲۵،۲۶ مئی کی درمیانی شب بوقت ۹،۱۰ بجے کا ہے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو مرزا کی موت خواب وخیال میں بھی نہ تھی بلکہ اس کی زندگی کا خیال تھا اسی لئے تو ۲۴ گھنٹوں کی مہلت دی تھی مگر افسوس کہ تقریر سے بارہ گھنٹے بعد مرگیا

افسوس ہے کہ ان لوگون نے احمقوں کے پھاندنے کے کیا کیا جال بنا رکھے ہیں۔آج کل پیری مریدی کا کیا کم تھا کہ اس پر الہاموں اور پیشگوئیوں کا ضمیمہ لگا لیا ہے سچ ہے:

حافظا مئے خورو رندی کن وخوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگران قرآن را

ایک وہ صوفی تھے جن کی کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں کہ کرامتیں مردوں کا حیض ہیں۔یعنی جس طرح عورتیں حیض کو چھپاتی ہیں اسی طرح اللہ کے بندے کرامتوں کو چھپاتے تھے کہ کہیں نفس میں عجب اور تکبر نہ آجائے۔آج یہ زمانہ ہے کہ اصل حیض تو بند ہے،مگر مصنوعی سرخی کپڑوں پر لگا کر حیض کا اظہار کیا جاتا ہے۔

کمال صرف یہ ہے کہ بڑے بڑے القاب علمی اور تعظیمی اپنے نام کے ساتھ لگا لئے جاتے ہیں۔وہ القاب دیکھ کر تو افسوس ہوتا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ اور پیر عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت نقش بندؒ وغیرہ

رحمة الله علیھم اجمعین کے لئے بھی کوئی لفظ باقی نہیں چھوٹتا۔

اخیر میں ہم بھی ایک وجدانی پیش گوئی کرتے ہیں کہ ثانی الہامی اوران کے حلقہ بگوش ہمارے جواب کی طرف توجہ تو کریں گے مگر یہ ان سے نہیں ہوسکے گا کہ ہماری طرح صحیح واقعات پیش کر کے جواب دیں، ہاں برا بھلا کہیں گے، اور گالیاں دے کر اپنے تصوف کا ثبوت دیں گے جس کے جواب میں ہم صرف دو حرفہ مضمون لکھیں گے:

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جوابِ تلخ مے زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۳۔۵)

حافظ جماعت علی شاہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حافظ جماعت علی شاہ صاحب کی بابت جو اہل حدیث مورخہ ۷۔اگست میں ایک مضمون لکھا گیا تھا جس کا عنوان تھا، لو ایک اور الہامی پیدا ہو گیا۔ اسکی بنا شاہ صاحب کی ان تحریروں پر تھی جس میں ان کے مریدوں نے شاہ صاحب کو آسمان پر نہیں بلکہ عرش عظیم پر پہنچا کر مرزا قادیانی کی موت کو آپ کی پیش گوئی کا صداق بنایا تھا۔ اس کے جواب میں ملا محمد بخش لاہوری نے ایک مضمون بھیجا اور زبانی بھی بیان کیا ہے کہ اڈیٹر المجد داور حافظ ظفر علی وغیرہ کے بیانات سب غلط ہیں۔ حافظ جماعت علی شاہ صاحب نے مرزا کی بابت کوئی پیش گوئی یا الہام نہیں کیا۔ اس کے جواب میں ہم ملا صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ آپ اس مضمون کا ایک مختصر سا رقعہ حافظ جماعت علی شاہ صاحب سے لکھوا کر بھیج دیں، تو کافی ہوگا، یا آپ خود ہی اس مضمون کا ایک خط المجد دمیں چھپوا دیں۔ ہم نے بھی جو تردید کی تھی تو ان مریدوں ہی کی کی تھی، جو شاہ صاحب کو ناحق زور سے بلندی پر پہنچا کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ: پیراں نمی پرندو مریدان ہمی پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اگست ۱۹۰۸ء ص ۶)

قادیانی مشین میں الہام بافی

ہمارے ناظرین اور احباب ہم سے پوچھا کرتے ہیں کہ قادیانی خلیفہ راس المجانین حکیم نورالدین کو بھی الہام ہونے شروع ہوئے ہیں یا نہیں۔ آج تک تو ہم لاعلمی بتلاتے رہے کیونکہ کوئی اطلاع اس امر کی نہ آئی تھی۔ آج ہم ایک اشتہار سے کچھ اقتباس بتلاتے ہیں جو اخبار الحکم کے ساتھ آیا ہے۔ یہ اشتہار کسی محمد یمین مرزائی ساکن داتہ ضلع ہزارہ کی طرف سے ہے۔ اس میں راقم اشتہار نے اپنے الہاموں کی فہرست دی ہے۔ چنانچہ ایک الہام آپ کا یہ ہے کہ:

جواب مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۰۶ء۔ دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور اس میں میرے نام ایک خط درج ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے محمد یمین تجھ کو معلوم ہو کہ الہامات کی شکل ایک بڑے ریگستان کی سی ہے اور اس ریگستان کے بیابان میں بہت ہی سنبھل کر قدم رکھنا چاہیے۔ تم کو معلوم ہو کہ صاحبزادہ عبد اللطیف اسی بیابان میں یک لخت جان قربان کر کے منزل مقصود کو پہنچ گیا اور دوسرا (عبدالحکیم) ہلاک ہو گیا۔ پس تم کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو اس میدان میں ہوش سے چلو تا ہلاک نہ ہو جاؤ، راقم۔ اللہ (جل جلالہ)

اسی فہرست الہامات میں راقم اشتہار اپنا یہ الہام بھی لکھتا ہے۔: محمد یمین، امیر المومنین۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ ایسے الہامات سے ہم تو خائف نہیں کیونکہ ہمارے ہاں تو بس ایک مثل ہے جو عربی میں ایک مثل کے طور پر بولا جاتا ہے کل صید فی جو ف الفراء

دجال اکبر کے الہامات سے زیادہ ان کی وقعت نہیں جانتے، لیکن مرزائیوں کو ان الہامات سے ضرور خائف ہونا چاہیے کہ ان کے امیر المومنین حکیم نورالدین کی موجودگی میں دوسرا شخص امیر المومنین کے لقب کا مدعی بنتا ہے۔ دیکھو بموجب حکم فا قتلوا، مرزائی خلیفہ اس کے قتل کا حکم دیتا ہے یا نہیں:

مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خررفت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ ستمبر ۱۹۰۸ء ص ۱۰)

رسی تو جل گئی پر بل نہ گیا

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی حقیقت شناسوں کی نگاہ میں برباد ہوگئی مٹ گئی ان کا سرگروہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا مگر ابھی تک اس کے دم خم باقی ہیں حیدر آباد (دکن) کی تباہی پر جہاں تمام مسلمانوں ہی کے نہیں ہندوستان بھر کے تمام دردمندوں کے دل آٹھ آٹھ آنسو جاری ہیں یہ پارٹی اس دردناک واقع کو بھی اپنے گرو (مرزا قادیانی) کی طرح ڈھٹائی سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتی ہے چنانچہ قادیان کا آرگن الحکم، قہری تجلی، کا عنوان دے کر لکھتا ہے:

جو لوگ اللہ تعالی کے ماموروں اور مرسلوں کے حالات سے واقف ہیں ان پر مخفی نہیں کہ ان کی تبلیغ پر انکار کی وجہ سے اللہ تعالی کے عذاب مختلف رنگوں میں آیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے وقت پر اہل دنیا کو آگاہ کیا، مگر شوخ اور بے باک لوگوں نے خود مخالفت کر کے دوسروں کو بھی گمراہی میں رکھا۔ طاعون نے ملک پر جو آفت برپا کی، وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ قحط کی بلا نے لاکھوں جانوں کا نقصان کیا۔ پھر زلزلہ نے جو تباہی دکھائی وہ ابھی کل کی بات ہے۔ اسپر بھی لوگوں نے بس نہ کی، اور خدا تعالی کی قہری تجلیوں کے اور تماشے دیکھنے کی آرزو کی۔

اتنے میں حضرت مسیح موعو کا وصال اور رفع ہو گیا اس پر نادانوں نے خوشیاں منائیں اور امراض مہلکہ کو آپ کی نحوست بتائی، اسی طریق پر جو پہلے بدکاروں اور شریروں نے کیا تھا، اور شائع کیا کہ اب امن ہو گیا۔ مگر وہ مکر اللہ سے غافل تھے، اور اوروں کو غافل کر رہے تھے۔ اس سال جیسا کہ قبل از وقت اپنے بندے (مرزا) کو خبر دی تھی ایسی پرزور بارشیں ہوئیں جس کی نظیر چوتھائی صدی پہلے تک نہیں ملتی۔ ان بارشوں نے

سینکڑوں مکانات اور جانوں کا نقصان کیا اور اس پر بھی بس نہیں ہوا۔

بخار اور ہیضہ نے اس مرتبہ وہ کام کیا جو طاعون کی سختی بھی بھول گئی۔ جس قسم کے خطوط یہاں آتے ہیں ان کو پڑھ کر سنگ دل سے سنگ دل انسان بھی کانپ جاتا ہے۔ یہ سب خدا تعالی کی قہری تجلی کے نمونے ہیں۔ یاد رکھو جس قدر تکذیب شرارت شوخی بڑھے گی، اسی قدر عذاب الٰہی زیادہ آئے گا۔ ان احمقوں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کا وجود باجود تو ایک امان تھا۔ وہ امان اب نہیں رہی، اس سے زیادہ خطرہ کے دن ہیں۔ ان سطور کی سیاہی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ حیدرآباد دکن کی تباہی کی خبر پہنچی۔ عبرت کیلئے اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ باتیں خدا تعالی کے موعود کے منہ نکل چکی تھیں پوری ہوئیں۔ احمق کہیں گے کہ حیدرآباد کا نام بتاؤ، صریح الہام بتاؤ، وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہتے رہیں اور بکتے جائیں۔ اللہ تعالی خود ان کے لئے کافی ہے۔ وہ شہر جو عروس دکن تھا آج تباہ اور برباد پڑا ہے۔ یہاں لاشوں کے ڈھیر اور کھنڈرات کا نظارہ نہایت ہی مؤثر ہے مفصل پھر لکھیں گے۔ (الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کس ایمان داری اور شوخ چشمی سے لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) تو امان تھا۔ اب تو وہ نہیں رہا۔ او ظالم! اس امان کی موجودگی میں تو طاعون جیسی بلا، تمام ہندوستان حتی کہ تمہارے دارالامان نہیں دارالکفر والطغیان قادیان پر بھی مسلط تھی۔ یہاں تک کہ تمہاری روحانی دیوار کے اندر بھی اسنے کئی دفعہ حملے کئے اور شکار لے گئی۔ تمہارا بھائی افضل اڈیٹر البدر اسی بلا کی نذر رہوا۔ قاضی امیر حسین کا بیٹا اسی کی بھینٹ قادیان میں ہوا۔ تمہارا اسکول اسی بلا کے خوف سے مدت تک بند رہا۔ تمہارے سالانہ جلسے رکے رہے۔ لیکن جوں ہی یہ خود ساختہ امان دفع ہوئی تو مثل مشہور خس کم جہاں پاک، کی صداقت نے جلوہ دکھایا۔ خدا کی شان اسی دم طاعون تمام ہندوستان میں قریب قریب معدوم ہوگیا۔ کیا یہی تمہاری امان تھی؟ کیا یہی حضرت اقدس کا الہام تھا ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء) او ظالمو! او بدخواہ خلائق لوگو! کیوں مخلوق کی تباہی پر خوشیاں مناتے ہو۔ خدا کا خوف نہیں تو مخلوق ہی ہی سے شرم کرو۔

یہی ظالم ۲۲۔ اکتوبر کی اشاعت میں امرت سر کی بیماری پر بھی اظہار مسرت کرتا ہے۔ مگر اسکو معلوم نہیں کہ خود

قادیان دارالزیاں میں بھی یہ کیفیت ہے کہ اسی کا بھائی بدر لکھتا ہے کہ موسمی بخار کی وجہ سے پورا اخبار شائع نہ ہوسکا۔ بلکہ الحکم کا اڈیٹر خود بھی لکھتا ہے کہ میں مع متعلقین عیال وسٹاف بخار میں مبتلا رہا۔(۳۰۔اکتوبر) ہم حیران ہیں کہ مرزائی معجزات کو ہم کس سے تشبیہ دیں بجز اسکے کہ یہ کہدیں

ایں کرامت ولی ما چہ عجب   گربہ شاشید وگفت باراں شد

چونکہ اندر کا چور خود اسے نادم کرتا ہے کہ مخالف صریح الہام پوچھیں گے اس لئے آپ ہی شوخی سے اسکا جواب دیتا ہے کہ مخالف بکتے جائیں۔واہ رے تیری شوخی۔

اخیر میں اس دعوی پر کئی ایک الہام بھی نقل کیے ہیں:

مثلاً ایک وبا پڑے گی۔ قیامت برپا ہوئی، لاکھوں انسانوں کو تہ وبالا کردونگا۔آسمان ٹوٹ پڑا۔وغیرہ

اس قسم سے الہامات حیدرآباد دکن کی تباہی پر چسپاں کئے ہیں۔کیا ہی مرزا کے گول مول الہام ہیں کہ جدھر چاہو پھیر لو۔ چنانچہ اعلی حضرت (مرزا) خود فرماتے ہیں: معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے...ہم کسی خاص پہلو پر زور نہیں دے سکتے کہ کیا مراد ہے۔(الحکم ۷افروری۱۹۰۷ء)

اومرزائیو! تمہیں یاد نہیں کہ تمہارے خلیفہ راس المجانین حکیم نورالدین نے آریہ سماج لاہور کی کانفرنس کے موقع پر مرزا کے الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ الہام کا صحیح ترجمہ کرنا ملہم کا کام ہے، میرا ترجمہ حجت نہیں۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ جب تمہارے خلیفہ کا ترجمہ حجت نہیں تو تم کون ہو کہ مرزا کے گول مول الہامات مذکورہ کو حیدرآباد کے متعلق چسپاں کرو۔تمہیں شرم نہیں آتی۔تمہارا گرو تو کہتا ہے ہم کو معلوم نہیں کیا مراد ہے، اور تم اس کو معلوم بتلاتے ہو (تف)

ایسے چومکھئے الہامات کی نسبت کسی رند شاعر نے کیا اچھا کہا:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے اوشوخ مزاج   بات وہ کر کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۰۸ء ص ۳۔۴)

الحکم پر بجلی گری یا نہیں

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

میں نے مرقع قادیانی کے کسی پرچہ میں لکھا تھا کہ کرشن قادیانی کے مرنے سے قادیانی مشن پژمردہ ہورہا ہے۔ اخبار الحکم پر بھی بجلی گری ہے کیونکہ باقاعدہ وقت پر نہیں نکلتا۔

اڈیٹر الحکم نے بجلی گرنے سے انکار کیا تھا مگر ۱۰ نومبر کے پرچہ میں آخر کار ہماری بات کی تصدیق کرنے کے سوا اس کو چارہ نہ رہا۔ بہت بڑا لمبا مضمون اپنی دردسری خسارہ اور خریداروں کی ناقدری کا لکھ کر تحریر کرتا ہے کہ:

ایک سال ختم ہونے سے پہلے ہی دو ہزار روپیہ کے قریب خسارہ پڑا۔،

الحکم مندرجہ بالا وجوہ سے مشکلات میں ہے اور سخت مشکلات میں ہے۔،

انہی وجوہات سے اخبار کی باقاعدہ اشاعت پر اثر پڑتا ہے اور مجھے ہدف ملامت ہونا پڑتا ہے۔،

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: الحکم کی اس بے وقت موت پر ہمیں بھی رنج ہے۔ اے کاش وہ ہماری مدد قبول کرے تو معاصرانہ لحاظ سے ہم بھی اس کو مدد پہنچاسکیں اگرچہ فرمان خداوندی فقطع دابر القوم الذین ظلموا کا تو کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء۔۔۲۵ شوال ۱۳۲۶ھ ص ۵)

قادیانی کذب بیانی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی کی کذب بیانیاں ایسی نہیں کہ ان کے اظہار کی حاجت ہو۔ اعلی حضرت آنجہانی تو تھے ہی، ذریت شیطانی بھی اس رنگ میں رنگی ہوئی ہے کہ کالہ نہ ھو کا نقشہ نظر آجاتا ہے۔ قادیان کا اخبار جس کا دعوی ہے کہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ سب سے پہلا اور مشہور ومعروف اخبار ہوں، اپنی پیشانی پر دکھاتا ہے کہ میں ہر مہینے کی ۲، ۶، ۱۰، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۶، ۳۰ تاریخوں کو نکلتا ہوں، مگر کذب بیانی کا نمونہ دیکھئے کہ ۱۸ نومبر کو نمبر ۵۸ نکلا تو ۱۰ دسمبر کو نمبر ۵۹ پیدا ہوا۔ اس پر بھی ہمیشہ یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ہم صادقین ہیں، راست باز ہیں، ہم مسیح موعود کی امت ہیں، ہم اصحاب محمد ہیں۔ کیا سچ ہے:

کار شیطان میکند نامش ولی

گرولی این ست لعنت بر ولی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۰۸ء ص ۸)

قادیانی اخلاق

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ جونہی کسی نے اعتراض کیا آپ کپڑوں سے باہر ہوکر لگے اوسکو کوسنے۔ وہی حال اُن کی ذریت کا ہے۔ ہمارے مکرم برادر جناب مولوی حافظ حاجی محمد ابراہیم صاحب فاضل سیالکوٹی نے چند سوال خلیفہ قادیانی کی خدمت میں پیش کئے۔ سوال کیا تھے، عالمانہ استفسار تھے۔ جب قلمی جواب نہ ملا، تو آخر اُنہوں نے اہل حدیث میں شائع کرادیئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قادیانی اُمت شرم کرتی کہ جواب دینے میں کیوں غفلت ہوئی، بجائے اس کے فاضل موصوف کا نام

رکھا ''ملا ابراہیم''۔ یہ کہہ کر خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے اور اپنے اُستاد کی سنت پر پورا عمل کر کے انا خیر کا ورد کیا۔

جوابات کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہتے، نہ مولوی صاحب ممدوح خود لکھیں گے۔ ہاں اتنا پوچھتے ہیں کہ ''ملا'' کے لفظ سے تمہاری مراد اگر افغانستان کی اصطلاح ہے، یا الہ آباد یونیورسٹی کا سند یافتہ تو تو یہ لفظ کوئی حقارت آمیز نہیں۔ مگر غالباً تمہاری مراد یہ نہیں کیوں کہ تم تو مولوی صاحب کی تحقیر شان منظور ہے۔

پس ہندی عام اصطلاح کے مطابق ملا وہ ہے جو علوم دینیہ سے خالی کسی مسجد کا امام اور مسجد کی آمدنی پر گذر اوقات کرتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق تم بتلا سکتے ہو کہ جناب فاضل سیالکوٹی کسی مسجد کے امام ہیں۔ ہاں ہم کہتے ہیں اور ہمارے اس کہنے کی تصدیق تمہاری سیالکوٹی جماعت کر سکتی ہے کہ مولوی صاحب گھر کے آسودہ حال ہیں۔ اُن کے والد نے خود کئی ہزار روپیہ لگا کر بڑی نفیس اور بے مثال مسجد سیالکوٹ میں بنوائی ہے۔ اُس کے امام بھی مولوی صاحب خود نہیں بلکہ مولوی حکیم خدا بخش صاحب ہیں، جن کا اپنا گذارہ بھی فن طبابت سے بہت عمدہ ہے۔ پھر بتلاؤ یہ تمہارے اخلاق کیسے گرے ہوئے کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہو۔ تم ہی وہ لوگ ہو جن کی بات ''دجّال اکبر'' نے لکھا ہے کہ میرے مرید ''اصحاب محمدؐ'' کے برابر ہیں۔ دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۱۵۱۔ مگر ہاں تم لوگ بھی سچے ہو۔ تمہار پیر اور ہادی، مسیح اور مہدی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جھوٹ بولنے سے اوسکو کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی طرح اُس نے میری بابت بھی ایک واقعہ لکھا تھا:

''دو دو آنوں پر وعظ کہنے والا، کفن فروشی سے گذارہ کرنے والا۔ (اعجاز احمدی، ص:۲۳)

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام، نہ وعظ گو، نہ جنازہ خواں، نہ ہوا، نہ ہونے کی خواہش، نہ توقع، نہ شوق۔ بلکہ میری دعا ہے کہ خدا میری اولاد میں بھی قیامت تک کسی کو ایسا نہ کرے۔ مگر تمہارے گرو نے میری تحقیر شان کر کے تمہاری آنکھوں میں مٹی ڈالنے کو ایسا لکھا۔ کیا امرت سر کے مرزائی مرزا کے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر تم لوگ کسی عالم فاضل کی نسبت ایسے الفاظ لکھو تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ نہ لکھنا تعجب ہے۔ سچ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں　　رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد۔ نمبر۔ مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۰۹ء ص:۹)

مباحثہ رامپور

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ مباحثہ رام پور کی فتح کے متعلق جن احباب نے خطوط بھیج کر مبارکبادیں دی ہیں، خاکسار ہیچ کاراُن کے حسن ظن کا شکرگذار ہے۔ تمام خطوط جن میں احباب نے اظہار مسرت کیا ہے، نقل نہیں ہوسکتے ایک خط نمونہ کے طور پر درج ہے:

ہمارے معزز اسدالہند جناب مولانا ثناءاللہ صاحب زید مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ واللہ وبرکاتہ۔

آج مورخہ ۵/جولائی سنہ رواں کو کیفیت مباحثہ رامپور پرچہ میں نہایت شوق سے دیکھا۔ مولانا مبارک ہو۔ مبارک شاباش مرحبا جزاک اللہ۔ ایسے بھرے دربار میں جس میں حضور ہز ہائنس بذات خاص جلوہ افروز تھے، اور علماء اسلام کا جمگھٹا تھا، ایسی حالت میں آپ کا مرد میدان ہوکر مرزائی پارٹی کو دندان شکن جواب دیکر قافیہ تنگ کرنا اور اُن کی دھجیاں اڑانا، بس یہ آپ ہی کا حق تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا۔ بصد آرزو جمیع اہل اسلام آپ کے ترقی حیات کے دعاگو ہیں۔ فقط والسلام۔

راقم آپ کے دیدار کا شائق و دعاگو عبدالستار بسکوہری مدرس مدرسہ اسلامیہ آسنسول۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ بعض احباب نے فرط محبت میں اس ہیچکار بداعمال کو مجدد کا لقب عنایت فرمایا۔ ایسے احباب مطلع رہیں کہ جس دشمن اسلام پر فتح پانے کی خوشی میں مجھ کو مجدد کہہ رہے ہیں اوسکا دعویٰ بھی مجددیت ہی کا تھا، لہذا تمام مسلمانوں کو یہ لقب دیتے اور لیتے ہوئے ذرہ ڈرنا چاہئے۔ خاکسار ایسے تمام احباب کے لیے دعاگو ہے خداوند تعالیٰ حامیان دین کو دین و دنیا میں حسنہ عطا فرماوے۔

گو اخباری دنیا میں مباحثہ رامپور نے بہت شہرت حاصل کی اور لوگوں نے سمجھا کہ قادیانیوں کو آج ایسی شکست ہوئی ہے کہ اب وہ آئندہ کو نہ سسکینگے، مگر میرے خیال میں ان کی شکست کی بنیاد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء سے رکھی گئی تھی جس روز مرزا صاحب نے میرے متعلق اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے، اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔'' چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو

اس اشتہار کے مطابق آنجہانی تشریف لیجا کر میری (نہیں نہیں اسلام کی) فتح اور اپنی شکست پر دستخط کر گئے۔ اصل شکست تو اونکو ۲۶ مئی کے روز ہوئی تھی، مگر خیر چونکہ قادیانی پارٹی کو وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑا گھمنڈ تھا اس لیے خدا کو منظور تھا کہ کسی خاص موقعہ پر اس میں بھی ان کی ذلت کا ظہور ہو، سوالحمدللہ کہ ہو گیا۔

کچھ شک نہیں کہ ہز ہائینس نواب صاحب کے زیر اہتمام جلسہ نہوتا تو یہ حضرات پہلے ہی روز سامنے نہ آتے۔ اب تو بہانے کر رہے ہیں کہ ثناء اللہ نے ہم کو گالیاں دیں۔ اول تو کوئی نادان بھی باور نکریگا کہ ایک بااختیار والی ریاست کے زیر اہتمام جلسہ ہو، پھر اُس میں بازاریونکی طرح گالی بازی ہو۔ اصل یہ ہے کہ مرزائیوں کو شروع ہی سے میری شرکت کا خوف تھا۔ امرت سر میں ایک موقعہ پر مرزائیوں کا اجتماع تھا، اس میں وہ مشورہ کر رہے تھے کہ کسی طرح ایسی کوئی صورت ہو کہ ثناء اللہ مناظرے میں پیش نہو۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ مولوی احسن صاحب امروہی کو لکھنا چاہئے کہ نواب صاحب کے سامنے عذر کریں کہ ثناء اللہ میرے مقابلے کا نہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا اچھا وہ اگر یہ عذر کریں گے تو اول تو مجھے جواب دینے کی حاجت نہوگی، اگر ہوئی تو میں عرض کروں گا کہ جس حال میں اُن کا نبی اور مسیح مجھ کو خطاب کرتا رہا، یہاں تک کہ آخری فیصلہ کے اشتہار میں جان کی بروبازی مجھ سے اس نے لگائی، تو کیا یہ لوگ اپنے رسول سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کے خطاب کے میں قابل نہیں۔ اسی سے ثابت کروں گا کہ یہ لوگ دل سے مرزا کے مرید نہیں بلکہ یونہی ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ مگر خیریت رہی کہ احسن صاحب نے یا کسی اور نے یہ عذر نہ کیا۔

رامپور میں مباحثہ سے دوسرے روز شاید ۱۶ جون کے میں نے خواب میں دیکھا کہ مرزا صاحب سے میری ہاتھا پائی ہوئی، مگر حملہ میری طرف سے ہے۔ آخر یہ ہوا کہ میں نے اُن کو گرا کر اونکی ایک ٹانگ کو ہاتھ سے پکڑ کر سر کے ساتھ ملا دیا۔ پھر جو ہٹ کر سامنے آئے تو مٹی کا پیالہ جو میرے ہاتھ میں تھا میں نے اون کے منہ پر زور سے مارا، اور منہ سے بھی کچھ کہا۔ یہ خواب میں نے اپنے احباب کو رامپور ہی میں سنا دیا تھا۔ اس کی تعبیر حکیم نورالدین صاحب کچھ فرماویں گے تو سنوں گا۔

الحکم قادیانی اس شکست سے کھسیانے ہو کر پہلے تو فیصلہ دہندگان علما کو کوستا ہے پھر لکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور اُن کے معاونین کو اگر دعویٰ ہے تو ہم وفات مسیح کے متعلق اخبار میں مذاکرہ شروع کرتے

ہیں۔مولوی ثناء اللہ کے پاس اس میں کچھ ثبوت ہے تو وہ منظور کریں۔

جواب یہ ہے کہ ہم تو وفات مسیح کا مسئلہ قادیانی مشن سے بالکل بے تعلق جانتے ہیں۔ چنانچہ رسالہ الہامات مرزا میں بھی میں نے اعلان کیا ہوا ہے، اور رامپور میں بھی ایسا ہی کہتے رہے۔اس لیے ہمیں تو شوق نہیں کہ ہم اس مذاکرہ میں حصہ لیں، مگر چونکہ تم اس کے لیے درخواست کرتے ہولہذا ہم منظور کرتے ہیں۔مگر ایک شرط سے جو بالکل واجبی اور تمہارے امام کی منظور کردہ ہے کہ تمہارے ہی اخبار میں ایک مذاکرہ ''قادیانی الہامات'' کے عنوان سے ہوگا۔دونوں برابر چلیں گے اگر تم میں کچھ سکت ہے،تو اس کو منظور کرو، ورنہ نامنظوری کی معقول وجہ بتلاؤ۔

دیکھو اس موقعہ پر بھی میں وہی پیشگوئی کرتا ہوں جو رامپور میں وجدانی طور سے کی تھی کہ تم لوگ ہرگز ہرگز اس مذاکرہ کے لیے تیار نہ ہوگے۔کیوں؟

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اون سے　　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔نمبر ۳۸۔مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

قادیانی دعوت قبول

بدر قادیان نے اپنے مشن کے مبلغین کی بہت بڑی تعریف کی ہے کہ ہمارے لیکچرار اسلام کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ان کے لیکچروں میں سحر کا سا اثر ہوتا ہے۔گو اس امر میں ہم کو مناقشہ نکرنا چاہئے کیوں کہ بحکم لکل ان یصطلح ہر ایک آدمی کا حق ہے کہ اپنے لئے کوئی اصطلاح قائم کرلے،قادیانی مشن کی اصطلاحات ہی جب کہ جدی ہیں تو ہم کو ان سے کیا مناقشہ۔مگر ایڈیٹر بدر نے غضب تو یہ کیا کہ اپنی لیکچراروں کی تعریف کرتے کرتے مخالفوں کو چیلنج دیا کہ ہمارے ساتھ اس کام میں مقابلہ کرلیں چنانچہ لکھتا ہے:

ہمارے غیر احمدی مسلمان احباب اس بار پر غور کریں اور خوب غور کریں کہ کیوں تمہاری تقریروں اور وعظوں میں خدا نے یہ برکت ڈالی۔(بدر ۹ دسمبر ۱۹۰۹ء)

اتنی سطور پڑھتے ہی میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان کو ایک نوٹس دوں کہ آؤ مقابلہ کرلو۔ لیکن جونہی چند سطور آگے کی پڑھیں تو دیکھا کہ ایڈیٹر صاحب اپنے مخالفوں (غیر مرزائیوں) کو خود ہی نوٹس دیتے ہیں کہ:

اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو۔ بہت مختصر راہ ہماری تمہاری فیصلہ کی اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔ (دسمبر)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از حد فزوں خوشی ہوئی کہ اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہو، مگر انہوں نے چیلنج دیا جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا۔ مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں، تاکہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہ ہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مر گئے ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دو دو گھنٹے لیکچر ہوں۔ جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے، لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلا شرط حاضر ہیں۔

مرزاجی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں

نہ خنجر اوٹھیگا نہ تلوار اُن سے — وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۰۹ء)

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

یہ مثل قادیانی مشن پر خوب صادق آتی ہے ان کے گرو نبی رسول کرشن گوپال نے جو جو کام کئے دنیا کو معلوم ہیں جس عزت کے ساتھ اس نے زندگی گذاری سب جانتے ہیں جس ناموس یا بے ناموسی سے وہ تشریف لے گئے کسی سے مخفی نہیں تاہم ان کے معتقدین ان کی بڑھائی اور سچائی کے دیکھتے ہیں چنانچہ ریویو کا

لائق اڈیٹر چند ایک باتیں شمار کرتا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں زمین اپنے خزانے اگل دے گی، چنانچہ سونے چاندی کوئلہ وغیرہ کی کانیں نکل رہی ہیں۔ مہدی کے زمانے میں لوگ مرتد ہونگے چنانچہ ہو رہے ہیں۔ زلزلے بہت آئیں گے چنانچہ آئے اور آرہے ہیں۔ طاعون ہوگا چنانچہ ہوا۔ قحط ہوگا چنانچہ ہوا۔ وغیرہ شمار کر کے لکھتا ہے کہ:

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حضرت اقدس احمد (مرزا) کے اختیار میں تھا کہ ان سب علامات کو وجود میں لاتے۔ جب یہ سب علامتیں ایسی صفائی سے تمہاری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئیں تو کیا اب تمہارا فرض نہیں کہ احمد کو مہدی موعود قبول کرو۔ خدا تعالی سے ڈرو اور اس کی آیات کی تکذیب نہ کرو، ورنہ قیامت کے دن کیا جواب دو۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت دسمبر ۱۹۰۸ء)

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

مخالفین کا جواب سننے کی طاقت رکھتے ہو تو سنو، ان اعدا دوشمار میں بعض کا تو تم نے مطلب بگاڑا ہے، اور بعض محض اقوال الرجال ہیں حدیث خیر الانام ﷺ نہیں۔ پہلی علامت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مہدی کے زمانہ میں خود ان کی سیاست سے یہ کیفیت ہوگی کہ ہر طرف امن وامان ہوگا چنانچہ حدیث مرفوع کے لفظ ہیں یملأ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً يملك سبع سنين (ابوداؤد) یعنی امام مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ اس سے پہلے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور مہدی سات سال تک حکومت کرے گا۔

اس روایت سے آپ کی پیش کردہ روایت کے معنی کھلتے ہیں کہ امن امان کے زمانہ سے مراد مہدی کی اپنی سیاست ہے۔ اگر بقول علامہ ابن خلدون مہدی کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں تو آپ کی پیش کردہ روایت بھی صحیح نہیں، لیکن ہم کو اس جگہ کسی روایت کی صحت یا ضعف سے بحث نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ جو فقرے آپ نے چھانٹ چھانٹ کر لکھے ہیں ان کا مطلب کیا ہے:

زمین اپنے خزانے اگل دے گی۔ اس کا مطلب جو آپ نے بیان کیا ہے غلط ہے، چنانچہ اس روایت کے سارے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله ﷺ تقی ؟ الارض افلاذ کبدها امثال الا سطوانة من الذهب و الفضة فیجیء القاتل فیقول فی هذا قتلت و یجیء القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی و یجیء السارق فیقول فی هذا قطعت یدی ثم یدعون؟ فلا یاخذون منه شیئاً ۔ مسلم

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین اپنے خزانے سونے چاندی کے منہ سے جیسے اگل دے گی اس وقت قاتل آئے گا تو کہے گا کہ اس مال کے لئے میں نے خون کیا اور رشتوں کو توڑنے والے کہیں گے اس مال کے لئے ہم نے رشتے ناطے توڑے ۔ چور کہے گا اس مال کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس مال کو وہیں چھوڑ دیں اور کوئی نہ لے گا۔

قادیانی ممبرو! ایمان سے کہنا اس روایت کا کیا مطلب ہے۔صاف ترجمہ ہے کہ اس مال کو چھوڑ دیں گے اور کوئی نہ لے گا۔یہاں یہ حال ہے کہ حضرت مہدی (مرزا)، مال کے ایسے حاجت مند تھے کہ مریدوں پر حکم جاری تھا جو مرید تین مہینے تک چندہ نہ دے گا اس کا نام دفتر مریدوں سے خارج کیا جاوے گا۔ بلکہ مال جمع کرنے کو ایک نیا ڈھنگ نکالا کہ قادیان میں ایک بہشتی مقبرہ بنایا۔اس کے متعلق یہ سرکلر جاری کیا کہ جو کوئی اس میں دفن ہوگا وہ بہشت میں جائے گا، مگر شرط یہ ہے کہ اپنی جائداد کا کچھ حصہ مشن قادیانی کے لئے زندگی میں وصیت کی جائے ۔غرض اسی قسم کے کئی ایک ذرائع مال جمع کرنے کے پیدا کر رکھے تھے۔کیا سچ ہے

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں
سارے پتے عیاں ہیں اسی سبز باغ میں

الغرض اسی طرح کی اور بہت سی روایتیں ہیں۔ان سب میں واضح ترین جو خاص مہدی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، یہ ہے:

قال رسول الله ﷺ لو لم یبق من الدنیا الا یوم تطول الله ذلك الیوم حتی یبعث الله فیه رجلا من امتی من اهل بیتی یواطء اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً (ابو داؤد)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کی مدت میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا تعالی اس دن کو لمبا کر دے گا تا کہ اس میں ایک شخص میرے اہل بیت سے پیدا کرے گا جس کا نام میرے نام سے ملتا ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام سے ملے گا یعنی اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی اس سے پہلے ظلم اور جور سے بھری ہوگی۔

یہ روایت مرفوع صاف الفاظ میں حضرت مہدی کی کیفیت مفصلہ بیان کرتی ہے یہاں تک کہ اس کا نام بلکہ اس کے باپ کا نام بھی بالتصریح بتلاتی ہے۔

اب میں قادیانی مشن کے خلیفہ اور اعلی ممبروں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے مہدی کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ تھا، یا کچھ اور تھا۔ اور کیا وہ اولاد فاطمہ سے تھا یا مغلوں سے تھا۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ تم لوگ بھی ان احادیث کو پیش کرتے ہو جن میں تمہارا صریح طور پر ردّ ہے۔ آیئے میں آپ کو ایک اور حدیث سناؤں جس میں آپ کے مہدی کے متعلق صاف پیش گوئی ہے غور سے سنیئے:

قال رسول اللہ ﷺ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی اللہ و انا خاتم النبیین (ترمذی)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ایسے پیدا ہوں گے کہ ہر ایک ان میں کا نبوت کا مدعی ہوگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ حدیث آپ کے مہدی کے لئے صاف پیش گوئی ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی ان تیس میں ہونگے جو دعوی نبوت کریں گے۔ مرزائیو! کیا تم نے اپنے مہدی کی مجلس میں ان کی مدح میں یہ شعر نہیں سنا کہ:

سب اولیاء سے بہتر بعض انبیاء سے افضل

یہ راہ نما ہمارا یہ دل ربا ہمارا

تو پھر تمہیں اس حدیث کے متعلق کیا شک ہے۔

ایک بڑی بھاری علامت مرزا کے مہدی ہونے کی اڈیٹر ریویو نے یہ لکھی ہے کہ:

مہدی کے زمانہ میں باطل مرے گا اور حق زندہ ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو حجج الکرامۃ ص

۳۵۴۔ یہ علامت بھی احمد (مرزا) کے حق میں پوری ہوئی آپ نے حــجــج نیرہ سے اور آسمانی نشانوں سے اسلام کو از سر نو زندہ کیا اور مخالفین کے اعتراضات کو پاش پاش کر کے دکھا دیا کہ جس جگہ مخالف نادانی سے یا تعصب سے اعتراض کرتا ہے وہی جگہ حکمت اور اسرار الٰہی سے پر ہے۔ ایسا ہی مذاہب باطلہ کا باطل ہونا زبردست دلائل اور خارق عادت نشانات سے ثابت کیا۔ جلسہ مہوتسو کے مضمون جیسے زبردست مضامین لکھ کر اسلام کو کل مذاہب پر غالب کیا، اور آسمانی نشانوں میں مقابلہ کرنے کے لئے دوسرے مذاہب کے لیڈروں کو بلا کر اسلام کا زندہ مذہب ہونا، اور دوسرے مذاہب کا مردہ اور روحانی فیض سے بے بہرہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا۔ آپ کے ہاتھ پر جو اسلام کی خدمت اور مذاہب باطلہ کی تردید ہوئی اس کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ نہایت ہی متعصب دشمن بھی اس امر کے قائل ہو گئے، بلکہ تحریک پیش کی کہ سب مسلمان چندہ فراہم کر کے حضرت مہدی موعود کے مضامین کو دنیا میں شائع کریں، تا اسلام دوسرے مذاہب کو فتح کرتا ہوا دنیا کے کونوں میں اپنے خیمے جمائے۔ مگر تعصب سے یہ شرط پیش کی کہ مہدی موعود اپنے دعوی کے متعلق ان مضامین میں اشارہ تک نہ کریں۔ مگر جاہلوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کا وجود اسلام کے لئے ایک زندہ نشان اور دوسرے مذاہب کے لئے ایک آسمانی حربہ تھا پھر کس طرح ممکن تھا کہ آپ اس زندہ نشان کو دنیا کے آگے پیش نہ کرتے اور اس آسمانی حربہ کو نیام میں رکھتے اور جس کام کے لئے آپ مامور کئے گئے تھے مخالفین کو خوش کرنے کے لئے اس کام کو ادا نہ کرتے۔ مگر مخالفین نے یہ تجویز پیش کر کے اس بات کا اقرار کر لیا کہ بے شک آج دنیا میں ایک ہی شخص ہے جس کا زبردست ہاتھ دنیا کے باطل مذاہب کو مغلوب کر کے اسلام کو غالب کر سکتا ہے اور اس کا پاک اور روشن چہرہ دنیا کو دکھا سکتا ہے۔ وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے ان کو باوجود شدید مخالفت کے اسلام کی حمایت کے لئے مہدی موعود کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ کیوں انہوں نے دوسرے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو اس غرض کے لئے منتخب نہ کیا۔ یہ باتیں اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ احمد جیسا زبردست ہاتھ اسلام کی حمایت کرنے والا اور مخالفین کے لشکر کو بھگانے والا دنیا میں ان کو نظر نہیں آتا تھا۔ مخالف مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیرووں نے بھی احمد کا حمایت اسلام میں بے نظیر ہونا قبول کر لیا ہے۔

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان باتوں سے کیا ہوتا ہے، تم کو واجب ولازم ہے کہ اپنے مہدی کی دینی خدمات شمار کراؤ کہ فلاں فلاں کام ہمارے مہدی نے کیا جو اسلام کی زندگی میں مؤثر ہے۔ ہاں یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ تمہارے مہدی نے ہر ایک مقابلہ میں اپنے آپ کو پیش کیا، اور یہی وجہ اس کے ذلیل ہونے کی تھی کہ وہ اپنی شخصیت کو اسلام کا نمونہ پیش کرتا تھا، اور خود تو جو کچھ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ عیسائیوں کے مباحثہ میں اس نے یہی ہتھیار چلایا کہ میں الہام سے کہتا ہوں کہ میرا مقابل ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر کر داخل جہنم ہوگا۔ آخر جو ہوا سب نے دیکھا۔ پنڈت لیکھرام کے متعلق اس نے الہام شائع کیا کہ چھ سال کے عرصہ میں اس پر خرق عادت عذاب آئے گا اس عرصہ میں اس پر کوئی خرق عادت عذاب نہ آیا۔ مسلمانوں کو مخاطب کر کے اس نے ایک مسلمان خاتون کی نسبت پیش گوئی کی کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی، اور اس پیش گوئی کے متعلق مسلمانوں کو خاص ہدایت کی کہ انتظار کریں۔ یہاں تک لکھا کہ اگر یہ خاتون میرے نکاح میں نہ آئے تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہوں گا (انجام آتھم ضمیمہ)۔ افسوس کہ زندگی کا خاتمہ ہو گیا لیکن یہ حسرت قبر میں ساتھ ہی لے گئے اسی افسوس میں گویا ان کے منہ پر جاری تھا:

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

آخر میں آن کر اس خاکسار کے ساتھ قطعی فیصلہ کا اشتہار دے دیا جس کا عنوان تھا مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

اس اشتہار کا خلاصہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں طاعون یا ہیضہ سے نہ مرے تو میں (مرزا، ہاں آپ کا مہدی) خدا کی طرف سے نہیں، بلکہ مفتری کذاب اور دجال ہوں۔ اس کا فیصلہ یہی ہوا جو سب نے سن لیا جس کا خلاصہ یہی ہوا کہ:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

مرزائیو! یہ ہیں آیات بینات جو تمہاری اور تمام دنیا کے لئے رہنما ہیں اور تمہارے مہدی کی قلعی کھولنے کو کافی سے زیادہ ہیں۔ سنو اور غور سے سنو! تمہارے مہدی نے جو کچھ کیا ہے وہ سب نے دیکھ لیا کہ تمام

عمر جھوٹ سچ کو ملاتا رہا، اور تم کولٹو بنا کر لوٹتا رہا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ تم اور تمہارے خلیفہ راس المجانین حکیم نور الدین کیا کرتے ہیں۔ اور تم بھی کہاں تک ہوائی قلعے بنانے میں اپنے پیر کے نقش قدم پر چلتے ہو۔

مرزائیو! اگر خدا کو مانتے ہو تو اس کے خدا سے خوف کرو۔ رسول اللہ ﷺ کو مانتے تو ان سے شرم کرو۔

مرزائیو! ایمان سے کہنا کہ مرزا کے مرنے سے ایک منٹ بھی پہلے تم لوگوں کے دلوں میں یہ بات پختہ طور جمی ہوئی تھی یا نہیں کہ ثناء اللہ اور عبدالحکیم کا جنازہ مرزا کی زندگی میں نکلے گا۔ تم اپنے احباب سے کہا کرتے تھے یا نہیں کہ اب تو بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں رہی، خود دیکھا جائے گا۔

او مرزائیو! او کرشن پینتھیو! تمہیں خدا کی قسم ہے (اگر خدا کو مانتے ہو) کہ اگر میں یا ڈاکٹر عبدالحکیم خان مر جاتے، تو تم کیا کہتے۔ سچ بتلانا، زمین کا ایک طبقہ اٹھا کر آسمان سے ملاتے یا نہ۔ تو جب ایسا نہ ہوا، تو اب بتلاؤ تمہارے مخالفوں کا حق نہیں کہ وہی معاملہ تم سے کریں۔ مرزائیو! آنچہ بخود پسندی بدیگراں مپسند۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۔ ۸ جنوری ۱۹۰۹ء ص ۲-۴)

قادیان میں بجلی گری

کسی گذشتہ پرچے میں لکھا تھا کہ قادیان کے اخبار الحکم پر بجلی گری۔ اس کے ثبوت میں اخبار مذکور کی نیم مردگی اور ابتری پیش کی تھی۔ اس کے جواب میں قادیانی الحکم نے بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ وہ تو اپنی اور اپنے گرو کی عادت کے مطابق خیانت کا عادی ہے، اس لئے ہمارے مضمون کو ہمارے لفظوں میں نہیں لکھتا جس کی شکایت ہم کو آنجہانی کی زندگی میں تھی اور اب بھی ہے۔ مگر ہم کیوں اس کی خاطر اپنی عادت بگاڑیں۔ لہذا ہم اسی کے الفاظ میں اس کا مضمون نقل کرتے ہیں الحکم لکھتا ہے:

بجلی کس پر گری! امرت سری مکذب نے الحکم کے اس نقصان پر جو گذشتہ سال مشین کی وجہ سے ہوا ہنسی کی تھی، اور لکھا تھا کہ الحکم پر بجلی گری۔ اگرچہ دانش مندوں اور معاملہ فہم لوگوں کے نزدیک اس کا یہ اوچھا پن

کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا، کیونکہ تجارتی معاملات میں نفع اور نقصان کے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔مگر حق وحکمت کا دشمن (جوگھاس پھونس کو ہاتھ مارنا اپنی تجارت اور رفع خجالت کا ذریعہ یقین کرتا ہے) اس نقصان کو خوشی سے ظاہر کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتا رہا۔اور اس نتیجہ سے بے خبر تھا جو چند ہی روز بعد اسے پیش آنے والا تھا۔اور آخر وہ بیگنی رنگ کھل کر رہا ہے۔مرقع قادیانی جو بڑے زور شور اور جوش اور جلال کے ساتھ شروع کیا تھا اور جس کے لئے بڑے پرزور الفاظ میں حضرت اقدس کے وصال پر وعدہ کیا تھا کہ یہ کبھی بند نہ ہوگا، ثناءاللہ کی ذلت ونا کامی اور حسرت ویاس کا اعلان کرتا ہوا بند ہو گیا۔اور جس قلم نے نہایت شوخی اور تکبر کے ساتھ یہ دعوی کیا تھا کہ یہ کبھی بند نہ ہوگا، اسی کو پھر نہایت بے حیائی کے ساتھ اعلان کرنا پڑا کہ اسے بند کیا جاتا ہے:

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

مولوی فاضل صاحب دیدہ عبرت کشاء یہ ہے حق کی بجلی جو خس وخاشاک کو جلا دیتی ہے میں تو تیرے مرقع کو پہلے ہی دن دیکھ کر یقین کر چکا تھا کہ یہ مرقع ناکامی ثناءاللہ کے چہرہ پر ایک اور داغ ہے، اور اسکا وہی حشر ہوگا جو اس کے پہلے بزرگ ضمیمہ شحنہ ہند اور اشاعۃ السنہ اور دوسرے ان معاصرین کا ہوا جو یہ مشن لے کر آئے تھے کہ سلسلہ حقہ کی مخالفت کیا کریں گے۔کیا ان کا پتہ دے سکتے ہو وہ کہاں ہیں؟ نادان امرتسری تو اس مرگ انبوہ کو جشنے دارد، کا مصداق سمجھ کر شائد خوش ہو مگر یہ بڑی بے حیائی ہوگی۔

دیکھ خدا تعالی کے محض فضل سے تو جس الحکم کے لئے چاہتا تھا کہ بند ہو جاوے تا کہ اس کی ضربوں سے محفوظ ہو جائے، وہ بدستور تیری اصلاح اور تنبیہہ کے لئے موجود ہے۔اور اس کے شورہ پشت دشمن کا مرقع ناکامی کی قبر میں لیٹا ہوا بتا رہا ہے کہ بجلی کا نشانہ ہو گیا ہوں۔حق کی بجلی اس طرح گرا کرتی ہے اور اس طرح پر رسوا کرتی ہے۔دیکھ میں نہایت دردمند دل سے تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ اس شوخی کو چھوڑ دے۔یہ اچھے پھل پیدا نہیں کرے گی۔تیرے پہلوں نے کیا کھایا جو تو کھائے گا: باز آ ہر آنچہ کردی باز آ

امرت سری مکذب نے اپنے بجلی والے مضمون میں الحکم کو مالی مدد دینے کا بھی ذکر کیا تھا۔اسے شاید یہ معلوم نہیں کہ میرے نزدیک دینی جنگ میں اگر فاسقہ فاجرہ کے گھر بارود ہو تو وہ بھی استعمال کر لینا درست ہے پس اس صورت میں ثناءاللہ کی مدد جو مولوی ہے قبول کرنے سے کیوں احتراز کرونگا، اسے چاہیے کہ وہ شوق

سے بھیجے تاکہ پھر ایک مرتبہ مجھے اس فقرہ کا مزا آ جاوے، اسی کی جوتی اسی کا سر۔اس کے بھیجے ہوئے روپیہ کو میں ایسے طور پر استعمال کرونگا جو ثناء اللہ کو مزہ آ جاوے گا۔دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے وعدے کو کہاں تک وفا کرتا ہے۔،

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اور باتوں کا جواب تو بعد میں دونگا پہلے جوتی کا جواب سنئیے جس کے متعلق مجھے ایک حکایت یاد آئی۔

ایک میراثی کا لڑکا کسی زمیندار رئیس نے پرورش کیا تھا، جب وہ قریب بلوغت کے پہنچا تو زمین دار نے ایک روز اس کی آزمائش کرنے کو کپڑے میں پرانی جوتی کا ایک پیر لپیٹ رکھا۔جب میراسی زادے نے روٹی مانگی تو اسے کہا جاوہ لے لے۔صاحبزادہ بھی بقول: زادہ ظالم ستمگر میشود ۔آخر میر زادہ ہی تھا، ہونہار برواکے چکنے چکنے پات۔پرانی جوتی کے پیر کو دیکھ کر سمجھا کہ انہوں نے میرا امتحان کیا ہے،لیکن آج اگر فعل ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے قومی لاج مٹ جائے گی۔ادھر زمین دار اوراس کے مصاحب منتظر تھے کہ دیکھئے شیخ سعدی مرحوم کا کلام:

عاقبت گرگ زادہ گرگ شد گرچہ باآدمی بزرگ شود

سچا ثابت ہوتا ہے یا غلط۔اتنے میں دیکھتے ہیں کہ صاحبزادہ روتا چلاتا آ رہا ہے۔پوچھا بیٹا کیوں روتے ہو۔ صاحبزادہ صاحب اپنے مربی مگر ممتحن کو فرماتے ہیں کہ اسلئے روتا ہوں کہ آپ تو دو کھا چکے، میرے لئے ایک ہی رکھی ہے۔،

غالباً یہ جوتا جو مسٹر الحکم کے ہاتھ میں ہے وہی ہے، جو کسی طرح وراثت میں یا ہبہ میں مسٹر موصوف تک پہنچا ہے۔

قادیانی مشن کے ممبرو! آؤ ہم تمہیں تمہارے اس کذاب آرگن کا کذب بتاویں، گو کذب بیانی تمہارے خمیر میں ہے بقول شخصے: گروجہاندے ٹڑین چیلے جانشڑپ

لیکن ہمیں توقع تھی کہ چونکہ تمہارے جھوٹ کا سٹیمر (مرزا) اب نہیں رہا، شائد تم کذب بیانی اور بیہودہ لن ترانی سے باز آ جاؤ گے مگر نہیں بالکل سچ ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

اوظالمو! سنو ہم نے یہ لکھا تھا کہ:

الحکم کی بے وقت موت پر ہمیں بھی افسوس ہے اے کاش وہ ہماری مدد قبول کرے تو معاصرانہ لحاظ سے ہم بھی اس کو مدد پہنچا سکیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۰۸ء)

بتلاؤ اس میں کہاں ہے کہ ہم تمہاری مدد میں روپئہ دیں گے۔ اوظالم! گو دنیا کو معلوم ہے کہ تمہارا گرو اور پیر مغاں ایک بڑا دنیادار، عبدالدرہم والدینار تھا، اس لئے تم بھی بقل حافظ

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چون

رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اسی طرح مردار خور ہو، اسلئے تمہیں ہر طرف سے روپئہ ہی کے خواب آتے ہیں۔ لیکن کسی اخبار سے پوچھو کہ، معاصرانہ مدد، کے کیا معنی ہیں؟

اوظالمو! سنو معاصرانہ مدد ہوتی ہے کہ ایک اخبار کا مالک دوسرے اخبار کا اشتہار اپنے اخبار میں مفت دے دے، یا اس پر کوئی عمدہ ریویو کر دے، یا اپنے خریداروں کو اس کے خریدنے کا شوق دلائے، یا اپنے تجربات سے اس کو مفید مشورے دے۔ ہم نے جب یہ لفظ لکھا تھا تو سوچ سمجھ کر لکھا تھا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ تم وہی لوگ ہو جن کی بابت حدیث شریف میں آیا ہے تعس عبد الدر هم و الدينار ان اعطى رضى و ان لم يعطه سخط

اب سنو! اصلی جواب۔ مرقع قادیانی کو اگر تم ناکام کہو تو تمہارے جیسا جھوٹا ہی کوئی نہیں۔ اوظالم مرقع کا اجرا تو بعینہ اسی طرح تھا جس طرح گورنمنٹ کی طرف سے پلیگ ڈیوٹی۔ جب تک تمہارے گرو کی وجہ سے پلیگ رہا، پلیگ ڈیوٹی بھی رہی۔ جب اس کے مرنے پر پلیگ معدوم یا کم ہوئی تو پلیگ ڈیوٹی بھی نہ رہی۔ اسی طرح جب تک مرزا قادیانی کے شرانگیز مضامین نکلتے تھے، اس کا جواب دینے کو یا یوں کہو کہ ان کے ضرر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے مرقع قادیانی جاری ہوا، لیکن جب وہی نہ رہا تو مرقع کیا۔ اس موقع پر مجھے ایک بزرگ قوم معزز مکرم مولانا محمد حسن صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ لودہانہ کا مقولہ یاد آیا جو مرقع کے بند ہونے پر ممدوح نے خط میں لکھا تھا کہ:

قادیانی ہی نہیں، تو مرقع کس کا

ہاں ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جب تک مشن قادیانی باقی رہے گا تب تک مرقع بھی رہے گا۔ یہ اس لئے تھا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ تمہارا خلیفہ راس المجانین حکیم نورالدین بھی مرزا قادیانی کی طرح الہاموں کی پھول جھڑیاں اڑائے گا جس سے مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا خوف تھا۔ مگر بعد میں ثابت ہوا کہ مرزا کی شان مرزا ہی سے تھی، اس لئے تمہارے مشن کو ہم زندہ نہیں جانتے بلکہ نیم مردہ۔ بلکہ بالکل مردہ ۔ اگر تم لوگ اپنے جلسوں کی رونق اور چندے پر اتراتے ہو، تو اس کا جواب وہی ہے جو عربی شاعر نے دیا ہے

لا تعجبن الجهو ل حلته

فذا ك ميت و لباسه كفن

ہاں تمہارا یہ کہنا کہ ضمیمہ شحنہ اور اشاعۃ السنہ بند ہو گئے کیسا پر فضول جھوٹ ہے۔ ضمیمہ کیا تھا جب کہ شحنہ ہند برابر تم کو حوالات کرنے پر ہر وقت مستعد ہے۔ اور اشاعۃ السنہ بھی جاری ہے جو حسب معمول اپنے وقت پر (سہ سالہ) نکلتا ہے گو خلاف توقع اس میں قادیانی تردید کم اور اپنے بھائیوں کی زیادہ ہوتی ہے سو خیر یہ ایک گردش زمان ہے، اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اشاعۃ السنہ بند ہو گیا۔

ہاں یاد آیا کہ تمہارے گرو (مرزا آنجہانی) نے الہام شائع کیا تھا کہ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ آخر کار میرے مرید ہو جائیں گے۔ اس کا وقت کون سا ہے۔ ذرا سوچ کر جواب دینا۔

او مرزائیو! سنو میں تم کو ایک بات سناؤں۔ تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ بھولے ہو تو یاد کرو میں وہی ہوں جس کے مقابلہ سے تنگ آ کر تمہارے پیر مغان نے شائع کیا تھا:

مولوی ثناء اللہ اگر میری زندگی میں نہ مرا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں بلکہ جھوٹا ہوں، مفتری ہوں، لعنتی ہوں، وغیرہ وغیرہ ہوں،

پھر تم نے دیکھا نہ کہ آسمانی فیصلہ کیا ہوا بھولے ہو تو میں ہی تم کو بتلاؤں۔ وہی ہوا جو تمہارے سالانہ جلسہ میں ایک دہلوی نے نظم میں کہا تھا

مسیحا سب تیرے خادم ہیں حاضر
مگر تجھ بن تڑپتے ہیں مضطر
ہوئے ہیں ہجر میں مردوں سے بدتر
جلا تو اب انہیں صورت دکھا کر

یہ خطاب کس کو تھا؟ اسی کو جس نے میرے لئے موت مانگی تھی اور اپنی زندگی میں میرے نہ مرنے کو لعنت کا نشان قرار دیا تھا۔ پس مجھ سے خطاب کرتے ہوئے ذرہ اس بات کا خیال رکھا کرو کہ میں کون ہوں

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جنوری ۱۹۰۹ء ص ۲۔۴)

مرزا قادیانی ایجوکیشنل کانفرنس میں

مرزائی اخبار الحکم کو افسوس ہے کہ امرتسر کے اجلاس کانفرنس میں مولوی سمیع اللہ خان مرحوم اور خلیفہ سید محمد حسن مرحوم کی موت پر افسوس کا ریزولیوشن resolution پاس ہوا، مگر مرزا صاحب کی موت پر افسوس نہ کیا گیا۔ چنانچہ الحکم کے الفاظ یہ ہیں:

تعلیمی کانفرنس میں ماتمی ریزولیوشن:

مسلمانوں کی تعلیمی کانفرنس کا گذشتہ اجلاس امرتسر میں ہوا، اور ناظرین الحکم ایک حد تک اس کے ضروری کوائف سے واقف ہو چکے ہیں۔ آج میں تعلیمی کانفرنس کے ماتمی ریزولیوشنز پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ شاید ناظرین حیران ہوں کہ تعلیمی کانفرنس کیا اور ماتمی ریزولیوشنز کیا؟ انہیں زیادہ حیران نہ کرکے میں بتا دیتا ہوں کہ کانفرنس میں ان دو جلیل القدر مسلمانوں کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا جو علی گڈھ کالج کے

لئے خصوصیت سے دست و بازو تھے، اورانہوں نے گذشتہ سال میں اس دنیا کو چھوڑا۔ ان میں سے ایک آنرایبل خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم تھے، اور دوسرے مولوی سمیع اللہ خان صاحب مرحوم۔ اس لحاظ سے کہ ناظرین میرے مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں میں ان دنوں ریزولیوشنز کی اصل عبارت کو درج کرتا ہوں۔

ا۔ یہ کانفرنس آنرایبل خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم کی وفات کے دردناک واقعہ کو ایک قومی مصیبت سمجھتی اور اسپر اظہار افسوس کرتی ہے۔

۲۔ یہ کانفرنس مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی ایم جی مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کرتی ہے۔

یہ وہ الفاظ ہیں جن میں اظہار افسوس کیا گیا ہے۔

تعلیمی کانفرنس بجائے خود تعلیمی لحاظ سے کل مسلمانوں کی قائم مقام سمجھی جاتی ہے، اور جیسا کہ وہ ظاہر کرتی ہے مسلمانوں کے کسی خاص فرقہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ یہ اظہار افسوس ایک رسمی طریق سے بڑھ کر کوئی وقعت نہیں رکھتا، لیکن جب کہ کانفرنس نے اپنے اجلاس میں اظہار افسوس کی ضرورت سمجھی اور ایک یا دوسرے بزرگ کی وفات کو قومی مصیبت قرار دیا تو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کے ارکان خصوصاً نواب وقار الملک کو متوجہ کروں کہ کانفرنس نے بہت بڑی فروگذاشت کی ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی اصلاح فی الجملہ ایک مفید اور مناسب وقت کام ہے، لیکن مسلمانوں کو مسلمان رکھنا سب سے زیادہ ضروری کام ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اگر مسلمان بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرلیں اور بڑے بڑے عہدے بھی حاصل کرلیں اور دنیا میں ان کے بنک اور ساہوکارہ کی کوٹھیاں بھی قائم ہوں لیکن وہ مسلمان نہ ہوں، تو پھر کیشو داس اور امام الدین میں کیا فرق ہوگا۔ اسلام ہی ایک ایسی نعمت اور دولت ہے جو دوسروں سے ہمیں ممتاز کرتی ہے۔ لیکن اگر یہ نہیں تو پیران رتھ شیلڈ اور کارونیگی جیسے انسان دنیا میں موجود ہیں کیا کوئی مسلمان ان پر فخر کرسکتا ہے۔ کبھی نہیں۔

ایسی صورت اور حالت میں جس شخص نے مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی کوشش کی اور اسلام کے چہرہ سے بدنما داغ دور کرکے اس کے منور اور درخشاں چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے دندان شکن جواب دیئے اور ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل انتظام کیا، کیا اس کی

وفات پر کانفرنس میں اظہار افسوس کا ریزولیوشن پاس نہ ہونا افسوس کے قابل امر نہیں؟ یہ حامی اسلام کون تھا؟ دنیا اس سے واقف ہے، حضرت مرزا غلام احمد صاحب

کانفرنس اگر آپ کی وفات پر اظہار افسوس کا کوئی ریزولیوشن پاس کرتی تو اس سے حضرت ممدوح کے مدارج اور آپ کی خدمات اسلام میں کوئی ترقی نہ ہو جاتی، اور اب پاس نہ کرنے سے کوئی کمی پیدا نہ ہوئی لیکن جب کہ کانفرنس نے اظہار افسوس کے طریق کو اختیار کیا تھا تو اس کا فرض تھا کہ وہ اس جلیل الشان انسان کی وفات پر (جو فی الحقیقت قومی مصیبت اور موت العالم قرار دیئے جانے کے قابل ہے) (بلکہ خس کم جہان پاک کا مصداق۔ اڈیٹر، اہل حدیث) بھی اظہار افسوس کر کے بتا دیتی کہ اسے کسی خاص فرقہ سے تعصب اور ضد نہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند صاحب کی وفات پر سید صاحب مرحوم نے ایک پرزور آرٹیکل اپنے اخبار میں شائع کیا بحالیکہ پنڈت دیانند صاحب نے اسلام پر جس قدر اعتراضات کئے ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ لیکن ان کی وفات پر تعلیمی کانفرنس کے بانی مبانی نے اپنی فراخ حوصلگی کا ثبوت اس طرح پر دینا چاہا کہ جو کسی غیور مسلمان کو شاید ناپسند ہو (لیکن حضرت میاں صاحب محدث دہلوی مرحوم کی وفات پر دجال قادیانی نے جو ہذیان بکا تھا اس کا بھی تمہیں علم ہے۔ ثناء اللہ) مگر اب وہی تعلیمی کانفرنس ایک ایسے شخص کے لئے جو اسلام کا عظیم الشان مجدد تھا اظہار افسوس کے لئے دو لفظ نہیں نکال سکتی۔ (الحکم قادیان ۱۴ جنوری ۱۹۰۹ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہمیں بھی افسوس ہے کہ مسلمانوں کے علماء کو تو مرزا صاحب سے غصہ تھا اس لئے انہوں نے مرزا کی قدر نہ کی، لیکن تعلیم یافتہ پبلک نے بھی مرزا صاحب کی قدر نہ کی۔ بلکہ سچ پوچھو تو گورنمنٹ نے بھی کوئی قدر نہ کی باوجودیکہ مرزا قادیانی صاحب نے اپنے الہامات لك خطاب العزت لك خطاب العزت (ضمیمہ تریاق القلوب) کے ذریعہ سے گویا گورنمنٹ سے خطابات کی درخواست بھی کی۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب کی درخواست پر اہل حدیث نے بھی سفارش کی تھی کہ اگر کسی اور خطاب کی گنجائش نہیں تو سردست مرزا صاحب کو خناس ہی کا خطاب دے دیا جائے، لیکن گورنمنٹ نے ذرہ بھی توجہ نہ کی۔ جس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔ اے کاش کہ کانفرنس میں مرزا صاحب کی موت کا ریزولیوشن پیش ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی تائید کرتا اور اس

تائید کا خاتمہ اس شعر پر کرتا:

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء ص ۱۔۲)

راس المجانین حکیم نورالدین

ہمارے مرزائی دوست اپنے خلیفہ وقت کی نسبت راس المجانین کا لقب سننا پسند نہ کرتے ہوں گے مگر ہم کیا کریں حکیم صاحب اس لقب کی تصدیق خود ہی فرماتے ہیں۔ ہمیں خود اس کا افسوس ہے کہ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی تقریر جو اخبار الحکم جنوری میں چھپی ہے اس کا ایک حصہ انبیاء کی پیش گوئیوں کی نسبت تھا آپ فرماتے ہیں:

پیش گوئیاں: ایسے ہی اہل اللہ بھی خدا تعالی سے اطلاع پا کر پیش گوئیاں کرتے ہیں اور اگر وہ راست باز ہوں اور اگر فی الواقع .. تو ان کی پیش گوئیاں غالباً سچ ہوتی ہیں، مگر ان کی ترقی کے لئے کبھی کبھی ان کی پیش گوئیاں خود ان کی نظر میں یا لوگوں کی نظر میں غلط ہو جاتی ہیں اور یہ ان کی ترقیات کا موجب ہے۔

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: گو آج سے پیشتر کئی ایک بار مرزا صاحب پر اہل حدیث کو فتح یابی ہو چکی ہے آخر میں تو سب سے بڑی عظیم فتح خدا نے اس کو دی ہے، تاہم حکیم صاحب کے ساتھ بھی فیصلہ کرنے کو چیلنج دیتا ہے کہ کوئی ایک پیش گوئی کسی نبی کی ایسی دکھا دیں کہ حسب محاورہ اس زبان کے جس میں وہ پیش گوئی ظاہر کی گئی ہو، اس نبی اور پبلک سامعین نے جو معنی قرار دیئے ہوں، آخر کار وہ پیش گوئی ان معنی سے غلط ثابت ہوئی ہو۔ آپ ایسی ایک مثال بھی قرآن وحدیث یا تاریخ سے ثابت کر دیں گے تو ہم بھی آپ کے مہدی اور مسیح مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر اعتراض نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی اس محنت کے شکریہ میں ہم یہ کہنے کو بھی تیار ہوں

گے کہ گوآپ کے پیرومرشد نے ہمارے ساتھ آخری فیصلہ کر کے دنیا پر اپنا کذاب اور مفتری ہونا ثابت کر دیا ہے، تاہم ہم ابن کو جھوٹا کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اوراگر آپ اس قسم کی کوئی مثال نہ دکھا سکیں گے (اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ دکھا سکیں گے) تو پھر آپ ہی بتلایئے کہ آپ کے راس المجانین ہونے میں کیا کلام ہے۔ مرزائیو! سنتے ہو۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء)

مرزا قادیانی اٹلی میں

۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو اٹلی کے جنوبی حصے اور جزیرہ سسلی کے اوسی حصہ میں جو اٹلی کی طرف واقع ہے، ایک نہایت ہی خوفناک زلزلہ آیا جس میں تخمیناً دولاکھ آدمی ضائع ہوئے العظمة لله ۔ اس زلزلہ کی مجمل کیفیت لکھ کر رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان کا قابل ایڈیٹر اپنے مطلب کی کہتا ہے کہ:

ان باتوں کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندہ کی ذریعہ آج سے تین سال پیشتر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے دی تھی۔ پہلے ایک اشتہار " الـنـداء من وحی السّماء " میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک زلزلہ عظیمہ کی خبر دی تھی کہ وہ ایسا زلزلہ آئے گا کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہ ہوگی اور پھر یہی پیشگوئی الوصیت میں شائع فرمائی۔ اور بعدہٗ کتاب حقیقۃ الوحی میں۔ چنانچہ اس موخر الذکر کتاب میں صفحہ ۲۵۶ پر پیشگوئی درج ذیل کے الفاظ میں موجود ہے جو اس سے مدت پہلے انگریزی میں ترجمہ ہو کر رسالہ میں شائع ہو چکی ہے بلکہ اس رسالہ سے لے کر امریکہ کے بعض اخباروں نے بھی اس پیشگوئی کو شائع کیا جس کا حوالہ انگریزی رسالہ میں موجود ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک

کہ ہرایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہوجائیں گی۔اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اوراے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اوراے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اورآبادیوں کوویران پاتا ہوں۔''

اس زبردست اور کھلی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار ہرایک سمجھدار انسان کوکرنا پڑے گا۔ جس نے سسلی اوراٹلی کے زلزلہ اوران دوسری آفات ارضی وسماوی کا حال پڑھا ہے۔جنہوں نے آباد شہروں کو چشم زدن میں ویرانہ کردیا۔گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کشف نے یہی نقشہ بعینہ برسوں پہلے کھینچ دیا تھا جسے ہم آج جسمانی آنکھوں سے اخباروں میں مطالعہ کرلیتے ہیں۔...الفاظ میں کہ مصنوعی خدا تمہیں نہیں بچا سکتا، یہ اشارہ تھا کہ اس زلزلہ عظیمہ کا نظارگاہ وہ ملک ہوگا جہاں اس مصنوعی خدا کا خلیفہ اب تک حکومت کررہا ہے۔اور ایسا ہی جزائر کے رہنے والوں کوخصوصیت سے مخاطب کیا گیا ہے کہ کیوں کہ سسلی بھی ایک جزیرہ ہے۔پھر ہندوستان کومخاطب کرکے فرمایا''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔اورلوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔'' سونوحؑ کا زمانہ تو حیدرآباد کے طوفان میں لوگوں نے دیکھ لیا اوردوسرا حصہ بھی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا دکھا دیگا۔(ریویو آف ریلی جنز، بابت جنوری ۱۹۰۹ء)

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: قادیانی دجل کی قلعی کھولنے میں اہلحدیث کو جوخداداد ملکہ ہے وہ ناظرین اہلحدیث وغیرہ سے مخفی نہیں۔پس ناظرین عموماً اورمرزائی دوست خصوصاً بغور جواب سنیں۔

عبارت مذکورہ بالا میں ایڈیٹر ریویو نے جن جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں مناسب ہے کہ پہلے ہم اُنہی کی عبارات نقل کریں اوس کے بعد اس پیشگوئی کی جانچ پڑتال کریں گے۔

مرزا قادیانی آنجہانی اپنی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھتے ہیں کہ:

یادرہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اوراس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔''

اس حوالہ سے معلوم ہو کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنی معمولی دیانت سے بعض الفاظ عبارت مذکورہ کے ایسے ہضم کئے ہیں جن پر بحث کا مدار ہے یعنی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عبارت کے لکھنے سے پہلے یورپ اور امریکہ میں زلزلے آچکے ہیں اور خوفناک زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ایشیا میں آنے والا ہے چنانچہ مرزا صاحب کے اُن الفاظ پر جن سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہے ہم نے خط دے دیا ہے ناظرین بغور پڑھیں۔

گو اتنے ہی سے ایڈیٹر مذکور کی کافی تکذیب ہوسکتی ہے مگر ہم اس دلالت النص پر قناعت نہیں کریں گے بلکہ عبارت النص سے ایڈیٹر مذکور کی تکذیب دکھاویں گے۔

دوسرا حوالہ اڈیٹر نے رسالہ الوصیت کا دیا ہے اس رسالہ میں مرزا کے الفاظ یہ ہیں کہ:

آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا (خدا نے) مجھے خبر دی اور فرمایا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' اس لیے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے۔ لیکن راست باز اس سے امن میں ہیں۔ (ص:۴)

اس کلام ضلالت التیام میں مرزا نے جو شدید زلزلہ کی بابت پیشگوئی کی ہے اس کی بنا صرف ایک الہام پر ہے جس کے الفاظ بھی خود بتلائے ہیں کہ ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔'' پس ناظرین اسے خوب یاد رکھیں اور آگے چلیں الہامات کی تفسیرات اور توضیحات اگر مختلف ہوں تو اُس موقعہ کیلئے مرزا صاحب کا ایک عام اصول ہے جو اُنہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے کہ:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ (تتمۃ حقیقت الوحی، ص:۷)

پس اس اصول عامہ کو ناظرین ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل ہمارا اقتباس سنیں:

مرزا صاحب نے ایک اشتہار ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو دیا تھا جس کے شروع میں آپ لکھتے ہیں:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا یہ وہی زلزلہ تھا جس کی بابت خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں فرمایا تھا ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی'' چنانچہ میں نے یہ پیشگوئی رسال الوصیت کے صفحہ ۳-۴-۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کر دی تھی سو الحمدللہ کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں زلزلہ آیا۔''

الحمدللہ کہ یہ عبارت بآواز دہل ایڈیٹر مذکور کی تکذیب کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ مرزا کی جس پیشگوئی

کو ایڈیٹر ریویو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ پر چسپاں کر کے مرزا کی میرزائی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ''پیران نمی پرندو مریداں ہمے پرانند'' کی مصداق ہے۔مرزا صاحب آنجہانی آج سے بہت پہلے اوسی پیشگوئی کو ۲۸رفروری ۱۹۰۶ء والے زلزلہ پر چسپاں کر چکے ہیں جو بوجہ ایک معمولی زلزلہ ہونے کے کسی کو یاد بھی نہیں۔

پس اب بحث کا مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا کی اس پیشگوئی کو اٹلی وغیرہ کے زلزلوں پر چسپاں کرنا پیشگوئی کے الفاظ ہی کے برخلاف نہیں بلکہ خود مرزا آنجہانی کی تصریح کے بھی مخالف ہے۔علاوہ اس کے ایک وجہ تکذیب کی ہنوز اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں بہار کے دنوں میں خدا کی باتیں پوری ہونے کا ذکر ہے لیکن اٹلی میں زلزلہ ۲۸ دسمبر کو آیا ہے جو سخت سردیوں کا موسم ہے۔موسم بہار مارچ سے شروع ہوتا ہے اس کی مفصل تحقیق مرقع قادیانی نمبر ا جلد ۲ میں ہم کر چکے ہیں۔

مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ صرف اتنے ہی ہیں کہ ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی''

اس میں نہ تو زلزلہ کا نام ہے نہ اُس کی کیفیت ہے کہ شدید ہوگا یا ضعیف بلکہ اپنی گولائی کی وجہ سے بالکل اوس بوتل کی طرح ہے جو بے ایمان عطار بیماریوں میں رکھا کرتے ہیں جس میں سے ہر ایک قسم کے شربت جو کسی کو چاہئے نکال دیا کرتے ہیں اوسی طرح مرزا کی یہ پیشگوئی گول مول ہے جو اپنی گولائی کی وجہ سے ہر طرف لگ سکتی تاہم مرزا اور مرزائی اتنا اتراتے ہیں کہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔لیکن حضرت مسیح سلام اللہ علیہ پیشگوئی کی تھی کہ لڑائیاں ہوں گی اور زلزلے آئیں گے تو دجال قادیانی نے ''ازالہ اوہام اور ضمیمہ انجام آتھم'' میں اُن پر مسخری اور استہزا کیا تھا کہ یہ کیا پیشگوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے لڑائیاں ہوں گی کیا دنیا میں زلزلے آیا نہیں کرتے کیا لڑائیاں نہیں ہوا کرتیں۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا (بشرطیکہ قادیانی جال میں پھنس کر انصاف کا مادہ تم میں بالکل زائل نہو گیا ہو) کہ حضرت مسیح کی پیشگوئی زلزلوں کی بابت صاف الفاظ میں ہے یا مرزا کی پھر یہ بھی بتلانا کہ جو اعتراض صاف کلام پر ہوسکتا ہے مجمل اور گول پر اوس سے ہیں زیادہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔مگر اس کے سمجھنے کو دل و دماغ چاہئے جس کی تم لوگوں میں کمی ہے۔

شکریہ۔الحمدللہ کہ مرزا صاحب کا اور ہمارا گو آج سے پیشتر بھی کئی ایک بار فیصلہ ہوا یہاں تک کہ

آخری تحریر میں تو مرزا صاحب نے ہم کو بالکل فتحیاب قرار دیا جس کے لیے ہم اُن کے شکر گذار ہیں لیکن ان سے بڑھ کر اُن کے پس ماندگان خصوصا قابل ایڈیٹر ریویو کے شکر گذار ہیں جنہوں نے پیشگوئی مذکور کو اٹلی اور سسلی کے زلزلہ عظیمہ پر چسپاں کر کے گویا ہم کو راست باز اور متقی تسلیم کیا کیوں کہ مرزا صاحب کی اُس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ: شدید زلزلہ آنا ضروری ہے لیکن راستباز اُس سے امن میں ہیں سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔ (الوصیت، ص:۴)

اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ ہم مخالفین مرزا پر جو یہ زلزلہ نہیں آیا بلکہ اٹلی میں آیا ہے اور ہم امن میں سے رہیں تو ہم راستباز اور متقی ہیں۔ کیا خوب ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

لیکن ایک افسوس ہے کہ ہم مسلمان مخالفوں کے ساتھ مرزا صاحب کے جانشینوں نے آریوں، عیسائیوں اور دیگر مخالفین اسلام قوموں کو بھی راستباز اور تقویٰ شعار گویا تسلیم کر لیا کیوں کہ وہ بھی اس زلزلے سے امن میں رہے ہیں دونوں فرقوں کو خوش کرنے کی اچھی ٹھرائی۔ کیا سچ ہے ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۱۴۔ ۱۳ ر محرم الحرام ۱۳۲۷ھ مطابق ۵ ر فروری ۱۹۰۹ء ص: ۴ تا ۶)

قادیانی باسی کڑھی میں اُبال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب آنجہانی تو گذر گئے جس کا ہمیں بھی افسوس ہے کہ نامراد گذر رے۔ اب اُنکے جانشین مذبوحی حرکات سے اُن کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دانا جانتے ہیں کہ:

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد

ایک زمانہ تھا کہ مرزا صاحب نے جب میرے ساتھ برد بازی کی شرط لگائی تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرا، تو میں جھوٹا۔ اُنہی ایّام میں بماہ مئی ۱۹۰۷ء میرے بازو میں عصبی درد کسی قدر شدت سے ہوا جس کی شہرت عام طور پر شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ مرزائیوں کو کچھ اور بھی اُمیدیں ہوئیں۔ ہمارے محلّہ کے چودھری میاں رحیم شاہ کا بیان ہے کہ ایک روز صبح سویرے چار مرزائی (ڈاکٹر عباد اللہ، امیر بخش دلال وغیرہ) میرے مکان پر آئے اور مجھ کو نیند سے اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے مولوی ثناء اللہ مر گیا، تم اس کی تحقیق کر دو۔ چودھری صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا اگر ایسی بات ہوتی تو ہم سوئے نہ رہتے، تم کیا کہتے ہو۔ لیکن اُن کے اصرار کرنے پر ہم سب مولوی ثناء اللہ کے مکان کے پاس آن کر کان لگایا، تو آہ وبکا کی کوئی آواز نہ سنائی دی جس سے سب طرح کی خیرت معلوم ہوئی اس پر میں (چودھری) نے اُن کو ڈانٹا اور شرمندہ کیا۔

ناظرین اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مرزا کی زندگی مرزا کے مرید بحکم

شور بختان بآرزو خواہند

مقبلان را زوال نعمت وجاہ

مرزا کی دعا کے مطابق اس فیصلے کے کہاں تک منتظر تھے۔ آخر پھر کیا ہوا یہ کہ:

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

اب چاہئے تو یہ تھا کہ سب مرزائی نہیں تو کم سے کم وہی جو میری موت کی خوشخبری حاصل کرنے کو آ رہے تھے وہی قادیانی جال سے نکل آتے مگر نہیں نکلے، کیوں کہ ان کو قادیانی انجن سے بھاپ برابر پہونچائی جا رہی ہے۔ چنانچہ ۴ فروری کے بدر میں مرزا آنجہانی کے بیٹے برخودار مرزا بشیر الدین محمود احمد کی طرف سے ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے ''تازہ نشان'' اس میں برخوردار مذکور نے مرزا صاحب کا ایک الہام لکھا ہے: ''تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد''

اس الہام کو شاہ ایران پر چسپاں کیا ہے کیوں کہ آج کل ایران میں پارلیمنٹ کے ممبروں اور شاہ میں جنگ ہو رہی ہے جس سے شاہ ایران سخت ضیق میں ہے، پس مرزا کا مذکورہ الہام صحیح ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ

مرزائی لوگ اب کن طفل تسلیوں سے کام لے رہے ہیں خیر ہم اس بحث کو صاف کرنے کیلئے برخوردار موصوف اور اُنکے حوالی موالی سے پوچھتے ہیں کہ وہ ہم کو بتلا دیں کہ مرزا آنجہانی کا یہ الہام سب سے پہلے کب شائع ہوا تھا اور کس کتاب یا اخبار میں درج ہے۔ پھر جواب دیں گے۔

آج کل مرزائیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ بات بات میں مرزا کے الہامات نکالتے ہیں ہم اپنے احباب کو نیز مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جس الہام کا نام لیا کریں وہ تاریخ اور کتاب یا اخبار کا نام، جس میں الہام پیش کردہ سب سے پہلے درج ہوا ہو، مع صفحہ بتلایا کریں۔ ورنہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶، نمبر ۱۶۔ مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ ۱۹ر فروری ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

مرزا قادیانی یادش بخیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آہ! ابھی کل کا ذکر ہے کہ ہم اپنے قلم سے اس نام کے بزرگ کو مخاطب کے صیغے سے بلایا کرتے تھے آج یہ دن ہے کہ ہم اُن کی عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ سچ ہے

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

ہم کیوں ایسے مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں؟ اس لیے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی کی طرح موت کو بھی بازیچہ طفلاں بنایا، اور ملا دو پیازہ کی طرح وعدہ کیا تھا کہ میں مرا پڑا ابھی ہنساؤنگا۔ آہ!

ز سر تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا این ست

مرزا نے اپنی زندگی کی بابت پیشگوئی کی تھی کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ: میں تجھے اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔ (تریاق القلوب حاشیہ۔ ص: ۱۳)

اب جو مرے تو محققین کو آپ کی عمر کی تفتیش ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اہل حدیث کی روش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ مخالف کی تردید میں حتی المقدور نصوص بینہ سے کام لیتا ہے، نہ کہ استنباطات اور قیاسات سے۔ چنانچہ یہ روش ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہ ہوگی۔ اس لیے مرزا کی عمر کی تحقیق خود مرزا کی تحریری اقبالات سے جو ثابت ہوئی ہے وہ ظاہر کر دی تھی کہ حسب بیان مرزا صاحب اُن کی عمر پینسٹھ سال چار ماہ کی ہوئی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کا اپنا اقبال ہے کہ:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر (چودھویں) صدی (ہجری) کا سر بھی آپہونچا تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ (تریاق القلوب، ص:۶۸)

اس صاف اقرار سے نتیجہ صاف تھا کہ مرزا قادیانی ماہ موت (ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ) کو پورے پینسٹھ سال چار ماہ کی عمر میں پہنچے تھے، وہ بھی قمری حساب سے، شمسی سے اور بھی کم۔ حالانکہ الہام ۸۰ سال کا تھا۔ اس صاف اور صریح فیصلے کے مقابل مرزائیوں نے کیا کوشش کی؟ وہی جو مثل مشہور ہے ''مرتا کیا نہیں کرتا'' چنانچہ ۴ فروری ۱۹۰۹ء کے بدر اور الحکم قادیان میں ایک مضمون کسی دہلوی مرزائی کی طرف سے نکلا (جس کا مجمل جواب گذشتہ اہلحدیث میں شیخ عبدالعزیز امرتسری کی طرف سے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا)۔ نامہ نگار مذکور نے اپنے پیرو مرشد کی اتباع سنت میں بہت سی گالیاں اور بدزبانیاں سنا کر لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ بابت ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے۔ لہذا ۱۹۰۸ء میں اُنکی عمر ۷۹ سال کی ہوگی جو الہام کے مطابق ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ جس بزرگ کی شہادت سے اتنا بڑا معرکہ کا مسئلہ ثابت کرنا چاہا ہے اُس کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ: اس (محمد حسین) کے قلم نے سوائے حق کی مخالفت کے الا ماشاء اللہ کوئی حرف نہیں لکھا۔

مرزائیو! انصاف سے کہنا، ہماری طرف تو خود بدولت مرزا صاحب، جو صاحب الہام ہونے کے علاوہ بقول تمہارے مسیح موعود مہدی مسعود بلکہ ابن اللہ بھی تھے، جن کے شہادت پر شک کرنے سے تم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو، اور تم نے جو گواہ پیش کیا ہے خود ہی اُس پر جرح کر کے مقدمہ جیتنے کی توقع رکھتے ہو، تو عقل کے دشمن ہو یا دوست۔

مرزائیو! کیا تم میں کوئی قانونی مشیر نہیں جو تم کو سمجھاوے کہ جس گواہ کو تم پیش کرو اس کی توثیق اور اعتبار اس طرح نہیں کیا کرتے کہ اُس نے کبھی سچ نہیں کہا۔ اس اپنی لیاقت پر متنبہ ہو کر سنو!

ہم نے جب یہ مضمون دیکھا تو دفتر ہذا سے مولانا بٹالوی کی خدمت میں ایک خط بھیجا گیا کہ آپ نے جو مرزا کی عمر ۱۸۹۲ء کی جلد میں تریسٹھ سال کی لکھی ہے اس کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے۔ کیا اپنے علم سے لکھی ہے یا محض سُنی سنائی۔ اس کا جواب جو آیا وہ بعینہ درج ذیل ہے:

وعلیکم السلام۔ میں مرزا کا پروہت نہ تھا کہ اُس کی جنم پتری لکھتا۔ اور اُس سے دیکھ کر اس کی عمر تریسٹھ بتاتا۔ موالید و وفیات کا رجسٹرار نہ تھا کہ رجسٹر پیدائش سے تاریخ و عمر لکھتا۔

میں نے تو صرف ظن وتخمین سے اسکی ڈاڑھی دیکھ کر یہ عمر اس کی قرار دی تھی اور یہ بھی لائق لحاظ ہے کہ اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۰ء سے لیٹ چلا آتا ہے۔ ۱۸۹۲ء کا رسالہ (جس میں مرزا کی عمر تریسٹھ سال لکھی ہے) معلوم نہیں کس سنہ میں نکلا تھا۔ جو تاریخ اس جلد پر لکھی ہے تاریخ طبع اشاعت نہیں بلکہ وہ بابت سال ۱۸۹۲ء ہے۔'' ابوسعید محمد حسین از بٹالہ ۷؍فروری

اس خط کے اخیر فقرے کی تحقیق جو ہم نے کی، تو مولانا کا فرمانا بہت صحیح پایا، کیوں کہ جو جلد اشاعۃ السنہ ۱۸۹۲ء کو شائع ہوئی جس سے نامہ نگار مذکور نے سند لی ہے، اُس کی اندرونی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکور ۱۸۹۲ء میں نہیں نکلی تھی بلکہ بہت پیچھے نکلی، کیوں کہ مرزا کی کتاب وساوس جس کا یہ جواب ہے ۱۸۹۳ء میں نکلی تھی، نیز اُس کے صفحہ ۲۰۵ء پر اپریل ۱۸۹۳ء کی ایک تحریر کا ذکر ہے اور صفحہ ۲۸۶ پر حامد شاہ سیالکوٹی کا ایک خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ء درج ہے۔ اور صفحہ ۲۹۹ پر ایک اور خط مورخہ جنوری ۱۸۹۴ء درج ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک اندرونی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جلد مذکورہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی بلکہ بہت پیچھے ہوئی ہے۔ بھلا ۱۸۹۲ء میں شائع ہوتی تو ۱۸۹۳ء کا جواب اور ۱۸۹۴ء کے واقعات اُس میں کیوں کر ہوتے۔ پس مرزائی نامہ نگار خود ہی غور کرے کہ اُس کی شہادت کیسی کمزور ہے۔

بخلاف اس کے ہماری شہادت ایک تو صاف لفظوں میں ہے دویم شاہد معتبر ہے۔ سوئم بحکم یوخذ المرء باقرارہ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) حجت قطعی ہے۔ اور تمہارا گواہ ایک تو بقول تمہارے حق کا

مخالف۔ دویم اپنی شہادت کی بنا اٹکل پر بتلاتا ہے۔ سوئم اس کی شہادت پھر بھی تمہارے لیے کافی نہیں کیوں کہ جس تحریر میں اُس کی شہادت ہے اُس کی تاریخ اشاعت ٹھیک معلوم نہیں گو اتنا یقیناً معلوم ہے کہ ۱۸۹۲ء کو شائع نہیں ہوئی۔

مرزائیو! بتلاؤ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہم سے پوچھو تو سنو!

رسول قادیانی کی رسالت — جہالت ہے جہالت ہے جہالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۲۷ھ۔ ۵ مارچ ۱۹۰۹ء ص: ۳-۴)

قادیانی مشن اور ہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے دوست خیال کرتے ہوں گے کہ کئی دنوں سے قادیانی مشن کی طرف توجہ نہیں کیا، وہ مرمٹ گئے یا ہدایت پر آ گئے۔ سو ایسے دوستوں کو واضح ہو کہ نہ وہ مرمٹ گئے، نہ ہدایت پر آ گئے۔ بلکہ ابھی تک اپنی معمولی ڈھٹائی پر کسی قدر قائم رہ کر دوسری طاقت کے منتظر ہیں جو اُن کے سابق مہدی مسیح اور کرشن جی نے اون کو بتلائی تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ پہلی طاقت نے ہم کو کیا عزت دی اور کون سے اعلیٰ معراج پر پہونچایا جو دوسری طاقت ہم کو اُس سے اوپر لے جاوگی۔ ''قیاس کن زگلستاں من بہار مرا۔'' آخر اول طاقت کا معراج یہی تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ مجھ سے (مرزا سے) پہلے نہ مریں تو مرزا جھوٹا ثابت ہوگا۔ جواب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قادیانی محاورے میں سوا مرزائیوں کے دوسرا شخص زندہ نہیں۔ بعض مخبوط الحواس تو یہاں تک کہتے سُنے گئے ہیں کہ ہمارے حضرت اقدس نے پیشگوئی کی تھی۔ ''زلزلہ در گور نظامی فگند۔'' نظامی سے مراد حضور نظام حیدر آباد ہیں اور گور سے مراد ان کا دارالخلافہ ہے، کیوں کہ حیدر آبادی بے دین ہیں، لہذا اُن کا شہر گویا اُن کی قبر ہے۔ پس ہمارے اعلیٰ حضرت کی پیشگوئی کے معنی یہ ہوئے کہ حیدر آباد میں طوفان آئے گا۔ سبحان اللہ! پھر بھی مخالف لوگ نہیں مانتے۔ سچ تو ہے کہ شعر مندرجہ ذیل آپ ہی

کے حق میں نازل ہوا ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

خیر یہ تو ان کی ایک اصطلاح ہے کہ زندوں کو بھی مردہ جانیں پڑے جائیں ان کا اختیار ہے۔لیکن اتنا مانتے ہیں کہ جس وقت پیشگوئی ہوئی تھی اُس وقت بھی یہ دو شخص مخالف تھے پس اگر موت سے مراد روحانی موت ہوتی تو بقول تمہارے دونوں اُس وقت بھی مردہ تھے پھر پیشگوئی سے کیا مطلب ہوا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ:

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد۶۔نمبر۲۸۔مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء ص:۳)

قادیانی مشن کلکتہ میں

اپریل گذشتہ کو کلکتہ میں ایک مذہبی جلسہ ہوا تھا جس میں ہر ایک مذہب کے پیرووں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔افسوس کہ اس جلسہ کی خبر ہم کو ایسے وقت میں ہوئی کہ ہم نہ تو اس میں شریک ہو سکتے تھے، نہ اپنا مضمون بھیج سکتے تھے۔جس کا ہمیں سخت افسوس ہوا۔لیکن یہ سن کر کہ قادیان سے ایک مشن اسلام کی تعلیم بتلانے کو جائے گی ہمارے افسوس میں کسی قدر تخفیف بھی ہوئی تھی،لیکن ساتھ ہی اس کے ہم کو خطرہ بھی تھا کہ لاہور کی آریہ کانفرنس کی طرح کلکتہ میں بھی قادیانی مشن عربی اسلام بجائے قادیانی اسلام کو نہ پیش کرے۔نہایت افسوس ہوا جب ہم نے قادیانی پیش کردہ مضمون قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں پڑھا۔جسکو دیکھ کر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلا: وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے

سارے مضمون میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اسلام سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور ہر ایک قوم کے بزرگوں کی عزت کرتا ہے اسکے سوا باقی جو ہے اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

سلسلہ احمدیہ (مرزائیہ) کی حقیقت۔سلسلہ کی مختصر تاریخ۔احمدی نام کی حقیقت۔شرائط بیعت۔(سلسلہ مرزائے کا) اہم مقصد۔ایک بڑی غلطی کی اصلاح (متعلقہ حیات مسیح)۔مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ وغیرہ

ان عنوانوں ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی مشن نے عربی اسلام کی وکالت نہیں کی بلکہ قادیانی وہی اسلام کی تبلیغ کی جس پر بحیثیت قادیانی مشن کے ہم ان پر الزام نہیں دے سکتے کیونکہ بحیثیت قادیانی ریپریذنٹیٹو (قائم مقام) ہونے کے وہ اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ہاں الزام ہے تو ان پر یہ ہے کہ سلسلہ غالیہ احمدیہ کے جہاں اتنے عنوانات اور بیانات مقرر کئے تھے ایک بہت ضروری عنوان کو چھوڑ گئے وہ یہ ہے:

بانی سلسلہ غالیہ احمدیہ کا انجام

اس عنوان میں ان کو وہ واقعات لکھنے چاہیے جو مرزا صاحب بانی سلسلہ غالیہ نے اپنی زندگی سے وابستہ کئے تھے اور جن واقعات کا اپنی زندگی میں ہونا ضروری لکھا تھا مگر وہ آخر دم تک نہ ہوئے۔مثلاً آسمانی منکوحہ کا ان کے نکاح میں آنا جس کی بابت لکھا تھا کہ اگر یہ نکاح نہ ہو تو میں تمام بدوں سے بدتر ہونگا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا مرزا کی زندگی میں مرجانا جواب تک زندہ ہیں۔

سب سے اخیر صاف اور بین فیصلہ قابل ذکر وہ تھا جو اس خاکسار سے مرزا آنجہانی کے اپنے قلم کا لکھا ہوا شائع شدہ ہے جس کا نام ہے مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ۔جس میں صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں مرقوم تھا اور ہے کہ مولوی ثناء اللہ میری (مرزا کی) زندگی میں طاعون یا ہیضہ وغیرہ سے نہ مریں تو میں (مرزا) خدا کی طرف سے نہیں ہونگا بلکہ جھوٹا ہونگا۔یہ اشتہار کیوں دیا تھا؟ اس کی وجہ خود اسی اشتہار میں مرقوم ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے میرے (مرزا کے) سلسلہ کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا ہے مجھے اور میرے سلسلے کو اس نے سخت نقصان پہنچایا ہے وغیرہ پھر آخر کیا ہوا؟ یہی کہ

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر　　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ سلسلہ غالیہ احمدیہ کے قائم مقاموں نے ایک ایسے اہم تاریخی واقعہ کو چھوڑ نے میں انصاف کا خون نہیں کیا۔جب شروع میں اس کو درج نہیں کیا تو اب ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

باقی رہے ان کے مذکورہ عنوانات متعلقہ سلسلہ مرزائیہ، سوان کے متعلق اس قدر مباحث طویل ہو چکے ہیں کہ مزید کی حاجت نہیں۔ دیکھنا اور دکھانا یہ چاہیے تھا کہ انجام کس کی فتح ہوئی۔ و العاقبۃ للمتقین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جون ۱۹۰۹ء ص ۱۔۲)

کبھی تو سچ بھی بولا کرو

قادیانی مشن کی بنا جس ریتلی نیو پر ہے اس پر قیاس کر کے یہ تعجب بالکل بے جا ہے کیونکہ:

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا میرود دیوار کج

مگر ہم سمجھتے تھے کہ الکذوب قد یصدق (جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیا کرتا ہے) لیکن قادیانی اخباروں کو اس کے بھی برخلاف پایا۔ چنانچہ اڈیٹر بدر قادیان لکھتا ہے:

جالندھر میں آج کل وعظ کی مجلسیں قائم ہو رہی ہیں۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ ایک جگہ مقلدوں اور غیر مقلدوں کے درمیان جھگڑا ہو کر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ناچار ان میں سے بعض کا وعظ بند کرنا پڑا۔ سنا گیا ہے کہ اس فتنہ کی ابتداء مولوی ثناء اللہ امرتسری کی طرف سے ہوئی۔ (بدر ۲۰ مئی ۱۹۰۹ء)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ بستی لداں (جالندھر) میں ایک مختصر سا جلسہ تھا جس میں دو تین سال سے میں مع اپنے احباب کے جایا کرتا تھا۔ جناب مولانا غلام محمد ہوشیار پوری بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ جلسہ کی غرض و غایت صرف وعظ و نصیحت اور اخلاقی تعلیم تھے۔ مجھ سے اس جلسہ کا تعلق تھا کہ جو تاریخ میں مقرر کروں وہی ہوتی تھی۔ امسال جلسہ ہذا سے پیشتر شہر جالندھر میں بعض جگہ مولود کی مجلسیں ہوئیں، جن میں مولوی وصی احمد پیلی بھیت والے کے صاجزادے مولوی عبدالاحد اور حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے مرید مولوی محمد عظیم کاتب وغیرہ بھی شریک تھے۔ بانیان جلسہ میں سے بعض ناواقفوں نے ان کو بھی شرکت کی دعوت دی، چنانچہ وہ شریک ہوئے۔ میں مع برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور عزیزی مولوی محمد ابوالقاسم بنارسی جب پہنچے تو محمد عظیم کاتب تقریر کر رہا تھا۔ اثناء تقریر میں مسلمانوں کی بے اتفاقی کا ذکر کرتے کرتے تقریر کا رخ اسی

طرف پھر گیا کہ سلطنت اسلامیہ کی کمزوری سے ایسے فتنے پیدا ہوئے کہ لوگ عبادتیں گھٹانے لگے، بیس تراویح کی آٹھ کردیں وغیرہ۔ چونکہ یہ بیان صریحاً جماعت اہل حدیث پر حملہ تھا جو جلسہ کی غرض وغایت کیخلاف تھا ،اس لئے میں نے کھڑے ہوکر کہا کہ یہ جلسہ اس غرض کے لئے نہیں ہے، بلکہ اخلاقی مسائل کے بیان کے لئے ہے۔آپ اس قسم کی گفتگو چھوڑ دیں۔مگر حافظ جماعت علی شاہ کے فیض یافتہ مرید سے یہ توقع کیونکر ہوسکتی تھی کہ وہ مرنجاں مرنج کے پاکیزہ اصول کا پیرو ہوتا جو اصل الاصول صوفیا کرام کا ہے۔اس نے جواب دیا کہ آپ اپنے وقت میں میرا جواب دیجئے گا۔ میں نے کہا یہ جلسہ مناظرہ کا نہیں ،اگر آپ کو مناظرہ کا شوق ہے تو ہم حاضر ہیں ۔ بلایئے اپنے علماء کو اور سامنے کھڑے ہو جایئے ۔چونکہ میری شکایت بالکل بجا تھی اسلیئے جمہور حاضرین نے میرا ساتھ دیا، اور کاتب صاحب کو اس روش کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ باوجود چھوڑنے کے پھر ایک دفعہ حملہ کیا تو معزز حاضرین نے پھر ٹوکا۔آخر کار مجبور ہوکر اس نے تقریر کو بند کیا۔ بعد عصر میری تقریر تھی، ہم اور ہمارا خدا، جس پر نکتہ چینی کرنے کو تمام پارٹی کیل کانٹوں سے لیس ہوکر بیٹھی تھی کہ اتنے میں مرزا محمد ظفر اللہ خان صاحب سب جج جالندھر تشریف لے آئے۔بس پھر تو کیا تھا اپنی اپنی جگہ سب بیٹھ گئے۔میری ساری تقریر میں مرزا صاحب بیٹھے رہے۔میں تقریر پوری کر کے ہوا خوری کے لئے چلا گیا۔رات کو فریق ثانی کی تقریر ہونی تھی ،مگر مرزا محمد ظفر اللہ صاحب جج نے جب ان کے تیور دیکھے تو فرمایا کہ بس رات کو جلسہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ بانیان جلسہ نے تمام استر بستر اٹھا کر تہہ کر دیا مگر پیلی بھتی صاحبزادے نے بڑی خفگی کے لہجے میں کہا کہ میری اس میں ہتک ہے، میں تم پر نالش کرونگا۔آخر بصد دقت کوٹھے پر بیٹھ کر کچھ نعت خوانی کی اور کچھ جوش نکالا اور چلتے بنے۔مرزا محمد ظفر اللہ صاحب نے بانیان جلسہ کو یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں نے ان (فریق ثانی) کو کیوں بلایا۔جلسوں میں تو بڑے سلجھے ہوئے آدمیوں کا شریک ہونا مفید ہوتا ہے نہ کہ ایسوں کا۔

شیخ الاسلام مذکورہ بالا روداد بیان کر کے لکھتے ہیں: ناظرین باانصاف غور فرماویں کہ اس میں میرا قصور اور میری طرف سے فساد تھا، یا فریق ثانی کی طرف سے۔

ہاں یاد آیا لاہور میں مولوی محمد ابراہیم صاحب لاہوری ناظم انجمن مجاہدین نے مولوی محمد عظیم سے کہا کہ تم نے ایسی تقریر کیوں کی، تو عظیم صاحب نے جواب دیا کہ میں نے دانستہ یہ حرکت کی تھی تا کہ مولوی ثناء

اللہ کا جالندھر میں آنا بند ہو جائے۔ وجہ تو معقول ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلی بھتی صاحبزادے اوران کی پارٹی کی بابت خود فریق ثانی کی رائیں بھی ہم نے اچھی نہ پائیں۔ایک بڑے بزرگ حنفی کا قول جونواح جالندھر میں پیرومرشد مانے جاتے ہیں ہم نقل کریں تو شائد ہمارے ذمہ لگایا جاوے، اس لئے ہم اس پارٹی کی جالندھر سے روانگی پر صرف ایک شعر لکھتے ہیں جو بوقت روانگی اس پارٹی نے جالندھر کو مخاطب کر کے پڑھا ہوگا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جون ۱۹۰۹ء ص ۳۔۴)

رام پور میں مباحثہ کی کیفیت

(معذرت: رام پور کے مناظرہ سے پندرہ روزہ غیر حاضری کے بعد ایسے وقت دفتر میں حاضر ہوا کہ اخبار مرتب نہ ہوسکتا تھا مگر بالکل خاموشی بھی مناسب نہ تھی اسلیئے مباحثہ رام پور کی کیفیت پر قناعت کر کے ناظرین سے معافی کی خواستگاری ہے۔ اڈیٹر)

ریاست رام پور کے رئیس ہز ہائنس نواب صاحب بہادر ہندوستانی رئیسوں میں ایک خاص مذاق کے ہیں۔ باوجودیکہ آپ خود شیعہ مذہب کی پیروی کے مدعی ہیں، مگر ساتھ ہی اس کے آپ کا عام دعوی اور بیان جو سننے میں آیا آپ کی دلی مراد ہے کہ شیعہ سنی میں مغائرت نہ رہے، بلکہ ایک دوسرے کے دل سے خیر خواہ ہو جائیں۔شیعہ علماء کے تعصب سے ممکن نہیں کہ نواب صاحب بہادر کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکے جو آئے دن اہل سنت کوستانے کی نئی مشین ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ ہز ہائی نس کو باوجود جوانی کی عمر کے، علماء اسلام سے خاص انس ہے، بلکہ ان کی ملاقات کے متمنی رہتے ہیں۔میرے سامنے علماء کی نسبت کہا کہ آپ حضرات ضرور تشریف لایا کریں جو وقت آپ لوگوں کی مصاحبت میں گذرے وہ غنیمت ہے۔یہی علمی اور مذہبی مذاق دراصل اس مباحثہ کا باعث ہوا، مگر ظاہری سبب یہ ہوا کہ رام پور میں محکمہ آب کاری کے سپرنٹنڈنٹ منشی ذوالفقار علی خان، مرزا صاحب قادیانی کے راسخ الاعتقاد مرید ہیں۔انہی کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی خان افسر

کارخانجات ذات خاص، مرزاجی کو ویسا ہی جانتے ہیں جیسے کہ وہ واقع میں ہیں۔ان دونوں بھائیوں کی سرکار کے سامنے کچھ باہمی گفتگو رہتی، جو حضور نواب صاحب بھی سنتے۔آخر حکم فرمایا کہ تم دونوں اپنے اپنے علماء کو بلاؤ ہم مباحثہ کرائیں گے۔ چنانچہ منشی ذوالفقار علی خان (مرزائی) نے اپنے دارالخلافہ (قادیان) کو لکھا جہاں سے حسب الحکم مندرجہ ذیل اصحاب پہنچے:

مولوی محمد احسن صاحب امروہی۔مولوی سرور شاہ مقیم قادیانی، مولوی مبارک علی سیالکوٹی، مولوی محمد علی ایم اے مقیم قادیان، شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم، حافظ روشن علی، ڈاکٹر محمد حسین لاہوری، ڈاکٹر یعقوب بیگ لاہور، شیخ رحمت اللہ سوداگر لاہوری وغیرہ وغیرہ۔

علماء اسلام شرکاء کی فہرست ان کے فیصلہ میں ملے گی۔۱۵ جون مباحثہ کے لئے مقرر تھی۔۱۴ کو سب حاضر ہو گئے۔ہمیں کچھ علم نہ تھا کہ شرائط کیا ہیں، اور مناظر کون کون ہے۔میں نے اپنی طرف کے علماء میں تجویز پیش کی کہ سب سے مقدم تقرر امیر ہے۔ایسا نہ ہو کہ اختلاف رائے سے بے عزتی اور بدنامی ہو۔ چنانچہ الحمدللہ کہ میری اس تجویز کو علماء نے پسند فرمایا اور جناب مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی امیر جماعت (محمدیہ) مقرر ہوئے۔

امیر صاحب کے حکم سے مناظرہ کا قرعہ اس خاکسار کے نام پر پڑا۔ ہماری طرف کے وکیل حافظ احمد خان تو کہتے تھے کہ شرط کوئی طے نہیں ہوئی، موضوع بحث مقرر ہوا ہے، ہاں فریق مرزائیہ نے مقدم مسئلہ حیات مسیح کو رکھا ہے، مگر فیصلہ دراصل وہی ہوگا جو سرکار سن کر اجلاس میں فرماویں گے۔ یہ سن کر ہم تیار تھے کہ تعین مبحث پر ہم خوب لڑیں گے اور اس اوراوس دلیل سے ثابت کریں گے کہ حیات وممات مسیح کے مسئلہ کو مرزا کے دعاوی سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ بحث مرزا صاحب کے صدق وکذب سے ہوگی۔

مگر فریق ثانی کا اصرار دیکھ کر بغیر سنے وجوہات کے سرکار نے فیصلہ فرمایا کہ مقدم اسی کو شروع کیا جاوے اور اس سے بعد نبوت مرزا کا مضمون شروع کیا جاوے گا۔

چنانچہ ۱۵ جون کو فریق مرزائی کے مناظر بلکہ سالار قافلہ جناب مولوی محمد احسن امروہی نے کل کی لکھی ہوئی ایک تحریر پڑھی۔

مضمون تو وہی تھا جو مرزا آنجہانی کی کتابوں میں اسی مسئلہ (وفات مسیح) پر لکھا ہوا ملتا ہے مگر اداء مضمون ایسا بے لطف تھا کہ کوئی بھی کان لگا کر سننا نہ چاہتا تھا۔ خدا خدا کر کے ڈیڑھ گھنٹے میں ان کی تقریر ختم ہوئی۔

اس سے بعد میری باری آئی تو میں نے ان کی ساری تحریر کا فی البدیہہ جواب پون گھنٹے میں دے دیا۔ جواب کی خوبی اور صفائی کا ذکر کرنا مقصود نہیں، ہاں فخر ہے تو یہ کہ جناب نواب صاحب نے اپنی کرسی سے اٹھ کر میری کرسی کے پاس آ کر زبان سے تو فرمایا مولانا مبارک ہو، اور ہاتھ سے میری پیٹھ کو ٹھونکا۔

اس واقعہ کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ اس سے بھی مرزا صاحب آنجہانی کی ایک پیش گوئی غلط ہوتی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں انی مهین من اراد اهانتك ۔یعنی خدا نے مرزا کو کہہ رکھا تھا کہ جو کوئی تیری اہانت کرنا چاہے گا میں اس کی اہانت کرونگا۔ یہ الہام ایسا عام تھا اور ہے جس طرح شاعروں میں خط وخال کا مضمون عام پامال ہے۔ کون نہیں جانتا کہ میں مرزا اور مرزائی مشن کا رجسٹرڈ اور مسلّمہ مخالف ہوں اور اسی مخالفت واہانت؟ کی غرض سے گیا تھا پھر یہ اعزا زکیسا (شاید مستثنیات میں ہو)

غرض اس طرح دوسرے روز بھی مباحثہ رہا فرق صرف اتنا ہوا کہ مرزا کے گروہ کی تحریر مولوی احسن صاحب کے منشی محمد قاسم علی مقیم دہلی نے پڑھی جس کا جواب بفضلہ ایسا دیا کہ حضور نواب صاحب سرور میں آ کر بار بار فرماتے تھے کہ مولانا آج تو ان کو بری طرح پھٹکارا۔ اس کا ذکر بھی اسی غرض سے ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی کا الہام دوسرے روز بھی جلوہ افزانہ ہوا۔

تیسرے روز بوجہ ناسازی طبیعت حضور نواب صاحب جلسہ ملتوی رہا۔

چوتھے روز قادیانی جماعت کے سرگروہ بے اجازت مرادآباد چلے گئے، اس لئے بھی مباحثہ نہ ہوسکا۔

پانچویں روز نواب صاحب نے تشریف لاتے ہی فرمایا کہ آج مسئلہ وفات مسیح کو ختم کیا جائے گا۔

اس مسئلہ میں چونکہ قادیانی جماعت نے مدعی ہونے کی حیثیت سے پہلے تقریر کی تھی، دوسرے مسئلہ نبوت مرزا پر محمدیہ جماعت کا مناظر ابتدائی تقریر کرے گا۔ اس پر قادیانی جماعت مصر ہوئی کہ ہم ایسا نہ کریں گے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ دیکھو انصاف یہی ہے، تم اس پر الگ بیٹھ کر غور کرو۔

میں نے عرض کیا کہ گو ہماری جماعت کی رائے کچھ ہی ہو مگر میری رائے تو یہ ہے کہ حضور ہر مسئلہ پر

ابتدائی اور انتہائی تقریر کرنے کا موقع انہی کو دیں۔ ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ دس پندرہ منٹ سے زیادہ وقت کسی فریق کو نہ ملے۔

یہ بھی منظور نہ ہوا۔ آخر قادیانی جماعت نے کہا کہ ہم اس وقت اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ رات کو مشورہ کر کے صبح جواب دیں گے۔ جس پر نواب صاحب نے ان کو بقیہ تقریر متعلقہ وفات مسیح کے پورا کرنے کی اجازت بخشی جس کا جواب بھی اسی وقت دیا گیا۔

اس جواب میں ایک لطیفہ قابل ذکر تھا۔ مرزائیوں کے جواب میں میں نے کہا تھا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا (خطبہ الہامیہ) یہ حوالہ پڑھ کر بطور ظرافت قادیانیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا حضرات یہ ہیں اصحاب رسول، جس نے تابعی بننا ہو ان کو دیکھ لے۔ یہ فقرہ جیسا کہ حاضرین کو نمکین معلوم ہوا قادیانیوں کے زخموں پر نمک ہوا۔

خیر دوسرے روز ہم بدستور مقام مباحثہ پر پہنچے، مگر قادیانی کوئی نہ آیا۔ حافظ احمد علی خان صاحب ایک کاغذ ہاتھ میں لئے ہوئے آئے کہ سرکار نے فرمایا ہے آج مباحثہ نہ ہوگا، یہ کاغذ قادیانیوں کی تحریر ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم مباحثہ جاری نہیں رکھ سکتے جس کی وجوہات کچھ تو سرکار کے سر پر تھوپیں کہ آپ اعانت کرتے ہیں، کچھ میرے سر پر کہ یہ ہمارے پیشوا کے حق میں ایسے الفاظ کہتا ہے کہ دل پاش پاش ہوتا ہے۔ جب یہ تحریر سنی گئی تو دانا سمجھ گئے

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

حالانکہ یہ ایک ایسا موقعہ تھا کہ تمام لوگ بھی ان کی مخالفت کرتے، بلکہ راستہ چلتے ہوئے اینٹیں پتھر پھینکتے، بلکہ حوالات اور جیل خانے میں بھی بھیجتے، تاہم تبلیغ مذہب کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اور سمجھتے کہ تبلیغ کے لئے اس سے اچھا موقع کوئی نہ ملے گا کہ خود ایک والی ریاست کا انتظام ہے، بلکہ خود شریک جلسہ ہے۔ تمام لوگ دم بخود ہو کر سنتے ہیں۔ کھانے کو پلاؤ زردہ وغیرہ ملتے ہیں، رہنے کو آرام کی جگہ ہے، اس سے عمدہ موقع تبلیغ مذہب کا کیا ہوگا۔ حالانکہ (بقول مرزا آنجہانی) یہ لوگ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں جنہوں نے

پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر تبلیغ اور اشاعت کی تھی۔ لیکن چونکہ وہ اصحاب اپنے دین کو دل سے سچا جانتے تھے یہ لوگ دل میں اپنا ضعف محسوس کرتے ہیں، اس لئے یہ کہنا بالکل موزوں ہے:

شیر قالین دگت است شیر نیستان دگر ست

چونکہ مولانا احمد حسن صاحب امروہی (امیر جماعت محمدیہ) نے حضور نواب صاحب کے سامنے ہی حضرات علماء کرام رامپور وغیرہ سے استفسار فرمایا تھا کہ آپ حضرات دیانتاً فرماویں کہ ہمارے مناظر (ثناء اللہ) نے قادیانی مضمون کا کافی جواب دے دیا یا نہیں، سب نے بالاتفاق کہا دے دیا۔ دے دیا۔ اس لئے علماء کرام نے اپنے فیصلہ کو قلم بند کر کے حافظ احمد علی خان صاحب منتظم مناظرہ کو دیا جس کی نقل درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فیصلہ علماء کرام ریاست رامپور وغیرہ در بارہ مباحثہ حیات ممات حضرت مسیح

واقع ۱۵۔۱۶۔۱۹ جون ۱۹۰۹ء بمکان قلعہ معلیٰ بموجودگی سرکار معلیٰ القاب دام اقبالھم و ملکھم

یہ مباحثہ مجمع عام میں ہم لوگوں کے (جن کے دستخط اس فیصلہ پر ہیں) سامنے تواریخ مذکورہ میں ہوا۔ جماعت اہل اسلام کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے اور جماعت قادیانی کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی مقرر ہوئے۔ مگر دوسرے اور تیسرے روز جماعت قادیانی کی طرف سے منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے تحریر پڑھی۔ ہمارے روبروسب کاروائی ہوئی۔ وفات مسیح کے متعلق جتنے دلائل قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئے اسلامی مناظر نے ایک ایک کا جواب بڑی خوبی سے دیا، اور واضح تقریر سے حیات مسیح کو ثابت کر دیا، بلکہ جو زائد امور خارج از بحث بھی قادیانیوں کی طرف سے داخل تحریر و تقریر کئے گئے، ان کے جوابات بھی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے دیئے فجزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین خیراً۔ اس بحث سے شکستہ خاطر ہو کر قادیانیوں کو دوسرے مسئلہ (نبوت مرزا قادیانی) پر باوجود قرارداد اور وعدہ موثوقہ اور پیش گوئی کرنے اسلامی مناظر کے (۱۹ جون کو میں نے کہا تھا کہ میں وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں کہ قادیانی جماعت نبوت مرزا پر بحث نہ کرے گی۔ اڈیٹر) بحث کرنے کی

جرأت نہ ہوئی لہذا وہ بغیر پیش کرنے دوسرے مسئلہ کے خود بخود چلے گئے

فللہ الحمد علی ذلك صدق اللہ العظیم جاء الحق وذھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ محررہ ۲۲ جون ۱۹۰۹ء مطابق ۳ جمادی الآخر ۱۳۲۷ھ روز سہ شنبہ۔

مولوی محمد عبدالغفار خان رام پوری۔ مولوی محمد لطف اللہ قاضی رام پور۔ محمد اعجاز حسین (وکیل) رام پوری۔ مولوی محمد فضل اللہ رام پوری۔ مولوی محمد بشیر احمد (مدرس مدرسہ اول انوار العلوم) رام پوری، مولوی محمد اسلم۔ مولوی فضل حق مدرس اول مدرسہ عالیہ، رامپوری، مولوی افضال الحق رام پوری، مولوی محمد نبی رام پوری، مولوی مرتضی حسین (مدرس مدرسہ عربی دیوبند) مولوی ابراہیم سیالکوٹی۔ مولوی محمد میاں (دیوبندی) مولوی عبدالرحمٰن مدرس اول مدرسہ مراد آباد۔ مولوی محمود حسن مدرس دوم مراد آباد۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی احمد حسن امروہی۔ مولوی محمد امین امروہی۔ مولوی رضا حسن امروہی۔ مولوی عبدالرؤف امروہی۔ مولوی محمد شفیق احمد امروہی۔ مولوی محمد معظم حسین امروہی۔ مولوی عبدالرحمٰن امروہی۔ مولوی محمد سلیم سکندر پوری۔ مولوی سید محمد شاہ محدث رام پوری، مولوی سید حامد شاہ رام پوری۔ مولوی منور علی مدرس درجہ حدیث مدرسہ عالیہ رام پور۔ مولوی محمد طیب عربی۔ مولوی محمد قیام الدین جون پوری۔ مولوی محمد سہول دیوبندی۔ مولوی محمد ابراہیم دہلوی۔ مولوی محمد قدرت اللہ مدرس مراد آبادی، مولوی محمد خلیل احمد مدرس سہارن پوری۔ مولوی محمد عاشق الٰہی میرٹھی۔ مولوی محمد یحیی مدرس مدرسہ سہارن پور۔ مولوی محمد اسماعیل امروہی۔ مولوی بدرالدین امروہی۔ مولوی سردار احمد امروہی۔ مولوی محمد موسی سنبلی۔ مولوی محمد خلیل اللہ مقیم رام پور۔ مولوی احمد امین مدرس دوئم مدرسہ عالیہ رام پور۔ مولوی غلام رسول رام پوری۔ مولوی صاحبزادہ محمد الطاف علی المعروف میاں جان خان رام پوری۔ مولوی معز اللہ خان مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔ مولوی محمد یوسف مقیم رام پور۔ مولوی غلام رحمانی ولایتی مقیم رام پور۔ مولوی سئد سجاد علی بسولوی مقیم رام پور۔ مولوی وزیر محمد خان مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔ مولوی فضل کریم مقیم رام پور۔ مولوی دیانت حسین مقیم رام پور۔ مولوی حافظ محمد عبدالغفار دہلوی۔ حافظ نورالدین احمد دہلوی۔ مولوی نظیرالدین مدرس مدرسہ عالیہ رام پور۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ساری تقریریں قلم بند ہوچکی ہیں۔ حضور نواب صاحب ان کو رسالہ کی

صورت میں شائع کروائیں گے انہی کے ساتھ حضور کا اپنا فیصلہ بھی طبع ہوگا۔

بعد اختتام مباحثہ بھی کئی روز تک رام پور میں رہنا ہوا۔ایک روز انگریزی خوان طلباء نے دعوت الفواکہ (فروٹ پارٹی) دی اور جلسہ کیا جس میں میں نے اور برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے طلبا کے سامنے تقریریں کیں۔ایک روز عربی خوان طلباء نے بھی اسی قسم کا جلسہ کیا جس میں دونوں قسم کے طلبا اور علماء اور شہری لوگ بھی شامل تھے۔وہاں بھی اسی قسم کی تقریریں ہوئیں۔آخری روز بالحاح واصرار مسلمانان رام پور جامع مسجد میں جمعہ کے روز وعظ کہہ کر چلے آئے۔

حضور نواب صاحب کی طرف سے مہمان نوازی کے علاوہ حضور کی مصاحبت اور تقریری نوازشات ہمیشہ یادر ہنے کے قابل ہیں۔علماء کی ملاقات کا حضور کو متمنی پایا گو آپ مذہب میں راسخ شیعہ ہیں مگر علماء اہل سنت سے بھی حضور کو خاص انس ہے۔کسی قسم کی وحشت یا نفرت نہیں۔اخیر ملاقات میں حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: مولانا ہمیں بھول نہ جایئے گا اپنا گھر سمجھ کر کبھی کبھی تشریف لایا کریں۔

اسی قسم کی حوصلہ افزا تقریر کئی ایک دفعہ فرمائیں اس لئے علماء کرام نوازشات شاہی کے شکر گزار ہیں۔

: رام پور کو اسلامی ریاست ہونے کے علاوہ خاص امتیاز جو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ قدیم سے اہل علم کا مخزن رہا ہے علماء اور طلباء اسقدر ہیں کہ گویا ایک یونیورسٹی ہے باوجود علم وفضل کے خاکسار ہیچ مدان پر بڑے چھوٹے سب عنایت فرماتے تھے بزرگانہ شفقت سے جدائی پر اظہار افسوس کر کے آئندہ ملاقات کے لئے دعا کرتے تھے جس پر نیاز مند بھی مخلصانہ آمین کہتا ہے

روز وشب سجدہ کنم برخاک می مالم جبین
جمع کن بادوستاں یا جامع المتفرقین

علماء رام پور کے علاوہ پبلک رام پور اور تعلقداران سرکار بھی جو علماء کرام کے ساتھ عموماً اور مجھ خاکسار کے ساتھ خصوصاً محبت کا اظہار کرتے رہے۔نیاز مند سب کی طرف سے ان کے شکریہ کے ساتھ کہتا ہے جزاکم اللہ فی الدارین خیراً

رام پور میں جس روز عربی خوان طلباء نے جلسہ کیا تھا اس جلسہ میں ایک شخص ہندو کا ستھ مسلمان ہوا

حسب تجویز مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اس کا نام محمد حسین رکھا گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جولائی ۱۹۰۹ء ص ۱۔۴)

رام پور کے مباحثہ میں مرزائیوں کی شکست خود مرزائیوں کے اقرار سے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ گذشتہ پرچے میں ہم نے مجملاً کیفیت مباحثہ رامپور لکھدی ہے مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی صاحب اسکو ایک طرفہ بیان سمجھیں فریق ثانی کی شائع کردہ کیفیت مع ان کی غلط بیانیوں کی تردید کے آج شائع کی جاتی ہے۔ قادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۴ جون آمدہ ۳۰ جون میں روئداد مباحثہ رامپور شائع ہوئی ہے جو درج ذیل ہے۔

بعد معمولی تمہید کے راقم مضمون لکھتا ہے کہ:

چونکہ ایک صاحبِ اقتدار والئی ریاست کی طرف سے خواہش تھی اور ان کا منشاء بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عام مباحثات کی طرز پر نہیں بلکہ احقاق حق کے رنگ میں فریقین کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ عوام الناس کا اس جلسہ مباحثہ میں کچھ دخل نہوگا اور گفتگو متانت اور شائستگی سے ہوگی۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کیلئے اجازت دیدی۔ اور ۱۵ جون سے اس مباحثہ کا شروع ہونا قرار پایا اور مندرجہ ذیل امور مولوی سید محمد احسن کی طرف سے پیش ہوکر نواب صاحب نے ان کو منظور فرمایا۔ (۱)

اولؔ یہ کہ مباحثہ نواب صاحب کی موجودگی میں ہوگا۔

دوئمؔ یہ کہ مباحثہ تحریری ہوگا اور فریقین کی تحریریں مناظرین اور فریقین کے میر مجلسوں کے دستخطوں سے مصدق ہوکر فریقین کو دیجاوینگی۔

سوئمؔ یہ کہ مباحثہ مندرجہ ذیل پانچ سوالوں پر ہوگا۔ اور اسی ترتیب سے ہوگا جس ترتیب سے سوالات دیئے گئے

ہیں۔ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حالات زمانہ اس امر کے مقتضی ہیں یا نہیں، کہ ایک مجدد کا صدی کے سر پر مبعوث ہونا ضروری تھا۔ دعویٰ حضرت مرزا صاحب۔ الہامات حضرت مرزا صاحب۔ وفات حضرت مسیح موعود۔

چہارم یہ کہ استدلال صرف قرآن کریم سنت صحیحہ مثبتہ علی منہاج النبوت ہوگا۔

اس قرارداد کے مطابق ہم میں سے بعض دوست ۱۳/جون کی شام کو اور بعض ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ یعنی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بہمراہی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب و مولوی مبارک علی صاحب و حافظ روشن علی صاحب ۱۳ جون کی شام کو اور راقم اور خواجہ کمال الدین صاحب ۱۴ جون کی صبح کو رامپور پہنچ گئے۔ اتفاق سے جس گاڑی میں ہم پہونچے اسی میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی بھی رامپور پہنچے۔ ہم حیران تھے کہ علمائے ہندوستان میں اور پھر رامپور اور امروہہ جیسے مقامات میں کوئی علماء اس قابل نہ تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرسکیں کہ ان لوگوں کو جنہوں نے سفیہانہ طرز پر گالیاں دینا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے۔ مگر آخر یہ خیال کیا گیا کہ شائد مدد کے لئے ان لوگوں کو بھی بلایا گیا ہوگا۔ اور علمائے رامپور نے ان کے اس ناپاک اور ناشائستہ طریق کو جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں دل آزار کلمات استعمال کرنے اور استہزا کرنے کا اختیار کر رکھا ہے چھوڑ کر صرف ان کے معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں بلایا ہوگا۔ (۲) ۱۳ جون کی شام کو ایک طول طویل تحریر شرائط کے متعلق نواب صاحب کی وساطت سے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جس کے اخیر میں بجائے کسی خاص شخص کے دستخطوں کے ''مناظر اہل سنت والجماعت'' لکھا ہوا تھا۔ اس تحریر میں کچھ تو شرائط کی ترمیم پر زور دیا گیا تھا (۳) اور ایک حصہ اس کا بالکل غیر متعلق تھا۔ ترمیم شرائط میں تو سب سے بڑی یہ بات پیش کی گئی تھی۔ کہ وفات مسیح کے متعلق بحث کی ضرورت نہیں۔ اور غیر متعلق حصہ میں حضرت صاحب کی ایک کتاب سے چند عربی اشعار معہ اردو ترجمہ نقل کئے گئے تھے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر تھا۔ یہ دو چالیں فریق مخالف خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر چلا تھا وفات مسیح کی بحث کو تو اس لئے ٹالنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے تھے۔ ورنہ یہ کہنا کہ وفات حیات مسیح کے فیصلہ سے حضرت مرزا

صاحب کے دعاوی پر کوئی اثر نہیں پڑتا محض ایک دھوکا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق حضرت اقدس کے اشعار کو نقل کرنے سے یہ غرض تھی کہ نواب صاحب چونکہ شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ وہ ان اشعار سے برافروختہ (۴) ہو جائیں ورنہ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ اہل سنت والجماعت کے اپنے عقید ہکی رو سے آنے والا مسیح حضرت امام حسین سے افضل ہے۔ (۵) مگر اہل تشیع کے اعتقاد کے رو سے چونکہ امام حسینؑ کے مرتبہ میں بہت غلو کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ لازمی امر تھا۔ کہ ایک شیعہ مذہب کا پیرو ایسے کلمات سے برافروختہ ہو۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر اور نواب صاحب کو احمدیوں کے برخلاف برافروختہ کرنے کے لئے فریق ثانی نے حضرت اقدس کے ان اشعار کو شرائط کی ترمیم کے کاغذ میں داخل کر دیا۔ ورنہ ہر ایک شخص آسانی سے اسبات کو سمجھ سکتا ہے کہ مباحثہ کی شرائط کا اس امر سے کیا تعلق ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین سے افضل ہیں یا نہیں؟ غرض کہ فریق مخالف کی پہلے دن سے ہی بلکہ مباحثہ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ کوشش تھی۔ کہ ایک تو حیات ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلے کو بحث سے خارج کیا جاوے۔ اور یہ تلخ گھونٹ انہیں پینا نہ پڑے۔ اور دوسرے کسی نہ کسی طرح جناب نواب صاحب کو ان کے شیعی عقیدہ کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف اکسایا جائے۔ فریق مخالف کی یہ تحریر ہمارے پاس موجود ہے اور ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ حضرت امام حسین کے قصہ کو شرائط مباحثہ کے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور وفات مسیح پر بحث کرنے سے کیوں یہ فریق گریز کرتا تھا۔

اس تحریر کا جواب ہماری طرف سے صرف یہ دیا گیا۔ کہ ہم شرائط طے ہونے اور نواب صاحب کے ان کو منظور کر لینے کے بعد یہاں آئے ہیں۔ اور اب از سر نو ان شرائط میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ البتہ مسئلہ ختم نبوت جس پر نواب صاحب نے بھی بحث ضروری سمجھی ہے۔ اس پر بحث کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور وفات مسیح کے مضمون کے بعد ہم باقی مسائل کو چھوڑ کر پہلے اسی مضمون کو لے لیں گے۔ علاوہ ازیں فریق ثانی کی طرف سے یہ بھی استدعا تھی کہ مسئلہ وفات مسیح میں احمدی مدعیانہ حیثیت میں ثبوت مسئلہ دیں اور انہی کی طرف سے ابتدا ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فریق مخالف اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ حیات مسیح کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس بار ثبوت کو ہمارے ذمہ ڈالا۔ (۶) اور چونکہ اس معاملہ میں

نواب صاحب کا بھی یہی خیال تھا۔اس لئے ہم نے بخوشی اس بات کو منظور کیا کہ ہم مدعیانہ حیثیت میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان امور کے طے ہونے کے بعد ۱۵ جون کو قریبا پونے چار بجے پہلا پرچہ وفات مسیح کے ثبوت میں ہماری طرف سےحضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے پڑھا۔فریق مخالف نے اب تک اپنے مناظر کا نام ظاہر نہ کیا تھا۔(۷) حضرت مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ امرتسری فریق مخالف کی طرف سے کھڑا ہوا۔اور ہندوستان کے علماء کی طرف سے کوئی اس قابل نہ سمجھا گیا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کے دلائل کا جواب دیتا۔ہمیں کوئی وجوہات معلوم نہ ہوئیں کہ کیوں علماء ہندوستان نے اپنے آپ کو اس بات کے نا قابل سمجھا۔(۸) ان علماء میں سے کوئی گفتگو کرتا۔تو ہمیں یقین ہے، کہ کم از کم متانت سے تو گفتگو کرتا،مگر سارا گروہ علماء ہند جو اس موقع پر جمع تھا اس بات کے نا قابل سمجھا جا کر وہ شخص منتخب کیا گیا۔ جو اپنی دریدہ دہنی کی وجہ سے جو اس نے اس سلسلہ کے متعلق اختیار کر رکھی ہے بدنام ہو چکا ہے۔(۹) افسوس کہ بات کی بھی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔کہ اس جلسہ کا انعقاد معمولی رنگ میں نہیں ہوا۔ بلکہ ایک والئی ریاست نے خاص اطمینان دلا کر یہ جلسہ کیا ہے۔اور اوس شخص کو تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا جس کی عادت ہوتے ہوتے آخر یہ امر فطرت میں داخل ہو گیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمسخرانہ آمیز کلام سے عوام کالانعام کو خوش کرے۔اور دو منٹ بعد ایک ایک شعر پڑھ کر واہ واہ کی داد دلے۔اس کی مناظرہ میں اگر کوئی غرض ہے تو صرف یہ کہ جہلاء اس کے ساتھ ہو کر یہ شور مچا دیں کہ مولوی صاحب کو فتح ہو گئی ہے۔

وہ شخص جس کو اتقاء اور تقویٰ کی صرف اس قدر عزت ہے کہ اس کے نزدیک اس کے حلفی بیان کی رو سے ’’نماز نہ پڑھنے والا زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے‘‘۔(۱۰) جس کی جھوٹ سے محبت اس کے اس حلفی بیان سے ظاہر ہوتی ہے کہ ’’ایک شخص جھوٹ بول کر پہلی آیت کے معنوں میں متقی ہو سکتا ہے‘‘۔اور کہ ’’دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا افترا باندھنے والا دغا دینے والا (۱۱) ایک معنی سے متقی ہے۔جس شخص میں تقویٰ اور صداقت کی یہ عزت ہوا سے علمائے ہندوستان نے اپنا لیڈر بنایا۔محض اس لئے کہ سلسلۂ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے حق میں گالیاں سن کر دل خوش کریں۔اور یہ خیال نہ کیا کہ وہ کس شخص کو اپنا لیڈر بنا رہے

ہیں۔اور ساتھ ہی اس ذلت کو بھی برداشت کیا۔کہ ان میں کوئی اس قابل نہیں ہے کہ گفتگو کر سکے۔اور پنجاب سے اُنہیں آدمی منگوانے کی ضرورت پڑی۔(آخر مجھ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ ایڈیٹر)

مولوی ثناء اللہ نے کھڑے ہوتے ہی وہی اپنا قدیمی شیوہ اختیار کیا۔افسوس کہ مجمع بھی اس رنگ کا نہ تھا۔جیسا کہ ہم نے خیال کیا تھا۔گو چند معزز اہل کار بھی موجود تھے۔مگر کثرت سے وہی عوام یا ان کے پیشرو علماء موجود تھے جو مولوی ثناء اللہ کے شعروں کی داد دینے کے لئے تیار تھے۔مولوی صاحب کی تقریر کے اختتام پر جناب نواب صاحب نے بھی ان کی پیٹھ ٹھونکی۔پھر کیا تھا انہوں نے سمجھ لیا کہ نواب صاحب بھی ہماری حمایت پر ہیں۔جو چاہو اب کہہ لو پہلے دن گو ان کی تقریر اسی تمسخر آمیز پیرایہ میں تھی۔جو ان کا خاصہ ہو گیا ہے،مگر پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ذاتی حملہ کرنے کی جرأت انہیں نہ ہوئی تھی مگر جب ان کی پیٹھ ٹھونکی گئی۔تو اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم تہذیب متانت اور شائستگی کی ہر قید سے آزاد ہیں۔اور کوئی روکنے والا نہیں جو چاہیں کہہ لیں۔ان کی تقریر جس قدر ہو سکا شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھی مگر خاتمہ پر نہ تو مقابلہ ہی ہوا اور نہ میر مجلس کے دستخطوں سے تصدیق ہوئی۔اور ہو بھی کیسے سکتا تھا۔اردو میں کوئی شارٹ ہینڈ لکھنے کا طریق تو مروج ہی نہیں کہ ساری تقریر لکھی جا کر اُس کی تصدیق ہو سکتی اور مقابلہ ہو سکتا۔دوسری طرف والئی ریاست کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ شرط کی تعمیل کرا کر اُسی وقت فریقین کی تقریروں کی تصدیق کراتے۔دوسرے دن جاتے ہی سب سے پہلے ہماری طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ہماری تقریر لکھی ہوئی موجود ہے۔فریق ثانی کو تصدیق کر کے دی جاوے۔اور فریق ثانی کی تقریر ان سے لیکر تصدیق کر کے ہمیں دیجاوے نواب صاحب نے اس تحریک پر فریق ثانی سے تحریر شدہ تقریر کا مطالبہ کیا تو اُنہوں نے ٹال دیا اور کہا ہم کل دینگے اور اس طرح پر شرائط طے شدہ کی پہلے دن سے ہی خلاف ورزی شروع کی گئی۔(۱۳)اور مباحثہ کی جو اصلی غرض تھی مفقود ہو گئی یعنی یہ کہ ہر ایک لفظ جو بولا جائے،وہ ضبط تحریر میں اگر محفوظ ہو جاوے تا کہ پبلک کو غور کرنے کا موقع بعد میں مل سکے۔کہ فریقین کی طرف سے کیا دلائل دیئے گئے۔مگر فریق مخالف کو چونکہ یہ تو معلوم تھا کہ ان کی تقریر میں سوائے ان اشعار کے جو وقت پر عوام کالانعام کو خوش کر دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔اس لئے وہ تحریر دینے سے گریز کرتے رہے اور باوجود بار بار اصرار کے بھی اپنی تحریر نہ دی۔بلکہ آخری دن مباحثہ کے یہ تجویز

پیش کی کہ دس دس منٹ ہر دو فریق تقریر بازی کریں۔ یعنی دس منٹ تک ایک فریق بولے۔ پھر دوسرا دس منٹ تک اس کا جواب دے علیٰ ہذا القیاس۔ افسوس ہے کہ مباحثہ کی غرض ان لوگوں کے نزدیک احقاق نہیں۔ بلکہ اسے محض بچوں کے ڈبیٹ کی طرح ایک مشغلہ بنانا چاہتے ہیں۔ (۱۵) اور جہاں تک یہ مباحثہ ہوا، اسی طرح کا ایک مشغلہ فریق ثانی نے اسے بنا کر دکھا دیا۔

دوسرے دن ہماری طرف سے فریق ثانی کا جواب ہونا تھا۔ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ یہ فخریہ بیان کیا تھا۔ کہ ان کے اُستاد مولوی احمد حسن نے اپنی جگہ انہیں کھڑا کیا ہے۔ اس لئے اُن کی اسبات کا جواب دینے کے لئے ادھر سے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب نے میر قاسم علی صاحب کو جواب دینے کے لئے ہدایت فرمائی۔ میر صاحب کی تقریر نہایت متاثر تھی۔ اور فہمید ناظرین پر اس کا صاف اثر نظر آتا تھا۔ میر صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر پھر مولوی ثناء اللہ کھڑے ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ وقت تقریر کے لئے تھا۔ اس میں سے پورا سوا گھنٹہ تو مولوی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے میں صرف کیا (۱۶) اور باقی پندرہ منٹ وہ بھی نواب صاحب کے دو تین دفعہ توجہ دلانے پر وفات مسیح کے مضمون کو دیئے اس تقریر میں جو وفات مسیح پر ہونی چاہئے تھی اور جس کو حضرت مرزا صاحب کی ذات سے کوئی تعلق نہ تھا مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں وہی الفاظ استعمال کئے۔ جو ناپاک طبع پادری آنحضرت ﷺ کی شان پاک میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا مرزا صاحب چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر ہیں۔ کیوں کہ چور اور ڈاکو تو لوگوں کا مال چھینتے ہیں اور یہ مال اور ایمان دونوں لیتے ہیں۔ (۱۷) پھر آپ کو پاگل، سڑی، دیوانہ وغیرہ کہا۔ اور خائن لوگوں کا مال کھانے والا بتلایا۔ کہ یہ براہین کا روپیہ کھا گئے وغیرہ وغیرہ۔ (تو کیا جھوٹ ہے؟ ایڈیٹر)

اگرچہ ان الفاظ کے استعمال سے چند معزز تعلیم یافتہ اصحاب بیزار ہوئے (۱۸) جیسا کہ اُنہوں نے مضمون کے خاتمہ پر خود ہی اس رنج کا اظہار کیا مگر علماء کرام اور اُن کے پیرو عوام مولوی صاحب کی اس تقریر سے بہت خوش ہو رہے تھے خود نواب صاحب بہادر بھی احمدی گروہ کی اس طرح دل آزاری سے ناخوش نہ تھے۔ اور نہ ہی اُنہوں نے زبان دراز مقرر کو بند کیا۔ بلکہ جب خواجہ کمال الدین صاحب نے توجہ دلائی تو یہی جواب دیا کہ جب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر مخالف کو حق پہنچتا ہے کہ جو چاہے کہے۔ خواجہ صاحب نے

عرض کیا کہ وفات مسیح کے مضمون سے ان ذاتی حملوں کا کیا تعلق ہے تو ہز ہائی نس نے مولوی ثناء اللہ کو کہا کہ ان باتوں کا وقت پھر آئے گا۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ زیر بحث ہوگا۔ اس وقت اصل مضمون کے متعلق کچھ بیان کرو۔ (۱۹) مگر مولوی صاحب نے اس رنگ کو چھوڑ کر پھر ایک اور رنگ دل آزاری کا اختیار کیا۔ اور یہ بیان کرنا شروع کیا کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ انبیاء کی توہین کرتے اور ان کو برا کہتے اور اُنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو زانی کہا ہے۔ اور حضرت مسیح کی توہین کی ہے۔ اس مضمون کو بھی جیسا کہ ظاہر ہے وفات مسیح کے مسئلے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ (۲۰) مگر فریق مخالف کی غرض ہی یہ نہ تھی کہ اصل مضمون پر کچھ بیان کیا جائے۔ بلکہ اس میں وہ اپنی کمزوری کو سمجھ کر وقت کو ٹالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور ساتھ ہی پبلک کو اور خصوصا جہال کو اکسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُنہوں نے بڑی چالاکی سے اصل واقعات کا اخفا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف توہین انبیاء کو منسوب کیا اور لوگوں کو مخالفت میں بہت جوش دلا دیا۔ مخالفت بھی انسان کو ایسا اندھا کر دیتی ہے۔ کہ وہ حق کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ یہی حال مولوی ثناء اللہ کا اس وقت ہو رہا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے صحیح نہیں (۲۱) اور مرزا صاحب کی تحریروں سے جو حوالے دے رہا تھا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ کوئی کہے کہ قرآن شریف میں لا تقربو الصّلوۃ کا حکم ہے۔ مگر اس کی غرض پبلک کو صرف جوش دلانا تھا۔ تاکہ اصل مضمون کی طرف سے ان کے خیالات دور چلے جاویں۔ اور وہ اصل مضمون زیر بحث پر غور ہی نہ کر سکیں اگرچہ اس مضمون کی قلعی اگلے دن کھولی گئی اور (جواب بھی اسی وقت دیا گیا تھا۔ ایڈیٹر) سمجھدار پبلک نے دیکھ لیا۔ کہ اُس نے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا۔ مگر عین اس وقت پر جب کہ مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے سب طبائع حضرت صاحب کے خلاف جوش میں تھیں۔ اور مولوی صاحب کی تقریر جادوگروں کی سوٹیوں اور رسیوں کی طرح اپنا کام کر رہی تھیں۔ غرض کہ اصل مضمون کی طرف سے پبلک کی توجہ روکے رکھنے کے لئے فریق مخالف نے یہ دو چالیں اختیار کیں۔ یعنی ایک حضرت مرزا صاحب کا نہایت ناپاک الفاظ میں ذکر کرنا اور دوسرے آپ کے برخلاف جھوٹے واقعات کا ذکر کر کے عوام الناس کو اکسانا۔ یہ تھا نتیجہ نواب صاحب کی اُس پیٹھ ٹھونکنے کا۔ کہ اُس نے سمجھ لیا کہ جو کچھ میں اب کہتا جاؤں گا مجھے کوئی روکنے والا نہیں اور اس کے اس خیال کو ہز ہائی نس کے عملدرآمد نے مضبوط کر دیا۔ اور سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ گو

ہماری طرف سے شیخ یعقوب علی صاحب اس تقریر کا خلاصہ ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے مگر حسب شرائط کوئی تحریر مصدقہ اس سے نہ لی گئی۔ تا کہ پبلک بعد میں اندازہ کر سکتی کہ جہلا میں فتح کا نقارہ کس بنا پر بجایا جاتا ہے۔ اور گو ہز ہائی نس کو ادھر سے توجہ دلائی جاتی رہی۔ مگر نتیجہ کچھ نہ ہوا۔

دوسرے دن کی کارروائی پر ہز ہائی نس اٹھتے ہوئے فریق مخالف کو ساتھ ہی اپنی نشست گاہ میں لے گئے۔ اس کا اثر بھی وہی ہوا۔ جو پہلے دن پیٹھ ٹھونکنے کا ہوا تھا۔ اور غالبا اس طرح ایک فریق کے ساتھ خاص تعلقات ظاہر کرنے سے ہز ہائی نس کا منشا وہی تھا جس کا اعلان مباحثہ کے آخری دن اُنہوں نے خود فرمایا۔ یعنی یہ کہ وہ اور فریق مخالف ایک ہی ہیں۔ تیسرے دن فریقین حسب معمول بحث کے لیے آئے تو نواب صاحب کی طرف سے یہ پیغام ہم کو پہونچایا گیا کہ ہم اپنی تقریر شروع کریں۔ نواب صاحب تشریف نہیں لاوینگے۔ اس پر احباب نے مشورہ کیا۔ تو سب کی یہی رائے قرار پائی کہ جس صورت میں فریق مخالف نے نواب صاحب کی موجودگی میں ایسی زبان درازی سے کام لیا۔ اور کھلم کھلا ہمارے امام اور پیشوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں نکالیں۔ تو نواب صاحب کی غیر حاضری میں تو وہ رہی سہی قید سے بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھ کر جو مونہہ پر آئے گا کہد یگا۔ اس لئے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ کی غیر حاضری میں ہم مباحثہ جاری رکھنا نہیں چاہتے اور یہ امر شرائط طے شدہ میں بھی ہے کہ مباحثہ آپ کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ اس پر دوبارہ ہز ہائی نس نے پیغام بھیجا کہ احمدی مناظر اپنی تقریر شروع کرے ہم آدھ گھنٹہ میں آجاوینگے۔ مگر احباب نے مشورہ کر کے پھر یہی فیصلہ کیا کہ ذرا دیر ہو جانے میں کوئی ہرج نہیں مگر نواب صاحب کی عدم موجودگی میں کسی تقریر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ فریقین نواب صاحب کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ مگر ہز ہائی نس اس دن تشریف نہ لا سکے اور بالآخر چھ بجے کے قریب کہلا بھیجا کہ آج کے دن مباحثہ ملتوی کیا جاوے اور ساتھ ہی فریق مخالف کے کل علماء کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ (۲۲) اس سے اگلا دن جمعہ کا تھا لہذا اس دن مباحثہ کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہ ہوئی۔ جو حالات اس وقت تک پیش آچکے تھے یعنی تحریر کے متعلق شرائط کی پابندی نہ ہونا جس سے مناظرہ بالکل بے سود ہو رہا تھا۔ اور پھر فریق مخالف کا نواب صاحب کی حاضری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک بالکل بے تعلق بحث میں حملے شروع کر دینا اور نہایت ناشائستہ اور ناپاک الفاظ میں

آپ کا ذکر کرنا۔ اور لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانا گویا حضرات مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں اور خود نواب صاحب کا فریق مخالف کو بھری مجلس میں پیٹھ ٹھونکنا۔ اور ان کی خصوصیت سے روزانہ اپنے پاس بلانا۔ اور ایسا ہی بعض اور باتیں ہیں جن کا ذکر اس وقت مناسب نہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ہز ہائی نس اپنے آپ کو فریق مخالف سے علیحدہ نہیں سمجھتے یہ سب حالات ایسے تھے کہ ان کی وجہ سے مباحثہ آئندہ جاری نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ کیوں کہ وہ غرض ہی مفقود ہوگئی تھی۔ جس کے لئے ہم ہز ہائی نس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عدم پابندی شرائط نے مباحثہ کو صرف ایک وقتی جنگ کا رنگ دیدیا تھا مگر ہم نے اس معاملہ میں جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۱۹ جون کو پھر مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس دن بھی اولاً ہمیں یہی پیغام پہنچا کہ تقریر شروع کی جائے۔ ہز ہائینس تھوڑی دیر میں تشریف لاتے ہیں۔ ہماری طرف سے وہی جواب دیا گیا جو پہلے دن دیا گیا تھا۔ اس کی تھوڑی دیر بعد نواب صاحب تشریف لائے مگر بجائے اس کے کہ مباحثہ شروع ہوتا۔ ایک نئی بحث ہز ہائی نس نے چھیڑ دی جس کا منشا یہ تھا کہ وفات مسیح کے مسئلہ میں چونکہ احمدی گروہ مدعی بنایا گیا تھا۔ اب دوسرے مسئلہ میں جو حضرت مسیح موعود کی بعثت سے متعلق ہے۔ فریق مخالف مدعی بنایا جاویگا۔ اور آخری جواب الجواب کا حق اسی فریق کو ہوگا۔ غرض اس سے یہ تھی کہ چونکہ مباحثہ تحریری تو ہے نہیں۔ اخیر میں جو کچھ جھوٹ فریق مخالف کہہ گذریگا۔ اس کے جواب دینے کا موقعہ ہمیں نہ دیا جاوے، ہماری طرف سے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر مسئلہ وفات میں ہمیں مدعی بنایا گیا ہے تو نہ ہماری اپنی خواہش کے مطابق فریق مخالف کی استدعا پر کیوں کہ وہ اس مسئلہ میں خود مدعی بننے سے ڈرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی کمزوری کو جانتے ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ میں حضرت مسیح کے حیات کی کوئی دلیل نہیں باقی رہی حضرت صاحب کی بعثت اور الہامات کے دعاوی ان میں تو لازماً ہم ہی مدعی ہیں۔ کیوں کہ جب تک ہماری طرف سے ایک مجلس میں دعویٰ پیش نہیں ہوتا۔ تو فریق مخالف تردید کس بات کی کرے گا۔ جبتک ہم اپنا دعویٰ صحیح الفاظ میں پیش نہ کرلیں ایک مخالف کو جواب کا کیا حق ہے۔ (۲۳) اس کا جواب فریق مخالف کی طرف سے یہ دیا گیا۔ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ تو دنیا میں پیش ہوچکا ہے اس لئے اس کی تردید بھی پیش ہوسکتی ہے۔ اس طرف سے جواب میں پھر یہ عرض کیا گیا کہ اگر دعویٰ دنیا میں پیش ہوچکا ہے۔ تو دنیا میں لوگ اپنی طرف سے تردید بھی کرچکے ہیں۔ سوال تو

اس مجلس مناظرہ کے متعلق ہے۔ کہ پہلے یہ مجلس ہماری طرف سے صحیح الفاظ میں دعویٰ سن لے۔ تو پھر تردید بھی سن سکیگی اس کے کیا معنے کہ دعویٰ کا تو ان کو علم نہو۔ اور تردید پہلے ہی شروع ہو جائے۔ ہاں حیات مسیح میں ان کو مدعی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس میں خود اپنی کمزوری کو سمجھ کر انہوں نے وفات مسیح کا بار ثبوت ہم پر ڈالا۔ جسے ہم نے بخوشی قبول کیا۔ مگر دوسرے مسائل میں جن میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی ہیں۔ مدعی ہم ہیں۔ فریق مخالف کی طرف سے اس بحث میں خود ہز ہائی نس ہی اس بات کو پیش کرتے تھے۔ اور بحث کے اثناء میں آخر آپ نے یہ فرمایا کہ ہم فریق مخالف کی طرف سے وکیل ہیں۔ اور ان کا تحریری وکالت نامہ ہمارے پاس موجود ہے۔ کہ ان کی طرف سے جو کچھ کارروائی کرنی ہوگی وہ بذات خود ہم ہی کرینگے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم اور یہ فریق ایک ہی ہیں۔ ہم ان سے الگ نہیں ہو سکتے۔ ہماری طرف سے مکرمی ومخدومی خواجہ کمال الدین صاحب گفتگو کرتے تھے۔ اور جب نواب صاحب نے اپنے تحریری وکالت نامہ کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی خواجہ صاحب کو کہا کہ تمہیں احمدیوں کی طرف سے گفتگو کرنے کا کیا حق ہے تمہارے پاس کوئی تحریری وکالت نامہ (۲۴) ہے تو دکھاؤ۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ تحریری وکالت نامہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سب لوگ حاضر ہیں اور زبانی بتا سکتے ہیں۔ بہرحال اس وقت ہماری پوزیشن نہایت نازک ہوگئی تھی کیوں کہ بجائے فریق مخالف سے مخالفانہ گفتگو کرنے کے ہمیں خود والئی ریاست سے یہ گفتگو کرنی پڑی اور یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس میں کس قدر مشکلات تھیں اب گویا مباحثہ میں بھی ہمارے مخاطب نواب صاحب ہی تھے۔ اور دیگر امور پیش آمدہ بھی ہز ہائی نس ہی سے گفتگو کرنی ضروری ہوئی۔ یہ وکالت نامہ اور طرز بحث میں تبدیلی غالبا انہیں ملاقاتوں کا نتیجہ تھا جو فریق مخالف کی پہلے دو تین دنوں میں ہز ہائی نس سے ہوتی رہیں۔ فریق مخالف کی بدزبانی کو تو پہلے ہی کوئی حد نہ رہیتھی (۲۵) مگر جب کھلے طور پر اس بات کا اعلان خود ہز ہائی نس نے کر دیا کہ ہم ان کے وکیل ہیں۔ اور ان ہی کے ساتھ ہیں۔ تو پھر کونسی بات مولوی ثناء اللہ کو مجبور کرنے والی باقی رہ گئی تھی کہ وہ زبان کو قابو میں رکھ کر بات کرے مزید براں یہ ہوا کہ ہز ہائی نس نے یہ فرمایا کہ جب آپ مرزا صاحب کے دعاوی کے مسئلے میں مدعی بنتے ہیں۔ تو انکا (یعنی فریق مخالف کا) حق ہوگا کہ جو کچھ چاہیں کہیں آپ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہوگا۔ یہ گویا ہمارے لئے آخری نوٹس تھا کہ ہمارے امام کے حق میں جس طرح فریق مخالف

چاہیگا۔ زبان درازی سے کام لیگا۔ اور نہ صرف اسے کوئی روکنے والا نہوگا۔ بلکہ اگر ہم اعتراض کرینگے تو وہ اعتراض بھی سنا نہ جاویگا۔ بلکہ یہ بھی ہمیں کہا گیا۔ کہ اگر تم ان باتوں کو اوران شرائط کو جو اس وقت پیش کی جاتی ہیں قبول نکروگے تو تمہاری طرف سے مباحثہ میں فرار سمجھا جاوے گا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ نتیجہ نکالنے کا تو ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے نتیجہ نکالے۔ مگر ہم اپنے حقوق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ بھی عرض کیا گیا کہ تحریر کے متعلق شرائط کی آج تک پابندی نہ ہوئی۔ مگر فریق مخالف ان باتوں کو کب پرواہ کرتا تھا۔ وہ تو اُس وقت نواب صاحب کی وکالت کی وجہ سے ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا کا مصداق تھا۔ اسی اثناء میں یہ بات بھی پیش کی گئی کہ فریقین دس دس منٹ کے لیے گفتگو کریں۔ گویا مناظرہ کیا تھا مرغ بازی یا بٹیر بازی کا ایک تماشا تھا۔ ایسے اہم مسائل میں احقاق حق کا دعویٰ اور یہ صورت غرض کہ ایک گھنٹہ اسی ردوکد میں گذر گیا۔ نواب صاحب اس بات پر مصر تھے کہ جب تک اسی عام مجلس میں شرائط کا فیصلہ نہوے اس وقت تک ہم تقریر نہ ہونے دیں گے۔ اور اس طرف سے یہ عرض کیا جاتا تھا کہ جو شرائط پہلے طے ہو چکی ہیں ان کے مطابق کام شروع کیا جائے۔ جو نئی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ اُن پر ہم لوگ گھر میں فراغت سے غور اور مشورہ کر کے کل عرض کر دینگے۔ آخر چار بجے کے قریب نواب صاحب نے ایک ایک گھنٹہ وقت دونوں فریق کو آج کی تقریروں کے لئے دیا۔ ہماری طرف سے میر قاسم علی صاحب نے کوئی آدھ گھنٹہ میں تو ان غلط بیانیوں کا ازالہ کیا جو ۱۶ جون کی تقریر میں فریق ثانی کر چکا تھا۔ اور جن کا تعلق وفات مسیح کی بحث سے نہ تھا بلکہ غیر متعلق امور صرف حضرت مسیح موعود پر حملہ کرنے کے لئے فریق مخالف نے بحث میں داخل کر دیئے تھے اور پبلک کو آپ کے متعلق سخت دھوکا دیا تھا۔ یہ حالات ظاہر ہونے پر ذی فہم حاضرین مجلس نے فریق مخالف کی چالاکی پر سخت تعجب کیا۔ میر صاحب کی تقریر کے اختتام پر مولوی ثناء اللہ نے اسی رنگ میں گفتگو شروع کی جس کا وہ عادی ہے۔ حالانکہ آج ہی کی پہلی گفتگو میں خود نواب نے بھی اس کی زبان درازی کو تسلیم کیا تھا کہ اس نے ایسے الفاظ یعنی چور اور ڈاکو ہمارے امام کے متعلق استعمال کئے مگر وہ کب ٹلنے والا تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنی پہلی حرکت پر نادم ہوتا یہ کہا کہ جب میں اپنے ایمان کی رو سے مرزا صاحب کو ایسا ہی سمجھتا ہوں تو کیوں ایسے الفاظ استعمال نکروں (بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ میں نے یہ ہرگز نہ کہا تھا۔ ثناء اللہ) بلکہ یہ بھی کہا میں تو ''مرزا صاحب'' بھی انہیں کہنا پسند نہیں کرتا۔ (۲۶) اس کی اس

بات سے ظاہر ہے۔ کہ اس کی نیت کیا تھی۔ کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیا تم عیسائیوں یا شیعوں سے کسی ایسے مباحثہ کو پسند کرو گے جس میں وہ اپنے اعتقاد کے مطابق آنحضرت ﷺ یا حضرت خلفاء ثلاثہ کے متعلق وہ ناپاک الفاظ استعمال کریں جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے بدن میں آگ لگ جاتی ہے (۲۷) اسی تقریر میں اور بھی بہت سے ایسے الفاظ استعمال کئے جو آداب مناظرہ کے خلاف تھے اور جو ضرورت ہوئی تو بالتفصیل شائع کئے جاوینگے۔'' (۲۸)

حواشی از شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری :

(۱) غلط کہتے ہو منظور نہ فرمائے تھے بلکہ منظوری نامنظوری کے لئے فریق ثانی کو دیدیئے تھے جو آخر تک نامنظور رہے۔

(۲) غلط کہتے ہو علماء رامپور کو اس میں کوئی دخل نہ تھا میری طلبی تو غالبا اس لئے ہوئی ہوگی کہ مرزا صاحب اپنی اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء میں خود لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے میری عمارت کو جڑ سے ہلا دیا یہ ڈپلومہ (سندلیاقت) مرزا صاحب نے کسی مخالف کو نہیں دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کو شائد اس لئے بلایا ہو کہ وہ بھی الہام کے مدعی ہیں اور یہ مثل تو مشہور ہے کہ آہن را آہن باید کوفت۔ رہا ہمارا سفیہانہ طریق سو خود اسی سے ظاہر ہے کہ ہم کوئی بات بغیر تصحیح و الہ کے نہیں کیا کرتے۔ دجاجلہ کی طرح فریق مخالف پر افترا اور بہتانات لگا کر جاہلوں میں فتحیابی نہیں منایا کرتے۔ مثال کیلئے تمہارے گرو کی دو تین واقع بتلاتے ہیں (۱) اول مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم کی نسبت بہتان باندھا کہ اُس نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے چنانچہ وہ مر گیا (۲) مولوی محمد اسماعیل صاحب علیگڈھی مرحوم کے حق میں افترا کہ اونہوں نے بھی دعا کی تھی کہ خداوند! جھوٹے کو سچے سے پہلے موت دے۔ چنانچہ وہ مر گئے (۳) خاکسار راقم اثم کی نسبت بہتانکہ کفن فروشی اور وعظ کی دو دو آنوں کی آمدنی پر گذارہ ہے فلعنۃ اللہ علی المفترین۔ اصل وجہ میں بتلاتا ہوں وہی ہے جو علماء رامپور وغیرہ نے خود بیان کی تھی۔ جناب مولوی عبدالغفار خان صاحب نے سرکار کے سامنے میری موجودگی میں فرمایا تھا کہ علمی جوابات تو ہم بھی دے سکتے تھے مگر ہم اُن کے گھر کے بھیدی نہیں

جیسے یہ (راقم اثم) ہیں اوراسی کی ضرورتھی۔

(۳) اگر نواب صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کس کو یارہ تھا کہ ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تعیین شرائط کی تھی نہ ترمیم کی۔جس دماغ میں قادیانی نبوت کا ذبہ سمائی ہواُس میں تعیین اور ترمیم کے مابین تمیز کیونکر آسکتی ہے۔سچ ہے ٹیڑھی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں۔

(۴) غلط کہتے ہواور شرماتے نہیں ہوتمہاری تحریر میں تمہارے پیش کردہ امور خمسہ کو بیان کر کے لکھا گیا کہ ان امور خمسہ کو پنجتن پاک سے مناسبت ہے چونکہ تم لوگوں نے رئیس کے مذہب سے (بزعم خود) فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے جواب میں یہ چال اختیار کی گئی کہ مرزا کے دل میں پنجتن پاک کی یہ عزت ہے اصل واقع کو چھپانا ہے ''کھوجی کون دھرم ہے''۔ ہاں ہم تو اب بھی کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی وفات کو مرزا صاحب کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔چنانچہ میں نے اثناءتقریر میں کہہ دیا تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ہم میں موجود ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہیں تاہم مرزا کو نہیں مانتے۔ یہ تو صرف تمہارے بے ہودہ اصرار کی وجہ سے ہم نے اس مسئلہ پر گفتگو کرنی منظور کی تھی ورنہ ہم تو اس کو بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ میں نے رسالہ ''الہامات مرزا'' میں بھی اس کو تصریح سے لکھا ہے ہاں یادرہے کہ بے تعلق ہونیکی وجہ سے اعراض تھا بے ثبوت ہونے سے نہیں۔

(۵) جھوٹ کہتے ہو سچ ہوتو کسی معتبر کتاب کا حوالہ دوورنہ اپنے پیر کی طرح ہوا کھاؤ۔

(۶) کیسی جاہلانہ تقریر ہے۔اوناداں علم مناظرہ میں مدعی کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے دلائل پیش کرے اوران دلائل میں جتنی مقدمات نظری یا نزاعی ہوں اُن کو مبرہن اور مدلل کرے وفات مسیح چونکہ تمہاری دلیل کا مقدمہ ہے اس لئے اس کا ثبوت دینا تمہارا فرض ہے قانون شاہی کا عام اصول ہے کہ جو تنقیح کسی فریق کو مفید ہوتی ہے اس کا ثبوت اُسی کے ذمہ رکھا جاتا ہے۔افسوس تم میں اتنے موٹے موٹے لحیم وشحیم وکیل ہوکر بھی تم کو اتنی سمجھ نہیں۔

(۷) غلط کہتے ہو مناظر کئی روز پہلے مقرر ہو چکا تھا جس پر تمہارے موکل منشی ذوالفقار علی خان نے حضور نواب صاحب کے سامنے حافظ احمد علی خان صاحب کو کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ تو غیر مقلد ہیں کیا آپ ان کو

مانیں گے۔ حافظ صاحب نے جواب دیا تھا کہ اس میں مقلدی غیر مقلدی کی تمیز نہیں ہمسب کو مانیں گے اور سرکار کے سامنے جب تمہارے وکیل نے مولانا احمد حسن صاحب (امیر قافلہ محمدیہ) سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کے فیض سے مستفید ہونے کو آئے تھے تو مولانا نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ آپ غلط کہتے ہیں آپ کو امروہہ ہی سے معلوم ہو چکا تھا کہ مناظر کون ہوگا۔ ہاں تمہاری کوشش اور آرزو ضروری تھی کہ خاکسار مناظر نہ ہو مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

(۸) یہ کونسا لاینحل مسئلہ ہے لو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں اس کی وجہ وہی ہے جو مولوی عبدالغفار خان صاحب رامپوری کے قول میں منقول ہو چکی ہے کہ علماء ہندوستان نے عموماً اور امپور نے خصوصا مرزا کی تصانیف کو ہذیان سمجھ کر ملاحظہ کرنے کی طرف توجہ نفرمائی اس میں کیا شک ہے کہ جب تک کوئی شخص فریق مخالف کے گھر سے پورا واقف نہو مناظرہ میں قادرالکلام نہیں ہوسکتا۔ ورنہ مجھے خود اعتراف ہے کہ علماء ہندوستان علم وفضل میں مجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔

(۹) دریدہ ذہنی کی وجہ سے بدنام نہیں بلکہ اوسی حوصلہ اور جرأت کی وجہ سے جس حوصلہ سے تمہار یدارالکفر والطغیان دارالخلافہ قادیان پر حملہ آور ہو کر تمہارے طلسمی قلعہ کو پاش پاش کر آیا تھا۔

(۱۰) اس افترا کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر حیادار اور بے حیا میں یہی فرق ہے کہ موخرالذکر جواب سنا نہیں کرتے۔ مرزا کے مقدمہ میں میں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے والا توحید پر پختہ ہے تو ایک معنے سے متقی ہے تمہارے موٹے اور دبلے وکیلوں نے عدالت یں منہ چڑھایا تو میں نے اوسی وقت کہا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا اب بھی اگر تم حیا کو بالکل جواب نہیں دے چکے تو تفسیر بیضاوی زیر آیت ھدی للمتقین دیکھو کہ متقیوں کو تین قسم لکھا ہے (۱) اول توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے مجتنب (۲) دوئم توحید پر پختہ کبائر سے مجتنت اور صغائر کے مرتکب (۳) سوئم توحید پر پختہ اور صغائر کبائر دونوں سے آلودہ۔ یہی میری مراد تھی کہ ایک معنی سے متقی ہے۔

(۱۱) سچے ہو اور سچے گرو کے چیلے ہو تو یہ الفاظ میرے بیان میں دکھادو۔

(۱۲) گو میرا مذاق ہے کہ میں لطف سخن کے لئے حسب موقعہ شعر پڑھا کرتا ہوں کیوں کہ

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی

بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

مگر اس مجلس میں شعرخوانی میں میں نے ابتداء نہیں کی۔ بلکہ تمہاری فریق نے اپنی تقریر میں ٹوٹے پھوٹے شعر پڑھنے سے ابتدا کی تھی دوسرے تیسرے روز تو حمد ونعت بھی تم لوگوں نے اشعار ہی سے شروع کی تھی اور اثنا تقریر میں بھی بہت سے اشعار پڑھے ہاں فرق اتنا تھا کہ تمہارے اشعار بے محل ہونے کی وجہ سے موثر نہ ہوتے تھے۔ سرکار نے میری پیٹھ بے شک ٹھونکی مگر نہ کسی جانبداری سے بلکہ خوبی تقریر اور فصاحت کلام سے بے خود ہوکر اُنہوں نے ایسا کیا۔ تم نے جو یہ معنی سمجھے کہ سرکار نواب نے پیٹھ ٹھونکنے سے گویا مجھے بدتہذیبی کی اجازت دی یہ تمہارا بیہودہ خیال ہے بلکہ سرکار نواب نے حسن تقریر کی داد فرمائی۔ تمہارا حسد بیجا اور فضول ہے۔ تم لوگوں کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بداندام ماست

ورنہ تشریف تو بر بالاء کس کوتاہ نیست

(۱۳) سچ ہے جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے بھلا تحریر مصدقہ فریقین کو دینے کی شرط تھی تو تم لوگوں نے اپنی پہلی تحریر جو پڑھی تھی کیوں میرے حوالے نہ کی۔ میں نے اگر طلب نہ کی تھی تو تم لوگوں نے اس شرط پر کیوں عمل نہ کیا۔ کیوں مجھے جواب شروع کرنے دیا۔ اسی سے پایا جاتا ہے کہ تحریر کی شرط نہ تھی حضور نواب صاحب نے بھی دوسرے روز مجھے صرف اتنا فرمایا کہ آپ کی تقریر تحریر ہو چکی ہے میں نے کہا مجھے تو علم نہیں یہ لوگ کچھ نوٹ لکھتے تھے میں نے نہیں دیکھے اس پر نواب صاحب نے فرمایا آپ اس کو صاف کر دیجئے میں چھپواؤں گا واللہ اس بات کا کوئی ذکر بھی نہ تھا کہ فریق ثانی کو مصدقہ تحریر دینی لازمی ہے اگر ہم مان بھی لیں کہ لازمی شرط تھی کہ فریقین کی مصدقہ تحریریں فریقین کو دیجائیں تو اس کا خلاف بھی تم ہی لوگوں نے اول کیا کہ اپنی کوئی تحریر بھی ہم کو نہیں دی:

ذرا انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

(۱۴) تمہارے پیش کردہ تحریر کو پڑھنے والے منشی قاسم علی کیوں عیسائیوں اور آریوں کے مباحثوں میں اس اصول پر عمل کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ مغالطہ آمیز تقریروں کے عادی ہو اور مغالطہ آمیز تقریر

ہمیشہ لمبی ہوتی ہے اس لئے تھوڑے وقت میں تمہاری دال نہیں گلا کرتی۔

(۱۵) غلط کہتے ہو میں نے یہ نہ کہا تھا چونکہ مولانا امیر قافلہ مقرر ہوئے تھے اس لئے میں نے کہا تھا کہ میں اون کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں۔

(۱۶) جھوٹ بولتے ہوئے شرم کرو نہ کسی نے گالی دی نہ کسی نے ہتک کی علاوہ اس کے تم جانتے ہو کہ خود مرزا صاحب نے اپنے ''ازالہ'' کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہوا ہے کہ گالی اُس کو کہتے ہیں جو واقع کے خلاف دل آزاری کی نیت سے کہی جائے۔اس تعریف کے مطابق میری تقریر میں گالیاں دکھاؤ تو ہر گالی مبلغ پانچ روپیہ لیتے جاؤ۔

(۱۷) کیسا سفید جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کا وہ اشتہار پڑھا تھا جس میں اُنہوں نے خدا سے دعا کرتے ہوئے لکھا ہے ''چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بدتر جانتے ہیں اس لئے مجھ میں اور اُن میں یہ فیصلہ فرما کہ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔'' اس عبارت میں چونکہ مرزا صاحب نے میری طرف سے حکایت کی ہے کہ میں اُن کو ایسا جانتا ہوں اس لئے میں نے بطور تصدیق کہا تھا کہ ہاں واقعی ایسا جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چور تو ایک چیز لیتے ہیں مگر مرزا صاحب دونوں چھینتے تھے۔ ناظرین غور کریں کہ اگر میں یہ تصدیق نہ کرتا تو مرزا صاحب اس حکایت میں کذاب ٹھیرتے۔ میں نے اُن کی تصدیق کر کے اونکو کذب سے بچایا تو کیا برا کیا۔ ہاں اگر وہ میری نسبت ایسا نہ لکھتے تو مجھے بھی تصدیق کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۱۸) ایسے تعلیم یافتہ خواب میں تم کو ملے ہونگے۔

(۱۹) تمہاری کذب بیانی اسی سے ظاہر ہے کہ اوپر لکھتے ہو کہ نواب صاحب نے بند نہ کیا، نیچے لکھتے ہو کہ کہا اصل مضمون کے متعلق بیان کرو۔ کیا ایسا کہنا روکنا نہیں ہے؟ اصل بات نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ ہے کہ تمہاری شکایت پر نواب صاحب نے روکا تھا لیکن میں نے جب عرض کیا کہ فریق ثانی نے فلاں فلاں امر میں میری شخصیت کا ذکر کیا ہے اس لئے جواب میں میں حق رکھتا ہوں کہ بانی مشن کی شخصیت کا ذکر کروں یہ عذر سن کر نواب صاحب نے کسی قدر خاموشی سے سننے کے بعد فرمایا اب اصل دعویٰ کے متعلق کہئے۔ ناظرین انصاف کریں کہ نواب صاحب نے جانبداری کی یا انصاف فرمایا۔

(۲۰) غلط بلکہ جھوٹ کہتے ہو تعلق اس لئے تھا کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگ حضرت مسیح کو خدا کی طرح زندہ مانتے ہو ایسا کہتے ہو ویسا کہتے ہو اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ ہم ہرگز حضرت مسیح کو خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا ایک مقرب بندہ مانتے ہیں ہاں ہم حضرت مسیح کی نسبیت ایسا خیال بھی نہیں رکھتی کہ (بقول مرزا) معاذ اللہ ان کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں۔ بتلاؤ بے تعلق ہے۔

(۲۱) یہ بھی جھوٹ ہے تم کو میرے ضمیر سے کیسے خبر ہوئی کہ میں اون مضامین کو دل سے صحیح نہیں جانتا۔ اسی کو کہتے ہیں: دروغ گویم برروئے تو۔''

(۲۲) بلا کر تمہارے برخلاف کوئی تجویز پاس نہیں ہوئی بلکہ اپنی عدم تشریف آوری کا عذر کیا کہ مجھے دو تین دوست آئے تھے اس سے بعد عام گفتگو ہوتی رہی کبھی شیعہ سنی کے متعلق کبھی کسی مسئلہ پر غرض کبھی کچھ اور کبھی کچھ تمہیں کیوں اس کا رنج ہے کیا تم لوگ ہماری غیبوبت میں نہیں جایا کرتے تھے پھر اس سے کیا ہوا۔ سبحان اللہ کیا احسان فراموشی ہے۔

(۲۳) اس بیان میں بھی تم نے حسب عادت پیر قادیان حق پوشی سے کام لیا میں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ جس طرح اثبات میں کلام کرنے والا مدعی ہوتا ہے نفی میں کلام کرنے والا بھی مدعی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نفی تثلیث کے دلائل خود دیئے ہیں حالانکہ مثبتین کے دلائل مذکور نہیں۔ اسی طرح ہم مرزا صاحب کی نبوت پر بصورت نفی مدعی بنیں گے اور ایسا ہونا قواعد مناظرہ کے خلاف نہیں مگر قادیانی جماعت نے اس طریق گفتگو کو پسند نہ کیا۔

(۲۴) بالکل جھوٹ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ یہ مباحثہ صرف نواب صاحب کی اجازت اور مرضی سے ہوا تھا اس لئے ہمارے موکل نے اپنی عرضداشت میں اپنی وجوہات لکھ کر آخر میں لکھا تھا کہ آئندہ جو حضور فرماویں ہم کرنے کو حاضر ہیں جیسا کہ شاہانہ خطاب کا طریق ہے۔ اس لئے نواب صاحب نے جب مرزائیوں کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ مانے تو آخر فرمایا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں تم میری نہیں مانتے مگر وہ لوگ (یعنی ہم لوگ) سب مانتے ہیں بلکہ اُنہوں نے مجھے اپنا مختار عام اور وکیل بنایا ہوا ہے اس لئے ان کی طرف سے مجھے اطمینان ہے کہ جو کہونگا وہ مانیں گے۔ یہ نہیں کہ کسی سے سند وکالت طلب کی ہو یا کچھ اور کہا ہو۔ اوس وقت کی گفتگو کو جن

لوگوں نے سنا اور سرکار کے حکم سے سرتابی اور سرکار کا اپنے غصہ کو دبایا جانا دیکھا وہ بے ساختہ کہتے تھے مرحبا نواب مرحبا۔ سچ ہے

تواضع زگردن فرازاں نکوست

گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

یہاں تک کہ نواب صاحب جب اس قسم کی باتیں کر رہے تھے اتفاقیہ آپ کی نظر پڑی تو ایڈیٹر الحکم کچھ لکھ رہا تھا تو نواب صاحب نے فرمایا کیوں جی میری گفتگو بھی لکھ رہے ہو اچھا لکھئے میں بھی اب سنبھل کر بولتا ہوں اس وقت اتنا فرمانا تھا کہ ایڈیٹر الحکم کی شکل ایسی مرجھائی کہ گویا مرزا صاحب سے مل کر آیا ہے اتنے میں منشی ذوالفقار علی کانپتے کانپتے آئے کہ حضور نہیں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ چاک کر دو چاک کر دو۔ مگر نواب صاحب نے فرمایا نہیں رہنے کچھ حرج کی بات نہیں۔ اس حلم اور عفو کے مقابلہ میں یہ الزامات کہ حضور بھی فریق ثانی کی اعانت کرتے تھے کیسی ناشکری اور ناسپاسی ہے حضور نے تم لوگوں کی جس قدر رعایت کی ہے اس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ جس روز مباحثہ صبح کو ہونے والا تھا ہم لوگوں کو سرکار نے طلب فرمایا۔ اثناء گفتگو میں ہم نے کہا کہ تعیین مبحث کے وجوہات فریقین سے سن کر جس مسئلہ پر بحث کرنے کا فیصلہ حضور فرماویں گے ہم اُس پر بحث کریں گے مگر پہلے وجوہات سن لیں۔ نواب صاحب نے فرمایا اچھا مگر تم لوگ چونکہ وفات مسیح کے مسئلہ پر مصر تھے اس لئے محض تمہاری رعایت سے سرکار نے مباحثہ گاہ میں تشریف لاتے ہی بغیر سننے کسی وجہ کے تمہاری طرف رخ کر کے فرمایا ہاں بسم اللہ فرمایئے۔ ورنہ اگر وجوہات سن کر تعیین مبحث فرماتے تو اسی روز تم لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا، یوں تو تم لوگ پانچ روز ٹھیرے مگر اُس صورت میں دوسرے روز ہی ایسے غائب غلا ہو جاتے کہ گدھے کے سینگ تو دکھائی دیتے مگر تم لوگ نظر نہ آسکتے اسی قسم کی اور بہت سی رعایتیں سرکار تمہارے ساتھ کرتے رہے اسی لئے میں نے اپنی تقریر میں سرکار کو متوجہ کر کے کہا تھا:

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے ابر کرم بہر وفا کچھ تو ادھر بھی

سرکار نواب کی رعایات دیکھ کر میرے احباب مجھے کہتے کہ تم ایسی رعایات کیوں مان لیتے ہو میں کہتا

بھائی سرکار کا آج وہی اصول ہے جو آنحضرت ﷺ کا اصول صلح حدیبیہ میں تھا کہ جو کچھ مشرکین مکہ کہیں گے مانونگا۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کتنا ہی عرض کریں نہیں سنایا جاویگا۔ مگر واہ رے مرزائیو! تمہاری ناسپاسی۔ سچ ہے:

نکوئی بابداں کردن چناں است

کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

(۲۵) میری بدزبانی کی شکایت جب تم نے نواب صاحب کے سامنے کی تھی تو یاد نہیں میں نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا کہ جو جو لفظ میں نے سخت کہی ہیں اُن کی فہرست پیش کریں تو درصورت صحیح شکایت ہونے کے میں آئندہ کو اُن الفاظ سے پرہیز کرونگا پھر کیوں نہ وہ فہرست پیش کی۔ کرتے کیا وہاں تو مطلع صاف تھا بغیر مرزا صاحب کی مطبوعہ تحریروں کے کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

(۲۶) واقعی تم لوگ پکے دجاجلہ ہو اظہار حق سے تم لوگوں کو اُسی قدر نفرت ہے جس قدر ایک مسلمان کو خنزیر کے گوشت سے او ظالمو! تم اتنا تو سوچو کہ جو گفتگو سینکڑوں آدمیوں کے سامنے ہوئی ہے تم اُس کو کیوں کر چھپا سکتے ہو اصل بات تو یہ تھی کہ تم لوگوں نے جہاں جہاں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا محض مفرد کے صیغے سے کیا تھا مثلاً مسیح آیا تھا مسیح گیا۔ مسیح مرگیا وغیرہ اس پر میں نے تم لوگوں کو تنبیہ کرنے کی غرض سے اور ادب سکھانے کی نیت سے یہ کہا تھا کہ جس طرح تم لوگوں نے ایک اولوالعزم رسول کو مفرد کے صیغوں میں ذکر کیا ہے میرا بھی حق ہے اور جائز ہے کہ میں بھی مرزا صاحب کو مفرد کے صیغے سے اور بغیر ''صاحب'' کے صرف ''مرزا'' کہوں مگر میں اخلاقی طور پر ایسا کرنا نہیں چاہتا اور یہ میرا تم لوگوں پر آج پہلا احسان نہیں بلکہ ہمیشہ سے احسان ہے کہ میں مرزا صاحب کا نام اوس طرح مفرد کے صیغے سے نہیں لیتا جس طرح تم لوگ جناب مسیح علیہ السلام کا نام لیتے ہو۔ کہو اس بیان کو تمہارے بیان سے کیا مناسبت ہے۔

ہاں یاد آیا کہ جب تم لوگوں نے میری شکایت کی تو سرکار نے فرمایا تھا کہ دیکھو وہ تو مرزا صاحب کا نام بھی کیسے ادب سے لیتے ہیں یعنی ہر موقع پر ''جناب مرزا صاحب'' کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں تم کیسے خاموش رہے تھے۔

(۲۷) بے شک اگر کوئی بدزبان ایسا کرتے تو برا ہے لیکن اگر وہ مطبوعہ اور ہماری مسلمہ تحریریں پڑھ دیں تو اوس پر کھسیانے ہونا ہماری غلطی ہے غرض کسی کلام کو اصل الفاظ میں یا قریب الفہم نتائج میں پیش کرنے کا حق ہر فریق کو حاصل ہے لیکن اس کے سوا بغیر ثبوت کے محض دل آزار الفاظ بولنا سخت گناہ کبیرہ ہے جیسے مرزا صاحب آنجہانی نے حضرت مسیحؑ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کی تین دادیاں اور تین نانیاں حرامکار تھیں اور معاذ اللہ حضرت یسوع مسیح میں روح خبیث کا حلول تھا آپ کو حرامکار عورتوں سے تعلق تھا یہ بھی آپ کے نجیب الطرفین ہونے کی وجہ سے تھا وغیر ذلك من الهذيانات نعوذ بالله منها۔ اس قسم کی گفتگو کرنا گناہ کبیرہ وفساد ہے مگر ہم نے ایسا نہ کہا تھا۔

(۲۸) شائع ہونے پر جوابات بھی ایسے دیئے جاوینگے کہ مرزا کو مزار شریف میں بھی تمہاری نالائقی پر صدمہ ہوگا اور وہ تمہیں خواب میں آ کر کہیں گے نادانو! میں تو باایں ریش وفش ساری عمر میں اس (ثناءاللہ) سے بازی جیت نہ سکا یہاں تک کہ میں نے آخری فیصلہ میں اس کیلئے اپنی زندگی میں موت کی دعا کی اور خدا سے فیصلہ چاہا لیکن یہ حضرت اُس میں بھی مجھ سے بازی لے گیا۔ تم تو نواب صاحب رامپور کی شکایت کرتے ہو مگر میں تو خدا کا شاکی ہوں باوجودیکہ میرے ساتھ اُس کا وعدہ تھا اجيب كلّ دعائك (میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا) یہ بھی اُس نے کہا تھا کہ جدھر تیرا منہ ادھر ہی میرا منہ۔ مگر آخر کار اُس نے آخری فیصلہ میں میری اس دعا کو میرے ہی حق میں الٹا ڈالا جیسا کہ اُس نے قرآن مجید میں پہلے ہی سے فرمایا تھا لا يحيق المكر السيئ الا باهله میں تو مر کر داخل...... ہوا مگر وہ حضرت آج تک دندناتا پھرتا ہے آہ اگر یہ دشمن آج مرا ہوتا تو تم کو رامپور سے ایسی ذلت کے ساتھ کیوں نکلنا ہوتا کہ تم رامپور جیسے اسلامی شہر کو مخاطب کر کے کہتے ہوئے اسٹیشن پر جا رہے تھے کہ:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

نادانو! جب اس ہوشیار دشمن کے مقابلہ میں میں خود کامیاب نہوا تو تمہاری کیا حقیقت بقول ''کیا پدی، کیا پدی کا شوربا'' پس تم ذرا سنبھل کر اس سے مقابلہ کرنا خبردار: من نکردم شما حذر بکنید

یہ بھی تمہارا افترا ہے کہ میں نے مسئلہ حیات مسیح کو شکی کہا تھا۔ افسوس ہے تم لوگ کیسی کذاب یا بے

سمجھ ہو   مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا

نادانو! تم نے جو دلیل وفات مسیح کی دی تھی (لما توفیتنی) اس کے دوسرے معنی کر کے میں نے کہا تھا کہ اول تو اس کے معنی یہی ہیں جو میں کہتا ہوں اور اگر یقیناً یہ نہیں تو کم از کم احتمال ہے پھر یہ احتمال تم کو مضر ہے جو مدعی بن کر اس آیت کو پیش کر رہے ہو قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مطلب یہ ہے کہ تمہاری دلیل کو شکی کہہ کر تمہارے دعویٰ کو مشکوک کہا تھا جو علم مناظرہ کا قاعدہ ہے مگر افسوس ہے تم لوگ مسیح موعود مہدی مسعود اور کرشن گوپال سے مصاحبت کر کے بھی فہم وادراک سے ایسے ہی بے نصیب ہو جیسے وہ آسمانی منکوحہ کے وصال سے۔ سچ ہے :

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۰۹ء ص:۱-۱۱)

مباحثہ رام پور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ مباحثہ رامپور کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

مباحثہ رام پور کی فتح کے متعلق جن احباب نے خطوط بھیج کر مبارکبادیں دی ہیں خاکسار ہیچکارا ان کے حسن ظن کا شکر گذار ہے تمام خطوط جن میں احباب نے اظہار مسرت کیا ہے نقل نہیں ہو سکتے ایک خط نمونہ کے طور پر درج ہے:

ہمارے معزز اسد الہند جناب مولانا ثناء اللہ صاحب زید مجدہٗ

السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ

آج مورخہ ۵/ جولائی سنہ رواں کو کیفیت مباحثہ رامپور پرچہ میں نہایت شوق سے دیکھا۔ مولانا مبارک ہو، مبارک، شاباش، مرحبا، جزاک اللہ۔

ایسے بھرے دربار میں جس میں حضور ہز ہائنس بذات خاص جلوہ افروز تھے اور علماء اسلام کا جمگھٹا تھا، ایسی حالت میں آپ کا مرد میدان ہوکر مرزائی پارٹی کو دندان شکن جواب دیکر قافیہ تنگ کرنا اور اُن کی دھجیاں اڑانا، بس یہ آپ ہی کا حق تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا۔

بصد آرزو جمیع اہل اسلام آپ کے ترقی حیات کے دعا گو ہیں۔ فقط والسلام۔

راقم آپ کے دیدار کا شائق ودعا گو: عبدالستار بسکو ہری مدرس مدرسہ اسلامیہ آسنسول۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ بعض احباب نے فرط محبت میں اس ہیچکار بداعمال کو مجدد کا لقب عنایت فرمایا۔ ایسے احباب مطلع رہیں کہ جس دشمن اسلام پر فتح پانے کی خوشی میں مجھ کو مجدد کہہ رہے ہیں اوسکا دعویٰ بھی مجددیت ہی کا تھا، لہذا تمام مسلمانوں کو یہ لقب دیتے اور لیتے ہوئے ذرہ ڈرنا چاہئے۔ خاکسار ایسے تمام احباب کے لیے دعا گو ہے خداوند تعالیٰ حامیان دین کو دین ودنیا میں حسنہ عطا فرماوے۔

گو اخباری دنیا میں مباحثہ رامپور نے بہت شہرت حاصل کی اور لوگوں نے سمجھا کہ قادیانیوں کو آج ایسی شکست ہوئی ہے کہ اب وہ آئندہ کو نہ سسکینگے مگر میرے خیال میں ان کی شکست کی بنیاد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء سے رکھی گئی تھی جس روز مرزا صاحب نے میرے متعلق اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے اس لیے میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔‘‘

چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس اشتہار کے مطابق آنجہانی تشریف لیجا کر میری (نہیں نہیں اسلام کی) فتح اور اپنی شکست پر دستخط کر گئے۔ اصل شکست تو اونکو ۲۶ مئی کے روز ہوئی تھی مگر خیر چونکہ قادیانی پارٹی کو وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑا گھمنڈ تھا اس لیے خدا کو منظور تھا کہ کسی خاص موقعہ پر اس میں بھی ان کی ذلت کا ظہور ہو، سوالحمد للہ کہ ہوگیا۔

کچھ شک نہیں کہ ہز ہائینس نواب صاحب کے زیراہتمام جلسہ نہوتا تو یہ حضرات پہلے ہی روز سامنے نہ آتے۔ اب تو بہانے کررہے ہیں کہ ثناءاللہ نے ہم کو گالیاں دیں، اول تو کوئی نادان بھی باور نکریگا کہ ایک بااختیار والی ریاست کے زیراہتمام جلسہ ہو، پھر اُس میں بازاریونکی طرح گالی بازی ہو۔ اصل یہ ہے کہ مرزائیوں کو شروع ہی سے میری شرکت کا خوف تھا۔ امرتسر میں ایک موقعہ پر مرزائیوں کا اجتماع تھا۔ اس میں وہ

مشورہ کررہے تھے کہ کسی طرح ایسی کوئی صورت ہو کہ ثناء اللہ مناظرے میں پیش نہو۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ مولوی محمد احسن امروہی کو لکھنا چاہیئے کہ نواب صاحب کے سامنے عذر کریں کہ ثناء اللہ میرے مقابلے کا نہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا، اچھا وہ اگر یہ عذر کریں گے تو اول تو مجھے جواب دینے کی حاجت نہو گی، اگر ہوئی تو میں عرض کروں گا کہ جس حال میں اُن کا نبی اور مسیح مجھ کو خطاب کرتا رہا، یہاں تک کہ آخری فیصلہ کے اشتہار میں جان کی برد بازیجھ سے اسنے لگائی، تو کیا یہ لوگ اپنے رسول سے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان کے خطاب کے میں قابل نہیں۔ اسی سے ثابت کروں گا کہ یہ لوگ دل سے مرزا کے مرید نہیں بلکہ یونہی ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ مگر خیریت رہی کہ محمد احسن صاحب نے یا کسی اور نے یہ عذر نہ کیا۔

رامپور میں مباحثہ سے دوسرے روز شاید ۱۶ جون کے میں نے خواب میں دیکھا کہ مرزا صاحب سے میری ہاتھا پائی ہوئی، مگر حملہ میری طرف سے ہے۔ آخر یہ ہوا کہ میں نے اُن کو گرا کر اونکی ایک ٹانگ کو ہاتھ سے پکڑ کر سر کے ساتھ ملا دیا۔ پھر جو ہٹ کر سامنے آئے تو مٹی کا پیالہ جو میرے ہاتھ میں تھا میں نے اون کے منہ پر زور سے مارا، اور منہ سے بھی کچھ کہا۔ یہ خواب میں نے اپنے احباب کو رامپور ہی میں سنا دیا تھا۔ اس کی تعبیر حکیم نورالدین صاحب کچھ فرماویں گے تو سنوں گا۔

الحکم قادیانی اس شکست سے کھسیانے ہو کر پہلے تو فیصلہ دہندگان علماء کو کوستا ہے پھر لکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور اُن کے معاونین کو اگر دعویٰ ہے تو ہم وفات مسیح کے متعلق اخبار میں مذاکرہ شروع کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ کے پاس اس میں کچھ ثبوت ہے تو وہ منظور کریں۔

جواب یہ ہے کہ ہم تو وفات مسیح کا مسئلہ قادیانی مشن سے بالکل بے تعلق جانتے ہیں چنانچہ رسالہ الہامات مرزا میں بھی میں نے اعلان کیا ہوا ہے اور رامپور میں بھی ایسا ہی کہتے رہے۔ اس لیے ہمیں تو شوق نہیں کہ ہم اس مذاکرہ میں حصہ لیں۔ مگر چونکہ تم اس کے لیے درخواست کرتے ہو، لہذا ہم منظور کرتے ہیں، مگر ایک شرط سے جو بالکل واجبی اور تمہارے امام کی منظور کردہ ہے کہ تمہارے ہی اخبار میں ایک مذاکرہ ’’قادیانی الہامات‘‘ کے عنوان سے ہو گا دونوں برابر چلیں گے اگر تم میں کچھ سکت ہے تو اس کو منظور کرو، ورنہ نامنظوری کی معقول وجہ بتلاؤ۔

دیکھواس موقعہ پر بھی میں وہی پیشگوئی کرتا ہوں جو رامپور میں وجدانی طور سے کی تھی کہ تم لوگ ہرگز ہرگز اس مذاکرہ کے لیے تیار نہو گے۔ کیوں؟

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اون سے　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص:۳-۴)

مباحثہ رام پور
اوراس کے نتائج

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ رام پور کے مباحثہ سے مسلمانوں کو عموماً اور نیاز مند کے کرم فرماؤں کو خصوصاً جو مسرت ہوئی ہے اسکا اندازہ ہمارے مکرم دوست جناب مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی کے عنایت نامہ مندرجہ ذیل سے ہوسکتا ہے: جناب موصوف فرماتے ہیں:

مجی السلام علیکم۔ افسوس ہے کہ رام پور میں نہ پہنچ سکا آپ کو فتح وظفر مبارک جزاکم اللہ۔ اللہ تعالی آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ کاش مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی وغیرہ سے بھی اسی طرح مناظرہ کرلیں تو ادھر سے بھی اطمینان ہوجائے لعل اللہ یحدث بعد ز لك امراً

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جناب شاہ سلیمان صاحب کی دعا پر میں اور میرے احباب دل سے آمین کہتے ہیں اور کہیں گے ہاں جناب کی تجویز بابت مناظرہ مولوی احمد رضا خان صاحب تمام ہندوستان کے مسلمان عموماً اور روہیل کھنڈ کے خصوصاً دل سے پسند کریں گے مجھ سے بڑھ کر میرے مکرم دوست جناب مولوی مرتضی حسن صاحب مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند اس مباحثہ کے لئے دل سے متمنی ہیں خدا کرے مولوی احمد رضا خان صاحب کے احباب بھی ان کو سمجھاویں کہ اب وقت چھپنے کا نہیں (بقول ان کے) فرقہائے ضالہ (وہابیہ رشیدیہ نجدیہ وغیرہ) کی دن بدن ترقی ہے تمام علماء متزلزل ہورہے ہیں شرک وبدعت مٹنے کو ہے اب صرف ایک آ

پ ہیں جن پر تمام ہندوستان کے (بقول خود) اہل سنت والجماعت کی نظر ہے

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ بھی عرض کریں کہ گو آپ کی محنت کے ہم شکر گزار ہیں کہ آپ نے بہت سے اکابر فرقہا ضالہ پر کفر کے فتوے لگا کر ثابت کر دیا کہ اس زمانے میں داخل خارک کے رجسٹر کے آپ ہی محافظ بلکہ سیاہ نویس ہیں مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں پر اس قسم کے فتووں کا کوئی اثر نہیں ان سب فتنوں کے جواب میں وہ ایک ہی سناتے ہیں

کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو　　کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

پس ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے فریقین کے ممبروں کی ایک کمیٹی بیٹھ کر فیصلہ کرے گی منظوری مباحثہ آنے کے بعد ہم اپنے ممبر نامزد کر دیں گے

جناب مولوی احمد رضا خان یا ان کے کوئی معتبر وکیل اس کا جواب اہل حدیث میں طبع ہونے کے لئے بھیجیں گے تو بلا کم وبیش چھاپ دیا جائے

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد مولوی احمد رضا صاحب کے دوست مولوی وصی احمد صاحب پیلی بھیتی کے صاحبزادہ مولوی عبدالاحد صاحب کا مضمون اخبار اہل فقہ (امرتسر) میں دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مباحثہ کے لئے تیار ہیں۔ مجھ سے مقام وغیرہ پوچھتے ہیں۔ بہتر ہو کہ یہ دونوں صاحب مل کر کام کریں، تو ایک ساتھ فیصلہ ہو جائے کیونکہ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں، روز کے جھگڑونکا ایک دن فیصلہ ہو جائے۔، ایک دن فیصلے کی یہی صورت ہے کہ دونوں حضرات مل کر بریلی میں جلسہ کریں، ہم ان کی خاطر بریلی میں بھی آنے کو تیار ہیں۔ خدا کرے یہ حضرات اس کار خیر پر مستعد ہو جائیں کہ روزمرہ کی کفر کی منڈی مدھم پڑ جائے (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۰۹ء ص ۲۔۳)

(یاد رہے کہ شاہ احمد رضا خان سے شیخ الاسلام امرتسری کے مناظرے کے انعقاد کی کوشش ایک عرصہ تک ہوتی رہی اور خود شیخ الاسلام بھی اس کی خواہش کا اظہار فرماتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے ایک دفعہ: **مراد آباد میں قران السعدین:** کے عنوان سے لکھا:

خبر ملی ہے کہ مراد آباد میں علماء دیوبند کا جلسہ ہونے والا ہے۔ اس جلسہ سے پیشتر بعض تحریکات سے یہ قرار پایا کہ بریلی کے بڑے حضرت

یعنی جناب مولوی احمد رضا خان صاحب اور جناب مولوی اشرف علی صاحب میں مباحثہ ہو۔ چنانچہ ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو دونوں طرف کے حضرات آ موجود ہوئے صف آرائی ہونے کو تھی کہ خدا پولیس کا بھلا کرے جس نے فساد کا اندیشہ محسوس کر کے دونوں فریقوں کو مباحثہ سے روک دیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ پولیس کو کیوں اندیشہ فساد ہوا جس حال میں اتنے بڑے بڑے علماء جلسہ میں موجود ہوتے عوام کی مجال تھی کہ کچھ بول سکتے۔ علاوہ اس کے فساد کا اندیشہ تھا تو پولیس کا انتظام کر سکتے تھے انتظام مشکل ہوتا تو ایک محدود مکان میں بموجودگی علماء وشرفاء بات چیت ہو سکتی تھی۔ مباحثہ بند کرنے کا کیا مطلب۔ اتنے دنوں کی تمنا تو بمشکل پوری ہونے کو تھی افسوس کہ وہ پوری نہ ہوئی خدا کرے فریقین کو سمجھ آجائے یا تو ایک دوسرے سے بدگمانیاں چھوڑ کر شیر وشکر ہو جائیں یا کلکٹر صاحب ضلع سے مل کر اجازت مباحثہ لیں اور پولیس کے انتظام میں کچھ خرچ بھی ہو تو مل کر دے دیں غرض اس موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے مگر جو کچھ ہو ایسے طریق سے ہو کہ موجودہ حالت سے بہتر ہو، بدتر نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ اسلام اور اہل اسلام کی موجودہ عزت پر بھی داغ آئے (خدا نہ کرے)

ہاں اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت میں اتنی گذارش ہے کہ اہل حدیث بھی امیدوار عنایت ہیں، کیا ان کے حال پر عنایت نہ ہوگی۔ اب تو میری یہ درخواست منفردانہ نہیں ہے بلکہ بفضل خدا اہل حدیث کانفرنس کی ہے جس میں عموماً علماء اہل حدیث شامل ہیں اس لئے اہل حدیثوں سے مباحثہ ہوگا تو قومی ہوگا آپ کی منظوری کی دیر ہے کانفرنس جس کو چاہے گی پیش کرے گی (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

نواب رام پور کا سرٹی فیکیٹ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی جو رام پور میں شکست یاب ہو کر بھاگی ہے، تو اس کی وجوہات میں وہ یہ بات بیان کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے ہمارے مرشد ومولی کی نسبت سخت زبانی سے کام لیا۔ گو ان کے اس کہنے کو کوئی نادان بھی باور نہ کرے کہ ایک معزز بااختیار رئیس کا دربار ہو اس میں کوئی شخص گالیاں دے کر فتح پا جائے، تاہم ان کی اس بے ہودہ بکواس کو غلط ثابت کرنے کو آج ہم حضور نواب صاحب رام پور کا سرٹی فیکیٹ شائع کرتے ہیں جو سرکار عالی نے محض علمی قدر دانی سے اس ہیچکار کو اعزاز بخشا ہے۔ نواب صاحب نے لکھا ہے:

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔

دستخط محمد حامد علی خان

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس سرٹیفیکیٹ سے جہاں قادیانیوں کی تمام غلط گوئیوں کے جوابات حاصل ہوسکتے ہیں، مرزا صاحب آنجہانی کی ایک بڑی مشہور اور زبردست پیش گوئی کی تردید بھی ہوجاتی ہے۔ بڑی غلط گوئی یہ لوگ یہ کیا کرتے ہیں کہ حضور نواب صاحب نے مولوی ثناءاللہ کی پیٹھ ٹھونکنے سے ان کی بدزبانی کرنے پر جرأت دلائی۔ اس کا جواب اس سرٹیفیکیٹ سے یوں ملتا ہے کہ حضور کا پیٹھ ٹھونکنا خوبیِ تقریر سے تھا کسی جانبداری سے نہ تھا۔ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی تردید یوں ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کی عام پیش گوئی ہے انی مھین من اراد اھانتك (یعنی جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا، میں (خدا) اس کی اہانت کرونگا)۔ اس پیش گوئی کو مرزا اور مرزائی کئی ایک دفعہ مخالفوں کی علالت یا نقصان جان و مال پر چسپاں کر چکے ہیں۔ اب وہ خود انصاف سے بتلاویں کہ بقول ان کے، مجھ سے زیادہ کس کی اہانت ہوگی کہ رام پور سے وہ ایسی ذلت سے بھاگے کہ قادیان تک پہنچتے ہوئے بھی وہ رام پور کی طرف منہ کر کے کہتے ہوں گے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ پھر یہ اعزاز جو سرٹی فیکیٹ سے مجھ کو ہوا ہے، اس سے اس مرزائی پیش گوئی کا کچھ حصہ باقی رہ سکتا ہے؟

مرزائیوں یادرکھنا دجال اکبر کی غلط پیش گوئیاں اس خاکسار کے سامنے نہ چلیں تو تم کیا ہو۔ بقول، کیا پدی کیا پدی کا شوربہ

حضور نواب صاحب نے جو اس ہیچ کار کی نسبت اس سرٹیفیکیٹ میں پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں حضور کا حسن ظن اور اس خاکسار کے لئے باعث فخر ہیں: ورنہ من آنم کہ من دانم

جو لوگ مباحثہ رام پور کے متعلق حضور نواب صاحب کے فیصلہ کے منتظر تھے وہ خوش ہوں گے کہ حضور کا مفصل فیصلہ بھی شاید چھپے مگر حضور نے اس سرٹیفیکیٹ میں بھی ایسے الفاظ فرمائے ہیں جو گویا فیصلہ اور محاکمہ ہیں چنانچہ حضور کے یہ الفاظ مبارکہ کہ:

انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خاکسار نے اپنے دعوی کو بخوبی ثابت کیا۔قادیانی فریق اپنے اثبات دعوی میں ناکام رہے۔ فالحمد لله (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۰۹ء ص ۴)

مناظرہ رام پور

عنوان بالا سے ہمارے پرانے مہربان اڈیٹر صاحب اصلاح (رافضی دوست) لکھتے ہیں:

مناظرہ رام پور اہلسنت کے فرقہ غیر مقلدین (وہابی) میں فی الحال دوفرقے ہو گئے ہیں۔ایک مرزائی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں، دوسرا وہی جو عام طور سے وہابی مشہور ہے۔دونوں بھائیوں میں ایک عرصے سے نزاع قائم ہے، جس کے تصفیہ کے لئے ہز ہائی نس نواب رام پور دام اقبالہ حکم مقرر کئے گئے۔مرزائیوں کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی مناظر مقرر ہوئے اور عام اہل حدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔۱۵ جون سے مناظرہ شروع ہوا۔

شیخ الاسلام اس تحریر پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

ہم حیران ہیں کہ لوگ مذہبی واعظ اور مصلح ہو کر بھی جھوٹ سے نفرت کیوں نہیں کرتے۔جھوٹ بولنے والا آدمی کسی عزت کا مستحق نہیں چہ جائے کہ مذہبی تقدس کا۔فرقوں کی تقسیم یا جن چیزوں کے لئے کسی تیسری چیز کو مقسم بنایا جاوے اس کے لئے یہ عام قاعدہ ہے کہ مقسم کا اطلاق اور صدق اقسام پر ضرور ہوتا ہے مثلاً حیوان کو جب ہم فرس غنم وغیرہ پر تقسیم کریں، تو یہ ضرور ہے کہ ہر ایک فرس کو اور ہر ایک غنم کو حیوان کہہ سکیں۔یا مسلمانوں کے فرقوں کا شمار کریں تو یہ ضرور ہے کہ ہر ایک فرقے کو مسلمان کہہ سکیں۔یا شیعہ کو بقول علامہ شہرستانی جب ان کے فرقوں میں تقسیم کریں تو ہر ایک فرقہ ان میں کا شیعہ ہوگا۔غرض اہل علم کے نزدیک یہ ایک ایسی کھلی صداقت ہے کہ اس پر کسی دلیل لانے یا بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ مقسم کا اطلاق اور صدق

اقسام پر ضروری ہے۔ پس اس لحاظ سے لازمی ہے کہ، غیر مقلد، جو بقول آپ کے ان دونوں فرقوں (مرزائیوں اور وہابیوں) کا مقسم ہے، اس کا صدق دونوں فرقوں پر ہونا چاہیے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ فرقہ غیر مقلد کی تعریف یہ ہے کہ انسانوں میں سوا نبی ﷺ کے مذہبی امور میں کسی کا قول وفعل حجت شرعی نہیں جانتے، حالانکہ مرزائیوں کے نزدیک مرزا کا قول وفعل سند ہے۔ چنانچہ ان کے فتاووں میں عموماً لکھا ہوتا ہے کہ حضرت امام ایسا کرتے تھے لہذا جائز ہے۔ پھر بتلائے مرزائیوں کو غیر مقلد کا مفہوم کیسے صادق آیا۔ یہ ہے آپ کا جھوٹ نمبر اول۔

پھر آپ لکھتے ہیں: کہ ان دونوں فرقوں میں فیصلہ کرنے کے لئے نواب صاحب حکم مقرر کئے گئے تھے، حالانکہ اس نزاع میں ایک فریق حافظ احمد علی خان تھے جو حنفی المذہب ہیں دوسرے منشی ذوالفقار علی خان تھے جو مرزائی ہیں اور حافظ صاحب کے چچیرے بھائی ہیں۔ نہ کسی غیر مقلد کی اس میں نزاع تھی، نہ شرکت، نہ کسی فرقہ میں نزاع تھی۔ یہ ہے جھوٹ نمبر دوئم

نہ کسی فرقے نے نواب صاحب کو حکم بنایا تھا۔ ہاں چونکہ حضور کو اپنے ماتحتوں پر اختیار حاصل ہے نیز یہ جلسہ محض سرکار کے اخراجات سے تھا، اس لئے تو نواب صاحب کو کل اختیار حاصل تھے۔ خصوصاً دونوں بھائیوں کے حق میں، مگر یہ کہنا کہ دونوں فرقوں کے تصفیہ کے لئے حکم بنائے گئے، آپ کا جھوٹ نمبر سوئم ہے۔

اخیر میں آپ نے اس فتح پر مبارک باد دی ہے۔ میں اس مبارکبادی کو دل سے قبول کر کے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کے بدلے میں آپ کے حق میں دعا خیر کرتا ہوں کہ خدا آپ کو کسی بڑے صدیق کی پیروی میں ایسا صادق بنا دے کہ جھوٹ سے آپ کو کلی نفرت ہو۔

النجم لکھنؤ لکھتا ہے: نواب صاحب رام پور اگر اسی طرح علمائے شیعہ واہل سنت میں مناظرہ کرا دیں تو بڑا نفع ہو، اور نواب صاحب کا ذکر صفحات تاریخ پر بہت دنوں کے ثبت ہو جائے۔ نواب صاحب کے علمی مذاق اور مذہبی دلچسپی سے یہ امر کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: کیا علماء شیعہ اور اخبارات شیعہ بھی اس تجویز کی تائید کریں گے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اگست ۱۹۰۹ء ص ۲۔۳)

مناظرہ رام پوراورشیعہ

مناظرہ رام پور کے عنوان سے رسالہ شیعہ کے اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں کہ:

دومعزز ملازمین ریاست کی باہمی چشمک کو یک سوکرنے کی غرض سے ہز ہائی نس عالی جناب نواب صاحب والی رام پور نے دونوں کواجازت دی تھی کہ اپنے اپنے عالموں کو بلاکر رام پور میں وہ مناظرہ کرالیں۔ مہمانوں کے کھانے رہنے کا سامان ہز ہائی نس نے کر دیا تھا۔سنیوں اور قادیانی جماعت کے علماء یک جا ہوئے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔مسائل زیر بحث ختم نہ ہو سکے اور دونوں قبل از اختتام رخصت ہو گئے۔تاہم مولوی ثناءاللہ اڈیٹر اہل حدیث اپنی عادت کے مطابق شور کر رہے ہیں کہ قادیانی فرقہ کو شکست ہوئی۔معلوم نہیں اڈیٹر اہل حدیث اس کذب صریح کو کس قاعدہ سے روا تصور فرما رہے ہیں جب کہ وہ اصول تقیہ پر برملا قہقہہ لگاتے ہیں اور محض شیعہ کی عداوت میں حضرت سرور کائنات کے عمل کو ترک کر کے بلکہ ناجائز بتانے سے نہیں چوکتے۔ مولوی صاحب دینی مباحثہ کو مرغ بازی اور بٹیر بازی کے عنوان سے چلانا چاہتے ہیں اور پھر اجر خیر کے مطالبہ کی جسارت کرتے ہیں:

جماعت پئے تسخیر ابلہاں پوشند　　کلاہ وخرقہ وعرعزنند ہم چوحمار

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ناظرین سلسلہ واقعات کو یاد کریں اور خود قادیانی اخباروں کے اعتراف کو ذہن نشین کر کے بتلاویں کہ ان دونوں مقدس بھائیوں (اڈیٹر اصلاح اور شیعہ) کو حضرت صدیق اکبر کی عداوت نے کیسے کذب بلکہ کذبات کی دلدل میں پھنسایا ہے۔سب واقعات میں بڑا واقعہ نواب صاحب رام پور کا وہ سرٹیفکیٹ ملاحظہ کریں جو اہل حدیث مورخہ ۳۰ جولائی میں شائع ہوا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ہمارے شیعہ دوستوں کو کیوں ایسی آگ لگی۔ہاں یاد آیا کہ اخبار النجم لکھنؤ میں

مناظرہ رام پور کا ایک لطیفہ چھپا تھا، جو میں نے بھی رام پور میں سنا تھا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کو ملنے کے لئے دو شیعہ عالم آئے۔ مولانا نے فرمایا سرکار نے بہت اچھا کیا کہ قادیانیوں سے مباحثہ کرانے کے لئے علماء اہل سنت کو طلب فرمایا، ورنہ اگر شیعہ کو بلاتے تو ایک منٹ مقابلہ نہ کر سکتے، کیونکہ جو اوصاف، قادیانی لوگ، ایک مرزا میں مانتے ہیں، شیعہ لوگ آئمہ اہل بیت میں کئی ایک میں مانتے ہیں۔

غالباً اسی واقعہ کا ان دونوں بھائیوں کو رنج ہے۔ لیکن دانا جانتے ہیں کہ اس واقع کو مناظرہ سے کیا تعلق۔ اگر ہو بھی تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ دونوں فریق قبل از اختتام مباحثہ رخصت ہو گئے، تف۔

اچھا ہم کہتے ہیں، بہت خوب تم میں اگر سکت ہے تو آیئے:

ہمیں میداں ہمیں چوگان ہمیں گوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔۲۰ اگست ۱۹۰۹ء ص ۳)

قادیانی فرار کا ایک تازہ نمونہ

قادیان کے اخبار الحکم نے لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ اور اس کے ہم خیالوں کو رام پور کے مباحثہ پر گھمنڈ ہے تو ہم اخبار الحکم میں ایک مذاکرہ جاری کرتے ہیں، اس میں حیات مسیح کے مسئلہ پر بحث ہو گی۔ اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ حیات مسیح کے مسئلہ کو ہم قادیانی مشن سے ہمیشہ بے تعلق سمجھتے رہے ہیں، اس لئے ہم صرف اس مسئلہ پر بحث کرنا تضیع اوقات جانتے ہیں۔ ہاں اگر تم کو شوق ہے تو اسی مذاکرہ کے ساتھ قادیانی الہامات کا مذاکرہ بھی شروع کرو۔

اس کے جواب میں الحکم نے وہی چال نکالی، جو اس کا گرو پیشتر کئی بار نکال چکا ہے۔ چنانچہ ۲۸ جولائی کی اشاعت میں، ثناء اللہ کی حرکت مذبوحی، کا عنوان دے کر بہت سی اناپ شناپ کے بعد لکھتا ہے:

الہامات پر ہی مناظرہ کا شوق ہے تو میں اس کو بھی منظور کرتا ہوں۔ سب سے اول تمہارے رسالے

الہامات مرزا کا جواب میں اہل حدیث میں دیتا ہوں، تم اس کا وعدہ کرو اور اعلان کردو جب تک وہ پورا نہ ہولے اس پر تمہیں تنقید کی اجازت نہ ہوگی۔ بعد ختم ہونے کے جب تک تم نہ لکھ لو، میں خاموش رہونگا اور جواب الجواب پر میں اسے ختم کردونگا۔ اگر حوصلہ ہے تو ذرا جرأت سے اس کا اعلان تو کرو، تا کہ تمہیں اپنی پیش گوئی کی بھی قدر معلوم ہو جائے۔

شیخ الاسلام جواباً لکھتے ہیں: اس میں تم نے کئی دجل کئے ہیں۔ اول تو یہ کہ اہل حدیث میں مذاکرہ کا اجزاء مانا ہے حالانکہ الحکم میں ہونا ضروری ہے، تا کہ مرزائیوں کو مرزا کے دجل کا علم ہو سکے۔

دوئم بغیر ہمارے منشاء از خود رسالہ الہامات مرزا کو جواب کے لئے تجویز کیا، حالانکہ اس تجویز کے مجوز ہونے کی حیثیت سے ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم اس مذاکرہ کو جس عنوان سے چاہیں چلائیں۔

تیسرا دجل تمہارا یہ ہے کہ تم نے اس مذاکرہ کو شیطان کی آنت بنانا چاہا کہ جب تک رسالہ الہامات مرزا کا جواب ختم نہ ہولے میں کچھ نہ بولوں۔ زہے دجل حالانکہ اخباری مذاکرات جاننے والے جانتے ہیں کہ اس قدر طول طویل یک طرفہ مضامین لطف دہ نہیں ہو سکتے۔

پس بہتر تجویز جو ہر ایک دانا کے نزدیک قابل تسلیم ہو سکتی ہے یہی ہے کہ دونوں مضمونوں (حیات مسیح اور قادیانی الہامات) پر دونوں اخباروں (اہل حدیث اور الحکم) میں مضامین چھپیں گے۔ جاؤ تمہارے حسب خواہش حیات مسیح کے مدعی بھی ہم ہی بنیں گے۔ ہر ایک سوال پر تین تین دفعہ تحریریں ہو کر پبلک کے انصاف پر چھوڑی جائیں گی۔ ہم کو اختیار ہوگا کہ ہم جس الہام سے چاہیں شروع کریں۔

ہمارے رسالہ الہامات مرزا کا جواب تم نے دینا ہے تو الگ رسالہ کی صورت میں دو، جو کار آمد بھی ہو سکے۔ لیکن کیا تم ایسا کرو گے؟۔ اسکے جواب میں میں پھر وہی کہونگا:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اگست ۱۹۰۹ء ص ۳۔۴)

قادیانی بھگوڑے

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی بھگوڑوں کے بہکانے سے بعض احباب متقاضی ہوتے ہیں کہ جو تقریریں رام پور میں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے خدا نے حق کو غلبہ دیا ان کو شائع کیا جائے۔ لہذا ایسے احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ میری طرف سے تو جوابی تقریر تھی، جو کچھ مرزائیوں نے اپنے اثبات دعوی کے لئے کہا تھا، میں نے اسی کا جواب دیا تھا۔ اس تقریر کے نوٹ کچھ کچھ محرروں نے لکھے تھے، جو میرے پاس نہیں بلکہ ریاست ہی میں ہیں۔ اخبار وطن مورخہ ۲۰۔ اگست کے ایک رام پوری نامہ نگار کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ.... سب تحریریں چھپیں گی جناب نواب صاحب نے بھی مجھ سے خود فرمایا تھا کہ میں ضرور چھپواؤنگا۔ مزید حالات حافظ احمد علی خان افسر کارخانہ جات سرکار رام پور سے دریافت ہوں۔ میری تقریر کا طرز دیکھنا ہو تو اسی مسئلہ پر تفسیر ثنائی جلد ثانی میں میں نے لکھا ہوا ہے۔ قریب قریب اسی کے میں نے تقریر کی تھی، زائد وہی تھا جس کی مجلس متقاضی تھی جواب ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو تقریر کرنے یا سننے کا مذاق ہے وہ میرے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ مباحثہ چونکہ تقریری تھا اور نواب صاحب گویا حکم تھے، اس لئے جو کچھ ہوا انہیں کے گوش گذار کرنے کو ہوا، اور بس۔

اخبار بدر قادیانی نے اپنی ذلت اتارنے کو رسالہ شیعہ کا ایک نوٹ نقل کیا ہے جو اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اگست میں نقل ہوا ہے۔

عنوان میں لکھا ہے کہ، نواب صاحب کا ہم مذہب رسالہ شیعہ لکھتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ یونہی فتح کا شور مچاتا ہے۔ مگر اس بدرو میں اتنا انصاف نہیں کہ نواب صاحب کے ہم مذہب کی شہادت سے کیا ہوسکتا ہے جو سینکڑوں میل کاٹ کوسوں میں رہتا ہے، خود نواب صاحب کا سرٹیفیکیٹ کیوں نہیں دیکھتے جس میں حضور نے اس خاکسار کی نسبت تعریفی الفاظ لکھتے لکھتے یہ بھی فرمایا ہے کہ: جس امر کی انہوں نے تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا۔ مفصل سٹیفکیٹ ۳۰ جولائی کے اہل حدیث میں عینک لگا کر دیکھیں۔ ممکن ہو تو رسالہ شیعہ کے رافضی

اڈیٹر کو بھی ساتھ ملا کر دیکھو پھر بتلاؤ کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، یہی ہے یا کچھ اور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۳ ستمبر۱۹۰۹ء ص۵)

مولانا ابراہیم میر اور قادیانی اخلاق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ جونہی کسی نے اعتراض کیا، آپ کپڑوں سے باہر ہو کر لگے اوسکو کوسنے۔ وہی حال اُن کی ذریت کا ہے۔ ہمارے مکرم برادر جناب مولوی حافظ حاجی محمد ابراہیم فاضل سیالکوٹی نے چند سوال خلیفہ قادیانی کی خدمت میں پیش کیئے۔ سوال کیا تھے، عالمانہ استفسار تھے۔ جب قلمی جواب نہ ملا تو آخر اُنہوں نے اہل حدیث میں شائع کرا دیئے۔ (یہ سوالات مضمون ہذا کے آخر میں باریک خط میں نقل کئے جارہے ہیں۔ بہاء) چاہئے تو یہ تھا کہ قادیانی اُمت شرم کرتی کہ جواب دینے میں کیوں غفلت ہوئی، بجائے اس کے فاضل موصوف کا نام رکھا ''ملا ابراہیم''۔ یہ کہہ کر خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے، اور اپنے اُستاد کی سنت پر پورا عمل کر کے انا خیر کا ورد کیا۔ جوابات کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہتے، نہ مولوی صاحب ممدوح خود لکھیں گے۔ ہاں اتنا پوچھتے ہیں کہ ''ملا'' کے لفظ سے تمہاری مراد اگر افغانستان کی اصطلاح ہے یا الہ آباد یونیورسٹی کا سند یافتہ، تو یہ لفظ کوئی حقارت آمیز نہیں۔ مگر غالباً تمہاری مراد یہ نہیں کیوں کہ تمہیں تو مولوی صاحب کی تحقیر شان منظور ہے۔

پس ہندی عام اصطلاح کے مطابق ملّا وہ ہے جو علوم دینیہ سے خالی کسی مسجد کا امام اور مسجد کی آمدنی پر گذراوقات کرتا ہو۔ اس تعریف کے مطابق تم بتلا سکتے ہو کہ جناب فاضل سیالکوٹی کسی مسجد کے امام ہیں؟ ہاں ہم کہتے ہیں اور ہمارے اس کہنے کی تصدیق تمہاری سیالکوٹی جماعت کر سکتی ہے کہ مولوی صاحب گھر کے آسودہ حال ہیں، اُن کے والد نے خود کئی ہزار روپیہ لگا کر بڑی نفیس اور بے مثال مسجد سیالکوٹ میں بنوائی ہے۔ اُس کے امام بھی مولوی صاحب خود نہیں بلکہ مولوی حکیم خدا بخش صاحب ہیں، جن کا اپنا گذارہ بھی فن طبابت سے

بہت عمدہ ہے۔ پھر بتلاؤ یہ تمہارے اخلاق کیسے گرے ہوئے کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہو۔ کہ تم ہی وہ لوگ جن کی بات ''دجّال اکبر'' نے لکھا ہے کہ میرے مرید ''اصحاب محمد'' کے برابر ہیں۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ۔ ص ۱۵۱)۔

مگر ہاں تم لوگ بھی سچے ہو۔ تمہارے پیر اور ہادی، مسیح اور مہدی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جھوٹ بولنے سے اسکو کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اسی طرح اُس نے میری بابت بھی ایک واقعہ لکھا تھا:

''دو دو آنوں پر وعظ کہنے والا، کفن فروشی سے گذارہ کرنے والا۔ (اعجاز احمدی، ص:۲۳)

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام نہ وعظ گو، نہ جنازہ خواں ہوا، نہ ہونے کی خواہش، نہ توقع نہ شوق۔ بلکہ میری دعا ہے کہ خدا میری اولاد میں بھی قیامت تک کسی کو ایسا نہ کرے۔ مگر تمہارے گرو نے میری تحقیر شان کر کے تمہاری آنکھوں میں مٹی ڈالنے کو ایسا لکھا۔ کیا امرتسر کے مرزائی مرزا کے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پھر تم لوگ کسی عالم فاضل کی نسبت ایسے الفاظ لکھو تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ نہ لکھنا تعجب ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ مورخہ ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۰۹ء ص:۹)

(مکرمی جناب مولوی (ثناءاللہ) صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے جناب مولوی نورالدین صاحب مقیم قادیان سے اُن کی ایک تحریر کے متعلق خط و کتابت کی تھی جس کا جواب انہوں نے باوجود دوبارہ یاددہانی کے نہیں دیا، لہٰذا اب اسے پبلک میں شائع کرنا مناسب ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے اپنے اخبار گوہربار کے ایک گوشہ میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خط نمبر ا۔ از جانب خاکسار ابراہیم ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا ہے۔ اس میں بعض امور قابل استفسار ہیں۔ امید ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُن کی نسبت تسلی بخش تحقیقی نہ تقلیدی و اعتقادی جواب ممنون فرماویں گے۔ آپ لکھتے ہیں:

''مرزا نے دعویٰ مکالمہ الٰہیہ کا کیا مگر اس دعویٰ کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں الآن کما کان ہے۔ پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا اور اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ بھی ہے۔ پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟''

اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں ایک عقلی مگر از ورئے نقض دیگر نقلی بحوالہ آیت۔ پہلی وجہ آپ کے دعویٰ کی مثبت بدو وجہ نہیں۔ اول اس لیے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر آپ بخلاف آیت وخاتم النّبیّین اجرائیمکالمہ نبوت نہیں کر سکتے۔ دوم اس لیے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت ورسالت ہے پس دلیل ناتمام ہے۔

دوسری دلیل نقلی میں جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس سے مراد ابرار کی راہ چلنا ہے نہ کچھ اور۔ صراط سے مراد وہ طریق عمل واعتقاد ہے جس پر وہ لوگ گذرے۔ نہ یہ کہ مکالمہ بھی ایک راہ ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ومکالمہ دعا سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس میں کسی رغبت وخواہش کو دخل نہیں۔

(۲) روایت لا مھدی الّا عیسی کو آپ نے صحیح لکھا ہے۔ اس کی تصحیح درکار ہے۔ اصول محدثین پر جواب ہو۔

(۳) نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل از کتاب وسنت برطریق محدثین مطلوب ہے۔ مہربانی کر کے جواب اقوال الرجال سے نہ ہو۔ والعمدۃ ھی البرھان والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار ابراہیم۔ شہر سیالکوٹ۔

یہ خط ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا جواب نہ آیا تو دوسرا خط بطور یاد دہانی لکھا:

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو بعض امور قابل استفسار نظر آئے تھے۔ سوان کے متعلق ۲۰ ستمبر کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ آج ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اتنے عرصہ میں کئی دفعہ ارادہ ہوا کہ خاکسار اپنے استفسارات کو پبلک میں شائع کر دے لیکن ہر بار یہی مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ اور آپ کی خدمت میں لکھ کر دریافت کروں کہ آپ اُس خط کا جواب دیں گے یا نہیں؟

اگر وہ خط آپ کو نہ ملا ہو یا گم ہو گیا ہو تو تحریر فرما دیں۔ تاکہ دوبارہ لکھا جاوے، مجھے امید ہے کہ آپ اس خط پر ضرور توجہ فرماویں گے کیوں کہ وہ استفسارات آپ کے مذاق کے موافق ہیں اور علمی ہیں۔ اور اُن پر آپ جیسے عالم کے علم سے روشنی پڑنی مناسب ہے (یہ بھی آپ کا حسن ظن ہے، وہاں تو جب سے دجال کے پھندے میں پھنسے ہیں حالت ہی دگرگوں ہے جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ایک دم میں سارا بھلا دیا۔ ثناء اللہ)۔ ایک ہفتہ تک اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔ سابقاً بھی جب آپ منشی کریم بخش صاحب ایڈیٹر انوار الاسلام کے مقدمہ کی گواہی میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے تو چند آیات کے متعلق خاکسار نے آپ سے سوالات کئے تھے تو آپ نے قادیان پہنچ کر جواب تحریر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کئی سال گذر گئے ابھی تک انتظار ہے۔ اگر اُن سوالات کے بابت بھی فرماویں تو تحریر کر کے بھیج دوں۔ والسّلام علی من اتّبع الھدیٰ۔ خاکسار ابراہیم سیالکوٹ۔

اس دوسرے خط کا جواب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدؔر قادیان کی جانب سے ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو پہونچا جس کی پوری نقل یہ ہے:

جناب۔ آپ کا کارڈ بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح پہنچا۔ آپ اپنے سوالات لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ (دستخط) محمد صادق عفی عنہ

ناظرین اتنی تحریر میں قادیانی چالا کی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے پہلے خط کے پہنچنے یا نہ پہنچنے کا اقرار یا انکار ہرگز نہیں۔ اور سوالات کا مطالبہ کیسی سادگی سے کرتے ہیں کہ گویا ان کو کچھ معلوم نہیں۔ واہ رے سادگی اور ہوشیاری۔ خیر کچھ ہو خاکسار نے ۱۰ فروری کو اس کے جواب میں خط نمبر ۳ قادیان دارالامان میں پھر لکھا جہاں ابھی تک وہ تحریر امن وامان سے پڑی ہے اور اس کے جواب کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

جناب حکیم صاحب! آپ کا ایک خط ۷ استمبر کے بدؔر قادیان میں بجواب ایڈیٹر البیان شائع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو چند امور استفسار نظر آئے تھے۔ سو ۲۰ ستمبر کو اُن میں بعض کی نسبت جناب سے دریافت کرنے کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا۔ لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ لکھا۔ اس کے جواب میں مفتی محمد صادق صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ۵ فروری ۱۹۰۹ء کو ملا بموجب اس خط کے پہلے خط کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل لکھ کر روانہ کر دی۔ لیکن آج جولائی تک کئی ماہ کے انتظار کے بعد بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو پبلک میں شائع کر دینا مناسب جانا کہ پبلک کو معلوم ہو کہ قادیانی امت اور حکم امت عالمانہ سوالوں کے جواب سے کس طرح خاموشی اختیار کرتے ہیں اور باوجود بار بار کے تکرار اور خود اپنے مطالبہ کے پھر دم بخود رہتے ہیں۔

کیا حضرت حکیم نورالدین صاحب اس تحریر کا جواب دے کر اپنے آپ کو سبکدوش کریں گے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

راقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی ایڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

قادیانی امت اور خلیفہ امت اگر منظور کریں تو ہم اُنکی طرف سے جواب دیتے ہیں امید ہے اسکی منظوری یا نامنظوری سے بجواب صحیح مطلع کرینگے۔

سنئے مکالمہ نبوت سے مراد آپ کی نبوت منتقلہ ہے تو ٹھیک ہے ہم (مرزائی) خاتم النبین مانتے ہیں لیکن ہم مکالمہ نبوت مستقلہ کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بروزی کے ہیں یعنی ایسی نبوت جو اصل نبی کی کامل اطاعت سے ایک درجہ حاصل ہو سکتا ہے جسے عرف عام میں ولایت کہتے ہیں۔

صراط مستقیم کی بابت بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے الشّئ اذاثبت ثبت بلوازمہ پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انبیاء کی راہ پر چلنے کا تو سوال ہو لیکن اُس کا نتیجہ اور اثر ممکن الوقوع نہ ہو نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں ارشاد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل غیر تشریعی نبوت، نبوت مستقلہ کی کامل اطاعت کا ایک نمونہ ہوتی ہے اسی طرف اشارہ

ہے انت منّی بمنزلة هارون من موسی پس یہ ہیں مختصر جوابات جو ہم نے خود ساختہ وکالت میں دیئے ہیں اگر قادیانی خلیفہ کو نامنظور ہوا سے تو صحیح جواب سے پبلک کو آگاہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶ ۔نمبر ۳۸ ۔مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص:۸-۹)

تبر اسلام پر قادیانی ریویو

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم ہے: لا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا، اعدلوا هواقرب للتقوی (کسی قوم یا شخص کی مخالفت میں بے انصافی نہ کیا کرو بلکہ ہمیشہ انصاف کیا کرو انصاف ہی تم کو تقوی سے قریب کرنے والا ہے)

قادیانی پارٹی کی آزمائش کرنے کو (جن کو دجال اکبر نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل کیا ہے۔ خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱) ہم نے بعض دفعہ یہ صورت اختیار کی کہ کوئی کتاب جو مخالفین اسلام کی تردید میں لکھی، بغرض ریویو بھیجی تا کہ دیکھیں کہ یہ اصحاب رسول (کاذب) آیت قرآنی پر عمل کرتے ہیں یا اپنے گرو کی سنت پر چلتے ہیں۔ ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ گروہ دجاجلہ سے آخر وہی ظہور میں آیا جو ان سے گمان غالب تھا۔ بعض دفعہ تو کتاب ہی مفت میں ہضم کر گئے، گویا وہ بھی براہین احمدیہ کی قیمت ہی تھی۔ بعض دفعہ (ریویو) کیا بھی تو وہی اناب شناپ جس میں اپنی فرعونیت کا اظہار ہو۔

تبر اسلام جو بدزبان آریہ دھرم پال کے رسالہ نخل اسلام کے جواب میں لکھا تھا، بغرض ریویو (تبصرہ) (قایانیوں کو) بھیجا تھا، چنانچہ اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا کہ بعض تو ہضم ہی کر گئے، بدر میں قاضی اکمل نے اس پر ریویو (تبصرہ) کیا مگر وہی شرارت آمیز۔ چنانچہ شروع میں لکھتا ہے کہ:

ناظرین بدر سے یہ امر مخفی نہیں کہ بعض لوگوں کی طرف سے جو طالب شہرت و قیمت ہیں اور جنہیں صرف مسلمانوں کا دل دکھانا مقصود ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی رسالہ نکلتا رہتا ہے۔ ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (

مولوی فاضل) امرتسری بہت جلد جواب میں ایک کتاب شائع کر دیتے ہیں، جو تاجرانہ خیال سے قابل تحسین ہے ۔(بدر۔قادیان ۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اب خدا کی شان یہ اس بزرگ کی امت ہے جس کا گذارہ ہی کتب فروشی پر تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے خریداروں کی قیمتیں بھی کفن میں لپیٹ کر ساتھ لے گیا۔ یہ ہے آیت موصوفہ پر ان کا عمل کہ خود تو جو چاہیں کریں۔

اگر کوئی عالم جواب نہ لکھے تو کووں کی طرح کان کاں کرتے ہیں کہ یہ نام کے مولوی صرف فتوی لگانے جانتے ہیں، اصل اسلامی خدمت سے تو ان کو حصہ ہی نہیں ملا، ہمارے پیرومرشد نے کافروں کے یہ جواب دیئے، ہم نے وہ دیئے،۔

اور اگر جواب دیا جائے تو اسکو تاجرانہ حیثیت سے دیکھتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ آریوں کے مقابلہ میں قادیانی مشن، ثنائی مشن سے ہمیشہ پسپا رہتا ہے۔ثنائی مشن خدا کے فضل سے ہمیشہ ان سے آگے رہا ہے، اور رہے گا۔واقعات دیکھو:

آریوں کی طرف سے پانچ کتابیں زبردست نکلی ہیں ۔۱۔ستیارتھ پرکاش (چودھواں باب)، ۲۔تکذیب براہین احمدیہ ۳۔ترک اسلام ۴۔نخل اسلام، ۵۔تہذیب الاسلام۔

ان میں سے تکذیب براہین تو میری ایام طالب علمی میں شائع ہوئی تھی، اس لئے میں اسکا جواب دہ نہ تھا۔علاوہ اس کے وہ تھی بھی قادیانی تصنیف کے جواب میں۔

ستیارتھ پرکاش اردو میری فراغت کے بعد نکلی جس کا جواب میں نے حق پرکاش میں دیا۔اور کسی نے نہیں دیا۔

ترک اسلام کا جواب سب سے پہلے میں نے دیا۔قادیانی مشن سے بھی نکلا مگر بہت دیر بعد۔

تہذیب الاسلام کا جواب تغلیب الاسلام سب سے پہلے میں نے دیا۔

نخل اسلام کا مکمل جواب صرف میں نے دیا قادیانی مشن کے ایک دہلوی ممبر نے دیا مگر بعض حصہ کا

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ ہیں واقعات، جن پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قادیانی مشن کو

کس بات کی جلن ہے۔قرآن مجید میں اس کی اصل لم (سبب) بتلاتا ہے،غور سے سنو:

قـل يـا اهل الكتا ب هل تنقمون منا الّا ان آمنّا بالله و ما انزل الينا و ماانز ل من قبل و ان اكثر كم فا سقو ن (مائدہ۔۵۹)(یعنی اے اہل کتاب تم ہم سے یہی بات بری سمجھتے ہو کہ ہم خدا پر اور اس کلام پر جو ہم پر نازل ہوا اور جو ہم سے پہلے اترا ایمان لائے ہیں اور تم میں سے بہت سے لوگ بدکار ہیں)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ آگے چل کر راقم ریویو(اکمل قادیانی)لکھتا ہے:

صفحہ۴ پر یہ فقرہ پڑھ کر:

کہ کوئی شخص کسی قوم کے ہادی اور سب کے پیشوا کی نسبت برا لفظ کہے یا بے ادبی کرے تو گویا(گویا نہیں ،یقینی)اس نے تمام قوم کا دل دکھایا۔پس اس کے جواب میں حق تو یہ ہے کہ تمام قوم ایک ایک کر کے اس بدگو کو اس قدر ستالیں جتنا کہ اس نے سب کو ستایا تب کہیں جا کر عوض معاوضہ گلہ ندارد کا مصداق ہو،،

بے اختیار میرے منہ سے نکلا،

ہر کسے ناصح برائے دیگراں
ناصح خود یافتم کم درجہان

مولوی ثناء اللہ کبھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ وہ ایک قوم کے ہادی اور پیشوا کی نسبت برے لفظ کہتے اور بے ادبی کرتے ہیں یا نہیں اور یقینی طور پر تمام قوم کا دل دکھاتے ہیں یا نہیں تو مجھے امید ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے شرما جاویں اگر اسکے جواب میں کچھ کہہ سکتے ہیں تو وہی جواب ان کو اپنے مخاطب سے بھی مل سکتا ہے۔،

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس سے غرض اس کی یہ ہے کہ ہماری طرف سے جو مرزا آنجہانی کو دجال اکبر کہا جاتا ہے،تو ہم اپنی اس تحریر کا خلاف کیوں کرتے ہیں۔اسکا جواب یہ ہے کہ تمہارے پیشوا سے ہم وہی برتاؤ کرتے ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں ہم سے جاری رکھا،یا ہم اسکے ساتھ کرتے رہے،اس نے ہم کو جن مغلظات سے مخاطب کیا ہم بھی حق رکھتے ہیں کہ اس کو ایسی ہی سنائیں۔اس لئے ہماری تحریر سے تم کو رنج ہوتا ہے،تو یہ رنج ہم پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسپر ہونا چاہیے جو ایسی تحریروں کا باعث ہوا۔بانی اسلام علیہ السلام یا

بانی عیسویت حضرت مسیح وغیرہ نے تو آریوں کو مغلظات نہ سنائی تھیں جن کے جواب میں ان کو حق حاصل ہوتا کہ ان کو ایسی سنائیں۔جس دماغ میں قادیانی نبوت کا ذبہ سما جائے اس میں ایسا باریک فرق نہیں آسکتا۔

آگے چل کر راقم ریویو(اکمل قادیانی)لکھتا ہے:

ایک دوسری بات اس رسالہ کی خصوصیت شعر بازی ہے، جو مذہبی مباحثات میں قابل ترک ہے ۔چنانچہ آپ نے صفحہ ۱۱ کو اچھا خاصہ بزم مشاعرہ بنادیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا آنجہانی کا ناول نیوگ دیکھ لیتے تو کبھی یہ اعتراض منہ پر نہ لاتے افسوس ان لوگوں کی عقل پر۔

پھر(اکمل قادیانی)لکھتا ہے:

تیسری بات قابل تحسین ہے وہ یہ کہ جو اعتراض پال نے اسلام پر کیا،بعینہ وہی اس کے مذہب میں انہی کی کسی معتبر کتاب سے دکھایا ہے۔الزامی جواب پر بہت سی بحثیں ہو چکی ہیں مگر خصم کو خصوصاً ایسے خصم کو جسے طلب حق مقصود ہی نہیں ساکت کرنے کے لئے بہت ہی عمدہ طریقہ ہے۔زینب کے نکاح کے متعلق جو جواب آپ نے دیا ہے وہ مختون آریہ کے لئے دنداں شکن ہے ۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ناظرین کہتے ہوں گے کہ اس فقرے میں تو خصم نے انصاف سے ریویو کیا ہے کیونکہ جوابات کی تحسین کی ہے مگر نہیں اس کی وجہ جو بتلائی ہے وہ مذمت سے بڑھ کر ہے وجہ یہ لکھتا ہے:

ابوالوفاء اس سلسلہ(مرزائیہ)کی کتابوں کو اکثر پڑھتے رہتے ہیں۔بہت سال ہوئے میں اتفاقاً ان کے دفتر میں گیا۔مولوی صاحب بہت مصروف تھے۔دریافت کرنے معلوم ہوا کہ آپ نے آج کسی آریہ سے بحث کے لئے جانا ہے۔آپ اس وقت سرمہ چشم آریہ غور وخوض سے مطالعہ کررہے تھے،جس کو دیکھ کر میں نے بے اختیار اپنے ہادی پر درود پڑھا کہ اللہ اکبر ایک مخالف جب میدان جنگ میں جاتا ہے تو میرے آقا کے ہتھیار پہن کر جانے کے سوا اسے بھی کوئی اطمینان کا طریق نہیں ملتا۔جہاں مولوی صاحب ایسی مدد نہ لیں کمزوری دکھاتے ہیں۔،

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جی تو چاہتا تھا کہ وہی آیت پڑھوں جو قرآن مجید میں جھوٹوں کے حق میں

ہے، مگر یاد آیا کہ شاید قادیان سے آواز آئے کہ:

آب از سر گذشت آنرا کہ می ترسانی از باراں

عرصہ ہوا مولوی فیض اللہ صاحب امرتسری میرے پاس آئے۔ ایک معمر آدمی اور ایک نو جوان لڑکا، ڈہاری منڈا، ان کے ساتھ تھا۔ مولوی صاحب نے الگ مجھ سے کہا کہ یہ مولوی امام الدین میرے سالے ہیں، مرزا کے معتقد ہیں، ذرہ ان کو سمجھایئے گا۔ خیر اتنی واقفی کے بعد میں نے مولوی امام الدین صاحب سے گفتگو کی۔ نو جوان لڑکا (راقم ریویو ہذا) کچھ نہ بولا۔ جمعہ کا روز تھا، نہ کوئی مباحثہ کی تیاری تھی، نہ سرمہ چشم آریہ میرے پاس تھا، نہ اب تک میں نے اسے مطالعہ کیا۔ مگر جن لوگوں نے خدا پر افتراء کئے مخلوق پر کرنے سے ان کو کون امر مانع ہوسکتا ہے۔

رہا مرزا کی تصنیفات سے استفادہ کرنا، سو یہ کون نہیں جانتا کہ میں ان سے استفادہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ کی تصنیفات کا ملخص تو یہ ہے کہ اسلام ایسا دین ہے کہ میرے جیسے باکمال آدمی پیدا کرسکتا ہے۔ آپ کیسے باکمال تھے اس کی بابت عیاں راچہ بیان، جس کا خلاصہ ہے:

رسول قادیانی کی رسالت

جہالت ہے جہالت ہے جہالت

آپ کی قابل قدر تصنیف براہین احمدیہ ہے۔ مگر حاشا آج تک بھی میں نے اسکا مطالعہ کیا ہو۔ میں حیران ہوں یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہاں ثنائی مشن اگر کسی امر میں قادیانی کا مرہون منت ہے تو دجال قادیانی کی تردید کے لئے حوالہ جات کا، کیونکہ میں نے ان کی انہی کتابوں کو دیکھا ہے جو متعلق دعوی مسیحیت کے ہیں انہی سے میرا کام تھا اور بس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ ستمبر یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء ص ۳،۴)

قادیانی مشن کلکتہ

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جون ۱۹۰۹ء کے اہل حدیث میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا تھا جس میں ذکر تھا کہ کلکتہ کے مذہبی جلسہ میں جو قادیانی مشن گیا تھا اس میں مشن مذکور نے بجائے عربی اسلام کے قادیانی اسلام کو پیش کیا جو حقیقتاً ان کا منصب بھی تھا کیونکہ عربی اسلام تو ان کے خیال کے مطابق بوسیدہ اور دیرینہ ہورہا ہے، اور قادیانی اسلام ان کا جزولاینفک ہے۔ چنانچہ گذشتہ ایام میں اڈیٹر وطن نے تحریک کی تھی کہ قادیانی رسالے ریویو کی امداد کرکے تکمیل تک پہنچایا جائے، تاکہ یورپ اور امریکہ میں اس کی اشاعت کافی ہو سکے، مگر اس شرط پر کہ اس میں مرزائی مشن کا ذکر نہ ہو۔ قادیانی مشن نے اس شرط کو منظور نہ کیا تھا، کہا تھا کہ اسلام کے اہم مسائل کا ذکر بغیر حضرت اقدس (مرزا) کے ذکر کے ہو نہیں سکتا۔ اس لئے ہم بھی ان کو ایسا کرنے میں معذور جانتے ہیں۔ شکایت تو صرف یہ تھی کہ یہ لوگ جب عربی اسلام کی حمایت میں (بقول دجال اکبر کے) یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں حضرت اقدس (مرزا) جیسے باکمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں تو مخالفین بوجہ ان واقعات عامہ کے جو اعلیٰ حضرت کے پبلک میں مشہور ہیں، اسلام سے بدکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام واقعی ایسا مذہب ہے کہ اس میں ایسے ایسے کذاب، غدار، خائن، مفتری علی اللہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس خیال پر پھر وہ یہ تفریع کرتے ہیں کہ: قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس لئے ہم کہا کرتے ہیں کہ اسلام کی حمایت کرتے ہوئے اس نافہ کستوری (اعلیٰ حضرت) کو ڈھانپ کر رکھا کرو۔ اس پر قادیانی بدر کا ایک نامہ نگار ہم سے خفا ہو کر کہتا ہے:

سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو تبلیغ کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں فتح مندی و کامیابی کے ساتھ کی اس پر اسلام کا نادان دوست اور سلسلہ احمدیہ کا غالی دشمن یعنی امرتسری منکر دل میں بہت کڑ ہا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہر چند کہ

سلسلہ احمدیہ کا یہ کام ایک مسلمان کی نظر میں نہایت تحسین وآفرین کے قابل تھا مگر شور بخت منافق اسپر بھی دل کے جلے ہوئے پھپھولے توڑے بغیر نہ رہا۔ سچ ہے:

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

اہل حدیث لکھتا ہے کہ قادیانی مشن نے عربی اسلام کی وکالت نہیں کی۔ اس حاسدانہ بلکہ احمقانہ نکتہ چینی کا جواب تو اسی مضمون سے حاصل ہوسکتا ہے جو کلکتہ کانفرنس میں پیش ہوا اور ریویو میں چھپ چکا ہے مگر میں پوچھتا ہوں کہ اہل حدیث کے نزدیک عربی اسلام کی وکالت کیا یہی ہے کہ ایک مسلمان جھوٹ بول کر چوری کرکے، زنا کرکے، پھر بھی متقی بنا رہتا ہے۔ شرم شرم شرم

جواباً حضرت شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں: حاسدانہ کہو، یا محققانہ بتلاؤ ہم نے بھی تو وہی مضمون مندرجہ ریویو دیکھ کر ہی رائے قائم کی تھی۔ چنانچہ اب بھی وہ ہمارے سامنے ہے جس میں لکھا ہے:

سلسلہ احمدیہ کی حقیقت: سلسلہ احمدیہ اسلام میں اس تھریک کے مقابل واقع ہے جو یہودی مذہب میں حضرت عیسی کے ساتھ شروع ہوئی۔

بتلایئے اس کے کیا معنی ہوئے؟ ہم سے پوچھو تو ہم بتلاتے ہیں اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قدیمی اسلام کی وقعت اس وقت وہی ہے جو یہود کے مذہب کی تھی، اور قادیانی اسلام ویسا ہی زندہ اور تر وتازہ ہے جیسا ابتداء میں عیسائی مذہب زندہ تھا، جب کہ اس پر کسی قسم کا تغیر نہ آیا تھا۔ چنانچہ ان معنی کی دلیل خود اسی تمہارے مضمون میں ملتی ہے جہاں لکھا ہے:

یہ سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ کو مسیح موعود اور مہدی معہود تسلیم کرتا ہے اور جس قدر پیش گوئیاں اسلام کی آئندہ کامیابیوں اور غلبہ کے متعلق مسیح اور مہدی کے نام سے وابستہ ہیں ان سب کا آپ کے ظہور سے پورا ہونا مانتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ہے خطرہ کا مقام کہ تم لوگ بقول:

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

خود تو جو ہو، سو ہو، تمام انبیاء خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کو بھی اپنے ساتھ ہی آلودہ کرتے ہو۔

کرشن پینتھیو! اب بھی ہمارے بیان میں شک کرو گے کہ تم نے عربی اسلام کی بجائے قادیانی اسلام کو پیش کیا۔

زانی اور چور کے متقی رہنے کا جواب بھی کئی ایک دفعہ دیا گیا، مگر بے حیائی تیرا آسرا، مرغے کی ایک ہی ٹانگ ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ جواب الجواب دے سکیں، ہاں شور ضرور مچاتے رہیں گے۔

ناظرین اہل حدیث کی خاطر سارا قصہ اور جواب درج ذیل ہے

مرزا کے مقدمہ میں میں استغاثہ کا گواہ تھا مرزائی وکیل نے مجھ پر سوال کیا جھوٹ بولنے والا متقی ہو سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا (جو درج مسل ہے) کہ اگر توحید پر پختہ ہے تو ایک معنی سے متقی ہے۔ جب مرزائی وکیلوں کی کچھ نہ چلی تو بڑبڑانے لگے۔ میں نے کہا تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا۔ بس یہ تو ہے عدالت کی گفتگو، اس کے بعد اخبار میں ایک دفعہ میں نے اس دعوی کی دلیل بھی دی، جو یہ ہے:

قرآن مجید میں ارشاد ہے تلك الجنة التی نورث من عبادنا من كان تقيّاً (جنت کے وارث ہم متقیوں کو ہی کریں گے)۔ اس آیت نے فیصلہ کیا ہے کہ جنت میں صرف متقی لوگ جائیں گے۔ حدیث معاذ کی مشہور ہے جس میں ارشاد نبوی ہے و ان زنی و ان سرق مومن کلمہ جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ زنا کار ہو، یا چور ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص توحید کامل رکھتا ہو، اسکو گناہوں کی سزا مل کر انجام کار نجات اس کی ہوگی۔ اس آیت اور حدیث کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید کامل کے ساتھ گناہ کبیرہ کرنے والے بھی ایک معنی سے متقی ہیں، ورنہ ان کی نجات نہ ہوتی۔ علامہ بیضاوی نے هدى للمتقين کی تفسیر میں لکھا ہے متقی تین قسم کے ہیں ایک تو اعلی درجہ کے جو توحید کامل پر ہوں اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے پاک ہوں۔ دوم وہ جن سے صغیرہ گناہ ہوتے ہوں، سوم وہ جو توحید پر تو پختہ ہیں مگر گناہ صغیرہ اور کبیرہ ان سے ہو جاتے ہیں۔

مزید تفصیل مع توضیح کے چاہو، تو اہل معقول کی اصطلاح میں سنو:

متقی کلی مشکک ہے متواطی نہیں۔ ایک متقی حضرات انبیاء ہوتے ہیں۔ دوسرے متقی ان کے اصحاب خاص۔ تیسرے متقی عام مومنین۔ یہ تقسیم ایسی واضح ہے کہ بغیر کسی غبی شخص کے جس کے دماغ میں نبوت کا ذبہ نے گھر کیا ہو سب تسلیم کرتے ہیں۔

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے اور بدرو نہیں ...تو تیرا فرض ہے کہ میرے بیان کو مسل مقدمہ سے مع ان دلائل کے نقل کر کے جواب دے ورنہ سمجھا جائے گا کہ تو جو نور الدین کو باپ لکھا کرتا ہے آریہ تعلیم ...کے مطابق ہے، اسلامی تعلیم کے وافق نہیں۔

پھر نامہ نگار لکھتا ہے:

افسوس صد افسوس مسلمانوں میں ایسے لوگ اس وقت بہت پائے جاتے ہیں جو خود تو اشاعت اسلام وحفاظت اسلام کا کام بخوبی انجام نہیں دے سکتے مگر پھر بھی نفسانی اغراض سے مجبور ہو کر چلتی ہوئی گاڑی میں روڑا اٹکانے کو تیار ہیں۔

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اگر مرد میدان ہو تو اسلامی خدمات کا ہم سے مقابلہ کر لو۔ سنو ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ باوجود یکہ مرزا کے ساتھ کئی ایک اہل علم اور اہل قلم معاون تھے، باوجود یکہ کہ آسودگی اور فراہمی روپیہ میں اسکو بہت دسترس تھی، باوجود کہ وہ عمر میں مجھ سے بہت زیادہ تھا، باوجود یکہ مجھ سے بہت زیادہ تجربہ کار تھا، تاہم بفضل خدا جس قدر اسلامی خدمات مجھ سے لی ہیں وہ اس کی خدمات سے بہت زیادہ ہیں۔

سنو! آریوں کی عموماً ہر کتاب کا جواب میں نے دیا۔ عیسائیوں کے متعلق میں نے ایک جامع کتاب (تقابل ثلاثہ) لکھی جسکے جواب سے عیسائی قاصر ہیں۔ علاوہ ان تحریری خدمات کے ہندوستان میں بڑے بڑے مباحثات میں اللہ نے مجھ کو کامیاب کیا۔

ہندوستان میں یوں تو بہت سے مباحثات ہوئے اور ہوتے ہیں، مگر دیوریا و نگینہ کے دونوں مباحثے ایسے بڑے پیمانے پر ہوئے کہ ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ وہ اسی خاکسار کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ تازہ مثال سننا چاہو تو رام پور میں سرکار ریاست کے سامنے خدا نے میرے ہاتھ سے اہل اسلام کو غالب کیا اور بھگوڑے گدھے کے سینگوں کی طرح ایسے بھاگے کہ لوگ کہہ رہے تھے:

اے لودم دبا کے بھاگ گیا   ایک ہی چوٹ کھا کے بھاگ گیا

سنو حضرت علی مرتضی کا قول ہے

ان الفتی من قال ھا انا ذا

لیس الفتی من قال کان ابی

ادھار نہ کھاؤ، اب بھی آزمالو: ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گو

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ آگے چل کر نامہ نگار لکھتا ہے:

مضمون کے اخیر پر اہل حدیث نے یہ تین اعتراضات پھر دہرائے ہیں: آسمانی منکوحہ مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئی۔ عبدالحکیم کیوں نہ مرا۔ خود اہل حدیث کیوں اب تک زندہ ہے۔

ایک انصاف پسند محل شناس غیر متعصب انسان اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ غیر مذاہب کے مقابلہ میں سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی حمایت میں جو نمایاں خدمت کی ہے اس پر ریمارک کرتے ہوئے کسی مسلمان کی طرف سے چند فرسودہ اور خانگی تنازعات کی بنا پر مخالف کا زہر اگلا جانا کس قدر شرمناک و جہالت آمیز کاروائی ہے۔ مگر افسوس کہ نفاق مجسم خود پسند، نخوت خو مولوی فاضل اپنی دنیوی مصلحتوں کے مقابلہ میں دینی مصالح کا خون کرنے کو ہر وقت آستین چڑھائے تیار پائے جاتے ہیں سچ ہے او لئك هم شر البريه

جواباً شیخ الاسلام فرماتے ہیں: خانگی تنازعات پر زہر اگلنا ان لوگوں کا کام ہے جو تردید کفار کی تصنیف کو کتب فروشی نام رکھیں (دیکھو بدر ۲۹۔ اگست صفحہ ۵ کالم اول) ہم تو واقعات صحیحہ پیش کرتے ہیں۔ پس سنو! سب سے پہلے بڑا مباحثہ تمہارے گرو نے اسلامی خدمات کا وہی کیا نہ جو امرتسر میں عیسائیوں سے ہوا تھا، جس کے آخر میں اس باکمال نے خود ہی لکھا:

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے یہ نشان دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس نشان کو بیان کر کے اعلیٰ حضرت (مرزا) خود ہی لکھتے ہیں:

میں حیران تھا اس بحث میں کیوں آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں۔

اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ (رسالہ جنگ مقدس)

پس مضمون صاف ہے کہ قادیانی مشن کے پاس دیگر مناظرین سے ممتاز ہتھیار فقط الہامی پیش گوئیاں ہیں اور بس۔ ورنہ دلائل بحث میں (بقول مرزا) دیگر مناظرین اور خود بدولت مرزا صاحب برابر ہیں۔ پس مطلع بالکل صاف ہے کہ اس ممتاز ہتھیار سے تم لوگوں کو جو فتح ہوئی وہ قابل بیان نہیں کہ جو پیش گوئی حضرت صاحب نے کی اس میں منہ کی کھائی۔ کیا تم لوگوں کو اس پیش گوئی کا انجام یاد نہیں۔ خدا دشمن کو بھی وہ روز نہ دکھائے۔ آہ وہ روز بد کیا تھا۔ خاتمہ میعاد کے دوسرے روز امرتسر میں عیسائیوں نے عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) کو گاڑی پر سوار کیا تھا اور پڑھتے تھے:

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے　　سارے الہام بھول جاویں گے
خاتمہ ہووے کا نبوت کا　　پھر فرشتے کبھی نہ آویں گے

ایک طرف سے ایک کہتا:

ارے او سن رسول قادیانی　　لعین و بے حیا شیطانِ جانی

دوسرا کہتا:

نچائیں گے تجھے اک ناچ ایسا　　یہی بس ہے مصمم دل میں ٹھانی

ایک بولتا تھا:

نچائے ریچھ کو جیسے قلندر　　یہ کہہ کہہ کر تیری مرجائے نانی

دوسرا جواب دیتا تھا:

نہ باز آیا تو کچھ کہنے سے اب بھی　　بڑھاپے میں یہ ہے جوش جوانی

غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس کے جواب میں تمہارے گرو نے کیا کہا۔ وہ تم کو بھی اور ہم کو بھی یاد ہے۔ مختلف فنون سے جواب دیئے، مگر سب سے لطیف اور نہایت ہی لطیف تر جواب یہ ہے کہ پندرہ مہینہ میں اگر نہیں مرا، تو کیا؟ آخر مرا تو سہی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

اگر کسی کے حق میں یہ پیش گوئی ہو کہ وہ ۱۵ مہینہ تک مجذوم ہو جائے گا۔ پس اگر وہ بجائے ۱۵ کے

بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ ص ۱۸۵)

دجالیو! اس ہتھیار سے تم نے مخالفین پر فتح پائی ہے۔ کیا کوئی احمق سے احمق بھی مانے گا کہ ۱۵ ماہ کی پیش گوئی بیس ماہ تک پوری ہو تو بھی سچی؟ حالانکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہیں بلکہ عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ میعاد کے بعد ۲۴ ماہ اور یعنی بجائے ۱۵ ماہ کے ۳۹ ماہ تک زندہ رہا (دیکھو تریاق القلوب مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۱۰۱)۔

او ظالمو! کیوں دنیا کو ہنساتے ہو۔ کیوں اسلام پر کفار کو یہ کہنے کا موقع دیتے ہو کہ خاندان نبوت اور سلسلہ رسالت سب کا سب ایسا تھا: این خانہ ہمہ آفتاب است

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ناظرین! انصاف کو کام فرماویں کہ قادیانی مشن اپنے ممتاز اور مخصوص طریق میں کہاں تک کامیاب ہوا قادیانی دجاجلہ سے توقع نہیں کہ وہ اس پر غور کریں اولئك كالانعام بل هم اضل (چار پایہ بروکتابے چند)

آگے چل کر قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے:

اس جملہ معترضہ کے بعد گذارش ہے، کیا اہل حدیث حلفاً بیان کرسکتا ہے کہ ان اعتراضات کے جوابات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بارہا نہیں ہو چکے ہیں، تو پھر اعتراضات مردودہ کو بار بار پبلک کے سامنے پیش کرنا اور ان کے جواب کا اشارۃً بھی ذکر نہ کرنا کسی بھلے مانس کا کام تو نہیں ہوسکتا۔

چیستی اے کودک فطرت تباہ

طعنہ برخوباں بریں روئے سیاہ

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

تمہاری طرف سے جواب بے شک دیئے گئے لیکن ہم پوچھتے ہیں کیا آریوں نے نیوگ کی تصحیح کے اور عیسائیوں نے تثلیث کے اثبات کے جواب نہیں دیئے تو پھر تم لوگ کیوں ان کے مقابلہ میں یہ مسائل پیش کرتے ہو۔ غالباً اسکے جواب میں تم کہو گے کہ ان کے جواب ناقص اور غیر کافی ہیں تو ہم سے اسی جواب کی توقع رکھو کہ تمہارے جوابات بھی ایسے خام ہیں کہ الٹے اعتراض کو پختہ کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو دیکھ لو۔ (دوقادیانی

تحریریں بطور نمونہ وشہادت، مضمون کے آخر پر باریک خط میں نقل کی جارہی ہیں۔ بہاء)

پھر کہتا ہے: آخرہ فقرہ اہل حدیث کا یہ ہے، دیکھنا اور دکھانا چاہیے تھا کہ انجام کس کی فتح ہوئی و العاقبة للمتقین ۔میں کہتا ہوں کہ ہم احمدیوں نے خود بھی دیکھ لیا اور لوگوں کو بھی دکھایا کہ انجام کار امام المتقین حضرت مرزا صاحب کی فتح ہوئی اور وہ گندم نما جوفروش جو کذب بیانی اور افترا پردازی کو اپنا شعار بنا کر بھی متقی ہونے کا مدعی تھا اپنی شامت اعمال سے خائب وخاسر رہا فلله الحمد ۔اہل حدیث اس بات پر بہت نازاں ہے کہ الحق کی تکذیب میں ایکٹو پارٹ لینے پر بھی وہ خود اور اسکا ہم خیال کا نادجال اب تک عذاب الٰہی کے نیچے نہیں آئے۔مگر اے بدقسمتو! خدا کے لئے اپنی جانو پر رحم کرو۔آیات اللہ کی تکذیب اور شوخی واستہزاء سے باز آجاؤ ورنہ سنت اللہ کے مطابق اس وعید پرتہدید کے منتظر رہو ساوریکم آیاتی فلا تستعجلون ۔ سن اے مغرور مکذب سن...

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: یہی فقرہ تو جان ہے تمام مضمون کی جسے تم نے یونہی مہمل چھوڑ دیا۔کس ڈھٹائی سے لکھتا ہے کہ امام المتقین مرزا صاحب کی فتح ہوئی۔اوظالم دکھا تو دجال اکبر کہاں ہے؟ کہاں اس کی وپ لاف وگزاف اور کہاں اس کا ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کا آخری فیصلہ جس میں اس نے ثنائی مواخذات سے تنگ آکر کچھ دنوں کے لئے ایک حیلہ بنانے کو لکھا تھا: مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔

کہو تو پھر کیا ہوا؟ دیکھا خدائی فیصلہ اس کا نام ہے۔اوناعاقبت اندیش کرشن پنتھیو! ساوریکم مستقبل کا صیغہ اب نہیں بلکہ ماضی کے صیغے کا موقع ہے۔پس سنو:

قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید (کوئی بھی تم بھی بھلا آدمی نہیں جو مرزا کے آخری فیصلہ کو غور سے دیکھے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ستمبر۔یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء ص ۵۔۸)

(عبداللہ احمدی کشمیری نے لکھا ہے: ایک دوست نے رسالہ الہامات میرزا پر مجھے متوجہ فرمایا تھا جب میں نے اس کو سرسری نظر سے دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ایسی بے جا تحریروں پر ہماری جماعت کے افراد کو متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن کریم و اعرض عن الجاهلین کا ارشاد صادر ہے (جن لوگوں نے توجہ کی انہوں نے قرآنی حکم کی خلاف ورزی کی۔بہاء) نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه وجہ اس کی یہ ہے کہ مصنف رسالہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرزا کی پیش گوئیوں کی پڑتا

ل کرنی چاہیے جن سے ان کی روحانی کدورت اور صفائی کا حال کھل جائے۔ بادی النظر میں مصنف رسالہ کا یہ قاعدہ انصاف پر مبنی نظر آتا ہے لیکن پیش گوئیوں پر جرح وقدح کرتے ہوئے وہ اس قاعدہ کو ایسے طریق پر استعمال کرتا ہے کہ اس کے درمیان اور ابوجہل ودیگر کفار کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا بلکہ بعض سفیہانہ اقوال میں کچھ زیادہ ترقی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ اگر حضرت اقدس کی پیش گوئیوں کی جانچ پڑتال قرآن کریم اور منہاج نبوت کو معیار قرار دے کر کرتا تو بہت مناسب ہوتا مگر اس نے سراسر کفار اشرار کی تقلید کی ہے۔

وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق بعض میرزائی متردد ہوگئے اور یہ نہیں سوچتا کہ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں بھی صلح حدیبیہ کے متعلق یہی لغو اعتراض شامل رہتا ہے۔ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کا رجوع الی الحق معتبر نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ قرآن کریم میں یکتم ایمانہ موجود ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ رجوع اور ہاویہ میں تضاد کا علاقہ ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ہاویہ کا مطلق لفظ ہاویہ کاملہ وناقصہ پر مشتمل ہے اور شرط رجوع ہاویہ کاملہ سے معلق ہے۔ وہ یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ ایک ہی فعل رجوع اور ہاویہ نہیں کہلا سکتا مگر افسوس کہ اس کو لو لا الاعتبارات لبطل الحکمۃ بھی یاد نہیں رہا۔ کیسی صاف بات ہے کہ جب ایک ہی فعل یا شئے کے دو مختلف پہلو یا حیثیتیں ہوں تو ہر ایک کے اعتبار سے جدا جدا حکم بھی پیدا ہوسکتا ہے آتھم کا خوف واضطراب بلحاظ مصائب وآوارگی بذاتہ وہ ہاویہ بھی تھا جو کہ شرط سے معلق نہ تھا اور وہی خوف بلحاظ اعتبار صداقت اسلام رجوع الی الحق بھی تھا۔ لیکھرام کے متعلق بھی اس کی جرح اسی قبیل سے ہے وہ کہتا ہے کہ خارق عادت عذاب کا ہونا لیکھرام کی زندگی کو مستلزم تھا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اگر یہ استلزام صحیح ہے تو بوقت نزول عذاب وہ مقتول ابھی زندہ ہی تھا۔

غرض کہ اسی قسم کے بے ہودہ ہزلیات سے رسالہ مذکور بھرا ہے جس کے جواب کی طرف متوجہ ہونا ہی بے ہودگی ہے۔

چونکہ رسالہ مذکور کے آخری حصہ میں مصنف رسالہ نے حضرت اقدس کے اعجازی قصیدہ پر نکتہ چینی کی ہے اور وہ نکتہ چینی بھی بعینہ کفار کی طرح کی گئی ہے مگر ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ بوجہ ناواقفی یہ خیال کرلیں کہ اسکے وہ اعتراضات شائد کسی علمی طاقت پر مبنی ہوں لہذا خاکسار ان اعتراضات کے متعلق چند اشارات عرض کرنا چاہتا ہے تاکہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ مولوی فاضل کیا تنگ ظرف اور خام خیال آدمی اور ناقابل خطاب ہے وہ قصیدہ پر تو اعتراض کرتا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتا کہ اگر کاتب کے زہول سے کہیں تسمی یا یسمی الحکم لکھا گیا ہے تو ایسے بات کو اعتراض کا تختہ مشق بنانا چہ معنی دارد بھلا جس شخص نے اعجازی رنگ میں صدہا فصیح بلیغ عربی کتابیں دنیا میں شائع کی ہوں تو اس کی طرف ایک ادنی اور خفیف سی غلطی کو منسوب کرنا حماقت اور نادانی ہے اور ایسے ثقات کا تخطیہ صرف جہالت ہے، نہیں بلکہ سخت بے ادبی اور گناہ ہے.... عبداللہ احمدی ساکن کشمیر شوپین۔ (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

اور قادیانی اخبار بدر کے نائب اڈیٹر اکمل نے ۱۹۱۱ء میں: کام تو بہت ہیں، پر کام کرنے والا بھی کوئی ہو۔ کے زیر عنوان لکھا:

سب سے پہلے جو خیال میرے دل میں اٹھا وہ یہ تھا کہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف ہونی چاہیے جس میں ہمارے عقاید اور طرز عمل کا مفصل ومدلل ذکر ہو۔ اس بارے میں میں نے قوم کے بزرگوں کو بھی گو لیکے سے خطوط لکھے۔ مگر میری استدعا پر پہلے بہت کم توجہ ہوئی۔ آخر ہمارے شیخ یعقوب علی نے ایسی کتاب کا اشتہار دیا اور یہ فرض یہیں ختم ہوگیا۔

اس کے بعد میر قاسم نے دین الحق لکھا۔ مگر یہ حصہ اول ہے۔ حصہ دوم جو بہت ہی ضروری ہے اور جو اصل غرض ہے، اس کا انتظار ہے۔

آخر میں نے ایک کتاب تیار کی جو پانچ سو صفحہ ہے اور اس کا خلاصہ عقائد احمدیہ وسنت احمدیہ میں تیار کیا گیا مگر یہ حضرت امام سلسلہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ میری اپنی ذاتی ذمہ داری پر ہے...

پھر جس چیز کو شدت کے ساتھ میں محسوس کر رہا ہوں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ہیں...سیدنا امیر المومنین ہی اس کے اہل تھے، مگر سنت سلف صالحین ہمیں بتاتی ہے کہ کسی امام قوم نے آج تک پوری تفسیر نہیں کی.. ہاں ہم ممنون ہیں سید محمد سرور کے اور بالخصوص شیخ یعقوب علی کے کہ ان بزرگوں نے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام شروع کیا، مگر افسوس نہ شیخ صاحب نے استقلال سے کام لیا نہ قوم نے پوری قدر کی، اور اتنے سالوں میں صرف سات پارے طبع ہوئے۔اور ان میں سے پہلے پاروں کی کتابت وترجمہ ایسا ہے کہ اس پر اطمینان نہیں۔مگر اس امر کا اقرار بھی ہے کہ ان کی تفسیر بے نظیر ہے، اور تمام احمدی لٹریچر کی جو تفاسیر کے متعلق ہے جامع۔صرف کسر یہ ہے کہ ترجمہ میں کسی علمی دماغ کی شمولیت ضروری ہے تاکہ ہمیں ذو العرش المجید کا ترجمہ، عرش معظم کا مالک، نظر نہ آئے۔اور مولوی سرور شاہ کی تفسیر تو پھر آئندہ نسلوں کے لئے ہی مفید ہوگی۔میرا اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختصر ہو، بلکہ مجھے افسوس ہے کہ اب وہ خاص شرائط کی پابندی میں کھل کر نہیں لکھ سکتے...

۱۹۰۵ء میں جب سے مفتی صادق نے بدر کا چارج لیا. حضرت مرزا اپنے دست مبارک سے تمام الہامات وخوابات ہفتہ کے لکھ بھیجتے پھر آپ پروف پڑھتے پھر پروف درست کر کے دکھایا جاتا اور آپ کا ارشاد، صحیح ہے، پا کر طبع ہوتا۔لیکن اس سے پہلے کے الہامات جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام کتابوں بدر الحکم کے فائلوں اور اشتہاروں کا مطالعہ کیا جائے...

پھر ایک اور عرض ہے وہ یہ کہ بعض مخالف کتابیں ایسی ہیں کہ وہ اندر ہی اندر اپنا زہر پھیلا رہی ہیں۔الہامات مرزا، شہادۃ القرآن یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی اشاعت بہت ہے اور باہر سے ان کے متعلق خط بھی آتے رہتے ہیں مگر آج تک ان کا جواب ہماری طرف سے شائع نہیں۔کیا ان کتابوں کا کوئی جواب نہیں؟ ہرگز نہیں۔بات صرف یہ ہے کہ سستی اور غالباً اعجبتکم کثر تکم ۔یہاں کے رہنے والے کچھ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ باہر والوں کو کیا مشکلات ہیں۔محل کے اندر محبوب کے حضور بیٹھا ہوا کیا جانتا ہے کہ اس محل اور بوستان کے گرد ایک خاردار جنگل ہے اور بلڈاگ کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

میں نے جیسا شہادۃ القرآن حصہ اول کا جواب لکھا تھا (مولانا میرؒ نے شہادۃ القرآن کے نئے اڈیشن میں اس جواب کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔بہاء) میں حصہ دوم کا جواب بھی ضرور لکھ دیتا مگر مولوی مبارک علی صاحب نے مجھے کہا میں لکھ رہا ہوں۔پھر میں یہاں (قادیان) آ گیا۔اور پھر رہتے رہتے رہ گیا۔اب انشاء اللہ پھر ارادہ ہے...(بدر قادیان یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴۔۵)

قاضی ظہور اکمل کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ مارچ ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا مصنفہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا اور مرزا صاحب اس کا جواب اپنے ذمے ادھار لے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور بعد میں بھی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی اور اگر کسی نے (مثل عبداللہ احمدی وغیرہ) اپنے زعم میں کچھ لکھا، تو انہیں قادیانیوں کے عوام اور محققین نے درخور اعتنا اور کافی نہیں سمجھا۔اور شہادۃ القرآن مصنفہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا جواب بھی نہیں لکھا جا سکا، اور مولوی مبارک علی جو جہلم والے مباحثہ میں مولانا میر کے مقابل تھے، دعوی کرنے کے باوجود جواب لکھنے سے عاجز رہے تھے۔)

عجیب ڈھٹائی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر، سراج الاخبار کے جواب میں لکھتا ہے کہ رامپور میں اخلاقی فتح ہم کو ہوئی۔ اس اخلاقی فتح کے معنی نہیں سمجھتے۔ اخلاقی فتح تو اس کا نام ہے کہ فریق مخالف مان جائیں کہ یہ لوگ گو مذہب میں جھوٹے ہیں مگر اخلاق ان کے بڑے پاکیزہ ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قادیانی جماعت کو رامپور میں کسی نے یہ ڈپلومہ (سند) نہیں دیا، یہاں تک کہ جب تم لوگوں نے رخصت کے لیے چیف سکریٹری کی معرفت حضور نواب صاحب کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ ہم کو حاضری کی اجازت ہو، تو نواب صاحب نے تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے اُسکو سننا بھی پسند نہیں کیا۔ رامپور کے علماء تو کیا، عام پبلک بھی تمہاری نسبت یہی رائے رکھتی تھی کہ

جفا جو سنگدل بے رحم ظالم
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

پھر نہیں معلوم اخلاقی فتح کس کا نام ہے۔ ہاں اب سمجھے کہ بے حیا کی سرین پر درخت اگا تھا اُس نے کہا ہم سایہ میں رہیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۴۹-۵۰۔؛ ۲۲/ ۲۹ رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۸/ ۱۵ ار اکتوبر ۱۹۰۹ء ص: ۴)

قادیانی کذب

یہ مَثل بالکل صحیح ہے کہ ''گندم از گندم بروید جوز جو'' قادیانی مشن کی بنیاد چونکہ محض کذب اورافترا علی اللہ پر ہے۔اوس کے متبعین بندوں پر افترا کریں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ میرے خیال میں نہ کریں تو تعجب ہے۔ مذاہب میں اختلاف راء ہوتا ہے اور ہے۔مگر جھوٹ کے جواز یا عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں قادیانی مشن نے جہاں اور جدتیں کی ہیں یہ جدت بھی خاص ہی سے مخصوص ہے کہ اس کے پیرو مذہبی رنگ میں بھی فریق مخالف پر افترا کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایسے ایسے واقعات میں جھوٹ بولتے ہیں جو پبلک میں شائع شدہ ہیں۔ یہاں تک ان کی جرأت بڑھ گئی ہے کہ مخالف کی کسی تحریر کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ نقل کلام بھی کرتے ہیں تو اُس عبارت کو نہ اصلی الفاظ میں نقل کرتے ہیں نہ اوس کی معنوی روایت بتلاتے ہیں بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر شخص مخالف کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جس سے مراد اُن کی وہی ہوتی ہے جو اُن کے پیر مغاں اعلیٰ حضرت آنجہانی کی ہوتی تھی۔

لیکن ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ ہم اُن کو ایسا کرنے میں معذور جانتے ہیں کیوں کہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا میرود دیوار کج

پیر آنجہانی (مرزا قادیانی) کی بھی یہی عادت تھی کہ فریق مخالف کے کلام کو اوس کے اصلی الفاظ میں نقل نہ کرتے تھے بلکہ ذات شریف سے ایک نیا منصوبہ بنا کر پبلک کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔ گو آپ کی اس قلعی کو کھولا جاتا تھا مگر تاہم بہت سے مقامات ایسے بھی ہوتے تھے جہاں اونکی تردید نہ پہونچ سکتی تھی اور بہت سے دل کے اندھے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔اس اصول کو پیر اکبر اور اس کے ذریت دجاجلہ خوب جانتے ہیں۔

دجال اکبر نے اپنی کئی ایک تصنیفات (اربعین نمبر ۳۔اشتہار انعامی پانسو۔اعجاز احمدی۔لیکچر لاہور وغیرہ) میں بڑے فخر سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے اپنی تصنیفات میں میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جو ہم دونوں (مرزا صاحب اور مولوی صاحبان) میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے چونکہ یہ دونوں صاحب پہلے مر گئے پس نتیجہ صاف ہے کہ میں سچا۔ان دونوں مولوی صاحبان کی دو کتابیں مطبوع ہو کر شائع ہیں۔لیکن افسوس ہے کہ ہم کو ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون نہیں ملتا۔اس لئے میں نے مرزا صاحب کی زندگی میں اشتہار دیا تھا کہ آپ یہ مضمون مولوی صاحبان کی کسی تحریر سے دکھا دیں تو میں مبلغ پانسو آپ کی نذر کرونگا۔ چونکہ بنا ہی غلط اور محض ابلہ فریب تھی اس لئے نہ اکبر کو نہ کسی اصغر کو حوصلہ ہوا کہ وہ اپنا پیش کردہ مضمون ہم کو دکھا کر مشتہرہ انعام لیتے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اسی کی نظیر آج ہم قادیانی مشن میں دوسری دکھاتے ہیں۔ جو ان لوگوں کی اخلاقی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔

میں نے اہلحدیث مورخہ ۲۴-ستمبر میں ایک جوابی مضمون کے ذیل میں لکھا تھا کہ میں نے مرزا کی تصنیفات متعلقہ تردید مخالفین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔چنانچہ میرے اصلی الفاظ یہ ہیں:

''رہا مرزا کی تصنیفات سے استفادہ کرنا سو یہ کون نہیں جانتا کہ میں اُن سے استفادہ کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ آپ کی تصنیفات کا ملخص تو یہ ہے کہ اسلام ایسا دین ہے کہ میرے جیسے باکمال آدمی پیدا کر سکتا ہے آپ کیسے باکمال تھے اس کی بابت عیاں راچہ بیاں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

آپ کی قابل قدر تصنیف براہین احمدیہ ہے مگر حاشا آج تک بھی میں نے اوس کا مطالعہ کیا ہو۔میں حیران ہوں یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہاں ثنائی مشن اگر کسی امر میں قادیانی مشن کا مرہون منت ہے تو دجال قادیانی کی تردید کے حوالجات کا کیوں کہ میں نے اون کی انہی کتابوں کو دیکھا ہے جو متعلق دعویٰ مسیحیت کے ہیں۔انہی سے میرا کام تھا اور بس۔''

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب صاف ہے کسی تشریح یا حاشیہ کی ضرورت نہیں۔

ناظرین اس مضمون کو ذہن نشین رکھئے اور قادیانی اخبار بدر کے کذاب نامہ نگار کی عبارت بھی دیکھئے جس کو وہ میری عبارت بتلاتا ہے۔ نامہ مذکور لکھتا ہے:

''ثناء اللہ کی اسی پرچہ میں یہ تحریر بھی پڑھ کر مجھے اس کی بے ایمانی کا یقین کامل ہوا۔ جہاں اس نے لکھا ہے کہ میں مرزا صاحب اور آپ کے سلسلہ کی کتابوں کو بے شک پڑھتا ہوں، پر نہ استفادہ کی غرض سے اور نہ ہی اول سے آخر تک۔

بلکہ غرض پڑھنے سے یہ ہوتی ہے کہ قادیانی دعاوی پر نکتہ چینی کروں اور پڑھتا صرف وہی حصے ہیں جن میں خاص سلسلہ کا ذکر ہو۔''

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ناظرین! بغور دیکھیں کہ میرے پیش کردہ اقتباس میں کہیں یہ لفظ بھی ہے کہ میں اول سے آخر تک کوئی کتاب مرزا کی نہیں پڑھتا۔ ایکدفعہ اور میری عبارت پر نظر ڈال کر نامہ نگار کا اعتراض سنئے جو اس اقتباس پر کرتا ہے جسے وہ میری تحریر کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''کوئی عقلمند اس بھلے مانس سے پوچھے کہ اگر تم سب کتابیں پوری نہیں پڑھتے تو بتاؤ تمہیں یہ کون بتاجاتا ہے کہ فلاں حصہ پڑھو اس میں دعادی کا ذکر ہے۔ اور فلاں حصہ ترک کردو کہ اس میں اور باتیں ہیں۔''

اسی کو کہتے ہیں بناء فاسد علی الفاسد۔ آپ تو مجھ سے پوچھنے کے لئے عقلمندوں سے اپیل کرتے ہیں مگر میں آپ سے پوچھنے کے لئے ایمانداروں سے درخواست کرتا ہوں کہ کوئی ایماندار، خداترس ان دجاجلہ سے پوچھے کہ مذہب کی حمایت میں مذہب کی ہدایت کے برخلاف دروغ گوئی کرنا بھی آپ کے مذہب میں ہے۔ آہ کیا سچ ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ دوسرا جھوٹ اسی نامہ نگار کا اور سنئے۔ آپ خیریت سے قادیانی مشن کی کارگذاری اور میری نابکاری کا اظہار کرتے ہیں۔

''چوتھی خدمت اسلام ان کی یہ ہے کہ جو لوگ ہزاروں روپیہ اشاعت اسلام کی راہ میں یورپ اور

دیگر مما لک میں تبلیغ اسلام کے خرچ کریں اُن کو عبدالدرہم والدینار کہیں۔ اور خود ان کا یہ حال کہ راول پنڈی اور وزیرآباد پنجاب و ہندوستان کے کسی موضع میں ان کو کسی خدمت کے لئے بلایا جاوے تو یہ کہیں کہ ہماری فیس بھیجو تو آتے ہیں ورنہ تم جانو اور تمہارا کام۔''

میرے احباب سے اس کا کذب ہونا مخفی نہ ہوگا۔ کیوں کہ جہاں جہاں مجھے جانے کا اتفاق ہوتا ہے میں نے کبھی کسی کو نہیں لکھا کہ میری فیس بھیجدو۔ لکھنا تو کیا، خیال کرنا بھی کمینہ پن کی حرکت سمجھتا ہوں۔ سچے باپ کے بیٹے اور سچے مسیح کے امتی ہو تو میرا ایک ہی خط اس مضمون کا اصلی الفاظ میں شائع کر کے دکھاؤ۔ ورنہ افسوس ہے تمہاری حالت پر کہ مسیح کے حواری ہو کر بھی جھوٹ بولتے ہو۔ لیکن تم بھی اس میں معذور ہو، کیوں کہ تم تو آخر اپنے پیر ہی کے پیرو ہو۔ کیا سچ ہے۔

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

غرض اسی طرح کے کئی ایک کذب اور افترا اس نامہ نگار نے مجھ پر کئے ہیں جو حقیقتاً ان کے سیاہ باطن کی خبر دیتے ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں کو میری تردید کرتے وقت یہ بھی خیال نہیں آتا کہ میں کون ہوں۔ مرزائیو! سنو! میں وہی ہوں جس کے ساتھ تمہارے پیر، بلکہ پیر مغاں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ آخر کیا ہو بس یہی کہ۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱-۳)

مباحثہ منصوری

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کوہ منصوری ڈیرہ دون کے قریب ایک پہاڑی مقام ہے۔ وہاں پر چند آدمی قادیانی مشن کے ہوا خواہ ہیں۔ دیگر اہل اسلام سے باتوں باتوں میں مباحثہ کی ٹھیری، چنانچہ میرے پاس خط آیا کہ ۷-نومبر کو مباحثہ ہے، مگر اس سے بعد التواء کا خط بلکہ تار بھی پہنچا۔ اس لئے (میں) ۱۲/نومبر کو دہلی اور ۱۳-۱۴ کو اٹاوہ گیا۔ امرت سر میں واپس آنے پر معلوم ہوا کہ منصوری سے جوابی تار آیا ہوا ہے کہ جلدی آؤ۔ چنانچہ میں نے بذریعہ تار پوچھا کہ مباحثہ کی تاریخ کونسی ہے۔ جواب آیا کہ جلدی آجاؤ۔ خیر میں ۱۷-نومبر کو روانہ ہو کر ۱۸-کو پہونچا۔ راستہ ہی میں سنا کہ مباحثہ تو ۱۴ نومبر کو ہولیا۔ چنانچہ میں ڈیرہ دون سے منصوری کو جا ہی رہا تھا کہ راستہ میں قادیانی جماعت کو واپس ہوتے دیکھا۔ راجپور میں (قریب منصوری) پہونچا تو وہاں کے مسلمانوں نے کہا صاحب ہم نے قادیانیوں سے کہا تھا ٹھہریئے ابھی مولوی ثناء اللہ صاحب آتے ہیں۔ ہنوز ہمارا یہ جملہ بھی ختم نہوا تھا کہ فوراً ہی اونہوں نے سواری طلب کر لی کیوں؟ اس کا جواب میں نہیں دیتا، دنیا کو معلوم ہے۔ بہر حال میں ۱۸ نومبر کو کوہ منصوری پر پہونچا۔ جا کر معلوم ہوا کہ مباحثہ تو جناب مولوی یحییٰ صاحب مدرسہ سہارنپور نے کیا۔ کچھ علماء اون کے معین ومشیر بھی تھے۔ بانیان جلسہ سے میں نے کہا کہ جب مباحثہ ہو چکا تھا تو مجھے بلانے کی کیا حاجت تھی۔ اس کا جواب اونہوں نے دیا کہ آپ کے شریک مناظرہ نہو سکنے سے جو یہاں کے مسلمانوں کے دل پژمردہ ہو رہے تھے اون کو شاد کرنا منظور تھا اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی۔ خیر میں نے منصوری پر تین تقریریں کیں جن میں ایک جو شب کے وقت تھی محض مرزا صاحب آنجہانی کے لئے وقف تھی جس کے سننے سے کوہ منصوری پر ایسی ٹھنڈک پڑی کہ باید وشائد۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ یہ ہے مختصر واقع کوہ منصوری کا۔ جلسہ مناظرہ میں میں نہ تھا اور اپنے نہونے

کی وجہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں جس کا مجھے خود افسوس ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ شکار ہاتھوں سے گیا۔ نہ میں نے فریقین کی تحریریں دیکھیں اس لئے میں اس امر کے متعلق کوئی راۓ نہیں دے سکتا۔ ہاں قادیانی اخبارات الحکم اور بدر سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ منصوری پر ہماری (مرزائیوں کی) فتح ہوئی جس کی وجہ بیان کرنے میں الحکم نے دبی زبان سے کہا ہے کہ رامپور میں ہماری شکست اس لئے ہوئی تھی کہ ہم اپنے امام کے ماتحت نہ رہے تھے، منصوری کے مباحثہ میں ہم اپنے امام کے حکم اور دعا کے ساتھ گئے تھے، اس لئے مظفر ومنصور آئے ہیں۔ مگر دانا جانتے ہیں کہ اصل وجہ کچھ اور ہے۔ کہ رامپور میں (شیر پنجاب) سے تھا جو تمہارے حق میں دعویٰ رکھتا ہے کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت

و اذا نطقت فاننی الجوزاء

اس لئے دنیا نے دیکھ لیا کہ تمہارا تارو پود کیسا کمزور ہے اور منصوری میں تمہاری خوش قسمتی سے شیر کسی دوسرے شکار میں مصروف تھا، اس لئے تمہیں اتنا کہنے جرأت ہوئی کہ ہماری فتح ہوئی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید نے تمہاری ایسی خبروں کی بابت جو تم لوگ اپنی فتح کی بابت اڑایا کرتے ہو ہم کو اور تمام مسلمانوں کو پہلے ہی سے آگاہ کر رکھا ہے۔ پس غور سنو!

اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (جب کوئی بے دین (غیر معتبر) آدمی تم کو خبر سنائے تو سنتے ہی اوس کو باور نہ کرلیا کرو بلکہ اوس کی تحقیق کیا کرو۔)

خصوصاً قادیانی مشن کے مخبروں سے الحذر الحذر۔ تعجب ہے کہ میرے بعض عنایت فرماؤں نے گھبراہٹ میں مجھ سے دریافت کیا کہ قادیانی اخبار لکھ رہے ہیں کہ آپ منصوری والوں کا زادراہ بھی ہضم کر گئے مگر وہاں مباحثہ کے لئے نہ پہونچے، یہ کیا بات ہے، اس سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہے۔ ان احباب کا دریافت کرنا اگر بغرض تحقیق ہے جو اس آیت کا مفاد ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر بطور گھبراہٹ ہے تو اُنہیں مطلع رہنا چاہئے کہ قادیانی گروہ ہی کے حق میں کہا گیا ہے کہ: جو دن کو کہیں دن، تو تم رات سمجھو

قادیانی گروہ سے میرا خطاب کرنا اگرچہ زیبا نہیں، کیوں کہ ان کے اصل بانی آنجہانی (مرزا) سے میرا بین فیصلہ ہو چکا ہے جو سب کو معلوم ہے، اس لئے میں عموماً اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں کہ جہاں کہیں

مرزائی تم کو تنگ کریں تم چپکے سے اتنا کہدیا کرو کہ مرزا صاحب کے اشتہار مجریہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔ پس دیکھئے اتنا کہنا اُن کے حق میں لاحول کا کام دیتا ہے یا نہیں۔

تاہم میں آج چیلنج دیتا ہوں کہ قادیانی مشن اگر چاہے تو علاوہ آسمانی فیصلے کے، میں علمی فیصلے کو اب بھی تیار ہوں۔ آیئے امرت سر یا لاہور میں اس فیصلے کے لئے حاضر ہوں۔ صورت فیصلہ یہ ہوگی کہ ہماری طرف سے صرف ایک ہی مسئلہ پیش ہوگا یعنی تحقیق حال مرزا۔ تم لوگ اس کے علاوہ جو مسئلہ چاہو بڑھا لو۔ بحث تحریری ہوگی جو فریقین کے مناظر بپابندی اوقات اپنے ہاتھ سے لکھ کر سنا کر دستخط کر کے فریق ثانی کو دینگے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: پس طیار ہو جاؤ اب تو تمہاری مراد پوری ہے آیئے اور جلدی آیئے۔ لیکن میں وہی وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں جو رامپور میں کی تھی کہ آریہ نیوگ پر اور عیسائی تثلیث پر بحث کرنے کو آمادہ ہوسکیں گے مگر تم لوگ اس موضوع پر خصوصاً (شیر پنجاب) کے سامنے ہرگز نہ آؤ گے۔ یہ تو ہے پیشگوئی، مگر دعا یہ ہے کہ خدا کرے میری یہ پیشگوئی غلط ہو

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۵-۶)

مباحثہ منصوری

ہم لوگ جلسہ مناظرہ مقام کوہ منصوری میں ابتدا سے انتہاء تک شریک رہے، جو مابین مولانا مولوی محمد یحیٰ صاحب سہسرامی اہل سنت والجماعت مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور و مولوی میر قاسم علی احمدی مرزائی تاریخ ۱۴۔۱۵ ماہ نومبر ۱۹۰۹ء مطابق ۱۳۲۷ھ کو منعقد ہوا تھا۔

گفتگو روز اول حیات و وفاۃ عیسیٰ میں اور روز ثانی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوئی۔ جانبین کی تقریریں بہت مہذب پیرایہ میں ہوئیں۔ چونکہ کوئی ثالث مقرر نہیں تھا کہ وہ کچھ اپنا فیصلہ سناتا جس سے عوام سامعین و تمام حاضر لوگوں کو اسکا پتہ چلتا کہ کون فریق غالب رہا اور کون مغلوب، اس لئے ہم لوگ بلاتعصب خدا

کو حاظر ناظر سمجھ کر یہ تمام لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ مولانا محمد یحی صاحب مناظر اہل سنت کی تقریر باعتبار قوۃ دلائل وزور بحث ومضامین علیہ کے فریق مرزائی کے مناظر کی تقریر کے لحاظ سے بہت بڑھی رہی۔ چنانچہ بعد طبع ہونے کیفیت مناظرہ کے ناظرین پر ہم لوگوں کی اس رائے کا صدق بخوبی ظاہر ہوجائے گا واللہ علی مانقول وکیل

محمد ابراہیم سکرٹری انجمن اسلامیہ۔ شیخ محمد یعقوب صدر انجمن اسلامیہ۔ محمد عمر خان ٹھکہ دار نائب سکرٹری انجمن اسلامیہ۔ داروغہ امیر الدین صاحب (صرف ایک روز شریک ہوئے) منشی محمد شعیب ملازم، شیخ طفیل احمد سوداگر۔ آغا عبدالقیوم خان کابلی، نظیر احمد وکلن سوداگران۔ حافظ عبدالحمید سوداگر حافظ دوست محمد خان سوداگر منشی حافظ ریاض الحسن خان سوداگر۔ مولوی محمد سعید مدرس مدرسہ اسلامیہ کوہ منصوری۔ منشی محمد حسن ٹھیکیدار۔ محمد یسین ماسٹر خیاط۔ منشی محبوب خان۔ ماسٹر دین محمد خیاط۔ محمد ابراہیم بیضہ فروش بازار لندھور۔ حبیب احمد ولی محمد سوداگر منشی الہی بخش۔ نور احمد تمباکو فروش۔ محمد اسماعیل خان سوداگر۔ کریم بخش سوداگر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء۔ ۷ جنوری ۱۹۱۰ء ص ۱۲)

لاہور میں قادیانی جلسہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نومبر میں لاہور میں مذہبی جلسوں کی بھرمار رہی تھی آریوں نے شروع کیا۔ اہلحدیثوں نے جوابدیا۔ عیسائیوں نے حصہ لیا اوسکا بھی جواب اہلحدیثوں نے دیا۔ اس سے بعد مرزائیوں (قادیانیوں) کو بھی ہوش آیا اونہوں نے بھی اخیر دسمبر کے میں جلسہ کیا جس میں مختلف مضامین پر تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں تو ہم شریک نہ تھے اشتہار دیکھنے سے البتہ ہمیں خوشی اورافسوس دونوں لاحق ہوئے۔ خوشی تو اس بات سے ہوئی کہ قادیانیوں کے اس جلسہ میں کوئی مضمون قادیانی مشن کے متعلق دیکھنے میں نہ آیا۔ یعنی کسی مقرر کی تقریر خاص اس مضمون پر نہ دیکھی کہ مرزا صاحب کے دعوئ ان وجوہ سے ثابت ہیں، حالانکہ بحیثیت قادیانی مشن کے ان کا

پہلا فرض یہی تھا۔ بہرحال یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ قادیانی پارٹی اپنا ضعف محسوس کر کے یا اختلاف کے بد نتائج سمجھ کر قادیانی مشن سے آہستہ آہستہ دست بردار ہونے کو ہے۔ انشاء اللہ

افسوس بھی اس بات کا ہوا کہ تمام جلسہ میں کسی معترض کو دریافت کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔ حالانکہ سابقہ سب جلسوں میں موقع ملتا رہا تھا، بہرحال جو ہوا، سو ہوا۔ اسے تو جانے دیجئے مگر اوس ضروری مقابلہ کی طرف توجہ کیجئے جس کی تحریک بدر مورخہ ۹ دسمبر میں کی گئی تھی۔ اور مخالفین قادیانی مشن کو چیلنج دیا تھا کہ اسلامی فضیلت پر مقابلہ میں لیکچر دیں جس کا ایجاب میری اور برادرم مولوی ابومحمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی طرف سے ہو چکا ہے مگر قادیانی محرک کو سانپ سونگھ گیا کہ صداء برنخواست۔ کیوں

نہ خنجر اوٹھیگا نہ تلوار اُن سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۱۲۔ مورخہ ۹ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء۔ ص: ۴-۵)

قادیانی کذب بیانی

اسلامی شریعت میں دعویٰ الہام کاذب سے بڑھ کر کوئی جھوٹ اور دروغ نہیں ہے اس لئے جب قادیانی اعلیٰ حضرت نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا تو اور کسی امر کی بابت ان کی شکایت بے جا ہے مگر تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت آنجہانی کی کذب بیانی جماعت قادیانی میں یہاں تک اثر کر گئی ہے کہ ہر ایک فرد ان میں کا کذب بیانی میں طاق ہے۔

عرصہ ہوا کہ آنجہانی نے ایک قصیدہ عربی غلط در غلط لکھ کر اوسکا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ اس کے مقابلہ کا نہ بن سکے گا مگر الحمد للہ کہ اوسکا جواب اعلیٰ حضرت کی زندگی ہی میں اوس سے اچھا اہلحدیث میں چھپ گیا اوس سے بعد قادیان سے صدا برنخواست۔ اب شائد یہ سمجھا کہ لوگ اصل بات بھول گئے ہونگے اس لئے بدر میں ایک بڑ ہانک دی گئی کہ۔

”حضرات ناظرین کو معلوم ہے کہ میرے سید و مولیٰ نے کئی سو اشعار کا ایک قصیدہ لکھ کر بطور تحدی

شائع کیا تھا اور تمام علماء وفضلاء کو چیلنج دیا تھا۔ کہ اگر کسی میں طاقت ہے۔ تو اس کا جواب دے اس قصیدہ کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا۔'' (بدر مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء)

دانا جانتے ہیں کہ جب ہائی کورٹ میں فیصلہ ہو جائے تو وہی آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے ہائی کورٹ کا مغلوب فریق غالب سے نہیں کہہ سکتا کہ منصفی میں تو میرے حق میں فیصلہ ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح (بفرض محال) اگر مرزا صاحب کے مقابلہ میں کسی شخص نے قصیدہ نہ بھی لکھا ہوتا اور مرزا صاحب صوری اور معنوی چودھویں صدی کے متنبّی ہوتے تو بھی کیا نتیجہ تھا جب کہ وہ خدائی ہائی کورٹ میں شکست یاب ہو چکے۔ جس سے اُن کے مشن کا ٹکرہ ٹکرہ اڑ گیا اور اینٹ سے اینٹ بجائی گئی آہ وہ دن (۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء) بھی کیسا بابرکت روز تھا جس روز مرزا صاحب نے میرے حق میں فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری (مرزا کی) زندگی میں طاعون اور ہیضے سے نہ مریگا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہونگا۔ یعنی فریبی، مکار، دغاباز، مفتری علی اللہ سمجھا جانے کے قابل ہونگا۔ آخر کیا ہوا؟

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۲۳ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۱۰ء ص: ۳)

قادیانی کذب بیانی درستہ ضروری

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں بمقام رامپور ہز ہائینس نواب صاحب کے سامنے جو قادیانی جماعت سے مناظرہ ہوا تھا، بفضلہٖ تعالیٰ قادیانی جماعت پر ایسی ذلت طاری ہوئی تھی کہ قادیانی پارٹی رامپور سے بھاگتی ہوئے رامپور کو مخاطب کر کے کہتی جاتی تھی

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

یہاں تک کہ قادیانی اخبار الحکم نے بھی دبی زبان سے اس ذلت کا اقرار کیا تھا۔ چاروں طرف سے پھٹکار پڑی تو چاروناچار مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مناظر) نے ایک چال نکالی کہ رامپور کے مباحثہ کی کیفیت مع اپنی پہلی تقریر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کی جس کا نام ہے

''ستہ ضروری بتقریب مباحثہ رامپوری''

اس میں کچھ تو ہز ہائینس نواب صاحب رامپور پر حملے کئے اور کچھ شریک جلسہ علماء کرام پر اور بقیہ اس خاکسار پر۔ خاکسار پر حملے کرنے کا بقول: بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے ،ان کو حق حاصل تھا مگر نواب صاحب اور دیگر علماء پر حملہ کرنا بالکل بے جا ہے۔ خیر اس کی بھی وجہ شائد وہی ہو جو حدیث شریف میں آئی ہے لعن اللہ العقرب لاتدع مصلیا ولا غیرہ جس کا مطلب اس شعر میں لکھا گیا ہے:

نیش عقرب نہ از پئے کین ست مقتضائے طبیعتش ایں ست

مگر افسوس ہے کہ آپ نے بڑی چالاکی یا ابلہ فریبی یہ کی کہ ایک تقریر ایسی نقل کی جو اوس وقت نہ فرمائی تھی۔ بلکہ اپنی اور منشی قاسم علی دہلوی کی تقریروں سے جو دوسرے اور تیسرے روز کی تھیں ایک معجون مرکب بنا کر چھاپ دی۔ جس کا نتیجہ صاف ہے کہ مولوی احسن صاحب گویا تسلیم کرتے ہیں کہ اونکی وہ تقریر جو دربار رامپور میں ہوئی تھی واقعی ٹھیک نہ تھی۔ ہم اس کے فیصلہ کی ایک صورت پیش کرتے ہیں۔

صفحہ ۴۵ پر جو میری کتب ''تبراسلام'' کے حوالہ سے میرا نام لے کر عبارت نقل کی ہے اس کی بابت مولوی سید سرور شاہ صاحب مقیم قادیان شریک جلسہ مناظرہ اور منشی قاسم علی دہلوی مرزائی شریک بلکہ سپہ گر حلفیہ شائع کریں کہ یہ عبارت پہلے پرچے میں تھی جو مولوی محمد احسن صاحب نے پڑھا تھا۔ اگر یہ دونوں صاحب حلفیہ بیان شائع نکرینگے تو بس یہی ایک دلیل اس دعویٰ کی کافی ہے کہ یہ تقریر احسن صاحب نے بعد میں بنا کر شائع کی ہے اور ابلہ فریبی کرنے کو اس تقریر کو تقریر اول اور اپنی ظاہر کیا ہے۔

علاوہ اس کے اس تقریر میں ایسے الفاظ اور محاورات بھی پائے جاتے ہیں جو مولوی احسن صاحب کی زبان سے مانوس نہیں۔ مثلاً صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں ''اردو زبان کے لٹریچر میں''۔ یہ محاورہ احسن صاحب کی اردو کا نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو مولوی احسن صاحب سے تعارف ہے وہ اس بات کو جان سکتے ہیں کہ اس قسم کے

انگریزی الفاظ مدخلہ احسن کے منہ سے احسن نہیں ہو سکتے بلکہ نکل بھی نہیں سکتے۔ یہ بھی ایک سراغرسانی کا طریق جس میں خدا کے فضل سے اس خاکسار کو ملکہ ہے۔

مولوی احسن امروہی صاحب باوجود بڑھاپے کے اتنا جانتے ہیں کہ میری یہ تقریر قابل اعتبار نہو گی کیوں کہ خود ہی صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ''تقریر غیر مصدقہ قابل اعتبار نہو گی'' اس لئے بڑی ہوشیاری بلکہ دلیری سے فرماتے ہیں:

''یہ تقریر حسب شرائط کے غیر مصدقہ ہے۔ہم مخالفین کو بھی اجازت دیتے ہیں کہ وہ بھی اس کا جواب غیر مصدقہ شائع کر دیں۔'' صفحہ ۱۳

ناظرین! دیکھئے کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے جو جھوٹ بولا ہے ہمارے مقابلہ میں تم بھی جھوٹ بول لو۔لیکن جو شخص انجمن صادقین کا ممبر بلکہ سکریٹری ہو، اسے کیا پڑی کہ وہ تمہارے بگھوڑوں کو ذلیل کرنے کے لئے جھوٹ بولے۔اوس کے لئے یہ بس نہیں کہ تمہارے ہی جھوٹ کا اظہار کر کے تم کو رسوا کرے۔پس آپ اپنا جھوٹ سنئے!

صفحہ ۷ پر آپ مجھ کو مخفی مناظر قرار دیتے ہیں اور صفحہ ۱۱ پر ۱۳ جون کے خط کا ذکر کر کے اوس کی تحریر کو میری طرف نسبت کرتے ہیں حالانکہ میں ۱۴ جون کو رامپور پہونچا تھا۔اور ۱۳ جون کا خط بحضور نواب صاحب مجھ سے پہلے پیش ہو چکا تھا، مگر آپ اوسکو میری طرف منسوب کرتے ہیں تو کیا یہ دروغ بے فروغ نہیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اور شرکاء جلسہ عموماً اور جناب حافظ احمد علی خان صاحب مہتمم جلسہ خصوصاً شہادت دے سکتے ہیں کہ شرائط کے تصفیہ میں میرا کوئی دخل نہ تھا، بلکہ مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ شرائط کیا ہیں۔ بلکہ جہانتک مجھے یاد ہے یہی چرچا تھا کہ جس طرح حضور نواب صاحب فرماوینگے وہی ہوگا اور وہی فیصلہ ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے جس روز صبح مباحثہ تھا شب کو علماء حضور میں باریاب ہوئے تو حضور نے دریافت فرمایا، مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔ میں نے کہا یہ بھی خود ایک مضمون قابل بحث ہے کہ مباحثہ کس مضمون پر ہوگا۔فریقین کے وجوہات سن کر حضور جو فیصلہ فرماد ینگے اوسی مضمون پر ہوگا۔نواب صاحب نے فرمایا اچھا صبح کو سہی۔ چنانچہ ہم خوشی خوشی آئے اور وجوہات اس مضمون کے جمع کئے کہ مباحثہ مرزا صاحب کے الہامات پر ہونا چاہئے۔مگر حضور

نواب صاحب جب جلسہ میں رونق افروز ہوئے تو آتے ہی قادیانی جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''بسم اللہ'' یہ سنتے ہی مولوی احسن صاحب نے کھڑے ہو کر رام کہانی شروع کی۔ شروع کیا کہ خدا معلوم حق کا خوف تھا یا دربار کا رعب۔ ایسے مبہوت تقریر کرتے تھے کہ خود ان کے حواشی بھی خوش نظر نہ آتے تھے۔ اوسی بھدی تقریر کو اب ادھر اودھر سے مرکب مزین کر کے آپ اپنے نام سے شائع کرتے ہیں اور وعید خداوند سے نہیں ڈرتے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا اس کے مقابلہ میں میری تقریر کا نام تک نہیں لیتے بلکہ چند اشعار جو میں نے بطور لطف سخن حسب موقع پڑھے تھے بعض کو صحیح بعض کو غلط ایک جا جمع کر دیا۔ گویا یہ جتلایا کہ ثناء اللہ نے ہمارے جواب میں بس یہ اشعار پڑھے تھے اور کچھ نہیں۔ کیسا سفید، نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔ اگر جواب کچھ نہ تھا تو دوسرے روز تم نے کاہے کا جواب دیا تھا۔ پھر تیسرے روز کیا کتھا سنانے آئے تھے۔ پھر میری پہلی تقریر کے بعد مولانا احمد حسن صاحب نے علماء موجودین سے کیوں استفسار کیا تھا کہ جواب پورا ہوا یا نہیں؟ جس کے جواب میں سب نے بیک زبان کیوں کہا تھا کہ جواب کافی دیا گیا ہے۔ پھر کیوں حضور نواب صاحب نے اپنے سرٹیفکیٹ میں تحریر فرمایا:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا مدعا ثابت کر دیا۔''

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کی تعلّی اور انانیت کی یہ مثال کافی ہے کہ صفحے پر لکھتے ہیں کہ فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ کا نام اس لئے ظاہر نہ کیا تھا کہ علماء جماعت احمدیہ اوسکا نام سن کر بسبب اوسکے نا قابل خطاب ہونے کے اوس کو اپنا مقابل و مخاطب نہ کرینگے۔''

اس کلام کے دو نتیجے ہیں (ا) یا تو مولوی احسن صاحب دل سے مرزا قادیانی کو جھوٹا جانتے ہیں کیوں کہ جس کو مرزا صاحب آنجہانی نہ صرف مخاطب ہی بنا دیں بلکہ اخیر دم تک اُس سے جانبازی کی شرط لگا دیں جس کے مقابلہ میں اخیر میدان میں ناکام رہیں، وہی شہسوار مولوی احسن صاحب کے قابل خطاب نہ ہو تو اس سے کیا یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ مولوی صاحب کے نزدیک مرزا صاحب کی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ بے وقوفی تھی کہ ایسے نا قابل خطاب کو قابل خطاب ہی نہیں بلکہ ایسا صحیح مخاطب بنایا کہ تمام دنیا کو اوس کے خطاب کے نتیجہ کا منتظر رہنے کا اعلان دیا۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ مولوی احسن صاحب شائد مرزا آنجہانی سے اپنے آپ کو زیادہ بزرگ، زیادہ اہل علم، زیادہ عالیشان سمجھتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب کے قابل خطاب بلکہ مخاطب تھے وہ بھی مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں۔ گویا مرزا صاحب اور مولوی صاحب کی مثال بالکل ایسی ہوئی کہ مولوی صاحب گویا بی اے کی جماعت میں ہیں اور مرزا صاحب پرائمری میں۔ اس لئے پرائمری والے مرزا صاحب سے تو مخاطب ہو سکتے ہیں مگر مولوی صاحب کے قابل خطاب نہیں۔ لیکن دانا سمجھ سکتے ہیں کہ مرزائی مذہب میں اس سے بڑھ کر کفر نہیں کہ کوئی شخص خصوصاً مرزائی ہو کر مرزا صاحب سے برتری کا مدعی ہو، کیوں کہ مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کا قول ہے ان قدمی علیٰ منارة ختمت بها کل رفعة (خطبہ الہامیہ) (میرا قدم ایسے منارہ پر جس پر تمام مراتب کی بلندیاں ختم ہیں)

ایک بڑی قوی وجہ قادیانی پارٹی کے شکست یاب ہونے کی خود ہی کتاب سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے میری تقریر کو ہضم کیا سو کیا، مگر غضب تو یہ کیا کہ میرے سوالات کو بھی اور ہی رنگ میں دکھا کر اون کے جوابات نئے پیرائے میں دیئے ہیں جو مجلس میں نہ دیئے تھے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو جواب مجلس میں دیئے گئے تھے اُن کو مولوی صاحب بھی کافی نہیں جانتے۔ اسی لئے نئے جواب نئی صورت میں بنا کر پیش کرتے ہیں مگر دانا جانتے ہیں : مشتے کہ بعد از جنگ یاد آئد بر کلۂ خود باید زد

اسی رسالہ میں ایک عجیب قسم کا معجزہ آپ نے لکھا ہے صفحہ ۵٦ پر لکھتے ہیں کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا تھا تو اُن کی بیوی ایک نواسی اور نواسہ مر گئے۔ (واہ واہ کیا معجزہ ہے مگر پھر بھی لوگ مرزا صاحب کو دجال ہی کہتے ہیں)

احسن صاحب! آپ تو بڈھے ہیں اس لئے ممکن ہے آپ کو ذہول ہو۔ ہم آپ کو بتلا دیں کہ بڑے میاں خود اپنے اشتہار تبصرہ میں لکھتے ہیں کہ مباہلہ یہ نہیں ہوا کرتا کہ کرنے والا تو زندہ رہے اور اس کے ناکردہ گناہ بچوں پر وبال پڑے۔ ایسا کہنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ پس مولانا احمد حسن صاحب کی زندگی میں مرزائی معجزہ کیسا۔

ہاں یاد آیا کہ بڑا معجزہ قابل بیان تو یہ تھا، جو بالکل ٹھیک اور بے داغ سچا اعجاز ہے، جس پر کسی مخالف

موافق کو محل کلام نہیں۔جس میں مرزا صاحب کی دعا حرف بحرف قبول ہوئی۔اللہ اللہ! ایسی قبول ہوئی کہ کبھی کسی کی نہ ہوئی ہوگی۔وہ کیا سب کو معلوم ہے کہ

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

رسالہ مذکورہ دیکھنے کے بعد ہمیں امید ہوئی کہ جناب حافظ احمد علی صاحب مہتمم مناظرہ رامپور بھی تقریریں شائع کرنے کی اجازت سرکار سے حاصل کرینگے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔نمبر ۱۵۔مورخہ ۳۰ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

قادیانی فرار

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ قادیانی پارٹی کے آرگن بدر نے تجویز پیش کی تھی کہ ہمارے مخالف ہم سے مقابلہ میں لیکچر دیں، پھر دیکھیں اثر کے لحاظ سے کون اول رہتا ہے۔یہ بھی لکھا تھا کہ ہماری جماعت کو خدا نے خاص اثر بخشا ہے، پھر اگر ہم گمراہ ہیں تو یہ اثر کیوں ہے؟

اس مقابلہ کے الفاظ تو عام تھے مگر بعض اشارات خاص مجھ پر تھے اسلیئے میں نے اس دعوت کو فوراً قبول کیا اور برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اس کی تائید میں اپنی آمادگی ظاہر کی۔مگر میں نے پیشگوئی بھی کردی تھی کہ قادیانی بھگوڑے کبھی سامنے نہ آئیں گے کیوں؟

نہ خنجر اوٹھے گا، نہ تلوار اُن سے

وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

الحمدللہ کہ میری پیشگوئی سچی نکلی آج تک قادیانی پارٹی چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔

مرزائیو! یاد رکھو تمہاری چالوں سے ہم خوب واقف ہیں اگر کچھ سکت رکھتے ہو تو سامنے آؤ ورنہ

اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے　　　　بس ہو چکی نماز مصلّےٰ اوٹھایئے

کیا الحکم اس پر کچھ لکھے گا؟ کیوں؟

”یکے دزد باشد، دگر پردہ دار“

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۱۰ء)

قادیانی کذب بیانی

اور انعامی اعلان

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن اور اس کے بانی کی عادات کو جاننے والوں سے یہ مخفی نہ ہوگا کہ ان کا عام اصول ہے:

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جا

اس لئے ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک اوس کی تحقیق نہو جائے۔ قرآن مجید بھی اس مشن کی بابت یہی ہدایت کرتا ہے: ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ”کوئی بے اعتبار آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اُس کی تحقیق کر لیا کرو۔“

دنیا میں مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اخلاقی غرض ہر صیغے میں اختلاف ہے۔ پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن صدق و کذب کی خوبی اور مذمت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ الا قادیانی مشن کا۔ کہ اون کا دارومدار ہی کذب پر ہے بلکہ یوں کہنا کہ اشاعت کذب ہی اس مشن کی غرض ہے کوئی بے جا نہیں۔

ہم اگر دعویٰ کو واقعات صحیحہ سے ثابت نہ کر دیں تو پھر ہم میں اور اُن میں کیا فرق ہوگا۔ اس لئے گذشتہ واقعات بالاجمال بیان کر کے حال کا واقعہ پیش آمدہ بالتفصیل بیان کرینگے۔

مرزا آنجہانی کا دعویٰ الہام، نبوت، رسالت، ابنیت خدا، برتری از جمع اولیاء انبیاء (دیکھو خطبہ الہامیہ قدمی علی منارۃ ختمت بھا کل رفعۃ، صفحہ ۳۵) کو جانے دیجئے جو مذہبی رنگ میں ہیں۔ ہم ایسے امور پیش کرتے

ہیں جو مذہبی نہیں بلکہ واقعات میں اخلاقی رنگ رکھتے ہیں۔

(۱) مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری کی بابت آنجہانی نے کئی ایک مقامات پر لکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے پہلے مرے گا چنانچہ وہ مرگیا، بس یہی میرے صدق کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔

(۲) مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم علیگڈھی کی بابت لکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے کہا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا چنانچہ وہ مرگئے یہی میری سچائی کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہیں۔

(۳) خاکسار کی بابت لکھا کہ تیرا گذارہ کفن فروشی پر ہے۔ (دیکھو اعجاز احمدی، صفحہ ۲۳) حالانکہ نہ میں کسی مسجد کا امام ہوں نہ کبھی تھا نہ ہونگا۔ انشاء اللہ۔

ان تینوں باتوں کی ثبوت اوس کی زندگی میں طلب ہوئے انعامی اشتہارات دیئے۔ مگر صدائے برنخواست۔ اب بھی ہم **انعامی اعلان** دیتے ہیں کہ کوئی مرزائی ان تینوں باتوں کا ثبوت ہم کو دکھادے تو فی امر ایک ایک **سو روپیہ انعام** ہم سے لے۔ متعدد ہوں تو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ضروری تھا کہ گرو کی عادت کا اثر چیلوں میں ہو اس لئے مرزائی بھی اس عادت سے خالی نہ رہ سکے۔

۴- قادیانی بدر نے کئی ایک دفعہ لکھا کہ خاکسار نے عدالت میں بیان دیا کہ:

''شریعت اسلام کے مطابق جھوٹ بولنے سے آدمی کے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا گویا جھوٹ بھی بول لو اور متقی کے متقی بھی بنے رہو۔''

ادھر سے ہمیشہ اس دعویٰ کا ثبوت مانگا گیا مگر ثبوت دینا اون کے مذہب میں وہی حکم رکھتا ہے جو کسی بخیل کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کنوئیں میں گر پڑا لوگوں نے کہا ہاتھ دے تو نکل آ۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا کہا کہ دینا تو میں جانتا نہیں۔ آخر کار ایک دانا نے کہا ہاتھ لے اور نکل۔ بس وہ لینے کے نام سے نکل آیا۔ یہی حال قادیانی مشن کا ہے۔ ثبوت دینا تو جانتے ہی نہیں۔ آنجہانی نے تمام عمر اسی پالیسی میں گذاری۔ بدر سے بارہا اس کا ثبوت مانگا گیا۔ ۱۸ فروری کے اہل حدیث میں بھی یہی تقاضا کیا گیا کہ جس مقدمہ میں میں نے یہ شہادت دی تھی اوسکی مسل سے میرے اصلی الفاظ شائع کردو نہیں تو جھوٹوں کی سزا سے ڈرو۔

خیر یہ تو ہیں گذشتہ واقعات تازہ واقع سنئے:

جناب مولانا عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی کی نسبت قادیانی بدر نے ۲۴ فروری کے پرچے میں ایک مضمون لکھا ہے جو یہ ہے:

حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی نے احمدیوں کو دعوت دی: کچھ عرصہ ہوا کہ حافظ عبدالمنان صاحب مشہور اہل حدیث نے اپنے پوتے کے عقیقے کی تقریب پر اپنے احمدی بھائیوں کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ آخر اتنی مدت قرآن وحدیث پڑھا پڑھا کے اور پھر احمدیوں کا طرز عمل وایثار واخلاق (مرزائیوں کی بدخلقی، کج دلی اور خودغرضی کی داد تو مرزا صاحب خود بھی دیتے ہیں۔ دیکھو اشتہار ملحقہ برسالہ شہادت القرآن) دیکھ دیکھ کر اگر آپ اس نتیجہ پر پہونچ گئے ہوں کہ احمدیوں سے بڑھ کر کوئی سنت نبوی کا تابع اور کوئی متبع قرآن مجید اور پکا موحد نہیں تو اس میں غضب کونسا آ گیا۔ کیوں کہ جہاں اہل حدیث نے پیر پرستی قبر پرستی کا ایک حد تک استیصال کیا ہے وہاں احمدیوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ایک شرک عظیم سے نہ صرف خود توبہ کی بلکہ ایک جہاں کی توبہ کرادی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق چند باتیں تھیں (۱) انکا لایزول ولایحول ہونا (۲) عالم الغیب (۳) مردوں کو زندہ کرنے والا (۴) فیھا تحیون اور ولکم فی الارض مستقر کے خلاف آسمان پر دو ہزار برس سے جاگزیں ہونا (۵) خاتم النبین سید المرسلین صلعم سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنا کہ تمام جہاں کو مسلمان بنادے گا (۶) بعض آیات قرآنی کا ناسخ ہونا مثل "لا اکراہ فی الدین" و "حتی یعطوا الجزیۃ" وغیرہ ذلک اور کچھ مسیح الدجال کے متعلق کہ وہ مینہ برسانے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہوگا اور خزانے اس کے تابع ہوجاویں گے۔ غرض ایسی باتوں کو جو صریح آیات قرآن واحادیث سید الانس والجان کے خلاف ہیں۔ ایک باعزت کامل الایمان مومن کب اپنے عقیدہ میں شامل رکھ سکتا ہے۔ پس جو مومن جماعت یہاں تک کہ موحد ہو کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ایک خدا کے نبی کے متعلق بھی کوئی شرک انگیز بات اپنے عقیدہ میں شامل نہیں رکھ سکتی اور جس جماعت کا ایمان:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہو اور جو خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کا (جو قرب قیامت کے متعلق تھیں) پورا ہونا جزو ایمان قرار دیتی

ہوا گر اس سے تحابب وتہادی کا سلسلہ جاری نہ ہو تو پھر کس سے ہو۔

میرے خیال میں وہ لوگ بہت غلطی پر ہیں جو حافظ صاحب کو مہتم کر رہے ہیں اور ان کے پہلے فتویٰ اس کے متعلق یاد دلا رہے ہیں کہ مرزائیوں سے سلام بھی جائز نہیں چہ جائیکہ ان کی دعوت مسنونہ کی جائے اور بڑی عزت واحترام سے خود ان کا استقبال کیا جاوے کیوں کہ انسان آخر انسان ہے ممکن ہے وہ پہلے کوئی رائے غلطی سے دے اور بعد ازاں اس سے رجوع کر لے۔ حافظ صاحب مکرم کو بھی اس پر جھنجھلانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مخلوق کی خالق کے سامنے کیا حقیقت ہے۔ مولوی حافظ غلام رسول صاحب احمدی آپ کے پرانے رفیق ودوست اب بھی اسی وزیر آباد میں موجود ہیں۔ وہ ہر طرح آپ کی مدد کرنے کو تیار ہیں اور خود ان کا نمونہ اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون وزیر آبادی جماعت کو چاہئے کہ وہ بھی حافظ عبدالمنان صاحب کو اپنی دعوتوں میں مدعو کیا کریں۔''

(بدر)

شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں: کیا یہ ممکن تھا کہ بحکم آیت موصوفہ (ان جاء کم فاسق بنبإ) ہم اس خبر کو بے تحقیق ہی مان لیتے! نہیں، اس لئے ہم نے جناب حافظ صاحب موصوف کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ اصل حال کیا ہے۔ صاحب ممدوح نے ہم کو اصل حال سے اطلاع فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ:

''بدر کو دیکھا، یہ الزامات اپنے برخورداروں کی وجہ سے مجھ پر چسپاں ہوتے ہیں۔ میں نے مرزائیوں کو دعوت نہیں کی، بلکہ عزیز عبدالجبار کو سخت منع کیا، لیکن اس نے میرا کہنا نہیں مانا۔ اس دعوت کا منتظم وہ خود اپنی طرف سے تھا، میں نے دعوت میں کسی قسم کا شمول اپنا نہیں رکھا تھا، نہ ان لوگوں سے مصافحہ کیا، نہ اون کی کسی نوع کی خاطر کی، بلکہ جمعہ میں مرزا اور مرزائیوں کی سخت تردید کی۔ عبدالجبار نے جب دعوت کی فہرست بنائی تو میں نے اوس کے رفیقوں کے سامنے اوس کو بہت زجر کیا، لیکن اُس نے میری کوئی بات نہ مانی۔ میری اولاد کا حال آپ جانتے ہیں فصبر جمیل''

خلاصہ یہ کہ جناب حافظ صاحب کی اولاد بھی اپنے کاموں میں اوسی طرح آزاد ہیں جس طرح مرزا صاحب آنجہانی کے دو بڑے بیٹے مرزا افضل احمد مرحوم اور مرزا سلطان احمد سلمہ جن کے افعال واطوار مرزا

صاحب کی نگاہ میں ایسے ناپسند تھے کہ جہاں اپنی اولاد کا شمار کرتے تھے ان دونوں کو شمار میں نہ لیتے تھے۔ رسالہ مواہب الرحمٰن کے اخیر میں لکھتے ہیں خدا نے مجھے چار بیٹے دیئے۔ حالانکہ ان دو کو ملا کر چھ ہوتے ہیں۔

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے تو اپنے اس الزام کو ثابت کرو۔ ورنہ بتلا کہ آئندہ کو تجھے کہیں یا بدرو:

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۲۰۔ مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء ص:۴-۶)

الحق کی حق پسندی

قادیانی اخبار بدر نے انجمن صادقین کی نسبت لکھا کہ مولوی ثناء اللہ نے عدالت میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں کمی نہیں آتی۔ اس حوالہ کا مطالبہ کیا گیا تھا کہ جس عدالت میں میں نے ایسا کیا اوس کی مثل کی نقل چھپوا دیں۔ اس پر دہلی کے اخبار الحق نے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے جو یہہ ہے:

انجمن صادقین: ایڈیٹر اہلحدیث نے امرتسر میں مندرجہ عنوان نام کی ایک انجمن بنائی ہے۔ اس پر ہمعصر بدر نے کسی گذشتہ واقعہ کے حوالے سے ایڈیٹرانہ ریمارک کئے تھے اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک طویل نوٹ لکھ مارا جس سے بجز آپس کی پھوٹ بڑھنے اور اغیار کی نظروں میں اپنی ہوا اکھڑنے کے کچھ نتیجہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُنہوں نے انجمن صادقین قائم کی اچھا بلکہ بہت اچھا کیا۔ خدا کرے اس میں کامیابی ہو۔ بدر کا چڑانا اور پچھلے نزاع باہمی کو یاد دلانا ہماری رائے میں ضروری نہ تھا۔ بالفرض کل تک ایک شخص کچھ مختلف رائے رکھتا تھا اور آج وہ رو باصلاح آنے لگا ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے نہ کوئی قابل طعن حرکت۔''

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: الحق نے گو بظاہر قادیانی مذہب کا اظہار آج تک نہیں کیا اور شائد آئندہ بھی نہ کرے لیکن اخر دل تو اسی طرف ہے اس لئے اس بارے میں بھی الحق نے حق پسندی سے کام نہیں لیا۔ اوس کو چاہئے تھا کہ اہلحدیث کے مطالبہ کی تاکید کرتا اور درصورت نہ دکھا سکنے کے بدر کو لعنت ملامت کرتا۔ حدیث

شریف کا مضمون بھی یہی ہے انصر اخاك ظالما او مظلوما ظالم کی حمایت یہی ہے کہ اوس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت یہ ہے کہ ظالم کے ظلم کا دفعیہ اوس سے کیا جائے۔ چونکہ بدر نے کئی ایک دفعہ یہ جھوٹی خبر شائع کر کے مجھ پر مظالم کثیرہ کئے ہیں اس لئے بحکم الا من ظلم میرا حق تھا کہ میں بڑی سختی سے بدر کا تعاقب کرتا۔ مگر الحق کو تو اپنے نام کی لاج چاہیئے تھی مگر افسوس کہ اوس نے بھی دبی زبان سے بدر کی تصدیق کی اسی کو کہتے ہیں ''سخن برائے خدا و تلوار برائے برادر۔'' کیا آئندہ کو الحق، اہل حدیث امرتسر سے بدر کا ظلم دفع کرنے میں مدد کرے گا۔ (شاید)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۲۲/۲۳۔ مورخہ ۲۰/ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱/ ۸ اپریل ۱۹۱۰ء ص:۴-۵)

بدر قادیانی جواب دے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ ایڈیٹر بدر لکھتا ہے:

''گجرات سے مجھے ایک خط ملا کہ یہاں کوئی حضرت ہیں قدرت ثانی بنتے ہیں یہ ہے وہ ہے۔ اسی طرح پچھلے دنوں ایک صاحب دکن سے آئے تھے۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے احباب نے ایک راستباز مقدس چہرہ دیکھا اس کے نشانات کو ملاحظہ کیا۔ حقیقۃ الوحی کو پڑھا پھر وہ کیوں ایسے معمولی دعووں پر گھبرا اٹھتے ہیں اور کیوں انکار و تسلیم میں جلدی کرتے ہیں۔ مطلق الہام یا خالی دعویٰ ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آج کل اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے لئے کس قسم کے حربے کی ضرورت ہے، اور اس کو چلانے والے کے لئے کس قدر قابلیت درکار ہیں۔ کیا محض ایسا شخص کافی ہوسکتا ہے۔ جو اپنی صداقت کا نشان تمام انبیاء علیہ السلام کے طرز عمل کے خلاف تین چار مردوں کی طاقت دینا ٹھہرائے (کیوں کہ انبیاء تو قویٰ شہوانی و غضبی گھٹانے کے لئے آتے ہیں) یا وہ جو ہر صبح اٹھ کر ایک دو رویا سنا دے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ پہلے اپنی خدمات سے یہ تو ثابت کرے کہ میں اسلام کا خادم ہوں اور مخالفین دین اسلام پر بہ براہین قاطعہ وحجج ساطعہ غالب بھی نہ آوے اور دعویٰ اس قدر عظیم۔ الہامات تو بہت سنائے۔ مگر عملی رنگ میں پورا ہونا کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ایسے لوگوں کی خواہ مخواہ تکذیب کریں بلکہ خاموشی کے ساتھ ان کا انجام دیکھنا چاہئے۔'' (بدر مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مرزا آنجہانی کو انجام سے پیشتر کیوں مان لیا تھا۔ اے کاش اوسکو بھی انجام دیکھ کر مانتے تو آج نہ بدر ہوتا، نہ الحکم، نہ ابوالحکم، بلکہ سرے سے قادیان کا نام بھی کوئی نہ جانتا۔

مرزائیو! مرزا صاحب کا انجام جانتے ہو کیا ہوا بھولے ہو تو ہم سے سنو! ہم سہل بتلاویں اور حوالہ پوچھو تو ۱۵-اپریل ۷ء کا اشتہار سامنے رکھ لو جس میں لکھا دیکھو گے کہ'' خداوند ہم (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔'' آہ کیسے سنگدل ہیں جو مرزا صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانتے حالانکہ اون کو دعویٰ تھا کہ میں ایسا مستجاب الدعوات ہوں کہ قبول شدہ دعا کو واپس لاسکتا ہوں پھر کوئی وجہ نہیں ایسی تحدی اور آخری فیصلہ کی دعا ایسے شدید دشمن سے آخری فیصلہ کے لئے کی گئی ہو جس کا نام ہی آخری فیصلہ ہو مقبول نہ مانی جائے۔ کیا سچ ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

مرزا جی کے دوستو!

انما اعظكم لواحدة ان تقوموا لله مثنى وفرادى

(خدا کے خوف سے اکیلے دو کیلے ہو کر سوچو کہ اصل بات کیا ہے)

آہ کیسا انجام نیک ہے کہ ایک مخالف سے آخری فیصلہ شائع کیا جاتا ہے تو دوسرے دشمن (ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب) کے حق میں لکھا جاتا ہے کہ میرے سامنے پاش پاش ہوگا، لیکن اوس کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ تو کیا ان دونوں مخالفوں کا (نہیں بلکہ پیشگوئیوں کا) یہی جواب ہے کہ تم عنقریب دیکھ لوگے حق کے مقابلہ کی تم کو کیا سزا ملتی ہے اللہ اکبر۔ ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آمد بر کلۂ خود باید زد'' کے یہی معنی ہیں۔

مرزا کی اسلامی خدمات کا خلاصہ ہم نے کئی ایک دفعہ بتلایا ہے افسوس اس کا جواب کسی مرزائی سے نہ ہوسکا اور نہ ہوسکے گا۔ وہ خلاصہ بہت ہی آسان اور لطف آمیز ہے۔ غور سے سنو! (بقول مرزا)

اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ میرے (مرزا) جیسے باکمال آدمی اس میں پیدا ہوسکتے ہیں۔

خود بدولت کیا تھے۔ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' یہی کہ جو کچھ کہتے تھے اُلٹ ہوتا تھا۔ جس کی بابت متنبّی (عربی شاعر) آج سے صدیوں پیشتر عذر کر چکا ہے۔

اذا عذرت حسناء اوفت بعهدها

و من عهد ها الا يدوم لها عهد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۲۹۔ مورخہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۰ء ص:۲-۳)

بدر قادیانی جواب دے

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایڈیٹر بدر نے کئی ایک دفعہ بطور طنز لکھا کہ ایڈیٹر اہلحدیث نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں فرق نہیں آتا۔ ادھر سے بھی کئی ایک دفعہ اس کا جواب دیا گیا لیکن سب سے آخری جواب یہ تھا کہ ایڈیٹر بدر اگر اپنے بیان میں سچا ہے تو مسل سے میرے الفاظ کی نقل چھاپ دے مگر نقل پوری ہو، اپنے پیرو مرشد کی طرح نہ ہیں، کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ جیسا اوسنے لکھا تھا کہ مولوی غلام دستگیر نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مریگا حالانکہ مولوی موصوف نے کہیں بھی ایسا نہ لکھا تھا۔

اس کے جواب میں ایڈیٹر بدر کا فرض ہونا چاہئے تھا کہ کھانا پیچھے کھاتا اور مسل کی نقل پہلے شائع کرتا مگر آج تک وہ بالکل خاموش ہے بلکہ ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند''۔ اس لئے میں اس کو ایک نیک تجویز بتلاتا ہوں کہ اگر مسل میں اوسکا بیان کردہ حوالہ نہیں تو اپنے افترا کو نقل کر کے اتنا لکھ دے کہ یہہ مضمون میری قادیانی بیعت کا نتیجہ ہے۔

مرزائیو! مسیح کے حواری اور نبی کے اصحاب ہو کر بھی جھوٹ بولنا نہ چھوٹا تو تم ہی کہو کہ یہ مثل کس پر صادق آئی کہ ''تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔''

دوسری بات: یہ ہے کہ ایڈیٹر بدؔر نے لکھا تھا کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) کے لیکچراروں اور واعظوں کو خدا نے وہ تاثیر بخشی ہے کہ کسی غیر احمدی (غیر مرزائی) کو نہیں۔ یہی ہماری مقبول الٰہی ہونے کی دلیل ہے پھر لکھا تھا کہ کوئی مخالف ہے جو ہمارے واعظوں سے اس بات میں مقابلہ کرے۔ بالخصوص میری طرف اشارہ تھا۔ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میں اس مقابلہ کے لئے حاضر ہوں میرے ساتھ برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بھی اس دعوت کو قبول کیا تھا۔ زاں بعد ایڈیٹر الحکم دفتر اہلحدیث میں کچھ کتابیں لینے آئے اون سے بھی ذکر آیا کہ ایڈیٹر بدر اس امر میں کیوں خاموش ہے اونہوں نے بھی کہا ہاں اون کو جواب تو دینا چاہئے میں نے کہا میں تم کو مخاطب کر کے پوچھوں گا۔ بولے آپ مجھے مخاطب کرینگے تو میں جواب دونگا۔ لیکن جب اوسے بھی مخاطب کیا تو وہ بھی آخر وہی نکلا جو لکھا تھا کہ ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' اس لئے اس دفعہ دونوں کو مخاطب کر کے پوچھتا ہوں کہ میری پیشگوئی سچی ہوئی یا نہیں جو میں نے پہلے ہی کر دی تھی کہ تم لوگ کبھی اس مقابلہ کے لئے نہ آؤ گے۔

مرزائیو! آؤ اب ہم تمہیں ایک اور آسان تجویز بتلا دیں۔ لاہور یا امرت سر میں ایک جلسہ کریں جس کا موضوع ہو ''شان مرزا'' اوس میں فریقین مرزا کی شان پر گفتگو کریں۔ مصدقین اپنی وجہ تصدیق بیان کریں۔ مکذبین وجہ تکذیب۔ کیا تم لوگ آؤ گے؟ آئندہ زمانہ آپ کا فیصلہ کریگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۳ جون ۱۹۱۰ء ص: ۷)

مرزا قادیانی کی مختصر سوانح عمری

قادیانی اخبار بدر میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے جو درج ذیل ہے:

''آپ لنا له رجل من ابناء فارس کے ماتحت سمرقندی الاصل ہیں۔ برلاس مشہور قوم مغل کے مورث اعلیٰ میرزا ہادی بیگ نے دسویں صدی ہجری کے قریب خراسان سے نکل کر پنجاب کی راہ لی۔ یہاں ایک بستی کی بنیاد رکھی جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا۔ اور یہ قاضی۔ قادی۔ کدعہ جواہر الاسرار صفحہ ۵۶ کی

حدیث یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعۃ کو پورا کرنے والا ہوا۔

سال پیدائش قریباً ۱۲۵۱ ہجری ہے۔ باپ کا نام میرزا غلام مرتضیٰ صاحب۔ آپ نے ۱۷-۱۸ سال کی عمر تک بعض رسمی کتابیں مختلف استادوں سے پڑھیں۔ والد کے اصرار سے چند سال سیالکوٹ میں ملازمت بھی کی۔ تمام لوگ ان ایام میں آپ کے اعلیٰ اخلاق دیانت۔ امانت۔ تقویٰ وطہارت صادق وامین ہونے کے مقرر ہیں۔ وقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ۔

ملازمت خلاف طبیعت تھی۔ چھوڑ دی۔ والد بزگوار کو خط لکھا کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ میں چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کروں (اصل خط موجود ہے)

سب سے پہلا الہام والسماء والطارق۔ جس میں آپ کو اپنے والد کی وفات کی خبر اور الیس اللہ بکاف عبدہ میں آپ کی آئندہ زندگی کی نسبت ایک اعجاز نما خوش کن وعدہ تھا۔ آپ نے ۱۸۸۰ء و ۸۲ میں براہین احمدیہ لکھی۔ جس کے دلائل توڑنے پر دس ہزار کا انعام مقرر کیا۔ اور اسی میں شائع کیا۔ کہ اس گاؤں میں دور دور سے لوگ آئیں گے۔ اور تحفے لائیں گے اور مجھے اسلامی متقی جماعت دی جاوے گی۔ چنانچہ باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں بیعت کا اشتہار دیا۔ پھر ظاہر فرمایا کہ میں وہ مسیح موعود مہدی مسعود ہوں۔ علامات قرب قیامت۔ ذوالنین ستارہ۔ رمضان میں کسوف وخسوف۔ زلازل۔ قحط۔ طاعون۔ صدی کا سرا۔ اونٹ کا بے کار ہونا۔ دریا میں سے نہریں۔ باہمی ملاقات کے ذرائع بڑھ گئے۔ خود آپ کا حلیہ مطابق حدیث تھا۔ روشن پیشانی۔ بلند ناک۔ دو زرد چادریں یعنی دو بیماریاں، ایک سر کی ایک ذیابیطس (چادریں تو خوب ہیں۔ اہلحدیث) عیسائیوں۔ آریوں سے مباحثے ہوئے۔ عبد اللہ آتھم ولیکھ رام مطابق پیشگوئی مارے گئے۔ جو آپ کی اہانت کو اُٹھا ذلیل ہوا۔ جس نے مباہلہ کیا ہلاک ہوا۔ جلسہ اعظم مذاہب میں آپ کا مضمون سب مذاہب کے مضامین پر غالب رہا لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۹ء کو ۳ سال قبل الوصیت کی تحریر کے مطابق کامیاب ہو کر وفات پائی۔ آپ نے اپنی تمام جائداد تمام آمد دین کی راہ میں لگا دی اور جانشین کے لئے اولاد کا ایما نہ کیا۔ بلکہ خدا پر چھوڑا۔ اور خدا نے اپنے فضل سے ویسا ہی خلیفہ عطا کیا ہے جو ہے نور الدین۔ ایدہ اللہ تعالیٰ۔'' (بدر قادیان۔ مورخہ ۹ رجون ۱۰ء)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: افسوس سوانح نویس نے حد درجہ اختصار سے کام لیا یہاں تک کہ ایسے ایسے ضروری واقعات بھی چھوڑ گیا جو کوئی مورخ نہ چھوڑے اس کے علاوہ بہت سے غلط واقعات لکھے ہیں اس لئے ہم تفصیل سے تو کیا بتلاویں۔ مختصر سے ایک دو واقعات لکھ اس میں ایزاد کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں یہ بھی ہے کہ اونہوں نے خاکسار (ابوالوفاء) کو دعوت دی کہ قادیان میں آکر میرے ساتھ تحقیق کرلو۔ یہ بھی لکھا کہ میرا نشان ہوگا کہ تم قادیان میں اس غرض کے لئے کبھی نہ آؤ گے۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) مگر میں ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء ۲ بجے دن کے قادیان دار الامان میں جا پہونچا۔ مرزا صاحب نے میری اطلاعی چٹھی کے جواب میں لکھا کہ ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ مباحثہ نہ کرینگے۔ چلو چھٹی شد۔ (حالانکہ کوئی وعدہ نہ تھا) اس سے بعد ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جو درج ذیل ہے:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یستنبؤنك احق ھو قل ای وربی انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الھدی۔

مدت سے آپ پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب وتفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اوس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دُکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے اُن گالیوں اور تہمتوں اور اُن الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤنگا۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر ذلت اور حسرت کے ساتھ

اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نکرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی ہی ہیں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میر مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے اُن کو اور اُن کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔ مگر اے میری کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی اُن کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دُکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے اُن چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لاتقف مالیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں

تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اوس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔ آمين

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ اس تمام مضمون اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ۔

مرقومہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی کی بابت لکھا کہ میرے سامنے مریگا۔ مگر وہ بھی زندہ ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ مرزا کے سوانح نویس نے ان اہم واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ کیا سچ ہے ۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

باقی جس قدر احادیث مرزا کے حق میں لکھی ہیں بہت کم ہیں۔ وہ خود تو بقول مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نصف قرآن اپنے حق میں نازل کیا کرتے تھے۔ مگر ہمیں اوس سے بحث نہیں ہمیں تو یہ دکھانا تھا کہ راقم مضمون اہم واقعات کو چھوڑ گیا۔ اس لئے ہم نے اوس کی تلافی کر دی۔ امید ہے آئندہ کو مختصر یا مفصل سوانح نویس ایسا نہ کرینگے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۳۴۔ مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۰ء ص:۴-۶)

قادیانی کذب بیانی(۱)

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها

و من عهدها الا یدوم لها عهد

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عنوان ہذا بہت پرانا اور سالہا سال کا مصدقہ ہے۔مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں کئی ایک مرتبہ اس کی تصدیق ہوچکی تھی اس لئے آج اس عنوان کی غالباً حاجت نہ تھی مگر صرف یہ بتلانے کو کہ قادیانی مشن بقول:

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اپنے بانی کے پورے پورے پیرو ثابت ہوئے ہیں یہاں تک کہ تاویل اور تحریف میں بھی اوسی کی چال چلنے پر مشاق ہیں۔جس کی ایک تازہ مثال پیدا ہوگئی ہے۔

۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء کے بدر نے اپنے مشن کی شیخی بھگارتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمارے واعظ ایسے خوش بیان ہیں کہ دوسرا ان کے مقابل کوئی نہیں ہوسکتا۔یہ شیخی بھگار کر مخالفین کو عموماً اور ضمناً خاکسار کو خصوصاً چیلنج دینے کو لکھا تھا:

’’آؤ اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو بہت مختصر راہ ہمارے تمہارے فیصلہ کی ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر مسلم سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں۔پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔‘‘ (بدر ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء)

یہ عبارت کیا بتلا رہی ہے؟ اردو دان اصحاب سے مخفی نہیں۔صاف طور پر دعوت مقابلہ دی ہے اور

صاف مطلب ہے کہ آؤ ہم سے مقابلہ کی تقریریں کرو پھر دیکھو کہ وقت پر کس کی تقریر پُر اثر ثابت ہوتی ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ دونوں تقریریں ایک ہی جلسہ میں ہونگی۔ دوسری تقریر کے حاضرین بھی وہی ہوں گے جو پہلی کے تھے۔ جب ہی تو نتیجہ بروقت ثابت ہوگا۔لیکن جب اس دعوت کی منظوری میں نے ۱۷-دسمبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں دی اور میرے بعد جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بھی منظور کرلیا پھر تو قادیانی مشن میں ایسا سناٹا چھایا ؎ ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔''

میں نے ۱۷ر دسمبر کے اہلحدیث میں اس دعوت کی منظوری ان لفظوں میں دی تھی:

''یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از خد فزوں خوشی ہوئی اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہوتی۔مگر اب تو تمنے چیلنج دیا ہے جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں۔اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا۔مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں، تاکہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مر گئے ہیں۔ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دودو گھنٹے لیکچر ہوں۔جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلا شرط حاضر ہیں۔

مرزا جی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں ؎

نہ خنجر اوٹھیگا نہ تلوار اُن سے　　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اس کے بعد جب قادیانی مشن پر غشی کی نیند چھائی تو مرات کرات ان کو یاددہانی کی گئی آخر تنگ اگر بدر نے ایک لمبا مضمون لکھا جو اپنی نوعیت میں پہلا فرد تو نہیں مگر اکمل فرد ضرور ہے۔اوس میں بہت سے دل آزار ہتک آمیز فقرے اور حسب مذہب قادیانی بہت سے بہتان لگا کر دل ٹھنڈا کیا گیا۔خیر چونکہ ہمیں آنجہانی کے زمانے سے سننے کی عادت ہے اس لئے ہمیں ایسے کلمات سننے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ہاں اتنے کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ حق الامر یہ ہے کہ ایسے ہی خلاف واقع بہتانات سے ہم نے مرزا آنجہانی کی (کذب پر) تصدیق کی تھی۔خدا کا شکر ہے اوس کے مشن کے طریق عمل سے ہمارے خیال کی غلطی ثابت نہیں ہوئی بلکہ

جناب مسیح علیہ السلام کا قول سچا پایا کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔''اس مضمون میں بدر نے کیا کہا؟ اگر ہم اوسی کے الفاظ میں نقل نہ کریں بلکہ اس کو اپنے الفاظ میں بتلا دیں تو ہم دو جرموں کے مرتکب ہونگے

(۱) ایک تو اپنی عادت کے خلاف کرنے کے کیوں کہ ہماری عادت ناظرین اہلحدیث سے پوشیدہ نہیں کہ ہم مخالف کا مطلب ہمیشہ اوسی کے لفظوں میں بتلایا کرتے ہیں۔

(۲) دوئم ایسا کرنے میں ہم قادیانی مشن کے پیرو ہو جائیں گے۔جس کے بانی نے یہ بدرسم علمی دنیا میں جاری کی ہے کہ مخالف کا عندیہ اوس کے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے الفاظ میں بتلایا کرتا تھا۔جس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔منجملہ

(۱) غلام دستگیر مرحوم قصوری کی بابت بحوالہ اُن کی کتاب ''فضل رحمانی'' صفحہ ۲۷ لکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا حالانکہ مقام مذکور پر یہ مضمون نہیں

(۲) مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کی بابت لکھا کہ اوس نے بھی میرے ساتھ اسی مضمون کا مباہلہ کیا تھا حالانکہ کہیں نہیں۔ ان دونوں مباہلوں کو دکھانے والے کے لئے ہماری طرف سے انعامی مضامین بذریعہ اشتہارات واخبارات شائع ہوئے۔مگر کوئی بھی ایسا مرد میدان نہ بنا کہ دکھا دیتا۔

غرض یہ بدرسم قادیانی مشن کے ساتھ مخصوص ہے کہ مخالف کا مضمون اُس کے الفاظ میں نہیں بتلاتے بلکہ اپنے معتقدین کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالنے کو اپنے الفاظ میں مخالف کا مطلب جس طرح چاہتے ہیں بگاڑ کر بتلاتے ہیں۔مگر ہم تو بحکم شریعت ایسا کرنے سے ممنوع ہیں لہذا ہم بدر کا مضمون پُر آم افترا اوسی کے الفاظ میں بتلاتے ہیں۔عنوان اس مضمون کا ہے ''دو منکروں کا چیلنج اور ہمارا جواب'' پہلے بسم اللہ ہی غلط بلکہ جھوٹ ناظرین عبارت منقولہ (از بدر ۹-دسمبر ۱۹۰۹ء) دیکھ چکے ہیں کہ وہ از خود ہم کو چیلنج دیتا ہے جس کو ہم نے منظور کیا نہ یہ کہ ہم نے اوسے چیلنج دیا۔کیسا ڈبل جھوٹ ہے کہ چیلنج تو خود دیں اور نام مخالف کا رکھیں۔اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو یہ لوگ صدق کذب میں تمیز کرنے کی عادی نہیں یا ان کو چیلنج اور قبول چیلنج میں تمیز نہیں۔اسی کے قریب قریب بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب اس کے بڑے بھائی الحکم سے ہے جو ۷-۱۴ جون کے پرچہ میں اسی مضمون پر بہت کچھ خلاف بیانیاں کر کے لکھتا ہے:

''میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا اور کیوں ان (مولویوں) کی دعوت کو انہوں (معزز بدر) نے مسترد کر دیا۔''

افسوس بڑا بھائی بھی جھوٹ بولنے سے نہ بچا دیکھئے انہیں چند لفظوں میں کیسا کچھ غلط ان پیچاں ہے خود ہی لکھتا ہے کہ بدر نے اعلان دیا جس کے معنے ہیں کہ بدر نے چیلنج دیا۔ یہ تکذیب ہے بدر کی جو چیلنج ہماری طرف منسوب کرتا ہے پھر اتنا کہہ کر اصل مذہب (کذب قادیانی) اوس پر غالب آتا ہے تو لکھتا ہے کہ کیوں بدر نے ان کی دعوت کو رد کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت یعنی چیلنج ہمارا ہے۔ حالانکہ دعوت، اعلان اور چیلنج ہم معنی ہیں۔ جب اعلان بدر کا ہے تو دعوت ہماری کیسی؟ سچ ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج

اسی لئے ہم نے ان دونوں بھائیوں کے حق میں بطور مثال لکھا تھا کہ اور غالباً آئندہ بھی لکھیں گے جب تک وہ قانونی کارروائی (جس کی وہ ہمیں دھمکی دیتا ہے) کر کے ہم کو نہ روک دے ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' مگر ایسی حمایت پردہ داری نہیں بلکہ دراصل پردہ دری ہے۔ غالباً ناظرین منتظر ہوں گے کہ ہم نے بدر کی اصل عبارت متعلق جواب ہذا اون کو سناویں۔ مگر عبارت مذکورہ سنانے سے پیشتر ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ایک نظر پھر عبارت مرقومہ بالا منقولہ از بدر ۹- دسمبر پر ڈال جائیں پھر عبارت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں۔ بدر لکھتا ہے:

''ہماری اصل غرض تو اس تجویز سے وہ خدمت دین تھی اور ہے کہ جس کی ضرورت اس وقت سخت اسلام کو ہے۔ اور جس مقابلہ کے لئے ہم اب بھی اپنے منکروں کو بلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آؤ ہماری طرح اور ہمارے مقابل خدمت دین پر کمر باندھو مختلف شہروں میں نہ اس لئے کہ احمدی مبلغین کی قابلیت اور لیاقت کا مقابلہ تم کو مدنظر ہے۔ بلکہ خدمت اسلام کے لئے جاؤ۔ اور منکران اسلام کے مقابل اپنی خصومتوں اور خصوصیتوں کو چھوڑ کر قرآن اور نبی کریم ﷺ کی شان بلند کرنے کے لئے وعظ و لیکچر دو۔ پھر تم دیکھ لو گے کہ ہم تم میں سے اول کس کو اس خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ پھر کس کو خدا مقبولیت اور نصرت عطا کرتا ہے کس کی زبان پر چشمہ معرفت جاری ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو وہ راہ ہے جو ایثار اور قربانی کو چاہتی ہے اور جن کی غرض صرف نمود شہرت

اور مالی فتوحات ہوں اور جن کی عادت سفر خرچ اور یومیہ فیس لینے کی ہو۔ وہ محض رضائے مولا کے لئے اور وہ بھی جب ان کے تجربہ اور علم میں موہوم ہو اپنے وقت اپنی آسائش اپنے مال کو بلا دم نقد عوضہ کے کس طرح خرچ کر سکیں۔ اس لئے ہماری تحریر کی اصلی منشاء کو یہ لوگ کیوں سمجھنے لگے تھے انہوں نے جونہی یہ تجویز سنی۔ فوراً اس کی للّٰہی غرض کو نظر انداز کر کے اس کو فتوحات مالی اور شہرت کا ذریعہ سمجھا اور اس بے نفس اور ایثار طلب تجویز کو ایک اکھاڑہ کی صورت میں منتقل کرنا چاہا۔'' (بدر قادیان ۲۳ / جون ۱۰ء)

شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں: بدر نے اس بیان میں ایک تو اصل کلام کو بگاڑا۔ اصل کلام ہمارے سامنے ہے۔ ناظرین دیکھ کر شہادت دے سکتے ہیں کہ از خود چیلنج دیا، جب ہم نے اوسے منظور کیا تو اب اور ہی پہلو بدل دیا۔ کیا مزے سے لکھتے ہیں کہ اپنے اپنے طور پر اشاعت اسلام کرتے پھر وقبولیت ہم دیکھیں گے۔ واہ کیا خوب۔ عبارت سابقہ میں بروقت اثر دیکھنے کا کیا مطلب تھا۔ کیا یہی؟ کہ احمدی لیکچرار پشاور میں لیکچر دے اور محمدی واعظ کلکتہ میں تو بروقت دونوں کا اثر معلوم ہو جائے۔ اونادان بدر اور الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم۔ کیا تم نے بھی اپنے پیر و مرشد کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی دانا نہیں۔ پھر کس جرأت اور حیا و شرم سے مجھ پر فیس یومیہ کی چوٹ کرتے ہیں۔ اگرچہ فیس یومیہ دے کر ملک میں بلایا جانا بھی ایک طرح سے قبولیت کی دلیل ہے کہ کسی متکلم میں علم کلام اور علم تقریر کا اس درجہ کمال ہے کہ لوگ سفر خرچ کے علاوہ اوس کو یومیہ فیس دے کر بھی بلاتے ہیں اور اس بلانے میں یہاں تک ترقی ہے کہ بہت سے لوگ بوجہ تعارض تواریخ کے محروم رہ جاتے ہیں۔ میرے احباب بفضل خدا شہادت دے سکتے ہیں کہ ایک ہی ہفتہ میں متعدد مقامات سے طلبی ہوتی ہے لیکن میں چونکہ انجمن صادقین کا خادم ہوں اس لئے جہاں ایک دفعہ وعدہ کرتا ہوں دوسری جگہ کی طرف رخ نہیں کرتا جس پر دوسرے لوگ بعض دفعہ میری غیر حاضری کے سبب سے جلسہ ملتوی کر دیتے ہیں۔ ذٰلك من فضل الله لیکن افسوس ہے کہ بدر نے اس میں اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔

مرزا آنجہانی نے رسالہ اعجاز احمدی میں صفحہ ۲۳ پر میری نسبت لکھا ہے:

''دو، دو آنہ کے لئے در بدر گدائی کرنے والا۔ مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ کرنے والا۔''

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں، نہ میں جنازہ خوان، بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد

میں بھی کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔ تاہم آنجہانی کو ایسا لکھتے ہوئے شرم نہ آئی، تو تم دونوں چھوٹے بڑے بھائی کو بقول ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا'' کیا شرم آتی۔

نہایت افسوس ہے کہ تمہارا پیشوا تو یہ دعویٰ کرے کہ جو میری بیعت میں آیا وہ اصحاب رسول اللہ (ﷺ) میں شامل ہوا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) مگر تم لوگوں کے اخلاق ایسے ذلیل اور گرے ہوئے ہیں کہ معمولی باتوں میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے ہاں میں بھولا جب شیخ ہی ایسا تھا تو فنافی الشیخ کے درجہ والے کیوں ایسے نہوں۔

ناظرین حیران ہونگے کہ بدر نے اپنے سابقہ کلام کو جو پبلک میں شائع شدہ ہے ایسا کیوں بدلا۔ سو ان کی حیرت رفع کرنے کو ہم قادیانی مشن کے بانی آنجہانی کا وتیرہ کا ایک نمونہ دیکھاتے ہیں۔

حضرت موصوف نے آتھم عیسائی کی بابت پیشگوئی ان لفظوں میں کی تھی کہ:

''وہ (آتھم) پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔'' (کتاب ''جنگ مقدس'' صفحہ ۱۸۹)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ آتھم کی موت کی آخری مدت پندرہ مہینے ہے لیکن جب پندرہ مہینے کی بجائے چالیس ماہ کے بعد آتھم مرا تو جناب مرزا صاحب کس خوبی سے فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریبا ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو آتھم بھی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔'' (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱)

ناظرین غور سے دیکھیں کہ سلطان القلم اور مسیح موعود ایسے ہی ہوتے ہیں جن کو اتنی بھی شرم نہو کہ ہماری تحریر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ عبارت تشریحی بھی نہیں بلکہ صاف لکھا ہے کہ میں نے کہا تھا یعنی اصل الفاظ ہی یہی ہیں۔ اللہ اکبر اس قدر جرأت کہ پندرہ مہینوں کی محدود عبارت کی حد اٹھا کر غیر محدود کر کے کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تھا۔ یعنی اوس میں پندرہ ماہ کی کوئی قید نہ تھی، بلکہ صرف اتنا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ حالانکہ اصل کلام ہمارے سامنے ہے اوس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ لیکن چونکہ واقعہ ایسا ہوا کہ آتھم پہلے مرا گو پیشگوئی سے دو سال بعد مرا اس لئے..... اکبر آنجہانی نے حیا و شرم کو بالا طاق رکھ کر ارشاد فرما دیا کہ پیشگوئی میں میں نے یہی لکھا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔

لطیفہ: ہمارے پنجابی نبی کے کرتب ان گنت ہیں۔ اصل الہام کی عبارت بھی ناظرین کے سامنے ہے، پھر اوسکی تشریح یا وہی عبارت بالفاظ دیگر ملاحظہ میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں مانتے ہیں کہ میں نے کہا تھا کہ آتھم مریگا۔ مگر ناظرین سن کر حیران ہوں گے کہ آتھم کی زندگی (مابعد پیشگوئی) میں آپ لکھتے ہیں کہ

''اعلیٰ درجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارنہیں ہوا۔''

اس کلام بے نظام میں آپ نے فیصلہ کر دیا کہ پیشگوئی میں موت کا لفظ ہی نہ تھا۔ چلو فیصلہ شد۔ کسی دل جلے عاشق نے ایسے ہی معشوق کے حق میں کہا ہے۔

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے اے شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

پس بدؔر کا اپنے کلام کو بگاڑ کر دوسرا مطلب لینا بالکل مرزائی سنت موکدہ کی پیروی ہے۔

او نادان مرزائیو! کیا تم دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈال سکتے ہو۔ یہی قادیانی نبوت ہے جس کی اشاعت تم ملک میں کرنا چاہتے ہو (تف)

دوسری وجہ یہ ہے کہ قادیانی علم الکلام گو بہت بڑا وسیع ہے مگر بحمد اللہ ہم کو اس قدر ملکہ ہے کہ ہم اوس کو مختصر بھی کر سکیں۔ قادیانی مشن کا علم کلام ایک ہی جملہ میں آ سکتا ہے غور سے سنئے!

(ا) اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی پیروی کرنے سے حضرت مرزا صاحب قادیانی جیسے با کمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔''

علماء منطق کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جن کی بابت وہ کہا کرتے ہیں: قضایا قیاساتھا معھا یعنی یہ ایسا حکم ہے کہ اس کی دلیل خود اسی میں موجود ہے جس کی مثال وہ دیا کرتے ہیں الحمد للہ (سب تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں) یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ اس کی دلیل بھی اسی میں ہے۔ اسی طرح قادیانی مشن کا دعویٰ مذکورہ بھی متضمن دلیل ہے۔ دعویٰ ہے کہ اسلام بڑے کمال کا مذہب ہے جس کی دلیل کیا ہی سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کو جو کمالات حاصل ہوئے وہ اوسی مذہب کی بدولت ہوئے ہیں۔ آپ کے

کمالات کیا تھے، بس یہی کہ

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

کبھی آپ کی پیشگوئی سچی نہیں ہوئی۔ کبھی آپ نے کسی مخالف کا حوالہ صحیح نہیں دیا۔ آہ! آخری سین (نقشہ) اس باکمال کا کس سے مخفی ہے جس کا نام اوس نے خود ہی ''آخری فیصلہ'' رکھا تھا جس کی پوری نقل ۲۴ جون کے اہلحدیث میں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں جس کا خاتمہ اس پر ہوا کہ

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

الحکم کا ابوالحکم اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اہلحدیث کے جوابات کی طرف اس لئے رخ نہیں کرتے کہ اوس میں بجز تمسخر اور استہزاء کے کچھ ہوتا نہیں مگر اوسنے یہ نہیں بتلایا کہ اہلحدیث کا استہزاء کسی میراسی بچے سے بھی زیادہ ہے جن کا آبائی پیشہ ہی استہزا ہوتا ہے۔

قادیانی مشن کے نونہال لاہور کے جلسوں میں اپنی کامیابی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ خدا کی شان ہے جب آدمی حیا و شرم سے بے تعلق ہو جائے تو جو چاہے کہتا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہاں ہمیں خوشی ہے کہ لاہور کے جلسوں میں جو لوگ شریک تھے وہ اصلیت سے خوب واقف ہیں اور جو نہ تھے اون کو بتلانے کی حاجت نہیں۔ کیوں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی سے مخفی نہیں۔ مختصر یہ کہ بدر نے ہمیں چیلنج دیا تھا جو ہم نے منظور کیا مگر منظور ہوتے ہی بدر انکار کر گیا۔ جس سے بدؔر نے گویا ہمارے قول کی تصدیق کر دی کہ

نہ خنجر اوٹھیگا، نہ تلوار اون سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم کا ایک سوال ہنوز باقی ہے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ جالندھر میں خواجہ کمال الدین کے مقابلہ میں لیکچر دینے کی تم نے خواہش ظاہر کی تھی تو اہالی جالندھر نے تم سے کیا کہا تھا؟ اس سوال کے جواب کے لئے اوس نے انجمن صادقین کا مجھے واسطہ دیا ہے اس لئے میں بحیثیت خادم انجمن ہونے کے سچائی سے اظہار کرتا ہوں کہ نہ میں نے خواہش ظاہر کی تھی نہ کسی نے انکاری جواب دیا تھا۔ ہاں احباب جالندھر از خود خواجہ موصوف کے بعد مجھے مجبور کیا تھا تو میں نے جالندھر میں جا کر ایک روز مع مولوی راجہ عبدالرحمٰن صاحب تقریر کی تھی جس میں صدر جلسہ جناب صوبیدار صاحب پنشنر، آنریری مجسٹریٹ تھے۔ اس جلسہ کا اثر کیا

ہوا تھا؟ میں کچھ نہیں کہتا ایک فقرہ سنائے دیتا ہوں جس سے شناسان علم کلام سمجھ جائیں گے کہ ایک ہی لفظ سے تمہارا سارا اثر مٹ گیا تھا۔ تمہارے لائق لیکچرار خواجہ صاحب نے کئی روز مجھ سے پہلے اپنے لیکچر میں مسلمانوں کو اپنا قرب بتلانے یا دھوکہ دینے کے لئے کہا تھا کہ ہمارا اور ہمارے بھائیوں کا کوئی بڑا اختلاف نہیں صرف اتنا ہے کہ وہ تو مسیح موعود کے منتظر ہیں اور ہم اوس کے گذرنے کے قائل۔ بعض معززین جالندھر نے مجھے کسی کی معرفت کہلوایا کہ چونکہ مرزائی لیکچرار نے کوئی اختلافیہ کلمہ نہیں کہا تھا اس لئے آپ بھی اون کے اختلاف کا ذکر نہ کریں تو مناسب ہے میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر جتنا کیا تھا اُتنا تو کہہ لوں۔ جواب ملا ہاں اتنے میں تو ہرج نہیں۔ میں نے اثنا تقریر میں کہا کہ لائق لیکچرار نے سچ کہا تھا کہ کوئی اتنا بڑا اختلاف نہیں واقعی بات بھی یہی ہے کہ اختلاف صرف اتنا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو جو دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے ہم کہتے ہیں وہ قبول ہوگئی مگر ہمارے دوست (مرزائی) کہتے ہیں نہیں ہوئی۔ اس پر اہل مذاق نے جو لطف اوٹھایا اور داددی میں اوس کا ذکر نہیں کرتا ناظرین خود ہی اندازہ کرلیں۔ کسی سیدھے سادھے عقل سے خالی دیہاتی کو تیر لگا تو ہاتھ پر خون دیکھ کر کہتا جاتا ہے کہ خدا کرے جھوٹ ہو۔

مرزائی نادانو! کب تک جھوٹ جھوٹ کہتے جاؤ گے زمانہ تمہاری چالوں سے واقف ہے۔ سنو! ؎

زمانہ تیرا مبتلا ہو رہا ہے   تمہیں بھی خبر ہے یہ کیا ہو رہا ہے

آؤ میں تم کو منہاج نبوت بتلاؤں جس کا تم لوگ ہمیشہ دعویٰ کیا کرتے ہو۔ حضور پیغمبر ﷺ کو قرآن شریف ایسا فصیح و بلیغ کیوں ملا؟ یہی کہو گے کہ مخاطبوں کو اس فن میں دعویٰ تھا (بقول تمہارے) مرزا صاحب کو فن تصنیف میں ایسا ملکہ کیوں ملا؟ کہ (بقول لنگر کے ٹکڑہ خوروں کے) سلطان القلم ہوئے۔ اسلئے نہ؟ کہ زمانہ کی ضرورت مقتضی تھی۔ حضور پیغمبر خدا (ﷺ) کو کسی کافر نے کہا مجھ سے کشتی لڑلو۔ اگر مجھے گرادو گے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ حضور نے بے حیلہ حوالہ اوسے پکڑا، اور گرادیا جس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ ہوا۔ یہ ہے منہاج نبوت۔

آیئے ہم مانے لیتے ہیں کہ چیلنج ہماری طرف ہی سے تھا۔ یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ (بقول تمہارے) ہماری نیت دنگل اور خودنمائی کی ہے مگر تم اور تمہارے خلیفہ تو نیک نیت اور منہاج نبوت کے پیرو ہیں تم لوگ نیک نیتی سے مقابلہ کرو دیکھو ایک ہی فعل بدنیتی سے بدنتیجہ دیتا ہے تو نیک نیتی سے نیک دیتا ہے۔ ہم لوگ

بدنیت ہی سہی تم تو نیک نیت ہو پھر تمہیں اس کا کیا فکر۔ آؤ منہاج نبوت کے طریق پر مقابلہ کرو:

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

سنو! ہم اس مقابلہ کا پروگرام ابھی سے بتلائے دیتے ہیں۔ بغیر اظہار مقابلہ ایک روز چار گھنٹے تصدیق اسلام پر تقریریں ہوں جن میں دو گھنٹے احمدی لیکچرار اور دو گھنٹے محمدی واعظ تقریر کریں۔ دوسرے روز چار گھنٹے خاص معارف قرآنی پر لیکچر ہوں دو گھنٹے احمدی اور دو گھنٹے محمدی۔ تیسری روز ایک بڑے عالیشان مضمون پر چار گھنٹے لیکچر ہوں جس کا عنوان ہو ''شان مرزا'' دو گھنٹے احمدی لیکچرار تصدیق کے دلائل بیان کرے اور دو گھنٹے محمدی واعظ تکذیب کے مگر یہ ضروری شرط ہوگی کہ کوئی لفظ تہذیب اور دل آزار نہ بولا جائے۔ اس کے فیصلہ کے لئے تین ممبروں کی جیوری پہلے سے مقرر کی جاویگی جو صدارت جلسہ کا کام بھی دیگی۔

مرزائی دوستو! کیا اچھا موقع تبلیغ کا ہے روح القدس کی مدد سے آؤ ہمت کرو ہاں اتنا یاد رکھنا کہ

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت

و اذا نطقت فاننی الجوزاء

نوٹ نمبر ۱: اس مضمون کے علاوہ دو مضمون اور بھی بدر مورخہ ۱۶ جون میں میرے برخلاف نکلے ہیں۔ ایک آخری فیصلہ کے متعلق۔ دوئم میری شہادت بمقدمہ مرزا کے متعلق مگر شہادت والے کی بابت بدر مورخہ ۲۳ جون میں لکھا ہے کہ آئندہ اس پر مزید بحث ہوگی اس لئے ہم بھی اوس بحث کے منتظر ہیں۔ ہاں آخری فیصلہ کے متعلق آئندہ ہم کچھ لکھیں گے انشاء اللہ۔

نوٹ نمبر ۲: مضمون بالا میں میرے ساتھ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ذکر خیر بھی بدر میں آتا رہا ہے مگر میں نے اپنے جواب میں ان کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ بہت سے واقعات ان کے متعلق ایسے ہیں کہ میں اون سے واقف نہیں اس لئے مولوی صاحب موصوف اپنا جواب آپ دیں گے۔ اور غالباً خوب دینگے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۱۰ء ص: ۱-۶)

قادیانی کذب بیانی (۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر قادیانی آج کل کسوف کی حالت میں ہے اسی لئے بجائے روشنی کے ظلمت پھیلا رہا ہے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب قادیانی نے جو اشتہار دیا تھا جس کو ہم نے اہل حدیث مورخہ ۲۴ جون ۱۹۱۰ء میں بتمام وکمال شائع کر دیا ہے۔ مطلب اس کا صرف اتنا ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ میرے مشن کو سخت نقصان پہنچایا ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کو مجھ سے پہلے موت دے اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد واقعہ کیا ہوا؟ بتلانے کی حاجت نہیں۔ مرزائی اخبار بدر نے اس کا جواب لکھا ہے جو قابل دید وشنید ہے وہ لکھتا ہے:

حضرت اقدس مسیح موعود کے اشتہار کا ذکر کرتے ہوئے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ دعا کے ذریعہ فیصلہ لکھا تھا سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ فیصلہ کیا ہوا؟ اور اس مضمون کی سرخی یوں جماتے ہیں کہ: بدر قادیانی جواب دے۔ سوسننا چاہیے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کے آگے فیصلہ کی یہ آسان راہ پیش کی تھی کہ اسلامی طریقہ کے مطابق دعا کے ذریعہ سے یہ جھگڑا طے پائے اور کاذب صادق کی زندگی میں مر جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب موصوف نے اور اس کے ساتھیوں نے اس فیصلہ کو منظور کر لیا تھا؟ کیونکہ ہر ایک انسان اپنے مسلمات سے قائل کیا جا سکتا ہے نہ کہ دوسرے کے مسلمات سے۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے مطبع اہل حدیث میں ایک اشتہار چھپوا کر شائع کیا تھا اور اس میں حضرت مرزا صاحب کے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے ایسا لکھا تھا کہ کسی کے پیچھے زندہ رہنا کوئی ثبوت صداقت کا نہیں ہو سکتا بلکہ حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے پس جب کہ اس اشتہار میں مولوی صاحب موصوف نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ان کا عقیدہ درازی زندگی کے متعلق کیا ہے اس واسطے خدا تعالی نے بھی چاہا کہ انہیں اور ان کے ہم خیال جماعت کو ان کے عقائد کے مطابق سمجھا دیا جائے کہ حرامزادہ کون ہے۔ یہ ہے بدر قادیانی کا جواب مختصر الفاظ میں امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی سمجھ میں آ جائے گا اور ہمیں اور

زیادہ تفصیل کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔(بدر قادیان ۱۶ جون ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: کیا تمہیں لوگ کہا کرتے ہو کہ اہل حدیث بدزبانی کرتا ہے۔لو سنو! اصل حرامزادہ تو وہی ہے جو اپنے باپ کے نطفے سے نہ ہو اس لئے وہ غیروں (حکیم نورالدین وغیرہ) کو باپ لکھتا ہو۔مگر مرزا صاحب کی اصطلاح میں حرامزادہ وہ ہے جو راستی کو چھوڑ کر ناراستی اختیار کرے۔ پس ان دونوں تعریفوں کے مطابق اڈیٹر بدر کا فرض ہے کہ میرا کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھاوے جو اس نے میری طرف نسبت کیا ہے۔یہ تو ہے تمہاری کذب کا جواب نمبر ایک۔

اب سنو! اصل بات کا جواب بدر نے قادیانی مشن کے اثر سے کمال ایمان داری کے ساتھ اصل مضمون کو بگاڑا ہے۔لکھتا ہے مولوی ثناء اللہ کے سامنے فیصلہ کی آسان راہ پیش کی تھی،جس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے دریافت کیا تھا کہ تم بھی اس صورت کو مانتے ہو یا نہیں۔لیکن مولوی ثناء اللہ نے نہ مانا تو بس وہ صورت بھی رہ گئی۔

سبحان اللہ! ایسی تحریف کی کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالے۔۲۴ جون کے اہل حدیث میں سارا اشتہار نقل ہو چکا ہے یہاں بھی چند فقرات نقل کرتا ہوں ناظرین غور سے سنیں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین آمین ۔بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس مضمون کو اپنے پرچہ میں لکھ؟ دیں جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ناظرین یہ جملے انشائیہ ہیں یا خبریہ؟ یعنی ان میں مجھ سے کچھ استفسار ہے یا مجھ کو اور پبلک کو خبر دی گئی

ہے کہ میں (مرزا) نے خدا سے اس مضمون کی دعا مانگی ہے پس تم بھی منتظر رہو۔ ادنی اردو دان بھی اس عبارت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے مجھ کو اور پبلک کو اطلاع دی ہے کہ فیصلہ کے منتظر رہو نہ یہ کہ مجھے فیصلہ کی دعوت دی ہے اور میرے سامنے صورت پیش کی ہے جو بدر نے پخ نکالی ہے۔

او ظالم! اس طرح تم واقعات چھپا کر دنیا کو اندھا بنا سکتے ہو آہ کیا سچ ہے

خون ناحق بھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے

کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے اور بدرو نہیں، تو آ ہم تیرے ہی حوالہ سے اس نزاع کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ لے سن اور بدر ۲۵، اپریل ۱۹۰۷ء کا پرچہ نکال کر سامنے رکھ جہاں تو... اکبر آنجہانی کی ڈائری لکھتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

پھر ۱۳؟ جون کے بدر میں مرزا صاحب کی طرف سے تم (اڈیٹر بدر) نے میرے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا: مشیت ایزدی نے حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔

بتاؤ ان حوالہ جات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ... اکبر آنجہانی نے میرے ساتھ قطعی فیصلہ کر دیا تھا یا صورت فیصلہ میرے سامنے پیش کی تھی؟

او ظالم! تمہیں خدا کا خوف نہیں تو مخلوق سے بھی شرم نہیں۔ ہاں یاد آیا، آخر فنا فی الشیخ کا درجہ یہی تو ہے کہ

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ ہیں صحیح واقعات۔ کیا الحکم کا ابوالحکم اس پر کچھ بولے گا؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۳۷ ۔ ۷ رجب ۱۳۲۸ھ۔ ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء۔ ص ۱۔۲)

قادیانی کذب بیانی (۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ تیسرا نمبر ہے مگر ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی شمار میں آسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ جن کی اصل ہی افترا اور بہتان پر ہو اونکی فروعات کا کون شمار کر سکے۔

آج ہم بدؔر کی اُس کذب بیانی کا جواب دینے کو ہیں جو میری شہادت کے متعلق مختلف رنگوں میں چہ میگوئیاں کیا کرتا ہے۔ شکر ہے کہ میرے بار بار کے اصرار پر اوس نے میرے اصلی الفاظ (جنکی میں ہنوز تصدیق نہیں کرسکتا) نقل کر دیئے ہیں جو یہ ہیں:

''نماز نہ پڑھنے والا، زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے۔ قرآن کا کوئی حکم توڑنے والا بھی متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو میں اگر اور اوصاف شرعیہ ہیں تو وہ ایک معنی میں متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا، افترا باندھنے والا، دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہے۔ بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہو۔'' (بدر ۱۶ جون ۱۹۱۰ء)

یہ ہیں (بقول بدؔر) میرے اصلی الفاظ۔ اِن سب میں اخیر پر جو شرط لگائی گئی ہے (بشرطیکہ توحید پر قائم ہو) یہ سب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص توحید خداوندی پر مضبوطی سے قائم ہو۔ اوس سے اگر گناہ کبیرے کسی قسم کی ہو جائیں تو وہ مطلق تقویٰ سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ بوجہ توحید کسی نہ کسی درجے میں متقی رہتا ہے گو تھرڈ کلاس ہی میں ہو۔ یہ نہیں کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔ اب میں ناظرین کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل مع حوالہ سُناتا ہوں۔ قادیانی مشن کے بندوں سے تو توقع نہیں کہ وہ کچھ فائدہ اٹھاوینگے ہاں ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصل بات کو پا جاوینگے۔

اصلؔ یہ ہے کہ تقویٰ کے مدارج ہیں تین۔

ایک یہ کہ توحید کامل کے ساتھ کبیرے صغیرے گناہوں سے بچنا۔

(۲) دوئم یہ کہ توحید کے ساتھ صغیرے گناہوں کا سرزد ہو جانا۔ مگر کبائر (بڑے گناہوں) سے بچنا۔

(۳) سوئم توحید کامل کے ساتھ صغیرے اور کبیرے گناہوں کا سرزد ہو جانا۔

یہ تین درجے ہیں متقیوں کے۔ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت ھدی للمتقین تین قسمیں لکھی ہیں۔ مگر میں اس دعویٰ کو کہ گناہگار مرتکب کبائر بھی بشرط توحید ایک معنی سے متقی ہیں۔ قرآن و حدیث سے ایک دفعہ پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ اب بھی اوسکا خلاصہ بتلاتا ہوں:

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا (پ۱۶ ع۷) (جنت کے وارث متقی ہوں گے)

اس آیت نے صاف بتلایا ہے کہ متقی لوگ ہی نجات پاوینگے۔ بہت خوب۔ حدیث شریف بروایت ابوذر مشہور ہے وان زنٰی وان سرق یعنی موحد آدمی کلمہ شہادت پڑھنے والا اگرچہ کبائر گناہ بھی کرتا ہو نجات پاویگا۔ اس حدیث کو آیت موصوفہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نتیجہ صاف ہے کہ تقویٰ کے مراتب کثیرہ ہیں۔ ایک تقویٰ تو وہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے الفاظ میں یوں ہے کہ:

ان يتنزه عما يشغل سره عن الحق ويتبتل اليه بشراشره وهو التقوىٰ الحقيقي۔

یعنی اعلیٰ تقویٰ یہ ہے کہ انسان کا دل تمام قسم کی آلائشوں سے جو دل کو خدا کی طرف سے ہٹادیں پاک صاف اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جیسے مومن کامل کی یہی تعریف ہے کہ اوس سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ لیکن یہ نہیں کہ گناہگار مسلمان (بشرط اقرار توحید و رسالت) ایمان اور اسلام سے خارج ہے۔

پس جس طرح ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ جس طرح ایک گناہ گار مرتکب کبائر انسان بھی ایک معنی سے مومن ہے اسی طرح بدکار رفاسق فاجر بھی (بشرط توحید) ایک معنی سے متقی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایسے کام کرنے سے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں۔ حاشا وكلا۔ لايقول به الا من سفه نفسه.

او بدر! اب بھی تجھ میں کچھ نور آیا یا ہنوز کسوف ہی میں ہے۔ کیا تو ہمارے پیش کردہ حوالجات کی باقاعدہ ہماری تقریر نقل کر کے تردید کر سکتا ہے؟ انشاء اللہ نہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں نے عدالت میں

شہادت دی تھی چونکہ مقدمہ بھی مرزا آنجہانی کا تھا اِس لئے مرزائی وکیل خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے ناک بھوں چڑھائی تو میں نے اوسی وقت کہہ دیا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا۔ مگر مرزائی اور انصاف؟

ناظرین! یہ ہے اِن لوگوں کی دھوکا بازی کہ میرے مطلب کو بگاڑ کر مشہور کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ میرے نزدیک جھوٹ بولنا وغیرہ جائز ہیں۔ یہ ایسی بات ہوئی کہ ایک شخص سے سوال ہو کہ نماز ترک کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں وہ اس کا جواب دے کہ اگر توحید پر پختہ ہے تو ایک معنی سے مؤمن ہے پس قادیاں کا بے نور بدرؔ غل مچادے کہ دیکھو جی اس کے ہاں نماز پڑھنے بھی کچھ ضروری نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

جو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

کیا الحکم کا ابوالحکم بھی کچھ بولیگا؟ (کیوں)

اخبار پرکاش نے بھی بدرؔ کا مضمون نقل کیا تھا اِس لئے اوس کے سمجھانے اور نقل کرنے کے لئے مختصر فقرے بتلاتا ہوں۔

بدرؔ نے میری شہادت میں نقل کیا ہے کہ:

جھوٹ بولنے والا وغیرہ ایک معنی سے متقی ہے۔ اس کا مطلب ایسا سمجھو کہ آریہ کی اصل تعریف ہے نیک آدمی لیکن ایک تعریف یہ بھی ہے کہ کسی آریہ سماج کا ممبر ہو۔ پس جو شخص آریہ سماج کا تو ممبر ہو مگر ویدک دھرم پر مضبوطی سے پابند نہو۔ جیسے عموماً آج کل کے آریے ہیں۔ جس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ گو وہ شخص پہلے معنی سے تو آریہ نہیں مگر ایک معنی سے آریہ ہے۔ یعنی ان معنی سے کہ آریہ سماج کا ممبر ہے آریہ سماج کے مشن سے دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ اس طرح جھوٹ بولنے والا وغیرہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ سے تو گر جاتا ہے اور بہت دور گرتا ہے لیکن چونکہ وہ توحید اور ایمان کا قائل ہے اِس لئے ایک معنی سے متقی ہے اِس کا ثبوت مذہبی کتابوں میں ملتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہ تھا کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء ص: ۱-۳)

الحکم پر بجلی گری

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے انتقال سے کچھ دن بعد (۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء کے) اہلحدیث میں اس عنوان سے لکھا گیا تھا کہ الحکم مرزا کے بعد مردگی کی حالت میں ہے۔ اس پر الحکم کے ابوالحکم نے بہت بُرا منایا تھا۔ مگر خدائی بول پورے ہو کر رہتے ہیں۔ آج کل الحکم پر بجلی کا ایسا اثر ہے کہ کئی کئی ہفتے لیٹ رہتا ہے (اب تو بدر بھی اس اثر سے محفوظ نہیں۔ اڈیٹر) آتا ہے تو کئی ایک ہفتوں کا اکٹھا چنانچہ ۱۲-۲۸ جون اور ۷/ جولائی کا پرچہ بھی اکٹھا نکلا۔ مگر اوراق خواندگی اہلحدیث کی تقطیع کے برابر کے کل چار۔ اس سے بعد آج (۲۷ جولائی) کو پرچہ آیا تو اُس پر مورخہ ۲۱ جولائی لکھا ہے۔ ۱۴ کا ہضم۔ کیا ابھی کسی کو شک ہے کہ الحکم پر بجلی نہیں گری۔ گری اور ضرور گری۔ فقطع دابر القوم الذين ظلموا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵/ اگست ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

بدر کی بد روی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ ۸/ جولائی کے اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میری نسبت غلط گوئی اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ کفن فروشی اور وعظ گوئی پر تیرا گذارہ ہے۔ اس پر میں نے لکھا کہ میں نہ تو کسی مسجد کا امام ہوں نہ ہوا تھا۔ بلکہ میری دعا ہے کہ میری اولاد میں بھی کوئی کسی مسجد کا امام نہ ہو۔ جس کا مطلب حسب قرائن صاف تھا کہ آج کل امامت جو مردہ شوئی اور کفن فروشی سے تعبیر ہو سکتی ہے اس کی نفی کی تھی۔ اس کے جواب میں قادیانی بدر اپنی معمولی بدروی سے لکھتا ہے:

''مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری ۸/ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہلحدیث میں لکھتے ہیں۔ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں، نہ میں جنازہ خواں۔ بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد میں کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔''

رسول کریم ﷺ، ان کے خلفائے راشدین مسجد کی امامت خود بنفس نفیس فرماتے رہے اور جنازے پڑھاتے رہے۔ آج چودھویں صدی کا ایک مولوی اُسے موجب ہتک قرار دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں کوئی مسجد کا امام اور جنازہ پڑھانے والا نہو۔ اس پیچیدگی کی کیا ضرورت تھی۔ صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہہ دیا کہ میری اولاد میں کوئی مسلمان نہو۔'' ۱۴ر جولائی

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: اسی کو کہتے ہیں۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

ہاں بدر صاحب! یہ تو بتلایئے جب کہ خود حضور پرنور اور آپ کے خلفاء راشدین امامت کراتے تھے تو تمہارے پیر و مرشد (مرزا) کو کس بھڑ نے کاٹا تھا کہ آپ امامت نہ کراتے، بلکہ مولوی عبدالکریم کو امام بنایا ہوا تھا۔ مہدی اور مسیح ہو کر بالاختیار ترک سنت۔ افسوس یہ ہے کہ ان کی ایمانداری یہ ہے کہ مخالف کا مضمون اوسکے اصلی الفاظ میں نہیں دکھاتے بلکہ اپنے حسب منشا بنا کر اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہیں جو ایک سخت ظلم ہے۔ مگر وہ ایسا کرنے میں معذور بھی ہیں جب کہ اون کے رادھا سوامی (مرزا صاحب آنجہانی) بھی ایسا کرتے رہے تو ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵ر اگست ۱۹۱۰ء ص:۳)

یہ بھی شرط کوئی مشکل نہیں

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ قادیانی اخبار بدر نے فخر یہ لکھا تھا کہ ہمارے (سلسلہ مرزائیہ کے) واعظوں اور لیکچراروں کو خدا نے یہ برکت عطا کی ہے کہ اون کی تقریروں میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ اگر ہمارا سلسلہ جھوٹ پر ہے تو یہ برکت خداوندی کیوں ہے پھر شیخی بھگاری تھی کہ کوئی مخالف ہے کہ ہمارا

مقابلہ کر سکے۔ جس کے جواب میں بخوشی منظوری دی گئی۔ میرے ساتھ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی اس مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ قادیانی بدر مدت تک کسوف میں رہا آخر کار جب کسوف سے نکلا تو جواب دیا کہ تم بھی ملک میں پھر کر لیکچر دیتے پھرو ہم بھی دینگے۔ خدا جس کو کامیاب کریگا معلوم ہو جائیگا۔ اس کے جواب میں لکھا گیا کہ یہ تمہاری سابقہ تحریر کے برخلاف ہے مقابلہ کے لیکچر ایک ہی جلسہ میں ہونے چاہئیں۔ اس پر اس نے ۴/اگست کے پرچے میں ایک نوٹ لکھا ہے جو قادیانی کذب بیانی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

شرط کیونکر پوری ہو: ہمارے مکرم دوست بابو فرزند علی صاحب نے ذکر کیا کہ خواجہ صاحب (۱) کے ساتھ ایک ہی اسٹیج پر تقریر کرنے کی جو تجویز مولوی ثناء اللہ صاحب نے تحریر فرمائی ہے اس میں جو شرط مولوی صاحب نے یہ لگائی ہے۔ کہ سامعین ہر دو تقریروں میں وہی ہوں یہ شرط پوری نہیں ہوسکتی۔ میں نے دو دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا لیکچر سنا ہے ایک تو انجمن حمایت الاسلام لاہور میں۔ ایک دفعہ جب مولوی صاحب نے وعظ شروع کیا۔ تو فوراً لوگ اُٹھنے شروع ہو گئے۔ انجمن کے کارکنوں کو کہا گیا کہ لوگوں کو بٹھانے کا انتظام کروانہوں نے کہا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارا کام یہ تھا کہ ہم مولوی صاحب کو اسٹیج پر کھڑا کر دیں اب لوگوں کو بٹھانا مشکل کام ہے۔ ہم کس کس کو مجبور کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مباحثہ میں مولوی ثناء اللہ کا حال ہوا۔ جہاں دو گھڑی کھڑے ہوئے لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔'' بدر ۶/اگست ۱۹۱۰ء

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: بابو فرزند علی کو میں جانتا ہوں۔ گو وہ مرزائی ہے مگر ایسا نہیں کہ واقعات خود بنا لے۔ ایڈیٹر بدر کی یہ کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً اسی لئے حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی نے بھی ایڈیٹر بدر کو غیر ثقہ راوی قرار دیا ہے۔ ایڈیٹر بدر کی خواہش پر وہ خط ہم شائع کر دینگے۔ بدر کی کارستانی نہیں تو بابو مذکور سے انجمن کے اوس جلسہ کی تعیین کرائے (۲) ورنہ یہ بیان کذب نمبر ۲ ہوگا۔ اسی طرح اوس مباحثہ (۳) کی بھی تعیین کرائے جس کا اوس نے ذکر کیا ہے ورنہ وہ کذب نمبر ۳ ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ اصل مطلب کا جواب یہ ہوگا کہ اگر واقع میں میں ایسا ہوں تو تم لوگ کیوں گھبراتے ہو جلسہ کرو مقابلہ دیکھ لو یہ ضروری کہ حاضرین کے افراد ایک ہوں بلکہ یہ ضروری ہے کہ جلسہ ایک ہو۔ پس اب تو شرط پوری ہوسکتی ہے۔ ہاں یہ شرط

بھی اگر تم مان لو تو تمہاری سعادت ہے اور تمہارے مشن میں بہت کچھ ترقی کی موجب ہے کہ دوسرے روز کے جلسہ میں بھی مقابلہ لیکچر ہوں مگر اون کا عنوان بڑا عالیشان ہوگا جو خاص قادیانی مشن کو قوت بخشنے والا اور اوس کی بنیاد کو مستحکم کرنے والا ثابت ہوگا۔ وہ عنوان یہ ہوگا ''شان مرزا''۔

اس عنوان پر تمہارا لیکچرار تائیدی تقریر کرے گا اور ہمارے لیکچرار کا تردیدی بیان ہوگا۔ مگر یہ مقدم شرط ہوگی کہ کسی فریق کا کوئی لفظ خلاف تہذیب اور دل آزار نہوگا۔ ایسا نہو کہ ریاست رامپور کے جلسہ کی طرح تو تو میں میں کرنے لگ جاؤ تو ذلیل ہو کر بھاگو۔

لطیفہ: مرزائی دوستو! رامپور کا نام سن کر تم کو اوس جلسہ کا سارا نقشہ ذہن میں آ گیا ہوگا۔ لیکن ڈرنا نہیں تم نے یہی سمجھ کر تسلی کر لینا کہ ثناء اللہ وہی تو ہے جو انجمن حمایت الاسلام میں کھڑا ہوا تو لوگ بھاگ گئے تھے۔ نواب صاحب رام پور نے اس کو حسن تقریر اور فصاحت و بلاغت کا سٹرفکیٹ دیدیا تو کیا ہوا۔ بس آؤ اور طیار ہو جاؤ ہاں اتنا یاد رکھنا کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا مازوحمت واذا نطقت فاننی الجوزاء

حواشی: (۱) خواجہ صاحب کا نام کون لیتا ہے ہمیں کسی خاص شخص سے کیا مطلب یہ دروغ نمبر اول ہے۔ (اہلحدیث)

(۲) ۱۱ اگست کے بدر میں بابو مذکور نے ایڈیٹر بدر کی تکذیب کر کے لکھا ہے کہ واقع کانفرنس کے جلسہ منعقدہ امرتسر کا ہے۔ چنانچہ اوسکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے کھڑے ہوتے ہی حاضرین میں ہل چل مچ گئی اور گو مولوی صاحب نے منتظمین سے شکایت کی لوگ اٹھتے گئے۔ اور سماں نہ بندھا مگر مولوی صاحب وعظ کئے گئے۔ اور بعض لوگ اخیر تک سنا کئے انجمن حمایت اسلام کے موقعہ پر تو آخر کار مولوی صاحب کو وعظ بند کر دینا پڑا تھا اس وجہ سے کہ لوگ سنتے نہ تھے۔'' بدر ۱۱ اگست

کانفرنس کا واقعہ صرف اس قدر ہے کہ امرتسر کے بعض اہل بدعت کو خطرہ تھا کہ یہ ہمارے برخلاف کہیگا اس لئے اونہوں نے شروع شروع میں کچھ ہل چل کرنی چاہی تھی لیکن ان کی اس حرکت سے کوئی نقصان نہ ہوا وعظ

برابر ہوتا رہا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کا ثبوت اس سال کا تازہ ہے کہ بقول پیسہ اخبار جتنی کثرت ہمارے (میرے اور مولوی ابراہیم صاحب) کے وقت میں تھی دوسرے کسی وقت میں نہ ہوئی تھی۔ منہ

(۳) ۱۱راگست کے بدر میں بابو مذکور نے اس بیان کو بھی جھوٹ قرار دیا ہے یعنی ایڈیٹر بدر کی تکذیب کی ہے یہی ہم کہتے تھے کہ ایڈیٹر بدر ثقہ راوی نہیں حکیم نورالدین کی راء بھی یہی ہے جن کی دستخطی خط ہمارے پاس ہے۔ منہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳ر شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

محمد حسین بٹالوی

اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار الحکم آج کل اس عنوان سے مضمون لکھ رہا ہے جس میں یہ دکھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے چاہا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی ناکام رہیں مگر وہ اللہ کی تائید سے پورے کامیاب ہو کر فوت ہوئے۔

اس امر کی تحقیق کے لئے کہ کامیابی اور ناکامی کس کو کہتے ہیں ان کے معنی کا معلوم کرنا مقدم ہے۔ کامیابی کے معنی ہیں جو انسان اپنا مقصود رکھتا ہو اوسکو پورا ہوا دیکھ لے۔ نہ دیکھے تو ناکامی۔ اب مطلع بالکل صاف ہے مرزا صاحب کا نقطۂ خیال یوں تو بہت سا وسیع تھا مگر مختصر طور پر بتلانے کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی موت میرے سامنے ہو۔ چنانچہ اونہوں نے اس کی تمنا کا اشتہار بھی بڑے زور وشور سے دیا تھا پھر کیا ہوا۔ ظاہر ہے۔ تو ایسی صورت میں کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کامیاب ہو گئے۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ یہ اون کا اصل مقصود نہ تھا بلکہ اصل مقصود اون کا تبلیغ اور اشاعت تھی جو کافی طور پر ہو گئی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ محض تبلیغ اور اشاعت کسی کا اصل مقصود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اصل مقصود ہدایت

خلق اللہ ہوتا ہے اور اشاعت اوس کا ذریعہ مگر جو بات اصل مقصود ہدایت خلق اللہ ہوتا ہے اور اشاعت اوس کا ذریعہ مگر جو بات اصل مقصود میں خلل انداز ہو اور اس کے اٹھانے کی طرف توجہ ہو جائے اور نہ اوٹھے تو کامیابی محال

اس کی مثال یوں سمجھو کہ ریل گاڑی چلانے سے اصل مقصود قطع مسافت ہے اگر ریل کی سڑک میں دریا یا پہاڑ ایسے حائل یا مانع ہوں کہ اون پر پل نہ بن سکیں اور سرنگ نہ لگ سکے یہاں تک کہ انجینئریوں کا بھی خاتمہ ہو جائے تو ایسی حالت میں کہا جائے گا کہ انجینئر کامیاب نہوا۔ ٹھیک اسی طرح ہماری بابت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ میرے مشن میں انہوں نے سخت رکاوٹیں ڈالی ہیں اس لئے میں بحکم خداوندی اعلان کرتا ہوں کہ اگر یہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا؟ آہ ؂

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

کیا ایسی ناکامی پر بھی کوئی شخص کامیاب کہلا سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳ر شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۱۰ء ص: ۵-۶)

قادیانی پئو کی اماں

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرت سر میں ایک دیوانی عورت تھی۔ بچے اوس کو چھیڑتے اور اوسکا نام رکھتے تھے پئو کی اماں۔ اتفاقاً کسی روز لڑکوں کو تعطیل ہوتی تو اماں کی اچھی خاصی خاطر کرتے لیکن جس روز کاروبار میں ہوتے تو اماں جی کہتے آج شہر کے لونڈے مر گئے۔ وہی حال ہماری قادیانی پارٹی کا ہے کسی شخص نے مجھے خط لکھا جس میں مرزا کی بابت سوال کیا۔ میں نے اپنی عادت کے موافق بغیر گالی گلوچ کے اصل مطلب کا جواب دیا۔ لیکن قادیانی پئو کی اماں کو یہ جواب ایسا ناپسند آیا کہ بدر نے ایک مضمون لکھ مارا جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے سارا نقل کیا جاتا

ہے تا کہ معلوم ہو کہ شہر کے لونڈے مر گئے یا زندہ ہیں۔ بدر قادیان لکھتا ہے:

ثناء اللہ کی قوت ایمانیہ: کچھ عرصہ ہوا دو طالبان حق نے حضرت مولوی نورالدین صاحب امیر المومنین اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری کی خدمت میں رقعے لکھے کہ آپ اپنے عقیدہ متعلق (سیدنا) مرزا صاحب سے قسمیہ اطلاع دیں تا کہ اس کی پیروی کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ثناء اللہ نے ایسا کہ اس کی قوت ایمانی سے امید کی جاسکتی تھی۔ نہایت کمزور لفظوں میں جواب دیا اور برخلاف اس کے خلیفۃ المسیح نے پرزور الفاظ میں اپنے حق پر ہونے کا اعلان کیا جس سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ ثناء اللہ محض ہٹ دھرمی اور ضد سے اس سلسلہ حقہ کا انکار کرتا ہے ورنہ اوس کا دل خوب جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے۔ فائدہ عام کے واسطے وہ سوال وجواب درج اخبار کئے جاتے ہیں:

نقل خط از جانب منشی خدا بخش پٹواری تلونڈی راہ والی وشاہ محمد نمبردار ڈوگرانوالہ تحصیل گوجرانولہ

اے مولانا مولوی صاحب دامت عنایتہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کل مذہب کی تحقیق میں ہر کس وناکس بحد امکان مصروف ہے۔ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ایمان قرآن کریم پر ہے آپ مسلمانوں میں سے بڑے عالم اور واقف احادیث مشہور ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ شاہ دو جہاں نے مہدی آخرالزمان کی نسبت پیشگوئی فرمائی ہے۔ جس کا مرزا صاحب مرحوم قادیانی نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ جن کے حالات سُن سن کر ہمارا رجوع ہو چلا ہے۔ کہ جناب موصوف پر بطور مہدی آخرالزمان ایمان لایا جاوے۔ چونکہ اشتباہ میں ہیں اس واسطے خدمت میں التماس ہے کہ آپ خداوند تعالیٰ اور جناب رسول مقبول ﷺ کو حاضر ناظر کر کے سچے قرآن کریم کی شہادت پر ہم قسم اوٹھا کر اطلاع بخشیں کہ آیا وہ سچے ہیں یا کاذب۔ جواب کے واسطے ۱/ کا ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔ تلونڈی راہ والی ڈاکخانہ خاص ضلع گجرانوالہ کے پتہ پر اطلاع بخشیں پاس خدا بخش پٹواری۔

تابعداران شاہ محمد نمبردار ڈوگراں

خدا بخش پٹواری موضع تلونڈی راہ والی، ضلع گوجرانوالہ بقلم خود

نقل جواب از جانب مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری

مرزا قادیانی کا دعویٰ صحیح نہیں کیوں کہ ان کے کئی ایک الہام غلط ہوئے تھے۔ خصوصا آخری فیصلہ میں وہ جھوٹا ثابت ہوا جو اوسنے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں (مرزا) جھوٹا ہونگا۔ پس وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ دستخط مولوی ثناء اللہ۔ ابوالوفاء امرت سر۔ (بدر)

اہلحدیث: میرے جواب کو دیکھ کر کوئی شائستہ آدمی کہہ سکتا ہے کہ میرا ظاہر میرے باطن کے خلاف ہے یا میں دل سے قادیانی مشن کو غلط نہیں جانتا ہاں چونکہ قادیانی مشن میں سب وشتم گھٹی میں داخل ہے اس لئے اون کے نزدیک شائستہ لفظوں میں جواب دینا گویا بے ایمان بننا ہے اس لئے ہمیں ضرور ہے کہ ہم اپنے ایمان کا ثبوت دیں۔ پس سنئے ؎

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۵-۴۶۔ مورخہ ۴-۱۱/رمضان ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶/ستمبر ۱۹۱۰ء۔ ص ۴-۵)

مرقع قادیانی

مرقع قادیانی ۱۹۰۷ء میں زیر ادارت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ماہنامے کی صورت میں جاری ہوا، اور مرزا غلام احمد قادیانی کی موت (۱۹۰۸ء) کے بعد بند ہوگیا۔ یوں اس کا دور اول اختتام پذیر ہوا۔ اس دور کے بیشتر مضامین شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کے تحریر فرمودہ ہیں تاہم کچھ تحریریں دوسرے اہل قلم و علم کی بھی ہیں جنہیں شیخ الاسلام کی خدمات میں ہی ذکر کیا جارہا ہے کیونکہ وہ آپ ہی نے اپنے رسالے میں شائع فرمائی تھیں، نیز کسی دوسری جگہ انہیں درج کرنے کا شائد موقع بھی نہ ہو۔ یہ تحریریں کچھ تو احتساب قادیانیت سے نقل کی جارہی ہیں، اور باقی مرقع قادیان کے ۱۹۰۷ء۔ ۱۹۰۸ء کے شماروں سے ہیں جو ہمیں فوٹو کی صورت میں ہندوستان سے ملے ہیں۔ ان قدیم تحریروں کو مناسب قطع و برید کے بعد ذیل کے صفحات میں لباس جدید میں نذر قارئین کیا تا ہے۔ بہاء

ڈوئی کی موت پر قادیانی الہام بافی

مرزا صاحب کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ جس وقت وہ الہام شائع کرتے تھے اس وقت خود ان کو یہ خبر نہیں ہوتی تھی کہ آئندہ کو کیا پیش آئے گا۔ اس لئے جیسا وقوعہ پیش آتا، نکتے چھانٹا کرتے تھے۔ امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جس نے مرزا جی کی طرح نبوت کا دعوی کیا تھا، جس پر کرشن جی قادیانی (مرزا) کو غصہ آیا کہ، ابے ہیں؟ ایک ہم اور ایک تو؟ یاد رکھ :

ہم اور غیر دونوں یک جا بہم نہ ہوں گے
ہم ہوں گے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

مگر وہ کوئی ایسا کوہ وقار تھا کہ اس نے کبھی پھر بھی نہ دیکھا کہ پیچھے کون آتا ہے۔ خدا کی شان قضاء الہی سے وہ فوت ہو گیا۔ بس تو مرزا صاحب بن آئی اور وہ مع مریدوں کے بغلیں بجانے لگے۔ چنانچہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار الحکم میں ایک مضمون نکلا جو یہ ہے :

حضرت مسیح موعود کا صدق کھل گیا

اور کذاب و مفتری ڈوئی مر گیا

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

امریکہ کے کذاب و مفتری ڈاکٹر جان الگزینڈر ڈوئی کے نام سے الحکم کے ناظرین اور انڈیا کی مذہبی دنیا بخوبی واقف ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے الیاس اور عہد نامہ کا رسول ہونے کا دعوی کیا تھا۔ اور بالآخر اس نے مسلمانان عالم کی ہلاکت کی پیش گوئی بڑے زور شور سے .... کی تھی جس پر حضرت حجۃ اللہ (مرزا) نے ۱۹۰۲ء کی تیسری سہ ماہی میں اس کا جواب انگریزی زبان میں بکثرت امریکہ میں شائع کیا تھا۔ اور ستمبر

۱۹۰۲ء کے اردو میگزین میں اس کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ اور اخبارات کے سلسلہ میں بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اس پیشگوئی کا خلاصہ یہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دیکھئے کس زور کی عبارت ہے اور کس مضبوطی سے دعوی ہے۔ مگر ناظرین آگے چل کر جان لیں گے کہ یہ مضبوطی نہیں بلکہ ڈھٹائی ہے۔ خیر اس کے جواب میں ہم نے اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ.. مارچ ۱۹۰۷ء میں ایک مضمون لکھا جو یہ ہے:

کرشن قادیانی اور امریکن ڈوئی

ہمارے مرزا صاحب قادیانی کی طرح امریکہ میں بھی ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ جس پر قادیانی کرشن کی پارٹی مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوئے جاتی ہے کہ ہمارے کرشن کی پیش گوئی ثابت ہوگئی۔ اس لئے ہم ان بہادروں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ بتلاؤ تمہارے کرشن جی قادیانی نے کب پیش گوئی کی تھی۔ اس کی تاریخ مع اصلی الفاظ کے ظاہر کرو۔ مگر یاد رکھنا مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے معاملہ کی طرح اس کو بھی خورد برد نہ کر جانا۔ بلکہ بہت جلد ہمارا معقول جواب دے دینا۔ بدر اور الحکم وغیرہ کے اڈیٹرو! تمہیں تو کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیش گوئی مع تاریخ شائع نہ کرو۔ تا سیہ روئے شود کہ در وغش باشد

اس کو دیکھ کر الحکم کے اڈیٹر نے الحکم مورخہ ۱۹ مارچ (ص ۱۵) میں جواب دیا۔ جو یہ ہے:

کیا ثناء اللہ مان لے گا؟

امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ عجیب وغریب مذبوحی حرکات کرنے کا عادی ہے اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا، اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیتا ہے سحر مّستمر ڈاکٹر ڈوئی مفتری رسول کی موت کی پیش گوئی پوری ہونے پر وہ مجھے کہتا ہے کہ تمہیں کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیش گوئی مع تاریخ شائع نہ کرو۔ تا سیہ روئے شود

ہر کہ دروغش باشد۔ میں امرتسری منکر کی قسم کی پروا کرتا ہوں کہ اور: دروغ گو را تا بخانہ اش باید رسانید، پر عمل کرنے کے لئے اسے الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ کے پڑھنے کی تکلیف دیتا ہوں جہاں پیش گوئی کے اصل الفاظ درج ہیں۔ اب اگر ثناء اللہ راست باز ہے تو اسے تسلیم کرے اور اگر وہ خدا تعالی پر ایمان رکھتا ہے تو سچائی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور تکذیب سے باز آئے۔

اس جواب میں اڈیٹر الحکم نے ہمارے جواب کے لئے ۱۷ مارچ کے الحکم کا حوالہ کافی سمجھا، جس میں اس نے پیش گوئی کا خلاصہ یہ لکھا تھا کہ:

کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔

مگر ناظرین بانصاف غور کریں کہ ہم نے جو سوال کیا تھا وہ ڈوئی کے متعلق اصل عبارت سے تھا، نہ کہ اس کے خلاصے کے متعلق۔ خلاصہ تمہارا تو اسی قسم کا ہوتا ہے کہ اصل عبارت تو تھی پندرہ ماہ کے اندر آتھم مر جائے گا، مگر اس کو چھانٹتے چھانٹتے آخر ایسا تناسخ کے چکر میں ڈالا کہ اس کی اصلی اور نقلی صورت میں اس سے زیادہ فرق معلوم ہوتا ہے جو بقاعدہ تناسخ بداعمال انسان کو بدکرداری کی وجہ سے انسانی شکل سے کتے اور بلّے کی جون نصیب ہوتی ہے۔ مگر ہوشیار اڈیٹر سمجھ گیا کہ ہماری پکڑ کوئی معمولی نہیں، اس لئے اس نے اپنے بزرگ کی طرح چالاکی سے اصل عبارت کو چھپا کر اس کے خلاصہ کا حوالہ بتلایا۔ پھر خلاصہ بھی وہ جس کو دیکھ کر سوال پیدا ہوا تھا۔

مرزائی پارٹی کا ایک اعلی لیڈر جو گو مرزائی تقلید میں پھنسا ہوا ہے تاہم اس کے قلم سے کبھی کبھی سچ نکل جایا کرتا ہے یعنی قادیانی ریویو آف ریلی جنز کا اڈیٹر (مولوی محمد علی ایم اے) لکھتا ہے:

ہم نہیں کہتے کہ کوئی شخص بلا تحقیق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئیوں کو آمنا وصدقنا کہہ دے۔ بلکہ ہم صرف انہیں اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محقق نظر سے غور کریں۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ص ۱۳)

اس لئے جس کتاب کا اڈیٹر الحکم نے حوالہ دیا ہے، ہم اسی سے اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ مگر ان کی طرح خلاصہ نہیں بلکہ اصل مضمون لفظ بلفظ سناتے ہیں۔ ناظرین بغور سنیں۔

مرزا صاحب ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں صفحہ ۳۴۴ پر لکھتے ہیں:

رہے مسلمان، سو ہم ڈوئی کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی حاجت کیا ہے۔ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سنائیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں (یہاں تو یسوع کو نبی لکھا گیا مگر ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶-۷ پر اسی یسوع کو خوب گالیاں سنائی ہیں۔ مرزائیو! ان دونوں مقاموں کو دیکھ کر اللہ سے ڈر کر فیصلہ کرو۔ ثناء اللہ) اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔

میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔ یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں۔ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود ۲۵ برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا، اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے، ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔

ڈوئی بے ہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزارہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا، اور وہ مر گئی، اور اب تک اس کے فراق میں روتا ہے، اور کیوں اپنے اس مرید کی عورت کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جن کر مر گئی، اور اس کی بیماری پر بلایا

گیا، مگر وہ گذر گئی۔ یادر ہے کہ اس ملک کے صد ہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا۔ پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے۔ کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی نہ تھا کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے اپنے گلے میں ڈال لیا۔

اگر ڈوئی اپنے دعوی میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے۔ لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا اور اپنے لاف گزاف کی نسبت دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندے کے پھاڑنے سے نہ ہو۔

اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین۔ (ریویو آف ریلی جنز ج ۱ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۴۔۳۴۵)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ یہ ہے اصل عبارت۔ اس میں مرزا صاحب نے ڈاکٹر ڈوئی کو چیلنج دیا ہے کہ وہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ یہ نہیں کہ بطور پیش گوئی اعلان کر دیا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا ۔مرزیو! تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ جملہ انشائیہ اور جملہ خبریہ میں کیا فرق ہوتا ہے۔

معزز ناظرین! خدارا، ذرا کرشن جی کی اصلی عبارت دیکھتے جائیں کہ اس میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ملتا ہے جس کا یہ مطلب ہو، یا مرزا صاحب نے اعلان اور اخبار کے طور پر کہا ہو کہ ہم (مرزا اور ڈوئی) میں سے جو جھوٹا ہوگا سچے سے پہلے مر جائے گا؟ بلکہ یہی لکھا گیا ہے کہ ڈوئی یہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ لیکن ڈوئی نے کرشن جی کو دیہاتی سمجھ کر منہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ کیا کہتا ہے۔ اس نے ہرگز یہ دعا نہیں کی بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ قادیان میں کون رہتا ہے۔ چنانچہ مرزا جی کے رسالہ ریویو ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جہاں لکھا ہے :

باوجود کثرت اشاعت پیش گوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار

..میں اس کا کچھ ذکر کیا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ج ۶ نمبر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ڈوئی نے مرزا صاحب کے حسب منشاء دعا نہیں کی۔ پس جب اس نے دعا نہیں کی تو پھر یہ پیش گوئی یا مباہلہ نہ ہوا۔ بلکہ یوں کہیے کہ بغیر مباہلہ کے ڈاکٹر ڈوئی کا مرزا صاحب کی زندگی میں مرنا مرزا صاحب کے مباہلہ کی تردید اور کرشن جی کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ اس کی عمر ہی اتنی تھی۔

اگر وہ مباہلہ کر لیتا تو دو حال سے خالی نہ تھا۔ یا تو مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں مرتا، تو ثابت ہوا کہ ان کے مباہلہ یا دعا کا اثر ہے، وہ اپنی اجل سے نہیں مرا۔ اور اگر مرزا صاحب کے بعد مرتا تو کھلی تکذیب ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حسب منشاء نہ تو ڈوئی نے دعا کی، اور نہ ان کے چیلنج کو قبول کیا، اس لئے وہ اس پیش گوئی سے نہیں مرا، بلکہ اپنی مقررہ اجل پر مرا ہے، جس کو مرزا صاحب قادیانی کی صداقت اور نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔

تعجب ہے مرزائیوں کے انصاف پر کہ کس آن بان سے اس واقعہ کو پیش گوئی لکھتے ہیں حالانکہ جس شرط پر یہ پیش گوئی ہونی تھی وہ شرط متحقق ہی نہیں ہوئی، یعنی ڈوئی نے حسب درخواست مرزا صاحب دعا نہیں کی۔ چونکہ یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ جب شرط متحقق نہیں تو مشروط بھی ثابت نہیں۔ یعنی جب ڈوئی نے دعا نہیں کی تو مباہلہ بھی نہ ہوا۔ اس لئے قادیانی ریویو کا ہشیار اڈیٹر لکھتا ہے:

> جب وہ (ڈوئی) نہ تو اسلام کے متعلق دریدہ دہنی سے باز آیا اور نہ ہی کھلے طور پر میدان میں نکلا، تو حضرت مسیح موعود نے ایک اور اشتہار جاری کیا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا، بگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیش گوئیاں۔
>
> جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے، اب یہ خالی مباہلہ کی دعوت نہیں رہی تھی۔ بلکہ اس میں صراحت کے ساتھ ڈوئی کی ہلاکت کی پیش گوئی کی گئی تھی۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ج ۶ نمبر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

اس عبارت سے دو امر ثابت ہوئے۔ایک یہ کہ اس اشتہار سے پہلے کی تمام تحریریں مباہلہ یا پیش گوئی نہ تھیں، بلکہ دعوت مباہلہ تھی۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا، کہ اس اشتہار میں، جس کا ذکر اس منقولہ عبارت میں ہے، صاف پیش گوئی کی گئی ہے۔مگر ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ،

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

آخر اس اشتہار کو جو اڈیٹر مذکور نے نقل کیا تو پہلے اس میں بھی یہ فقرے موتیوں کی طرح جڑے ہوئے نظر آئے۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مسٹر ڈوئی آخر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحۃً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا، تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دار فانی کو چھوڑے گا۔ یاد رہے کہ اب تک ڈوئی نے میری درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ شروع کیا ہے ۔اس لئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء ہے، اس کو پورے سات ماہ کی مہلت دیتا ہوں ۔اور اگر وہ اس مدت میں میرے مقابلہ پر آ گیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جس کو میں شائع کر چکا ہوں اگر تجویز کو پورے پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دنیا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوگا۔

(ریویو ج ۶ نمبر ۴، بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۶۱۹۔۶۲۰)

باوجود اس صاف سیدھی تحریر کے اڈیٹر ریویو اپنی عقل و دانش کو بالائے طاق رکھ کر لکھتا ہے کہ اس اشتہار میں مفصلہ ذیل امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

۱۔ یہ اشتہار پہلی چٹھی کی طرح صرف ایک چیلنج یعنی مباہلہ کی دعوت ہی نہ تھی (یہ لفظ، تھی، صاف ظاہر کرتا ہے کہ پہلی چٹھی مندرجہ ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء جس کا حوالہ اڈیٹر الحکم نے دیا ہے کوئی پیش گوئی نہ تھی بلکہ محض دعوت مباہلہ تھی۔یعنی یہ کہا گیا تھا کہ آؤ مباہلہ کرو۔ باوجود اس قوی شہادت کے نہیں معلوم اڈیٹر الحکم وغیرہ کیوں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث میں اس کے متعلق پیش گوئی کے الفاظ مانگے گئے تھے، نہ اس عبارت کے الفاظ جو مباہلہ کی دعوت تھی۔ مباہلہ کی دعوت اور ہے اور مباہلہ اور۔ پھر مباہلہ اور ہے پیش گوئی اور۔ افسوس کہ مرزائی پارٹی کو ان تینوں لفظوں میں تمیز نہیں، یا دانستہ اپنے علم و عقل کے خلاف کر رہے ہیں۔ثناء اللہ) بلکہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس میں ڈوئی کے انجام اور اس کی ہلاکت کی صریح خبر موجود تھی۔

گواس فقرہ میں اڈیٹر ریویو نے اپنی کانشنس اور ضمیر کے خلاف کیا ہے تاہم خدا کی طرف سے اس پر جبر کیا گیا تو دوسرے ہی نمبر میں اس کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا:

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور پر توجہ کے لائق ہیں، کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارتاً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑے گا۔

(ریویو بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱۹)

ناظرین! اس فقرہ کو بغور دیکھئے..اس کو اڈیٹر نے موٹے لفظوں میں لکھا ہے۔ پس آپ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ ان لفظوں میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے جس کے معنی پیش گوئی کے ہیں، یا محض ایک درخواست ہے اور ڈوئی کو بلایا جاتا ہے کہ آؤ ہم سے مباہلہ کرو۔ اڈیٹر ریویو پیش گوئی کے اصلی الفاظ مانگنے والوں پر کھسیانے ہو کر ان کو بے شرم اور بے حیا تو کہتا ہے، مگر ناظرین اسی کے الفاظ میں دیکھ سکتے ہیں کہ بے شرم اور بے حیا کون ہے۔ وہی بے حیا ہے جو اپنی تحریر کے آپ ہی خلاف کہے۔ پھر اسی اپنے مخالف کلام کو بطور سند پیش کرے۔ لا یفعله الّا من سفه نفسه مرزائیو! ایمان سے کہنا ایسے شخص کو امام یا لیڈر ماننا کیا اس شعر کا مصداق نہیں:

اذا کا ن الغرا ب دلیل قو م

سیهد یهم طر یق الها لکینا

(جب کوئی گمراہ آدمی کسی قوم کا رہنما ہوگا، تو وہ گمراہی کی طرف ہی ہدایت کرے گا)

باوجود اس صفائی کے مرزائیوں کی راست بازی کی یہ کیفیت ہے کہ تمام دنیا کو یا تو اندھا جانتے ہیں یا خود ایسے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی ایسا نہ ہوگا۔ چنانچہ اڈیٹر ریویو لکھتا ہے:

وہ خدائی فیصلہ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی دعا میں اللہ تعالی سے مانگا تھا کہ اے خدا تو کھلے طور پر ڈوئی کے جھوٹ کو دنیا پر ظاہر فرما۔ وہ فیصلہ ظاہر کر چکا ہے۔ اور جو پیش گوئی اس کے انجام کے متعلق تین سال پہلے امریکہ اور یورپ میں شائع ہو چلی تھی وہ نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔ پیش گوئی میں اللہ تعالی نے یہ بتایا تھا کہ ڈوئی حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی میں بڑے بڑے دکھ

اٹھا کر اور بڑی بڑی حسرتوں کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔ (ریویو۔ ج ۶ نمبر ۴۔ بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۹)

پھر کمال ہشیاری یہ ہے کہ بڑی صفائی سے اڈیٹر مذکور لکھتا ہے کہ،

پیش گوئی کے یہ لفظ تھے کہ وہ (ڈوئی) میری آنکھوں کے سامنے اور میرے دیکھتے دیکھتے حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑ جائے گا۔

(ریویو مذکور۔ص ۱۴۹ سطر ۱۴؛۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۶۱۹)

پس ہم بھی اسی ایک بات پر فیصلہ کرتے ہیں کہ پیش گوئی کے یہ الفاظ دکھا دو تو ہم بھی مان جائیں گے کہ کرشن جی کی یہ پیش گوئی سچی ہوئی۔

مرزائیو! اور مرزا کے اڈیٹرو! اللہ تعالی سے ڈرو۔ انصاف کر کے اور تقوی سے کام لے کر پیشگوئی کے یہ الفاظ دکھا دو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ، مرقع قادیانی، تمہارے ہی مقابلہ کے لئے جاری ہوا ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ عمر بھر اس تقاضا سے تمہاری جان نہ چھوٹے گی۔ آج تک مرزا جی جس قدر ہمارے مواخذات سے چلاّئے ہیں، اس سے زیادہ چلاّ ؤ گے۔

سچے اور جھوٹے مسیح میں رقابت

آج کل کچھ ایسا دستور ہو رہا ہے کہ بعض دکاندار جب اپنی دکان کا اشتہار دیتے ہیں تو خواہ مخواہ بھی دوسرے دکانداروں کی طرف کوئی نہ کوئی لفظ نوک جھونک کا لکھ دیتے ہیں۔ اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور ہی لکھیں گے کہ، جھوٹے دغا بازوں سے بچو۔ یہی حال ہمارے پنجابی متنبّی مرزا صاحب قادیانی کا ہے کہ جب سے آپ نے مسیحیت کا دعوی کیا ہے خواہ نخواہ آپ حضرت مسیح کی کسی نہ کسی لفظ میں تحقیر شان کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے ازالہ اوہام میں لکھا:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام۔ص ۱۵۸ ۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

پھر (دافع البلاء۔ص ۲۰؛۔قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰ میں) لکھا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

گو اس قسم کی عبارات توہین مسیح میں صاف ہیں لیکن مرزا جی کے معتقدین پھر بھی ان کی تاویلات رکیکہ کرتے رہتے ہیں۔اس لئے آج ہم ایک ایسی عبارت مرزا جی کی توہین مسیح میں تازہ دکھاتے ہیں جس کے دل میں ذرہ بھر بھی حضرات انبیاء خصوصاً حضرت مسیح کی عظمت وعزت ہوگی وہ بھی مرزا صاحب پر نفرین کرے گا۔اور جان جائے گا کہ قادیانی متنبّی اشتہاری دوکانداروں کی طرح خواہ مخواہ بزعم خود حضرت مسیح کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔بہر حال وہ عبارت یہ ہے۔

قادیانی اخبار بدر مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کے کلمات ناطیبات کی ذیل میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا:

دوبارہ آمد۔فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم سے لوگ مشرک ہوئے ہیں حضرت (مرزا) نے اتنا بھی نہ سوچا کہ قرآن مجید تو مسیح کی برأت کرتا ہے اور صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ اس نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔پھر اس کی عظمت اور بزرگی بتلانے کو و جیهاً فی الدنیا وا لآ خره و من المقرّ بین ،فرمایا (کہ دین ودنیا میں عزت والا اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہے) مگر مرزا صاحب قادیانی اپنی رقابت کے زعم میں عیسائیوں کی غلطی کو اس پاک نبی اور برگزیدہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مرزائیو! اب بھی کہو گے کہ تمہارا مہدی اور کرشن ،حضرت مسیح کی توہین نہیں کرتا؟

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

(مرقع قادیانی۔جون ۱۹۰۷ء)

قادیانی مشین میں الہام بافی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشین کے پرزے الہام بافی میں کچھ ایسے تیز ہیں کہ ایک دن میں ہزار ہا الہام بن ڈالتے ہیں۔ الہاموں کا شمار تو ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا مگر ان کے بنے جانے کی کیفیت شائد معلوم نہ ہو۔ پس آج ہم اس الہام بافی کی کیفیت بتلاتے ہیں کہ یہ الہام قادیانی مشین میں کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں۔

اپریل (۱۹۰۷ء) کے مہینے میں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے کاپیاں صحیح کرانے کے لئے منشی غلام محمد کاتب (جو قادیان میں مرزا صاحب کا کام کرتا تھا)، کو خط لکھا کہ بٹالہ میں آکر ہمارا کام کردو۔ اور اگر تمہیں آنے کی فرصت نہ ہو، تو میں ہی قادیان آجاؤنگا، مگر الگ مکان میں رہونگا۔ اس امر کی اطلاع جب مرزا صاحب قادیانی کو ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب قادیان میں آنا چاہتے ہیں، تو مرزا صاحب نے کئی ایک دعوتی خط مولوی محمد حسین صاحب کو لکھے جن میں سے چند ایک فقرات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

جناب مولوی صاحب سلمہ!

بعد دعائے مخلصانہ، میں نے رقعہ آپ کا پڑھ لیا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ایک سخت ضرورت کے باعث چند روز تک میاں غلام محمد کاتب کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ میرے پرانے زمانے کے دوست ہیں اور آپ سے مجھے دلی محبت، باوجود اس مذہبی اختلاف کے جو قضا و قدر سے درمیان میں آگیا، ہے جس کو خدائے علیم جانتا ہے۔ آپ بلاتکلف دو تین روز کے لئے یہاں آجائیں۔ کوئی امر مذہبی درمیان میں نہیں آئے گا۔ مجھ سے آپ ہر طرح تواضع پائیں گے۔ اور آپ کا مضمون اس جگہ کے مطبع میں چھپ بھی سکتا ہے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔

اس خط میں کس لجاجت، نرمی اور چاپلوسی سے مولوی صاحب موصوف کو دعوت دے کر بلایا ہے۔ خیر اس چال کا حشر تو یہ ہوا کہ اتنے میں خاکسار کو اس خط و کتابت کی خبر ہوئی تو بحکم، گونگے کی بولی گونگے کی ماں جانے، خاکسار نے مرزا جی کے مطلب کو پالیا کہ حضرت جی اس میں معجزہ نمائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مولوی (محمد حسین) صاحب کو میں نے فوراً لکھا کہ اتنے کام کے لئے آپ قادیان نہ جائیں۔ میں اپنا کام چھڑا کر آپ کا یہ کام کرا دونگا۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی یہی مناسب سمجھا اور امرتسر تشریف لے آئے۔ مگر مرزا صاحب نے چونکہ مولوی صاحب کو بلانے کی بڑی کوشش کی تھی اور ان کو رات دن یہی خیال تھا کہ مولوی صاحب آئے کہ آئے، اسلئے ان کو ۱۱ مئی کو ایک خواب آیا، جو ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء کے بدر میں ان لفظوں میں چھپا کہ:

> رؤیا۔۔۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کسی اپنے آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم، کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدائے تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
>
> یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھ دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں۔ مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔
>
> (اخبار بدر۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء۔ قادیانی تذکرہ طبع ۳ ص ۷۱۸)

اس خواب اور اس خط کو ملانے سے مرزائی الہام بافی کی کیفیت یہ معلوم ہوئی کہ جو امر دن کو آپ کی آنکھوں کے سامنے اور دماغ کے اندر مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوتا تھا، وہی رات کو خواب آتا تھا۔ اسی کا نام الہام ہے اور اسی کو کہتے ہیں، بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔

باقی رہا آپ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ مولوی صاحب موصوف آخر کار اپنی غلطی کا اقرار کریں گے اور مجھے مان جائیں گے۔ سو یہ آپ کی پرانی تمنا ہے۔ چنانچہ اعجاز احمدی صفحہ ۵۱ میں بھی آپ یہ لکھ چکے ہیں

اقلب حسین یھتدی من یظنّہ

عجیب و عند اللہ ھین و ایسر

(کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا۔ یہ کون گمان کرسکتا ہے۔عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے)

مگر انشاء اللہ یہ صرف آپ کی امنگ رہے گی۔جیسی کہ آج تک آسمانی منکوحہ کے وصال سے حسرت ہے کہ باوجود آسمان پر نکاح ہو چکنے کے آپ کے دل سے حسرت بھری آہ ہی سننے میں آتی رہی۔اسی طرح آپ اس حسرت کو بھی سینہ میں ساتھ ہی لے جائیں گے اور مولوی صاحب ممدوح برابر آپ کا سر کوٹتے رہیں گے۔ (مرقع قادیانی۔جولائی ۱۹۰۷ء)

مرزا قادیانی کا فتوی ملکی شورش کے متعلق

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں؛

اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ مرزا صاحب قادیانی زمانہ شناس ہیں ہوشیار ہیں سمجھ دار ہیں ، بلکہ کسی قدر پولیٹیشن بھی ہیں۔جب سے لاہور کے انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ نے آپ کی نسبت لکھا ہے کہ قادیانی مہدی کا خطرہ سوڈانی مہدی سے کم نہیں۔آپ ہمیشہ موقع کی تاک میں رہتے ہیں اور گورنمنٹ کی یاد سے سول کا یہ نوٹ اتارنا چاہتے ہیں۔اتفاقی یا مرزا جی کی خوش قسمتی سے ان دنوں کئی ایک مواقع اس قسم کے پیدا ہو گئے جن میں مرزا صاحب نے بڑی ہوشیاری سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہا بلکہ بخیال خود کر ہی لیا۔

علی گڈھ کالج میں طلبا کی شورش میں کہیں آپ کا پوتا بھی شریک تھا جس کے پوتا بننے کی داستان بھی عجیب ہے۔اس کا باپ چونکہ مرزا صاحب کا مخالف ہے یعنی مرزا صاحب کا بیٹا مرزا سلطان احمد صاحب اپنے باپ کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتے ، اسلئے ان کو اپنے بیٹوں کی فہرست ہی سے نکال دیا۔یہاں تک کہ جہاں اپنے بیٹوں کی فہرست بتلائی ہے وہاں ان کو شمار نہیں کیا (دیکھو مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹) لیکن جب اسی بیٹے کا بیٹا یعنی پوتہ کسی حکمت عملی سے خدمت شریف میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوا، تو اس کو اپنا پیارا پوتا بنا لیا۔اس سے بعد جب وہ علی گڈھ کالج میں طلبا کے ساتھ شورش میں شریک ہوا، تو اس کو پھر خارج کر دیا۔غرض آئے دن اس کے حق میں اس رشتہ کا محو و اثبات ہوتا رہا۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا مطلب یہ تھا کہ علی گڈھ کالج کا شور چونکہ انگریز استادوں کے برخلاف تھا جس میں مرزا صاحب نے سمجھا کہ خواہ مخواہ گورنمنٹ اس شورش کو ناپسند کرے گی کیونکہ انگریزوں کے برخلاف ہے، اس لئے مرزا صاحب نے جھٹ سے ایک سرکلر دیا کہ ہم (مرزا) اس شورش کو پسند نہیں کرتے۔ پس ہمارے مرید اس شورش سے الگ ہو جائیں، کسی طالب علم پر اس سرکلر کا اثر ہو یا نہ ہو اس سے مطلب نہیں:

کس بشنود یا نشنود او گفتگوئے میکند

اس کے بعد دوسرا موقع موجودہ ایجی ٹیشن (شورش کا) تھا۔ جس میں کئی ایک ہندو وکیل ماخوذ اور جلاوطن ہوئے۔ یہ تو ایک اچھا خاصہ موقع تھا کہ مرزا صاحب سول ملٹری گزٹ کے اس نوٹ کو محو کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ چنانچہ آپ نے ایک سرکلر عام دیا جو یہ ہے:

اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل ایسی ایسی حرکات ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے۔ بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا (خیالی یا وہمی۔ مرقع) نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً ۲۶ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ محسن گورنمنٹ ہے۔ اس کے ظل حمایت میں ہمارا یہ فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چن لیا کہ تا کہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عمل داری میں رہ کر، یا مکہ اور مدینہ ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ

میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے، جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے (جھوٹ بولتے ہوئے شرم کرو، پچاس ہزار افغان اپنے پیر کو یونہی مروا دیتے؟ تف ہے ایسے بے لطف جھوٹ پر۔ مرقع) جب وہ میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس قصور کی وجہ سے کہ وہ میری تعلیم کے موافق جہاد (جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ مرقع) کے مخالف ہو گئے تھے، امیر حبیب اللہ خان نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا۔ پس کیا تمہیں ایسے لوگوں سے کچھ توقع ہے کہ تمہیں ایسے سلاطین کے ماتحت کوئی خوش حالی میسر آئے گی بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ سو خدا تعالی کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایہ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو عیسائی تھا آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو پناہ دی تھی۔ میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوش آمد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں، نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگذاری کروں اور اپنی جماعت کے لئے نصیحت کرتا رہوں۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابل پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے۔ اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجہ سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان سے ہم شکرگذار نہ ہوں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے هل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ، تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لیگی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو۔ اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالی نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے۔ اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئی تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی یہ مسلمان لوگ جو اس قدر فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے

لائق ہے مگر تم نہیں ہو تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا (محض جھوٹ کہتے ہو۔ مرقع) اور تمہاری میت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا کام ہے سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو ورنہ کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے، تمہارے لئے ایک برکت ہے، اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں (اپنے ازالہ میں مسلمانوں کی بابت لکھتے ہیں: اے دل تو نیز خاطر اینان نگہدار ۔ آخر کنند دعوے حب پیمبرم۔ اور یہاں مطلب کے لئے انگریزوں کو بہتر کہتے ہیں۔ مرقع) کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں جانتے وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ بہت دن نہیں گذرے کہ ایک پادری نے کپتان ڈگلس کی عدالت میں میرے پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا تھا۔ اس دانش منداور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی ہے۔ اس لئے مجھے عزت کے ساتھ بری کیا بلکہ مجھے اجازت دی کہ اگر چاہو تو جھوٹا مقدمہ بنانے والوں پر سزا دلانے کے لئے نالش کرو۔ سو اس نمونہ سے ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف اور عدل کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔ اور یاد رکھو اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے (اگر اسلام میں جہاد ہے تو تمہارا اس کو بدتر کہنا خود بدتر بننا ہے اور اگر اسلام میں نہیں تو کیوں کہتے ہو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے۔ مرقع) میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس دین کی تعلیم عمدہ ہے جس دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے خدا نے معجزات دکھلائے ہیں اور دکھلا رہا ہے، ایسے دین کو جہاد کی کیا ضرورت ہے۔ اور ہمارے نبی ﷺ کے وقت ظالم لوگ اسلام پر تلوار کے ساتھ حملے کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے نابود کر دیں۔ سو جنہوں نے تلواریں اٹھائیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔ سو وہ جنگ صرف دفاعی تھی۔ اب خواہ مخواہ ایسے اعتقاد پھیلانا کہ کوئی مہدی خونی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا یہ محض بناوٹی مسائل ہیں جن سے ہمارے مخالف مسلمانوں کے دل خراب اور سخت ہو گئے ہیں اور جن کے ایسے

عقیدے ہیں وہ خطرناک انسان ہیں۔اور ایسے عقیدے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لئے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں بلکہ ضرور ہوں گے۔سو ہماری کوشش ہے کہ مسلمان ایسے عقیدوں سے رہائی پاویں۔یاد رکھو کہ وہ دین خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا جس میں انسانی ہمدردی نہیں (پھر تم کس منہ سے مخلوق کی بدخواہی کیا کرتے ہو کیوں لوگوں کے مرنے اور مصیبتوں پر بغلیں بجایا کرتے ہو۔کہو جی کون دہرم ہے۔مرقع) خدا نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ زمین پر رحم کرو، تا آسمان سے تم پر رحم کیا جائے۔والسلام۔خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعود مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس سرکلر میں مرزا جی نے جو جھوٹ سے کام لیا ہے اسکا مفصل ذکر تو یہاں نہ ہوسکتا ہے، نہ اس کا مقام ہے۔البتہ اس مقام پر ہماری غرض ایک اور ہے اسکا ذکر کرتے ہیں۔لیکن اس تحریر کی مزید تشریح کرنے کو مناسب ہے کہ ہم مرزا صاحب کی ایک تحریر ان کے مدعا کو واضح کرنے کے لئے پیش کریں جس سے ان کا مدعا اور بھی بخوبی ثابت ہو جائے۔مرزا صاحب رسالہ ضرورت الامام میں لکھتے ہیں:

میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں

اس عبارت میں مرزا جی نے قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

یـا ایھا الذین آ منوا ا طیعوا اللہ و اطیعوا الرسو ل و او لی ا لا مر منکم فا ن تنا زعتم فـی شیء فردوہ الی اللہ و الرسو ل ان کنتم تو منو ن با للہ و الیو م ا لآ خر ذ لك خیر و ا حســن تــاویلاً یعنی اے مسلمانو! اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے میں سے حکومت والوں کی اطاعت کرو پھر اگر (حاکم ومحکوم) کا کسی امر میں تنازع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کے حکم کی طرف لے جاؤ اگر تم ایمان دار ہو تو ایسا کرنا تمہارے حق میں ہر طرح اچھا ہے۔

اس آیت کا ترجمہ ہی بتلا رہا کہ یہ آیت خاص مسلمان بادشاہوں اور حاکموں کی اطاعت کے متعلق ہے کیونکہ او لـی ا لا مر کے ساتھ مـنکم کا لفظ بھی لگا ہوا ہے اور شروع آیت میں خطاب ایمانداروں کو ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مطلب وہی ہے جو ہم نے کہا۔

خیر اس بحث سے ہمیں سروکار نہیں ہم نے یہ دکھلانا ہے کہ مرزا صاحب کی اس تشریح سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو گورنمنٹ انگریزی کی اطاعت کا اعلان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا

صاحب گورنمنٹ انگریزی کو اپنے خیال میں اولی الامر جانتے ہیں۔ جانیں ہمیں اس سے بحث نہیں، ہم نے یہ بتلانا ہے کہ مرزا صاحب ایک اور تحریر میں انہی انگریزوں کو کن اعزازی الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔

یہ بات بطور تمہید بتلا دینی مناسب ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی طور پر دجال یا دجاجلہ اس گروہ کا نام ہے جو جھوٹی نبوت بلکہ خدائی کے مدعی ہوں گے، جن کو قتل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ چنانچہ حسب اخبار حدیث شریف حضرت مسیح کے ہاتھ سے دجال قتل ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے، حضورﷺ فرماتے ہیں میں تم کو ایک نشانی اس کی بتلاتا ہوں جو کسی نے نہیں بتلائی۔ وہ نشانی یہ ہے کہ وہ کانا ہوگا، اور خدائی کا دعوی کرے گا مگر خدا کانا نہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دجال یا دجاجلہ انگریز ہیں۔ پس غور سے سنئے آپ فرماتے ہیں: مدت ہوئی کہ گروہ دجال ظاہر ہو گیا ہے اور بڑے زور سے اس کا ظہور ہو رہا ہے اور اس کا گدھا بھی درحقیقت اسی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ کا منشاء ہے مشرق و مغرب کی سیر کر رہا ہے احادیث صحیحہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں تو کیا ہے (ازالہ اوہام۔ ص ۴۵۵)

عبارت مذکورہ بالا صاف اور صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ جس نے ہندوستان کے ملک میں ریل بنائی یا بنوائی وہی دجال ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ ہندوستان میں ریل گورنمنٹ انگریزی نے بنائی ہے۔

اور سنئے ایک قریب کے نمبر میں مرزا صاحب نے خود انگریزی گورنمنٹ کی نسبت رائے ظاہر کی ہے جو قابل غور ہے آپ فرماتے ہیں:

انگریزوں کی حکومت بھی جو مذہب کی رو سے کافر ہیں ہندوستان میں اس لئے ہوئی ہے کہ مسلمان خود فاجر ہیں۔ (الحکم قادیان۔ ۱۰ جون ۱۹۰۷ء)

پس نتیجہ کیا ہوا؟ اگر مرزا جی ہمیں اجازت دیں تو ہم بتلا دیں کہ نتیجہ ان دونوں تحریروں کا یہ ہوا کہ چونکہ انگریز کافر بلکہ دجال ہیں، اور وہ بقول مرزا جی مرزائیوں میں سے ہیں، لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا جی اور مرزا جی کے تمام دام افتادہ سب انگریزوں کے ہم قوم (دجال) اور ہم مذہب (کافر) ہیں۔ غرض مرزائی انگریزوں سے انگریز مرزائیوں میں سے خوب یوریشین ملاپ ہے۔

مرزا جی! مسلمانوں سے الگ ہو کر آپ کو یہ ترقی ملی۔ آہ!

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران کی سزا

ابھی ایک سوال ایک سوال باقی ہے جو مرزا جی کی پولیٹکل چال سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ احادیث کے مطابق مسیح موعود دجال کو قتل کر کے اس پر غالب آویں گے اور اس میں تو شک نہیں کہ آپ بزعم خود مسیح موعود ہیں، تو کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ کی مسیحیت انگریزوں کو قتل کر کے ان پر غلبہ پانے سے سمجھی جائے گی۔ پس کیا آپ بتلا سکتے کہ اس دجال کے قتل کا وقوعہ آپ کے ہاتھ سے کب تک ظہور پذیر ہو گا۔ لیکن جواب دیتے ہوئے رام سنگھ کو کے اور اجیت سنگھ کا قصہ یاد کر لینا ایسا نہ ہو کہ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(مرقع قادیانی۔ جولائی ۱۹۰۷ء)

قادیانی فتوی متعلق طاعونی مردے

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا جی کی نیرنگیاں جو خاکسار کو معلوم ہیں، کاش مرزا جی کے مریدوں خصوصاً علم وفضل کے مدعیوں کو معلوم ہوں تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرید نہیں رہ سکتے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب آپ نے دعوی کیا تھا کہ طاعون میرے مخالفوں پر عذاب بھیجا گیا ہے، میرے مرید اس سے محفوظ رہیں گے چنانچہ (کاغذی) کشتی نوح میں لکھا:

اگر ہمارے لئے آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی

روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا کہ اس زمانے میں انسانوں کو ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھا دے۔سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا، اور وہ جو کامل پیروی اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔

(کشتی نوح ص ۱۔۲۔قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۱۔۲)

اس عبارت کی مزید تشریح کی حاجت نہیں کیونکہ مضمون صاف ہے کہ مرزا جی اور ان کے گھر والے اور ان کے راسخ الاعتقاد مرید فنا فی الشیخ جن کو فنا فی المرزا کہنا بجا ہو طاعون سے محفوظ رہیں گے۔اسی مضمون کو مرزا جی نے کتاب مواہب الرحمٰن میں اور بھی واضح کر دیا ہے، جس کے ہم مشکور ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

لنا من الطاعون امان و لا تخوفونی من هذه النّیران فان النّار غلامنا بل غلام الغلمان (مواہب الرحمٰن ص ۲۴؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۲۴۲)۔یعنی ہمارے لئے طاعون سے امان ہے۔مجھ کو طاعون سے مت ڈراؤ۔طاعون ہمارا غلام یعنی تابعدار ہے بلکہ غلاموں کا غلام ہے

مگر چونکہ مرزا جی کو اپنا اندر کا پول معلوم تھا کہ ڈھول کی آواز ہی آواز ہے، اندر کچھ نہیں ہے، اس لئے آپ نے طاعون زدوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے حکم صادر کئے۔یہاں تک کہ مرزا جی کا مقرب، اخبار البدر کا اڈیٹر، محمد افضل جب طاعون ہی سے قادیان میں مرا، تو مرزا اور مرزائیوں نے اس سے کوئی ہمدردی نہ کی بلکہ جس مسجد میں اس کی چارپائی الگ کی گئی تھی، بحکم مرزا صاحب اس مسجد کے کنویں سے رسی اور ڈول کئی دنوں تک اترا رہا، تاکہ کہیں اس کنویں کا پانی سقے گھروں میں نہ لے آویں۔نہ اس کے جنازہ پر کوئی گیا۔اسی طرح قاضی امیر حسین بھیروی کا جوان لڑکا طاعون کی بھینٹ چڑھا، اور مرزائیوں نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو افضل مذکور سے کیا تھا، تو قاضی موصوف نے مرزا جی کی خدمت آکر بہت شور وغل کیا کہ آپکے مرید تو کافروں سے بدتر ہیں۔کسی میں ہمدردی نہیں۔یہ نہیں وہ نہیں۔اس پر مرزا جی کو ہوش آیا تو آپ نے ایک تقریر کی جو ۴ مئی ۱۹۰۵ء کے اخبار بدر قادیان میں چھپی تھی۔جو یہ ہے:

اس وقت تمام جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور

شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہیے۔ یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک تو اسلامی اخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوت ہے۔ پھر ان دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سرد مہری ہو، تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں ان میں ایسے موقع پر سرد مہری نہیں ہوتی۔ جن لوگوں سے یہ سرد مہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے افراط کا اور تفریط کا۔ اگر افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال سے کام لیا جائے تو ایسی شکائت پیدا نہ ہو جب کہ تواصوا بالحق و تواصوا بالمرحمة کا حکم ہے تو پھر ایسے مردوں سے گریز کیوں کیا جائے۔ اگر کسی کے مکان کو آگ لگ جائے اور وہ فریاد کرے تو جیسے یہ گناہ ہے کہ محض اس خیال سے کہ میں جل نہ جاؤں اس مکان کو اور اس میں رہنے والوں کو جلنے دے اور جا کر آگ بجھانے میں مدد نہ دے، ویسے ہی یہ بھی معصیت ہے کہ ایسی بے احتیاطی سے اس میں کود پڑے کہ خود جل جائے۔ ایسے موقع پر احتیاط مناسب کے ساتھ ضروری ہے کہ آگ بجھانے میں ان کی مدد کرے۔ پس اسی طریق پر یہاں بھی سلوک ہونا چاہیے۔ اللہ تعالی نے جابجا رحم کی تعلیم دی ہے کہ یہی اخوۃ اسلامی کا منشاء ہے۔ اللہ تعالی نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔ ایسی صورت میں کہ تم میں اسلامی اخوت قائم ہو۔ اور پھر اس سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے دوسری اخوۃ بھی ساتھ ہو۔ یہ بڑی غلطی ہوگی کہ کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو اور قضا و قدر سے ایسا ماتم پیش آ جائے تو دوسرا تجہیز و تکفین میں بھی اس کا شریک نہ ہو۔ ہرگز ہرگز اللہ تعالی کا یہ منشاء نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ جنگ میں شریک ہوتے یا مجروح ہو جاتے تو میں یقین نہیں رکھتا کہ صحابہ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہوں۔ یا پیغمبر ﷺ اس بات پر راضی ہو جاتے ہوں کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی وارداتوں کے وقت ہمدردی بھی ہو سکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ اول تو کتاب اللہ سے یہ مسئلہ ملتا ہی نہیں کہ کوئی مرض لازمی طور پر دوسرے کو لگ بھی جاتی ہے، ہاں جس قدر تجارب سے معلوم ہوتا ہے، اس کے لئے بھی نص قرآنی سے احتیاط مناسب کا پتہ

لگتا ہے۔ جہاں ایسا مرض ہو کہ وہ شدت سے پھیلی ہوئی ہو، وہاں احتیاط کرلے یہی مناسب ہے۔ لیکن اس کے یہ بھی معنی نہیں کہ ہمدردی چھوڑ دے۔ خدا تعالی کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان ایک میت سے اس قدر بعد اختیار کرے کہ میت کی ذلت ہو۔ اور پھر اسکے ساتھ جماعت کی ذلت ہو ۔خوب یاد رکھو کہ ہرگز اس بات کو نہیں کرنا چاہیے جب کہ خدا تعالی نے تمہیں باہم بھائی بنادیا ہے، پھر نفرت اور بعد کیوں کر ہوسکتا ہے۔ اگر وہ بھی مرے گا تو اس کی بھی کوئی خبر نہیں لے گا۔ اور اس طرح پر اخوۃ کے حقوق تلف ہوجائیں گے۔ خدا تعالی نے دو ہی قسم کے حقوق رکھے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جو شخص حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتا وہ آخر حقوق اللہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا یہ بھی تو امر الٰہی ہے جو حقوق اللہ کے نیچے ہے۔

یہ خوب یاد رکھو اللہ تعالی پر توکل بھی کوئی شئے ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تم نرے پرہیزوں سے بچ سکتے ہو۔ جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو، اور انسان اپنے آپ کو کارآمد انسان نہ بنائے اس وقت تک اللہ تعالی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ ہزار بھاگتا پھرے۔ کیا وہ لوگ جو طاعون میں مبتلا ہوتے ہیں وہ پرہیز نہیں کرتے۔ میں نے سنا ہے کہ لاہور میں نواب صاحب کے قریب ہی ایک انگریز رہتا تھا وہ مبتلا ہوگیا۔ حالانکہ یہ لوگ تو بڑے پرہیز کرنے والے ہوتے ہیں۔ نرا پرہیز کوئی چیز نہیں جب تک خدا تعالی کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو۔ پس یاد رکھو کہ حقوق اخوۃ کو ہرگز نہ چھوڑو ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے۔ خدا تعالی ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ طاعون کا سلسلہ جو مرکز پنجاب میں ہو گیا ہے کب تک جاری رہے گا لیکن مجھے بتایا گیا ہے انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسھم ۔ اللہ تعالی کبھی حالتِ قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جب تک لوگ دلوں میں تبدیلی نہ کریں گے۔ ان باتوں کو سن کر یوں تو ہر شخص جواب دینے کو تیار ہوجاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں استغفار بھی کرتے ہیں پھر کیوں مصائب اور ابتلاء آجاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خدا تعالی کی باتوں کو جو سمجھ لے وہی سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کا منشاء کچھ اور ہوتا ہے اور سمجھا کچھ اور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانہ سے ناپا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں، ہر چیز جب اپنے مقررہ وزن سے کم استعمال

کی جائے تو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو اس میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک دوائی جو تولہ کھانی چاہیے اگر ایک تولہ کی بجائے ایک بوند استعمال کی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھالے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا۔ اور پانی کے پیالہ کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا ؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال اعمال کا ہے جب تک وہ اپنے پیمانہ پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے۔ یہ سنت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔ پس یہ بالکل خطا ہے کہ اسی ایک امر کو پلے باندھ لو کہ طاعون والے سے پرہیز کریں تو طاعون نہ ہوگا۔ پرہیز کرو جہاں تک مناسب ہے لیکن اس پرہیز سے باہمی اخوت اور ہمدردی نہ اٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے سچا تعلق پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مدد دینا اور اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات و خیرات کی طرح یہ بھی ایک قسم کی خیرات ہے، اور یہ حق، حق العباد ہے، جو فرض ہے جیسے خدا تعالیٰ نے صوم و صلوٰۃ اپنے لئے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت ہو۔ پس ہمارا کبھی یہ مطلب نہیں ہے کہ احتیاط کرتے کرتے اخوۃ ہی کو چھوڑ دیا جائے۔ ایک شخص مسلمان ہو پھر سلسلہ میں داخل ہو اور اس کو یوں چھوڑ دیا جائے جیسے کتے کو... یہ بڑی غلطی ہے۔ جس زندگی میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو، وہ کیا زندگی ہے۔ پس ایسے موقع پر یاد رکھو کہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو ہم دردی کے حقوق فوت نہ ہونے پائیں۔ ہاں مناسب احتیاط بھی کرو مثلاً ایک شخص طاعون زدہ کا لباس پہن لے یا اس کا پس خوردہ کھالے تو اندیشہ ہے کہ وہ مبتلا ہو جائے۔ لیکن ہمدردی یہ نہیں بتاتی کہ تم ایسا کرو۔ احتیاط کی رعایت رکھ کر اس کی خبر گیری کرو۔ اور پھر جو زیادہ وہم رکھتا ہو وہ غسل کر کے صاف کپڑے بدل لے۔ جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے من قتل نفساً بغير نفسٍ او فساد .. الآیۃ یعنی جو شخص کسی نفس کو بلا وجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے۔ ایسا ہی میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ زندگی سے اس قدر پیار نہ کرو کہ ایمان ہی جاتا رہے حقوق اخوۃ کو کبھی نہ چھوڑو۔ وہ لوگ بھی تو گذرے ہیں جو دین کے لئے

شہید ہوئے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات پر راضی ہے کہ وہ بیمار ہو اور کوئی اسے پانی تک نہ دینے جائے۔ خوفناک وہ بات ہوتی ہے جو تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔ بعض ملاّ ایسے ہیں جنہوں نے صدہا طاعون سے مرے ہوئے مردوں کو غسل دیا اور انہیں کچھ نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ وبائی ایام میں اتنا لحاظ کرے کہ ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے نکل جائے۔ لیکن جب زور شور ہو تو مت بھاگے۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا کہ تم ابواب متفرقہ سے داخل ہونا۔ اس لحاظ سے کہ مبادا کوئی جاسوس سمجھ کر پکڑ نہ لے۔ احتیاط تو ہوئی، لیکن قضا وقدر کے معاملہ کو کوئی روک نہ سکا۔ وہ ابواب متفرقہ سے داخل ہوئے لیکن پکڑے گئے۔ پس یاد رکھو کہ سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ ایمان کو مضبوط رکھو۔ قطع حقوق معصیت ہے اور انسان کی زندگی ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ ایسا پرہیز اور بعد (دوری) جو ظاہر ہو وہ عقل اور انصاف کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ ایسے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تجربہ میں مضر ثابت ہوئے ہیں۔ یہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہو کہ ان میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔ میں دوسرا پہلو نہ بیان کرتا لیکن مجھے چونکہ سب سے ہمدردی ہے اس لئے اسے بھی میں نے بیان کرنا ضروری سمجھا۔ بہر حال باہم ہمدردی ہو۔ اور اب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھا لے۔ آمین۔

(اخبار بدر ۴ مئی ۱۹۰۵ء۔ قادیانی ملفوظات۔ ج ۷ ص ۳۴۹۔۳۵۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس ساری تقریر میں دو تین ہی باتوں کا ذکر ہے جس کو شیطان کی آنت سے بھی حسب عادت لمبا کیا گیا ہے۔ وہ باتیں یہ ہیں:

۱۔ مرزائیوں میں طاعون ہے اور ضرور ہے۔

۲۔ یہ کہ طاعون متعدی مرض نہیں۔

۳۔ طاعونی مردوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے، ان کے دفن کفن میں شریک ہونا چاہیے۔

بہت خوب، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمارا مقصود ابھی آگے ہے مگر اس مقصود سے پہلے ہم ایک لطیفہ بتلانا ضروری جانتے ہیں۔

اس تقریر میں بتایا ہے کہ اس جماعت میں اگر اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔ مگر دوسرے ایک موقع پر مرزا جی خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ میرے مرید بدخلق ہیں بدتہذیب نامراد ہیں، ناپاک باطن ہیں وغیرہ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص للّٰہیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد تو بہ نصوح کر کے پھر بھی کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ السلام علیك نہیں کر سکتے۔ چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار التوائے جلسہ۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۱ ص ۴۴۱ ۔ملحقہ شہادت القرآن از مرزا قادیانی۔ ص ۹۹۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۳۹۵)

اس مرزائی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کی تشریف آوری سے اسلام کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ نقصان ہوا ہے۔ خیر یہ بھی سہی، اس سے بھی ہمارا مطلب نہیں بلکہ ہمارا مطلب آگے آتا ہے۔ مرزا جی نے ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے الحکم میں ایک نیا سرکلر جاری کیا جو قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> یہ دن خدا تعالی کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالی نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ غضبت غضباً شدیداً ۔ آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں کی طرف آگ لگی ہوئی۔ میں

اپنی جماعت کے واسطے خدا تعالی سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو حضرت نوح کا طوفان سب پر پڑا (اس کا ثبوت کیا؟ ثناءاللہ)، اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوح کا دعوی اور دلائل کیا ہیں۔ جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالی کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے (جب دونوں مرے تو تمیز کیسی۔ ثناءاللہ)۔ لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔ سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اس کے بعد حقوق عباد کو ادا کرو اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالی پر سچا ایمان لاؤ، اور تضرع کے ساتھ خدا تعالی کے حضور میں دعا کرتے رہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اسے خالی کردو۔ اور جس محلے میں طاعون ہو اس محلّہ سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جائے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے مدد کرو۔ اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنی نہیں کہ اس کے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ، بلکہ اس اثر سے بچو، اسے کھلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اس مرض سے مر جائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو، اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈال دو۔ اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اس کے ارد گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی

چار پائی کو اٹھائیں، باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جائیں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جائے۔ خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں برا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لو گے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کریں گے خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔

مکرراً یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان بہت تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے تو اس کو بلا توقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے۔ گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مرا ہو۔ اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو، نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو، نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا کے ساتھ صلح کر لو۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء؛ قادیانی ملفوظات۔ ج ۹ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ناظرین! خدارا اس مسیح کی حکمت عملیاں دیکھتے جائیں کہ پہلے سرکلر مندرجہ بدر ۴۔ مئی ۱۹۰۵ء میں کیا ہدایتیں کرتا ہے اور کیسا برادرانہ سلوک سکھاتا ہے کہ میت کو ذلیل نہ کرو، پرہیز سے کیا ہوتا ہے۔ ایک ملا سینکڑوں طاعونی مردوں کو غسل دیتا ہے اس کو کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا۔ قرآن مجید سے طاعون کا متعدی ہونا ثابت ہی نہیں بلکہ محض وہم ہے۔ وغیرہ۔ اس کو دوبارہ پڑھیئے۔ مگر اس مضمون میں میت کے قریب جانے سے بھی روکتا ہے۔ تین چار آدمی چار پائی اٹھا کر چلیں بلکہ ہٹ کر دور رہیں بلکہ جنازہ بھی سو گز کے فاصلہ سے پڑھیں۔ واہ سبحان اللہ

مرزائی دوستو! جب بڑے میاں نے پہلی بات کہی تھی اس وقت بھی تم لوگوں نے سبحان اللہ کہا تھا اور جب یہ دوسری بات فرمائی تو اس وقت بھی تم لوگوں نے آمنا و صدقنا کہا۔ اس لئے تمہارے حال پر سخت

رحم آتا ہے کہ تم لوگوں نے بے سوچے سمجھے مرزا جی کو اپنا امام بنا رکھا ہے جسے اتنی خبر نہیں کہ شریعت کے کیا اصول ہیں، یا میں نے پہلے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

ناظرین اس منقولہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹری طریق سے پرہیز کرو اور اسباب پر اعتماد کرو۔ پس اس خلاصہ کو ملحوظ رکھ کر اس بزرگ کا ایک اور قول سنو۔ آپ فرماتے ہیں:

اعلم انّ الاسباب اصل عظیم للشرك الّذی لایغفر۔ و انّها اقرب ابواب الشرك و اوسعها للذی لا یحذر۔ وکم من قوم اهلکهم هذا الشرك و اردی۔ فصاروا کالطبیعین و الدهریین (مواہب الرحمٰن۔ص ۵۔قادیانی خزائن ج۱۹ص۲۲۳)۔یعنی اسباب طبعیہ کا پابند ہونا شرک کی بڑی جڑ ہے جو کبھی نہ بخشا جائے گا اور شرک کے سب دروازوں سے بہت قریب یہ دروازہ (اسباب طبعیہ) کا ہے اور سب سے فراخ اور چوڑا اس شخص کے حق میں جو شرک سے نہیں بچتا۔ بہت سی قوموں کو اس شرک (یعنی اسباب کے استعمال اور بھروسہ) نے گمراہ کر دیا۔ پس وہ طبیعی یا دہریہ ہو گئے۔

مرزا جی کے مریدو! مرزا صاحب سے تم پوچھ سکتے ہو یا ہمیں اپنی طرف سے پوچھنے کی اجازت دے سکتے ہو کہ جب اسباب پر بھروسہ کرنے سے آدمی گمراہ اور مشرک ہو جاتا ہے تو آپ نے ۱۰۔اپریل کے اخبار الحکم (قادیانی ملفوظات۔ج۹ص۲۵۲۔۲۵۳) میں جو سرکلر دیا ہے کہ طاعونی مردے میں زہریلا اثر زیادہ ہوتا ہے اور یہ پرہیز جو آپ نے بتایا ہے، اسباب کے لحاظ سے ہے یا کچھ اور۔ اور پھر آپ بھی اس کی پابندی سے مشرک ہوئے یا نہیں؟

مرزائیو! تمہاری وکالت میں ہم نے سوال تو کر دیا ہے مگر جواب ملنے کی توقع نہیں۔ پس اب تم جانو اور تمہارا امام۔ ہم نے تو تم کو اس شرک کا ثبوت دینا تھا جو دے دیا اب تم جانو اور وہ۔

مرادما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(مرقع قادیانی۔ جولائی ۱۹۰۷ء)

ڈوئی کے متعلق ایک اعتراض

اور اس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرت سر کے ایک مرزائی نے بڑی جانفشانی سے ڈوئی والی پیش گوئی مندرجہ مرقع نمبر ایک پر زبانی ایک اعتراض کیا۔ پہلے تو میں اس کو قابل ذکر نہ جانتا تھا کیونکہ وہ اعتراض محض اس کی بے سمجھی کا نتیجہ تھا اس لئے انتظار تھا کہ باقاعدہ چھپ کر آئے گا تو جواب دیا جائے گا۔ چنانچہ بعد معمولی گفتگو کے یہی جواب میں نے اس کو زبانی بھی دیا مگر چونکہ بعض قرائن سے معلوم ہوا کہ امرتسر کے مرزائی اس اعتراض کو بہت بڑا وزنی جانتے ہیں اس لئے اس کا ذکر مع جواب کے کیا جاتا ہے۔

اعتراض یہ تھا کہ ڈوئی کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی بلکہ محض دعوت دی تھی کہ مقابلہ کے لئے آؤ، یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ پیش گوئی بھی تھی چنانچہ آپ ہی کی منقولہ عبارت مرقع نمبر ایک سے پیش گوئی ثابت ہوتی ہے جو یہ ہے کہ:

اگر اس (ڈوئی) نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا اور یا اپنی لاف وگزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا۔

مگر حقیقت میں معترض کو اس عبارت کی ترکیب سمجھنے میں غلطی ہوئی اس لئے بہتر ہے کہ اس کی ترکیب اس کو اور اس کے دیگر ہم خیالوں کو بتا دی جائے غالباً ترکیب کا سمجھنا ان کی غلط فہمی کے دور کرنے کو کافی ہوگا۔ پس ترکیب یہ ہے۔

اگر، سے لے کر، جواب نہ دیا، تک جو فقرہ ہے یہ شرط اول ہے اور، یا، سے لے کر، دعا کر دی، تک یہ فقرہ شرط دوم ہے۔ اور، پھر، سے لے کر، اٹھایا گیا، تک اس دوسرے فقرہ پر عطف، تو یہ تمام امریکہ کے

لئے نشان ہوگا، یہ فقرہ دونوں شرطوں (اول اور دوم) کی جزا ہے۔ ..

کلام یوں ہے کہ اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا، تو امریکہ والوں کے لئے نشان ہوگا، اور اگر اس نے دعا کر دی اور پھر مر گیا تو بھی امریکہ والوں کے لئے نشان ہوگا۔ اس کلام سے ثابت نہ ہوا کہ نوٹس کے جواب نہ دینے کی صورت میں بھی وہ مر جائے گا بلکہ اس کا مرنا دعا کرنے پر مرتب ہے۔ چنانچہ ریویو آف ریلی جنز قادیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نوٹس کے بعد مرزا نے ایک اشتہار دیا جس کی بابت اڈیٹر ریویو نے لکھا ہے کہ، اس اشتہار کا عنوان یہ تھا، بگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیش گوئیاں، جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اب یہ خالی مباہلہ کی دعوت نہیں رہی تھی۔ (دیکھو مرقع نمبر ایک ص ۱۲)

اس اقتباس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس اشتہار سے پہلے کے تمام اشتہارات صرف دعوت مباہلہ تھے، پیش گوئی نہ تھے۔ پس اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ڈوئی کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی پیش گوئی نہیں ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مرے گا۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو ہمیں دکھلائے اور انعام پائے۔ و لن تفعلوا فا تقوا النار التی وقو د ھا الناس و الحجارة (مرقع بابت جولائی ۱۹۰۷ء۔ جلد اول نمبر ۲)

گلدستہ قادیانی

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ: افسوس دو تین ہفتوں سے مرزا صاحب قادیانی کو الہامات کی بندش ہے گویا قبض ہے۔ مستفیضان درگاہ منتظر رہتے ہیں مگر جواب نفی میں ملتا ہے:

آنچہ دانا کند کند نادان لیک بعد از حصول رسوائی

ضلع گجرات پنجاب میں ایک مرزائی لڑکا آلودہ طاعون ہوکر صحت یاب ہوا۔ اس پر مرزائیوں نے مشہور کیا ہے، مسیح نے مردہ کو زندہ کیا۔ چہ خوش:

ایں کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید و گفتہ باراں شد

حالانکہ سینکڑوں طاعون زدہ اچھے بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے دوست حکیم محمد الدین صاحب امرتسر

چوک لوہگڈھ میں مطب کرتے ہیں جن کے ہاتھ سے ہر موسم میں کئی طاعون زدہ اچھے ہوتے ہیں، تاہم نہ وہ مسیح ہیں نہ مہدی۔

مرزائیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ مولوی فیروز الدین مرحوم ڈسکوی بھی مرزائی تھے حالانکہ انہوں نے کئی دفعہ بلکہ ایک دفعہ سیالکوٹ کی عدالت میں ہمارے سامنے مرزائی ہونے سے مخالفت کا اظہار کیا تھا۔ کاش ان کی زندگی میں ایسا دعوی کرتے تاہم امید ہے کہ مولوی صاحب کے خاص سیالکوٹی دوست اس پر روشنی ڈالیں گے۔

مرزا صاحب نے فتوی دیا ہے کہ بموجب صحیح حدیث طاعون کی ابتدائی حالت ہو تو اس شہر سے نکل جانا چاہیے (بدر ۲۰ جون ۱۹۰۷ء) کیا مرزا جی بتا سکتے ہیں کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ اگر نہ بتاویں تو بموجب حدیث شریف، جو جھوٹی حدیث سنانے والے کے لئے ہے.... (مرقع بابت جولائی ۱۹۰۷ء ۔جلد اول نمبر ۲)

مرقع قادیانی پر اخبار بدر کی رائے

ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کو روشن کرنے اور اس کے حجم کو موٹا کرنے کے لئے اور دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مامور من اللہ کے مقابل میں ہر قسم کی کوشش عبث جاتی ہے اور آخر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، ایک رسالہ اس نام کا ماہوار نکالا ہے۔ دو نمبر چھپ چکے ہیں۔ طرز استدلال ایسا بھونڈا اور دلائل ایسے کمزور ہیں کہ میرے خیال میں جواب کی بھی بہت کم ضرورت ہے۔ جو عبارتیں ہماری کتابوں سے نقل کرتا ہے انہی میں اسکے اعتراض کا جواب ہوتا ہے..(بدر قادیان۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دستور کی بات ہے جو کوتوال بدمعاشوں کو سخت گیر ہوتا ہے بدمعاش اسی کے سخت شاکی ہوتے ہیں ۔اس لحاظ سے یہ ریویو نہایت ہی موزوں ہے۔ ہم منتظر ہیں کہ اڈیٹر بدر ہمارے مواخذات کے جوابات اپنی

انہی کتابوں سے کیا دکھاتے ہیں جن سے ہم عبارات نقل کرتے ہیں اور کس طرح اپنی راست گوئی کا ثبوت دیتے ہیں۔ خطرہ ہے کہ آپ کا یہ کلام اسی راست گوئی پر مبنی نہ ہو جس پر آپ غیر باپ (حکیم نورالدین) کو اپنا باپ لکھا کرتے ہیں۔

(مرقع قادیانی۔ ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۴)

مرزا کی موت کی پیش گوئی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیان کے مرید راسخ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ بیس سال مرید رہ کر مرزا صاحب کے جال سے بتائید الٰہی نکل گئے ہیں۔ جہاں تک ہمیں آپ سے تعارف ہے آپ جوان صالح ہیں (و اللہ حسیبہ) ڈاکٹر صاحب نے حکیم نورالدین قادیانی امت کے خلیفہ کے خط کے جواب میں ایک خط ان کو لکھا ہے جو قادیانی اخباروں میں مع اعتراضات کے شائع ہوا ہے۔ ناظرین کی دل چسپی کے لئے ہم بھی اسے نقل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

مجھ کو خداوند عالم کی طرف سے ذاتی حفاظت کی نسبت الہامات ذیل ہو چکے ہیں:

۱۔ دنیا میں طاعون خواہ کسی شدت سے پھیلے مگر تو طاعون سے ہلاک نہ ہوگا کیونکہ خداوند عالم تجھ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔

۲۔ خداوند عالم ہے میرا محافظ۔

۳۔ وما ارسلناك الاّ رحمة للعالمين۔

۴۔ انك لمن المرسلين۔

۵۔ ولمن خاف مقام ربه جنتان،

۶۔ انا ارسلنا ك بالحق بشيراً و نذيراً و لا تسئل عن اصحا ب الجحيم۔

۷۔ دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا اور میں مسیح ہوں۔

۸۔ يا عيسى انى متو فيك و رافعك الىّ و مطهر ك من الذين كفروا و جاعل الذين اتبعو ك فوق الذين كفروا الى يو م القيا مة

مرزا کی نسبت ۲ جولائی ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا:

آج سے ۱۴ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

مولانا (نورالدین)! گالیاں نکالنا تو ملعون کا کام ہے نہ خدا کے مسیح اور مرسل کا۔ خداوند عالم شاہد ہے کہ میں نے آج تک ایک بھی سخت لفظ مرزا یا مرزائیوں کی نسبت اپنی زبان یا قلم سے ظاہر نہیں کیا بلکہ وہی کہا اور وہی لکھا جو بار بار صفائی کے ساتھ خداوند تبارک وتعالی کی طرف سے مجھے معلوم ہوا

دجال کذاب مسرف عیار الطاغوت شیطان شریر بدمعاش وغیرہ الفاظ جو میں نے مرزا کی نسبت استعمال کئے وہ بار بار خوابات صحیحہ میں معلوم ہونے کے بعد اور پھر واقعات وحالات مرزا سے تصدیق ہوجانے کے بعد استعمال کئے و الله على ما نقول شهيد

تعجب ہے کہ آپ (یعنی نورالدین) حق اور واقعی امور کو گالیوں میں شمار کرتے ہیں۔ آج خواب میں مجھے مرزا کی حالت ایک شیشے کی صورت میں دکھائی گئی جس کا بہت سا حصہ سیاہ ہوگیا ہے اور تھوڑا سا شفاف ہے۔ اس تھوڑے سے حصے پر کبھی سیاہی پھر جاتی ہے اور کبھی شفاف ہوجاتا ہے کہ گویا ایک... بیان ہے کہ مرزا کو فطری استعداد عمدہ ملی ہے مگر اس پر نفس پرستی کی سیاہی پھر گئی ہے۔ جب کبھی وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اضطراری دعائیں کرتا ہے تب کچھ حصہ صاف ہوجاتا ہے مگر پھر وہ حصہ سیاہ ہوجاتا ہے۔

(بدر ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب کے ان الہامات کی نسبت ہم تو وہی کہیں گے جو ہم کو قرآن مجید نے سکھایا ہے کہ ان يك كا ذباًفعليه كذ به و ان يك صادقاً يصبكم بعض الذى يعدكم اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال

اس پر ہے، اور اگر سچا ہے تو جن باتوں سے تم کو ڈراتا ہے وہ ضرور تم کو پہنچ کر رہیں گی۔

ہر ایک الہام اور خبر غیبی کی نسبت ہم کو ہدایت ہے کہ پیش از وقت ہم یہی کہیں۔ ہاں جس کا کذب یا صدق ظاہر ہو جائے اس کی نسبت ایک جانب (کذب یا صدق) کی رائے یقینی قائم کر سکتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب یا کوئی مرزائی ان الہامات پر چوں چرا کرنے کا حق نہیں رکھتا کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون وچرا سے باز آجائے (ازالہ اوہام۔ طبع اول۔ ص ۱۴۸)

مگر افسوس ہے کہ باوجود اس مرزائی سرکلر کے قادیانی الحکم اور بدر کے اڈیٹر ان الہامات پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور علماء کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس کے متعلق مخالف رائے ظاہر کریں چنانچہ اخبار بدر قادیان کی عبارت یہ ہے:

قابل غور یہ ہے کہ اس خط میں ڈاکٹر موصوف نے اپنے الہام کی بنا پر کھلا دعوی مسیح اور عیسی ہونے کا کیا ہے اور خدا کا رسول اور نذیر اور بشیر ہونے کا بھی مدعی ہوا ہے۔ اب دیکھنے کے قابل یہ امر ہے کہ علماء اس کے متعلق کیا حکم لگاتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس جوش اور سرگرمی کے ساتھ علماء زمانہ نے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت پر شور مچایا تھا اور مکہ تک سے کفر کے فتوی طیار کرائے تھے، وہ جوش ڈاکٹر صاحب کے متعلق ہرگز نہ ہوگا بلکہ ممکن ہے کہ اس کو کوئی پوچھنے ہی نہ پائے اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے معاملہ میں شیطان اپنے پورے زور کے ساتھ خدا کے برگزیدہ رسول کے مقابلہ میں مصروف ہے لیکن ڈاکٹر صاحب جیسوں کے درمیان خود شیطان اپنا تسلط جمائے ہوئے ہیں تو مخالفت میں کیوں زور لگائے خدا کے نیک بندے تو جانتے ہیں کہ یہ خود بخود اپنے ضروری انجام کو دیکھ لے گا۔ (بدر ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ ان الہامات میں اگر کوئی بات قابل اخذ ہے تو دعوی رسالت کا الہام ہے۔ سو اس کی بابت ڈاکٹر صاحب نے ایک مفصل مضمون چھپوایا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا دعوی ہرگز رسالت کا نہیں بلکہ وہ اس کو کفر جانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں یہ الفاظ مجھ پر وارد ہوئے ہیں جو حقیقی معنی کے لئے نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی ڈاکٹر صاحب کی گویا تائید کرنے کو براہین احمدیہ میں لکھا ہے:

اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیے کہ کیونکر ایک ادنی امتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہوسکے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنخضرت ﷺ کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہوسکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مانے کی جگہ نہیں چہ جائے کہ کسی اور کو آنخضرت ﷺ کے کمالات سے کچھ نسبت ہومگر اے طالب حق ارشدک اللہ تم متوجہ ہوکر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اسکی قبولیت کی کامل شعائیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنخضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں خدا ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہر پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات ﷺ کا اپنی غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لئے کہ جو وجود باوجود حضرت نبوی ہے مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے اس لئے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کے اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں ہے وہ اس شخص اصلی کی تصویر ہے جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ (براہین ۔ص ۲۴۲ حاشیہ درحاشیہ)

یہی دعوی ڈاکٹر صاحب کا ہے۔ پس جب تک ڈاکٹر صاحب خود ان الہامات کی تاویل کرتے رہیں گے اور دعوی نبوت کو کفر جانیں گے، علماء اسلام بھی ان کی نسبت وہ فتوی نہیں دیں گے جو مرزا صاحب کی نسبت دیا ہوا ہے۔ علاوہ اس کے ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خود بھی ان الہامات کے متعلق کچھ لکھیں گے کیونکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ بہر حال ہمیں خوشی ہے کہ مرزا صاحب کی مدتوں کی خواہش پوری ہوگئی

، جو وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی ہے کہ میری طرح اپنی حفاظت کی پیش گوئی کرے۔ اب تو ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے یہ کام کر دیا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے شاید یہ اچھا نہ کیا کہ مرزا صاحب کی موت کی پیش گوئی چودہ ماہ کر دی۔ ہمیں خطرہ ہے کہ مرزا صاحب بھی عبداللہ آتھم کی طرح کہیں دل میں نہ ڈر جائیں تو جیسا (بقول مرزا) آتھم کی موت میں تاخیر ہو گئی تھی ان کی موت میں بھی تاخیر ہو جائے پھر ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو بھی مرزا صاحب قادیانی سے حلف اٹھوانے تک نوبت پہنچے گی۔ بہر حال ہم ان دونوں الہامیوں کی جنگ کے نتیجہ کے منتظر ہیں۔

(مرقع قادیانی۔ ستمبر ۱۹۰۷ء)

مرزا قادیانی
اور مولوی محمد حسین بٹالوی

مرزا صاحب نے مولوی صاحب موصوف کی نسبت یہ الہام مدت کا شائع کر رکھا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح آخر کار میری طرف رجوع کر آئیں گے اس کا ظہور آج تک جو ہوا بر عکس ہوا۔ تازہ خبر یہ ہے کہ ۱۹ جولائی کے اخبار سول ملٹری گزٹ انگریزی میں مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب کے برخلاف ایک مضمون لکھا یا جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ مرزا دعوی کرتا ہے کہ میں جہاد کا مخالف ہوں میرا مرید عبداللطیف جو کابل میں مارا گیا اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے جہاد کی مخالفت کی تھی اس لئے امیر صاحب نے اسکو مروا دیا۔ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے میرے پاس دربار کابل کے ایک معزز رکن کا خط ہے کہ جس وقت عبداللطیف کے قتل کا حکم ہوا اس وقت جہاد کا کوئی ذکر نہ تھا بلکہ اصل بات یہ تھی کہ عبداللطیف مقتول نے مرزائی نبوت جدیدہ کا اعلان کیا اور حضرت مسیح کی شان میں گستاخی کی تھی اس لئے بحکم علماء وقت اس کو قتل کرایا گیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے یہ بھی لکھا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مسلمان خونی مہدی اور مسیح کے منتظر ہیں اور کہ مسلمان ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے متمنی ہیں اسکا جواب مولوی صاحب

موصوف نے لکھا یہ بھی تمہارا قول غلط ہے کتب حدیث میں کوئی صحیح روایت نہیں آئی کہ مہدی اور مسیح جنگ کریں گے بلکہ وہ اپنے معجزات اور کرامات سے اسلام پھیلائیں گے۔اس پر مرزائی اخبار بدر ۲۵ جولائی اورالحکم ۳۱ جولائی میں اپنی راستی کا اظہار کرتے ہوئے بڑے موٹے قلم سے مندرجہ ذیل نوٹس شائع کیا ہے کہ:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے تو رجوع کرلیا ہے امید ہے کہ دوسرے علماء بھی جن میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں اپنے عقیدہ سے آگاہی عطاء فرمائیں گے۔

حضرت اقدس مرزا کے برخلاف بہت شور علماء نے اس وجہ سے مچا رکھا تھا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ آنے والا مسیح موعود اور مہدی معہود تلوار نہیں چلائے گا،نہ کفار کو قتل کرے گا، بلکہ امن اور صلح کاری کے ساتھ دلائل قاطع اور حجج نیرہ اور نشانات ساوی کے ذریعہ سے اسلام کی فتح تمام ادیان باطلہ پر کردے گا۔ برخلاف اس کے علماء اسلام کا عقیدہ جیسا کہ ان کی کتب میں درج ہے (ان کی کتب تو قرآن وحدیث ہیں پھر تم مسلمان کہلا کر کیوں انکار کرتے ہو۔مرقع) یہ ہے کہ ایک مہدی ایسا آنے والا ہے جو کہ اسلام کی ظاہری سلطنت کو دنیا کے اندر قائم کرے گا اور کفار کو تلوار کے ذریعہ مغلوب کردے گا۔اب اخبار سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں جو کہ لاہور سے شائع ہوتی ہے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک مضمون شائع کیا ہے کہ مسلمانوں میں علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ آنے والا مہدی یا مسیح تلوار نہیں چلائے گا بلکہ صرف امن اور صلح کے ساتھ اپنا کام کرے گا گویا مولوی صاحب موصوف کے نزدیک تلوار چلانے والے یا جلالی سلطنت قائم کرنے والے مہدی کا عقیدہ صرف ان لوگوں کا ہے جو کہ جاہل ہیں ہمیں اس بات کے پڑھنے سے خوشی ہے کیونکہ جو عقیدہ حضرت مرزا صاحب اتنی مدت سے شائع کررہے ہیں اور جس کی وجہ سے آپ پر کفر کا فتوی لگایا گیا تھا اور جو کہ صحیح اسلامی عقیدہ ہے وہی آخر کار مولوی صاحب نے اختیار کیا بلکہ شائع کیا خواہ وہ اشاعت سردست انگریزی زبان میں ہی ہولیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف کی اصطلاح کے مطابق ہندوستان پنجاب کے مولویوں میں سے کون کون عالم کہلانے کا حق رکھتے ہیں اور کون کون جاہل کہلانے کے مستحق ہیں اس واسطے ہم تمام مولوی صاحبان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے عقیدہ سے ہم کو مطلع فرما کر مشکور فرماویں جو صاحب اطلاع نہ دیں گے ان کی نسبت بہر حال یہی یقین کرنا

پڑے گا کہ وہ اپنے پرانے عقیدہ پر قائم ہیں کہ ایک تلوار چلانے والا مہدی آخری زمانہ میں پیدا ہوگا جس کی سلطنت ظاہری بھی ہوگی اور جو کفار کو مغلوب کرلے گا بعض مولوی صاحبان کے نام درج ذیل ہیں اور اس غرض سے ان کی خدمت میں یہ اخبار روانہ کیا جاتا ہے

مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، مولوی عبدالحق صاحب غزنوی، مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی۔ قاضی سلیمان صاحب پھلواروی (شاید منصور پوری لکھنا مقصود تھا۔ بہاء) مولوی محمد اسحاق صاحب پٹیالہ، مولوی محمد حسن صاحب لودہانوی، مولوی محمد بشیر صاحب ساکن دہلی، مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالواحد صاحب امام مسجد چینیاں۔ حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآباد

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اس مختصر سے مضمون میں قادیانی دجال نے کئی ایک دجل کئے ہیں۔ پہلے تو یہ کہ علماء کرام اس لئے مخالف ہیں کہ مرزا صاحب مہدی اور مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ تلوار نہیں چلائے گا۔ محض جھوٹ اور افتراء ہے بلکہ علماء آپ سے اس لئے ناخوش ہیں کہ آپ خود مہدی اور مسیح بنتے ہیں اور انبیاء خصوصاً حضرت مسیح کی توہین کرتے ہیں غور سے سنو آپ (ازالہ اوہام میں) لکھتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

اور دافع البلاء میں فرماتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

علاوہ اس کے اور بھی کئی ایک مقامات پر آپ نے لکھا ہے کہ مسیح کی باطنی صفائی کامل نہ تھی اسی لئے اس کی تبلیغ کا نمبر کم ہے۔ یہ اور اس جیسے اور بہت سے خیالات مل کر آپ کو علیحدہ کرنے کے اسباب ہیں نہ صرف یہ کہ مہدی اور مسیح جنگ نہیں کریں گے

دوسرا دجل آپ نے یہ کیا ہے کہ اپنا عقیدہ یہ قدیمی لکھا ہے حالانکہ براہین احمدیہ میں جو آپ کا الہامی تھیلہ ہے اس کے خلاف آپ لکھ چکے ہیں جس کو اب تیسری چھاپ کر شائع کیا ہے پس غور سے سنئیے۔ آپ فرماتے ہیں:

هو الذی ارسل رسو له با لهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

(ترجمہ۔خدانے اپنارسول ہدایت اور دین برحق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ سب دینوں پر اس کو غالب کرے) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا (براہین احمدیہ ج ۴)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ایک تو حضرت مسیح کی حیات جس کو اب وہ شرک اور کفر قرار دیتے ہیں حالانکہ الہامی تھیلہ لکھتے وقت ذات شریف خود اس شرک کی مرتکب اور اس کفر کی قائل تھی۔اسی لئے ہم اب اس مسئلہ (حیات مسیح) پر بحث کرنے کی حاجت نہیں جانتے، حالانکہ مرزائی بڑی کوشش سے ہماری توجہ اس طرف پھیرتے ہیں۔

دوئم دوبارہ تشریف لانا۔

سوئم حضرت مسیح موعود کا جسمانی اور ملکی سیاست اور حکومت کے ساتھ آنا (بہت خوب چشم ماروشن دل ماشاد)

بتلایئے یہ تحریر آپ کی ہے یا کسی دشمن نے آپ کے الہامی تھیلہ میں بھر دی ہے۔پس ہم بڑی خوشی سے کہتے ہیں کہ یہی ہمارا اعتقاد ہے جو آپ کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے،اور ہم آپ کی طرح کسی انسان کی خوش آمد میں اس عقیدہ کو بدل نہیں سکتے اور نہ بدلنے کی کوئی وجہ ہے۔

تیسرا دجل آپ نے یہ کیا ہے کہ اس تحریر میں رجوع کا لفظ لکھوا کر اپنی پیش گوئی متعلقہ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے سچے کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔مگر یاد رکھو کہ ہمارے پاس اس پیش گوئی کے اصل الفاظ موجود ہیں،ہم کبھی آپ کی چالاکی چلنے نہ دیں گے امید ہے کہ مولوی صاحب خود بھی اس کا مفصل جواب لکھیں گے اگر کوئی اور صاحب بھی لکھیں گے تو بشرط مفید عام ہونے کے درج کیا جائے گا۔

(مرقع قادیانی۔ستمبر ۱۹۰۷ء)

سرسید احمد اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون میں ہم ان دونوں نام آوروں کی پبلک زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پبلک زندگی سے ہماری مراد فن تصنیف ہے جس کی وجہ سے ان دونوں نام آوروں کو نام آوری نصیب ہوئی ہے۔ اسی فن میں ہم ان کا مقابلہ دکھائیں گے اور اس سے زیادہ یہ نہیں ہوگا کہ ان میں سے کسی ایک کے مذہبی خیالات کے ہم منکر یا مؤید ہوں بلکہ صرف فن تصنیف میں مقابلہ منظور ہے۔

چنانچہ ہم پہلے فن تصنیف کی ایک مختصر سی تعریف کرتے ہیں۔

تصنیف کے معنی ہیں واقعات صحیحہ کو جمع کر کے نتیجہ نکالنا۔ غلطی ہو جانا اور بات ہے مگر واقعات صحیحہ کا پیش کرنا بہت ضروری ہے۔ پس اس تعریف کے مطابق ہم ان دونوں مصنفوں کا مقابلہ دکھاتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ سرسید احمد کے مذہبی خیالات کچھ بھی ہوں مگر ان میں بڑا کمال تھا کہ واقعات کی تلاش میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مخالف عبارت یا مخالف کے کلام کو نقل کی ضرورت ہوتی تو پوری نقل کر کے کتاب اور صفحات کا حوالہ بھی دیتے۔ چنانچہ ان کی تصنیفات تفسیر خطبات وغیرہ کے دیکھنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کی تصنیفات دیکھنے سے ان کا معتقد مخالف سے باقاعدہ مباحثہ کرنے پر قدرت پا سکتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ایسے نہیں بلکہ مخالف کے کلام کو جہاں نقل کرتے ہیں ایسی طرح سے کرتے ہیں کہ نہ اس کا سر سالم رہتا ہے نہ پیر۔

اگر ہم اس دعوی کو یوں ہی بے حوالہ چھوڑ دیں تو ہم بھی مرزا صاحب کی طرح ہوں گے اس لئے ہم صحیح صحیح واقعات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مخالفین اسلام کے مقابلہ پر مرزا صاحب کے مد مقابل شروع سے آریہ سماجی رہے ہیں ہمیشہ ان کو

ان سے پالا رہا، تو کیسا ضروری تھا کہ مرزا صاحب ان کے متعلق جو کچھ لکھتے باقاعدہ لکھتے۔ مگر ناظرین دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ایسے بڑے مخالف کے سامنے بھی مرزا صاحب دون کی لیتے ہیں۔ آریوں کی بابت آپ (شحنہ حق۔ ص ۵۴۔ قادیانی خزائن ج ۲ ص ۳۷۱ پر) لکھتے ہیں :

براہین احمدیہ کا نام براہین احمقیہ کر کے بار بار لکھنا یہ بیدِ بےثمر کی تہذیب ہے ان بیدوں (ویدوں) نے بجز گالیوں اور بدزبانیوں کے اور کیا سکھلایا ہے۔ جابجا اول سے آخر تک یہی شرتیاں ویدوں میں پائی جاتی ہیں کہ اے اِندر ایسا کر کہ ہمارے سارے دشمن مر جائیں ان کے بچے مر جائیں اور ہمیشہ کے لئے ان کی دولت ان کا ملک ان کی گئویں، گھوڑے زمین وغیرہ سب ہم کو مل جائے۔

دیکھئے اتنا بڑا تو دعوی ہے مگر ثبوت کہیں نہیں۔ نہ پوری عبارت نقل کی ہے نہ کسی کتاب کا بحوالہ صفحہ پتہ ہے۔ کیا ایسی تحریر کو دیکھ کر کوئی شخص مخالف سے مناظرہ کر سکتا ہے۔ جب وہ حوالہ مانگے تو قادیان جا کر لائے۔ مگر وہاں سے لانا تو چیل کے گھونسلے سے ماس لانے سے مشکل ہے۔ یہ تو ہوا ان کا برتاؤ مخالفین اسلام سے۔ اب سنئیے کہ مخالفینِ ذات شریف سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے برخلاف مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے فتح رحمانی۔ مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح۔ قصوری مرحوم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر گذشتہ زمانے کے ایک کاذب مہدی کی ہلاکت کا قصہ لکھا کہ محمد طاہر کی دعا سے وہ ہلاک ہوا تھا۔ اس کے بعد یوں لکھا :

یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع البحار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غارت کیا تھا، ویسا ہی دعا اور التجا اس فقیر قصوری کان اللّٰہ لہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا:

فقطع دابر القوم الّذین ظلموا۔ و الحمد للّٰہ رب العالمین انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر آمین ۔ (فتح رحمانی۔ ص ۲۷)

اس دعا کا مدعا صاف ہے کہ خداوندا، یا تو مرزا صاحب کو توبہ کی توفیق دے یا ہلاک کر۔ مگر یہ دعوی مولوی صاحب قصوری نے اس میں نہیں کیا کہ میری زندگی ہی میں اس کو ہلاک کر۔ نہ یہ کہا ہے کہ جو جھوٹا ہو وہ پہلے مر جائے۔ بلکہ مولوی صاحب کی دعا کے الفاظ میں وہ وسعت ہے کہ جب بھی مرزا صاحب بغیر توبہ کے مریں گے ان کی دعا قبول سمجھی جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر خدا ﷺ کی دعا کا اثر مسیلمہ پر یہ ہوا تھا کہ آپ کے بعد مرا، مگر آخرکار چونکہ بے نیل ومرام مرا اس لئے دعا کی صحت میں شک نہیں۔ پس مولوی صاحب قصوری کی دعا کا مدعا یا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مرزا صاحب میری زندگی میں مریں، یا یہ کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی نے تو اتنا بھی نہیں کیا۔ اب سنیئے مرزا صاحب ان دونوں بزرگوں کی نسبت کیا لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا۔ اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔

(اربعین نمبر۳ ص۹؛ قادیانی خزائن جلد ۱۷ ص ۳۹۴)

اس عبارت کا مدعا مولوی صاحب قصوری کی عبارت سے بالکل الگ ہے۔ اور اس محرفہ عبارت میں یہ نہیں ہے کہ ہم (مولوی ومرزا) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائیگا، بلکہ وہ مرزا صاحب کو کاذب قرار دے کر (بقول مرزا) بددعا کرتے ہیں۔ لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب (اربعین نمبر۳ ص ۱۱۔ خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۷) پر پھر اس محرفہ عبارت میں ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی (یہ ہم بھی مانتے ہیں۔ مرزائیو! یاد رکھنا کہ کوئی میعاد نہیں لگائی۔ ثناء اللہ) یہی دعا کی کہ یا الٰہی اگر میں مرزا غلام احمد کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے، اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔ دیکھو

کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔

اس عبارت میں کیسی صفائی کا ہاتھ دکھایا ہے لکھتے ہیں کہ، اس نے دعا ہی یہ کی تھی ،۔ حالانکہ اس کو اس دعا کی خبر تک نہ ہوگی۔ بھلا ایسی دعا وہ کیسے کر سکتا تھا۔ کیا اسے معلوم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال کر گئے...مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔ کیا کسی اہل علم کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ اس قسم کی دعا کرے۔ مگر چونکہ دونوں مولوی صاحبان انتقال کر گئے اس لئے مرزا صاحب کو ایک موقع بات بنانے کا مل گیا۔ بس انہوں نے جھٹ سے اپنے مریدوں کی عقلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، بلکہ کر ہی لیا، اور اپنے دل میں یقین کر لیا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے اتنی تحقیقات کرے گا کہ اصل کتاب میں کیا ہے۔ مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ امرتسر سے مرقع نکلنے والا ہے۔

اور سنیئے ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ (قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو۔ ص ۷)

اس عبارت میں کس دلیری سے کام لیا ہے کہ لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر لکھتے ہیں کہ:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔

مرزائیو! خدارا، ذرا انصاف کر کے ہم کو دکھا دو کہ مولوی غلام دستگیر نے کہاں یہ لکھا ہے:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔

معاذ اللہ، استغفر اللہ! کیسی خیانت مجرمانہ ہے کہ مخالف کے کلام کو بگاڑ تگاڑ کر مسخ صورت بنا کر پیش کیا جائے۔ پھر اس خیانت مجرمانہ کو معجزہ قرار دیا جائے۔ چہ خوش

این کرامت ولی ماچہ عجب
گر بہ شاشید گفت باراں شد

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب صاف صاف اور صحیح صحیح واقعات سے اپنی کامیابی نہیں جانتے، جب ہی تو ایسی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چونکہ وہ جانتے ہیں کہ مخالف کی کتاب ہر ایک کے پاس

تو ہوگی نہیں، پس جو کوئی ہماری تحریر دیکھے گا وہ لٹو ہو رہے گا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جتنے ہمارے مریدین ہیں خیریت سے ان کو اتنی توجہ ہی نہیں کہ کسی غیر کی سچی بات کو بھی سن سکیں، اس لئے اگر کوئی مخالف ان کو اصل عبارت دکھائے گا تو ان کو اثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہم نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے کہ عوام کا الانعام تو کیا اچھے پڑھے لکھے مولوی صاحبوں اور بابوؤں سے کہا کہ مرزا صاحب کا یہ دعوی مولوی صاحبان کی تصنیفات سے دکھا دو۔ دونوں مرحوموں کی کتابیں ان کے سامنے رکھ دیں۔ کتابوں کو ادھر ادھر الٹ کر کچھ بڑبڑا کر چلتے بنے۔

ایک روز میرے پاس دو مرزائی آئے اور مرزا صاحب کی تعریفات میں رطب اللسان ہونے لگے۔ میں نے کہا خدا تعالی نے فرمایا تنزل علی کل افاك اثيم ۔یعنی جھوٹ بولنے والے الہام ربانی کے مخاطب نہیں ہو سکتے بلکہ شیطان کے ہوتے ہیں۔ اس آیت سے ایک عام اصول ملتا ہے کہ ملہم اگر جھوٹ بولتا ہے تو وہ ہرگز ملہم ربانی نہیں خواہ وہ کچھ ہی دکھائے۔ ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے ہیں۔ مرزا صاحب نے (اعجاز احمدی ص ۲۳۔ قادیانی خزائن۔ ج ۱۹ ص ۱۳۲ پر) میری نسبت لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ دو دو آنہ کیلئے در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارہ ہے۔

حالانکہ نہ میں نے کبھی کفن کے پیسے لئے، نہ وعظ پر میرا گذارہ ہے نہ وعظ گوئی میرا پیشہ۔ امرتسر اور پھر بیرون جات کے دوست و دشمن شہادت دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں کسی مسجد کا امام بھی نہیں۔ پھر جو میری نسبت لکھا دو پیسہ کے کفن اور دو آنے کے وعظ پر گزارہ کرتا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے؟ بتاؤ۔ مگر افسوس کہ میری تقریر ان پر یوں معلوم ہوتی تھی گویا گرم لوہے پر پانی کا چھینٹا ٹھہرتا ہی نہیں۔

اب ہم ایک مثال اس امر کی دیتے ہیں کہ مرزا صاحب جس طرح مطلب براری کے لئے مخالف کے کلام کو بگاڑ دیتے ہیں، آڑے وقت پر اپنے حق میں بھی اسی ہتھیار سے کام لیا کرتے ہیں۔ یعنی اپنے کلام کو بھی مروڑ تروڑ کر سیدھا کر دیتے ہیں۔ آپ نے پادری آتھم کی بابت لکھا تھا:

۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ (جنگ مقدس۔ ص ۲۱۰۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۲۹۲)

مگر باوجود اس تصریح اور تحدید پندرہ ماہ کے اس سیدھی تحریر پر بھی مرزا صاحب نے اپنا دست

شفقت یوں صاف کیا کہ اس کا مطلب یوں لکھتے ہیں:

میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائیگا۔ (اربعین نمبر۳ص ۱۱۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۳۹۷)

یہی عبارت کئی جگہ لکھی ہے۔مرزائیو! خدارا اتنا تو سوچو کہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے جو دعوی کیا ہے کہ، یہ کہا تھا۔اس، کہا تھا، کا لفظ غور سے دیکھو۔پھر اصل مقام پر الفاظ پڑھو۔دہلی اور دیگر مقامات کے اہل زبان اور اردو دان مرزائی دوستو! ان عبارتوں کا مقابلہ کر کے دیکھو اور، کہا تھا، کا مضمون سمجھ کر بتاؤ کہ کرشن جی نے یہی کہا تھا جو اس عبارت میں دعوی کیا ہے۔خدارا، اصل مقام کو جنگ مقدس صفحہ ۲۱۰ سے نکال کر سامنے رکھو اور اس عبارت کو بھی دیکھو۔پھر بتاؤ کہ جھوٹے کے سر سینگ ہوتے ہیں۔میں یقین رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ میں تم سمجھ جاؤ گے جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔

اور اگر تم ان دونوں مقاموں کا مطلب ایک ہی سمجھو تو ہمیں یقین نہیں کہ تم کچھ بھی سمجھ سکو۔ فمال هؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثاً

اب ہم تم سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر آتھم والی پیش گوئی کا یہی مطلب تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے گا اور اس کی میعاد پندرہ ماہ کوئی نہ تھی، تو پندرہ ماہ کے ختم ہونے پر تم پر حشر کیوں قائم ہوا تھا۔کیوں سعدی لدھیانوی مرحوم نے مرزا صاحب کو لکھا تھا کہ

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی　　نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

کیوں مرزا صاحب نے اس وقت یہ عذر نہ کیا کہ ابھی تو میں زندہ ہوں پھر پیش گوئی کا کذب کیسے؟ کیوں نہ یہ کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میری زندگی میں مرے گا۔جب تک میں زندہ ہوں پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔کیوں یہ عذر نہ کیا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ آتھم دل سے رجوع کر گیا۔جس کی تفسیر بھی خیریت سے یہ کی کہ دل میں ڈر گیا۔پھر اس ڈرنے کے یہ معنی بتائے کہ امرتسر سے فیروز پور جارہا۔واہ سبحان اللہ۔کوہ کندن وکاہ بر آوردن، اسے ہی کہتے ہیں۔

ان تمثیلات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرسید احمد مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے خواہ کچھ ہی ہوں، فن

تصنیف میں وہ امانت دار اور دیانت دار تھے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی مذہبی اعتقادات سے قطع نظر فن تصنیف میں بھی اعلی درجہ کے خائن تھے۔ مخالف کے کلام کو صحیح نقل نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ بوقت ضرورت اپنے کلام کو بھی بگاڑ دیتے تھے۔ ان کی غرض یہ نہیں ہوتی تھی کہ ناظرین کو صحیح صحیح واقعات سنائیں اور پہنچائیں بلکہ ان کی غرض صرف خود غرضی ہوتی تھی۔ سو جس طرح سے بن پڑے حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ناظرین اس بحث میں نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریر میں کوئی واقعہ دیکھیں تو جب تک تحقیق نہ ہو، تصدیق کرنے کے قابل نہیں۔

مرزائیو! یہ نہ سمجھو کہ اس تحریر کا لکھنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ لکھا کیا ہے۔ پس ان واقعات کو غور سے دیکھو اور نتیجہ پاؤ۔

اس ساری تحریر کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ جب مرزا صاحب واقعات صحیحہ میں کذب بیانی کرتے تھے تو ان کی نبوت اور رسالت کا کیا حکم ہے۔ یہ کہ

رسول قادیانی کی رسالت　　بطالت ہے، بطالت ہے، بطالت

(مرقع قادیانی۔ اگست ۱۹۰۷ء)

قادیانی الہامات کی کیفیت

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم کئی دفعہ اس مشکل کو حل کر کے مرزا صاحب کے مخالفین کا منہ بند کر چکے ہیں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام نہیں ہوتے۔ ہم مانتے ہیں کہ ہوتے ہیں، مگر کس کیفیت سے؟ اس کیفیت سے کہ آپ کو جس بات کا خیال لگا رہتا ہے اس کی نسبت جو ایک واہمہ گزرتا ہے وہ الہام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دوسرے لوگ اس کو خیالِ خام یا بلی کو چھچھڑوں کا خواب کہیں مگر (لا مناقشة فی الاصطلاح) اصطلاح پر اعتراض نہیں۔ مرزا صاحب کی اصطلاح میں یہی الہام ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال سنیئے۔

قادیانی اخباروں نے ایک نئی بے پر کی اڑائی ہے۔ لکھتے ہیں:

۴ جولائی ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت ام المؤمنین (زوجہ مرزا) بمعہ صاحبزادگان و دیگر اہل بیت و اقارب وخدام واہل بیت حضرت مولوی نورالدین صاحب قریباً اٹھارہ کس بہمراہی حضرت میر ناصر نواب صاحب (خسر مرزا) پانچ چھ روز کے واسطے بغرض تبدیلی ہوا، لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔اس قافلہ کی روانگی سے تین چار روز پہلے عاجز راقم (اڈیٹر بدر) نے اسٹیشن ماسٹر بٹالہ کو ایک خط لکھا تھا کہ اس قافلہ کے واسطے ایک درمیانہ درجہ کی گاڑی کے چند خانے ریزور کئے جائیں تاکہ ضرورت ہو تو الگ گاڑی منگوالی جائے۔ وہ خط ایک خاص آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا اوراس میں تاریخ اور وقت سب لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق ۴ جولائی کی صبح کو یہاں سے روانگی ہوئی۔ اسی روز بعد نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا صاحب) نے مسجد مبارک میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خاص طور پر مخاطب کیا جب کہ عاجز راقم بھی پاس ہی کھڑا تھا اور فرمایا کہ، آج دو بجے دن کے مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر کے آدمی اب شائد امرتسر پہنچ گئے ہوں گے اور یہ بھی خیال تھا کہ امن امان سے لاہور پہنچ جائیں۔ تب اس خیال کے ساتھ ہی کچھ غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نخود کی دال (جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہے) میرے سامنے پڑی ہے اور اس میں کشمش کے دانے قریباً اسی قدر ہیں اور میں اس میں سے کشمش کے دانے کھا رہا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال گذر رہا ہے کہ یہ ان کی حالت کا نمونہ ہے۔ اور دال سے مراد کچھ رنج اور ناخوشی ہے کہ سفر میں ان کو پیش آئی ہے یا آنے والی ہے۔ پھر اسی حالت میں میری طبیعت الہام الٰہی کی طرف منتقل ہوگئی اور اس بارے میں الہام ہوا۔ خیر لھم خیر لھم ۔یعنی ان کے لئے بہتر ہے ان کے لئے بہتر ہے۔ بعد اس کے اسی نظارہ خواب میں چند پیسے دیکھے کہ وہ اور تشویش پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ چنے کی دال بھی ایک ناگوار اور رنج کے امر پر دلالت کرتی ہے۔ فقط

یہ الہام سنا کر حضرت اقدس (مرزا) حسب معمول اندر تشریف لے گئے اور اس کے سننے میں اس وقت تمام جماعت، جو نماز کے لئے آئی ہوئی تھی، شامل تھی۔ خلیفہ رشید الدین صاحب شیخ علی

محمد صاحب سوداگر جموں وغیرہ بہت سے دوست تھے۔حضرت اقدس کے اندر جانے کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب نے دوبارہ سہ بارہ اسی مسجد میں پھر یہ سب لوگوں کواسی وقت سنایا کیونکہ بعض لوگ جو دور تھے انہوں نے حضرت کی آواز اچھی طرح نہ سنی تھی ۔غرض اس الہام اور خواب کی جب اچھی طرح اشاعت ہوگئی تو قریب شام کے اپنا ایک آدمی جوسب قافلہ کوریل پر سوار کر کے واپس آیا تھااس کی زبانی معلوم ہوا کہ عین دوپہر کی گرمی میں ریل کے اندر مسافروں کی کشاکش سے بچنے کے واسطے جوانتظام ریزروکا کیا گیا تھا وہ نہ ہوسکا کیونکہ لاہور سے کوئی الگ گاڑی اس مطلب کے واسطے نہ پہنچ سکی تھی ۔اوراس سبب سے تشویش ہوئی ۔اس طرح خواب کا حصہ پورا ہوا۔مگر پھر بھی بموجب بشارت الہام کے خیریت رہی اور معمولی گاڑی میں آرام سے بیٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ خواب اور الہام تو ایک طرح پورا ہو گیا ہے مگر ایک خیال مجھے باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہیں وہ دوبارہ دکھلائی گئی ہیں ۔یعنی اول چنے کی دال دکھلائی گئی اور پھر چند پیسے دکھلائے گئے ۔ایسا ہی الہام بھی دو دفعہ ہوا کہ خیر لھم خیر لھم اس لئے دل میں ایک یہ خیال ہے کہ خدانخواستہ کوئی اورامر مکروہ پیش نہ آیا ہوجس کے لئے دودفعہ دوایسی چیزیں دکھلائی گئیں کہ علم تعبیر کی رو سے رنج اور تشویش پر دلالت کرتی ہیں اورایسا ہی ان سے محفوظ رکھنے کے لئے دودفعہ یہ الہام ہوا کہ خیر لھم خیرلھم ۔ یہ میرا خیال ہے خدا تعالی ہر ایک رنج سے محفوظ رکھے۔آمین

(اخبار بدر۔ج ۶ نمبر ۲۸ ص ۴، ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء۔ قادیانی تذکرہ طبع سوم ص ۷۲۱۔۷۲۲)

اس ساری تقریر کو بغور پڑھنے سے مرزا صاحب کی وحی کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے کہ آپ ان خیالات کا نام الہام اوروحی تجویز فرماتے ہیں جو عموماً تفکر کے موقع پر ہر ایک انسان کوسوجھا کرتے ہیں ۔بس اب تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مولوی عالم مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی تکذیب کرے۔

قادیانی تحریروں میں اختلاف

نبوت کے متعلق:

۱۔ دیکھو آسمانی فیصلہ (خزائن ج ۴ص ۳۱۳) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں۔ بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں،

اور پھر دیکھو ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۳۳ (خزائن ج ۳ص ۳۸۶) میں لکھتے ہیں:

خدائے تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اے مرزائیو! اسلام سے خارج کون ہوا؟ خود بدولت ہیں یا کوئی اور؟

۲۔ دیکھو ازالہ اوہام، صفحہ ۷۸ (خزائن ج ۳ص ۱۸۵) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اور پھر دیکھو دافع البلاء صفحہ ۱۱ (خزائن ج ۱۸ص ۲۳۱) میں لکھتے ہیں:

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

۳۔ ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱ (خزائن ج ۳ص ۵۱۱) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو، یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبریل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبریل بپیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔

اور پھر دیکھو (اخبار الحکم ج ۵ نمبر ۸ص ۹ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۱ء) میں لکھتے ہیں:

خدائے رحیم وقدوس نے مجھے وحی کی انّی انا الرّ حمن دا فع ا لاذی۔ اور پھر وحی ہوئی، انّی لا یخا ف لدی المر سلو ن۔ (قادیانی تذکرہ۔ ص ۴۰۶ طبع ۳)۔

اے مرزائیو! اب نیا سلسلہ وحی کا کون جاری کر رہا ہے؟ خود بدولت یا کوئی اور؟

۴۔ اور دیکھو (آسمانی فیصلہ ص ۲۵۔ قادیانی خزائن ج ۴ص ۳۳۵) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

اے لوگو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیئے جاؤ گے۔

اور دیکھو (دافع البلاء ص ۵۔قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۵) میں وہی مرزا صاحب لکھتے ہیں :

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے :

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما با نفسھم انّہ آوی القریۃ ۔یعنی خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں۔

مرزائیو! تمہیں ایمان سے کہو کہ اپنے قول کے خلاف خاتم النبیین ﷺ کے بعد وحی اور نبوت کا نیا سلسلہ کون جاری کر رہا ہے اور خدا سے کون بے خوف ہو رہا ہے؟

کشتی نوح میں مرزا غلام احمد کے چار جھوٹ :

کشتی نوح۔صفحہ ۵ (قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۵) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں :

اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔

اسی صفحہ کے حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مسیح موعود کے وقت طاعون کا پڑنا بائیبل کی کتابوں میں موجود ہے (زکریا۔باب ۱۴ آیت ۱۲۔انجیل متی باب ۲۴۔آیت ۸۔مکاشفات باب ۲۲۔آیت ۸)

پہلا جھوٹ ۔قرآن شریف میں یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔اگر کوئی مرزائی قرآن شریف میں دکھا دے تو مرزا صاحب کا کہنا سچا ورنہ کہنا چاہیے لعنت اللّٰہ علی الکا ذبین

دوسرا جھوٹ ۔کتاب ذکریا نبی کے باب ۱۴، میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون

پڑے گی۔ بلکہ اس میں تو ان لوگوں پر مری پڑنے کا ذکر ہے جو یروشلم پر چڑھ آئیں گے وھو ہذا۔

اور وہ مری کہ جس سے خداوند ساری قوموں کو جو لڑنے کو یروشلم پر چڑھ آویں گے مارے گا۔ سو یہ ان کا گوشت جس وقت وے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے فنا ہو جائیگا

The Lord will bring a terrible disease on all the nations that make war on Jerusalem. Their flesh will rot away while they are still alive, their eyes and their tongues will rot away.(Zechariah14:12)

ڈبل جھوٹ۔ انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۸ میں یہ نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ اس کے برعکس اس میں لکھا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی آئیں گے تب مری پڑے گی اور بھونچال آویں گے۔ دیکھو غور سے انجیل متی باب ۲۴:

آیت ۳۔ جب وہ زیتون کے پہاڑوں پر بیٹھا تھا۔ اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آئے اور بولے کہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخر کا نشان کیا ہے۔ ۴۔ اور یسوع نے جواب دے کے انہیں کہا خبردار ہو وکہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ ۵۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آویں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔ ۶۔ اور پھر تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے خبردار گھبراؤ مت۔ کیونکہ ان سب باتوں کا واقع ہونا ضروری ہے۔ پر اب تک آخر نہیں۔ ۷۔ کیونکہ قوم، قوم پر اور بادشاہت، بادشاہت پر چڑھیں گے۔ اور کال اور وبائیں اور جگہ جگہ زلزلے ہوں گے۔ ۸۔ پھر یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہیں۔

۲۳۔ تب اگر کوئی کہے دیکھو مسیح یہاں ہے، یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔ ۲۴۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھاویں گے۔ یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ ۲۵۔ دیکھو میں تمہیں پہلے کہہ چکا ہوں۔ ۲۶۔ پس اگر وے تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے، تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے، تو مت باور کرو۔ ۲۷۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھتی ہے اور پچھّم تک چمکتی ہے ویسے ہی انسان کے بیٹے کا آنا ہوگا۔

As Jesus sat on the Mount of Olives, the deciples came to him in private. "Tell us when all this will be," they asked,

"and what will happen to show that it is the time for your coming and the end of the age.

Jesus answered, "Be on your guard, and do not let anyone deceive you. Many men, claiming to speak for me, will come and say, "I am the Messiah!' and they will deceive many people. You are going to hear noise of battles close by and the news of battles far away; but do not be troubled. such things must happen, but they do not mean that the end has come. Countries will fight each other, kingdoms will attack one another. There will be famines and earthquakes everywhere. All these things are like the first pains of childbirth....

Then, if anyone says to you, 'Look, here is the Messiah!' or 'There he is!- do not believe it. For false Messiahs and false prophets will appear; they will perform great miracles and wonders in order to deceive even God's chosen people, if possible. Listen! I have told you this before the time comes.

Or, if people should tell you, Look, he is out in the desert!' don't go there; or if they say, 'Look, he is hiding here!' - don't believe it. For the Son of Man will come like the lightninig which flashes across the whole sky fom the east to the west. (Matthew 24:3-8; 23-27)

اے مرزائیو! ایمان سے کہو کہ انجیل متی میں طاعون اور زلزلوں کا ہونا مسیح موعود صادق کی علامت ہے یا مسیح کاذب کی؟

چوتھا جھوٹ۔ مکاشفات یوحنا باب ۲۲ آیت ۸ میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کیوقت میں طاعون پڑے گی ۔ دیکھو وہ آیت یوں ہے :

اور میں (یوحنا) نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا۔ اور جب میں نے دیکھا اور سنا تھا تب اس فرشتے کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ چیزیں دکھائیں سجدہ کرنے کو گرا۔

I, John, have heard and seen all these things. And when, I finished hearing and seeing them, I fell down at the feet of the angel who had shown me these things, and I was about to worship him. (Revelations 22:8)

اے مرزائیو! تمہیں خدا سے ڈر کر سچ ہی کہو کہ طاعون اور زلزلے مسیح موعود کی علامات ہیں یا مسیح کاذب کی؟ کیا تم میں سے کوئی حق کا طالب یا راست گو یا صاحب تحقیق بھی ہے یا سب اندھوں کی طرح ہیں کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھ دیا یا جو کہہ دیا وہی سچ ہے۔

افسوس ہے ایسے شخصوں کی عقل اور حالت پر جو حق اور باطل میں دیدہ دانستہ تمیز نہیں کرتے ۔اور ڈبل افسوس ہے ایسے لوگوں کی دلیری پر جو دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے جھوٹ تحریر کریں۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے کشتی نوح میں لکھ دیا کہ قرآن شریف میں اور ذکریا نبی کی کتاب ۱۴:۱۲، اور انجیل متی ۸:۲۴، اور مکاشفات ۲۲:۸ میں لکھا ہے کہ مسیح کے وقت میں طاعون پڑے گی حالانکہ ایسا کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انجیل متی میں تو صاف لکھا ہوا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے تب طاعون پڑے گی اور زلزلے آویں گے۔ پس بشہادت انجیل متی صاف آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی باطلہ کے باعث طاعون پڑی اور زلزلے آئے ہیں۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

الراقم: منشی اللہ دتا (مرقع قادیانی نومبر ۱۹۰۷)

مرزا قادیانی نشان آسمانی سے کاذب ثابت ہوئے

(ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہند)

واضح ہو کہ بمنطوق واجب الوثوق ولا یفلح الساحر حیث اتی اگرچہ مرزا صاحب قادیانی ہر معاملہ میں جھوٹے ثابت ہوئے ہیں، تاہم اراجیف باطلہ ودعاوی کاذبہ سے باز نہیں آتے۔ اگر سچ پوچھو تو مرزا صاحب واقعی: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کے پورے پورے مصداق ہیں۔ کلام معجز نظام بلاغت التیام مخبر صادق اذا لم تستحی فا صنع ما شئت کیا ٹھیک ہے۔ آج کل اکثر مرزائی تحریرات کا ماحصل یہ ہوتا ہے کہ مخالفین مرزا صاحب بالخصوص وہ اشخاص جن کو مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کا دعوی تھا، وہ تمام ہلاک ہو گئے اور جھوٹا سچے کی زندگی میں ضرور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر مولوی فاضل ثناء اللہ صاحب کے لئے بھی ہلاکت کی دعا کی ہے مگر مکر وزور (جھوٹ) کے ساتھ۔

قبل اس کے کہ ہم مرزا صاحب کے اس دعوی کی تکذیب نشانی آسمانی فیصلہ حقانی سے کریں اور مرزا اور مرزائیوں کو زندہ در گور بنا دیں، اوران کے بھرے ہوئے بیڑہ کذب وفریب کو طوفان غضب الٰہی سے مثل بیڑہ بالٹک روسی کے تحت الثری کو پہنچا دیں، اوران کے قلعہ مکر وکید کو مثل قلعہ لورتھ آرتھر کے حقانی گولوں سے اڑا دیں، اور جیسے منچوریا سے روسی حکومت کا نشان مٹا دیا گیا ہے کدال ہائے حقانی سے مینار طومار قادیانی کو جڑ سے اکھاڑ کر گرایا جا کر اس کا نشان سطح دنیا سے مٹا دیں، مرزا صاحب اور مرزائیوں سے یہ سوال ہے کہ اگر جھوٹے کا سچے کی زندگی میں مرنا واقعی ضروری اور قانون الٰہی کے مطابق ہے جیسا کہ آپ کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کیا محمد رسول اللہﷺ مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرمانے کے باعث اسی جنرل رول کے زیر اثر ہیں؟ معا ذ الله ثم معا ذ الله۔ بریں عقل ودانش بباید گریست

فی الجملہ مخلوق نے تجربہ کرلیا ہے کہ مرزا اور مسیلمہ کذاب ایک ہی پایہ کے آدمی ہیں۔ ان کے گوز شتر وخیال کے مخالف امور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ دور کیوں جائیں محمدی بیگم کے نکاح اور اس کے خاوند کی موت کی پیش گوئی کو ہی ملاحظہ کرلو جس کی جانب مرزا صاحب کو جانی تعلق بھی ہے۔

مرزا صاحب بدر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں:

جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے خدا تعالی نے سب کو ہلاک کیا۔

اس جگہ مرزا صاحب نے نہایت کذب سے کام لیا۔ مگر افسوس نہیں کہ یہ تو ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ہمیں اس جگہ مولوی عبد الحق غزنوی ڈاکٹر عبد الحکیم خان وغیرہما مباہلین کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس جگہ صرف اپنے مباہلہ کو ذکر کرتے ہیں کہ جس کے نتیجہ سے بلا شک وشبہ یقیناً مرزا صاحب کا کاذب ہونا ہر ذی ہوش کے نزدیک مسلّم ہو۔ اور اس مباہلہ کا ذکر مناسب ہی نہیں بلکہ بحکم السا کت عن الحق شیطا ن ا خرس ضروری معلوم دیا۔

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو

ہم نے مرزا صاحب کو ۱۳۱۶ ہجری میں بعد قلع قمع تمام حجت ہائے لایعنی مباہلہ کی دعوت دی اور اس

کو پرائیویٹ ہی نہیں رکھا بلکہ ضمیمہ رسالہ مظہر نعمۃ میں جو اسی سال میں طبع ہوا تھا، لکھ کر پبلک میں شائع کیا۔ چند الفاظ حیز تحریر میں لائے جاتے ہیں:

پس اب مرزا صاحب کو چاہیے کہ اس تحریر کو پڑھ کر بہ نیت رفع تردد وانتشار خلق بحکم آیہ مباہلہ معہ ابناء ونساء میدان مباہلہ میں آویں اور یہ احقر بھی نفاً و لاً و اتباعاً للسنه جیسے آنحضرت ﷺ پنج تن پاک کے ساتھ مقابلہ نصاری میں نکلے تھے بایما:

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا

بلبل ہمیں کہ قافیہ شود بس است

اول نفس خود، دوم زوجہ خود، سوم و چہارم ہر دو فرزندان خود، پنجم دختر خود، کے ساتھ میدان مباہلہ میں بیقین فتح یابی خود حاضر ہوتا ہے، تا کہ حاکم مطلق بحکم یحق الحق و یبطل الباطل و یمح الله الباطل و یحق الحق بکلمته حق و باطل، حق و کید کو حق کے ساتھ متمیز کرے اور حق حق، فریب فریب ثابت ہو۔ اس سے بڑھ کر احسن اور عمدہ اور کوئی سبیل فیصلہ کی نہیں ...اب مرزا صاحب کو لازم ہے کہ اس تحریر کے ملاحظہ کے بعد پندرہ یوم کے اندر اندر ہم کو جواب سے بذریعہ اشتہار مطلع کریں اور اگر اب بھی مرزا صاحب کوئی حیلہ حوالہ کر کے ٹال جائیں تو لعنت الله علی الکاذبین۔

کار مرداں روشنی و گرمی ست

کار خنثی حیلہ و بے شرمی ست

مگر بحکم فبھت الذی کفر مرزا ایسا مبہوت ہوا کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اور جیسے سایہ فاروقی سے ابلیس کو سوائے فرار و گریز کوئی چارہ نہیں تھا، ایسا ہی مرزا کو احقر کے مقابلہ میں قرار و قیام نہ رہا۔ جب بجائے پندرہ دن کے اس دعوت کو سال بھر گزر چکا، اور مرزائی جانب سے صدائے برنخواست کا معاملہ ظہور پذیر ہوا، تو ۱۳۱۷ھ میں رمضان کے بعد ضمیمہ اخبار شحنہ ہند مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۰ء میں مکرر مسیح الکذاب کے عنوان سے اس امر کی یاد دہانی کرائی گئی آخر میں لکھ دیا کہ مرزا ہمارے مقابلے میں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوگا اور اپنی اراجیف کاذبہ ودعاوی باطلہ میں ناکامیاب رہے گا۔ اور ہم کو اللہ جل شانہ محض اپنے دین حقہ کی تائید کی وجہ سے منصور و مظفر کر

ےگاو ما ذلك على الله بعزيز ۔ و السلا م

اب خیال کرنا چاہیے کہ اس دعوت کا کیا نتیجہ ہوا؟ کہ جس کی رو سے مرزا صاحب اپنے اس کلام میں کہ: جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے سب کے سب ہلاک ہوئے۔، سچے ہیں یا جھوٹے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس احقر نے مباہلہ کے لئے اتباعاً حکم قرآنی وفعل نبوی اپنے نفس اور زوجہ اور ابناء اور دختر کو پیش کیا تھا۔ سو یہ احقر بہمہ وجوہ مورد برکات دینی ودنیوی ہے و الحمد لله على ذ لك

اور بحکم لـئـن شكر تم لا زيد نكم دولڑکے ایک لڑکی اور عنایت ہوئی۔ اب چار لڑکے دو لڑکیاں ہیں۔ گویا یہ برکت بحکم ربانی

ا لا من آ من و عمل صا لحاً فاو لئك لهم جزا ء الضعف بما عملوا و هم فى الغر فا ت آ منو ن ۔

واقع ہوئی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر مرزا فرار نہ کرتا، اور ہمارے مقابلہ میں آتا، تو وہ مع متعلقین خود ضرور تباہ ہوتا کیونکہ یہ ارشاد پیغمبر خدا ﷺ نے بروقت فرار نصاری فرمایا تھا۔

باایں ہمہ اخبارات مرزائی میں خاندان رسالت (قادیانی) میں صدمہ کے عنوان سے واویلا ہوا۔ وہ اسی دعوت کا اثر تھا۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ کیوں حضرات ناظرین اب تو مرزا اپنے منہ کاذب، جھوٹا، ملحد، زندیق، مفتری علی اللہ، مکار، قابل سولی، گلے میں رسہ ڈالنے کے لائق وغیرہ وغیرہ جو جو اور وہ اپنے لئے بشرط جھوٹا ہونے کے پسند کیا کرتا ہے، ہوا۔ الحق سچ وہ ہے جو سر پر چڑھ کے بولے۔ اب بھی اگر مرزا کے کاذب ہونے میں کسی مرزائی کو شک ہے تو حیف ہے اس کی عقل پر کیونکہ مرزا اپنے منہ آسمانی فیصلہ سے جھوٹا ثابت ہوا۔

الہامات مرزا، المسیح الدجال، خرافات قادیانی کو دیکھو کہ مرزا کے بکواس کیسے گوز شتر ثابت ہوئے ہیں۔ مرزا نے اپنا کشف ظاہر کیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب والہی بخش مرحوم اور ایک اور صاحب آخر ان کے معتقد ہوں گے، مگر تا حال مولوی محمد حسین صاحب عقیدہ سابقہ پر قائم ہیں اور الہی بخش مرحوم اسی راہ مستقیم

پر مرزا کو فرعون کہتے اور بذریعہ عصا موسی غرق بحر خسران کرتے ہوئے رونق بخش خلد بریں ہوئے۔

اجابت دعوات۔ان بے شمار مواقع میں سے کہ جن کی تحریر کے لئے ایک دفتر درکار ہے محض ایک دو تحریر ہیں۔مسجد جامع سرہند کے قریب آب کاری تھی جس کی تلچھٹ سے نہایت درجہ تکلیف ہوتی تھی۔ایک دفعہ احقر نے داروغہ آب کاری سے کہا کہ اس بدبو کا کچھ انتظام کرادو۔انہوں نے کہا کہ اس کا کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔اس جواب سے دل نہایت آزردہ ہوا۔اور خداوند باری کی جناب میں دعا کہ کہ یاالٰہی اس کا انتظام تو ہی کرنے والا ہے۔کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ تمام آب کاری ہائے بند ہوکر محض ایک آب کاری صدر میں قائم ہونے کا حکم ہوگیا،اوراس طرح یہ زمانہ دراز کی آب کاری بند ہوئی۔اسی طرح ایک موذی کافر کے تئیں مجمع عام میں بددعا کی گئی۔چند دن نہ ہوئے تھے کہ وہ مع اپنے اکلوتے بیٹے کے آنجہانی ہوا۔اسی طرح ایک دوست کی تبدیلی کے لئے جو ناممکنات سے تھی،دعا کی گئی۔خداوند تعالی نے غیب سے سامان مہیا کر کے اس کو تبدیل کر دیا۔اسی طرح بہت سی مستورات کو کہ جن کو اسقاط کی بیماری تھی یا جن کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی،جن میں ایک صاحب مرزائی بھی ہیں،کچھ پڑھ کر دیا گیا۔الحمدللہ اکثر کے اولاد صحیح سالم پیدا ہوکر زندہ ہے۔ادھر مرزائی دعوات کا حال روز روشن کی طرح ظاہر ہے حاجت اظہار کی نہیں

اب آخر میں مرزا کے خاص دعوی پلیگ کے متعلق کچھ تحریر کرنا ضروری ہے۔اگرچہ مرنا جینا ایک ایسا امر ہے کہ اس میں بحث عبث ہے اور جو مومن باللہ طاعون سے مرے وہ شہید ہے،مگر یہاں مرزا کا جواب اور اظہار واقع منظور ہے۔پس مرزا کا دعوی تھا کہ پلیگ میرے اعداء کے لئے آئی ہے،میرے مرید اس سے محفوظ رہیں گے۔سو خداوند عالم نے ہر پلیگ میں لا تعد و لا تحسی مرزائیوں کو ہر جگہ حتی کہ قادیان دارالزیان میں بھی جہنم رسید کیا۔اور مرزائی پارٹی کے بڑے بڑے رکن اس نہنگ طاعون کے لقمہ ہوئے جن کا ذکر اکثر ہو چکا ہے۔مولوی محمد یوسف سنوری جو مرزائی امت میں عہدہ فاروقی رکھنے کے مدعی تھے جن کی نظم سرمہ چشم آریہ کے آخر تحریر ہے اسی بلا کی نذر ہوئے۔اسی طرح اب کے سال ان کا لڑکا طاعون سے مرا۔اور میاں جی نظام الدین خان پوری معہ اپنی زوجہ کے اسی پلیگ سے آنجہانی ہوئے۔بلکہ خاص چاردیواری مرزا میں ایک خادم

پیراں دتا بیمار رہوا اور رات کو باہر کر دیا گیا اور مر گیا۔ ادھر خیال کریں کہ احقر کو معہ تمام متعلقین اس مرض سے خدا وند عالم نے محفوظ و مصئون رکھا بلکہ جتنے اس احقر کے مرید تھے وہ بھی تمام متعلقین خود اس مرض سے مامون رہے۔ اس احقر کے دو مکان ہیں۔ پلیگ کے موقع پر ہم جس مکان میں ہوتے تھے اس مکان کے ہمسایہ میں بھی پلیگ سے امن رہا۔ حالانکہ جب ہم اس مکان میں نہیں ہوتے تھے تو اس مکان کے ہمسائیگان اکثر پلیگ میں ہلاک ہوئے ذلك فضل الله عليّ و على من اتبعني و الله ذو الفضل العظيم و ما توفقي ا لا با لله عليه تو كلت و اليه انيب

ناظرین برائے خدا ذرا انصاف کو مدنظر رکھ کر خیال فرماویں کہ مرزا کا یہ قول:

جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے خدا تعالی نے سب کو ہلاک کر دیا،

کہاں تک سچا ہے۔ کیا مرزا صاحب لعنت الله على الكا ذبين کے ٹھیک ٹھیک مصداق ہیں یا نہیں۔ مگر یا بے شرمی تیرا آسرا۔ اگر چہ یہ اسرار واردات قابل اظہار نہیں تھے، اور جو ذوق ولذت اس کے اخفا میں حاصل تھا اس کے اظہار میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں:

نظامی ایں چہ اسرار ست کز خاطر بروں داری
کسے سرش نمید از زباں وزکش زباں درکش

مگر چونکہ اس کے اظہار میں اعلاء کلمۃ اللہ ہے جو جہاد اکبر کا حکم رکھتا ہے بحکم الضرورا ت تبيح المحظو را ت اس کو ظاہر کر کے اس لذت وذوق کو قربان و نثار کیا گیا

گر نثار خدم بار گرامی نکنم
گوہر جان بچہ کاری و گرم باز آید

(مرقع قادیانی۔ستمبر ۱۹۰۷ء)

الحق مرّ

(مصنف نامعلوم)

آج ۳۰ جون کو بابو غلام رسول مرزائی مدرس ریاضی تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان جو آج کل لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں، بورڈنگ ہاؤس اسلامیہ کالج لاہور میں تشریف لائے اور اپنے ایک قدیم ہم جماعت چوہدری غلام حیدر سے (جیسا کہ عموماً قادیانیوں کا قاعدہ ہے) دریافت فرمایا کہ آپ کا مرزا کے دعاوی کے بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مرزا کے تمام دعاوی کو باطل اور ہفوات میں سے شمار کرتا ہوں۔ اس پر مسٹر غلام رسول حسب عادت مرزا بگڑ بیٹھے اور لگے مباہلہ کی دھمکیاں دینے۔ فریق مقابل نے جو اپنے اعتقاد میں سخت ثابت قدم تھے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اور مباہلہ کے لئے آمادگی بہمہ وجوہ ظاہر کی۔ شرائط مباہلہ کے لئے ردوقدح ہوتی رہی۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ فریقین ایک کاغذ پر دستخط کریں جس میں یہ لکھا ہو کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں سچا ہے اور خدا کا مرسل مسیح ہے (جو آخری زمانہ میں آنے والا ہے اور جس کی آمد کی کتابیں شہادت دیتی ہیں) تو خدا کرے کہ غلام حیدر پر عذاب الٰہی ایک سال کے اندر نازل ہو۔ اگر جھوٹا ہو تو غلام رسول ہدف ناوک عذاب الٰہی ہو۔ آخر اس پر فیصلہ ہوا اور مسٹر غلام رسول کاغذ مذکورہ تیار کرنے میں مشغول ہوئے جس پر یہ عبارت لکھی گئی: نقل اصل:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: تحریر کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہی مسیح موعود ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والے ہیں اور جس کی آمد کی نبیوں کی کتابیں شہادت دیتی ہیں لیکن غلام حیدر ولد عبداللہ خان قوم گجر ساکن ناگڑیاں ضلع گجرات حضرت صاحب کو اس دعوی میں محض جھوٹا سمجھتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ ان کے دلائل بھی جو اس دعوی کے ثبوت میں دیئے جاتے ہیں وہ سب اس نے سن لئے ہیں مگر وہ بھی سب کے سب

جھوٹے ہیں۔اس لئے اے خدا جو سچے اور جھوٹے میں فرق کرنے والا ہے....

یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ مسٹر موصوف کی ہوائیاں اڑ گئیں اور سخت گھبرا گئے۔آخر ذہن رسا نے ایک رستہ بتا ہی دیا۔فرمانے لگے کہ اس کاغذ کی ہرگز اشاعت نہ ہو لیکن فریق مذکور نے کہا:

نہاں کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

میں اس کی اشاعت میں اعتراض نہیں کرتا بلکہ اس کا موید ہوں، تاکہ دیگر لوگوں کو بھی پتہ لگ جائے اور بہتوں کا بھلا ہو۔

اس پر مسٹر مذکور کے ہاتھوں سے قلم چھوٹ گیا اور سٹی بھول گئے، اور ہر چند اصرار کیا گیا بلکہ ان کے ایک ہم مذہب نے بہتیرا کہا مگر مسٹر مذکور کو حوصلہ نہ ہوا۔آخر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں مباہلہ کے لئے ہر طرح تیار ہوں مگر مرزا صاحب کی ناراضگی کا خطرہ ہے ایسا نہ ہو کہ وہ برا منائیں اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔اور بالکل دمجو دہو گئے۔واللہ مسلمان مباہل کی طرف سے ہرگز چیلنج نہیں ہوا بلکہ مسٹر موصوف ہی نے یہ طریق فیصلہ نکالا اور اسی نے کنارہ کشی کی۔بایں شوراشوری یا بایں بے نمکی۔بہتر ہو کہ میرے مرزائی دوست اپنے عقیدہ فاسدہ سے توبہ کریں کیونکہ ان کے ضمیر نے بھی ان کو ان کے فاسدہ عقیدہ سے مطلع کر دیا مگر تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے فقط۔راقم: الحق مرّ (مرقع قادیانی۔ستمبر ۱۹۰۷ء)

گل دستہ قادیانی

مرزا صاحب نے موسم کا رخ دیکھ کر الہام شائع کیا ہے، کہ ہیضہ آنے والا ہے۔پنڈت گردھاری منجم نے بھی جنتری میں لکھا ہے۔مرزا صاحب نے ایک الہام ضرورت کے لئے رکھا ہوا ہے جسے حسب موقع ہمیشہ نکالا کرتے ہیں وہ یہ ہے جو ۲۵ جولائی کے بدر میں شائع ہوا ہے:

انی مع الرسول اقوم و اروم ما یروم ۔یعنی خدا کہتا ہے میں رسول یعنی مرزا کے ساتھ کھڑا ہونگا اور جس بات کا وہ قصد کرے گا میں بھی کرونگا۔

مرزا کو ایک عجیب الہام ہوا:

ایسوسی ایشن۔

ایسوسی ایشن انگریزی میں انجمن کو کہتے ہیں دیکھئے اس الہام کی خبر کیا نکلتی ہے گولائی میں تو یکتا ہے

مرزا صاحب نے خواب میں کسی کو تین روپئہ کفن کے لئے دیئے ہیں گویا کوئی ..مر گیا۔ بدر یکم اگست

(دیکھیں کس پر یہ ....ہے)

مرزا صاحب کو الہام ہوا ہے: میری فتح

بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔

مرزا جی کو یہ بھی الہام ہوا ہے: انی مع الافواج آتیك بغتة جس کا ترجمہ خود ہی کیا ہے

کہ میں (یعنی خدا) اپنی فوجوں سمیت تیرے پاس اچانک آؤں گا۔

اس کا مطلب تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالی نے مرزا صاحب کو دھمکایا ہے کہ اگر تو باز نہ آیا

تو تجھے اپنی فوجوں کے ساتھ اچانک آ کر تباہ کر دونگا و الله اعلم۔ شائد یہ الہام سچا ہو۔

مرزا صاحب کو یہ بھی الہام ہوا کہ: عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔

شاید لاہور اور راولپنڈی کے مقدمات کی طرف حضور کا ذہن لگا ہوگا کہ اندر سے یہ آواز آئی۔

مرزا جی کو یہ بھی الہام ہوا کہ: میں (خدا) نے تیرے ساتھ بہشت کو اتارا ہے۔

(یہ الہام مطابق حدیث کے ہے کہ دجال کے ساتھ بہشت ہوگا۔ واللہ اعلم)

(مرقع قادیانی ستمبر ۱۹۰۷ء)

مہدی کا خروج اور مسیح کا نزول

(مولوی عنایت علی مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور)

(یہ مضمون بہت ہی توجہ کے قابل ہے کیونکہ اس میں صرف وہ احادیث ہی پیش کی گئی ہیں جن پر فریقین کو اعتبار ہے۔ علماء

اہل سنت کا اقرار تو ظاہر ہے لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب کو بھی ان احادیث پر اعتبار ہے چنانچہ آپ رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

اس امر سے دنیا میں کسی کو انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسی بن مریم ہوگا اور یہ پیش گوئی بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے۔ص ۲۔

پس فریقین کے اس اعتراف کو یاد رکھ کر ناظرین بغور مضمون ذیل ملاحظہ فرماویں۔اڈیٹر)

حدیث صادق ومصدوق (یعنی ارشاد نبی کریم ﷺ کا جو خود بھی سچے ہیں اور خدا تعالی نے بھی ان کی سچائی کی گواہی دی ہے)عن ابی اسحاق قال قال علی و نظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ و سیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبه فی الخلق و لایشبه فی الخلق ۔ رواه ابو داؤد

ابواسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے بعد نظر کرنے اپنے بیٹے حسن کی طرف یہ فرمایا کہ یہ بیٹا میرا سردار ہے جیسا کہ رسول مقبول نے ان کا نام سردار رکھا ہے اور قریب ہے کہ اس کی پشت سے پیدا ہوگا جسکا نام موافق نام حضرت ﷺ کے ہوگا وہ مشابہ ہوگا حضرت کی سیرت باطنی میں اور نہ مشابہ ہوگا حضرت کی صورت ظاہری میں (مراد اس سے تمام بدن ظاہری ہے کہ تمام بدن ظاہری میں مشابہ نہ ہوگا بلکہ بعض میں مشابہ ہوگا جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے۔اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ امام مہدی اولاد امام حسن سے ہوں گے اور ماں کی طرف سے نسب ان کا امام حسین سے دوسری حدیث سے ثابت ہے۔غرض امام مہدی حسنی اور حسینی ہوں گے غیر قوم سے نہ ہونگے) یہ حدیث ابوداؤد میں (جو صحاح ستہ حدیث کی کتب معتبرہ سے ہے) اسناد سے منقول ہے ۔

و فی روایة لابی داؤد قال رسول الله ﷺ لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطوّل الله ذلك الیوم حتی یبعث الله فیه رجلاً منی او من اهل بیتی یواطئ اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی یملأ الارض قسطاً عدلا کما ملئت ظلماً و جوراً ۔

ایک روایت ابی داؤد کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت ﷺ نے اگر دنیا سے صرف ایک دن ہی باقی رہ گیا ہوتب بھی اللہ تعالی اس دن کو دراز کردے گا ایسا کہ بھیج دے گا اس دن میں ایک شخص کو میرے نسب سے،یا فرمایا میرے اہل

بیت میں سے، نام اسکا میرے نام اور نام باپ اس کے کا نام باپ میرے کے مطابق ہوگا۔ وہ بھر دے گا زمین کو انصاف اور عدل سے جیسا کہ زمین بھری ہوئی ہوگی ظلم اور ستم سے

عن ام سلمه قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول المهدى من عترتى من اولاد فاطمة ۔ رواه ابو داؤد

حضرت ام سلمہؓ زوجہ مطہرہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہا انہوں نے میں نے سنا رسول پاک سے فرماتے تھے امام مہدی میری اولاد یعنی اولاد فاطمہؓ سے ہوں گے۔

عن ام سلمه عن النبى ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكة فياتيه ناس من اهل مكه فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكه والمدينة فاذا راى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشأ رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعثاً فيظهرون عليهم وذلك بعث كلب ويعمل فى الناس بسنة نبيهم ويلقى الاسلام بجبرانه فى الارض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون ۔ رواه ابو داؤد

روایت ہے ام سلمہؓ سے وہ روایت کرتی ہیں حضرت رسول خدا ﷺ سے فرمایا حضرت نے واقع ہوگا اختلاف وقت موت ایک خلیفہ کے۔ پس نکلے گا ایک شخص اہل مدینہ سے (مدینہ طیبہ یا مراد مدینہ خلیفہ) بھاگ کر طرف مکہ کی (واسطے مکروہ جاننے لینے منصب امارت کے یا ڈرنے فتنہ کے کہ واقع ہوا اس میں) پس آویں گے اس کے پاس آدمی اہل مکہ سے پس اس کو گھر سے باہر لے آویں گے (واسطے امام بنانے کے) اور وہ امامت سے ناراض ہوگا پس لوگ بیعت کریں گے اس کی درمیان رکن (یعنی حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے۔ اور بھیجاوے گا امام مہدی کی طرف شام سے ایک لشکر پس دھنسا دیا جاوے گا وہ لشکر بیدا میں (نام ایک جگہ کا ہے) درمیان مکہ اور مدینہ کے۔ پس جب کہ دیکھیں گے لوگ قصہ ہلاکت لشکر کو آویں گے ان کے پاس ابدال شام کے اور جماعتیں اہل عراق سے۔ پس بیعت کریں گے وہ امام مہدی سے۔ پھر ظاہر ہوگا ایک مرد دوسرا خاندان قریش سے، ماموں اس کے

(یعنی ننہیال اس کے) قبیلہ کلب (جو ایک مشہور قبیلہ ہے عرب میں) ... ہونگے ۔ پس بھیجے گا وہ مرد بھی طرف مہدی وتابعین کے ایک لشکر پس غالب آویں گے مہدی وتابعین ان کے اس لشکر پر، اور یہ مذکور فتنہ لشکر کلب کا ہے اور امام مہدی موافق سنت نبینا ﷺ کے لوگوں میں عمل کریں گے اور پورا پورا طریقہ رسول مقبول کا جاری کردیں گے ایسا کہ ڈالے اور پھیلا دے گا دین اسلام اپنی گردن کو زمین پر (یہ کنایہ ہے قرار پکڑ نے اسلام سے اس طرح پر کہ جنگ وقتال کا نام باقی نہ رہے اور احکام سنت و جماعت کے ایسے طور سے قرار پاجاویں کہ کچھ خلاف درمیان میں نہ رہے) پس ٹھیریں گے امام مہدی سات برس پھر وفات دیئے جائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے ۔

و عن ابی سعید قال ذکر رسول الله ﷺ بلاء یصیب هذه الامة حتی لا یجد الرجل ملجأ یلجأ الیه من الظلم فیبعث الله رجلاً من عترتی و اهل بیتی فیملأ به الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً یرضی عنه لا تدع السماء من قطرها شیئاً الا صبهته مدرارا و لا تدع الارض من نباتها شیئاً الا اخرجته حتی یتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذلك سبع سنین او ثمان سنین او تسع سنین رواه الحاکم فی مستدرکه و قال صحیح

اور ابوسعید صحابی سے روایت ہے کہا اس نے ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے ایک بلا (یعنی محنت اور شدت عظیم) کا جو پہنچے گی اس امت کو یہاں تک کہ نہ پائے گا مرد ایسی جگہ کہ پناہ پکڑے طرف بوجہ ظلم کے پس بھیجے گا اللہ تعالی ایک ایسے آدمی کو میری اولاد اور اہل بیت میرے سے کہ بھردے گا اللہ اس شخص کی وجہ سے زمین کو انصاف اور عدل سے جیسا کہ وہ زمین بھری ہوئی تھی ظلم اور ستم سے ۔ راضی ہوں گے اس آدمی سے رہنے والے آسمان کے (یعنی ملائکہ اور ارواح انبیاء) اور رہنے والے زمین کے (حتی کہ جانور جنگل کے اور مچھلیاں پانی میں) آسمان اپنے مینہ کے قطروں سے کچھ نہ چھوڑے گا مگر برسا دے گا اس کو کثرت سے اور ایسا ہی زمین اپنی نباتات سے کچھ نہ چھوڑے گی مگر اس کو نکالے گی (غرض کہ ایسی کشادگی اور فراخی ہوگی) کہ آرزو کریں گے زندے اور اپنے مردوں کے زندہ ہوجانے کی ۔ زندہ رہیں گے امام مہدی اس خوشی اور کاروائی کے ساتھ سات آٹھ یا نو برس (یہ راوی کو شک ہو گیا ہے) اس حدیث کو حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ۔

روی الدار قطنی عن علی قال ان لمهد ینا آ یتین لم یکو نا منذ خلق اللہ السما وا ت و الا ر ض تنخسف الشمس لاول لیلة من ر مضا ن و تنکسف القمر فی النصف منه و لم یکو نا منذ خلق اللہ السما وا ت و الا ر ض ۔(حاشیہ ابی داؤد مطبوعہ مطبع قادری دہلی)

صاحب دارقطنی نے علی سے روایت کیا ہے فرمایا ہمارے مہدی کے واسطے بے شک دو نشانیاں ہیں ایسی کی ابتدائے پیدائش آسمانوں اور زمین سے کبھی نہیں ہوئی۔ایک یہ کہ سورج گہن اول رات رمضان میں ہو گا دوسری یہ کہ چاند گہن ہو گا اسی رمضان کے مہینہ کے نصف میں۔ یہ دونوں امر پیدائش آسمان زمین سے اب تک کبھی نہیں ہوئے

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا یخفی علیکم .. اللہ تعالی لیس با عور و ان المسیٔ الد جا ل اعور عین الیمنی کا نعینه عینة طا فیة ۔ بخاری و مسلم

مروی عبداللہ صحابی سے یہ ہے کہ فرمایا حضرت سید المرسلین ﷺ نے بے شک اللہ تم پر پوشیدہ نہیں ہے (یعنی اللہ کو اسکی صفات کمالیہ سے پہچانا ہے تم نے اور ایمان لائے ہو اس پر جب کہ شرع میں آیا ہے پس گمراہ مت ہو جاؤ بسبب دیکھنے سحر و فریب وغیرہ دجال پس یہ جملہ تمہید ہے قول آئندہ کی) تحقیق اللہ تعالی کا نا نہیں حالانکہ مسیح دجال (جو خدائی کا دعوی کرے گا) کا نا ہو گا ۔دائیں آنکھ کا گویا آنکھ اس کی دانہ انگور کا ہے پھولا ہوا،نقل کیا اس حدیث کو بخاری مسلم نے۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ما من نبی الا قد ا نذر امته ا لا عور الکذا ب ا لا انه اعور و ان ر بکم لیس باعور مکتو ب بین عینیه ك ف ر ۔ متفق علیه

مسلم بخاری نے انس سے روایت کیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جس قدر انبیاء مجھ سے پہلے گذرے ہیں ہر ایک نے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے ڈرایا ہے خبر دار رہو کہ وہ کانا ہے اور تحقیق رب تمہارا کانا نہیں (اس دلیل سے بخوبی کذب دجال کا ثابت ہوتا ہے جو وہ باوجود کانے ہونے کے خدائی کا دعوی کرتا ہے) لکھے ہوں گے درمیان دونوں آنکھوں کے اس کی کے یہ حروف،ک ف ر۔

عن حذ یفه عن النبی ﷺ قال ان الد جا ل یخر ج و ان معه ما ء و نا راً فاما

الذی یراه الناس ماء فنار تحرق و اما الذی یراه الناس نا را انما با رد عذ ب فمن ادرك ذ لك منكم فليقع فی الذی یراه نا راً فا نه ماء عذ ب طیب متفق علیه و زا د مسلم و ان الد جا ل ممسوح العین علیها ظفرة غلیظة مکتو ب بین عینیه کا فر یقرء کل مو من کاتب او غیر کا تب

حذیفہ صحابی نبی ﷺ کے روایت کرتے ہیں فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ بے شک دجال نکلے گا اور بے شک اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی پس جس کو آدمی پانی دیکھتے ہوں گے وہ آگ ہے کہ جادے گی اور جس کو آدمی آگ دیکھتے ہوں گے وہ پانی ٹھنڈا شیریں ہوگا پس جو شخص تم میں سے دجال کو پاوے چاہیے کہ جس کو آگ دیکھتا ہے گرے اس میں کیونکہ وہ پانی شیریں خوش گوار ہے۔ روایت کیا اس کو حدیث کو مسلم بخاری نے اور زیادہ کیا امام مسلم نے اور بے شک دجال مٹا ہوا آنکھ کا ہوگا (یعنی ایک آنکھ اس کی مٹی ہوئی ہوگی مانند پیشانی کے نہیں ہوگا اس کیلئے اثر آنکھ کا) علیھا (یعنی دوسری آنکھ پر) ناخنہ ہوگا جس کو گوشت موٹا یا کھال کہا جاوے (یا اسی مٹی ہوئی آنکھ پر ناخنہ ہو گا) درمیان دونوں آنکھوں اس کی کے لفظ کافر لکھا ہوگا پڑھے گا اس کو ہر مومن لکھنے والا اور غیر لکھنے والا۔

عن اسماء بنت یز ید قا لت کا ن رسول الله ﷺ فی بیتی فذ کر الد جا ل فقا ل ان بین ید یه ثلث سنین ۔ سنة تمسك السماء فیها ثلث قطر ها وا لا ر ض ثلث بنا تها و الثا نیة تمسك السماء ثلثی قطرها و ا لار ض ثلثی بنا تها و الثا نیة تمسك السماء قطر ها کله و ا لار ض نبا تها کله فلا یبقی ذا ت غلف و لا ذات خر س من البهائم ا لا هلك و ان من اشد فتنة انه یا تی ا لاعرا بی فیقو ل ا ر أیت ان ا حییت لك ابلك الست تعلم انی ر بك فیقول بلی فیمثل له الشیطا ن نحو ابله کا حسن ما یکو ن ضرو عا و اعظمه اسفة قال و یا تی الر جل قد ما ت ا خوه و ما ت ابو ه فیقو ل ارأیت ان ا حییت لك ابا ك و ا خا ك الست تعلم انی ر بك فیقو ل بلی فیمثل له الشیا طین نحو ابیه و نحو ا خیه فقلت یا رسو ل الله و الله انا ینعجن عجیننا فما نخبزه حتی نجو ع فکیف بالمو منین یو مئذ قا ل یجز ئهم ما یجزیء اهل السماء من التسبیح و

التقدیس رواہ احمد و ابو داؤد الطیالسی

روایت ہے اسماء بنت یزید صحابیہ سے کہا انہوں نے کہ تھے نبی ﷺ میرے گھر میں پس ذکر فرمایا حضرت ﷺ نے دجال کا۔ ارشاد کیا کہ بے شک پہلے آنے دجال کے تین برس گذریں گے۔ ایک برس ایسا جس میں آسمان اپنی بارش معتاد کو بقدر ایک تہائی روک لے گا اور زمین بقدر ایک تہائی اپنی پیداوار کو بند کر لے گی۔ دوسرا برس ایسا جس میں آسمان دو تہائی بارش معتاد کو روک لے گا اور زمین دو تہائی پیداوار کو بند کر لے گی تیسرے برس کل بارش کو آسمان روک لے گا اور زمین کل پیداوار کو بند کر دے گی (یعنی قحط پڑے گا تمام زمین میں اور خزانے اور دفینے دجال کے ساتھ ہوں گے) پس باقی نہ رہے گا صاحب ناخن چرے ہوئے کا جیسے گائیں بکری ہرن وغیرہ اور نہ صاحب دانت کا وحشی چارپاؤں سے یعنی درندے (غرض کہ تمام حیوانات بسبب قحط سالی کے مر جاویں گے) اور بے شک بہت سخت فتنہ دجال سے یہ ہے کہ وہ آوے گا ایک دہقانی کے پاس (کہ علم اور عقل نہ رکھتا ہوگا) پس کہے گا اس کو کہ اگر میں تیرے اونٹ مردہ کو زندہ کر دوں تو میری ربوبیت پر اعتقاد کر لے گا یا نہیں وہ کہے گا کہ ہاں۔ پس صورت بنا کر لاوے گا دجال واسطے دیہاتی کے شیطانوں کو مثل اونٹوں اس کے کی ایسی طرح سے کہ بہتر ہوں تھنوں اور کوہانوں میں اونٹ مردہ سے۔ فرمایا نبی ﷺ نے اور آوے گا دجال ایک آدمی کے پاس کہ مر گیا ہوگا بھائی اس کا اور باپ اس کا پس کہے گا اس کو کہ اگر میں زندہ کر دوں تیرے باپ بھائی کو کیا تو میرے رب ہونے پر یقین کر لے گا پس کہے گا وہ آدمی ہاں۔ پس صورت بناوے گا اس کے واسطے شیاطین کی مثل باپ بھائی اسکے کے۔ پھر اسماء راویہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور انور ﷺ سے یا رسول اللہ ﷺ قسم خدا کی ہم آٹا گوندھتی ہیں اور روٹی پکانے نہیں پاتیں کہ ہم بھوکی ہو جاتی ہیں جب کہ ہمارا یہ حال ہے تو اس وقت کے مومنین کا بھوک وغیرہ سے کیا حال ہوگا ارشاد فرمایا کہ مومنین کو اس وقت کافی ہوگی وہ شئے کہ کافی ہوتی ہے آسمان والوں کو تسبیح اور تقدیس خدا تعالی سے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد طیالسی نے۔

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان سے مروی ہے:

قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجّال فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجہ دونکم، و ان یخرج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ، و اللّٰہ خلیفتی علی کل مسلم،

انه شابّ قطط عينه طافئة، كانّى اشبهه بعبد العزى بن قطن، فمن ادركه منكم فليقرأ فـواتح سورة الكهف، و فى رواية فليقرأ بفوا تح سورة الكهف فانّها جواركم من فتنه ،انّـه خـارج خـلّة بيـن الشّام والعراق، فعاثٍ يميناّ و عاث شمالًا، يا عبادالله! فاثبتوا. قـلـنا: يا رسول اللّه وما لبثه فى الارض؟ قال: اربعون يوماً، يوم كسنةٍ ، و يوم كشهرٍ، و يـوم كـجـمـعةٍ، و سـائـرا يّـامـه كـايّامكم. قلنا: يارسول اللّه فذلك اليوم الّذى كسنةٍ أتـكـفينا فيه صلوة يوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره. قلنا: يا رسول اللّه وما اسراعه فى الارض؟ قـال:كـالـغيـث استدبرته الرّيح، فيأتى على القوم فيدعوهم، فيؤمنون به و يستـجيبـون له، فيأمر السّماء فتمطر والارض فتنبت، فتروح عليهم سارحتهم، اطول مـا كـانـت ذرّى واسبـعـه ضروعاّ، و امدّه خواصر، ثمّ يأتى القوم، فيدعوهم فيردّون عليه قوله، فينصرف عنهم، فيصبحون ممجلين، ليس بايديهم شىء من اموا لهم و يمرّ بـالـخـرِبة فيـقـول لها: ا خرجى كنوزك، فتتبعه كنوزها كيعاسيب النّخل، ثم يد عوا رجلاّ ممتلئاّ شباباً، فيضربه بالسيف فيقطعه جزِلتين رمية الغرض، ثم يدعوه فيقبل و يتهـلّـل وجهـه، ويـضـحـك، فبينما هوكذ لك اذ بعث اللّه المسيح بن مريم فينزل عند الـمـنـارـة البيضاء شرقىّ دمشق بين مهروذتين، وا ضعاً كفيه على اجنحة ملكين، اذا طـأطـأ رأسـه قـطـر، واذا رفعه تحدّرمنه جمان كاللّؤلؤ، فلا يحلّ لكافر يجد من ريح نـفسـه الّامـات، و نـفسـه مـنتهـى حيث ينتهى طرفه، فيطلبه حتى يدركه بباب لدّ ، (فيقتله ، ثم يأتى عيسى (ابن مر يم) قوم قد عصمهم الله منه فيمسح على وجوههم و يـحدّثهم بدر جا تهم فى الجنّة، فينما هوكذ لك اذ اوحى اللّه الى عيسى ، عليه السلا م ، انّى قد ا خر جت عباداً لى، لا بدانِ لاحدٍ بقتالهم، فحرّز عبادى الى الطّور، و يبعث اللّـه يـأجـوج و مـأجـوج ، و هـم مـن كلّ حد بٍ ينسلون ، فيمرّ اوا ئلهم على بحيرة طبـريّة ، فيشـربـون ما فيها،و يمرّ آ خر هم فيقو لو ن : لقد كا ن بهذه ، مرّةً، ما ء، و

يحصر نبى اللّه عيسى و اصحابه، حتى يكون رأس الثور لاحدهم خيراً مّن مأة دينار لاحدكم اليوم، فيرغب نبىّ اللّه عيسى و اصحابه، فيرسل (اللّه) عليهم النّغف فى رقابهم، فيصبحون فرسى كموت نفس واحدةٍ، ثم يهبط نبىّ اللّه عيسى عليه السلام و اصحابه الى الارض، فلا يجدون فى الارض موضع شبرٍ الّا ملأه زهمهم و نتنهم، فيرغب نبىّ اللّه عيسى، عليه السلام، و اصحابه الى اللّه، فيرسل اللّه طيراً كاعناق البختِ، فتحلمهم فتطرحهم حيث شاء اللّه، ثم يرسل اللّه مطراً لا يكنّ منه بيت مدرٍو لا وبرٍ، فيغسل الارض حتّى يتركها كالزّلفة، ثم يقال للارض: أنبتنى ثمرتكِ، و ردّى بركتكِ، فيومئذٍ تأكل العصابة من الرّمّانة، و يستظلّون بقحفها، و يبارك فى الرّسل، حتّى انّ اللّقحة من الابلِ لتكفى الفئام من النّاس، و اللّقحة من البقر لتكفى القبيلة من النّاس، و اللّقحة من الغنم لتكفى الفخذ من النّاس، فبينما هم كذلك اذ بعث اللّه ريحاً طيّبةً، فتأخذهم تحت اباطهم، فتقبض روح كلّ مؤمنٍ و كلّ مسلمٍ، و يبقى شرار النّاس، يتهارجون فيها تهارج الحمر، فعليهم تقوم الساعة۔

اور مسلم میں روایت ہے: عن ام شريك قالت قال رسول الله ﷺ ليفرنّ الناس من الدجال حتى يلحقها بالجبال قالت ام شريك قلت يا رسول الله فاين العرب يومئذ قال هم قليل رواه مسلم

ام شریک صحابیہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ بھاگیں کے آدمی دجال سے یہاں تک کہ پہاڑوں میں جا پہنچیں گے۔ کہا ام شریکؓ نے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہاں ہوں گے عرب اس دن (یعنی جب یہ حال ہوگا لوگوں کا تو عرب کہاں ہوں گے جن کا کام جہاد کرنا راہ خدا میں اور دفع کرنا شر و فتنہ کا دین سے ہے)۔ ارشاد فرمایا کہ عرب اس دن تھوڑے ہوں گے۔

عن انس عن رسول الله ﷺ قال يتبع الرجال من يهود اصفهان

سبعون الفاً علیهم الطیا لسه رواہ مسلم

انس صحابی حضرت رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا حضور نے کہ دجال کے پیروکار اور تابع ہوں گے ستر ہزار (قوم) یہود اصفہان (شہر) سے جن پر چادریں ہوں گی۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یاتی الدجال و ھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المدینۃ فینزل بعض السباخ التی تلی المدینۃ فیخرج الیہ رجل و ھو خیر الناس فیقول اشھد انک الدجال الذی حدثنا رسول اللہ ﷺ حدیث فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر... فیقتلہ ثم یحییہ فیقول واللہ ماکنت فیک اشد بصیرۃ متی الیوم فیرید الدجال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ متفق علیہ

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آوے گا دجال (یعنی ظاہر ہوگا دنیا میں یا متوجہ ہوگا جانب مدینہ طیبہ کے) حالانکہ اس پر حرام ہوگا داخل ہونا گھاٹیوں مدینہ میں۔ پس اترے گا بعض کھاری زمین میں جو مدینہ کے متصل ہے پس نکلے گا اس کی طرف ایک آدمی کہ وہ بہت رین آدمیوں کا ہوگا (قول صحیح اس میں یہ ہے کہ وہ آدمی خضر ہوگا)۔ پس کہے گا وہ شخص گواہی دتا ہوں میں کہ تو دجال ہے جس کے حال اور وصف کی رسول خدا نے ہم کو خبر دی ہے پس کہے گا دجال (یعنی ان لوگوں سے کہ گرد اس کے ہوں گے) خبر دو مجھ کو اگر قتل کروں میں اس کو پھر زندہ کروں میں اس کو کیا شک کرو کرو گے تم میری شان میں۔ پس کہیں گے شک نہیں کریں گے ہم (اگر وہ لوگ تابعدار اس کے ہیں تو مراد معنی کلام حقیقی کے ہیں ورنہ بہ سبب خوف اور دفع الوقت کے کہیں گے اور ہوسکتا ہے کہ مراد ان کی بطریق توریہ اور کنایہ کے نہ شک کرنا اس کے جھوٹ میں ہو) پس قتل کرے گا دجال اس کو پھر زندہ کرے گا اس کو پس پوچھے گا دجال اس سے جیسے کہ او پر گذرا پس کہے گا وہ شخص قسم ہے اللہ کی نہ تھا میں پہلے اس سے تیرے حق میں سخت تر از روئے یقین کے اپنے سے جیسا کہ آج ہوں۔ پس چاہے گا دجال دوبارہ قتل اس شخص کا اور وہ اس سے نہیں ہوسکے گا (اس میں دلیل ہے اس پر کہ استدراج دجال اول ہی ہوگا پھر صلب ہوجائے گا اور وہ نہ قدرت رکھتا ہوگا اس چیز پر کہ ارادہ کرے گا۔ یہ شان اللہ کی ہے کہ جو چاہے سو کرے)

عن ابی ھر یرہ عن رسول اللہ ﷺ قال یا تی المسیح من قبل المشرق ھمتہ المدینۃ حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکۃ وجھہ قبل الشام و ھنالک یھلک متفق علیہ۔ابو ہریرہ رسول مقبول ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا آپ ﷺ نے کہ آوے گا مسیح دجال جانب مشرق سے اس حال میں کہ قصد اس کا مدینہ طیبہ میں آنے کا ہوگا یہاں تک کہ اترے گا پیچھے کوہ احد کے بعد اسکے پھیر دیں گے فرشتے منہ اسکا طرف شام کی اور وہاں یعنی شام میں ہلاک ہوگا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا و ما فیھا متفق علیہ و الیرکن القلاص فلا یسعی علیھا و التذھبن الشحناء و التباغض و التحاسد و الیدعون الی المال فلا یقبلہ احد رواہ مسلم و فی روایۃ لھما قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارے درمیان میں عیسی بن مریم حاکم منصف بن کر اتریں گے (آسمان سے) توڑ ڈالیں گے صلیب کو۔(یعنی باطل کریں گے دین نصرانیہ کو اور حکم کریں گے ملۃ حنیفیہ اسلام کا۔اور صلیب جس کی نصاری کے یہاں بڑی تعظیم وتکریم ہے) توڑ ڈالیں گے اور قتل کریں گے سور کو (یعنی حرام کریں گے اس کے پالنے اور کھانے کو اور مباح کر دیں گے اس کے قتل کو) اور اہل ذمہ سے جزیہ کو علیحدہ کر دیں گے (یعنی ذمیوں سے مال جزیہ کا قبول نہ فرماویں گے کیونکہ اس وقت ان سے سوائے دین حق اسلام کے اور کچھ منظور نہ ہوگا۔غرض اس سے یہ ہے کہ نصرانیت اور اس کے احکام بالکل باطل فرماویں گے سوائے شریعت اسلام کے اور کچھ حکم نہ دیں گے)،اور بہت ہو جائے گا اس وقت مال یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کرے گا اس کو (یعنی رغبت مال کی نہ رہے گی اور اعراض کریں گے اس سے) یہاں تک کہ ایک سجدہ بہتر ہوگا ہر چیز سے جو دنیا میں ہے۔روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔اور روایت مسلم میں یہ بھی ہے کہ چھوڑی جاویں گی اونٹنیاں جوان،پس نہ کی جاوے گی سواری اور طلب حاجات ان پر اور البتہ جاتا رہے گا لوگوں سے کینہ اور بغض وحسد۔اور البتہ بلاویں گے عیسی لوگوں کو

واسطے دینے مال کے پس کوئی قبول نہ کرے گا۔ اور بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا حضرت ﷺ نے کیا حال ہوگا جس وقت کہ اتریں گے عیسی بن مریم درمیان تمہارے اور امام تمہارا تم میں سے ہوگا (یعنی قریش اور اہل ملت تمہارے سے تمہارا امام نماز کا ہوگا اور عیسی نماز میں ان کا اقتداء کریں گے اور امام مہدی ہوں گے اور تریہ بہ سبب تعظیم وتکریم امت محمدیہ کے اول دفعہ وقت نزول کے ہوگا۔ بعد میں حضرت عیسی امام نماز بھی بنیں گے جیسا کہ وہ خلیفہ اور معلم خیر کے ہوں گے)

عن جابر قال قال رسول الله لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القيامة قال فينزل عيسى ابن مريم فيقول اميرهم تعال صل بنا لنا؟؟ فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامه ۔ رواه مسلم ۔

جابر سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت سے حق پر لڑتی اور غالب قیامت تک (یعنی قرب قیامت تک) فرمایا آپ ﷺ نے پس اتریں گے عیسی بن مریم۔ پس کہیں گے امیر امت کے آؤ نماز پڑھاؤ (جو مہدی ہوں گے) (کیونکہ اولی امامت کے واسطے افضل ہے اور تم نبی ہو) پس فرماویں گے عیسی اس وقت کہ میں امامت نہیں کرتا کیونکہ بعض تم میں سے بعضوں پر امیر ہیں بسبب بزرگ رکھنے خدا تعالی کے اس امت محمدیہ کو (اس وقت عیسی امامت نہ کریں گے تا کہ وہم نہ ہو جاوے منسوخی دین محمدیہ کا)

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج و يولد له و يمكث خمساً و اربعين ثم يموت فيدفن معی فی قبری فاقوم انا و عيسى بن مريم فی قبر واحد بين ابی بكر و عمر رواه ابن الجوزی فی كتاب الوفا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسی بن مریم طرف زمین کے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ اور ٹھہریں گے وہ ۴۵ برس پھر وفات پاویں گے۔ پس دفن کئے جاویں گے میرے ساتھ میرے مقبرہ میں۔ پس میں اور عیسی بن مریم ایک مقبرہ سے درمیان ابوبکر اور عمر کے اٹھیں گے قیامت کو۔ روایت کیا اس کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں (یہ تعداد ۴۵ برس کی اس قول کے مخالف ہے جو کہا ہے کہ طرف آسمان کی مرفوع ہوئے عمر ۳۳ سال میں اور بعد نزول کے ۷ سال زمین پر رہیں گے تو دونوں مل کر چالیس سال ہوتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بعد نزول کے ساتھ برس کے ٹھہرنے کی روایت کی ہے امام مسلم نے اور ان کی روایت راجح ہے دوسری روایت سے اس لئے کل قرار عیسی کا زمین پر ۴۰ برس ہوگا اور شاید عدد پانچ کا ساقط ہوا اعتبار سے کیونکہ کسور کو عرب والے بعض اوقات چھوڑ

دیتے ہیں اور اس کا اعتبار نہیں کرتے۔)

یہ اصلی کیفیت تشریف آوری امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کی ہے اور یہ منقول ہے حضرت سید الاولین والآخرین صادق و مصدوق سے۔ جو شخص دعویٰ مہدویت وعیسویت اپنی کا کرے تمام امور میں اس کے مطابق کر کے دکھائے اور قرآن مجید اور احادیث نبوی کو اپنے دعویٰ کے مطابق ثابت کرے ان اللہ یھدی من یشاء اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

اس بیان کے بعد یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کی تفسیر اور تشریح کرنے میں کیا قاعدہ ہے علماء اسلام بلکہ کافہ انام کا قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک کسی لفظ کا اصلی ترجمہ ممکن ہو مجازی معنی نہیں لئے جا سکتے مجازی معنی مراد لینے کے لئے کسی قرینہ قویہ کی ضرورت ہے علامۃ المجاز استحالۃ الحقیقۃ و وجود القرینہ، شکر ہے کہ اس اصول میں بھی ہمارا مرزا صاحب سے نزاع نہیں مرزا صاحب خود بھی اس اصول کو (گو اپنی مطلب براری کے لئے) پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

یہ بات ادنیٰ ذی علم کو بھی معلوم ہوگی کہ جب کوئی لفظ حقیقت مسلّمہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی ایسے مضمون پر جن کے لئے وہ عام طور پر یا عام طور پر مستعمل ہو گیا ہے تو اس جگہ متکلم کے لئے کچھ ضروری نہیں ہوتا کہ اس کی شناخت کے لئے کوئی قرینہ قائم کرے کیونکہ وہ ان معنوں میں شائع متعارف اور متبادر الفہم ہے، لیکن جب ایک متکلم کسی لفظ کے معانی حقیقت مسلّمہ سے پھر کر کسی مجازی معنی کی طرف لے جاتا ہے، تو اس جگہ صراحتاً یا کنایۃً یا کسی دوسرے رنگ کے پیرایہ میں کوئی قرینہ اس کو قائم کرنا پڑتا ہے تاکہ اس کا سمجھنا مشتبہ نہ ہو۔ اور اس بات کے دریافت کے لئے متکلم نے ایک لفظ بطور حقیقت مسلمہ استعمال کیا ہے یا بطور مجاز اور استعارہ نادرہ کے یہی کھلی کھلی علامت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت مسلمہ کو ایک متبادر اور شائع ومتعارف لفظ سمجھ کر بغیر احتیاج قرائن کے یوں ہی مختصر بیان کر دیتا ہے مگر مجاز یا استعارہ نادرہ کیوقت ایسا اختصار پسند نہیں کرتا بلکہ اس کا فرض ہوتا ہے کہ کسی ایسی علامت سے جس کو ایک دانش مند سمجھ سکے اپنے اس مدعا کو ظاہر کر جائے کہ یہ لفظ اپنے اصل معنوں پر مستعمل نہیں ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۳۲)

کیسا صاف اور صریح اس اصول کا اعتراف ہے کہ حقیقت کے ہوتے ہوئے مجاز نہ لیا جاوے گا۔

مجاز کے لئے قرائن قویہ کی ضرورت ہے کسی کلام کا بے قرینہ ہونا ہی اس کی حقیقت کی دلیل ہے فنعم الوفاق

آپ کے خلیفہ راشد حکیم نور الدین جن کی تعریف میں مرزا صاحب کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

و ان احبائی لمتقون جمیعهم ولکن اقواهم بصیرة واکثرهم علماً و افضلهم رفقاً و حلماً و اکملهم ایماناً وسلما و اشدهم حبا و معرفة و خشیة و یقیناً و ثباتاً رجل مبارک کریم تقی عالم صالح فقیه محدث جلیل القدر حکیم حاذق عظیم الشان حاج الحرمین حافظ القرآن القرشی قوماً و الفاروقی نسباً واسمه الشریف مع لقبه اللطیف المولوی الحکیم نور الدین البهیروی اجزل الله مثوبته فی الدنیا و الدین و هواول رجال بایعونی صدقاً و صفاءً وا خلاصاً و محبة و وفاء و هو رجل عجیب فی الانقطاع و الایثار و خدمات الدین انفق مالا کثیراً لاعلاء کلمة الاسلام بوجوه شتی وانی وجدته من المخلصین الذین یؤثرون رضی الله سبحانه علی کل رضاء و نساء و بنات و بنین و وجدته من قوم یبتغون مرضات الله و یجتهدون لرضوانه ببذل اموالهم و انفسهم و یعیشون فی کل حال شاکرین وانه رجل رقیق القلب نقی الطبع کریم جامع لماثر الخیر کثیرا لانسلاخ عن البدن ولذاته لایفوته موقع من المواقع البر ولا موضع من مواضع الحسنات و یحب ان یسکب دمه کماء فی اعلاء دین رسول الله ﷺ ویتمنی ان تذهب نفسه فی تائید سبیل خاتم النبیین ویقفوا ثر کل خیر و ینغمس فی کل بحر لاجابة فتن المتمردین۔ فأشکر الله علی ما اعطانی کمثل هذا الصدیق الصدوق الفاضل الجلیل اسلباقر دقیق النظر عمیق الفکر المجاهد لله و المحب فی الله بکمال اخلاص ما سبقه احد من المحبین (حمامة البشری۔ص ٦)

اس عبارت کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حکیم نور الدین جامع صفات کمالیہ ہیں دنیا میں جس قدر صفات

حسنہ ہیں وہ سب حکیم صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں شکر ہے کہ فریق ثانی کے ایسے مسلّمہ گواہ بھی اس اصول میں ہم سے (ہم ہی سے نہیں بلکہ کل دنیا کے علماء اسلام بلکہ کافہ انام سے) متفق ہیں چنانچہ حکیم صاحب اپنے ایک مضمون میں جو مرزا صاحب کے زالہ اوہام کے ساتھ بطور ضمیمہ لگا ہوا ہے لکھتے ہیں:

ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جاوے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے (ص ۸)

ہم اس قاعدہ کی ایک مثال بتلاتے ہیں۔ مثلاً شیر کا لفظ جس کلام میں ہوگا جب تک اس کے اصلی معنی (جنگلی درندہ) ہوسکیں گے مجازی معنی (یعنی بہادر وشجاع) مراد نہ لئے جائیں گے کیونکہ درندہ اس کے اصلی معنی ہیں اور شجاع مجازی۔ یہ ہے اس اصول کی عام فہم مثال۔

اس اتفاق اصول کے علاوہ مرزا صاحب کو خاص مسئلہ متنازعہ میں بھی اعتراف ہے کہ حضرت مسیح موعود کا حقیقی طور پر آنا ممکن ہے چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

براہین میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کر دیا گیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی موعود مسیح ہے جسکی اللہ اور رسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے ہاں اس بات سے اس وقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شاید پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئیندہ کسی وقت پیدا ہو (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۶۱)

پس اب تو مطلع بالکل صاف ہے کہ احادیث مرویہ کے الفاظ کا ظاہری ترجمہ یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم خود تشریف لاویں گے چنانچہ مرزا صاحب خود بھی ایک اور مقام پر اس مضمون کو صاف لکھتے ہیں کہ:

اے برادران دین وعلماء شرع متن۔ آپ صاحبان میرے ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعوی نہیں۔ (ازالہ اوہام۔طبع اول ص ۱۹۰)

اس کلام کو غور سے پڑھیئے کہ مرزا صاحب کس دیانت اور لیاقت کے ساتھ مسیح موعود ہونے سے

انکاری ہیں۔ آپ اپنے لئے مسیح موعود کے عہدے کا انکار صاف لفظوں میں کرتے ہیں پس مسئلہ متنازعہ بوجوہات ذیل فیصلہ شدہ ہے

ا۔ احادیث کے الفاظ مبارکہ کے ظاہری معنی یہی ہیں جو ہم کہتے ہیں۔

۲۔ اصول متفقہ یہ ہے کہ حقیقی معنی جب تک ممکن ہوں مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتے۔

۳۔ مرزا صاحب کو مسیح موعود ہونے سے خود بھی انکار ہے۔

پس نتیجہ صاف ہے کہ جو کچھ علماء اسلام کہتے ہیں وہ ٹھیک ہے آئندہ کو جو مرزائی مرزا صاحب کو مسیح موعود کہیں گے یا لکھیں گے وہ جھوٹے ہیں۔ مرزا صاحب خود ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

پس شکر اللہ کہ میان من واو صلح افتاد
صلح جویاں بخوشی سجدہ ءشکرانہ زدند

گو مرزا صاحب سے تو فیصلہ ہو گیا مگر مرزائیوں کا ہنوز ایک سوال باقی ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح جب آئیں گے تو نبی ہو کر آئیں گے یا بے نبوت آئیں گے اگر نبی ہو کر آئیں گے تو آنحضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر بے نبوت آئیں گے تو حضرت مسیح کی نبوت جو پہلے ان کو حاصل تھی چھن جائے گی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت مسیح نہ تو نبی ہو کر آئیں گے، نہ مسلوب النبوت ہو کر تشریف لاویں گے، بلکہ وصف نبوت سابقہ ان کو حاصل ہوگا مگر تابع شریعت محمدیہ ہوں گے، احکام وہی نافذ کریں گے جو شریعت محمدیہ میں نازل ہو چکے ہیں جیسے کہ پہلے بھی وہ توریت کے تابع تھے، وقت نزول قرآن کے تابع ہوں گے اور بس۔ اس میں نہ ان کی نبوت کا خلاف لازم آتا ہے، نہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا، اور مسیح کی بعثت آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ہوگی بلکہ بعثت ان کی پہلے کی ہے، اور آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا تشریف لانا تبلیغ شریعت محمدیہ کے لئے ہے

فافهم ولا تكن من القاصرين (مرقع قادیانی اکتوبر۔ نومبر ۱۹۰۷ء)

مرزائی پارٹی کے ایک اعلی رکن کا خط

اور اس کا جواب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۳۰۔ اگست ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں ایک مضمون جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا چھپا تھا ناظرین نے دیکھا ہوگا چونکہ وہ مضمون مرزائی پارٹی کے متعلق تھا خصوصاً ان کے اعلی رکن مولوی محمد احسن امروہی کے نام پر بطور خط کے تھا اس لئے محمد احسن صاحب نے ہم کو ایک خط لکھا جس میں مرقع قادیانی کا بھی ذکر ہے جو درج ذیل ہے

السلا م علی من اتبع الھدی۔ آج میں نے آپ کا رسالہ اہل حدیث نمبر ۴۳ دیکھا اور مرقع نمبر ۴ بھی مطالعہ میں آیا، اور مثل مضروبہ عرب یاد آئی کہ ار قع الر جل (الرجل میں الف لام خارجی ہے یعنی قادیانی۔اڈیٹر) بہرحال آپ کا ذکر خیر کہ انه لحب الخیر لشدید تو اکثر سنتا رہتا تھا مگر بحکم و ما ذا بعد الحق الا الضلا ل کے ان رسائل مضلہ کی طرف توجہ نہیں تھی چونکہ اہل حدیث میں مولوی محمد حسین صاحب کا خط بھی نقل کیا گیا ہے جس کا جواب تو میں نے اب تک شائع نہیں کیا مگر بجائے جواب کے چند استفسارات بدر نمبر ۳۳ میں شائع کر دیئے ہیں۔ مدت ہوئی چونکہ آپ نے صرف خط مولوی صاحب کا ہی شائع کیا ہے لہذا آپ کو مناسب ہے کہ میرے استفسار.. موجہ جو بالفعل قائم مقام کے ہیں شائع فرما دیجئے اور اگر آپ کو اہل حدیث کی طرح طلب حق ہے تو دونوں رسالہ میرے نام روانہ فرماتے رہیے۔ انشاء اللہ جواب کافی وشافی آپ کی ہدایت کے لئے آپ کی خدمت میں روانہ ہوتا رہے گا، اور یہی جواب ہائے حقہ ان کی قیمت تصور فرمائیے۔ ورنہ مجھ کو کوئی ایسی ضرورت نہیں کہ ایسے کاغذ ہائے بادی کو مثل اطفال کے خریدوں۔ اگر آپ کو طلب حق ہے تو بہتر اور اغلب کہ آپ نے جو خاکسار کے پاس یہ رسائل اب تک روانہ نہیں فرمائے اس کا سبب یہی ہوگا کہ آپ کو طلب

حق نہیں۔ حضرت امام علیہ السلام تو بحکم و الذین ھم عن اللغو معرضو ن کے ایسے لغویات کی طرف ہر گز توجہ نہ فرمائیں گے۔ محمد احسن از قادیان مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۰۷ء

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی تحریر جناب مولوی محمد حسینؒ صاحب کے خط کا جواب نہیں ہے، پھر کس حوصلہ پر آپ کہتے ہیں کہ اس کو درج کرو۔

خیر کی محبت اگر اصلی معنے سے ہو، تو مبارک ہے کوئی عیب نہیں۔ اگر مراد اس سے مال ہے تو جناب من! آپ کا خیال اپنے امام زمان کی طرف نہ گیا کہ کس طرح براہین احمدیہ کی قیمت بے ڈکار لئے کھا گئے، پھر رسالہ سراج منیر کے نام سے چودہ سو روپیہ اڑا گئے۔ پھر حضرت مسیح کی سیاحت کے واقعات کی تحقیق کے لئے سفارت کے نام سے چندہ کھا گئے۔ اس سے بعد منارہ کے نام سے اڑا گئے۔ اس سے بعد شدادی بہشت (بہشتی مقبرہ) کے نام سے لے رہے ہیں۔ لنگر خانہ کا نام تو ہر وقت زبان زد ہے۔ عدالت میں جب ان مدات کا حساب پوچھا گیا تو ایک ہی سنائی کہ میں بنیوں کی طرح حساب کتاب نہیں رکھا کرتا۔ ہاں صاحب حساب رکھنے سے سارا تو ہضم نہیں ہوسکتا۔

آپ کو رسالہ مرقع قادیانی اس لئے نہ بھیجا کہ آپ نے درخواست نہ بھیجی تھی، نہ قیمت دی تھی۔ اگر آپ مفت مانگتے تو بھی ہمارے ہاں غریب فنڈ تھا ہم اس میں سے کچھ رقم آپ کی خاطر نکال دیتے، بشرطیکہ آپ اس کو گوارا کرتے۔ مرقع جب قادیان میں جاتا ہے جہاں سے آپ نے دیکھا ہے تو یہ کافی ہے ایک ایک کو الگ الگ بھیجنے کے لئے ہمیں کوئی سرکاری حکم تو نہیں۔ ہاں یہ خوب کہی:

آپ نے جو خاکسار کے پاس رسائل اب تک روانہ نہیں کئے اس کا سبب یہی ہوگا کہ آپ کو طلب حق نہیں۔،

اے جناب میرے بھیجنے کا ثبوت تو آپ خود دیتے ہیں، اور آپ کے اعلیٰ دفتر کے خط موجود ہیں کہ اگست کا پرچہ نہ پہنچنے پر طلبی آئی، تو دوبارہ بھیج دیا گیا۔ اگر آپ سچے ہیں تو اپنے اسی قاعدہ کو اپنے پیر مغان پر بھی

جاری کیجئے کہ کتاب حقیقت الوحی باوجود تحریری وعدے کے میرے پاس آج تک نہیں بھیجی۔ رجسٹری خط کے ذریعہ یاددہانی کی تو جواب صاف آیا، جس پر آپکے بے نور بدر کے اڈیٹر نے کمال ایمان داری سے اپنا جواب تو شائع کر دیا مگر میرے خط کا ذکر تک نہ کیا، یہ ہے تمہارے مسیح کی زندگی کا نمونہ اس پر دعوی مسیح اور مہدی:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

پس بتلایئے مرزا صاحب نے جو حقیقت الوحی میرے پاس نہ بھیجی تو اس سے ثابت ہوا یا نہیں کہ بقول آپ کے وہ طالب حق نہیں ہیں۔ جواب دیتے ہوئے ذرا ایمان وحیا کا تصور کر لیجئے گا

آپ نے یہ بھی خوب لکھا ہے:

حضرت امام تو بحکم عن اللغو معرضین کے ایسے لغویات کی طرف ہرگز توجہ نہ فرماویں گے۔،

مگر اے جناب آپ کیسے راسخ حواری اور متبع مسیح ہیں کہ جس کام کو آپ کا پیش امام لغو سمجھے آپ اسکے کرنے پر آمادگی ظاہر کریں۔ کیا وہ لغو آپ کے حق میں لغو نہیں؟ پس پہلے آپ اور آپ کے امام صاحب اس بات میں فیصلہ کریں کہ یہ کام لغو ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پہلے انہیں متوجہ کریں۔ اگر لغو ہے تو تم بھی ایسی لغو گوئی سے باز آؤ۔

مولوی صاحب! ایسے تہافت قبیح اور تناقض صریح کی عادت آپ کو کب ہوئی۔ کیا مرزا صاحب کی صحبت کاملہ کا اثر تو نہیں؟

مختصر یہ کہ مرقع قادیانی قادیان کے اعلی دفتر میں جاتا ہے جہاں آپ اور تمام اعلی رکن مرزائیہ دیکھتے ہیں۔ آپ نے اگر قیمتاً لینا ہے تو قیمت مرحمت فرمایئے اور اگر مفت لینا ہے تو ہمارے غریب فنڈ میں درخواست بھیجئے گنجائش ہونے پر آپ کو مفت بھیجا جائے گا۔ (مرقع قادیانی۔ نومبر ۱۹۰۷ء)

مرزا کی موت کے الہامات

مرقع کے ایک نامہ نگار لکھتے ہیں:

۱۲ستمبر ۱۹۰۷ء شب پنجشنبہ کوالقائے ربانی سے مندرجہ ذیل الہام ایں جانب کو ہوئی جو بجنسہ ارسال خدمت ہیں۔امید کہ درج فرما کر مسلمانان کو دام تزویر میں پھنسنے اور دھسے ہوئے کو نکالنے کی سعی فرماویں گے اور کار خیر کا ثواب حاصل کریں گے۔

۱۔مجھ کوالقائے ربانی نے بشارت دی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو محض دھوکہ کی ٹٹی اور دام تزویر پھیلانے اور دکانداری میں یکتائے روزگار ہے۔گیارہ ماہ کے بعد (یہ بعدیت کیسی اور کہاں تک؟ اڈیٹر) فی النار والسقر ہوگا۔

۲۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات پر ان کے بیٹوں میں،جن میں سے ہر ایک کا نام مرزا صاحب کے نام کے وزن پر ہے،قرآنی بشارت یاتی من بعدی اسمہ احمد جس کو سردست مرزا صاحب اپنی طرف منسوب کرتے ہیں،اپنی طرف منسوب کرنے کا فساد پڑے گا۔اس وقت قادیانی فرضی امت کے ادنی اعلی رکن حیران وششدر رہ جائیں گے اور سچ تو یہ ہے کہ و اللہ لا یھدی القوم الفاسقین

۳۔مسیح موعود اور مہدی معہود دعاوی کاذبہ کا جو دعویدار ہے اور بیس پچیس سال کے عرصہ سے طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے نعوذ باللہ من ذلك اگر اس میں کچھ بوئے صداقت ہوتی تو اسلام کی فتح تمام ادیان باطلہ پر کب کی ہوگئی ہوتی۔مسلمان ہی آپ پر تفرین کرتے ہیں۔چہ جائے کہ ادیان باطلہ آپ کی طرف رجوع کرتے۔بہرحال عنقریب آپ کی وفات پر حقیقت الوحی کی حقیقت منکشف ہوجائے گی۔

راقم:ابوحمید گٹالوی مدرس چونڈہ ضلع سیالکوٹ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

مرزائیو!ان يك كـا ذبا فعليه كذ به و ان يك صادقاًيصبكم بعض الذی يعد كم (

اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی گردن پر وبال ہوگا اور اگر سچا ہے تو تم لوگوں کو ضرور مصیبت پہنچے گی)

(مرقع قادیانی نومبر ۱۹۰۷ء)

گلدستہ قادیانی

مرزا صاحب قادیانی کا لڑکا مبارک احمد جس کی صحت کا الہام تھا فوت ہو گیا۔

مرزا صاحب کے مقابلہ پر ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کو درج ذیل خواب اور الہام ہوئے ہیں۔

۱۔آج مرزا کے ٹوسٹ میں قلق ہے۔

۲۔تین مرزائیوں (ان تینوں کا نام بھی تو پبلک کر دیجئے۔ثناء اللہ) کی شکل ڈھائی ککڑیوں کی صورت میں دکھائی گئی جو گائے بیل کی چبائی ہوئی اور كعصف ما كو ل کی مصداق ہے۔

۳۔ایک لڑکے کی بشارت دی گئی جس کا نام مسلم ہے۔

۴۔آوارہ لڑکے کی نسبت دعا الہام ہوئی: اے خدا اس ظالم کو غارت کر۔

اور مرزا صاحب کو کشف ہوا ہے کہ ایک بڑا ستارہ ٹوٹا ہے جو خوب زور سے چمکتا ہوا شام مشرق کی جانب سے سیدھا سر تک آ کر گم ہو گیا ہے (اگست اور ستمبر میں عموماً ایسے واقعات ہوا کرتے ہیں اسی کا نام مرزا جی کی اصطلاح میں الہام اور کشف ہے) چہ خوش۔،

مرزا جی کی لڑکی کو بھی کشف ہوا کہ آسمان پر ستارے ٹوٹتے ہیں (بدر ۲۲۔اگست)

کیوں نہ ہو ابن الفقيه نصف الفقيه)

مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا ہے: عبرت بخش سزائیں دی گئیں (بدر ۱۸۔اگست)

کیا ہی مزے کا اور برمحل الہام ہے اور راولپنڈی اور لاہور میں پولیٹکل مقدمات دائر ہیں ادھر بنگال

میں آئے دن پولٹیکل پکڑے جا رہے ہیں اور سزائیں ملتی ہیں اس پر بھی مرزا کے الہام کو کوئی سچا نہ مانے تو پھر اس سے زیادہ سچا وہ کہاں سے لائیں۔

مرزا جی کو یہ بھی الہام ہوا، تو ہر ایک بلا سے بچایا جائے گا۔ (بدر ۲۲ ستمبر)۔

اس کے بعد مرزا جی کا مراہق بیٹا مر گیا جس کی شادی کو ابھی چند ہی روز ہوئے تھے۔ کیا ہی سچا الہام ہے۔

۲۱ ستمبر کی شب کو میں (ثناء اللہ) خواب میں قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب سے خوب دل لگی کی باتیں ہوئیں ایک شخص نے ان کی مجلس میں آپ کو مسیح موعود کہا۔ میں نے کہا شرم کرو وہ خود تو ازالہ اوہام طبع اول کے صفحہ.. پر اپنے مسیح موعود ہونے سے انکاری ہیں اور تم ان کو مسیح موعود کہتے ہو۔ پھر ایک شخص نے کچھ پوچھا تو مرزا جی نے کہا چپ رہو یہ اخبار نویس بیٹھے ہیں ابھی چھاپ دیں گے۔ میں نے کہا کراماً کاتبین انسان کا ہر ایک لفظ لکھتے ہیں جب کہا جائے گا اقرأ کتابك اس وقت آپ کیا کہیں گے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا جزاك الله (مرقع قادیانی نومبر ۱۹۰۷ء ص ۳۲)

چیستان مرزا قادیان

(اور اس کے حل کرنے پر مرزا صاحب کو پانچ سو روپیہ انعام)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج ہم یہ انعامی مضمون چیستان مرزا لکھتے ہیں (یہ مضمون دسمبر ۱۹۰۷ء کے مرقع میں نکلا) اور مرزا صاحب کو ایک مہینے کی مہلت دیتے ہیں۔ پس ہمارے مرزائی دوست جو مدتوں سے ہم پر خفا ہیں اس چیستان مرزا کو حل کرا کر ہم سے اپنی کشیدگی کا نعم البدل (پانچ سو روپیہ) پائیں۔ پس اب غور سے سنتے جائیں۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام میں علامات مسیح کے شمار میں لکھتے ہیں:

ازانجملہ ایک یہ کہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا کیونکہ ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث سے وہ

روحانی طور پر ابوالبشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے اور بڑی علامات اورنشان اس کے وقت ظہور کے انجیل اور فرقان میں یہ لکھے ہیں کہ اس سے پہلے عالم کون میں روحانی طور پر ایک فساد پیدا ہو جائے گا۔ آسمانی نور کی جگہ دخان لے لیگا اور ایک عالم پر دخان کی تاریکی چھا جائے گی۔ ستارے گر جائیں گے زمین پر ایک سخت زلزلہ آ جائے گا۔ مرد جو حقیقت کے طالب ہوتے ہیں تھوڑے رہ جائیں گے اور دنیا میں کثرت سے عورتیں پھیل جائیں گی یعنی سفلی لذات کے طالب بہت ہو جائیں گے۔ جو سفلی خزائن اور دفائن کو زمین سے باہر نکالیں گے مگر آسمانی خزائن سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔ تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کرتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم ۔میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ آدم اور ابن مریم درحقیقت ایک ہی مفہوم پر مشتمل ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ آدم کا لفظ قحط الرجال کے موقع پر ایک دلالت تامہ رکھتا ہے اور ابن مریم کا لفظ دلالت ناقصہ مگر دونوں لفظوں کے استعمال سے حضرت باری کا مدعا اور مراد ایک ہی ہے۔ اسی کی طرف اس الہام کا بھی اشارہ ہے جو براہین میں درج ہے اور وہ یہ ہے: انّ السماوات والارض کانتا رتقاً ففتقنا هما کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف ۔یعنی زمین و آسمان بند تھے اور حقائق و معارف پوشیدہ ہو گئے تھے سو ہم نے ان کو اس شخص کے بھیجنے سے کھول دیا۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں۔ اب جب کہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا ضرور ہے کہ آخر الخلفاء آدم کے نام پر آتا اور ظاہر ہے کہ آدم کے ظہور کا وقت دور ششم کے قریب عصر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور توریت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۹۳۔۶۹۵ ؛ خزائن۔ج۳ص۴۷۴۔۴۷۵)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اس عبارت کا خلاصہ دو حرفہ ہے کہ مرزا صاحب دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار کے خاتمہ کے قریب آنے کے مدعی ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دنیا کی عمر کی بابت مرزا صاحب نے کیا لکھا ہے

۔شکر ہے کہ اس بات کا جواب مرزا صاحب کے ازالہ اوہام ہی سے ملتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن کریم کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرتﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۃ العصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس۔ اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص۳۱۱۔۳۱۲؛خزائن ج۳ص ۲۵۸۔۲۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی عمر (بقول مرزا صاحب قادیانی) چار ہزار سات سو چالیس تھی۔ بہت خوب! اچھا ان میں تیرہ سال اقامت مکہ ملائے جائیں جو قبل از ہجرت تھے تو ۴۷۵۳ سال ہوئے۔ چھ ہزار پورے کرنے کے لئے ان میں ۱۲۴۵ سال ملانے کی ضرورت ہے۔پس سنہ ۱۲۴۵ھ کو دنیا کی عمر (بقول مرزاجی) چھ ہزار پوری ہوگئی،جس کو آج ۱۳۲۵ھ میں ۸۰ سال ہوئے ہیں۔

آیئے اب ہم اس مرحلے کو بھی طے کریں کہ مرزا صاحب جس سنہ میں مامور یا رسول ہوکر تشریف لائے ہیں۔آپ اپنے ازالہ اوہام میں خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہیں،فرماتے ہیں:

چندروز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو آیت بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔اور وہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر

ظاہر کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ دیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال ہے جو سورہ العصر کے حروف میں ہے کہ انہی میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵۔۱۸۶؛ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۸۹۔۱۹۰)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ۱۳۰۰ھ خاتمہ پر تشریف لاویں، تو صاف ثابت ہوا کہ آپ چھٹے ہزار کو جو بارہ سو پینتالیس ہجری میں پورا ہو چکا تھا ختم کر کے ساتویں ہزار کے شروع سے ۵۳ سال بعد آئے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: بہت خوب! چنانچہ یہی مضمون کھلے لفظوں میں آپ کو تسلیم ہے۔ آپ رسالہ دافع البلاء میں لکھتے ہیں:

طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ماننے سے انکار کیا جو تمام نبیوں کی پیش گوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے اس مسیح کو گالیاں دیں۔ کافر کہا اور قتل کرنا چاہا۔ (دافع البلاء۔ص ۱۲؛ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۱۳۲)

اس عبارت میں مرزا جی نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں تسلیم بلکہ تبلیغ کیا ہے کہ میں ساتویں ہزار میں آیا ہوں حالانکہ آپ کو ۱۱۰۰ھ میں آنا چاہیے تھا کیونکہ عصر کے بعد بھی تو دن کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو سارے دن کے پانچویں حصے سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ سارا دن جب ایک ہزار سال کا ہوا، تو پانچواں حصہ دو سو سال کا ہوگا۔ پس آپ کو ۱۱۰۰ھ کے نصف میں آنا چاہیے تھا مگر آپ بہت لیٹ ہو کر پورے ۱۳۰۰ھ کے خاتمہ پر تشریف لائے یہاں تک کہ ٹرین بھی چلی گئی۔ یہی لیٹ (تاخیر) آپ کی عدم صداقت کی دلیل ہے۔

مرزا صاحب کی چالاکی اور ہشیاری کی تو ہم داد دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے:

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ نے دیکھا کہ صرف غلام احمد کے اعداد ۱۱۲۴ ہوتے ہیں، یہ تو بہت کم ہیں، اس لئے جھٹ سے

اپنے نام میں اپنے قصبہ کی نسبت کو بھی داخل کر کے پورا نام غلام احمد قادیانی بنایا۔ پھر کس لطافت سے لکھتے ہیں کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں ۔ واہ سبحان اللہ! ایسا سچا الہام کہ نام میں مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے کھچڑی بنایا گیا ہے ۔ ایسے الہام کو کون جھوٹا کہے۔ مگر پھر بھی لوگ ایسے کے ویسے ہیں کہ ایسے الہام پر بھی ایمان نہیں لاتے ۔ سچ ہے؟

این کرامت ولی ماچہ عجب
گربہ باشید وگفت باراں شد

چیستان مرزا: جواب الجواب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے ایک مضمون دسمبر (۱۹۰۷ء) کے مرقع میں نکلا تھا جس کے جواب کے لئے مرزا صاحب کو مبلغ پانچ سو روپیہ پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مرزا صاحب خود تو سامنے نہیں آئے البتہ ان کے ایک مرید (مولوی فضل الدین مدرس عربی سکول قادیان) نے حوصلہ کیا۔ قبل جواب دینے کے مجھ خط لکھا جو اہل حدیث ۳ جنوری (۱۹۰۸ء) میں مع جواب شائع ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ راقم خط پہلے تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ آپ نے جو انعام تجویز کیا ہے وہ خاص مرزا صاحب کے لئے ہے یا ہر ایک مجیب کے لئے؟ پھر اخیر میں التماس کرتا ہے کہ آپ نے جو تخصیص اس انعام کی مرزا صاحب سے کی ہے وہ اٹھا کر سب کے لئے کر دیجئے۔ ناظرین غور کریں کہ ان دونوں فقروں سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے فقرہ میں جس بات کا سوال کرتا ہے دوسرے فقرہ میں خود ہی اسکا جواب دیتا ہے۔ پہلے فقرہ میں تو پوچھتا ہے کہ آپ نے یہ انعام مرزا صاحب کے لئے مخصوص کیا ہے یا کہ سب کے لئے ہے۔ دوسرے میں کہتا ہے کہ آپ تخصیص کو اٹھا دیں۔ بھلا جس صاحب کی لیاقت اور صلاحیت کا یہ نمونہ ہے اس نے مرقع کے مواخذات کا جواب کیا دیا ہوگا۔ تاہم ناظرین کی آگاہی اور راقم جواب کی ہدایت کے لئے ذکر کرتے ہیں۔

سوال مندرجہ مرقع (دسمبر ۱۹۰۷) کے تین حصے تھے اس جگہ ہم ایک ایک حصے کا ذکر کریں گے۔ پہلا حصہ یہ تھا کہ مرزا جی ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۳ پر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کو دنیا کی عمر کے حساب سے چھٹے ہزار میں پیدا ہونا تھا (مفصل عبارت دسمبر کے پرچہ میں دیکھو) پھر صفحہ ۳۱۱؟ پر دنیا کی عمر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک چار ہزار سات سو چالیس سال رکھی ہے۔ اسپر سوال یہ تھا کہ اس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو پورا ہو گیا اور ۱۲۴۸ھ سے ساتواں ہزار شروع ہوتا ہے اور آپ (مرزا) کی پیدائش ۱۲۵۵ھ میں ہوئی تھی پس ثابت ہوا کہ آپ بقول خود بھی مسیح موعود نہیں جو ساتویں ہزار میں آئے ہیں (اس حساب سے مرزا کی کل عمر ۷۱ سال قمری ہوتی ہے۔ بہاء)

اسکا جواب مرزائی مجیب کی طرف سے جو دیا گیا ہم اسکے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب کا مدعا اس عبارت سے یہ ہے کہ خلقت آدم سے لے کر نبی کریم ﷺ کے زمانہ نبوت تک جو سنہ ۱۰ ہجری تک تھا ۴۷۴۰ برس گذرے ہیں پر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف اس عبارت کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جسقدر زمانہ حضور ﷺ کے خلعت نبوت ملنے تک تھا وہ تو اس مدت ۴۷۴۰ میں داخل ہے مگر جو ۲۳ سال خالص نبوت کا زمانہ تھا وہ اس میں شامل نہیں مولوی صاحب سنہ نبوت کے ۲۳ سال کے زمانہ کو اس اعداد العصر کے زمانہ میں شمار نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ قبل نبوت کے چالیس سال تو اس مدت میں داخل ہیں مگر زمانہ نبوی میں سے جو ۲۳ سال باقی ہیں وہ اس مدت سے خارج ہیں۔ یہ وہ غلطی ہے جو زمانہ بعثت کے لفظوں کے غلط مفہوم سمجھنے کی وجہ سے مولوی صاحب کو ٹھوکریں دے رہی ہے مولوی صاحب نے زمانہ بعثت تک کے لفظ سے حضرت نبی کریم ﷺ کے مامور اور مرسل ہونے کا وقت سمجھا ہے جو تفسیر القول ما لا یرضی به قائله کا مصداق ہے اگر مولوی صاحب کچھ بھی توجہ کرتے تو حضرت مرزا صاحب کی تصرحات کے خلاف یہ مطلب ہرگز نہ قرار دیتے اور نہ ہی اس غلط مراد کو حضرت مرزا صاحب کا منشاء قرار دے کر ان کی طرف منسوب کرتے۔ مولوی صاحب شاید اصرار کریں کہ اچھا کوئی ایسی اور تحریر علاوہ ازیں دکھائیں جہاں سے سمجھا جائے کہ اس مدت العصر سے یہ مراد صحیح نہیں جو میں لیتا ہوں اور جس سے صاف پتہ چل جائے کہ میں نے جو کچھ سمجھا ہے حقیقۃً قائل کے منشاء کے خلاف ہے اس لئے ہم خود ہی ان کی خاطر

لکھتے ہیں حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ میں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۃ العصر کے حروف حساب جمل کے رو سے ابتدائے آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جسقدر برس گذرے ہیں ان کی تعداد ظاہر کرتے ہیں سو سورہ ممدوحہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے کیونکہ میری عمر اسوقت قریباً ۶۸ سال کی ہے (اس کے ایک سال سے کم مدت میں مرزا صاحب چل بسے تو موت کے وقت ان کی عمر قریباً ۶۹ سال ہوئی۔ اور چونکہ یہاں قمری باتیں ہو رہی ہیں اس لئے عمر بھی ۶۹ سال قمری ہوئی جو ۶۷ سال شمسی ہوتی ہے۔ بہا) تشحیذ الاذہان نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۵)

جواب: اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ بعثت سے مراد تمام زمانہ تبلیغ ہے اس حساب سے ۲۳ سال تبلیغ رسالت آنحضرت ﷺ کے بڑھا کر فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تا کہ مرزا کا سبز قدم ساتویں ہزار میں نہ ہو بلکہ چھٹے ہزار میں رہے۔

اس تقریر میں جو آپ نے خوب دجل سے کام لیا ہے غور سے سنیئے۔ زمانے تین ہوتے ہیں۔ فترت یعنی بندش رسل کا زمانہ۔ ۲، بعثت جس میں کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کی طرف آئے۔ ۳۔ تبلیغ۔ یعنی وہ زمانہ جس میں نبی خدا کے احکام بندوں کو سنائے۔ ان تینوں زمانوں کا ثبوت قرآن مجید میں ملتا ہے پہلے زمانہ کا ثبوت یہ ہے علی فترۃ من الرسل ۔ آنحضرت ﷺ کو حکم ہے کہ تم کہدو کہ میں رسولوں کی بندش کے موقع پر آیا ہوں۔ اسی تعریف کو آپ خود بھی صفحہ ۱۷ پر تسلیم کرتے ہیں۔ ۲۔ دوسرے زمانہ کا ثبوت اس آیت میں ہے قال الذین او تو العلم و الا یما ن لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یو م البعث فھذا یو م البعث ۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ قیامت کے روز کفار کہیں گے کہ ہم تو قبروں میں یا دنیا میں ایک آدھ گھڑی ٹھہرے ہیں ان کے جواب میں ایمان دار کہیں گے کہ تم تو یوم البعث تک ٹھہرے ہو یہ ہے یوم البعث ۔، شکر ہے کہ اس آیت میں تمام وہ الفاظ موجود ہیں جو مرزا صاحب کی عبارت میں ہیں۔ بعثت اور بعث ایک ہے ۔ یوم اور زمانہ ایک ہے۔ مرزا صاحب کی عبارت میں ،تک، اور آیت قرآنی میں الی ہے جس کے معنی بھی ، تک، کے ہیں۔ کیا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار اور دیگر لوگ قبروں میں روز قیامت کے خاتمہ تک رہے ہیں؟

ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کے شروع تک ان کے ٹھہرنے کو منتہی فرمایا ہے۔اس سے بعد تو ان کو عذاب یا ثواب میں بھیجا جائے گا۔قبروں میں ٹھہرنے کا کیا موقع ؟ تیسرا زمانہ تبلیغ رسالت کا ہے جس کی بابت ارشاد ہے بلغ ما انزل الیك من ربك۔اے نبی جو کچھ تیری طرف نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ۔

یہ ہیں تین زمانے جن کی شہادت قرآن مجید دیتا ہے۔آپ نے جو بڑی جانفشانی سے صفحہ ۷ا پر زمانہ فترت اور بعثت میں تقابل تضاد لکھا ہے ہمارے کسی طرح مخالف نہیں۔کون اہل علم ہے جو اس سے انکار کرے کہ اضداد میں کثرت ممکن نہیں بلکہ ضروری ہے۔دیکھو رنگ سبز سرخ سفید نیلا وغیرہ باہمی اضداد ہیں حالانکہ متعدد ہیں کیوں ضد اخص من النقیض ہوتی ہے پس جس طرح الوان (رنگوں) میں اضداد کا تعدد ہے اسی طرح زمانہ میں اضداد کا تعدد ہے زمانہ فترت، زمانہ بعثت، اور زمانہ تبلیغ۔آپ کو اپنی تقریر پر گھمنڈ تو بڑا ہے مگر خبر اتنی بھی نہیں کہ اضداد متعدد بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔آہ۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

آیئے میں ذرہ آپ کو اور علمی طریق سے بھی سمجھاؤں شائد آپ مرزائی جال سے نکل سکیں۔

بعثت اور بعث یہ مصدر ہیں جیسے خلق ضرب نصر وغیرہ اور مصدر کا وجود فعل کے تابع ہوتا ہے ۔یعنی فاعل اپنا اثر مفعول پر پہنچاتا ہے تو مصدر کی اضافت بھی مفعول کی طرف جائز ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا بھی بجا ہے کہ فاعل کا فعل وہی مصدر ہوتا ہے اس کی پہچان فعل کے مطاوع سے ہوتی ہے اگر فعل کا مطاوع پایا جاوے تو سمجھو کہ مفعول میں مصدر موجود ہو گیا۔پس آنحضرت ﷺ کو جب خدا نے نبی کیا تو فعل (بعثت) کا اثر آپ پر پہنچ گیا جس کے پہچاننے کا طریقہ وہی مطاوع کا ہے چنانچہ اسی مصدر (بعثت) کی بابت مفردات راغب، قاموس اور صراح وغیرہ میں ہے بعثته فانبعث ۔اب سنیئے قرآن مجید میں ارشاد ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا (خدا نے عربوں میں رسول پیدا کیا) اس قاعدہ کے مطابق جس روز آپ پر وحی نازل ہوئی یعنی وصف رسالت سے موصوف ہوئے اسی روز آپ مبعوث ہو گئے ۔اور اسی رز سے بعث اور بعثت کی اضافت آپ کی طرف صحیح ہو گئی اور وہی وقت آپ کی بعثت کا ہے جو پہلے زمانہ (فترت) کی غایت بنتا ہے ہمارا

اعتبار نہ ہو تو اپنے امام زمان مہدی اور مسیح العدوان سے پوچھئے جو رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پا کر مبعوث ہوا (ص ۳) (یعنی مرزا کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہے۔اس سے بعد زمانہ تبلیغ ہے)

مرزا جی کی تو ہم کہتے نہیں وہ تو جو کچھ ہیں ہم ان کو جانتے ہیں کیا تمہارا ایمان یہ حکم کرتا ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تھی تو آپ اس وحی سے مبعوث نہ بنے تھے؟ پھر کیا اس وقت بعثت کی اضافت آپ کی طرف نہ ہوئی تھی؟

اصل یہ ہے کہ بعثت کے معنی پیدا کرنے کے ہیں مگر کبھی اس کا اثر ذات پر ہوتا ہے جیسے نبعث من فی القبور ہم مردوں کو زندہ کریں گے۔اور کبھی صفات پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسو لاً منھم۔ لقد ار سلنا فی کل امة رسو لاً ۔حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری کی بابت جو بعثت کا لفظ آیا ہے وہ بھی دوسری قسم سے ہے یعنی صفت ماموریت ان میں نئے سرے سے پیدا کر کے بھیجے جائیں گے شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ رسالت اور چیز ہے اور مامور ہونا اور چیز ہے شروع نبوت محمدیہ کے وقت سے تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا اس زمانہ میں آپ رسول تو تھے مگر مامور نہ تھے اس لئے آپ نے اس مدت سہ سالہ میں کسی کو تبلیغ نہیں فرمائی تھی ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ اس وقت بھی رسول ہیں مگر مامور بالتبلیغ نہیں۔اس تقریر سے تمہارے سوال مندرجہ صفحہ ۱۸ کا جواب بھی ادا ہو گیا اور عام طور پر اس سوال کا جواب بھی آ گیا جو مرزا اور مرزائی حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری پر کیا کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے کیونکہ خاتم النبیین کے برخلاف جب ہو کہ حضرت مسیح کو رسالت بعد آنحضرت ﷺ کے ملے لیکن جس صورت میں رسالت ان کی پہلے کی ہے مگر ماموریت کا وصف مکرر ان میں پیدا کر کے ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا تو یہ صورت خاتم النبیین کے مخالف نہیں مخالف تو تمہارے خیالات کے ہے سو ان کی اصلاح کراؤ۔

خلاصہ یہ کہ بقاعدہ علوم آلیہ فعل کا اثر جب مفعول تک پہنچتا ہے تو اسی وقت سے مصدر کی اضافت اس کی طرف ہو جاتی ہے اور اس مصدر کا صیغہ اسم مفعول اس پر بولا جاتا ہے مگر قادیانی تجدید کا حال کچھ اور ہی ہے ذرہ غور فرمایئے آپ کیا لکھتے ہیں:

ایک اور بات جسکی طرف اڈیٹر مرقع کا ذہن اگر منتقل ہو جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اس قدر غلطیوں سے بچ جاتے یہ بھی ہے جس کی طرف ان کا خیال نہیں گیا کہ بعثت کے زمانہ کو بعثت کا زمانہ کیوں کہتے ہیں۔ اگر وہ عربی زبان کے اس ایک ہی نکتہ سے آگاہ ہوتے کہ کیونکر الفاظ میں اور معانی میں پوری مطابقت اور مناسبت ہوتی ہے اور وہ کیا اسرار ہیں جو اس ام الالسنہ کے خصوصیات سے ہیں تو وہ بعثت کے لفظ سے یہ ٹھوکر نہ کھاتے منجملہ عربی زبان کے معارف کے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ الفاظ موضوعہ کو اپنے موضوع لہ معانی سے طابق النعل بالنعل سے بڑھ کر مطابقت ہوتی ہے بعثت کے معنی مرکر زندہ ہونے کے ہیں۔ انبیاء کی گرامی ذات اسوقت دنیا میں تشریف لاتی ہے جس وقت روحانی زندگی پر مردنی کا عالم ہوتا ہے۔ جس طرح قیامت یعنی یوم البعث کے دن قبروں کے اموات میں روحیں عود کر آئیں گی اور خدا کے حکم سے وہ سب از سر نو زندہ ہو جاویں گی، اسی طرح انبیاء کے وقت میں ان کے نفوس رسالت و نبوت کے ذریعہ جاودانی زندگی کی اموات کو پھر زندہ کر کے قبروں سے نکالا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بالکل سچ ہے کہ انبیاء کا زمانہ قیامت کا ایک کامل نمونہ ہوتا ہے۔ (ص ۱۸)۔

جواب: اے جناب آپ کو کس دانا نے کہا تھا کہ مرقع کا جواب دینے آؤ۔ افسوس مرزائی پارٹی کے حال پر جن میں ایسے ایسے لائق آدمی بھی ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کہتے کیا ہو آپ نے بعثت کی تعریف جو کی وہ تو کی لیکن یہ کیا غضب کیا کہ ذکر تو بعثت انبیاء کا کیا مگر جب اس کا مفعول ظاہر کرنے لگے تو کفار کی طرف چلے گئے۔ ہائے افسوس مالھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً حضرات انبیاء کے ذریعہ مردوں کو زندگی ملتی ہے بہت ٹھیک، لیکن سوچنا یہ ہے کہ جو بعثت کہ انبیاء کی طرف آپ نے مضاف کی ہے اسکا مفعول بہ کون ہے۔ مصدر کی اضافت یا تو فاعل کی طرف ہوتی ہے یا مفعول کی طرف۔ اگر فاعل کی طرف ہوتی ہے تو مصدر سے صیغہ اسم فاعل نکال کر مضاف الیہ کو اس سے موصوف کیا جاتا ہے مثلاً ھذا خلق اللہ میں خلق مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے تو اللہ کو خالق کہنا صحیح ہے اور ما خلقکم میں اضافت مفعول کی طرف ہے تو ہم کو مخلوق کہنا صحیح ہے مگر آپ کی منطق کیا الٹی راہ آپ کو چلا رہی ہے کہ ذکر تو اس بعثت کا کر رہے ہیں جو انبیاء کی طرف مضاف ہے اور مفعول اسکا کفار اور مشرکین کو بنا رہے ہیں جن پر اس کا خلقی طور پر

کوئی اثر نہیں۔لطف یہ کہ دعویٰ بھی غلط۔دیکھئے کیا کہتے ہیں کہ بعثت کے معنی ہیں مرکر زندہ ہونا۔حالانکہ قرآن مجید میں کئی ایک جگہ یہ لفظ رسولوں بلکہ سید الرسل ﷺ کے لئے بھی آیا ہے۔غور سے سنو:

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم (جمعه)

و لقد بعثنا فی کل امة رسولا (پ۱۴۔ع۱۱)

بتلاؤ ان آیات میں بعثت کے معنی مردوں کو زندہ کرنے کے ہیں؟ کیا ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے مردہ رسولوں کو زندہ کیا۔افسوس ہے تم لوگ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹوں کے مرتکب ہوتے ہو

لطف پر لطف ہے املا میں مرے یار کے یار
حائے حطی سے گدرح لکھتا ہے ہوّز سے ہمار

اسی طرح آپ کا یہ عذر بھی نہایت ہی کمزور ہے کہ:

آن غیر ممتد ہے اور زمانہ ممتد ہے، اسلئے زمان بعثت سے مراد تمام وقت تبلیغ رسالت لیا جاوے گا۔

یہ بھی اس لئے غلط ہے کہ اول تو آن اور زمان میں یہ فرق فلسفی طریق پر ہے،عرف عام میں کوئی بھی یہ فرق نہیں کرتا، نہ سمجھتا ہے۔اور کلام اللہ کا صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو عرف عام کے مطابق ہوگا۔دوئم یہ کہ فعل چونکہ حرکت ہے اور حرکت زمانہ کو مقتضی ہے پس جتنا وقت فعل (بعث) کے لئے درکار ہے وہی اس زمانہ سے مراد ہے کیونکہ اسی میں بعث...فعل تام ہوکر مفعول بہ کو مبعوث کر دیتا ہے۔

آیئے میں آپ کو ایک اور طرح سے بھی سمجھاؤں۔لیجئے علی وجہ التسلیم مانے لیتا ہوں کہ زمانہ بعثت زمانہ تبلیغ کو بھی شامل ہے یعنی آنحضرت ﷺ کا ۲۳ سالہ زمانہ کل زمانہ بعثت ہے تاہم میرا دعویٰ صحیح ہے اور آپ کا جواب غلط۔کیونکہ غایات کے بیان کرنے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ممتد یعنی دراز ہو،اس کو جب کسی چیز کی غایت (انتہاء) بنایا جاتا ہے تو اس کا ابتدائی حصہ مراد ہوتا ہے۔مثلاً جب ہم یہ کہیں گے کہ اس دیوار سے اس دیوار تک،تو جس دیوار پر لفظ تک آتا ہے اس ساری دیوار کی چوڑائی کو اس غایت میں شامل نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس کی ادھر کی سطح تک غایت ہوگی۔اگر اس دیوار سے اس دیوار تک الفاظ لکھ کر کسی زمین کی بیع ہو تو اسی قدر

حصہ زمین بیع میں آئے گا جتنا دونوں دیواروں کا درمیانی حصہ ہوگا، نہ کہ دونوں دیواروں کے عمق سمیت۔اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ زمین سے آسمان تک تو آسمان کی وہ سطح مراد ہوگی جو زمین کی جانب ہے۔...اب سنئیے قرآنی ثبوت۔خداتعالی فرماتا ہے ثم اتموا الصیام الی اللیل یعنی روزے کورات تک پورا کیا کرو۔ یہاں لیل سے مراد شروع حصہ لیل کا ہے، نہ کہ تمام رات۔اگر تمام رات مراد ہوتو کوئی شخص تمام دن روزہ رکھ کر صبح صادق سے تھوڑا پہلے افطار کرے تو کہنا پڑے گا کہ اس نے بھی اس آیت پر عمل کیا حالانکہ کوئی نہیں کہتا (قادیانی مجدد کی ہم کہتے نہیں جن کے ہر کام میں حدث ہے بنے کیونکر کہ ہے سب کارالٹا۔ہم الٹے بات الٹی یارالٹا۔)اور سنئیے !ایک شخص یوں کہے کہ زمانہ تقرر سے زمانہ پنشن تک میری ملازمت پورے تیں سال ہوئی ہے تو کیا اس کلام میں زمانہ پنشن سارا داخل کیا جاوے گا یا ابتدا مراد ہوگا؟ غالباً ابتدا مراد سمجھنے میں کوئی بھی اہل زبان مخالف نہ ہوگا۔

ان مثالوں سے یہ بات ذہن نشین ہوسکتی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت میں جو یہ لفظ ہیں کہ خلقت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک،اس عبارت کا بھی مطلب حسب محاورہ اہل زبان خصوصاً اہل دہلی (میر ناصراوران کے اہل وعیال کو چھوڑ کر) یہی صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے شروع زمانہ نبوت تک نہ کہ تمام زمانہ ۲۳ سالہ تبلیغ کو اس میں داخل کر کے۔

دیکھا مرقع کا جواب دینا کیسی ٹیڑھی کھیر ہیں۔سنو!

ابھی دل ربائی کے انداز سیکھو

کچھ آسان نہیں دل لبھانا کسی کا

مگر یاد رہے کہ یہ قاعدہ اسی صورت میں ہے جہاں غایت اور مغیا، دوالگ الگ جنس کے ہوں لیکن اگر غایت،مغیا کا تعلق کلیت اور جزئیت کا ہے تو وہاں پر تمام پر اشتمال ہوگا اسی لئے نحوی وہاں الی کے معنی مع کے کہتے ہیں چنانچہ الی المرافق وغیرہ میں (دیکھو شرح مأۃ عامل وغیرہ)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار سال کے اخیر میں آئے گا۔پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۲ پر خود ہی دنیا کی عمر کا جو حساب بتلایا ہے اس حساب سے دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار سال ۱۲۴۷ھ کو پورا ہوا ہے۔اور مرزا صاحب خیریت سے ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے یعنی ساتویں ہزار

میں ۔اس لئے مرزا جی اپنے ہی قول سے مسیح موعود نہیں کیا خوب:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

لطیفہ: ناظرین طویل عبارت پڑھنے سے شاید ملول خاطر ہوئے ہوں گے اس لئے ان کو ایک لطیفہ مرزائیہ سناتے ہیں ۔مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبداللہ آتھم عیسائی ،جس کی بابت آپ نے ۱۵ مہینے میں مرنے کی پیش گوئی کری تھی مگر وہ کئی مہینے میعاد گذار کر مرا تو اس کی بابت لکھتے ہیں:

اگر پیش گوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے ۔اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی ۶۴ سال کے ۔(ص ۳)

اس عبارت میں صاف پایا جاتا ہے کہ عبداللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال تھی ۔آیئے اب ہم یہ تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا۔شکر ہے کہ اس کی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب ہی کی تحرروں میں پائی جاتی ہے مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ا پر لکھتے ہیں:

چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں ۔،

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی ۔بہت خوب ۔آیئے اب معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۸ء میں ۱۸۹۶ء کو گذرے ہوئے کتنے سال ہوئے ۔ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوئے ہیں ۔بہت اچھا۔۶۴ کے ساتھ ۱۱ کو ملانے سے ۷۵ سال ہوتے ہیں،تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل ۷۵ سال کی ہے،مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے باوجود ان اپنے ہی بیانوں کے مرزا صاحب ہنوز اڑسٹھ سال کے بنتے ہیں ۔چنانچہ آپ حقیقت الوحی کے صفحہ ۲۰۱ پر لکھتے ہیں جسے ہمارے مخاطب مجیب نے بھی صفحہ ۶ پر نقل کیا ہے کہ:

میری (مرزا) کی عمر قریباً ۶۸ سال کی ہے۔

حالانکہ حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور اسی سنہ میں شائع کی ۔

مرزائیو! اب بھی تمہیں اس بڈھے میاں کی بدحواسی میں کوئی شک ہے؟ واللہ اگر اب بھی شک کرو

گے تو خطرہ ہے کہ شک ہی میں مرجاؤ گے

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

باقی (مرقع قادیانی۔فروری ۱۹۰۸ء)

مرزا قادیانی کی پیش گوئی اپنے دار کے متعلق

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس مضمون کے گذشتہ دو نمبر مرقع میں آ چکے ہیں آج یہ تیسرا عنوان ہے۔ اس کے متعلق مرزا صاحب کا فرضی نامہ نگار لکھتا ہے:

پہلا امر جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعود کا ایک نشان ہے یہ ہے کہ مسیح موعود نے اپنے نفس کے متعلق اور اپنے گھر کے متعلق بار ہا یہ پیش گوئی شائع کی ہے کہ نہ صرف میں، بلکہ ہر ایک شخص جو میرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہتا ہے، طاعون سے محفوظ رہے گا تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ طاعون میرے لئے بطور نشان کے ظاہر ہوئی ہے۔ آپ کی اس پیش گوئی کی بنیاد ایک الہام پر ہے جو حسب ذیل ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک شخص جو اس گھر میں رہتا ہے میں اس کی حفاظت کرونگا۔ ہم روزمرہ اس پیش گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون نمودار ہوئی، یہاں تک کہ وہ مکان بھی طاعون سے متاثر ہوئے جو آپ کے گھر کے بالکل متصل ہیں، مگر آپ کے گھر میں جس قدر لوگ رہتے تھے اللہ تعالی کے فضل سے سب کے سب محفوظ رہے۔ آپ کا گھر ہر وقت بھرا رہتا ہے کیونکہ اس میں نہ صرف آپ کے اہل وعیال بود وباش رکھتے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ بمعہ اپنے بیوی بچوں کے آپ کے مکان کے اندر رہتے ہیں۔ طاعون کے دنوں میں آپ کبھی اپنے مکان کو نہیں چھوڑتے، بلکہ اپنے احباب کو بھی

جہاں تک ممکن ہوا اپنے مکان میں جگہ دیتے ہیں تا وہ بھی خدا کی خاص حفاظت سے حصہ لیں۔ علاوہ اس کے طاعون کے ایام میں گردونواح کے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور آپ کی مسجد مبارک جو آپ کے مکان کا ایک حصہ ہے ایسے لوگوں سے بھری رہتی ہے جو طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں تا آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور آپ کے ساتھ مصافحہ کریں اور اپنے لئے دعا کرائیں، لیکن باوجودیکہ آپ کے گھر کے اندر اور مسجد میں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے آپ کا مکان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ چلا آرہا ہے اور احمد نے بار ہا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کسی کو اس نشان میں جو آپ کے مکان کی حفاظت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے، شک ہو تو وہ اپنے لئے اور اپنے گھر میں رہنے والوں کے لئے ایسی ہی حفاظت کا اعلان کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو یقیناً خدا تعالیٰ ان کو اور اس کے گھر کو تباہ کرے گا تا سچ اور جھوٹ میں تمیز ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح موعود اور اس کے گھر والوں کی حفاظت واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ ممکن ہے بہت سے مکانات طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں مگر صرف محفوظ رہنا اور امر ہے اور حفاظت کا قبل از وقت اعلان کرنا اور اس اعلان کے مطابق محفوظ رہنا یہ اور امر ہے کیونکہ پہلی صورت میں کوئی نشان نہیں مگر دوسری صورت اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے۔ میں پہلے براہین احمدیہ کے ایک الہام من دخلہ کان آمناً کا ذکر کر آیا ہوں یہ الہام بھی اسی حفاظت کے متعلق ہے جس کا انی احافظ کل من فی الدار میں وعدہ دیا گیا ہے۔

(ریویو آف ریلیجنز بابت اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۳۸۷)

جواب: اس عبارت میں آپ نے چار دعوی کئے ہیں۔

۱۔ قادیان میں کئی دفعہ طاعون ہوا۔

۲۔ مرزا صاحب نے اپنا مکان نہیں چھوڑا۔

۳۔ مرزا صاحب کا مکان محفوظ رہا۔

۴۔ کسی نے مرزا صاحب کی طرح اپنے مکان کے محفوظ رہنے کا اعلان نہیں کیا۔

امر اول کی بابت تو ہمیں بحث نہیں اور اگر ہے تو آئندہ مضمون، قادیان میں طاعون، میں کریں گے۔ اور دوئم کی بابت اتنا کافی ہے کہ مرزا صاحب طاعون سے خوف زدہ ہو کر مدتوں آبادی سے باہر باغ میں

رہے اور ملنے جلنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے پھر معلوم نہیں ایسے جھوٹ سے کیا فائدہ۔

امر سوم کی بابت ایک حوالہ بتلانا ضروری ہے جس میں مرزا صاحب نے اپنے مکان میں توسیع فرمائی ہے غور سے سنیئے۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پس جو شخص میری تعلیم پر پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہوجاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالی کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔
(کشتی نوح۔ص ۳)

اس تشریح کے بعد ہم پوچھتے ہیں کہ بتلایئے آپ کا کوئی راسخ الاعتقاد طاعون سے مرا یا نہیں؟ مختصر سی فہرست مشہور مریدوں کی ہم بتلاتے ہیں: محمد افضل اڈیٹر البدر قادیان۔۲۔قاضی امیر حسین ساکن قادیان کا بیٹا ۔۳۔مولوی برہان الدین جہلمی ،۴۔مولوی جمال الدین ساکن سید والا ضلع منٹگمری۔۵۔حکیم فضل الٰہی لاہوری۔ ۶۔جان محمد امرت سری۔۷۔مرزا افضل بیگ مع تمام کنبہ ساکن پٹی ضلع لاہور وغیرہ۔یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی نے جب دیکھا کہ میرے مریدوں میں طاعونی اموات کثرت سے ہونے لگی ہیں تو آپ نے ایک سرکلر دیا کہ ہماری جماعت میں سے کوئی طاعون سے مرے تو اس کی لاش سے بہت دور رہو اور اس کو بے جنازہ پڑھے دفن کردو کیونکہ وہ شہید ہے (الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۷ء) واہ سبحان اللہ۔ایک زمانہ تھا کہ طاعون سے مرنے کو کتوں کی موت فرماتے تھے لیکن جونہی اپنے مریدوں پر طاعون کا حملہ دیکھا تو جھٹ ان کو شہید بنا دیا شائد اسی سے یہ مثل مشہور ہوئی ہے کہ،لہو لگا کر شہیدوں میں ملے،، امر چہارم کی بابت اتنا ہی کافی ہے کہ تمہاری طرح کسی کا دماغ بگڑا ہوتا یا احمقوں کو دام میں لاکر روپیہ بٹورنا منظور ہوتا تو وہ بھی کوئی ایسا اعلان کردیتا ۔بغیر اس کے کسی کو کیا درد سر تھا کہ ایسے اعلان کر کے آخر کار تمہاری طرح ندامت اٹھاتا اور لوگوں سے سنا:

تھے دوگھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دوگھڑی کے بعد

مرزا صاحب کی مثال بعینہ اس عورت کی طرح ہے جو اپنی سوکن کو جلانے کے لئے اپنی ناک کٹوا کر کہتی پھرے کہ میں ایسی بابرکت ہوں کہ اپنی ناک میں نے خود کٹوالی ہے کیوں نہیں کوئی میری طرح کرتا۔

(مرقع قادیانی۔فروری ۱۹۰۸ء)

احمد کی پیش گوئی قادیان کے متعلق

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس عنوان سے مرزا صاحب نے یا ان کے نامہ نگار نے مندرجہ ذیل تحریر شائع کی ہے۔آپ لکھتے ہیں:

دوسرا امر جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون مسیح موعود کے لئے بطور نشان کے بھیجی گئی ہے مسیح کی پیش گوئی قادیان کے قریہ کے متعلق ہے۔آپ کے الہامات آپ کے گاؤں کے متعلق حسب ذیل ہیں:

۱۔ انه آوی القریة یعنی خدا نے اس گاؤں کو ہلاکت سے بچالیا۔

۲۔ لو لا الاکرام لهلك المقام ۔یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ گاؤں نابود کر دیا جاتا۔

۳۔انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر شخص جو اس گھر میں رہتا ہے حفاظت کرونگا۔لفظ آوی جو پہلے الہام میں آیا ہے اس سے ایسی پناہ اور حفاظت مراد ہوتی ہے جو تکلیف میں مبتلا ہونے کے بعد ملی۔اس کی مثال قرآن میں موجود ہیں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق خدا نے فرمایا ہے و آوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک ایسے ٹیلے (یعنی اونچی پہاڑی زمین) میں جگہ دی جو بڑے آرام کی جگہ تھی اور جہاں چشمے اور نہریں بہتی تھیں اس میں اشارہ کشمیر کی طرف ہے جہاں حضرت مسیح نے صلیب کے دردناک واقعہ کے بعد پناہ حاصل کی۔اب کس کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح واقعی ایک مصیبت میں گرفتار ہوئے اور تکلیف اٹھائی اور ان کو سخت درد اور دکھ اٹھانے کے بعد پناہ دی گئی۔یہی لفظ آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی آیا ہے خدا تعالی فرماتا ہے الم یجدك یتیماً فآوی یعنی کیا خدا تعالی نے تم کو یتیم پا کر پناہ نہیں دی۔یہاں بھی لفظ آوی ایسی پناہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو ایک ابتلاء کے بعد دی گئی۔ان مثالوں

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ آوی ایسی صورت میں استعمال ہوتا ہے جب پہلے ایک ابتلاء اور تکلیف پہنچے اور اس کے بعد پناہ دی جاوے اب یہی لفظ پہلے الہام یعنی انہ آوی القریۃ میں قادیان کے متعلق استعمال کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں طاعون کا آنا ضروری تھا کیونکہ اگر قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہتی تو لفظ آوی اس پر صادق نہیں آ سکتا تھا۔ اس طرح لفظ آوی میں دو پیش گوئیاں تھیں ایک یہ کہ قادیان میں طاعون نمودار ہوگی۔ دوم یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہونے کے بعد ہلاکت سے بچالیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بہت سے گاؤں ایسے ہیں جو طاعون سے بالکل نابود کئے جائیں گے (ایسا کوئی گاؤں بتلا سکتے ہو، مرتع) اور قادیان بھی اس قابل تھا کہ انہیں دیہات کی طرح طاعون سے بالکل نابود کر دیا جاتا مگر خدا تعالیٰ مسیح موعود کی خاطر حسب مفہوم لفظ آوی طاعون میں مبتلا کرنے کے بعد اس کو اپنی پناہ میں لے لے گا یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ آوی کی یہ تشریح بعد میں نہیں سوجھی (چور کی داڑھی میں تنکا۔ مولوی عبدالکریم کا مضمون دیکھئے جو آئندہ نقل کیا جا رہا ہے۔ مرتع) بلکہ قبل از وقت اس لفظ کے معنی کھول کر بیان کر دیئے گئے تھے اور یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اس لفظ کے مفہوم کی رو سے ضرور ہے کہ قادیان میں طاعون نمودار ہو مگر خدا تعالیٰ اس کو ہلاکت سے بچالے گا دیکھو کتاب دافع البلاء صفحہ ۵۔ باقی کے دو الہام بھی اسی نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں چنانچہ دوسرا الہام یہ ہے لولا الاکرام لھلک المقام یعنی اگر تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو یہ مقام اس قابل تھا کہ بالکل نابود کر دیا جاتا کیونکہ یہ نہایت ہی سخت اور بدکار دشمنوں کا مقام ہے۔

تیسرے الہام یعنی انی احافظ کل من فی الدار سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تیرا گھر طاعون سے محفوظ رہیگا صاف بتلا رہا تھا کہ اس گاؤں میں طاعون آنے والی ہے کیونکہ اگر کل گاؤں ہی طاعون سے کلی طور پر محفوظ رہنا تھا تو ایک گھر کی تخصیص کے کیا معنی۔ ایک اور بات بھی قابل غور ہے جو لفظ گاؤں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے وہ آوی ہے، اور جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے و احافظ ہے ان دو الہاموں میں دو مختلف لفظوں کا استعمال کرنا توجہ کے قابل ہے جو لفظ خاص دار کے واسطے استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی کامل حفاظت کے ہیں اور جو لفظ عام گاؤں کے واسطے استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی ایسی حفاظت کے ہیں جو مصیبت کے بعد دی جائے ایک اور الہام میں جو دار کے متعلق ہے امن کا لفظ

آیا ہے اور لفظ احافظ اور امن دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی پورے طور پر بچایا جانا بغیر مصیبت میں مبتلا ہونے کے۔ عام گاؤں کے متعلق ان دونوں لفظوں میں سے کوئی بھی استعمال نہیں کیا گیا بر خلاف اس کے گاؤں کے متعلق ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں مصیبت میں مبتلا ہونا اور پھر بچایا جانا پایا جاتا ہے سو اس لفظ کے مفہوم کے مطابق قادیان میں طاعون میں مبتلا ہوا مگر تھوڑے سے عذاب کے بعد بچا لیا گیا۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ بابت اکتوبر ۱۹۰۷ء)

جواب: اس ساری عبارت کا زور صرف آوی القریۃ کے الہام پر ہے مناسب ہے کہ پہلے ہم اس الہام کی تفسیر اور تشریح مرزائی پارٹی بلکہ خود مرزا صاحب کے پیش امام مولوی عبدالکریم آنجہانی کی ایک تحریر سے ناظرین کو دکھا دیں۔ مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے ہنسی والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے جیسے کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ و ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنی خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہ کرے گا جب کہ تو ان کے درمیان ہے... اس اکیلے صادق کے طفیل قادیان کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے اپنی خاص حفاظت میں لے لیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے انہ آوی القریۃ کے الہام میں وہ نشان دکھایا ہے جس نے قادیان کی مخلوق کو اپنی حفاظت اور عاطفت کے پروں کے نیچے لے کر حضرت موصوف کا منجی اور نفع رسان خلائق ہونا ثابت کر دیا... غور کا مقام ہے کہ قادیان سے دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون تاخت و تاراج کر رہی ہے اور قادیان ایک جزیرے کی طرح اس موجزن سمندر میں بن رہا ہے اور روک اور سامان کا کوئی قہری اور جبری سامان نہیں (الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء)۔

(مختصر مطلب یہ کہ قادیان کے تمام لوگ طاعون سے محفوظ رہیں گے)

ناظرین اس زوردار تحدی کو دیکھئے اور نامہ نگار مذکور کا اقرار وغیرہ پڑھیئے کہ قادیان میں ایک سے زیادہ دفعہ طاعون نمودار ہوئی وغیرہ۔ پھر بتلایئے کہ ان بھلے مانسوں کی کس بات کا اعتبار ہو، مرزائیو! آؤ تمہیں

ایک اور مزے کی بات سنائیں۔ جب قادیان میں طاعون کے ہونے کی خبر تصدیق ہوگئی تو خود مرزا صاحب (ہاں اسی مسیح موعود نے جس نے قادیان کے تمام ہندو، مسلمانوں، دہریوں مشرکوں بلکہ چوہڑے چماروں غرض ہر قسم کے لوگوں کو شفاعت کبری سے محفوظ کرلیا تھا اسی مسیح موعود) نے فرمایا کہ: انه آوی القریة میں قریہ کا لفظ ہے قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہوں اس میں ہندو اور چوہڑے بھی داخل نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے ساتھ مل کر کھاتے ہی نہیں قریہ سے مراد وہ حصہ ہوگا جس میں ہمارا گروہ رہتا ہے۔ (البدر ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء) (چلو چھٹی ہوئی قادیان کا نام ہی نہیں فیصلہ ہوا)

مرزائیو! ان دونوں عبارتوں کو ملا کر ہمیں بتلاؤ کہ تکبر کے بدنتائج پر تم لوگ ابھی مطلع ہوئے یا نہیں؟ افسوس خدا نے مرزا صاحب کے اس دعوی میں بھی تکذیب فرمادی کہ خاص بلکہ اخص لوگوں میں اسی مسٹر افضل اڈیٹر البدر کو جس نے یہ الفاظ مرزا کے شائع کئے تھے طاعون سے ہلاک کیا مرزائیو سنتے ہو۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

(مرقع قادیانی۔فروری ۱۹۰۸ء)

چیستان مرزا: جواب الجواب

(چیستان مرزا کے جواب پر مرزائی لوگ بہت نازاں ہورہے ہیں اور بے سمجھی سے بغلیں بجاتے پھرتے ہیں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کا مکمل جواب دینے کو مارچ کا رسالہ بھی فروری کے ساتھ ہی دیا جائے پس ناظرین مطلع رہیں کہ مارچ کا پرچہ اسی پرچہ میں ہے۔اڈیٹر)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ دسمبر کے مرقع میں ایک مضمون انعامی پانچ سو کا نکلا تھا جس کا جواب مرزا جی کے ایک مرید مولوی فضل الدین مدرس سکول قادیان نے دے کر پانچ سو کا تقاضا کیا اور درصورت نہ دینے کے نالش کی دھمکی بھی دی جس کو میں نے بڑی خوشی سے نالش کی اجازت دی تھی مگر افسوس کہ اس کے ضمیر نے

خوداس کوڈرایااوروہ نالش نہ کرسکا کہ کہیں لینے کے دینے پڑ گئے،تو پیرو مرید دونوں کی مزید خفت ہوگی۔

اسکے جواب کا کچھ حصہ پرچہ ہذا میں سابقاً آچکا ہےاس جگہ بقیہ کو ہم ختم کرتے ہیں۔انشاءاللہ۔

پہلاسوال یہ تھا کہ مرزاصاحب ازالہ صفحہ ۶۹۳؟ پر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں آئے گا اور صفحہ ۳۳۱ پر دنیا کی عمر کا بخیال خود جواندازہ لگاتے ہیں تو چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو پورا ہوجاتا ہے حالانکہ مرزاصاحب حسب بیان ازالہ صفحہ ۱۸۵ پورے ۱۳۰۰ھ کو مبعوث ہوئے ہیں۔اس کے جواب میں مرزائی مجیب نے بڑی کوشش کرکے زمانہ تبلیغ آنحضرت ﷺ کے ۲۳ سال زمانہ بعثت میں داخل کرکے چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ میں ختم کیا تھااور لکھا تھا کہ مرزاصاحب ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور پورے ۱۳۰۰ میں ماموراور مبعوث ہوئے۔ اس کوشش سے مرزائی مجیب نے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ مرزاجی چھٹے ہزار سے باہر نہیں نکلےاس کا مفصل اور معقول جواب تو ہم نے سابق میں دے دیا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ۲۳ سال زمانہ تبلیغ نبوت کے زمانہ بعثت میں ہرگز داخل نہیں مگر چونکہ وہ تقریر ذرہ علمی اصول پر مبنی تھی گو قرآن وحدیث سے بھی ثابت تھی لیکن تاہم عام فہم نہ تھی بلکہ قدرے مشکل تھی اس لئے خطرہ ہے کہ خود مرزائی مجیب کو بھی اس کے سمجھنے میں دقت ہوگی اس لئے اس جگہ ہم ایک آسان طریق سے مرزائی مجیب کا جواب دیتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ خود مرزاصاحب کے اقوال سے دیتے ہیں۔

مرزائیو آؤ ہم تمہاری یہ تقریر بھی مانے لیتے ہیں کہ دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ کو پورا ہوا مگر یہ تو تم بھی کہتے ہو کہ مرزاجی چھٹے ہزار مین پندرہ سال عمر پاکر ۴۵ برس کی عمر میں پورے ۱۳۰۰ھ کو مبعوث ہوئے چنانچہ مرزاجی خود بھی رسالہ کرامات الصادقین کے ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ میں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں،مگر غور کرو تو یہ بالکل دیوانے کی بڑ ہے اگر تم میں ایک ذرہ بھی علم وعقل اور ساتھ ہی اسکے حیا ہے تو ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو غور سے پڑھو۔سنو مرزاجی رسالہ خطبہ الہامیہ میں لکھتے ہیں:

واعلم ان نبینا ﷺ کمابعث فی ا لالف الخا مس کذ لك بعث فی آخرا لا لف السادس با تخاذه بروز المسیح الموعود وذ لك ثا بت بنصالقر آ ن فلا سبیل الی الجحود و لا ینکره ا لا الذی کا ن من العمین (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۰)اور جان کہ ہمارے نبی کریم

ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے اور یہ قرآن سے ثابت ہے اس میں انکار کی گنجائش نہیں اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے سرنہیں پھیرتا۔

سمجھے ہو یا ابھی کچھ کسر ہے۔ دیکھو اس عبارت میں مرزاجی چھٹے ہزار میں اپنا مبعوث ہونا قرآن سے ثابت بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے انکار کرنا اندھوں کا کام ہے۔ مرزائیو! اندھے مت بنو اور مرزاجی کا چھٹے ہزار میں مبعوث ہونا مان لو ورنہ بقول مرزا صاحب تم اندھے ہو جاؤ گے اور مرزاجی کے چھٹے ہزار میں مبعوث ہونے کا مفصل اور مشرّح اقرار دیکھنا ہو تو اسی کتاب خطبہ الہامیہ کا حاشیہ دیکھو

مرزائیو! بڑے خبطی کا تو اقرار تم نے دیکھا اور سن لیا آؤ اب چھوٹے خبطی کا اقرار تم کو سنائیں۔ غور سے سنو چھوٹے خبطی مولوی فضل الدین صاحب مدرس عربی ہائی سکول قادیان لکھتے ہیں:

آپ کے مامور ہونے کے بیان پر اعتراض تو جب ہوتا کہ مرزا صاحب دوسری طرف یہ بھی لکھتے کہ میں الف ششم میں مامور ہو کر آیا ہوں۔ مگر یہ تو انہوں نے کہیں نہیں لکھا۔ الف ششم کے متعلق تو حضرت مرزا صاحب کا صرف اتنا دعوی ہے کہ میری پیدائش الف ششم میں ہوئی نہ یہ کہ میں مامور بھی الف ششم میں ہو کر آیا ہوں بلکہ سینکڑوں مقامات پر یہ لکھ دیا ہے کہ میری پیدائش تو ہوئی الف ششم میں مگر میں مامور ہوا ہوں الف ہفتم میں (تشحیذ الاذہان نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۱۰)

اس اقرار کو دیکھو اور مرزاجی کی عبارت منقولہ بالا کو بغور پڑھو اس سے زیادہ تشریح سننا چاہو تو اور سنو۔ مرزاجی خطبہ الہامیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

لما جاء الالف السادس هو زمان البعث من الله الكريم تم امر الاضلال ... رأى الله ان وقت البعث قد اتى ... فارسل رسوله .. فذلك هو المسيح الموعود خاتم الخلفاء (صفحہ۔د)

یعنی جب چھٹا ہزار آیا جو اللہ کی طرف سے زمانہ بعثت مسیح کا تھا تو گمراہی انتہاء کو پہنچ گئی اور خدا نے دیکھا کہ بعثت کا وقت آ گیا پس اس نے اپنا رسول بھیجا اور وہ مسیح خاتم الخلفاء (یعنی خود بدولت) (اس عبارت کو مفصل

ہم آگے چل کر کسی مقام پر نقل کریں گے۔اڈیٹر)

مرزائیو! تمہیں قسم ہے اس مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی جس کی خوشنودی حاصل کرنے کو تم لوگ مرزا جی کے مرید اور خادم بنے ہو اور جو دل کے مخفی حالات سے بھی واقف ہے خوب غور سے ان حوالہ جات کو اصل کتاب میں دیکھو گے تو ایک دم کے لئے تو ضرور ہی ہمارے ہم نوا ہو کر اس بڈھے خبطی کو دور سے سلام کرو گے، گو ہم جانتے ہیں کہ ازلی بدنصیب تو کسی طرح نہ ہٹیں گے۔

مرزائیو! یادرکھو کہ شیر پنجاب (یہ لقب سب سے پہلے رسالہ انوارالاسلام سیالکوٹ میں نکلا تھا اس سے بعد اور لوگوں نے بھی اسے پسند کیا۔نائب اڈیٹر) کا پنجہ ایسا کمزور نہیں کہ تم اس کے مواخذات سے کبھی نکل بھی سکو۔

اس کے جواب میں اگر تم یہ دکھاؤ کہ مرزا صاحب نے اپنا مبعوث ہونا ساتویں ہزار میں بھی کہا ہے تو یہ ہمارے اور موید ہو گا اور تمہارے اور مرزا صاحب کے مخالف۔ کیونکہ ہم نے بھی تو اس موقع پر بس یہی دکھانا ہے کہ مرزا صاحب کے حق میں وہ آیت قرآنی صادق ہے جس میں ذکر ہے لوجدوا فیہ اختلافا کثیراً یعنی جو کلام خدا کی طرف سے نہ ہو اس میں تضاد اور تناقض ہونا لازمی ہے پس یہ اختلاف ہمارے مفید ہے نہ کہ تمہارے

علاوہ اس کے تم کیا دکھاؤ گے ہم تو خود ہی دسمبر ۱۹۰۷ء کے مرقع میں مفصل لکھ دیا تھا کہ مرزا جی خود ہی لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کی بعثت چھٹے ہزار میں مقرر ہے اور خود ہی لکھتے ہیں کہ میں ۱۳۰۰ھ یعنی ساتویں ہزار میں آیا ہوں پھر اگر تم بھی کوئی حوالہ اور دکھاؤ کہ مرزا جی ساتویں ہزار میں مبعوث اور مرسل ہوئے ہیں کہ یہ در حقیقت ہماری تائید اور مرزا جی کے خبط کی دلیل ہو گا (شاباش)

مرزائیو! واللہ ہمیں تمہارے حال پر رحم آتا ہے مگر ہم بھی اپنی صحت دعوی اور قوت بیان پر بھروسہ کامل رکھتے ہیں۔سنو!

اثر ہے جذب الفت میں تو کھنچ کر آہی جاؤ گے
ہمیں پرواہ نہیں ہم سے اگر تم تن کے بیٹھے ہو

مرزا جی کا کذب ثانی: دوسرا حصہ ہمارے مضمون مندرجہ مرقع دسمبر کا یہ تھا کہ مرزا جی ازالہ اوہام کے

صفحہ ۶۷۵ پر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے لئے قرآن شریف میں اشارہ ہے کہ ۱۲۷۴ھ کو نکلے گا حالانکہ بقول خود آپ پورے ۱۳۰۰ھ کو آئے ہیں اسکا جواب مرزائی مجیب نے یوں دیا ہے:

اس عبارت کا تو صاف اور سیدھا مطلب ہے کہ ۱۲۷۴ھ میں اسلامی چاند کی سلخ کی راتیں تھیں یعنی آیت و انا علی ذھا ب به لقادرون کی پیش گوئی کے ظہور کا عین وقت ۱۲۷۴ھ تھا جس میں اسلامی چاند پر سلخ (یعنی سخت ظلمت) کی راتیں موجود تھیں جب مرزا صاحب نے اس کو قرآن کی پیشگوئی کے مطابق سخت ظلمت اور تاریکی کا زمانہ قرار دیا ہے تو کیا یہ کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہی سخت ظلمت کی راتیں جو سلخ کی راتیں کہلاتی ہیں چاند کے طلوع کا وقت ہو۔ یہ تو اجتماع ضدین ہے ...حضرت مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۲ میں کیا لطیف فیصلہ لکھتے ہیں:

دجال جس نے زمین کو اپنے ساحرانہ کاموں سے تہی و بالا کر دیا ہے اور جو ٹھیک ٹھیک اس وقت سے زور سے خروج کر رہا ہے جو اعداد آیت و انا علی ذھا ب به لقا درو ن سے سمجھا جاتا ہے یعنی ۱۸۵۷ء کا زمانہ۔

حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں آیت و انا علی ذھا ب به لقا درو ن میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ کے زمانہ کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے سو درحقیقت ضعف اسلام کا زمانہ ابتدائی یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی نسبت خدا تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین سے اٹھایا جاوے گا۔ سو ایسے ہی مسلمانوں کی حالت ۱۸۵۷ء میں ہو گئی تھی۔

پھر حاشیہ صفحہ ۷۲۴ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

کہ اس حکیم و علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھا جاوے گا کیا معنی رکھتا ہے یہی کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے۔،

پھر حاشیہ صفحہ ۷۲۷ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

انہی معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن کریم آسمان پر اٹھایا جاوے گا پھر انہیں حدیثوں

میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا جیسا کہ فرمایا لوکان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس ۔ یہ حدیث درحقیقت اسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت و انا علی ذھابہ لقادرون میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔،

مولوی صاحب! اس سارے مضمون کو بغور پڑھیے اور غور کیجئے کہ آپ کا اعتراض کونسا محل رکھتا ہے۔ تسلی کی راتوں کے متعلق اور بھی صفائی چاہو تو ازالہ اوہام کا صفحہ ۶۵۷ پڑھو جہاں لکھا ہے:

اس عاجز پر کشفی طور پر کھولا گیا کہ ۱۲۷۴ھ کمال طغیان اور شیوع شر کا زمانہ ہے اسی کی طرف آیت و انا علی ذھاب بہ لقادرون میں اشارہ ہے جو بحساب جمل ۱۲۷۴ھ ہے۔ (تشحیذ الاذہان نمبر ۱۱ جلد ۲، ص ۱۱۔۱۳)

جواب: شکر ہے کہ اس جواب میں مجیب نے جواب الجواب سے ہم کو سبک دوش کر دیا ہے۔ مجیب نے بحوالہ عبارت مرزا جی یہ امر تسلیم کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء یعنی ۱۲۷۴ھ میں قرآن شریف دنیا پر سے اٹھایا گیا تھا۔ بہت خوب۔ اب اس کے ساتھ ذرہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ کی عبارت بھی ملا لیجئے جہاں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الایمان معلقاً عندالثریا لناله رجل من فارس یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۵۷)

آیئے اب آپ کو ایک روشن کمرے میں لے چلوں ذرہ مرزا صاحب کا خطبہ الہامیہ نکال کر غور سے پڑھیئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ولما جاء الالف السادس الذی ھوزمان البعث من اللہ الکریم تم امر الاضلال و صار الناس فرقاً کثیرة من الشیطان اللئیم و زادالطغیان و تموج الفرق کتموج الامواج الثقال و شمخ الضلالة کالجبال و مات الناس بموت الجھل و الفسق و الفواحش و عدم المبالات و عم الموت فی جمیع الاقوام و الدیار و اجھات فھناك

. رأى الله ان وقت البعث قد بلغ الى المنتهى فا رسل رسو له كما جر ت سنة فى قرون او لى ليحى المو تى و كا ن وعد الله مفعو لاً من رب الورى فذ لك هو المسيح الموعود خا تم الخلفاء (حاشیہ خطبہ الہامیہ صفحہ د) جب چھٹا ہزار آیا جواللہ کی طرف سے زمانہ بعثت مسیح کا تھا تو گمراہ کرنا پورا ہو چکا اور شیطان لئیم کے سبب سے لوگ بہت سے فرقے بن گئے اور طغیان زیادہ ہو گیا۔ اور فرقوں نے بڑی بڑی موجوں کی طرح جوش مارا اور گمراہی پہاڑوں کی طرف بلند ہوگئی اور لوگ جہالت فسق فواحش اور بے پروائی کی وجہ سے مر گئے اور تمام قوموں ملکوں اور سب طرفوں میں موت عام ہوگئی بس اس وقت خدا نے دیکھا کہ بعثت کا وقت آ گیا ہے اور موت کا وقت انتہاء کو پہنچ گیا پس خدا نے اپنے رسول کو بھیجا جیسے کہ پہلے لوگوں میں اللہ کی عادت ہے تا کہ مردوں کو زندہ کرے اور خدا کا یہ وعدہ کیا ہوا تھا پس وہ رسول مسیح خاتم الخلفاء ہے۔

مرزائیو! ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کے مواخذات سے تمہارے کان چونکہ آشنا نہیں ہیں اس لئے تم ان کو گوش گذار نہ کرو گے مگر یاد رکھو کہ اصل تحقیق اسی کا نام ہے کہ ملہم کے کلام کو ایک اصول پر جانچو قرآن مجید اسی لئے کہتا ہے لو كان من عند غير الله لو جدوا فيه اختلا فاً كثيراً ۔ یہ کیا غضب ہے کہ ملہم اپنا اصول جو اس کے لئے بنیادی پتھر ہے بار بار بھول جاتا ہے جو اس کے منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے جو اس کے قلم پر آتا ہے لکھ دیتا ہے

(حاشیہ میں شیخ الاسلام لکھتے ہیں: عربی کے ماہرین ذرا اس متنبّی مجدد اور مسیح کی فصیح عربی کو دیکھیں جو تمام دنیا سے فصیح تر عربی لکھنے کا مدعی ہے کہ لکھتا ہے لما جاء ا لالف حالانکہ یہ عبارت اس وقت کے لئے ہے جب کوئی مہینہ یا سال شروع ہو یہاں تو ختم کا بیان کرنا مقصود ہے چنانچہ آپ لاہوری لیکچر کے صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ نبیوں کی پیش گوئی تھی کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہوگا تب وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ پس اس لحاظ سے یہاں پر یوں عبارت چاہیے تھی فلما اختتما لا لف السادس ، یا یوں چاہیے تھا فلما کا د ان يختتم الالف السا دس ۔ایسا ہی عبارت مذکورہ میں تم امر ا لا ضلا ل بھی غلط ہے کیونکہ اضلال متعدی ہے جس کا ترجمہ ہے گمراہ کرنا تمام ہوگیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب اضلال ختم ہوگیا تو ہدایت شروع ہوگئی حالانکہ آپ کا یہ مقصود نہیں میں کہتا ہوں یوں چاہیے تھا فشى امر الضلالة ، یا عم امر الضلا لة ۔ ایسا ہی زاد الطغيان بھی غلط ہے کیونکہ زاد متعدی ہے جس کے لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا کہ طغیان نے زیادہ کیا، حالانکہ آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کے خیال مبارک میں طغیان خود فاعل ہے پس عبارت یوں چاہیے تھی و از داد الطغيان ۔غرض

اسی طرح اتنی سی عبارت میں کئی ایک غلطیاں ہیں گو ہم جانتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ایک ہی جواب کافی ہے کہ چونکہ میں معجزہ سے لکھتا ہوں اس لئے ایسا ہونا ضروری ہے کہ میرے جیسی عبارت کوئی دوسرا نہ لکھ سکے سچ ہے:

تو گوئی تا قیامت زشت روئی بروختم ست بر یوسف نکوئی

مرزا جی کی عربی عبارت کی غلطیاں نکالنا ہم اچھا نہیں جانتے کیونکہ اس میں مرزا جی کا اپنا فائدہ ہے کہ وہ آئندہ کو ان غلطیوں پر متنبّی ہو کر صحیح لکھنے لگ جاتے ہیں چنانچہ اشاعۃ السنہ کے مواخذات سے ان کو یہ فائدہ پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی عربی سے آج مرزا جی کی عربی عبارت شستہ نظر آتی ہے اور نسبتاً غلطیاں کم ہوتی ہیں

مالیر کوٹلہ میں مجھ سے ایک عربی نے بیان کیا کہ مرزا جی عربی بول نہیں سکتے میں نے باور نہ کر کے کہا کیوں؟ اس نے کہا میں قادیان میں گیا دسترخوان پر مرزا جی میرے ساتھ بیٹھے تھے اور کھانے کے وقت مولیوں کے ٹکڑے بھی ساتھ رکھے تھے تو مرزا صاحب مجھ سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوئے: یہ یہ فجل یکون عندکم۔ اس وقت تو میں نے اس قصہ پر چنداں خیال نہ کیا مگر اب میں بھی باور کرتا ہوں کہ مرزا جی عربی صحیح بولنے پر قادر نہ ہوں گے اگر کسی کو شک ہو تو بے شک مرزا جی کو بمقام امرت سر یا لاہور بھرے جلسہ میں میرے مقابل عربی میں کسی مضمون پر ایک گھنٹہ تقریر کر لیں۔

جن دنوں مرزا جی نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر علماء کو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے بلایا تھا اس میں خاکسار کا نام بھی تھا تو میں نے تب بھی جواب میں لکھا تھا کہ پہلے آپ بالمقابل ایک گھنٹہ عربی میں تقریر کریں اس سے بعد زانو بزانو تفسیر لکھیں گے اگر آپ میں کچھ معجز نمائی ہے تو ضرور اس تجویز کو منظور کریں گے۔

مرزائیو! کیا تم مرزا جی کو اس تجویز پر آمادہ کر سکتے ہو۔ یاد رکھو:

انا صخرة الوادی ازا ما زو حمت ۔ واذا نطقت فانی الجو زا ء۔)

غور سے سنو! اس عبارت میں مرزا جی نے صریحاً لکھا ہے کہ چھٹے ہزار میں گمراہی کمال کو پہنچ چکی تھی تو خدا نے اس وقت مسیح کی بعثت کا وقت دیکھا اور اپنا رسول بھیجا (ناظرین غور کریں ایک زمانہ تھا کہ مرزا جی نے ازالہ اوہام میں لکھا تھا: من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ اور رسالہ حمامۃ البشری میں لکھا تھا و ما کان لی ان ادعوا النبوة و اخرج عن الاسلا م و الحق بقو م کا فر ین ۔ص ۷۹۔ یعنی مجھے جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں میں جا ملوں۔ مگر یہ بیان مرزا جی کا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں تھا لیکن اس سے بعد جب آپ نے ترقی کی تو صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں آپ نے نبوت اور رسالت کا دعوی شائع کر دیا چنانچہ ۱۹۰۲ء میں خطبہ الہامیہ لکھا جس کی عبارت میں صاف مذکور ہے کہ ارسل رسولہ وغیرہ۔ مرزائیو! مرزا جی کی اس عبارت منقولہ حمامۃ البشری کو دیکھ کر بتلایئے کہ مرزا جی کون ہیں؟ یعنی دعوی نبوت اور رسالت کر کے کن لوگوں میں جا ملے ہیں۔ آہ! میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا۔ مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا۔ مرقع) **چھٹے ہزار کی تحقیق تو ہم پہلے کر چکے ہیں کہ ہمارے حساب سے جو دلائل پر مبنی ہے** (بقول مرزا صاحب) **چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو ختم ہو چکا مگر**

یہاں پر بطور ارخاءعنان اور علی وجہ التسلیم مجیب کی بات بھی مان لیتے ہیں کہ چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ کو ختم ہوا تھا تا ہم ہمارا کوئی نقصان نہیں کیونکہ مرزا جی خود تسلیم کرتے ہیں کہ چھٹے ہزار کو گمراہی حد پر پہنچ چکی تھی اسی میں خدا نے مسیح موعود کو بھیجا۔غور سے دکھو کہ یہ وقت ہمارے پیش کردہ وقت سے چار سال پیشتر ہے یا نہیں کیونکہ بقول مرزائی مجیب کے چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ میں ختم ہوا ہے اور مرزا جی (بقول خود) چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے ہیں۔پس تم سمجھ لو کہ تمہارے ہی قول کے مطابق کس سنہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔

مختصر یہ کہ مرزا جی بقول خود چھٹے ہزار میں ماموراور مبعوث اور مرسل ہوئے ہیں اور چھٹا ہزار ہماری تحقیق میں جو دلائل صحیحہ اور بینات قطعیہ پر مبنی ہے (بقول مرزا جی) ۱۲۴۷ھ کو ختم ہوتا ہے اور مرزا کی پیدائش خیر یت سے ۱۲۵۵ھ میں ہے تو گویا آپ بفصلہ تعالی یوم ولادت باسعادت سے آٹھ سال پہلے ہی مرسل اور مبعوث ہو چکے تھے کیوں نہ ہو:

اسی آدم تھیں اگے ہوئے، تے دادا گودکھڈایا (پنجابی)

(چونکہ مرزا جی کو بھی پنجابی میں الہام ہوا ہے۔واللہ واللہ سدّ ھا ہو یا اولاّ۔ریویو بابت جنوری ۱۹۰۸ء)۔اس لئے ہم نے بھی ایک مصرع پنجابی میں جڑ دیا۔عوض معاوضہ گلہ ندارد۔) اسی لئے کہتے ہیں:

چوخوش گفت بہلول فرخندہ فال

کہ من از خدا پیش بودم دو سال

چیستان مرزا کا تیسرا حصہ یہ تھا کہ مرزا جی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۲ پر مسیح موعود کے آنے کا زمانہ جو لکھا ہے وہ پندرھویں صدی ہجری معلوم ہوتا ہے (مفصل عبارت آئندہ دیکھو) حالانکہ آپ بقول خود (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵) پورے ۱۳۰۰ھ کے ختم پر آئے ہیں چنانچہ آپ نے اپنی کشفی منطق سے اپنے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو سال نکالے ہیں جس پر ہم نے لکھا تھا کہ مرزا جی کو چاہیے کہ سر دست تشریف لے جاویں مناسب سمجھیں تو پندرھویں صدی میں تشریف لاویں پھر دیکھا جاوے گا۔اس کا جواب مرزائی مجیب نے جیسی کہ اس سے توقع تھی خوب دیا ہے آپ لکھتے ہیں:

اگر مرزا صاحب کا یہ دعوی ہوتا کہ مسیح محمدی بھی چودہ سو سال بعد ہی مسیح موسوی کی طرح آئے گا تب

تو یہ اعتراض کسی حد تک قابل سماعت ہوسکتا مگر یہ دعویٰ تو حضرت اقدس نے آج تک بیان نہیں فرمایا بلکہ وہ خود اسی عبارت میں فرماتے ہیں:

یہ زمانہ بھی مثیل موسیٰ کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان زمانہ تھا۔ اس عبارت میں صاف فرمایا ہے کہ آپ کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ اپنے لئے اسی قدر مدت مقرر کریں جو حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ کے درمیان میں تھی بلکہ اپنے لئے صرف اتنا بیان فرمایا ہے کہ اتنی مدت تو نہیں گذری مگر اس کے قریب قریب ضرور گذر گئی ہے پس آپ کا چودہ سو برس کا اعتراض اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس عبارت سے یہ مضمون نہ نکال دیں کہ حضرت مرزا صاحب اس بات کے قائل ہیں یا لکھتے ہیں کہ مسیح موعود بھی ۱۴۰۰ سال پورے کر کے ہی آوے گا۔ مگر جب وہ خود اس بات کے قائل نہیں اور نہ انہوں نے یہ کہیں لکھا ہے کہ ۱۴۰۰ سال پورے کر کے امت محمدیہ کا مسیح موعود آوے گا تو آپ کا کیا حق ہے کہ اس اعتراض کو پیش کریں۔ ہاں حضرت مرزا صاحب نے یہ ضرور لکھا ہے کہ غایت مدت جس کے اندر اندر ضروری ہے کہ مسیح موعود آجائے وہ بے شک قرآن شریف اور بہت سے اولیاء کے مکاشفات کی رو سے چودہ سو سال ہے۔ (تشحیذ الاذہان نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۱۴)

جواب: آپ اگر بغور عبارت مذکورہ کو دیکھئے تو آپ کو تین باتوں کا ثبوت اس میں ملتا ہے مرزا صاحب اپنے آنے کیوقت کی دو علامات لکھتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں سے مغز قرآن شریف اٹھایا جائے گا دویم یہ کہ اس زمانہ کی تحدید بتلاتے ہیں کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت ﷺ سے مسیح موعود تک اسی زمانہ کے قریب قریب مدت ہوئی جو حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کے مابین تھی اور اس مدت کو خود ہی مرزا صاحب نے اسی جگہ چودہ سو برس ظاہر فرمایا ہے چنانچہ ناظرین کی خاطر ہم ازالہ کی عبارت متنازعہ مکرر نقل کر دیتے ہیں بغور سنیں:

اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں پائی جاتی ہیں وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ پر سپرد کی گئی ہیں کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے ۱۴۰۰ برس بعد تھا کہ جب مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا پس ایسے ہی زمانہ مین یہ عاجز آیا کہ جب قرآن

کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسیٰ کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا تھا جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان میں زمانہ تھا۔ ازالہ اوہام۔ ص ۶۹۲۔

دیکھئے کس وضاحت سے تینوں باتوں کا ثبوت بعبارت النص ملتا ہے۔ اول، مسلمانان زمانہ کا تغیر۔ ۲۔ آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیانی زمانہ کے قریب قریب ہونا۔ ۳۔ اس زمانہ کی تحدید کہ ۱۴۰۰ سال تھا،

آیئے میں اس آخری نمبر کی وضاحت آپ کو مرزا جی کی ایک اور تحریر سے بھی دکھاؤں ذرہ چشمہ لگا کر چشمہ مسیحی دیکھئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ ہارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ جو چودہ سو برس بعد ہارون کے پیدا ہوئی (ص ۲۶)۔

دیکھئے یہاں حضرت مریم والدہ حضرت مسیح کی پیدائش حضرت ہارون سے چودہ سو سال بعد لکھتے ہیں اور حضرت مسیح تو اس سے بھی بعد پیدا ہوئے اور پیدائش سے بعد مبعوث ہوئے ہوں گے اگر ہم حضرت مریم کی بلوغت تا ولادت مسیح کی مدت کو حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کے انتقالات کے درمیانی عرصے کے عوض الگ بھی کر دیں تو بھی چودہ سو برس صحیح سالم بچتے ہیں۔

شکر ہے کہ مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے وکیل ہماری اس تقریر کے چنداں مخالف نہیں چنانچہ مجیب صاحب لکھتے ہیں: اسی قریب قریب کے متعلق تذکرہ صفحہ ۱۰ میں حضور مرزا صاحب فرماتے ہیں، اس قدر قلیل فرق سے مشابہت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ مشابہت ایک قلیل فرق کو چاہتی ہے۔، (حاشیہ ص ۱۴)

پس اب امر تنقیح طلب یہ رہا کہ قریب قریب کے کیا معنی ہوتے ہیں اور کیا ہونے چاہییں اور کتنے فرق سے اعداد میں مشابہت ہوتی ہے اور کتنے سے مباینت اور مخالف

پس سنو!۔ اعداد کا قاعدہ ہر زبان میں یہ ہے کہ ایک دہاکہ سے دوسرے دہاکہ میں فاصل جس طرف کم ہو عدد کو اسی دہاکہ کے قریب قریب کہا کرتے ہیں مثلاً ایک عدد پورے بیس ہے اور ایک طرف اٹھارہ۔ انیس ہیں تو اٹھارہ۔ انیس کی نسبت کہا جائے کہ قریب قریب بیس کے ہیں یہ کلام صحیح ہے اور اگر کہا جائے کہ

۱۸۔۱۹ تیس چالیس کے قریب قریب ہیں تو یہ محاورہ غلط ہے کیونکہ اس سے درمیان کے دہا کے چھوڑ جاتے ہیں۔اسی طرح بارہ یا تیرہ کو بیس یا تیس کے قریب نہیں کہہ سکتے بلکہ دس کے قریب قریب کہہ سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عام محاورہ میں بولا جاتا ہے دس بارہ، بیس بائیس وغیرہ

اب جائے غور ہے کہ کہاں ۱۴۰۰۔اور کہاں ۱۳۰۰۔ پوری صدی کا فاصلہ مگر مرزائی اصطلاح میں یہ دوعدد باوجود اس قدر بعد اور دوری کے بھی قریب قریب ہیں۔ کیوں نہ ہو مجدد بھی تو ہیں۔ مزہ تو جب ہو کہ مرزا جی نے کسی سے چودہ سو روپئہ لینا ہو اور وہ تیرہ سو دے کر کہے کہ بس جی قریب قریب چودہ سو میں آپ کو دے چکا ہوں۔

مرزائیو! اور مرزا جی کے قانونی مشیرو! ایسے مقروض پر پر دعوی تو نہ کرو گے؟ سچ کہنا ایمان سے کہنا آپ لوگ گھر سے کھا کر گورداسپور کی عدالت میں اس پر دعوی تو دائر نہ کریں گے؟ تم لوگوں سے تو اس سوال کے صحیح جواب ملنے کی توقع نہیں کیونکہ تمہارا تو اصول ہی یہ ہے کہ:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

اسلئے ہم ہی تم لوگوں کو مرزا صاحب کے کلام سے اصل مضمون کا جواب دیتے ہیں پس سنو!

مرزا صاحب اسی تذکرۃ الشادتین میں جس کا حوالہ مجیب نے دیا ہے لکھتے ہیں:

خلیفہ اس امت کا آنخضرت ﷺ کے بعد ایسے زمانہ میں آئے گا جو وہ زمانہ اپنی مدت میں اس زمانہ کی مانند ہو گا جب کہ حضرت عیسی حضرت موسی کے بعد آئے تھے کیونکہ کما کا لفظ جس مشابہت کو چاہتا ہے اس میں زمانہ کی مشابہت بھی داخل ہے۔(تذکرۃ الشہادتین ص ۱۰)۔

اس عبارت میں مرزا جی نے بتصریح تام لکھ دیا ہے کہ دونوں زمانے باہم مشابہ یعنی برابر ہونے چاہیے۔ اگرچہ اس کتاب،تذکرہ، میں مرزا صاحب نے زمانہ بعثت مسیح کو چودھویں صدی لکھا ہے لیکن یہ تحریر مرزا جی کی ۱۹۰۳ء کی ہے اور چشمہ مسیحی ۱۹۰۶ء کی یعنی تین سال بعد کی۔ اس لئے جو میعاد آپ نے چشمہ مسیحی میں لکھی ہے تحقیق کی رو سے وہ معتبر ہو گی اس کی عبارت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ حضرت ہارون اور حضرت مر

یم والدہ مسیح کی درمیانی مدت کو مرزا صاحب پورے ۱۴۰۰ سال لکھتے ہیں پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا قبل از چودہ سو سال تشریف لانا بالکل مداخلت بے جا کی دفعہ میں آتا ہے۔

مرزائیو! بہتر ہے کہ اپنے اس بڈھے میاں کو سمجھاؤ کہ سردست تشریف لے جاویں ورنہ خطرہ ہے کہیں بے عزت ہو کر نہ جائیں اور قادیان کو اسطرح کوستے ہوئے نکلیں کہ:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

سنو! ہم نے مرزا جی کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ انتقال سے چودہ سو برس بعد کا ہے یعنی ۱۴۱۰ ہجری سے بعد۔ اب اگر تم بڑی کوشش سے یہ ثابت کرو گے کہ مرزا جی نے کسی اور مقام پر اس سے کم مدت لکھی ہے تو وہ تحریر ہمارے مفید ہو گی نہ کہ تمہارے کیونکہ ہم نے بھی یہی دکھانا ہے کہ مرزا جی کے بیان میں تخالف اور تہافت ہے جو الہامی کی شان سے بعید ہے پس اگر تم اس مدت کا خلاف دکھاؤ تو ہم تمہارے اور مشکور ہوں گے

مرزائیو! تم سارا زور لگا لو اور اپنے سارے سوار اور پیادے دوڑا لو لیکن یاد رکھو آخر حق غالب آئے گا ہمیں امید ہے کہ جس وقت بھی تم اس خبطی بڈھے کی تحریروں کو غور و فکر سے پڑھو گے اسی وقت اس کو چھوڑ دو گے تھامے ہوئے کلیجہ کو آؤ گے آپ سے۔ مانو گے جذب دل میں بھلا کیوں اثر نہیں

ناظرین آئندہ نمبر میں آپ لوگوں کو ایک چیستان مرزا ہم اور سنائیں گے۔ انشاء اللہ مرزائیو!

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستان پھر بھی

(مرقع قادیان۔ مارچ ۱۹۰۸ء)

مرزا قادیانی خود جواب دیں

جناب مرزا صاحب! گومیں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ آپ کی کذب بیانیوں کا مجھے بہت کچھ تجربہ ہوا ہے جس کا ثبوت بھی میں اپنے پاس رکھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں آپ کو دل سے جھوٹا جانتا ہوں گو آپ یا آپ کا کوئی دام افتادہ یا میرا کوئی معاند مخالف مجھ کو کہدیں کہ میں بھی دل میں مرزائی ہوں لیکن آپ کا یا کسی مرزائی وغیرہ کا ایسا کہنا میری نگاہ میں کوئی تعجب انگیز نہیں۔ آپ وہی تو ہیں جنہوں نے حضرت مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی قدس اللہ سرہ کے انتقال کے بعد لکھا تھا کہ وہ بھی میری جماعت میں داخل ہو گئے ہیں (البدر ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء) غرض یہ تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کہ آپ جس مخالف کی نسبت چاہیں دل میں ایمان کا حکم لگا دیں اور جب کوئی مرید طاعون سے مر جائے تو اس پر بے ایمانی کا فتوی صادر کر دیں مگر میں آپ کو باور کراتا ہوں کہ میں آپ کا زیادہ تر مخالف محض آپ کی دروغ گوئی کی وجہ سے ہوں کیونکہ میری نظر میں جھوٹا آدمی مشرک سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس لئے کہ شریعت مطہرہ میں ذمی مشرکوں کو پناہ دے کر ان کے بت خانوں کو بحال رکھ کر ان کی بت پرستی کو ایک حد تک محفوظ کیا جاتا ہے مگر دروغ گو کو کہیں امن نہیں ملتا۔

آپ نے اپنے کذبات کی بنا ایک ہی رکھی ہوئی ہے کہ جب کبھی کوئی مخالف آپ کا مرتا ہے تو آپ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ میرا اور اس کا مباہلہ تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا۔ اس دفعہ اخیر دسمبر (۱۹۰۷ء) کے جلسہ میں بھی آپ نے اسی اصول سے کام لیا چنانچہ آپ نے پنڈت لیکھرام کی بابت درافشانی فرمائی ہے کہ:

آخر اس (لیکھرام) نے مباہلہ کے طور پر ایک دعا لکھی اور اس میں میرا نام اور اپنا نام لکھ کر اپنے پرمیشر سے نہایت تضرع اور ابتہال کے ساتھ پرارتھنا کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے پرمیشر اسے ہلاک کرے (الحکم ۲ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۵)

اس سے آپ کی غرض جو ہے وہ تو ظاہر ہے مگر میں جانتا ہوں کہ آپ نے اس میں بھی اسی اپنے

کذب سے کام لیا ہے پس آپ اگر اس دعوی میں سچے ہیں کہ پنڈت لیکھرام نے آپ کے ساتھ اس قسم کا مباہلہ کیا ہے تو آپ اس کتاب کا نام مع نشان صفحہ بتلا دیں مگر یاد رہے کہ اس قسم کی تحریر نہ ہو جیسی کہ مولوی غلام دستگیر کی بابت آپ کو دعوی ہے جس کی بابت کئی ایک دفعہ مرقع اور اہل حدیث اور دیگر اشتہارات میں آپ سے مطالبہ کیا گیا ہے مگر آج تک باوجود وعدہ انعام مبلغ پانسو اور آپ کے مریدوں کو مبلغ دوسو کے صدائے برنخواست ۔میں حیران ہوں کہ آپ ایسا جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سمجھتے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ دنیا میں گو محققین کی تعداد کم ہے مگر آخر ہے۔ معدوم نہیں۔ پھر یہ کیا شرافت ہے کہ آپ جو منہ پر آتا ہے بڑ ہانک دیتے ہیں

مرزا جی! واللہ مجھے آپ پر تو نہیں آپ کے دام افتادوں پر رحم آتا ہے اب جو میں نے لیکھرام کی بابت آپ سے تقاضا کیا ہے تو آپ کے دام افتادوں سے امید ہے کہ وہ جھٹ بولیں گے کہ دیکھو جی ہمارے حضرت صاحب تو اسلام کی فتح کا اظہار کرتے ہیں لیکن مولوی لوگ اس میں بھی کانٹا اڑاتے ہیں مگر احمقوں کو یہ خبر نہیں کہ جھوٹ بول کر کبھی فتح نہیں ہوتی کیا یہی تقاضا کوئی آریہ آپ سے کرے تو پھر لینے کے دینے پڑ جائیں یا نہ۔ پس بہتر ہے کہ آپ پہلے ہی سے اس کے جواب کے لئے تیار رہیں

مرزائیو! بڈھے میاں کی منت سماجت کر کے حوالہ مطلوبہ سے ہمیں آگاہ کرو، ورنہ یاد رکھو

ستعلم لیلی ایّ دین تداینت ۔ و ایّ غریم فی التقاضی غریمها

(مرقع قادیانی۔ مارچ ۱۹۰۸ء)

گلدستہ قادیانی

کرشن قادیانی کو پنجابی میں الہام ہوا ہے۔ واللہ واللہ سدّ ھا ہو یا اولاّ۔ جس کا ترجمہ آپ نے یہ کرایا ہے کہ کج طبع آدمی درست ہو گیا ہے (ریویو بابت جنوری) (حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے کیونکہ اولاّ یعنی کج طبع خبر ہے نہ کہ مبتداء۔ نائب اڈیٹر)

مرزا صاحب کو الہام ہوا ہے: اے نبی بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بدر ۹ جنوری (مگر لنگر خانہ کا چندہ خود ہضم کرو اور حساب تک

نہ بتاؤ)

قادیانی کرشن جی کو الہام ہوا: دبدبہء خسرویم شد بلند۔ زلزلہ در گور نظامی فگند (بدر ۲۳ جنوری)

یعنی میری سلطنت کے دبدبہ سے نظامی کی قبر میں زلزلہ آیا

(واہ سبحان اللہ کیا کہنے ہیں۔ قادیان میں اپنی حفاظت کے لئے پانچ سپاہی سرکار سے مانگنے والے کی سلطنت کا زلزلہ قبروں میں اور وہ بھی بے چارے نظامی مصنف سکندر نامہ کی قبر میں۔ بالکل بے جوڑ بات)

الہام ہوا کہ پیش گوئی کی آخری حد (بدر ایضاً)

سبحان اللہ کیا گول الہام ہے جس کا نہ سر ہے نہ پیر)

مرزا جی کو یہ بھی الہام ہوا ہے: وہ ملعون ہیں جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں گے (بدر ۲۳ جنوری) (نہیں معلوم یہ کن کے حق میں ہے کہیں کسی دام افتادہ نے چندہ نہ بند کیا ہو)

مرزا صاحب کہتے ہیں میں نے خواب میں یا کشف میں ایک عورت کی پیشانی پر ۵ یا ۶ یا ۷ کا عدد لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے وہ مٹا دیا اور اس کی جگہ اس کی پیشانی پر ۶ کا عدد لکھ دیا، (بدر ایضاً)۔

(سبحان اللہ کشف بھی کیسا صاف ہے کہ ۵، ۶، ۷ میں تمیز نہیں ہوسکتی شاید ابن صیاد کے درخ درخ کی مثال ہے)

کرشن جی کو الہام ہوا کہ ہم نے تمام لوگوں کو تیرے قدموں کے نیچے رکھا ہے (ریویو جنوری)

(واہ رے شان فرعونی)

الہام: ہوا آج ہماری بخت بیداری (ریویو ایضاً)

نہ سر نہ پیر غرض:

وہی بک بک کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

مرزا جی کو یہ بھی الہام ہوا: وقت رسید (ریویو ایضاً)

سابقہ گولائیوں سے بڑھ کر گولائی ہے۔ نہیں معلوم وقت نماز رسید، یا وقت موت رسید، یا وقت طعام رسید۔ موت اعداء رسید، یا موت احباب رسید۔ وقت پر جو پیش آئے گا کہہ دیں گے کہ آج تیس برس کا عرصہ ہوا ہم نے فلاں الہامیت تھیلہ میں لکھا تھا کہ وقت رسید، چنانچہ آج پورا ہو گیا۔

سبحان اللہ جل جلالہ علم کے مدعی مگر عقل سے خالی بول اٹھیں گے

آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشا ھدین)۔

(مرقع قادیانی۔بابت مارچ ۱۹۰۸ء)

گل دستہ قادیانی

کرشن جی نے اپنی گیارہ سالہ لڑکی کا نکاح میاں محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ مہاجر قادیان سے ۵۶ ہزار روپے مہر پر کر دیا ہے

(قادیانی جماعت تو اس تعلق سے بہت خوش ہے مگر ہمیں بعض وجوہ سے لڑکی کی صحت بلکہ زندگی کی فکر ہے)

مرزا جی کو الہام ہوا ہے کہ یا مسیح عدوا نا جس کا ترجمہ کیا ہے۔اے اللہ کے مسیح ہماری شفاعت کر۔ (کیا کوئی مرزائی ہمیں بتلا سکتا ہے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے)

۷ مارچ کو مرزا جی کو الہام ہوا: ماتم کدہ (مضمون بدستور دربطن قائل) پھر غنودگی میں دیکھا ایک جنازہ آتا ہے۔ (واہ سبحان اللہ کیسا واضح مکاشفہ ہے جس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔دوست دشمن سب کو شامل ہے)

کرشن جی کو الہام ہوا ہے انی معك فی السماء و ا لا ر ض۔ میں (خدا) تیرے ساتھ ہوں آسمان اور زمین میں۔(جب ہی تو ہر بات میں سچے اترتے ہیں)

۹ فروری کو مرزا جی کو الہام ہوا: انت امام مبار ك۔ لعنت الله علی من کفر۔منکر پر اللہ کی لعنت (کیا خوب طفل تسلی ہے)

(مرقع قادیانی۔ص۳)۔

جواب چیستان

اور دجاجلہ کا غلط بیان

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرقع بابت فروری اور مارچ کے جواب میں ایک مضمون قادیانی رسالہ تشحیذ الاذہان میں نکلا ہے جس میں راقم مضمون مولوی فضل الدین مدرس قادیان نے اپنی بے بسی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ ادنی ثبوت یہ کہ اپنے پیر مغان مرزا صاحب کی سنت کے مطابق ہمارے بیان کو ہمارے الفاظ میں نقل نہیں کیا بلکہ اپنے الفاظ میں تھڑ یریف کر کے الٹ پلٹ قالب پہنا کر پیش کیا ہے رسالہ مذکور کے ناظرین کی آنکھوں میں کچھ تو پہلے ہی مٹی پڑی ہوئی ہے اس سے اور کنکر پڑ جائیں گے مگر وہ جانتے نہیں کہ دنیا میں سوا نکھے بھی ہیں۔ ناظرین کے لطف طبع کے لئے ہم ایک مثال بتاتے ہیں۔ آپ نے مرقع بابت فروری کے صفحہ ۷، اور ۸ کے حوالہ سے یہ عبارت لکھی ہے:

اڈیٹر مرقع کا خیال ہے کہ آنخضرت ﷺ ابتداء میں جب کہ آپ نے دعوی نبوت کیا تھا رسول تھے مامور نہ تھے۔ پھر جب کہ آپ نے تین سال فترۃ الوحی کے بعد تبلیغ شروع کی تھی تو آپ مامور ہوئے اور رسالت گذر گئی باقی جس قدر زمانہ نبوت کا گذرا اس میں آپ مامور تھے نہ رسول۔ اڈیٹر مرقع کا یہ خیال کیسا گندہ اور بے بنیاد اور اسلامی شریعت کے کس قدر منافی ہے اس کا اندازہ اہل علم لگالیں۔ اڈیٹر مرقع کے خیال کے مطابق قرآن کریم میں آنخضرت ﷺ کو جہاں جہاں رسول کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور احادیث میں جہاں قال رسول اللہ ﷺ کر کے بیان کیا گیا ہے اور نیز آنخضرت ﷺ جس قدر خطوط تبلیغ میں جو یہ لکھا تھا من محمد بن عبد الله رسو له یہ سب کچھ غلط ہے اس میں ذرا بھی صحت نہیں۔ عیاذاً باللہ

(حاشیہ تشحیذ الاذہان بابت فروری و مارچ۔ ص ۶۳، ۶۵)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس کذب بیانی پر تو ہمیں تعجب نہیں ہوا، اسلئے بقول استاد:

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

جب کہ اعلیٰ حضرت قادیانی کرشن جی کی نبوت ہی کذب پر مبنی ہے تو مرید کیوں نہ اس سنت پر چلیں بلکہ نہ چلیں تو تعجب ہے کیونکہ:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

ہاں ہم بحکم: بد را بدر باید رسانید، یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر راقم مضمون اپنا یہ دعوی مرقع بابت فروری سے ثابت کر دے کہ آنحضرت ﷺ کی شان والا شان میں ہم نے یہ گستاخی کی ہے کہ شروع زمانہ تبلیغ سے آپ رسول نہ تھے تو ہم آپ کو سابقہ انعامات سے الگ دم نقد مبلغ دس روپیہ انعام دیں گے اور اس فیصلے کی صورت بھی سہل بتلاتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت پیر مغان اور مولوی حکیم نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی تینوں مل کر آپ سے اس دعوی کا ثبوت لیں۔ زاں بعد اسکا جواب مجھ سے تحریری لیں میرے جواب کو ملاحظہ کر کے حلفیہ اور مدلل فیصلہ کر دیں کہ مولوی فضل الدین کا دعوی مرقع سے ثابت ہے تو میں آپ کو انعام دونگا۔ نہ دوں تو آپ نالش کر کے وصول کر لیں۔

سنو! یہ مت کہنا کہ تم لوگ جب مرزا اور مرزائیوں کو سخت گمراہ جانتے ہو، تو پھر ان سے فیصلہ کیوں کراتے ہو۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے اس لئے کہ گو ہمارا دعوی ہے کہ تمہارا امام بڑا کذاب، بڑا دجال، بڑا جھوٹا، بڑا بے حیا، بڑا غدار، بڑا مکار، بڑا افریبی، بڑا ابلہ فریب، بڑا مفتری علی اللہ، غرض سب اوصاف قبیحہ میں برا ہے، لیکن تاہم میرا وجدان کہتا ہے کہ چونکہ تمہارا دعوی اس وصف کذب میں ان کے سب دعووں سے بڑھ کر ہے۔ اسلئے وہ تمہارے موافق فیصلہ نہ دیں گے، گو ان سے تعجب بھی نہیں کیونکہ ان کا دعوی ہے کہ

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جا

تاہم چونکہ ہم کو اپنے بیان پر بھروسہ ہے اس لئے ہم نے یہ صورت پیش کی ہے۔ امید ہے تم اپنی اور

ان حضرات ثلاثہ کی منظوری سے بہت جلد ہمیں اطلاع دلواؤ گے۔ باقی مضمون کا جواب آئندہ، سردست یہ فیصلہ ہولے:

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

یاد رکھو اگر ان تینوں حضرات نے منظوری یا منصفی سے ہم کو اطلاع نہ دی تو سمجھا جاوے گا کہ تمہارے دعوی کو انہوں نے بالکل بے بنیاد سمجھا۔ایک ہفتہ تک انتظار رہے گا۔

ناظرین آپ سن کے حیران ہوں گے کہ کرشن جی بڑ ہانکا کرتے ہیں کہ جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں داخل ہو جاتا ہے (دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱)۔مگر جب ہم ان حضرات کے کارنامے دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ:

کار شیطان میکند نامش ولی

گر ولی ایں ست لعنت بر ولی

مرزائیو! دیکھا نہ ہم کیسے حوصلے والے ہیں۔تمہارے ہی بڑوں سے فیصلہ کرانا منظور کرتے ہیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں

گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(مرقع قادیانی اپریل ۱۹۰۸ء)

مبارکہ بیگم کی پیش گوئی

آج تک تو مرزائیوں کی عیار جماعت کا قاعدہ تھا کہ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے اپنی اور اپنے مخالفوں کی تحریروں کو کم وبیش اور تغیر تبدل سے نقل کر ڈالتے تاہم حوالہ پورا لکھا کرتے تھے۔لیکن مرقع اور اہل

حدیث کے زبردست مواخذات سے تنگ آ کر اب انہوں نے اس روش کو ہی بدل ڈالا۔ اور بقول چور چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری سے نہیں ٹلتا، اپنی قدیمی عیاری سے گو باز نہیں آئے، پر پورے حوالے دینے چھوڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ ۲۷ فروری کے بدر میں صفحہ ۲ پر مرزا جی کی لڑکی مبارکہ بیگم کے نکاح کی پیش گوئی یوں بلا حوالہ درج کی گئی ہے:

۱۹۰۶ء میں ایک الہام ایسا ہی اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا.... نواب مبارکہ بیگم... کہ مبارکہ بیگم نوابی خاندان میں بیاہی جائے گی۔

اگر بدر اپنے دعوی میں اور الحکم اس کی تصدیق میں سچے ہیں تو ۱۹۰۱ء والے الحکم کی تاریخ ماہ اور صفحہ کا پورا حوالہ بتلا دیں اگر نہ بتلا سکیں تو کاذب اور مفتری ہیں (مرقع بابت اپریل ۱۹۰۸ء ص ۱۸)

گل دستہ قادیانی

مرزا صاحب کو الہام ہوا ہے کہ کبھی معدے کے خلل سے بھی ورم ہو جاتی ہے (ریویو اپریل)

سبحان اللہ کیا لطیف الہام ہے جو آج تک کسی طبیب کو بھی معلوم نہ تھا۔

مرزا جی کو الہام ہوا کہ رعایا میں سے ایک شخص کی موت (ریویو ایضاً)

کون بے ایمان ہے جو اس الہام کے وقوعہ کو نہ مانے گا۔ واہ کیا کہنے ہیں یہی تو الہام ہیں کہ دشمن بھی مان جائیں

مرزا جی کو الہام ہوا: فتح۔ (کس کی؟ یہ مت پوچھو۔ جس کی ہو گی وقت پر کہہ دیں گے)

(مرقع قادیانی جلد ۱ نمبر ۲ ۱ مئی ۱۹۰۸ء)

چیستان مرزا: جواب الجواب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عنوان سے ایک مضمون دسمبر ۱۹۰۷ء کے مرقع میں نکلا تھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ مرزا جی کے کلام میں اس قدر تناقضات ہیں کہ چیستان کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کی چند مثالیں دی تھیں اس کے جواب میں ایک مضمون قادیانی رسالہ میں نکلا تھا جس نے ہمارے سوال کے اٹھانے کی بجائے اپنی خوبی بیان سے اور تقویت دی تھی اسکا جواب بھی ہم نے فروری مارچ ۱۹۰۸ء کے مرقع میں دیا تو اسی رسالہ میں پھر ہمارے جواب کی طرف توجہ کی گئی جو پہلے کی نسبت زیادہ موجب تقویت ہے اس جگہ ہم مختصر طور سے ایک آدھ مثال اس تمام مباحثہ کی سناتے ہیں

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۹۳ پر لکھا ہے کہ مسیح موعود دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں پیدا ہونا تھا اور صفحہ ۱۳۱ پر لکھا ہے کہ دنیا کی عمر آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک چار ہزار سات سو چالیس سال تھی۔ اس لحاظ سے ہمارے حساب میں دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ۱۲۴۷ھ کو پورا ہوتا ہے لیکن مرزا جی کی پیدائش ہی خیریت سے ۱۲۵۵ھ میں ہوئی جو ساتویں ہزار کا شروع ہے۔ اس کے جواب میں مجیب نے بڑی زحمت اٹھا کر دو باتیں ثابت کرنی چاہیں۔ ایک تو یہ زمانہ بعثت سے مراد تمام زمانہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے انتقال تک شامل ہے اس چال سے اس کو ۲۳ سال تبلیغ رسالت کے ساتھ ملانے کا موقع ملا، تو چھٹا ہزار اس نے بارہ سو ستر میں ختم کر کے مرزا صاحب کی ولادت چھٹے ہزار میں ثابت کر کے لکھا تھا کہ بس چھٹے ہزار میں تو ولادت ہوئی اور ساتویں میں آپ مبعوث ہوئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ میں ۱۳۰۰ کے خاتمہ پر مامور اور مبعوث ہوا ہوں۔ نتیجہ اس ساری کنج وکاؤ کا یہ ہوا کہ مجیب نے اپنے خیال میں یہ ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کے کلام میں تعارض نہیں۔

اس کے بعد اس نے یہ بھی لکھا:

مرزا صاحب کے مامور ہونے کیبابت پر اعتراض تو جب ہوتا کہ مرزا صاحب دوسری طرف یہ بھی لکھتے کہ میں الف ششم (چھٹے ہزار) میں مامور ہو کر آیا ہوں مگر یہ تو انہوں نے کہیں نہیں لکھا۔ الف ششم کے متعلق تو حضرت مرزا صاحب کا صرف اتنا دعوی ہے کہ میری پیدائش الف ششم میں ہوئی نہ یہ کہ یں مامور بھی الف ششم میں ہو کر آیا ہوں۔ (رسالہ تشحیذ نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۱۰)

اس کے جواب میں مرزا صاحب کے صاف کلام سے بتلا دیا تھا کہ آپ الف ششم میں اپنا مبعوث اور مامور ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:

لما جاء ہ ؟؟؟فذ لك هو المسيح الموعود خا تم الخلفاء (حاشیہ خطبہ الہامیہ صفحہ۔ د) یعنی جب چھٹا ہزار آیا جو اللہ کی طرف سے زمانہ بعثت مسیح کا تھا تو گمراہی انتہاء کو پہنچ گئی اور خدا نے دیکھا کہ بعثت کا وقت آ گیا پس اس نے اپنا رسول بھیجا اور وہ مسیح خاتم الخلفاء ہے (یعنی خود بدلت)

یہ تمام مباحث فروری اور مارچ کے پرچوں میں آچکے ہیں لیکن ہم نے بغرض استحضار مضامین مکرر اس جگہ ایک جا کر دیئے ہیں تاکہ ناظرین مجیب کے جواب کو بآسانی سمجھ سکیں۔ عبارت منقولہ خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب صاف لکھتے ہیں کہ چھٹے ہزار میں میں (مرزا) مبعوث ہوا ہوں حالانکہ بقول مرزا صاحب چھٹا ہزار ۱۲۶۶ھ میں ختم ہوا کیونکہ مرزا جی لکھتے ہیں کہ میری پیدائش کے وقت چھٹے ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۷؟؟؟) اور پیدائش آپ کی ۱۲۵۵ھ کی ہے جس میں گیارہ سال ملانے سے ۱۲۶۶ھ ہوتے ہیں جو الف ششم کی انتہاء ہے اور مرزا صاحب کی عمر اس وقت کل گیارہ سال کی ہو گی اور مرزا صاحب خود اپنی بعثت کا زمانہ چودھویں صدی کے سر تحریر کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

یہ عاجز اس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے مجدد کا خطاب پا کر مبعوث ہوا (کرامات الصادقین ص ۳)

نتیجہ صاف ہے کہ بقول مرزا صاحب مسیح موعود کی تشریف آوری کا جو زمانہ تھا مرزا صاحب اس میں نہیں آئے بلکہ اس سے بعد آئے ہیں لہذا نا کام اور آپ کی درخواست نا قابل سماعت داخل دفتر۔

اس کا جواب مرزائی مجیب نے دیا ہے کہ:

مرقع کے سمجھدار اڈیٹر اپنے ذہن میں ان دونوں باتوں میں اختلاف خیال کر کے ہم سے اسکا جواب چاہتے ہیں سو وہ کان کھول کر سنیں۔ اول خطبہ کے ان مقامات پر لفظ بعث آیا ہے جس کے معنی تم نے مرقع صفحہ ۷ سطر ۱۳، اور صفحہ ۸ سطر ا، وصفحہ ۶ سطر ۱۳ پر لکھے ہیں۔ بعثت اور بعث ایک ہیں۔ ان کے معنی پیدا کرنے کے ہیں اور استشہاد میں تم نے آیت ھو الذی بعث فی الا میین رسولاً پیش کر کے یہ ترجمہ بھی لکھا ہے، خدا نے عربوں میں رسول پیدا کیا۔، پس بموجب امر مسلمہ آنجناب کے خطبہ کی ان عبارات کے یہ معنی ہوئے کہ خفا تعالی نے چھٹے ہزار میں حضرت مسیح موعود کو پیدا کیا۔ (تشحیذ الاذہان۔ نمبر ۲ ص ۷۱-۷۲)

اس جواب میں مرزائی مجیب نے ہمارے سوال کو تقویت دینے کے علاوہ اپنا مرزائی اور فنا فی الشیخ ہونا اس طرح ثابت کیا کہ جس طرح اعلی حضرت جذب بیانی اور افترا پردازی میں چست و چالاک اور جری ہیں اور دوسرے کے کلام کو بگاڑ کر نقل کرنا ان کی عادت میں طبیعت ثانیہ ہو رہا ہے اس بدخصلت کا ثبوت مجیب نے بھی خوب دیا۔

او ظالمو! تم جانتے ہو کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کی نظر مخالف کی تحریر پر ہوگی۔ مانا کہ مرزائی لوگ عموماً مرزا کی تعلیم سے مخالفوں کی تحریرات نہیں دیکھتے لیکن آخر دنیا میں ایسے منصف مزاج بھی ہیں جو دونوں کی تحریروں کا مقابلہ کرتے ہیں

ناظرین! ہم نے جو بعث اور بعثت کے معنی کئے ہیں وہ بعینہ یہ ہیں، بعث کے معنی پیدا کرنے کے ہیں مگر کبھی ان کا اثر ذات پر ہوتا ہے جیسے نبعث من فی القبور (ہم مردوں کو زندہ کرینگے) اور کبھی صفات پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ھو الذی بعث فی الا میین رسولا (مرقع فروری ۱۹۰۸ء ص ۸) دیکھئے اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ بعث اور بعثت کبھی تو ذات کے پیدا کرنے پر آتا ہے کبھی صفات پر۔ چنانچہ دونوں کی مثالیں بھی دی ہیں مگر مرزائی مجیب سے اپنے پیر و مرشد کی اتباع سنت میں یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ میری عبارت کو اصلالفاظ میں نقل کرتا وہ تو آخر اسی گرو کا چیلہ ہے جو قرآن وحدیث کے مضامین کے علاوہ مخالفوں کے کلاموں کو بگاڑ کر پیش کرنے میں پورا مشاق ہے مرزا جی:

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیے

کیا کیجئے گا اس ستم ناروا کے بعد

خیر یہ شکایت تو ان حضرات کی عام ہے جس کا یہ موقع نہیں بلکہ ہم نے اس موقع پر ہم نے یہ دکھانا ہے کہ مرزائی مجیب نے ہمارے سوال کی تائید کی ہے

کچھ شک نہیں کہ بعث کے معنی پیدا کرنے کے ہیں لیکن اسکے استعمال کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ اسکا مفعول کوئی ذات ہو اس وقت اسکا اثر محض اس ذات پر ہوتا ہے اس وقت اسکا نام اہل منطق کی اصطلاح میں جعل بسیط ہوتا ہے اور جب اس کا اثر کسی ذات موصوفہ پر ہو تو اس وقت اس کا نام جعل مرکب ہوتا ہے جیسے بعث فی الا میین رسولاً خدا نے عربوں میں سے حضرت محمد ﷺ کو منصب رسالت عطا فرمایا یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات میں وصف رسالت پیدا کیا۔ اسکی پہچان اہل علم کی نگاہ میں بالکل واضح ہے کہ جب اس کا مفعول بہ کوئی اسم موصوف ہو جو کسی قسم کی صفت پر مشتمل ہو تو اس وقت اس کا اثر جعل مرکب کا ہوتا ہے یعنی اس اسم میں اس صفت کا ایجاد کرنا اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ خطبہ الہامیہ کا مطلب کیا ہے مرزا صاحب صاف لکھتے ہیں کہ: ھناك رأى اللہ ان وقت البعث بلغ الى المنتهى فارسل رسوله یعنی چھٹے ہزار میں خدا نے دیکھا کہ بعثت کا وقت آ گیا ہے پس اس نے اپنا رسول بھیج دیا جو میں ہوں۔

یہی لفظ مرزا صاحب نے اپنے حق میں خود استعمال کیا ہے کہ میں اس صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں (کرامات الصادقین۔ص۳) اس عبارت میں مرزا صاحب نے خود مبعوث کا لفظ اپنے حق میں بولا ہے۔ اور سنیئے! مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۷)

ان حوالجات میں مرزا صاحب نے اپنے حق میں مبعوث ہونے کا لفظ بولا ہے اور اس کا وقت چودھویں صدی کا سر بتلایا ہے حالانکہ آپ کی ولادت بے سعادت ۱۲۵۵ھ یعنی تیرھویں صدی کے وسط میں ہوئی۔ تو کیا ابھی یہ امر قابل بحث ہے کہ بعثت سے مراد آپ کا مامور ہونا ہے نہ کہ پیدا ہونا۔

پس مرزا صاحب نے جو اپنے مامور اور مبعوث ہونے کا زمانہ بتلایا ہے وہ الف ششم چھٹے ہزار کے

بعد ہے کیونکہ بقول مرزا جی چھٹا ہزار ۱۲۶۶ھ میں ختم ہو چکا ہے حالانکہ بشہادت خطبہ الہامیہ آپ کا الف ششم یعنی ۱۲۶۶ھ سے پہلے پہلے مامور ہو کر آنا چاہیے تھا جو نہ ہوا لہذا بیرنگ واپس۔

مختصر یہ کہ حسب بیان مرزا صاحب مندرجہ خطبہ الہامیہ ضرور تھا کہ مسیح موعود ۱۲۶۶ھ کے اندر اندر مامور اور مبعوث ہو کر آتا مگر افسوس کہ اس زمانے میں مرزا صاحب کی عمر کل دس گیارہ سال کی تھی جو بوجہ نابالغی کے اس قابل نہ تھی کہ منصب مسیحیت پر مامور ہو سکے

اب پچھتاوت کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

دوسرا جواب مرزائی مجیب نے یہ دیا ہے کہ

جن بعض مقامات پر حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ میں الف ششم میں مبعوث ہوا ہوں تو اس کے متعلق آپ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کی بنیاد شمسی اور قمری حساب کے فرق پر ہے (تشحیذ الاذہان۔ص۷۳)

جواب: سچے ہو تو یہ تصریح دکھا دو ورنہ تمہاری سزا بھی وہی ہے جو قرآن مجید نے جھوٹوں کے لئے بتلائی ہے پس تمہارا سب سے مقدم کام یہی ہونا چاہیے کہ یہ تصریح مرزا کی دکھلا دو۔ تعجب ہے جناب دجال اکبر تو فرماتے ہیں: ہمارے نبی ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ (خطبہ الہامیہ)

اس مسیح موعود سے مراد خود اپنی ذات نکوہیدہ صفات ہے پس اس عبارت میں جو حساب آنحضرت ﷺ کے لئے مراد ہے وہی حساب دجال اکبر نے اپنے لئے رکھا ہے یعنی قمری پھر کس منہ سے کہتے ہیں کہ جہاں الف ششم میں مامور ہونا لکھا ہے وہاں شمسی مراد ہے۔ کیا اس کہنے سے تم مواخذات ثنائیہ کی قوت کا اقرار نہیں کرتے، بے شک۔

مرزائی انعام: مرزائی مجیب نے ہمارے لئے مبلغ دس روپئے کا انعام تجویز کر کے لکھا ہے:

اگر اڈیٹر مرقع زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ کی اس تفریق کو جو اس نے مرقع صفحہ ۶ پر درج کی ہے کہ، زمانہ بعثت وہ ہوتا ہے جس میں کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کی طرف آوے اور زمانہ تبلیغ وہ ہوتا ہے جس میں نبی خدا کے الہام بندوں کو سنائے۔ کسی شرع کی کتاب سے مدلل طور پر ثابت کر دے تو اس کو دس روپئے انعام دفتر

تشحیذ الاذہان کی طرف سے دیا جائے گا۔

جواباً شیخ الاسلام فرماتے ہیں: آپ جو شرع کی کتابوں سے ثبوت مانگتے ہیں تو پہلے آپ شرع کی کتابوں کی فہرست بتلا دیں تا کہ ہم اس فہرست میں دکھاویں۔ یہ بھی لکھئے گا کہ شرعی کتابوں کے سمجھنے کے لئے علوم آلیہ کی جو ضرورت ہے ان علوم کی کون کون سی کتاب آپ کو مسلّم ہے۔ (مرقع قادیانی۔مئی ۱۹۰۸ء)

گل دستہ قادیانی

کرشن قادیانی آج کل لاہور میں مقیم ہیں وہاں جا رہنے کا سبب ان کی جوتیوں کا غلام اڈیٹر بدر لکھتا ہے:

چونکہ حضرت ام المومنین کی طبیعت علیل تھی اس لئے محض تبدیل آب و ہوا کے لئے (لاہور) تشریف لے گئے ہیں (بدر،۳۰ اپریل)۔ آہ غضب ہو گیا اب تو قادیان بھی دار الشفا نہ رہا۔ الحکم کو چاہیے کہ وہ اپنی پیشانی کے شعر میں یوں تبدیلی کرے:

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

چونکہ مرزا جی تبدیل مقام کر کے اس شعر کی عملی طور پر تکذیب کر چکے ہیں یعنی آپ کی اہلیہ کو قادیان میں صحت نہ مل سکی اس لئے لاہور چلے گئے۔

تازہ قادیانی الہام: انی احا فظ کل من فی الدار

(یہ الہام مدت سے گھڑا ہوا ہے جب دل چاہتا ہے اسے تازہ کہہ دیتے ہیں۔ کشتی نوح میں صفحہ ۱۰ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ دار سے مراد میرے خشت و خاک کے گھر کی چار دیواری نہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے اس گھر میں داخل ہیں۔ اس پر سوال یہ ہے کہ پھر اڈیٹر البدر مسٹر محمد افضل اور مولوی برہان الدین جہلمی وغیرہ جیسے راسخ الاعتقاد مریدوں سے بڑھ کر آپ کا پختہ مرید کون ہے جو طاعون کے مرض سے مر کر اس الہام کی واضح اور بین تکذیب کر گئے۔ (مرقع قادیانی جلد ۱ نمبر ۲ ۱ مئی ۱۹۰۸ء)

قادیانی مشین میں الہام بافی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین گذشتہ پرچہ نمبر۱۲ جلد اول میں آپ لوگوں نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ مرزا صاحب کذب بیانی اور غلط معانی سے کہاں تک پرہیز کرتے ہیں۔ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹ بولنے سے بھی نہیں رکتے۔حالانکہ آپ کا قول ہے کہ ایک جھوٹ کے مقابلہ میں ہزار نشان بھی مفید نہیں (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۲۹) پس اس اصول ہی سے ہم کو مرزا صاحب کے نشانات کی طرف سے اطمینان چاہیے تھا کہ گو ہزار نشان بھی آپ کے واقعی ظاہر ہوں تاہم چونکہ ان کے مقابلہ پر کئی ایک جھوٹ بھی آپ سے سرزد ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں اس لئے ان نشانوں کی قدر اس سے زاید نہیں جو مرزا صاحب نے خود ہی بتلایا ہے،جس کو پیغمبری الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ الکذوب قد یصدق (جھوٹے بھی بعض دفعہ سچ بول دیا کرتے ہیں)

تاہم مرزا صاحب چونکہ ہمیشہ نشان نمائی سے پبلک میں غلط فہمی پھیلاتے ہیں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کے نشانات کی پڑتال کی جائے

آج جس نشان کی پڑتال کرنا ہم چاہتے ہیں وہ حقیقت الوحی میں درج ہے جو اصل الفاظ میں درج ذیل ہے آپ فرماتے ہیں:

پانچواں نشان ایک پیش گوئی ہے جو رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت مئی ۱۹۰۶ء میں درج ہے اور وہی پیش گوئی اخبار بدر جلد ۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء میں مندرج ہے اور ایسا ہی وہی پیش گوئی اخبار الحکم مورخہ ۵ مئی ۱۹۰۶ء اور نیز پرچہ الحکم مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء میں مع تشریح درج ہو کر شائع ہو چکی ہے۔چنانچہ پہلے ہم اس پیش گوئی کو اس جگہ لکھتے ہیں جو رسالہ مذکورہ اور دونوں اخباروں میں درج ہو چکی ہے اور بعد میں جس طرح وہ پوری ہوئی اس کو لکھیں گے۔اور وہ پیش گوئی مع اسی زمانہ کی تشریح کے یہ ہے۔:

الہام ۵ مئی ۱۹۰۶ء۔پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔

ثــلــج کا لفظ عربی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ برف جو آسمان سے پڑتی ہے اور شدت سردی کا موجب ہو جاتی ہے اور بارش اس کے لوازم میں سے ہوتی ہے اسکو عربی میں ثلج کہتے ہیں۔ان معنوں کی بنا پر اس پیشگوئی کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ بہار کے دنوں میں ہمارے ملک میں خدا تعالی غیر معمولی طور پر یہ آفتیں نازل کرے گا اور برف اور اسکے لوازم سے شدت سردی اور کثرت بارش ظہور میں آئے گی (یعنی کسی حصہ دنیا میں جو برف پڑے گی وہ شدت سردی کا موجب ہو جائے گی) اور دوسرے معنی اسکے عربی میں اطمینان قلب حاصل کرنا ہے۔یعنی انسان کو کسی امر میں ایسے دلائل اور شواہد میسر آجائیں جن سے اس کا دل مطمئن ہو جائے،اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ فلاں تحریر موجب ثلج قلب ہوگئی یعنی ایسے دلائل قاطعہ بیان کئے گئے کہ جن سے بکلی اطمینان ہوگیا اور یہ لفظ کبھی خوشی اور راحت پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو اطمینان قلب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب انسان کا دل کسی امر میں پوری تسلی اور سکینت پا لیتا ہے تو اسکے لوازم میں سے ہے کہ خوشی اور راحت ضرور ہوتی ہے،غرض یہ پیش گوئی ان پہلوؤں پر مشتمل ہے اس پیش گوئی پر غور کرنے سے ذہن ضروری طور پر اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ اگر خدا تعالی کے نزدیک اس جگہ ثلج کے دوسرے معنی ہیں یعنی یہ کہ ہر ایک شبہ اور شک کو دور کرنا اور پوری تسلی بخشنا،تو اس جگہ اس فقرہ سے یہ بھی مراد ہوگی کہ چونکہ گذشتہ دنوں میں زلزلوں کی نسبت کج طبع لوگوں نے شبہات بھی پیدا کئے تھے،اور ثلج قلب یعنی کلی اطمینان سے محروم رہ گئے تھے اس لئے بہار کے موسم میں ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے ثلج قلب ہو جائے گا،اور گذشتہ شکوک وشبہات بکلی دور ہو جائیں گے اور حجت پوری ہو جائے گی۔اس الہام پر زیادہ غور کرنے سے یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ بہار کے دنوں تک نہ صرف ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہو جایں گے اور جب بہار کا موسم آئے گا تو اس قدر متواتر نشانوں کی وجہ سے دل پر اثر ہوگا کہ مخالفوں کے منہ بند ہو جائیں گے اور حق کے طالبوں کے دل پوری تسلی پائیں گے۔اور یہ بیان اس بنا پر ہے کہ جب ثلج کے معنی تسلی پانا اور شکوک وشبہات سے رہا ہو جانا سمجھے جائیں۔لیکن اگر برف اور بارش کے معنی ہوئے تو خدا تعالی کوئی سماوی آفات نازل کرے گا واللہ اعلم بالصواب (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۳۷۔۳۹)

جواب: اتنی طول طویل تقریر میں پیش گوئی کا صرف مطلب بیان کیا گیا ہے جس کو ہم دو لفظوں سے

بتلا کر آگے چلتے ہیں:

۱۔اس پیش گوئی کا وقوعہ موسم بہار میں ہوگا۔

۲۔اس پیش گوئی سے مراد برفباری ہے یا

۳۔اس پیش گوئی سے مراد مخالفوں کا اطمینان اور تسلی ہے

اس سے آگے چل کر آپ اس پیش گوئی کی صداقت بیان کرنے کو فرماتے ہیں:

یہ پیش گوئی جو مع تشریح رسالہ ریویو آف ریلی جنز اور پرچہ اخبار بدر اور الحکم میں اس کے ظہور سے نو ماہ پہلے لکھی گئی تھی اور ظہور کے لئے بہار کا موسم معین کیا گیا تھا صفائی سے پوری ہوگئی یعنی عین بہار کا موسم آیا اور باغ پھولوں اور شگوفوں سے بھر گئے تب خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ اس طرح پورا کیا کہ کشمیر اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں برف باری حد سے زیادہ ہوئی جس کی تفصیل ہم انشاء اللہ چند اخباروں کے حوالہ سے لکھیں گے لیکن اس ملک میں بموجب منشاء پیشگوئی کے خاص اس حصہ ملک میں وہ شدت سردی اور کثرت بارش ہوئی کہ ملک فریاد کر اٹھا اور ساتھ ہی بعض حصہ میں اس ملک کے اس قدر برف پڑی کہ لوگ حیران ہوگئے کہ کیا ہونے والا ہے چنانچہ آج ہی ۲۵ فروری ۱۹۰۷ء کو ایک خط بنام حاجی عمر ڈار صاحب (جو باشندہ کشمیر ہیں) اور اس وقت میرے پاس قادیان میں ہیں عبدالرحمٰن ان کے بیٹے کی طرف سے) کشمیر سے آیا ہے کہ ان دنوں میں اس قدر برف پڑی ہے کہ تین تین گز تک زمین پر چڑھ گئی اور ہر روز ابر محیط عالم ہے یہ وہ امر ہے کہ کشمیر کے رہنے والے اس سے حیران ہیں کہ بہار کے موسم میں اس قدر برف کا گرنا خارق عادت ہے اور جس قدر اس ملک میں بارش ہوئی اس کی شہادت چند اخباروں سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔،

اس سے آگے چل کر چند اخباروں کے حوالے لکھے ہیں جن کا مضمون ہے کہ فروری ۱۹۰۷ء میں سخت بارش اور برف باری ہوئی چنانچہ ایک حوالہ اخبار جاسوس کا جو مختصر ہے یہ ہے آپ لکھتے ہیں:

اخبار جاسوس آگرہ پرچہ ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ ۶ فروری کو شام کے وقت کان پور میں سخت بارش ہوئی بوفان برق آیا اور ایسی ژالہ باری ہوئی کہ ریل بند ہوگئی (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۴۲)

اس سے بعد آپ بڑی صفائی سے اس پیش گوئی کی صفائی کرنے کو لکھتے ہیں کہ:

یہ اخبار جو ہم نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو اس ملک میں بارش وغیرہ ہونے پر موقوف تھی ان کے گواہان لکھے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو اور پچاس ساٹھ اخبار اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے پیش کر سکتے تھے مگر میں جانتا ہوں کہ اس قدر اخباروں کی شہادت کافی ہے اور ملک خود جانتا ہے کہ اس موسم بہار میں یہ غیر معمولی بارشیں ہیں جن کا علم بجز خدا تعالی کے اور کسی کو بھی نہیں تھا بلکہ بارشوں اور طوفان وغیرہ کی پیش گوئی کرنے والے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہیں جو اس کام کے لئے بڑی بڑی بھاری تنخواہیں پاتے ہیں وہ پیش گوئی کر چکے تھے کہ معمولی بارش سے زیادہ نہیں ہوگی۔ چنانچہ پرچہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء میں اس رائے کو دیکھو جو انہوں نے آئندہ موسم کے لئے ظاہر کی ہے۔

اور اس پیش گوئی کا ظہور بارش اور سردی کے متعلق صرف اس پہلو سے ظہور میں نہیں آیا کہ غیر معمولی بارش اور غیر معمولی سردی بہار کے موسم میں پڑ گئی بلکہ اس دوسرے پہلو سے بھی پیش گوئی کا ظہور ہوا کہ اس بہار میں عام طور پر تمام ملک کے حصوں میں بارش ہوگئی اور جن اضلاع میں بارش سے ہمیشہ ترستے تھے وہاں بھی ہو گئی پس ہر ایک شخص جو عقل اور حیا اور انصاف اور خدا ترسی سے کام لے گا وہ بلا تامل اس بات کا اقرار کرے گا کہ یہ امر خارق عادت اور غیر معمولی تھا جس کی خدا تعالی نے پہلے سے خبر دی تھی اور اس ملک میں ایسے حالات کے پیش از وقت ظاہر کرنے کے لئے گورنمنٹ انگریزی میں ایک عملہ مقرر تھا اور منجم بھی تھے مگر کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ موسم بہار میں یہ غیر معمولی بارشیں ہونگی اور برف پڑے گی صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی ﷺ کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے (ص ۴۳۔۴۴)

پیش گوئی کے ایک پہلو کو بیان کر کے دوسرا پہلو بیان کرتے ہیں کہ:

یہ حصہ تو کثرت بارش کے متعلق ہے اب ہم اس حصہ کو بیان کرتے ہیں جو برف گرنے کے متعلق کسی قدر پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں تا معلوم ہو کہ یہ پیش گوئی اس ملک سے خاص نہیں رہی بلکہ دوسرے ممالک میں بھی اس نے خارق عادت رنگ دکھلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اخبار وکیل امرتسر مورخہ ۷ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ جو ۲۳ ذی الحج ۱۳۲۴ھ کے مطابق ہے۔ ... یورپ کی موسمی حالت کے متعلق مندرجہ ذیل حال لکھا ہے:

بعض ممالک یورپ میں امسال سردی کی ایسی شدت بیان کی جاتی ہے کہ سنین ماضیہ میں اس کی کوئی

نظیر شائد ہی ملے چنانچہ بلجئم میں مقیاس الحرارت صفر سے بھی زیادہ نیچے چلا گیا ہے برلن میں نقطہ انجماد سے تیرہ درجے نیچے بیان کیا جاتا ہے آسٹریا ہنگری میں بیس درجہ نیچے۔ اس شدید سردی سے کئی آدمی بھی مر چکے ہیں برا عظم یوروپ کے بعض ریلوے لائنوں کی آمد ورفت میں خلل پڑ گیا ہے کیونکہ انجنوں کے نل پانی کے جم جانے سے پھٹ گئے ڈینیوب اور اوڈیسہ کی بندرگاہیں یخ بستہ ہو رہی ہیں روس اور برطانیہ میں مقیاس الحرارت اسقدر گر گیا ہے کہ قبل ازیں کئی سال یہ نوبت نہ پہنچی تھی روم اور نیپلز کے درمیان ٹرینوں پر اس قدر برف باری ہوئی ہے کہ الامان۔ قسطنطنیہ میں کئی کئی فٹ تک برف پڑی آبنائے باسفورس میں جہازوں اور سٹیمروں کی آمد ورفت ملتوی ہوگئی ہے چینل میں آج کل جو جہاز ادھر ادھر سے پہنچتے ہیں وہ بالکل برف سے مستور ہوتے ہیں پیرس کے بازاروں میں غریب غربا ٹھٹھر ٹھٹھر کر جان بحق ہو رہے ہیں۔ اٹلی کی جھیلیں اور نہریں جمی ہوئی ہیں۔ کیا سائینس اور علم حوادث ارضی اور سماوی کے ماہر اس بات کا کوئی تسلی بخش جواب دے سکتے ہیں کہ اگر قدرت کا یہ عظیم الشان کارخانہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے ایک مقررہ قانون کا پابند ہے اور کوئی فوق الفوق قادر مطلق اور مدبر بالارادہ ہستی اس پر متصرف نہیں تو نیچر کے حالات روزمرہ میں کبھی کبھی یہ خلاف معمول واقعات کا ظہور کیوں ہوتا ہے اور کیا ایسے حوادث سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جس کے عقاید کو مان کر انسان کسی حال میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا، ورنہ دہریے تو ایک طرف رہے اکثر مذاہب موجودہ کے پابند بھی ایسے موقعوں پر اپنے معتقدات کی معقولیت کا کوئی قابل اطمینان ثبوت نہیں دے سکتے۔ (ص ۴۴-۴۵)

یہ سب کچھ کہہ کر اخیر پر آپ لکھتے ہیں کہ:

ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ یہ پیش گوئی وقوع سے نو ماہ پہلے یعنی ۵ مئی ۱۹۰۶ء کو اخباروں میں شائع ہو چکی تھی پھر نو ماہ کے بعد ایسے کھلے کھلے طور پر ظہور میں آئی کہ پنجاب اور ہندوستان اور یورپ اور امریکہ کی تمام اخباریں اسکی گواہ رویت ہوگئیں۔ پس ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ کسی انسان کو یہ عمیق در عمیق علم حاصل نہیں اور نہ کسی مفتری کی یہاں پیش جاتی ہے کہ وہ افتراء کے طور پر خدائی قدرت کو آپ دکھاوے۔ یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے کہ جیسا کہ خدائے قادر نے دو گذشتہ بہاروں کے متعلق دو زلزلوں کی خبر دی تھی یعنی ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء میں ایسا ہی تیسری مرتبہ پھر بہار کے متعلق یہ خبر دی کہ بہار کے موسم آئندہ میں جو ۱۹۰۷ء

میں آئے گا سخت بارشیں ہوں گی اور سردی بہت پڑے گی، اور برف پڑے گی۔ سو ایسا ہی ظہور میں آ گیا اور بڑی شان وشوکت سے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی فا لحمد لله على ذا لك۔ (ص ۴۵)

جواب: ہمارے جواب میں تنقیح طلب امور چار ہوں گے۔

۱۔ کیا مرزا کی اس پیش گوئی کی عبارت الہامی ہوسکتی ہے۔

۲۔ کیا یہ پیش گوئی مرزا صاحب کی پیش کردہ تفسیر کے مطابق واقع ہوئی ہے۔

۳۔ کیا بہار کے موسم سے مراد یہی ہے جو مرزا صاحب نے بتلائی ہے۔

۴۔ کیا یہ پیش گوئی بھی مثل اور پیش گوئیوں کے گول مول ہے یا واضح ہے؟

سو واضح ہو کہ مرزا جی کے الہام کی عبارت اردو ہے پس ضروری ہے کہ اس کی تفسیر اور تشریح وہی کی جائے جو اردو محاورے کے موافق ہو۔ اگرچہ اعلیٰ حضرت کو جب کبھی کوئی غلط عبارت الہام ہوتی ہے تو آپ فرمایا کرتے ہیں کہ خدا زبان کے قواعد کا پابند نہیں ہے (بدر ۱۶۔ اپریل...)

لیکن یہ عذر آپ کا داناؤں کے نزدیک قابل شنوائی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ جس زبان میں الہام نازل کرے اسی زبان کے خلاف محاورہ کلام کرے۔ اس زبان میں جس چیز کو مذکر کے صیغے سے استعمال کرتے ہیں خدا اس کو مونث سے کرے۔ اور بجائے، ہاتھی آیا، کے، ہاتھی آئی، اور بجائے، چڑیا اڑ گئی، کے چڑیا اڑ گیا، کہے تو کون دانا ہے کہ اس مہمل کلام کو فصیح یا کم سے کم صحیح مانے گا۔ قرآن مجید بھی ہمارے اس دعوی کی تصدیق اور مرزا جی کی تکذیب کرتا ہے ارشاد ہے ما ار سلنا من رسول الا بلسا ن قو مه ليبين لهم یعنی خدا کی طرف سے جتنے رسول آئے ہیں وہ قوم کے محاورہ زبان پر آئے تا کہ لوگوں کو واضح کر کے بتلا سکیں۔ اس آیت نے ثابت کیا ہے کہ ملہم کے الہام جس زبان میں ہوں اس زبان کے قواعد کی پابندی سے ہونے چاہییں مگر مرزا جی (بقول خود) چونکہ مجدد ہیں اسلئے ہر بات (مذہبی اخلاقی لٹریری ادبی) میں جب تک تجدید نہ کریں اپنے فرض منصبی سے سبک دوش نہیں ہوسکتے۔

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا ہم الٹے، بات الٹی، یار الٹا

بہر حال چونکہ یہ الہام اردو زبان میں ہے اس لئے اس کے معنی اردو محاورے کے مطابق ہونگے

لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ثلج کا لفظ اردو محاورے میں آتا ہی نہیں بلکہ بجائے اس کے برف کا لفظ آتا ہے کوئی اردو دان یہ کہے گا کہ میں نے ثلج کھایا، ہاں یہ کہے گا کہ برف کھایا۔ برف کا پانی کہے گا لیکن ثلج کا پانی نہ کہے گا۔اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کا یہ کلام کلام الٰہی نہیں ورنہ کہنا پڑے گا کہ خدا اردو فصیح نہیں بول سکتا۔

۲۔دوسرا امر تنقیح ہمارا یہ تھا کہ مرزا صاحب کی تفسیر کے مطابق وقوعہ نہیں ہوا۔

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو معنے ہیں۔ایک تو برف باری، دوئم مخالفین کا اطمینان قلب اور مہر سکوت۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پیش گوئی کے وقوعہ کے بعد کوئی مخالف مخالفت نہ کر سکے گا۔ بلکہ اس کا اطمینان کلی ہو جائے گا حالانکہ یہ نہیں ہوا۔اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے اخبار اہل حدیث میں جونو بنو مخالفت آپ کی ہوتی ہے کس سے مخفی ہے۔ اور مرقع قادیانی تو آپ کے نام نامی واسم گرامی کا تحفہ (ڈیڈی کیشن) ہے۔پھر لطف یہ کہ یہ رسالہ جاری بھی اسوقت ہوا جب کہ بقول آپ کے آپ کی یہ پیش گوئی پوری ہو چکی تھی۔ کیونکہ بقول آپ کے آپ کی یہ پیش گوئی فروری ۱۹۰۷ء میں پوری ہوئی مگر مرقع قادیانی جون ۱۹۰۷ء میں جاری ہوا، اور آپ کا اشتہار اسکے جراء کا باعث ہوا تھا۔ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو نکلا تھا جو تاریخ پیش گوئی سے دو ماہ بعد کا ہے۔مرقع قادیانی کے علاوہ اور متعدد کتابیں اور رسالے آپ کے برخلاف نکل رہے ہیں۔ابھی حال ہی میں ایک کتاب، مثنوی مولوی ہند، (یہ کتاب کل نظم میں ہے اس کے اصل مضمون کے اشعار ۸۵۶ ہیں جو ۶۴ ۳صفحوں پر ہیں اور ضمیمہ ۱۶ صفحوں پر ہے ملنے کا پتہ مولوی لعل محمد صاحب، محافظ دفتر ضلع سیونی ملک متوسط) جو ایک منظوم اور بسیط کتاب ہے، آپ کی تردید میں شائع ہوئی ہے۔تو پھر کون دانا کہہ سکتا ہے کہ آپ کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی۔

حیرانی کی بات ہے کہ مرزا صاحب کس منہ سے کہتے ہیں کہ یہ پیش گوئی جس کے معنی خود ہی یہ کرتے ہیں کہ مخالفوں کو اطمینان اور تسلی ہو جائے گی باوجود اس شدید مخالفت کے سچی ہو گئی میرے خیال میں مرزا صاحب کا ضمیر بھی ان کو اندر سے ڈراتا ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پیش گوئی کے معنوں میں سے برف باری کے پہلو کا ثبوت دینے کی کوشش کی ہے دوسرے پہلو (اطمینان مخالفین) کی طرف نہیں جھکے۔

ہماری اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا جی کی یہ پیش گوئی بمعنی دوم (اطمینان مخالفین) بالکل غلط ثابت

ہوئی ہے کیونکہ مخالف بدستور مخالفت اور شقاق پر تلے بیٹھے ہیں بلکہ دن بدن زیادہ سرگرم ہیں۔ رہا اول پہلو یعنی برف باری، سو تیسرے امر تنقیح کی تنقیح کے بعد اسکا تصفیہ بھی ہو جائے گا۔

۳۔ تیسرا امر تنقیح موسم بہار کی تحقیق سے متعلق ہے کہ ہندوستان خصوصاً پنجاب میں (جہاں کہ مرزا صاحب مقیم ہیں) موسم بہار کس موسم میں ہوتا ہے یعنی شمسی حساب میں کون کون مہینہ موسم بہار کہلاتا ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب ہر بات میں کیوں تجدید کے مدعی بنتے ہیں ان سے زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو باوجود عربی میں مولوی اور انگریزی میں گریجوئیٹ کہلا کر قادیانی کرشن کی زٹلیات پر کیونکر ایمان لے آتے ہیں اور خام عقلوں کی طرح ہر ایک واہیات بات پر کہتے ہیں آمناو صدقنا

مرزائیو! ام تامرکم احلامکم ام انتم قوم طاغون۔ (کیا تمہاری عقلیں تم کو یہی حکم کرتی ہیں یا تم واقعی سرکش اور بے سمجھ لوگ ہو) واللہ جسوقت مرزا جی کی اس قسم کی ہزلیات دیکھتا ہوں اور ادھر مریدان مرزا سے سنتا ہوں کہ فلاں صاحب دیکھئے اتنے بڑے عالم اتنے بڑے حکیم مرزا صاحب کو مانتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان کے علم وفضل کا ذکر سن کر میں ان کے علم سے کچھ مرعوب ہوں الٹا ان کے علم سے بدگمان ہو کر ان کی عقل و دیانت پر فتوے دینے کو طیار ہو جاتا ہوں کیا یہ کسی اہل علم کی شان ہے کہ ایسی زٹلیات کو قبول کرے جو مرزا کے منہ نکلیں۔ (معاذ اللہ)

موسم بہار کی تحقیق کے لئے سرکاری مدارس کا جونسا جغرافیہ آپ چاہیں دیکھ لیں صاف مضمون ملتا ہے کہ فروری کے خاتمہ تک موسم سرما ہوتا ہے اور مارچ سے بہار شروع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ افغانستان اور شملہ کے مدارس میں سردیوں کی جو تعطیلات کلاں ہوتی ہیں وہ جنوری اور فروری کے مہینوں میں ہوتی ہیں اگر فروری کا مہینہ موسم بہار میں ہوتا تو کیوں ایسا ہوتا۔ قدیم ہندوستان بالخصوص پنجاب کے دستور کے مطابق بھی آپ کی تقریر غلط ہے کیونکہ ہندوستان اور خصوصاً پنجاب میں ہولیوں کا تہوار بہار میں ہوتا ہے اس کی ابتداء اسی بنا پر ہے کہ تغسیر موسم کے موقع پر اہل ہند باغات میں جا کر سیر کیا کرتے ہیں انہی ایام کو ہولیاں کہتے ہیں اور یہ تہوار وسط مارچ میں ہوتا ہے پس ان معقول وجوہ سے مرزا جی کی پیش گوئی معنی اول (برف باری) کے لحاظ سے بھی جھوٹی ثابت ہوئی فالحمد للہ علی ذلک

مرزائیو! یہی تمہارے نبی رسول اور سلطان القلم کی دیانت اور لیاقت کا نمونہ ہے؟ خود ہی غور کرلو:

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

۴۔ چوتھا امر تنقیح ہمارا یہ تھا کہ یہ پیش گوئی اپنی گولائی میں کسی سابقہ پیش گوئی سے کم نہیں کیونکہ اس کے اصل الفاظ کسی سنہ وسال سے محدود نہیں ہو سکتے غور سے دیکھو: پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن کیسے گول سانچے کے ڈھلے ہوئے الفاظ ہیں کہ جب چاہیں جس جگہ چاہیں چسپاں کر دیں۔ مگر چونکہ مرزا جی نے خود ہی اس کو ۱۹۰۷ء کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اسلئے ہم ان پر اعتراض کرنے کا حق رکھتے ہیں، ورنہ ہم سے پوچھتے تو اس گول مول کو اپنی گولائی ہی پر رہنے دیتے اور اڑے وقت میں جب چاہتے اسی سے کام لیتے جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ ہے۔ مثال کے لئے دو بکریوں والا الہام ناظرین کو سناتے ہیں۔

مرزا جی کا الہام ہے شاتان تذبحان۔ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ الہام آپ کا زمانہ تصنیف براہین احمدیہ کا ہے۔ چنانچہ الہامی تھیلہ براہین میں بھی یہ درج ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس الہام کی بابت آپ نے یوں گوہر افشانی کی تھی کہ: پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۷)

لیکن اس سے بعد جب کابل میں (بقول آپ کے) دو مرید مرتد قرار دے کر بحکم سرکاری مارے گئے تو آپ نے جھٹ سے یہ پیش گوئی (دو بکریاں والی) ان پر چسپاں کر دی (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۷)

مرزائیو! اس بڈھے بدحواس سے تم اتنا تو پوچھو کہ ایسی خود رفتگی کیوں کیا کرتا ہے۔ آہ۔

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

مختصر یہ کہ مرزا صاحب کے الہام عموماً اور ثلج والا خصوصاً بالکل غلط محض جھوٹ سراسر کذب ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اپنے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہم اس کو یہ خطاب دیں۔

خود غلط، مضمون غلط، املاء غلط، انشاء غلط

(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء)

ہمارے احباب کی فرمائشات

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ مرقع کے بہی خواہ یہ تو مانتے ہیں کہ مرقع قادیانی مشن کے متعلق بہت کچھ کام کرتا ہے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ مسئلہ حیات مسیح پر بھی خامہ فرسائی کی جائے، کیونکہ مرزائی اس مسئلہ میں بہت کچھ چوں چاں کرتے ہیں۔ ایسے احباب کو واضح رہے کہ مرقع کے اجراء سے غرض یہ ہے کہ قادیانی حضرت کی تصویر اصلی شکل میں دکھائی جائے چنانچہ مرقع قادیانی نام اسی لئے تجویز ہوا تھا۔ بحمد اللہ مرقع نے اپنا فرض احسن طریق سے ادا کیا۔ رہا حیات ممات مسیح کا مسئلہ سو اول تو اس کو مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بانی سر سید احمد خان علی گڈھی ہیں۔

دوئم جب ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے کسی دعوی میں سچے نہیں، کذب بیانی افترا پردازی فضول گوئی ان کا عام شیوہ ہے تو اس صورت میں اگر حضرت مسیح فوت بھی ہو گئے ہوں تو مرزا اور مرزائیوں کو اس سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

سوئم یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق بسیط مضامین چھپ چکے ہیں تفسیر ثنائی جلد دوئم میں خاکسار نے مفصل لکھا ہے اور مرزا صاحب کے پیش کردہ کل دلائل کے جوابات دیئے ہیں ایک کتاب شہادۃ القرآن برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب اڈیٹر الہادی سیالکوٹ کی قابل قدر تصنیف ہے۔ ایک کتاب اسی مسئلہ حیات مسیح کے متعلق جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ کی تصنیف ہے۔ پس ہمارے احباب پہلے ان تصانیف کو دیکھیں پھر اگر ضرورت ہو تو مرقع پر فرمائش کریں۔ مرزائی اگر ان کو اپنے فضول اعتراضات کی طرف متوجہ کریں تو ان کو قائل کریں کہ جس صورت میں ہم مرزا کی کذب بیانیاں ایسی نمایاں دکھاتے ہیں کہ تم سے اس کا جواب نہیں بن سکتا، بن سکتا ہے تو گذشتہ نمبر مرقع ہی کا جواب دلا دیں جس میں بیّن جھوٹ مرزا صاحب کے لکھے گئے ہیں۔ تو ایسی صورت میں تم کو ممات مسیح سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ تمہاری ڈیوٹی تو سب سے پہلے یہ ہونی چاہیے کہ مرزا صاحب پر جو الزامات کذب بیانیوں کے لگائے جاتے ہیں ان کی صفائی کرو اور

بس۔ ورنہ سمجھا جائے گا کہ تم ایک بے مطلب اور فضول کام کے مرتکب ہوتے ہو اور مرزا صاحب کی صفائی اور ڈیفنس کرنے پر قدرت نہیں رکھتے

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو   جب جانیں کہ دردِ دل عاشق کی دوا ہو

(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء)

مسبّع لاثانی تحفہ قادیانی

تضمین بر غزل قدسی از منشی محمد سعد اللہ صاحبؒ سعدی لدھیانوی

جو نبی بنتا ہے آج اس کی ہے یہ بولہبی
آخر انجام ہے محشر میں جہنم حصبی
ہے وہ کذاب اشرّ یا کوئی دیوانہ غبی
سخت گستاخی ہے اب حق سے نبوت طلبی
حکم حق ہے کہ نہ ہو بعد ترے کوئی نبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ہے غضب ایک مغل بچہ آلان قوا
بعد عیسی کے ہے ختم الرسل احمد بنتا
خاندان کو بھی نہیں دیکھتا اپنے اندھا
شرم دنیا کی نہیں اس کو نہ کچھ خوف خدا
بے مثل آیا تو خلق خدا میں حقا

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
بر تر از عالم و آدم توچہ عالی نسبی

سندہی احمد ہوا کہلا کر غلام احمد
اس غلامی سے جو ہو عاق ہے بے شک مرتد
خبر موت و کذب دی زرہ آز و حسد
مورد لعن ہوا اپنی زبانی بے حد
شاعری سے کیا خود اپنی رسالت کو ردّ
نسبت شعر و کہانت نہ نبوت نبود
حق نما آئینۂ انت بامّی و ابی

میں محمد ہوں میں احمد ہوں یہ دعوی ہے ستم
آگ کی قینچی سے ہوں دست و زبان ایسے قلم
ہیں سخن فہم سخن گو تیرے آ گے سر خم
کچھ تعلّیٰ سے اگر ہیں کبھی کر بیٹھے رقم
ہے ہر اک معترف اس باب کا اے فخر و ندم
نسبت خود بہ سگے کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

آیا تصویر پرستی تھا مٹانے اسلام
اپنی تصویر کے بھی اس نے کھرے کر لئے دام

مدعی جب ہوا ابنیت حق کا یہ غلام
زلزلے آئے پڑے قحط وبا ہوگئی عام
رحمت عالمیان ہے تو نہیں اس میں کلام
نخل بستام مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شد شہرہ آفاق بہ شیریں رطبی

رفع عیسی سے غرض کے لئے ہو کر بے باک
منہ میں اپنے بھری انکار کی بدبخت خاک
آز دنیا میں ہوا سلب جو دینی ادراک
کہتا ہے خواب و خیال اس کو بھی ہو جائے ہلاک
رہ گئے چھوڑ کے جبریل امین بھی فتراک
شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

نہ وقوف عربی اور نہ ہندی کا شعور
بن کے پنجاب میں کذاب رسول اور مامور
عربی میں لگا الہام بنانے پر زور (جھوٹ)
کیسا شیطان نے بنایا اسے اندھا مغرور
یہ نہ سمجھا ہے زبان قوم کی مرسل کو ضرور
ذات پاک تو جو در ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

قادیانی ہے عجب! بکم عمی و اصم
کہ جمال اسکو نہ سوجھا ترا فخر عالم
حق نے بھیجا ہے مبشر ترا ابن مریم
تری ہی ذات ہے وہ احمد ہادی امم
تجھ کو حاصل ہیں جمال اور کمالات بہم
من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بو العجبی

حاجت خویش بغیر تو الٰہی نبرم
اے منت یندہ بہ لطفت کہ نرانی ز درم
بدرت سجدہ کناں باد شب و روز سرم
کہ پناہے نبود کز تو بجائے دگرم
آمدہ راغب و راہب بتو با چشم ترم
یارب آں بخش خضوع دلی از فضل و کرم
کہ دعائیم بتو باشد شغل نیم شبی

ہر دم ایمان بزیادت بود از قرآنم
بحدیث نبوی تقویت ایمانم
ربنا صلی علی روح مصطفیٰ خوانم
بزبان نام تو رانم بدلت یک دانم

ارجعی مژدہ رسانی بلب رضوانم
تو زمن راضی و یا رب ز تو راضی جانم
چوں کنم رحلت ازیں خانہ رنج و تعبی

جب کہ یارب میرا محشر میں نکالیں دفتر
قلم عفو گناہوں پہ مرے جاری کر
ردّ دجال و ثناء و صفت پیغمبر
اقرؤا سب سے کہوں دست یمیں میں لے کر
پھر کہتا ہوا پہنچوں بکنار کوثر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ہم نے پایہ نہ زمانہ وہ ترا با برکات
دل تڑپتے ہی رہے ہجر میں تیرے دن رات
آفت و فتنہ تھی دجال زماں کی ہر بات
ہوتی کیا کیا نہ رہی سدّ رہ رشد و نجات
اب تو ماذون شفاعت ہے پئے مخلوقات
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ ز حد مے گذرد تشنہ لبی

قادیانی کی تھی قسمت ہی نہ شاید اچھی

مغفرت گاہ نہ مانگی نہ کبھی توبہ کی
نہ دوا اس نے کوئی تیرے شفاخانہ سے لی
وحی گھڑ گھڑ کے شریعت نئی جاری کر دی
نسخہء حق سے ہوئی تیرے شفاءِ سعدی
سیدی انت حبیبی و طبیب القلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی
(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء)

اشتہار مباہلہ کا اثر

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ قادیانی کرشن نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو سخت تکلیف پہنچائی ہے میرے سلسلہ کو ہلا دیا ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ جو ہم دونوں (مرزا اور خاکسار ثناء اللہ) میں سے جھوٹا ہے خدا اس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کرے یا موت جیسی کسی مصیبت میں مبتلا کرے۔خدا کی شان ابھی اس دعا کو پانچ ہی مہینے گذرے تھے کہ مرزا صاحب کا محبوب بیٹا جس کی شادی کو پندرہ ہی روز گذرے تھے مرزا کو دائمی مفارقت کا داغ دے گیا جس سے مرزا صاحب اور ان کی بیوی بلکہ تمام متعلقین پر سخت موت جیسی مصیبت آئی اس امر کا اظہار اور مفصل ذکر اہل حدیث مورخہ ۱۱۔اکتوبر ۱۹۰۷ء میں جیا گیا ہے کہ یہ میرے ساتھ مباہلہ کا اثر تھا مگر میں آج ایک اور طرح سے اس مباہلہ کا اثر ثابت کرتا ہوں

مرزا صاحب کا عام اصول ہے کہ جو دعا بطور مباہلہ کے کی جاوے اس کا اثر ایک سال تک ہوتا ہے ایک سال سے متجاوز نہیں ہوتا اور اسی کو وہ سنت انبیاء قرار دیا کرتے ہیں چنانچہ ایک اشتہار میں جو مولوی غلام

دستگیر مرحوم قصوری کے جواب میں ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کو نکالا تھا آپ رقم طراز ہیں:

کل ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک قطعہ اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب میرے پاس پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف مباہلہ کے لئے مجھے بلاتے ہیں اور ۲۵ شعبان ۱۳۱۴ھ تک تاریخ مقرر کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ اسی وقت مولوی صاحب پر کوئی عذاب نازل ہوا گر بعد میں ایک سال کے اندر نازل ہوا تو پھر وہ منظور نہیں۔ مگر میں ناظرین کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ مولوی صاحب کی سراسر زبردستی ہے تمام احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انتہائی میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس رکھا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالی سے وحی پا کر اپنے مباہلہ کا اثر بہت جلد مباہلین پر وارد ہونے والا بیان فرمایا ہے۔ سو اس سے برس کی میعاد منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث میں جو ایک برس کی قید ہے اس سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ برس کا پورا گذر جانا ضروری ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ برس کے اندر عذاب نازل ہو۔ گو دومنٹ کے بعد نازل ہو جائے۔ سو میں بھی اس بات پر ضد نہیں کرتا کہ ضرور برس پورا ہو جاوے شائد خدا تعالی بہت جلد اس تکفیر اور تکذیب کی پاداش میں آسمانی عذاب نازل کرے مگر مجھے معلوم نہیں کہ برس کے کس حصہ میں یہ عذاب نازل ہوگا آیا ابتداء میں یا درمیان میں یا اخیر میں اور میں مامور ہوں کہ مباہلہ کیلئے برس کی میعاد پیش کروں۔

اشتہار مذکور کے علاوہ آپ اپنی کتاب سر الخلافہ میں شیعوں کو مخاطب کر کے للکارتے ہیں کہ آؤ میرے ساتھ مباہلہ کرو پھر اگر میری دعا کا اثر ایک سال تک ظاہر نہ ہو تو تم سچے اور میں جھوٹا۔ (ص ۱۷)۔

ناظرین! ان دونوں اقراروں کو ملحوظ رکھ کر خدارا انصاف کیجئے کہ مرزا صاحب کو میرے حق میں بددعا کئے ہوئے جس کو وہ اور ان کے دام افتادہ مباہلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں آج کامل ایک سال سے کچھ روز زیادہ گذر چکے ہیں مگر یہ خاکسار بفضلہ تعالی اپنی ذات خاص میں اپنے اہل وعیال میں بالکل تندرست اور ہمہ تن فضل الٰہی کا مورد رہا اور ہے۔

ان واقعات کو ملحوظ رکھ کر کوئی دانا کہہ سکتا ہے کہ مرزا جی کی دعا مباہلہ کا اثر کچھ ظاہر ہوا؟ جب نہیں ہوا اور سال کامل گذر چکا تو اب مرزا جی کے کاذب مکار، ابلہ فریب اور مفتری ہونے میں کیا شک رہا۔

مرزائی دوستو! خدارا ذرہ سوچ سمجھ کر اس کا جواب دینا مرزائیو!

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ایسے واقعات میں مرزا جی کی طرف سے ایک ہی جواب ہوا کرتا ہے کہ میرا مخالف چونکہ دل میں ڈر گیا ہے اسلئے میری زد سے محفوظ رہا سو میری بابت اگر یہ خیال جناب کذب مآب کو گذرے تو آپ اس سال کے اہل حدیث کے علاوہ مرقع قادیانی کے رسالہ ملاحظہ فرمائیں کہ کس کس طریق سے آپ کی خاطر مبارک میں اڈریس پیش کئے ہیں، اور کیا کیا آپ کے چھپے راز کھولے ہیں۔ غرض میرے مقابلہ پر آپ یہ جواب دے کر بھی اپنا پیچھا نہیں چھوڑا سکتے۔ نیز یہ بات واضح اور اظہر من الشّمس ہے کہ اب مرزا صاحب کو میرے ساتھ مباہلہ کرنے میں غایت اور حد درجہ کی ذلت اٹھانی نصیب ہوئی ہے۔ اور آپ کی خاموشی بھی زبان حال سے نیم رضا کا مفہوم ادا کر رہی ہے اور اس بات کا مرزا صاحب کو صاف اقرار ہے کہ اس مباہلہ میں خاکسار کو نہ موت آئی، اور نہ موت جیسی مصیبت پہنچی۔ بلکہ اعلیٰ حضرت ہی کا پیارا بیٹا مبارک احمد عین شادی کے ایام میں مر کر اپنے بوڑھے باپ کو موت جیسی مصیبت میں ڈال گیا۔ باوجودیکہ مرزا جی کی اس وقت کی دعاؤں کی جو حالت تھی نہ اس لئے کہ آپ کے ناخنوں تک زور لگانے کا پتہ ملتا ہے مگر اتنی التجاؤں اور الحاؤں کے بعد بھی موت جیسی نامبارک تکلیف میں پڑتے ہو نہ ہی بچ سکتے ہو

ملک الموت کو یہ ضد کہ میں جاں لے کے ٹلوں

سر بسجود مسیحا کہ میری بات رہے

ورنہ اگر خدانخواستہ مجھے بھی مباہلہ کے اعلان سے لے کر آج (ایک سال کے عرصہ) تک کوئی ایسی تکلیف پہنچتی یا کوئی مصیبت آتی تو جناب کبھی کے اشتہاروں کے ذریعہ کائیں کائیں کر کے کان کھا جاتے اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے یہی خواب سوجھتے کہ اے لو ثناء اللہ کو وہ تکلیف پہنچی اور اس پر وہ مصیبت آئی۔ لہذا ہمارا مباہلہ درست اور مباہلہ کا اثر راست نکلا اور آپکے فونوگراف کا کام دینے والے مرید بھی اپنی ستھری زبانوں سے دن رات مباہلہ کی گردانیں کرتے سنائی دیتے مگر اس وقت جو خاموشی اس مرزائی پارٹی پر باوجود میعاد

مباہلہ ایک برس کامل گزرنے کے طاری ہے وہ اس درجہ بدیہی اور آفتاب آمد دلیل آفتاب کی طرح درخشاں ہے کہ کسی طرح دلیل کی محتاج نہیں ان کی حالت سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

مرزائی جماعت کے جوشیلے ممبرو! اب کس وقت کے منتظر ہو۔ تمہارے پیر مغان کی مقرر کردہ مباہلہ کی میعاد کا زمانہ تو گذر گیا۔ اب آپ کے وہ دعوے اور امیدیں کہاں خاک میں ملکر نسیاً منسیاً ہوگئیں جب کہا کرتے تھے کہ ثناء اللہ پر عنقریب اس مباہلہ کا ہیبت ناک اثر پڑے گا۔ بتلاؤ اب کیوں تمہارے سروں پر جانور بسیرا لے رہے ہیں

بتاؤ تو نیچی نظر آج کیوں ہے یہ کیوں وار پڑتا ہے اوچھا تمہارا

(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء)

آریہ سماج کی کانفرنس اور مرزا قادیانی کا ادھورا معجزہ

نہ اترا باغباں اتنا چمن میں کیا بھروسہ ہے
شجر کا برگ کا سبزہ کا گل کا رنگ کا بو کا

قادیانی جماعت اور خود مرزا صاحب کے تعلّی آمیز دعاوی اسقدر حد سے متجاوز ہو چکے ہیں کہ خدا کی پناہ! اگر یہ پارٹی کوئی ایسا انوکھا کام کرلے جو اور لوگوں سے نہ ہوسکتا ہو بلکہ اور انسانوں کی طاقت سے بالا اور ارفع ہو تو اس پر اتراتے اور فخر کرتے ہوئے یہ لوگ ایک حد تک سچائی پسند اور راست گو کہلا سکتے ہیں مگر غضب تو یہ ہے کہ ایسی لایعنی اور ادنی ادنی باتوں پر فخر و مباہات کرتے ہیں جن کو بہت سے لوگ ادنی توجہ سے کرلیا کرتے ہیں وہی کام جب قادیان والوں سے ہوجائے تو اسکو رائی کا پہاڑ بنا کر وہ طوفان مچاتے ہیں کہ الامان۔ اپنی پارٹی کی تعریف کرتے ہوئے آسمان و زمین کے قلابے ملا ڈالتے ہیں اور فخر؟ والی بات کچھ بھی

نہیں ہوتی ایسے واقعات دیکھ کران لوگوں کی عقل پر اختیار ہنسی آتی ہے اسطرح کا ایک واقعہ سنیئے۔

ناظرین! آپ کو معلوم ہوگا کہ ۲ دسمبر سے ۵ دسمبر ۱۹۰۷ء تک لاہور میں آریہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی مرزا صاحب قادیانی کو بھی اس میں لیکچر دینے کی دعوت دی گئی چنانچہ آپ نے اپنا لیکچر تیار کر کے اس کے پڑھنے کے واسطے اپنے مریدوں میں سے حکیم نورالدین وغیرہ کو منتخب کیا۔ جو وقت مقررہ پر حسب دستور پڑھا گیا مضمون مذکورہ کے لکھے جانے اور چھپنے کے متعلق اسوقت الحکم قادیانی نے بڑے فخر سے مرزا صاحب کی اعجاز نمائی بتلائی تھی کہ دو تین روز میں ہمارا لیکچر ختم ہو کر چھپ بھی گیا بسیہ ہمارے سچائی کی دلیل ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ تھے:

۳۰ نومبر کو حضرت اقدس نے مذکورہ بالا مضمون پر قلم اٹھایا اور ۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی صبح تک چند گھنٹوں میں ۶۸ صفحات کا ایک مبسوط مضمون لکھ دیا۔ چند گھنٹے اس لئے کہا کہ حضرت اقدس (مرزا) نے ان ایام میں اپنے معمولات کو نہیں چھوڑا۔ برابر سیر کے لئے نکلتے تھے اور دوسرے ضروری کام ڈاک کا پڑھنا اور نمازوں کے لئے باہر آنا، لنگر خانہ کی ضروریات کا تہیہ، اور دعاؤں کے اوقات۔ غرض جو مشاغل حضور کے پہلے تھے ان میں کوئی کمی نہیں آئی اور چند گھنٹوں میں یہ رسالہ لکھا گیا۔ پھر اسکی کاپیاں اور پروف بھی آپ پڑھنا ان کے ساتھ تھا اور ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ یہ کیسی تائید الٰہی ہے کہ ایسے سامان قادیان جیسے گاؤں میں میسر آ گئے کہ ادھر حضرت اقدس مضمون کی تحریر سے فارغ ہوئے اور ادھر چند ہی گھنٹے بعد کل مضمون چھپ کر طیار ہو گیا۔ ایسی تائید الٰہی صادق کے سوا کاذب کو نہیں مل سکتی۔ (الحکم۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء ص ۴)

الحکم کی اس عبارت میں چونکہ ایک جھوٹے اور کاذب شخص کی تصدیق کے لئے فخر اور تکبر سے دعوی کیا گیا تھا اسلئے خدا نے ضرور ہی تکذیب کر دی یعنی یہی لیکچر جو بقول الحکم دو روز میں مرزا جی نے تیار کر لیا تھا آج مئی کے مہینے تک مع جواب مکمل ہو کر شائع ہونا تو کجا چھپ بھی نہیں سکا۔ کیوں نہ ہو، آخر تکبر کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

حالانکہ معمولی کتابوں اور لیکچروں کا جلدی سے تصنیف کر لینا ایسے پرانے مصنفوں سے کیا مشکل ہے جن کا رات دن یہی شغل ہو اور پھر ایسے مصنف کا جس کے پاس چھاپہ خانہ کا کافی سامان اپنا موجود ہو ایسی تحریر کا سرعت سے چھپوالینا کوئی اعجاز اور خرق عادت نہیں۔ تاہم مرزا صاحب کی تکذیب چونکہ خدا کو منظور ہے اس لئے باوجود تجربہ کار مصنف اور مالک مطبع ہونے کے ادنی سا لیکچر طیار کرنے میں چھ مہینے لگ گئے اور ابھی لیکچر ہی نہیں معجزہ ہی رہا۔ واہ: بایں عقل و دانش بباید گریست

لیکچر مذکور کے ابھی تک طیار نہ ہونے کی بابت اسی الحکم کی مطبوعہ شہادت ہمارے پاس موجود ہے جو اپنے ۱۴ مئی کے پرچہ میں لیکچر کے کور کے زیر طبع ہونے کی حالت میں اسکا اشتہار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں

اس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

کتاب مستطاب چشمہ معرفت یعنی مضمون (الہامی کتاب) جلسہ آریہ لاہور معہ ضمیمہ بجواب اعتراضات مضمون آریہ جو اوائل دسمبر ۱۹۰۷ء میں محلّہ وچھووالی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں مسلمانوں کو بذریعہ خطوط واشتہار طلب کر کے آریہ قوم کے مہاتماؤں نے دل خراش گالیوں سے اپنے مہمانوں کے دلوں کو گھائل کیا تھا بفضل قادر مطلق ۴۳۸ صفحہ کے حجم میں حضرت اقدس مسیح موعود (ان پر ہزاروں سلام اور درود) کے قلم سے لکھی گئی ہے اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گی۔ اگر کوئی مرزائی لیکچر مذکور کے حجم کا خیال کر کے یہ کہے کہ خالی لیکچر چونکہ صرف ۶۴ صفحہ کا تھا اسلئے جلدی لکھا گیا لیکن مع جواب ۴۳۸ صفحات کا ہے اسلئے دیر خواہ مخواہ ہونی ہی تھی۔

تو ایسے صاحب کو واضح ہو کہ بقول الحکم جب سادہ لیکچر چند گھنٹوں میں طیار ہو گیا تھا تو اسی حساب سے چند دنوں میں تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر وہ ۳۰ نومبر سے ۲ دسمبر کی صبح تک تیار ہو گیا تو یہ اسی حساب سے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۷ء تک تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر ہمارے لاثانی مسیحا ہیں کہ جو بات بتلاتے ہیں وہ آپ کے بتلانے کے برعکس اور برخلاف ہی ظہور میں آتی ہے۔ جس بیمار کو دم کرتے ہیں اس کا دم ہی نکل جاتا ہے۔ جس مخالف کے مرنے کی پیش گوئی کرتے ہیں وہ باوجود ارزل العمر ہونے کے مدت مقررہ کے اندر زندہ رہتا ہے۔ آتھم

باوجود پیرانہ سالی اور قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہونے کے میعاد پیش گوئی میں نہ مرا۔ مرزاجی کی آسمانی منکوحہ کا اصلی خاوند پیش گوئی کی تین سالہ مدت گذار کر آج تک (۱۹۰۸ء) تک زندہ سلامت ہے، اور بقول ڈاکٹر عبد الحکیم پٹیالوی گیارہ بچوں کا جو مرزاجی کی آسمانی منکوحہ سے پیدا ہوئے ہیں (مرزاجی کی چھاتی پر مونگ دلتا ہوا) والد ماجد بن چکا ہے۔

پھر قادیان کی نسبت بڑے معرکہ کی پیش گوئی کی کہ خدا تعالی قادیان کو طاعون سے ضرور محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء) مگر وہاں بھی طاعون نے آکر وہ رنگ جمایا کہ محمد افضل اڈیٹر بدر جیسے لائق حواریوں کو (بقول مرزا) کتوں کی موت مارا۔ طاعون کی شدت کے باعث اس سال کے سالانہ جلسہ کی آمدنی بھی ماری گئی۔ اور مسیح موعود قادیان چھوڑ ویران باغوں میں جان بچانے کی خاطر بھٹکتا پھرا۔

اس سے بعد مولانا ابوالوفا کے ساتھ مباہلہ کا اعلان کیا تو اس کا اثر بھی آپ ہی پر پڑتا رہا۔ آپکا لخت جگر اور عزیز بیٹا مبارک احمد عین شادی میں نو دن تک بخار میں جان توڑتا ہوا لقمہ اجل ہوا۔ اور اپنی بے وقت کی ناگہانی موت سے بوڑھے باپ کو ایسا صدمہ پہنچا گیا کہ آپ مدت تک اس کے فراق میں بیمار رہے۔ آہ! خدا ایسا صدمہ دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اب دیکھئے کہ آپ کو پیاری اور عزیز از جان بیوی اور حدیث العہد داماد کی بیماری کا شدید رنج پہنچا جس کے باعث آپ کو پیارے قادیان چھوڑی پڑی جو مدت سے دار الامان والشفا کہلاتی تھی مگر آج دار الزیان والوبا بن گئی۔ اور لاہور جیسے (بقول مرزا) مغضوب اور مضر صحت شہر میں شفا حاصل کرنے کی غرض سے ادخلوا الباب سجداً پر عمل کرتے ہوئے داخل ہونا پڑا۔ اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہوگی اور اس سے بڑھ کر مباہلہ کا اثر کیا ہوگا کہ مسیح موعود سارا سال آسمانی آفات میں مبتلا رہے اور ابھی ڈاکٹر عبد الحکیم والا موت کا الہام سچا ہو گیا تو آپ کا سب جھگڑا ہی طے ہو جائے گا اور مرزائیت کی صفیں بہت جلدی لپیٹی جائیں گی

اسکے مقابلہ پر مولانا ابوالوفا صاحب خدا کے فضل سے مع اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے ہر طرح

خوش وخرم ہیں اور مخالفوں (آریوں اور مرزائیوں) کا سر کچلنے اور گردن توڑنے کو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جاتے ہیں اور مرزائی لوگ انہیں کامران وشادان دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے ہیں پر زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتے

الحکم کا اڈیٹر اور حضرت اقدس کی جوتیوں کا غلام اڈیٹر بدر گوش ہوش سے سن رکھے کہ زمین نہیں بلکہ آسمان بھی مرزا کی تکذیب کر رہا ہے چشم بصیرت سے جدھر دیکھا جائے نبوت مرزائیہ کے ابطال پر ان گنت اور بے شمار نشان ظاہر ہو رہے ہیں فتو بوا الی و حدہ و صلواعلی من لا نبی بعدہ ۔نا ئب اڈیٹر۔

(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء)

مسیلمہ قادیانی کو فتح کے خواب

تشنہ آب وخواجہ زر سگ استخوان بیند بخواب

ہر چہ ہرکس درنظر دارد ہماں بیند بخواب

مرزا جی کو الہام ہوا انا فتحنا لك فتحاً مبیناً کیوں نہ ہو بلی کو چھیچھڑوں کے خواب ۔فتح کیسی؟ مرد میدان بن کر سامنے آنے کی جرأت تو حضرت کو کبھی ہو نہ سکی پھر بھی فتح ہی رہی پیر مہر علی شاہ سے مقابلہ کی ٹھنی تو وہ مقررہ مقام لاہور میں عین وقت پر پہنچ گئے مگر یہ شرم وحیا کے پتلے ہیں کہ قادیان بیٹھے ہی اشتہارات سے فتح منا رہے ہیں کیوں نہ ہو: بے حیائی تیرا آسرا۔

پھر شیر پنجاب مولانا ابوالوفاء صاحب قادیان پر حملہ آور ہوئے تو آپ نے خدا سے پختہ وعدہ کر لیا کہ مخالفوں سے بحث نہ کرونگا۔اور آپ کو بیت الفکر سے باہر آنے کا حوصلہ نہ ہو سکا پھر بھی فتح کا نقارہ بجا رہے ہیں اور فتح بھی بیّن فتح۔ این چہ بوالعجبی ست

اس موقع پر علاوہ شکست فاش حاصل کرنے کے مرزا جی کا یہ الہام بھی ہمیشہ کے واسطے جھوٹا ہو گیا تھا جو یہ تھا: مولوی ثناءاللہ بحث کے واسطے قادیان میں ہرگز نہ آوے گا۔،

کیونکہ وہ فی الفور شیر ببر کی طرح قادیان پر حملہ آور ہوا۔اور اس کے خوف کے باعث مرزا جی کو اپنی

جورو کے چرخے کے پیچھے چھپ جانے کے سوا اور کوئی حیلہ نہ مل سکا۔اگر حوصلہ ہوتا،علم ہوتا،لیاقت ہوتی اور مردانگی کا جوہر آپ میں موجود ہوتا،تو ایسی بزدلانہ حرکت کبھی نہ کرتے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں۔مرزا جی پر ابتداء ہی سے نصرت اور فتح کا دروازہ بند رہا ہے۔بے چارے الہامات اور نبوت کے خبط سے پہلے: چہ خورد بامداد فرزندم، کے فکر میں سرگردان تھے اور معاش کی صورت کے متلاشی۔بد قسمتی سے...مختاری کا امتحان دینے بیٹھے لیکن آپ کی بدبختی وہی رنگ لائی کہ

بدبخت اگر تشنہ رود برسر چاہے — یا آب فرو باشد یا رسن گم آید

تب بے چارے فیل ہو کر اور اپنا سا منہ لے کر اس ارادے سے نامراد پھرے اور چھو چھا کرنے کی عادت اختیار کر کے تزویر کا جال بچھایا۔اور تجدید امامت اور ولایت کا ہلکا سا دعویٰ شروع کر دیا۔پھر مہدویت مسیحیت اور ازاں بعد احمدیت ابنیت اور ابویت وغیرہ کے دعاوی بتدریج کرتے گئے۔سچ ہے:

یار ما امسال دعوی نبوت کردہ است

سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شود

چونکہ کئی ایک عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے اصیغہ میں آپ کو مل گئے تھے اس لئے آپ کا کام بن گیا یعنی ڈبل آمدنی کی صورت نکل آئی اور درازی آمدنی ہی کی مدت سے آپ کو تلاش تھی اب کیا تھا پانچوں گھی میں۔مزے سے زندگی کے چار روز گزار رہے ہیں۔لیکن آخرت کے خوف سے بالکل غافل ہیں اس لئے دل سے تو یاروں کا یہ خیال ہے کہ

اب تو آرام سے گذرتی ہے — عاقبت کی خبر خدا جانے

ہاں اتنے لوگوں کو پھانس لینا اور آمدنی کی صورت نکال لینا آپ کی لیاقت پر دال نہیں کیونکہ آپ سے پہلے بھی کئی ایک کپاس کی زراعت کی جگہ اون بیچنے کا مشورہ دینے والے بے وقوف بھی بہت سے زرو جواہرات کے مالک بن چکے ہیں،یہاں تک کہ مصر جیسے ملکوں کے بادشاہ بھی کہلا گئے۔اسی طرح اگر مرزا جی کی دال روٹی اچھی چل گئی تو اس سے آپ کی عقل کا کون سا ثبوت مل گیا۔..

مرزا جی اپنی تائید کے لئے جو بات بھی بڑے زور سے بتلایا کرتے ہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے

اس قدر طویل عمر پا چکا ہوں اور ابھی تک مر کر خاک نہیں ہوا۔ پس میرے نام کی فتح ہے۔ مگر تعجب ہے کہ طوالت عمر کو اور درازی مہلت کو اپنے صدق کی دلیل کسی سچے نبی نے آپ سے پہلے نہیں ظاہر کیا، کیونکہ جھوٹے نبیوں کی عمریں بھی لمبی ہوا کرتی ہیں۔..... نائب اڈیٹر (مرقع قادیانی۔ جون ۱۹۰۸ء)

گل دستہ قادیانی

شیخ الاسلام بتاتے ہیں کہ قادیانی اخبار الحکم پر... ایسی کچھ بجلی گری ہے کہ کئی کئی نمبر نہیں آتا۔ ترقی ہے مگر معکوس۔

قادیانی اخبار سخت پیچ وتاب میں ہیں کہ دام افتادوں کو کس طرح قابو رکھیں

قادیانی واعظ مولوی محمد احسن امروہی امرت سر آئے ہم نے ان کو مباحثہ کا رقعہ لکھا مگر افسوس ہے کہ وہ رقعہ پہنچنے سے پہلے ہی چلے گئے۔

قادیانی مشن کی طرف سے واعظ روانہ ہونے والے ہیں ہمارے احباب بھی آگاہ رہیں جہاں کوئی قادیانی واعظ پائیں مرزا کا اشتہار دعا اور تبصرہ وارنٹ کی طرح دکھا کر فوراً گرفتار کریں۔

(مرقع قادیانی ستمبر اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۳)

قادیانی تصویر کا دوسرا رخ

مرزا صاحب قادیانی کے دم واپسیں تک تو قادیانی پارٹی کے دلوں میں وہ وہ منصوبے تھے کہ خدا ہی کو معلوم ہیں مگر مرزا صاحب کے انتقال کے بعد وہ منصوبے سب کے سب یکدم منسوخ ہو گئے۔ اب کیا ہے؟

صرف :اما نی و ان ھم ا لا یظنو ن۔

چاروں طرف سے اعتراضات ہو رہے ہیں کہ جس جس پیش گوئی کو مرزا قادیانی نے اپنی حیات

میں ہونا بتلایا تھا، وہ نہیں ہوئیں۔ جواب ملتا ہے کیا انبیاء مرا نہیں کرتے؟ کیا انبیاء کے مرنے سے ان کی حقانی تعلیم غلط ہو جاتی ہے؟ الٰہی پناہ! یہ کون کہتا ہے کہ انبیاء کے مرنے سے ایسا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی نبی یہ کہے کہ مجھے خدا نے مخالفین کے ساتھ فیصلہ کی یہ راہ بتلائی ہے کہ اگر یہ کام میری زندگی میں نہ ہوا تو میں جھوٹا، سو ایسا کہنے والے کی نسبت تم خود ہی بتلاؤ کیا کہو گے؟ جو تم ایسے شخص کے حق میں کہو گے وہی ہم مرزا قادیانی کے حق میں کہتے ہیں۔ مرزا نے میرے متعلق جو فیصلہ کا اشتہار دیا تھا، وہ ناظرین مرقع وغیرہ سب نے دیکھا یا سنا ہوگا، مگر بغرض استحضار مضمون چند فقرے اس کے یہاں پر بالاختصار آج پھر نقل کئے جاتے ہیں مرزا صاحب کہتے ہیں:

اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناءاللہ) اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔۔اور اگر میں مسیح موعود ہوں تو خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا وہ جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (ثناءاللہ) پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ...اے میرے آقا! اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے ...اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر۔ آمین

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ ہیں اس اشتہار کے چند اقتباسات جو بناء گفتگو اور مدار فیصلہ ہیں۔ ان فقروں میں کسی طرح کا اینچ پینچ نہیں۔ نہ کوئی الجھن ہے بلکہ بالکل صاف ہیں کہ مرزا صاحب مجھ میں اور اپنے میں خدائی فیصلہ چاہتے ہیں اور بذریعہ اشتہار پبلک کو اس فیصلے کے لئے منتظر رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جو فیصلہ ہوا وہ سب دنیا نے دیکھ لیا اور سن لیا کہ ۲۶ مئی سنہ حال (۱۹۰۸ء) کو مرزا صاحب اس اشتہار کے مطابق وفات پا گئے۔ کیا کسی نے اچھا کہا

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

اس کے جواب میں قادیانی خلیفہ رأس امجانین حکیم نورالدین کیا لکھتے ہیں اور کہاں تک حمقاء کی

آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہیں۔ ہمارے ناظرین اس کے سننے کے مشتاق ہوں گے، اس لئے آج ان کو وہ مجنونانہ بڑمع جواب کے ہم سناتے ہیں۔ حکیم صاحب نے ایک بڑا لمبا چوڑا مضمون قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں شائع کیا ہے جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ثناءاللہ اور عبدالحکیم

ان دونوں کا کچھ الگ ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ان دونوں کا ہلاک ہونا ضروری تھا۔ یادرکھنا چاہیے کہ ایک مثال سے صدق اور کذب نہیں پرکھا جاتا بلکہ ہمیشہ کثرت کو دیکھنا چاہیے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے خلاف مباہلے کئے یا بددعائیں کیں یا جن کے خلاف حضرت مسیح موعود نے بددعا کی، ان میں سے کتنے اب نظر آتے ہیں۔ جہاں بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ معاندین خدا کے برگزیدہ کا مقابلہ کر کے ہلاک ہوئے، وہاں ایک یا دو بچ رہنے والوں کی مثال النادر کالمعدوم کے حکم میں سمجھنی چاہییں کیونکہ اعتبار ہمیشہ کثرت کا ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک ثناءاللہ اور عبدالحکیم کو تھوڑی سی مہلت مل جانے سے حضرت مرزا صاحب کے خلاف نتیجہ نکالا جاتا ہے مگر آپ کے بالمقابل ہلاک شدگان کی کثیر تعداد کا کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاتا۔ جہاں اللہ تعالی مقابل پر آنے والوں کو بار بار حضرت موعود کے سامنے ہلاک کر کے آپ کی صداقت کو آفتاب کی طرح روشن کر چکا ہے، وہاں ایک دو شخصوں کو مہلت مل جانے سے پہلے سارے ثابت شدہ نتیجوں کو کالعدم سمجھ لینا، پرلے درجے کی حماقت اور جہالت ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ نمبر ۷ ج ۷ ص ۲۹۵)۔

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صرف ایک صوفی عبدالحق ساکن امرت سر نے ۱۸۹۳ء میں مرزا سے مباہلہ کیا تھا جواب تک زندہ ہے۔ اس کے سوا کسی نے مباہلہ کیا ہو، تو بتلاؤ ان کنتم صادقین ۔ حکیم صاحب مجھے آپ کی سفید ریش پر رحم آتا ہے کہ آپ دجالی کارخانہ کو سنبھالنے کے لئے اسی کی چال چلنے لگے۔ انا للہ

اول تو آپ کا یہ فرمانا غلط ہے کہ آپ میرے اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے معاملہ کو ایک مثال کہتے ہیں

، حالانکہ آپ کے پیرومرشد نے اسی کو مدار فیصلہ قرار دیا ہے۔

اے جناب! آپ کو معلوم نہیں کہ صادق ہونے کیلئے جملہ امور میں صدق ثابت ہونا ضروری ہے، اور کاذب بننے کیلئے ایک آدھ واقعہ بھی کافی ہے۔ کیا آپ کو یا آپ کے قانونی مشیروں کو معلوم نہیں کہ عدالت میں کسی تمسک کو غلط ثابت کرنے کے لئے فریق مخالف کو حق پہنچتا ہے کہ اے آدھ سطر بلکہ ایک آدھ لفظ کو بھی غلط یا مشکوک ثابت کر دے تو تمسک ردی ہو کر قابل سند نہیں رہے گا۔ اس وقت مدعی کا یہ حق نہ ہوگا کہ مخالف سے یہ کہے کہ کثرت کا اعتبار ہے، ایک دو سطروں یا ایک دو لفظوں کے غلط ہونے سے کیا سارا تمسک غلط ہو گیا۔

واللہ! اگر آپ کبھی عدالت میں ایسا فرماویں تو خوب ہی لطف ہو۔ حکیم صاحب! آپ تو طبیب ہیں اور مولوی بھی اس لئے امید کہ آپ نے منطق کی بھی کوئی کتاب ضرور پڑھی ہوگی۔ سنئے! موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ۔ قرآن شریف سے شہادت چاہو تو پڑھو ما انز ل اللہ علی بشر من شیء (سالبہ کلیہ) قل من انز ل الکتا ب الذ ی جا ء بہ موسی (موجبہ جزئیہ)۔ پھر آپ کس علم اور دیانت سے کہتے ہیں کہ ایک آدھ مثال سے کیا ہوتا ہے۔ کیا انسان کے اعضاء رئیسہ میں سے ایک عضو بیمار ہو، تو وہ انسان آپ کی تشخیص میں بیمار ہوگا یا آپ اسی اصول سے کثرت کا اعتبار کر کے یہ کہیں گے کہ کثرت کا اعتبار ہے ایک آدھ عضو کا کیا ہے، اس لئے یہ شخص تندرست ہے۔

علاوہ اس کے قلت و کثرت اس جگہ دیکھی جاتی ہے جہاں افراد کثیرہ اور قلیلہ ایک ہی نوع کے ہوں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ میرا اور دیگر مخالفین مرزا کا معاملہ دگرگوں ہے۔ جس طرح سے میرے حق میں صاف فیصلہ کا اشتہار مرزا صاحب نے دیا تھا کسی اور مخالف کے حق نہیں دیا۔ نہ کسی مخالف نے مرزا کے حق میں کوئی ایسا اعلان دیا تھا کہ اگر میں مرزا سے پہلے مر گیا تو میں جھوٹا ہونگا۔ بلکہ میں تو اپنی نوع کا ایک ہی فرد ہوں۔ سچے ہو تو دکھاؤ کسی مخالف کے حق میں مرزا نے ایسا اشتہار دیا ہے کہ پہلے مرنے والا جھوٹا ہے؟ تا کہ قلت کثرت کا مقابلہ ہو سکے۔ اتفاقیہ کسی مخالف کا مر جانا اور بات ہے اور مقابلہ میں بطور فیصلہ مرنا امر دیگر ہے۔

آیئے اب ہم آپ کی کثرت وقلت کا بھی جائزہ لیں، مگر پہلے مخالفین کی فہرست آپ کو دکھلاتے ہیں جن کی مخالفت پبلک کو بھی معلوم ہے۔

۱۔مولانا شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب مرحوم ۔۲۔مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی ۔۳۔مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ۔۴۔مولوی عبدالجبار غزنوی ۔۵۔مولوی عبدالمجید دہلوی ۔۶۔مولوی عبدالحق غزنوی ۔ ۷۔حافظ عبدالمنان وزیرآبادی ۔۸۔مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم ۔۹۔مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی ۔۱۰، پیرمہر علی شاہ گولڑوی ۔۱۱۔حافظ جماعت علی شاہ علی پوری ۔۱۲،مولوی ابراہیم سیالکوٹی ۔۱۳۔مولوی عبداللہ ٹونکی لاہور، ۱۴۔مولوی اصغر علی لاہوری ۔۱۵۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ۔اور اخیر میں وہ شخص جس کو مرزا صاحب تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۰ پر سب سے اشد مخالف لکھتے ہیں یعنی ابوالوفا خاکسار ثناءاللہ امرتسری ۔

بتلایئے ان میں سے کتنے صاحب مرزا کی زندگی میں مرچکے اور کتنے زندہ ہیں؟ بجز مولانا سید نذیر حسین صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب کے سب زندہ ہیں (مولوی محمد بشیر، مرزا سے بعد انتقال ہوئے) جن میں سے اول الذکر کی عمر ایک سودس سال کی ہوئی ،اور دوسرے کی عمر اسّی سال کی ۔ جو مرزا کو نصیب نہ ہوئی ۔

شاید ہماری اس فہرست میں آپ کو یا کسی اور مرزائی کو اعتراض ہو اس لئے ہم مرزا کی اپنی پیش کردہ فہرست کو پیش کرتے ہیں ۔مرزا صاحب نے جن جن لوگوں کو اپنا مخالف سمجھا تھا ،ان کو مباہلہ کے لئے اپنے رسالہ انجام آتھم میں دعوت دی تھی ۔ہم اس جگہ وہ فہرست نقل کرکے ناظرین کو اظہار رائے کا موقع دیتے ہیں پس ناظرین اس فہرست کو بغور پڑھیں ۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں:

مولوی نذیر حسین دہلوی ۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ ۔مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری ۔مولوی رشید احمد گنگوہی ۔مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی ۔مولوی عبدالعزیز لدھیانوی ،مولوی محمد لدھیانوی ،مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ ،سعداللہ نومسلم مدرس لدھیانہ ،مولوی احمد اللہ امرتسری ،مولوی ثناء اللہ امرتسری ،مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری ،مولوی عبدالجبار غزنوی ،مولوی عبدالواحد غزنوی ، مولوی عبدالحق غزنوی ،محمد علی بھوپڑی واعظ ۔مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور ،مولوی عبداللہ ٹونکی ۔مولوی اصغر علی لاہور ،حافظ عبدالمنان وزیرآباد ،مولوی محمد بشیر بھوپالی ،شیخ حسین عرب یمانی ،مولوی محمد ابراہیم آرہ ،مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ ،مولوی احتشام الدین مرادآبادی ،مولوی محمد اسحاق اجراروی ،مولوی عین القضاۃ

لکھنوفرنگی محل، مولوی محمد فاروق کان پور، مولوی عبدالوہاب کان پور، مولوی سعیدالدین کانپور رام پوری، مولوی حافظ محمد رمضان پشوری، مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ، مولوی محمد رحیم اللہ اکبر آباد، مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی، مولوی ابوالمؤید امروہی مالک رسالہ مظہرالاسلام اجمیر، مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی، مولوی احمد حسن شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ، مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور، مولوی احمد علی سہارن پوری، مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور، قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی، مولوی احمد رامپور ضلع سہارن پور محلّہ محل، مولوی محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور، مولوی فقیر اللہ مدرسہ مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور، مولوی محمد امین صاحب بنگلور، مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس پیش امام جامع مسجد بنگلور، مولوی عبدالغفار فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس بنگلور، مولوی محمد ابراہیم ویلوی حال مقیم بنگلور، مولوی عبدالقادر پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقی بنگلور، مولوی محمد عباس ساکن دانمباڑی علاقہ بنگلور، مولوی گل حسن شاہ میرٹھ، مولوی امیر علی شاہ اجمیر، مولوی احمد حسن کنج پوری حال دہلی خاص جامع مسجد، مولوی محمد عمر دہلی فراش خانہ، مولوی مستعان شاہ سانبھر علاقہ جے پور، مولوی حفیظ الدین دوجانہ ضلع رہتک، مولوی فضل کریم نیازی غازی پور زمینا۔ مولوی حاجی عابد حسن دیوبند، غلام نظام الدین سجادہ نشین نیاز احمد بریلی، میاں اللہ بخش سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑوی، سجادہ نشین شیخ نور احمد مہاراں والا، میاں غلام فرید چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور، التفات احمد سجادہ نشین ردولی مستان شاہ کابلی، محمد قاسم سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدر آباد دکن، محمد حسین گدی نشین شیخ عبدالقدوس گنگوہی، گدی نشین شاہ جلال الدین بخاری ۔ظہور الحسن گدی نشین بٹالہ ،صادق علی شاہ گدی نشین رتر چھتر ضلع گورداسپور، سید صوفی جان صاحب مرادآبادی صابری چشتی، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ، مولوی قاضی سلطان محمود صاحب پنجاب ۔حیدر شاہ جلال پور کنکیاں والا ۔..توکل شاہ انبالہ، مولوی عبداللہ تلونڈی، محمد امین چکوتری علاقہ گجرات پنجاب، مولوی عبدالغنی جانشین قاضی اسماعیل بنگلور، مولوی ولی النبی شاہ نقشبند رام پور دارالریاست، حاجی وارث علی شاہ مقام دیوا ضلع لکھنؤ، میر امداد علی سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقش بند، سید حسین شاہ مودودی دہلی، عبداللطیف شاہ خلف حاجی نجم الدین شاہ جودھپور، قطب علی شاہ دیوگڈھ، علاقہ اودے پور میواڑ، مرزا بادل شاہ بدایونی، مولوی عبدالوہاب جانشین عبدالرزاق لکھنؤ فرنگی محل، علی

حسین کچھوچھا ضلع فقیر آباد، شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور، حافظ صابر علی رام پور ضلع سہارن پور، امیر حسن خلف پیر عبداللہ دہلی، منور شاہ فاضل پور ضلع گوڑ گانوہ قریب دہلی، محمد معصوم شاہ نبیرہ شاہ ابو سعید رام پور دارالریاست، مجد؟ الدین شاہ سجادی نشین پھلواری پٹنہ، شاہ اشرف سجادہ نشین پھلواری، مظہر علی شاہ سجادہ نشین لواد ضلع پٹنہ، لطافت حسین شاہ سجادہ نشین مخدوم صاحب الور، مولوی سلام الدین شاہ مہم ضلع رہتک، غلام حسین شاہ تھانوی ضلع حصار، سید اصغر علی شاہ نیازہ اکبر آباد۔ واجد علی شاہ فیروز آباد ضلع اکبر آباد، سید احمد شاہ ہردوئی ضلع لکھنؤ، مقصود علی شاہ شاہجہان پور، مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجھر، مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڈھ ضلع خاص، محمود شاہ سجادہ نشین بہار خاص ضلع خاص،

(انجام آتھم ص ۶۹ تا ۷۲)..

کل تعداد مدعووین مباہلہ کی ایک سو چھ تک پہنچی ہے۔ اب ہم نے یہ دکھانا ہے کہ ان میں سے کتنے مرے۔ سو شکر ہے کہ اس حساب کے لئے بھی ہمیں تکلیف کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کا کیا کرایا اور ان کے جانشینوں کا مسلّمہ حساب پیش کرتے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی نے اپنے مضمون، وفات الانبیاء، مندرجہ ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی میں صفحہ ۲۵۰ پر مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی سے مردگان کی ایک فہرست نقل کی ہے ہم اسی کو یہاں نقل کرتے ہیں:

۱۔ مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ۲۔ مولوی محمد حسن بھین ضلع جہلم۔ ۳۔ منشی سعد اللہ لودھیانوی۔ ۴۔ مولوی عبدالمجید دہلوی۔ ۵۔ مولوی رسل بابا امرتسری۔ ۶۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ۷۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی۔ ۸، مولوی محمد لدھیانوی

پس کل آٹھ مخالف منجملہ ایک سو مدعووین کے فوت ہوئے، تو بتلاؤ کثرت زندوں کی ہے یا مردوں کی؟ ہاں مرزا صاحب اور مرزا کے حواریوں نے اس فہرست کو لمبا کرنے کے لئے چند نام اور بڑھائے ہیں جن کو مباہلہ کی دعوت نہ دی تھی۔ بدرا بدر باید رسانید، کی نیت سے ہم ان کو بھی یہاں شمار میں لئے لیتے ہیں وہ نام یہ ہیں:

مولوی اسماعیل علی گڈھی ۔۲۔فقیر مرزا ساکن دوالمیاں ضلع جہلم ۔۳۔فضل داد خان نمبر دار چنگا ضلع راولپنڈی۔ ۴۔عبدالقادر ساکن طالب پور ضلع گورداسپور۔۵۔حافظ محمد الدین ساکن ننگر ضلع لاہور۔۶۔بابوالہی بخش لاہور۔۷۔مولوی ابوالحسن ساکن پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ۔۸۔چراغ الدین جموی۔۹۔محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ۔۱۰۔نوراحمد موضع بھری ضلع گجرانوالہ۔۱۱۔مولوی زین العابدین مدرس حمایت اسلام ہالور؟۔۱۱۔حافظ سلطان سیالکوٹی ۔۱۳مرزا سردار بیگ سیالکوٹی۔۱۴۔مولوی شاہ دین لودہانوی۔۱۵۔مولوی عبداللہ لودہانوی ۔۱۶۔مولوی عبدالرحمٰن ساکن لکھوکے۔

یہ سولہ اشخاص ملا کر پہلی فہرست مردگان کی چوبیس تک پہنچی لیکن جس طرح ہم نے ان غیر مدعووین کو مردگان میں ملایا ہے انصافاً ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اس تعداد کو مخالفین کی فہرست میں بھی جمع کرلیں۔پس جب ہم ایسا کرتے ہیں تو فہرست سابقہ ایک سو چھ ہیں۔سولہ ملانے سے ایک سو بائیس ہوئے جن میں سے چوبیس مرے،تو کیا نسبت ہوئی؟

ناظرین!ابھی اس دجالی پارٹی کا ایک عذر باقی ہے۔فہرست کو لمبا دکھانے کے لئے دجال اکبراور اس کی ذریت نے بعض غیر قوموں کے مردگان کو بھی داخل فہرست کیا ہے۔ہم ان کی خاطر ان کو بھی شمار میں لے لیتے ہیں وہ یہ ہیں:

پنڈت لیکھرام۔سہج رام امرت سری۔سومراج قادیانی۔اچھر چند قادیانی۔بھگت رام قادیانی۔عبد اللہ آتھم امرتسری (جس کی بابت مرزا کی پندرہ ماہہ پیش گوئی مشہور ہے جو پیش گوئی کی میعاد گذار کر امن چین اور اطمینان سے دو سال بعد مرا تھا۔شرم ہوتی تو اس کا نام نہ لیتے لیکن شرم چہ کئی ست پیش مرداں بیاید) ڈپٹی آتمارام کی اولاد (یہ وہی ڈپٹی صاحب نے جنھوں نے گورداسپور میں مرزا صاحب پر ۵۰۰ روپئہ جرمانہ کیا تھا۔ان پر تو مرزا صاحب کے غصہ کا کوئی اثر نہ ہوا مگر ان کی نابالغ اولاد پر نزلہ گرا۔کیوں نہ ہو غصہ بھی دانا ہے کہ موقع بے موقع دیکھ کر ہی عمل دکھاتا ہے حالانکہ اپنے اشتہار تبصرہ میں خود ہی لکھتے ہیں کہ جو مقابلہ کرے اسی پر عذاب نازل ہوتا ہے اس کی اولاد پر نہیں) ڈوئی امریکہ۔پنڈت دیانند

بڑی چھان بین اور جستجو سے کل آٹھ نام ملے،جو سابقہ فہرست چوبیس میں ملانے سے بتیس ہوئے۔ اور انصافاً ہم اپنے علم سے تین نام مدعووین وفات یافتگان میں سے اور بڑھاتے ہیں یعنی مولانا سید نذیر حسین

صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ۔مولوی احتشام علی صاحب مرحوم مراد آبادی۔شاہ جی توکل شاہ انبالوی۔

ان کے ملانے سے ۳۲ سے ۳۵ ہوئے اور جب ہم اس آٹھ کے عدد کو مخالفین کی فہرست ۱۲۲ میں ملائیں تو ۱۳۰ ہوتے ہیں۔اور ابھی دو مخالف ایسے رجسٹرڈ ہیں کہ مرزا صاحب نے ان کو مدعوین کی فہرست میں نہیں لکھا مگر ہیں وہ اول درجہ کے مخالف یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور حافظ جماعت علی علی پوری (احمد رضا اس کے بیٹے، قاضی فضل احمد، عبداللہ شاہجہان پوری، حامد رضا بریلوی، حیدر اللہ، انوار اللہ، عبدالحق سرہندی، حکیم محمد الدین امرتسری، حافظ یوسف امرتسری، کرم الدین جہلمی وغیرہ کے نام بھی تو شامل کئے جاسکتے ہیں۔بہاء) پس ان دو مخالفین کو ملا کر جماعت ۱۳۲ ہوئی جو قادیانی اصطلاح میں بمقابلہ پینتیس مردگان کے شائد بہت ہی کم ہوں گے (شرم شرم شرم)

اب ہم ایک لطیف مضمون ناظرین کو سنائیں کہ دجال قادیانی کہاں تک کوشش کر کے مردگان کی فہرست کو لمبا کیا ہے

اس فہرست میں سہج رام امرت سری دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے؟ باہر کا کوئی ہوتا تو خیال ہوسکتا تھا کہ ہم نہ جانتے ہوں مگر امرت سر کے باشندے کو جو مرزا کا سخت ترین مخالف ہو ہم نہ جانیں یہ کیونکر ہوسکتا ہے اس لئے اس تحقیق کرنے کو ہم نے مرزا کی کتاب، حقیقت الوحی کو دیکھا تو اس میں جو لطف پایا ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو بھی اس لطف میں شریک کریں مرزا صاحب اس سہج رام کی تفصیل یوں لکھتے ہیں :ایک شخص سہج رام امرت سر کی کمشنری میں سر رشتہ دار تھا پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سر رشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دین اسلام سے فطرۃً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیل داری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہوگئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ الٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہوا، جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرادو۔میں نے اس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہوگیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔بعد اس کے میں نیچے

اترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نوکری کے بارہ میں باتیں کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ ان سب نے میری بات سن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اس دنیا سے گذر گیا (حقیقت الوحی۔۲۹۶؟)

ناظرین بغور ملاحظہ کریں کی مرزا نے کہاں تک اپنے پرانے پرانے مخالفوں کی قبروں سے ہڈیاں نکالی ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں امرت سر کی کمشنری ٹوٹ چکی ہے، جسے آج ۱۹۰۸ء میں ۲۴ سال ہوئے ہیں، اور یہ واقعہ اس سے پیشتر کا ہے جس کی پوری تاریخ معلوم نہیں۔ اسی طرح پنڈت یانند کی موت کو بھی آپ نے داخل کیا ہے حالانکہ پنڈت دیانند کی موت اکتوبر ۱۸۸۳ء میں ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی نے اپنے فوت شدہ مخالفین کی فہرست کو خوب جی کھول کر مکمل کیا ہے

حکیم صاحب! کیا آپ شمار و اعداد صحیحہ پیش کر کے بتلا سکتے ہیں کہ کثرت کس طرف ہے۔

ہاں شائد کثرت سے مراد آپ کی یہ ہوگی کہ مرزا صاحب تو اکیلے مرے اور ان کے مخالفین زیادہ مرے۔ مگر ہمیں آپ جیسے حکیم مزاج سے یہ توقع نہیں کہ آپ ایسی بات کہیں، لیکن تاہم ہم اس کے جواب کے لئے مرزا کی جماعت کے مردگان کی فہرست بتلانے کو طیار ہیں۔ پس آپ یہ بات کہتے ہوئے ذرہ مولوی عبد الکریم وغیرہ کو یاد کر لیجئے گا۔ حکیم صاحب!

شکائتوں کے کھلیں گے دفتر، ادھر تمہارے، ادھر ہمارے

اخیر میں میں آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ میرے یا ڈاکٹر عبد الحکیم خان کے معاملہ کو دوسرے مخالفین کی طرح نہ جانیں کیونکہ ہم دونوں کا اپنی زندگی میں مرنا مرزا نے جیسا مشہور کیا تھا کسی اور کا نہیں۔ خاص کر میری بابت جو الفاظ فرمائے تھے میں آپ کی خاطر پھر نقل کرتا ہوں گو آپ بڈھے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں تاہم کیا عجب کہ خدا آپ کو سمجھ دے تو آپ اپنا خاتمہ درست کر لیں۔ غور سے سنئے

اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (ثناءاللہ) پر میری (مرزا کی) زندگی میں ہی وارد نہ ہوں تو میں (مرزا) خدا کی طرف سے نہیں

حکیم صاحب قد جاء کم بصا ئر من ر بکم ۔ اتقوا اللہ یجعل لکم ...

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

آگے چلئے! حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ہاں یہ بیشک دیکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالی کی جو سنت انبیاء کے ساتھ ہے اس میں اس کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے یا نہیں۔اب دیکھو حضرت عیسی کے لئے اللہ تعالی نے فرمایا:

لعن الذین کفروا من بنی اسرا ئیل علی لسا ن دا ؤد و عیسی ابن مر یم
یعنی عیسی بن مریم کی زبان سے بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر جنہوں نے حضرت عیسی کا انکار کیا لعنت کی گئی۔

مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ لعنت حضرت عیسی کے واقعہ صلیب کے بہت مدت بعد پڑی جب یروشلم تباہ ہوا۔ بہر حال لعنت کرنے والے تو تھے حضرت عیسی اور انہی کو بزعم خود یہود نے صلیب پر مار ڈالا حالانکہ لعنت کا اثر یہ ہونا چاہیے تھا کہ یہود پر عذاب حضرت عیسی کے سامنے آتا مگر ایسا نہ ہوا۔ پھر دیکھو حدیث

قا ل رسو ل اللہ ﷺ بینا انا نا ئم فا تیت بخزا ئن ا لا ر ض فو ضع فی کفی سوا را ن من ذھب فکبرا علی فاو حی الیّ ان انفخھما فذ ھبا فا ولتھما الکذا بین الذین انا بینھم صا حب صنعاء و صا حب الیما مۃ (بخاری) یعنی رؤیا میں دو سونے کے کنگن آپ کے ہاتھوں میں ڈالے گئے جو آپ کو بہت برے معلوم ہوئے پھر آپ کی طرف وحی کی گئی کہ آپ دونوں کو پھونک ماریں چنانچہ آپ نے دونوں کو پھونک ماری تو وہ دونوں گم ہو گئے۔اس کی تاویل آپ نے دو کذابوں سے کی یعنی اسود عنسی اور مسیلمہ۔اب دیکھو یہاں آنحضرت ﷺ کی طرف وحی کی گئی اور اس وحی کے مطابق آپ کی پھونک سے دونوں گم بھی ہو گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ دونوں آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہو گئے مگر اسود عنسی تو عین آپ کی وفات کے وقت ہلاک ہوا اور مسیلمہ پیچھے تک زندہ رہا،اور ضرور ثناء اللہ اور عبدالحکیم کی طرح ڈینگیں مارتا رہا ہو گا کہ دیکھو آنحضرت ﷺ میرے سامنے فوت ہو گئے۔پھر وہ صدیق کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔اسی دقت کو محسوس کر کے صاحب فتح الباری لکھتے ہیں:

و اما مسیلمة فکان القاءہ علیه حتی قتله ابو بکر الصدیق فقام مقام النبی ﷺ فی ذالك یعنی اس پیش گوئی میں صدیق آنحضرت ﷺ کے کے قائم مقام ہوگئے (ریویو۔ ص۲۹۶)

جواباً شیخ الاسلام لکھتے ہیں: حیرانی ہے کہ آپ کو حکیم نورالدین کہیں یا رأس المجانین۔ اے جناب! آپ ایسے مناظر اور متکلم ہو کر ایسی بے ڈول باتیں کرتے ہیں، تو دوسروں کی کیا شکایت۔ بے چارے مسیلمہ کذاب کو ڈھینگیں مارنے کا حوصلہ ہوا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیغمبر اسلام نے میرے ساتھ کوئی اس قسم کا مباہلہ نہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ ہاں اگر مرزا صاحب اس وقت ہوتے تو اسکو بھی سکھا دیتے کہ کم بخت اس وقت دو ورقہ اشتہار نہ دیا تو کب دے گا؟ فوراً سے پہلے اشتہار دے دو کہ سنت اللہ یہی ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن جب اپنے پر گذری تو سب کچھ بھول گئے۔ آہ! خودغرضی تیرا ستیاناس ہو، تو کیسے کیسے داناؤں اور حکیموں کو بھی عقل کا دشمن بنا دیتی ہیں۔

حکیم صاحب! ہمارا استدلال تو مرزا جی کے اس کلام سے ہے جو آپ کی خاطر ہم پھر نقل کرتے ہیں غور سے سنئیے:

پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (ثناء اللہ) پر میری (مرزا) زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

منہاج نبوت کے مدعیو! بتلاؤ! کسی نبی نے اپنے مخالفوں سے ایسا کہہ کر یہ نتیجہ دکھایا ہے؟ جو تمہارے نبی اور رسول نے دکھایا ہے۔ منہاج نبوت کا لفظ اگر دیوانوں کی طرح بار بار منہ پر نہیں لا رہے ہو، تو اس کی کوئی نظیر دکھاؤ۔

حکیم صاحب! حضرت مسیح کی لعنت کا ذکر انجیل متی ۷ باب کی ۶، اور ۱۵ کی ۲۶، اور ۲۳ کی ۳۳ آیت میں ملتا ہے وہیں ان کی لعنت کا اثر بھی ثابت ہے کہ مسیح یہودیوں کو سانپ اور سانپوں کا بچہ کہتے ہیں، یہی ان کی لعنت کا اثر ہے۔ علاوہ اس کے اس سے کیا نتیجہ نکلا؟ مطلب تو یہ ہے کہ ایک نبی اپنے مخالف کو یوں کہے کہ اگر تو میری زندگی میں نہ مرے تو میں خدا کا فرستادہ نہیں۔ پھر اسی مخالف کی زندگی میں وہ نبی خود مر جائے۔ عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہو تو اسکی نظیر بتلاؤ۔ ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ آنحضرت ﷺ کا خواب سنا

رہے ہو کہ خواب میں کنگن دیکھے، تو آپ نے فرمایا وہ دو کذاب ہیں حالانکہ ایک ان میں سے بعد مرا۔ اے جناب! میں یہ تو نہیں کہتا کہ مرزا کی طرح آپ نے بھی علم حدیث کسی استاد سے نہیں پڑھا، ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ لکنہ ا خلد الی الا ر ض

حکیم صاحب! اولھما کذا بین اس میں ما کی ضمیر سواران کی طرف ہے یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کنگن خواب میں میرے ہاتھوں میں پہنائے گئے تھے وہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب ہیں۔ بتلایئے! اس میں جھوٹ کیا ہے۔ رہا ان کا پہلے یا پیچھے مرنا، اس کو خواب کی تعبیر میں کوئی دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر صرف ان دو کے مصداق بتلانے سے ہے اور بس۔ آگے چلئے آپ فرماتے ہیں:

پس منہاج نبوت کے رو سے کوئی اور مشتبہ باقی نہیں رہتا (بشرطیکہ شرم وحیا کی پرواہ نہ کی جائے۔ مرقع)

ہمارے مخالف ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ جس استدلال سے وہ حضرت مسیح موعود کے ثناء اللہ اور عبدالحکیم کی زندگی میں فوت ہو جانے سے جھوٹا ہونے کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں اسی استدلال سے اس کثیر تعداد کی ہلاکت سے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہلاک ہوئے آپ کی صداقت کا کھلا کھلا نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں؟ پھر کیا ان کا فرض نہیں کہ ایسی صورت میں سنت اللہ کو دیکھیں اور منہاج نبوت پر غور کریں۔ اگر اسی بات کو الٹا کر وہ ہمارے سامنے پیش کریں یعنی یہ کہیں کہ جس طرح ہم ان مخالفین کی ہلاکت سے جو حضرت مسیح موعود کے مقابل پر آئے تھے آپ کی صداقت کا نتیجہ نکالتے تھے اب آپ کے ثناء اللہ اور عبدالحکیم کے سامنے فوت ہو جانے سے ان کے جھوٹے ہونے کا نتیجہ نکالیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم منہاج نبوت سے باہر نہیں جاتے، بلکہ ہم کثرت کو دیکھیں گے کہ کس طرف ہے۔ اور جب کثرت شہادت سے ایک نتیجہ پر پہنچ جاویں تو جو مثال اس کثرت کے خلاف پیش کی جاوے گی اسکے لئے منہاج نبوت اور سنت اللہ پر غور کریں گے اگر اس کی نظیر وہاں ملے جیسا کہ معاملہ زیر بحث میں ہم نظیریں دکھا چکے ہیں (جن کا ہم رد کر چکے ہیں۔ مرقع) تو پھر شبہ اور اعتراض کوئی باقی نہیں رہتا۔ اور اگر نظیر نہ بھی ملے تو بھی پیش گوئیوں اور دعاؤں کے متعلق خدا کی پاک کتاب سے ہمیں یہ قانون معلوم ہوتا ہے کہ کثرت کو دیکھنا چاہیے کیونکہ ایک طرف پیش گوئی کے متعلق یہ قانون بیان فرمایا کہ ان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعد کم اور دوسری طرف ادعو نی استجب لکم کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ و

لنبلو نكم بشیء من الخو ف .. الخ ۔ اورتمام دنیا بھی اسی اصول کو مانتی ہے کہ استثنا سے قاعدہ نہیں ٹوٹا ۔اب ہمارے مخالف بتائیں کہ وہ کیا جواب اس کا دیتے ہیں کہ جس صورت میں وہ ایک مثال کو لے کر کہ حضرت مرزا صاحب اپنے فلاں مخالف کی زندگی میں فوت ہو گئے جس کے لئے انہوں نے دعا کی تھی اتنا شور دنیا میں ڈال رہے ہیں اور پھولے نہیں سماتے تو اسی قسم کی ان بہت سی مثالوں سے جن میں حضرت کے مخالف آپ کے مقابلہ میں آکر آپ کی زندگی میں ہلاک ہو گئے وہ کیوں آنجناب کی صداقت کا نتیجہ نکالنے میں متامل ہوتے ہیں؟ اب تک وہ اس اصل کو ہی تسلیم نہ کرتے تھے اور اس طرح سے گریز کر لیا کرتے تھے مگر اب جب کہ وہ خود اپنی اشتہار بازی میں اس اصل کو تسلیم کر چکے ہیں تو اب ہمارے اس مطالبہ کا جواب دیں کہ کثیر تعداد مخالفین کی ہلاکت سے اسی اصول کی بنیاد پر جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے اس سے اب گریز کرنے کی کون سی راہ ان کے پاس باقی ہے ۔اللہ تعالی اپنے مصالح کو آپ ہی خوب جانتا ہے مگر میری سمجھ میں تو اس طریق میں یہ بھی ایک مصلحت الٰہی تھی تا یہ لوگ پورے پورے ملزم ٹھہریں اور ان کی زبانوں سے وہ اقرار کرایا جائے جس کی رو سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ایک ثابت شدہ امر ٹھیرتا ہے ۔اب ان کے ہاتھ میں ان کے اپنے اقرار کی رو سے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ تائیدی شہادت کے ایک عظیم الشان مجموعہ کے مقابلہ میں ان کے پاس ایک آدھ بات مخالفانہ شہادت کی ہے اس کا جواب ہم تو دے چکے اور منہاج نبوت سے اپنے جواب کی سچائی ظاہر کر چکے ۔اب ان کا جواب سننے کے لئے منتظر ہیں کہ آیا یہ لوگ منہاج نبوت کو قائم رکھیں گے یا اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور مخالفت کو قائم رکھ کر دہریہ پن کی طرف جھک جائیں گے (ریویو آف ریلی جنز مذکور۔ص ۲۹۸)

جواباً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم تو سمجھتے تھے کہ حکیم صاحب کوئی معقول بات کہیں گے جس کے جواب دینے میں ہمیں کچھ دقت ہوگی ،مگر افسوس کہ آخرکار آپ مرزا کے مرید ہی ثابت ہوئے کہ :سوال از آسمان جواب از ریسمان ۔

اے جناب ! آپ اتنا تو غور کریں کہ ہمارا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص (بقول خود) الہامی نبی اور رسول یہ اعلان شائع کرتا ہے کہ اگر میں فلاں فلاں کی زندگی میں مر جاؤں تو میرے دعوے سب غلط ہیں اور اگر اس کو میری زندگی میں موت نہ آئے ،تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔آپ اس وزن کا کوئی واقع پیش کریں کہ

کسی الہامی شخص نے مرزا صاحب کو کہا ہو کہ اگر میں مرزا سے پہلے مر جاؤں یا مرزا میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا، پھر وہ اس وعدے کے بعد مر گیا ہو، تو ایسے شخص کو ہم الہامی تو کیا شیطان سے بدتر نہ جانیں، تو آپ ہم کو الزام دیں۔ ہمارے مذہب میں ایسے شخص پر خدا کی، رسول کی، اور دنیا بھر کے تمام نیک بندوں کی لعنت ہوگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ آپ اہل علم ہو کر ایسے استدلال کے مقابلے پر یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مخالف مرزا کے سامنے مر گیا تو مرزا کیوں سچا ثابت نہ ہوا؟ غور فرمایئے! کھسیانی بلی کھمبہ نوچے، والی مثل ہے یا نہیں۔ محض کسی کا مر جانا کسی کے صدق و کذب کی کوئی دلیل نہیں، جب تک کسی الہامی نے زوردار تحدی سے اس کی موت کی خبر نہ دی ہو۔

اسی لئے اگر مرزا صاحب نے بھی یہ تحدی نہ کی ہوتی تو آج ہم اس استدلال سے کام نہ لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مخالف نے تو مرزا کے متعلق کیا ہی کہا ہوتا خود مرزا نے بھی کسی مخالف کے حق میں (بجز میرے) مقابلہ کا یہ اعلان شائع نہیں کیا کہ پہلے مرنے والا جھوٹا ہے۔ اچھا ہم آپ کی خاطر فرض کئے لیتے ہیں کہ مرزا کی زندگی میں مخالفوں کے مرنے سے مرزا کی سچائی ثابت ہوئی تھی، مگر اس کا کیا علاج کہ، آخری فیصلہ، ان کا اپنا لکھا اور تسلیم کیا ہوا ان کے خلاف ثابت ہوا۔ اس لئے ہم اسی کو بوجوہ ذیل ترجیح دیتے ہیں۔

۱۔ اس لئے کہ پہلے مرنے والے الہامی نہ تھے۔

۲۔ ان مرنے والوں نے کوئی اعلان اس قسم کا شائع نہ کیا تھا۔

۳۔ یہ اعلان مرزا نے اپنے صدق اور کذب کے معیار کے لئے شائع کیا تھا۔

۴۔ مرزا نے یہ اعلان بمنشاء خداوندی شائع کیا تھا (بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)۔

۵۔ مرزا کو اپنی دعاؤں کی قبولیت پر بڑا ناز تھا۔ بلکہ دعا قبول ہوئی کو واپس لے لینے کے بھی مدعی تھے (دیکھو ان کا اشتہار متعلقہ شیخ مہر علی رحوم ہوشیار پوری ملحقہ کتاب آئینہ کمالات اسلام)۔

۶۔ یہ فیصلہ آخری ہے اور آخری فیصلہ سابقہ فیصلوں سے زیادہ معتبر ہوتا ہے۔ اصول حدیث اور قانون کا بھی یہی حکم ہے۔

کثرت اور قلت کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔ منہاج نبوت کا ثبوت جو آپ نے آیت کریمہ

یصبکم سے دیا ہے، بخدا مجھے آپ کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ بالکل باطل ہو گیا۔ گو میں آپ کو مرزا کے مرید ہونے کی وجہ سے نیم سودائی جانتا تھا مگر میرا یہ بھی خیال تھا کہ آپ چونکہ قرآن مجید کا درس تدریس کرتے ہیں اور رات دن آپ کا یہ شغل ہے اسلئے قرآن مجید کے مضامین پر تو ضرور آپ کو اطلاع ہو گی مگر افسوس کہ:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر کوئی آپ کی نسبت قرآن دانی کا اعتقاد رکھے گا، تو میں اس کو نیم پاگل جانوں گا۔

حکیم صاحب سنئے! نبوت کی طرف سے منکرین کو جو عذاب کے مواعید سنائے جاتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ا۔ دنیا کے متعلق۔ ۲۔ آخرت کے متعلق۔

ان دونوں کا ثبوت سنئے:

ولنذ یقنھم من العذا ب ا لا د نی دو ن العذا ا لا کبر لعلھم یر جعو ن (پ۲۱۔ع ۱۵) ہم ان کافروں کو بڑے عذاب سے پہلے ہلکا سا عذاب چکھائیں گے تا کہ یہ منکرین رجوع کریں

اس آیت میں عذاب دو قسم کا بتلایا گیا ہے ایک ادنی اور ایک اکبر۔ ادنی عذاب پر رجوع کی توقع ظاہر کی گئی ہے پس آپ کی پیش کردہ آیت میں جو یصبکم کا لفظ ہے اس کا مصداق یہی ادنی ہے جس پر رجوع کو متوقع بتلایا گیا ہے

ناظرین کی خاطر ہم اس آیت کی ذرہ تفصیل کرتے ہیں:

حضرت موسیٰؑ جب فرعون اور اسکی قوم کے پاس آئے تو فرعون نے اور اس کی قوم نے مخالفت کا اظہار کیا۔ فرعون کی قوم میں ایک شخص تھا جو خفیہ ایمان رکھتا تھا اس کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے:

قال ر جل مو من من آ ل فرعون یکتم ایما نہ اتقتلو ن ر جلاً ان یقو ل ر بی اللہ و قد جاء کم بالبینا ت من ر بکم و ان یك کا ذباً فعلیہ کذ بہ و ان یك صا دقاً یصبکم بعض الذی یعدکم ۔ ان اللہ لا یھدی من و مسر ف کذا ب (پ۲۳۔ع۹) یعنی ایک ایمان دار شخص نے جو فرعون کی قوم سے تھا اور اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا فرعونیوں سے کہا کیا تم ایک شخص (موسیٰ) کو اس لئے

قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے اور تمہارے پاس دلائل بینہ لا چکا ہے (یہ تو سوچو) اگر وہ کاذب ہے تو اس کے کذب کا وبال اس پر ہے اور اگر وہ صادق ہے تو جن جن واردات کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے ان میں سے بعض تم کو ضرور پہنچ جائے گی۔

اس آیت میں اس مومن شخص نے ،بعض، کا لفظ دنیاوی عذاب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا ہے جس پر رجوع کی امید ہوسکتی ہے چنانچہ اس کلام کے بعد فرعونیوں پر جو دنیاوی عذاب آئے وہ اسی لئے کہ رجوع الی اللہ کریں۔

لیکن قادیانی اصطلاح ہی الگ ہے۔ان کے نزدیک خدا تعالی اپنے رسولوں اور مرسلوں سے وعدہ کر کے خلاف کر دیتا ہے۔ان کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے کہ نبی اپنے مخالفوں سے تحدی کر کے ایک بات خدا کے حکم سے کہے مگر خدا ایسا غافل اور بے نیاز ہو جائے کہ تمام منکرین کے سامنے نبی کو ذلیل اور اسکے پیرؤں کو رسوا کرا دے مگر اپنا وعدہ پورا نہ کرے۔ پھر اس انکار کی وجہ سے منکرین پر عذاب بھی بھیجے سبحان اللہ! ایسے ہی خدا کے حق میں یہ شعر موزوں ہے

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

اس جگہ قادیانی دجال کی جوتیوں کے غلام (ہم نے از خود ایسا نہیں لکھا بلکہ یہ خوش آمدی خود اپنے آپ کو مرزا کی جوتیوں کا غلام لکھا کرتا تھا۔مرتع) اڈیٹر بدر کی بھی ایک انوکھی بات ناظرین کو سناتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ یہ لوگ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے کہاں تک سینکڑوں جھوٹ بولنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے جوتیوں کا غلام لکھتا ہے:

خود حضرت نبی کریم ﷺ ایک جنگ میں ایسے گھبرا کر دعائیں کرنے لگے کہ حضرت صدیق اکبر کو کہنا پڑا کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ کیا وعدہ الٰہی نہیں کہ مسلمانوں کو فتح ہوگی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وعدہ تو ہے مگر وہ غنی ذات ہے میں اس کے غنا سے ڈرتا ہوں (آئینہ صداقت ص ۷)

یہ واقع جنگ بدر میں اس طرح ہوا ہے جو بخاری کے الفاظ میں ہم نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ یو م بدر ا للھم انشد ک عھد ک و وعدک

اللھم ان شئت لم تعبد فا خذ ابو بکر بیدہ فقا ل حسبك فخر ج و ھو یقو ل سیھز م الجمع و یو لو ن الد بر (بخاری کتاب المغازی) یعنی آنحضرت ﷺ نے یوم بدر میں دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ تیرا وعدہ تجھ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری کوئی بھی عبادت نہ کرے گا۔ یعنی اگر تو ان مسلمانوں کو ہلاک کردے گا تو اس وقت دنیا میں تیری خالص عبادت کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ آپ کی دعا اور الحاح سن کر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا حضرت! بس یہ دعا کافی ہے۔ یعنی اب اپنے آپ کو مزید زحمت میں نہ ڈالئے۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر آ گئے کہ سیھزم الجمع یعنی یہ فوجیں ابھی بھگا دی جائیں گی اور پیٹھ پھیر جائیں گے (بحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔ مرقع)

یہ حدیث صحیح بخاری میں کئی ایک جگہ درج ہے۔ کتاب الجہاد میں بھی اسی طرح ہے۔ کتاب المغازی میں بھی ہے۔ دجالی پارٹی کا قاعدہ ہے کہ دجال اکبر کی روش پر کسی مقام کی عبارت اصلی الفاظ میں تو نقل نہیں کرتے بلکہ محض زبانی الفاظ میں لکھ دیتے ہیں گویا تمام دنیا ان کی امت ہے کہ ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو وحی آسمانی طرح تسلیم کرلیں گے۔

حکیم صاحب نے ادعو نی اور لنبلو نکم میں بھی تعارض سمجھا ہے۔ اس پر بھی ہم افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اے جناب! یہ دونوں آیتیں ایک دوسری کی موید ہیں لنبلو نکم والی آیت سے تو اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بحکم الٰہی آفات اور تکلیفات ضرور آئیں گی اور ادعو نی والی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس تکلیف کے ساتھ دعا کرتے ..... دعا قبول ہوگی۔ نہ اس میں بعض کا ذکر ہے نہ کل کا۔ اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا کہ کسی نبی اور رسول کی دعا جسکی قبولیت کا خدا نے وعدہ بھی کیا ہو وہ بھی اپنا اثر الٹا دکھاتی ہے کیا سچ ہے:

کیا نصیبا ہے ترا بلبل شیدا الٹا　　رحم کی جا نہیں آ جاتا ہے غصہ الٹا

حکیم صاحب میں اس جگہ مکرر آپ کی قرآن دانی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ:

گر تو قرآن بریں نمط خوانی　　ببری رونق مسلمانی

ہاں آپ کے سوال کا جواب گو ہم پہلے ہی دے آئے ہیں لیکن وہ سوال بڑا لذیذ اور آپ کی قلعی کھولنے والا ہے اس لئے ہم اس کو دوبارہ نقل کرکے جواب دیتے ہیں آپ پوچھتے ہیں:

ہمارے مخالف بتاویں کہ وہ کیا جواب اسکا دیتے ہیں کہ جس صورت میں وہ ایک مثال کو لے کر کہ مرزا صاحب اپنے فلاں مخالف کی زندگی میں فوت ہو گئے جس کیلئے انہوں نے بددعا کی تھی اتنا شور دنیا میں ڈال رہے ہیں اور پھولے نہیں سماتے تو اس قسم کی ان بہت سی مثالوں سے جن میں حضرت کے مخالف آپکے مقابلہ میں آکر آپکی زندگی میں ہلاک ہوئے وہ کیوں آنجناب کی صداقت کا نتیجہ نکالنے میں متامل ہوتے ہیں۔

کیا یہی سوال ہے نا؟ سنئے۔آپ اس قسم کی ایک ہی مثال بتلادیں کہ کسی مستند اور مسلّم الہامی نے یہ دعا شائع کی ہو کہ ہم دونوں (مرزا اور الہامی) میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا، پھر وہ الہامی مرگیا ہو۔اور اس کے مرنے کے بعد ہم اس کو الہامی مانتے ہوں۔ہم تو ایسے الہامی پر لعنت کرتے ہیں اور آپ بار بار یہی پیش کئے جاتے ہیں۔

آیئے ہم آپ کی خاطر یہ رعایت بھی آپ کو دیتے ہیں کہ کوئی ایسا ہی مخالف بتلایئے جس کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے یہ اعلان کیا ہو کہ ہم دونوں میں سے جھوٹا پہلے مرے گا پھر وہ پہلے مرگیا ہو۔اگر ایسا نہیں تو خالی مرجانا کسی مخالف کا حجت نہیں ہے۔اگر مرزا صاحب نے ہمارے متعلق یہ الہامی شائع نہ ہوتی تو ہم بھی ان کے مرنے سے ان کے کذب پر استدلال نہ کرتے بلکہ ان کی موت کو معمولی موت جانتے لیکن اس کا کیا علاج کہ انہوں نے ایک ایسا اعلان کردیا جو بحکم قضی الرجل علی نفسہ ان کے حق میں اقبالی ڈگری ثابت ہوا۔

حکیم صاحب! ہم آپ کی ،تائیدی شہادت کا مجموعہ، بھی دیکھنا چاہتے ہیں اگر آپ بتلادیں تو مشکور ہوں گے، نہیں تو اس کو بھی دیوانے کی ایک بڑ جانیں گے۔

آگے چلئے آپ لکھتے ہیں:

یہ جواب ہمارا صرف ایک پہلو سے ہے اور اس کے ساتھ بعض اور امور بھی قابل غور ہیں۔اول یہ کہ ثناء اللہ نے پہلے مباہلہ سے انکار کیا اور اس بددعا کے جو حضرت صاحب نے اس کے لئے کی تھی مباہلہ ہونے سے انکار کیا اور اب خود اس کا نام مباہلہ رکھتا ہے جو ایمانداری نہیں ہے حقیقت الامر یہی ہے کہ مباہلہ نہیں ہوا۔(ریویو مذکور۔ص ۲۹۸)

جواب: یہ جواب آپ کی دیانت اور علم کے مطابق تو ٹھیک ہے مگر دراصل ٹھیک نہیں۔ مباہلہ کے اصل معنی چونکہ یہ ہیں کہ فریقین بالمقابل ایک دوسرے کے حق میں بددعا کریں اور یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے مرزا کے مقابلہ میں کوئی بددعا نہیں کی، اس لئے میں نے اس کے مباہلہ ہونے سے انکار کیا تھا مگر چونکہ مرزا جی نے اور مرزا کی اندھی تقلید میں مرزائیوں نے اس کا نام مباہلہ رکھا (دیکھو تبصرہ مرزا صاحب۔ ص۱) اس لئے میں نے بھی اس کو کہیں کہیں مباہلہ کہہ دیا ہوگا، ورنہ دراصل مباہلہ نہیں بددعا ہے۔

آگے چلئے آپ لکھتے ہیں:

دوسرے یہ کہ جب حضرت (مرزا) صاحب نے اس کے لئے بددعا کی تو اس نے اس بات سے بھی اپنا انکار شائع کر کے لکھ دیا کہ میں اس طریق فیصلہ کو منظور نہیں کرتا جیسا کہ اس کے اخبار اہل حدیث سے ظاہر ہے۔ بعض لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس کے انکار سے کیا ہوسکتا ہے؟ وہ نہیں سوچتے کہ حضرت مسیح موعود تو کسی طرح سے اس سے فیصلہ چاہتے تھے اور جب دوسرا فریق ہی اس طریق فیصلہ سے انکاری ہے تو فیصلہ کہاں ہوا؟

جواب: تو پھر باوجود میرے انکار کے مرزا اور مرزا کے دام افتادہ کیوں اس دعا کو فیصلہ کن جانتے تھے؟ میرا انکار ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں نکلا تھا، مگر مرزا اور اسکے حاشیہ نشین اس سے بعد بھی اس دعا کو فیصلہ کن کہتے رہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۳ جون ۱۹۰۷ء کو میں نے ایک خط بطلب کتاب حقیقۃ الوحی حسب وعدہ مرزا کے مرزا کے نام بھیجا، جس کا جواب مرزا کی طرف سے بذریعہ اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا جو یہ ہے:

آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ مرسلہ ۳ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر کا حوالہ دے کر کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا ہے۔ اس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اسوقت ظاہر کیا گیا تھا جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تا کہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے، مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش کی ظاہر کی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔

ناظرین! اس خط کو بغور ملاحظہ کیجئے کہ دو باتوں کا ثبوت اس سے کیسا صاف ہوتا ہے

ا۔ ایک تو یہ کہ مرزا نے میرے ساتھ فیصلے کی جو دعا کی تھی بمنشاء خداوندی کی تھی۔

دوئم یہ کہ میرے انکار مجریہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کا مرزا جی کی اس دعا پر کوئی اثر نہ ہوا تھا بلکہ باوجود میرے انکار کے مرزا اور مرزائی بدستور دعا مرزا فیصلہ کن جانتے رہے اور انتظار کرتے رہے۔ اب وقوعہ کے بعد حکیم صاحب کا اور ان کی تقلید میں ان کے ماتحتوں کا انکار کرنا اہل دانش کے نزدیک بجوئے نارزد

اور سنئیے! میرے انکار مجریہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد ۹ مئی ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا صاحب کی تقریر یوں درج ہے کہ: ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جائے۔

دجالی پارٹی کے اعلی ممبرو! کس دیانت اور امانت سے کہتے ہو کہ ثناء اللہ کے انکار سے مرزا کی دعا ردّ ہوگئی۔ انصاف اور ایمان سے (ان کنتم مومنین) کہنا کہ اگر میں مرجاتا تو تم لوگ ان تحریرات مرزا کو پیش کر کے سچائی کا اظہار کرتے یا نہ؟ ضرور کرتے۔ تو کیا درصورت موت مرزا میرا اور دیگر مسلمانوں کا حق نہیں کہ وہ انہی تحریرات کو پیش کر کے مرزا کی تکذیب پر تائید حاصل کریں۔

مرزائیو! الیس منکم رجل رشید۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ خدا کا نبی خدا کے حکم اور منشا سے اپنے سخت مخالف کے ساتھ فیصلہ کی دعا کرے اور صورت فیصلہ شائع کر دے مگر وہ مخالف اپنی مخالفت یا شرارت سے اس فیصلہ سے انکار کرے، تو وہ فیصلہ جس کے لئے نبی صاحب نے دعا کی تھی ردّ ہو سکتا ہے؟ او ظالمو! کہتے ہوئے ذرہ تو شرم کرو۔ سنو

ربك یخلق ما یشاء و یختار و ما کان لھم الخیرة خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے خدائی کاموں میں مخلوق کو کچھ اختیار نہیں۔

اچھا ہم تمہاری ہی بات مان لیتے ہیں کہ میرے انکار سے یہ فیصلہ مسترد یا ملتوی ہو گیا۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ یہ دعوی تمہاری طرف سے ہے یا اصل مدعی (مرزا) نے بھی اس کو کہیں شائع کیا یا اشارہ کیا ہے؟ اگر ایسا کیا ہے تو اس کا حوالہ دو ان کنتم صادقین اگر انہوں نے شائع نہیں کیا تو اس کا دعوی کرنے والے تم کون ہو؟

حکیم صاحب آپ تو بطور فخر کہا کرتے ہو کہ ہمارے امام نے یہ ایک عجیب اصول مباحثہ ایجاد اور شائع کیا ہے کہ الہامی کتاب وہ ہے جو خود دعوی کرے اور خود ہی دلیل بیان کرے کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو۔ پس آپ اس اصول کو ملحوظ رکھ کر اپنے الہامی کی صداقت کا اظہار خود اس کے الفاظ میں بیان کریں ہم آپ کا مصنوعہ نہیں سنیں گے، کیا آپ بھول گئے کہ آپ وہی تو ہیں جنہوں نے گذشتہ دسمبر میں لاہور آریہ کانفرنس کے جلسہ میں مرزا کے الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں ترجمہ نہیں کرسکتا اور نہ میرا ترجمہ حجت ہے جب تک اصل ملہم ترجمہ نہ کردے وغیرہ۔ تو آج آپ کو یہ حق کس نے دیا ہے؟ کہ آپ ایک ایسی بات کا دعوی کریں جو اصل ملہم نے نہیں کیا۔ سچے ہو تو اصل ملہم کے الفاظ شائع کرو جن کو اس نے شائع کیا ہو کہ مولوی ثناء اللہ کے انکار سے اب فیصلہ مسترد یا ملتوی ہوگیا ہے جیسا کہ ہم نے ثبوت دیا ہے کہ میرے انکار کے بعد بھی مرزا اس دعا کا فیصلہ کن ہونا مانتا رہا ہے۔

آگے چلئے آپ لکھتے ہیں:

تیسرے یہ کہ ہم تو اس باب کو اب بھی مانتے ہیں کہ حضرت (مرزا) صاحب کی بد دعا اس کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اسکا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔ یہ بات ہم تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں ہاں جس طرح خدا تعالی نے مسیلمہ کذاب کو آنحضرت ﷺ کے بعد تک زندہ رکھا اسی طرح کسی مصلحت کی وجہ سے ان دونوں (ثناء اللہ، ڈاکٹر عبدالحکیم) کو بھی حضرت مسیح موعود (مرزا) کے بعد تک زندہ رکھا (ریویو مذکور ۲۹۸۔۳۰۰)

جواب: ہمارے زندہ رہنے کو مسیلمہ کذاب کی طرح کہہ کر آپ نے مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ بھی اسلام اور نبی اسلام کی تکذیب اسی طرح کریں جس طرح مرزا کی کیا کرتے ہیں۔ افسوس ہے آپ کی حمیت اسلامی پر۔ اے جناب! مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہماری مشابہت جب ہوتی کہ پیغمبر اسلام نے بھی مرزا کی طرح یہ اعلان کیا ہوتا کہ میرا اور مسیلمہ کذاب کا فیصلہ یہ ہے کہ جو پہلے مرے وہ جھوٹا سمجھا جائے۔ اگر اس مضمون کا کوئی اعلان نبوی آپ کی الماریوں میں ہے تو دکھائیے تا کہ مخالفین اسلام کو پیغمبر اسلام کی تکذیب کا اچھا موقع مل سکے جو آپ کا مقصود ہے۔ اس طرح تو اگر مخالفین اسلام آپ کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر بول پڑے تو منہ پر وہی ایک لگے گی جو آپ کے لگتی ہے کہ کوئی اعلان نبوی اس مضمون کا دکھاؤ۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ ثناء اللہ اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیگا اس کا جواب ایک تو قرآن نے دیا ہے۔ سنئے:

یتر بصو ن بکم الدوا ئر علیهم دا ئرة السو ء (مسلمانوں پر ان کے مخالف گردش ایام چاہتے تھے خدا نے جواب دیا گردش ایام انہی پر ہے)۔

اور سنئے لا یحیق المکر السی الّا با هله۔ (برا مکر کرنے والوں پر ہی پڑتا ہے)

دوسرا جواب وہی ہے جو عام طور پر اخلاقی فقرہ مشہور ہے: مشتے بعد از جنگ یاد آید بر کلّہ خود بائد زد اب دیکھنا کیا ہے؟ دیکھنا تو یہ تھا کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرے۔ جب نہ ہوا تو کیا ہوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ یوں تو مشہور ہے:

شور بختاں بآرزو خواہند　　مقبلاں راز وال نعمت وجاہ

آگے چلئے آپ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود نے کیوں ایسی بددعا کی یا کیوں ایسا خیال کیا؟ جس میں ان دونوں کی اپنے سامنے موت کو معیار صداقت قرار دیا۔ یہ اس لئے کہ آپ اس قدر مخالفوں کی ہلاکت کو جو آپ کے مقابل پر آئے تھے دیکھ چکے تھے کہ آپ اپنے رب سے پورا یقین رکھتے تھے کہ وہ ایسا ہی کرے گا مگر خدائے تعالیٰ غنی بھی ہے وہ جس طرح چاہتا ہے ایک کام کو کرتا ہے کسی کا مطیع نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے آخر اس سلسلہ کو کامیاب کر کے دکھانا ہے سو اس نے حضرت مسیح موعود کی وفات سے بھی اس کی کامیابی کا ثبوت دے دیا ہے اور ابھی خدا جانے اور کیا کیا ہاتھ اپنی نصرت کے دکھائے گا خود اس کی تائید غیبی جو آپ کی وفات کے وقت میں اس سلسلہ کے شامل حال ہوئی اور پہلے سے شائع شدہ وعدوں کے مطابق ہوئی بتا رہی ہے کہ تمام اعتراض ہیچ ہیں۔ (ریویو آف ریلی جنز مذکور۔ ص ۲۹۹)

جواباً شیخ الاسلام فرماتے ہیں: کیا فضول جواب ہے حکیم صاحب! خدا تعالیٰ غنی ہے مگر جھوٹا نہیں۔ غور سے پڑھو و من ا صدق من الله حد یثاً۔ اللہ کی غنا کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں کسی کا محتاج نہیں، نہ یہ کہ وہ وعدہ خلاف ہے۔ علاوہ اس کے اس جواب میں کمال ابلہ فریبی سے کام لیا ہے۔ گو یا دبی زبان سے یہ کہنا چاہا ہے کہ مرزا کا ایسا دعا کرنا اس کے اپنے خیال سے تھا۔ خدائی حکم سے نہ تھا۔ حالانکہ ہم مرزا

کے اپنے بیانوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ دعا اس کی خدائی منشاء سے تھی اور خدا نے اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں مرزا کی اپنی تقریر ان لفظوں میں شائع ہوئی تھی:

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اسکی شاخیں ہیں (بدر)

ناظرین! بغور دیکھیں کہ حکیم صاحب کی اس وکالت پر جو آپ مرزا قادیانی کی طرف سے کر رہے ہیں یہ مثل صادق آتی ہے یا نہیں کہ: من چہ گویم طنبورہ من چہ گوید

مرزا قادیانی تو اپنی دعا کو خدا کے منشاء سے کہتا ہے اور خدا اس کے قبول کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور حکیم صاحب اس کو مرزا کا محض خیال اور اپنی تمنا بتلاتے ہیں۔

آگے چلئے! آپ لکھتے ہیں:

اور یہ بھی محض یاوہ گوئی ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب پر وہ بددعا پڑی۔ آپ کے الفاظ تو یہ ہیں کہ میں یہ دعا اس لئے کرتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوتا ہے۔

سو ان باتوں میں سے کوئی بات بھی آپ کے لئے واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ حسرت اور ناکامی وہ اپنے دشمنوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں کیونکہ دشمنوں کی ساری آرزوئیں آنجناب کی وفات کے ساتھ ہی خاک میں مل گئیں اور سلسلہ اسی طرح کا اسی طرح قائم ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا (ص ۲۹۹)

جواباً شیخ الاسلام فرماتے ہیں: حکیم صاحب! ایسی بے ہودہ گوئی اور ابلہ فریبی تو بازاریوں کا کام ہے آپ جیسے اہل علم کا کام نہیں۔ آپ نے دعا اور علت دعا میں تمیز نہیں کی یا آپ کو اتنی تمیز ہی نہیں۔ مگر یہ خیال نہیں کہ آپ کو واقفیت نہیں بلکہ جو کچھ کیا ہے دانستہ کیا ہے۔ اے جناب! ایک دعا ہوتی ہے اور ایک اس دعا کی وجہ ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی اپنے دشمن کے حق میں دعا کرے خداوندا اس کو تباہ کر۔ اور اس دعا کی وجہ یہ بتلاوے کہ میں اس لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ خدا ظالم کو ضرور تباہ کرے گا۔ تو یہ اس کی بددعا کی علت اور وجہ

ہے بددعا کے الفاظ اور ہیں اور علت دعا کے الفاظ اور۔

آیئے! میں آپ کو مرزا قادیانی کی دعا کے الفاظ بتلاؤں گو آپ بھی جانتے ہوں گے لیکن تجاہل عارفانہ یا حبك الشيء يعمى و يصم نے آپ کی نظر کو چکا چوند کر دیا ہے اس لئے آپ کے لئے سرمہ کی سلائی تجویز کرتا ہوں، بغور استعمال کیجئے۔ مرزا جی دعا کرتے ہیں:

اے میرے آقا اور بھیجنے والے! مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما! اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی اٹھالے۔

مرزائیو! کرشن پنتھیو! خدا سے نہیں تو مخلوق ہی سے شرم کرو۔ مرزا کے قانونی مشیرو! اور علمی وزیرو! ام تامرکم احلامکم بهذا ام انتم قوم طاغون ۔ کیا تمہارا علم تم کو یہی راہ بتلاتا ہے کہ ایسے بین فیصلہ کو بھی نہ مانو۔

آگے چلئے! آپ لکھتے ہیں: یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کے کسی الہام یا وحی میں ہرگز یہ لفظ نہ تھے کہ ثناء اللہ یا عبدالحکیم آپ کی زندگی میں فوت ہوں گے۔ ہاں آپ کی وحی کی رو سے دونوں کے لئے ہلاکت ضرور مقدر ہے سو خدا تعالیٰ جب چاہے گا اپنے کلام کو پورا کر کے دکھا دے گا۔ (ریویو آف ریلی جنز مذکور۔ ص۲۹۹)

جواب: ہم ابھی ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر سے حوالہ دے آئے ہیں کہ مرزا جی کا اپنا اقرار ہے کہ ثناء اللہ کے ساتھ ہمارا فیصلہ خدائی الہام سے ہے، اور خدا نے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ پس اصل مدعا علیہ کے اقرار کے سامنے آپ کا انکار بجوئے نارزد۔

بحکم خداوندی كل نفس ذائقة الموت ہلاکت اور موت سب کے لئے مقدر ہے، تو کیا آپ اس ہلاکت سے مستثنیٰ ہیں؟ مرزائیو سنو!

ہر آنکہ زاد بناچار آئدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من عليها فان

مگر اس موقع پر تمہارا یہ کہنا بالکل اس قصہ سے مشابہ ہے جو کسی غافل بادشاہ کا مشہور ہے کہ غنیم نے اس پر حملہ کر کے ملک کا بہت سا حصہ دبا لیا، تو اس نے اپنے وظیفہ خوار دعا گوؤں کو بلا کر یہ ماجری بیان کیا تو

انہوں نے کہا حضور! کوئی حرج نہیں، انہوں نے اگر ہمارا ملک لے لیا ہے تو ان کے ایمان کی بھی خیر کہاں؟ آخر انہوں نے اپنا ایمان بھی تو کھویا۔ سچ ہے:

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم زبادرفتہ باشد

آگے چلئے! آپ (یعنی حکیم نورالدین) لکھتے ہیں:

باقی رہی عبدالحکیم کی پیش گوئی، سو خدا نے اسے ایسا جھوٹا کر کے دکھایا ہے کہ اس کو شرم کے مارے اس کا نام بھی نہیں لینا چاہیے تھا۔ اس نے اپنی پہلی پیش گوئی کو جس میں تین سال کی میعاد بتائی تھی اور حضرت صاحب کی وصیت کے بعد شائع ہوئی تھی، دوسری پیش گوئی سے منسوخ کر دیا اور یہ اعلان کیا کہ ۴۔ اگست کو آپ کی وفات واقع ہوگی۔ پس اس پیش گوئی کو جھوٹا کرنے کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ آپ ۴۔ اگست سے بعد فوت ہوتے بلکہ جب ایک دن معین کر دیا گیا تو اب جب تک پیش گوئی اسی دن واقع نہ ہو، جھوٹی ہوگی بلکہ حضرت مسیح موعود کی وفات ۴۔ اگست سے پہلے واقع ہونے میں ایک مصلحت الٰہی یہ بھی تھی کہ کذاب کو کسی تاویل کی گنجائش نہ رہے کیونکہ ۴۔ اگست سے بعد واقع ہوتی تو وہ کہہ سکتا تھا کہ انذاری پیش گوئی میں میعاد کی مہلت مل سکتی ہے مگر خدا نے نہ چاہا کہ اسے راست بازوں کے ساتھ کوئی بھی مشابہت حاصل ہو، اس لئے اپنی مصلحت سے ایسے وقت میں اس نے حضرت مسیح موعود کو وفات دی جس سے وہ اس قابل بھی نہیں رہا کہ اس قدر فخر کرے جس قدر شیاطین استراق سمع سے کر سکتے ہیں۔ (ریویوندکور۔ص ۲۹۹،۳۰۰)

جواب: ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کی تکذیب تو ہم بھی کرتے ہیں اور اخباروں میں تکذیب ہوئی بھی ہے مگر آپ کے پیرومرشد مسیح مہدی اور کرشن گوپال مرزا صاحب اس کے مصدق ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کو یوں لکھا ہے:

ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے پیش گوئی کی کہ میں (مرزا) اس (ڈاکٹر) کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کی شر سے محفوظ رہونگا (مرزا کی آخری تصنیف چشمہ

معرفت ۔ص۳۲۲)

حکیم صاحب! افسوس آپ نے اس بڑھے خبطی کو نہ سمجھایا کہ ، ٤ ۔ **اگست کو** ، والی پیش گوئی کو آپ ۔۴ ۔اگست تک ، کیوں لکھتے ہیں؟ آپ تو خیریت سے چلے جائیں گے مگر ہماری گت آپ کے بعد ہی بنائی جائے گی اسکا کوئی علاج کر جایئے ۔کیا سچ ہے:

لو ان صدور الفعل یبدو ن الفتی

کا عقا بہ لم تلفہ یتند م

مختصر یہ کہ مرزا جی کی موت کی نسبت کوئی کسی کی پیش گوئی پر فخر کرتا ہے کوئی کسی پر ۔مگر میں تو یہی کہتا ہوں کہ مرزا جی واقعی مستجاب الدعوات تھے خدا تعالی نے ان کی دعا قبول فرمالی انہوں نے مانگا تھا، خدا تعالی نے انہیں عطا کیا

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

مرزائیو! آؤ، اخیر میں ہم تم لوگوں کو مرزا جی کا ایک عام اعلان اور اعتراف سنائیں غور سے سنئے مرزا صاحب کہتے ہیں: خدا کی طرف سے جو پیش گوئی کسی ظالم کے حق میں ہوتی آخر وہ پوری ہو جاتی ہے ۔(حقیقۃ الوحی تتمہ ص ١٦٧ ۔)

حکیم صاحب! آپ کا بھی اس پر ایمان ہے تو پھر ظالم کون ہے؟ سنئے :

انا و ایا کم لعلی ھد ی او علی صراط مستقم ۔

(مرقع قادیان اکتوبر ۱۹۰۸ء)

مرزا قادیانی کی الہامی عمر

(الف میم عیسائی)

مولوی حکیم نورالدین خلیفہ مرزا نے ریویو (جون جولائی) میں ایک مضمون لکھا ہے ۔اپنے پیر کی حمایت

میں کچھ تو اپنی ندامت رفع کرنے کو اور کچھ اپنے مریدوں کی روک تھام کو، اور یہ ایک حسرت ناک نظارہ ہے کہ ظاہر اثبات ہوش و عقل ساری عمر فریب میں مبتلا رہ کر اب کہ بھانڈا پھوٹ گیا۔ اسی گدی پر بیٹھ کر ایک بڈھا اپنی زبان سے وہ کلمات نکالے جو ہر صاحب شعور کے لئے ننگ و عار کا باعث ہیں، اور اگر کوئی دل و دماغ ان لغویات سے تسلی پا جائے تو ہم نے اس کہن سال حکیم کی قلم سے نکلے ہوئے بعنوان، وفات مسیح، پڑھے، تو نہیں کہا جا سکتا کہ دماغ میں اور گوبر میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

میں یہاں اپنی ساری بحث صرف الہامی عمر پر محدود رکھونگا

حکیم صاحب صاحب لکھتے ہیں:

تمام حملوں سے زبردست حملہ جس کو دشمن یقین کرتا ہے کہ اس سے ہم کو پاش پاش کر دے گا... وہ یہ حملہ ہے کہ مرزا صاحب قبل از وقت انتقال کر گئے.. کیونکہ عمر کی نسبت اصل الہام یہ تھا،

تیری عمر اسّی برس کی ہوگی پانچ کم یا پانچ زیادہ...

سو یاد رہے کہ یہ اعتراض مخالفوں کے اعتراضات کا سرچشمہ ہے باقی تمام اعتراضات اسی اعتراض کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

مخالفوں کے اعتراض تو ابطال مرزا میں شمار سے باہر ہیں، جن کے مجموعی وزن کے نیچے سارا کادیان پس کر سرمہ ہو رہا ہے۔ مگر اس تقریر سے یہ ضرور روشن ہوتا ہے کہ عمر کے متعلق جو الہام شائع کیا گیا تھا سب سے زیادہ اس نے مرزائیوں کی چولیں ڈھیلی کر دیں۔ اور وہ ان پر اس قدر شاق گذر رہا ہے کہ ان کی کمریں ٹوٹی جاتی ہیں اور حکیم الامت نے اپنی ساری توجہ اسی کی طرف مبذول کر دی مگر کوئی بات بنائی نہیں بن پڑتی۔ اور اگر انہیں حیلوں کے سہارے جینا پڑے تو بے حیائی میں زندگی کاٹنا ہوگی۔

ناظرین! اس اعتراض کی اہمیت پر غور فرمائیں۔ مخالفین تو مدتوں آنکھوں دیکھ چکے کہ مرزا کے تمام الہامات خرافات تھے، سب کے سب جھوٹے سارے نشانے خطا۔ پنجاب میں کوئی رمال بھی نہ ہوگا جس کی پیش گوئیاں اس کثرت سے جھوٹی نکلیں (پنجاب کی کیا خصوصیت ہے سارے ہندوستان بلکہ کل دنیا میں بھی کوئی نہ ہوگا۔ اڈیٹر مرقع) پس مخالفین کے انکار میں اس بے وقت موت نے کچھ بھی اضافہ نہ کیا۔ اس کا جو کچھ اثر ہے وہ مریدوں پر

ہے، وہی پیچ وتاب کرب وبلا میں ہیں، کیونکہ مرنے والے اوراس کے مریدوں کے مسلّمات میں یہ امر داخل ہو چکا تھا کہ جھوٹا نبی وہی ہوتا ہے جس کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی، اور کہ، اگر آپ (مرزا) سچے نبی نہ ہوتے تو وہ پیش گوئیاں جو آپ نے خدا کے نام پر شائع کی تھیں پوری اور واقع نہ ہوتیں کیونکہ کتاب استثناء ۱۸۔۲۰ میں لکھا ہے کہ جو پیش گوئی خدا کے نام پر کی جاوے اور وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے نہ ہووے، وہ پوری اور واقع نہیں ہوسکتی۔لیکن چونکہ حضرت مرزا کی تمام پیش گوئیاں بلا استثنا ہمیشہ پوری نکلتی رہیں اس لئے اس کا نتیجہ صرف یہی نکلتا ہے کہ وہ سچے نبی ہیں۔(ریویو آف ریلی جنز۔جنوری ۱۹۰۸ء ص ۱۸۔۲۱)

مخالفین اسی بنا پر مرزا قادیانی کو جھوٹا نبی مانا کئے کہ اس کی پیش گوئیاں باطل نکلیں۔مثال کے لئے مسٹر آتھم کی زندگی کی بابت اس کی پیش گوئی کافی ہے۔مگر، بے وقت موت، سے مرزائیوں کے ہوش ہرن ہو گئے اور وہ ساری چوکڑیاں بھول گئے کیونکہ اب ان کو کم ازکم اتنا تو مان ہی لینا پڑا کہ چاہے، کادیان میں اور ساری پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہوں مگر لاہور میں یہ ایک ضرور بالضرور جھوٹی ثابت ہوگئی۔اوراب یہ کہنا کہ، تمام پیش گوئیاں بلا استثناء ہمیشہ پوری نکلتی رہیں، باطل ہوگیا۔

اس لفظ، بلا استثنا، پر مرزا جی کی حیات میں بڑا زور دیا جاتا تھا،مگراب امیر المومنین (یہ مت کہیے بلکہ امیر المرزائین کہیے۔اڈیٹر مرقع) نورالدین اس واقعہ ہائلہ کو پیش نظر رکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے اور یہ فرمانے پر مجبور ہوئے:

ہمارے مخالف خدا کے ماننے والے اس راہ میں مشکلات ڈالتے رہے اور ڈالتے ہیں کہ بعض بشارات پوری نہیں ہوئیں۔مگر عقل مند جانتے ہیں کہ مفید وراحت تدابیر اپنی کثرت کے لحاظ سے مفید یقین کی جاتی ہیں نہ اس لئے کہ وہ کبھی مستثنیات بھی رکھتی ہیں۔(ص ۲۶۱)۔

اور ہمت ہار کر اعتراف بھی کرلیا:

مرزا صاحب کی عمر کیا تھی جب آپ کا انتقال ہوا اس کیلئے میں کوشش ہوں کہ پتہ لگے۔(ص ۲۷۱)۔

بلکہ ہم کو تو اس لاجوابی کی بے کسی پر بہت ترس آیا جب آپ نے سینہ فگار فرمایا:

کم عمری کا اعتراض ہمارے زیر نظر ہے۔..اور.. مصلحت بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی میں ہے کہ تادشمن ذرہ ٹھٹھا کر لے۔(ص ۲۸۰)

ہم توقع نہیں کر سکتے کہ اس سے زیادہ صفائی کے ساتھ کادیان اس حقیقت کا اقرار کر سکتا کہ مرزا کی پیش گوئی اپنی زندگی کے متعلق ضرور باطل ہوئی، اور خدا نے اسے دشمنوں کو مسرور کرنے کے لئے باطل کیا۔ اب ہم ان کے مریدوں کو اس پیش گوئی کے چند پہلو سمجھاتے ہیں جس سے ان کی ساری حجتیں رفع ہو جائیں۔

اول: مرزا نے لوگوں کو یقین دلایا تھا کہ خدا نے اس کو الہام کیا، تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی یا پانچ کم یا پانچ زیادہ۔ اگر کوئی ذرہ بھی سمجھ یا خوف خدا رکھے، تو ایسے الہام کو خدا سے منسوب کرتے شرمائے جس میں علیم و خبیر کو یا، یا، کے کوچوں میں بھٹکنا پڑے، اور ایک کیڑے کی عمر کا پتہ نہ لگے جو زمین پر چند برسوں رینگ کر مٹی میں مل گیا۔ مگر خلیفہ صاحب اس اسرار کو آئندہ حل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

دوم: بہر کیف اس معنی میں کوئی ابہام نہیں کہ اگر ۸۰ برس کی عمر نہ پائی تو یا ۷۵ کی ہوگی، یا پھر ۸۵ کی، جس میں ایک دن کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ گو اس کی تشریح نہیں ہوئی کہ حساب شمسی یا قمری، اور اسلئے مرزائیوں کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس حساب سے چاہیں اپنے پیر کی عمر گنا دیں۔

سوم: جب عمر کا تعین کر دیا گیا، تو حساب کے تابع ہوگئی اور اس کا آغاز و انجام معین ہونا چاہیے، ورنہ تعین عمر خود مہمل ہوگا۔ اگر آغاز مہمل تھا، تو جس خدا نے ۷۵ یا ۸۰ یا ۸۵ کا الہام کیا تھا، اسی کو بتانا چاہیے کہ تو فلاں تاریخ پیدا ہوا تھا۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک بھی نہ ہو، تو الہام حماقت و ضلالت کی بکواس تھا، ورنہ آج ہر مجہول شخص اپنی تاریخ تولد چھپا کر کہہ سکتا ہے کہ خدا نے مجھ کو بتلایا تیری عمر ۶۵ برس ۳ ماہ سوا چھ دن ہے۔ اور جب مر جائے تو اس کے لوگ پکار دیں الہام پورا ہو گیا۔ (خلیفہ صاحب لکھتے ہیں بعض جگہ دیسی عیسائیوں نے خوشیوں کے نعرے مارے اور جلسے بھی کہتے ہیں کئے (ص ۲۸۰)، (یہ اتہام ہے)

چہارم۔ خلیفہ صاحب ہم کو یقین دلاتے ہیں کہ اس ملک پنجاب میں خاص گاؤں میں جو افراتفری سکھوں کے عہد میں آئی ہے، اس سے اور جو خاندانوں اور شرفاء میں تکالیف پڑی، ایسے وقتوں میں گاؤں کے لوگوں میں تاریخ تولد کا پتہ لگنا ایک مشکل کام ضرور ہے۔ (ص ۲۸۰)

اسی طرح ۱۱ جون کے بدر میں ایک صاحب میاں صادق فرماتے ہیں:

حضرت اقدس (مرزا) کی عادت تھی کہ وہ تاریخوں اور سنوں کی گنتی کی طرف بہت توجہ نہیں کرتے

تھے...آپ نے فرمایا ہم اپنی عمر کے متعلق کچھ ٹھیک نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس وقت بچوں کی عمروں کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا، اور ہمارے پاس کوئی ایسی یادداشت نہیں۔ پس آپ کی (مرزا کی) عمر کے متعلق ٹھیک طور پر خود آپ کو معلوم نہ تھا۔

یہ سارے بہانے جھوٹے ہیں۔

۱۔ شرفاء میں اور لکھے پڑھے خاندانوں میں اس زمانہ کے بہت لوگ جو پنجاب میں پیدا ہوئے اور اب تک زندہ ہیں اپنے روز ولادت کے دن وساعت سے واقف ہیں۔ راقم کے والد ماجد رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں عین سکھوں کے افراتفری کے زمانہ میں شہر ہوشیار پور پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ہمارے خاندان میں اس وقت کی تحریرات موجود ہیں۔ سنسکرت میں بھی ایک پنڈت کے ہاتھ اور فارسی میں دادا صاحب کے دست خاص کی، جس سے تاریخ ووقت پیدائش وغیرہ سب معلوم ہے۔

۲۔ کون نہیں جانتا کہ شرفاء میں تاریخ پیدائش والدین کو اور کنبے والوں کو ہمیشہ یاد رہتی ہے، خواہ کہیں لکھی گئی ہو یا نہیں۔ ہر برس بچہ کا جنم دن منایا جاتا ہے۔ غریب سے غریب خاندان میں اور نہیں پانچ پیسے کے پتاشے منگا کر رشتہ داروں کا منہ میٹھا کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ بلکہ کچے سوت کا ایک رنگین ڈورا ہوتا ہے جس کو کلاوہ کہتے ہیں اس کے ایک طرف چھلا پڑا ہوتا ہے، ہر جنم دن اس میں ایک گانٹھ دے دی جاتی ہے، لکھنے پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اس عالم گیر رسم کی بدولت سال گرہ، برس گانٹھ، رشتہ عمر کا محاورہ پڑ گیا جس سے کوئی خاندان غافل نہیں۔

۴۔ مسلمانوں کے درمیان بعض خاندانوں میں زیادہ احتیاط کی جاتی ہے تو بچوں کا نام بھی تاریخی رکھا جاتا ہے جس سے سن ولادت نکلتا ہے۔ راقم کے ماموں کا نام مظہر حسین تھا جس سے سنہ ہجری نکلتا ہے۔

مرزا جی جو اپنے کو بڑا رئیس زادہ کہتے تھے مغلیہ خاندان کے شرفاء میں، حیرت کی بات ہے کہ ان کی تاریخ تولد سے لوگ ویسے ہی بے خبر رہے جیسے دیہاتی رذلاء کی موت اور زندگی سے ان کے رشتہ دار۔ اگر مرزا جی کی عمر کا حال معلوم نہیں تو ضرور کچھ دال میں کالا ہے جس کے اظہار سے وہ اس لئے شرماتے ہیں کہ الہامی فریب کی ندامت کم ہو۔ اور یہ حیلہ کہ حضرت اقدس کو تاریخوں اور سنوں سے اعتنا نہ تھی، محض لچر ہے۔ جو شخص

۱۳۰۰ھ پیدا کرنے کے لئے اپنے نام غلام احمد میں لفظ قادیانی جوڑتا پھرے، اورك کوق بنادے، اس کو تاریخ و سنہ سے غافل ماننا غفلت کی انتہا ہے۔ ہم سوائے اس کے کچھ نہیں مان سکتے کہ عمر کی نسبت الہام کو جھوٹ اور افتراء کے الزام سے بچانے کی خاطر ان لوگوں نے احمقانہ تدبیر سوچی تھی کہ تاریخ تولد کو تاریکی کے غار میں پوشیدہ کر دیں۔

پنجم: مجھ کو میاں صادق کا یہ کلام پڑھ کر بہت ہنسی آئی جس کی تصدیق خلیفہ نے بھی فرمائی:

سب سے صحیح قول مرزا سلطان احمد صاحب کا معلوم ہوتا ہے جو کہ انہوں نے جنازہ میں شامل ہونے کے واسطے تشریف لانے پر فرمایا تھا کہ میرے پاس جو یادداشت ہے اس کے مطابق آپ (مرزا) کی پیدائش.....۱۸۳۷ء میں ہوئی تھی۔ (ص ۲۷۱)

باوا جان (مرزا قادیانی) تو فرماتے ہیں: ہمارے پاس کوئی ایسی یادداشت نہیں،

صاحبزادہ (مرزا سلطان احمد) فرماتے ہیں: میرے پاس ہے،

وہ تو کہہ گئے:

ہم اپنی عمر کے متعلق کچھ ٹھیک نہیں کہہ سکتے۔

مگر یہ کچھ کہتے ہیں جو، سب سے زیادہ صحیح قول، مانا جاتا ہے اور وہ بھی جنازہ پڑھتے وقت جب مرید رو رہے ہیں۔

ہائے حضرت اقدس نے الہامی عمر نہ پائی، سرکاری ملازمت میں زمانہ پنشن کا تعین کرنے کو عمر کی صحت کی بڑی تاکید ہے۔ عیسائیوں کو سرٹیفیکیٹ بپتسما سے اپنی عمر ثابت کرنا ہوتی ہے۔ ہندوؤں کو جنم پتر سے، مسلمانوں کو والدین یا دوسرے بزرگوں کے حلف نامہ سے جو پیدائش کے گواہ ہوں، مگر کادیان کی رسم نرالی ہے۔ باپ کی پیدائش پر بیٹا گواہ۔ وہ بتا رہا ہے آپ فلاں دن پیدا ہوئے تھے (اسی آدم تھیں اگے ہوئے، دادا گود کھڈایا۔ اڈیٹر مرقع) اور اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مرزا ۷۵ برس کے ہو کر مرے۔

ششم: صرف یہی نہیں کہ مرزا جی کی عمر ۶۵ برس کی نہیں ثابت ہو سکتی، بلکہ ثابت ہو گیا کہ وہ ۷۵ برس کی عمر کو ہرگز نہیں پہنچے، اور الہام والا الہام جھوٹا ثابت ہو گیا۔

الف: ان کے مرنے کے بعد ہی روزنامہ پیسہ اخبار میں ان کے ایک بڑے مرید کا مراسلہ چھپا جو وفات کے قبل کا لکھا ہوا تھا جس میں مرزا جی کی پیدائش ۱۸۳۹ء بتلائی گئی۔

اور میاں صادق بھی مانتے ہیں کہ مرزا جی نے آپ تخمینہ کے طور پر ایک جگہ ۱۸۳۹ء بھی لکھا ہے۔ بلکہ اپنے اظہاروں میں جو عدالتوں کے روبرو بحلف دیئے، اسی طرح اپنی عمر بیان کی حتی کہ اب خلیفہ صاحب کو اس کی زد سے بچنے کا سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ فرماویں:

اظہاروں میں بھی آخر تخمینہ ہی سے کام لینا پڑا۔ (ص ۲۸۰)

اب مرید کس منہ سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا جی ۱۸۳۹ء میں نہیں، بلکہ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے اور آپ کی عمر ۷۶ سال ہوئی۔

ب۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے ریویو میں مرزا جی نے اپنی عمر غالباً ۶۶ سال سے بھی کچھ زیادہ، بتلائی (ص ۳۴۶) مگر بارہ ماہ کے اندر اندر اگست ۱۹۰۳ء میں ڈوئی کے مقابل زیادہ کہن سال بننے کی خاطر آپ ستر کے قریب ہوگئے (ریویو اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۵۴) اگر یہاں آپ اپنے تخمینہ میں عمداً یا سہواً خطا نہیں کرتے تو دروغ گورا حافظہ نباشد، صادق آوے گا اور الہام سچا نہیں ہوسکتا۔

ج۔ جو لوگ غلام احمد کے بیان کو صحیح مانتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے ان کو ماننا پڑے گا کہ وہ ۶۹ سال کی عمر میں مرا، جو اس کے بیان کو غلط مان کر اس کے بیٹے سلطان احمد کی سنتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۶ء، ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا، ان کی پریشانی پر ترس آتا ہے۔ میاں صادق یوں حساب لگاتے ہیں، اس لحاظ سے ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، اور ۴۰ پانچ سال وہ اور ۶۰ سال پچھلی صدی میں سے اور ۸ سال اس صدی کے کل ۷۳ سال ہوئے اس میں دو سال قمری کے بڑھائے جائیں تو ۷۵ سال ہوئے۔

مرزا قادیانی کا بیٹا جو باپ سے زیادہ اس کی عمر جانتا ہے وہ تو اس شک میں مبتلا رہا کہ وہ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا، مگر مریدوں کو یقین ہے بیٹے سے بھی زیادہ کہ آپ ۱۸۳۶ء ہی میں پیدا ہوئے، اس لئے ۱۸۳۷ء حساب سے بالکل خارج کر دیا گیا۔

اس پر بھی طرہ یہ کہ نہ صرف آپ ۱۸۳۶ء میں پیدا کئے جاتے ہیں، بلکہ پیدا ہوتے ہی ایک سال کی

عمر کے بتائے جاتے ہیں، اور وہ ایک سال حساب میں جوڑ لیا جاتا ہے۔ یعنی آپ کی پیدائش ۱۸۳۵ء کی مانی جاتی ہے، ایک سال برکت کا بڑھایا جاتا ہے۔ کیا ان محاسبوں کو یہ نہیں معلوم کہ اگر مرزا ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے تو ۱۸۳۷ء میں ایک سال کے ہوں گے۔ اور ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰ چار سال ہوئے اور اگر ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے تو ۳۸، ۳۹، ۴۰ تین سال اور ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر ۷۲ کی ہوئی یا ۷۱ کی شمسی حساب سے، اور ۷۴ یا ۷۳ کی قمری حساب سے۔ ہم نے رفع حجت کے لئے ایک لمحہ اس غلط بیان کو صحیح مان لیا اور دکھلایا کہ اس پر بھی مرزا کا الہام سراسر جھوٹا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ۷۵ سال سے ایک دن پہلے مرجانا الہام کو باطل کردیتا ہے۔

ہفتم۔ خلیفہ نورالدین، مرزا کا ایک اور قول پیش کرتے ہیں:

جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت ۱۳۲۳ھ میری عمر ستر کے قریب ہے (ص ۲۸۰)

تو سنہ وفات ۱۳۲۶ھ میں آپ ۷۳ کے قریب ٹھہرے۔ اور چونکہ آپ نے سنہ ہجری کا یہاں ذکر کیا تو لازم آیا کہ آپ نے اپنی عمر قمری حساب سے گنی جو مسلمانوں میں مروج ہے۔ پس آپ کی عمر ۷۳ سال قمری ماننا پڑی۔ نہیں ہم بھول گئے ۷۳ سال نہیں بلکہ ۷۳ کے قریب، یعنی اس سے کم، اور ۷۴ سے بہت کم، اور ۷۵ تو ہرگز نہیں۔ اور ۸۰، ۸۵ کا تو ذکر ہی نہیں۔ یعنی آپ کے الہام کے باطل ہونے پر شمس وقمر دونوں گواہ ہیں (تری تکذیب کی شمس وقمر نے۔ ہوامدت کا خوب اتمام مرزا۔ اڈیٹر مرقع)....

ہشتم: اس الہام میں نہ قمری حساب کا ذکر تھا، نہ شمسی کا، بلکہ ۱۰ برس کا آگا پیچھا تھا۔ ۸۰ سال ۵ کم یا زیادہ۔ پس الہام کی صداقت کے کے لئے ہندوستان میں جہاں سرکاری شمسی سنہ رائج ہے، اور دینی ہجری، لازم تھا کہ مرزا جی کسی ایسی تاریخ پر مرتے کہ اگر شمسی حساب سے جوڑا جاتا تو بھی ۷۵ سے زیادہ ہوتے، اور قمری حساب سے جوڑا جاتا تو بھی، دس برس کا ہیر پھیر اس دقت کو رفع کردیتا۔

نہم، گو مرید مرزا جی کی عمر کو ربڑ کے تسمہ کی طرح خوب خوب کھینچ تان کر بڑھا رہے ہیں، مگر دل سے جانتے ہیں کہ کوشش بے سود ہے۔ اس لئے خلیفہ صاحب تم کو مرزا کا ۲۶۔ اپریل والا کوئی الہام سناتے ہیں:

ماتم کدہ، منسوخ شدہ زندگی

اور میاں صادق کہتے ہیں:

اس کے بعد بہت سے الہامات جو وفات کے متعلق ہوئے تھے ان سے پہلے الہام کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یعنی ۷۵، اور ۸۵ کے درمیان والی عمر منسوخ ہوگئی، تو کس منہ سے یہ لوگ مرزا کی عمر ۷۵ سال ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو اقرار کرنا چاہیے کہ مرزا قادیانی ۷۵ سال سے بہت پہلے مر گئے جیسا کہ واقع بھی ہوا۔

منسوخ شدہ زندگی، کے معنی ہم تو سمجھ سکتے ہیں، ایسی زندگی جو ضائع ہوگئی، ایسی زندگی والا جو نسیاً منسیاً ہو جانے والا ہے، ایسا شخص جو زمین کو بے پھل یا کانٹے دار درخت کی طرح روکے ہوئے تھا وہ کاٹا جائے گا اور اس کی جگہ کوئی پھل دار درخت لگایا جائے گا۔ مگر تم منسوخ شدہ زندگی کے کیا معنی سمجھے؟ اگر عمر بڑھ جاتی جیسا مرزا قادیانی نے دعوی کیا تھا ۸۵ سال سے زیادہ ہوتی ۹۰ یا ۱۰۰ یا ۱۲۰ کو پہنچتی تو تم کہہ سکتے تھے کہ خدا نے عمر کو رحمت سے دراز کر دیا اور یہ خوشی کی بات ہوتی۔ مگر مقرر شدہ عمر سے گھٹ جانے میں کوئی خوبی نہیں، سوائے اسکے کہ خدا کا غضب بھڑکا اور جو عمر مقدر ہو چکی تھی وہ کم کر دی گئی۔ یعنی مرزا جی معتوب مرے، خدا کے غضب کے تلے۔ اور اس کے مریدوں کو کیا تسلی ہو سکتی ہے۔ کیا یہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ تنسیخ.. نأت بخير منها او مثلها کے تابع ہے۔ کم عمری درازی عمر کے نہ برابر ہے، نہ اس سے بہتر۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تم کہو:

زیں چنیں بد زندگانی مردہ بہ

تو ہم کو اعتراض بھی نہیں۔

دہم: کسی وقت تو یہ مرزائی حدیث میں ایسی تنقید بگھارتے ہیں کہ بلا تکلف صحیحین کا انکار کر جاتے ہیں پھر کسی وقت ایسے اندھے بن جاتے ہیں کہ ایسی ایسی حدیثوں کو بھی مان لیتے ہیں جن میں ذکر ہو کہ آدم نے اپنی عمر سے ۴۰ سال داؤد کو بخشے۔ پھر ناسخ منسوخ کے بارے میں اپنا عام عقیدہ تو سر سید احمد کے قول پر ظاہر کرتے ہیں جو ابو مسلم معتزلی کی رائے پر مبنی تھا کہ ما ننسخ من آية میں قرآن کی کسی آیت کا منسوخ ہونا مراد نہیں، مگر آج ما ننسخ کی رسمی تفسیر پر سارا زور ہے (ص ۲۷۳) اور خلیفہ صاحب پوچھتے ہیں:

کیوں ایک الہام دوسرے کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ اور اگر آدم کی عمر سے ۴۰ سال کم کر دیئے گئے تو کیا

مضائقہ جو مرزا جی کی عمر سے چار پانچ برس کی کمی ہوئی۔

ہم سمجھا دیں میں ناسخ منسوخ والے کسی حکم شرع کا منسوخ ہونا مانتے ہیں مگر واقعات تاریخ کا نہیں ۔پس عمر مقدر کا منسوخ ہونا کیا معنی؟ آدم نے چالیس سال اپنے ایک فرزند کو بخش دیئے، آپ بھی مرزا جی کے منہ کہلوا دیں کہ میں نے اتنے سال و ماہ اپنی عمر کے فلاں کو بخش دیئے، تو ہم بھی اس قدر مدت گھٹا کر ان کے ایثار عمر کی تعریف کرتے۔ مگر صرف تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہاں تو حضرت آدم کا قول ہے اور حضرت عزرا کی شہادت، اور ترمذی کی روایت۔ یہاں کیا ہے؟ پھر یہ ابلہ فریبی کی چال کیسے چل سکے گی۔

بلکہ ہم تم کو یقین دلاتے ہیں کہ مرزا جی نے اپنی عمر کا ایک دن بھی کسی کو نہیں بخشا۔ اگر ایسا کرتے تو سب سے پہلے مبارک احمد اپنے کم سن فرزند کو دس یا بیس سال عطا فرماتے، جیسا کہ مشہور ہے کہ بابر نے ہمایوں کے لئے کیا تھا۔ جب اسی کو کچھ نہ دیا جس کی زندگی کے ساتھ بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں، تو کسی اور کو کیا دیتے۔

پس ساری دنیا کے آگے ظاہر ہو گیا کہ جو پیش گوئی مرزا قادیانی نے اپنی عمر کی نسبت کی تھی، وہ ہر طرح باطل نکلی اور اس کا باطل ثابت ہونا ڈنکے کی چوٹ پر جھوٹا نبی ثابت کر گیا، اور یہ اسکے بطلان پر ہزاروں ہزار دلائل کے علاوہ ہے۔

اخیر میں ہم حکیم نورالدین کے ایک قول کی داد دیتے ہیں جو ہم کو بہت ہی بھلا معلوم ہوا، جس سے ان لوگوں کی عقول کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔

میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا۔ (ص ۲۷۹)

ایسے شعور کے لوگ ہر پیش گوئی کے باطل ثابت ہونے پر بس یہی کہہ سکتے ہیں۔ ایک صاحب ایک کذاب کے معتقد تھے، لوگوں نے ان کو شرمایا کہ تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑے ہیں۔ آپ نے سادگی سے فرمایا حضرت اقدس اس قدر جھوٹ بولتے ہیں کہ کوئی شخص بلا تائید غیبی اتنے برجستہ جھوٹ نہیں بول سکتا، میں کیسے ان کو فوق البشر نہ مانوں۔

یہی جواب مرزا جی کی حمایت میں ہر مرزائی کے منہ پر ہوسکتا ہے، اور وہ احمدی جس کا خط وطن لاہور میں نکلا تھا جس سے مرزائی عموماً انکار کرتے ہیں جس میں مرزا قادیانی کی جھوٹی پیش گوئیوں کی تاویل کی گئی ہم کو اس گروہ سے زیادہ صاحب فراست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی تاویلیں خلیفہ نورالدین صاحب کی تاویلوں سے کئی درجہ سنجیدہ ہیں۔

اب رہی جاہلوں کی خوش اعتقادی اور ہٹ، اس پر میں ایک قصہ سناتا ہوں جس کا میں گواہ ہوں۔ ایک سادھو پرست رئیس میرے دوست ہیں۔ ان کے یہاں ایک سناتن دھرمی جہانیاں جہاں گشت سادھو تشریف لائے، جو لکھے پڑھے انگریزی بولنے والے تھے۔ وہ کسی طرح میرے نام سے واقف تھے، اور مجھ سے ملنا چاہا۔ ایک روز مجھ سے باتیں ہو رہی تھیں، سادھو صاحب نے آریوں کی مخالفت میں پنڈت دیانند کی مذمت کی۔ ایک کائستھ صاحب جو اس جوار میں سنسکرت کے پنڈت مشہور ہیں، بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے رہا نہ گیا، بول اٹھے۔ اس پر سادھو صاحب نے ان کو سینکڑوں مغلظات گالیاں اور کوسنے سنائے کہ لوگ دنگ رہ گئے ایسے جو سوائے کسی سادھو کے کسی بھلے مانس کی زبان سے نہیں نکل سکتے ہیں۔ میں وہاں سے منغض ہو کر اٹھنے لگا۔ سادھو صاحب نے زبان انگریزی میں جس کو وہاں کوئی سمجھنے والا نہ تھا، اپنی اس حرکت کی بہت معذرت کی اور مجھ کو اس کی مصلحت سمجھائی جس سے صرف سادھو بچوں کی تسکین ہوسکتی ہے۔

کچھ دنوں بعد میں اپنے رئیس دوست سے ملا جن کے سامنے وہ واقعہ گذرا تھا، اور ان کو ان کی اس مہمان نوازی پر شرمانا چاہا کہ آپ ایسے حیوانوں پر اپنی عنایات ضائع کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھ کو جواب دیا کہ آپ سادھوؤں کی لیلا نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ کسی شخص سے وہ خوش ہو جاتے ہیں تو آزمائش کے طور پر اس کو گالی دیتے اور کوستے ہیں، اور اس کا نتیجہ الٹا ظہور میں آتا ہے۔ اور مجھ کو یقین دلایا کہ ان دنوں وہ کائستھ بڑی مصیبت میں مبتلا تھے، بے کار بھی تھے، سادھو صاحب کے سراپنے کے دو تین دن بعد ایک راجہ کا خط ان کے پاس آیا اور وہ نوکر ہو گئے اور ساری کلفتیں دور ہو گئیں، اور یہ سادھو صاحب کی دعا کے طفیل ہوا، جو سراپ کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔

یہ انتہا ہے احمقانہ خوش اعتقادی کی۔ کیا مرزائی نہیں کہہ سکتے کہ دراصل مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبد

الحکیم پٹیالوی اور مولوی ثناء اللہ کو بد دعا نہیں دی تھی، بلکہ درازی عمر کی دعا کی، اور جیسے خوابوں کی تعبیر الٹی ہوتی ہے، انہوں نے اپنی زندگی کی خبر کو پیغام اجل ٹھہرایا تھا۔ آخر دنیا میں احمق لوگ بھی تو بستے ہیں اگر کادیان میں زیادہ ہوں تو کیا تعجب۔ فقط۔ الف میم

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی عادت کے مطابق بحکم قرآنی و لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا اختلا فاً کثیراً (مطلب یہ کہ جس شخص اور جس کلام میں واقعات میں اختلاف بیانی ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں) عمر بتلانے میں بہت سی اختلاف بیانیاں کی ہیں۔ یہاں تک کہ اس اختلاف بیانی کو مرزائی پارٹی بھی محسوس کرتی ہے، اس لئے تو وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، مرزا کے سب اقوال چھوڑ کر اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں اور بہانے کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں اپنی عمر بتلائی ہے تخمیناً بتلائی ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ بعض جگہ قریباً اور بعض جگہ تخمیناً کا لفظ بولا ہے، مگر ہم ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی عمر کو یقینی اور قطعی بیان کیا ہے، نہ صرف بیان کا ہے بلکہ اس سے ایک مذہبی کام بھی لیا ہے۔ ناظرین مندرجہ ذیل حوالے کو بغور پڑھیں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالی نے اپنے الہام سے اور کلام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا تعالی نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے، (تریاق القلوب)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے چودھویں صدی کے شروع میں اپنی عمر چالیس سال کا بیان ایک شرعی امر کے لئے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ تخمیناً کا لفظ نہیں بولا۔ شرعی غرض یہ تھی کہ نبوت محمدیہ کے ساتھ مطابقت دکھادیں کہ جس طرح سرور کائنات ﷺ فداہ ابی وابی چالیس سال کی عمر میں مشرف بالہام ہوئے تھے خود بدولت (مرزا) بھی اسی عمر میں ہوئے۔ ناظرین ان لفظوں کو دیکھیں کہ کیا لطف دے رہے ہیں اور کیسے دلیل کے موقع پر بیان ہوئے ہیں۔ ہم ناظرین کی خاطر ان لفظوں کو پھر دہراتے ہیں کہ:

عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ یہ بیان ایک الہامی غرض سے ہے جو گویا حلفیہ اور بالکل سچا ہی نہیں بلکہ مصدقہ خداوندی ہے، کیونکہ مرزا صاحب کی اس عبارت سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا جی کے ملہم ہونے کے لئے چالیس سال کی عمر اور صدی کا شروع دونوں کا اجتماع ضروری تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی ضرورت کوئی مرزا صاحب کی طرف سے نہیں ہوسکتی بلکہ خود خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ بیان گویا مصدقہ الٰہی ہے کہ آپ چودھویں صدی کے شروع میں پورے چالیس برس کے تھے۔ آج چودھویں صدی کا ۲۶ واں سال ہے۔ مرزا صاحب ۲۶ ویں سال کے چوتھے مہینے ربیع الثانی میں فوت ہوگئے ہیں۔ اس حساب سے آپ کی صحیح عمر ۶۵ سال چار ماہ ہوئی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ایسے صاف بیان بلکہ مصدقہ الٰہی کے مقابلہ پر کون زیادہ راست گو ہے جس کے بیان پر مرزائی لوگ اعتبار کریں گے۔ مرزائیو! مـــــن اصدق من الله حديثا۔ (مرقع قادیانی۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

آسمانی نکاح

اس پیش گوئی کی جو مٹی خراب ہوئی ہے خدا کسی کی نہ کرے، لیکن تاہم حکیم صاحب اور احسن صاحب برابر ڈٹے ہوئے جواب دے رہے ہیں اور حدیث نبوی فا صنع ما شئت کی تصدیق کر رہے ہیں۔

پہلے ہم اس پیش گوئی کے متعلق مرزا صاحب کے اصلی الفاظ دکھاتے ہیں، اس سے بعد ان دونوں حضرات اور ان کے ماتحتوں کی تاویلات سنا کر جواب دیں گے۔

یہ مشہور قصہ ہے کہ مرزا صاحب نے احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت پیغام نکاح دیا تھا۔ جب انہوں نے کسی وجہ سے انکار کیا، تو آپ نے الہام شائع کیا کہ یوم نکاح سے تین سال تک لڑکی کا والد اور خاوند مر کر لڑکی میرے پاس بیوہ ہو کر نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

قال انها سيجعل ثيبة و يموت بعلها و ابو ها الى ثلث سنة من يوم النكاح ثم نرد ها اليك بعد موتهما انا رادوها اليك لا تبديل لكلمات الله (کرامات الصادقین سرورق

صفحہ اخیر)

یعنی خدانے کہا کہ اس عورت کے نکاح کے روز سے اس کا خاونداور باپ تین سال میں مرکر تیرے پاس بیوہ ہوکر آوے گی، ہم اس کوضرور تیرے پاس لاویں گے خدا کے حکموں کوکوئی بدل نہیں سکتا۔

یہ کہہ کرمرزا صاحب لکھتے ہیں:

فا نتظروا ھذہ ا لا نباء المذ کورۃ فا نھا معیار لصدقی و کذ بی یعنی مخالفو!تم ان خبروں کے منتظر رہومیرے صدق وکذب کے لئے یہی معیار ہیں (اگر واقع یوں ہی ہواتو میں سچا،اور نہ ہواتو میں جھوٹا)

گومرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے لئے میعادسہ سالہ لگائی تھی جوحسب بیان مرزا صاحب ستمبر ۱۸۹۳ء کو گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی (دیکھوشہادت القرآن ازمرزاص ۸۰) جس کی میعاد اگست ۱۸۹۴ء کوختم ہو چکی، لیکن مرزااور مرزائی یہی کہتے رہے کہ جب تک دونوں فریق (مرزااور آسمانی منکوحہ) زندہ ہیں، نکاح سے مایوسی کیوں ہو۔آخر نکاح ہوکر رہے گا۔

خدا کی شان اسی گھنمڈ میں تھے کہ اعلی حضرت تشریف لے گئے۔اب تو اس کا جواب اور بھی مشکل ہوگیا۔اس لئے اس سوال کے جواب میں قادیانی پارٹی کی جوگت ہوئی ہے، خدادشمن کی بھی نہ کرے۔ایک دوسرے کے برخلاف کہتے ہیں اور جیسا کہ بھاگتوں کے ہوش نہیں ہوتے، ان کوبھی سر پیر کی خبرنہیں۔ایک کہتا ہے آسمان پر نکاح فسخ ہو چکا تھا، دوسرا اس کو بحال رکھ کراس کے وقوعہ کا دیگر صورت میں منتظر ہے۔ہم ان پاگلوں کی بکواس ناظرین کوانہی کے الفاظ میں سناتے ہیں۔اڈیٹر بدر لکھتا ہے:

حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھ دیا تھا کہ خدا تعالی نے اب اس (نکاح) کومنسوخ کردیا ہے (بدر ۱۱جون ۱۹۰۸ء)

ایسا ہی مولوی محمد احسن امروہی بھی یوں رقم طراز ہیں:

پیش گوئی نکاح کا جواب کافی وشافی حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۰، اور تتمہ صفحہ ۱۳۲ میں لکھ دیا ہے اس کودیکھ لو۔(ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی ص ۲۵۲)

یہ دونوں بھلے مانس اس پر متفق ہیں کہ نکاح فسق ہوگیا تھا، اور اس فسخ کی شہادت مرزا کی تحریروں

میں دکھاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ ناظرین کو مرزا کی تحریر دکھائی جائے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۰ پر مرزا جی لکھتے ہیں:

سوچنا چاہیے کہ احمد بیگ کی نسبت جو میری تکذیب کے لئے کمر بستہ تھا اور دن رات ہنسی اور ٹھٹھا کرتا تھا، کس صفائی سے پیش گوئی نے اپنا ظہور کیا اور وہ میعاد کے اندر محرقہ تپ سے شفاخانہ میں فوت ہو گیا، اور اس کے اقارب میں اس کی موت سے تہلکہ برپا ہوا۔ یہ وہی احمد بیگ ہے جس کے داماد کی نسبت اب تک ہمارے مخالف ماتم اور سیاپا کر رہے ہیں کہ کیوں نہیں مرتا۔ اور نہیں جانتے کہ دائیں ٹانگ تو اس پیش گوئی کی احمد بیگ ہی تھا جس نے اپنی جوانا مرگ مرنے سے ثابت کر دیا کہ پیش گوئی سچی ہے، تو پھر جیسا کہ پیش گوئی میں لکھا تھا کہ احمد بیگ کے موت کے قریب اور موتیں بھی اس کے عزیزوں میں ہوں گی، وہ امر بھی وقوع میں آ گیا اور احمد بیگ کا ایک لڑکا اور ہمشیرہ انہیں ایام میں فوت ہو گئیں، تو اب ہمارے مخالف بتلاویں کہ فقرہ آیہ یصیبکم بعض الذی یعد کم اس پر صادق آیا یا نہیں۔

عبارت مذکورہ سے کیا ثابت ہوا؟ یہ کہ ٹاں ٹاں فش۔ اب سنئے تتمہ صفحہ ۱۳۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے درست ہے، مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبك۔ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اس عبارت میں مرزا نے دورنگی دکھائی ہے نکاح فسخ ہو گیا، یا تاخیر میں پڑ گیا مگر ہم اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۷ سے دکھاتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں سے وہاں صرف تاخیر لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔

اس کلام بے نظام میں مرزا نے جو کچھ کہا ہے ناظرین کے سامنے ہے ایک ہی کتاب میں تاخیر لکھی

اسی کتاب کے دوسرے مقام میں فسخ اور تاخیر دونوں لکھ دی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کیوں ایسا کیا؟ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ گو مرزا جی کے دام افتادہ عقل کے دشمن ہوں مگر مرزا جی تو بڑے ہوش منداور عاقل تھے اس لئے جوں جوں گذرتے تھے مرزا جی کو نکاح سے مایوسی ہوتی جاتی تھی جب تک آپ نے صفحہ ۱۸۷ کا مضمون لکھا تھا تو کچھ امید تھی لیکن کتاب پوری کر کے اس کے تتمہ کے صفحہ ۱۳۲ تک پہونچے تو تاخیر کے ساتھ فسخ کا لفظ بھی بڑھا دیا اور مشہور مثل کو سچا کر دیا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ لیکن دانا جانتے ہیں کہ:

بےخودی بے سبب نہیں غالب   کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مرزائیو! یہی تمہارے نبی کے پرزور الہامات تھے جن کا سر ہے نہ پیر۔ ایمان سے (اگر رکھتے ہو) کہنا یہی وہ تحدی والے الہام ہیں کہ فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ کیا یہ وہی مثل نہیں جو کسی رند کی مشہور ہے کہ، بادل آتا ہے تو میں کہتا ہوں برسے گا، اور میری بیوی کہتی ہے کہ نہیں برسے گا۔ آخر دو میں سے ایک سچا ہوتا ہے۔ بہر حال ولایت گھر میں رہتی ہے۔

مرزائیو! آؤ اب ہم تمہیں ایک روشن دالان میں لے چلیں دیکھو مرزا جی کا اصول ہے کہ:

ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معدوم نہیں سمجھتے۔ ہمیں ملزم کرنے کے واسطے ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیے اجتہادی غلطی رسولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ (تریاق القلوب ص ۱۴)

پس بتلاؤ نکاح کے متعلق تو الہام تھا فسخ یا تاخیر کے متعلق محض مرزا کا اپنا خیال اور اجتہاد ہے ورنہ کوئی الہام ہوتا تو دورنگی کیوں ہوتی کہ فسخ ہو گیا یا تاخیر پڑ گئی۔ پس الہام کے مقابلہ میں ایسا اجتہاد بلکہ محض پیش بندی کا خیال ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔ سنتے ہو یا نہیں؟

احسن صاحب نے اس تاویل میں تو نکاح کے فسخ کا پہلو اختیار کیا ہے مگر دوسری تاویل میں نکاح کو بحال رکھ کر یہ تاویل کی ہے کہ خواب میں نکاح دیکھنا بڑے منصب پر دلالت کرتا ہے نتیجہ یہ کہ مرزا کو بڑا منصب عطا ہوا کہ مرزا کے مرنے کا ذکر تمام اخباروں میں ہوا۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی ص ۲۵۳)

بےحیائی تیرا آسرا۔ ناظرین بغور دیکھیں کہ دجالی پارٹی کیسی کیسی حرکت مذبوحی کرتی ہے کہاں الہام اور کہاں خواب اور کہاں تعبیر آج تک تو دجال اکبر مخالفوں کو کہتا رہا کہ میری اس پیش گوئی کے منتظر رہو اس

کے اجزاء الگ الگ کر کے مزے لیتا رہا (دیکھو شہادت القرآن ص ۸۰۔۸۱) اس کے عزیزوں کو خطوط لکھتا رہا ۔یہاں تک لکھا کہ اگر یہ واقع نہ ہوا یعنی نکاح نہ ہوا تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہرونگا۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

مگر آخر احسن صاحب کی زبانی بات کھلی تو یہ کہ یہ ایک خواب تھا جس کو عربی میں احلام کہتے ہیں مگر ہم اس کے ساتھ اضغاث کا لفظ بڑھا کر اضغاث احلام نام رکھتے ہیں بس اب اتنی ہی نزاع باقی ہے سو اس کے ثبوت کے لئے ہم مفصلہ ذیل حوالے پیش کرتے ہیں۔

جون ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب پر سوال وارد ہوا کہ آپ کی آسمانی منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ ہوا تو آپ نے فرمایا: (دیکھو الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲) وحی الہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں سیکفیك هم الله و یر دها الیك ۔یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائی جاوے پس چونکہ محمدی ہمارے اقارب میں سے بلکہ قریب خاندان میں سے تھی۔یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی۔یعنی احمد بیگ کی پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے پہلے وہ ہمارے پاس تھی پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی سو ایسا ہی ہوگا۔

مرزائیو ایمان سے کہنا اگر ہم کہیں کہ،من چہ گویم تنبورہ من چہ گوید،تو تم لوگ خفا تو نہ ہو گے۔خیر یہ تو تاویلات ان دو ماتحتوں (اڈیٹر بدر اور احسن صاحب) کی تھیں۔اب سنیئے خلیفہ صاحب حکیم نورالدین کی آپ جو فرماتے ہیں وہ ایک نرالی ادا ہے۔کیوں نہ ہو،آخر آپ ہیں کون ؟

خلیفہ صاحب نے آیات قرآنی جن میں بنی اسرائیل کو ان کے سلف کی بدکاریوں پر الزام دیئے گئے ہیں پیش کر کے لکھا ہے کہ اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن مجید پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے

ہیں تو احمد کی بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں۔ میں نے بارہا میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد لله رب العالمین۔(ریویو آف ریلی جنز جولائی۔ص ۲۷۹)۔

ناظرین یہ ہے رأس المجانین کی مجنونانہ بڑ۔ بہر حال اس میں حکیم صاحب کو تسلیم ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوا حالانکہ پہلے دو وکیلوں نے فسخ پر زور دیا تھا۔ خیر اس کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کے حضرت اقدس کی کی ہوئی سناتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت دجال اکبر اس پیش گوئی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

جب یہ پیش گوئی (نکاح والی) معلوم ہوئی...تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا الحق من ربك فلا تکونن من الممترین۔ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ سو اس وقت مجھ پر یہ کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن کریم میں کہا کہ تو شک مت کر سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیت ایسے نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نا امیدی کا میرے پر ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۳۹۸)

ناظرین! بغور دیکھئے کہ ان دو خبطیوں کی تحریروں میں کہاں تک موافقت ہے۔ بڑا خبطی تو اس پیش گوئی کو ایسا یقینی جانتا ہے کہ سخت بیماری میں بذریعہ الہام متنبّی کیا جاتا ہے کہ شک نہ کر تیرا نکاح ضرور ہو گا۔ بھلا اگر یہ مراد ہوتی کہ مرزا کی اولاد، در اولاد کا مسماۃ مذکور کی اولاد، در اولاد سے نکاح ہو گا تو مرزا کو مرنے کے وقت اس پیش گوئی کی فکر کیوں ہوئی۔ مرزائیو! عقل کے دشمنو! سنتے ہو؟ آؤ ہم تمہیں اور بھی کچھ سنائیں گو ہم جانتے ہیں کہ تمہاری کان تو ہیں مگر تم سنتے نہیں۔ تاہم غور سے سنو۔ دجال اکبر اس نکاح والی پیش گوئی کی شہادت میں بزعم خود جناب رسالت مآب ﷺ کی حدیث شریف پیش کرتا ہے۔ غور سے سنو۔ لکھتا ہے کہ:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہو گا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج

اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں جو اتنا تو سوچے کہ بڈھے خبطی نے اس پیش گوئی کے متعلق کیسی کیسی تشریحیں کر کے تمہارے لئے کیسے کیسے گڑھے کھود رکھے ہیں اور یہ راس المجانین تمہیں کس قعر جہنم میں ڈال رہا ہے تمہارا گروہ جس پیش گوئی کو اپنی ذات خاص کے لئے کہتا ہے اس سے اولاد ہونے کا امیدوار ہے بلکہ اپنی امیدواری پر حدیث کو شہادت میں پیش کرتا ہے خلیفہ صاحب اس کو اینچ پینچ کر کے اس کی اولاد در اولاد کو بھی شریک کرتے ہیں پھر ایک طرف ہی وسعت نہیں کرتے بلکہ دونوں طرف یعنی مرزا کی اولاد در اولاد میں سے کوئی اور مسماۃ کی اولاد در اولاد میں سے کسی وقت کسی کی شادی ہو جائے گی واہ سبحان اللہ یہی معنی ہیں

ایں کرامت ولی ماچہ عجب   گربہ شاشد گفت باراں شد

او مرزائیو! او کرشن پینتھیو! آؤ ہم تمہیں ایک اور بات سنائیں سنو قادیانی کرشن کیا کہتے ہیں: ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۷)

پس اب تم خود ہی سوچ لو کہ یہ دونوں بلکہ تینوں (اڈیٹر بدر، احسن اور راس المجانین) تم کو مرزا کے خلاف تاویلیں سنا سنا کر کس گڑھے میں گرا رہے ہیں تم اگر سچے مرزائی ہو تو ان کی ایک نہ سنو بلکہ مرزائی الہامات کے وہی معنی صحیح سمجھو جو خود اعلیٰ حضرت نے کئے ہیں۔ (مرقع قادیانی۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

چیستان مرزا (نمبر ۲)

ہمارے مرزا صاحب کو جو باریک باریک نکات سوجھتے تھے شاید ہی کسی کو سوجھتے ہوں گے۔ ماشاء اللہ آپ کی ذہانت اس مشہور ذہین سے بھی بڑھی ہوئی ہے جس نے تیلی کا کولہو دیکھ کر بہت غور و فکر کے بعد یہ

نتیجہ نکالا تھا کہ یہ آسمانی لوگوں کی سرمہ دانی ہے۔ واہ سبحان اللہ یہ کیا کمال تھا۔ ہمارے مرزا جی میں اس سے بھی زیادہ کمالات ہیں آپ خیر سے کل انبیاء کے ہم نام اور ہم رتبہ ہیں بلکہ کل انبیاء کے اوصاف کمال کے جامع۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حکیم نورالدین لکھتے ہیں:

میں نے اس مضمون کو قبل از عشاء حضرت امام ہمام خلیفۃ اللہ مسیح موعود کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات وخوارق کا انکار۔ یہ لوگ اسی ایک مد میں ان ہزاروں معجزات کو شامل کرتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ سے ظہور میں آئے اور یہ لوگ اوران کے دل و دماغ کے نیچری بھی بدقسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں یا وسوسوں میں مبتلاء ہیں اور جہاں کسی معجزہ کا ذکر ہوا اس کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیا۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تحدی سے دیا جائے کہ جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء کے اور ہمارے نبی ﷺ کے قرآن میں مذکور ہیں ان سب کے صدق اور حقیقت کے ثابت کرنے کرنے کیلئے آج اس زمانہ میں ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعوی ہے کہ اسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالی کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء کو ملی تھیں۔ جو عجائبات خدا تعالی نے حضرت ابراہیم اور موسی کے ہاتھ پر منکروں کو دکھائے وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے۔ کوئی ہے جو آزمائش کے لئے قدم اٹھائے۔ (رسالہ نورالدین۔ ص ۱۲۰)

حضرت عیسیٰؑ سے تو آپ کو مشابہت کا دیرینہ دعوی ہے مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ باوا آدم بھی ہیں، یعنی آپ کا نام ملاء اعلی میں آدم ثانی بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا آدم ثانی ہونا بڑے شدومد سے ثابت کیا ہے۔ غور سے سنئے آپ فرماتے ہیں:

سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے اس زمانہ میں خدا تعالی نے ایک شخص کو حضرت آدم کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے۔ اور اس کا نام بھی آدم رکھا جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں جلالی اور جمالی سے پیدا کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ

تھا جس سے یہ آدم روحانی تولد پاتا۔اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کی رو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا گیا تھا۔یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا جیسا کہ الہام: یـا آدم اسـکن انـت و زوجك الـجـنّة میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالی سے الہام پا کر یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خلقت کی رو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم اولاد ہو گا کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا مولود تھا،سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال وتمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو،یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

اب یاد رہے کہ اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیش گوئی کے مطابق بھی ہوئی ،یعنی میں توام (جڑواں) پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ یـا آدم اسـکن انت و زوجك الجنة جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔غرض چونکہ خدا تعالی نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے، منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش زوج کے طور پر تھی۔یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔میں ان کیلئے

خاتم الاولاد تھا۔ اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہل کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ مہدی آخری جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا، خدا سے براہ راست ہدایت پائے گا، جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی تھی۔ اور وہ ان علوم و اسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حامل ہوا تھا۔ اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پر پیدا ہوگا یعنی مذکر اور مونث دونوں پیدا ہوں گے۔ جس طرح آدم کی پیدائش تھی کہ ان کے ساتھ ایک مونث بھی پیدا ہوئی تھی، یعنی حضرت حوا علیہا السلام۔، اور خدا نے جیسا کہ ابتداء میں جوڑا پیدا کیا مجھے بھی اس لئے جوڑا پیدا کیا کہ تا اولیت کو آخریت کے ساتھ مناست تام پیدا ہو جائے۔ یعنی چونکہ ہر ایک وجود سلسلہ بروزات میں دور کرتا رہتا ہے اور آخری بروز اس کا بہ نسبت درمیانی بروزات کے اتم اور اکمل ہوتا ہے۔ اس لئے حکمت الہیہ نے تقاضا کیا کہ وہ شخص جو آدم صفی اللہ کا آخری بروز ہے وہ اسکے واقعات سے اشد مناسبت پیدا کرے۔ سو آدم کا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی پیدا کیا سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو بھی پیش آیا کہ اس کے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی۔ اور اسی آخری آدم کا نام عیسی بھی رکھا گیا، تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت عیسی کو بھی آدم صفی اللہ کے ساتھ ایک مشابہت تھی لیکن آخری آدم جو بروزی طور پر عیسی بھی ہے، آدم صفی اللہ سے اشد مشابہت رکھتا ہے کیونکہ آدم صفی اللہ کیلئے جس قدر بروزات کا دور ممکن تھا وہ تمام مراتب بروزی وجود کے طے کر کے آخری آدم پیدا ہوا ہے اور اس میں اتم اور اکمل بروزی حالت دکھائی گئی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا کا کلام اور الہام ہے کہ خلق آدم فاکرمہ یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ سے اس کو فضیلت بخشی۔ اس الہام اور کلام الہی کے یہی معنی ہیں کہ گو آدم صفی اللہ کیلئے کئی بروزات تھے جن میں سے حضرت عیسی بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔

(تریاق القلوب۔ص ۱۵۶۔۱۵۷؛ قادیانی خزائن۔ج ۱۵ص ۴۷۶۔۴۸۱)

یہ ایسی پرزور دلیل ہے کہ کوئی جواب نہ دے سکے مگر افسوس ہے مخالفت نے مخالفوں کے دانت ایسے تیز کرر کھے ہیں کہ ایسی صاف اور شستہ تقریر پر بھی اعتراض کرتے ہیں مثلاً یہ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت آدم اور حوا، توام (جوڑے) پیدا ہوئے تھے۔ یہ دعویٰ محض بے ثبوت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے ۔قرآن شریف میں صاف مذکور ہے خلق منها زوجها (خدا نے آدم کی بیوی اس میں سے یا اس کی جنس سے پیدا کی) ان دونوں توجیہوں کو تو الفاظ قرآنی برداشت کر سکتے ہیں مگر آپ نے جو فرمایا ہے کہ آدم اور حوا، توام (جوڑے) پیدا ہوئے تھے یہ محض گپ ہے۔ (مرزائیو! کیا کہتے ہو؟)

اسی ضمن میں مرزا صاحب نے شیخ اکبر ابن العربی کا قول بھی نقل کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فص شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیش گوئی فص آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سر لابیه کا مصداق سمجھ کر اسی فص میں اس کو لکھ دیا ہے۔ ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے:

و علی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من هذا النوع الانسانی و هو حامل اسراره و لیس بعده ولد فی هذا النوع فهو خاتم الاولاد۔ و تولد معه اخت له فتخرج قبله و یخرج بعدها یکون رأسه عند رجلیها۔ و یکون مولده بالصین و لغته لغت بلده۔ و یسری العقم فی الرجال و النساء فیکثر النکاح من غیر ولادة ۔و یدعوهم الی اللّٰه فلا یجاب ۔

(تریاق القلوب۔ص ۱۵۸؛ قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: مناسب ہے کہ اس عربی عبارت کا ترجمہ پہلے ہم ناظرین کو سنا لیں تاکہ مرزا صاحب کی غلط بیانی ان کو بخوبی ذہن نشین ہو سکے۔ ترجمہ یہ ہے :

حضرت شیث کے طریق پر سب سے آخر نوع انسانی کا ایک بچہ پیدا ہوگا۔ پس وہ نوع انسانی کے لئے خاتم الاولاد ہوگا اس کے ساتھ اس کی ایک ہمشیرہ پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ اس

کے بعد نکلے گا۔اس لڑکے کا سر اپنی ہمشیرہ کی دونوں ٹانگوں میں ہوگا۔اور اس بچے کی ولادت چین میں ہوگی۔اوراس بچے کی زبان یعنی گفتگو اسی (چینی) زبان میں ہوگی۔اس بچے کے بعد مردوں اور عورتوں میں عقم یعنی بے اولادی عام ہو جائے گی،نکاح تو زیادہ ہوں گے مگر بغیر اولاد کے۔وہ بچہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا مگر اس کی سنی نہ جائے (یعنی کوئی شخص اس کی ہدایت پر عمل نہ کرے گا)

اس کلام کا صاف مطلب ہے کہ قریب قیامت کے نوع انسان میں ایک بچہ چین کے ملک میں پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر چینی زبان میں چینیوں کو وعظ کرے گا اس سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔اب غور سے سنیئے کرشن قادیانی اس کو اپنے پر کس طرح لگاتے ہیں۔فرماتے ہیں:

یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا۔اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے۔اوراس کو وہ علوم واسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے۔اوراس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔اور اس فقرہ کے یہ بھی معنی ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔اوراس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہو گی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ اس کے بعد نکلے گا۔اس کا سر اس دختر کے پیروں سے ملا ہوگا۔یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر۔اور اسکے پیروں کے بعد بلا توقف اس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی)۔اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت کرے گا۔نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے مگر کوئی صالح بندہ پیدا نہیں ہوگا۔اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا مگر وہ قبول نہیں کریں گے (آپ کے تو لاکھوں مرید ہیں،آپ پر کس طرح صادق آسکتا ہے۔ثناءاللہ)

اوراس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے:

پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اس کے پیدا

ہوئی۔ پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اول اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے اس لئے اس نے ابتداء سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری، پسر اول سے مشابہت رکھے۔ پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیش گوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے۔ اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیش گوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اس کے بعد یعنی اس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے۔ اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام ۔ پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(تریاق القلوب۔ص ۱۵۸۔۱۵۹؛ قادیانی خزائن ج ۱۵ص ۴۸۲۔۴۸۳)

مرزائیو! ایمان سے کہنا عربی عبارت سامنے رکھ کر اپنے پیر کے کمالات کو سمجھ کر کہنا۔ کیا عربی عبارت کا یہی مطلب ہے جو کرشن جی کہتے ہیں؟ بھلا اتنا تو بتلاؤ کہ یعنی دریعنی لگانے کا کرشن جی کو کیا حق ہے۔ کیا تم ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ یکون مولدہ بالصّین کے مطابق مرزا پر یہ عبارت چسپاں ہو سکتی ہے؟ پھر اس طرفہ پر طرہ یہ کہ آپ حقیقۃ الوحی میں اسی عبارت کو ایسا صاف محرف کرتے ہیں کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن العربی نے لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہوگا

(حقیقۃ الوحی ص ۲۰۱ ؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۲۰۹)

اس کمال جرأت کو دیکھئے کہ جس عبارت کو آپ ہی نقل کرتے ہیں اسی کو دوسرے مقام پر ایسا بگاڑ دیتے ہیں۔ ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب اس جگہ تو حضرت ابن العربی کا قول سند لاتے ہیں مگر تقریر وحدۃ الوجود میں انہی ابن العربی اور ان کے مذہب کی نسبت وہ بے نقط سنائی ہیں کہ الاماں۔ مگر یہاں ان کے قول کو (اور وہ بھی محرف کر کے) سنداً پیش کیا ہے۔ کیا سچ ہے:

اس نقش پا کے سجدہ نے یاں تک کیا ذلیل ۔۔۔ میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

ہم نے مسیح موعود کو کیا دیکھ کر قبول کیا

اس عنوان سے ایک طویل مضمون قادیانی اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء میں نکلا ہے جو کئی ایک نمبروں میں ختم ہوا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ دو فقروں میں ہے جو مرزائی راقم ہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کا دار و مدار آ کر آخر کار اسی مرکز پر ٹھہرتا ہے کہ یہ تمام اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے اور کہ اسلام میں یہ طاقت موجود ہے کہ اس کی پیروی کرنے سے اس کا ایک سچا پیرو وحی والہام سے مشرف کیا جاسکتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس پہلو کو اختیار کریں جو اصل الاصول اور نتیجہ خیز پہلو ہے

(الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ص ۷ کالم ۲)

مرزائی راقم مضمون کی یہ تقریر دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو یہ کہ اسلام میں یہ برکت ہے۔ بہت خوب ہمیں اس سے تو بحث نہیں۔ دوسرا حصہ جو آپ کی اصل مراد ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب اس کا زندہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی ہمیشہ اسلام کا نمونہ اپنے وجود بے جود ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ (دیکھو تریاق القلوب ۔ص ۵۴؛ خزائن ج ۱۵ ص ۲۴۹)

پس اس دوسرے حصہ پر ہماری بحث ہوگی، یعنی اس امر پر کہ مرزا صاحب واقعی مورد الہام و وحی ہیں ۔لیکن اس بحث سے پہلے ہم ناظرین کو ایک خوش خبری سناتے ہیں کہ مرزائی جنگ کا صحیح نقشہ جو ہم نے آج سے سال ہا سال پہلے پبلک میں پیش کیا تھا جس کو اس وقت مرزائیوں نے غلط سمجھا تھا، راقم مضمون نے اسی کو صحیح سمجھا ہے۔ وہ نقشہ ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھ دیا تھا کہ مرزائی مباحث میں زور صرف اس بات پر ہونا چاہیے کہ مرزا جی کے الہامات صحیح ہیں یا غلط؟ اس کا نتیجہ بھی یہی بتلایا تھا کہ اگر مرزا جی اپنے الہامات میں سچے

ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ پھر جو کچھ وہ فرمائیں یا کسی آیت کی تفسیر کرینگے وہی صحیح ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے الہامات میں کاذب ہیں تو گو بعض فروعی مسائل میں وہ حق بجانب ہوں یا ان کا پہلو قوی ہو تو بھی وہ مسیح موعود یا مہدی مسعود نہیں ہوسکتے۔ الحمدللہ کہ ہمارا پیش کردہ نقشہ آج مرزائی کیمپ میں بھی منظور ہوگیا۔

الحمدللہ کہ موضوع بحث تو مقرر ہوگیا، اس لئے سڑک صاف ہے۔ پس اب ہم ناظرین کو خوش خبری سناتے ہیں کہ اس موضوع میں ہمارا ایک زبردست رسالہ ہے جس کا نام ہے، الہامات مرزا۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے الہامات کا وہ مدلل خاکہ اڑایا ہے کہ آج تک نہ مرزا سے نہ کسی مرزائی سے اس کا جواب بن پڑا ہے۔ اس جگہ ہم بطور نمونہ مرزا جی کے الہامات کا نقشہ بتلاتے ہیں۔ غور سے سنئیے!

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں یوں تو بقول ان کے سینکڑوں تک پہنچتی ہیں مگر وہ عموماً اسی قسم کی ہیں جو گذشتہ ایام میں اخبار جامع العلوم مرادآباد کے شوخ مزاج اڈیٹر نے ایک پنڈت جی کی نسبت کی تھیں کہ صبح اٹھتے ہی پنڈت جی کو پائخانہ پیشاب کی حاجت ہوگی۔ پنڈت جی کھانا کھائیں گے تو سیدھا ان کے معدہ میں اتر جائے گا۔ غرض مرزا جی کی پیش گوئیاں بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں۔ مگر چند ایسی بھی ہیں کہ ان کو مرزا صاحب خود بھی اپنے لئے مدار صدق و کذب جانتے اور بتلاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ان پیش گوئیوں کی فہرست مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بتلادیں۔ مرزا صاحب رسالہ شہادۃ القرآن میں عبداللہ آتھم، پنڈت لیکھرام، مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی نسبت پیش گوئیوں کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:

> یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت عظیم الشان ہے

(شہادۃ القرآن از مرزا۔ ص۸۰؛ خزائن ج۶ ص۳۷۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ اور ان کے داماد والی پیش گوئی کو مسلمانوں سے متعلق بتلایا ہے۔ گو ہمارا حق ہے کہ ہم سب پیش گوئیوں کی جانچ کریں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے اس تقریر میں صرف ایک ہی پیش گوئی کو ہمارے حصہ میں دیا ہے اس لئے ہم بھی سردست اسی ایک کو بطور نمونہ جانچتے ہیں۔

شکر ہے کہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہوا ہے۔ آپ رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں :

قال انّها (عبارت اسی طرح ہے۔ ثناءاللہ) سیجعل ثیبة و یموت بعلها و ابوها الی ثلاث سنة من یوم النکاح ثمّ نردها الیك بعد موتهما و لا یکون احدهما من العاصمین ۔(اخیر صفحہ سرورق کرامات الصادقین۔ خزائن ج ۷ ص ۱۶۲)۔ یعنی خدا نے کہا کہ وہ عورت یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی (جس کے نکاح میں آنے کے مرزا صاحب کو الہام ہوتے تھے اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی) بیوہ ہو جائے گی اس کا خاوند اور اسکا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر جائینگے۔ پھر ہم (خدا) اس کو تیرے (مرزا کے) پاس (نکاح میں) لے آئینگے اور ان دونوں میں سے اسکی حفاظت کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔

اس تحریر میں مرزا صاحب نے احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت یوم نکاح سے تین سال تک بتلائی ہے۔ اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ اس پیش گوئی کی آخری تاریخ کیا ہے۔ شکر بلکہ صد شکر ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیں اس امر کی تحقیق کرنے سے بھی سبک دوش کر دیا۔ آپ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے،

(شہادۃ القرآن۔ ص ۷۹؛ قادیانی خزائن ج ۶ ص ص ۳۷۵)

یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ احمد بیگ کا داماد ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کو دنیا میں نہ رہنا چاہیے تھا۔ مگر ناظرین کس حیرت سے سنیں گے کہ باوجودیکہ میعاد کو ختم ہوئے آج ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۸ء۔ کو تیرہ سال سات ماہ مدت گذر چکے ہیں مگر وہ جوان آج تک زندہ سلامت ہے جس کی زیست کی خبریں سن سن کر مرزا جی اندر ہی اندر کڑھتے ہیں۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی وحی اور الہام کا نمونہ جو آپ حضرات نے دیکھ لیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ راقم مضمون مرزا جی کی بگڑی ہوئی وحی کو کیونکر سنوارتا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے

تروح الی العطار تبغی شبا بھا　　و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

(ایک بڑھیا عورت وسمہ لینے کو جا رہی تھی کہ سر کے بالوں کو سیاہ کرے ایک شوخ طبع شاعر نے اسے دیکھ کر یہ شعر پڑھا کہ عطار کے پاس جوانی کا ساز وسامان لینے چلی ہے۔ بھلا جو زمانے کے اثر سے خراب ہو چکا ہے اسے عطار کیا سنوارے گا)۔ یہ شعر مرزا صاحب اور اس کے ماننے والوں کے حق میں بہت مفید ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کوئی پیش گوئی مرزا صاحب نے ایسی نہیں کی جو پیش از وقت صاف بتلائی ہو پھر اس کا وقوعہ بھی اسی طرح ہوا ہو۔ اور جن کا وقوعہ بتلایا جاتا ہے وہ ایسی گول مول ہیں کہ موم کی ناک سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ ہم اس بات اس امر کے ثابت کرنے کے لئے بفضلہٖ تعالی کافی مصالحہ رکھتے ہیں اچھا ہوا کہ نامہ نگار مذکور نے یہ پہلو خود ہی اختیار کیا۔

مرزا قادیانی اپنے منہ سے کافر

آج کل مرزا صاحب کے کافر ہونے نہ ہونے پر بہت کچھ موشگافیاں ہو رہی ہیں مگر ہم جس طریق سے مرزا جی کا کافر ہونا ثابت کریں گے وہ سب سے آسان تر ہے اور لطف یہ ہے کہ مرزا جی کا اپنا اقرار ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں:

ما کان لی ان ادّعی النّبوّۃ و اخرج من الاسلام و الحق بقوم کافرین

۔ (حمامۃ البشری ص ۷۹۔ خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) (یعنی یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جا ملوں)

مرزا جی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ دعوی نبوت اسلام سے خارج ہونے اور کافر ہونے کا موجب ہے۔ اب سنیے! مرزا جی نے نبوت کا دعوی کیا ہے یا نہیں؟ پرانے حوالے تو سب لوگوں کو معلوم ہیں کہ کس کس آن بان سے اظہار نبوت ہوتا تھا مگر آج ایک نیا حوالہ سب سے واضح تر بتلا کر مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسے شخص کے پیچھے پڑے ہو جو بقول خود کافر ہے۔ مرزائیو! نیچے کا حوالہ بغور سنو۔ مرزا جی کہتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں..بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔ (بدر۔۵ مارچ ۱۹۰۸ء؛ قادیانی ملفوظات۔ج ۱۰ص ۱۲۷)

مطلب یہ کہ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ میں حضرات ہارونؑ، زکریاؑ، یحیؑ وغیرہ کی طرح نبی ہوں۔

بہت خوب!

یار ما امسال دعوی رسالت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

مرزائیو! دیانتداری سے ان دونوں کلاموں کو ملا کر نتیجہ نکالو۔تم میں سے جو ذرا منطق جانتے ہوں ان کی آسانی کے لئے ہم یہاں صغری کبری بنا کر نتیجہ بتلاتے ہیں۔سنو :

مرزا نے دعوی نبوت کیا (صغری)۔

بقول مرزا جی دعوی نبوت کرنے والا کافر ہے(کبری)۔

نتیجہ تم خود سوچ لو کہ کون کافر ہے۔

(مرقع قادیانی،امرتسر۔اپریل ۱۹۰۸ء)

قادیانی سوال، ثنائی جواب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تازہ تصنیف حقیقۃ الوحی میں مجھ سے ایک سوال کیا ہے جو واقعی قابل قدر ہے۔گو مرزا صاحب ہمارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتے،مگر ہم کیوں نہ دیں؟ پس میں پہلے مرزا صاحب کے سوال کو انہی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔مگر اس سوال کی وجہ مرزا صاحب کو یہ پیش آئی ہے کہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار اہل حدیث میں لکھا گیا تھا کہ عبدالکریم،امام مرزا کی نسبت مرزا صاحب کو کوئی ایک

الہام صحت یاب ہو جانے کے ہوئے تھے، تاہم وہ مر گیا۔اس پر مرزا صاحب نے میری نسبت غصہ ظاہر کیا ہے ۔آپ فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ میرے نشانوں کو سن کر مولوی ثناءاللہ کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچے حیلے پیش کیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہی عادت دکھلائی اور محض افتراء کے طور پر اپنے پرچہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء میں میری نسبت یہ لکھ دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت ان کو الہام ہوا تھا کہ وہ ضرور صحت یاب ہو جائے گا مگر آخر وہ فوت ہو گیا۔ اس افتراء کا ہم کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین مولوی ثناءاللہ صاحب ہمیں بتلائیں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا شائع ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار الحکم اور بدر میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے؟ یعنی کفن میں لپیٹا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر انّا للّٰہ و انّا الیہ را جعو ن اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا ۔ انّ المنا یا لا تطیش سہا مہا یعنی موتوں کے تیر ٹل نہیں سکتے۔

واضح ہو کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم صاحب کی نسبت تھے۔ہاں ایک خواب میں ان کو دیکھا تھا کہ گویا وہ صحت یاب ہیں مگر خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں ۔اور تعبیر کی کتابیں دیکھ لو، خوابوں کی تعبیر میں کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت ہوتی ہے۔کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اور اس کی تعبیر زیادتِ عمر ہوتی ہے۔ یہ حال ان مولویوں کا ہے جو بڑے دیانت دار کہلاتے ہیں جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں ۔ایسے جھوٹ کو خدا نے رجس سے مشابہت دی ہے۔مگر یہ لوگ رجس سے پرہیز نہیں کرتے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۳۶ ؛ خزائن ص ۲۲ ص ۴۵۸۔۴۵۹)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: شکر صد شکر کہ مرزا صاحب بھی اس اصول میں ہمارے ساتھ متفق ہوئے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں ۔ پس اب ہمیں واقعات صحیحہ سے یہ بتلانا ہے کہ جھوٹ کون بولتا ہے؟ ہمارے مرزائی دوست ہم کو صحیح صحیح واقعات پیش کرنے میں معذور سمجھیں اور یہ جانیں کہ

اگر ہم ان واقعات کو پیش نہ کریں گے تو وہ کسی طرح مٹ نہ جائیں گے۔ پس وہ ٹھنڈے دل سے ان واقعات کو سنیں اور سچ جھوٹ کو بڑی متانت سے جانچیں۔ میں جانتا ہوں کہ انسان فطرۃً مجبور ہے کہ محبوب کے عیوب دیکھنے اور سننے کے وقت اس کی آنکھ اور کان بند ہو جاتے ہیں لیکن ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ نہ سنیں گے تو ان کے مخالف تو ضرور سنیں گے۔ پھر کسی موقع پر اچانک ان کے سامنے اگر وہ واقعات پیش ہو گئے تو کیا جواب دیں گے۔ اس لئے ذرہ انصاف اور حوصلہ سے سنیں۔ ہم سے جہاں تک ہو سکا ہے اس مضمون میں مرزائیوں کی دل شکنی کا بہت لحاظ رکھا ہے حتی المقدور ان الفاظ سے جن کے ہم مرزا صاحب کو مستحق جانتے ہیں کام نہیں لیا تا کہ ہمارے مرزائی دوستوں کو اصل مضمون سمجھنے میں مانع نہ ہوں۔ بہر حال بغور سنیئے۔

عبارت مرقومہ بالا میں مرزا صاحب قادیانی نے ایک تو اس سے انکار کیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت کوئی الہام صحت کا نہیں ہوا تھا۔ دوم، کفن، ۴۷ سال اور منایا والے الہامات سب مولوی عبدالکریم کے حق میں تھے۔ بس ان دو تنقیحی امور کا تردیدی ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ ناظرین، خصوصاً مرزائی دوست بغور سنیں۔

مولوی عبدالکریم کی علالت کی خبر پہلے پہل الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء میں نکلی تھی جس میں بہت بڑی تمہید کے بعد مرزا صاحب کے چند ایک الہامات درج تھے، جو یہ ہیں:

> ۳۰۔ اگست ۱۹۰۵ء: مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا (خواب) میں دیکھا کہ مولوی نور الدین ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی (عبدالکریم) صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔ (قادیانی تذکرہ طبع ۳ص ۵۵۹؛ الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

گو یہی ایک الہام معہ الہامی تفسیر کے ہمارے دعویٰ کے اثبات کے لئے کافی ہے مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اور بھی بہت کچھ پیش کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنئے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کے الحکم میں ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ لکھا ہے:

> (مرزا صاحب نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان میں قدرت اور غیب ملا

ہوا ہوتا ہے اور انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ ان کو ظاہر کر سکے ۔ فرمایا مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا وقت ؟ اور ظاہر کی رو سے بھی معاملہ خوفناک تھا۔ کیونکہ ذیابیطس والے کو سرطان ہو جائے تو پھر بچنا مشکل ہوتا ہے ۔ اس دعا میں، میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غم ناک دل کو تشفی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے ۔

(صفحہ ۳ کالم ۲ ۔ الحکم ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء؛ قادیانی ملفوظات ۔ ج ۸ ص ۷)

۹ ستمبر کا واقعہ اس سے بھی واضح تر ہے ۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے :

حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر رؤیا ہے جس کو میں نے اس مضمون کے آخر میں درج کر دیا ہے ۔ فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے تھے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے ۔ اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے ہیں تو خدا کی عجب قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے و الحمد للّٰہ علی ذلك ۔ غرض اس وقت تک زخم کی حالت اچھی ہے اور مولوی صاحب روبصحت ہیں ۔ ضعف اور نقاہت ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کئی دن سے کھایا کچھ نہیں، تھوڑی سی یخنی یا دودھ پیتے ہیں ۔ بہرحال رب کریم کے حضور بہت بڑی امیدیں ہیں کہ وہ اپنے بندے کو ضائع نہ کریگا ۔ جماعت کا فرض ہے کہ مولوی صاحب کیلئے خاص طور پر دعائیں کرے (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

مرزائی دوستو! اس حوالہ کو دیکھ کر بھی تم لوگ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے اعلی حضرت کس قدر راست گو ہیں ۔ واللہ سچ کہتا ہوں کہ خاکسار کو مرزا صاحب پر اتنا رحم نہیں آتا جتنا تم لوگوں کے حال پر رحم بلکہ افسوس ہوتا ہے کہ تم لوگ بے خبری میں ایسے گڑھے میں گرے ہو کہ اس سے باہر نکلنا تمہارا مشکل ہے ۔ ان حضرت کی شان کو تو میں اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کی نسبت میں کاذب یا کذاب کا لفظ لکھوں ۔ مرزا صاحب کے مباحثات

کی بنیاد اب کسی معقول یا منقول پر مبنی نہیں رہی بلکہ واقعات کی تحقیق پر مبنی ہے جس میں ہر ایک عالم اور جاہل حصہ لے سکتا ہے۔

اور سنیئے ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء کے الحکم میں لکھا ہے :

مرزا صاحب نے ۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو رؤیا دیکھا کہ مرزا غلام قادر صاحب میرے بڑے بھائی نہایت سفید لباس پہنے ہوئے میرے ساتھ جا رہے ہیں اور کچھ باتیں کرتے ہیں ایک شخص ان کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ یہ کیسی فصیح بلیغ گفتگو کرتے ہیں گویا پہلے سے حفظ کر کے آئے ہیں۔فقط۔

فرمایا: ہمارا تجربہ ہے کہ جب کبھی ہم اپنے بھائی صاحب کو خواب میں دیکھتے ہیں تو اس سے مراد کسی مشکل کام کا حل ہونا ہوتا ہے۔آج کل چونکہ مولوی عبدالکریم کے واسطے بہت دعا کی جاتی ہے اس واسطے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے گا۔غلام قادر سے خدائے قادر کی قدرت کی طرف اشارہ ہے۔(الحکم مذکور۔ص۱؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۲۷)۔

پھر صفحہ ۲ پر لکھا ہے :

شیخ نور احمد نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم مسجد میں کھڑے ہیں اور وعظ کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں اولئك على هدى من ربهم و اولئك هم المفلحون ۔فرمایا اس سے بظاہر مولوی صاحب کی صحت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے و الله اعلم (الحکم مذکور۔ص۲ کالم ۲؛ قادیانی ملفوظات۔ج۸ ص۱۳۔۱۴)

پھر کالم نمبر ۴ پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔لکھا ہے :

۲۱ ستمبر کو اعلیٰ حضرت (مرزا) مولوی (عبدالکریم) صاحب کے لئے بہت دعا کرتے رہے اس پر الہام ہوا طلع البدر علينا من ثنية الوداع ۔ (الحکم مذکور ص۲؛ تذکرہ طبع ۳ ص ۵۶۸؛ ملفوظات۔ج۸ ص ۲۸۴)۔ (یعنی ہم پر بدر چڑھا جس کا صاف مطلب ہے کہ عبدالکریم صحت یاب ہوگا)۔

مرزائی دوستو! ہمارے حوالہ جات کو دیکھ کر بتلا سکتے ہو کہ مرزا صاحب نے کوئی الہام یا خوش خبری مولوی عبدالکریم کے لئے ظاہر نہیں کی؟ اگر نہیں کی تو اوپر کی عبارات کا کیا مطلب ہے۔کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ

تم لوگ اگر محبت میں پھنس کر واقعات صحیحہ کو نہ دیکھو گے تو کیا دنیا بھی اندھی ہے۔ اور اگر ان حوالہ جات میں کوئی الہام تسلی بخش یا خوش خبری صحت بخش ہے تو پھر یہ حضرت کیوں انکار کرتے ہیں، جو حقیقۃ الوحی میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم اسی بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہوگئے۔ ان کے لئے بھی میں نے دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا۔
>
> (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۲۶؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۳۳۹)

مرزائیو! کیا تم حوصلہ کر سکتے ہو کہ آن حضرت (مرزا) یا ان کے خلیفہ سے دریافت کرو کہ جھوٹ بولنا نجس کھانے کے برابر ہے یا کم وبیش؟ اور یہ کہ قادیانی اصطلاح میں جھوٹ بولنا لازمہ نبوت ہے یا منافی نبوت؟

ہم نے تو اپنے دعویٰ کا کافی ثبوت دے دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت صحت کے الہام تھے یہاں تک کہ مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ خدا نے مولوی عبدالکریم کا نام بھی لے دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ ثبوت کیا ہوسکتا ہے۔ اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

رہا دوسرا حصہ کہ کفن میں لپیٹا گیا ۴۷ سال کی عمر وغیرہ، سو اس کے متعلق بھی ہم اصل اور صحیح واقعات پیش کر دیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ہے اس لئے ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے پاس سے کچھ جواب دیں۔ پس بغور سنئے۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں یہ الہامات درج ہیں جو معہ تفسیر مرزائی کے ہم نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔

> ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ سینتالیس سال کی عمر۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ اس سے دوسرے دن ۳ ستمبر کو ایک شخص کا خط آیا جس نے اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کر کے لکھا اب میری عمر سینتالیس سال کی ہے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعو ن۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اس کے مضمون سے پہلے ہی اطلاع دی جاتی ہے۔
>
> (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء؛ قادیانی تذکرہ۔ طبع ۳۔ص ۵۶۶۔۵۶۷)

۹ستمبر ۱۹۰۵ء۔ انّ المنا یا لا تطیش سھا مھا کفن میں لپیٹا ہوا۔فرمایا معلوم نہیں یہ الہامات کس کے متعلق ہیں۔ (الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء ؛ قادیانی تذکرہ۔ص ۵۶۴)

مرزائیو! اعلیٰ حضرت کے کرشمے خوب غور سے دیکھو، کیا فرمارہے ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں ۴۷ سال والے الہام کی تشریح تو خود مرزا صاحب نے آپ ہی کر دی کہ کسی تائب شخص کے حق میں ہے باقی دو کی بابت خود اقرار ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ کس کے حق میں ہیں۔ البتہ ایک الہام باقی رہ گیا کہ، اس نے اچھا ہونا ہی نہیں،۔ سو اس کا کہیں حوالہ نہیں دیا کہ کس زمانے کا ہے اور کب شائع کیا تھا اور اس کا اشارہ کس طرف تھا۔ خدارا اتنا تو سوچو کہ ایک طرف تو مرزا جی کہتے ہیں:

آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے تھے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی عبدالکریم کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔

(الحکم ۱۰ستمبر ۱۹۰۵ء ؛ قادیانی تذکرہ طبع ۳ ص ۵۶۳)

پھر ساتھ ہی اس کے یہ الہام ہوا کہ:

اس نے اچھا ہونا ہی نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۲۶؛ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۸)

تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ایک ہی واقعہ کی نسبت دو متضاد الہام کیا بتلا رہے ہیں۔ معلوم نہ ہو تو قرآن مجید کا عام اصول دیکھو کیا ہے؟ غور سے سنو! لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیرا (النساء:۸۲) مطلب یہ کہ اختلاف بیانی دلیل ہے کہ یہ کلام خدا کے ہاں سے نہیں ہے۔

مرزائی دوستو! آؤ ہم ایک لطیف تفسیر ان الہاموں کی تم کو سنائیں۔ مگر خدارا ذرا دل کو کدورت سے صاف کر کے سننا۔ انہی الہامات کی تفسیر مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔ توجہ سے سنو اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

حضرت مولوی عبدالکریم کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ستمبر کو (مرزا نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے۔ آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے الہامات پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے ا ذا جا ء افوا ج وسم من

السماء اور کفن میں لپیٹا گیا اور انّ المنا یا لا تطیش سھا مھا یہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضا وقدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل ورحم سے ردّ بلا کر دیا (یعنی عبدالکریم اب نہیں مریگا)

۱۰ ستمبر نماز صبح کے وقت رؤیا۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے اس کے آگے ایک سفید چبوترہ ہے جس کی کرسی بہت بلند ہے اس پر مولوی عبدالکریم سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں اور اس جگہ میں پانچ چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ کو آپ کی صحت کی مبارک باد دیتا ہوں۔ اور پھر میں رو پڑا اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولوی صاحب بھی رو پڑے۔ پھر میں نے کہا دعا کرو اور دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی (مرزانے) فرمایا اس خواب کے تمام اجزاء مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دیتے ہیں۔ سورہ فاتحہ پڑھنے کی تعبیر بھی یہی ہے کہ انسان کوئی ایسا امر دیکھے جو اس کو خوش کرنے والا ہو اور فرمایا جو الحمد خواب میں پڑھتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(الحکم ۱۰ستمبر۱۹۰۵ء ص ۱۲؛ قادیانی تذکرہ طبع ۳ص ۵۶۵_۵۶۶)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ناظرین بغور ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا صاحب جن الہامات کو خود ایک جگہ بلا تعیین لکھ چکے ہیں اور دوسری جگہ ان کو تقدیر مستر د بتلا چکے ہیں پھر کس قدر جرأت ہے کہ انہی الہامات کو عبدالکریم کی موت پر پیش کر کے اپنے تمام سابقہ نوشتوں پر پانی پھیرتے ہیں۔

خیر یہ تو ہوا واقعات کا اظہار، اب سنیئے اس کا نتیجہ:

مرزا صاحب اور ان کے معتقدین بڑے فخر سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا جی کی دعا ردّ نہیں ہوتی اور اسی کو وہ اپنے معجزات میں اول نمبر شمار کیا کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مجھے بارہا خدا تعالی مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۵ ص۴ مورخہ ۵نومبر ۱۸۹۹ء۔ خزائن ج۱۵ ص۵۱۵)

اور اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

حضرت خلیفۃ اللہ (مرزا) کے لئے اس دن سے کہ مولوی (عبدالکریم) صاحب پر عمل جراحی کیا گیا، رات کا سونا قریباً حرام ہو گیا۔ باوصفیکہ چوٹ لگنے اور بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے حضرت اقدس (مرزا) کو تکلیف تھی اور دوران سر کی بیماری کی شکایت تھی لیکن یہ کریم النفس وجود ساری رات رب رحیم کے حضور مولوی عبدالکریم کیلئے دعاؤں میں لگا رہا... یہ ہمدردی اور ایثار ہر شخص میں نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور ماموروں ہی کی یہ شان ہے کہ اپنی تکالیف کو بھی دوسروں کے مقابلہ میں بھول جاتے ہیں اور نہ صرف بھول جاتے ہیں بلکہ قریب بہ موت پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ہاں ان کے دل میں کسی بندہ کیلئے خاص طور پر اضطراب اور قلق کا پیدا ہونا خود اس بندہ کی عظمت اور وقعت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت اقدس نصف شب سے آخر شب تک دعاؤں میں مصروف رہے اور اس اثنا میں مولوی صاحب ممدوح کے دروازہ پر آ کر حال بھی پوچھا۔ ساری دنیا سوتی تھی مگر یہ خدا کا جری جاگتا تھا، اپنے لئے نہیں اپنی اولاد کے لئے نہیں، اپنے کسی ذاتی مقصد کیلئے نہیں، صرف اس لئے کہ تا رحیم وکریم مولا کے حضور اپنے ایک مخلص کی شفا کیلئے دعا کرے۔ فرمایا میں نے ہر چند چاہا کہ دو چار منٹ کے لئے ہی سو جاؤں مگر میں جانتا ہی نہیں کہ نیند کہاں چلی گئی۔ یہ باتیں آپ نے ایک روز صبح کو بیان فرمائیں۔ بعض خدام نے عرض کی کہ حضور اس وقت جا کر آرام کر لیں۔ فرمایا یہ اپنے اختیار میں تو نہیں۔ میں کیونکر آرام کر سکتا ہوں جب کہ میرے دروازہ پر ہائے ہائے کی آواز آ رہی ہے۔ میں تو اس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحب کو ہوا دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں اوپر نہیں گیا۔ (الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۹)

ان حضرت کی دعاؤں کے علاوہ اصحاب منازل بھی دعاؤں میں شریک تھے۔ دیکھو الحکم ۳۰۔ ستمبر صفحہ ۱۲ کالم ۱۲۔ یہاں تک کہ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

مولوی عبدالکریم کے لئے جو دعائیں کی جاتی ہیں جب ان کا کھلا کھلا اظہار ہو گا تو ہماری جماعت کی معرفت اور امید زیادہ ہو جائے گی۔ (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ لیکن ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ جب ان دعاؤں کا نتیجہ الٹ نکلا تو

ساری جماعت نے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور ایسے سوئے کہ: گوئی مردہ اند۔

اخیر میں ہم اڈیٹر الحکم کا ایک قول نقل کر کے اس سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اڈیٹر مذکور لکھتا ہے:

یہ امر بلا مبالغہ ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم کا اس بیماری سے جان بر ہو جانا ایک عظیم الشان نشان ہوگا۔ جو سچ مچ احیاء موتی ہوگا۔ خدا کرے ہم اس کو بہت جلد دیکھیں۔

(الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲ کالم ۳)

ان دعاؤں کا اثر تو جو ہوا تمام پبلک نے دیکھ لیا (کہ عبدالکریم مر گیا) یعنی احیاء موتی کی بجائے اماتت احیاء ہوا۔ سوال یہ ہے کہ اس سے تمہارے ایمان میں ترقی ہوئی یا تنزلی؟

مرزائی دوستو! انصاف سے کہنا مرزا جی کے سوال کا جواب ہم نے پورا دے دیا یا نہیں۔

اعلیٰ حضرت خود یا ان کا کوئی مریدان حوالہ جات کو غلط ثابت کر دے تو مبلغ پانچ سو (روپیہ) کے مستحق ہوں گے۔

☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه ا جمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۱۴۔ اگست۔ ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و دوم (۲۲)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی خدمات

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست و دوم (۲۲)
	تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی خدمات
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۷۵
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

آپ فرماتے ہیں کہ میرا نام محمد ابراہم ولد حاجی قادر بخش میر ساکن سیالکوٹ پیشہ تدریس وزمین داری۔ آباء واجداد کا وطن کنڈی (کشمیر) کے علاقہ میں تھا۔ الحمدللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی۔ والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس دن تم صبح کو پیدا ہوئے اس روز میرے والد (مولانا میر کے نانا جان) نے مجھے آکر فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے آنحضرت e نے گلاب کا پھول دیا ہے۔ میرے ددھیال اور ننھیال ہر دو عبادت گزار اور خدایاد تھے۔ والد ماجد کو خدا تعالیٰ نے بے اندازہ مال و دولت کے ساتھ نعمت دینداری اور خاکساری بھی عطا کر رکھی تھی۔ والدہ ماجدہ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ میں اپنا جواب آپ تھیں۔ ایسے ماں باپ سے جنم و پرورش پا کر توحید وسنت کے گرویدہ اور علم وعمل میں پختہ اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ باوجود غائت درجے کے تنعم میں پرورش پانے کے اس تخمی وشکمی تاثیر اور مقدس فیض صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے طبع کا میلان تصوف ودینی علم کی طرف تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ جہالت وبدعت کی ظلمت مجھ پر ایک دم کے لیے بھی نہ آسکی۔ چونکہ گھر میں آسودگی تھی اس لیے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا۔ طبع کی ذہانت اور استدلال کی خوبی اور جواب کی برجستگی سے اقارب کی رائے اس پر تھی کہ لڑکا وکیل بنے گا یا مجسٹریٹ۔ سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی۔ چنانچہ

حضرت مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی توصیف مشکل ہے۔ جو تقوی و ذہانت ذکر و عبادت صورت و سیرت اخلاق و معاملات وقار و عظمت استغنا و سیر چشمی سخاوت و شفقت اور شیریں کلامی و حق گوئی میں نمونہ سلف تھے اور میری آنکھوں نے حضرت میاں صاحب دہلوی کے بعد ان جیسی جامعیت کا دوسرا شخص نہیں دیکھا) کے درس میں حاضری لازمی تھی۔ حتی کہ انہی حالات میں میں نے ۱۸۹۵ء میں انٹرنس یعنی میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخل ہو کر ایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزار لیا تھا کہ قائد ازلی نے یکا یک میری باگ کلیتاً دینی علوم کی طرف موڑ دی اور شوق اتنا غالب ہوتا گیا کہ میں کالج کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے سیدھا وزیر آباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷میل) کا رخ کیا۔ وہاں جناب حافظ عبدالمنان صاحب محدث (جو ظاہری آنکھوں سے معذور تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے چلیں اور میرے والد ماجد سے کہیں کہ وہ مجھے علم حدیث پڑھنے کی اجازت بخشیں۔ حافظ صاحب ممدوح میرے اس شوق و ذہانت کو بخوبی جانتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ میں ان سے علم حدیث پڑھوں اور حضرت والد صاحب مرحوم ان کی اور میرے استاد و مرشد جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی سے بغایت عقیدت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب میری گزارش سن کر میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے آئے اور نماز عشا کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے دیگر معتقدین کے حلقہ میں بغیر کسی تمہید کے جناب والد صاحب سے یوں گویا ہوئے۔ مستری جی! آپ بڑے بیٹے اللہ دتہ سے دنیا کی کھیتی لیتے ہیں۔ ابراہیم سے عاقبت کی کھیتی لیں اور مجھے دے دیں۔ والد مرحوم سیالکوٹ کے معزز اصحاب میں سے تھے۔ خدا جانے میرے انگریزی پڑھانے میں ان کو کیا کیا آرزوئیں اور امیدیں ہونگی۔ آپ نے ان سب کو دل ہی میں رکھ کر بغیر کوئی لفظ بولنے کے میرا دایاں بازو پکڑا اور حافظ صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ حافظ صاحب نے خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا۔ بس بھائی اب تو راضی ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں جی۔ جسمانی باپ سے تو اجازت مل گئی ہے اب روحانی باپ یعنی مولانا (غلام حسن) صاحب سے بھی اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ وزیر آباد لے چلئے۔ مولانا صاحب اور حافظ صاحب آپس میں سمدھی تھے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے وہ تو گھر کی بات ہے۔ اس میں کیا دیر لگے گی۔ خیر نہایت بے تابی سے گزری اور صبح کو درس قرآن اور ناشتہ سے فارغ ہو کر حافظ صاحب

میرے ہمراہ جناب مولانا صاحب کے پاس تشریف لے گئے اوران سے کہنے لگے کہ ابراہیم مجھے دے دیجئے۔ مولانا (غلام حسن) صاحب بہت بامذاق تھے فرمانے لگے کیا ابراہیم کی بھی بانٹ ہوگی۔ میرا کیا اور آپ کا کیا؟ آپ کا اختیار ہے۔ حافظ صاحب اسی روز دس بجے کی ٹرین سے مجھے وزیرآباد لے آئے۔ میں ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین بلوغ المرام مشکوۃ جامع ترمذی مع رسائل صرف ونحو اور کتب نحو و بیان اور منطق واصول فقہ کے سیالکوٹ میں حضرت مولانا (غلام حسن) صاحب سے پڑھ چکا تھا۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے پہلے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک پھر صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی۔ ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر کی اکیسویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا کہ سبق شروع ہوئے۔ میں نہ تو حافظ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ سبق کے وقت کی اپنی کیفیت بتا سکتا ہوں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے وجدان میں ایک سبق پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے آج ایک مہینے کے سبق پڑھے ہیں اور جس روز میری قرائت کی نوبت ہوتی تھی۔ حافظ صاحب ممدوح میرے سر سے اپنا سر جوڑ کر اور میری پشت پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر میری قرآت سنتے رہتے تھے۔ اس وقت اثنائے قرآت میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت فیض قدسی کی طاری ہو جاتی تھی اور بعض وقت میرے سامنے عالم جو میں تیس کا ہندسہ بھی لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا۔ الحمدللہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھرلیا۔ اس کے بعد چالیس سال سے زائد عرصہ مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید وسنت اور تصنیف کتب اور تدریس وتذکیر کے کام میں بسر کر رہا ہوں۔ میرے دل میں دنیا کمانے کا کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ وجہ معاش کی صورت یوں ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہوسکتا تھا لیکن الحمدللہ کہ ان کے بعد بھی یہی صورت قائم ہے۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب والد صاحب فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ جس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا وہ خدا کے فضل سے اتنا وافر ہے کہ مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا کا بے محنت دیا ہوا رزق کھاتا ہوں اوراس کا دین اس کے بندوں تک پہنچاتا ہوں خدا نے مال دیا ہے تو اپنی خصوصی اور قیمتی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لیے عیدگاہ بنائی ہے اوراس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ہے۔ حضرت والد مرحوم نے بصرف خاص جو دومنزلہ جامع مسجد اہل حدیث کے لیے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے

دوگنا کیا ہے۔ الحمدللہ کہ یہ مسجد سیالکوٹ میں اول نمبر پر ہے اور منزل بالا میں عورتیں اور منزل زیریں میں مرد نماز پڑھتے ہیں۔ داخل خارج کے راستے اور وضو کی جگہیں عورتوں اور مردوں کے لیے الگ ہیں۔ یہ نقشہ حضرت والد صاحب مرحوم کا ایجاد کردہ ہے۔ اب دوسرے شہروں کے اہل حدیث بھی اسی نقشہ کے مطابق مسجدیں بنوا رہے ہیں۔

اسلامی مدافعت اور نصرت میں بہت سی مفید اور مقبول کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سے طلبا کو علوم تفسیر و حدیث بھی مع ان کے خدام کے پڑھائے ہیں جو خدا کے فضل سے ملک پنجاب و ہندوستان کے دور و نزدیک کے بہت سے شہروں میں تعلیم و تدریس یا وعظ و تذکیر کی خدمات باحسن صورت انجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ میرے اپنے اوقات عام طور پر دینی اشغال ذکر و عبادت تلاوت قرآن۔ تدریس و تعلیم تصنیف و مطالعہ کتب اور وعظ و تذکیر اور خلق اللہ کی بے عوض خدمات میں گزرتے ہیں اور بہت کم ہے کہ میرا کوئی وقت کسی لایعنی کام میں ضائع ہوا ہو۔ فالحمد للہ علی ذالك'

نیز فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی زیارت خدا کے فضل سے کی ہے حرم کعبہ میں وعظ کی اجازت شریف مکہ سے مجھے ملی تھی۔ ایک دفعہ ۹۸ روز وہاں رہا۔ دوسری دفعہ پورے دس مہینے۔ بیت المقدس حیفہ یافہ دمشق وغیرہ شہروں میں پھرا ہوں۔ مفتی محمد عبدہ کی جماعت کے لوگ میرے پاس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا آتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے۔ میں خود سردار اہل حدیث (شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری) کا مشیر ہوں۔

حضرت حافظ عبدالمنان محدث سے کسب فیض کر کے مولانا ابراہیم عازم دہلی ہوئے اور سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں حاضر رہ کر سند و اجازۃ سے مفتخر ہوئے

وہاں سے فراغت کے بعد سیالکوٹ تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ سلسلہ بعد میں آپ کی مصروفیات کے باعث کئی مرتبہ بند ہوا اور پھر جاری ہوا۔ انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہدی کے نام سے جاری کیا اور ایک رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا۔ ان میں بڑے تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے تاہم یہ رسالے مستقل طور پر جاری نہ رہ سکے۔

ایک مرتبہ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں آپ کی والدہ نے بیٹے سے اس تمنا کا اظہار کیا کہ رمضان کی نماز تراویح میں وہ قرآن مجید سنائیں ۔ بیٹے نے ماں کی تمنایوں پوری کی کہ وہ دن کو روزے کے ساتھ روزانہ ایک سیپارہ یاد کرتے اور تراویح میں سنادیتے ۔اس طرح ایک مہینے میں پورا قرآن مجید یاد کر کے نماز تراویح میں سنادیا۔

مولانا میر قرآنی علوم ومعارف کے فاضل اور اسرار ورموز کے ماہر تھے۔انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر فارغ التحصیل اور ذہین علماء کے لیے قرآن کی روشنی میں فرق باطلہ کی تردید کا تربیتی کورس شروع کیا۔وہ برصغیر میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا۔ بعد میں مولانا احمد علی لاہوری نے بھی قرآن اسی انداز میں پیش کرنیکے لیے لاہور میں دورہ تفسیر کی طرح ڈالی۔ وہ شرکاء درس پر بہت محنت فرماتے ۔ ختم نبوت ردقادیانیت ردعیسائیت ردنیچریت پر مناظرانہ خطابات کرتے اور مجوسیوں یہودیوں آریہ سماجیوں سناتن دھرمیوں اور بدھوں کی خوب تردید کرتے ۔

مولانا میر فرماتے ہیں مدرسہ احمدیہ آرہ کے جلسہ میں ملک کے ہر گوشہ سے مقتدر علماء اہل حدیث جمع تھے جن کا شمار کم وبیش سو کے برابر تھا۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی شب زندگی تمام ہونے کو تھی اور صبح صادق کی سفیدی ان کے نورانی افق سے نمودار ہو چکی تھی ۔اس لیے مجھ کم بصیرت کو کھٹکا ہوا کہ پندرہ بیس برس تک آسمان علم کے یہ روشن ستارے ٹوٹ جائیں گے لہٰذا ان کی موجودگی میں یہ وقت دماغی تفکر وتجویز کے لیے مبارک اور سعی عمل کے لیے باامن و پرسکون ہے۔کوئی تجویز سوچ لینی چاہیے اور کوئی راہ عمل بنالینی چاہیے تاکہ ان بزرگ ہستیوں کے بعد جماعت کو کسی نظام میں منسلک رکھا جائے۔ میں نے مولانا ثناء اللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا جنہوں نے اخبار اہل حدیث میں اہل حدیث کانفرنس کی تحریک کی ۔اور مدرسہ احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر بشمولیت کثیر التعداد علماء اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی ۔ کچھ عرصہ کے بعد کانفرنس کے مقاصد کو تمام ہندوستان میں شائع کرنے کے لیے ایک وفد قرار پایا جس کے امیر عبدلعزیز رحیم آبادی مقرر ہوئے اور ان کی معیت میں دو خادم (خاکسار اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) شریک ہوئے یہ وفد محمد پور کواڑی ضلع دربھنگہ سے چلا اور راج شاہی سے ہوتا ہوا کلکتہ پہنچا پھر بنارس سے امرتسر اور لاہور پہنچا۔ میرے اس سفر میں پورے اڑھائی ماہ صرف

ہوئے کیونکہ شروع میں مجھے مولوی ابوالقاسم بنارسی کی معیت میں بہت دن الہ آباد اور بنارس میں بھی تبلیغی کام کرنا پڑا۔

مولانا اسحاق بھٹی بتاتے ہیں کہ ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات بہت کم تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی جس کا صدر مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس تنظیم کا نام حلقہ احباب اہلحدیث رکھا گیا۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہلحدیث کا اجلاس پروفیسر عبدالقیوم کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا۔ ان علماء میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خانپوری اور مولانا محمد ابراہیم میر شامل تھے۔ ان سب حضرات کی رائے سے لاہور کی جماعت کا نام انجمن اہل حدیث رکھا گیا اور مسجد مبارک کا انتظام جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اب تک اسی انجمن کے سپرد ہے (سوانح مولانا میر)

اسی طرح صوبائی سطح پر نومبر ۱۹۲۱ء میں اعیان اہل حدیث پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کا صدر مقام لاہور اور صدر مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بنایا گیا، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے۔ بعد میں انجمن کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری قرار پائے اور ناظم اعلی مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ہوئے۔ انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے مولانا سیالکوٹی تھے اور انہی کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی؛

مولانا محمد ابراہیم میر کہتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کے شعبہ تدریس کی نسبت یہ گزارش ہے کہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب تاجر کی دکان پر بیٹھے ہوئے کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا کہ اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے کوئی مدرسہ بڑے پیمانے پر نہیں ہے۔ دہلی میں جتنے مدارس اہل حدیث کے زیر اہتمام ہیں ان کے طلبہ کی سکونت وتدریس زیادہ تر مساجد میں ہے۔ چاہیے کہ ہماری ایک اعلی درجہ کی عمارت ہو جس میں مدرسہ کی

جمیع ضروریات پوری ہوں۔ اور بڑے پیمانے پر تدریس کا کام کیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے اس خدمت کے لیے ۵۰ ہزار روپے دینے کا وعدہ بدیں شرط کیا کہ میں (ابراہیم) خود دہلی میں قیام کرکے اس خدمت کی ذمہ داری لوں۔ میں نے حاجی صاحب کی فرمائش کو منظور کرلیا۔ اور ایک سال کے بعد حاجی صاحب نے ہماری امید اور اپنے وعدے سے بڑھ کر روپے خرچ کرکے ایک نہایت وسیع عمارت کھڑی کردی جس پر ایک لاکھ سے زیادہ روپے خرچ کردیا۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو حاجی صاحب نے مجھے اطلاع دی۔

پھر بتایا جاتا ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں مولانا ابراہیم نے تمام اساتذہ اور طلبا (مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ) سے فرمایا کہ اب یہ مدرسہ دہلی میں ہوگا۔ لہٰذا شوال میں آپ لوگ دہلی آ جائیں۔ سب لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مولانا ابراہیم مع طلبا و اساتذہ (مدرسہ سیالکوٹ) اور کتب خانہ دہلی چلے گئے تھے۔ چونکہ دہلی کا یہ مدرسہ حقیقت میں سیالکوٹ کا منتقل شدہ مدرسہ دارالحدیث تھا اور دہلی کے مدرسہ کے بانی حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ عطاء الرحمان صاحب تھے اس لیے اس مدرسہ کا نام دارالحدیث رحمانیہ تجویز ہوا جو بہت پسند کیا گیا۔

مولانا محمد ابراہیم میر فرماتے ہیں کہ ملک کے ہر گوشہ سے طلبہ مدرسہ رحمانیہ میں آنے لگے۔ یہ قبولیت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدرسہ دیوبند اور امینیہ دہلی کے بعض فارغ التحصیل علماء بعض بامذاق اساتذہ کے اشارہ سے اس ہیچ مدان سے حجۃ اللہ اور تفسیر پڑھنے کے لیے اسی مدرسہ میں داخل ہوئے جن کی الگ جماعت بنائی گئی۔ اس طرح اس درس گاہ کی حیثیت ایک کالج کی ہوگئی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ اپریل ۱۹۲۹ء)

بعد میں کچھ عرصہ بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹ چلے آئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر دوبارہ دہلی نہ جا سکے۔

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا میر سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے جیسا کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ 'مولانا ثناء اللہ کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علماء کی تنظیم جمعیت علماء ہند قائم ہوئی تو مولانا سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پر آشوب اور نازک دور تھا۔ اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر

آئے تھے جن کے حل کے لیے علماء سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پایا تھا۔ مثلاً مسئلہ ہجرت۔ مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزوں کے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولائتی مال کے بجائے ملکی مصنوعات کا فروغ واستعمال وغیرہ اہم امور تھے جن کے بارے میں علماء سے رائے لینا اور شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا۔ مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا اس لیے ان مجالس میں ان کی شمولیت کو لازمی سمجھا جاتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاست میں جمعیت علماء ہند کانگریس کی ہم نوا ہوگئی۔ مولانا ابراہیم کو اس سے اتفاق نہ تھا چنانچہ انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی۔ یہ نئی جمعیت کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اس کا صدر مولانا عثمانی کو اور نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا' متحدہ ہندوستان میں اس کا ایک ہی اجلاس ہوا جو اس نواح میں پہلا بھی تھا اور آخری بھی۔ یہ اجلاس کلکتہ میں ہوا جس کی صدارت مولانا ابراہیم نے کی۔ کیونکہ مولانا عثمانی علالت کے باعث اسمیں شریک نہیں ہوئے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے تحریک آزادی میں بہت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے مجاہدین کے ساتھ بقول مولانا ساجد میر سیالکوٹی ان کا گہرا رابطہ تھا جن کے لیے وہ پنجاب سے امدادی رقوم بھی فراہم کیا کرتے تھے۔ سیالکوٹ کی مقامی سیاست میں بھی وہ عملی حصہ لیتے تھے اور اس زمانے میں میونسپل کمشنر ہوئے جب یہ ایک بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ (سوانح مولانا میر۔ص ۹۷۔۹۸)

مولانا محمد میاں صاحب نے انڈیا آفس لندن میں موجود ریکارڈ کی بنا پر ریشمی خطوط سازش کیس کو تحریک شیخ الہند کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے مطابق اس تحریک میں جو افراد لیفٹیننٹ جنرل تھے ان میں عبدالکریم رئیس المجاہدین۔ عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبد اللہ غازی پوری، ابوالکلام آزاد اور عبدالقادر قصوری شامل تھے۔ جو لوگ میجر جنرل تھے ان میں محمد بشیر رئیس المجاہدین۔ محمد علی قصوری۔ ثناء اللہ امرتسری اور سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ کرنیلوں کی فہرست میں ولی محمد فتوحی والے مولوی عبدالحق لاہوری۔ اور مولانا محمد ابراہیم میر شامل تھے۔ مولانا میر کے متعلق اس کتاب میں لکھا ہے

ابراہیم مولوی آف سیالکوٹ پسر مستی قادر بخش سکنہ سیالکوٹ مشہور اور نہایت با اثر اور متعصب وہابی

مبلغ ہندوستان میں سفر کرتا رہتا ہے اور وہابیوں کے جلسوں میں دوسرے فرقوں سے مناظروں کے دوران نہایت پر جوش تقریریں کرتا ہے اس لیے اس کی ہر وقت مانگ رہتی ہے۔ظفر علی کا کٹر حامی ہے اور ثناء اللہ امرتسری کا ساتھی۔ اور مولوی عبدالرحیم عرف بشیر احمد اور عبداللہ پشاوری کتب فروش کا ساتھی ہے۔ جنگ طرابلس اور بلقان اور کان پور کی مسجد کے واقعہ پر اس نے سیالکوٹ میں کافی بے چینی اور شورش پھیلا دی تھی۔

(تحریک شیخ الہند۔محمد میاں۔۱۹۸۸ء ص ۳۸۷)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تحریک ختم نبوت کے نہایت سر برآوردہ ارکان میں شمار ہوتے تھے اور ان کی حیثیت اس تحریک میں شامل باقی بزرگوں سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ جس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت منظر عام پر آتے ہی ان کا سب سے پہلے تعاقب شروع کر دیا تھا مولانا سیالکوٹی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو ان کی حیات دنیوی کے آخری روز اور آخری ساعتوں میں پیغام حق پہنچانے کیکوشش کی اور انہیں ان کی زندگی کا آخری چیلنج بھی دیا جس کا جواب وہ اپنے ذمے ادھار لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

آپ کم وبیش ۹۰ کتابوں کے مصنف ہیں اور آپ نے قرآن مجید کی کئی ایک صورتوں کی تفسیر لکھی ہے۔سورۃ فاتحہ کی تفسیر واضح البیان کے نام سے لکھی۔اتنی بسیط اور مفصل تفسیر اس سورۃ کی برصغیر کے کسی اور عالم نے نہیں لکھی۔سورۃ کہف کی بڑی مفصل تفسیر لکھی جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بڑی تحقیق سے لکھا

مولا ابراہیم میر ایک کامیاب مناظر بھی تھے اور آپ نے مرزائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ایک مناظرہ مونگ ضلع گجرات (پنجاب) میں ۱۱۔اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہوا۔اس میں آپ کے مقابل مولوی محمد یار مرزائی تھے مسئلہ حیات مسیح زیر بحث تھا۔مولانا میر مدعی حیات تھے۔انہوں نے حدیث پیش کی جس میں ذکر ہے کہ مسیح دنیا میں آ کر تبلیغ کریں گے پھر فوت ہو کر مقبرہ رسالت میں دفن ہوں گے۔(ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں آنخضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔وہ میں ہی ہوں (کشتی نوح۔منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۳) نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں: اور (حدیث میں موجود رسول اللہ ﷺ کی) یہ پیش

گوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنحضرتﷺ کی قبر میں داخل ہوگا۔اس کے معنی یہ کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جائے گی۔ یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرتﷺ سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد وہ اس رتبہ کو پائے گا کہ آنحضرتﷺ کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا اور اس کی روح آنحضرتﷺ کی روح سے جا ملے گی۔گویا ایک قبر میں ہیں (حقیقۃ الوحی ص ۳۲۶۔خزائن ج ۲۲)۔اس سلسلے میں صحیح رائے یہ ہے کہ یہاں قبر بمعنی مقبرہ ہے اور عربوں کے ہاں اس کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ عن عبد الله بن مسعود قال اد فنو نی فی قبر عثمان بن مظعون (مسند ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز۔منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴) اور عن عائشه قالت قلت یا رسول الله انی اری انی اعیش بعد ك فتا ذن ان ادفن الی جنبك فقال و انی لی بذالك المو ضع ما فیه الا مو ضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ بن مریم (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴) کہ حضرت عائشہ نے آپﷺ سے اجازت چاہی کہ مرنے کے بعد آپﷺ کے پاس دفن ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا اس میں اختیار نہیں کیونکہ اس جگہ میری ابوبکر عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں کے سوا اور جگہ ہی نہیں۔گویا حدیث میں فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہے۔جیسا کہ خود مرزا صاحب کہتے ہیں

ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آ جائے جو آنحضرتﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو (ازالہ اوہام طبع دوم ص ۱۹۶ منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۶۴)

اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو کئی مقامات پر اپنے دعویٰ کی دلیل بنایا ہے اس لیے اس پر تنقیدی بحث کرنا مرزائیوں کا حق نہیں ہے۔وہ مقامات مولانا نے پڑھ کر بھی سنائے۔(من جملہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)۔مرزائی مناظر اس کے جواب میں تنگ آ گیا۔کبھی کہے کہ یہ حدیث ابن جوزی کی ہے جو صحیح نہیں ہے کبھی کہے کہ اس کے وہ معنے نہیں جو تم مراد لیتے ہو اور ان معنی سے صحیح ہے جو مرزا صاحب لیتے ہیں۔مولانا نے فرمایا حدیث کی صحت تو سند کے اعتبار سے ہوتی ہے معنی تو ہر فریق الگ کر سکتا ہے۔معنی کی تشریح کو صحت حدیث میں دخل نہیں۔اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے آیت فلما تو فیتنی پیش کی۔اور اس سے حضرت عیسیٰ کی

وفات کا ثبوت دینا چاہا۔ مولانا نے فرمایا اس آیت میں روز قیامت کا واقعہ ہے اور ہم مانتے ہیں کہ روز قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے یہ آیت ہماری پیش کردہ حدیث کے موافق ہے۔ مرزائی مناظر ایسے گھبرائے کہ آیت و لکم فی الارض مستقر و متاع الی حین میں لکم کو مبتدا کہنے لگے جس سے اہل علم بہت محظوظ ہوئے۔ سوا تین گھنٹوں کی گفتگو کے بعد پہلا مباحثہ ختم ہوا۔ دوسرا مباحثہ ختم نبوت پر تھا اور اس میں مرزائی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی مدعی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ختم نبوت سے خدائی فیض بند ہونا لازم آتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا سوروں اور کتوں کی نسل تو بند نہ کرے مگر نبوت بند کر دے۔ پھر بتایا کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ براہ راست نبی نہیں آئیں گے۔ ہاں آپ ﷺ کے اتباع میں آئیں گے۔ مولانا ابراہیم نے فرمایا کہ آپ کی یہ تاویل مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے کئی جگہوں میں تصریح سے لکھا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے کہہ دیا کہ آنے والے مسیح کے حق میں بھی یہی آیا ہے کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اس پر مولانا نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر دکھائی کہ مرزا نے جو بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بل هو اما مكم منكم یہ بل هو بخاری میں دکھا دیں تو میں مان جاؤں گا۔ مگر مرزائی مناظر نہ دکھا سکے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ ص ۸)

اکتوبر ۱۹۲۹ میں آریہ سماج والوں کا گجرات (پنجاب) میں جلسہ تھا جس میں انہوں نے مسلمانوں کو تبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی کہتے ہیں کہ میں نے مولوی ابراہیم صاحب کو دعوت دے کر آریوں سے بات چیت کا آغاز کر دیا۔ پھر شرائط مناظرہ میں اختلاف ہو کر مناظرہ رک گیا۔ تاہم میں نے مولانا موصوف کو اطلاع دی کہ اگرچہ مناظرہ رک گیا ہے مگر آپ بہر حال تشریف لے آئیں۔ وہ حسب استدعا تشریف لائے اور میں نے انہیں ایک مخفی جگہ ٹھہرایا۔ جلسہ کے آخری روز مغرب کی اذان تیار تھی کہ آریہ نے اطلاع دی کہ آپ کی پیش کردہ شرائط پر مناظرہ منظور ہے اور آج ہی رات پہلے آپ کا وقت ہے۔ مسلمان حیران ہوئے کہ وقت بہت تنگ ہے اب کیا کیا جائے۔ کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ ادھر میں نے جلسے میں اسلامی سٹیج لگوا دیا اور ضروری کتابیں رکھوا دیں۔ عین وقت پر مولانا ابراہیم سٹیج پر تشریف لائے تو لوگ حیران رہ گئے۔

اور ایسا شاندار مناظرہ ہوا کہ دھاک بیٹھ گئی۔ آریہ صدر جلسہ نے مولانا کے طرز بیان کی تعریف کی اور آریہ مناظر کچھ دنوں بعد مسلمان ہو گیا۔ (الجسر البلیغ۔ص ٦٩)

مولانا محمد ابراہیم میر کے تلامذہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالمجید سوہدروی، حکیم صادق سیالکوٹی، مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی، مولانا عبداللہ ثانی، مولانا عبدالعزیز اوکاڑوی مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا معین الدین لکھوی مولانا ابوحفص عثمانی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲ جنوری ۱۹۵٦ء کو ہوئی اور حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے جنازہ پڑھایا۔

.. شہادۃ القرآن کے علاوہ مولانا میر نے مرزا صاحب کی زندگی میں سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول (طبع ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰٦ء) ختم النبوۃ بعموم الدعوۃ جامع الشریعہ (۱۹۰۷ء) الخبر الصحیح عن قبر المسیح (۱۹۰۷ء) نامی کتابیں ردقادیانیت میں رقم فرمائیں۔

قادیانی ملفوظات کے مرتب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کی آخری شام کو پیش آنے والہ ان کی زندگی کا آخری واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء قبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کروں گا۔ حضرت اقدس (مرزا) نے قبل عصر مولوی سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں۔ مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے تو نہیں؟ اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور (وہ) ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے۔ حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی اس لیے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔ اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گے اور بے شک نرمی اور آہستگی سے ان سے مسائل پر گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دو چار معزز آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو اور آپ علیحدگی میں بیٹھ کر گفتگو کریں۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے سولی پر لٹکائے

جانے کے ہی قائل نہیں اور یہ کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں آیت کریمہ اذ کففت بنی اسرائیل عنك پیش کرتے ہیں' (قادیانی ملفوظات۔ج۱۰ص۴۔۴۵۳)

اور مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ۲۵ مئی کو عصر کی نماز کے بعد یعنی اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پیشتر حضور نے لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر جہاں نماز ہوا کرتی تھی ایک بڑی پرجوش تقریر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ایک شخص مباحثہ کا چیلنج لے کر آپ کے پاس آیا تھا۔آپ نے مباحثہ کی شرائط کے لیے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر فرمایا۔ پھر اس شخص کی موجودگی میں ایک نہایت زبردست تقریر فرمائی اور جس طرح جوش کے وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا اسی طرح اس وقت بھی یہی حال تھا۔اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔نیز فرمایا اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں' (سیرۃ المھدی ج اص ۴۷ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ء)

اور مورخ قادیانیت، دوست محمد قادیانی نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔

اہل حدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضور کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔حضرت اقدس پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اس لیے حضور نے ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضور اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اس لیے حضور نے اس وقت حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی جس کے آخر میں فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔ یہ حضور کی آخری تقریر تھی۔اس کے بعد حضور نے کوئی تقریر نہیں فرمائی ۔(تاریخ احمدیت ج۲ص۵۴۰)۔

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے جو موقع کے گواہ ہیں، اپنے بیان میں صرف اتنا بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے کہا کہ تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔اس کے بالمقابل مولوی دوست محمد نے جو موقع پر موجود نہیں تھے، کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا عیسیٰ کو مرنے دو کہ

اس میں اسلام کی حیات ہے۔ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔دونوں روایتوں میں سے زیادہ وزنی بات اس بیٹے کی ہے جو موقع پر موجود تھا،اور جس نے اپنے باپ کی سیرت لکھی ہے جو مرزائیوں کے دوسرے لٹریچر کے لیے ایک حوالے کی کتاب ہے۔ بیٹے کے روایت کردہ الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے سامعین اوران کی وساطت سے سارے مرزائیوں کو بتا رہے ہیں کہ مجھ سے جو کچھ ہوسکتا تھا میں نے کرلیا اب اسلام کی زندگی اسی میں ہے کہ عیسیٰ تشریف لے آئیں......اس لیےان کو اب آنے دو۔ہم تو جا رہے ہیں۔اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی محمد احسن نے نہ تو مولانا ابراہیم میر سے کوئی مباحثہ ۲۵ مئی کو کیا اور نہ اس کے بعد۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے دعوت مباحثہ تو مرزا صاحب کو دی تھی لیکن مرزا صاحب شائد جانتے تھے کہ یہ وہی شخص ہیں جن کی شہادۃ القرآن کئی برسوں سے تشنہ جواب پڑی ہے،اور اگر انہوں نے دوران مباحثہ برسبیل تذکرہ ہی پوچھ لیا کی حضرت شہادۃ القرآن چار پانچ سال سے آپ کے ہاں جواب طلب پڑی ہے آپ کو اس کے جواب کے لیے مزید کتنی مہلت درکار ہے؟ تو میں کیا جواب دے سکوں گا۔اس لیے مرزا صاحب مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ کے جواب میں طرح دے گئے اور اپنے مرید خاص مولوی محمد احسن کو یہ کہہ کر سامنے کردیا کہ: چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا۔

جہاں تک مرزا صاحب کے پاس وقت نہ ہونے کے مرزائیوں کے اس بہانے کا تعلق ہے کہ پیغام صلح لکھی جارہی تھی تو اس سلسلے میں صورت حال یہ ہے کہ مرزا صاحب یا کسی اور نے کسی مدت کا تعین بھی نہیں کر رکھا تھا کہ اسے کسی خاص تاریخ تک مکمل کرنا ضروری ہو۔اس رسالے کا مسودہ مرزا صاحب کی موت کے بعد منتشر نوٹوں کی صورت میں پایا گیا تھا۔اور کوئی مرزائی یہ بھی نہیں بتاتا کہ مولانا ابراہیم کی دعوت مباحثہ ملنے اور مرزا کی موت کے درمیانی عرصہ میں مرزا صاحب نے کون سا پیراگراف یا کون سا صفحہ اس رسالے کے لیے لکھا جس میں انہوں نے وہ وقت صرف کیا ہو جو مولانا ابراہیم نے مباحثے کے لیے ان سے مانگا تھا۔

مزید یہ کہ مولانا ابراہیم نے مرزا صاحب سے گفتگو کے لیے دن یا پہر نہیں مانگے تھے۔ پندرہ بیس منٹ،نصف گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بھی کافی ہوسکتے تھے۔اور نہ ہی مولانا نے مرزا صاحب کو سیالکوٹ یا امرتسر جیسے

کسی شہر میں بلا کر مناظرے کی دعوت دی تھی جس کے لیے اہتمام سفر اور پروگرام بنانے اور حفاظتی انتظامات کی ضرورت ہو۔ اس کے برعکس مولانا ابراہیم لاہور کی اس بلڈنگ کے جوار میں کسی عمارت میں بیٹھے خود مرزا صاحب کی قیام گاہ پر ان کے مریدوں کے اپنے جھرمٹ میں بیٹھ کر چند منٹ بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس پیغام کے بعد اپنے مریدوں کے سامنے گرج برس کر ایک مفصل اور جوشیلی تقریر کرنے کے لیے تو وقت نکال لیا لیکن تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن مولانا سیالکوٹی کا سامنا کرنے کے لیے وقت اور حوصلہ فراہم نہ کر سکے۔

یہ تقریری نشست مرزا صاحب کی آخری تقریر یا پبلک تقریب تھی ہے۔ اس کے بعد چراغوں سے روشنی اور زبان سے بولنے کی سکت چھن گئی تھی۔ اور حقیقی معنوں میں یہ مرزا صاحب کی الوداعی تقریر تھی جس میں مریدوں کو آخری فرمان جاری کیا گیا کہ (ہمارے ہاں تو اب ہیضے کی آمد آمد ہے اس لئے) مجھے مرنے دو اور اصلی عیسیٰ کو آنے دو جو صاحب شوکت اور اقبال مند ہوگا کہ اسی میں اسلام کی حیات ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی ایک موقع پر کہہ چکے تھے کہ

اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال اور اقبال کے ساتھ آئے اور ممکن ہے کہ اول دمشق میں ہی نازل ہو۔

(ازالہ اوہام حصہ اول۔ ص۵۲۱ خزائن ج ۳)

اس نشست کے بعد مرزا قادیانی نے کچھ وقت کھانے پینے اور دوسرے کاموں میں گزارا اور اچانک بیمار پڑ گئے۔ اس موقع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ کے سسر میر ناصر کہتے ہیں:

حضرت (مرزا) جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے آپ کا انتقال ہو گیا۔ (حیات ناصر مرتبہ یعقوب علی عرفانی)

شہادۃ القرآن کا تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کا عقیدہ بھی پیش کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور اس سلسلے میں وہ قرآن کریم کی بعض آیات کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا کرتے تھے۔ علمائے اسلام نے مرزا صاحب کے اس عقیدے کی تردید میں تحریری اور تقریری کام کیا ہے اور مولانا ابراہیم میر کی شہادۃ القرآن اس سلسلے کی ایک مشہور کتاب ہے جس کے دیباچے میں اس تصنیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ نے تحریک ختم نبوت میں اپنی سرگرمیوں کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

۱۹۰۲ء میں شہر سیالکوٹ میں بمواقع کثیرہ بعض احباب کے اصرار سے (میں نے) حضرت مسیح کی حیات فی السماء کو مع دیگر مسائل بنصوص قرآن بیان کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منکرین (حیات مسیح) کو بالکل پست کر دیا اور بہت سے مذبذبین اور مترددین کو شاہراہ عقیدت پر چلایا۔ رفتہ رفتہ دوسرے شہروں میں آواز بلند ہوئی اور خطوط طلبی آنے لگے۔ لہٰذا برادران دینی کی استدعا کو بسر و چشم منظور کر کے محض تبلیغ دین کے لیے کئی سفر کئے۔ چنانچہ وزیر آباد اور ضلع گجرات شہر جہلم شہر راولپنڈی امرتسر اور پشاور میں سفر کر کے اس قدر وعظ کئے کہ اکثر لوگ مطمئن ہو گئے اور بعض مرزائی تائب ہو گئے۔ فرقہ مرزائیہ کے بعض مدعیان علم سے پسرور سیالکوٹ وزیر آباد کھاریاں اور شہر جہلم میں (شہادۃ القرآن کی تصنیف سے پہلے) مباحثات و مناظرات ہوئے۔ اور شہادۃ

القرآن کے بعد بھی کئی ایک مقامات پر قادیانی علماء سے مباحثات ہوئے۔ مثلاً چنیوٹ لاہور مونگیر (بہار) گوجرانوالہ ڈیرہ بابا نانک۔ ان سب مقامات پر خدا تعالیٰ نے خاکسار کی مدد کی اور نمایاں فتح دی۔ مخالفین کو حجت میں مغلوب کیا۔ چنانچہ بعض کو ہلاک کیا (مثلاً مولوی قائم دین صاحب سیالکوٹی اور شیخ چراغ دین صاحب گجراتی) اور بعض کو بیماریوں میں مبتلا کیا اور بعض کو ندامت کے دریا میں غرق کیا (مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو پسرور میں فضل دین صاحب کو کھاریاں میں)۔ جہلم میں مرزا غلام احمد صاحب مولوی کرم الدین صاحب کے استغاثہ پر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھڑا ہو کر صدہا مسلمانوں کے درمیان مسئلہ حیات و رفع مسیح صرف قرآن شریف سے بیان کیا اور مرزا صاحب کو زبانی و تحریری طور پر تحقیق حق کی طرف دعوت بھی دی مگر وہ ہاں نہ کر سکے۔ جس روز مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اس سے ایک روز پیشتر ان کو میری طرف سے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب دعوت مناظرہ کا خط پہنچ چکا تھا۔ وہ خط کیا تھا گویا پیغام اجل تھا کہ دوسرے روز مرزا صاحب فوت ہو گئے۔

جون ۱۹۰۲ء میں مولانا سیالکوٹی نے ایک اشتہار شائع کر کے مرزا غلام احمد صاحب کو بھیجا۔ اس میں لکھا کہ اگر آپ قرآن پاک سے مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں تو ان کی تحقیق کے ممنون ہو کر میں مسیح کی وفات تسلیم کر لوں گا۔ اور اشتہار میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جس طور پر بھی مرزا صاحب کرنا چاہیں مولانا میر تیار ہوں گے۔ مرزا صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں خاموشی اختیار کیے رکھی۔ البتہ ان کے ایک مرید مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جواب باصواب کے نام سے اس اشتہار کا جواب لکھا۔ مولانا میر نے اس پر اپنی مشہور کتاب شھادۃ القرآن شائع فرمائی جس میں اپنا اشتہار اور مولوی مبارک علی صاحب کا جواب درج کر کے اپنا جواب الجواب لکھا۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا اور دوسرا حصہ رمضان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔ مرزا صاحب اس کتاب کے جواب میں خاموش رہے۔

شھادۃ القرآن کے حصہ اول میں مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی حیات پر بحث کی ہے اور دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو اس نے بزعم خود تیس آیات قرآنیہ کی روشنی میں اپنی کتاب ازالہ اوہام میں وفات مسیح کے بارے میں پیش کیے تھے۔ مرزا صاحب خود تو مولانا میر کی شھادۃ

القرآن کے جواب میں خاموش رہے مگر ان کی وفات کے بعد کتاب کے حصہ اول کا جواب قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے دینے کی کوشش کی اور اپنی کتاب کا نام شہادت الفرقان رکھا۔ مولانا ابراہیم نے جب شہادۃ القرآن کو دوسری مرتبہ شائع فرمایا تو کتاب کے حصہ اول کے حواشی میں قاضی اکمل کے اعتراضات کا جواب بھی لکھ دیا اور اس کا نام شہادۃ الفرقان بکشف لطائف شہادت القرآن رکھا۔ یہ حواشی دیکھنے سے مولانا میر کی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قاضی اکمل صاحب کی شہادہ الفرقان ہماری شہادۃ القرآن کا جواب نہیں ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مولوی اکمل صاحب شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں رکھ سکے۔ اور جو باتیں مرزا صاحب بیان کرتے تھے وہی دہرادی ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی باتوں کی تردید شہادۃ القرآن میں کی جا چکی ہے۔ مولانا میر کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس کتاب کو اس اہتمام سے لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی اور اس کے علماء اس کے جواب سے عاجز رہیں اور اگر کچھ ان کی طرف سے اس کا جواب نکلے تو اس کا جواب شہادۃ القرآن ہی میں ہو اور مجھے نیا جواب دینے کی ضرورت نہ پڑے۔ سوالحمدللہ میرا خیال درست نکلا۔ مرزا قادیانی اور اس کی ذریت اس کے دلائل کا توڑ نہ کر سکی اور جواب میں ان کی طرف سے جو کچھ آیا مجھے اس کے جواب الجواب کیلیے شہادۃ القرآن سے باہر نہیں جانا پڑا۔

مولانا میر نے شہادۃ القرآن کے حصہ اول کی پہلی فصل میں قرآن پاک کی چار آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب نہیں دی گئی۔ دوسری فصل حضرت عیسیٰ کی حیات اور ان کے روح مع الجسد آسمان میں اٹھائے جانے اور قرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونے اور اس کے بارے میں حکمت الٰہیہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی نو آیات مبارکہ اور اس موضوع کی احادیث متواترہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے اور اس پر واردشدہ اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے معانی بیان کرنے میں جس طرح پیچ در پیچ غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے انہیں بڑی خوش اسلوبی سے واضح کیا ہے اور وفی کے مادہ سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کا نقشہ مع امثلہ بیان کر کے مرزا صاحب قادیانی کا رد کیا ہے۔ اسی توفی کے تمام مشتقات جو قرآن پاک میں وارد

ہوئے ہیں ان کے مفہوم ومعانی کو دلائل سے فرمان و رافعك الی اور بل رفعه الله الیه کے بارے میں جو تفصیل شہادۃ القرآن میں مذکور ہے اس کا کسی اور کتاب میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ آخر میں اس مسئلہ کے بارے میں علمائے سلف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات اور رفع الی السماء پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ امت کا اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے اور قادیانی موقف محض شبہات ومغالطات پر مبنی ہے جو قواعد علمیہ کے بھی خلاف ہے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیش کردہ ان دلائل کا جواب ہے جو اس نے تیس آیات کی روشنی میں ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰ کی وفات کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔

شہادۃ القرآن میں مولانا میر نے منکرین معجزات کی سب سے بڑی دلیل سنة الله کی وضاحت کی ہے۔ منکرین کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ وہ کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً انسان کا ماں باپ کے اختلاط سے شکم مادر سے پیدا ہونا۔ بچپن جوانی بڑھاپا زمین پر بسر کرنا کھانا پینا اور حوائج ضروریہ سے دوچار ہونا۔ بالآخر مرکر قبر میں دفن ہوجانا۔ اس نظام کو وہ سنة الله سے تعبیر کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ لن تجد لسنة الله تبديلا یعنی سنت الله بدلا نہیں کرتی۔ اسی بنیاد پر حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ ہونا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار ہے کہ یہ انسان کے بارے میں جو سنة الله ہے اس کے خلاف ہے۔ مولانا میر نے اس اصطلاح کی وضاحت کی ہے اور قرآن میں جہاں جہاں یہ الفاظ آتے ہیں ان کے تناظر میں اس عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام کی نصرت اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی تباہی وبربادی مراد ہے۔ پھر کسی معاملے کو خود ہی سنة الله باور کر لینے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی یہی سنت الله ہے۔ دعویٰ بلادلیل قابل سماعت نہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے اسرار ورموز اور اس کے نظام کو نہ کامل طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کرسکتا ہے تو پھر بلادلیل کسی نظام کو سنة الله قرار دینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

پھر مولانا میر نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیات پر بحث کی ہے کہ عیسیٰ u کی ذات بابرکات ولادت سے لے کر آسمان پر اٹھائے جانے تک سراپا معجزات اور خوارق پر مبنی ہے۔ اللہ نے انہیں آیه اور مثلاً قرار

دے کر اپنی قدرت کاملہ کا نشان قرار دیا ہے۔ان کی 'ولادت' بچپن میں 'حکیمانہ تعلیم فی المھد' ان کے 'معجزات' رفع آسمانی اور آسمان سے نزول سب اللہ کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ایک مومن صادق کے لیے جس طرح پہلی تین حقیقت واقعی ہیں اسی طرح اس کے لیے آخری دونوں باتوں سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ مگر ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا۔ (سوانح مولانا میر۔ص۲۲۔۲۵)

مولانا میر کی شہادۃ القرآن کو قبول عام حاصل ہوا اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جیسا کہ، سب سے پہلا فتویٰ تکفیر، میں اس کے لدھیانوی مصنف نے لکھا ہے:

'مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بڑا کام کیا انہوں نے ایک کتاب قادیانیت کی تردید میں شہادۃ القرآن لکھی تھی۔ جو ایک بڑا علمی اثاثہ تھا۔حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا اور جب یہ کتاب نایاب ہوگئی تو اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو بلا کر اس کتاب کی اشاعت کے متعلق فرمایا۔حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اس کتاب کی طباعت کا تمام کام حضرت سید نفیس شاہ کے ذمہ لگایا۔حضرت نفیس شاہ صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی کتابت وطباعت کا انتظام فرمایا'

(کتاب مذکور۔ص۴۰۴۔۴۰۲)

اور قادیانی اخبار بدر کے نائب اڈیٹر قاضی اکمل نے ۱۹۱۱ء میں لکھا:

کام تو بہت ہیں، پر کام کرنے والا بھی کوئی ہو

کے زیر عنوان لکھا:

سب سے پہلے جو خیال میرے دل میں اٹھا وہ یہ تھا کہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف ہونی چاہیے جس میں ہمارے عقاید اور طرز عمل کا مفصل و مدلل ذکر ہو۔اس بارے میں میں نے قوم کے بزرگوں کو بھی گو لیکے سے خطوط لکھے۔مگر میری استدعا پر پہلے بہت کم توجہ ہوئی۔آخر ہمارے شیخ یعقوب علی نے ایسی کتاب کا اشتہار دیا اور یہ فرض یہیں ختم ہوگیا۔

اس کے بعد میر قاسم نے دین الحق لکھا۔ مگر یہ حصہ اول ہے۔ حصہ دوم جو بہت ہی ضروری ہے اور جو اصل غرض ہے، اس کا انتظار ہے۔

آخر میں نے ایک کتاب تیار کی جو پانچ سو صفحہ ہے اور اس کا خلاصہ عقائد احمدیہ وسنت احمدیہ میں تیار کیا گیا مگر یہ حضرت امام سلسلہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ میری اپنی ذاتی ذمہ داری پر ہے...

پھر جس چیز کو شدت کے ساتھ میں محسوس کر رہا ہوں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ہیں... سیدنا امیر المومنین ہی اس کے اہل تھے، مگر سنت سلف صالحین ہمیں بتاتی ہے کہ کسی امام قوم نے آج تک پوری تفسیر نہیں کی.. ہاں ہم ممنون ہیں سید محمد سرور کے اور بالخصوص شیخ یعقوب علی کے کہ ان بزرگوں نے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام شروع کیا، مگر افسوس نہ شیخ صاحب نے استقلال سے کام لیا نہ قوم نے پوری قدر کی، اور اتنے سالوں میں صرف سات پارے طبع ہوئے۔ اور ان میں سے پہلے پاروں کی کتابت وترجمہ ایسا ہے کہ اس پر اطمینان نہیں۔ مگر اس امر کا اقرار بھی ہے کہ ان کی تفسیر بے نظیر ہے، اور تمام احمدی لٹریچر کی جو تفاسیر کے متعلق ہے جامع۔ صرف کسر یہ ہے کہ ترجمہ میں کسی علمی دماغ کی شمولیت ضروری ہے تا کہ ہمیں ذو العرش المجید کا ترجمہ، عرش معظم کا مالک، نظر نہ آئے۔ اور مولوی سرور شاہ کی تفسیر تو پھر آئندہ نسلوں کے لئے ہی مفید ہوگی۔ میرا اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختصر ہو، بلکہ مجھے افسوس ہے کہ اب وہ خاص شرائط کی پابندی میں کھل کر نہیں لکھ سکتے...

۱۹۰۵ء میں جب سے مفتی صادق نے بدر کا چارج لیا.. حضرت مرزا اپنے دست مبارک سے تمام الہامات وخوابات ہفتہ کے لکھ بھیجتے پھر آپ پروف پڑھتے پھر پروف درست کر کے دکھایا جاتا اور آپ کا ارشاد، صحیح ہے، پا کر طبع ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کے الہامات جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام کتابوں بدر الحکم کے فائلوں اور اشتہاروں کا مطالعہ کیا جائے۔..

پھر ایک اور عرض ہے وہ یہ کہ بعض مخالف کتابیں ایسی ہیں کہ وہ اندر ہی اندر اپنا زہر پھیلا رہی ہیں۔ الہامات مرزا، شہادۃ القرآن یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی اشاعت بہت ہے اور باہر سے ان کے متعلق خط بھی آتے رہتے ہیں مگر آج تک ان کا جواب ہماری طرف سے شائع نہیں۔ کیا ان کتابوں کا کوئی جواب نہیں؟ ہرگز

نہیں۔بات صرف یہ ہے کہ سستی اور غالبًا اعجبتکم کثر تکم ۔یہاں کے رہنے والے کچھ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ باہر والوں کو کیا مشکلات ہیں۔محل کے اندر محبوب کے حضور بیٹھا ہوا کیا جانتا ہے کہ اس محل اور بوستان کے گرد ایک خاردار جنگل ہے اور بلڈاگ کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

میں نے جیسا شہادۃ القرآن حصہ اول کا جواب لکھا تھا (مولانا میرؒ نے شہادۃ القرآن کے نئے اڈیشن میں اس جواب کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔بہاء) میں حصہ دوم کا جواب بھی ضرور لکھ دیتا مگر مولوی مبارک علی صاحب نے مجھے کہا میں لکھ رہا ہوں۔پھر میں یہاں (قادیان) آ گیا۔اور پھر رہتے رہتے رہ گیا۔اب انشاءاللہ پھر ارادہ ہے۔...

(بدر قادیان یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴۔۵)

قاضی ظہور اکمل کی تحریر سے واضح ہوتا ہے مارچ ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا مصنفہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا اور مرزا صاحب اس کا جواب اپنے ذمے ادھار لے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور بعد میں بھی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی اور اگر کسی نے (مثل عبداللہ احمدی وغیرہ) اپنے زعم میں کچھ لکھا، تو انہیں قادیانیوں کے عوام اور محققین نے درخور اعتنا اور کافی نہیں سمجھا۔اور شہادۃ القرآن مصنفہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا جواب بھی نہیں لکھا جا سکا، اور مولوی مبارک علی جو جہلم والے مباحثے میں مولانا میر کے مقابل تھے، دعوی کرنے کے باوجود جواب لکھنے سے عاجز رہے تھے۔

مباحثہ جہلم

مابین

ابراہیم میر سیالکوٹی ومبارک علی قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں جہلم میں مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی اور مبارک علی قادیانی کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا۔جس میں قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔اس مباحثے کا ذکر مولانا ابراہیم میرؒ نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے دیباچے میں کیا ہے۔مباحثے کے بعد اس کی کاروائی سراج الاخبار جہلم اور پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوئی تھی جس میں واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ شکست قادیانیوں کے حصہ میں آئی تھی۔ مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا قادیانی کے باہمی مقدمات میں بھی اس مناظرے کا ذکر آیا تھا اور مجسٹریٹ جہلم نے اپنا فیصلہ لکھتے ہوئے ضمناً اس مباحثے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس مباحثے میں قادیانیوں کو شکست ہوئی ہے۔

دوسری طرف قادیانیوں کا یہ حال رہا ہے کہ ان کے بقول انہیں کبھی کسی مناظرے مباحثے میں شکست نہیں ہوئی،اور جہاں دبی زبان میں شکست تسلیم کرنا پڑ جائے وہاں ان کا دعوی ہوتا ہے کہ ہمیں بہرحال اخلاقی فتح حاصل ہوئی ہے۔اور شکست کی روداد پر لیپا پوتی کر کے سلطان القلم کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے زور قلم سے شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کوشش کی جاتی ہے۔مباحثہ جہلم بھی ان کے ایسے طرز عمل

کی ایک مثال ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اڈیٹر الحکم قادیان شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

سراج الاخبار نے جہلم کے مباحثہ کے متعلق جو غلط واقعات شائع کئے ہیں اس پر ہم مفصل ریمارک بعد میں انشاءاللہ کریں گے اور سراج الاخبار ہی کی تحریر سے دکھائیں گے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد کا مصداق ہو کر اڈیٹر سراج الاخبار نے کہاں تک اپنی تحریر کو بے وقعت کر دیا ہے چونکہ سراج الاخبار کے اڈیٹر نے اپنی تحریر کی کثرت اشاعت کی خواہش کی وجہ سے پیسہ اخبار میں بھی اسے چھپوایا ہے جس کو احمدیوں سے بغض اور عداوت ہے اسلیئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل واقعات کے سلسلہ کو بھی شروع کر دیا جائے۔ اگرچہ کشتی نوح کا مضمون اس سارے نمبر میں درج ہونا ہمارا مقصود تھا لیکن اس کا حد سے زیادہ بڑھ جانا اور ایک ہی اخبار کا اسکے اندراج کے لئے متحمل نہ ہونا اور سراج الاخبار کی خلاف بیانی کے زہریلے اثر کا بہت جلد رفع کرنا ایک ضروری امر ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس مباحثہ کے اصل حالات کے سلسلے کو شروع کر دیں جو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اس مباحثہ کی بنا اس وقت سے پڑنی شروع ہوئی جیسے کہ میاں ابراہیم نے مولوی برہان الدین سے اس بہانہ سے بحث کرنے سے انکار کیا کہ وہ میرے استاذ الاستاذ ہیں اور پھر ان کے برخلاف جہلم میں جا کر اکھاڑا جمایا اور بہت سے لوگوں کو مرزا صاحب کی جماعت کے برخلاف جہلم میں برافروختہ کر دیا اور کئی دن تک وعظ کے جلسے کرتے رہے اور عوام کالانعام کو جوش دلاتے رہے۔

ان دنوں جہلم کی جماعت کی طرف سے ایک خط قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا کہ مولوی ابو یوسف محمد مبارک العلی صاحب کو مناظرہ کیلئے بھیجا جائے مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ قادیان کے ہائی سکول میں عربی مدرس ہیں اس لئے بوجہ ملازمت نہ آسکے اور مرزا صاحب نے ان کو بھیجنا ضروری نہ سمجھا۔

موسم گرما کی تعطیلات کی تقریب پر مولوی مبارک علی اپنی ننہال میں جاتے ہوئے جو جہلم سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر جانب شمال دریائے جہلم سے پار علاقہ ریاست جموں میں ہے جہلم میں آ گئے اور مسافرانہ طریق پر مولوی برہان الدین کے مکان پر اترے۔ جماعت احمدیہ کو ان کے آنے کی خبر ملی، اکثر احباب ملاقات کے لئے ان کے فرودگاہ پر پہنچے۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی اور آپ کی تشریف آوری کی

خوشی ظاہر کی، اور آپ سے استدعا کی کہ ایک دو روز جہلم میں ٹھہر کر اپنے وعظ و کلام سے احباب کو مستفید فرماویں۔

مولوی مبارک علی نے دو ایک روز کا رہنا بخوشی قبول کیا اور ۲۴۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بوقت عشاء قاری صاحب کی مسجد میں وعظ فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر اور اکثر دوسرے فرقے کے مسلمان بھی آپ کے وعظ میں جمع ہوئے۔ آپ کا بیان علم قرآن اور اس کے حصول کے ذرائع کے متعلق تھا۔ قرآن کریم سے نہایت لطافت بیانی سے یہ ثابت کیا کہ علم قرآن سوائے مطہر اور مزکی نفوس کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا، اور علم قرآن کے حصول کے ذرائع میں سے بڑا ذریعہ تقوی وطہارت یعنی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب اور اہل اللہ کی صحبت ہے، اور یہ باتیں اس زمانہ میں سوائے امام الزمان مرزا صاحب کی صحبت پاک کے حاصل نہیں ہوسکتیں ۔علاوہ ازیں دیگر ضروری مسائل پر بھی اپنے وعظ میں بحث کی جس سے حاضرین نہایت محظوظ اور مطمئن ہوئے۔

اختتام وعظ پر ایک صاحب صوفیانہ صورت بنائے ہوئے محمد الدین نامی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے نزدیک آپ کی جماعت کے برخلاف مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی قرآن کو بہت اچھا سمجھنے والے ہیں، اور ہمارا اس پر کلی یقین ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور بہمہ صفت موصوف ہیں۔ اس لئے یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت مسیح کی حیات و وفات کے مسئلہ میں ان سے مباحثہ کریں، اور اس مسئلہ کو طے کردیں۔ ہم لوگ سبک نہیں ہیں اور ہمارا مدعا صرف تحقیق حق ہے۔ اگر آپ کی بات حق ہے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مولوی مبارک علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں کو اپنے امام کی طرف سے بحث مباحثہ کی اجازت نہیں ہے اور نہ موجودہ زمانہ میں بحث مباحثہ کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا

(پھر جماعت جہلم نے مرزا صاحب کو کیوں درخواست بھیجی تھی کہ مبارک علی کو بھیجا جائے۔ کیا اس جماعت کو مرزا کے حکم امتناعی کا علم نہیں تھا؟ پھر مبارک علی کے نہ آنے کی وجہ ان کی تدریسی مصروفیات بتائی گئیں، یہ نہیں کہا گیا کہ حکم امتناعی موجود ہے۔ اور مرزا نے بھی یہ نہیں کہا کہ حکم امتناعی جاری ہو چکا ہے اسلئے مباحثہ نہیں ہوگا، بلکہ انہوں نے کسی اور وجہ مبارک علی کو بھیجنا مناسب خیال نہ کیا۔ جو شئے دیگر ہے۔ بہاء)

صرف مرغ بازی یا بٹیر بازی اور تو تو اور میں میں ہوتی ہے اس لئے اس طریق مباحثہ کو میں پسند نہیں کرتا

۔(پھر حکیم نورالدین نے رام پور کے مباحثے کے لئے مولوی محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ کو کیوں بھیجا تھا۔ بہاء)

اس پر صوفی صاحب مذکور نے فرمایا کہ نہیں یہ ہمارا بھی منشاء نہیں کہ ایسا ہو اور ایک تماشا گاہ قائم کی جائے بلکہ امن اور عافیت اور صلح کاری اور اچھے لوگوں کی ذمہ داری سے یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔ اس پر مولوی مبارک علی نے باتفاق رائے احباب اس امر کو قبول کیا

(مرزا صاحب کے حکم امتناعی کی پرواہ نہیں۔ نہ قادیان خط لکھ کر حکم امتناعی کے خلاف اجازت حاصل کرنیکی ضرورت سمجھی۔ مرزا کے حکم کا منکر کون ہوا؟

دراصل قادیانیوں کو جب مناظرہ نہ کرنا ہو تو کہہ دیا جاتا کہ ہمیں مناظرہ نہ کرنے کا حکم ہے۔ اور جب کسی بھی طرح راہ فرار نظر نہ آتی، تو بغیر مرکز سے رابطہ کئے مشکل شرائط پیش کر کے مناظرہ پر تیار ہو جاتے، یہ جانتے ہوئے کہ شرائط ایسی ہیں جو کسی نہ کسی طرح ٹوٹ جائینگی اور ہمیں شرائط ٹوٹنے کے بہانے مناظرہ سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ بہاء)

اور صوفی صاحب مذکور کو اجازت دی کہ وہ مولوی ابراہیم صاحب کو بلا لیں۔ صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا ایسا نہ ہو کہ آپ انکے آنے سے پہلے ہی تشریف لے جاویں، مولوی مبارک علی نے بحلف اس عہد کو مستحکم کیا کہ میں انشاء اللہ آپ کے مولوی صاحب کے آنے سے پہلے جہلم سے باہر ہرگز نہیں جاؤنگا، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ جمعہ تک انتظار کی جاوے گی، اگر اس عرصہ میں وہ نہ آئے تو پھر میرا حق ہوگا کہ میں چلا جاؤں کیونکہ میں مسافرانہ طریق سے آیا ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ پس صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ہم مولوی ابراہیم کو ابھی تار دیتے ہیں وہ انشاء اللہ فوراً چلے آویں گے۔

اس کے بعد جلسہ وعظ برخواست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ صبح کے وقت مولوی مبارک علی اسی مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے رہے اور اکثر احباب جمع ہو گئے مختلف مسائل پر بطور خود گفتگو ہوتی رہی۔ جب قریباً آٹھ بجے تو مستری عبدالکریم صاحب تشریف لائے اور اکثر تماشائی لوگ بھی جمع ہو گئے۔ مستری صاحب موصوف نے مولوی مبارک علی سے حضرت مسیح کی حیات ومماۃ کے متعلق گفتگو شروع کی اور پرجوش الفاظ میں بولنے لگے اور ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ میں ایسا ہی بولا کرتا ہوں آپ مجھے معذور رکھیں گے۔ مولوی مبارک علی نے بڑی حسن اخلاقی اور دل جوئی سے مستری صاحب کو بولنے کی اجازت دی اور کہا کہ آپ جس طرح چاہیں گفتگو کریں میں برا نہ مانوں گا۔ اس پر مستری صاحب اپنی

لیاقت کے مطابق آزادی سے کلام کرتے رہے اور مولوی مبارک علی بڑی متانت اور حلم سے جواب دیتے رہے۔ اتنے میں مولوی کرم الدین ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم اور آپ کے ہمراہ میاں ملک صاحب بھی تشریف لائے اور ایک طرف آ کر بیٹھ کر گئے ۔

مستری صاحب سوال پر سوال کرتے جاتے اور جواب باصواب پاتے جاتے۔ جب مستری صاحب نے عربیت کے کسی مسئلہ میں غلطی کھائی، تو مبارک علی نے فرمایا کہ آپ عربی زبان نہیں جانتے اور نہ اسکے قواعد سے آپ واقفیت رکھتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کسی مولوی صاحب کو بطور وکیل پیش کریں۔ تب انہوں نے کرم الدین کو اس مسئلہ کے تصفیہ کیلئے پیش کیا۔

مولوی کرم الدین نے قبل اس کے کہ گفتگو کریں یہ بات پیش کی کہ میں کسی خاص گروہ کا آدمی نہیں۔ میں مرزا صاحب سے حسن ظنی رکھتا ہوں اور دوسرے فریق سے بھی ابھی تک مجھے تعلق ہے اور میں نے کسی جانب ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ کرم الدین کی اس دورنگی گفتگو سے حاضرین کو ایک عجیب حیرت حاصل ہوئی اور جماعت احمدیہ کو تو ان کی نسبت اسی وقت سے سوءظنی پیدا ہوگئی کہ یہ شخص لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء کا مصداق ہے، اس کی گفتگو سے کوئی نیک نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں ہوسکتی۔

(یعنی کرم الدین غیر جانبدار تھا، اور اسے مستری کی طرف سے وکیل کیا گیا تھا، اس سے اچھا آدمی مرزائیوں کے حق میں کون ہوسکتا تھا۔ اگر کسی کا واضح خیال مسلمانوں کی جانب اور مرزائیوں کے خلاف ہوتو وہ مرزائیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اسلئے مولوی کرم دین کو بطور وکیل پیش کیا جانا تو قادیانیوں کے دل کی مرادیں پوری ہونے کے مترادف تھا۔

ادھر مرزا صاحب نے، پیر مہر علی کے ساتھ مقابلے میں محمد حسین وغیرہ کو ثالث مان لیا تھا، یعنی مخالف کو ثالث مان لینا بھی سنت مرزا تھی، اور یہاں غیر جانبدار کو مخالف کا وکیل بننے پر بھی ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے۔ یہ کہاں کی اتباع سنت مرزا ہے۔ بہاء) ۔

الغرض مولوی کرم الدین نے مستری کی وکالت اختیار کر کے مولوی مبارک علی سے گفتگو شروع کی اور اپنے استدلالی طریق میں ایسا الٹا مسلک اختیار کیا کہ بات بات میں ملزم ہونے لگے اور قرآن کریم سے دو ایک ایسے استدلال پیش کیئے جس سے حاضرین کو معلوم ہوگیا کہ مولوی کرم الدین قرآن کریم میں قطعاً دسترس نہیں رکھتے اور علم قرآن سے بے بہرہ ہیں۔

آخر کار ایک ایسی غلط رائے پر اڑے کہ مستری صاحب نے سیٹھ احمد دین کے کان میں وہیں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا کہ مولوی کرم الدین غلطی پر ہیں اور نہایت غلط راہ چل رہے ہیں۔ آخر مولوی مبارک علی نے مولوی کرم الدین کو ایسا ساکت اور لاجواب کیا کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور تیور بدل گئے اور آپ کی طبیعت میں ایک غیر طبعی جوش پیدا ہوگیا اور کچھ نفسانیت کا رنگ آگیا، مگر مارے شرم کے کچھ بول نہ سکتے تھے اور خجالت سے عرق عرق ہوگئے اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے لئے پیغام آیا اور جلسہ برخواست ہوا (دن کے گیارہ بجے کون سا کھانا ہوتا ہے؟ یہ پیغام تو فرار کا بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاء) لیکن فریق ثانی کی طرف مولوی کرم الدین کے زک اٹھانے پر بے طرح جوش دیکھا جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مشہور ہوگیا تھا کہ مولوی ابراہیم صاحب بذریعہ تار بلائے گئے تھے مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا ۔ آخر مجبور ہو کر اسی روز فریق ثانی نے صوفی صاحب کو ایک بجے کی ٹرین پر مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے سیالکوٹ روانہ کیا۔

ادھر مولوی کرم الدین نے بخلاف اپنے اس اظہار حسن ظنی کے جو مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے گفتگو سے پہلے عام جلسے میں کیا تھا بالاعلان مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور عوام کو خوب بھڑکایا اور ہنگامہ گرم رکھا۔

(اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مبارک علی کے دلائل سے ایک ایسا شخص کا مخالف ہوگیا جو قبل ازیں مرزا سے حسن ظن رکھتا تھا۔ یعنی وہ دلائل بے معنی تھے اور ایک حسن ظن رکھنے والے کو مرزا کی طرف مائل نہیں کر سکے بلکہ ان کا مخالف بنا دیا۔ بہاء)

ادھر مولوی مبارک علی کو کھانا کھانے کے بعد پیش از نماز ظہر نہایت شدت کے ساتھ تپ ہوگیا (اور ۲۵۔ اگست کا دن تھا) (۲۵ اگست ۱۹۰۲ء، یعنی ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ۔ بہاء) تمام شب تپ رہا، صبح کو تپ اترا، اور نماز صبح میں شامل ہوئے۔، (یعنی ۲۶۔ اگست کی صبح کو تپ اتر گیا۔ بہاء)

(یعنی مولوی کرم الدین مرزا سے حسن ظن رکھتے تھے اور وفات مسیح کے بھی قائل تھے۔ گویا وہ چھپے ہوئے مرزائی تھی، ایسے شخص کا یہ کہنا کہ میں غیر جانبدار ہوں، کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ ایسے شخص کو مستری صاحب نے اپنا وکیل بنا کر بیوقوفی تو کی ہی تھی لیکن مبارک علی کے دلائل کا اثر ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ بہاء)

اتنے میں کچھ اور احباب بھی آ گئے اور وہ صوفی صاحب بھی آ پہنچے جو مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے گئے تھے۔ اور یہ سب لوگ آ کر مولوی مبارک علی کے پاس بیٹھ گئے۔ تب باستدعا مولوی برہان الدین، میاں نظام الدین احمدی نے مرزا صاحب کی نظم درثمین سے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور ان کے بعد خود مولوی مبارک علی نے بھی درثمین میں سے ایک نظم پڑھی۔ اس کے ختم ہونے پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم تشریف لے آئے ہیں آپ لوگ جلسہ مباحثہ کے لئے مکان تجویز کریں اور وقت مقرر کریں اور اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار بھی ہوں۔ ادھر سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور آپ کثرت سے ہیں اور آپ کا شہر میں رسوخ بھی بہت ہے اور حکام تک راہ ورسم ہے اس لئے ان سب امور کا انتظام آپ کے ذمہ ہے۔ ہم اس میں سے کوئی بات بھی اپنے ذمہ نہیں لے سکتے، بلکہ اپنی جماعت کا بھی ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ لوگوں کا اختیار ہوگا اگر ہماری جماعت میں سے کوئی شخص بے اعتدالی کرے تو آپ اس کو جلسہ مباحثہ سے نکال دیں۔ (جب مرزا کو اپنی عزت ومرتبت اور عوام وخواص میں اپنی مقبولیت ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے، تو بتاتے ہیں سٹیشنوں پر اتنے لوگ استقبال، بلکہ ایک جھلک دیکھنے کو آئے کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو گئے، انگریز افسر منہ اٹھا اٹھا کر دیکھتے کہ یہ کون ہستی ہے جس کی زیارت واستقبال کے لئے خلقت یوں ٹوٹی پڑی ہے، جہلم مرزا صاحب آتے ہیں تو بتایا جاتا ہے کہ ہزاروں افراد نے وہاں ان کی بیعت کی اور تیس پینتس ہزار آدمی استقبال کو آئے۔ سیالکوٹ تشریف لے جاتے ہیں تو بتایا جاتا کہ شہریوں نے آمد کی خوشی میں رات کو چراغاں کیا اور چالیس پچاس ہزار افراد استقبال کو آئے جن میں بڑے بڑے افسران بیرسٹر وغیرہ بھی تھے۔ اور جب راہ فرار اختیار کرنا منظور ہوتا ہے تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ لاہور میں اسلئے پیر مہر علی کے مقابلے کے لئے نہیں آئے کہ وہاں میرے مرید چند ایک ہیں جماعت بہت کمزور ہے، میری حفاظت نہیں ہوسکتی، ۱۸۹۱ء میں دہلی میں میاں نذیر حسین محدثؒ کی مسجد میں مرزا صاحب اسلئے نہیں جاتے کہ میں راندہ قوم ہوں اور ہزاروں بدمعاش میری جان کے درپئے ہیں۔ چیلنج دینا مقصود ہوتا تو فرماتے ہیں کہ یہ علماء میرے نزدیک مرے ہوئے کیڑوں کی حیثیت نہیں رکھتے، اور میری جماعت میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، تجار، اشراف، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ڈپٹی، جج، پلیڈر، بیرسٹر، تحصیلدار شامل ہیں، اور جب چیلنج قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ ہماری حکام تک کوئی رسائی نہیں ہم حقیر اقلیت ہیں، ہماری کوئی نہیں سنتا، تم خود یہ سارے انتظامات کرو۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان لوگ حاکم وقت کے پاس اجازت لینے جائیں گے، تو حاکم وقت، ہمارے کہنے پر، یا پہلے سے معلومات ہونے کے باعث، اندیشہ نقض امن کے بہانہ سے اجازت دینے سے انکار کر دے گا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب نے کھیل کھیلا تھا کیونکہ وہاں اس وقت وہی ڈپٹی کمشنر تھا جو مباحثہ لدھیانہ کے وقت لدھیانہ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ جہلم میں کہا جا رہا ہے کہ ہم تو اپنے لوگوں کی طرف سے بھی قیام امن کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ مقصد یہ

ہے کہ جوں ہی شکست نظر آئیگی اپنے آدمی شور ڈال دیں گے، اور جب منتظمین ان کو بقائے امن کی خاطر نکالیں گے تو یہ کہہ کر مباحثہ ختم کر دیا جائیگا کہ ہمیں بیٹھنے ہی نہیں دیا جاتا، اور اگر نکل بھی جائیں تو یہ طے ہو کہ فریقین کے اتنے اتنے آدمی حاضرین میں ہوں، تو یہ کہا جائیگا کہ چونکہ ہمارے پانچ آدمی نکال دیئے گئے ہیں اب ہم تعداد میں کم ہیں، دریں حالات مناظرہ کو جاری رکھنا خلاف قواعد ومعاہدہ ہے۔ اس لئے بس ہو چکی نما مصلی اٹھایئے۔اگر فریق مخالف کہے کہ تم ان پانچ کی جگہ پانچ اور افراد لاکر بٹھا دو تو کہہ دیا جائے گا کہ ہماری تعداد کم ہے اور کوئی ہے ہی نہیں، یا فارغ نہیں، یا کچھ اور۔ بہاء)۔

خیر اس پر بہت بحث اور حجت ہوتی رہی اور فریق ثانی حفظ امن کا ذمہ نہ ہوا۔آخر دونوں طرف کے لوگ شہر کے ایک معزز رئیس بہاول بخش ذیلدار کے پاس گئے انہوں نے اس بات کا ذمہ اٹھالیا کہ ہم حفظ امن کا انتظام کر دیں گے بلکہ تحصیل دار اور تھانہ دار صاحب کو بھی عین جلسہ مباحثہ میں لے آویں گے۔تب ذیلدار حسب قرارداد خود تحصیلدار کے پاس گئے اور حفظ امن اور مکان جلسہ کا کل فیصلہ کر کے آگئے اور فریقین کے معتبر اشخاص کو علیحدہ علیحدہ مطلع کر دیا کہ عید گاہ شہر میں ٹھیک چار بجے سب کو جمع ہو جانا چاہیے اور دونوں فریق کے علماء اپنے ساز وسامان سے تیار ہوویں اور عند الطلب بلا عذر وحیلہ موقع پر حاضر ہو جائیں۔پس بموجب ارشاد ذیلدار دونوں فریق طیار ہو گئے اور ٹھیک چار بجے بابو غلام حیدر تحصیلدار و دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر مکان مباحثہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو طلب کیا۔

فریقین کے علماء آپہنچے اور باہم آمنے سامنے بیٹھ گئے اور باقی مخلوقات میدان عید گاہ میں مولوی صاحبان کے ارد گرد بیٹھ گئی۔تحصیل دار صاحب نے بالا علان فرمایا کہ کسی شخص کو سوائے مناظرین کے بولنے کی اجازت نہیں، اور نہ اشارہ کنایہ سے کوئی شخص کسی جانب سے کسی قسم کی شرارت کرے۔جو شخص ایسا کرے گا اس سے قانونی سلوک کیا جائے گا۔اور چاروں طرف پولیس کے سپاہی تعینات کئے گئے۔

تب باجازت تحصیل دار مولوی مبارک علی اٹھے انہوں نے مولوی ابراہیم کو مخاطب کر کے عربی زبان میں بصورت سوال ایک مختصر سی عبارت پڑھی۔جو اسی وقت لکھی گئی تھی۔

(مجمع عام میں جہاں اردو جاننے والے بھی زیادہ تعداد میں نہ ہوں اور خالص پنجابیوں کا مجمع ہو، عربی میں باتیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ایسا کرنا ہو تو کسی نجی محفل علماء میں کیا جانا چاہیے۔مجمع عام میں ایسی باتیں اپنی علمیت کا دھاک بٹھانے، یا گرفت سے بچنے کیلئے کی جاتی ہے، کہ بے چارے عوام کو کیا پتہ کہ عربی میں کیا کہا ہے۔ بہاء)

جس کا ماحصل یہ تھا کہ آپ حضرت مسیح کی حیات جسمانی اور آسمان پر بجسد عنصری مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور اس باب میں ہم سے آپ تنازعہ کرتے ہیں اور یہ امر ہمارے نزدیک خدا کی سنت مستمرہ کے برخلاف اور محالات عادیہ سے ہے۔ اسلئے آپ ایک امر محدث اور منکر کے دعویدار ہیں نہ کہ ہم، لہذا آپ پر واجب ہے کہ آپ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں، اور اس سوال کا جواب بھی عربی میں دیں، اور حاضرین کو ترجمہ کر کے سنا بھی دیں، جیسا کہ میں نے سنا دیا ہے۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی بیٹھ گئے اور مولوی ابراہیم نے نقل پرچہ سوال طلب کیا۔ اس پر مولوی کرم الدین اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ژولیدہ لفظ عربی زبان میں ایک پرچہ پر لکھ کر آپ نے پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اہل جلسہ عربی دان نہیں ہیں اس لئے عربی زبان میں تکلم فائدہ مند نہیں۔۔۔ پھر مولوی مبارک علی نے کہا کہ آپ ہمارے مخاطب نہیں۔ آپ نے یہ کیوں دخل در معقولات کیا ہے۔ آپ بولنے کے قطعاً مجاز نہیں۔ ہاں اگر آپ مولوی ابراہیم صاحب کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو صرف ان سے آہستگی کے ساتھ کلام کریں۔ تب میر مجلس کی رائے سے یہ بات قرار پائی کہ سوائے مولوی ابراہیم صاحب کے اور دوسری جانب سوائے مولوی مبارک علی کے دوسرے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں اور باتفاق رائے یہ بھی قرار پایا کہ مضمون مباحثہ اردو زبان میں ہی لکھا جاوے تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھائیں۔

اب مولوی کرم دین خاموش ہوئے اور مولوی ابراہیم جواب دینے کیلئے اٹھے اور کتاب کی صورت میں ایک بڑی لمبی لکھی ہوئی تحریر پڑھنی شروع کی۔ اس پر مولوی مبارک علی نے کہا کہ ہم اس کو کہاں تک لکھتے جائیں گے، انہوں نے تو بجائے تقریر کے ایک کتاب پڑھنی شروع کر دی ہے۔ تب بحکم میر مجلس، مولوی ابراہیم نے وعدہ کیا کہ میں جو کچھ سناؤں گا جواب کیلئے اس کی حرف بحرف نقل دے دونگا۔ اور کل دس بجے سے پہلے نقل مولوی مبارک علی کے پاس پہنچ جائے گی۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنی تقریر کے لئے کم از کم چھ گھنٹے ملنے چاہییں۔ تب میر مجلس نے فرمایا کہ شام تک جو قریباً تین چار گھنٹے ہوتے ہیں آپ تقریر کر سکتے ہیں۔ تب آپ نے اپنا وہ سارا اندوختہ اور آموختہ جو آپ کی کئی سال کی جانفشانی کا نتیجہ تھا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ کر سنا دیا اور بجائے چھ گھنٹے کے ایک ہی گھنٹے میں ختم کر دیا۔ آپ کے سارے مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ سنت اللہ کا

لفظ قرآن کریم میں صرف عذاب پر بولا گیا ہے اور انہیں معنوں میں مقید ہے۔ انسان جب ایک وقت وزنی پتھر اٹھا کر اوپر پھینکتا ہے اور وہ اوپر چلا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ مسیح کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں تو کیا مسیح اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ مسیح کی حیات جسمانی کا بیان وجدانی ہے بیان میں نہیں آ سکتا، توفی کے معنی پورا بھر لینا ہے یعنی معہ جسم کے اٹھا لینا۔ اس پر بعض تفاسیر کے متناقض اقوال کو بطور ثبوت وشہادت کے پیش کیا اور بعض تراجم اردو کا بھی حوالہ دیا۔ مسیح کو آیۃ اللہ قرار دے کر اور متکلم فی المہد مان کر اس کے خواص کو اور نبیوں سے الگ مانا اور اس وجہ سے اس کو انسانی ضوابط اور خواص سے مستثنیٰ قرار دیا۔ آپ کی تقریر اول سے آخر تک مختلط الترتیب تھی۔ اور آپ کے استدلات ایسے کمزور اور غریبہ تھے جن میں آپ دیگر مفسرین سے متفرد پائے جاتے تھے... اور آپ کا طرز بیان نہایت کرخت اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔ بااین ہمہ ایک گھبراہٹ دامن گیر تھی جس نے آپ کو حواس باختہ بنا یا ہوا تھا۔ غرض جوں توں کر کے آپ کا مضمون ختم ہوا، تو میر مجلس نے فرمایا کہ ابھی آپ کا بہت سا وقت باقی ہے کچھ تو اور کہیے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ تب میر مجلس نے مولوی مبارک علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ اس تقریر کا آج اور اسی وقت جواب دینا چاہتے ہیں کیونکہ ابھی کافی وقت ہے۔

مولوی مبارک علی نے کہا کہ میں تحریر کا جواب تحریر سے ہی دینا چاہتا ہوں۔ میری پاس اس وقت کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں جس میں سے سنا دوں اور اس طرح پر میری تقریر محفوظ بھی نہیں رہ سکتی مجھے مولوی ابراہیم کے مضمون کی کاپی مل جاوے تو میں انشاء اللہ کل جواب دوں گا (نوٹ از اڈیٹر الحکم: اگرچہ مولوی ابراہیم نے اپنے مضمون کی کاپی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر مولوی مبارک علی و ماسٹر فقیر اللہ نے ساتھ ہی ساتھ مولوی ابراہیم کی تقریر میں سے چند ضروری نوٹ کر لئے تھے دوران تقریر میں مولوی ابراہیم نے اعتراض بھی کیا تھا کہ جب میں نے تحریر دینے کا وعدہ کیا ہے تو میری تقریر کے نوٹ کیوں کئے جاتے ہیں۔ اس پر مولوی مبارک علی نے فرمایا کہ نوٹ کرنا ہمارا حق ہے۔ ہم نے جواب دینا ہے، آپ ہم کو اس سے روک نہیں سکتے۔ اور میر مجلس نے بھی فرمایا کہ نوٹ کرنا مبارک علی کا حق ہے، آپ بھی ان کی تقریر کے نوٹ کر سکتے ہیں) اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ یہ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا دن تھا۔

اب صبح ۲۷۔ اگست ۱۹۰۲ء کو مولوی مبارک علی نے صبح ۶ بجے ہی سے اپنا جواب لکھنا شروع کر دیا

اور اپنی یادداشت اور نوٹوں کی بنا پر بارہ بجے تک جواب لکھ کر تیار کر لیا۔ جب مضمون پورا ہو چکا تو مولوی ابراہیم صاحب کا پرچہ بھی پہنچا اور ساتھ ہی مولوی مبارک علی کے عربی پرچہ کا مطالبہ تھا۔ مولوی مبارک علی نے اپنا عربی پرچہ اس شخص کے ہاتھ بھیج دیا جو مولوی ابراہیم کا پرچہ لایا تھا مگر ادھر سے بھی مولوی کرم الدین کے عربی پرچہ کا بالمقابل مطالبہ کیا گیا کہ مولوی کرم الدین کو اپنی عربی کی صحت کی نسبت کچھ تو دھڑکا تھا کہ بار بار کے مطالبہ پر بھی پرچہ نہ دیا اور خلاف معاہدہ کیا کیونکہ بالمقابل تحریروں کے دینے کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اپنا عربی پرچہ دینے سے انکار کیا اور شدت تقاضا پر بھی نہ بھیجا۔ اس سے مولوی کرم الدین کی عربی دانی کا ایک منصف طبع انسان کو پتہ لگ سکتا ہے۔

مولوی مبارک علی کو اپنا جواب مکمل کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مولوی ابراہیم کے پرچے کو اول سے آخر تک پڑھ لینا چاہیے اور جواب کو اس سے منطبق کر لینا چاہیے۔ جب مضمون مرسلہ مولوی ابراہیم حرف بحرف پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اکثر حصہ ان مضامین کا نہیں جو آپ نے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے اور نہ وہ نوٹ بھی درج ہیں جو ان کی تقریر سے لئے گئے تھے اور وہ نوٹ اور مضامین جو مضمون سے عمداً خارج کئے گئے ایسے اہم اور ضروری تھے جس سے مولوی ابراہیم صاحب کی ساری قلعی کھل جاتی تھی اور آپ کے علم کی پوری پردہ دری ہوتی تھی۔ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ زائد مضامین اور سوال بھی اس پرچہ میں درج کئے گئے ہیں تب فوراً تحصیل دار کی طرف ایک خط لکھا گیا اور مولوی صاحب کی دیانت داری کا سارا حال منکشف کیا گیا لیکن تحصیل دار صاحب کی طرف سے اس خط کا کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

اس کے بعد مولوی مبارک علی کو تپ کے آثار شروع ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تپ کی شدت ہو گئی اور بکثرت استفراغ ہونے لگے اور تپ کا اس قدر زور ہوا کہ ٹمپریچر ۱۰۷ درجے پر ہو گیا اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ آپ کی تیمارداری کرنے لگے۔ ڈاکٹر موصوف بڑی دلجوئی اور جانفشانی سے علاج کرتے رہے اور دم بدم بخار کا جائزہ لیتے رہے یہاں تک کہ کثرت پسینہ کے سبب سے بخار دھیمہ ہو کر ۱۰۲ درجے پر پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر موصوف نے ۱۶ گرین کونین اور فناسٹین کا مکسچر بنا کر مولوی صاحب کو پلایا۔ ۶ بجے کے قریب بخار اس قدر ہلکا ہو گیا کہ مولوی مبارک علی نے چارپائی پر بیٹھ کر ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے گذاری۔

یہ ۲۷۔ اگست کا دن تھا اور وہی دن تھا جس میں مبارک علی کو جواب سنانا تھا۔ ادھر عیدگاہ میں چار بجے سے پہلے ہی ایک طوفان عظیم برپا ہوا تھا۔ قاصد پر قاصد اور بلاوے پر بلاوا چلا آتا تھا برہان الدین نے یہ کہا کہ پہلے مولوی صاحبان سے کمی بیشی مضمون کی نسبت فیصلہ کر لینا چاہیے۔

(جب فیصلہ یہ تھا کہ کوئی مناظر کی مدد نہیں رہے گا نہ اشارے کنائے سے، بلکہ وہ خود ہی جو کچھ کر سکتا ہو کہے گا، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مولوی محمد ابراہیم نے جو کچھ کہا، خواہ پہلے ہی لکھا ہوا ہی پڑھا وہ انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے سب کے سامنے پڑھا، اب مبارک علی کا یہ کہنا کہ میں اس کا جواب کل کو لکھ کر دونگا، تبھی درست ہو سکتا تھا کہ اس وقت سے صحیح جوابی پرچے کی تکمیل تک وہ تنہا رہیں، کوئی ان کے ارد گرد آس پاس نہ ہو، اگر ہو تو وہاں منصف ثالث میر مجلس اور مخالف مناظر یا اس کا نمائندہ بھی موجود ہو، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ مبارک علی کو جوابی پرچہ لکھتے ہوئے کسی نے کوئی مدد نہ دی۔ بہاء)

اور ہماری جماعت کے لوگ مولوی صاحبان کی اس حرکت بے جا کا عام طور پر اعلان کر دیں شاید اگر اس امر کے فیصلہ تک مولوی مبارک علی کو کچھ صحت ہوگئی تو وہ خود جا کر مضمون سنا دیں گے

(اور مولوی صاحب نے اپنا سارا لکھا ہوا نہیں پڑھا تھا بلکہ جستہ جستہ پڑھا تھا۔ اور ایک گھنٹے میں ختم کر دیا جب کہ ابھی مزید دو تین گھنٹے باقی تھے، انہوں نے یہ تلخیص اسی لئے تو کی تھی کہ مولوی مبارک علی اسی مجلس میں بغیر کسی کی مدد کے جواب دیں اور اگلے دن کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور جہاں مضامین میں کمی بیشی کا تعلق ہے قادیانیوں کو کیا پتہ، کیونکہ انہوں نے تقریر کو ٹیپ ریکارڈ تو نہیں کیا، نہ ہی انہوں نے تقریر کو لفظ بلفظ نوٹ کیا، بلکہ تقریر میں سے بعض نوٹ لئے تھے جیسا کہ خود انہیں اقرار ہے۔ اور اس بات کا بھی کیا ثبوت کہ جو نوٹ انہوں نے لئے تھے وہ واقعی تھے، اور انہوں نے سمجھ کر صحیح باتیں نقل کی تھیں یا غیر واقعی تھے اور انہوں نے مولوی ابراہیم کی باتوں کو سمجھنے میں غلطی کی ہو اور یوں نوٹ ہی غلط ہوں۔ اسی لئے تو ابراہیم صاحب نے کہا تھا کہ تمہیں لکھنے کی کیا ضرورت ہے، میں خود تمہیں حسب وعدہ تقریر کی کاپی دے دونگا۔ اور پھر مرزائیوں نے یہ نوٹ اختتام تقریر پر مولوی ابراہیم کو نہیں دکھائے اور نہ ہی میر مجلس وغیرہ کو، تاکہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے وہی کچھ نقل کیا ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔ بہاء)

ورنہ کسی شخص کو سنانے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا (یہ کام اس سے پہلے کیوں نہیں ہو سکتا، اگر جواب تیار ہے، تو سامعین کو مولوی مبارک علی کی خرابی صحت کا حال بتا کر اسی وقت کسی اور سے سنوایا جا سکتا ہے۔ بہاء) مگر پہلے اس خیانت کا تصفیہ ہونا چاہیے اور تحصیل دار صاحب کو بھی دوبارہ اس پر مطلع کیا گیا تحصیل دار نے مولوی ابراہیم سے ان کی اس تبدیل و تحریف کے بارے میں باز پرس کی تو آپ نے طوعاً و کرہاً مان لیا کہ ہاں ضرور کچھ مضمون جلدی کے سبب سے درج نہیں ہو سکا تب تحصیل دار نے آپ کو بہت کچھ نادم کیا اور آپ کی اس حرکت ناشائستہ پر آپ کو ملزم ٹھہرایا مگر عوام تک

ابھی یہ بات نہ پہنچی تھی، اس لئے جماعت احمدیہ کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو عین جلسہ میں بھیجا گیا اور مولوی ابراہیم سے عام لوگوں میں بہت کچھ ردو بدل کے بعد تسلیم کرایا گیا کہ آپ نے کل کے سنائے ہوئے مضمون میں سے اس قدر مضامین خیانت کے طور پر چھپا لئے ہیں اوران تمام نوٹوں پر جو آپ کی تقریر سے لئے گئے تھے اور آپ کے مرسلہ مضمون سے خارج تھے تحصیل دار کی فہمائش سے اور عام لوگوں کے سامنے تسلیم کرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ یہ آپ کی خیانت ہے تب تو مولوی ابراہیم کو مارے خجالت کے موت کا سامنا ہو گیا اوراس قدر آپ عرق شرم میں ڈوبے کہ پانی پانی ہو گئے۔مگراس خجالت کا آپ پر ایک فوری اثر تھا بعد میں پھر آپ نے اپنا سر جھاڑ کر صافہ باندھ لیا۔(حالانکہ یہ وہی مضمون ہے جس پر مولانا ابراہیم نے ۶ سال بعد لاہور میں مرزا صاحب کو آخری چیلنج دیا تھا، اور جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور محمد احسن امروہی کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم سے گفتگو کریں۔مرزا تو اگلے روز چل بسے لیکن قادیانیوں کے احسن المناظرین، مرزا صاحب کے حکم کے باوجود زندگی بھر مولانا ابراہیم نیر کے سامنے اس مسئلے پر گفتگو کے لئے نہ آ سکے۔اور یہی مسئلہ ہے جس پر قادیانیوں کے اعیان اور مبارک علی کے بڑے مثل محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری حسب الحکم حکیم نورالدین خلیفہ قادیان، نواب رامپور کے مواجہہ میں مولانا ثناء اللہ کے سامنے آئے تھے اور بڑے بے آبرو ہو کر مناظرہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ اس پس منظر میں مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مولانا میر پانی پانی ہو گئے، کیا حقیقت رکھتا ہے۔یہ مناظرہ شروع اگست کی بات ہے جو پنجاب میں شدید گرمی کا موسم ہوتا ہے۔اتنی گرمی اور پسینے میں مولانا نے شائد کسی موقع پر پسینہ صاف کرنے کیلئے عمامہ وغیرہ اتارا ہو گا جس کا مطلب قادیانیوں نے شرم سے پانی پانی ہونا، بتا دیا۔بہاء)۔اوراس خیانت کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس چھپائے مضمون کا جواب مولوی مبارک علی لکھ چکے تھے پس اس کا اظہار اگراس وقت نہ کیا جاتا تو مولوی ابراہیم کو اس عذر کی گنائش ہو جاتی کہ یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے اور نہ یہ باتیں میرے تحریری مضمون میں درج ہیں(یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ مبارک علی کے پاس پہلے سے لکھا ہوا کچھ سامان موجود تھا جو وہ گذشتہ روز احباب کے ساتھ گفتگو میں بھی بیان کر چکے تھے اوراسی طرح چند دیگر نوٹ جو قادیانی مناظرین کے پاس عموماً موجود ہوتے تھے، اس روز محمد ابراہیم کا پرچہ آنے سے پہلے مرتب کر رکھے تھے۔لیکن جب پرچہ آیا تو معلوم ہوا کہ ان کے نوٹ تو بیکار ہیں، پرچے میں تو ایسی چیزیں ہیں جن کا مرزائیوں کے پاس جواب ہی نہیں، تو بخار بھی چڑھ آیا، اور بھاگ دوڑ بھی شروع ہو گئی کہ تقریر میں یہ نہیں تھا اور وہ نہیں تھا۔اور پرچہ میں یہ کچھ ہے جو تقریر میں نہیں تھا۔ مبارک علی جواب دینے کے قابل ہوتے تو کہتے کہ ٹھیک ہے کہ یہ باتیں تقریر میں نہیں تھیں لیکن چونکہ اب یہ تحریر میں آ چکا ہے اس لئے اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔اگراس کے برخلاف وہ نکات جن پر اعتراض ہے کہ تقریر میں نہیں تھے، کسی اور موقع پر کوئی اور مسلمان مناظر مرزائیوں کے سامنے رکھ دیتا تو ان کا کیا جواب ہوتا۔کیونکہ جو ایک اعتراض ایک دفعہ سامنے آ گیا، وہ آج نہیں کل دوبارہ سامنے آ جائے گا۔

بہاء)

مگر اس کاروائی کے اثنا میں ابھی تک مولوی مبارک علی کی طبیعت نڈھال تھی اور بخار میں کوئی بھی خفت پیدا نہ ہوئی تھی اس لئے پہلے مہر بہاول بخش ذیلدار کو مولوی صاحب کا معائنہ کرایا گیا تب انہوں نے تحصیل دار کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی مبارک علی بعارضہ تپ شدید بیمار ہیں اور مضمون سنانے کے لئے نہیں آسکتے لیکن مضمون تیار ہے۔اس پر تحصیل دار نے میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر اور چودھری غلام قادر سب رجسٹرار اور راجہ خان بہادر خان کو مولوی مبارک علی کی بیماری کی تصدیق کے لئے بھیجا۔اول الذکر نے تو مولوی صاحب کی حالت دیکھ کر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ واقعی اس وقت مولوی صاحب کی حالت شدت تپ کی وجہ سے دگر گوں ہے، اور ضعف و ناتوانی حد سے زائد ہے، مگر آخر الذکر ہر دو صاحبان نے بہت تیز زبانی کی اور راجہ خان بہادر خان صاحب نے مولوی مبارک علی سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اور بیماری تو کوئی نہیں آپ صرف جواب نہیں دے سکتے اس لئے بیمار بن بیٹھے۔

اس وقت مولوی (مبارک علی) صاحب کے تمام کپڑے پسینہ میں تر تھے، اور لحاف کے سہارے سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔راجہ خان بہادر خان صاحب کی بات کا آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں آپ کی زبان کو نہیں تھام سکتا، اور میرا حال میرا خدا ہی جانتا ہے۔تب راجہ صاحب نے کہا کہ ایک معمولی تپ ہے، اس میں آپ اس قدر نڈھال کیوں ہو گئے ہیں؟ چل کر مضمون سنا دیجئے۔اس کے جواب میں شیخ معراج دین نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر گھوڑے پر چڑھنے سے دو دو گھنٹہ تک اپنے نوکروں سے دبواتے اور چاپی کرایا کرتے ہیں، یہ تو تپ شدید ہے اس کی کیفیت اسے ہی معلوم ہوتی ہے جسے چڑھتا ہے۔اس پر چودھری غلام قادر نے کہا کہ مولوی صاحب کو اس وقت بخار نہیں، آپ کا بدن سرد ہے ہاں پسینہ آیا ہوا ہے، میں ڈاکٹر صاحب کو لاتا ہوں اور دس روپئہ فیس بھی دونگا، اگر مولوی صاحب کو بخار ہوا تو سو روپئہ ہرجانہ بھی دوں گا۔تب ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے فرمایا کہ آپ ضرور ڈاکٹر کو لائیں اور مولوی صاحب کا ملاحظہ کرائیں اور کچھ جیب سے بھی نکالیں اور جس طرح پر چاہیں بیماری کی تصدیق کرائیں۔اس ردوبدل کے بعد دوبارہ میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ضرور بخار ہے اور ان کی حالت کہہ رہی ہے کہ وہ اس وقت سخت ناتواں

ہیں، مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

تب یہ لوگ جلسہ میں واپس گئے اور سب سے پہلے جیسا کہ سراج الاخبار بیان کرتا ہے چودھری غلام قادر نے خلاف بیانی کا ثواب لیا اور پھر شاید راجہ خان بہادر خان نے بھی ان کی تائید کر کے اپنی عقبی کو سنوارا۔ ہاں میاں دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کر دیا، اسی لئے سراج الاخبار نے ان کی شہادت کو اپنے حق میں غیر مفید سمجھ کر اپنے بیان میں درج نہیں کیا (جب تین میں سے دو کی شہادت ایک طرف ہو جائے تو تیسرے کو پوچھتا ہی کون ہے۔ فیصلہ تو کثرت تعداد سے ہو جاتا ہے۔ بہاء) اور چودھری غلام قادر صاحب معہ ڈاکٹر و ایک سو روپیہ ہرجانہ کے ابھی تک تشریف لا رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی فضول گوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔ (یعنی وہاں یہ کہا گیا کہ مبارک علی نہیں آ سکتے، یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ان کے تشریف نہ لا سکنے کے سبب ہم برہان الدین اور کسی اور کی زبانی وہ پرچہ سنا دیتے ہیں جو مبارک علی نے لکھ رکھا ہے۔ یعنی مناظرہ ختم۔ اب مخالف علماء چاہے تو چلے جائیں چاہے تو کسی اور تقریب کا انعقاد کر لیں۔ بہاء)

اس کے بعد ہر دو مولوی صاحبان یعنی ابراہیم سیالکوٹی و کرم الدین نوبت بہ نوبت ممبر پر چڑھے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ وہ ہفوات اور ہزلیات اور الزامات اور خرافات منہ سے نکالے کہ الامان الامان۔ ان کی بکواس کے سبب سے کوئی جماعت احمدیہ کا ممبر وہاں نہ بیٹھ سکا۔

(یعنی سب بھاگ گئے۔ کسی نے یہ نہ کہا کہ ٹھہرو ہم جواب لے آتے ہیں اور سنا دیتے ہیں۔ بہاء)

کیونکہ مرزا صاحب اور ان کی پاک جماعت کی نسبت اہانت و تحقیر کا کوئی دقیقہ اس وقت مولوی صاحبان نے اٹھا نہ رکھا تھا۔ (تو کیا ان کے قصیدے پڑھتے۔ یہی کہا ہوگا کہ مرزائی شکست کھا گئے ہیں۔ بہاء)

اور یہ بھی شرم نہ کی کہ تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً حکام انتظام ہماری نسبت کیا رائے لگائیں گے اور ہماری تہذیب اور شائستگی پر کس قدر نفرین کریں گے۔ غرض مولوی صاحبان ایک ہی دھن میں لگے اور ممبر پر چڑھ کر جہاں قال اللّٰہ و قال الرّسول کا ذکر ہونا چاہیے تھا ہجو و قبیح اور کذب صریح کے گیت گاتے اور قصیدے پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے اس یک طرفہ کاروائی پر اپنی ظفر کا ڈنکہ بجایا...

(اخبار الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۵؛ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔۱۴)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے بتایا کہ مولوی مبارک علی وہاں پہنچ گئے، اور انہوں نے مضمون سنایا، اور

انہوں نے مسلمانوں کے دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں وغیرہ وغیرہ....

معاہدہ تو یہ تھا کہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا جائے، کوئی کسی کو اشارہ وغیرہ نہیں کرے گا۔ یہاں سامنے بیٹھ کر تقریر کرنے کی، یا لکھنے، کی بجائے، رات بھر کی مہلت لی گئی (حالانکہ نوٹس ان کے پاس موجود تھے، پھر اگلا دن گھر میں رہے، نہ معلوم کس کس کی مدد شامل حال رہی، مضمون مکمل نہ ہوا، تپ شدید ہو گیا، مزید مہلت مل گئی، پھر ثالث آ گئے، دونے رپورٹ دی کہ مبارک علی جلسے میں آ سکتے ہیں اور تقریر پڑھ سکتے ہیں۔لیکن آپ نہ آئے، اور نہ کہا کہ کوئی اور پڑھ دے، یوں مناظرہ ختم ہوا۔مخالفوں نے فتح کے ڈنگے بجا دیئے۔ ماحول ہی ختم ہو گیا، کہ اس دوران مولوی مبارک علی نہ معلوم کس کس کی مدد لے کر ایک مضمون تیار کرنے کامیاب ہو گئے اور افتاں خیزاں مشتے بعداز جنگ کا نظارہ دکھاتے ہوئے میدان عیدگاہ میں آوارد ہوئے۔مرنے کے بعد دوائی کا کام؟ مناظرہ تو ختم ہو چکا، اب انہوں نے سنانا شروع کر دیا، اور کہا جاتا ہے کہ لوگ حیران ہو کر مولوی مبارک علی کا چہرہ تکتے جا رہے تھے کہ اتنا بڑا فاضل اور اتنی عمدہ باتیں۔لیکن کسی ایک نے بھی اٹھ کر نہیں کہا آپ سچے ہیں اور میں مرزا پر ایمان لاتا ہوں۔ جو کچھ پڑھا وہ وہی باتیں تھیں اور آج تک مرزا صاحب اور ان کے مرید کہتے اور لکھتے چلے آ رہے تھے کہ یہ ہے اور وہ ہے، اور جن کے دندان شکن جوابات اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیئے جا چکے تھے۔حیات مسیح کی بحث، اور توفی بحث کی وہی تو ہے جس کو دلائل ختم ہونے پر مرزا صاحب دہلی کی بحث نامکمل چھوڑ کر چلے آئے تھے، توفی کی بحث پر انعامی چیلنج وہی ہے تو ہے جس کا جواب مولانا بٹالوی، پیر مہر علیؒ اور کئی دیگر حضرات دے چکے تھے اور بعد میں بھی علماء دیتے رہے ہیں اور ابراہیم صاحب نے بھی شہادۃ القرآن میں دیا ہے اور مولانا ثناء اللہ نے مباحثہ مونگ میں بھی مرزائیوں سے کہا تھا کہ لاؤ! رکھو ہزار روپیہ اور ثالث مقرر کر کے مناظرہ کرو، اور جس کے جواب میں مرزائی؛ اس طرح سوئے کہ گویا مر گئے..اور حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی نے بھی جواب دیا تھا اور اس موضوع پر کتاب بھی لکھ دی تھی۔ابھی حال ہی میں مولانا رفیق سلفی آف راہوالی نے بھی دیا اور مرزائیوں سے ہزار روپیہ بھی وصول کیا ہے جس نوٹ کی تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ یہ داستان ہم کسی اور جگہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ بہاء)

شھادۃ القرآن

باعلی النداء بانّ المسیح رفع حیّاً الی السّماءِ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی ردقادیانیت میں مشہور کتاب شہادت القرآن کا پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں طبع ہوا (دوسری مرتبہ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق فروری ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا اور تیسری مرتبہ ذی قعد ۱۳۴۶ھ مطابق مئی ۱۹۲۸ء میں۔ اور طبع سوم کے ایک نسخہ میں طبع چہارم کے لئے مصنف نے جگہ جگہ ضروری اضافے فرمائے اور اس تحریر پر ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء مطابق ۹ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ کی تاریخ درج فرمائی)۔ اور شہادۃ القرآن کا دوسرا حصہ (جس میں مرزا صاحب کے دلائل وفات مسیح کا جواب ہے) مرزا صاحب کی زندگی میں رمضان ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوا (دوسری بار باہتمام مولانا ثناء اللہ ذی الحج ۱۳۴۰ھ مطابق اگست ۱۹۲۲ء میں طبع ہوا)۔ مرزا صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ، مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور فوت ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں شہادۃ القرآن کا جواب لکھنے کیلئے کئی سال کی مہلت ملی لیکن نہ تو جناب مرزا صاحب آنجہانی کو ہمت ہوئی اور نہ ان کی زندگی میں ان کی جماعت کے کسی واقعی عالم یا مدعی علم کو جرأت ہوئی۔

مولانا میرؒ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وفات کے کئی ماہ ان کے ایک حواری مولوی ظہور الدین اکمل نے اس کے پہلے باب کا جواب بنام شہادت الفرقان چھپوایا۔ لیکن حقیقت میں وہ شہادت القرآن کا جواب نہیں ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مولوی اکمل شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے۔ بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں رکھ سکے، بلکہ جو باتیں ان کی جماعت اور خود مرزا صاحب اس سے قبل مسئلہ حیات و مماۃ حضرت مسیح کے متعلق بیان کیا کرتے تھے، وہی دہرا دی ہیں۔ حالانکہ شہادت القرآن میں ان عذرات کی تردید صراحۃً یا اشارۃً موجود ہے۔ اسلئے جواب الجواب

کیلئے شہادت القرآن سے باہر نہیں جانا پڑا۔ اور موقع بموقع اکمل کا جواب خاص شہادت القرآن ہی کی تصریحات اور اشارات سے دیا ہے۔

(اس جواب کو میں نے باریک خط میں متن کے ساتھ حسب موقع نقل کر دیا ہے۔ اور یہ بھی یادر ہے کہ صفحہ ۴۴۹ تک تمام ضمنی عنوانات شہادۃ القرآن کے ہی ہیں اور ایک مقام پر بائیبل سے انگریزی عبارت میں نے نقل کی ہے: بہاء)

مقدمہ اولی دربیان امکان خرق عادت

خرق عادت (معجزہ وکرامت) کے متعلق مدت سے اختلاف چلا آتا ہے کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں۔ ایک فریق تو یہ کہتا ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہم روزمرہ دیکھ رہے ہیں اور اس کا جو نظام ہم سمجھ چکے ہیں، اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوتا اگر کوئی بات قرآن وصحیح حدیث میں اسکے برخلاف وارد ہو، تو اس کی تاویل کی جائے گی اور ظاہری معنی نہ لئے جائینگے۔ انکے مقابلہ میں دوسرا فریق ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم مقدورات باری کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ قوانین قدرت پر ہمیں پوری اطلاع ہے، اور نہ ہو سکتی ہے۔ نظام قدرت کے سمجھنے کا دعوی تو اس صورت میں کریں کہ اسکا اجراء ہمارے ہاتھ میں ہو۔ خلق الانسان ضعیفاً (نساء) (انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) ہماری بنا ہے اور و لا یحیطون بشیء من علمه الّا بما شاء (بقره) (خدا کے علم میں کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اسی قدر جتنا وہ چاہے) ہماری بساط۔ جب قدسیان درگاہ سبحانك لا علم لنا الّا ما علّمتنا انّك انت العليم الحكيم (بقره) (خداوند تو پاک ہے ہمیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا کچھ بھی معلوم نہیں، بے شک تو ہی علیم کل اور حکیم مطلق ہے) پکار اٹھے تو ہم کون ہیں کہ اسکی حکمتوں کے احاطہ کا دعوی کر سکیں؟ حافظ شیرازی اسی معنی میں فرماتے ہیں:

حدیث از مطرب ومئے گو وراز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود ونکشائد بحکمت ایں معمارا

مرزا صاحب قادیانی دعوائے مسیحیت سے پہلے تو اس دوسرے فریق کے ساتھ تھے جیسا کہ ان کی

کتاب سرمہ چشم آریہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔لیکن جب مسیحیت کا دعوی کرنے کی سوجھی اور حضرت عیسی کی حیات ورفع سماوی رستے میں حائل نظر آئی تو پٹڑی ہموار کرنے کے لئے جھٹ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے

معشوق ما بمذہب ہر کس برابر است

باما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

چنانچہ مرزا صاحب اپنی بنیادی کتاب ازالہ اوہام (طبع اول،ص ۴۵) میں فرماتے ہیں:

ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں، ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے

حالانکہ مرزا صاحب دعوی مسیحیت سے پہلے سال ہا سال تک عیسیؑ کے نزول آسمانی کے برابر قائل رہے اور اپنی تصانیف میں جب کہ آپ کو الہام کا بھی دعوی تھا اس کی تصریح کرتے رہے چنانچہ براہین احمدیہ (حصہ ۴،ص ۴۹۸ حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

اور جب حضرت عیسیؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا کو عیسیؑ کی رفع سماوی اور آمد ثانی قرآن وحدیث کی رو سے محال وغلط ثابت ثابت نہیں ہوئی بلکہ اپنے دعوی کی بنیاد رکھنے کے لئے زمین صاف کی ہے۔

اللہ نے انسان کی طبیعت میں ایک ایسا امر ودیعت کر رکھا ہے جو اسے ہر امر کی لـم (کیوں) اور کیف (کس طرح) کی نسبت سوال کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ سوال دو طرح پر ہوتا ہے:

اول استفساراً، جس کو دوسرے لفظوں میں اطمینان قلب کے لئے کہنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے احیائے موتی کی کیفیت کی نسبت یہ سوال کیا تھا:

ربّ ارنی کیف تحی الموتی ۔ قال اولم تؤمن ؟ قال بلی و لکن لّیطمئنّ قلبی (بقرہ) (خداوند! مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو جلا کھڑا کرتا ہے۔خدا تعالی نے فرمایا،تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ (

ابراہیمؑ نے) کہا کیوں نہیں، لیکن اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ میری دل کو (عینی شہادت سے) اطمینان ہو جائے) اسی لئے امام بخاریؒ نے اس آیت کو اپنی صحیح میں ایمان کے کم وزیادہ ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوم اس طرح کہ جس امر کی بابت سوال ہے اس کی نسبت دل غبار شبہات سے مکدر ہے جیسا کہ منکرین حشر اجساد قیامت کی نسبت استبعادی سوال کرتے ہیں:

قال من یحی العظام و ھی رمیم ۔(یس۔۷۸) یعنی وہ کافر انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو ان کے بوسیدہ ہونے پر کون زندہ کرے گا۔

چونکہ معجزہ اور کرامت کی نسبت ایک زمانہ وساوس میں قصور علم وفتور ایمان کے سبب مبتلا ہو رہا ہے، کوئی تو پہلی صورت میں زیادتِ علم اور جوابِ منکرین کے لئے تحقیقات میں لگا ہے اور کوئی دوسری صورت میں شبہات میں پھنس کر انکار پر مصر ہے۔ کوتاہ اندیش انسان خدا کی قدرت کے ناپیدا کنار سمندر کو چلّوؤں سے ماپنا چاہتا ہے۔ اور: ایاز قدر خود بشناس، کی نصیحت کو سامنے نہیں رکھتا اس لئے خاکسار نے مناسب جانا کہ بقدر اس وسعت وہمت کے جو مجھے خداوند تعالی نے عطا کی ہے جہالت وغلط فہمی کے پردے کو اٹھا کر کشف حقیقت کر دوں۔ و ما توفیقی الّا باللّٰہ

سو معلوم ہو کہ فلاسفہ کی طرف سے جو اعتراض تمام مادی وفعلی خوارق عادات پر آ سکتا ہے اس کی بنا علت ومعلول، سبب ومسبب، اور خواص اشیاء کے مسئلہ پر ہے۔ جو فلسفی خرق عادت کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ کارخانہ قدرت تمام کا تمام سلسلہ علت ومعلول، سبب ومسبب، تاثیر وتاثر سے وابستہ ہے۔ آگ جلاتی ہے، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، پانی تر کرتا ہے، کوئی چیز بغیر علت وسبب کے وجود میں نہیں آ سکتی، اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ علت تامہ موجود ہو اور معلول نہ پایا جائے، اور معجزہ اور کرامت کے مان لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی چیز بغیر سبب وعلت (معتادہ) کے وجود میں آ گئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا باپ۔ یا اس کی ماہیت بدل گئی، جیسے کہ موسیٰؑ کا عصا سانپ بن گیا۔ یا غیر علت، علت بن گئی، جیسے موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا تو اس پتھر سے پانی پھوٹ پڑا۔ یا یہ کہ کسی چیز کی خاصیت موجود ہوتے وہ اپنے فعل سے بے کار رہ گئی مثلاً یہ کہ ابراہیمؑ جلتی آگ میں ڈالے گئے لیکن جلے نہیں، وغیرہ ذلک۔ بس یہی ایک اصولی وجامع اعتراض ہے جو تمام فعلی و

مادی معجزات وکرامات پر وارد ہوسکتا ہے اور جس کے حل ہونے پر اس کا حل موقوف ہے۔

خدائے قدیر نے نظام عالم ایسا مضبوط بنایا ہے کہ ہم اسے توڑ نہیں سکتے اور نہ اس نے اشیاء میں ایسے خواص رکھے ہیں کہ وہ ان سے منفک نہیں کئے جاسکتے۔ لیکن یہ بھی تو اسی نظام میں سے ہے کہ اس نے ایک چیز کے مقابلہ میں دوسری اس کی ضد بنائی ہے جو پہلی کے اثر کو باطل کر دیتی ہے۔ اور یہ اضداد کچھ تو ہمارے علم میں آ گئی ہیں اور جو علم میں نہیں آئیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ اور کسی شیئ کی جو علت ہمارے علم میں آ چکی ہے ضرور نہیں کہ کارخانہ قدرت میں اس کی وہی علت ہو، اور اس کے علاوہ دیگر کوئی نہ ہو۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی ہو۔ پس اتنے ناقص علم کی بنا پر سلسلہ کائنات کے احاطہ کا دعوی چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

حقیقت میں سلسلہ علت ومعلول اور سبب ومسبب ایک ایسا پیچیدہ گورکھ دھندا ہے کہ اس کی پیچیدگیوں کو کھولنا نہایت ہی دشوار ہے، کیونکہ جو کچھ انسان کے علم میں آیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے اور جو اس سے پوشیدہ ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ پس محدود سے بے حد پر رائے لگانی درست نہیں۔

اے گرفتار سبب از مسبب غافلی

سوئے ایں روتاب، ازاں سو مائلی

(مولانا شبلی الکلام، حصہ دوم، صفحہ ۱۲۴، میں لکھتے ہیں: ۱۸۹۱ء میں جو علمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے ایک جلسہ میں پروفیسر لودج نے، جو بہت بڑا ریاضی دان ہے، ایک لیکچر دیا اور روح کے متعلق تقریر کرتے وقت کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مادی اور روحانی عالم میں اب تک جو حدّ، فاصل تھی وہ ٹوٹ جائے۔ جس طرح اور بہت سی حدیں ٹوٹ گئیں، اس طریقہ سے ثابت ہو جائے گا کہ ممکنات کی کچھ انتہاء نہیں اور یہ کہ جس قدر ہم جانتے ہیں وہ بمقابلہ ان چیزوں کے جو ہم کو معلوم نہیں ہیں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا)۔

امام غزالی ؒ نے ایک کتاب بنام تہافۃ الفلاسفۃ لکھی ہے، اس میں اصولی طور پر بقدر ضرورت فلسفیوں کے تمام علوم کا ذکر کر کے ان میں سے چار مسئلے مخالف اسلام قرار دیئے ہیں جس کا ذکر ہم علت ومعلول یا سبب و مسبب کے نام سے کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

و انّما نخالفهم من جملة هذه العلوم فی اربعة مسائل (الاولی) حکمهم بانّ هذا الاقتران المشاهد فی الوجود بین الاسباب و المسبّبات اقتران تلازِم بالضّرورة

فلیس فی المقدور ولا فی الامکان ایجاد السّببِ دون المسبّب ولا وجود المسبّب دون السّبب و اثر هذه الاختلاف یظهر فی جمیع الطّبیعا ت (ص۶۴)

(ہم ان فلسفیوں سے ان علوم میں سے صرف چار مسائل میں مخالفت کرتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اقتران جو اسباب و مسببات میں دیکھا جاتا ہے، ضروری و لازمی ہے۔ پس ممکن نہیں کہ کوئی سبب بغیر مسبب کے موجود ہو یا کوئی مسبب بغیر سبب کے پایا جائے اور اس اختلاف کا اثر جمیع طبیعات میں ظاہر ہوتا ہے)۔

پھر ہر چہار اختلافی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ویلزم النّزاع فی الاولی من حیث انّه ینتفی علیها اثبات المعجزاتِ الخارقةِ للعادةِ من قلب العصا ثعباناً و احیاءِ الموتی و شقّ القمر ومن جعل مجاری العادا ت لازمةً لزوماً ضروریاً ا حال جمیع ذلك و اوّلوا ما فی القرآن من احیاءِ الموتی وقالوا اراد به ازالة الجهل بحیات العلم و اوّلو تکقّف العصا لسحر السّحرة بابطال الحجّة الالهیة الظّاهرة علی ید موسی شبهات المنکرین و امّا شقّ القمر فربّما انکروا وجوده و زعموا انّه لم یتوا تر (ص۶۵)۔

(پہلے مسئلہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی بنا پر معجزات کا اثبات نہیں ہوسکتا جو عادت کے خلاف ہوتے ہیں، یعنی عصا کا سانپ بن جانا، اور مردوں کا زندہ ہو جانا، اور چاند کا پھٹ جانا اور جو ان امور عادیہ کو ضروری و لازم گردانتے ہیں وہ ان سب کو محال جانتے ہیں اور قرآن شریف میں مردوں کے زندہ ہونے کی بابت جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد جہالت کی موت کو علم کی زندگی سے زائل کرنا مراد ہے۔ اور جادوگروں کے جادو کو (موسیٰ کے) عصا کے نگل جانے کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی حجت نے جو موسیٰ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی، منکرین کے شبہات کو باطل کر دیا۔ باقی رہا شق القمر، سو کبھی تو اس کا انکار ہی کر دیتے ہیں کہ یہ خبر متواتر نہیں)۔

علمائے اسلام نے فلسفیوں کے اس اعتراض کے جواب میں دو طریق اختیار کئے ہیں۔ طریق اول کا بیان یہ ہے کہ اسلام نے تمام مسببات و معلولات کی حقیقی علت ارادہ خداوندی کو قرار دیا ہے اور تمام عالم کو اس کے امر تکوینی کا محل تصرف اور مظہر قدرت گردانا ہے، اور بغیر اس کے کسی سبب و علت میں قدرت موثرہ تسلیم نہیں کی۔ چنانچہ فرمایا:

الا له الخلق والامر تبارك اللّٰه ربّ العالمین ۔(اعراف)۔ یعنی خلق و امر صرف ذات

باری کا خاصہ ہے وہ رب العالمین بہت برکت وعظمت والا ہے۔

امام رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: احتجّ اصحابنا بهذه الآية على انّه لا موجد ولا مؤثر الّا اللّه (تفسیر کبیر۔ ج ۴۔ ص ۲۳۹) کہ ہمارے اصحاب، اہل سنت، نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ خدا کے سوا کوئی موثر وموجد نہیں ہے۔

اسی کے مطابق امام غزالیؒ نے یہ جواب دیا ہے: الاقتران بين ما يعتقد فى العادة سببا وما يعتقد مسبباً ليس ضرورياً عندنا بل كلّ شيئين ليس هذا ذاك ولا ذا ك هذا ولا اثبات ا حدِهمامتضمّن لاثبا ت ا لآخر ولا نفيه متضمّن لنفى الآخر فليس من ضرورة وجود احدهما وجود الآخر ولا من ضرورة عدم ا حدهما عدم الآخر ۔تہافۃ الفلاسفۃ ص ۶۵۔

(جس چیز کو عادت میں سبب مانا جاتا ہے اور جس چیز کو سبب سمجھا جاتا ہے ہمارے نزدیک ان میں اقتران ضروری نہیں۔ بلکہ ہر دو میں سے نہ یہ وہ ہے اور نہ وہ یہ (یعنی حقیقت میں نہ تو سبب سبب ہے اور نہ مسبب اس کا مسبب) اور نہ ان میں سے ایک کا اثبات دوسرے کے اثبات کا متضمن ہے۔ اور نہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کی متضمن ہے۔ پس ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری نہیں، اور نہ ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم ضروری ہے)۔

امام غزالیؒ نے اس امر کو بہت تفصیل سے مع مثالوں کے بیان کیا ہے جو بخوف طوالت ہم درج نہیں کر سکتے۔ اسی طرح حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے:

والقول بالمعجزات يتوقّف على انكار اللّزوم العقلى بين الاسباب و المسبّبات (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۹) (اور معجزات کا اقرار، اسباب ومسببات میں لزوم عقلی کے انکار پر موقوف ہے)

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اسباب ومسببات میں اقتران بطور تلازم نہیں بلکہ بطور عادت ہے جس کا خرق وخلاف ممکن وجائز ہے لیکن ہر امر کے لئے ارادہ الٰہی شرط ہے۔

دوسرے طریق کا بیان اس طرح ہے کہ معجزات وکرامت اور خوارق عادات کے بھی اسباب ہوتے ہیں لیکن وہ مخفی ہوتے ہیں اور عام انسانی رسائی سے بالا ہوتے ہیں کیونکہ عجائبات قدرت کی کوئی حد وانتہا نہیں اور وہ بالتمام ہمارے احاطہ علم میں ہیں بھی نہیں۔ پس اگر ہم کو اپنے قصور علم کے سبب کسی امر کی علت معلوم نہیں ہوئی، تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ واقعہ میں بھی اس کی علت کوئی نہیں کیونکہ عدم علت اور عدم علم بالعلت میں

فرق ہے۔امام غزالیؒ نے اس طریق پر بھی جواب دیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

(اماالثانی) فھو ان نقول ذلك یکون باسباب وّ لکن لیس من شرطه ان یکون السّبب ھو المعھود بل فی خزانة المقدورات عجائب و غرا ئب لم یطّلع علیھا، ینکرھا من یّظنّ ان لّا وجود الّا لما شاھدة کما ینکرطائفة السحر والنّار نجیّاتِ و الطّلسماتِ و المعجزاتِ و الکراماتِ وھی ثابتة بالاتّفاق باسباب غریبةٍ لا یطّلع علیھا بل لّو لم یر انسان المِقناطیس و جذبه لِلحدید و حکی له ذلك لاستنکره و قال لا یتصوّر جذب الحدید الّا بخیطٍ یشدّ علیه و یجذب فانّه المشاھد فی الحسّ حتّی اذا شاھده تعجّب منه و علّم انّه قاصر عن الاحاطة بعجائب القدرة (تہافتہ الفلاسفہ۔ص ۸۸)

(دوسرے طریق کا بیان یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے اسباب تو ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اسباب وہی ہوں جو ہمیں معلوم ہیں بلکہ الہی خزانوں میں ایسے ایسے عجائبات بھی ہیں جن پر کسی کو اطلاع نہیں۔ان امور کا انکار وہی کرتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ صرف وہی کچھ ہوسکتا ہے جو میرے مشاہدے میں آجائے۔جس طرح کہ بعض لوگ سحر (جادو) اور عجوبہ نمائی اور طلسمات اور معجزات اور کرامات کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان سب کا ہونا بالاتفاق ایسے نادر و مخفی اسباب سے ثابت ہے جن پر عام طور پر اطلاع نہیں، بلکہ اگر کسی شخص نے کبھی سنگ مقناطیس کا لوہے کو کھینچنا نہ دیکھا ہو اور اس کے پاس اس بات کا ذکر کیا جائے تو وہ ضرور انکار کرے گا اور کہے گا کہ لوہے کا کھینچا جانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں کہ اس سے ڈورا باندھا جائے اور اسے کھینچا جائے کیونکہ مشاہدے میں یہی آیا ہے۔حتی کہ جب وہ اس امر کا مشاہدہ کر لے تو اس سے حیران رہ جائیگا اور سمجھ لے گا کہ میں عجائبات قدرت کے احاطہ کرنے سے قاصر و عاجز ہوں)

اسی طرح علامہ خواجہ زادہ نے بھی اپنی کتاب تہافتہ الفلاسفہ کی فصل ہشتم (جلد دوم ص ۷۵) میں بحث طبیعات میں اعجوبہ نمائیوں اور اسرار قدرت کی بعض مثالیں جن کے اسباب مخفی یا باریک ہیں، بیان کر کے لکھا ہے:وما انکار ھذا الّا بضیق الحوصلة والانس بالموجودا ت الغالبة و الذھول عن اسرار اللّه تعالی فی الخلقة ومن استقرأ عجائب العلوم لم یستبعد من قدرة اللّه تعالی ما یحکی من معجزات الانبیاء علیھم ا لسلا م بحالٍ من الاحوال ۔(اور معجزات کا انکار ایمانی) حوصلہ کی تنگی اور اکثر موجودات سے مانوس ہونے اور اللہ تعالی کی مخلوقات کے اسرار سے غفلت و بے خبری کی وجہ سے ہے اور جو کوئی علوم (عقلیہ) کے عجائبات کا استقرأ کرے گا وہ ان امور کو جو انبیاء کے معجزات میں مروی ہیں ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی خدا کی قدرت سے بعید نہیں جانے گا)

اسی طرح الشیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب اشارات کے اخیر میں معجزات وخوارق عادات کے ذکر کے بعد بعنوان نصیحت فرماتے ہیں:

ایّاك وان تكون تكيّسك و تبرّءك عن العامّة هو ان تبرء منكراً لكلّ شیءٍ فذلك طيش و عجز و ليس الخرق فی تكذيبك ما لم تستبنِ لّك بعد جليّةٍ دون الخرق فی تصديقك ما لم تقم بين يديك بيّنة بل عليك الاعتصام بحبل التّوقّف وان ازعجك استنكار ما يوعاه سمعك ما لم تتبرهنّ استحالته لك فالصّوا ب ان تسرح امثال ذلك الی بقعة الامكان ما لم يذدك عنه قائم البرهان و اعلم انّ فی الطّبيعة عجائب و للقوی العالية الفعّالة القوی السّافلة المنفعلة اجتماعات علی غرا ئب (شرح اشارات مطبوعہ مصر ج۲ ص۱۴۳)

(اے عقلمند! تو اس امر سے پرہیز کر کہ عام لوگوں سے تیری ہوشیاری و برأت کی امتیازی صورت یہ ہو کہ تو ہر امر سے انکاری بریت کرے کیونکہ یہ طیش و عاجزی ہے اور تجھے جس امر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اس کی تکذیب کر دینا اس بات کی تصدیق کرنے سے کم (بے عقلی) نہیں ہے جس کی دلیل تیرے نزدیک قائم نہیں ہوئی، بلکہ تجھ پر لازم ہے کہ تو توقف کی رسی سے اپنا بچاؤ کرلے، اگرچہ تجھے ان باتوں کا انکار، جو تیرے کان میں پڑی ہیں، پھسلاوے۔ جب تک کہ تجھے اس کا محال ہونا صاف طور پر واضح نہ ہو جائے (محال دو قسم پر ہے، عقلی و عادی، عقلی ممتنع ذاتی یعنی ناممکن ہوتا ہے مثلاً اجتماع ضدین اور ارتفاع نقیضین اور شریک باری، لیکن عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اگر علل واسباب موجبہ کے ساتھ خدا کا ارادہ منضم ہو گیا تو وہ صادر و حادث ہو گیا ورنہ نہیں ہوتا، مگر اپنی ذات میں ممکن ہی رہتا ہے) پس ٹھیک یہ ہے کہ تو ایسی باتوں کو امکان کے میدان میں لے جائے جب تک کہ تجھے یقینی دلیل وہاں سے نہ روکے، اور خوب جان رکھ کہ طبیعت میں بڑے بڑے عجائبات ہیں اور اوپر کے اثر کرنیوالے قوائے اور نیچے کے اثر کرنیوالے قوائے اجتماع میں بڑے بڑے نادر نتائج ظاہر ہوتے ہیں)

اس کی توضیح یوں ہے کہ ہم کو دو امر معلوم ہیں۔ اول معلول کا وجود، دوم معلول کا بغیر علت کے موجود نہ ہوسکنا۔ اگر معلوم نہیں تو صرف یہ کہ اس معلول کی علت کونسی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ساری علتیں ہمارے علم میں نہیں آگئیں، بلکہ قدرت کے ہزارہا بلکہ بے شمار ایسے اسرار ہیں جن کی علتیں ہمارے احاطہ علم اور پرواز ادراک سے پرے ہیں۔ پس اس نقصان علم کے ساتھ کسی معلول کی علت کے معلوم نہ ہونے سے اس معلول کے وجود و وقوع سے انکار کرنا اس اصول پر مبنی ہوگا کہ مجہول سے معلوم کا انکار ہوسکتا ہے، حالانکہ یہ

بالکل خلاف قاعدہ ہے۔استدلال کا صحیح طریق یہ ہے کہ معلوم سے مجہول کا علم حاصل کیا جائے نہ یہ کہ مجہول کی جہالت کی وجہ سے معلوم کا انکار کیا جائے۔امام رازیؒ وأتــو البیـوت مـن ابـوا بهـا (بقرہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تـفسیـره انّ الـطّـریق المستقیم المعلوم هوان یّستدل بالمعلوم علی المظنون فـامّـا الاستدلال بالمظنون علی المعلوم فذلك عکس الواجب و ضدّ الحق" (تفسیر کبیرج۲ص ۱۵۲)(اس کی تفسیر یوں ہے کہ سیدھا اور معلوم طریق استدلال یہ ہے کہ معلوم کے ذریعے مظنون کو معلوم کیا جائے اور مظنون سے معلوم (کے انکار) پر استدلال کرنا اس بات کا عکس ہے جو واجب اور حق کی ضد ہے)

حاصل کلام یہ کہ اس نازک مقام پر عدم العلم اور علم العدم میں فرق کرنا واجب ہے، اور اسی کے ملحوظ نہ رکھنے سے لوگ غلطی کھاتے ہیں۔یعنی یہ کہ علت تامہ کا موجود نہ ہونا امر دیگر ہے اور اسکا ہمارے علم سے مخفی ہونا امر دیگر ہے، اسی اصول کی بنا پر قرآن اپنے منکرین کی نسبت فرماتا ہے:

بـل کـذّبوا بما لم یحیطوا بعلمه و لمّا یأتهم تاویله (یونس)(یعنی ان منکرین نے اس شئے کو جھٹلایا جس کے علم کا ان کو احاطہ نہیں ہوا اور ابھی تک ان کو اس کی حقیقت یا انجام بھی معلوم نہیں ہوا)۔

اسی طرح علامہ ابن رشدؒ (۵۲۰ھ۔۵۹۵ھ) جن کو فلسفہ یونانی کے سمجھنے میں بے مثل مانا گیا ہے، اور فرانس وغیرہ ممالک مغرب میں ان کی وفات کے صدیوں بعد تک بھی انکی تحقیقات پر اضافہ کرنا منع خیال کیا جاتا رہاہے، فرماتے ہیں:

امّـا الـکلام فی المعجزات فلیس فیه للقدماء من الفلاسفة قول لانّ هذه کانت عـنـدهـم مـن الاشیـاء الّـتـی لا یـجـب ان یتـعـرّض للفحص عنها و تجعل مسائل فانّها مبـادی الشـرائع و الفاحص عنها و المشکك فیها یحتاج الی عقوبةِ عندهم (تہافتہ الفلاسفہ ص ۱۲۱)(معجزات کی بابت تو یہ ہے کہ قدیم فلسفیوں کا (انکاری) قول ان کے متعلق کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ باتیں انکے نزدیک ان چیزوں میں سے تھیں، جنکے اعمال کی نسبت کرید و پڑتال انکو مسائل (نظریہ) بنانے کیلئے واجب نہیں تھی کیونکہ یہ شریعتوں کے ابتدائی (مسلّمہ) امور ہیں اور ان میں بحث و کرید کرنے والا شک کرنے یا ڈالنے والا ان کے نزدیک سزا کا مستوجب ہے)

پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: و امّـا مـا حـکـاه فـی اثبـات ذلك من الفلاسفة فهو

قول لا اعلم ا حداً قال به الّا ابن سینا (ص۱۲۲) اور (غزالی نے) اثبات معجزات میں جو کچھ فلسفیوں سے نقل کیا ہے سو وہ ایسی بات ہے جسکی بابت مجھے معلوم نہیں کہ ابن سینا کے سوا کسی نے کہی ہو۔

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: ولذلك لا تجد احدا مّن القدماء تكلّم فی المعجزات مع انتشارِها و ظهورِها فی العالم لانّها مبادی تثبیتِ الشرائع و الشّرائع مبادی الفضائل (ص۱۲۴۔۱۲۵) (اور اسی لئے تو قدیم فلسفیوں میں سے کسی کو بھی نہ پائے گا کہ اس نے معجزات میں (انکاری) کلام کیا ہو باوجود اس کے کہ معجزات کی اشاعت وظہور تمام عالم میں تھا کیونکہ وہ سب شریعتوں کے ابتدائی امور (مسلّمہ) ہیں اور شریعتیں (حصول) فضائل کے مبادی ہیں)

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قدیم حکماء معجزات کو مبادی مان کر ان میں خوض نہیں کرتے تھے بلکہ منکر کو قابل سزا جانتے تھے، اس امر میں معقول ومنقول کی تطبیق کی روش الشیخ الرئیس بوعلی سینا نے نکالی ہے۔

علامہ ابن رشدؒ نے اس مسئلہ میں جو امام غزالیؒ سے اختلاف کیا ہے وہ اصل مسئلہ یعنی امکان معجزہ میں نہیں، بلکہ طریق استدلال میں کیا ہے جس کی بنا مذاق طبع پر ہے کیونکہ امام غزالیؒ بہ سبب ایشیائی ہونے کے ابن سینا کی روش پر تھے، اور ابن رشد کا مذاق فلسفہ بہ سبب یورپی (سپینی، اندلسی) ہونے کے ابن سینا کے تابع نہ تھا بلکہ وہ خود بالاستقلال یورپ کا ابن سینا تھا۔

اسی طرح شرح مواقف جو علم کلام کی مشہور درسی کتاب ہے اس میں سید شریف فرماتے ہیں:

و امّا الفلاسفة فقالوا هو منِ اجتمع فيه خواص ثلاث (احدا ها) ان يكو ن له اطّلاع على المغيبات۔ (و ثا نيها) ان يّظهر منه الافعال الخارقة للعادة تكون عالم العناصر مطيعة منقادة لتصرّفاته انقياد بدنه لنفسه ۔ (وثالثها) ان يّرى الملا ئكة مصوّرة وّ يسمع كلا مهم وحياً (شرح مواقف، استنبول۔ ج۳ ص۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶) (فلسفیوں کے نزدیک نبی ورسول وہ ہے جس میں تین خواص جمع ہوں۔ ایک یہ کہ اسے غیب کی باتوں پر اطلاع ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے ایسے افعال ظاہر ہوں کہ وہ عام عادت کے خلاف ہوں اس وجہ سے کہ عالم عناصر اس کے تصرفات کیلئے اس کا ایسا مطیع ومنقاد ہو جیسا کہ اس کا بدن اس کی روح کے تابع ہوتا۔ اور تیسرا یہ کہ وہ (نبی ورسول) فرشتوں کو دیکھے اور بذریعہ وحی ان کا کلام سنے)

علماء وحکمائے اسلام بھی انبیاء علیھم السلام میں ان ہر سہ امور کے قائل ہیں۔ قرآن مجید میں انبیاء

کے بیانوں میں جا بجا ان امور کا ذکر موجود ہے فرق یہ ہے کہ فلسفیوں کے نزدیک نبوت کا حصول کسبی ہے اور ان امور عجیبہ کا ان میں پایا جانا ان کی ریاضت و تقدس کا نتیجہ ہے اور اسلامیوں کے نزدیک نبوت ایک وہبی چیز ہے۔یعنی خدا کی بخشش سے حاصل ہوتی ہے۔خدا اپنے علم و حکمت سے جسے چاہتا ہے، منصب نبوت کے لئے چن لیتا ہے اور اسے تقدس و پاکبازی کی حالت پر خاص حفاظت سے، جسے عصمت کہتے ہیں، قائم رکھتا ہے۔ اور یہ امور عجیبہ ان کو بطور دلیل کے عطا کرتا ہے جن کا اظہار ان کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ جب خدا چاہے اسے ظاہر کرے اور جب مصلحت نہ دیکھے نہ ظاہر کرے، ہر دو امر کے لئے آیت ذیل ملاحظہ ہو:

قالت لهم رسلهم ان نّحن الّا بشر مّثلكم و لكنّ اللّه يمنّ على من يّشاء من عباده وما كان لنا ان نأتيكم بسلطانٍ الّا باذنِ اللّه (ابراهيم) (ان (کفار) کو ان کے پیغمبروں نے کہا ،ہم تو تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (اسے رسول بنا کر) احسان کر دیتا ہے اور ہم میں تو یہ طاقت نہیں کہ (باختیار خود) خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشان (معجزہ) لاسکیں)

اس مضمون کی آیات اور بھی ہیں لیکن ہم بنظر اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ نام کے معقولیوں کے پاس معجزات و کرامات کے انکار میں کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں ہے کہ ہم اس پر اعتماد کر سکیں بلکہ ہم تو یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فلسفہ جس حد تک کہ ہر زمانہ میں اس کی ترقی ہوتی رہی ہے خود فلسفیوں کے نزدیک بھی ہمیشہ ظنی رہا ہے چہ جائے کہ انبیاء علیھم السلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ان کی تحقیقات و معلومات و قواعد کو کوئی جگہ دے سکیں کیونکہ انبیاء کا علم خدا کی وحی کے سبب سے یقینی ہے اور ظنی کو یقینی پر ترجیح دینا درست نہیں۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہر قرن کے فلسفی اپنے متقدمین کی تغلیط کرتے اور انکی تحقیقات پر مضحکہ اڑاتے رہے ہیں۔جو امور فلاسفہ متقدمین نے بڑی عرق ریزی اور غور و فکر سے معلوم کئے تھے اور انکی وجہ سے وہ اپنے زمانہ میں اور کچھ عرصہ بعد بھی استاد کامل تسلیم کئے گئے تھے وہ متاخرین کے نزدیک جہل و نادانی سے زیادہ قبیح القاب پاتے ہیں۔مثلاً حکمائے یونان نے آگ، ہوا، پانی اور مٹی کو عنصر (بسیط) قرار دیا تھا اور اسی اصل پر اتنے اصول و فروع متفرع کئے تھے کہ گویا قدرت الٰہیہ کا احاطہ کر بیٹھے ہیں، حال کے فلسفیوں نے ان کو

مرکب ثابت کرکے اس پرانی عمارت کو بالکل منہدم کردیا اور بمصداق: ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت، اصول جدید وضع کیئے۔ اکثر فلاسفہ پیشین، فلک کو متحرک اور تعداد میں نو جانتے تھے۔ حال کے نازک خیال سرے سے وجود آسمان ہی سے منکر ہیں۔ کوئی ان میں سے قدم عالم کا قائل ہے اور کوئی وجودِ واجب الوجوب ہی سے منکر۔ کوئی نبوت کو نہیں مانتا اور کوئی قیامت پر یقین نہیں لاتا۔ اس قدر اختلاف و بد اعتقادی کے ہوتے کس کے مقلد بنوگے اور کس کو جاہل قرار دوگے؟ جب ان کی تحقیق مسلّم ہے تو قدم عالم کا اقرار اور نبوت سے انکار کیوں نہیں کرتے؟ پس جب ان امور مذکورہ میں ان کو پیشوا نہیں جانتے تو تعلیم الٰہی کی تصدیق کے لئے ان کی آرائے فاسدہ اور اہوائے کاسدہ کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو؟

اللہ نے اپنی مرضیات و نامرضیات کی بابت انبیاء پر وحی نازل کی ہے فلاسفہ کو اس کی اطلاع نہیں کی بلکہ فلاسفہ پر بھی اتباع اور اطاعتِ انبیاء فرض کی ہے۔ جب انبیاء پر وحی نازل ہونے کا ایمان ہے، تو ان امور کا، جو انبیاء نے بوحی الٰہی تعلیم کئے ہیں، فلسفیوں کے اوہام باطلہ اور مغالطات عاطلہ کی بنا پر کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا انبیاء کی وحی پر ان کی تحقیق کو، جو حقیقت میں ظن ہے، ترجیح ہے کہ اندھا دھند ان کے قدموں پر دوڑے جاتے اور آثار نبویہ کو چھوڑے جاتے ہو؟

اللہ تعالی نے اس فرقہ کے احوال سے قرآن شریف میں اکثر مقامات پر خبر دی ہے اور ان کے اہوا کو ضلالت اور بے علمی اور ظن اور خرص (اٹکل پچو لگانا) فرمایا ہے اور صرف وحی کو حکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں فرمایا:

افغير اللّٰه ابتغى حكماً وهو الّذى انزل اليكم الكتاب مفصّلاً (اے پیغمبر ان سے کہو، کیا میں خدا کے سوا کسی اور کو منصف قرار دوں حالانکہ وہی تو ہے جس نے تمہاری طرف یہ کتاب مفصل کرکے نازل کی ہے)

اس کے بعد یوں فرمایا: و ان تطع اكثر من فى الارض يضلّوك عن سبيل اللّٰه ان يّتّبعون الّا الظّنّ و ان هم الّا يخرصون (۶:۱۱۷) (اے پیغمبر! اگر تو نے دنیا کے اکثر لوگوں کی اطاعت کی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ تو صرف ظن کے پیچھے لگے ہیں۔ اور ان کے پاس سوائے اٹکل کے کچھ نہیں)

حقیقت میں سیلِ اسلامی کے سامنے ان کے اوہام باطلہ ایک تنکے کی بھی حقیقت نہیں رکھتے اور ایسے

ہی ان کی تاویلات رکیکہ۔

۱۔ رفع الی السّماء کے مقابلہ میں کشش ثقل کے ہزار عذر پیش کرتے ہیں۔ مگر جب انسان ضعیف البنیان اپنے ناتواں بازو سے ایک پتھر اوپر کو پھینک دے تو ہرگز انکار نہیں کرتے۔ کیا یہ رمی حجر (پتھر پھینکنا) اس امر کا مشعر نہیں کہ جب انسان اس قلیل مقدار خداداد طاقت سے زمین کی بے حد طاقت کو مغلوب کر لیتا ہے، تو کیا وہ عزیز و مقتدر مالک الملک حضرت مسیح و حضرت محمد ﷺ کو ان کے مبارک جسموں سمیت اٹھا نہیں سکتا؟ بلی و هو علی كلّ شیء قدیر و انا علی ذلك من الشّاهدین (کیوں نہیں، وہ ضرور ہر شئے پر قادر ہے۔ اور میں اس بات پر منجملہ گواہوں کے ہوں)

۲۔ پرندے باوجود کثیف الجسم ہونے کے جوّ سماء (فضاء) میں اڑتے پھرتے، آسمان کی طرف چڑھتے اور پھر اترتے ہیں۔ مگر یہ متعقل اتنا بھی تو نہیں سمجھتے کہ جس قادر ذوالجلال نے پرندوں کو یہ جناح (پر) دیئے ہیں اور یہ طاقت طیران (پرواز) بخشی ہے اس نے فرشتوں کو بھی اولی اجنحة مثنی و ثلاث و رباع (دو دو، تین تین، چار چار) پر دیئے ہیں تو ان کے نزول و صعود کو کون مانع ہے اور جس طرح وہ پرندوں کو اوپر جانے کی طاقت دینے پر قادر ہے حضرت مسیحؑ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اوپر لے جانے پر قادر ہے۔

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں معراج جسمانی کے انکار میں لکھا ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں۔ جلد اول ص ۴۷۔ اللّهمّ انّا نعوذ بك من سوء الادب۔

اکمل صاحب نے عجیب گل افشانی کی ہے۔ کہتے ہیں: کیا کوئی پرندہ آسمان پر موجود ہے؟ اور سوال کیا ہے: پرندوں کے اوپر جانے کو صعود سے کیا نسبت ہے۔ ص ۶۔

جواب: قرآن شریف میں سورہ نحل میں یہ امر خدا کی وسعت قدرت کی مثالوں کے سلسلہ میں مذکور ہے چنانچہ پہلے انّ اللّه علی كلّ شیء قدیر کہا ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے بچے کا دل، آنکھ، کان والا کر کے نکالنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد پرندوں کا بحکم خدا جوّ آسمان میں اڑنا ذکر کیا۔ ہم نے بھی اسی مناسبت سے خدا کی قدرت کی وسعت کا ذکر کر کے اس سے حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کا ممکن ہونا ثابت کیا ہے حضرت ابراہیمؑ کے مناظرہ نمرود میں ربّی الّذی یحی و یمیت کے بعد فانّ اللّه یأتی بالشّمس من المشرق فأت بها من المغرب (بقرہ) کے لانے میں جو ربط ہے اسے سمجھو تو شہادت القرآن کا یہ مقام بھی سمجھ لوگے۔ فافهم)

۳۔ کرّہ ہوائی سے باہر جا کر ہوا کے بغیر زندہ رہنے کو محال سمجھتے ہیں اور اذ انتم اجنّة فی

بطون امّھا تکم پر غور کر کے نہیں سمجھتے کہ جنین کا منہ بند ہوتا ہے اور اسے خوراک ناف کے راستے پہنچتی ہے (یعنی کہ جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں جنین تھے۔ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالی جنین کی پرورش کے لئے منہ کے سوائے ایک خاص صورت بنا دیتا ہے اسی طرح اس نے حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کو آسمان پر اٹھانے کیلئے کرہ ہوائی سے آگے جانے کی کوئی خاص صورت بنا دی۔ اکمل صاحب اسے سمجھ نہیں سکے تو کہتے ہیں: اس آیت کو کرہ ہوائی سے باہر جا کر زندہ رہنے کی تائید میں پیش کرنا فضول ہے ص ٦۔ جواب۔ کرہ ہوائی کے اندر یا باہر ہونا ملحوظ نہیں بلکہ خدا تعالی کا اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں قادر مطلق و حکیم مطلق ہونا ملحوظ ہے، جو آپ نہیں سمجھ سکے)

۴۔ ہزار ہا حیوان بے مادر و پدر پیدا ہوتے ہیں بلکہ یہ متعقل اپنے ہی بطون (پیٹوں) سے خارج ہوتے دیکھتے ہیں مگر عیسی کا بے پدر پیدا ہونا ان کی باریک عقل میں نہیں سما سکتا۔ چنانچہ فرمایا: سنریھم فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبیّن لھم انّہ الحق ۔ (حم سجدہ) (ہم ان کو اپنے نشانات آفاق میں بھی اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی ضرور دکھاتے رہیں گے حتی کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے)

طریق ثبوت معجزات

انسان یا تو اپنے مشاہدہ و تجربہ یا استدلال سے علم حاصل کرتا ہے یا کسی مخبر صادق کی خبر سے۔ پہلی صورت کی نسبت یہ تفصیل بھی یاد رکھنی ہوگی کہ بعض مشاہدات و تجربات مختص بمردمان ہوتے ہیں کہ خاص اشخاص ان کو دیکھ کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور بعض مختص بمکان ہوتے ہیں کہ ان حوادث کا وقوع خاص مقامات پر ہوتا ہے۔ اور بعض مختص بزمان ہوتے ہیں کہ ان کا وقوع ایک زمان خاص سے متعلق ہے۔ پس بنی آدم کے مشاہدات و تجربات آپس میں مساوی نہیں ہو سکتے۔

پھر یہ بھی کہ طبائع جو علم حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں، استعداد میں متفاوت ہیں اور یہ امر فلسفیوں میں مسلّم ہے۔ اس لئے ہر شخص کے کسی امر کو حاصل کرنے کی کیفیت اور اس کے ادراک کی حقیقت بھی یکساں نہیں ۔ پس اگر کسی وقت کسی جگہ کوئی امر عجیب حادث ہو، جس پر ہمارا سابق علم حاوی نہ ہو، تو ہم اسے خارج از قانون قدرت کہہ کر ٹال نہیں دیں گے بلکہ لازماً واقعہ کی تصدیق کریں گے اگرچہ اس کی علت و سبب ہمارے علم میں نہ

آئے۔

ہاں جن لوگوں نے اسے اپنے مشاہدے سے نہیں دیکھا۔ان کے اعتبار کے لئے سچی خبر کی ضرورت ہے۔جس طرح کہ ہم دوسری بن دیکھی چیزوں کو محض خبر سے مانتے ہیں اور باطل و بے ثبوت کی پیروی سے بچنے کیلئے اس کی صداقت کو بھی جانچتے ہیں، پس اسی طرح معجزات کی خبروں کو بھی ان کے مخبروں کی حیثیت سے پرکھیں گے۔سوقرآن کی نسبت تو مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قطعاً و یقیناً کلام الٰہی ثابت ہو چکا ہے، لہذا جو معجزات یا عجائبات قدرت اس میں مذکور ہیں، وہ بلا تردد و تامل اسی طرح ماننے پڑیں گے جس طرح کہ قرآن منوائے، ورنہ معاذ اللہ کذب باری لازم آئے گا، یا قرآن کی صحت وقطعیت میں فرق آئے گا، اور یہ دونوں باتیں داخل کفر ہیں۔

باقی رہے وہ معجزات جو احادیث میں وارد ہیں، ان کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری ہوگا کہ اگر وہ روایات صادق و متقی اور حافظ وضابط راویوں کے متصل سلسلہ سے خدا کے پاک رسول ﷺ تک پہنچ جائیں، تو ان کے ماننے میں بھی کلام نہ ہوگا۔صحابہ کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا:

وكذلك جعلناكم امّة وّسطاً لّتكونوا شهداء على النّاس ۔بقرہ۔۱۴۳(اس طرح ہم نے تم کو عادل امت بنایا کہ تم (دیگر) لوگوں پر گواہ بنو)۔

كنتم خير امةٍ اخرجت للنّاس (آل عمران۔۱۰۹) تم بہترین امت ہو جو (دیگر) لوگوں کے لئے (بطور نمونہ) چنے گئے ہو)

اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی انکو حجۃ الوداع میں خطبہ منی میں مخاطب کر کے فرمایا تھا:

ليبلّغ الشّاهد الغائب منكم (بخاری کتاب العلم) (تم جو اس وقت حاضر ہو، ان کو جو تم میں سے حاضر نہیں، پہنچا دینا)

اس سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالی اور اس کے رسول پاک ﷺ نے تبلیغ دین کے لئے صحابہ کو بعد کی امت کے لئے وکیل ومبلغ قرار دیا ہے۔لہذا سب اصحاب عادل وصادق ہیں۔اور واقعات میں بھی ایسا ہی پایا گیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف عمداً غلط بات منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ جس کسی لفظ میں ان کو تردد و شک ہو، اس میں بھی پرہیز کرتے تھے اور ظاہر کر دیتے تھے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا تھا یا یوں فرمایا تھا۔

تنبیہ: لہذا معجزات حدیثیہ بھی مثل قرآن شریف واجب الاعتقاد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معجزات وخوارق کے ثبوت کے لئے مخبر صادق کی سخت ضرورت ہے۔ امکان معجزات سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام ہر ممکن امر کو محض امکان کی بنا پر واقعہ کی صورت میں بھی منوا تا ہے۔ نہیں، بلکہ اس کے امکان کے بعد اس کے وقوع کے لئے اس خبر کا پرکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ سچی ہے یا کیسی؟ سچی ثابت ہو جانے پر اس کی تسلیم وتصدیق سے اپنے خیالات وقیاسات سے جن کی بنا قصور فہم یا عدم علم یا نقص علم پر ہے ان کا انکار نہ تو عقلاً صحیح ہے اور نہ شرعاً درست ہے۔ و اللّٰہ الھادی

مقدمہ ثانیہ در تشریح سنۃ اللہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم اس کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام دیکھتے ہیں جس کا نام سنۃ اللہ بھی ہے اور خدا فرماتا ہے و لن تجد لسنّةِ اللّٰه تبد یلاً (فتح) (خدا کی سنت، روش، بدلا نہیں کرتی) پس معجزہ وکرامت جن کی صورت سنۃ اللہ کے خلاف ہے، ممکن نہیں۔

اس کے جواب کی دو صورتیں ہیں۔ اول نظام قدرت کو ملحوظ رکھ کر عقلی جواب۔ دوم یہ کہ آیت پیش کردہ کا مطلب وہ نہیں جو منکرین معجزہ وکرامت نے سمجھا۔

پہلی صورت کے لحاظ سے کچھ جواب تو پہلے مقدمہ میں گزر چکا اور کچھ اس جگہ بھی بحسب ضرورت مقام لکھا جاتا ہے۔ سو معلوم ہو کہ کسی قاعدہ کو سنۃ اللہ یا خدا کا قاعدہ قرار دینے کے دو طریقے ہیں۔ ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی یہ کہ قرآن شریف یا حدیث صحیح میں اسے سنۃ اللہ کہا ہو، اور عقلی یہ کہ ہم اس کارخانہ قدرت کے انتظام کے سلسلہ پر نظر کر کے کسی امر کو سنۃ اللہ قرار دے لیں، اسے علم منطق میں استقراء کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ تام اور ناقص۔ استقرائے تام اسے کہتے ہیں کہ تمام ہم قسم جزئیات پر نظر کریں اور ان میں ایک مشترک نظام پائیں اور اسے قاعدہ قرار دیں۔ ناقص یہ کہ چند جزئیات پر نظر کر کے ایک امر کو قاعدہ قرار دیں۔ (استقرائے تام جو عقلاً سب جزئیات کا حصر کرے، مفید یقین ہوتا ہے اور استقرائے ناقص، مفید ظن ہوتا ہے)

مستفاد از ملامبین بحث استقراء ص ۲۴۹ ج ۲۔ نیز شرح مطالع مطبوعہ استنبول ص ۳۴۸ بحث استقراء) کیونکہ تمام جزئیات کا حصر نہیں ہوا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض دیگر جزئیات جو ہمارے علم میں نہیں آئیں، اس نظام وقاعدہ کے ماتحت نہ ہوں جو ہم نے سمجھ رکھا ہے۔ پس اس قرارداد کو قاعدہ کہنا درست نہیں کیونکہ قاعدہ وہ ہے جو جمیع جزئیات میں منطبق ہو، لہذا وہ ہمارا سمجھا ہوا قاعدہ سنۃ اللہ نہ رہا۔

(اکمل صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کارخانہ قدرت پر نظر کر کے کسی امر کو سنۃ اللہ نہ کہنا چاہیے۔ ص ٦۔ بس جب یہ مسلّم ہے تو پھر جھگڑا کیا رہا؟)

اب سوال یہ ہے کہ جس امر کو ہم نے سنۃ اللہ قرار دیا ہے، آیا اس کے متعلق خدا نے یا اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ یہ امر سنۃ اللہ ہے؟ یا جو قاعدہ ہم نے اپنے استقراء سے بنایا ہے وہ سب جزئیات کو دیکھ بھال کر بنایا ہے؟ اور ہم اس کی مخلوقات کا احاطہ کر چکے ہیں؟ اور اس کی قدرت کے اسرار کو اور اس کے نظام کو کامل طور پر سمجھ چکے ہیں؟

(اکمل صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی امر کو اپنی سنت کہے، کے ساتھ یہ ایزاد کر لیجئے: کسی امر کو بطور کلیہ فرمانا بھی سنت ہے۔، اچھا جناب! تو پھر کیا؟ آپکے مدعا کے مطابق تو قرآن مجید میں کوئی کلیہ نہیں۔ ہے تو یہی ہے کہ انّ اللّٰہ علی کلِّ شيءٍ قدیر ،جو آپ کے مدعا کے خلاف ہے)

قرآن وحدیث کا واقف اور نظام قدرت پر صحیح نظر رکھنے والا بے شک گردن جھکا دے گا اور اس امر کو تسلیم کرے گا کہ ان قواعد کو جو ہم نے بنائے ہیں، خدا اور رسول نے ہرگز سنۃ اللہ نہیں کہا ہے، اور ہمارا استقراء بالکل ناقص ہے (حاصل یہ کہ ہم اپنے ناقص تجربہ ومشاہدہ کی بنا پر کسی امر کو سنۃ اللہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مخلوقات وصنائع خالق کا استقرائے کلی ناممکن ہے اور استقرائے ناقص مفید ظن ہوتا ہے، نہ مفید یقین) کیونکہ مخلوقات الٰہی اور اس کے عجائبات قدرت انسان کے احاطہ علم سے باہر ہیں۔ ہمیں و ما یعلم جنود ربّك الّا ھو (مدثر) (تیرے رب کے لشکروں کو اس کے اپنے سوا کوئی نہیں جانتا) اور و ما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً (بنی اسرائیل: ۸۵) (تم کو صرف تھوڑا سا علم عطا کیا ہے) کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ آیت و لن تجد لسنّةِ اللّٰہ تبدیلاً (فتح) اور اس کے دیگر نظائر کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ان آیات میں سنۃ اللہ سے انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی تعذیب وخذلان وناکامی مراد ہے۔

سواس امر کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری یہ قدیمی روش ہے اس میں تبدیلی نہ ہوگی۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: سنۃ اللہ کے معنی عذاب الٰہی کسی لغت سے دکھائے ہوتے۔ص ٦۔ جواب: جناب والا! سنت کے معنی ہیں عادت وسیرت۔ چنانچہ صراح میں ہے: سنة بالضّم روش، اور قرآن شریف میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ گذشتہ امتوں میں یہ کرتا آیا ہوں کہ منکرین انبیاء کو عذاب کروں، تو اب بھی ایسا ہی کرونگا اور یہ میری سنت ہے۔ مصنفین کتب لغت پر یہ واجب نہیں کہ لفظ سنت کے ذیل میں سب قسم کی عادتوں کو لکھ دیں، یہ تو متکلم کے کلام سے مفہوم ہوگا۔ گو آپ کا سوال بالکل جاہلانہ ہے لیکن خدا کی قدرت کہ اس نے اپنے ایک بندے سے آپ کا مطالبہ بھی پورا کر دیا۔ دیکھئے قاموس میں سنۃ الاولین کی نسبت لکھا ہے: ای معائنة العذا ب۔ اسی طرح لسان العرب میں بھی ہے، جو انشاءاللہ آگے مذکور ہوگا۔

پھر اکمل صاحب لکھتے ہیں: لا مبدّل لکلماته میں لا نفی جنس کو دیکھو، ہر بدلانے والے کی نفی ہے۔ص ٦۔ جواب: کیا آپ کا مدعا یہ ہے کہ پھر خدا بھی نہیں بدل سکتا؟ جناب! یہ بات آپ نے بے علمی کی وجہ سے لکھی ہے۔ کلمے کی اضافت جب خدا کی طرف کی گئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کے سوا خدا کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ دیکھئے تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے ضمن میں لکھا ہے لا قا در علی تبدیله و تغییره غیره، کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا اس کی تبدیلی وتغییر کر قدرت نہیں رکھتا)۔

اس بات کے سمجھنے کا آسان طریق یہ ہے کہ یہ آیات جہاں جہاں قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں طالب مشتاق ان مواقع کو نکال کر ماقبل و مابعد پر نظر کرے تو ساتھ ہی انبیاء کی نصرت اور ان کے دشمنوں پر خدا کی مار اور پھٹکار کا ذکر موجود ہوگا۔ پس قاعدہ نظم وارتباط قرآن حکیم اس کو مجبور کر دے گا کہ وہ تسلیم کر لے کہ اس جگہ سنۃ اللہ سے مراد پیغمبروں کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی تعذیب وخذلان ہے۔ چنانچہ ہم وہ سب مواقع علی الترتیب مع ان کے ماقبل کے نقل کر کے فیصلہ ناظرین کے فہم رسا پر چھوڑتے ہیں۔

(١) و ان کادوا لیستفزّونك من الارض لیخرجوك منها و اذ لّا یلبثون خلفك الّا قلیلاً سنّة من قد ارسلنا قبلك من رّسلنا و لا تجد لسنّتنا تحو یلاً (سورہ بنی اسرائیل (٧٦-٧٧) (اور تحقیق یہ لوگ نزدیک ہیں کہ تجھ کو دل برداشتہ کر کے اس سرزمین سے نکال دیں۔ پھر یہ بھی اس میں تیرے پیچھے تھوڑی ہی مدت بسیں گے۔ (یہ) سنت ہے ان پیغمبروں کی جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا اور تو ہماری سنت کیلئے تحویل (ٹال دینا) نہ پاوے گا)

اس موقع پر صاف مذکور ہے کہ کفار مکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شریف سے خارج کرنا چاہتے تھے، حق تعالی نے آپ کی تسلی فرمائی کہ اگر آپ کو نکال دیں گے تو خود بھی نہ رہیں گے کیونکہ انتقام انبیاء از اعداء ہماری سنت قدیمہ ہے اور یہ کبھی محول نہ ہوگی۔

اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں ہے انّ کلّ قوم اخرجوا نبیّھم سنّة اللّٰہ ان یّھلکھم ۔یعنی خداتعالیٰ کی اس سے مراد یہ ہے کہ جس کسی قوم نے اپنے نبی کو نکالا، انکے متعلق خدا کی سنت یہی ہے کہ ان کو بس ہلاک ہی کردے۔اور آیت لا تجد لسنّتنا تحویلاً پر کہا ہے و المعنی انّ ما اجری اللّٰہ تعالی بدا العادۃ لم تتھیّا لاحدٍ ان یّقلب تلك العادۃ ۔یعنی ان کے معنی یہ ہیں کہ جس امر کو خدا اپنی عادت ٹھہرا لے تو کسی سے بھی نہیں ہوسکتا کہ اس عادت کو بدل ڈالے۔اسی طرح تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے کہ خدا کی یہی سنت ہے کہ جو امت اپنے رسول کو اپنے علاقہ سے نکال دے، خداتعالیٰ اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

اسی سورہ بنی اسرائیل (۱۰۳۔۱۰۴) میں فرماتا ہے:

فاراد ان یستفزّھم من الارض فاغرقناہ ومن مّعہ جمیعاً وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض (پس ارادہ کیا (فرعون نے) کہ دل برداشتہ کرے ان کو اس سرزمین سے،تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا کہ اب تم اس زمین میں بااختیار ہوکر سکونت اختیار کرو)

گویا سنّة من قد ارسلنا قبلك من رّسلنا کی ایک مثال بھی ذکر فرمادی۔

(۲) لئن لّم ینتہ المنافقون فی قلوبھم مّرض و المرجفون فی المدینة لنغرینّك بھم ثمّ لا یجاورونك فیھا الّا قلیلاً ۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ۔ سنّة اللّٰہ فی الّذین خلوا من قبل و لن تجد لسنّة اللّٰہ تبدیلاً (احزاب۶۰۔۶۲)(اگر منافق اور وہ جن کے دل میں مرض (شک) ہے اور وہ جو شہر میں بری خبریں اڑاتے پھرتے ہیں، باز نہ آئیں گے، تو ہم تجھ کو ان پر مسلط کردیں گے۔پھر وہ اس شہر میں تیرے نزدیک تھوڑے ہی دن رہیں گے۔لعنت مارے ہوئے ہوکر جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔جو لوگ پہلے گذرے ہیں ان میں (بھی) خدا کا (یہی) دستور رہا ہے اور اے پیغمبر! تم خدا کے دستور میں ہرگز (کسی طرح کا) ردّوبدل نہ پاؤ گے)

اس میں بھی عذاب الٰہی کا صاف ذکر ہے چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے:

سنّ اللّٰہ ذلك فی الامم الماضیة سنّة وھی ان یّقتل الّذین نافقو الانبیاء علیھم الصّلوۃ و السّلام و سعوا فی توھین امرھم بالارجاف و نحوہ اینما ثقفوا ۔یعنی گزشتہ امتوں میں خداتعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ ان لوگوں کو جو انبیاء سے منافقت کریں اور ان کے امر (دین) کے ضعیف کر

نے میں ارجاف (غلط پروپیگنڈہ) کرنے یا اس کی مثل (اور شرارتوں کی) سعی کریں، تو اللہ تعالی ان کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کر دیتا رہا ہے)

اسی طرح تفسیر کبیر میں بھی یہی مضمون ہے۔ اسی طرح لسان العرب میں ہے۔

ای سنّ اللـه ذلك فی الّذین نافقو الانبیاء و ارجفوا بهم ان یّقتلوا این ثقفوا ای وجدوا ۔ اس کے بعد سنة الا ولین (سورہ کہف) کی نسبت کہا ہے قال الزّجاج سنّة الاوّلین انّهم عاینوا العذا ب ۔ (لیجئے اکمل صاحب لغت کی کتاب سے بھی سنۃ اللہ سے مراد عذاب اللہ ثابت ہو گیا۔ اب تو قادیانی کو چھوڑیئے)

(۳) و لا یحیق المكر السّیّء الّا باهله فهل ینظرون الّا سنّة ا لاوّلین فلن تجد لسنّة اللّه تبدیلاً و لن تجد لسنّة اللّه تحویلا (فاطر:۴۳) (اور بری تدبیر (کا وبال) صرف اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے۔ تو یہ لوگ سوائے پہلوں کی سنت کے اور کچھ انتظار نہیں کرتے۔ پس تو ہر گز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائے گا اور نہ خدا کی سنت میں تحویل (ٹالنا) پائے گا)

چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں کہا ہے: ای سنّة اللّه فیهم بتعذیب مكذّبیهم ۔ یعنی ایسے لوگوں کے بارے میں خدا کی سنت یہ ہے کہ مکذبین کو عذاب کرے۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے: لیس لهم بعد هذا الّا انتظار الاهلاك و هو سنّة الاوّلین ۔ یعنی ان بداندیشوں کے لئے اس کے بعد سوائے ان کی ہلاکت کے کسی چیز کا انتظار نہیں ہے اور یہی پہلے لوگوں میں خدا کی سنت ہے)

(۴) ولو قاتلكم الّذین كفروا لولّوا الادبار ثمّ لا یجدون ولیّاً وّلا نصیراً ۔ سنّة اللّه الّتی قد خلت من قبل ولن تجد لسنّة اللّه تبد یلاً (فتح:۲۲۔۲۳) (اور اگر کفار تم سے لڑیں تو پیٹھ پھیر جائینگے ۔ پھر ان کو کوئی بھی حامی و مددگار نہ ملے گا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو پہلے گزر چکی اور تو ہرگز خدا کی سنت میں تبدیلی نہ پائیگا)

چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے سنّة اللّه نصرة رسوله و اهلاك عدوّه یعنی خدا کی سنت یہ ہے کہ اپنے رسول کی مدد کرے اور اس کے دشمن ہلاک کرے۔

اسی مضمون، عدم تبدیل عذاب الٰہی، کو مواقع کثیرہ میں بالفاظ دیگر بیان کیا گیا ہے گویا وہ آیات تفسیر ہیں سنۃ اللہ کی۔ چنانچہ فرمایا سورہ انعام (۱۴۸) میں ولا یردّ بأسه عن القوم المجرمین (اوراس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاسکتا)۔ نیز سورہ یوسف (۱۱۰) میں فرمایا و لا یردّ بأسنا عن القوم المجرمین (اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا)۔ اور سورہ مومن کے اخیر میں (۸۵) فرمایا فلم یك ینفعهم ایمانهم لمّا رأوا بأسنا سنّة اللّه الّتی قد خلت فی عباده و خسر هنالك الکافرون (پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو ان کو ان کے ایمان نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا (یہ) خدا کی سنت (ہے) جو اس کے بندوں میں گزر چکی اور اس وقت کفار خسارے میں ہوئے)

(اکمل صاحب نے ان آیتوں میں سنۃ اللہ سے عذاب الٰہی مراد نہ ہونے میں بہت بے سود کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح و درست جواب یہ ہوسکتا تھا کہ آپ قرآن شریف میں سے کوئی پانچویں جگہ نکال دیتے جہاں سنۃ اللہ کو غیر مبدل کہا ہو، اور سابقاً یا لاحقاً عذاب و نکال کا ذکر و قرینہ نہ ہو، کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ مگر آپ کو یہ باتیں بتائے کون؟ مسیح قادیانی تو خود ان علوم سے ناواقف تھا، مرید کیا جانیں گے؟ اور کلمۃ اللہ کے متعلق ایک بات آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر مراد خدا کے وعدے ہیں جو قادیانی سے کبھی بھی پورے نہیں ہوئے۔ سمجھ میں نہ آئے تو محمدی بیگم کا نکاح، ڈاکٹر عبدالحکیم اور عبداللہ آتھم کی موت، مولوی ثناءاللہ صاحب سے آخری فیصلہ کے مواعید سمجھ لیں)

اس بیان و تفصیل سے طالب ذکی پر واضح ہوگیا کہ انکار خرق عادت کے لئے و لن تجد لسنّة اللّه تبدیلاً سے تمسک کرنا مراد الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

مقدمہ ثالثہ در بیان خصائص حضرت عیسیٰؑ

قادر و قیوم کا طریق تعلیم اسی نہج پر چلا آیا ہے کہ جب لوگ مسبب حقیقی سے غافل ہوکر اسباب کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں تو وہ عزیز حکیم ان کے مزعومات کو باطل کرنے کے لئے اپنی قدرت کے کرشمے ظاہر کیا کرتا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے وقت طب اور فلسفہ کا بڑا چرچا تھا (اور ظاہر ہے کہ ان علوم کا مدار اسباب ہی پر ہے) شب و روز کے توغّل نے انکے اذہان قاصرہ میں یہی کچھ مزین کردیا تھا کہ کوئی چیز بغیر سبب (

یعنی وہ سبب جو انسانی علم میں آچکا ہے) وعلاج اور بدون ترکیب ومزاج کے پیدا نہیں ہوسکتی۔

اے گرفتارِ سبب از مسبب غافلی
سوئے این روتاب زاں سومائلی

سو اللہ تعالی نے انکے اس واہی خیال کے ابطال کیلئے مسیح کو خلاف عادت بے باپ پیدا کیا۔ اور آپ کو طفلی میں خلاف عادت نطق فصیح کی طاقت دی (یہ کلام سورہ مریم آیات ۳۰ تا ۳۳ میں صاف مذکور ہے) اور ایسے مریضوں کو جن کے علاج سے اطباء عاجز ہوں، بغیر اسباب معتادہ کے ان کے ہاتھ پر شفا دی۔ اور معجزہ احیائے موتی جو طاقت بشری سے باہر ہے، ان کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ اور مٹی کی مورت میں آپ کی پھونک سے زندگی کی روح پھونک دی، جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اور صعود الی السماء، جسے فلاسفر محالات میں شمار کرتے ہیں، حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھا کر واقعتاً محقق کر دیا۔ اور فلاسفہ کے اس خیال کو کہ گردش زمانہ کے اثر سے ہر چیز متغیر و مستحیل ہو جاتی ہے، حضرت مسیح کے مسئلہ نزول سے باطل کیا۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے:

قال کثیر مّن العلماء بعث اللّٰہ کلّ نبیّ من الانبیاء بما ینا سب اھل زمانہ فکان الغالب علی زمان موسیؑ السّحرو تعظیم السحرۃ فبعثہ اللّٰہ بمعجزۃ بھت الابصار وحیرت کل سحار فلما استیقنوا انہامن عند العظیم الجبار انقادوا للاسلام و صاروا من عباد اللّٰہ الابرار۔ وامّا عیسیؑ فبعث فی زمن الاطبّا و اصحاب علم الطّبیعیۃ فجاء ھم من الآیات بما لا سبیل لاحد الیہ الّا ان یکون مؤیداّ من الّذی شرع الشّریعۃ فمن این للطبیب قدرۃ علی احیاء الجماد او علی مداواۃ الاکمہ و الابرص و بعث من ھو فی قبرہ رھین الی یوم التناد۔ و کذلک محمد ﷺ بعث فی زمان الفصحاء والبلغاء و تجارید الشعراء فاتاھم بکتابٍ مّن اللّٰہ عزّوجلّ فلو اجتمعت الانس والجنّ علی ان یاتوا بمثلہ او بعشر سورٍ مّن مثلہ او بسورۃٍ من مثلہ لم یستطیعوا ابداً۔ و لو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً۔ وما ذلک الا ان کلام الرّبّ عزّ وجلّ لا

یشبہ کلام الخلق ابداً (تفسیر ابن کثیر ج۲ص ۲۲۷۔۲۲۸) (بہت سے علمائے امت نے کہا ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اس (نشان) کے ساتھ مبعوث کیا جو اس کے زمانہ کے لوگوں کے مناسب تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں جادو اور جادوگروں کی تعظیم کا بہت چرچا تھا۔ پس خدا نے آپ کو ایسے معجزے (عصا) سے مبعوث کیا جس نے آنکھوں کو حیران اور ہر جادوگر کو مبہوت کر دیا۔ پس جب انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ معجزہ خدائے بزرگ و جبار کی طرف سے ہے، تو اسلام کے مطیع ہو گئے اور خدا کے نیک بندے بن گئے۔ (اسی طرح) حضرت عیسیٰ اطبا اور علم طبیعیات والے لوگوں کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے۔ پس وہ ان کے پاس ایسے نشانات لائے جن کی نسبت سوائے اس کے کوئی اور گمان نہیں ہوسکتا کہ یہ سب اس ہستی کی طرف سے ہیں جس نے یہ شریعت مقرر کی ہے۔ پس کوئی طبیب مردوں (اموات) اور جمادات کے زندہ کرنے، یا مادرزاد اندھے اور برص کے علاج پر، اور اس شخص کے اٹھا کھڑا کرنے پر جو اپنی قبر میں قیامت کے دن تک کیلئے مرہون ہو، کہاں سے قدرت لائے؟ اسی طرح حضرت محمد ﷺ بڑے بڑے نامی فصحاء اور بلغاء و شعراء کے زمانہ میں مبعوث کئے گئے۔ پس آپ خدا کی طرف سے ایسی کتاب لائے کہ اگر تمام انسان اور جنّ اس امر پر مجتمع ہو جائیں کہ اس کی مثل یا اس کی دس سورتوں کی مثل یا ایک سورت کی مثل لائیں، تو کبھی نہ لاسکیں گے، اگرچہ بعض بعض کے مددگار بن جائیں اور یہ اسی لئے ہے کہ خدا کا کلام مخلوق کے کلام سے ہرگز نہیں ملتا)

تشریح لفظ آیت: آیت کے معنی علامت ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہے: و الآیة العلامة قرآن شریف میں اس کا اطلاق کئی امروں پر آیا ہے کہ ایک ان میں سے عجائبات قدرت ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

ام حسبت انّ اصحاب الکھف و الرّقیم کانوا من آیاتنا عجباً ۔ (کہف :۹) (کیا تو نے گمان کیا کہ غار والے اور تختی والے ہمارے نشانات میں سے کوئی انوکھی چیز تھے)۔

اسی کے موافق لسان العرب میں کہا ہے: آیات اللّہ عجائبه ۔اسی معنی کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ کے لئے قرآن شریف میں متعدد مقامات میں آیت کا لفظ وارد ہے۔ چنانچہ فرمایا:

و لنجعله آیةّ للنّاس (مریم:۲۱) (تا کہ ہم اسے (ابن مریم کو) لوگوں کیلئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔

و جعلناها و ابنها آیةّ للعالمین ۔(انبیاء:۹۱) (اور ہم نے اسے (مریم کو) اور اس کے بیٹے (مسیح) کو جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیا)۔

و جعلنا ابن مریم و امّه آیةً (مومنون:۵۰) (اور ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنایا)۔

و جعلناه مثلاً لّبنی اسرا ئیل (زخرف:۵۹)(ہم نے اسے (ابن مریم کو) بنی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا)۔

ان آیات میں خدا تعالی، حضرت عیسیٰؑ کو آیت اور مثل یعنی نشان ونمونہ قدرت فرمایا ہے۔ پس اگر ان کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی ایسی بات وارد ہو جو عام عادت کے خلاف نظر آئے اور لوگوں کو اس سے تعجب پیدا ہو، تو قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے والوں کو اس سے کچھ بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جسے خدا نے عام عادت کے خلاف بلا باپ پیدا کیا ہو اور اسے اپنی قدرت کا ایک نشان قرار دیا ہو، اس کے حالات عام نظام کے ماتحت نہ ہوں، تو کوئی تعجب نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت، ان کا طفلی میں حکیمانہ تکلم فی المھد، ان کے معجزات ان کی رفع سماوی اور پھر آسمان سے ان کا نزول سب باتیں اس نظام سے بالکل الگ ہیں جو انسان کے علم میں آیا اور جس پر اس کی معلومات کی چکی گردش کر رہی ہے۔

(قاضی اکمل معجزات مسیحیہ پر اعتراض لکھتے ہیں: اگر حضرت عیسیٰؑ نے معجزے کے پرندا ڑائے یا بقول آپ کے خلقِ حیات کیا، تو کیا حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ نہیں بن گیا تھا؟ ص ۴۔

جواب۔ ہاں جناب! بن گیا تھا۔ لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ اور ہمیں کیا نقصان؟ اس میں بھی تو ہماری تائید ہے۔

اور یہ جو آپ نے کہا ؛بقول آپ کے خلق حیات کیا ۔جناب! یہ مجھ پر افتراء ہے آپ تو لکھتے ہیں: شہادت القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔ص ۲۔

بھلا اس میں کہیں دکھایئے تو کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے خلقِ حیات کیا۔ جناب اس میں تو صاف لکھا ہے: اللہ سبحانہ و تعالی نے خلقِ حیات حضرت مسیح کے ہاتھ پر اپنی قدرت کاملہ سے کر دکھایا۔ اسی طرح اعادہ ءحیات کو بھی خدا ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ دیکھو شہادت القرآن طبع ثانی ص ۱۲)۔

پس حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رفع نزاع واختلاف کے لئے یہ طریق نہایت سادہ اور سلامت روی کا ہے اور ایک مومن کے لئے اس میں کوئی بھی اینچ پینچ نہیں ہے۔

سوال: آیات مذکورہ بالا میں حضرت مریم کی شان میں بھی لفظ آیت وارد ہے، تو حضرت مریمؑ میں یہ امر کہاں پائے جاتے ہیں؟

جواب: کسی امر کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث میں اس کے اصل کا وجود ضروری ہے۔ پس جس امر میں

حضرت مریم کو آیت کہا گیا ہے بے شک وہ اس میں آیت (نشان قدرت) ہیں، اور جو امر ان کے حق میں مذکور ہی نہیں وہ زیر بحث ونزاع آ ہی نہیں سکتے۔ ان میں ان کو آیت قرار دینے کے کیا معنی؟ اس لئے ہم نے اوپر کی عبارت میں نزاع واختلاف کی قید لگائی ہے۔

نکتہ: سورت انبیاء اور سورت مومنون کی آیات میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ دونوں کی نسبت لفظ آیت بصیغہ وحدت وارد ہے حالانکہ دو کیلئے صیغہ تثنیہ ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امر میں یعنی ولادت بلا پدر میں دونوں کا حال بمجموع ایک آیت (نشان) ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں زیر لفظ آیت و جعلنا ابن مریم وامّه آية (مومنون) کو ذکر کر کے کہا ہے:

و قال ابو منصور لانّ الآية فيهما معا آية وّاحدة و هي الولادة دون البعل۔ جلد۱۸ ص۶۶) (ابو منصور نے کہا یہ اس لئے ہے کہ دونوں میں معاً ایک ہی نشان ہے اور وہ ولادت بغیر مرد کے)

خاکسار کہتا ہے کہ اس کی نظیر آیت هنّ امّ الكتاب (آل عمران:۶) ہے۔ گو هنّ جمع کی خبر امّ واحد ہے کیونکہ مجموع آیات محکمات ایک شئے ہے اور مجموع آیات متشابہات ایک شئے (مستفاد از تفسیر کبیر)۔ پس حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ میں ایک امر مشترک ہے اور دیگر امر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ثابت ہیں اور حضرت مریمؑ کی نسبت نہیں۔

امّا الاشتراك ففي انّها و لدته من غير بعل بمحض قدرةِ اللّٰه و امّا الافتراق ففي التكلم في المهد و المعجزات الدّالّة على صدق النّبوّة و الرّفع الى السّماء حيّاً و النّزول منها في آخر الزّمان (میر سیالکوٹی) (اشتراک اس امر میں ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو صرف خدا کی قدرت سے، بغیر خاوند کے جنا۔ اور ان میں فرق ان امور میں ہے: ماں کی گود میں خلاف عادت باتیں کرنا، اور معجزات جو صدق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور آخری زمانہ میں وہاں سے نازل ہونا)

حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو قرآن میں آیت کہا گیا اور امور خمسہ مذکورہ بالا ان کی نسبت قرآن و حدیث میں بطور خرق عادت ذکر کئے گئے۔ پس آپ ان سب میں آیت اللہ ہیں۔ ایسا نہیں کہ چونکہ آپ کو آیت کہا گیا ہے اسلئے پانچوں امور مذکورہ بالا ان میں بغیر قرآن وحدیث میں وارد ہونے کے بطور خرق عادت

مانے جائیں کیونکہ یہ نتیجہ بحسب واقعہ ذکر ہے نہ بحسب علاقہ ولزوم ۔اسی لئے ہم اس کو بطور قضیہ اتفاقیہ (ملامبین نے شرح مسلّم میں بحث شرطیات میں لفظ اتفاقاً پر لکھا ہے بحیث یکون کلا النّسبتین واقعتین فی نفس الامر من غیر علاقة بینهما یعنی دونوں نسبتیں نفس الامر میں واقع ہوں اوران میں علاقہ لزوم وتصانیف نہ ہو) قرار دیتے ہیں نہ بطور قضیہ لزومیہ کے ۔

(قاضی اکمل اس لفظ آیت پر لکھتے ہیں: دوسرے امور کیلئے آیت ٹھہرانا ضروری ہو،تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوا؟

جواب۔جناب یہ تو اللہ تعالی سے پوچھئے کہ اس نے کیوں نہیں کہا۔ہم نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ قرآن میں مذکور ہونے کے سبب نشان کی صورت مقرر کی ہے اور ولادت بلا پدر اس کی مؤید لیکن آپ اسے سمجھے نہیں)

تذییل: اسی طرح فرعون کی نسبت وارد ہے لتکو ن لمن خلفك آ یة (یونس:۹۲) اور وہ صرف اس کے دریا میں ہلاک ہونے اور پھر ذلت کے ساتھ ساحل پر پڑے رہنے میں ہے جیسا کہ سباق آیت اس پر شاہد ہے۔نیز اسی کے حق میں فرمایا:

فا خذه اللّٰه نکال ا لآخرة و الاولی انّ فی ذلك لعبرةً لّمن یّخشی (نازعات:۲۵۔۲۶) (اس (خدا) نے اس (فرعون) کو دنیا اور آخرت (ہر دو جہان) کے عبرتناک عذاب میں پکڑا۔بے شک اس امر میں (خدا سے) ڈرنے والے کے لئے (بڑی بھاری) عبرت ہے)

اسی طرح حضرت عزیر کی شان میں فرمایا و لنجعلك آیة للنّاس (بقرہ:۲۵۹) یعنی، تاکہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے ایک نشان (قدرت) بنائیں) (قرآن میں اس موقع پر حضرت عزیرؑ کا نام مذکور نہیں۔مفسرین کی ایک بھاری جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ قصہ حضرت عزیر کا ہے،سو بنا بر مشہور لکھا گیا و اللّٰه اعلم بحقیقة الحال) سو یہ بھی صرف اس امر میں ہے کہ مردوں کو پھر زندگی بخش دینا خدا کی قدرت میں داخل ہے جیسا کہ اس سے پہلے انّی یحی هذه اللّٰه بعد موتها فاماته اللّٰه مأة عامٍ ثم بعثه (یعنی خدا اس بستی کے مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔پس خدا نے اسے سو سال تک مارے رکھا، پھر زندہ کیا۔۲:۲۵۹) اور اس کے بعد فلمّا تبیّن له قال اعلم انّ اللّٰه علی کلّ شیءٍ قدیر (پس جب سب کچھ اس کے سامنے ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے۔۲:۲۵۹) سے ظاہر ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ چونکہ خصوصیات مسیحیہ حضرت مریمؑ اور حضرت عزیرؑ میں اور فرعون کے حق میں وارد نہیں ہوئیں۔ اس لئے ہم نہ تو ان کو ان امور میں آیت اللہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ان کے متعلق یہ سوال اٹھ سکتا ہے۔

(قاضی اکمل صاحب اس پر لکھتے ہیں: یہی لفظ (آیت) حضرت مریم کے حق میں بھی وارد ہوا ہے اور حضرت عزیرؑ کے حق میں بھی اور پھر فرعون کے بارے میں بھی آیا ہے ص۳۔

جواب۔ ہاں جناب، آیا ہے۔ لیکن اس اعتراض میں آپکا کیا کمال ہے؟ یہ سوال تو میں نے خود ذکر کر کے اس کا کافی جواب دیدیا ہے، جسے آپ سمجھ نہیں سکے۔ اگر اعتراض کرنا تھا تو اس جواب پر کرتے)

تنبیہ در بارہ طریقِ بیان

اثبات مدعا کے لئے صرف قرآن شریف سے تمسک کیا گیا ہے اور رفع تنازع کے لئے کوئی امر ایسا نہیں لکھا جس کی تائید کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ ﷺ یا زبان عرب سے نہ ہوتی ہو۔ خواہ اسے کسی تفسیر سے لکھا ہو، خواہ استعداد خداداد سے سمجھا ہے۔ غرض جو کچھ لکھا ہے، مراد کتاب اللہ کے موافق لکھا ہے، خلاف نہیں لکھا۔ مفسرین کے اقوال صرف اسلئے ذکر کئے ہیں کہ اس زمانہ جہالت میں کفران نعمت کی صنعتِ مذموم بڑھتی جاتی ہے۔ بنا برآں بعض مصنف تو تحقیقات کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ماخذ کا پتہ نہیں بتاتے اور بعض آئمہ مفسرین کے اقوال کو نظر عزت سے نہیں دیکھتے۔ لیکن خاکساران دونوں امروں میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں۔ جس امر کو کسی کتاب سے لیا ہے اس کا نام لکھ دیا اور مفسرین کے جس قول کو اختیار کیا ہے اس کی تائید قرآن وحدیث یا لغت عرب یا قواعد علمیہ سے کر دی ہے۔ پس جب قدر ناشناس لوگ سلف صالحین کے اقوال کو قرآن وحدیث اور لغت عرب اور قواعد علمیہ سے مؤید پائینگے تو انشاء اللہ بدظنی دور ہو جائے گی۔ دوسرے اس غرض کے لئے کہ اپنے موافقین کو زیادت اطمینان حاصل ہو اور اپنے پر سے ظن تفسیر بالرائے دور ہو جائے۔ تیسرے اس لئے کہ نازک خیالی کے مدعی جو حقیقت میں تفسیر بالرائے کرتے ہیں، جان لیں کہ وہ سلف صالحین اور متقدمین اسلام کے فہم وادراک کو نہیں پہنچ سکتے۔

(قاضی ظہور الدین اکمل نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان کے شروع میں خاکسار کی اس کتاب کے متعلق لکھا ہے: نام تو شہادت القرآن ہے مگر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، شہادۃ تفاسیر ہے۔ ص ۳۔
جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی سمجھ کو خدا جانے کیا ہو گیا؟ تفاسیر کے حوالہ جات جس غرض کے لئے دیئے گئے ہیں وہ صاف صاف بیان کر دی گئی ہے، پھر بھی کہتے ہیں شہادۃ تفاسیر ہے)۔

فصل اول: در بیان عدم مصلوبیت عیسیٰؑ

چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کا افتتاح مسئلہ صلیب سے کیا ہے اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک بمنزلہ بناء کے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھی پہلے اس کی تحقیق کریں کہ آیا یہ واقعہ صلیب حضرت عیسیٰؑ کی نسبت درست ہے یا نہیں؟ سو اس کے لئے بیان ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

اس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب سے تقریباً دو ہزار سال قبل کے واقعہ کی صحت و صداقت کے لئے کسی زبردست قابل اعتبار شہادت و سند کی ضرورت ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید یا حدیث صحیح مرفوع میں اس کی تصریح ہو۔ دوم یہ کہ نزول قرآن سے قبل کی کتابوں یا روایتوں میں اس کا ذکر ہو، بشرطیکہ وہ قرآن کریم و نبی ﷺ کی تصریح کے خلاف نہ ہوں، اور زمانہ کے دست برد، لوگوں کے جعل و تصرف اور ان کے ردّ و بدل اور تحریف و تبدیل سے محفوظ چلی آئی ہوں۔ اور ان کے مصنفین تک ان کا سلسلہ روایت صحت سند سے پہنچتا ہو اور پھر ان مصنفین نے اسے معتبر ذرائع و قابل وثوق وسائل سے معلوم کر کے درج کیا ہو۔ سو قرآن شریف میں تو صاف طور پر و ما صلبوہ (نساء) مذکور ہے جس کے خلاف ایک مسلمان کسی بھی دیگر شہادت کو ہر گز نہیں مان سکتا۔ اور نہ اسکے بعد تحقیقات کی کوئی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ہاں بے شک مسیحی اسفار میں صلیب کا واقعہ حضرت مسیح کی نسبت اثبات میں مذکور ہے۔ اور ان ہی کی بنا پر سر سید احمد علی گڈھی نے صلیب و وفات مسیح کا واقعہ لکھا (دیکھو تفسیر القرآن مصنفہ سر سید احمد خان۔ سورہ آل عمران) جن کی پیروی میں مرزا صاحب بھی باضافہ دعویٰ مسیحیت، صلیب و وفات مسیح کے قائل ہوئے۔ ان مسیحی کتابوں کے سوا دونوں صاحبوں کے ہاتھ میں اسلامی کتب میں سے کچھ بھی نہیں اور یہ محقق ہو چکا ہے کہ یہ کتابیں محض جعلی ہیں اور ان

کے بیانات ہرگز قابل وثوق نہیں۔

چونکہ ہم نے اس کتاب میں التزام کیا ہے کہ اپنے دعوی اور دلیل کی بنا قرآن کریم پر رکھیں، اس لئے ہم قرآن شریف کی چند آیات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیؑ کی نسبت واقعہ صلیبی محض دروغ ہے۔

کسر صلیب کی پہلی آیت

و مکروا ومکر اللّه و اللّه خیر الما کرین (آل عمران:۵۴) (یہود نے (حضرت عیسی کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالی نے بھی ایک تدبیر کی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے)

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ امام رازیؒ نے (تفسیر کبیر ج ۲ میں) اس آیت مندرجہ عنوان کے ذیل میں لفظ مکر کی تحقیق میں فرمایا ہے:

لانّه عبارة عنِ التّدبیر المحکم الکامل ثمّ اختصّ فی العرف بالتّدبیر فی ایصال الشّر الی الغیر (مکر سے تدبیر محکم اور کامل مراد ہے۔ پھر عرفِ عام میں یہ لفظ ایسی تدبیر میں خاص ہو گیا جو کسی دوسرے کو ضرر پہنچانے کیلئے کی جائے)

امام رازیؒ کا یہ قول بالکل صحیح ہے اور کتاب اللہ اس کی تصدیق کرتی ہے چنانچہ فرمایا:

و الّذین یمکرون السّیّئات لهم عذاب شدید و مکر اولئك هو یبور (فاطر:۱۰) (اور جو لوگ بداندیشیاں کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور انکا مکر ہی تباہ ہوگا)

فلمّا جاء هم نذیر مّا زادهم الّا نفوراً۔ ناستکباراً فی الارض و مکر السّیّء ولا یحیق المکر السّیّء الّا باهله (فاطر:۴۲۔۴۳) (پس جب ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا تو ان کو سوائے نفرت و بھاگنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوا، بوجہ زمین میں بڑائی چاہنے کے اور بداندیشی کرنے کے اور بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے)

پہلی آیت میں تو سیّئات کو فعل یمکرو ن کا مفعول گردانا۔ اور دوسری میں دو دفعہ مکر کو سیّ سے موصوف کیا، جس سے صاف ثابت ہے کہ اصل لغت میں مکر کے معنی صرف تدبیر کرنے کے ہیں۔

نیز اس آیت زیر بحث ومکروا ومکراللّٰہ کو واللّٰہ خیر الماکرین پر ختم کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ تدبیر الٰہی عیسیٰؑ کے حق میں خیر ثابت ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالی نے شرّ اعداء سے بالکل محفوظ رکھا اور آسمان پر اٹھالیا اور یہود کے حق میں شرّ ہوئی کہ ان کو مکر میں ناکام رکھا۔ اوران میں سے ایک شخص پر عیسیٰؑ کی شباہت ڈال دی جس کو پکڑ کر انہوں نے صلیب پر چڑھایا اور قتل کیا جیسا کہ مفصل مذکور ہوگا۔ انشاء اللّٰہ تعالی

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جملہ مکر اللّٰہ میں مکر کو خدا تعالیٰ طرف نسبت کرنے میں کوئی بھی قباحت واعتراض نہیں۔

سوال: مکروا میں ضمیر فاعلی کس کی طرف راجع ہے؟

جواب: کفار بنی اسرائیل کی طرف جن سے عیسیٰؑ نے احساس کفر کیا تھا چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے الواو لکفّار بنی اسرا ئیل الّذین ا حسّ منھم الکفر (کشاف۔ج۱)۔ ایسا ہی دیگر تفاسیر مثل سراج منیر، بیضاوی، خازن، مدارک، جلالین، معالم، جامع البیان، ابن کثیر، ابی السعود، عباسی اور تفسیر فیضی میں ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل راست اور مطابق قرآن مجید ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے

و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك ۔ ۔ ۔ (مائدہ:۱۱۰) (اے عیسیٰؑ جب ہٹائے رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو)(اس آیت کی پوری تفسیر آگے آئے گی۔ انشاءاللہ)

سوال: یہود کا یہ مکر کس امر کے لئے تھا؟

جواب: اس امر کے لئے کہ حضرت عیسیٰ کو قتل کرڈالیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے و مکرھم انّھم و کّلوا بہ من یّقتلہ غیلۃ یعنی یہود کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے عیسیٰؑ پر ایک ایسا شخص مقرر کیا جوان کو فریب سے قتل کرڈالے۔ اور غیلہ بالکسر کی تعریف سراج منیر میں یہ لکھی ہے کہ کوئی کسی کو دھوکے سے کہیں لے جائے۔ جب وہاں پہنچے تو اسے قتل کرڈالے: و ھی بالکسر ان یخدع غیرہ فیذ ھب بہ الی موضعٍ فاذا صار الیہ قتلہ (تفسیر السراج المنیر جلداول) اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، سواطع، جلالین، جامع البیان، معالم، ابن کثیر، ابی السعود، لباب التاویل، کبیر، انوار التنزیل، عباسی، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ یہود کا مکر یہ تھا کہ عیسیٰؑ کو قتل کرڈالیں۔ بلکہ ابن کثیر اور مدارک میں قتل کے ساتھ صلب کو بھی ضم کیا ہے، چنانچہ

تفسیر مدارک میں ہے: حين اراد قتله و صلبه (جب انہوں نے آپ کو قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا)۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں: آپ نے خود ہی تسلیم کرلیا کہ یہ مکر عیسیٰؑ کے قتل کیلئے تھا۔ بس جناب اس پر صلیب کے حاشئے نہ چڑھا یئے۔ص ۶۔

جواب۔قتل ایک ایسا فعل ہے جس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک ان میں صلب بھی ہے۔موسیٰؑ کے مکے سے جو قبطی مرا تھا اس پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے۔خضرؑ نے جس لڑکے کو مارا تھا اس پر بھی، اور میدان جنگ میں جو مارے جاتے ہیں ان پر بھی قتل کا لفظ آیا ہے ۔حضرت عیسیٰؑ کے قتل کی صورت صلب تھی اور اسے مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں پھر خدا جانے اکمل صاحب انکار کیوں کرتے ہیں۔ لطف یہ کہ آگے چل کر خود بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔دیکھو صفحہ ۱۲۔۱۳، ان کی کتاب کا کہ کتنی جگہ صلب کو قتل کے ساتھ ضم کیا ہے۔جناب والا! جب آپ کے نزدیک صلب کے معنی صلیب پر قتل کرنے کے ہیں تو ساتھ قتل کیوں لکھتے جاتے ہیں)

سوال: یہ مکر اور تدبیر قتل و صلب کس کے حق میں کی گئی؟

جواب: حضرت عیسیٰؑ کے حق میں۔چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے: ای کفار بنی اسرا ئيل بعيسى ۔اسی طرح دیگر تفاسیر مثل ابن کثیر، مفاتیح الغیب، ارشاد العقل السلیم، لباب التاویل، مدارک، کشاف الحقائق، عباسی، تبصیر الرحمٰن، سواطع الالہام، جامع البیان، معالم، فتح البیان، السراج المنیر، تفسیر انوار التنزیل، میں بالاتفاق یہی لکھا ہے۔کسی میں اسم ظاہر ہے اور کسی میں صرف ضمیر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مفسرین کا یہ قول بالکل حق اور مطابق کتاب اللہ ہے جیسے سورہ مائدہ میں وارد ہے کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے خطاب کرکے فرمائے گا

و اذ كففت بنى اسرا ئيل عنك اذ جئتهم بالبيّنات فقال الّذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مّبين ۔(مائدہ:۱۱)(اے عیسیٰ وہ وقت یاد کر) جب میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو دور ہٹائے رکھا۔جب تو ان کے پاس روشن دلائل لایا تو ان میں سے منکروں نے کہا کہ یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ بھی نہیں)

سوال: یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپ کے حق میں کیوں کی؟

جواب: یہود نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دے کر آپ کو جادوگر ٹھہرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا اور اس کی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی۔چنانچہ اوپر کی آیت کریمہ میں معجزات کو جادو قرار دینا صاف مذکور ہے اور آیت مندرجہ عنوان کے قبل بھی ذکر معجزات اس امر پر دلالت کررہا ہے اور فلمّا احسّ عيسى منهم الكفر

کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے کفار یہود سے مکر قتل کا احساس کیا۔ اس جگہ کفر بمعنی قتل من باب تسمیة الشّیء باسم سببه ہے یعنی کسی شئے کیلئے وہ نام بولنا جو اس کے سبب کا نام ہے۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے: رعینا الغیث ای النّبات الّذی سببه الغیث (چرائی ہم نے بارش یعنی نباتات جس کے اگنے کا سبب بارش ہے)۔

اسی طرح آیت و ما انزل اللّٰه من السّماء من رزق (جاثیہ:۵) میں رزق بمعنی مطر یعنی بارش ہے، سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا۔ پس رزق مسبب ہے ۔

اسی طرح اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں اور کتب بلاغت میں اس قاعدے کی تصریح موجود ہے۔ دیگر یہ کہ کفر کا احساس کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس امر کا مؤید ہے کہ اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے کیونکہ احساس ایسے مواقع میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں کوئی خوفناک امر ہو جیسے آیت فلمّا احسّوا بأسنا (انبیاء) اور نیز آیت اذ تحسّونهم (آل عمران) ای تقتلونهم ذریعاً من احسّه اذا اعدم حسّه اهلا کاً

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فلمّا احسّ عیسی منهم الکفر میں کفر بمعنی قتل ہے۔ پس مکر یہود کی صورت ارادہ قتل وصلب عیسی متعین ہو گئی۔

سوال: کیا مفسرین کے اس قول کی تائید قرآن شریف سے ہو سکتی ہے کہ مکر سے مراد قتل ہے؟

جواب: کیوں نہیں؟ بے شک مفسرین کے بیان کی تائید میں کئی آیات ہیں: منها قول تعالی حاکیاً عن اخوة یوسف:

اقتلوا یوسف او اطرحوه ارضاً (یوسف:۹) (یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو)۔

اور اس تدبیر قتل کا نام مکر رکھا۔ چنانچہ اسی سورہ میں ہے وهم یمکرون (یوسف:۱۰۲) فرمایا اور نیز سورہ نمل میں صالح کے بیان میں فرمایا:

و کان فی المدینة تسعة رهط یفسدون فی الارض ولا یصلحون قالوا تقاسموا باللّٰه لنبیّتنّه و اهله لنقولنّ لولیّه ما شهدنا مهلك اهله و انّا لصادقون (نمل:۴۸-۴۹) (اور اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ اس (صالح) کو اور

اس کے اہل کوراتوں رات قتل کرڈالیں گے۔ پھراس کے ولی کوکہیں گے کہ ہم تواس کے قتل کے موقع ووقت پر حاضر نہ تھےاورہم ضرور سچے ہیں)

یعنی نومفسدوں نے آپس میں منصوبہ باندھااوراس پر قسمیں کھانے کوکہا کہ صالح ؑ اوران کے اہل کوراتوں رات قتل کرڈالیں۔ان کی اس تدبیرشر کی نسبت اللہ تعالی نے اس سے آگے فرمایا و مکــــروا و مکراً .. یعنی انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا۔یعنی پوشیدہ طور پر نبی صالح کوقتل کرنے کی تدبیر کی ۔اسی طرح حضرت سیدالمرسلین ﷺ کی نسبت کفار نے جومشاورت کی اسکی نسبت فرمایا:

و اذ یمکر بك الّذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللّه و اللّه خیر الماکرین (انفال:۳۰) (اورجب کفارتدبیرکرتے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا جلاوطن کردیں یاقتل کرڈالیں،وہ بھی تدبیرکرتے تھےاورخدابھی تدبیرکرتا تھا،اورخدابہتر تدبیر کرنے والا ہے)۔

اورحضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت کفار نے جومشورہ کیااس کی نسبت فرمایا:

فما کان جواب قومه الّا ان قالوا اقتلوہ او حرّقوہ (عنکبوت:۲۴)(اوراس کی قوم سےکوئی جواب نہ آیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا اسےقتل کرڈالویا آگ میں جلاڈالو)۔

اوران کےمنصوبہ کانام کیدرکھا۔چنانچہ سورہ انبیاءمیں فرمایا:و ارادوا به کیداً فجعلنا ھم الاخسرین (انبیاء:۷۰)(انہوں نے اس کی نسبت خفیہ تدبیر کی پس ہم نے انہی کونہایت زیاں کارکردیا)۔

اورمکراورکیدمترادف ہیں چنانچہ مصباح میں ہے: کادہ، مکر به ۔

سوال: کفار ماکرین کےساتھ سنت الٰہیہ کیا ہےاوران کےمکرکاانجام کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب: ماکرین کوہلاک کرنااوران کےمکرکاوبال انہی پرنازل کرنااوراپنےعبادمرسلین کوان کےمکرسےبچا لینا۔اس کی دلیل اللہ تعالی کے یہ فرامین ہیں:

و الّذین یمکرون السیّئات لھم عذاب شدید و مکر اولئك ھو یبور (فاطر)۔(جولوگ بری تدبیریں اورمنصوبے باندھتے ہیں ان کے لئےسخت عذاب ہوگا اوران کامکرہی ہلاک ہوگا)

و لا یحیق المکر السیّء الّا باھله (فاطر)(بری تدبیرکاوبال اس کےاہل ہی پرپڑاکرتا ہے)

و ھمّت کل امّةٍ برسولھم لیأخذوہ فاخذ ھم فکیف کان عقاب (مومن)(ہرامت نےاپنےرسول

کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی۔ پس میں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا۔ پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا)

و اردوا بہ کیداً فجعلنا ھم ا لا خسرین (انبیاء)(انہوں نے اس ابراہیم، کے ساتھ ایک بھاری مکر کرنا چاہا۔ پس ہم نے انہیں کو سخت زیاں کار کر دیا)

فارادوا بہ کیداً فجعلنا ھم الاسفلین (صافات)(انہوں نے اس، ابراہیم، کے ساتھ بھاری مکر کرنا چاہا، پس ہم نے انہیں سخت پست اور ذلیل کر دیا)

قد مکر الّذین من قبلھم فاتی اللّٰہ بنیانھم من القواعد فخرّ علیھم السّقف من فوقھم و آتھم العذاب من حیث لا یشعرون (النحل)(کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے گرا دیا اور ان پر چھت ان کے آ پڑے اور ان کو ایسی جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا)

و قد مکروا مکرھم و عند اللّٰہ مکرھم وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ انّ اللّٰہ عزیز ذو انتقام

کفار مکہ نے جہاں تک ان سے ہو سکا بہت سی تدبیریں کیں اور اللہ کو انکی سب تدبیریں معلوم ہیں، اگرچہ انکی تدابیر اور مکر ایسے محکم اور زبر دست ہوں کہ ان سے زوال جبال یعنی پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہو سکے، تو بھی ہر گز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ کبھی بھی اس وعدے کے خلاف کریگا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے)

و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۔ انّھم لھم المنصورون (صافات)(بے شک ہمارا اپنے عباد مرسلین سے پہلے ہی وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ منصور ہونگے)

کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا و رسلی انّ اللّٰہ قوی عزیز (مجادلہ) اللہ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے)

و کان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض و لا یصلحون۔ قالوا تقاسموا باللّٰہ لنبیّتنّہ واھلہ ثم لنقولنّ لولیّہ ما شھدنا مھلک اھلہ و انّا لصادقون ۔ و مکروا مکراً و مکرنا مکراً وھم لا یشعرون۔ فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انّا دمّرناھم و قومھم اجمعین فتلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا انّ فی ذلک لایۃً للقوم یّعلمون و انجینا الّذین آمنوا وکانوا یتّقون (النمل) اس شہر میں نو شخص مفسد اور غیر مصلح تھے انہوں نے آپس میں کہا کہ صالح اور

آپ کے اہل بیت کو راتوں رات قتل کرنے پر قسمیں کھاؤ اور اس پر بھی کہ پھر اس کے ولی یعنی حامی و وارث کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے اہل بیت کے مرنے کے موقع اور وقت پر حاضر ہی نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ انہوں نے بڑا بھاری مکر کیا تھا اور ہم نے بھی مکر (تدبیر محکم) کیا اور وہ ہماری تدبیر کا شعور نہ رکھتے تھے۔ پس دیکھ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان نو مفسدوں اور ان کے باقی حامی کاروں سب کو بالکل ہلاک کر دیا۔ پس یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب اجڑے پڑے ہیں۔ بے شک اس معاملہ میں علم والے یعنی سمجھ والے لوگوں کیلئے (رسولوں کی نصرت اور ان کے دشمنوں کی ذلت کا) بڑا بھاری نشان ہے اور ہم نے مومنین اور متقین یعنی اتباع صالح ؑ کو بچا لیا)

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالی پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے اور الٹا ماکرین ہی پر وبال نازل کیا کرتا ہے۔ سو اسی طرح حضرت مسیح ؑ کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے جیسے حضرت صالح ؑ اور حضرت سید المرسلین ﷺ کے حق میں وارد ہے۔ یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے حضرت روح اللہ اس قدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں کہ آپ کی مبارک رانوں میں میخیں لگائی جائیں اور آپ ؑ کے پاک ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی جائیں اور آپکے مقدس سر پر کانٹوں کی ٹوپی پہنائی جائے۔ اور آپ کے خزانہ حکمت کی پسلی میں تیر مارا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس امر کی تاکید کیلئے اللہ تعالی اس قدر تاکید فرمائے اور بانظام بیان کرے، اسی امر کو برخلاف مراد الٰہی اپنا عقیدہ بنایا جائے۔

سوال: و مکر اللّٰہ یعنی اللہ تعالی نے بھی تدبیر کی، یہ تدبیر الٰہی کیا تھی؟

جواب: یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا اور انہی میں سے کسی کو آپ کا ہم شکل بنا دیا جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و مکر اللّٰہ انّ رفع عیسی الی السّماء و القی شبهه علی من اراد اغتیا له حتّی قتل (یعنی اللہ کا مکر اور اس کی تدبیر یہ تھی کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شکل اور شباہت اس شخص پر ڈال دی جس

نے آپ کو دھوکے سے قتل کرانا چاہا تھا حتی کہ وہ قتل کیا گیا)۔

اسی طرح تفسیر جلالین میں بھی ہے : و مکر اللّٰہ بھم بان القی شبه عیسی علی من قصد قتله فقتلوہ و رفع عیسی (اور خدا کا مکر ان سے یہ تھا کہ عیسیٰؑ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کے قتل کا قصد کیا تھا سو انہوں نے اسے قتل کیا اور خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا)

اور اسی طرح تفسیر علامہ ابی السعود میں بھی ہے: بان رفع عیسی و القی شبھه علی من اغتیا له حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا اور ان کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا قصد کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

(اکمل اس پر اعتراض کرتے ہیں: ان میں سے کسی کا قتل ہونا بھی ضروری تھا تو ثابت کرتے کہ ابراہیم کی جگہ بھی کوئی آگ میں ڈالا گیا اور ہماری سرکار ﷺ کے غار میں رہنے کے عوض کوئی اور غار میں رہا۔ ص ۸۔؛ جب کہ ایک رسول کی شکل ایک کافر پر ڈالی گئی اور ظلم ہمیشہ ظاہر پر کیا جاتا ہے ص ۸ ملخصاً۔

ان دونوں کا جواب بصراحت سوال کر کے دے دیا تھا لیکن اکمل نے عشوہ نمائی نہ کی۔ جناب! عالم امکان میں ممکنات کی صورتیں بہت ہوتی ہیں۔ ہر ممکن درجہ وجوب میں آنے سے پہلے ہر صورت کا احتمال رکھتا ہے، لیکن جب واقع ہو جائے تو بس اسی کو ماننا پڑتا ہے۔ پھر اس میں اتباع دلیل وخبر کی ہوتی ہے جب واجب ہو گیا تو باقی سب احتمالات اور امکانی صورتیں جاتی رہیں۔ اور ظاہر پر حکم تب ہوتا ہے جب حقیقت معلوم نہ ہو، جب حقیقت ما صلبوہ و لکن شبّه لھم سے معلوم ہو چکی تو ظاہر باطل ہو گیا)

اور اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے: بان رفع عیسی الی السّماء و القی شبھه علی من اراد اغتیا له حتّی قتل (کہ خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ سے فریب کا ارادہ کیا تھا چنانچہ وہ قتل کیا گیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی ہے: فلما احاطوا بمنزله و ظنّوا انّھم ظفروا به نجّاہ اللّٰہ تعالی من بینھم و رفع من روزنة ذلك البیت الی السّماء و القی شبھه علی رجل ممّن کان عندہ فی المنزل فلمّا دخل اولئك اعتقدوہ فیظلمة اللّیل عیسی فاخذوہ و صلبوہ و وضعوا علی رأسه الشوك و کان ھذا مکراللّٰہ بھم فانه نجی نبیّه و رفعه من بین اظھرھم و ترکھم فی ضلا لھم یعمھون (ابن کثیر ج ۳)(جب یہود نے آپ کے مکا

ن کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے، تو خدا نے انکے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑ کی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جو مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰؑ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے۔ اور انکے ساتھ خدا کا مکر یہی تھا کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے انکے درمیان سے اوپر اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا)

اور اسی طرح تفسیر بیضاوی میں بھی ہے: حین رفع عیسی و القی شبهه علی من قصد اغتیاله حتّی قتل (جب عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے آپ کو فریب سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، حتی کہ وہ قتل کیا گیا)

اسی طرح دیگر تفاسیر مثل رحمانی، فتح البیان، معالم، سراج منیر، فیضی، عباسی، کبیر، جامع البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ تفسیر کبیر میں رازی نے پانچ وجہیں ذکر کی ہیں۔ پہلی تین میں بالتصریح حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور کسی پر آپکی شباہت ڈالے جانے کا ذکر کیا، اور چوتھی میں کسی ظالم بادشاہ کا بنی اسرائیل پر مسلط کر دینا مکر الٰہی ٹھہرایا۔ ناقد بصیر پر ظاہر ہے کہ یہ وجہ منافی وجوہ سابقہ نہیں بلکہ انکے ساتھ ضم کی جا سکتی ہے۔ پانچویں وجہ علی سبیل الاحتمال یہ فرمائی :

یحتمل ان یکون المراد انّهم مکروا فی اخفاء امره وابطال دینه و مکر اللّٰه بهم حیث اعلی دینه و اظهر شریعته و قهر بالذّل و الدّناءة اعداءه و هم الیهود (تفسیر کبیر ج ۲) (احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے امر مخفی رکھنے اور آپ کے دین کے ابطال میں تدبیر کی اور خدا نے ان سے یہ تدبیر کی کہ آپ کے دین کو بلند کیا اور شریعت کو غالب کیا اور نہایت ذلت اور پستی سے آپ کے دشمنوں کو مغلوب کیا اور وہ یہودی ہیں)۔

اول تو اس وجہ کی تضعیف خود امام رازی نے کلمہ احتمال سے کر دی ہے دیگر یہ کہ اس وجہ اور قول جمہور مفسرین میں منافاۃ نہیں۔ کیونکہ ان میں نسبت سبب اور نتیجہ کی ہے کیونکہ نبی برحق کا آسمان پر اٹھایا جانا اس نبی کی فضیلت کا مستلزم ہے اور دشمنوں کی ذلت و ناکامی کا موجب ہے۔ فلا منافاة بینهما اصلاً (ان دو

نوں میں ہرگز کوئی منافات نہیں)

سوال: مفسرین نے یہ جوفرمایا کہ اللہ تعالی کی تدبیر یہ تھی کہ ایک اور شخص کو جس نے عیسیٰؑ کو پکڑوانا چاہا تھا ،صلیب پر چڑھوا کر قتل کرایا اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا۔ کیا ان ہر دو امر کی تائید قرآن سے ہوسکتی ہے؟

جواب: بےشک مفسرین نے یہ سب کچھ قرآن شریف ہی سے لکھا ہے۔ امر اول کا بیان و لکن شبّه لهم میں مصرح ہے اور فقا تلوا آئمة الكفر اس کا مؤید ہے۔ اور امر ثانی کی تصریح میں انّی متو فّيك و را فعك اليّ اور بل رفعه اللّه موجود ہیں۔ ان کی تفصیل موقع پر کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالی

سوال: و اللّه خير الماكرين میں بجائے اسم مضمر کے اسم ظاہر کیوں اختیار کیا گیا ہے؟ و هو خير الماكرين کیوں نہیں کہا گیا؟

جواب: قرآن شریف میں اللہ جل جلالہ کے اسماء حسنی بکثرت ہیں اور وجہ اس کثرت کی یہ ہے کہ چونکہ قرآن شریف کی آیات مثل دعاوی مع بینات کے ہیں اس لئے ذکر ہر اسم کا حسب اقتضائے مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اسم بمنزلہ دلیل وعلت کے ہوتا ہے۔ چونکہ آیت ما نحن فيها موقع نصرت حضرت روح اللہ رسول برحق اور ذلت اعداء میں وارد ہے اس لئے اسم جلالۃ (اللہ) کو بوجہ مہابت و اثبات رسالت وحفاظتِ رسول کمال مناسبت ہے جیسا کہ سورہ مجادلہ میں ہے:

كتب اللّه لا غلبنّ انا و رسلی انّ اللّه قویّ عزيز (مجادلہ:۲۱) (اللہ نے مقرر کردیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہینگے کیونکہ اللہ بڑا قوی اور غالب ہے)

چونکہ یہ آیتِ سورہ مجادلہ بھی کفار پر رسول کو غالب کرنے کی بابت وارد ہے اس لئے ذکر اسم جلالۃ (اللہ) کا کیا اور آخر میں اسم جلالۃ کے ساتھ قوت اور غلبہ کا بھی ذکر کیا ہے جو بمنزلہ علت کے ہے۔

و لا يخفى امثال ذلك على المتامل ومن لم يعط حظاً من ذلك فلا يلومن الّا نفسه و همته (اور ایسی باتیں اس پر مخفی نہیں۔ جو تامل کرنے والا ہو اور جس کو اس ملکہ میں سے حصہ نہ ملا ہو، وہ سوائے اپنے نفس کے کسی کو ملامت نہ کرے)

چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں علامہ ابوالسعود اسعده اللّه با لفوز

بجنّت النّعیم ،اسی آیت میں فرماتے ہیں:

و اظهار الجلالة فی موضع الاضمار لتربية المهابة و الجملة تذييل مقرر لمضمون ما قبله (موضع اضمار میں اسم جلالۃ کوظاہر لانا تربیت مہابت کے لئے ہےاور یہ جملہ تذییل ہے جومضمون ماقبل کی تقریراوراثبات کرتا ہے)۔

سوال: و اللّه خير الماكرين کی تفسیر کس طرح پر ہے؟

جواب:اس آیت سے مقصوداس امر کا اظہار ہے کہ اللہ قدیر کی تدبیر کے مقابلہ میں مخلوق عاجز کی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی۔اوراس کی تدبیر اپنے رسولوں کے حق میں خیر ہوتی ہے،اسی طرح عیسیٰؑ کے حق میں بھی تدبیر خیر کی کہ ان کو آسمان پر اٹھالیا

(اکمل صاحب قادیانی اس پر لکھتے ہیں: رسولوں کے حق میں اللہ تعالی کی تدبیر بے شک خیر ہی ہوتی ہے مگر تدبیر خیر سے خواہ مخواہ آسمان پر اٹھالینا مراد لینا ہٹ دھرمی ہے۔ص ۷۹ حاشیہ نمبر۱۔

جواب۔خواہ مخواہ مراد نہیں لی بلکہ بیان قرآنی سے لی ہے۔اسے آپ ہٹ دھرمی کہتے ہیں تو پڑے کہیں اور یاد رکھئے لزوم واقعہ اور وقوع واقعہ میں فرق ہوتا ہے)

سوال: بے شک ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں اور اللہ تعالی الٹا ان ہی پر عذاب نازل کرتا ہے مگر قرآن شریف میں یہود کے بعض انبیاء کے قتل کا جو ذکر آیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شرک پھیلنے کے بعد رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔اول وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں اور وہ پانچ ہیں: نوحؑ ،ابراہیمؑ ،موسیٰؑ ،عیسیٰؑ اور محمد ﷺ جیسا کہ فرمایا:

شرع لكم من الدّين ما وصّى به نوحاً و الّذى اوحينا اليك وما وصّينا به ابراهيم و موسى و عيسى (شوریٰ:۱۳)(خدا نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کی تاکید نوح کو کی تھی۔اور جو(اے پیغمبر) ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کی تاکید ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی تھی)

واذ اخذنا من النّبيّين ميثاقهم و منك ومن نوحٍ وّ ابراهيم و موسى و عيسى ابن

مــریـم (احزاب:۷)(اور جب ہم نے سب نبیوں سے اور (اے پیغمبر) تجھ سے بھی اور نوح ؑ اور ابراہیم ؑ اور موسیٰ ؑ اور عیسیٰ ؑ بن مریم ؑ سے بھی اقرار لیا)

آیت احزاب میں تخصیص بعد تعمیم کا فائدہ مزید کرامت اور زیادہ شرافت ہے اور وہ ان کا اصحاب شرائع ہونا ہے جیسا کہ آیت سورۃ شوریٰ میں مصرح ہے۔

دوسرا وہ گروہ ہے جو اپنی اپنی قوم کی طرف بالاستقلال رسول بنا کر بھیجے گئے اگر چہ صاحب شریعت نہ تھے، ہاں ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے۔ اور ان کی قوم بہ سبب تکذیب کے معذب ہوئی۔ مثل صالح ؑ اور ہود ؑ اور لوط ؑ اور شعیب ؑ۔

تیسری وہ جماعت جو حکمت اور نبوت دیئے گئے لیکن اتباع تورات کے مامور تھے اور یہ وہ ہیں جو بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ ؑ کے بعد بھیجے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

انّا انزلنا التّورا ت فیھا ھدی وّ نور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا للّذین ھادوا (مائدہ)(ہم نے ہی توریت کو نازل کیا تھا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق خدا کے فرمانبردار اور انبیاء قوم یہود کے لئے فیصلہ کرتے تھے)(مائدہ:۴۴)۔

مثل یحیٰ ؑ اور زکریا ؑ کی۔ پس محاورہ قرآنی میں نبی اور رسول (مصداق میں) مترادف اور متبادل ہیں ۔ ہر نبی رسول ہے اور ہر رسول نبی ہے، صاحب شریعت ہو یا نہ ہو، جیسے کہ موسیٰ ؑ کی شان میں رســـولاً نبیّاً (پارہ۱۶) فرمایا اور اسماعیل ؑ کی شان میں رسـولاً نبیّاً فرمایا۔ اور معلوم ہے کہ موسیٰ ؑ صاحب شریعت تھے اور حضرت اسماعیل ؑ صاحب شریعت نہ تھے۔ پس بعض علماء کا یہ قول کہ رسول وہ ہے جس پر کتاب اترے اور ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حسب التزام قرآن کریم ہے بلکہ یہ ان کی اصطلاح ہے، ولا مشاحۃ فی الاصطلاح (اور اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا)، چنانچہ بعض علماء نے ہماری طرح تحقیق کیا (حاشیہ شرح ملا ص۴)

(اکمل صاحب اس پر اعتراض کرتے ہیں: کیا آپ کے علماء قرآن کے برخلاف اصطلاحات کے گھڑ لینے کے مجاز ہیں۔ ص۱۹۔

جواب: جناب قرآن کے خلاف تو کوئی بھی مجاز نہیں، لیکن آپ کو سمجھ نہ ہو تو کوئی کیا کرے۔ قرآن نے جس امر کا التزام نہیں

کیا، اسے کوئی گروہ اپنی اصطلاح میں کسی خاص معنی میں مقید کر لے تو اسے خلاف قرآن نہیں کہتے۔ دیگر یہ کہ میں نے تو اس اصطلاح کی پابندی بھی توڑ دی اور حاشیہ شرح ملا کا حوالہ بھی دے دیا۔ آپ نے نظر انداز کیوں کر دیا؟ دیکھئے وہاں لکھا ہے و الرّسول امّا مترادف للنّبیّ .... و الیه ذهب جماعة ۔ص ۱ نمبر ۴۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو رسول بھی کہتے ہیں اور نبی بھی اور پھر غیر تشریعی بھی کہتے ہیں۔ فافھم)

نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ قسم اول و دوم کے رسولوں کے مقابلہ میں ماکرین مکر میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ ان کا قتل شریعت اور رسالت میں شبہ ڈالتا ہے بخلاف جماعت ثالثہ کے کہ ان کا قتل کتاب اور شریعت میں خلل انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے جرم قتل انبیاء سوائے قوم یہود کے کسی امت سے سرزد نہیں ہوا۔ اگر چہ ہر امت نے اپنے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ مفسرین آیت یقتلون النّبیّین ، وامثالھا میں حضرت یحیؑ اور زکریاؑ کو بالاتفاق مثال میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں کئی مواضع پر اور نیز تفسیر کبیر میں زکریاؑ و یحیؑ لکھا ہے اور تفسیر کشاف، معالم، مدارک، جامع البیان، خازن، سراج منیر بیضاوی فتح البیان، رحمانی، ابی السعود ان سب تفاسیر میں حضرت شعیاؑ اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحیؑ لکھے ہیں۔ پس چونکہ حضرت عیسیؑ صاحب شرع و معجزات رسول ہیں اس لئے یہود آپ کو صلیب پر نہیں کھینچ سکتے تھے۔

کسر صلیب کی دوسری آیت

وقولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰه وما قتلوه وما صلبوه (نساء: ۱۵۷) (اور ان کے اس قول کے سبب بھی کہ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے اور انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا)۔

یہ آیت نفی صلیب کے لئے نص صریح اور دلیل قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ یہ آیت دو وجہ سے نفی صلیب پر دلالت کرتی ہے۔ الوجہ الاول۔ قولہ تعالی بالتصریح و ما قتلوه و ما صلبوه یعنی یہود نے عیسی کو نہ تو قتل کیا اور نہ انہوں نے آپ کو صلیب پر چڑھایا۔

اشتہار بنام مرزا قادیانی

محرر سطور (محمد ابراہیم میر) نے ایک مطبوع اشتہار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھیجا تھا جسکی نقل حسب ذیل ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذ ین اصطفی۔

جناب مرزا صاحب! بندہ جمیع اہل السنہ والجماعۃ سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پرنہیں چڑھائے گئے اوراب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔آپ اگرقرآن کریم سے مسیح کا صلیب پرچڑھایا جانا ثابت کردیں،اوراگرصلیب پر چڑھایا جانا ثابت نہ کرسکیں توبعدازاقرارعدم مصلوبیت قرآن شریف میں سے بدلائل قطعیہ ان کی وفات ثابت کردیں،تو بندہ اس بات کا حلفی اقرار کرتا ہے کہ آپ کی تحقیق کا بہت ہی ممنون ومشکور ہوکرمسیح کی وفات کوتسلیم کرلے گا۔اس امر کے فیصلے کیلئے خواہ آپ مجھے قادیان میں حاضر ہونے کیلئے فرماویں اورکسی عام مجلس میں اس مرحلہ کو طے کریں،خواہ کسی اورجگہ پرتشریف لاکر مجھے اطلاع بخشیں۔خواہ آپ سیالکوٹ میں قدم رنجہ فرما کر بندے کوممنون فرماویں۔بندہ ہرطرح حاضر ہے۔آپکے سیالکوٹ آنے کی صورت میں ذاتی اخراجات کا متحمل بندہ ہوگا۔اگرآپ بندے کوقادیان میں طلب نہ فرمائیں اورکسی اورجگہ بھی بسبب کسی خفی وجہ کے خودتشریف نہ لاسکیں تو وہاں قادیان ہی میں بیٹھے بیٹھے اس بارکو برداشت کریں،بندہ اس پرسرتسلیم نہیں پھیرے گا۔اس عریضہ کے جواب میں آپ کا یہ فرمادینا کہ ہم نے یہ مسئلہ ازالہ اوہام میں بہ بسط لکھا ہوا ہے،بندہ کے لئے جواب باصواب نہیں ہوگا،کیونکہ وہ دلائل جوآپ نے ازالہ اوہام میں بیان کئے ہیں،بندہ کے نزدیک قطعیت چھوڑ مفید ظنیت بھی نہیں ہوسکتے۔اس عریضہ کی قبولیت وعدم قبولیت سے بندہ کوایک ہفتہ کے اندراندر بدستخط خاص قلمی یابذریعہ اشتہار طبع شدہ اطلاع بخشیں اوراس کی تعمیل کی میعادایک ماہ سے زائدنہیں ہونی چاہیے۔۸ جون ۱۹۰۲ء

یہ اشتہار رجسٹری کراکرمرزا قادیانی کی خدمت میں ارسال کیا گیا جس کی رسید بھی آ گئی تھی مگر جوا

ب ندارد۔ ہاں انکے ایک مرید بلکہ استادزادے مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے اسکا جواب لکھ کر اپنی لیاقت کا اظہار کیا۔سومناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً اس کی بھی تردید ہو جائے۔

اس رسالہ نام کا جواب باصواب ہے اور اس میں مولوی مبارک علی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کے ثبوت پر زور مارا ہے۔اور آپ کو دلائل مزبورہ پر بڑا ناز ہے۔ چنانچہ لوح کے اندرونی صفحہ میں بڑے فخر سے فرماتے ہیں: سوال اور اسکے جواب میں غور فرما کر حسن کلام اور خوبی جواب اور طرز استدلال کی داد دیں۔

نیز نظم دلچسپ میں یوں رقم طراز ہیں:

گو دیکھنے میں چھوٹی سی یہ اک کتاب ہے اس کا ہر ایک نکتہ مگر لاجواب ہے

جواب باصواب کا جواب

اس رسالہ میں مصنف نے اپنی تحقیقات کی داد ان دو امروں کی صحت پر مانگی ہے:۔

امر اول: صلب کے معنی صلیب پر مارنا ہیں، لہذا ما صلبوہ کے معنی یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر نہیں مارا، ہوئے۔ چنانچہ صفحہ ۱۴ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ اصل لغت میں مصلوب ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہو جائے۔ دیکھو قاموس اور اقرب الموارد، وغیرہ اور جس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو، اس کو لغت کی رو سے مصلوب کہنا جائز نہیں۔انتہی۔

اور صفحہ ۲۴ میں یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

کیونکہ عرف لغوی میں مصلوب اسے کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہو جائے اور جس کی موت واقع نہ ہو، اسے مصلوب نہیں کہتے۔

امر دوم: کلمہ لکن اس وہم کے دفعیہ کے لئے آتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوا اور اللہ تعالی نے و

لکن شبّہ لھم اس لئے فرمایا کہ ما صلبوہ کی نفی سے مطلق سولی پر چڑھانے کی نفی بھی سمجھی جاتی تھی (حق برزبان جاری) مگر چونکہ فعل سولی پر چڑھانا درست تھا ورسولی پر مرجانا غلط، اس لئے و لکن شبّہ لھم سے اس وہم کو دور کیا اور ظاہر کر دیا کہ نفی صلب سے مراد نفی نتیجہ صلب (موت) ہے۔ یعنی سولی پر مرے نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پس اس قاعدے کی رو سے ثابت ہوا کہ آیہ زیر بحث کے جملہ اولی منفیہ میں ایک وہم ہے جو جملہ ثانیہ مثبتہ سے بواسطہ حرف استدراک متضمن معنی استثناء رفع کیا گیا ہے اور وہ وہم یہ ہے کہ نفی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورت صلب موہوم ہوتی ہے جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔ پس اللہ تعالی نے اس کو حرف استدراک متضمن معنی استثناء سے یوں ظاہر کیا کہ قتل اور صلب کا نتیجہ واقع نہیں ہوا اور صورت صلب پیش آ گئی۔ پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں آیہ شبّہ لھم میں مشتبہ حضرت مسیح ہے اور مشبّہ بہ یہود کا زعمی مصلوب یا وہ مقتول ومصلوب جو بعلت تصلیب معہود فی الذہن ہوتا ہے۔ انتہی۔

اقول: یہ دونوں امر بالکل غلط اور ناشی از جہالت ہیں اور ان کا قائل لیاقت علمیہ سے بے بہرہ اور علوم رسمیہ سے بالکل نابلد ہے۔

امراول، یعنی صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا تین وجوہ سے باطل ہے۔ وجہ اول: غیاث اللغات اور صراح میں ہے۔ صلب بر دار کردن۔ بلکہ غیاث اللغات میں لفظ صلیب کے ذیل میں کہا ہے: بمعنی بر دار کردہ شدہ۔ وجہش آنکہ چوں عیسی علیہ السلام را بر آسمان بردند، طرسوس نام شخصے را کہ ہم شکل عیسی بود، بر دار کشیدند، و بعد ازاں واقعہ ترسایاں آنرا عیسی پنداشتہ شکل دار با عیسی از چوب تراشیدہ در گلو آویختند و تعظیمش کردند۔ اور سب تراجم اردو فارسی میں صلب کے معنی سولی پر چڑھانا ہی لکھے ہیں۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: ونہ کشتند او را وبردارنکردند اورا۔

ترجمہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ: اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو۔

ترجمہ شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ: اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا۔

ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب: نہ تو انہوں نے ان کو سولی چڑھایا۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ صلب کے معنی لغت اور تراجم میں سولی پر چڑھانا لکھے ہیں اور موت اس کے لئے لازم نہیں۔ اگر صلب کے معنی کسی لغت کی کتاب یا کسی محاورے میں یا کسی شعر میں سولی پر چڑھا کر مارنا آئے ہیں تو مصنف صاحب پر واجب تھا کہ اس کتاب کی عبارت نقل کر دیتے۔ صرف آپکا اتنا کہہ دینا کہ عرف لغوی میں فلاں لفظ کے معنی یہ ہیں، سند نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ کہیں کہ صفحہ کے حاشیہ میں قاموس اور اقرب الموارد کا نام لکھ دیا ہے بلکہ اس پر وغیرہ کا بھی پشتہ چڑھا دیا ہے تو اس عذر سے شرم چاہیے۔ مولوی صاحب! جہاں قاموس وغیرہ میں آپ کی تائید کی تصریح کی گئی ہے مہربانی کر کے وہ عبارت ہی نقل کر دی ہوتی تا کہ آپ پر دھوکے کا الزام عائد نہ ہوتا۔ مولوی صاحب! یاد رکھئے لغت کی کسی کتاب میں آپ کی تائید نہیں اور ہرگز نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف آپ ہی کا اختراع ہے اور مصنفین گزشتہ پر افتراء

(اکمل نے بہت محنت سے لسان العرب میں سے عبارت تلاش کر کے نکالی و الصّلب هذه القتلة المعروفه ..الخ۔ اور کہا ہے لسان العرب میں صلب کے معنی قتل کے لکھے ہیں ص ۱۱۔

جواب: فعلة بالکسر کا وزن عربی زبان میں نوعیت ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ شافیہ میں ہے و بکسر الفاء للنّوع نحو ضِربة و قِتلة ۔ پس صلب کے ضمن میں لسان العرب میں جو القتلة المعروفه لکھا ہے سو اس کے معنی یہ ہیں کہ صلب بھی قتل کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ قتل عام ہے، چاہے کس طرح مارا جائے اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک ان میں سے صلیب بھی ہے۔ اسی لئے قرآن میں ما قتلوه کے بعد ما صلبوه کی تصریح کی ضرورت پڑی کہ یہود قتل مسیح کی صورت صلیب پر چڑھا کر مارنا کہتے تھے۔ پس خدا تعالی نے ما قتلوه سے تو قتل محض کی نفی کر دی اور ما صلبوه سے صلیب پر چڑھانے کو رد کر دیا۔ پس ما صلبوه میں فعل صلب جو منفی ہے وہ صلیب پر چڑھانے کے معنوں میں ہوا، نہ کہ صلیب پر مارنے کے معنی میں۔ کیونکہ مارنے کی نفی تو ما قتلوه میں ہو چکی ہے باقی رہا صلیب پر چڑھایا جانا سو ما صلبوه سے مردود ہو گیا)

اچھا اگر عربی زبان میں صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا اور مصلوب کے معنی سولی پر چڑھایا جا کر مارا ہوا ہیں، تو صرف سولی پر چڑھانے اور سولی پر چڑھائے ہوئے کیلئے کیا لفظ ہیں؟ جب آپ نے یہ لکھا تھا کہ جس شخص کی موت صلیب پر واقع نہ ہو اس کو لغت کی رو سے مصلوب کہنا ناجائز ہے، تو کیا اس وقت ایسے شخص کیلئے جو لفظ اس زبان میں موضوع ہے، لکھنا ہی یاد نہ رہا تھا، یا خود بدولت کو یاد ہی نہ تھا؟ یا زبان ہی میں کوئی لفظ نہیں؟ براہ کرم وہ لفظ تو لکھ دیا ہوتا، تا کہ آپ کی تحریر کچھ تو مفید پڑتی۔ پہلی دو صورتوں میں آپ کا قصور ہے

اور تیسری صورت میں زبان کا نقص۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے پر الزام سہہ لیں گے اور زبان عرب میں نقص کے قائل نہ بنیں گے۔

وجہ دوم: جو الفاظ افعال کیلئے موضوع ہیں وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کیلئے ہیں، نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔ نتیجہ پر دلالت ترکیب سے ہوتی ہے، یا زیادت سے۔ آپ قواعد فقہ یا علم بیان کی کوئی کتاب پڑھیں پھر معلوم ہو جائے گا اور اس سے پہلے ایسی تحقیق کو چھوڑ دیں۔

وجہ سوم: مثل مشہور ہے دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ رسالہ جواب باصواب کے مصنف نے صلب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنا کرنے میں اپنی مطلب برآری کے لئے بہت زور مار کر تصرّف فی اللّغہ کیا ہے اور بموجب مثل مندرجہ عنوان انکی اپنی بہت سی عبارات اسی رسالے میں موجود ہیں جن میں صلب بمعنی مطلق صلیب پر چڑھانا استعمال کیا گیا ہے وہ مواقع یہ ہیں:

ا۔ حاشیہ صفحہ ۱۴، ما قتلوہ یقیناً ۔ اے ما وقع موتہ بقتلہ صلباً ۔ یعنی قتل بعلت صلب سے نفی وقوع صورتِ صلب موہوم ہوتی ہے۔

۲۔ صفحہ ۱۶، جو مناقض اور مغائر نتیجہ صلب (موت) کی ہے۔

صفحہ ۱۷، اب اس صورت میں یہ معنی ہوئے کہ مسیح کے صلب کا نتیجہ تو واقع نہیں ہوا ۔

۴۔ صفحہ ۱۷، اور دونوں جملوں کے ملانے سے عدم وقوع نتیجہ صلب کا اثبات۔

۵۔ صفحہ ۱۸۔ پس ان دونوں آیتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبّہ لھم میں مطلق نفی مقصود نہیں، بلکہ نتیجہ صلب وقتل کی نفی مقصود ہے اور وقوع صورت صلب کا اثبات مطلوب ہے،۔

ہم ان عبارات پر کچھ زیادہ توضیح نہیں کرتے۔ صرف ناظرین کے فہم رسا اور انصاف پر چھوڑتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ ان عبارات میں صلب بمعنی سولی پر چڑھانا مستعمل ہوا ہے یا نہیں۔ والانصاف اولی الاوصاف (انصاف کرنا سب سے بہتر وصف ہے) اگر مصنف اس اشارے سے اپنی بے علمی کا اعتراف نہ کریں تو نتیجہ اور سبب کی مغائرت سے سمجھ لیں۔ الفقیہ تکفیہ الاشارۃ و السّفیہ لا تفیدہ العبارۃ (دانا کو بس ایک اشارہ ہی کافی ہے اور نادان کو (لمبی) عبارت بھی مفید نہیں)

امر دوم: یعنی بحث کلمہ لکن کی نسبت یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب خود اس وہم میں پڑے ہیں اور عوام کو اوہام میں ڈالتے ہیں۔ فضلّ و اضلّ۔ مولوی صاحب نے لکنّ (مثقلۃ النون) کے قاعدہ میں دو عبارتیں نقل کی ہیں اور ان عبارات سے مولوی صاحب کو کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں اتنا فائدہ ضرور ہے کہ مرزائی پارٹی یہ جانے گی کہ مولوی صاحب علم نحو سے واقف ہیں۔ مگر علم نحو کے ماہرین کے نزدیک یہ امر شاہد ناطق ہے کہ مولوی صاحب علم نحو سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپ نے کتب نحو کی عبارات تو نقل کر دیں کہ لکن ازالہ وہم کے لئے آتا ہے مگر تعیین وہم کی سند میں کسی تفسیر سے عبارت کیوں نقل نہ کی۔ مخالف پر کسی کتاب کا حوالہ دے کر وہ امر آشکارا کیا جاتا ہے جس میں اس کو خلاف ہو۔ کلمہ لکن کے ازالہ اوہام کیلئے موضوع ہونا تو فریقین کے نزدیک مسلّم ہے، اختلاف تو تعیین وہم میں ہے۔ جو وہم آپ کو ہوا ہے اس کی صحت کے لئے کسی کتاب کی عبارت لکھنی چاہیے تھی یا اسے مدلل طور پر ثابت کرنا تھا۔ مگر افسوس مولوی صاحب نے غیر ضروری امر ہی پر اپنا سارا زور بل لگا دیا اور جس امر کو دلیل سے ثابت کرنا تھا وہاں پہنچ کر بے دم ہو گئے۔ مولوی صاحب! معاملہ ایسا نہیں جیسا آپ کو وہم ہوا ہے۔ سنئے و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے معنی تین طریق سے ہو سکتے ہیں۔

اول: اگر نفی قتل کو مفعول متصور رکھیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے: اور یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔ و ھذا الوجه ھو الحقّ (اور یہی وجہ درست ہے)۔

دوم: اگر نفی قتل کو فاعل پر متصور رکھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا۔ اس کے خلاف یہ ہوگا کہ یہود کے سوا کسی اور نے مارا۔ اور یہ وجہ باطل ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔

سوم: اگر نفی کو افعال مذکورہ پر متصور کریں تو معنی یہ ہوں گے: مسیح کو یہود نے قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے۔ اس کے خلاف یہ ہوگا کہ کسی اور طرح مر گیا۔ اور یہ وجہ بھی باطل ہے۔

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ ان ہر سہ وجوہ میں سے و لکن شبّه لھم کو کس وجہ سے تعلق ہے۔ اگر انصاف سے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ و لکن شبّه لھم کو ان وجوہ میں صرف پہلی ہی صورت سے مناسبت ہے اور جمیع مفسرین نے بالاتفاق یہی معنی کئے ہیں۔ صورت دوم اس لئے درست نہیں کہ

اس صورت میں فعل کی اسناد اس کے فاعل کی طرف نہیں کی گئی اور نیز اس لئے کہ اس صورت میں یہود کا ذکر باسم ظاہر چاہیے تھا، یا ضمیر مرفوع متصل لانی چاہیے تھی۔ صورت سوم اس لئے باطل ہے کہ جب اس صورت کے خلاف یہ تھا کہ وہ کسی اور طرح مر گئے، تو پھر فعل کی نفی یہود کی طرف اشارہ کر کے نہ کی جاتی، بلکہ عام طور پر کہا جاتا کہ اس کو کسی نے نہیں مارا، وہ تو اپنی موت سے بستر پر مرا ہے، کیونکہ اس صورت میں لفظا حد (بمعنی کوئی) بہ سبب معین نہ ہونے کے نکرہ اور عام ہے اور یہود اس کی نسبت خاص، اور خاص کی نفی عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی صورت اول، سو اس کو جملہ و لکن شبّہ لھم سے پورا پورا تعلق ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن کسی ایسے شخص کو صلیب پر چڑھایا جوان کیلئے از روئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا کیونکہ جب اللہ تعالی نے ما قتلوہ وما صلبوہ سے مسیح سے مصلوبیت و مقتولیت کی نفی کر دی تو وہم ہو سکتا تھا، اور وہ وہم معقول تھا کہ قتل اور صلب حسی امر ہیں وہمی اور خیالی نہیں، اس لئے کوئی نہ کوئی ضرور مصلوب و مقتول ہوا تھا۔ اگر وہ مسیح نہیں تھا تو اور کون تھا؟ سو ضرور تھا کہ اس کا جواب دے کر ازالہ وہم کیا جاتا۔ پس و لکن شبّہ لھم سے اللہ تعالی نے اس وہم کو دفع کیا اور حقیقت امر کھول دی کہ وہ کوئی اور شخص تھا جو کہ یہود کے لئے مکراً بھم مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔

اس میں شائد کوئی کوتاہ نظری سے سوال کرے کہ فعل شبّہ کی اسناد کس کی طرف ہے کیونکہ اسے مسیح کی طرف مسند کیا جائے تو مسلمانوں کے اعتقاد میں مسیح مشبّہ بہ ہیں اور یہاں ذکر مشبّہ کا ہے اور اگر کسی اور مقتول و مصلوب کی طرف اسناد کی جائے تو اس کا اوپر ذکر نہیں۔ ھذا تقریر السّوال

اس کا ایک جواب باتفاق جمہور مفسرین یہ ہے جو امام رازیؒ نے دیا ہے:

ان یسند الی ضمیر المقتول لانّہ قولہ وما قتلوہ و ما صلبوہ یدلّ علی انّہ وقع القتل علی غیرہ فصار ذلك الغیر مذکوراً بھذا الطّریق فحسن اسناد شبّہ الیہ (کہ یہ فعل مسند ہے طرف ضمیر کی جو مقتول کی طرف پھرتی ہے کیونکہ قول و ما قتلوہ و ما صلبوہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی اور شخص پر قتل واقع ہوا۔ پس اس طریق سے وہ مقتول مذکور ہوا اور شبّہ کی اسناد اس کی طرف ٹھیک ہوئی)۔

اور نیز انّا قتلنا المسیح سے بھی اس مقتول کا ذکر سمجھ میں آ سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے

فرمایا: او الی ضمیر المقتول لدلالة انّا قتلنا علی انّ ثمّ قتیلاً (یا اس فعل کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے کیونکہ انا قتلنا المسیح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں کوئی تو ضرور مقتول تھا)

مولوی صاحب نے شبّہ کی توجیہ میں تفسیر بیضاوی کی عبارت نقل کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا کہ گویا اس توجیہ میں پہلے مفسر بھی ان سے متفق ہیں۔ اچھا مولوی صاحب! اگر قاضی بیضاوی کی عبارت آپ کے مفید ہے، تو قاضی بیضاوی ہی سے پوچھ لیجئے کہ مسیح کے رفع کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولوی صاحب! تفسیر بیضاوی درسی کتاب ہے اور آپ نے نہیں پڑھی تفسیر بیضاوی آپ جیسے ماہروں سے حل نہیں ہو سکتی۔

(مولوی مبارک علی سیالکوٹی، جناب مرزا قادیانی کے استاد مولوی فضل احمد مرحوم کے بیٹے تھے۔ فقہ وغیرہ کی چند ابتدائی کتابیں حافظ محمد سلطان سیالکوٹی سے پڑھیں۔ حدیث کی کچھ کتابیں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے پڑھیں۔ کسی ناگفتہ بہ شرارت پر جناب حافظ صاحب نے سخت سزا دی وہاں سے بھاگ آئے۔ پھر قادیانی ہو گئے۔ مولوی نورالدین کے بعد لاہوری جماعت میں شامل ہوئے۔ آخر گوجرانوالہ میں طاعون سے فوت ہوئے)۔

مولوی صاحب! آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے مفسرین کے آیت ذیل میں کئی اقوال کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ اقوال آپس میں متضاد ہیں اور ان سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ ایک ہی ہے، اس کے اثبات کی کئی صورتیں ہیں۔ اور جس قول سے نتیجہ الٹ نکلتا ہے اس کی تضعیف کر دیتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ اگر شبّـــــہ کی اسناد جار مجرور کی طرف کرنے یا ضمیر مقتول کی طرف کرنے سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا تو مفسرین پر یہ الزام عائد ہو گا کہ وہ قول راجح اور مرجوح اور ضعیف اور قوی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے صرف مختلف اقوال کا نقل کر دینا جانتے تھے اور ان میں قوت فیصلہ نہ تھی ۔ یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ معاذ اللہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ اسکے مضامین کے بیان میں اتفاق رائے نہیں۔ اگر ان اختلافات کو اس طریق پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، سمجھا جائے تو مفسرین کی بھی علوّ شان ثابت ہوتی ہے اور قرآن کی بھی۔ مفسرین کی اس طرح کہ گویا وہ ایسے وسیع النظر اور ماہر ہیں کہ ایک امر کو کئی وجوہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی اس طرح کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے مضامین کے اثبات کے لئے

اپنے اندر ہی کئی دلائل رکھتی ہے۔ فافھم

اب ہم بفضلہٖ تعالی شبّہ کی اسناد کی نسبت مفسرین کے اقوال نقل کر کے مولوی صاحب کے فہم سے وہم کو دور کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ یہی ہے کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اور وہی صلیب پر کھینچا جا کر مارا گیا تھا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

و شبّہ مسند الی الجار والمجرور کأنّہ قیل و لکن وقع لھم التّشبیہ بین عیسی و المقتول (شبّہ جار مجرور یعنی لھم کی طرف مسند ہے گویا یہ کہا گیا، لیکن ان کو عیسی اور اس مقتول میں مشابہت نظر آئی)

مولوی صاحب اس توجیہ کی طرف صفحہ ۱۵ کے حاشیہ میں یوں اشارہ کرتے ہیں:

بعض مفسرین نے شبّہ کا اسناد جار مجرور کی طرف بھی مانا ہے۔ جس کے یہ معنی ہوئے و لکن وقع لھم التّشبیہ ای شبّہ علیھم الامر او جعِل الامر مشتبھاً لھم ۔

مولوی صاحب نے اس ایک سطر عبارت کے نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے وہ ناظرین پر ظاہر ہو گئی ہوگی ۔ اگر جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے معنی آپ کے مطلب کے موافق تھے، تو آپ نے اگلی عبارت پوری نقل کیوں نہ کی، اور بین عیسی و المقتول کی خیانت کیوں کی اور اپنی طرف سے اس کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم عربی عبارت عربی خط میں لکھ کر کیوں عبارت لمبی کی گئی اور کیوں لوگوں کو دھوکہ دیا گیا؟ ایمانداری تو یہ تھی کہ آپ کتاب کی عبارت پوری نقل کر دیتے، پھر سمجھنے والے خود سمجھ لیتے کہ یہ عبارت آپ کے موافق ہے یا مخالف۔ مولوی صاحب نے وقع لھم التّشبیہ کے معنی شبّہ علیھم الامر او جعل الامر مشتبھاً لّھم کر کے اپنی لیاقت کا ایک اور نمونہ دکھایا ہے۔ سبحان اللہ! کہاں کی کہاں لگا دی۔ آپ پر تشبیہ اور اشتباہ، مشتبہ ہو گئے اور صلہ علی سے نظر ہی عالی پرواز ہو گئی اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ پھر یہ فرمایا:

پس بجائے صلہ علی کے صلہ لام کا اختیار کرنا، یہ ایک دقیق بلاغت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لام عربی میں انتفاع کے لئے آتا ہے۔ ص۱۲۔

جواب: مولوی صاحب! آپ کیوں ایسے امور میں دخل انداز ہوتے ہیں جن کے آپ اہل نہیں۔ آپ ناحق لغت اور نحو کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ آپ لغت اور نحو نہیں جانتے۔ آپ کو کسی استاد کے اس مصرع سے نصیحت کی جاتی ہے؛ نکتہ داں نشود کرم گر کتاب خورد۔ اس عبارت کو بغور پڑھیں۔

اشتباہ اور تشابہ وغیرہ کا صلہ جب علی آئے تب ان کے معنی التباس کے ہوتے ہیں دیکھئے: انّ البقر تشابه علینا (سورہ بقرہ) (بے شک گائے موصوفہ مشتبہ ہوگئی ہم پر)۔

اور فتشابه الخلق علیهم (سورہ رعد:۱۶) (پیدائش مشتبہ ہوگئی ان پر)۔

اور : و للبسنا علیهم (سورہ انعام:۹) (اور البتہ مشتبہ کرتے ہم اوپر ان کے)۔

اور شبّه علیه الامر تشبیهاً لبس علیه (قاموس) (معاملہ اس پر مشتبہ ہوگیا)

آپ نے ناحق شبّه علیهم الامر اور وقع لهم التشبیه کو ایک بنا کر اپنی بے بضاعتی پر ہنسایا۔ پھر آپ نے مطولات کا مطالعہ نہیں کیا۔ اگر کیا ہوتا تو ضرور جانتے کہ عربی میں لام کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ ایک ان میں ضرار ہے جیسے اس آیت میں ہے: فیکیدوا لك کیداً (یوسف) (پس وہ تیرے ضرر کی تدبیر کریں گے)۔

ایسے ہی و لکن شبّه لهم میں بھی ضرار کے لئے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و مکروا و مکر اللّٰه ۔ پس یہود کا مکر یہ تھا کہ مسیح کو مصلوب کر کے قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالی کا مکر ان کے مقابلہ میں یہ ہوا کہ انہی میں سے ایک شخص کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کے اپنے ہاتھ سے مصلوب کرا کے مقتول کرایا۔ جن کا ضرر انہی پر پڑا بحکم آیت سورہ فاطر ولا یحیق المکر السّیّء الّا باهله (بداندیشی کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے) (فاطر:۴۳)

دیکھو دونوں آیتوں میں مکر اور کید کے لفظ ہیں جو آپس میں مترادف ہیں۔

دیگر یہ کہ جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے الامر کہاں سے نکال لیا۔ دراصل آپ مفسرین کے اقوال سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ بیضاوی میں عبارت مذکورۃ الصدر کے آگے لکھا ہے:

او فی الامر علی قول من قال لم یقتل احدٌ ولکن ارجِف بقتله فشاع بین النّاس (یا

اس معاملہ میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ اس قائل کے قول پر کہ مقتول کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن عیسیٰ ؑ کے قتل کی جھوٹی افواہ اڑ گئی اور لوگوں میں شائع ہوگئی)

اس عبارت میں سے فی الامر کو دیکھ کر پہلی توجیہ سے ملالیا اور ایک الگ عبارت بنا کر مفسرین کے ذمہ لگانی چاہی۔

واضح ہو کہ آپ نے یہ عبارت بھی صفحہ ۱۷ میں نقل کی ہے اور اس میں یہ خیانت کی ہے کہ فی الامر کی جگہ الی الامر لکھ کر اپنے مطلب کے موافق معنی گھڑ لئے ہیں۔ زیادہ اطمینان کیلئے تفسیر ارشاد العقل السلیم کا مطالعہ کریں تا کہ آپ کو سمجھ آجائے کہ صحیح عبارت فی الامر ہے، نہ کہ الی الامر۔

مطلب اس عبارت کا پہلی عبارت کو ملا کر یہ ہے کہ یہود کے لئے مسیح اور مقتول میں تشبیہ واقع ہو گئی۔ یعنی ان کی نظر میں وہ مقتول مسیح نظر آیا (حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود نے جس شخص کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا، انہوں نے اس کی نسبت یہ گمان کیا کہ وہ حضرت مسیح ؑ ہے حالانکہ وہ کوئی اور تھا)، یا اس معاملے میں ان کیلئے تشبیہ واقع ہوئی۔ او فی الامر کا عطف عبارت متقدمہ بین عیسی والمقتول پر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے او وقع لھم التّشبیہ فی الامر .. الخ۔ اور یہ عبارت بعطف تردیدی کوئی نئی ترکیب نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے خوش فہمی سے سمجھا ہے بلکہ شبّہ کی جار مجرور کی طرف اسناد کرنے میں جو دوسرے معنی ہو سکتے تھے، وہ ذکر کئے ہیں اور ان معنوں کے ضعف کی طرف بھی علی قولِ من قال سے اشارہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تفاسیر کے مطالعہ اور تدریس کی توفیق بخشی ہے وہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ قول شاذ ہے اور پھر بھی اس میں مسیح کی عدم مصلوبیت کی تصریح ہے اور رفع جسمی کی نفی نہیں۔

مفسرین کا دوسرا قول شبّہ کی اسناد کی نسبت وہ ہے جو پہلے امام رازی اور قاضی بیضاوی کی تفاسیر سے گزر چکا ہے۔

ناظرین ان دونوں قولوں کو سامنے رکھ کر انصاف سے نظر کریں کہ دونوں ترکیبوں سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یا الگ الگ؟ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ مسیح کے سوا کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مقتول ہوا۔ یہ سارا بیان مولوی (مبارک علی) صاحب کی وجہ پر ردّ ہے، جو ضمناً کیا گیا۔

مفسرین کی یہ ترکیب کہ شبّہ کی اسناد ضمیر مقتول کی طرف ہے نہایت ٹھیک اور قواعد لسان کے بالکل مطابق ہے

لما قال ابن هشام معرّباً الی ابن مالك انّه لكن غير عاطفةً وّ الواؤ عاطفة بجملةٍ حذِف بعضها على جملةٍ صرِح بجميعها قال فالتّقدير فی نحوها ما قام زيد وّ لكن عمر ولكن قام عمر وّ فی و لكن رّسول اللّه و لكن كا ن رسول اللّه (مغنی جلد دوم)(

چنانچہ امام ابن ہشام نے ابن مالک نحوی کی طرف نسبت کر کے کہا کہ و لکن میں لکن غیر عاطفہ ہوتا ہے۔اور واؤ ایسے جملہ کو جس میں سے کچھ محذوف ہو، ایسے جملہ سے جو پورا مصرح ہے،عطف کرتی ہے۔پس مثال قام زید .. الخ میں تقدیر یہ ہے و لکن قا م عمرو اور آیت و لکن رّسول اللّه میں تقدیر عبارت یوں ہے و لکن کان رسول اللّه)

مولوی صاحب بے چارے علم نحو میں ایسے کم فہم ہیں کہ کسی کتاب کی عبارت نقل کرتے وقت امر مقصود اور غیر مقصود میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ لکنّ مشددۃ النون کا قاعدہ لکھا اور چونکہ شبّه لهم میں لکن مخففۃ النون مع الواؤ تھا اس لئے اعتراض سے بچنے کے لئے ایک عبارت کے پیچھے اتنا دنبالہ لگا دیا۔يجوز معها ای لكن مشددة او مخففة الوا و و هی امّا لعطف جملة على جملة و اما اعترا ضبة (شرح جامی)اور اس دنبالہ نے آپ کی سخت تفضیح کی، کیونکہ لکن پر واؤ کے داخل ہونے میں تو کوئی خلاف و نزاع نہیں۔نزاع تو اس میں ہے کہ جس لکن مخففۃ النون پر واؤ داخل ہو، اس کا حکم کیا ہے؟ آپ اتنا تو سوچ لیتے کہ جب آیت میں لکن مخففۃ النون مع واؤ ہے تو اس کا بھی کسی کتاب سے قاعدہ دیکھ لیں، مبادا اس میں خصم کے مذہب کی کوئی تائید ہو، اور پھر ندامت اٹھانی پڑے۔اور مزید براں نہایت جرأت سے مولوی صاحب نے آیت سورہ احزاب و لكن رّسول اللّه ....کی ترکیب لکھ دی اور خیال نہ فرمایا کہ آئمہ نحو نے اس کی ترکیب کس طرح کی ہے؟ شائد وہ ترکیب خصم کے مذہب کی مؤید ہو۔مولوی صاحب! اب تو خوب دیکھ لیا یا نہیں کہ جس طرح ما قا م زيد و لكن عمرو میں قام محذوف ہے اور آیت و لكن رسول اللّه و خاتم النّبيّين میں کان محذوف ہے اور کان اور قام وہی افعال ہیں جو پہلے جملوں میں نفیاً مذکور ہیں اسی طرح ما قتلو ه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم میں تقدیر عبارت یوں ہے و لكن قتلوا و

صلبوا من شبّه لهم (لیکن انہوں نے اس شخص کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا جو ان کے لئے مسیح کے مشابہ بنایا گیا تھا)۔

تفسیر کشاف جو قرآن مجید کی عربیت اور فصاحت و بلاغت کے ذکر کرنے میں سب تفسیروں کی استاد ہے، اس میں یوں لکھا ہے: و لکن شبّه لهم من قتلوه (لیکن شبیہ بنایا گیا واسطے ان کے جس کو قتل کیا انہوں نے)۔ اور یہی الفاظ بعینھا تفسیر مدارک میں بھی ہیں اور تفسیر رحمانی جو نکات و معارف قرآنیہ میں لاثانی ہے، اس میں لکھا ہے و لکن قتلوا و صلبوا من القی علیه شِبهه (لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر مسیح کی شباہت ڈالی گئی تھی)۔

اس قاعدہ کی دوسری مثال :

ما کان لبشرٍ ان یّؤتیه اللّٰه الکتاب و الحکم و النبوّة ثم یقول للنّاس کونوا عباداً مّن دونِ اللّٰه و لکن کونوا ربّانیّین (آل عمران:۷۸) (کسی بشر کو جسے خدا کتاب اور فہم شریعت اور نبوت عطا کرے، لائق نہیں کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ خدا کے سوائے میرے بندے بن جاؤ لیکن (یہ کہتا ہے) کہ رب کے بندے بنو)

اس میں تقدیر عبارت یوں ہے ولکن یّقول کونوا ربّانیّین ۔

اسی طرح اس قاعدہ کی مثالیں قرآن وحدیث وکتب ادب میں بکثرت ہیں۔ دیکھو تفسیر جلالین و جامع البیان، بیضاوی، مدارک، خازن، سراج منیر، کبیر، ابوالسعود، رحمانی، کشاف، فتح البیان، ابن کثیر (مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نے اس قاعدہ سے انکار کیا ہے چونکہ وہ عربی زبان سے ناواقف ہیں اس لئے ان کا انکار غیر جائز ہے)

اب آپ برائے خدا اپنی ہی پیش کردہ آیت سورہ احزاب کی مثال سے اس آیت کو سمجھیں اور امام ابن مالک اور ابن ہشام اور علامہ نسفی اور علامہ علی مہائمی اور فارسِ میدانِ فصاحت علامہ جاراللہ زمخشری کی ترکیب کو تسلیم کر کے حزب اللہ میں داخل ہو جائیں اور قادیانی کے عقائد سے جلد توبہ کر کے اس کے مکائد سے بچ جائیں کیونکہ آیت سورہ احزاب ختم نبوت و رسالت پر نص قطعی ہے اور قادیانی مدعی رسالت ہے اور آپ اس کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی نظم دلچسپ میں سے ایک شعر پیش کیا جاتا ہے

ہے مقتداء امام و رسول خدا ہے وہ　　صادق ہے اور امین ہے عالی خطاب ہے

(حیرانی ہے کہ مولوی مبارک علی نے یہ شعر مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا اوران کی زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ پھر مولوی نورالدین کی خلافت کے زمانہ میں بھی اس پر قائم رہے، لیکن لاہوری پارٹی قادیان سے بدر کی گئی اورانہوں نے لاہور میں اپنا الگ شاخسانہ بنالیا اور مولوی مبارک علی ان کے ہاں مدرسہ میں ملازم ہوئے، تو مولوی محمد علی ایم اے کی موافقت میں، جو عربی زبان سے ناواقف ہیں، قادیانی رسالت سے تائب ہوگئے اوراپنا شعر بھی بھول گئے اوراسی حالت میں طاعون سے مرگئے)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ جواب باصواب کے باقی بعض قابل اعتراض مقامات پر بھی بنظر تحقیق نقض کیا جائے:

قولہ: صفحہ ۱۹ میں ان کے اپنے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ صلیب پر ضرور کوئی ایسا شخص چڑھایا گیا ہے جس کے ناک، کان، آنکھ وغیرہ تمام اعضا مسیح کے اعضاء کے مشابہ تھے۔ گویا ہو بہو وہی تھا۔ انتہی

اقول۔ اس نامعقول قول سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ مجیب صاحب کا دماغ سمجھ سے خالی ہے کیونکہ مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا، جیسے کہ حضرت مریم کے پاس جبریل کے بصورت بشری آنے کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا فتمثل لھا بشراً سویّاً (مریم) یعنی پس وہ (جبریل) اس (مریم) کے پاس پورے (توانا) بشر کی شکل میں آیا)۔ پھر حضرت جبریل کا جواب ذکر کیا انّما انا رسول ربّكِ (یعنی میں تو تیرے رب کا فرشتہ ہوں)۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ باوجود بشری صورت میں ہونے کے حقیقتِ ملکیت ان سے منتزع نہیں ہوئی تھی، بلکہ فرشتے کے فرشتے ہی تھے۔ اسی طرح جو شخص حضرت مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا اس کی ذات اور حقیقت وہی رہی تھی جو شباہت پڑنے سے پیشتر تھی، گو حضرت مسیح کی صورت اس پر ڈال دی گئی تھی۔ اس کے نظائر وامثال کتب حدیث وواقعات اولیائے عظام میں بکثرت ہیں اور اصطلاح صوفیا کرام میں اسے خلع کہتے ہیں۔ مثلاً حضرت جبریل کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہا بصورت بشری آنا (خصوصاً آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آنا) صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث میں مصرح ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے پاس جو فرشتے بصورت بشری آئے تھے ان کا ذکر بھی قرآن شریف میں متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ چنانچہ سورۃ ہود میں ان سے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یا لوط انّا رسل ربّك (اے لوط ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں)۔ اس بیان وتفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ القائے شبہ سے

ذات ملقی علیہ متغیر نہیں ہو جاتی بلکہ حقیقت بر حال قائم رہتی ہے کیونکہ حلیہ اور شکل مثل لباس کے عوارض میں سے ہے داخل حقیقت نہیں۔

قولہ: دنیا کی دو کثیر التعداد قومیں یہود و نصاری تواترِ قومی کے طور پر اس بات پر اتفاق رکھتی ہیں کہ مسیح کو صلیب پر ضرور لٹکایا گیا۔

اقول: جناب! یہود کے قول کو تو اللہ تعالی نے وما قتلوہ و ما صلبوہ سے باطل کر دیا، اور انہیں اس قولِ زور کے سبب ملعون قرار دیا۔ اور آپ ابھی تک ان کے تواتر پر اترا رہے ہیں۔ اور نصاری کے مذہبی اختلافات کی بابت آپ کو کیا معلوم ہے؟ یہ کس جاہل سے سیکھا تھا کہ نصاری مسیح کے مصلوب ہونے پر اتفاق رکھتے ہیں۔ آپ ان کی کتب خلافیات کا مطالعہ کریں پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نصاری کے قدیم فرقے یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ایک اور شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا جس پر حضرت عیسیٰؑ کی شکل ڈال ڈالی گئی تھی (حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا تو پولوس نے کھڑا جس نے منافقت سے آپ کا دین بگاڑا۔ دیکھو رومیوں کے خطوط، قرنتیوں وغیرہ کے نام۔ پھر اس پر کفارہ کی بنیاد ڈالی) چنانچہ جارج سیل، قرآن کریم کے ترجمہ انگریزی میں بذیل آیت و مکروا و مکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین، جو لکھتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ناظرین انصاف سے غور کریں اور رائے دیں کہ کیا حضرت روح اللہ کا مصلوب ہونا عیسائیوں کا اتفاقی اعتقاد ہے۔

خلاصہ مطلب عبارت انگریزی جارج سیل:

یہود کے خلاف اللہ تعالی کا مکر یہ تھا کہ عیسی کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی مشابہت ایک اور شخص پر ڈال دی جو آپ کی بجائے گرفتار کر کے صلیب دیا گیا۔ یہ مسلمانوں کا متواتر مسئلہ ہے۔ بعض (عیسائی) لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ القائے شباہت کا (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی اختراع ہے، مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کیونکہ پیغمبر صاحب کے زمانے سے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ

فرقہ بیسلیڈ ین ، جو عیسائیت کے نہایت شروع میں تھا، مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا اور ان اعتقاد یہ تھا کہ سائمن آپکی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ایسے ہی فرقہ سیر نتھین جو ان سے بھی پیشتر تھا،اور کارپا کریشن ، جو مسیح کو صرف انسان ہی مانتے ہیں ، انکا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ حواریوں میں سے ایک شخص کو جو آپ کا ہم شکل تھا، صلیب دیا گیا۔مصنف فوٹین کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب بنام رسولوں کے سفرنامے پڑھی جس میں پطرس ، یوحنا، اندریاس ، طامس اور پولوس کے اعمال مندرج تھے،اور منجملہ دیگر امور کے ایک امر یہ بھی تھا کہ:

مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ آپ کی بجائے کوئی اور شخص صلیب دیا گیا تھا۔اور اس لئے حضرت مسیح ان لوگوں پر ہنسے جنہوں نے اپنے زعم میں آپ کو صلیب پر چڑھایا تھا۔،

اس کے بعد جارج سیل نے انجیل برنباس کی عبارت نقل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے:

جب یہود حضرت مسیح کو پکڑنے کے لئے جا رہے تھے آپ بوساطت چار فرشتگان (جبریل، مکائیل، اسرائیل، یوریل) تیسرے آسمان پر اٹھا لئے گئے کہ آپ آخر دنیا تک نہ مریں گے اور آپ کی بجائے یہودہ اسکریوطی صلیب دیا گیا۔اللہ تعالی نے اس مکار کو یہود کی نظروں میں حضرت مسیح کا ایسا ہم شکل کر دیا کہ یہود اس کو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے ۔ یہ مشابہت صوری ایسی عجیب تھی کہ اس سے حضرت مریم اور حواری بھی بھول گئے مگر حضرت مسیح اللہ تعالی سے اجازت لے کر ان کو تسلی دینے کے لئے پھر نازل ہوئے۔اس پر برنباس جو عیسی کا ایک حواری تھا، اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ہم کو اور اپنی والدہ ماجدہ کو کیوں غم اور تکلیف میں رکھا کہ آپ ایسی بری موت مرے، گو یہ تھوڑی دیر کے لئے تھی۔حضرت مسیح نے اس پر یہ جواب دیا: اے برنباس! سچ جانیو کہ گناہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اللہ تعالی کے نزدیک سزا کے لائق ہوتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے ناراض ہے ۔میری والدہ ماجدہ اور مومن حواریوں نے مجھے نفسانی پیار کی آمیزش سے محبت کی، اس لئے اللہ تعالی نے ان کو اس موجودہ غم سے سزا دی تا کہ پھر دوزخ کی سزا نہ ہو۔اور میری تو یہ بات ہے کہ اگر چہ میں دنیا میں بے عیب رہا ہوں مگر چونکہ اورلوگوں نے مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہا اسلئے اللہ تعالی نے ، کہ میں قیامت کے دن شیطانوں سے مضحکہ نہ کیا جاؤں، یہودہ اسکریوطی کی موت سے مجھ پر یہ مضحکہ کرا دیا کہ مسیح صلیب پر مارا گیا اور یہ مضحکہ محمد

ﷺ کے آنے تک رہے گا۔ وہ دنیا میں آ کر ہر اس شخص کو اس غلطی سے نکالیں گے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کا متبع ہو۔ انتہی

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی عدم مصلوبیت کا اعتقاد نصاریٰ کے قدیم فرقوں میں مسلّم تھا اور ان کی قدیم تصانیف بھی اس امر کی شہادت دیتی ہیں اگرچہ وہ کسی غرض سے ان کو مخفی رکھیں مگر بفحوائے :

انّ اللّٰه یؤیّد ھذا الدّین بالرّجل الفاجر (خدا اس دین اسلام کی مدد فاجر آدمی سے بھی کرا لیتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اعدائے اسلام سے بھی اسلام کی تائید کرائی جس طرح کہ موسیٰؑ کی تربیت فرعون کے گھر میں کرائی۔

انجیل برنباس کے متعلق ایک اور نکتہ ہے کہ مرزا قادیانی دعویٰ نبوت سے پیشتر عیسائیوں کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت ثابت کرنے میں اسی انجیل برنباس سے انہیں ملزم کیا کرتے تھے، اب ان کے اپنے ہی الزام سے ہم ان کو ملزم کرتے ہیں کہ یہ عبارت جو وہ عیسائیوں کو سناتے تھے خود پڑھیں۔ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کیلئے رسول اللہ ﷺ کے اثبات نبوت کو بھی جھٹلا دیا۔ قاتلھم اللّٰه انّی یو فکون (خدا ان کو غارت کرے کدھر بھٹکتے پھرتے ہیں)

قولہ: بحکم احالة العادة توا طئھم علی الکذ ب، عادۃً ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو،

اقول: جناب مولوی صاحب! آپ کتب درسیہ کے سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے لہٰذا نقل عبارات سے اپنی تفضیح نہ کرایا کریں۔ شرح نخبہ میں سے یہ عبارت تو دیکھ لی مگر تواتر کے افادہ یقین کی شروط کے لئے اگلے صفحہ کو الٹ کر نہ دیکھا۔ اگر تواتر کا مدار صرف کثرت پر ہے تو افواہ اور اخبار بے سروپا کس کا نام ہے؟ پھر تو آپکے نزدیک عوام ہندوؤں کا یہ قول کہ راون کے دس سر تھے اور ہنومان نے پہاڑ اٹھا لیا، اور ایسے باتیں جو ان میں ذائع وشائع ہیں ،سب متواترات میں سے ہوں گے کیونکہ ان امور کو ہزاروں لوگ روایت کرتے چلے آئے ہیں۔ جناب من! تواتر کے افادہ یقین کے لئے ایک یہ شرط ہے کہ منتہی اس کا حسّ ہو، دیکھئے شرح نخبہ کے اگلے صفحہ پر ہے :

فاذا جمع ھذہ الشروط الاربعة وھی عدد کثیر احالت العادة تواطئھم و توافقھم علی الکذ ب و رووا ذلك عن مثلھم من الابتداء الی الانتھاء و کان مستند انتھائھم الحسّ وانضان الی ذلك ان یّصحب خبرھم افادۃ العلم لسامعه فھذا ھو المتوا تر (ص۸ مطبوعہ دہلی

۱۹۱۴ء) (پس جب یہ چاروں شرطیں پوری ہو جائیں ۱۔ یہ کہ اتنی بڑی جماعت روایت کرے کہ عادت کی رو سے ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے۔ ۲۔ یہ کہ ابتداء سے انتہاء تک سارا سلسلہ عادل ضابط راویوں کا ہو۔ ۳۔ یہ کہ ان کے انتہاء کی استناد امر حسّی ہو۔ ۴۔ یہ کہ ان کا خبر دینا سامع کو یقین کا فائدہ دیوے، تو اسے متواتر کہتے ہیں)

اوراسی طرح علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں بعد ذکر دیگر شروط کے فرمایا:

ھذا کلّہ مع کون مستند انتھائہ الحسّ من مشاھدۃ او سماعٍ لانّ ما لا یکون کذلك یحتمل دخول الغلط فیہ (یہ سب باتیں تب معتبر ہیں کہ اس خبر کا انتہاء حس ہو یعنی اگر مشاہدہ کے متعلق ہے تو مشاہدہ ہو اور اگر سماع کے متعلق ہے تو سماع ہو۔ کیونکہ جو اس طرح پر نہ ہو اس میں غلطی کے داخل ہو جانے کا احتمال ہو سکتا ہے)

پس اگر آپ عقیدہ مردودہ صلیبیہ کے زعمی تواتر کو حسب ہدایاتِ عبارات مذکورہ تحقیق کرینگے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت روح اللہ کی نسبت یہود و نصاری کا قول صلیب بالکل غلط اور مردود ہے۔

شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصریح ہے کہ مصلوبیت حضرت مسیح کا تواتر ممنوع ہے (کیونکہ صدر اول میں اس کی بابت چشم دید شہادت دینے والا ایک شخص بھی نہیں بلکہ حضرت عیسی کی گرفتاری کے وقت آپ کے سب حواری بھاگ گئے تھے۔ ملاحظہ ہو انجیل متی اور انجیل مرقس۔ پس عہد واقعہ میں واقعہ کا گواہ ہی کوئی نہیں تو زمانہ مابعد کی کثرت کسی کام کی نہ رہی)

قولہ: صفحہ ۷ پر لکھا: مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے۔ اور نیز کہا: مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے خدام کی برابری کر سکے۔

اقول: رسول اللہ ﷺ کے امتی غایت مافی الباب ولایت کے کسی اعلی سے اعلی درجہ پر پہنچ سکتے ہیں، نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت و خاتم النّبیین مانع ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت دینا اہلسنت کے نزدیک کفر وضلالت ہے۔ اللہ کا نبی متبوع و مطاع ہوتا ہے اور امتی تابع و مطیع۔ تابع، متبوع سے کس طرح بڑھ سکتا ہے؟ اور مطیع مطاع سے کیسے افضل ہو سکتا ہے؟ مجیب صاحب علم اسلامی سے ایسے بے خبر ہیں کہ اہل سنت کے مشہور عقائد بھی آپ کو معلوم نہیں۔ قصیدہ امالی میں ہے:

و لم یفضل ولیّ قطّ دھراً نبیّاً او رسولاً فی انتحا لی

یعنی ولی کبھی کسی نبی یا رسول سے افضل نہیں ہوسکتا۔

اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

و ذلك لانّ الولیّ تابع للنّبیّ ولا یکون التّابع باعلی مرتبةٍ من المتبوع و لانّ النّبیّ معصوم مامون العاقبة و الولیّ یجب ان یکون خائفاً عن الخاتمة ولانّ النّبیّ مکرّم بالوحی ومشاھدةِ الملائکةِ الکرام و الرّسول مامور بتبلیغ الاحکا م و ارشاد الانام بعد اتصافه بکمالا ت الولیّ فی المقامات الفخام فما نقِل عن بعض الکرامیّة من جواز کون الولیّ افضل من النّبیّ کفر و ضلالة و عبارة النسفی فی عقائدہ ولا یبلغ ولیّ درجة الانبیاء اولی من عبارة الناظم لافادتھا نفی المساوات ایضاً ۔(اس کا سبب یہ ہے کہ ولی نبی کے تابع ہوتا ہے اور کوئی پیرو اپنے پیشوا سے افضل رتبہ پر نہیں ہوسکتا۔ نیز اس لئے کہ نبی معصوم ہے اور خاتمہ سے امن میں ہے، اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ نیز اس لئے کہ نبی وحی سے اور ملائکہ مقربین کے مشاہدے سے مشرف ہوتا ہے اور رسول احکام الٰہی کی تبلیغ اور خلقت کے ارشاد کا مامور ہوتا ہے۔ بعد ازاں کہ ولی کے کمالات سے بھی نہایت عالی مقامات پر موصوف ہو۔ پس بعض کرامیہ سے جو نقل کیا گیا ہے کہ جائز ہے کہ کوئی ولی کسی نبی سے افضل ہو، کفر اور ضلالت ہے۔ اور امام نسفی کی یہ عبارت کہ، کوئی ولی انبیاء کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، اس ناظم کی عبارت سے اولی ہے کیونکہ اس میں مساوات کی بھی نفی کا فائدہ ہے

اسی طرح تمہد ابی الشکور سالمی میں ہے:

قال اھل السنّة و الجماعة انّ النّبیّ افضل من ولیّ وان کانت درجته ادون من درجات النّبوّة و قال المنقشفة من الکرامیة انّه یجوز ان یّکون الولیّ افضل من النّبیّ و ھذا کفر ۔ (اہل سنت والجماعت کا قول یہ ہے کہ ہر نبی ہر ولی سے افضل ہوتا ہے خواہ وہ نبی درجات نبوت کے کسی ادنی درجے پر ہو اور کرامیہ میں منقشفہ کہتے ہیں کہ ولی کا نبی سے افضل ہونا جائز ہے اور یہ کفر ہے)

اسی طرح دیگر کتب عقائد میں بھی مذکور ہے۔ پس مولوی صاحب کا اس کے خلاف لکھنا ان کی جہالت کی بین دلیل ہے۔

قولہ۔ صفحہ ۸۔ اگر وہ بقول مشتہر صاحب صلیب پر چڑھا ہی نہیں سکے تو پھر مکر کون سا ہوا جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بلا وقوع کسی امر کے اس کا وقوع ان کی طرف منسوب کر دیا ہے؟

اقول: یہ امر بھی مجیب صاحب کی بے لیاقتی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ مکر کہتے ہیں تدبیر محکم کو، جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھانے کی صرف تدبیر ہی کی تھی، سو اللہ تعالیٰ نے اس ارادہ بد کو ان کی طرف منسوب کیا اور جس شخص کو علوم درسیہ میں ادنیٰ سی ممارست بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ارادہ انسانی کو وقوعِ فعل لازم نہیں۔ پس یہ ضرور نہیں کہ جب تک فعل صلب کا وقوع نہ ہو، تب تک یہود کی طرف ارادہ وتدبیر ایصال شر منسوب نہ کرسکیں۔ فافہم

مجیب صاحب اگر اپنی ہی عبارت کو محفوظ رکھتے تو ایسی فاش غلطی نہ کرتے چنانچہ آپ اسی صفحہ کی سطر دوم میں فرماتے ہیں کہ یہود نے ایک منصوبہ بنایا۔، اور تیسری سطر میں، چاہا، لکھتے ہیں اور سطر ششم میں پھر، منصوبہ، تحریر کرتے ہیں۔ آپ غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ کیا منصوبہ بنانے اور چاہنے کے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ وہ امر بالضرور واقع بھی ہو جائے۔ جناب من! ارادہ امر دیگر ہے اور صدور فعل امر دیگر۔

قولہ: صفحہ ۱۱۔ لیکن دعوی کی تکذیب نہیں کی؛۔

اقول: حضرت! اس آیت افلا یتدبّرون القرآن ام علی قلوبٍ اقفالھا (کیا یہ لوگ قرآن کو تدبر سے نہیں پڑھتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں) کے مصداق بھی تو پائے جانے چاہییں۔ اگر آپ کو یہود کے دعوائے قتل مسیح کی تردید وتکذیب معلوم نہیں ہوئی تو اس میں قصور کس کا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے یہود کی لاف، قتل مسیح، کو ان الفاظ میں بیان کیا:

انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ (نساء:۱۵۷)۔ (ہم نے ضرور عیسی بن مریم، رسول اللہ کو قتل کر ڈالا ہے)،

اس میں دو امر ملحوظ ہیں:

اول، دعویٰ قتل مسیح کو بطور مفاخرت ذکر کرنا، کیونکہ نفس قتل امر فخر نہیں تھا بلکہ ان کے زعم میں قتل محل خاص میں واقع ہوا اس لئے مفعول یعنی المسیح کو موصوف ذکر کیا اور یہی مفاخرت یہود اس امر کی مؤید ہے کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل وصلب کو مقصور علی المفعول کیا جائے۔

دوم، لفظ انّما سے اس زعم پر یہود کا جزم۔

سو اللہ تعالیٰ نے اس امر اول کی تکذیب و تردید ما قتلوہ و ما صلبوہ سے کردی اور ان کے فخر کو خاک میں ملا دیا اور امر دوم یعنی ان کے جزم کا ابطال و ما قتلوہ یقیناً سے فرمایا اور حقیقت امر کو و لکن شبّہ لھم اور بل رّفع اللّٰہ الیہ سے کھول دیا کہ کوئی اور شخص مصلوب ہو کر مارا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا سبحان اللّٰہ ما ا حکم کلامہ

دوسری وجہ جس سے آیت قولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ (ان کے اس قول کے سبب بھی، ہم نے ان پر لعنت کی، کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر ڈالا) عقیدہ ملعونہ صلیبیہ کی تردید کرتی ہے، یہ ہے کہ جن جرائم کے سبب اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کی منجملہ ان کے ان کا قول بہ قتل وصلب مسیح تھا۔

(اکمل صاحب کہتے ہیں، یہ صلب آپ نے کہاں سے ملا لیا؟ جواب: ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ سے، یعنی قتل کی نفی کے بعد صلب کی نفی کرنے سے معلوم ہوا کہ یہود اس امر کے مدعی تھے کہ ہم نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا کر مار دیا سو اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کی الگ الگ نفی کردی)۔

ان جرائم میں سے بعض تو محض اقوال ہیں اور بعض افعال جیسا کہ فبما نقضھم میثاقھم و قولھم انّا قتلنا تک غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔

افعال یہ ہیں: اول نقض میثاق کیونکہ خلاف میثاق فعل صادر ہوتا ہے۔ دوم، کفر بآیات اللہ، کیونکہ یہ فعل تحریف کلمات اللہ و قتل انبیاء واخذ رشوت و سود جیسے افعال قبیحہ کی طرف کھینچنے والا ہوا۔ سوم قتل انبیاء، یہ اگرچہ کفر ہی کا نتیجہ ہے مگر چونکہ باصلہ ایک مستقل کفر ہے اس لئے علیحدہ ذکر کیا گیا۔

اوراقوال یہ ہیں: اول، ان کا قلوبنا غلف کہنا، دوم حضرت عیسیٰؑ کے بے پدر پیدا ہونے پر قدرت قادر عزیز سے انکار کرنا اور چونکہ ان کا کفر دو زمانوں میں ہوا، اول قبل مبعث عیسیٰؑ، پھر بعد آپ کی ولادت اور بعثت کے، اس لئے کفر کو مکرر ذکر کیا۔ اور اسی نکتہ کے لئے اعادہ جار بھی کیا۔ سوم مریم صفیۃ اللہ پر بہتان لگانا۔ چہارم ان کا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت مسیح کو مار ڈالا ہے۔

ناظرین قرآن کریم کی فصاحت اور حسن بیان پر غور کریں کہ اللہ نے ان کے اقوال وافعال میں کس طرح فرق کیا ہے۔ جملہ افعال کو نسبت صدوری وقوعی سے ذکر کیا کہ بے شک ان سے یہ افعال قبیحہ سرزد ہوئے۔ کما یشھد بذلك طریق البیان (جیسا کہ طریق بیان اس کی شہادت دیتا ہے) اور جملہ اقوال کو مردود ومکذوب فرمایا چنانچہ قولھم قلوبنا غلف کو بل طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم سے رد کیا اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کے بارے میں جو اقوال مردودہ آپ پر اور حضرت صفیۃ اللہ (مریم) پر کہے تھے انکو لفظ بہتان سے اور نیز انّ مثل عیسی عند اللّٰہ کمثل آدم (بے شک عیسیٰ کا معاملہ خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے) اور نیز قال انّی عبد اللّٰہ (مریم) (کہا میں خدا کا کامل بندہ ہوں) سے اور نیز و الّتی احصنت فرجھا (انبیاء) سے رد فرمایا اور دعویٰ قتل کو و ما قتلوہ و ما صلبوہ (اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا) سے مکذوب کیا۔

اس بیان و تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اگر فعل صلب صورتِ فعلیہ میں صادر ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فعل کو سبب لعنت قرار دیتا، نہ مجرد قول کو۔ اور پھر عبارت و قولھم انّا قتلنا المسیح کی بجائے و بصلبھم المسیح ہوتی، کیونکہ صلیب پر چڑھانا اور معاذ اللہ، رسول برحق کے پاک ہاتھوں میں میخیں لگانا وغیرہ زیادہ سخت جرم ہے، مجرد افتراء و بہتان سے۔ اس قول بقتل المسیح کے سبب یہود کو ملعون و مردود گرداننے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کو آسمان پر مرفوع کیا اور اس وقت تک زندہ رکھا اور پھر آخری زمانے میں دنیا میں نازل کرے گا۔ اس قول مردود سے اس حکمت کا ابطال و بطلان لازم آتا ہے۔ پس اگر اب بھی کوئی شخص حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور ان کی موت قبل النزول کا قائل ہو تو چونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہود کا حکم ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ اس ذکر سے پہلے اللہ تعالی نے یہود کے بعض انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر کیا اور حضرت مسیح کی نسبت بھی یہود و بعض فرق نصاریٰ کا یہی قول تھا کہ وہ مصلوب ہوکر مقتول ہوئے اور حقیقت الامر اس کے خلاف تھی، اس لئے اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل و صلب کی نفی علیحدہ طور پر کردی تا کہ کوئی حقیقت ناشناس آپ کو بھی ان انبیاء کے زمرہ میں شمار نہ کرلے جو یہود کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔اور اس طرز بیان کو التّخصیص بعد التّعمیم لاخراج الخاص عن حکم العام کہتے ہیں۔پس اس آیت سے ملحدین کی صلیب بالکل منہزم و منکسر ہوگئی۔ و الحمد للّٰہ علی ذلك

کسر صلیب کی تیسری آیت

و اذ كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبیّنات فقال الّذین كفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (مائدہ:۱۰) (اللہ تعالی قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کو فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں۔منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے اور انہوں نے ان معجزات کو جادو کہا، اور تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکے رکھا، یعنی تمہارے پاس تک نہ آنے دیا)۔

یہ آیت بالصراحت صلیب ملحدین کو توڑ رہی ہے کیونکہ اللہ تعالی یہود کو حضرت عیسیٰؑ سے روکنے کو حضرت عیسیٰؑ پر نعمت فرماتا ہے اور آپ کو امتناناً یاد کراتا ہے۔معاذ اللہ اگر حضرت مسیح، یہود کے ہاتھ سے صلیب پر چڑھائے جائیں تو اس صورت میں اس امتنان سے کذب باری لازم آتا ہے اور ایسا اعتقاد کفر ہے۔اعاذ نا اللّٰہ من ذلك ۔

اسی سورت مائدہ میں صحابہ کو ایسے ہی کلمات طیبات سے نعمت یاد کرائی ہے چنانچہ فرمایا:

یا ایّھا الّذین آمنوا اذکروا نعمة اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکفّ ایدیھم عنکم ...(مائدہ:۱۱) (اے مسلمانو! تم اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب قوم کفار نے تم پر

دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے)

جس طرح حضرت عیسیٰ ؑ کے حق میں یہود نے مکر ایصال شر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ تک نہ پہنچنے دیا اسی طرح حضرت محمد ﷺ رسول اللہ حبیب خدا اشرف انبیاء کے حق میں بھی طائفہ یہود بنی نضیر نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے بالکل محفوظ رکھا (ابن کثیر سورہ مائدہ) اور الٹا ان ہی پر وبال جلا وطنی نازل نازل کیا (ابن کثیر، سورہ حشر)۔ یہ آیت اس نعمت عظمیٰ کی تذکیر و یاد دہانی کیلئے ہے۔

سبحان اللہ! جس طرح حضرت مسیح کو خطاب يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتى عليك فرمایا اسی طرح اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے اصحاب کو يا ايّها الّذين آ منوا اذكروا نعمة اللّه عليكم سے خطاب کیا اور جس طرح حضرت عیسیٰ ؑ کو و اذ كففت بنى اسرا ئيل عنك سے نعمت یاد دلائی اسی طرح اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذ همّ قوم ان يّبسطوا اليكم ايديهم فكفّ ايديهم عنكم سے انعام یاد کرایا۔ پس جس طرح اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی گزند نہیں پہنچی، اسی طرح عیسیٰ ؑ کو بھی صلیب کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ كفّ کے متعلق ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اذ كففت بنى اسرا ئيل عنك (اور جب ہٹا رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) اور یہ نہیں فرمایا و اذ نجّينا ك من بنى اسرا ئيل (یعنی جب بچایا تجھ کو..) جیسے کہ دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد کرائی و اذ نجّينا كم من آل فرعون يسومونكم سوء العذا ب (بقرہ:۴۹) (اور جب بچایا ہم نے تم کو آل فرعون سے پہنچاتے تھے تم کو بہت برا عذاب)۔ کیونکہ اس صورت میں وہم پڑ سکتا تھا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر لیا ہوگا اور آپ کو کچھ اذیت بھی پہنچائی ہوگی مگر آخر کار اللہ نے آپ کو ان کے ہاتھ سے بچا لیا ہوگا جیسا کہ عقیدہ ملعونہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل فرعون کے ملک میں غلام تھے اور وہ ان کو ہر طرح کی تکلیف پہنچاتا تھا مگر آخر کار اللہ نے ان کو اس کے ظلم سے نجات دی۔ لیکن پہلی صورت میں یعنی قرآن کے الفاظ میں اس وہم کی سراسر تردید ہے ۔ یعنی اول تو نجات پانا کی بجائے لفظ كفّ (ہٹا رکھا) استعمال کیا۔ دوم یہ کہ كفّ کا مفعول بنی اسرائیل کو کیا نہ ك ضمیر مخاطب کو جو حضرت عیسیٰ ؑ کیلئے ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا كففتك عن بنى

اسرا ئیل (ہٹارکھا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ارادہ ضرر پہنچانے کا یہود کا تھا، پس انہی کو ہٹار کھنے کا ذکر مناسب ہے۔سوم یہ کہ کفّ کا صلہ عــن ذکر کیا جو بعد (دوری) کے لئے آتا ہے۔پس جب اللہ تعالی نے اپنے رسول برحق سے دشمنوں کو بالکل دور ہٹائے رکھا اور آپ کے پاس بھی پھٹکنے نہ دیا تو پھر وہ کس طرح آپ کو کوئی اذیت پہنچا سکتے تھے اور کیسے صلیب پر کھینچ سکتے تھے۔

(اکمل صاحب فرماتے ہیں: باوجود وعدہ و اللّٰہ یعصمك من النّاس کے حضرت رسول کریم ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا... کففت کا لفظ یعصمک سے زیادہ نہیں۔

جواب: اولاً تو یہ ہے کہ و اللّٰہ یعصمك من النّاس دانت مبارک کے شہید ہونے کے بعد نازل ہوئی۔ثانیاً یہ کہ عصمت کا لفظ اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی گرفتار مصیبت ہو اور پھر اس سے بچا لیا جائے۔دیکھو سورہ ہود میں ہے کہ حضرت نوح کے بیٹے نے طوفان میں مبتلا ہونے کے وقت کہا سآوی الی جبلٍ یعصمنی من الماء اور حضرت نوحؑ نے اس کے جواب میں کہا لا عاصم الیوم من امرِ اللّٰہ ۔پس کف کالفظ عصمت کی نسبت زیادہ ہوا)۔

یہی آیت یعنی و اذ کففت دوسری آیت و مطھّرك من الّذین کفروا (کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا ہوں) کی صحیح تفسیر ہے کہ اس میں بھی تطہیر سے مراد یہی ہے کہ عیسیٰؑ یہودیوں کے ہاتھ سے پاک رہیں گے۔جملہ معتبر تفاسیر میں اس آیت و اذ کففت .. کے ذیل میں ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو یہود کے ہاتھ گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوئی گزند پہنچنے نہیں دیا بلکہ مبسوط تفاسیر میں رفــع الــی السّماء کی بھی تصریح ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان میں ہے:

و لما اتی عیسی بھذہ الآیات البیّنات قصد الیھود بقتلہ فخلّصہ اللّٰہ منھم و رفعہ الی السّماء (فتح البیان ج۲) (اور جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ روشن نشانات (معجزات) دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔سو خدا تعالی نے آپ کو ان میں سے صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھا لیا)

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں یہ لکھا ہے: ای واذکر نعمتی علیك فی کفّی ایّاھم عنك حین جئتھم بالبراھین والحجج القاطعة علی نبوّتك و رسالتك من اللّٰہ الیھم فکذّبوك و اتّھموك بانّك ساحر و سعوا فی قتلك و صلبك فنجّیتك منھم و رفعتك الیّ و طھّرتك من دنسھم و کفیتك شرّھم (ابن کثیر زیر آیت ہذا) (اے مسیح تو وہ نعمت یاد کر جو ان یہود کو تجھ سے دور ہٹار کھنے کے

بارے میں کی، جب تو ان کے پاس یقینی دلائل اور قطعی ثبوت اپنی نبوت اور رسالت کے لایا تو انہوں نے تیری تکذیب کی اور تجھے تہمت لگائی کہ تو جادوگر ہے اور تیرے قتل وعذاب میں سعی کرنے لگے تو ہم نے تجھ کو ان میں سے نکال لیا اور اپنی طرف اٹھالیا اور تجھے ان کی میل سے پاک رکھا اور ان کی شرارت سے بچالیا)

اور اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے:

روی انّہ علیہ الصّلوۃ والسّلام لمّا اظہر ہذہ المعجزات العجیبۃ قصد الیہود قتلہ فخلّصہ اللّٰہ منہم حیث رفعہ الی السّماء (مروی ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ معجزات مذکورہ دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا تو خدا نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا)

اور اسی طرح تفسیر خازن میں ہے:

وذلك انّ عیسی لمّا اتی بہذہ المعجزات العجیبۃ الباہرۃ قصد الیہود قتلہ فخلّصہ اللّٰہ منہم و رفعہ الی السّماء (اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب عیسیٰؑ ایسے عجیب اور روشن معجزات لے کر آئے تو یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔ پس اللہ نے آپ کو ان میں سے اس طرح صاف ہی نکال لیا کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا)

مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں ان آیات تذکیر انعامات میں کہا ہے کہ اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو ایسا بھی انعام ان نعمتوں میں کیوں معدود نہیں ہوا؟ جواباً معروض ہے کہ اگر چشم حق بین سے دیکھیں تو واذ کففت بنی اسرائیل عنك اسی نعمت جلیلہ کی تذکیر کیلئے کافی ہے کیونکہ جب بیان قرآنی کی رہنمائی سے مفسرین نے صورت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر اس آیت سے سمجھ لیا تو جس شخص پر یہ انعام وارد ہوا، وہ کیوں نہ سمجھے گا۔

سوال: حضرت ابراہیم کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور اللہ تعالی نے آپ کو اس آگ سے بچالیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالی نے آپ کو زندہ رکھا اور ان کے ہاتھ سے مرنے نہ دیا، تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: مصنف رسالہ جواب باصواب کو بھی صفحہ ۱۰ میں یہی خبط ہوا ہے۔ جناب! وقائع اور امور تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا مدار صرف روایت وشہادت ہی پر ہوتا ہے۔ وقائع میں قیاسات کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وقوع حوادث کی صورت واحد دون آخر نہیں ہوتی، پس عیسیٰؑ کے واقعہ کو قیاس محض سے

واقعہ ابراہیمؑ کا ہم رنگ بنانا جہالت وسفاہت ہے کیونکہ صورت نجات اسی ایک طریق میں منحصر نہیں ہے کما لا یخفی علی من له ادنی تامّل ۔دیگر یہ کہ ہمارا دین سماعی ہے قیاسی نہیں۔یعنی جوامر جس طرح قرآن و حدیث میں وارد ہے اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے قیاسات نحیفہ اور خیالات ضعیفہ پر مدار نہیں رکھتے۔چونکہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں پڑنا اور پھر سلامت رہنا ذکر کیا گیا ہے اسلئے اس واقعہ کو اسی طرح مانتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا اور یہود کا آپ کو مسّ تک بھی نہ کرسکنا مذکور ہے اسی لئے اسی طرح یقین رکھتے ہیں، اپنے خیال وقیاس سے کچھ نہیں کہتے۔حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے واقعہ نار کی بابت سورہ انبیاء میں فرمایا:

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم و ارادوا به کیداً فجعلنا ھم الاخسرین (انبیاء:۷۰) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے ابراہیم سے داؤ کرنا چاہا، پس ہم نے انہی کو نہایت زیانکار کردیا

اور سورہ صافات میں الاسفلین (نہایت پست) فرمایا۔سوان آیات میں امر یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم مشعر اس امر کا ہے کہ آپ آگ میں ڈالے گئے تھے کیونکہ امر یا نار کونی برداً و سلاماً نہیں ہوسکتا جب تک آگ موجود نہ ہو اور علی ابراھیم صادق نہیں ہوسکتا جب تک حضرت ابراہیمؑ اس میں واقع نہ ہوں (وجود خارجی بھی ہوتا ہے اور ذہنی بھی۔خدا کے امر میں دونوں برابر ہیں۔صورت اس کی یہ ہے کہ اگر خدا کے امر کے وقت مامور خارج میں موجود نہ ہو بلکہ خدا کے علم میں ہو تو خدا تعالیٰ اس صورت علمیہ کو امر کرتا ہے تو لزوماً خارج میں اس کا وجود ہوجاتا ہے چنانچہ فرمایا انّما امره اذا اراد شیئاً ان یّقول له کن فیکون ۔ یس:۸۲)۔علاوہ اس کے حدیث میں رفعاً وارد ہوا:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لمّا القی ابرا ھیمؑ فی النّار قال اللّٰھم انّك واحد فی السّماء و انا فی الارض وا حد اعبدك (ابن کثیر) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے کہا اے خدا تو آسمان میں واحد (لاشریک) ہے اور (اس وقت) زمین میں صرف میں اکیلا تیری (خالص) عبادت کرتا ہوں)

نیز صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً وارد ہے:

عن ابن عباس قال کان آ خر قول ابراهیم حین القی فی النّار حسبی اللّٰه و نعم الوکیل (بخاری، کتاب التفسیر، سورہ آل عمران) یعنی حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو آخری بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی حسبی اللّٰه و نعم الوکیل یعنی مجھے صرف اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے)

پس اس سے آگ کا واقعہ صاف ثابت ہو گیا۔

نیز یہ کہ کفار کو اخسرین اور اسفلین کر دینا، فرمایا اور خا سرین و سا فلین نہ فرمایا کیونکہ اسم تفضیل پر از روئے معنی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس کفار الاخسرین یعنی سخت زیان کار اور الاسفلین یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہو سکتے ہیں جب اپنا سارا زور بل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لا چکیں اور پھر اپنے ارادے میں نا کام رہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل هل ننبّئکم بالاخسرین اعمالاً۔ الّذین ضلّ سعیهم فی الحیوة الدّنیا و هم یحسبون انّهم یحسنون صنعاً (کہف: ۱۰۳۔۱۰۴) (کہو کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال میں کون نہایت زیانکار رہتے ہیں؟ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی سعی اسی زندگی میں اکارت جائے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں)

اس سے ظاہر ہے کہ اخسر اس کو کہتے ہیں جس کی سعی اکارت جائے۔ نیز فرمایا:

فما کان جواب قومه الّا ان قالوا اقتلوه او حرّقوه فانجاه اللّٰه من النّار (عنکبوت: ۲۴) (یعنی ان کی قوم سے کوئی جواب اس کے سوائے بن نہ آیا کہ وہ کہنے لگے کہ اسے قتل کر ڈالو یا اسے آگ میں جلا دو۔ پس خدا نے اسے اس آگ سے نجات دی)

اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے خلاف آپ کی قوم کی دو تجویزیں ذکر کی گئی ہیں، قتل یا آگ میں جلانا۔ پھر آگ سے بچا لینے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کفار آگ میں ڈالنے کی تجویز کو عمل میں لائے تھے، لیکن خدا نے آپ کو اس کے گزند سے محفوظ رکھا۔ دیگر یہ لفظ نجات جو اس آیت میں وارد ہے اس جگہ

بولا جاتا ہے جہاں کوئی مبتلائے مصیبت ہو اور پھر اس سے بچ جائے۔ چنانچہ فرمایا قل من ینجّیکم من ظلمات البرّ و البحر . .(انعام:۶۳) اور نیز یہی وجوہات مذکورہ اس امر کی مؤید ہیں کہ کفار کا کید حضرت خلیل اللہ کے خلاف صرف تدبیر تک ہی نہ رہا تھا بلکہ صورت فعلیہ میں سرزد ہوا تھا اور پھر وہ اس میں ناکام رہے بخلاف حضرت مسیح کے کہ کفار یہود کا مکر صورت فعلیہ میں صادر نہیں ہوا جیسا کہ و مطهّرك من الّذین کفروا اور وما قتلوه وما صلبوه اور و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك سے ظاہر ہے۔

سوال: جب اللہ تعالی دیگر رسولوں کو انہی اسباب ارضیہ سے اسی زمین میں مکائد کفار سے نجات دیتا رہا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کو ارض مقدسہ کی طرف اور اپنے حبیب ﷺ کو مدینہ طیبہ میں ہجرت کرائی تو حضرت عیسیٰؑ کو کیوں آسمان پر اٹھالیا۔ کیا زمین پر نہیں بچا سکتا تھا؟

جواب: مصنف رسالہ جواب باصواب کو بھی یہی خبط ہوا ہے چنانچہ بڑے مبہوت ہو کر صفحہ ۱۰ میں یہی سوال کرتے ہیں اور نیز صفحہ ۱۳ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی اس محصوریت سے نجات اس عالم میں ارضی اسباب اور قدرتی تائیدات سے ہوگئی تھی ...الخ۔

سو اس کا تفصیلی جواب بل رفعه اللّٰه الیه کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

کسر صلیب کی چوتھی آیت

و جیهاً فی الدّنیا والآخرة (آل عمران:۴۴)

(صاحب وجاہت ہوگا دنیا و آخرت میں)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو صفت و جیهاً فی الدّنیا و الآخره سے موصوف کیا اس لئے آپ مصلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ مصلوبیت اس عالم دنیوی میں لحوق ذلت و خزی کا سبب ہے۔ اور خزی و خذلان منافی وجاہت ہے جیسا کہ سورہ مائدہ (آیت ۳۳) میں بعد ذکر تصلیب وغیرہ کے فرمایا ذلك لهم

خزی فی الدّنیا (یہ ان کیلئے اس زندگی میں خواری ہے)

معاذ اللہ اگر حضرت روح اللہ صلیب پر لٹکائے جائیں تو وہ وجاہت باقی نہیں رہتی خواہ وہ صلیب سے زندہ اتارے جائیں کیونکہ لحوق خزی کیلئے مجرد صلیب پر لٹکایا جانا کافی ہے، موت بالصلیب ضروری نہیں۔

و حاشا شان روح اللّٰہ الوجیہ فی الدّنیا و الآخرۃ عن ذلك ۔ پس عقیدہ ملعونہ صلیبیہ بالکل مردود ہے۔

سوال: حضرت مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کی شان میں یہود نے کیسے کیسے ناشائستہ کلمات کہے، کیا یہ امر وجاہت کے منافی نہیں؟

جواب: جھوٹے طعن اور بہتان سے شان بری میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتا کیوں کہ اذی بالقول اور وجاہت میں منافات نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی شان میں فرمایا:

فبرّأہ اللّٰہ ممّا قالوا وکان عند اللّٰہ و جیھاً (احزاب:۶۹) (پس خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کو، اس سے جو انہوں نے کہا تھا، بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک صاحب وجاہت تھا) ۔

پس جس طرح حضرت کلیم اللہ کو مضمون مقولہ یہود سے بری کیا اور آپ کی وجاہت میں کوئی نقص نہ آیا اسی طرح حضرت روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو معجزہ تکلم فی المہد سے طعن یہود سے بری کیا، پس آپ کی وجاہت میں بھی کوئی فرق نہیں آ سکتا ۔ فافھم و تدبّر

فصل ثانی در اثباتِ حیات ورفع عیسیٰ

عیسیٰؑ کی حیات اور رفع الی السّماء بنصوص قطعیہ ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی آیت یہ ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ و مطھّرك من الّذین کفروا (آل عمران:۵۴) (جب کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور اٹھانے والا تجھ کو اپنی طرف اور پاک رکھنے والا تجھ کو کافروں سے)

اس آیت معنونہ کا آیت مقدمہ سے ارتباط اس طرح ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالی کے مکر (تدبیر محکم) کا ذکر تھا، اس آیت میں اس مکر کے وقتِ وقوع اور صورتِ وقوع کا ذکر کیا۔ نیز یہ کہ پہلی آیت میں اللہ تعالی نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی تھی اس آیت میں مکر (تدبیر محکم وکامل) کی ایک مثال ذکر کی جو اسی قصہ کے متعلق تھی۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے:

و اذ قال اللّٰہ تعالی ظرف لّخیر الماکرین او مکر اللّٰہ۔ (اذ قال اللّٰہ ظرف ہے خیر الماکرین کا یا مکر اللّٰہ کا)

اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے، مثلاً بیضاوی، سراج منیر وغیرہ۔ غرض مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت جملہ مکر اللّٰہ کی تفسیر کرتی ہے اور واضح طور پر کیفیت اور صورتِ مکر یعنی تدبیر الٰہی کو بیان کرتی ہے اور چونکہ اللہ نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی، اس لئے لامحالہ اس کی تدبیر رسول برحق کی شان میں خیر ہونی چاہیے اور اعداء الرسول کے حق میں مضر۔ ظاہر ہے کہ کفار نا ہنجار کے ناپاک ہاتھوں سے صلیب پر چڑھایا جانا رسول مؤید بالمعجزات کی شان میں خیر نہیں ہے بلکہ رفع الی السّماء خیر الخیرات و احسن التدبیرات سے ہے۔

وقوع مکر یعنی رفع الی السّماء سے پیشتر یا عیسی انّی متوفّیك و را فعك الیّ کی یہ ضرورت تھی کہ چونکہ کفار نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب میں ازحد کوششیں کیں اور آپس میں منصوبے باندھے اور آپ کے منزل مہبطِ رحمت الٰہیہ کا محاصرہ کرلیا، اس لئے ایسے نازک وقت میں تسلی کیلئے بشارتِ تخلیص از مکرِ اعداء ضروری تھی کہ اے عیسیٰؑ میں ان کافروں کو ان کے مکر میں کامیاب نہ ہونے دوں گا، بلکہ تجھ کو اپنی طرف پورا پورا اٹھالوں گا، ایسا کہ ان کے ہاتھ میں تیرا ایک بال بھی نہ آئے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

اذ قال اللّٰہ یا عیسی اعلاماً لّہ بمکرہ بالاعداء و تخلیصہ عن مکرھم (جب اللہ نے عیسیٰؑ کو اپنی اس تدبیر پر واقف کرنے کیلئے کہا، جو اس نے آپ کے دشمنوں سے کرنی تھی اور ان کے مکر سے آپ کو سلامت نکال لینے کے متعلق تھی)

تحقیق لفظ توفّی

واضح ہوکہ توفّی کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ لفظ صرف موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے اور یہ امر اس کے علوم رسمیہ اور لیاقت علمیہ سے بالکل بے بہرہ اور عاری ہونے کی دلیل بیّن ہے کیونکہ لفظ توفّی لفظ وفا سے ماخوذ ہے۔ اور وفا کے معنی ہیں پورا کرنا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے الوفا ضدّ الغدر یقال وفی بعهده و اوفی بمعنی (جلد بستم) یعنی وفا غدر کی ضد ہے چنانچہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا اور اوفی (باب افعال) اسی کا ہم معنی ہے۔ پس توفی باب تفعل ہے اسی مادہ وفا سے۔ اسکے معنی ہوئے اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ چنانچہ تفسیر کبیر، خازن، جامع البیان، بیضاوی، سراج منیر، ابی السعود اور فتح البیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے اور دیگر ابواب جو مادہ وفا سے آئے ہیں ان سب میں بھی یہی معنی ملحوظ ہیں اور جس طرح سے مادہ کے حروف ہر صیغہ میں باقی رہتے ہیں اسی طرح مادہ کے معنی بھی ہر باب وصیغہ میں باقی رہتے ہیں۔ علم صرف میں ادنی مہارت رکھنے والا بھی اسے بخوبی جانتا ہے۔ چنانچہ ہم ناظرین کی سہولت اور مزید تسلی کیلئے اس مادہ وفی سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کو مع مثالوں کے لکھتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہر باب کے ہر معنی میں اس کے مادی معنی یعنی، پورا کرنا، ملحوظ ہے:

☆ باب مجرد ثلاثی۔ مادہ وفا سے مصدر وفآء معنی مصدری، پورا کرنا، اس کی مثال۔

امّا ابن طوق فقد اوفی بذ مته کما و فی بقلا ص النجم هادیها

یعنی ابن طوق نے تو اپنا ذمہ پورا کردیا۔۔ الخ۔

لسان العرب اور مصباح میں زیر لفظ وفی اس شعر کو اس نے ذکر کیا ہے کہ مجرد و فیء اور مزید فیه اوفی دونوں ہم معنی ہیں۔

☆ باب ثلاثی مجرد میں مادہ وفا سے مصدر وفاء ،مصدری معنی پورا کرنا،نبھانا۔

مثال: لسان العرب میں یہ بھی ہے و فی الحدیث :

فمررت بقوم تقرض شفاھھم کلما قرضت وفت ای تمّت و طالت یعنی حدیث میں آیا ہے کہ میں دوزخیوں کی ایک قوم پر گذرا جن کے ہونٹ کاٹے جا رہے تھے جب جب کاٹے جاتے تھے پھر پورے ہو جاتے تھے۔

☆ باب افعال مزید فیہ۔ایفاء۔پورا کرنا۔پورا دینا۔مثالیں:

اوفوا بعھدی اوفِ بعھدِکم (بقرہ) اے بنی اسرائیل تم میرا عہد، جو مجھ سے کیا ہے پورا کرو، میں تمہارا عہد، جو تم سے کیا ہے، پورا کرونگا ۔

و اوفوا الکیل و المیزان بالقسط (انعام:۱۵۳) اور پیمانے اور ترازو کو عدل سے پورا کرو، یعنی پورا پورا ماپ کرا اور تول کر دو۔

اذغدرت حسناء اوفت بعھد ھا و من عھدھا ان لّا یدوم لھا عھد

جب خوبصورت محبوبہ عہد شکنی کرے تو وہ اپنے عہد کو پورا ہی کرتی ہے کیونکہ اس کے عہد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا عہد مدامی نہ ہو۔(متنبّی)

☆ باب تفعیل میں مادہ وفا سے مصدر توفیۃ بمعنی پورا دینا۔مثالیں:

فیوفّیھم اجورھم (آل عمران:۵۶)(پس خدا ان کو ان کے اجر پورے دے گا)

و انّما توفّون اجورکم یوم القیامۃ (آل عمران:۱۵۴)(سوائے اس کے نہیں کہ تمہارے اجر پورے پورے تم کو قیامت کے دن دیئے جائیں گے)

و ابراھیم الّذی وفّی (النجم:) (اور ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا)۔

لسان العرب میں یہ بھی لکھا ہے: وفی با لشّیء و اوفی و وفّی بمعنی وا حدٍ یعنی اس کا مجرد اور باب افعال اور باب تفعیل (تینوں) ہم معنی ہیں۔

☆ باب استفعال میں مادہ وفا سے مصدر استیفآء کے معنی پورا پورا لے لینا۔ مثالیں:

اذا اکتالوا علی النّاس یستوفون (تطفیف:۲)(جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں)۔

توفّیت منه دراھمی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے وصول پائے) یہ محاورہ تفسیر کبیر، خازن، سراج منیر میں زیر آیت انّی متوفّیك لکھا ہے۔

☆ باب تفعّل میں مادہ وفا سے مصدر توفی معنی موافقت۔ باب استفعال یعنی توفی واستیفاء دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کامل اور پورا لے لینا۔ مثالیں:

استوفاہ و توفّاہ استکمله (اساس البلاغہ)۔ استوفاء اور توفّاہ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اسے کامل اور پورا لے لیا۔

توفّیت المال منه و استوفیته اذا اخذته کلّه (لسان العرب۔ج۲۰) یعنی توفّیت المال اور استوفیته دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

و توفّاہ ھو منه و استوفاہ لم یدع منه شیئاً (لسان العرب۔ج۲۰) توفّاہ اور استوفاہ دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا اور اس سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

توفّیته و استوفیته بمعنی یعنی توفّیت اور استوفیت دونوں ہم معنی ہیں (مصباح المنیر للعلامہ الفیومی)

استیفاء توفّی تمام گرفتن حق، یعنی دونوں کے معنی ہیں حق پورا لے لینا۔

☆ باب تفعل میں مادہ وفا سے مصدر توفّی معنی پورا پورا گن لینا۔ مثالیں :

توفّیت عدد القوم اذا عددتھم کلّھم (لسان العرب ج۲۰)(یعنی میں نے سب قوم کی گنتی پوری لے لی) ۔اس کی شہادت کے لئے لسان العرب میں یہ شعر لکھا ہے:

انّ بنی الادردِ لیسوا من احد   ولا توفّاھم قریش فی العدد

(تحقیق بنی ادرد کسی میں سے نہیں ہیں اور قریش نے ان کی گنتی پوری نہیں کی)

مجازاً سلا دینا بقرینہ لیل اور منام وکری (نیند) وغیرہ۔ مثالیں:

و هو الّذی یتوفّاکم باللّیل (انعام:٦٠)(خداایسی ذات ہے کہ تم کورات کے وقت پورالیتا ہےیعنی سلا دیتاہے)

اللّه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها(زمر:٤٢)(خداہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت (جسم اورروح کی مفارقت) کےوقت اور جو(ابھی) نہیں مریں(ان کو پورا پکڑتا ہے) ان کی نیند کےوقت،یعنی سلاکر)

فلمّا توفّاه رسول الکری و د بّت العینان فی الجفن

(جب اسے نیند کےفرشتے نے پکڑلیا..الخ۔یعنی وہ سوگیا)

لسان العرب میں کہاہے:توفّی النائم فهذا استیفاء دبت عقله و تمییزه الی ان نام

☆ باب تفعل میں مادہ وفا سےمصدر توفّی کے(مجازی معنی) مارلینابقرینہ موت وملک الموت وغیرہ ۔مثالیں:

اللّه یتوفّی الانفس حین موتها (زمر:٤٢)(یعنی خداہی جانوں کوقبض کرتا ہےان کی موت کےوقت، یعنی مارتا ہے)

قل یتوفّاکم ملك الموت (اے پیغمبران سے کہوتم کوقبض کرے گا ملک الموت،یعنی تم کو مارے گا)

حتّی یتوفّاهنّ الموت (النساء:١٥)(حتی کہ قبض کرے ان کوموت یعنی وہ مرجائیں)

نوٹ:ان سب آیات میں توفّی سےموت مرادلینے کے لئےموت اورملک الموت قرائن ہیں اور یہ معنی مجازی ہیں۔چنانچہ آئندہ واضح ہوگا۔انشاءاللہ۔

واضح ہوکہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے نہ حقیقتاً ووضعاً جیسا کہ اساس البلاغۃ میں ہے: و من المجاز .. توفّی فلان و توفّاه اللّه و ادرکته الوفاة ۔یعنی یہ مجازات ہیں۔

(اکمل صاحب اپنی شہادت الفرقان کےصفحہ ٢٠ میں خاکسارکوالزاماً کہتے ہیں :

موت کے معنی کومجاز کہنا آپ ہی کی ایجاد ہے۔

جواب:مرزاصاحب خوداوران کی جماعت بھی علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ ہے۔میں تو علامہ زمخشری کاحوالہ دیتاہوں اور

وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ ہی کی ایجاد ہے۔ چہ خوش)۔

اور لسان العرب میں اس کی وجہ میں کہا ہے:

توفّی المیّت استیفاء مدّ ته الّتی وفیت له و عدد ایّامه وشهوره و اعوا مه فی الدّنیا (میت کی توفّی سے مراد ہے اس کی مقررہ مدت اور اس کے دنیا میں رہنے کے دنوں مہینوں اور برسوں کی گنتی کو پورا کرنا)۔

آئمہ لغت اور آئمہ تفسیر بلا خلاف مادہ وفا کے باب تفعل واستفعال کو ہم معنی ذکر کرتے ہیں چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں: تو فّیته و استوفیته بمعنی ترجمہ توفّیته اور استوفیته ہم معنی ہیں یعنی دونوں کے معنی ہیں، میں نے اسے پورا لے لیا۔ و استوفاه و توفّاه استکمله ۔اسی طرح تفسیر کبیر اور خازن اور معالم میں بھی ان کو ہم معنی ذکر کیا گیا ہے۔ اور صراح اور قاموس میں بھی ایسا ہی بیان ہے۔ اور اساس البلاغۃ میں لکھا ہے کہ استوفاه اور توفّاه دونوں کے معنی ہیں: اس نے اسے کامل لے لیا۔

مرزا قادیانی نے دافع الوساوس کے صفحہ ۵۶۴ میں جہاں اپنے آپ کو خدا بنایا ہے استوفانی لکھا ہے اور اس جگہ فاعل اللہ تعالی ہے اور مفعول خود مرزا صاحب ذی روح۔ اور اس سے مراد موت نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ توفّی سوائے قبض روح کے کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا، بالکل غلط اور مردود ٹھہرا کیونکہ جب بتصریح آئمہ لغت وتفسیر ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی اور استیفاء ہم معنی ہیں تو جس طرح استیفاء سوائے معنی موت کے مستعمل ہوتا ہے، اسی طرح توفّی کے سوائے معنی موت کے استعمال کو کون مانع ہے؟ خصوصاً جب محاورہ توفّیت منه درا همی مندرجہ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۱ (میں نے اس سے اپنے درہم پورے بھر پائے) زبان عرب میں ذائع وشائع ہو۔

پس جب آئمہ لغت وتفسیر بالاتفاق لکھتے ہیں کہ اس مادہ کے باب تفعل اور استفعال کے معنی ایک ہی ہیں اور قرآن مجید اور لغت میں سے استیفاء کے معنی پورا پورا لینا ثابت کیا گیا ہے تو اب توفّی کے معنی پورا پورا لینا کرنے میں کیا تردد باقی رہا۔ علاوہ بریں جب علم اشتقاق وتصریف سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ لفظ توفّی

مادہ وفا کا مزید فیہ ہے اور وفا کے معنی بحسب الوضع موت نہیں، بلکہ پورا لینے کے ہیں، تو پھر بھی باوجود اتنی تصریحات کے کوئی شخص بے تکی ہانکتا جائے کہ توفّی موت اور قبض روح کیلئے موضوع ہے، تو کیا اس کی لیاقت علمی ہنسی کے قابل نہیں ہوگی؟

باقی رہا یہ امر کہ یہ لفظ قرآن شریف میں بمعنی موت مستعمل ہوا ہے، سو ہم اس سے انکار نہیں کرتے کیونکہ معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں فرق ہوتا ہے۔ استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ لفظ اصل موت کیلئے وضع کیا گیا تھا اور اسکے حقیقی معنی بس قبض روح ہی کے ہیں۔ جس قدر محاورات میں لفظ توفّی جن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اگر ان میں سے کسی میں بھی کوئی مدعی علم وفضل ہم کو اس کے وضعی اور حقیقی معنوں (پورا پورا لے لینا) سے باہر ثابت کردے تو بے شک ہم اسکے بے دام غلام ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق موت کے معنی پر بھی صرف اس لئے ہے کہ موت بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے، نہ اس اعتبار سے کہ یہ لفظ بمعنی موت موضوع ہے۔

(اکمل صاحب علمی باتوں کے نہ سمجھنے میں بہت کامل ہیں۔ ہم نے جو تفاسیر معتبرہ کی عبارات سے موت کو توفّی کی ایک نوع ثابت کر کے ظاہر کر دیا کہ توفّی موت کیلئے موضوع نہیں تو ہمارے اکمل صاحب ایسی بات کو بھی نہ سمجھ کر اس پر لکھتے ہیں:
جب موت توفّی کی قسم سے ہے، تو بھی وضعی معنی ہوئے نہ کہ مجازی۔ ص۲۰۔
جواب: بریں اکملیت بباید گریست۔ جناب من! قسم اور مقسم کی وضع ایک نہیں ہوتیں لہذا کوئی لفظ اپنے مفہوم کلی اور اس کی انواع ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا۔ فافھم)

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے: التوفّی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منه (توفی کے معنی کسی چیز کا پورا پورا لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے)

اسی طرح توفّی کا اطلاق قرآن شریف میں نیند پر بھی آیا ہے، یہ بھی اسی لئے ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہوتی ہے اور عیسیٰؑ کے مقدمہ میں جو توفّی کے معنی رفع الی السّماء لئے جاتے ہیں تو اسی اعتبار سے کہ یہ بھی ایک قسم کی توفّی یعنی پوری پوری گرفت ہے۔ اور قرض وصول کر لینے پر بھی اس کا اطلاق محاورہ زبان عرب میں پایا گیا، تو وہ بھی اسی لحاظ سے کہ قرض پورا پورا لے لیا

جاتا ہے۔الغرض تـوفّـی کےجس قدر محاورات واستعمالات ہیں خواہ وہ قرآن مجید میں ہیں،خواہ حدیث شریف میں،خواہ دواوین عرب میں،ان سب میں اس کے وضعی اور حقیقی معنی اخـذ الشّـیء وافیـاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہی ملحوظ ہیں،اور بس۔اور ظاہر ہے کہ جس لفظ کے کئی معنی یا کئی استعمالات ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہیے کیونکہ متکلم کی مراد ایک وقت میں اس لفظ سے ایک ہی ہے۔پس تـوفّی کے ساتھ اگر موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی موت ہوں،اور اگر نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہوں تو تـوفّـی کے معنی سلا دینا ہوں گے۔اور اگر اس کے ساتھ ذکر رفع کا ہوگا تو اس سے مراد رفع ہوگی اور اگر اس کے ساتھ درہم و دینار وغیرہ اشیاء کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی ان کا قبض کرنا ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ عدد اور گنتی کا ذکر ہوگا تو اس کے معنی پورا پورا گن لینا ہوں گے۔

ثانیاً :برائے اثبات جہالت قادیانی:

سورہ زمر میں ہے: اللّٰہ یتـوفّـی الانـفـس حیـن مـوتهـا و الّتی لم تمت فی منامها فیـمسك الّتـی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی اجلِ مّسمّی (زمر:۳۹۔۴۲)(اللہ ہی پورا پکڑتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو(پورا پکڑتا ہے)ان کی نیند کے وقت۔پس اس جان کو بند رکھتا ہے جس پر موت کا حکم جاری کیا اور دوسری کو چھوڑ دیتا ہے مقررہ مدت تک)

سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

وهـو الّـذی یتـوفّـاکـم بـالـلّیل و یعلم ما جرحتم بالنّهار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسـمّـی (انعام:٦٠)(اللہ وہ ہے جو تم کو رات کے وقت پوری گرفت کرتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو، جانتا ہے۔پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے،تاکہ اجل مسمی پوری کی جائے)

ان آیتوں میں تـوفّی کی دو انواع،موت اور منام،مذکور ہوئی ہیں:۔

توفّی بالموت کی صورت قبضِ روح مع الامساک ذکر کی گئی ہے اور تـوفّی بـالنّوم کی صورت قبضِ روح مع الارسال بیان کی گئی ہے۔پس قبض روح جو دونوں میں مشترکہ ہے جنس ہے امساک اور ارسال فصل ہے۔

والّـذی یـمیـز الشّیء عمّا یشارکه فی الجنس (کتب منطق)(یعنی فصل اسے کہتے جو کسی چیز کو اس چیز سے متمیز

کرے جو جنس میں اس کی شریک ہو)

پس بموجب مذہب مرزا صاحب توفّی صرف قبض روح کیلئے موضوع ہے، نہ موت اور قبض روح ہر دو کیلئے، کیونکہ ان دونوں میں نسبت عموم وخصوص ہے اور کوئی لفظ معنی اعم واخص ہر دو کیلئے موضوع نہیں ہوتا

(اکمل صاحب نے اس عموم وخصوص کے متعلق ایک خاص علمی کمال دکھایا ہے۔فرماتے ہیں: حالانکہ قبض روح عین موت کا مترادف ہے۔ ص۲۱۔

جواب: بندہ خدا! عام وخاص میں ترادف کہاں؟ ترادف تو اتحاد ومساوات کا لحاظ ہوتا ہے اور عام وخاص میں کمی بیشی ہوتی ہے پس ان میں ترادف کا ادعاء باطل ہے)

ثالثاً: اگر مرزا قادیانی صرف قبض روح ہی کو مدلول وضعی قرار دیں تو یہ بھی انکی بے علمی و بے استعدادی پر دلیل ظاہر ہوگی کیونکہ توفّی لفظ مفرد ہے اور قبضِ روح مرکب۔ زیرا کہ ثانی میں جزءِ لفظ جزءِ معنی پر دال ہے۔ یعنی قبض دال ہے اخذ پر، اور روح دال ہے شئے مقبوض پر، بخلاف اول کے کہ اس میں جزءِ لفظ، جزءِ معنی پر دلالت نہیں کرتی۔ لہذا لفظ توفّی مفرد کا مدلول قبضِ روح جو مرکب ہے درست نہیں، اسی لئے سورہ زمر کی آیت میں صرف یتوفّی نہیں کہا، بلکہ یتوفّی الانفس کہا ہے تاکہ توفّی دلالت کرے اخذ پر اور انفس، کہ مدلول اس کا ارواح ہے، دلالت کرے شئے مقبوض پر۔ اور بعد ترکیب کے معنی مرکب پیدا ہوں اگر توفّی (مفرد) کے معنی قبضِ روح (مرکب) ہیں تو لفظ نفس کی کیا ضرورت تھی۔ پس ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی مطلق قبض کے ہیں، نہ قبض روح کے۔ و ھذا ھو المراد۔

رابعاً: بالفرض اگر مان بھی لیں کہ توفّی کے حقیقی معنی قبض روح ہیں تو پھر بھی آیت انّی متوفّیك و رافعك الیّ سے عیسیٰؑ کی موت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ جب قبض روح کی کیفیتیں دو ہیں، ایک مع الامساک اور دوسری مع الارسال، تو انّی متوفّیك و را فعك الیّ میں توفی بقرینہ را فعك الیّ جو رفع جسمی پر روز روشن کی طرح دلالت کر رہی ہے بمعنی نیند ہوگی کیونکہ منام اور رفع جسمی میں منافاۃ نہیں بلکہ ان میں جمع ممکن ہے جیسا کہ ایک جماعت مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں چنانچہ خازن میں ہے:

(الثّانی) المراد بالتّوفّی النّوم ومنہ قولہ تعالی یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم

تمت فی منامها فجعل النّوم وفاة وکان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه وهو نائم لئلّا یلحقه خوف (تفسیر خازن) (اس جگہ) توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے آیت اللّٰه یتوفّی الانفس .. پس اس میں خدا تعالی نے نیند کو بھی وفات کہا ہے۔ پس انّی متوفّیك سے مراد یہ ہوئی کہ عیسیٰ سو گئے تھے پس خدا نے آپ کو نیند ہی میں اوپر اٹھا لیا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اسی طرح دیگر تفاسیر مثل درمنثور، ابن کثیر، فتح البیان، تفسیر معالم، تفسیر کبیر میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ پس اب تو مرزا کا سارا تانا بانا ٹوٹ گیا اور ان کے ہاتھوں سوائے ابلہ فریبی و تاویلات باطلہ و تحریفات کاسدہ کے اور کچھ نہ رہا کیونکہ صاف ثابت ہو گیا کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں، اس پر زیادۃ بالنظر الی المتعلق والقرائن کی جائے گی، نہ بحسب الوضع۔ پس توفّی کا متعلق یا تو صرف جسم ہوگا، یا صرف روح، یا جسم مع روح۔ پھر اگر روح ہے تو یا تو مقبوض مع الامساک ہوگا، اسے موت کہیں گے، یا مع الارسال ہوگا، اسے نیند بولیں گے۔ ان ہر دو میں دو دو امر علاوہ مفہوم توفّی کے اعتبار سے کئے گئے ہیں۔ موت میں روح اور امساک، اور منام میں روح اور ارسال۔ پس مرکب معانی کے لئے ترکیبِ الفاظ بھی ضروری ہے لہذا اس ترکیب کے لئے ضروری ہوا کہ متعلق توفّی اور قرائن کی طرف نظر کی جائے۔

ا۔ قبض روح مع الامساک اور قبض روح مع الارسال کی مثال سورہ زمر کی وہ آیت ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یعنی

اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها فیمسك الّتی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (اللہ ہی روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت (مفارقت روح وبدن) کے وقت اور جو روحیں ابھی نہیں مریں ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند میں پس جس پر موت کا حکم جاری کیا ہے اس کو تو روک رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

اس آیت میں ہر معنی کیلئے ایک لفظ مذکور ہے، یعنی قبض کیلئے یتوفّی اور روح کیلئے الانفس، مرنے کیلئے موت، امساک کیلئے یمسك، نیند کیلئے منام اور ارسال کیلئے یرسل۔

۲۔ صرف قبض جسم کی مثال محاورہ عرب شائعہ فی اللسان مندرجہ تفسیر کبیر، خازن وغیرہ

توفّیت منه درا همی (میں نے اس سے اپنے درہم پورے لئے)

۳۔قبض جسم مع روح یعنی زندہ چیز کو اخذ کرنے کی مثال آیات:

انّی متوفّیك و را فعك الیّ

اور فلمّا توفّیتنی بقرینہ را فعك الیّ

اور بل رّفعه اللّٰه الیه ۔

سوال: بے شک علم تصریف اور علمی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توفی کے معنی پورا پورا لے لینا ہیں، لیکن لغت کی بعض کتابوں میں جو توفّی بمعنی موت کہا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: کتب لغت میں حقیقی منقولی اور مجازی ہر طرح کے معنی لکھے ہوتے ہیں مگر ان کی تعیین حسب قرائن حالیہ و مقالیہ سلسلہ عبارت سے مفہوم ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ابتداء میں لفظ جس معنی کیلئے وضع کیا گیا تھا اسے اس کے حقیقی اور وضعی معنی کہتے ہیں۔ پھر یا تو لفظ کا ایک ہی معنی ہوگا یا زیادہ۔ پھر زیادہ یا تو بحسب الوضع ہوں گے، اسے مشترک کہتے ہیں، مثلاً عین جو بمعنی زر، زانو، چشمہ آب اور آنکھ ہے، یا وضع میں تو ایک معنی تھا مگر اس کے مفہوم میں کئی چیزیں پائی گئیں، اسے جنس کہتے ہیں۔ اور ہر اس چیز کو جس پر اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اسکی نوع کہتے ہیں۔ مثلاً حیوان کہ جنس ہے اور گھوڑا اور گدھا اس کی انواع ہیں صرف اس اعتبار سے کہ وہ جاندار ہیں، نہ اس لئے کہ حیوان بحسب الوضع ان سب کیلئے موضوع ہے۔ اور یا کثرت بہ سبب دیگر معانی میں منقول ہونے کے ہوگی۔ پھر اگر عرفِ عام نے نقل کیا تو اسے منقولِ عرفی کہتے ہیں مثلاً دابّـــــہ کہ اصل میں موضوع ہے ہر جاندار کیلئے جو زمین پر چلے، اور غالب معنی اس کے سواری کے جانور ہیں، اور اگر اس کی ناقل شرع ہے، تو اسے منقول شرعی کہتے ہیں۔ مثلاً صوم و زکوۃ و حج کہ لغت میں ان کے وضعی معنی اور ہیں مگر شریعت میں یہ الفاظ اور معانی میں مخصوص ہیں۔ اور اگر اس کا ناقل کوئی خاص طائفہ ہے تو اسے منقول اصطلاحی کہیں گے، مثلاً مصطلحات علمیہ و کتب منطق قطبی وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ تــوفّـی بحسب الوضع بمعنی موت موضوع نہیں کیونکہ اس کا ماخذ و مادہ وفـــا ہے اور نہ یہ لفظ مشترک المعنی ہے کہ اس کے معانی متعددہ میں سے ایک موت بھی ہوا، اور نہ منقول شرعی ہے کیونکہ ایسے الفاظ میں تصرف کرنے سے شریعت کو کچھ تعلق نہیں اور نہ منقول

اصطلاحی ہے کیونکہ یہ کسی علم اورفن کی اصطلاح نہیں۔اگر ہے تو یہی کہ یہ لفظ بروئے علم اشتقاق وفا سے ماخوذ ہے اوراس کے حقیقی اوروضعی معنی اخذ الشّیء وافیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا، ہیں اور چونکہ اس کے مفہوم میں رفع اور موت اور نیند بھی داخل ہیں کیونکہ یہ بھی پوری پوری گرفت ہیں،اس لئے اس لفظ کا اطلاق رفع اور موت اور نیند پر بھی درست ہوگا۔صرف اس اعتبار سے کہ توفّی جنس ہے اوررفع اور موت اورنوم اس کی انواع ہیں، نہ اس لئے کہ یہ لفظ بحسب الوضع موت کے لئے موضوع ہے۔ توفّی کے جنس اوررفع اور موت اور نیند کے انواع ہونے پر تفاسیر معتبرہ شاہد ہیں، چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں:

قوله انّى متوفّيك يدلّ على حصول التّوفّى وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الى السّماء فلمّا قال بعده و رافعك الىّ كان هذا تعييناً للنّوع و لم يكن تكراراً (خداتعالی کا قول انّی متوفّیک صرف حصول توفّی پر دلالت کرتا ہے اوروہ جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں۔کوئی بالموت اور کوئی بالرفع الی السّماء ۔پس جب خداتعالی نے اس کے بعد و رافعک الیّ فرمادیا تو یہ نوع کی تعیین کیلئے ہوا نہ کہ تکرار)

(اکمل صاحب نے تفسیر کبیر کے اس حوالہ پر بہت غضب ڈھایا ہے کہ امام رازی کی شان میں حقارت آمیز طریق بیان اختیار کیا ہے۔افسوس اکمل صاحب نے یہ کتاب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات کے بعد لکھی،اگر وہ ان کی زندگی میں لکھتے تو ہم امام رازی کی کسی کتاب کا کوئی ورق مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر کہتے کہ جناب اسے حل کیجئے۔پھر اگر وہ اپنے مددگاروں سمیت اسے حل فرمادیتے تو جانتے۔اگرچہ امام رازی کی تصنیف کا امتحان کیلئے بھی مرزا صاحب کے سامنے پیش کرنا امام رازی کی تصانیف کی بے قدری ہے۔سبحان اللہ! کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں!)

اسی طرح تفسیر بیضاوی وسراج منیر میں بذیل آیت فلمّا توفّیتنی لکھا ہے:

توفّيتنى بالرّفع الى السّماء لقوله تعالى انّى متوفّيك و رافعك الىّ و التّوفّى اخذ الشّىء وافياً والموت نوع منه قال اللّه تعالى، اللّه يتوفّى الانفس حين موتها و الّتى لم تمت فى منامها

(فلمّا توفّیتنی کے معنی یہ ہیں کہ خدایا جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا بدلیل انّی متوفّیک و رافعک الیّ ،کیونکہ توفی کے معنی ہیں کسی شیء کو پورا پورا لے لینا اور موت اس کی ایک نوع ہے۔چنانچہ خداتعالی نے فرمایا اللّه یتوفّی الانفس... الآیة)

حاصل مطلب یہ کہ لفظ توفّی بحسب الوضع، موت کیلئے موضوع نہیں ہے، صرف اس کا استعمال اس نسبت سے جو جنس اور نوع میں ہوا کرتی ہے بمعنی موت ہے اور بس۔ اور چونکہ تعیین نوع کیلئے حاجت قرینہ کی پڑا کرتی ہے لہذا اسلسلہ عبارت میں قرائن حالیہ ومقالیہ پر نظر کریں گے جیسے عین کہ یہ موضوع ہے معانی متعددہ مثل زر، چشم، زانو اور چشمہ آب کیلئے (بالاوضاع المختلفه) تو اب ہر جگہ اس کا ایک ہی معنی نہ ہوگا، اور نہ ایک جگہ سارے معنی مراد ہوں گے، بلکہ حسب حال مضمون عبارت والفاظ عبارت جس معنی کو اس جگہ مناسبت ہوگی وہ اس جگہ معین ہو جائے گا، چنانچہ آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عيناً میں عین کے معنی چشمہ آب ہیں کیونکہ اس جگہ استسقاء یعنی طلب آب اور انفجار یعنی پانی کا پھوٹ پڑنا اور مشرب یعنی پانی کے گھاٹ کا ذکر ہے۔ ان قرائن حالیہ ومقالیہ نے اسے اس جگہ چشمہ آب کے معنوں میں کر دیا۔ اور آیت فی عینٍ حمئة میں قرینہ حمئة نے اس سے چشمہ آب مراد ہونے پر دلالت کی، اور ام لھم اعین لا یبصرون بھا میں قرینہ بصارت نے جارحہ (بمعنی عضو) یعنی آنکھ پر دلالت کی۔ اسی طرح جنس کو اس کی کسی نوع میں معین کرنے کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ ورنہ مضمون ومفہوم میں خلل پڑتا ہے۔ پس چونکہ انّی متوفّيك کو و رافعك الیّ کے ساتھ ضم کیا، اس لئے عیسی کی توفی بالرّفع الی السّماء ہوئی۔ مزید تفصیل لفظ توفّی کی اس وقت کی جائے گی جب آیات قرآنیہ جن میں لفظ توفّی کے مشتقات آئے ہیں، ان کا ذکر ہوگا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے قرینہ صارفہ کا ذکر کیا جائے اور عنقریب آئے گا۔

کسی لفظ کے کسی معنی میں زیادہ مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ ان معنوں سے مخصوص ہو گیا ہے اور اس کے دیگر معانی واطلاقات متروک ومہجور ہو گئے ہیں۔ مثلاً قاموس میں دابّہ کی نسبت لکھا ہے :

و الدّابّة ما دبّ من الحیوان و غلب علی ما یرکب ۔ دابہ اصل میں ہر جاندار چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے اور غالب استعمال اسکا سواری والے جانوروں پر ہوتا ہے

تو قاموس کے لکھنے سے آیت وما من دابّةٍ فی الارض الّا علی اللّٰه رزقھا (ہود:٦)(زمین میں کوئی جانور نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو) کے یہ معنی نہ ہوں کہ اللہ تعالی صرف سواری کے جانوروں کا رازق ہے۔ بلکہ یہ لفظ اپنے اصلی وسیع معنوں میں لیا جائے گا کہ جو چیز زمین پر حرکت کرنے والی ہے ان سب

کا رزق حسب وعدہ اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر کتب لغت میں توفّی کا استعمال بمعنی موت لکھا ہوا ہے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ انہی معنوں کے لئے موضوع ہے، یا انہی معنوں میں محصور ہے، بلکہ کتب لغت میں ہر قسم کے معانی وضعی مجازی اور منقولی خواہ منقول شرعی ہوں، خواہ عرفی خواہ اصطلاحی سب لکھے ہوتے ہیں، ان میں سے کسی خاص مقام پر معانی مخصوصہ کا چسپاں ہونا سلسلہ عبارت اور قرائن حالیہ ومقالیہ پر موقوف ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جملہ قرائن کتب لغت میں مصرح ہوں کیونکہ قرائن محصور نہیں ہو سکتے بلکہ حسب مقام سلسلہ عبارت ومفہوم کلام میں قرائن مختلف ہوتے ہیں۔

چنانچہ حصول المامول (جوشوکانی کی کتاب ارشاد الفحول کا اختصار ہے) میں لکھا ہے:۔

ولا یشترط النقل فی ا حاد المجاز بل العلاقة کافیة و المعتبر نوعها و الیه ذهب الجمهور وهو الحقّ و لم یأت من اشترط ذلك بحجةٍ یّصلح لذکرها و تستدعی التعرض لدفعها و کلّ من له علم و فهم یعلم انّ اهل العربیة ما زالوا یخترعون المجازات عند وجود العلاقة و نصب القرینة و هکذا من جاء بعد هم من اهل البلا غة فی فنّی النظم والنّثر و یتمارحون باختراع الشیء الغریب من المجازات عند وجودِ الّمصحح للتّجوزّ۔ (اور مجاز کے افراد میں (اہل لغت سے) نقل ضروری نہیں بلکہ صرف علاقہ کافی ہے اور (زیادہ تر) اس کی نوع کا اعتبار ہے اور جمہور حکماء کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے (نقل کو) ضروری قرار دیا ہے اس نے ایسی حجت کوئی بھی پیش نہیں کی جو ذکر اور تردید کے لائق ہو، یعنی بالکل قابل التفات نہیں۔ اور جو شخص علم اور فہم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اہل عربیت ہمیشہ علاقہ کے پائے جانے پر مجازات اور قرائن کا مقرر کرنا اختراع کرتے رہے ہیں اور اسی طرح نظم اور نثر کے علمائے بلاغت جو ان سے بعد ہوتے آئے ہیں (وہ بھی اس بارہ میں اختراعات کرتے رہے ہیں) اور صحت مجاز کے قرینہ کے وقت کسی نادر مجاز کے اختراع کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے ہیں)

حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جس جگہ توفّی کے ساتھ موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہو، اس جگہ توفّی کی تعیینِ نوع موت میں ہوگی اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات موجود ہوں گے وہاں اس کی

تعیینِ نوع نوم میں ہوگی اور جس مقام پر قرینہ رفع مذکور ہو اس جگہ یہ لفظ نوع رفع میں معین ہوگا جیسا کہ عنقریب آیات توفّی سے ظاہر ہوگا انشاءاللہ۔غرض کتب لغت میں توفّی بمعنی موت لکھا ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ یہ لفظ موت کیلئے موضوع ہے کیونکہ علم تصریف اس کا برملا انکار کررہا ہے اور نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اپنے اصلی معنوں سے ہٹ کر بمعنی موت مخصوص ہوگیا ہے کیونکہ اہل لغت کا اس کو مجاز لکھنا اس کی صریح تردید کررہا ہے چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

و من المجاز ادرکته الوفاة ای الموت و المیتة و توفیّ فلان اذا مات و توفّاہ اللّٰه عزّ وجلّ اذا قبض روحه (اور مجاز میں سے ایک یہ ہے ادرکته الوفاة یعنی اسے موت نے پالیا یا پکڑ لیا اور توفّی فلان وہ پورا ہوگیا کے معنی ہیں وہ مرگیا تو توفّاہ اللّٰه (خدانے اسے پورا کرلیا) کے معنی ہیں خدا نے اس کی روح قبض کرلی)

اور اسی طرح اساس البلاغۃ، زمخشری میں لکھا ہے :

ومن المجاز توفّی فلان و توفّاہ اللّٰه و ادرکته الوفاة ۔ (توفّی فلان اور توفّاہ اللّٰه اور ادرکته الوفاة سب مجاز یں ہیں)

(اکمل صاحب بھی عجب کمال کے پتلے ہیں کہ باوجود آئمہ لغت کی تصریح کے کہ توفّی بمعنی موت مجازاً ہے، الزاماً لکھتے ہیں: موت کے معنی کو مجاز کہنا آپ کی ہی ایجاد ہے۔ص۲۰۔جواب۔کیا تاج العروس اور اساس البلاغۃ میری تصانیف ہیں؟)

اور مجاز بولنا تب ہی درست ہے جب حقیقی معنی متروک نہ ہوں چنانچہ قطبی میں بعد تقسیم لفظ باعتبار معانی جو اوپر گزر چکی ہے، یہ لکھا ہے کہ:

و ان لم یترکِ الاول بل یستعمل فیه ا یضاً سمّی حقیقة ان استعمِل فی الاوّل وھو المنقول عنه و مجاز ان استعمِل فی الثّانی وھو المنقول الیه (قطبی ص۴۴ مطبع رحیمیہ دیوبند) (اگر معنی اول متروک نہ ہوں بلکہ اس میں اس لفظ کا استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔جب پہلے معنوں میں مستعمل ہو اور وہ اس کا معنی منقول عنه (جس سے نقل کر کے مجازی معنی لئے گئے ہوں) ہے اور اگر دوسرے معنوں میں مستعمل ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں اور وہ معنی منقول الیه ہے (نقل کر کے جو معنی مراد لئے گئے ہیں)

آئمہ لغت کے توفّی کو مجازاً بمعنی موت لکھنے سے صاف ثابت ہو گیا کہ توفّی کے اپنے وضعی معنی اخذ الشّیء وافیاً متروک نہ ہوں گے۔ آسان طریق جو جلدی راہ راست پر لاوے وہ یہ ہے کہ توفّی کو کتب لغت سے تلاش کرو۔ اگر یہ لفظ و فا کے ضمن میں مذکور ہو، تو اسے وفا سے ماخوذ سمجھو، ورنہ نہیں اور پھر جملہ تصریفاتِ وفا پر نظر کرو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور جو معنی مجازی ہوں گے وہ باعتبار اس علاقہ کے ہوں گے جو حقیقت اور مجاز میں ضروری ہے۔ چنانچہ حصول المامول (ص۲۔ مصری) میں ہے :

لا بدّ من العلاقة فی کل مجاز فی ما بینه و بین الحقیقة و العلاقة هی اتصال المعنی المستعمل فیه بالمو ضوع له (ہر مجاز میں اس علاقہ کا ہونا ضروری ہے جو اس میں اور حقیقت میں ہوتا ہے اور علاقہ اس اتصال (معنوی) کو کہتے ہیں جو معنی مستعمل فیہ (مجازی) اور معنی موضوع لہ (حقیقی) میں ہوتا ہے)

اور چونکہ علاقات اور اتصالات معنی مستعمل فیہ اور موضوع لہ میں حسب اقتضائے مقام مختلف ہوتے ہیں اسلئے ان کی تقریر کتب لغت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ حصول المامول میں گذر چکا ہے کہ علاقات مقتضیہ مجاز کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی کتاب میں مذکور ہوں بلکہ وہ علاقہ جس سے معنی مستعمل فیہ و موضوع لہ میں نسبت پیدا ہو سکے، کافی ہے۔

آیات توفّی مع بیان قرینہ

پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کے معنی اخذ الشّیء وافیاً ہیں اور یہ بھی محقق ہو چکا ہے کہ توفّی جنس ہے اور رفع اور موت اور نینداس کی انواع ہیں۔ اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تعیین نوع کے لئے وجود قرینہ یا تعذرِ حقیقت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے مراد متکلم (کہ ان معانی و انواع میں سے کون سی نوع اس کی مراد ہے) معین نہیں ہو سکتی۔ لہذا قرآن شریف کی وہ سب آیات جن میں مشتقات توفّی (باب تفعل

)وارد ہوئے ہیں، لکھ کر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی قرائن صارفہ پر بھی اشارات کرتے جاتے ہیں۔

۱ ۔ و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً یتربّصن بانفسھنّ اربعة اشھر و عشراً (تم میں سے جو قبض کئے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ان کی بیویاں، دوسرے نکاح کے لئے، چار مہینے دس دن رات کا انتظار کریں)۔(بقرہ:۲۳۴)

۲۔و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازواجاً وصیة لازوا جھم متاعاً الی الحول غیر اخرا ج (بقرہ۔ ۲۴۱)

بیان قرینہ یہ ہے: ان ہر دو آیات نمبر ا اور ۲ میں عورتیں بیوہ چھوڑ نا اور عدت حالتِ بیوگی اور وصیت، توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔

۳ ۔ حتّی یتو فّاھن الموت (نساء : ۱۵) (حتی کہ قبض کرے ان کو موت)

۴۔ انّ الّذین توفّاھم الملائکة ظالمی انفسھم (نساء:۹۷)(جن کو فرشتے قبض کرتے ہیں حالانکہ وہ (فرشتے)ان (کفار) کی جانوں پر سختی کرتے ہیں)

۵۔ حتّی اذا جاء احدکم الموت توفّته رسلنا (انعام:۶۱)(حتی کہ جب تم میں سے ایک کی موت آ جاتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں)

۶۔حتّی اذا جاء تھم رسلنا یتوفّونھم (اعراف:۳۷)(حتی کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آ جاتے ہیں تو ان کو قبض کر لیتے ہیں)

۷۔ و لو تری اذ یتوفّی الّذین کفروا الملائکة یضربو ن وجو ھھم و ادبارھم (انفال :۵۰)(کاش تو دیکھے جب قبض کرتے ہیں فرشتے کفار کو، مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر)

۸۔ فکیف اذا توفّتھم الملائکة یضربون وجوھھم و اد بارھم (محمد) (پس کس طرح ہوگا جب قبض کریں گے ان کو فرشتے مارتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر)

۹۔ الّذین تتوفّاھم الملائکة ظالمی انفسھم (نحل:۲۸)(جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے سختی کرتے ہیں ان کی جانوں پر)

۱۰۔ الّذین تتوفّاھم الملائکة طیّبین (نحل:۳۲)(جن کو قبض کرتے ہیں فرشتے خوشحالی میں)

۱۱۔ قل یتوفّاکم ملك الموت الّذی وکّل بکم (السجدہ:۱۱)(اے پیغمبر! ان سے کہو تم کو قبض کرے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے)

بیان قرینہ۔ نمبر۳ سے ۱۱ تک ان نو آیات میں توفّی سے موت مراد لینے کیلئے ملائکہ موت اور جان کندن کے وقت کفار کو عذاب کرنا اور مومنوں کو سلام اور بشارت جنت سنانا، صاف اور صریح قرینے ہیں۔ احادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

۱۲۔ و امّا نرینّك بعض الّذی نعد ھم او نتوفّینّك (یونس:۴۶)۔(اگر ہم تجھ کو اپنے وعدے کے ایک حصہ کی باتیں دکھا دیں، یا تجھ کو قبض کرلیں)

۱۳ ۔و امّا نرینّك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّك (۱۳: ٤٠)

۱٤ ۔ فامّا نرینّك بعض الّذی نعدھم او نتوفّینّك (مو من: ۷۷)

بیان قرینہ آیات نمبر۱۲ تا ۱۴ کا یوں ہے کہ ان میں توفیّ بمقابلہ نرینّک آئی ہے جو معنی موت کے لئے قوی قرینہ ہے کیونکہ وعدہ نرینّک زندگی چاہتا ہے۔ پس نتوفّینّک ضرور اس کی ضد یعنی موت ہونا چاہیے۔ دیگر یہ کہ سورت زخرف (آیت ۴۱۔۴۲)(فامّا نذ ھبنّ بك فانّا منھم منتقمو ن۔ او نرینّك الّذی وعد ناھم فانّا علیھم مقتدرون) میں نتوفّینّك کی بجائے نذ ھبنّ بک وارد ہے جو کنایہ ہے فنا سے۔

۱٥۔ و اللّه خلقکم ثم یتوفّاکم و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا (نحل: ۷۰)

۱٦ ۔ یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث فانّا خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من علقةٍ ثم من مضعةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلّقةٍ لنبیّن لکم و نقرّ فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مسمّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ومنکم من یّتوفّی ومنکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً (حج ۵) اے لوگو! اگر تم (دوبارہ) جی اٹھنے سے شک میں ہو تو (سوچو) ہم

نے (پہلے) تو تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر پورے بنے ہوئے اور نہ بنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سے، تا کہ تم کو بتائیں، اور ٹھہرائے رکھتے ہیں ہم رحموں میں جو چاہیں مدت مقرر تک۔ پھر تم کو بچے کی صورت میں باہر نکالتے ہیں پھر (تم کو زندہ رکھتے ہیں) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور بعض تم سے (پہلے) قبض کئے جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچائے جاتے ہیں تا کہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانیں

۱۷۔ ھو الّذی خلقکم من ترابٍ ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثم یخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّکم ثمّ لتکونوا شیوخاً و منکم من یّتوفّی من قبل ولتبلغوا اجلاً مّسمّی (مومن:۶۷) (جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر جمے خون سے، پھر تم کو بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے (پہلے بھی) قبض کر لیے جاتے ہیں۔ اور تا کہ تم (اپنی) اجل مقررہ کو پہنچو)

قرینہ ان آیات نمبر ۱۵ تا ۱۷ میں یہ ہے کہ جس جس موقع پر لفظ توفّی وارد ہوا ہے سورت مومنون رکوع نمبر ایک میں اس موقعہ پر لفظ میّتون (۱۵:۲۳) وارد ہوا ہے۔ پس صاف معلوم ہو گیا کہ یہ آیت توفی کی تفسیر موت سے کرتی ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ قبل پیدائش سے موت تک جس قدر مختلف قدرتی استحالات انسان پر وارد ہوتے ہیں ان آیات میں ان سب کا بالتفصیل ذکر ہے۔ مثلاً پہلے مٹی، پھر نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ (گوشت کا ٹکڑا)، پھر ہڈی پر گوشت، پھر مدت حمل تک رحم میں رہنا، پھر طفل ہو کر پیدا ہونا، پھر بڑھنا، پھر جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر اجل مقرر تک پہنچ کر مرنا۔ یہ سب حالتیں اس بات کے قرائن ہیں کہ ان مقامات پر توفّی سے مراد موت ہے کیونکہ موت بھی ایک حالت ہے۔ پچھلی آیت (سورہ مومن کی) میں ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ جملہ معللہ لتبلغوا اشدّ کم کا عطف خبریہ یخر جکم پر نہیں ہو سکتا اس لئے لامحالہ یبقیکم مقدر نکالنا پڑے گا (جامع البیان زیر آیت ہذا) لہذا بقا کے مقابلے میں جو توفّی ہو گی، ضرور اس سے مراد موت ہو گی۔

۱۸۔ ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّئاتنا و توفّنا مع الابرار (آل عمران:۱۹۲) (خداوندا! ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں دور کر دے اور ہم کو نیکوں کے ساتھ قبض کرنا)۔

۱۹۔ ربّنا افر غ علینا صبراً و توفّنا مسلمین (اعراف:۱۲۶) خداوندا ہم پر فضل انڈیل دے اور قبض کر ہم کو مسلمان کر کے)

۲۰۔ انت ولیّ فی الدّ نیا والآخر ۃ و توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین (یو سف : ۱۰۱) (تو ہی میرا مددگار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔قبض کرنا مجھے مسلمان کر کے اور ملانا مجھے صالحین سے)

آیات ۱۸تا۲۰ میں قرینہ صارفہ موجود ہے اور وہ دعائے لحوق بالصّا لحین والابرار ہے کیونکہ یہ الفاظ کنایہ ہیں موت سے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اوّلکنّ لحوقاً بی اطـو لکنّ یداً۔ اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم .. (الآیہ) پڑھا، اور نیز اللّٰھم اغفرلی و ارحمنی و الحقنی بالرّفیق اور نیز آخر کلمہ آپ کا اللّٰھم الرّ فیق الاعلی تھا۔ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ دعائے لحوق بالصالحین والابرار والرفیق الاعلی سے موت بخاتمہءحسنہ مراد ہوتی ہے۔لہذا یہ آیات بھی قرینہ سے خالی نہیں۔

۲۱۔ وھو الّذی یتوفّاکم باللّیل و یعلم ما جرحتم بالنّھار ثمّ یبعثکم فیه لیقضی اجل مّسمّی (انعام: ۶۰) (خدا وہ ذات ہے جو تم کو رات کو قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن کو کرتے ہو۔پھر تم کو دن کے وقت اٹھا کھڑا کر دیتا ہے تا کہ زندگی کی مدت مقرر پوری جائے)

۲۲۔ اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسك الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی (زمر:۴۲)۔(خدا ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت (روح اور جسم کی مفارقت) کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو (قبض کرتا ہے) ان کی نیند میں، پس جس پر موت (کا حکم) جاری کیا ہے اس کو تو بند رکھتا ہے اور دوسری (نیند والی) کو مدت مقرر (موت) تک بھیجتا رہتا ہے)

آیات ۲۱،اور ۲۲ میں بھی قرائن موجود ہیں۔پہلی آیت میں توفّی سے مراد نیند ہے کیونکہ قرینہ لیل موجود ہے اور پھر ساتھ ہی پھر دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا اور کام کاج کرنے کا ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس توفّی سے جو رات کے وقت ہو اور پھر اس کے بعد دن کو کھڑے ہوں، نیند ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں پہلے موقع پر توفّی سے مراد موت ہے بقرینہ حین موتھا دوسرے موقع پر جو بقاعدہ عطف محذوف ہے اس سے مراد نیند ہے بقرینہ منامھا ۔اس پچھلی آیت میں ایک اور نکتہ ہے کہ جس نفس کی توفّی بالموت ہوتی ہے اس کیلئے اللہ نے فیمسك الّتی قضی علیھا الموت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ توفی کے وضعی معنی صرف اخذ الشّیء وا فیاً ہیں کیونکہ امساک سے مراد ابقاء ہے اسی حالت ماخوذہ پر نہ تجدد ۔اور اسی لئے قضا بالموت کی تصریح ضروری ہوئی ۔اس آیت میں دوسری شق میں جہاں توفّی سے مراد نیند ہے، علاوہ قرینہ فی منامھا کے یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی قرینہ ہے توفّی سے نیند مراد لینے پر، کیونکہ اس کے معنی وہی ہیں جو پہلی آیت سورہ انعام میں ثمّ یبعثکم فیہ لیقضی اجل مّسمّی کے ہیں ۔غرض ان آیات میں حسب قرائن لیل و منام و بعثت فی النھار (دن کو اٹھا کھڑا کرنا) توفّی سے مراد نیند ہے اور یہ توفّی کی دوسری نوع ہے ۔گذشتہ آیات میں توفّی کی ایک نوع موت آئی تھی بقرائن موجبہ معنی موت اور اس جگہ بقرائن موجبہ معنی نیند توفّی کی دوسری نوع نیند ثابت ہوئی ۔کیا اب بھی توفّی کے جنس اور موت اور نیند کے انواع ہونے میں شک باقی رہا ہے؟

تنبیہ: واضح ہو کہ نیند کے موقع پر قبض روح کا لفظ بولنے سے کسی کو یہ دھوکا نہ لگ جائے کہ نیند موت ہوتی ہے نفی کے لئے اسی آیت سورت زمر میں و الّتی لم تمت موجود ہے مرزا صاحب قادیانی نے اس آیت میں لفظ لم تمت چھوڑ دیا ہے تا کہ کسی کو یہ خبر نہ ہو جائے کہ سوئے ہوئے کا حکم لم تمت ہے، یعنی یہ کہ وہ مردہ نہیں اور حدیث شریف میں جو احیانا بعد ما اماتنا آیا ہے وہ اس آیت کے معارض نہیں کیونکہ قرآن شریف میں نفی حقیقتِ موت کی گئی ہے اور حدیث میں نیند کو موت مجازاً کہا گیا ہے بموجب اس تحقیق کے جو ہم نے ذکر کی نہ مطابق زعم مرزا صاحب قادیانی کے ۔اور اہل علم پر روشن ہے کہ حقیقت و مجاز کی رو سے نفی و اثبات کا فرق ہو تو ان میں تعارض و تناقض نہیں ہوتا کیونکہ ہر دو میں ذوات مختلف ہیں ۔

۲۳۔ قل یا ایّھا النّاس ان کنتم فی شكٍ مّن دینی فلا اعبد الّذین تعبدون من دون اللّه و لکن اعبد اللّه الّذی یتوفّاکم و امرت ان اکون من المؤمنین (یونس:۱۰۴) (اے پیغمبر، کہو اے لوگو! اگر تم میرے دین سے شک میں ہو تو (سن رکھو) میں تو ان کو، جن کو تم پوجتے ہو، کبھی نہیں پوجوں گا ۔ہاں

میں تو صرف اللہ کی عبادت کروں گا جو تم کو قبض کرتا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان داروں میں سے ہوں)۔

۲۴۔ یا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا (آل عمران:۵۴) (اے عیسی! میں ہوں تیرا بھر لینے والا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا اور کافروں سے تجھے پاک رکھنے والا)۔

آیات نمبر ۲۳، ۲۴ سے مراد یہ ہے کہ میں تو اپنا معبود اس ذات برحق کو بناتا ہوں جس کے قبضہ و اختیار میں تمہارا ایجاد و ابقاء اور اعدام و افنا اور ارجاع ہے جیسا کہ آیت کریمہ کیف تکفرون باللّه و کنتم امواتاً فاحیاکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ثمّ الیه ترجعون (بقرہ:۲۸) وامثالہا سے ظاہر ہے ۔اور صرف اعدام و افنا کے ذکر پر اکتفا کی یہ وجہ ہے کہ علوم عقلیہ میں ثابت شدہ ہے کہ ذکر احد الضدین کا استلزاماً ضد آخر پر دلالت کرتا ہے جیسے نور کہ اس کے ذکر سے اس کی ضد ظلمت کا بھی تصور حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح سواد سے بیاض ۔پس اسی طرح ذکر اعدام استلزاماً ایجاد کا مشعر بھی ہے ۔قرآن شریف میں اس کی نظائر بہت ہیں دیکھو تفسیر کبیر و کشاف و ابی السعو دتحت آیت سرا بیل تقیکم الحرّ مجرد گرمی کے ذکر سے اس کی ضد سردی بھی معلوم ہوسکتی ہے اور نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں تحت ثم یعرج الیه الّذ ین باتوا فیکم مسطور ہے کہ اس سے الّذین ظلموا پر بھی دلالت ہوسکتی ہے، پس ثانی کو استغناء حذف کیا لانّ ذکرا احد الضدّین تنبیه علی الضد الآخر ۔نیز اس لئے کہ تحقیق افناء و اعدام بغیر تحقیق ایجاد کے متصور نہیں ہوسکتا ۔پس جو توفّی بمقابلہ ایجاد مذکور ہو، لابدّ اس سے مراد اعدام ہو گی و هو الموت ۔اور باوجود ہر شئے کے قبضہ قدرت باری عزاسمہ میں ہونے کے، جیسا کہ فسبحان الّذی بیده ملکوت کلّ شیء سے ثابت ہے، صرف مخاطبین یعنی کفار ہی کو متعلق توفی گردانے میں تہدید کفار ملحوظ ہے جیسا کہ سباق سے ظاہر ہے اور یہی امر موید ہے تخصیص ذکر توفّی کا دون ذکر نعمة الایجاد لانّ المقام مقام تخویف و تهدید، یعنی ایجاد و خلق کی نعمت کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ مقام تخویف و تہدید کا ہے اور اصل بلاغت یہی ہے کہ مقتضائے حال کا لحاظ کیا جائے ۔اور نیز چونکہ اس آیت ما نحن فیها سے پہلے اہلاک کفار اور انجاء رسل اللہ و مومنین کا ذکر ہے اس لئے مراد اس پارہء آیت سے یہ ہوگی کہ میں اسی ایک معبود برحق کی پرستش کرتا ہوں جس نے مجھ سے تمہاری ہلاکت اور

میرے بقاء کا وعدہ کیا ہے۔ پس اس طریق سے بھی توفّی بمقابلہ ابقاء مذکور ہوئی۔ فثبت القرینة و اند فعت الرّیبة ۔

مضمون مذکور تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، ابن کثیر، فتح البیان، ابی السعود، رحمانی، کشاف وغیرہ سے ماخوذ ہے ۔

آیت ۲۳ اور ۲۴ میں توفی سے مراد رفع جسمی ہے بقرینہ صریحہ را فعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا (اٹھا لینے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف) اور آیت: بل رفعه اللّه الیه (نساء:۱۵۸) اور بموجب حدیث نزول کے بتصریح من السماء (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، نیز کنز العمال) کما سیجیء ذکر ذلك۔

بس اب قرآن شریف کی جملہ آیات توفّی کا پورا بیان ہو چکا اور ایک نیک باطن پاک طینت صاحب بصیرت کے لئے کوئی گنجائش انکار باقی نہ رہی۔ اور مرزا صاحب قادیانی کے طعن کا جواب، جس میں انہوں نے اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵ میں کل علمائے سلف وخلف کو ملحد ومحرف قرار دیا ہے، کافی طور پر ہو چکا کہ دیگر مواقع پر توفّی سے موت اور نیند مراد لینے کی یہ وجوہ ہیں اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں توفّی سے رفع مراد لینے کی وجہ یہ ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کو کوئی حق نہیں کہ ناحق علمائے اسلام کی شان میں بدزبانی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرے۔ (اب تو برزخ میں اس بدزبانی کا مزہ چکھ رہے ہوں گے)

چوں خدا خواہد کہ پردہء کس درد
میلش اندر طعنہء پاکاں کند

اگر کوئی لفظ کئی معنوں میں اطلاق پذیر ہے، خواہ وہ معنی حقیقی ہوں خواہ منقولی باقسامہا تو قرآن شریف میں اس کے مواضع کثیرہ میں ایک ہی معنی میں مستعمل ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ دیگر مواضع میں بھی اس کے یہی معنی لگیں گے کیونکہ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ سارے قرآن شریف میں کسی لفظ کے ایک ہی معنی ہیں اور صرف ایک جگہ پر اس لفظ کے اور معنی ہیں۔ یہاں صرف پانچ مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے زیادہ تحقیقات کے لئے تفسیر اتقان کو ملاحظہ فرماویں۔

اول: لفظ اصحاب النار قرآن میں جس جگہ آیا ہے اس کے معنی دوزخ میں جلنے والے کفار وفساق ہیں،

سوائے سورہ مدثر کے کہ اس میں اس کے معنی وہ فرشتے ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں۔

دوم: بعل کے معنی سورہ بقرہ اور نساء میں شوہر ہیں اور سورہ صافات میں نام ہے اس بت کا جسے وہ قوم پوجتی تھی جن کی طرف حضرت الیاس بھیجے گئے تھے۔

سوم: عود اور عادة کے معنی سارے قرآن میں تکرار فعل کے ہیں بجز آیت و الّذین یظاهرون من نّسائهم ثم یعودون لما قالوا (مجادلہ:۵۸) کے کہ اس میں توبہ اور پشیمانی مراد ہے۔

چہارم: ریب کے معنی ہر جگہ شک ہیں مگر ریب المنون (طور:۵۲) میں حوادث زمانہ مراد ہیں۔

پنجم: بروج سے مراد ہر جگہ کواکب ہیں، مگر بروج مّشیّدة (نساء:۷۸) میں اونچے اور محکم محل مراد ہیں۔

و رافعك الیّ

لفظ توفّی کی نسبت کافی طور پر تحقیق ہو چکی اور علم تصریف اور کتب لغت اور تفاسیر معتبرہ سے بہ بسط محقق ہو چکا کہ لفظ توفی اخذ الشّیء وا فیاً کسی چیز کو پورا پورا لینے کیلئے موضوع ہے، اور موت اور نینداور رفع اس کے انواع ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی ایک نوع کی تعیین کیلئے حاجت قرینہ کی ہوتی ہے۔ پس قول الٰہی یا عیسی انّی متوفّیك سے رفع جسد الی السّماء مراد لینے کیلئے پہلا قرینہ و را فعك الیّ ہے۔ اور را فعک الیّ سے رفع روح اور عزت کی موت مراد نہیں ہے جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں بلکہ مراد اس سے رفع جسم الی السماء ہے، لا غیر۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ صراح میں لکھا ہے

رفع برداشتن و هو خلاف الوضع۔ یعنی رفع کے معنی اوپر کے طرف اٹھانا ہیں برخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنی نیچے رکھنا، ہیں۔

اسی طرح المصباح المنیر میں لکھا ہے: رفعته رفعاً خلاف خفضته۔

لغت کی کسی کتاب میں رفع کے معنی، عزت کی موت، نہیں لکھے۔ اور نہ کسی محاورہ میں اس کا استعمال

اس معنی میں پایا گیا ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کا تصرف فی اللغۃ ہے جس طرح چاہتے ہیں قرآن وحدیث اورلغت کو اپنی مرضی کے تابع کر لیتے ہیں

(اکمل قادیانی رفع الی اللّٰہ سے عزت کی موت مراد لینے کی وجہ میں فرماتے ہیں: اگر کہیں عزت کی موت (مرزا نے) لکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ توفّی کے معنی موت اور رفع الی اللّٰہ سے مراد عزت دونوں ملا کر حاصل مطلب عزت کی موت ہوا ۔صفحہ ۲۷۔

جواب: جناب عیسیٰ کی نسبت توفّی اور رفع الی اللّٰہ ہردو مستقل بالمفہومیہ اور متساوق ہیں، ایک کو دوسرے کا ضمیمہ بنا کر معجون مرکب نہیں بنا سکتے)

اگر کہا جائے کہ جب رفع کا صلہ الی آتا ہے تو یہ کنایہ ہوتا ہے اعزاز واکرام سے جیسا کہ محاورہ رفعتہ الی السّلطان صراح میں موجود ہے (جیسا کہ مبارک علی سیالکوٹی نے القول الجمیل میں لکھا ہے) تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ اس محاورے سے تمسک کرنے سے مرزا کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ تو رفع الی اللّٰہ سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ پس جب تک محاورہ رفعتہ الی السّلطان میں عزت کی موت مراد نہ ہو، تب تک اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں۔

ثانیاً یہ کہ محاورہ رفعتہ الی السّلطان کو رفع جسمی کے انکار میں پیش کرنا استعداد علمی سے عاری ہونے کا نتیجہ ہے کیونکہ صراح کی پوری عبارت یوں ہے :

ونزدیک گردانیدن کسے را بکسے صِلته بِالِی و من ذلك قولهم رفعته الی السّلطان ۔

جب عبارت نزدیک گردانیدن کسے را بکسے، موجود ہے تو اس سے ذی علم وفہم کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ اس جگہ رفع سے مراد صرف رفعت منزلت ہے کیونکہ کسی کو کسی کے نزدیک کرنے میں قرب جسمی ملحوظ ہوتا ہے۔ پس محاورہ رفعتہ الی السّلطان کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس شخص کو گھر بیٹھے بٹھائے عزت دلا دی ، بلکہ معنی تو یہ ہیں کہ میں اس کو بادشاہ کے حضور لے گیا، عزت اور ذلت سے اس میں کوئی بحث نہیں۔ اگر وہ شخص منظور نظر شاہی ہے، تو حضور شاہی میں اسکی عزت ہوگی اور اگر کوئی مجرم ہے تو مورد سخطات شاہی ہوگا، کیونکہ بادشاہ اور حاکم کی حضوری میں عزت وذلت اپنی استعداد کے لحاظ سے ہے، نہ باعتبار بادشاہ کے قریب جانے

کے۔چنانچہ فتح الباری جز۹ صفحہ۴۳۱ میں محاورہ و رفعہ الی الحاکم کے معنی جو ہر طرح سے رفعتہ الی السّلطان کا ہم پلہ ہے احضرہ للشکوی یعنی شکایت کے لئے حاکم کے حضور لے جانا لکھے ہیں۔

ثالثاً یہ کہ صراح کی عبارت کا مطلب عند ارادۃ الاعزاز یہ ہے کہ بر تقدیر ارادہء معنی اعزاز و مرتبہ رفع کا صلہ الی آنا چاہیے، نہ یہ کہ جس جگہ رفع کا صلہ الی ہو اس سے بغیر اعزاز و اکرام کے اور کچھ ارادہ ہی نہیں کر سکتے تا کہ رفع جسمی ممنوع خیال کیا جائے اور مخالف کو کامیابی ہو، بلکہ الی کے صلہ ہونے کے وقت نظر بر اصل واقعہ کہیں رفع جسمی اور اعزاز دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں۔چنانچہ محاورہ و رفعتہ الی السّلطان میں جس صورت میں کہ متکلم نے مفعول کو اصالۃً یا وکالۃً بجسمہ لے جا کر سلطان کے ہاں معزز بنایا ہو اور ظاہر ہے کہ معنی وضعی اور معنی کنائی کا اجتماع ممتنع نہیں بخلاف حقیقی اور مجازی کے کما سیجیء ۔اور کسی جگہ صرف رفع جسمی بغیر ارادہ اعزاز کے پایا جاتا ہے جیسا کہ امثلہ ذیل اس امر کی مشعر ہیں:

المثال الاوّل : المصباح المنیر میں بذیل لفظ رفع لکھا ہے رفعت الزّرع الی البیدرِ اور اس کے معنی صراح میں یوں کئے ہیں ، برداشتم غلہ درودہ و بخرمن گاہ آوردم۔یعنی میں کھیت کو کاٹ کر اور غلہ اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آیا۔

ایسا ہی قاموس میں ہے: و الزرع حملوہ بعد الحصاد الی البیدر۔

رفعوا الزرع کے یہ معنی ہیں کہ کسان کھیت کاٹنے کے بعد اٹھا کر خرمن گاہ میں لے آئے

اسی طرح اساس البلاغۃ میں بھی ہے۔

المثال الثّانی :صحیح بخاری باب اذا وکّل رجلاً فترک الوکیل شیئاً میں حدیث و کالۃ ابی ہریرہ بحفظ زکوۃ رمضان میں الفاظ لارفعنّك الی رسول اللّٰہ ﷺ وارد ہیں۔اور فتح الباری باب الوکالۃ جزء ۹ صفحہ۴۳۱ میں لارفعنّك کے ذیل میں لکھا ہے:

لاذ ھبنّ بك اشکوك یقال رفعہ الی الحاکم اذا احضرہ للشّکوی یعنی ابو ہریرہ ؓ نے (شیطان سارق غلہ خیرات کو کہا کہ) آج تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی جناب میں تیری (بدعملی) کی شکایت کیلئے لے چلوں گا۔

اوراسی طرح یہ محاورہ ہے رفعه الی الحاکم یعنی وہ اس کو حاکم کے حضور میں اس کی (بدعملی کی) شکایت کیلئے لے گیا۔اگر رفع کے معنی بوقت صلہ الی صرف اعزاز واکرام ہوتے ہیں تو کیا معاذ اللہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شیطان سارق (چور) کو عزت دلانی چاہی تھی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی جناب پاک میں؟ نعوذ باللّٰہ من ذلك

المثال الثّالث: صحیح بخاری باب فضل الکھف و نزول السکینة ونیز مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۷۶ حدیث قراۃ اسید بن حضیر،سورۃ الکھف میں رفع رأسه الی السّماء (اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا) اور نیز فرفعت رأسی الی السّماء (پس میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا)، وارد ہے۔اس حدیث میں بھی دو دفعہ رفع کے ساتھ صلہ الی آیا ہے اور دونوں جگہ رفع جسمی مراد ہے بغیر ارادہ رفعِ منزلت کے۔

المثال الرابع: صحیح بخاری و صحیح مسلم ونیز مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیّت صفحہ ۱۴۲ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینبؓ کے فرزند ارجمندؓ کے فوت ہوجانے کی حدیث میں فرفع الی رسول اللّٰہ ﷺ الصّبی ّ۔یعنی وہ لڑکا (رسول اللہ ﷺ کا نواسہ) آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔سبحان اللہ! رفع جسمی کے لئے کیا عمدہ مثال ہے۔موت کا وقت بھی ہے اور پھر یہاں عزت کی موت مراد نہیں۔

المثال الخامس: اللہ تعالی نے سورہ فاطر میں فرمایا:

الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل ا لصّالح یرفعه (فاطر:۱۰)

(کلمہ طیب خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل کو خدا بلند کرتا ہے)

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

(الیه) تعالی لا الی غیره (یصعد الکلم الطّیّب) الصّعود هو الحرکة الی فوق وهو العروج ایضاً وموضع الثّواب فوق و موضع العذاب اسفل ومعنی صعوده الیه قبوله له او صعود الکتبة من الملائکة بما یکتبونه من الصّحف (کلمہ طیب صرف خدا ہی کی طرف چڑھتا ہے اور صعود اس حرکت کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو،اور اسے عروج بھی کہتے ہیں۔اور ثواب کی جگہ اوپر کو ہے اور عذاب کی جگہ نیچے کو ہے،اور خدا کی طرف کلمہ کے صعود کے معنی ہیں خدا کا اس کو قبول کر لینا، یا اس کے

معنی ہیں کراماً کاتبین فرشتوں کا ان صحیفوں کو لے کر چڑھنا، جو وہ لکھتے ہیں)

صورت ثانیہ یعنی ملائکہ کا اعمال عباد کو کتابت میں لا کر صعود الی السّماء کرنا حدیث شریف کے بالکل موافق ہے جیسا کہ اسی تفسیر میں آگے بروایت ابن مسعودؓ ذکر کیا ہے:

انّ العبد المسلم اذا قال سبحان اللّٰہ و بحمدہ و الحمد اللّٰہ و لا الہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وتبارک اللّٰہ قبض علیھنّ ملک فضمّھنّ تحت جناحہ ثمّ یصعد بھنّ الی السّماء فلا یمرّ بھنّ علی جمعٍ من الملائکۃ الّا استغفر لقائلھنّ حتّی یحیّ بھنّ وجہ الرّحمن ثم قرأ: الیہ یصعد الکلم الطّیّب ۔ الآیہ (جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللّٰہ و بحمدہ ... الخ ۔ پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ (جو ان کلمات پر مؤکل ہوتا ہے) ان کلمات کو لے لیتا ہے اور اپنے بازوؤں کے نیچے لگا کر آسمان پر لے چڑھتا ہے۔ پس فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گزرتا ہے وہ سب اس کے قائل کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالی کی جناب پاک میں تحفۃً پیش کئے جاتے ہیں (عبداللہ ابن مسعودؓ نے یہ حدیث سنا کر) پھر آیت الیہ یصعد الکلم الطّیّب .. الخ ۔ پڑھی۔

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں بھی اس آیت کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور یہ معنی دیگر کئی احادیث سے بھی ثابت ہیں چنانچہ صحیح بخاری باب ذکر الملائکۃ میں کراماً کاتبین کی نسبت ثم یعر ج الیہ الّذین باتوا فیکم (پھر وہ جو رات کو تم میں رہے خدا کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں) وارد ہے۔ نیز معلوم رہے کہ اس جگہ بھی عروج جو صعود کا مترادف ہے اس کا صلہ الی آیا ہے اور مراد عروج حقیقی ہے، نہ کنائی نہ مجازی۔

دیگر یہ کہ صعود الی اللّٰہ سے قبولیت مراد رکھنا بنا بر ارادہ معنی لازمی ہے اور ممارس کتب فن پر ظاہر ہے کہ لازمی معنوں کے ساتھ حقیقی معنوں کا ارادہ جائز ہے جیسا کہ آگے بحث کنایہ میں مفصل طور پر مطوّل سے نقل کیا جائے گا، انشاء اللہ کیونکہ کلمات طیبات مکتوب ہو کر آسمان کی طرف مرفوع ہوتے اور جنابِ خدا میں قبول ہوتے ہیں ۔

المثال السّادس : صحیح مسلم میں ہے :

یرفع الیہ عمل اللّیل قبل عمل النّھار

(رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے، پیشتر اس کے کہ دن کا عمل صادر ہو)

اس میں بھی رفع کا صلہ الـــــی آیا ہے اور صورت صعود اعمال کی اوپر مثال میں گزر چکی۔ گویا یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیت الیہ یصعد الکلم الطّیّب کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں:

یرفع الیه عمل اللّیل قبل عمل النّهار یعنی برداشتہ میشود و بالا بردہ میشود بسوئے درگاہِ وے عملہائے بندگان کہ در شب مے کنند پیش از عملہائے کہ در روزے کند و عمل النهار قبل عمل اللّیل و برداشتہ میشود عملِ روز پیش از عمل شب یعنی ہنوز روز نشدہ و عملے درآں واقع نشدہ کہ عمل شب بالا می برند و شب نرسیدہ کہ عمل روز ببرند و دریں مبالغہ است در مسارعت ملائکہ موکل با عمال عباد و امتثال امر و سرعت عروج ایشاں بحالِ عرض و مصاعدِ سماوات ایشاں برفع اعمال در ادنی ساعت چہ فرق میان روز و شب جز آنی و جز ولا یتجزی نبود

ایسا ہی امام نووی ؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

فانّ الملائكة الحفظة يصعدون باعمال اللّيل بعد انقضائه فى اوّل النّهار و يصعدون باعمال النّهار بعد انقضائه فى اوّل اللّيل

(ملائکہ محافظین رات کے اعمال اس کے گزر جانے پر دن کے اول وقت میں لے چڑھتے ہیں اور (اسی طرح) دن کے اعمال اس کے گزرنے پر رات کے شروع میں لے چڑھتے ہیں۔

المثال السّابع: مجمع البحار میں زیر لفظ رفع لکھا ہے:

فرفعه الى يده اى رفعه الى غاية طول يده ليراه النّاس فيفطرون (جلد ثانی ص ۲۳) (آنحضرت ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک کی لمبائی کے برابر اوپر اٹھایا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں اور روزے افطار کریں)

المثال الثّامن: مجمع البحار جلد ۲ ص ۲۳ یر فعه الى النّبىّ ﷺ۔ اس میں بھی صلہ الی آیا ہے اور مراد اس سے مدخول الی کی طرف بات کو نسبت کرنا اور اس تک پہنچانا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ جب رفع کا صلہ الـی آتا ہے تو اس کے معنی شیء مذکور کو مدخول

الی کی طرف اٹھانا، ہوا کرتے ہیں بغیر ارادہ ءمعنی موت و اعزاز و اکرام کے،خواہ وہ شئے جوہر ہو خواہ عرض ۔

خلاصہ یہ کہ لغت میں رفــــع کے حقیقی اور وضعی معنی ،اوپر کو اٹھانا، ہیں، برخلاف وضـــــع اور خفض کے کہ ان کے معنی نیچے رکھنا ہیں۔پس جہاں رفع کا مفعول کوئی جسم ہو گا وہاں اس سے مراد نیچے سے اوپر کو حرکت دینا ہو گی اور اگر اس کا متعلق و معمول کوئی معنی ہو گا، تو اقتضائے مقام پر محمول ہو گا جیسے محاورہ رفعته الی الحاکم میں اگر ضمیر منصوب سے مراد کوئی جسم ہو، تو اس سے مراد رفع جسمی ہو گی اور اگر کوئی امر و معاملہ ہو تو صرف اس امر کا پیش کرنا مراد ہو گا۔اس بیان کی تصدیق کیلئے المصباح المنیر کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو تا کہ اللہ ظلمات شکوک سے نجات دے:

فالرّفع فی الاجسام حقیقة فی الحرکة و الانتقال فی المعانی علی ما یقتضیه المقام (لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو، ویسی مراد ہوتی ہے)

مصباح کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ رفع کے حقیقی اور وضعی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت و انتقال کے ہوتے ہیں اور نیز محاورات سابقہ سے روشن ہو گیا کہ رفع کا صلہ جب الی آئے تو اس کے معنی شئے مذکور کا مدخول الی کی طرف مرفوع ہونا، ہوا کرتے ہیں۔پس اس بیان و تحقیق سے و رافعك الیّ سے یہ محقق ہوا کہ عیسی بجسدہ زندہ مرفوع الی السّماء ہوئے کیونکہ رافعک میں ضمیر مخاطب راجع بطرف منادی یعنی عیسیٰؑ ہے۔اور اسمائے اجسام مع ارواح کے ہوا کرتے ہیں نہ مجرد ارواح کے اور نہ مجرد اجسام کے اور کلمات الی اللّه اور الی السّماء ہر دو سے ایک ہی مقصود ہے علی ما سنبیّن انشاء اللّه (جیسا کہ ہم جلد ہی بیان کرینگے)۔

ثالثا! یہ کہ کنایات بغیر ارادہ معنی کنائی و بغیر مطابقت باصل واقعہ کے اور مجازات بغیر تعذر حقیقت یا وجود قرینہ صارفہ کے مراد نہیں لئے جاسکتے۔مثلاً کشف السّــــاق جو کنایہ شدت اور مستعدی سے ذکر کیا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ محاورہ اپنے معانی حقیقیہ یعنی پنڈلی کو برہنہ کرنا، پر کبھی بھی دال نہیں ہو گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی سے گذرنے کے وقت یا کسی اور تقریب سے اپنی ساق (پنڈلی) کو فی الواقع

برہنہ کرلے تو یہ الفاظ معانی حقیقیہ پر محمول ہوں گے جیسے کہ سورہ نمل میں و کشفت عن ساقیھا کہ بلقیس نے (شیش محل میں جاتے وقت شیشے کے فرش کو پانی خیال کر کے اپنے پائینچوں کو سمیٹا اور) اپنی پنڈلی کو ننگا کیا (علی قولٍ) اور اگر حالات اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس شخص نے اپنی پنڈلی برہنہ نہیں کی اور متکلم نے بھی اس معنی کا ارادہ نہیں کیا تو یہی الفاظ کنایہ ہوں مستعدی یا شدت سے جیسا کہ تفسیر اتقان میں ہے:

اصبر عناق انّه شر باق

قد سنّ لی قومك ضرب الاعناق

و قامت الحرب بنا علی ساق

مع ہذا معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں جمع ہو سکتے ہیں برخلاف مجاز کے کہ یہ حقیقت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ اور کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے جیسا کہ مطوّل میں بالتصریح موجود ہے:

الکنایة لفظ ارید به لازم معناه مع جواز ارادته معه ای ارادة ذلك المعنی مع لازمه کلفظ طویل النجاد المراد به لازم معناه اعنی طول القامة مع جواز ان یّراد حقیقة طول النّجاد ایضاً فظهر انّها تخالف المجاز من جهة ارادة المعنی الحقیقی للفظ مع ارادة لازمه لارادة طول النجاد مع ارادة طول القامة بخلاف المجاز فانّه لا یصح فیه ان یّراد المعنی الحقیقی (کنایہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے اسکے لازمی معنی کا ارادہ کیا جائے ، اور اس لازمی معنی کے ساتھ اس لفظ کے اصلی معنی کا ارادہ بھی جائز ہو۔ مثلاً لفظ طویل النجاد کہ اس سے اس کے لازمی معنی یعنی قد کی درازی مراد ہیں اور ساتھ ہی اس کے حقیقی معنی (شرافت نسب) بھی مراد لینے جائز ہیں۔ پس ظاہر ہوگیا کہ کنایہ اور مجاز میں یہی فرق ہے کہ کنایہ میں حقیقی اور لازمی ہر دو معنی جمع ہو سکتے ہیں بخلاف مجاز کہ اس کے ساتھ حقیقی معنی جمع نہیں ہو سکتے)۔

اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں را فعك الیّ کے معنی حقیقی یعنی رفع جسمی جو بالکل حق ہیں اور معنی کنائی (فرضی) یعنی رفع منزلت جو مراد نہیں ہیں، ان دونوں میں تبائن کلی و منافات نہیں ہے بلکہ دونوں معاً مجتمع و متحقق ہو سکتے ہیں کیونکہ رفع جسمی بہ نسبت عبدِ صالح مستلزم اعزاز و اکرام ہوتی ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے و رفع

ابویه علی العرش یعنی حضرت یوسف ؑ نے اپنے والدین کو تخت پر چڑھا بٹھایا۔

خصوصاً مسئلہ ما نحن فیھا یعنی رفع مسیح الی السماء میں رفعت قدر و منزلت بھی بطریق اولی احسن پائی جاتی ہے۔ پس معنی کنائی ہم کو مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ ارادہ معنی کنائی کے وقت ارادہ معنی حقیقی بالضرور ممنوع ہے اور معنی مجازی کی نسبت یہ جواب ہے کہ ارادہ مجازات بغیر حقیقت کے ممنوع ہونے کے یا بغیر قرینہ موجود ہونے کے ممنوع ہے جیسا کہ علم اصول اور بیان میں مصرح ہے۔

اسی لئے قرآن شریف میں جہاں کہیں رفع سے مراد رفع بحسب الدرجہ مراد ہے وہاں بالضرور قرائن صارفہ موجود ہیں مثلاً آیات: رفع بعضھم درجات (بقرہ:۲۵۳) اور نرفع درجات من نّشاء (انعام ویوسف) اور رفع بعضکم فوق بعضٍ درجات (انعام) اور رفعنا بعضھم فوق بعض درجات (زخرف) میں لفظ درجات بالتصریح موجود ہے پس چونکہ و رافعك الی سے ارادہ رفع جسم الی السماء کے لئے نہ تو تعذر حقیقت لازم آتا ہے اور نہ کوئی قرینہ موجود ہے اس لئے اس جگہ محض رفع منزلت مراد نہیں لے سکتے۔

عوام کے افہام کے لئے اس قدر کافی ہے کہ وہ آیت جو کہ حضرت یوسف ؑ کے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھانے کے بارے میں ہے، یاد رکھیں کہ جس طرح اس آیت میں مفعول رفع کا مدخول علی پر حقیقۃً بالجسد مرفوع ہونا مراد ہوتا ہے اسی طرح یا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ میں حضرت مسیح کا بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونا مراد ہے اور اسی طرح آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعه (فاطر) میں مفعول یصعد یعنی کلمہ طیب کا مدخول الی یعنی جنابِ باری تعالی عزاسمہ میں آسمان پر مرفوع ہونا مراد ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حدیث شریف میں وارد ہے اور اس کی کچھ شرح پہلے گذر چکی ہے۔ نیز آیت ثانیہ سورہ فاطر سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ ارتفاع الی اللّٰه اور صعود الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں۔ کیونکہ صورت صعود کلمات طیبات کی یہ ہے کہ کراماً کاتبین اعمال عباد لکھ کر آسمان پر جنابِ باری عزاسمہ میں پیش کرتے ہیں۔

جملہ تفاسیر معتبرہ مثل تفسیر کبیر، معالم، جلالین، سواطع الالہام، جامع البیان، رحمانی (جو بیان نکات

قرآنی میں بے مثل ولا ثانی ہے)، فتح البیان،، ابن کثیر، مدارک، درمنثور، بیضاوی، خازن، السراج المنیر، کشاف، ابی السعود اور عباسی، ان سب منقولی و معقولی تفاسیر میں بلا خلاف رافعك الیّ سے رفع الی السّماء مراد لکھا ہے۔ چنانچہ بعض کی عبارات تحریر میں یوں ہیں :

تفسیر رحمانی میں لکھا ہے:

(و) لا ادع لك شهوة طعام و شراب فتحتاج الی مساكنة الارض (را فعك الیّ) ای الی سمائی (و) انّما ارفعك لانّی (مطهّرك من) جوار (الّذین كفروا) لئلا یصل الیك من آ ثارهم شیء (و) كما اجعلك فوق اهل الارض فانا (جاعل الّذین اتّبعوك) من المسلمین و النّصاری (فوق الّذین كفروا) لك من الیهود یغلونهم (الی یوم القیامه) (اور میں تجھے کھانے پینے کی خواہش ہی باقی نہ رکھوں گا کہ تجھے زمینی سکونت کے اسباب کی حاجت پڑے کیونکہ میں تجھے اپنے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں کہ تجھے کفار کی مصاحبت سے پاک رکھوں تا کہ تجھے ان کے ہاتھ سے کوئی گزند نہ پہنچے اور جس طرح تجھے زمین والوں سے اونچا کروں گا اسی طرح تیرے تابعداروں کو (جو مسلمان اور عیسائی ہیں) تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھونگا)۔

علامہ علی مہائمی نے اس عبارت جامعہ میں منکرین کے شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے کہ اگر حضرت روح اللہ آسمان پر موجود ہیں تو کھاتے کہاں سے ہیں؟

اسی طرح تفسیر کشاف اور مدارک میں ہے:

(و را فعك الیّ) ای الی سمائی (و مِقرِّ ملائكتی) (تجھ کو اپنے آسمان اور اپنے فرشتوں کی قرارگاہ میں اٹھالینے والا ہوں)

سبحان اللہ! علامہ جاراللہ زمخشری باوجود اہل اعتزال کا امام ہونے کے اپنی اس تفسیر میں جو قرآن مجید کی عربیت بیان کرنے میں سب کی استاد تسلیم کی گئی ہے را فعك الیّ میں حقیقی معنی رفع الی السماء کو چھوڑ کر تاویل نہیں کر سکے۔ اگر ان کو عربیت اجازت دیتی تو وہ ضرور تاویل کرتے۔ اسی طرح تفسیر بیضاوی و سراج منیر اور ابی السعود میں بھی ہے۔

و مطهّرك من الّذين كفروا

و متوفّيك سے رفع جسم مراد لینے کے لئے دوسرا قرینہ الفاظ مطهّرك من الّذين كفروا ہیں اس جگہ تطہیر سے مراد کفار کے ہاتھ سے صاف بچا لینا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مشرکین کو نجس اور پلید قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا: انّما المشركو ن نجس (توبہ:۲۸) (مشرکین، بوجہ خباثت شرک، نجس ہیں) ابن جریر اپنی تفسیر میں حضرت ابن جریج رومی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن جريج قوله انّى متوفّيك و را فعك اليّ و مطهّرك من الّذين كفروا قال فرفعه ايّاه اليه توفّيهِ ايّاه و تطهيره من الّذين كفروا (ج ۳ ص ۱۴۷۔۱۴۸) (کہ انہوں نے قول الہی انیّ متوفّیک .. الخ کے بارے میں کہا کہ خدا کا عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لینا ہی آپ کی توفی ہے، اور یہی کفار سے تطہیر ہے)

(اکمل صاحب اس مقام پر سخت حیران ہیں۔ کبھی تو تطہیر سے مراد تخلیص مان جاتے ہیں، گو الٹی طرف سے ناک پکڑ کر اور کبھی صاف انکار کر جاتے ہیں اور کبھی نہایت سادگی سے کہتے ہیں: مگر یہ تخلیص وانجاہ کیا آسمان پر جانے ہی سے ممکن ہے؟ کیا دوسرے ملک میں چلے جانے سے ممکن نہ تھی؟ صفحہ ۳۱۔

جواب: جناب معقولات جانے آپ کی بلا۔ سنئے! ممکنات میں سے جب ایک صورت واقع ہو جائے، تو وہ ممکن درجہ وجوب میں آ جاتا ہے پس اس کے علاوہ دوسری ممکن صورتوں کے امکان کی وجہ سے اس واجب کا انکار سفاہت ہے۔ اور اس جگہ تطہیر سے مراد تخلیص بنا بر موقع ذکر ہے اسے اصطلاح علمائے اصول میں، سوق کلام، کہتے ہیں جو آپ نہیں جانتے اور قرائن حالیہ ومقالیہ اس کے مؤید ہیں)

جملہ تفاسیر معتبرہ کیا معقولی اور کیا منقولی مثل تفسیر کبیر ومعالم وجلالین وتفسیر فیضی ورحمانی وفتح البیان وجامع البیان ومدارک وسراج منیر وخازن وکشاف وابی السعود وعباسی وبیضاوی وابن کثیر میں و مطهّرك من الّذين كفروا کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی اور نجات لکھے ہیں بلکہ تفسیر فتح البیان اور ابن کثیر میں اس جگہ رفع الى السّماء بھی ذکر کیا ہے۔

پس آیت انّى متوفّيك .. کے صحیح معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لوں گا اور تجھے کفار کے شرّ سے صاف بچا لوں گا۔

(اکمل صاحب نہایت بے باکی سے لکھتے ہیں: اور پندرہ تفاسیر کا حوالہ جو دیا کہ ان میں اس آیت کے معنی کفار کے ہاتھ سے خلاصی ونجات کے لکھے ہیں، وہ برابر ہمارے اعتقاد کی تصدیق کررہے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو ان کے ہاتھوں سے خلاصی ونجات دی اور کشمیر چلے آئے۔ ص ۳۷۔

جواب: اکمل صاحب مفسرین پر یہ افتراء کیسا؟ ان میں سے جس تفسیر میں کشمیر کی تصدیق لکھی ہے بھلا کسی مجلس میں دکھائیں تو سہی۔ ہاں سماء کے معنی کشمیر کرلیں تو امر دیگر ہے)

تعجب ہے کہ قرآن کی صاف تصریحات کے برخلاف ایک مسلمان کس طرح تسلیم کرسکتا ہے کہ یہود نے آپ کو پکڑوا کر صلیب پر چڑھوادیا اور آپکے سر پر (استہزاءً) کانٹوں کا تاج پہنایا گیا اور آپکے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکی گئیں اور آپ کی پسلی میں نیزہ مارا گیا نعوذ باللہ

(یہ سب امور نصاری کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کے اعتبار سے سرسید احمد خان اور مرزا قادیانی تصلیب مسیح کے قائل ہوئے ہیں۔ نہ تو یہ کتابیں معتبر ہیں اور نہ انکے بیانات قابل اعتبار ہیں۔

اول: اس وجہ سے کہ ان کتابوں کے مصنفین تک ان کی سند متصل نہیں اور نہ ان کی طرف ان کی نسبت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوم: اس وجہ سے کہ جن مصنفوں نے بھی ان کو لکھا انہوں نے واقعات مندرجہ کی کوئی سند نہیں بیان کی اور نہ سلسلہ روایت کو ذکر کیا۔

سوم: اس وجہ سے کہ ان میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب سپاہی حضرت مسیح کو گرفتار کرنے آئے تو آپ کے شاگرد بھاگ گئے۔ دیکھو متی ۲۶:۵۶ اور مرقس ۱۴:۵۰۔ پس جب واقعہ کے وقت کوئی بھی مومن موجود نہیں تھا تو کس کی شہادت سے اس کا اعتبار کیا جائے؟

چہارم: اس وجہ سے کہ واقعہ صلیب اور اس کے ضمیمہ جات کی نسبت انہی مصنفین اناجیل میں کئی قسم کی اختلاف بیانیاں ہیں مثلاً

۱۔ متی ۲۶:۴۸ اور مرقس ۱۴:۴۴ اور لوقا ۲۲:۴۷ میں مرقوم ہے کہ یہوداہ اسکریوطی نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر آپ کو شناخت کرایا۔ لیکن اس کے برخلاف یوحنا ۱۸:۵ میں مرقوم ہے کہ خود حضرت مسیح نے سپاہیوں کو اپنے آپ بتایا کہ میں مسیح ہوں اور انہوں نے آپ کو گرفتار کیا۔

۲۔ اسی طرح متی ۲۷:۳۲ اور مرقس ۱۵:۲۱ اور لوقا ۲۳:۲۶ میں مسطور ہے کہ سپاہیوں نے ایک دیہاتی شخص شمعون کرینی کو، جو دیہات سے آرہا تھا، بیگاری میں پکڑا اور اسے حضرت مسیح کی صلیب اٹھوائی اور وہ اسے اٹھا کر مقام گلگتا تک، جہاں وہ صلیب دیئے گئے، لے گیا۔ لیکن اس کے برخلاف انجیل یوحنا ۱۹:۱۷ میں مسطور ہے کہ صلیب خود حضرت مسیح نے اپنے کندھوں پر اٹھائی اور مقام گلگتا تک لے گئے۔

۳: اسی طرح انجیل متی ۲۷:۵ میں اس روپیہ کی بابت جو یہوداہ اسکریوطی نے حضرت مسیح کو پکڑوانے کی رشوت میں لیا، یہ لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد یہوداہ وہ روپیہ مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی لیکن اس کے برخلاف کتاب، رسولوں کے اعمال ۱:۱۸ میں لکھا ہے کہ اس نے روپئے سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔

پس ایسے صاف اختلافات کے ہوتے ان کا بیان ہرگز قابل اعتبار نہیں رہتا اور صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی نے جو فرمایا و انّ الذین اختلفوا فیه لفی شکّ مّنه ما لھم من علم الّا اتّباع الظّنّ ۔ نساء ۔بالکل حق ہے،یعنی جن لوگوں نے اس مر میں (حق سے) اختلاف کیا،وہ بالضرور شک میں ہیں۔ان کو سوائے گمان کی پیروی کے کوئی بھی علم نہیں)

اگر کوئی کہے کہ اس جگہ تطہیر سے مراد ان الزاموں سے بری کرنا ہے جو یہود آپ کی ولادت بلا پدر کے بارے میں لگاتے تھے،تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالی نے آپ کو ان سب الزاموں سے پاک کیا اور بری بیان کیا اور یہ امر قرآن شریف میں متعدد مقامات پر اشارۃً صراحۃً مذکور ہے لیکن خاص اس مقام پر تطہیر سے مراد سوائے ان کے مکر سے بچا لینے کے اور کچھ نہیں

(اکمل صاحب لفظ مکر کی اس تشریح کو جو ہم نے سابقاً کئی صفحوں میں بیان کی ہے نظر انداز کر کے فرماتے ہیں،مکر کیا تھا ؟ آپ خود ہی حسب قول اپنے بول اٹھے،قتل،بس اس سے اللہ نے نجات دے دی۔ص ۳۰۔

جواب: جناب والاً! اس جگہ مکر سے مراد قتل مع اس کے اسباب کے ہے کیونکہ قتل کے لئے کوئی نہ کوئی صورت اور اس کے اسباب ضروری ہیں اور وعدہ مطھّرك میں قتل اور اس کے اسباب سے بالکلیہ صاف صاف بچا لینا مقصود ہے۔پس نہ قتل ہوا اور نہ اسباب قتل جن کا انہوں نے منصوبہ باندھا تھا،منعقد ہو سکے ۔اسی لئے ما قتلوہ کے بعد ما صلبوہ کی تصریح ضروری ہوئی کہ صلیب پر چڑھانا قتل کا ذریعہ اور سبب تھا پس اس کی بھی نفی کردی فا فھم و لا تکن من القا صرین)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مطھرك کا وعدہ بوقت تبلیغ رسالت ہے،جب یہود آپ کے قتل کے درپئے تھے،جیسا کہ سابقاً فلما احسّ عیسی منھم الکفر اور مکروا و مکر اللّٰہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا،اور ان الزامات سے برأت اس سے پیشتر تکلم فی المھد سے ہو چکی تھی اور جو امر پہلے گذر چکا ہو اس کا آئندہ وعدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وعدہ ہمیشہ اس امر کا کیا جاتا ہے جو حاصل نہ ہو۔پس وعدہ مطھّرك من الّذین کفروا جو تکلم فی المھد سے کئی سال بعد ہوا،اس سے برأت از طعن مراد نہیں ہو سکتی اور چونکہ بالکلیہ صاف بچا لینا تھا اسلئے مبالغۃً اس معنی کو لفظ تطہیر سے بیان کیا۔چنانچہ اس کی کچھ تفصیل متوفیک کی بحث میں گذر چکی اور کچھ ابھی مذکور ہو گی۔

(اکمل صاحب نے اس موقع پر عجیب کمال دکھایا ہے کہ صلیب پر کئی ایک مصیبتیں اٹھا کر اور نیم مردہ ہو کر صرف موت سے بچ رہنے کی بابت بھی لکھتے ہیں: صاف بچ نکلے۔

جواب: سبحان اللہ! صاف بچنے کی یہ صورت قادیان والے ہی سمجھتے ہوں ہوں گے۔ بندہ ءخدا! کیوں عقل کے پیچھے ٹوٹ کر پڑے ہو اور جس امر کو خدا تعالی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وما صلبوہ ،خواہ مخواہ اس کے خلاف کیوں باتیں کرتے ہو)

اگر کہا جائے کہ تطہیر از طعن، محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت قرآن شریف میں کی جانے کا وعدہ ہوسکتا ہے، تو اس جواب یہ ہے کہ قرآن شریف نے صرف حکایۃً مضمون بیان کیا ہے جو عیسیٰؑ نے عادۃً کلام نہ کرنے کی عمر میں بیان کیا تھا، پس اصل برأت تو اس سے ہوگی اور کوئی فعل نقل کرنے والے کی طرف اصالۃً منسوب نہیں ہوسکتا، پس یہ عذر بھی درست نہیں۔

(اکمل صاحب نے یہاں نئی توجیہہ نکالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وعدہ تطہیر علاوہ اس کے اس الزام کے متعلق ہے جو لعنتی موت کا یہود لگاتے تھے۔ص ۳۱۔

جواب: جناب من! علاوہ کا علاوہ کیوں ساتھ رکھ دیا۔ اس کی تو کافی تردید ہوچکی، کچھ جواب تو بن آیا نہیں اور علاوہ یونہی لکھ مارا۔ دیگر یہ کہ ؛لگاتے تھے؛ کیسے دھر گھسیٹا۔ ذرا سوچو تو یہ بشارت تو آپ کو زندگی میں واقعہ صلیب سے قبل ہو رہی ہے۔ واقعہ صلیب سے پیشتر لعنتی موت کا الزام کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ آپ نے ؛ لگاتے تھے؛ صیغہ ماضی لکھ مارا۔

دیگر یہ کہ صلیب پر چڑھایا جانا، یا اس سے قتل کیا جانا کوئی گناہ نہیں کہ موجب الزام ہوسکے، پس اس تطہیر کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کہا جائے کہ یہود کے خیال میں صلیب کی موت لعنتی تھی جیسا کہ کتاب استثنا میں مذکور ہے، پس اس نظر سے صلیب کی موت موجب الزام ہوسکتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب استثنا کے اس حوالہ سے یہ نتیجہ نکالنا قادیانی ایجاد ہے۔ وہاں کہیں بھی مذکور نہیں کہ مطلقاً صلیب پر لٹکایا ہوا لعنتی ہوتا ہے۔ بلکہ خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو، جیسا کہ نفس عبارت میں مذکور ہے ۔دیکھو کتاب استثنا باب ۲۱۔آیت ۲۲ میں مکتوب ہے: اگر کسی نے ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو۔۔الخ)

اس جگہ رفع الی السّماء کو توفّی سے تعبیر کرنے میں ایک خاص نکتہ ہے جو تفسیر کبیر اور خازن میں مذکور ہے کہ:

انّ التوفّی ا خذ الشّیء وافیاً و لمّا علم اللّٰه انّ من النّاس من یّخطر بباله انّ الّذی رفعه اللّٰه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلا م لیدلّ علی انّه علیه الصّلوة و السّلا م رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده (تفسیر کبیر ج۲) (توفّی کے معنی ہیں کسی چیز کو بتمامہ لے لینا ،اور چونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ کسی شخص کے دل میں یہ بھی گزرے گا کہ اللہ نے عیسیٰؑ کی (صرف) روح کو اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں اٹھایا تھا اس لئے اللہ نے یہ کلام، انّی متوفّیک ،فرمایا تا کہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ تعالی نے آپ کو بتمامہ مع جسم اور روح کے (زندہ)

آسمان پر اٹھالیا)

سبحان اللہ! قرآن شریف کیسا معجز کلام ہے اور امام رازی بھی قرآن شریف کے کیسے رمز شناس ہیں کہ جو بات مرزا جی کئی صدیوں بعد کہنے والے تھے اس کی تردید پہلے ہی فرما دی۔ یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جو پوری پوری واقع ہوئی ۔

کشف مغالطہ: صحیح بخاری میں مذکور ہے:

قال ابن عباس متوفّيك مميتك (کتاب التفسیر سورہ مائدہ) یعنی ابن عباس متوفّيك کے معنی مميتك کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو الہام بانی کے علاوہ مغالطہ دہی میں خاص کمال تھا اور کسی سیدھی بات کو بھی الٹا کر کچھ کا کچھ کر دکھانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا پس اس مميتك سے پہاڑ سر پر اٹھالیا اور ایک طوفان بر پا کر دیا کہ لو جی! حضرت ابن عباس بھی وفات مسیح کے قائل تھے اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب تھا (ازالہ اوہام)

جناب مرزا صاحب نے نہ تو صحیح بخاری کسی استاد حدیث سے پڑھی کہ اسے سمجھتے اور نہ اس کے سمجھنے کی قابلیت ہی رکھتے تھے، بلکہ جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں علم حدیث سے مناسبت ہی نہ رکھتے تھے (حمامۃ البشری وتبلیغ مصنفہ مرزا صاحب) پھر علم حدیث میں ان کے قول کا کیا اعتبار؟

کسی روایت کی تشریح کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صحت معلوم کرنے کے بعد اول تو اس کے جملہ طرق جمع کئے جائیں، پھر اس مضمون کی جملہ روایات کو سامنے رکھ کر علوم آلیہ کی مدد سے اسے حل کیا جائے۔ مرزا جی کی علمی بضاعت جاننے والے اصحاب جانتے ہیں کہ مرزا جی کی نظر علم روایت میں بہت ناقص تھی اور فہم قاصر ۔ پھر خود غرضی کا بھوت سر پر سوار۔ مزید برآں کذب وافتراء اور مغالطہ سے بے خوفی ۔ پھر وہ ایک مضمون کی جملہ روایات اور ایک روایت کے جملہ طرق کو کس طرح اور کیوں جمع کریں، بالخصوص جب اس طرح کی تحقیقات کا نتیجہ اپنے ادعاء اور مدعا کے خلاف ہو۔ وہ تو صرف لا تقربوا الصّلوة جانتے تھے اور انتم سکاری سے ان کو کچھ واسطہ نہ تھا۔ چنانچہ ہم خدا کے فضل سے انکے ہر دو مغالطات کو دور کر کے حقیقت الامر کو منکشف کرتے ہیں ۔

پہلا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سراسر افتراء ہے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہ تھے۔صحابہ میں حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی کی بیشتر روایات حضرت ابن عباسؓ اوران کے شاگردوں ہی سے مروی ہیں چنانچہ تفاسیر مبسوط ان سے بھری پڑی ہیں۔آپ نے جو متوفيك سے مراد مميتك بتائی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مرچکے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ زمانہ میں کسی وقت فوت کرے گا کیونکہ متوفی اسم فاعل کی وضع میں زمان مستقبل ہوتا ہے کیونکہ اس کا اشتقاق فعل مضارع سے ہوتا ہے۔چنانچہ صراح میں ہے اسم الفا عل و هو اسم مشتق من المضارع ۔اوراس امر کالحاظ قرآن میں بھی کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا ولا تقولنّ لشيءٍ انّى فاعل ذلك غداً الّا ان يّشاء اللّٰه (کہف:۲۳۔۲۴)۔اس آیت میں فاعل سے جو اسم فاعل کا صیغہ ہے، لفظ غداً منضم کیا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ مميتك سے مقصد یہ ہے کہ میں تجھے آئندہ زمانہ میں ماروں گا۔پس ابن عباسؓ اس آیت کے اجزاء میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں جیسے کی مفسرین کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ اگراس جگہ توفّی سے مراد موت بھی لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ توفّی بالموت کا تحقق ووقوع بعد آسمان سے نازل ہونے کے ہوگا (جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان (مذکورہ) واقعات کے بعد میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا۔مختصر کنز العمال) اگرچہ آیت میں مقدم ہے اور رفع الى السماء کا تحقق ووقوع قبل موت کے ہوچکا اگرچہ ذکر میں موخر ہے، کیونکہ ترتیب ذکری اور ترتیب وقوعی میں مطابقت ضروری نہیں اس لئے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی بلکہ صرف جمع کیلئے آتی ہے (کافیہ میں ہے: ولواؤ للجمع المطلق لا ترتيب فيها)۔چنانچہ امام رازی اس آیت میں تقدیم وتاخیر کی بحث میں فرماتے ہیں کہ جولوگ اس میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں ان کا قول یہ ہے کہ

قالوا ان قوله و را فعك الىّ يقتضى انّه رفعه حياً والواؤ لا يقتضى التّرتيب فلم يبق الّا ان يّقول فيها تقديم و تاخير و المعنى انّى رافعك الىّ و مطهّرك من الّذين كفروا ومتوفّيك بعد انزالى ايّاك فى الدّنيا ومثله من التّقديم و التّاخير كثير فى

القرآن (تفسیر کبیر ج۲) (قول الٰہی و رافعک الیّ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور واؤ (عاطفہ) ترتیب کی مقتضی نہیں پس سوائے اس کے اور کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد فوت کرنے والا ہوں۔ اور اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن شریف میں بکثرت ہے)

اور اس سے پیشتر فرماتے ہیں؛

(الوجه الرّابع) فی تاویل الآیة انّ الواؤ فی قوله متوفّیك و رافعك الیّ لا تفید التّرتیب فالآیة تدلّ علی انّه تعالی یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی فالامر فیه موقوف علی الدّلیل و قد ثبت الدّلیل انّه حیّ و ورد الخبر عن النّبیّ ﷺ انّه سینزل و یقتل الدّجّال ثمّ انّه تعالی یتوفّاه بعد ذلك (تفسیر کبیر جلد۲۔ سورہ آل عمران)

(چوتھی وجہ یہ ہے کہ واؤ عاطفہ جو متوفّیک و رافعک الیّ میں ہے وہ مفید ترتیب نہیں۔ پس یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی آپ سے یہ سب معاملے کرے گا۔ لیکن کس طرح کرے گا، اور کب کرے گا، پس یہ سب کچھ کسی اور دلیل پر موقوف ہے۔ اور اس کی دلیل ثابت ہو چکی ہے کہ آپ زندہ ہیں اور نبی ﷺ سے حدیث وارد ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالی آپ کو اسکے بعد فوت کرے گا)

امام رازی کے حوالہ میں جو یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کی مثالیں بکثرت ہیں بالکل درست ہے۔ مثلاً اسی مقام سے تھوڑا پیشتر سلسلہ ذکر مریم میں آیت یا مریم اقنتی لربّك و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (آل عمران:۴۲) میں سجدہ کو رکوع سے پہلے ذکر کیا حالانکہ ترتیب خارجی و عملی میں متاخر ہوتا ہے۔ اس کی دیگر مثالوں کے لئے اتقان فی علوم القرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ اس میں مستقل طور پر ایک خاص فصل اس امر کیلئے مقرر کی گئی ہے۔

(ہر چند کہ تقدیم و تاخیر کی مثالیں قرآن میں بکثرت ہیں لیکن اکمل قادیانی کبھی تو اسے غیر معقول کہہ دیتے ہیں اور کبھی الٹی طرف سے ناک پکڑ کر تسلیم کر لیتے ہیں، مگر شاباش ان کی ہمت پر کہ اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے۔ سو ان کے لئے حضرت سعدی کا یہ شعر مناسب ہے:

آنکس کہ بقرآن وخبر زو ندہی ۔۔۔ آنست جوابش کہ جوابش ندہی)

اب معتبر کتابوں سے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب دربارہ رفع اور توفّی حضرت مسیح بیان کیا جاتا ہے؛

امام سیوطی، تفسیر الدرالمنثور میں فرماتے ہیں:

عن الضّحاك عن ابن عباس فی قوله انّی متوفّيك و را فعك اليّ، يعنی رافعك ثمّ متوفّيك فی آ خرالزّمان (حضرت ضحاک تابعی، حضرت ابن عباسؓ سے قول الٰہی انّی متوفّيك و را فعك اليّ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مراد اس جگہ یہ ہے کہ تجھے اٹھالوں گا پھر آخری زمانہ میں فوت کروں گا)

(باوجود اس کے کہ ابن عباسؓ تصریح کرتے ہیں اور ہم سب کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں فوت ہوں گے پھر بھی اکمل صاحب کہتے ہیں: جب قیامت کے بعد تک موت نہ ہوئی تو اچھے خاصے خدا بن گئے ۔ص ۳۴۔

جواب: جناب والا! پھر روح بھی خدا ہوئی کیونکہ اسے بھی فنا نہیں۔ غالباً اسی لئے مولوی سید سرور شاہ احمدی قادیانی نے مباحثہ سیالکوٹ میں پادری عبدالحق مسیحی مناظر کے جواب میں کہا تھا کہ خدا روح ہے۔ معاذ اللہ۔ ان لوگوں کو نہ علم ہے نہ عقل)

اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے:

و الصّحيح انّ اللّه تعالی رفعه من غير وفات ولا نوم كما قال الحسن و ابن زيد وهو ا ختيار الطبری وهو الصّحيح عن ابن عباس (کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اٹھالیا جیسے کہ حضرت حسن بصری اور ابن زید تابعین نے کہا اور یہی امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح، طور پر ثابت، ہے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح البیان میں بذیل و انّه لعلم للسّاعة (زخرف:۶۱) (یعنی تحقیق وہ (عیسیٰؑ) قیامت کا ایک نشان ہے)۔ حضرت ابن عباس کا مذہب دوبارہ نزول عیسیٰؑ مذکور ہے کہ وہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو قرب قیامت کی ایک نشانی جانتے تھے۔

(اکمل قادیانی اس مقام پر اعتراض کرتے ہیں: اگر نزول ثانی کے اعتقاد کا ذکر ہے، تو آپ نے اسے مفصل کیوں نہ لکھا۔ ص ۳۴۔ جواب: جناب مفصل اس لئے نہ لکھا کہ اس کتاب کا موضوع نزول مسیح نہیں۔ فافهم)

اسی طرح محدث ابن جریر نے و ان مّـن اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته (نساء : ۱۵۹) کی تفسیر میں عـن سعید بن جبیرعن ابن عباس وان مّن اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ بـه قبـل موته ، قال قبل موت عیسی (ابن جریر۔ج۵ص۱۲) (حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن جبیر تابعی کی روایت سے) ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ قبـل موتـه سے مراد قبـل موت عیسی ہے۔

نیز فتح الباری، ارشاد الساری اور عمدۃ القاری ہر سہ شروح صحیح بخاری میں آیت وان مّـــن اهــل الـکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں قبل موته کی ضمیر کے بارے میں لکھا ہے کہ بسند صحیح ابن عباسؓ سے یہی ثابت ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور ان سے جو یہ مروی ہے کہ یہ ضمیر کتــابی کی طرف پھرتی ہے اسے ضعیف لکھا ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ایک راوی خصیف ہے جو ضعیف ہے۔ (فتح الباری)

پس تصریحات بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کا اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ زنده آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

(ابن عباسؓ کا مذہب ہم نے بدلائل ثابت کر دیا کہ وہ نز و ل من السماء اور بعدِ نزول کے وفاتِ مسیح کو مانتے ہیں۔ اس پر اکمل صاحب سے کچھ بن نہ پڑا، تو فرماتے ہیں: ان کا اپنا مذہب خواہ کیا ہو ایک اہل زبان اور پھر صحابی کی شہادت تو مل گئی کہ توفّی کے وضعی معنی موت کے ہیں۔ ص۳۳۔

جواب: اس وقت زیرنزاع یہی امر ہے کہ ابن عباسؓ کا مذہب در بارہ وفات ونزول مسیح کیا ہے؟ پس جب ثابت ہو گیا کہ وہ رفع و نزول ہر دو کے قائل ہیں، اور وفات بعد النزول مانتے ہیں جو اہل سنت کا مذہب ہے، تو آپ کے مرزا صاحب کا مغالطہ کہ حضرت ابن عباسؓ وفات قبل النزول کے قائل ہیں، طشت از بام ہو گیا اور یہ جو آپ نے لکھا کہ تـوفّی کے وضعی معنی موت ثابت ہو گئے یہ آپ کی علمی بے کمالی ہے اس سے بعض اوقات موت مراد ہونا تو محل کلام نہیں، محل تحقیقات تو یہ ہے کہ اس سے مراد موت از روئے حقیقت ہے یا از روئے مجاز۔ سو ابن عباس والی روایت میں اس امر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ پھر ثابت کس طرح ہو گیا؟)

اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور اس کے بعد فوت ہوں گے چنانچہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فعند ذ لك ینزل اخی عیسی بن مریم من السّماء (مختصر کنز العمال) (پس ان، مذکورہ، واقعات کے وقت میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترے گا)

(اکمل صاحب اس نزول کی بابت فرماتے ہیں: نزول سے مراد کسی چیز کا بروزی طور سے آنا ہے یعنی اس کی روح وقوت میں۔ص ۳۴۔

جواب: جناب والا پھر تناسخ کیا ہوا؟)

باقی رہا دوسرا مغالطہ کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل تھے، سواس کا جواب یہ ہے کہ یہ پہلے سے بھی بڑا دلیرانہ افتراء ہے۔امام بخاری آئمہ محدثین سے ہیں وہ خلاف قرآن وحدیث واجماع صحابہ کوئی اعتقاد کیسے رکھ سکتے ہیں؟ یہ مرزا کا افتراء ہےاورعوام کودھوکہ ہے۔

اول اس وجہ سے کہ ابن عباسؓ کی روایت کے معنی معلوم ہو چکے کہ محدثین کے نزدیک کیا ہیں، پس امام بخاری کا قول بھی بوجہ امام وحافظ حدیث ہونے کے وہی ہے،نظر برروایات دیگر

دوم: اس وجہ سے کہ نقل قول صحابی مستلزم اعتقادِ ناقل نہیں۔

سوم: یہ کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نزول عیسیٰؑ کا مستقل باب باندھا ہےاوراس کے ذیل میں صحیح حدیث نزول کی ذکر کی ہے اوراسی حدیث کوسب محدثین نے نزول عیسیٰؑ کے لئے اصل دستاویز بنایا اور دیگر سب روایات کواس کے تابع رکھا۔

چہارم: یہ کہ امام بخاری نے اسی موقع پرآیت و اذ قال اللّٰه یا عیسی أأنت قلت .. الخ ۔کی تفسیر میں کہا کہ اذ صلہ ہے اورقال بمعنی یقول یعنی بمعنی مستقبل ہے اوراس صورت میں معاملہ قیامت پر جا پڑتا ہے(مزید تفصیل شہادت القرآن حصہ دوم میں ہوگی)اورامام بخاری اہل سنت کے ساتھ رہتے ہیں، پس امام بخاری وفات قبل النزول کے قائل ہرگز نہیں ہوسکتے۔لہذا مرزا صاحب کا دعوی بالکل بے بنیاد ہے۔ و اللّٰہ الموفق

تذییل وتتمہ

اب ذیل کی سطور میں بطور تتمہ کے ان کتابوں کا نام لکھا جاتا ہے جن میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔یہ اس لئے کہ اگر بالفرض توفّی سے موت مراد بھی لی جائے تو بھی رفع ونزول سے پیشتر عیسیٰؑ کی موت کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ واقعات

کی صورت یوں ہوگی کہ پہلے رفع آسمانی ہوئی، پھر قرب قیامت میں نزول ہوگا، پھر اس کے چند سال بعد وفات ہوگی۔ جیسا کہ ابن عباسؓ، ضحاک اور آئمہ مفسرین کا مذہب ہے کیونکہ آیت بل رفعه اللّٰه اليه رفع آسمانی میں نص قطعی ہے۔

(اکمل صاحب انّی متوفّیک ...کی ترتیب کی حکمت میں فرماتے ہیں: پھر حضرت عیسیٰ کو چونکہ یہ خیال تھا کہ مشابہ بالمصلوب کی حالت پیش آنے کا فائدہ اٹھا کر یہود میری لعنتی موت کی خبر اڑا دیں گے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تجھے کفار کے الزام سے پاک رکھوں گا۔ ص ۳۱۔

جواب: جناب والا! صلیب سے قبل حضرت عیسیٰؑ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے نیم جان اتارا جائے گا اور یہ پروپیگنڈہ بنایا جائے گا)

اور مجموع احادیث نزول جن میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول اور انکے بعض کام اور حج وعمرہ اور مدت اقامت اور وفات اور مدفن کا ذکر ہے اسی ترتیب کو چاہتی ہیں۔ چنانچہ محدث ابن جریر طبری توفّی کی مختلف صورتیں نقل کرنے کے بعد بطور فیصلہ لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر واولى هذه الاقوال بالصّحة عندنا قول من قال معنى ذلك انّى قابضك من الارض و رافعك الىّ لتوا تر الاخبار عن رسول اللّٰه ﷺ انّه قال ينزل عيسى بن مريم فيقتل الدّجّال ثمّ يمكث فى الارض مدّة ذكرها اختلف الرّوايا ت فى مبلغها ثمّ يموت فيصلّى عليه المسلمون (جلد۳ص۱۸۴)(ابوجعفر، محدث ابن جریر، کہتا ہے کہ ان سب اقوال میں سے ہمارے نزدیک اولیٰ بصحت ان کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے زمین سے لے لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ سے متواتر حدیثیں مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر زمین میں اتنی مدت رہیں گے جو آپ نے ذکر کی، اور اس کی تحدید میں مختلف روایتیں ہیں، پھر مریں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کرینگے)

اس کے بعد امام ممدوح نے بعض احادیث نزول ذکر کی ہیں جن کی بنا پر انہوں نے فیصلہ بالا دیا ہے۔ اب ہر فن کی کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی۔

علم نحو: کافیہ، شرح جامی، رضی شرح کافیہ، زینی زادہ، ترتیب سعیدی، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی، الفیہ ابن مالک، حاشیہ الفیہ، شرح الفیہ لابن عقیل، مفصل للزمخشری۔ الفیہ للسیوطی

علم اصول: حصول المامول، ارشاد الفحول، اصول شاشی، حواشی، حسامی، نورالانوار، اصول بزدوی، آیات بینات، شرح جمع الجوامع، منہاج للبیضاوی، شرح الاسنوی، مسلّم الثبوت، فواتح الرحموت، توضیح تلویح حاشیہ للفزی، تحریر لابن الہمام۔ تقریر لابن امیر الحاج۔

علم بلاغت: مختصر المعانی۔ مواہب المفتاح، عروس الافراح، نہایۃ، الایجاز (رازی)

علم ادب: شرح سبعہ معلقہ قصیدہ لبید بن ربیعہ میں مولوی فیض الحسن سہارن پوری، جو ہندیوں میں زبان عربی کے ماہر ادیب مانے گئے ہیں، اس کی تصریح میں فرماتے ہیں:

اغلی السّباء بکلّ ادکن غاتق

او جونةٍ قدِحت و فضّ ختامها

اس شعر میں شراب کا نکالنا پہلے مذکور ہوا اور ڈاٹ کا کھولنا پیچھے، حالانکہ ترتیب واقعی وعملی میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی بوتل کا ڈاٹ پہلے کھولا جاتا ہے، اور شراب یا جو کچھ بوتل کے اندر ہو، پیچھے نکالا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں سورہ نحل میں فرمایا:

و اللّہ اخرجکم من بطون امّھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السّمع والابصار والافئدة لعلّکم تشکرون (نحل:۲۸) (اور خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں خارج کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر کرو)

اس آیت میں ماں کے پیٹ سے نکالنا پہلے ذکر کیا گیا اور دل اور آنکھ اور کان کا بنانا پیچھے۔ لیکن ترتیب واقعی میں معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی وہ اعضا پہلے بنتے ہیں اور بہت مدت بعد بچہ پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔

۲۔ سورہ بقرہ میں ہے:

و ادخلوا ا لباب سجّداً و قولوا حطّة ۔یعنی خدا نے یہود کو حکم دیا کہ دروازہ شہر میں سجدہ کر تے ہوئے داخل ہونا اور (زبان سے) کہنا بخشش (بقرہ:۵۸)

اسی مضمون کو سورہ اعراف میں یوں بیان کیا:

و قولوا حطّة و ادخلوا الباب سجّداً (اعراف:۱۶۱)

اس جگہ اوپر کے مقام کی ترتیب کے خلاف کلمہ حطّہ کا کہنا پہلے ذکر کیا اور شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا ذکر پیچھے کیا، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے۔ چنانچہ شرح رضی میں اسی آیت کی بنا پر کہا ہے کہ: و لو کانت للتّرتیب لناقض قوله تعالی و ادخلوا الباب سجّداً و قولوا حطّة ، قوله فی موضع اخری وقولوا حطّة وادخلوا الباب سجّداً اذا القصّة واحدة (رضی شرح کافیہ ص۵۰۳) (اگر واؤ ترتیب کے لئے ہو تو اللہ کا قول و ادخلو الباب سجداً .. الخ ،اس قول کو جو دوسری جگہ بالفاظ و قولوا حطّة ...الخ وارد ہے، توڑ دیوے کیونکہ ہر (دو آیات میں) قصہ ایک ہی ہے)

۳۔سورہ مومنون میں فرمایا: نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین (مومنون:۳۷) (یعنی ہم مرتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں اور (اس کے بعد) ہم (دوسری دفعہ) زندہ نہیں کئے جائیں گے)

یہاں مرنے کو پہلے ذکر کیا اور زندہ رہنے کو پیچھے، حالانکہ ترتیب خارجی میں پہلے جینا ہوتا ہے، پیچھے مرنا۔علامہ رضی اس آیت کو بھی واؤ عاطفہ کے ترتیب کیلئے نہ ہونے پر شاہد لائے ہیں۔

قرآن میں اس کی مثالیں اس قدر ہیں کہ انکے نقل کرنے سے خوف طوالت ہے۔غرض جمہور آئمہ نحو واصول نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ واؤ عاطفہ ترتیب کیلئے نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ ترتیب ذکری اور ترتیب خارجی یا وقوعی وعملی میں مطابقت ضروری نہیں۔پس جب اس قدر شواہد واسناد سے یہ مسئلہ پایہ یقین کو پہنچ گیا تو ابن عباسؓ کا مذہب کہ آیت انّی متوفّیك و را فعك میں تقدیم وتاخیر ہے، خلاف محاورہ زبان عرب نہ ہوا۔

و لکن شبه لهم

دوسری آیت جس سے عیسیٰؑ کی حیات اور رفع آسمانی قطعی طور پر ثابت ہے آیت سورہ نساء ہے:

و قولهم انّا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول اللّه وما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم و انّ الّذين اختلفوا فيه لفى شكٍ مّنه ما لهم به من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوه يقيناً بل رّفعه اللّه اليه و كان اللّه عزيزاً حكيماً (نساء:۱۵۷) (اور ہم نے ان کو اس قول کے بدلے (بھی ملعون کیا) کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول خدا کو قتل کر دیا، حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ اس کو صلیب پر چڑھایا۔ لیکن (انہوں نے) اس شخص کو قتل کیا اور صلیب دیا، جو ان کے لئے مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں پڑے ہیں۔ ان کو اس کا کوئی بھی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کے اور انہوں نے اس کو ہرگز ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے)

و قو لهم انا قتلنا المسيح کی تفسیر، اور و ما قتلوه و ما صلبوه کی تشریح اور و لكن شبّه لهم کی توضیح و تنقیح بیان ہو چکی ہے اور حوالہ جارج سیل منقول ہو چکا، اس سے ظاہر ہو چکا کہ حضرت روح اللہ کے واقعہ صلیبی کی نسبت فرق نصاری ہی مختلف الآراء ہیں۔ لہذا ان الّذين اختلفوا فيه سے یہی نصاری مراد ہیں دون اليهود ، کیونکہ یہود تو اپنے زعم میں قتل حضرت روح اللہ پر جزم رکھتے ہیں۔ كما هو وا ضح من قو له : انّا قتلنا المسيح ... میں گزر چکا کہ

و ما قتلوه يقيناً سے یہود کے اس جزم کا ابطال اور اس کی تردید منظور ہے۔ فلا تكرار حينئذٍ (پس اس صورت میں اس میں تکرار نہیں)

اب بل رفعه اللّه اليه کی صحیح مراد بیان کی جاتی ہے کہ یہ آیت درباره حیات و رفع مسیح الی السماء نص قطعی بعبارة النص ہے۔ سو واضح ہو کہ مرزا قادیانی کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر زندہ اتارے گئے اور پھر خفیہ طور پر علاج کراتے رہے اور بعد ازاں بھاگ کر کشمیر میں آ گئے جہاں ۸۷

سال زندہ رہ کرفوت ہوگئے۔اورمرزاصاحب بل رفعه اللّه اليه سے کبھی رفع روح بتاتے ہیں اور کبھی عزت کی موت مراد رکھتے ہیں۔

مرزاصاحب کی صلیب تو فصل اول سے بالکل منکسر ہوگئی اور معنی کنائی کی تردید رافعك اليّ میں بالاستیفاء ہوچکی۔اور ہجرت الی کشمیر کی تردید ابھی آگے مذکور ہوگی۔انشاءاللہ

چونکہ مرزاصاحب قادیانی رفعه اللّه اليه سے رفع روح مراد لیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت سلفاً وخلفاً مطابق مرادالٰہی رفع جسم پر یقین رکھتے ہیں اس لئے بہر دوصورت رفع کے معنی تو حقیقی ہی لئے گئے اور نیز چونکہ مرزاصاحب بھی رفع روح الی اللہ کی صورت رفع الی السماء ہی بتاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس آیت کے ذیل میں بالتصریح لکھا ہے اور اہل سنت بھی رفع الی اللہ اور رفع الی السماء کو متساوق فی المعنی جانتے ہیں جیسا کہ

رافعك اليّ میں محقق ہو چکا ہے،اس لئے اليه سے الى السّماء مراد ہونا بھی مسلّم فریقین ہوگیا۔پس تنازع صرف جسم وروح کے مرفوع ہونے میں رہا اور بس۔لہٰذا رفع روح کا ابطال اور رفع جسم کا اثبات مدلل طور پر کیا جاتا ہے و اللّه الموفّق و هو نعم المعين ۔

(اکمل صاحب رفع الى اللّه اور رفع الى السّماء کے تساوق کو نہ سمجھ کر فرماتے ہیں:ایسا کہنا خداوندکریم کو مکانی بنا نا ہے جو کفر ہے۔ص ۳۶۔

جواب: جناب عالی!پھر أأمنتم من فى السّماء وغیرہ آیات میں کیا فرمائیں گے۔کیا قرآن بھی کفر سکھاتا ہے۔سنئے خداوندکریم کے لئے جہت فوق کی طرف ماننا تقاضائے فطرت ہے لیکن اسے کسی جہت میں ماننا اور ہے،اور یہی کفر ہے۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: رفع روح الی اللہ کو رفع الى السّماء بنانے سے یہ مطلب ہے کہ روح کی رفع الی اللہ ہوتو وہ عنداللہ عندالملائکۃ فی السماء چلا جاتا ہے نہ یہ کہ رفع الى اللّه اور الى السّماء کے معنی ایک ہیں۔ص ۳۶۔

جواب: جناب والا!بات تو پھر بھی وہی رہی کہ روح خدا کے پاس آسمان پر چلی گئی۔بس یہی تو مقصود تھا کہ مرزاصاحب بھی روح آسمان پر جانا مانتے ہیں حالانکہ آسمان کا لفظ موجود نہیں۔آپ نے بھی اسے بحال رکھا،ہاں کمال یہ کیا کہ تسلیم کرکے سرکھسکا گئے،مان کر بگڑ جانا اسے ہی کہتے ہیں)۔

وجہ اول برائے ابطال رفع روحانی واثبات رفع جسمی

چونکہ یہودیوں کا قول انّا قتلنا المسیح ہے اور ظاہر ہے کہ قتل وصلب کے قابل جسم ہے نہ کہ روح، اس لئے مزعوم یہود قتل جسد ہوا نہ کہ قتل روح۔ بنابرآں وما صلبوہ اور ما قتلوہ یقیناً میں بھی نفی قتل وصلب جسم ہی سے کی گئی ہے۔ پس چونکہ جملہ ضمائر منصوب ومتصل جو افعال منفیہ وفعل مثبت کے ساتھ ہیں یعنی جو وما قتلوہ وما صلبوہ اور وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں واقع ہیں، ان سب کا مرجع المسیح ہے۔ اس لئے لامحالہ جسد مسیح مرفوع ماننا پڑے گا، بنابراتحاد مرجع، اور پھر چونکہ رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع کو بصیغہ ماضی تعبیر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ زمانہ کی ماضویت واستقبال اضافی امور سے ہے ذاتی نہیں، یعنی ایک ہی زمانہ بہ نسبت ایک کے ماضی ہوسکتا ہے اور بہ نسبت دوسرے کے استقبال۔ اس لئے رفع کی ماضویت بھی کسی کی نسبت سے ہوگی اور وہ ماقبل بل ہے، یعنی واقعہ صلیبی، جس طرح کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:

۱۔ ام یقولون بہ جنّۃ بل جاء ھم بالحقّ (مومنون:۷۰) (کیا یہ کفار کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر ﷺ) کو جنون ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۲۔ و یقولون أئنا لتارکوا آلھتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق (صافات:۳۶)
(اور یہ (دوزخی) کہتے تھے کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر ومجنون نہیں) بلکہ وہ تو حق لے کر آیا)

واقعہ میں مجیء بالحق کا تحقق پہلے ہوا، بعدازاں ان کفار بدکردار نے آپ ﷺ کی نسبت زعم جنون کیا۔ اور

۳۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن و لداً سبحانہ بل عباد مّکرمون (انبیاء) (اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنائی، وہ پاک ہے، بلکہ (وہ تو) اسکے معزز بندے ہیں)

واقعہ میں تکریم بعض عباد اللہ کا تحقق پہلے ہوا۔ پیچھے مشرکین نے انکی نسبت زعم الوہیت کیا۔ اسی طرح بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی یہی ملحوظ ہے کہ ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی پر بزعم یہود بہ نسبت مسیح پیچھے

ہوااوراس سے پیشتر اللہ نے آپ کے جسد مبارک کومرفوع الی السماء کرلیا تھااور چونکہ واقعہ صلیبی کے پیشتر حیات مسیح عندالخصم بھی مسلّم ہے اسلئے اللہ نے جسد مسیح کوآسمان پر زندہ اٹھالیااور یہود کے ہاتھ میں ہرگز نہ آنے دیااوریہی امتنان باری و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك میں مذکور ہے اوریہی تھاوعدہ الٰہی انّی مطهّرك من الّذين كفروا (میں تجھ کوکفار سے بالکل پاک رکھوں گا)

(اکمل صاحب بات تسلیم کرکے بھی سرکھسکا جاتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں:

رفع کی ماضویت آپ نے پوچھی وہ واقعہ صلیبی کی نسبت ہی سہی تو معنی یہ ہوئے کہ واقعہ صلیبی سے پہلے ہی مسیح مرفوع الشان عنداللہ تھے۔

جواب: اکمل صاحب نے کمال دکھلانا چاہا تھالیکن بات نہ بن سکی کیونکہ مرزاصاحب کاساختہ پرداختہ سب برباد ہوگیا، یعنی رفع الی اللّٰہ سے مرادعزت کی موت ہے)

نیزاس لئے کہ چونکہ وما قتلوه يقيناً بل رّفعه اللّٰه اليه میں ہردومنصوب متصل ضمیریں المسیح کی طرف راجع ہیں اورالمسیح معتبر ہے جسدمع روح سے،اس لئے صرف اسی ضمیر سے رفع جسدمع روح ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ ارواح مجردہ،بغیر تعلق بالبدن کے قابل تسمیہ نہیں ہوتے،اورنہ جسم بے روح حامل اسم ہوتا ہے۔

شق اول:(یعنی مجرد ارواح کانام نہ رکھاجانا) آیت و اذ اخذ ربّك من بنی آدم من ظهورهم ذرّيّتهم (اعراف)(علی قول) اورباب صحیح بخاری الارواح جنود مّجنّدة سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ خلق ارواح کاتحقق خلق اجسام سے متقدم ہےاوراس حالت میں ان کے نام نہیں ہوتے۔

شق ثانی یعنی مجردجسم کانام نہ رکھاجانا،مسئلہ فقہیہ عدم تسمیہ صبی درصورت غیرمستہل ہونے سے ظاہر ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ اللہ تعالی نےالمسیح یعنی جسم مع روح کوجس کانام المسیح عیسی ابن مریم تھا،آسمان کی طرف اٹھالیااوریہ امربشارتِ مریم سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی نےعلی لسان الملائکہ فرمایا تھا يـــا مريم انّ اللّٰه يبشّرك بكلمةٍ منه اسمه المسيح عيسى ابن مريم (آل عمران: ۴۴)۔اس سے واضح

ہوگیا کہ مسمی بالمسیح عیسی بن مریم ہونا بعد تحقق اثر کلمہ کن کے ہے اور وہ کیا ہے؟ ولادت مسیح فثبت المراد فالحمد لله ۔اور ایسا ہی انا نبشّرك بغلام اسمه يحی (مریم:۷) سے ظاہر ہے فافهم و تدبر و تامّل و لا تعجل

وجہ ثانی برائے ابطال مزعوم قادیانی

آیت بل رّفعه اللّٰه اليه میں قتل وصلب کی نفی کے بعد اثبات رفع بواسطہ حرف بل کیا گیا ہے اور ماہرین علم اصول ونحو پر روشن ہے کہ بل ابطالیہ کے اطراف متضاد فی الحکم ہوتے ہیں اور باہم متحقق نہیں ہوسکتے کیونکہ اجتماع ضدین عقلاً محال ہے جیسا کہ آیات ذیل سے واضح ہے:

۱۔ و قالوا اتّخذ اللّٰه ولداً سبحانه بل له ما فی السّماوات و الارض (بقرہ:۱۱٦) (اور یہ مشرک کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔ وہ پاک ہے۔ بلکہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک ہے)

۲۔ و قالوا اتّخذ الرّحمن ولداً بل عباد مّکرمون (انبیاء:۲٦) (اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے فرزند اختیار کیا۔ وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں)

ان آیتوں میں ولدیت وعبودیت میں کلمہ بل سے تضاد وتنافی ظاہر کرکے تنزیہہ باری سبحانہ از اتّخاذ ولد کی گئی ہے۔

۳۔ ام يقولون به جنّة بل جاء هم بالحقّ (مومنون:۷۰) (کیا یہ منکر کہتے ہیں کہ اسے (پیغمبر کو) جنون ہے (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے)

۴۔ و يقولون أ أنّا لتاركوا آلهتنا لشاعرٍ مّجنون بل جاء بالحق و صدّق المرسلين (صافات:۳٦۔۳۷) (اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں (ہمارا پیغمبر شاعر ومجنون نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لایا اور دیگر رسولوں کی تصدیق کی)۔

ان آیتوں میں کلمہ بل سے رسول اللہ ﷺ سے نسبت مجنونیت وشاعریت کا ابطال اور آپ کے مجیء بالحق و تصدیق المرسلین کا اثبات کیا گیا ہے کیونکہ جب آپ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں اور دیگر مرسلین کی تصدیق کرتے ہیں تو پھر آپ کی نسبت مجنونیت وشاعریت بالکل باطل ٹھہری۔ اگر کلمہ بل کو افادہ مذکور کے لئے مفید تسلیم نہ کیا جائے تو معاذ اللہ پھر تقریب ناتمام رہتی ہے۔ پس آیت معنونہ میں بھی ماقبل بل یعنی مقتولیت ومصلوبیت اور مابعد بل یعنی مرفوعیت میں منافات وعدم اجتماع فی التحقق پایا جانا چاہیے۔ اگر رفعه الله اليه سے مراد رفع روح یا اعزاز واکرام لیا جاوے تو ناقد لبیب پر اس کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ مابین مقتولیت ومصلوبیت اور رفع روح واعزاز واکرام کے اصلاً منافاۃ نہیں کیونکہ شہداء جو ظلماً مقتول ہوتے ہیں انکے ارواح عالم بالا کو مرفوع ہوتے ہیں اور وہ جناب باری عزاسمہ میں بغایت معظم ومکرم بھی ہوتے ہیں۔ پس بمقتضائے کلمہ بل ارادہ رفع روح باطل ٹھہرا اور چونکہ مقتولیت ومصلوبیت اور رفع جسمی بحالت زندگی میں منافاۃ ہے اور ہر دو معاً متحقق نہیں ہوسکتے، لہذا لابدّ ارادہ رفع جسمی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ جب زندہ جسم مرفوع الی السماء ہوگیا تو پھر اس کو صلیب پر نہیں چڑھا سکتے۔

سوال: مرزا قادیانی مقتولیت مسیح کے قائل نہیں۔ لہذا تقریب بالا ان کے مذہب کے خلاف موثر نہیں۔ اور نیز بموجب ان کے مذہب کے مابعد بل یعنی رفع جو کنایہ ہے اعزاز واکرام سے، اس میں اور ماقبل بل یعنی قتل بالصلیب میں جو بحکم توریت مستلزم لعن ہے، تنافی وتضاد متصور ہے، کیونکہ ملعون عنداللہ معزز نہیں ہوسکتا۔

اما الجواب عن الشق الاول: پس واضح ہو کہ تقریر بالا گو رداً بزعم الیہود ہے کیونکہ وہی بالجزم اس کے خلاف کہتے تھے مگر اس میں من وجہٍ مرزا قادیانی کے اعتقاد فاسد کا ابطال واستیصال بھی بکمال وضوح عیاں ہے اگرچہ انہوں نے یہودیت ونصرانیت کے رنگ میں ایک الگ مسلک اختیار کیا ہے۔ وہ مسلک یہ ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر اس سے مرے نہیں۔

(اکمل اسے تسلیم تو کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں: اس بروز محمد (مرزا) نے دو قوموں میں بطور حکم فیصلہ کردیا۔ ایک گروہ قائل تھا کہ صلیب پر چڑھائے گئے اور قتل ہوگئے، دوسرا گروہ کہتا تھا کہ نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ آپ، مرزا، نے فرمایا صلیب پر

چڑھائے تو گئے، مگر قتل نہیں ہوئے ص ۳۶۔

جواب: اکمل صاحب اپنی تحریر سے آپ ہی پھنس گئے۔ اس کی توضیح یوں ہے کہ وہ ایک گروہ کی نسبت تو فرماتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت قتل وصلیب ہر دو کا قائل ہے۔ لیکن دوسرے کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ہر دو سے منکر تھا۔ سو معلوم ہے کہ پہلے قول کے قائل یہود و نصاری ہیں اور قادیانی علماء اس واقعہ کے تواتر کے ثبوت میں یہی دلیل پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ مولوی مبارک علی سیالکوٹی احمدی کا قول مع تردید پہلے گذر چکا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسرا گروہ جو قتل وصلیب میں سے کسی بات کا بھی قائل نہیں وہ کون سا ہے؟ ماننا پڑے گا کہ وہ دوسرا گروہ مسلمانوں کا ہے جو بحکم ما قتلوہ وما صلبوہ حضرت مسیح کو ہر دو سے بری ومحفوظ مانتے ہیں۔ پس اکمل صاحب نے تسلیم کرلیا کہ مرزا قادیانی سے پیشتر حضرت مسیح کے مقتول نہ ہونے اور صلیب پر نہ چڑھائے جانے، پر امت مرحومہ کا اجماع ہو چکا تھا۔ لہذا مرزا صاحب کا یہ قول کہ: حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ٹھہرا۔ صاحبان آپ اسی کتاب میں میرے اشتہار بنام مرزا صاحب پر ایک نظر پھر ڈالیں جہاں لکھا ہے: جناب مرزا صاحب بندہ جمع اہل سنت والجماعت سلف وخلف کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے اور اب تک فوت بھی نہیں ہوئے۔

الحمد للہ کہ اب ہمارے اکمل صاحب نے بھی خود ہی مان لیا کہ مرزا صاحب سے پیشتر مسلمانوں کا یہی اعتقاد تھا۔ دیگر یہ بھی بالکل صاف ہوگیا کہ چونکہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل وصلب ہر دو کے قائل تھے اس لئے خدا نے ہر دو امر کی تردید کیلئے فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ کہ نہ تو انہوں نے مسیح کو قتل کیا اور نہ سولی دی)

تفصیل اس کی یوں ہے کہ مضمون کسر صلیب میں متحقق ہو چکا ہے کہ صلیب کے معنی صرف سولی پر لٹکانے کے ہیں۔ پس چونکہ مرزا صاحب مصلوبیتِ حضرت مسیح کے قائل ہیں اسلئے تقریب بالا سے ان کے مذہب کا بھی ابطال ہوا کیونکہ بل رفعه اللّٰه اليه میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے بوجہ بل کے قبل مذکور ہونے کے چنانچہ خازن میں بل رّفعه اللّٰه کی تفسیر میں لکھا ہے:

والمعنى انّهم لم يقتلوا عيسى و لم يصلبوه و لكنّ اللّٰه عزوجل رفعه اللّٰه (خازن۔ص ۴۲۰) اس کے معنی یہ ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ تو قتل کیا اور نہ اسے صلیب دیا۔ بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔

(کلمہ بل کے استعمال کی تحقیق وتدقیق سے اکمل صاحب کے سارے پیچ بل نکل گئے اور انہوں نے بلا تردد اسے تسلیم کرلیا۔ چنانچہ میری عبارت نقل کرکے تصدیق فرماتے ہیں: بل رفعه اللّٰه اليه میں ابطال مصلوبیت بھی ملحوظ ہے۔ بے شک۔ ص ۳۷۔ لیکن اس کے بعد پھر مکرنے کی راہ نکالتے ہیں اور لکھتے ہیں: مگر مصلوبیت کے معنی صلیب پر موت واقع ہونے کے ہیں ورنہ ماننا پڑے گا

کہ لاصلّبنّکم اور او یصلّبوا میں بھی صرف صلیب پر چڑھانا مراد ہے ۔ص ۳۷۔

جواب: جناب والا مصلوب کی تحقیق سابقاً مبارک علی کے جواب باصواب کی تردید میں مفصل گذر چکی اس سے عشوہ نمائی کیوں کی۔اور جو آیات آپ نے لکھی ہیں ان میں بھی وہی تحقیق ملحوظ ہے)۔

اور شق ثانی کے جواب میں اول تو یہ معروض ہے کہ کتب محرفہ سے استدلال وتمسک کرنا اور بیان قرآنی میں تحریف کرنا سب سے زیادہ موجب لعن ہے۔جو توریت موسی کلیم اللہ پر نازل کی گئی تھی وہ تو صفحہ دنیا پر نظر نہیں آتی ہے اور اس کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔جو پانچ کتابیں بنام توریت مجموعہ بائیبل کے ابتداء میں منضم ہیں وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ کسی مورخ نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بہت دیر بعد وقائع وشرائع موسویہ کو تاریخی طور پر جمع کیا جیسا کہ اس کی اندرونی شہادات سے ثابت ہے۔مثلاً کتاب استثنا باب اخیر واقعہ وفات حضرت کلیم اللہ اور اسی طرح کئی دیگر مواضع (مرزا قادیانی نے اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں صفحہ ۲۵۵ میں خود ان کتابوں کو لچر پوچ اور محرف مبدل لکھا ہے)۔

دیگر یہ کہ توریت اور انجیل شریف اور قرآن عظیم غرض جملہ کتب سماویہ میں اللہ تعالی کا یہی وعدہ ہے کہ شہداء بمراتب عالیہ فائز ہوں گے،چنانچہ سورہ توبہ میں فرمایا:

انّ اللّٰہ اشترای من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون و یقتلون وعداً علیہ حقاً فی التّوراۃ و الانجیل و القرآن (توبہ: ۱۱)(بے شک خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال، جنت کے بدلے خرید لئے ہیں تو (کبھی تو فریق مقابل کو قتل کرتے ہیں اور (کبھی) خود قتل ہو جاتے ہیں خدا نے حق وعدہ کیا ہے تورات میں بھی انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی)

دیگر یہ کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً قتل بالصلیب کو مستلزم لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اسی شخص کو ملعون کہا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو،جیسا کہ سیاق وسباق بلکہ صریح عبارت سے ظاہر ہے:

اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے،اور تو اسے درخت

پر لٹکا دے

تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے اس لئے چاہیے کہ تیری زمین میں جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جاوے ۔ (استثنا ۲۱:۲۲۔۲۳)

And if a man have committed a sin worthy of death, and he be to be put to death, and thou hang him on a tree.

His body shall not remain all night upon the tree, but thou shalt in any wise bury him that day; (for he that is hanged is accused of God;) that thy land be not defiled, which the Lord thy God giveth for an inheritance. (Deuteronomy 21:22-23)

مزید برآں ظاہر ہے کہ کافر مجرم کا مقتول بالصلیب ہونا ہی موجب لعن نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شریعت حقہ کے حکم سے کسی اور طریق سے بھی قتل کیا جائے یا سزا دیا جائے تو پھر بھی وہ زمرہ مردودین میں معدود ہوگا جیسا کہ آیت مائدہ سے ثابت ہے:

انّما جزاء الّذين يحاربون اللّه و رسوله ويسعون فى الارض فساداً ان يّقتّلوا او يصلّبوا او تقطّع ايديهم و ارجلهم من خلافٍ او ينفوا من الارض ذلك لهم خزى فى الدّنيا ولهم فى الآخرة عذاب عظيم (مائدہ: ۳۳)۔(سوائے اس کے نہیں کہ ان لوگوں کی جزا جو خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہ ہے کہ ان کو خوب قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دئے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے۔ یہ ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہوگا)

اور یہ بھی یاد رہے کہ مومن عاصی کے لئے حدود کفارہ ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ عنداللہ ملعون و غیر ملعون اور مردود ومقبول ہونا مادہ صلاح وفساد کے سبب ہے نہ کہ قتل وصلب کے سبب۔

پس جب ثابت ہو چکا کہ توریت موجودہ میں بھی مطلقاً مقتولیت بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا

گیا بلکہ وہ حکم مجرم فی الواقع کی نسبت ہے، تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ فی الواقع غیر مجرم تھے لہذا ابنا بر واقعہ ماقبل بل یعنی قتل بالصلیب اور مابعد بل یعنی رفع اعزازی میں تنافی وتضاد متحقق نہ ہوا، بلکہ مومن جو ظلماً مقتول ہو وہ عند اللہ معزز ہوتا ہے پس تقریب کلمہ بل بعد ابطال تاویل قادیانی رفع جسمی میں محکم رہی۔

اور اگر مسیح کو معاذ اللہ بزعم یہود مجرم خیال کر کے تنافی پیدا کی جائے تو ماہر ذکی پر ظاہر ہے کہ و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ قصر قلب ہے جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے اور چونکہ صورت اعتراضیہ میں بحسب علم المتکلم بھی وصف مزعوم مخاطب کا وجود متصور ہے وہذا خلف۔ لہذا قول قائل باطل ہوا۔

ثانیاً یہ کہ سابقاً بوضوح متحقق ہو چکا ہے کہ وما قتلوہ و ما صلبوہ میں نفی قتل وصلب مقصور علی المفعول ہے یعنی قتل وصلب کی نفی صرف بہ نسبت حضرت مسیح کی گئی ہے دون غیرہ بلکہ ولکن شبّہ لھم سے وہی قتل وصلب غیر مسیح کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ مفعول قتلنا یعنی المسیح کو موصوف رسول اللّٰہ ذکر کرنا بنا بر اظہار مفاخرتِ یہود ہے جو قصر مذکور کیلئے مؤید قوی ہے۔ پس ماہر ذکی پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ کلام الٰہی وما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ جو کلام قصری ہے وہ من باب القصر الموصوف علی الصفۃ ہے و ھو ان لا یتجاوز الموصوف تلك الصفۃ اری اور پھر قصر قلب ہے لوجود موجبہ ولیس قصر افراد ولا تعیین للفقدا ن مو جبا تھا۔ اور پھر قصر کے طرق اربعہ مشہورہ میں سے قصر بالعطف ہے لانّہ اشتمل علی کلمۃٍ بل الّتی تقتضی ثبوت ضدّ حکم ما قبلہ لما بعدہ۔ اور چونکہ قصر تمیز بین الخطا والصواب ملحوظ ہوتی ہے اور قصر قلب میں متکلم پر واجب ہوتا ہے کہ مثبت ومنفی کو منصوص ذکر کرے کیونکہ اس میں نفی غیر اور اثبات مذکور بطریق حصر بیان کرنا پڑتا ہے، تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خطا ہے اس کی تردید بھی ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم ہے، خصوصاً قصر بالعطف میں تو کسی صورت میں بھی ترک تصریح بالمراد جائز نہیں کیونکہ پھر مابعد عاطفہ کا حکم ماقبل کی ضد ثابت نہیں ہو سکتا۔

(اکمل صاحب نے ہمارے اس بیان قصر قلب کو مان لیا ہے اور اس قاعدے کی رو سے ہم نے جتنی تصریحات کا ضروری ہونا ذکر کیا ہے ان سب کو بھی تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قصر قلب جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس ما یذکرہ المتکلم ظاہر کرکے رد کیا جاتا ہے، بے شک! چنانچہ اس آیت میں بھی مزعوم مخاطب کے برعکس ہی کیا گیا ہے کیونکہ مجرم زعمی کا مدار قتل بالصلیب تھا جس کی نفی کی گئی۔ اور اصل حال بتادیا کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اور مشبہ بالمصلوب ہوگئے۔ مگر یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہی رکھے گئے اور پھر وہاں سے نکل کر لمبا سفر کیا اور کشمیر میں شاہزادہ نبی کہلائے اور باعزت وہاں رہے اور کامیابی کے ساتھ دنیا سے بفحوائے فلمّا توفّیتنی اٹھائے گئے۔ بل رّفعه اللّٰه الیه میں یہ سارا مضمون بالتصریح بتلایا گیا ہے ص ۳۹۔

حضرات! اکمل صاحب نے ہمارے بیان کو حرف بحرف تسلیم کرلیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امور مذکورہ بل رّفعه اللّٰه میں بالتصریح بتلادیئے گئے ہیں اور ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ان امور کا ذکر مطلقاً نہیں۔ اب آپ خود انصاف کرلیں کہ آیا قرآن میں یہ امور مذکور ہیں یا نہیں۔ اگر مذکور ہیں تو بہتر، ورنہ سمجھ لیں کہ قادیانی دعاوی اسی طرح بے بنیاد ہوتے ہیں)

بعد تمہید اس تقریب کے واضح ہو کہ اگر رفع الی اللّٰہ سے موت طبعی بعد از واقعہ صلیب بعرصہ دراز بملک کشمیر مراد لی جائے جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب ہے تو بمقتضائے تمہید مذکور تصریح و ما قتلوه بالصّلیب بل بقی حیاً زماناً طویلاً اماته اللّٰه و رفعه الیه (مطابق مذہب مرزا لکھا ہے) ضروری ہے۔ کیونکہ جب مزعوم یہود قتل مسیح بالصلیب تھا اور مراد الٰہی اثبات واقعہ صلیبی مگر برعکس زعم یہود ابطال قتل بالصلیب اور اثبات حیات بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز تھا، تو اتنی تصریحات کا ترک کردینا حسب قواعد معانی و بیان، فصاحت و بلاغت کے بالکل منافی ہے اور شان قرآن کریم کے ہرگز شایان نہیں۔ پس چونکہ بنا بر مذہب مرزا صاحب بوجہ فقدان نص علی المثبت یعنی واقعہ صلیبی و حیات بعرصہ دراز بعد ازاں یہود کے زعم باطل کا ابطال ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ مدعائے الٰہی کا اثبات۔ اس لئے لامحالہ قول مرزا صاحب باطل ٹھہرے گا اور چونکہ بموجب مذہب فرقہ حقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے نص علی المثبت و المنفی موجود ہے یعنی ابطال واقعہ صلیبی بہ نسبت مسیح ما صلبوہ میں منصوص ہے اور رفع الی السماء بل رّفعه اللّٰه الیه میں مصرح ہے اور قتل وصلب غیر مسیح جس پر آپ کی شباہت ڈالی گئی و لکن شبّه لھم میں مذکور ہے بل رفعه اللّٰه الیه سے سوائے رفع جسد کے اور کچھ مراد لینا ہرگز جائز نہیں۔

ثالثاً یہ کہ اس سے اوپر انہی یہود کی نسبت کہا گیا ہے و قتلھم الانبیاء بغیر الحق اور وہ مقتول انبیاء عنداللہ ماجور و مرفوع الدرجات ہوئے اور ہیں اگر چہ وہ یہود کے نزدیک مجرم و لائق قتل تھے۔ پس اس مقام پر رفعت درجہ اور قتل بالظلم جمع ہو گئے اسی طرح اگر حضرت مسیح ان کے ہاتھ سے قتل بھی ہو جاتے تو پھر بھی عنداللہ مرفوع الدرجات ہی ہوتے کیونکہ آپ نبی صادق ہیں اور مثل دیگر نبیوں کے ناحق قتل کیے جاتے۔

لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح کے واقعہ کو دوسرے انبیاءئے مقتولین کی شمولیت میں بیان نہیں کیا بلکہ ان سے جدا طور پر کیا ہے جو بل رّفعہ اللّٰہ الیہ ہے اور سابقاً اچھی طرح بدلائل واضح ہو چکا ہے کہ بل ابطالیہ کے ماقبل و مابعد میں جمع ممکن نہیں اور مرزا صاحب قادیانی ان کو واقعاً جمع کرتے ہیں، لہذا ان کا قول باطل ہے اور بموجب مذہب اہل سنت جمع ممکن نہیں کیونکہ جب آپ واقعہ صلیبی سے پیشتر آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو پھر صلیب پر کس طرح چڑھائے جا سکتے ہیں جیسا کہ سابقاً محقق ہو چکا ہے۔

رابعاً یہ کہ وجہ اول میں بالدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ رفع کی ماضویت بہ نسبت ماقبل بل یعنی واقعہ صلیبی کے لئے ہے تو اگر رفعہ اللّٰہ الیہ سے موت طبعی بعد از مدت مدید مراد لی جائے تو معاذ اللہ کلام باری سبحانہ میں کذب لازم آتا ہے کیونکہ جب موت مسیح قبل از واقعہ صلیبی واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر اس کو قبل از واقعہ ذکر کرنا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟ حا شا شانہ عن ذلک

بعد از قطع احتمالات مردودہ مذکورہ آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ رفع جسمی میں محکم ٹھہری اور مخالفت کے لئے اس میں کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس لئے صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اور اپنی عربی زبان کے محاورات کو خوب سمجھتے تھے اور انہوں نے قرآن من اوّلہ الی آخرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں شب و روز اقامت کر کے آپ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مع اس کے بیان و تفسیر کے سیکھا تھا۔ اور علمائے عظام، کیا متقدمین اور کیا متاخرین، جو اکثر علوم عربیہ کے موجد اور مجدد اور میدان فصاحت کے فارس اور بحر بلاغت کے غواص تھے، اور جن کی مساعی جمیلہ سے آج کل علوم عربیہ زندہ نظر آتے ہیں، ان میں سے ایک سے بھی اس آیت میں اختلاف مروی نہیں۔ اور کسی نے بھی سوائے رفع جسمی کے مراد نہیں لی چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں:

رفع عيسى الى السّماء ثابت بهذه الآية و نظير هذه الآية قوله فى آل عمران انّى متوفّيك و رافعك اليّ و مطهّرك من الّذين كفروا ۔ واعلم انّه تعالى لمّا ذكر عقيب ما شرح انّه وصل الى عيسى انوا ع كثيرة من البلاء والمِحنة انّه رفعه اليه دلّ ذلك انّ رفعه اليه اعظم فى باب الثّواب من الجنّة ومن كلّ ما فيها من اللّذّات الجسمانيّة و هذه الآية تفتح عليك باب معرفةِ السّعادات الرّوحانيّة

(اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور اس کی نظیر سورہ آل عمران کی آیت انّی متوفّيك.. الخ ہے۔اور جان لو کہ جب خدا تعالیٰ نے اس کے بعد کہ عیسیٰؑ کو کئی قسم کی تکالیف اور مصائب پہنچیں، یہ ذکر کیا کہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا تو اس امر نے یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کا خدا کی طرف مرفوع ہونا جنت وغیرہ ہر جسمانی لذت کے ثواب سے زیادہ ہے۔اور یہ آیت تجھ پر سعادات روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی)

(امام رازیؒ نے جو فرمایا کہ یہ آیت تجھ پر سعادت روحانیہ کی معرفت کا دروازہ کھول دے گی تو اکمل صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ بس حضرت عیسیٰؑ کی رفع روحانی ہے، چنانچہ ص۱۴۱ میں فرماتے ہیں :تفسیر کبیر میں پیش کردہ عبارت تفتح عليك ... الخ میں اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف۔

جواب: حالانکہ اس میں عبارت کے شروع میں الى السّماء کی تصریح موجود ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ اشارہ ہے رفع روحانی کی طرف۔صحیح مطلب امام رازی کی عبارت کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو رفع آسمانی کی جو نعمت ملی وہ دیگر جسمانی نعمتوں سے برتر ہے اس سے قبولیت اور قرب الٰہی کی حقیقت معلوم ہوکر سعادت روحانی حاصل کی جاسکتی ہے)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جسم خاکی کا آسمان کی طرف صعود کرنا ممتنعات ومحالات میں سے ہے اور نیز یہ کہ جب اللہ تعالیٰ دیگر رسولوں کو انہی اسباب معتادہ سے بچا کر اسی کرہ ارض میں بساتا رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ارض مقدسہ اور آنحضرت ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرائی ،تو حضرت روح اللہ کو کیوں آسمان پر اٹھالیا اور کس لئے اتنی دیر تک زندہ رکھ کر پھر زمین میں نازل کرے گا؟

سوال کی شق اول کا جواب حسب وعدہ اولاً تو یہ ہے کہ امر خارق عادت کے وقوع میں شک بدو وجہ ہوسکتا ہے۔اول واقع کرنے والے کے نقص علم کی نظر سے۔دوم اس کے عجز ونقص قدرت کے اعتبار سے۔اور

یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالی ان ہر دو نقصوں سے مبرا ومنزہ ہے۔اسی لئے اللہ نے بل رّفعه اللّه الیه میں رفع کو اپنی طرف منصوب کیا کیونکہ صعود الی السّماء اگرچہ عیسیٰؑ کی اپنی حول وقوت سے بعید ہے مگر اللہ عزیز کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بھی نہیں اور اسی طرح اللہ سبحانہ نے اسراء نبوتﷺ کو اپنی طرف نسبت کیا اور فرمایا سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً .. الآیه (بنی اسرائیل:۱) (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی) یعنی اتنی مسافت بعیدہ اتنے تھوڑے وقت میں طے کرنا اگرچہ بہ نسبت محمد رسول اللہﷺ کی قدرت سے متعذر ہے مگر اللہ سبحانہ کی قدرت کے سامنے بالکل سہل ہے۔

کما قال الامام الرّازی تحت قوله تعالی .. وکان اللّه عزیزاً حکیماً۔ حیث قال و المراد من العزّة کمال القدرة و من الحکمة کمال العلم فنبه بهذا علی ان رفع عیسی من الدّنیا الی السّماوات و ان کان کالمتعذر علی البشر لکنه لا تعذر فیه بالنّسبة الی قدرتی و الی حکمتی۔ و هو نظیر قوله تعالی: سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً ۔ فانّ الاسراء وان کان متعذراً بالنّسبة الی قدرة محمد ﷺ الا انّه سهل بالنّسبة الی قدرة الحقّ سبحانه (چنانچہ امام رازی نے وکان اللّه عزیزاً حکیماً کے ذیل میں کہا ہے کہ اس آیت میں عزت سے کمال قدرت مراد ہے اور حکمت سے کمال علم مراد ہے۔پس اس سے خدا نے اس امر پر متنبہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کا دنیا سے آسمان پر اٹھایا جانا اگرچہ بشر کی طاقت سے بالا ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کی نسبت کوئی چیز بھی نہیں۔اور یہ دوسری آیت سبحان الّذی اسری بعبده کی نظیر ہے کہ اسراء اگرچہ آنحضرتﷺ کی قدرت کی نسبت مشکل ہے مگر حق سبحانہ کی قدرت کے آگے بالکل سہل ہے)

اور اسی نکتہ عجیبہ کیلئے بل رّفعه اللّه الیه میں اسم جلالۃ (اللہ) کا ذکر کیا کیونکہ یہ اسم دلالت کرتا ہے اس ذات پر جو مجتمع صفات کمال ہو ۔وهو اللّه الّذی لا اله الّا هو ۔

مزید براں اسی دقیق لطیفہ کے لئے اپنی اور دو صفتیں جو کمال علم اور کمال قدرت کی مظہر ومثبت ہیں ذکر کیں،جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ چونکہ قرآن عظیم کی آیات مثل دعاوی مع بینات کے ہیں،اس لئے ذکر ہر اسم اور صفت کا حسب اقتضائے مقام ومفہوم کلام ہوتا ہے اور وہ اسم منزلہ علت مضمون ہوتا ہے۔پس

چونکہ رفع الی السّماء میں وہم واستبعاد ووسوسہ عبثیت واقع ہوسکتا تھا اس لئے اس کے ازالہ کیلئے و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ مجتمع صفات کمال اپنے ارادے پر غالب اور قادر ہے، جو کچھ چاہتا ہے کرسکتا ہے، لہذا حضرت روح اللہ کو آسمان پر چڑھا سکنا اس کے دائرہ قدرت سے خارج نہیں، اور چونکہ وہ حکیم ہے اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور حیات سماوی اور نزول بعینہ عبث اور خلاف حکمت نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ سائنس اس کمال پر پہنچ گیا ہے اور نئی نئی انسانی ایجادات اور عجائب المخلوقات کے نئے نئے انکشافات اس حد تک ہو چکے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کے بہت سے محالات عادیہ مشاہدات وواقعات ثابت ہو چکے ہیں جن پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیگر امور بھی اسی طرح ممکنات سے ہیں اور اس ذہنیت کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ ہر محال عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔

اسفل (نیچے) سے اعلیٰ (اوپر) کی طرف حرکت کرنے کو صعود کہتے ہیں انسان طبعی طور پر اپنے ارادہ وقوت سے ایک چھلانگ سے زیادہ ایسی حرکت نہیں کرسکتا، لیکن ایروپلین نے ثابت کر دیا کہ کسی تدبیر و حکمت عملی سے انسان پرواز بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ تدبیر ہمارے علم میں آجائے اور ہم عملی طور پر اس پر قدرت وقابو رکھ سکیں۔ سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا اس کیلئے بھی عالم اسباب میں کوئی سبب ہوگا جسکا ہم کو علم نہیں لیکن ہم ایروپلین سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ممکن ہے۔

اسی بنا پر خداوند عزوجل نے حضرت عیسیٰؑ کی رفع کے ساتھ فرمایا وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً ۔ یعنی سمجھایا کہ میں حکیم ہوں، مجھے سب تدبیریں آتی ہیں، اور عزیز ہوں سب تدبیریں اور حکمتیں میرے احاطہ قدرت میں ہیں۔ جس امر کا ارادہ کروں اس کے وجود میں لانے سے کوئی امر مجھے عاجز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:

و ما کان اللّٰہ لیعجزہ من شیء فی السّماوا ت ولا فی الارض انّہ کان علیماً قدیراً (فاطر:۴۴) (کہ خداوند عزوجل ایسا نہیں ہے کہ اسے کوئی شئے بھی آسمانوں یا زمین میں عاجز کردیوے ، بے شک وہ سب کچھ جانتا اور بڑی قدرت والا ہے)

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث سے ثابت ہے کہ معراج کی رات سرور عالم آنحضرت ﷺ کی سواری

کیلئے براق لایا گیا۔ یہ کیا تھا؟ خدا تعالی نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائے اور تجلیات ونشانات قدرت دکھائے تو اس کے اس ارادہ کے فعل میں آنے کی ایک عملی تدبیر تھی، اور صحیح بخاری میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثمّ اخذ بیدی فعرج بی الی السّماء (کتاب الصلوۃ) (پھر جبریلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے چڑھا)۔ یہ بھی عالم اسباب میں سے ایک سبب تھا کہ ایک فرشتہ، جس کیلئے اوپر چڑھنا اس کی طبیعت کے برخلاف نہیں، ایک انسان کو جو طبعی طور پر اپنے ارادہ و قوت سے آسمان پر نہیں چڑھ سکتا، چڑھا کر لے گیا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ عز وجل نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت جبریلؑ کے ذریعہ آسمان پر اٹھالیا ہو، چنانچہ امام رازیؒ و ایّدناہ بروح القدس (بقرہ:۲۵۳) کی تفسیر میں اس امر کے بیان میں کہ عیسیٰؑ کو جبریل سے دیگر انبیاء کی نسبت مزید اختصاص ہے، فرماتے ہیں:

لانّہ ھو الّذی بشّر مریم بولادتہ وانّما ولد عیسیٰؑ بنفخۃ جبریلؑ وھو الّذی ربّاہ فی جمیع الاحوال وکان یسیر معہ حیث سار وکان معہ حین صعد الی السّماء (ج۱ص۴۲۶) (اس لئے کہ جبریل ہی نے حضرت مریم کو عیسیٰؑ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور حضرت عیسیٰؑ، حضرت جبریل ہی کی پھونک سے پیدا ہوئے، اور اسی نے سارے احوال میں آپ کی تربیت کی اور جہاں آپ جاتے تھے جبریل بھی ساتھ ہوتے اور وہ اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے جب آپ آسمان کو چڑھے)...

ثانیاً یہ کہ کسی امر کا امکان شئے دیگر ہے اور اس کا وقوع شئے دیگر۔ عقل کے متعلق صرف اثبات امکان ہے، نہ وقوع۔ جس طرح کہ وقوع صرف رویت یا نقل یعنی مخبر صادق کی روایت وخبر کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے۔ پس برہان عقلی سے صعود الی السّماء کے امکان کا بیان اس طریق سے ہے کہ ممتنعات دو قسم پر ہیں، بالذات و بالغیر، اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ عرف میں امکان بدو معنی مستعمل ہوتا ہے اور ان میں سے امکان ذاتی ہے کہ اس کا وجود وعدم بالنظر الی ذات الممکن متساوی ہوتا ہے۔ گو بلحاظ امور خارجیہ از علل موجبہ یا موانع وعوائق احدھما واقع بلکہ واجب ہو۔ اور یہ (امکان ذاتی) جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب وامتناع بالغیر کو، یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب وامتناع میں ممکن ذاتی ہوتے ہیں کیونکہ عین حالت وجوب وامتناع میں بھی اس

کا وجود و عدم متساوی ہوتا ہے اگر چہ بلحاظ امور خارجیہ احدھما واجب ہو گیا ہو۔ پس چونکہ صعود و نزول سماوی ممتنع بالذات نہیں ہے بلکہ واجب بالغیر ہے لثبوت صعود الملائکۃ و نزولھم اس لئے بہ نسبت بشر کے ممتنع بالغیر ہوگا۔ بالنظر الی الامور الخارجیہ۔ مثل عدم استعداد درفطرت انسان وعدم صعودِ فرد ے از افراد بنی آدم قبل از مسیح اور تمہید بالا سے متحقق ہو چکا کہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے کیونکہ امکانِ ذاتی جامع ہوتا ہے وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو، اس لئے صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ہوا۔

(اس مقام پر امکان و امتناع اور وقوع ولا وقوع کی بحث ایسی صفائی اور سہولت سے بیان کی گئی ہے کہ معقولات میں کچھ بھی دسترس رکھنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے لیکن اکمل صاحب اس سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

آپ (ابراہیم میر) نے صعود کو ممتنع بالغیر ثابت کیا ہے۔ بہت اچھا۔ اب فرمائیے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ممتنع بالغیر کے لئے امکان وقوعی نہیں ہوتا ۔ص ۴۲۔

اکمل سے کون کہے کہ جب ممتنع بالغیر ہوا تو اس کا وقوع کیوں ممکن نہیں کیونکہ ممتنع بالغیر اسے کہتے ہیں جو اپنی ذات میں تو ممکن ہو لیکن موانع وعوائق کے سبب وجود میں نہ آیا ہو اور چونکہ ہر ممکن کا وجود وجودِ علت موجبہ اور رفع موانع وعوائق کے وقت واقع ہو جاتا ہے اس لئے ہر ممتنع بالغیر بھی وقوع میں آسکتا ہے کیونکہ امکان ذاتی جامع و شامل ہوتا وجوب بالغیر اور امتناع بالغیر کو جیسا کہ متن میں مدلل و مفصل بیان ہو چکا ہے، ہاں وقوع کی دلیل کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ سو اس کیلئے ہم نے شروع تقریر میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ اثبات وقوع صرف رویت یا نقل (یعنی مخبر صادق کی خبر ورویت یا شہادت) کے متعلق ہے نہ کہ عقل کے اور وہ خبر وشہادت آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں مذکور ہے جسکی تفسیر وتوضیح ہم کر رہے ہیں)

دیگر یہ کہ صعود البشر الی السّماء محالات عادیہ میں سے ہوگا، نہ کہ عقلیہ میں سے، اور محالات عادیہ کا ممکنات ذاتیہ میں سے ہونا ظاہر ہے لتعذّرِ الاحاطۃ بقدرۃِ الحق سبحانہ ۔ پس جب صعود البشر الی السّماء ممکن بالذات ٹھہرا، اور یہ امر عندالخصم بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے، تو رفع مسیح الی السّماء بہر دو طریق تحت قدرت باری عزاسمہ ثابت ہوا۔ یعنی اس نظر سے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کی فطرت میں بنفخ روح قدسی مادہ ملکیت پیدا کیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ بلکہ کل بنی آدم کی فطرت میں مادہ ملکیت یا ان کو مثل ملائکہ پیدا کر لینا داخل قدرت باری عزاسمہ ہے، کیونکہ جب الوف الوف ملائکہ کو پیدا کر لیا تو ان کی مثل پیدا کر لینے پر بھی قادر ہے جیسا کہ ضمن ذکر مسیح ہی میں فرمایا :

و لو نشاء لجعلنا منكم ملائكة فی الارض يخلفون (زخرف:٦٠)(اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کرتے جو زمین میں آباد ہوتے)

(ہم نے لجعلنا منکم ملا ئکه کا ترجمہ کیا ہے ہم (چاہتے تو) تم میں سے فرشتے پیدا کرتے، اس پر اکمل صاحب فرماتے ہیں: لجعلنا منکم کے معنی تمام معتبر تفسیروں میں بدلاً منکم لکھے ہیں، یہ تو نہیں کہ تم میں سے فرشتے پیدا ہونے لگ جائیں۔

جواب: ان تفاسیر کے نام سنیں جن میں اس کے معنی تم میں سے فرشتے پیدا کردیں یا کردیتے ، لکھے ہیں: تفسیر کشاف جو بلحاظ عربیت کے سب سے اول نمبر پر ہے اس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں دیگر یہ کہ امام زمخشری کے بعد امام رازی، قاضی بیضاوی، امام خطیب شربینی۔ نواب صدیق حسن اور علی مہائمی نے بھی یہ معنی ذکر کئے ہیں بلکہ نواب صاحب نے امام سمین سے اسی کو مشہور نقل کیا ہے)

اور اس اعتبار سے بھی کہ افراد بنی آدم میں سے حضرت مسیح کو اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ بنانے کے لئے مخصوص کیا جیسا کہ فرمایا:

ولنجعله آية للّناس (مریم:۲۱) (اور تا کہ ہم اسکو اپنی قدرت کا ایک نشان بنائیں)

نیز :ان هو الّاعبد انعمنا عليه و جعلناه مثلاً لبنی اسرا ئيل (زخرف:۵۹)(وہ تو ہمارا ایک بندہ ہی ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسکو بنی اسرائیل کیلئے نمونہ بنایا)

اور اس نظر سے بھی کہ صعود الی السّماء ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات تحت قدرت باری تعالی ہے چنانچہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ باوجود قادر ہونے کے صرف مسیح ہی کو کیوں مثل ملائکہ پیدا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی قادرِ مختار ہے، قادرِ مجبور نہیں جیسا کہ آریوں کے خیال سے لازم آتا ہے اور فاعل مختار، فعل کی کسی خاص صورت کو اختیار کرلے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، خصوصاً جب کہ وہ علیم کل اور حکیم مطلق بھی ہو جیسا کہ فرمایا:

و ربّك يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة (قصص:۶۸)(اور تیرا رب جو کچھ چاہے پیدا کرے اور جو کچھ چاہے پسند کرے اس میں غیروں کا کوئی اختیار نہیں)

نیز فرمایا : لا يسئل عمّا يفعل وهم يسئلون (انبیاء:۲۳)(جو کچھ خدا کرے اس کی بابت اس سے کوئی پر

سش نہیں اور دیگر سب کو پرسش ہے)

اور نیز فرمایا ان ربك فعّال لّما یرید (ھود: ۱۰۷)(بے شک تیرا رب کر لینے والا ہے اس امر کو جسے وہ چاہے)

(اکمل، حضرت عیسی کو مثل ملائکہ کہنے پر سخت ناراض ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: پھر عیسی کس طرح فرشتہ ہو سکتے ہیں، جو عورت کے پیٹ میں حسب معمول نو ماہ خون حیض سے پرورش پاتے رہے ۔ص ۴۲

جواب: میں اکیلا حضرت روح اللہ کو مثل ملائکہ نہیں کہتا بلکہ شاہ ولی اللہ اور ان سے پہلے مخدوم علی مہائمی بھی میرے ساتھ ہیں ۔چنانچہ شاہ صاحب تو تاویل الاحادیث میں حضرت عیسیٰؑ کے حال میں فرماتے ہیں کان عیسی کانّه ملك یّمشی علی وجه الارض ۔ص ۵۹ ۔یعنی عیسی گویا ایک فرشتہ تھے جو روئے زمین پر چلتے تھے ۔اور مخدوم صاحب تفسیر رحمانی میں فرماتے ہیں: و کیف لا یکون ملکیّة (وا نّه لعلم للسّاعة) ای من اشرا طها ینزل بقربها و البشر المحض لا یبقی الی هذه المدّة ۔(سورہ زخرف)(یعنی عیسیٰؑ میں ملکیت کس طرح نہ ہو کیونکہ وہ تو قیامت کا ایک نشان ہیں کہ اس کے قریب نازل ہوں گے اور بشر محض اتنی مدت تک زندہ نہیں رہتا)

مرزا صاحب قادیانی نے اس مقام پر ایک اور غلطی کی ہے کہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں آیت و کان اللّه عزیزاً حکیماً کے ذیل میں عزیز کا ترجمہ عزت والا یعنی آبرو والا کیا ہے ۔بے شک اللہ تعالی بڑی عزت والا ہے مگر اس کی صفت عزیز سے مراد غلبہ وقدرت ہے چنانچہ علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں:

عِزّ الرجل بالکسر و عزازة فالفتح قوی و عزّ یعزّ من باب تعب لغة فهو عزیز و جمعه اعزّة و الاسم العزّة و تعزز قوی و عززته بآخر قویته با لتثقیل و التخفیف من با ب قتل ۔

مصباح کا سارا بیان قرآن کے بالکل مطابق ہے چنانچہ سورہ یس میں ہے فعزّزنا بثالث (یس :۱۴)اور سورہ فتح میں اسی معنی میں اشدّاء علی الکفار (فتح:۲۹) فرمایا،اور مواضع متعددہ میں صفت عزیز کو صفت قوی کے ساتھ جمع کیا ۔مثلاً سورہ حج، احزاب، شوری اور مجادلہ میں ۔اس بیان سے واضح ولائح ہو گیا کہ اسم الہی عزیز کے معنی الغالب علی ما یرید ہیں۔

(اکمل صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب عزت کے معنی غلبہ ہیں تو مرزا صاحب کی عبارت میں عزت کے معنی، آبرو والا، کیوں کئے جائیں۔

جواب: جناب اس لئے کہ اردو زبان میں عزت بمعنی غلبہ مستعمل نہیں ہے۔ اگر مرزا کے خیال شریف میں عزت کے معنی غلبہ تھے، تو وہ خطوط ہلالی میں ظاہر کر دیتے)۔

سوال کی دوسری دونوں شقوں کے جواب میں اللہ سبحانہ نے اپنی صفت حکیماً فرمائی کیونکہ جب فعل رفع، اللہ عزیز حکیم کی طرف منسوب ہوا تو اگر چہ اللہ تعالی حضرت عیسیٰؑ کو شر یہود سے محفوظ رکھ کر اسی سطح زمین پر زندہ رکھنے پر بھی قادر تھا مگر بحکم فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة ضرور ہے کہ اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہو کیونکہ صفات الہیہ میں سے ایک صفت حکیم بھی ہے اور وہ ہر شئے کو اس کے مقام مناسب پر رکھتا ہے اور ہر شخص سے اس کے مادہ فطری کے موافق اور استعداد نفس ناطقہ کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ لہذا مقتضائے حکمت یہی ہوا کہ چونکہ حضرت روح اللہ کی پیدائش پر اسباب ارضیہ منعقد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں سے ہے یعنی کلمہ کــن سے ہوئی ہے، پس آپ کو کمال تشبہ بالملا ئکه ایک خاص طور پر حاصل ہے، لہذا آپ کو مرفوع الی السّماء کر کے آسمان کو آپ کا مقر بنا دینا بمقابلہ آپ کے مادہ فطری کے مقام تعجب و خلاف حکمت نہیں ہے۔ اسی تاثیر جبریلی سے معجزہ تــکـلـم فــی الـمهد ظاہر ہوا۔ اور یہی تاثیر روح القدسی احیائے موتی اور دیگر معجزات کا باعث ہوئی۔ اسی لئے قرآن میں خبر سعادت اثر و ایّـد نـاه بـروح الـقدس (بقره :۲۵۳) آپ ہی سے مخصوص ہے اور یہی تائید جبریلی صعود الی السّماء کے وقت آپ کے ہم رکاب تھی جیسا کہ امام رازیؒ نے اسی آیت کے ذیل میں بیان کیا، جو سابقاً گذر چکا۔

(اکمل صاحب لکھتے ہیں کہ تمہاری عبارت بالا سے: یہ ثابت ہوا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا مادہ فطرتی اور استعداد نفس ناطقہ ایسی نہ تھی ورنہ وہ بھی مقرّ ملائکہ یعنی آسمان پر مرفوع ہوتے۔ ص ۴۳

جناب! آنحضرت ﷺ بھی آسمان پر مرفوع ہوئے لیکن آپ اسے بھی نہیں مانتے۔ شب معراج میں نبی کریم ﷺ اپنے جسم پاک سے آسمان پر لے جائے گئے اور حضرت عیسیٰؑ کے مقام سے بہت آگے گئے، جہاں پر رفیق راہ بھی رہ گئے۔ بوستان میں سعدی مرحوم فرماتے ہیں :

چناں گرم در تیہ قربت براند ۔۔۔ کہ در سدرہ جبریل زد باز ماند

دیگر یہ کہ شہادت القرآن کی اگلی سطروں میں آپ نے حضرت مسیح کی خصوصیت میں الفاظ، خاص طور پر، کی طرف نظر نہیں کی حالانکہ آپ اپنی کتاب کے صفحہ۲ پر لکھتے ہیں: شہادۃ القرآن حصہ اول اس وقت میرے سامنے ہے۔

اسی طرح ہم آدمؑ کے بھی آسمان پر رہنے کے قائل ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کو لوگ آدم کے پاس جا کر شفاعت کیلئے التجا کریں گے تو آپ کی تعریف میں یہ بھی کہیں گے و اسکنك جنة (مشکوۃ) یعنی اللہ تعالی نے آپ کو اپنے بہشت میں بسایا۔ اور معلوم ہے کہ جنت آسمان پر ہے بدلیل: عـنـد سدرة المنتهى عند ها جنّة الماوى اور حدیث بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہی ساتویں آسمان پر ہے۔

پھر اکمل صاحب تاثیر جبریلی کا بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ امور خارقہ کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ میں اپنے سے بہت پیشتر کے دو بڑے بڑے بزرگوں کے کلام پیش کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ تاویل الاحادیث میں فرماتے ہیں فـحـصـلـت فى جبلّته مـلـكة راسخة شبيهة بجبريل و هذا معنى تا ئيد اللّه له بروح القدس (ص۵۹)۔ (یعنی حضرت جبریل کے نفخ کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی جبلت میں جبریل کے مشابہ پختہ ملکہ پیدا ہو گیا اور یہ ہیں معنی خدا تعالی کے آپ کی تائید روح القدس سے کرنے کے۔

اور حضرت شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں وما كـان فيه من قوة الاحياء والابراء فمن جهة نفخ جبريل عـليه السّلا م۔ ص۲۵۴۔ مع شرح بالی آفندی مطبوعہ مطبع عثمانیہ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ میں مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنے کی قوت نفخ جبریل کی جہت سے تھی)

دوسری حکمت الٰہیہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کے زندہ رکھنے اور دنیا میں نازل کرنے میں یہ ہے کہ نظر بر کمالات انبیاء چار وصف ایسے معلوم ہوتے ہیں جن کا حصول بہ نسبت انبیاء اولوالعزم کے ضروری ہے، گو ان میں سے کسی کی نسبت کوئی وصف بباعث عدم ضرورت ذکر قرآن میں مذکور نہ ہو، یا بسبب موانع وعوائق خارجیہ مثل عدم ضرورت ظہور بالفعل ظاہر نہ ہوا، مگر بالقوۃ وہ سب ان صفات اربعہ سے متصف ہیں۔

اول: مبشر بہ (بصیغہ اسم مفعول)، اس اعتبار سے کہ اس پیغمبر کے ہونے کی بشارت پہلے دی جاتی ہے جیسے حضرت روح اللہ کی نسبت علی لسان الملائکۃ حضرت مریم کو بشارت دی گئی:

يا مريم انّ اللّه يبشّرك بكلمةٍ مّنه اسمه المسيح عيسى ابن مريم (آل عمران:۴۴) (اے مریم خدا تجھ کو اپنے کلمہ کی، جس کا نام مسیح عیسی بن مریم ہوگا، بشارت دیتا ہے۔)

اور نیز و رسولاً الى بنى اسرا ئيل (آل عمران:۴۸) (اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف)۔

پس حضرت مسیح مبشر بہ ہوئے۔ دوم: مصدق، سوم مبشر۔ ہر دو بصیغہ اسم فاعل۔ مصدق اس نظر سے کہ وہ رسول اپنے سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے اور مبشر اس لحاظ سے کہ وہ رسول کسی دیگر رسول کے آنے کی بشارت سناتا ہے جیسے عیسی روح اللہ اور موسی کلیم اللہ اور محمد رسول اللہ حبیب اللہ صلوۃ اللہ علیھم کی نسبت حکایۃ عن روح اللہ سورہ صف میں ذکر کیا:

و مصدّقاً لّما بین یدی من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یأتی من بعدی اسمہ احمد (صف:٦) (تصدیق کرنے والا توریت کی جو میرے آگے ہے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا)

اس آیت سے حضرت عیسیؑ کے دونوں وصف یعنی مصدق و مبشر ہر دو بصیغہ اسم فاعل ثابت ہوئے۔ اور حضرت موسیؑ کا مصدق ہونا (بصیغہ اسم مفعول) جو وصف چہارم ہے کیونکہ تصدیق کتاب مستلزم ہے تصدیق رسول کی۔ اور آنخضرت سرور عالم ﷺ کا مبشر بہ ہونا۔ اور وصف چہارم جناب رسالتمآب ﷺ کی نسبت سورہ صافات میں فرمایا:

بل جاء بالحق و صدّق المرسلین (صافات:٣٧) (بلکہ وہ حق لے کر آیا اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہے)

اس میں آپ ﷺ کا وصف مصدق اسم فاعل مذکور ہوا اور چونکہ حضرت روح اللہ بھی زمرہ مرسلین میں سے ہیں اس لئے ان کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول ثابت ہوئی۔ پس اس سلسلہ میں حضرت روح اللہ کے چاروں وصف ثابت ہوئے اور آنخضرت ﷺ کے صرف دو یعنی مبشر بہ صیغہ اسم مفعول اور مصدق بصیغہ اسم فاعل۔ آنخضرت ﷺ کے لئے بوجہ سیادت اور ختم رسالت ان اوصاف اربعہ کا ظہور بالفعل ضروری ہے پس اگر آپ کے اوصاف کی تکمیل بالفعل کے لئے کوئی نیا رسول پیدا کیا جاتا تو خاتم النبیین کا شرف باقی نہیں رہتا اور بلحاظ ختم نبوت مجرد کے تو اوصاف بلحاظ مبشر بصیغہ اسم فاعل اور مصدق بصیغہ اسم مفعول کا ظہور نہیں ہوتا، جو شان سیادت کے شایان نہیں۔ اس لئے اللہ حکیم کی حکمت بالغہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ حضرت عیسیؑ کو زندہ رکھا جائے جن کی آمد ثانی کی بشارت سے آپ کا لقب مبشر بصیغہ اسم فاعل ظاہر ہو جائے اور حضرت مسیح دنیا میں

آ کر اس امر کی تصدیق کریں کہ محمد رسول اللہ ﷺ حق ہے، حق ہے، اور آپ ﷺ کی صفت مصدق بصیغہ اسم مفعول بالفعل ظاہر ہو جائے۔ پس اس طریق حکیمانہ سے ختم نبوت بھی قائم رہی کیونکہ حضرت مسیح آپ ﷺ سے پہلے رسول بن چکے ہوئے ہیں اور اسی نبوت سے پھر آئیں گے اور نیز رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اربعہ بھی پورے ہوگئے۔ چنانچہ فتح الباری (ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہوگی یا حسن۔ مقدمہ ص۴) میں باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں بتخریج طبرانی من حدیث عبداللہ بن مغفل مذکور ہے:

ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمّد علی ملّته (عیسیٰ بن مریم، محمد ﷺ کی تصدیق کے لئے نازل ہوں گے)۔

اسی طرح تفسیر رحمانی میں اس آیت میں حکیماً کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے:

و هی حفظه لتقوية دين محمد ﷺ حين انتهائه الی غاية الضّعف لظهور الدّجّال فيقتله (۱۷۳) (حضرت عیسیٰ کے رفع میں یہ حکمت ہے کہ خدا نے آپ کو دین محمدی کی تقویت کے لئے محفوظ رکھا، جب کہ وہ (دین محمدی) دجال کے ظہور سے بہت ہی ضعف میں ہو جائے گا، تو آپ اس (دجال) کو قتل کریں گے)

حضرت مسیح کو اس نعمۃ جزیلہ ومنحۃ جلیلہ کے لئے، اس واسطے مخصوص کیا گیا کہ آپ کی نسبت حضرت مریم کو آپ کی ولادت سے پیشتر ہی بشارت سنادی گئی تھی و لنجعله آيةً للّنّاس (مریم) (تا کہ ہم اس کو لوگوں کے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنائیں)۔ لہذا آپ اس انعام کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انا اولی النّاس بعيسی ابن مريم (رواہ البخاری وغیرہ) (مجھے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ نسبت ہے)

الحمدللہ کہ اس کے فضل غیر متناہی اور حسن توفیق سے آیت بل رّفعه اللّه اليه و كا ن اللّه عزيزاً حكيماً کی تفسیر معقولاً ومنقولاً پوری ہوئی۔ اور بدلائل قاہرہ وبراہین ظاہرہ باہرہ وحجج قاطعہ

حضرت عیسیٰؑ کا صعود الی السماء اور اب تک زندہ رہنا ثابت کر دیا گیا۔

اب مختصراً دیگر آیات ودلائل مثبتہ رفع وحیات آسمانی بیان کی جاتی ہیں ۔

و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به

تیسری آیت جس سے حضرت عیسیٰؑ کی حیات الی الآن اور نزول فی آخرالزمان ثابت ہوتا ہے ، یہ ہے :

و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء:۱۵۹)(اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر، اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا اور نون تاکید کا ہے اور متون وشروح کتب نحو میں مصرح ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نون تاکید نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی نحوی کو خلاف نہیں اور نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب عرباء میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے، چنانچہ امام ابن ہشام نحوی مغنی میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکّد بهما و ان کان مستقبلاً اکّد بهما و جوباً فی نحو : تا للّه لاکیدنّ اصنامکم ۔(مغنی ج۲ص۲۲) (اگر مضارع حال کے معنی میں ہو تو ان ہر دو (نون خفیفہ وثقیلہ) سے اس کی تاکید نہیں کی جاتی اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو تو اس (مستقبل) کی تاکید آیت تا للّه لاکیدنّ کی مثل میں، یعنی جب فعل کے اول میں قسم کا کوئی حرف ہو، ان ہر دو (نون ثقیلہ یا خفیفہ) میں سے کسی کے ساتھ واجب ہوتی ہے)

اسی طرح علامہ رضی، شرح کافیہ میں فرماتے ہیں:

و امّا فی المستقبل الّذی هو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التّوکید ایضاً ك لام القسم (لیکن اس مستقبل میں جو محض خبری ہو نون تاکید (خفیفہ یا ثقیلہ) داخل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے اول میں کوئی تاکید کا کلمہ بھی داخل ہو مثلاً لامِ قسم)

بعد اس تمہید کے واضح ہو کہ چونکہ آیت ما نحن فیھا میں لیؤمننّ مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے پس حسب تصریحات بالا یہ خالص استقبال کا صیغہ ہے، اسلئے مراد الٰہی اس آیت مبارکہ سے یہ ہوئی کہ آئندہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپؑ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں۔

موافق محاورہ کتاب وسنت وقواعد نحو وکلام عرب عرباء اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں، اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں (اس کی مفصل بحث شہادت القرآن حصہ دوم میں کی گئی ہے)۔ پس چونکہ ابھی تک اتفاق اہل کتاب قا طبۃً (سب کے سب) عیسی پر ایمان لانے پر متحقق نہیں ہوا لہذا آپ ابھی تک فوت نہیں ہوئے و ھذا ھو المراد

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے :

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ والّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدّ نیا ثمّ یقول ابوھریرہ و اقرأو ان شئتم و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ البتہ عنقریب تم میں ابن مریم صاحب عدل وانصاف حاکم ہو کر اتریں گے۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کروا دیں گے اور لڑائی موقوف کر دیں گے اور مال اس قدر کثرت سے ہو جائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا (کے مال ومتاع)

سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا :اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اهل الکتاب . الخ)

ارشاد الساری شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں اس آیت کا مفہوم یوں ادا کیا گیا ہے :

ای و ان من اهل الکتاب احد الّا لیؤمننّ بعیسی قبل موت عیسی و هم اهل الکتاب الّذین یکونون فی زمانه فتکون الملّة واحدة و هی ملّة الاسلام و بهذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید ابن جبیر عنه باسناد صحیح (اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰؑ پر، حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا اور وہ، وہ اہل کتاب ہوں گے جو ان (عیسی) کے زمانہ (نزول) میں ہوں گے۔ پس صرف ایک ہی ملت اسلام ہو جائے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے، اس روایت کے مطابق جو ابن جریر نے ان سے سعید بن جبیر کے طریق سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی)

اس آیت کو اپنے ماقبل سے دو ارتباط ہیں۔ اول یہ کہ جب آیت بل رفعه اللّٰه الیه میں مسیح کا صعود الی السماء مذکور ہوا تو سامع کے دل میں ایک سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت مسیح آسمان سے کبھی نازل بھی ہوں گے یا نہیں؟ اللہ تعالی نے بطور استیناف بیانی (جوابِ سوال مقدر) فرما دیا کہ زمانہ اخیر میں آپ نزول فرما ہوں گے

(اکمل قادیانی نے اس مقام پر ایک سوال کیا ہے کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے ص ۴۴۔

جناب والا! صحیحین کی احادیث نزول اور سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھ کر مراد الٰہی سمجھائی گئی ہے اس لئے استیناف بیانی کا ذکر کیا گیا ہے، جسے آپ غالباً نہیں جانتے)

اور ان کے نزول کے وقت یہ ہوگا کہ اہل کتاب بالاتفاق آپ پر ایمان لے آئیں گے

(اکمل صاحب دریافت کرتے ہیں کہ: سب اہل کتاب کس طرح ایمان لائیں گے جب کہ جنگ میں تقریباً سب کے سب ہلاک ہو چکیں گے؛ ۔

جواب: سب اہل کتاب کا جنگ میں ہلاک ہونا کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ ہاں سوائے ملت اسلام کے باقی سب ملتوں کی ہلاکت کا ذکر حدیث ابی داؤد میں آیا ہے۔ سو ملت کی ہلاکت دیگر امر ہے اور اہل ملت کی ہلاکت دیگر۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کے وقت کچھ کفار جنگوں میں مارے گئے اور باقی سب اسلام لے آئے۔ پس حجاز سے کفر مٹ گیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے نزول پر ہوگا۔

نیز اکمل صاحب فرماتے ہیں کہ سب اہل کتاب کا ایمان لے آنا آیت و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ کے برخلاف ہے۔ص ۴۴۔

جواب: ایمان اور عداوت میں منافاۃ نہیں ہے کہ دونوں یکجا جمع نہ ہوسکیں۔نہ سمجھ سکیں تو قادیانی اور لاہوری پارٹی کے حالات سے سمجھ لیں دیگر یہ کہ الی یوم القیامۃ سے مراد قرب یوم القیامۃ ہے کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ بعد قیامت ہوگی۔پس جب کوئی آدمی ہی زندہ نہ ہوگا تو دشمنی کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ اس سے قرب یوم القیامۃ مراد لینی پڑے گی اور جب قرب یوم القیامت مراد ہوئی تو اس سے مراد زمانہ نزول عیسی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں وارد ہے کہ عیسیٰ کے نزول پر بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہودیوں میں آپس میں اور عیسائیوں میں آپس میں بغض رہیں گے جب تک وہ یہودیت ونصرانیت پر رہیں گے اور وہ اس حالت پر عیسیٰ کے نزول تک رہیں گے۔جب وہ نازل ہوں گے تو یہ سب ان پر ایمان لاکر مسلمان ہوجائینگے پس عداوتیں بھی نہ رہینگی کیونکہ اس وقت وہ یہودی اور عیسائی نہ ہونگے)

دوم یہ کہ چونکہ اس مضمون کا شروع یسئلك اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتاباً من السّماء .. الآیہ سے ہے اور اس میں اہل کتاب یہود کا سرور کائناتﷺ کی جناب میں اقتراحاً یہ سوال پیش کرنا مذکور ہے کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ ہم پر آسمان سے کتاب نازل کر دکھلائیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے و لن نؤ من لرقیّك حتّی تنزّل علینا کتا باً نقرأہ (یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم تیرے (آسمان پر) چڑھنے ہی کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتارے جسے ہم خود پڑھ لیں) تو اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو اس سوال کے دو جواب تعلیم فرمائے۔اول یہ ظاہر کیا کہ ایسے ایسے مقترحات کا پیش کرنا ان کی موروثی اور جدی عادت ہے چنانچہ انہوں نے باوجود حضرت موسیٰ پر ایمان رکھنے کے آپ سے اس سے بھی بھاری سوال کیا یعنی کہا کہ ہم کو اللہ تعالی ظاہراً دکھا۔اور انہوں نے فلاں شرارت کی اور وہ فلاں فعل قبیح اور خلق شنیع کے مرتکب ہوئے۔اسی سلسلہ ذکر شناعات یہود میں ان کا یہ قول بھی ذکر کیا کہ وہ فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم رسول اللہ کو قتل کرڈالا۔حالانکہ مسیح کو نہ تو انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا۔ولیکن اس شخص کو سولی پر چڑھا کر قتل کیا جس پر حضرت مسیح کی شکل وشباہت ڈالی گئی تھی .. الی قو لہ ... بل رّفعہ اللّہ الیہ و کان اللّہ عزیزاً حکیماً ۔

پس اس ذکر کے ضمن میں اول تو آیت ما نحن فیھا میں اس طور پر تقریع وتبکیت یہود پائی گئی

کہ جس رسول کی نسبت یہود فخر سے بے باکانہ یہ اخبار بے سروپا اور افواہ بے بنیاد اڑا رہے ہیں کسی زمانہ میں یہود اس نبی برحق روح اللہ کے سامنے سخت پست اور ذلیل ہو کر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں اسی آیت کے متعلق لکھا ہے :

ثمّ اشار الی من کان یفتخر بقتله سیتذال له قبل موته (رحمانی۔ص ۱۷۲)(پھر خدا نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے قتل پر فخر کرتے ہیں وہ عنقریب اس کی موت سے پہلے اس کے تابع ہو کر اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں گے)۔

(ہر چند ہم نے نہایت وضاحت سے ان آیات کا ربط مضمون سابق سے بیان کر دیا اور تائید کیلئے تفسیر رحمانی کا حوالہ بھی دے دیا، جو ربط آیات میں لاثانی ہے لیکن اکمل صاحب لکھتے ہیں :

سوال تو یہ ہے کہ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہو اور جواب یہ ہے کہ مسیح اتر کر تمہاری خوب خبر لے گا۔ پھر وہ بھی ان کی نہیں کیونکہ وہ تو مر چکے ہوں گے، بلکہ ان کی اولاد کی کسی آخری پشت کی۔

جواب: شائد ہمارے الفاظ تقریع اور تبکیت پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔ جناب من! قرآن میں اس کی نظائر بکثرت ہیں۔ ہم سے تفسیر جلالین پڑھیں ہم آپ کو اس طریقِ جواب کی تصریح دکھا دیں گے۔ ہاں یہ خوب کہا کہ ان کی اولاد کو ڈراوا دیا گیا۔ جناب! یہ بھی قرآن میں بکثرت ہے یا بنی اسرائیل اذکروا والے رکوع پڑھیں۔ اور افسوس کہ آپ نے مولوی نورالدین کو یہ بات نہ سمجھائی، ورنہ وہ بھی مرزا صاحب کی پشت سے کسی لڑکے کا نکاح محمدی بیگم کے بطن سے کسی لڑکی کے ساتھ تجویز نہ کرتے)

ثانیاً اس طور پر کہ جو کتاب ہم اپنے حبیب ﷺ پر بواسطہ رسول امین یعنی جبریل نازل کر رہے ہیں وہ اسی طریق پر نازل ہوتی رہے گی۔ یہود کے اقتراحِ بے جا پر اس طریق تنزیل کو بدل نہیں دیں گے۔ ہاں ہم زمانہ اخیر میں مسیح ابن مریم کو ان کی سرکوبی اور تذلیل کے لئے پھر نازل کریں گے۔ یہ تو جواب اول کی تقریر ختم ہوئی۔ حاصل یہ کہ یہود کے ایسے جا مقترحات سے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ان کی عادت متوارثہ ہے۔

جواب ثانی یہ تعلیم فرمایا : انّا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح و النّبیّین من بعده (نساء: ۱۶۳) (بے شک ہم نے تیری طرف ٹھیک اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوحؑ کی طرف اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف کی تھی)

یہ طریق جواب احسن الخطابات میں سے ہے۔

و انّه لعلم للسّاعة

چوتھی آیت سورہ زخرف کی آیت نمبر ۶۱ و انّه لعلم للسّاعة ہے جس سے حضرت عیسی روح اللہ کی رفع اور نزول اور حیاۃ الی الآن ہر سہ امور ثابت ہیں۔ اس آیت کا معنی ہے: حضرت عیسیٰؑ کا نزول علامات قیامت میں سے ہے)

(اکمل صاحب ہمارے اس ترجمہ پر چند سوالات کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

کیوں جناب! یہ عیسی (ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے) اور پھر اس کا نزول کہاں سے نکالا؟ اور پھر علم بمعنی علامات کونسی سی لغات میں دیکھا؟ اور ساعت کے معنی عذاب کی گھڑی بھی موافق محاورہ قرآن مجید ہو سکتے ہیں، یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ ص ۴۴۔۴۵۔

جوابات: اس آیت سے پیشتر اور بعد، حضرت عیسیٰؑ کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے۔ دیکھئے و لمّا ضرب ابن مریم مثلاً (الی قوله) و لمّا جاء عیسی با لبیّینات۔ الآیة ۔ اور قابل لحاظ وہ اختلاف ہوتا ہے جو ناشی از دلیل ہو اور اس میں فیصلہ کی قوی دلیل نہ ہو۔ ورنہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ وجود باری تعالی اور نبوت محمد ﷺ سے بھی انکار نہ کر دیں کہ ان میں بھی اختلاف ہے۔ محققین نے اس ضمیر کے مرجع کی نسبت صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ سوائے عیسیٰؑ کے سب مرجع ضعیف اور بعید ہیں کیونکہ سابقاً ولاحقاً انہی کا ذکر ہے اور نزول، حدیث ابن مسعودؓ سے لیا ہے۔ اور یہاں علم بمعنی علامت لسان العرب میں مرقوم ہے۔

دیکھئے ہر سہ امور بالا کی نسبت علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں: و فی التّنزیل صفة عیسیٰؑ و انّه لعلم للسّاعة وهی قرأة اکثر القراء وقرأ بعضهم وانّه لعلم للسّاعة المعنی ان ظهور عیسی و نزوله الی الارض علامة تدلّ علی اقترا ب السّا عة (لسان العرب۔ ج ۱۵ ص ۳۱۴)۔

اور اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں مسطور ہے: و انّ عیسی لعلم للسّاعة ای شرط من اشراطها تعلم به فسمّی الشرط الدّال علی الشیء علماً لحصول العلم به و قرأ ابن عباس لعلم و هو العلامة

اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت حذیفہؓ سے تفسیر ابن جریر میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو آیات قیامت میں گنایا ہے ۔ ہاں! آپ نے یہ خوب کہا کہ:

چونکہ ساعة بمعنی عذاب کی گھڑی بھی قرآن میں وارد ہے اسلئے اس کے معنی یقیناً قیامت نہیں لے سکتے ۔۔

جناب والا! جب مرزا قادیانی نے اس مقام کی نسبت ساعة کے معنی میں یہ حجت نکالی تھی تو ہمیں اس وقت سوجھا تھا کہ یہ انکار قیامت کی پیش بندی ہے کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس لفظ مفرد سے چند ایک معنی مراد لئے جائیں تو کوئی معنی بھی کسی مقام پر یقینی

نہیں ہوسکتا تو جہاں جہاں قیامت مراد ہوگی وہاں وہاں پر آپ کہہ سکیں گے کہ چونکہ ساعۃ کے معنی عذاب کی گھڑی بھی ہیں اسلئے یقیناً قیامت کیونکر ہوئے؟ العیاذ باللہ۔ جب ایمان کمزور ہوجاتا ہے تو حجت باز طبیعت کوئی نہ کوئی وجہ تراش لیتی ہے)

ابن مسعود سے سنن ابن ماجہ میں موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ :

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال لمّا کان لیلة اسری برسول اللّٰہ ﷺ لقی ابراھیم و موسی و عیسی فتذاکروا السّاعة فبدؤا بابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ۔ ثم سألوا موسی فلم یکن عندہ منھا علم ۔ فردّ الحدیث الی عیسی بن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون وجبتھا فا ما و جبتھا فلا یعلما الّا اللّٰہ فذکر خروج الدّجّال قال فانزل فا قتلہ (الحدیث واللفظ لابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی بن مریم) (جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی، آپ حضرات ابراہیم وموسی وعیسی سے ملے تو قیامت کے متعلق تذکرہ ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے سوال شروع ہوا تو ان کو قیامت کا کوئی علم نہ تھا (کہ کب ہوگی) پھر موسیؑ سے سوال ہوا، تو ان کو بھی اس کا کوئی علم نہ تھا پس حضرت عیسیؑ کی نوبت آئی تو آپؑ نے کہا کہ قیامت کے وقوع کا علم تو سوائے خدا کے کسی کو نہیں، لیکن خدا نے مجھ سے قیامت کے نزدیک کا عہد کیا ہوا ہے۔ پس آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

(مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیگر انبیاء کے ساتھ حضرت عیسیؑ سے بھی ملاقات کی۔ پس جس طرح دیگر انبیاء فوت ہوکر آسمان پر ہیں اسی طرح حضرت عیسیؑ بھی ہیں۔ اس کا مفصل جواب شہادت القرآن حصہ دوم میں دے دیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہ ملاقات کی تین صورتیں ہیں: دونوں طرف سے جسمانی؛ دونوں طرف سے روحانی؛ ایک طرف سے روحانی دوسری طرف سے جسمانی۔ جیسا کہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم میں ہے کہ دو قبروں میں آپ ﷺ نے عذاب ہوتے دیکھا۔ اس وقت صحابہ کے ساتھ آپ کی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی اور اموات کے ساتھ آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخ کی۔ اسی طرح شب معراج میں حضرت عیسیؑ سے آپکی ملاقات ہر دو جانب سے جسمانی تھی، اور دیگر انبیاء سے آپ کی طرف سے جسمانی اور ان کی طرف سے عالم برزخی)

اس آیت کی تفسیر میں نزول عیسی کا قرب قیامت کی علامت ہونا حضرات ابن عباسؓ، ابو مالکؒ، عوفؒ، مجاہدؒ، قتادہؒ، سدیؒ، ضحاکؒ اور ابن زیدؒ سے مروی ہے۔ (ابن جریر) چنانچہ ضحاک کے الفاظ یہ ہیں:

خروج عیسی بن مریم و نزوله من السّماء قبل یو م القیامة (ابن جریر۔سورہ زخرف)
یعنی قیامت سے پیشتر عیسیٰؑ کا آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔

جب اس آیت اور حدیث سے پیشتر حضرت عیسیٰؑ کا نزول ثابت ہو گیا تو چونکہ نزول مستلزم صعود ہے اذ لا یمکن و لا یتصور نزول البشر من السّماء الّا بعد صعوده الیها یعنی کیونکہ کسی بشر کا آسمان سے نازل ہونا ممکن و متصور نہیں مگر بعد اس کے کہ وہ اس سے پیشتر آسمان پر چڑھا ہو۔ اس لیے یہ آیت مثبت صعود (رفع) بھی ہے اور چونکہ زمان ماقبل النزول میں حیات بھی ضروری ہے اس لئے یہ آیت مثبت حیات بھی ہے۔

و من المقرّبین

پانچویں آیت جس سے حضرت عیسیٰؑ کا رفع الی السّماء ثابت ہے آیت و من المقرّبین (آل عمران:۴۴) ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ صفت مقرب قرآن میں تین مواقع پر وارد ہے۔ اول اسی آیت میں مسیح کی شان میں۔ دوم، فرشتوں کیلئے آخر سورہ نساء میں ذکر رفع مسیح کے تھوڑا آگے فرمایا: لن یّستنکف المسیح ان یّکو ن عبداً للّٰه ولا الملائکة المقرّبون (نساء: ۱۷۲) (نہ تو مسیح خدا کا بندہ بننے کو عار سمجھتا ہے اور نہ ملائکہ مقربین)۔ سوم، جنتیوں کیلئے سورہ واقعہ میں فرمایا: او لئك المقرّبون فی جنّت النّعیم (واقعہ ۱۱۔۱۲) (نعمت کے باغوں میں وہی مقرب ہوں گے) ان ہر سہ مقامات میں قرب جسمی، حسّی، سماوی ملحوظ ہے نہ فقط رتبی۔ (اکمل قادیانی اس پر فرماتے ہیں: قرب جسمی، حسّی، سماوی کہاں سے نکالا؟

جواب: جناب والا! فرشتے اپنے اجسام سے آسمان پر ہیں۔ اور جنتی بھی اپنے اجسام سے جنت میں ہوں گے اور جنت آسمان پر ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی اپنے جسم سے آسمان پر ہیں۔ آپ اپنے دماغ سے اکملیت کا دھواں نکال دیں تو یہ باتیں خود بخود سمجھ میں آ جائیں گی۔ دیگر یہ کہ آپ نے شہادت القرآن کی عبارت ہی نہیں سمجھی، وہاں تو صاف لکھا ہے، قرب جسمی، حسی، ملحوظ ہے، نہ فقط رتبی۔ لیکن جناب نے اس لفظ ملحوظ کا لحاظ بالکل نہیں کیا۔ اور نہ الفاظ، فقط رتبی، کا خیال کیا۔ پھر یہ کہ تفہیم ناقصین کیلئے اس کے بعد معنی کنائی اور معنی حقیقی کا باہم جمع ہوسکنا بھی ذکر کر دیا گیا۔ ورنہ محصلین جن کی نظر حمد اللہ وغیرہ معقولی کتب پر ہو ان کے

لئے الفاظ ملحوظ ہے نہ فقط رتبی، ہی کافی تھے۔

اکمل صاحب نے ایک اور کمال دکھایا ہے کہ قرب سماوی پر ایک اعتراض حاشیہ میں بھی جڑ دیا چنانچہ فرماتے ہیں: اس سے مکانی ہونا اللہ کا لازم آتا ہے۔ حاشیہ نمبر ا ص ۴۵۔ جناب! آپ نہ تو قرآن جانیں نہ حدیث، نہ فطرت اللہ کو سمجھ سکیں۔ سنئے مکانی ہونا تو لازم آئے جب اسے محصور و محاط مانا جائے اور اگر حد و احاطہ کے تصور کے بغیر فوق العرش اس کی کیفیت سے مانا جائے جو اس کی شان کے لائق ہے، تو اس سے مکانی ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ معاذ اللہ تمام سلف صالحین کو مثبت مکان ماننا پڑے گا۔ کسی حافظ قرآن سے پوچھئے کہ آیت أأمنتم من فی السّماء کہاں ہے؟ اور کسی حدیث دان سے دریافت کیجئے کہ وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا تھا این اللّٰہ یعنی خدا کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا فی السّماء۔ یعنی آسمان میں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا انھا مؤمنة یعنی بے شک یہ لونڈی ایماندار ہے۔ اور کسی باہوش دعا گو سے پوچھئے کہ دعا کے وقت تمہاری توجہ اور خیال کدھر کو ہوتا ہے اور ساتھ ہی قرآن دان سے معلوم کر لیں کہ آنحضرت ﷺ تحویل قبلہ کی آرزو میں آسمان کی طرف کیوں دیکھتے رہتے تھے کہ اللہ نے فرمایا: قد نری تقلّب و جهك فی السّماء۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہ کی عبارت ذیل پڑھیں تو آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ خدا تعالیٰ کو اوپر ماننا جبلی و فطری ہے۔

انّ هذا الامر فطروا علیه و جبلوا علیه کما قال الشّیخ ابوجعفر الهمدانی لبعض من اخذ ینکرا الاستوا و یقول لو استوی علی العرش لقامت به الحوادث فقال ابوجعفر معناه انّ الاستواء علم بالسّمع فی قلوبنا و لو لم یرد به لو نعرفه وانت تتاوله فدعنا من هذا واخبرنا من هذه الضّرورة الّتی نجدها فی قلوبنا فانّه ما قال عارف قطّ یا اللّٰه الّا و قبل ان ینطق لسانه یجد فی قلبه معنی یطلب العلوّ یلتفت یمنة و یسرة فهل عندك من حیلة فی دفع هذه الضّرورة عن قلوبنا فلطلم المتکلم و قال حیر الهمدا نی ـ

اور اس سے تھوڑا آگے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

و ایضاً فمن المعلوم انّ القرآن ینطق بالعلوّ فی موا ضع کثیره جداً حتی قیل انّها ثلث مأة موضع و السّنن متوا تره عن النّبی ﷺ بمثل ذلك و کلام السّلف المنقول عنهم بالتّوا تر یقتضی اتّفا قهم علی ذلك۔ (منہاج السنہ۔ جلد ا۔ ص ۲۶۳)

و لو اردنا به لازم معناه فلا یضرّنا لانّ المعنی الحقیقی للّفظ یجمتع معه لازم معناه وهذا الرّسم هو المصطلح عند علماء البیان بالکنایة کما هو مصرّح فی کتب البلا غة و قد مرّ ذلك آ نفاً فلا فا ئدة فی الاعادة (اور اگر ہم اس (قرب) سے لازمی معنی بھی مراد لیں تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ لازمی معنی حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور اس رسم کا نام علماء بیان کی اصطلاح میں کنایہ ہے جیسا کہ کتب بلاغت میں مصرح ہے اور اس کا حوالہ ابھی گذر چکا ہے۔ پس مکرر ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں)

عیسیٰؑ کو جو بکلمہ تبعیض من المقرّبین فرمایا تو مراد ان مقربین سے ملائکہ مقربین ہیں، جو

آیت سورہ نساء میں بالتخصیص مذکور ہیں۔ چنانچہ وہ آیت ان شاءاللہ ابھی مذکور ہوگی۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ فرشتوں کا مقرّ طبعی آسمان ہے۔ پس جب عیسیٰ ان میں سے ایک فرد ہوئے تو آپ کا صعود ثابت ہو گیا۔ تفاسیر معتبرہ مثل کبیر، ابی السعود، مدارک، خازن، بیضاوی، سراج منیر، کشاف اور فیضی میں اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کو ذکر کیا ہے چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے :

و کو نہ من المقرّبین رفع الی السّماء و صحبتہ للملا ئکۃ (مقربین میں سے ہونے کے معنی ہیں آپ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور فرشتوں کے ساتھ رہنا)۔

اور تفسیر سواطع الالہام میں ہے :

لصعودہ مصاعد السّماء و ادرا کہ مدا رك الملك

(کیونکہ آپ آسمان پر اٹھائے گئے اور آپ فرشتوں کے مقام پر پہنچے)

لن یّستنکف المسیح

چھٹی آیت مثبت رفع عیسیٰ یہ ہے:

لن یّستنکف المسیح ان یّکون عبداً للّٰہ ولا الملا ئکۃ المقرّ بون (نساء:۱۷۲)۔

(نہ تو مسیح خدا کا بندہ ہونے کو عار جانتا ہے اور ملائکہ مقربین)

وجہ استدلال یہ ہے کہ بنائے شرک نصاریٰ تین امر ہیں اور انہیں کے سبب نصاریٰ کو وہم الوہیت مسیح پیدا ہوا۔ اول: ولادت مسیح بلا پدر۔ دوم: ظہور معجزات عجیبہ۔ سوم: رفع الی السماء۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ہرسہ امور یا تو صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں تو قرآن شریف میں حسماً لمادّۃ شرك النّصاری (نصاریٰ کے شرک کا مادہ نابود کرنے کیلئے) ان سب کا ابطال و تردید چاہیے اور اگر صحیح ہیں تو پھر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے۔ ناقد ممارس کتاب اللہ پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو باطل نہیں کہا بلکہ ان کو ثابت رکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ امور مقتضی الوہیت نہیں ہو سکتے

(مطلب بالکل صاف ہے کہ اگر یہ تینوں امر نفس الامر میں خدا کے نزدیک غلط تھے، تو چاہیے تھا کہ خدا صاف فرمادیتا کہ یہ امر غلط ہیں، افتراء ہیں۔ لیکن خدا نے بجائے ابطال وتردید کے ان کو ثابت کر دکھایا اور نصاری کی تردید اس طرح کہ یہ باتیں مثبت الوہیت نہیں ہوسکتیں۔ اکمل صاحب ایسے صاف بیان کو بھی نہیں سمجھ سکے چنانچہ فرماتے ہیں:

رفع جسمانی کا تو ضرور ابطال ہونا چاہیے کیونکہ یہی سب سے بڑا بھاری ثبوت ہے نصاری کے پاس الوہیت مسیح کا۔ صفحہ ۴۶۔

جناب من! قرآن نے رفع جسمانی کا ابطال نہیں کیا بلکہ نصاری نے جو اسے وجہ الوہیت بنایا تھا، اس کا ابطال و لا الملائكة المقرّبون سے کیا جیسا کہ اگلی سطور میں مفصل ومدلل مذکور ہے)

چنانچہ وجہ اول یعنی ولادت بلا پدر کو آدم کی پیدائش سے توڑا اور فرمایا:

انّ مثل عیسی عند اللّه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون (آل عمران:۵۸) (عیسی کی مثال تو خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے خدا نے مٹی سے بنایا تو پھر اسے کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا)

اور یہ من باب تمثیل الغریب بالاغرب ہے۔

وجہ دوم یعنی ظہور خوارق کی نسبت فرمایا:

ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل ..(مائدۃ:۷۵)۔(مسیح تو صرف ایک رسول ہیں اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں)

اس میں ظاہر کیا کہ ظہور خوارق دیگر انبیاء کے ہاتھ پر بھی ہوا ہے۔ اس لئے یہ وجہ بھی مثبت لاہوتیت نہیں ہوسکتی۔ مثلاً موسیٰ کے معجزہ سے آپ کے عصا کا سانپ بن جانا، عیسیٰ کے معجزہ احیائے موتی سے اعجب ہے، کیونکہ میت وہ چیز ہے جو کسی وقت زندہ ہو اور پھر اس سے حیات منتزع ہو، اور لکڑی ایسی چیز ہے جس کی شان میں حیات نہیں ہے۔

وجہ سوم یعنی رفع الی السّماء کو آیت لن یّستنکف المسیح ... الآیه سے توڑا اور ظاہر کیا کہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش رفع آسمانی میں حضرت روح اللہ سے ارفع ہیں۔ پس یہ بھی وجہ بھی مقتضی لاہوتیت نہیں ہوسکتی۔

بادنی تامل ظاہر ہوسکتا ہے کہ اس پچھلی آیت میں ان ہر سہ وجوہ کا جواب ہے کیونکہ ملائکہ کی پیدائش بھی بغیر اسباب کے محض کلمہ کن سے ہے اور اظہار خوارق میں بھی وہ بشر سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں اور رفع

سماوی میں اکثر ان میں حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ بلند ہیں۔ پس عیسیٰؑ کا رفع مع دیگر خوارق کے اسی ایک آیت سے بھی ثابت ہے۔ اس آیت کے ذیل میں رفع عیسیٰ کو ذکر کرنے میں بندہ منفرد نہیں ہے بلکہ علامہ ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں یہی لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل:

انّ مناط کفر النّصاری و رفعهم له علیه السلام عن رتبة العبودية كما كان اختصاصه علیه السلام و امتیازه عن سائر البشر بالولادة من غیر اب و بالعلم بالمغیبات و بالرّفع علی السّماء عطف علی عدم استنکافه عن عبودیته تعالی عدم استنکاف من هو اعلی درجة منه فیما ذکر فان الملائکة مخلوقون من غیر اب و امّ و عالمون بمالا یعلمه البشر من المغیبات و مقارهم السّماوات العلی (ابی السعود۔ زیر آیت لن یستنکف ... الخ)

(نصاری کے کفر اور ان کے حضرت عیسیٰؑ کو رتبہ عبودیت سے برتر جاننے کا مناط و مدار اس وجہ سے ہے کہ آپ بلا باپ پیدا ہوئے اور (خدا کے جتانے سے بعض) مغیبات کے جاننے اور آسمان پر چڑھائے جانے میں دیگر بشروں سے ممتاز ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس بات پر کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے عار نہیں ان لوگوں (فرشتوں) کے عدم استنکاف کو عطف کیا جو ان امور مذکورہ میں حضرت عیسیٰؑ سے اعلیٰ و ارفع ہیں کیونکہ فرشتے بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا شدہ ہیں اور وہ (خدا کے جتانے سے) ان مغیبات کو بھی جانتے ہیں جو انسان کے علم میں نہیں ہیں، اور بلند آسمان ان کے رہنے کی جگہ ہے)

و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا

ساتویں آیت مثبت حیات روح اللہ یہ ہے:

و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا و من الصّالحین (آل عمران:۴۵)

(اور کلام کرے گا لوگوں سے گہوارے میں اور کہولت (کی عمر) میں بھی اور صالحین میں سے ہوگا)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت مسیح کو تکلّم فی المهد اور تکلّم فی الكهولة کی بخشش سے نوازنا ذکر کیا اور یہ دونوں اعجازی امر ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیات تذکیر انعامات سے واضح ہے:

اذ ايّدتك بروح القدس تكلّم النّاس فى المهد و كهلا (مائدہ:۱۱۰) (جب میں نے تیری تائید روح القدس سے کی کہ تو نے لوگوں سے اپنے گھوارے میں بھی اور کہولت میں بھی کلام کیا)

جب یہود نے حضرت عیسی ؑ کی ولادت پر حضرت مریم ؑ کی عصمت پر شک کیا تو حضرت عیسی ؑ بحکم خدا اپنی ماں کی گود سے بول اٹھے:

انّى عبد اللّه آتانى الكتاب و جعلنى نبيّاً ... الخ ۔(مریم: ۳۰)(میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا)

پس جس طرح تکلّم فى المهد امر اعجازی اور خلاف عادت ہے اسی طرح حضرت عیسی کا تکلم فی الکہولت بھی امر خارق عادت ہے۔اگر چہ یہ بظاہر کوئی امر عجیب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ کہولت کی عمر میں سب بولنے والے کلام کیا کرتے ہیں ۔پس اس معجزہ عیسویہ کی صورت یہ ہے کہ رفع آسمانی کے بعد ایک زمانہ دراز تک بغیر خوراک معتاد کے زندہ رہنا اور اسی حالت میں بغیر کسی قسم کے تغیر واستحالہ (حالت کے بدلنے) کے نازل ہونا امر خارق عادت ہے۔ ورنہ تخصیص مسیح کی کوئی وجہ نہیں۔توضیح اس کی یوں ہے کہ آسمان پر حضرت عیسیؑ کا مایہ زندگی بوجہ آسمان پر ہونے کے اور فرشتوں کی صحبت میں ہونے کے ذکر وعبادت ہے۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں ہے:

(انّى متوفّيك) اى اخذ بكليتك (و) لا ادع لك شهوة طعام ولا شرا ب فتحتاج الى مسا كنة ا لارض لانّى (را فعك الىّ) اى الى سما ئى) (آل عمران)

اور زمانہ رفع ونزول کے درمیان خواہ کتنی ہی مدت مدیدہ وہ آسمان پر رہیں ان کے جسم میں کوئی بھی تغیر واستحالہ نہیں ہوگا بلکہ جس حالت میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے،اسی حالت پر نزول فرمائینگے کیونکہ آسمان محل تاثر واستحالہ نہیں جیسے جنتیوں کے اجسام میں باوجود مدت ہائے دراز دردراز کے کوئی تغیر واستحالہ نہیں ہوگا۔

(اکمل صاحب کہتے ہیں: (اللہ تعالی نے)احسان تو یاد کرائے اور اصلی نعمت جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئی وہ نہ جتائی ۔ص ۴۷۔

جواب۔ جناب والا! و کھلاً میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے۔چونکہ حضرت عیسیٰ پر یہ نعمت (آسمان پر اٹھالینا) گزری ہوئی ہے اس لئے وہ تو اسی اشارہ سے سب کچھ سمجھ جائیں گے الفقیه تکفیه الا شارہ۔لیکن قادیانی اصحاب کچھ بھی نہیں سمجھیں گے و السّفیه لا تفیده العبارۃ کیونکہ وہ انکار کے درپے ہیں فما کا نوا لیؤ منوا بما کذ بوا من قبل ذلك کذ لك یطبع اللّٰه علی قلوب الکا فرین۔ اعراف: ۱۰۱۔مگر یہ لوگ نہ تھے کہ جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے ہوں معجزے دیکھ کر ان پر ایمان لے آئیں۔

پھر اکمل صاحب تکلّم فی الکھولة کی نسبت فرماتے ہیں:

اور تکلم الناس سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بعمر کہولت بھی لوگوں سے کلام کرتے رہے ہوں اور آپ (ابراہیم میر) کے اعتقاد کے موافق تو ان پر کہولت کا زمانہ آسمان پر آیا ہے وہاں کون سے انسانوں سے کلام فرماتے ہیں۔ص ۴۷۔

جواب: ہاں جناب! ہم حضرت عیسیٰ کے تکلّم فی الکھولت کو تو بلا ریب وشک مانتے ہیں اور اسی امر کا یہاں بیان ہے۔لیکن اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دائماً پایا جائے کہ اب ان کے آسمان پر ہونے کے وقت کرنے کے لئے وہاں کئی ایک انسان بک کرا کر بھیجنے پڑیں۔کیونکہ یہ قضیہ مطلقہ ہے اور اطلاق میں اعتبار لا دوام کا ہوتا ہے جیسا کہ جملہ کتب منطق میں مرقوم ہے اور فعلیہ نسبت سے ضرورۃ نسبتہ یا دوام نسبتہ لازم نہیں آتا۔بلکہ ثبوت کے لئے اس کا وجود بالفعل وفی الجملہ احداز منہ ثلاثہ میں کافی ہوتا (قطبی۔سلّم۔حمد اللہ) جس طرح کہ تکلّم فی المھد میں دوام نہیں تھا اسی طرح تکلّم فی الکھولة میں بھی دوام ضروری نہیں۔پس جب زمانہ نزول میں اس کیفیت سے جو متن میں مذکور ہے اس کا تحقق ووقوع ہو جائے گا،تو پھر اس کے صدق میں کیا کلام؟ سچ سمجھئے کہ قادیانیوں کے سامنے ایسی باتیں کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔لیجئے تفسیر ابن جریر میں ابن زید کا قول ہے قال قد کلّمھم عیسی فی المھد و سیکلّمھم اذا قتل الدّجّال و ھو یومئذ کھل (جلد ۳ ص ۱۵۹)۔

اور تفسیر معالم میں ہے قال الحسن بن الفضل (و کھلاً) بعد نزوله من السّماء ص ۱۵۹۔دیکھئے! اب تو معقولاً ومنقولاً ہر دو طریق مطلع صاف ہو گیا۔

پھر اکمل صاحب قادیانی فرماتے ہیں: مسیح کی فطرت جن حوائج کی مقتضی تھی،جب اس سے بوجہ رفع علی السّماء کے بے نیازی ہو گئی تو یہ مستلزم صمدیت والوہیت ٹھہری۔اس سے نصاری ثبوت دے سکتے ہیں کہ ان کی فطرت میں ہی الوہیت تھی ص ۴۷۔

جواب: بندہ ءخدا! آپ الفاظ،مسیح کی فطرت،قلم سے تو لکھتے جاتے ہیں لیکن دماغ سے نہیں سمجھتے کہ کہتے کیا ہیں؟سنیئے! فطرۃ مصدر ہے اور یہاں مسیح کی طرف مضاف ہونے سے مصدر مجہول ہے پس اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسیح جس حالت پر مفطور ہوئے۔پس آپ ہی کے الفاظ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح صمد نہیں ہیں کیونکہ صمد وہ ہے جو اپنے وجود وبقاء میں کسی کا محتاج نہ ہو۔دیگر سب اس کے محتاج ہوں۔ملاحظہ ہو عبارت ذیل آیت اللہ الصمد کے ذیل میں:

ثمّ (بیّن) صمدیّته المقتضّیة لاستغنائه الذّاتی عمّا سواه و افتقار المخلوقات الیه فی وجودها و بقائها و سائر احوالها (ابوالسعود) یعنی پھر صاف صاف بیان کی بے نیازی جو اپنے ماسوا سے اپنے ذاتی استغنا اور تمام مخلوقات کے اپنے وجود اور اپنی بقا کے لئے اور تمام احوال میں اس کی طرف محتاج ہونے کی مقتضی ہے۔

دیگر یہ کہ اگر حضرت عیسیٰؑ اب آسمان پر بحکم اللہ تعالیٰ بعض حوائج بشریہ (کھانا پینا) سے بے نیاز ہیں تو اس سے بھی خدا نہیں بن سکتے کیونکہ موجب الوہیت وہ بے نیازی ہے جو ذاتی ہو اور جو خدا کی عطا سے ہو وہ موجب الوہیت نہیں، جیسے معجزات جو حقیقت میں خدا کے افعال ہیں لیکن خدا کے حکم سے نبی برحق کے ہاتھ پر ان کا ظہور ہوتا ہے۔ دیگر یہ کہ کانا یا کلا ن میں لفظ ماضی ذکر کیا جس میں اس امر پر دلالت ہوسکتی ہے کہ زمان گذشتہ میں وہ کھانا کھایا کرتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔ پس کھانے سے استغنا تو قرآن شریف سے ثابت ہوا۔ آپ اس کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں)

فلمّا توفّیتنی

آٹھویں آیت مثبت حیات و رفع نزول حضرت روح اللہ یہ ہے:

و کنت علیهم شهداً مّا دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیهم و انت علی کلّ شیء شهید (مائدہ: ۱۱۷) (اور میں ان پر شاہد رہا جب تک میں ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو، تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر شئے پر شاہد ہے)

آیت انّی متوفّیك و را فعك الیّ اور بل رّفعه اللّه الیه کی تفسیر میں امور مندرجہ بہ بسط محقق ہو چکے ہیں:

اول یہ کہ توفّی کا مدلول (معنی) وضعی موت نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں ا خذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کا بتمامہ لے لینا۔

دوم یہ کہ چونکہ اس اخذ و قبض کے انواع متعدد ہیں اسلئے تعیین یک نوع کیلئے وجود قرینہ ضروری ہے

سوم یہ کہ آیت را فعك الیّ اور بل رفعه اللّه الیه ، رفع الی السّماء کے لئے نصوص قطعیہ ہیں کیونکہ رفع الی اللّه اور رفع الی السّماء متساوق فی المعنی ہیں جیسا کہ آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّا لح یر فعه (فاطر: ۱۰) سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور مرزا نے ازالہ اوہام میں

بل رّفعه اللّٰه اليه کی توضیح کے ضمن میں الیہ سے الی السّماء مراد لی ہے۔پس آیات را فعک الیّ اور بل رّفعه اللّٰه اليه مسیح کی توفی سے رفع آسمانی مراد لینے کیلئے قرائن قویہ ہیں لہذا نظر بر آیات مثبتہ رفع فلمّا توفّیتنی سے مراد فلمّا رفعتنی الی السّماء ہوگی نہ کچھ اور۔

جملہ تفاسیر معتبرہ میں توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔سالک شاہراہ یقین کیلئے اس بیان میں کفایت ہے مگر متعسف کجرو پر اتمام حجت کیلئے مزید توضیح حصہ دوم میں کی جائے گی۔

(اکمل غلط گوئی میں خاص کمال رکھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں : فلمّا توفّیتنی کی تحقیق کو کسی اگلے حصے پر ٹالا ہے ۔ص ۴۷

جواب: بندہ خدا کبھی تو درست لکھا کرو تحقیق تو ساری پوری پوری کر کے یہاں اس کا خلاصہ بھی کر دیا گیا کہ کم علم لوگوں کو پچھلا پڑھا ہوا یاد آ جائے۔اگلے حصے پر تو صرف مزید توضیح چھوری گئی تھی نہ کہ تحقیق۔دیگر یہ کہ دوسرا حصہ بھی آپ کی تصنیف سے کئی سال پیشتر قادیان میں پہنچ چکا تھا، ذرا تکلیف کر کے اٹھا کر اسے بھی مطالعہ فرما کر دیکھا ہوتا کہ اس میں کیا مزید توضیح کی گئی ہے۔پھر دونوں حصوں کی توضیح کا مقابلہ کر کے نظر کی ہوتی کہ پہلے حصے میں امر مقصود (رفع عیسوی) کے متعلق کیا کسر باقی چھوڑی گئی ہے ۔

اکمل صاحب کی یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ عجب ناز و ادا سے لکھتے ہیں: کسی اگلے حصے پر، ۔

جناب! یہ، کسی، تنکیر کا کلمہ کیسا؟ جناب مرزا صاحب آنجہانی کی وفات سے پیشتر ڈھائی سال اور آپ (اکمل) کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر دوسرا حصہ قادیان میں پہنچ چکا تھا اور ملک میں شائع ہو چکا تھا۔اس پر بھی آپ کلمہ تنکیر، کسی، فرما رہے ہیں۔گو یا آپ کو اس کا نہ علم ہے نہ علم کی ضرورت ہے۔

دیگر یہ کہ لکھتے ہیں: ٹالا ہے، ۔

جناب! جس کے پاس قرآن وحدیث صحیح اور قواعد زبان عرب ہوں وہ ٹالے کیوں؟ ٹالے تو وہ جسے ان ہر سہ سے واسطہ نہ ہو یا ان کا علم نہ ہو)

مرزا قادیانی کا یہ مذہب ہے کہ مسیح نے معاذ اللّٰہ اہانت صلیب برداشت کرنے کے بعد (جو وجاہت کے منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور وہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہو گئے ۔ یہ سراسر باطل اور دروغ ہے کیونکہ کلمہ فلمّا توفّیتنی، سوال الٰہی أأنت قلت للنّاس .. الآية ، کے جواب میں واقع ہے۔پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کو اہل کشمیر نے الٰہ نہیں ٹھہرایا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب وجوار کے اشخاص نے۔

پس اہل شام جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو معبود بنایا تھا، ان کی خبر بموجب قول مرزا، حضرت عیسیٰ کو بوجہ

هجرت الی الکشمیر آپ کی وفات سے ۸۷ سال پیشتر منقطع ہوچکی ہے (عدم اطلاع کا ذکر مرزا صاحب کے قول کے مطابق ذکر کیا گیا چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں بھی بنا بر عدم اطلاع کا عذر کیا گیا، ورنہ ہماری تحقیق میں اس سے مراد اظہار برأت ہے چنانچہ شہادۃ القرآن حصہ دوم میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) اور اس ۸۷ سال کی حیات مزعومہ مرزا صاحب میں عیسی کو اہل شام کے تغیر عقائد کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنالیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّاس کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں ہے بلکہ عذر خروج الی الکشمیر چاہیے۔

جب بدیں صورت ایک پیغمبر برحق تعلیم کردہ حضرت حق جلّ وعلا کے جواب میں قدح واقع ہوتی ہے تو بالضرور معلوم ہوا کہ یہاں توفّی سے مراد موت نہیں اور چونکہ حضرت عیسی کا مرفوع الی السّماء ہوکر اقوال نصاریٰ سے بے خبر ہوجانا جواب باصواب ہے

(اکمل صاحب فرماتے ہیں، یہ نہیں بتایا کہ عذر موت کن وجوہات سے باطل ہے۔ص ۴۸۔

جواب: جناب بتا تو دیا۔لیکن گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

پھر اکمل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب وہ دنیا میں آئیں گے تو یہ لاعلمی کیسی؟ص ۴۸۔

جواب: یہ سوال تو میں نے حصہ دوم میں از خود کر کے اس کا کافی ووافی جواب دے دیا ہے جو اکمل صاحب کی تصنیف سے سوا تین سال پیشتر قادیان پہنچ چکا تھا۔لیکن وہ اس سے عشوہ نمائی کریں تو کسی کا کیا قصور؟ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نصاری وغیرہ کے اقوال وافعال پر مطلع ہونے کے دو مواقع ہیں۔اول آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالے کے وقت۔دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔اور یہ مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقاد ان دونوں زمانوں کے درمیان یعنی زمانہ رفع میں بگڑے۔سو آپ کا قول و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم ۔ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔چنانچہ آیت نزول میں فرمایا: و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً (نساء : ۱۵۹) ۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم سے زمانہ مرفوعین مراد ہے جو دونوں زمانوں کے درمیان ہے (جمعاً بین الا دلّة) اور حضرت عیسیؑ کی مراد اس سے اظہار برأت ہے۔چنانچہ شہادت القرآن حصہ دوم میں تصریح کر دی گئی ہے)

اور یہ ثابت بھی ہو چکا ہے کہ عیسی کی توفّی بالرّفع الی السّماء ہوئی ہے، تو اس لئے توفّیتنی کے معنی رفعتنی الی السّماء ہیں نہ کچھ اور۔چنانچہ سواطع الالہام میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) اراد اعلاء ہ مصاعد السّماء

خدا تعالی نے اس سے آسمان کی بلندیوں پر اٹھالینا مراد رکھا ہے۔

اور تفسیر کبیر اور خازن میں ہے:

(فلمّا توفّیتنی) یعنی فلمّا رفعتنی الی السّماء یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔اسی طرح دیگر تفاسیر میں بھی ہے۔

و جعلنی مبارکاً اینما کنت

نویں آیت مثبت رفع الی السماء یہ ہے :

و جعلنی مبارکاً اینما کنت (مریم:۳۱) (اور خدا نے مجھ کو برکت والا بنایا جہاں کہیں میں ہوں)

وجہ استدلال یہ ہے کہ برکت خیر کثیر اور علو کو کہتے ہیں جیسے آیت لفتحنا علیھم برکاتٍ من السّماء و الارض (اعراف:۹۶) میں برکت سے مراد خیر کثیر اور زیادت نعمت ہے اور آیات صفات مثل فتبارك اللّٰه ربّ العالمین (اعراف) اور فتبارك اللّٰه احسن الخالقین (مومنون) اور تبارك الّذی بیدہ الملك (ملك) اور تبارك الّذی نزّل الفرقان (فرقان) اور بورك من فی النّار (نمل) میں مراد علو ہے۔اور واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ میں یہ ہر دو امر باحسن وجہ پائے جاتے ہیں۔خیر کثیر۔مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ کی دعا کے قبول ہونے سے ظاہر ہے۔(قرآن مجید)

اور وہ برکات و خیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی و بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور لوگوں میں دنیا کی نسبت عاقبت کی طرف رغبت کا زیادہ ہونا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے بہت زیادہ ہو جانا اور شیر اور بکری کا امن سے باہم چرنا وغیرہ ذلک (صحیح مسلم ودیگر کتب حدیث)

اور معنی علوّ آیت بل رفعہ اللّٰہ میں مصرح ہے وہ بھی آپ کو حاصل ہے۔پس جعلنی مبارکاً اینما کنت احوال ثلاثہ یعنی قبل رفع اور زمان رفع (عہد مرفوعیت) اور بعد نزول کے ہر سہ سے عام ہے اسی لئے اینما کنت فرمایا جس کا مفاد اتساع ہے۔اس آیت کے ذیل میں رفع الی السّماء کی تصریح

تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر میں موجود ہے۔

(بورک من فی النار میں اگر من سے مراد ذات سبحانہ ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے تو برکت سے مراد علو ہوگا اور اگر موسی یا ملائکہ ہوں تو دوسرے معنی یعنی خیر کثیر مراد ہیں۔ اکمل صاحب اس پر کہتے ہیں کہ بورك من فی النّار کے آگے ومن حولها بھی آیا ہے۔ مدارک میں لکھا ہے و من حول مکانها ای مو سی ۔تو کیا موسی بھی آسمان پر چڑھے تھے۔ص ۴۸۔

جواب: موسیٰؑ تو آسمان پر نہیں چڑھے لیکن آپ سمجھ نہیں سکے۔ اگلی سطروں میں صاف لکھا ہے کہ معنی ثانی یعنی علو ،بل رّفعه اللّه الیه میں مصرح ہے ۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: اگر خیر کثیر سے مراد کوڑھیوں کا ہی چنگا کرنا ہے تو آسمان پر کون سے مردوں کو زندہ کر رہے ہیں اور کون سے اندھوں کو آنکھیں دے رہے ہیں؟ ص ۴۸۔

جواب: بندہ خدا! قضیہ مطلقہ میں اعتبار لا دوام ہوتا ہے جیسا کہ حواشی سابقہ میں گزر چکا۔ اور اس کا ثبوت بالفعل وفی الجملہ احد ازمنہ ثلاثہ میں کافی ہوتا ہے۔ نبی صادق عیسی تبلیغ رسالت کے وقت دلیل صداقت میں یہ امر واقعات کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالی اصدق القائلین اپنے کلام میں سے نقل کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی واقعات گذشتہ کی صورت میں بطور امتنان حضرت عیسیٰؑ کو جتائے گا۔ پس اس کے ثبوت میں کیا شک رہا؟ لیکن چونکہ مرزا صاحب قادیانی ان معجزات کے قائل نہ تھے وہ انہیں مسمریزم اور عمل الترب جانتے تھے۔ ازالہ اوہام حصہ اول۔ اس لئے آپ ان کی تصدیق نہیں کر سکتے و من یّتبدّل الکفر بالایمان فقد ضلّ سواء السّبیل ۔اور سنیئے جناب مرزا صاحب نے بھی ان معجزات عیسویہ سے بنا بر علم وتحقیق انکار نہیں کیا بلکہ ایک مشکل سے بچنے کے لئے حیلہ نکالا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی سرخی اس مضمون کی باندھتے ہیں کہ مسیح بن مریم نے مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں کو چنگا کیا، اس کے مقابلے میں مثیل مسیح نے کیا کیا؟ شروع ازالہ اوہام۔ پھر اس کے ضمن میں ان معجزات کا انکار کیا ہے۔ پس مرزا کا یہ انکار اس شعر کا مصداق ہے

زاہد نہ داشت تاب وصال پری رخان کنجے گرفت وخوف خدارا بہانہ ساخت

ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ جناب مرزا صاحب ان معجزات کی نسبت یہ رائے بھی رکھتے تھے :

اگر میں ان عملیات کو مکروہ و قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ ازالہ اوہام۔ملخصاً۔

پھر بھلا آپ ان معجزات کی حقیقت پر کس طرح ایمان رکھ سکتے ہیں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

پھر اکمل صاحب نہایت شوخی سے لکھتے ہیں:

و جعلنی مبارکاً میں آسمان کا رفع کس طرح ثابت ہو جب کہ آپ ہی کے ہم خیالوں کی طرف سے آواز آ رہی ہے۔ آپ عمر بھر میں نصاب کے مالک نہیں ہوئے۔ پس دنیاوی برکات کا حصہ مال اولاد کے سوا اور کیا ہے اور یہاں اولاد تو در کنار، خیر سے آپ

کی عورت ہی کوئی نہ تھی ۔ نہ صاحب نصاب، نہ رہنے کو مکان ۔ ص ۴۸۔

جواب: ۔ا۔ جناب رفع آسمان سے انکار سے ان امور کا کیا تعلق؟

۲۔ جناب والا! ہمارے ہم خیال یہ امور اس طریق پر بیان نہیں کرتے ۔ یہ طریق قادیانیوں ہی کو مبارک ہو۔ از خدا خواہیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب ۔ اور جو اس طریق پر بیان کرے وہ ہمارا ہم خیا ل نہیں ۔

۳۔ نبی صادق کے مناسب حال تقلیل یا ترک لذائذ اور زہد و درویشی ہے ۔ اکمل صاحب کو زہد و درویشی منجملہ مصائب و نقائص نظر آئے ہیں کیونکہ ان کے نبی و رسول قادیان کے ہاں لذائذ کا استعمال بکثرت تھا۔ لیکن اہل اللہ کیلئے زہد و درویشی صرف مناسب حال ہی نہیں بلکہ ان کو ان سے اکتساب فضائل میں بہت مدد ملتی ہے اور سلوک الی اللہ میں سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اور وہ ماسوائے اللہ کے شغل سے چھوٹے رہتے ہیں فتفکر فا نہ لطیف جدّاً پس اگر یہ اسباب دنیا حضرت عیسیٰؑ کے پاس نہ تھے تو اس میں آپ کی منقبت ہے، نہ کہ منقصت ۔

۴۔ اہل اللہ اور انبیاء اللہ کے مبارک ہونے کی یہ صورت نہیں ہوتی کہ خود ان کے پاس عطاء دنیوی کے انبار لگے رہیں بلکہ ان کی برکت کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے اور بعض تفاسیر سے جو آپ نے مبارک کے معنی نفّاعاً للخیر نقل کئے ہیں اس کے یہی معنی ہیں ۔ لیکن آپ اس کو سمجھتے نہیں ۔ حدیث میں ہے: خیر النّاس من یّنفع النّاس ۔ مشکوۃ ۔

۵۔ نصاب کے مالک تو آنحضرت ﷺ بھی نہیں ہوئے ۔ اب سنایئے کیا ارشاد ہے ۔ فرعون نے بھی موسیٰؑ پر یہی طعن کیا تھا کہ وہ مالدار نہیں فلو لا القی علیہ اسورۃ مّن ذھب ۔ (زخرف) اور آنحضرت ﷺ پر بھی مکہ کے مشرکوں نے یہی اعتراض کیا تھا۔ زخرف ۔ فرقان ۔ بنی اسرائیل ۔ ہود ۔ یہی حال چال قادیانیوں کا ہے ۔

پھر اکمل صاحب فرماتے ہیں: یہ لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ ہی سے خاص نہیں دیکھو حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم کے لئے و بارکنا علیہ و علی اسحاق یعنی دونوں نبی مبارک تھے ، کیا یہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے؟

پھر فرماتے ہیں حضرت! یہ لفظ تو اکثر مقامات کے بارے میں بھی آیا ہے الارض الّتی بارکنا فیھا .. الخ ۔ ص ۴۸۔

جواب: ہاں حضرت! لفظ برکت حضرت عیسیٰؑ سے خاص نہیں بلکہ بل رّفعہ اللّٰہ الیہ تو ان سے خاص ہے ۔ آپ شہادۃ القرآن کے اس مقام کو مطلقاً نہیں سمجھے جناب میں نے تو بالتصریح لکھ دیا تھا کہ معنی ثانی یعنی علوّ آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں مصرح ہے ۔ اس پر بھی آپ نہ سمجھیں تو کوئی کیا کرے ... اچھا ایک دفعہ اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ سنئے شہادت القرآن کے اس مقام کا حل یوں ہے کہ برکت کے دو معنی ہیں: خیر کثیر اور علو ۔ یہ دونوں باتیں حضرت عیسی کو حاصل تھیں ۔ خیر کثیر کی تفصیل میں قرآن و حدیث میں فلاں فلاں امور مذکور ہیں ۔ اور علوّ کا ذکر آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں سے ہے ۔ گویا یہ سب مقامات قرآنیہ وحدیثیہ آیت جعلنی مبارکاً کے اجمال کی تفصیل ہیں ۔ پس اس کی تفسیر قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کی رو سے یہ مراد لی گئی ۔ اور چونکہ یہ سب باتیں تین حالات میں پوری ہوئی ہیں اور ان کے مواقع مختلف ہیں اس لئے اینما کنت جو مفید اتساع ہے، فرمایا گیا ۔ اب سنایئے اب بھی سمجھے یا نہیں؟ اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کے لئے قرآن میں علوّ کی یہ صورت مذکور نہیں اس لئے ان کی برکت

کی بھی یہ صورت نہیں ہوگی۔

مولانا میرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رفع الی السّماء کے ذکر کی تصریح کے لئے تفسیر کبیر اور تفسیر سراج منیر کے نام لکھے ہیں اس پر بھی اکمل صاحب فرماتے ہیں :

برکت میں علوّ اور علوّ بھی جسمانی کا ثابت کرنا ایجاد بندہ سے کم نہیں۔ص ۴۸۔

جواب: میں نے تو دو تفسیروں کے نام لکھ دیئے تھے۔پھر ایجاد بندہ کے الزام کے کیا معنی ؟)

دلیل کی دوسری قسم مثبتہ حیات مسیح

دوسری قسم دلیل کی جس سے ہر سہ امور یعنی صعود الی السّماء اور حیات الی الآن اور نزول فی آخرالزّمان ثابت ہیں، احادیث مرفوعہ صحیحہ صریحی ہیں جو بموجب آیات مندرجہ ذیل واجب القبول ہیں:

۱۔ و ما کان لبشرٍ ان یّکلمه اللّٰه الّا وحیاً او من وّراء حجاب او یرسل رسولًا فیوحی باذنه ما یشاء ۔انّه علیّ حکیم (شوریٰ:۵۱)(اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ خدا اس سے (بالمشافہ) ہم کلام ہو۔مگر وحی کے طور پر (ہم کلام ہوتا ہے) یا از پس پردہ۔یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے حکم سے جو کچھ کہ وہ (خدا)چاہتا ہے وحی کرتا ہے بے شک وہ (اللہ) بڑا اعالی ذات اور حکمت والا ہے)

اس آیت میں نبی برحق کے پاس فرشتے اور آواز غیبی کے سوا بھی وحی (پیغام الٰہی) پہنچنے کا ذکر ہے جو الہام قلبی کی صورت میں ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی امر جو اسے بتانا منظور ہو نبی برحق کے دل پر القاء کر دیتا ہے۔

۲۔ و ما ینطق عن الهوی ان هو الّا وحی یّوحی ۔(النجم: ۴)(اور یہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ، جو کچھ بھی بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے دینی نطق کو وحی کہا گیا ہے۔

۳۔ و ما آتاکم الرّسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا و اتّقوا اللّٰه انّ اللّٰه شدید العقاب (حشر:۷)(اور جو کچھ تم کو ہمارا رسول دے وہ لے لو، اور جس سے روکے اس سے باز رہو۔اور خدا

سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی خلاف ورزی کو موجب عذاب گردانا ہے۔

۴۔ ثمّ انّ علینا بیانه (القیامہ:۱۹) (پھر اس کا بیان و تفسیر بھی ہمارا ہی ذمہ ہے)

اس آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے رسول کو اپنے کلام کی تفسیر بھی خود ہی سمجھائیں گے۔

۵۔ و ما انزلنا علیك الکتاب الّا لتبیّن لهم الّذی اختلفوا فیه (نحل:۱۴) (اور ہم نے تم پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ تم دیگر لوگوں کو وہ باتیں واضح کر کے سمجھا دو، جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے)۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت حق اس طرف ہوگا جس طرف رسول اللہ ﷺ کا بیان ہوگا

۶۔ وانزلنا الیك الذّکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیهم ولعلّهم یتفکّرون (نحل:۴۴) (اور ہم نے تمہاری طرف یہ نصیحت نامہ اس لئے نازل کیا کہ تم لوگوں کو وہ (حکم) جو ان کے لئے اتارا گیا خوب واضح کر کے سمجھا دو)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حدیث نبوی آیت قرآنی کی تفسیر ہوتی ہے اور مراد الٰہی کی مبین۔ پس اگر کوئی شخص کسی آیت قرآنی کی ایسی تفسیر کرے جو کسی حدیث نبوی کے خلاف ہو تو اس کی وہ تفسیر غلط اور ناقابل اعتبار ہوگی۔

پس ان آیات کی رو سے احادیث ذیل میں اس امر کا فیصلہ ہے کہ نازل ہونے والا مسیح وہ ہے جو ابن مریم رسول اللہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا اور نزول کے کئی سال بعد فوت ہوگا اور مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ علی صاحبها السلام والتحیۃ مدفون ہوگا۔

حدیث اول: عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریره و اقرؤا ان شئتم: وان من اهل الکتاب الّا لیومننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیدا" (صحیح بخاری باب نزول عیسی) (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب ابن مریم تم میں اتریں حاکم عادل ہو کر پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرا دیں گے اور جہاد موقوف کر دیں گے۔ اور مال اتنا فراواں ہو جائے گا کہ کوئی شخص قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا تم اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ: ہر ایک اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا....)

اس حدیث اور اس کے بعد کی احادیث کا جس قدر تعلق مسئلہ نزول مسیح سے ہے اسے ہم کسی اور رسالہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔ یہاں پر صرف حیات و رفع سماوی کا اثبات مقصود ہے اس لئے صرف انہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سو واضح ہو کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو اس حدیث کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس حدیث میں اس مسیح کے نزول کی خبر ہے جس کا ذکر آیت وان من اهل الكتاب .. الخ میں ہے اور یہ مسلّم فریقین ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم نبی اللہ کا ذکر ہے۔ پس اس حدیث میں بھی اسی عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے نازل ہونے کی خبر ثابت ہوئی۔ اور چونکہ زمان قبل النزول میں حیات ضروری ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت تک زندہ ہیں و هذا هو المقصود

دیگر یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک اس آیت میں قبل موته کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کے لئے ہے چنانچہ امام نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ففيه دلالة ظاهرة على مذهب ابى هريره فى الآية انّ الضّمير فى موته يعود على عيسى (ص ۸۷ ج ۱۔ باب نزول عیسیٰ) (اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کے مذہب کی صریح دلیل ہے کہ اس آیت میں موته کی ضمیر عیسیٰؑ کی طرف جاتی ہے)

اسی طرح حافظ ابن حجر، فتح الباری میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

و هذا مصير من ابى هريرة الى ان الضمير فى قوله ليؤمننّ به و كذلك فى قوله قبل موته يعود على عيسى اى ليومننّ بعيسى قبل موت عيسى و بهذا جزم

ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح و من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی و اللّٰہ انّه ا لآن الحیّ و لکن اذا نزل آمنوا به اجمعون (فتح الباری طبع دہلی جز ۱۲ص ۲۸۱) ((اس سے ظاہر ہے کہ) حضرت ابو ہریرہ کا مذہب یہ کہ قول الٰہی لیؤمننّ به میں اور اسی طرح قول الٰہی قبل موته میں ضمیر (ہ) حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہوئے کہ (سب اہل کتاب) حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئیں گے اور اسی بات پر حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے جزم کیا ہے مطابق اس کے جو امام ابن جریر نے آپ سے بطریق سعید بن جبیر باسناد صحیح روایت کیا ہے اور نیز بطریق ابی رجاء حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ انہوں نے (اس کے متعلق) کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے (ایمان لے آئیں گے) خدا کی قسم آپ اس وقت بالضرور زندہ ہیں۔ جب آپ نازل ہوں گے تو سب (اہل کتاب) آپ پر ایمان لے آئیں گے)

چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ اقرأو ان شئتم جمع کے صیغوں سے کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجمع عام میں پکار کر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اور کسی روایت میں مذکور نہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کے سامنے کسی نے بھی انکار کیا ہو۔ اس لئے سب جماعت صحابہ و تابعین کا یہی مذہب سمجھا جائے گا کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور زمانہ اخیر میں نازل ہوں گے اور یہ بھی اجماع سکوتی کی ایک صورت ہے۔

۲۔ اگرچہ ابو ہریرہ ؓ کے اس آیت پڑھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اس حدیث میں جس مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح ہے جس کا ذکر ان من اهل الکتاب ... الخ میں ہے لیکن ہم اس کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جس سے علاوہ حیات مسیح کے ثبوت کے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی اللہ ہے جو عیسیٰ بن مریم ہے نہ کہ ان کا کوئی مثیل۔

دوسری حدیث: عن ابی هریرہ عن النّبیّ ﷺ قال لیس بینی و بینه یعنی عیسی نبیّ و انّه نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض بین محصّرتین کان رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدق الصّلیب و یقتل

الخنزير ويضع الجزية و يهلك اللّه فى زمانه الملل كلّها الّا الاسلام و يهلك المسيح الدجّال فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفّى فصلى عله المسلمو ن (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۸) (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور تحقیق وہی اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو (یوں) پہچان لینا کہ ان کا چہرہ سرخی سفیدی لئے ہوگا درمیان دو رنگ دار چادروں کے، ان کا سر (چمک سے) قطرے گراتا معلوم ہوگا اگرچہ اسے تری نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ اسلام کی حمایت میں لوگوں سے قتال کرینگے۔ پس صلیب کو پاش پاش کر دیں گے اور خنزیروں کو قتل کروادیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے سواسب مذاہب (باطلہ) کو تباہ کر دے گا اور آپ دجال کو قتل کریں گے پھر چالیس سال تک زمین پر رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی اللہ ہے جس کے بعد آنحضرت ﷺ نبی ہوئے ہیں اور یہ بھی مصرح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد فوت ہوں گے۔

یہ حدیث مسند امام احمد میں موجود ہے اور اس کے سب راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی اسناد کو صحیح لکھا ہے۔

تیسری حدیث: عن عبد اللّه بن عمرو (بن العاص) قال قال رسول اللّه ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج و يولد له و يمكث خمساً و اربعين سنة ثم يموت فيدفن معى فى قبرى فاقوم انا و عيسى بن مر يم فى قبر واحد بين ابى بكر و عمر (رواه ابن الجو زى فى كتا ب الوفاء، (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ ص ۴۷۲)

(عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ سال تک رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے ابوبکر اور عمر کے درمیان)

(اس حدیث میں میعاد ۴۵ سال اور حدیث نمبر ۲ میں ۴۰ سال اور بعض دیگر میں کم مذکور ہے اس

اختلاف کی وجہ اختلافات لحاظات واضافات ہے حضرت مسیح کے نزول پر بہت سے واقعات عظیمہ واقع ہوں گے پس کسی واقعہ کے بعد مدت کتنی ہوگی اور کسی کے بعد کتنی۔ ھذا دقیق فخذ بہ)

(اس جگہ قبر بمعنی مقبرہ ہے۔ یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف، مرقاۃ۔ اشعۃ اللمعات۔ اور مصدر کا اپنے مشتقات کے معنوں میں آنا مسلّم کل ہے جیسے زید عدل۔ اور قاموس میں نہر کے معنی لکھے ہیں مجری الماء یعنی پانی جاری ہونے کی جگہ یعنی مصدر بمعنی اسم ظرف)

(روضہ اطہر میں قبور ثلاثہ، آنحضرت ﷺ کی اور حضرت ابوبکر اور عمر کی قبروں کے درمیان ایک قبر کی جگہ خالی پڑی ہے اور مشکوۃ شریف میں حضرت ابومودود مدنی تابعی سے مروی ہے کہ روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی پڑی ہے (جہاں حضرت مسیح دفن ہوں گے)

اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر نازل ہونیکے بعد فوت ہوں گے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر میں مدفون ہوں گے۔

اس حدیث میں ایسا نہایت لطیف نکتہ بھی ہے جس سے بلا ریب ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ وہ یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا فید فن معی یعنی حضرت ابن مریم فوت ہونے کے بعد میرے پاس (میرے پہلو میں) دفن کئے جائیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات آنحضرت ﷺ کی وفات سے متاخر ہوگی کیونکہ مقام لحوق پر ملحق یا لاحق ملحق بہ سے متاخر ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے سے ملنے والا پہلے سے متاخر ہوتا ہے۔ پس جب زمانہ نبی کریم ﷺ تک حضرت عیسیٰؑ کی وفات واقع نہیں ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد بھی ابھی تک نہیں ہوئی تو اب ہم اس حدیث کے برخلاف کس کے کہنے سے مان لیں کہ وہ (مسیح) آنحضرت ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے تشکّر و خذ بہ فانّہ لطیف جداً

یاد رہے کہ اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے بھی دستخط ہیں۔ وہ اس طرح کہ مرزا صاحب نے کہیں دیکھ لیا یا سن لیا کہ اس حدیث میں عیسیٰؑ کے نکاح اور ان کے ہاں اولاد ہونے کا بھی ذکر ہے۔ ادھر مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق الہام شائع کر رکھا تھا کہ میرے نکاح میں آئے گی جسکے انتظار میں دن رات

باچشم گریاں ودل بریاں گذرتے تھے۔اور تحصیل مطلب کے لئے کئی قسم کے اندرونی اور بیرونی ڈورے بھی ڈال رکھے تھے۔آپ موقع شناس تو تھے ہی، جھٹ لکھ مارا کہ اس پیش گوئی یا نکاح کی تصدیق خود آنحضرت ﷺ نے بھی کردی ہوئی ہے، اوراس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت قرار دیا۔حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا۔

اگرچہ زندگی بھر مرزا صاحب کی یہ آرزو برنہ آئی اور محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب کی وفات سے سالہا پیشتر دوسرے شخص سے ہوگیا جسے مرزا صاحب نے اپنے حق میں ایک تلوار قرار دیا تھا۔لیکن اس پیش گوئی سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی صحت پر مہر لگادی کیونکہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو اپنی پیش گوئی کی تصدیق کے لئے بطور دلیل گذارا۔اور مستدل مقام احتجاج میں وہ دلیل پیش کیا کرتا ہے جو اس کے نزدیک صحیح ہو۔پس یہ حدیث مرزا صاحب کے نزدیک صحیح ٹھہری۔اسلئے مولوی غلام رسول آف راجیکی مبلغ قادیانی نے اپنی کتاب تنقید میں اگرچہ اس حدیث کی تاویلات فاسدہ سے زمین وآسمان کے قلابے ملانے چاہے ہیں لیکن اس کی صحت کو کان دبا کر تسلیم کر گئے۔

چوتھی حدیث: عن ابی هريره قال قال رسول اللّٰه ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السّماء فيكم و اما مكم منكم (کتاب الاسماء والصفات للامام بیہقی ص ۲۰۳) (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیسے (اچھے حال میں) ہوگے جب تم میں عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام تم ہی میں سے ایک ہوگا)۔

اس حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کی تصریح خود آنحضرت ﷺ کے الفاظ طیبہ میں موجود ہے۔

پانچویں حدیث: عن ابن عباس فی حدیث طویل فعند ذلك ينزل اخی عيسى بن مريم من السّماء (مختصر کنز العمال برحاشیہ مسند احمد) (ایک لمبی حدیث میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ باتیں واقع ہونگی تو اس وقت میرا بھائی عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوگا)

اس حدیث میں بھی آسمان سے نازل ہونے کی صراحت ہے۔

(اکمل قادیانی کا ان احادیث پر آکر بالکل دم ٹوٹ گیا اور انکے متعلق غلط یا صحیح روایۃً یا درایۃً کوئی بھی اعتراض نہ لکھ سکے۔ اس نیم تسلیم پر ہم انکو مبارک باد کہتے ہیں۔ تاہم تعجب وافسوس کے قابل مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ بلا دیکھے بھالے اور علم حدیث پڑھے بغیر اپنی کتاب چشمہ معرفت میں نہایت بےخوف ہوکر لکھتے ہیں کہ کسی ضعیف حدیث میں بھی مذکور نہیں کہ حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں۔ ملخصاً

مولوی غلام رسول قادیانی کی جرأت قابل ستائش ہے کہ اصالۃً تو اس حدیث نمبر۴ کا انکار نہیں کر سکے لیکن اس کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ بحیثیت ایک احمدی ہونے کے مرزا صاحب کی تحریر کے خلاف وہ صحت کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مرزا صاحب سلب کلی کر رہے ہیں یعنی صحیح وضعیف ہر طرح کی ایسی حدیث سے انکار کر رہے ہیں جس میں حضرت عیسیؑ کا آسمان سے اترنا مذکور ہو۔ اور غلام رسول ان کے برخلاف سلب جزئی کرتے ہیں جس سے طرف مقابل میں ایجاب جزئی پایا جاتا ہے۔ یعنی صرف صحیح حدیث میں وارد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ضعیف حدیث کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ حدیث نمبر۴ جو امام بیہقی کی روایت سے ہے وہ ایسی ہے جس میں غلام رسول کا بھی مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ بیہقی نے اسے بطریق امام بخاری روایت کیا ہے اور امام بخاری سے اوپر وہی راوی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں۔ غلام رسول اس حدیث کی صحت میں یہ عذر کرتے ہیں کہ بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے: رواہ البخاری ، حالانکہ صحیح بخاری کے کسی نسخہ میں من السّماء کے الفاظ موجود نہیں

سو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی غلام رسول نے علم حدیث کسی ماہر استاد حدیث سے نہیں پڑھا حقیقت الامر یہ ہے کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو بالاستقلال اپنی روایت سے ذکر کیا ہے اور وہ فن روایت کے مستقل صاحب روایت ہیں۔ امام بخاری تک پہنچ کر اوپر کے سب شیوخ وہی ہیں جو امام بخاری کے ہیں گو امام بخاری کی روایت میں من السّماء کے الفاظ نہ ہوں لیکن امام بیہقی کی روایت میں موجود ہیں اور محدثین کے نزدیک حافظ وثقہ راوی کی زیادت مسلّم ومقبول ہے۔ چونکہ امام بیہقی کے سب شیوخ ضابط ثقہ ہیں اس لئے ان کی روایت میں من السّماء کی تصریح، جو بخاری سے زائد ہے، وہ مقبول ومسلّم ہوئی۔

اور امام بخاری کی طرف اس روایت کو اس لئے منسوب کیا کہ اصل اس کی صحیح بخاری میں بھی موجود

ہے اور امام بخاری کے بعد کے محدثین کا دستور رہا ہے کہ وہ کسی ایسی روایت کو توثیق وتصحیح کے لئے جس کا اصل مضمون صحیح بخاری میں موجود ہو، کہہ دیا کرتے ہیں اصله فی البخاری ۔یا اسی طرح کے اور الفاظ۔اگر چہ الفاظ میں کمی بیشی ہو۔

دیگر یہ کہ بعض احادیث میں تطابق معنوی طور پر دیا جاتا ہے اور مضمون مشترک کے لحاظ سے حوالہ کسی ایک کتاب کا دے دیا جاتا ہے، حالانکہ الفاظ میں کمی بیشی یا تقدیم وتاخر ہوتا ہے۔اگر مولوی غلام رسول، کتاب مشکوۃ المصابیح بھی کسی ماہر محدث سے پڑھتے تو اس کی قریباً ہر فصل اول میں ان کو کئی ایک احادیث ایسی ملتیں جن میں حوالہ متفق علیہ ہے لیکن الفاظ ان میں سے ایک کے ہیں۔اسی طرح کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم جو صحیح بخاری میں ہیں اور الفاظ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم جو امام بیہقی کے ہیں، ان میں از روئے معنی کوئی فرق نہیں اور مضمون مشترک دونوں میں ایک ہی ہے۔دور نہ جایئے خاتمۃ الحفاظ حضرت حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب نزول عیسی بن مریم کی شرح میں وہ حدیث جو ہم نے متن میں نمبر ۲ پر بروایت امام ابوداؤد لکھی ہے، بروایت احمد وابی داؤد نقل کرتے ہیں، اور حدیث کو جن الفاظ میں نقل کرتے ہیں وہ الفاظ امام احمد کی روایت میں موجود ہیں، اور ابوداؤد کی روایت میں پورے نہیں ہیں۔

امام احمدؒ کی روایت میں مضمون زیادہ ہے اور امام ابوداؤد کی روایت میں مختصر ہے۔لیکن حافظ صاحب حوالہ دونوں کتابوں کا دیتے ہیں۔اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں الفاظ زیادہ ہیں اور امام بخاری کی روایت مختصر ہے پس امام بیہقی نے اصل مضمون کے لحاظ سے اپنی روایت کے بعد امام بخاری کی روایت کا بھی حوالہ دے دیا کہ اس کی تصحیح وتوثیق میں کسی جاننے والے کو کلام نہ رہے۔اور کوئی محدثین کے طریق روایت کو نہ جانتا ہو اور وہ انکار کردے تو بلا سے)

دلیل کی تیسری قسم: اجماع امت

کسی مسئلے کے اثبات کے لئے دلیل کی تیسری قسم اجماع امت ہے اور ذیل کی آیت اور حدیث میں اس کی شہادت موجود ہے:

کنتم خیر امةٍ اخرجت للنّاس (آل عمران:۱۰۹)

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے (نمونہ) بنائے گئے ہو)

لا تجتمع امتی علی الضّلا لة (مشکوۃ) (میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی یعنی جس امر پر میری امت کا اجماع ہوگا وہ امر ضلالت نہیں ہوگا)

حجیت اجماع کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجماعی امر قرآن وحدیث سے ثابت ہو چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

فانّهم اتّفقوا علی القول بالاجماع الّذی مستنده الکتاب و السنّة او الاستنباط من احد هما) حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ج اص۱۲۰) (علمائے (اہل سنت) کا اس اجماع پر اتفاق ہے جس کی سند (اصالۃً) قرآن وحدیث میں موجود ہو۔ یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے مستنبط ہو)

ہم سابقاً نہایت تفصیل سے آیات قرآنیہ اور احادیث مرفوعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور آپ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ جمیع صحابہ اور جمیع آئمہ اہل بیت اور جمیع آئمہ اہل سنت حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ اور کوئی بھی ان میں کا نزول مثالی و بروزی کا قائل نہیں۔ اسلئے یہ عقیدہ قطعاً حق اور پسندیدہ خدا اور رسول ﷺ ہے اور اس میں کسی طرح کی گمراہی کا شائبہ نہیں۔ چنانچہ تفسیر وجیز میں ہے:

الاجماع علی انّه حیّ فی السّماء ینزل و یقتل الدجّال و یؤیّد الدّین (حاشیہ ص۳

جامع البیان متعلق آیت یا عیسی انّی متوفّیک) (اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں جو نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی مدد کریں گے)

اور نواب صدیق حسنؒ، امام شوکانیؒ سے نقل کرتے ہیں:

فھذہ تسعة و عشرون حدیثاً تنضم الیھا احادیث ا خر ذکر فیھا نز ول عیسی منھا ما ھو مذکور فی احادیث الدّجال و منھا ما ھو مذکور فی ا حادیث المنتظر و تنضم الی ذلك ایضاً الآثار الواردة عن الصّحابة فلھا حکم الرّفع اذ لا مجال للاجتھاد فی ذلك ۔ و جمیع ما سقناہ با لغ حدّ التّواتر کما لا یخفی علی من لّه فضل اطلا ع فتقرر بجمیع ما سقناہ فی ھذا ان الاحادیث الواردة فی المھدی المنتظر متواترة و الاحادیث الواردة فی الدّجال متواترة و الاحادیث الواردة فی نزول المسیح متوا ترة و فی ھذا المقدار کفایة لمن لّه ھدا یة (حجج الکرامه ص ۔٢٣٤)

(پس یہ ۲۹ حدیثیں ہیں جن کے ساتھ دیگر حدیثیں بھی جن میں نزول عیسیٰؑ کا ذکر ہے ملائی جا سکتی ہیں ان میں سے بعض احادیث دجال میں اور بعض احادیث مہدی منتظر میں مذکور ہیں اور اسی طرح وہ آثار بھی ضم کئے جا سکتے ہیں جو صحابہ سے مروی ہیں وہ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ اس امر میں اجتہاد کا دخل نہیں (بلکہ صرف آنحضرت ﷺ سے سننے پر موقوف ہے) اور جو کچھ ہم نے بترتیب بیان کیا وہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے جیسا کہ اس شخص پر جسے روایات پر کافی عبور ہے، مخفی نہیں۔ پس اس سے جو ہم نے بیان کیا مقرر و ثابت ہو گیا کہ جو احادیث امام مہدی منتظر کے بارے میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں۔ اور جو احادیث نزول عیسیٰ میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور اس مقدار میں اس شخص کے لئے جسے (خدا کے فضل سے) ہدایت حاصل ہے کفایت ہے)۔

اسی طرح مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیہ خیالی میں فرماتے ہیں:

اور شارح التفتازانی نے صرف حضرت عیسیٰؑ کے ذکر پر اکتفا کی کہ ان کی حیات اور ان کا زمین پر نازل ہونا اور پھر زمین پر آپ کا رہنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اس بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا ۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، (حاشیہ خیالی ۔ص ۲۵۴)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حیات مسیح کا مسئلہ بموجب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ واجماع امت محمدیہ ﷺ ثابت ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو کچھ اس کے برخلاف وفات مسیح کے متعلق لکھا ہے وہ محض شبہات ومغالطات ہیں جو قواعد علمیہ کے بھی برخلاف ہیں ۔

(اکمل قادیانی لکھتے ہیں: ہم اجماع امت کے قائل ہیں چنانچہ صحابہ کرام نے سب سے پہلے وفات مسیح پر ہی اجماع کیا تھا۔ص ٦٩ ۔
جواب: یہ محض کذب وافتراء ہے ایک صحابی سے بھی وفات مسیح قبل النزول منقول نہیں اس کی کچھ حقیقت سابقاً اس حصہ شہادت القرآن میں اور کچھ حصہ دوم میں قد خلت من قبله الر سل کے تحت مذکور ہے)

(مولوی محمد علی لاہوری اپنی کتاب ،عیسویت کا آخری سہارا، میں سلسلہ ذکر میں فرماتے ہیں:
مجمع البحار میں لفظ حکم کی بحث میں نقل کیا ہے قال مالك مات ۔یعنی حضرت امام مالک قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ۔اور بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تھوڑی دیر کیلئے حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے تھے۔مثلاً ایک قول یہ ہے کہ تین گھنٹے آپ مرے رہے۔اور ایک قول ہے کہ تین دن تک مرے رہے اور یہ سب اقوال تفاسیر میں موجود ہیں۔ص ٩ ۔

جواب : ہم مولوی محمد علی کی زحمت ورق گردانی کی قدر کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں اور تقلید مرزا کی آفت ان پر سوار ہے،اس لئے وہ صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔اس تحریر میں، جوانہوں نے تفاسیر کے حوالے سے لکھی ہے، کئی ایک دھوکے دیئے یا بوجہ کم علمی کے کھائے۔سو پہلے ہم ان اقوال کی حقیقت واضح کرتے ہیں اس کے بعد امام مالکؒ کے قول کی حقیقت سمجھنی آسان ہو جائیگی۔

قولہ:بہت سے لوگ...

اقول: یہ محض دھوکہ ہے۔ان بہت سے لوگوں میں دس بیس کے نام تو گنائے ہوتے ۔

قولہ: ایک قول ہے کہ تین گھنٹے ...اور بر صفحہ دیگر

اقول: اول تو یہ کہ اس روایت کے راویوں میں سے ایک راوی کا نام معلوم نہیں (ابن جریر)۔پس یہ روایت درجہ صحت سے گر گئی۔ثانیاً یہ کہ اخیر میں یہ بھی مذکور ہے ثمّ ا حیاه ثمّ رفعه الیه ۔خازن،معالم،یعنی پھر خدا تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ کیا پھر اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔مولوی صاحب نے یہ عبارت نقل کیوں نہیں کی؟

اس لئے کہ یہ اپنے مطلب کے خلاف ہے۔

قولہ: ایک قول ہے کہ سات گھنٹے...الخ

اقول: اس روایت کے نقل کرنے میں تو مولوی محمد علی نے یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے۔ اور فنا فی المرزا ہونے کا پورا ثبوت دے دیا کیونکہ تفاسیر میں تو صاف لکھا ہے کہ یہ قول نصاری کا ہے۔ پس اس نسبت کو چھوڑ دینا اور کسی مسلمان امام کا قول جتانا سخت دھوکہ ہے۔ دوم یہ کہ اسکے آگے بھی صاف لکھا ہے ثمّ احیاہ و رفعه الیه ،خازن ومعالم۔ یعنی پھر خدا نے آپ کو زندہ کیا اور اپنی طرف اوپر کو اٹھالیا۔

اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ آئمہ اہل سنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں، ضعیف ہے اور اس میں بھی زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے جو مرزا صاحب اور ان کی امت کے دعوے اور عقیدے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ جب تک آئمہ اہل سنت سے نزول عیسیٰؑ کا انکار ثابت نہ ہو، تب تک مرزا صاحب کو ان روایتوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ یہی حال امام مالکؒ کی طرف منسوب کرنے کا ہے کہ اس میں کوئی سند نہیں۔ و من ادّعی فعلیه الاتیان اور نہ ان سے نزول عیسیٰؑ کا انکار مروی ہے۔ اسی طرح علمائے مالکیہ سے بھی کوئی بھی حیات سماوی اور نزول عینی کا منکر نہیں)

شہادۃ القرآن حصہ دوم

مولانا محمد ابراہیم میرؒ فرماتے ہیں کہ شہادۃ القرآن کے اس حصہ میں ان تیس آیتوں سے کئے جانے والے استدلال کا جواب ہے جو مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ اس حصہ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ پہلے حصہ میں اپنا عقیدہ حیات ورفع عیسیٰؑ کو قرآن شریف سے ثابت کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں بہت زور سے کہا ہے کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہے اور اس سے قرآن کے مضامین میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ اپنے عقیدہ کی تائید کیلئے مخالف کے دلائل کو توڑا جائے اور ضعیف

بلکہ باطل اور غلط ثابت کیا جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام تقطیع خورد جلد ۲ کے صفحہ ۵۹۸ سے صفحہ ۶۲۷ تک وہ تیس آیتیں ذکر کی ہیں جن سے ان کا مقصود برخلاف مراد الٰہی حضرت عیسیٰ ؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنے کا ہے۔ سو واضح ہو کہ وہ بیان کردہ آیات تین قسم کی ہیں۔

اول وہ آیات جن میں خاص حضرت عیسیٰ ؑ کا ذکر ہے۔

دوم: وہ آیات جو دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں اور مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ مسیح بھی ایک پیغمبر تھے، ان آیتوں سے آپ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے۔

سوم: وہ آیتیں جن میں نہ تو حضرت مسیح کی وفات کا خاص طور پر ذکر ہے، اور نہ ضمنِ عموم میں، بلکہ مرزا صاحب نے اپنی اختراع سے ان سے تمسک کیا ہے۔

ان سب کا جواب حسب ترتیب تقسیم بیان کیا جاتا ہے، ناظرین دونوں کو بغور ملاحظہ کریں اور انصاف کریں کہ موافق کتاب اللہ و مطابق بیان رسول اللہ ﷺ کس کی دلیل ہے اور قرآن شریف کی صحیح مراد کو کون پہنچا ہے۔ فاقول بحول اللّٰہ و قوّته

جواب آیات قسم اول پیش کردہ قادیانی

قسم اول سے پہلی آیت

یـا عیسی انّی متوفّیك و را فعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا وجاعل الّذین اتّبـعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران ۵۳۔۵۴)(ترجمہ مرزا صاحب مندرجہ ازالہ اوہام: یعنی اے عیسیٰ ؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں)

مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اور اس سے عیسیٰ کی موت قبل النزول پر استدلال از روئے آیات قرآن و لغت عرب کئی وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اول: آیت انّی متوفّیك کے متعلق حصہ اول شہادۃ القرآن میں کافی تحریر ہو چکی ہے جس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ توفّی کا اصل وفا ہے اور اس کے اصلی اور وضعی معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا پکڑ لینا ہیں اور رفع یعنی اوپر کو اٹھالینا اور نیند اور موت اور تعداد اور وصولی قرض سب اسکی انواع ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ مختلف انواع میں سے ایک نوع معین کرنے کیلئے قرینے کا ہونا ضروری ہے۔ پس جہاں توفّی کے ساتھ موت اور اسکے لوازمات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفّی سے مراد موت ہوگی، اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہونگے وہاں نیند مراد ہوگی۔ قل یتوفّاکم ملك الموت الّذی وکّل بکم (الم سجدہ:۱۱) یعنی اے پیغمبران سے کہہ دو کہ تم کو ملک الموت جو تم پر مقرر کیا ہوا ہے پورا پورا پکڑ لے گا۔ نیز اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا (زمر: ۴۲) یعنی اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ان کو ان کی نیند میں (قبض کرتا ہے)۔ اور نیز آیت و ھو الّذی یتوفّاکم با للّیل (انعام:۶۰) یعنی اللہ تم کو رات کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ اور نیز شعر: فلمّا توفّاہ رسول الکری .. ۔ یعنی جب اس کو نیند کے ایلچی نے پورا پورا پکڑ لیا۔

ان مثالوں میں ملک الموت اور موت توفّی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔ اور منام اور لیل اور کری (نیند) اس سے نیند مراد لینے کے۔ اسی طرح اس آیت مذکورہ زیر بحث میں اگر توفّی کے متصل موت کا ذکر ہے تو اس سے مراد موت ہوگی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہوگی۔ اور اگر رفع بمعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے تو پھر اس توفّی سے مراد رفع یعنی اوپر کو اٹھانا ہوگا۔ پس چونکہ اس آیت میں توفّی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہذا اس جگہ توفّی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہوسکتی جیسا کہ حصہ اول میں بحوالہ تفسیر کبیر گذر چکا ہے:

قولہ انّی متوفّیك یدلّ علی انّی متوفّیك حصول التوفّی و ھو جنس تحتہ انواع بعضھا بالموت و بعضھا بالاصعاد الی السّماء فلمّا قال بعدہ و را فعك الیّ کان

تعیناً للنّوع و لم یکن تکراراً (کبیر۔ ج ۲) اللہ کا قول انی متوفّیك صرف توفّی کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور توفّی جنس ہے جسکی کئی انواع ہیں، بعض موت کے ساتھ اور بعض آسمان پر اٹھائے جانے سے۔ پس جب اسکے بعد را فعك الیّ آیا تو یہ تعیین نوع کیلئے قرینہ ہوا، تکرار نہ ہوا۔

مفسرین کا اس امر پر اتفاق اور اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کی دلیل ہے۔

اس جگہ انواع توفّی (رفع، موت، نیند) میں سے توفّی کو خواہ کسی نوع میں معین کریں رفع جسمی ہی ثابت رہے گا۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ اگر توفّی کو نوع موت میں معین کریں تو بموجب مذہب ابن عباسؓ آیت میں تقدیم و تاخیر ہو گی جیسے کہ حصہ اول میں درمنثور سے گزر چکا ہے کہ ابن عباسؓ رافعك ثمّ متوفّیك فی آخر الزّمان فرماتے ہیں کہ: میں پہلے تجھے اوپر اٹھا لوں گا پھر بعد مدت کے (دنیا میں نازل کر کے) آخر زمانے میں ماروں گا۔

اور نیز تفسیر معالم میں ضحاکؒ شاگرد ابن عباسؓ سے اس کی تصریح موجود ہے کہ

انّ فی الآیة تقدیماً وتاخیراً معناه انّی رافعك الیّ ومطهّرك من الّذین کفروا و متوفّیك بعد انزا لك من السّماء (معالم) (اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھاؤں گا اور کفار سے تجھے صاف بچا لوں گا اور پھر آسمان سے اتارنے کے بعد ماروں گا)

اور اگر اس آیت میں توفّی کو اس کی دوسری نوع نیند میں معین کیا جائے تو بھی اس سے عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ پھر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسی! میں تجھے سلا دونگا (اور اس نیند کی حالت میں) تجھ کو اپنی طرف اوپر اٹھا لوں گا جیسا کہ تفسیر خازن، ابن کثیر، درمنثور، فتح البیان، معالم، کبیر وغیرہ میں ہے کہ (الثّانی) المراد بالتّوفّی النّوم و منه قوله اللّه یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فجعل النوم وفاة کان عیسی قد نام فرفعه اللّه و هو نائم لئلا یلحقه خوف (خازن) (اس آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ توفّی سے مراد نیند ہے جیسا کہ اس آیت اللّه یتوفّی الا نفس .. الآیة میں مستعمل ہے (پس اس سے یہ مراد ہوئی) کہ عیسیٰؑ سو گئے

تھے اور پھر اللہ نے آپ کو سوتے ہوئے اوپر اٹھایا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو)

اور اگر اس آیت میں تـوفّـی سے اس کی تیسری نوع رفع مراد لی جائے جو بالکل حق اور مطابق واقع ہے اور جو جمہور مفسرین کا قول ہے تو اس سے رفع جسمی بالکل ظاہر ہے۔

غرض اس جگہ تـوفّـی کو اس کی انواع رفع، نیند، موت میں سے جو قرآن مجید میں آ چکی ہیں، جس نوع میں معین کیا جائے حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمی ثابت ہی رہتا ہے اور اس امر پر علمائے سلف وخلف مفسرین، محدثین وفقہاء مجتہدین سب کا اتفاق واجماع ہے۔

دوسری وجہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے۔ اس میں انہوں نے لغت، بلاغت، نحو واصول، جملہ علوم کا خلاف کیا ہے۔ خواہ دیدہ دانستہ خواہ غلطی وسہو سے۔ اسکی تفصیل حصہ اول میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ واؤ صرف عطف مطلق جمع کیلئے موضوع ہے، اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ کافیہ میں ہے الـواؤ لـلجمع المطلق لا ترتيب فيها یعنی واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس میں ترتیب نہیں ہوتی، اور اسی طرح دیگر کتب نحو میں ہے

امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں اس امر کی تصریح کی ہے:

انّ الـواو فـی قـولـه انّـی متوفّيك و را فعك الیّ (لا تفيد التّرتيب فالآية تدلّ عـلـى انّـه تـعالى يفعل به هذه الافعال فاما كيف يفعل و متى يفعل فالامر فيه موقوف عـلـى الـدّليـل و قـد ثبـت بـالـدّليل انّه حیّ و ورد الخبرعن النّبیّ ﷺ انّه سينزل و يـقـتـل الـدّجّـال ثمّ انّه تعالى يتوفّاه بعد ذلك (تفسیر کبیر ج ۲) (واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی، یہ آیت صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی، عیسیٰؑ کے ساتھ یہ یہ معاملات کریگا۔ مگر یہ بات کہ کس طرح کریگا اور کب کریگا؟ سو یہ دلیل پر موقوف ہے اور بے شک یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ زندہ ہیں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے حدیث بھی آ چکی ہے کہ آپؑ ضرور اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور پھر اسکے بعد اللہ آپ کو فوت کرے گا)

تیسری وجہ: مرزا صاحب نے اس آیت میں را فـعك الـیّ کا ترجمہ، عزت کے ساتھ اپنی طرف ا

ٹھانے والا ہوں، کیا ہے اور اس سے عزت کی موت مراد لی ہے۔ یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے۔ اول اس لئے کہ اس آیت کے معنی میں عزت کا لفظ از خود بڑھا دیا ہے حالانکہ قرآن میں اس کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور اگر مفہوم رفع سے سمجھ کر لکھا ہے تو بھی اس سے موت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع جسمی اور اعزاز میں مخالفت نہیں، بلکہ یکجا جمع ہو سکتے ہیں جیسے آیت و رفع ابویہ علی العرش میں ہے۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو (عزت کے ساتھ) تخت کے اوپر بٹھایا پس اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

دیگر یہ کہ عزت کے ساتھ اٹھالینا، سے موت مراد لینی تو لغت کی کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ نہ محاورہ زبان اس کی تائید کرتا ہے اور نہ قرآن میں اس کی شہادت ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت بات ہے۔ حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

چوتھی وجہ: مرزا صاحب نے مطہّرك من الّذین کفروا سے تہمت سے پاک کرنا مراد بتائی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی برأت تو بے شک مسلّم و ثابت ہے مگر اس آیت میں اس تطہیر سے مراد یہ نہیں، بلکہ کفار کے مکروں سے پیغمبر برحق کو محفوظ و پاک رکھنا مراد ہے۔ اس کی تفصیل بھی حصہ اول میں اس آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

اس بیان و تفصیل سے ثابت و روشن ہو گیا کہ مرزا نے اس آیت کے جو معنی کئے تھے اور جو مراد بتائی تھی، وہ باطل و غلط ہے۔ پس اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

قسم اول سے دوسری آیت :

و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم و انت علی کلّ شیء شهید (مائدہ:۱۱۷)

حصہ اول میں آیت انّی متوفّیك و را فعك الیّ اور آیت بل رّفعه اللّٰه الیه کی تفسیر میں

امور مندرجہ ذیل بڑے بسط اور تفصیل سے محقق طور پر بیان ہو چکے ہیں:

۱۔ توفّی کے حقیقی اور وضعی معنی موت نہیں بلکہ اس کے معنی اخذ الشّیء وا فیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا قبض کر لینا اور لے لینا ہیں۔

۲۔ چونکہ اس پورا پورا لینے کی کئی کیفیتیں اور نوعیں ہیں اس لئے توفّی کو ایک نوع میں معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔ آیات رافعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه قطعی طور پر عیسیٰؑ کے رفع جسمی پر دلالت کرتی ہیں اور نیز یہ کہ رفع الی اللّٰه اور رفع الی السّماء کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ آیت الیه یصعد الکلم الطّیّب و العمل الصّالح یرفعه (فاطر: ۱۰) سے ثابت ہے۔

پس قرآن شریف میں جو توفّی حضرت عیسیٰؑ کے حق میں وارد ہے اس کو اس کی نوع رفع میں معین کرنے کے لئے را فعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه صریح قرینے ہیں۔ پس جب ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی رفع آسمانی سے ہوئی تو اب آیت زیر بحث یعنی فلمّا توفّیتنی ...میں بھی توفّی سے مراد رفع آسمانی ہی ہے، نہ کچھ اور کیونکہ یہ اسی قاعدہ انّی متوفّیك و رافعك الیّ کے تحقق و وقوع کی حکایت ہے۔

منصف مزاج ہوشمندوں کے لئے تو اتنا بیان ہی کافی ہے مگر کمزور طبیعت کو سمجھانے اور کجرو مخالف پر حجت پوری کرنے کے لئے اس کی خوب بسط سے تفصیل کی جاتی ہے۔ سو واضح ہو کہ مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ حضرت مسیح نے (معاذ اللہ، اہانتِ) صلیب کے بعد (جو وجاہت کے بالکل منافی ہے) کشمیر کی طرف ہجرت کی اور یہاں ۸۷ سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور شہر سری نگر کے محلّہ خان یار میں دفن کیے گئے۔ جہاں ابھی تک ان کی قبر شہزادہ یوز آسف کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیان سے مرزا صاحب نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مارا، اور اپنے برخلاف حجت پوری کرائی۔ اس اجمال کا بیان اس طرح ہے کہ کلمہ فلمّا توفّیتنی سوال الٰہی أأنت قلت للنّاس کے جواب میں واقع ہے۔ پس اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں لے سکتے کیونکہ آپ کو اہل کشمیر نے خدا اور خدا کا بیٹا قرار نہیں دیا بلکہ اہل شام اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں نے۔ پس بمو

جب قول مرزا صاحب اہل شام (جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے سوائے معبود جانا) کی خبر حضرت عیسیٰؑ سے آپ کی وفات سے ۸۷سال سال پیشتر منقطع ہو چکی تھی اور اس عرصہ ۸۷سال کی حیات (مزعومہ مرزا صاحب) میں آپ کو اہل شام کے عقائد باطلہ کی کوئی خبر نہیں کہ پیچھے انہوں نے کیا بنالیا۔ پس سوال أأنت قلت للنّاس کے جواب میں عذر موت صحیح نہیں بلکہ ہجرت کشمیر کا عذر کرنا چاہیے۔ جب اس صورت میں ایک خدا ے سکھائے ہوئے پیغمبر برحق کے جواب میں قدح وضعف واقع ہے، تو بالضرور معلوم ہوا کہ اس جگہ توفّی سے مراد موت نہیں۔ اور چونکہ حضرت مسیح کا بوجہ آسمان پر اٹھائے جانے کے نصاریٰ کے باطل اعتقادوں سے بے خبر ہو جانا ایک صحیح عذر اور باصواب جواب ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ کی توفّی آسمان پر اٹھائے جانے سے ہوئی تو اب توفّیتنی کے معنی رفعتنی ہوں گے یعنی آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے الٰہی! جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو اس عرصہ مرفوعیت میں مجھے ان کے عقاید کی کچھ خبر نہیں تھی۔ جملہ تفاسیر معتبرہ میں اس مقام پر توفّیتنی سے مراد رفعتنی لکھا ہے۔ اس سے کسی کو خلاف نہیں۔ ہم بہت خوشی سے قبول کریں گے اگر مرزا صاحب کسی صحابی سے توفّیتنی سے سوائے رفعتنی کے کچھ اور مراد نقل کر کے دکھائیں گے۔ اب ذیل میں چند معتبر تفاسیر کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں توفّیتنی کے معنی جو اس آیت میں ہے، رفعتنی لکھے ہیں:

۱۔ (فلمّا توفّيتنى) بالرّفع الى السّماء كما فى قوله تعالى انّى متوفّيك و رافعك الىّ فان التّوفى اخذ الشّىء وافياً و الموت نوع منه قال تعالى يتوفّى الانفس حين موتها و الّتى لم تمت فى منامها ۔(تفسیر علامہ ابی السعود)

یہی عبارت تفسیر بیضاوی وسراج منیر میں ہے

۲۔ (فلمّا توفّيتنى) بالرّفع الى السّماء و التّوفى اخذ الشىء وافياً (جامع البيان)

۳۔ (فلمّا توفّيتنى) اراد اعلامه مساعد السّماء (تفسير فيضى)

۴۔(فلمّا توفّيتنى) ۔ يعنى فلمّا رفعتنى الى السّماء فالمراد به و فاة الرفع لا الموت ۔ (تفسير خازن)

٥ ۔ فلمّا توفّیتنی و المراد منه وفاۃ الرّفع الی السّماء من قوله تعالی انّی متوفّیك و را فعك الیّ ۔ (تفسیر کبیر)۔

٦ ۔ (فلمّا توفّیتنی) قبضتنی و رفعتنی۔ (معالم)

ان سب عبارات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں توفّی سے مراد آسمان کی طرف اٹھالینا ہے، موت نہیں کیونکہ توفّی کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہے۔ اور موت اس کی نوع ہے اور چونکہ آیت انّی متوفّیك و را فعك الیّ سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰؑ کی توفّی سے مراد ان کا آسمان پر اٹھایا جانا ہے تو اب اس آیت کے معنی بھی وہی ہوں گے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ:

جب عیسیٰؑ بموجب عقیدہ اہل سنت دوسری دفعہ نزول فرما ہونگے تو نصاری کے افتراؤں اور برے اعتقادوں سے باخبر ہو جائیں گے۔ اور اہل سنت کے نزدیک یہ سوال و جواب بھی قیامت کو ہوں گے، تو پھر اس صورت میں قول کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم سے عدم اطلاع کا عذر صحیح نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے، اور نیز یہ کہ یہ سوال و جواب قیامت کو نہیں ہوگا، بلکہ عالم برزخ میں ہو چکا ہے اور عیسیٰؑ اپنی وفات کا اقرار کر چکے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے نصاری وغیرہ بندوں کے اقوال و افعال پر مطلع ہونے کے دو موقع ہیں اور دونوں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ اول، آسمان پر اٹھائے جانے سے پیشتر تبلیغ رسالت کے وقت۔ دوم، آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔ اور یہ امر ظاہر و مسلّم ہے کہ نصاری کے اعتقادان دونوں زمانوں کے درمیانی مدت میں بگڑے ہوئے ہیں۔ سو آپ کا قول و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم ۔ (یاالٰہی جب تک میں ان میں رہا انکے اقوال وافعال کو دیکھتا رہا)۔ ان دونوں زمانوں پر شامل ہے۔ اور فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم (جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان رہا) (یعنی اس عرصہ کی بابت مجھے کچھ علم نہیں) سے درمیانی زمانہ (یعنی پہلی اور دوسری بار کی درمیانی مدت رفع میں) نصاری کے اقوال و افعال سے واقف نہ ہونے کا اظہار مقصود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور نزول ثانی اور اسکے بعد قیامت کو یہود و نصاری پر آپ کی شہادت کے لئے یہ آیت قرآن میں موجود ہے : و ان من اهل

الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (نساء :۱۵۹)(اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں ہوگا مگر حضرت عیسیٰ پر آپ کی موت سے پیشتر ایمان لے آئے گا۔اور آپ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے)

صحیح بخاری باب نزول عیسی بن مریم میں اسی آیت کو دلیل نزول ثانی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ حدیث ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریره فا قرؤ ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (بخاری ج۲)(ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ وقت قریب آتا ہے کہ عیسی بن مریم تم میں ضرور ضرور اتریں گے۔ فیصلہ کرنے والے ہوکر منصف ہوکر۔پس صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیروں کو قتل کرائیں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے اور مال ودولت اس کثرت سے ہوجائے گی کہ اس کو کوئی قبول بھی نہ کرے گا حتی کہ ایک سجدہ دنیا کی سب چیزوں سے بہتر خیال کیا جائے گا پھر ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کیلئے) یہ آیت پڑھلو و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته)

(یہاں مولانا محمد ابراہیم میر ؒ نے طویل حاشیہ رقم فرمایا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

ناظرین نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کے مضمون کی تصدیق کے لئے وہی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں۔اس سے صاف ثابت ہوا کہ مسیح موعود وہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے نہ کہ کوئی دیگر مثیل۔پس چونکہ اس آیت میں عیسی نبی اللہ کا ذکر ہے اس لئے مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔

مرزا صاحب،حضرت ابو ہریرہ ؓ کے اس استدلال کے قبول کرنے میں دو عذر پیش کرتے ہیں۔اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا فہم ہے اور صحابی کا فہم حجت نہیں ہوتا۔دوم یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ و ان شئتم کہتے ہیں اور کلمہ ان شرطیہ شک کے لئے ہوتا ہے۔ عذر اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا اس حدیث کی تصدیق کیلئے اس آیت کو پیش کرنا دو حال سے خالی نہیں۔یا تو آنحضرت ﷺ

سے سن کر کہا ہے اور یا اپنے فہم و اجتہاد سے۔ پہلی صورت میں تو مرزا صاحب کو انکار کی مجال نہیں۔ ہاں دوسری صورت میں وہ کچھ گنجائش سمجھتے ہیں، سو اس کا بیان یہ ہے کہ قرآن میں سے حدیث نبوی کا ماخذ بیان کرنا اور ان میں آپس میں تطبیق و توفیق دینا ایک موہوبی اور خدا داد ملکہ ہے جو عارفان کتاب اللہ و واقفان حدیث رسول اللہ ﷺ سے مخفی نہیں اور علم دینی کا کمال اور طبیعت کی ذہانت الٰہی وصف سے ہے چنانچہ ابن قیم جو اسی مذاق کے ہیں اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

و کان الصحابة احرص شيءٍ علی استنباط احادیث رسول اللّٰه ﷺ من القرآن و من الزم نفسه ذلك و قرع بابه و وجه قلبه الیه و اعتنی به بفطرة سلیمة و قلبٍ زکیٍّ رأی السنة کلها تفصیلاً للقرآن و تبییناً لّدلالته و بیاناً لمراد اللّٰه منه وهذا اعلی مراتب العلم فمن ظفر به فلیحمد اللّٰه و من فاته فلا یلومنّ الّا نفسه و همّته و عجزه (زاد المعاد۔ ج۲ص۱۷۵) اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس امر کے بہت حریص تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا قرآن سے استنباط کیا کریں اور جو کوئی اس کو لازم پکڑے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے دل کو اس طرف متوجہ کرے اور فطرت سلیمہ اور پاکیزہ دل کو اس کی تلاش میں لگائے تو جان لے کہ سنت نبویہ ساری کی ساری قرآن کی تفصیل ہے۔ اور اسکے معنی اور مرادوں کا بیان ہے یہ امر علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے پس جو اس سے کامیاب ہوا سے چاہیے کہ خدا کا شکر کرے۔ اور جسے ہاتھ نہ لگے وہ اپنے نفس اور ہمت اور کمزوری کے سوائے کسی اور کو ملامت نہ کرے

واقفان حدیث نبوی پر مخفی نہیں کہ آنحضرت ﷺ بسا اوقات کوئی مسئلہ بیان فرما کر اسکے موافق قرآن کی آیت پڑھ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کی بھی عادت تھی کہ اس حدیث کو مع اس آیت کے حوالہ کے روایت کر دیا کرتے تھے اور یہ بات چنداں نظر کی محتاج نہیں کیونکہ یہ امر کہ نبی ﷺ کسی مسئلہ کی تصدیق کیلئے آیت قرآنی پڑھا کرتے تھے تب ہی معلوم ہوا کہ جب صحابہ نے ویسی حدیث کی روایت کی۔

اسی طرح ماہرین حدیث پر یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ حضرت ابو ہریرہ جس طرح روایت کی رو سے سب سے اول نمبر پر ہیں اسی طرح اس وصف یعنی تصدیق حدیث کیلئے آیت کے بیان کرنے میں بھی آپ ایک خاص مذاق رکھتے تھے۔ آپ کی روایات میں اکثر جگہ قرآن کی آیت سے استدلال کرنا پایا جاتا ہے۔ کسی جگہ تو اس آیت کا حوالہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کسی جگہ آیت کے حوالہ پر بس کرتے ہیں اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ ان دونوں طریقوں پر غور و فکر کرنے سے ایک سوچنے والا ہوش مند آدمی نکال سکتا ہے کہ جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کو خاص پیغمبر ﷺ سے بالمشافہ روایت کرتے ہیں اسی طرح روایت کا حوالہ بھی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے روایت کرتے ہیں، چاہے کی اس تصریح کر دیں چاہے نہ کریں۔ کیونکہ غیر مصرح بھی اسی کے قریب ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سن کر ایسا کہا کیونکہ صحابہ بغیر نبی ﷺ سے سننے کے کچھ بات اپنی طرف سے کرنے سے بہت پرہیز کیا کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے۔ خصوصاً ایسے امور میں جن میں رائے محض اور اجتہاد و قیاس کو دخل نہیں۔ مثلاً پیش گوئی وغیرہ، ان میں تو صحابی کا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس اس حدیث نزول عیسیٰ بن مریم کی تصدیق

کیلئے ابوہریرہ کا آیت قرآن و ان من اھل الکتاب سے استدلال کرنا علاوہ بہت باریک نکتہ ہونے کے نبی پاک علیہ السلام کے ارشاد سے باہر نہیں۔

اب ذیل میں چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ تصدیق حدیث کیلئے آیت قرآنی کا حوالہ دینا حضرت ابوہریرہؓ کے خاص مذاق میں تھا اور نیز یہ کہ ابوہریرہؓ کسی حدیث میں اس حوالہ آیت کو نبی علیہ السلام کی منسوب کر دیتے ہیں اور کبھی صرف حوالے ہی پر اکتفا کرتے ہیں:

حدیث اول: عن ابی ھر یرہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا تقوم السّاعة حتّی تطلع الشّمس من مغربھا فاذا طلعت وراھا النّاس امن من علیھا فذلك حین لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۱) ابوہریرہؓ سے روایت کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے نہ چڑھے۔ پس جب چڑھے گا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب لوگ ایمان لائیں گے پس وہ وقت ہوگا کہ کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہ کی تھی۔

حدیث دوم: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من مولود یولد الّا نخسه الشیطان فیستھل صارخاً من نخسة الشّیطان الّا ابن مریم و امّه ثمّ قال ابو ھر یرہ اقرأو ان شئتم انّی اعیذ ھا بك و ذریتھا من الشّیطان الرّ جیم (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی پیدا ہوتا ہے، شیطان پیدائش کے وقت اس کو ایذا دیتا ہے پس وہ چیختا ہے مگر ابن مریم اور اس کی ماں کو شیطان یہ ایذا نہیں دے سکا۔ پھر ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو انّی اعیذ ھا بك .. الآیة۔

حدیث سوم: عن ابی ھریرہ انّ رسول اللّٰہ قال تفضل الصّلوۃ فی الجمیع عن صلوۃ الرّجل وحدہ خمساً و عشرین و یجتمع ملائکة اللّیل و ملائکة النّھار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ھریرہ اقرأو ان شئتم و قرآن الفجر انّ قرآن الفجر کان مشھوداً (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ۲۵ درجے بڑھ کر ہے اور فجر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر ابوہریرہ کہتے ہیں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو و قرآ ن الفجر ... الخ۔

حدیث چہارم: فی حدیث طویل رواہ ابوھریرہ عن النّبی ﷺ انّه سئل عن الحمر فقال ما انزل اللّٰہ علیّ فیھا الّا الآیة الفاذّة الجامعة من یّعمل مثقال ذرةٍ خیراً یّرہ و من یّعمل مثقال ذرةٍ شراً یّرہ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳) ابوہریرہؓ سے روائت ہے کہ نبی ﷺ سے گدھے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ پر اس بارے میں کوئی خاص حکم نازل نہیں ہوا۔ مگر یہی ایک جامع آیت فمن یعمل مثقا ل ذرةٍ خیراً ..الخ۔

حدیث پنجم: عن ابی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال انّ اللّٰہ خلق الخلق حتی اذا فرغ من خلقه قالت الرحم ھذا مقام العائذ بك من القطعیة قال نعم اما ترضین ان اصل من وصلك و اقطع من قطعك فقالت بلی یا ربّ قال

فھو لكِ ۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ فاقرأوا ان شئتم فھل عسيتم ان تولّيتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامكم (بخاری۔کتاب الادب باب من وصلہ اللہ) ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مثالی طور پر) فرمایا کہ جب اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا تو رحم (رشتے داروں کے ساتھ پیوند رکھنے کا علاقہ) نے کہا کہ الٰہی میں تیرے ساتھ رشتہ قطع کرنے والوں سے پناہ مانگنے والا حاضر ہوں۔اللہ نے فرمایا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اپنی رضا اس پر رکھوں جو تیرے پیوند کو قائم رکھے،اور جو تجھے قطع کرے، میں بھی اس سے قطع کروں؟ کہا ہاں اے میرے رب۔فرمایا پس یہ ہو چکا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر چاہو تو آیت قرآنی پڑھ لو فھل عسيتم ان تولّيتم ... الآیۃ۔

ناظرین! خود غور فرمالیں کہ ان احادیث سے وہ سب اہم امور جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں، ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟

باقی رہا دوسرا عذر یعنی ان شرطیہ شک کیلئے آتا ہے لہذا یہ استدلال شکی ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابو ہریرہ ؓ کے کلمہ ان شئتم کہنے سے اس استدلال کو شک کی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو یہی کلمہ ان شئتم اسی طرح تصدیق حدیث کے لئے آیت قرآنی کا حوالہ دیتے وقت خاص رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے پانچویں حدیث میں صلہ رحم میں گزر چکا ہے۔پس اس نظر سے تو معاذ اللہ، رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے استدلال کو بھی شک کی طرف نسبت کر سکنا منع نہ ہوگا۔ و ھل ھذا جرأۃ عظیمۃ و فریّۃ فخمیۃ ۔اصل بات یہ ہے کہ ایسے موقع پر کلمہ ان شئتم اس بات کیلئے نہیں ہوتا کہ متکلم کو اپنے کلام کی تصدیق میں شک و تردد ہے بلکہ مخاطبین کے حال کی نسبت یہ خیال کر کے کہ وہ زیادہ علم اور دلیل کے طالب ہیں ان کے مزید اطمینان کیلئے آیت قرآنی کو پیش کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم ؑ کے سوال میں ولكن لّيطمئنّ قلبی ۔یعنی یا الٰہی اس لئے نہیں پوچھتا کہ مجھے مردوں کے زندہ ہو جانے میں کچھ شک ہے۔نہیں زیادہ اطمینان اور تسلی دل کیلئے پوچھتا ہوں۔

جو لوگ علوم میں گہری نگاہ رکھتے ہیں اور مذاق صحیح اور فطرت سلیم والے ہیں وہ اس مسئلہ کو خوب پہچانتے ہیں اور اس سے لطف اٹھاتے ہیں لیکن جن لوگوں کی سلامتی اپنے حال پر نہیں رہی اور کجروی اور تعصب سے ان کا مذاق صحیح جاتا رہا ہے، ان کی سمجھ میں نہ آنے سے یہ بات غلط نہیں ہو سکتی)

اس آیت میں و ان من اھل الکتاب کو نزول عیسی سے بدیں وجہ تعلق ہے کہ آیت و كنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (میں ان کے اعمال واقوال کو دیکھتا سنتا رہا جب تک ان کے بیچ رہا) سے صاف ثابت ہے کہ شاہد کا اس جماعت میں ہونا ضروری ہے جس پر اس نے شہادت دینی ہو۔پس جب آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامۃ علیھم شھیداً (یعنی نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا عیسیؑ پر پیشتر عیسی کی موت کے اور عیسیؑ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے) سے ان اہل کتاب پر جو زمانہ اخیر میں ہوں گے اور عیسیؑ پر سچا ایمان لے آئیں گے بروز قیامت عیسیؑ کی شہادت سے تو ثابت ہے، تو معلوم

ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ کے لوگوں میں آئیں گے۔

اب اس سوال کی دوسری شق یعنی اللہ کے حضرت عیسیٰؑ کو سوال أأنت قلت للنّاس قیامت کے روز کہنے کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مثال اول۔اذ اور اذا دو کلمے ظروف زمانیہ میں سے ہیں اذ ماضی کے لئے آتا ہے اور کبھی بمعنی مستقبل بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ اذا مستقبل کے لئے اور کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ مغنی میں بحث اذا میں لکھا ہے :

احدھما ان تجیء للماضی کما تجیء اذ للمستقبل ۔

مثال اذا بمعنی اذ آیت و اذا رأوا تجارۃً او لھو ن انفضّوا الیھا و ترکوك قائماً (جمعہ:۱۱) (اور جس وقت انہوں نے تجارت یا کھیل کا سامان دیکھا تو اس کی طرف اٹھ گئے اور تجھے کھڑے چھوڑ دیا)

اور نیز آیت حتّی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم (توبہ:۱۱۸) (حتی کہ جس وقت زمین ان پر باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہوگئی، اور ان کی جانیں بھی ان کو گراں معلوم ہوئیں)۔

مثال اذ بمعنی اذا یعنی مستقبل، آیت فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقھم (مومن:۷۰) (پس یہ لوگ اس وقت ضرور جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق پڑیں گے) کیونکہ سوف جو خاص استقبال کے لئے موضوع ہے قرینہ موجود ہے۔

مثال دوم: (از مفصل زمخشری)

اذ ما دخلت علی الرّسول فقل له

حقّا علیك اذا اطمأنّ المجلس

کیونکہ صیغہ امر اس بات کا قرینہ موجود ہے کہ اذ بمعنی اذا ہے۔

مثال سوم:

ثمّ جزاك اللّه عنّی اذ جزی

جنّات عدنٍ فی السماوات العلی

(جب خدا جزا دینے لگے تو تجھ کو میری طرف سے اونچے آسمانوں میں جنتیں عطا کرے)۔

اس جگہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوا ہے بقرینہ جنات عدن کیونکہ یہ سب قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت زمان مستقبل میں ہوگی نہ کہ ماضی میں ہو چکی ہے (تفسیر خازن وقسطلانی شرح صحیح بخاری)

اسی طرح قرآن وحدیث وکتب ادب میں اس کی بہت مثالیں ہیں کہ اذ بمعنی اذا مستعمل ہوتا ہے اور اذا بمعنی اذ۔ کتب نحو بھی اس کی تائید سے بھری پڑی ہیں۔ طالب تفصیل شرح ملا جامی، رضی شرح کافیہ، تکملہ عبدالحکیم سیالکوٹی۔

وجہ دوم: مضمون آیت و اذ قال اللّه یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّه عطف ہے مضمون آیت اذ قال اللّه یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك .. الآیة پر اور اس سے پہلے جہاں سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے، یہ ہے

یوم یجمع اللّه الرّسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انّك انت علّام الغیوب (مائدۃ: ۱۰۹) (جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ لوگوں نے تم کو کیسے قبول کیا اور کیا کچھ کہا تو وہ کہیں گے کہ الٰہی (ہم کو لوگوں کی نیتوں کی حقیقت اور ان کے دلوں کے رازوں کا) کوئی علم نہیں۔ ہر بات کی حقیقت وراز سے واقف ہونا تیرا ہی خاصہ ہے)

پھر اللہ تعالی، حضرت عیسیؑ کو خاص طور پر خطاب کر کے کہے گا کہ مریم کے بیٹے عیسیؑ میری وہ خاص نعمتیں یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر انعام کیں۔ اس کے بعد اللہ نے وہ سب نعمتیں ذکر کی ہیں۔ اور نعمتوں کے ذکر کے بعد اصل مقصود کا بیان فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیؑ! کیا لوگوں کو تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود مقرر کر لو۔ (مائدہ:۱۱۶)

اب یوم یجمع اللّه الرّسل سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ سارا معاملہ اس دن ہوگا جس دن اللہ کل رسولوں کو جمع کرے گا اور وہ دن سوائے قیامت کے کون سا دن ہو سکتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن شریف

میں بکثرت ہیں مثلاً:

فلنسئلنّ الّذین ارسل الیهم و لنسئلنّ المرسلین (اعراف:٦) (جن لوگوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے ہیں ان کو اور خود رسولوں کو بھی ہم ضرور پوچھیں گے)

اور یوم ندعوا کل اناسٍ بامامهم (بنی اسرائیل:٧١) (جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام، نبی وقت، سمیت بلائیں گے)۔

اور یوم یحشرهم وما یعبدون من دون اللّٰه فیقول أأنتم اضللتم عبادی هٰؤلاء ام هم ضلّوا السّبیل (فرقان:١٧) (جس دن اللہ ان مشرکین کو اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، ان سب کو جمع کرے گا، تو ان سے کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے)

اور و یوم یحشرهم جمیعاً ثمّ یقول للملائکة هٰؤلاء ایّا کم کانوا یعبدون (سبا:٤٠) (جس دن اللہ ان مشرکین کو جمع کرے گا تو فرشتوں سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟)

یہ سب آیتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ جو لوگ اللہ کے سوا معبود بنائے گئے ہیں، ان کو یہ سوال قیامت کو پوچھا جائے گا۔ اور اس دن پیغمبروں کو بھی تبلیغ اور لوگوں کی قبولیت کی بابت پوچھا جائے گا تو چونکہ حضرت عیسیٰؑ بھی پیغمبر برحق ہیں اور نیز اللہ تعالی کے سوا معبود بھی مانے گئے ہیں، اس لئے ان کو یہ سوال بروز قیامت ہو گا نہ کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ دیگر یہ کہ اس سارے مذکور کے بعد هٰذا یوم ینفع الصّادقین صدقهم (مائدہ:١١٩) موجود ہے یعنی یہ وہ دن ہے جس دن صادقوں کو ان کا صدق نفع پہنائے گا۔ اور یہ بھی قیامت ہی کا روز ہے۔

لوگوں اور رسولوں سے یہ سوال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ رسولِ وقت کے سامنے اس کی امت پر تبلیغ رسالت ثابت کر کے ان پر حجت پوری کی جائے تا کہ عذاب میں گرفتار ہونے کی صورت میں کوئی عذر نہ کر سکیں۔ ورنہ خدا تعالی بطور استفہام سوال کرنے سے پاک ہے۔ پس اسی طرح نصاری کے سامنے عیسیٰؑ کو یہ سوال کرنا کہ: کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوائے معبود مان لو؟ اس میں بھی یہی حکمت ہے

کہ عیسیٰؑ ان کے روبرو تبلیغ رسالت اور تعلیم توحید کی شہادت دیں۔ اور نصاری مشرکین پر الزام قائم ہوکر حجت پوری کی جائے۔ پس ضروری ہے کہ عیسیٰؑ اور ان کی امت دونوں حاضر ہوں اور یہ حاضری اور سوال و جواب قیامت سے پہلے نہیں ہوسکتے۔ کیا (معاذ اللہ) رسول برحق حضرت مسیح بری از الزام کو شرمندہ کرنا مقصود ہے کہ ان کی امت کی غیر حاضری میں عالم برزخ میں سوال کیا جائے۔ پس ان سب اگلے اور پچھلے قرائن اور دلائل سے صاف روشن ہوگیا کہ یہ سوال قیامت کو ہوگا اور سب سے بڑھ کر آیت سورہ نسا و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً (عیسیٰؑ قیامت کے دن ان، اہل کتاب، پر شاہد ہوں)، تصریح روز قیامت میں ایسی عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے زیادہ صراحت کیا ہو کہ اللہ تعالی یوم القیامة کا لفظ فرمادے۔ سبحان ربّنا۔ ربّنا آمنّا

وجہ سوم: اس سوال کے قیامت کو ہونے کی صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت اذ قال اللّه یا عیسی أأنت قلت للنّاس میں قال بمعنی یقول ہے یعنی بمعنی مستقبل ہے۔ اور جمہور مفسرین نے بھی اس امر کو تحقیق کیا ہے مثلاً تفسیر خازن، تفسیر سراج منیر وغیرہ اور شارحین صحیح بخاری مثلاً ابن حجر اور علامہ قسطلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے بلکہ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں ایک مرفوع حدیث بھی لکھی ہے کہ

قال رسول اللّه ﷺ اذا کا ن یوم القیامة دعی بالانبیاء و اممهم ثمّ یدعی یا عیسی ابن مریم فیذ کّره اللّه نعمته علیه فیقرّ بها فیقول یا عیسی ابن مریم ا ذکر نعمتی علیك و علی وا لدتك.. الآیة ۔ ثمّ یقول أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الهین من دون اللّه فینکر ان یّکون قال ذلك (الحدیث)۔(ابن کثیر) (جب قیامت کا دن ہوگا کل نبیوں کو بلایا جائے گا۔ پھر خاص طور پر عیسیٰ کو پکارا جائے گا۔ پس اللہ وہ نعمتیں جو اس نے ان پر کی ہیں، ان کو یاد کرائے گا اور عیسیٰؑ ان سب کا اقرار کریں گے۔ اللہ تعالی کہے گا: اے عیسیٰ ابن مریم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں مریم پر انعام کیں۔ پھر اللہ تعالی فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود مان لو؟ پس عیسیٰ اس بات کے کہنے سے انکار کریں گے)

پس جب خود اللہ قرآن میں یوم القیامۃ کی تصریح کر دے اور اس کا رسول بھی فرما دے اور علماء بھی اس کی تحقیق کریں، اور کتب نحو اور آیات قرآنی اور محاورات زبان بھی اذ کے معنی مستقبل ہونے کی شہادت دیں، تو اب اس کا انکار سوائے ضلالت کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز قیامت کے ذکر میں فرماتے ہیں :

یؤخذ برجالٍ من اصحابی ذا ت الیمین و ذات الشّمال فاقول اصحابی ۔ فیقال انّھم لم یزالوا مرتد ین علی اعقا بھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصّالح عیسی ابن مریم و کنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔ الآیۃ (بخاری) (لوگوں کو دائیں بائیں سے پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا، ہیں؟ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا جائیگا کہ نہیں یہ وہ ہیں کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا (یعنی فوت ہوا) یہ دین سے برگشتہ ہوکر (موت تک) مرتد ہی رہے۔ تو میں کہوں گا جس طرح کہا ہوگا عبد صالح عیسی ابن مریم نے کہ الٰہی میں تو ان پر شاہد اس وقت تک رہا جب تک میں ان کے بیچ میں موجود رہا، جب تو نے مجھے بھر لیا تو صرف تو ہی ان پر نگہبان تھا)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ سے یہ سوال و جواب ہو چکا ہوا ہے کیونکہ الفاظ حدیث یہ ہیں فا قول کما قال اور قال فعل ماضی ہے۔ اور نیز اس حدیث سے یہ حاصل ہوا کہ عیسیٰؑ کی توفی موت سے ہوئی کیونکہ جو الفاظ یعنی فلمّا توفّیتنی عیسی سے منقول ہیں وہی نبی ﷺ کہیں گے۔ اور معلوم ہے کہ نبی ﷺ کی توفّی موت سے ہوئی۔ ھذا تقریر السّوا ل ۔

جواب :اس سوال کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔ اول یہ کہ الفاظ فاقول کما قال میں قال کو بلفظ ماضی ذکر کرنا بنا بر حکایت ہے اس قول سے جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ: کہوں گا میں جس طرح کہ عیسی کی نسبت قرآن میں کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہیں گے۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری ہی سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس جگہ قال بمعنی یقول یعنی ماضی بمعنی مستقبل ہے پس معنی یہ ہوں گے: پس میں کہوں گا جس طرح کہے گا عبد صالح عیسی ۔

دیگر یہ کہ جب صحیح بخاری سے ثابت ہو چکا کہ اس جگہ ماضی بمعنی مستقبل ہے تو قیامت کو رسول اللہ ﷺ کا قول عیسیٰ کے قول سے پہلے ہوگا یا پیچھے۔ اگر پہلے ہوگا تو یہ معنی ہوں گے: کہوں گا میں جس طرح کہے گا عیسیٰ۔ اور اگر پیچھے ہوگا تو معنی یہ ہوں گے: کہوں گا میں جس طرح کہا ہوگا عیسیٰ نے۔ پس اس صورت میں حضرت عیسیٰ کا قول بہ نسبت نبی ﷺ کے قول کے قیامت ہی کو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوگا۔ پس قال کو ماضی کے صیغے سے ذکر کرنے سے اس قول کا قیامت سے پیشتر واقع ہونا ثابت نہ ہوا۔

دیگر لفظ ماضی کو مستقبل کے معنی میں لینا خلاف قاعدہ نہیں بلکہ یہ تو زبان کا ایک عام قاعدہ ہے کہ جو امر ضرور واقع ہو جانا ہو اس کو صیغہ ماضی سے بیان کرتے ہیں۔ گویا اس کو دوسرے کی نظر میں ہوا ہوا جتانا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن اور دیگر کتابوں میں بکثرت ہیں اور نحویوں کے نزدیک اس مسئلہ کا نام نفخ فی الصّور ہے یعنی جس طرح نفخ فی الصور میں نفخ فعل ماضی ہے اور معنی اس کے ینفخ فعل مستقبل کے ہیں۔ یہ لفظ جو فعل ماضی سے مستعمل ہوا ہے ایسا ہی ہے۔

مستقبل کو بہ سبب تحقق و وقوع کے لفظ ماضی سے تعبیر کرنا زبان عربی ہی کا خاصہ نہیں بلکہ ہر زبان میں یہ محاورہ عام پایا جاتا ہے جیسے ہماری اپنی ہندی زبان میں جب کوئی کسی کو بلاتا ہے تو دوسرا شخص ان لفظوں سے جواب دیتا ہے۔ جی آیا جی۔ حالانکہ وہ ابھی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی کسی کو کسی کام پر بھیجے اور سخت تاکید سے کہے کہ جلدی جانا اور شتاب واپس آنا، تو اس کی تسلی کے لئے اور اپنی مستعدی اور شتابی ظاہر کرنے کے لئے اس کو یہ کہا جاتا ہے: بس جی! یہ گیا اور وہ آیا۔ حالانکہ وہ اس کے روبرو ہی یہ سب کچھ کہہ سن رہا ہوتا ہے۔ یہ صرف اس لئے ہوتا ہے تاکہ مخاطب کو اس امر کا ضرور ضرور واقع ہو جانا متیقن ہو جائے۔ پس آیت اذ قال اللّٰہ میں بھی صیغہ ماضی کا ذکر کرنا اسی قبیل سے ہے۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام جو کچھ فلمّا توفّیتنی میں لکھا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اذ جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کے معنی ماضی کے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی یہی مراد ہے تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب علم نحو میں پختہ نہیں ہیں۔ صرف سادے طور پر چند مسائل جانتے ہیں اور اس علم کی باریکیوں سے واقف نہیں ہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ اذ کے مدخول علیہ کی ماضویت کی کوئی خصوصیت

نہیں خواہ اس کا مدخول علیہ صیغہ ماضی ہو، خواہ صیغہ مضارع۔ یہ لفظ بحسب الوضع معنی ماضی میں ہوتا ہے جیسے اذ یقول المنافقون و الّذین فی قلوبھم مرض (احزاب:۱۲) اور کبھی مصروف عن المعنی الوضعی ہو کر بمعنی اذ مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ اذا موضوع ہے مستقبل کے لئے اور کبھی بمعنی ماضی مستعمل ہوتا ہے (اس کی مثالیں پہلے بیان ہو چکی پس اب طول دینے کا فائدہ نہیں)

اگر کہا جائے کہ تمہارے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اذا مضارع بھی آئے تب بھی اس کے معنی ماضی ہوتے ہیں تو اگر اذ قال اللّٰہ یا عیسی میں قال کو بمعنی یقول کہیں تو پھر بھی وہ مضارع ماضی کے معنی میں ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ اذ مضارع کے لفظ پر داخل ہو کر اس کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے نہ مضارع کے معنی پر داخل ہو کر۔ اسی لئے تقریر میں صیغہ مضارع کہا گیا ہے اور یہاں آیت میں تو قال لفظ مضارع نہیں بلکہ ماضی بمعنی مضارع ہے اور اس قال کو مضارع کے معنی میں ہونے کی وجہیں پہلے گذر چکی ہیں۔

دوم یہ کہ صحیح بخاری میں اس امر کی بابت لکھا ہے کہ یہ اذ صلہ یعنی زائد ہے۔ غرض کسی طرح لو، اس قول کا وقوع قیامت ہی کو ہوگا۔

باقی رہی سوال کی شق ثانی یعنی ہر دو پیغمبروں کے لئے لفظ توفّی کا آنا اور اس پر لفظ کما کا داخل ہونا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر طرح اور ہر وصف اور ہر حکم میں ایک جیسے ہوں بلکہ بسا اوقات ان کی کیفیتوں میں بہت مغائرت ہوتی ہے مثلاً آیت کما بدأنا اوّل خلقٍ نعیدہ (انبیاء:۱۰۴) (جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کر لیا تھا اسی طرح پھر دوسری دفعہ بھی پیدا کر لیں گے) جو اسی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس پہلی دفعہ کی پیدائش اور قیامت کی پیدائش کو کلمہ کما (جس طرح) سے ذکر کیا، تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلے گا کہ پہلی دفعہ ماں کے پیٹ سے باپ کے نطفے سے پیدا ہوئے تھے، تو پھر قیامت کو بھی اسی طرح پیدا ہوں گے۔ معاذ اللہ۔ پہلی اور پچھلی پیدائش کی مماثلت صرف اس امر میں جتلائی گئی ہے کہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالی کی قدرت میں داخل ہیں جس طرح پہلی دفعہ کی پیدائش کو تم دیکھ چکے ہو اسی طرح دوسری دفعہ موت کے بعد زندہ کرنا بھی اس خالق علیم کی قدرت سے باہر نہیں۔ بلکہ اس میں داخل ہے۔

اسی طرح فا قول کما قال العبد الصّالح میں جولفظ کما مذکور ہے، وہ توصرف اس بات کے اظہار کیلئے ہے کہ جس طرح عیسیٰؑ شرک کی تعلیم سے برأت حاصل کرینگے اسی طرح میں بھی برأت حاصل کرونگا اور اسکے نظائر قرآن وحدیث اور کتب ادب میں بکثرت ہیں

اگر کہا جائے کہ ہم نے مان لیا کہ کلمہ کما کے ماقبل و مابعد کا ہر طرح سے ایک دوسرے کا مماثل و مشارک ہونا ضروری نہیں، مگر جب کہ دونوں پیغمبروں کے لئے ایک ہی لفظ توفّی آیا ہے تو اب ہم کس دلیل سے رسول اللہ ﷺ کی توفی کو تو موت کہیں اور حضرت عیسی کی توفی کو رفع آسمانی سے تعبیر کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شھادۃ القرآن کے حصہ اول میں بہت تفصیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی جنس ہے اور موت اور رفع وغیرہ اس کی انواع ہیں۔ پس جس لفظ کے مفہوم میں کئی معنی ہوں اس کو ایک معنی میں معین کرنے کیلئے قرائن اور حالات مخصوصہ اور دلائل خارجیہ پر نظر کرنی پڑتی ہے جیسے کہ اسی آیت فلمّا توفّیتنی سے پیشتر تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسك (مائدہ:۱۱۶) (یااللہ! میرے نفس میں جو کچھ ہے تو اسے خوب جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے نفس میں ہے میں اسے ہرگز نہیں جانتا) میں عیسیٰؑ اور اللہ پاک کیلئے ایک ہی لفظ نفس وارد ہوا ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ! عیسیٰؑ کا نفس، اور پاک و بے مثل نفسِ الٰہی ایک جیسے ہیں۔ معا ذ اللّٰہ تعا لی عن ذلك علوّا کبیراً ۔اسی طرح گو ایک ہی لفظ (تو فّی) دونوں پیغمبروں کے لئے مستعمل ہے مگر ہر دو کے حالات مخصوصہ جو دلائل خارجیہ سے ثابت ہیں، ان پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی رفع آسمانی سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی توفّی، موت سے ہوئی۔

عیسیٰؑ کی توفّی با لرّ فع ہونے کے دلائل شھا دۃ القرآن حصہ اول میں بہ بسط مذکور ہو چکے ہیں جیسے آیت انّی متوفّیك و را فعك الیّ ۔اور بل رّفعه اللّٰه الیه (طالب تفصیل حصہ اول کا مطالعہ کرے) اور رسول اللہ ﷺ کی توفی بالموت کی دلیل حدیث صحیح بخاری جو باب وفات النبی ﷺ و مرضه میں موجود ہے، اور نیز دیگر احادیث مثلاً نبی ﷺ کے غسل اور کفن اور جنازے کی۔

پس آیت فلمّا توفّیتنی سے بھی مرزا صاحب کی مراد کے موافق حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت نہ ہوئی، بلکہ اس کے خلاف رفع آسمانی ثابت ہوا۔ فا لحمد للّٰه ۔

قسم اول سے تیسری آیت

بل رّفعه اللّه اليه ہے۔ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کیلئے نص قطعی ہے اور اس کی پوری تفصیل حصہ اول میں ہو چکی ہے۔ اور اس کے متعلق مرزا صاحب کے سب خیالات کو عقلی اور نقلی طریق سے غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ اس کے جواب میں اگر مرزائی صاحبان مدتوں سر دھنتے رہیں اور زمانوں کوشش کرتے رہیں، تو بھی کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرزا صاحب کے طریق استدلال پر تعجب آتا ہے کہ کیسی دلیری اور بے باکی سے آیت بل رفعه اللّه اليه کو حضرت عیسیٰؑ کی موت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت کرنا ایسا ہے جیسے بعض عیسائیوں نے قرآن سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ثابت کرنی چاہی ہے۔ جب ہم اس آیت کے متعلق مرزا صاحب کی تقریر پڑھتے ہیں تو ہمیں بے اختیار ہنسی آتی ہے اور خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو آپ علوم عربیہ سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر ان علوم کا خلاف کرتے ہیں۔ دوسری صورت پر ظن غالب ہے کیونکہ بالفرض اگر خود ناواقف بھی ہوں تو بھی متبحر علماء کے اتنی مدت تک مفید کتابیں تصنیف کرنے سے ایک کم علم انصاف پسند بھی صحیح مراد سے واقف ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مرزا صاحب ہوں جو معارف قرآنیہ کے سب سے بڑے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے اس آیت سے موت ثابت کرنے کے لئے جو طریق اختیار کیا ہے وہ غلط اور ضعیف ہونے کے علاوہ خود ان کے مقصود کے بھی خلاف ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو اور جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے و رفعناه مكاناً علياً ۔

پھر تحریر فرماتے ہیں:

لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا

کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فی مقعد صدقٍ عند ملیكٍ مقتدر ۔انتہی۔

مرزا صاحب کا اصل مقصود یہ ہے کہ اس آیت بل رّفعه اللّٰه الیه سے حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی ثابت نہ ہو۔اسی لئے کئی دفعہ کہا کرتے ہیں کہ جسم عنصری کے اٹھائے جانے کی کوئی دلیل نہیں اور نہ آسمان کی تصریح ہے۔تو پھر ضرور رفع روحانی اور عزت کی موت مراد لی جائیگی

ازالہ اوہام کی جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے اس سے اس امر کا فیصلہ آسانی سے ہوسکتا ہے کہ رفع کے معنی اٹھانا اور الیہ کے معنی آسمان کی طرف مرزا صاحب کے نزدیک مسلّم ہیں کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں تو اس صورت میں رفع کے حقیقی معنی اٹھانا ثابت ہیں اور چونکہ ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیّین کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے آیت بل رّفعه اللّٰه الیه میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھایا جانا آپ کے نزدیک مسلّم ٹھہرا۔اب تنازع صرف اس امر میں رہا کہ کیا چیز اٹھائی گئی؟ آیا خود مسیح مع جسم اٹھائے گئے یا صرف آپ کی روح؟ سو اس کا صاف بیان اس طرح ہے کہ اللہ نے فرمایا:

و قولهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰه و ما قتلوه و ما صلبوه (نساء :۱۵۷)(کہ یہودیوں پر ان کے اس قول کے سبب لعنت پڑی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے ضرور ضرور مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور انہوں نے اس کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر کھینچا)

اور ظاہر ہے کہ قتل کرنے اور صلیب پر کھینچنے کے قابل جسم ہوتا ہے، نہ کہ روح۔ پس یہود کا دعوی قتل مسیح کے جسم کی نسبت ہوا۔اور اللہ نے بھی قتل اور صلب کی نفی جسم مسیح کی نسبت کی ۔ پس چونکہ سب منسوب ضمیریں جو و ما قتلوه وما صلبوه اور وما قتلوه یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه میں پائی جاتی ہیں ان سب کا مرجع المسیح ہے،اس لئے ضرور ضرور مسیح کے جسم کا اٹھایا جانا ماننا پڑے گا کیونکہ جس چیز کی نسبت یہود دعوی کرتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا اسی کی نسبت تردید کے طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے آسمان پر اٹھالیا اور چونکہ ان کا دعوی جسم کے قتل وصلب کی نسبت تھا اسلئے اللہ نے بھی جسم ہی کو ان کی گزند

سے بچانے کیلئے اٹھایا جیسا کہ فرمایا و مطهّرك من الّذين كفروا (آل عمران:۵۵) (میں تجھ کو کفار سے پاک رکھوں گا)

اس مقام پر مرزا صاحب کا آیت و رفعناه مكاناً عليّاً کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے اور اس سے ان کا مقصود بالکل حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ رفع کے معنی عزت کی موت، نہ تو بشہادت لغت ثابت ہے اور نہ یہ لفظ عرف عام اور عرف شرع میں ان معنوں میں پایا گیا ہے۔ اور نہ یہ کسی فن کی اصطلاح ہے، تو پھر مرزا صاحب کس قاعدے سے اس سے عزت کی موت مراد لیتے ہیں۔ لغت میں رفع کے معنی ہیں، برداشتن۔ یعنی اوپر اٹھانا۔ اور اس کی ضد ہے وضع اور خفض یعنی نیچے رکھنا جیسا کہ صراح اور نیز مصباح میں لکھا ہے اور اس کی تحقیق شھادۃ القرآن حصہ اول میں بالتفصیل گزر چکی ہے۔ باقی رہی حضرت ادریسؑ کے رفع کی صورت ۔ سو قرآن نے انہی لفظوں میں اس کا بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد رفعت منزلت ہے کیونکہ جب رفع کے ساتھ کوئی لفظ جو بلندی رتبہ پر دلالت کرے، مذکور ہو تو اس کے مجازی معنی بلندی درجہ کے، لئے جاتے ہیں جیسے کہ آیت و رفعنا بعضهم فوق بعضٍ درجات اور اس جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہے۔ پس چونکہ اس کے آگے ہی مكاناً عليّاً کی تصریح مذکور ہے اسلئے اس کے معنی اس قرینے سے یہ ہوں گے کہ عزت دی ہم نے اس کو بلند رتبے پر۔

اس بیان سے دو امر برخلاف مقصود مرزا صاحب ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ رفع کے معنی عزت کی موت نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ رفع سے مراد بلندی رتبہ تب لئے جاتے ہیں جب اس کے ساتھ کوئی قرینہ پایا جائے ورنہ نہیں۔

مرزا صاحب نے مقربین کی ارواح کے علیین تک اٹھائے جانے میں یہ آیت پیش کی ہے فی مقعد صدقٍ عند مليكٍ مقتدر ۔ مرزا صاحب کا یہ استدلال بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے پیشتر یہ ہے :

انّ المتّقين فی جنّاتٍ وّ نهر فی مقعد صدقٍ عند مليكٍ مقتدر (قمر: ۵۴-۵۵) (پرہیز گار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے اقتدار والے بادشاہ کے پاس صداقت کے گھر میں)۔

پس پہلی آیت کے ساتھ ملانے سے واضح ہوگیا کہ اس میں پرہیز گاروں کے لئے جنت میں داخل

ہونے کی بشارت ہے اور یہ سب کچھ بروز قیامت ہوگا۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ موت کے وقت پرہیزگاروں کی روحیں علیین پر پہنچائی جاتی ہیں، صحیح نہ ہوا کیونکہ اس آیت میں اس امر کا ہرگز ذکر نہیں۔

قسم اول سے چوتھی آیت

و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔(نساء:۱۵۹)

مرزا صاحب نے برخلاف مراد الٰہی اس آیت سے بھی عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت کرنی چاہی ہے حالانکہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی حیات کیلئے قطعی الدلالۃ آیت ہے۔ اور نیز آپ کے نزول کی صاف شہادت دیتی ہے جیسا کہ عنقریب ثابت کیا جائے گا انشاءاللہ۔ مرزا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر، جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے، ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا (ازالہ اوہام۔ جلد ا۔ ص ۱۸۸ تقطیع کلاں)

ناظرین! پیشتر اس کے کہ ہم اس آیت کی صحیح تفسیر ذکر کریں اور آپ کو ثابت کر دکھائیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط بلکہ باطل ہے (کیونکہ اس میں تو مرزا صاحب کی مراد کے خلاف عیسیٰؑ کی زندگی کا بیان ہے اور نیز ان کے دعویٰ مسیحیت کے خلاف عیسیٰ کے نزول کا ذکر ہے)، ہم آپ کی باانصاف توجہ اس ترجمہ کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں جو ہم نے ازالہ اوہام تقطیع کلاں صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ جلد اول میں سے اوپر نقل کیا ہے۔ مرزا نے نہ تو قواعد و محاورات زبان کا خیال کیا ہے اور نہ قرآن شریف کے الفاظ کا لحاظ کیا ہے، بلکہ اپنے خیال کے پیرو ہو کر جو کچھ جی میں آیا کہہ دیا ہے۔ اگر خواہش نفسانی یہ نہیں تو پھر کس چیز کا نام ہے؟ اللہ اکبر! اگر قرآن کا ترجمہ اسی طرح

کرنا درست قرار دیا جائے کہ ایک امر کو پہلے اپنے جی میں ٹھان لیں اور پھر الفاظ کو موڑ توڑ کر اس کے مطابق کر نے کی کوشش کریں، تو پھر شائد کسی الٹی سے الٹی اور باطل سے باطل بات کو بھی ثابت کر لینا مشکل نہیں ہوگا۔ مخاطب وسامع کیلئے ضروری ہے کہ اپنے خیال کو متکلم کے الفاظ کے تابع رکھے، نہ یہ کہ متکلم کے الفاظ کو اپنے خیال کے پیچھے پیچھے جدھر چاہے کھینچ لے جائے۔ ترجمہ کرنے کا صحیح طریق یہی ہے کہ پہلے مفردات کے معانی پر غور کیا جائے اور پھر ان کی باہمی ترکیب وتعلق کو زیر نظر رکھ کر مراد کو سمجھا جائے۔ مرزا صاحب اس طریق کے بالکل خلاف چلتے ہیں تب ہی رفع اور حیات اور نزول کے ثابت کرنے والی آیات سے موت سمجھتے ہیں۔

جہاں تک میں نے مرزا صاحب اور آپ کی پارٹی کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے ان کی پارٹی کے بعض مولویوں سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ان کی جماعت میں ابھی تک تین آیتوں کے ترجمہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ ان کے ترجمہ میں تنسیخ وترمیم ہوتی رہتی ہے جس سے دفع الوقتی کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور بات کسی ٹھکانے نہیں لگتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان آیتوں میں مرزا صاحب کے مذہب اور دعوی کی تردید صاف طور پر مصرح ہے۔ پس ان کو ہمیشہ اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ ان آیتوں کے مطالب کو پھیر پھار کر ایسے طریق سے بیان کیا کہ اپنے اوپر حجت پوری نہ ہو اور چونکہ جو معنی وہ کرتے ہیں وہ بلحاظ قواعد مقررہ کسی صورت سے ٹھیک نہیں بیٹھتے اس لئے ہر وقت ان کے ردو بدل کی نسبت ان کی طبیعت میں تردد رہتا ہے اور ہمیشہ گرگٹ کی طرح نئے رنگ بدلتے ہیں۔

اول ان تین آیتوں میں سے و لکن شبّه لهم ،دوم یہی آیت و ان مّن اهل الكتاب ،سوم، سورہ زخرف کی آیت و انّه لعلم للسّاعة

حصہ اول شہادت القرآن میں گذر چکا ہے کہ آیت و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً کے صحیح معنی یہی ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا وقت آنے والا ہے جس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ضرور آپ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپ ان پر قیامت کے دن شاہد ہوں گے۔

موافق محاورہ زبان عرب وقواعد علم نحو اس آیت کے صحیح معنی یہی ہیں اور جتنے معنی اس کے سوا ہیں وہ

سب غلط ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں نون ثقیلہ لام تاکید کے ساتھ آیا ہے اور جملہ کتب نحو، کیا متن اور کیا شروح، سب میں بالاتفاق مذکور ہے کہ نون تاکید مضارع کو خاص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور ماضی اور حال کے لئے نہیں آتا۔ اس مسئلہ میں کسی امام لغت ونحو کو خلاف نہیں۔ نہ کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا کلام عرب میں اس کے خلاف نون تاکید کا استعمال پایا گیا ہے۔ چنانچہ امام ابن ہشام نحوی، مغنی اللبیب میں فرماتے ہیں:

و امّا المضارع ان کان حالاً لم یؤکّد بهما و ان کان مستقبلاً اکّد بهما وجوباً نحو قوله تا للّٰه لاکیدنّ اصنا مکم (مغنی جلد۲ص۲۲)

یعنی مضارع کا صیغہ (جو حال واستقبال دونوں کیلئے آتا ہے) جب حال کے معنی میں ظاہر ہو تو نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ اس پر نہیں آسکتے۔ اور اگر مستقبل کے معنی میں ہو، تو پھر نون کے ساتھ اسکی تاکید ہوتی ہے جب کوئی کلمہ قسم کا آیا ہو۔

اسی طرح علامہ رضی شرح کافیہ میں تحریر کرتے ہیں:

و امّا فی المستقبل الّذی هو خبر محض فلا یدخل الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التوکید ایضاً ك لام القسم۔

یعنی جو مستقبل صرف خبری ہی ہو، اس پر نون تاکید کا نہیں آتا، مگر اس وقت جب کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے جیسے لام قسم۔

اسی طرح اس قاعدہ کی نسبت مفصل زمخشری اور کافیہ ابن حاجب اور الفیہ ابن مالک اور شرح ملا جامی اور تکملہ مولانا عبدالحکیم وغیرہ جملہ کتب نحو میں ایسا ہی مذکور ہے۔

مرزا صاحب نے اس آیت کے جو معنی کئے ہیں وہ تو اوپر بیان ہو چکے ہیں اور ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ وہ علاوہ قواعد زبان عرب کی رو سے غلط ہونے کے الفاظ قرآن سے بھی کس قدر دور اور نرالے ہیں۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے متعلق مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے جو گل کھلائے ہیں اور قواعد نحویہ کی جو رعایت رکھی ہے، اس کو بیان کیا جائے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ

مرزائی پارٹی اس آیت کے ترجمے میں کیسی حیران وسرگردان ہے۔

مولوی مبارک علی سیالکوٹی قادیانی اپنے رسالہ القول الجمیل میں صفحہ ۲۸ میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں:

اوران اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے جانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے (کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی اس لئے وہ صلیب پر نہیں مرا) ورنہ یہ تو آخر کو ہونا ہی ہے کہ مسیح جس کی نسبت یہ وہم وگمان بھرے ہوئے اعتقادیات اہل کتاب نے تسلیم کر رکھے ہیں ان کا حال بتلادے گا۔اوران کے بر خلاف قیامت کے دن اظہار دے گا۔اس وقت سب اپنی غلطی سے واقف ہو جائیں گے۔،

ناظرین! علاوہ اس امر کے کہ مولوی صاحب کا یہ ترجمہ قرآن شریف کے الفاظ اور قواعد زبان سے کس قدر اجنبی ہے، آپ اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں کہ یہ ترجمہ مرزا صاحب کے اپنے ترجمہ سے کیسا صاف نرالا ہے۔ یہ عجیب امر ہے کہ رسول قادیانی کچھ ترجمہ کرتا ہے اوراس کے امتی کچھ اور ہی راگنی گاتے ہیں ۔ان کا آپس ہی میں اتفاق نہیں تو ہم کس کی مانیں؟ یہ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے اس مقام پر لیؤمنن کے معنی صیغہ امر کے کئے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

ضروری ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے،۔

جہاں تک ہمیں تجربہ ہے مولوی صاحب ہمارے بیان سے تو ضرور چڑیں گے اور بوجہ مخالفت کے سیدھے کو بھی ٹیڑھا جانیں گے اور اپنی غلطی کا ہرگز اعتراف نہ کریں گے، اسلئے ناظرین میں سے کوئی صاحب ان سے پوچھیں کہ مولوی صاحب! آپ نے کس قاعدے سے پہچانا کہ لیؤمنن صیغہ امر غائب موکد بنون تاکید ہے؟ سچ ہے کہ جان بوجھ کر حق کے خلاف چلنے اور تعصب سے باطل کی پیروی کرنے سے علم وعقل دونوں جاتے رہتے ہیں۔مولوی صاحب! یہ امر کا صیغہ نہیں۔آپ صرف میر وغیرہ ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کریں کہ امر کا لام مکسور ہوتا ہے اور آیت میں تو مفتوح ہے۔

اسی طرح فاضل امروہی نے اور ہی گل کھلایا اور اپنی فضیلت کی پگڑی کو داغ لگایا ہے۔چنانچہ مباحثہ دہلی کے متعلق آپ بعنوان بحث لام تاکید بانون تاکید لکھتے ہیں (دیکھو الحق سیالکوٹ۔ج ۱۲ نمبر ۸ ص ۱۲۱) :

ازہری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔ اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے لیکن جب کسی صیغہ میں لام تاکید بھی موجود ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیه میں ہے، تو وہاں خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ۔ اس کی کوئی دلیل مولوی صاحب (یعنی فاضل بے نظیر مولانا محمد بشیر سہسوانی جن سے دہلی میں مرزا صاحب کا مباحثہ ہوا تھا۔ اور مرزا صاحب اسی نون ثقیلہ کے بوجھ سے ایسے گھبرائے کہ برخلاف شرائط مقررہ بحث کو نا تمام چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ ابراہیم میر) نے نحو سے ارشاد نہیں فرمائی اور تقریب دلیل محض نا تمام رہی۔ یہ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے۔ امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی، اس میں خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہے۔ انتہی۔

فاضل امروہی صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ن ثقیلہ کا مضارع کو استقبال کے معنوں میں کر دینا تو مسلّم ہے مگر چونکہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے اور لیؤمننّ پر لام تاکید اور نون تاکید ہر دو آئے ہیں، اس لئے اس صیغہ کو حال اور استقبال دونوں کیلئے سمجھنا چاہیے، نہ کہ خالص استقبال کے لئے۔

جب علم نحو کے ابتدائی مسائل میں مولوی محمد احسن امروہی جیسے جید علماء کو ایسا التباس واشتباہ واقع ہو، جو علوم رسمیہ میں خود مرزا صاحب اور مولوی حکیم نور الدین سے کئی درجے زیادہ لائق ہیں، تو ہم اس پارٹی کی لیاقت علمی اور عقل ودانش کے کیسے قائل ہوں۔ بھلا مولوی مبارک علی کی نسبت تو یہ گمان بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ناواقفی کی وجہ سے لیؤمننّ کو امر کا صیغہ سمجھ لیا ہے مگر مولوی محمد احسن کی فضیلت میں ایسا گمان تو بہت بعید ہے۔ ان کو اس لام قسم اور لام حال میں کیوں اشتباہ ہوا؟ آخر ماننا پڑے گا کہ فاضل امروہی نے جان بوجھ کو خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ لیجئے ہم فاضل امروہی کو ایک ایسی بات یاد کراتے ہیں جو وہ بوجہ پیری کے بھول گئے ہیں۔

امروہی صاحب! لیؤمننّ میں لام بمعنی حال نہیں ہے بلکہ یہ لام قسم کا ہے۔ اور استقبال خبری پر نون تاکید آنے کے لئے اس سے پہلے کوئی ایسا کلمہ ضروری ہے جو قسم پر دلالت کرے۔ کیونکہ جو

استقبال محض خبر ہو، اس پر نون تاکید بغیر اس کے نہیں آسکتا کہ اس سے اول میں ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، اور جو لام حال کیلئے آتا ہے اس کے ساتھ نون تاکید نہیں آسکتا کیونکہ نون تاکید استقبال کیلئے آتا ہے اور حال کی تاکید نہیں ہوسکتی چنانچہ اس کی مفصل بحث شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں اس طرح ہے کہ :

و اعلم انّ الاصل فی نون التّاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیه معنی الطّلب الامر و النّهی و الاستفهام و التمنی و العرض نحو اضر بن زید او لا تضربن و هل تضربنه و لیتك تضربن مثقلة و مخففة و اختص بما فیه معنی الطّلب لانّ وضعه للتّاکید والتاکید انّما یلیق بما یطلب حتی یوجد ویحصل فیفتنم هو بوجدان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانّه قد وجد و حصل فلا ینا سبه التّاکید و اختصّ بالمستقبل لانّ الطّلب انّما یتعلق بما لم یحصل بعد لیحصل و هو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولهما والمستقبل الّذی هو خبر محض لا تلحق نون التّاکید بآخره الّا بعد ان یّد خل علی اوّل الفعل ما یدلّ علی التّاکید ك لام القسم وان لم یکن فیه معنی الطّلب لانّ الغالب انّ المتکلّم یقسم علی مطلوبه (نون تاکید کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل مستقبل میں طلب کے معنی پائے جائیں اس کے آخر میں آئے۔ مثلاً امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض۔ اور یہ طلب کے معنی والے فعل سے اس لئے مختص ہے کہ اس کی وضع تاکید کے لئے ہے اور تاکید اس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے جس میں طلب پائی جائے تاکہ وہ حاصل اور موجود ہو۔ اور محض خبر کے مناسب نہیں کیونکہ وہ حاصل و موجود ہوتی ہے اور مستقبل کے ساتھ اس لئے مختص ہے کہ طلب اس کے متعلق ہوتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہو اور یہ بات مستقبل میں پائی جاتی ہے، برخلاف حال اور ماضی کے کہ وہ دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ اور جو مستقبل محض خبر ہو اس کے آخر نون تاکید نہیں آتا مگر اس صورت میں کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، جیسے لام قسم اگرچہ اس میں طلب کے معنی نہ پائے جائیں کیونکہ غالباً متکلم ایسے امر پر قسم کھاتا ہے جو مطلوب ہو)

فاضل امروہی اس عبارت پر غور کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ لیؤمنن میں لام قسم کا

ہے نہ کہ بمعنی حال (دیکھو تفسیر بیضاوی وغیرہ) پس آپ کا اسے حال اور استقبال دونوں کیلئے سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔

پس ہم تشریح اور بسط کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ نون تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) مضارع کو خاص استقبال کیلئے کر دیتا ہے اور نیز یہ کہ لیؤمننّ میں لام قسم کا ہے جس کا ہونا استقبال خبری پر نون تاکید داخل ہونے کیلئے ضروری ہے۔ پس آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰؑ کے۔، اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ پس چونکہ ابھی تک اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا اتفاق حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آنے کے بارے میں نہیں پایا گیا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی تک زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی موت اہل کتاب کے ایمانی اتفاق کے بعد ہونی ہے، اور جب کہ اب تک وہ ایمان میں متفق نہیں ہوئے تو آپ کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔

اس آیت کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں، محاورہ زبان عرب اور قواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کی رو سے یہی ایک صحیح ہیں، اور اس کے سوائے جس قدر احتمالات ہیں وہ سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤمننّ کا لفظ خاص استقبال کے لئے باقی نہیں رہتا۔

اگر مرزا صاحب یا فاضل امروہی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں جس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو، یا علم نحو کی کسی معتبر کتاب کی کوئی عبارت جس میں امر مذکور کی تصریح ہو، تو میں اس مقدمہ نون کو جس کی رو سے اوپر ترجمہ کیا گیا ہے، غیر صحیح تسلیم کرلوں گا۔

واضح ہو کہ اس آیت و ان من اھل الکتاب میں موته کی ضمیر کی بابت دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکا۔ دوم یہ کہ کتابی کی طرف پھرتی ہے۔ پھر اس کے معنی اس طرح ہوں گے: نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پیشتر،۔ یعنی جان کندن کے وقت۔ اس تقدیر پر لیؤمننّ کا خالص استقبال کیلئے رہنا صاف ظاہر ہے کیونکہ اہل کتاب اس آیت کے نزول سے پہلے بھی مرتے تھے اور اس کے نزول کے وقت

بھی۔پس یہ کتابی کی طرف ضمیر کو پھیرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اگر کہا جائے کہ مفسرین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اور نیز یہ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی احتمال کے ذکر سے اس احتمال کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ دوم یہ کہ جب ثابت ہو چکا کہ کتابی کی طرف ضمیر پھرنے کی صورت میں لیؤمننّ خالص استقبال کیلئے نہیں رہتا، اور یہ امر قواعد نحویہ اور محاورہ زبان عرب کے بالکل خلاف ہے تو اب اس قول کو ضعیف ماننے میں کیا تامل ہے؟ سوم یہ کہ جن لوگوں نے اس ضمیر کو کتابی کی طرف مانا ہے انہوں نے اس کے عیسیٰؑ کی طرف پھرنے سے انکار نہیں کیا اور نہ حیات ونزول عیسی سے انکار کیا ہے، بلکہ پھر بھی وہ اسی آیت سے حیات ونزول عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔ دیکھو شروح بخاری فتح الباری وعمدۃ القاری وغیرھما۔

پس اس سے مرزا صاحب کا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ باقی رہی روایت حضرت ابن عباسؓ، سو وہ ضعیف ہے، اور بروایت صحیح ان سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے چنانچہ فتح الباری میں اس ضمیر کے حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنے کے ذکر کے بعد لکھا ہے :

و بهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير عن طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح ومن طريق ابى رجاء عن الحسن قال قبل موت عيسى و اللّٰه انّه الآن لحىّ و لكن اذا نزل امنوا به اجمعون و نقله عن اكثر اهل العلم و رجحه ابن جرير و غيره (فتح البارى ۔ كتاب بدء الخلق باب نزول عيسى ۔

(کہ ابن عباسؓ نے اسی پر جزم کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے روایت کیا ہے۔ اور نیز ابو رجاء کے طریق سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے، کہا عیسی کی موت سے پہلے۔ خدا کی قسم اب تک وہ زندہ ہیں، لیکن جس وقت نازل ہوں گے اس وقت سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس بات کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ مفسرین نے ترجیح دی ہے)

صحیح بخاری کی دیگر شروح مثلاً عمدۃ القاری اور ارشاد الساری وغیرھما میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے چنانچہ شرح قسطلانی میں ہے:

ای وان مّن اھل الکتاب احد الّا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی و ھم اھل الکتاب الّذین یکونون فی زمانہ فتکون الملّۃ وا حدۃ وھی ملّۃ الاسلام و بھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح (ارشادالساری)(کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر البتہ ایمان لے آئے گا ساتھ عیسیٰؑ کے عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اور یہ وہ اہل کتاب ہوں گے جو آپ کے زمان نزول میں موجود ہوں گے۔ پس صرف ایک ہی مذہب یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور اس پر ابن عباسؓ نے جزم کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے باسناد صحیح روایت کیا ہے)

محقق مفسرین وشارحین حدیث ہر زمانے میں حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو یعنی کتابی کی طرف ضمیر کے پھرنے والی روایت کو ضعیف کہتے چلے آئے ہیں اور ابن عباسؓ سے اسی امر کو صحیح وثابت قرار دیتے چلے آئے ہیں کہ اس ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ ہیں اور بس۔

دیگر یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ پس جب ابو ہریرۃؓ اس آیت کو نزول عیسیٰؑ کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پڑھتے ہیں اور ان کو باواز بلند پکار کر کہتے ہیں فا قرأو ان شئتم اور کوئی صحابی ان کے اس استدلال کا انکار نہیں کرتا اور نہ ان کے خلاف قائم ہو کر اس ضمیر کو کتابی کی طرف پھیرنے کیلئے کہتا ہے تو اب ثابت ہو گیا کہ صحابہ میں اس ضمیر کا حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنا بلانکیر مانا گیا ہے اور اس پر ان کا اجماع واتفاق ہے۔ کیا مرزا صاحب یا مولوی محمد احسن امروہی کہیں سے بسند صحیح ثابت کر سکتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضرت ابو ہریرۃؓ کے اس استدلال کی تردید یا ان سے خلاف کیا؟ ہر گز نہیں، اور کبھی نہیں۔

اس آیت کے معنی جو ہم نے مضبوط دلائل سے ثابت کر دکھلائے ہیں مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں ان کے متعلق چار اعتراض کئے ہیں۔ ان سب کے جواب کیلئے نون ثقیلہ کا قاعدہ جو جمیع آئمہ علم نحو کا اتفاقی واجماعی ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے، کافی ہے۔ لہذا تطویل کی ضرورت نہیں۔ اگر مرزا صاحب کے لئے اتنی تحریر کافی نہ ہوئی اور انہوں نے اس کتاب کا جواب لکھا تو انشاء اللہ جواب الجواب میں زیادہ تفصیل کے

ساتھ ان کا منہ بالکل بند کر دیا جائے۔

بیان مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ میں عیسیٰؑ کی موت قبل النزول کا واقع ہونا مذکور نہیں، بلکہ برخلاف اس کے آپ کے زندہ ہونے کا صاف ثبوت ہے۔اب اس لطیف نکتہ کا بیان کیا جاتا ہے جس کی رو سے ابو ہریرہؓ نے علاوہ قبل موتہ کی ضمیر کے اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حدیث کی تصدیق کیلئے سب صحابہ کے سامنے پیش کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔وہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ کے اخیر میں فرمایا کہ قیامت کو جب حضرت عیسیٰؑ کو سوال ہوگا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدائے واحد کے سوا معبود بنالو؟ تو عیسیٰؑ اپنی برأت کیلئے عرض کریں گے کہ یاالٰہی میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا جو تو نے مجھے حکم کیا و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (مائدہ:۱۱۷)(اور میں تو ان پر تب تک ہی شاہد رہا جب تک میں ان کے بیچ میں رہا) اس سے معلوم ہوا کہ شاہد کا مشہود علیھم کی جماعت میں ہونا ضروری ہے۔

اب اس آیت و ان مّن اھل الکتاب میں دیکھیں کہ اللہ تعالی ان اہل کتاب کی نسبت جو عیسیٰؑ کے زمان نزول میں ان پر ایمان لائیں گے،فرماتا ہے: و ان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (نساء:۱۵۹)

عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں۔پس جب عیسیٰؑ اس اخیر زمانے کے اہل کتاب پر شہادت دیں گے،تو پہلی آیت کو مدنظر رکھ کر ثابت ہوا کہ آپ اخیر زمانہ کے لوگوں میں نزول فرما کر ہوں گے۔ تمّ و الحمد للّٰہ علی حسن توفیقہ

حضرت عیسیٰؑ کی اس شہادت سے مرزا صاحب کا اعتراض بھی دور ہو گیا کہ اگر عیسیٰؑ زمان اخیر میں نازل ہوں گے تو اہل کتاب کے عقاید سے خبردار ہو جائیں گے، پھر جناب باری میں کیوں نہ کہہ دیں گے کہ الٰہی جب میں پھر دنیا میں گیا تھا تو اب کو ایسا ایسا سمجھا دیا تھا۔

ناظرین! آپ تھوڑا سا غور کریں گے تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً میں اسی شہادت کی خبر ہے۔پس مرزا صاحب کا اعتراض بالکل دور ہو گیا۔

قسم اول سے پانچویں آیت

ما المسیح ابن مریم الّا رسول ۔ قد خلت من قبله الرّسل و امّه صدّیقة کانا یاکلان الطّعام (مائدہ :۷۵) ۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :

مسیح صرف ایک رسول ہے۔اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے۔جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے ۔،

اس کے بعد آگے پھر لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰؑ اوران کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہوگئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰؑ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں، لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئی لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے۔

پیشتر اس کے کہ ہم مرزا صاحب کے استدلال کو غلط ثابت کریں اور اس آیت کی صحیح تفسیر و مراد بتائیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی عبارت منقولہ میں سے علمی اغلاط اور مغالطے ظاہر کریں جس سے معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب اپنی مطلب براری کیلئے قرآن شریف کے الفاظ اور سیاق وسباق آیت کا ہرگز لحاظ نہیں کرتے، اور نہ دیگر علوم کو جو قرآن شریف کی صحیح مراد کو سمجھنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں، زیرنظر رکھتے ہیں

جناب مرزا صاحب! کانا یاکلان الطّعام کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے:

جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔

حضرت! قرآن سے ایسی دل لگی نہیں چاہیے۔ جب وہ دونوں زندہ تھے، کس لفظ کے معنی ہیں؟ قرآن کی آیت کا ترجمہ تو ذرا ہوش اور خدا کے خوف سے کیا کرو۔ تعجب ہے کہ آپ اس آیت کو موت کے ثبوت کیلئے نص صریح اور تصریح کہتے ہیں۔ کیا علم اصول میں نص اور صریح کی یہی تعریف ہے کہ اس میں مقصود کا ذکر تک نہ ہو۔ مرزا صاحب! یہ کیسا معاملہ ہے؟ کیا آپ علم اصول سے ناواقف ہیں یا عمداً لوگوں کو غلط بیانی سے ایسا کہہ دیتے ہیں؟ فاضل امروہی صاحب! آپ نے تو علم اصول پڑھا ہوا ہے، برائے خدا آپ ہی بتائیں کہ یہ آیت حضرت عیسی کی موت کیلئے نص صریح ہے۔ و لا تکتموا الشّھادۃ ومن یکتمھا فانّہ آ ثم قلبہ (شہادت مت چھپاؤ اور جو کوئی شہادت چھپائے گا۔ پس ضرور ضرور اس کا دل گنہگار ہوگا)

مرزا صاحب! اگر یہ آیت موت پر نص صریح ہوتی تو کیا تیرہ سو برس تک امت کے علماء اور امام اس سے بے خبر رہتے؟ اگر مفہوم کا نام نص صریح ہے تو پھر آپ مفہوم کس کو قرار دیں گے اور جہاں سچ مچ تصریح ہوگی ،اس کا نام کیا رکھیں گے؟

اب ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن کو سمجھنے سے کوسوں دور ہیں۔ قرآن، منظوم اور مربوط کلام ہے اس کا کلمہ کلمہ اور آیت آیت ایک دوسرے کے ساتھ عجیب طور سے وابستہ ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ اس سے پہلے کی آیات پر نظر کریں تا کہ ظاہر ہو کہ اس سے مقصود خداوندی کیا ہے۔ سو یہ مضمون یہاں سے شروع ہوتا ہے:

لقد کفر الّذین قالوا انّ اللّٰہ ثالث ثلاثۃ وما من الہ الّا الہ وا حد و ان لم ینتھوا عما یقولو ن لیمسّنّ الّذین کفروا منھم عذاب الیم افلا یتوبون الی اللّٰہ و یستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم ۔ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل و امّہ صدّیقۃ کانا یاکلان الطّعام انظرکیف نبیّن لھم الآیات ثم انظر انّی یؤفکون مائدہ:۷۳۔۷۵

(بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالی تین میں سے تیسرا ہے، انہوں نے یہ کفر کا کلمہ کہا اور معبود

تو سوائے ایک معبود کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ لوگ اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ کیا (یہ لوگ اصرار کرتے ہیں) پس اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں آتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہیں، ان سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ ہے۔ وہ تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ (اے پیغمبر) دیکھو ہم ان کے لئے کیسی واضح طور پر آیتیں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو یہ لوگ کدھر کو بھٹکے جاتے ہیں)

ناظرین! آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ آیات سے مقصود خداوندی صرف اثبات توحید اور ابطال الوہیت مسیح ہے، نہ کچھ اور۔ اثبات توحید اور تردید تثلیث کیلئے اللہ نے فرمایا ما من اله الّا اله واحد یعنی اله تو صرف ایک ہی ہے۔ کیونکہ اله اس کو کہتے ہیں جسے غایت کمال حاصل ہو اور ظاہر ہے کہ غایت درجے کا کمال صرف ایک ہی ذات میں ہو سکتا ہے، متعدد میں نہیں ہو سکتا۔ پس توحید ثابت ہو گئی۔ اور تثلیث باطل اور مسیح کی الوہیت کے ابطال میں فرمایا ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل وامّه صدّیقة کانا یاکلان الطّعام یعنی مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہے (خدا نہیں ہے) اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں۔ اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔ وہ تو دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے علاوہ اس بات کے کہ عیسیٰؑ ایک عورت سے پیدا ہوئے ہیں، اس بات سے ان کی الوہیت کا رد کیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ کھانے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ بدن کی پرورش ہوتی رہے تا کہ کچھ مدت تک بقا حاصل ہو۔ پس جب مسیح اور انکی والدہ اپنے بقا میں کھانے کے محتاج تھے تو پھر انکو معبود ماننا بالکل باطل ہے کیونکہ خدا تو کسی چیز کا محتاج نہیں اور نہ معبود برحق کیلئے کسی چیز کا محتاج ہونا جائز ہے کیونکہ پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ غایت کمال حاصل ہے۔ پس مسیح اور ان کی والدہ اله نہیں ہو سکتے

اس آیت میں اللہ نے حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ صدیقہؑ کے متعلق باوجود ان کے بہت سی اشیاء کے محتاج ہونے کے صرف ایک امر احتیاج طعام کا ذکر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مقصود صرف احتیاج ثابت کرنے کا ہے، نہ حاجتوں کے گننے کا۔ اثبات مدعا کیلئے بطور مثال صرف ایک امر کا بیان کافی ہوتا ہے لہذا سب کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ ناظرین! اس بیان سے آپ یہ بھی سمجھ جائینگے کہ اس ذکرِ احتیاج کو زندگی یا

موت سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ اس کا ذکر خواہ محتاج کی زندگی میں کیا جائے خواہ اس کی موت کے بعد، مقصود ہر دو حالت میں یکساں حاصل ہے۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت کے لئے نص صریح کہنا عجیب قسم کی بے سمجھی ہے۔

اس آیت میں حضرت مریمؑ کا ذکر بھی اس لئے کیا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم بھی خدائی کے رتبے تک پہنچائی جاتی ہیں، جیسا کہ اسی سورت میں وارد ہے أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ یعنی اے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوائے مجھے اور میری ماں کو معبود جانو؟ (مائدہ:۱۱۶)

پس اس مقام پر حضرت مریمؑ کی الوہیت کی تردید کا بھی ساتھ ہی ذکر کیا تا کہ تثلیث کا اچھی طرح ابطال ہو جائے اور توحید ثابت ہو جائے کیونکہ اوپر اللہ نے ذکر کیا کہ جن لوگوں نے خدا کو تینوں میں سے تیسرا خدا مانا ہے وہ کفر پر ہیں۔ اور اس کے بعد عیسیٰؑ اور مریم کی الوہیت کی تردید کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض نصاریٰ کے نزدیک تثلیث کے ارکان یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ عیسیٰ۔ اور مریم۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ اور مریم بوجہ محتاج ہونے کے الٰہ نہیں ہو سکتے تو بس صرف ایک اللہ ہی باقی رہا جو سچا معبود ہے اور خدائی کے لائق ہے۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے

خدایا جہانِ پادشاہی تراست
زما خدمت آید خدائی تراست

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے مرتبہ رسالت بیان کیا اور حضرت مریمؑ کے لئے مرتبہ صدیقیت کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کو حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی نسبت الوہیت کا خیال و وہم ان کے معجزات و کرامات پر نظر کرنے سے ہوا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اس طرح کی کہ اظہار معجزات و کرامات سے انسان مرتبہ رسالت سے بڑھ نہیں سکتا۔ پس حضرت عیسیٰؑ جو اپنے معجزات کی رو سے منجملہ دیگر رسولوں کے ایک رسول ہیں اور حضرت مریمؑ بوجہ کرامات صدیقہ ہیں، خدا کس طرح بن گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قد خلت من قبلہ الرّسل فرمایا یعنی اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے۔ اس ذکر سے یہی مقصود

ہے کہ جس طرح دیگر پیغمبروں کو خاص خاص معجزات عطا کئے گئے اور وہ ان کے سبب سے خدا نہیں بن گئے بلکہ رسول ہی رہے، اسی طرح مسیح بھی بوجہ ظہور معجزات خدا نہیں بن سکتے بلکہ صرف رسول ہی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو موسیٰؑ کو جو معجزے عطا کئے گئے وہ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں دیئے گئے۔ مثلاً عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا وغیرہ۔ حالانکہ موسیٰؑ کا باذن الٰہی عصا کا سانپ بنا دینا حضرت عیسیٰؑ کے باذن الٰہی مردے کو زندہ کر دینے سے زیادہ عجیب ہے۔ ان دلائل کے ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا کہ انظر كيف نبيّن لهم الآيات ثمّ انظر انّى يؤفكون (اے پیغمبر) دیکھو ہم کس طرح صاف صاف توحید کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ لوگ راہ راست سے کدھر بھٹکے جاتے ہیں اور باطل پر ضد اور اصرار کرتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے۔

پس ناظرین! اصل مقصود اور صحیح مراد اس آیت کی یہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔ نہ اس میں عیسیٰؑ کی موت کا ذکر ہے اور نہ کچھ اور مذکور ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے کی ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ استدلال کہ:

کانا ماضی کا صیغہ ہے اور نیز تثنیہ کا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں زمان گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اب نہیں کھاتے۔ اور جس طرح بوجہ موت کے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں، اسی طرح موت ہی سے حضرت عیسیٰ بھی روکے گئے ہیں۔

سو یہ استدلال نہایت ہی ضعیف اور مضحکہ اطفال ہے۔ علماء کے نزدیک مرزا صاحب ایسے ہی استدلالات کی وجہ سے ہلکے شمار کئے گئے ہیں۔ اول اس لئے کہ کسی امر کے کسی زمانے میں مذکور ہونے سے دوسرے زمانے میں اس کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ قاعدہ یہی ہے کہ جس امر کو جس زمان میں ثابت کیا گیا ہے یا اسکی نفی کی گئی ہے اسے اس زمانے کے متعلق ویسا ہی جانیں اور باقی زمانوں کیلئے اسکی نسبت دلائل خارجی پر نظر کریں۔ انکی رو سے جیسا ثابت ہو ویسا اعتقاد رکھیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے کھانے کی نسبت زمان ماضی کا صیغہ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ لوگ اب عیسیٰؑ کو ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کھانے کا محتاج نہیں جانتے لیکن یہ مانتے ہیں کہ زمین پر ہونے کے ایام میں کھاتے تھے۔ پس اگر زمان حال کو بھی ساتھ شامل کیا جاتا تو ان پر حجت پوری

نہیں ہوسکتی تھی ،لہذا زمان حال کوترک کر کے زمان ماضی کا ذکر کیا۔اوراس زمان ماضی میں حضرت مریم کوبھی اس لئے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کھانے کی احتیاج میں ان کی شریک تھی ۔پس ایک ہی لفظ اور ایک ہی امر سے دونوں کی الوہیت کے وہم کو دور کر دیا۔لیکن حضرت عیسیٰؑ کا زمان حال میں کھانا،سواس سے اس آیت میں بحث ہی نہیں اور نہ اس کے ذکر کی ضرورت ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ جس طرح یعنی موت سے حضرت مریم کھانے سے روکی گئی ہیں اسی طرح موت سے حضرت عیسی بھی روکے گئے ہیں۔سواسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب کی علونظری کی وجہ سے ہے۔مرزا صاحب! آیت میں کانا یاکلان وارد ہوا ہےاور آپ ان کے نہ کھا سکنے کی کیفیت کو ایک نہج پر لانے کا استدلال کرتے ہیں۔عقل تو یہ کہتی ہے کہ کانا یاکلان جس میں ان دونوں کی مشارکت وصفِ کھانا میں صاف مذکور ہے اس میں بھی ایک کیفیت پر ہونا ضروری نہیں کیونکہ تثنیہ کے صیغے سے صرف اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس حکم میں فاعل کے ساتھ ایک اور بھی شریک ہےاور اس حکم میں ان دونوں کی کیفیت اور حیثیت خارجی دلائل کے ثبوت پر موقوف ہوتی ہے۔اس کی نظائر قرآن وحدیث اور ہر زبان کے روزمرہ میں بکثرت ہیں۔مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ کل زید اور بکر میرے پاس دونوں آئے تھےلیکن آج نہیں آئے،تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جو وجہ زید کے آج نہ آنے کی ہے، وہی بکر کے نہ آنے کی بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ایسا استدلال مرزا صاحب کی نازک خیالی کہو تو،اور علوم رسمیہ سے ناواقفی کہو تو، بہرصورت من گھڑت ہے۔عقل سلیم اور قواعد مقررہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اول تو ضرور نہیں کہ ہم تسلیم کرلیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر کھانا نہیں کھاتے ،کیونکہ یہ کہہ سکتے کہ ان کو جنت سے کھانا پہنچتا ہے۔اور اگر مان بھی لیں کہ حضرت عیسیٰؑ اب کھانا نہیں کھاتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اب بوجہ آسمانی رہائش کے اور صحبت ملائکہ کے ان کا مایہ حیات ذکر وعبادت الٰہی ہے، نہ طعام اہل دنیا۔ پس حضرت مریم کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے ہےاور حضرت عیسیٰؑ کا کھانے سے باز رہنا دوسرے سبب سے۔پس حضرت عیسیٰؑ کے کھانے سے باز رہنے سے آپ کی موت کا نتیجہ ضروری نہیں کیونکہ کھانے سے باز رہنے کی صورت اور وجہ صرف موت ہی نہیں ، بلکہ انبیاء اور اکابر اولیاء کرام کے لئے ذکر وعبادت الٰہی بھی طعام کا فائدہ دے کر ان کے لئے مایہ حیات بن جاتی ہے جیسے نبی ﷺ وصال کے روزوں میں کچھ نہ کھاتے تھے

،اور پھر توانا بھی رہتے تھے۔ چنانچہ اسی کی نسبت فرمایا ابیت عند ربّی فھو یطعمنی و یسقینی ۔ یعنی میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے ۔

اس بیان سے مرزا صاحب کا وہ وہم بھی دور ہوگیا جوان کو آیت و ما جعلنا ھم جسداً لا یأکلون الطّعام میں پڑا ہے۔ تمّ و اللّٰہ الموفق

قسم اول سے چھٹی آیت

و اوصا نی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً (مریم:۳۱) یعنی حضرت عیسیؑ کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے نماز اور روزہ کا حکم کیا ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔

مرزا صاحب کو اس آیت کے متعلق دو وہم ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیؑ کو زندگی بھر تک نماز اور زکوۃ کا حکم ہو رہا ہے اور جب وہ آسمان پر زندہ ہیں تو اس حکم کی تعمیل کس طرح کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ حضرت عیسیؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی پڑے گی۔ اور نتیجہ ان ہر دو وہموں سے یہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیؑ فوت ہوگئے ہوئے ہیں کیونکہ پھر ہر دو اعتراض مذکور میں سے کوئی بھی عائد نہیں ہوتا۔

ہم ذیل میں ان دونوں وہموں کو دور کر کے اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کرتے ہیں جس سے ناظرین کو علاوہ مرزا صاحب کے استدلال کے ضعیف بلکہ غلط ہونے کے اس امر کا بھی علم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اسرار شریعت سے ناواقف تھے ورنہ ان کو ایسے وہم پیش نہ آتے۔

پہلے وہم کا ازالہ کئی طریق پر ہے۔ اول یہ کہ ان احکام شریعہ کے مکلّف وہ لوگ ہیں جو زمین پر آباد ہیں، نہ وہ جو آسمان پر ہیں۔ کیا فرشتے بھی ان ہی احکام کے اسی طرح مکلّف ہیں، جس طرح ہم ہیں؟

دوم یہ کہ آسمان پر عبادت کا ہوسکنا کیوں بعید نظر آتا ہے۔ کیا آسمان میں جائے عبادت نہیں؟ اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے؟ اسی طرح اگر عیسیؑ بھی ان فرشتوں کی جماعت میں

عبادت کریں تو کیا تعجب ہے؟

سوم یہ کہ اس آیت میں زکوۃ سے مراد صدقہ مفروضہ نہیں، بلکہ طہارت وصلاحیت مراد ہے جیسے کہ اس سے پیشتر حضرت یحیٰؑ کے ذکر میں فرمایا و حنانا من لدنا و زکوۃ یعنی ہم نے یحیٰؑ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی۔ اس جگہ تو قطعاً زکوۃ سے صدقہ مفروضہ مراد نہیں ہے۔ اور نیز چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس سے پیشتر بشارت دی گئی تھی لاھب لك غلاماً زكياً حضرت جبریل نے حضرت مریم کو کہا کہ میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے ایک لڑکا عطا ہونے کی بشارت سنا کر اس بخشش کیلئے ایک نوع کا سبب بن سکوں۔ اس لئے اگر اس آیت و اوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیّاً کے یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں، نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ تو بالکل لغت اور قرآن کے مطابق ہوں گے، بلکہ اس صورت میں تو قرآن ہی سے اس کا ثبوت ہے، پھر جائے انکار ہی کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آیا ہے، اس جگہ زکوۃ سے مراد یہی صدقہ مفروضہ ہوتا ہے نہ کہ لغوی معنی یعنی پاکیزگی۔ تو اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔ اول یہ کہ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقراء ظنی دلیل ہوتی ہے، یقینی نہیں ہوتی۔ پس اس سے اتنا تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بے شک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جائے کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ دوم یہ کہ معترض کے قاعدے کو تسلیم کر کے بھی اس جگہ زکوۃ سے طہارت مراد لینی خلاف محاورہ قرآن شریف نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نماز کے ساتھ کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے سوائے ہے جیسے صدقہ مفروضہ اور کسی جگہ ایسی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کی جزو اور اس کی جنس سے ہے۔ مثلاً آیت فصل لربّك و انحر میں اگر نحر سے مراد قربانی لی جائے تو یہ پہلی صورت یعنی نماز کے علاوہ زکوۃ کی طرح مالی عبادت ہے۔ اور اگر اس سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا یا رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مراد لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے) تو یہ دوسری صورت یعنی نماز کے افعال میں سے ایک فعل ہے۔ پس جس طرح اس آیت میں نماز کے ساتھ اس کے بعض امروں کا ذکر مستحسن ہے اسی طرح عیسیٰؑ کے حکم کے متعلق بھی نماز کے ساتھ طہارت و

صلاحیت کا ذکر ممنوع نہیں کیونکہ طہارت و پاکیزگی نماز کے لئے ضروری اور شرط ہے۔

اور زکوۃ کے دوسرے معنی یعنی صلاحیت تو نماز کے ساتھ بہت ہی چسپاں ہیں کیونکہ صلاحیت اور صلوۃ میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔

اس آیت میں زکوۃ سے مراد جو طہارت و صلاحیت بتائی گئی ہے اس کو تاویل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ زکوۃ کے لغوی معنی یہی ہیں جیسا کہ

قال صاحب القاموس و الزّكوة صفوة الشيء و اما ا خرجنه من مالك لتطهره به و قال صاحب المصباح زكا الرّجل يزكوا اذا صلح و قال اللّه صدقة تطهّرهم و تزكيهم بها فضم التزكية بالتطهير وقال صاحب الصّرا ح زكوة ۔ (تزکیۃ زکوۃ دادن و پاکیزہ کردن وستودن خود راوزکوۃ از کسے گرفتن قوله تعالى تزكيهم اى تطهّرهم ۔ انتهى ما فى الصّرا ح) ۔ (قاموس میں ہے کہ زکوۃ کسی شئے کے صاف کرنے اور اس شئے کو کہتے ہیں جو پاک صاف کی گئی ہو ۔ اور جو کچھ مال میں سے پاکیزگی کیلئے نکالا جائے۔ اور مصباح میں ہے کہ زکا الر جل کے معنی یہ ہیں کہ وہ مرد صلاحیت والا ہو گیا۔ اور فرمایا اللہ نے کہ اے پیغمبر ان سے صدقہ لو جس سے تم ان کو پاک صاف کرو۔ اور صراح میں ہے کہ تزکیہ کے معنی زکوۃ دینا اور پاک کرنا اور اپنے آپ کو سراہنا اور کسی سے زکوۃ لینا ہیں جیسے کہ قرآن میں ہے تزكيهم یعنی ان کو پاک کرے)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ لغت میں زکوۃ کے معنی پاکیزگی اور صفائی کے ہیں اور شریعت محمدیہ میں جو اس سے ایک مخصوص مالی عبادت مراد رکھی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عبادت طہارت و پاکیزگی کا سبب بنتی ہے یعنی بخل اور مال کی محبت سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ لغوی اور منقولی مضمون میں مناسبت ضرور ہوتی ہے ۔ پس بیان بالا سے واضح ہو گیا کہ و ا و صا نی با لصّلوه و الزّ كوة میں زکوۃ سے طہارت وصلاحیت مراد لینی لغت اور قرآن کے بالکل مطابق بلکہ مؤید بالقرآن ہے

اس اعتراض کا تیسرا جواب جو بہت معقول اور محکم ہے یہ ہے کہ اگر اس آیت زیر بحث میں زکوۃ سے صدقہ مفروضہ ہی مراد لیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی

کیونکہ یہ علم اصول کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ امر کی تعمیل اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں۔ اور شرطیں موجود نہ ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہوتا۔اور یہ بھی مسلّم ہے کہ زکوۃ کے وجوب کیلئے نصاب (یعنی اتنا اور ایسا مال جو وجوب کی حد تک پہنچ جائے) شرط ہے۔پس جب عیسیٰؑ آسمان پر مالک نصاب نہیں تو ان پر زکوۃ بھی واجب نہیں۔غور وفکر کو کام میں لایئے اور انصاف کیجئے کہ عیسیٰؑ پیدا ہونے کے ساتھ ہی باذن الٰہی اس امر کو ظاہر کر رہے ہیں کہ مجھے اللہ نے زندگی تک نماز پڑھنے اور زکوۃ کا حکم دیا ہے۔کیا آپ پر اس وقت بھی نماز اور زکوۃ فرض تھے؟ کیونکہ بچپن بھی تو زندگی میں داخل ہے۔پس جس طرح آپ عیسیٰؑ پر بچپن میں اس حکم کی تعمیل واجب نہیں جانتے اسی طرح آسمان پر بھی اس حکم کی تعمیل ان پر واجب نہیں۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ وہم کہ عیسیٰؑ کو انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو اس امت میں داخل ہوں گے تو آپ کو مسلمانوں کے مطابق نماز پڑھنی ہوگی۔سو اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ مرزا صاحب جب تک انجیلی اور قرآنی نماز میں فرق ثابت نہ کرلیں تب تک ان کو اس اعتراض کا کوئی حق نہیں۔قرآن میں شریعت محمدیہ کی نماز کے ارکان قیام رکوع اور سجود بتائے گئے ہیں اور یہی ارکان حضرت مریمؑ کی نماز کے بتائے گئے ہیں جیسا کہ (آل عمران:۴۳ میں) فرمایا:

یا مریم اقنتی لربّك و اسجدی و ارکعی مع الرّاکعین (اے مریم! اپنے پروردگار کے لئے قیام کر اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے)

پس قرآن سے تو پہلی امتوں کی نماز اور ہماری امت کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا۔ہاں مرزا صاحب اگر اپنے الہام سے فرمادیں تو یہ دیگر امر ہے۔

دوم یہ کہ اگر بالفرض انجیلی نماز اور قرآنی نماز میں کسی نوع کا فرق بھی ہو تو کوئی ڈر نہیں کیونکہ دین کی اصل توحید ہے اور عبادت اس کا ایک عملی نشان ہے۔اس کے لئے ضروری نہیں کہ ہر نبی کے زمانہ میں اس کی ایک ہی کیفیت پائی جائے بلکہ جس کیفیت سے خدا چاہے اپنی عبادت کے لئے حکم دے۔پس اگر عیسیٰؑ نزول کے بعد انجیلی کیفیت عبادت کو بوجہ اس کے منسوخ ہوجانے کے ترک کردیں اور شریعت محمدی کی کیفیت سے نماز ادا کریں تو اس میں کیا جائے اعتراض ہے؟ اس کی نسبت تو اللہ نے شریعت موسیٰؑ اور شریعت عیسوی ؑ کے

ذکر کے بعد فرمادیا ہے کہ

لکلّ جعلنا منکم شرعۃً و منھاجاً ولوشاء اللّٰہ لجعلکم امۃً واحدۃً ولکن لّیبلوکم فیما آتاکم فاستبقوا الخیرات (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ اور شریعت مقرر کی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک شریعت پر جمع کر دیتا مگر (اس میں ایک حکمت ہے) کہ تم کو ہر زمانہ میں اپنی فرمودہ شریعت کی تعمیل کی بابت آزمائے۔ پس تم نیکیوں میں بڑھو) (مائدہ:۴۸)

اس آیت سے دو مفید امر ثابت ہوتے ہیں جن کا ذکر اس مقام پر چھوڑ نا گویا ناظرین کو موقع پر بڑے بھاری فائدے سے محروم کرنا ہے۔ اول نسخ کی حقیقت کہ کس امر میں واقع ہوتا ہے۔ دوم نسخ کی حکمت کہ کیوں کیا گیا۔

نسخ اصول دین میں نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا۔ ہاں دستور العمل ضابطے اور قانون اور عبادت کی کیفیت میں ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ان کی حالت کے مناسب اگر تبدیلی کی جائے تو اس کی کوئی قباحت نہیں، بلکہ عین حکمت ہے۔ نسخ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سچے مطیع دوسروں سے متمیز ہو جاتے ہیں اور فرمان برداری کے عادی، حیلے بہانے کرنے والوں سے الگ ہو پڑتے ہیں۔ عبادات کی کیفیتوں میں فرق ہونے سے کوئی بھی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ جب خود عبادت کئی انواع پر ہے، تو اس کی انواع کی کیفیت میں فرق میں کیا اعتراض ہے۔ یہ ایک بہت باریک راز ہے جس سے مرزا صاحب بے خبر معلوم ہوتے ہیں ورنہ ایسا اعتراض نہ کرتے۔ پس اس آیت سے مرزا صاحب کی مراد کے موافق مسیح کی وفات ثابت نہ ہوسکی اور نہ ان کے نزول کے انکار کی کوئی وجہ نکل سکی کیونکہ اس کی بنا صرف انہی دو وہموں پر تھی جن کا ازالہ ہو چکا ہے۔

قسم اول سے ساتویں آیت

و السّلام علیّ یوم ولدتّ ویوم اموت و یوم ابعث حیّاً (مریم:۳۳) یعنی حضرت مسیح کہتے کہ، میں جس دن پیدا ہوا ہوں اس دن بھی مجھ پر سلام ہے اور جس دن مروں گا اس دن بھی، اور جس

دن میں پھر زندہ کھڑا کیا جاؤں گا اس دن بھی)

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود سے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں، حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ، رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالی کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا، جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے، صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے، بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

مرزا صاحب کے اس وہم کا ازالہ دو طریق سے ہے۔ اول یہ کہ سب عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے اور معقولات میں مصرح ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اس کے وقوع کی نفی نہیں کر سکتے اور قرآن و حدیث میں بلکہ ہر شخص کے روزمرہ میں اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ آپ کی نئی منطق ہے کہ کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اسکے عدم وقوع کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ (حالانکہ براہین ص ۵۴۵ میں لکھ چکے ہیں کہ عدم علم سے عدم شیء لازم نہیں آتا۔ ابوالوفاء ثناء اللہ) ہاں اگر قرآن میں رفع کا ذکر مطلقاً کہیں بھی نہ ہوتا تو بھی آپ کہہ سکتے تھے، مگر جب دوسرے مقام پر اس کی تصریح موجود ہے، تو اس سے کیوں انکار کیا جاتا۔ تصریح کو چھوڑ کر خلاف عقل و نقل خودساختہ قاعدے سے تمسک کرنا ھـــوی اور تفسیر بالرائے نہیں تو پھر تفسیر بالرائے اور خواہش کی تابعداری کسے کہیں گے؟ دیکھئے اللہ نے عیسیٰ اور مریم ؑ ہی کے ذکر میں فرمایا کانا یاکلان الطّعام یعنی وہ دونوں کھانے کے محتاج تھے، تو صرف طعام کی احتیاج کے مذکور ہونے اور کسی دیگر احتیاج کے مذکور نہ ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ کسی اور چیز پانی وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔ مرزا صاحب کے قاعدہ کے مطابق تو یہاں احتیاج کی جمیع جزئیات اور جملہ انواع شمار کر دینی چاہییں کیونکہ اس جگہ ان کے محتاج ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ آیات انّی متوفّیك و رافعك الیّ مسیح کے رفع جسمانی کو ثابت کر رہی ہیں اور آیت وان مّن اهل الکتاب.. انکے نزول کی شہادت دے رہی ہے تو اب دوسرے مقام پر اسکے مذکور نہ ہونے سے کیا حرج لازم آیا؟ اور تصریحات کے مقابلہ میں مرزا کو اس عدم ذکر سے انکار کا حق کس طرح حاصل

ہوا؟ ثبوت رفع جسمانی کیلئے دیکھو شہادت القرآن کا حصہ اول اور ثبوت نزول کیلئے دیکھو حصہ دوم بذیل آیت و ان مّن اھل الکتاب .. الآیہ۔

سوم: یہ کہ آیت زیر بحث سے پیشتر رفع کا ذکر موجود ہے جو مرزا صاحب کو قرآن میں تدبر نہ کرنے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوسکا۔ چنانچہ فرمایا و جعلنی مبارکاً اینما کنت یعنی عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے مبارک کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ اس آیت کی تفسیر حصہ اول میں گذر چکی ہے کہ لغت میں برکت کے معنی خیر کثیر یعنی بہت سی بھلائی اور علو یعنی بلندی ہے جیسا کہ آیات ذیل سے بھی ثابت ہے:

لفتحنا علیھم برکاتٍ مّن السّماء والارض (۹۶:۷) یعنی ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور فتبارك اللّٰه احسن الخالقین، اور فتبارك اللّٰه ربّ العالمین، اور تبارك الّذی بیده الملك میں برکت سے مراد علو اور بلندی ہے۔

برکت کے یہ دونوں معنی حضرت عیسیٰؑ میں باحسن وجہ پائے جاتے ہیں۔ خیر کثیر تو مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے اور نزول مائدہ یعنی آسمان سے تیار کھانے اترنے کی دعا کے قبول سے ظاہر ہے اور وہ برکات وخیرات جو آپ کے نزول پر ہوں گی مثلاً دشمنی اور بغض اور حسد کا دور ہو جانا اور مال کا کثرت سے ہو جانا اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے زیادہ ہو جانا (جو صحیح مسلم میں وارد ہے) صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسرے معنی یعنی بلندی آیت بل رفعه اللّٰه الیه میں بالتصریح مذکور ہے۔ پس جعلنی مبارکاً اینما کنت میں ہر سہ اقوال قبل رفع اور زمان رفع اور بعد نزول مذکور ہیں۔ اسی لئے اینما کنت جس کے معنوں میں بہت وسعت ہے، فرمایا۔ میں اس آیت سے رفع آسمانی ثابت کرنے میں اکیلا نہیں ہوں اور نہ یہ کوئی تفسیر نئی ہے بلکہ مفسرین برابر لکھتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو تفسیر کبیر و تفسیر سراج منیر۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ اس آیت سے عیسیٰ کے رفع اور نزول سے انکار کرنا محض جہالت ہے چہ جائیکہ اس کو دلائل وفات میں پیش کیا جائے۔

اس مقام پر عیسیٰؑ کی بعض برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب بھی مدعی مسیحیت ہیں اس لئے مناسب کہ آپ کے ظہور پر جو کچھ، برکتیں، ظاہر ہوئیں ان کا بھی کچھ ذکر کیا جائے تا کہ ایک سوچنے والے

کے لئے دونوں میں مباینت بلکہ ضدیت کی نسبت ظاہر ہو۔

ا۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں دشمنی، حسداور بغض کا دور ہو جانا جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے:

و لتذ هبنّ الشهناء و التّباغض و التّحاسد (مسلم،مشکوۃ باب نزول عیسی)۔

مرزا صاحب کی شامتیں یہ ہیں: ہندوستان کے عام باشندوں خصوصاً مسلمانوں میں دشمنی، حسد اور بغض کی آگ لگ جانا اور ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہوں۔

۲۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں مال کا کثرت سے ہو جانا، حتی کہ زکوۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں (بخاری ومسلم) و يفيض المال حتى لا يقبله احد(مشکوۃ باب نزول عیسی)۔

مرزا صاحب کی شامت: مسلمانوں کا سخت محتاجی اور فقر کی حالت میں ہونا، اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے بے دینی کی طرف مائل ہو جانا۔

۳۔عیسیٰؑ کی برکتوں میں، دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا (مسلم)حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها (مشکوۃ)

مرزا صاحب کی شامت سے لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا، حتی کہ حلال وحرام میں تمیز نہ رہنا، رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا، عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

۴۔حضرت عیسیٰؑ کی برکت سے کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔

مرزا صاحب کی شامت سے خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی، اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں، دنیا میں عام طور پر بدامنی کا ہونا۔

جواب آیات قسم دوم پیش کردہ قادیانی

قسم اول کی سب آیتوں کا بیان ہو چکا اب قسم دوم کی آیتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ قسم دوم میں وہ آیتیں ہیں جو مرزا صاحب کے خیال میں عموماً دیگر انبیاء کی وفات پر دلالت کرتی ہیں لیکن اس نظر سے کہ مسیح بھی ایک نبی ہیں لہذا وہ ان آیتوں کے حکم میں داخل ہیں۔ ایسی سب آیتوں کے جواب کے لئے تمہیدی طور پر علم اصول کے دو قاعدے بیان کرنے ضروری ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب قواعد علم اصول سے کس قدر دور چلتے ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے اس علم کو کیسے بھلا دیتے ہیں۔

پہلا قاعدہ یہ ہے کہ ایک امر صراحت کے ساتھ منطوق عبارت سے ثابت ہو، تو اس کے خلاف کسی عبارت میں سے بطور اشارہ یا دلالت استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مقابلے کے وقت منطوق کا اعتبار مفہوم پر مقدم ہوتا ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کوئی امر کسی خاص دلیل سے ثابت ہو تو اس کے خلاف عام دلیل سے تمسک کرنا جائز نہیں۔

یہ دونوں قاعدے نہایت معقول ہیں اور علم اصول کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ پس ان کے متعلق زیادہ تفصیل اور نقلِ عبارت کی ضرورت نہیں۔

قسم دوم سے پہلی آیت

و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران:۱۴۴) (یعنی محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔ پس اگر یہ فوت ہو جائیں، یا مارے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے)

اس آیت سے مرزا صاحب نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب محمد ﷺ سے پہلے رسول سب

کے سب فوت ہو چکے ہیں تو بس مسیح بھی ان میں آ گئے ۔

اس آیت کے جواب کے لئے چار امروں کی تحقیق ضروری ہے۔اول تحقیق لغت لفظ خلت کہ لغت میں اس کے کیا معنی ہیں۔دوم من قبلہ بترکیب کیا واقع ہوا ہے۔سوم الرّسل کا الف لام کیا ہے۔ چہارم، اگر ان ہر سہ امور کو مرزا صاحب کی مراد کے موافق تسلیم کر لیں تو کیا اس آیت سے حضرت مسیح کی وفات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

لفظ خلت مشتق ہے خلو سے اور موضوع مکان کی صفت کے لئے ،اور مراد اس سے جگہ خالی کرنا ہے ۔چنانچہ لسان العرب میں ہے :

(خلا) خلا المكان و الشّيء يخلوا خلوّا و خلاء و اخلى اذا لم يكن فيه احد ولا شيء فيه و هو خال ۔

اسی طرح قاموس اور صراح میں بھی ہے۔اور قرآن شریف میں بھی نقل مکان کے لئے آیا ہے۔ جیسے و اذا خلوا الى شياطينهم (یعنی جس وقت یہ منافق اپنے بڑے شیطانوں یعنی رئیسوں کے پاس جاتے ہیں)۔ اور اسی طرح اس آیت زیر بحث سے تھوڑا سا پیشتر ہے و اذا خلوا عضّوا عليكم الانامل من الغيظ (آل عمران:۱۹۹)(یعنی منافق لوگ جس وقت تم سے الگ ہوتے ہیں تو تم پر غیظ وغضب کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں) ۔اور اسی طرح یہ آیت فخلّوا سبيلهم ۔(یعنی مشرک لوگ جب ایمان لے آئیں اور احکام اسلامی کے پابند ہو جائیں،تو اس کا راستہ خالی کر دو،یعنی ان سے تعرض نہ کرو)۔

ان سب آیات میں معنی ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جانا ہے، جسے انتقال مکانی کہتے ہیں۔ دوسرے معنی لفظ خلو کے جو زمانے کے متعلق ہوتے ہیں، گذرنا ہیں جیسے آیت بما اسلفتم فى الايّا م الخا لية (یعنی جو کچھ تم نے ایام گذشتہ میں کیا اس کے عوض میں جنت کی نعمتوں میں رہو) اور ہر ذی علم سمجھ سکتا ہے کہ، گذرنا، زمانے کی صفت بالذات ہوا کرتی ہے۔اور جن چیزوں پر زمانہ گذرتا ہے۔یہ معنی یعنی گذرنا بعلاقہ ظرفیت و مظروفیت ان چیزوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔مگر بالذات نہیں بلکہ بالعرض۔پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ، جگہ خالی کر گئے اور گزر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول، ۔اور یہ معنی زندوں اور مردوں (

اموات) ہر دو پر آ سکتے ہیں کیونکہ جگہ خالی کرنے اور گذرنے کی کیفیت صرف موت ہی میں منحصر نہیں بلکہ یہ لفظ خلو مردوں (اموات) کے حق میں انتقال بالموت کے معنوں میں معین ہوگا اور زندوں کے حق میں جگہ تبدیل کرنے کے معنوں میں ۔جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ: اس شہر میں ایسے حاکم کئی ہو گزرے ہیں ۔، پس جس طرح یہ جملہ خواہ وہ حاکم مرگیا ہو، خواہ وہاں سے تبدیل ہو کر دوسری جگہ چلا گیا ہو، ہر دو حال میں صحیح المعنی رہتا ہے۔اسی طرح آیت قد خلت من قبله الرّسل میں حضرت عیسیٰ ؑ کے حق میں بدلالت آیت بل رفعه اللّٰه اليه وغیرہ دوسرے معنی یعنی جگہ تبدیل کرنے میں معین ہوگا۔

خلو کے معنی مرنا اور معدوم ہونا نہیں کیونکہ پھر آیات سنّة اللّٰه الّتی قد خلت من قبل اور آیت و لن تجد لسنّة اللّٰه تبد یلا میں تناقض واقع ہوگا کیونکہ بموجب مذہب مرزا صاحب پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ سنت اللہ معدوم ہو چکی ہے اور دوسری آیت کا یہ کہ سنت الٰہی تبدیل بھی نہیں ہو سکتی ۔یعنی اسے ہمیشہ کے لئے اپنے حال پر بقا حاصل ہے۔پس خلت سے موت اور عدم مراد سمجھنا بالکل باطل ہیں۔

امر دوم یعنی من قبله کو مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی نے الرّ سل کی صفت بنایا ہے ۔چنانچہ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ: جو پیغمبر محمد ﷺ سے پیشتر تھے وہ مرگئے ۔، یہ ان کی صریح غلطی ہے اور علم نحو سے ناآشنا ہونے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی صاف شہادت ہے کیونکہ آیت میں من قبله لفظ الرّسل پر مقدم ہے اور مبتدی بھی جانتے ہیں کہ موصوف صفت سے پہلے ہوتا ہے۔پس مرکب من قبله لفظ الرّسل کی صفت نہیں ہو سکتا بلکہ محل ظرف میں واقع ہے اور متعلق ہے فعل خلت کے کیونکہ ظرف کے لئے ضروری ہے کہ کسی فعل کے متعلق ہو۔پس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ: اس سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ،۔

امر سوم، یعنی الــرّسل کے الف لام کی تحقیق اس طرح ہے کہ مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی اس الف لا م کو استغراقی قرار دیتے ہیں اور اس بنا پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ، چونکہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں،۔

فاضل امروہی اور مرزا صاحب کے اس قیاس کی بنا غلط مقدمات پر ہے۔اور اس الف لام کو

استغراقی قرار دینے میں انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے اور الرّسل کی صفت نہیں ہے۔ پس یہی ترکیب اس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے لئے کافی حجت ہے کیونکہ اگر من قبلہ کو خلت کے متعلق ظرف ٹھہرائیں، جو بالکل درست ہے، اور الرسل کے **الف لام** کو استغراقی مانیں جو بالکل غلط ہے، تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اندریں صورت پہلے قضیہ ما محمّد الّا رسول کے خلاف رسول اللہ ﷺ جماعت مرسلین سے خارج ہوں گے، کیونکہ پھر تو اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ جتنے اشخاص صفت رسالت سے موصوف تھے وہ محمد ﷺ سے پیشتر فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپ ﷺ معاذ اللہ، رسول برحق ثابت نہ ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جس معنی سے قرآن کی آیات میں تعارض واقع ہو، خصوصاً کسی نبی برحق کی رسالت کا انکار لازم آتا ہو، وہ معنی بالکل باطل ہیں۔ دیگر یہ کہ یہی الفاظ قد خلت من قبلہ الرسل سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰؑ کے حق میں در بارہ نفی الوہیت وارد ہوئے ہیں۔ پس اگر جہالت سے الف لام کو استغراقی مانا جائے تو لابد تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت فوت ہو گئے تھے، اور یہ باکل باطل ہے۔ یا معاذ اللہ انکار نبوت محمدی وعیسوی لازم آئے گا جیسا کہ پہلے گذر چکا کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ سب رسول حضرت عیسیٰؑ سے پیشتر فوت ہو گئے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی رفع کے کئی زمانے بعد پیدا ہوئے اور شرف نبوت سے ممتاز ہوئے اور اس آیت کے نزول کے وقت زندہ موجود تھے کیونکہ یہ آیت آپ ﷺ ہی پر اتری۔ یہ ایک دقیق نکتہ ہے، اس کا ادراک کسی علم نحو کے مذاق سے خالی اردوخوان کا کام نہیں۔

اس تقریر کے جواب میں جلدی کر کے من قبلہ کو الرّسل کی صفت نہ کہہ دینا چاہیے، کیونکہ اس کا ابطال ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔

دوسری وجہ: جس سے الرّسل کے الف لام کو استغراقی کہنا غلط ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اس آیت و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرّسل کا شان نزول یہ ہے کہ آن سرور ﷺ کی نسبت جنگ احد میں غلط خبر اڑ گئی کہ شہید ہوئے۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے۔ اللہ نے ان کے خیال کو باطل ثابت کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں کیونکہ جس طرح بعض دیگر رسولوں کے حق میں ان کے مر جانے سے ان

کی نبوت میں کوئی قدح واقع نہیں ہوتی، اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ بھی طبعی موت سے فوت ہو جائیں، یا میدان جنگ میں شہید ہو جائیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ آپ ﷺ نبی برحق نہیں۔ پس چونکہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں اس لئے استغراق افراد یعنی سب رسولوں کو فوت شدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک رسول یا چند رسولوں کی موت کے ذکر سے مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔ پس الرّسل کا الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پیشتر کئی رسول ہو چکے ہیں۔ اور الف لام جنسی ہے کیونکہ اسم پر الف لام داخل ہو کر ہمیشہ استغراق کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ تین معانی میں سے کسی معنی میں سے ہوتا ہے عہد استغراق اور تعریف جنس جیسا کہ علم نحو کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے الـرّسل کا الف لام عہدی اس لئے نہیں کہ اس سے اوپر ان رسولوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کے استغراقی نہ ہونے کیلئے مـن قبلـه اور شان نزول کا مانع ہونا بیان ہو چکا ہے۔ پس بقاعدہ تردید و دوران جنسی ہوا اور یہی ہماری مراد ہے۔

(معقولی طور پر اس کا بیان اس طرح ہے کہ مشککین کا قول سالبہ کلیہ ہے کہ کوئی نبی مر نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ کو اس کی تردید منظور ہے۔ اور معلوم ہے کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کہ موجبہ کلیہ۔ پس الف لام الرّسل کا استغراق کیلئے نہ ہوا بلکہ تعریف جنس کیلئے ہوا۔ اور چونکہ الرّسل کلی ہے اور اس پر کوئی کلمہ حاصر نہیں اس لئے قد خلت من قبله الرّسل قضیہ مہملہ ہوا۔ اور معلوم ہے کہ مہملہ قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ لہذا آیت کے معنی ہوئے: تحقیق گذر چکے ہیں، پیشتر اس کے کئی رسول۔ قادیانی خلافت سے پہلے مولوی حکیم نورالدین نے بھی اس آیت کا ترجمہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں یہی کیا ہے جو ہم نے کیا ہے۔ پس الف لام کے استغراقی نہ ہونے کے سبب سب رسول فوت شدہ ثابت نہ ہوئے بلکہ بعض رسول۔ لہذا یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کی دلیل نہ ہو سکی)

اگر یہ کہا جائے کہ الف لام جمع کے صیغے پر جب کبھی آتا ہے تو مفید استغراق ہی ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ الف لام ہمیشہ استغراقی نہ ہونے کے لئے آیت و لـقـد آتـيـنـا موسى الـكـتـاب و قفّينا من بعده بالرّسل کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ یہی لفظ الـرّسـل بصیغہ جمع باالف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰؑ کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ سے پہلے ہوئے ہیں اور کئی آپ

کے بعد۔پس ہر دو آیت میں الرّسل سے مراد کئی پیغمبر ہیں،نہ کہ سارے۔ فافهم ۔

اسی طرح قرآن شریف میں کئی مقام پر جمع کا لفظ الف لام کے ساتھ آیا ہے اور وہاں استغراق افراد مراد نہیں بلکہ کثرت کے معنی ہیں جیسے اذ جاء تھم الرّسل (حم سجدہ) اور و قد خلت من قبلھم المثلات میں خلت اور من قبلھم اور المثلات صیغہ جمع باالف لام سب کچھ موجود ہے اور مرزا صاحب قادیانی اور فاضل محمد احسن امروہی کی تحقیق ان سب کے خلاف ہے (کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے)۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کیلئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو آج تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل جو خدا تعالی نے پیش کی ،صحیح نہیں ہوگی۔

مرزا صاحب! یہ نئی منطق کہاں سے پڑھی؟ کیا الہام سے تو نہیں سیکھی؟ آپ ہر علم دینی و دنیوی میں تجدید کرتے ہیں،خواہ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ایسی منطق سے تو آپ نے معلم اول (ارسطو) اور معلم ثانی (ابو نصر فارابی) اور بوعلی سینا کو بھی مات کر دیا۔

حضرت! واقعہ اور لوگوں کو زیر نظر رکھ کر آیت کی صحیح مراد یہ ہے کہ میدان جنگ میں نبی ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات کا گمان کر کے ارتداد کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اللہ تعالی نے یہ آیت ان کے زعم کی تردید میں نازل کی۔پس اس کا ماحصل یہ ہوا کہ اگر رسالت اور موت میں منافات ہوتی تو کوئی رسول بھی نہ مرتا۔کیونکہ جب یہ مقصود ہے کہ وصف رسالت اور موت میں منافات کے گمان کو دور کیا جائے تو خواہ ایک رسول فوت شدہ کو بطور نظیر پیش کریں خواہ زیادہ کو، بہر دو صورت مقصود حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔پس آپ کا یہ وہم،کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر دلیل صحیح نہ ہوگی، باطل ہے،اس لئے کہ جب کئی رسول فوت ہو جائیں اور ایک زندہ رہے تو اس کا زندہ رہنا دوسرے کی زندگی کیلئے علت موجبہ نہیں ہوسکتا،اور نہ وصف رسالت اور موت میں منافات ہوسکنے کی وجہ بن سکتا ہے۔ بلکہ اس

سے تو منافات کا ابطال صاف ظاہر ہے کیونکہ اگر منافات ہوتی تو کوئی شخص بھی جو وصف رسالت سے موصوف ہو، نہ مرتا۔ حالانکہ ایسے کئی شخص جو اس صفت سے موصوف ہیں مر چکے ہیں (کیونکہ منافات ہونے کی صورت میں سلب کلی ضروری ہے اور جب معلوم ہو چکا کہ بعض فوت ہو چکے ہیں تو کلیت ٹوٹ گئی اور منافات کا دعوی باطل ہو گیا اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہونیکے یہی معنی ہیں)

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے جو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس امروہی صاحب نے جو منطقی طور پر اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے وہ بالکل غلط ہے (دیکھو رقیمۃ الوداد نمبر سوم صفحہ ۳۰۔ جو رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا ، مطبوعہ سیالکوٹ کے ساتھ شامل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ہاں بپاس خاطر طلبہ ومدرس صاحب کے قیاس منطقی ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔ سو واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے نہایت بسط کے ساتھ شمس بازغہ میں شکل اول بدیہی الانتاج سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کر دی مگر یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ صرف دو تین سطروں میں شکل اول کو لکھ دیتے ہیں عیسی بن مریم کان نبیّاً من النّاس الّذین کانوا قبل نبیّنا و مات النّاس الّذین کانوا قبله کلّهم حتّی الانبیاء فعیسی ابن مریم ا یضاً مات مقدمہ صغری تو اس کا مسلّم فریقین ہے اور مقدمہ و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلهم الرّسل سے بھی ثابت ہو چکا) کیونکہ شکل اول کے انتاج کے لئے کلیت کبری شرط ہے جیسا کہ کتب منطق میں مصرح ہے و شرط انتاجه ایجاب الصّغری و کلیة الکبری ۔ پس جب شکل اول کی رو سے قیاس کے صحیح ہونے کی ایک شرط موجود نہ ہوئی، تو قیاس صحیح نہ ہوا قد خلت من قبله الرّسل کے کلیہ نہ ہونے کی وجوہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ الرّسل میں الف لام استغراقی نہیں کیونکہ من قبله جو خلت سے متعلق ہے، اس کا انکار کرتا ہے۔ نیز یہی آیت حضرت مسیح کے حق میں وارد ہے قد خلت من قبله الرّسل۔ نیز بل رفعه اللّٰه الیه اس کی مخصص موجود ہے۔ نیز شان نزول اور زاعمین کے زعم پر نظر رکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ قضیہ قد خلت من قبله الرّسل موجبہ جزئیہ ہے۔

پہلے تین امروں کی تحقیق بخوبی ہو چکی ہے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ قد خلت من قبله الرّسل کے یہ معنی نہیں کہ جو پیغمبر، رسول اکرم ﷺ سے پیشتر تھے وہ سب مر گئے ہیں، بلکہ اس کے معنی جو لغت عرب اور قواعد نحو اور علم منطق کے لحاظ سے صحیح ہیں، یہ ہیں کہ، تحقیق گذر چکے پیشتر اس کے کئی رسول۔

اب امر چہارم کی تحقیق کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کے معنی مرزا کی غلط تحقیق کے موافق ہیں تو بھی اس سے مرزا صاحب کی مراد یعنی حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ پھر بھی یہ آیت وفات مسیح کے بارے میں عام رہے گی، خاص نہ ہوگی۔ لیکن آیات الٰہی متوفّیك و رافعك اليّ اوربل رّفعه اللّه ، و ان مّن اهل الكتا ب الاّ ليؤ منّن به قبل موته (جن کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے) آپکی رفع آسمانی اور نزول بارثانی کیلئے خاص دلائل اور نصوص قطعیہ ہیں جن کے مقابلے میں مرزا صاحب کا استدلال، جو اس آیت زیر بحث کے عموم سے کیا گیا ہے، مفید مطلب نہیں کیونکہ ہم اس آیت کے شروع میں دوسرے قاعدے میں بیان کر آئے ہیں کہ دلیل خاص کے مقابلے میں اسکے خلاف عام دلیل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انّا خلقنا الانسان من نطفة امشاج (دہر:۲) یعنی ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔ اور چونکہ آدم بھی انسان ہیں اس لئے بموجب محمد احسن امروہی صاحب کی منطق کے آدم کی پیدائش بھی مادہ نطفہ سے ثابت ہوئی (جو بالکل باطل ہے) کیونکہ بروئے شکل اول اس کا قیاس اس طرح ہے: آدم انسان ہے اور سب انسان نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں، پس آدم بھی نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

اس وہم کا ازالہ اس طرح ہے کہ آدم کی پیدائش دوسرے مقام پر دلیل خاص سے ثابت ہے کہ مادہ مٹی سے ہوئی۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش نفخ روح القدس سے ہوئی۔ پس آدم اور حوا، اور عیسی، جن کی پیدائش کی کیفیت خاص دلیل سے اور طرح پر ثابت ہے، اس آیت سورہ دہر سے مستثنی رکھے جائینگے اور ان کے علاوہ دوسرے انسانوں پر اس آیت کا حکم لگایا جائے گا کہ وہ مادہ منی سے پیدا ہوئے۔ اس بیان سے مرزا صاحب اور فاضل امروہی انکار نہیں کر سکتے۔ پس اسی طرح جب دوسرے مقام پر حیات عیسیٰؑ خاص دلیل سے ثابت ہے تو عیسیٰؑ اس آیت قد خلت من قبله الرّسل کے عموم سے باہر رہیں گے۔ پس آپ کی وفات ثابت نہ ہو سکی اور مرزا صاحب کی مراد پوری نہ ہوئی۔

اس آیت کے متعلق مرزا صاحب اور مولوی محمد احسن امروہی ایک اور مغالطہ دیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات شریف پر یہی آیت پڑھ کر آپ کی وفات ثابت کی اور

لوگوں کے دلوں سے شبہ دور کیا جو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ اس وہم کے ازالہ کیلئے بیان بالا کافی ہے۔ مگر نیا سوال ہونے اور عام لوگوں کی تسلی کیلئے اس کو کچھ تفصیل سے لکھتے ہیں کہ جو وہم بعض لوگوں کو جنگ احد کے دن پڑا تھا (کہ رسول کو مرنا نہیں چاہیے) اسی طرح کا وہم بعض کو آنحضرت ﷺ کی وفات پر ہوا کہ آپ وفات نہیں پا سکتے۔ خواہ نبی ﷺ کی وفات کا واقعہ عظیمہ کے سبب طبیعت پر سخت صدمہ گذرنا اس کا موجب ہوا ہو یا کچھ اور۔ غرض وہم یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آسکتی۔ پس ابوبکرؓ کا اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس آیت کو پڑھنا اسی طرح کا ہوا جیسے خدا نے نازل کی تھی۔ اور معلوم ہو چکا ہے کہ اس سے مراد خداوندی صرف یہی ہے کہ رسالت اور موت میں منافات نہیں ہے۔ پس جس طرح اس آیت سے عیسیٰؑ کی وفات ہرگز ثابت نہیں ہوتی اسی طرح خطبہ صدیقی سے بھی نبی ﷺ کیلئے موت کا آسکنا ثابت ہوا، نہ کہ عیسیٰؑ کی وفات، جسے مقصود سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہاں امکان ثابت ہوسکتا ہے مگر وقوع نہیں۔

دوم یہ کہ اسی آیت میں آگے افان مات او قتل موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کیلئے ان مات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں موت کو ممکن فرماتا ہے۔ اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے انّك میّت و انّهم میّتون (زمر:۳۰)

دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر میّت کا لفظ فرمایا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا استدلال افان مات سے ہے، نہ کہ قد خلت من قبله الرّسل سے کہ وفات مسیح کیلئے ضعیف اور غلط طور پر بھی مفید ہوسکے۔

سوم یہ کہ دجال کا خروج اور عیسیٰؑ کا نزول ایک طرح سے آپس میں ایسے لازم وملزوم ہیں کہ ایک کا ماننے والا ضرور دوسرے کا مصدق ہے۔ پس جب ابوبکرؓ، دجال کے خروج کی حدیث کے راوی ہیں تو آپ نزول عیسیٰؑ سے کب غافل ہیں۔ دیکھو ابن ماجہ باب خروج الدجال۔

چہارم یہ کہ حضرت ابوبکر کی غرض ان آیات کے پڑھنے سے اس وہم کا ازالہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوسکتے۔ پس چونکہ وصف نبوت وموت میں منافات کے ہونے کو علی سبیل الحکایت

باطل کرنا مقصود بالذات ہے، پس خطبہ صدیقی اس امر پر تو بعبارۃ النص دلالت کرتا ہے لیکن یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے ہیں، نہ تو خطبہ صدیقی کا مفاد ہے اور نہ اس پر مخاطبین کے مزعوم کی تردید موقوف ہے۔ (کیونکہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے نہ کلیہ) پس اس سے وفات مسیح پر اجماع صحابہ کا دعوی کرنا خلاف روایت بلکہ درائت بھی ہے کیونکہ بخاری میں ابو ہریرہ ؓ کی روایت بالتصریح بتا رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں موته کی ضمیر کا مرجع عیسی کو قرار دیکر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح سے انکار کرتا ہے اور نہ ابو ہریرہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسی کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے، اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس اجماع حیات و نزول عیسیٰ پر ہوا نہ کہ وفات پر۔ قطع نظر اس سے کہ یہ روایت صحیح بخاری، عیسیٰ کے حیات و نزول پر اجماع صحابہ کو ثابت کر رہی ہے، ابو ہریرہ ؓ کا اس آیت کا حیات و نزول عیسیٰ کے بارے میں حدیث کی تصدیق کیلئے پڑھنا کم سے کم مولوی محمد احسن کے خیالی اجماع کے توڑنے کیلئے تو کافی ہے۔

قسم دوم سے دوسری آیت

تلك امّة قد خلت لها ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عمّا کانوا یعملون (پارہ اول)

اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں:

اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں، یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب قرآن شریف کے ترجمے میں الفاظ کی رعایت بالکل نہیں رکھتے اور سلسلہ عبارت اور ماقبل و مابعد کو بالکل بھلا دیتے ہیں اور الفاظ قرآن کو موڑ توڑ کر اپنے ٹھانے ہوئے مطلب کے پیچھے لے جاتے ہیں۔ زبان کے قواعد پر نظر اور اصول ترجمہ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ

ترجمہ کرنے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور تفسیر بالرائے اور اتباع ھوی یعنی اپنے خیال ورائے سے تفسیر کرنا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ ناظرین انصاف سے قرآن مجید کے الفاظ اور مرزا صاحب کے ترجمہ پر نظر کریں تو ان کو ہماری تصدیق کرنی پڑے گی۔

جناب مرزا صاحب! اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے، کس عبارت کا ترجمہ ہے اور قرآن میں اس کیلئے کون سے الفاظ ہیں؟ آپ ترجمہ میں اور پھر قرآن کے ترجمہ میں ایسی صریح بے دلیل زیادتیاں کرتے ہیں اور ذرا نہیں جھجکتے۔ کیا دنیا میں آپ کے سوائے کوئی دوسرا شخص عربی زبان نہیں سمجھتا کہ آپ ایسے دھوکے سے مطلب براری چاہتے ہیں۔

خلت کے معنی مرزا صاحب نے اس جگہ بھی، فوت ہوگئے ہیں، کئے ہیں۔ اس کی تحقیق پہلی آیت میں گزر چکی ہے اس مقام پر مرزا صاحب سے صرف اتنا پوچھا جاتا ہے کہ خلو کے معنی موت کس زبان کا محاورہ ہے؟ اور کون سی کتاب اس کی شاہد ہے؟

اس آیت کو عیسیٰؑ کی موت وغیرہ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ عموماً اور نہ خصوصاً کیونکہ لفظ تلك (یہ) جو اس آیت کے شروع میں ہے اس کا اشارہ ان کی طرف ہے جو اس سے پیشتر مذکور ہیں اور وہ حضرت ابراہیم اور انکے بیٹے اور یعقوبؑ اور ان کے بیٹے ہیں اور بس۔

اس آیت کی صحیح تفسیر اس طرح ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ وصیت کر گئے تھے کہ یہودیت نہ چھوڑنا۔ اور نیز اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں، ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ خدا نے ان کے ان دونوں وہموں کو دور کرنے کیلئے پہلے تو فرمایا کہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے تو اپنے اپنے بیٹوں کو اسلام کی وصیت کی تھی۔ خاص کر یعقوبؑ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم اسی ایک معبود کی عبادت کریں گے جس کی عبادت آپ اور آپ کا باپ اسحاق اور چچا اسماعیل اور دادا، ابراہیم کرتے رہے اور ہم اسی کے فرمان بردار رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے دوسرے وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا کہ ان لوگوں (یعنی ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ) کے اعمال ان کیلئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے جو بیان کیا گیا

ہے اور مرزا صاحب کچھ اور کا اور ہی مطلب لے اڑتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کے مطالب بگاڑ بگاڑ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ناظرین! قرآن میں سے یہ مقام نکال کر شروع مضمون سے اخیر تک مطالعہ کریں اور انصاف سے حق کی داد دیں۔

اگر خلت کی رو سے اس آیت کو کسی کی موت سے کچھ تعلق ہے بھی تو اول، چونکہ عیسی تلك کے مشار الیھم میں داخل نہیں ہیں، اسلئے اسے انکی وفات کی دلیل گردانناا بالکل باطل ہے ۔

دوم، یہی آیت اس سے آگے پارے کے اخیر پر بھی آئی ہے اور اس سے پہلے تلك کے مشار الیھم حضرات ابراہیمؑ ،اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور انکے بیٹے ہیں اور عیسیؑ ان میں داخل نہیں۔ اس سے پیشتر حضرت ابراہیمؑ ،اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ اور ان کی اولاد اور موسیؑ اور عیسیؑ کا ذکر ہے اور وہاں خلت یا موت وغیرہ کا کوئی ذکر تک نہیں۔ پس جس جس مقام پر اللہ نے خلت کا لفظ فرمایا ہے وہاں عیسیؑ کا ذکر نہیں اور جہاں ان کا ذکر ہے وہاں لفظ خلت نہیں۔ پس یہ آیت عیسیؑ کی موت پر دلیل نہ ہوئی۔

سوم، یہ کہ اگر کسی طرح سے عیسیؑ کو اس آیت کے عموم میں داخل بھی سمجھ لیں تو پھر بھی یہ آیت عام رہے گی۔

پس بموجب قاعدہ دوم یہ دلیل و ان من اهل الكتاب الآية ...اور اس جیسی دیگر آیتیں جو عیسیؑ کی زندگی پر شاہد ناطق ہیں، ان کے مقابلہ میں ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ دلیل خاص کے مقابلہ میں دلیل عام کا اعتبار نہیں ہوتا۔

قسم دوم سے تیسری آیت

وماجعلنا لبشرٍ مّن قبلك الخلد افأن متّ فهم الخالدون (انبیاء:۳۴)

اس آیت کا بیان مرزا صاحب اس طرح کرتے ہیں: ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔

اس آیت کو حضرت مسیح کی موت سے کوئی بھی تعلق نہیں کیونکہ اس میں ہمیشہ رہنے کی نفی ہے اور ہم عیسیٰؑ کے ہمیشہ زندہ رہنے کے قائل نہیں بلکہ بموجب حدیث صحیح اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ بعد نازل ہونے دنیا میں آبادرہ کر فوت ہوں گے اور مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ قادیانی کی مماثلت کی تردید اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی تائید میں یہ حدیث کافی ہے۔ پس عیسیٰؑ کی موت قبل النزول ثابت نہ ہوئی۔

جواب آیات قسم سوم پیش کردہ قادیانی

تیسری قسم کی وہ آیتیں ہیں جن کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہے، نہ عموماً اور نہ خصوصاً، اور نہ علم اصول کی رو سے ان سے اس امر پر استدلال جائز ہے بلکہ صرف مرزا صاحب کی اپنی اختراع ہے۔ ان سب کی تردید کے لئے صرف وہی دو قاعدے جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں کافی ہیں کہ جب کوئی امر خاص اور صریح دلائل سے ثابت ہو جائے تو ان کے مقابلہ میں ان کے خلاف عام دلائل اور قیاسی ڈھکوسلے نہیں چل سکتے، کیونکہ پھر متکلم کی تصریح کا کوئی فائدہ واعتبار نہیں رہتا۔ مگر ناظرین کی تفہیم کے لئے ان آیات کو بھی ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے استدلال کس قدر ضعیف ہیں۔

تیسری قسم سے پہلی آیت

و لکم فی الارض مستقرٌ وّ متاع الی حین (بقرہ: ۳۶)۔

مرزا صاحب اس آیت کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:

تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر لے جانے سے روکتی ہے کیونکہ لکم جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا، بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی

رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہوگا۔

اس بیان سے ہر ذی علم مرزا صاحب کی قوت استدلال کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر بڑھی ہوئی ہے۔ استدلال کی صحت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قرآن وحدیث کی تصریح کے خلاف نہ ہو، مگر مرزا صاحب اس امر کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے اور اپنی بے تکی ہانکے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب ! بے شک اللہ تعالی نے انسان کیلئے مستقر طبعی زمین ہی بنائی ہے اور اسی میں وہ دفن کئے جاتے ہیں اور اسی سے قیامت کو اٹھائے جائیں گے۔ مگر اس سے وفات مسیح پر استدلال ٹھیک نہیں کیونکہ اصلی اور طبعی طور پر کسی جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے اور عاضی طور پر کچھ مدت کیلئے کسی اور جگہ کا جائے رہائش ہونا امر دیگر ہے۔ مثلاً ملائکہ کا طبعی اور اصلی مستقر آسمان ہیں مگر باوجود اس کے وہ زمین پر آمد ورفت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر عیسیٰؑ بھی عارضی طور پر کچھ عرصہ تک کرہ زمین سے باہر دوسرے کرّے میں رہیں تو کوئی جائے تعجب نہیں۔

اس کے علاوہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا بھی ان کے مادہ طبعی وفطرتی کے سبب سے ہے کیونکہ آپ کی پیدائش عام اسباب معتادہ کے خلاف نفخ روح القدس سے ہوئی ہے۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰؑ کو پیدائشی طور پر ملائکہ سے مشابہت تھی۔ پس عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا اور اس آیت کے حکم سے خارج ہونا ان کے اپنے مادہ فطرتی کے لحاظ سے ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔

مرزا صاحب اس آیت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے۔ بے شک لکم اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے مگر یہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہے، آپ نے اسے کیوں معرض دلیل میں پیش کیا۔ اسی کو قواعد سے ناواقفی کہا کرتے ہیں کہ اپنے مطلب کے خلاف دلیل بیان کی جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ اس جگہ فی الارض ظرفِ مقدم ہے اور یہ تخصیص کا فائدہ دیتا ہے۔

اس کے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر فی الارض کی تقدیم سے آپ حصر کا فائدہ اٹھا کر

یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف زمین ہی آدمی کیلئے جائے قرار ہے اور اس کے سوائے اور کوئی جگہ نہیں تو اسی طرح لکم بھی مقدم واقع ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زمین صرف انسانوں ہی کیلئے جائے قرار ہے، کسی دیگر حیوان کیلئے نہیں۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ ناظرین انصاف کریں کہ لکم کی تخصیص مرزا صاحب کو مفید ہوئی یا مضر؟ حقیقت الامر اس طرح ہے کہ جو حصر، فی الارض سے حاصل ہوتا ہے، جو بہ نسبت استقرار اصلی کے ہے اور تخصیص لکم سے حاصل ہوئی ہے وہ اس بنا پر ہے کہ آدم اور ان کی اولاد باذن الٰہی زمینی اشیاء میں خلیفے اور متصرف ہیں۔ لہٰذا ان کو زمین کی آبادی میں ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے حیوانوں کو نہیں۔ اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا اوروں کا نہ کیا۔ علاوہ اس کے یہ کہ روئے سخن بھی انہی کی طرف ہے اور علم معقول پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ ایسی صورت میں جہاں جعل تکوینی پایا جائے اس کا مجہول الیہ لازم نہیں ہوتا بلکہ عارض ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

و جعلنا اللّیل لبا ساً و جعلنا النّهار معا شاً (نبا ۔۱۰۔۱۱) ہم نے رات کو آرام کا وقت بنایا اور دن کو معاش کمانے کا۔

و من رّحمته جعل لكم اللّيل والنّهار لتسكنوا فيه و لتبتغوا من فضله و لعلّكم تشكرو ن (قصص:۷۳) اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس میں آرام کرو۔ اور اس کا فضل تلاش کرو)

تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دن کو آرام نہیں کر سکتے اور رات کو معاش کیلئے کام کاج نہیں کر سکتے کیونکہ روزمرہ کے معاملات اس کے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ اسی قرآن میں اس کی کئی مثالیں ہیں کہ کسی چیز کو اللہ نے کسی فائدہ کیلئے بنایا ہے تو وہ فائدہ اس سے مخصوص نہیں بلکہ کسی دوسری چیز سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ہاں اصلی طور پر اور عارضی طور پر ہونے میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً اسی دن اور رات کو معاش اور آرام کا وقت بتانے میں یہی قول ٹھیک ہے کہ معاش کا اصلی وقت دن ہے مگر عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ اور آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور پر دن کو بھی آرام و نیند کر سکتے ہیں۔ پس اسی طرح اس آیت زیر بحث میں ہے کہ رہائش کا اصلی مقام انسان کیلئے زمین ہے اور اگر اللہ تعالی کسی شخص کو عارضی طور پر کسی خاص

مدت تک آسمان پر رکھے تو کیا تعجب ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ کسی شخص کا مادہ فطرتی بھی اس انعام کے قابل ہو، اوراس میں اللہ تعالی کی کئی حکمتیں بھی ہوں جیسا کہ حصہ اول میں بیان ہوئی ہیں۔ پس مرزا صاحب کا اس آیت کو وفات مسیح کے لئے پیش کرنا بالکل بے جا ہے۔

قسم سوم سے دوسری آیت

كلّ من عليها فانٍ وّ يبقى وجه ر بك ذوالجلا م و الاكرا م (رحمٰن: ۲۶۔۲۷)(ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے۔یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے)۔

اس آیت کو زیر بحث وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آخر کار فوت ہوں گے، جس سے ہم کو انکار نہیں، کیونکہ ہر شئے کے قیام کیلئے اللہ تعالی نے وقت مقرر کیا ہوا ہے اسی طرح جو وقت عیسیٰؑ کی موت کا ہے آپ ضرور اسی وقت فوت ہوں گے۔ نہ اس سے آگے نہ اس سے پیچھے۔

چنانچہ یہ امر مرزا صاحب کے اپنے الفاظ ،معرض فنا، سے بھی ثابت ہے۔اوراس کے بعد آپ کا یہ فرمانا:

فان کا لفظ اس لئے اختیار کیا اور یفنی نہیں کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں ایک دفعہ واقع ہوگی، بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔

فانٍ کا نکتہ نہ سمجھنے اور اپنے لکھے ہوئے ،معرض فنا میں ہے، کو بھول جانے کے سبب سے ہے کیونکہ فانٍ پر کوئی شخص اعتراض کرسکتا ہے کہ جو چیز دنیا پر قائم اور موجود نظر آ رہی ہیں ان کو صفت فنا کی حاصل نہیں تو پھر ان کے لئے بھی فانٍ کیوں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ صفت کا حاصل ہونا دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک بالفعل، دوم بالقوت۔ اگرچہ سب موجودات پر بالفعل کا لفظ نہیں آسکتا مگر اس لحاظ سے کہ ہر ایک چیز سوائے معبود حقیقی کے معرض فنا میں ہے اور آخر کار فنا ہو جائے گی، سب کیلئے فانٍ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسم فاعل اور فعل مضارع کے صیغے میں فرق کر کے جو نکتہ آپ نے بیان کیا ہے وہ اسم فاعل اور فعل مضارع کی مشابہت کو نظر انداز کر کے لکھا گیا ہے۔ اگر آپ اس طرف توجہ کریں گے تو پھر ایسے نکتے بیان نہ کریں گے۔ پس جب قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کا وقت قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد ہے، تو پھر قبل نزول کے اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

قسم سوم سے تیسری آیت

و منکم من یتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من علم شیئا (نحل:۷۰) ۔

اس آیت کا بیان مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف ردّ کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی نے ترجمہ بالکل غلط کیا ہے اور قرآن کے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے اس کا بیان آئے گا۔

قسم سوم سے چوتھی آیت

و من نّعمرہ ننکّسہ فی الخلق (یٰس:۶۸) ۔یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں۔

قسم سوم سے پانچویں آیت

اللّٰہ الّذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً و شیبۃً (روم:۵۴) ۔یعنی خداوہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا۔ پھر ضعف کے بعد قوت دی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔

قسم سوم سے چھٹی آیت

انّما مثل الحیوۃ الدّنیا کماءٍ انزلناہ من السّماء فاختلط بہ نبات الارض ممّا یأکل النّاس و الانعا م ..(یونس:۲۴)۔یعنی اس زندگی ءدنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کار کاٹی جاتی ہے ۔

قسم سوم سے ساتویں آیت :

ثمّ انکم بعد ذلك لمیّتون (مومنون :۱۵)یعنی اول رفتہ رفتہ خدا تعالی نے تم کو کمال تک پہنچایا اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو۔

قسم سوم سے آٹھویں آیت

الم تر انّ اللّٰہ انزل من السّماء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض ثمّ یخرج بہ زرعاً مختلفاً الوا نہ ثم یھیج فتراہ مصفرّاً ثم یجعلہ حطاماً انّ فی ذلك لذکری لا ولی الالباب (زمر:۲۱)

ان آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کی موت کا ذکر نہ تو صراحتاً ہے اور نہ اشارۃ۔ مرزا صاحب اپنی الٹی

منطق سے ان کو بھی وفات مسیح ہی کے دلائل سمجھتے ہیں ان کے طریق استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیتوں میں انسان کی ترقی وکمال اور پھر تنزل وزوال کا بیان ہے۔پس ضرور ہے کہ عیسیٰ ؑ پر بھی بوجہ انسان ہونے کے یہ سب حالات گذریں۔وہ بوڑھے بھی ہوں اور پھر بڑھاپے کے بعد فوت بھی ہوں، کیونکہ ان آیتوں میں ان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔نیز فرماتے ہیں کہ بڑھاپے کی انتہاء تک پہنچ کر انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں اور وہ عالم کے بعد نادان محض ہوجاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً یعنی بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہوجاتے۔

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کرلیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گذرنے پر پیر فرتوت ہوگئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہ ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کرسکیں (ازالہ اوہام، تقطیع کلاں۔ج ا ص ۲۶)

یہ ہے مرزا صاحب کے استدلال کا طریق جس کی بنا بالکل قیاسی ڈھکوسلوں اور آیات کو غیر محل پر استعمال کرنے پر ہے۔اب اس کی تردید اور جواب سنیں۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان آیتوں میں انسان کے کمال وترقی وتنزل وزوال کا ذکر ہے اور عیسی ؑ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔اسکے جواب میں اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ ؑ کو ہمیشہ کیلئے موت سے بچنے والا نہیں جانتے، بلکہ مانتے ہیں کہ آخر وقت وہ بھی فوت ہونگے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ میرے پاس دفن کئے جائینگے۔ہاں ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا صاحب ان آیتوں کی رو سے جب چاہیں کسی پر موت لے آئیں اور جیتے جی اس کو مردہ بنادیں، کیونکہ خدا نے (جس کے قبضے میں موت اور زندگی ہے) ہر ایک کیلئے ایک وقت مقرر کیا ہے جس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔اور ہم کو مرزا صاحب کی تحریروں سے تجربہ ہوچکا ہے کہ جب وہ کسی خاص میعاد تک کسی کے مرنے کی خبر دیتے ہیں تو وہ اس مدت کے بعد تک زندہ رہتا ہے۔مثلاً مسٹر آتھم عیسائی کی موت کی نسبت آپ نے بڑے زور سے پیش گوئی کی تھی کہ وہ پانچویں ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرجائے گا، مگر وہ اس میعاد کے بعد تک مذہب عیسائی پر لوگوں میں زندہ موجود رہا۔اور اسی طرح آپ نے اپنے رقیب اور اپنی

منکوحہ آسمانی کے شوہر مرزا سلطان محمد کی نسبت پیشگوئی کی تھی کہ وہ روز نکاح سے عرصہ اڑھائی سال تک مر جائے گا اور مسماۃ محمدی بیگم آپ کے پاس آئے گی کیونکہ اللہ تعالی نے اسے آپ کی زوجہ بنا دیا ہوا ہے، مگر آج (ستمبر۱۹۲۲ء) تک وہ زندہ موجود ہے اور آپکی منکوحہ آسمانی سے اللہ تعالی نے مرزا سلطان محمد کو اولاد عطا فرمائی ہے (مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے کہا تھا: شیخ محمد حسین کو حلفاً پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں، نصرت بیگم سے، ہوئی اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سناؤ۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہیں دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی (محمدی بیگم کی سلطان محمد کے ساتھ) اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا۔ اور وہ یہ تھا کہ بکر و ثیّب یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔ مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو الہام سنایا تھا اور احمد بیگ کے قصہ کا ابھی نام نشان نہ تھا اور نہ ابھی اس دوسری شادی کا کچھ ذکر تھا۔ پس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ خدا کا نشان تھا جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیّب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۹۸۔ یہ تحدی مرزا صاحب کے گلے میں پھنس گئی۔ بہاء) ان واقعات سے ہمیں کامل یقین ہے کہ مرزا صاحب کسی کی اجل وقت سے پیشتر نہیں لا سکتے پس حضرت عیسیٰ؈ کا آخر کار مرنا امر دیگر ہے اور اس وقت قبل نزول فوت شدہ ہونا امر دیگر ہے۔ پس ان آیات سے بھی آپ کی وفات زیر بحث ثابت نہ ہوئی اور مرزا صاحب کا مدعا پورا نہ ہوا۔

دوم یہ کہ صورتِ مستثنیٰ کیلئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں موجود ہو بلکہ سارے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں جس امر کو کسی عام حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہو وہ مستثنیٰ ہی شمار کیا جاتا ہے خواہ عبارت کے ساتھ ہو، خواہ کسی اور جگہ پر۔ کیونکہ سارا قرآن مجید اور ساری حدیث شریف کلمةٍ واحدةٍ یعنی مثل ایک کلمہ کے ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی نظیریں بکثرت ہیں، خوف طوالت سے صرف چند ذکر کی جاتی ہیں:

اول: دوسرے پارے میں اللہ تعالی نے فرمایا و المطلّقات یتربّصن بانفسهنّ ثلا ثة قروء، یعنی طلاق والی عورتیں دوسرے نکاح کے لئے تین حیض تک انتظار کریں۔ اب ظاہر ہے کہ المطلّقات جمع کا لفظ ہے اور حاملہ اور غیر حاملہ، اور شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ سب قسم کی مطلقہ عورتیں اس لفظ میں داخل ہیں۔ تو بس مرزا صاحب کی منطق کی رو سے ان سب کی عدت یہی تین حیض ہونی چاہیے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حاملہ اور شوہر نادیدہ مطلقہ عورتیں اور جن کو حیض نہیں آتا، اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اور ان کا حکم

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ غیر ممسوسہ یعنی شوہر نادیدہ کی نسبت سورہ احزاب پارہ بائیس میں فرمایا:

یـا ایّھا الذّین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلّقتموھنّ من قبل ان تمسّو ھنّ فما لکم علیھنّ من عدّۃ تعتدو نھا ۔(اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرواور پھران کومجامعت سے پہلے طلاق دے دو،تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم کو گن کر پورا کرنا پڑے)۔(احزاب:۴۹)

دیکھئے اس آیت میں شوہر نادیدہ مطلقہ کی عدت بھی مقرر نہیں کی ۔ایک طرف سے طلاق ہو اور دوسری طرف نکاح کر لینے کا اختیار دیا ہے۔اسی طرح سورہ طلاق میں وہ مطلقہ عورتیں جو اب بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہیں اور جن کو ابھی حیض آیا ہی نہیں،اور جو حاملہ ہیں ان کی نسبت (سورہ طلاق:۴) فرمایا :

و الّـئی یـئسـن مـن المحیض من نساء کم، ان ارتبتم فعدّ تھن ثلا ثۃ اشھر و الّـئی لم یحضن۔ و اولات الاحمال اجلھنّ ان یّضعن حملھنّ (یعنی تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تم کو شبہ رہ گیا ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ایسے ہی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) ۔

اسی طرح اللہ تعالی نے محرمات کے بیان میں (نساء:۲۳) فرمایا: ان تـجـمـعوا بین الاختین (یعنی دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے)۔

اور سب محرمات کے ذکر کے بعد فرمایا و احـلّ لـکـم مـا وراء ذلکم (یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوائے تم پر حلال ہیں) حالانکہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

ان مثالوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو ان آیتوں میں مستثنیٰ نہیں کیا،اسلئے ان کے حکم میں وہ بھی داخل ہیں،معقول وجہ نہیں کیونکہ آیات یـا عیسـی انّـی متوفّیك و را فعك الیّ اور بـل رّفعه اللّٰه الیه ،اور وان مّـن اهـل الكتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته اور انّـه لعلم للسّاعة، و تـكلّم النّاس فی المهد و كهلا ،آپ کے آسمان میں اب تک زندہ موجود ہونے اور قرب قیامت میں نازل ہونے اور تب تک بوڑھے نہ ہونے پر دلائل واضحہ ہیں جن سے

کسی منصف کو انکار نہیں ہوسکتا۔ان آیات کی تفسیر تفصیل واختصار سے پیچھے گذر چکی ہے لہذا دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔اسی طرح احادیث صحیحہ جو عیسیٰؑ کے آسمان پر نازل ہونے پر بالصراحۃ شہادت دیتی ہیں اور بعد اس کے آپ کی وفات ظاہر کرتی ہیں،اور آپ کا مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونا بیان کرتی ہیں ،آپ کو ان زیر بحث آیات کے حکم سے مستثنیٰ کررہی ہیں۔

ان آیات زیر بحث میں سے پہلی آیت یعنی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً کا ترجمہ ایسا کیا ہے جو قواعد زبان کی رو سے غلط اور اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے ۔اور مرزا صاحب نے اس میں ہر دو امر کا لحاظ نہیں کیا۔مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:
اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارزل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔

یہ ترجمہ قواعد عرب کی رو سے اس لئے غلط ہے کہ مرزا صاحب نے لکیلا یعلم میں لکے کے معنی کئے ہیں: اس حد تک نوبت پہنچتی ہے،۔حالانکہ کتب نحو میں مصرح ہے کہ کے پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ علت کیلئے ہوتا ہے (دیکھو مغنی اللبیب)۔پس اس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں: بعض تم میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ارذل عمر کی طرف پھیرے جاتے ہیں تاکہ وہ بعد جاننے کے کچھ بھی نہ جانیں۔یعنی بعض شخصوں کو اللہ اس لئے بوڑھا کرتا ہے کہ وہ اپنی جانی ہوئی باتیں بھول جائیں اور سب اشیاء میں خدا تعالیٰ کا تصرف ظاہر ہو ۔ دیکھئے امام رازی تفسیر کبیر میں سورہ نحل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فقولہ و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا من بعد علم شیئاً ، یدلّ علی انّہ تعالی انّما ردّہ الی ارذل العمر لاجل ان یزیل عقلہ .. اللہ جو بعض انسانوں کو نکمی عمر تک پہنچاتا ہے تو اسکی علت یہ ہوتی ہے کہ اسکی عقل کو زائل کردے۔

پس جب عیسیٰؑ کو اللہ نے اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کیلئے آسمان پر اٹھایا اور قرب قیامت تک ان کی حیات مقرر کی جیسا کہ حصہ اول میں و کان اللہ عزیزاً حکیماً کی تفسیر میں گذر چکا ہے،تو مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر بالفرض عیسیٰؑ اتنی مدت تک زندہ بھی رہیں،تو پیر فرتوت ہو جانے کے باعث ان کا

نزول کچھ مفید نہیں ہوگا، بالکل باطل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو اتنی لمبی عمر اس لئے نہیں دی کہ وہ اپنا علم بھول جائیں بلکہ کئی مفید امروں اور حکمتوں کیلیئے دی ہے۔ نہایت بڑھاپے کو پہنچ کر بھی علم نہ بھولنا اور عقل کا زائل نہ ہونا حضرت آدم اور حضرت نوح کے ہزار ہزار برس تک لمبی عمر پانے سے ثابت ہے اور اسی طرح رسول اللہ کے صحابہ میں سے بعض کا سوسو سال اور اس سے زیادہ تک عمر پانا اور ان کے حواس کا برابر ٹھیک رہنا اور اسی طرح مقبولان بارگاہ رب العالمین حضرات بابرکات محدثین کا بڑی بڑی لمبی عمریں پانا، اور حدیث نبوی کی تدریس میں برابر مشغول رہنا، واقفان سنت نبویہ پر پوشیدہ نہیں ہے، خاص کر ہمارے زمانہ میں حضرت شیخنا و شیخ الکل ناصر سنت سید الثقلین ناشر حدیث رسول رب الخافقین سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نوراللہ ضریحہ کا طویل عمر پانا اور آخر وقت تک حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم کرتے رہنا چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے۔ ہائے افسوس! پھر مرزا صاحب کے قلم سے کس طرح نکلا کہ اللہ تعالی نبی برحق خاص خدا تعالی کے سکھائے ہوئے پیغمبر حضرت روح اللہ عیسی بن مریم اتنی لمبی عمر پانے سے پیر فرتوت ہو کر نادان محض ہو جائیں گے اور کسی کام کے نہ رہیں گے۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب کا ترجمہ بالکل غلط ہے اور حضرت عیسیٰؑ اس آیت کے حکم سے مستثنی ہیں۔ اب یہ امر بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اصول و عقائد اسلامیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب عمر طبعی کے قائل ہیں اور اس کے بعد موت کو ضروری جانتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب موت کو ایک عدمی امر جانتے ہیں۔ علم عقائد پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ عمر طبعی کو ماننا اور اس کے بعد موت کا ضروری ہونا، اور موت کو ایک عدمی امر جاننا، حکمائے یونان کا مذہب ہے، نہ کہ مسلمانوں کا۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے سورہ نحل کی تفسیر میں عمر طبعی کے متعلق حکماء کا مذہب اور ان کے دلائل ذکر کئے ہیں اور پھر عقلی دلائل سے بہت تفصیل کے ساتھ ان کا ردّ لکھنے کے بعد فرمایا :

ایک دن میں سورہ المرسلات پڑھ رہا تھا جب آیت الم نخلقکم پر پہنچا اور ویل یومئذٍ للمکذّبین پڑھا (یعنی قیامت کے روز جھٹلانے والوں کیلیئے ویل ہوگا) تو میں نے کہا بے شک ان مکذبین سے مراد وہی لوگ ہیں جو حیوانات کے بدن کی ساخت کو طبیعت کی طرف اور رطوبت اور حرارت کے اثر کرنے کی طرف نسبت کرتے ہیں (اور کہا) اے رب العزت میں سچے اور پختہ دل سے ایمان رکھتا ہوں کہ یہ تدابیر طبیعت کے

اثر سے نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ تیرا فعل ہے جو خالق اور علیم اور احکم الحاکمین اور اکرم الاکرمین ہے۔

اور اس کے بعد ثمّ یتوفاکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اس سے اوپر) بیان کر دیا ہے کہ حکماء نے موت کا سبب جو ذکر کیا ہے وہ فاسد اور باطل ہے اور اس سے دور لازم آتا ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ حکماء کا مذہب باطل ہے تو ظاہر ہو گیا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتی ہے۔،

میں (ابراہیم میر) کہتا ہوں امام رازی کے اس قول کی تصدیق قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ ملک میں الّذی خلق الموت و الحیات یعنی خدا نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ (ملک:۲)۔

اس کے بعد رازی و منکم من یردّ الی ارذل العمر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ہم نے (اوپر) بدلائل بیان کر دیا کہ انسان کے حالاتِ کمال سے نقصان اور قوت سے ضعف کی طرف انتقال کرنے کی علت (فاعلی) طبیعت نہیں ہے۔ پس قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ انسان کا حالتِ جوانی سے بوڑھا ہو جانا اور عقل کامل کے بعد پیرانہ سالی کی وجہ سے نادان ہو جانا بمقتضائے طبیعت نہیں ہے بلکہ اللہ فاعلِ مختار کے فعل سے ہے (اس کے بعد انّ اللّٰہ علیم و قدیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں) کہ یہ بات یعنی اللہ علم والا، قدرت والا ہے، جو کچھ ہم نے بیان کیا، اس کی اصل اصول ہے کیونکہ طبیعت تو ایک جاہل چیز ہے جو مصلحت اور فساد کے وقت میں تمیز نہیں کر سکتی۔ اسلئے سب انتقالات جو انسان میں ہوتے ہیں ان کو اس کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ لیکن سب جہان کا معبود اور تدبیر کرنے والا اور سب کو پیدا کرنے والا (خدا) اپنے علم اور قدرت میں کامل ہے۔ پس اپنے کمال علم کی رو سے بہتری اور خرابی کے اندازوں کو جانتا ہے اور کمال قدرت کی رو سے بہتری عطا کرنے اور خرابی کے دور کرنے پر قادر ہے۔ پس ضرور ضرور حیوانات کی بناوٹ کو اس معبود حقیقی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور طبیعت کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں ہے۔

مرزا صاحب! دیکھئے قرآن شریف کے نکتے ایسے ہوتے ہیں جو امام رازی فرماتے ہیں نہ کہ جو آپ بیان فرماتے ہیں اور محاورات عرب اور اصول اسلام کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔

قسم سوم سے نویں آیت

و ما جعلناھم جسداً لّا یاکلون الطّعام (انبیاء:۸)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

ناظرین! خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن کے الفاظ سے کس قدر اجنبی ہے۔

قسم سوم سے دسویں آیت

و ما ارسلنا من قبلك من المرسلین الّا انّھم لیاکلو ن الطّعام ویمشون فی الاسواق (فرقان:۲۰)۔

یعنی ہم نے تجھ سے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔

ان دونوں آیتوں سے مرزا صاحب، حضرت مسیح کی وفات اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ انسان بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر کھانا نہیں مل سکتا، اس لئے وہ فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب معارفِ قرآنی تو درکنار، مراد قرآنی کے سمجھنے سے بھی کئی منزلیں دور رہتے ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں نہ سوچتے ہیں اور نہ سلسلہ کلام پر نظر کرتے ہیں۔ بس اپنی بے تکی ہانکتے ہیں۔ ان آیتوں کی صحیح مراد یہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پر اعتراض کیا تھا کہ یہ کام منصب نبوت کے منافی ہیں جیسا کہ اللہ نے ذکر کیا :

و قالوا ما لھذا الرّسول یاکل الطّعام و یمشی فی الاسواق (فرقان:۷) (کہتے ہیں کہ یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے)۔

گویا کفار نے رسول برحق کیلئے ضروری مانا ہوا تھا کہ وہ کھانے اور بازاروں میں چلنے سے پاک ہو۔

اللہ نے اس کا جواب فرمایا کہ اے پیغمبر! ہم نے تجھ سے پیشتر جس کسی کو اپنا رسول کر کے بھیجا ہے، ان میں بھی یہ باتیں پائی جاتی تھیں۔ جب وہ باوجود ان باتوں کے رسول تسلیم کئے جاتے ہیں تو اگر تم میں بھی یہ اوصاف پائے گئے ہیں، تو انکار کی کیا وجہ ہے ؟

دوسرا جواب یہ دیا: و ما جعلنا هم جسداً لّا یاكلو ن الطّعام یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو بے جان دھڑ نہیں بنایا کہ ان کے لئے نہ کھانا ضروری ہو۔

جس کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔

دیکھئے یہ ترجمہ الفاظ و مراد قرآنی سے کس قدر اجنبی ہے۔ علاوہ بریں اس طرف خیال فرمایئے کہ ان آیتوں کو اور اس مضمون کو حضرت مسیح کی موت قبل النزول سے کیا تعلق و نسبت ہے؟

آیئے مرزا صاحب! ہم آپ کو ایک نکتہ بتاتے ہیں، اگر خود نہ سمجھ سکیں تو فاضل امروہی کو پاس بٹھا کر سمجھ لیں کہ و ما جعلنا هم جسداً لا یاكلون الطّعام میں جملہ لا یا کلون الطّعام صفت هے جسداً کی اور جسد اور جسم آپس میں ہم معنی ہیں اور دلیل انکے ہم معنی ہونے کی یہ ہے کہ دونوں کے فا کلمه اور لام میں جیم اور سین ہے۔ پس اس آیت سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ نے جسد محض (بے جان دھڑ) سے بالضرورت طعام سے فائدہ مند ہونے کی نفی کی ہے اور اس کیلئے نہ کھانا ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن زندہ جسد سو اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ کھائے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ نہ کھائے، کیونکہ لغت میں جسد انسانوں اور فرشتوں اور جنوں سب کے جسم کیلئے ہے جیسا کہ قاموس میں ہے الجسد محركة جسم الانسان و الجنّ و الملائكة اور معلوم ہے کہ فرشتے فطرۃً طعام وغیرہ حاجات بشریہ کے محتاج نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں یہ ہرگز ملحوظ نہیں کہ ہر زندہ چیز کیلئے کھانا ضروری ہے۔ ہاں یہ ضرور ملحوظ ہے کہ ہر بے جان جسم کیلئے ضروری ہے کہ وہ نہ کھائے۔ سو اس کو حضرت مسیح کی وفات سے کچھ تعلق نہیں۔

پس جب آسمان پر فرشتے بغیر طعام کے زندہ ہیں تو حضرت مسیح بھی جو پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں کے مشابہ ہیں اور اسی مشابہت کی وجہ سے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں بغیر طعام کے زندہ رہ سکتے ہیں۔

مرزا کا یہ ترجمہ کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو، علاوہ اس کے قرآن کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے، اپنے مضمون کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ فرشتے اجسام ہی ہیں اور زندہ بھی ہیں اور ان پر جسد کا لفظ بولا بھی جاتا ہے اور پھر وہ کھانا نہیں کھاتے۔

اس آیت پر اور زیادہ بھی لکھ سکتے ہیں مگر اتنا بیان کافی معلوم ہوتا ہے۔

قسم سوم سے گیارھویں آیت

و الّذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۲۰۔۲۱) یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں۔ مر چکے ہیں، زندہ بھی تو نہیں، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

مرزا صاحب اس آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے سوائے پرستش کیا جاتا ہے ان سب کو اللہ مردہ کہتا ہے اور چونکہ عیسائی، حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ بھی فوت شدہ ہیں۔

مرزا صاحب نے نہ تو آیت کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے اور نہ اس کی مراد صحیح کو پہنچے ہیں۔ مرزا صاحب! بغیر اللہ، میں ب کس قسم کی ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا آپ غیر اللہ اور بغیر اللہ میں فرق نہیں جانتے؟

اس آیت کو مرزائی پارٹی مسیح کی وفات کیلئے جلالی آیت کہا کرتی ہے (دیکھو الدلیل الصریح از مبارک علی سیالکوٹی برحاشیہ صفحہ اخیر) مگر جس طرح سے مرزا صاحب محاورات عربیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی طرح ان کے مرید بھی اس کمال سے بے بہرہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت بتوں کے حق میں ہے۔ ان کی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ کفار مکہ، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بے جان ہیں۔ کیونکہ سورت نحل (جس کی یہ آیت ہے) مکی ہے ۔لہٰذا یہ آیت کفار مکہ کی تردید کیلئے نازل ہوئی نہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید کیلئے۔ اس پر مرزائیوں کی

طرف سے یہ جواب ہوا کرتا ہے کہ آیت میں الّذین کا لفظ ہے جو ذوی العقول کیلئے آیا کرتا ہے۔ پس اس میں عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید ہے جن کے معبود ذوی العقول اشیاء میں سے ہیں، یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ۔ ہم کہتے ہیں الّذین کا ذوی العقول سے مخصوص ہونا کسی کتاب علم نحو یا لغت میں تو نہیں لکھا۔ اور زبان عربی میں الّذی اور اس کی مؤنث الّتی کا استعمال جاندار، وغیر جاندار، ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں طرح کی اشیاء پر آیا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:

پہلی آیت: ثمّ آتنیا موسی الکتاب تماماً علی الّذی احسن و تفصیلاً لّکلّ شیء (انعام: ۱۵۴) ((پھر (سنااں کوکہ) دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پوری کر کے ایسے طریق سے جو بہت خوبصورت ہے اور تفصیل ہر شئے کی)

اس آیت میں احسن کی نسبت مفسرین کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ یہ اس جگہ صیغہ ماضی معلوم از باب افعال ہے۔ دوم یہ کہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ پس احسن کو صیغہ ماضی جاننے سے الّذی ذی عقل کیلئے ہوگا اور اسکے اسم تفضیل ہونے پر اس کا غیر عاقل کیلئے ہونا صاف ظاہر ہے مغنی اللبیب باب الموصول ص ۱۳۷ جلد دوم میں اس آیت کی نسبت لکھا ہے ویکون احسن حینئذٍ اسم تفضیل لا فعلا ماضیاً وفتحته اعراب لا بناء و ھی علامة الجر

دوسری آیت و لا تقربوا مال الیتیم الّا بالّتی ھی احسن (انعام:۱۵۲۔ بنی اسرائیل:۳۴) (یعنی یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ مگر ایسے طریق سے جو بہتر ہو)

تیسری آیت ولا تؤتوا السّفھاء اموا لکم الّتی جعل اللّٰه لکم قیاماً (نساء:۵) (اپنے وہ مال جو اللہ نے تمہارے لئے گذران کا سبب بنائے ہیں بے عقلوں کو نہ پکڑا دو)

اسی طرح الّذی کا غیر ذوی العقول کے لئے بھی مستعمل ہونا شعرا کے کلام سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ متنبّی کہتا ہے:

والّذی تنبت البلاد سرور　　　　و الّذی تمطر السّحاب مدا م

(اب جو کچھ شہروں کی زمین میں اگے گا، وہ شراب ہی ہوگا اور وہ جو کچھ بادل برسا رہے ہیں وہ بھی شراب ہی ہوگا)

اسی طرح دیوان ابی العتاہیہ میں ہے:

الھی لا تعذبنی فانّی مقرّ بالّذی قد کان منّی

(اے اللہ مجھے عذاب نہ کر، کیونکہ جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے، میں اس کا اقرار کرتا ہوں)

اسی طرح رضی شرح قافیہ باب موصول بیان ذوالطائیہ میں ہے:

فانّ الماء ماء ابی و جدّی و بِئری ذو حضرت و ذو طویت

(کیونکہ وہ پانی تو میرے باپ دادا کا ہے، اور کنواں بھی میرا ہے جو میں نے کھودا اور سنوارا تھا)

اس شعر میں بنی طے کی لغت پر ذو بمعنی الّذی ہے اور غیر جاندار کیلئے مستعمل ہوا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ آیت زیر بحث میں الّذین سے کفار مکہ کے بت مراد لینے محاورہ عرب کے خلاف نہیں۔ اگر کہا جائے کہ من دون اللّٰہ عام ہے، چاہے جاندار ہو، چاہے بے جان، سب کیلئے بولا جاتا ہے۔ پس اس میں کفار مکہ کے بت بھی شامل ہیں اور ان کے سوائے اور بھی مثلاً حضرت مسیحؑ اور عزیرؑ اور دیگر باطل معبود جو کسی قوم نے ٹھہرایا ہو۔ کیونکہ اس آیت میں دو لفظ اموات اور غیر احیاء فرمائے گئے ہیں۔ یعنی جو جاندار اللہ کے سوائے معبود مانے گئے ہیں ان کیلئے تو اموات فرمایا، پس اس میں حضرت مسیح اور حضرت عزیر اور دیگر جاندار آ گئے، اور غیر احیاء میں بے جان معبود بت وغیرہ آ گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک کلمہ من دون اللّٰہ عام ہے، جاندار اور بے جان دونوں پر بولا جاتا۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کے سوا ہر قسم کے باطل معبودوں کی تردید ہے لیکن اس آیت کی رو سے یہ کہنا کہ وہ سب جاندار و ذوی العقول معبود جن کو لوگ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں، اس آیت کے نزول کے وقت مردہ تھے، یا فی الحال مرے ہوئے ہیں، ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت کفار مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں یہ مضمون کئی مقامات میں مذکور ہے۔ حالانکہ فرشتے جن کو کفار پکارتے تھے، اس آیت زیر بحث کے نزول کے وقت زندہ تھے اور اب تک زندہ ہیں۔ پس اگر اس آیت کی رو سے جملہ معبودانِ باطلہ فی الحال مردہ ثابت ہوتے ہیں تو فرشتوں کی نسبت کیا جواب ہو گا؟ جیسا کہ پارہ ۱۴ رکوع ۱۳، اور نیز پارہ ۲۵ رکوع ۷، اور نیز پارہ ۲۳ رکوع ۹، اور پارہ ۲۷ رکوع ۴ میں مذکور ہے کہ کفار مکہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

دیگر یہ کہ اگر کوئی شخص یا قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے لے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن شریف پاک ہے۔

اموات کے متعلق اصل نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا ان سب معبودوں پر جو اس وقت مردہ ہیں اور جو اس وقت زندہ ہیں، دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ فوت شدوں پر اس طرح کہ وہ موت چکھے ہوئے ہیں اور مردہ خدائی کے لائق نہیں۔ اور جو زندہ ہیں ان پر اس طرح کہ جو آخر کار مر جائے گا وہ بھی خدائی کے لائق نہیں کیونکہ جو اپنی بقا اور زندگی پر قادر نہیں وہ کس طرح معبود ہو سکتا ہے۔ دیکھئے قرآن شریف میں زندوں پر بھی میّت کا لفظ آیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان سب کو انجام کار موت چکھنی ہوگی جیسا کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے سورہ زمر میں:

انك ميّت و انّهم ميّتو ن (زمر:۳۱) (تو بھی میت ہے اور یہ بھی میت ہیں)

اس آیت میں آنحضرتﷺ کو میّت کہا گیا حالانکہ آپﷺ اس آیت کے نزول کے وقت صفحہ دنیا پر موجود تھے اور اسی طرح آپ کے مخالفین کفار کو بھی میّت کہا گیا حالانکہ وہ بھی زندہ موجود تھے۔ پس زندوں پر بھی اس لحاظ سے میّت کا لفظ بولنا جائز ہے کہ وہ سب انجام کار اپنے مقررہ وقت پر مر جائیں گے۔ پس اسی طرح حضرت مسیح اس آیت زیر بحث کے حکم میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ وہ بھی آخر کار مر جائیں گے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، نہ اس لحاظ سے کہ وہ اس وقت یا اس آیت کے نزول کے وقت مر چکے تھے۔ حاشا و کلا۔ قرآن شریف کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے۔ اس آیت کو حضرت مسیح کی زندگی و موت ہر دو سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ لفظ میّت کا اطلاق جیسا کہ ہم نے قرآن شریف سے ثابت کر دکھایا ہے مردوں اور زندوں دونوں پر جائز ہے۔ پس اگر کسی خارجی دلیل سے حضرت عیسیٰؑ کی موت ثابت ہے تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہیں کہ آپ مر چکے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات قبل النزول کسی خارجی دلیل سے ثابت نہیں اس لئے آپ مرے بھی نہیں۔ اور اگر کسی خارجی دلیل سے آپ کی حیات ثابت ہے، تو بے شک آپ اس آیت میں اس لحاظ سے داخل ہو سکتے ہیں کہ آپ آخر کار مر جائیں گے اور چونکہ آپ کی زندگی قرآن و

حدیث ہر دو سے ثابت ہے (جیسا کہ اس کتاب کا پہلا حصہ بلند آواز سے شہادت دے رہا ہے) اس لئے آپ ابھی مرے نہیں۔

پس مرزا صاحب کا اس آیت زیر بحث کو حضرت مسیح کی وفات کی دلیل سمجھنا عجب طرح کی الٹی منطق اور غلط استدلال ہے۔

امام فخر الدین نے اس آیت کے حکم میں فرشتوں کو بھی داخل کیا ہے اور اس کی وجہ یہی بتائی ہے کہ آخر کار وہ بھی مر جائیں گے چنانچہ فرمایا کہ:

الثّالث ان یّکون المراد بقوله و الّذین یدعون من دون اللّٰه، الملائکة و کان ناس من غیراحیاء ای غیر باقیة حیا تهم (تفسیر کبیر ج۵ ص۳۱۱) (تیسرا جواب یہ ہے کہ الّذین یدعون من دون اللّٰہ سے مراد فرشتے ہیں اور کفار میں سے کئی لوگ ان کی بھی پرستش کرتے تھے۔ پس اللہ نے فرمایا کہ وہ اموات ہیں یعنی موت سے ان کو بھی بچاؤ نہیں، وہ غیر احیا ہیں یعنی انکی زندگی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے)

قسم سوم سے بارھویں آیت

اللّٰه الّذی خلقکم ثمّ رزقکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم (روم: ۴۰) (یعنی اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا۔ پھر تم کو مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا)

مرزا کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے اپنا قانون قدرت بتلایا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کیلئے روحانی اور جسمانی رزق مقسوم اسے ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جسکی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہیں

قسم سوم سے تیرھویں آیت

اینما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بروجٍ مّشیّدة (یعنی جس جگہ بھی تم ہو،

اسی جگہ تمہیں موت پکڑے گی۔ اگرچہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودوباش اختیار کرو۔ (نساء:۷۸)

مرزا کہتے ہیں کہ، چونکہ اس آیت میں حضرت مسیح کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس لئے مسیح مر گئے۔،

ان دونوں آیتوں سے جس طریق سے مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے اس کا تفصیلی جواب سابقاً گذر چکا ہے کہ استثنا کے لئے ضروری نہیں کہ اسی عبارت میں ہو، بلکہ قرآن میں جہاں کہیں کسی امر کی تصریح پائی جائے اور وہ کسی حکم عام کے خلاف نظر آئے تو وہ اس عام حکم سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے اور اس کی نظیریں بھی گذر چکی ہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ انسان کیلئے یہ چاروں مراتب ہیں، اور اس سے عمر طبعی کے الحاد کا استدلال کرنا، سو یہ بھی اچھی طرح سے باطل ثابت ہو چکا ہے اور اگر بالفرض یہ آیتیں کسی طرح اشارۃً یا دلالۃً حضرت مسیح کی موت پر دلالت بھی کریں، تو بھی بمقابلہ تصریحات کے جو انّی متوفّیك و رافعك الیّ اور بل رّفعه اللّٰه الیه اور و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته میں آپ کی زندگی اور رفع آسمانی کے بارے میں موجود ہیں، کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ دلیل خاص عام پر مقدم ہوتی ہے اور عبارت النص کے مقابلہ میں اشارۃً اور دلالۃً اعتبار نہیں ہوتا اور اسی طرح منطوق کے مقابلہ میں مفہوم کو پیش نہیں کر سکتے۔

قسم سوم سے چودھویں آیت

یا ایّتها النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّك راضیةً مرضیةً فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی (فجر: ۲۷-۳۰)،

مرزا صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میری بہشت کے اندر آ۔

اور پھر اس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات پر اس طرح استدلال کرتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہر

گز داخل نہیں ہوسکتا۔لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہیں لہذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا۔

قسم سوم سے پندرھویں آیت

انّ الّذین سبقت لهم منّا الحسنى اولئك عنها مبعدون لا يسمعون حسيسها وهم فی ما اشتهت انفسهم خالدون (انبیاء:۱۰۱۔۱۰۲)۔

مرزا صاحب اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذت میں ہیں۔

اور پھر مرزا صاحب کہتے ہیں:

اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

قسم سوم سے سولھویں آیت

انّ المتّقين فی جنّت و نهر فی مقعد صدقٍ عند مليكٍ مّقتدر (قمر:۵۴۔۵۵)۔

مرزا صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

یعنی متقی لوگ جو خدا تعالی سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں۔صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس۔

فوت ہو جانے کے بعد، کے الفاظ مرزا صاحب نے از خود بڑھائے ہیں، قرآن میں اس موقع

پر ان کے لئے کوئی لفظ نہیں۔

ان تینوں آیتوں سے حضرت مسیح کی وفات پر استدلال کرنے کے جواب میں اول تو یہی کافی ہے کہ ان آیتوں میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر نہیں ہے، مرزا صاحب نے اپنی رائے وقیاس سے نتیجہ نکالا ہے اور ان کا یہ قیاس ان آیات کے منطوق کے خلاف ہے جو خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور نزول ثابت کر رہی ہیں۔ لہذا یہ استدلال درست نہیں۔ لیکن تفصیلی جواب یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہونا روز قیامت کو ہوگا نہ کہ مرنے کے ساتھ ہی۔ اگر یہ درست ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں دخول ہو جاتا ہے تو پھر قیامت کس لئے ہے؟ پس یہ آیتیں مرزا صاحب کو کسی طرح بھی مفید نہیں کیونکہ اللہ کے علم میں جو لوگ جنتی ہیں ضرور نہیں کہ وہ اس وقت بھی مردہ ہوں۔

مرزا صاحب نے پہلی آیت کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر جو استدلال کیا ہے، وہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اول تو مرزا صاحب معراج جسمانی کے منکر ہیں جیسا کہ وہ اپنے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

دیگر یہ کہ مرزا صاحب نے معراج کی سب حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ اگر کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ بعض حدیثوں میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰؑ کی اپنی زبان مبارک سے نزول ثانی کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور مسند امام احمد میں مرفوعاً صحیح سند سے مروی ہے:

عن عبد اللّٰه بن مسعود قال لما كان ليلة اسری برسول لقی ابرا هيم و موسی و عيسی فتذاكروا السّاعة فبدؤا با براهيم و سألوه عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسی فلم يكن عنده منها علم فردّ الحد يث الی عيسی ابن مر يم فقال قد عهد الیّ فيما دون و جبتها فا ما و جبتها فلا يعلمها الّا اللّٰه فذ كر خرو ج الدّ جّال قال فانزل فاقتله ۔ ابن ما جه باب فتنة الدجال و خروج عيسی و خروج يا جوج ماجوج) (جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے ابراہیمؑ سے

پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر موسیٰؑ سے پوچھا گیا انہیں بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ، جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب چاہے کیسے استدلال پیش کریں اور نصوص کو چاہے کیسے بعید احتمال سے رد کریں، اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں ان کے مفید مطلب کوئی بات بن نہیں پڑتی۔

اگر کہا جائے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ تینوں سے ملاقات کی تو بہر حال تینوں کو ایک حال میں ماننا پڑے گا خواہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو عیسیٰؑ کی طرح زندہ مانو، خواہ عیسیٰؑ کو ان کی طرح فوت شدہ تسلیم کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ملاقات تین طرح پر ہوتی ہے۔ اول ہر دو جانب سے بدنی ملاقات و مصاحبت ہو۔ دوم یہ کہ ہر دو جانب سے روحانی ہو۔ سوم یہ کہ ایک طرف سے روحانی اور دوسری طرف سے بدنی۔ سو معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ پر یہ تینوں کیفیتیں پوری کی گئیں تاکہ آپ کو ہر طرح کا کمال حاصل ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ سے آپ کو قسم سوم کی ملاقات ہوئی یعنی آپ کی طرف سے بدنی ملاقات تھی اور ان کی طرف سے روحانی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسم مبارک کے ساتھ کرایا گیا تھا جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور موسیٰؑ کی وفات قرآن و حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ پس ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی طرف سے روحانی ملاقات تھی اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے جسمانی۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی آپس میں قسم دوم کی ملاقات تھی یعنی دونوں طرف سے روحانی اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو نبی ﷺ کی طرح قسم سوم کی ملاقات تھی یعنی حضرت عیسیٰؑ کی رفع جسمانی قرآن شریف سے ثابت ہے (جیسا کہ اسی کتاب کا پہلا حصہ باآواز بلند قرآنی شہادت سے پکار رہا ہے)۔ باقی رہی آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کی ملاقات سو یہ قسم اول میں سے تھی یعنی دونوں طرف سے جسمانی کیونکہ حضرت رسول اللہ اور حضرت روح اللہ

دونوں کا معراج جسمانی قرآن سے ثابت ہے۔ پس معترض کا اعتراض باطل ہوا۔ ملاقات کی تقسیم جو اوپر کی گئی ہے، مرزا صاحب کی طرح از خود نہیں بنائی گئی بلکہ اہل اللہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور حدیث بخاری سے ماخوذ ہے اور وہ حدیث یہ ہے :

عن ابن عباس قال مرّ النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذّبان وما یعذّبان فی کبیر امّا احدهما فکان لا یستتر من البول و امّا الآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقّها نصفین فغرز فی کلّ قبرٍ واحدة ۔ قالوا یارسول اللّٰه لم فعلت؟ قال لعلّه یخفف عنهما ما لم ییبسا (بخاری۔کتاب الوضو)

(ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور جس گناہ کی بابت ان کو عذاب ہو رہا ہے اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں۔ ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک کو ایک قبر پر گاڑا اور دوسرے کو دوسری پر۔ صحابہ نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کس لئے کیا؟ فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا)

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ پس یہ متفق علیہ ہونے کی وجہ سے اول درجہ کی صحیح حدیث ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے ساتھ قسم اول کی ملاقات تھی یعنی ہر دو جانب سے بدنی مصاحبت تھی اور ان اموات کے ساتھ قسم سوم کی۔ یعنی آپ ﷺ کی طرف سے بدنی اور ان کی طرف سے روحانی۔

اسی طرح جنگ بدر کے مقتول کافروں کو جب گڑھے میں ڈالا گیا تو آپ ﷺ نے کنارے پر کھڑے ہو کر ان کے نام مع ولدیت کے پکار کر کہا کہ کیا اب تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے یا نہیں، کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا دیکھ لیا۔ کیا تم نے بھی وہ وعدہ جو عذاب کے بارے میں تم سے کیا جاتا تھا، سچا پالیا یا نہیں؟ جب آپ ﷺ نے ان لاشوں سے ایسی باتیں کیں تو پاس سے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس بات کو، جو میں کہتا ہوں، ان سے زیادہ نہیں

سنتے۔یعنی وہ اس وقت بہ سبب صاحبِ حال ہونے کے میری بات کو بالکل حق الیقین کے مرتبے پر سنتے ہیں۔یا یہ کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی آواز ان کو بطور معجزہ کے سنادی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس سے بھی تقسیم مذکور واضح ہے۔پس مرزا صاحب کا آیات زیر بحث کے ساتھ حدیث معراج کو ملا کر حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا وہم کرنا صحیح نہیں۔

قسم سوم سے سترھویں آیت

ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجالکم و لکن رّسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین (محمد ﷺ تم سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا)۔(احزاب:۴۰)

اس آیت کے تحت مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آ سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے اور ابھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔

مرزا صاحب کا یہ استدلال حضرت مسیح کی موت اور ان کے نازل نہ ہونے کے بارے میں تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ استدلال محض قیاسی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی رفع آسمانی اور زندگی اور نزول قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ہاں اس آیت سے مرزا صاحب کا دعوی نبوت ضرور جھوٹا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ انشاءاللہ مذکور ہوگا۔

مرزا صاحب کا اس آیت سے منشا یہ ہے کہ اگر عیسیٰؑ دوبارہ آئیں تو یا تو آپ منصب نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبی ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی منع ہے جیسا کہ آپکے بعد مرزا صاحب اور آپ کے دوسرے ہم مشربوں

نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر کوئی پچھلا نبی جس کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہو، پھر آئے تو وہ اس کی رو سے منع نہیں، جیسے کہ عیسیٰؑ کہ ان کو آپ ﷺ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے۔ اور جب پھر نازل ہوں گے تو ان کی نبوت وہی ہوگی جو پہلے تھی نہ کہ مرزا کی طرح نئی نبوت۔ احادیث نبویہ سے ایسا ثبوت ہے چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله انّ الرّسالة والنّبوّة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی)

مسند امام احمد میں بروایت ابی بن کعبؓ ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حویلی تعمیر کرائے مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ جائے (جب وہ اینٹ لگے تو وہ حویلی پوری ہو) پس میں پیغمبروں میں اس آخری اینٹ کی مانند ہوں)

ان احادیث اور ان کی مانند دوسری احادیث کو زیر نظر رکھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت عطا ہونے کے بعد اب کسی اور شخص کو منصب نبوت نہیں ملے گا۔ نیز مفسرین نے اس خدشہ کو اسی طرح دور کیا ہے چنانچہ تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم میں آیت خاتم النبیین کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده عليهما السّلام لانّ معنى كونه خاتم النّبيّين انّه لا ينباء احد بعده و عيسى ممّن نبِيء قبله و حين ينزل اما ينزل عاملاً على شريعة محمد ﷺ مصلّياً الى قبلته كانّه بعض امّته (آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں عیسیٰؑ کے نزول سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور عیسیٰؑ تو ان میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ ہی کے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت میں سے ہیں (پس اس لحاظ سے بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوا)

اسی طرح اور تفاسیر میں ہے۔ مثلاً بیضاوی، خازن، مدارک، اور فتح البیان۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت میں کچھ حرج ہوتا ہے تو کیا مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے حرج نہیں ہوتا۔ اور اگر مرزا صاحب بروز (جو باطل ہے) کا عذر کر کے اس زد سے بچ سکتے ہیں تو کیا عیسیٰؑ کی طرف سے یہ عذر کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور آیت میں اور حدیث میں کسی نئے نبی کی بابت نفی ہے، صحیح نہیں؟ انصاف! انصاف! انصاف!

اگر عدل وانصاف سے سوچا جائے تو جس صورت سے مرزا صاحب نے اور آپ کے متقدمین دجالوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے، قرآن وحدیث میں اسی کی تردید ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ میری امت میں سے قریباً تیس دجال نہ ہولیں، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس حدیث کو حدیث لا نبیّ بعدی اور آیت خاتم النبیین کے ساتھ رکھ کر انصاف کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی نبوت وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ ان مدعیان نبوت کو دجال اور کذاب کہتے ہیں۔ پس آیت زیر بحث کی رو سے آپ کا دعوی غلط نکلا، نہ کہ عیسیٰؑ کا نزول۔

حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے انکار میں مرزا صاحب کے پاس کوئی معقول وجہ اور دلیل نہیں۔ صرف شکوک وشبہات ہیں جن سے لوگوں کو بہکاتے اور اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک شبہ یہ بھی ڈالا کرتے ہیں کہ جب عیسیٰؑ پھر نازل ہوں گے تو کیا ان کی نبوت چھینی جائے گی؟ اور وہ کس شریعت پر عمل کریں گے؟ عیسوی شریعت پر یا محمدی پر؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت چھینی نہیں جائے گی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک نبوت ایک ایسا منصب ہے جو چھینا نہیں جاتا (دیکھو تمہید ابی الشکور سالمی) اور نہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت منسوخ ہوگی۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ اسی اپنی پچھلی نبوت سے نازل ہوں گے۔ اور شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اس کی حکمت اور راز پہلے حصہ میں بیان ہو چکا ہے۔ نیز یہ کہ ایک وقت میں دو نبیوں کا ہونا اور ایک امام کا ہونا اور دوسرے کا تابع ہونا، ممنوع نہیں، بلکہ قرآن سے بالتصریح ثابت ہے۔ جیسے کہ موسیٰؑ وہارونؑ دونوں ایک وقت میں ہوئے ہیں اور دونوں نبی تھے۔ حضرت موسیٰؑ اصل صاحب شریعت اور

امام تھے اور حضرت ہارونؑ آپ کے تابع اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و جعلنا معه ا خاه هارون نبیّاً (فرقان:۳۵)(ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو اس کا وزیر بنایا)۔

اور و قال لا خیه هارون اخلفنی فی قومی (اعراف:۱۴۱)(جب موسیٰ کوہ طور پر جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون کو کہنے لگے کہ میرے بعد میری قوم میں میرا خلیفہ رہنا)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ ،حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور قوم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت ہارونؑ بھی نبی تھے جیسا کہ فرمایا : و و هبنا له من رحمتنا ا خاه هارون نبیّاً (مریم:۵۳) (ہم نے موسیٰ کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی کر کے بخشا)

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ دونوں ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں اور دونوں نبی تھے ۔حضرت ابراہیمؑ اصل صاحب شریعت اور امام تھے اور حضرت لوطؑ باوجود نبی ہونے کے ان کے تابع تھے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ کی نبوت ورسالت کی نسبت فرمایا:

و انّ لو طاً لمن المرسلین (صافات:۱۳۳)(بے شک حضرت لوط بھی رسولوں میں سے ہیں)

اور ان کے حضرت ابراہیمؑ کے تابع ہونے کی بابت فرمایا :

فامن له لوط ۔(عنکبوت:۲۶)۔(یعنی (لوط) ابراہیمؑ پر ایمان لائے)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیؑ دونوں ایک وقت میں نبی تھے۔حضرت عیسیٰؑ امام تھے اور حضرت یحیؑ ان کے تابع ،جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیؑ کی صفات میں فرمایا: مصدّقاً بکلمةٍ من اللّٰه (آل عمران:۳۹)(یعنی حضرت یحی کلمۃ اللہ یعنی حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے)

پس اسی طرح جب عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو اس وقت شریعت محمدی ﷺ منسوخ نہیں ہو جائے گی بلکہ اصل صاحب شریعت اور امام جناب رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ آپ ﷺ کے خلیفہ اور وزیر اور تابع بھی ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے۔اسی لئے صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت نواسؓ بن سمعان کی روایت

سے ہے، اس میں آپ کو چار دفعہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ ایسے نبیوں کی بابت ہے جو ایک زمانے میں دنیا پر موجود تھے، مگر حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کیونکہ نبی ﷺ دنیا میں تشریف نہیں رکھتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی صورت میں تو یہ امر بطریق اولی جائز ہے کیونکہ جب حقیقتاً دو نبی اکٹھے ہو سکتے ہیں تو زمانہ اور زندگی کے لحاظ سے یہ کیوں منع ہے۔ یعنی یہ کہ ایک تو باعتبار زمان نبوت کے ہو اور دوسرا اپنی حقیقی زندگی میں موجود ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لو آپ کی تسلی کے لئے ہم یہ امر بھی قرآن سے ثابت کرتے ہیں: اللہ تعالی نے فرمایا:

و لقد آتینا موسی الکتاب و قفّینا من بعده بالرّسل (بقرہ:۸۷)

(ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد اس کے قدم بقدم کئی رسول بھیجے)

اسی طرح فرمایا: انّا انزلنا التّوراة فیھا ھدیً وّ نور یحکم بھا النّبیّون الّذین اسلموا (مائدہ:۴۴) (ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسکے مطابق فیصلے کرتے تھے، خدا کے فرمانبردار نبی)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت موسیٰؑ کے تابع کئی رسول مبعوث کئے گئے۔ وہ سب حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ہوئے۔ پس حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد انکے آئین و شریعت پر کئی نبیوں کے ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عیسیٰؑ کے نازل ہو کر دنیا میں زندہ موجود ہونے میں کوئی فرق نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے کی حکمت و ضرورت سابقاً بیان ہو چکی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰؑ جن کو آپ سے پیشتر نبوت مل چکی ہوئی ہے، نہیں آئیں گے۔ بلکہ اس آیت سے مرزا صاحب کی نبوت صاف جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور ان لوگوں جیسی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے دجال اور کذاب کہا ہے اور ان تعداد تیس کے قریب بتلائی ہے جن میں سے بہت سے گذر چکے ہیں۔

قسم سوم سے اٹھارویں آیت

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۲۱:۷)

مرزا صاحب اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں پر نظر ڈالو تا کہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آ جاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہم شکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور ان کے فیصلے کا ہمارے فیصلے کے ساتھ اتفاق ہے ۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملا کی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے۔ انتہی بلفظہ

مرزا کی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہم کو اہل کتاب کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم کرتا ہے۔ پس اس آیت کے حکم سے ہم نے بائیبل پر نظر کی تو اس میں حضرت ایلیا کا آسمان سے اترنا پایا۔ مگر اس کی صورت حضرت مسیح نے یہ بیان فرمائی کہ ایلیا کا آنا حضرت یحیٰ ؑ کے آنے سے پورا ہو گیا۔ پس اسی طرح احادیث میں جو مسیح کا آسمان سے اترنا آیا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص مثیل مسیح آئے گا۔ چنانچہ وہ میں آ گیا ہوں اور مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط ہے اور وہ آیت کے صحیح مطلب کو ہرگز نہیں سمجھے۔ اس آیت زیر بحث کی صحیح تفسیر انشاء اللہ ہم بعد میں کریں پہلے مرزا صاحب کی مراد کے موافق فرض کر کے ان کے استدلال کو غلط ثابت کرتے ہیں۔

اول، اس طرح کہ اللہ نے ہم کو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم اس شرط سے کیا ہے کہ ہم کو اپنی شریعت میں وہ بات معلوم نہ ہو جیسا کہ صاف ارشاد ہے: ان کنتم لا تعلمون (یعنی اگر تم نہیں جانتے

)۔پس جب آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ ﷺ سے عیسیٰؑ کی حیات حقیقی اوررفع آسمانی اورنزول عیسیٰؑ ثابت ہے اورہمیں اس میں کوئی تردداور بےعلمی کا خدشہ نہیں تو ہم اہل کتاب کی کتابوں کی طرف کیوں رجوع کریں؟ کیا آسمانی اورحق اورمحفوظ اورغیرمحرف کتاب کو چھوڑ کر بندوں کی بنائی ہوئی اورمحرف کتابوں کے پیچھے لگنا اتستبدلون الّذی ھوادنی بالّذی ھو خیر (بقرہ:٦١)(کیاتم بہتر چیز کے بدلے ادنی چیز کو لیتے ہو؟) کا مصداق نہیں؟

دوم اس طرح کہ الیاسؑ کے آسمان پر جانے اوروہاں سے پھر اترنے کا مسئلہ قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں ۔نہ حقیقۃً اورنہ مثالاً۔پس مرزا صاحب اس پر اپنی مماثلت کی بنا نہیں رکھ سکتے۔قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ کے دوبارہ آنے کی بابت کبھی کوئی پیش گوئی نہیں کی گئی۔یہ یہودیوں کا من گھڑت عذر تھا اورنیز یہ بھی کہ یحیؑ ،حضرت الیاسؑ کے مثیل نہ تھے کیونکہ اللہ نے زکریا کو یحی کی پیدائش سے پہلے ان کی تعریف ان لفظوں سے سنائی تھی:

انّ اللّہ یبشّرک بیحی مصدّقاً بکلمةٍ من اللّٰہ و سیّداً و حصوراً وّ نبیاً مّن الصّالحین (آل عمران: ٣٩) (اے زکریا،اللہ تجھ کوایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جسکا نام یحی ہوگا وہ کلمۃ اللہ (عیسی) کی تصدیق کرنے والا ہوگا اوراپنی قوم کا سردار ہوگا اورعورتوں سے علیحدہ رہنے والا اور بہت پاکباز ہوگا اورصالحین انبیاء میں سے ہوگا)

پس اگر خدا تعالی کی طرف سے حضرت الیاسؑ کے نزول کی پیش گوئی ہوئی ہوتی اوراس کا پورا ہونا حضرت یحیؑ کے آنے سے ہوتا تو یہ امر حضرت زکریا کو ضرور معلوم ہوتا کیونکہ اس وقت آپ ہی بوجہ نبی ہونے کے کامل العلم تھے اوردوسرے لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے۔لہذا ضروری تھا کہ اللہ تعالی آپ کو حضرت یحی کی بشارت یوں سناتا کہ یہ وہ مولود مسعود ہے جو مدتوں سے منتظر وموعود ہے۔تاکہ حضرت زکریاؑ اپنے بیٹے سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے سے زیادہ خوش ہوں۔مگر چونکہ اللہ نے باوجود سب کے موجود ہونے کے اس امر کا اشارہ نہیں کیا،تو معلوم ہوا کہ نہ الیاسؑ کا نزول خدا کی طرف سے بتلایا گیا تھا اورنہ یحیؑ کا ان کا مثیل ہونا درست ہے۔

اسی طرح سورہ مریم میں حضرت یحی کی صفت میں فرمایا: لم نجعل له من قبل سمیّاً (مریم:۷)
ہم نے اس سے پیشتر اسکا ہم نام بنایا ہی نہیں

سمّی کے معنی نظیر وشبیہ اور مثیل کے بھی ہیں جیسا کہ اسی سورت میں آگے آتا ہے هل تعلم له سمیّاً (مریم:۶۵) (کیا تو کوئی ایسا شخص جانتا ہے جو اللہ تعالی کا نظیر ہو) پس جب اللہ نے یحیؑ سے پیشتر ان کا ہم نام ومثیل بنایا ہی نہیں تو اب مرزا صاحب ان کو حضرت الیاسؑ کا مثیل کس طرح قرار دیتے اور کس طرح اس پر اپنے دعوائے مماثلت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

سوم اس طرح کہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیؑ نے نہ تو مثیل الیاسؑ ہونے کا دعوی کیا، اور نہ وہ تھے۔ بلکہ یہودیوں کے پوچھنے پر اس سے صاف انکار کیا جیسا کہ انجیل یوحنا باب اول آیت ۱۹ سے ۲۱ میں لکھا ہے: اور یوحنا کی گواہی یہ تھی۔ جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔

اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔

تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟

اس نے کہا، میں نہیں ہوں۔

پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔

اس عبارت اور اس سے بعد کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یحی، جن کا انجیلی نام یوحنا ہے، کاہنوں کے سوال پر اپنے مثیل الیاسؑ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا دعوی مماثلت بالکل بے بنیاد ہے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ حضرت عیسیؑ نے یہودیوں کے اعتراض پر حضرت الیاسؑ کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی بابت حضرت یحی کا آنا پیش کیا تھا، تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ انجیل سے ثابت نہیں کہ حضرت عیسیؑ نے اپنی زبان سے حضرت یحی کو پیش کیا۔ دوم اگر تسلیم بھی کر لیں تو حضرت یحی کے اپنے انکار کے مقابلے میں ہو بہو مدعی سست گواہ چست کا معاملہ نظر آتا ہے، کیونکہ خود حضرت یحی اپنے آپ کو مثیل الیاس قرار دے سکتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ کیا پھر حضرت مسیح نے غلط جواب دیا تو اس کا جواب یہ

ہے کہ اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ معاملہ بالکل من گھڑت ہے۔

چہارم اس طرح کہ اگر بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیں کہ حضرت الیاسؑ کی نسبت پیشینگوئی کی گئی تھی اور وہ حضرت یحی کے آنے سے پوری ہوئی، تو پھر بھی یہ ایک نظیر ہی بنے گی، نہ کہ علت موجبہ کہ اس کی رو سے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی بھی اسی رنگ میں پوری ہو۔ یہ نکتہ اہل علم پر مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ دوسرا واقعہ خواہ مخواہ پہلے کی مانند ہو۔

اس سارے بیان سے واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوائے مماثلت کے متعلق جس امر کو بِنا قرار دیا تھا وہ بالکل غلط ہے اور ان کو کسی طرح مفید نہیں۔ پس اس آیت زیر بحث سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت نہ ہوسکی۔

اب ہم اس آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کا صحیح مطلب بیان کر کے ناظرین کو قرآنی نکتوں سے مسرور کرتے ہیں۔ اس آیت اور اس کے بعد کی آیتوں کے متعلق ہم صرف وہی کچھ نقل کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں جو علی مہائمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

(اے پیغمبر) ہم نے تو تجھ سے پیشتر جو رسول بھیجا ہے وہ (انسانوں میں سے) مرد ہی تھا اور بشریت اور رسالت میں کس طرح منافات ہوسکتی ہے۔ کیونکہ رسالت کیلئے تو آسمان سے اترنا شرط نہیں بلکہ صرف اسقدر کافی ہے کہ ہم ان کی طرف فرشتہ بھیجنے سے ان کو وحی کرتے رہے ہیں۔ پس اگر یہ معاملہ شیطان کے نزول سے ملتبس ہو جائے تو تم اھل الذکر کو، جو بڑے پائے کے علماء ہیں، پوچھ دیکھو اگر خود قصور نظر کے سبب اس میں فرق نہیں جان سکتے۔ اور انبیاء پر فرشتے نازل ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ بشریت سے بالکل باہر ہو جائیں کیونکہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ جسد یعنی بے جان ہو۔ اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم نے ان پیغمبروں کو پتھروں کی طرح بے جان جسم نہیں بنایا کہ کھائیں نہیں۔ کیونکہ جمادات کو ملائکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ پس صرف طعام ترک کے کر دینے سے ان کی مناسبت کامل نہیں ہوسکتی، اور یا یہ صورت ہو کہ وہ پیغمبر حیات کے کمال کی رو سے ایسے ہوں کہ مریں نہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہیں (پس کفار کا اعتراض درست نہیں)۔ پیغمبروں کیلئے تو یہی شرط ہے کہ دلائل کی رو سے ان کی سچائی ثابت کی جائے، سو ہم نے ایسا کر دیا۔ پھر ہم نے

ان کے متعلق اپنے وعدوں کے سچا کرنے سے بھی ان کو سچا ثابت کر دیا کہ ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا اور اس پر یہ دلیل ہے کہ ان کو ہم نے بچا لیا باوجود اس کے کہ وہ بھی ان ہلاک شدوں کے بیچ میں بستے تھے اور ان کے ساتھ مومنوں کو بھی بچالیا (جنکے بچانے کے متعلق ہماری مشیت ہوا کرتی ہے)

آیت فا سئلوا اھل الذکر کے متعلق صحیح تفسیر یہی ہے جو لکھی گئی۔ مرزا صاحب اس کا نہ صحیح مطلب سمجھے اور نہ انکا استدلال صحیح ہے۔ بلکہ اس آیت میں مرزا صاحب کی صریح تکذیب پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالی ان وعدوں کا سچا ہونا ضروری فرماتا ہے جو پیغمبروں کے ساتھ ان کے دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق کیے جاتے ہیں۔ اور یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جب کسی کو ڈر سناتے ہیں تو وہ اس سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر تجربہ سے طاعون کے دنوں میں کچھ ہلچل مچا کر لوگوں کو اپنی طرف کرنا چاہتے ہیں تو ان کے اپنے مخلص مرید بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے آپ کا جھوٹا ہونا عام لوگوں میں مشہور اور واضح ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح کبھی آپ زلزلہ کو دیکھ کر، کچھ اپنے تجربہ سے، اور کچھ تجربہ کار لوگوں سے سن کر دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کر دیتے ہیں اور مریدوں کو گھروں سے باہر نکلنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی باہر نکل جاتے ہیں تا کہ آپ کے ایسے فعل اور تاکیدی حکم سے دوسرے لوگوں پر کچھ اثر پڑے، مگر نہ زلزلہ آتا ہے اور نہ کچھ اور ہوتا ہے اور مفت میں آپ فضیحت اٹھاتے ہیں۔ بلکہ اس سے لوگ آپ کی تکذیب پر مزید مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

قسم سوم سے انیسویں آیت

ما آتا کم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا (حشر:۷)(رسول ﷺ جو کچھ تمہیں علم اور معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو)

اس آیت کی رو سے مرزا صاحب نے بعض احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کیا ہے اور اپنی الٹی منطق سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں۔

پہلی حدیث یہ ہے عن ابی هریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اعمار امّتی ما بین السّتّین الی السّبعین و اقلّھم من یجوز ذلك ۔رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ) یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ بہت کمتر ہوں گے، جوان سے تجاوز کریں۔

اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں :

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ۷۰ برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آ کر پھر چالیس پینتالیس برس زندہ رہیں گے۔

دوسری حدیث مرزا صاحب نے یہ پیش کی ہے:

عن جابر قال سمعت النّبیّ ﷺ یقول قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن السّاعة و انّما علمھا عند اللّٰہ و اقسم باللّٰہ ما علی الارض من نفسٍ مّنفوسة یأتی علیھا مـأة سنة وھی حیّة ۔ رواہ مسلم (روایت ہے جابر سے کہ کہا، سنا میں نے پیغمبر ﷺ سے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں کہ اس پر سو برس گذریں اور وہ زندہ رہے)

چونکہ مرزا صاحب جانتے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ علی الارض کی قید کے ہمارے مفید مطلب نہیں بیٹھ سکتی اس لئے اس کے معنی بدلنے اور خلاف مراد تاویل کرنے میں انہوں نے بہت زور لگایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو، وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے تا کہ آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہے۔

اس آیت زیر بحث اور دونوں حدیثوں کے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی رفع

آسمانی اور آپ کا نزول آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے اور ان آیات واحادیث میں ان کی موت کا کوئی ذکر نہیں۔ مرزا صاحب کا اپنا نیا اجتہاد اور رائے وقیاس نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہوسکتا

دیگر یہ کہ اس آیت کے ترجمے میں مرزا صاحب نے علم ومعرفت کی تخصیص کہاں سے نکالی؟ کیونکہ اگر آیت کے ماقبل پر نظر کریں تو ذکر فئے اور غنیمت کا چلا آ رہا ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ غنیمت اور فئے میں جو کچھ تم کو رسول اللہﷺ دیں، اسے لے لو۔

اور اگر کلمہ ما کے ابہام اور عموم پر نظر کریں، تو ہر معاملہ میں خواہ علم کے متعلق ہو، خواہ عمل کے، خواہ کسی امر کے فیصلے کے ہو، اس آیت کا حکم لیا جائے گا۔ پس اس آیت کی رو سے تو عیسیٰؑ کا آسمان پر ہونا اور اس سے نازل ہونا ثابت کرسکتے ہیں کیونکہ احادیث میں آپ کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح موجود ہے۔ لہذا یہ آیت ہمارے مفید مطلب ہوئی، نہ کہ مرزا کے۔

سوم یہ کہ ساٹھ ستر سال عمر کی حدیث سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کرنی عجب طرح کی بے استادی ہے کیونکہ اول تو حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ بعض کی عمر اس سے زیادہ بھی ہوگی۔ اور اس زیادتی کی انتہائی حد نہیں بتائی کہ عیسیٰؑ کی عمر کو اس سے متجاوز سمجھ کر آپ کو فوت شدہ تصور کرلیں، اور عمر طبعی کی تردید پیچھے مفصل گزر چکی ہے۔ دیگر یہ کہ امتی کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہﷺ یہ سب کچھ اپنی امت کے لوگوں کی بابت فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ آپ کی امت کے لوگوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ مستقل نبی ہیں اور نزول کے وقت نبی ہی ہوں گے۔ مطلق خلافت دیگر امر ہے اور امت میں سے ہونا دیگر امر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا امت میں سے نہ ہونا حدیث صحیح مسلم سے بصراحت ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہے گا اور اپنے مخالفوں کے مقابلے میں غالب رہے گا، پس حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو جو شخص اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ کہے گا کہ آیئے حضرت ہمیں نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰؑ جماعت کرانے سے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تمہارا امام تم ہی سے ہے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو بخشی ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اس امت کے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے، ورنہ (

امامت نہ کرانے کا) یہ عذر ٹھیک نہیں۔اس حدیث سے مرزا صاحب کی مماثلت کا رنگ بھی اڑ گیا کیونکہ مسیح موعود اس امت کے لوگوں میں سے نہیں۔اور مرزا صاحب اس امت کے لوگوں میں سے تھے۔پس اس حدیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کی عمر کو کم سمجھنا سخت غلطی ہے۔دیگر یہ کہ عیسیٰؑ کی آسمانی زندگی زمینی زندگی میں معدود نہیں جیسا کہ و کھلاً میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے اس امت میں سے نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے مرزا بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بات ان کی اپنی عبارت سے ظاہر ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔

شمار ہی میں آ جانا اور فی الحقیقت ہونے میں فرق ظاہر ہے۔پس ہمارا مطلب ثابت ہے دیگر یہ کہ اگر بالفرض مرزا کی اس بارے میں ساری باتیں مان بھی لیں تو بھی ان کی مراد پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ اس حدیث کی رو سے وفات مسیح کی بنا مرزا صاحب کے قیاس ورائے پر ہے اور آپ ؑ کے نزول عینی کی بنا صحیح حدیث کی تصریح سے ہے پس عیسیٰؑ اس حدیث کے حکم سے مستثنی رہیں گے۔

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں کلمہ علی الارض شہادت دے رہا ہے کہ یہ حکم ان زندہ چیزوں کے بارے میں ہے جو زمین پر موجود ہیں اور عیسیٰؑ آسمان پر ہیں اس لئے اس حدیث کے حکم میں نہیں آ سکتے ۔اور مرزا صاحب کا علی الارض کے معنی زمینی مخلوق کرنا زبان عربی کے محاورات کے خلاف ہے۔مرزا صاحب نے لکھتے وقت صحیح مسلم کی شرح پر تو نظر کر لی ہوتی تا کہ آپ کو علی الارض کے استعمال کا موقع معلوم ہو جاتا۔مرزا صاحب خوب پہچانتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی اس لئے ادھر ادھر سے کھینچ تان کر کے حدیث کے مطلب کو بگاڑنا چاہا ہے۔مگر اہل علم پر آپ کا دھوکہ اور مغالطہ مخفی نہیں رہتا۔

قسم سوم سے بیسویں آیت

قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولاً

(یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر دکھلا۔تب ہم ایمان لائیں گے۔ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالابتلاء میں کھلے کھلے نشان دکھلاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں مگر ایک آدمی)

مرزا صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کی پابندی نہیں کی۔اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے۔اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا۔اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہذا قطعی اور یقینی امر یہی ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے حضرت یحیٰؑ اور حضرت آدمؑ اور حضرت ادریسؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ:

جس طرح معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کو یہ نبی ملے اسی طرح عیسیٰؑ بھی ملے۔پس جس طرح موت کے بعد یہ سب اٹھائے گئے اسی طرح عیسیٰؑ بھی موت کے بعد اٹھائے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے معراج کی رات میں دیگر انبیاء سے ملاقات کرنے اور حضرت عیسیٰؑ سے بھی ملاقات کرنے کا بیان بالتفصیل پہلے گذر چکا ہے۔اب اس آخری آیت زیر بحث کا جواب سنئے کہ مرزا نے اس آیت کے ماقبل پر نظر نہیں کی اور نہ اسکی صحیح تفسیر سمجھی ہے،صرف اپنی پرانی عادت یعنی خواہش نفسانی سے جس طرح چاہا،قرآن مجید کے مطلب کو بگاڑ کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہا ہے

تفصیلی بیان اس اجمال کا یہ ہے کہ سوالات کفار جن کے جواب میں کلمہ جامعہ هل کنت الّا

بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے، یہ ہیں :

و قالوا لن نؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً او تکون لك جنّة مّن نّخیل و عنبٍ فتفجر الانهار خلالها تفجیراً او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللّٰه و الملائکة قبیلاً او یکون لك بیت من زخرفٍ او ترقی فی السّماء و لن نؤمن لرقیّك حتّی تنزل علینا کتاباً نقرؤه ۔ قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولا (بنی اسرائیل: ۹۰۔۹۳) (کفار کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمے جاری کردے۔ یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں، یا تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا برسا دے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آئے یا تیرے لئے کوئی گھر سونے کا بنایا ہوا ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو نہیں مانیں جب تک کہ وہاں سے کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ اے پیغمبر ان کو ان کے سوالات کے جواب میں یہی کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے (کہ کوئی اس پر زور و تحکم کرے) میں تو صرف ایک بندہ اور رسول ہوں)

ان آیات میں کفار کی ان اقتراحات کا ذکر ہے۔ اول، آنحضرت ﷺ کا اعجازی قوت سے زمین میں چشمے جاری کرنا۔ دوم۔ آپ کیلئے خرما و انگور کے باغ کا موجود ہونا۔ اور اس میں نہروں کا بہتے ہونا۔ سوم، آسمان کا ٹکڑا عذاب کیلئے گر پڑنا۔ چہارم، اللہ اور ملائکہ کی ضمانت، تصدیق یا ان کو سامنے لانا۔ پنجم، آپ ﷺ کیلئے سونے کا محل ہونا۔ ششم، آپکا آسمان پر چڑھ جانا اور وہاں سے کتاب اتارنا جسے کفار پڑھ لیں۔

یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ ان سب سوالات کے جوابات میں ایک ہی کلمہ سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولاً تعلیم کیا ہے۔ اگر یہ جواب امر ششم یعنی آسمان پر چڑھ جانے کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے تو باقی سب امور بھی مستبعد و ناممکن ماننے پڑینگے کیونکہ جملہ سوالات کا ایک ہی جواب سکھایا ہے ۔پس واضح ہو کہ ان کل امور کا ممکن اور غیر ممتنع ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اور ایسے خوارق کا ذوات بابرکات انبیاء سے باذن الٰہی واقع ہونا محل استبعاد نہیں کیونکہ معجزہ یعنی خرق عادت ممکن ہے۔ پہلے ہم ان سب امور کا قرآن سے ممکن ہونا ثابت کرتے ہیں اور پھر قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولاً کی صحیح

تفسیر بیان کرینگے اوراس کے بعد یہ ذکر کرینگے کہ با وجودان امور کے ممکن ہونے کے پھر کفار کی طلب پوری کیوں نہ کی گئی۔

امراول۔یعنی پیغمبر برحق کے معجزے سے زمین میں سے چشموں کا پھوٹ پڑنا آیت فانفجرت منه اثنتا عشرة عيناً (بقرہ :٦٠) سے ثابت ہے۔یعنی موسیٰؑ کے معجزہ سے پتھر پرعصا مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑنا،اوراسی طرح رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے فوارے جاری ہو پڑنا،اور نیز حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی ضربوں سے آب زمزم کا پیدا ہونا امر مطلوب کے ممکن ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے۔اوران ہردو واقعات کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے ۔

امر دوم اور پنجم یعنی پیغمبر برحق کیلئے باغات وانہار ومحلات کے میسر ہونے کی دلیل بھی قرآن شریف سے ثابت ہے۔چنانچہ سورہ فرقان میں کفار کے اس سوال کو ذکر کر کے فرمایا:

تبارك الّذی ان شاء جعل لك خيراً من ذلك جنّات تجر ی من تحتها الانهار و يجعل لّك قصورا (فرقان: ١٠)(وہ اللہ بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تیرے لئے ایک چھوڑ کئی باغات ان باغوں سے بہتر مہیا کر دے کہ انکے نیچے نہریں بھی چلتی ہوں اور تجھے ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کر دے)

نیز حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی اوران کیلئے جڑاؤ شیش محل کا میسر ہونا سورہ نمل میں مذکور ہے۔اور اسی طرح شیاطین کا آپ کیلئے مسخر ہونا اور آپ کیلئے سمندروں میں سے بیش بہا موتی نکالنا اور طرح طرح کے مکلّف اسباب خانگی تیار کرنا سورہ انبیاء،سبا اورص میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ!انبیاء تو بہترین خلائق ہوتے ہیں ان کیلئے خزانہ الٰہی میں کس چیز کی کمی ہے یہ اسباب تو دیگر افراد بنی نوع بلکہ کفار کیلئے بھی اس دنیا میں میسر ہو سکتے ہیں بلکہ بعض کو حاصل ہیں چنانچہ سورہ زخرف اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا:

ولولا ان يّكون النّاس امةً وّاحدة لّجعلنا لمن يّكفر بالرّحمن لبيوتهم سقفاً من فضّةٍ ومعارج عليها يظهرون و لبيوتهم ابوا باً و سرراً عليها يتكئون و زخرفا (زخرف :٣٣۔٣٥) (اوراگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ کفر ہی پر کمر باندھ لیں گے تو ہم منکرین کے گھروں کی چھتیں

اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ سب کچھ چاندی کے کر دیتے اور اسی طرح دیگر اسباب بھی کچھ سونے کا عطا کر دیتے)

اس آیت میں کفار کیلئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور تخت اور تکیہ گاہ اور دیگر اسباب طلائی میسر ہو سکنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ ان اسباب کا حاصل کر لینا (بتوفیقہ تعالی) طاقت بشری سے خارج نہیں ہے۔ پس جب عامہ خلائق کیلئے ممکن ہوا تو انبیاء جو خواصِ دربار ایزدی ہوتے ہیں ان کے حق میں کس طرح محال ہوگا۔ خواص کا ایسے اسباب فانیہ کو محبوب نہ جاننا امر دیگر ہے اور ان کے حق میں معاذ اللہ محال و مستبعد ہونا امر دیگر ہے۔

امر سوم ، یعنی آسمان سے کوئی ٹکڑا عذاب کے طور پر نازل ہونا کفار کے مقولہ کما زعمت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ان کو اس عذاب سے ڈرایا تھا جس پر کفار نے مطالبہ کے وقت اس کا حوالہ دیا اور وہ ڈر جوان کو سنایا تھا سورہ سبا میں مذکور ہے:

ان نشأ نخسف بهم الارض او نسقط علهم كسفاً من السّماء (سبا: ۹) (اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل کر دیں)

اسی طرح سب آسمانوں اور زمین کا سقوط و زوال ممکن ہونا کئی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

انّ اللّه يمسك السّماوات والارض ان تزولا ولئن ذالتا ان امسكهما من احدٍ من بعده (فاطر: ۴۱) (آسمان اور زمین کو صرف اللہ تعالی ہی نے تھاما ہوا ہے اور اگر وہ نہ تھامے اور وہ گرنے کو ہوں تو کوئی بھی نہ تھام سکے)

بلکہ قیامت کو یہ سب آسمان و زمین فنا کر دیئے جائیں گے اور یہ امر قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ تبدیل زمین و آسمان کی نسبت سورہ ابراہیم میں فرمایا:

يوم تبدّل الارض غير الارض و السّماوات (ابراہیم: ۴۸) (جس دن زمین و آسمان نئے تبدیل کیئے جائیں گے)

پس آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب نازل ہونا بھی ناممکن ومحال نہ ہوا۔

امر چہارم: یعنی اللہ اور ملائکہ کو ضامن کر کے صداقت نبوت کو ثابت کرنا، اس میں کون سا استبعاد ہے ۔قرآن اس سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لٰکنّ اللّٰہ یشھد بما انزل الیك انزلہ بعلمہ و الملائکۃ یشھدون و کفی باللّٰہ شھیداً (نساء :۶۶)(اللہ تعالیٰ تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے اس قرآن کو تجھ پر اپنے علم سے سچ سچ نازل کیا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں اور شہادت کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے)

اور اگر قبیلاً بمعنی قبلاً سمجھیں تو بھی مستبعد نہیں کیونکہ اتیان باری بکیفیۃ تلیق بشانہ العظیم ممتنع بالغیر ہے اور ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوتا ہے جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات:

ھل ینظرون الّا ان یأتیھم اللّٰہ فی ظلل مّن الغمام و الملائکۃ (بقرہ:۲۱)

اور جاء ربّك و الملك صفّاً صفّاً (فجر:۲۲) وغیرھما، اور احادیث نزول باری سبحانہ۔

امر ششم ۔یعنی آسمان پر بارادہ ءالٰہیہ چڑھ سکنا عامہ بشر بلکہ کفار کے حق میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ حجر کے شروع میں فرمایا:

و لو فتحنا علیھم باباً مّن السّماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انّما سکّرت ابصارنا بل نحن قوم مّسحورون (حجر:۱۴۔۱۵)(اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ اس میں دن ہوتے چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے)

پس عباد صالحین وحضرات مرسلین جو بہت اعزو اکرم ہیں، ان کے لئے کس طرح محال ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کتاب کا لکھی ہوئی صورت میں آسمان سے اتر سکنا سورہ انعام کی آیت سے ثابت ہے، جیسا کہ فرمایا :

ولو نزّلنا علیك کتاباً فی قرطاسٍ فلمسوہ بایدیھم لقال الّذین کفروا ان ھذا الّا سحر مّبین (انعام:۷)اور اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کریں اور یہ کفار اس کو اپنے ہاتھوں

سے ٹٹول بھی لیں تو بھی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

الغرض یہ سب آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ امور مسئولہ کفار ممکن و غیر ممتنع ہیں۔ تو پھر آیت سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً سے عذر استحالہ کس طرح بجا ہے؟ اس صورت میں تو قرآن حکیم میں تعارض ہوگا و ھذا باطل۔ اگر اسی آیت کو بغور دیکھیں تو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار معترضین کو اس امر کا علم تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں او ترقی فی السّماء کے بعد و لن نؤمن لرقیّك حتّی تنزّل علینا کتبا نقرأہ اسی لئے کہا کہ آپ پچھلے معراج کا حوالہ نہ دے دیں۔ مزید برآں کفار کا سوال کرنا ہی اس امر پر دال ہے کہ وہ امور خارقہ عادات کا ظہور ذوات بابرکات انبیاء سے ممکن جانتے تھے اسی لئے یہ امور پیش کئے کہ اگر آپ ان ممکنات کو واقعات کر دکھائیں تو آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کریں گے۔

پھر اگر یہ سوال ہو کہ اگر سب امور مقترحہ ممکنات میں سے ہیں تو سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً کی صحیح تفسیر، جس سے یہ جواب ہر امر کے ساتھ منطبق ہو جائے، کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی صحیح تفسیر جس کی دوسری آیات مؤید و مصدق ہیں، یہ ہے جو تفسیر ابن کثیر و سراج منیر سے نقل کی جاتی ہے:

و قوله تعالی: سبحان ربّی ھل کنت الّا بشرا رّسولاً ۔ ای سبحانه و تعالی و تقدس ان یتقدم احد بین یدیه فی امر من امور سلطانه و ملکوته بل ھو الفعال لما یشاء ان شاء اجابکم الی ما سألتم وان شاء لم یجبکم وما انا الّا رسول الیکم ابلّغکم رسالات ربّی و انصح لکم و قد فعلت ذلك و امرکم فیما سألتم الی اللّه عزّ و جلّ (ابن کثیر) (اس آیت سبحان ربّی ...کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس کی بادشاہی میں پیش دستی یا اس کے سامنے بڑھ کر بات کر سکے، بلکہ جس امر کو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ پس اگر وہ چاہے گا تو تمہارا سوال قبول کرے گا ورنہ نہیں۔ اور میں تو صرف اس کے حکم کا مطیع اور اس کا رسول ہوں۔ میرا کام صرف تبلیغ رسالت ہے جو میں کر چکا اور جو کچھ تم نے سوال کئے ہیں ان کا معاملہ خدا کے

سپرد ہے)

اسی تفسیر سراج منیر میں بھی بوضاحت اس امر کو محقق کیا ہے: و لما تم تعنتهم و كان لسان الحال طا لباً من اللّٰه تعا لى الجوا ب عنه امر اللّٰه تعالى بجوابهم بقوله قل اى لهئولاء البعداء الا شقياء شبحان ربّى اى تعجباً من اقترا حا تهم تنز يهاً للّٰه من ان يا تى ا حد يتحكم عليه او يشاركه ا حد فى القدرة و قرأ ابن كثير...بصيغة الماضى والبا قون قل بصيغة الامر و هل كنت الا بشراً رّسولّا كما كان من قبلى من الرّسل وكانوا لا يأتون قومهم الا بما يظهره اللّٰه على ايديهم بما يلائم حال قومهم ولم يكن امر الآيات اليهم و لا لهم ان يتحكموا على اللّٰه حتّى يتخيروها هذا هو الجواب المجمل و اما التّفصيل فقد ذكر فى آيات اخر كقوله تعالى ولو نزّلنا عليك كتا باً فى قرطاسٍ فلمسوه بايد يهم و لو فتحنا عليهم با باً ۔ و نحو ذلك

(اور جس وقت کفار کی سرکشی اور کج بحثی حد کو پہنچ گئی تو آپ ﷺ کی زبان حال اللہ تعالی سے اس بات کا جواب طلب کر رہی تھی ۔ پس اللہ نے جواب سکھایا کہ ان بدبختوں سے کہو کہ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی محض اس پر حکم وزور کر سکے یا قدرت میں اس کا شریک ہو سکے میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں کر سکتا کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں اور مجھ سے پہلے جتنے رسول ہوئے تھے اپنے اختیار سے کوئی بھی معجزہ نہ دکھا تا تھا بلکہ صرف وہی جو اللہ تعالی ان کے ہاتھ پر ظاہر کرے اور ان کی قوم کے حال کے موافق ہوں ۔ اور معجزات کا دکھانا رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا تھا ۔ اور نہ ان کو یہ قدرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالی پر حکم اور زور کر کے اپنی مرضی سے معجزے طلب کریں ۔ اس آیت میں یہ جواب مجمل دیا گیا ہے اور تفصیل کے ساتھ دیگر مقامات میں مذکور ہے مثلاً آسمان سے کتاب اتارنے کا جواب سورہ انعام میں فرمایا گیا کہ اگر ہم تجھ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے اور منکر لوگ اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تو بھی یہ منکر اس کو جادو کہہ کر انکار کر دیتے ۔ اور آسمان پر چڑھنے کا جواب سورہ حجر میں فرمایا: کہ اگر ہم ان کفار کے لئے آسمان کا دروازہ بھی کھول دیں اور یہ لوگ اس پر چڑھ بھی جائیں تب بھی یہ منکر کہیں گے کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے ۔ اور اسی طرح اور سوالات کے تفصیلی

جواب دیگر آیات میں دیئے ہیں)

تفسیر سراج منیر نے تو بے شک ظلمات و وساوس و شبہات کو دور کر دیا اور قلب مومن کو منور کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ امر ممتنعات میں سے نہیں بلکہ اعراض صرف ان کے تعنت کی وجہ سے ہے۔ اور نیز یہ کہ یہ جواب مجمل سب امور مسئولہ عنھا کا جواب ہے اور ہر امر کا بالتفصیل جواب دیگر آیات میں مذکور ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر دو امر صعود الی السّماء اور تنزیل کتاب کے امکان میں وہی آیتیں ذکر کیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور باقی امور کے جواب کی تفصیل کی طرف و نحو ذلك سے اشارہ کر دیا کہ طالب تفصیل خود قرآن میں تدبر کر کے ڈھونڈ لے۔ تفسیر کبیر میں بھی اس جواب کی اسی طرح تقریر کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

ان یّقال اما ان یّکون مرادکم من هذا الاقترا ح انکم طلبتم الاتیا ن من عند نفسی بهذه الا شیاء او طلبتم من ان اطلب من اللّٰه تعا لی اظهارها علی یدی لتدلّ علی کونی رسولا حقاً من عند اللّٰه والاول باطل لانّی بشر والبشر لا قدرة له علی هذه الاشیاء الثّانی ایضاً باطل لانّی قد اتیتکم بمعجزة واحدة وهی القرآن والدّلالة علی کونها معجزة فطلب هذه المعجزات طلب لما لا حاجة الیه ولا ضرورة فکان مجری التعنت و التحکم و انا عبد مامور لیس لی ان اتحکم علی اللّٰه فسقط هذا السّوال فثبت ان قوله قل سبحان ربّی هل کنت الا بشرا رّسولاً جوا ب کاف فی هذا البا ب

(اس جواب کی تقریر اس طرح ہے کہ کفار کے سوال کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ان امور کو اپنے اختیار سے کر دکھاؤں۔ دوم یہ کہ اللہ سے طلب کروں کہ وہ میری صداقت کیلئے ان امور کو ظاہر کرے۔ پس یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلی تو اس لئے کہ میں بشر ہوں اور اپنے اختیار سے ان اشیاء پر قادر نہیں ہوں۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ معجزہ تو میں تمہارے پاس لا چکا ہوں کیونکہ یہ قرآن میری نبوت کی تصدیق کیلئے کافی معجزہ ہے پس تمہاری معجزہ کی طلب محض تعنت اور تحکم ہے اور میں تو اللہ تعالی کا مطیع بندہ ہوں۔ میں اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ تحکم اور زور سے کوئی امر اس سے طلب کروں۔ پس یہ سوال کفار مردود ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قل سبحان

ربّی هل کنت الّا بشرا رّسولاً اس بارے میں کافی جواب ہے)

جو تقریر مفسرین سے اس جواب کے بارے میں نقل کی گئی ہے وہ بالکل حق اور مراد الٰہی کے عین مطابق ہے اور دیگر آیات اس کی تائید کرتی ہیں۔ پس یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ اصل اس سارے مضمون کا و ما کان لرسولٍ ان یّأ تی بآیة الّا باذن اللّٰه (مومن: ۷۸) (کوئی رسول بغیر اذن الٰہی کوئی نشان و معجزہ نہیں دکھا سکتا) ہے کیونکہ معجزہ مقدور بشر سے خارج شئے کا نام ہے اور رسول بھی بوجہ بشر ہونے کے بذات خود بالاستقلال خرق عادت پر قادر نہیں ہوتے۔

ایسے امور جن سے دیگر عاجز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول برحق کے دست مبارک پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس کی صداقت کے دلائل ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت روح اللہ اپنی رسالت کی صداقت کے بارے میں انّی اخلق لکم من الطّین .. ا لآیة اور موسیٰؑ اپنی رسالت کی تصدیق میں فرعون کے سامنے او لو جئتك بشیءٍ مبین فرماتے ہیں۔ اور فرعون اس پر طلب کرتا اور کہتا ہے فأت به ان کنت من الصّاد قین۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے رسولوں کے وسیلے کچھ عجائب جو مقدورِ بشر سے خارج ہوں، ظاہر کیا کرتا ہے۔ یہ انکے صدق پر دلیل ہوا کرتے ہیں اور ایسے عجائب کوئی رسول بغیر اذنِ الٰہی کے دکھا نہیں سکتا۔

اب قرآن کے چند مقامات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں اسی طرح کفار نے اقتراحی آیات کا مطالبہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہی جواب تعلیم کیا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میرا کام اتباع وحی اور تبلیغ رسالت ہے۔ معجزات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ چاہے تو دکھائے ورنہ نہ دکھائے۔ اس میں اس پر میرا کوئی تحکم و تغلب تو نہیں کہ بزور معجزہ طلب کروں چنانچہ فرمایا: و اذا لم تأتهم بآیةٍ قالوا لولا اجتبیتها قل انّما اتّبع ما یوحی الیّ من رّبّی هذا بصائر مّن رّبکم و هدی وّ رحمةً لقوم یؤمنون و اذا قریء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون (اعراف: ۲۰۳-۲۰۴) (جس وقت تم ان کو ان کی طلب کے موافق کوئی معجزہ نہیں دکھاتے تو یہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں از خود بنا لیتا۔ ان کو جواب دو کہ میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے کافی معجزہ ہے اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہے اور جب میں اس کو پڑھا کروں تو تم اس کو چپ چاپ غور سے سنا کرو کہ تم بھی مومن ہو کر

رحمت میں داخل ہوجاؤ)

دیکھواس آیت میں کیسے صاف طور پر فرمادیا کہ ان سے کہہ دو کہ میں امر الٰہی کے تابع ہوں۔اپنی حول وقوۃ سے کچھ نہیں دکھا سکتا۔اور منصب تبلیغ رسالت سے ہرگز سر مو تجاوز نہیں کرسکتا اور اگر تمہاری غرض طلب آیات سے طلب حق ہے اور ہدایت حاصل کرنا ہے تو تصدیق رسالت کیلئے قرآن کافی دلیل ہے۔اسے غور سے چپ چاپ سنتے رہو امید ہے کہ تم کو ہدایت نصیب ہوجائیگی۔اسی طرح دوسری جگہ سورہ عنکبوت میں فرمایا:

وقالوا لولا انزل علیه آية من ربّه قل انّما الآيات عند اللّٰه و انّما انا نذیرمّبین او لم یکفهم انّا انزلنا علیك الكتاب یتلی علیهم انّ فی ذلك لرحمة وّ ذکری لقوم یّومنون (عنکبوت: ۵۰۔۵۱)(اور یہ کفار کہتے ہیں کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔اے پیغمبر! تم ان سے کہہ دو کہ معجزات تو اللہ تعالی کے اختیارات میں ہیں۔میں تو ایک ڈرسنانے والا۔اے پیغمبر ﷺ! کیا ہم نے ان پر ایسی کتاب نازل نہیں کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے اور ان کو تصدیق رسالت کے لئے اعجازی رہبری کرتی ہے۔پس وہ رسالت کا کافی ثبوت ہے اور مومنین کے لئے موجب رحمت ونصیحت ہے)

ناظرین! غور کریں کہ سورہ اعراف کی آیات اور یہ آیات کیسے بالاتفاق ایک ہی مضمون کو ادا کرتی ہیں۔اور یہ جواب کچھ ہمارے رسول ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیائے سابقین سے بھی یہی منقول ہے۔اورانہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم اپنی مرضی سے بغیر اذن الٰہی نشان نہیں دکھا سکتے۔چنانچہ سورہ ابراہیم میں فرمایا: و ما كان لنا ان نأ تيكم بسلطان الّا باذن اللّٰه (ابراہیم:۱۱)(ہم بغیر اذن الٰہی کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے)۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوگیا کہ کفار کے اقتراح آیات کے جواب میں قل سبحان ربّی هل كنت الّا بشرا رسولا کی تعلیم کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ یہ امور ناممکن تھے بلکہ یہ تعلیم کیا گیا کہ اللہ تعالی اس امر سے پاک ہے کہ اپنی سلطنت میں کسی کی مرضی پر انتظام کرے یا کوئی شخص اس پر تحکم کرے اور حسب اقتراح اس سے آیات طلب کرے۔اگر غرض ان کفار کی طلب حق ہے تو تصدیق رسالت کیلئے کافی دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور دلیل کافی پر زیادتی طلب کرنا تعنّت وتحکم ہوتا ہے۔پس اس سے اعراض کرنا چاہیے اور منصب

رسالت کوملحوظ رکھنا چاہیے۔ مطلب اس آیت کا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔ خوش فہم لوگوں نے اور کا اور سمجھ لیا اور کہاں کی کہاں بے تکی ہانک دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ امور ممکن تھے اور نبی برحق کے معجزہ سے بعید نہ تھے تو پھر کیوں ان کو پورا نہ کر دکھایا تو اس کا جواب وہ ہے جو اجمالاً اوپر گذر چکا، اور وہ خود قرآن شریف نے تعلیم کیا ہے کہ قرآن شریف تصدیق رسالت کے لئے کافی ثبوت ہے، اس پر غور کرو تو تمہارا مطلب و مقصود پورا ہو جائے گا۔ یہ ضرور نہیں کہ جو کچھ تم کہتے جاؤ اور احتمالات بعیدہ سے رد کرتے جاؤ، میں ہر روز اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ رسول مدعی رسالت جو کچھ پیش کرتا ہے اسے دعوائے رسالت سے مناسبت و تعلق ہے یا نہیں۔ اور وہ اثبات نبوت کیلئے کافی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اس پر زیادتی کیوں طلب کی جاتی ہے۔ معجزے سے غرض تو یہ ہے کہ تصدیق رسالت کی طرف ہدایت ہو سکے۔ پس قرآن شریف اپنے اعجاز سے تم کو ساکت و ملزم کر رہا ہے اور تصدیق رسالت کیلئے بصدائے بلند پکار رہا ہے محمّد رسول اللّٰہ۔

آیات مذکورہ سے ناظرین کے خاطر نشین ہو گیا ہوگا کہ کفار مکہ کے متعنتانہ سوال کے جواب میں اللہ تعالی نے تصدیق رسالت محمدی کیلئے قرآن شریف کو پیش کیا ہے۔ آپ کے مزید اطمینان کیلئے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ بنی اسرائیل میں جن سوالات کے جواب میں سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رسولاً تعلیم کیا گیا ہے ان آیتوں کے پہلے بھی قرآن مجید کے معجز اور بے مثل ہونے کو بڑے ہی پر زور دعوی اور تحدی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے پیغمبر ﷺ ان کو سنا دو:

قل لّئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعضٍ ظهیراً و لقد صرّفنا فی هذا القرآن للنّاس من کلّ مثل فابی اکثر النّاس الّا کفوراً ۔ و قالوا لن نّؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا ۔ او تکون لك جنّة من نخیل وعنب فتفجّر الانهار خلالها تفجیراً ۔ او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی باللّٰه و الملائکة قبیلاً ۔ او یکون لك بیت مّن زخرف او ترقی فی السّماء ۔ ولن نؤمن لرقیّك حتی تنزل علینا کتابا نقرأه۔ قل

سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً (بنی اسرائیل:۸۸۔۹۳)

(اگر تمام انسان اور جنّ جمع ہوکر اور ایک دوسرے کی امداد پر کمر باندھ کر کوشش کریں کہ اس قرآن کی نظیر بھی لا سکیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں ہے مگر اکثر لوگ انکار ہی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیری بات ہم کبھی نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے چشمے نہ جاری کردے یا کھجوروں اور انگوروں کے تیرے باغ ہوں پھر تو ان کے درمیان نہریں چیر چیر کر جاری کردے۔ یا جیسا تو کہتا ہے آسمان ہم پر گرادے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردے ۔ یا تیرا گھر سونے کا بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ہم تیرے اوپر چڑھنے کو بھی باور نہ کرینگے جب تک تو اوپر سے ایک کتاب ہمارے پاس نہ لاوے جس کو ہم پڑھیں ۔اے پیغمبران کو کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے، میں تو صرف ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں)

آیت ماقبل کو ساتھ ملانے سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سورہ بنی اسرائیل میں بھی سورہ اعراف اور سورہ عنکبوت کی طرح طلب معجزات کے جواب میں قرآن شریف ہی پر کفایت کی گئی ہے۔ پس اس جواب سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسو لاً کو جن معنوں میں مرزا صاحب نے لیا تھا وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس جواب کا صحیح مطلب وہی ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ سے پیشتر گذر چکا ہے۔

تمّ و الحمد للّٰہ الّذی بنعمته تتمّ الصّا لحات ۔

(شھادۃ القرآن مصنفہ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی مختصراً نقل مکمل ہوئی۔ بہاء)

قادیانی خلیفہ اور ہم

مولانا محمد ابراہیم ؒ میر سیالکوٹی، شیخ الاسلام مولانا امرتسری ؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مکرمی جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے جناب مولوی نور الدین صاحب مقیم قادیان سے اُن کی ایک تحریر کے متعلق خط وکتابت کی تھی جس کا جواب انہوں نے باوجود دوبارہ یاددہانی کے نہیں دیا، لہذا اب اسے پبلک میں شائع کرنا مناسب ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے اپنے اخبار گوہر بار کے ایک گوشہ میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خط نمبر ۱۔ از جانب خاکسار ابراہیم ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا ہے۔ اس میں بعض امور قابل استفسار ہیں۔ امید ہے کہ آپ تکلیف گوارا کر کے اُن کی نسبت تسلی بخش تحقیقی نہ تقلیدی واعتقادی جواب ممنون فرماویں گے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’مرزا نے دعویٰ مکالمہ الٰہیہ کا کیا مگر اس دعویٰ کی بنا اس پر تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں الآن کما کان ہے۔ پس اگر وہ پہلے کسی سے بولتا اور کلام کرتا تھا تو اب وہ کیوں نہیں بولتا اور اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم میں دعا ہے کہ الٰہی انبیاء، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کی راہ عطا فرما اور ان راہوں میں ایک راہ مکالمہ بھی ہے۔ پس اگر ہم مکالمہ کے مدعی ہیں تو کیا کفر کیا؟۔‘‘

اس عبارت میں آپ نے مکالمہ الٰہیہ کے اجراء کی دو وجہیں بیان کی ہیں ایک عقلی مگر از ورئے نقض دیگر نقلی بحوالہ آیت۔ پہلی وجہ آپ کے دعویٰ کی مثبت بدو وجہ نہیں۔ اول اس لیے کہ اگر آپ کو یا کسی کو اس کیوں کا جواب معلوم نہ ہو تو اس عدم علم کی بنا پر آپ بخلاف آیت وخاتم النّبیّین اجرائے

مکالمہ نبوت نہیں کر سکتے۔ دوم اس لیے کہ مطلق مکالمہ محل نزاع نہیں بلکہ محل نزاع مکالمہ نبوت ورسالت ہے پس دلیل ناتمام ہے۔

دوسری دلیل نقلی میں جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس سے مراد ابرار کی راہ چلنا ہے نہ کچھ اور۔ صراط سے مراد وہ طریق عمل واعتقاد ہے جس پر وہ لوگ گذرے۔ نہ یہ کہ مکالمہ بھی ایک راہ ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ومکالمہ دعا سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس میں کسی رغبت وخواہش کو دخل نہیں۔

(۲) روایت لا مھدی الّا عیسی کو آپ نے صحیح لکھا ہے۔ اس کی تصحیح درکار ہے۔ اصول محدثین پر جواب ہو۔

(۳) نبوت تشریعی کے ختم اور نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل از کتاب وسنت بر طریق محدثین مطلوب ہے۔ مہربانی کر کے جواب اقوال الرجال سے نہ ہو۔ والعمدۃ ھی البرھان والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار ابراہیم۔ شہر سیالکوٹ۔

یہ خط ۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء کو حکیم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا جواب نہ آیا تو دوسرا خط بطور یاددہانی لکھا:

جناب حکیم صاحب! اخبار بدر مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۸ء میں صفحہ ۵ پر آپ کا ایک خط بنام ایڈیٹر البیان طبع ہوا تھا۔ اس میں خاکسار کو بعض امور قابل استفسار نظر آئے تھے۔ سو اُن کے متعلق ۲۰ ستمبر کو آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ آج ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ء تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اتنے عرصہ میں کئی دفعہ ارادہ ہوا کہ خاکسار اپنے استفسارات کو پبلک میں شائع کر دے لیکن ہر بار یہی مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ اور آپکی خدمت میں لکھ کر دریافت کروں کہ آپ اُس خط کا جواب دیں گے یا نہیں؟

اگر وہ خط آپ کو نہ ملا ہو یا گم ہو گیا ہو تو تحریر فرما دیں۔ تا کہ دوبارہ لکھا جاوے، مجھے امید ہے کہ آپ اس خط پر ضرور توجہ فرماویں گے کیوں کہ وہ استفسارات آپ کے مذاق کے موافق ہیں اور علمی

ہیں۔اور اُن پر آپ جیسے عالم کے علم سے روشنی پڑنی مناسب ہے (یہ بھی آپ کا حسن ظن ہے، وہاں تو جب سے دجال کے پھندے میں پھنسے ہیں حالت ہی دگرگوں ہے۔جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ایک دم میں سارا بھلا دیا۔ثناء اللہ)۔ایک ہفتہ تک اس کے جواب کا انتظار کروں گا۔سابقاً بھی جب آپ منشی کریم بخش صاحب ایڈیٹر انوار الاسلام کے مقدمہ کی گواہی میں سیالکوٹ تشریف لائے تھے تو چند آیات کے متعلق خاکسار نے آپ سے سوالات کئے تھے تو آپ نے قادیان پہنچ کر جواب تحریر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کئی سال گذر گئے ابھی تک انتظار ہے۔اگر اُن سوالات کے بابت بھی فرماویں تو تحریر کر کے بھیج دوں۔و السّلام علی من ا تّبع الھدیٰ۔خاکسار ابراہیم سیالکوٹ۔

اس دوسرے خط کا جواب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدؔر قادیان کی جانب سے ۵ فروری ۱۹۰۹ءکو پہونچا جس کی پوری نقل یہ ہے:

جناب۔آپ کا کارڈ بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح پہنچا۔آپ اپنے سوالات لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

(دستخط) محمد صادق عفی عنہ

ناظرین اتنی تحریر میں قادیانی چالاکی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے پہلے خط کے پہنچنے یا نہ پہنچنے کا اقرار یا انکار ہرگز نہیں۔اور سوالات کا مطالبہ کیسی سادگی سے کرتے ہیں کہ گویا ان کو کچھ معلوم نہیں۔واہ رے سادگی اور ہوشیاری۔خیر کچھ ہو خاکسار نے ۱۰ فروری کو اس کے جواب میں خط نمبر۳ قادیان دار الامان میں پھر لکھا جہاں ابھی تک وہ تحریر امن وامان سے پڑی ہے اور اس کے جواب کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔

جناب حکیم صاحب! آپ کا ایک خط ۱۷ستمبر کے بدؔر قادیان میں بجواب ایڈیٹر البیان شائع ہوا تھا۔اس میں خاکسار کو چند امور استفسار نظر آئے تھے۔سو ۲۰ستمبر کو اُن میں بعض کی نسبت جناب سے دریافت کرنے کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا۔لیکن جب ۲۹ جنوری ۱۹۰۹ءتک کوئی جواب نہ آیا تو دوبارہ لکھا۔اس کے جواب میں مفتی محمد صادق صاحب کے قلم کا لکھا ہوا خط ۵ فروری ۱۹۰۹ءکو ملا بموجب اس خط کے پہلے خط کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط مورخہ ۲۰ستمبر کی نقل مرسل خدمت کرتا ہوں اس کے بعد بندہ نے اپنے پہلے خط

مورخہ ۲۰ ستمبر کی نقل لکھ کر روانہ کردی۔ لیکن آج جولائی تک کئی ماہ کے انتظار کے بعد بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو پبلک میں شائع کردینا مناسب جانا کہ پبلک کو معلوم ہو کہ قادیانی امت اور حکم امت عالمانہ سوالوں کے جواب سے کس طرح خاموشی اختیار کرتے ہیں اور باوجود بار بار کے تکرار اور خود اپنے مطالبہ کے پھر دم بخود رہتے ہیں۔

کیا حضرت حکیم نورالدین صاحب اس تحریر کا جواب دے کر اپنے آپ کو سبکدوش کریں گے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

راقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی ایڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

قادیانی امت اور خلیفہ امت اگر منظور کریں تو ہم اُنکی طرف سے جواب دیتے ہیں امید ہے اسکی منظوری یا نامنظوری سے بجواب صحیح مطلع کرینگے۔

سنئے مکالمہ نبوت سے مراد آپ کی نبوت منتقلہ ہے تو ٹھیک ہے ہم (مرزائی) خاتم النبین مانتے ہیں لیکن ہم مکالمہ نبوت مستقلہ کے مدعی نہیں ہیں بلکہ بروزی کے ہیں یعنی ایسی نبوت جو اصل نبی کی کامل اطاعت سے ایک درجہ حاصل ہوسکتا ہے جسے عرف عام میں ولایت کہتے ہیں۔

صراط مستقیم کی بابت بھی آپ نے غور نہیں کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے الشیٔ اذاثبت ثبت بلوازمہ پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ انبیاء کی راہ پر چلنے کا تو سوال ہو لیکن اُس کا نتیجہ اور اثر ممکن الوقوع نہ ہو نبوت غیر تشریعی کے جاری رہنے کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں ارشاد ہے علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل غیر تشریعی نبوت، نبوت مستقلہ کی کامل اطاعت کا ایک نمونہ ہوتی ہے اسی طرف اشارہ ہے انت منّی بمنزلة هارون من موسی پس یہ ہیں مختصر جوابات جو ہم نے خود ساختہ وکالت میں دیئے ہیں اگر قادیانی خلیفہ کو نامنظور ہوا سے تو صحیح جواب سے پبلک کو آگاہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۶۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۵ رجب ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۰۹ء ص: ۸-۹)

قادیانی دعوت قبول

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

اخبار بدر میں مضمون دیکھا اس میں عام طور پر چیلنج دیا گیا ہے کہ کوئی مولوی حقائق اسلام مرزائی مبلغین کے مقابلہ میں بیان کرے سو خاکسار جماعت مرزائیہ کو اطلاع دیتا ہے کہ وہ لاہور میں جلسہ قائم کریں اوس میں حکیم نورالدین صاحب یا اون کی طرف سے کوئی صاحب قرآن شریف کے کسی رکوع کی تفسیر بیان کریں اس کے بعد خاکسار اس رکوع کو بیان کرے گا اگر کسی ایک رکوع کی مسلسل تفسیر بیان کرنا منظور نہ ہو تو کوئی مضمون مقرر کریں۔ غرض جس طرح وہ منظور کریں مجھے منظور ہے۔

ہاں برادر مکرم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی تجویز سے بھی مجھے اتفاق ہے کہ فیصلہ کے لئے منصف ہونے چاہئے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ محمد ابراہیم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۹ء ص: ۱۰)

قادیانی سوال و جواب

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

ایک دوست نے چند سوالات جو اس کو مرزائیوں نے لکھ کر دیئے تھے میرے پاس جواب کے لئے بھیجے۔ چونکہ مرزائی لوگ یہ سوالات اکثر پیش کیا کرتے ہیں اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے رہتے ہیں لہذا ان کے جوابات پبلک میں شائع کرتا ہوں تاکہ دوسروں کو بھی علم ہو جائے اور ان کے دام سے بچ جائیں اور قادیانی بھی اپنے دام کا تارو پود ادھڑا ہوا دیکھ لیں و اللہ الموفق للصواب و ھو یھدی السبیل

بسم الله الر حمن الر حیم نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم :

ہمارے اعتراضات اور سوالات: جو شخص ہمارے اعتراضات اور سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بمد نظر اس کے کہ جوابات تناقض اور تعارض کے نقص اور عیب سے مبرا ہوں ہم ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

سوال: کسی امر میں اللہ اور رسول یا فرستادہ خدا کی صداقت پر کھنے کے لئے قرآن نے جو عام قاعدہ اور قانون کے نیچے منہاج نبوت اور رسالت کے اصول وضع فرمائے ہیں وہ کیا ہیں؟

جواب: قادیانی سائل علم سے بے بہرہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمہیدی عبارت....اب سوال اول کا جواب سنیئے کہ قرآن شریف یا رسول برحق کی پرکھ کے لئے تین اصول بیان کئے ہیں۔اول ظہور معجزہ، دوم تعلیم حق، سوم صدق وعدہ یعنی خدا تعالی جو وعدہ ان سے کرتا ہے وہ پورا کرتا ہے۔

ظہور معجزہ کی دلیل حضرت موسی کا فرعون کے سامنے دعوی رسالت کرنا اور ظہور معجزہ کا بھی دعوی کرنا اور فرعون کے مطالبہ پر عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھانا اور نیز حضرت کا دعوی رسالت اور ظہور معجزات

تعلیم حق کی دلیل قرآن شریف کا دعوی کرنا کہ میری تعلیم سب سے بڑھ کر ہدایت والی ہے اور اس دعوی کا مطابق واقع ہونا اور نیز انبیاء کے دعوی رسالت کے ساتھ ہی اس تعلیم حق کا ذکر ہونا

صدق وعدہ کی دلیل آیت سورہ انبیاء ثم صدقنا ھم الوعد

پس یہ تین امر ہیں جن سے صادق مدعی نبوت اور کاذب میں تمیز ہوتی ہے۔قادیانی میں ان تینوں امروں میں سے ایک بھی نہیں پایا گیا بلکہ برخلاف ان کے معجزات کا انکار اور باطل کی تعلیم اور سب باتوں یعنی پیش گوئیوں کا خطا نکلنا ثابت ہوا جو اس نے خدا پر افتراء باندھ کر شائع کی تھیں چنانچہ دوسرے سوال کے جواب میں اس کی مثالیں مذکور ہوں گی

سوال ۲۔کیا حضرت مرزا صاحب جو مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں منہاج نبوت کی رو سے جھوٹے ہیں جو مقابلہ سے دکھلاؤ

جواب: بیشک مرزا قادیانی منہاج نبوت کی رو سے بالکل کاذب تھا۔ اول اس لئے کہ اس نے باوجود دعوی نبوت کے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے عجز کو چھپانے کے لئے معجزات عیسویہ سے انکار کیا دیکھو ازالہ اوہام جلد اول۔ دوم اس لئے کہ اس نے باطل کی اشاعت کی۔ ایک کہ اس نے دعوی رسالت کیا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنا چاہا کیونکہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صاف آیا ہے کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال اور کذاب ہوں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے دجل (فریب) اور کذب (جھوٹ) کی دلیل صرف یہ بیان کی کلھم یزعم انه رسول الله یعنی ہر ایک ان میں کا یہ گمان ودعوی کرے گا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ بس اس حدیث نے صاف بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف دعوی نبوت ہی دجال اور کذاب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ دوسری باطل تعلیم یہ کی کہ قرآن نے نص صریح اور ظاہر الفاظ میں فرمادیا کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ برخلاف اس کے قادیانی مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کو بہت زور سے شائع کیا اور حقیقت میں اپنے دعوی کی بنیاد اسی بات پر رکھی۔ تیسری باطل تعلیم یہ کہ قرآن وحدیث نے صراحت سے فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا اور پروں والا ہونا بیان کیا، برخلاف اس کے قادیانی نے ان دونوں باتوں کا انکار کیا ملاحظہ ہو توضیح مرام مصنفہ قادیانی۔ اسی طرح اور بہت باطل امور ہیں جو قادیانی نے قرآن وحدیث کے برخلاف جاری کیئے

سوم اس لئے قادیانی منہاج نبوت کی رو سے جھوٹا ہے کہ اس نے جو پیش گوئی خدا کا نام لے کر کی وہ غلط نکلی اور ان سے کوئی بھی پوری نہ ہوئی مثال کے لئے واقعات ذیل پر نظر کرو:

۱۔ عبداللہ آتھم کا ۱۵ مہینے میں مرجانا یا مسلمان ہو جانا۔ ان دونوں امروں میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا۔ نہ عبد اللہ آتھم ان ۱۵ مہینوں میں مرا، اور نہ مسلمان ہوا۔ بلکہ ۱۵ مہینے گذار کر عیسائی ہی رہا، اور قادیانی کو جھوٹا ثابت کرتا رہا۔

۲۔ محمدی بیگم کا مرزائے قادیانی کے نکاح میں آجانا۔ مرزا قادیانی بصد حسرت مرگیا لیکن محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی

۳۔ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا قادیانی کے سامنے مرجانا اور قادیانی کی عمر کا بڑھایا جانا۔ نہ ڈاکٹر عبدالحکیم قادیانی کے سامنے مرے اور نہ قادیانی کی عمر بڑھی بلکہ برخلاف اس کے قادیانی خود ڈاکٹر عبدالحکیم کے سامنے مر گیا اور خدا کے فضل سے ڈاکٹر صاحب ابھی صحیح سلامت ہیں۔ ۱۸، اور ۲۹ مئی سن حال کو خاکسار کو فیروز پور میں مع اپنے دو فرزندوں کے بخیریت ملے تھے

۴۔مرزا قادیانی کے ہاں اس کے بیٹے مبارک احمد کی وفات کے بعد اس کی بجائے ایک اور لڑکا ہونا۔ مبارک احمد کی بجائے اس تاریخ کے بعد مرزا قادیانی کے گھر کوئی لڑکا نہیں ہوا بلکہ خود قادیانی مر گیا اور بیوی بھی غیر حاملہ چھوڑ گیا جس نے آئندہ کی امید بھی توڑ دی۔

مثال کے لئے اتنے واقعات کافی ہیں اور آخر میں ہم بطور قاعدہ کلیہ کے مرزائیوں سے اور خاص کر خلیفہ قادیانی سے سوال کرتے ہیں کہ آپ مرزا قادیانی کی صدہا ہزارہا پیش گوئیوں میں سے ایک ایسی پیش گوئی پیش کریں جو الہام کے الفاظ کے مطابق پوری ہوئی ہو اور یاد رکھیں کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نوٹ: قادیانی نے اپنے مریدوں کی نظروں میں جہان کو علم خالی دکھانا چاہا ہے اور ان کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر دنیا کو ان کی نظر میں تیرہ کر دیا ہے کہ منہاج نبوت کے یہ معنی بتائے کہ نبی کی پیش گوئی وقوع کے وقت سے کبھی ملتوی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ تاویل باطل ہے اور غلط بیانی ہے ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا تعالی کے ہزارہا انبیاء میں سے کسی ایک نبی کا کوئی ایسا واقعہ بتائیں جس کی بابت نبی نے خدا سے اطلاع پا کر کہا ہو کہ یہ فلاں امر فلاں وقت پر یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے یا میری زندگی میں یا میری موت کے بعد (غرض کسی طریق پر بھی میعاد مقرر کی ہو) واقع ہوگا تو وہ وقت غیر امر کے وقوع کے گذر گیا ہو خلیفہ قادیانی کتب حدیث کی ورق گردانی کریں اور ہمیں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں۔..

سوال ۳۔حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کی رو سے مرزا صاحب اگر مجدد نہیں تو بتلاؤ پھر وہ کون شخص ہے جو اس صدی کے لئے مجدد ہو کر آیا ہو اور اگر یہ مجدد

نہیں اور نہ کوئی اور آیا ہے تو کیا یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اگر یہ سچی ہے تو کیا اس صدی پر.. منقطع ہو گئی اگر منقطع ہو گئی تو سند پیش کرو۔

جواب: مجددیت کسی خاص شخص کا نام نہیں ہوتا حدیث میں من عام ہے اور .. معنے کی جمع ہوتا ہے۔ پس کسی خاص شخص کے دعوی کی ضرورت نہیں البتہ میاں صاحب (سید نذیر حسین) مرحوم دہلوی اور سید صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی اسی زمانہ کے تھے جنھوں نے سنت نبوی کی اشاعت کی۔ مجدد کا کام سنت کو زندہ کرنا اور شائع کرنا ہوتا ہے نہ کہ بدعت کو پھیلانا، مرزائے قادیان نے بدعت پھیلائی، قرآن و حدیث کے منصوصات کے خلاف تعلیم کی مجدد نہیں بلکہ مبتدع تھا اور بہ سبب دعوی نبوت تیس دجالوں میں سے بموجب اس حدیث کے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ذکر اوپر سوال کے جواب میں گذر چکا ہے

سوال .. حدیث ان لمهدینا آیتین لم یکونا منذ خلق السماوات والارض .. الخ کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کی صداقت ہوتی اور یہ حدیث گو کسی طبقے کی ہے بوجہ وقوع کے صحیح ثابت ہوگئی اور اس نشان نے مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کے بعد آپ کے دعوی پر آسمانی شہادت سے مہر صداقت لگادی اگر مرزا صاحب مہدی نہیں تو بتلاؤ وہ مہدی جن کے دعوی کی صداقت کے لئے یہ نشان بطور شہادت کے ظاہر ہوا کہاں ہے؟ اور کس جگہ اور یاد رہے کہ گواہی کی ضرورت دعوی کے بعد ہوتی ہے جیسے وقوع میں آئی۔

جواب: سائل علم حدیث اور اصول حدیث سے بالکل بے خبر ہے۔ ان لمهدینا... کوئی حدیث نہیں ہے جب استدلال کے وقت لفظ حدیث مطلقاً بولا جائے تو اس سے حدیث مرفوع صحیح مراد ہوتی ہے جو استدلال میں کام آتی ہے نہ کہ ہر ایک قول جو حجت میں پیش نہیں ہوسکتا سائل اس کو حدیث قرار دیتا ہے یہ قول تو صحابی کا قول بھی نہیں دیگر یہ کہ یہ روایت سنداً بھی سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں شمر اور جابر جعفی دونوں راوی ضعیف ہیں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ سوم یہ کہ واقعہ بھی اس کے مطابق وقوع میں نہیں آیا کیونکہ اس روایت میں صاف ہے کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور

سور کو نصف رمضان میں حالانکہ اس طرح نہیں ہوا۔اور اگر کہا جائے کہ پہلی رات کو چاند گرہن نہیں لگا کرتا تو اس کے جواب میں یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں تو یہی لکھا ہے کہ ایسی بات ہوگی جو آگے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ رمضان میں کسوف وخسوف کا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل بے علمی ہے یہ تو حساب کی رو سے کئی دفعہ ہوا دیکھو کانا دجال مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب

سوال: طاعون مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان فرمایا گیا جیسے کہ قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ طاعونی نشان چاند سورج کے گرہن کے نشان واقع ہونے کے بعد سرزد ہوگا جیسا کہ فرمایا گیا .. الشمس و القمر یقول ا لا نسا ن این المفر کلا لا وزر ۔یعنی جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر انسان بول اٹھے گا کہ این المفر کہاں بھاگوں؟ پھر کہا جائے گا کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں کہ اس عذاب کے عالمگیر ہونے کی طرف اشارہ جیسے دوسری جگہ فرمایا .. مهلکو ها. قبل یو م القیا مة او معذبوه عذا باً شد یداً ۔پھر عالمگیر عذاب کا ظہور کسی رسول یا فرستادہ خدا کے آنے کے بعد ہوتا ..فرمایا و ما کنا معذبین حتی نبعث رسو لاً اس مذکورہ بالا کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی صداقت ہوتی ہے۔اگر مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تو بتلاؤ وہ کون فرستادہ خدا آیا جس کے لئے جمالی اور جلالی نشان وقوع میں آئے۔

جواب: سائل نے اس سوال میں جس قدر مقدمات باندھے سب افتراء اور باطل ہیں اور جو نتیجہ نکالا وہ بنائے فاسد بر فاسد ہے۔اے قادیانیو! خدا سے ڈرو تمہارا پیر تو افترا ہی میں مر گیا اور اپنے عبرت ناک موت سے دنیا کو ڈرا گیا اب تم تو خدا پر افترا کرنا چھوڑ دو۔آیت میں کہاں لکھا ہے اور کس لفظ کے معنی ہیں: جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا۔ کیا تم خود جاہل ہو اور قادیانی فریب میں آچکے ہو تو دوسروں کو بے علم خیال کرتے ہو۔آیت میں نہ طاعون کا ذکر ہے نہ مسیح موعود و مہدی موعود کا اور نہ تمہارے فرضی مسیح یا مفتری کذاب کا ذکر ہے اور نہ کسوف وکسوف کے مجتمع

ہونے کا ذکر ہے۔ پس تم ہی بتلاؤ خدا پر اتنے افتراء باندھے اس کی کیا سزا۔ آیت میں تو قیامت کا ذکر ہے چنانچہ پہلی آیت سے پڑھو تو معلوم ہو جائے کہ صاف لفظ قیامت کا لکھا ہے۔ پس ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ انسان پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا یعنی خیال کرتا ہے کہ ہرگز نہیں ہوگا۔ سو اس کا جواب فرمایا کہ قیامت اس وقت ہوگی جب تم کو... دیجائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند یکجا کئے جائیں گے اور انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ یہی صاف ترجمہ ہے جو کچھ کہ تم کیا وہ سب افتراء ہے۔ یقین نہ ہو تو قرآن شریف کے تراجم اور تفاسیر دیکھو پھر جس کا ترجمہ صحیح نکلے اس کی پیروی کرو

اور دوسری آیت واب من قریۃ میں جو تم نے طاعون مراد لیا یہ بھی بے بنیاد ہے (اور پھر مرزا کے دور کا طاعون عالمگیر بھی تو نہیں تھا؟) آیت میں طاعون کے لئے کوئی لفظ نہیں نہ تو کسی زمانے کی تخصیص اور نہ کسی عذاب کی تعیین بلکہ عام آیت عام ہے اللہ تعالی قیامت تک سب کو وقتاً فوقتاً طرح طرح کے عذاب سے پس اس سے بھی آپ کا مطلب نہیں نکل سکتا کیونکہ اس کو بھی کسی فرستادہ وغیرہ سے تعلق نہیں اور یہ جو تم نے کہا کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اس سے بھی تمہارا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیت کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ جب کوئی عذاب آوے تو اس وقت کا رسول بھی ضرور موجود ہو کیونکہ ایسے ابتلاء جو امراض کے قسم کے ہوتے ہیں وہ رسول کی موجودگی میں آتے ہیں اور رسولوں کی وفات کے بعد بھی اگر تمہارے مذہب کے مطابق رسول کا موجود ہونا ضروری ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں جو طاعون آیا تھا اس وقت کون سا رسول موجود تھا اور اس کے بعد جب جب طاعون آیا ان وقتوں میں کون کون رسول تھا اور سلطنت مغلیہ کے وقت جب ہندوستان میں طاعون آیا تھا تو اس وقت کون رسول تھا؟ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ طاعون وغیرہ امراض کے لئے کسی فرستادہ خدا کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ ہاں رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ خلقت کے گناہوں پر اللہ تعالی گرفت نہیں کرتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر اپنی شریعت ان کو پہنچا نہ دے۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد جب جب ایسے ابتلاء آئے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی معرفت شریعت آسان ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو پہنچ چکی اور لوگوں نے نافرمانی کی تو خدا تعالی نے کسی بلا میں گرفتار کیا۔ دیگر یہ کہ جو عذاب رسول برحق کے انکار پر آتا ہے اس میں صرف کفار ہی پکڑے جاتے ہیں کیونکہ

عذاب کی وجہ یعنی انکار صرف منکرین میں پائی جاتی ہے اور مومن خواہ وہ کسی قدر گنہ گار بھی ہوں اس عذاب سے بچائے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت ہود اور صالح اور حضرت نوح کی قوم کے ساتھ ہوا کہ صرف منکرین منکرین ہلاک ہوئے اور مومنین بچائے گئے لہذا اگر یہ طاعون مرزائے قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہوتا تو مرزائی اس میں مبتلا نہ ہوتے حالانکہ وہ بھی بیچ میں رگڑے گئے ہندوؤں پر بھی اثر پڑا مسلمان بھی مبتلا ہوئے۔ پس یہ ابتلاء ان ابتلاؤں میں سے ہے جن میں عام طور پر خدا تعالی اپنی یاد دہانی کے لئے بندوں کو مبتلا کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

و لنبلونكم بشيء من الخوف و الجوع و نفس من الا موال و الا نفس و الثمرات (بقرہ)۔

ایسے ابتلاؤں میں نیک و بد مطیع و عاصی مومن و کافر ہر دو جنس میں سے مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا:

و اتقوا فتنة الذين ظلموا منه خا صه (انفال)

اسی لئے حدیث شریف میں مطعون یعنی طاعون سے مرے ہوئے کو شہادت کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے (بخاری موطا مالک) ورنہ اگر طاعون رسالت کے انکار کے باعث ہوتا تو کسی مومن کو نہ ہوتا اور وہ اس وجہ شہادت نہ بنتا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۳۔۶)

مرزائیوں سے مباحثہ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کل مرزائیوں کے مباحثہ سے مظفر و منصور واپس آیا ہوں۔ حافظ آباد کی تحصیل مانگٹ ایک گاؤں ہے۔ وہاں بحث تھی مرزائی سے پہلے تو بہت حیلے کرتے رہے کہ کسی طرح بحث کا کڑوا گھونٹ ٹل جائے مگر وہ جا کہاں سکتے تھے۔ ان کی اپنی لن ترانیوں نے ان کو پھنسایا ہوا تھا۔ حیات عیسوی کے متعلق بحث ہوئی۔ اس کے بعد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق۔ بحث بہت دلچسپ تھی۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول

صاحب ساکن راجیکے ضلع گجرات تھے۔ناک میں دم ہو گیا۔ملک محمد وزیر خانصاحب گڑھی آوانان تحصیل حافظ آباد خاص طور پر محافظ امن تھے۔انہوں نے نہایت عمدگی سے اپنے فرض کو پورا کیا۔اور اخیر میں اپنا یہ فیصلہ حاضرین کو سنایا اور مرزائیوں کے ہاتھ میں دیا۔

''شفقت ونوازش فرمائے بندہ حافظ غلام رسول صاحب ومولوی غلام رسول صاحب۔

السلام علیکم۔مباحثہ جو فریقین کی جانب سے ہو چکا ہے اس سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر رہنا بذریعہ قرآن مجید ودیگر معتبر کتب ہائے تفسیر کبیر وموضح القرآن ومشکوٰۃ شریف وکتاب الاسماء والصفات سے ثابت کر دیا ہے۔اور آپ کی جانب سے صرف جو آپ کی زبان سے ترجمہ قرآن مجید ہوا اوس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت ہوا۔جس کی کوئی شہادت معتبر آپ کی جانب سے نہیں گذری اس لئے مباحثہ حال سے آپ کی ناکامیابی ثابت ہوئی۔یہ جو جناب نے اب تحریری تفسیرات کے نام پر جو بنا بر شہادت تحریر فرمائی ہیں وہ مجھ منظور ہے مگر ان کا لانا اور بہم پہونچانا آپ کے ذمہ ہے اس کے واسطے آپ کوئی اور تاریخ مقرر فرما سکتے ہیں اس پر وہ کتبہائے آپ بڑے خوشی سے لے آویں اور پھر بحث کر لیں۔زیادہ نیاز

مکرر یہ کہ جو بقیہ آج کے دن کے متعلق بحث امام کے ہے وہ اگر شروع فرما دیں۔پرچہ اسماء تفاسیر مرسلہ جناب پہونچ گیا جس کا یہ جواب ہے۔بندہ محمد وزیر خان مورخہ ۱۲/اگست ۱۰ء''

اس کے بعد مرزائی بہت حیلے کرنے لگے کہ مرزا قادیانی کی مسیحیت کا رنگ نہ کھلے۔مگر چھوٹ نہ سکے۔آخر اس بحث میں پہلی بحث سے بھی بڑھ کر گت بنی اور ۲۱/اگست کو حوالہ کتب پیش کرنے کے بہانے بحث کو ختم کیا۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: کیا میری زندگی مرزائیوں کی ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اِنّ فی ذالك لآیات لاولی النھیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔نمبر ۴۲۔مورخہ ۱۳/شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹/اگست ۱۹۱۰ء ص:۱۰)

قادیانی کذب بیانی و بدزبانی

سختی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

بدر قادیان مجریہ ۱۳؍جون سنہ حال میں ایک طویل مضمون بعنوان ''دو منکرانِ دین کا چیلنج اور ہمارا جواب'' شائع ہوا ہے جس میں خاکسار اور برادر مکرم مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کے برخلاف نہایت درجہ کی بدزبانی اور سراسر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب مولوی صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا جواب تو اونہوں نے ۸ جولائی کے ''اہلحدیث'' میں اچھی طرح دے دیا ہے۔ اور قادیانی کذب بیانی عمدہ طور پر ظاہر کردی ہے اس لئے خاکسار اس تحریر میں اسکے اوس باقی حصہ کا جواب جو خاکسار کے متعلق ہے بیان کرتا ہے۔

بدر نے مضمون نگار کا مضمون ظاہر نہیں کیا اور کسی وجہ سے پوشیدہ رکھنا چاہا ہے

بےخودی بےسبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس میں پردہ داری ہے

لیکن ہم کو انداز بیان سے اور نیز لاہور کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے مضمون نگار ماشاء اللہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل لاہور ہیں۔ جو اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنے اور لوگوں کی زبان سے سننے کے بہت مشتاق ہیں۔ لیکن بیان کے وقت اُن سے آوازِ دُہل کے سوائے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ خیر مضمون نگار خواہ کوئی ہو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو تین انواع میں تقسیم کر کے ہر ایک

کے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق بحث کرتے ہیں۔نوع اول بدزبانی۔نوع دوم کذب بیانی۔نوع سوم بے علمی نادانی۔

نوعِ اول کے جواب میں جس میں اونھوں نے خاکسار اور فاتح قادیان کے حق میں بدزبانی کی ہے ہم

زبانِ خویش بدشنام میالائے صائب
کیں زرِقلب بہرکس کہ دہی بتو باز دہد

کی بجائے

مرا گرچہ ز وقوتے بود بیش　　　　دریغ آمدم کام و دندان خویش

پڑھتے ہیں۔اور خلیفہ قادیانی سے درخواست کرتے ہیں گو کہ آپ قادیانی کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے اخلاق کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے جیسا کہ قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے اخیر میں آپ کی رائے درج کی ہے۔مگر اب تو یہ لوگ آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔مہربانی کر کے ان بداخلاقوں سے یہ بدعادت چھوڑائیں۔اور لوگوں کی عزت وآبرو کو ان آبروریزوں سے بچائیں۔اور حدیث بخاری المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده کے مطابق ان کو مسلمان بنائیں۔

قادیانی روپوش مضمون نویس نے ہم کو اپنی تحریر میں سخت زبانی کے علاوہ عباد الاغراض اور وعظ کو وجہ معاش بنانے والے کہا ہے۔اس کے جواب سے پہلے قطع نظر اس سے کہ ہمارے سفر نفس کے لئے ہیں یا خدا کے لئے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ وجہ اعتراض کیا ہے۔آیا یہ کہ ایک شخص خدمت دینی کے لئے مخصوص ہو کر اپنے کام کاج چھوڑ دے تو اگر لوگ اس کے بوجھ کو خود برداشت کریں تو کیا یہ کام اس کے لئے شرعا حرام ہے؟ امید ہے کہ خلیفہ قادیانی اس مسئلہ کو شرعی طور پر حل کرینگے۔

اس کے بعد جواباً یہ گذارش ہے کہ نیتوں کا مالک خدا تعالیٰ ہے۔قادیانیوں کا کوئی حق نہیں کہ کسی کی نیت پر حملہ کریں۔ہاں اگر ان کی نظر میں کوئی خاص واقعہ ہو جس میں ہم نے پبلک سے کچھ چندہ اس بیان پر لیا ہو کہ ہم مخالفین اسلام کے جواب میں ایک کتاب طبع کرائینگے۔اور اس میں صدہا دلائل ہونگی اور جو جو صاحب چندہ دینگے اون کو وہ کتاب مفت رقم چندہ کے عوض دی جائیگی اور لوگ اس بیان کو صادق تصور کر کے چندہ جمع

کردیں۔ اور ہم اپنے عہد کو پورا نہ کریں۔ اور مطابق تحریر کے کتاب شائع کر کے چندہ دہندگان کو نہ پہونچائیں اور نہ رقم جمع شدہ واپس کریں۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کی طبع پر دست سوال اوٹھایا تھا تو البتہ قابل اعتراض ہے۔ یا اگر کوئی ہمارا ایسا واقعہ آپ کو یاد ہو کہ ہم نے اپنے معتقدوں سے کہا ہو کہ ہمیں اتنے ہزار روپیہ جمع کر دو ہم اس سے ایک مینار بنوائینگے اور اس میں یہ فوائد ہونگے۔ اور اس کے متعلق ایک الہام بھی گھڑ سنائیں اور اس کا نقشہ بھی اخبار پر شائع ہوتا رہے۔ اور لوگ روپیہ جمع بھی کر دیں لیکن مینار نہ بنے اور روپیہ بھی واپس نہ کیا جائے تو البتہ یہ کارروائی قابل ملامت ہے یا اگر آپ ہمارا کوئی ایسا واقعہ یاد ہو کہ ہم نے کسی کنجر (بھڑوا) کا مال ہضم کیا ہو اور اعتراض کے جواب میں یہ بات بنائی ہو کہ مال کا حقیقی وارث خدا تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے اللہ دیا کنجر کا روپیہ ہضم کرنے کے لئے کہا تھا۔ تو البتہ ہم قابل نفریں ہیں۔ لیکن جب آپ اپنے خیال کو واقعات سے ثابت نہیں کر سکتے تو رجماً بالغیب ایسے امر میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ جس کا آپ کو علم نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں نے دیکھا کہ ان دونوں نے ہماری عمارت کو متزلزل کر دیا اور اس کی بنیاد کھوکھلی کر دی اور ہر چہار طرف لوگوں میں ان کی قبولیت ہوگئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اپنے اخیری فیصلہ میں برادر مکرم فاتح قادیان کی نسبت خود لکھا ہے۔ اور وہ تحریر اس کے دل کے راز کی اصلی حقیقت ظاہر کرتی ہے اور تاب مقاومت نہ لاکر بد زبان عورتوں کی طرح طعنوں پر اُتر آئے

الٹے ہی شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
ناطاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ

قادیانیو! سن رکھو یہی قبولیت ہے جس کو دیکھ کر تم مارے حسد کے جلتے ہو اور اپنے دل کے بخار نکالنے کے لئے جھوٹے الزام لگاتے ہو۔ اگر میں نے لوگوں کے لئے سفر اختیار کئے ہوتے تو بیشک اپنی بے غرض اور بےنفس ثابت کرنے کے لئے پبلک میں اشتہار دیتا کہ میں بے غرض ہو۔ لیکن چونکہ وہ بفضل خدا، خدا تعالیٰ کے دین کی حمایت کے لئے ہیں اور وہ علیم بذات الصدور ہے اس لئے مجھے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں

در دِدل بتو گویم کہ خداوند منی

یا نگویم کہ تو خود مطلعی بر اسرار

اگر کوئی خدا کے دین کی حمایت کرتا ہے تو وہ شیخی نہیں کر سکتا جیسا کہ قادیانی مضمون نویس نے اپنی تحریر میں لافیں ماری ہیں کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہم نے یہ کیا۔ کیوں کہ اس میں تو اپنی سعادت ہے خدا پر احسان نہیں لیکن چونکہ قادیانیوں نے اپنی جبلی عادت کے مطابق جھوٹ وافتراء کا طومار باندھا ہے اس لئے اتنا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مہربانی سے اس عاجز کو اپنے دین کی خدمت کے لئے اتنے سفر کرائے اور اتنی جگہوں میں پہونچایا کہ کسی دوسرے کو اس چھوٹی عمر میں کم توفیق دی ہوگی۔ والحمد لله على ذلك۔

اور یہ بھی خدا تعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ جہاں جہاں گیا احباب کو اس خاکسار سے انس ومحبت ہی میں زیادتی ہوئی اور اس تر دامن کی نسبت ان کو حسن ظن ہی رہا۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ مجھے بلاتے ہیں اور محبت سے پیش آتے وہ تو خاکسار کی نسبت یہ الزام نہیں لگاتے حالانکہ اُن سے زیادہ واقف خلق اللہ میں کون ہو سکتا ہے۔ لیکن قادیانی حاسدوں کو دیکھئے کہ وہ بن دیکھے بوجھے ایسے طومار کھڑے کرتے ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے ہیں۔ آخر میں ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اور وہ بھی کبھی اپنے سالانہ جلسہ پر قادیان میں ہم کو بلائیں اور ہم کو قادیانی مشن کے متعلق آزادی سے بیان کرنے کا موقع دیں ۔ پھر دیکھیں کہ ہم دین کی خدمت کس طرح کرتے ہیں۔ لیکن ہم کو اپنی یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کیوں؟

نہ خنجر اوٹھے گا، نہ تلوار اون سے وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نوع دوم۔ یعنی قادیانی کذب بیانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس مذہب کی بنا ہی جھوٹ وافترا پر ہو اس کے ماننے والے صداقت سے کیسے کام لے سکتے ہیں اور جس مذہب کا بانی وپیشوا ہی مفتری وکذاب ہو اس کے ماننے والوں پر صدق وراستی کا پرتو کیسے پڑ سکتا ہے۔

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

قادیانی نے خدا تعالیٰ پر افترا باندھ کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے مرید خلق خدا پر جھوٹ باندھنے سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔ان کی کذب بیانی کی ایک مثال تو اوپر کے مضمون میں گذر چکی۔دوسری اور لیجئے۔

قادیانی مضمون نگار نے اپنے مضمون کی سرخی باندھی ہے۔

''دو منکران دین کا چیلنج اور ہمارا جواب''

اتنی عبارت میں دو جھوٹ ہیں اور ایک بدزبانی۔

پہلا جھوٹ یہ ہے کہ ہم کو منکرِ دین کہا گیا ہے۔حالانکہ ہم خدا کے احسان سے اس کی توحید کے قائل، اس کے رسولوں کی صداقت کے شاہد ہیں اور قیامت کو مانتے ہیں۔اور عام طور پر شریعت محمدی میں منکر دین اسے کہتے ہیں جو آں حضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہو۔اس کے متعلق ہم خلیفہ قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر اور خدا تعالیٰ کی حاضری مدنظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرت سری اور خاکسار منکرانِ دین ہیں؟ اگر نہیں تو اپنے بائعین کو جو آپ کو خلیفہ نبی مانتے ہیں درست کریں اور اون کے منہ میں لگام دیں اور حدیث نبوی سے ڈرائیں ''یعنی جو کوئی اپنے بھائی کو کافر کہہ کے پکارے تو ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کلمہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔''

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ چیلنج کو ہماری طرف منسوب کیا گیا حالانکہ خود دعوت دی تھی۔اور اسے اس تحریر میں تسلیم بھی کرتے ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ اس چیلنج مذکورہ بالا کی بنیاد ہماری ایک تحریر ہے۔''

اور نیز قادیانی ابوالحکم لکھتا ہے:

''میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا۔'' (الحکم ۷-۱۴ جون)

قادیانی نادانو! اور علم وعقل سے خالی ڈھولو! ہم نے چیلنج نہیں دیا تھا بلکہ آپ کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کے متعلق لکھا تھا'' قادیانی دعوت قبول'' ہوش رکھتے ہو تو سمجھو۔

قادیانی سرخی میں بدزبانی یہ ہے کہ ہم کو باوجود مسلمان ہونے کے منکر دین کہا گیا ہے۔حالانکہ مسلمان کے حق میں یہ کلمہ جائز نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو کہے'' او یہودی! تو اسے (کہنے

والے کو) بیس بید رسید کردو۔'' (مشکوٰۃ)

قادیانی محرر نے لاہور کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اپنی کامیابی کی شیخی بگھاری ہے۔ چونکہ ہم قادیانی جلسہ لاہور میں بہ سبب ہندوستان کے سفر کے شریک نہیں ہوسکے تھے اس لئے اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کرسکتے ہاں جس طریق سے یہ جلسہ کیا گیا اس کی حقیقت پر پبلک کو آگاہ کرتے ہیں اور اس کے متعلق قادیانیوں کی ناکامی اور شرمساری ظاہر کرتے ہیں۔ نومبر ۱۹۰۹ء کے اخیر میں آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ تھا حسب عادت اونھوں نے دھرم چرچا کا وقت بھی درج پروگرام کیا۔ انجمن اہلحدیث لاہور نے بدیں خیال کہ آریہ لوگ مسلمانوں سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے جیسا کہ اس سے پہلے جلسہ میں ان کا سلوک ظاہر ہوچکا تھا اور جس پر قادیانی اخباروں کے اوراق بہت دیر تک سیاہ ہوتے رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں اپنے جلسے شروع کئے اور مسلمانوں کو آریوں کے جلسہ کی شمولیت سے روکا۔ انہی دنوں میں عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک اشتہار طبع ہوا جس میں کئی ایک روز کا پروگرام درج تھا۔

انجمن اہلحدیث لاہور نے ان کے مقابلہ میں بھی اسلامی جلسہ مقرر کیا چونکہ عیسائیوں کی طرف سے آریوں کی طرح بدزبانی اور بے امنی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس لئے ہم اپنے جلسہ سے فارغ ہوکر نماز مغرب کے بعد عیسائیوں کے جلسہ میں چلے جاتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ہر روز ایک عیسائی لیکچرار ایک مضمون بیان کرتا۔ اس کے خاتمہ پر حاضرین کو اجازت دی جاتی کہ اگر کسی کو اس مضمون کے متعلق کوئی اعتراض کرنا ہو تو کرے۔ معترض کے لئے دس منٹ مقرر تھے۔ جس میں وہ اپنے خیالات کو بیان کرتا۔ اس کے بعد اصل مضمون بیان کرنے والا دس منٹ میں معترض کے اعتراضات کے جواب دیتا۔ پھر دوسرا معترض کھڑا ہوتا اس کا اختتام بھی بطور سابق ہوتا یہاں تک کہ وقت مقررہ پر جلسہ برخواست کیا جاتا۔

معترضین میں ہندو بھی ہوتے تھے مرزائی بھی ہوتے تھے اور ہم بھی۔ مرزائیوں کی نسبت مہتمان جلسہ کو بدزبانی کی اکثر شکایت رہتی تھی۔ اور علاوہ بریں جب وہ مضمون سے خارج چلے جاتے تھے۔ تو عیسائیوں کو صرف یہ کہدینا پڑتا تھا کہ یہ اعتراض ہمارے بیان کردہ مضمون سے متعلق نہیں۔ جس پر قادیانیوں کو نہایت خجالت سے بیٹھ جانا پڑتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چونکہ قادیانیوں میں کوئی عالم تو تھا نہیں

کہ علمی قواعد سے مخالف کی تقریر نقض کرتا اس لئے اون کو پیچھا چھوڑانے کے لئے علوم عربیہ سے انکار کر دینا ہی سوجھتا تھا چنانچہ پادری جوالاسنگھ کے بیان پر جو عیسائی مشنریوں میں مشہور منطقی ہیں۔ مرزائیوں کو سوائے اسلامی علم کلام کے انکار کرنے کے کچھ نہ سوجھا مرزائی مباحث کون ہوتے تھے۔ لاہوری پلیڈر اور ڈاکٹر۔ ان میں تو اس قابل بھی نہیں تھا کہ پادری صاحب کی تقریر سمجھ سکتا۔ جواب کیا خاک دیتا آخر خواجہ کمال الدین صاحب تو بہت جھنجھلا جھنجھلا کر اور زبان لبوں پر پھیر پھیر کر اور قرآن شریف کی آیا تغلط پڑھ پڑھ کر کل مرزائیوں کو ایسا ذلیل کرایا جیسا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں مولوی محمد احسن امروی نے رامپور کے مباحثہ میں شیر پنجاب فاتح قادیان کے مقابلہ میں کرایا تھا۔ خیر خدا کا احسان ہے کہ ابھی تک علوم عربیہ کے جاننے والے موجود ہیں۔ خاکسار نے علم کلام اور علم منطق ہی کے رو سے پادری صاحب کی تقریر کا جواب دیا۔ جس کی معقولیت کا پادری صاحب نے بھی اقرار کیا۔

ان جلسوں کی کیفیت بہت طویل ہے اس لئے ہم بطور مشتے نمونہ از خروارے اس بیان کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے حقیقت ان جلسوں کی بنیاد کی۔ قادیانیو! یاد رکھو نہ تمہارے مبلغین میں کوئی عالم ہے اور نہ مناظر۔ تم ہرگز مخالف کے سامنے ہو کر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اپنی جگہ پر چاہو کچھ بیان کرو اور کچھ بنتے پھرو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۴۔ مورخہ ۲۷ رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ رستمبر ۱۹۱۰ء ص:۶-۹)

آئینہ نوری

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

مرزائے قادیان کی قرآن دانی کی قلعی ہم اپنے رسالہ آئینہ قادیانی میں کھول چکے ہیں (یہ مضمون عنقریب نقل ہو رہا ہے۔ بہاء) آئندہ اب اس تحریر میں آپ کے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کی قرآن دانی کا حال منکشف کرتے ہیں اور اہل علم و تحقیق سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اس قسم کی بہکی باتیں اور بے سر تکیں ہانکنے والا شخص بھی سلطان المفسرین (جیسا کہ ان کو قرآن مترجم کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا ہے) اور حکیم الامت (جیسا کہ قادیانی ان کو

لقب دیتے ہیں) ہوسکتا ہے؟

بت کریں آرزو خدائی کی　　ہے شان تیری کبریائی کی

حکیم صاحب سورۃ فاتحہ میں مالك یو م الدین پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یو م کے معنی وقت۔ دین کے معنی جزاء اور سزا۔ دنیا میں بھی جزا وسزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں۔ اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یو م الدین کو عام رکھا ہے اور خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ روایۃً ودرایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی رو سے غلط ہے۔ ہم اس موقع پر مفسرین کے اقوال پیش نہیں کرتے تا کہ حکیم صاحب ان کو اقوال الرجال کہہ کر ٹال نہ دیں بلکہ خاص قرآن حکیم ہی سے پوچھتے ہیں کہ وہ خود یوم الدین کسی خاص دن کو کہتا ہے یا عام رکھتا ہے۔ سنئیے منکرین قیامت کے استبعادی سوال کا ذکر اور اس کا جواب

یسئلو ن ایا ن یو م الدین یو م هم علی النا یفتنو ن ذو قوا فتیتکم هذا الذی کنتم تو عدون ۔ذاریات۔ (منکرین) پوچھتے ہیں کہ یو م الدین کب ہوگا؟ (ان سے کہو) جس دن تم آگ پر سینکے جاؤ گے (اور کہا جائے گا) اپنی اس سینک کے مزے چکھو۔ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے

اسی طرح دوسرے موقع پر بتاکید وتکرار کھول کر بتایا اور ٹھیک طرح سمجھایا:

و ما ا در ك ما یو م الدین ثم ما ادر ك ما یو م الدین یو م لا تملك نفس لمفس شیئاً و ا لا مر یو مئذ لله ۔انفطار۔ اور تم کیا سمجھے کہ یو م الدین کیا ہے؟ (پھر (سنو) تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ (یہ وہ دن ہوگا) جب کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور حکومت خاص اللہ ہی کی ہوگی۔

اسی طرح منکرین قیامت کے استبعاد کے جواب میں فرمایا: فا نما هی زجرة وا حدة فا ذا هم ینظرو ن و قا لوا یا ویلتنا هذا یو م الدین هذا یو م الفصل الذی کنتم به تکذ بو ن

۔صافات۔وہ (قیامت) تو بس ایک للکار ہے کہ ادھر ہوئی اور ادھر وہ سب (زندہ ہوکر) لگے دیکھنے۔اور بول اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی یوم الدین ہے (کہا جائے گا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے

اسی طرح سورہ واقعہ میں جو خاص احوال قیامت کی شرح ہے بعض عذاب دوزخ کا ذکر کر کے فرمایا:

هذا نز لهم یو م الدين (واقعہ۔) یعنی یہ (عذاب) جزاء کے روز ان کی مہمانی ہوگا۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی کئی آیتیں ہیں جن میں یو م الدين مذکور ہے مثلاً حضرت ابراہیم کی دعا شعراء میں۔ان تصریحات سے صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم نے یو م الدين خاص یو م القيا مة کو کہا ہے نہ کہ عام رکھا ہے جیسا کہ حکیم صاحب نے سمجھ لیا ہے۔

اب ہم دوسرے طریق پر ثابت کرتے ہیں اور اس میں بھی قرآن شریف ہی سے آیات پیش کریں گے۔دین کے معنی حساب کے ہیں (صحیح بخاری تفسیر سورۃ فاتحہ) اس لئے قرآن نے یو م الدين کو دوسرے مقام پر یو م الحسا ب کہا ہے چنانچہ سورۃ ص میں متقیوں کی جزاء جنت وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا: هذا ما تو عدو ن ليو م الحسا ب (سورۃ ص) یعنی یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب (قیامت) کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے

و قال موسی انی عذ ت بر بی و ر بکم من کل متکبر لا یو من بیو م الحساب۔(مومن)۔اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنی خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں۔ہر ایک مغرور (کی شر) سے جو روز حساب (قیامت) کو نہیں مانتا۔

اب ہم قرآن مجید میں سے قیامت کے دن کے حساب کی صورت ذکر کر کے بتلاتے ہیں کہ یو م الفصل اور یو م الدين اور یو م الحسا ب اور یو م القيا مة ایک ہی اس بڑے دن کا نام ہے

و نضع الموا زين با لقسط ليو م القيا مة فلا تظلم نفس شيئاً و ان کا ن مثقال حبة من خر دلٍ ا تينا بها و کفی بنا حا سبين (انبیاء) اور لگا دیں گے ہم انصاف کے ترازو قیامت کے دن میں تو کسی شخص پر بھی کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔اور اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا، تو ہم اس کو بھی لا موجود کریں گے اور حساب لینے کو ہم (اکیلے) بس ہیں۔

یوم الحساب کے متعلق اور بھی کئی آیات ہیں جن کو ہم بخوف طوالت نقل نہیں کرتے (مثلاً سورۃ ص رکوع ۱)

اس کے بعد علم نحو کے قاعدے سے ثابت کرتے ہیں کہ یو م الدین ایک خاص دن ہے عام نہیں ہے

۱۔ یو م مضاف ہے الدین کی طرف اور مضاف معرفہ ہوتا ہے (الفیہ ص ۱۲) نیز یہ اضافت محضہ ہے اور بوجہ معرفہ ہونے کے جزء اول یعنی مضاف معرفہ ہو گیا (ابن عقیل ص ۹۰) اور خاص کر یہ کہ یہ اضافت بمعنی لام ہے چنانچہ الفیہ صفحہ ۹۰ میں ہے:

و الثا نی ا جررو ا نو من او فی ا ذا لم یصلح ا لا ذا ك و ا للا م خذا

اور ابن عقیل میں اس کی شرح میں کہا ہے۔ و ضا بطة ذ لك انه لم یصلح ا لا تقدیر من او فی فالاضا فة بمعنی ما تعین تقدیر ہ و الا فا لا ضا فة بمعنی ا للا م ۔پس یوم الدین کے معنی ہوں گے یو م عین للدین چنانچہ فرمایا ان یو م الفصل میقا تھم ا جمعین (دخان) یعنی فیصلہ کا دن سب کے لئے وقت مقرر ہے

پس معلوم ہوا کہ یو م الدین ایک خاص معین دن ہے اور وہی ہے جس کی تفصیل گذر چکی

۲۔ اگر یو م الدین سے کوئی خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کی بنا پر عام ہوتا تو الدین کے ساتھ یو م کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی پس عبارت ما لك الدین ہوتی نہ کہ ما لك یو م الدین۔ فافہم

۳۔ اگر خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کے لحاظ سے عام ہوتا تو یو م کا لفظ واحد نہ آتا بلکہ ایا م الدین بلفظ جمع وارد ہوتا کیونکہ حکیم صاحب کے نزدیک جزا و سزا کے ایام و اوقات متعدد مختلف ہیں اسی لئے خود حکیم صاحب اپنی عبارت میں الفاظ جمع استعمال کئے ہیں: ان سب مقاموں اور وقتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حکیم صاحب نے یوم الدین کو عام رکھنے میں تصریحات قرآن اور قواعد علوم آلیہ کا خلاف کیا ہے

کیا حکیم صاحب ہماری تحریر کا جواب دیں گے، یا اسے تسلیم کریں گے؟ جواب زمانہ مستقبل دے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۱۹۔۲۰)

آئینہ نوری (۲)

۲۔ حکیم نورالدین صاحب کو ادب عربی میں بھی مہارت کامل ہے اور ان کی جماعت کو ان کی نسبت اس فن میں بہت ہی اعتقاد ہے اس لئے ہم آج خاص علم ادب کے متعلق ان کی موشگافی ظاہر کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ کرلیں گے کہ حکیم صاحب نے عرب وروم کے ایک ہی سفر میں عرب عرباء کو بھی ماند کردیا ہے چنانچہ سورۃ بقر کے شروع میں یو منو ن با لغیب کے متعلق حاشیہ چڑھاتے ہیں

یخشو ن ر بھم با لغیب اور فرمایا ۔ یو منو ن با للہ و الیو م ا لآ خر ۔ پس معنی ہوئے مانتے ہیں اللہ کو جو غیب ہے یا ماننے کی چیزوں کو تنہائی میں اور لوگوں سے غائب ہو کر۔

واہ واہ! کمال زبان دانی ہے زمخشری وحریری بھی شرمندہ ہیں حکیم صاحب کا اس آیت سورہ بقر کی تفسیر میں بحوالہ آیت یخشو ن ر بھم با لغیب یہ کہنا، تنہائی میں اور غائب ہو کر، ۔غلط ہے کیونکہ یخشو ن ربھم بالغیب میں تو ٹھیک ب ظرفیت کے لئے ہے لیکن یو منو ن با لغیب میں ظرفیت کے لئے نہیں بلکہ یو منو ن کا صلہ ہے جو لفظ ایمان اور اس کے دیگر مشتقات کے ساتھ آیا کرتا ہے۔ حکیم صاحب کو ظن ہوا کہ ہر دو آیات میں بالغیب کا لفظ ہے تو معنی بھی ایک ہوں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ ہر نقطہ مقامے دارد

۳۔ اسی طرح حکیم صاحب یقیمو ن الصلوۃ میں الصلوۃ پر حاشیہ چڑھاتے ہیں: الصلوۃ میں ال ہے اس کے معنی اس خاص نماز کے ہیں یا ممکن ہے کہ عام دعا کے ہوں۔

حکیم صاحب نے اس میں وہی کمال کیا کہ الصلوۃ کی لغوی عمومیت کو دیکھا لیکن اس کے ساتھ یقیمو ن کا خیال نہ کیا اور حفظت شیئاً و غا بت عنك اشیاء کے مصداق بنے۔ قرآن وحدیث میں الصلوۃ کے ساتھ جہاں کہیں اقامت کا لفظ آیا ہے وہاں وہی نماز معہود شرعی مراد ہے اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ حقیقت شرعی لغت پر مقدم ہوتی ہے ورنہ قریباً تمام شرعیات کی تعطیل لازم آئے گی۔ باطنیہ وغیرہ فرق ضالہ نے اس بہانہ سے شرعیات کو ترک کیا تھا جب حکیم صاحب کے نزدیک یقیمو ن الصلوۃ سے عام دعا مراد لینا درست ہے تو قرآن شریف میں ہر جگہ اس کے یہ معنی لینے درست ہوں گے نہ کہ خاص اس موقع پر

۔کیونکہ لفظ ایک ہی ہیں اور قرائن یکساں۔پس اگر کوئی شخص اس کو دستاویز بنا کر نماز معہود ادا نہ کرے اور عام دعا پر اکتفا کرے تو اسے مخالف قرآن نہیں کہہ سکیں گے کیونکہ اس نے قرآن کے صحیح مراد اور مفہوم پر عمل کیا۔پس نماز کو جواب ہو جائے گا اور اسی طرح روزہ حج زکوۃ فرائض اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا

ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف کرتے ہیں کہ حکیم نوردین وہ معنی و مراد بھی ذکر کرتے ہیں جو مشہور ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی جدت و زیادت کر کے مفسر قرآن بننا چاہتے ہیں لیکن خدا کی قدرت جہاں ان کی اپنی جدت ہوتی ہے وہاں ذلت ہوتی ہے اور ہم یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو قرآن و حدیث اور علوم رسمیہ میں ہرگز رسائی نہیں۔نہ انفراداً اور نہ اجتماعاً وہ اس بارگراں کو اٹھا سکتے ہیں

کلاہ خسروی و تاج شاہی بہر کل کئے رسد حاشا و کلا

۴۔حکیم صاحب۔ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ جمعہ کو دیکھا لیکن افسوس وہاں آپ کا مدعا نہیں ملا، گو حکیم صاحب نے تصریح نہیں کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالآخرۃ ھم یوقنون میں مرزا صاحب کو بھی داخل کرنا چاہتے ہیں۔جناب حکیم صاحب! جہاں قرآن نے منکرین قیامت کو ان الفاظ میں ملامت کی ہے وھم بالآخرۃ کفرون (اعراف) اور جہاں یوقنون کے مقابلے میں ان کا یہ قول کیا ہے وما نحن بمستیقنین (جاثیہ) کیا آپ وہاں بھی مرزا صاحب کے منکر مراد لے سکیں گے۔کیا خوب!

جناب یقین بالآخرت جہاں قرآن میں مذکور ہے وہاں الساعۃ الآخرۃ یعنی قیامت کو ماننا مراد ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۱۱ ۔ص ۶،۷)

آئینہ نوری (۳)

۵۔ و اولئك هم المفلحو ن کا ترجمہ حکیم نورالدین صاحب یوں فرماتے ہیں:

اور یہی بڑے فتح مند ہوں گے۔،

اور پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یہ بشارت اور پیش گوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور اتباع مظفر و منصور ہوں گے،

اقول: یہ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب فلاح سے صرف دنیوی بہتری اور ظفر مراد لے رہے ہیں۔ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ جہاں ایمانیات واعمال صالحہ پر جزائے حسن کا وعدہ ہے وہاں فلاح سے مراد نجات عاقبت اور فوز آخرت ہے۔ چنانچہ اس سے قبل الذین سے لے کر یو قنو ن تک ایمانیات اور نماز وزکوۃ واعمال صالحہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد اس کے نتیجہ سے خبر دی ہے کہ فلاح ہوگی۔ اسی طرح سورہ مومنون کے شروع میں فلاح ونماز و زکوۃ اعمال صالحہ کا ذکر کر کے فوز بالجنت کی تصریح کر دی ہے

قد افلح المو منو ن الذین هم فی صلوتهم خا شعو ن (الی ..) او لئك هم الوا ر ثو ن الذین یر ثو ن الفر دوس هم فیها خا لدو ن (مومنون) ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) سے کہ (ان میں) ان پر کچھ بھی الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلب گار ہوں تو وہی لوگ حد سے باہر ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ اصلی وارث ہیں جو بہشت بریں پائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں صاف مذکور ہے کہ فلاح کی صورت فوز بالجنت ہے نہ کہ دنیوی فتح۔ اس کے لئے قرینہ عقلی یہ ہے کہ فلاح کے معنی ہیں، مراد کو پہنچنا، اور ایمان اور اعمال صالحہ سے مراد نجات عاقبت اور رضامندی خدا تعالی ہے نہ کہ دنیا کی ظفر مندی۔ اگر ظفر مندی دنیا میں ہو تو ہو مگر یہ مراد میں داخل نہیں، اور نہ شایان بلاغت ہے کہ ایمان واعمال صالحہ کی فہرست کے بعد اسی پر بس کیا جائے۔

٦۔ یخا دعو ن الله ...۔ حکیم صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: چھوڑتے ہیں اللہ کو اور ان کو جو ایمان لائے اور محروم نہیں کر رہے ہیں مگر اپنے آپ کو۔

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں: خـا دع بمعنی ترک بمعنی چھوڑا۔ قاموس اللغت اور اس کی تصدیق نسوا الله فنسیهم ہوتی ہے چھوڑ دیا انہوں نے اللہ تو چھوڑ دیا اللہ نے ان کو۔ خدع کے معنی امسك ، یقا ل فلان کا ن یعطی فخد ع ۔ ترجمہ فلانا دیتا تھا اب ممسک ہو گیا۔ رک گیا۔ اس کی تصدیق اللہ تعالی کے

اس بیان سے ہوتی ہے هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله (منافقون۔۷)۔
اورفرمایایقبضون ایدیھم (توبہ۔۶۷)

اقول: شکر ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے فہم کی تائید میں قرآن کی آیات بھی پیش کیں اس سے ہمارے لئے میدان صاف ہو گیا لیکن افسوس حکیم صاحب نے جن آیات سے تمسک کیا ہے وہ خدع کے متعلق نہیں ہیں۔ان سے تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں نے خدا کو بھلا دیا اور وہ ممسک ہیں۔اور ظاہر ہے کہ یہ تو مضمون کی صحت کی دلیل ہے نہ کہ اس امر کی تصدیق کہ خدع سے نسیان (ترک) اور قبض وامساک مراد ہے کیونکہ جب تک نتیجہ کا موضوع ومحمول صغری وکبری میں نہ پایا جائے قیاس (نتیجہ) درست نہیں ہوسکتا۔ اس سے حکیم صاحب کی منطق دانی بھی ظاہر ہے۔حکیم صاحب نے قاموس سے خادع کے معنی ترک تو نقل کر دیئے لیکن اس کے پہلے جو کچھ اس آیت زیر تفسیر کی بابت لکھا ہے اسے بالکل ترک کر دیا حکیم صاحب نے اس مقام پر ناحق تکلیف سے کام لیا جو موقع اور محل کے مناسب نہیں انہوں نے خارج کے خدع کے معنی ترک لکھے ہیں جو اس مقام پر نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یخدعون میں اس ترک کا اثبات دیا گیا جو واقع میں درست ہے ما یخدعون میں اس کی نفی کے کیا معنی؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یخادعون کے ایسے معنی لینے چاہییں جس کا اثر حقیقت خدعیت کی رو سے اس کے مفعول پر درست نہ ہو اور اسی لئے دوسری بار اللہ اور مومنین سے اس کی نفی کر کے وما یخدعون الا انفسھم میں اس کے اثر کو انفسھم پر ثابت کیا ہے۔پس حکیم صاحب کا تکلف نادرست اور بے جا ہے مگر حکیم صاحب نے ایک اور چال کی کہ دوسری دفعہ کے یخدعون میں خدع کے معنی امساک لئے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہے۔نہ ہی؟؟ مناسب ہے کیونکہ یخادعون کو مثبت ذکر کرنے اور اس کے بعد ما یخدعون کو منفی ذکر کرنے میں مقابلہ ہے جو دونوں کے الگ الگ ترجمے مراد لینے میں جاتا رہا۔اور ظاہر ہے اس طرح کلام فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہے جو شان قرآن کے خلاف ہے

اب ہم خدا کے احسان سے اس آیت کا صحیح مطلب بتاتے ہیں جس سے وہ اعتراض بھی جس کے سبب سے حکیم صاحب کو اس قدر تکلفات کی ایچا پیچیوں میں الجھنا پڑا دور ہو جاتا ہے اور قرآن کی بلاغت بھی

ظاہر ہوتی ہے و ما توفیقی الا باللہ

خاکسار جو حاشیہ قرآن منۃ الرحمٰن بتفہیم لطائف القرآن لکھ رہا ہے اس میں خاکسار نے اس آیت کے متعلق یہ حاشیہ لکھا ہے:

یخادعون باب مفاعلہ سے ہے اور اس کے خواص میں سے ایک مشارکت ہے اور کبھی اس میں مجرد بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے عاقبت اللص ۔ اور تائید دوسری قرأت سے ہوتی ہے جس میں باب مجرد یعنی یخدعون آیا ہے اور اسی لئے رسم الخط میں خ کو بفاصلہ الف دال سے قطع نہیں کیا گیا پس یہ آیت پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا (معاذ اللہ) اللہ تعالی بھی ان سے دھوکہ کرتا ہے؟ کہ صیغہ مشارکت کا استعمال کیا گیا؟ اور نہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالی علیم کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس سے مراد فریب کا معاملہ کرنا ہے نہ کہ فریب کا واقع کر لینا۔ اسی لئے دوسری دفعہ و ما یخدعون میں باب مجرد ذکر کر کے اللہ تعالی اور مومنین کی نسبت وقوع فریب کی نفی کی اور الا انفسھم میں خود انہی کے نفسوں پر اثر پڑنے کو ثابت کیا کیونکہ اس میں وقوع فریب کا ذکر ہے۔ پس اس تقریر پر اعتراض بھی نہیں آسکتا اور یخادعون اور ما یخدعون کے مقابلہ میں فصاحت بلاغت بھی قائم رہتی ہے بلکہ ثابت ہوتی ہے۔،

اس آیت کی تفسیر کے لئے ہم سورہ نساء پارہ پنجم رکوع اخیر کی آیت بھی بیان کرتے جس میں ہمارے بیان کی تائید کے ظاہر قرائن ہیں لیکن بخوف تطویل اسی پر بس کرتے ہیں اگر ضرورت پڑی تو دوسری بار لکھیں گے انشاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

ظہور قادیانی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

معلوم نہیں قادیانی گروہ کو حضرت روح اللہ سے کیا ضد ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور آپ کی تنقیص کرتے رہتے ہیں خود قادیانی آنجہانی نے تو جو کچھ بے ادبی ضمیمہ انجام آتھم و دافع البلاء وغیرہ کتابوں میں کی ہے وہ انکار رسالت کے قریب قریب ہے لیکن ان کی ذریت میں بھی حسب حیثیت کافی اثر ہے کبھی تو کوئی امتیوں کو ان پر فضیلت دیتا ہے اور کبھی کوئی ان کے صاحب شرع ہونے سے انکار کرتا ہے مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب، جواب باصواب، صفحہ ۷ میں ارقام فرماتے ہیں:

مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے

اور نیز کہا ہے:

مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کے خدام کی برابری کر سکے ۔(ص ۷)

خاکسار نے اس کے جواب میں اپنی کتاب شہادۃ القرآن باب اول میں بتصریح کتب عقاید لکھا کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینی کفر وضلالت ہے۔

قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان صفحہ ۱۵۔۱۶ میں اپنے بھائی کی حمایت کی اور اس کفر وضلالت پر مصر رہنے کے لئے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور باز آنے اور توبہ کرنے کی نصیحت نہیں کی اور اس پر طرفہ یہ کہ صفحہ ۹۔۱۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صاحب شرع نبی ہونے سے بھی انکار کر دیا انہوں نے جو کچھ وجوہات بیان کئے ہیں وہ یکے بعد دیگرے مع جوابات حسب ذیل ہیں۔ ناظرین ان وجوہات کو اور ان کے جوابات کو دیکھ کر قادیانی علم وایمان اور قوت استدلال کا اندازہ لگائیں اور انصاف کریں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

وجہ اول قادیانی۔ اول تو انجیل کے معنی ہی بشارت یا خوش خبری کے ہیں اور مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پا نازل ہوتی ہیں اس میں مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ (ص۹)

جواب۔ اول تو آپ نے اپنی دلیل کا مقدمہ اولی ہی ثابت نہیں کیا کہ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں اور یوں ہی قادیانی الہام کی طرح بے ثبوت ہانک دیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ مقدمہ ثانیہ یہ چاہیے تھا کہ کوئی مبشر صاحب شرع نہیں ہوتا۔ پھر اس کلیہ کو بھی ثابت کرتے اور انکار کی ٹھانتے۔ و دو نہ خر ط القتاد

ثالثاً یہ کہ جب آپ مقدمہ ثانیہ میں مانتے ہیں کہ مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پر نازل ہوتے ہیں تو اصحاب شرائع بھی لفظ، ہر ایک، میں شامل ہیں۔ پس آپ اس دلیل سے حضرت عیسی کے صاحب شرع ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں مقدمات ایجابیہ سے نتیجہ سلبیہ نکالنا قادیانی منطق کا نتیجہ ہے۔

وجہ دوم قادیانی: ان کا اپنا دعوی بھی صاحب شریعت ہونے کا نہیں جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ تو صاف کہہ رہے ہیں۔ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں اور یہ کہ اس کو برقرار رکھونگا۔ کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا (ص۹)

جواب: واہ جناب! اتنا بھی معلوم نہیں کہ جواب ہمیشہ مخالف کے مسلّمات سے دیا جاتا ہے نہ کہ ان اصول سے جن میں خصم کو کلام ہو جناب آپ خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) کے جواب میں لکھ رہے ہیں اور خاکسار ان جعلی اناجیل کو ہرگز نہیں مانتا۔ لہذا خاکسار کے نزدیک آپکی یہ دلیل کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی پہلے ان کتابوں سے الزام جعلی دور کرلیں اور ان کی حقانیت ثابت کرلیں پھر خاکسار کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔ خاکسار نے ان کتابوں کی بابت اپنی مختلف تصانیف مثلاً تائید القرآن واعجاز القرآن میں مدلل بحث کی ہے اور ان کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتابیں جعلی ہیں۔

ثانیاً کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں، پورا کرنے، کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کی پیش گوئی کا

مصداق ہوں۔پس آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

وجہ سوم قادیانی: خود عیسائی قوم کا عمل درآمد اس بات پر شاہد ہے کہ عیسی صاحب شریعت نبی نہ تھے ورنہ اپنی تمدنی وسیاسی زندگی کے لئے ان کو قوانین وضع کرنے نہ پڑتے (ص۹)

جواب۔اول تو اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذر چکا پس عیسائیوں کی کتابوں اور ان کے عمل درآمد سے خاکسار کے برخلاف کوئی امر ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً یہ کہ عیسائیوں کے پاس اس وقت شریعت عیسوی محفوظ نہ ہونے سے کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کو خدا تعالی ہی سے شریعت نہ ملی تھی۔مجہول سے علم حاصل کرنا قادیانی کمال ہے

وجہ چہارم قادیانی: و من قبله كتا ب موسى اما ماً و رحمةً سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے صرف حضرت موسی ہی کی کتاب تھی جو امامت ورحمت یعنی شریعت کہلانے کی مستحق تھی (جس پر کما حقہ عمل کرکے انسان قرب اللہ کے عالی مراتب حاصل کرسکتا ہے) ورنہ اگر قرآن شریف اور توریت کے درمیان کوئی اور کتاب بھی ہوتی یا کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا تو اس کتاب کو امام ورحمت کہا جاتا (ص۹۔۱۰)

جواب: شکر ہے کہ آپ نے استدلال میں آیت تو پیش کی۔گو مفید مطلب نہیں۔

صاحب! اول تو یہ بتلائیے کہ آپ نے آیت میں، صرف، اور، ہی، کس لفظ کے معنی کئے ہیں۔ قضیہ ایجابیہ میں بغیر کلمہ حصر، حصر نہیں ہوتا اور نہ ماعدا کا صلب منظور ہوتا ہے۔بلکہ صرف محض اثبات مذکور ملحوظ ہوتا ہے اور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا ہے کہ غیر مذکور مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔پس آپ کی دلیل بن نہ سکی اور من قبل میں اتصال زمانہ بغیر فصل کے ضروری نہیں جیسے آیات ذیل سے واضح ہے

الم يأتهم نبا الذين من قبلهم (توبہ) اور و ان يكذ بو ك فقد كذ بت قبلهم (حج)

اور یہ جو آپ نے سمجھا کہ صاحب شرع نبی کی کتاب کے ضروری ہے کہ امام کہا جائے اس کی کیا دلیل؟ پس یہ بھی ممنوع ہے کیا قرآن کریم کی نسبت بھی ایسا ہی خیال ہے کہ جب تک اس کی نسبت امام کا لفظ نہ آئے تب تک شریعت نہیں ہوسکتا۔

آیئے ہم آپ کو اس جگہ انجیل کے مذکور نہ ہونے کی وجہ بتلائیں

یہ آیت قرآن شریف میں دو مقام پر ہے۔ اول سورہ ہود میں اور وہ اس طرح ہے:

افمن کان علی بینةٍ من ربه و یتلوه شاهد منه و من قبله کتاب موسی اماماً و رحمة اولئك یومنون به (ھود) تو کیا وہ شخص جو اپنے رب سے دلیل پر ہو اور پیچھے پیچھے آتا ہے اس کے ایک شاہد اس سے اور پہلے اس سے کتاب ہے موسی کی امام اور رحمت، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے

اور دوسری سورۃ احقاف میں ہے۔ اس کے قبل میں یہ آیت بھی ہے:

قل ارأیتم ان کان من عند الله و کفرتم به و شهد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله فامن و استکبرتم۔ (احقاف)۔ اے نبی کہہ دے کہ بتلاؤ اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو اور تم اس سے منکر بنے ہو اور بنی اسرائیل میں ایک شاہد نے اسی طرح کی (کتاب) کی گواہی دی اور ایمان لے آیا اور تم متکبر ہی رہے (تو تمہارا کیا انجام ہوگا)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں شاہد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جو علماء یہود سے تھے اور اسلام لائے تھے۔ ان کے اسلام لانے کو خدا تعالی نے قرآن شریف کے حق ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اس کے بعد دونوں مقاموں میں کتاب موسی کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن سلام علمائے توریت میں سے تھے عیسائی نہ تھے پس بدیں وجہ اس موقع پر انجیل کا ذکر نہیں کیا

وجہ پنجم قادیانی: سورہ احقاف کے آخری رکوع میں نفراً من الجن اپنی قوم سے جا کر کہتا ہے انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسی ہم نے ایک کتاب سنی جو موسی کے بعد نازل ہوئی۔ پس اگر درمیانی زمانہ میں انجیل شریعت یا مسیح صاحب شریعت ہوتے تو ان کا ذکر ہوتا۔

جواب: اس کے جوابات بھی مثل اوپر کی آیت کے ہیں۔

اول یہ کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔

دوم یہ کہ من بعد موسی میں اتصال زمانی ملحوظ نہیں۔

سوم یہ کہ اس میں تو بالکل انجیل کے نزول ہی سے سکوت ہے آپ نے یہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ انجیل نازل ہی نہیں ہوئی اور شریعت اور صاحب شریعت کی جعلی قید لگا دی

چہارم۔ یہ کہ وہ جن یہودی تھے عیسائی نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسا کیا۔ دیکھئے تفسیر مدارک میں جس کا حوالہ آپ نے بھی اس مضمون کے خاتمہ پر کسی اور مطلب کے لئے دیا ہے، ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے و انما قالوا من بعد موسی لانّھم کانوا علی الیھودیة کہ ان جنوں نے من بعد موسی صرف اس لئے کہا کہ وہ یہودی تھے۔ اسی طرح تفسیر کشاف اور خازن وغیرہ میں بھی ہے

وجہ ششم قادیانی: یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل (اللہ اسے کتاب و حکمت یعنی توریت و انجیل کی تعلیم دے گا) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ توریت کی تعلیم مسیح کو دی گئی اور انجیل میں صرف حکمت و دانائی کی باتیں تھیں نہ کہ شریعت

جواب: نہ کہ شریعت، کس لفظ کا ترجمہ ہے اور الحکمۃ کے معنی بالخصوص انجیل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اور پھر، صرف، کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ صاحب! یہ ترجمہ الہام نہیں کہ قادیان میں اس کی مشین ہو یہ تو عبارات کا ترجمہ ہے جو سب کی نظروں میں ہیں۔ اچھا تو قرآن کریم کو بھی الحکمۃ اور الحکم کہا گیا ہے کیا اس کی نسبت بھی یہی فیصلہ ہے (تف) کیا جس کتاب میں دانائی اور حکمت کی باتیں ہوں اس میں شریعت بیان کرنی منع ہے؟ جناب من! میں پھر آپ کو سناتا ہوں کہ قضیہ ایجابیہ میں محض اثباتِ مذکور ہوتا ہے سلب ماعدا مطلوب نہیں ہوتا۔

قال القادیانی: انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ پڑھو اور غور کرو اگر آنحضرت ﷺ سے پہلے موسی کے سوا کوئی اور نبی بھی صاحب شریعت ہوتا تو اسی کی مثل فرمایا جاتا۔

اقول: اچھا جناب! غور کر لی۔ ہم نے تو آپ کا مطلب یہ سمجھا کہ جو نبی انبیاء سابقین میں سے سب سے قریب ہو اس کی مثل کہنا چاہیے۔ کیوں صاحب! ایسا کیوں ہو؟ سنیئے! مماثلت کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ جس کے حالات اور عہد کو عہد محمدی سے مناسبت ہو اس کا ذکر کیا جائے خواہ قریب ہو خواہ بعید ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت موسی کی جلالت اور آپ کے حالات اور عہد آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں

اس لئے ان کی مثال ذکر کی ۔اور یہ جو آپ مثل مثل پکار رہے ہیں اور قادیانی نے بھی ازالہ میں آنحضرت ﷺ کو مثیل موسیٰ لکھا ہے درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ تو سید ولد آدم ہیں ۔مثیل کیسے؟ کـمـــــا سے مشابہت و مماثلت امر ارسال میں منظور ہے نہ کہ مرسلین میں ۔ فا فهم

وجہ ہفتم قادیانی: توریت باب استثنا میں جو پیش گوئی ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی مبعوث کرونگا اس سے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ کے بعد صاحب شریعت نبی صرف حضرت محمد ﷺ ہی تھے ورنہ عیسائیوں کو موقع ملتا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کو خلط ملط کردیں ۔وہ پہلے ہی سے کہتے ہیں یہ پیش گوئی ،المسیح ، میں پوری ہوئی مگر ہم انہیں جواب دیا کرتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی ہی نہ تھے ۔

جواب: اول تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہے کہ اہل کتاب کی جعلی کتابیں ہمارے لئے یا ہم پر حجت نہیں ۔ثانیاً یہ کہ اس پیش گوئی میں کہاں مذکور ہے کہ وہ نبی صاحب شریعت بھی ہوگا ۔یہ قادیانی افتراء ہے ۔ہاں آپ نے یہ خوب فرمایا کہ آپ عیسائیوں کو ایسا کہا کرتے ہیں ۔تو کیا آپ کے کہنے سے ہم بھی کہہ دیں؟ سبحان اللہ! یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کو حضرت عیسیٰ کے صاحب شرع ہونے سے انکار صرف عیسائیوں کی ضد سے ہے لا يجر منكم شنآ ن قو م على ان تعد لوا اعد لوا هو اقر ب للتقوى (مائدہ۔پ٦)

قادیانی ساتوں وجوہات مع جوابات ذکر ہوچکیں ۔اب خاکسار کی پیش کردہ دلائل کے متعلق جو کچھ انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اس کو دیکھئے اور قادیانیوں کے علم و کمال کی داد دیجئے ۔

قال القادیانی: اب ان سات وجوہ کو پیش نظر رکھ کر ان آیات قرآنی پر تدبر فرمایئے جن سے عیسیٰ کا صاحب شریعت نبی ہونا نکالا جاتا ہے ۔ایک تو یہ ہے کہ شـرع لـكم من الدين ما و صى به نو حاً و الـذى او حيـنـا اليك و مـا و صيـنـا بـه ابرا هم و موسى و عيسى ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں کہ ایک جگہ سے کچھ اور دوسری سے کچھ ثابت ہو ۔یہاں شرع لكم کے معنی مدارک میں بيّن و ا ظهر لكم لے لکھے ہیں اور پھر یہ بھی کہ اس سے شرائع مراد نہیں ۔چنانچہ لم يرو الشرا ئع فا نها مختلفة پس شریعت مراد لینا غلط ہے ۔

جواب الجواب: سب سے پہلے ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب شہادۃ الفرقان القادیانی میں

قرآن شریف کی بہت سی آیات غلط لکھی ہیں۔اور یہ اغلاط املاء اور اعراب کی نہیں بلکہ الفاظ کی تفسیر اور کمی بیشی کی ہیں۔اور یہ صفت خاص اس کتاب کی نہیں بلکہ خود قادیانی آنجہانی کی متعدد تصانیف میں اور دیگر قادیانی رسائل واخبارات کا بھی یہی حال ہے چنانچہ اکمل صاحب نے اس ایک صفحہ کی تحریر میں دو آیتیں غلط لکھی ہیں لیکن ہم نے ان کو درست کر کے لکھ دیا ہے۔اس کے بعد ان کی تحریر کا جواب یہ ہے کہ جناب بے شک قرآن شریف میں اختلاف نہیں صرف آپ کی سمجھ میں اختلاف ہے۔اپنی پیش کردہ ہہفت وجوہ کے جواب تو دیکھ لئے اب جو ہمارے دلائل پر آپ نے نقض کیا ہے اس کا بھی جواب سنئیے۔شکر ہے کہ آپ نے بھی ایک تفسیر کا حوالہ دیا اب آپ کو اسی تفسیر کی تصریح اور دیگر تفاسیر کی عبارتوں سے ثابت کر دیں گے کہ سب کے سب حضرت عیسی کو صاحب شرع نبی مانتے ہیں۔سنئیے صاحب! آپ نے مدارک کا ادراک ہی نہیں پایا۔کیا شرع، کے معنی بیّن کرنے سے آپ کا مطلب ثابت ہو گیا۔نہیں صاحب! قرآن شریف میں ایسے ہی دوسرے موقع پر بیّن کا لفظ ہے اس لئے صاحب مدارک نے شرع کے معنی بیّن کئے ہیں ملاحظہ ہو یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم (نساء پ۵) اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مدارک میں لم یرو الشرائع ..الخ لکھا ہے اسے بھی آپ نے نہیں سمجھا۔پوری عبارت یوں ہے:

و المراد اقامة دین الا سلا م الذی ھو تو حید اللہ و طا عته و ا لا یما ن برسله و کتبه و بیو م الجزاء و سا ئر ما یکو ن المر ء با قا مته مسلماً و لم یر و به الشرا ئع فا نھا مختلفة قا ل اللہ تعا لی لکل جعلنا منکم شر عة و منھا جا (مدارک۔سورہ شوری پارہ۲۵) ۔ اقیموا الدین سے دین اسلام کا قائم کرنا مراد ہے اور وہ یہ کہ ہے کہ خدا کو واحد جاننا اور اس کی اطاعت کرنا اور اس کے رسولوں اور کتابوں پر اور جزا کے دن پر ایمان لانا اور باقی امور جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور اس سے مراد شرائع نہیں ہیں کیونکہ وہ مختلف رہی ہیں جیسا کہ خدا تعالی نے فرمایا۔تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک ایک شریعت اور راہ مقرر کیا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب مدارک اقامۃ دین کے معنی بتا رہے ہیں کہ ان امور کو جن پر انبیاء متفق تھے قائم کیا جائے۔باقی رہے احکام عملیہ سو حسب زمانہ ہر رسول کے کچھ کچھ الگ ہوئے ہیں وہ اس

جگہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ جن انبیاء کا اس آیت میں ذکر ہے وہ سب صاحب شرع ہیں اس لئے مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں ان سب انبیاء کو جو اس آیت میں درج ہیں اصحاب شرائع لکھا ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے

دیگر یہ کہ صاحب مدارک تو خود تصریح کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صاحب شرع نبی تھے۔اب آپ کو کیا حق ہے کہ ان کی کسی عبارت سے ان کی تصریح کے برخلاف مطلب نکال سکیں۔منطق کے مقابلے میں مفہوم (خواہ غلط ہی ہو) پر اڑنا عام طور پر قادیانی معمول اور اصول ہے ملاحظہ ہو تفسیر مدارک زیر آیت سورہ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم .. الآیۃ

قال القادیانی: دوسری یہ کہ و لا حل لکم بعض الذی حر م علیکم ،اس کے بہت سے جواب ہیں ..انتہی کلام القادیانی

جواب الجواب۔حضرات ہم کس بات کا جواب دیں آپ خیال کرتے ہوں گے کہ خاکسار نے عمداً قادیانی بہت سے جواب نقل نہیں کئے۔نہیں جناب۔میں نے ان کی عبارتیں بلاکم کاشت پوری کی پوری نقل کی ہیں اکمل صاحب نے صرف، بہت سے جواب، ہی لکھا ہے اور جواب کوئی نہیں دیا۔اسی طرح خاکسار نے شہادۃ القرآن باب اول جو دوسری دلیل یعنی آیت سورۃ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم ...حضرت عیسیٰ کے صاحب شرع نبی ہونے کی بابت لکھی تھی اس کی طرف بھی توجہ نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کیا شائد اسی لئے جواب دیتے وقت کہا ہے، نکالا جاتا ہے، اور خاکسار کا نام نہیں لیا، تاکہ اس دلیل کے جواب نہ دینے کی صورت میں عذر ہو سکے کہ ہم نے تو ان دلائل کا جواب دیا ہے جو عام طور پر لوگ پیش کیا کرتے ہیں اور اسی لئے ہم نے و لا حل لکم بعض الذی حر م علیکم کا بھی ذکر کر دیا حالانکہ شہادۃ القرآن میں اسے ذکر نہیں کیا گیا۔نہیں صاحب! آپ شہادۃ القرآن باب اول کا جواب لکھ رہے ہیں اور شروع مضمون میں آپ نے کہا ہے: اسی صفحہ (۳۴) پر آپ (خاکسار ابراہیم) نے عیسیٰ کو صاحب شرع رسول لکھا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس کے بعد آپ نے اپنے مفت اندام کا خون چھوڑا ایا ہے۔،

پس آپ اس عذر سے شہادۃ القرآن سے بھاگ نہیں سکتے

اس کے بعد ہم قرآن شریف کا ایک اور مقام ذکر کرتے ہیں جو انجیل کے شریعت ہونے کو مہر نیم روز کی طرح ثابت کرتا ہے وہ یہ کہ سورہ مائدہ میں توریت کی نسبت فرمایا کہ اس میں، ہدایت اور نور تھا۔ اور پھر فرمایا کہ، جو شخص خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے، اس کے آگے فرمایا، وہ ظالم ہے،، اس سے ظاہر ہے کہ توریت شریعت تھی اور خدا تعالی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح توریت کے بعد انجیل کا ذکر کیا اور اس کی نسبت بھی فرمایا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا، اور پھر فرمایا، وہ متقین کے لئے موعظت تھی،۔ اس کے بعد فرمایا و لیحکم اهل ا لا نجیل بما انز ل الله فیه و من لم یحکم بما انـز ل الله فا و لئك هم الفا سقون (مائدہ) یعنی ہم نے اہل انجیل کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ اس کے مطابق فیصلے کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق ہے۔

دیکھئے توریت اور انجیل کے متعلق ایک جیسی تاکید کی اور وہی لفظ فرمائے۔ اسے موعظت بھی کہا۔ پھر اس کے بعد قرآن شریف کا ذکر کیا اور آنحضرت ﷺ کو حکم کیا کہ جو کچھ خدا نے تیری طرف نازل کیا اس کے مطابق فیصلہ کر۔ پھر اس کے بعد فرمایا لـکـل جـعلنا منکم شرعةٍ و منها جاً یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت اور راہ بنائی۔ دیکھئے ہر ایک شریعت کا ترتیب وار ذکر کرنے کے بعد کس طرح فیصلہ کیا۔ اس بیان کے بعد بھی انجیل کے شریعت ہونے کے متعلق کوئی شک رہ سکتا ہے۔ فـمـا ذا بعد الحق الّا الضلا ل فا نی تصرفون۔

خاتمہ پر ہم تفاسیر کے حوالے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے چار مقامات پر گیارہ تفاسیر ذیل میں حضرت عیسی کے صاحب شرع ہونے کی تصریح کی گئی ہے کسی تفسیر میں ایک مقام پر کسی میں زیادہ پر۔ غرض آپ کے صاحب شریعت ہونے پر سب کا اتفاق ہے انکار کسی نے نہیں کیا

پہلی آیت: و لا حلّ لکم بعض الذ ی حرم علیکم (بقرہ۔ پ ۳)

۲۔ و اذ ا خذ نا من النبیین میثا قهم و منك و من نو ح و ابرا هیم و موسی و عیسی بن مر یم (ا حزا ب)

۳ ۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی (شوری)

٤ ۔ فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (احقاف)

تفاسیر کے نام حسب ذیل ہیں۔ معالم۔ خازن، فتح البیان۔ کبیر۔ ابوالسعود۔ بیضاوی۔ سراج منیر ۔ جامع البیان۔ رحمانی۔ کمالین۔ وھذا آخر ما اوردنا ایرادہ فی ھذہ العجالۃ ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ٦۔۹)

الخبر الصحیح عن قبر المسیح

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے الخبر الصحیح عن قبر المسیح کے عنوان سے ۱۳۲۵ھ میں ایک مختصر رسالہ تالیف کیا (جو ان کی مصروفیات کے باعث کچھ عرصہ بعد شائع ہوا تھا) اس رسالے میں آپ نے کشمیر میں قبر مسیح کے وجود کے مرزائی دعوی پر تحقیقی بحث کی ہے۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے ملخصاً نذر قارئین کرتے ہیں۔ مولانا سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے رسالہ الھدی والتّبصرۃ لمن یّری کے صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے:

و ثبت بثبوت قطعی انّ عیسی ھاجر الی ملک کشمیر بعد ما نجاہ اللّٰہ من الصّلیب بفضل کبیر و لبث فیہ مدّۃ طویلۃ حتّی مات و لحق الاموات ۔ و قبرہ موجود الی الآن فی بلدۃ سری نگر الّتی ھی من اعظم امصار ھذہ الخطۃ (اور قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ عیسی نے ملک کشمیر کی طرف ہجرت کی بعد اس کے کہ آپ کو اللہ نے بڑے فضل

سے نجات دی اور اس ملک میں بہت مدت تک بستے رہے، حتی کہ مر گئے اور مردوں کو جا ملے اور آپ کی قبر شہر سری نگر میں، جو اس خطہ کے سب شہروں سے بڑا ہے، اب تک موجود ہے)

اور پھر اسکے بعد کتاب اکمال الدین کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ تسلی واطمینان کیلئے اس کتاب کو پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں یہ بیان تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

مرزا صاحب کا یہ سارا بیان بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔اس بیان سے مرزا صاحب کا مدعا صرف یہ ہے کہ جب حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور فوت شدہ لوگ پھر دنیا پر نہیں آتے، تو حدیث میں جس مسیح کی بشارت سنائی گئی ہے، اس سے خواہ مخواہ کوئی مثیل مسیح مراد ہے۔اور وہ مسیح موعود، بہ حسبِ ادّعاء خود، مرزا صاحب ہیں۔مرزا صاحب کے اس بیان کا تارو پود بالکل باطل اور خلاف واقع ہے اور قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہے کیونکہ نہ تو حضرت روح اللہ صلیب پر چڑھائے گئے، اور نہ ان کیلئے کوئی مرہم تیار کی گئی، اور نہ وہ کشمیر کی طرف کو بھاگے، اور نہ وہ وہاں فوت ہوئے، نہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ میں حضرت عیسی کا ذکر لکھا ہے، اور نہ احادیث نبویہ کا مصداق کوئی مثیل ہے، نہ مرزا صاحب مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔ بلکہ حضرت عیسی کو اللہ عزیز وحکیم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے آسمان پر اٹھا لیا، اور یہودیوں کے ہاتھوں کو آپ تک نہ پہنچنے دیا، اور آپ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے زمین پر نزول فرما ہوں گے، اور مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے اور قیامت کو آنحضرت ﷺ اور عیسی اسی قبرستان سے اٹھیں گے واللّٰہ علی ما نقول شھید

مرزا صاحب کی نئی اور پرانی تصانیف حضرت مسیح کی قبر کے متعلق متفق نہیں ہیں، چنانچہ آپ الھدی میں تو عیسی کی قبر کشمیر میں بتاتے ہیں لیکن ازالہ اوہام (تقطیع خرد ص ۴۷۳ اور تقطیع کلاں ص ۲۳۷) جلد اول میں فرماتے ہیں:

سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا، پھر زندہ ہو گیا۔

دنیا کے نقشہ پر نظر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ گلیل اور سری نگر میں مشرق ومغرب کا فرق ہے

اور یہ دو مختلف مقامات ہیں۔ کہاں ولایتِ کشمیر اور کہاں علاقہ شام؟ اگر یہ عذر کیا جائے کہ ازالہ اوہام کا بیان پادری صاحبان کے مقابلہ میں لکھا ہے، اور انہیں انجیلی حوالہ سے جواب دیا ہے، تو یہ عذر درست نہیں۔ کیونکہ اول تو انجیل کی عبارت سے ایسا مفہوم نہیں ہوتا اور اگر مرزا صاحب نے اپنی نئی منطق سے اناجیل سے ایسا ہی سمجھا ہے تو پھر بھی عذر صحیح نہیں، کیونکہ اس عبارت کو آپ اس طرح شروع کرتے ہیں: یہ تو سچ ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مضمونِ بعد کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر کہیں کہ یہ سچ انجیلی سچ ہے، نہ کہ نفس الامری، تو یہ بھی معقول نہیں کیونکہ اسی اپنے ازالہ اوہام میں آپ نے اناجیل کے مسئلہ صلیب اور موتِ مسیح پر اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر کھینچے تو گئے، مگر اس پر مرے نہ تھے، بلکہ نیم جان اتارے گئے تھے۔ پس اس کے بعد مرزا صاحب کا حضرت مسیح کو زندہ ماننا اور پھر گلیل میں جا کر فوت شدہ جاننا، ثابت کر رہا ہے کہ مرزا صاحب اس عبارت میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کر رہے ہیں، گو اس کی بناء اناجیل پر ہے۔ دیگر یہ کہ مرزا صاحب اس موقع پر اناجیل کا مطالعہ اضطراری طور پر کرتے ہیں کیونکہ انکے پاس واقعہ صلیبی کے ثبوت کیلئے سوائے بیان اناجیل کے کوئی دستاویز نہیں ہے۔ اور ان میں سے بعض امور کو جو آپ کے خیال کے موافق ہوں، تسلیم کر لیتے ہیں اور جو مخالف ہوں، انہیں رد کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ اس سے اتنا ثابت ہے کہ مرزا صاحب ان کتابوں کو بالکل حق اور سراسر راست قرار نہیں دیتے۔ پس حق کو حق سمجھنے اور باطل کو باطل قرار دینے کیلئے انکے پاس اناجیل کے علاوہ کوئی اور معیار ہونا چاہیے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ وہ معیار مسلمانوں کے پاس قرآن اور حدیث نبوی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے تورات و انجیل کے ذکر کے بعد قرآن شریف کا ذکر فرمایا اور اس کی یہ صفت بیان کی و مهيمناً عليه۔ یعنی اے پیغمبر ہم نے یہ قرآن تم پر پہلی کتاب (یعنی جنس کتاب، خواہ توریت ہے، خواہ زبور، خواہ انجیل) پر مہیمن کر کے نازل کیا ہے یعنی اختلاف کو دور کر کے محکم رائے سے فیصلہ کرنے والا اور (حق) کی حفاظت کرنیوالا۔ اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ پچھلی کتابوں کا بیان جو کتاب اللہ یعنی قرآن کے موافق ہو، وہ (بوجہ تحریف سے محفوظ رہنے کے) قبول کر لو، اور جو موافق نہ ہو، اسے چھوڑ دو۔ پس مرزا صاحب پر واجب ہے کہ واقعہ صلیب کے اثبات کیلئے قرآن و حدیث میں سے کوئی دلیل پیش کریں، اور بیان اناجیل پر (جن کو وہ خود محرف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل نے کئی امور از خود بڑھا دیئے ہیں یا صرف حسن ظنی سے لکھ دیئے

ہیں یا پچھلی نسلوں میں سے کسی نے لکھ دیئے ہیں) کفایت نہ کریں کیونکہ ان پر سے امان مرفوع ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت بے شک مرزا صاحب کی تحقیق یہی تھی کہ مسیح گلیل میں فوت ہوئے اور اب یہ تحقیق ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے اور اس کے متعلق آپ کو وحی بھی ہو چکی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحقیق میں نقص ہوتا ہے اور بات بات میں وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں، اور الزام سے بچنے کے لئے پچھلی عبارت کو وحی الٰہی قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس سے پیشتر کی تحریر بھی وحی یا بمنزلہ وحی مانی جاتی تھی چنانچہ ازالہ اوہام کا یہی حال ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا کو وحی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ان کے ازالہ اوہام کی تصنیف اور رسائل الہدیٰ وغیرہ کی تصنیف میں کئی برسوں کا عرصہ ہے۔ اگر آپ صاحبِ وحی ہوتے، تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر آپ کو اتنے سال تک اس غلطی کے اندھیرے میں نہ پڑا رہنے دیتا، کیونکہ پیغمبرانِ خدا اپنی غلطی کے بعد بلامہلت متنبہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن اور کتبِ حدیث اور کتبِ عقاید کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ امر عرفِ شرع میں عصمت کی تعریف میں داخل ہے۔ طوالع الانوار میں عصمت کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے:

وتتاكّد فى الانبياء بتتابع الوحى على التّذكّروالاعتراض على ما يصدرعنهم سهواً

مرزا صاحب اپنے غلط دعاوی واقوال کی تائید میں کبھی تو موضوع وضعیف روائتیں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی قرآن کی آیتیں جن کو آپ کے مدعا سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اس سے آپ کی حدیث وتفسیر دانی معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہونے کے متعلق اس آیت سے استدلال کیا ہے:

و جعلنا ابن مريم و امّه آيةً و آويناهما الى ربوةٍ ذات قرارٍ و معين (مؤمنون ۔۱۸)۔ (ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا اور دونوں کو ایک اونچی جگہ پر، جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی، لے جا کر پناہ دی)۔

اس آیت سے مرزا صاحب اس وجہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی ہے کہ ہم نے مسیح کو اور اس کی ماں مریم کو ایک ایسی جگہ پناہ دی، جو اونچی ہے اور شاداب ہے۔ اور چونکہ کشمیر ان ہر دو

صفتوں سے موصوف ہے، اسلئے اس آیت میں ولایتِ کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ واقعہ تب ہی ہوا جب عیسیٰؑ واقعہ صلیب کے بعد مرہم پٹی کرا کر اس طرف بھاگ آئے۔

اس آیت کی تفسیر صحیح بیان کرنے سے پہلے ناظرین کی توجہ اس طرف کرنی ضروری ہے کہ اس آیت میں کشمیر وغیرہ کسی ولایت کا نام مذکور نہیں، بلکہ ایسے دو وصف مذکور ہیں جو دنیا میں بہت سے مقامات میں پائے جاتے ہیں اور وہ جغرافیہ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ پس اس مقام کی تخصیص کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ جو امر کئی ایک میں مشترک ہو، اس کے متعلق یہ حکم لگانا کہ اس مقام پر فلاں مقصود ہے اور فلاں مراد نہیں ہے، بغیر دلیل کے مقبول نہیں ہوسکتا۔ اور مرزا کی تحریر میں ہم نے اس آیت کے سوا کوئی آیت یا حدیث یا کسی صحابی یا مفسر کا قول نہیں دیکھا جو آپ کے اس خیال کی تائید کرے۔

دوم یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی سیاحت کشمیر کیلئے آپ کا صلیب پر چڑھایا جانا ضروریات میں سے ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بآیت قرآنی وما قتلوہ و ما صلبوہ (انہوں نے حضرت عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا) بالکل باطل ہے، تو اسکے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے کیا معنی؟

اب ہم اس آیت کی صحیح تفسیر بیان کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق ایک امر کا اشارہ ہے اور اس مقام سے بیت المقدس مراد ہے جہاں حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ سمیت پناہ لی تھی۔ اس امر کی دلیل کہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے متعلق ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، یہ ہے کہ اس کے شروع میں فرمایا و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً (یعنی ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو، اپنی قدرت کا، ایک نشان بنایا) اور ان کا یہ نشان ہونا عیسیٰؑ کے بے باپ ہونے کے اعتبار سے ہے اور اس کے بعد فرمایا وآوینا ھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین۔ اور ان دونوں جملوں کو حرف عطف سے وصل کیا اور لفظ آیت کو مفرد ذکر کیا، حالانکہ ذکر ان دونوں کو نشان بنانے کا ہے تو جب تک دونوں اکٹھے ایک ہی امر میں نشان نہ ہوں تب تک ان کو ایک نشان نہیں کہہ سکتے بلکہ پھر دو نشان کہنا پڑے گا، جیسا کہ فرمایا و جعلنا اللّیل و النّھار آیتین (بنی اسرائیل) بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشان۔

اور وہ امر جس میں حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ دونوں اکٹھے ایک نشان ہیں، سوائے آپ کی ولادت بلا پدر کے اور کونسا ہے؟ چنانچہ اسی کے موافق سورۃ انبیاء میں بھی فرمایا: و جعلنها و ابنها آ یةً للّعالمین ۔ہم نے مریم کو اور اس کے بیٹے کو ایک نشان بنایا۔

سورہ مومنون کی آیت میں مقصود عیسیٰؑ کا ذکر ہے اس لئے اس مقام پر آپ کا ذکر پہلے کیا اور آپ کی ماں مریم کا ذکر پیچھے، لیکن سورہ انبیاء میں مقصود مریم کا ذکر ہے اس لئے ان کا ذکر پہلے کیا اور حضرت عیسی کا پیچھے

اسی طرح سورہ مریم میں مذکور ہے کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بلا پدر کی بشارت کے وقت بھی سنایا گیا تھا (کہ اس کے بلا پدر پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے) کہ اس کو لوگوں کے لئے نشان بنانا چاہتے ہیں و لنجعله آ یة للنّاس ۔

اور اسی طرح سورہ زخرف میں بھی کفار کے جواب میں فرمایا: و جعلناه مثلاً لّبنی اسرا ئیل ۔(ہم نے اس، ابن مریم، کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان بنایا)۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دوسری آیات قرآنی کی طرح آیت زیر بحث میں بھی حضرت عیسیٰؑ کے بلا باپ پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں میرے ناظرین شاید یہ کہہ اٹھیں کہ دلیل تو اس امر کی دینی تھی کہ جملہ و آ وینا ھما حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بلا پدر کے متعلق ایک واقعہ کا اشارہ ہے، اور تقریر حضرت عیسیٰؑ کے بلا پدر ہونے کی چھیڑ دی، تو آپ کی حیرانی کو دور کرنے کے لئے اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ یہ سارا بیان اصل مقصود کے ثابت کرنے سے پہلے ذکر کیا ہے، تو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت تو ضرور ہے، اور وہ حکمت یہ ہے کہ سورہ مریم میں جہاں عیسیٰؑ کی ولادت کا ذکر ہے، فرمایا:

فحملته فانتبذت به مکاناً قصیّاً فاجاء ها المخاض الی جذع النّخلة قالت یلیتنی متّ قبل هذا و کنت نسیاً مّنسیاً فنادا ها من تحتها ان لّا تحزنی قد جعل ربّكِ تحتكِ سریّاً و هزّی الیك بجذع النّخلة تساقط علیكِ ر طباً جنیاً ۔(مریم)۔(پس جبریل کے بشارت سناتے ہی (خدا کی قدرت سے) اس نے (پیٹ میں) اس (بیٹے) کو اٹھالیا (جس کی بشارت سنائی گئی تھی) پس اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کی طرف لے پہنچا۔ کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی،

اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ اس پر اس کے نیچے سے آواز آئی، تو کوئی اندیشہ نہ کر (دیکھ تو) تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا دیا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر پکی پکی تازہ کھجوریں گرائے گا)۔

سورہ مریم کی ان آیات میں عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر میں چشمہ کا ذکر صاف طور پر موجود ہے جو کہ اللہ نے مریم کو اس وقت مرحمت فرمایا تھا۔ پس آیت زیر بحث یعنی و جعلنا ابن مریم و امّہ آیۃً و آوینٰھما الی ربوۃٍ ذات قرارٍ وّ معین میں بھی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے ذکر کے بعد اسی کے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ہے جو نہایت اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ خوشگوار پانی والا اونچا قطعہ زمین وہی علاقہ شام ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:

و اورثنا القوم الّذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربھا الّتی بارکنا فیھا ۔(اعراف)۔(اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے:

سبحان الّذی اسریٰ بعبدہ لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الّذی بارکنا حولہ ۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے)۔

سورہ مائدہ میں اس مبارک زمین کو ارض مقدسہ بھی کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

یا قوم ادخلوا الارض المقدّسۃ الّتی کتب اللّٰہ لکم ۔(اے میری قوم داخل ہو اس زمین پاک میں جو خدا نے تمہارے لئے لکھی ہے)۔

اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے متعلق فرمایا:

ولسلیمان الرّیح عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض الّتی بارکنا فیھا (انبیاء)۔
(سلیمانؑ کے لئے زور کی ہوا بھی چلتی تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔

ان آیات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہو گیا کہ اس زمین کو اللہ تعالی نے قرآن میں ارض مبارکہ اور ارض مقدس فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ نے روحانی وجسمانی ہر طرح کی برکتیں رکھی ہوئی ہیں ۔روحانی یہ کہ اس میں بہت پیغمبر پیدا کئے ۔جسمانی یہ کہ اس میں میٹھی نہریں چلتی ہیں، باغات بکثرت ہیں، میوہ جات باافراط ہوتے ہیں ۔اور یہ ہر دوامر ایسے ہیں کہ محتاج بیان نہیں ۔پس اس آیت زیر بحث میں اس جگہ سے جہاں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیؑ کو جگہ ملی، یہی زمین مراد ہے کیونکہ اس کی صفات دوسرے مقامات پر قرآن میں مذکور ہیں جو ہم نے بیان کر دیں ۔تفسیر ابن کثیر میں اس قول کو اقرب اوراظہر اور مؤید بالقرآن کہہ کر لکھا ہے:

و اقرب الاقوال فی ذلك ما رواه العوفی عن ابن عباس فی قوله: و آوینا هما الی ربوةٍ ذات قرارٍ وّ معین، قال المعین الماء الجاری و هو النّهر الّذی قال اللّه تعالی: قد جعل ربكِ تحتكِ سر یّا ۔ و کذا قال الضّحاك و قتاده الی ربوهٍ ذات قرارٍ وّ معین ، هو بیت المقدس فهذا و اللّه اعلم هو الاظهر لانّه المذکور فی الآیة الاخری و القرآن یفسّر بعضه بعضاً ۔(اور سب اقوال سے اقرب وہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے اس آیت (و آوینا هما ...) کی بابت روایت کیا ہے کہ معین جاری پانی کو کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ نہر ہے جس کی بات دوسری جگہ فرمایا قد جعل ربّكِ تحتكِ سر یّا (یعنی عیسیؑ کی ولادت پر جو مریمؑ کے لئے خدا نے ظاہر کی) اور اسی طرح ضحاک اور قتادہ نے کہا کہ ربوةٍ ذات قرارٍ و معین سے مراد بیت المقدس ہے اور یہی قول اظہر ہے کیونکہ دوسری آیت میں مذکور ہے، اور قرآن کی بعض آیتیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں)۔

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس زمین سے مراد ملک کشمیر ہے، نہ تو قرآن مجید سے اور نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اور نہ اقوال صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں ۔پس ان کی اپنی رائے قرآن کی آیات اور آثار صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں ہو سکتی ۔

ثانیاً یہ کہ آوینا هما سے تحقق موت ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ جملہ صرف اس امر کا مفید ہے کہ خدا نے ان کو جگہ دی ۔اس سے موت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

چونکہ مرزا صاحب نے کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کشمیری قبر کی تصدیق کیلئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس سے انہوں نے خلق خدا کو سخت دھوکہ دیا ہے اور یوذ آسف کو یسوع بنا کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہا ہے اس لئے ہم اس کتاب کا کچھ ترجمہ بطور خلاصہ درج کرتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اصل کتاب میں کسی اور شخص کا ذکر ہے اور مرزا صاحب حسب عادت دھوکے سے اسے حضرت عیسیٰؑ کہہ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

شیخ ابن بابویہ، کتاب اکمال الدّین و اتمام النّعمۃ میں بسند خود، محمد بن زکریا سے نقل کرتے ہیں:

ممالک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا، جس امر کو دنیا سے چاہتا تھا بآسانی میسر ہوتا تھا۔ اس کی مملکت میں دین اسلام (رائج) ہو چکا تھا جب یہ تخت پر بیٹھا تو اہل دین سے بغض رکھنے لگا اور ان کو ستانے لگا، بعض کو قتل کروا دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور بعض اس کے خوف سے رو پوش ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ نے ان لوگوں میں سے جو اس کے نزدیک نظر عزت سے دیکھے جاتے تھے، ایک شخص کی نسبت سوال کیا تو وزراء نے جواباً عرض کیا کہ وہ چند ایام سے تارک دنیا ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے طلبی کا حکم دیا اور اسے لباس زہاد و عباد میں دیکھ کر بہت خفگی ظاہر کی۔ اس باخدا کے ساتھ بادشاہ کی بہت باتیں ہوئیں اور اس نے بہت حکمت آموز باتیں کیں لیکن بادشاہ کو کچھ اثر نہ ہوا اور اسے اپنی مملکت سے نکلوا دیا۔ بعد اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ بادشاہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور اسکا نام یوذ آسف رکھا۔ شہزادے کی ولادت پر منجموں نے اسکے طالع کی نسبت بالاتفاق کہا کہ یہ شہزادہ فرخندہ طلعت، نیک اختر، نہایت اقبال مند ہو گا لیکن ایک بوڑھے منجم نے کہا کہ اس کا طالع واقبال دنیوی جاہ وحشم کے متعلق نہیں بلکہ یہ سعادت مندی عاقبت کی ہے اور گمان قوی ہے کہ یہ شاہزادہ پیشوایان زہّاد وعباد سے ہوگا۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت حیران وغمگین ہوا اور اس کی تربیت کے لئے حکم دیا کہ ایک شہر وقلعہ خالی کرایا جائے جس میں صرف شاہزادہ اور اس کے خادم سکونت کریں اور سب کو نہایت تاکید کی کہ آپس میں کوئی دین حق اور مرگ وآخرت کا ہرگز نہ کریں تا

کہ یہ خیالات اس کے کان میں نہ پڑیں۔

اس کے بعد کئی سو صفحات تک شاہزادے کی تربیت اور دین حق کی طرف اس کی رغبت اور علم دین کی تعلیم اور ترک سلطنت اور اختیار فقر کا ذکر ہے۔ اس بیان سے صاف واضح ہے کہ شہزادہ یوز آسف ممالک ہندوستان کے شہزادوں میں سے ایک باہدایت و باایمان شاہزادہ ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی راہ دکھائی، نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی پیغمبر ملک کشمیر میں آئے اور یہاں فوت ہوئے۔ ہم مرزا صاحب کے مقلدوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ وہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کو نکال کر ہمارے سامنے کسی مجلس میں اس میں سے حضرت عیسیٰ پیغمبر خدا کا ذکر نکال کر دکھائیں ورنہ جھوٹ کا اقرار کرلیں اور کہیں: جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

اکمال الدین واتمام النعمۃ لنڈن کے سرکاری کتب خانہ میں بزبان فارسی موجود ہے چنانچہ شیخ عبد القادر بیرسٹر کا ایک خط، جو انھوں نے سفرِ ولایت کے ایام میں لنڈن سے لکھا تھا، پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے اس کتاب کے دیکھنے کا ذکر کیا تھا اور اس کی بعض عبارتیں اصل فارسی زبان میں نقل کی تھیں جن کا ترجمہ ہماری عبارت منقولہ بالا میں آگیا ہے اور اب اس تمام کتاب کا اردو ترجمہ بنام تنبیہ الغافلین مطبع صبح صادق میں چھپ چکا ہے، لاہور وغیرہ سے دست یاب ہوسکتا ہے۔ مزید اطمینان کے لئے شائقین خود کتاب منگوا کر تسلی کرلیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مدینہ میں داخل حجرہ نبویہ ہے جیسا کہ حدیث ہے:

ثمّ یموت فیدفن معی فی قبری فاقو م انا و عیسی بن مریم فی قبرٍ وا حدٍ بین ابی بکر و عمر (بعد نزول کے فوت ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریفہ میں آپ کے ساتھ شیخین، ابوبکر و عمر، کے درمیان مدفون ہوں گے)

یہ روایت بروایت عبداللہ بن عمر بتخریج ابن الجوزی در کتاب الوفاء مشکوۃ کے باب نزول عیسیٰ میں موجود ہے اس سے منصوصاً اور منطوقاً ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کا مدفن مقبرہ نبی ﷺ ہے، نہ کوئی اور موضع۔ اور اس حدیث کے متعلق ہم علاوہ امر مقصود کے دیگر امر بھی ذکر کرتے ہیں جن سے مرزا صاحب کی مسیحیت، ان کی اپنی زبانی، بالکل درہم برہم ہوجاتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم اور اپنی شہادت القرآن کے صفحہ ۵۳ پر اس حدیث کو اپنی مسیحیت کی دلیل گزارتے ہیں، اس تقریب سے کہ اس حدیث کا شروع اس طرح ہے:

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوّج و یولد له و یمکث فی الارض خمساً و اربعین سنةً ثمّ یموت (اتریں گے عیسی بن مریم زمین پر، پس نکاح کریں گے، اور انکے اولاد پیدا ہوگی، اور زمین میں ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہونگے)

اس حدیث میں حضرت عیسی کے نکاح کا جو ذکر ہے اس کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے اور پھر اس سے اولاد کے ہونے کی بشارت ہے۔ چنانچہ شہادۃ القرآن (مصنفہ مرزا صاحب) میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھر اسی حدیث کا ذکر کیا ہے جو ہم نے اوپر لکھی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب مرزا صاحب اس حدیث کو اپنے دعوی کے دلائل میں شمار کرتے ہیں تو یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استناد ہے۔ پس جب اسی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیؑ کا مدفن مدینہ طیبہ میں داخل حجرہ شریفہ ہے، تو مرزا صاحب کا آپؑ کی قبر کی بابت یہ کہنا کہ وہ کشمیر میں ہے، باطل ہے

نیز یہ کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کی رو سے محمدی بیگم کے نکاح کو اپنی مسیحیت کا نشان قرار دیا۔ اور معلوم ہے کہ مرزا صاحب دنیا سے اس نکاح سے محروم رخصت ہوئے۔ تو جس امر کو انہوں نے مسیحیت کا نشان قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہوا تو مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت غلط ہوا۔ مولوی محمد احسن نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ اس سے اہانت نبی ﷺ کی لازم آتی ہے کیونکہ جب عیسی، رسول اللہ کی قبر مبارک میں دفن کئے جائیں گے، تو بالضرور قبرِ رسول کا کھودنا لازم آئے گا اور یہ بے ادبی ہے جناب اقدس رسول کریم ﷺ میں۔

مولوی محمد احسن (امروہی) نے لیاقت علمی اور قوت نظری سے بالکل کام نہیں لیا اور تقوی اور ادب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ اعتراض تو رسول اللہ ﷺ ناطق بالوحی کے کلام ہدایت التیام پر ہوا، نہ کہ اہل سنت کے اعتقاد پر۔ کیونکہ اہل سنت تو صرف کلمات نبویہ کے ناقل ہیں۔ اور ان کے مطابق اعتقاد رکھنے والے افصح الفصحاء ناطق بالوحی ﷺ کے کلمات جامعہ خود اس شبہ واہی کو ردّ کرتے ہیں اور تصریح بین ابی بکر و عمر

اسی لئے ہے کہ کسی متجاہل کو شبہ قبر کے کھودنے کا نہ پڑے، کیونکہ مرکب اضافی بین ابی بکر و عمر متعلق ہے فعل یدفن کے، نہ اقوم کے، کیونکہ نقشہ روضہ پاک اس کا انکار کر رہا ہے۔ جب یہ صاف بتلا دیا کہ عیسی شیخین خلیفتین کے درمیان مدفون ہوں گے، تو شبہ قبر کھودنے کا جاتا رہا اور یہی تنصیص بین ابی بکر و عمر مفید ہے اس امر کی کہ قبر بمعنی مقبرہ ہے اور فی بمعنی من ہے (فافہم)۔ اس حدیث میں قبر بمعنی مقبرہ اور فی ثانی بمعنی من کی تصریح ملا علی قاری نے اسی حدیث کی شرح میں کی ہے۔...

نیز کنز العمال میں بتخریج ابن عساکر نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب اقدس ﷺ میں عرض کیا:

> یا رسول اللّٰہ انّی اری انّی اعیش بعدك فتاذن ان ادفن الیجنبك۔ فقال و انّی لی بذلك الموضع ما فیه الّا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسی ابن مریم (کنز العمال علی ھامش المسند احمد۔ جلد سادس۔ ص ۵۷) (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت فرمائیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا اس جگہ کی نسبت میرا کچھ اختیار نہیں، وہاں تو سوائے میری قبر، ابوبکر اور عمر اور عیسی بن مریم کی قبر کے کسی کی جگہ نہیں)۔

ان احادیث سے مرزا صاحب کی عمارت مسیحیت بالکل منہدم ہو جاتی ہے کیونکہ پہلوئے نبی ﷺ میں مدفون ہونا تو درکنار، ان پر دخول حرمین بھی حرام ہے۔ اسلئے ان الزامات سے بچنے کیلئے ایک دروغ بے سروپا کھڑا کر دیا اور عیسی کی قبر کشمیر میں بتا دی۔ قرآن میں حضرت عیسیؑ کے مصلوب نہ ہونے کا ذکر موجود ہے، لیکن مرزا صاحب نے عیسائیوں کی کتابوں کی پیروی کی، اور قرآن کی آیت کے معنی ہی بدل دیئے، حالانکہ وہ معنی نہ تو لغت کی رو سے درست ہیں اور نہ سلف وخلف میں سے کسی سے منقول ہیں۔ اسی طرح اس آیت و آوینٰھما الی ربوۃٍ کو انہوں نے محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پیش کیا ہے اور اس سے حضرت عیسیؑ کی قبر کشمیر میں ہونا بتایا ہے، حالانکہ اس میں نہ حضرت عیسیؑ کی موت کا ذکر ہے، اور نہ قبر کا، اور نہ ملک کشمیر کا۔ علاوہ بریں یہ کہ اس آیت میں صرف حضرت عیسیؑ ہی کا ذکر نہیں بلکہ آپ کی والدہ حضرت مریم کا بھی

ساتھ ہی ذکر ہے اور صیغہ تثنیہ کے یہی معنی ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرا بھی اس حکم میں شامل ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ (معاذ اللہ) مصلوب ہونے کے بعد کشمیر بھاگ گئے، تو مریم بھی ساتھ ہونگی، اور ان کی قبر بھی کشمیر میں ہی چاہیے، کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے لیکن بیان بالا سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر مدینہ میں ہوگی اور حضرت مریم کی قبر تو بیت المقدس میں ہے جہاں وہ بعد رفع عیسیٰ فوت ہوئیں اور دفن کی گئیں ۔پس مرزا صاحب کا قول سراسر باطل ہے۔(منقول از شہادۃ القرآن۔طبع ۲۰۰۱ء ۔ص ۴۳۰۔۴۵۱)

سلم الوصو ل
الی اسرار اسراء الرسو ل
و نزو ل الملا ئکۃ

ازتصنیفات حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔فروری ۱۹۰۵ء پنجاب پریس سیالکوٹ

(جونسخہ مجھے ملا ہے اس میں سلم الوصول موجود نہیں، اور نزول الملائکہ موجود ہے۔جو نقل کی جارہی ہے۔بہاء)

نزول الملائکۃ

فصل اول: بسم اللہ الر حمن الر حیم : ا لحمد للہ فا طر السما وا ت و ا لا ر ض جا عل الملا ئکۃ رسلاً او لی اجنحۃ مثنی و ثلا ث و ربا ع یز ید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علی کل شیء قدیر و الصلوۃ و السلا م ا لا تما ن و الا کملا ن علی رسو لہ و خیر

خلقه محمدٍ النبی العاقب البشیر النذ یر و علی آ له و اصحابه الذین قا تلوا الکفار المکذ بین فا مد هم الله با لآف من الملا ئکة المسومین فضر بو هم فوق الا عنقا و ضر بوا منهم کل بنا ن و ما النصر ا لا من عند الله رب العا لمین

اما بعد پس بندہ ضعیف ملتجی الی اللہ الکریم محمد ابراہیم سیالکوٹی اصحاب دانش وانصاف کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس زمان بغی وطغیان میں ظلمت فلسفہ بہت چھا گئی ہے اور اصول دین سے دن بدن بے خبری بڑھتی جاتی ہے چنانچہ حال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے منجملہ دیگر عقاید اہل سنت کے نزول ملائکہ کا انکار کیا ہے اور جو کچھ مانا ہے وہ محض ان کے خیالی فرشتے ہیں قرآن وحدیث میں ملائکہ کی وہ حقیقت وکیفیت نہیں ہے چنانچہ ان کی بعض عبارتیں اس جگہ نقل کی جاتی ہیں اور اس کے بعد حکمائے یونان کا مذہب ذکر کیا جائے گا اور پھر اسلامی اعتقاد کتب معتبرہ سے نقل کیا جائے گا جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد کفار یونان کے موافق ہے اور قرآن وحدیث کے بالکل مخالف چنانچہ توضیح مرام میں لکھتے ہیں:

پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی ءروشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب ان کو نامزد کریں یا نہائت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے (توضیح مرام۔ص ۱۵۔۱۶)

پس اس میں کچھ شک نہیں کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ ان روشن اور نورانی ستاروں سے تعلق رکھتے ہوں گے کہ جو آسمانوں میں پائے جاتے ہیں مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا بلکہ ان نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر انہیں حاصل ہے روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر ان کے تمام قوی میں فرق پڑ جائے گا انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے

ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان کے جدا ہو جانے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔ (توضیح ص ۱۸ تقطیع کلاں)

یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر لکھ دیتا ہے تب جیسے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینۂ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے (توضیح مذکور۔ص ۳۲)

اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعدادان کی اثر ڈال رہا ہے۔ (توضیح ص ۳۸)

مولانا محمد ابراہیم میر لکھتے ہیں:

ان سب عبارات سے پر ظاہر ہے کہ مرزا صاحب ملائکہ کو نفوس فلکیہ جانتے ہیں اور اجرام فلکیہ کے ساتھ ان کا ایسا تعلق مانتے ہیں جیسا کہ جسم کا جان کے ساتھ اور ان کی تاثیرات کے بھی اسی طرح قائل ہیں جس طرح دیگر طلسمات والے اور نیز حضرت جبریل کو ان کے عکس کی ایک صورت قرار دیتے ہیں

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ ملائکہ کی نسبت یہ خیال مذاہب باطلہ کا ہے مندرجہ ذیل عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ چنانچہ شرح مقاصد میں ہے کہ فلسفیوں کے نزدیک ملائکہ عقول مجردہ اور نفوس فلکیہ کا نام ہے۔ اسی طرح اس کے بعد ملائکہ کی نسبت طلسمات والوں کا مذہب ذکر کیا کہ، ان کے نزدیک ہر فلک کی ایک روح ہے جس میں سے اور بہت سے ارواح نکلتے ہیں:

زعموا ان الملا ئكة هم العقول المجردة و النفوس الفلكيه (شرح مقاصد) و زعمو ان لكل فلك روحاًيتشعب منه ارواح كثيرة۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں صائبین یعنی ستارہ پرستوں کا مذہب لکھا ہے کہ: ان الکواکب هی المدبرة کما فیهذه العالم من الخیر و الشر و الصحة و المرض (تفسیر کبیر۔جلدا)ان کے نزدیک اس دنیا کی خوش حالی اور بدحالی اور تندرستی اور مرض غرض ہر امر کی تدبیر یہی ستارے کرتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر کبیر میں ملائکہ کی نسبت بت پرست لوگوں کا خیال لکھا ہے:

(ثانیها) و هو قول طوائف من عبدة الاوثان و هو ان الملا ئكة هی الحقیقة فی هذه الکواکب الموصوفة با لاسعاد و الاتحاس ۔(کبیر ج۱)۔کہ ان کے نزدیک ملائکہ ان ستارں کی حقیقت وجان کا نام ہے جن کے متعلق دنیا کی برکت اور نحوست ہے۔

ان سب عبارات سے مرزا صاحب کے اعتقاد کا فلاسفہ یونان اور مذاہب باطلہ کے موافق ہونا ظاہر ہے۔اب ملائکہ کی نسبت اسلامی اعتقاد کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کی حقیقت بتائی جاتی ہے چنانچہ شرح مقاصد میں ملائکہ کی نسبت لکھا ہے:

و عندنا ان الملا ئكة اجسام لطیفة تتشکل باشکال مختلفة شانهم الخیر و الطاعة و العلم و القدرة علی الا عمال الشاقه (شرح مقاصد ج۳) کہ ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک ملائکہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف جسم ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتے ہیں ان کا کام نیکی اور فرمان برداری اور علم ہے اور وہ بڑے بھاری کام کرسکنے کی قوت رکھتے ہیں

شرح مقاصد میں اس کے بعد مفصل طور پر معقولی بحث سے ملائکہ کی اس حقیقت مذکورہ کو ثابت کیا ہے اور منکرین کے اعتراضات وتوہمات کا ازالہ کیا ہے ہم بخوف طوالت ان عبارات کو نقل نہیں کرتے، جملہ کتب عقاید میں ملائکہ کی نسبت اہل سنت کا یہی مذہب ذکر کیا گیا ہے۔

شرح مقاصد کا یہ بیان بالکل حق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔چنانچہ ہم اس کے ہر امر کو قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں

قولہ۔ اجسام یعنی ملائکہ جسم ہیں کیونکہ قرآن شریف میں ان کو عباد مکر مو ن یعنی اللہ تعالی کے عزت دیئے ہوئے بندے، کہا گیا ہے اور نیز ان کی صفت رادد ن عبادت میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے اور نیز سورہ فاطر کے شروع میں ان کے دودو اور تین تین اور چار چار اور زیادہ بھی پر بتائے ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جبریل کے چھ سو پر مذکور ہیں یہ سب احوال جسم کے متعلق ہیں

قو لہ لطیفة ۔یعنی لطیف جسم ہیں جو دیکھنے میں نہیں آتے مگر اسی شخص کو اور اسی وقت جب کہ اللہ تعالی ان کی نظر میں وہ قوت پیدا کر دیوے جس سے ان کو دیکھ سکے یا جب کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر سامنے آویں جیسے جنّ وغیرہ

جس طرح اللہ کی وسیع قدرت کی کوئی نہایت نہیں اسی طرح اس کی مخلوق جس کے متعلق اس کی قدرت کا ظہور ہے اس کی بھی کوئی حد نہیں اس نے ہر طرح کی مخلوق مرئی یعنی جو دیکھنے میں آتی ہے اور غیر مرئی یعنی جو دکھائی نہ دے پیدا کی ہے چنانچہ سورہ مدثر میں فرمایا: کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا و مایعلم جنود ر بك ا لا هو ۔

قو لہ متشکل باشکا ل مختلفه :فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر حسب ارادہ واذن الہی بعض اشخاص پر ظاہر ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل حضرت مریم کے پاس حضرت عیسی کی ولادت کی خوش خبری لے کر آئے اور صورت بشری میں تھے چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا کہ ہم نے اپنا روح القدس یعنی جبریل مریم کے پاس بھیجا تو وہ ایک پورے جوان کی شکل میں اس کے سامنے آیا:

فار سلنا الیھا رو حنا فتمثل لھا بشراً سو یاً

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پاس جو فرشتے آئے وہ بھی بصورت بشر تھے۔

فرشتہ کی بصورت بشری نبی کے پاس آنے کو رسول اللہ ﷺ نے وحی کی ایک قسم فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ کبھی وہ صاحب وحی فرشتہ یعنی جبریل میرے پاس آدمی کی صورت ہو کر آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں:

و ا حیا ناً یتمثل لی الملك ر جلاً فیکلمنی فا عی مایقو ل

ملائکہ کا مختلف شکلوں میں متمثل ہونا جملہ کتب عقائد میں لکھا ہے اس کے واقعات فصل ثانی میں ملاحظہ کریں۔

قوله شانهم الخير و الطاعة والعلم ۔یعنی ان کا کام نیکی کرنا اور فرمان برداری اور علم ہے ۔اس قید سے جنوں اور شیطانوں کو خارج کیا گیا کیونکہ وہ بھی لطیف جسم ہیں اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں مگر وہ سارے مطیع نہیں ہیں۔ یہ امر بھی قرآن شریف سے ثابت ہے چنانچہ سورہ تحریم میں فرمایا:

لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون (تحریم) لا یسبقونه بالقول و هم بامره یعملون ۔ملائکہ اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور صرف وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے۔ اور اللہ کے سامنے بڑھ کر بات نہیں کرتے۔

اسی طرح ان کا ہمیشہ تسبیح وتحمید ذات باری میں مشغول رہنا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے۔

قوله و القدرة على الاعمال الشاقة یعنی اللہ نے ان کو بڑے بڑے کام کر سکنے کی طاقت بخشی ہے۔ یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کے واقعات کتب تفسیر اور حدیث میں بالخصوص کفار کے عذاب مہلک کے وقت میں بہت ہیں مثلاً قوم عاد اور ثمود کو جبریل کے ایک آواز سے ہلاک کرنا اور قوم لوط پر ان کی بستی کو الٹا دینا۔ وغیرہ

مقاصد کی عبارت مذکورہ بالا کے بعد شرح میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ:

مسكنها السماوات هم رسل الله الى انبياءه عليهم السلام و امناءه على وحيه يسبحون الليل و النهار لا يفترون و لا يعصون الله ما امرهم و يفعلون ما يؤمرون ۔کہ ان کے رہنے کی اصل جگہ آسمان ہے انبیاء کے پاس اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس کی وحی کے امین ہیں دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ہرگز نہیں اکتاتے، اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کرتے وہی ہیں جو ان کو حکم ہو۔

بیان بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ در بارہ حقیقت ملائکہ اہل سنت کے بالکل خلاف ہے اور ان کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دے کر موثرات عالم کہنا فلاسفہ اور اصحاب طلسمات کا

خیال ہے اوران کے نزول کوان کے عکس سے تعبیر کرنا بھی اسلامی عقاید کے بالکل مخالف ہے۔

فرشتوں کا مختلف شکلوں میں متمثل ہوسکنا عقل سے بعید نہیں ہے کیونکہ جسم کی صورت حقیقت شئے میں داخل نہیں ہوتی بلکہ بمنزلہ لباس و پوشاک کے عوارض میں سے ہوتی ہے پس اس جسم وصورت کا حقیقت شی ء سے منفک ہونا ممکن ہوا، اور جب فرشتے اپنے اصل جسم سے کسی بشر کی شکل میں متمثل ہوتے ہیں تو ان کی حقیقت ملکی منتزع نہیں ہوتی ۔ بلکہ حقیقت وہی رہتی ہے۔صرف انسانی صورت کے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں کیونکہ مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا جیسے کہ حضرت جبریل،حضرت مریم کے پاس بصورت بشری آئے اوراس کے بعد کہا: میں تیرے رب کا فرشتہ ہوں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پاس جوفرشتے آئے وہ بھی بشر کی صورت میں تھے اور باوجود بشری صورت میں ہونے کے پھر کہتے ہیں انا رسل ربك ۔یعنی ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں۔ان آیات سے واضح ہوگیا کہ دوسری شکل میں متمثل ہونے سے حقیقت ملکی دور نہیں ہوتی اوراس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نزول جبریلی حقیقی ہوتا تھا عکس نہیں ہوتا تھا اس کے نظائر وامثال کتب حدیث وقصص اولیائے عظام میں بکثرت ہیں اور اصطلاح صوفیاء میں اس کو خلع کہتے ہیں مثلاً حضرت جبریل کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہا بصورت بشری خاص کر حضرت دحیہ کلبی ؓ کی صورت میں آنا کتب حدیث میں بالتفصیل مذکور ہے جیسا کہ فصل ثانی کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔

فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے لہذا صفات ایمان میں اس کو شامل کیا گیا ہے امام الآئمہ ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں یجب ان یقول آمنت باللہ و ملا ئکتہ امام صاحب کا یہ قول بالکل حق اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے چنانچہ سورہ نساء میں فرمایا:

و من یکفر باللہ و ملا ئکتہ و کتبہ ورسلہ و الیوم الآ خر فقدضل ضلالاً بعیداً۔جوشخص اللہ کا منکر ہوا اور اس کے فرشتوں کا اوراس کی کتابوں کا اوراس کے رسولوں کا اورروز آخرت کا تو وہ راہ راست سے بڑی دور بھٹک گیا،

فصل ثانی: در اثبات نزول ملائکہ از قرآن کریم وحدیث

اللہ تعالی اپنے فرشتوں کو زمین پر خاص خاص کاموں کے لئے نازل کرتا ہے:

اول تبلیغ رسالت کے لئے،

دوم دشمنان دین کے ہلاک کرنے کیلئے،

سوم بندوں کے اعمال لکھنے کے لئے۔

چہارم قبض ارواح کے لئے۔

پنجم مردوں کے حساب کے لئے۔

ششم مومنوں کے ساتھ ذکر الہی میں شامل ہونے کے لئے

ہفتم لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے۔

ہشتم میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے

نہم رسول اللہ ﷺ پر درود پہنچانے کے لئے۔

امور مذکورہ کا ثبوت حسب ترتیب بالا قرآن وحدیث سے اس طرح ہے:

ا۔انبیاء کو وحی پہنچانے کی خدمت بعض فرشتوں کے متعلق ہے چنانچہ سورہ فاطر کے شروع میں فرمایا:

الحمد لله فا طر السما وات و ا لار ض جاعل الملا ئكة رسلا او لی اجنحه مثنی و ثلا ث و ر باع یز ید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیء قدیر ۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے محض عدم سے آسمان وزمین بنا نکالے اور اسی نے فرشتوں کو اپنا قاصد بنایا جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں اپنی مخلوقات کی بناوٹ میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کردیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح سورہ شوری میں فرمایا:

و ما کان لبشر ان یکلمه الله ا لا و حیاً او من وراء حجاب اویر سل رسولاً

فیو حی با ذنه مایشاء انه علی حکیم ۔اللہ جو بہت بلند اور بڑی حکمت والا ہے کسی بشر کے ساتھ کلام نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ اس کو خفیہ وحی کے ذریعہ کچھ بتا دے یا پس پردہ کوئی بات سنا وے، یا اپنا فرشتہ بھیجے جو اس کے اذن سے اس بشر کو پیغام پہنچا دے۔

اسی طرح یہ خدمت خاص کر حضرت جبریل کے سپرد ہے۔ان کا نزول بشکل انسانی ایسا بین اور روشن ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہیں ۔۲۳ سال تک برابر بحکم الہی رسول اللہ ﷺ پر وحی لاتے رہے اصحاب رسول اللہ ﷺ ان کو آپ کے پاس بیٹھے اور باتیں پوچھتے دیکھ کر حیران ہوتے تھے کبھی دحیہ کلبی کی شکل میں متمثل ہو کر آتے اور کبھی کسی مسافر کی صورت میں یہاں تک کہ صحابہ آپ کو نہ پہچانتے اور خود رسول اللہ ﷺ ان کو بتاتے کہ یہ جبریل تھے۔سو جبریل کا نزول بشکل انسانی بنص صریح قرآنی وحدیثی ثابت ہے لہذا اس کا انکار کفر ہے۔اور دیگر ملائکہ کا بھی ویسا ہی نزول صاف صاف عبارت میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے ان کا انکار بھی کفر ہے۔فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے لہذا صفات ایمان میں اس کو شامل کیا گیا۔ فرشتوں پر ایمان اس صورت میں پورا ہوتا ہے جب اس طرح مانا جاوے جس طرح شارع ﷺ نے منوائے اور اللہ فرمائے اور کوئی فرشتوں کو تو مانتا ہے مگر اپنے خیال سے ارواح کواکب یا قوی کو،سو وہ اپنی ہوا وخواہش کا متبع ہے شارع کے نزدیک ایسا ایمان معتبر اور مقبول نہیں ہے۔اجمال بالا کی تفصیل بذریعہ دلائل نقلیہ حسب ذیل ہے: رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطا ہونے کی کیفیت صحیح بخاری میں اس طرح لکھی ہے:

فجاء الملك فقال اقرء قال ماانابقاریئقال فاخذ نی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقا ل اقرء قلت ما انابقا ریء فا خذ نی فغطنی الثانية حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرء قلت ماانا بقا ر یء فاخذ نی فغطنی الثا لثه ثم ارسلنی فقال اقرء باسم ر بك الذی خلق خلق الا نسا ن من علق اقرء و ربك ا لا كر م ۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کچھ دنوں کا کھانا لے جاتے اور غار حرا میں کئی روز تک ملت حنیفیہ کے موافق اللہ کی عبادت کیا کرتے حتی کہ آپ کے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے کہ پڑھ آپ نے فرمایا میں تو پڑھا ہی نہیں ہوں پھر فرشتے نے آپ کو خوب زور سے بھینچا حتی کہ آپ کا یا اس فرشتے کا سارا زور لگ گیا

پھراس فرشتے نے آپ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں پھر اس نے دوبارہ بھینچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر تیسری دفعہ اس نے اسی زور سے بھینچا۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے خون سے اور تیرا رب بڑا بزرگ ہے۔

دیکھو اس حدیث سے کیسا صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ جبریل نے رسول خدا ﷺ کے جسم مبارک کو زور سے بھینچا اور زبان مبارک سے فرمایا پڑھ۔ کیا بھینچنے والا کوئی سایہ یا چھاؤں تھی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ایسا اعتقاد تو ہندوؤں کا ہے کہ فلاں فلاں چیز کا سایہ انسان پر پڑ جاتا ہے تو وہ انسانی ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے ایسا اعتقاد سخت گمراہی ہے نبی ﷺ کا فرشتہ کو اپنی آنکھ سے اپنے روبرو دیکھنا بڑی ضروری بات ہے کیونکہ اس سے موانست اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی، اسے زمانہ فترت کہتے ہیں پھر وحی متواتر طور پر ہوتی رہی چنانچہ اس کی بابت صحیح بخاری میں مروی ہے:

بینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء و الارض فرعبت منه ۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب میں باہر چل رہا تھا، جاتے جاتے آسمان سے ایک آواز سنی جب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا زمین وآسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا پس میں اس سے ڈر گیا۔

یہ واقعہ دوسری دفعہ وحی کا ہے۔..

واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل کو ان کی اپنی ملکی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے ایک بار تو اوائل وحی میں جس کا بیان اوپر کی حدیث میں گذر چکا ہے۔ اسی نسبت سے سورہ تکویر میں فرمایا: و لقد رآه بالافق المبین ۔بے شک ہمارے پیغمبر نے جبریل فرشتہ کو کو آسمان کے مطلع صاف میں دیکھا۔

اور اسی کی بابت سورہ نجم کے شروع میں فرمایا۔

اور سورہ نجم میں فرمایا: فاستوی و هو بالافق الاعلی ۔جس وقت وہ فرشتہ آسمان کی ایک

طرف اونچی جگہ میں تھا تو اپنی اصلی صورت میں سارے کا سارا پیغمبر کے سامنے آکھڑا ہوا۔

دوسری دفعہ شب معراج میں آسمان پر سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا چنانچہ اسکا بیان بھی سورہ نجم میں اس طرح فرمایا: ولقد رآه نزلة اخرى عندسدرة المنتهى عندها جنت الماوى ۔ بے شک پیغمبر نے جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں جنۃ الماوی ہے ایک اور دفعہ بھی اپنی اصلی صورت پر دیکھا ہے صحیح بخاری اور مسلم میں اس رویت کا ذکر بھی آیا ہے بغرض اختصار اس جگہ نقل نہیں کیا گیا۔

صحیح بخاری باب بدء الوحی میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ پر وحی کسطرح آتی ہے تو آپ نے منجملہ اور صورتوں کے ایک یہ فرمائی وا حیانا یتمثل لی الملك رجلاً فیکلمنی فاعی ما یقول ۔ میرے پاس وہ فرشتہ آدمی کی صورت میں ہو کر آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔

اسی طرح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ جب جبریل قرآن شریف سکھا کر آپ کے پاس سے چلے جاتے تو پیچھے نبی ﷺ پڑھا کرتے جسطرح جبریل نے پڑھایا ہوتا۔

اسی طرح صحیح بخاری کے اسی باب میں حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے:

کان رسول الله اجود الناس وكان اجود ما يكون فى رمضان حين يلقاه جبريل وكان يلقاه فه كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن (بخاری)

کہ رسول اللہ ﷺ عموماً سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خاص کر رمضان شریف میں جب آپ کے پاس حضرت جبریل آتے تو بہت ہی سخاوت کرتے اور جبریل کا معمول تھا کہ رمضان میں ہر رات آپ کے پاس آتے اور قرآن شریف کا دور کرتے۔

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص بڑے سفید کپڑوں والا اور بڑے سیاہ بالوں والا آیا۔ اس پر کوئی سفر کا بھی اثر معلوم نہ ہوتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ اپنے زانو آپ کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور آپ سے اسلام پھر ایمان پھر احسان کی بابت سوال

کر کے قیامت کی بابت پوچھا رسول اللہ اس کے ہر سوال کا جواب فرماتے اور وہ اسکی تصدیق کرتا پھر وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا یا عمر اتدری من السائل یعنی اے عمر کیا تو جانتا ہے کہ یہ پوچھنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی جانے آپ نے فرمایا وہ جبریل تھا تم کو دین سکھانے کے لئے آیا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے اپنی اپنی کتاب میں روایت کیا۔

نیز ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو دفعہ میرے امام بنے۔ دیکھو یہاں کس طرح صریح نزول ثابت ہو رہا ہے کیونکہ چھاؤں یا عکس کے پیچھے تو نماز وہی پڑھے گا جو مخبوط الحواس ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے برابر دس نمازیں جبریل کے پیچھے پڑھیں جیسا کہ اس حدیث میں آگے مذکور ہے۔ اور یہ حدیث تعلیم اوقات نماز کی ہے اس کا اصل بخاری اور موطا مالک میں بھی ہے یہ ایک ایسی بین دلیل ہے کہ عقل مند کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے

معراج کی حدیث حضرت ابوذرؓ، اور انسؓ بن مالک اور مالکؓ بن صعصہ سے بخاری اور مسلم میں روایت کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور مجھے براق پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس میں لے گئے پھر پہلے آسمان پر پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچ کر اپنے مقام معلوم یعنی سدرۃ المنتہی پر ٹھہر گئے۔ معراج جسمانی کا ثبوت رسالہ سلم الوصول میں بہت تحقیق کے ساتھ لکھا ہے شائق تفصیل اس کا مطالعہ کریں۔

حضرت مریم کے پاس حضرت عیسی کی ولادت باسعادت کے لئے حضرت جبریل کے نزول کی کیفیت اللہ نے سورہ مریم مین اس طرح بیان فرمائی: ہم نے اس کے پاس روح القدس یعنی جبریل کو بھیجا پس وہ مریم کے سامنے ایک پورے جوان بشر کی شکل میں آ کھڑا ہوا:

فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشراً سویاً

ان سب آیات واحادیث سے نزول جبریل ایسا عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں

۲۔ ملائکہ کی دوسری خدمت دشمنان خدا اور رسول کو ہلاک کرنا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا

قصہ قرآن شریف میں تیرہ جگہ وارد ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ کچھ فرشتے بصورت بشری حضرت ابراہیم کے پاس آئے آپ نے ان کو مہمان تصور کیا اور بہت جلدی ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے اور اسکے کباب بھون کر ان کے سامنے لا حاضر کیا جب آپ نے ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہ دیکھے تو آپ ڈرے کہ مبادا دشمن ہوں انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں آپکو ایک لڑکے یعنی حضرت اسحاق کے پیدا ہونیکی بشارت اور لوط کی قوم کو عذاب کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ابراہیم نے ان سے عذاب کے بارے میں گفتگو کی پھر وہ حضرت لوط کے پاس گئے ان کی قوم ان کو خوبرو لڑکے دیکھ کر ان کے اندر گھس آئی حضرت لوط نے منت کی کہ میرے مہمانوں کو نہ ستاؤ۔ فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ آپ کچھ خوف نہ کریں ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے ہم اس بستی کو الٹا کر ہلاک کر نے کے لئے آئے ہیں۔ پس ایسا ہی ہوا۔ یہ سارا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ فرشتے زمین پر اترتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیم کو ان کے معلوم کرنے میں غلطی نہ لگتی اور آپ ان کے سامنے بچھڑا کباب کر کے نہ رکھتے۔ اور قوم لوط ان کو خوبصورت لڑکے تصور کر کے ان پر نہ کود پڑتی کیا یہ سب معاملے چھاؤں یا عکس کے ساتھ کئے گئے۔ عقل عقل۔

۳۔ ملائکہ کی تیسری قسم کی خدمت کتابت اعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ انفطار میں فرماتا ہے:

و ان علیکم لحا فظین کرا ماً کا تبین یعلمو ن ما تفعلو ن۔ ہم نے تم پر محافظ کراماً کا تبین بزرگ فرشتے لکھنے والے چھوڑے ہوئے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں۔

بخاری باب الملائکہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے

الملا ئکة یتعاقبون ملا ئكة با للیل و ملا ئکة بالنهار و یجتمعو ن فی صلوة الفجر و العصر ثم یعرج الیه الذین با تو فیکم فینا لهم و هو اعلم فیقو ل کیف تر کتم فیقو لو ن تر کنا هم یصلو ن و ا تینا هم یصلو ن۔ کچھ فرشتے دن کو اور کچھ رات کو یکے بعد دیگر ے اترتے ہیں اور عصر اور فجر کے وقت آپس میں ملتے ہیں یعنی عصر کے وقت رات کے آتے ہیں اور دن کے چلے جاتے ہیں اور فجر کو رات کے چلے جاتے ہیں اور دن کے آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے باوجود جاننے

کے ان سے پوچھتا ہے کہ میرا بندہ کس حال میں تھا وہ کہتے ہیں کہ الٰہی ہم جب گئے تھے تب بھی وہ نماز میں تھا اور جب آئے ہیں تب بھی نماز میں تھا، دیکھو اس تبدیلی اور آنے جانے سے جسمانی نزول ثابت ہوتا ہے یا عکس؟ اگر عکس ہی نازل ہوتا ہے تو اس تبدیلی کے کیا معنی؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر بندے پر دو فرشتے ہیں جو اعمال لکھتے جاتے ہیں ایک نیکی اور دوسرا بدی نیکی والا دائیں کندھے پر اور بدی والا بائیں کندھے پر ہے اسی طرح سورۃ ق میں فرمایا: ما يلفظ من قول الّا لد يه رقيب عتيد (انسان جو کچھ لوتا ہے لکھنے والا فرشتہ جو اس پر تیار محافظ ہے اس کو جھٹ لکھ لیتا ہے۔

۴۔ ملائکہ کی چوتھی خدمت، مردوں کا حساب ہے ان کو منکر نکیر کہتے ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ کردے کو دفن کر کے واپس آجاتے ہیں تو اس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ والے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر۔ اس حدیث کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔

۵۔ ملائکہ کی پانچویں خدمت قبض ارواح ہے چنانچہ سورہ المسجدہ میں فرمایا: قـل يتوفا كم ملك الـموت الـذى و كل بكم ثم الى ر بكم تر جعون ۔اے پیغمبر ان سے کہدو کہ تم کو قبض کر لے گا ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

جان کندن اور حساب قبر کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح آئی ہے :

عن البراء بن عاز ب قا ل خر جنا معالنبى ﷺ فيجنازة ر جل من ا لا نصار فـا نتهينـا الـى الـقبـر و لـما يلحد فجلس رسو ل ا لله ﷺ و جلسنا حو له كانّ على رؤسـنـا اطيـر وفى يده عود ينكت به فى ا لار ض فرفع ر أسه فقال استعيذوا با لله من عذاب القبر مر تين او ثلا ثاً ثم قال ان العبد المو من اذا كا ن فى انقطاع من الدنيا واقبا ل من ا لآ خرة نزل اليه ملائكة من السماء معهم اكفا ن من اكفان الجنة و حنو ط مـن حـنـو ط الـجـنة حتـى يـجـلـسـوا مـنـه مدالبصر ثم يجىء ملك المو ت حتى يجلس عـنـدرأسـه فيـقـول ايتهـا النفس الطيبة اخر جى الى مغفرة من الله و ر ضوا ن قا ل

فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء فيا خذ ها فا ذا اخذ ها لم يدعو ها في يده طرفة عين حتى يلحدو ها ؟؟؟ و يجعلوها في ذلك الكفن و في ذ لك الحنوط و تخرج منها كاطيب نفخة مسك و جد ت على و جه ا لا ر ض قا ل فيصعدو ن بها فلا يمرو ن يعني بها على ملاء من الملا ئكة الا قا لوا ما هذا الرو ح الطيب فيقو لو ن فلا ن بن فلان با حسن الاماء التي كا نوا يسمو نها في الد نيا هتي ينتهوا بها الى السماء الدنيا .... الخ ....

براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم انصار یعنی مدنی اصحاب میں سے ایک شخص کے جنازے پر نبی ﷺ کے ساتھ گئے ہم قبر پر پہنچ گئے اور ابھی وہ دفن نہیں کیا گیا تھا پس رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد ایسی حالت میں بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں یعنی نہایت ادب کے ساتھ چپ چاپ بیٹھے تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ایک گیلی لکڑی تھی جس کے ساتھ متفکرانہ طور پر زمین میں کریدتے تھے اور خط کھینچتے تھے۔ تو پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر دو تین بار فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو پھر فرمایا کہ جس وقت کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑ کر آخرت میں جانے کو ہوتا ہے تو اس کی طرف فرشتے اترتے ہیں ان کے چہرے آفتاب کی طرح نورانی ہوتے ہیں اور ان کے پاس بہشت کے کپڑوں سے کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے حتی کہ اس قریب المرگ مومن کے سامنے نظر کی دوری تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاک جان چل اللہ کی بخشش اور خوشنودی کی طرف۔ پس وہ پاک جان ایسی سہولت سے نکلتی ہے جس طرح پانی کی مشک سے قطرہ۔ پس ملک الموت اس جان کو قبض کر لیتا ہے اور اس سے وہ فرشتے جھٹ ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں اور اس کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے ایسی عمدہ کستوری کی خوشبو نکلتی ہ کہ روئے زمین پر کہیں پائی نہ جائے پس وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ پاک روح؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور اس کو نیک لقبوں سے یاد کرتے ہیں جن سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا اسی طرح سوال و جواب ہوتا جاتا ہے حتی کہ اس کو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں پس ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا

جاتا ہے پس ہر آسمان کے بعض مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس روح کے ساتھ ہو لیتے ہیں حتی کہ اس کو ساتویں آسمان تک لے پہنچتے ہیں اور جناب الٰہی میں پیش جرتے ہیں پس اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں ثابت رکھو اور اسکی روح کو زمین کی طرف جہاں اس کا بدن مدفون ہے واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے ان کے بدنوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں پھر بھیجتا ہوں پھر دوسری بار قیامت کو اسی سے نکالوں گا پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی روح بدن کی طرف واپس لائی جاتی ہے پس اس کے پاس دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں اور اسکو بٹھلاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کون ہے تیرا رب، وہ مومن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہے پھر فرشتے کہتے ہیں کہ تو نے یہ کس طرح جانا وہ کہتا ہے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی دل سے تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اس کے لئے جنت میں سے بچھونا بچھاؤ اور اس کو جنت ہی کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ پس اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر اس کی نظر کی دوری تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے پاس ایک شخص خوبصورت اچھے لباس والا خوشبو والا آتا ہے اور اس کو کہتا ہے تجھے ان چیزوں کی خوش خبری ہو جن سے تو خوش ہووے یہ وہی دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا پس وہ مومن اس خوبرو شخص کو پوچھتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ بہت اچھا ہے اور بھلائی کی خبر لاتا ہے پس وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں پس وہ شخص کہتا ہے کہ الٰہی مجھے تھوڑی مہلت دے تا میں اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤں اور ان کو اس حال سے خبر کروں اور اپنا مال تصدق کروں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جسوقت کافر آدمی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں ان کے منہ سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں پس نظر کی دوری پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے پس کہتا ہے کہ اے خبیث جان چل اللہ کے غضب کی طرف۔ پس وہ ناپاک جان بدن میں چھپتی پھرتی ہے۔ پس ملک الموت اس کو اس طرح سختی سے کھینچتا ہے جس طرح گیلے صوف میں سے لوہے کی گرم سلائی کھینچی جائے اور وہ صوف اس

کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور سیخ صفائی کے ساتھ نہیں نکل سکتی پس ملک الموت اس جان کو لے لیتا ہے اور وہ دوسرے فرشتے جھٹ ایک لمحہ میں اس سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں پس اس روح مردار کی سی ایسی گندی بد بو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر کہیں پائی جائے پس اسکو اوپر لے چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ خبیث روح ۔ پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور اسکو ان برے ناموں اور لقبوں سے یاد کرتے ہیں جن سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہنچتے ہیں پس اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سورہ اعراف کی آیت پڑھی کہ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے جسطرح کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ نہیں گذر سکتا۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ثابت رکھو اعمال اس کا سجین میں پھر اسکی روح زور سے پھینکی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سورہ حج کی یہ آیت پڑھی اور جو شخص شریک بناوے ساتھ اللہ کے پس گویا کہ وہ گرا آسمان سے پس اچک لیتے ہیں اس پرندے، یا پھینک دیتی ہے اس کو ہوا کسی دور کے مکان میں، ۔ پس اس کی روح پھر اس کے جسم میں پھونکی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ اس کو سیدھا بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کافر کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا ۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر وہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے رسول بنا کر بھیجا گیا اس کی نسبت تیرا کیا اعتقاد ہے۔ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پس ایک آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ اس نے سب کچھ جھوٹ کہا۔ پس اس کے لئے دوزخ کا فرش بچھاؤ۔ اور دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو۔ پس اس کو دوزخ کی گرم اور زہریلی ہوا آتی ہے اور اسکی قبر یہاں تک تنگ کیجاتی ہے کہ اسکی پسلیاں مقابل میں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں ۔ اور اس کے پاس ایک شخص نہایت بری شکل والا گندے لباس والا گندی بو والا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس چیز کی خبر سن جو تجھے بری لگے پس وہ کافر اس کو پوچھتا ہے تو کون ہے کہ تیرا چہرہ برائی لاتا ہے وہ کہتا ہے تیرا برا عمل ہوں ۔ پس وہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم نہ کریں۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ثوبان ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ پر نکلے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھ کر فرمایا الا تستحیو ن ان ملا ئکة الله علی اقدا مھم وانتم علی ظھور

دوا بکم ۔یعنی کیا تم حیا نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل چلتے ہیں اور تم سواریوں پر ہو۔ دیکھو حدیث کیسی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔

۶۔بعض فرشتے مومنوں کے ساتھ ذکر الٰہی میں شامل ہونے کے لئے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب الملائکۃ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں جو آنے والے نمازیوں کے نام لکھتے رہتے ہیں۔پس جب امام خطبہ پڑھنے لگتا ہے تو ان کتابوں کو لپیٹ لیتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں اور ذکر میں مومنوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں:

اذا کان یوم الجمعة کان علی کل باب من باب المسجد الملائکة یکتبون الاول فالاول فاذا جلس الامام طووا صحفهم و جاؤا یستمعون الذکر (بخاری)

۷۔بعض فرشتے لوگوں کو آفات سے محفوظ رکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے : له معقبات من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر الله ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے آگے اور پیچھے فرشتے مقرر کئے ہیں جو اللہ کے امر سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۸۔بعض فرشتے میدان جنگ میں مومنوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا:

اذتستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین (انفال)

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ ہم لگا تار ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے۔

تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

فقد نقل عن علی ان جبریل فی الف عن میمنة النبی ﷺ و فیها ابو بکر و میکائیل فی الف عن میسرته و انافیها (جامع البیان) کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے دائیں طرف ایک ہزار فرشتے کے سرلشکر حضرت جبریل تھے اور حضرت ابوبکر بھی اس طرف تھے اور بائیں طرف حضرت میکائیل ایک ہزار فرشتے کو لئے ہوئے تھے اور میں ان میں تھا۔

دیکھ حضرت علیؓ نے ان سب کو دیکھا۔۔ایک اور روایت میں ہے کہ ہم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ سیاہ

پگڑیاں ان کے سر پر ہیں اور ہمارے دشمنوں کو مار رہے ہیں۔

۹۔بعض فرشتے صرف اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ مومنوں کی طرف سے جو کچھ درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ سنن نسائی میں ہے ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں اور جہاں کوئی میری امت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں

الغرض قرآن شریف کی کئی آیات اور کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے اپنے جسم کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں دیگر آیات واحادیث بوجہ اختصار اس جگہ پر نہیں لکھی گئیں۔

اگر مرزا صاحب ان رسائل ثلاثہ یعنی شہادۃ القرآن اور سلم الوصول، نزول ملائکہ کے دلائل کو ضعیف اور غلط ثابت کر کے اس رسائل کے مدعا کے خلاف کو بدلائل قرآنیہ پایہ ثبوت تک پہنچا دیں تو بندہ اپنے قلم کو توڑ دے گا اور مسیح کے رفع آسمانی اور رسول اللہ ﷺ کے معراج جسمانی کے خلاف پر اعتقاد کر لینے میں ہرگز تامل نہیں کرے گا اور میں اس امر کو نہایت زور سے بآواز بلند ظاہر کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اس امر میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے اور ہرگز نہیں ہوسکیں گے رسالہ شہادۃ القرآن کا جواب مرزا صاحب کی علمی لیاقت سے باہر ہے۔

آئینہ قادیانی

مع تذکرہ رحلت قادیانی وفیصلہ ربانی

(الہادی جلد۴ نمبر۱ جنوری ۱۹۰۸ء۔آئینہ قادیانی یعنی قادیانی قرآن دانی۔۴۲ صفحے پر مضمون ہے۔(پھر ٹائٹل ہے: رحلت قادیانی بمع مرگ ناگہانی، اور فیصلہ ربانی بر مرگ قادیانی۔مصنفہ ابراہیم مالک واڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔اندر پریس سیالکوٹ میں طبع ہوئی۔اس

کے صفحہ نمبر الگ ہیں اور ص ۴۷ تا ۵۴ پر جلد۴ نمبر ۶ لکھا ہے جہاں یہ مضمون ختم ہوتا ہے۔اس کے بعد فیصلہ آسمانی بر مرگ قادیانی کے الگ صفحات نمبر ہیں اور یہ نظم صفحہ ۱۲ پر ختم ہوتی ہے۔ یہ ۱۲ صفحات کا رسالہ کسی اور پریس میں چھپا ہے۔اور یہ سب چیزیں ایک ہی جلد میں ہیں)۔

آئینہ قادیانی یعنی قادیانی قرآن دانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ادائے مسیحیت ومہدویت ومحمدیت کے علاوہ ایک یہ ادعا بھی ہے کہ ان پر قرآن شریف کے معارف ولطائف سب سے بڑھ کر منکشف ہوتے ہیں۔اور ان کی جماعت بھی ان کی نسبت ایسا ہی خیال رکھتی ہے۔ بلکہ یہ لوگ خود بھی مدعی ہیں کہ ہم بھی قرآن شریف دیگر علماء سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔خواہ ان کی جماعت کے ایسے مدعی علوم رسمیہ سے کچھ بھی لیاقت رکھنے کی بجائے ان علوم کے نام سے بھی واقف ہوں یا نہ ہوں، لیکن دعوی سب کو ہے۔ جب سے یہ خاکسار مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے اس ادعا پر واقف ہوا ہے اور خدا تعالی نے اس عاجز کو قرآن شریف کی سمجھ عطا کی ہے تب سے ان کے اس ادعا کو دیوانہ کی بڑ کے سوا کچھ نہیں جانا، کیونکہ خاکسار کو ان کی تحریرات میں ان کے دعوی کا ثبوت ہرگز نہیں ملا۔ لیکن اس کے برخلاف خاکسار اپنی نہایت محکم رائے سے کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ قرآن فہمی سے کوسوں دور ہیں۔ اور اپنی اس رائے کے ثابت کرنے کے لئے خاکسار (ابراہیم) نے اس وقت قلم اٹھایا ہے۔خود مرزا صاحب کی جسقدر کتابیں خاکسار کی نظر سے گذری ہیں ان کی نسبت خاکسار پختہ طور پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے مضامین دو قسم کے ہیں۔

اول وہ جو خود مرزا صاحب قادیانی کے تراشیدہ ہیں یا کسی دیگر اہل بدعت سے لئے ہیں، اور مرزا صاحب ان کے مؤید ہو کر ان کو اپنے رنگ میں بیان کرتے ہیں، اور ان کی نصرت کے لئے قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔اس قسم کے مضامین چونکہ اصل ہی میں باطل ہوتے ہیں اس لئے مرزا صاحب کا سارا تانا بانا باطل ہوتا ہے۔ان کا طرز استدلال ٹیڑھا بے قاعدہ اور خلاف اصول ہوتا ہے، بلکہ لغت عرب اور قرآن

وحدیث کی دیگر تصریحات اور ان کے قرائن مرزا صاحب کے اختیار کردہ معانی کو باطل ثابت کرتے ہیں اور مرزا صاحب عمداً یا غلط فہمی سے ان کے خلاف چلتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین کو اکثر مرزا صاحب کے اپنے ادعاؤں سے بہت کچھ تعلق ہوتا ہے اور بعض اوقات مخالفین کے جوابات سے بھی تعلق ہوتا ہے عام اس سے کہ مخالف مسلمان ہو، یا غیر مسلمان، اور وہ جواب مرزا صاحب کے اپنے دعوی کے متعلق ہو، یا کسی اور مسئلہ کے متعلق۔

دوسری قسم کے مضامین وہ ہیں جو کتب متقدمین سے نقل کئے ہیں لیکن نقل کرنے میں مرزا صاحب منقول عنہ کا حوالہ نہیں دیتے بلکہ چھپاتے ہیں، اور اس تحقیق کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین کو غیر مذاہب کے جوابات سے زیادہ تر تعلق ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے تو وہ محض دوسرے مسلمانوں کے برخلاف الزام قائم کرنے کے لئے یا ان کو اپنے مدعا کی طرف کھینچنے کے لئے ہوتا ہے ایسے مقامات پر اکثر مرزا صاحب عبارات اور معانی ہر دو میں تصرف کر کے عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

غرض جو کچھ وہ اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں وہ تو بحکم اکثر حکم الکل سارے کا سارا باطل ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کسی دوسرے سے نقل کرتے ہیں اس میں کچھ صحیح ہوتا ہے اور تصرف بے جا۔

مرزا صاحب کی کتابوں کی نسبت جو رائے خاکسار نے لگائی ہے اس کی صحت کو انشاء اللہ خاکسار وقتاً فوقتاً ثابت کرتا رہے گا اور جو کچھ گرفت کرے گا بفضل وتوفیق خدا لغت عرب محاورات زبان تصریحات وقرائن قرآن وحدیث اور قواعد علوم آلیہ سے کرے گا۔ خواہ وہ گرفت مرزا صاحب کے اپنے بیان پر، خواہ ان کی جماعت کے دیگر بزرگان ملت کی تحریر پر ہو و ما توفیقی الا باللہ

ا۔ اس وقت جس امر نے خاکسار کو اس تحریر پر آمادہ کیا ہے وہ پرچہ الحکم قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۔ ۲، فروری ۱۹۰۸ء کی ایک تحریر ہے جس میں وہ بعنوان:

معارف قرآن کس پر کھلتے ہیں

لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بار بار تحدی کی ہے کہ خدا تعالی نے مجھے قرآن کریم کے معارف اور حقائق کا علم دیا ہے اور اس میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ ایک زندہ اور نمایاں نشان ہے کہ کبھی کوئی شخص اس تحدی کے مقابلے میں نہیں آیا اس وقت مجھے اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ کسی پادری نے ایک اعتراض ووجدک ضالاً فهدی پر کیا اسکا جواب ایک اسلامی رسالہ انوار الاسلام نے دیا ہے اس جواب کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود پر بے اختیار درود پڑھنے کو جوش پیدا ہوا کہ آپ نے جو حقائق اس آیت میں بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور کسی دل پر گذرے (الحکم قادیان۔۲فروری ۱۹۰۸ء)

اس کے بعد اڈیٹر الحکم نے رسالہ انوار الاسلام کا جواب بھی نقل کیا ہے اور پھر مرزا صاحب کا جواب بھی نقل کیا ہے۔ خاکسار کا مدعا اس وقت یہ نہیں ہے کہ دونوں جوابوں کا مقابلہ کرے بلکہ صرف یہ ہے کہ اڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے جواب کی نسبت جو رائے لگائی ہے کہ وہ ایسے حقائق ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور نہ کسی دل پر گذرے، کہاں تک صحیح ہے آیا مرزا صاحب سے پہلے یہ جواب کسی مفسر نے لکھا ہے یا نہیں۔ رسالہ انوار الاسلام کا جو جواب اڈیٹر الحکم نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ووجدک ضالاً، عن معالة النبوة (اصل کتاب تفسیر کبیر میں معالم النبوة ہے۔ابراہیم) و احکام الشریعة غافلاً منها فهداک الیها و هو المراد بقوله ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان ۔ترجمہ خاکسار)(اے پیغمبر) خدا نے تجھے ان کی راہ بتائی اور خدا تعالی کے قول ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی (اے پیغمبر) تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب (الہی) کیسی ہوتی ہے اور ایمان (کی تفصیل) کیا ہے۔

مرزا صاحب نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ضال کے معنی گمراہ کے نہیں ہیں بلکہ عاشق کے ہیں یعنی اللہ تعالی نے تجھ کو اپنا عاشق پایا تو تجھے اپنی طرف کھینچ لیا جیسا کہ حضرت یعقوب کی نسبت اس کے مناسب یہ آیت ہے انک فی ضلالک القدیم ۔(قرآن میں انک لفی ضلالک القدیم ہے۔ ابراہیم) اس جواب کے ضمن میں مرزا صاحب نے اس آیت کی اس سورت کی دوسری آیات سے مناسبت بیان

کی ہے خاکسار کو اس مناسبت کے مناسب وغیرہ ہونے اور اس جواب کے صحیح یا سقیم ہونے سے بحث نہیں دکھانا صرف یہ ہے کہ یہ جواب تفسیر کبیر ہی میں اسی جگہ دیا گیا ہے، جہاں سے انوارالاسلام کے مضمون نویس نے نقل کیا ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ انوارالاسلام کے مضمون نویس نے اپنے جواب کا حوالہ دے دیا ہے اور مرزا صاحب نے سرقہ کیا ہے اور منقول عنہ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اس جواب کو اپنی طرف منسوب کرتے معلوم ہوتے ہیں اور اڈیٹر الحکم جو بیچارہ علم عربی اور مطالعہ کتب عربیہ سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہے ناحق اور ناجائز تعریف کر کے اپنا آپ ظاہر کرتا اور اپنی عہدہ برائی کرتا ہے۔سو واضح ہو کہ اس آیت پر اس اعتراض کے متعلق کہ آنحضرت ﷺ معاذ اللہ کبھی گمراہ بھی تھے تفسیر کبیر میں بیس جوابات ذکر کئے ہیں جن میں سب سے پہلا وہ ہے جو انوارالاسلام نے نقل کیا ہے اور چودھواں وہ ہے جو مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے اور تفسیر کبیر کا حوالہ نہیں دیا چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے: (و الرابع عشر) الضلال بمعنى المحبة كما فى قوله انك لفى ضلالك القديم اى محبتك و معناه انك محب فهديتك التى بها تتقرب الى خدمة المحبوب ۔تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۲۵)۔اس جگہ ضلال کے معنی محبت کے ہیں جیسے اس آیت انك لفى ضلالك القديم میں ہے یعنی تو تو اپنی پرانی محبت کے خیال میں ہے اور اس آیت سورہ والضحی کے معنی یہ ہیں کہ خدا آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے کہ تو میرا محبّ تھا اس لئے میں نے تجھے ان امور کی طرف ہدایت کی جن سے محبوب (یعنی خدا) کی خدمت کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر کبیر کے علاوہ یہ جواب تفسیر سراج منیر اور تفسیر فتح البیان میں بھی دیا گیا ہے۔پس اڈیٹر الحکم کی مرزا صاحب کے جواب کی نسبت ایسی تعریف کرنی جہالت اور مطالعہ کتب سے ناواقفی کے سبب ہے، اور اس کی بنا مذہبی پاس داری اور اعتقادی حسن ظنی پر ہے۔اسی معنی میں کہا گیا ہے حبك الشىء يعمى و يصم یعنی تجھے کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔یعنی کسی شئے سے محبت ہو جائے تو اس کی قباحت نہ تو خود نظر آتی ہے اور نہ کسی سے سنی جاتی ہے بلکہ غلبہ محبت کے سبب اسے ہر امر میں بے نقص و بے عیب سمجھا جاتا ہے

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کے اصل جواب کی نسبت بے مثل ہونا نہیں کہا گیا بلکہ اس جواب کی مناسبت جو اسی سورت کی دیگر آیات سے ذکر کی گئی ہے وہ آگے کسی مفسر کے دل پر نہیں گذری اور کسی آنکھ نے د

یکھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مناسبتیں بھی کئی ایک تفسیروں میں بیان کی گئی ہیں چنانچہ ہم بعض کا ذکر کرتے ہیں تفسیر کشاف رحمانی ابن کثیر معالم التنزیل سراج منیر جامع البیان ۔ چونکہ ان سب کی عبارات کے نقل کرنے میں طوالت ہوتی ہے اس لئے ہم ان میں سے صرف تفسیر رحمانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

و انما انعم عليك بهذا ا لا شياء لتنعم بها على خلقه فيكو ن د ليلا على شفاعتك لهم يو م القيا مة (فا ما اليتيم) فاآ واه لا نه آ وا ك لتو وى الضعفاء و ا ليك و او لا هم اليتيم فا ن لم تؤوه (فلا تقهر و اما السا ئل) فا غنه لا نه اغنا ك لتغنى عباده و اولا هم السا ئل فا ن لم تغنه (فلا تنهر و اما بنعمة ر بك) و هى الهدا ية فانما هدا ك لتهدى عباده و هو با لتحد يث (فحدِّث)تفسير ر حما نى جلد دو م سوره و الضحى)

اور اے پیغمبر خدا نے تجھ پر یہ انعامات اس لئے کئے ہیں کہ تو بھی اس کی مخلوق پر ایسے ہی انعام کرے ۔ تو قیامت کے دن ان کے لئے تیری شفاعت کی دلیل ہو ۔ پس تو یتیم کو اپنے پاس جگہ دے کیونکہ خدا نے تجھے اس لئے جگہ دی کہ تو بھی ناتواں کو اپنے پاس جگہ دیوے اور سب سے اولی یتیم ہے لیکن اگر تو اسے جگہ نہ دے تو (کم ازکم) اس پر سختی تو نہ کر اور سائل کی بابت یہ حکم ہے کہ اس کی حاجت روائی کر کیونکہ خدا تعالی نے تیری حاجت روائی اس لئے کی ہے کہ تو بھی اس کے بندوں کی حاجت روائی کرے ۔ لیکن اگر تو اس کی حاجت روائی نہیں کر سکتا تو (کم ازکم) اسے جھڑک تو نہیں اور سن کہ اپنے رب کی نعمت کا یعنی ہدایت کا جو اس نے تجھے اس لئے دی ہے کہ تو اس کے بندوں کو ہدایت کرے اپنی زبان سے اقرار کر کیونکہ یہ امر تحدیث ہی سے پورا ہوتا ہے ۔

۲ ۔ قادیانی بزرگان ملت کی قرآن دانی اور علم عربی سے ان کی واقفیت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان ج ۷ نمبر ۱ بابت جنوری ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون بعنوان:

حضرت مسیح کے بارے میں قرآنی فیصلہ

چھپا ہے ۔ یہ مضمون ایک عیسائی ڈاکٹر چنتو پادھیا، نام کے جواب میں ہے جس نے کج روی سے قرآن شریف

کی بعض آیات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنی چاہی ہے۔ مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے اس مضمون میں جو مطالب بیان کئے ہیں ان میں سے کئی ایک سے خاکسار کو اتفاق ہے اور کئی ایک سے اختلاف ہے، اور بعض مقامات کے طرز بیان میں اور وجہ تفسیر اور طریق استدلال سے بنا بر تحقیق اتفاق نہیں۔ لیکن فی الجملہ اس بات میں ہر طرح اتفاق ہے کہ وہ امور جو ڈاکٹر چتو پادھیا، نے الوہیت مسیح کے متعلق بیان کئے ہیں اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے ہم خیالوں کی طرح شان الوہیت کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ وہ خدا تعالی کے ان احسانات وانعامات سے جو خدا نے اپنے برگزیدہ بندے مسیح ابن مریم پر کئے ہیں غلطی میں نہ پڑتے اور عبد ومعبود خالق ومخلوق رب ومربوب اور مالک ومملوک میں تمیز کرتے۔

ڈاکٹر چتو پادھیا نے جو امور الوہیت مسیح کے لئے بیان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن شریف میں ان کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے اس کے جواب میں سیدھے چلتے چلتے ایک مقام پر قادیانی چال اختیار کی ہے جو سراسر راستی سے دور ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

اس جگہ ہم ایک اور معنی بھی لکھتے ہیں جو قرآن کریم کے الفاظ پر چسپاں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ سورہ آل عمران کی چالیسویں آیت میں حضرت مریم کو مخاطب کر کے کہا گیا ان اللہ یبشرك بکلمة منه جس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے کلمہ یعنی پیش گوئی کے ذریعے تجھے بشارت دیتا ہے۔ (ص ۱۶، ۱۷)

اس آیت ان اللہ یبشرك بکلمة منه میں اڈیٹر صاحب نے ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کئے ہیں جو اس مقام پر قواعد زبان عربی اور آیات قرآن شریف کی رو سے بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ بشّر کے دو مفعول آتے ہیں ایک وہ جسے بشارت دی جائے دوسرا وہ جس کی بابت یعنی جس چیز یا امر کی بشارت دی جائے پہلے مفعول کے ساتھ کوئی حرف جر نہیں آتا اور دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر آتا ہے۔

پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی جیسا کہ سورہ صافات میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل کے پیدا ہونے کی بشارت دینے کے متعلق فرمایا فبشرناه بغلام حلیم یعنی ہم نے اس (ابراہیم) کو صاحب حلم لڑکے کی بشارت دی بشّرنا کا مفعول اول ضمیرہ ہے اور دوسرا مفعول جس کی بابت

بشارت دی گئی ہے غلام ہے جس کے ساتھ حرف ب موجود ہے۔اسی طرح اس آیت کے چند آیتیں بعد حضرت اسحاق کی بشارت کی نسبت بھی فرمایا فبشر نا ہ باسحاق ۔دور کیوں جاؤ،سورۃ آل عمران ہی میں آیت ان اللہ یبشر ك بکلمة منه سے چند آیتیں پہلے حضرت یحی کی بشارت مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان اللـه یبشـر ك بیحیی یعنی فرشتوں نے حضرت زکریا کو بحکم الٰہی ندا کی کہ اللہ تعالی تجھے یحی کی بشارت دیتا ہے۔اس آیت میں بھی ٹھیک اسی طرح ہے جیسا ہم نے بشّر کے متعلق ذکر کیا۔اسی طرح سورہ مریم میں حضرت یحی کی بشارت کا ذکر ان الفاظ سے کیا یا زکر یا انا نبشر ك بغلا مٍ اسمه یحی یعنی اے زکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحی ہے۔اس آیت کا طرز بیان ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح ان اللہ یبشر ك بکلمة منه اسمه المسیح عیسی بن مر یم کا ہے۔جس طرح حضرت یحی والی آیت میں ک خطاب کا جو حضرت زکریا کے لئے ہے جن کو بشارت دی گئی بلا واسطہ حرف جر مفعول اول ہے،اسی طرح حضرت عیسی والی آیت میں بھی ک خطاب کا جو حضرت مریم کے لئے ہے جن کو بشارت دی گئی بلا واسطہ مفعول اول ہے اور جس طرح پہلی آیت میں غلام جس کی بابت بشارت دی گئی ہے بواسطہ حرف ب مفعول ثانی ہے اسی طرح دوسری آیت میں کلمة بواسطہ حرف ب مفعول ثانی ہے۔پس کلمہ وہ شیئے ہے جس کی بابت بشارت دی گئی نہ کہ پیش گوئی یا الہام جس کے ذریعے بشارت دی گئی۔اور جس طرح پہلی آیت میں بغلا م کے بعد اسـمه یحی کہہ کر اس کے نام کی تصریح کی گئی ہے اسی طرح دوسری آیت میں بھی اسمه الـمسیـح کہہ کر اس کلمہ کے نام کی تصریح کی گئی ہے۔پس جس طرح پہلی آیت میں غلام کا نام یحی ہے اسی طرح دوسری آیت میں کلمہ کا نام مسیح عیسی بن مریم ہے اور جس طرح پہلی آیت میں غلام جس کے ساتھ حرف ب ہے پیش گوئی یا الہام نہیں ہوسکتا اسی طرح دوسری آ یت میں بھی کلمہ جس کے ساتھ حرف ب ہے پیش گوئی یا الہام نہیں ہوسکتا بلکہ جس طرح پہلی آیت میں غلام وہ شیئے ہے جس کی بابت بشارت دی گئی اسی طرح دوسری آیت میں بھی کلمہ وہ شئی ہے جس کی بابت بشارت دی گئی۔

اس بیان وتفصیل سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ رسالہ ریویو کے معنی بالکل غلط اور قواعد زبان اور قرآن کریم کے خلاف ہیں اور ان کا اس معنی کی نسبت یہ رائے لگانا کہ یہ معنی ،قرآن کریم کے الفاظ پر چسپاں ہیں،

زبان عرب اور قرآن شریف سے ناواقف ہونے کے سبب ہے ورنہ وہ ایسی صریح غلطی کو، چسپاں، نہ کہیں۔

اس مقام پر اڈیٹر صاحب نے ایک اور گل کھلایا ہے گویا اپنی جہالت و ناواقفی کا ایک اور ثبوت دیا ہے چنانچہ اپنے معنوں کی صحت کی تائید میں کہتے ہیں:

اور پھر سورہ النساء کی آیت ۱۶۹ میں لکھا ہے کلمة القاھا الی مریم۔ اس سے بھی یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس میں کلمہ کے ساتھ فعل القی ہے۔ القاء میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا قرآن شریف میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں (ص ۱۷)

واہ صاحب! عذر گناہ بدتر از گناہ۔ جو کچھ تائید میں کہا اس میں بھی غلط روی اور نادانی ہی ثابت کی۔ اگر جسمانی فعل سے ان کی مراد یہ ہے کہ لفظ القاء کا استعمال قرآن شریف میں جسمانیات کے لئے نہیں آیا تو آیت و القی فی الارض رواسی قرآن مجید میں نظر نہیں آئی۔ کیا اس مقام پر القاء جسمانی چیز کے متعلق نہیں استعمال ہوا؟ یہ مضمون قرآن شریف میں اس لفظ کے ساتھ کئی جگہ آیا ہے۔ کیا اڈیٹر صاحب ریویو کو پہاڑ بھی نظر نہیں آتے۔ اسی طرح سورہ نمل میں وارد ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا اذھب بکتابی ھذا فالقه الیه۔ یعنی میرا یہ خط لے جا اور ان کے پاس ڈال دے۔ اس میں بھی القاء جسمانی چیز کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح سورہ یوسف میں فرمایا کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجه ابی یأت بصیراً۔ یعنی میرا کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالو تو وہ بینا ہو جائے گا۔ اسی طرح اس سے آگے اس کرتے کے حضرت یعقوب کے چہرہ مبارک پر ڈالنے کے ذکر میں کہا فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجه فارتد بصیرا۔ یعنی جب وہ بشیر جو یوسف کی طرف سے خوش خبری لایا تھا پہنچا اور اس نے وہ کرتا حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا تو وہ پہلے کی طرح بینا ہو گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے عصا ڈالنے کے لئے معجزہ اژدہا کے متعلق کئی جگہ یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔

پس مولوی محمد علی اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کا یہ لکھنا:

القاء میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا قرآن شریف میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے اور اس میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں۔

بالکل غلط اور خلاف ہے کیونکہ اوپر کے سب مقامات میں یہ لفظ جسمانی اشیاء کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

مفید تمہید: قرآن دانی کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ احادیث نبویہ کا ماخذ قرآن شریف میں سے معلوم کیا جائے۔ اور قرآن شریف وحدیث کے مضمون میں موافقت بیان کی جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ قرآن کے مبیّن اور شارح ہیں اور حدیث نبوی اس کی تفسیر وشرح ہے۔ پس جو عالم اس فن میں مہارت رکھتا ہو بے شک وہ قرآن وحدیث میں ماہر اور اپنے زمانہ میں ممتاز ہے اور جس کی علمی لیاقت اور دماغی قوت مآخذ قرآنی کے ادراک اور موافقت قرآن وحدیث کے بیان سے قاصر ہو یا جو کسی صحیح حدیث کو بعد از ظہور علم بوجہ قصور فہم معارض ومخالف قرآن قرار دے اور اس کے مضمون کی تصدیق اور اس کے مطابق عمل نہ کرے وہ نہ تو قرآن کریم کا ماہر ہے اور نہ حدیث شریف کا عالم۔ امام ابن قیم جن کو اس فن میں کامل مہارت ہے اپنی کتاب زادالمعاد میں فرماتے ہیں:

وکان الصحابة احرص شیء علی استنباط احادیث رسول الله ﷺ من القرآن ومن الزم نفسه ذلك وقرع بابه درجة قلبه الیه واعتنی به بفطرة سلیمة وقلب زکی رأی السنة کلها تفصیلاً للقرآن وتبیینا لدلالته وبیانا لمراد الله منه وهذا اعلی مراتب العلم فمن ظفر به فلیحمد الله ومن فاته فلا یلومنّ من الا نفسه وهمته وعجزه۔ (زادالعاد۔ ج۲ ص ۱۷۵) اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اس امر کے بہت حریص تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا قرآن شریف سے استنباط کیا کریں اور جو کوئی اس امر کو لازم پکڑے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کرے اور فطرت سلیمہ اور پاکیزہ دل کو اس کے اہتمام میں لگائے وہ جان لے گا کہ سنت نبویہ ساری کی ساری قرآن کی تفصیل ہے اور اس کے معنی اور مرادوں کا بیان ہے۔ یہ امر علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کا ہے پس جو اس سے کامیاب ہوا سے چاہیے کہ خدا کا شکر کرے اور جسے ہاتھ نہ لگے وہ اپنے نفس اور ہمت اور کمزوری کے سوا کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

اظہار مدعا۔ جس امر کے اظہار کے لئے خاکسار نے اوپر کی تمہید بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اخبار بدر قادیان نمبر ۴۳ جلد ۶ مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۷ میں ایک مضمون بعنوان:

مولوی صاحبان! آنحضرتﷺ کی توہین نہ کرو

شائع ہوا ہے جس میں مرزا صاحب کی زبانی حضرت عیسیٰؑ اور مریم کے بوقت ولادت مسّ شیطان سے محفوظ رہنے کی حدیث کو معارض قرآن قرار دے کر صحیح تسلیم نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی زبانی اخبار مذکور میں لکھا ہے:

یہ لوگ اپنے اس دعوی کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ہے اور نہیں سوچتے کہ سب سے مقدم تو قرآن شریف ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے شیطان کو کہا کہ ان عبادی لیس لك علیهم سلطا ن۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ کیا آنحضرتﷺ ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے۔ اول تو حدیث، قرآن شریف کے مخالف ہو وہ حدیث ہی نہیں خواہ بخاری میں ہو خواہ مسلم میں ہو۔

پھر اس کے بعد اس حدیث کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ اس میں محض یہود کے اس طعن کا دفعیہ ہے جو وہ حضرت عیسی کی پیدائش کے متعلق آپ پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر کرتے ہیں۔،

مرزا صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسب عادت علمائے امت پر بہت زبان درازی کی ہے اور ان کے حق میں سخت الفاظ کہے ہیں ان کو بے شرم بے حیا اور رسول اللہﷺ سے محبت نہ رکھنے والے اور آپ پر ناجائز حملے کروانے والے قرار دیا ہے محض اس خیال سے کہ اس حدیث کے ان معنوں کی رو سے جو علماء کرتے ہیں آنحضرتﷺ کی ہتک ہوتی ہے چنانچہ کہا ہے: گویا ان کے نزدیک نعوذ باللہ آنحضرتﷺ کی پیدائش میں شیطان کا حصہ تھا مگر حضرت عیسی اور ان کی ماں کی پیدائش میں شیطان کا حصہ نہ تھا۔

مرزا صاحب نے صحیحین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت شان کو ملحوظ نہیں رکھا جو اہل بدعت کا نشان ہے چنانچہ حکیم الامۃ حجۃ الہند شاہ ولی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: اما الصحیحا ن فقد اتفق المحد ثو ن علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المر فوع صحیح با لقطع و انهما متواترا ن الی مصنفیهما و انه کل من یهوّن امر هما فهو مبتدع متبع غیر سبیل

المومنین (حجۃ اللہ ص۱۲۳ مطبوعہ مصر)۔ بخاری اور مسلم کی بابت تو محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں جو حدیث متصل مرفوع ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور نیز اس پر کہ یہ دونوں اپنے مصنفوں تک بالتواتر پہنچتی ہیں اور نیز اس پر کہ جو شخص ان دونوں کے شان میں تحقیر کرے وہ بدعتی ہے مومنوں کی راہ کے سوائے دوسری راہ پر چلنے والا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی روایت سے صحیح مسلم میں بھی وارد ہے لہذا متفق علیہ ہونے کی وجہ سے مراتب صحت میں اول مرتبے پر ہے کیونکہ صحیح حدیث کے سات مراتب میں سے اول مرتبہ میں حدیث بھی ہے جسے شیخین امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہو چنانچہ حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں فرماتے ہیں: و یلتحق بهذا التفاضل ما اتفق الشیخان علی تخریجه ۔اس تفاضل (مرتبہ اولی) میں وہ احادیث بھی داخل ہیں جن کو شیخین نے روایت کیا ہو۔

اور نیز چونکہ یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند متصل ہے یعنی اس کی سند بغیر کسی انقطاع کے خاص آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے اور مرزا صاحب نے اس حدیث کے متعلق صحیحین کی تحقیر کی ہے اور ان کی عظمت شان کو ملحوظ نہیں رکھا لہذا حسب تحریر شاہ ولی اللہ، مرزا صاحب قادیانی کے بدعتی اور مومنوں کی چال کے خلاف چلنے والا ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

اب ہم بفضلہٖ تعالی ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا سارا بیان از سرتا پا باطل ہے اور ان کا فہم قرآن وحدیث کے مطالب عالیہ کے سمجھنے سے بالکل عاطل ہے۔ نہ تو یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اور نہ اس کی تصدیق سے آنحضرت ﷺ کی ہتک لازم آتی ہے اور نہ اس حدیث کے وہ معنی صحیح ہیں جو مرزا صاحب نے باتباع زمخشری اختیار کئے ہیں۔

اس حدیث کے معارض قرآن ہونے کے متعلق مرزا صاحب کی تقریر یہ ہے:

قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے شیطان کو کہا ان عبادی لیس لك علیهم سلطان ۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے۔ (بدر۔ قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس کی تردید اس طرح ہے کہ تناقض کے لئے دونوں جملوں کا آٹھ امور میں واحد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح تہذیب میں ہے:

در تناقض ہشت وحدت شرط داں   وحدت موضوع و محمول و مکان

وحدت شرط و اضافت جزو و کل   قوت و فعل است در آخر زمان

اس تمہید کے بعد اب قرآن کریم کی آیت اور حدیث شریف کے الفاظ کو زیر نظر رکھنا چاہیے کہ آیت میں عباد مخلصین کے جس تسلط شیطانی سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اس سے مراد اغواء ہے جیسا کہ اسی آیت کے ساتھ ہے الا من اتبعك من الغاوين ۔ (حجر) یعنی خدا نے کہا کہ میرے بندں پر تیرا تسلط نہیں ہوگا، سوائے ان کے جو گمراہوں میں سے تیرے پیرو ہو جائیں۔ اور اسی طرح اس آیت کے پہلے ہے لاغوینهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين ۔ یعنی شیطان نے کہا، میں ضرور ضرور سب (بندوں) کو گمراہ کر دونگا سوائے تیرے ان بندوں کے جو برگزیدہ ہوں گے۔

اسی طرح دیگر مقامات پر بھی مذکور ہے اس بیان سے صاف واضح ہو گیا کہ قرآن میں عباد مخلصین کا جس تسلط شیطانی سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اس سے مراد تسلطِ اغواء ہے۔ لیکن اس حدیث شریف میں مسّ شیطان کا ذکر ہے جو ایذاء جسمانی ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ فيستهلّ صارخاً اسے ثابت کرتے ہیں یعنی بچہ شیطان کے مسّ کے سبب چیختا ہے اور ظاہر ہے کہ چیخنا اور آواز کرنا ایذاء جسمانی کے سبب ہوتا ہے۔

دوسرا قرینہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسّ ایذاء جسمانی کا ہے یہ ہے کہ صحیح بخاری ہی میں باب صفۃ ابلیس میں یہ لفظ ہیں۔ كل بنی آدم يطعن الشيطان جنبيه باصبعه یعنی شیطان ہر بنی آدم کے پہلو میں اس کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی چھبوتا ہے۔ ان الفاظ نبویہ سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کی یہ ایذاء جسم کے متعلق ہے نہ کہ تروح کے متعلق۔

تیسرا قرینہ اس مسّ کا جسم کے متعلق ہونا ثابت ہے یہ ہے کہ اسی حدیث میں حضرت عیسی کو مستثنی کر کے ان کی نسبت کہا ہے ذهب يطعن فطعن فی الحجاب ۔ یعنی شیطان جب عیسی کی ولادت پر (حسب دستور) ان کو بھی ایذا پہنچانے لگا تو (خدا نے ان کو اس کی ایذا سے اس طرح محفوظ رکھا کہ اس کی انگلی کی) ضرب اس کپڑے پر

لگی جس میں آپ لپیٹے ہوئے تھے۔

پس چونکہ قرآن شریف میں تسلط اغواء سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے اور حدیث میں ایذاء جسمانی پہنچنے کا ذکر ہے اور یہ دونوں الگ الگ امر ہیں لہذا قرآن کی آیت اور حدیث نبوی میں کوئی تعارض و تناقض نہیں لہذا مرزا صاحب کا یہ خیال کہ اس حدیث کا مضمون آیت قرآنی کے خلاف ہے، خیال باطل ہے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث کے متعلق اعتراضی صورت یہ بنائی ہے کہ اگر ہم اس حدیث کے مطابق یہ کہیں کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے سب بنی آدم کو پیدائش کے وقت شیطان مس کرتا ہے تو سب میں آنحضرت ﷺ بھی آجاتے ہیں اور اس میں آپ کی تحقیر شان اور ہتک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے سوائے سب بنی آدم کو پیدائش کے وقت مس شیطانی ہوتا ہے جو ایذاء جسمانی کے متعلق ہوتا ہے اور شیطان اور اس کے چیلوں سے مخلصین کو ایذاء جسمانی کے پہنچنے میں ان کی تحقیر شان اور ہتک نہیں بلکہ یہ امر واقعات سے ثابت ہے کہ بعض مخلصین کو شیطان اور ان کے چیلوں سے ایذا جسمانی پہنچتی رہی ہے جیسے حضرت ایوب کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے دربار ایزدی میں دعا کی انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب (پ۲۳) یعنی بے شک مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء سے مس کیا ہے۔ اسی طرح مشرکین کے سحر کے اثر سے آنحضرت ﷺ کا بیمار ہو جانا جو صحیح بخاری میں مذکور ہے یہ بھی ایذا جسمانی ہی تھی۔ اس لئے اس حدیث کے مطابق یہ کہنے سے کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے پیدائش کے وقت ہر بچے کو شیطان ایذا پہنچاتا ہے جس سے وہ بچہ روتا ہے اگر بالفرض آنحضرت ﷺ بھی سب کے مفہوم میں داخل ہوں تو آپ کی کسر شان لازم نہیں آتی کیونکہ ایذا جسمانی کے پہنچنے سے نبوت پر کوئی بھی حرف نہیں آسکتا۔

دیگر یہ کہ جس طرح زمخشری نے تاویلی صورت میں کہا کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے علاوہ عباد مخلصین جو ان کی صفت پر ہوں استثناء میں داخل ہیں اسی طرح ظاہری معنوں کے رو سے بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کے سوائے اور جو ان کی صفت پر ہوں ان کے سوائے پیدائش کے وقت شیطان سب کو مسّ کرتا ہے۔ پس ہمارے اعتقاد کے مطابق بھی آنحضرت ﷺ اور دیگر عباد مخلصین استثنائی صورت

میں رہیں گے چنانچہ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے و اختار القاضی عیاض ان جمیع الانبیاء متشارکون فیها (صحیح مسلم ج۲ص ۲۶۵) قاضی عیاض نے اس امر کو پسند کیا ہے کہ اس (فضیلت محفوظیت) میں سب نبی (عیسی اور مریم کے) شریک ہیں۔

بیان بالا سے مرزا صاحب کی تردید اور حدیث کے صحیح مفہوم کی نسبت بحث ہو چکی اب ہم بفضلہٖ تعالی اس حدیث کی تصدیق قرآن کی آیت سے کرتے ہیں جس کے لئے ہم نے اس مضمون کے شروع میں مفید تمہید لکھی تھی سو واضح ہو کہ صحیحین میں اس حدیث کی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی و انی اعیذها بك و ذریتها من الشیطان الرجیم (آل عمران) یعنی مریم کی ماں نے ان کی ولادت کے وقت دعا کی خداوندا! میں اس لڑکی کو اور اس کی (جو اولاد ہو) اس کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں چھوڑتی ہوں۔

اس آیت کے پڑھنے سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ خبر دی کہ ولادت کے وقت حضرت مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسی کے سوائے سب بچوں کو شیطان مس کرتا ہے جس سے وہ بچہ چیختا اور آواز کرتا ہے اس کی تصدیق آیت قرآنی سے ہوتی ہے کہ حضرت مریم کی ماں نے دعا کی تھی سو اس دعا کی برکت سے خدا نے مریم اور ان کے بیٹے کو اس ایذا شیطانی سے محفوظ رکھا۔

بعض کو اس حدیث کے متعلق یہ مشکل پڑی ہے کہ اس دعا کی برکت سے حضرت عیسی کا مس شیطانی سے محفوظ رہنا تو درست ہے کیونکہ آپ کی ولادت اس کی دعا کے بعد ہوئی لیکن حضرت مریم کا اس دعا کے سبب محفوظ رہنا کس طرح ہوسکتا ہے۔

خاکسار (ابراہیم) کی تحقیق اس کے متعلق حسب ذیل ہے:

فان قلت ان استعاذة ام مریم انما وقعت بعد ولادة مریم فکیف یتصور ان الاستعاذة موثرة فی حفاظتها من مسّ الشیطان حین ولدت کما یفهم من قرأة ابی هریره الآیه ۔ قلت ان الحدیث انطق بان صیانة مریم من مس الشیطان حین الولادة کانت بسبب استعاذة امها بل غایة ما نطق به الحدیث... ان مریم و ابنها

عـصـمـا مـن مـس الشيـطـا ن كيـفـما كا نا اعم من ان يكونا با لاستعا ذة او بغير ها و مـطـابـقة الحد يث با لكتا ب انما هوفهم ابی هر يره و ذ لك كثير منه ر ضی الله عنه و فهـم ابـی هـر يـره هذاا ظنه صحيحاً كما فی روا يا ته ا لا خر ی التی يقرء فيهاالقر آ ن تـصـديـقـاً لهـا ولا يبـعـد ان يكو ن قد سمعها من النبی ﷺ و لم ينمها اليه و هذا اے التطبيق بين الحد يث و الكتاب با ب حر ج و طر يق ضيق قليل السا لك لا يد خل فيه الا من له فهم ثا قب و رأی صا ئب و ذهن سليم و طبع مستقيم و من لم يعط حظاً من ذلك فلا يو من ا لا نفسه

و و جـه تصحيحه ان القر آ ن دل على ان ا لاستعا ذة وقعت بمجرد و لا دة مر يم فكا ن قبـل مـس الشيـطا ن كما يفهم من قو له تعا لى فلما و ضعت .. الى قوله .. و ذر يتها مـن الشيـطـا ن الـر جيم فا ستجا ب الله تعا لى لها فلم ينتهز الشيطا ن لعنه الله للمس فكا ن للاستعا ذة تا ثير فی صيا نة مر يم عليها السلا م ا يضاً

فـا لا ستـعـا ذة و ان لم تكن علة مو جبة للصيانة فهی علة ممكنة البتة و لا دليل على لزو م المس بمجرد الخرو ج عن البطن لا نه ﷺ انماقال حين يو لد اے حين و لادة الـمـو لـود فی لفظ حين اتسا ع يعرفه من له معرفة با للغة العر بية فلو كان المس بعد وقت... فهو داخل فی مفهو م لفظ الحين

و نـز يـد عـلـى ذلك ان ما خذ فهم ابی هر يره من قو ل النبی ﷺ كل بنی آ د م يطعن الشيـطـان فـی جنبيه با صبعه حين يو لد غير عيسى بن مر يم ذهب يطعن فطعن فی الحجا ب (بخاری با ب صفة ابلس) و هذا الحد يث ايضا رواه ابو هر يره ۔

فـان قـلـت هـذا الـحـد يـث انـمـا نطق بعصمة عيسى دو ن مر يم قلت هذا لا يخا لف الحديث الذی فيه ذكرها و غا ية ما فی البا ب ان فيه زيادة و تقرر فی ا لا صو ل و به تشهـد العقول لان ز يا دة الثقة مقبولة فلما صح الحد يثا ن فا لمحصو ل منهما عصمة

كليهما دو ن وا حد منهما قا ل الحا فظ فى الفتح تحت الحد يث الذى فيه ذكر ا لا ثنين جـمـعـا بيـن الـحـد يثيـن ، و الـذى يظهر ان بعض الرواة حفظ ما لم يحفظ ا لآ خر و الـزيـادـة مـن الحا فظ مقبو لة ۔ قلت و عندى الروا ية التى فيها ذكر الا ثنيين را جحة ايـضـاًبـا عتبـار انهـا روا هـا عـن ابـى هر يره سعيد بن المسيب و عنه الز هرى و اما الـحـديث الذى فيه ذكر عيسى دو ن ذكر مر يم فرواه عن ابى هر يره الا عر ج و عنه ابو الز ناد و انت خبير با ن سعيد بن المسيب و الز هرى احفظا ن من ا لا عر ج و ابى الـز نـا د فـز يـا د تهـما ا حق بالقبو ل و ايضاً قا ل الحا فظ و قد رواه خلاس عن ابى هـريـره بـلفظ كل بنى آ دم قد يطعن الشيطا ن فيه حين ولد غير عيسى و امه فظهر بهذه الروا ية صدق ما قلنا ۔ و الحمد لله

اگر کہو کہ حضرت مریم کی ماں کا پناہ مانگنا مریم کے پیدا ہونے کے بعد ہوا تو پھر کس طرح متصور ہوسکتا ہے کہ وہ استعاذہ کی تاثیر سے بوقت ولادت مس شیطان سے محفوظ رہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کے اس آیت کو پڑھنے سے مفہوم ہوتا ہے۔تو خاکسار اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اس حدیث نبوی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت مریم کا بوقت ولادت مس شیطان سے محفوظ رہنا اس کی ماں کے پناہ مانگنے کے سبب تھا۔ بلکہ غایت الامر جس کی بابت حدیث میں ذکر ہے یہ ہے کہ مریم اور ان کا بیٹا (مسیح) دونوں مسّ شیطان سے معصوم ہیں خواہ کسی طرح ہو عام اس سے کہ استعاذہ کے سبب تھے یا کسی اور طرح اور اس حدیث اور آیت کی مطابقت حضرت ابوہریرہ کا اپنا فہم ہے اور یہ امر ابوہریرہ کی روایت میں بہت ہوتا ہے۔اور میرے نزدیک ابوہریرہؓ کا یہ فہم صحیح ہے جس طرح کہ ان کی وہ دیگر روایات ہیں جن میں وہ روایت کی تصدیق کے لئے قرآن کی آیت بھی پڑھتے ہیں۔اور یہ بھی بعید نہیں کہ انہوں نے یہ مطابقت نبی ﷺ سے سنی ہو اور روایت میں اس کا ذکر نہ کیا ہو۔اور یہ امر یعنی قرآن وحدیث میں تطبیق دینا ایک ایسا مشکل دروازہ اور تنگ راستہ اور کم گذر (رستہ) ہے کہ اس میں سوائے اس شخص کے جس کی سمجھ تیز ہو اور رائے درست اور ذہن سلیم اور طبع مستقیم ہو کوئی دیگر داخل نہیں ہوتا اور جس کسی کو اس سے کچھ بھی حصہ نہ ملے وہ سوائے اپنے نفس کے کسی اور کو ملامت نہ کرے۔

اورحضرت ابو ہریرہؓ کے فہم صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن (کا طریق بیان) اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ مریم کی ماں کا استعاذہ مریم کی پیدائش کے ساتھ ہی ہوا پس وہ شیطان کے مس کرنے سے پیشتر ہی تھا جیسا کہ آیت میں فلماو ضعت سے انی اعیذ ھا کے آخر تک پڑھنے سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس خدا نے مریم کی والدہ کی دعا قبول فرمائی اور شیطان ملعون کو مس کرنے کا موقع نہ ملا۔ پس مریم کے محفوظ رہنے میں بھی استعاذہ کی تاثیر ہوئی۔

اور استعاذہ اگرچہ صیانت میں علت موجبہ نہ بھی مانا جائے لیکن علت ممکنہ تو ضرور ہی ہے اور اس امر پر کوئی دلیل نہیں کہ بچہ کے پیٹ سے نکلتے کے ساتھ ہی بغیر قدرے فرصت کے بھی شیطان مس کر لیتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا ہے حین یولد یعنی بچہ کی ولادت پر، اور لفظ حیـــن میں جو وسعت ہے اسے وہ شخص خوب سمجھتا ہے جو عربی زبان سے واقف ہو پس اگر مس تھوڑی دیر پیچھے بھی ہو تو بھی وہ لفظ حیـن کے مفہوم میں داخل ہے۔

اور علاوہ بریں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کے فہم کا ماخذ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے جو بخاری ہی میں ابو ہریرہ ہی سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ ہر بنی آدم کے پہلو میں شیطان اس کی ولادت کے وقت انگلی چبھوتا ہے سوائے عیسی بن مریم کے کہ ان کو بھی چبھونے لگا تو انگلی اس کپڑے پر لگی جس میں وہ لپٹے ہوئے تھے۔

اگر کہو کہ اس حدیث میں صرف عیسی کے بچاؤ کا ذکر ہے اور مریم کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں دونوں کا ذکر ہے۔ آخر یہی کہو گے کہ اس میں زیادہ ہے۔ تو علم اصول میں مقرر ہے اور عقول بھی اس کی شہادت دیتی ہیں کہ ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے پس جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو ان دونوں سے حاصل یہ ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹا معصوم ہیں نہ یہ کہ صرف ایک ہی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں تحت اس حدیث کے جس میں دونوں کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ کسی راوی نے وہ کچھ یاد رکھا جو کہ دوسرے کو یاد نہ رہا اور حافظ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔ خاکسار کہتا ہے کہ میرے نزدیک دونوں کے ذکر والی روایت اس اعتبار سے بھی راجح ہے کہ وہ ابو ہریرہ سے سعید بن

مسیّب نے اوراس سے زہری نے روایت کی ہےلیکن جس حدیث میں صرف عیسی کا ذکر ہے حضرت ابو ہریرہ سے اعرج اوراس سے ابوالزناد نے روایت کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ سعید بن مسیّب اور زہری، اعرج اور ابو الزناد سے زیادہ حافظ ہیں۔ پس ان کی روایت قبولیت کے زیادہ لائق ہے۔اور نیز حافظ صاحب نے ذکر کیا کہ اس روایت کوابو ہریرہ سے خلاس نے بھی روایت کیا ہے اوراس کے الفاظ یہ ہیں، کہ ہر بنی آدم کو پیدائش کے وقت شیطان چوبھ مارتا ہے سوائے عیسی اوراس کی ماں کے۔پس اس سے ہمارے بیان کی تصدیق ظاہر ہےاوراس پرخدا کاشکر ہے۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ نہ تو مرزاصاحب قادیانی کوقرآن دانی میں مہارت ہے اور نہ حدیث دانی کی لیاقت ہےاور نہ قرآنو حدیث میں مطابقت بیان کرنے کا ملکہ ہےاوراسی بات کے سمجھانے اور ثابت کرنے کے لئے ہم نے اس مضمون کے اول میں مفید تمہید لکھی تھی۔

ریویوآف ریویو

ماہ جنوری کے پرچہ میں جو مضمون ہم نے بعنوان، آئینہ قادیانی ،لکھا تھااس کی نسبت اڈیٹر ریویوآف ریلی جنز قادیان، نے اپنے رسالہ جلدے نمبر ۵ بابت مئی ۱۹۰۸ء میں زیرعنوان، ہمارے نکتہ چین، یہ لکھا کہ،اس (خاکسار) کی غرض احقاق حق نہ تھی پبلک کے سامنےکوئی اعتراض ہماری تحریر پر پیش کرنا اس کا اصل مقصد تھا۔ص فحہ ۱۸۸۔نیت کا مالک ومحاسب سوائے خداعالم الغیب کے کوئی نہیں اس لئے ہم اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیتے و الله یعلم المفسد من المصلح (پ۲) خاکسار نے اعتراض کرنے سے پیشتر جو کچھ لکھا ہے وہ اصل مقصودکوخوب واضح کرتا ہےاورنیت کا پتہ بتارہا ہےلہذا زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں خیر کچھ سہی لیکن غلطی کی تسلیم صلح کی نیت پڑتال سے مشروط نہیں۔خواہ کسی نے کس خیال سے اعتراض کیا۔اس کی درستی کودیکھو اوراپنی اصلاح کرلو

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　گر منشت است پند بر دیوار

خاکسار نے اپنے مضمون میں تین امر ذکر کئے تھے:

۱۔اڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے جواب درباہ آیت ووجدك ضالًا فهدى پر جو یہ رائے لگائی ہے کہ آپ نے جو حقائق اس آیت کے بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ نہ پہلے آنکھ نے دیکھے، اور نہ کان نے سنے ، اور نہ کسی دل پر گذرے (الحکم ۲ فروری ۱۹۰۸ء) یہ غلط ہے، کیونکہ دیگر تفاسیر میں بھی یہ جواب مذکور ہے۔ پس اڈیٹر الحکم کا مرزا صاحب کی مدح سرائی کرنا بے علمی ناواقفی اور بے جا خوش آمد پر مبنی ہے۔

۲۔کہ اڈیٹر ریویو نے آیت ان الله يبشرك بكلمة منه میں جو ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کئے ہیں (ریویو بابت جنوری ۱۹۰۸ء) بحسب لغت عرب غلط ہیں۔

۳۔یہ کہ اڈیٹر ریویو نے جو یہ کہا ہے۔(لفظ، القاء کے معنی) میں جسمانی فعل کو دخل نہیں ہوتا، قرآن شریف میں ہر جگہ اس لفظ کے معنی الہام کرنے کے ہیں، غلط ہے کیونکہ یہ لفظ جسمانی فعل کے متعلق قرآن شریف میں بہت جگہ آیا ہے۔

امر اول کے متعلق اڈیٹر الحکم نے کوئی جواب نہیں دیا گو ان کی خاموشی ہمیں باور کراتی ہے کہ انہوں نے اس غلطی کو مان لیا ہے۔لیکن ان کا فرض تھا کہ اپنے ناظرین کو اس غلطی سے نکالتے جس میں ان کو ڈالا تھا۔ مگر انہوں نے ایسا بھی نہیں کیا۔ہاں اڈیٹر ریویو نے اس امر کے متعلق اصلاح کو تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی ہم پر ہی الزام لگا دیا۔ چنانچہ کہا ہے:

اس (رسالہ الہادی) میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعض لطیف معانی قرآن کریم کے جو حضرت مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں وہ کسی پہلی تفسیر میں بھی پائے جاتے ہیں ایک دو باتوں کو لے کر یہ ثابت کر دینا کچھ مشکل امر نہیں۔(ریویو آف ریلی جنز۔جنوری ۱۹۰۸ء ص ۱۸۳)

نیز کہا ہے:

قرآن کریم کے جو معارف وحقائق حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں ان کے متعلق ہمارا یہ دعوی نہیں کہ ان میں سے کوئی نکتہ معرفت پہلی کتاب یا تفسیر میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہزارہا معارف اور حقائق نئے بیان کئے گئے ہیں (ص ۱۸۴ ریویو مذکور)۔

پھر بطور نتیجہ کہا ہے:

پھران باتوں سے کہ فلاں آیت کی فلاں تفسیر جومرزا صاحب نے لکھی ہے وہ تفسیر کبیر میں فلاں موقعہ پر پائی جاتی ہے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ہاں ان علماء کی حالت پر ایسی باتوں کو پڑھ کر افسوس آتا ہے۔ص ۱۸۴

ناظرین! اگر ہمارا یہ اعتراض اسی صورت میں ہوتا جو اڈیٹر صاحب ریویو نے بیان کی ہے تو بیشک وہ اس اپنی تحریر میں راستی پر ہیں لیکن ہم نے تو واضح طور پر لکھ دیا تھا کہ، خاکسار کا مدعا اس وقت یہ نہیں ہے کہ دونوں جوابوں کا مقابلہ کرے بلکہ صرف یہ ہے کہ اڈیٹر الحکم نے مرزا صاحب کے جواب کی نسبت جو رائے لگائی ہے کہ وہ ایسے حقائق ہیں کہ، نہ پہلے آنکھ نے دیکھے اور نہ کان نے سنے اور نہ کسی دل پر گزرے، کہاں تک صحیح ہے آیا مرزا صاحب سے پہلے یہ جواب کسی مفسر نے لکھا ہے یا نہیں (دیکھو رسالہ الہادی جنوری ۱۹۰۸ء ص ۴۔) یہ عبارت خاکسار کی وجہ اعتراض کو ایسی روشن طور پر بتا رہی ہے کہ حاجت بیان نہیں لیکن افسوس ہے کہ اڈیٹر ریویو نے اس اردو عبارت کو بھی سمجھا یا نہیں۔ یا سمجھ بوجھ کر صرف اپنے دام افتادوں کو اعتراض کی صورت بدلا کر مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔

اچھا اڈیٹر صاحب گذشتہ را صلوات آئندہ احتیاط آپ نے بھی تو وہی دعوی کیا ہے کہ مرزا صاحب نے، ہزار ہا معارف اور حقائق نئے بیان کئے ہیں۔ص ۱۸۴۔آپ نے تو ہزار ہا کا لفظ استعمال کیا ہے جو کئی ہزار کے لئے آتا ہے۔اس کے مفہوم میں جتنے ہزار آپ کے ذہن میں ہیں، ہم ان میں سے صرف آپ سے ہر ہزار کے عوض ایک ایسے نکتہ قرآنی کا مطالبہ کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے کسی آیت قرآنی میں بیان کیا ہو، اور اس میں یہ دو امر پائے جاتے ہوں۔ا۔وہ کسی پہلی تفسیر میں نہ ہو۔۲۔وہ حسب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ و قواعد عربیہ وعلوم آلیہ درست ہو۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اگر کوئی امر نکتہ بیان کیا ہے جو درست ہے تو وہ کتب سابقہ کی خوشہ چینی ہے اور اگر نیا بیان کیا ہے تو وہ غلط و فاسد ہے۔اور اسی امر کے ثابت کرنے کے لئے ہم نے سلسلہ آئینہ قادیانی شروع کیا ہے جس کی نسبت آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ، جس کی غرض میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا ہے۔ (ریویو مذکور۔ص ۱۸۳)۔اور یہ بھی لکھتے ہیں، اس کی غرض احقاق حق نہ تھی۔(ریویو مذکور۔ص ۱۸۸)

چلئے آپ اپنا دعوے ثابت کریں اور ہمارے مطالبہ سے سبکدوش ہوں اور الہادی آئینہ قادیانی، میں

مرزا صاحب اوران کی جماعت کے بزرگان ملت کی لیاقت کا نمونہ دکھا تا رہے گا و ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

اگر آپ نے مرزا صاحب کی نسبت اپنے خیال کو بدلائل ثابت کر دیا تو خاکسار مرزا صاحب کو آئندہ قرآن دانی سے عاجز اور لطائف قرآنیہ سے بے بہرہ نہ کہے گا ورنہ آپ ان کی نسبت ایسا خیال چھوڑ دیں۔ ہماری اس تحریر پر جو کچھ لکھنا ہو اس میں سب سے پیشتر اس امر کا اقرار کر لیں پھر جو چاہیں لکھیں۔

امر دوم کے متعلق اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے یہ جواب دیا ہے کہ بشر کے دو مفعول ضروری نہیں ہیں، اور نہ یہ ضرور ہے کہ اس کے جس مفعول کے ساتھ آوے اس سے وہ شئے مراد ہو جس کی بابت بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں بعض آیات بھی پیش کی گئی ہیں جن سے ہم کو اور ثابت ہو گیا کہ اڈیٹر ریویو علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں۔،

ان آیتوں کی صحیح ترکیب کرنے اور اڈیٹر ریویو کو ان کی غلط فہمی جتا دینے سے پیشتر ہم ان کو الہادی کی گرفت کے جواب کے متعلق ایک خاص ہدایت کرتے ہیں کہ وہ جواب شائع کرنے سے پیشتر اپنے امام و امیر مولوی حکیم نور الدین صاحب کی طرف رجوع کر کے الہادی کی گرفت اور اپنی مخلصی کی صورت پیش کر لیا کریں ۔ پھر اس کے بعد جو کچھ وہ فرماویں وہ درج رسالہ کیا کریں۔ اس میں ایک ان کو سہولت ہو گی اور ایک ہم کو۔ ان کو یہ کہ غالباً مولوی نور الدین صاحب الہادی کی گرفت پر اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کے جواب کو پسند نہ کریں گے، اور اس طرح وہ اپنا جواب شائع کر کے پشیمانی نہ اٹھائیں گے۔ اور ہم کو یہ کہ اگر مولوی نور الدین صاحب ان کے جواب کو پسند فرمائیں اور اس کی تائید و تصدیق کریں تو ہم کو بھی دل کھول کر کسی اہل علم و فضل کے مقابلہ میں عالمانہ بحث کرنے کا موقع ملے گا، ورنہ اڈیٹر صاحب ریویو جو علم عربی سے ناواقف ہیں ان کے مقابلہ میں دقائق علمیہ بیان نہیں کئے جا سکتے، کیونکہ وہ معمولی باتوں سے بھی صرف لاعلمی کے سبب انکار کر دیتے ہیں، جیسا کہ بشر کے دو مفعولوں کی ضرورت کے متعلق کیا۔ بشر کے دو مفعول آنے کے لئے کسی نقلی حوالہ کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ عقل اور مذاق صحیح خود اس امر کی شہادت دیتے ہیں بشارت کے متعلق تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

اول: بشارت دینے والا،

دوم امر بشارت،

سوم جس کو بشارت دی جائے۔

کیا کوئی اہل علم و دانش ان تینوں میں سے کسی کا انکار کر سکتا ہے۔ اس کے دو مفعول آنے کی مثالیں ہم نے اپنے مضمون میں ذکر کردی تھیں جن کو اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے تسلیم کر کے صرف اتنا اختلاف کیا ہے کہ اس کے دو مفعول ضروری نہیں۔ اس لئے ہم اس جگہ ان آیتوں میں جن سے ان کو اس انکار کی صحت کا وہم ہوا دکھاتے ہیں کہ ان آیتوں میں بشر کا دوسرا مفعول استغناء محذوف ہے اور محذوف مذکور کے حکم میں ہوتا ہے چنانچہ یہ امر شرح ملا زیر بحث تعریف کلام، میں سے معلوم ہوسکتا ہے۔

پس اڈیٹر ریویو کا یہ کہنا کہ، یہاں دوسرا مفعول کوئی نہیں، عربی زبان نہ جاننے کے سبب ہے۔ نیز ہم ان کو یہ بتائیں گے کہ جن آیتوں میں آپ کو یہ اشتباہ ہوا ہے کہ بشر کے بعد ب آئی ہے اور وہ امر بشارت کے ساتھ نہیں ہے یہ عربی ترکیب نہ جاننے پر مبنی ہے۔

پہلی آیت: ابشّرتمونی علی ان مسنی الکبر (حجر) یعنی ابراہیم نے فرشتوں سے کہا کہ تم مجھے ایسی حالت پر بھی (بیٹے کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے۔،

اس آیت میں مولوی محمد علی ایم اے اڈیٹر ریویو کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہاں بیٹے کا ذکر نہیں ہے جس کی بابت بشارت دی گئی اور وہی اس کا مفعول ثانی ہونا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے خود خدا فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن (نساء۔ سورہ محمد) (یعنی کیا یہ لوگ کج فہمی کرتے ہیں) تو قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ لفظ تدبر، دبر سے ماخوذ ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ پس کلام کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے سلسلہ یعنی سیاق وسباق کو دیکھ لیا جائے ورنہ ٹھوکریں لگیں گی۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ اس آیت سے پیشتر کی آیت یہ ہے قالوا لا توجل انا نبشرك بغلام حلیم یعنی فرشتوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ خوف زدہ نہ ہو ہم تجھے ایک صاحب حلم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ دیکھو اس آیت میں بشارت کے متعلق تینوں امر موجود ہیں انا نبشرك میں بشارت دینے والے اور بشارت دیئے گئے، دونوں

کا ذکر ہے اور بغلا م حلیم میں اس کا مذکور ہے جس کی بشارت دی گئی اور وہ ب کے ساتھ آیا ہے اور پہلا مفعول ضمیر ک ہے اور دوسرا مفعول غلام بواسطہ حرف ب چونکہ فرشتوں کے کلام میں جس کے جواب میں حضرت ابراہیم کلمات ابشر تمونی کہتے ہیں امر بشارت یعنی تولد مولود مسعود کا ذکر آ گیا ہے اس لئے ابراہیم کے کلام میں اسے استغناء حذف کیا گیا چنانچہ جلالین میں اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے ابشر تمونی با لولد اور ایسے مواقع سوال و جواب میں اختصار عبارت اور ایسے محزوفات ہی کلام فصیح و بلیغ بناتے ہیں چنانچہ مطول زیر بحث البلاغۃ فی الکلام میں سے یہ امر بخوبی روشن ہوسکتا ہے۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں بشر کا دوسرا مفعول بنابر مذکورہ آیت متقدمہ محذوف ہے اور شرح ملا سے گذر چکا ہے کہ محذوف مذکور کے حکم میں ہوتا ہے پس یہ آیت اڈیٹر ریویو کے انکار کی موید نہیں ہوسکتی اور چونکہ وہ اس آیت کو قواعد عربیہ اور قواعد بلاغت سے سمجھ نہیں سکے اس لئے وہ ان علوم سے ناواقف ہیں۔

اس مقام پر ایک بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے اپنی سابق تقریر میں بشر کے متعلق دو مفعول آنے کے ثبوت میں حضرت ابراہیم ہی کی بشارت کی مثال دی تھی لیکن چونکہ وہ سورہ صافات کے حوالہ سے تھی شاید اس لئے اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز اسے سمجھ نہیں سکے۔ مذکورہ بالا آیت کے ذکر کے بعد اڈیٹر صاحب ریویو فرماتے ہیں: ایسا ہی مندرجہ ذیل مقامات قرآن شریف کے دیکھو جہاں دوسرا مفعول کوئی نہیں صرف ایک ہی مفعول ہے فبشر عباد ۔ پ ۲۳۔ و بشر المومنین ، پ ۲ ۔ و بشر الصابرین پ ۲ ۔ بشر المومنین ۔ بشر المخبتین ، بشر المحسنین ۔

ان سب کے جواب کے لئے ہم اپنی تقریر بالا کو کافی جانتے ہیں اگر وہ ان مقامات کو ہماری تقریر کو زیر نظر رکھ کر مطالعہ فرمائیں گے اور ہماری ہدایت خاص کے مطابق اپنے امام و امیر مولوی نور الدین صاحب کی طرف رجوع لے جائیں گے تو وہ ضرور ان کو سمجھا دیں گے لہذا طوالت کی ضرورت نہیں علاوہ اس کے ہم دو اور طریق پر ان کو سمجھاتے ہیں کہ ان سب مقامات میں بشر کا دوسرا مفعول محذوف ہے۔ اول یہ کہ ان سب متعلقات کے متعلق تفاسیر کا مطالعہ کریں کہ ان میں حسب مقام بالجنۃ ، یا بالنصر، والفتح وغیرہ کی تصریح کی ہے۔ دیگر یہ کہ قرآن ہی میں بعض ایسے مقام پر مفعول ثانی کی تصریح بھی ہے چنانچہ انہوں نے مختلف مقامات میں

سے بشرالمومنین کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق سورہ احزاب کو دیکھیں جس میں لکھا ہے بشر المو منین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً ۔ پس حسب تعریف بلاغت کلام کہیں محذوف ہے اور کہیں مذکور۔ یادرہے کہ بشر المو منین کے متعلق اڈیٹر ریویو نے دیگر مقامات کا تو حوالہ دے دیا ہے جہاں مفعول ثانی محذوف تھا جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ مفعول ثانی ہے ہی نہیں لیکن سورہ احزاب کا حوالہ نہیں دیا شائد ان کو یہ مقام معلوم ہی نہ ہو یا معلوم ہوگا لیکن چونکہ یہاں مصرح موجود ہے اس لئے عمداً چھوڑ گئے ۔ اور یہ نہ سمجھ سکے کہ جب ایک جگہ مذکور ہے اور دوسری جگہ مذکور نہیں تو اس جگہ ضرور محذوف ہوگا۔ اور مقام حذف میں حذف کا تقاضا پایا جاتا ہوگا اور مقام ذکر میں ذکر کا۔ لیکن چونکہ ان کو علم نحو اور بلاغت میں مہارت نہیں اس لئے سمجھ نہیں سکے

بشر کے متعلق انہوں نے ایک اور امر ذکر کیا ہے کہ، معترض (ابراہیم) کا یہ بڑا دعوی ہے کہ بشر کے بعد جوب آئے گی تو اس کے معنی ذریعہ نہ ہوں گے ۔، اس کے نقض میں انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں بشر کے بعد کوئی اسم مجرور بالباء ہے اور وہاں اس کا مفعول ثانی نہیں بلکہ اس کے معنی ذریعہ کے ہیں چنانچہ پہلی آیت یہ پیش کی ہے قالوا بشر ناك بالحق (حجر) اور دوسری یہ ہے فا نما یسر نا ہ بلسا نك لتبشر به المتقین (مریم) اگر کوئی علم نحو اور بلاغت سے ماہر شخص یہ بات کہتا تو ہم اس کو اسکے سمجھانے میں دقت نہ پڑتی

العا قل تکفیه الا شار ہ کے مطابق ذراسی بات میں فیصلہ ہوجاتا لیکن ہمارے مخاطب ایسے صاحب ہیں جو ان علوم سے واقف نہیں ہیں اسلئے ہم کسی قدر توضیح سے بیان کرتے ہیں تا کہ انکو سمجھ آجاوے

اول تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صاحب! ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بشر کے بعد جوب آئے گی تو اس معنی ذریعہ نہ ہوں گے ۔ کیا یہ بھی دیانت ہے کہ کسی کی عبارت کو اپنے لفظوں میں بیان کر کے اس پر اعتراض جڑ دیا جائے آپ شروع میں خود لکھتے ہیں:

اس وقت میرے سامنے رسالہ الہادی جنوری ۱۹۰۸ء کا نمبر پڑا ہے (ریویو مذکور۔ص ۱۸۲)۔

تو سامنے ہوتے بھی آپ اس کی عبارت میں تصرف کر سکتے ہیں ۔ آپ پر کچھ تعجب نہیں ۔ یہ قادیانی چال ہے وہ کلام خدا اور کلام رسول میں تصرف کرنے سے نہیں جھجکتے تھے آپ نے تو بھلا ایک معمولی انسان کی عبارت میں تصرف کیا ۔ پس واضح ہو کہ ہمارے کلمات وہی ہیں جو آپ نے بھی صفحہ ۱۸۰؟ میں نقل کئے ہیں لیکن اعتراض

کے وقت ان کو بدل دیا ہے۔ وہ یہ ہیں: اس آیت ان اللہ یبشرك بکلمة منه میں اڈیٹر صاحب نے ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کیئے ہیں جو اس مقام پر قواعد زبان عربی اور آیات قرآن شریف کے رو سے بالکل غلط ہیں کیونکہ بشر کے دو مفعول آتے ہیں ایک وہ جسے بشارت دی جائے دوسرا وہ جس کی بابت یعنی جس چیز یا امر کی بشارت دی جائے پہلے مفعول کے ساتھ کوئی حرف جر نہیں آتا اور دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر آتا ہے۔ پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی جیسا کہ سورۃ صافات میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیلؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دینے کے متعلق فرمایا فبشرنا ہ بغلا م حلیم ۔یعنی ہم نے اس (حضرت ابراہیمؑ) کو صاحب حلم لڑکے کی بشارت دی۔

یہ آیت اپنے مطلب میں بالکل صاف ہے کہ بشر کا دسرا مفعول بواسطہ ب آتا ہے (خواہ وہ محزوف ہو خواہ مذکور ہو) اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جس جملے میں بشر آجاوے اس میں جتنے اسم مجرور بالباء ہونگے وہ سب کے سب ضرور ضرور بشر کے مفعول ثانی ہوں گے۔ یہ آپ کی خوش فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے آپ مولوی نور الدین صاحب کی طرف رجوع کریں۔ اول تو ہم نے صاف لفظوں میں لکھ دیا تھا کہ یہ معنی، اس مقام پر غلط ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی جملے میں بشر کے بعد کسی اسم کے ساتھ ب آجاوے تو اس کے معنی ذریعہ ہو سکتے ہیں (لیکن وہ بشر کا مفعول ثانی نہیں ہوگا) دیگر یہ کہ ہم نے لکھا تھا: دوسرا مفعول بواسطہ ب حرف جر کے آتا ہے۔ پس جس کے ساتھ ب ہوگی اس کی بابت بشارت ہوگی۔، اس کا مطلب بھی صاف ہے کہ اگر کوئی اسم بشر کا مفعول ثانی ہو تو اس کے ساتھ ب حرف جر ہوتی ہے (خواہ مذکور ہو خواہ محذوف) یہ نہیں کہ بشر کے بعد جو اسم ب سے آیا ہو وہ اس کا مفعول ثانی ہے۔ بس اب ہم اپنے کلام کا مطلب سمجھا دینے کے بعد آپ پر واضح کرتے ہیں کہ جیسے آپ نے ہمارے اردو کلام کو نہیں سمجھا ویسے ہی آپ نے خدا تعالی کی عربی آیات کو بھی نہیں سمجھا کیونکہ پہلی آیت یعنی قالوا بشر نك بالحق (حجر) کی تقدیر اس طرح ہے قالوا بشر نا ك به ابالغلا م بالحق کیونکہ اوپر صاف طور پر لڑکے کی بشارت کا ذکر آرہا ہے اس لئے اس جگہ ذکر کی ضرورت نہیں دیکھی گئی نیز چونکہ حضرت ابراہیم اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے فرشتوں سے سوال جواب کر رہے ہیں اس لئے ان کی طبیعت میں تولد مولود کا علم راسخ کرنے کے لئے بالولد کو حذف کر کے بالحق کی تصریح ضروری

ہے اور یہی شرط بلاغت ہے کہ کلام مقتضی ئے حال کے مطابق ہو۔اس بات کا ثبوت کہ اس مقام پر بشر نا کا مفعول محذوف ہے یہ ہے کہ تفسیر خازن قالوا بشر ناك بالحق يعنى بالصدق الذى قضاه الله بان يخرج منك ولدا ۔اس عبارت سے صاف واضح ہے ہے کہ علامہ علاءالدین خازن نے بان یخرج .. الخ کو مقدر نکال کر مفعول ثانی کو جس کی بابت بشارت کی گئی تھی ظاہر کیا ہے اسی طرح ایسی ہی تقریر تفسیر میں بھی کی ہے لیجئے ہم آپ کو ایک اور طریق سے اس بالحق کو ہی مفعول ثانی کر کے دکھاتے ہیں تفسیر بیضاوی وغیرہ میں اس کے متعلق لکھا ہے قالوا بشرناك بالحق ، بما يكون لا محالة یعنی قاضی صاحب نے حق کے معنی کئے ایسی چیز جو ضرور ضرور واقع ہو جائے چونکہ اس بشارت پر لڑکے کا تولد ضرور ضرور ہو جانے والا تھا اس لئے اس کے معنی یہ ہوئے بتولد الولد پس ہمارا مقصود حاصل ہے دوسری آیت جو آپ نے لتبشر به المتقين پیش کی ہے اس کے سمجھنے میں بھی آپ نے غلطی کھائی ہے۔اس میں بھی مفعول ثانی یعنی مبشر بہ محذوف ہے اس لئے کہ اس کا ذکر کلام سابق میں موجود ہے چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے: التبشر به المتقين النار بالايمان اور ایک نسخہ میں بالجنة ہے اور تفسیر رحمانی میں ہے لتبشر به المتقين بانك تجعلهم من اهل مودته و من المشفوعين لهم چونکہ اوپر کی آیات میں مودت رحمانی ، اور شفاعت اور ایمان اور جنت سب کا ذکر ہے اس لئے ہر ایک کو مفعول بنا سکتے ہیں۔ یہ فائدہ صرف حذف سے ہوا۔ ورنہ اگر ایک کو ذکر کیا جاتا تو وہ محصور ہو جاتا اور اگر سب کو ذکر کیا جاتا تو کلام میں طوالت ہو جاتی۔اگر اڈیٹر ریویو یہ عذر کریں کہ جس طرح تم نے آیات قالوا بشرناك بالحق اور لتبشر به المتقين میں مفعول ثانی کو محزوف بیان کیا ہے، اس طرح ہم بھی آیت زیر بحث میں ان الله يبشرك بكلمة منه میں مفعول ثانی کو محذوف سمجھتے ہیں اور ب کے معنی ذریعہ اور کلمہ کے معنی پیش گوئی کے لے سکتے ہیں ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ عذر ان کے اس قول کے خلاف ہے جو انہوں نے بشر کے دو مفعول ضروری نہ ہونے کے بارے میں کہا ہے۔دیگر یہ کہ اس مقام پر مفعول ثانی کا حذف جائز نہیں کیونکہ اس مقام پر سابقاً اس کا ذکر نہیں ہے اور مخاطب کا ذہن اس سے بالکل خالی ہے اور اس کا اظہار تو مقصود بالذات ہے۔پس اس امر مقصود بالذات کو بغیر کسی قرینہ کے حذف کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔چنانچہ بلاغت ونحو میں یہ مسئلہ عام

طور پر مصرح ہے اسلئے ہم نے اپنی شروع تقریر میں کہد یا تھا کہ یہ معنی اس مقام پر قواعد عربی زبان اور آیت قرآن شریف کے رو سے بالکل غلط ہیں۔،

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ اڈیٹر صاحب ریویو کے عذرات ان کو الہادی کی گرفت کے مقابلہ میں فائدہ نہیں دے سکتے بلکہ انہوں نے ان کو اور گرفتوں میں گرفتار کر دیا۔..امر سوم کے متعلق اڈیٹر ریویو نے تسلیم کر لیا ہے کہ، اس جگہ درحقیقت ایک غلطی ہوئی۔(ریویو نذکور ص ۱۸۸)۔مگر وہ اسے مترجم کی غلطی قرار دیتے ہیں جس نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔حیرانی ہے کہ مترجم صاحب ایسے بڑے لائق ہیں کہ مفہوم کلام ہی کو بدل دیتے ہیں اور پھر بھی ان کو معلوم نہیں ہوتا۔مترجم کی غلطی جو قابل عفو ہوتی ہے وہ لفظی ہوتی ہے ایسی اغلاط سے اہل علم کے نزدیک مترجم کی جو وقعت رہتی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے مترجم کی غلطی کا اظہار جس صورت میں کیا ہے اس میں ایک لطف ہے وہ کہتے ہیں، مترجم نے کسی قدر آزادی سے اس خیال کو یوں ادا کر دیا جو درحقیقت نہ اصل الفاظ کا ترجمہ ہے اور نہ ہی مطلب کے لحاظ سے صحیح ہے۔،اس سے ناظرین ہماری اس رائے کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ کسی عبارت میں تصرف کر کے مطلب کو بگاڑ دینا قادیانیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ناظرین! ان کی نسبت ہماری یہ رائے بدظنی اور تعصب پر مبنی نہیں بلکہ واقعات پر ہے جس کی مثالیں ان کی کتابوں کے اہل علم و دانش مطالعہ کرنے والوں کو بکثرت مل سکتی ہیں۔

رب اعو ذ بك من همزا ت الشيا طين و اعو ذ بك رب ان يحضرو ن۔

رحلت قادیانی بمرگ ناگہانی

اور

فیصلہ ربانی برمرگ قادیانی

(مصنفہ خاکسار ابراہیم مالک واڈیٹر رسالہ الہادی سیالکوٹ۔ اندر پریس سیالکوٹ میں طبع ہوئی)

رحلت قادیانی بمرگ ناگہانی

بسم الله الر حمن الر حیم

سبحا نه ما اعظم شا نه یفعل ما یشاء و یحکم ما یر ید لا یسئل عما یفعل و هم یسئلو ن ۔ و الله یحکم لا معقِب لحکمه و هو سر یعی الحسا ب هو الحق و وعده الصدق لا یخلف و لا یکذ ب فلا شك فیه و لا ارتیا ب لا یضل ر بی و لا ینسی الذی لا یعجزه شیء ۔ و ما یعذب عنه مثقا ل ذرة کا مل العلم و واسع القدرة و با لغ الحکمة و ما یذ کر ا لا او لوا ا لا لبا ب و الصلوة و السلا م ا لا تمّان ا لا کملا ن ما دا م القمرا ن علی صفوة خلقه و نخبة رسله و خا تم ا نبیاء المرسل بالکتا ب النا طق بالحق و الصوا ب و او تی الحکمة و فصل الخطا ب و علی آ له و خلفا ئه الرا شیدین المهد یین و سا ئر ا لا صحا ب و علی ازوا جه و ذریا ته و اهل طیته و اتبا عه الی یو م الحسا ب

اللہ اللہ! عجیب شان خداوندی ہے کہ جس طرح اس کی ذات کی کنہ میں عقل حیران ہے اور اس کی

صفات کی کیفیت میں فکر پریشان ہے اسی طرح اس کی حکمت میں بھی فہم وقیاس سرگردان ہے

سبحا ن اللهم و بحمد ك و تبا ر ك اسمك و ترا لی جد ك و لا اله غير ك

تـو لـج ا لـلـيـل فی النها ر و تو لج النها ر فی ا لليل و تخر ج الحی من الميت و تخرج الميت من الحی

کہیں دن ہے تو کہیں رات ہے، کبھی اجالا ہے اور کبھی اندھیرا ہے، کسی کو اوج عزت پر چڑھاتا ہے، اور کسی کو قعر ذلت میں گراتا ہے، اس کو راحت بخشتا ہے تو اس کو گرفتار بلاء وعنا کرتا ہے، ایک کو پیدا کر کے صفحہ ہستی پر لاتا ہے اور دوسرے کو فنا کر کے اس کی ہستی کو مٹاتا ہے

بسا پادشاہاں سلطان نشان
بسا پہلوانان کشورستان
بسا تند گردوان لشکر شکن
بسا شیر مردان شمشیرزن
بسا ماہرویان شمشاد قد
بسا نازنینان خورشید خد
بسا خوبرویان نو خاستہ
بسا نو عروسان آراستہ
بسا نامدار و بسا کامدار
بسا سرو قد و بسا گلعذار
کہ کردند پیراہنِ عمر چاک
کشیدند سر در گریبان خاک
چناں خرمنِ عمرِ شان شد بباد
کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد

اگر چہ اس تحریر کا اصل مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بعض پیش گوئیوں پر بحث کر کے اس کے دعوی رسالت ونبوت اور مسیحیت ومہدویت کو باطل ثابت کیا جائے لیکن چونکہ اس ضمن میں کئی ایک آیات اور خاص کر وعدہ الٰہی کی آیات محققانہ اور عالمانہ طریق پر بیان کر کے قادیانی قرآن دانی کی قلعی بھی کھولی گئی ہے اس لئے اس تحریر کا آئینہ قادیانی کے ساتھ ضم کرنا غیر موزوں نہیں ہے۔

۲۷۔اپریل ۱۹۰۸ء کو جب خاکسار مع برادر مکرم مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان (مولوی صاحب ممدوح کو فاتح قادیان اس لئے کہا کہ جب آپ حسب طلب مرزا صاحب ان کی پیش گوئیوں کو غلط ثابت کرنے کے لئے قادیان میں جا پہنچے تو مرزا صاحب، چوں موش در سوراخ، بیت الخلوت میں ایسے اینٹھے کہ ہرگز باہر ہی نہ نکلے۔خیر اب تو باہر نکلنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں رہی تھی کیونکہ مرزا صاحب اس سے قبل پیش گوئی کر چکے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں نہیں آئیں گے۔پس چونکہ مولوی صاحب بلائے بے درماں کی طرح قادیان میں جا براجے تو پیش گوئی غلط ہوگئی۔میر) جلسہ سالانہ انجمن نصرت الاسلام دینانگر ضلع گورداسپور سے واپس آ رہا تھا تو رستہ میں سٹیشن بٹالہ سے بعض قادیانی بھی سوار ہوئے جن کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب..تبدیل آب وہوا کے لئے کچھ ایام لاہور میں قیام فرمائیں گے۔

اس کے بعد جب خاکسار ۷ مئی ۱۹۰۸ء کو مکرمی جناب ڈپٹی محمد شریف کے فرزند ارجمند انعام الرحمٰن کے عقیقہ کی تقریب پر امرتسر کو جا رہا تھا تو اس دن سیالکوٹ کے کئی ایک مرزائی، مرزا صاحب کی قدم بوسی کے لئے لاہور کو جا رہے تھے اور جب خاکسار ۱۲ مئی کو امرتسر سے واپس آ رہا تھا، تب بھی سیالکوٹ کے بعض مرزائی لاہور سے واپس آ رہے تھے جن سے دریافت کیا کہ لاہور کی آب وہوا عموماً اور موسم گرما میں خصوصاً اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اپنے وطن مالوف اور مکان مانوس کو جہاں اسے ہر طرح کا امن وامان اور ہر قسم کی راحت و آسائش حاصل ہو چھوڑ کر اس جگہ تبدیلِ آب وہوا کے لئے قیام کرے۔اس میں خاکسار نے الحکم اور بدر قادیانی اخباروں کے اس عنوانی شعر کی طرف تعریض کی تھی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

اور الزاماً کسی ترکی بترکی کہنے والے کے اس جواب کی طرف اشارہ کیا تھا:

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی، دغا بینی، غرض دارِزیاں بینی

ناظرین! اس دفعہ امرتسر سے واپس آنے پر خاکسار کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی اور بہ سبب ضعف دماغ اور دوران سر کے ہر طرح کی دماغی محنت چھوڑ رکھی تھی۔ لیکن لاہور کے بعض معزز احباب کے طلب کرنے پر اس خیال سے مجبوراً جانا پڑا کہ لاہور کا جانا وقتی ضرورت ہے اگر اس وقت نہ گیا اور صحت کے انتظار میں رہا اور اس اثنا میں مرزا صاحب قادیان کو رحلت فرما ہو گئے تو لاہور میں جانا لا حاصل ہوگا۔ پس صحت پر لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا۔ جو ہوسو ہو، اس ضرورت کو صحت پر مقدم سمجھنا چاہیے۔ خیر توکلاً علی اللہ ۲۲ مئی کو روانہ ہو پڑا۔ ۲۳ کو وہاں کے بعض عمائد نے اشتہار طبع کرا کر عام طور پر مشتہر کیا کہ علی التواتر کئی روز تک خاکسار اور کئی ایک دیگر واعظ بمقام سڑک کیلیا نوالی (متصل فرودگاہ مرزا صاحب) وعظ بیان کیا کریں گے۔ خاکسار کو ۲۶ مئی تک قبل مغرب اور بعد مغرب ہر روز دو دفعہ موقع ملتا رہا۔ اور علی الترتیب مضامین ولادت حضرت مسیح، آپ؊ کے معجزات، تردید صلیب، اور آپ؊ کی رفع سماوی کا ثبوت، بیان ہوئے۔ اور نیز جو دلائل مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں حضرت مسیح کی وفات کے متعلق بیان کئے ہیں، ان کے جوابات بھی بیان کئے گئے۔ ان بیانات میں حسب عادت نے خاکسار نے التزام کیا تھا کہ اثبات دعوی کے لئے کوئی امر بھی خارج از قرآن شریف بیان نہیں کیا۔ اور ایسا ہی مرزا صاحب کے دلائل پر نقض کرنے میں بھی لغت عرب، اور قرآن عربی سے ہرگز الگ نہ ہوا۔ غرض حاضرین کے سامنے ان شرائط سے ان مضامین کو بیان کیا۔ ان مضامین کا جو اثر سامعین پر پڑا تھا، اسے وہی جانتے ہیں، یا وہ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے یہ مضامین خاکسار کی ناقص زبان سے کبھی سنے ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ان بیانات کے علاوہ خاکسار نے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب مالک، ڈاکٹر آف انڈیا، میڈیکل لاہور مرزا صاحب سے مسئلہ حیات ورفع عیسوی پر تحریری بحث کے لئے خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ۲۵ مئی کو بعد دو پہر مرزا صاحب کی جناب میں حاضر ہوکر خاکسار کا رقعہ پہنچایا جس پر مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن صاحب کہن سال صاحب تجربہ کو اس خاکسار نو عمر سے گفتگو کے لئے فرمایا۔ مولوی صاحب نے بہت جلدی سے فرمان واجب الاذعان قبول کیا۔ اگرچہ اس سے

پیشتر جب مرزا صاحب سیالکوٹ میں آئے تھے اور اسی مسئلہ حیات حضرت عیسیٰؑ پر خاکسار سے مولوی صاحب کی تحریر شروع ہوئی تھی تو آپ کو ماشاء اللہ پہلی ہی تحریر پر ایسا اضطراب وقلق ہوا کہ آپ نے بخار کا بہانہ کر کے سیالکوٹ کو الوداعی سلام کہہ دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ مرزا صاحب کے مولوی محمد احسن صاحب کو متعین فرمانے پر مولوی صاحب نے عرض کی کہ ابراہیم (میر) نے جو گذشتہ رات یہ کہا ہے کہ آیت و اذ کففت بنی اسرائیل عنك (مائدہ: پ ۷) صاف پکار رہی ہے کہ عیسی صلیب کے نزدیک تک بھی نہیں گئے، نہ آپ نے اس کی شکل ہی دیکھی، چہ جائے کہ اس پر لٹکائے جائیں۔ اس کا تحقیقی جواب کیا ہے۔ سو اس کے متعلق مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب سے کچھ بھی بن نہ آیا تو مرزا صاحب نے گفتگو کا رخ اور طرف پھیر دیا۔ غرض مولوی محمد احسن صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس رقعہ (از خاکسار میر) میں کل تک کی مہلت لکھی ہے، تو ہم اس کا جواب کل دیں گے۔

آہ! ۲۵ مئی کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا کل کیا تھا؟ ساری کل ہی ہوگئی، بات ہی کچھ اور ہوگئی۔ حالت ہی کچھ دگرگوں بدل گئی۔ نہ وہ سمان نہ سامان۔ اور مرزائیوں کے لئے تو نہ وہ زمین اور نہ آسمان۔ رات کے پچھلے پہر قبل طلوع فجر مرزا صاحب مدعی مسیحیت صاحبِ دار الامان کی طبیعت نے نالش کی اور مبتلائے ہیضہ ہو گئے: دعوی مسیحائی وخود آپ ہیں بیمار۔، دست شروع ہوئے۔ دو ہی دست آئے کہ حالت بگڑ گئی، ضعف بڑھنے لگا، رطوبتیں جذب ہوگئیں، یہاں تک کہ صبح ہوتے زبان بند ہوگئی۔ کرب واضطراب سے دل بے چین ہو گیا اور مرزا صاحب دس بجے صبح کے بعد گھنٹے ہی بیمار رہ کر اپنے معتقدین کے سینوں پر داغ مفارقت لگا کر اور اس جہان کو ان کی نظروں میں تیرہ کر کے بغیر سلام وکلام ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ بیوی بچے بہویں سرہانے بیٹھے بحرِ غم میں غرق ہو رہے ہیں اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن مرزا صاحب چپ چاپ چل دیئے نہ کلمہ نہ کلام نہ وصیت نہ سلام بیوی زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں

قلبی کلیم بموسی البین و اتلقی

ان کا ن جرح فراقی غیر مند ملٍ

(یعنی میرا دل جدائی کے استرے سے زخمی ہو رہا ہے۔ اگر میرے فراق کا زخم بھر آنے والا نہ ہوا)

اوراس مضمون کا نقشہ کھڑا کرتی تھیں

شوقی الیك شدید کما علمت وازید

وکیف اذکر شیئاً به ضمیرك یشهد

لا املك الذهاب معك کما انه ودّك ابعد

یعنی میرا شوق تیری طرف بہت سخت ہے جیسا کہ تو جانتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں اس امر کو کس طرح ذکر کروں جس کی بابت تیرا دل گواہی دیتا ہے لیکن میں تیرے ساتھ چلنے کی مالک نہیں ہوں یعنی موت کی راہ، جیسے کہ تیرا واپس آنا اس سے بھی زیادہ دور ہے۔

مریدوں کیلئے خود ان کی جدائی ایک واقعہ جانکاہ وحادثہ ہوشربا تھا۔ غضب تو یہ ٹوٹا کہ ان پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے سے پہلے ہی کوچ کر گئے جن کی نسبت نہایت وثوق وپختگی سے قسمیں کھا کھا کر الہام ووحی سناتے رہے تھے کہ ان واقعات کا وقوع میری زندگی ہی میں ہوگا۔

ہاہ! ناظرین! مصیبت کے وقت دشمن کو بھی چڑانا نہ چاہیے۔ واقعی اس وقت مرزائیوں کی حالت ترسناک کیا بلکہ ناگفتہ بہ تھی۔ مرزا صاحب مسیح بے برمان، نبی بے نشان کی مفارقت کے زخموں پر مخالفوں کے سرکوب طعنے اور ملامتیں اوران کی سینہ سوز اور جگر دوز لعنتیں جن کا سبق خود مرزا صاحب نے لوگوں کو دوسروں کی موت پر سکھایا تھا نمک پاشی کا کام کرتی نہیں، آہا! کیا سچ کہا گیا ہے

جراحات السنان لها التیام

ولا یلتام ما جرح اللسان

یعنی نیزوں کے زخم تو بھر آتے ہیں لیکن زبان کے زخم بھرنے میں نہیں آتے

غرض یہ واقعہ مرزائیوں کے لئے مصیبت پر مصیبت اور آفت پر آفت تھا۔

نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن

نہ گوش شنفتن نہ زبانِ گفتن

نہ دل برداشتن ونہ ہمت برخواستن

کئی ایک نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں مولوی ثناءاللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرجانے پر شرطیں بدھ رکھی تھیں اور اشتہار تبصرہ جو سچ مچ تبصرہ ثابت ہوا فریموں میں رکھ کر دیواروں پر لٹکا رکھا تھا۔ مگر ہائے افسوس! موت ایک ایسی زبردست شئے ہے کہ کسی اپنے پراء کا کچھ بھی تو لحاظ نہیں دیکھتی اور وقت اور بے وقت نہیں پہچانتی۔ ۲۶ مئی کی آمد نے وہ ساری امنگیں ملیا میٹ کر دیں اور تمام آرزوئیں خاک میں ملا دیں، طبیعت کے جوش فرو ہو کر پژمردگی اور غم سے مبدل ہو گئے۔ اور تعصب اور تعسف دور ہو کر تلہف و تاسف سے بدل گئے سبحانك اللهم۔ عجب شان ہے تیری تعز من تشاء و تذل من تشاء جن مخالفین کو کل نظر حقارت سے دیکھتے تھے آج ان سے نظر چھپانے لگے اور جن کو برسر راہ ٹاکا کرتے تھے آج ان سے روپوش ہونے لگے۔

کسی کو کیا معلوم کل کیا ہوگا؟ و ما تدری نفس ما ذا تکسب غداً اور کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں مرے گا۔ وما تدری نفس بای ارض تموت

مرزا صاحب کی بے وقت وفات پر ہندو مسلمان اور عیسائی سب فرقوں نے مضمون تحریر کیے اور اپنے اپنے مذاق پر سب نے یہی نکالا کہ مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں کی رو سے بے وقت مرے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خبریں من جانب اللہ نہ تھیں۔ لہذا مرزا صاحب فرستادہ خدا اور خدا تعالی سے تعلیم پائے ہوئے نہیں تھے بلکہ ایک مفتری علی اللہ تھے۔ ان تحریروں میں کسی نے تو درشتی سے کام لیا، اور کسی نے نرمی سے دیا، یا کسی نے تحقیقاً لکھا، اور کسی نے تقلیداً رقم کیا۔ غرض ہر ایک نے اپنے مبلغ علم اور مذاق طبع کے موافق لکھ کر ظاہر کر دیا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی مخصوصہ میں صادق نہ تھے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است مشہور و مسلّم بات ہے۔ سو ہم بھی اپنے مذاق کے مطابق اس موضوع پر کچھ قلم بند کرنا چاہتے ہیں

مرغان چمن بہر صباحے تسبیح کند در اصطلاحے

چونکہ خاکسار (ابراہیم میر) کی غرض اظہار حق و ازہاق باطل ہے اس لئے بفضلہ تعالی حسب عادت تقلیداً نہیں لکھے گا بلکہ جو کچھ قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہے اسی کو ظاہر کرے گا اور اپنے دعوی کے ثابت کرنے اور فریق مخالف پر گرفت کرنے میں قرآن و حدیث اور اصول مقررہ اور قواعد ممہدہ سے باہر نہیں ہوگا۔

دیگر یہ کہ قادیانی اخباروں میں جو تحریریں اس موضوع پر نکلی ہیں چونکہ وہ سب غالباً ایک ہی سرچشمہ مرزا صاحب کے خلیفہ اور امت مرزائیہ کے امیر و پیشوا حکیم نور الدین صاحب اور کچھ ان کے ثانی اثنین مولوی محمد احسن صاحب کے مضامین کی نقل یا خوشہ چینی ہیں۔ اس لئے ہر دو بزرگان ملت کی تردید پر سب تحریروں کی تردید ہو جائے گی اور ہر ایک کہ اورمہ کے مضمون کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

اس وقت خاکسار (ابراہیم میر) کے زیر نظر خاص کر یہ اخبارات و رسائل ہیں۔ اخبار الحکم و بدر، رسالہ ریویو آف ریلی جنز، اور رسالہ تشحیذ الاذہان۔ آئینہ کمالات اسلام ازالہ اوہام، رسالہ وصیت۔ اشتہار تبصرہ وغیرہ اوراق قادیانیہ و ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

تقسیم معجزات: مضمون، ہندوستان کے دو پیغمبر، (الہادی ج ۳ نمبر ۶۔۷ بابت ماہ جون جولائی ۱۹۰۷ء) میں ہم نے کسی قدر تفصیل سے ثابت کر دکھایا ہے کہ نبوت کا ثبوت معجزہ سے ہوتا ہے اور ہر نبی کے لئے معجزہ ضروری ہے اور سچے مدعی نبوت اور کاذب میں اسی سے کھلم کھلا امتیاز ہوتا ہے۔ اس تحریر میں ہم معجزہ کی تقسیم ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو مقصود کے سمجھنے اور تصدیق میں مدد ملے۔

معجزہ اس امر کا نام ہے جس کا دکھانا انسان کی طاقت سے خارج ہو۔ چونکہ نبی کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہوتا وہ بھی ایک انسان ہے اور ایسے امور پر جو انسان کی طاقت سے خارج ہیں باذن الٰہی اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اس لئے وہ امور اس کی صداقت نبوت پر دلیل ہوتے ہیں۔ یہ معجزات تین طرح پر ہیں: قولی۔ فعلی۔ علمی۔

معجزہ قولی یہ ہے کہ نبی ایسے امور کے وقوع کی خبر دے جو آئندہ واقع ہونے والے ہوں اور ان کا ادراک عقل و قیاس سے خارج ہو۔ اسے اخبار بالغیب کہتے ہیں۔ ایسے امور داخل معجزہ اس لئے ہیں کہ غیب کا علم سوائے اس ذات واحد علام الغیوب کے کسی کو نہیں چنانچہ فرمایا ہے:

قل لا یعلم من فی السماوات و الارض الغیب الا اللہ۔ اے پیغمبر کہہ دو کہ آسمان و زمین میں سوائے خدا کے کوئی بھی ایسا نہیں جو غیب جانتا ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیب دانی خاصہ خداوندی ہے اسی طرح کسی رسول برحق کو کوئی غیب کی بات جتادینے کی بابت فرمایا و ما کا ن لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشا ء ۔(آل عمران)۔خداوندتعالی ایسانہیں کہ تم لوگوں (غیرنبیوں) کوغیب پرمطلع کردے لیکن خداوندتعالی اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

عا لم الغیب فلا یظھر علی غیبہ ا حداً ا لا من ار تضی من رسو ل

خداہی عالم الغیب ہے۔تو وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی واقف نہیں کرتا مگر اسے جسے وہ جنس رسولوں میں سے پسند کرلیوے۔

ان آیتوں میں خداتعالی نے دونوں امر بتادیئے ہیں کہ عالم الغیب تو میں خود ہی ہوں لیکن کبھی کبھی کسی رسول کو کوئی بات بتادیتا ہوں۔

ان آیتوں کے متعلق اگرشبہ پڑے کہ جب ان آیتوں میں اللہ تعالی نے فرمادیا کہ میں غیب پر سوائے رسولوں کے کسی کو بھی واقف نہیں کرتا تو بعض وقت اولیاءاللہ کی باتیں بھی سچی ہوجاتی ہیں۔پس یا تو ان کو بھی نبی اور رسول ماننا چاہیے یا اس امر کو ثبوت نبوت نہیں جاننا چاہیے یا اولیاءاللہ کی نسبت ایسا اعتقادنہیں رکھنا چاہیے کہ بعض دفعہ کوئی بات ان کو بھی معلوم ہوجاتی ہے۔تو اس کا حل اس طرح ہے کہ ا ظھار علی الغیب جسے ان تینوں آیتوں میں نبیوں سے مخصوص کیا ہے اور غیروں سے اس کی نفی کی ہے الگ امر ہے اور ا ظھـــار الغیب علی ا حد جو رتبہ اولیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے جداامر ہے جو پہلے رتبہ سے نیچے ہے اور جو رتبہ انبیاء کے رتبے سے نیچے ہو وہ اولیاء کو حاصل ہونا منع نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ معجزہ کے ثبوت ہونے کے لئے دعوی نبوت شرط ہے جیسا کہ مضمون، ہندوستان کے دوپیغمبر ، میں گذر چکا ہے۔پس چونکہ ولی مدعی نبوت نہیں ہوتا اور نہ وہ دعوی نبوت کرسکتا ہے،اور نہ دعوی نبوت پر وہ ولی رہ سکتا ہے،اور اگر دعوی کرے تو اس سے کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی ہے اس لئے ظہور کرامت پر ولی کو نبی نہیں کہہ سکتے۔

اخبار بالغیب یعنی پیش گوئی کی نسبت ہم نے یہ جو کہا کہ اس کا علم عقل و قیاس کے متعلق نہ ہو، اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جو بات عقل اور قیاس سے معلوم ہو سکے اسے غیب نہیں کہتے کیونکہ غیب کی تعریف ہے ما لا یدرك بالحس یعنی غیب وہ ہے جو حس ظاہری یا باطنی ہر دو میں سے کسی سے بھی معلوم نہ ہو سکے پس اگر کسی امر کو اپنے عقل یا قیاس سے معلوم کر کے کہہ دیا اور وہ مطابق کہنے کے واقع بھی ہو گیا تو اسے اخبار بالغیب نہیں کہیں گے لہذا وہ مثبت نبوت بھی نہیں ہوگی پس پیش گوئی کے متعلق یہ قید کہ اس کا ادراک عقل اور حس انسان کے متعلق نہ ہو ضروری ہوئی ۔ دیگر یہ کہ بسا اوقات ہم قیاس سے ایک امر کے امکان کو جان جاتے ہیں اور امکان میں وقوع اور لا وقوع ہر دو امر کا احتمال ہوتا ہے، جیسی صورت کے اسباب مہیا ہو جائیں وہی ظاہر ہو جاتی ہے اگر اس کے وقوع کے اسباب مہیا ہو گئے تو واقع ہو گیا ورنہ نہیں ۔ پس ایسی صورت میں ہمارے پاس اس بات کے یقین کر لینے کی کوئی سند نہیں کہ مخبر نے یہ بات ضرور ضرور خداوند تعالی سے علم پا کر بتائی تھی کیونکہ اسکی ایک صورت عقل اور قیاس بھی ہے لہذا ایسی خبر اثبات نبوت میں مفید نہیں ۔

اخبار بالغیب کی ایک مثال یہ ہے کہ زمان برکت نشان آنحضرت ﷺ میں ایران اور روم میں جنگ شروع ہوئی ابتداء میں ایران زبردست ظاہر ہو، اور روم مغلوب رہا۔ مشرکین عرب نے صورت حال کو دیکھ کر کہا کہ اگر روم غالب آ گیا تو مسلمان سچے کیونکہ ان کا دین دین عیسوی سے ملتا ہے اور اگر ایران غالب رہا تو ہم سچے کیونکہ اہل ایران آتش پرست ہیں اور ہم بت پرست ۔ خدائے علیم نے جو انجام کار سے واقف ہے اپنے رسول برحق پر یہ آیات نازل کیں:

الم ۔ غلبت الرو م۔ فی ادنی الار ض و هم من بعد غلبهم سيغلبو ن۔ فی بضع سنين، لله ا لا مر من قبل و من بعد و يو مئذ يفرح المو منو ن۔ بنصر الله ينصر من يشاء و هو العزيز الر حيم (روم)۔

الم ۔ اہل روم تھوڑے سے علاقہ میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن وہ چند ہی سال میں اپنے مغلوب ہوئے پیچھے ہی آخر کار غالب ہو جائیں گے پہلے اور پیچھے ہر وقت ہر امر خدا ہی کے اختیار میں ہے اور اس روز مومن خدا کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا ہے نصرت کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم والا ہے ۔

اس آیت کے بیان ہی سے صاف معلوم پڑا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ پیش گوئی ایسی حالت میں کی جب قرائن اور واقعات اس بات کے مقتضی تھے کہ اگر آپ قیاس سے کہتے تو فارس کے غلبہ کی خبر دیتے لیکن آپ نے برخلاف اس کے روم کے غالب آنے کی اور فارس کے مغلوب ہو جانے کی خبر دی اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے آپ کے پاس کوئی عقلی قرینہ اور قیاسی بات نہ تھی۔ چونکہ آپ کا دعوی من جانب اللہ ہونے کا تھا اور یہ بات قیاس سے معلوم نہیں ہوسکتی تھی۔ اور آپ کے خبر دینے کے مطابق واقع بھی ہوئی اس لئے آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔

ر بنا آ منا بما انز لت و اتبعنا الرسو ل فا کتبنا مع الشا ھد ین

معجزہ فعلی: یہ ہے کہ مادی اشیاء میں بغیر استعمال اسباب کے باذن خدا حقیقۃً کوئی ایسا انقلاب ظاہر کیا جائے جو طاقت بشری سے خارج ہو۔

امر معجزہ اس جہت سے ہے کہ قلب ماہیت یعنی کسی شئے کی ماہیت کا بدل دینا انسان کی طاقت سے باہر ہے پس جب ایسا امر کسی مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے صدق دعوی کی دلیل ہے۔

اس کی مثال حضرت عیسی کا معجزہ طیور ہے کہ آپ گیلی مٹی لے کر کسی جانور کی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ بحکم خدا زندہ پرندہ ہو جاتی (آل عمران) نیز اس کی مثال موسی کا عصا ہے کہ آپ اس کو زمین پر ڈالتے تو وہ بحکم خدا سانپ ہو جاتا اور نیز آپ نے اس عصا کو دریا میں مارا، تو پانی جس میں عادۃً خرق نہیں ہوتا، پھٹ گیا۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کا معجزہ شق القمر ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا، حالانکہ عادۃً اجرام فلکیہ میں خرق محال ہے۔ اسی طرح آپ کے دیگر معجزات جو کتب حدیث میں صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔

معجزہ علمی۔ یہ ہے کہ ایک شخص دعوی نبوت کے ساتھ ایسے علوم حقہ بیان کرے اور ایسی حکیمانہ تعلیم کرے جو فاسد اعتقادوں سے نکال کر صحیح اعتقادات پر پہنچائے اور برے اخلاق سے کھینچ کر اخلاق فاضلہ پر عمل کرائے اور ایسا زبردست کلام پیش کرے جو ظاہری حسن کلام اور عمدگی بیان اور باطنی خوبی تعلیم میں لا جواب ہو اور کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی عالم و فاضل اور حکیم اور دانا کیوں نہ ہو اس کا مقابلہ نہ کرسکتا ہو۔ اور خود

مدعی نبوت کے پاس بظاہر کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو جس سے وہ ایسے علوم معلوم کر سکے اور ایسے کلام پر قادر ہو سکے اس کی نظیر قرآن شریف ہے جو آنحضرت ﷺ کا معجزہ علمی ہے اور قائم رہنے والا ہے اور مادی معجزات کی طرح ظاہر ہو کر پھر نہ رہنے والا نہیں اور اسی کے ثابت کرنے کے لئے ہم نے خدا کے فضل سے کتاب اعجاز القرآن لکھی ہے۔

اس علمی معجزہ کے مثبت نبوت ہونے کے متعلق قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر ہے چنانچہ انہیں میں سے ایک یہ ہے:

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات و ادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ (ہود) ۔کیا یہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر ﷺ) نے اس (قرآن) کو از خود بنا کر خدا کے ذمہ لگا دیا ہے (اے پیغمبر) ان سے کہو اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں از خود بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو سکو مدد کے لئے بلا لو۔ پس اگر وہ سب تمہاری بات پوری نہ کریں تو یقین جانو کہ یہ کتاب (قرآن) خدا کے علم سے اتری ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور میدان ثبوت میں مادی اور فعلی معجزات سے تو بالکل بالکل انکار ہی کر دیا، بلکہ ان کی تحقیر کرتے رہے (ازالہ اوہام۔ص ۱۵۵) اور یہ انکار تحقیق علمی پر مبنی نہیں تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ ہو نہیں سکتے تھے۔ ان کی مثال اس لومڑی کی مثال ہے جو انگور نہیں اتار سکتی تھی تو کچھ سعی و کوشش کے بعد اکتا کر کہنے لگی ابھی کچے ہیں کون دانت کھٹے کرے۔

ہاں پیش گوئیاں پیش کرتے رہے جو محض قیاسی ڈھکوسلے اور اوہام تھے مگر افسوس ان میں بھی کوئی پیش نہ گئی۔ سب کی سب جھوٹی نکلتی رہیں کیونکہ ان کی نبأ تعلیم الٰہی پر نہ تھی، بلکہ ان کی خود ساختہ بات ہوتی تھی۔ اور اگر سچ پوچھو تو ان کی حقیقت محض گپ بازی ہوتی تھی، جو عوام کو دھمکانے اور جھوٹ موٹ ڈرا کر ان کو اپنی طرف کھینچنے، اور اپنے دام افتادوں میں ایک چرچا جاری رکھنے کے لئے ہوتی تھیں۔ ورنہ اللہ اکبر! کجا قادیانی مسکین اور کجا تعلیم رب العالمین۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ انہی میں سے بعض وہ ہوئیں جن کو

مرزا صاحب کی موت سے تعلق ہے اور اس وقت ہم ان پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں و ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

حکیم نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب نے ان پیش گوئیوں کے مرزا صاحب کی زندگی میں پورا نہ ہونے کے متعلق جو جو عذر کئے ہیں ان کی بنا ایک اس اصول پر ہے کہ (معاذ اللہ) بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں (اخبار بدر قادیان ۔۲ جون ۱۹۰۸ء ص ۸) اور اگر کوئی پیش گوئی پوری بھی نہ ہو، تو اس سے نبی کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یہ اصل جس پر ان حضرات نے اپنے عقاید کی بنا رکھی ہے ان کا خود ساختہ نہیں ہے بلکہ ان کے پیر و مرشد حضرت مرزا صاحب کا سکھایا ہوا ہے جس کے مان لینے کے بعد ان کے عقاید میں تزلزل نہ آنا کوئی بعید امر نہیں۔

پس جب یہ امر قادیانی مذہب کے اصول میں ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ٹل بھی جاتا ہے اور نبی کی پیش گوئی غلط بھی ہو جاتی ہے اور اس سے نبی کی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا، تو اب اگر مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط نکلیں تو مرزائی مرزائیت سے کیسے پھر سکتے ہیں۔ اس مقام پر ہم اپنے ناظرین کی حیرانی دور کرنا چاہتے ہیں کہ مرزائی لوگ ایسے کھلے کھلے فیصلے کے بعد بھی تائب کیوں نہیں ہوئے؟ سو جب تک ان کے اس اصل کو بے اصل ثابت نہ کیا جائے تب تک مرزائیوں کی توبہ موہوم ہے کسی مدعی نبوت کی پیش گوئی کے صحیح یا غلط نکلنے کا جو اثر دعویٰ نبوت پر پڑتا ہے اس کو ناظرین مضمون بالا تقسیم معجزات سے سمجھ سکتے ہیں لہذا ان پر مفصل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس سب سے پہلے وعدہ الٰہی کے متعلق عقلاً اور نقلاً ثابت کیا جاتا ہے کہ خدا کے سب وعدے سچے ہوتے ہیں اور ان کے سچے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ واقع میں بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہے جاتے ہیں۔ ان میں ہرگز تخلف نہیں ہوتا۔ وعدہ خلافی نہایت مذموم صفت ہے جس سے شان خداوندی پاک ہے۔ اور نتیجہ اس تفصیل کا یہ ہوگا کہ چونکہ مرزا صاحب کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس لئے وہ خدا کے فرستادہ نہیں تھے بلکہ مفتری اور کاذب تھے۔ اور نیز یہ کہ مرزا صاحب قادیانی، قرآن فہمی سے کوسوں دور تھے خصوصاً جب وہ صفات خداوندی کی آیات کو بھی نہیں سمجھتے تھے تو ان کو خدا تعالیٰ کا فرستادہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

وعدہ اور عہد پورا کرنے کی خوبی اور پورا نہ کرنے کی برائی

وعدہ اور عہد ایک اقرار ہے جو کسی کو آئندہ کوئی فائدہ پہنچانے یا اسے نقصان سے بچانے کی نسبت کیا جائے۔اس کا پورا کرنا...ضروری ہے۔اگر وقت پر پورا نہ کیا جائے تو اسے سخت پریشانی اور حیرانی لاحق ہوتی ہے اور جس سے کم ازکم اتنا عہد کیا ہے کہ اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے اسے اعتبار ہو جاتا ہے اور اگر اس سے عہد شکنی کی جائے تو اس کی نہایت دل شکنی ہوتی ہے کیونکہ خلاف توقع امر سے انسان کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور طبیعت مکدر ہوتی ہے اور کسی شخص کو کسی چیز کی امید دلا کر اس کے خلاف کرنا اور عہد کر کے اسے اعتبار کرانا اور پھر پورا نہ کرنا، بے وفائی اور غدر ہے۔اور یہ صفت نہایت مذموم ہے۔اگر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کو درست قرار دیا جائے،تو زبان کا اعتبار اٹھ جائے اور دنیا میں عجیب فتور مچ جائے، کیونکہ دنیا کے اکثر معاملات صرف زبان ہی کے اعتبار و اقرار پر چلتے اور طے ہوتے ہیں،لہذا اس میں تخلف ہرگز درست نہیں۔عہد نبھانے اور پورا کرنے کو وفا کہتے ہیں اور پورا نہ کرنے کو خلاف اور بے وفائی اور غدر کہتے ہیں۔وفا نیکوں کی صفت ہے اور غدر بروں کی۔لہذا وفا ایک خوبی ہے اور خلاف وعدہ اور غدر ایک برائی ہے۔

قرآن مجید میں عہد اور وعدہ پورا کرنے کی تاکید اور وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی ممانعت: عام معاش کے معاملات کا مدار غالباً ان پانچ امروں پر ہے۔۱۔امانت داری۔۲۔عدل وانصاف۔۳۔سچا بول۔۴۔پورا تول۔۵۔وعدہ کا پورا کرنا اور عہد کا نبھانا۔

قرآن مجید میں جا بجا ان امروں میں پختہ رہنے کی تاکید کی ہے اور ان کی خلاف ورزی کی ممانعت ہے چنانچہ امانت داری اور عدالت کی نسبت فرمایا: ان الله یأ مر کم ان تو دوا ا لا ما نات الی اهلها و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔ ان الله نعمّا یعظکم به ۔(نساء)۔(مسلمانو!) خدا تعالی تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہلوں کو ادا کر دیا کرو اور جب تم لوگوں میں کوئی فیصلہ کرنے لگو تو عدل و انصاف سے کرو خدا تعالی تم کو جس امر کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔

اسی طرح ماپ تول اور سچے بول اور عہد کو پورا کرنے کی نسبت فرمایا:

و او فـوا ا لـكيل و الميزا ن بالقسط لا نكلف نفساً الا وسعها و اذا قلتم فا عد لـوا و لـو كا ن ذا قر بى و بعهد الله او فوا ذ لكم و صا كم به لعلكم تذ كرو ن (انعام)۔اور آلہ ماپ اورتول کوانصاف سے (مقدور بھر) پورا کرو ہم کسی کواس کی مقدر سے باہر تکلیف نہیں دیتے اور جب تم کچھ کہو تو انصاف سے کہو اگر چہ کوئی صاحب قرابت ہی ہو۔اور خدا کے عہد کو پورا کرو۔خدا تم کو ان باتوں کی تاکید اس لئے کرتا ہے کہ تم تذ کر کرو۔

اس آیت میں اللہ نے لفظ تـذ کـرو ن پر ختم کیا ہے اور اس موقع پر اس کا ذکر عجیب لطف دیتا ہے اور قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت ثابت کرتا ہے کیونکہ شرط بلاغت یہ ہے کہ کلام کو فصیح جملوں میں مقتضائے حال کے مطابق اور مقصود کے موافق بیان کیا جائے۔سو اس مقام مقصود الٰہی عز اسمہ یہ ہے کہ ان امور مذکورہ کی خوبی اور ان کے خلاف ورزی کی برائی لوگوں کے ذہن کے قریب کر کے ان کو عمل میں پختہ اور چست و چالاک کیا جائے لہذا لفظ تـذ کـر کو استعمال کیا کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی امر کو یاد کر کے سنبھل جانا اور غلطی اور قصور سے بچ جانا، چنانچہ فرمایا:

ان الـذيـن اتقوا اذا مسهم طا ئف من الشيطا ن تذكروا فا ذا هم مبصرو ن (اعراف) بیشک جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ گذرتا ہے تو وہ تذ کر کرتے ہیں۔پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔

آیت بالا میں ان امور کی تاکید ہے۔۱۔یتیموں کے مال کی حفاظت۔۲۔ماپ اور تول میں کمی بیشی نہ کرنا۔۳۔سچ بولنا اور سچی گواہی دینا اور انصاف کی بات کہنا۔۴۔عہد کا پورا کرنا۔

پس تذ کر سے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اگر ان امروں میں کوئی شخص تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے جیسا کہ حکم ہے تو تم یاد کر لو کہ تم اسے ہرگز گوارا نہیں کرو گے۔پس تم کو بھی نہ چاہیے کہ تم کسی دوسرے سے ان حکموں کے خلاف سلوک کرو۔چنانچہ یتیموں کی نسبت جو زیادہ تر قابل رحم ہیں دوسرے مقام پر اسی تذ کر کو صراحت سے بیان کیا ہے:

و ليخش الذين لو تر كوا من خلفهم ذرية ضعا فاً خا فوا عليهم فليتقوا الله و

لیقو لوا قو لًا سدیداً (نساء) وہ لوگ جن کو یہ خوف ہو کہ اگر ہم چھوٹی چھوٹی اولاد چھوڑ مریں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے یتیموں کے مال میں دست اندازی کرنے سے ڈرنا چاہیے اور ان کو غضب خدا سے ڈرنا چاہیے اور چاہیے کہ (انصاف سے) پختہ بات کہیں۔

سبحان اللہ! کیسی پاک تعلیم ہے اور کیسے حکیمانہ اسلوب سے بجھایا ہے اور لطیف پیرایہ میں سمجھایا ہے کہ بس تذکر کے ہوتے ہی انسان گرتا گرتا بھی سنبھل جاتا ہے۔

عہد کا نبھانا امور تقوی میں سے ہے

عہد کا نبھانا یہاں تک ضروری ہے کہ خدا تعالی نے اسے متقین کی صفت بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا

فا تموا الیھم عھد ھم الی مد تھم ان اللہ یحب المتقین ۔پس ان کی مدت تک ان کے عہد کو پورا کرو کیونکہ اللہ متقین سے محبت رکھتا ہے۔

فـمـا استقا موا لکم دا ستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۔پس جب تک وہ تمہاری رعایت میں عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کی خاطر قائم رہو کیونکہ خدا متقین کو پیارا جانتا ہے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بدعہدی اور وعدہ خلافی سے زبان کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور بدعہد شخص بہت برا جانا جاتا ہے۔اسی طرح شریعت حقہ نے بھی بدعہدی اور وعدہ خلافی کو، ا۔موجب فساد، ۲، کذب، ۳، خیانت، ۴، خلاف تقوی، ۵۔موجب نفاق اور نفاق کی علامت، ۶۔فسق، ۷۔موجب لعنت، ۸۔شیطان کی صفت کہا ہے۔اور اس سے سخت منع کیا ہے۔چنانچہ ہم ان سب امور کو قرآن شریف سے بیان کرتے ہیں

بدعہدی کی ممانعت اور مذمت اور اس کا موجب فساد ہونا

سورہ نحل میں فرمایا: او فـوا بـعـهـد الـلـه اذا عـا هـد تـم و لا تـنـقـضـوا ا لا یما ن بعد تـوکـیـدهـا و قـد جعلتم الله علیکم کفیلا ان الله یعلم ما تفعلو ن ۔ و لا تکو نوا کا لتی نـقـضـت غز لها من بعد قوة انکا ثا تتخذو ن ایما نکم د خلاً بینکم (نحل) اور خدا کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرو اور اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد توڑا نہ کرو حالانکہ تم اپنے (قول وقرار) پر خدا کو ضامن

کر چکے ہو۔ بے شک اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے اور (عہد شکنی کرکے) تم اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے ہوئے سوت کو پختہ کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اپنے عہدوں اور قسموں کو آپس میں فساد کا ذریعہ بناتے ہوئے (عہد شکنی نہ کرو)

اس آیت میں خدا تعالی نے عہد کے پورا کرنے کا حکم کیا اور اس کے توڑنے سے منع فرمادیا اور شان الوہیت اور جلالت الہی کو ملحوظ رکھنے کا اشارہ کیا اور عہد شکن آدمی کی مثال اس احمق عورت سے دی جو اپنے کاتے ہوئے سوت کو توڑ تاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ساری محنت ضائع و برباد کر دے۔

ایسی احمق عورت کو کوئی بھی کاتنے کو نہیں دیتا۔ صرف سوت ہی کی نسبت بے اعتباری نہیں بلکہ ہر چیز کے متعلق اس سے بے امنی رہتی ہے اور اس کے گھر والے بھی ہر دم اس سے نالاں و ہراساں رہتے ہیں۔ اسی طرح عہد شکن آدمی کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا اور نہ اس سے کوئی معاملہ ٹھہراتا ہے دیگر لوگ تو کیوں کریں گے اس کے اہل وعیال اور اہل قرابت اور دوست اور ہمسائیوں اور ہم مجلسوں اور ہم مشربوں کو بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ پس عہد شکنی اور وعدہ خلافی بہت بری صفت ہے اس طرح اس آیت کے بعد خدا تعالی نے عہد شکنی کا ایک بہت بھاری ضرر بھی بیان کیا ہے جو صرف دنیا کے متعلق ہی نہیں بلکہ دین ایمان اور عاقبت میں بھی خرابی ڈالنے والا ہے۔ چنانچہ فرمایا: و لا تتخذوا ا یما نکم د خلاً بینکم فتز ل قدم بعد ثبو تها و تذوقا السوء بما صددتم عن سبیل الله ذ لکم عذا ب عظیم (نحل) اور اپنے عہدوں اور قسموں کو آپس میں فساد کا ذریعہ نہ بناؤ پس تمہارے قدم (اسلام سے) بعد پختہ ہونے کے پھسل جائیں گے اور لوگوں کو خدا کے رستے سے روکنے کے سبب تم کو اس برائی کا مزہ چکھنا ہوگا اور تمہیں بڑا عذاب ہوگا۔

اس آیت میں علاوہ اس بات کے کہ عہد شکنی موجن فساد ہوتی ہے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عہد شکنی اسلام سے برگشتگی کا باعث بھی ہوسکتی ہے کیونکہ خواہ کوئی امر ہو اس کی کثرت مشق اور تکرار فعل سے طبیعت میں اس کے کرنے کا ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ کام بآسانی ظہور میں آنے لگتا ہے۔ پس بار بار کی عہد شکنی سے طبیعت میں ثبات اور استقلال اور استقامت نہیں رہتی اور مذہب کا اختیار کرنا اور اسلام کا اقرار کرنا بھی ایک اعتقاد اور عہد اور دل کا خیال ہے لہذا عہد شکنی سے اس کے متعلق بھی بے ثباتی اور لغزش اور ارتداد متصور ہوسکتا

ہے۔ نیز اس آیت میں یہ فرمایا کہ تم کو (عہد شکن لوگوں کو) اس سبب سے عذاب عظیم ہوگا کہ تم نے لوگوں کو خدا تعالی کے رستے سے روکا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے لوگ کسی کی عہد شکنی پر نظر کر کے دین میں طعن کرتے ہیں اور بدظن ہو کر ایمان لانے سے باز رہتے ہیں۔ دیگر یہ کہ عہد شکن اپنے اس فعل بد سے دوسروں کے لئے برا نمونہ بنتا ہے جس سے یہ برائی بکثرت ہونے لگتی ہے اس لئے اس کا بوجھ اسی بانی برائی پر ہے عہد شکن اور قسم کھا کر خلاف کرنے والے کے لئے اس آیت میں عذاب عظیم جو کہا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد کرنے والا اور قسم کھانے والا بھی بڑی تاکید اور پختگی سے اور خدا تعالی کی عظمت یاد کرا کر دوسرے کو باور کراتا اور اپنا اعتبار جماتا ہے پس اس کے خلاف ورزی کی سورت میں اسے بھی عذاب عظیم ہی چاہیے۔ جزاءً و فاقاً

عہد شکنی کذب ہے اور موجب نفاق ہے

قرآن نے عہد شکنی کو کذب میں شمار کیا ہے اور موجب نفاق کہا ہے چنانچہ سورہ توبہ میں ہے:

و منهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما آتاهم من فضله بخلوا به و تولوا و هم معرضون فاعقبهم نفاقاً فی قلوبهم الی یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه و بما كانوا يكذبون ۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالی سے عہد کیا کہ اگر وہ ہم کو اپنے فضل میں سے کچھ عطا کرے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے۔ اور صلاحیت والے ہوں گے پس جب خدا تعالی نے ان کو اپنے فضل میں سے کچھ عطا کیا تو اس سے لگے بخل کرنے اور بے رخی کر کے پیٹھ پھیر گئے پس خدا تعالی نے ان کے دلوں میں نفاق لگا دیا اس دن تک کہ ملیں (یعنی موت تک) اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالی سے جو وعدہ کیا تھا اس کا خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

اس آیت میں خدا نے علاوہ اس امر کے کہ وعدہ خلافی کو کذب میں شمار یا ہے اسے موجب نفاق بھی قرار دیا ہے چنانچہ جملہ فاعقبهم نفاقاً اسی بیان کے لئے ہے اور اس پرف کا لانا اسی مطلب کیلئے ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آية المنافق ثلاث اذا حدّث كذب و

اذا وعد ا خلف و اذا أتمن خا ن (بخاری کتاب الایمان) منافق کی علامات تین ہیں جب کوئی بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت رکھا جائے تو خیانت کرے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی علامت نفاق ہے وعدہ خلافی اور عہد شکنی خلاف تقوی اور امر خیانت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا: وہ لوگ کہ تو نے (اے پیغمبر) ان سے عہد لیا ہے پھر وہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ پرہیز نہیں کرتے الذین عا هد ت منهم ثم ینقضو ن عهد هم فی کل مرة و هم لا یتقو ن.. و اما تخا فنّ من قو مٍ خیا نة فا نبذ الیهم علی سواء ان الله لا یحب الخا ئنین ۔(انفال)۔اور اگر تجھے کسی قوم کی نسبت خیانت (بدعہدی) کا اندیشہ ہو تو تو بھی ان کو اس عہد کے قائم نہ رہنے کی اطلاع دے دے تاکہ معاملہ برابر رہے کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کو اچھا نہیں جانتا

عہد شکنی فسق ہے

وعدہ خلافی اور عہد شکنی کے امور فسق میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا:

و ما یضل به ا لا الفاسقین ۔

ینقضو ن عهد الله من بعد میثا قه ۔

اور اس مثال سے، خدا کسی کو بھی گمراہی پر نہیں رکھتا سوائے فاسقین کے جو خدا کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نبی آخر الزمان کی نسبت ہر نبی کی معرفت ان کی امتوں سے اقرار لینے کا ذکر کر کے کہا: فمن تو لی بعد ذ لك فا و لئك هم الفاسقو ن (آل عمران) پھر جو کوئی اس کے بعد اس عہد سے پھر جائے گا تو وہ سب فاسق ہونگے۔

وعدہ خلافی موجب لعنت ہے

اسی طرح سورہ رعد میں وعدہ خلافی کو موجبات لعنت میں سے قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:

الذین ینقضو ن عهد الله من بعد میثا قه و یقطعو ن ما امر الله به ان یو صل و یـفسدو ن فی ا لا ر ض او لئك لهم ا للعنة و لهم سو ء الدار (رعد) وہ جو خدا کے عہد کو اس کے پختہ کئے پیچھے توڑ ڈالتے ہیں اور (رشتہ) کے ملانے کا خدا نے حکم کیا ہے اسے قطع کرتے ہیں اور فساد مچاتے ہیں زمین میں ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر (جہنم) ہوگا۔

وعدہ خلافی شیطان کی صفت ہے

اسی طرح وعدہ خلافی کا شیطان کی صفت ہونا اس آیت میں مذکور ہے و قـا ل الشیـطـا ن لما قـضی ا لا مر ان الله وعد کم وعد الحق و وعد تکم فا خلفتکم (ابراہیم)۔شیطان (بروز قیامت) جب فیصلہ ہو چکے گا (اپنے تابعداروں سے) کہے گا کہ خدا نے تو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں جو وعدہ کیا تھا سو میں نے اس کا خلاف کیا۔

اس بیان سے صاف واضح ہو گیا کہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی نہایت ہی قبیح اور مذموم امر ہے کیونکہ یہ:

ا۔موجب فساد ہے۔۲ کذب ہے ۳ خیانت ہے۔۴ خلاف تقوی ہے۔۵ خدا کے غضب کا سبب ہے۔۶۔موجب نفاق ہے۔۷ علامت نفاق ہے۔۸ فسق ہے۔۹ موجب لعنت ہے۔۱۰۔شیطان کی صفت ہے۔ تلك عشرة کا مله

پس خدائے رحمان کی شان اس صفت مذموم سے بالکل پاک اور مبرا ہے کیونکہ وہ سبوح ہے قدوس ہے سلام ہے۔ہر قسم کے عیب ونقص سے منزہ ہے اور ہر طرح کی خوبیاں اور جملہ صفات کمال اور تمام نعوت جلال سے موصوف ہے سبحا ن الله و بحمدہ سبحا ن الله العظیم

ناظرین بیان سابق میں بذیل آیت سورہ نحل پڑھ چکے ہیں کہ عہد شکنی دین و دنیا ہر دو میں بدنتائج پیدا کرتی ہے اسی کے متعلق ہم یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس کا برا اثر عاقبت پر بھی پڑتا ہے کیونکہ دین اسلام کی تعلیم کے دو حصے ہیں عبادات و معاملات لہذا معاملات کے متعلق جو تعلیم ہے وہ نصف دین ہے اور معاملات کے متعلق اسلامی تعلیم کو عملی طور پر دکھانا زیادہ تر انہی امور میں ہوتا ہے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یعنی امانت

داری عدل وانصاف ایفائے عہد، پورا تول، سچا بول، اور یہ مسلّم ہے کہ دنیا کے امن کے متعلق عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کی سخت تاکید کی اور ایفاء وعدہ کو اخلاق سے تو بہت ہی نازک تعلق ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وعدہ خلافی سے کئی برائیاں مثل جھوٹ غدر فریب وغیرہ پیدا ہوتی ہیں اور اخلاق اور معاملات کا اثر عاقبت پر بھی پڑتا ہے یعنی اگر اخلاق اور معاملات درست ہیں تو عاقبت بالخیر ہے ورنہ خراب اس لئے وعدہ کا اثر بھی منجملہ معاملات اور اخلاق کے ہے عاقبت پر پڑتا ہے اس لئے خدا نے فرمایا: و او فوا بالعهود ان العهد كان مسؤلا (بنی اسرائیل) عہد کو پورا کرو کیونکہ (قیامت کو) عہد کی بابت ضرور پرسش ہوگی۔

اس بیان سے روشن ہو گیا کہ عہد کے پورا کرنے میں ہر دو عالم کی بھلائی ملحوظ ہے اس میں اصلاح دنیا بھی ہے اور فلاح عقبیٰ بھی لہذا یہ دین حق میں ایک ضروری عمل ہے۔

گو بیان بالا ہی سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہے کہ ایفاء وعدہ ایک خوبی اور کمال شرافت ہے اس لئے ضرور ہے کہ ذات برحق مستجمع جمیع صفات کمال میں پایا جائے اور وعدہ خلافی ایک قبح اور عیب ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس کی ذات مقدس کو اس سے پاک اعتقاد کیا جائے لیکن ہم مزید توضیح کے لئے آیات بھی ذکر کرتے ہیں جو قرآن شریف میں بالخصوص وعدہ الٰہی کے متعلق وارد ہیں۔ سو معلوم ہو کہ قرآن میں وعدہ الٰہی کے متعلق چار طرح کی آیات ہیں۔ اول وہ جن میں وعدہ الٰہی کے برحق ہونے اور واقع میں ہو جانے کے متعلق بیان ہے۔ دوم وہ جن میں خدا تعالیٰ کے وعدہ خلافی نہ کرنے کو تاکیداً بیان کیا ہے۔ سوم وہ آیات جن میں نہایت جلالت اور مہابت سے ایفاء وعدہ کو اپنے اخص اوصاف میں سے بیان کیا ہے۔ چہارم وہ آیات ہیں جن میں ان وعدوں کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے کئے۔ سو ہم بفضلہ تعالیٰ ان چاروں کے متعلق علی الترتیب بعض کا بیان کر کے ناظرین کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں ہرگز تخلف کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں ناظرین قرآن کریم کے اعجازی کمال کے متعلق بھی لطائف معلوم کریں گے جس سے ان کے ایمان میں تقویت ہوگی کہ سبحان اللہ قرآن کریم کا بیان ہر امر میں کیسی عجیب موشگافی اور باریک بینی سے ہوتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، اور اس کی آیات کی نسبت بے اختیار بول اٹھتا ہے ما انزل هؤلاء الا

رب السماوات و الارض بصائر یعنی ان آیات کوسوائے آسمانوں اورزمین کے رب کے کسی نے نہیں اتارا (اوراس نے اتارا بھی ہےتو) بصائر کر کے (اتارا ہے یعنی باطن کی بینائی کر کے)

قسم اول کی آیات میں سے ایک یہ ہے:

انّ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لھم جنات النعیم خالدین فیھا وعد اللہ حقاً و ھو العزیز الحکیم (لقمان) بے شک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک کام بھی کئے ان کے لئے نعمتوں کے باغات ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالی نے ان سے سچا وعدہ کیا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

اس مقام پر خدا تعالی نے نیکوکار مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے اوراس وعدہ کی نسبت کہا ہے کہ وہ حق ہے صاف ظاہر ہے کہ وعدے کے حق ہونے کا ذکر اسی لئے کیا ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ شاید یہ وعدہ ایسا ویسا ہی ہو اور ہم عمل کرتے کرتے تھک جائیں اور آخر کو ملے کچھ بھی نہیں۔ پس اس بیان سے تسلی کردی کہ خدا کے وعدے سچے ہوتے ہیں ضرور ضرور کہنے کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔

اس مقام پر لفظ حق کے متعلق بھی کچھ ذکر مناسب ہے کہ لغت میں حق اس شئے کو کہتے ہیں جو ثابت اور موجود ہو اس لئے موجود کو متحقق کہتے ہیں اوراسی لئے خدا تعالی نے نام کے ناموں میں سے ایک الحق ہے یعنی وہ ذات جو سچ مچ موجود اور ثابت ہے چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے:

الحق تعالی الموجود حقیقۃ المتحقق وجودہ و الھیتہ و الحق ضد الباطل

(مجمع البحار۔ ج ا ص ۲۸۲) الحق اللہ کا نام ہے جو حقیقۃً موجود ہے اوراس کی ہستی اور الھیت ثابت ہے اور حق باطل کی ضد (بھی) ہے۔

مجمع البحار میں حق کو باطل کی ضد کہا ہے کیونکہ باطل کے معنی ہیں بیقرار اور ضائع اور دور ہونے والی چیز غیر ثابت اور نا قابل اعتبار شئے۔ چنانچہ قرآن میں حق اور باطل کی مثال اس طرح بیان کی ہے:

انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرھا فاحتمل السیل زبداً رابیاً و مما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله کذلك یضرب اللہ الحق و

الباطل فاما الزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (رعد)

خدا نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے ندیاں اپنے اپنے مقدار بھر بہ پڑے پس رو کے اوپر جھاگ چڑھ آتی ہے اور جس (دہات) کے اوپر سے آگ میں رکھ کر آنچ دیتے ہیں، زیورات یا دیگر اسباب بنانے کے لئے اس میں بھی اسی طرح جھاگ آ جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے تو جو جھاگ ہوتی وہ تو خشک ہو کر دور ہو جاتی ہے لیکن جو لوگوں کے لئے نفع والی چیز ہے یعنی پانی اور چاندی سونا وغیرہ دھاتیں وہ زمین میں ٹھیری رہتی ہیں۔

اس آیت سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ حق کو خدا تعالیٰ نے پانی اور سونے چاندی وغیرہ مفید دھاتوں کی مانند کہا ہے اور ان کی نسبت کہا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے مفید ہیں اور ثابت رہتی ہیں اسی طرح حق بھی مفید ہے اور ثابت رہتا ہے اور باطل کی نسبت کہا کہ وہ جھاگ کی طرح ہے جو جلد ضائع اور دور ہو جاتی ہے اور نہ وہ مفید ہے اور نہ اسے قرار ہے پس اس بیان سے ہمارے بیان بالا کی پوری پوری تصدیق ظاہر ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر بھی حق اور باطل کا مقابلہ کیا:

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل) اے پیغمبران سے کہدو کہ حق ثابت ہو چکا ہے اور باطل دور ہو گیا ہے بے شک باطل دور ہونے ہی کے قابل ہے۔

اس آیت میں بھی ایک لطف ہے کہ حق کے ساتھ جاءت کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ جاءت اس چیز یا امر پر بولتے ہیں جس کا وجود و ثبوت یقینی و متحقق ہو چنانچہ سورہ ملک میں ہے:

قال لھم خزنتھا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر مبین فکذبنا۔

کہ دوزخیوں سے دوزخ کے دربان کہیں گے کیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا تھا تو وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ضرور ضرور نذیر پہنچا تھا لیکن ہم نے جھٹلایا

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے کہتے ہیں:

یا ابت انی قد جاءنی من العلم ما لم یأتك ۔اے میرے پیارے باپ بے شک میرے پاس خدا کی جانب سے ایک ایسا یقینی علم آچکا ہے جو تجھے نہیں ملا۔

اسی طرح دیگر آیات بھی ہیں۔ اوپر کی آیت میں باطل کے ساتھ زھق کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور باطل کو زھوق کہا ہے کیونکہ لغت میں زھق کے معنی بھی دور ہو جانے اور چلے جانے کے ہیں اور بطل کے یہ معنی تو پہلے ہی ثابت ہو چکے ہیں چنانچہ سورہ توبہ میں ہے: و تزھق انفسھم و ھم کافرون (کہ خدا کا ان منافقوں کی نسبت یہ ارادہ ہے کہ ان کے نفاق اور بد باطنی کے سبب) ان کی جانیں ان کے کافر ہونے کی حالت میں نکلیں اور صراح میں ہے: زھق، زھوق ونیست شدن۔ یعنی زہق کے معنی نیست ہونا بھی ہے

اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ حق اس امر کو کہتے ہیں جو ثابت اور موجود ہو۔ پس جب خدا تعالی نے اپنے وعدے کی نسبت کہا کہ وہ حق ہے تو ضرور ضرور مطابق کہنے کے ثابت اور موجود اور متحقق ہوگا کیونکہ حق کے لئے مطابقت ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ عبداللہ یزدی خطبہ شرح تہذیب میں جو منطق کی مشہور درسی کتاب ہے بذیل لفظ الصدق فرماتے ہیں:

الصدق الخبر و الاعتقاد اذا طابق الواقع کان الواقع ایضاً مطابقاً له فان المفاعلة من الطرفین فمن حیث انه مطابق للواقع بالکسر یسمی له بالفتح یسمی حقا و قد یطلق الصدق علی نفس المطابقة ایضاً۔ (شرح تہذیب تحفہ شاہجہانی ص۲۰)

آیت سورت لقمان جس کی وعدہ الہی کے متعلق ہم تفسیر کر رہے ہیں اللہ تعالی کی صفات عزیز اور حکیم پر ختم کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان صفات کو امر وعدہ سے بہت بھاری تعلق ہے کیونکہ وعدہ خلافی یا تو اس سبب سے ظہور میں آتی ہے کہ کسی نے کسی سے کسی ایسی شے ء یا امر کے متعلق وعدہ کیا جو اس کی قدرت اور وسعت سے باہر ہے پس اس کے عجز کے سبب اس سے وعدہ خلافی متصور ہے اس لئے خدا نے وعدہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اللہ العزیز ہے یعنی وہ ہر امر پر غالب ہے اور ہر شئے کرنے کی قدرت رکھتا ہے پس اس سے وعدہ خلافی ممکن نہیں دوسری وجہ جس سے وعدہ خلافی نہیں ہوسکتی ہے یہ ہے کہ کوئی کسی سے ناعاقبت اندیشی اور سفاہت سے وعدہ کر بیٹھے اور اس کے بعد اس کو معلوم ہو کہ میرا وعدہ کرنا مناسب اور قرین مصلحت نہ تھا۔ پس وہ وعدہ پورا کرنے سے دل چراتا ہے۔ پس فرمادیا کہ اللہ تعالی الحکیم ہے یعنی مصلحت بین، عواقب امور سے دانا ہے سفاہت و نادانی سے پاک ہے۔ لہذا اس کا وعدہ ایسا ویسا نہیں ہوسکتا۔ سبحان اللہ! کیسی عجیب موشگافی اور

باریک بینی ہے۔اور کیسے حکیمانہ اور فلسفیانہ طریق سے اپنے وعدہ کی حقانیت کو ظاہر کیا ہے۔

تیسری وجہ جس سے وعدہ خلافی متصور ہوسکتی ہے یہ ہے کہ وعدہ کرنے والا جھوٹ بولنے والا ہو پس ہوسکتا ہے کہ وہ یہ وعدہ بھی عادت کے موافق جھوٹا کرے لیکن خدا تعالی جھوٹ سے بھی پاک ہے چنانچہ فرمایا و من اصدق من الله قیلا (نساء) و من اصدق من الله حدیثا۔ (و قال) اپنی بات میں خدا سے بڑھ کر کون سچا ہے۔

لہذا اس اعتبار سے بھی خدا کے وعدے میں تخلف نہیں ہوسکتا۔

چوتھی وجہ جس سے وعدہ خلافی متصور ہوسکتی ہے یہ ہے کہ وعدہ کرنے والے کو نسیان ہو جاتا ہو یا وہ غلطی یا وہم میں پڑ جاتا ہو اور اس سبب سے وہ وعدہ کو بھول جائے یا اس کی نسبت اس کو کوئی غلطی یا وہم پڑ جائے جس سے وعدہ کو پورا نہ کرسکے۔لیکن اللہ عزوجل کی نسبت ایسا بھی خیال نہیں کرسکتے کیونکہ نہ تو اسے نسیان ہوتا ہے اور نہ وہ غلطی اور وہم میں پڑسکتا ہے موسیٰ کی زبانی قرآن میں مذکور ہے کہ آپ نے فرعون سے کہا لا یضل ربی و لا ینسی (طہ) یعنی میرا رب نہ تو غلطی میں پڑتا ہے اور نہ اسے نسیان ہوتا۔اسی طرح سورہ مریم میں ہے و ما کان ربك نسیا (مریم) یعنی اے پیغمبر تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔لہذا اس اعتبار سے بھی خدا کی نسبت وعدہ خلافی کا تصور نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ وعدہ خلافی کی جو جو وجہیں ہوسکتی تھیں خدائے حکیم نے ان سب کو سامنے رکھ کر اور اپنی عزت و حکومت اور صداقت و حکمت کو بیان کر کے اپنے وعدے کی پختگی اور سچائی کا ذکر کیا ہے۔پس اس کے وعدے میں ہرگز ہرگز تخلف نہیں ہوسکتا۔آنحضرت ﷺ تہجد کے وقت جو کچھ پڑھا کرتے تھے اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے و وعدك الحق یعنی بارخدایا! تیرا وعدہ حق ہے۔

افسوس صد افسوس! مولوی سید محمد احسن صاحب پر جو بدیں دعوی فضیلت و ہمہ دانی قادیانی تقلید میں پھنس کر معرفتِ قرآن سے محروم رہے۔اور ہزار افسوس! حکیم مولوی نورالدین پر جو بدیں ادعائے حکمت و نکتہ شناسی، قادیانی فریفتگی میں مبتلا ہوکر بمصداق حبك الشیء یعمی و یصم وعدہ الٰہی کے متعلق لطائف قرآن مجید سے بے بہرہ رہے۔

اور بے شمار افسوس! مرزا قادیانی پر جو باوجود ادعائے نبوت ومکالمہ الٰہیہ وعدہ الٰہی کے اسرار تک نہ پہنچ سکے۔

مرزا صاحب قادیانی کے ابطال کے لئے تو یہی امر کافی ہے کہ وہ صفات خداوندی کی نسبت صحیح علم و درست اعتقاد نہ رکھتے تھے کیونکہ انبیاء کی بعثت کے متعلق ایک مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ صفات خداوندی کی بابت صحیح علم واعتقاد کی تعلیم کریں اور لوگوں کو کشیدگیوں اور پیچیدگیوں سے نکال کر شاہراہ عقیدت پر لائیں۔ پس جب صفات خداوندی کی نسبت مرزا جی کا علم واعتقاد صحیح نہیں ہے تو وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ وعدہ الٰہی کی پختگی اور سچائی اور اس کے ضرور ضرور حق ہونے کو ہم ایک اور طرح بھی ثابت کرتے ہیں کہ خدا احکم الحاکمین ہے اور سلطنت اور حکومت کو ایفاء وعدہ سے ایسا شدید تعلق ہے کہ گویا یہی امر بادشاہ کی طرف سے رعیت کے لئے امن وامان اور حفاظت ورعایت کی ضمانت ہوتا ہے اور جو بادشاہ بے سخن بدعہد اور زبان کا کچا ہو اس کی طرف سے رعیت کی رغبت ہٹ جاتی ہے۔ اور طبیعت میں اس کی جانب سے کوئی امید نہیں رہتی بلکہ کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہنے سے ہر دم اس سے کھٹکا رہتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ملک السماوات والارض اور احکم الحاکمین بادشاہ حقیقی مالک تحقیقی وعدے کا سچا اور بات کا پکا ہوتا کہ اس کے ضعیف بندوں اور ناتواں آرزومندوں اور شکستہ خاطر حاجت مندوں کو سہارا رہے۔ اور ہر طرف سے کشیدہ خاطر ہو کر صرف اسی کی آستان رحمت پر امیدوار رہیں۔ اگر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ ایسا متلون مزاج ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ، نہ تو اس کی بات کا اعتبار رہو، اور نہ اس کے قول کا ٹھکانہ تو کوئی مومن کس امید پر بھروسہ کر کے صرف اسی پر توکل کرے۔

کیا خداوند تعالیٰ و تبتل الیہ تبتیلاً (مزمل) یعنی سب سے توڑ تاڑ کر صرف اسی سے پیوند کر۔، اسی وعدہ کی عدم پختگی پر کرتا ہے اور نیز ففروا الی اللہ (ذاریات) یعنی سب کوئی خدا تعالیٰ کی طرف لپکو۔، کا حکم اسی وعدہ خلافی پر سناتا ہے؟ قاتلھم اللہ انی یؤفکو ن

خدا تعالیٰ تو اسی وعدہ کی سچائی پر اپنے دربار کے حاجت مندوں کو تعلیم کرتا ہے کہ اس طرح کہا کرو:

ربنا و آتنا ما وعد تنا علی رسلك و لا تخز نا یوم القیا مة انك لا تخلف المیعا د ۔آل عمران ۔اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ کچھ بھی عطا کرنا جو تو نے اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے اور

ہم کو قیامت کے دن خوار نہ کرنا بے شک تو خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

دیکھو اس آیت میں صاف طور پر اپنے صدق وعدہ پر دعا سکھائی ہے اور وعدہ خلافی نہ کرنا بھی صریح الفاظ میں ذکر کیا ہے رسولوں کی زبانی مومنوں سے خدا کے کئی وعدے ہیں ایک ان میں سے یہ ہے:

عسی ربکم ان یکفر عنکم سیّاتکم و یدخلکم جنات تجری من تحتھاالانھار یوم لا یخزی اللہ النبی و الذین آمنوا معه نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم (تحریم) امید رکھو کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں مٹادے گا اور ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جس دن اللہ اس نبی (محمد) کو اور اس کے ساتھ مومنوں کو خوار نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں چلتا ہوگا۔

اس آیت میں قیامت کے دن مومنوں کو رسوا نہ کرنے اور ان کو نور عطا کرنے کا وعدہ ہے اور اوپر کی آیت میں اس کی بابت دعا سکھائی ہے کہ ایسا کہا کرو۔

دیگر یہ کہ اسی وعدہ کی سچائی نوح اس صفت احکم الحاکمین کو (جس کے متعلق ہم اس وقت ذکر کررہے ہیں) یاد کر کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں:

رب انّ ابنی من اھلی و انّ وعدك الحق و انت احکم الحاکمین ۔ قال یا نوح انه لیس من اھلك انه عمل غیر صالح (ھود) خداوندا! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی ضرور ضرور سچا ہے کیونکہ تو احکم الحاکمین ہے (تو پھر وہ کیوں ڈوبا) خدا نے فرمایا (کہ بیشک میرا وعدہ تو سچا ہے لیکن) وہ تیرے اہل میں سے نہیں کیونکہ وہ (اپنی بدعملیوں کی وجہ سے مجسم) غیر صالح عمل (ہو چکا) (اس لئے غرق کردیا)

وعدہ الٰہی کے متعلق اول قسم کی آیات میں سے کچھ بیان ہو چکا۔ اب قسم دوم کا بیان کیا جاتا ہے جن میں خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ خلافی نہ کرنے کو تاکیداً بیان کیا ہے اس قسم کی آیات دو طرح پر ہیں اول وہ جو دنیا کے متعلق ہیں دوم وہ جو عقبیٰ کے متعلق ہیں پہلی قسم میں سے ایک یہ ہے کہ، اہل روم کے غالب ہو جانے کی پیش گوئی پر جس کا ذکر ہو چکا ہے خدا نے مومنوں کو جو خوشی حاصل کرانے کا ذکر کیا ہے اس کی نسبت فرمایا:

وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (روم)۔(اس امر کا) خدا

نے وعدہ کرلیا ہے اور خدا تعالی اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت سے لوگ (اس راز کو) نہیں جانتے۔

یہ خدا نے اہل روم کو اہل فارس پر فتح دینے سے کئی برس پیشتر کہا تھا اور ساتھ ہی زیاد تسلی واطمینان کے لئے فرما دیا تھا کہ یہ وعدہ ہرگز خلاف نہیں ہوگا چنانچہ وہ مطابق کہنے کے بالکل حق ثابت ہوا اور ہرگز خلاف نہ ہوا۔

اس آیت میں ایک لطف ہے کہ ذکر تو ہو رہا ہے اہل روم کو فتح دے کر مومنوں کو خوشی دینے کا اور اس امر کو وعدہ کہا ہے اور اپنے وعدہ میں تخلف نہ ہونے کا ذکر صرف اسی وعدے کی نسبت ذکر نہیں کیا بلکہ عام طور پر کہا ہے لا یخلف اللہ وعدہ یعنی خدا اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ ہر ایک سمجھ دار جو خدا پر ایمان رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ کسی خاص بات کے موقع پر عام عادت کا ذکر کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ فاعل کی صفت خاص اسی واقعہ کے متعلق نہیں بلکہ اس کا ظہور ہر اس فعل کے متعلق ہے جو اس کی جنس کا ہے۔

اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعظیم ملحوظ رکھنے کے بیان میں فرمایا: ان تبدوا شیئاً او تخفوہ فان اللہ بکل شیء علیماً۔ (احزاب)۔ اگر تم کچھ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ خدا ضرور ضرور ہر شئے سے واقف ہے۔

اس آیت میں انسان کے ظاہری اقوال وافعال اور نیز باطنی خیالات کا کا خدا کے علم میں ہونا اس طرح بیان کیا ہے کہ خدا تعالی کل شیء سے واقف ہے اور چونکہ ظاہر وباطن بھی کل شیء میں سے ہیں پس خدا ان سے بھی واقف ہے۔

سبحان اللہ! کیسے عجیب اور پختہ طور پر اتنے بڑے مضمون کو مختصر عبارت میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح سورہ روم میں بھی جس کی بابت ہم بیان کر رہے ہیں وعدہ نصرت الہی اور فرحت کے ضرور ضرور پورا ہونے اور ہرگز ہرگز خلاف نہ جانے کی نسبت فرمایا وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ یعنی اس (نصرت وفرحت) کا خدا تعالی نے وعدہ کرلیا ہے اور خدا اپنے کسی وعدہ میں بھی خلاف نہیں کرتا (پس اس میں بھی خلاف نہیں کرے گا)۔

دوسری قسم کی آیات جو عقبی کے متعلق ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر ہو چکا اور قیامت کو اس

کے پورا ہونے کا بیان بھی ساتھ ہی مذکور ہو چکا۔اس مضمون کی دوسری آیت یہ ہے جو مومنوں کے لئے وعدہ جنت کے بارے میں ہے:

لکن الذین اتقوا ربھم لھم غرف من فوقھا غرف مبنیّۃ تجری من تحتھا الانھار وعد اللہ لا یخلف اللہ المیعاد۔لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایسے بالا خانے ہوں گے جن کے اوپر بالا خانے بنے ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اس امر کا خدا نے وعدہ کر لیا ہے اور خدا اپنا کوئی بھی وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ خدا کے وعدے خواہ دنیا کے متعلق ہوں خواہ عقبی کے، ان میں تخلف نہیں ہو سکتا۔

قسم سوم کی وہ آیات ہیں جن میں خدا تعالی نے کمال جلال سے اپنے وعدوں کے پورا ہونے اور ان میں ہرگز ہرگز تخلف نہ ہونے کا ذکر کیا ہے:

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ و الانجیل و القرآن من اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلک ھو الفوز العظیم ۔ بے شک خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت سے کہ ان کے لئے جنت ہو گی وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو (کبھی) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) قتل ہوتے ہیں خدا کے ذمے یہ وعدہ ہے تو ریت اور انجیل اور قرآن میں اور خدا تعالی سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔پس تم اپنی بیع سے جو تم نے کی خوش ہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں نہایت زور سے بطور سوال فرمایا کہ خدا تعالی سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

اسی طرح سورہ مریم میں اس وعدے کی پختگی ثابت کرنے کے لئے فرمایا کہ خدا کا وعدہ تو ایسا ہے کہ بس حاصل شدہ چنانچہ فرمایا:

جنا ت عدن التی وعد الر حمن عبادہ بالغیب انہ کا ن وعدہ مأتیّا۔ (مریم)۔

جنتیں ہمیشہ رہنے کی جن کا خدا نے اپنے بندوں سے غیب سے وعدہ کیا ہے بے شک اسکا وعدہ حاصل شدہ ہے

ظاہر ہے کہ وعدہ سے اس شئے کے حاصل کرانے کی توقع دلائی جاتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہوئی ہو باوجود اس کے پھر جو خدا نے اپنے وعدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ ضرور ضرور حاصل شدہ ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں ہرگز ہرگز تخلف اور التواء کی گنجائش نہیں پس اس طریق بیان میں کمال تاکید ہے۔

اسی طرح سورہ نساء میں کمال مہابت اور شان سے فرمایا:

و الذین آ منوا و عملوا الصا لحا ت سند خلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خا لدین فیھا ابداً وعد اللہ حقا و من ا صدق من اللہ قیلاً ۔ اور جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے عمل نیک کیے ہم ان کو ضرور بہشتوں میں داخل کریں گے ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے خدا نے سچا وعدہ کیا ہے اور خدا سے بڑھ کر کون سچی بات کہنے والا ہے۔

اس آیت میں بھی سورہ توبہ کی آیت کی طرح نہایت جلال سے اپنے وعدہ کی حقانیت اور اپنی صفت صداقت کو بیان فرمایا اور ظاہر کیا کہ وعدہ خلافی کرنا جھوٹ ہے اور صداقت کے برخلاف ہے اور خدا تعالی اس سے پاک ہے لہذا اس سے وعدہ خلافی متصور نہیں۔

اب قسم چہارم کی آیات ذکر کی جاتی ہیں جن میں ان وعدوں کا ذکر ہے جو خدا تعالی خاص اپنے بندوں رسولوں سے کرتا ہے اور خاص کردو وعدے جو منکرین کے مقابلے میں کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک آیت نہایت زور کی یہ ہے:

و قد مکروا مکر ھم و عند اللہ مکر ھم و ان کا ن مکر ھم لتزو ل منہ ا لجبا ل فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقا م (سورہ ابراہیم) اوران (کفار) نے (ایذارسانی کی بہت) تدبیریں کیں اوران کی سب تدبیریں خدا کے علم میں ہیں اگرچہ ان کی تدبیر اس قدر بھی قوی ہو کہ اس سے پہاڑ زائل ہو سکے تو (اے پیغمبر) تو نے خدا تعالی کو اس وعدے میں جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہے خلاف کرنے والا ہرگز ہرگز گمان بھی نہ کرنا بے شک خدا تعالی غالب ہے صاحب بدلے کا۔

کلمہ ان کی بنا پر اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں ایک وہ جو اوپر کئے گئے ہیں اور اس صورت میں ان وصلیہ ہے یعنی اس کے معنی اگر چہ کے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کو نافیہ خیال کریں تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کی تدبیر ایسی نہیں ہے کہ اس سے پہاڑ زائل ہو سکے۔ یعنی ضعیف ہے قابل پرواہ نہیں ہے اور اس سے آگے کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔

بہر حال اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ خدا تعالی کے وعدوں کے خلاف ہونے کی کوئی صورت نہیں خاص کر ان وعدوں کی جو اپنے پیغمبروں سے کرے۔

علامہ زمخشری نے اس آیت میں ایک نکتہ بیان کیا ہے جو ہمارے مدعا کو بوجہ احسن ثابت کرتا ہے کہ مخلف وعدہ رسلہ میں مفعول اول یعنی رسلہ کو موخر اور مفعول ثانی یعنی وعدہ کو مقدم اس لئے کیا تا ظاہر ہو کہ خدا تعالی ہرگز ہرگز وعدہ خلافی کرتا ہی نہیں اور جب وعدہ خلافی عام طور پر اس کے شان کے لائق نہیں ہے تو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کس طرح کرے گا جو اس کے برگزیدہ ہیں۔ سبحان اللہ قرآن شریف کی فصاحت کے قربان جائیں کیسے لطیف طور پر کیسے باریک اشاروں میں کیسے عمدہ مضامین ذکر کرتا ہے ایک اور لطف یہ ہے کہ اس آیت کو عزیز ذو انتقام پر ختم کیا یعنی خدا تعالی سے وعدہ خلافی اس لئے متصور نہیں ہے کہ وہ غالب ہے عاجز نہیں اور صاحب بدلے کا ہے یعنی گناہ کا پیچھا کرتا ہے اور بد اندیشوں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچاتا ہے۔

اسی طرح سورہ انعام میں فرمایا: انّ ما تو عدو ن لآ ت و ما انتم بمعجز ین ۔ جس امر کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ ضرور ضرور آنے والا ہے اور تم ہرگز عاجز نہیں کر سکتے

اس آیت میں منکروں کو ڈرایا ہے کہ خدا کا وعدہ جو عذاب کا ہے وہ ضرور ضرور ہو کر رہے گا

اسی طرح سورہ حج میں منکروں کی جلد بازی کے جواب میں کہا ہے:

و یستعجلو نك بالعذا ب و لن یخلف اللہ وعدہ کہ (اے پیغمبر) یہ لوگ تجھ سے جلد عذاب مانگتے ہیں (ان سے کہہ دے) خدا تعالی اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔

مضمون وعدہ الٰہی پورا ہوا اور ثابت ہو گیا کہ اس میں تخلف اور التواء کی گنجائش نہیں

اس تمہیدی تفصیل کے بعد معلوم ہو کہ ہمارا مرزا صاحب قادیانی پر اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے چند امور کی نسبت پیش گوئی کہ یہ امور اس صورت میں پورے ہوں گے اور ان خبروں کی بنیاد الہام خداوندی پر رکھی چونکہ وہ خبریں حسب قرارداد مرزا صاحب ان کی زندگی میں پوری نہیں نکلیں اس لئے مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں صادق نہیں کیونکہ خدا تعالی کی خبر و وعدہ میں تخلف نہیں ہوتا۔

اس اعتراض کے جواب میں وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ بعض امور انبیاء کی موت کے بعد پورے ہوتے ہیں اسی طرح گو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ فلاں فلاں امر میری زندگی میں ہوگا اور وہ ایسا نہیں ہوا لیکن امید ہے کہ بعد میں پورا ہو جائے گا۔اس غیر معقول عذر کا جواب کئی طریق پر ہے۔

اول: یہ کہ بحث سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ خدا تعالی کے وعدہ میں التواء کی گنجائش نہیں پس عذر فضول ہے

دوم یہ کہ قرآن شریف اور حدیث صحیح سے کوئی ایسی مثال ثابت کرو کہ آنحضرت ﷺ یا کسی اور نبی برحق نے کسی امر کی نسبت کہا ہو کہ خدا تعالی نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ فلاں امر ہماری زندگی میں فلاں وقت میں فلاں سورت میں واقع ہوگا اور وہ ویسا ان کی زندگی میں واقع نہ ہوا ہو۔اگر تم کوئی ایسی حدیث پیش کرو جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں واقع ہونا نہ فرمایا ہو تو وہ اس بارے میں پیش نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں واقع ہونے کی بابت کہا تھا۔

سوم یہ کہ وقت کی جو حد ان واقعات کے وقوع کے لئے بتائی گئی تھی یعنی مرزا صاحب کی زندگی اس میں تو یقینی طور پر آپ کے نزدیک بھی وہ امور واقع نہیں ہوئے اور آئندہ کی نسبت کوئی قطعی دلیل نہیں ہوسکتی لہذا تمہارا عذر درست نہیں اگر آپ کا عذر درست مانا جاوے تو اس طرح تو کوئی دروغ گو قیامت تک بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

محل اعتراض یہ امر ہیں:

۱۔محمدی بیگم کا نکاح میں نہ آنا۔(دافع الوساوس)۔

۲۔مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا صاحب کی زندگی میں نہ مر جانا۔

بلکہ مرزا صاحب کے بیٹے مبارک احمد اور خود بدولت کا ان کے سامنے رحلت کر جانا (بدر ۱۸۔اپریل ۱۹۰۷ء تبصرہ)

۳۔مرزا صاحب کی زندگی میں زلزلہ عظیم جو اپریل ۱۹۰۷ء کے زلزلہ سے بھی زیادہ ہو، نہ آنا (دیکھو رسالت وصیت)

۴۔مبارک احمد کی بجائے ایک اور لڑکا پیدا ہونا (دیکھو اشتہار تبصرہ)

محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق نسخ کا عذر (جیسا کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی اور مولوی نورالدین صاحب نے وفات مرزا میں لکھا ہے) اس لئے صحیح نہیں کہ الہام میں نکاح ہونے کی خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ماضی ہو تو اس میں خلاف ہونے سے کذب لازم آئے گا اور اگر استقبال کی نسبت ہو تو اس سے تخلف وعدہ لازم آتا ہے اور یہ دونوں شان خداوندی کے لائق نہیں۔اور یہ عذر کہ شائد مرزا صاحب کی ذریت میں سے کوئی لڑکا، اس لڑکی کی کسی لڑکی، یا اس کی لڑکی کی لڑکی، وھلم جرا سے نکاح کر لیوے صحیح نہیں کیونکہ نکاح ذاتی امور میں سے ہے، اشتراکی امر نہیں، کہ کسی دوسرے کی شراکت کو دخل ہو۔اور اس کے ضمن میں کوئی دوسرا بھی مفہوم ہوتا ہو اور اس دوسرے کے کر لینے سے اس متکلم کا کرنا سمجھا جائے جمع متکلم کے صیغہ کو عربی میں متکلم مع الغیر اسی لئے کہتے ہیں لیکن روشن ہے کہ یہ صورت مرزا صاحب کی الہامی منکوحہ آسمانی پر نہیں آ سکتی۔

اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے نہ مرنے کے عذر میں مسیلمہ کذاب کی مثال بھی درست نہیں کیونکہ اس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں فرمایا تھا کہ وہ میری زندگی میں مرے گا بلکہ فرمایا تھا یقتل بعدی (دیکھو زادالمعاد جلد اول؟ س اخیر) یعنی میرے بعد قتل کیا جائے گا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں قتل کیا گیا پس سب عذرات ناقابل سماعت ہیں۔

مولوی محمد احسن صاحب اپنے مضمون حیات الانبیاء میں لکھتے ہیں: اکثر وعدہ ہائے فتوح موعودہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے آپ کے نائبوں کے ہاتھ واقع ہوئے (ریویو آف ریلیجنز۔ج ۷ نمبر ۶ ص ۲۲۴)

صاحب! یہ عذر بھی درست نہیں کیونکہ کوئی ایسی فتح نہیں ہوئی جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ میری زندگی میں ہوگی، اور پھر آپ کے بعد زمانہ صحابہ میں ہوئی ہو۔اگر کوئی ہوئی ہو تو وہ حدیث پیش کریں۔اور قیصر کے خزانے فتح فتح ہونے کی حدیث آپ کے مفید نہیں کیونکہ اس میں ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے ان کی بابت اپنی موجودگی میں فتح ہونے کی خبر دی تھی۔

تم و الحمد لله اولًا و آخراً و الصلوة و السلا م علی نبیه ظا هراً و با طناً

راقم: محمد ابراہیم سیالکوٹی مالک واڈیٹر الہادی سیالکوٹ

فیصلہ ربانی برمرگ کادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اول حمد خدا وند عا لی۔ جس دے در تے سب سوا لی

ما رے رکھے سب دا وا لی ۔ ظا ہر غا ئب سب آ شکار

واہ واہ غا لب حکم جبار ۔ پل و چہ مارے سب سنسا ر

سلسلہ اک رسو لا ں وا لا ۔ کیتا جاری عجب نرا لا

خلق ہدا یت دسن چا لا ۔ راہ جنت ول کر ن پکار

کیتا فضل ایہ آ پ غفار ۔ اسیں عا صی اور بخشن ہا ر

آ د م تھیں محمد تا ئیں ۔ جا ری ر کھیا نبیا ں تا ئیں

معجزے دتے سبھنیا ں تا ئیں ۔ سچ جھو ٹ نو ں دین نتار

ہے ایہ قدرت ر ب جبار ۔ جھو ٹے معجز یو ں ہو ن لا چا ر

افضل سب تھیں بھا ئیو سو ئی ۔ ختم نبوت جس پر ہو ئی

کسر شر یعت و چہ نہ کو ئی ۔ عطا ہو ئی جس عا م پکار

اوپر اوس نبی مختار ۔ صلوۃ سلا ما ں لکھ ہزار

اس نو ں رب معرا ج کرا یا ۔ بھیج براق آ سما ن بلا یا

سورت اسراء نجم و چہ آ یا ۔ کتب حد یث بھی نال شمار

عز ت دتی ر ب جبار ۔ سید ردل نبی مختار

ملیا اوس قر آ ن خزا نہ ۔ قا ئم رہے تا ختم ز ما نہ

ہن بس ہور کو نبی نہ ہو نا ۔ نبوت بند تا روز شمار

ہا ں دتی خبر نبی سر دار۔ جھو ٹے ہو ن تر یہہ شمار

د جل کذ ب ہو او نہا ں کمام ؟ ۔ رسو لہ دعوے کر ن تما م

ایہو انہا ں علا مت عا م ۔ دسے یک نشا ن نتار

حد یث صحیح ایہ منیں یا ر ۔ بخاری مسلم و چہ شمار

مطا بق ایس حد یث رسو لی ۔ کیتا دعوٰ کیا ں فضو لی

حد یث صحیح ایہ منیں یا ر ۔ بخاری مسلم و چہ شمار

مطا بق ایس حد یث رسو لی ۔ کیتا دعوٰ کیا ں فضو لی

گل انہاندی کیا ں قبو لی ۔ رستہ پھڑ یا دوز خ نا ر

آ خر ہو ئے ذلیل و خوار ۔ انہا ں سبھناں رب دی مار

قا دیا ن اندر مرزا ہو یا ۔ پیغمبری دعوی کر کھلو یا

گل گل اندر جھو ٹا ہو یا۔ دتی شر م حیا اتار

ڈھل دتی اس رب جبار ۔ واہ واہ حلم خدا ئے قہار

مارے لا فا ں دنے دو جا نی ۔ میں نہ مارے مرض و با ئی

مینو ں منّوں سب لو کا ئی ۔ ور نہ آ وے غضب جبار

شہر ت جگ و چہ عا م پکار ۔ اس نو ں سندا رب ستار

جاں اس کاسہ ہو یا پر ۔ جھو ٹھ گیا اس حد گذر

ر ب د کھا وے غیر ت کر ۔ قدرت اس دی سچ شمار

تمیز کرے جو آخر کار۔ نشان ہووے اوہ وچہ سنسار
ثناء اللہ جو مرد خدائی۔ اس پر دائم فضل الٰہی
جس نوں نے جانے سب لوکائی۔ سندھ بنگالے تیکر یار
حامی دین نبی مختار۔ اس نوں رکھے رب غفار
دشمن سارے چن چن مارے۔ دین نبی دے جو ہتھیارے
چمکے وانگوں سورج تارے۔ دین نبی نوں دے نتار
حجت اندر کرے لاچار۔ جس تھیں ہوون بہت خوار
اس نے مرزا خوب دبایا۔ پیش گوئیاں دا راز بتایا
خلقت نوں کل راز سنایا۔ جزا دےء رب غفار
آخر مرزے ہو لاچار۔ دھمکی دتی وچہ اخبار
اس نے مرزا خوب دبایا۔ پیش گوئیاں دا راز بتایا
خلقت نوں کل راز سنایا۔ جزا دےء رب غفار
آخر مرزے ہو لاچار۔ دھمکی دتی وچہ اخبار
مرزا آکھے دعائیں کر۔ اٹھاراں اپریل دا پڑھ بدر
یا رب فیصلہ حق دا کر۔ ثناء اللہ تے میں وچکار
جو ہوگا کاذب پہلے مار۔ طاعون ہیضہ وچہ کر لاچار
جھوٹے پر موت یا موت برابر۔ کوئی مصیبت نازل کر
صادق سامنے زندگی تاکر۔ خلقت اندر کر پھٹکار
طاعون ہیضے دا کر شکار۔ جے میں جھوٹا مینوں مار
ثناء اللہ تے اس دیاں یاراں۔ موت میری دیاں دس بہاراں
خوشیاں کرن اوہ بیشماراں۔ کرانہاندی چڑھدی وار

انہا ں سا منے مینو ں مار ۔ جے میں کا ذب د جل شعار
ور نہ میری زند گی اندر ۔ شا ء اللہ ہی جا وے مر
اس تھیں پچھے ایہ ا ثر ۔ مرزے سندا اک پسر
مبار ک ا حمد نا م و چا ر۔ مو یا او ڑ ک ہو بیمار
بھا ئیو دسو کر انصا ف ۔ ہو یا فیصلہ کیسا صا ف
اس و چ نا ہیں لاف گزا ف ۔ اس و چہ عبرت خا ص شما ر
رب ڈا ہڈ ے نے کیتا خوار۔ دتا سا منے پتر مار
پھیر د جا ل اے عذر بنا یا ۔ ایہ مبا ہلہ ذا تی آ یا
اس و چہ پسر نہ شا مل پا یا ۔ جھو ٹھے اپر ر دی مار
تبصرہ و چہ جو و ڈا اشتہار ۔ کیتے عذر ایہ سب آ شکار
عقلمندا ں دے نیڑے بھا ئی ۔ ایہ عذر نہ وز نی را ئی
اس و چہ پسر نہ شا مل پا یا ۔ جھو ٹھے اپر ر دی مار
تبصرہ و چہ جو و ڈا اشتہار ۔ کیتے عذر ایہ سب آ شکار
عقلمندا ں دے نیڑے بھا ئی ۔ ایہ عذر نہ وز نی را ئی
مر زے ا پر مصیبت آ ئی ۔ موت پتر دی ڈا ہڈی یا ر
دعا دے و چہ سی ایہ پکار ۔ کا ذب اتے رب دی مار
تبصرے اندر ہور لکھا یا ۔ اردو و چہ الہا م بنا یا
اس نو ں و لوں خدا بتا یا ۔ مر یدا ں تا ئیں کر ے پکار
نظر یں ر کھو اشتہار۔ د یکھو تبصرہ رہو ہو شیار
دشمن آ کھے چو دہ مہینے ۔ مر سی مرزا حا ل کمینے
خبر ی میں پا ک ر بی نے ۔ جس دے ہتھ و چہ سبھو کا ر

عمر و د ھا وا ں تیری یا ر ۔ دشمن دیسا ں سا منے ما ر
ثنا ء اللہ جو منگی دعا ۔ بدر ۲۵ و چہ دے لکھاء
نا ل الہا م ایہ کرا ں دعا ۔ وعدہ کر ے میں نا ل جبار
کرا ں قبو ل میں سب پکار ۔ اس و چہ ہر گز جھو ٹ نہ یار
جھو ٹ اس دے و چہ شک نہ را ئی ۔ د جا ل فر یبی و ڈا سا ئی
خبر نبی دی سچی پا ئی ۔ حد یث بخاری مسلم یا ر
جھو ٹے تر یہہ ایہ کر ن پکار ۔ اسیں رسو ل خدا ئی یار
امر ترے ایہ و چہ نظر ۔ ر کھن سبھو اہل ہنر
دعا الہا م تے ہور عمر ۔ نکا ح محمدی بیگم چار
جھو ٹھا آ کھن نا ل پکار ۔ مرزا مار ن کر ن خوا ر
ڈا کٹر عبد الحکیم ایہا ئی ۔ ثنا ء اللہ پر فضل الہی
محمد ی بیگم نہیں وہا ی ء ۔ تتنے جیو ندے کر ن پکار
جھو ٹھا آ کھن نا ل پکار ۔ مرزا مار ن کر ن خوا ر
ڈا کٹر عبد الحکیم ایہا ئی ۔ ثنا ء اللہ پر فضل الہی
محمد ی بیگم نہیں وہا ی ء ۔ تتنے جیو ندے کر ن پکار
چھبی مئی نو ں منگل وار ۔ مرزا مو یا ہو لا چا ر
حقو حقی یار آ شنا وا ں ۔ شہر لا ہور دا حا ل سنوا ں
راز کھو ل کے صا ف بتا وا ں ۔ جھو ٹ نہ اس و چہ ہر گز یا ر
مرزا چل دا ہوا سوار ۔ سنتبر سن خا لص یا ر
اپر یل ما ہ دے آ خر بھا ئی ۔ لا ہور آ ن کے چھا ؤ نی پا ئی
ٹبر سندی کر ن دوا ئی ۔ دار ا ما ں اس چھڈی یار

نہ معلو م جو آخر کا ر ۔ مر سا ں ہیضے نا ل لا چا ر

شہر لا ہور دے سب رئیسا ں ۔ حنفیا ں نا لے تے اہل حد یثا ں

سند یا مینو ں کر کے ریسا ں ۔ تا ردّ کرا ں میں خوب و چار

بحث کراں میں خو ب نتار ۔ نقلی عقلی علمو ں یا ر

با ئی (۲۲) مئی نو ں ہوا سوار ۔ پڑ ھیا جمعہ لا ہور و چکار

دوایا او تھے اشتہار ۔ وعظ کرا ں میں نا ل پکار

دلیل لیا وا ں خو ب نتار ۔ سندے سب صغار کبار

عر بی ہور انگریزی دا ن ۔ بڈ ھے نا لے نو جوا ن

کئی ہندو ہور مسلما ن ۔ سندے دل دے نا ل قرار

نا ل دلیلھا ن کراں پکار ۔ ششدر ر ہن جو حا ضر یا ر

با ہجہ قر آ ن جے کرا ں بیا ن ۔ وعدہ کیتا کٹو زبا ن

چار مضمو ن میں کیتے عیا ں ۔ عا لم جا ہل کر ن و چار

کر ن و چار تے رہن ہو شیار ۔ د لائل عجب عجا ئب یا ر

با ہجہ قر آ ن جے کرا ں بیا ن ۔ وعدہ کیتا کٹو زبا ن

چار مضمو ن میں کیتے عیا ں ۔ عا لم جا ہل کر ن و چار

کر ن و چار تے رہن ہو شیار ۔ د لائل عجب عجا ئب یا ر

جمناں(۱) حضرت عیسی وا لا ۔ قدرت نا ل اس حق تعا لی

معجزا ت (۳)و چہ شا ن نرا لا ۔ ملعو ن عقیدہ سولی (۴) دار

رفع سماوی (۲) کر آ شکار ۔ کیتی خو ب تسلی یا ر

حا فظ صا حب جماعت علی ۔ منن او نہاں لو ک ولی

مینو ں گھلن پیام دلی ۔ نا ل اتفاق اسیں کر نے کار

ایہ مسیلہ ا جماعی یار ۔ کل اما ما ں مذ ہبا ں چا ر
کھلے دل میں منّی بات ۔ اس و چہ گذرے خوب اوقا ت ۔
نال اتفاقاں دن تے را ت ۔ رلن نما زیں لو گ ہزار
حا فظ صا حب نال پیار ۔ گل میرے و چہ پاو ن ہا ر
ڈا کٹر اے سعید سیا نا ۔ اس پر دا ئم فضل ر با نا
مینو ں ایہ پیغا م پہنچا نا ۔ جو اک مرزا ئی آ کھے یا ر
ابرا ہیم ہو وے تیار ۔ لکھے مر زے خط و چا ر
بحث دی اس و چہ دعوت ہو وے ۔ مرزا آ ن میدا ن کھلو وے
بحث تحریری اس و چہ ہو وے ۔ عذر کو ئی نہ ہر گز یا ر
مر زے تا ئیں کرا ں تیار ۔ نا ل دلا ئل کر تکرار
ڈا کٹر دی میں سن کے با ت ۔ لکھیا خط لے قلم دوا ت
مسئلہ سو لی ہور حیا ت ۔ دو ہا ں اندر گل ہو پار
ڈا کٹر لے گیا آ خر کا ر ۔ خط پہنچا وے ہو ہشیار
مر زے ا حسن طلب کرا یا ۔ کر تا کیدا ں حکم سنا یا
مسئلہ سو لی ہور حیا ت ۔ دو ہا ں اندر گل ہو پار
ڈا کٹر لے گیا آ خر کا ر ۔ خط پہنچا وے ہو ہشیار
مر زے ا حسن طلب کرا یا ۔ کر تا کیدا ں حکم سنا یا
ابرا ہیم سلکو ٹی آ یا ۔ علما ں و چہ تسی ہو شیار
بحث اندر اس کرو لا چا ر ۔ آ یت ہور حد یث و چار
سید ا حسن ہے کا ہیگا لا فی ۔ آ کھیو س میں تیار تے کا فی
چھلکے دیا ں جوا ب میں شا فی ۔ بھلک چڑ ھیا تے سنتوں یا ر

قدرت غا لب رب قہار۔ مرزا ہو یا سخت بیما ر

سحر گی و یلے مرض پچھا ن ۔ لگی گو لی غیبو ں آ ن

چھ بجے اس بند زبا ن ۔ دس بجے تا ں جا نوں پار

مر ض ہیضے دے نا ل لا چار ۔ مرزا مو یا منگل وار

نہ کو ئی دارو نہ علا ج ۔ نہ و صیت نہ کو ئی کا ج

بیوی آ کھے لٹیا را ج ۔ پتر د ھیا ں نو ہا ں خوا ر

مر ض ہیضے دے اندر یا ر ۔ مرزا مو یا منگل وار

شہر اندر جا ں شہرت ہو ئی ۔ و چہ با زا ں شور پکار

مر ض ہیضے دل نا ل لا چار ۔ مر زا مو یا منگل وار

سب طر فو ں اس لعنت بر سی ۔ و چہ قبر تے حشر کی کر سی

عذا ب دوز خ دا کیکر جر سی ۔ ابر دجا لا ں رب دی مار

مر ض ہیضے دل نا ل لا چار ۔ مرزا مو یا منگل وار

فـــمـــــا بـــکـــــت دی آیت بجھ ۔ ہور جو آیت لعنت بجھ

اس و چہ نہ شکا یت کچھ ۔ جھو ٹھیاں نال اے رب دی کا ر

اس و چہ نہ شکا یت کچھ ۔ جھو ٹھیاں نال اے رب دی کا ر

مر ض ہیضے دے نا ل لا چا ر ۔ مرزا مو یا منگل وار

حا ل ثما و یا ں عا دیا ں سندا ۔ ہور فرعون خدا جو بندہ

خدا کہا وے ہوکے بندیہ ۔ اینہا ں سبھنیاں ر ب دی ما ر

و چہ دنیا تے روز شمار ۔ شہداء اللہ بھی نا ل و چا ر

او لاء اللہ دی عا م علا مت ۔ روز جنا زے ہو وے کرا مت

نر م ہو ون جو اہل عدا وت ۔ دل تھیں کڈ ھن سب بخار

کر ن دعا اوہ سب پکار ۔ بخش ر با توں بخشن ہا ر
فو ت ہو ئے جا ن خلق دوا لے ۔ دوست دشمن کر ن پکار
ر حمت ان پر لکھ ہزار ۔ کر ربا تو ں بخشن ہار
خلق خدا دی دے شہادت ۔ مر ز ے اپر کر ے ملا مت
او ہ سی وڈا اہل شقا وت ۔ سب طر فو ں سی ایہ پکار
مر ض ہیضے دل نا ل لا چار ۔ مرزا مو یا منگل وار
اس و چہ بھا ئیو وڈا نشا ن ۔ مر زا و ڈا اہل زیا ن
اس پچھے نہ کھو ایمان ۔ ر ب سچے نے دتا تار
مر ض ہیضے و چہ کر لا چار ۔ مرزا مار یا منگل وار
اس پچھے نہ کھو ایمان ۔ ر ب سچے نے دتا تار
مر ض ہیضے و چہ کر لا چار ۔ مرزا مار یا منگل وار
ہیضہ منگیو س دعا ئیں کر ۔ آ خری فیصلہ و چہ بد
خلق ساری دی و چہ نظر ۔ ر ب کیتا ہے خوا ب خوا ر
مر ض ہیضے و چہ کر لا چا ر۔ مرزا مار یا منگل وار
مرزے سندی موت دا سا ل ۔ روح خبیث (۱۳۲۶ھ) موا فق حا ل
ظا ہرا درشن جھو ٹ۲ مقا ل ۔ مسلے نو یں۳ و چہ جگت پکار
رسا لت ۴ دعوی شا ہد چار ۔ لیا ند ے اس پر بعد و چا ر
آ خر تا میں کھو ل سنا وا ں ۔ را ہ ہدا یت ول بلاوا ں
بدعت کو لو ں پرے ہٹا وا ں ۔ بدعتی ہو وے آ خر کا ر
رو سیا ہ ذلیل و خوا ر ۔ و چہ دنیا تے روز شمار
تو بہ کرو مرزا ئیو بھا ئیو ۔ را ہ مر زے دے ول نہ جا ئیو

جھو ٹے عذر نہ مول بنائیو ۔ موجب لکھے مو یا خوار
چھبی مئی نوں منگل وار ۔ مرض ہیضے وچ ہو لا چار
ایہو میری غرض پچھا نو ۔ ہجو مقصود نہ ہرگز جانو
عبرت پھڑو نصیحت مانو ۔ فضل کریسی رب غفار
فضلاں سیتی بیڑا پار ۔ وچ دنیا تے روز شمار
الراقم خاکسار ابراہیم سیالکوٹی

مسئلہ ختم نبوت

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی یکم مئی ۱۹۵۶ء کو لکھتے ہیں کہ مولانا محمد ابراہیم میر صاحب نے تفسیر تبصیر الرحمٰن لکھنی شروع کی تھی اس کے تیسرے پارے میں آیت مبارکہ الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب . . . کے تحت مسئلہ ختم نبوت بھی آ گیا جس پر آپ نے سیر حاصل بحث کی اور بطرز بدیع ایسے ایسے علمی نکات لکھے کہ ہم نے اسے الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنا از حد مفید سمجھا (جسے ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

او تو نصیباً من الکتاب سے مراد یہود اور نصاری ہیں جن کے انبیاء کو قرآن شریف سے پیشتر تورات، زبور، انجیل دی گئی۔ ان کو ایک حصہ کتاب کا ملنا اس لئے فرمایا کہ تورات اور انجیل خاص بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی تھیں ان کی تعلیم عالمگیر اور ہمیشہ کے لئے نہ تھی۔ اس لئے بنی اسرائیل میں سلسلہ نبوت حضرت عیسیٰؑ تک قائم رہا۔ پس ان کتابوں کی تعلیم ایک محدود قوم اور محدود زمانہ تک تھی لیکن ان کے مقابلے میں قرآن شریف جامع کل اور تا قیام دنیا ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کی شریعت کامل ہے کیونکہ رسول

کریم کی دعوت عالمگیر ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد وحی نبوت و رسالت بند کر دی گئی ہے ہاں ولایت اور سلسلہ الہام بغیر اسم نبوت کے جاری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قال النبی ﷺ قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یك فی امتی منهم احد فعمر بن الخطاب۔ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوتے تھے جن سے (اللہ کی طرف سے) کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس میری امت میں سے اگر کوئی ایسا آدمی ہے تو عمر (اولی) ہے۔ بخاری ج ا ص ۵۲۱۔ باب مناقب عمر طبع میرٹھ ۱۲۸۲ھ۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ باوجود ملہم و محدث ہونے کے نبی نہیں کہلا سکتے۔ یہ کلیہ کہ ہر محدث و ملہم بنا بر الہام نبی کہلا سکتا ہے جس پر مرزا قادیانی کے دعوی کی بنا ہے کو چونکہ مجھ سے خدا تعالی کثرت سے کلام کرتا ہے اس لئے مجھے نبی بھی کہا گیا ہے، یہ کلیہ اور مرزا قادیانی کا دعوی منطوق حدیث مذکور الفوق کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر محض الہام کی بنا پر کوئی شخص نبی کہلا سکتا تو حضرت عمرؓ سب سے پہلے اس اسم سے موسوم ہونے چاہییں۔ اس حدیث کی رو سے ہم نے جو یہ لکھا ہے کہ ملہم کے لئے بنا بر الہام ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو اس پر مرزا جی کی بھی تصدیق بالفاظ ذیل ملاحظہ فرمایئے:

اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں سے بیان کئے گئے ہیں مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں۔ سو مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ خوب جانتا ہے اس سے مراد یعنی لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے مکلم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء ... الخ۔ اشتہار مرزا ص ۹۱۔۹۲ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ مرزا محمود) اور یہی معنی مرزا جی کے اپنے شعر

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم ہستم و خداوند منذرم

مندرجہ ازالہ اوہام مصنفہ مرزا جی قادیانی سے بھی ثابت ہیں کہ وہ پہلے مصرعہ میں رسول ہونے اور صاحب کتاب ہونے کی نفی کرتے ہیں اور دوسرے مصرعہ میں ملہم ہونے کا اثبات۔ اگر ہر ملہم رسول اور نبی ہوسکتا ہے تو مرزا جی اس شعر میں نفی اور اثبات کو جمع کرتے ہیں، حالانکہ نفی اور اثبات آپس میں جمع نہیں ہوسکتے (کتب منطق بحث تناقض) اور اس شعر کی یہ تاویل مندرجہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ نومبر ۱۹۰۱ء کہ:

میں رسول تو ہوں لیکن صاحب کتاب رسول نہیں ہوں۔

اسی شعر کے دوسرے مصرع سے باطل ہو جاتی ہے، کہ مرزا جی ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور پہلے مصرع میں رسول اور صاحب کتاب ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اور معلوم رہے کہ ہر رسول اور نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا لازم نہیں ہے۔ موسیٰؑ صاحب کتاب نبی تھے اور ان کے بعد کئی ایک رسول اور نبی موسی اور توریت کی متابعت میں بھیجے گئے۔ ان پر کوئی دیگر کتاب نازل نہیں کی گئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا و لقد آتینا موسی الکتاب و قفینا من بعدہ بالرسل (بقرہ ع ۱۰) اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسی کو کتاب اور بھیجے ہم نے اسکے قدموں پر کئی رسول۔ نیز فرمایا انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور۔ یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا و الربانیون و الاحبار (مائدہ پ۶ ع۱۱)۔ تحقیق ہم نے اتاری تھی تورات بیچ اس کے ہدایت اور نور تھا حکم کرتے تھے انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے ساتھ اس کے واسطے ان لوگوں کے جو یہودی ہوئے اور (حکم کرتے تھے ساتھ اس کے) مشائخ اور علمائے ربانی۔ اس آیت سے دونوں باتیں معلوم ہوگئیں۔ یہ بھی کہ تورات کی متابعت میں بنی اسرائیل میں کئی نبی بھیجے گئے لیکن ان پر کوئی دیگر کتاب نہیں اتاری گئی۔ دوسرے یہ کہ مشائخ اور علمائے ربانی بھی اس کے مطابق حکم کرتے تھے اور نبی نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمر والی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر ملہم تو تھے مگر نبی نہیں تھے۔ یہی معنی شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی عبارات مندرجہ کتاب فتوحات مکیہ کے ہیں اور اس کے یہی معنی امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھے ہیں اور سید عبدالقادر جیلانی سے بھی یہی معنی نقل کئے گئے ہیں کہ ہماری امت کے ایسے بزرگوں کو انبیاء تو نہیں بلکہ اولیاء کہتے ہیں۔ ہم کو اسم نبوت سے روکا گیا ہے اور خدا تعالی ہم کو ہمارے باطنوں میں اپنے رسول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے (الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۳۵ مطبوعہ مصر)

ختم نبوت کی دلیل میں حضرت عمر کے متعلق دوسری حدیث

نبوت خدا کی بخشش ہے ادعائی یا کسبی نہیں ہے یعنی نہ تو محض اپنے دعوی سے ثابت ہوسکتی ہے اور نہ کسب اور عمل سے ملتی ہے بلکہ خدا کی بخشش اور احسان ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم و لكن الله يمن على من يشاء من عباده کفار کو ان کے رسولوں نے جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے کہا کہ ہم نہیں مگر بشر مثل تمہاری لیکن اللہ تعالی احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہے اپنے بندوں میں سے۔

حضرت عمرؓ کے حق میں باوجود ان کی کمال صلاحیت عمل اور صفائی قلب اور تقوی طہارت کے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حضرت عقبہ عامر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب ۔یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا۔

اس حدیث کو ذکر کر کے امام ترمذی کہتے ہیں ھذا حدیث حسن۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوچکی ہے آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی نیکوکار کیوں نہ ہو، اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ حدیث مذکور قیاس استثنائی کی صورت میں ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمر نبی نہ ہوئے اس لئے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا۔ یا یوں سمجھئے کہ چونکہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی ہونے والا نہیں تھا اس لئے حضرت عمر نبی نہیں ہوئے ورنہ اگر یہ امر مانع نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور نبی ہوتے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں تھے، نہ انہوں نے دعوی کیا، اور نہ صحابہ یا دیگر علمائے امت میں سے کسی نے ان کے متعلق یہ اعتقاد سکھایا۔

قرآن شریف سے ختم نبوت پر ایک نادر استدلال

خدا تعالی نے سورۃ فرقان کے شروع میں فرمایا:

تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا ۔یعنی بڑی

برکت اور خیر کثیر والا ہے وہ خدا جس نے آہستہ آہستہ نازل کیا یہ قرآن شریف جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل اور حلال و حرام میں اوپر اپنے کامل بندے محمد ﷺ کے تاکہ ہو وہ واسطے تمام عالمین کے ڈر سنانے والا۔

اس آیت میں خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو تمام عالمین ارضی یعنی جن و انس عربی و عجمی کے لئے نذیر کر کے بھیجا آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء آئے وہ اپنی اپنی قوم کے لئے آئے جیسا کہ حدیث صحیح مسلم میں ہے ارسلت الی الخلق کافۃً و ختِم بی النبییو ن (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب المساجد) یعنی میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تمام خلقت کی طرف اور ختم کئے گئے ساتھ میرے انبیاء۔

اور اسی سورۃ فرقان کے تیسرے رکوع میں فرمایا:

و لو شئنا لبعثنا فی کل قر یۃٍ نذیراً یعنی اگر ہم چاہتے تو ہم ہر بستی میں ایک ایک نذیر مبعوث کرتے۔

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ علم میزان کی رو سے یہ قیاس استثنائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نذیر مبعوث کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔ کیوں نہیں چاہا اس لئے کہ سورۃ فرقان کے شروع میں فرما دیا کہ تمام عالمین کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو نذیر کر کے بھیجا ہے جس سے دنیا جہان میں وحدت ملی پیدا ہو سکے۔ پس اس مصلحت کے لئے تمام جہان کے لئے ایک ہی نذیر بنایا گیا۔ چنانچہ امام شوکانی اپنی تفسیر میں آیت و لو شئنا لبعثنا فی کل قر یۃٍ نذ یراً۔ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کما قسمنا المطر بینهم و لکنا لم نفعل ذ لك بل جعلنا نذیراً وا حداً و هو انت یـا محمد یعنی جس طرح ہم نے آسمان سے پانی ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے اتارا ہے (اسی طرح ہم رحمت نبوت بھی ہر بستی کو تقسیم کر کے بخشتے) لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہم نے (دنیا جہان کے لئے) ایک ہی نذیر بھیجا اور وہ اے محمد ﷺ آپ ہیں۔

اور صاحب تفسیر رحمانی نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

(لـو شئنا لبعثنا فی کل قر یۃٍ) رسو لا لیکو ن عن الکفر لهم (نذ یرا) لکن لم نشئنا لا نه یقتضی تفر ق ا لا ما م و تکثرا ا لا ختلا ف فجعلنا الواحد اً نذیراً للکل

لیطیعو ہ و یقا تلھم ۔یعنی ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک رسول پیدا کرتے تا کہ ہوتا وہ ان سب کو کفر سے ڈرانے والا لیکن ہم نے نہ چاہا کیونکہ اس کا تقاضا امتوں کا تفرق اور اختلافات کی کثرت ہوتا پس ہم نے ایک ہی نذیر تمام کے لئے بنایا تا کہ وہ سب اس کی اطاعت کریں یا وہ ان سب سے جہاد کرے۔

اسی طرح دیگر کئی تفاسیر میں بھی ہے۔

عالمین کا مفہوم: اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ عالمین کا لفظ قرآن شریف میں کن کن موقعوں پر آیا ہے۔

اول شروع قرآن میں فرمایا: الحمد لله رب العا لمین۔

دوم کعبۃ اللہ کے لئے چوتھے پارے رکوع اول میں فرمایا: ھدی للعا لمین۔

اور قرآن شریف کے لئے فرمایا: ان ھو الا ذکری للعا لمین۔(پ۷ انعام ع۷)۔یعنی نہیں ہے یہ قرآن شریف مگر نصیحت واسطے عالمین کے۔

اور آنحضرت ﷺ کی شان میں فرمایا۔ و ما ارسلنا ك الا ر حمة للعا لمین (سورہ انبیاء)

اور اسی طرح آپ کی شان میں سورۃ فرقان میں فرمایا لیکو ن للعا لمین نذ یراً۔

پہلی آیت میں تمام عالمین کے لئے ایک رب کا ہونا فرمایا۔ دوسری میں دنیا جہان کے جن وانس کے لئے چاہے وہ صحرائی ہوں، چاہے دریائی، چاہے پہاڑی، چاہے میدانی، ایک ہی کعبہ کا قبلہ ہونا فرمایا۔ تیسری آیت میں تمام جہان کے لئے ایک ہی قرآن کو نصیحت نامہ بتایا۔ چوتھی اور پانچویں آیات میں ایک ہی نبی محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور نذیر اللعالمین فرمایا۔ ان سب مقاموں پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکیلے تمام دنیا کے لئے رسول ہیں۔ پس اسی لئے آپ پر نبوت ختم کی گئی کیونکہ دنیا جہان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کی تبلیغ رسالت سے مستثنیٰ ہو کہ وہاں پر کسی نئے نبی کے پیدا کرنے کی ضرورت پڑے جب رب العالمین کے ہوتے ہوئے کسی رب کی ضرورت نہیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی قرآن کی ضرورت نہیں کعبہ کے ہوتے ہوئے کسی کعبہ کی ضرورت نہیں اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے کہ سب عالمین کے لئے کافی وافی ہیں۔ چنانچہ اس معنی میں مسند امام احمد میں حضرت مقداد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پشت زمین پر کوئی گھر گارے یا اون (خیمہ)

کا باقی نہیں رہے گا مگر اس میں اللہ تعالی کلمہ اسلام کو داخل کر دے گا یعنی دنیا جہان کے شہری اور صحرائی آبادی میں کلمہ اسلام کی گونج پڑ جائے گی چاہے اسے کوئی عزت سے قبول کرے چاہے ذلت سے اس کے تابع ہو جائے (مشکوۃ ص۸طبع احمدی دہلی ۱۲۷۱ھ۔کتاب الایمان)۔

ایک آیت کی تفسیر: قادیانی لوگ آنحضرتﷺ کے بعد اجرائے نبوت کے لئے یہ آیت پیش کرتے رہتے ہیں یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (اعراف ع۴۔پا۱۱؟؟)۔جو خدا تعالی جملہ بنی آدم کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اے بیٹو آدم کے اگر آویں تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کریں اوپر تمہارے آیتیں میری پس جو کوئی پرہیز گاری کرے گا اور اصلاح کرے گا نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔وجہ استدلال یہ بتاتے ہیں کہ یاتین مستقبل کا صیغہ ہے جو ان شرطیہ کے بعد آیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد کئی ایک رسول آتے رہیں گے جن کی گنتی خدا ہی کو معلوم ہے کیونکہ رسل بصیغہ نکرہ آیا ہے اور اسے کسی خاص معین عدد میں محصور نہیں کیا گیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی مفہوم یا اشارہ یا دلالت یا قیاس یا استنباط خلاف نص قطعی کے قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے کہ مفہوم منطوق کے مقابلہ میں اور اشارت اور دلالت، عبارت النص کے مقابلے میں اور کوئی قیاس یا استنباط منصوص کے مقابلے میں قابل سماعت اور اعتبار نہیں ہے ورنہ معاذ اللہ آیات قرآنیہ و احادیث رسول اللہ میں تعارض و تخالف واقع ہو گا اور یہ باطل ہے (دیکھو کتب علم اصول) مثلاً حصول المامول مصنفہ نواب صدیق حسن و نور الانوار، ختم نبوت کے متعلق قرآن اور احادیث صحیحہ کے دلائل منصوص اور قطعی ہیں۔اور یہ بھی معلوم رہے کہ جس استدلال کی بنا لغت پر ہو اسے دلالت کہتے ہیں (کتب علم اصول) اور سابقاً یہ بیان ہو چکا ہے کہ کوئی دلالت یا اشارت منصوص کے خلاف قابل اعتبار نہیں ہے۔پس قادیانیوں کا استنباط آیت ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیماً (احزاب۔ع۲)۔کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔(ترجمہ) نہیں ہیں محمد ﷺ باپ تمہارے بالغ مردوں میں سے کسی کے لیکن ہیں خدا کے رسول اور خاتم النبیین اور اللہ تعالی ہر شئے کا علم رکھنے والا ہے، اس آیت کے معنی مرزا صاحب نے بھی یہی کئے

ہیں چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں ۔یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ۔مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا ۔اگر علم اصول کے اس قاعدے کا لحاظ نہ کیا جاوے تو ہر باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق قرآن وحدیث کے خاص وعام اور مطلق ومقید اور منطوق ومفہوم اور عبارت ودلالت میں کھینچ تان کران میں تخالف پیدا کر سکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نصوص اور عبارات (معاذ اللہ) بے کار ہو جائیں گی ۔مثلاً قرآن میں عام انسانوں کی پیدائش کے متعلق فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفةٍ امشاجٍ (دہر)۔تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفے سے ۔دوسری جگہ خاص آدم کی پیدائش کے متعلق فرمایا و خلق الانسان من صلصال کالفخار (سورہ رحمان)۔ اور خاص حوا کے متعلق فرمایا و خلق منها زوجها (نساء) اور خاص حضرت عیسی کے متعلق فرمایا انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله القاها الی مریم و روح منه (نساء ع ۲۳) اگران آیات میں خاص اور عام کا لحاظ نہ کیا جاوے تو کوئی باطل پرست اپنی خواہش کے مطابق کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آدم اور حوا اور عیسی بھی انسان ہیں اس لئے وہ بھی (معاذ اللہ) ماں اور باپ کے ملے ہوئے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اسی طرح محرمات نکاح کی آیت میں چند رشتوں سے نکاح کی حرمت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا و احل لکم ما وراء ذلکم ۔اور حلال کی گئیں واسطے تمہارے وہ جو سوائے ان مذکورہ کے ہیں ۔اور خاص آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت کے متعلق فرمایا و لا تنکحوا ازواجه من بعده ابداً (احزاب)۔اور نہ یہ جائز ہے کہ تم نکاح کروان سے بعد آپ کے کبھی بھی ۔تو کوئی باطل پرست گستاخ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سورہ نساء کی مذکورہ محرمات کے سوا ہیں اس لئے (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کے بعدان سے بھی نکاح حلال تھا ۔اسی طرح اس کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں کہ خاص وعام اور منطوق ...مفہوم کے مقابلے کے وقت خاص اور منصوص کا لحاظ ہوتا ہے ۔پس اسی طرح ختم نبوت کے دلائل جو قرآن واحادیث میں منصوص ہیں وہ عموم استدلال سے جن سے قادیانی استدلال پکڑتے ہیں ان سب پر مقدم ہوں گے ۔

اوپر کا جواب علم اصول کی بنا پر جس سے قادیانی علماء عموماً نا آشنا ہیں ۔خصوصاً مرزا صاحب بھی اس سے نابلد محض تھے ۔اب قرآن کے سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا جواب دیا جاتا ہے جس سے پہلے ایک

تمہید کا بیان ضروری ہے۔قرآن شریف مربوط اور موصول کلام ہے جس کی صحیح تفصیل کے لئے سلسلہ کلام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ یہ امر مسلّم کل ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے اور درجہ اعجاز کو پہنچا ہوا فصیح و بلیغ کلام ہے پس ایسے کلام کیلئے ضروری ہے کہ اس کا بیان اور سلسلہ کلام باہم موصول اور مربوط ہو۔اس کے کلمات کی شستگی اور معانی کی لطافت کے علاوہ اس کے کلمات کی ترتیب اور آیات کا ارتباط اور بیان کا تسلسل نہایت موزوں اور مناسب صورت میں ارفع ہو۔جس کلام میں ایسے اوصاف نہ ہوں وہ کلام معجزہ کیا اس کا وزن فصحاء عرب کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔

۲۔اس قاعدے کی تائید میں آیات ذیل ملاحظہ ہوں کہ جن میں قرآن شریف نے اپنے آپ کو کلام موصول اور ترتیب میں احسن ہونے کی حیثیت میں پیش کیا ہے پہلی آیت و لقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون (قصص ع۶)۔یعنی حق تعالی نے فرمایا: البتہ تحقیق ہم نے ان لوگوں (کی ہدایت) کے لئے اس قول یعنی قرآن کو موصول کر کے بھیجا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اس استدلال کی تائید میں اس آیت کے ذیل میں تفاسیر ذیل ملاحظہ ہوں۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و لقد وصلنا لھم قول و توصیل القول ھو ایتان بیان بعد بیان و ھو من و صل البعض بالبعض ۔(کبیر ج۶ ص۶۱۶ طبع اول)۔اور توصیل کلام کا معنی ہے لانا ایک بیان کا بعد دوسرے بیان کے اور وہ جوڑنا ہے ایک کو دوسرے کے ساتھ۔اسی طرح تفسیر ابی السعود میں ہے و لقد وصلنا لھم قول و قریء بالتخفیف ای انزلنا القرآن علیھم متواصلاً بعضہ اثر بعضٍ حسبھا تقتضیہ الحکمۃ و المصلحۃ یعنی وصّلنا (بالتشدید) وتخفیف یعنی بغیر شد کے بھی وصلنا پڑھا گیا ہے۔ترجمہ یعنی ہم نے قرآن نازل کیا موصول ہے بعض کا پیچھے بعض کے مطابق اس کے جس کا تقاضا کرے حکمت اور مصلحت اس آیت اور تفاسیر کے حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ قرآن کا بیان اکھڑا اکھڑا کلام نہیں، بلکہ موصول ہے اور نہایت باحکمت ربط سے ہے۔

دوسری آیت۔سورۃ فرقان، ع۳ میں فرمایا و رتلناہ ترتیلاً ہم نے قرآن کو عمدہ ترتیب سے

بیان کیا۔ترتیل کے معانی کی تحقیق کے لئے لغت کی مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔لسان العرب جو عربی زبان کی سب سے بڑی لغت ہے اس میں لکھا ہے الرتل حسن تنا سق الشیء و رتل الکلا م احسن تا لیفه و .....یعنی رتل کے معنی ہیں کسی شئے کی ترتیب کی خوبی اور عمدگی اور رتل الکلا م کے معنی ہیں اس نے کلام کی تالیف اچھی طرح سے کی اور اسے خوب واضح طور پر کیا۔قاموس میں اسی کو وضاحت کے ساتھ یوں لکھا ہے محر کة حسن تنا سق الشیء و الحسن عن الکلا م و الطیبات من کل شیء یعنی رتل ت کی فتح کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی شئے کی ترتیب لہ خوبی اور عمدگی اور کلام کی جنس میں سے عمدہ کلام اور ہر شئے کی نہایت پاکیزہ اور ستھری صورت ۔اسی طرح لغت کی دوسری کتابوں میں بھی انہی معنی کی تائید کئی محاورات سے کی ہے مثلاً مغات وحیدی، اساس البلاغت، مصباح المنیر ، صراح وغیرہ ہا۔ان حوالہ جات کی تائید کے لئے تیسری آیت ملاحظہ فرمائیں جو سوۃ زمر، ع ۳ میں ہے اللہ نزل ا حسن ا لحد یث کتا باً متشا بهاً مثا نی ۔ یعنی اللہ نے اتارا سب سے عمدہ کلام جو کتاب ہے متشابہ یعنی جس کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے اور وہ آیات مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں۔اس آیت کی وضاحت کے لئے چند امور ضروری ہیں۔

اول یہ کہ اللہ نے قرآن کو احسن الحدیث فرمایا۔یعنی سب سے عمدہ کلام جو اعجاز کو پہنچا ہوا ہے جس کا مقابلہ انسانی علم اور لیاقت سے بالا ہے اور اس کی شہادت میں دو وصف فرمائے۔متشابہ اور مثانی جس سے مراد یہ ہے کہ اس کے مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ان میں تخالف نہیں ہے بلکہ ایک آیت دوسری آیت کی تائید وتصدیق اور تفسیر کرتی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے دوسرا وصف مثانی فرمایا یعنی اس کی آیات پند و نصیحت کیلئے مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں جن میں تخالف ہرگز نہیں۔اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ قرآن کے کلمات اور آیات باہم موصول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ان میں ہرگز تخالف اور تعارض نہیں

اس طویل تمہید لیکن ازبس مفید کے بعد واضح ہوا کہ سورۃ اعراف کی آیت آنخضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت جاری رکھنے کے متعلق نہیں ہے بلکہ آدم کے بہشت سے نکالنے اور زمین پر آباد کرنے کے بعد کے زمانے کے متعلق ہے جو آدم کے وقت سے مستقبل میں ہونے والا تھا کہ اس زمانے میں اولاد آدم کی ہدایت

کے لئے خدا کے رسول آتے رہیں گے یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک آمد پر خدا نے آیت خاتم النبیین بھیج کر بتلا دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی واضح طور پر فرما دیا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ہم نے یہ جو کہا کہ سورۃ اعراف کی آیت حضرت آدم کے بعد اجرائے نبوت کی دلیل ہے اس کو ہم سورۃ اعراف کی آیات کا سلسلہ کلام اور دیگر مقامات کی آیات کی تائیدوں سے ثابت کرتے ہیں جس کے سمجھنے کے لئے ہم نے اوپر کی تمہید کا بیان ضروری سمجھا تھا۔آپ سورۃ اعراف کی آیت سے پیشتر نظر کریں کہ اوپر مسلسل طور پر حضرت آدم کا قصہ اور اس سے متعلقہ ضروری ہدایات کا بیان چلا آ رہا ہے۔اسی طرح سورۃ بقر، ع۴ میں حضرت آدم کا قصہ بھی مطالعہ کریں جس میں ان کے اور ان کی سکونت جنت اور پھر جنت سے نکالے جانے اور زمین پر اترنے اور قصور کی معافی کے ذکر کے بعد فرمایا قلنا اھبطوا منھا جمیعاً ۔ فا ما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدا ی فلا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن ۔یعنی کہا ہم نے اترو اس سے سب۔پس اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی پس نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھاویں گے۔اور ظاہر ہے کہ خدا کی ہدایت خدا کے رسولوں کی معرفت آتی رہی ہے چنانچہ یہ قرآن شریف رسول خدا ﷺ کی معرفت آیا اور اس کی نسبت فرمایا ذلك الکتا ب لا ریب فیه ۔ ھد ی للمتقین ۔اور تورات اور انجیل جو موسی اور عیسی کی معرفت آئیں،ان کی بابت فرمایا انز ل التو راۃ و الا نجیل من قبل ھد ی للناس (پ۳۔ع۹)۔یعنی قرآن سے پہلے تورات اور انجیل لوگوں کی ہدایت کے لئے اتاریں۔اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے ہیں۔اور جیسا کہ سورۃ اعراف میں فرمایا و لا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن اسی طرح سورۃ بقر کی مندرجہ بالا آیت میں فرمایا فمن تبع ھد ی فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن اور جو کوئی پیروی کریگا میری ہدایت کی نہیں ہوگا کوئی خوف اوپر ان کے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔دونوں جگہ رسولوں اور ہدایت ربانی کی پیروی کا نتیجہ ایک ہی فرمایا۔دوسرا مقام سورۃ طہ میں دیکھئے کہ وہاں بھی حضرت آدم کے جنت میں سکونت کرنے اور وہاں سے نکالے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا فا ما یا تینکم منی ھدی فمن اتبع ھدا ی فلا یضل و لا یشقی ۔(طہ) یعنی ہم

نے فرمایا پس اگر آوے تم کو میری طرف سے ہدایت۔ پس جو کوئی پیروی کریگا میری ہدایت کی پس نہ وہ گمراہ ہو گا اور نہ بدبخت ہوگا۔

دیکھو ان تینوں مقاموں میں حضرت آدم کے بعد ہدایت ربانی کے جاری ہونے کا سلسلہ مذکور ہے یہ تینوں مقامات آپس میں متشابہ یعنی ملتے جلتے اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ پس سورہ اعراف کی پیش کردہ آیت کے ساتھ خاتم النبیین کو ملانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت آدم کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتے ہوئے حضورﷺ فخر موجودات پر آ کر ختم ہوگا۔ ہمارے اس بیان کردہ طریق سے قرآن کی آیات اور احادیث مثبتہ ختم نبوت میں مطابقت قائم رہتی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ کے منصوصات و مفہومات کی رہنمائی ایک ہی طرف رہتی ہے کہ نبوت حضور رسول مقبولﷺ پر ختم کردی گئی قرآن وحدیث کی نصوص بینہ کے بعد بھی اگر سورۃ اعراف کی آیت کے یہ معنی سمجھے جاویں کہ سلسلہ نبوت آنحضرتﷺ کے بعد جاری ہے تو قرآن شریف کی آیات اور احادیث صحیحہ میں تخالف وتعارض واقع ہو جائے گا اور قرآن کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ بجائے ایک دوسرے کی تائید وتصدیق کرنے کے آپس میں مختلف ہو جائیں گی اور اختلاف منافی صداقت ہے جیسا کہ قرآن ہی کی صداقت کی نسبت فرمایا و لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً۔ (نساء)۔ یعنی اگر یہ قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو البتہ پاتے اس میں اختلاف بہت۔ ہاں اگر لفظ خاتم کے وہ معنی جو خدا اور رسول کی مراد ہیں، ان کو بدل کر اور حدیث لا نبی بعدی کے مقابلہ میں کہ مقید معنی جنس ہے شرعی اور غیر شرعی کا امتیاز کر کے صاحب شرع کی قید بڑھائی جاوے تو یہ تحریف معنوی اور خدا کے رسول کی مراد کو بگاڑ کر از خود اضافہ ہوگا اور یہ ہر دو امر باطل اور حرام ہیں۔

اگر کہا جاوے کہ سورت اعراف کی آیت میں بنی آدم کو خطاب کر کے یا بنی آدم فرمایا ہے اور سورۃ بقرا اور سورۃ طٰہٰ کی آیتوں میں ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ بقرا اور سورۃ طٰہٰ کی آیتوں میں اما یاتینکم کے خطاب میں حضرت آدم اور حوا کے ساتھ ان کی اولاد بھی شامل ہے۔ دیکھئے ہر سہ مقامات پر ہدایت کی پیروی کا نتیجہ بترتیب یوں فرمایا:

فمن تبع ھدا ی فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن۔اور

۲۔فمن اتقی و اصلح فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن ۔اور

۳۔ فمن اتبع ھدا ی فلا یضل و لا یشقی (سورہ طہ)۔

اس باریکی کی تائید کے لئے سورت اعراف ہی کی آیات کو دیکھئے کہ جنت سے نکلنے کا حکم دینے کے بعد خدا نے آدم اور حوا کو فرمایا: قال ا ھبطوا بعضکم لبعضٍ عدو و لکم فی ا لار ض مستقرّ و متاع الی حین ۔ قا ل فیھا تحیو ن و فیھا تمو تو ن و منھا تخر جو ن (یعنی فرمایا: اترجاؤ بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور واسطے تمہارے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہوگی اور زندگی کے اسباب ایک مدت تک اور اسی میں مروگے اور اسی سے نکالے جاؤ گے)۔

دیکھئے ان آیتوں میں خطاب آدم اور حوا کو ہو رہا ہے حالانکہ آدم اور حوا کے درمیان دشمنی واقع نہیں ہوئی بلکہ ان کی اولاد میں دشمنی ہے۔ اور جو امر اس کے بعد ذکر کئے گئے ہیں ان میں ان کی اولاد بھی شامل ہے ۔پس اسی طرح سے سورۃ اعراف کی زیر بحث آیت میں یابنی آدم سے خطاب کر کے فرمایا اور اسی لحاظ سے ہے ۔اس طریق سے سب مقامات پر خطاب کے صیغے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ سورۃ اعراف کی زیر بحث آیت میں حضرت آدم کے بعد ان کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہنے کا ذکر ہے، نہ کہ آیت خاتم النبیین کی نص صریح کے خلاف حضور ﷺ کے بعثت کے بعد بھی،

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہم نے مرزائیوں کے استدلال کی سب کڑیوں کو توڑ تاڑ کر مشکل امر کو مدلل طور پر آسانی سے سمجھا دیا۔ فللہ الحمد ۔

☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آ له و صحبه ا جمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بھاء الدین ۱۵۔اگست۔۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

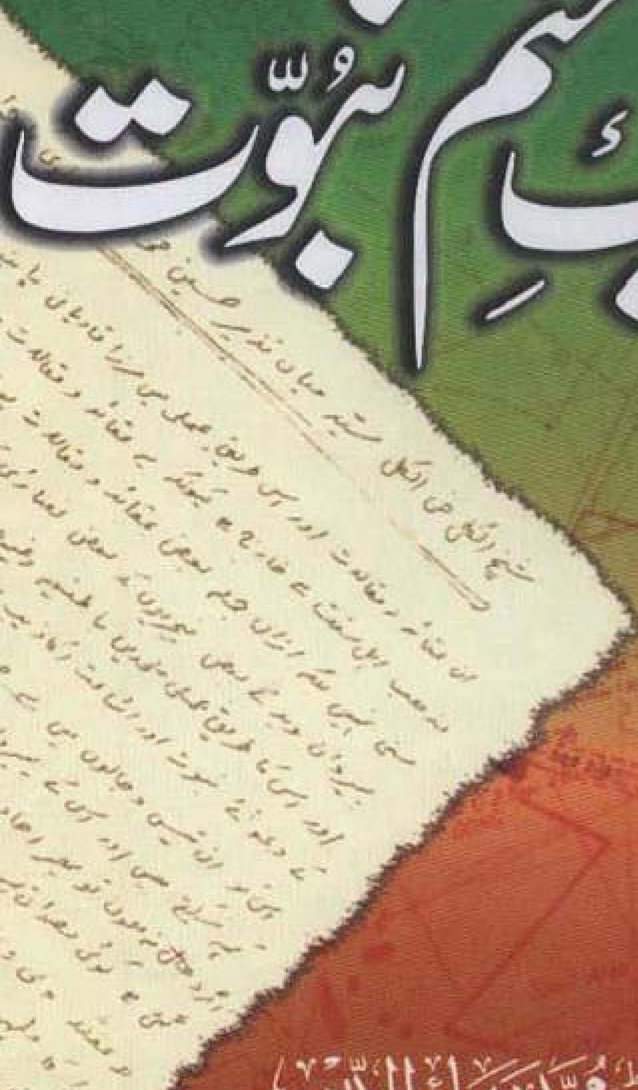

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و سوم (۲۳)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست وسوم (۲۳)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۵۹
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی صرف امام المسلمین ہونے ہی کا نہیں تھا، وہ امام الزمان ہونے کے مدعی تھے۔ اور زمانہ میں مسلمان بھی تھے، ہندو بھی، سکھ بھی، بدھ بھی، مشرک بت پرست بھی، اور لا مذہب بھی۔ گویا وہ سب کے لئے مبعوث ہونے کے مدعی تھے اور سبھی کو اپنی طرف بلا رہے تھے کہ وہ سلسلہ احمدیہ قادیانیہ میں شامل ہو جائیں۔ ہندو، ہندو نہ رہیں بلکہ قادیانی احمدی ہو جائیں، عیسائی عیسائی نہ رہیں بلکہ احمدی قادیانی ہو جائیں، سکھ سکھ نہ رہیں بلکہ احمدی قادیانی ہو جائیں، یہودی یہودی نہ رہیں بلکہ احمدی قادیانی ہو جائیں، دہریہ، دہریہ نہ رہیں بلکہ احمدی قادیانی ہو جائیں، مشرک بت پرست بھی احمدی قادیانی ہو جائیں، بدھ مت والے بھی احمدی قادیانی ہو جائیں کیونکہ وہ امام الزمان ہیں اور جو امام الزمان کے پٹے کے بغیر مرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا، گمراہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی سے جہاں مسلمان چونک اٹھے اور انہوں مرزائیت کے سامنے بند باندھنے شروع کئے، اس طرح دوسرے مذاہب والے چونک بھی اٹھے، کیونکہ مرزا قادیانی نے انہیں بھی مرزائیت میں شمولیت کی دعوت دی تھی، اور انہیں بھی مرزائیت قبول نہ کرنے کی صورت میں جہنم رسید ہونے کی دھمکی دی تھی۔ بنابریں مرزا قادیانی کے مخاطب دوسرے مذاہب کے علماء نے بھی اپنے اپنے مذہب کی طرف

سے مرزائیت کے خلاف بند باندھنے شروع کردیئے۔

عیسائیوں نے ردقادیانیت میں حصہ لیا اوران کے ڈاکٹر مارٹن کلارک، پادری عبداللہ آتھم، اکبرمسیح، پادری ٹھاکرداس وغیرہ اس میدان میں کام کرتے رہے اورمرزا کے دعاوی کی تردید کرتے رہے۔

اسی طرح سکھوں کے مذہبی لیڈر بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی تردیداوراپنے ہم مذہبوں کوقادیانیت سے بچانے کی تدبیریں کرتے رہے۔

ہندؤوں کے مذہبی لیڈر بھی اپنے ہم مذہبوں کوقادیانیت کے چنگل سے بچانے کی تدبیریں کرتے اورمرزا قادیانی کے دعاوی کا ابطال کرتے رہے۔

جس طرح شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ میں مسلمانوں کے ہیرو ہیں کہ انہوں نے قادیانیت کی تردید کا علم اٹھایا اورمسلمانوں کومرزا کے جھوٹے دعاوی سے آگاہ کیا، اسی طرح پنڈت لیکھ رام اور پادری آتھم وغیرہ ہندؤوں اورعیسائیوں کے ہیرو ہیں کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم کو قادیانی پھندے سے بچانے کے لئے کام کیا اور یوں عیسائی، سکھ، اور ہندولوگ بڑی حدتک قادیانیت کے نرغے میں پھنسنے سے بچ گئے۔

خیال فرمایئے کہ اگرمرزا قادیانی کا کرشن ہونے کا دعوی ہندؤوں میں مان لیا جاتا تو ہندوستان کے ہندؤوں کی اکثریت قادیانی ہوجاتی۔اس ماحول میں اگرایک مسلمان بھی قادیانی نہ ہوتا،تب بھی ہندوستان قادیانی ملک ہوجاتا اورمسلمان اقلیت ہوکررہ جاتے کیونکہ ہندؤوں کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔

اسی طرح اگرمرزا غلام احمد قادیانی کا مسیح ہونے کا دعوی عیسائیوں کوقابل قبول ہوجاتا،تو ہندوستان کے لاکھوں عیسائی اوران کی اتباع میں دنیا بھر کےعیسائیوں کی اکثریت قادیانیت کی جھولی میں پڑجاتی۔اور اگرکوئی ایک مسلمان بھی قادیانی نہ ہوتا،تب بھی دنیا کی اکثریت کا مذہب قادیانیت ہوجاتا کیونکہ دنیا میں عیسائیوں کی تعداداس وقت بھی مسلمانوں سے زیادہ تھی اورآج بھی زیادہ ہے۔

اس لئے جس طرح مسلمان علماء کی تحریک ختم نبوت میں خدمات اہم ہیں اسی طرح ردقادیانیت میں ہندؤوں اورعیسائیوں کے علماء وفضلاء کی خدمات سے نظر چورائی نہیں جاسکتی۔اور جہاں تک دفاع اسلام کا

تعلق ہے، یہ تو خود جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہوا ہے کہ خدا اپنے دین کی خدمت کبھی کبھی رجل فاجر سے بھی لے لیا کرتا ہے (ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ بخاری)۔اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے پادری عبداللہ آتھم، پنڈت لیکھرام، ڈاکٹر مارٹن کلارک اور اکبر مسیح وغیرھم سے بھی، ان کے غیر مسلم ہونے کے باوجود، اپنے دین حنیف کی حفاظت وخدمت کا کام لیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ خود کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر کے اپنے دعاوی سامنے لا رہا تھا، اس لئے غیر مسلم ناقدین قادیانیت نے مرزا قادیانی پر تنقید کے ساتھ اسلام کے عقائد پر بھی بعض اوقات تنقید کی ہے۔ بنا بریں مسلمان علماء نے اس ماحول میں چومکھی لڑائی لڑی ہے۔ جہاں وہ مرزا قادیانی کے دعاوی کے ابطال وتردید میں سرگرم تھے وہیں وہ ان حملوں اور تنقیدوں کا جواب بھی دے رہے تھے جو قادیانی کے غیر مسلم ناقدین، اس کے ان عقائد ونظریات کو نشانہ بنا رہے تھے جن کی جڑیں اس کے سابقہ عقائد اسلامیہ میں تھیں۔

مثال کے طور کے لیکھرام وغیرہ نے تکذیب براہین اور خبط وغیرہ میں قرآن اور صحیح عقائد اسلامیہ پر بھی وار کئے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی تو براہین احمدیہ وغیرہ میں بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ کر مولوی نورالدین بھیروی قادیانی کے پیچھے جا چھپے تھے لیکن مسلمان علماء مثل ابو رحمت حسن میرٹھیؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ان لیکھرامی اعتراضات وحملوں کا جواب بھی دیا ہے جو اس نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ اور شحنہ حق اور سرمہ چشم آریہ کا ردّ لکھتے ہوئے عقائد واعمال اسلامیہ پر کئے تھے۔ بنا بریں قرآن و وید پر جو لٹریچر مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی مذکورہ کتب کے بعد وجود میں آیا وہ بھی تحریک ختم نبوت کا حصہ ہے۔ جسے انشاء اللہ کسی مناسب موقع ومقام پر سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔

زیر نظر جلد میں تاہم اس لٹریچر کا کچھ حصہ تہذیب وتنقیح کے ساتھ سامنے لایا جا رہا ہے جو عیسائیوں کی طرف سے وجود میں آیا ہے۔ عیسائیوں کے سلطان القلم مسٹر اکبر مسیح کی چند تحریریں تلخیص واختصار کے ساتھ شامل کی جا رہی ہیں جو ابتداء مرزا قادیانی کی زندگی میں عیسائیوں کے ایک رسالے، ترقی، میں شائع ہوئی تھیں اور بعد ازاں انہیں لاہور سے عیسائیوں کے ایک نشریاتی ادارے نے: دی احمدیت ریفیوٹڈ: کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ ان تحریروں کا پس منظر واضح کرنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے

چند اقتباسات اور ریویو آف ریلی جنز قادیان سے چند مضامین بھی مختصراً نقل کیے گئے ہیں جن کے جواب میں عیسائی تحریریں وجود میں آئیں۔

سلسلہ تحریک ختم نبوت (۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء) کی زیر نظر جلد کے آغاز میں مولانا غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری مرحوم کے عربی رسالے الہام الصحیح اور اس کے اردو ترجمہ، آفتاب صداقت، کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ دونوں تحریریں ہم نے مفتی محمد امین قادری صاحب کی کتاب سے نقل کی ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے رد قادیانیت میں ایک کتاب فارسی میں ہدیۃ الرسول کے نام سے لکھی تھی۔ بعد ازاں اس کتاب کے مضامین ان کی ایک اردو کتاب میں بھی آئے جنہیں ہم سابقاً نقل کر چکے ہیں۔ زیر نظر جلد میں تاہم ان کی فارسی تصنیف کے چند صفحات تبرکاً نقل کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے قارئین محظوظ ہوں گے۔

حیدر آباد دکن کے مولانا انوار اللہ خانؒ نے رد قادیانیت میں دوران حیات مرزا قادیانی خوب کام کیا ہے ان کی افادۃ الافہام سے چند مضامین ہم ملخصاً و مختصراً نقل کر چکے ہیں۔ زیر نظر جلد میں ان کی کتاب انوار الحق ملخصاً نقل کی جا رہی ہے۔ اور اس کتاب پر قادیانی تبصرے بھی نقل کیے گئے ہیں۔

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے کارکنوں میں ایک نام مولوی عبداللہ آف ڈیرہ غازی خان کا بھی ہے۔ آپ ابتداء مرزا قادیانی سے حسن ظن رکھتے تھے، ایک عرصہ تک قادیان میں مقیم بھی رہے تاہم قادیانیت کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کرنیکے بعد رد قادیانیت کے محاذ پر آ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنے مشاہدات پر مبنی ایک مفصل مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع کروایا تھا جسے ہم زیر نظر جلد میں نقل کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی عربی تحریروں پر بڑا ناز تھا اور وہ انہیں الہامی اور معجزانہ قرار دیا کرتے تھے۔ انہیں آئینہ دکھانے کی خاطر مولوی محمد حسن فیضی آف بھین ضلع جہلم نے مرزا قادیانی سے بالمشافہ گفتگو کے علاوہ تحریری وسیلہ بھی استعمال کیا۔ یہ سرگذشت بھی زیر نظر جلد میں بیان ہوئی ہے۔

فاتقوا اللہ یا اولی الالباب کے عنوان سے امرتسر کے ایک فاضل بزرگ جناب عبداللہ کاتب مرحوم کا لکھا ہوا کا ایک مختصر رسالہ دست یاب ہوا ہے جو مرزا قادیانی کے دوران حیات لکھا گیا تھا۔

اس رسالے کو بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

قطع الوتین کے عنوان سے جناب ابو اسحاق محمد دین امرتسری کا ایک رسالہ بھی مختصراً نقل کیا گیا ہے جو دراصل حافظ محمد یوسف امرتسری اور قادیانیوں کے ایک علمی دنگل کی سرگذشت ہے۔ یاد رہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب ابتداء مرزا صاحب قادیانی کے نہایت قریبی ساتھیوں اور پر جوش معاونین میں سے تھے، اور انہوں نے مرزا قادیانی اور حکیم نورالدین کے صدق و کذب پر مولانا عبدالحق غزنویؒ سے ۱۸۹۱ء میں مباہلہ بھی کیا تھا اور بعدازاں وہ بتوفیق خداوندی قادیانیت کے چنگل سے نکل کر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں شامل ہو گئے تھے۔

تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں ایک بزرگ جناب خدا بخش واعظ ہیں جو محمد مندرانوالہ ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپ پنجابی زبان کے شاعر اور اچھے مناظر اور واعظ بھی تھے۔ رد قادیانیت میں ان کی ایک کتاب، فصل الخطاب، پنجابی نظم میں ہے جس کے حوالے کلمہ فضل رحمانی مصنفہ قاضی لدھیانوی میں ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب مرزا قادیانی کی انجام آتھم کے گردوپیش کی تصنیف ہے کیونکہ کلمہ فضل رحمانی، انجام آتھم کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ ہمیں یہ کتاب تاحال دست یاب نہیں ہو سکی، لیکن مولانا واعظ کی ایک اور کتاب کی فوٹو کاپی دست یاب ہوئی جو پنجابی نظم میں تقریباً ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی اوراق غائب ہونے کے باعث اس کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا، تاہم اس کے صفحات ۲۰۱ سے ۲۱۱ پر مولانا خدا بخش واعظ کا ایک مختصر رسالہ معیار الحق المبین طبع ہوا ہے جو ردّ قادیانیت پر ہے۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ۱۳۲۰ھ کے گردوپیش لکھا گیا تھا۔ اس کا اختصار نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ اس رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خدا بخش واعظ، مرزا قادیانی سے مقابلہ کے لئے قادیان بھی تشریف لے گئے تھے، نیز مرزا قادیانی کے مریدوں سے کئی ایک دیگر مقامات (مثل بٹالہ) میں بھی ان کی معرکہ آرائیاں چلتی رہیں۔ مولانا خدا بخش واعظ کا منظوم کلام مولانا داؤد ارشد آف کوٹلی ورکاں ضلع شیخوپورہ پاکستان کی وساطت سے مولانا عبدالباسط بن حافظ محمد عبداللہ شیخوپوریؒ سے حاصل ہوا۔

تحریک ختم نبوت (۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء) کی تیسویں جلد اللہ تعالی کے فضل و کرم سے مکمل ہو کر قارئین کی

خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اور اس کی تقدیم کے طور پر فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالمعید مدنی اڈیٹر الاحسان و الاستقامہ، دہلی کی وہ تحریر شامل اشاعت کی جا رہی ہے جو انہوں نے اصلاً سولہویں جلد کی تقدیم کے طور پر لکھی تھی لیکن کاغذات اور فائلوں میں گم ہو جانے کے باعث گوشہ نسیان میں پڑی رہی۔ حضرت مولانا عبدالمعید حفظہ اللہ نے اس تقدیم میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر بہاء الدین نے تحریک ختم نبوت پر ۲۰ جلدیں مرتب کی ہیں۔ یہ اس وقت کی بات تھی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اپنے لامحدود خزانوں سے اس قدر سامان مہیا فرما دیا ہے کہ تئیسویں جلد مکمل ہو گئی ہے لیکن ۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء کی سرگذشت ابھی ختم نہیں ہوئی اور میرا خیال ہے کہ ۱۹۱۲ء سے آگے نکلنے کے لئے ہمیں شائد چھبیسویں جلد کا انتظار کرنا پڑے گا۔

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۔ ۸ ۔ اکتوبر ۲۰۱۲

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه أجمعین أمابعد

ختم نبوت اسلامی عقیدے کا ایک اہم حصہ ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما كان محمد أبا احد ولكن رسول الله وخاتم النبيين امام کائناتﷺ نے بھی فرمایا ہے۔ لا نبی بعدی۔ ختم نبوت پر دلائل کے انبار ہیں، اور اس پر امت کا اجماع ہے، کسی دور میں اگر نبوت کا دعویٰ کیا گیا تو مدعی نبوت تباہ ہوگیا۔ اور علی الاطلاق پوری امت نے متفقہ طور پر اس کی تکفیر کی۔

ختم نبوت پر صریح قرآن وسنت کے نصوص موجود، پوری تاریخ امت میں ختم نبوت کی پاسبانی، مدعیان نبوت کی تباہی اور اجماعی تکفیر۔ ختم نبوت پر امت کا اجماع، اور مدعیان نبوت کے ساتھ اس کا متفقہ تعامل۔ اور مدعیان نبوت کا عبرت انگیز انجام کل کے کل واضح اور نمایاں براہین ہیں ان تمام دلائل میں سے کوئی ایک دلیل ہی کسی بھی انسان کو قائل کر دینے کے لیے کافی ہے کہ ختم نبوت امت اسلامیہ کا اٹل عقیدہ ہے اور اسلام کے اساسی ایمانیات سے اس کا تعلق ہے، اور اس کے متعلق کسی طرح کا شک بھی کفر کا باعث ہوسکتا ہے۔

یہ دینی تاریخی اور اعتقادی و عملی حقائق ایک طرف، اس کے برعکس منصرم صدی میں مرزا غلام کا دعویٰ نبوت دوسری طرف۔ ایک سلیم الطبع انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ آخر مرزائی جھوٹ کے لیے کہاں گنجائش تھی کہ پھل پھول سکے اور پنپ سکے۔ لیکن استعجاب کی کوئی بات نہیں۔ اسی حیرت و استعجاب کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

”ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لايفقهون بها،

ولهم اعين لايبصرون بها، ولهم آذان لايسمعون بها، اولئك كالانعام بل هم أضل اولئك هم الغافلون''(الاعراف:۱۷۹)

اور یقیناً ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل ہیں وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں، یہی فی الواقع غفلت میں مبتلا لوگ ہیں۔

صریح ہدایت اور رہنمائی کے موجود ہوتے اور رہنمائی حاصل کرنے کے سارے اسباب میسر ہونے کے باوجود انسان گمراہ ہوجاتا ہے۔ اس کی گمراہی کفر اور ضلالت کی کہانی دراصل یہی ہے کہ وہ ہدایت کی راہ چھوڑتا ہے اور ہدایت یابی کے سارے اسباب کو بھی نظر انداز کردیتا ہے۔ اس اعراض اور عناد میں وہ اس قدر آگے نکل جاتا ہے کہ جانور بن جاتا ہے بلکہ اس کی نفس پرستی اسے جانور سے بھی بدتر بنادیتی ہے۔ اس کی ساری انسانی صلاحیتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ انسان جانور سے بھی بدترین بن جائے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کے لیے جہنم میں جانا لابدی ہوجاتا ہے۔

مرزائیت اسی حیوانی سطح پر اترنے یا جانور سے بدترین ہوجانے کی کہانی ہے۔ مرزائیت کی پوری تاریخ دراصل حیوانی سرگرمی کی تاریخ ہے۔ عقل وخرد سمع وبصر کی سرگرمیوں کے بجائے شکم پروری کی تاریخ ہے۔ جب کسی انسان کی سرگرمیاں شکم پروری تک محدود ہوجاتی ہیں تو وہ ساری سچائیوں سارے اقدار اور ساری حقیقتوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ اس کی حرکتیں اسی طرح غیر منضبط ہوتی ہیں جس طرح ایک جانور کی حرکتیں غیر منضبط ہوتی ہیں۔ مرزا غلام کی پوری زندگی اور اس کی ساری سرگرمیاں ایک سرکش جانور کی طرح کسی اصول وضابطہ اور فکر وفہم کا پابند نہ تھیں۔ اسی طرح اس کی باتوں، کاموں تہدیدات مبشرات دعاوی اکاذیب اور تحریروں میں انضباط توازن، فکر وفہم اور سنجیدگی کا کوئی سرا نہیں ملتا ہے۔

مرزا غلام احمد انگریزی کاشت بھی تھا اور اس کے ساتھ استعمار نے ابن الوقتوں اور ملت کے غداروں اور سرپھروں کا ایک ٹولہ بھی لگادیا تھا۔ مرزا کے خود اپنے حیوانی عزائم، استعمار کے عزائم اور ابن الوقتوں کے عزائم، تین تین گروپ کے عزائم، ظاہر ہے ظلمات بعضها فوق بعض کی کتنی دبیز تہیں ہوں گی اور ان کی رسی

کتنی دراز ہوگی۔اس کا کوئی بھی اندازہ کرسکتا ہے۔ان تینوں نے مل کر مرزائی اکاذیب کو کتنی توانائی دی اوراس کے ارتقا کے امکانات کتنے بڑھا دیئے اوران کی تاویلات کی کتنی شکلیں بنیں وہ سب سامنے ہیں۔

مرزا کے اکاذیب کی ہزار شکلیں ہیں،مرزا کے اکاذیب کو استعمار نے سارے عالم میں پھیلنے کے سارے اسباب وذرائع مہیا کیئے۔مرزااوراس کے شیطانی عزائم ہوس مال وزراورہوس اقتدار کی حدنہ تھی۔مرزائی فتنہ اتنا بڑاتھا کہ اگراسے روکنے کی بھرپورکوشش نہ ہوئی اوراس فتنہ کی سرکوبی کرنے والے مخلص اہل حدیث علماء وعوام کے ساتھ اللہ کی نصرت نہ ہوتی تو ارتداد کی بھیانک لہر مسلمانوں کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی۔مرزائیت کے شجرزقوم نے ۱۲۰ سالوں میں قلوب واذہان میں کتنی تلخی پھیلائی ہے،اوراس نے کتنے انگارے اگلے ہیں اور تباہی کے کتنے سامان اکٹھا کئے ہیں۔اعداء اسلام کی شہ اور مدد پر اسلام ملت اور ملک کے ساتھ کتنی غداری کی ہے۔ایک طویل اور دلدوز کہانی ہے۔اس کی کاٹ میں مسلمانوں نے اورخصوصاً اہلحدیث نے جس حجم میں کوشش کی ہیں انکی داستان بڑی لمبی ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ مقیم برطانیہ نے ردّ قادیانیت کی طویل تاریخ کے ایک خاص اوراہم وقفے ۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء کی دستاویزی تاریخ ۲۰ جلدوں میں مرتب کی ہے،اورسولہویں جلد پریس میں جاری ہے۔اس دستاویزی تاریخ میں ڈاکٹر صاحب قادیانیت کے اہم مرحلے (۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء) کے وقائع،احداث،مناظروں، تحریروں،تقریروں کی تفصیل پیش کردی ہے۔اورقایانیت وردقادیانیت کی ساری سرگرمیوں کا آئینہ قاری کے سامنے رکھ دیا ہے۔(شیخ عبدالمعید حفظہ اللہ نے یہ تقدیم دراصل سولہویں جلد کے لئے لکھی تھی،لیکن بوجوہ مؤخر ہوگئی۔اب اسے جلد ۲۳ کے آغاز میں لگایا جارہا ہے۔بہاء)

زیرنظر جلد میں ڈاکٹر صاحب نے ردّ قادیانیت پران کتابوں کے مضامین کو داخل کیا ہے جو مرزائیت کے شبہات وتاویلات اورمحبوب مضامین کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔مرزائیت کے ارتیابات میں خاص شئے ہے حیات وممات مسیح،شہادت ، وحی والہام ، ان موضوعات پرمرزائی خوب گل افشانی کرتے ہیں اور ارتیابات کے وہ وہ اشکال نکالتے ہیں کہ شیطان بھی دنگ رہ جائے۔مرزا کے اکاذیب وفریب کا سر دراصل ایک ہے یعنی مکروفریب جاہل کی اوقات ہی کیا ہوتی ہے،دراصل اسی ایک سر کے آگے پیچھے سارے مرزائیوں

کی اچھل کود ہے اور نوع بہ نوع انداز سے۔ اس جلد میں منقول کتابیں مرزائیت کی ان تاویلات اور تشکیلات کی تردید کرتی ہیں جو مسیح کی وفات وحیات اور الہام سے متعلق ہیں۔

مرزا اور اس کے ساتھ لگے ابن الوقتوں کا مسخرہ پن ہر روز نمایاں ہوتا تھا۔ مضامین میں بھی اور اخبارات وجرائد میں بھی۔ ان کے روزمرہ بیانات مبشرات، اور دعاوی میں بھی۔ وہ مناظرے کی محفلیں بھی سجاتے تھے اور برسر محفل ہارنے کے بعد بھی جیت کی دہائی دیتے تھے اور بتکرار جیت کی دہائی دیتے تھے تحریروں میں بھی اور تقریروں میں بھی۔ اس کے ساتھ وہ سیاسی واقعات وسماجی احداث لوگوں کے نجی مسائل کو بھی مرزا کی کرامات اور تصرفات سے جوڑ دیتے تھے۔ اور بھولے بھالے مسلمان تھے کہ سب مرزائی بڑ اور مرزائی مسخرہ پن سے متاثر ہوجاتے تھے۔

ان بوالعجبیوں اور مسخرہ پن سے متاثر ہونے سے مسلمانوں کو بچانا ضروری تھا۔ فتنوں کا تانا بانا بننے کیلیے، مرزائیت کے ٹھگوں کی پوری ایک ٹیم تھی جن کا ذہن اس کے لیے نہایت زرخیز تھا، اور انھیں قبول کرنے کے لیے پنجاب کی زرخیز زمین تھی پیر پرستی میں نمایاں اور ممتاز، استعمار کا بھرپور تعاون تھا۔ ان پیچیدگیوں کو صحیح ڈھنگ سے محسوس کرنا اور اس پیچیدہ فتنے سے مسلمانوں کو بچانا واجب تھا۔

ان امور کو سب سے بہتر ڈھنگ سے جماعت اہل حدیث کے قائدین نے سمجھا انھیں قائدین میں مولانا امرتسریؒ تھے اور انکا مجلّہ اہل حدیث۔ مجلّہ اہل حدیث نے ان سرپھروں کی کاٹ ہر جگہ کی۔ یہ جہاں بھی گئے اس نے ان کا پیچھا کیا، فیجی جیسے اقصی الشرق میں واقع ملک میں جب قادیانیت ۱۹۳۰ء کے قریب پہونچی تو اس کی کاٹ کے لیے مجلّہ اہل حدیث کی طلب ہوئی اور یہ فتنہ وہاں اس کے ذریعے تھما۔ ورنہ پورا خطرہ تھا کہ وہاں کے تمام کم پڑھے مسلمان اس فتنے کا شکار ہوجائیں۔..

ڈاکٹر صاحب ان تفاصیل کو اپنے مطالعہ وفکر کے زاویئے سے بیان کیا ہے۔ اور یہ کوشش کی ہے کہ ردقادیانیت کی ساری کڑیاں تاریخی تسلسل کے ساتھ اکٹھا ہوجائیں۔

قادیانیت نہ کوئی علم ہے نہ فکر ہے، محض ایک جہل ہے، بے شرمی ہے، تاویل شیطانی ہے، پروپگنڈہ ہے اور دولت ومنصب حاصل کرنے کی ایک سازش ہے، اور استعمار کی کاشت ہے، اور دولت وشہرت کے ذریعہ

عیاشی بدکرداری اور فحاشی ہے، یہی قادیانیت کا نچوڑ ہے۔علم کا جواب علم سے ہوسکتا ہے لیکن اگر کوئی گروہ جعل فریب سازش اور دعاوی واکاذیب کو کمائی کرنے اور عیاشی کرنے کا ذریعہ بنالے اور لوگوں کو اپنی مقصد براری کے جال میں پھانسنے لگے تو اس کی کاٹ علم سے نہیں ہوتی ہے۔اس کی کاٹ اس سے ہوتی ہے کہ ان کے فریب کو اور ان فریبیوں کو پبلک کے سامنے بے نقاب کیا جائے،ان کی کاٹ مضبوط اسلامی معاشرہ اور مضبوط اسلامی فرد ہے کہ ان کا مکمل بائیکاٹ کردے تاکہ یہ اپنی موت آپ مرجائیں۔قادیانیت کے فریب اور فریبیوں کو سب سے بہتر ڈھنگ سے مولانا بٹالویؒ اور مولانا امرتسریؒ نے سمجھا تھا۔

الحمدللہ اس سلسلے میں تمام علماء کا متفقہ موقف تھا، یہی وجہ ہے کہ مرزائیت کفر قرار پائی اور اس کے ماننے والے کافر۔اور ساری دنیا میں لوگوں نے اس کفر کو جان لیا، حتی کہ افریقہ کے دور دراز علاقے میں بسنے والے مسلمانوں نے بھی انکی اصلیت جان لی اور انکے مکر جال سے باہر نکل آئے۔

قادیانیت ،صہیونیت صلیب اور سارے اعداد اسلام سے بھرپور تعاون پانے کے باجود اور اقوام متحدہ کو ٹھگنے کے باوجود سمٹ سمٹا کر رہ گئی ہے یہ الگ بات ہے کہ قادیانیوں کا شماریاتی نظام بالکل جدا ہے ان کے نزدیک ایک اور ہزار یکساں ہیں اسی لیے وہ اپنی گپی شماریات کے مطابق اپنی تعداد کروڑوں میں بتلاتے ہیں اگر کہیں بدقسمتی سے ایک قادیانی موجود ہو تو اسے ہزار بتلائیں گے۔یہ لوگ کسی جگہ غربت کا استحصال کرتے ہیں اور آقاؤں کے دیئے گئے پیسوں سے لوگوں کو قادیانی بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگ مال وزر کی کشش میں ان کی طرف بھاگتے ہیں تو بہت جلد سیر ہوکر واپس آجاتے ہیں۔مسلمانوں کا دباؤ بنتا ہے اور انہیں مجبوراً قادیانیت پر لعنت بھیجنی پڑتی ہے۔افریقہ، ایشیا، یورپ، امریکہ وآسٹریلیا ہر جگہ یہی دیکھنے میں آرہا ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے قادیانیت کی دستاویزی تاریخ مرتب کردی ہے اور وہ بھی ایک خاص مرحلے کے متعلق ،قادیانیوں کی طرح مال ودولت اور شہرت کے وحریص بہت سے لوگوں نے رد قادیانیت کو اپنے دامن تزویر میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔تاریخ ایک اجلا اور شفاف آئینہ ہے، جب صحیح تاریخ کا آئینہ سامنے آتا ہے تو سب کو اپنی اوقات کا پتہ چل جاتا ہے۔تاریخ مچھلی نہیں ہے کہ گندے پانی میں شکار کرلی جائے،تاریخ کا پہیہ خود چلتا ہے اسے دھکیلا نہیں جاتا ہے۔تاریخ بنتی ہے اس کی فطری تشکیل ہوتی ہے۔اسے

بنایا نہیں جاتا ہے۔تاریخ سازی سب سے بڑی جھوٹ ہے۔تاریخ لوگوں کے اعمال افکار نیتوں ارادوں اور نشاطات کا حساب کتاب لے کر آتی ہے۔تاریخ احداث کے جمع وتفریق کا نام نہیں ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے ردقادیانیت کی بیس سالہ تاریخ بیس ضخیم جلدوں میں مرتب کردی ہے اوراس پرتیس لاکھ کا بجٹ اپنے جیب سے بنایا ہے۔حیرت ہے آج کے دور میں بھی ایسے مخلص اہل حدیث علماء موجود ہیں جو اپنی علمی ومالی کمائی امت کو نذر کررہے ہیں نہ صلہ کی تمنا ہے نہ شکایت ہے۔کم ازکم ناشروں اور باشعور علماء کو یہ چاہئے کہ کتاب یونیورسیٹیوں ، جامعات، مدارس ریسرچ گاہوں، لائبریریوں اور دارسین ومحققین تک پہونچادیں اورزیادہ سے زیادہ اس کی ترویج واشاعت میں حصہ لیں۔اس پر اخباروں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پرتبصرے کریں۔اوراہل علم کے حلقوں میں اسے متعارف کرائیں۔ہم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتے ہیں ان کے جذبہ قربانی اور جماعت کے لیے دردمندی پر، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کومقبول فرمائے۔ختم نبوت کی چوکیداری پر اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس کا مستحق بنادے۔آمین

اس علمی کوشش میں ڈاکٹر صاحب کے مخلص اور ہمدرد ہیں جو مسلسل ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ خاص کر مولانا شیر خاں جمیل احمد عمری ، برمنگھم ابتدا ہی سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ پورے جذبہ خلوص کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔علمی لگاؤ اور یارانہ خلوص ومحبت کے ساتھ وہی شخص قائم رہ سکتا ہے جو خود علم کی اہمیت کا بھرپور قائل ہو۔ورنہ اس مادیت کے دور میں کون علم اور علماء کو درخور داعتنا سمجھتا ہے۔اس حوالے سے اپنی جانکاری کے مطابق ڈاکٹر صاحب کے حلقے سے ڈاکٹر عبدالوہاب کا سگنج انڈیا کو جوڑتا ہوں جو مسلسل ڈاکٹر صاحب کے اس تاریخی مشن سے جڑے ہوئے ہیں اور ہندوستان کے کونے کونے سے نادرات کوفراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کی ششیں قبول فرمائے۔آمین۔اورڈاکٹر بہاء الدین صاحب کوصحت دے اورسلامت رکھے تاکہ وہ اپنے تاریخی منصوبے کو پورا کرسکیں۔

شیخ عبدالمعید مدنی

مدیر ''الاحسان'' اردو۔دہلی؛ مدیر ''الاستقامۃ'' عربی۔دہلی۔۱۵جنوری۲۰۱۱ء

مولانا رسل بابا امرتسریؒ

نزھۃ الخواطر میں مولانا غلام رسول امرتسریؒ عرف رسل بابا کے ترجمہ میں حکیم سید عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

مفتی غلام رسول الامرتسری ۔ الشیخ العالم الفقیہ: المفتی غلام رسول الحنفی الامرتسری، احد العلماء الصالحین ، لقیتہ غیر مرۃ ببلدۃ امرتسر ، کان یدرس فی المدرسۃ الاسلامیہ بھا ، وا ظن انہ کان یقول انہ قرأ علی مولانا حبیب اللہ ۔ و کان فقیھاً ا صولیاً متکلماً حلیماً متوا ضعاً، منور الشبیہ امیل الی الحق ، وعلی جبینہ سیماء الصا لحین ، لہ مصنفا ت عدیدۃ ۔ (نز ھۃ الخوا طر۔ جلد ۸)

مفتی محمد امین قادری نے اندازاً آپ کا سال ولادت ۱۲۵۷ھ قرار دیا ہے والد کا نام پیرامیرالدین قاسمی ہے جو آپ کے ایام طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔خود ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔مولوی رسل بابا نے قاضی مبارک، اورشرح ملا جامی کے حاشئے لکھے،اوررد قادیانیت میں الالہام الصحیح ...لکھی جس میں دلائل عقلیہ و براہین نقلیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسی آسمان پر بجسد عنصری زندہ ہیں۔آپ نے مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ اگراس کا جواب لکھا جائے تو ایک ہزار روپئہ انعام دیا جائے گا۔اس رسالے کا ترجمہ آپ کے شاگرد اور برادرزادے مولوی غلام مصطفیٰ نے آفتاب صداقت کے عنوان سے کیا۔

ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری قادیانی نے بتایا ہے کہ اتمام الحجۃ ،مرزا صاحب کی عربی تصنیف ہے جو

جون ۱۸۹۴ء میں مولوی رسل بابا پر حجت قائم کرنے کے لئے شائع ہوئی۔مولوی رسل بابا مشہور کشمیری عالم تھے۔مرزا صاحب کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔انہوں نے ایک رسالہ حیات مسیح لکھا تھا اس میں مسیح ناصری کی حیات اوران کے آسمان پر زندہ جسدہ العنصری ہونے پر بڑا زور دیا تھا۔اس کے جواب میں مرزا صاحب نے یہ عربی میں یہ رسالہ اتمام الحجہ تصنیف کیا (مجدد اعظم۔ص ۳۹۱)

مرزا صاحب نے خود بھی اپنے اس عربی اردو (۴۱۔صفحاتی) رسالے کے ٹائٹل پر لکھا ہے:

الفت لا فحام المو لوی رسل با با الا مرتسری

اورمتن میں مرزا صاحب قادیانی نے بتایا ہے:

مولوی صاحب کی اس مفتریانہ کاروائی سے کچھ ثابت ہوتا بھی ہے تو بس یہی کہ ان کی فطرت میں یہودیوں کی صفات کا خمیر بھی موجود ہے، ورنہ یہ کسی نیک بخت آدمی کا کام نہیں۔(اتمام الحجۃ۔ص ۱۸، ۱۹)

اورمرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مولوی (غلام رسول) صاحب موصوف نے اپنے رسالہ مذکورہ میں محض عوام کا دل خوش کرنے کے لئے یہ چند لفظ بھی منہ سے نکال دیئے کہ اگر ہمارے دلائل حیات مسیح کو توڑ کر دکھلا دیں تو ہم ہزار روپئہ دیں گے...آخر کتاب میں کہہ دیا کہ میری کتاب سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک کوئی سبقاً سبقاً مجھ سے نہ پڑھے۔ (اتمام الحجۃ۔ص ۲۷۔۲۸)

پھرمرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ لوگ درحقیقت مولوی بھی نہیں ہیں، تبھی تو ہم نے ان لوگوں کے سرگروہ اور امام الفتن اوراستاد شیخ محمد حسین بٹالوی کو اپنے رسالہ نورالحق میں مخاطب کر کے کہا کہ اگر اس کو عربیت میں کوئی حصہ نصیب ہے تو اس رسالہ کی نظیر بنا کر پیش کرے اور پانچ ہزار روپئہ انعام پائے مگر شیخ نے اس طرف منہ بھی نہیں کیا حالانکہ شیخ مذکور ان تمام لوگوں کیلئے بطور استاد کے ہے اوراسی کی تحریک سے یہ مردے جنبش کررہے ہیں (اتمام الحجۃ۔ص ۳۱)

پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ہماری طرف سے تمام پادریوں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی رسل بابا امرتسری اور دوسرے ان کے سب رفقاء اس مقابلہ کے لئے مدعو ہیں اور درخواست مقابلہ کیلئے ہم نے ان کو اخیر جون ۱۸۹۴ء تک مہلت دی ہے۔ (اتمام الحجۃ۔ص۳۲)

اتمام الحجۃ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جون ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔ معلوم نہیں جون کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے یا چوتھے ہفتے میں۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ واقعی اختتام جون سے قبل مخاطبین کو پہنچا دی گئی تھی یا نہیں۔ یہاں مولانا محی الدین لکھویؒ کے مکتوب بنام مرزا سے اقتباس پڑھ لیجئے جو ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں کہ:

سرّ الخلافۃ مرسلہ آپ کی بتاریخ ۲۹ یا ۳۰ جولائی پہنچی۔ آخر میعاد ۲۵ جولائی کتاب مذکور میں مسطور تھی اور مہر ڈاک سے معلوم ہوا اسی طرح تاریخ روانہ ہوئی۔

ان حالات میں کہاں کی مدت اور کون مخاطب؟ اور کسے معلوم کہ مخاطبین کو مناسب وقت پر رسالہ پہنچا بھی یا نہیں؟

ہاں اسی اتمام الحجۃ میں مرزا صاحب کے ایک دعوی کا وجود ملتا ہے جس کی انہوں بعد میں خود ہی تکذیب بھی کر دی تھی۔ وہ دعوی مسیح کی قبر کے بارے میں ہے۔ لکھتے ہیں:

لطف تو یہ ہے کہ حضرت عیسی کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے۔ اور ہم زیادہ صفائی کے لئے اس جگہ حاشیہ میں اخویم حبّی فی اللہ سید مولوی محمد السعیدی طرابلسی کی شہادت درج کرتے ہیں، اور وہ طرابلس بلاد شام کے رہنے والے ہیں اور انہی کی حدود میں حضرت عیسی کی قبر ہے۔ اگر کہو کہ وہ قبر جعلی ہے تو اس جعل کا ثبوت چاہیے (اتمام الحجہ ص۲۴، ۲۵) اور حاشیہ میں طرابلسی کا عربی خط نقل کیا گیا ہے)

اپنے اس دعوی کی مرزا صاحب نے بعد میں خود ہی تغلیط فرمائی کہ وہ سری نگر کشمیر میں مسیح کی قبر موجود ہونے کے مدعی ہو گئے۔

مولانا رسل بابا تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔۱۸۹۲ء میں جاری ہونیوالے متفقہ فتویٰ تکفیر مرزا پر آپ نے دستخط فرمائے تھے۔مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں جن علماء کو دعوت مباہلہ دی تھی ان کا آپ کا نام بھی شامل ہے۔انجام آتھم میں مرزا قادیانی نے جن لوگوں کو تسعة اشرار (۹شریر) اور مفسدین فی الارض قرار دیا ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں۔جیسا کہ لکھا ہے:

وكان فى هذه الديار تسعة رهط من الاشرار وكانوا مفسدين فى الارض ولا ينتهجون مهجة الخيار وما كانوا صالحين و وجدتهم فى الكبر والاباء كالجملة المتناسبه الاجزا او كامراض متشابهة فى الخبث والايذاء ورئيت كانهم من المعادين المعتدين فمنهم رجل امر تسرى يقال له رسل بابا انه امرء لا يعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة الذين اشرت اليهم رجيل يقال له اصغر۔ وانه يزعم فى محافل واملاء فسيعلم كيف يجعل من الاصغرين ....ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوى و جارغوى يقال له محمد حسين وقد سبق الكل فى الكذب والمين وانه ابى واستكبر واشاع الكبر واظهر حتى قيل انه امام المستكبرين ورئيس المعتدين ورأس الغاوين هو الذى كفرنى قبل ان يكفر الآخرون.... فيا ايها الشيخ والمفترى البطال الم يان لك ان تتوب وتلين البال.... ثم اعلم ايها الشيخ الضال والدجال البطال ان الثمانية الذين هم ثمار عودك و وقود وقودك الذين ادخلوا فى التسعة المخاطبين فمنهم شيخك الضال الكاذب نذير المبشرين ثم الدهلوى عبد الحق رئيس المتصلفين ثم عبد الله التونكى ثم احمد على السهارنپورى من المقلدين ثم سلطان المتكبرين الذى اضاع دينه بالكبر و التوهين ثم الحسن الامروهى الذى اقبل على اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضى كالذئاب۔ وآخرهم الشيطان الاعمى

والغول الاغوى يقال له رشيد الجنجوهی وهو شقی کالامروهی ومن الملعونين فهولاء تسعة رهط كفرونا او سبونا وکانوا مفسدين. فایها الشيخ انی اعلم انك رئيس هذه الثمانية وكمثل امام لتلك الفئة الباغية وهم لك كالتلاميذ فی الغواية او کالمسحورين.

(مکتوب احمد طبع خامس ربوه ۱۹۶۳ء صفحہ ۹۱-۱۰۵، روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

دریں دیار نو (۹) کس از شریراں بودند کہ در زمین فساد میکردند و طریق نیکاں اختیار نمی نمودند.. پس از آنہا شخصے است باشندہ امرتسر کہ اور ارسل بابا می گوئند، او مردے است کہ راہ صدق و صفا را نمی شناسند.. و یکے از اعتراض کنند گان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست، او را محمد حسین می گوئند و از ہمہ دروغ و ناراستی سبقت بردہ است و او انکار کرد و تکبر نمود و تکبر را شائع کردہ وظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد او امام متکبراں است و رئیس تجاوز کنند گان و سرگراہان است او ہماں شخص است کہ پیشاز ہمہ مرا کافر گفت۔ پس گفتن کہ اے شیخ احمقاں و دشمن عقل و دانش.. بازاے شیخ گمراہ و دجال بطال بدانکہ آں ہشت کہ میوہ ہائے شاخ تو د ہیزم آتش افروختہ تو ہستند آنانکہ درنہ (۹) مخاطبان داخل اند پس یکے از آنہا شیخ گمراہ در دروغ گوتست نذیر حسین است کہ بشارت یافتگان را می ترساند، باز عبدالحق دہلوی کہ رئیس لاف زنان است باز عبداللہ ٹونکی باز مولوی احمد علی سہارن پوری از، قلدان باز مولوی سلطان الدین جے پوری است کہ از تکبر و توہین دین خود را ضائع کرد باز محمد حسن امروہی کہ سوئے من ہم چو بے حیایاں متوجہ شد و از راستی خود را دور افگند.. و از ہمہ آخر شیطان کوراست و دیو گمراہ کہ او را رشید احمد گنگوہی مے گوئند۔ و او ہم چو، محمد حسن امروہی بدبخت است و زیر لعنت خدا تعالی است.. پس اے شیخ من می دانم کہ تو رئیس ایں ہشت کس ہستی و ایں گروہ باغی را مثل امام قائم شدی و ایں مردم ترا مثل شاگردان در گمراہی ہستند یا ہم چو کسانے کہ برایشاں جادو کردہ باشد (انجام آتھم ص ۲۲۵-۲۳۶ خزائن جلد ۱۱)

اس تحریر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں:

مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی اصغر، مولوی محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالحق حقانی، پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی، مولوی احمد علی سہارنپوری، مولوی سلطان الدین جے پوری، مولوی محمد حسن امروہی، مولوی رشید احمد گنگوہی اوران بزرگوں کو مرزا صاحب نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو، تم ان کے رئیس ہو۔ اوراس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ تم امام متکبراں ہوں، تم رئیس تجاوز کنندگان ہو، تم گمراہوں کے سردار ہو اور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔

جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ساتھ جن علماء کو مرزا صاحب نے تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ان میں مولانا رسل بابا کا نام بھی شامل ہے۔ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے جو اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ بنام حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر شائع کیا تھا اس کے مخاطبین میں بھی مولانا رسل بابا شامل ہیں۔

تحفہ گولڑویہ (روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۷۶۔۱۷۷) میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کسی بزرگ کا خواب شائع کیا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں چند علماء اسلام کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور مرزا صاحب کو سزا دی گئی، ان علماء میں مولوی رسل بابا بھی شامل ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کسی مسلمان بزرگ نے دیکھا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں بہت سے ہندی علماء حاضر ہیں اور حضور سرور عالم ﷺ تحریک ختم نبوت میں ان خدام کی خدمتوں پر پسندیدگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اس خواب کے بارے میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کے مخالفین میں سے ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب اور امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گرداگرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا جو نہایت

کریہہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تب ایک عالم ربانی اٹھا (شائد محمود شاہ واعظ یا محمد علی بھوپڑی) اور اس نے عرض کیا کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو دجال ہے تب آپ ﷺ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا۔اور آپ نے ان تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنہوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا تھا اور آپ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علمائے ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔اس جگہ کرسی نشینوں کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شائد یوں ہوگی۔ کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اس سونے کے تخت کے قریب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی۔اور ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی اور اس کے پہلو پر مولوی عبدالجبار صاحب کی کرسی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جس پر زینت بخش مولوی عبدالواحد غزنوی تھے۔اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی۔اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک سے ہل بھی جاتی تھی اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی۔ یہ کرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی کرسی تھی۔اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اسی دربار کے شریک تھے۔اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے۔اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔پھر اس کے بعد مولوی محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں۔جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آرہی تھی کہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے ان کے ہاتھ اور نیز مولوی محمد حسین کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم

ہوتے ہیں جنھوں نے ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجال رکھا اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی جو لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر سو میں ننانوے کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا تو پھر اس کو مومن سمجھو اور ایک نشان کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جائے۔ یا بے تحقیق شہرت دی جائے تو اس کو بلا شبہ کافر سمجھنا چاہیے۔ یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشا کو سمجھا۔ تب مولوی محمد علی بھوپڑی کھڑا ہوا اور کہا میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں۔ اور لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین و تحقیر و لعن طعن کرنے کے لیے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لیے سفر بھی کر کے ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ اور کوئی گالی نہیں کہ میں نے اٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین نہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس میرا کیا اجر ہے۔ تب اس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے اٹھ کر بھوپڑی کو اپنے گلے لگا لیا اور کہا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے اور تو نے میرا منشا سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں موجود تھیں۔ اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور وہ پیغمبر صاحب ہر وقت ان کے ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے علمائے ربانی خیر الناس علی ظھر الارض۔ اور پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اس پر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آ رہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبدالمنان کہتے تھے اور اس کی کرسی سے انا المکفر کی زور سے آواز آ رہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے جو اس خواب کے مناسب حال کی گئی۔ لیکن خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علمائے

پنجاب اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے اور تمام عالم امرتسری بٹالوی لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیرآبادی بوپڑی گولڑوی وغیرہ اس دربار میں کرسیوں پر زینت بخش تھے۔ اور پیغمبر صاحب نے میری تکفیر اور ایذاء اور توہین کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا۔

(تحفہ گولڑویہ مصنفہ قادیانی۔ ص ۱۷۶۔ ۱۷۹۔ قادیانی خزائن جلد ۱۷)

مولانا غلام رسول امرتسریؒ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ میں فوت ہوئے تو مرزا صاحب نے آپ کی وفات پر خوب شور وغل کیا تھا، اور تخرج الصدور الی القبور کا مصداق بنایا تھا۔ جیسا کہ:

ایک اور نشان ظاہر ہوا

کے عنوان سے اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

عرصہ ہوا حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور اور انہیں دنوں میں یہ الہام الحکم کے ذریعہ شائع ہو گیا تھا۔ جن لوگوں نے اس الہام کو پورا کیا مولوی نذیر حسین دہلوی بھی ان میں سے تھا۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح کے اس نشان کو پورا کرنے والوں میں مولوی رسل بابا امرتسری بھی بعارضہ طاعون فوت ہو گئے جو حنفیوں کا سب سے بڑا امام تھا۔

مولوی رسل بابا سلسلہ عالیہ کا سخت مخالف تھا۔ ایک کتاب بھی اس نے لکھی تھی اور آج کل اس نے حضرۃ حجۃ اللہ (مرزا) کے خادموں کو امرتسر میں تکلیف دہی کا خاص مذاق پیدا کر لیا تھا۔ مولوی رسل بابا کے بعض نادان دوست ان کو اور اپنے آپ کو طاعون کا نشانہ نہ ہونے میں بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں کیوں طاعون نہیں ہوتا، یا رسل بابا کو کیوں نہیں ہوتا۔ آخر خدائے غیور نے رسل بابا کو پکڑا اور وہ ۱۶ روز تک سخت تکلیف کے بعد آخر تخرج الصّدور الی القبور کا نشان پورا کرنے کو اس جہان سے کشتہ طاعون ہو کر رخصت ہوا۔ اس کی موت مسیح موعود

کی صداقت پر ایک روشن دلیل ٹھہری۔ امرتسری مقلدین وغیر مقلدین نے اس کی زندگی کے لئے بہت دعائیں کیں مگر ما دعاء الکافرین الا فی ضلال کا مصداق ہوئیں۔ پچھلے جمعہ حضرت اقدس کو الہام ہوا تھا یموت قبل یومی ھذا

یعنی اگلے جمعہ سے پہلے مر جائے گا۔ چنانچہ اب رسل بابا کی موت کی خبر نے ثابت کر دیا کہ یہ اس کے حق میں تھا۔ اب امرتسر پر ایک عبرت ناک نشان کی صورت میں حجت پوری ہوگئی اور رسل بابا کی لاش اور قبر زبان حال سے اپنے ہم عصر مولویوں اور دوسرے لوگوں کو جو اس سلسلہ کے مخالف ہیں مخاطب کر کے نہایت حسرت اور سوز ورقت کے ساتھ یہ کہتی ہے

روزگارم بشد بنادانی   من نکردم شما حذر بکنید

کیا اہل امرتسر اس آواز کو سنیں گے اور دیدہ عبرت کھول کر اس کو دیکھیں گے

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ:

امرتسر کے ایک عالم بزرگ مولوی غلام رسول (عرف رسل بابا) مرحوم نے ایک دفعہ مجھے الگ بٹھا کر فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس میں تمہارا دخل ہے، سن لو۔ میں نے عرض کیا ہاں سنائیے، فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کی مجلس میں پہنچا ہوں۔ تم وہاں اس خدمت پر مقرر تھے کہ جو لوگ عرض معروض کرنے آتے تم ان کی معروضات سمع مبارک تک پہنچاتے۔

له الحمد۔ واضح رہے کہ مولوی صاحب مرحوم حنفی تھے اور مجھ سے ان کو وہی اختلاف تھا جو اہل حدیث اور احناف میں ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۷۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء ص ۳۔۴)

ذیل میں مولانا غلام رسول مرتسریؒ کا عربی رسالہ الالهام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح اور اس کا اردو ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

الهام الصحيح
فی اثباۃ حیاۃ المسیح

فیقول الراجی للترقی الی اوج القبول محمد غلام رسول حفظه اللّه عن شر کلّ لئیم غبیّ و غویّ انّه لما کثر الضلال و الطغیان و البغی و العدوان فی هذا الز مان من اجل الّذی خرج من قادیان و ادعی انّه المسیح الموعود به الآتی آخر الزّمان و انّه مات نبیّ اللّه عیسی بن مریم علی نبینا و علیه السلام مادام الملوان و تعاقب القمران و انّه لم یرفع بجسده الی الخضراء فلا ینزل الی الغبراء و اظهر عقائد الزنادقةو مکائد الملاحدة کل مطالبه و مطالب من یخدوه (یقتدوه؟) حذو النّعل بالنّعل الافساد فی البلاد و جل مآربهم افشاء التزندیق و اشاعة العقائد الخبیثة الکفریة بین العباد و اذاعة الا رتداد یدعون انّهم هم المهتدون و الحال انّهم عن الصّراط لناکبون و انّهم الّذین آمنوا ثمّ کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون، فان ماتوا علی ذلك فهم فی جهنم خالدون تلفح وجوههم النّار وهم فیها کالحون، ویقال لهم، الم تکن آیاتی تتلی علیکم فکنتم بها تکذبون، یخنعون بالسلف الصالحین خنعاً و یحسبون انّهم یحسنون صنعاً و نحن بین اظهر قوم یسبّون العلماء و یبغضون الفضلاء صناعتهم السّبّ و الشّتم و الطغیان و فی تفضیح الآمرین الناهین اطالة اللسان لیس لهم من العقل سهم ولا بالدّین، فهم لا یمیزون بین القشر وبین اللباب،

ولا بين الدّرّ وبين التّراب، ولا يفرقون بين الشّمال و اليمين، ولا بين الشّيخ و الجنين، فهم حائرون فى اودية الظّلم و ضلال مبين، الا يعلمون ان لعنة اللّه على الظالمين،

ولما بلغ الامر الى ما رأيت و انتهى الفساد الى ما تلوت و دريت، التمس منى بعض الاحباب و خلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل القا ديا نى على دعواه من موت عيسى حين ما رفعه اللّه اليه و اثبت حيوته بالآيات القرآ نيه و اكتفى بها من غير تعرض لذكر الاحا ديث النّبويّة على صا حبها الف الف تحية لانّ القاديانى و اتباعه لا يعتقدونها و لا يدينون بها و من غير تعرض لسائر عقائد هم الفاسدة الكاسدة و المزخرفات الواهيه لعدم اشتهارها كاشتهار المسئلة الاولى و لعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة و المتداولة والافتاء للمستفتين و تعليم الطلبة و لتنفّر الطّبيعة عن التوجه الى امثال هذه الخرافا ت و لكرهتها الالتفات عن اشباه هذه المزخرفات الّتى هى كفريات صرفة و ارتدادات محضة اعاذنا لله تعا لى و اعاذ سا ئر المسلمين من شرور هذه الطا ئفة الباغية الملا حدة خذ لهم اللـه فاعتذرت منهم تارة با نصرا ف البال الى كثرة الاشغال و تارة بالتّنفّر عن صرف الاوقات فى الالتفات الى الزّور الصّريح من هذا المقال فقدمت رجلاً و اخرت ا خرى، و مع ذا لك لم يتركوا لى عذراً و حكموا به على جبراً فاجبت لهم مسؤلهم حسب ما التمسوا و انجحت مامولهم على ما اقترحوا

فكتبت هذه الوريقة المختصرة و سميتها بالالها م الصحيح فى ا ثبات حيوة المسيح و ذكرت فيها دلائل القاديانى مهذبة ومنقحةاولاً فكبكبوا و نكسوا على رؤسهم هم و الغاوؤن و جنود ابليس اجمعون فيها انا اشرع فى المقصود متمسكاً بحبل اللّه الودود۔

و اقول ان الکائد استدلّ علی موت عیسی بقوله تعالی

و ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبله الرّسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

تقریر استدلا له و تهذیبه ان خلت بمعنی ماتت و الرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع علیه فان مات.. الخ ، اذ لو لم یکن الخلو بمعنی الموت او لم تکن الرسل جمعاً مستغرقاً لما صحّ التفریع اذ صحته موقوفة علی اندراج نبینا ﷺ فی لفظ الرسل المذکور قطعاً و ذلک بالاستغراق و کذا صحته موقوفة علی کون الخلو بمعنی الموت اذ علی تقدیر التغائر و عموم الخلو من الموت یلزم تفریع الاخصّ علی الاعمّ من انّ التّفریع یتعقّب استلزام ما یتفرع علیه للمتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفریع الواقع فی قوله تعالی یستدعی تحقق کلاالامرین من کون الخلو بمعنی الموت و کون الجمع مستغرقاً

و بعد کلتا المقدّمتین یقال ان المسیح رسول و کلّ رسول مات۔ و ینتج هذا القیاس المولف من المقدّمتین القطعیتین انّ المسیح مات و هو المطلوب

و الدّلیل علی الصغری قوله تعالی

و رسولاً الی بنی اسرائیل

و قوله تعالی

ماالمسیح بن مریم الّا رسول

وامثالهما من الآیات و تسلیم جمیع الفرق الاسلامیّة برسالته

و الدّلیل علی الکبری المقدمتان الممهدتان المذکورتان، لانّه متی کان الخلو بمعنی الموت و قد اسند الی الرّسل و ثبت کونه جمعاً فیندرج فیه المسیح قطعاً ،فیلزم ثبوت الموت له فی ضمن الکبری ،فثبت ما یصدده الکیدیون و یزاح بمنع کلتا

المقدّمتين و بمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما، او احدهما حقيقة كما فهموا و زعموا، و بكونها مشترك الورود مطلقاً بحسب الظاهر سلمت المقدّمتان كلتاهما او منعنا

و سند المنع الاول انّ الخلو هو المضى كما فسّره ارباب اللغة و اطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر، و لتيسر الاستغناء بمطالعتها و لم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالمو ت فعلم ان حقيقة اللغو ية انّما هى المضى لا غير كيف لا و قد تا يّد باسناد الخلو الى المنافقين فى قو له عزوجل:

و اذا خلوا الى شيا طينهم ،

و فى قو له تعا لى:

و اذا خلا بعضهم الى بعض ،

و عدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظا هر

و اسند الخلو الى السّنن و قيل:

وقد خلت من قبلكم سنن

و الى الايام كما فى سورة الحاقة فى قوله عز وجل :

كلوا و اشر بوا هنيئاً بما اسلفتم فى الايام الخا ليه

و لا يتصورا ن يرا د بخلوّ السنن و الايّام موتها بل مضيها و هذا ظاهر لا يخفى على احد، فتفسير الخلو ما بلوت تعريف له بالا خص و الا خفى فان المو ت نو ع منه، و الخلو يشتمل على الا نتقال المكا نى بجمع اصنافه سواء كان ذ لك الانتقال من الاعلى الى الاسفل ويسمّى ذ لك خفضاً، او من الاسفل الى الاعلى، و يسمّى ذلك رفعاً ،او من القدام الى الخلف او بالعكس، و يشمل على الموت بالجر ح الذى هو

القتل، و على الموت بلا جر ح فلا يلزم موت المسيح و ان سلم الاستغراق، فان ثبوت الاعم كالخلو مثلاً و ان كان لكلّ فرد فرد من نوع ما كنوع الرّسل مثلاً لا يستلزم ثبو ت كل ما يندرج فيه من انواع ذلك الاعم لكل فرد فرد من ذلك النوع كما لا يخفى على من له ادنى دراية، و التّمسك على تفسيره بالموت دون المضى بلزوم استحا لة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع فى الحقيقة انّما هو استبعاد الانقلاب و انكار جواز الارتداد على تقدير فقدا ن وجود الرسول من بين ا ظهر القوم بعد اداء الرسالة و تبليغ الاحكام الالٓهية و كان تقدير الكلا م:

و ما محمد الّا رسو ل قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوز لكم الارتداد بعد ما اقا م لكم الدّين المتين و ا ظهر بينكم الشرع المبين ان نقل با لر فع كما رفع عيسى (هذا با لا جماع) او ادريس او بالمو ت كما حكمنا به فى سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان و استقر فى قلو بكم

و التصريح بالثا نى موا فقة للواقع و مطا بقة لتقدير اللّه تعا لى و ذكر الثا لث و ان لم يطابق الواقع و التقدير مراعاة لزعمهم و توسيعاً لنفى جواز الارتداد على كلا الشقين و ان كان هذا الثالث مزعوماً محضاً و جهلاً مركباً الا انّه لما كان قوى الاحتمال و كثر وقوعه بين ا لانبياء السّابقين كما دلّ عليه قوله عزوجل :

يقتلو ن النبيين بغير الحق

فكان ذكره ضرورياً و عدم التصريح بالاول و ان كان مقدراً مراداً لا نتفاء ما يو جب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توا فقه القضاء و الواقع و لعدم استقراره فى قلوبهم و شذوذ تقد مه فظهر ان المتفرع فى الحقيقة هو نفى جواز الارتداد على تقدير احد الشقوق الثلاثة المصدرة و ذلك الامر الدائر بين الثلا ثة مسا و للخلو بمعنى المضى فلا يلزم تفريع الاخص على الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقى

مراداً من لفظ الخلو بل يلزم تفريع احد المسا وين على الآخر و ذا جائز كما يقال رأيت زيداً انه جسم نام حساس متحرك بالارادة مدر ك للكلى و الجزئى فيفرع على هذا المفصل انه انسان ولا ارتياب فى تساوى هذا المجمل و ذ لك المفصل و فى صحة تفريع ا حدهما على الآخر و الامران اللذان حكمنا بمساواتهما و كون ا حدهما متفرعاً و الآخر متفرعاً عليه هو ثبوت خلو كل رسول و نفى جواز الارتداد على تقدير تحقق واحد من الشقوق فان النسب انما تقتضى المفهومين مطلقاً اعم من ان يكونا وجوديين او سلبين او يكون احداهما و جودياً و الآخرة سلبياً و لا يلزم توافقهما فى الثبوت او العدم و الدليل على لزوم ذلك النفى للخلو ان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مطلقاً و تعيين الطريقة الموصلة الى الله تعا لى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين ا ظهر قومه و لم يخل زمان من الرسل و ذا باطل باتفاق من اهل الملل فوضح بطلان زعم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فرض ارادة المضى من الخلو

و امـا استد لال الصديق الاكبر على موت سيدنا محمد ﷺ بهذه الآية فليس موضع استشها ده فى هذه الآية كلمة خلت بل قوله تعا لى : افأن مات ،

لما انكر الفاروق العادل موته ﷺ و قال ما مات رسول الله ﷺ و لا يموت و كان ذلك جزماً منه بامتناع موته ﷺ فردّ الصديق ذ لك الامتناع بقوله تعالى افأن ما ت.

فان مد خول ان بحسب ا صل الوضع لا يكون الّا من الامور التى يجوز تقررها و يمكن وجودها لا من الامور التى تابى عن التكون و التقرر و هذه وا ضح على من طالع بحث معا نى الحروف

فاذا ثبت جواز تقرر الموت عليه ﷺ ارتفع الامتناع الذى هو نقيضه و يدل على كون موضع استشهاد سيد نا الصديق قوله تعا لى افأن مات لا كلمة خلت قرأ ته

حین الا ستدلال قول اللّٰہ عز وجل انك میت و انهم میتون ۔

و تقریر ازاحة استدلالهم بمنع المقدمه القائلة ان کل جمع عرف باللا م فهو مستغرق للافراد کلّها بان یقال ان هذه المقد مة ممنوعة کیف لا و قد صر ح المحققون بذ لك فی اسفا رهم۔ الا تری الی قو له عز و جل:

و اذ قا لت الملا ئکة یا مریم انّ اللّٰہ یبشر ك .. ا لآیه

و الی قوله تبار ك و تعا لی:

واذ قالت الملا ئکة یا مریم انّ اللّٰہ اصطفاك .. ا لآ یه

۔ فقد ذکر ت صیغة الملا ئکة و هی جمع معرف باللا م و لم یرد الاستغراق ۔

و قا ل تعا لی: فسجد الملا ئکة کلهم ا جمعون

فلو کا ن کل جمع محلی باللا م مستغرقاً لکان ذکر کلّهم مستد رکاً ۔

و لو اردنا ان نجمع الامثلة المثبة لنقیض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر کبیرة و لکن العاقل الحازم یکفیه ما ذکرنا من البیان و الجاهل الهائم النا ئم لا یستیقظ بضرب السنان

ومنع تلك المقدمة یودی الی منع الکبری الکلیة من مقدمتی القیاس الفاسد الکاسد للقادیانی فلانتفاء شرط الانتاج لا ینتج ذلك القیاس قوله، ان المسیح مات،واما قولنا استحالة عدم صحة التفریع علی منع الاستغراق غیر وارد فی الحقیقة لان المراد من قوله تعا لی:

و ما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الر سل

ان محمداً ﷺ لیس الّا بشراً رسولاً و جنس الرسل قدخلا۔ و من المعلوم ان ما وقع و ثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الی ذا ته وما هیته یمکن ان یثبت لسائر افراده، فالثا بت للبعض بالنظر الی ماهیته کما یستلزم امکان الثبو ت لذ لك البعض

یستلزم امکانه لباقی الافراد فهذه المهملة اعنی قد خلت من قبله الرسل و ان کانت بالنظر الی الفعل و الاطلاق بمنزلة الجزئیة غیر صالحة لکبرویه الشکل الاول الا انها بما تستلزم من الممکنة الکلیة صالحة لها فغایة ما ینتجه القیاس علی هذا انّ المسیح میت بالامکان بان یقال المسیح رسول و جنس الرسل قد خلا بالفعل و الاطلاق و قد عرفت انه یلزمه قولنا کل رسول خال ومیت بالامکان فهذا القول اللازم یجعل کبری منضمة الی الصغری فینتج النتیجة المذکورة فصح التفریع و لم یلزم الاستحالة العقلیة ولا المحذور الشرعی من ثبوت موته علیه السلام فی الزمان الماضی لکونه مخالفاً لظاهر القرآن والاحادیث و اجماع الامة و هذا مع منع کون لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً فاذا لم تثبت مطلوب الکیدیین علی تقدیر منع احدی المقدمتین فقط فعدم ثبوت مطلوبهم علی تقدیر منعهما معاً اجلی واولی و هذا ظاهر لمن لی ادنی درایة۔

وما قلنا من اشتراک ورود عدم صحة التفریع ظاهراً علی تقدیر تسلیم المقدمتین ایضاً علی منعهما فلان صیغة الرسل و ان سلمت انّها مستغرقة و سلم ان الخلو بمعنی الموت لا تستغرق نبینا محمداً ﷺ لانّ الکلام وقع فی خلو الرسل قبله علیه و علیهم السلام

ومن الضروریات ان خلوهم قبله معناه انّهم سابقون علیه فی وصف الخلو و هو لاحق بهم فی ذلک الوصف و هذا السبق و اللحوق زمانیان اللذان لا یجتمع فیهما القبل البعد و الا البعد القبل فحین کون الرسل واجدین لوصف الخلو کان نبینا ﷺ فاقداً له اذ لو کان مثلهم فی ذلک الحین للزم فی قوله تعالی قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبله الشیء علی نفسه و مع فقدانه علیه السلام ذلک الوصف و تحلی سائر الرسل به کان مستعداً له یمکن له ان یخلو کما خلو فاذا ثبت

کونه ﷺ فاقداً لو ف الخلو حین خلت الرسل فلم یندر ج فی تلك الرسل ا لخالیة حین فقدان ذلك الوصف و یلزم علی اندرا جه ﷺ بالنظر الی ذلك الو صف فیهم عد م صحة التفریع بحسب الظا هر لانه اذا لم یکن مندر جاً فی جملتهم فکیف یتعدی الحکم منهم الیه فان التعدی فر ع الا ندرا ج و عدم المتفرع علیه یوجب عد م المتفرع فلم یجد هم تخصیص الخلو بالمو ت و لا ادعاء الاستغراق کیف و التمسك بالحشیش لا ینفع الغر یق فما یجیبون به عما عما ورد علیهم نجیب بمثله مع فضلنا علیهم بما اجبنا

ولا یمکن لهم التثبت بجوا بنا لد لا لته علی ما یعم مدعا هم و نقیض منا هم فان امکان شیء کما یقا رن ثبو ته یقارن عد مه و ثبوت الاعم من المطلوب غیر نافع للمعلل و ان نفع المانع السائل و اختفاء هذه القاعدة علیهم من کمال جهلهم و نهایة حمقهم مع کونها فی غا یة الانکشا ف وغایة الظهور من لم یجعل الله له نوراً فما له من لور علی انه لو دل قو له تعا لی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل علی موت ما عدا نبینا ﷺ من الرسل جمیعهم لدل قو له تعالی ما المسیح بن مر یم الا رسول قد خلت من قبله الرسل علی مو ت ما عدا نبی اللّٰه عیسی علیه السلا م من الرسل و یندر ج فی ذلك العا م المحکو م علیهم بالمو ت نبینا ﷺ و هذا محال فان نزوله لم یکن الّا فی حیا ته و هذا المحال لم ینشا الا من تسلیم استغراق الرسل فی الآ یة الاولی فیکون محالًا لان ما یلز م منه المحال محال البتة

فاذا لم یثبت اندراج المسیح تحت الاکبر الموقوف علی تسلیم الاستغراق المستلزم للمحذور و المحال الشرعی لم تصدق النتیجة فی استدلالهم العاطل اللاطائل

و الآیة الثانیة تدل دلا لة صریحة علی حیوة المسیح بن مریم حین نزولها

اذ لو كان من الميتين فى ذلك الحين لقال تعالى

ماالمسيح بن مريم الّا رسول قد خلا مع الرسل،

او قال تعالى قد خلا و قد خلت الرسل ،

او قال عز وجل قد خلا كما خلت الرسل،

او اكتفى بقوله قد خلت الرسل ولم يقل و قد خلت من قبله الرسل،

و هذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام فى الاحاطة و الشمول كما زعم الكائد و مقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا و دلالة هذه الآية على حيوة المسيح لا تتوقف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحذور من ثبوت الموت للنبى ﷺ حين نزول تلك الآية بل يكفى فيها كون الرسل جنساً فيقال فى توجيهها ان جنس الرسل و انكان تحققه فى الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسيح و المسيح و ان لم يخل الى الآن فسيخلوا كما خلت الرسل جنسهم فيكون مفادها ان الموت له على نبينا و عليه السلام لم يوجد الى الآن و لكنه سيموت كما ان مفاد الآية الاولى نفى موت نبينا ﷺ فيما مضى و ترقيبه له فيما ياتى و متى دلت هذه على حيوة المسيح فلو دلت تلك على موته كما تخيل و تخيلوا للزم الاختلاف بين هذين القولين جل قائلهما و القول بوقوع الاختلاف فى القرآن حكم بوقوع ما حكم اللّه بامتناعه و هذا كفر قال اللّه عز وجل :

و من لم يحكم بما انزل اللّه فاولئك هم الكافرون

و الدال على امتناع الاختلاف فى القرآن قوله تعالى:

ولوكان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً

فبطلت ارادة استغراق الرسل وعمومه و الدليل على ان الحيوة و الموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس و الحركة عما من شانه كلاهم فيقابل الحيوة

بتقابل العدم و الملکة و ان بانحیاز الرو ح عن البدن و ہو الحق الثابت بالنصو ص الشرعیہ و الفصو ص العقلیة فبینھما تضاد و کل منھما اختلا ف فاستقر علی عرش التحقیق ما قلنا من حیوة المسیح فی الازمنة الما ضیة و موته فیما یاتی و ھذا ما ذھب الیہ الاسلامیون باجمعھم بخلاف النصاری القائلین بوقوع موته ثم احیاء ہ و رفعه بجسدہ و بخلاف من ھم اسوء حالاً و اشر مالا و ھم الکا ئد القا دیا نی و المکیدون القا ئلون بوقوع موته و بعدم رفعه الجسدی ثمّ استدلّ الکائد القادیانی علی مطلوبه بقوله تعا لی:

و ما جعلناھم جسداً لا یأ کلون الطّعام و ما کا نوا خا لدین

و تھذیب استدلاله انّه لو کان المسیح حیّاً فی السّماء لزم کونه جسداً لا یا کل الطعام و کونه خالداً و قد نفی الله تعا لی ذلك، فان مفاد الآیة سلب کلّی ای لا شئی من الرّسل بجسد لا یاکل ولا احد منھم بخالد، و من المقرر ان تحقق الحکم الشّخصی منا قض للسّلب الکلّی، و الدلیل علی کون المفاد سلباً کلیاً قوله تبارك و تعالی:

و ما جعلنا لبشرٍ مّن قبلك الخلد افأن مت فھم الخالدون

فانه صریح فی السّلب الکلّی، فاذا ثبت الرّفع و السّلب کلّیّاً بالنّصّ ارتفع الحکم الشّخصی المستلزم للایجاب الجزئی المناقض لذلك السلب المد لول بالنص فان ا حد المتنا قضین لا یجامع النقیض الآخر کما لا یرتفع معه و ھذا بد یھی۔

اقول بتوفیق الله ان فی قو له تعا لی:

و ما جعلنا ھم جسداً .. الخ

انّما ورد النّفی علی الجعل المولف المتخلل بین المفعولین و مفعوله الثا نی المجعول الیه ھو قوله، جسداً لا یا کلون .. الخ۔ فمدخول النفی ھو الجعل المقید بھذہ القیود و ظاھر ان المقید و لو بالف قید لا یتصوّر تحققه الا بتحقق کل من تلك

القيود و القيود التى ههنا هى تاليف الجعل و كون المجعول اليه جسداً مع تقييده بعدم اكل الطعام فلا بد لتحقق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الثلا ثة بخلاف الانتفاء فانّه متصور بانتفاء جزء اى جزء كان و لا يتوقف على انتفاء جميع الاجزاء فينتفى ذلك المدخول للنفى بوقوع غير الجعل موقعه و بانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين اما بالاول فقط

و اما بالثانى فحسب و برفع خصوص المجعول اليه و وضع امر اخر فى محله و بانتفاء قيد عدم الاكل، ولو سلم تحقق كل قيد ما عدا ما فرض انتفاءه و بانتفاء مجموع القيود بمعنى انتفاء كل قيد و بانتفاء المقيد اعنى ذا تاما مع تسليم القيود باسرها فهذه المواد و المواقع ليست الّا بالامكان لا بالفعل و الا طلاق الا رفع القيد الاخير فانه واقع بالفعل و مراد بقوله تعالى، و ما جعلنا هم جسداً ،و تحقق ماعدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين النقلية و العقلية القطعيتين و عدم الاكل الذى هو امر عدمى متصور بوجهين بعدم اكل شئى ما اعم من ان يكون طعاماً او غيره و بعدم اكل الطعام خاصةً و ان وجد معه اكل غير الطعام و عدم ذلك الانتفاء الذى اضيف الى الامر العدمى انّما يتحقق بتحقيق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذلك العدم الذى هو فى قوة السالبة ثبوت الاكل الذى هو فى قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولى من الثانيه انّما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع و عدم امكان تحققها حين عدمه لضرورة استدعائها وجود الموضوع، و من البديهات ان الموضوع فيما نحن فيه موجود و قد تقرر فى مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة و بين الموجبة المحصلة عند وجود الموضوع فلزم من قوله تعالى، و ما جعلنا هم جسداً لا يأكلون الطّعام الّذى هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعنّى كلّ رسول يأكل الطعام فيقال لمن يدعى به على اثبات موت

المسیح بن مریم ان نسبة الاکل الی کلّ رسول فی ھذہ القضیّة ھل ھی بالضّرورة بحسب الذّات او بحسب الوصف او فی وقت معین او بحسب الدوام ذا تاً او وصفاً او بالاطلاق او بالامکان مع قیدا للدوام فی ما عدا الاول، و الخامس او مع قید اللاضرورة فی ما عدا الاول فقط علی رای او فی ماعدا الخامس ایضاً کما علی رأی آخر وان لم یکن بعض التراکیب منھا متعارفاً اولا یعتبر قید ا للا ضرورة ولا قید اللادوام الاول و الخامس بدیھی البطلان لوجود نقیض کلّ منھا و ھو امکان عدم الاکل للاول و اطلاقه للخامس و کذا الثانی و السادس لعدم مدخلیة وصف الرسالة فی ضرورة الاکل او دوامه کما لا مدخل فیھما ملعنون؟ ذلك الوصف و کذا لا تکون ضروریة بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ما ولا بحسب وقت معین لان غایة الامر ان یکون الاکل ضروریاً بشرط الجوع و الجوع لما لم یکن واجباً فی وقت ما لم یکون المشروط به ضروریاً فی وقت ما کما صرح به فی کتب المنطق من ان الکتابة لیست بضروریة فی حین من الاحیان فما ظنك بالمشروط بھا و الضرورة بشرط الشیء غیر الضرورة فی وقت ذلك الشئی و الاول لا یستلزم الثانی کما فی تحرك الاصابع بشرط الکتابة فان التحرك بشرطھا ضروری و لیس فی وقتھا بضروری ، فکذلك ضرورة الا کل بشرط الجوع امر و ضرورته فی وقت الجوع امر آخر لا تلازم بینھما فضلاً عن الاتحاد فاذا لم یکن الاکل ضروریاً فی وقت ما لم تکن القضیة وقتیة مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم یکن وقتیه ولا منتشرة لاستیجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص و کون الاکل ضروریاً بشرط الجوع لا یقتضی ان تکون القضیة مشروطة ایضاً اذا المشروطة ما یوجد فیه الضرورة بشرط الوصف العنوانی لا بشرط ای وصف کان، و من الظاھر ان الوصف العنوا نی فی القضیة انما ھو وصف الرسالة دون وصف الجوع فلم یبق الا ان یکون بالاطلاق او الامکان مع قیدا للا دوام

او ا للاضرورة او بدونه و الاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالی:

وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انّهم لياكلون الطعام و يمشون فی ا لاسواق

فيكون وجودية احد جزئيها ثابت بهذه الآيةو ثانيهما بما مر من البيان و هی و ان كانت مستلزمة لما عدا ها لكنها لكونها اخص احق بالاعتبار وينحل الی قولنا كل رسول ياكل الطعام بالفعل ولا شئی من الرسول يا كل الطعام بالفعل و هذه القضية لا تناقض ما ذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح بن مريم اكل الطعام بالفعل و ليس با كل بالفعل و ما قررنا قبل من ان الجوع ليس بضروری لان الجوع خلو الباطن و اقتضاء الطبيعة بدل ما يتحلل منه و ذلك فر ع التحلل و لا ارتياب فی تنوع مرا تب التحلل با ختلا ف الاسباب الدا خليلة و الخارجية و لا تحديد لمراتبه فالتحلل الّذی فی مرتبة ناقصة غير التحلل الذی فوقه يجوز سلب كل منهما عن الآخر و كذلك يقال فی جميع مراتبه ان كل مرتبة عينا ها فهی مسلو بة عما تحتها و عما فو قها من المراتب و هما مسلوبان عنها فهذا حكم اجمالی علی كلّ مرتبة با مكان سلبها عن جميع المرا تب ا لآخر كامكان سلب المرا تب آخر عم تلك المرتبة و هذا فرع امكان السّلب فی نفس الامر اذ سلب مرتبة معيّنة فی مرتبة اخری سلب مقيّد و السّلب فی نفس الامر اعمّ من ان يّكون ذلك السّلب مقيّداً بكونه فی مرتبة اخری او لا سلب مطلق و لا ريب فی ان امكان المقيد فر ع امكان المطلق و متاخر عنه واذا كا ن الامر كذ لك امكن سلب التحلل را ساً فامكن انتفاء الجوع اصلاً مع بقاء الشخص بل حكم الله تعالی بتحقق انتفاء الجوع فی القرآن و لم يكتف بمحض امكانه و قال و عز من قا ئل مخاطباً لآدم:

ان لك الا تجوع فيها ولا تعری و انك لا تظمؤ فيها و لا تضحی

و لیس ذلک الا لعدم التحلل کما ان عدم الضحی العدم الشمس و حمله علی عدم دوام الجوع او علی عدم اشتداده غیر صحیح والا لصح حمل جمیع الا فعال المد خلو لة بحرف النفی علی نفی دوا مها او عدم اشتدا د ها و امثال هذا لا تصح و لا تستقیم الالوجود ضرورة دا عیة و ای ضرورة ا حوجنا الی صرف ا للفظ عن الظا هر، وحمله علی غیر الظا هر،بحیث لا ینتقل الیه الذهن اصلاً و التمسک علی وجود تلک الضرورة بقوله و قلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة و کلا منها رغداً حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین، غیر مستقیم فان اطلاق الاکل و ا باحته لهما لا یقتضی الجوع اذ کما ان الفواکهه فی الدنیا لا توکل الا لحصول اللذة لالدفع الجوع کذا طعا م الجنة و لا افتقار الیه لحصو ل ا للذة فقط فا ن لم تقنع بما قلنا فطا لع التیسیر و الو جیز، و کیف لا مع انه قد تا کد و تاید بما صح ان فی الجنة باباً یقال له الریان من د خل شرب و من شرب لا یظمأابداً و لا فرق بین الجوع و الظمأ فکما لا امتناع فی عدم التعطش لا امتناع فی عدم الجوع و لا یرد علی ما قلنا من انه اذا امکن سلب التحلل امکن انتفاء الجوع انه احتجاج بلا دلیل اذانتفاء العلة لا یستلزم انتفاء المعلول بدلیل ما تقرر عند الاصولین من جواز تعدد العلل علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء المعلول با نتفاء وا حد منها لجواز تحققه بتحقق علة اخری منها کعدم صحة الاحتجا ج علی الحکم بان زیداً لم یمت بانتفاء واحد من علل الموت کما یقال لانه لم یسقط من اعلی الجبل فهذا الاستدلال غیر صحیح اذ الموت کما یتحقق با لسقوط من اعلی الجبل کذ لک به من اعلی سطح البیت و من فوق الشجرة الطویلة و بضرب من السیف و الحجر و امثاله و بنحو امراض یستصعب احصائها فبانتفاء واحد منها کیف یجزم بانتفاء الموت اصلاً لامکان تحققه بتحقق واحد آخر من تلک الا نواع و عدم وروده لا ن التحقیق ان المعلول اذا انحصر فی

العلة و تكون العلة لازمة له و هى مفسرة فى كتب القوم بما لو لاه لا متنع الحكم المعلول فانتفائها يستلزم انتفاء المعلول اذ لا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى حتى يمكن عند انتفاء احد هما ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة و انحصر المعلول الواحد فى العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول من ارتفاع العلة بهذا المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب فى صحته و التحلل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لو لاه لامتنع لا بمعنى الامر المصحح لد خول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع با مكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للا كل با لمعنى الا خير و لذا لا يلزم من انتفا ء الجوع ا نتفاء الا كل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كا ستحصال ا للذة و قصد علاج و نحوه و هذا وا ضح على من له ادنى تامل۔

و استدل ايضاً ببعض هذه الآ ية و هو قوله تعا لى، و ما كا نوا خا لدين، و بقوله تعا لى:

و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افأن مت فهم الخالدون

و تحرير استدلاله هذا انه لو كان المسيح حياً لزم ان يكون خالداً و قد نفى اللّه الخلود عن كل افراد البشر فى هاتين الآ يتين

و جوابه ان الخلود المنفى فى كلتا الآيتين هو الخلود بمعنى دوام الحيوة فى الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لا حقيقه للخلود الا دوام الحيوة كما لا يخفى على من هم ماهر فى معانى اللغة و مفاهيم نظم القرآن

قال تعالى فى حق اهل الجنة: اولئك ا صحاب الجنة هم فيها خالدون

و فى حق الكفار :اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون

و علی هذا فمعنی ا لآ یتین نفی دوا م الحیوة فی الد نیا لفرد من ا فراد البشر و هو نقیض الدا ئمة المطلقة الموجبة الجزئیة ،اعنی قولنا بعض البشر حی دا ئماً وهذه قضیة کاذ بة قطعاً و یلازم ذ لك النقیض الصریح قولنا لا شیء من البشر بحی بالفعل و هی قضیة صادقة لصدق ملزومها الثا بت بقول الله عز و جل المذکور لاستلزا م تحقق الملزو م تحقق اللازم فهذه المطلقة العامة السالبة لا تستوجب موت المسیح فی الزمان الماضی خاصة اذلااختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضی موته فی الجملة و المسلمو ن باجمعهم قا ئلو ن بوقوع مو ته فی مبادی الساعة فما لز م و ثبت با لآ یتین غیر منا قض و لا منا ف لا عتقاد کو ن المسیح حیاً الآن و ما ینا فی لذ لك الا عتقاد الصحیح الحق الصریح من دوام ا لحیوة فی الدنیا و عدم المو ت عد ماً مؤبداً غیر ثابت با لآیتین فالثابت غیر محال و المحال غیر ثابت و حمل الخلود فی الآیتین علی معنی طول العمر مجازاً لایصح اذ حمل اللفظ علی المعنی المجازی بغیر قرینة صارفة عن معناه الموضوع له غیر جائز اذ لیس للعمر حد معین حتی یصح حمله علیه و القول بان العمر الطبعی مأة و عشرون قول مشهوری لا یوجد علیه دلیل لا نقلی و لا عقلی و المشا هدة شاهدة عادلة و النقول متعاضدة بوجود الذین تجاوزوا من مأة و عشرین فی السلف و الخلف و لو لا خوف الاطالة لا دریت بعد ما استقریت الا تری انّه قد صرح محققوا ا لاطباء بعدم وجود الد لیل علی هذا القول المشهور و کذا لم یوجد د لیل شرعی علیه بل ورد الد لیل علی خلافه قال تعالی فی حق نوح فلبث الف سنة الا خمسین عاماً فحمله علی ما حمله الکائد یفضی الی التناقض بین الآ یتین و بین قوله تعالی المار آنفاً فی حق نو ح فهل هذا الا سفاهة و جهالة او زند قة و ضلا لة ا عاذ نا الله تعالی من سفا هة السفهاء و جها لة الجهلا ء و اد خلنا فی زمرة العلماء العا ملین

و استدل ایضاً بقوله تعالی :

و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً

و تهذیبه ان هذا التقسیم حاصر لجمیع افراد البشر کحصر الزوج و الفرد لجمیع افراد العدد بحیث لا یجتمع و صفا التوفی و الرد الی ارذل العمر فی فرد من البشر و لا یخلو فرد من کلیهما کما لا یجتمع الزوج و الفرد فی عدد ولایخلو العدد من کلیهما فالقضیة منفصلة حقیقیة فاذا لم یمت المسیح

و لم یعرضه ارذل العمر لزم ارتفاع کلا جزئی الحقیقة و ذا غیر ممکن فهذا المحال انّما لزم من فرض عدم موته فیکون باطلاً فیثبت نقیضه و هو موت المسیح فذلك هو المطلوب

و الجواب انّه یمکن التقسیم بین ظاهر مفهومی من یتوفی و من یرد لان من یرد بحسب مفهومه یندرج فی من یتوفی لانه اخص منه فان من یرد الی ارذل العمر لا محالة یدرکه التوفی و التوفی متحقق بدون الرد ایضاً کما هو معه فالمتوفی اعم ممن یرد و تقسیم الشیء الی نفسه و الی ما هو اخص منه غیر صحیح بل غیر متصور لانه عبارة عن جعل الشیء الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قیود متعدة مختلفة فان کانت القسمة اعتباریة کتقسیم کل ماهیة الی حصصها و افرادها الاعتباریة یکون التقیید بها داخلاً فی عنوانا تها دون الحقائق و المعنونات و القیود غیر داخلة اصلاً لا فی هذه و لا فی تلك و ان کانت حقیقیة فاما بالمقومات المحصلة و الفصول الممنوعة فیکون القیود داخلة فی المعنونات و ان بالعوارض المخصصة فالقیود داخلة فی العنوانات دون المعنونات و ظاهران الانسان لو کان منقسماً الی المتوفی والی من یرد لکان انقسامه بهذین الوصفین انقسام الشیء بالعوارض المخصصة الممیزة لبداهة خروج وصفی التوفی و الرد عن الانسان و التمیز لقسم

انـمـا يـحـصل بو صف يختص بذ لك القسم ولا يوجد فی قسميه و التوفی ليس كذ لك لتـحـقـقـه فيما زعمه المستد ل قسيماً للمتو فی ايضاً فاذا انتفی الا ختصا ص و التميز انتـفـی التـقـسيم و ان تـامـلـت حق التامل تيقنت بالتقسيم بين من يتوفی من غير ان تـعـرضـه حـالة الـرد و بيـن مـن يتـوفـی مـع عروضها و يدور حينئذ المتوفی مطلقاً المتلازم للا نسان بين قسميه كما يدور الحيوا ن المنقسم الی قسميه من الناطق و غير الـنـاطـق فـمـحـل التقسيم و مورد القسمة هو المتوفی مطلقاً و القسمان اللذان ينقسم اليهـما هما المتوفی المعروض للرد و المتوفی الذی ليس كذ لك، فهذا التقسيم صحيح و حـا صر و بحصر المتوفی المطلق اللا زم ينحصر الا نسان الملز وم ولا يلزم التنا فی بيـن القول بعدم مضی موت المسيح و بين ذلك الحصر لكفاية القول بوقوع موته فی ا لآ تی لصحة ذلك الحصر و هو عليه السلا م داخل فی الشق الاول من الحصر و ليس مـن لـوازم دخوله فيه مضی موته البتة فان الشق الاول مذ كور بصيغة المضارع دون صيـغة الـمـا ضـی و لـعـل الـمستدل الكائد اشتبه عليه لفظ يتوفی المضارع المجهول بـصـيـغة تـوفی الماضی المجهول فتفوه بما تفوه و لم يا ت بشیء معقول نعم انما يلزم ابـطـال الحصر لو قيل بتابيد حيو ته و خلوده فی الد نيا فحينئذ لا رتفع كلا الشقين و لـوجـد قسم آخر من الانسان لم يوجد فيه التو فی مطلقاً فكان محلاً لا ن يورد عليه بـانـه امـا ان يـوجـد فـی ذلك الـقسـم الخار ج من القسمين الذی فرض مؤبداً و مخلداً مطلق التوفی و هذا مع كونه بد يهی الا ستحالة لتنافی ابدية الحيوة والتوفی يقتضی ابـطـال الـحـصـر لـوجـود الـمقسم بدون ما انقسم اليه من القسمين و اما ان لا يوجد بسـبـب انـتـفـاء جميع موارده ماانحصر فيه و هذا يفضی الی القول بعدم لزوم التوفی لـلا نـسـان و ذلك بـاطـل بـد ليـل قـوله تعا لی، كل نفس ذا ئقة الموت، و اما الی القول بـجـواز حصر اللا ز م فی شیء بدو ن حصر الملزوم فی ذلك الشئی و هو ايضاً با طل

لــلــزوم انــفكاك ا للازم عن الملزوم و هذه المحالا ت انما هى لازمة على القول بتا بيد حيــوتــه عــليــه الســلام فيــكون باطلاً ولا تلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته فى الــمستــقبــل و بيــنهــمــا بون بعيد وعد ذلك الكائد هذه الاستد لالات من ا لا ستد لال بالعمو مات۔

ثــم استــدل عــلى زعمه بالــخصوصات منها حــديث المعرا ج الدال على ملاقات نيــنــا ﷺ مــع ابــنــى الــخالة يحى و عيسى فى السماء الثانية و تنقيحه انه لم لم ؟ لكن ميتاً لمااجتمع عيسى مع الاموات من النبيين فى مقار ارواحهم

اقــول ان هــذا ا لاستــد لال مــمــا يــضــحك عليه البله و الصبيان فا نه لو كان الا جتــمــاع معهم يستلز م موت من يجمتع معهم لزم كون نبينا ﷺ ميتا حين ا جتماعه مــعهم و هل هذا ا لا خبط او جنون و لو ادعى طول اجتماعهما و كون الا جتماع الكذا ئــى دا عيــاً لــلا تــحــا د بينهما فى و صف الموت و ان هذا النوع من الاجتماع لم يوجد لــنبيــنــا ﷺ مــع ارواح النبيين فلا يلزم كونه مثلهم بخلاف عيسى و يحى فانهما معاً مستــقــران فى تلك السماء فيلزم ان تكو ن حال ا حد هما كحال الآخر يقال معنا المقد متيــن مــن كــون الــســمــاء الــثــا نية مــقــر الــكليها و من كون هذا النوع من الاجتماع علة لاتــحاد حــالتى المجتمعين و سند المنع ا لاول انه لا يلز م من ملا قا ت رسول الله ﷺ مع نبى الله يحى كون يحى مستقراً مقيما فى تلك السماء بل يجوز ان تكو ن ملاقاتهما كــملاقا ته مع جميع الانبياء فى الاقصى بان يكون مقرهم العليين و امروا بالذها ب الــى الــمســجــد ا لا قــصــى او الــى السما وا ت المختلفة من مقرهم الاصلى باجساد هم بــعينها او بارواحهم بالتمثل بامثال اجسادهم و كل ذلك ممكن او يكو ن مقرهم القبور كــمــا رئــى مــوسى يصلى فى قبره فامروا بالذهاب الى الا قصى او الى السما وا ت كذ لك فــان قيل ان هذا القول بعروجه ﷺ با لعرو ج المثالى قلت كلا فان عروجه ﷺ

عـروج عينى واقعى بجسده الطاهر الا شرف و لا يلز م من ر ؤيته بالمثا ل فان رؤيته ا لا شيـاء فـى ليـلة المعرا ج تنو عت فقد رأى بعض الا شياء انفسها و بعضها با مثا لها كـمـا يظهر لمن طا لع ما ورد فى بيا ن معاملة الا سراء ذ ها باً و ايا باً و فرق بين كون الـمثـال مر ئيـاً و بيـن كـو نـه رائيـا فـلم يلزم المحذور و بهذا وضح انه لا يلزم من اجتماع المسيح ويحى فى السماء كون كليهما مقيمين فيها فضلاً عن كونهما مشا ركين فـى وصف الـموت كـمـا ز عـمه و سند المنع الثا نى ظاهر فان اتحاد المكا ن ولو على سبيل القرار لا يستلزم اتحاد المتمكنين فى الاوصا ف كلها فتا مل يظهر لك حقيقة ما قلنا

و من دلائله الخا صة على حسب زعمه قو له تعا لى: انى متو فيك و قو له عز و جل فلما تو فيتنى۔

و مـا هـذا فـى الـحـقيـقة الا تـمويه للباطل و ايهام جهلة الناس و ايقاعهم فى الـضـلا لة و الـحيـرـة و ازاحته ان هذ ين القولين الكر يمين لا يـدلان على مزعو مة اذالتوفى عبارة عن ا خذ الشئى وافياً و ماد ته الوفاء و من الاصول المقررة و القواعد الـمسـلـمة ان ا صـل الماخذ بمفهومه معتبر فى جميع تصاريفه و ان اختلفت الصيغ و الابـوا ب و اعتبـاره فيهـا اعتبـار الـجـز ء فى الكل ا لا تر ى الى لفظ العلم فان معناه حـصـول صـورـة الشـئـى عـنـد العقل و الا ضا فة بين العا لم و المعلوم او نسبة ذا ت اضـافة كـذائية او الـصورة الحاصلة او الحالة الادراكية او تحصل صورة الشيء على حسـب تـنـوع ارائهـم و هذا المعنى يكون داخلاً فى معا نى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذالك الماخوذ من تصريفات المجرد او المزيد فان علم مثلاً بصيغة الماضى و هـذا عـلـى الا صـطـلاح الاول او حـصلت له الاضافة بينه و بين ما علمه و هذا على الـتـفسيـر الـثـانـى و قس على ما مثلنـاك به باقى الاصطلا حات فبا شتمال مفهوم علم

الماضی علی مفهوم المصدر و نسبة الی الفا عل و الزمان یکون مفهومه کلاً و مفهوم المصدر جزء اًفقیه الترکیب من ثلاثة ا جزاء و کون النسبة الی الفاعل و الزمان جزئین عام فی جمیع ما اشتق من المصدر المجرد او اشتق من الماخوذ من ذلك المجرد من الافعال و لا یلزم ان یکون کل ما اشتق من ذلك المجرد او ما ا خذ منه او اشتق من الما خو ذ منه سواء کان فعلا او غیره کذ لك فان من مشتقات العلم العالم و النسبة الی الزمان لا توجد فیه و من الماخوذ منه الاعلام و کلتا النسبتین لا توجد ان فیه لا نسبة الفاعل ولا نسبة الزمان بل فیه مفهوم الاصل المجرد و ما اقتضاه خصوص هذا البا ب الذی بذاك تعدی الآن الی ما لم یتعد الیه فی صورته الاصلیة لمادته ففیهما الترکیب من جزئین و من الشتقات من الماخوذ منه اعلم بصیغة الماضی ایضاً مثلاً ففیه الترکیب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزء ان اللذان تضمنهما الاعلام من مفهوم المصدر المجرد و من خصوص مقتضی البا ب و الآخران هما النسبتا ن المذ کورتا ن ففی التوفی لکونه ماخوذاً من الوفا ء احتواء علی معنی الو فاء باعتبار کو نه ماخذاً له و علی الاخذ باعتبار خصو ص الباب و فی ما اشتق من التوفی من الصیغ الغیر الدا لة علی الزمان کتو فیت مثلاً احتواء علی اربعة اجزاء و من الصیغ الغیر الدا لة علی الز ما ن کصیغة المتوفی الظواء علی ثلا ثة اجزاء لعدم اشتمالها علی الزمان فا حا طة کل صیغة من هذه الصیغ المشتقة علی مفهوم ا صل الماخذ سواء کان تر کیب معناها من تلك الاجزاء ترکیباً حقیقیاً کما هو المشهور او ترکیباً تحلیلیا کما هوالحق الحقیق با لتامل الدقیق احاطة الکل علی الجزا ء و ان کانت هذه الاحاطة علی الاحتمال الثانی الراجح یؤل الی الاحاطة بمعنی صحة انتزا ع الجز ء التحلیلی من الکل کذ لك فاذن المعنی الذی یراد من التوفی او مما اشتق منه فهو علی تقدیر کونه مجرداً عن معنی الوفاء لا یکون معنی حقیقتاً للفظ التوفی او المشتق

منه لان التجريد عن بعض اجزاء المو ضوع له تجر يد عن كله و الا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ما هو فى حكم الكل مع انتفاء ما هو فى حكم جز ئه و ذا باطل بالبدا هة فاذا لم يكن ذ لك المعنى المراد معنى حقيقياً لذ لك اللفظ لا بد ان يكون معنى مجازياً اذ اللفظ المستعمل فى المعنى لا يخلو عن الحقيقة و المجاز و لا يختص ذ لك الحكم بارتفاع مفهوم الماخذ فحسب بل يحكم با لمجاز ية فى كل صيغة بانتفاء كل جزء اى جزء كان من ا لاجزا ء المعتبره فى تلك الصيغة سواء كان دخول ذ لك الجزء فيها با لوضع الشخصى او با لوضع النوعى يمثل الاول با للبنا ت فى الجدران و الثانى بدخول جزء المشتق فى المشتق فان و ضع المشتقا ت و ضع نوعى كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يد ل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن بد لكو ن المعنى معنى حقيقياً حال كونه مركباً من تحقق كل جز ء من اجزا ء ه و يكفى فى ارتفاعه و تحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلك الاجزا ء لانه كما ينفى الكل بانتفاء جميع الا جزاء ينتفى بواحد منها و ذلك ظاهر و هذا التحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان المتو فى هو الآخذ بالوفاء و التمام و ذ لك معناه الحقيقى لتحقق جميع ما لا بد منه للمعنى الحقيقى بهذا اللفظ من مدلول الوفاء و الاخذ و نسبة الى الفاعل ففى قوله تعالى خطا با لعيسى بن مريم يا عيسى انى متو فيك و رافعك يكون معنا ه على الحقيقة ان يا عيسى انى آ خذ ك با لكيلة و بالتما م و كذا المراد فى قوله تعا لى حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام و ذا لا يوجد الا فى الر فع الجسدى لا نحصار الا خذ بتمامه فى هذا الرفع دون الر فع الروحى لانه ا خذه ببعضه دون كله فا طلاق التو فى مع كونه محمولاً على الحقيقة على الرفع الرو حى غير جا ئز نعم لو ار يد بالتوفى اخذ الشئى مجرداً عن معنى الو فاء و التمام با ن يكون عد م الوفاء ماخوذا فيه او بان لا يكون الوفاء

معتبراً فیہ سواء قار نه او لم یقارنه و اعتبار عدم الوفاء یغائر عدم اعتبار الوفاء فحینئذ یصح اطلاقه علی الرفع الروحی لکن علی الاول یکون اطلا قه علیه من قبیل اطلاق الکل علی الجزء و علی الثانی من قبیل عموم المجاز و الفرق بین اعتبار عدم الشیء و بین عدم اعتبار ذلك الشیء انما هو با لخصوص و العموم و کل من هذین الاطلا قین اطلاق مجازی لایصار الیه الا بقرینة صارفة عن ارادة معناه الحقیقی الاصلی و القرینة غیر موجودة فلا بد من ان یحمل علی الحقیقة دون المجاز و من المعلوم ان مدار کون اللفظ حقیقةً و مجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان یکون الوضع و ضعاً شخصیاً او وضعاً نوعیاً فان استعمل اللفظ فی المعنی الموضوع له شخصی او النوعی کان حقیقة و الا کا ن مجازاً و المشتقا ت لترکبها من مادة و هیئة موضوعتین اولاهما با لو ضع الشخصی و ثا نیهما با لو ضع النوعی تکو ن د لالتها علی معنی ا صل المبد ء بمادتها با لوضع الشخصی و علی مفهومها الترکیبی بو ضعها النوعی و لکونها مرکبة بهذه الصفة لا بد لکو نها حقیقة من تحقق کلا الوضعین و لا یکفیها فی کونها حقیقة تحقق احد هما فقط بخلاف مجازیتها فانها تتصور بانحاء ثلاثة بانتفاء الوضع الشخصی فقط کمجازیة الناطق فی معنی الدال بصرف لفظ النطق الموضوع با لوضع الشخصی عن معناه الحقیقی الی معنی الدلالة و با نتفاء الوضع النوعی فقط کاطلاق لفظ القا ئلة علی المقولة مع بقاء ا صل المعنی المصدری و با نتفاء کلیهما کما لو اطلق الناطق و ارید به المد لو ل فلفظ متوفیك او لفظ توفیتنی ان حمل علی معنی الا خذ بالتما م الذی لا یکون الا برفع الروح و الجسد یکون حقیقة لتحقق مدار الحقیقة من کلا الوضعین و ان حمل علی معنی لم یند رج فیه معنی الا خذ بالتمام سواء جرد عنه بان یکون عدمه قیداً للا خذ او بان یرسل الا خذ و لم یعتبر معه قید التمام وجد فیه التمام او لم یوجد یکون مجا زاً لصر فه عن

معناه المو ضو ع له با لو ضع الشخصی و من المقررا ت و المسلما ت ان المصير الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة و دعوى تبادر التوفى فى معنى الاماتة و جعل التبادر قرينة لكو نه حقيقة فى الاما تة غير مسلم لا نه لو اريد بتبادره فى هذا المعنى التبادر مع عدم القر ينة فذلك اول النزاع و لم يوجد فى القرآن فى مو ضع من موارد هذ اللفظ استعما له فى هذا المعنى بغير قرينة و ان اريد به التبادر مع القرينة فذا ك مسلم و لكن علامة الحقيقة هى تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضما مها و الا يكون كل مجاز مستعمل حقيقة فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة و المجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير و انما ادعينا ان لفظ التو فى حيث وقع فى القرآن بمعنى الاماتة فانما وقع مع القرينة لا بدونها فان حمل التوفى على الموت فى قوله تعا لى ثم يتوفهن الموت بقرينة اسناده الى الموت و فى قوله عز وجل: يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم

و فى :ان الذين توفهم الملا ئكة ظا لمى انفسهم

و فى: تتو فهم الملا ئكة ظا لمى انفسهم

و فى :تتوفهم الملا ئكة طيبين

و فى: توفته رسلنا

و فى: رسلنا يتو فو نهم

و فى: يتو فى الذين كفروا الملا ئكة

و فى قو له تعا لى: فكيف اذا توفتهم الملا ئكة يضربون وجوههم

اسناده الى الملك الموكل فى الاول و فى البا قية من اقوا له الشريفه اسناده الى الملائكة القا بضة للروا ح قر ينة صا رفة

و فى قو له تعالى: و توفنا مع الابرار ، سوال المعية بالابرار

و فی قوله عز و جل: توفنا مسلمین ، سوال حسن الخا تمة قر ینة

کـذ لك و فـی: فـامـا نـریـنك بـعض الذی نعد هم او نتو فینك فا لینا یر جعون، قرینة

التقابل اذ ما یعتبر فی ا حد المتقا بلین یعتبر عد ماً فی المتقابل الآخر

کم اعتبر الانتقال التدریجی فی الحرکة وجوداً و عدمه فی ضد ها اعنی السکون ولا

ریـب ان الحیوة معتبرة فی نرینك اذ ا لا رائة بدون حیوة الرائی غیر متصور فیعتبر

عد مها فی مقابله و هو نتوفینك

و فـی قوله تعا لی: و الذین یتوفون منکم و یذ رون ازوا جاً یتربصن با نفسهم اربعة

اشهر و عشراً ، قرینتان: احد هما و یذرو ن ازواجاً و الا خری یتربصن

و کـذا فـی قـولـه تـعـا لی و الذین یتو فو ن منکم و یذرون ازوا جاً وصیة لا ز واجهم

الآیة قـریـنتـان اولهـمـا هـی اولهما فی ا لآیة السا بقة و ثا نیتهما لزوم الو صیة و کذا

التـقـابـل فی و منکم من یتوفی و قید حین موتها فی قوله تعا لی الله یتو فی ا لا نفس

حیـن مـو تهـا و التـی لـم تـمـت فـی منا مها قر ینة علی المعنی المجازی وفی هذه الآیة

الا مـاتة و الا نـامة کـلتا هما مرادتان لا بطریق الجمع بین الحقیقة و المجازلما تقررمن

امتـنـاعـه فی الاصول ولانه لیس شیء من الاماتة والانامة معنی حقیقیاً للفظ التوفی

حتی یلزم ذ لك من اجتما عه من الآخر و لا بطریق عموم المجاز کما فی قو ل القائل لا

یـضـع قـد مـه فـی دار فـلان فـانه یحنث سواء د خل من غیر وضع القدم کما اذا دخل

راکبـاً او مع الوضع کما اذا د خل ما شیاً حا فیاً و سواء د خل فی الدار المملوکة لفلا ن

او الـدار المستعارة و اللمستاجرة لفلا ن ولا یـخصص هذا القول بمعناه الحقیقی حتی

ینحصر حنثه فی الدخول حا فیاً و فی الد خول فی الدار المملوکة لفلا ن و لا با لمعنی

الـمجازی حتی ینحصر حنثه فی الدخول فی غیر الدار المملوکة لفلا ن و فی الد خول

غیـر حـاف بـل یـعـم با لـد خول مطلقاً فی دارفلان بان کا نت مسکونة له سواء کا نت

تلك السكو نة بالملك او بالعارية او الاجارة و ليس ذ لك الا على سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقى و المجازى كليهما و هذا هو عموم المجاز و ارادة كلتيهما لا بهذا الطر يق لعدم اعتبار معنى عا م يشتمل على المعنى الحقيقى من الاخذ با لكلية و الاخذ با لبعضية فا ذن كونهما مراد تين ليس ا لا من حيث ارادة ا لا خذ بالبعضية بان يراد با لتوفى سلب تعلق الروح با لبد ن تعلقاً يوجب الادراك الاحساسى او تعلقاً يوجب الحيوة فا نكان الاول مسلوباً بدون الثا نى فهذا هو الانامة و ان كان الثانى و من لوازمه كو نه متضمناً لسلب الاول فهذا هو الاماتة و دوران ذلك التعلق بين الاحساس وبين ا لحيوة ليس كدورا ن الشىء بين النقيضين بل كدورا نه بين امر ين يكون ا حد هما ا خص و الآخر اعم و لذا امتنع وجود التعلق الاول بدون الثا نى و يقال و جو باً كل حسا س حى بدو ن عكس كلى فلا تنا فى فى اجتماع الاحسا س و الحيوة فى الحيوان بل فى ارتفا عهما عنه و تضمن رفع التعلق الثا نى لر فع التعلق ا لاول لا يقتضى نفى سماع الامو ا ت اذ سماعهم الذى نحن مثبتوه هو بمعنى ادرا ك ارواحهم و ذ لك ثا بت با لادلة القطعية لا مجا ل لا حد فى انكاره و هذا لا يرتفع فى ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع فى ضمن ار تفاعها و هو السماع العادى الذى لا يمكن الا بقوة جسمانية عصبانية و لايقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالادلة الشرعية و العقلية غير مرتفع و ما هو مر تفع غير ثا بت و بهذا يظهرا ن التقابل الذى بين الموت و الحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين فان كون الحيوة امراً و جو دياً ظا هر و اما المو ت فلا نه ا ثر للاما تة و الاماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الرو ح بالبد ن و ايقاع الفصل بينهما و تخريب البدن كان الموت الذى هو مطاوعها عبارة عن انقطاع ذلك التعلق و الانفصال و التخريب و كل ذ لك و جودى و يد ل على كو نه وجودياً قو له تعالى خلق

الـمـوت و الـحيوة، لان المو ت لو كان عد مياً لما تعلق به الخلق اذ لا يقال للعد مى انه مـخـلـوق فـا ن الـخـلـق هـو الجعل الا يجاد و عد مية عدم الحيوة عدماً ثا بتاً ا للازم لـلـمـوت لا تـصير الموت عد مياً لظهور عدم استلزام عد مية اللازم عدميه الملزوم الا تـرى الـى الـفـلك فـانه ملزوم لعدم السكو ن عند الفلا سفة ولا يلز م يكو ن لا زمه هذا عدمياً كو ن الفلك عد مياً و نظا ئره اكثر من ان تحصر

و هـذا مـا قـلـنـا من ان التوفى ليس حقيقة فى الاماتة لان الاماتة لا يوجد فيها الا خذ بـالتما م بل الا خذ فى الحملة بخلع صورة نو عية عن الجسم الحيوا نى و ليس ا خرى مـنهـا و بـفـصـل الـرو ح عن البد ن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة بكون قـولـه عز وجل يا عيسى انى متو فيك د ليلاً لنا لا له، و يؤيده العطف بقوله و را فعك الـىّ ،اذ الـمـراد بـه الـر فـع الـجـسـمـانى و الا فما وجه تخصيصه بعيسى لعموم الر فع الـروحـا نى كل مو من و حمله على هذا الرفع العا م مستد لاً بقو له عز وجل ير فع الله الذين آ منوا منكم و الذين اوتو ا العلم درجات غير صحيح لان المذ كور فى تلك ا لآ ية هـو رفع المسيح نفسه و فى هذه الآية رفع الدرجا ت و لا يـخفى الفرق بين رفع الشيء نـفسه و بـيـن رفـع درجا ته كما هو بين قو لك رفعت زيداً و بين رفعت زيداً ثو به او بيتـه او شـيـئـاً آخرمما يتعلق به ومع ثبوت التغائر بين الرفعين لا يتم التقريب فعلى هـذا يـقـال ان من نودى و خو طب بالضما ئر هو عيسى فيكون المنادى و المتو فى و الـمـرفـوع و الـمطهر من الكفرة و فائق الابتاع اياه فيتركب القياس من الشكل الاول مـن ان عيسـى هـو الـمـصـداق لـلـمتوفى المفهوم من الآية و المصداق له هو المصداق لـصيـغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى هو المصداق للمرفوع و هذا عين ما ادعيـنـاه من ان المرفوع هو شخصه لا روحه فقط و ا يضاً لو كان روح عيسى مرفوعاً دو ن جسـد ه ا لا طهـر لوقع جسده فى ايدى الكفرة و لـحصل مراد هم و لا ها توه فلم

يصح قوله تعالى و مطهرك من الذين كفروا فان الاماتة ليس تخليصاً و تطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمراد هم و ايصا لالهم الى منا هم و غاية متمنا هم فهل يصح لمن له فهم مستقيم و عقل سليم ان يفهم من الرفع فى هذه الآية الرفع الروحانى فى وهل لايعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة و لعمرى ان هذا الشيء عجيب يتعجب منه كل لبيب

و استدل ايضاً بقوله تعالى:

و قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول الله و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم و انّ الذين اختلفوا فيه لفى شكٍ منه ما لهم به من علم الا اتّباع الظن و ما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزاً حكيماً و ان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً

حيث حمل الرفع على الرفع الروحانى وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء فى قوله تعالى ليومنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسى مقتولاً مصلوباً و برجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابى ثم و جهه بتوجهين آخرين و حكم على كليهما بالصحة و الصواب

الاول ان لفظ الايمان مقدر فى قوله تعالى قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الآية كل كتابى يؤمن بان قتل عيسى مشكوك فيه قبل ان يومن بموته الطبعى الذى وقع فى الزمان الماضى

و التوجيه الثانى ان كل كتابى كان يومن و يعلم قطعاً بانّهم شاكون فى قتل عيسى و ليس قتله الا على سبيل الشك و الظن و ذلك اى ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام و الحاصل انهم و الحال ان عيسى حى اى قبل ان مات كانوا شاكين فى قتله و لم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون

بمشكوكية قتله و فى هذا ا لاستدلال انظار شتى اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل الرفع فى الآية على الرفع الروحانى غير صحيح اذ الكلا م وقع بطر يق قصر المو صو ف على الصفة على نحو قصر القلب و هذا مشروط تبنا فى الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلاً بعكس ما يعتقد مثل ما قام زيد بل قعد لمن يظن بقيامه و ظاهر ان القيام و القعود متنا فيان و اشترا ط التنافى اعم من ان يكون شر طاً لحسنه اولاصله و من ان يكون التنا فى تنا فياً فى نفس الامر او فى اعتقاد المخا طب على حسب تعدد الآراء و انما كان قو له تعا لى و ما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه على نحو قصر القلب لانهم كانوا يدعون ان عيسى مقتول فخاطبهم الله تعالى بعكس ما زعموا من انه مرفوع لا مقتول كما زعمتم فيجب التنافى بين وصفى القتل و الرفع و ذلك لا يتصور الا اذا كان مرفوعاً حال كونه حياً اذ منافاة الرفع حال الحيوة اى الرفع الجسما نى للقتل ظا هر بد يهى لا يحتا ج الى تنبيه فضلاً عن دليل و اما اذا كان الرفع رفعاً رو حا نياً فلوجو ب اجتماع الرفع مع القتل لا يتحقق التنافى بين الرفع و القتل لان كل احد يعلم قطعاً ان من قتل فى سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحانى باجماع المذاهب فحينئذ يجب اجتماعهما و مع ثبوت الاجتماع النفس الامرى بل و الاعتقا دى ايضاً ارتفع التنا فى رأساً فلم يصح القصر او لم يحسن فا ما ان يقر بكون هذا الكلام نزل رداً لزعم اهل الكتا ب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب و وجوب تنافى و صفى القتل و الرفع با حد الوجهين و بكو ن الرفع رفعاً جسما نياً و اما يقر بعدم و جو ب التنا فى بين الو صفين فى قصر القلب و هذا هدم للقواعد العر بيه

و بالجملة لا بد له اما من القو ل بر فعه عليه السلا م حياً و اما من الخرو ج عن العر بية فا يهما شا ء فليختر

و النظر الثانى ان ارجاع الضمير الاول الى مشكوكية قتل عيسى دون عيسى

ليس باولى من ارجاعه اليه فا ختياره عليه مع لزوم مخالفتة السلف و الخلف تر جيح بـلا مرجح بل ترجيح للمرجوع و هذا افحش من ذلك مع انه يكو ن المعنى على هذا ان كل كتا بى يومن بان المسيح مشكوك القتل و ان قتله ليس بقطعى كما اوضحه بنفسه و هـذا المعنى لا يستقيم لا ن اتيانهم بمضمون قتل عيسى فى عنوان الجملة الا سمية و تـاكيـده بـان صـريـح فى كو نهم مذ عنين بقتله و لذا ردّ الله عز وجل ادعاء هم هذا بـقـولـه عـز و جـل و مـا قتـلـوه و لـم يـزد عليه قيد يقيناً فالقول با نهم لم يكو نوا مـذعنين بل كا نوا شا كين فى قتله قو ل بالغاء قيد يقينا فى قوله تعالى و ما قتلوه يـقيناً الخلوه عن القا ئدة على هذا التقدير و ادعاء ان قيد يقيناً قيد للقتل المنفى فى ومـا قتلوه فيكو ن النفى وارداً على القتل المقيد بهذا القيد و النفى على هذه الوتيرة كـمـا يتـحـقـق و يـصح با نتفاء القيد كذ لك يصح با نتفاء المقيد و القيد كليهما و ههنا كـذلك فـان الـقتل مع التيقن منتف لا ينفعه و لا ينجيه من لزوم الغاء القيد لكفاية نفى اصـل الـقتل فى ردهم مع انه يخالف القاعده الاكثرية من ان النفى الوارد على المقيد يتـوجـه الـى الـقيد فحسب على انه لم يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صـميـم القلب كما وجد على كو ن قو لا لمنا فقين لرسو ل الله ﷺ نشهد انك لرسو ل الـلـه من غير صميم القلب فكيف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شا كين من قبيل اظهـار خـلاف مـا كانوا عليه لئلاً يتوجه ايرا د لزوم الا لغاء على الكا ئد المستد ل بل وجـد الـد ليـل عـلى انهم كانوا بقتله مذعنين كما يدل عليه صر يح عبارة القرآن ان النصارى قد يماً و حد يثاً يدعون بذ لك و يدعون الناس الى الايمان بذ لك و يزعمون ان وقـوعـه لـه عـليـه السـلام كـا ن كـفـارة لذ نوب امته مع انه كان ذالك مكتوباً فى انـجيـلهم و ان كـان بطريق التـحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل و زعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز و يمكن منهم الشك فى قتل عيسى و مع وجود هذا الدليل لا يتصور ان

ينسب الى جميعهم الشك فى قتله و قول الله عز وجل و ان الذين ا ختلفوا لفى شك منه ما لهم بذ لك من علم ا لااتباع الظن مؤل بان المراد با لشك ليس ما يتسا وى طرفاه كما اصطلح عليه المنطقيو ن بل المراد من الشك المذ كور ما يقا بل العلم و من العلم الحكم الجازم الثا بت المطابق لنفس الا مر و على هذا لا تنا فى بين شكهم و اذعانهم فى قتل عيسى فيكون معناه و ان الذين اختلفوا لفى شك منه اى لفى حكم غير مطابق للواقع و ان كان حكمهم بذلك حكماً جازماً و لكن لعدم مطا بقته لنفس الامر لا يعد علماً بل شكا و ليس لهم بذ لك علم اذ لا بد فيه من المطابقة فى نفس الامر فهم انما يتبعون الظن اى الحكم الغير المطابق لنفس الامر فيكون مال الشك و الظن واحداً و لو اريدا بالمعنى المصطلح لا هل المعقول لم يتحد مصدا قهما المتبا ئن بينهما لو جو ب رجحان ا حد طرفى الظن اى الطرف الموا فق و عدمه مطلقاً فى الشك و هذا ظا هر و اطلاق الشك و الريب على غير المعنى المصطلح لهم مما يقابل العلم اليقينى شائع و فى القرآن واقع قال عز وجل و ان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا اطلق الريب على انكارهم و قولهم الجاز م با نه كلام البشر و با نه شعر او كهانة يدل على ذ لك قو له تعا لى:

فلا اقسم بما تبصرون و ما لا تبصرو ن انه لقول رسول كر يم وما هو بقو ل شا عر قليلاً ما تو منو ن و لا بقو ل كا هن قليلاً ما تذ كرو ن تنز يل من رب العا لمين

فلو كانوا شا كين فى كو نه كلا م الله تعا لى با لشك المصطلح لما وقعت هذه التاكيدا ت من كون الجملة اسمية و تا كيد ها با ن و بالقسم فهذه دلا لة بينة على شدة انكار هم لكو نه كلام الله تعا لى البا لغ الى حد الجز م با نه كلا م غير الله و كذا اطلاق الظن عليه قال تعا لى:

ان یتبعون الا الظن و ان هم الا یخرصون

و خلاصة الاشکال الذی ورد علیه على تقدیر ارجاع الضمیر الاول الى الشك اما لزوم الغاء القید فی ا لآ لة و اما حمل قو لهم انا قتلنا المسیح بن مر یم على خلاف الظا هر مع وجود ما یوجب حمله على الظاهر فمن التزم الاول فقد تکا فر و ان الثانی فقد تحا مر فا یهما شا ء فلیختر و ثا لث الانظار ان فی هذا التوجیه تکلفاً بحیث لا یتبادر ا لذهن الى رجوع الضمیر الى ماادعى رجوعه الیه مع انتشار الضمیر و ذ لك مخل لکمال فصا حة القرآن

و الرا بع ان المعنى على هذا التقدیر یؤل الى انهم یصدقون بمشکوکیة قتله و لما کان الشك و المشکو کیة متحلین لزم کون التصدیق متعلقاً با لشك الذی هو تصور سواء ارید با لشك مفهو مه العنوا نی او مصداقه لان کلا منهما تصور لا محالة و سواء ارید با لتصدیق الادرا ك الاذعا نی الذی هو من جنس الادراك او الحالة الادراکیة الاذعا نیة التی هی من لوا حق الادراك و تعلقه بالتصور مطلقاً باطل کما تقرر فی مقره و لکن تعلقه بالشك حال کون التصدیق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدیر کونه من لوا حقه لانه على هذا یکون الشك معلوماً و التصدیق ادرا کاً و علماً به وقد ثبت با لبرهان عند هم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمیة بالمعلوم فلزم اتحا د التصدیق و الشك مع انهما متبائنان

و النظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بین طرفی النسبة من الوجود و العدم على التساوی ای ادراك النسبة مع تجو یز طرفها من غیر ا ذ عان باحد جا نبیها فا لمعنى الذی اراد الکا ئد من ان اهل الکتا ب یو منو ن بشکهم فی قتل عیسى قبل الایمان بموته الطبعی یرجع الى ان شکهم فی قتله حاصل من غیر ا ذعان بمو ته الطبعی لا ن من لوازم القبلیة ان لا یوجد البعد حین حدوث القبل و لا ن الشك

فـی قبـل الشـخـص مع الایمان بموته الطبعی مما یستحیل و لا خفاء ایضاً فی ان لقتله علیه السلام طرفین وجوده و عدمه فاذا کان مشکوکاً یجب ان لا یذعن باحد جانبیه مـطـلـقـاً ولا بـمـا یـندرج فی ذ لك الجا نب و ظاهر ان الموت الطبعی یندر ج فی عدم الـقتـل انـدراج الا خـص تـحـت الاعم لشموله الحیوة و الموت الطبعی کلیهما فتجر ید الشك فـی قتله من الاذ عان بموته الطبعی من اجلی البدیهات لان تساوی طرفی الشك مع رجحان ا حد هما غیر ممکن و هذا مما یعلم کل من له ادنی فهم ۔

فـلـو کـان مـراد هـذه الآ یة مـا قا له فا ی علم حصل بنزولها و ای فا ئدة من فوائد الخبر ترتبت علیها فتدبر علی ان حملك هذه الآیة علی ما حملت قول با ن هذه الآیة مبیـنة لبـعـض اجـزاء الـمـاهیة لـلشك و هـذا کانه ادعاء ان القرآن یبین المعا نی الـمصطلحة للقوم کما ان الکافیة و الشا فیة و التهذ یب و امثا لها کذ لك فهل یتفوه به عا قل

و امـا عـلـی التوجیه الثانی فیر د علیه ما عدا الخامس من الانظار المذ کورة کـلهـا و یرد علیه خا صةً ایضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئی ثـم ا ثبـات صـفة معـینـة لهـا کـمـا یـقـتـضـی انحصار ذ لك الشیء فی تلك الصفة و هذا انـحصار حقیقی کذا لك سلب و صف معین عنها سواء کان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبا ت مـنـا فـی ذلك الـوصف یـقـتـضـی انـحصار الشیء فی المنافی للوصف المسلوب و هذا انـحـصـار اضافـی و کـلا هـذیـن الـحـصر ین نوعاً حصر الموصوف فی الصفة و اما انـحـصـار الـصـفة فی الـمـوصـوف بالانـحصارالحقیقی فبوجودها فی الموصوف و انتـفائها عن جمیع ما عداه و با لا نـحصار ا لا ضا فی فبوجو د ها فیه و انتفا ئها عن بـعض ما عداه فقط و من المعلوم با لبداهة صدق المحصور فیه علی المحصور الکلی کـلیـا و فـی الآیة انـحـصـار ا ضـافی لانـحصار اهل الکتا ب فی الایمان بالنسبة الی و

صف الكفر دون سائر الاوصاف فلكو ن المراد من ا لآية سلب الكفرعن جميعهم و اثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذ لك و حصرهم فی ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابی صدقاً كلياً بان يقال كل كتابی يومن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عز و جل و ان من اهل الكتا ب ا لاليو منن به قبل موته على ما حمله فی هذا التو جيه يكون معنا ه كل كتا بی يؤمن بمشكو كية قتله عليه السلا م قبل ان ما ت ۔ و مع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الما ضی و الاغماض عن مفاد النو ن الثقيلة من معنی الا ستقبال اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين فی زمانه قبل رفعه و هذا مناف للقاعدة المارة آ نفاً و اما ان يعم للموجودين منهم قبل رفعه و بعده الی يوم القيا مة و هذا يؤدی الی تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لا متناع تقرر الصفة بدون موصوفها و فيه تجو يز لمعيه النقيض و كذا يرد عليه ان حمل موته الذی هو مصدر على الما ضی من غير داع مخصص تكلف لا يرتضيه ارباب الفهوم و يرد على تصويبه كلا المعنين و نسبه كلا منهما الی الكشف و الالهام ان احد المعنيين باطل لا محا لة اذ التو جيه الثا نی قوی الاحتمال فی الخصوص لاهونية خلا ف القا عدة من اجتما ع النقيضين و ا لاول لا يتمشی فيه سوی العموم و العمو م و الخصو ص مما يتغا ئرا ن فا ن سلم التو جيه الاول انتفی التو جيه الثا نی و ان الثا نی ارتفع الاول فا حد الكشفين لو فر ض بالهام من الرحمن يكو ن ا لآخر بالها م من الشيطان اذ لو كا ن كلا هما بالهام الله تعالی لما وقع التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لا من الكشو ف الصادقة الرحمانية و الا لم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة و ايرادات عقلية ساطعة فالذی من شانه امثال هذه الدعاوی و من خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الی القرآن و اذا بهما تثبت بالعقل

و ان بكل منها تذيل بالكشف و الا لهام فان طو لب بد ليل يد ل على صدق كشفه تبهت و تحير و تنكس او هو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحى فيرجى و لا ميت فيلقى او نظير للنعا مة اذا استطير تبا عر و اذا استحمل نظا هر

فاقول بفضل الله تعالى ان المعنى الصحيح للآ ية المذ كورة الذى لا يرد عليه شيء من تلك الانظار هو انهم قالوا انا متيقنو ن بقتل المسيح بن مر يم فردهم الله عز و جل با نهم ما قتلوه و ما صلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لا بد للعلم اليقينى من مطابقة لنفس الامر و اذا لم توجد المطا بقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا النحو من القطع و ادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقينى به شبهة صرفة و جهل مركب يفسر بالحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع و ليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن و الجهل المركب لانهم ما قتلوه اى انتفى قتله انتفاءًا يقينياً بان يكون قوله يقينياً قيداً للنفى لا للمنفى بل رفعه الله اليه با لرفع الذى ينا فى القتل و هوالرفع الجسما نى دون الرفع الروحا نى لا ينا فى القتل بل يجامعه فى نفس الامر و فى اعتقا د المخاطب و كان الله عزيزاً لا يعجزه شئى عن رفعه مع جسده حكيماً فى صنع رفعه و ليس احد من اهل الكتا ب الا ليومنن به اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسى سواء كا ن ايمانه نا فعاً له كالايمان فى حا لة غير الباس او لم يكن نا فعاً له كا يمانه فى حا لة الباس و الايمان فى غير حالة الباس اعم من ان يكو ن قبل نزول عيسى او حين نزوله فهذا المعنى قد روعيت فيه صيغة المضارع و النون الثقيلة التى تدل على استقبا لية مد خولها بالاجماع من اهل ا للغة و لم يرد عليه شيء من النقوض فالذى ذكرناه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافى عن شوا ئب الايرادات كاف لد فع الاشكالات يومن به المصنف المنا ظر و ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر

و استدل ایضاً بطر یق الالزام علی اهل السلا م القائلین بحیوة المسیح بان کل من یومن بوجود السماوا ت یومن یتحرکها علی الاستدارة فلو کان علی السماء للز م بتحرکها تحرکه فلم تتعین له جهة الفوق بل علی هذا قد یصیر تحتا و قد یصیر فو قاً فلا یتعین له النزول ایضاً اذا النزول لا یکو ن ا لا من الفوق

و ایضاً یلز م کو نه فی الا ضطرا ب و عدم القرار دا ئماً ما دا م هو فی السماء و هذا نوع من العذا ب

و جوا به ان جهة الفوق تطلق حقیقة علی منتهی الحظ الطولانی من جانب را س الانسا ن با لطبع من محد ب فلك ا لافلا ك و جهة التحت علی منتهی ذلك الحظ مما یلی رجلیه من مرکز العالم و هاتان الجهتان لا تتبدلا ن عوض و یطلق الفوق و التحت علی الحدود التی بین المرکز و بین المحدب ایضاً لکن اطلا قاً ا ضا فیاً لا حقیقیاً و کل من هذه الحدود المتوسطة یمکن اتصا فه بکلا الوصفین من الفوقیة و التحتیة مثلاً محدب فلك القمر متصف با لفوقیة بالاضافة الی مقعره وما عداه من الحدود المتقاربة الی المرکز و متصف بالتحیة بالنسبةالی سائر الافلاك فهذا الحد المعین فوق و تحت لکن بوجهین و الحاصل ان کل حدین فرضاً بین المرکز و بین محدب الفلك الاعلی فما کان منهما اقرب الی المرکز و ابعد من المحدب فهو تحت و ما بالعکس فهو فوق بخلا ف الحقیقیتین فان ما یتصف منهما بالفوقیة لا یمکن ان یتصف بالتحیة و ما یتصف بالتحیة لا یمکن اتصا فه با لفوقیة لا ن محد ب الفلك الاعلی محد ب دا ئماً و مر کز العا لم مرکز دا ئماً لا تغیر و لا تبدل فیهما و علی هذا یقال ان المسیح لما کا ن فی السماء الثا نیة فلا ریب فی انه ابعد من المرکز و اقرب الی المحد ب بالنسبة الی من هو علی وجه الا رض فیکو ن فوق من هم علی الا رض

و ان سلمنا تحرکة بتحرك السما وا ت فلا یلزم عدم تعین جهة الفوق له علیه

السلام بل ما دام هو فى السماء متصف بالفو قية بالنسبة الى سكان ا لارض جميعاً فاذا اراد الله تعالى نزوله انتقل من مقره السما وى من محد ب السماء الثانية بحيث يتزا ئد البعد فيما بينه و بين محد ب فلك الافلاك انا فا نا من البعد الذى كان بينهما و يتناقص كذا لك البعد فيما بينه و بين مركز العا لم من البعد الذى كان حيث هو فى مقره الى ان يصل الى سطح الارض و انت تعلم ان الحركة من المحد ب الاعلى او مما يقربه الى جا نب مركز العوالم هو النزول كما ان الحركة من جانب ذ لك المركز الى جانب ذ لك المحد ب هو العرو ج فلم يلزم من تحركه بتحر ك السماوات على الاستدارة عدم تعين النزول له

و ايضاً لا يلز م من تحركه بتحرك السما وا ت كو نه مضطر باً و فى نوع من العذاب الا ترى الى الذى ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس فى وسط الكوا كب التى تدور حو لها و قالوا انها ليس لها حركة حو ل الارض بل للارض حركة حولها و ان ا لارض ا حدى السيا را ت عند هم و هى عطارد و الز هره و الارض و المريخ و سنة

و قال بعضهم ان الارض هى التى تتحرك هذه الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق و بسببها ترى الكوا كب طالعة و فارية لانها اذا تحر كت كذ لك و كا نت الكوا كب سا كنة او متحر كة الى تلك الجهة ايضاً لكن بحر كة ابطاء من حركتها ظهر لنا فى كل ساعة من الكواكب ما كانت محتجبة بحدبةالارض فى جانب المشرق و احتجبت عنا يتحدبتها فى جانب المغرب ما كا نت ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض سا كنة و ان الكواكب هى متحركة بتلك الحركة السريعة الى خلاف الجهة التى تتحرك الارض اليها كما يتخيل ان السفينة الجارية فى الماء سا كنة مع كون الماء متحركاً الى خلاف جهة السفينة و هذا القو ل و ان كا ن مردوداً بان الا ر ض ذا ت

مبدء میل مستقیم طبعاً کما یظهر من اجزا ئها المنفصلة فیمتنع ان تتحرک علی الاستدارة و بانها لو کانت کذ لک لما و صلت الطیور الی ما توجهت الیه من جهة المشرق عند طیرانها من المغرب الی المشرق و ان کا نت المسا فة التی بین مبدء مسیر الطیور و بین منتهاه مسا فة قلیلة ا لا بعد مضی اکثر من یوم و لیلة و بانه علی هذا کان یجب ان یتخیل جمیع ما فی الجو من الطیور متحرکاً الی جانب المغرب سواء کان ذ لک الطا ئر متحرکاً بحرکة نفسه الارا دیة الی المشرق او المغرب و ذلک لبطوء سیر الطیور و سرعة حرکة الارض و بوجوه اخری ترکنا ذکرها و بقوله تعالی شانه و القی فی ا لارض رواسی ان تمید بکم و بقو له الکریم

ام من جعل الار ض قرا راً و جعل خلا لها انهارا و جعل لها رواسی

فمع بطلا ن هذا القول نقول انهم مع کونهم عقلا لم یجز موا ببطلا ن مذ هبه ذا بظهور استلزامه عذاب من هو علی الارض و لم یورد علیهم احد ممن یخا لفهم من المسلمین و سائر اهل المعقول هذا الایراد نعم اوهام العامة الجهلة الذین لا حظ لهم من العلوم العقلیه تتزلزل بامثال هذا و کل علی تقدیر تسلیم حرکة فلک الافلا ک علی الاستدارة ثم بتسلیم حر کة سا ئر الا فلا ک بتحریکه ایا ها ولنا ان نمنع حرکة فلک الا فلاک المعبر بالعرش فی لسان الشروع علی الاستدارة لانه لم یوجد فی الشرع دلیل قطعی یوجب الظن بذ لک فضلاً عن ان یوجب العلم القطعی کیف ولم یثبت ذ لک فی خبر قوی بل ولا ضعیف ان العرش یتحر ک علی الاستدارة و یحرک ما تحته من الافلا ک بل قد ثبت فی ا خبار صحیحة ان له قوائم و هذا بظا هره یابی ان یکو ن الفلک الذی یصفونه علی ما یصفونه ولا یابی ما صح من انه مقبب کا لخیمة و قد ورد انه یحمل الیوم العرش اربعة من الملا ئکة و ثما نیة منهم یوم القیا مة قال عز و جل

و يحمل عرش ربك فو قهم يو مئذ ثما نية

اى يـوم الـقيامة و على هذا كيف يستقيم كون الفلك متحركا بالحركة المستد يرة و ما ورد فى القرآن انما هو سير الكواكب كما قا ل تعا لى:

لا الشـمـس يبـغـى لهـا ان تد رك القمر و لا ا لليل سـا بق النهار و كل فى فلك يسبحـو ن

و قال :كل يجر ى الى اجل مسمى۔

و قال ما اعظم شا نه: فلااقسم بالخنس الجوار الكنس

و فسـر بالنجو م الخمسة زحل و المشترى و المر يخ و الزهرة و عطارد و لئن سـلـم كـون ذلك الـفـلك متـحـركاً فلا نسلم انه يلزم بتحركه تحرك سائرا لافلا ك لان الشـرع لـم يـرد بـاتصال الافلا ك فيما بينها بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع الاحـا ديـث و لـم يثبـت كـونهـا كـروية بـل ورد ان الارض بالنسبة الى السماء الد نيا كـحـلقة فى فلاة و هكذا سماء الد نيا بالنسبة الى السما ء الثا نية و الثانية بالنسبة الى الثـالثة و هـكـذا و الـكل من الكرسى و ما تحتته بالنسبة الى العرش كحلقه فى فلاة و ظـاهـر انها لو كا نت كروية لما صح هذا التمثيل و اذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حـركتهـا عـلى الا ستدارة و لما لم يثبت الاتصا ل فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلك الافلاك لا يلزم تحرك ما تحته من الافلا ك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضاً لم تثبت فلم يرد ما زعمه المستد ل بطر يق الا لزا م تقليداً للا وها م العا مة

و حـا صـل كلامنا هذا كله و رود منوع متعاقبة مترتبة على استد لاله بانا لا نسـلـم كـون الـفلك الاعلى متحركاً و لئن سلم فلا نسلم انه متحرك على ا لاستدا رة و لـئـن سلمنا ه فلا نسلم ان بتحركه يلز م تحرك باقى الافلا ك لتو قفه على اتصا لها و لا اتـصـال فـلا يـلـزم تـحـركهـا حتى يتـحـقـق مـزعـومـه و لـئن سلم كل ذ لك فلزو م

المحذورات الثلث من عد م تعين جهة الفوق له و عدم تعين النزول له و كو نه فی العذا ب الدا ئمی ممنوع مطلو ب د لیله و انی له ذ لك

و قد عرفته مفصلاً و تا مل فیه بالنظر الصا ئب یظهر لك مبلغ انكشا فه فی علم الهیئة و دركه فی القواعد الهند سیة لینكشف لك حقیقة دعواه من المجددیة و المحدثیة و تقوله المفتری فی ادعاء المسیحیة

واعترض علی العلماء الاسلا میة علی قولهم بان الفلسفة القدیمة تشهد بان الجسم العنصری للانسان لایمكن ان یبلغ الی الطبقة الزمهر یریة و بان اهل فلسفة الیوم قد حققوا بتوسط الصعود علی بعض الجبال ان اهو یه ر ؤس تلك الجبال مضرة منافیة لصحة البدن بحیث لا یمكن ان یبقی حیاً حین وصوله فی تلك الاهو یة ،فاتفاق سوابق الفلاسفة و لواحقهم علی ذلك یحیل ارتفاع المسیح الی السماء اذ لا بد لارتفاعه الیها من الوصول الی الطبقة الز مهریریة و نفوذه فیها فی اثناء الصعود الی السماء و الوصول الی تلك الطبقة لما کا ن غیر ممكن امتنع صعوده الی السما ء لاستلزا م عدم امكان المعد لعدم المكان المعد له و لا یخفی علیك ان كل ذ لك سفسطة و تز ئین للبا طل و تمو یه للفا سد العا طل لا یستتر وهنه علی اللبیب العاقل فان ما ترتب علیه امتناع صعوده من عدم امكان و صول البد ن الا نسانی الی الطبقة الزمهریریة معللا بمنافاتها لحیوة ا لانسان غیر مسلم لان عد م امكا نه الیها یتو قف علی عدة امور منها استواء جمیع اجزا ء الطبقة فی هذه الكیفیة المضرة و هذا ممنوع لا بد له من دلیل بل باعتبار ا ختلا ف نسبة او ضاع الشمس الی العوا لم العنصر یه یشهد الو جدا ن بخلا فه و منها كو نها ثا بتة لتلك الطبقة فی مرتبة ذا تها ثبو ت الذاتیا ت للذات بحیث یستحیل انسلا خ تلك الكیفیة عن هذه الطبقة فی مرتبة ذا تها و هو ایضاً ممنوع فان نسبة الكیفیة الی الطبقة لو كانت بهذه المثابة لكا نت ذا تیة لها

و قـد ثبـت فـى مـقـرهـا ان لا تشـكـيك فـى الـمـاهية ولا فى ذاتيـاتهـا و التشكيك فى الـمتكيفات انما يكون بـالشدة و الضعف و من المعلوم با لبداهة العقليةان تلك الكيفية تشتـد و تـضـعف حسـب مسامتة الشمس كما فى النهار و عدم مسامتتها كما فى ا لليل ولاختـلا ف اجـزاء الـطبـقة فيها صيفا و شتاء و شما لا و جنو باً إختلافها كذ لك ادل دليـل يـنـفـى كـونها ذا تية لها و اما كونها لازمة لتلك الطبقة فذا لك اما باعـتبار ذا تها واصلها و هى نفس البرودة و ظاهر انها لا تـنافى لحيوة الا نسان و اما باعـتبار مر تبة مـعيـنة مـن مـرا تبهـاالمنافية لها فهى غير معينة بعد و بعد تسليم تعينها فدوا مه غير مسلم فا ين ا للزوم. و لئن سلم ا للزو م فذلك ا للزوم عادى لا عقلى يمتنع انفكا كه عن مـلـزومـه كـما يمتنع انفكا ك الزوجية عن الاثنين و ا للازم العادى يجوز انفكا كه عن مـلـزومـه كـلـز و م السكر للخمر فانه لازم عـادى للخمر و لذا ينفك عن الخمر بالملح و بـالـخـل و الـحـرارة للنار كذ لك لازم عا دى و لذا خاطبها الله تعا لى فى حق ابرا هيم بـقـولـه عـز وجل قلنا يا نـار كونى برداً و سلا ماً على ابرا هيم، فانفادت و تبردت كما اخبر به عز و جل:

فـما كان جوا ب قومه ا لا ان قا لوا اقتلوه او حرقو ه، فانجاه الله من النار كيف و لو كـانـت الـحـرارـة لازمة لهـا بـا لـلـزوم الـذا تـى لا نـتـفت النار بزوال الحرارة. و ذكر الـمـورخـون ان الـنـار تبردت على ابى مسلم الخولانى حين امر مسيلمة الكذاب بنار عـظيـمة حتى اشتعلت و توقدت فامر بالقاء ابى مسلم فيها فالقى فلم تضره النار فاذا كـان حـال الـحـرارـة بـالـنسبة الـى النار كذلك مع ان حرارتها بذاتها فما بال البرودة بـالـنسبة الـى الـطبـقة الـزمـهـريـرية من الهوا من كون برودتها بالتبع و بالعرض لان عـنـصـر الهوا بحسب ذا تها حار رطب كما هو محرر فى كتب الطب و لما تكن الكيفية ذا تية لهـا و لا لازمـاً عـقـليـاً يـمـتـنـع انفكا كها عنها مجاز انفكا كها عنها حين صعود

المسیح الی السماء لامکان وجود ما یقتضی کسر صورة البرودة عن مسیره من تلك الطبقة من مجاورة الادخنة الغلیظة المشتعلة التی تری منها صور مختلفة کالینازك و الرماح و الحیوا نات ذی القرون وغیرها سواء کانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التی تسمی بالحریق او غیر متصلة بها فلم یمتنع صعوده علیه السلام الی السماء من اجل البرودة المفرطة التی فی تلك الطبقة الکائنة فی مسافة ذهابه الیها و منع حرارة کرة النار لمسیره الیها۔ کذ لك لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادی یجوز انفکاکها عنها و لو آ ینا و من ا لامور المتعددة التی قلنا بتوقف عدم امکان وصول البدن الانسا نی الی الطبقة الز مهر یریة علیها استقرار البد ن و اقا متہ فیها مدة یتاثر فیها ببرودتها ومن الضروریا ت ان استقرار البدن فیها غیر لازم للذ هاب الی السماء المتضمن للوصول الیها لان الذهاب الی السماء انما یکون اما بالانتقال الد فعی او التدریجی و کل منهما لا یستلزم الاستقرار فی مسا فة الا نتقال حتی یتاثر البد ن فی مسیرة بکیفیة متضا دة لصحته و ظا هر ان ا حد المتضادین با لذا ت مع کونه اشد انفعالا و اسرع تاثراً من الضد الاخر یشترط لتاثره منه الاجتماع بینهما مدة یتحقق فیها تاثیر ا حد هما فی ا لآخر و تاثر الآخر به فالا مران اللذان لیس بینهما التضاد بالذا ت بل بالتبع اولی بان یشترط لتا ثر احد هما بالآخر الاجتماع فیما بینهما فی زمان معتد به وعلی هذا یقال ان مزا ج بدن المسیح و ان کان ینافیه هواء الطبقة الز مهر یریة لکن لما یلز م لذ هابه و صعوده الی السماء الاستقرار فی تلك الطبقة سوا کان فی الواقع انتقاله و ذهابه بطریق الدفع او بطریق الحرکة یلزم تضرره المشروط بالاستقرار لعدم لزوم شرطه فلم یمتنع صعوده الی السماء و لم یلز م عدم امکان المعد حتی یتفرع علیه عد م امکان المعدله کما زعمه

الا تـر ى انك اذا نفذ ت يد ك فى الشعلة و اسرعت فى تنفيذ و اخراجها منها لا تتـاثـر يـدك بـحرارتها و كذا ان اوقدت نـاراً عظيمة بحيث يشتد و يرتفع شعلتها و رميـت السهـم مـن الـقـوس الـى هـد ف تحول تلك النار بينك و بين الهد ف فهو حين نـفـوذه فـى الشـعلة مع كو نه من الخشب لا يتاثر من حرار تها و ذا لك لسر عة خرو ج اليد و السهم و ذها بهما منها و عدم الاستقرار و هذا على تقدير منع محض الاستقرار مـع تسليـم الامـرين الاولين من كون كيفية البر ودة ذا تية او لاز ماً عقلياً و من كون جـمـيـع اجـزا ء الـطبـقة متسـا وى الـكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الـمـوقـوف عـليهـا اعتـرا ضـه و استلز ام انتفاء المو قو ف عليه لانتفاء المو قوف من المعلوما ت بالضرورة

و استدل ايضاً بقوله تعالى:

فيها تحيون و فيها تموتون و منها تخرجون

و تهذ يبه ان فى ا لآ ية تقديم الجار و المجرور المتعلق با لفعل اعنى تحيون و ذلك لا فـا دـة الحصر فيؤل معنـاه الى انه لا حيوة لاحد من بنى آ د م الا فى الارض فـلـو كـان الـمسيـح حيـاً فى السماء للزم بطلان هذا الـحـصـر الـمستفاد من قول الله عـزوجـل فـالاذعـان بـقـولـه تـعا لى و فيها تحيون لا يجتمع مع القول بكونه حياً فى السـمـاء فـلا بـد مـن الـقـول بـكـو نـه ميتـاً كسـا ئـر ا لا نبياء و كونه مر فوعاً بالرفع الروحانى دون الجسدى ۔

اقـول بتوفيق الله حصر التقديم فى افادة الانـحصار مخدوش بل التقديم قد يـكـو ن لاغـرا ض آخـر كـرعـا ية الـقـوا فـى و الـفـوا صل و اهتمام البيان و امثالهما فيـحتـمـل التـقـديم فى الآية توافق الفواصل فلم تتعين افادة الحصر و لئن سلمنا ذلك فباعتبار الاكثر لا باعتبار الكل و لو باعتبار الكل ايضاً فبخصو ص الحيوة فى عالم

الناسوت الذی هو محل الکون و الفساد دون الحیوة المطلقة التی من جملتها الحیوة السماویة اذ لو تعلق الا نحصار بالحیو ة مطلقاً انتقض بحیوة اصحاب الجنة فی الجنة و بحیوة اهل النار فی النار ولا بد لا عتبار الحیوة الناسوتیة ایضاً من التقیید بغالب ا لاحوا ل و الا انتقض بمن سار فی الهواء بواسطة الطیران علی طر یق خرق العا د ة کما وقع لبعض الکبراء او بواسطة الرکوب علی البابور الد خانی الهوا ئی کما شا هده کثیر من ابنا ء الزمان فلا منا فا ة حینئذ بین التصدیق بقو له تعا لی المذ کور و بین التصدیق بکو ن المسیح بن مر یم حیاً فی السما ء کما لا یخفی علی من له اد نی تا مل

و من استدلالا ته المزخر فة الوا هیة ان لو کان عیسی حیاً فی السماء و نازلاً قبیل قیام الساعة فلا یخلو اما ان یکون حین نزوله معزولاً عن وصف الرسا لة و فی مثل هذا النزول تنزیل لشا نه و تحقیر لمکا نه و لا یلیق ذلك بشان الرسل او ینز ل و هو رسول متصف بوصف الرسا لة کما کان قبل رفعه الی السماء و هذا یخا لف قول الله عز وجل فی حق نبینا المطهر المکر م ﷺ و شرف و عظم :

ما کا ن محمد ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل الله و خا تم النبیین۔ ا لآ یة

و خاتمهم من لا یکو ن بعده نبی کما قال علیه السلا م لا نبی بعدی۔ فاذا لم یکن بعده نبی فکیف ینز ل عیسی و هو رسو ل نبی۔

و جوا به بالنقض بان ما عدا النبی ﷺ من الانبیاء کلهم حال کونهم فی البر زخ بعد بعث نبینا ﷺ او حال ما یکونون فی عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسا لة او النبوة و فی هذا تحقیر لهم و لا ینا سب ذ لك لعلو حا لهم و قد تقرر فی کتب العقا ئد ان الانبیاء بعد انتقا لهم من دار الدنیا لا یعزلون عن مناصب النبوة بل صر ح فی بعضها بتکفیر من قال هذه الجملة او هل هم متصفون بوصف النبوة و

هـذا يـخـالف قـول الـلـه و لكن رسول الله و خاتم النبيين لان خا تميته تقتضی ان لا يـكـو ن بـعـده نبـی فـكيف يـصـح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كون نبينا ﷺ مبعوثاً و كيف لا يعزلون عن منصب النبوة فی المعاد فما هو جوا بك عن هذا النقض الوارد فهو جوا بنا عن اعترا ضك المزخر ف

و الـحـل ان الـمسيـح حين تمكنه فی السماء و حين نزو له و كذا هو و سا ئر الانبيـاء فـی البـر ز خ و فی المعاد متصفو ن بو صف النبوة و الرسا لة غير معزو لين عـن مـنـا صبهـم و قـول الـنـا قض ان هذا يخا لف قول الله عز و جل ما كا ن محمد .. الآيـه، غيـر متـو جـه اذ النبی ﷺ آخر الانبياء بعثاً بـمـعـنـی انه اوتی النبوة بعد ما اوتيهـا سـا ئر النبيين عليهم من الصلوة اتمها و من التسليمات اكملها و ليس بآ خرهم بـقـاءً بمعنی ان كلهم مما عداه ﷺ بعد ارسا له صاروا معزولين عن منا صب نبوا تهم و رسـالا تهـم و لا منافا ة بين كونه ﷺ خا تم النبيين و آ خرهم و بين بقاء نبوا تهم و رسـالا تهـم لا ن الـمـعية بيـن الشيئين بقا ءً لاينا فی بعد ية احد هما و اولية ا لآ خر حـدو ثـا كـما تری فی البنا ء و البنّاء و فی الا بن و الا ب فان حـدو ث البنّاء بعد حدوث البناء و حد وث الا بن بعد حدو ث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاءً و امثلته كثيرة لا تحصی

ثـم اكـد ذ لك المعتر ض هذا الا عترا ض المزخرف فی موضع آ خر من كتابه بـان الـمسيح لو كـان حياً فی السما ء متظرا نزو له الی الارض فا ذا نزل و الحال انه لا يـعـرف الـعـربية فيـحـتـا ج الـی عـلـم القرآن ولا يتيسر له ذلك لعدم معرفته العربية و يتـعـسـر له التعليم فی تلك الحا لة لشيخوخته فيحتاج الی ان ينزل عليه كتا ب جد يد بـلـسا نه فيقرأ الـنا س كتا به و يقرأ فی صلو ته من ذلك الكتا ب ويعلم النا س بلسا نه و فی هذا استيصال لدين الاسلا م

اقول متمسكاً بلا حول و لا قوة الا با لله العظيم و مستعيذا با لله من الشيطان الضا ل المضل الر جيم ان كل ذ لك سفسطة من سفسطا ته و لا ادرى انه كيف حصل له العلم اليقينى بان المسيح لم يكن يعرف العر بية من كون العبر ية كثيراًلتوا فق كالفنجا بية و الاردويه فهل يتعسر لمن يعرف احدى ا للغتين معرفة اللغة الاخرى منهما و اما شا هد الذين يعرفون السنة مختلفة يقدرون على ادا ء مضامينهم بلغات متنوعة اليس فى نفسه آ ية انه مع كونه من خمسة ماء يعرف لغتها و يعرف اللغة الفارسية فاى شىء اعجز المسيح من تعلمه العربية اما بتعليم الله تعالى او بتعليم معلم من البشر لسبق التقدير الازلى على كونه مجدداً لهذا الدين و لم يعجز الكائد عن معرفته اكثر من لغة واحدة فبا ى شىء يتيسر ذ لك لغير النبى ﷺ و لم يتيسر للنبى الذى تكلم حال كونه صبياً و قال:

انى عبد الله آ تا نى الكتا ب و جعلنى نبياً مبار كاً

و لو سلم عدم علمه العربية قبل رفعه الى السماء فمن اين جز م بانه له يتعلم فى الملكوت و لئن سلم عدم تعلمه هناك فمن ابناء ه انه لا يمكن له او لا يتيسر له العلم بها نزولها فمن علم الاسما ء كلها لآد م و علم نبينا المكرم علما ما لم يعلم يعلم المسيح بن مر يم و ليس ذا لك على الله بعزيز اما قرع صماخ ا ذنه ان صاحب القوة القدسية تصير النظر يا ت كلها بديهية عنده و هذا مجمع عليه عند اهل المعقول فكيف يستبعد ذلك و لم يستبعد هذا و لئن سلمنا استبعاده او استحالته فلا نسلم ان تبليغ احكام الشر يعة و تفهيم معا نى القرآن و تاد ية مفاهيم كلما ت التوحيد بلغة غير العرب تبد يل للا سلا م و نسخ للاحكا م و استيصال للدين المتين لا نه لوكان كذلك للزم كو ن المسلمين كلهم من غير العرب مبد لاً للاسلا م و للزم كون الكا ئد لما انه يؤدى العقائد و معا نى القرآن و كلما ت التو حيد حسب ما يرتضيه بالهند ية مبدلاً

للاسلام ومعرضاً عنه وتوجب ان من ايقن بان الله عز وجل متصف بصفا ته الكمالية التى د لت عليها النصوص و واحد لا يماثله شئى ولا لشبهه احد لا فى ذاته و لا فى صفاته و ان اكرم الموجودات و اشرف المخلوقا ت سيد نا محمداً النبى ﷺ العربى الهاشمى صادق فى دعواه النبوة حق ما جاء به من عند الله تعا لى و تلفظ بهذه المعتقدا ت الحقة الثا بتة بلغة يعرفها من غير العربية و دام على هذا التيقن و الاقرار و مات على ذلك لا يكون مؤمناً فهل هذا الا نفى لعموم دعوة القرآن و اثبا ت لخصو ص رسالة رسو ل الانس و الجان و قد قا ل تعا لى و تبا ر ك:

تبا ر ك الذى نزل الفرقا ن على عبده ليكو ن للعا لمين نذيراً

و قا ل عز و جل : و ما ار سلنا ك ا لا رحمة للعا لمين

و قال و عز من قا ئل : و ما ارسلنا ك ا لا كا فة للناس

و امره الله تعا لى بقو له : يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعاً

افلم يعلم انه كما ان انكار ا صل نبوة نبينا محمد ﷺ كفر كذ لك انكار عموم نبو ته ﷺ كفر لكون كل منهما متسا وى ا لاقدا م فى رد النصو ص القطعية۔

و ايضاً استدل على عد م كو نه فى السماء بقو له تعا لى:

و او صا نى بالصلو ة و الز كو ة ما دمت حياً و براً بوا لد تى

و تحريره با نه لو كان حياً للزم كو نه ماموراً فى السماء باداء الزكوة و باحسا ن وا لد ته و ظا هر ان امتثا له بهذين ا لا مر ين و هو فى السماء غير متصور

والجواب ان المراد بالزكوة ههنا معناها الحقيقى وهى الطهارةدون معنا ها المنقو ل الفقهى المعروف فى كتب الفقه كما اريد بقو له تعا لى:

و من تز كى فا نما يتز كى لنفسه

و بقوله تعالی : فارد نان یبد لهما ربهما خیراً منه زکوة و اقر ب ر حما

و بقوله تعالی : عبس و تولی ان جاء ه ا لا عمی و ما ید ریك لعله یز کی او یذکر فتنفعه الذ کری اما من استغنی فانت له تصدی و ما علیك ا لا یز کی

و بقوله عز و جل: قد افلح من ز کها

و بقوله تبارك و تعالی: و سیجنبها ا لا تقی الذی یؤتی ما له یتزکی

و بغیر ذ لك من ا لآ یات و علی هذا فعدم تصور امتثا له بهذا الامر خفی غایة الخفاء و تصوره ظاهر کما ل الظهور و ان خفی علی من عمی المبتدع الفجور و اما لزومه ایتمار المسیح علیه السلام ببر والد ته حا ل کونه فی السماء بهذه ا لآ یة فغیر ظاهر لان قوله برا بوا لد تی، لیس معطوفاً علی مدخول الجار المتعلق بقوله، اوصانی، حتی یلزم ذلك اذ لو کان کذلك لکان مجروراً مثل معطو فه و لم یکن منصوباً و لقرأ قو له براً بکسر الباء لا بفتحها لئلا یلز م کون من یقوم به البر ما موراً به کما ان الصلوة و الزکوة مامور بهما مع کونه بد یهی البطلان لضرورة ان ما یؤمر به او ینهی عنه انما هو الافعال دون الذوا ت فاجماع القراء علی فتحهابی کل الاباء عن کونه معطو فاً علی ذلك المدخول و الا لاحتیج لتصحیح للکلا م والاحتراز عن المحذور المذکور الی تکلف حمل التکلف لا مکان تصحیح ذلك الکلا م من غیر تکلف بعطف براً علی قو له نبیاً فیکونان مفعولین بقوله تعا لی، و جعلنی، من قبیل عطف المفرد علی المفرد وبعطف جعلنی المقدر قبل قوله براً علی قوله و جعلنی الملفوظ صریحاً فیکو ن من قبیل عطف الجملة علی الجملة و تما م ا لآ یة:

قال انی عبد الله آ تانی الکتا ب و جعلنی نبیاً مبارکاً این ما کنت و اوصانی بالصلوة و الزکوة ما دمت حیاً وبراً بوالد تی

و علی هذا التوجیه الصحیح الحالی عن المحذور و التکلف لم یلزم توجه

هـذا الامر اليه عليه السلام وجوب امتثا له به حال كونه فى السماء ايضاً على انا و ان سلمنا التوجيه الذى ذكره ذلك و قطع النظر عن لزوم المحذور و التكلف فلا نسلم ان ايتمـا ره بهذه بهذا ا لا مر فى تلك الحال غير متصور اذ البر كما هو متصور فى زما ن حيـاة البـار و الـمبـرو ر اليــه كـليهـمـا كـذلك يـتـصور فى زمان مما ت المبرور اليـه بـالاسـتـغـفـار له و اهدا ء ثوا ب الطا عات اليه فجزم المستد ل بعدم امكان بر المسيح عليه السلا م بوالد ته فى تلك الحا لة جزم فى غير محله ۔

و جملة المرام و خلا صة الكلا م ان المسيح رسول الله حىّ الى الآن و مرفوع الـى الـسـمـا ء بـجسـده و هذه المسئلة ثابتة با لدلائل من الآيات القرآنية و الاحاديث النبو ية و اجماع الامة المحمد ية و الآيات الدا لة عليها قول الله تبار ك و تعا لى:

ما المسيح بن مر يم ا لا رسو ل قد خلت من قبله الرسل ۔

و قو له جل و علا : و اذ قا ل الله يا عيسى انى متو فيك و را فعك الىّ ۔

و قو له تعا لى : و ما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه

و قو له الكر يم: و ان من اهل الكتا ب الا ليومنن به قبل مو ته

و تـقرير دلالة هذه الآيات على حيوته مر باكمل وجه و احسن تفصيل و منها قو ل الله عز بر ها نه:

لـقـد كفر الذين قا لوا ان الله هو المسيح بن مر يم قل فمن يملك من الله شيئاً ان اراد ان يهلك المسيح بن مر يم و امه و من فى الا رض جميعاً

و تـقـريـر الـدلالة ان كـلمة ان الداخلة على كلمة اراد من ادوات الشرط التى وضـعـت لـو قـو ع الجزا ء بوقوع الشرط فى المستقبل و الشر ط ههنا ارادة ا هلا ك

المسيح و الجزاء انتفاء قدرة الدفع لغير الله المدلول عليه التزاماً بقوله تعالى، فمن يملك من الله شيئاً .فان الاستفهام قائم مقام النفی و نفی الملك من الله شيئاً على تقدير ارادة الله تعالى اهلاكه يوجب و يستلزم انتفاء القدرة لاحد غير الله عن دفع اهلاكه على ذلك التقدير فيجب كون كليهما اى الاهلاك و انتفاء القدرة متوقعی الوجود فی المستقبل والا لزم خلاف وضع كلمة ان و توقع وجودهما فی الآتی لا يمكن الا اذا كان المسيح حياً حين نزول هذه الآية لانه لو لم يكن حياً فی ذلك الحين و كان وقوع موته فی الزمان الماضی بالنسبة الى ذلك الحين لادت الآية معنى توقع ارادة اهلاك الهالك و ازالة الزائل و امتناعه غير خفی كامتناع ايجاد الموجود و تحصيل الحاصل و حمل الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حكاية حال حيوته فی الدنيا مع كونه حقيقة فی الاستقبال او استعمال كلمة ان فی معنى لوالدالة على انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط فی الماضی رجوع الى المجاز من غير قرينة و قوله عز وجل :و امّه و من فی الارض ، ليس نصاً فی المعطوفية على قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة على ذلك الحمل او الاستعمال لانّه يحتمل ان يكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوی و يكون جملة حالية فيؤل حاصل معنى الآية الى ان اللّه قادر على ان يهلك المسيح بن مريم و الحال انّه يساوی امه ومن فی الارض فی عدم الالوهية فكما انّ اللّه قادر على مريم ومن عداهم فكذلك هو قادرعلى المسيح لاستواء كلّهم فی نفی الالوهية بل ان حكم بتعين هذا الاحتمال بالارادة لكان اجدر و احرى لان المقصود بهذه الآية رد قولهم انّ اللّه هو المسيح بن مريم و ذا لا يكون الا بايقاع المساوات بين المسيح و بين امّه و من فی الارض فی انتفاء وصف الالوهية و ثبوت وصف العبودية ومع هذا كيف يصح كونه عطفاً وقرينة لصرف الكلام عن حقيقته على ان فی اختيار استعمال كلمة ان بمعنى لو مع قطع النظر عن لزوم

المحذور ثبوت المد عى من حيات عيسى عليه السلام ا ظهر و اجلى لانّه على هذا يؤل الى ان الله تعالى لم يرد اهلا كه عليه السلام و هزا هو المطلو ب الذى نحن بصدده فيقال ان حملت كلمة ان على معناها الحقيقى الوضعى فا لدليل ثابت و مدلولنا متحقق و ان على معنى لو الذ ى هو معنا ها المجازى فا لمد عى على هذا التقدير ايضاً ثا بت و على كل تقدير فا لآية د ليل لنا و شا هد على حيوة عيسى كما لا يخفى على من له اد نى درا ية۔

و اما الاجماع على حيا ته الى الآن فلعدم وجود النقل فى كتا ب من كتب الشر يعة على خلافها من لدن زمان الصحا بة الى يو منا هذا اذ لو لم يكن ا لا جماع منعقداً على حيوته و كان القول بمما ته مذهبا لا حد من المسلمين لنقله النا قلون و لم يطبقوا على عدم نقله و تفسير حبر الا مة ابن عباس قوله عز و جل انى متو فيك بقو له انى مميتك ليس نصاً فى مضى اماتته لان اسم الفاعل لكونه اسماً لا اختصا ص له بزمان دون زما ن كما يدل عليه ما حدوا الاسم به و ما رواه النسا ئى و ابن ابى حاتم عن ابن عباس لما اراد الله ان يرفع عيسى خر ج على ا صحا به و فى البيت اثناعشر رجلا فقا ل ان منكم من يكفر بى من بعد ان آمن ثم قال ايكم يلقى شبهى فيقتل مكا نى فيكون له الجنة فقال شا ب احد هم سناً فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعا د فقال اجلس ثم عاد فعاد الثا لثة قال فصلب بعد ان رفع عيسى الى السماء و جاء الطلب من اليهود فا خذوا الشا ب .. ١ ھ كما لين و ما نقل عن و هب فغير مستند و لئن سلمنا استنا ده فلا يضر اجماع المسلمين لاحتمال انه نقل ذ لك من اهل الكتا ب و يؤيد هذا ا لاحتمال نسبة محمد بن اسحاق و صا حب الو جيز و البيضا وى القول بوقوع مو ته الى النصارى و انه قال فى الوجيز حيوة المسيح مما اجمع عليه

المسلمون و ا خبر الحا فظ ابن القیم و الفا ضل ا لکهنوی نقلاً عنه بتحقیق اجماع المسلمین کلهم علی حیاته علیه السلا م فلم یبق للمنقول عن وهب محمل سوی ذلك الاحتمال و لئن تا ملت فی رسائل الکا ئد القادیا نی ما وجدت دلیلاً لا شرعیاً ولا عقلیا بیده علی ما ادعا ه و و جد ت اقوی دلا ئله ما لا یعده او لو العقول د لا ئل بل استبعادا ت عا دیة و استیحاشات بعدم موانسة کما هو دا ب ارباب الجهالات من عد ا لا استبعاد استد لا لًا کا ستدلا ل بعض کفره ایام الجا هلیة باستبعاد احیاء العظا م وهی رمیم و قد ا خبر منه الله الحمید فی کتا به المجید حیث قال عز وجل او لم یر الانسا ن انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصیم مبین و ضرب لنا مثلاً و نسی خلقه قال من یحی العظام و هی رمیم و کاستد لال بعضهم کما حکی الله تعا لی اجعل الآ لهة الها واحداً ان هذا لشیء عجا ب و کثیر من هذه ا لا مثا ل مذ کور فی کتا به المستطا ب۔ (مصنفه ۱۳۱۱ه)

آفتاب صداقت

(الہام الصحیح کا اردو ترجمہ از مولوی غلام مصطفیٰ امرتسری)

خلو کے معانی:

ہم پروردگار کی مہربانی پر بھروسہ کر کے مطلب شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قادیانی، حضرت مسیح کی وفات پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران:۱۴۴)

(نہیں کہ ہیں حضرت محمد ﷺ مگر اللہ کے فرستادہ بلا شبہ آپ سے پہلے پیغمبر گذرے ہیں کیا اگر آنحضرت ﷺ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے)۔

قادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح یوں ہے (جہاں کہیں تہذیب کا ذکر قادیانی کے استدلال میں مصنف رسل بابا نے فرمایا ہے وہاں اس طرف اشارہ ہے کہ قادیانی کو گو دلیل پیش کرنے کا ڈھب نہیں آیا مگر اس کے بدلہ اس کی دلیل کو سنواریں گے۔مترجم، غلام مصطفیٰ) کہ بتحقیق خلت کا معنی مر گئے ہیں، الرسل کا لفظ الف لام استغراقی کے ساتھ معرف ہے اسی واسطے اس پر افان مات متفرع ہوا کیونکہ اگر خلو کا معنی موت نہ لیا جائے یا الرسل جمع مستغرق نہ ہو تو افان مات کا اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا وجہ یہ ہے کہ اس تفریع کی صحت آنحضرت ﷺ کے الرسل میں داخل ہونے پر موقوف ہے اس میں شبہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا الرسل میں داخل ہونا

تب ہی درست ہوگا جب کہ الرسل کا الف لام استغراقی ہوگا، ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلو بمعنی موت ہو۔اس لئے کہ اگر موت اور خلو کے درمیان غیریت سمجھیں خلو کو موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آوے گی حالانکہ یہ غلط ہے۔کیا معلوم نہیں کہ تفریع تب ہی درست ہوتی ہے کہ جب متفرع علیہ کو متفرع لازم ہو لا غیر۔

پر ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الٰہی میں واقع ہے اس کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک خلو بمعنی موت ہو۔دوم الرسل کا جمع مستغرق ہونا۔ان ہر دو مقدمتین سے ایک کو شکل اول کا صغری دوسرے کو کبری بنائیں گے۔شکل یہ ہے کہ مسیح بے شک رسول ہیں ہر رسول مر گئے ہیں۔اب اس شکل سے جو وہ دو یقینی مقدمتین سے مولف ہے، یہ نتیجہ نکلے گا کہ بے شک مسیح مر گئے۔یہی مطلوب تھا صغری پر (صغری یہ ہے کہ مسیح رسول ہیں کبری یہ ہے کہ ہر رسول مر گیا۔الرسل کا جمع مستغرق ہونا یہ ہے کہ اس سے تمام پیغمبر آدم سے جناب رسول اکرم تک مراد رکھ لئے جائیں۔مترجم) دلیل یہ کلام الٰہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں، نیز یہ کلام ربانی جس کا معنی یہ ہے کہ:نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر خدا کے فرستادہ۔

ان کی مانند اور آیات بھی ہیں جن سے مسیح کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔اور آپکا رسول ہونا کل اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہے۔

کبری کے لئے دلیل وہ دو مقدمہ ہیں جن کی تمہید اور اصلاح ہو چکی ہے کیونکہ جب خلو بمعنی موت ہوا اور اس کی نسبت الرسل کی جانب کی گئی اور الرسل کا جمع ہونا ثابت ہوا تو مسیح کا الرسل میں داخل ہونا یقیناً سمجھنا پڑے گا جب ہی مسیح کی موت کا کبری کی ضمن میں ثابت ہونا لازم آوے گا۔پس قادیانیوں کا یہ مطلب پایہ ثبوت تک پہنچا۔

اس استدلال کی تردید وازالہ یوں ہے کہ یہ دونوں مقدمہ جو کبری کیلئے تھے دلیل بنائے گئے ہیں، مسلّم نہیں ہیں۔عدم صحت تفریع کا استحالہ اس صورت میں کہ دونوں مقدمہ یا ایک نہ پایا جائے نیز مسلّم نہیں، ہم استدلال کو اس طرح پر بھی توڑیں گے کہ یہ استحالہ بہر حال لازم آوے گا خواہ وہ دونوں مقدمہ مان لئے جائیں یا نہ۔

اب پہلے منع کی سند سنتے جائیں کہ خلو کا معنی گذرنا ہے چنانچہ کتب لغات میں خلو کی تفسیر بھی موجود ہے ہم ان کی نقلیں اس واسطے پیش نہیں کرتے کہ وہ باعث طول ہے۔اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم سے کچھ تھوڑا سا بھی مس ہو وہ کتب لغات کا ملاحظہ کرسکتا ہے لیکن یہ تو ضرور کہدیں گے کہ خلو کا معنی کسی اہل لغت نے موت نہیں لکھا ہے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ اصلی اور حقیقی معنی خلو کا بجز گزرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مرجح ہے اس سے کہ قرآن شریف میں خلو کو منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

جب منافقین میں سے بعض لوگ دوسرے منافقین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں۔،

اسی طرح پر خلو کو قرآن مجید میں سنین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔دیکھو اس آیت کا مضمون یہ ہے :تم سے پہلے سنن گذرے ہیں۔،

اور دوسری آیت میں دونوں کی طرف ان کو نسبت ہے دیکھو سورہ الحاقہ میں ارشاد ہے:

کھاؤ پیئو بسبب اس کے کہ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آخرت کے لئے آگے ہی نیک اعمال کئے ہوئے تھے۔،

پس قرآن سے بھی ثابت ہوا ہے کہ خلو کا معنی موت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی گذرنا اور جانا ہے۔ لہذا اب متصور نہیں ہے کہ خلو کا معنی موت لیا جائے بلکہ بالضرور اس کے معنی گزرنا اور جانا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔پس خلو کو موت کے ساتھ تفسیر کرنا یہ بعینہ اخص کے ساتھ تعریف کرنا ہے اس لئے کہ موت خلو کا ایک قسم ہے گزرنا ہر ایک قسم کے انتقال مکانی پر صادق آتا ہے اگر بلندی سے پستی کی جانب انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام خفض ہے اگر پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام رفع ہے۔یا قدام سے خلد کی جانب یا اس کے برعکس ہو سب کو شامل ہے۔موت کے ہر قسم کو خواہ جرح سے ہو یا بلا جرح ہو پس گو ہم الرسل کے جمع مستغرق ہونے کو مان بھی لیں تو بھی مسیح کا مرجانا لازم نہیں آتا۔کیونکہ خلو اور گزرنا جو ایک عام چیز ہے گو نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر عام کا ہر ہر قسم بھی نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہو۔رہی یہ بات کہ اگر خلو کی تفسیر موت سے نہ کی جائے تو اخص کی تفریع اعم پر لازم

آوے گی نیز مردود ہے اس واسطہ کہ انقلاب کا بعید سمجھنا اور ارتداد کے جواز کا انکار دراصل متفرع ہے مگر آنحضرت ﷺ کی قوم کے درمیان بعد اداء رسالت موجود نہ ہونے کی تقدیر پر۔ پس ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر اللہ کے رسول بلا شبہ آپ سے پہلے رسول گذرے ہیں پھر کیا جائز ہے تمہارے لئے دین سے پھر جانا۔ اگر وہ منتقل کئے جاویں اس طرح پر کہ آسمان پر اٹھا لئے جائیں جیسا کہ حضرت مسیح (یہ بات بالا جماع ثابت ہے) یا جس طرح ادریس آسمان پر چڑھائے گئے۔ یا اگر آپ کا انتقال موت سے ہو۔ چنانچہ یہی ان کی نسبت علم ازلی میں مقرر تھا۔ یا آپ کا انتقال شہادت سے ہو۔ چنانچہ اس قسم کی آواز شیطان نے دی تھی (ایک جنگ میں شیطان نے آواز دی تھی ان محمد فقد قتل ۔مصنف نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مترجم) اور تم نے اس پر یقین کرلیا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور البیان ہے کہ آیت میں موت اور قتل صریح کا ذکر کیا گیا ہے نہ رفع کا، سو واضح رہے کہ موت کی تصریح کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہی آپ کے حق میں تقدیر اللہ اور واقع کے مطابق تھی۔ قتل کی تصریح صرف ان کے زعم فاسد کی رعایت سے ہے نیز تاکہ وہ دونوں تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھ جائیں کہ دین سے پھر جانا ناجائز ہے آپ کا مقتول ہونا گوان کا زعم ہی تھا لیکن چونکہ انبیاء سابقین بہت سے مقتول ہو چکے تھے (دیکھو خدا فرماتا ہے: انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا ہے) تو رسول کے حق میں بھی یہ گمان قوت پکڑ گیا تھا اس لئے آیت مذکورہ میں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ رہا یہ کہ رفع کا ذکر نہیں ہوا باوجودیکہ عبارت میں مقصود ہے سو واضح ہو کہ اس کی تصریح بچند وجہ ضروری نہیں تھی۔

اولاً کہ آپ کا مرفوع ہونا تقدیر اور واقع کے مطابق نہیں تھا۔

دوم: یہ کہ اس قسم کا خیال مخالفین کو نہیں تھا۔

سوم: آپ سے پہلے رفع نادر الوقوع تھا۔

بناء علیہ ثابت ہوا کہ ہر تینوں تقدیروں پر موت قتل رفع، جواز الارتداد کا انکار ہی متفرع ہے لا غیر۔

اس میں شک نہیں کہ انتقال جو تینوں میں دائر ہے خلو کے ساتھ (جب اس کا حقیقی معنی گزرنا ہو) مساوی ہے اسلئے اب استحالہ لازم نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک مساوی کی دوسرے مساوی پر تفریع ہو گی۔ اور یہ جائز ہے، نہ اخص کی تفریع عام پر، جو ناجائز ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ ہم نے زید کو نشو ونما پانے والا بالا رادہ

حرکت کرنیوالا کلیات وجزئیات کا ادراک کرنیوالا جسم پایا ہے۔ پس اس پر تفریعاً کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ مجمل (انسان) آپس میں مساوی ہیں۔

جن میں سے ہم نے ایک کو متفرع اور دوسرے کو متفرع علیہ کہا ہے وہ یہ دو ہیں ہر رسول کا گزرنا ہر ایک تقدیر پر جواز الارتداد کی نفی، سبب یہ ہے کہ نسبتوں کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دونوں وجودی یا دونوں عدمی یا ایک وجودی اور دوسرا عدمی ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں عدمی یا دونوں وجودی ہوں۔ باقی ماندہ کہ ارتداد کی نفی خلو بمعنی گزرنے کو کس طرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ نے پیغمبروں کو صرف اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ تا مطلقاً شریعت کو بیان کریں اور طریقہ جو جو اللہ تک پہنچانے والا ہے معین کردیں، اس واسطے مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ اسی زمانہ تک شریعت کو ظاہر کردیں جب تک کہ وہ قوم کے درمیان موجود رہیں ورنہ لازم آوے گا کہ کوئی زمانہ بھی رسول سے خالی نہ ہو حالانکہ یہ صریحاً اور بالاتفاق باطل ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اخص کی تفریع عام پر (گو خلو سے گزرنا ہی مراد ہو) لازم نہیں آتی، ہاں یہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے جناب آنحضرت ﷺ کی موت پر آیت مذکورہ دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے انہوں نے تو لفظ خلت (گزرے اور گئے) سے مدعا ثابت نہیں کیا (مصنف کی تقریر ہی حق ہے اس لئے بھی کہ اگر خلت سے صدیق اکبرؓ استدلال فرماتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ دعوی خاص اور دلیل عام ہو حالانکہ یہ باطل ہے، عام اس لئے کہ خلو کا معنی لغۃً وہ ہے جو موت اور غیر موت کو شامل ہے۔ مترجم) بلکہ افان مات (کیا پس اگر رسول کریم ﷺ مرجائیں) سے استدلال فرمایا ہے سبب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے بعد موت رسول اکرم کے فرمایا تھا کہ آپ نہیں مرے اور نہ مریں گے اور یہ اس خیال سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی موت جائز نہیں اور غیر ممکن ہے اس لئے حضرت صدیقؓ نے آپ کے اس خیال کو اٹھانے کیلئے اس آیت کو پڑھ کر افان مات سے استدلال فرمایا۔ وہ اس طرح ہے کہ دراصل مدخول ان کا وہ ہوتا ہے کہ جس کا پایا جانا واقع میں ممکن اور جائز ہو، لاغیر۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو بحث معانی حروف پر آگاہ ہیں۔ پس جبکہ رسول کریم ﷺ کے واسطے موت کا ہونا جائز اور ممکن ہوا تو حضرت فاروقؓ کا خیال جو اس کے ناممکن ہونے پر جما ہوا تھا بالکل اٹھ گیا۔

یہ بات کہ صدیق اکبرؓ نے افان مات سے استدلال فرمایا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ آیت پڑھی تھی جس کا مضمون یہ ہے:

اے رسول تم اور وہ موت کا مزہ چکھنے والے ہیں۔

ان کا یہ قول ہر جمع جو معرف باللام ہو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے مسلّم نہیں ہے چنانچہ یہی محققین کی کتابوں میں مصرح ہے۔ اسی کی تائید قرآن میں ہے۔ ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ:

کہا فرشتوں نے مریم سے کہ اے مریم خدا بلاشبہ تم کو خوش خبری دیتا ہے۔ مریم سے فرشتوں نے کہا اے مریم خدا نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں ملائکہ کا لفظ جمع اور معرف ہے مع ہذا تمام فرشتہ مراد نہیں۔ ہمارے مدعا کو یوں بھی تائید ملتی ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ آدم کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا اس میں بھی لفظ ملائکۃ سے تمام فرشتے مراد نہیں لئے گئے بلکہ یہ فائدہ لفظ کل اور اجمعون نے دیا ہے ورنہ یہ لفظ بے فائدہ ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ

ایسے ہی بہت قرآنی مثالیں ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرف باللام استعمال کیا گیا ہے لیکن چونکہ ان سب کا ذکر کرنا طول کا باعث ہے اسی پر اکتفا کیا۔ نیز عاقل کو اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا جب یہ مقدمہ غیر مسلّم ہوا تو شکل مذکور کے کبری کی کلیت بھی غیر مسلّم ٹھہری۔ پس یہ نتیجہ کہ مسیح مر گئے، اس سے حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ شکل اول میں کبری کی کلیت شرط ہے اور کلیت تو جاتی رہی۔ لہذا نتیجہ جو مشروط ہے وہ بھی جاتا رہا اس پر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اگر الف لام استغراقی نہ لیا جاوے تو دراصل تفریع کا ناجائز ہونا لازم نہیں آوے گا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ،

نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر خدا کے رسول، بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے،

اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف خدا کے مقرب بندے اور سچے رسول ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کی جنس گزری اور گئی ہے ظاہر ہے جو چیز (مثلاً موت) جنس کے بعض افراد کو باعتبار ذات کے ثابت ہو اس کا باقی افراد کو بھی ثابت ہونا جائز ہے پس جیسا کہ اس چیز کا ثبوت بعض

افراد کے لئے ملزوم الامکان ہے ویسے ہی باقی افراد کے لئے ۔ واقع میں یہ مہملہ اگر چہ بمنزلہ جزیہ کے ہے (مہملہ وہ ہی ہے جس میں افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو یعنی اس قضیہ میں نہ یہ ہوگا کہ یہ حکم تمام افراد پر ہے اور نہ یوں ہوگا کہ یہ حکم بعض افراد پر ہے چونکہ قد خلت من قبلہ میں بھی نہ تو تمام افراد رسول اور نہ بعض افراد رسول کو حکم لگایا گیا ہے کہ اس لئے مصنف نے اس کو قضیہ مہملہ فرمایا ۔ مترجم) اس لئے شکل اول کا کبری نہیں بن سکتا (کیونکہ اس میں کبری کی کلیت شرط ہے) لیکن اس مہملہ کو ممکنہ کلیہ لازم ہے اس واسطے وہ کبری بن سکتا ہے جیسا کہ کہدیں کہ مسیح رسول ہیں اور بلا شبہ جنس رسول بالفعل گزرا اور گیا۔ پھر ممکنہ کلیہ کو جو اس مہملہ کو لازم ہے کبری بنائیں گے پس شکل اول حاصل ہوگی۔

دیکھو مسیح رسول ہیں، ہر رسول بالامکان میت ہے

اس لئے یہ شکل یہ نتیجہ دے گی کہ مسیح علیہ السلام بالامکان میت ہے۔ پس اس صورت میں ایک تو تفریع درست ہوئی اور نہ کوئی محال عقلی اور شرعی عائد ہوا (یعنی مسیح کا مرنا جو قرآن واحادیث واجماع سے مخالف ہے)

اب دیکھئے کہ صرف ایک ہی مقدمہ کے تسلیم نہ کرنے کی حالت میں یہ کیفیت ہوئی تو پھر جس حالت میں دونوں مقدموں کو تسلیم نہ کریں گے تو قادیانی کے مدعا کا کہاں ٹھکانا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو کچھ بھی سمجھ ہے وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم پہلے یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اگر دونوں مقدموں کو (الف لام کا استغراقی ہونا اور خلو کا بمعنی موت ہونا)، مان بھی لیں تو پس ظاہراً تفریع کی عدم صحت پر الزام نہیں جاتا جیسا کہ دونوں مقدموں کے تسلیم نہ کرنے کی تقدیر پر نہیں جاتا۔ سو اس لئے کہا جاتا ہے کہ الرسل کا لفظ گو ہم اس کو جمع مستغرق اور خلو کو بمعنی موت ہی لیں، ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو شامل نہیں ہوگا کیونکہ اس کلام ربانی (قد خلت من قبلہ) میں آپ سے پہلے رسولوں کا خلو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کا خلو آپ سے پہلے بھمیں معنی ہے کہ وہ آپ پر وصف خلو میں سبقت لے گئے ہیں آپ ان سے اس وصف میں متاخر ہیں۔ ظاہر تر ہے کہ آپ ان کی پیش دستی اور آپکا تاخر یہ دونوں زمانی ہیں اس میں متقدم متاخر کے ساتھ موصوف ہوتے تھے اسلئے لازم ہوا کہ جس زمانہ میں اور رسول وصف خلو کے ساتھ موصوف ہوئے اس وقت میں رسول اکرم ﷺ اس وصف کے ساتھ موصوف نہیں تھے وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ رسول کریم ﷺ بھی ان پیغمبروں کے ساتھ خلو سے موصوف ہو چکے تھے تو بریں تقدیر لازم آوے گا کہ آیت میں ایک چیز

کے اپنے آپ پر مقدم ہونے کی خبر دے گئی ہو۔ حالانکہ نادان تک اس کے بطلان کو جانتے ہیں البتہ جب یہ اعتقاد کر لیں کہ جس زمانہ میں اور پیغمبروں کو خلو عارض ہو گیا تھا تو تب جناب رسالت مآب کو یہ وصف لاحق نہیں تھا تو بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے خلو اور گزرنا ممکن تھا جیسا کہ اور انبیاء گزرے اور گئے۔

بنابراں کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ اس زمانہ میں دوسرے انبیاء اس وصف خلو سے موصوف ہو گئے تھے خلو کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ آپ رسل ماضیہ میں (اس سبب سے کہ وہ اس وصف سے خالی تھے) داخل نہیں ہوئے۔ پس جس حالت میں یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین میں داخل نہیں تو ظاہراً تفریع کی عدم صحت کا پھر بھی اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ تو ان میں داخل ہی نہیں ہوئے ہیں پھر کیونکر خلو کا حکم جوان پر لگایا گیا ہے آنحضرت ﷺ کی طرف منتقل ہو گا۔ آخر یہ تو صریح الفہم بات ہے کہ انتقال موقوف اور داخل ہونا موقوف علیہ ہے۔ پس جہاں پر موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا ہو موقوف کیسے پایا جاوے گا۔ لہذا قادیانیوں کو خلو صرف موت ہی میں مستعمل سمجھنا، الرسل کو جمع مستغرق ٹھہرا لینا بالکل نافع نہیں ہے۔ کیا غریق کو گھاس سے چنگل مارنا کچھ فائدہ دیتا ہی نہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جو قادیانی اس الزام کے دفعیہ میں پیش کریں گے وہی ہماری طرف سے بھی حاضر ہے۔ مگر معہذا ہمارا پلہ بھاری ہے کیونکہ ہم تو ماسوا اس کے بھی جواب دے چکے ہیں چنانچہ ماسبق سے ظاہر ہے۔ شاید قادیانی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے بھی جواب سمجھ لیں لیکن یہ تو ان کیلئے نافع نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو قادیانیوں کے مدعا اور نقیض کو شامل ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ کسی چیز کا امکان جیسا کہ اس چیز کے وجود کو مقارن ہے ویسے ہی اس کے عدم کو مقارن ہے۔ پر بدیہی ہے کہ مدعا اور غیر مدعا کو جو ثابت ہو اسکا پایا جانا گو مانع اور تسلیم نہ کرنے والے سائل کو نافع ہو مگر دلیل پیش کرنے والے کو ہرگز نافع نہیں ہے۔ یہ قاعدہ بالکل مسلّمات سے ہے اور ظاہر ہے کہ گو قادیانیوں پر ان کی کم علمی سے پوشیدہ ہو۔

اس سے علاوہ اور لیجئے کہ اگر مان لیں کہ وہ آیت جس کا مفاد یہ ہے کہ:

نہیں ہے حضرت محمد ﷺ مگر خدا کا رسول بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبر گزرے اور گئے،

اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے ماسوا جتنے بھی رسول تھے وہ سب مر گئے، تو اس صورت میں وہ آیت جس کا معنی یہ ہے،

نہیں مسیح بن مریم مگر خدا کا رسول بلاشبہ ان سے پہلے پیغمبر گذرے،

چاہیے کہ اس پر دلالت کرے کہ مسیح کے سوا جتنے رسول ہیں سب مر گئے، حالانکہ یہ غلط ہے اس لئے کہ مسیح کے ماسوا رسولوں میں ہمارے سردار فخر موجوداتﷺ بھی داخل ہیں تو اس سے لازم آوے گا کہ آنحضرتﷺ بھی اس آیت کے اترنے سے پہلے مر گئے ہوں، اور یہ صریح جھوٹ ہے، اس لئے کہ یہ آیت آپ کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔

لہذا الف لام کا استغراقی لے لینا بھی محال ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ جس کے مان لینے سے کوئی محال لازم آوے اس کا ماننا بھی محال ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ کہ، مسیح مر گئے ہیں، صادق نہیں ہے۔ لو جی اس کا صدق اس صورت میں تھا کہ اگر مسیح آخر میں مندرج ہوتے لیکن وہ تو مندرج نہیں ہیں سبب یہ ہے کہ ان کا اندراج الف لام کے استغراقی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی باطل ہے۔ پس نتیجہ مذکورہ بھی کاذب ہوا۔

نیز دوسری آیت (جس کا معنی ابھی بیان کیا گیا ہے) صراحتاً مسیح کے (آیت کے نازل ہونے کے وقت) زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے دیکھو اگر مسیح اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خدا کو یوں فرمانا چاہیے تھا کہ،

نہیں ہیں مسیح مگر خدا کے رسول، بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مر گئے ہیں، یا

بلاشبہ مسیح مر گیا درحالیکہ اور رسول مر گئے، یا

بلاشبہ مسیح مر گئے جیسے کہ اور رسول مر گئے۔ یا

بلاشبہ رسول مر گئے، اور نہ فرماتا:

بلاشبہ مسیح سے پہلے رسول مر گئے۔

مگر یہ سب کچھ اس تقدیر پر ہے کہ جب الرسل کو جمع مستغرق مراد رکھ لیں گے جیسا کہ قادیانی اور اس کے مقتدی کا گمان فاسد ہے۔ پس خلو کو من قبلہ (آپ سے پہلے) سے مقید کر دینا اسی لئے ہے جو ہم

بیان کر آئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ آیت مسیح کی حیات پر تب ہی دلالت کرے گی جب کہ الف لام استغراقی لیں، اس سے مسیح کی موت آیت کے نازل ہونے کے وقت پر لازم آوے گی، سو یہ غلط ہے کیونکہ لفظ الـرسل سے جنس رسول مراد ہے۔ اس لئے اس کی توجیہہ یوں ہوگی کہ، جنس رسول کسی زمانہ میں اس کا وجود ہو، گو مسیح اب تک نہیں مرے، مسیح سے پیشتر مر گیا، لیکن مسیح علی؟ بھی اس جنس کی طرح مریں گے۔

بناء علیہ اس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ مسیح اگر چہ اب تک نہیں مرے ہیں، مگر آخر مریں گے۔ یہ ایسا ہوا جیسا کہ پہلی آیت سے ہمارے سید و مولا ﷺ کے انتقال کے زمانہ ماضی میں نفی اور آئندہ انتظار ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اس کے کہ اس آیت نے مسیح کی حیات پر دلالت کی ہے اس آیت سے ان کی موت سمجھ لیں گے تو بھی بداہۃً قرآن میں تخالف اور تعارض پایا جاویگا حالانکہ ایسے امر کا قائل کافر ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ الـرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔

شاید اس موقع پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ چونکہ موت اور حیات آپس میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی دوسری آیت سے موت مراد رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے سبب یہ ہے کہ اگر موت کے معنی اس چیز کا حساس ہونا کہ اس کی شان سے حساس ہوتا ہے مقصود ہے تو موت و حیات میں بطور تقابل عدم و ملکہ کے تخالف ہوگا۔ اگر موت کے معنی بدن سے روح کا جدا ہونا ہے چنانچہ یہی نصوص شرعیہ عقلیہ سے ثابت ہے پس موت و حیات میں تضاد ہوگا اور بہر صورت دونوں میں مخالفت پائی جائے گی لہذا مسیح کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا اور آئندہ میں ان کی موت کا واقع ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے البتہ نصاری اور قادیانی اس رائے میں متخالف ہیں۔ نصاری تو کہتے ہیں کہ مسیح مر کر زندہ ہوا اور آسمان پر چڑھا۔ قادیانی کہتے ہیں کہ مسیح مر گئے اور آسمان پر بجسدہ نہیں چڑھائے گئے۔

پھر قادیانی مسیح کے مر جانے پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ:

نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کے بدنوں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔

لیکن ہم نے پہلے اس کے استدلال کی اصلاح کریں گے پھر جواب دیں گے۔

قادیانی کا استدلال کہ اگر مسیح آسمان پر زندہ بھی مان لئے جائیں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں حالانکہ خداوند تعالی نے آیت میں ان دونوں باتوں کے برخلاف ارشاد فرمایا ہے، کیونکہ ماحصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہ ہو۔نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ظاہر ہے کہ مسیح کا اب تک زندہ ہونا جو گویا خلو سے عبارت ہے ان کے حق میں کہنا کہ وہ وہاں پر کھانے پینے سے فارغ ہیں یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صراحۃً اس سالبہ کلیہ (نہیں کوئی جسد..الخ) سے مخالف ہے۔اس سلب کلی پر یہ دلیل ہے کہ خدا ایک آیت میں فرماتا ہے کہ اے رسول ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ مر جائیں گے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہیں گے۔پس اس آیت سے صاف سلب کلی ثابت ہوا۔اس سے یہ بھی لازم آیا ہے کہ یہ موجبہ جزئیہ (کہ بعض آدمی جیسے کہ مسیح فلانے وقت سے اب تک یا فلاں وقت زندہ ہے) باطل ہو سبب یہ ہے کہ یہ اس سالبہ کلیہ کی نقیض ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک شےء متحقق ہو تو اس کی نقیض کاذب اور غیر متحقق ہو ورنہ اجتماع النقیض لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔جیسا کہ دونوں نقیضوں کا متحقق نہ ہونا باطل ہے۔

الجواب: آیت مذکورہ میں حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے وہ تو جعل بسیط پر وارد نہیں ہوا ہے (جعل کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ بسیط ہے ان کا مذہب ہے کہ خدا نے اشیاء کی ماہیتوں کو دراصل بنایا ہے اور وجود تبعیت کے طور پر خود بخود ہی عارض ہوا ہے مثال لوہار تلوار کو بناتا ہے اور تیزی خود بخود موجود ہو جاتی ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ خدا ماہیات کو موجود کر دیتا ہے۔پس بریں تقدیر جعل اور بنانے کے لئے دو مفعولوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں پر مصنف نے جعل مؤلف فرمادیا ہے وہ ہرگز جعل بسیط نہیں ہے) بلکہ جعل مولف پر جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے ایک کا نام مجعول (بنایا گیا) دوسرے کا نام مجعول الیہ (جو کچھ بنایا گیا ہو) ہے۔دیکھو اس آیت میں انبیاء مجعول اور جسد جو بغیر طعام کے فاسد ہوتا ہے مجعول الیہ ہے۔پس یہاں پر نفی ایسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی ہے جو مقید ہے۔پر بدیہی ہے کہ مقید گو اس کے ساتھ ہزار قیدیں لگی ہوئی ہوں تب تک نہیں پایا جاتا جب تک کہ ہر ایک قید نہ پائی جائے۔اب یہاں تو تین قیدیں ہیں ایک جعل کا مرکب ہونا، دوم جسد کا مجعول

الیہ ہونا، سوم عدم الاکل کی قید۔ لہذا یہ جعل جوان قیود سے مقید ہے جب ہی متحقق ہوگا کہ یہ سب قیود پائے جائیں۔ البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہوجانا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہوجانے پر موقوف نہیں، بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہوجائے تو اس چیز کا عدم پایا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ اگر بجائے جعل مولف کے جو مقید ہے اور ہی چیز فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اڑادیویں بایں طور کے صرف پہلے مفعول کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ فقط متعلق ہونا مان لیں یا جسد کے مقام پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیویں یا تمام قیود کا تحقق مان لیں، مگر عدم الاکل یا تمام قیود یا مطلق شئے کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا فرض کرلیں، تو بہرحال مقید بھی معدوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مفہوم صرف ممکن ہی ممکن ہیں، واقع میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے عدم الاکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے واقعی بھی ہے، ماسوا اس کے جتنے ہیں ان کا واقع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اس لئے ان کے عدمات واقعی نہیں ہیں۔

جب یہ سن لیا تو اس کا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا تو کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام ہی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا جب کہ کھانا متحقق ہوگا۔ پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبہ سالبہ ہے (کہتے ہیں زید نے طعام نہیں کھایا یہ سالبہ ہے جب اس پر اور نفی داخل کریں گے تو یوں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے تو صریح لازم آئے گا کہ زید نے طعام کھایا ہے۔ غرضیکہ جہاں نفی پر نفی داخل ہو وہ سالبہ سالبہ ہے جہاں زید کے لئے کھانا ثابت کیا گیا ہو وہ موجبہ محصلہ کہلائے گا۔ مترجم) موجبہ محصلہ لازم ہوا اگرچہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہوتے ہی ہوتی ہے لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء) امر واقعی ہے۔ پھر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے ضرور ہوں گے اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ آیت مذکورہ (و ما جعلنا ھم) سے جو سالبہ سالبہ ہے قضیہ موجبہ محصلہ لازم آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔

اب قادیانی سے مستفسر ہے کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان کے لئے ان کی ذات کی طرف نظر کرکے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے، یا تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت ان کے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللا دوام جیسا کہ اول

اور پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللا ضرورۃ جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک رائے کے یا پانچویں کے ماسوا میں بھی عندالبعض یا لاضرورۃ ولا دوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہ کریں۔ بہرحال پر ظاہر ہے کہ ضروریہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کھانا بالضرور ثابت ہے) اور دائمہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دائماً ثابت ہے) باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے متحقق ہے۔ پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جائے گا۔ اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے ہیں۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صادق ہے اس لئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو ویسے بھی اجتماع النقیضین لازم آئے گا جیسا کہ گذرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے اس لئے کہ وصف رسالت ہرگز ضروریات یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے۔ علی ہذا القیاس اکل الطعام رسول کے واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہو اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے آخر یہی تو کہو گے کہ اکل طعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ بھوکا خود ضروری الوجود نہیں ہے پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہہ دیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے تو جس کے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت میں ضروری نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں ہے اور منجملہ اوقات وہ وقت بھی ہے جس میں کتابت متحقق ہے پس وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں ہے تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت کب ضروری ہوگا۔ ویسے کھانا گو بشرط الجوع (بھوکا) ضروری ہے مگر بھوک کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔

شاید کہو کہ جب یہ مانا گیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی ہو ضروری ہے تو یہ قول جس قضیہ مشروطہ کہتے ہیں صادق آئے گا کہ ہر رسول کیلئے بشرط الجوع طعام کا کھانا ضروری ہے حالانکہ تمہارے لئے مضر ہے۔

سو واضح رہے کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آئے گا سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا کیا معلوم نہیں ہے کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے ذریعہ سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے نہ بھوکا کا، پھر کہو کہ

صورت مذکورہ میں وہ کیسا مشروطہ بن سکتا ہے۔ بنابریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے (مطلقہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں محکوم علیہ پر محکوم بہ کے ساتھ تین زمانوں میں کسی زمانے میں حکم لگایا گیا ہو جیسا کہ کہہ دیں زید کہ کسی زمانہ میں کاتب ہے ممکنہ عامہ وہ ہے جہاں پر جانب مخالف کی ضرورت سلب کردی گئی ہو۔ چنانچہ کہیں زید بالامکان عالم ہے یعنی زید کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ یوں ہوگا کہ ہر رسول کیلئے طعام کا کھانا جائز ہے نہ کھانا ضروری نہیں ہے پس یہ ممکنہ ہوا ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے یہ مطلقہ عامہ ہوا۔ مترجم) خواہ لا دوام ولاضرورۃ کی قید لگاویں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جسکا مضمون یہ ہے،

اے رسول آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے

کیونکہ اس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ وہ رسول کسی نہ کسی زمانے میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، نہ یہ کہ ہر ہر وقت میں جیسا کہ ہر ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے ایسا ہی طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا، پس اس مطلقہ اور ممکنہ کو لا دوام کی قید لگا دیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ (جیسے کہ کہیں زید کھاتا ہے کبھی نہ ہمیشہ اس کو وجودیہ کہتے ہیں۔ مترجم) ایسا ہوا کہ اس کی پہلی جزء آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لا دوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت تک پہنچی۔ البتہ اس وجودیہ کو بسبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے ضروریہ وغیرہ لازم ہے لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس لئے اس کی دو جزو لے کر قضیہ بنائیں گے پھر دیکھیں کہ وہ اسلامیوں کے عقیدہ کے مخالف ہے یا نہ۔

دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔

اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی کی مخالفت نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ قضیہ کہ مسیح بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے یہی صادق ہے۔

اچھا صاحب یہ جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ بھوک ضروری الثبوت نہیں ہے سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب اجزاء گھستے ہیں ان کے قائم مقام اجزاء کے چاہنے کو بھوک کہتے ہیں۔ پس جب گھسنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر بدیہی ہے کہ جب تحلل یعنی گھسنے کے اسباب مختلف ہوں گے تو

بالضرور تحلل کے درجہ بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ تحلل کے درجہ بے شمار ہیں۔ پس بنا براں کہ کہیں ادنی اور کہیں اعلی ہے، ہر ایک دوسرے سے سلب کیا جا سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنی تحلل اعلی تحلل نہیں ہے اور اعلی ادنی نہیں ہے۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جو ادنی ہے یا اعلی اسے اس درجہ معینہ سے مسلوب کرنا جائز ہے ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویہ اجمالاً حکم لگایا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے ماسواسب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن ہے کیونکہ وہ مطلق ہے اور مقید بجز امکان مطلق کے ممکن نہیں ہو سکتا۔

رہی یہ بات کہ جو سلب واقع میں ہے وہ کیوں مطلق ہو، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ سلب واقعی میں کسی درجہ میں محقق ہونے کا لحاظ نہیں ہے، لیکن سلب کے ممکن ہونے سے یہ لازم آیا کہ تحلل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہو کیونکہ نفس تحلل کا سلب ہی مطلق سلب ہے، اس لئے تحلل کا سرے سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہوا۔ پس بھوک کا سلب بھی سرے سے ممکن ٹھہرا۔ لہذا ثابت ہوا کہ بھوک خود ضروری الثبوت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تھے۔

ہاں یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ تحلل کا سلب ممکن ہی ممکن ہے۔ نہیں بلکہ خدا کے کلام سے اس کا وقوع بھی ثابت ہے آیت میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ:

اے آدم تجھ کو بہشت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ تم اس میں برہنہ ہو گے اور نہ تجھ کو پیاس لگے گی اور نہ تم اس میں چاشت کا وقت دیکھو گے۔

بھوک کا ان کو بہشت میں عارض نہ ہونا اس لئے تھا کہ وہاں تحلل نہیں تھا جیسا کہ چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا۔

اگر اس کے جواب میں کہیں کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ہر وقت میں بھوک نہیں لگے گی یا سخت بھوک نہیں عارض ہو گی، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے ورنہ چاہیے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو وہاں پر ایسا ہی مراد ہو حالانکہ اس قسم کی تجویز تب تک صحیح نہیں ہے جب تک کوئی ضرورت نہ ہو پھر یہاں پر کہیے کہ کون

سی ضرورت درپیش ہے کہ ظاہر معنی چھوڑ کر ایک ایسے معنی مراد رکھ لیں کہ اسکی طرف ذہن کا انتقال بھی نہیں ہوتا اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلانے درخت کے سوا جس درخت کا پھل کھانا چاہو کھاؤ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوک عارض ہوتی ہے لہذا جہاں پر بھوک کی نفی کی گئی ہے وہاں سخت بھوک یا دائمی بھوک مراد رکھ لینا چاہیے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم وحوا کے لئے بہشت میں کھانا مباح اور جائز کر دیا گیا ہے اور اس سے بھوک کا اس میں متحقق ہونا لازم نہیں آیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ دنیا میں میوہ جات استلذاذ کیلئے کھائے جاتے ہیں نہ بھوک کے واسطے۔ ویسے ہی بہشت میں جو طعام کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور دی جائے گی وہ تو صرف تلذذ کے واسطے ہے اس پر بھی اگر اے مخالف قانع نہیں تو تفسیر تیسیر اور وجیز کا مطالعہ کر ایسا کیوں نہ ہو کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس میں سے جو داخل ہوگا پیئے گا اور جو پیئے گا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ پیاس اور بھوک میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس جیسا کہ پیاس کا نہ ہونا ممکن ہوا اسی طرح بھوک کا نہ ہونا بھی جائز ٹھہرا۔ یہ تو ایسی ایک بات ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ علت کے نہ پائے جانے سے معلول کا نہ پایا جانا لازم نہیں ہوتا پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ تحلل کے غیر متحقق ہونے سے بھوک کا غیر متحقق ہونا جائز ہے۔ کیوں درست نہیں کہ بھوک کے لئے اور ہی کوئی علت ہو جس کے تحقق سے اس کا بھی تحقق لازم ہو۔ کیا زید کا نہ مرنا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں کہ وہ پہاڑ پر سے گر کر نہیں مرا صحیح ہوگا نہیں کیونکہ زید کا مرنا چھت یا درخت پر سے گرنے سے بھی متحقق ہوسکتا ہے۔ علی ہذا القیاس مرنے کیلئے اور اسباب بھی ہیں جن کے عارض ہونے سے زید مرسکتا ہے۔ پھر اگر ان اسباب میں سے ایک سبب نہ پایا جاوے گا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم جو آپ لگا چکے ہیں صحیح نہیں ہے۔

الجواب۔ علت دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو معلول ہرگز متحقق نہیں ہوگا۔ سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ بایں معنی علتیں دو تین نہیں ہوسکیں (کیونکہ پھر ہر ایک عبارت پر کہ، اگر وہ نہ ہوتو معلول بھی نہیں ہوگا، ہرگز صادق نہیں آوے گی بلکہ پھر تو یوں کہنا پڑیگا کہ اس علت کے غیر متحقق

ہونے کی حالت میں معلول متحقق ہوسکتا ہے۔مترجم) پس جب کہ اس علت کا تعدد اور تکثر جائز نہیں ہے تو معلول اس میں منحصر ہوگا اور علت اس کو لازم ہوگی اس لئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جائے گا تو ملزوم کا لازم کے بغیر پایا جانا متحقق ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے۔لہذا ہمارا یہ قول کہ، بھوک نہیں ہے کیونکہ تحلل نہیں ہے، صحیح ہوا کیونکہ تحلل بایں معنی کہ، وہ اگر نہ متحقق ہو تو بھوک بھی متحقق نہیں ہوگی۔، بھوک کے لئے علت ہے۔تحلل بھوک کے واسطے علت بایں معنی نہیں ہے کہ وہ جس وقت پایا جاوے گا تو بھوک بھی متحقق ہوگی (ایسی علت کو مصحح لدخول الفاء کہتے ہیں جیسا کہ خاص رکن اور تھم چھت کیلئے علت ہے، کیا معنی کہ اگر یہ خاص رکن ہوں گے تو چھت قائم رہے گی اگر ان کے قائم مقام اور تھم بھی رکھے جائیں تو بھی قائم رہے گی۔مترجم) (یعنی اذا وجد فوجد) اسلئے یہ استدلال کہ، بھوک کا غیر متحقق ہونا ممکن ہے کیونکہ تحلل کا عدم جائز ہے، درست ہوگا۔البتہ بھوکا کھانے کے واسطے بمعنی مصحح لدخول الفاء (اس کا معنی وہی ہے جو ابھی گذرا) علت اور علت ہے کیونکہ کھانا بھوک کے بغیر بھی متحقق ہوسکتا ہے۔کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کھاتے پیتے ہیں۔

قادیانی اس استدلال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوندتعالی فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں تھے نیز کہ ہم نے اے رسول آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی کیا اگر آپ مرجائیں تو آپ کے مخالف ہمیشہ رہیں گے۔

اس استدلال کی توضیح تنقیح اس طرح پر ہے کہ مسیح اگر اب تک زندہ ہوتے تو ان کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم آئے گا حالانکہ خدا نے صاف ظاہر فرمایا ہے کہ کسی کو ہمیشگی نہیں ہے۔

الجواب: دونوں آیتوں میں جو ہمیشگی کی نفی کی گئی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ طول العمر بھی نہیں بنایا گیا بلکہ دراصل اس کا معنی تو یہ ہے کہ کوئی ابدالآباد خدا کی طرح زندہ نہیں رہے گا۔اگر اے مخالف اس پر آگاہی نہیں ہے تو کتب لغات مفاہیم قرآن مجید کو غور سے دیکھو۔دیکھتے نہیں کہ قرآن شریف میں بہشتیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں خالدین اور ہمیشہ رہیں گے۔دوزخیوں کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔لہذا دونوں آیتوں میں جو خلود ہمیشگی مذکور ہے اسکے معنی دوام کے ہیں۔پس اگر نفی ہے تو دوام کی ہے لاغیر (یعنی نہیں کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) دائمہ موجبہ جزئیہ مطلقہ کی نقیض ہے (وہ یہ ہے کہ بعض

آدمی دائماً زندہ ہیں) لیکن یہ قضیہ کاذب ہے اس لئے کہ اس کی نقیض، کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل زندہ، صادق ہے کیونکہ اس کا ملزوم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے ..الخ) جو قرآن سے ثابت ہو حق ہے وجہ یہ ہے کہ ملزوم کے متحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے پس یہ مطلقہ عامہ سالبہ کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تین زمانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ مسیح کی موت کو زمانہ گزشتہ میں مستلزم نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا پایا جانا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں معتبر ہو تو اس کا خاص ماضی یا خاص مضارع میں متحقق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یوں ضروری ہے کہ وہ (جیسے موت المسیح کا) کسی نہ کسی زمانہ میں وجود ضروری ہے خواہ استقبال میں ہی ہو ماضی میں تو ضروری نہیں پر ظاہر ہے کہ اہل اسلام سلفاً وخلفاً اس کے قائل ہیں کہ مسیح بعد نزول قرب قیامت کے مریں گے۔ اب یہ قرآن مجید سے بالکل مخالف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید سے تو دوام الحیوۃ کی نفی ثابت ہے جو ہمارا اعتقاد اور باقی اسلامیوں کا عقیدہ ہے اس کے منافی نہیں ہے بناء علیہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہوا وہ محال نہیں۔ جو محال ہے وہ ثابت نہیں۔ سوال دونوں آیتوں میں خلود کا معنی طول بقا بطور مجاز کے ہے۔

جواب۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس لفظ کو اس لفظ کو وضعی اور حقیقی معنی سے چھوڑ اکر غیر حقیقی معنی میں مستعمل کرنا تب ہی جائز ہوگا کہ کوئی قرینہ جو حقیقی میں استعمال کرنے سے روکتا ہو پایا جائے لیکن قرینہ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ اگر عمر کے واسطے کوئی معین حد ہوتی تو بے شک یہ قرینہ تھا مگر وہ بھی معین نہیں ہے۔ بھلے مانسو! اس بات پر کہ عمر طبعی ایک سو بیس برس ہے غرہ نہ ہوئ، یہ تو ایک مشہوری بات تحقیق سے مخالف ہے اس پر نہ تو عقلی نہ نقلی دلیل ہے، نیز مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ کئی لوگ ایسے پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں جو اس عمر سے متجاوز ہو کر مرتے ہیں۔ خود اطبا نے بھی تصریح کی ہے۔ اس مشہور بات پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے خاص کر شرع شریف سے صاف ثابت ہے کہ عمر طبعی نہیں ہے دیکھو قرآن شریف میں حضرت نوح کی نسبت ارشاد ہوا کہ حضرت نوح قوم کے درمیان ساڑھے نو سو برس تک رہے ہیں۔ مع ہذا اگر قادیانی وہ معنی لیں گے تو قرآن شریف میں تناقص ثابت ہوگا حالانکہ یہ باطل ہے۔ خدا ہمیں گمراہوں کی گمراہی، زندیقوں کی زندیقی سے اپنی پناہ میں رکھے، صالحین کے زمرہ میں داخل کرے۔

قادیانی اپنے مدعا کے ثابت کرنے کیلئے یوں بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ

بعض تم میں سے اے بنی آدم ایسے نہیں کہ وہ ارذل عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مارے جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کو ہم ارذل العمر تک پہنچاتے ہیں۔ پھر پیرِ فرتوت بناتے ہیں ایسا کہ وہ سیکھے سکھائے کو بھول جاتا ہے۔

اس استدلال کی اصلاح اس پر طرح پر ہے کہ جس طرح جفت اور طاق عدد کے افراد کو حاصر ہے ویسے ہی مر جانا، ارذل العمر تک پہنچنا تمام افراد انسان کو حاصر ہے۔ پس جیسے کہ عدد کے افراد میں جفت و طاق جمع نہیں ہوتا نہ دونوں سے خالی ہوتے ہیں، ویسے ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو خالی ہو سکتے ہیں اور نہ یہ دونوں ان میں اکٹھے پائے جا سکتے ہیں۔ پس یہ ایک قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہوا (منفصلہ حقیقیہ، جیسے کہیں کہ زید یا پہلے ہی مرے گا یا ارذل العمر تک پہنچ کر مرے گا۔ اب اس میں یہ ضروری ہے کہ نہ تو یہ کہ زید پہلے ہی مرے اور ارذل العمر تک بھی پہنچے، اور نہ یہ کہ نہ وہ ہو نہ یہ۔ ھذا بناء علی قول القادیانی۔ مترجم)

اب بھی اگر تم کہو گے کہ حضرت مسیح نہ تو مر گئے ہیں اور نہ ارذل العمر ان کو عارض ہو گئی ہے تو بداہۃً ان دونوں کا افراد انسان کی بعض سے ارتفاع لازم آوے گا حالانکہ دونوں کا مرتفع ہونا باطل ہے چونکہ یہ امر محال مسیح کی زندگی کے فرض کرنے سے لازم آیا تو معروض بھی محال ہوا۔ جب زندگی محال ہوئی تو اس کی نقیض (یعنی ان کا مرنا) ثابت ہوئی۔ یہی مقصود تھا۔

الجواب: من یتوفی (بمعنی جو شخص مارا جاتا ہے) اور من یرد (یعنی جو شخص ارذل العمر تک پہنچایا جاتا ہے) کے ظاہر معنی کی طرف لحاظ کر کے یہ تقسیم درست نہیں ہے۔ سبب یہ ہے کہ ،

جو ارذل العمر کی طرف مردود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے معنی کے من یتوفی میں داخل ہے کیونکہ وہ خاص اور یہ عام ہے۔ کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جو ارذل العمر تک پہنچتا ہے اس کو بھی موت لاحق ہوتی ہے اور ہر موت اس کے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات اسی آیت سے ثابت ہے۔ پس متوفی جب کہ من یرد سے عام ہوا تو یہ تقسیم اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ ایک چیز کو اپنے آپ اور اخص پر بانٹنا ہے۔

حالانکہ تقسیم جب ہی درست ہوتی ہے کہ اقسام مقسم سے مغائرت رکھتی ہو، نہ کہ ایک قسم عین مقسم ہو اور دوسرا غیر۔ بلکہ ایسی تقسیم متصور بھی نہیں ہے اس لئے کہ تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اس کے کہ اس

میں خصوصیت اور عموم کا لحاظ کریں، لے کر اس کو مختلف قیدیں لگائیں (مثلاً کلمہ اور لفظ کو ہم بلالحاظ خصوص اور عموم کے جسے ، مرتبۃ لا بشرط شیء کہتے ہیں لے کر ایک یہ قید لگادیں کہ اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے اور کوئی زمانہ اس سے مفہوم نہ ہوئے تو کلمہ اسم کہلاتا ہے اگر اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے مگر اس سے کوئی زمانہ بھی مفہوم ہو تو یہ فعل کہلاتا ہے علی ہذا القیاس اور ایک قید لگانے سے وہ حرف کہلاتا ہے۔اب دیکھو کہ کلمہ مقسم ہے اور یہ تینوں اس کی قسم ہیں مگر یہ قسیم مختلف قیود لگانے سے حاصل ہووے۔ مترجم) پھر اگر یہ تقسیم اعتباری ہے تو مضاف الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت میں تقید داخل ہوگی۔ معنوں سے خارج جیسے مطلق سیاہی کو جب پتھر کی یا گھوڑے کی یا حبشی کی سیاہی کی طرف تقسیم کریں یا تقسیم واقع ہوگی لیکن یہ تب ہوگی کہ ماہیت کو فصول کے ساتھ تقسیم کریں مگر اس صورت میں فصل کی قید معنوں میں داخل ہوگی جیسے کہ حیوان کو ناطق یا ناہق سے مقید کریں۔قید مع مقید پر انسانیہ یا حماریۃ کا حکم لگادیں (معنوں میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں۔مترجم) یا اگر ماہیت کو عوارض سے مقید کر کے تقسیم کریں۔قید کو معنوں میں داخل سمجھیں چنانچہ لکھنے والا انسان، غیر کاتب انسان پس صورت اولی میں حیوان انسان حمار کہلائے گا دوسری صورت میں زید اور عمرو وغیرہ کہلائے گا۔یہی تقسیم ہے۔

جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کو اگر متوفی، مـن یـرد کی طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہوگی جو الگ قسم اور خاص بنانے والے ہیں کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے۔پس چونکہ توفی اور ردّ، یہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔لیکن تقسیم میں جو یہ بات ضروری ہے کہ اقسام آپس میں غیریت رکھتے ہوں اور جب ایک ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو حالانکہ توفی ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وصف مـن یـرد میں بھی متحقق ہوتا ہے پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت رہی۔کیا تمیز دے سکتا ہے۔لہذا قادیانی نے جس کو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے۔

ہاں بلاشبہ اگر مطلق مـن یتـوفـی کو لے کر یہ دو قسم کر ڈالیں تو صحیح ہے۔چنانچہ کہیں ایک مـن یتـوفـی وہ ہے کہ جس کو ردّ کی حالت عارض نہیں ہوتی، دوسرا وہ ہے کہ جس کو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔البتہ اس طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔اب جس طرح کہ حیوان محل قسمت ہے، حیوان ناطق ہے حیوان

ناحق ہے، اس کے دو قسم ہیں ویسے ہی مطلق متوفی محل تقسیم ہے اور متوفی جس میں ردّ کی حالت کا عارض نہ ہونا معتبر ہے اور متوفی کہ جس میں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے، اس کے دو قسم ہوں مطلق متوفی کے جو، لازم ہے، محصور ہونے سے انسان کا جو ملزوم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا۔

رہی یہ بات کہ مسیح کا اگر زمانہ ماضی میں نہ مرنا ہی مانا جائے تو یہ اس حصر سے منافی ہے، سو یہ غلط ہے کیونکہ مسیح پہلی شق (یعنی متوفی سوا اس کے کہ اس کو ردّ کی حالت عارض نہ ہو) میں داخل ہے۔ پس مسیح کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا منافی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حصر کے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مرجائیں۔ حصر کے لوازم سے یہ تو نہیں ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں مر گئے ہوں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ شق اول بصیغہ مضارع مجہول آیت میں بیان کی گئی ہے نہ بصیغہ ماضی مجہول، شاید قادیانی صاحب مضارع و ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں اس واسطے جو کچھ خیال میں آیا لکھ مارا۔ بے شک اگر مسیح کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جاتا تو یہ حصر سے منافی تھا۔ وجہ یہ ہے کہ پھر تیسری قسم کا انسان جس میں مطلقاً تـــو فـــی نہیں تھا ماننا پڑتا۔ پس بریں تقدیر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس قسم کے انسان میں مطلق تـــو فـــی پایا جاتا ہے یا نہ۔ اگر پایا جاتا ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ ابدیت ایک تو منافی موت ہے، دوم اس صورت میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس صورت میں مقسم کا ان دونوں قسموں کے بغیر جن کی طرف اس کو تقسیم کی گئی تھی موجود ہونا لازم آئے گا۔ اگر انسان میں مطلق تـــو فـــی متحقق نہیں ہے اس سبب کہ وہاں پر اس کا محل جن میں منحصر تھا پائے نہیں جاتے تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم ہوگا۔ یا یہ کہ تـــو فـــی انسان کو لازم نہیں حالانکہ یہ باطل ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا، یا لازم آئے گا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں منحصر ہو اور ملزوم اس میں منحصر نہ ہو۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔ اب چونکہ یہ سب محالات اس صورت پر عائد ہوتے ہیں کہ مسیح کا ہمیشہ زندہ رہنا مان لیا جائے تو یہ بھی باطل ہوا لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ مسیح کے لئے طول بقا، مستقبل میں مرجانا، مرادلیں گے، عائد نہیں ہوتے۔

اب تک قادیانی عبارات کے عموم سے استدلال کرتے تھے اب اپنے مدعا کیلئے حدیث معراج پیش کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسرے آسمان پر حضرت مسیح اور

حضرت یحیی سے ملاقات کی۔

تنقیح الاستدلال، اگر حضرت مسیح مرے نہ ہوتے تو حضرت یحیی کے ساتھ جو اموات میں داخل ہیں کیوں مجتمع ہوتے۔

جواب: یہ قول بالکل لچر ہے۔ کیا اگر اموات کے ساتھ مجتمع ہونا مصاحب کے میت ہونے کو بھی چاہتا تو رسول کریم ﷺ جو معراج کی رات میں اموات کے ساتھ مجتمع ہوئے تھے تو وہ بھی اس حالت میں میت ہی تھے۔ آپ کو کیا مر کر معراج ہوا تھا؟ زہے دانش۔ شائد قادیانی یوں بھی کہہ دیں کہ مدت دراز تک میت کے ساتھ مجتمع ہونا یہ اس کو چاہتا ہے کہ ہم صحبت بھی میت ہو، سو یہ بھی غلط ہے اولاً جائز ہے کہ حضرت یحی کا دوسرا آسمان مستقر نہ ہو بلکہ اس خاص وقت میں ان کو دوسرے آسمان پر مستقر ہونے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو حضرات انبیاء سے مسجد اقصی میں یا آسمانوں پر خواہ ارواح متمثل تھے یا بمعہ اجساد بعینھا ملاقات ہوئی تھی حالانکہ ان کے ارواح اعلی علیین تھے۔ یہ سب ممکنات سے ہے۔ یا یہ کہ ان کا دراصل مقر قبور ہی ہیں (چنانچہ حدیث میں آچکا کہ موسی کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے) لیکن ان کو اس وقت آسمان پر یا مسجد اقصی میں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال: یہ تو ہمارا عین مدعا ہے کہ معراج مثالی ہے (قادیانی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے معراج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ بذات خود زمین پر ہی تھے مگر کشف کے طور پر آپ پر مسجد اقصی آسمانوں کے حالات ظاہر کر دیئے گئے چنانچہ انکے بڑے خلیفہ مولوی محمد احسن نے ایک اشتہار میں لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ بھی اس کے مطابق لکھتے ہیں لیکن جب حجۃ اللہ البالغہ کا یہ مقام دیکھا گیا تو فی الحقیقۃ شاہ صاحب کا اور ہی مطلب ہے جو ہر گز خلاف عقیدہ قدیمہ نہیں۔ گو اس خلیفہ نے اپنے زعم میں اور ہی کچھ اپنے مطلب کے موافق سمجھا ہوا تھا۔ مترجم)

جواب: آپ کے معراج کو مثالی جان لینا ہی غلط ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معراج جسد عنصری لطیف کے ساتھ تھا، نہ مثالی اور کشفی طور پر، کیونکہ صحیح احادیث میں جو حالات آمد و رفت کی حالت میں مذکور ہیں ان سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھا۔ ہاں مثال کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے مثال کے ساتھ ہی دیکھا ہو مثال کا مرئی ہونا اور ہے اور رائی ہونا اور ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے معراج کی حالت میں کئی

چیزوں کی مثال کواور کئی چیزوں کے عین کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا، لہذا کوئی محال عائد نہیں ہوسکتا۔ اس سے بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ مسیح اور یحیی کے دوسرے آسمان پر مجتمع ہونے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دوم پر مقیم ہونا ضروری نہیں ہے، پھر یہ کب لازم آسکتا ہے کہ جیسے حضرت یحیی میت تھے ویسے ہی حضرت مسیح بھی ہونے چاہیے۔

ثانیاً۔ گو دو شخص ایک ہی مکان میں دائمی طور پر مقیم بھی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا ہر ہر وصف میں یکساں ہونا لازم ہے، ہرگز جیسا کہ ظاہر ہے۔

انى متو فيك

قادیانی اپنے گمان فاسد سے اس آیت کو بھی اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت (انــى متو فيك) اور دوسری آیت (فـلـمـا تو فيتنى) میں خدا فرماتا ہے کہ اے مسیح میں تیرا متوفی ہوں، جب تو نے مجھ کو توفی دی۔

لیکن یہ استدلال دراصل محض ملمع بے علموں کو ورطہ ضلالت میں ڈالنے کیلئے کافی ہے۔ خیر بہرحال ہم اس کی تردید کریں گے۔ وہ یوں کہ تو فی کا معنی لغۃً کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) وفا ہے۔ پر قاعدہ مسلّمہ یہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام گردانوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گو ان کی صورتیں اور صیغہ مختلف ہوں۔ ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے جیسے کہ جز کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس معنی عند العقل شئے کی صورت کا حاصل کرنا ہو، یا عالم ومعلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا دانش ہے یا شیء کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) گو کسی معنی سے اس کو لو، وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلانے نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان

ایک نسبت (عالمیہ معلومیہ) حاصل ہوگئی ہے اسی طرح پر اوروں میں جاری کروتا ہر ایک میں وہی پائیں گے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔

پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزؤں سی ترکیب ہوگی ایک مصدر، دوم زمانہ، سوم فاعل کی طرف نسبت، لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ دو جز ہیں ایک نسبت دوم زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہے ماخوذ ہو، متحقق ہونے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جاوے، نہیں بلکہ افعال میں نہ غیر میں دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے مگر اس میں فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانے کے جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخذ یعنی علم اس میں موجود ہے ایسا ہی اِعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی طرف۔ ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے نیز اس میں باب افعال کا مقتضا جس کے لئے یہ متعدی ہوا (حالانکہ اس کے آخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے لہذا اس میں دو جز و متحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے، اس لئے اس میں چار جز ہیں ایک علم جو مصدر ہے، دوم باب افعال کا مقتضا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ چہارم۔ زمان۔

جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ تــو فــی کے معنی میں وفا داخل ہے کیونکہ وہ وفا سے ماخوذ ہے نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب تفعل کا مقتضا جو ا خــذ (بمعنی لے لینا) ہے اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ تــو فــی سے ماخوذ ہیں بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں چار چیزوں پر شامل ہوں گے جیسا کہ تـوفیـت (پورا لے لیا میں نے) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ان کی تین جزئیں ہوں گی۔ دیکھو متوفی (شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت انــی متــو فیك میں جو متوفی ہے اس میں زمانہ معتبر ہے کیونکہ یہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفی کاف خطاب کی مضاف ہے اور کاف محلاً مجرور ہے نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔ مترجم) اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصراً کہ جو جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے تو شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس

جز واعتباری کا اس اعتباری کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔اس واسطے کہ موضوع لہ بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انتفاء جزء کے کل کا تحقق چاہیے (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آوے گا جو حکماً کل ہے وہ حکمی جز کے بغیر متحقق ہو حالانکہ یہ باطل ہے۔اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقۃً یا مجازاً ہوتا ہے لیکن یہ خیال نہ کرنا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا تب ہی مجازی ہوگا نہیں بلکہ کوئی جزء ہو جب کہ اس کا انتفا مان لیں گے وہ مجازی ہی ہوگا خواہ اس جزء کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔پہلے کی مثال اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا ہے (وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شئے کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا۔رہا یہ کہ شخصی کیا ہوا اور نوعی کیا، سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں جیسا کہ زید کا لفظ زید کے لئے موضوع بھی ہے۔اب اس میں وضع اور موضوع بھی خاص ہیں۔پس یہ وضع شخصی ہو یا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعہ سے ہو کیونکہ وہ دیوار میں جزء کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے۔وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف نے خود بالتصریح فرما دیا ہے۔غرض کہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں اسی طریق پر جب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔مترجم)

دوسرے کی مثال، مشتق کی جزو کا اس میں داخل ہونا کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو لہذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو وہ تاوقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں حقیقی نہیں کہلائے گا اس کے مرتفع ہو جانے، مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا انتفاء کافی ہے کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے۔

اب دیکھو کہ یہ تحقیق سابق واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے کہ متوفی کا معنی، پورے طور پر لینے والا ہے، لاغیر۔یہی متوفی کا حقیقی معنی ہے کیوں نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے، وہ یہ ہیں ایک وفا، دوم لے لینا، سوم فاعل کی طرف نسبت۔پس آیت یا عیسی انی متو فیك ،جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسی میں تیرا متوفی اور اپنی طرف اٹھا لے جانے والا ہوں، کہ اے مسیح میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔ایسا ہی آیت فلما تو فیتنی سے بھی پورا اور تمام کا لے لینا مراد ہے لیکن مسیح پر جو پورا

اور تماماً مقبوض ہونا، صادق آئے گا تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئی ہو نہ اگر ان کی روح ہی صرف اٹھائی گئی اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں بلکہ ایک حصہ پر قبضہ ہوا پھر بایں ہمہ اگر کہو گے کہ توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ نا جائز ہے، ہاں اگر یوں کہہ دیں کہ توفی کا معنی لے لینا ہے مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے خواہ یوں کہ وفا کا عدم اس میں اعتبار کیا گیا ہے، یا وفا اس میں معتبر نہیں پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہوتا ہو، وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا براں تو فی کا اطلاق رفع روحی پر صحیح ہوگا مگر اس پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا، دوسری صورت میں عموم مجاز ہوگا (عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو جیسا کہ حضرت مصنف نے فرمایا ہے کہ اس کو وفا مقارن ہو یا نہ ہو۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور پر مقارن نہیں ہوگا وہ مجازی کہلائے گا، تو یہی عموم کا معنی ہے۔ مترجم) رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے، سو یہ فرق ہے کہ پہلا خاص دوسرا عام ہے جز و جو کچھ ہے سو ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر پر یہ معنی مجازی ہے نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو۔ ہاں یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے پھر کہو کہ یہ مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقی و مجازی کا مدار وضع ہے خواہ وہ نوعی ہوگا یا شخصی بہر حال لفظ کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا ورنہ مجازاً ہوگا۔ پس مشتقات جو ایسے مادہ اور ہیئت ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں بہ سبب اس ترکیب کے مبداء پر باعتبار مادہ بوضع شخصی اور معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔ (دیکھو متوفی مشتق ہی اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں م جانے سے پیدا ہوگئی ہے وہ اپنے مرکب معنی پر بوضع نوعی دال ہے جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو متفعل کے وزن پر ہو وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا ایک ماخذ دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے متفعل کے وزن پر بھی ہے، مترجم) نیز جب اس طرز پر ہو گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں ہوگا کہ دونوں وضع متحقق ہوں نہ صرف ایک ہی متحقق ہو تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے ایک جب کہ وضعی شخصی نہ رہے، دیکھو ناطق اس کے مبداء کا موضوع لہ دراصل بوضع شخصی ادراک کلیات و

جزئیات ہے جب اس سے دال مراد لیں گے تو یہ استعمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کو اٹھاویں دیکھو قائلہ جب کہ اس سے مقولہ مقصود ہو گو اس میں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی منتفی ہوا ہے مجازی ہوگا اگر دونوں کو اٹھادیں نیز مجازی ہوگا دیکھو ناطق سے جس حالت میں مدلول مراد رکھ لیں گے کیونکہ ناطق، مدلول، کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع ہے اس لئے مستفسر ہے کہ لفظ متوفیک توفیتنی ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے تو کون سا معنی ان سے مراد لیں گے۔ اگر پوری طور پر لے لینا مراد ہے تو یہ روح وجسد دونوں کے اٹھائے جانے کے بغیر نہیں ہوسکتا لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔ اگر اس میں اخذ کو مراد رکھیں گیا ور تمامیت لہ قید مجرد سمجھیں گے خواہ یوں کہ اخذ کے لئے تمامیت کا عدم قید ہے یا مہمل طور پر لیں گے یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو یا نہ تو ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا اس لئے کہ ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے ہٹانا متحقق ہوگا لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا نا جائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ ہاں یہ جو تم کہتے ہو متوفی سے مارنا ہی سریع الفہم ہے، سریع الفہم ہونا ہی قرینہ ہے، نیز مسلّم نہیں ہے اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ توفی سے بلا قرینہ مارنا۔ مرنا متبادر ہے سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفی اور متوفی کا لفظ مرنے مارنے میں بلاقرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے یا کہو گے کہ نہیں توفی اور متوفی سے مرنا مارنا بمعہ قرینہ متبادر ہے البتہ یہ مارنا لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلاقرینہ ہی متبادر ہو نہ بمعہ قرینہ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔ لہذ الفظ کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ ہوگی کیونکہ بنا بر اس مذہب کے تو مجاز ممکن بھی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعوی کہ قرآن شریف میں کہیں بھی توفی کا لفظ بلاقرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے ثبوت طلب ہے لیکن ثبوت تو موجود ہے دیکھو یتو فا ھن المو ت یعنی وہ مرتے ہیں لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ توفی کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی معنی مراد ہیں مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ دیکھو

یتو فکم المو ت تم کو ملک الموت موت کا مزہ چکھادے گا

ان الذین تو فھم الملا ئکه وہ لوگ کہ ملائکۃ الموت نے ان کو موت کا مزہ چکھایا

تو فا ھم الملا ئکۃ ۔موت کا ذائقہ ان کو ملائکۃ الموت چکھائیں

یتو فھم الملا ئکۃ طیبین انکو ملائکۃ الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے

تو فته رسلنا ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا۔

ر سلنا یتو فو نھم ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔

یتوفی الذین کفروا الملا ئکۃ ۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے

فکیف اذا تو فتھم الملا ئکۃ ۔کیا ہوگا جس وقت کہ ان کو ملائکہ الموت ماریں گے۔

اب دیکھو ان سب آیتوں میں بلا قرینہ توفی سے موت نہیں لی گئی دیکھئے قرائن پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کو اسناد ہے اور یہی قرینہ موت ہے ایسا ہی اس آیت میں و تو فنا مع ا لا برار جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں داخل کر اس میں ابرار کے ساتھ التجا قرینہ موت ہے۔آیت تو فنا مسلمین کہ اے خدا ہم کو اسلام پر مارنا، میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے آیت فـا ما نر ینك بعض الذی نعد ھم او نتو فینك فـالیـنا یر جعو ن ،یارسول یا تو ہم آپ کو وہ بعض امور کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھا دیں گے یا موت کا ذائقہ آپ کو چکھائیں گے پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔اس میں مقابلہ قرینہ ہے کیونکہ اگر ایک میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسری میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔کیا جانتے نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے بتدرج منتقل ہونا معتبر ہے اور اس کی ضد میں یعنی سکون میں اس انتقال کا عدم بہتر ہے پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے ار أیت کا مقابل نتو فینك (ہم تجھ کو مایں گے) مقرر کیا گیا ہے ار أیت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے مقابل یعنی نتو فینك میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو ورنہ تقابل کیسا ہو گا۔یہی قرینہ موت ہے اسی طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں دیکھو

و الذین یتو فو ن منکم و یذ رو ن ازوا جاً و صیة لاز وا جھم ۔

جو لوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے وصیت کرنا لازم ہے۔

و الذین یتو فو ن منکم و یذ رو ن ازوا جاً یتر بصن بانفسھن ار بعۃ اشھر و عشرا جولوگ تم میں سے بیویاں چھوڑ مریں تو وہ بیویاں چار مہینہ اور دس دن عدت الموت کاٹیں

اب دیکھئے دوسری آیت میں موت کے دو قرینہ ہیں ایک بیویوں کو چھوڑ مرنا، دوم عدت الموت کا کاٹنا۔ پہلی آیت میں بھی دو قرینہ ہیں ایک بیویوں کا چھوڑ مرنا دوسرا وصیت کا لازم ہونا۔ آیت و منکم من یتو فی میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ رہی آیت اللہ یتو فی ا لا نفس حین موتھا و التی لم تمت فی منا مھا یعنی خدا ارواحوں کو موت کے وقت میں لے لیتا ہے۔ ملخصاً اس میں حین مو تھا قرینہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا سلانا دونوں مراد ہیں مگر نہ اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔

دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا اس میں کوئی ایک بھی تو فی کا حقیقی معنی نہیں ہے اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ تو فی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے جیسا کہ کوئی شخص قسم کھاوے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھونگا اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو بہر حانث ہوگا یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو بلکہ بہر حال حانث ہی ہوگا ایسا ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا تو حانث ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ بہر حال حانث ہوگا خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گذرا۔ آیت مذکورہ میں توفی سے سلانا، مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں تو لامحالہ اس سے کچھ لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب تو فی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا وہ تعلق مسلوب کیا گیا تو بلاشبہ یہی سلانا ہے اور اگر تو فی سے مارنا مراد ہو چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سلب کیا گیا ہے اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا ہاں دوسرے میں حس کا سلب بھی معتبر

ہے جیسا کہ زندگی کا کمال مر ۔لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہ تعلق حس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے جس طرح کہ کوئی امر خاص وعام کے درمیان مردود ہوتا ہے یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ جس طرح پر شئے نقیضین کے درمیان مردود ہے اس لئے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا پس یوں کہنا کہ ہر حساس زندہ ہے صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے کیونکہ بعض زندہ (یعنی سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کی تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ میں حس باقی نہیں رہتی ہے اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہیں؟

جواب: ہماری تقریر سے مردوں کا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے چنانچہ ادلہ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے البتہ مرنے کے ضمن میں وہ سماع جو قوت جسمانیہ کے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے لیکن اس طرز پر کہ مردہ بقوۃ جسمانی سنتے ہیں کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ ناپید نہیں۔اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت حیوۃ کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔حیوۃ کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ کہ مارنا اسی کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے اٹھا دیا جائے اس کا اثر لازم مرنا ہے چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے تو یہ بلاشبہ وجودی ہے نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے۔ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے اس لئے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خدا کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا۔کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے۔نہیں کیونکہ پیدا کرنیکا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال : کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو کیا دیکھتے نہیں کہ عدم الحیوۃ اس کو لازم ہے۔پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب: یہ استلزام غلط ہے دیکھو عدم السکون آسمان کو عند الفلاسفہ لازم ہے آسمان معدوم نہیں۔علی ہذا القیاس اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے میں حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے اس لئے کہ مار دینے میں پورے طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مار دینے میں صرف بدن سے روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے اور یہ گویا ایک حصہ کا لے لینا ہے نہ پوری شئے کا لے لینا، لیکن لفظ کا بصورت عدم قرینہ حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ واجب ہوا تو آیت یاعیسی انی متو فیك ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ قادیانیوں کیلئے۔ اسکا ہمارے لئے دلیل ہونے کو را فعك الی کا اس پر معطوف ہونا قوت بخشتا ہے اسلئے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے ورنہ خاص کر مسیح سے کیا اس رفع روحی کو خصوصیت تھی جو اس آیت میں انکی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے

سوال: چونکہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح سے بھی خود مسیح کا رفع مراد نہیں ہے بلکہ رفع روحی۔

الجواب: دلیل مفید مطلب نہیں ہے کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شئے کے مرفوع ہونے میں غیریت ہے اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھا لیا ہے۔ یا میں نے زید کا کپڑا یا کچھ اور جس کا زید کے ساتھ تعلق ہوا ٹھا لیا ہے اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہو بلکہ کپڑے کا مثلاً اس لئے کہ خود شئے کا رفع اور ہے، اس کے متعلق کا اور ہے۔ بناء علیہ ثابت ہوا کہ آیت یا عیسی انی متو فیك میں منادی اور ضمائر کا مرجع خود مسیح ہے نہ خالی روح جب مسیح ہی منادی اور مرجع ہوئے تو متوفی مرجوع مطہر فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے نہ صرف روح۔ اب ہم اس سے پہلی شکل بنائیں گے مسیح پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے اسی پر مرفوع کا مفہوم بھی صادق ہے۔ نتیجہ مسیح ہی پر مرفوع کا مفہوم صادق ہے۔ اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعوی کرتے ہیں۔ دوسری دلیل اگر مسیح کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرتے بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود یہی تھا

حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ اے مسیح ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالی کا یہ ارشاد کیسا درست ہو گا لہذا رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح کا بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح بلا شبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہو گئے اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔

انا قتلنا المسيح

قادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ:

وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہاں شبہ میں ڈالے گئے ہیں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا ان نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اللہ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر کہ اس پر ایمان لائے گا اس کے مرنے سے پہلے، وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

طریقہ استدلال قادیانی کا پہلی آیت میں رفع روحی مراد رکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے میں شاک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ مو تہ کی ضمیر اہل کتاب کی راجع ہے اس کے بعد دو توجیہیں کرتا ہے پہلی کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے (قادیانی صاحب یہ عجیب ہے کہ کوئی اگر مقدر کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں) اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح کی طبع موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں اس شک پر ان کا ایمان مسیح کے مرنے سے پہلے تھا گویا مسیح ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپکے مقتول ہونے

میں شک تھا اور وہ آپکے مرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔

اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اولا کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے اس لئے کہ اس آیت میں مسیح وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا ہے کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا، یہ دو صفتیں آپس میں منافات غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر لی جاتی ہیں خواہ قصر و حصر کی بہتری کے لئے یا نفس حصر کے لئے شرط ہو۔ نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ رہی یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعوی کرتے تھے کہ مسیح قتل کئے گئے ہیں تو خدا نے ان سے انکے گمان کے برعکس فرمایا کہ مسیح تو صرف مرفوع ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح کو وصف مرفوعیت میں قصر حصر کیا گیا ہے مگر قلب اور عکس کے طور پر پس ضرور ہوا کہ قتل اور رفع میں منافات ہو لیکن یہ منافات جب ہی متصور ہے کہ مسیح بجسدہ مرفوع ہوئے ہوں۔ کیونکہ رفع بجسدہ بداہۃً منافی قتل ہے مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے جیسا کہ قادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا جاتا ہے تو اسکی روح مرفوع ہوتی ہے پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو منافات کہاں رہی جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی مجتمع ہوئے تو منافات سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنابراں آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے خود قصر ہی غلط ہوگا یا بہتر نہیں ٹھہریگا نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا قادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہے یا تو کہے گا کہ آیت اہل کتاب کی تردید کرتی ہے لیکن اس صورت میں قصر القلب قتل، رفع میں منافات کا اقرار کرنا ہوگا۔ پس مسیح کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور ان کے برخلاف پر ہونا لازم آوے گا۔

مختصراً قادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح کے بجسدہ مرفوع ہونے پر ایمان لانا پڑے گا یا قواعد عربیت سے منحرف ہونا پڑے گا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔

دوسرا اعتراض معہ پہلی ضمیر کا مشکوکیۃ القتل کی راجع کرنے سے اس ضمیر کا خود حضرت مسیح کی جانب پھیرنے سے اولی نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے پھر مشکوکیۃ کو مرجع بنانا باوجود اس کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر ہے مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہو گا، کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح کا مقتول ہونا شکیہ ہے ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے، چنانچہ قادیانی اس بات کو خود واضح کر رہا ہے حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے مسیح کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے لباس میں بیان کیا ہے اور پھر اس کو موکد بھی کر دیا ہے پس یہ صراحۃً اس پر دال ہے کہ وہ مسیح کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں آخر اس لئے تو خداوند تعالی نے ان کی تردید کی کہ انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا۔

اجی اگر ان کو مسیح کے قتل ہو جانے پر اذعان نہ ہوتا تو خدا اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھاتے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین واذعان نہیں ہے یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے نعوذ باللہ منہ۔

اچھا صاحب اگر یہ دعوی کریں گے کہ اس آیت میں جو یقینی مذکور ہے وہ تو منفی قتل کی قید ہے تو گویا یہ نفی مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے اٹھ جانے سے منتفی ہوتی ہے ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ یقینی قتل منتفی ہے اس لئے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا متیقن قتل نہیں پایا گیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان لن ترانیوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتی بلکہ پھر بھی قادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔ اولاً کہ ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے علاوہ براں یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ جملہ انا قتلنا المسیح ..بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد (ﷺ) آپ بلاشبہ خدا کے

رسول ہیں پس یہ دعوی کرنا کہ اہل کتاب نے باوجود یہ کہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ مسیح کو قتل کیا ہے، کیسے بلا دلیل قبولیت کے قابل ہے البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل ندارد ہے۔ اسلئے قادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچتے۔ ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں دیکھو قرآن کی عبارت ہی پہلے شاہد عدل ہے۔ دوم نصاری اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح امت کے گناہوں کے بدلہ میں قتل کیا گیا ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے گو تحریف کے طور پر ہی ہو لیکن وہ اس پر اس لئے اذعان کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا کہ مسیح کے قتل ہو جانے پر اذعان نہیں رکھتے کیا صریح بہتان ہے۔ باوجود اس روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوب کرنا کیونکر متصور ہے شاید ایسے لوگوں کو اس آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں، نہیں ان کو اس پر اذعان مگر ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہو گا سو واضح رہے کہ جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے منطقی تو شک اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہوں (جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے منطقی شک کہا کرتے ہیں۔ مترجم) بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے جسے حکم جازم مطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے ضد یقینی مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح کے مقتول ہونے جانے کے بارہ میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ بریں تقدیر آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں یعنی البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے گو وہ لوگ حکم بزعم خود قطعاً و جزماً لگاتے ہیں لیکن چونکہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے بلکہ شک ہے کیونکہ یقین کیلئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔ پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں یعنی اس خیال اور حکم کے تابعدار ہیں جو مطابق واقع نہیں، اسلئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک و ظن کو منطقیوں کی اصطلاح کے موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نزدیک ظن وہ خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہو (چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اسکو ضعیف سا گمان ہے، اس

کومنطقین ظن کہتے ہیں۔مترجم)اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہیے چنانچہ ظاہر ہے۔رہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی برخلاف منطقین کے لیا گیا ہے سو واضح ہو کہ قرآن میں یہ بات موجود ہے دیکھو خدا فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔

اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے ان کے انکار ان کے حکم بالجزم پر کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ کسی بشر کا ہے شعر اور کہانت ہے اطلاق کیا گیا ہے۔اس پر خدا کا کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبریل کے منہ سے نکلا ہے کسی بشر کا کلام، شاعر کا کلام نہیں۔تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔

اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کنندہ بایں معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی منطقی کرتے ہیں تو خداوند یہ تاکیدیں نہ فرماتا، پہلی کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا۔ دوم انّ کو ذکر کیا۔سوم قسم ،۔پس بلاشبہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کر لیا ہے کہ یہ غیر اللہ کا کلام ہے۔

اسی طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو اطلاق کیا ہوا ہے، دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا تو قید کا لغو ہونا لازم آئے گا یا یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا ہے اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں۔حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے پس جو لوگ پہلی کا التزام کریں تو یہ کفر ہے۔اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔

تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہہ تکلف محض ہے کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے۔نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا یہ تو بے عیب پر از فصاحت قرآن کو بٹہ لگانا۔چنانچہ ظاہر ہے اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا اثابت ہوا۔

چوتھی بحث کہ جب اس طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک ومشکوکیۃ چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے یہ شک جو ایک قسم کا تصور ہی ہے اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھ لیں یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی مقصود رکھیں اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق ادراک وتصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے جسے دانش کہتے ہیں مطلوب ہو لیکن تصدیق کا بہر حال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے ہاں تصدیق کا شک ہے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت فحش ہے۔ اس صورت سے کہ تصدیق کو بمعنی دانش لیں۔ وجہ یہ ہے کہ جب تصدیق کو تصور کی ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑیگا حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور وصورت علمیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے (جب انسان کا مثلاً علم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔ مترجم) لہذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق وشک آپس میں غیریت رکھتے ہیں۔

پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا لیکن دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز برابر ہو۔ پس قادیانی کی یہ تفسیر کہ اہل کتاب مشکوکیت قتل مسیح کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح کی طبعی موت پر یقین ہونا موجود تھا، کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ نیز جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات میں سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں ایک کہ قتل نہیں ہوئے دوم کہ قتل ہو گئے ہیں پس جب کہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے، یقین ہوا اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے یقین نہ ہو لیکن یہ

بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص وعام میں مندرج ہوتا ہے اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو شامل ہے ایسے ہی طبعی موت کو شامل ہے لہذا لازم ہوا کہ جس صورت میں کہ مسیح کے مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے چنانچہ کم درایت پر بھی مخفی نہیں ہے۔ بنا براں اگر آیت سے اگر وہی مراد ہے جو قادیانی سمجھتے ہیں تو کہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جزء پر کون سے عواید مرتب ہوئے علاوہ براں اگر اس آیت کو قادیانی کی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں، لیکن یہ اس بات کا دعوی ہے کہ قرآن نے وہ معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے مصطلح ہیں۔ پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک کتاب ہے حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے اسی پر قادیانی کی دوسری توجیہہ سواس پر بھی پانچویں بحث کے سواسب ابحاث وخدشہ وارد ہوتے ہیں البتہ اس دوسری توجیہہ پر خاصۃً یہ بحث وارد ہے وہ یوں ہے کہ تمام اوصاف کا سلب کسی شئے کے ہر ہر فرد سے کر دینا پھر خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینا خواہ وہ صفت ملفوظ نہ ہو مقدر ہی ہو بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہے۔ ان افراد کو ثابت کرنا، اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام حصر حقیقی دوسرے کا نام حصر اضافی ہے لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کیلئے دو قسم ہیں اسی پر صفت کا موصوف میں بطور انحصار حقیقی کے سواس واسطے کے وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں۔ صفت کا موصوف میں بطور انحصار اضافی کی منحصر ہونا سواس لئے ہے کہ وہ صفت تو اس موصوف میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے کل اغیار سے منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور بعض میں نہیں پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصر اضافی اور نسبتی ہوا۔ پر ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو اس میں ملیۃً منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک بھی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں

منحصر کر دیئے گئے ہیں لیکن یہ انحصار صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے۔ نہ اور صفات کے لحاظ سے پس مراد الآیۃ صفت الکفر کا تمام اہل کتاب سے مسلوب ہونا، سب کے لئے صفت الایمان کا ثابت ہونا ہے لاغیر۔ اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں تو صرف ایک صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے لہذا مفاد الآیۃ یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں گے اور صفات ان میں پائی جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہوں گے تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہیے جیسا کہ کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا اس لئے یہ قضیہ موجبہ محصورہ کلیہ بنا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد رکھ لیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح کے قتل کی مشکوکیۃ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے حالانکہ یہ معنی مردود ہے گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضاروع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے اس سے بھی اغماض کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بالتصریح بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو مسیح کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلّمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے نہ بعض کے واسطے یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔ اجی جب تم مسیح کے مر جانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لا چکے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانہ میں موجود نہیں تھے موجود ہوں۔ آخر جب سب کے لئے موت المسیح سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہیے ورنہ لازم آئیگا کہ صفت بغیر موصوف کے متحصل ہو۔ یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کر دینا ہے نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ

یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ بناوٹ ہے صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنی منہ سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے موید کرتا ہے سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہہ اور معنی میں زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے چنانچہ گذرا پہلی توجیہہ میں خالی عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متغائر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری ندارد ہے اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔ اب کہیے کہ اگر ایک کشف کو الہام رحمانی سے ہی فرض کر لیں گے تو دوسرا بداہۃً شیطانی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہیے تھا۔ لہذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں ہی رحمانی نہیں ہیں ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات ساطعہ قاطعہ وارد ہوتے لامحالہ ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات سامنے ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں۔ جب دونوں پیش کئے جاویں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں پھر عقل بھی اگر پیش کی جاوے تو کشف لے بیٹھتے ہیں تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ ہر ایک دربار سے ان کو دھکے ملتے ہیں یا یوں کہیے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثیل ہیں اس پر جب بوجھ ڈالنا چاہیں تو اڑنے والا پرندہ بن جاتا ہے، اگر اسے اڑانا چاہیں تو اونٹ کہلاتا ہے۔ یا یوں کہ ایسے لوگ اس مریض کے مثیل ہیں جسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو، نہ وہ زندہ ہو اور نہ وہ مردہ ہے۔ اور کسی نبی کے مثیل نہیں ہیں خیر جو ہیں سو ہیں ہم کو اس سے کیا غرض۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اور سلف وخلف آیت انا قتلنا المسیح سے سمجھتے ہیں اس طرز پر اعتراضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم مسیح کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا پس کیونکر مسیح کے قتل ہو جانے ان کو یقین کر بیٹھنا متصور ہے اس لئے کہ علم یقینی کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہوسکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو۔ ہرگز نہیں۔ لہذا ان کا یہ دعوی کہ ہم قتل کے بارے میں

متیقن ہیں باوجودے کہ دراصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے بلاشبہ جہل مرکب ہے کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں ان کو یقین حاصل بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا یعنی قتل کا نہ پایا جانا یقینی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یقیناً نفی (ما) کی قید ہے نہ منفی (قتلو ہ) کی بل رفعہ اللہ بلکہ خدا نے مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا ہے لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ بجسدہ منافی قتل ہے نہ وہ کہ اس کا منافی نہیں یعنی رفع روحی کیونکہ رفع روحانی واقع اور اعتقاد مخاطب میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے و کان اللہ عزیزاً حکیماً خدا کو مسیح کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے حکیماً خدا حکمت والا ہے رفع کے کام میں۔ نہیں کوئی ایک بھی من اھل الکتا ب ا لا لیو منن بہ اہل کتاب میں سے اگر مسیح پر ایمان لائیں گے ان کے مرجانے سے پہلے خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو جیسا کہ حالت حیات میں یا نافع نہ ہو جیسا کہ حالت مرگ میں اور یہ ایمان جو مرگ کی حالت میں نہیں ہے وہ اس سے عام ہے کہ مسیح کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال ایمان کی حفاظت ہے دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالا جماع دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا۔ اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کما ھو الظاھر بالتا مل الصادق ۔ لہذا جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں اسی کو صحیح کہنا زیبا ہے اور اس کے برخلاف الہامات وکشوف کو کھنڈروں پر دے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کیلئے کافی ہے اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائیگا گو کوئی بے انصاف اور بے علم جھگڑالو اس سے انحراف کرے۔

فوق وتحت

قادیانی کا اور بھی استدلال الزام کے طور پر ہے کہ ہر ایک جو آسمان کے موجود ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ آسمان کی حرکت استدارت پر ہے پس مسیح کو اگر آسمان پر زندہ مان لیں گے تو واضح طور

پر لازم آئے گا کہ مسیح بھی آسمان کی حرکت سے متحرک ہوں۔ پس ان کا فوق اور اوپر ہونا متعین نہیں ہوگا یا یوں کہیے کہ ان کے لئے جہت فوق معین نہیں ٹھہرے گا بلکہ اس تقدیر پر مسیح کا کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت ہوگا لہذا نزول بھی معین نہیں ہوگا کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جب معین نہیں تو نزول کا ٹھکانہ کہاں ہے نیز اس صورت میں مسیح کا جب تک آسمان پر ہیں عذاب میں اور اضطراب میں گرفتار ہونا لازم آئے گا۔

جواب: واضح رہے کہ یہ استدلال موٹی اور سرسری نظر والوں کو جلدی جھپ لے ی چنانچہ ایسے لوگوں کے قابو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ آئے ہیں لیکن جو نیک بخت باریک بین ہیں وہ ایسے استدلالات کو کوڑے سے بھی نہیں خریدتے۔

تقریر الجواب: کہ دراصل فوق کا اطلاق اس لمبے خط کے جو انسان کے سر کی طرف جس وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو کھینچا جائے منتہی پر کیا جاتا ہے۔ وہ فلک الافلاک یعنی عرش بالا ہے۔ رہا جہت (نیچے کی طرف)اس کا اطلاق اس خط کے منتہی پر ہوتا ہے کہ انسان کے پاؤں تلے سے کھینچا جائے اور وہی مرکز عالم ہے۔ یہ دو جہتیں کبھی متبدل نہیں ہوتی ہیں لہذا حقیقی کہلاتی ہیں۔ فوق وتحت کا اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز عالم اور فلک الافلاک کی طرف بالا کے مابین ہیں کیا جاتا ہے مگر یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے فوقیہ وتحتیہ سے موصوف ہوتے ہیں مثلاً کہہ دیں کہ آسمانی دنیا کا سطح بالا فوق ہے اور اسی آسمان کا وہ طرف جو نیچے کو ہے بہ نسبت مذکور کے تحت ہے۔ ماسوا اس کے جتنے نزدیک نزدیک اطراف ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں اس لئے یہ معین طرف ایک اعتبار (نیچے کی طرف نسبت) سے فوق اور دوسرے اعتبار (باقی افلاک کی نسبت) سے تحت ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ جو دو طرف مرکز عالم اور فلک الافلاک کے مابین فرض کئے جاویں ان میں سے جو مرکز سے زیادہ تر قریب اور فلک الافلاک کی طرف بالا سے زیادہ تر بعید ہوگا وہ تحت ہے اور اس کے برعکس فوق ہے۔ حقیقی دو جہتیں ان کے برخلاف ہیں کیونکہ جو ان میں سے فوق کہلاتا ہے وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو تحت ہے، وہ ہرگز فوق نہیں ہوسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلی ہمیشہ اعلی ہے اور مرکز عالم دائماً مرکز ہی ہے نہ ان میں تغیر اور نہ تبدل ہوتا ہے پس بنا بریں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بہ نسبت مرکز کے زیادہ تر بعید ہیں، زمین کے باشندوں کی نسبت فلک الافلاک سے

طرف بالا سے زیادہ قریب تر ہیں۔لہذا مسیح زمین کے باشندوں سے ہوں گے گو ان کا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کرلیا جائے اب دیکھئے کہ جہت فوق معین ہوا بلکہ جب تک کہ مسیح آسمان پر ہیں تب تک باشندگان زمین سے فوق ہی کہلائیں گے پھر جب کہ خداوند تعالی ان کے نزول کا ارادہ فرمائے گا تو یوں ہو گا کہ مسیح دوسرے آسمان کی طرف بالا پر سے حرکت کریں یہاں تک آنا فانا ان کا فلک الافلاک کی طرف بالا سے بہ نسبت سابق بعد بڑھتا جائے گا اور وہ بعد جو ان کو مرکز سے تھا کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ زمین کی سطح پر آ ٹھہرینگے اور اسی کو نزول کہتے ہیں کیونکہ یہ بات معلومات سے ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا یا اس طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک ہے حرکت کرنے کو نزول کہتے ہیں جیسا کہ مرکز عالم سے فلک الافلاک کی طرف بالا کی طرف حرکت کرنیکا نام عروج ہے۔پس آسمانوں کے استدرات پر متحرک ہونے سے نزول کا غیر معین ہونا لازم نہیں آتا نہ ان کا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اضطراب وعذاب میں ہونا ضروری ہوا۔کیا دیکھتے نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت والے اور انگریزی ڈاکٹروں کا یہ مذہب ہے کہ آفتاب جو ستاروں کے درمیان ہے وہ اسکے گردا گرد پھرتے ہیں ان کی حرکت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کے گردا گرد نہیں پھرتے بلکہ زمین ہی ان کے گردا گرد گھومتی ہے۔کہتے ہیں کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے وہ سیارہ یہ ہیں عطارد زہرہ زمین مریخ دسنہ،ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ سریعہ حرکت ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف دن بھر میں ہوتی ہے زمین ہی کی حرکت ہے اس لئے ستارہ کبھی طالع کبھی چھپے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارہ ساکن ہوتے ہیں یا وہ بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں لیکن زمین کی حرکت سے ان کی حرکت بہت ہی بطئی ہے تو ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں میں مشرق میں اس سے پہلے غائب ہو جاتے ہیں اسی سبب ہم کو خیال آتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارہ بھی حرکت سریہ مشرق سے مغرب کیطرف کرتے ہیں جیسا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اور پانی جس طرف کو متحرک ہوتا کشتی اس کے مخالف طرف کو جاتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ کشتی مع ہذا ساکن ہے۔یہ مذہب (یعنی زمین کا متحرک ہونا) گو مردود ہے مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں انہوں نے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح تمام باشندگان زمین مبتلائے عذاب ٹھہریں گے پھر

اگر باشندگان زمین کواس سے معذب ہونا لازم آتا ہے تو وہ کیوں اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں سمجھتے مع ہذا کسی ایک مسلمان نے اور کسی نہ کسی دوسرے فلسفی نے ان کے مذہب کو بہ ہمیں دلیل باطل کیا البتہ عوام الناس کو بگاڑنے کے لئے یہ آسان ہے۔ عقل مند تو اس عذاب کی دلیل کو پسند نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ زمین کا متحرک ہونا یہ ایک مردود بات ہے سو اس کی وجوہ اور ہیں نہ وجہ عذاب۔ وجہ اول کہ زمین میں طبعًا حرکت مستقیمہ کے میلان کا مبداء موجود ہے ظاہر ہے کہ مستقیمہ اور متدیرہ آپس میں مغائر ہیں کیونکہ متدیرہ تو وہ حرکت ہوتی ہے جو کہ گولائی پر ہو مستقیمہ وہ حرکت ہے کہ ایک سیدھے خط پر ہو اور یہ بات کہ اس میں میلان مستقیمہ ہو اسی سے ثابت ہے کہ جب ہم زمین کے اجزا لے لیں اور ان کو پھینکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں لہذا زمین کا استدرات پر متحرک ہونا مسلّم نہیں ہے۔ دوسری وجہ کہ اگر اس طرح پر وہ متحرک ہوتی تو چاہیے تھا کہ جب جانور مغرب کی طرف دوڑتا ہو تو وہ مشرق کی طرف جاتا تو وہ منزل مقصود پر نہ پہنچتا مگر بعد گزرنے دن اور رات کے اکثر حصہ کے گو جس جگہ سے اس نے سیر شروع کی تھی اس سے مقصود تک تھوڑی ہی مسافت ہو حالانکہ واقع میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ تیسری وجہ کہ اس صورت میں چاہیے تھا کہ جتنے جانور زمین آسمان کے مابین ہیں ان کے بارے میں بھی خیال کیا جاتا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کر رہے ہیں خواہ وہ بالارادہ آپ ہی مشرق یا مغرب کی طرف متحرک ہوں اس لئے کہ زمین کی حرکت سریعہ مانی گئی جانوروں کی حرکت بطی ہے۔ علی ہذا القیاس اور بھی وجوہ ہیں جن سے یہ مذہب باطل ہوتا ہے مگر خوف طول اور خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے وہ مذکور نہیں ہوئے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی زمین کا ساکن ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو خدا فرماتا ہے ہم نے زمین کو میخیں ٹھوک دیں تم کو متحرک نہ کرے کس نے خدا کے سوا زمین کو ساکن اور فرش بنایا اور اس میں نہریں جاری کیں اسکے پہاڑوں کو میخوں کا قائم مقام بنایا۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے۔ لیکن اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے فلک الافلاک کے استدارت پر متحرک ہونا اور اس تحریک سے باقی آسمانوں کا متحرک ہونا مان کر بیان کیا ہے۔ اب ہم اسکے مطابق جواب دیتے ہیں جو شرعاً ثابت ہے وہ یوں ہے کہ شرعاً فلک الافلاک وغیرہ ہرگز متحرک نہیں ہیں اس لئے کہ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ عرش متحرک ہے اور کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ عرش

کے پائے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ متحرک نہیں ہے اور اس سے وہ حدیث کہ جس میں آیا ہے کہ عرش خیمہ کی طرح قبہ دار ہے انکاری نہیں ہے آچکا ہے کہ خداوند کا عرش بالفعل چار فرشتوں نے اٹھائے رکھا ہے دیکھو کہ قرآن میں ہے کہ قیامت کو اس کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ پس اب فلک الافلاج کا متحرک ہونا باوجود ان اخبار اور آیات کے کب ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ہاں قرآن میں ستاروں کی حرکت کا بےشک ذکر ہے دیکھو خدا فرماتا ہے کہ آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، ہر ایک کیا آفتاب اور کیا چاند اور دوسرے ستارہ آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے ایک وقت معین تک سیر کرتا رہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے، سیدھے چلنے اور غائب ہو جانے والے ہیں، اور وہ ستارے یہ ہیں زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد۔ اگر مان بھی لیں کہ فلک الافلاک متحرک ہے لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کریں گے کہ باقی آسمان اس کی تحریک سے متحرک ہیں اس لئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا کہ اگر شرعاً آسماں کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے بلکہ شرعاً ثابت ہے کہ آسمان آپس میں دور دراز فاصلہ رکھتے ہیں چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا نیز آسمانوں کی کرویۃ بھی شرع سے ثابت نہیں بلکہ شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان دنیا کے مقابلہ پر ایسی ہے کہ جیسے کسی میدان میں حلقہ پڑا ہوا اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان اور دوسرا تیسرے آسمان کی نسبت ہے باقی علیٰ ہذا القیاس سب آسمان کرسی کے اور کرسی معہ فلک الافلاک کے سامنے اس حلقہ کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر آسمان کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی اسلئے ماننا پڑے گا کہ وہ کروی نہیں ہیں۔ پس جب کہ کرویۃ نہ رہی تو خود حرکت مستدیرہ بھی جاتی رہی کیونکہ حرکت مستدیرہ سے تو وہی متحرک ہوتا ہے جو کروی ہو لا غیر۔ جب کہ آسمانوں کے مابین اتصال ثابت نہ ہو تو اگر ہم فلک الافلاک کا متحرک ہونا مان بھی لیں گے تو اس کے متحرک ہونے سے اس کے ماتحت آسمانوں کا متحرک ہونا لازم نہیں آئے گا بلکہ تم جان چکے ہو کہ فلک الافلاک متحرک بھی نہیں بنابراں جو کچھ قادیانی نے الزام کے طور پر استدلال عام خیالات کی تقلید سے پیش کیا تھا ہرگز پیش ہونے کے قابل نہیں ہے اور سر بسر مردود ہے۔

ہماری ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ہم ان کے استدلال پر گونا گوں، پے در پے، ترتیب وار،

اعتراضات وارد کرتے ہیں ایں طور کہ اولاً فلک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں اگر یہ مان لیں گے تو پھر اس کا اسدارات پر متحرک ہونا مسلّم نہیں ہے۔ اس کو بھی اگر مان لیں تو پھر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی تحریک سے باقی آسمان بھی متحرک ہیں کیونکہ یہ بات آسمانوں کے آپس میں متصل ہونے پر موقوف ہے لیکن وہ متصل ہی نہیں۔ پس اسکی تحریک سے ان کا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کریں تو ہمارا یہ کہنا کہ نہ جہت الفوق اور نہ نزول متعین ہوتا ہے اور اس صورت میں مسیح کا عذاب دائمی میں مبتلا ہونا لازم آیا ہے غلط ہے ان تینوں محذورات کو ممنوع سمجھتے ہیں ان کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں مگر دلیل کہاں یہ تو یوں تقلقل ہے ہم نے جو کچھ مفصل طور پر بیان کیا ہے وہ معلوم ہو ہی گیا ہے اس میں ناظرین خوب تامل کریں تا کہ قادیانی کی ہیئت دانی اور ہندسہ فہمی وغیرہ علوم کے حالات معلوم ہوں۔ ان کے مجددیت ومحدثیت ومسیحیت کے دعوی کی بناوٹ روشن ہو۔

قادیانی علماء اسلام پر اس طور پر بھی اعتراضات کرتا ہے کہ پرانے فلسفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبقہ زمہریریہ تک ہرگز رسائی نہیں ہے زمانہ حال کے فلسفہ نے بھی تحقیق یوں کرلیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں جاکر معلوم کیا کہ ان کی چوٹیوں پر اس درجہ کی ہوا ہے کہ وہ انسانی جسم کو سلامت نہیں رہنے دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا پس متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہ چڑھے ہوں کیونکہ راستہ میں اس قدر سردی ہے کہ آدمی وہاں پہنچتے ہی مرجائے گا لہذا آسمان تک مسیح کی رسائی ہرگز متصور نہیں پس جب کہ طبقہ زمہریریہ تک پہنچنا ہی غیر ممکن ہے تو آسمان پر پہنچنا بھی غیر ممکن ٹھہرا اس لئے کہ جب معد ہی ممکن نہیں تو معدلہ کیسے ممکن ہوگا (معد اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عدم بعد الوجود متاخر کے لئے سبب ہو جیسے پہلا قدم دوسرے قدم کے لئے)

جواب: یہ ساری تقریر ہی معترض کی گویا باطل کو زینت دینا ہے تانبے کو سونے کا پانی چڑھا کر سونے کے بھاؤ بیچنا ہے لیکن ایسی بناوٹ دانش مندوں پر کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زمہریریہ طبقہ تک بدن انسانوں کا وصول ممکن ہے اور اسکا ممکن نہ ہونا ہرگز مسلّم نہیں پس مسیح کا آسمان پر چڑھنا بھی ممتنع نہیں ہوا۔ رہی

یہ بات کہ انسان کا وصول کیوں ناممکن نہیں سواس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ناممکن ہونا چند امور پر موقوف ہے ایک یہ کہ طبقہ زمہریریہ کے تمام اجزاء اس ضرر رسانی کی کیفیت میں برابر ہوں لیکن ہم اس برابری کو تسلیم نہیں کرتے اس کے لئے کوئی دلیل چاہیے بلکہ اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ آفتاب کی محاذات وعناصر کی طرف گوناگوں نسبتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اجزاء کی سردی برابر نہیں۔ دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زمہریرہ کی ذات میں داخل ہو جیسے کہ ذاتیات میں داخل ہوتے ہیں اس طرز پر وہ سردی اس کے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتی۔ مگر یہ بھی مسلّم نہیں کیونکہ اگر یہ سردی اس کی ذاتیات سے ہوتی تو چاہیے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف کے ساتھ موصوف نہ ہو حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہوسکتی ۔اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات وذاتیات میں تشکیک نہیں لیکن طبقہ زمہریریہ تو مشکک ہے کیونکہ مشکک ہونا یہی ہے کبھی شدت اور کبھی ضعف سے موصوف ہو پر ظاہر ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ جب آفتاب طبقہ کی سمت پر ہو جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البرد ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامنت نہ رکھتا ہو جیسا کہ رات میں نیز اس میں تشکیک اس وجہ سے بھی ہے کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اسکے اجزا سردی میں برابر نہیں ہوتے کیا جیسے کہ گرمیوں میں اس میں سردی ہوتی ہے ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ جاڑے میں شدید اور گرمیوں میں ضعیف ہوتی ہے۔ پس اس قسم کا اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کیفیت اس طبقہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے اسی پر اس کیفیت کا طبقہ مذکورہ کے لوازم سے ہونا، سو یہ اس طرح پر ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نفس (یعنی بلاشدت وبلا ضعف) اس کو لازم ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل برودت انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے ماردیتی ہے۔ یا کہوگے کہ نہیں ہم تو اصل برودت کو لازم نہیں کہتے بلکہ اسکے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں

سواس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ ابھی تک معین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کا ہونا بھی تسلیم کرلیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ کبھی اس طبقہ سے جدا نہیں ہوتا پھر لزوم کہاں رہا۔ اچھا بھئی لزوم بھی مانا لیکن مستفسر ہے کہ وہ لزوم عادی ہے یا عقلی۔ عقلی تو نہیں۔ اجی عقلی کے تو یہی معنی ہیں کہ اپنے ملزوم کو کبھی جدا نہ ہو جیسا کہ دو کے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجیۃ کا وصف اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا عادی لازم کا اپنے

معروض سے جدا ہونا جائز ہے دیکھو سکر شراب کیلئے عادی لازم ہے اسی لئے اگر اس میں نمک یا سرقہ ڈال دیا جائے تو سکر زائل ہو گا۔ حرارت آگ کے واسطے عادتاً لازم ہے اس لئے خدا نے ابراہیم کے بارے میں آگ سے خطاب فرمایا کہ اے آگ! تو نیک سرد ہوا ابراہیم کے لئے پس وہ آگ سرد ہو گئی۔ چنانچہ اس کی خود سبحانہ و تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ پھر بھی ابراہیم کو قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو۔ پس خدا نے ابراہیم کو آگ سے بچا لیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہو گئی تھی کیوں نہ ہوا گر یہ لازم ہوتی تو چاہیے تھا کہ حرارت کے معدوم ہوتے ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔.... پس جب کہ آگ سے حرارت کو باوجود یکہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے، یہ نسبت ہے تو سردی کا بہ نسبت طبقہ زمہریریہ کے جو ہوا کا ایک مرتبہ ہی باوجود اس کے کہ وہ بالعرض سرد ہے۔ کیا حال ہونا چاہیے۔ کیا معلوم نہیں کہ عنصر ہوا بذاتہا گرم تر ہے دیکھو کتب طب۔ چونکہ سردی نہ اس کی ذاتی ہے نہ لازم عقلی تو اس کا اس سے جدا ہونا کیسے نارواٹھہرے گا۔ لہذا بروقت صعود مسیح کے سردی کا نابود ہونا جائز ہوا اس لئے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت وہ چیزیں موجود ہو گئی ہوں جو سردی کی تیزی کو دور کرنے والی ہیں جیسے کہ غلیظ دھویں اور اس کے پاس ہی جل کر روشن ہوئے ہوں چنانچہ بسا اوقات وہی دھویں جل کر نیزوں کی شکل اور سینگ والے حیوان وغیرہ کی ہیئت میں دکھلائی دیتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنے لمبے ہوں کہ وہ زمین سے متصل ہو جائیں بلکہ کبھی متصل بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس صورت میں اس کا نام حریق ہے اور کبھی زمین سے متصل نہیں ہوتے پس چونکہ ایسے اسباب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں، ایسا ہونا ممکن ہوا تو مسیح کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن ہوا شاید اب کہو گے کہ طبقہ زمہریریہ سے اوپر ایک اور طبقہ ہے جو جلانے والا ہے تو مسیح اس سے بچ کر کس طرح آسمان پر چڑھ گئے تو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حرارت آگ کے لئے ایک عادی لازم ہے اس لئے اس کا کرہ نار سے جدا ہونا جائز ہے گو یہ جدائی آنی ہو۔ برودت کے لازم عقلی یا ذاتی ہونے کو ہم تسلیم کر کے اور طرز پر بھی جواب دیتے ہیں وہ یوں ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اثر کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ انسان اس طبقہ میں اتنا زمانہ قرار پذیر ہو کہ وہ آپس میں اثر کر سکے لیکن ظاہر ہے کہ آسمان پر انسان کے چڑھنے کیلئے اس طبقہ میں استقرار لازم نہیں کیونکہ آسمان پر جانا بطور انتقال دفعی ہے یا حرکت سے اور یہ دونوں اس مسافت میں

استقرار کو مستلزم نہیں ہیں پس بدن انسانی بھی اس مسافت میں صحت کی مزاحم کیفیت سے متاثر نہیں ہوگا چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دو امر جو بلا واسطہ آپس میں ضدیت رکھتے ہوں باوجود اس کے کہ متضادین زیادہ اور جلدی ایک دوسرے سے اثر کو قبول کرتے ہیں تاثر تب ہی ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں ضدیں کسی ایسے زمانہ میں مجتمع ہوں کہ اتنے زمانہ میں وہ ایک دوسرے میں تاثیر کرسکیں تو بلا شبہ یہ بات منکشف ہوگئی کہ جن دو چیزوں میں تضاد بالذات نہیں بلکہ بالتبع ہو تو ان کی تاثیر و تاثر کے لئے بھی ان کا آپس میں اتنے زمانہ میں مجمع ہونا کہ اس میں اثر کرسکیں شرط ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بدن مسیح کی مزاج کو گو طبقہ کی ہوا مخالف تھی لیکن ان کے سعود کو چونکہ استقرار ضروری نہیں تھا تو ان کا ضرر پزیر ہونا (جس کے لئے استقرار شرط ہے) لازم نہیں آتا کیونکہ ضرر پزیر ہونے کی شرط لازمی نہیں ہے۔ لہذا آپ کا آسمان پر چڑھنا ناممکن نہیں ٹھہرا خواہ فی الواقع آپ کا صعود دفعی طور پر ہو یا حرکت کے طور پر نیز معد کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آیا پس معدلہ (صعود) کا غیر ممکن ہونا اس پر متفرع نہیں کرسکتے جیسا کہ قادیانی کا زعم ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب تم آگ کے شعلہ کے بیچ میں سے سرعت اور جلدی سے اپنے ہاتھ کو پار کریں اور نکالیں تو تمہارا ہاتھ متضرر نہیں ہوگا اس کو آگ کی حرارت اثر نہیں کرے گی۔ ایسا ہی اگر تم بہت سی آگ روشن کرو یہاں تک کہ وہ بخوبی مستعمل ہو تو اس کے بیچ میں سے اگر تیر کسی نشان پر ماریں اور چلائیں گے تو وہ تیر باوجود اس کے کہ لکڑی کا ہے، نہیں جلے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہاتھ اس میں سے جلدی سے نکل گیا ہے اور اس میں قرار پذیر نہیں ہوا۔ متنبہ ہو جاؤ سن لو کہ محض استقرار کی ممنوعیت کی تقدیر پر باوجودیکہ برودت کا طبقہ زمہریریہ کیلئے ذاتی اور لازمی عقلی ہونا اور سردی کا اس کے تمام اجزاء میں برابر ہونا مان لیا گیا تو جواب دیا گیا ہے پس خود ہی سمجھ لو کہ قادیانی کا اعتراض جن تمام امور پر موقوف ہے وہی سب کے سب جب مرتفع ہوں تو کہاں ٹھکانا ہوگا آخر یہ تو معلومات سے ہے کہ جب موقوف علیہ ہی نابود ہو تو موقوف بھی بالضرور معدوم ہونا چاہیے۔

فيها تحيو ن و فيها تمو تو ن

قادیانی اپنے دعوی کے لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ زمین پر ہی زندہ رہو گے اور وہیں مر جاؤ گے اور وہیں سے زندہ ہو کر محشور کئے جاؤ گے اس کے استدلال کا طریقہ اور تہذیب یوں ہے کہ آیت میں جار و مجرور فیھا منھا جو فیھا تحیو ن تموتون تخرجو ن کے ساتھ متعلق ہے مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہوا کہ زندگی نہیں کسی ایک انسان کے لئے مگر زمین ہی پر نہ اور کہیں ۔ پس اگر مسیح آسمان پر زندہ ہوں گے تو اس حصر کا باطل ہونا ضروری ٹھہرے گا لہذا ہم مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور پھر اس آیت کے مضمون پر کیسے اذعان کر سکتے ہیں لہذا ماننا پڑتا ہے کہ مسیح زندہ نہیں ہیں بلکہ مسیح بھی ویسے ہی مر گئے ہیں جیسے کہ اور انبیاء مر چکے ہیں اور ویسے ہی وہ بھی اور ان کی روح مرفوع ہوئی ہے نہ بجسدہ۔

جواب: تقدیم کا افادہ حصر ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اس کا مقدم کر لینا دوسرے اعتراض کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے کہ قافیوں اور فاصلوں کی رعایت سے اور کبھی بیان کے اہتمام کیلئے بھی جار و مجرور کا تقدیم ہوتا ہے وغیرہ۔ پس آیت مذکورہ میں جو جار مجرور کا تقدم ہے فاصلوں کی موافقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے لہذا اس تقدیم کا صرف حصر کے واسطے ہی ہونا متعین نہیں ہوا۔ اگر مان بھی لیں کہ یہ تقدیم صرف حصر کے ہی واسطے ہے تو بریں تقدیر ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب اکثر بنی آدم کے لئے ہو، نہ کل کے لئے۔ اگر اسے باعتبار کل کے بھی لیں گے تو ہم اس کے قائل ہیں کہ یہ اسی حیات سے خاص ہے جو عالم کون وفساد میں ہے (کون وفساد کا معنی یہ ہے کہ ایک صورت نوعیہ کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑ دینا چنانچہ پانی جبکہ ہوا بن جاتا ہے تو وہ صورت مائیہ کو چھوڑ کر صورت ہوائیہ کو قبول کر لیتا ہے۔ مترجم) نہ یہ کہ اس سے مطلق حیات مراد ہے جس کے افراد سے سماوی زندگی بھی ہے اس لئے کہ اگر یہ انحصار مطلق حیات سے متعلق ہوتا تو چاہیے تھا کہ اس آیت کا مفہوم بہشتیوں اور دوزخیوں کی ابدالاباد زندگی کے ساتھ منقوض ہو آخر یہ تو ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مندرج ہے۔ نیز جب کہ ہم آیت سے عالم کو ن وفساد کی زندگی مراد رکھ لیں گے تو اس میں اکثر احوال کی بھی قید لگانی چاہیے ورنہ یہ بھی منقوض ہو گا وہ یوں

ہے کہ اسی عالم میں بعض احوال میں بعضے انسان صرف زمین ہی کے اوپر تمام زندگی بسرنہیں کرتے بلکہ بعض کا ملین نے خرق عادت کے طور پر یہی کچھ حصہ زندگی اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے حالانکہ اس حالت میں وہ زمین پرنہیں تھے لیکن ایسے لوگ چونکہ خرق عادات وکرامت کونہیں مانتے ہیں تو ان کے لئے ان کی رائیوں کے موافق تمثیل دیں گے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ غبارہ پر بیٹھ کر جو کی سیر کرتے ہیں چنانچہ ہمارے ہم زمانوں نے اس تماشا کو دیکھ لیا ہے اب دیکھئے کہ ایسے جو میں عمر کا حصہ بسر کرتے ہیں نہ زمین پر پس اس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ پر یقین کر لینے اور مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے کے تسلیم کرنے میں کوئی منافات نہیں آتی چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔

قادیانی کا استدلال یہ بھی ہے کہ اگر مسیح آسمان پر زندہ ہوں اور وہی پھر اتریں گے تو یا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے منزل ہوں حالانکہ یہ ان کی تحقیر اور ہتک ہے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے جیسے کہ رفع سے پہلے رسول تھے لیکن قرآن میں ہمارے سید ومولا ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے، نہیں ہیں آنحضرت ﷺ ہمارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ لیکن وہ خدا کے رسول ہیں پیغمبروں کے خاتم ہیں۔اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی از سرنو مبعوث نہیں ہوگا چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی سرنو مبعوث نہیں ہوگا۔پس جب کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح نبوت کی حالت میں کیسے نازل ہو سکتے ہیں۔پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہی ہوتے اتریں گے صاف طور پر اس آیت کے مخالف ہے

جواب: پہلے ہم اجمالاً نقض کریں گے بایں طور پر کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر تھے وہ تمام عالم برزخ رسول کریم کے مبعوث ہونے کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے یا عالم آخرت میں موصوف ہوں گے یا نہ۔اگر کہہ دینگے کہ معزول ہیں یا معزول ہونگے تو یہ صاف سب پیغمبروں کی ہتک ہے اور نہ یہ ان کی عالی شان سے مناسب ہے۔

پہلا ،ایسا کیونکر ہو کتب عقاید میں یہ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء بعد الانتقال ہرگز اپنے مناصب سے معزول نہیں ہوتے بلکہ بعض نے صراحۃً لکھا ہے کہ جو شخص اس عزل کا قائل ہوگا وہ کافر ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں وصف رسالت ونبوت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں مگر یہ بات قادیانی کی طرز پر

آیت سے مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک آیت سے ثابت ہے کہ رسول کریم کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت ورسالت کی صفت ثابت نہیں ہونیچاہیے۔پس وہ پیغمبر عالم برزخ میں رسالت ونبوت سے کیسے موصوف ہوسکتے ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں ان سے عہدہ رسالت ونبوت کا چھینا گیا ہوگا۔آخروہ وقت بھی تو رسول کریم کے مبعوث ہونے کے بعد ہی کا ہے۔پس جو کچھ قادیانی جواب دے گا وہی ہماری طرف سے بھی جواب ہے۔

ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے۔وہ یوں ہے (شائد بعض لوگ کہیں کہ عالم برزخ اور آخرت مستثنیٰ ہے ہم ان کے جواب میں کہہ دیں گے کہ مسیح بھی مستثنیٰ ہے۔اس مصنف کا یہ فرمودہ فما هو جوا بكم فهو جوا بنا ،خوب ذہن نشین ہوگا۔مترجم) کہ مسیح جس وقت کہ وہ آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں اتریں گے اسی طرح پر باقی انباء اللہ عالم برزخ میں اور آخرت میں بالضرور رسالت ونبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہوں گے۔رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ آیت (جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں) سے مخالف ہے سو ایسا نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ بعثاً آخرالانبیاء ہیں بایں معنی کہ وہ بعدازاں باقی انبیاء نبوت دیئے گئے ہیں نبوت عنایت کئے گئے اور آپ بقاء نبوت میں ان سے متاخر نہیں ہیں یعنی آپکے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور پیغمبروں سے پیغمبری چھینی گئی آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین (قادیانی کو اس حدیث نے بھی جس کا مضمون یہ ہے کہ میرے بعد وحی نہیں اترے گی دعوی مسیحیت پر چست وچالاک کردیا ہے مگر افسوس ہے کہ ان کو اتنے عریض وطویل دعوے کو ہوتے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔مترجم) ان سے متاخر ہونے ،ان پیغمبروں کی رسالت ونبوت باقی رہنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ دو چیزوں کی بقامیں معیت ایک کی بعدیت ،دوسرے کی حدوثاً اولیت مغائر نہیں ہے۔دیکھو عمارت اور معمار،بیٹا باپ۔اس لئے کہ عمارت معمار کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتی ہے۔بیٹا باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔معہذا عمارت معمار بیٹا باپ بقامیں معیت رکھتے ہیں۔دوسری مثالیں بھی ہیں لیکن اتنی ہی مثالوں پر کفایت کی گئی۔

پھر قادیانی نے اپنے اس اعتراض کو دوسرے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح آسمان پر نزول کے منتظر ہیں تو جس وقت اتریں گے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے ہوں گے لہذا علم القرآن کی طرف

محتاج ہوں گے اور یہ تو ان کے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے اس وقت وہ سن شیخوخت میں ہوں گے لہذا لازم ہوا کہ ان پر کوئی نئی کتاب انہی کی زبان میں نازل ہوتا کہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نماز پڑھیں۔ لوگوں کو اپنی زبان میں ہی کلمہ توحید کی تعلیم دیں حالانکہ یہ دین اسلام کو گویا جڑ سے اکھاڑنا ہے ہم لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سے تمسک کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم الضال و المضل پڑھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل ہے معلوم نہیں ہوتا کہ قادیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح عربی نہیں جانتے حالانکہ عربی اور عبرانی میں آپس میں بہت موافق ہے جیسے کہ پنجابی اردو زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ موافق ہے اب کہیے کہ کہ پنجابی دان پر اردو کا جان لینا دشوار ہے ہرگز نہیں۔ پس قادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح پر عربی کا علم دشوار ہے مردود ہے۔ کیا دیکھا ہوا نہیں ہے کہ جو لوگ مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ ان کے مضامین کو مختلف زبانوں میں میں ادا کر سکتے ہیں۔ اجی اپنے ہی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے پس یہ کس منہ سے کہہ دیا کہ مسیح تعلیم عربی سے (خواہ تعلیم اللہ ہو یا تعلیم بشر سے اس لئے کہ خدا نے ان کو ازل میں ہی دین محمدی کا مجدد بنا رکھا ہے) عاجز ہوں گے کیا وہ نبی عاجز ہوں گے۔ کیا وہ نبی عاجز ہوا اور قادیانی عاجز نہ ہوا۔ سبحان اللہ مسیح پر یہ دشوار اور قادیانی کے لئے آسان۔ حالانکہ مسیح وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح نے سنہ صبی میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی اس نے مجھے نبی مبارک بنایا۔ اب دیکھئے کہ مسیح کی یہ گفتگو سن صبا میں تھی اور قادیانی کہتے ہیں کہ جب اتریں گے (اور باتیں تو درکنار رہنے دو) تعلیم سے بھی عاجز ہوں گے۔ نعوذ باللہ منہ

اچھا مان لیا کہ مرفوع ہونے سے پہلے آپ عربی نہیں جانتے تھے لیکن قادیانی کو یہ کہاں سے یقین حاصل ہوا کہ مسیح کو عالم ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔ یہ بھی مانا کہ ملکوت میں بھی ان کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے، لیکن یہ خبر اس کو کہاں سے مل گئی کہ علم عربی مسیح کے لئے ممکن یا آسان نہیں۔ بھلے مانسو! آدم کو کس نے تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے۔ ہمارے سردار محمد ﷺ کو کس نے باوجود امی ہونے کے بے کنار دریائی علوم عنایت کیا تھا۔ جس نے ان کو عنایت کیا وہی مسیح کو عنایت کرے گا۔ اجی قادیانی کے کانوں کو اس خبر کی ہوا کی چوٹ نے نہیں

کھڑ کا یا ہے کہ صاحب قوت قدسیہ کے سامنے نظریات بھی بدیہی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اہل معقول کے نزدیک متفق علیہ ہے پس کیسے مسیح کا عربی کو جان لینا بعید سمجھا جائے اور وہ بعید نہیں سمجھا گیا اگر اس کے بعید ہونے کو ہم تسلیم بھی کر لیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ معانی قرآن کا سمجھنا کلمات توحید یہ کے معانی کو ادا کرنا عربی کے بغیر دوسری زبان میں اسلام کو بدل ڈالنا ہے۔ احکام کو منسوخ کر دینا ہے (حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جزیہ کو موقوف کر دیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناسخ دین محمدی ہوں گے وجہ یہ ہے کہ یہ حکم بھی دراصل احکام محمد یہ سے ہے ہاں یہ تو ضرور ہے کہ یہ حکم اس زمانہ کے واسطے ہے جب مسیح اتریں گے۔ مترجم) دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو لازم آتا کہ مسلمان اہل عرب کے سوا سب کے سب اسلام کو بدل ڈالنے والے ہوں بلکہ خود قادیانی جو عقاید اور معانی قرآن معانی کلمات توحید یہ کو اردو میں جیسے کہ اس کو پسند آتے ہیں ادا کرتے ہیں نیز محرف اسلام ہوں۔ اجی! قادیانی کی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی توحید ذاتی و صفاتی، جناب سید و مولا ﷺ کی رسالت اور اس پر جو آپ خدا سے احکام لائے ہیں ایمان رکھتا ہے اس کو فارسی کشمیری اردو پنجابی میں بیان کرتا ہو باوجود اس کے کہ اسی عقیدہ اور بیان پر مر بھی گیا ہو مسلمان نہ ہوا۔ العیاذ باللہ۔ پس کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا۔ بلکہ انکار ہے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ اس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تا کہ وہ تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ نیز فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یا رسول اللہ ﷺ مبعوث نہیں فرمایا مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام لوگوں کی طرف (خواہ عربی ہوں یا ترکی یا فارسی و غیرہ) نیز فرمایا کہ یا محمد تم کہہ دو کہ میں تمہارے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں کیا یہ معلوم نہیں جیسے کہ آپ کی خود پیغمبری سے سے انکار کرنا کفر ہے ویسے ہی آپ کی عموم نبوت سے منکر ہو جانا کفر ہے کیونکہ جس طرح کہ اصل نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ کو رد کرتا ہے اسی طرح عموم نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ سے لڑائی اور مقابلہ ہے۔

او صانی بالصلوۃ و الزکوۃ

قادیانی، مسیح کے آسمان پر زندہ نہ ہونے کے لئے یوں بھی استدلال کرتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ مسیح نے بیان کیا کہ خدا نے مجھ کو نماز زکوۃ کا جب تک کہ میں زندہ ہوں حکم دیا ہے خدا نے مجھ کو اپنی والدہ سے نیکی کنندہ بنایا ہے۔

استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ اگر مسیح آسمان پر زندہ ہوتے تو بلا شبہ ادائے صلوۃ زکوۃ والدہ سے احسان کرنے کے ساتھ مامور ہونے چاہییں حالانکہ آسمان پر ہوتے نہ تو زکوۃ ادا ہو سکتی ہے اور نہ والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس حکم الٰہی کا خلاف لازم آئے گا۔

جواب: یہاں پر زکوۃ مالی کی زکوۃ مراد نہیں ہے بلکہ طہارت جو اس کا حقیقی معنی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ اس میں آیت میں (مصنف کی تقریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بیہودہ اعتراض کا اور بھی جواب ہے وہ یہ ہے کہ زکوۃ مالی جب ہی فرض ہوتی ہے کہ مالک نصاب بھی ہو پس چونکہ اہل اسلام اس کے کہ مسیح تجارت یا خوراک کے لئے مال آسمان پر لیں گے، قائل نہیں ہیں اور نہ یہ ثابت ہے لہذا مسیح پر آسمان پر زکوۃ بھی فرض نہیں۔ مترجم) جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پاک ہوا وہ اپنے آپ کے لئے پاک ہوتا ہے ان کے خدا نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کے بدلے ایسا دلوا دے کہ پاکیزگی میں صلہ رحمی میں بہتر ہو۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے ترش روئی کی جس وقت آپ کی خدمت میں نابینا حاضر ہوا، کس چیز نے آپ کو یا رسول جتلایا، شائد کہ وہ پاک ہو جاتا، یا نصیحت قبول کرتا پس اس کو نصیحت نفع دیتی، اس پر جو دولت مند ہوتا ہے آپ اس کی طرف ہی التفات کرتے ہیں آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اگر وہ پاک نہ ہو۔ بلا شبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپ کو پاک کیا ہے قریب ہے کہ اس کو ہٹایا جائے گا۔ وہ شخص جو مال دار ہے مال کو خدا کی راہ میں اسلئے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے وغیرہ

اب دیکھوان آیات میں زکوۃ کا معنی بجز تزکیہ نفس کے اور کچھ نہیں ہے ویسے ہی مسیح کو بھی تزکیہ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہو سکتا ہے زمین پر ہو یا آسمان پر۔ پھر کہیے کہ انکے آسمان پر ہونے سے خلاف حکم الٰہی کیسا لازم آیا۔ چنانچہ ظاہر ہے گو ان لوگوں پر جو مبتدعین اور فاجرین کی طرح بصارت نہیں رکھتے ہیں پوشیدہ ہو

رہی ہے یہ بات کہ مسیح کو گو آسمان پر ہی مستقر مان لئے جائیں والدہ سے احسان نہیں کر سکتے اور اس میں خلاف حکم الٰہی لازم آتا ہے سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ اس صورت میں لازم آتا کہ اگر براً صلوۃ پر جو اوصانی سے متعلق ہے معطوف ہوتا کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوتا کہ مجھ کو خدا نے نماز کا اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں، لیکن براً تو اس مجرور پر معطوف ہی نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس پر معطوف ہوتا تو براً منصوب نہ ہوتا بلکہ مجرور ہوتا اور برٍ، پڑھا جاتا۔ نیز براً کی با کو زیر دی جاتی نہ زبر اگر برٍ، ہوتا اس کا معنی خالی نیکی ہوگا، نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو براً کا معنی ہے۔ پس چاہیے تھا کہ برٍ پڑھا جاتا نہ براً۔ ورنہ لازم آئے گا مامور بہ مسیح ہوں کہ جن کے ساتھ بر قائم ہے جیسا کہ نماز زکوۃ مامور بہما ہیں حالانکہ مامور بہ فعل ہوتا ہے نہ ذات اسلئے کہ ذات کا مامور بہا ہونا صریح باطل ہے۔ پھر کہیے کہ قرآن مجید میں براً (بنصب باء وراء) قدیم الایام سے کیوں لکھا چلا آیا ہے کیوں ہمیشہ براً پڑھا جاتا ہے۔ پس قراء کا اجماع براً ہی پر اس کے صلوۃ پر معطوف ہونے سے انکاری ہے۔ ہاں اگر براً کو باوجود کہ منصوب الراء والباء ہے مجرور پر معطوف سمجھیں گے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ اعتراض سابق کے دور کرنیکے لئے صفت مشبہ بمعنی مصدر لینا پڑے گا بایں طور کہ براً جو بمعنی نیکی کنندہ اور صفت مشبہ ہے (جیسا حسن) اس کا معنی بر ہے یعنی نیکی۔ حالانکہ یہ ایسی بناوٹ ہے کہ اس کا داعی بھی موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ براً کو نبیا پر معطوف کر کے اصلی معنی (نیکی کرنے والا) میں مستعمل کرنا جائز ہے۔ اب کون سی ضرورت درپیش ہے جس کے لئے وہ چھوڑا جائے۔ جاننا چاہیے کہ جب ہم براً کو نبیاً پر عطف کریں چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ہے تو جعلنی کے دو مفعول ٹھہرے ایک نبیاً دوسرا براً اور یہ عطف مفرد کے مفرد پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا۔ اور اگر براً سے پہلے بھی جعلنی مقدر مانا جائے اور یہ جعلنی پہلے صریح جعلنی پر معطوف کردیں تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر عطف کردینے کے طریق پر ہوا۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح نے فرمایا کہ میں خدا کا خاص بندہ ہوں اس نے مجھ کو انجیل عنایت فرمائی ہے مجھ کو نبی مبارک کہوں پر رہوں بنایا اس نے مجھ کو نماز زکوۃ کا جب تک زندہ رہوں حکم دیا ہے اور اس نے مجھ کو اپنی والدہ پر نیکی کنندہ بنایا ہے۔ (مصنف کی تقریر سے مترشح ہوتا ہے کہ ما دمت حیا، نبیا مبارکا کیلئے بھی قید نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے گا کہ مسیح بعد الموت نہ نبی ہوں اور نہ مبارک العیاذ باللہ۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ما دمت حیا، براً کی قید بھی مان لیں

تو حاضر ہونا خاص خدمت کیلئے شرط ہے دیکھو مسیح یا اور کوئی خدمت خاصہ کے ساتھ تب ہی مامور ہے جب کہ حاضر خدمت ہو۔اس لئے اگر بیٹا سفر میں اور والدین یا ایک ان میں سے مقیم ہو تو خاص خدمت اسی ضروری سفر میں فرض نہیں ہو سکتی ورنہ چاہیے تھا کہ مسیح جس حالت میں تبلیغ کے لئے مسافر اور والدہ سے جدا ہوتے تھے اس خاص خدمت کے ترک کے گنہگار ہوتے نعوذ باللہ منہ۔یا تو ثابت کر دیں کہ مسیح والدہ سے کہیں بھی زمین پر ہوتے جدا نہیں ہوئے تو تا ہم کچھ بن پڑے گا۔لیکن اس کا ثبوت کہاں۔مترجم)

پس وہ توجیہہ جو ہم بیان کر آئے ہیں تکلف اعتراض سے بری ہے اور اس توجیہہ پر بنا کر کے مسیح کا آسمان پر ہوتے ہوئے بھی اپنی والدہ سے نیکی کرنے کے ساتھ مامور ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ بریں تقدیر مادمت حیا (جب تک کہ زندہ ہوں) کی قید اگر ہے تو صلوۃ زکوۃ کی فرضیت کے واسطے ہے نہ برا ً کیلئے۔اگر ہم قادیانی کی توجیہہ کو ہی مان لینگے اعتراض تکلف مذکورین سے قطع نظر کر لیں تو پھر اس بات کو کہ مسیح کا آسمان پر ہوتے والدہ سے بار ہونا متصور تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ احسان جیسا کہ نیکی کنندہ اور نیکی کردہ شدہ کی حیات میں متصور ہے ویسے ہی جس زمانہ میں نیکی کا مستحق مر گیا ہو اس پر احسان کرنا متصور ہے۔کیا اس کیلئے استغفار اور دعائے ترقی درجات اور ثواب پہنچانا احسان نہیں بیشک احسان ہے لیکن یہ تو آسمان پر ہوتے بھی خواہ مستحق زندہ ہو یا مردہ متصور ہے لہذا قادیانیوں کا یہ حکم بالجزم کہ آسمان پر ہوتے احسان متصور نہیں کیسا ہی محل ہے۔

خلاصہ کلام کہ مسیح خدا کے رسول اب تک زندہ ہیں اور آسمان پر بجسدہ موجود ہیں سبب یہ ہے کہ یہی بات قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور احادیث اور اتفاق امت سے بھی ثابت ہے آیات تو یہ ہیں:

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل ۔ اذ قال الله یا عیسی انی متوفیك و رافعك الیّ ۔ ما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه ۔ و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ۔

اب رہا ان کا ترجمہ سو وہ مذکور ہو چکا ہے۔نیز استدلال کا طریقہ ہم بیان کر آئے ہیں مگر اب اور ہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہوگا۔

کیا اگر خدا تعالیٰ مسیح کے مار ڈالنے،ہلاک کر دینے کا ارادہ کرے گا،بی بی مریم تمام باشندگان زمین

کا،تو کون اپنے آپ پر مختار ہے،کون اپنے آپ آپ کو بچا سکتا ہے۔پس جب کہ مسیح وغیرہ میں ہلاکت کے دفعیہ کی قدرت نہیں اور نہ خود مختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں ۔یہ آیت مسیح کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ جو ارادہ پر داخل ہوا ہے حروف شرط سے ہے اور وہ جزا کے مستقبل میں وقوع کے لئے موضوع ہے اس سبب سے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔ظاہر ہے کہ شرط اہلاک المسیح کا ارادہ ہے جزاء ہلاکت کے دفعیہ پر غیر اللہ کا قادر نہ ہونا،گویا جزا فمن یملك کا مدلول التزامی ہے مدلول التزاماً اس لئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے اور وہ قائم نفی کے ہوتا ہے۔بر تقدیر اس کے کہ خدا کسی کے اہلاک کا ارادہ کرے،غیر اللہ سے ملک کا منتفی اور نابود ہونا بالضرور اس کو چاہتا ہے کہ کوئی ایک بھی ماسوی اللہ اہلاک کے دفعیہ پر قادر نہ ہو۔اور یہی جزا ہے۔لہذا واجب ہوا کہ شرط۔جزا(یعنی اہلاک کا ارادہ۔غیر اللہ سے قدرت کا منتفی ہونا) کا مستقبل میں موجود ہو جانا متوقع اور ماموں ہو۔ورنہ لفظ ان کے وضع سے مخالفت ہوگی حالانکہ یہ باطل ہے لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے کہ یہ آیت جب کہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو مسیح بھی اس وقت زندہ ہوں کیونکہ اگر فرض کر لیں کہ مسیح اس زمانہ میں زندہ نہیں تھے بلکہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی مر گئے ہوئے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک شدہ کے اہلاک کا ارادہ متوقع ٹھہرے گا اور یہ باطل ہے۔اجی!یہ تو ایسا ہوا کہ کہا جائے کہ خدا موجود کو موجود کرے گا یا نابود کو نابود کریگا حالانکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے

سوال:اس آیت میں اس حالت سے کہ مسیح اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے حکایت ہے لہذا اس آیت سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

جواب:اولاً کہ ان دراصل مفید استقبال ہے تو یہ تمہارا قول مخالف اصل اور وضع ہوا جو باطل ہے۔دوم اصلی کے معنی چھوڑ دینا تب ہی جائز ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو۔اور وہ بھی موجود نہیں ہے۔پس یہ مجاز کو سوائے ضرورت مراد رکھ لینا ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔

سوال:جائز ہے ان بمعنی لو ہو جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ شرط چونکہ ماضی میں نابود ہے تو جزا بھی

نابود ہے۔

جواب: اس میں بھی خلاف وضع، مجاز کا اختیار کرنا، بلاقرینہ لازم آتا ہے۔ لہذا یہ بھی باطل ہے۔ شائداب یہ کہو گے کہ چونکہ اس آیت میں بی بی مریم کے مارنے کا بھی ذکر ہے اور وہ بزمانہ ماضی مرچکی ہیں تو یہی اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت حیات سے حکایت ہے، مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ صریحاً اس کا مسیح بن مریم پر معطوف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکور سے حکایت ہوسکتی تھی یا بمعنی لو لینے کا قرینہ بن سکتا تھا لیکن ایسا تو نہیں ہے اس لئے یہ حمل یا استعمال صحیح نہیں ٹھہرا۔ وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ امہ (مسیح کی والدہ) فعل مقدر کا مفعول ہو۔ یہ وہ فعل مساوی (برابر) اور اسے جملہ حالیہ کہتے ہیں۔ پس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ خدا، مسیح کے مارنے ہلاک کر دینے پر درحالیکہ مسیح اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا نہ ہونے میں مساوی اور برابر ہے، قادر ہے۔ پس جیسے کہ خدا مریم وغیرہ کے اہلاک پر قادر ہے ویسے ہی مسیح کے اہلاک پر قدرت رکھتا ہے۔ مساوات اس واسطے ہے کہ نہ مسیح اور نہ مریم وغیرہ خدا ہیں بلکہ قابل تر یہی ہے کہ امہ کو یساوی کا مفعول سمجھیں اور آیت کا معنی وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں سبب یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مسیح کو خدا بتلاتے ہیں ان کی تردید ہو۔ اور تو کچھ مقصود نہیں لیکن یہ مطلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ مسیح کو مریم وغیرہ سے خدا نہ ہونے میں مساوات ہو۔ اب چونکہ یہ مطلب ایسی تقریر پر موقوف ہے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں تو اسی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا پھر معہذا کیسا امہ کا معطوف وقرینہ ہونا صحیح ہوگا۔ بنابراں اس آیت سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔

نیز اگر ان کو بمعنی لـو لیں گے تو ہمارے مفید مطلب ہے وجہ یہ ہے کہ گو ہم اعتراض سابق سے قطع نظر بھی کر کے ان کو بمعنی لـو لیں گے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ خدا نے زمانہ ماضی میں مسیح کے اہلاک کا ارادہ نہیں کیا۔ پس اس سے صاف لازم آتا ہے کہ مسیح مرے بھی نہیں ہیں۔ آخر جب خدا نے مسیح کو ہلاک کرنے کا زمانہ گزشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو مسیح کیسے مرے لہذا اس توجیہہ سے بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہوا اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان حقیقی اور وضعی معنی مراد لیں گے تو دلیل متحقق ہے مگر ہمارا مقصود حاصل ہے، قادیانیوں کا نہیں۔ اگر ان سے لـــو کا معنی لیں گے تو اس تقدیر پر بھی ہمارا ہی دعوی ثابت ہے نہ قادیانیوں کا۔ غرض کہ بہر تقدیر

آیت ہمارے لئے حجت ہے، ان کیلئے نہیں چنانچہ یہ بات ادنی عقل مند پر بھی روشن ہے اب امت محمدیہ کا اجماع لو۔ اجماع سے بھی ثابت ہے کہ مسیح اب تک زندہ ہیں اگر یہ بات اجماعی نہیں ہے تو پھر کیوں صحابہ سے اب تک مسیح کی وفات شرعی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ اجی! اگر کسی صحابی یا کسی تابعین یا تبع تابعین یا دوسرے اکابر امت کا یہ اعتقاد کہ مسیح مر چکا اور زندہ نہیں پے ہوتا تو ناقلین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں نہ نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہوتا تو ناقلین بیک زبان اجماعاً کیوں لکھتے کہ مسیح کا اب تک زندہ ہونا متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ ہاں یوں (قادیانی اس کو کورانہ اجماع کہتے ہیں اس کی سند پیش کرتے ہیں کہ وہب کہتے ہیں کہ مسیح مر گئے۔ سو واضح ہو کہ یہ محض دھوکا ہے کیونکہ وہب یہ کہہ کر کہ مسیح اتنی مدت اموات میں داخل ہوئے ساتھ ہی کہتے ہیں کہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ اب کہیے کہ وہب کس طرح اجماع سے مخالف ہوئے بلکہ وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے کہ مسیح اب تک زندہ ہے۔ پس اجماع کورانہ نہیں بلکہ فہم ہی کورانہ ہے۔ مترجم) بھی کہنا کہ ابن عباس انی متو فیك کانی ممیتك (میں تیرا مارنے والا ہوں) معنی کرتے ہیں قادیانیوں کو مفید نہیں کیونکہ یہ تفسیر بالتصریح مسیح کے زمانہ گذشتہ میں مر جانے پر دلالت نہیں کرتی (مصنف کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ ابن عباس کی مراد یہ ہو کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تجھ کو اے مسیح بعد از رفع قرب قیامت بعد النزول ماروں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی حق ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ ابن عباسؓ مسیح کے اب تک زندہ ہونے کے قائل ہیں دیکھو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کی طریق سے ابن عباس سے صحیح السند روایت کی ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس، مسیح کے تا قرب قیامت زندہ ہونے کے قائل ہیں جس کو تفصیل کا شوق ہو وہ تحقیق کرے۔ اب اگر ممیتک سے وہی نہ سمجھا جاوے جس کی طرف مصنف نے ارشاد فرمائی ہو تو سچ کہو کہ ابن عباس کے اقوال میں تناقض نہیں ہوگا۔ ہاں ضرور ہوگا۔ مترجم) کیونکہ ممیتك اسم فاعل ہے نہ کہ فعل اور اسم کو ماضی یا غیر ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ اسم کی تعریف سے ظاہر ہے نیز یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ خدا نے جب مسیح کے مرفوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو مسیح ایک مکان میں تشریف لائے اس موقع پر اس مکان میں اور بھی بارہ شخص تھے اس وقت مسیح نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل گویا میری شکل کی مانند ہو جائے اور میرے بدلہ صلیب پر چڑھایا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو جوان تھا اس بات کو قبول کیا غرضیکہ مسیح نے اسے تین بار بٹھایا اور تین ہی بار دریافت

فرمایا اوراس نے ہر دفعہ قبول کیا۔ابن عباس فرماتے ہیں کہ مسیح اسکے بعد آسمان پر چڑھایا گیا اوراس شخص کو یہودیوں نے اس گمان سے کہ مسیح یہی ہے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔

اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس، مسیح کے بجسدہ مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔اب رہی یہ بکواس سو جس کی خواہش ہو کرتا جائے منع کون کرتا ہے۔

سوال: حضرت وہب فرماتے ہیں کہ مسیح کچھ عرصہ مر گئے تھے۔پس اجماع کہاں ثابت ہوا۔

جواب: اولاً کہ یہ قول سنداً بیان نہیں کیا گیا۔دوم اگر مان بھی لیں کہ یہ قول مستند ہے تو جائز ہے کہ یہ اہل کتاب سے لیا گیا ہو چنانچہ یہی موید ہوتا ہے اس سے کہ محمد بن اسحاق اور بیضاوی اور صاحب وجیز نے اس قول کو نصاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو وجیز میں لکھا ہے کہ مسیح کے اب تک زندہ ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔حافظ ابن قیم اور فاضل لکھنوی نقلاً بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمانوں کا مسیح کے زندہ ہونے پر اتفاق ہے لہذا وہب کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل ماسوا اس کے جو ہم بیان کر آئے ہیں نہیں ہے۔

اے ناظرین اگر آپ قادیانی کے رسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ قادیانی کے پاس نہ تو شرعی اور نہ عقلی دلیل ہے صرف یہی دیکھیں گے کہ اس کی دلیل بجز اس کے کہ یہ خلاف عادت ہے یا بعید ہے اور کچھ نہیں۔یہی اس کا بھاری تمسک ہے لیکن یہ داب ان لوگوں کا ہے کہ جن کو علم نہیں ہے یہ ایسا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قیامت کو) بعید اور محال جانتے تھے چنانچہ خدا تعالی اس کی خبر قرآن میں دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اب وہ ظاہر جھگڑالو بن گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے یہ انسان کہتا ہے کہ خدا قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے پیدا کرے گا یعنی کافروں کا اس بھید کو سمجھنا بالکل باطل ہے کیونکہ جس حالت میں کہ انسان کو منی سے پیدا کرتا ہے تو وہ ہڈیوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا ہے۔ہڈی تو از کردہ منی انسانیۃ کی طرف اقرب ہے ۔اسی طرح پر کافروں کے استبعاد سے قرآن شریف میں یوں خبر دی گئی ہے کہ کافروں نے کہا ہے کہ معبود کا ایک ہی ہونا عجیب ہے غرض کہ اسی طرح پر قرآن شریف میں کافروں کے استبعادات بیان فرمائے گئے ہیں مگر خوف

طول سے تھوڑی ہی پر بس کی گئی۔

فائدہ۔قادیانیوں اور نیچر پسندوں نے دراصل محال اس کو بھی سمجھ لیا ہے جو نادر الوقوع ہو نیز اس کو جو ان کی عقل سے بعید ہو۔مگر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ڈھیل ڈھال تو پنجاب سے فرانس تک عریض وطویل رکھتے ہیں اپنی عالی فہمی پر تو اتنے نازاں ہیں کہ علماء وفضلاء اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ محال کس چڑیا کا نام ہے۔بھلے مانس یہ امتیاز نہیں رکھتے کہ محال اور ہے اور نادر الوقوع اور ہے۔رہی عقل سو اگر ان کی عقل سے بعید ہے تو اہل اسلام کی عقل کے نزدیک ایسے امورات کا خدا سے ظہور بالکل آسان ہے اور وہ قادر مطلق ہرگز ایسے امورات کے پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہے گو ان کی عقل اسے عاجز سمجھ لے۔نیز انسان کی عقل کیا غلطی سے مبرا ہے؟ تو پھر وہ کیوں اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے نقول قطعیہ کو تاویلات رکیکہ کے مطابق عقل بنانا چاہتے ہیں۔کیا ایک امر یقینی کو غیر یقینی پر محمول کرنا داب دانشمندی ہے۔

ھدیۃ الرسول

(پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ)

جواب اعتراضات قادیانی باستشہاد آیات برحیات عیسیٰ

﴾قولہ: واستدلال صدیق الامت از آیت قد خلت من قبله الرسل (آل عمران:۱۴۴) در پیش وجود جم غفیر ے از صحابہ بریں کہ کل انبیاء از قبل پیغمبر ما شربت ممات چشیدند

﴾اقول: دعوی صدیق الامت تحقق وفات آنحضرت ﷺ است ونبودن این واقعہ جانکاہ خلاف سنتہ الہیہ۔ایں دعوی از حضرت صدیق برائے دفع تعجب سائر صحابہ بود۔خطبہ صدیقی من کا ن یعبد محمداً فا ن محمدا قد ما ت و من کا ن یعبد الله فا ن الله حیی لا یمو ت شاہد این معنی است۔پس تصویر دعوی صورت استدلال این کہ وفات یافتن آنحضرت ﷺ موجب تعجب ومخالفِ سنت الہیہ نیست زیرا کہ او نبی است از انبیاء (صغری) وہر نبی از انبیاء پیشینیاں گذشتہ است وکارِ تبلیغ ورسالت را فرو گذاشتہ (کبری) ازیں جا دانستی کہ کل انبیاء از قبل پیغامبر ﷺ، کبرائے دلیل است نہ دعوی۔پس قول مولف استدلال صدیق الامۃ بریں کہ کل انبیاء از قبیل التباس است بین دعوی وکبری دلیل

حضرت مولف خلت بمعنی توفّت فہمیدہ اند چنانچہ از قول (وشربت ممات چشیدند) ظاہر است۔گویم بریں تقدیر آیت سنت الله التی قد خلت (الفتح:۲۳) مناقض خواہد بود بآیت و لن تجد لسنة الله تبد یلاً چہ مفاد آیت اولی آنکہ سنت الہیہ آنست کہ وفات یافتہ است ومعدوم گشتہ ومعنی آیت ثانیہ ہرگز نخواہی یافت برائے سنت الہیہ تبدیل وتغیر بلکہ باقی ومستمر خواہد ماند

باید دانست کہ خلت مشتق از خلو بمعنی تنہا شدن چنانچہ در و اذا خلا بعضهم الى بعض یا بمعنی گذشتن وآں حقیقۃً صفت است برائے زمان می گویند خلا الزمان وقرون خالیۃ ومجازاً برائے زمانیات یعنی امور ے کہ در زمانہ موجود اند چنانچہ رسل در آیت مذکورہ گذشت زمانہ رسولاں حقیقت است وگذشتند رسولاں مجاز۔و

گذشتن رسولاں از طبقہ زمین من حیث الرسالۃ (بنابرآنکہ درمحکوم علیہ بودن مشتق کہ رسل است دریں جا مبدءیعنی وصف رسالت راداخل می باشد ضرورۃ والالازم آید تعبیر بہ مشتق) بدووجہ صادق می آید

یکے آں کہ رسول وفات یابد پس موصوف یعنی ذات رسول وصف یعنی رسالت ہر دو گذشتند۔ دوئم آنکہ رسول از وصف رسالت وتبلیغ درطبقہ زمین گذشتہ باشد یعنی وقت کارخانہ تبلیغ ورسالت اوگذشتہ (چنانچہ می گویند فلاں حاکم تحصیل دار درراولپنڈی مثلاً گذشت یعنی درکسے زمانہ باوصف حکومت درشہر مذکور ماند، گذشت گوکہ بعدازاں درجائے دیگر بغیر حکومت موجود باشد) گوکہ خود بقید حیات باشد درعالم علوی بشہادت نص قرآنی چنانچکہ درمقصداول دانستی۔ الغرض حیات مسیح درآسمان بغذاءذکروتسبیح مثل سائر ملائکہ بغیراز وصف تبلیغ رسالت منافات ندارد باآیت قد خلت من قبلہ الرسل وشمول عمومی مفہوم مذکورکفایت می کند دراستدلال صدیق الامۃ بریں مدعی کہ وفات آنحضرت ﷺ مخالف سنت الٰہیہ نبودہ کہ آں ہم نوعیست ازانواع خلورسول من حیث الرسالۃ اگرگوئی

﴿قولہ افا ن ما ت او قتل انقلبتم قرینہ است برارادہ موت ازخلت

﴾گویم قولہ تعالیٰ افا ن ما ت او قتل بیان بعض انواع خلواست بعدتمہید وذکرخلت یعنی گذشتن رسولاں من حیث الرسالۃ چونکہ خلاف سنت الٰہیہ ودلیل بطلان شرع تاوقت ظہورناسخ نیست۔ پس درصورت وقوع بعض انواع خلت کہ مات اوقتل باشد چرابطریق استعجاب اوراموجبِ بطلان شرع وباعثِ انقلاب خودازاں می دانید۔ پس چنانچہ قولہ تعالیٰ اوقتل قرینہ نیست برارادہ معنی قتل ازخلت ہم چنیں مات دلالت نمی کند برارادہ معنی موت ازخلت والایلزم الترجیح بلامرجح۔ ونیز برتقدیرارادہ معنی موت ازقدخلت لازم می آید کذب آیت قد خلت من قبلہ الر سل چنانچہ لازم می آید برتقدیرارادہ معنی قتل

تشریح لزوم کذب آنکہ مراداز مات موت حتف الانف است بدلیل اوقتل پس برتقدیرگردانیدن افان مات قرینہ برارادہ موت ازقدخلت معنی آیت ہرآئینہ مردند بموت حرفی خودبغیرازقتل ودیگراسباب ہمہ رسولاں حال آنکہ بعض ازوشاں بقتل ہم وفات یافتہ اند۔ ہمیں طوراگرقتل راقرینہ ارادہ قتل ازخلت گردانیم معنی آیت ہرآئینہ مقتول شدند ہمہ رسولاں حال آنکہ بعض بموت حتفی مردہ اند

وجہ تخصیص ماعداموت بہ قتل آنکہ نزول آیت مذکورہ درغزوہ احدبودہ وقتے کہ آنحضرت ﷺ مجروح گشتہ در

غارے افتادند شیطان لعین ندا کرد کہ محمد ﷺ وفات یافت بمجر د استماع ایں خبر لشکر اسلام بغیر از خواص روئے بفرار آورد۔ حق سبحانہ وتعالی اظہارِ غلط فہمی اوشاں می فرماید آیا شما فہمیدہ اید کہ تعمیل احکام شرعیہ تاوقتے است کہ نبی ﷺ بنفس نفیس خود میان ایشاں موجود باشد ایں طور نیست نمی دانید کہ چہ درقد رانبیاء ورسل گذشتہ اند آیا ہمہ درمیان امتِ خود نشستہ ماندند یا تابعین اوشاں بدیں خیال دینِ اوشاں را ترک نمودہ

ازیں جا دانستی کہ دراستدلال برغلط فہمی مفروراں ہماں شمول عمومی مفہوم قد خلت استدلال استدلال را بانصرام رساند چنانچہ دراستدلال صدیقی مثل روز روشن شد کہ محض تیزی طبع و نازک خیالی آیت قد خلت من قبلہ الرسل را معارض نص بل رفعہ اللہ نمودوالا فی الواقع کیفیت آنست کہ دانستی باز بطریق تنزل وفرض محال

می گویم کہ برتقدیر ارادہ معنی توفّت ازقد خلت وفاتِ مسیح چگونہ ثابت می شود چرا نص بل رفعہ اللہ الیہ مخصص او نہ باشد

قضایا عرفیہ را دررنگ محصورات معقولیہ دانستہ اند قرآن کریم را خیال فرمایند

خلق من ماء دا فق یخر ج من بین الصلب والترا ئب (طلاق:۶۔۷)

وہمیں طور خلق الانسا ن من نطفة کہ بظاہر خاکی انداز حال مطلق انسان وآیت خلقہ من ترا ب مخصص آنہا افتادہ علی ہذا بسیارے ازمواضع کتاب وسنت شاہد ایں معنی است

❁قولہ: وآیت و الذین ید عون من دون اللّٰہ لا یخلقو ن شیئاً و ہم یخلقو ن امواتٌ غیر ا حیاء و اما یشعرون ایان یبعثو ن (سورہ نحل:۲۰۔۲۱) دلیل بین است بریں کہ عیسی اززمرہ مردگان می باشد

❁اقول: ایں آیتے است ازسورہ نحل کہ نزولش درمکہ بودہ۔ بس بنابرآں دعوت کنندگان مشرکان مکہ اند ومراد از من دو ن اللہ معبودان اوشاں یعنی بتان خواہند بودنہ مسیح ابن مریم کہ معبود اہل کتاب است۔ ابن عباس می گوید و یخلقو ن ای ینحتو ن مخلوقہ منحو تة امواتٌ ا صنا م اموات۔ انتہی

وقولہ تعالی و ما یشعرو ن ایا ن یبعثو ن برسبیل تحکم است برائے عبدة الاصنام گویا می فرماید

کہ معرفت وقت بعث از لوازم الوہیت است وایں بتاں نمی دانند کہ پرستند گان ما کدام وقت مبعوث خواہند شد اگر کوئی بناء بر قاعدہ مسلّمہ کہ العبرۃ العموم اللفظ لا الخصوص المورد مراد از من دون اللہ مطلق معبودان خواہند بود

گوئم بریں تقدیر لا بد است از تعمیم در غیر احیاء ای مسلوب الحیاۃ فی الحال باشند مثل اصنام وبعض معبودات غیر آنہا وفی المآل مثل ملائکہ وعیسی ابن مریم وہمیں طور مراد از اموات مردگانند در اوقات معینہ نہ دائماً چہ ظاہر است کہ غیر اصنام در اوقات مستعارہ حیاتِ خود زندہ اند۔ تفسیر ابن کثیر وابوالسعود وعباسی وبیضاوی وفتح البیان وکبیر وکشاف وجلالین وغیرہ را ازیں جا ملاحظہ باید فرمود وتعمیمات ہمہ مفسرین دریں چنیں مواضع ہمہ مبنی اند بر ایمان بہمہ نص بل رفعه الله اليه چنانچہ شناختی۔ بالجملہ تعمیم مذکور برائے ادخال ملائکہ ضروری التسلیم است نہ فقط برائے مسیح

قولہ (ایام الصلح۔ ص ۱۲۱)۔ اگر مثلاً نصرانی گوید کہ این بیان قرآن یعنی و الذين يدعون بموجب معتقدات خود شما مسلماناں خلاف واقعہ است الی حسبۃ آللہ بگوئید ایں اعتراض را چہ جواب خواہید گفت

اقول: حق تعالی جناب را جزائے خیر ایں خیر خواہی ونکوئی در حق مسلماناں دہاد۔ عرض ایں است کہ نصرانی بے چارہ چونکہ خود از مزاولۃ قرآن کریم محروم است ایں چنیں معانی کشفیہ را کجا منشا اعتراض قرار دادہ می تواند۔ ایں کمال مخصوص جناب است اموات غير احياء (نحل: ۲۱) منحل بسوئے مطلقہ عامہ فہمند نہ دائمہ مطلقہ۔ و الا بحکم ایں آیت روح القدس داخل، اموات، شدہ چگونہ سلسلہ الہامات جناب را جاری کردہ می تواند۔ علی ہذا القیاس انك ميت و انهم ميتون (زمر: ۳۰) یعنی در اوقات معینہ خود رنگ مطلقہ عامہ والا باید کہ در وقت نزول انك ميت آنحضرت ﷺ وفات یافتہ باشند

اگر گوئی میت مشتق از موت است وحمل مشتق قیام مبداء را می خواہد۔ گوئم فرق است ما بین صدق قضیہ وتحقق مضمون او۔ قیام مبداء وقت تحقق مضمون او ضروری است نہ وقت صدق او۔ جناب را مکلّف ام کہ اگر مثلاً نصرانی گوید کہ ایمان بما انزل الى الرسول بر شما فرض، ومن جملہ ما انزل و ما قتلوه و ما صلبوه .. بل رفعه الله اليه است و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ..

و ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نھاکم عنه فانتھوا (حشر : ۷) و انّه لعلم للسّاعة و من جملہ ما آتاکم الرسول احادیث صحیحہ واردہ درنزول مسیح بن مریم کہ فرع حیات برآسمان است

ہستند پس شما چرا عیسی را داخل مردگان نمودہ درخطہ دلپذیر کشمیر مدفون ساختہ اید۔ حسبۃً للہ بگوئید چہ جواب خواہید داد۔ ہمیں کہ مراد از عیسی واجب النزول من ہستم باز او گفتہ نمی تواند کہ درنصوص مذکورہ ذکر خیر جناب بودہ یا درسب معراج در بارہ بیان نزول وگداختن دجال وقتل یاجوج ماجوج قبل از قیامت جناب بآنحضرت ﷺ گفتگو فرمودہ بودند و باز زریب بن برثملا وصی خود را جناب درکوہ عراق امر بمشغولی عبادت الی وقت النزول نمودہ بودند۔ بعد ایں اعتراض بہ فرمائید کہ چہ طور دفاع خواہید کرد۔ آخر بہ ہمیں کہ ایں احادیث موضوعہ اند۔ باز او تحریرات جناب واتباع جناب را پیش کردہ نمی تواند کہ درقول فصیح وغیرہ وغیرہ برائے اثبات بودن الہام اقوی از ہمہ دلائل قول محی الدین بن عربی وجلال الدین سیوطی را سند گرفتہ اید کہ ایں بزرگواران کیفیت احادیث را از آنحضرت ﷺ را پرسیدہ می توانستند۔ آخر نہ ہماں محی الدین ابن عربی است کہ حدیث زریب بن برثملا را بالطریق کشف تصحیح فرمودہ

وامام ہمام جلال الدین نہ ہماں عامل بالکشف است کہ حدیث تکلم مسیح درباہ اشراط ساعت را در تفسیر خود درمنثور آوردہ و بخاری نہ ہماں بخاری است کہ کہ کتاب او را بعد کتاب اللہ اصح الکتب دانستہ جناب تمسک باثر ابن عباس گرفتہ اند ایں بخاری در تاریخ خود عیسی بن مریم را بعد نزول نزد آنحضرت ﷺ دفن خواہد نمود۔ حسبۃً للہ بگوید ایں اعتراض را چہ جواب خواہید گفت

قولہ: ہم چنیں اگر نصرانی دعوی کند کہ عیسی نسبت بدیگراں ایں مزیت را دارد کہ خود شما اعتقاد دارید بایں کہ دوہزار سال است کہ زندہ برآسمان موجود است وہیچ گونہ اختلال واغتشاش درقوائے او راہ نہ یافتہ ہم چناں بر تخت تمکین وعزت متمکم می باشد ودر آخرزمان با جنود ملائکہ کہ جنود مخصوص خداوند عالم اند نزول اجلال از آسمان خواہد فرمود ازاں جا کہ قرآن گوید کہ خداوند عالم بافرشتگان خواہد آمد۔ مع ہذا مسیح لازماً باصفات الوہیت متصف شد واختصاص خود مقتضی آں می باشد کہ مسیح را از دیگر بنی آدم ممتاز و بالا اعتقاد داریم۔ خدا را ز مانے سر در گریبان تامل فروبرید بگوئید ایں دعاوی واعتراضات نصاری چہ طور تونید رد کرد

﴿ اقول: اگر راہ نیافتن اختلال واغتشاش تا عرصہ دراز موجب فضیلت است باید کہ اصحاب کہف واکثر انبیاء افضل باشند از آنحضرت ﷺ وہمیں طور کسانے کہ از شصت وسہ سالہ عمر دراز یافتہ اند

واگر قیام برآسمان ولحوق بملائکہ سبب مزیت بردیگراں باشد باید کہ ملائکہ افضل باشند از سید رسل ﷺ

واگر نزول با جنود ملائکہ موجب الوہیت وشرک است بنا بر اختصاص آں باحق سبحانہ وتعالی باید کہ جبریل بسبب نزول ملائکہ ہمراہ اودر وقت انزال سورۃ یا آیت یا وقت نصر مومنین شریک باشد باحق سبحانہ وتعالی واعتقاد بداں مفضی الی شرک بود۔ ونزول را محمول نمودن بر انعکاس فیضان روح القدس بسبب استعداد ومناسبتے کہ در نفوس قدستہ کامن ومختفی است ابا می آرد از دو منع می کند از قبول او آمدن جبریل در صورت دحیہ کلبی ونشستن در حضور آنحضرت ﷺ وآمدن ملائکہ نزد لوط وابراہیم ودر جنگ بدر وغیرہ

الغرض عقیدہ داشتن بایں کہ عبارت از ارواح کواکب اند وآمد ورفت اوشاں بر زمین از محالات است چنانچہ جناب مولف کتاب واتباع او تصریح بایں عقیدہ در ازالہ وغیرہ نمودہ آیات واحادیث تکذیب می کند اورا

فار سلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سو يا (مريم : ۱۷) .

هل اتا ك حد يث ضيف ابرا هيم المكرمين (ذا ريا ت : ٢٤)

اذ تقول للمو منين الن يكفيكم ان يمد كم ربكم بثلا ثه آلا ف من الملا ئكة منز لين بلى ان تصبروا و تتقوا و ياتوكم من فورهم هذا يمددكم ر بكم بخمسة آ لا ف من الملا ئكة مسو مين (آل عمرا ن : ١٢٤-١٢٥)

و لما جاء ت رسلنا لو طاً سيء بهم و ضاق ذرعاً و قا ل هذا يوم عصيب و جاء ه قو مه يهرعون اليه و من قبل كا نوا يعملو ن السيات قا ل يا قو م هؤلا ء بنا تى هن اطهر لكم فا تقو ا الله و لا تخزون فى ضيفى اليس منكم رجل رشيد قالوا لقد علمت ما لنا فى بنا تك من حق و انك لتعلم ما نريد قال لو ان لى بكم قوة او آ وى الى ركن شد يد قالوا يا لو ط انا رسل ربك لن يصلوا اليك فاسر با هلك بقطع من ا لليل و لا يلتفت منكم ا حد ا لا امرأتك انه مصيبها ما ا صا بهم ان موعد هم الصبح اليس الصبح بقريب

۔ فلما جاء امر نا جعلنا عا لیھا سا فلھا و امطر نا علیھا حجارۃ من سجیل منضود (ھود : ۷۷۔۸۲)

خدارا انصاف ایں متمثل بصورت بشریہ نزد مریم وایں سہ ہزار و پنج ہزار بر اسپاں فربہ سوار شدہ وایں مہمانان ابراہیم کہ برائے اوشان طعام تیار کردہ بود واو رانخورند و بشارت فرزند من جانب اللہ دادند وایں مہمانان لوط کہ قوم لوط باوجود آں فسق و فجور اوشاں را دیدند وقتے کہ خانہ لوط را قوم احاطہ نمودہ اند۔ وایں فرشتگان حضرت لوط را اطمینان دادہ وقت صبح آئندہ تمام قریہ را تباہ وویران نمودند آیا ایں ہمہ ارواح کواکب برزمین آمدہ بودند۔ پس دراں وقت اجرام کواکب چگونہ برزمین نیامدند برآسمان قائم ماندند۔ چہ حیات وقیام اجسام واجرام بغیر ارواح ممتنع وآں خوش صورت کہ بروے اثر سفر معلوم نمی شد و ہمہ حضار مجلس نبوی ﷺ ازو ناشناس

ودر بخاری و مسلم و ترمذی وابوداؤد و نسائی وابن ماجہ درحق او آمدہ فانہ جبر یل اتا کم یعلمکم دینکم ۔و بخاری در صحیح خود عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یوم بدر ھذا جبر یل اخذ برأس غرسہ علیہ ادا ت الحر ب یعنی فرمود در روز بدر ایں جبرائل است مسلح اسپ را گرفتہ ایستادہ

وآں معلم کہ آنحضرت ﷺ را امام شدہ تعلیم کیفیت صلوۃ نمودہ و در رمضان با آنحضرت ﷺ دورِ قرآن می کرد

وآں سوارِ اسپ کہ لشکر فرعون اورا دید وسامری خاکِ نعل اسپ او برداشتہ بود یا آن شخص کہ درصورت دحیہ صحابی می آمد وآنحضرت ﷺ حضرت عائشہ یا صدیق اکبر را فرمود کہ ایں جبریل است وشمارا اسلام می رساند یا آں فرستادہ کہ در وقت ایذا دادن اہل طائف می گفت کہ یا محمد ﷺ خداوند تو می فرماید کہ اگر می خواہی من ایں کوہ را بر سر ایشاں افگنم آیا ایں روح کواکب بود۔ اللھم ا صلح امۃ محمد و اغفر امۃ محمد ﷺ

وخالق طیور ومحی اموات حق است سبحانہ وعیسی محل ظہور خوارق۔ بیضاوی می گوید:

فیصیر حیا طیارا باذن اللہ نبہ بہ علی ان ا حیاء ہ من اللہ تعا لی لا منہ و ابری ا لا کمہ و الابرص و احی المو ت باذن اللہ ۔ کرر با ذن اللہ دفعاً لو ھم الا لو ھیۃ فان الاحیاء لیس من جنس الافعال البشریۃ ۔ انتھی ۔

وایں احیاء من الله یا اظهاراً للکرامة و الصداقة می باشد چنانچہ ازعیسی بن مریم و ابراہیم وبعض اولیاء امت مرحومہ یا ابتلاءٍ چنانچہ در دجال

الغرض محی حق است سبحانہ ونسبت احیاء بسوئے مخلوق مجاز یست بعلاقہ ملابست وتصدیق بمعجزات عیسویہ وابراہیمیہ یا بحیات مسیحی الی الآن ثمرہ ایمان بکتاب اللہ واحادیث نبویہ است نہ آں کہ بخیال تفضیل اوشاں باشد بر تفضیل رسل ونہ فی الواقع موجب تفضیل اند کہ ظہورایں خوارق از دست اولیاء امت مرحومہ نیز ثابت شدہ

ارے معتزلہ چونکہ عبادرا خالق افعال می گویند بناء علیہ اقرار بمعجزات احیاء مفضی الی الشرک می باشد نہ برمذہب اہل حق کہ خالق حق است سبحانہ

قولہ: (ایام الصلح۔ص۴۰)فیها تحیون و فیها تموتون (اعراف:۲۵)اول دلیل است بریں کہ غیر از کرہ ارض بجہت انسان مستقر ومستودع یابعبارت اخری مہد ولحد نبودہ است

اقول:قولہ تعالی قال اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم فى الارض مستقر و متاع الى حين قال فيها تحيون و فيها تموتون ۔ مفاد ۔ و لكم فى الارض مستقر و متاع ومتار اختصاص ۔مستقر ومتاع فی الارض است بامخاطبین یعنی بودن کرہ ارض قرارگاہ ومحل بسر کردن حیات مختص با مخاطبین است از وشان متجاوز شدہ اصالۃً (قولہ اصالۃً مراعات ایں قید برائے اخراج قیام عارضی است ۔ فتبدبر) درسکان ملاء اعلی یافتہ نمی شود نہ اختصاص مخاطبین باحیات فی الارض تاکہ از ومتجاوز شدہ بحیات فی السماء موصوف نہ باشند وقطع نظر ایں اختصاص بآن معنی است کہ مستقر وحیز طبعی ودار الاقامۃ برائے شاکرہ ارض است وایں منافی نیست بابودن آسمان محل بطریق عارضی چنانچہ ملائکہ رامقر طبعی وموطن اصلی افلاک اند ومعہذا برزمین نیز آمدورفت می دارند حاصل آنکہ ایں اختصاص اثر جعل تکوینی است

و انفكاك بين المجعول و المجعول اليه درصورت بودن اوعارض غیرلازم جائز است ومتحقق چنانچہ درو جعل الليل لباساً و جعل النهار معاشاً وانفکاک لباس از لیل ومعاش از نہار درصورت گذاردن زید شب را درکسب معاش وروز را درخواب متحقق است پس درمانحن فیہ یعنی جعل آدم و ذرية

احیاء فی الارض و جعل الارض مستقراً لها انفکاک حیاۃ فی الارض از آدم یا ذریت او متصور اگر گوئی کدام دلیل است بر بودن مجعول الیہ یعنی حیوۃ فی الارض عارض غیر لازم گوئیم بعد اشتراک آدم وابلیس در ہبوط کہ درحق ہر دو فا ہبطوا منہا وارد است ابلیس را صعود در آسمان حاصل شد بدلیل فوسوس لهما الشیطان فاخرجهما مما کانا فیہ پس امتناع صعود آدم وذریتش را کدام مقتضی بالخصوص فردے کہ مادہ فطرت او نفخ روح القدس و کلمة القاها الی مریم شاہد حال او باشد

قولہ: خلاصہ ختم نبوت کہ شعار نبی کریم ماست ہم مقتضی آں می باشد کہ حضرت عیسی البتہ مردہ باشد چہ اگر چہ بعد از خاتم الانبیاء بعثتِ نبی دیگر ممکن باشد آں جناب خاتم الانبیاء چگونہ تواند بود ونمی شود ہم سلسلہ وحی نبوت انقطاع یابد واگر بفرض محال تسلیم کنیم کہ حضرت عیسی دررنگ احاد امت بروز کند اما شان نبوت از وے چرا و چگونہ مصلوب ومنتزع خواہد شد می شود واتباع شریعۃ اسلام را شعار خود ساز دونے نتواں گفت کہ او دراں وقت در علم الٰہی نبی نباشد واگر در علم الٰہی نبی نباشد باز ہماں محذور واعتراض لازم آمد کہ بعد از خاتم الانبیاء نبی دیگر مبعوث گردید

اقول: آمدن عیسی باتباع شریعۃ اسلام کما ہو مصرح فی الاحادیث منافی ختم نبوت نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم نیست بلکہ آمدن او دررنگ احاد امت از ضروریات است بدلیل قولہ تعالی و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنه (آل عمران: ۸۱) وبدلیل قولہ لو کان موسی بن عمران حیاً ما وسعه الا اتباعی ۔ ومسئلہ علم الٰہی باید فہمید تا کہ در غلط نیفتند علم تابع معلوم است من حیث المطابقۃ اگر چہ معلوم تابع شد من حیث الظہور والوجود پس علم الٰہی قبل وجود الاشیاء مطابق معلومات کما ہی فی الواقع خواہد بود الا لازم آید جہل تعالی الله عن ذلك علوا کبیرا

درمانحن فیہ نبوت ورسالت عیسویہ چونکہ محدود ومنتہی است تا زمان بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درعلم الٰہی نیز بطریق محدودیت واقع خواہد بود نہ آنکہ عیسی فی الواقع تا زمان محدود ومشرع احکام باشد وحق سبحانہ وتعالی او را در علم ازلی مشرع موبد داند کہ ایں جہل است

قولہ: خلاصہ نزول از آسمان چنانچہ ضربہ شدیدہ خورداز آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ہم چناں لطمہ دنداں شکن یابداز آیاتے کہ آنفا مذکور کردیم

اقول: قولہ تعالیٰ و قالوا لن نومن لك حتی تفجر لنا .... ھل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل: ۹۰،۹۳) ترجمہ: وگفتند ہرگز باور نداریم ترا تا آنکہ جاری کنی برائے ما از زمین چشمہ یا باشد ترا بوستانے از خرما و انگور پس رواں کنی جوئہا درمیان آنہا رواں کردنی یا فرود آری آسمان را چنانچہ گمان مے کنی بر ما پارہ پارہ یا بیاری خدا را او فرشتگان را روبرو یا باشد ترا خانہ از زر یا بالا روی بر آسمان و باور نداریم بالا رفتن ترا تا آں فرود آری بر ما نوشتہ کہ بخوانیم آں را۔ بگو پاک است پروردگار من نیستم من مگر آدمی فرستادہ۔ بر صاحب انصاف پوشیدہ نیست کہ قولہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا دلالت نمی کند بر امتناع امور مذکور الصدر ولا باید کہ اجراء چشمہ در زمین و بودن بوستان خرما و انگور بمعہ چشمہا برائے آنحضرت ﷺ نیز ممتنع باشند بلکہ محصل سبحان اربی آنست کہ او سبحانہ بزرگ تر و منزہ است ازیں کہ کسے در امور سلطنت و ملک او دخل دہد یا او سبحانہ حسب اقتضاء او شان ہر وقت و ہر طور کہ خواہند نشانے را پیدا آرد خصوصاً آں نشان کہ بعد اتمام حجت ظہور او موجب ہلاک گردد او خود فعال لما یرید (بروج:۱۶) است اگر خواہد اجابتِ مسؤل شما فرماید و اگر نخواہد نہ کند کار من فقط تبلیغ رسالت است و مرا بآں مشغول باید بود

امام احمد بن حنبل مرفوعاً می آرد کہ فرمود آنحضرت ﷺ کہ پیش نمود بر من رب من عز وجل کہ کند سنگلاخ مکہ را زر۔ پس گفتم نہ یارب..الخ ترمذی۔ الغرض آیت مذکورہ شہادت بر استحالہ امور مذکورہ نہ دہد بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ مکابرہ وعناد اوشاں را جائے دیگر ذکر فرمودہ۔

ولو نزلنا علیك کتاباً فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین وقالوا لولا انزل علیہ ملك ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلاً وللبسنا علیھم ما یلبسون (انعام: ۷-۹)

وان یرو کسفاً .. الآیہ - ولو فتحنا علیھم باباً من السماء ..

ایں ہمہ آیات دلالت می کند بر امکان وقوع ایں امور و نیز براں کہ عدم وقوع برائے آنست کہ بعد وقوع ہم راہ مکابرہ وعناد رانخواہند گذاشت

پس ایقاع ایں امور برائے توقع ایمان اوشاں عبث است و در واقعہ اسراء یا رفع مسیح ابن مریم چونکہ مطمح نظر محض اکرام یا نجات دادن از دست یہودان است بغیر آں کہ مقصود بالذات ایمان آوردن کسے باشد بناء علیہ آیات مذکورہ دلالت نمی کنند بر عدم وقوع رفع الی السماء تمسک واستشہاد بآں دریں باب از غلط فہمی است بلکہ خود آنحضرت توجہ را مبذول فرمودن بداں طرف خروج از منصب خود تصور می فرمایند

باتباع سفیہے چند سوال ایں امور نمودن داخل سفاہت بودن است ایں جا کالمیّت بین یدی الغاسل باید بود۔ باشد کہ خود سابقہ عنایت ازلیہ لولاك لما خلقت الافلاك وقت ہبوب نسیم سبحان الذی اسری بعبدہ تماشائے چمن را ائتامبہ لنریہ من آیاتنا فرماید ۔حدیث معراج بطریق تواتر از جم غفیر صحابہ کرام مروی است مثل عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود وابی ذر و مالک بن صعصعہ وابی ہریرہ وابی سعید و ابن عباس وشداد بن اوس وابی بن کعب وعبدالرحمٰن بن قرظ وابی حبہ انصاری وابی یعلی انصاری وعبداللہ ابن عمرو و جابر وحذیفہ وبریدہ وابی ایوب وابی امامہ وسمرۃ الجندب وابی الحمراء وصہیب رومی وام ہانی وعائشہ واسماء ہر دو دختران ابی بکر صدیق

ابن کثیر ایں جا گفتہ حدیث معراج عقیدہ اجماعیہ ہمہ اہل اسلام است مگر زندیقان وملحدان از و اعراض ورزیدہ یریدون لیطفئوا نور اللّٰه بافواههم و الله متم نوره و لو کره الکافرون (صف:۸) اکثر برانند کہ معراج جسمی بود در حالت بیداری بعد ازاں کہ اولاً بطریق خواب منکشف شدہ چنانچہ اکثر واقعات آنحضرت ﷺ اولاً معائنہ کنانیدہ می شدند بعد ازاں جاءت مثل فلق الصبح بظہور می آمدند

شیخ محی الدین ابن عربی درفتوحات گفتہ کہ معراج آنحضرت ﷺ سی وسہ مرتبہ بطریق رؤیا ومنام بود و یک کرۃ جسمی۔ حضرت مولف را دریں چنیں مواضع کشفیہ بر صاحب فتوحات کمال وثاقت واعتبار است مثل ابن عباس براں متکد رنخواہند بود ودلالت می کند بر وقوع جسمی کلمہ عبد بناء علی الغالب چنانچہ سبحان در سبحان الذی اسری بعبدہ دراستعجاب وانکار مشرکین مکہ وتفسیر افقہ الناس ابن عباس رویا را بہ رویا عین وقول

عائشہ صدیقہ ما فقد جسد محمد محمول بر استماع است از غیر چہ اورا در وقت واقعہ اسراء تشریف صحبت وتمیز عقلی بلکہ وجود عیی ہم حاصل نبود (تفسیر ابن کثیر) و بالجملہ قول افقہ الناس و ما کشفہ محی الدین ابن عربی از مسلمات حضرت مولف است۔ غالباً ایں باآں را گذاشتہ اتباع معتزلہ نخواہند فرمود

قولہ: بل رفعه الله اليه ثبوت بین جہت موت اوست

اقول: معنی ایں آیت در ابتداء ایں مقصد گزشتہ کہ قول مذکور بہ پنج وجہ نص در رفع جسمی

قولہ: وآیت کا نا یا کلا ن الطعا م نص صریح است برائے موت۔

اقول: قو له تعا لى: كـا نـا يـأ كلا ن الطّعام و كذا قو له تعا لى و ما جعلنا هم جسداً لا ياكلا ن الطعا م دلالت می کند بریں کہ خوردن طعام ورفتن در بازارہا مجعول اند بہ جعل او سبحانہ وتعالی لکن غور طلب ایں امر است کہ ایں مجعول الیہ یعنی خوردن طعام ورفتن در بازارہا لازم غیر منفک علی سبیل الاستمرار است، یا فی وقت دون وقت۔

بعد غور ایں معنی تامہ دریں باید نمود کہ مراد از طعام مطلق مایطعم و مایہ حیات است یا بالخصوص گندم وجو۔ از ہر دو بشہادت تتبع ہمیں بہ ثبوت پیوست کہ استمرار و تعیین باطل است۔ آیا کسے عاقل گفتہ می تواند کہ انبیاء بلکہ سائر بنی نوع ہر وقت و ہر جاے طعام می خورند۔ حاشا وکلا۔ بلکہ ہر وقتے ہر وضعے ہر ملکے ہر رسمے

آرے ایں قدر ضروری است کہ مایہ حیات باید پس او چنانچہ در حق سائر زمینیاں گندم وجو وامثال آنہا است در حق اصحاب کہف چیزے دیگر است واجب التسلیم کہ دال است بر وزندہ ماندن اوشاں تا بہ سہ صدونہ (۳۰۹) سال بشہادت و لبثـوا فـى كهفهم ثلاث مأة سنين واز دادوا تسعاً (کہف: ۲۵) علی ہذا القیاس در حق ساکنان عالم افلاک ذکر تسبیح وتہلیل است چنانچہ در مشتبہان بملاء اعلی از انبیاء واولیاء

وحدیث ايّكم مثلى انّى ابيت عند ربّى و يطعمنى و يسقينى شاہد است بریں قول علامہ عینی زیر حدیث اسراء باید دید۔ وبودن غذا اوشاں ذکر وتہلیل را وجہ عدم تغیر اجسام انبیاء ملا علی قاری ناقلاً عن شرح الصدور در شرح مشکوۃ ذکر نمودہ برادر ایں ہمہ وسوسہ از ہماں شخص جعلی است کہ قانون قدرت نام دارد۔ (ہدیۃ الرسول۔ص ۵۲ تا ۶۷)

فاتقوا اللّٰہ یا اولی الالباب

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ اللّٰہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ و ید اللّٰہ علی الجماعۃ و من شذّ شذّ فی النّار (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نہیں جمع کرے گا امت میری کو اوپر گمراہی کے، اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت کے اور جو شخص تنہا ہو جماعت سے ڈالا جاوے گا بیچ آگ کے) (جامع ترمذی۔۲۱۶۷)

ناظرین کی سہولت اور غور کرنے کیلئے کسی قدر مرزا کے عقائد اس کی تصنیفات و تحریرات سے نقل کئے جاتے ہیں جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو اس کی تصنیفات سے دیکھ لے صفحہ کا پتہ دیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے سب مسلمانوں پر روشن ہو جاوے گا کہ مرزا قادیانی کس قسم کا مسلمان ہے اور اہل سنت و جماعت خود انصاف کریں کہ حضرات علماء عرب و عجم سچے ہیں یا تنہا مرزا۔ اگر مرزا قادیانی ان عقائد سے سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور لوگوں کو زبانی توبہ سے دھوکہ نہیں دیتا تو جو لوگ کتمان حق یعنی حق چھپانے کے بعد توبہ کریں ان کو بموجب آیت قرآن شریف الّا الّذین تابوا و اصلحو و بیّنوا .. الخ توبہ کے ساتھ اصلاح و بیان بھی لازمی ہے۔ لہذا مرزا سچے دل سے توبہ کرے اور عام لوگوں میں تفصیل وار بذریعہ اشتہار شائع کر دے کہ ان عقائد سے میری توبہ ہے اور جو کچھ میں نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے وہ نادرست ہے پھر وہ انشاء اللہ تعالی مباہلہ کی لعنت سے بھی بچ جائے گا اور ہمارا بھائی مسلمان بن جاوے گا ورنہ جھوٹے پر وہ جو عیدگاہ (امرتسر) میں (بوقت مباہلہ ۱۸۹۳ء) کہا۔ اور میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں اور نیا فتوی نہیں لکھا وہ ہی ہیں جو مرزا قادیانی نے اپنی تصنیفات میں اپنے عقائد شائع کئے ہیں اور علمائے عرب و پنجاب و ہندوستان نے ان پر فتوی دیا ہوا ہے۔

مرزا قادیانی کے عقائد واقوال

۱۔ نبوت کا دعوی

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے: اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

صفحہ ۱۹، توضیح مرام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

فا علم ار شد ك اللّٰه انّ النّبیّ محدّ ث و المحدّ ث نبیّ

مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام کے سرورق پر لکھوایا:

از تصانیف مرسل یزدانی مامور رحمانی غلام احمد قادیانی۔

دیکھو یہاں پر صاف مرسل ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور بھی اس سے بڑھ کر سنئے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ میں مرزا قادیانی نے لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف کی آیت:

اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے:

و مبشّراً بر سو لٍ یّا تی من بعدی اسمه ا حمد۔

مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں ہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تو احمد و محمد دونوں تھے لیکن برطبق پیش گوئی صرف احمد مبشر رسول (خود بدولت) ہیں نہ رسول اللہ ﷺ ،اور کھلا کھلا نبوت کا دعوی ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے، سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسلئے خدا نے براہین میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی ۔

لو صاحب اب تو صاف کہتے ہیں کہ میرا نام خدا نے نبی رکھا اس کو کیا کرو گے۔

۲۔ جسمانی معراج سے انکار

ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۴۷ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلی درجہ کا کشف تھا جس کو در حقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت ﷺ کے نفس ناطقہ کی اعلی درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورہ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہنچ گئے ۔ سو در حقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنی درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو در حقیقت

بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی اور اجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔،

رسول اللہ ﷺ کی طرف جسم کثیف کی نسبت کرنا خلاف ادب ہے۔

۳۔ ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں۔ وہ ستاروں کیلئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔ لہذا وہ ستاروں سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

۴۔ جبریل کا نبیوں کے پاس آنے کا انکار

جبریل جس کا سورج سے تعلق ہے وہ بذات خود اور حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا ہے۔ اس کا نزول جو شرع میں وارد ہے اس سے اس کی تاثیر مراد ہے اور جو صورت جبریل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء دیکھتے تھے وہ جبریل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی جیسے آئینہ میں دیکھنے والے کی صورت متمثل ہو جاتی ہے۔

۵۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔

۶۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔

یہاں پر ایک حدیث یاد آئی، اس کا بیان کرنا بھی یہاں پر ضروری سمجھا گیا اصل عبارت حدیث جس کو دیکھنا منظور ہو وہ بخاری صفحہ ۱۴۱ و مسلم صفحہ ۵۹ میں دیکھ لے میں ترجمہ اسکا لکھتا ہوں:

آنحضرت ﷺ نے بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ خدا تعالی نے کیا فرمایا ہے۔ اصحاب بولے کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور

ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے۔

۷۔ معجزات کا انکار نیز مسیح ابن مریم کے (جو مسلمانوں کے اعتقاد میں بن باپ پیدا ہوئے ہیں) یوسف نجار کے بیٹے ہونے کا ادعا :

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد مشرکانہ اعتقاد ہے کہ مسیح مٹی کا پرند بنا کر اوران میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں، بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک قسم کی کھیل میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲)

کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے مسیح کو عقلی طور پر سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کی طور پر پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیر سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں اور ظاہر کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ پرواز بھی کرتی ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۳۰۴)

یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب،

نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔(ازالہ اوہام۔صفحہ ۳۰۵)

بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا(ازالہ اوہام۔صفحہ ۳۰۹)۔

اللہ تعالی تو قرآن مجید پارہ ہفتم میں عیسیٰ بن مریم کو فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ ان انعامات کو یاد کر جو تیرے پر اور تیری والدہ پر ہیں..الخ۔

انہیں انعامات میں مٹی کا پرندہ بنانا اور اندھے مادرزاد کو اور برص والے کو اچھا کرنا اور مردوں کو زندہ کرنے کا بیان فرمایا ہے۔انصاف سے دیکھو یہاں مرزا قادیانی نے کیسی بے باکی کی ہے کہ قرآن شریف میں خداوند تعالی ان معجزات کو انعامات میں شمار کرے اور مرزا قادیانی ان کو مکروہ سمجھے۔حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا اور ان معجزات کو، جو وہ دکھاتے تھے، مسمریزی (ساحرانہ طریق) سے تعبیر کرنا گویا حضرت عیسیٰ کو ساحر کہنا ہے لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ

۸۔توہین عیسیٰ۔ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۱۵۸ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بہ نہد پا بمنبرم

۹۔ روح القدس، روح الامین، اور شدید القوی، ذوالافق الاعلی۔جن کا ذکر شرع میں وارد ہے وہ انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت، اور اس کے محبوب انسان کی محبت، باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔ان دونوں محبتوں اور ان سے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔قادیانی کی تجویز پاک تثلیث نصف عیسائیت ہے۔عیسائی لوگ باپ بیٹے روح القدس کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔مرزا قادیانی، خدا کی محبت (باپ)، بندہ محبوب کی محبت (ماں)، اور دونوں سے متولد (روح القدس) کے مجموعہ کو تثلیث قرار دیتے ہیں۔اب لوگوں کو عیسائی بنانے میں ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے کہ اس تثلیث کے ساتھ توحید کو بھی ملا دیں اور ان تینوں کو ایک خدا کہہ دیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔(صفحہ ۱۲۔۲۲ توضیح مرام ملخصاً)

۱۰۔دعوی ابن اللہ :

مسیح اوراس عاجز (مرزا قادیانی) کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔(توضیح مرام۔صفحہ ۲۷)

قادیانی کا بطوراستعارہ، ابن اللہ اپنے آپ کو تجویز پوری عیسائیت ہے۔

۱۱۔مسیح موعود میں (یعنی مرزا قادیانی) ہوں جس کی بشارت حدیثوں میں ہے نہ عیسی ابن مریم اسرائیلی

فتح اسلام کے صفحہ ۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے :

شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔

نیز فتح اسلام صفحہ ۱۵ میں مرزا قادیانی لکھا ہے:

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے چنانچہ اس کا الہام یہ کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں وعدہ کے موافق تو آیا ہے و کا ن وعد اللّٰہ مفعو لاً۔

۱۲۔آنے والے مسیح کے اوصاف جو احادیث میں وارد ہیں کہ وہ عیسی بن مریم ہوگا اور دمشق کے منارہ شرقی کے پاس نزول کریگا اور زرد کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازؤوں پر اترے گا وہ دجال یک چشم کو ہلاک کرے گا۔اس قسم کی حدیثوں کی یہ تحریف کی ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۸ میں ہے کہ:

دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۲ میں لکھا ہے: چونکہ قادیان کو اپنی خاصیت کے رو سے دمشق سے مشابہت دی گئی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق

رکھ کر پیشگوئی کی گئی ہوگی ۔ کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوانہیں پایا جاتا۔

اور صفحہ ۷۵، ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

یہ فقرہ جو اللہ جل شانہ نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القاء کیا ہے کہ انّا انزلناه قریباً مّن القا دیان اس کی تفسیر یہ ہے کہ انّا انزلناه قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارة البیضاء کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے منارہ کے پاس، پس یہ فقرہ الہامی کہ کان وعد اللّٰہ مفعولاً اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیشگوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۹ میں مرزا صاحب نے زرد کپڑوں کی یہ تحریف کی کہ اس کی صحت کی حالت اچھی نہ ہوگی (یہ تحریف اس لئے کہ آپ ہمیشہ بیمار رہتے ہیں)۔ دو فرشتوں کے بازوؤں پر اترنے کی یوں تحریف کی کہ وہ در اصل دو آدمی ہیں کہ دوسری حدیث میں بیان کئے گئے ہیں (اس جگہ مغالطہ دیا ہے۔ جس حدیث میں ان دو آدمیوں کا ذکر ہے اس حدیث کو نزول عیسیٰؑ سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو آپ یعنی عیسیٰؑ کے طواف بیت اللہ کے بارہ میں ہے) اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ مسیح کے مددگار اور انصار ہو جاویں گے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۶ میں ہے کہ:

بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔ سوائے بزرگو! دجال معہود یہی ہے جو آچکا ہے مگر تم نے اسے شناخت نہ کیا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۶ میں یک چشم کی تحریف کی ہے کہ دین کی آنکھ بالکل نہ ہوگی جیسے آج کل یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا حال ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۲ میں یاجوج ماجوج سے انگریز و روس مراد ہیں۔ اور داد دیں کہ رسول اللہ ﷺ تو قسم سے فرماویں کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ نبی اللہ اتریں گے، اور یہ کہیں کہ نہیں اس سے غلام احمد بن غلام مرتضیٰ مراد ہے۔ پھر کہاں دمشق کا منارہ شرقی اور کہاں قادیان کی مسجد کا منارہ۔ کہاں ان کا زرد کپڑے پہنے

ہوئے اترنا، کہاں ہمیشہ بیمار رہنا،، کہاں مسیح دجال جس کے ماتھے پر ک ف ر کا نوشتہ اور اس کا یک چشم ہونا، کہاں پادریوں کا گروہ اور آج کل کے یورپ وامریکہ کے لوگوں کا حال۔ کیا یہ اسلام ہے یا الحاد، معارف ہیں یا تحریفیں، الہام ہے یا اوہام۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تابعداری ہے کہ من کے ڈھکوسلوں کی۔ بتلایئے کہ خلفاء راشدینؓ یا اصحاب رسول اللہ ﷺ یا تابعین یا تبع تابعینؒ یا سلف خلف میں سے کسی مسلمان نے آج تک ان حدیثوں کے ایسے معانی کئے ہیں۔ یقیناً کہو گے کہ نہیں بلکہ بالاتفاق کل اہل اسلام سیدنا عیسی بن مریم ؑ کے دمشق میں شرقی منارہ کے پاس زرد کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اترنے کے قائل ہیں۔ پھر آپ ہی فتوی دیں کہ کل اہل اسلام کے برخلاف چلنے والا کون ہے۔ بیشک یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یسمعون کلا م اللّٰہ ثمّ یحرّ فو نہ من بعد ما عقلوہ و ھم یعلمو ن

۱۳۔ علامات قرب قیامت سے قرآن شریف میں جو دا بۃ ا لا ر ض کا ذکر ہے جو بالاتفاق کل اہل اسلام میں ایک معین دابہ ہے وہ اس کی یوں تحریف کرتا ہے کہ مراد اس سے علماء ظاہر ہیں ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۳ میں کہ:

ہم ایک گروہ دابۃ الارض کا زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی علماء ظاہر ہوں گے۔

یہ عقیدہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔

۱۴۔ ایسا ہی سورج کا چڑھنا مغرب سے اور توبہ کا دروازہ بند ہونا جو شرع میں وارد ہے اور مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے، اس کی یہ تحریف کی ہے کہ طلوع آفتاب سے ظہور نور صداقت ممالک مغربیہ میں ہے۔ جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ میں لکھا ہے:

اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جاویں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔

اورتوبہ کے دراوزہ بند ہونیکی یہ تحریف کی ہے کہ بعض لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اورتوبہ کی توفیق نہیں دی جائے گی۔مرزاغلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

وہ ہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے یعنی جن کی فطرتیں بالکل مناسب حال اسلام کے واقع نہیں توبہ کا دروازہ بند ہونے کے یہ معنی نہیں ...بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو جائیں گے اوران کوتوبہ کی توفیق نہیں دی جائے گی۔(ازالہ اوہام۔صفحہ ۵۱۷)

یہ عقیدہ بھی رسول اللہ ﷺ سے لے کرآج تک کسی مسلمان کا نہیں۔

۱۵۔ لیلۃ القدر سے انکار،جس کا ذکرقرآن میں ہے۔مرزا نے لکھا ہے:

رات مرادنہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے اور نبی یااس کے قائم مقام مجدد کے گذر جانے سے ایک ہزارمہینہ کے بعدآتا ہے(فتح الاسلام۔ص ۵۴)

یہ عقیدہ بھی تمام اہل اسلام کے برخلاف ہے۔

۱۶۔ملائکہ کا آدم کوسجدہ کرنے کا انکار

توضیح مرام صفحہ ۴۹ میں آیت متضمن ذکرسجدہ آدم

اذ قال ربّك للملائكة انّی خالق بشراً مّن طينٍ فاذا سوّيته و نفخت فيه من روحی فقعوا له ساجدين ۔ فسجد الملا ئكة كلّهم اجمعون الّا ابليس ۔ (سورۃص۔ ۷۲۔۷۵)

کی تشریح میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں بلکہ ملائک کا انسان کامل کی خدمت بجالانا اوراس کی اطاعت کرنا مراد ہے اسکے الفاظ یوں ہیں:

جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کوحکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنے حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اوراعتدال انسانی اس کوحاصل ہو جائے اورخدا تعالی کی روح اس میں سکونت اختیار کرے توتم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو۔یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پراترا کرواوراس پرصلوۃ بھیجو۔

۱۷۔ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۱ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

سمجھنا چاہیے کہ جب پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

یارو! کوئی منصف ہے؟ انبیاء کرام سے غلطی کا امکان، تمام امت کا اجماع و اتفاق ہونا اندھا پن اور ناچیز۔ مرزا جی کا جو الہام ہے وہ قطعی اور یقینی و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیہ شئی۔ اب انصاف کیجئے کہ کلام الٰہی کے معارف وحقائق ودقائق وباریکیاں سمجھنے والے رسول اللہ ﷺ تھے یا مرزا صاحب۔ اب آپ سلف صالح میں کسی ایک کا نام لیجئے جسکے ایسے عقائد ہوں جیسے مرزا قادیانی کے، یا کسی ایک مسلمان نے ان حدیثوں کے ایسے معنی کئے ہوں جیسے مرزا نے کئے ہیں۔ ضرور کہو گے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور کون کلام الٰہی کو سمجھنے والا ہے۔ اور بعد ازاں صحابہ واہل بیت بعد ازاں تابعین و تبع تابعین۔ اور یہ بھی ضرور کہو گے کہ کسی مسلمان کا ایسا عقیدہ نہیں اور نہ کسی نے ایسے معانی قرآن وحدیث کے کئے ہیں، تو پھر مرزا قادیانی سب اہل اسلام کے مخالف ٹھہرا۔ پس بموجب آیت قرآن

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن لہ الھدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و ساءت مصیراً (جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہووے واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے غیر راہ مسلمانوں کے، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے، اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں، بری ہے جگہ پھر جانے کی)۔

اور بموجب حدیث رسول اللہ ﷺ: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردّ (جو نئی بات نکالے ہمارے اس دین میں جو اس میں سے نہیں پس وہ بات رد ہے)، اب آپ ہی اپنے دل سے فتوی دے لیں۔

و ما علینا الّا البلاغ

الراقم: عبداللہ کاتب امرتسری۔ مطبوعہ چشمہ نور پریس امرت سر

مرزا قادیانی کی عربی دانی

ایک دفعہ مولوی محمد حسن فیضی آف بھین ضلع جہلم، سیالکوٹ میں مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے اور آپ کے علمی کمالات (جن کا ان کو دعوی رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود، مرزا صاحب کے پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا جی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے نہ کوئی جواب دے سکے۔

مولوی محمد حسن، مرزا جی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا جس کو شائع ہوئے قریباً ٦ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزا جی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی، اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔

سچی بات کی تردید کیا کرتے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کر دیں اہل علم ناظرین مولوی محمد حسن آف بھین کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگا سکیں گے اور اس قصیدہ کو مرزا جی کے مدعی اعجاز کلامی کے قصیدہ سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت کا بھی وزن کر سکیں گے اور بقول ائے: مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قصیدہ خود اس کی شہادت دے گا کہ مرزا جی اس کے جواب دینے میں عاجز ہیں اور اس کا جواب دینا ان کے امکان سے باہر ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جاوے سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ محمد حسن فیضی نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر شائع کرائی تھی۔ وھو ہذا

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ مئی ۱۸۹۹ء مشتہرہ محمد حسن فیضی

ناظرین! مرزا صاحب کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجودیکہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہیے نہیں رکھتے کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی احباب جانتے ہوں گے کہ ۳ فروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین میں مرزا صاحب سے ملا، تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود، مرزا صاحب کے ہدیہ کیا۔ جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مرزا صاحب خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی، جو اس وقت حاضر محفل تھے، ماشاء اللہ فاضل ہیں۔ اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا۔ پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مزید براں مسائل مستحدثہ مرزا صاحب کی نسبت استفسار تھا۔

مرزا صاحب اس کو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا صاحب کو اس کی عبارت بھی پڑھنی نہ آئی باوجودیکہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا۔

پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا جو بعد ملاحظہ کے فرمانے لگے کہ اسکا ہم تو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا صاحب کلمہ شہادت اور آمنت باللّٰہ ... الخ مجھے سناتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں نبی نہیں نہ رسول ہوں، نہ میں نے یہ دعوی کیا ہے، فرشتوں کو لیلۃ القدر کو معراج کو احادیث کو قرآن کریم کو مانتا ہوں مزید براں عقاید اسلامیہ کا اقرار کرتے رہے دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیت فلمّا توفّيتني اور انّي متوفّيك پڑھ سنائی معنی کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں آپ سے بہتر آج کل بھی اور پہلے کئی ایک ولی عالم گذرے ہیں، سو وہ کیوں نہیں اور آپ کیوں ہیں؟ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال

سیدھے ہیں جیسے کہ مسیح کا حلیہ ہے۔

افسوس اس لیاقت پر یہ غل۔ جناب مرزا صاحب وقت ہے توبہ کر لیجئے۔

اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقاید میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں تحریری کریں یا تقریری۔ اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں عربی ہو یا فارسی یا اردو آیئے سنئے اور سنایئے۔

راقم ابوالفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھیں ضلع جہلم (سراج الاخبار جہلم۔ ۹ مئی ۱۸۹۹ء)

پھر مولانا محمد حسن فیضیؒ نے مرزا صاحب کو عربی نظم ونثر میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے، تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا، نہ مرزا جی کو مقابلہ کی طاقت ہوئی۔ وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے:

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ

آپ ۲۰، اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علی و دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور آکر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات مقدسہ یا اس قدر سورہ کی تفسیر لکھیں فریقین کو ۷ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور..آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جس قدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو ونسیان پر محمول نہیں کی جاویں گی بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔

کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعوی کرنا کہ اسکے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز وفصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا، آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کی حد پر نہیں پہنچ سکتا حتی کہ افصح العرب سید الرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعوی نہیں کیا اور نہ معارضہ کے لئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام

بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کیا رہا...

تعجب کی بات ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیریں لکھی جاویں گی ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جاوے گی مگر افسوس کہ آپ خود اسی اشتہار میں لفظ محصنات کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کی وجہ سے ایک معمولی ومشہور لفظ ہے دو دفعہ محسنات لکھتے ہیں۔ س اور ص کی تمیز نہ ہونا اتنے بڑے دعوے دار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے۔ یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شائد سہو پر حمل کیا جا سکتا مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو ونسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم ونثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں۔ مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔

محمد حسن بھین ضلع جہلم تحصیل چکوال ۵۔ اگست ۱۹۰۰ء

(سراج الاخبار جہلم ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء ص ۶)

محمد حسن فیضی کا بے نقط قصیدہ

مولانا محمد حسن فیضی ؒ کا بے نقط عربی قصیدہ درج ذیل ہے:

لــــمـــــالك مـــلـــكــــه حـــمـــد ســلام

عـــلــــى رســـولـــــه عـــلـــم الـــكـــال

حـــمـــوداً حـــمــــد و مـــحـــمـــد و

طهـــور مـــع اولاء والامـــا مـــمـــلـــوك

احـــمـــد اهـــل عـــلـــم و الهـــام و حلّال الســـوال

لـــــو دك كـــم مــــدى هــــمــــع الــــدمـــوع

و طــــــــــا طـــــــــار لان اعــــــلام عـــــوال

عـــــلــــى مـــــرّ الـــــمـــــدى و كـــــع الــــمـــوده

و حـــمـــلـــــــه اهــــلهـــــا ادهـــى الــحـــمـــال

هـــــواك الــــدهـــــر مـــــا دارالســـــمــــــاء

و رامك اهـــــلـــــــه روم الــــــعـــــــمــــــال

اطــــــــاعك عـــــــالـــــم طـــــوعـــــاً و سهلاً

رأوك مــــعـــــلـــــمــــــا سهــــل الـــمـــــآل

مــــحــــــامــــــدك الا واســــع هـــم امـــــالـــح

و طـــــوراً كـــــلهــــــا مـــــا حــــل حـــــال

هـــــــداك الـــــلـــــــــه مســـــلك اهـــــل ود

و اعــــــلـــــم كـــــلّ اســــــرار الــــكــــمـــال

و كــــــم مـــــــرأ ســــعــــــواو رأوا حــــلاك

و كــــم واردوك مــــعـــــد و مـــــوالــــوصــــــال

و كــــم مـــدحـــوك لـــمـــا هـــم الـــطــــاعـــوا

الـــــــــى دعــــــوا لك الــــــوا لا كــــــدال

حــــكـــوا الــمـــلائـــح الـــكـــلـــم الـــمـــدلـــل

مـــكــــــارمك الــــمهـــا لســــمـــــاء مـــعـــــال

رســــــــائـــــل حــــــرر و اســــــطــــــر و احــــلاك

و عــــــــدوك الــــــمــــــدے اولــــــــى اوال

و هـــم عـــلـــمـــوك مـــوعـــود الـــرســـول

و مـــلـــهـــم مـــالك مـــولـــى الـــمـــوال

امـــام الـــد هـــر رســـول الا لـــه

و مـــصـــلـــح اهـــل عـــصـــر مـــلـــمـــحـــا ل

دعـــوا عـــلـــى الـــدعـــا الا هـــلـــمـــوا

رو الـــمـــوعـــود مســـعـــود الـــمســـال

رســـائـــلك الـــرســـائـــل لـــلـــهـــداء

لهـــم و لهـــمهـــم مـــرا اك ســـال

كـــلا مـــلك لـــلـــدواه لهـــم دوآء

مـــر وروع مـــا لـــلـــروع صـــال

و مـــا ارواحهـــم الا ودادك

عـــلـــى اســـمك ورد كـــل كـــل حـــال

و هـــم رهـــط اولـــو ورع و حـــلـــم

عـــمـــائـــد اهـــل كـــرم و الـــكـــحـــال

و كـــم عـــادوك مـــا والـــوك اصلاً

و كـــم لا مـــوك مـــلـــئـــوم الـــمـــلال

رأوا الهـــا مك الـــولـــع الـــمـــوســـوس

و عـــددك الـــمـــلـــخ لـــطـــمـــع مـــال

و ســـمـــوك الـــمـــاذل لـــلـــصـــرائـــح

و راد مســـلـــم الـــرهـــط الاوال

رهـــاكـــم لهـــوا راء الـــعـــدول

الـــــى كـــم لـــطـــم دامـــــاء الـــمـــحـــال

و مــــحــــمــــود عـــطـــــاء الـــعــــالـــم

اســـمــــاً هــمـــام اهـــل امـــر و الـــعـــدال

اوائـــــلـــــه الــــكـــــرا م امــــا م ســـلـــم

مــــكـــــا ر مهـــم كــــا عـــداد الــــرّمــــا ل

عـــلـــو مهـــم كـــــا مـــطـــار الـــد هـــور

و عــــلـــم الـــد هـــر طــــراً كـــا الـــطـــلا ل

درا مك دا رهـــــم كــــــح الـــــمـــــدا ر ك

و كـــحــــل ســــوا لهـــم دك الـــمـــحـــا ل

عـــصـــا مهـــم الـــحســـا م لـــكـــل عـــدو

حســـــا مهـــم الســــلا م لـــكـــل حـــا ل

مــــدے اعــــمـــــا لــــــه اعـــلا م عــــلـــم

و اعـــــلا ء الهــــدى وســــط الـــصـــلا ل

مـــــمــــــاه لـــــلا ولا ء الــــعــــلـــوم

و مـــعـــــط اهــــلهــــا اعــــداد مــــا ل

امــــا و الـــــلـــــه اســـئـــلك الــمســـا ئـــل

ســــل هـــــلـــــم ســــل او لـــــى الســــوا ل

الا هـــل صــــــار دعـــوك الـــــر ســــا لـــــه

كـــو حـــى الــــلـــــه مـــعـــصـــوم الـــمـــحـــا ل

اهـــم ا صـــطـــــاد وامـــــعــــــادوك هـــــواء

صـــــلهــــم الهــــوى ســـــوء الــــمـــلا ل

و مـــا امـــلا كـــــه مـــلك الـــعـــلـــو م
و مـــلهـــم وا حـــد و هـــد ى كســـا ل
وهـــل كـــلـــم الـــرســـول اصـــول عـــلـــم
كـــمســـطـــور الالـــه عـــلـــى الاصـــا ل
و هـــل كـــل الهـــدى ســـد لـــو لهـــا
مـــا درے الـــعـــلـــمـــاء مـــلـــمـــع الـــد لا ل
ام اســـرار و مســـلـــه مـــعـــمـــى
و مـــا اطـــلـــع الـــعـــوا م عـــلـــى الـــمثـــا ل
كـــلا م الـــلـــه عـــلـــى مـــحـــوى الـــعـــلـــو م
اا درا هـــا ا لا لـــه لـــكـــل وا ل
كـــمـــا ادرا ك ام لا عـــلـــم كـــلا
ســـوے الـــعلّا م مـــحـــمـــود و عـــا ل

(رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور مطبوعہ فروری ۱۸۹۹ء)

نقل قصیدہ کے بعد اڈیٹر رسالہ انجمن نعمانیہ نے لکھا ہے کہ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرلے گی لیکن تہذیب ومتانت سے جواب دیا جائے۔

(منقول از تازیانہ عبرت۔ از مولوی کرم الدین جہلمی)

قطع الوتین
باظہار کید المفترین

(ابواسحاق محمد دین۔۸فروری ۱۹۰۱ء۔مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے رسالہ اربعین نمبر۳و۴ میں حافظ محمد یوسف امرتسری کی اس گفتگو کی وجہ سے جو مابین حافظ محمد یوسف و مریدان مرزا صاحب کے دربارہ دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود مرزا صاحب کے ہوئی ہے، بہت کچھ واویلا کیا ہے (اس واویلا کی وجہ یہ ہے کہ مرزا نے حافظ صاحب کو اپنی صداقت کا بھاری ذریعہ بنایا ہوا تھا اور اپنے دعوی کیلئے حافظ صاحب کے الہامات پر بہت کچھ دارومدار رکھا ہوا تھا جیسا کہ ازالہ اوہام میں درج ہے۔اب وہی حافظ صاحب اس گفتگو میں مرزا صاحب کی تکذیب کے باعث بن گئے۔مگر حافظ صاحب کا اس میں کیا قصور ہے،خداوندتعالی کی ایسی مرضی تھی کہ جن کو مرزا اپنے لئے مصدق قرار دیتے تھے وہی ان کیلئے مکذب بنیں۔علاوہ برآں جن الہامات کو حافظ صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اور نیز معراج یوسفی جو لکھی گئی ہے اس کی نسبت حافظ صاحب نے کئی ایک موقع میں اور مجلسوں میں انکار کر دیا ہوا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ و بہتان ہے اور اس انکار کی خبر مدت سے مرزا صاحب تک پہونچی ہے مگر انہوں نے اس خیال سے کہ حافظ صاحب کا انکار عام لوگوں پر ظاہر نہ ہو جائے عمداً اس پر سکوت کیا۔اب جب معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کھلے کھلے مکذب و مخالف ہو گئے تو اب اس انکار کو مشتہر کر کے بہت کچھ جھنجھلائے ہیں،مگر کیا حافظ صاحب پر انکار کا مشتہر کرنا لازم تھا یا ان کا انکار کو مشتہر نہ کرنا آپ کے لئے دلیل شرعی ہو سکتی ہے) اور ابتداء سے اخیر تک اسی پر زور دیا ہے اور بہت سی خفگی کا اظہار کیا ہے اور نیز لکھا ہے کہ اس بارہ میں ایک تحریر بھی ہمارے پاس پہونچی ہے جس پر حافظ صاحب کے دستخط موجود ہیں،مگر اس تحریر کی نقل مرزا صاحب نے درج نہیں فرمائی۔ان حالات سے راقم نے چاہا کہ عام مسلمین کو تمام واصل واقعات سے آگاہ کیا جائے لہذا سطور ذیل لکھی جاتی ہیں تاکہ عام مسلمین خصوصاً مریدان مرزا صاحب مستفید ہو کر اس عاجز کے حق میں دعا خیر کریں

اولاً یہ گفتگو لاہور میں ہوئی تھی مگر وہاں مریدان مرزا صاحب نے تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔
پھر امرتسر میں گفتگو ہو کر تحریر لکھی گئی جس پر امرتسری و بعض لاہوری مریدان کے دستخط ہوئے جس کی تفصیل یوں ہے:

۱۳۔ نومبر ۱۹۰۰ء کو بمقام امرتسر ایک مجلس میں جس میں مولوی محمد احسن امروہی و چند مریدان مرزا صاحب و دیگر اشخاص موجود تھے، حافظ محمد یوسف نے مریدان مرزا سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کے دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود کا کیا ثبوت ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس کا یہی ثبوت ہے کہ اگر مرزا صاحب کا یہ دعوی جھوٹا ہوتا تو ضرور ہلاک ہو جاتا اور اس قدر مہلت نہ پاتا۔ (ناظرین مریدین مرزا صاحب کے اس ثبوت پر غور فرماویں۔ سبحان اللہ! کیسی بدیہی دلیل ہے، اور اسی واسطے مرزا صاحب نے بھی اربعین میں اس پر زور دیا ہے اور ورقوں کے ورق سیاہ کر دیئے ہیں۔ کیا اسی دلیل پر ان کو ناز ہے اور اسی کے بھروسہ پر دنیا بھر میں شور مچایا ہوا ہے) چنانچہ اس بارہ میں ایک تحریر اس مجلس میں لکھی گئی جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جو کہ ہم مرزا صاحب کے مریدین کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی مفتری علی اللہ جو اپنے پاس سے بنا کر یہ بات شائع کرے کہ مجھ کو اللہ تعالی کی طرف سے الہام ہوتے ہیں اور اس طرح وہ مامور و مرسل من اللہ ہونے کا دعوی کرے اور لوگوں کو تبلیغ کرے اور دراصل وہ مامور و مرسل نہ ہو، تو ایسا مفتری علی اللہ ۲۳ سال یا اس سے زیادہ کی مہلت خدا تعالی سے اپنے ایسے دعوی کے متواتر پیش کرنے کے بعد نہیں پا سکتا اور ہلاک ہو جاتا ہے یعنی مر جاتا ہے یا اللہ تعالی کی طرف سے اس پر ایسی سخت ذلت وارد ہوتی ہے کہ اس کا سلسلہ نابود ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے اور ۲۳ سال تک وہ ایسی کامیابی اور تائید الہی نہیں پا سکتا جیسی حضرت مرزا صاحب نے پائی ہے (حاشیہ: ۲۳ سالہ مہلت کی قید مرزا صاحب اور ان کے مریدان کی اپنی اختراع ہے اور آیت لو تقول سے، جس پر ان کو بہت کچھ ناز و دارومدار ہے، یہ میعاد بالکل ثابت نہیں ہوتی اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کسی اور ہی آیت یا حدیث سے اس میعاد کو ثابت کر دیویں۔ مرزا صاحب کے اس قاعدہ سے ایک اور بڑی بھاری خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کئی سچے نبی ۲۳ سال سے پہلے ہی مر گئے یا ہلاک ہو گئے تو وہ بقول دعوی مرزا صاحب کے کاذب ہوئے اور اگر بالفرض آیت کے معنی موت لئے جاویں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالی جھوٹے نبی کو ایک دن کی بھی مہلت دیوے، کیوں اس کو فوراً ہلاک نہ کر دیوے تاکہ لوگ اس کی ضلالت سے بچ جاویں۔ اور

جب کہ بقول مرزا صاحب مسیلمہ کذاب یا کسی اور مفتری کو۲۲ سال تک مہلت مل جانا محال نہیں ہے اور اس عرصہ تک اس کا لوگوں کو گمراہ کرنا اللہ تعالی پسند رکھتا ہے تو ۲۴ سال یعنی اور دو سال تک اسکی گمراہی کو پسند نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پس مرزا صاحب کے نزدیک اس آیت لوتقول کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالی ۲۳ سال تک مفتری کی تعلیم و تضلیل کو پسند فرماتا ہے اور اس سے ایک ماہ بعد پسند نہیں فرماتا۔ یہ تو ہوا مرزا صاحب کا خدا، مگر محمد ﷺ کے خداوند نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کا فوراً قلع قمع کیا جاوے۔ افسوس ہے آپ کی اس تفسیر دانی پر۔ مرزا کے اس معنی سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ اگر کوئی مفتری مامور من اللہ یا ملہم ہونے کا دعوی کرے تو اس کی تبلیغ کو چپ چاپ ۲۲ سال تک سنتے رہنا چاہیے اور اس کی تردید وغیرہ نہیں کرنی چاہیے اور اس پر قبل ۲۳ سال ایمان بھی نہیں لانا چاہیے کیونکہ اس کی معیار شناخت بقول ان کے ۲۳ سالہ میعاد ہے۔ مگر آپ نے خود ہی اس قاعدہ کو توڑ دیا اور باوجودیکہ ان کے دعوی کو ابھی دس سال ہوئے اور ۲۳ سال نہیں ہوئے، آپ لوگوں کو اپنی بیعت کی ترغیب دیتے ہیں اور ادھر منشی الہی بخش صاحب ملہم ربانی کی تردید بھی آپ نے فوراً شروع کر دی اور ۲۳ سال تک انتظار نہیں کیا۔ دوئم، یہ بات تو مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی سچا رسول یا نبی نہیں آئے گا، باقی رہا لفظ مامور من اللہ و مرسل من اللہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے مرزا صاحب کی کیا مراد ہے۔ شرع میں تو یہ لفظ غیر نبی کے واسطے مستعمل نہیں ہوا، اور امام و مجدد، و محدث و ملہم کے واسطے بھی یہ لفظ نہیں آیا۔ بلکہ بقول مرزا، مسیح علیہ السلام بھی بموجب حدیث واما مکم منکم ہمارے میں سے ایک شخص ہوں گے اور ان کا لقب امام ہوگا اور امام مہدی کا لقب تو امام ہی ہے اور آپ نے حضرت مسیح اور امام مہدی دونوں کو بقول لا مھدی الّا عیسی ایک کر دیا ہے اور اسی واسطے آپ نے اپنے لئے بھی لقب امام اختیار کیا ہوا ہے۔ اور یہ بات آپ بھی مانتے ہیں کہ یہ سب کے سب شریعت محمدی علیہ الصلوۃ کے تابع ہوں گے تو پھر آپ آیت لو تقول سے اپنے لئے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ اپنے کو اسلام سے خارج مان کر ایسا دعوی مامور من اللہ یا مرسل من اللہ کا کریں جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ نے کیا ہے، اور پھر اس آیت کو اپنی صداقت کے لئے پیش کریں تو گنجائش رکھتا ہے اور پھر ہم دیکھیں کہ آپ کا کیا حال ہوتا ہے۔ اور چند روزہ مہلت جو آپ کو ہے محض آپ کے زبانی دعوی مسلمانی وظاہری اتباع خاتم النبیین کے طفیل ہے اور آپ کی حالت موجودہ ان مشرکوں کے مانند ہے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے

اذا رکبو فی الفلك دعو اللّٰه مخلصین له الدّین و اذا نجا هم الی البرّ فاذا هم یشرکو ن یعنی جب مشرک لوگ کشتیوں جہازوں میں سوار ہوتے ہیں اور ان کے جہاز گرداب میں پھنس جاتے ہیں تو خالص اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں اور جب نجات پا کر زمین پر اتر آتے ہیں تو پھر اللہ تعالی سے شرک کرنے لگ جاتے ہیں منحرف ہو جاتے ہیں۔، اور یا مثل منافقین کیے ہے کہ ان کے ظاہری اقرار آمنا و سلّمنا، اور صوم وصلوۃ کے ذریعہ ان کو مہلت دی جاتی ہے، اسی طرح آپ کبھی لکھتے ہیں کہ میں امتی ہوں، خاتم النبیین کا تابع ہوں لیکن مجدد ہوں، امام ہوں، محدث ہوں، اور کبھی آپ مامور من اللہ، نبی، رسول، مرسل یزدانی بنتے ہیں۔ اگر آپ کی .... نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہی ہے

جوان مشرکوں ومنافقوں کی مہلت پائی گئی ہے آپ عذاب مانگنے میں جلدی نہ کریں لکلّ اجلٍ کتاب۔ اربعین نمبر۳ صفحہ ۲۰ میں خود مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ایک قسم کے مفتری ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خدا کچھ پرواہ نہیں کرتا اور ایسے خبیث مفتریوں کو ہلاک نہیں کرتا کیونکہ بوجہ اپنی نہایت ذلت کے قابل التفات نہیں ہوتے اور قابل اہلاک وہ مفتری ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو نبی یا رسول کہیں۔ اور ایک دوسری جگہ مرزا صاحب اپنے آپ کو لکھتے ہیں: من نیستم رسول۔ پس آپ کا اب تک موجود رہنا آپ کے قول کے بموجب بھی آپ کی صداقت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں آیت لو تقوّل علینا کے معنی میں جو کچھ مرزا صاحب نے غلطی کی ہے وہ آئندہ بیان کی جاوے گی) اور حافظ محمد یوسف صاحب اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ ایسا مفتری ۲۳ سال یا اس سے زیادہ مہلت پا سکتا ہے اور ہم اس کی نظیریں پیش کرتے ہیں، اور ہم اس قسم کے مفتریوں کی نظیریں پیش کریں گے جنہوں نے اس قسم کی کامیابی حاصل کی جیسی مرزا صاحب نے اگر اس کو کامیابی کہا جاوے، اور فرماتے ہیں کہ نہ کبھی کسی مفتری نے اس سے پہلے کامیابی حاصل کی اور نہ مرزا نے کوئی کامیابی حاصل کی اس واسطے آج ۱۳ نومبر کو بموجودگی حاضرین جلسہ جن کی العبدات ذیل میں ثبت ہیں یہ قرار دیا ہے کہ اگر حافظ صاحب کسی ایسے مفتری کی نظیر ۲۰ دسمبر تک بمقام لاہور نہ دکھا سکے تو وہ حضرت مرزا صاحب سے بیعت کرینگے اور اگر وہ دکھا دیویں تو مرزا صاحب کے وہ مرید جن کے دستخط نیچے ہیں مرزا صاحب کو چھوڑ دیں گے۔ فقط

العبد محمد صادق کلرک دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب۔ العبد مرزا خدا بخش۔ العبد نبی بخش رفوگر امرتسری۔ العبد عباد اللہ بقلم خود۔ العبد الٰہ بخش بقلم خود سوداگر امرتسر۔ العبد حکیم الٰہی بخش۔ العبد چراغ الدین امرتسری۔ العبد غلام محمد بقلم خود۔ العبد قطب الدین...امرتسری۔ العبد محمد یوسف بقلم خود۔ گواہ شد حبیب اللہ مختار عدالت۔ گواہ شد ولی محمد بقلم خود۔ گواہ شد نبی بخش اہلمد نہر۔

(اخبار الحکم ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء میں ایک نائب مرزا نے بجائے ۲۳ کے تیرہ سال لکھا ہے)

بعد اس تحریر کے محمد یوسف اپنے وطن کو چلے گئے اور وہاں پر انکے پاس محمد صادق کلرک دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل کی جانب سے ایک خط مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۰ء پہنچا جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔

حافظ صاحب السلام علیکم

لیجئے اب تو فیصلہ بہت ہی آسان ہو گیا خود حضرت مسیح موعود یہ اشتہار دینے لگے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھاوے جس نے ۲۳ سال کی مہلت پائی ہو تو ہم اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ چاہیے کہ اب آپ الٰہی بخش وغیرہ لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیں اور مرزا صاحب کے مقابل اس بات کو ثابت کر دیویں۔ لیکن ضرور ہو گا کہ آپ اشتہار کے مقابلہ میں اشتہار دیویں تا کہ پبلک فائدہ اٹھاوے۔ اب زبانی تقریروں کی اور آپ کے لاہور آنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اب مقابلہ صرف میرے اور آپ کے درمیان نہیں رہا، بلکہ خود حضرت مرزا صاحب امام نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور حضرت کی ساری جماعت ان کے ساتھ اور ان میں ہم بھی شامل ہیں۔ اس واسطے ہماری کسی جداگانہ تحریر کی ضرورت نہیں رہی اور جو لکھی گئی ہے آپ اس کو کالعدم سمجھیں جو ضروری تھا وہ سب کچھ اس عظیم الشان اشتہار میں آ گیا۔ چند آدمیوں کے مقابلہ میں آپ کو تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب مناسب ہو گا کہ آپ اشتہار کے جواب لکھنے کے وقت اپنے ساتھیوں کو بھی شامل کر لیں شائد کہ ان کے واسطے بھی کوئی ذریعہ ہدایت کا نکل آوے، ہاں ایمان داری کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے وعدہ پر قائم رہیں کہ اگر آپ ایسا مفتری نہ دکھا سکیں جس نے ۲۳ سال مہلت پائی ہو یعنی ۲۳ سال کے اندر مر نہ گیا ہو تو آپ مرزا صاحب کی بیعت کر لیں اور اگر آپ ایسا مفتری ثابت کریں گے تو ہم اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔

مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۰ء۔ محمد صادق عفی عنہ

ناظرین کو خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ خط بطور پیش بندی کے تھا، یعنی جب تحریر بالا کی اطلاع مرزا صاحب تک پہنچی تو انہوں نے اس خوف سے کہ مبادا ان کے مرید برگشتہ ہو جائیں جھٹ پٹ یہ خط بھجوا دیا کہ حافظ صاحب اس کاروائی سے رک جاویں اور ادھر سے اپنی عادت مستمرہ کے بموجب ایک طولانی اشتہار اپنی

مرضی اور مطلب کے مطابق جاری کرایا جو حافظ صاحب کی قرارداد کے مطابق نہیں۔ طرفہ یہ کہ تاریخ اشتہار ۱۵ دسمبر اور میعاد جواب بھی ۱۵ یوم، اور لوگوں کے پاس یہ اشتہار ۵ جنوری کو پہنچا۔

جب حافظ صاحب اپنے وطن سے واپس آئے تو انہوں نے مفتی صاحب کا خط مذکورہ بالا امرتسری مریدان مرزا صاحب (جن کے تحریر بالا پر دستخط تھے) کو دکھایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس خط کے مضمون سے متفق نہیں اور بموجب اقرار کے آپکے نظائر دیکھنے کو تیار ہیں۔ چونکہ مفتی صاحب بذریعہ خط مذکورہ بالا منحرف ہو گئے ہیں اس لئے حافظ صاحب نے لاہور جانا فضول سمجھا اور حسب صلاح امرتسری مریدان مرزا صاحب کے ۱۷۔ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک مجلس میں جو برمکان میاں حبیب اللہ صاحب مختار عدالت منعقد ہوئی اور جس میں مریدان مرزا صاحب کے علاوہ میاں حبیب اللہ مختار و میاں ولی محمد صاحب رنگریز و تاجر و دیگر چند احباب موجود تھے۔ حافظ صاحب نے حسب قرارداد بہت سے مفتریان زمانہ گذشتہ کے نظائر نام بنام معہ حوالہ پیش کئے اور کتب تاریخ وغیرہ حافظ صاحب کے ساتھ بتعداد کثیر اس وقت موجود تھیں۔ اور اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا کہ زمانہ سابق میں بہت سے ایسے مفتری گذر چکے ہیں جو ۲۳ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے ہیں اور ان کا سلسلہ جاری رہا۔ اور آخر ذلیل و خوار ہوئے۔ اور حافظ صاحب نے ان مفتریان کی ایک فہرست بھی مریدان مرزا کو دے دی اور مریدان مرزا نے اقرار کیا تھا کہ اس کا جواب یکم فروری تک مجلس میں پیش کریں گے مگر افسوس کہ انہوں نے اپنے اقرار کے بموجب یکم فروری کو بلکہ آج تک جواب حسب قرارداد پیش نہیں کیا۔ گو مرزا صاحب کے دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود کو ابھی دس سال کا ہی عرصہ ہوا ہے جیسا کہ ان کی کتاب فتح اسلام مصنفہ ۱۳۰۸ھ میں درج ہے اور نیز ان کی دیگر تصانیف سے اس کی تائید پائی جاتی ہے (کتاب نور الحق حصہ ۲ ص ۲۴ مصنفہ ۱۳۱۱ھ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ انّی اقول من بضع سنین بامر ربّ العالمین انّی انا المسیح الموعود و المهدی المسعود، یعنی چند سال سے دعوی مسیح موعود و مہدی کر رہا ہوں۔ اور لفظ بضع زبان عربی میں مابین عدد ۳ و ۹ کے بولا جاتا ہے۔ اور یہ کلام مرزا صاحب ۱۳۱۱ھ کا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا دعوی اس کلام سے چار سال قبل ہے جو فتح اسلام مصنفہ ۱۳۰۸ھ میں درج ہے۔ نیز کتاب حمامۃ البشری تصنیف ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں، کہ براہین کی اشاعت سے دس سال بعد میں مامور من اللہ ہوا ہوں اور میرا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے ورنہ اس سے قبل میں ہمیشہ یہ خیال رکھتا تھا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ غرض ان

تینوں کتابوں کا مضمون ایک ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی کو اس وقت یعنی فروری ۱۹۰۱ء میں، دس سال ہوئے ہیں۔ اور بے شک مرزا صاحب کا پہلا خیال درست تھا جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم و اما مکم منکم) اور مرزا صاحب کے دعوی کو ابھی ۲۳ سال نہیں گذرے اور حافظ صاحب کو ضرور نہ تھا کہ وہ ۲۳ سال یا ۲۳ سال سے زیادہ والے مفتریوں کے نظائر پیش کریں مگر پھر بھی حافظ صاحب نے کھلے دل سے بہت سے ایسے مفتریان کے نظائر پیش کئے جو ۲۳ سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے اور ان کا سلسلہ جاری رہا۔ گو ایسے مفتریان بیشمار تھے مگر حافظ صاحب نے چند ہی پر اکتفا کی۔ اب اس موقع پر ایک فہرست مفتریان درج کی جاتی ہے تا کہ عام مسلمین اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں کہ زمانہ گذشتہ میں ایسے بہت سے مفتریان گذر چکے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب۔ اور ان میں سے اکثروں نے مثل مرزا صاحب کے دعوی مہدی معہود کا اور بعض نے مسیح موعود کا کیا جیسا کہ اس زمانہ میں مرزا صاحب کرتے ہیں مگر وہ سب کے سب آخر کار اس قدر مہلت کے بعد جو اللہ تعالی نے ان کے لئے ازل میں مقرر کی ہوئی ہے، نابود و ذلیل وخوار ہو گئے اور ان کے سلسلے نابود ہو گئے۔

عبیداللہ مہدی۔ اس شخص نے ۲۹۶ھ میں دعوی مہدی موعود کا کیا۔ اس نے افریقہ میں خروج کیا اور ایک مذہب جدید جاری کیا جماعت کثیر اس کے ساتھ ہوگئی۔ کئی مقامات طرابلس وغیرہ کو فتح کر کے مصر کو بھی فتح کرلیا اور ۳۲۲ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ ج ۸۔ ص ۹۰ میں درج ہے کہ اس کا زمانہ مہدویت ۲۴ سال ایک ماہ ۲۰ یوم رہا۔

حسن بن صباح۔ اس شخص نے بھی ایک جدید مذہب ملک عراق آذربیجان وافریقہ وغیرہ میں جاری کیا اور مدعی الہام بھی تھا۔ ایک جہاز جس میں وہ سوار تھا طوفان میں آ گیا اس نے پیشگوئی کے طور پر کہا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ میں اس دنیا پر متصرف ہوں اور اس کے حکم کی مثل تعمیل حکم خدا کے ہے اور جو اس سے روگرداں ہوا وہ خدا سے روگرداں ہوا، اور اس نے اپنے

مریدوں کے پھسلانے کے واسطے ایک بہشت بھی بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ہزار ہا آدمی اس کے مرید ہو گئے اور اس کے گروہ کا نام فدائی تھا۔ اس امامت کے ذریعہ حکمران بھی ہو گیا۔ آخر ۳۵ برس ولایت وحکومت کر کے اور ہزار ہا مسلمانوں کو گمراہ کر کے ۵۱۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔

سجاح۔ اس عورت نے مسیلمہ کذاب کے وقت میں دعوی نبوت کیا اور گروہ کثیر قبیلہ تمیم وغیرہ اس کے مرید ہو گئے اور بہت سے رؤساء اس کے ساتھ ہو گئے۔ اور آخر بعہد خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تائب ہو گئے اس کا زمانہ ۳۰ سال سے بھی زیادہ ہوا جیسا کہ تاریخ کامل ابن کثیر کی جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ سجاح ہمیشہ اپنی قوم تغلب میں رہی یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کو اور اس کی قوم کو وہاں سے لے گئے اور سب نے اسلام کو قبول کیا۔

عبدالمومن مہدی۔ یہ شخص بھی افریقہ میں مہدی بنا اور صدہا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہزار ہا لوگ اس کے مرید ہو گئے اور حاکم مراکو وغیرہ سے مقابلہ وجنگ وغیرہ کرتا رہا اور ۲۵۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا اس کا زمانہ ولایت ومہدویت ۲۳ سال سے زیادہ ہے

حاکم بامر اللہ۔ اس شخص نے ملک مصر میں دعوی نبوت سے گذر کر خدائی کا دعوی کیا ہوا تھا اور ایک کتاب اپنے گروہ کے لئے تالیف کی اور ایک نیا فرقہ قائم کیا جن کو دروز کہتے ہیں اور اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا ۔شراب وزنا حلال کر دیئے تھے اور علیحدہ شریعت بنائی ہوئی تھی، اور بہت خرافات اس کے ہیں۔ کذا فی حجج الکرامۃ۔ تاریخ کامل ابن اثیر کی جلد ۴ میں لکھا ہے کہ یہ ۲۵ برس تک حکومت کر کے مر گیا۔

اکبر بادشاہ۔ اس بادشاہ نے دعوی نبوت کیا اور ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام مذہب الٰہی رکھا اور کلمہ لا الہ الّا اللّٰہ اکبر خلیفۃ اللّٰہ ایجاد کیا اور کہتا تھا کہ مذہب اسلام پرانا ہو گیا اس کی ضرورت اب

نہیں رہی اور لوگوں سے اقرار نامے لکھائے جاتے تھے کہ مذہب اسلام چھوڑ کر مذہب الٰہی اکبر شاہی میں داخل ہوا۔نماز روزہ حج ساقط ہوا تھا۔عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں اس کے مفصل حال درج ہیں۔اس نے ۱۵۸۱ء میں دعوی نبوت کیا اور ۱۶۱۵ء میں اپنی موت مر گیا۔اس کی نبوت کا زمانہ ۲۴ سال رہا۔

عبداللہ بن تومرت۔ یہ شخص بھی مہدی موعود بنا ہوا تھا اور ہزار ہا لوگ اس نے مرید بنائے ہوئے تھے اور اس امامت کے ذریعہ اس نے حکومت بھی حاصل کر لی اور کئی موقع جنگ پر پیش گوئیاں بھی کرتا تھا چنانچہ اس نے ایک موقع پر پیش گوئی کے طور پر کہا کہ خدا کی طرف سے ہم کو اس جماعت قبیلہ پر نصرت اور مدد پہنچے گی اور ہم اس امداد و فتح سے خوش حال ہو جاویں گے چنانچہ یہ بات سچی ہوگئی اور لوگوں کو اس کے مہدی ہونے کا یقین کامل ہو گیا اور ہزار ہا لوگوں نے اس کے ساتھ بیعت کی۔ یہ شخص عالم فاضل تھا اور بڑے عروج میں اپنی موت کے ساتھ مر گیا۔تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس کی حکومت کا زمانہ ۲۰ سال کا تھا اور ضرور زمام حکومت حاصل کرنے کے پہلے چار پانچ سال مہدی بنا اور بعدہ حاکم ہوا۔

اس کے بعد ہم چند دیگر مفتریان کا ذکر کرتے ہیں جو مدت ہائے دراز تک رہے ہیں اور چونکہ مرزا صاحب کے دعوی کو ابھی دس سال ہوئے ہیں اس لئے ان مفتریوں کا ذکر بھی ضروری ہے.....(چونکہ میرے پاس قطع الوتین کا ناقص نسخہ ہے اور اس کا آخری صفحہ یا صفحات موجود نہیں اس لئے یہ مضمون یہیں پر ختم کیا جا رہا ہے۔بقیہ صفحات کبھی مل گئے تو اسے انشاء اللہ مکمل کر دیا جائے گا۔یاد رہے کہ قطع الوتین وہ تحریر ہے جس کے جواب میں مرزا صاحب نے تحفہ ندوہ لکھی تھی جس میں صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ میں کسی سے مباحثہ کے لئے امرتسر نہیں آؤں گا۔کوئی قادیان آنا چاہے تو آ جائے۔کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ بھئی! مبلغ تو آپ ہیں،تبلیغ کے لئے تو آپ کو جانا چاہیے۔یہ تو نہیں کہ آسکو تو آؤ، اور صم بکم بن کر میرے سامنے بیٹھو،اور وہ کہیں اور سنا کرے کوئی،کا سماں دکھاؤ،میں تو نہیں آسکتا کہ میں تو پاؤں میں مہندی لگا رکھی ہے۔ بلغ ما انزل الیک من ربک کا کیا یہی معنی ہے؟

۔ اب ذیل میں حافظ محمد یوسف کا ایک اشتہار بنام مرزا اور مرزائیاں ملاحظہ فرمائیں)

قابل توجہ مرزا صاحب اور مرزائیاں:

میں نے کل ۸۔اپریل ۱۹۰۷ء جو وقت ۱۰۔۱۱ بجے دن کے سنا کہ منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری مصنف عصائے موسیٰ ملہم ربانی آج رات کو اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے ہیں دل کو سخت صدمہ پیدا ہوا اس وقت سے رنج اور غم میں مبتلا ہو گیا۔ رات کو بعد نماز عشاء اسی غم میں سو گیا بعد ۱۲ بجے رات کے آنکھ کھلنے کے بعد غنودگی میں ابھی رضائی میں پڑا ہوا تھا معلوم ہوا کہ مولوی برہان الدین جہلمی و مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور اڈیٹر اخبار بدر مرزائیوں کو بسبب تقلید مرزا قادیانی سخت عذاب کر رہے ہیں اور وہ لوگ مرزائی ہونے سے انکار کر رہے ہیں اس واسطے مرزائیوں کی نسبت شہادت لینے کے واسطے منشی الٰہی بخش صاحب برگزیدہ بارگاہ صمدانی کو نہایت عزت سے طلب کیا گیا ہے جو کچھ ملہم ربانی منشی الٰہی بخش صاحب مرزائیوں کی نسبت شہادت پیش کریں گے اسی طرح پر عمل درآمد کیا جاوے گا۔ اس بات کو سن کر دل کو اطمینان ہو گیا۔ اس واسطے بھائی مرزائیوں کو اور بالخصوص مرزا صاحب کو آگاہ کرتا ہوں کہ قیامت قریب آ گئی ہے مگر ابھی تک دروازہ رحمت کا واسطے قبول ہونے توبہ کے کھلا ہے مرزائیو! تم کو لازم ہے کہ جلدی توبہ کریں اور تقلید مرزا سے علیحدہ ہو جائیں ورنہ تمہارا ابھی یہی حال ہو گا۔ صرف بطور خیر خواہی آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں پہلے بھی بذریعہ قطع الوتین اور کھلے خط کے اطلاع دی گئی ہے اب پھر تبلیغ کرتا ہوں آئندہ اختیار ہے۔

حافظ محمد یوسف پنشنر از امرتسر ۹۔اپریل ۱۹۰۷ء (اخبار بدر قادیان۔۱۸۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

انوارالحق

بجواب تائیدالحق

(مولانا انواراللہ حیدرآبادیؒ۔مصنفہ۱۳۲۲ھ)

مولانا انواراللہؒ فرماتے ہیں کہ تائیدالحق میں مولوی حسن علی قادیانی نے تمہید میں پہلا عنوان یہ قائم کیا کہ:

سچے خیرخواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیسا سلوک ہوا؟،

اس میں بہت سی نظیریں پیش کیں جن سے مقصود یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تکفیر وتفسیق جو ہورہی ہے وہ بھی اس قسم کی ہے۔اس موقع میں ہم یہ بیان کرنا نہیں چاہتے کہ مرزا قادیانی کیسے شخص ہیں اوران القاب کے مستحق ہیں یانہیں؟اس وقت ہمارا روئے سخن صرف اس تمہید کی طرف ہے کہ آیا وہ مسکت خصم ہے یانہیں۔

کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے اب تک کوئی زمانہ نہیں گذرا جس میں مفتری ،کذاب ،بے دین پیدا نہ ہوئے اوراس زمانہ کے عمائد دین اور علمائے حقانی نے ان کی تکفیر نہ کی ہو۔جتنے مذاہب باطلہ آج کے زمانہ میں پائے جاتے ہیں سب کے موجد زمانہ سابقہ ہی کے لوگ ہیں۔اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں نکلے یاان کی تکفیر نہیں ہوئی نہ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی تفسیق بے موقعہ تھی۔کیا وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کے لئے اپنی مظلومی بیان کرکے اسی قسم کے استدلال نہ کرتے ہوں گے۔پھر کیا اس قسم کے نظائر حقانیت پردلیل ہوسکتے ہیں۔ہرگز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کی گئیں وہ ایک قسم کا عذاب الٰہی تھا جس کی طرف اشارہ اس آیت شریفہ میں ہے:

و لنذ یقنّھم من العذاب الادنی دون العذا ب الا کبر لعلّھم یرجعون

(سجدہ:۲۱) یعنی چکھائیں گے ہم ان کو چھوٹے عذاب سوائے بڑے عذابوں کے کہ شائد وہ رجوع

کریں

اور اللہ تعالی فرماتا ہے:

و امّا الّذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجساً الی رجسھم و ما توا و ھم کافرون۔ أو لا یرون انّھم یفتنون فی کلّ عامٍ مرّۃ او مرّتین ثمّ لا یتوبون ولا ھم یذّکّرون (توبہ ۱۲۵۔۱۲۶) ۔یعنی جن کے دل میں بیماری ہے سوان کو بڑھی گندگی پر گندگی اور مرے جب تک وہ کافر رہے یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمانے میں آتے ہیں۔ ہر برس ایک بار یا دو بار پھر توجہ نہیں کرتے اور نصیحت نہیں قبول کرتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نفاق وغیرہ سے توبہ کرنے کے لئے بھی عذاب کیا جاتا ہے تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

الحاصل نظیریں دونوں قسم کی موجود ہیں بلکہ اس قسم کی نظیریں دس بیس ملیں تو اہل باطل کی تکفیر و تفسیق وتعذیب کی نظیریں ہزارہا ملیں گی۔غرض یہ نظائر مولوی (حسن علی قادیانی) صاحب کے مفید مدعا نہیں ہوسکتیں۔

قادیانی مولوی جو لکھتے ہیں کہ:

یہ جہان دارالامتحان ہے اس عالم میں سب باتیں کھول کر نہیں دکھائی جاتیں۔

فی الحقیقت عادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ حق و باطل اس جہان میں مشتبہ اور ملتبس رہا کئے۔سحر و استدراج کو ہمیشہ معجزہ اور کرامت کی ہمسری کا دعوی اور کلام الہی پر سحر و بیان کا دھوکا لگا رہا۔اصل یہ ہے کہ حق تعالی کی صفات کو کبھی تعطل و بےکاری نہیں۔خواہ یہ عالم ہو خواہ دوسرا، اسلئے کہ صفات جلال و جمال ہمیشہ اپنے کاموں میں مصروف و مشغول ہیں۔اگرچہ بظاہر بنی نوع انسان سے ہدایت اور شیاطین سے ضلالت متعلق ہے مگر جب تک حق تعالی نہ چاہے نہ ہدایت ہوتی ہے اور نہ ضلالت۔جسکو خدا ہدایت کرنا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسکو گمراہ کرنا چاہے کوئی ہدایت نہیں کرسکتا من یّھدی اللّٰہ فلا مضلّ لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ ۔انہیں صفات کاملہ کا ظہور ہے کہ ہر زمانے میں حق تعالی کسی ایسے شخص کو پیدا کردیتا ہے جس سے بہت سے ہدایت پاتے ہیں اور بہت گمراہ ہوتے ہیں۔انبیاء گو خاص ہدایت کے لئے مبعوث تھے مگر ان کے نہ

ماننے والے گمراہ ہوئے اور بہت سے مفتری کذاب کو گمراہ کرنے کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔مگران سے بھی صفت جمال اپنا کام لیتی ہے کہ انکے نہ ماننے والے ہدایت پر سمجھے جاتے ہیں۔جس کو خداتعالی ہدایت کرنا چاہتاہے اس کا سینہ حق بات کے ماننے کے لئے وسیع اور کشادہ ہوجاتا ہےاور جس کی گمراہی منظور ہوتی ہے اس کا سینہ تنگ ہوجاتا ہے:

فمن یّرد اللّٰہ ان یّھدیہ یشرح صدرہ للاسلام و من یّرد ان یضلّہ یجعل صدرہ ضیّقاً حرجاً کانّما یصعد فی السّماء (انعام:۱۲۵)۔

وسعت سینہ کی دلیل یہ ہے کہ ہدایت کی بات اس میں سماجائے علی ہذاالقیاس تنگی سینہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ بات اس کے سینے میں گنجائش نہ کرے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل باطل کا سینہ باطل کے لئے کشادہ اوراہل حق کا دل اس سے تنگ ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ وسعت وتنگی دونوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔اس وجہ سے کوئی شخص حق وباطل میں اپنے دل کے مشورہ سے تمیز نہیں کرسکتا بلکہ وہ جس بات کا قائل ہے اس چیز کو حق سمجھنے لگتا ہے۔جس سے پوچھئے اس کا یہی دعوی ہے کہ میں حق پر ہوں اوراس سے نہایت خوش رہتا ہے کلّ حزبٍ بما لدیھم فرحون (مومنون:۵۳)اورصرف سمجھتا ہی نہیں بلکہ چاہتا بھی ہے کہ سارا جہان اپنا ہم مشرب ہوجائے۔اس کا تصفیہ باہم ممکن نہیں کہ کون حق پر ہےاورکون باطل پر۔کیونکہ جس مسئلہ میں دوفریق ہوجائیں تو ہرایک اپنے کوحق پر سمجھے گااور تیسرا حکم بنے تو کسی ایک فریق میں شریک ہوجائے گایاوہ بھی ایک فریق نیا بن کراپنے ہی کوحق پر سمجھنے لگے گا۔غرض اس عالم میں اس کا تصفیہ ممکن نہیں کہ شرح صدر کس کا حق پر ہےاورکس کا باطل پر۔حق تعالی ہی قیامت کےروزاس کا فیصلہ فرماوے گا:

انّ ربّك ھو یفصل بینھم یوم القیامة فیما کانوا فیه یختلفون (سجدہ)

اب قادیانی مولوی جواپنا اطمینان اورشرح صدرمرزا قادیانی کی حقانیت پرظاہرفرماتے ہیں وہ کیونکر اس امرکی دلیل ہوسکے کہ مرزا قادیانی سچ مچ عیسی موعود ہیں۔ہمیں اس میں کلام نہیں کہ مرزا قادیانی بڑے مرتاض ہوں گے۔مگرمشکل یہ ہے کہ جتنے مفتری،دغاباز،جعل ساز ہوتے ہیں جب تک وہ اچھی عادات اچھے حالات اورمستندلوگوں کی صورتوں میں اپنے کوظاہرنہیں کرتے،ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔قرامطہ کا حال

آپ نے تواریخ میں دیکھا ہوگا کہ ابتداء کیا تھی اور انتہاء کیسی ہوئی۔ تاریخ دول اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ میں آ کر ایک مدت تک اظہار تقدس میں مشغول رہا زہد و تقوی اور کثرت صلوۃ کی یہ صورت کہ تمام اقران و معاصرین میں ممتاز، اکل حلال کی یہ کیفیت کہ اپنے ہاتھ سے بوریا بن کر اس سے اوقات بسر کرتا کسی سے کچھ قبول نہ کرتا۔ جب کوئی اس کے پاس جاتا تو سوائے وعظ و نصیحت کے کسی بات سے سروکار نہیں۔ غرض تقوی طہارت زہد ریاضت میں اس کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ کسی زاہد و عابد کو اس کے مقابلہ میں فروغ نہ رہا۔ جب دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کا پورا اثر ہونے لگا تو مشہور مشہور مسائل نماز وغیرہ میں تصرف کر کے خلاف اجماع و مذہب تعلیم شروع کی۔ جب اس میں کامیابی ہوگئی تو آہستہ آہستہ خیر خواہانہ تمہید کی کہ طالبین حق کو ضرور ہے کہ کسی ایسے امام کے ہاتھ پر بیعت کریں جو اہل بیت نبوی سے ہو۔ غرض پوری طرح اپنے مقصود کی تمہید ذہن نشین کر کے شام کو چلا گیا۔ وہاں بھی یہی طریقہ اختیار کر کے لوگوں کو امام برحق کا مشتاق بنا دیا۔ چونکہ دعوت کسی معین شخص کی طرف نہ تھی اس لئے بعضوں کا خیال تھا کہ محمد بن اسماعیل امام وقت ہوں گے اور بعض کسی دوسرے کو خیال کرتے تھے۔ بہر حال اس کو یہی انتظار تھا کہ امام وقت اب ظاہر ہونا چاہتے ہیں کہ ایک شخص قرامطہ سے جن میں یہ شخص تھا ظاہر ہو کر مہدویت کا دعوی کیا۔ اس مہدی کا اصلی نام ذکرویہ یحی تھا مگر اپنا نام محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر صادق ظاہر کیا حالانکہ اسماعیل ابن جعفر کا کوئی فرزند عبداللہ نام نہ تھا۔ ضرورت اس جعل سازی کی اس لئے ہوئی کہ احادیث میں امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ وارد ہے۔ جو لوگ صرف امام کے منتظر تھے ان کو امام مہدی موعود کا مل جانا ایک نعمت مترقبہ تھی اس کے نکلتے ہی کل ہم مشرب اکٹھے ہو گئے اور یہ رائے قرار پائی کہ اصلاح قوم کی فکر کی جائے۔ چنانچہ بڑے بڑے گذرگاہوں پر فوجیں روانہ ہوئیں اور حرمین وغیرہ کے راستوں میں راہزنی شروع کر دی گئی اور تمام ملک حجاز و شام و مصر وغیرہ میں آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی چنانچہ ان میں سے ایک شخص ابوطاہر نام مع فوج کثیر مکہ معظّمہ پر مسلط ہوا کسی کو وہاں یہ طاقت نہ تھی کہ اس سیلاب بلا کو روک سکے۔ ابوطاہر گھوڑے کو دوڑا کر خاص حرم شریف کے اندر گھس آیا اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا اور اس غرض سے سیٹی دی کہ گھوڑا بول و براز کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر اس نے پکار کر کہا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو خدا کا کلام پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے کہ و

من دخله کان ءا منا (آل عمران:۹۷) یہ کہہ کر قتل عام کا حکم دیا۔ لکھتے ہیں تخمیناً تیس ہزار مسلمان مکہ معظّمہ میں شہید کیے گئے جس میں سترہ سو خاص مطاف میں جام شہادت سے سیراب ہوئے اور کشتوں کے سر کاٹ کر صرف سروں سے چاہ زمزم بھر دیا گیا۔ اور تمام لاشیں بغیر کفن و جنازہ کے اندرون و بیرون شہر کے کنوؤں اور گڑھوں میں ڈال دیں گئیں۔ حجر اسود اکھاڑ لیا گیا جس کی وجہ سے بائیس سال تک کعبہ شریف حجر اسود سے خالی رہا۔ تمام مکانات لوٹ لئے گئے غرض مکہ میں اس مہدی کا فتنہ ایسا ہوا کہ اس کی نظیر کسی تاریخ میں مل نہیں سکتی۔

الحاصل بدنام ہونا، برے کہلانا، سزائیں پانا، حقانیت پر قرینہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ جعل ساز، دغا باز، بدمعاش جن سے جیل خانے ہمیشہ بھرے رہتے ہیں سب کو اہل اللہ کہنا پڑے گا اور نہ اظہار تقدس اس کا قرینہ ہے جیسا کہ قرامطہ وغیرہ کے حال سے ظاہر ہے۔

قادیانی مولوی حسن علی نے جہاں اسلام کے موجودہ دشمن فرقوں کی فہرست لکھ کر انکی روز افزوں ترقی اور اسکی وجہ سے مرزا قادیانی کی ضرورت ثابت کی ہے ان میں مولوی اور مشائخوں کو بھی شریک کیا اور ان کو یہ خطاب عطا فرمائے:

> شیطان، حشرات الارض، زر پرست، نفس پرست، کم بخت، موذی، نائب شیطان ناپاک، مجموعہ صفات ذمیمہ، شریری فتنہ پرواز، مسلمانوں کے گمراہ کرنے والے، شیطان کے شاگرد رشید، مکار وغیرہ۔

اس بات میں قادیانی مولوی اپنے پیر کی سنت پر عمل کر رہے ہیں کیونکہ مرزا قادیانی بھی علماء و مشائخ کو ایسے خطابوں سے ذکر کیا کرتے ہیں چنانچہ ان کی تصانیف میں یہ موجود ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں.... علیهم نعال لعن اللّٰه الف الف مرة وغیرہ،

جس کو صاحب عصائے موسیٰ نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ غرض کوئی گالی ان حضرت نے اٹھا نہ رکھی اور عذر یہ کیا کہ کمال جوش اور حرارت اسلامی میں یہ سب گالیاں دی گئیں۔ گویا اس جوش نے انکو مرفوع القلم بنا دیا۔ ان گالیوں کے پہلے آپ نے یہ تمہید بھی کر دی کہ مصلحان قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت سخت الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں، لیکن ان سخت الفاظ کے اندر محبت اور شفقت بھری رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ

آپ مصلح قوم ہیں جس قدر گالیاں دیں اس کے مستحق ہیں۔ چونکہ اصلاح قوم اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور یہ سخت سست کہنا اس کا ذریعہ ہے یا مادہ، اس وجہ سے مولوی صاحب اور ان کے پیر اس کو عبادت اور باعث تقرب الٰہی سمجھتے ہوں گے۔ اس موقعہ میں واقعہ حرہ اور مسلم بن عقبہ کی کارگذاری یاد آتی ہے...... اور جب اس کی موت کا وقت آ پہنچا تو آخری دعا یہ کی

اللّٰھم انّی لم اعمل قطّ بعد شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ و رسو لہ عـملاً احب الیّ من قتلی اھل المد ینۃ و لا ار جی عندی فی ا لآ خرۃ (ذکر ابن کثیر فی تاریخ الکامل ج ۳ ص ۳۶۳ طبع بیروت) یعنی اے اللہ بعد شہادت کلمہ طیبہ کے جو کچھ اعمال صالحہ میں نے اپنی عمر میں کئے ان سب سے مجھے وہ عمل پسند ہے جو مدینہ کے لوگوں کو میں نے قتل کیا اور اسی عمل سے مجھے زیادہ تر توقع ہے کہ آخرت میں کام آئے گا۔

مسلم بن عقبہ کو صرف تعذیب اہل مدینہ پر ناز تھا ہمارے مرزا قادیانی کو اس سے زیادہ فخر و ناز ہونا چاہیے کیونکہ وہ تمام اہل اسلام کی تادیب فرما رہے ہیں وہاں صرف جراحات سنان تھیں یہاں جراحات لسان ہیں جو التیام پذیر نہیں

جراحات السّنان لھا التّیام و لا یلتام ما جر ح اللسان

پھر یہ گالیاں کن کو دیئے جا رہے ہیں؟ بازاریوں کو نہیں جن کی عادت میں گالیاں دینا اور سننا داخل ہے بلکہ ان افراد قوم کو جن کو قوم نے اپنا رہبر مربی اور حامی دین بنا رکھا ہے اور ہر ایک ان پر سو جان سے فدا ہے۔ معزز اور شریف لوگ قوم کے اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ گالیاں سن کر قوم کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ سب کو جانے دیجئے خود حسن علی قادیانی اور ان کے پیر ہی غور کریں کہ کوئی ارذل یا ان کا ہم سر ان کے والد بزرگوار یا پیر کی شان میں یہ الفاظ کہے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ اگر غیرت دار ہوں تو کیا اس ذلت کے مقابلہ میں مر جانا آسان نہ ہوگا۔ عرف میں ایسا شخص بڑا ہی بے شرم سمجھا جاتا ہے کہ اس کے باپ یا استاد یا پیر کو کوئی گالی دے اور وہ چپ رہے۔ نہایت افسوس اور شرمناک حالت ہے جس کے مرتکب مولوی صاحب اور مرزا قادیانی ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و لا تسبّو ا الّذین ید عون من دو ن اللّه فیسبّوا اللّه عدواً بغیر علم (انعا م : ۱۰۸) ۔یعنی بتوں کو گالیاں مت دو کہ وہ اللہ کو گالیاں دیں گے۔

ہادی برحق اور نبی صادق کو حق تعالی تعلیم فرماتا ہے:

ادع الی سبیل ربّك بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم با لّتی ھی احسن (نحل: ۱۲۵)۔یعنی بلاؤ اپنے رب کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور الزام دو ان کو جس طرح بہتر ہو۔

کیا مصلح قوم کی یہی شان ہے کہ اشتعال طبع پیدا کرنے والے الفاظ سے طبیعتوں کو مشتعل کرے اور اس قابل بنائے کہ حق بات کے سننے کی بھی صلاحیت باقی نہ رہے۔قادیانی مولوی نے اپنے آپ کو جو مصلح قوم قرار دیا ہے وہ خود انہی کی تقریر سے باطل ہو گیا اور نہ شرعاً اس قابل ہے کہ مصلح قوم سمجھے جائیں۔سچ ہے جس قوم کے مصلح رذالت سے کام لیں اس کو ذلت نہ ہو تو کیا ہو..

قادیانی مولوی مرزا قادیانی کی تائید اسلام اور تقدس سے متعلق جتنی باتیں بیان کرتے ہیں، ان کا انکار کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں، مگر یہ حقانیت کا قرینہ قطعیہ نہیں ہوسکتا۔کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ حجاج بن یوسف نے بخارا سے ملتان تک صدہا شہر فتح کر کے سرحد اسلام میں داخل کر دیا جن میں کروڑھا اہل اسلام پیدا ہوئے اور بفضلہٖ تعالی اسی تائید کا اثر قیامت تک جاری رہے گا۔باوجود اس کے دیکھ لیجئے کہ اسلام میں حجاج ظالم کی کیا وقعت ہے۔یہ تو ہمارے دین کا خاصہ ہے کہ حق تعالی اس کی تائید بدکاروں سے بھی کرایا کرتا ہے جیسا کہ صراحتاً اس حدیث سے ظاہر ہے

قال النّبی ﷺ انّ اللّه لیؤ یّد ھذا الدّین با لرّ جل الفاجر (بخاری ۔باب غزوۃ خیبر)

غرض مرزا قادیانی کی تائید اسلام میں ہماری گفتگو نہیں، کلام ہے تو صرف اس میں ہے کہ مرزا قادیانی، عیسی موعود بننا چاہتے ہیں۔اگرچہ اس میں بھی ہمیں کلام کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اس زمانہ میں نبوت تو کیا اگر کوئی خدائی کا بھی دعوی کرے تو کوئی نہیں پوچھتا۔مگر چونکہ وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں وہ تصرف کر رہے ہیں اس لئے ہم پر حق ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان کی حفاظت کریں اور اپنے

ہم مشربوں کو ان کا اصلی مطلب معلوم کرادیں۔اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہم کو اپنا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کے صفات اور حالات ایسے ہوں گے جیسے مسیح ابن مریم کے مبعوث ہونے کے وقت یہود کی حالت تھی۔ بلکہ یہ لفظ عیسی بن مریم اس غرض سے اختیار کیا گیا ہے، تا ہر ایک کو خیال آجائے کہ خدا تعالی نے اپنے ان مسلمانوں کو جن میں ابن مریم کے اترنیکا وعدہ دیا تھا یہود ٹھہرا لیا ہے۔جیسے یہودیوں کا نام خدا تعالی نے بندر اور سور رکھا اور فرمایا:

و جعل منهم القردة و الخنا زير۔

اسی طرح مرزا نے اپنا نام عیسی بن مریم رکھ دیا اور اپنے الہام میں فرمادیا:

جعلنا ك المسيح ابن مر يم (ازالہ اوہام۔ص ۶۳۴۔ قادیانی خزائن ۳۴۲)

پھر دس بیس صفات مذمومہ مثل بغض وحسد اور تفرقہ وغیرہ جو اس زمانیکے بعض مسلمانوں میں دیکھے جاتے ہیں، وہ اس زمانہ کے یہود میں بیان کئے جو عیسی کے مبعوث ہونے کے وقت تھے۔مقصود اس سے یہ کہ ان لوگوں میں یہ صفات ہونے کی وجہ سے عیسی مبعوث ہوئے تھے۔اب بھی وہی صفات اس وقت کے مسلمانوں میں آگئے ہیں۔اس لئے اب وہ یہود ہیں اور عیسی کی ان کے لئے ضرورت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لـكـلّ فـرعون موسى ۔اس صورت میں وہ عیسی مراد نہیں جو نبی تھے بلکہ انکا مثل اور شبیہ مراد ہے۔صفات مذمومہ جو دونوں فرقوں میں مشترک بتائے گئے ہیں اس کا ثبوت کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب سے نہیں دیا گیا۔عیسی کے نزول کا جن احادیث میں ذکر ہے ان میں نہ تو یہود کا نام ہے نہ ان کی صفات کا ذکر جو عیسی کے زمانہ میں ان میں آگئی تھیں۔یہ مسلّم ہے کہ جب تک کسی قوم میں صفات مذمومہ نہیں پائی جاتیں اس قوم میں نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں جیسا کہ آیت شریفہ ان اريـد الّا الاصـلاح (ھود:۸۸) سے ظاہر ہے اور وہ صفات مذمومہ اسی قسم کے ہوتے ہیں جو بیان کی گئی ہیں، مگر اس میں قوم یہود کی تخصیص سمجھ میں نہیں آتی۔اگر کوئی خصوصیت تھی تو چاہیے تھا کہ پہلے وہ خصوصیت قرآن وحدیث سے بیان کی جاتی اس وقت لـكـلّ يـهـودى عيسى صحیح ہوتا جیسے لكلّ فرعون موسى صحیح ہے۔یہ تو اس واسطے صحیح ہے کہ فرعون کا سرکش ہونا اور موسیٰ کا

سرکوب ہونا ہر شخص جانتا ہے اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں یہود میں کون سی صفات تھیں جس کی اصلاح کے لئے عیسیٰؑ آئے تھے۔ اگر بالفرض وہ صفات معلوم بھی ہوتے تو دونوں طرف علم توصیفی کہے جاتے جیسے لکلّ فرعون موسی، میں ہے۔ اگر زید شرارت کرے تو لزید موسی کہنا ہرگز محاورہ کے مطابق نہ ہوگا۔ یہی صورت یہاں بھی ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس قدر فرمایا کہ تم میں عیسیٰؑ آئیں گے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں فرمایا کہ تم یہود ہو جاؤ گے یا تم میں یہود کے صفات آجائیں گے اس لئے تم میں عیسی آئے گا۔ البتہ یہ ثابت ہے کہ آخری زمانہ والے امم سابقہ کی پیروی کریں گے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ میری امت اگلی امتوں کے پورے پورے صفات اختیار نہ کریگی۔ صحابہ نے عرض کیا وہ لوگ فارس وروم کے جیسے ہو جائیں گے۔ فرمایا ان کے سوا اور کون (کنز العمال حدیث ۳۸۴۱۵) میں یہ حدیث بخاری باب قول النّبیّ ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم، سے نقل کیا ہے۔

اب اس تصریح کے بعد یہ کہنا کہ یہ امت یہود ہو جائے گی اس لئے کوئی عیسی آئے گا، خلاف احادیث ہے۔

کنز العمال میں صدہا حدیثیں خروج دجال اور نزول عیسی اور تغیر حال امت اور علامات قیامت کے باب میں وارد ہیں۔ کوئی حدیث ان میں ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ امت میں یہود کی صفات پیدا ہو جائیں اس کی وجہ سے عیسی پیدا ہوں گے... (اس کے برخلاف) کئی حدیثیں اس امت مرحومہ کی فضیلت پر دال ہیں، جن سے اس امر کی بخوبی تائید ہوتی ہے کہ اس امت کی عظمت اور رفعت شان کی وجہ سے عیسیٰؑ جو نبی اللہ تھے وہی اس امت میں تشریف لائیں گے۔ اس لئے کہ دجال کا فتنہ جو اس امت مرحومہ کے اخیر میں پیدا ہونے والا، ایک ایسا پر آشوب فتنہ ہے کہ خدا ہی اس سے پناہ دے۔ تمامی انبیاء اپنی اپنی امتوں کو اس سے ڈراتے آئے چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث مروی ہے:

انّ عبد اللّٰہ بن عمر قال: قام رسول اللّٰہ ﷺ فی النّاس فا ثنی علی اللّٰہ بما ھو اھلہ، ثمّ ذکر الدّجّال فقال: انّی لا نذ رکموہ و ما من نبیّ الّا و قد انذرہ

قومه، و لكنّي سأقول لكم فيه قولاً لم يقله نبي لقومه: انّه اعور، و انّ اللّه ليس باعور (بخاری۔باب ذکرالدجال)۔

یعنی ایک روز نبی ﷺ نے خطبہ پڑھا اور حمد کے بعد دجال کا ذکر کر کے فرمایا میں اس سے تم کو ڈراتا ہوں۔کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہیں ڈرایا۔یہاں تک کہ نوح نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔لیکن میں تمہیں ایک ایسی بات کہتا ہوں کہ کسی نبی نے نہیں کہی۔یاد رکھو وہ کانا ہے،اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔

غور کر نیکی بات ہے کہ باوجود یکہ اس فتنہ کا وقت علم الٰہی میں معین تھا کہ قریبِ قیامت حضرت ﷺ کی امت کے آخر میں ہوگا،مگر شہرت اس کی نوح ہی کے وقت سے دی گئی۔جس سے ہر فرد بشر پناہ مانگتا تھا اور انبیاء ڈراتے رہے۔وہ فتنہ کس بلا کا ہوگا جس کی دھوم عالم میں قبل از وقوع واقعہ اس قدر مچی ہوئی تھی حالانکہ دنیا میں صد ہا بلکہ ہزار ہا اشد وقائع اور فتنے ہوئے مگر کسی زمانے میں ان سے پناہ مانگی نہ گئی۔یہ فتنہ معمولی نہیں بلکہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ نقشہ قیامت کا پیش نظر کر دے گا۔جو فتنہ غیر معمولی اور فوق طاقت بشری ہو اس کے دفع کرنے کا اہتمام بھی غیر معمولی طور پر ہونا مقتضائے حکمت ہے جس سے اس فتنے کی وقعت اور بھی زیادہ ہو جائے گی۔یعنی اس اہتمام سے یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جس کے دفعہ کرنے کے لئے انبیائے اولوالعزم سے خاص ایک نبی جلیل القدر مقرر ہو وہ کیسا فتنہ ہوگا جس طرح تمام انبیاء کا ڈرانا اہل ایمان کے دلوں کو متزلزل کرنے اور اللہ تعالیٰ طرف پناہ لینے پر مضطر کرتا ہے۔

نزول عیسی بوجہ خصوصیت واحترام امت است نہ بوجہ فساد آن

عیسی کو خاص اس کے فرو کرنے کے لئے متعین کرنا اس اثر قلبی کو دو بالا کرتا ہے اور اس میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ کمال درجہ کی خصوصیت اس امت مرحومہ کی اور کمال درجہ کا فضل و احسان اس پر مبذول ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چند وہ فتنہ کتنا ہی عظیم الشان ہو مگر اس کے دفعیہ کی تدبیر بھی خاص طور پر پہلے ہی

سے کردی گئی۔ تا کہ ہر مسلمان بصدق دل حق تعالیٰ کا شکر گذار اور اپنے نبی کریم ﷺ پر سو جان سے نثار رہے کہ ان کی وجاہت اور رواداری کے طفیل سے کیسی کیسی بلائیں ہمارے سر سے حق تعالیٰ ٹال دیتا ہے۔ اگر ایسی نعمت عظمی کی قدر ہم نہ کریں تو بڑی کفران نعمت ہے۔ حاصل یہ کہ اس امت کی خرابیاں اس امر پر قرینہ نہیں کہ عیسی فرضی ان خرابیوں کو دفع کرنے کیلئے آئیگا۔ بلکہ اس امت کی جلالت شان اس امر پر قرینہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عیسی کو مامور فرمایا کہ اشد ضرورت کے وقت تشریف لا کر دشمن قوی کے ہاتھ سے اس کو بچاویں اور خود بھی سید المرسلین ﷺ کے امتی ہونے کا فخر، جس کی ایک زمانہ دراز سے آرزو تھی، حاصل کریں

ذ لك فضل اللّٰه يؤتيه من يّشاء يفعل اللّٰه ما يشاء و يحكم ما يريد

حدیث مذکورہ بالا میں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں دجال کی وہ علامت تم سے کہتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں کہی۔ وہ یہ ہے کہ دجال اعور ہے اور اللہ اعور نہیں۔ اس کا مطلب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ دجال الوہیت کا دعوی کرے گا کیونکہ اس کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر نا اور اس کو ایک صفت مختصہ سے ممتاز کر دینا اس بات پر بین دلیل ہے کہ لوگوں کو اس کی شوکت اس کی قدرت ظاہری سے اس کی الوہیت کا گمان ہوگا اور کیوں نہ ہو جس کو حق تعالیٰ کی طرف سے اتنی قدرت حاصل ہو جائے کہ مردوں کو زندہ کرنے لگے تو ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی الوہیت کا شبہ ضروری ہوگا۔

اس کا مردوں کو زندہ کرنا اس حدیث سے ثابت ہے جو بخاری شریف (بـا ب لا يـدخل الد جـا ل المد ينه) میں ہے:

انّ ابـا سعيد قال: حدّ ثنا النّبیّ ﷺ يوماً حد يثاً طويلاً عن الدّ جّال، فكان فيمـا يـحـدّ ثـنـا بـه انّه قال: يأتی الدّ جال و هو محرّم عليه ان يدخل نِقاب الـمـديـنة، فيـنـز ل بعض السبا خ التی تلی المد ينة فيخر ج اليه يو مئذٍ رجل (و) هـو خيـر الـنـاس. او مـن خيار النّاس. فيقول: اشهد انّك الدّ جال الذی حـدّ ثـنـا رسـول الـلّه ﷺ حد يثه، فيقول الدجالَ ارأيتم ان قتلت هذا ثمّ احييتـه، هـل تشـكـون فـی الامر ؟ فيقولو ن: لا فيقتله ثمّ يحييه فيقول: و

اللّٰـه ما كنت فيك اشدّ بصيرةً مّنى اليوم، فيريد الدّجال ان يّقتله فلا يسلّط عليه ۔

ترجمہ:..وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا مگر کسی زمین شور میں اسکے قیام کرے گا اس وقت ایک بزرگ اسکے پاس جا کر کہیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی دجال ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے زندہ کردوں تو کیا جب بھی میرے کام میں یعنی خدائی میں تمہیں شک رہے گا۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ تب وہ ان کو قتل کر ڈالے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔ وہ بزرگ زندہ ہوتے ہی کہیں گے کہ اب تو تیرے دجال ہونے کا مجھ کو اور بھی یقین ہو گیا۔ غرض اس قسم کی قدرتیں اس کو حاصل ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو خبر دار فرما دیا کہ کتنی ہی قدرت اس کو حاصل ہو مگر سمجھ رکھو کہ وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کانا ہے اور خدا کانا نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: دجال کسی ایک آدمی کا نام نہیں ہے بلکہ اس سے گروہ پادریاں مراد ہے، (کتاب البریہ ص ۲۲۵۔۲۲۶ حاشیہ)

انہوں نے ان کو اس لئے اختیار کیا کہ اگر شخص معین مراد ہو تو ان کا دعوی عیسویت صحیح نہیں ہو سکتا۔ کسی شخص کو دجال معین کر کے بتلانا پڑتا۔ اگر چہ ممکن تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو بتا دیتے، اس لئے کہ وہ ان کے سخت مخالف ہیں، مگر ان سب صفات کی تطبیق مشکل تھی۔ غرض بامر مجبوری ایک گروہ کو دجال قرار دینے کی انہیں ضرورت ہوئی۔

یوں تو دجال کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں مگر چونکہ مرزا قادیانی بھی بخاری کو بہت مانتے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے بالفعل ہم انہی دو حدیثوں کو پیش کرتے ہیں جو ابھی لکھی گئیں۔ انہیں میں غور کیا جائے کہ آیا دجال ایک شخص معلوم ہوتا ہے یا ایک قوم ہے؟

ان حدیثوں میں لفظ دجال مفرد ہے اگر جماعت مقصود ہوتی تو لفظ دجالون آتا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے قال النّبیّ كذّا بون دجّالون (کنز العمال: حدیث نمبر ۳۸۳۶۰) ۔ یہ دجال لوگ دجال موعود نہیں جس کے لئے عیسی آئیں گے۔ صرف مشابہت کی وجہ سے وہ دجال ٹھہرائے گئے

ہیں کیونکہ دجال موعود کی خصوصیات ان میں پائی نہیں جاتیں۔ پھر یہ دجال جن کی کثرت اس حدیث شریف سے معلوم ہوئی مثل پادریوں کے غیر محدود نہیں بلکہ ان کی تعداد بعض روایات میں ستائیس اور بعض میں تیس تک وارد ہے اوران دجالوں کی شناخت بھی حضرت ﷺ نے فرمادی ہے (کنزالعمال حدیث نمبر ۳۸۳۷۲) کہ وہ سب یہ دعوی کریں گے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور چونکہ اب تک نہیں سنا گیا کہ کسی پادری نے رسالت کا دعوی کیا ہو اس لئے کسی پادری پر لفظ دجال صادق نہیں آسکتا اور اگر دجال سے پوری قوم پادریاں مراد ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۴۸۸ میں) لکھتے ہیں کہ:

لغت میں دجال جھوٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔،

تو پہلے تو وہ قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ یہ معنی لغوی بیان کئے گئے ہیں۔ جب تک کسی کتاب لغت سے نہ بتائے جائیں قابل تسلیم نہیں۔ اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لئے جائیں تو ہمیں یہاں لغوی معنی سے بحث نہیں ہمارا کلام اس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کا جو استعمال فرمایا ہے اس کے معنی یہاں کل قوم پادری ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

حدیث مذکورہ بالا میں مصرح ہے کہ دجال مدینہ شریف کی کسی زمین شور میں اترے گا اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ وہاں اس کا جانا قبل نزول عیسی ہوگا، حالانکہ ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ کل گروہ پادریاں نہ اب تک وہاں پہنچا، نہ آئیندہ کے لئے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ سب کے سب جمع ہو کر تمام ایشیاء اور یورپ خالی کر کے اس زمین پاک میں جائیں گے۔ پھر مجموع گروہ پادریان لفظ دجال سے کیونکر مراد ہوسکتی ہے۔

پھر ان بزرگوار کا جسکا حدیث میں ذکر ہے لاکھوں آدمیوں کے مقابلہ میں جا کر یہ کہنا اشھد انك الدّجال کیونکر صحیح ہوگا، اس وقت یوں کہنا چاہیے اشھد انّکم الدجالون ، یا، انّکم الدّجال۔ اسی طرح اس کا ساتھیوں سے پوچھنا کہ اگر میں اس کو مار کر زندہ کروں تو جب بھی تمہیں شک باقی رہے گا، کیونکر صحیح ہوگا۔ کیا اس جملے کو لاکھوں پادری ہم زبان ہو کر ادا کریں گے اور سب مل کر ہاتھوں ہاتھ ان کو مار ڈالیں گے، پھر سب مل کر زندہ کریں گے۔ اسی طرح اس بزرگ کا کا مخاطبہ ما کنت اشدّ بصیرۃ فیك، صیغہ واحد کے ساتھ وغیرہ۔ ان قرائن سے ہر شخص کا وجدان گواہی دیتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پیش نظر اس ارشاد کے وقت

ایک ہی شخص تھا یہ بات دوسری ہے کہ قرائن خارجیہ کے لحاظ سے کسی ضعیف الایمان کی عقل اس کو تمیز نہیں کرتی ہو جس کی پابندی مرزا قادیانی کر رہے ہیں۔ ہمارا کلام صرف اسی نقلی امر میں ہے جو حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے جس پر ایمان لانا ہر ایمان دار کو ضرور ہے۔

الحاصل ان حدیثوں پر غور کرنے کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ گروہ پادریوں کو آنحضرت ﷺ نے دجال قرار دیا ہے۔ انکے سوا کئی حدیثیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ دجال پادریوں کا نام نہیں۔ مثلاً:

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا (کنز العمال)

وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ سیاحت کرے گا۔ کنز العمال۔

دجال کے زمانے میں مسلمانوں کی غذا تسبیح و تقدیس ہوگی جس سے ان کی بھوک جاتی رہے گی۔ (کنز العمال۔ رقم حدیث ۳۸۷۵۵)۔ وغیرہ

... مرزا قادیانی نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ جو حدیث انکے مقصود کے مضر یا مخالف ہو اس کو باطل کہہ دیتے ہیں۔ پھر اس پر بھی اکتفا نہیں اس کے ماننے والوں کو مشرک اور بے دین بھی ٹھہراتے ہیں، دیکھ لیجئے جن احادیث میں دجال کے استدراج مثلاً زندہ کرنا، پانی برسانا وغیرہ امور مذکور ہیں، ذکر کر کے صاف لکھ رہے ہیں کہ یہ مشرکوں کے اعتقاد ہیں۔ اب غور کیجئے یہ سب احادیث حدیثوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور ان کتابوں پر کس کو اعتقاد نہیں۔ تمام فقہاء انہی کتابوں سے استدلال کرتے ہیں تمام اولیاء اللہ انہیں سے استفادہ کرتے ہیں، تمام اہل اسلام انہیں کتابوں کو اپنے دین کی کتابیں سمجھتے ہیں۔ اگر بقول مرزا قادیانی یہ اعتقادات شرک ہیں تو ان کتابوں کو شرک سے بھری ہوئی کہنا پڑے گا اور ان کے جمع کرنے والوں کو مشرک۔ معاذ اللّٰہ

ابھی معلوم ہوا کہ دجال کے مردہ کو زندہ کرنے کی حدیث بخاری میں موجود ہے اور کنز العمال سے ظاہر ہے کہ تقریباً کل محدثین نے دجال کے اس قسم کے استدراج کی حدیثیں بکثرت روایت کی ہیں۔ اول درجہ میں ان حضرات پر الزام شرک کا عائد ہوتا ہے۔ پھر ان کتابوں کے معتقدوں پر جن میں جمیع اہل سنت و جماعت شریک ہیں پھر یہ سلسلہ صرف محدثین ہی پر ختم نہیں ہوسکتا ان حدیثوں کے کل رواۃ صحابہ تک اس الزام سے نہیں بچ سکتے اور بڑے غضب کی یہ بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد فرمانا اور وہ بھی عین خطبہ میں جو

خاص احکام الٰہی پہنچانے کے لئے موضوع ہے کس قدر وحشت انگیز ہوگا۔

اس سے بڑھ کر سنیئے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:

یہ اعتقاد بالکل فاسد اور غلط اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔، یہ مشرکانہ کس اعتقاد کی نسبت جو قرآن شریف سے ثابت ہے و اذ تخلق من الطّين كهيئة الطّير با ذ نی فتنفخ فيها فتكون طيراً با ذ نی (مائدہ : ۱۱۰) ۔یعنی عیسی مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونکتے تو حق تعالی کے اذن سے وہ پرندے ہوجاتے تھے۔،

اس کے بعد ہمیں تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اہل ایمان خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا بے باکی ہوگی۔

ہم نے مانا کہ مرزا قادیانی ان احادیث میں تاویل کرکے اپنی مرضی کے موافق بنا لیتے ہیں مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ خود (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۰) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: النّصوص يحمل على الظواهر مسلّم ہے۔،یعنی یہ بات مسلّم ہے کہ نصوص کے ظاہری معنی لئے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ وغیرھم نے ان احادیث کے وہی معنی سمجھے جو مثل روز روشن ظاہر و باہر بین اور اس پر قرینہ قطعیہ یہ ہے کہ نہ آنخضرتﷺ نے ان کی تاویل کی طرف کبھی اشارہ فرمایا نہ صحابہ سے کوئی تاویل مروی ہے۔ نہ کسی محدث وفقیہ نے تاویل کی ۔ بلکہ جہاں ان کا مضمون بیان کیا وہی بیان کیا جو ہر شخص سمجھتا ہے۔ بہرحال تاویل نہ کرنے والے شروع سے آخر تک بقول مرزا قادیانی مشرک ٹھہر رہے ہیں، جن کی کوئی دوسری بات بھی قابل اعتبار نہیں رہ سکتی، اس لئے کہ مستند اور معتبر تو وہ شخص ہوسکتا ہے جو متدین ہو اور آدمی کو غیر متدین بنانے والی شرک سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔..

اس موقع پر جب ہم سلف صالح پر نظر ڈالتے ہیں تو کل اہل سنت و جماعت بلکہ کل امت مرحومہ کا اتفاق اور صحابہ کا اجماع اس شرک مصنوعی پر مرزا قادیانی کی مخالفانہ توحید کو محل خطر میں ڈال رہا ہے۔..اور یہ آیت شریفہ ومن يّشاقق الرسول من بعد ما تبيّن له الهدى و يتّبع غير سبيل

المؤمنين نولّه ما تولّی و نصله جهنّم و ساء ت مصیراً (نساء :۱۱۵)اس نئے ایمان کی طرف ایک قدم بڑھنے نہیں دیتی۔....

کلام اس حدیث شریف میں تھا جو بخاری باب ذکر الدجال میں ہے: انّہ اعور و انّ اللّٰہ لیس با عور ۔سمجھ رکھو کہ دجال اعور ہے اور اللہ اعور نہیں۔مرزا قادیانی اسکے یہ معنی بتاتے ہیں کہ دجال سے مراد فرقہ پادریاں ہے اور ان کا اعور ہونا یہ ہے کہ ان کو دین کی عقل نہیں،صرف ایک آنکھ ہے یعنی عقل معاش ہے۔اگر اس کے یہی معنی قرار دیئے جائیں تو اس کا حاصل مطلب یہ ہوگا (یادرکھو کہ پادریوں کو دین کی عقل نہ ہوگی اور اللہ تعالی کو دین کی عقل ہوگی)،اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔خدا تعالی تو خالق عقل ہے،مسلمان تو کیا کافر بھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ کسی زمانہ میں خدا کی دین کی عقل ہوگی یا نہ ہوگی۔پھر اس اہتمام اور تاکید سے آنحضرت ﷺ کا فرمان انّ اللّٰہ لیس با عور کیونکر صحیح ہوگا،کیا صحابہ سے کسی نے یہ خیال کیا ہوگا کہ دجال یعنی پادریوں کو تو دین کی عقل نہ ہوگی مگر خدا تعالی کو بھی ہوگی یا نہ ہوگی،جس کے جواب میں حضورﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ ضرور ہوگی۔معاذ اللہ صحابہ کی یہ شان نہیں کہ ایسا رکیک خیال کریں۔پھر اگر دجال سے مراد گروہ پادریاں ہو تو وہ گروہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں بھی موجود تھا چنانچہ خود قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے اور ان کو دین کی عقل نہ ہونا بھی ثابت ہے کہ باوجودیکہ معجزات اور آیات بینات بچشم خود دیکھتے مگر ایمان نہیں لاتے تھے۔

اس زمانے کے بیچارے پادریوں نے تو ایک بھی معجزہ نہیں دیکھا۔دراصل اگر اعور کے یہی معنی ہیں تو یہ لفظ انہی کے واسطے زیبا ہے اور ان کے مقابلے میں ان کو ارمد کہنا چاہیے اور اس دجال اعور کے قتل کے واسطے نہ عیسی کی ضرورت تھی نہ مثیل عیسی کی کیونکہ اس دجال کے وقت خود آنحضرتﷺ بنفس نفیس موجود تھے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:اگر دجال میرے وقت میں نکلے تو میں خود اس کا مقابلہ کرلوں گا۔ ان یّخر ج و انا فیکم فانا حجیجہ دونکم (احمد۔مسلم۔باب ذکر الدجال)ہاں دجال ارمد کے لئے اگر مثیل عیسی کی ضرورت ہو تو وہ دوسری بات ہے۔مگر ہم نہ اس دجال الارمد جس کی آنکھوں میں توازن نہ ہو یا شتر مرغ کی طرح دوڑنے والا (مصباح) کو دجال موعود کہہ سمجھتے ہیں نہ اس کے قاتل کو عیسی موعود۔یہ دجال و عیسی دونوں ما نحن فیہ سے خارج ہیں۔ہمارا کلام اس دجال میں ہے جس سے نوح ؑ سے لے کر آنحضرتﷺ تک تمام

انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو ڈرایا اور حضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس سے ڈرا کر اس کی علامتیں بتلا دیں۔ وہ دجال مرزا قادیانی والا دجال ہرگز نہیں ہوسکتا ورنہ انّ اللّٰہ لیس با عور فرمانا کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔

آنحضرت ﷺ نے دجال کی جو علامتیں بکثرت بیان فرمائی ہیں جن میں سے چند اوپر مذکور ہوئیں اس سے مقصود حضرت ﷺ کا صاف ظاہر ہے کہ صرف خیر خواہی امت ہے تا کہ علامتیں اپنے دشمن کی معلوم کر رکھیں اور موقع پر اس کو پہچان کر اس کے شر سے بچیں، مگر مرزا قادیانی کو یہ خیر خواہی منظور نہ ہوئی۔ بالفرض اگر مرزا قادیانی کی چل جائے اور پادریوں ہی کو دجال سمجھ بیٹھیں اور دجال اعور وقت مقرر پر نکل آئے اور ضرور نکلے گا تو اس وقت یہ اس سے خالی الذہن رہیں گے اور جو مقصود آنحضرت ﷺ کا اس کی علامات بیان فرمانے سے تھا، وہ تو خدانخواستہ فوت ہو جائے گا۔ معلوم نہیں اس سے مرزا کو کیا فائدہ ہوگا اور حضرت ﷺ کو کیا جواب دینگے۔ ازالۃ الاوہام اور مناظرہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی بھی بخاری شریف کو اصح الکتب سمجھتے ہیں۔ (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۴۱)

پھر اس کی روایات مذکورہ سے ظاہر ہے کہ دجال الوہیت کا دعوی کرے گا اور مردہ کو زندہ کر کے اس کی تصدیق بھی کر دکھائے گا تو اب مرزا غلام احمد قادیانی کا پادریوں کو دجال قرار دینا بے موقع ہے اس لئے کہ بے چارے پادریوں میں تو سوائے معمولی باتوں کے ایک بھی ایسی بات پائی نہیں جاتی جس سے کوئی جاہل سے جاہل بھی ان کی خدائی کا خیال کرے۔ ان سے بچانے کے لئے تو ایک ہی عام حکم کافی ہے:

> یا ایّھا الذین ءامنوا لا تتّخذوا الیھود و النّصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض و من یّتولّھم منکم فانّہ منھم (مائدہ:۵۱) یعنی جو کسی یہودی یا نصرانی کو دوست رکھے گا وہ بھی انہیں میں ہے۔

اسی وجہ سے پادریوں کو کوئی جاہل مسلمان بھی دوست نہیں رکھتا اور جو دل سے دوستی رکھتا ہے وہ عیسائی ہو ہی جاتا ہے۔ اس میں پادریوں کا کیا قصور جن میں طمع دنیوی غالب ہوتی ہے ہمیشہ ان کے دین و ایمان کی یہی کیفیت رہی ہے۔ دجال اعور اصطلاحی مرزا خود طمع دنیوی اور پیٹ کے دھندے میں گرفتار تھا چنانچہ اس کا انجیل میں تحریف کرنا اسی غرض سے تھا کہ کچھ پیسے مل جائیں:

فو یل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثمّ یقولون ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً (بقرہ:۷۹)

اور دجال ارمد بھی اسی آفت میں پھنسا ہوا ہے۔اس کو دعوی الوہیت سے کیا سروکار۔وہ بے چارا تو سرراہ پٹا کرتا ہے اور اپنی مظلومیت کو باعث فخر سمجھتا ہے،قتل کر کے زندہ کرنا تو درکنار گورنمنٹ کے خوف سے کسی کو قتل کی تہدید بھی نہیں کرسکتا۔

...پھر مرزا قادیانی جو ہندوستان کے پادریوں کو دجال قرار دیتے ہیں،ان کو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ دجال کا فتنہ ہندوستان کے ساتھ خاص ہے اور ممکن نہیں کہ کسی حدیث سے یہ ثابت ہو سکے کہ دجال ہندوستان میں نکلے گا..

مرزا کو دجال کی تلاش کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ عیسویت اور مہدویت کا دعوی اس کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا ،کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ ان تینوں کے ظہور کا زمانہ بہت ہی قریب ہے۔مرزا قادیانی نے اس موقع میں کمال ذہانت سے کام لے کر ان تینوں کا اتفاق پبلک کے سامنے پیش کردیا کہ خود تو مہدی اور عیسی ہیں اور پادری دجال۔انکے پہلے جن لوگوں نے مہدویت کا دعوی کیا تھا ان میں کسی کو یہ نہ سوجھی انہوں نے صرف یہ خیال کرلیا تھا کہ دعوی مہدویت کے زمانہ میں نہ عیسی کی ضرورت ہے نہ دجال کی کیونکہ حدیث سے ثابت ہے امام مہدی پہلے نصاری سے جنگ کریں گے اس کے بعد دجال نکلے گا،اس وقت عیسی آسمان سے اتریں گے۔انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ دجال اور عیسی کی خبر اگر پوچھی جائے گی تو کہہ دیا جائے گا کہ وہ بھی ابھی آتے ہیں،مرزا قادیانی نے اس سوال و جواب کی بھی ضرورت باقی نہ رکھی ۔کیونکہ جب دجال مہدی مسیح اکٹھے ہوگئے تو اب کون سی حالت منتظرہ ہے جسکے پوچھنے کی ضرورت ہو۔غرض سیدھے سادھے ان لوگوں کے دعووں کو بھی قبول کرتے رہے اور لاکھوں کا مجمع ان کے ساتھ ہوگیا،اب بھی وہی کیفیت ہے۔

اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت کی بہت سی علامتیں ذکر فرما کر آخری علامتوں میں یہ فرمادیا تھا کہ مہدی نکلیں گے اور اسلام کی تائید میں نصاری سے سخت جنگ کر کے فتح پائیں گے پھر دجال نکلے گا اور اس کو عیسی قتل کریں گے۔چونکہ ہر مسلمان کا کامل اعتقاد ہے کہ حضرت ﷺ کی جملہ پیش گوئیاں

باطلاع وحی الٰہی تھیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الّا و حی یّوحی (النجم:۳۔۴) اسی لئے جب وہ کوئی تغیراورنئی بات دیکھتے تو فوراً قیامت ان کے پیش نظر ہو جاتی ۔اس کا انتظار صحابہ ہی کے زمانہ سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ابن صیاد یہودی سے جب خوارق عادات صادر ہونے لگے تو بعض صحابہ کوگمان ہو گیا تھا کہ کہیں یہی دجال نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس کے قتل کا ارادہ مصمم کرلیا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو روک دیا کہ اگر وہی دجال موعود ہے تو اس کو تم قتل نہیں کر سکتے ۔اس کا قتل عیسیٰؑ کے ہاتھ پر مقدر ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو اس کا قتل بے جا ہے۔

یہاں یہ خلجان ہوتا ہے کہ دجال کا واقعہ تو قیامت کے قریب ہونے والا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے تو حضرت عمرؓ نے اسی زمانہ میں اس کو دجال کیوں سمجھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مزاج میں نہایت حزم واحتیاط تھی جس کا حال ان کی سوانح عمری سے ظاہر ہے چنانچہ مشہور ہے کہ شجرہ بیعت رضوان باوجودیکہ متبرک مانا جاتا تھا اور لوگ دور دور سے اسکی زیارت کو جاتے تھے،مگرانہوں نے اس احتیاط کے لحاظ سے کہ کہیں اس کی پرستش شروع نہ ہو جائے اس کو کٹوا ڈالا۔غرض جب آپ نے دیکھا کہ ابن صیاد یہودی بھی ہے اور خوارق عادات بھی کچھ کچھ اس سے صادر ہو رہے ہیں اور دجال میں بھی یہی باتیں ہونگی ، اپنے اقتضائے طبع کے مطابق حفظ ما تقدم اور حزم کے لحاظ سے چاہا کہ ابتداء ہی میں اس شجر خبیثہ کی بیخ کنی کر دی جائے۔ یہاں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یقینی طور پر کیوں نہیں فرما دیا کہ وہ دجال ہے یا نہیں ،اسکا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ قیامت کا وقت مبہم رہے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ بہت دور ہے تا کہ مسلمانوں کو ہر وقت خیال لگا رہے کہ شاید وہ بھی قائم ہو جائے ،جس کی وجہ سے عمل خیر میں ساعی رہے ۔ارشاد ہوتا ہے:

و یسئلونك عن السّاعة ایّان مر سا ھا قل انّما علمھا عند ربّی لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو، ثقلت فی السّما وا ت و الارض، لا تأ تیکم ا لّا بغتةً یسئلونك کا نّك حفیَ عنھا قل انّما علمھا عند اللّٰہ و لکن اکثر الناس لا یعلمو ن (اعراف : ۱۸۷)۔آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا کب ٹھہراؤ ہے۔ کہیے اس کی خبر تو میرے رب ہی کے

پاس ہے۔ وہی کھول دے گا۔ اس کو اپنے وقت پر۔ بھاری ہے وہ آسمان اور زمین میں وہ تم پر آوے گی تو یکا یک آوے گی۔ ایسے پوچھنے لگتے ہیں گویا آپ اس کے متلاشی ہوں، تو آپ کہیے کہ اس کا علم خاص اللہ کے پاس ہے۔

اور یہ بھی ارشاد ہے:

و یقولون متی ھو قل عسی ان یکون قریباً (بنی اسرائیل:۵۱)

یعنی لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب ہے۔ آپ کہیے کہ شائد وہ قریب ہی ہو۔

اور آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں قیامت کے قریب مبعوث ہوا ہوں۔

غرض ان آیات واحادیث سے قیامت ہر وقت صحابہ کے پیش نظر رہتی تھی اور اپنی عادت کے مطابق قریب کے معنی سمجھتے تھے۔ یہ کیا معلوم کہ اللہ تعالی کے پاس قریب کس مقدار کے زمانہ کا نام ہے وہاں تو ایک دن ہزار برس ہے و ان یوماً عند ربّك کالفِ سنةٍ مّما تعدّون (حج:۴۷)۔ یعنی ایک دن تمہارے رب کے پاس ان ہزار سال کے برابر ہے جو تم شمار کرتے ہو۔ اس حساب سے تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک ڈیڑھ دن بھی نہیں گذرا۔ اگر اس زمانہ میں کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو بھی دو ہزار سال تک کسی کو پوچھنے کا حق نہ تھا اور فردائے قیامت اس پر برابر صادق آسکتا ہے۔

قادیانی کو چونکہ عیسویت جمانے کی غرض سے دجال کی بہت تلاش تھی، کمال پریشانی میں لفظ دجال ابن صیاد کی نسبت جو مل گیا بے خود ہو گئے کہ اب کیا ہے دجال کو مار لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ دجال معہود، حضرت ہی کے زمانے میں مر گیا(ازالہ اوہام۔ص ۲۲۷)اب از خود رفتہ ہیں کبھی تو تمام اہل سنت پر بلکہ تمام اہل اسلام پر حملہ کر رہے ہیں کہ یہ سب مشرک ہیں کہ دجال موعود کو خدا کا شریک بنا رہے ہیں کبھی اکابر علمائے امت پر وار ہے کہ ان ملاؤں نے دجال کو ہوا بنا رکھا ہے کبھی اکابر محدثین پر طعن ہے کہ انکی ایک کتاب بھی خواہ بخاری ہو یا مسلم قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

دجال کے آخر زمانے میں نکلنے کی حدیثیں بخاری مسلم وغیرہ میں ہیں اور ابن صیاد کے دجال ہونے کی روایتیں بھی انہیں میں ہیں۔ اس لئے اذا تعارضا تساقطا پر عمل کر کے دونوں قسم

کی حدیثوں کو ساقط الاعتبار کرنا چاہیے (ازالہ اوہام ص ۲۲۴)

اور دجال کے استدراج میں جو احادیث صحاح میں وارد ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں:

سوچنا چاہیے کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہاء بھی ہے (ازالہ اوہام۔ص ۲۳۱)۔

اور جملہ اہل سنت و جماعت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے اور خود مرزا بھی اپنے استدلال کے موقع میں یہ فقرہ پیش کیا کرتے ہیں اور بقیہ کتب صحاح کی نسبت اجماع ہے کہ ان میں کوئی حدیث موضوع نہیں۔مگر مرزا قادیانی فرماتے ہیں، وہ حدیثیں ساقط الاعتبار ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۲۲۴)

ابن صیاد کو دجال سمجھنے اور قیامت کے قریب خروج دجال میں مرزا قادیانی تعارض قرار دے کر کل حدیث کی کتابوں کو جو بے اعتبار بنا رہے ہیں معلوم نہیں یہ کس بنا پر ہے۔تعارض تو جب ہوتا کہ صحابہ اسکی تصریح بھی کر دیتے کہ دجال اب نکل چکا اور اب وہ قیامت تک نہ نکلے گا حالانکہ یہ تصریح کسی کتاب میں نہیں آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا فان یکن الذی تخاف لن تستطیع قتلہ انّما صا حبہ عیسی بن مریم ۔اس سے ظاہر ہے کہ اس کا خوف عمرؓ کو اس کی حالت موجودہ کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ اس کے فتنہ کے لحاظ سے تھا جس کو بارہا آنحضرت ﷺ سے سن چکے تھے۔ورنہ کس کو خبر تھی کہ دجال کس بلا کا نام ہے،اس کا نام تو ابن صیاد مشہور تھا۔پھر اس سے کوئی فتنہ بھی ایسا ظہور میں نہیں آیا جو دجال کے ساتھ خاص ہے۔چنانچہ خود مرزا غلام احمد قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۲۲۶ میں) لکھتے ہیں کہ:

ابن صیاد نے کوئی کام بھی ایسا نہ دکھایا جو دجال معہود کے نشانیوں میں سے سمجھا جائے۔

اگر عمرؓ اس کو دجال معہود سمجھتے تو صحابہ ضرور تخطیہ کرتے کہ اس کا خروج تو قیامت کے قریب ہوگا۔ پہلے بیت المقدس فتح ہوگا ..تقریباً تیں جھوٹے پیدا ہوں گے جو رسالت کا دعوی کریں گے ...اور بہت سی علامتیں ہیں جو خروج دجال سے پہلے ظہور میں آئیں گی۔الغرض اس کو دجال کہنے سے مراد حضرت عمرؓ کی اگر یہ ہوتی کہ ظہور ابن صیاد کا خروج دجال موعود ہے تو دوسرے صحابہ صاف کہہ دیتے حضرت ﷺ ہی کی زبان مبارک سے ہم نے دجال کا نام سنا ہے اور اس کے خروج کا وقت حضرت ﷺ ہی نے بیان فرما دیا ہے کہ ان تمام امور کے ظہور کے بعد ہوگا، پھر وہ سب سے پہلے کیونکر نکل آیا۔...مرزا قادیانی جو تمام صحاح کو ساقط الاعتبار

بنا رہے ہیں اس کا منشا صرف یہی ہے کہ دو چار صحابیوں نے جو کہا تھا کہ ابن صیاد دجال ہے اس کو حقیقت پر محمول کرر ہے ہیں۔ اگر اس کو مجاز پر محمول کرتے تو کوئی اشکال پیدا نہ ہوتا۔ آخر عیسی اور دجال کے معنی بھی تو وہ مجازی ہی لے رہے ہیں کہ عیسی ابن مریم خود ہیں اور شخص دجال گروہ پادریاں۔

مرزا قادیانی کا بڑا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر وہ قیامت کے قریب دجال ہونے والا تھا تو اس وقت اس کو دجال کیوں کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کل اہل عربیت جانتے ہیں کہ اس کو مجاز باعتبار مایوٴل کہتے ہیں جو مجاز مرسل کی ایک قسم ہے قرآن شریف میں اس کے نظائر موجود ہیں:

اعصر خمراً (یوسف:۳۶) ظاہر ہے کہ خمر نہیں نچوڑا جاتا۔ شیرے کو خمر باعتبار مایوٴل کہا گیا ہے۔

انّ الّذین یأ کلو ن اموال الیتامی ظلماً انّما یأ کلو ن فی بطونھم نا راً (نساء۔ ۱۰)یعنی جو لوگ یتیموں کے مال کھاتے ہیں وہ لوگ آگ کھاتے ہیں۔

اموال کو حق تعالی باعتبار مایوٴل آگ فرمایا

حتی تنکح زو جاً غیرہ (بقرہ:۲۳۰) ظاہر ہے کہ نکاح زوج کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ نکاح کے وقت وہ اجنبی ہوتا ہے جس پر زوج کا اطلاق ہوا۔

قافلہ سفر سے واپس آنے والے گروہ کو کہتے ہیں کیونکہ قفول کے معنی سفر سے واپس آنے کے ہیں، حالانکہ جانے والے گروہ کو بھی قافلہ کہتے ہیں۔

اور یہ تو ہمارے عرف میں بھی شائع ہے کہ حج پر جانیوالے کو حاجی کہتے ہیں اور (طالب علم) لڑکوں کو مولوی صاحب کہتے ہیں حالانکہ ہنوز وہ ان الفاظ کے مستحق نہیں ہوتے۔

الحاصل ابن صیاد کو قبل دجال ہونے کے دجال کہنا بھی اسی قسم کا ہے۔ اب دیکھئے کہ ان احادیث میں تعارض کہاں رہا۔ دونوں کا مطلب یہی ہوا کہ دجال موعود آخری زمانہ میں نکلے گا۔ البتہ حضرت عمرؓ کے حزم کرنے سے اتنا معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہو چکا ہے اور اپنے ظہور موعود کے وقت تک زندہ رہے گا اور یہ کوئی غیر ممکن بات نہیں۔ ہزار سال کی عمر نوح کے لئے نص قطعی سے ثابت ہے۔ پھر اگر اس سے زیادہ کسی کو خدا تعالی زندہ رکھے تو کیا تعجب ہے۔...

اب ہم ایک دلیل مستند پیش کرتے ہیں جس سے اس کا دجال نہ ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ روایت ہے جو(مسلم میں) ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اعلان فرمایا کہ سب حاضر ہوں ۔اس کے بعد حضرت ﷺ نہایت خوش تبسم فرماتے ہوئے منبر پر تشریف رکھے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس لئے جمع کیا ہے ۔اس وقت کوئی ترغیب وترہیب مقصود نہیں، بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ تمیم داری جو ایک نصرانی شخص تھے،اسلام لے آئے اور ایک واقعہ ایسا بیان کیا کہ میں جو تمہیں دجال کی خبر دی تھی اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ ایک بحری سفر ہماری کشتی شدت ہوا کی وجہ سے کسی کنارے پر جا لگی۔ جب ہم اس جزیرے میں گئے تو ایک عجیب شخص سے ملاقات ہوئی، ہم نے تو اس کو شیطان ہی سمجھا تھا مگر اس نے چند باتیں پوچھیں جس کا ہم نے جواب دیا۔منجملہ ان کے ایک بات یہ تھی کہ نبی امیین کی کیا حالت ہے ہم نے کہا وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں ٹھہرے ہیں۔کہا عرب نے اس سے جنگ کی ،ہم نے کہا ہاں ۔کہا پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا قریب قریب کے لوگوں نے اس کی اطاعت کر لی ہے۔پوچھا ایسا ہوا ہے۔ہم نے کہا ہاں، کہا ان کی اطاعت ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے۔پھر کہا میں تم سے اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں۔ قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے میں تمام زمین میں پھرونگا مگر مکہ اور طیبہ نہیں جاسکونگا۔حضرت ﷺ نے فرمایا یہی طیبہ ہے یہی مدینہ۔پھر حضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ پیشتر ہی میں تم سے یہ کہہ چکا ہو ل لوگوں نے عرض کیا درست ہے۔فرمایا تمیم داری کا یہ واقعہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ جو میں نے تم سے کہا تھا اسی کے موافق ہے۔پھر فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہی دجال ہے۔

اب دیکھئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے تمیم داری کی خبر کی تصدیق کی اور حضرت عمرؓ کے تخمین وگمان کی تصدیق نہیں کی تو اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ ابن صیاد دجال نہ تھا۔کیونکہ ایک روایت سے تو اس کا مرنا ہی ثابت ہے اور جو روایت اس کے خلاف ہے اس سے اس کے مفقود ہونے کا زمانہ خلفائے راشدین کے بعد کا۔ بہرحال کسی طرح ابن صیاد وہ دجال نہیں ہوسکتا،جس کی خبر تمیم داری نے دی اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

(ازالہ اوہام ۔ص ۸۴۲ میں) اس حدیث کا جواب مرزا غلام احمد قادیانی اس طور دیتے ہیں کہ مسلم شریف میں تمیم داری کی حدیث کے آخر میں یہ ہے الا انّہ فی بحر الشّام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو و اومی بیدہ الی المشرق ۔ یعنی من قبل المشرق ما ھو کہا دجال بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف سے نکلے گا نہیں یعنی وہ نہیں نکلے گا، بلکہ اس کا مثل نکلے گا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

مرزا قادیانی نے عبارت مذکورہ حدیث میں کسی غرض سے اختصار کیا ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔

لا بل من قبل المشرق ما ھو من قبل المشرق ما ھو و او می بیدہ الی المشرق (مسلم)

مرزا قادیانی نے (من قبل المشرق ما ھو) کا ترجمہ یہ لکھا ہے (وہ مشرق کی طرف سے نکلے گا نہیں وہ) اردو جاننے والے معتقد تو مرفوع القلم ہیں، ان کے حق میں مرزا قادیانی کا قول خود بجائے وحی ہے۔ مگر عربی دان سمجھ سکتے ہیں کہ من قبل المشرق کے لفظ سے (وہ مشرق کی طرف سے نکلے گا) سمجھنا درست ہے یا نہیں ۔کیونکہ اس جزو جملہ میں کوئی ضمیر نہیں جو دجال کی طرف راجع ہو اور نہ لفظ یخرج کہیں مذکور ہے۔ شاید من کا متعلق یہ نکالا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ من زائدہ ہے۔ جیسا کہ مغنی اللبیب میں اس کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے :

ان من اشد الناس عذا باً یو م القیا مۃ المصورون ۔

ما ھو، کے معنی (نہیں وہ) انہوں نے لکھا ہے اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ نہ نکلے گا، بلکہ مثیل نکلے گا، حالانکہ سیاق کلام سے یہ بالکل مخالف ہے۔ اس لئے کہ مقصود یہاں دجال کا مقام معین کرنا ہے کہ وہ بحر شام اور یمن میں نہیں بلکہ مشرق کی طرف ہے۔ اس کے بعد (نہیں وہ) کہنے کا کوئی موقع نہیں۔

مرزا قادیانی کی تقریر کا ماحصل یہاں یہ ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ نے تمیم داری ؓ سے دجال کا سارا قصہ سن کر سب صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ اس مضمون کا پڑھا کہ میں نے دجال کا حال جو تم سے کہا تھا حضرت تمیم داری ؓ کے چشم دید واقعہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ دجال سے مل کر اور اس سے گفتگو کر کے آئے ہیں۔ وہ مشرقی دریا میں ہے۔ وہ نہیں اب غور کیجئے اس قدر اہتمام کے بعد یہ فرمانا کہ وہ نہیں کس قدر حیرت انگیز ہوگا۔ پھر۔

من قبل المشرق ما ھو ،کوتین تین بار دھرا کر فرمانے کا کیا مطلب ہوگا۔مرزا قادیانی اس ما کو نافیہ لیتے ہیں۔اس صورت میں اس جملہ کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ مشرق کی طرف نہیں وہ مشرق کی طرف نہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس نے کہا تھا کہ وہ مشرق کی طرف ہے۔جس کا انکار حضرتﷺ بکرات مرات فرمار ہے ہیں اور اگر حسب تجویز مرزا قادیانی اس عبارت کے دو جملے قرار دیئے جائیں۔ایک من قبل المشرق ،یعنی دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا۔اور دوسرا ما ھو ،یعنی وہ نہیں،تو حضرت ﷺ کا تین بار یہ فرمانا کہ دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا ۔وہ نہیں۔دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا۔وہ نہیں۔کس قدر بے موقع ہوگا

اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ ان متضاد مضمونوں کے دو جملوں کی تکرار فصاحت سے کیسی اجنبی ہو گی۔پھر یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرتﷺ کا مقصود اس سے یہ سمجھا جائے کہ دجال نہ نکلے گا بلکہ ہندوستان سے اس کا مثیل نکلے گا تو صحابہ ضرور یہ پوچھ لیتے کہ تمیم داری جس دجال کو دیکھ آئے ہیں وہ مشرق کی طرف سے نکلے گا۔وہ نہ نکلے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔کیا اپنی ہی جگہ بیٹھا بیٹھا مر جائے گا یا کسی اور زمانے میں نکلے گا اور کبھی نہ نکلے گا تو اس کے دجال ہونے سے ہمارا کیا نقصان۔یہ تو بڑی بشارت کی بات ہے کہ جس دجال سے آپ ڈراتے تھے اس سے تو بے فکری ہوگئی۔غرض کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عبارت سے وہ مضمون سمجھا جاتا ہے جو مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

یہ سب خرابیاں ما کو نافیہ لینے سے پیدا ہوتی ہیں چونکہ مرزا قادیانی کو مثیل دجال ثابت کرنا تھا اس لئے اس تحریف کی ضرورت ہوئی امام نووی ؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

قال القاضی لفظة ما ھو زائدة صلة للکلام لیست بنافیة و المراد اثبات انّه فی جھات المشرق (شرح مسلم ج۲ص۴۰۵۔حاشیہ)

دراصل یہ ما زائدہ غیر نافیہ جس کی مثالیں مغنی اللبیب میں یہ لکھی ہیں:

شتان ما زید و عمرو ،

اور قول مہلہل:

لو بابانین جاء یخطبھا ۔ زمل ما انف خاطب بدم

اس صورت میں بل من قبل المشرق ما هو کے معنی یہ ہوئے کہ وہ دریائے شام اور یمن میں نہیں بلکہ مشرق کی طرف ہے اور اس جملہ کو مقرر کرنے سے یہ غرض تھی کہ اس کو یاد رکھیں اور یقینی سمجھ لیں کہ دجال ایک شخص معین مشرق کی جانب میں اس وقت زندہ موجود ہے۔ اب دیکھئے کہ آنحضرت ﷺ تو اس قدر اہتمام اور تاکید سے اس کے شخص معین اور زندہ ہونے کی خبر دیں اور مرزا قادیانی اس کی کچھ پرواہ نہ کر کے یہ کہیں کہ دجال کوئی چیز نہیں۔ صرف پادریوں کا نام ہے۔ نعوذ با اللّٰہ من ذلك

اسی مقام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ اس خبر میں تمیم داری کی تصدیق کے بارے میں ایسے الفاظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے ہر گز نہیں نکلے جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے اس تمیم داری کے دجال کا یقین کیا تھا۔ بلکہ تصدیق اس بات کی پائی جاتی ہے کہ دجال مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں داخل نہیں ہوگا۔ (ازالہ اوہام۔ ص۸۴۲)

آپ تمیم داریؓ کی حدیث کا ترجمہ ابھی پڑھ چکے ہیں جس میں یہ موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے تمیم داریؓ کا پورا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ دجال سے ملے اور اس سے سوال جواب کئے اور دجال نے ان سے کہا کہ میں مسیح دجال ہوں اور قریب میں مجھے نکلنے کی اجازت ملنے والی ہے۔ پھر حضرت ﷺ نے اس کی تصدیق کی کہ وہی دجال تھا چنانچہ لفظ و ذلك الدجال صراحۃً موجود ہے۔ باوجود اس کے مرزا قادیانی کس دھٹائی سے کہتے ہیں کہ اس پر دلالت کرنے الفاظ بھی حضرت ﷺ کی زبان سے نہیں نکلے اس کا کیا علاج۔ اگر کسی کو ہمارے بیان میں شبہ ہو تو مسلم شریف میں دیکھ لے کہ وہ قصہ اور لفظ و ذلك الدجال اس میں موجود ہے یا نہیں۔

اور اسی حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ تمیم داریؓ کا دیکھا ہوا واقعہ بیان کر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا الا هل كنت حدثتكم ذلك فقال الناس نعم فانه اعجبني حديث تميم انه وافق الذي كنت احدثكم عنه (صحیح مسلم ج۲ ص ۴۰۵)

ماحصل اس کا یہ ہے کہ سب صحابہ سے حضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیوں دجال کی خبر میں نے تمہیں

پیشتر دی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمیم داری کا چشم دید واقعہ مجھے اچھا معلوم ہوا۔ جس سے میری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے جو تم سے اکثر کہا کرتا تھا۔ اس حدیث سے علاوہ اس کے کہ آنحضرت ﷺ نے واقعہ تمیم داری کی تصدیق کی، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے پیشتر بھی خبر دی تھی کہ دجال ایک شخص معین ہے اور کسی جزیرہ میں مقید ہے اور معین وقت پر نکلے گا۔ جس کی تصدیق حضرت تمیم داری کے واقعہ سے ہوئی اور نہایت خوشی سے ہنستے ہوئے برسر منبر بیان فرمایا۔...جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور آخر میں لفظ اعجبنی سے اس کی تصریح بھی کی۔

مگر افسوس ہے کہ جس چیز سے آنحضرت ﷺ کی خوشی ہوئی تھی مرزا قادیانی پر سخت صدمہ ہے۔ غرض مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ حضرت ﷺ نے تمیم داری کی تصدیق نہیں کی، کس قدر حیرت انگیز ہے۔ اور یہ جرأت قابل غور ہے کہ مسلم جیسی مشہور و معروف کتاب میں ایسے تصرفات کرتے ہیں اور جو جی چاہتا ہے خلاف واقعہ لکھ دیتے ہیں اور اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ اہل علم اس کو کیا سمجھیں گے تو اس پر قیاس کرنا چاہیے کہ الہامات اور خواب جو لکھا کرتے ہیں انکا کیا حال ہوگا

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ جو اخبار و حکایات بیان کردہ کی تصدیق کرتے تھے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا تھا کہ وہ تصدیق وحی کی رو سے ہو۔ بلکہ محض خبر کے اعتبار کے خیال سے تصدیق کرلیا کرتے تھے۔ انبیاء لوازم بشریت سے بالکل الگ نہیں کئے جاتے۔ محض عقلی طور پر اعتبار راوی کے لحاظ سے حضرت ﷺ نے اس کی تصدیق کی کیونکہ تمیم داری اس قصہ کے بیان کرنے کے وقت مسلمان ہو چکا تھا اور بوجہ مشرف باسلام ہونے کے اس لائق تھا کہ اس کے بیان کو عزت اور اعتبار سے دیکھا جائے

(ازالہ اوہام۔ص ۸۴۲۔۸۴۳)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ تصدیق فرمانا اعتبار کے قابل نہیں بلکہ وہ عقلی طور پر ہونے کی وجہ سے اس میں غلطی ہوگئی اور ثبوت غلطی کا اس طور سے ہوا کہ مرزا قادیانی کی جانچ میں، سوائے پادریوں کے اور کوئی دجال نہیں (ازالہ اوہام۔ص ۴۹۵)

اس دعوی اور دلیل کی تصدیق سوائے مرزا قادیانی پر ایمان لانے والوں دوسرا کوئی مسلمان نہیں کر سکتا بلکہ اہل ایمان کے پاس ایسا خیال کفر سے کم نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ یہ تصدیق وحی کی رو سے نہ تھی۔ معلوم نہیں مرزا قادیانی نے اس کا ایک طرفہ قطعی فیصلہ کس طرح کر ڈالا۔ ہم اہل اسلام کو تو حق تعالی نے حکم قطعی کر دیا ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ فرما دیں اس کو مان لیں۔ کسی کو چوں و چراں کی مجال نہیں کہ حضرت ﷺ نے یوں ہی عقل سے یہ فرما دیا کوئی وحی بھی آئی تھی اور وہ وحی آئی تھی تو کس کے روبرو، دو گواہ بھی اس وقت موجود تھے یا نہیں اور اگر موجود تھے تو انہوں نے جبریل کو وحی سناتے وقت دیکھا تھا اور پہچانا بھی تھا یا قرائن سے کہہ دیا اور قرائن قطعی تھے یا ظنی۔ حق تعالی فرماتا ہے:

و ما آتاکم الرّسول فخذوہ (حشر: ۷)

اور فرماتا ہے و ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی (النجم: ۳۔۴)

یعنی کوئی بات حضرت ﷺ اپنے خواہش نفس سے نہیں فرماتے جو کچھ فرماتے ہیں صرف وحی سے فرماتے ہیں۔

حق تعالی تو یہ فرماتا ہے، مگر مرزا قادیانی کو نہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے کا اعتبار آتا ہے نہ خود حضرت کا اعتبار ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تصدیق جو حضرت ﷺ نے کی تھی صرف تمیم داری کے اعتبار پر تھی۔ تہذیبی پیرایہ میں انہوں نے اس مقدمہ میں اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا کہ اپنی رائے سے جھوٹی خبر کی تصدیق حضرت ﷺ نے کر دی نعوذ باللّٰہ من ذلك۔

وہ لکھتے ہیں:

تمیم مشرف باسلام ہونے کی وجہ سے وہ اس لائق تھا کہ اس کا بیان عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جائے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۸۴۳)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ باوجودیکہ کہ حضرت ﷺ نے ان کو قابل اعتبار سمجھا مگر انہوں نے جھوٹ بولنے میں کمی نہ کی۔ پھر جھوٹ بھی کیسا کہ افضل الانبیا ﷺ کے روبرو جس کو حضور ﷺ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ کے روبرو کمال بشاشت سے بیان فرمایا۔

اب اہل ایمان غور فرماویں کہ کیا کوئی مسلمان یہ خیال کرسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جھوٹی خبر بیان کرنے کے لئے صحابہ کو فراہم کریں اور منبر پر چڑھ کر وہ خبر بیان فرمادیں پھر اتنے بڑے واقعہ کے بعد حق تعالی کی طرف سے حضرت ﷺ کو اطلاع نہ ہو کہ وہ خبر دراصل جھوٹی تھی اور اسکی غلطی نکالنے کا موقع ایک پنجابی کے ہاتھ آئے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ادنی ادنی امور کی اطلاع بذریعہ وحی یا الہام آنحضرت ﷺ کو ہو جایا کرتی تھی۔ ایسا بڑا واقعہ جس سے مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کی نظر میں حضرت ﷺ نعوذ باللہ بے اعتبار ہوئے جاتے ہیں اس کی اطلاع حضرت ﷺ کو کسی طرح نہ ہوئی۔ کیونکہ اگر اطلاع ہوتی تو حضرت ﷺ ضرور فرما دیتے کہ تمیم داریؓ نے جو خبر دی تھی جھوٹ ثابت ہوئی اس مقام میں سوائے اسکے اور کیا کہا جائے کہ زمانہ کا مقتضے ہے کہ ایسے خیالات کے لوگ بھی مقتدی بنائے جاتے ہیں اللھم انا نعوذ بك من فتنة المحيا و الممات و من شر فتنة الدجال۔

اب اہل انصاف ملاحظہ فرماویں کہ مرزا قادیانی کا یہ قول کہ دجال معہود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظاہر بھی ہو گیا، اور مر بھی گیا، کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ خود مرزا قادیانی ہی کا استدلال احادیث ابن صیاد سے ان کے دعوی کو مضر اور ہمارے لئے مفید ہے۔ اس وجہ سے کہ احادیث ابن صیاد سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ صحابہ دجال کو ایک معین شخص سمجھتے تھے اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق بھی کی تو معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے کسی قوم کا نام دجال نہیں رکھا جیسا کہ مرزا قادیانی کا دعوی ہے کہ دجال گروہ پادریان کا نام ہے۔ بلکہ گویا آنحضرت ﷺ نے یہ فرمادیا کہ وہ ایک شخص ہوگا، جیسا کہ تم سمجھتے ہو، اس لئے کہ جب حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال قرار دے کر اس کو قتل کرنا چاہا تو جس صورت میں دجال جھوٹوں کے ایک گروہ کا نام ہوتا جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں، تو ان کی غلط فہمی کی اصلاح آنحضرت ﷺ فرمادیتے اور یہ ارشاد ہوتا کہ دجال ایک شخص نہیں جس کو تم مارنا چاہتے ہو وہ تو ایک جماعت ہوگی جو آخر زمانے میں پیدا ہوگی۔ کسی ادنی شخص کے کلام کے معنی اس کی مراد کے خلاف بیان کئے جائیں تو وہ اپنی مراد ظاہر کر کے اس غلط فہمی کو ظاہر کر دیتا ہے۔ شارع کو بطریق اولی ضرور ہے کہ اپنی مراد بیان کر کے غلط فہمی سے اپنی امت کو بچالیں۔

شائد مرزا قادیانی، حضرت تمیم داریؓ کی حدیث پر اعتراض کریں گے کہ بخاری شریف کی حدیث

سے ثابت ہے کہ کوئی شخص خواہ آدمی ہو یا جانور آنحضرت ﷺ کے بعد سو برس زندہ نہ رہا وہ حدیث یہ ہے:

ان عبد اللّٰہ بن عمر قال: صلّی بنا النّبیّ ﷺ العشاء فی آ خر حیا ته، فلمّا سلّم قام فقال : ارأیتکم لیلتکم هذه، فانّ رأس مأة سنةٍ منها لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض احد (رواه البخاری۔ ج ۱ ص ۲۲ باب السّمر بالعلم۔ نمبر ۱۱۶)۔

پھر تمیم داریؓ نے جس دجال کی خبر دی وہ آخری زمانے میں کیونکر نکل سکتا ہے..

..یہ بیان مقصود تھا کہ ان صحابہ میں سے اس مدت میں کوئی باقی نہ رہیگا...اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ مشرق و مغرب اور یورپ اور ایشیاء کے سب لوگ مر جائیں گے اور قیامت قائم ہو جائیگی۔ اگر کہا جائے کہ صحابہ کی اس حدیث میں تخصیص نہیں بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اس رات میں روئے زمین پر موجود ہے ان میں سے اس مدت میں کوئی باقی نہ رہیگا۔ ایسے عام لفظ کو صحابہ کے ساتھ خاص کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ مصرح ہے کہ ما من عام الّا و قد خصّ منه البعض۔ یعنی کوئی عام ایسا نہیں جسکی تخصیص نہ ہوئی ہو، اور اسکے کئی شواہد و نظائر قرآن شریف میں موجود ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

انّما جزاء الّذین یحاربون اللّٰہ و رسوله و یسعون فی الارض فساداً ان یقتّلوا او یصلّبوا او تقطّع ایدیهم و ارجلهم من خلافٍ او ینفوا من الارض (مائدہ: ۳۳) یعنی جو لوگ اللہ و رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی جزاء یہی ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے نکال دیئے جائیں۔

ظاہر ہے کہ زندوں کو کل روئے زمین سے نکال دینا ممکن نہیں، اس لئے الارض کی تخصیص ضروری ہے اور اس سے وہی زمین مراد ہے جہاں وہ رہتے ہیں۔ اسی طرح علی ظهر الارض جو اس حدیث شریف میں ہے اس سے بھی کل روئے زمین مراد نہ ہوگی بلکہ وہی زمین مراد ہوگی جہاں صحابہ رہتے تھے، اگر تعمیم کی جائے اس طور پر کہ اس رات کے موجود کل آدمی مر جائیں گے تو اول تو اس سے کچھ فائدہ نہیں اس

لئے کہ نہ وہ قیامت کی خبر ہے، نہ صحابہ کا اس سے کوئی نفع وضرر۔ اور قطع نظر اس کے یہ تعمیم کسی طرح بن بھی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ ظاہر الفاظ سے یہی مستفاد ہے کہ اس رات سے سو برس تک جتنے لوگ روئے زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے۔ اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے اس رات والوں کی تخصیص سمجھی جائے۔ اگر یہی مقصود تھا تو من علی ظهر الارض ا لليلة ارشاد فرماتے اور اگر ا لليلة کا لفظ ہم اپنی طرف سے بڑھائیں تو جب بھی تخصیص ہی ہوئی۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح سے اس حدیث میں تخصیص کرنے کی ضرورت ہے ورنہ عام رکھا جائے تو اس حدیث کا مطلب یہ کہنا پڑے گا کہ سو برس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی، کیونکہ کوئی باقی نہ رہے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہم لفظ احد کو منکم کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور معترض علی ظهر الارض کو ا لليلة کے ساتھ...

الحاصل حدیث تمیم داریؓ سے ثابت ہے کہ ابن صیاد دجال موعود نہ تھا اور مرزا قادیانی ابن صیاد کو دجال قرار دے کر دجال شخصی کی بلا اپنے سر سے ٹالنا چاہتے ہیں وہ ٹل نہیں سکتی۔ یعنی جب تک ایک معین شخص دجال نہ بنائیں جس کے لئے عیسیٰؑ تشریف لائیں گے ان کی عیسویت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ ص۲۴۴ میں) لکھتے ہیں کہ:

اس بحث کی دو ٹانگیں تھیں، ایک مسیح ابن مریم کا آخری زمانے میں اترنا.. دوسری ٹانگ دجال معہود کا آخری زمانہ میں ظاہر ہونا، سو یہ دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں

ناظرین تقریر بالا سے سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا قادیانی کی عیسویت کی تین ٹانگیں تھیں ایک ابن صیاد کا دجال موعود ہونا، جو گذر چکا، دوسری ٹانگ پادریوں کا دجال ہونا، تیسری مسلمانوں میں صفات یہودیت آنے کی وجہ سے عیسیٰ کی ضرورت ہونا۔ سو یہ تینوں ٹانگیں بفضلہٖ تعالیٰ ٹوٹ گئیں۔ جب یہ بات کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتی کہ مسلمانوں میں یہود کے صفات آنے کی وجہ سے عیسیٰؑ کی ضرورت ہوگی بلکہ صدہا حدیثوں سے اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ عیسیٰؑ دجال نکلنے کے بعد اس کے قتل کے لئے اتریں گے اور پادریوں کو جو مرزا قادیانی نے دجال قرار دیا اس کا خلاف واقع ہونا اور ابن صیاد کا دجال موعود نہ ہونا ثابت ہو گیا تو اب وہ عیسیٰ موعود تو نہیں ہو سکتے، ہاں جیسے عیسیٰ خان، موسیٰ خان نام ہوتے ہیں۔ تبرکاً یہ نام اختیار کیا ہے

تو ہمیں اس میں کلام نہیں۔ مگر اس کے لئے یہ دعوی ضرورت سے زیادہ ہے کہ دم عیسوی سے وہ دجال یعنی پادریوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اگر یہ دعوی بھی صحیح ہوتا تو جب بھی مضائقہ نہ تھا۔ مسلمان لوگ اس خوشی میں کہ ہمارا دشمن تو ہلاک ہو گیا، اغماض کر جاتے، یہاں تو پادریوں اور ان کی دجالیت کی ترقی روز افزوں ہو رہی ہے، جس کے خود مرزا قادیانی شاکی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

ہر سال لاکھوں کرسچن بنائے جاتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص۲۹۲۔۲۹۶)

مرزا قادیانی جو دعوی عیسویت کرتے ہیں اس کی بنا احادیث پر ہے کیونکہ بقول مرزا قادیانی قرآن سے عیسیٰ کا آنا ثابت نہیں۔ پھر جن احادیث میں عیسیٰؑ کے آنے کا ذکر ہے ان میں بھی یہ مصرح ہے کہ وہ اترتے ہی دجال کو مار ڈالیں گے اور ہمیں معلوم ہے کہ مرزا قادیانی بیس سال سے پہلے قادیان میں اتر کر دعوی عیسویت کر رہے ہیں اور اب تک ان کا دجال نہیں مرا تو ان کا دعوی انہی کی دلیل سے باطل ہو گیا کیونکہ عیسی کو دجال کا مار ڈالنا لازم ہے اور یہ لزوم انہیں احادیث سے ثابت ہے جن پر مرزا قادیانی کا استدلال ہے۔ اس صورت میں بحسب قاعدہ عقلیہ مسلمہ انتفائے لازم سے انتفاء ملزوم ضروری ہے، یعنی پادریوں کے معدوم نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا عیسی نہ ہونا انہیں دلائل سے ثابت ہوا۔

یہاں شاید یہ کہا جائے گا کہ مرزا قادیانی تو دجال یعنی پادریوں کو مار ہی ڈال رہے ہیں مگر مجبوری یہ ہے کہ وہ مرتا نہیں۔ واقعی اس مجبوری کا علاج نہیں بجز اس کے کہ اس دشمن قوی کے ہلاک ہونے کی دعا کی جائے چنانچہ ہم بھی دعا گو ہیں اور بصدق دل چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو اس دجال پر فتح نصیب ہو، اگر چہ قرائن بینہ اور وجدان گواہی دیتے ہیں کہ اس دعا کا اثر مرزا قادیانی کی زندگی میں ظاہر ہونا ممکن نہیں۔ خیر یہ دعا تو ہوتی رہے گی ہم بھی کرتے ہیں مرزا قادیانی بھی کرتے ہوں گے، مگر کلام (ان کی) عیسویت میں ہے کہ پھونکتے پھونکتے عیسی کا ناک میں دم آئے، اور دم عیسوی ہوا اور برباد جائے، اور دشمن کو اس سے کچھ جنبش نہ ہو، بلکہ اور اشتعال زیادہ ہو، ایسے عیسی سے تو بیمار ہی بھلا۔۔

مرزا قادیانی ایک استدلال یہ بھی پیش کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ عیسی بن مریم اور دجال خانہ کعبہ کا طواف کر

رہے ہیں۔ (ملخصاً ازالہ اوہام۔ص۲۰۵۔۲۰۶)

اور مرزا صاحب لکھتے ہیں:

جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اس کی بطور اختصار اس حدیث میں درج ہیں اور پیغمبر ﷺ نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما دیا کہ یہ میرا مکاشفہ ہے یا ایک خواب ہے۔ اس جگہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق والی حدیث جو پہلے ہم لکھ آئے ہیں وہ بھی آنخضرت ﷺ کا ایک خواب ہے جیسا کہ اس میں یہ اشارہ بھی کانی کا لفظ بیان کر کے کیا گیا ہے (ازالہ اوہام۔ص۲۰۶)

دمشق والی حدیث جس کا حوالہ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۲۔۲۰۳) دیتے ہیں اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ایک بار آنخضرت ﷺ نے دجال کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر وہ میرے زمانہ میں نکلے گا تو میں خود اس کا مقابلہ کر لونگا اور اگر میں نہ رہوں تو ہر شخص اپنے طور پر حجت قائم کر لے (اس کی علامتیں یہ ہیں) وہ جوان ہو گا اس کے بال مڑے ہوئے ہوں گے اور ایک آنکھ اس کی پھولی ہوئی ہوگی وہ عبدالعزی بن قطن کے مشابہ ہوگا ۔انتہی ملخصاً

مرزا قادیانی اس حدیث کے ساتھ طواف والی حدیث کا جوڑ لگاتے ہیں۔ اس غرض سے کہ جیسے طواف کی تعبیر ضروری ہے ویسے ہی دجال کی تاویل ضروری ہے، اسی وجہ سے دجال سے گروہ پادریاں مراد ہے اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ مکاشفات بھی مثل خواب قابل تعبیر ہیں اور لفظ کأنّی سے اسی طرف اشارہ ہے۔ مرزا قادیانی یہاں ایک نیا قاعدہ ایجاد کر رہے ہیں کہ کانّی سے خواب کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے حالانکہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے۔ حق تعالی فرماتا ہے فلمّا جاءت قال أهكذا عرشك قالت كانّه هو، وأوتينا العلم من قبلها وكنّا مسلمين (نمل: ٤٢) ظاہر ہے کہ بلقیس کا یہ قول خواب میں نہ تھا۔

اصل یہ ہے کہ کانّ تشبیہ کے لئے ہے چونکہ آنخضرت ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ دجال کو ایسے طور معین و مشخص فرماویں کہ امت کو اس کے پہچاننے میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے تا کہ اس کے فتنہ سے محفوظ رہیں، اس

لئے اولاً اس کے تمام حالات وخوارق عادات بیان کر دیئے پھر اس کا حلیہ بیان فرمادیا اور اس پر بھی اکتفا نہ کر کے ایک ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کو مشخص فرمادیا جس کو لوگ پہچانتے تھے تا کہ لوگ معلوم رکھیں کہ وہ کیسے ہی دعوی کرے مگر دراصل وہ ایک آدمی ہوگا مشابہ عبدالعزی کے، چنانچہ ایک موقع میں صراحۃً فرمادیا کہ میں اس کی وہ علامتیں تمہیں بتلاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائیں۔

اہل انصاف خود غور فرمالیں کہ اس تشبیہ سے آنحضرت ﷺ کو دجال کی تعیین وتشخیص مقصود تھی یا ابہام، جب لفظ کان سے یہ ثابت کیا جائے کہ وہ قابل تعنیر ہے تو ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق تعبیر اور تاویل کرلے گا کیونکہ حضرت ﷺ نے تو اس کی تعبیر کچھ بیان ہی نہیں فرمائی۔ اس صورت میں حضرت ﷺ کا وہ تمام اہتمام جو اس کے تعین کے باب میں فرمایا سب بے کار ہو جائے گا عقلاً وعادۃً یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی غائب کو معین کر کے بتلا دینا مقصود ہوتا ہے تو پہلے اس کے احوال مختصہ بیان کئے جاتے ہیں پھر اس کا حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور چونکہ حلیہ میں بھی مفاہیم کلیہ ہوتے ہیں جس سے تعینی شخصی نہیں ہوتی اس لئے اس کے کوئی مشابہ ہو تو اس کو دکھلا کر کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اس کے مشابہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی دجال کی تعین وتشخیص کے بارے میں یہ تینوں مدارج طے فرمادیئے کنز العمال میں دیکھ لیجئے کہ ان تینوں قسم سے متعلق احادیث بکثرت موجود ہیں۔

مرزا قادیانی کو ضد ہے کہ آنحضرت ﷺ کتنا ہی اس کو مشخص فرماویں، وہ مشخص ہونے نہیں دیتے بلکہ اس کوشش میں ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ابہام بڑھایا جائے۔

گورنمنٹ کے مخالفت کے خیال کو جو عیسی بننے میں پیدا ہوتا تھا کس اہتمام سے مرزا قادیانی نے رفع کیا۔ (کشف الغطاء ص ۳-۴ میں) وہ لکھتے ہیں :

میں نے عربی فارسی اردو کتابیں لکھ کر عرب شام کابل بخارا وغیرہ کے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجھوں سے ان کو اس طرف جھکا دیا کہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل وجان اختیار کریں۔

دیکھئے ان تمام اسلامی بلاد کے مسلمانوں کو مرزا قادیانی نے جو بار بار تاکید کی کہ ان اسلامی شہروں کو سلطنت اسلامی سے خارج کر کے نصاری کے قبضہ میں دے دیں اور وہ اس طرف مائل بھی ہو گئے، اس میں

کس قدر روپیہ مرزا قادیانی کا صرف ہوا ہوگا، مگر اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور یہ سب کچھ رفع الزام مخالفت گورنمنٹ میں گوارا کیا۔ مگر افسوس ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ضد اور مخالفت علانیہ کر رہے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں اور اس سے زیادہ قابل افسوس یہ ہے کہ اس قسم کی مخالفتوں پر دین کا مدار سمجھا جا رہا ہے۔

مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ کے مکاشفہ کو اپنے مکاشفہ پر قیاس کر کے اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اس مکاشفہ سے کشف وظہور نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس میں ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے، یعنی مکاشفہ میں جو چیز دیکھی جاتی ہے درحقیقت وہ چیز نہیں ہوتی، جیسے خواب میں اگر دودھ دیکھا جائے تو اس سے مراد مثلاً علم ہے دودھ نہیں۔ اسی وجہ سے خواب دیکھنے والا پریشان ہو کر تعبیر پوچھتے پھرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص اس کی تعبیر بیان بھی کر دے تو وہ بھی قابل یقین نہیں ہوسکتی کیونکہ جب تعبیر باعتبار صفات و لوازم ومناسبات لی جاتی ہے اور ہر چیز کے لوازم ومناسبات بکثرت ہوسکتے ہیں تو کیونکر یقین ہو کہ جن مناسبتوں کا لحاظ تعبیر میں رکھا گیا وہی واقعہ میں بھی ہیں۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مکاشفہ اور خواب کا ایک ہی حال فرض کریں جب بھی ہم کہیں گے کہ آنحضرت ﷺ کا خواب اوروں کے الہام سے افضل ہے، اس لئے کہ اس کا مقصود حضرت ﷺ پر ظاہر ہو جاتا تھا، جس کو تعبیر کے پیرایہ میں بیان فرما دیتے تھے۔ چنانچہ احادیث سے ظاہر ہے کہ خود حضرت ﷺ کوئی خواب دیکھتے یا صحابہ اپنے خواب عرض کرتے۔ حضرت ﷺ اس کی تعبیر دے کر اس کے ابہام کو اٹھا دیتے تھے۔ اگر اس مکاشفہ میں عبد العزی صورت مثالی دجال کی تھی جس کی تعبیر کی حاجت ہے تو مثل اور خوابوں کے اس کی بھی تعبیر خود بیان فرما دیتے۔ ورنہ صورت مثالی کو بیان کر کے مصداق اور تعبیر بیان نہ کرنا شان نبوت سے بعید ہے، کیونکہ ایسی مبہم چیز کے بیان سے سوائے سامعین کی پریشانی خاطر کے کوئی نتیجہ نہیں اور پیش گوئی کے مکاشفہ کو صحابہ قابل تعبیر سمجھتے تو جیسے اور خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے اس کی بھی تعبیر پوچھ لیتے کہ عبد العزی کے مشابہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ پھر دجال کا واقعہ کوئی معمولی نہ تھا کہ چنداں قابل التفات نہ ہو اس کی خوفناک حالتیں حضرت ﷺ ہمیشہ بیان فرماتے۔ امم سابقہ کا اس سے ڈرنا اور انبیاء کا ڈرانا صحابہ کو معلوم تھا ہمیشہ نماز میں دعا کرتے و اعوذ بك من فتنة المسيح الدّجال ۔ ایسی حالت میں اگر مکاشفہ دجال کو قابل تعبیر سمجھتے تو

صحابہ کی شان نہ تھی کہ ایسے اہم معاملہ کو مبہم چھوڑ دیتے۔ اور اگر کسی وجہ سے چھوڑ بھی دیا تھا تو کسی کو تو افسوس ہوتا کہ کاش کہ حضرت ﷺ سے اس کی تعبیر پوچھ لی ہوتی، حالانکہ کوئی روایت اس قسم کے افسوس کی نہ مرزا قادیانی نے بتلائی نہ بتلا سکتے ہیں۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میرے پیچھے گویا کالی بکریوں کا ایک منده چلا آ رہا ہے۔ پھر سفید بکریوں کا اتنا بڑا منده آ گیا کہ کالی بکریاں چھپ گئیں۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کی شاید کالی بکریوں سے عرب اور سفید بکریوں سے عجم مراد ہوں گے۔ فرمایا، ہاں، صبح کے قریب ایک فرشتے نے بھی یہی تعبیر دی۔ دیکھئے حضرت ﷺ کی تعبیر بیان فرمانے سے پہلے صدیق اکبرؓ نے تعبیر دے دی۔ اس سے ظاہر ہے مبہم اور تعبیر طلب امور کی تعبیر معلوم کرنے میں صحابہ بے چین ہو جاتے تھے۔

جب ادنی ادنی شبہات کو صحابہ پوچھ کر اعتقاد کو مستحکم کر لیا کرتے تھے تو ایسے پر خطر اور خوفناک واقعہ کو صحابہ ضرور پوچھتے کہ حضرت انبیاء سابقین نے دجال کو ہوا بنا رکھا ہے (جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں) یا واقعہ میں وہ کوئی چیز بھی ہے اور اگر ہے تو کسی قوم کا نام ہے یا کوئی معین شخص ہوگا جس کا یہ حلیہ بیان ہو رہا ہے اور تشبیہ دی جا رہی ہے۔

آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ بعد اس کے کہ دجال کا حلیہ بیان فرمایا گیا اور ایک شخص کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر معین فرما دیا، اس پر بھی کوئی پوچھتا کہ حضرت ﷺ اس کو آپ نے ہوا بنا رکھا ہے یا وہ کوئی قوم ہے، تو یہ سوال کیسے سمجھا جاتا اور اس کا جواب کیا ہوتا۔ کاش مرزا کا ہم خیال اس وقت کوئی ہوتا اور خود آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیتا تو اس سوال و جواب کا لطف سخن شناسوں کو قیامت تک آتا رہتا۔ ..

بعض احادیث میں وارد ہے کہ آخری زمانہ کے مسلمان بنی اسرائیل کی پیروی کریں گے اور بعضوں میں مطلقاً امم سابقہ کی تصریح ہے جن میں نصاری اور فارسی بھی شریک ہیں۔ اس پیش گوئی کا وقوع ظاہر ہے کہ اس زمانے کے مسلمان کس قدر نصاری کی پیروی کر رہے ہیں۔ کھانا پینا لباس وضع رفتار گفتار نشست برخاست وغیرہ جمیع امور معاشرت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوتا باوجودیکہ موچھیں بڑھانے میں سخت وعید وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ ایسے شخص کی شفاعت نہ کریں گے مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ صرف انگریزی دانوں کی تقریریں سن کر علوم اسلامی میں نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں حکمت جدیدہ کا اگر کوئی مسئلہ پیش ہو گیا تو قبل اس کے کہ

اس کی دلیل معلوم کریں،قرآن وحدیث پر اعتراض ہونے لگتے ہیں۔نہایت ذہین اور محقق وہ شخص مانا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث میں تحریف وتاویل کر کے نئے خیالات کے مطابق کر دے۔نصاری اپنے مکانات کی آرائش تصاویر سے کیا کرتے ہیں مسلمانوں نے بھی وہی اختیار کیا حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے لا تدخل الملا ئكة بيتاً فيه كلب و لا تصا وير۔ متفق عليه اور جبریل کا قول حضرتﷺ نے نقل فرمایا کہ لا تدخل بيتاً فيه كلب ولا صورة یعنی جس گھر میں کتا اور تصویر ہوتی ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے مرزا قادیانی کے مریدوں کے گھر میں ان کی تصویر ضرور رہا کرتی ہے اور مرزا قادیانی نے اس کے جواز کا فتوی بھی دے دیا ہے۔

کلام الٰہی میں تحریف کرنے کی عادت یہودیوں کی تھی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے: يحرّفون الكلم عن موا ضعه (نساء:۴۶) یعنی کلمات کو اپنے مقام ومعانی سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں۔مرزا قادیانی نے اور ان سے پہلے سرسید صاحب نے وہی اختیار کیا جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تصانیف سے ظاہر ہے یہاں چند تحریفیں جو مرزا صاحب نے کی ہیں لکھی جاتی ہیں جس سے آنحضرتﷺ کی تصدیق ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام (ص ۶۶۵) میں لکھتے ہیں کہ:

> اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے، ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ قرآن وحدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا اور قرآن کریم ان کو انّهم لا يرجعون کہہ کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے ان کو رخصت کرتا ہے اور قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن کریم میں ہے اس بات کے مخالف نہیں، کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم وغشی بھی آیا ہے۔ دیکھو قاموس اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے، وہ حقیقت میں ایک بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالی ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈالتا ہے۔ ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا، پس اس سے صاف

ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہیں تھی۔ ورنہ اس کے بعد ضرور کہیں اس کی موت کا ذکر ہوتا۔

جس آیت شریفہ میں عزیر کی موت کا ذکر ہے وہ یہ ہے:

او کالّذی مرّ علی قریةٍ و ھی خا ویة علی عروشھا قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاما تہ اللّٰہ مأة عام ثمّ بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوماً او بعض یوم قال بل لبثت مأة عام فانظر الی طعامك و شرابك لم یتسنّہ و انظر الی حمارك ولنجعلك ءا یةً للنّاس و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثمّ نکسوھا لحماً ، فلمّا تبیّن لہ قال اعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر (بقرہ:۲۵۹) (جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر جو گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلا دے گا اس کو اللہ مار رکھے پیچھے۔ مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس۔ پھر اٹھایا۔ کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ کہا نہیں بلکہ رہا تو سو برس۔ اب دیکھ اپنا کھانا پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ کیا چاہیں لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کس طرح ان کو ابھارتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت۔ پھر جب اس پر ظاہر ہوا تو بولا میں جانتا ہوں اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

تفسیر درمنثور میں مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ کتب سے حضرت علیؓ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ عزیرؑ سو برس کے بعد جب زندہ کئے گئے تو پہلے حق تعالی نے ان کی آنکھیں پیدا کیں جن سے وہ اپنی ہڈیوں کو دیکھتے تھے کہ ایک دوسرے سے متصل ہو رہی ہیں اس کے بعد ان پر گوشت پہنایا گیا اور اسی میں ابن عباسؓ اور کعب اور حسن بصری سے روایت ہے کہ ملک الموت نے ان کی روح قبض کی اور سو برس تک وہ مردہ رہے جب زندہ ہو کر اپنے گھر آئے تو ان کے پوتے بوڑھے ہو گئے تھے اور آپ کی عمر چالیس برس کی رہی اس لئے کہ مرتے وقت آپ کی عمر چالیس ہی برس کی تھی۔ اسکے سوا اور کئی روایتیں اس مضمون کی موید درمنثور میں موجود ہیں مگر مرزا قادیانی ان احادیث کو نہیں مانتے اور آیت شریفہ میں جو فاما تہ اللہ ہے اس کے معنی کہتے ہیں کہ حق تعالی نے ان کو سلا دیا یا بیہوش کر دیا۔

یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ عزیرؑ کو استبعاد کس امر کا تھا۔ سو کے اٹھنے کا، یا مر کے زندہ ہونے کا۔ اس آیت شریفہ میں تو انّی یحی هذه اللّه بعد مو تها سے صاف ظاہر ہے کہ احیاء اموات کا استبعاد تھا اور ظاہر ہے کہ یہ استبعاد سو کے اٹھنے یا بے ہوشی سے ہوش میں آنے سے ہرگز دور نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں مرزا کی یہ توجیہہ کہ موت بمعنی نوم یا غشی ہے کیونکر صحیح ہوگی۔ ہاں سو برس کی نیند یا بے ہوشی کے بعد اٹھنا البتہ ایک حیرت انگیز بات ہے مگر اس سے بھی انکار استبعاد احیاء دور نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ موت ظاہراً اعدام محض ہے اور نوم و غشی طویل میں صرف طول عمر ہے جو قابل استبعاد نہیں اور طول عمر کا اعادہ معدوم کا قیاس بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر اگر ناقص نظیر کے طور پر اس کو مان بھی لیں تو اس تطویل مدت کا ان کو مشاہدہ بھی نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے جواب میں انہوں نے بھی عرض کیا کہ لبثت یوماً او بعض یوم۔ یعنی تقریباً ایک دن گذرا ہوگا، جس کے بعد ارشاد ہوا کہ سو برس گذر چکے ہیں۔ اس کی تصدیق بھی انہوں نے ایمانی طور پر کی، جیسے احیاء اموات کی تصدیق پہلے سے ان کو حاصل تھی۔ البتہ ان کا استبعاد اس طور سے دور ہوسکتا تھا کہ بچشم خود مردہ کو زندہ ہوتے دیکھ لیتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلے ان کی آنکھیں زندہ کی گئیں جس سے انہوں نے خود اپنے تمام جسم کو زندہ ہوتے دیکھ لیا۔ پھر گدھے کے زندہ ہونے کو دیکھا جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر ان کے استبعاد کے دور کرنے کا وہی طریقہ بیان کیا جائے جو مرزا قادیانی کہتے ہیں تو عوام الناس کو خصوصاً منکرین حشر کو بڑا موقع اعتراض کا ہاتھ آجائے گا کہ حق تعالیٰ میں احیاء اموات کی نعوذ باللہ قدرت ہی نہیں۔ کیونکہ اگر قدرت ہوتی تو ایسے موقع میں کہ نبی استبعاد ظاہر کررہے ہیں، ضرور اس کا اظہار ہوتا۔ جس سے وہ اعتراف کر لیتے مگر جب ہمیں ان کا اعتراف یقیناً معلوم ہوگیا جیسا کہ اس قصہ کے اخیر میں ہے فلمّا تبیّن له قال اعلم انّ اللّه علی کلّ شیءٍ قدیر تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ درحقیقت انہوں نے اپنے اور اپنے گدھے کے مر کر زندہ ہونے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا، ورنہ تبیّن درست نہ ہوگا۔

مرزا قادیانی کا مذاق چونکہ فلسفی ہے اور اکثر فلسفہ کے خلاف میں جو آیات و احادیث وارد ہوتے ہیں ان کو رد کردیتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کو نہ فلسفہ قدیمہ قبول کرتا ہے نہ فلسفہ جدیدہ اس لئے وہ محال ہے۔ اسی طرح عزیرؑ کی پہلی موت اور اس کے بعد زندہ ہونے کا

انکار کرتے ہیں اور ہر چند نوم وغشی کے معنی سیاق وسباق سے بالکل مخالف ہیں مگر مذاق فلسفیانہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کی کچھ پرواہ نہ کر کے بے ہوشی کے معنی لیتے ہیں۔

یہاں حیرت اس امر کی ہوتی ہے کہ فلسفہ نے یہ اجازت کیونکر دی کہ آدمی بغیر کھانے پینے کے سو برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ رہنے میں تو بڑا ہی زور لگایا کہ کیا وہاں ظروف بھی ہونگے، مطبخ بھی ہوگا پائخانہ بھی ہوگا۔معلوم نہیں اس سو برس کے لئے جس کے چھتیس ہزار دن ہوتے ہیں مطبخ وغیرہ کی کیا فکر کی گئی۔مرزا قادیانی ہیں بڑے ہوشیار اگرچہ لکھا نہیں مگر اس مـاۃ عـا م میں کوئی نہ کوئی نکتہ معتقدین کے لئے سینہ بسینہ ضرور رکھا ہوگا۔چونکہ ان کی طبیعت نکتہ رس حساب جمل وغیرہ سے اکثر کام لیتی ہے۔چنانچہ اپنی عیسویت کو غلام احمد قادیانی کے اعداد سے ثابت کر ہی دیا کہ:اس نام کے تیرہ سو عدد ہیں اور دنیا میں اس نام والا کوئی شخص نہیں اس لئے خود عیسی موعود ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۶)

تعجب نہیں کہ اس مقام میں بھی اسی قسم کا نکتہ پیش نظر ہوگا کہ یہاں لفظ سـنـۃ حول اور خریف وغیرہ چھوڑ کر لفظ عام استعمال کیا گیا اور لفظ عـا م کے اعداد (۱۱۱) ہیں چونکہ یہ شکل بارہ کے لئے موضوع ہے اسی وجہ سے تمام گھڑیوں میں یہی شکل بارہ کے لئے مخصوص کی گئی ہے کہ جب کانٹا اس شکل پر آتا ہے تا بارہ بجتے ہیں اس سے قطعاً اور یقیناً ثابت ہے کہ بارہ گھنٹے وہ سورہے تھے اور قیلولہ کا وقت بھی بارہ ہی کا ہے۔ہر چند اس نکتہ مـاۃ عـام سے مـاۃ کے معنی متروک ہوتے ہیں،مگر نکات میں سیاق وسباق کا لحاظ چنداں ضروری نہیں سمجھا جاتا۔جیسے اپنے نام کے صرف اعداد سے عیسویت کا ثبوت اسی بنا پر ہوتا ہے کہ نہ وہ سیاق میں ہے نہ سباق میں اور نیز اسی آیت شریفہ کے معنی سے جو مرزا قادیانی کے اجتہاد سے پیدا ہوتے ہیں ابھی معلوم ہوگا، یہ نکتہ تو ہمارے بادی الرائے میں سمجھا گیا مرزا قادیانی جو غور وتامل سے نکالے ہوں گے وہ اس سے زیادہ تڑپتا ہوگا۔

قولہ:قرآن وحدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں نہیں آئیگا (ازالہ۔ص ۶۶۵)

ظاہر آیت موصوفہ اور احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ عزیرؑ بعد موت کے دنیا میں زندہ کئے گئے اور دوسری آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ ہزاروں آدمی بعد موت کے دنیا میں ہی زندہ کئے گئے:

الـم تـر الـى الّـذيـن خرجوا من ديارهم وهم الوف حذ ر الموت فقال لهم اللّٰه

موتوا ثمّ احیا ھم (بقرہ : ۲۴۳) ۔تم نے نہیں دیکھا وہ لوگ گھروں سے نکلے اور وہ ہزار و ں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا ان کو اللہ نے مر جاؤ پھر ان کو زندہ کیا۔

ابن عباس ؓ وغیرہ صحابہ وتابعین سے بکثرت روایتیں تفاسیر میں موجود ہیں کہ وہ لوگ چار ہزار تھے جو طاعون سے بھاگ کر کسی مقام میں ٹھہرے تھے حق تعالی نے سب کو مار ڈالا پھر کئی روز بعد حزقیل ؑ کی دعا سے وہ سب زندہ ہوئے۔اب دیکھئے کہ قرآن وحدیث کی گواہی سے ہمارا حق ثابت ہو رہا ہے یا مرزا قادیانی کا۔ مگر اس کا کیا علاج کہ مرزا قادیانی نہ حدیث کو مانتے ہیں نہ قرآن کو۔

قولہ:قرآن انّھم لا یرجعون کہہ کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے ان کو رخصت کرتا ہے۔

پوری آیت شریفہ یہ ہے و حرام علی قر یۃٍ اھلکنا ھا انّھم لا یرجعون (انبیاء:۹۵) یعنی جس گاؤں کو ہم لوگ ہلاک کرتے ہیں وہ پھر نہیں لوٹتے۔اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہلاک کی ہوئی بستیاں خود مختاری سے نہیں لوٹتیں کیونکہ لا یرجعون بصیغہ معروف ہے۔یہ کیسے معلوم ہوا خدا تعالی بھی کسی کو زندہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ابھی قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ ہزار ہا مردوں کو ایک وقت میں حق تعالی نے زندہ کر دیا

قولہ:عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ درحقیقت الگ بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالی ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر جان ڈالتا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۶۵)

یہاں بھی مرزا قادیانی نے عجیب لطف کیا ہے کہ نہ وہاں گدھا مرا ہوا تھا نہ اس کی ہڈیاں تھیں بلکہ ایک عورت کا رحم پیش نظر تھا جس کے اندر ہڈیوں پر گوشت چڑھ رہا تھا کیونکہ حق تعالی عزیر کی طرف خطاب کر کے فرمایا انظر الی العظام کیف ننشزھا اس سے معلوم ہوا کہ رحم کی طرف وہ دیکھ رہے ہوں گے۔مگر قرآن شریف میں کوئی لفظ یہاں ایسا نہیں ہے جس سے معنی رحم کت سمجھ میں آئیں اور جب گدھے کے زندہ ہونے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھنے سے کوئی تعلق نہیں اور رحم کی حالت جداگانہ بتلانا منظور تھا تو معلوم نہیں انظر الی حمارك کہہ کر صرف گدھے کو بتلا دینے سے کیا مقصود تھا۔کیا گدھا بھی کوئی ایسی چیز تھا کہ اس وقت اس کا دیکھ لینا ان کو ضرور تھا پھر بھی اس کا ذکر بڑے اہتمام سے قرآن شریف میں کیا گیا کہ ان کو گدھا

دکھلایا گیا تھا۔ گدھے تو اب بھی ہر قسم کے موجود ہیں اس گدھے میں ایسی کون سی بات تھی جس کی حکایت کی جا رہی ہے۔ اب اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ جن ہڈیوں پر گوشت چڑھائے جانے کا ذکر ہے وہ مردہ گدھے کی ہڈیاں تھیں یا رحم کے بچے کی اور صورت ثانیہ یہ بھی غور طلب ہے کہ ہڈیاں رحم میں پہلے بن کر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے یا گوشت پہلے بنتا ہے۔ اگر اہل انصاف صرف اسی بحث کو کرات مرات بغور ملاحظہ فرمائیں تو مرزا قادیانی کی قرآن فہمی کا حال بخوبی واضح ہوگا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اپنی بات بنانے کو وہ کس قدر کلام الٰہی میں تصرف کرتے ہیں یوں تو معتزلہ وغیرہ اہل ہوا بھی قرآن میں تاویل کرتے ہیں مگر مرزا قادیانی کا نمبر سب سے بڑا ہوا ہے۔

قولہ: کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی۔ ایضاً

مطلب یہ ہوا کہ فاماتہ میں عزیر کی موت کا جو ذکر ہوا اس کے بعد دوسری ان کی موت کا ذکر نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعثہ اللّٰہ سے مراد اس عالم کی زندگی نہیں بلکہ اس عالم اخروی میں زندہ ہونا مراد ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اماتہ اللّٰہ سے مراد موت حقیقی لی گئی حالانکہ اس کا انکار کر کے نوم وغشی کے معنی ابھی بیان کر آئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کو اماتت سے کام نہ بعثت سے جہاں کوئی موقع مل گیا الٹ پھیر کر کے اپنی جمائے جاتے ہیں۔

اب مرزا قادیانی کی توجیہات کے مطابق آیہ موصوفہ کی تفسیر سنیئے کہ عزیرؑ نے احیائے اموات پر استبعاد ظاہر کیا۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان کو بے ہوش کر دیا اور عالم اخروی میں ان کو زندہ کر کے پوچھا کہ کتنے روز تم کو مر کر ہوئے۔ انہوں نے کہا تقریباً ایک روز ارشاد ہوا کہ سو برس تم کو مر کر ہوئے۔ دیکھو تمہارا کھانا پینا متغیر نہیں ہوا اور گدھے کو دیکھ لو اور رحم میں دیکھو کہ بچے کی ہڈیوں پر کس طرح ہم گوشت چڑھاتے ہیں۔ یعنی مرنے کے سو برس بعد اس کا استبعاد دور ہو گیا۔ معلوم نہیں سو برس تک وہ کہاں رہے اس عالم سے تو مر ہی گئے تھے اور اس عالم میں سو برس کے بعد زندہ ہوئے۔ پھر کھانا پینا بھی ساتھ ساتھ گویا سفر آخرت کا توشہ تھا جس کے دیکھنے کا حکم ہوا اور گدھا جو دکھلایا گیا وہ بھی شائد سواری اس سفر کی تھی۔ بھلا یہ زادراہ اور سواری تو قرین قیاس بھی ہے

کہ آخر سفر کالازمہ ہے مگررحم کے بچے کودیکھنے میں تامل ہوتا ہے کہ اس کی وہاں کیا ضرورت تھی۔ بہرحال مرزا قادیانی کے ان حقائق ومعارف قرآنی کوہم ہدیہ ناظرین کردیتے ہیں وہ خود فیصلہ کرلیں گے کہ قرآن میں مرزا قادیانی کیسے کیسے تصرفات اورتحریفات کرتے ہیں۔ لفظ اماتت میں تحریف کی پھر لا یرجعون میں پھر انظر الی العظام میں پھر نکسوھا لحماً میں۔ اگرچہ ہنوز اس میں غوروفکر کی گنجائش ہے مگر بنظر ملال ناظرین اسی پر اختصار کیا گیا۔

مرزا قادیانی (ضرورۃ الامام صفحہ ۳۶ میں) لکھتے ہیں: میں قرآن شریف کے حقائق ومعارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں، کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔

فی الحقیقت مرزا قادیانی نے قرآن کے حقائق ومعارف بیان کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے ممکن ہے کہ کوئی مسلمان اس میں ان کا ہم پلہ ہوسکے کیونکہ یہ بیچارے اس حدیث شریف کے لحاظ سے ناردوزخ سے خائف اورلرزاں ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النّار (الترمذی کذافی المشکوۃ کتاب العلم)

یعنی فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے جوکوئی قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے تو اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔ اورمرزا کو اس کا کچھ خوف نہیں کیونکہ مذاق فلسفی میں اس نار کا وجود ہی نہیں پھر اس سے کیا خوف۔

ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۵ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

او ترقی فی السّماء قال سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رّسولاً ۔ یعنی کفار کہتے ہیں تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آئیں گے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھاوے اورمیں بجز اس کے اورکچھ نہیں ہوں کہ آدمی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اورانہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت نہیں کسی جسم خاکی کوآسمان پرلے جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے خودغرضی سے اس آیت شریفہ میں اختصار وحذف وغیرہ کیا ہے۔ پوری

آیت یہ ہے:

و قالوا لن نّؤمن لك حتّی تفجرلنا من الارض ینبوعاً۔ او تکون لك جنّة من نّخیلٍ و عنبٍ فتفجّر الانهار خلالها تفجیراً۔ أو تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی با للّه و الملا ئکةِ قبیلاً۔ او یکون لك بیت مّن زخرفٍ او ترقی فی السّماء و لن نّومن لر قیّك حتّی تنزّل علینا کتا باً نقرؤہ قل سبحان ربّی هل کنت الّا بشراً رّسولاً (بنی اسرائیل:۹۰۔۹۳)

(بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تو نہ بہائے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ، یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے، یا لے آ اللہ اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جائے تجھ کو ایک ستھرا گھر، یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں چڑھنا جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا)

اب اس پوری آیت پڑھنے کے بعد بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے۔ جب تک وہ تدبیر نہ کی جائے جو مرزا قادیانی نے کی انہوں نے اپنی کامیابی کا یہ طریقہ نکالا کہ جو جملے اپنے مدعا کے مخالف ہوں ان کو نکال کر دور کر کے چند متفرق الفاظ اکٹھے کئے اور کہہ دیا کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدعا ثابت ہے۔ دیکھ لیجئے تمام آیت میں سے او ترقی کا جملہ لے لیا اور لن نومن لرقیّك کو حذف کر کے قل سبحان کے جملہ کے ساتھ اس کی جوڑ لگا دیا تا کہ اس ترک وحذف سے اصل مضمون خبط ہو کر نیا مضمون پیدا ہو جائے چونکہ مرزا قادیانی کو یہ ثابت کرنا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے اس لئے انہوں نے کفار کی کل درخواستوں کو چھوڑ دیا کیونکہ ان میں چند چیزیں ایسی بھی ہیں کہ اہل اسلام کے پاس ممکن الوقوع ہیں مثلاً چشمہ کا جاری کرنا جس کو حضرت موسیٰ نے کر دکھایا تھا اور کھجور اور انگور کا باغ اور سنہری مکان حضرت ﷺ کے تیار ہو جانا کوئی مشکل بات نہ تھی، گو کفار کے پاس یہ چیزیں بھی محال نہ تھیں، ان کو خوف ہوا کہ اگر کسی کی نظر ان چیزوں پر پڑ جائے گی تو حضرت ﷺ کا آسمان پر جانا بھی انہیں نظائر

میں سمجھ لیں گے اور مقصود فوت ہو جائے گا۔ اور ترقی فی السّماء کے بعد کا جملہ یعنی و لن نّومن لر قیّك حتّی تنزّل علینا کو اس واسطے حذف کیا کہ اس میں کتاب نازل کرنے کی درخواست تھی اور ترقی کے جواب میں ھل کنت الّا بشراً رسولاً سے جب یہ استدلال ہو کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا تو وہی جواب حتّی تنزّل علینا کا بھی ہے۔ اس سے بھی یہی سمجھا جائے گا کہ کتاب بھی نازل نہیں ہو سکتی حالانکہ قرآن شریف برابر نازل ہوتا تھا اور اکثر کفار اس کا اعجاز دیکھ کر منزل سمجھتے اور ایمان لاتے تھے۔

ہر چند مرزا قادیانی نے تحریف کا الزام اپنے ذمہ لیا مگر اس سے بھی ان کا مطلب ثابت نہیں ہو سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اتنی ہی آیت فرض کیجئے جس کا ترجمہ انہوں نے استدلال میں پیش کیا ہے یعنی:

و قالوا لن نّومن لك حتّی ترقی فی السّماء قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً۔

اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ کفار نے حضرتﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تو ان کو یہ جواب ملا کہ میں تو ایک بشر ہوں۔ یعنی خدا نہیں کہ اپنی ذاتی قدرت سے ایسے خوارق ظاہر کروں۔ اس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اگر کسی چیز کو آسمان پر لے جائے تو اس کی قدرت سے بعید نہیں۔ رہا یہ کہ عادت نہیں تو جتنے معجزات ظہور میں آئے تھے سب خوارق عادت تھے کوئی کم فہم بھی اس جملہ سے کہ (میں تو ایک بشر رسول ہوں) یہ سمجھ نہیں سکتا کہ یہ عادت نہیں کہ خدا جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے۔ اب دیکھ لیجئے کہ مرزا قادیانی کی تحریف اور عبارت آرائی نے کیا نفع دیا

شکوہ آصفی و اسپ باد و منطق طیر
بباد رفت و ازاں خواجہ ہیچ طرف نہ بست

اس بے تکے استدلال سے تو یہ استدلال کس قدر قریب الفہم ہوگا کہ ان کے جواب میں حضرتﷺ نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا کہہ رہے ہو، میں کوئی عامی شخص نہیں بلکہ میں بشر رسول ہوں، بفضلہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شب معراج اسی جسم خاکی سے آسمانوں پر تشریف لے گئے جس کی تصدیق صدہا حدیثیں کر رہی ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے۔ مرزا گو فلسفہ پر کامل اعتقاد کی وجہ سے معراج کا انکار کر

تے ہیں مگر کوئی مسلمان جس کو خدا کی قدرت پر ایمان ہے اور آنحضرت ﷺ کے اخبار کو سچے سمجھتا ہے وہ تو ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔

چونکہ مرزا قادیانی کو نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی شان گھٹانے کی یہاں ضرورت تھی اس لئے هل کنت الّا بشراً رسولاً کے ترجمہ میں رسول کے لفظ کو چھوڑ کر اسی پر اکتفا کیا کہ (میں بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک آدمی) تاکہ اردو پڑھنے والوں کا خیال رسالت کی طرف منتقل ہی نہ ہو کیونکہ رتبہ رسالت الٰہی عموماً فطرۃً معظم ومکرم سمجھا گیا ہے۔اسی وجہ سے کفار اس رتبے کے مستحق ملائکہ کو سمجھتے تھے چنانچہ ان کا قول لو لا انزل علیه ملك فیكون معه نذ یراً ،اور صرف بشریت کی وجہ سے ان انتم الّا بشر مّثلنا کہہ کر انبیاء کی رسالت میں کلام کرتے تھے۔مرزا قادیانی نے خیال کیا کہ اگر لفظ رسول ترجمہ میں شریک کیا جائے تو مبادا کوئی یہ کہہ بیٹھے کہ حضرت ﷺ کو جب رسالت کی قوت اعجازی دی گئی تھی تو ممکن ہے کہ آسمان پر جانے کی قدرت بھی ہو۔اس وجہ سے انہوں نے اس لفظ کا ترجمہ ترک ہی کر دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے آیہ موصوفہ میں سبحان ربّی کی توجیہہ یہ کی کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھلاوے۔اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ کھلے کھلے قدرت کی نشانیاں دکھانا خدا تعالیٰ نسبت ایک ایسا سخت عیب ہے جس سے تنزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ قدرت نمائیاں کس وجہ سے عیب ٹھہرائی گئی ہیں۔یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جس میں کوئی کمال ہو اس کا ظاہر کرنا کمال مستحسن سمجھا جاتا ہے۔پھر خدا تعالیٰ کی قدرت جو غالت درجہ کا کمال ہے اس کا اظہار کس وجہ سے نقص اور عیب ہوگا۔غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ عیب نعوذ باللہ حق تعالیٰ پر جو لگایا گیا ہے اس کا منشاء صرف یہی ہے کہ اس سے مرزا کی عیسویت کو صدمہ پہنچا ہے اس لئے کہ اگر جسم خاکی آسمان پر جاسکے تو عیسیٰ کی زندگی ثابت ہوجاتی ہے پھر مرزا قادیانی کو کون پوچھے۔غرض سبحان ربی سے یہ مطلب نکالنا سراسر تحریف ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب کوئی سوال بے موقعہ اور بدنما ہوتا ہے تو اس کے جواب میں یہ لفظ بطور تعجب کہا جاتا ہے۔چنانچہ اس حدیث سے بھی ظاہر ہے جو بخاری شریف میں موجود ہے :

عن عائشه ان امرأة سالت النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عن غسلها من المحیض فامرها کیف نغسل قال خذی فرصة من مسك فتطهری لها قالت کیف ا تطهر لها قال تطهری لها قالت کیف قال سبحان اللّه تطهری فا جتبذ تها الیّ فقلت تتبعی اثر الد م ۔یعنی ایک عورت نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ حیض کا غسل کس طرح کیا جائے فرمایا ایک کپڑے کے ٹکڑے میں مشک لگا کر اس سے پاک کر کہا کیسے پاک کروں فرمایا پاک کر پھر اس نے پوچھا کیسا، فرمایا سبحان اللہ پاک کر۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ کر تدبیر بتلادی۔

اب دیکھئے کہ خدا تعالی کی تنزیہہ بیان کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس بے موقعہ سوال کے جواب میں بطور تعجب یہ لفظ فرمایا۔اسی طرح کفار کے ان بے موقعہ اور مہمل سوالوں کے جواب میں اس لفظ کا استعمال کیا گیا۔ وہ سوال بے موقعہ اس وجہ سے تھے کہ حضرت ﷺ نے یہ دعوی کب کیا تھا کہ اپنی خود مختاری سے تمام خوارق عادات ظاہر فرمادیں گے۔حضرت تو ہمیشہ اپنی عبودیت کے معترف تھے مرزا قادیانی کو اپنی عیسویت اور تعلّی ثابت کرنے کے لئے کیا کیا دقتیں پیش آرہی ہیں کبھی تمام علمائے اسلام کو مشرک بنانے کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نبی ﷺ کی توہین اور حق تعالی پر عیب لگانے کی احتیاج۔ نعو ذ با للّه من ذلك

اس تقریر سے ایک اور امر مستفاد ہے کہ مرزا قادیانی معجزات کے بھی قائل نہیں۔اس لئے کہ معجزات تو وہی ہوتے ہیں جو قدرت الٰہیہ کی نشانیاں ہوں اور قدرت بشری سے خارج ہوں پھر جب ایسی نشانیوں کا اظہار عیب اور خدا تعالی کو اس سے منزہ سمجھنے کی ضرورت ہو تو ممکن نہیں کہ ان کا وقوع ہو سکے۔اس صورت میں بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث جو معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء سے بھری ہوئی ہیں نعوذ باللہ سب کو جھوٹی سمجھنا پڑے گا۔ بلکہ خود قرآن شریف میں بھی جو معجزات اور خوارق عادات مذکور ہیں وہ بھی بقول مرزا قادیانی قابل اعتبار نہ ہوں گے۔ ہر چند مرزا قادیانی اپنے کو ہم خیال معتزلہ کا شمار کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں :

میں معتزلہ وغیرہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارے میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت کو

غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔

مگر معجزات کے انکار سے ظاہر ہے کہ مذاق فلسفی میں سرسید صاحب کے بھی ہم خیال ہیں فرق اتنا ہے کہ انہوں نے جس قدر دینی مسائل میں تفرقہ اندازی کی مقصود اس سے بظاہر مسلمانوں کی دنیوی خیرخواہی تھی اور مرزا قادیانی کو اس سے بھی کچھ کام نہیں چاہے دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں مگر ان کی مجددیت امامت مہدویت عیسویت وغیرھم جم جائے تو بس ہے۔

مرزا قادیانی، اپنے ازالہ اوہام (ص ۶۷۳۔۶۷۵) میں لکھتے ہیں:

اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد و عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے مبشراً برسولٍ یا تی من بعدی اسمه احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا (اس کے بعد خدا تعالی کی قدرت بیان کر کے اپنا الہام بیان کیا و جعلناك مسیح ابن مریم اس کے بعد لکھا) جو عام طور پر مشائخ و علماء ہیں ان میں موت روحانی پھیل گئی۔، (اسکے بعد لکھا کہ) اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کے چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت

و انا علی ذھا ب به لقا درو ن

جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں۔ اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی بشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عدد میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔،

جس آیت کو مرزا صاحب نے ذکر کیا وہ یہ ہے:

و اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللّٰه الیکم مصد قاً لّما

بیـن یدیّ من التّوراۃ و مبشّراً برسولٍ یأتی من بعدی اسمه ا حمد (الصّف:٦)(
جب کہا عیسی بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچ لانے والا اس کو جو مجھ سے آگے ہے تورات اور خوش خبری سنانے والا ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام ہے احمد)

مرزا قادیانی ،عیسی جمالی بن کر آنحضرت ﷺ کو اس آیت کے مصداق ہونے سے خارج کر رہے ہیں مگر ان کو ضرور تھا کہ پہلے قرآن وحدیث سے یہ ثابت کر دیتے کہ عیسی اور احمد جمالی نام ہیں اور محمد جلالی ،اس کے بعد یہ ثابت کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ جمالی نام والے کی پیش گوئی جمالی نام والے کے واسطے ہونا ضرور ہے ۔اس میں جلالی نام والا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔مرزا قادیانی کی خودسری بھی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ احادیث کی وقعت ان کے پاس اتنی بھی نہیں جتنی صدیق حسن خاں صاحب کے قول کی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔رہا کلام اللہ ،اس کی حالت بھی دیکھ لیجئے ۔حق تعالی فرماتا ہے کہ عیسیؑ نے اس رسول کی بشارت دی جس کا نام احمد ہے اور وہ کہتے ہیں نہیں وہ غلام احمد قادیانی کی بشارت ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں ،لیکن آخری زمانہ میں بر طبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا۔پھر ایک الہام کا جوڑ لگا کر کہ (و جعلناك مسیح ابن مریم)،لکھتے ہیں کہ مسیح کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے یعنی آیہ شریفہ و مبشراً برسول یّأتی من بعدی اسمه ا حمد اپنے آنے کی پیش گوئی ہے اس لئے کہ الہام سے آپ مسیح ابن مریم ہیں اور احمد وعیسی جمالی معنی کی رو سے ایک ہی ہیں تو جو احمد کی پیش گوئی ہے وہی عیسی کی پیش گوئی ہوئی۔اس سے حاصل مطلب صاف ظاہر ہے کہ رسول یّأ تی من بعدی اسمه ا حمد سے مراد غلام احمد ہے جو عیسی ابن مریم بھی ہے اور ہمارے نبی ﷺ مراد نہیں۔

قولہ: مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں ، (ازالہ اوہام ۔ص ٦٧٣)

یعنی اگر حضرت ﷺ کا نام صرف احمد ہی ہوتا تو ممکن تھا کہ اس پیش گوئی سے کچھ حصہ مل جاتا کیونکہ آخر خود بھی تو احمد ہیں اور جب حضرت ﷺ کا نام صرف احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہے تو آپ بالکل اس سے بے تعلق ہیں ،اس لئے کہ جلال وجمال سے مرکب ہونے کی وجہ سے خالص جمال نہ رہا ،جو عیسی میں تھا اور پیش

گوئی اسی وقت صادق آئے گی جب عیسی کی حقیقت بھی اندر موجود ہو، جیسا کہ لکھتے ہیں: برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا

اس تحقیق سے ایک قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کسی کی نسبت پیش گوئی کرتے ہیں تو ان کی حقیقت اس میں ہوا کرتی ہے جیسا کہ عیسی کی حقیقت مرزا قادیانی میں، بیشمار احادیث صحیحہ سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ نوح سے لے آنحضرت ﷺ تک کل انبیاء نے دجال کی پیشین گوئی کی ہے اس قاعدے کی رو سے مرزا قادیانی کے اعتقاد میں یہ بات ضرور ہو گی کہ کل انبیاء کی حقیقت اس دجال میں ہے جس کے قتل کرنے کے لئے مرزا قادیانی آئے ہیں مگر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب مرزا قادیانی کو افضل کہنا چاہیے یا پادریوں کو کیونکہ مرزا قادیانی میں تو صرف حقیقت عیسویت ہے اور پادریوں میں بحسب قاعدہ مذکورہ تمام انبیاء کی حقیقت ہے۔

قولہ: اور اس آنیوالے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسکے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسی طرف یہ اشارہ ہے و مبشراً برسول یّأتی من بعدی اسمه احمد

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ عیسیٰؑ کے بعد قیامت تک جتنے آنے والوں کا نام احمد ہو وہ غلام احمد ہو۔ یا احمد بیگ یا احمد خان سب مثیل مسیح ہوں یا ان میں کوئی ما بہ الامتیاز بھی ہے۔ اگر بالکل تعمیم کی جائے تو مرزا قادیانی کی شیخی باقی نہیں رہتی اور اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں جس سے مرزا ہی داخل ہوں۔ لیکن جب ہم آیت شریفہ کو دیکھتے ہیں تو وہ بزبان فصیح کہہ رہی ہے کہ وہ خاص رسول ہے، جس کا متبرک نام احمد ہے۔ نہ ان میں کوئی غلام ہے نہ بیگ نہ خان۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کا اس غرض سے کہ خود بھی اس میں شریک ہو جائیں یہ کہنا کہ آنے والے کا نام احمد رکھا گیا ہے غلط ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس آنے والے رسول کا نام احمد ہے۔ ہر چند مرزا قادیانی نے اس میں آنکھ بچا کر داخل ہونے کی یہ تدبیر نکالی کہ لفظ رسول کو چھوڑ کر صرف آنے والے کا نام احمد ہے، لکھ دیا، تا کہ لوگ رسالت کے دعوی سے چونک نہ جائیں مگر سمجھنے والے سمجھ ہی جاتے ہیں۔

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصر جگر
ترک مست است مگر میل کباب دارد

اگر یہ کہتے کہ اس آنے والے رسول کا نام احمد ہے اور میں وہی ہوں تو ہر طرف سے دار و گیر شروع ہو

جاتی مگر داخل ہونے کے بعد چپ نہ رہ سکتے دبی آواز میں رسالت کا دعوی بھی کر ہی دیا چنانچہ اسی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں، کہ میں آخری زمانہ میں بھیجا گیا تا کہ اس آیت شریفہ کا پورا مصداق بن جائیں اور رسول یاتی من بعدی اسمه احمد میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ یہاں شاید یہ کہا جائے گا کہ حق تعالی نے و ارسلنا الرّیّاح ، اور انا ارسلنا الشّیاطین وغیرہ بھی فرمایا ہے۔ جب ہوائیں اور شیاطین کو اللہ تعالی بھیجا کرتا ہے تو اگر مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو بھیجا گیا کہا تو کون سی بڑی بات ہوگئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع ہر چیز کو خاص کام کے لئے حق تعالی بھیجا کرتا ہے مثلاً ہواؤں کو پانی برسانے کیلئے۔ اب مرزا قادیانی کو دیکھنا چاہیے کہ کس کام کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ وہ ایک جلیل القدر شخص ہیں اس واسطے تو نہیں بھیجے گئے ہوں گے کہ زراعت وغیرہ میں لگائے جائیں کیونکہ انہوں نے زمین داری چھوڑ کر علمی خدمت اختیار کی ہے جس سے ہدایت یا ضلالت خلق متعلق ہے اگر انّا ارسلنا الشّیاطین کے مد میں داخل ہوں تو ممکن ہے کیونکہ شیاطین کیلئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ قیامت تک گمراہ کرنے والے ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر مرزا قادیانی اس کو قبول نہ کریں گے اور یہی فرمائیں گے کہ میں ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں، جس سے مقصود یہ کہ رسولوں کے زمرہ میں شریک ہوں، تو یہ بات اہل اسلام ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ حق تعالی نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے تمام مدعیوں کو مایوس کر دیا۔ غرض میں بھیجا گیا ہوں ، کہنا اس کا سوائے دعوی رسالت کے اور کوئی بات نہیں اور یہ دعوی بمقتضائے مقام ان کو لازم بھی تھا۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ اس آیت شریفہ کے مصداق نہ ہوئے تو بقول مرزا قادیانی ضرور ہوا کہ وہ اس کے مصداق بنیں ورنہ خبر قرآنی خلاف واقع ہو جاتی تھی اور وہ خود کہتے بھی ہیں، رسول یّأتی من بعدی اسمه احمد سے اپنی طرف اشارہ ہے۔ غرض اس تقدیر سے اور نیز بعض الہامات سے جس کو خود انہوں نے بیان کیا ہے مثلاً انی رسول الله الیکم جمیعاً سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو دعوی رسالت ضرور ہے۔

اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے گذارش کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی رسالت ہیں اور جو مدعی رسالت ہو وہ دجال ہے۔ صغری کا ثبوت ابھی معلوم ہوا اور کبری کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہے۔

قال النّبیّ ﷺ لا تقوم السّاعة حتّی یبعث دجالون کذابون قریباً مّن

ثلاثین کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ (بخاری باب علامات النبوۃ۔ مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔ ابو داؤد۔ والترمذی عن ابی ہریرہ کذافی کنز العمال) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک جھوٹے دجال قریب تیس کے نہ نکلیں گے۔ سب کا دعوی یہی ہوگا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

شکل اول سے یہ نتیجہ نکلا کہ غلام احمد قادیانی دجال ہے تو پہلے ہی ایسا نام رکھا گیا کہ وہ مادہ تاریخ اس خدمت کا بن سکے۔ یعنی مسمائے غلام احمد قادیانی بشکل اول دجال ہو تو ان کے نام نامی سے مادہ اس خدمت کی نکل آنا ایک مناسبت کے ساتھ ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ اس عدد سے عیسویت ثابت کی جائے جیسا کہ مرزا قادیانی نے کی ہے۔ اب مرزا قادیانی جو ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی دجال ہے، سو اس سے کیا فائدہ۔

قولہ: قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس مدت ٹھہرائی۔

پہلے اس آیت کے بتلانے کی ضرورت تھی کہ چودہ سو برس تک مسیح کبھی نہ کبھی نکل آئے گا اور اگر حساب جمل سے نکل آنے کا نام قرارداد مدت ہے تو جن آیتوں میں عیسی کا ذکر ہے ان کے اعداد نکال کر دیکھ لیجئے کہ چودہ سو برس پر انحصار نہیں ہوسکتا۔ سب سے زیادہ مستحق اعداد نکالنے کے لئے وہ آیت ہے جس میں حقیقت عیسی یعنی احمد آنے کا ذکر ہے یعنی آیت و مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔ مگر اس میں سولہ سو نکلتے ہے۔ چونکہ اس میں بہت سے تخرجہ کی ضرورت ہے اس لئے مرزا اپنے کام میں اس کو نہ لا سکے، جب ان کو اس مضمون کی کوئی آیت نہ ملی جس میں عیسی یا احمد کا ذکر ہو تو بہ امر مجبوری یہ آیت اختیار کی و انّا علی ذھابٍ بہ لقا درون جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔ اب یہ نہیں معلوم کہ کس کے لے جانے پر قادر ہیں کیونکہ آیت تو پوری ذکر ہی نہیں کی جس سے ضمیر کا مرجع معلوم ہو۔ اس لئے کہ اس کے اعداد بہت بڑھ جاتے ہیں اس ابہام کو انہوں نے اس طرح اٹھایا کہ اس میں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ ہے، جس سے ہر شخص سمجھ جائے کہ ضمیر چاند کی طرف پھرتی ہے۔. مگر پوری آیت جو دیکھی گئی تو اس میں چاند کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ یہ ذکر ہے کہ ہم آسمان سے اندازہ کا پانی برسا کر اس کو زمین میں رکھتے

ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ ہم اس کو بھی لے جانے پر قادر ہیں و انزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض و انّا علی ذھابٍ بہ لقادرون ۔اس صورت میں مرزا قادیانی نے ۱۲۷۴ کے عدد کی آیت جو اس غرض سے نکالی تھی کہ اپنے ظہور کے پیشتر اسلام کا چاند ڈوب جائے گا، وہ بھی صحیح نہیں۔ بلکہ اس میں بھی تحریف کی ضرورت پڑی کیونکہ بـــہ کی ضمیر چاند کی طرف پھیر دی۔ جس کا ذکر ہی نہیں تا کہ جہال اعتبار کر کے سمجھ لیں شاید اوپر اس کا ذکر ہوگا۔ پھر غلام احمد قادیانی سے یہ نکالا کہ تیرہ سو برس میں عیسیٰ نکلے گا۔ اب دیکھئے کہ اس سلسلہ تقریر کی ابتداء یہ تھی کہ عیسیٰ نے خبر دی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہے۔ اس میں یہ تحریف کی کہ آنحضرت ﷺ پر صادق نہیں آتی۔ پھر یہ بات بنائی کہ قرآن سے ثابت ہے کہ چودہ سو برس تک عیسیٰ نکلے گا۔ پھر اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ عیسیٰ تیرہ سو برس میں نکل پڑا، ایک آیت پیش کی کہ قرآن سے ثابت ہے کہ ۱۲۷۴ھ میں اسلام کا چاند غروب کرے گا۔ حالانکہ نہ اس میں چاند کا ذکر ہے نہ ۱۲۷۴ھ کا پھر اپنے نام کے مجرد اعداد ۱۳۰۰ سے یہ مطلب نکالا کہ عیسیٰ کے نکلنے کا سنہ یہی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس سنہ کے ساتھ عیسیٰ کو کیا مناسبت۔ پہلے کوئی آیت یا حدیث سے یہ ثابت کرنا تھا کہ عیسیٰ ۱۳۰۰ میں نکلے گا۔ اس کے بعد اگر یہ نام کے اعداد لکھے جاتے تو ایک شاعرانہ مضمون کی دلیل سکتی تھی اس تقریر سے وہ بھی نہ بنی۔

مرزا قادیانی نے جو طریقہ ایجاد کیا ہے کہ کچھ کمی وزیادتی کر کے آیت یا حدیث کو اپنے مطلب کی تائید میں لے لیتے ہیں، یہ طریقہ کوئی قابل تحسین نہیں، اکثر آزاد غیر متدین بھی کام کیا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی (ازالہ اوہام میں) لکھتے ہیں:

> یہ الہام انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحقّ انزلناہ و بالحق نزل و کان وعد اللّٰہ مفعو لاً جو براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے بصراحت اور باآواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں یا احادیث نبویہ میں پیش گوئی ضرور موجود ہے۔...کہ کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان تو

میں نے سن کر بہت تعجب سے کہا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ مدینہ قادیان۔(ازالہ اوہام۔ص ۷۳۔۷۷ حاشیہ)

مرزا کے دعوی عیسویت پر جب یہ اعتراض ہوا کہ عیسیٰ کا دمشق میں اترنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، تو انہوں نے خود یہ سوال کر کے اس کا جواب دیا کہ:

دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ امام حسین ؓ کا مظلومانہ واقعہ خدا تعالی کی نظر میں بہت عظمت و وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ دمشق حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہم رنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اسلئے خدا نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اس کی عظمت اور مسیحی مشابہت سے تنبیہ کرے۔اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کے طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیاء کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے۔سو خدا تعالی اس دمشق کو جس سے ایسے ظلم واحکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگ دل اور سیاہ دروں لوگ پیدا ہو گئے تھے، اس غرض سے تشابہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ کیونکہ نبی ظالموں کی بستی ہی میں آتے رہے ہیں اور خدا تعالی کی لعنت کی جگہ کو برکت کے مکانات بنا تا رہتا ہے۔اس استعارہ کو خدا تعالی نے اسلئے اختیار کیا کہ پڑھنے والے دو فائدہ اس سے حاصل کریں۔ایک یہ کہ امام مظلوم حسین ؓ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیش گوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی، اس کی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے۔دوسرا یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں

کے کام انہوں نے کئے ایسا ہی جو مسیح آنے والا ہے، دراصل مسیح نہیں، مگر مسیح کے روحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جس کے دل میں حسین کی وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہیے، ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے کمال انشراح صدر سے ضرور قبول کر لیگا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے حق الیقین تک پہنچ جائے گا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۶۹۔۷۱ حاشیہ)

اس تقریر میں مرزا قادیانی نے کئی امور ثابت کئے ہیں۔

۱۔قرآن شریف میں قادیان کا نام موجود ہے۔

۲۔قادیان و دمشق میں مشابہت معنوی ہے۔

۳۔حدیث شریف میں قادیان بلفظ دمشق بیان کیا گیا۔

۴۔دمشق کے لوگ ظالم ہونے کی وجہ سے قادیان میں برکت پھیلی اور عدل کا ہیڈ کوارٹر ہوا۔

۵۔عیسی کے دمشق میں اترنے کی پیش گوئی جو حدیث میں ہے لفظ دمشق میں امام حسین کی شہادت کے واقعہ کا اشارہ ہے۔

۶۔یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی کہ جیسے دمشق میں مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان میں مسیح کا مثیل آئے گا۔

قرآن میں قادیان کا نام تلاش کرنے کی ضرورت مرزا قادیانی کو اس وجہ سے ہوئی کہ انّا انزلناہ قریباً من القا دیان کا الہام ہوا تھا۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

یہ الہام بصراحت اور بآواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن میں موجود ہے۔

اس سے ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ الہام میں جس چیز کا نام ہو وہ نام قرآن میں ضرور ہوا کرتا ہے۔ اگر صرف یہی ایک آیت انّا انزلناہ قریباً مّن القا دیا ن ،قرآن میں بڑھا دی جاتی تو چنداں فکر کی بات نہ تھی۔یہ ایک مصیبت تھی،کسی طرح نمٹ لی جاتی۔مگر اس قاعدہ نے تو کمر ہی توڑ دی کہ جو چیز الہام میں ہو وہ قرآن میں بھی ہوگی۔مرزا قادیانی کے الہاموں کا سلسلہ ایک مدت دراز سے جاری ہے اور ابھی اس کے ختم ہونے کی توقع بھی نہیں (مرزا کی زندگی کی یہ تحریر ہے۔بہاء) بلکہ زیادتی کا ہی اندیشہ ہے اس لئے جس قدر پختگی

بڑھتی جائے گی الہاموں کی آمد زیادہ ہوگی اور اگلے پچھلے الہاموں کی آیتیں بڑھتی جائینگی۔ جس سے بجائے خود ایک دوسرا قرآن تیار ہو جائے گا، قادیان والی آیت ایک عالم کو برہم کر رہی ہے۔ جب وہ پوٹ کا پوٹ نیا قرآن نکلے گا تو معلوم نہیں کیسی قیامت برپا کرے گا۔

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم
کہ پریشانی ایں سلسلہ را آخر نیست

اس الہام میں یہ نہیں معلوم ہوا کہ انّا انزلناہ کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے۔ اگر قرآن کی طرف ہے تو چنداں مضائقہ نہیں اس لئے کہ جو قرآن قادیان میں اترتا ہے، اس میں قادیان کا نام بے موقع نہ ہوگا۔ مگر مرزا قادیانی کا اس پر راضی ہونا دشوار ہے وہ تو یہی فرماویں گے کہ اگر جعلی قرآن میں بھائی (غلام قادر) صاحب نے آیت بڑھا دی تو لطف ہی کیا رہا، عظمت وشان قادیان تو جب ہوگی کہ قرآن کریم میں یہ آیت بڑھے، اسی وجہ سے لکھتے ہیں کہ قادیان کا نام اعزاز کے ساتھ مثل مکہ ومدینہ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے اور انزلناہ کی ضمیر مسیح وغیرہ کے طرف پھر نہیں سکتی، اس لئے کہ اس کا ذکر پہلے نہیں جو شرط ضمیر غائب ہے اور اگر یہی مطلب ہوتا تو مثل دوسرے الہاموں کے انزلناك بصیغہ خطاب ہوتا یا مرزا قادیانی خود کہہ دیتے کہ انّا انزلناہ کی ضمیر میری طرف پھرتی ہے اور جہاں قرآن میں انّا انزلناہ اور بالحقّ انزلناہ و بالحقّ نزل وارد ہے قرآن شریف کی طرف ضمیر پھرتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ **انا انزلناہ** کی ضمیر قرآن مجید ہی کی طرف پھرتی ہے مگر جب واقعہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن قریب قادیان نہیں اتارا گیا اور ہم مرزا قادیانی پر بھی جھوٹ کا الزام نہیں لگا سکتے کہ بغیر الہام ہونے کے کہہ دیا کہ مجھ پر یہ الہام ہوا۔ اب سخت دشواری یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو سچے کہیں تو قرآن کا قادیان میں اترنا واقعہ کے خلاف ہے اور اگر واقعہ کا لحاظ کریں تو مرزا قادیانی جھوٹے ہو جاتے ہیں مگر تطبیق توفیق کی ضرورت نے ہمیں ایک ایسا راستہ دکھلا دیا کہ ہم اس سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ وہ یہ کہ انّا انزلناہ کا کہنے والا کوئی دوسرا ہی ہے جس کی تصدیق خود مرزا قادیانی ہر جگہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ضرورۃ الامام (ص ۱۶) میں لکھتے ہیں:

جب کہ سید عبدالقادر جیسے اہل اللہ و مرد فرد کو شیطانی الہام ہوا تو دوسرے عامۃ الناس اس سے کیونکر

بچ سکتے ہیں۔

اس صورت میں مرزا کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے کہ ان کو الہام ضرور ہوا اور قرآن کا قادیان میں اترنا بھی لازم نہیں آتا۔ البتہ صرف اتنی جرأت کی ضرورت ہے کہ وہ الہام شیطانی مان لیا جائے اور یہ چنداں بدنما بھی نہیں۔ اس لئے کہ جب ہم خلاف واقعہ اور جھوٹ کے مقابلہ میں اس کو لا کر دیکھتے ہیں تو بمصداق من ابتلی ببلیتین فیخیر اھونھما کے اس کو الہام شیطانی سمجھنا مرزا قادیانی کو بھی مفید ہوگا، اس لئے کہ جھوٹا رسول ہرگز نہیں ہوسکتا جس کا دعویٰ مرزا قادیانی کو ہے اور نہ مجدد وامام زمان کی یہ شان ہے کہ خلاف واقعہ یا جھوٹ کوئی خبر دے۔ رہا الہام شیطانی سو بقول مرزا قادیانی بڑے بڑے لوگوں کو ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اس صورت میں مرزا قادیانی اپنی ذات سے بری الذمہ ہو جائیں گے کہ جو کچھ انہوں نے واقعہ میں دیکھا کہہ دیا۔ اس سے کیا بحث کہ دیکھانے والا کون تھا۔ وہ فعل مرزا کا نہیں جو اس کے ذمہ دار ہوں بلکہ دکھانے والا قابل مواخذہ ہوگا۔ ہرچند وہ اپنی برأت ظاہر کرے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

کمثل الشّیطان اذا قال للانسان اکفر فلمّا کفر قال انّی بریء مّنك انی ا خاف اللّٰہ ربّ العا لمین ۔ (حشر:۱۶)

مگر مواخذہ سے وہ بری نہیں ہوسکتا جیسا کہ اسی آیہ شریفہ کے بعد ہے:

فکان عا قبتھما انّھما فی النار خا لدین فیھا، و ذ لك جزا ء الظّا لمین۔

البتہ ایک الزام مرزا قادیانی کے ذمہ عائد ہوگا کہ انہوں نے الہام شیطانی اور رحمانی میں فرق نہ کیا۔ مگر اہل دانش اس باب میں بھی ان کو معذور رکھ سکتے ہیں کہ الہام ایک کیفیت وجدانی کا نام ہے جو انسان میں پائی جاتی ہے اور وہ اس کو اپنے میں احساس کرتا ہے یہ کیا معلوم وہ کہاں سے آئی۔ جب شیطان الہام کرنے پر قادر ہے تو وہ ایسا بیوقوف نہیں کہ اپنا نام اس الہام کے وقت بتا کر خبردار کر دے، جس سے اس کا مقصود فوت ہو جائے۔ غرض اس الہام کو شیطانی کہیں تو مرزا کے ذمہ اس کا قصور عائد نہیں ہوسکتا مگر مرزا قادیانی کو یہ فرمانا سزاوار نہیں کہ قرآن میں قادیان کا نام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے الہام ومکاشفہ پر کس قدر وثوق ہے جو لکھتے ہیں کہ:

یہ الہام بصراحت اور بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کے مکاشفہ کی نسبت کہتے ہیں کہ اس میں ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اس کی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ چنانچہ اوپر معلوم ہوا۔ ادنی تامل سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مکاشفہ کو آنحضرت ﷺ کے مکاشفہ سے کس قدر بڑھا رہے ہیں اور کس قدر اپنی فضیلت آنحضرت ﷺ پر اس باب میں بیان کر رہے ہیں۔ مگر آخری زمانہ کے مسلمانوں کو اس کی کیا پرواہ، وہ لکھتے ہیں کہ قادیان اور دمشق میں مشابہت معنوی ہے اس لئے امام حسینؓ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعے نہایت ہم رنگ ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ قادیان مشبہ ہے اور دمشق مشبہ بہ ہے اور وجہ شبیہ مظلومیت کا مقام ہونا مرزا قادیانی ہے کہ عیسیٰؑ نہ مارے گئے نہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ نہایت عظمت وشان کے ساتھ شاداں وفرحاں آسمان پر چلے گئے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:

و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم ،

و قوله : و ما قتلوه يقيناً بل رفعه اللّه اليه ۔

اور اگر بالفرض عیسی بحالت مظلومی سولی پر چڑھائے بھی گئے جیسے مرزا قادیانی کہتے ہیں تو پہلے یہ ثابت کرنا ضرور تھا کہ عیسی پر ظلم قادیان میں ہوا تھا۔ (عیسی کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ یروشلم میں ہوا، دمشق میں نہیں۔ بہاء) تا کہ قادیان اور دمشق میں مشابہت ثابت ہو جو مقصود اس تقریر کا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جاتا کہ حضرت امام حسین دمشق میں مظلوم شہید ہوئے، کیونکہ ان دونوں شہروں میں جو مشابہت بیان کی جارہی ہے اس میں وجہ شبہ یہی ہے کہ دونوں مظلومیت کے مقام ہیں اور اگر وجہ شبہ اجرائے احکام ظلم کے مقام ہیں تو یہ ثابت ضرور تھا کہ عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کے احکام قادیان سے جاری ہوئے تھے جیسے دمشق سے امام حسین پر ظلم کرنے کے احکام جاری ہوئے۔ اور یہ دونوں امر خلاف واقعہ ہیں، یعنی نہ دمشق میں امام حسینؓ پر ظلم ہوا، نہ قادیان میں حضرت عیسیٰؑ پر۔ پھر ان دونوں واقعوں کے ہم رنگ ہونے سے قادیان ودمشق میں مشابہت کہاں سے آگئی۔ کیونکہ وجہ شبیہ طرفین میں موجود نہیں حالانکہ مشابہت کے لئے اس کا طرفین میں موجود ہونا ضروری ہے۔

پھر مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں کہ لفظ دمشق بطور استعارہ قادیان پر استعمال کیا گیا۔ اس حدیث کی

طرف اشارہ ہے اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق ۔یعنی عیسی دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس اتریں گے ۔مقصود ان کا یہ ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے عموماً اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ استعارہ ایک قسم کا مجاز ہے ۔اس لئے کہ اس میں بھی لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل نہیں ہوتا۔اس وجہ سے ایسے قرینہ کی ضرورت ہے کہ معنی موضوع لہ مراد نہ ہونے کو صراحۃً بتلا دے ۔یہ امر ظاہر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے ایک شیر دیکھا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ شیر کو دیکھا ہو گا ۔یہ کوئی نہ سمجھے گا کہ کسی جواں مرد آدمی کو اس نے دیکھا جب تک کوئی قرینہ اس پر قائم نہ کیا جائے ۔اور اگر یوں کہے کہ میں ایک شیر دیکھا جو تیر چلا رہا تھا تو اس سے ہر شخص سمجھ جائے گا کہ اس نے شیر کو نہیں دیکھا بلکہ کسی جوانمرد آدمی کو دیکھا ہے کیونکہ تیر چلانا اس امر پر قرینہ ہے کہ شیر کا حقیقی معنی مراد نہیں ۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک قرینہ قائم نہ ہو معنی حقیقی متروک نہیں ہو سکتے ۔اب دیکھئے کہ اگر اس حدیث شریف میں دمشق کے حقیقی معنی متروک ہوتے اور قادیان اس سے مراد ہوتا تو اس پر کوئی قرینہ ضرور ہوتا حالانکہ کوئی قرینہ نہیں اس سے ساف ظاہر ہے کہ دمشق اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے اور قادیان اس سے مراد سمجھنا محض غلط ہے ۔

نیز علم بیان میں مصرح ہے کہ استعارہ اعلام میں جائز نہیں مثلاً کہا جائے کہ فلاں شخص مکہ معظّمہ میں داخل ہوا اور اس سے یہ مراد لی کہ دہلی یا لکھنؤ میں داخل ہوا تو ہرگز صحیح نہیں ۔اسی طرح دمشق سے قادیان مراد لینا صحیح نہیں ۔شاید یہاں یہ کہا جائے کہ سخی کو حاتم کہنا صحیح ہے حالانکہ حاتم بھی ایک شخص کا نام تھی ۔اس کا جواب یہ ہے کہ حاتم سخاوت میں ایسا مشہور ہے کہ شخصی معنی کی طرف ذہن نہیں جاتا بلکہ حاتم کہنا اور جواد کہنا برابر ہے ۔

اس وجہ سے گویا علمی معنی اس کے متروک ہو گئے چنانچہ تمام کتب فن میں مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ دمشق میں یہ بات صادق نہیں آتی ۔جس وقت آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ ؑ کا دمشق میں اترنا بیان فرمایا اس وقت یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ محل اجرائے احکام ظلم ہے بلکہ برعکس اس کے مسلمانوں کے اعتقاد میں وہ نہایت عمدہ اور برگزیدہ مقام تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہایت فضیلت اس کی بیان فرمائی تھی ۔چنانچہ صحیح روایتوں میں وارد ہے کہ شام اللہ تعالیٰ کے پاس تمام شہروں میں برگزیدہ اور پسندیدہ مقام اور خدائے تعالیٰ کے تمام شہروں میں دمشق بہتر ہے ۔اب غور کیا جائے کہ جب آنحضرت ﷺ نے دمشق کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ اور تمام

امت میں اس کی عمدگی مشہور ہوگی یا بقول مرزا قادیانی اس کی خرابی کہ وہاں کے لوگ بدترین خلق ہیں۔ اگر چند روز یزید نے ظلم کے احکام جاری کئے تو اس سے دمشق کی ذاتی فضیلت کو کیا نقصان جیسے ابوجہل وغیرہ سے مکہ معظّمہ کی عظمت میں کوئی نقص نہ آیا۔ یہ تو قاعدہ ہے کہ جہاں اچھے لوگ بکثرت ہوتے ہیں چند برے بھی ہوتے ہیں۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آنحضرتﷺ نے تو دمشق کو اچھا اور اس میں رہنے والوں کی تعریفیں فرماویں اور مرزا قادیانی برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں کہ وہ برا اور اس میں رہنے والے نہایت برے ہیں۔ یہ کیسی بے باکی ہے کہ امتی ہونے کا دعوی اور اس پر یہ مخالفت۔ نعوذ با للّٰہ

اب دیکھئے کہ نہ دمشق میں کوئی ذاتی برائی، نہ باعتبار واقعہ کے اس میں کوئی برائی آئی۔ نہ قادیان و دمشق میں کسی بات میں مشابہت، نہ استعارہ دمشق کا علم ہونے کی وجہ سے صحیح ہوسکتا ہے مگر مرزا قادیانی زبردستی نزول عیسی کی حدیث کو جھوٹی بنانے کی فکر میں کہتے ہیں کہ نہ عیسی اتریں گے نہ دمشق ان کے اترنے کی جگہ ہے۔ اگر عیسی ہوں تو میں ہوں اور اگر ان کے اترنے کی جگہ ہے تو قادیان ہے۔ یہاں مجنون کی حکایت یاد آتی ہے کسی نے اس سے پوچھا خلافت امام حسین کا حق تھا یا یزید کا۔ اس نے کہا:

نہ ان کا حق تھا، نہ اس کا، میری لیلی کا حق تھا۔

مرزا بھی چونکہ عیسویت کے عاشق ہیں اس قسم کی بات کہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مگر مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے مجنونانہ مضامین کو قابل اعتماد نہ سمجھیں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ خدائے تعالی نے دمشق کو نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں آتے رہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ قادیان مثیل دمشق ہے یعنی ظالموں کی بستی ہے اور ایسی بستیوں میں انبیاء آتے رہتے ہیں اس لئے خود بدولت قادیان میں عدل پھیلانے کو آئے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں جبھی تو کہا کہ (انبیاء ایسی بستیوں میں آتے رہتے ہیں) اگر ختم نبوت کے قائل ہوتے تو آتے رہتے تھے، کہتے۔ جب قادیان کا ظالموں کی بستی ہونا ثابت کر کے کہا کہ ایسی بستیوں میں انبیاء آتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعوی کیا کہ میں اس میں ایمان و عدل پھیلانے کو آیا ہوں اور

نیز لکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا تو ان کے دعوی نبوت میں کیا شک ہے۔

مرزا قادیانی نبوت کی طمع میں قادیان کے لوگوں کو زبردستی ظالم بنا رہے ہیں ہم نے تو نہ کسی سے سنا کہ قادیان ظالموں کی بستی ہے نہ کوئی اس میں ظلم کا ایسا واقعہ کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ غیر معمولی طور پر یادگار رہو۔ البتہ ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا قادیانی پر وہاں کے لوگوں نے یورش کی ہوگی مگر وہ بیچارے معذور ہیں کیونکہ مرزا نے مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال طبع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ان کے علماء و مشائخین زمانہ پر گالیوں اور لعنت کی وہ بوچھاڑ کی کہ الامان۔ جس کو آپ دیکھ چکے ہیں ان کی دینی کتابوں کو لکھا کہ شرک سے بھری ہوئی ہیں ان کے اعلیٰ درجہ کے مقتداء یعنی صحابہ اور تابعین ومحدثین وغیرھم پر شرک کا الزام لگایا۔ ان کی نبی کی شان میں جو آیت وارد ہوئی اس کے مصداق خود بن بیٹھے۔ ان کی کتاب یعنی قرآن شریف میں تحریف کر کے بگاڑنے کا گویا بیڑا اٹھایا۔ نبوت اور رسالت کا دعوی کر کے ان کے نبی کی ریاست کو جو قیامت تک قائم ہے چھیننا چاہا۔ اس پر بھی وہ لوگ برہم نہ ہوتے تو خدا اور رسول کے پاس انکا نام کس زمرہ میں لکھا جاتا اور ہم چشموں میں انکی کس درجہ کی بے حرمتی اور بے غیرتی ثابت ہوتی۔ کیسا ہی بے غیرت مسلمان ہو ممکن نہیں کہ اتنی باتیں سن کر اس کی رگ حمیت جوش میں نہ آئے۔ مرزا قادیانی اگر گورنمنٹ کی حمایت میں نہ ہوتے تو دیکھتے کہ قادیان ہی کے لوگ کیا کرتے۔ اب بھی کسی اسلامی سلطنت میں اپنے تصنیفات لے جائیں اور پھر دیکھیں کہ کیا کیفیت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی کو گورنمنٹ کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ مگر بجائے شکریہ کے گورنمنٹ کو دجال کہتے ہیں جیسا کہ رسالہ عقاید مرزا مطبوعہ امرتسر میں لکھا ہے اور وہ قادیان کی گورنمنٹ کو ظالم قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کو دمشق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جیسے دمشق کی حکومت میں حضرت امام حسینؓ پر ظلم اور بیداد کے احکام جاری ہوئے قادیانی کی حکومت سے بھی ایسا ہی ہوا ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ پر دمشق میں ظلم نہیں ہوا، جس سے مرزا قادیانی کی مظلومیت قادیان میں بطور تشبیہ ثابت ہو۔ لسان شرع شریف سے دمشق کی مدح ثابت ہے مگر مرزا قادیانی اس کی مذمت اس بنا پر کرتے ہیں کہ اس میں حضرت امام حسینؓ پر آنحضرت ﷺ کے ۵۰ برس بعد ظلم ہوا۔ حالانکہ حضرت نے

شہادت کا واقعہ جو بیان فرمایا اس میں اگر دمشق کا نام بھی ہوتا تو یہ سمجھا جاتا کہ یہ شہر دارالظلم ہوگا۔ برخلاف اس کے خاص طور پر صراحتاً دمشق کی تعریف کی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اگر صرف اس بنا پر کہ کسی زمانہ میں کسی شہر میں ظلم ہوا اور ایسے شہر کا نام لینے سے اس ظلم کی طرف اشارہ ہو تو یہ لازم آئے گا کہ جہاں مکہ معظّمہ کا نام قرآن و حدیث میں آئے ان تمام اذیتوں کی طرف اشارہ ہو جائے جو آنحضرت ﷺ پر دس بارہ سال تک ہوتی رہیں جن کا حال متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اہل اسلام پر اپنی نبی کریم ﷺ کی ادنی تکلیف کا صدمہ اس قدر ہونا چاہیے کہ اپنی یا اور کسی کی موت سے ہو۔ چہ جائیکہ اتنی مدت تک پیہم صدمات و تکالیف شاقہ جاری رہے جس سے ہجرت کی نوبت پہنچے۔ اگر ذکر مکہ سے اشارہ ان تمام اذیتوں کی طرف ہو تو وہ شہر مبارک بقول مرزا قادیانی معاذ اللہ مبغوض ہونا چاہیے حالانکہ نہ کسی حدیث سے مرزا قادیانی اس کا مبغوض ہونا ثابت کر سکیں گے نہ کوئی مسلمان اس کو مبغوض کہہ سکتا ہے کیونکہ چند بدمعاشوں کے ظلم و زیادتی سے کوئی متبرک اور ممدوح شہر مبغوض نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی جو دمشق کو مبغوض قرار دے رہے ہیں صرف کارسازی اور خودغرضی ہے۔ مقصود ان کا صرف یہ ہے، عوام الناس کو جو ظاہر بین ہوتے ہیں ایک واقعہ جانکاہ اس کی خرابی کی جہت کی طرف متوجہ کر دیں اور ساتھ ہی وہی جہت قادیان میں قائم کر کے دمشق سے مراد قادیان لے لیں، جس سے اپنی عیسویت جہلاء کے پاس جم جائے اور آنحضرت ﷺ کا مقصود صریح فوت ہو جائے۔ اس لئے کہ مقصود اس حدیث سے اسی قدر ہے کہ عیسیٰ دمشق میں اتریں گے نہ اس کے سیاق و سباق میں امام حسینؓ کا نام ہے، نہ دمشق کی خرابی نہ کسی کی طرف اشارہ ہے اب دیکھئے کہ یہ کیسی کھلی تحریف ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو منظور تھا کہ قادیان کو دمشق ثابت کریں۔ اس لئے یہ واسطہ قائم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ قادیان کے لوگ یزیدی الطبع ہیں۔ اس کو اگر مکہ معظّمہ بنانا منظور ہوتا تو یہ آیت شریفہ انّ اوّل بیت وضع للنّاس للذی ببکّۃ مبارکاً و ھدی للعا لمین (آل عمران:۹۶) پیش کر کے وہی تقریر فرماتے کہ مکہ کا لفظ محض استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ پر وہاں نہایت ظلم ہوا، اور قادیان میں ابوجہل الطبع لوگوں نے اپنے پر ویسا ہی ظلم کیا، اس لئے مکہ سے قادیان مراد ہوا۔ بمناسبت مردم

یزیدی الطبع قادیان دمشق ہو،تو بہ مناسبت ابوجہل الطبع قادیان مکہ بننے کو کیا دیر۔

مرزا قادیانی کی غم خواری حضرت امام حسینؓ کی نسبت سلام روستائی سے کم نہیں۔ان حضرات کو امور سے کام ہی کیا۔وہاں تو اعلانیہ بے دھڑک امام حسینؓ پر اعتراضات ہوتے ہیں کہ انہوں نے خواہ مخواہ سلطنت میں مداخلت کر کے مخالفت کی،جیسا کہ صاحب عصائے موسیٰ نے مدلل لکھا ہے اور خط مولوی نورالدین جو مرزا قادیانی کے اعلیٰ درجہ کے حوارین میں سے ہیں نقل کیا ہے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ لا یلدغ المومن من جحرٍ واحد مرّتین وارد ہے،حضرت امام حسینؓ اس جحر میں کیوں جا گھسے صحابہ کی مشاورت کے خلاف کیوں کیا۔

لیجئے جب حضرت امام حسینؓ کی حرکت ومخالفت قابل مواخذہ واعتراض ٹھہرے تو یہ اظہار خوش اعتقادی غرض آمیز نہیں تو کیا ہے۔اگر مرزا قادیانی کی خوش اعتقادی دلی ہوتی تو ان کے مریدین کو کبھی ایسی تقریروں کی جرأت نہ ہوگی۔

تحریر فرماتے ہیں کہ یقینی طور پر سے معلوم ہو گیا کہ جیسے دمشق میں مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان میں مسیح کا مثیل آئے گا۔سبحان اللہ کجا دمشق کجا قادیان پھر طرفہ یہ کہ تمام مسلمانوں کو یقین بھی آ گیا۔مرزا قادیانی کو یقین ایسے باتوں کا ہوا کرتا ہے لیکن احادیث صحیحہ پر یقین نہیں آتا اللھم انّا نعوذ بك من شرور انفسنا۔ (ملخصاً و مختصراً)

قادیانی تبصرہ برانوارالحق

اخبار بدر قادیان میں مولانا انوار اللہ حیدر آبادی کی کتاب انوارالحق پر بایں الفاظ تبصرہ شائع ہوا:

انوار اللہ نام کی ایک کتاب ۳۳۶ صفحہ کی سلسلہ احمدیہ کی تائید میں حیدر آباد دکن کی جماعت نے چھاپ کر مفت تقسیم کی ہے کوئی شخص محمد انوار اللہ نام حیدر آباد میں ہیں وہ اس کتاب کی تصنیف کا باعث ہوئے ہیں۔ مولوی انوار اللہ نے سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں حصہ لینے کے لئے ایک کتاب انوارالحق نام لکھی تھی۔ گو ان کی کتاب اس قابل نہ تھی کہ اس کی طرف چنداں توجہ کی جاتی تاہم مولوی محمد سعید نے اپنے ہم وطن لوگوں کی خدمت گذاری کے واسطے مناسب سمجھا کہ اس تحریر سے حق وحکمت کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیں شائدکوئی خوش نصیب پاک روح فائدہ اٹھاوے۔

میر صاحب موصوف نے نہایت خوش اسلوبی سے سلیس اردو عبارت میں تمام ضروری مسائل پر بحث کی ہے اور مخالف کے ہر ایک اعتراض کو دلائل قویہ اور نصوص بینہ کے ساتھ ایسا رد کیا ہے کہ اگر تعصب اور غفلت کے حجاب درمیان نہ ہوں تو سارے دکن کے واسطے آپ کا صرف یہی ایک ہدیہ موجب ہدایت ہونے کے لئے کافی ہے میں تعجب کرتا ہوں کہ ہمارے مخالف ایسی کھلی باتیں دیکھ کر بھی دشمنی پر اڑے ہوئے ہیں کیا ان کو یقین ہوگیا ہے کہ ان کے لئے جہنم میں کوئی جگہ نہیں یا کیا ان کے پاس کوئی خدا کا وعدہ ہے کہ وہ جو چاہیں کریں ضرور بہشت میں داخل ہو جائیں گے اس جگہ ہم مخالف مولوی کا ایک اعتراض اور جناب میر صاحب موصوف کے جواب کو بطور نمونہ کتاب ہذا صفحہ ۱۷ سے درج کرتے ہیں

قولہ: مرزا صاحب قادیانی جو ہندوستان کے پادریوں کو دجال قرار دیتے ہیں تو ان کو ثابت کرنا

چاہیے کہ اس فتنہ کا ظہور ہندوستان میں ہوگا اور یہ ممکن نہیں کہ کسی حدیث سے ثابت ہو سکے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا

اقول: حدیث سنئے

الا انّه فی بحر الشام او بحر الیمن من قبل المشرق ما هو و اومأ بیده الی المشرق رواه مسلم و فی حاشیة المشکوة ای بل الذی علم کونه قبل المشرق و هذا معنی نفی الاولین و اثبات الثالث ۔ لمعات ۔

ایضاً فیها و قوله ما هو قیل زائدة و لیست بنافیه ای یدخل من قبل المشرق هو الی آخر ۔ حاشیة المشکوة ۔

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ تحقیق کہ دجال کہ وہ دجال کیا بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں ہے نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف سے ہے اور دست مبارک سے اشارہ فرمایا حضرت ﷺ نے مشرق کی طرف روایت کیا اس کو مسلم نے ۔ حاشیہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ اے بلکہ وہ امر کہ معلوم ہوا ہے ہونا اس دجال کا مشرق کی طرف ہے اور خود آپ نے بھی بصفحہ ۱۴۱ نقل کیا ہے اور یہی معنی ہیں اول دوشقوں کی نفی کرنے اور شق سوم کے ثابت کرنے کے لمعات سے لکھا گیا ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ما حدیث زائدہ ہے نافیہ نہیں یعنی وہ مشرق کی طرف سے داخل ہوگا ۔ الخ ۔

دیکھئے اس حدیث سے صاف دجال کا مشرق میں ہونا ثابت ہوا جو یہی ہندوستان ہے اور آپ کی بے خبری بھی علم حدیث سے اور خود اپنے بیان مندرجہ ص ۲۱ سے معلوم ہوگئی اور حدیث ثعبان سے بھی جو نسائی نے باب غزوۃ الہند میں روایت کی ہے اور احمد وضیاء نے ثعبان سے جس سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے کہ عیسی موعود بھی ہند میں ہوں گے کیونکہ امام نسائی نے باب غزوہ ہند میں دونوں گروہوں کا ذکر کیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے گروہ جماعت عیسی موعود کو قسیم گردانا جماعت اولی غازیان ہند کا اور مقسم ان دونوں گروہوں وہی باب غزوۃ الہند ہے ظاہر ہے کہ ہر ایک قسیم اپنے مقسم میں داخل ہوتا ہے فرق ہے تو اس قدر ہے کہ گروہ اول سیفی وسنانی غزوہ کرے گا اور گروہ دوم قلمی ولسانی اور اس استدلال کی دوسری حدیثیں موید موجود ہے تو پھر اس کو خارج از

ہند قرار دینا کیا ضرور ہے اور حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے ایک قسم کی مناسبت ہے کما قال اللہ تعالیٰ :
انّ مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم ۔ چونکہ حضرت آدم ہند میں پیدا ہوئے پس مثیل مثیل یعنی عیسیٰ موعود کو بھی ملک ہند سے ایک قسم کی مناسبت عقلی بھی پیدا ہوگئی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس (مرزا) کو یہ بھی الہام ہوا جو اپنے اور معارف کے ساتھ اس بات پر بھی لطیف دلالت کرتا ہے۔ الہام یہ ہے

انی اردت ان استخلف فخلقت آدم ،

او کما قال و لنعم ما قیل :

کانت لآدم ارض الھند منھبطاً
وفیہ نور رسول اللّٰہ مشغول
من ھھنا مستبین ان مھدینا
مھند من سیوف اللّٰہ مسلول

(بدر۔ قادیان۔ ۱۵ جون ۱۹۰۵ء ص ۵۔ ٦)

حیدر آباد پر حجۃ اللہ

حیدر آباد کی جماعت احمدیہ کی طرف سے مخالفین پر حجت پوری کرنے کے واسطے ایک نہایت مدلل اور مبرہن کتاب بنام انوار اللہ شائع ہوئی تھی۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ وہاں کے جبہ پوشوں نے اس نورانی کتاب سے انوار حاصل کرنے کی بجائے وہی پرانی ہرزہ گوئی پھر جاری کی اور حضرت حجۃ اللہ کو مباہلہ کے واسطے طلب کیا جس کے جواب میں سید مولوی عبدالرحیم و مولوی میر مردان علی نے ۹ صفحہ کا ایک مختصر رسالہ میں مخالفین پر پھر حجت تمام کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر آپ لوگ حق پر ہیں تو ایک بڑا جلسہ کر کے جھوٹے کے حق میں بددعا کریں اور خدا سے فیصلہ چاہیں اور ہم کو بھی اس جلسہ میں دعا کے واسطے بلالیں اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔

امید ہے کہ اب مخالفین کے واسطے گریز کا مقام کوئی نہ ہوگا ۔

ر بنا افتح بيننا و بين قو منا با لحق و انت خير الفا تحين ۔

(اخبار بدر قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۵ء ص ۲)

یاد رہے کہ مباہلے کا چیلنج تو حیدر آبادی مسلمانوں نے قادیانیوں کے حضرت حجۃ اللہ (مرزا) کو دیا تھا، مولوی مردان علی وغیرہ بیچ میں کیوں بول رہے تھے؟

کیا مرزا صاحب بیمار تھے کہ حیدر آباد نہیں جا سکتے تھے؟

یا وہ اتنے ہی لاچار تھے کہ حیدر آبادیوں کو قادیان بلا کر روبرو مباہلہ بھی نہیں کر سکتے تھے؟

یا وہ لکھنے سے بھی معذور ہو گئے تھے کہ دور بیٹھے بیٹھے بذریعہ تحریر بھی مباہلہ نہ کر سکے۔

آخر کوئی تو وجہ بتانا چاہیے کہ قادیانیوں کے حضرت حجۃ اللہ کیوں قادیان میں اپنے گوشہ عافیت میں دبکے بیٹھے رہے، اور مباہلہ نہیں کیا۔

جہاں تک مولوی مردان علی وغیرہ کی بات ہے، انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم مرزا قادیانی کی نیابت میں مباہلہ کرتے ہیں اور یہ کہ ان کی فتح وشکست مرزا کی فتح وشکست شمار کی جائے۔ اور نہ ہی مرزا نے کہا کہ میں خود تو کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا میری طرف سے مولوی مردان علی وغیرہ مباہلہ کرینگے۔

میں نے مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کیسا پایا

(ضلع ڈیرہ غازی خان کے مولوی عبداللہ صاحب کا یہ مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر کے متعدد شماروں میں مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں قسط وار شائع ہوا تھا جسے یہاں یکجا نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

عام طور پر مرزا صاحب کی نسبت یہ سن کر کہ آپ اسلام کی حمایت میں مذاہب باطلہ کی تردید کرتے ہیں، اور کہ بالذات وہ نیک چلن آدمی ہیں، مرزا صاحب کی نسبت اچھا خیال رکھتا تھا جس سے بعد ازاں یہ خیال کرنا لگ پڑا تھا کہ شاید آپ ابتلاء میں ہوں، اسی قسم کے اعتقاد سے میں قادیان پہنچا تھا۔ اس وقت تک بھی میرا یہی خیال تھا کہ چونکہ مرزا صاحب کے برخلاف کوئی صریح ثبوت میرے پاس نہیں ہے لہذا مجھے ان کی مذمت کا کبھی حق نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ڈیرہ غازی خان کے بعض مرزائیوں خصوصاً مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرزائی مدرس برانچ سکول نمبر۲ سے میری موانست رہتی تھی۔ یہ یاد رہے کہ قادیان میں جانے پر بعض مرزائیوں نے ایسے خیالات مجھ سے محسوس کر کے مجھے موافق سا تصور کر لیا تھا اور خیال کیا تھا کہ یہ بھی کبھی مرزائی ہو جائے گا جیسا کہ ایک دفعہ محمد افضل سابق اڈیٹر البدر نے اس موقع پر جب کہ ہم تین آدمی شیخ عبدالحق بی اے، کاتب ہذا، وافضل مذکور بٹالہ سے قادیان کو آ رہے تھے صاف طور پر مجھ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ لیکن میرا اس طرز کا مذبذب عقیدہ مرزا صاحب کی تصنیفات کے مضمون کی ناواقفیت سے تھا۔ مذکورہ بالا مذبذب عقیدہ نے عام طور پر مرزائیوں کو میری طرف خلیق سا بنا دیا تھا، لیکن مختلف فیہ مسائل پر اکثر مرزائیوں سے میری کشمکش رہتی۔ عام طور پر میں نے مرزائیوں کو منع بھی کیا کہ ایسے لاحاصل مباحثات میرے ساتھ نہ کریں مگر قاضی امیر حسین صاحب عربی مدرس سکول قادیان یہ فرماتے تھی کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ بنظر مناسب تم مختلف فیہ مسائل کا ایسا موقع مل جانے پر تصفیہ کر کے جاؤ۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا میرا قادیان سے چلا جانا نہ بن پڑا، اور

اسی طرح میں معرض اعتراض بنا رہا...سکوت سے کام لیا گیا اور اکثر ان کے بعض عقاید کو منکر سمجھ کر تردید کی گئی، میرا رہنا چونکہ ہمیشہ مرزائیوں میں تھا لہذا ان سے سن کر مرزا صاحب کے اعلیٰ اخلاق (نزد مرزائیاں) کی نسبت میرے کان پر ہونے لگے اور ایک میاں فضل الدین مدرس سکول قادیان جو متوطن تحصیل کھاریاں ضلع گجرات تھے مرزا صاحب کے کمالات اور سادہ پنے پر بڑی سنجیدگی سے ہیبت زدہ صورت بنا بنا کر مجھے حکایتیں سناتے جنہیں میں تعجب سے سنتا اور رہتے ہوتے مجھے ملہم مرزائیوں کے حالات والہامات سننے کا اتفاق ہوا۔ ابتداء شیخ عبداللہ صاحب جو بورڈنگ کی ڈسپنسری کے مہتمم اور بورڈنگ کے معالج ہیں اپنے مرزائی ہونے کی وجہ جو بنا بر ایک خواب کے تھی مجھے سنائی، اور ایسا ہی شیخ عبدالحق بی اے نومسلم سابق عیسائی سابق مسلمان، و شیخ اسماعیل صاحب سرساوی مدرس سکول قادیان نے وقتاً فوقتاً مجھے اپنے اپنے خواب سنائے اور پھر شیخ عبدالرحمٰن صاحب مدرس سکول سے تعارف ہونے پر آپ نے جو مشہور ملہم ہیں اپنے الہامات سنائے جن سے میرا دل اور بھی تذبذب میں پڑ گیا اور میں نمازوں میں التزاماً حقیقت کھولنے کے بارے میں اللہ تعالی سے دعائیں مانگنے لگا۔ مگر عجب کہ باوجود عرصہ کی بار بار کی استدعات کے مجھے تو کوئی خواب بھی نہیں آیا۔ میں دعا کے اثر سے ہرگز منکر نہیں ہوں مگر یہ واقع میں ہوا کہ باوجود استدعا اور دعا کے مرزا صاحب کے بارے میں تو مجھے کوئی خواب تک بھی نہیں آیا۔ سچ ہے خدا تعالی کو پرواہ ہی کیا ہے۔ دین کو اس نے بفحوائے مضموم فیض مشحون قد تبین الر شد من الغی .. الخ خوب واضح کر دیا ہے اور کسی وسواس زدہ آدمی کی تسلی شرعی معیاروں سے نہ ہو سکے یا کوئی نادانی سے خواہ مخواہ خوش اعتقادیاں رکھتا پھرے تو اللہ تعالی کا کوئی ذمہ اس کے لئے ازسرنو کسی فرقان نازل کرنے کا نہیں ہے۔ غرض میں تذبذب کی حالت میں رہا۔ لیکن مرزائیوں کے طرز عمل سے جن کے ساتھ میں بورڈنگ میں رہتا تھا مجھے نفرت ضرور ہو گئی کیونکہ بورڈنگ کے پانی خانہ میں پانی کے گھڑے ننگے (ابتداء بلا کسی ڈھکنے کے) پڑے رہتے کہ اس سے ایک فاصلے پر کے محراب دار دروازے اور کھڑکی دار (جس میں دو کھلی کھڑکیاں تھیں) کمرہ کا کوئی کواڑ تک نہ تھا۔ کتوں کا پھرنا وہاں ایک معمولی امر تھا مہینوں کے بعد ہم نے گھڑوں پر ڈھکنے دیکھے۔ مرزائی کسی چارپائی یا بنچ یا معمولی میلی چٹائی .. پڑی رہتی نماز پڑھ لیتے۔ شاید ان کے نزدیک طہارت مصلے کی جرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ اس کی چنداں پرواہ نہ کرتے تھے مرزا صاحب کی نسبت ہم سنتے

تھے کہ صرف ظہر اور عصر کی نماز اس چھوٹی مسجد میں جو اوپر ان کے گھر میں بنی ہوئی ہے آتے ہین ورنہ بیمار رہتے ہیں خیال آتا کہ شاید ان دو وقتوں کے سوا باقی تمام وقت ملنے جلنے تک سے معذور رہتے ہونگے۔ واقعی وہ سخت سردی اور تکلیف کے ایام تھے۔ ابتداء میں نے مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا کیونکہ مرزائی اثنائے نماز میں حسب تعلیم مرزا صاحب ہندی میں زور شور سے دعائیں مانگتے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہونے پر کہ مقررہ امام (عادۃً (نہ کرنا جائز سمجھ کر) مسنون دعائیں ہی عربی میں مانگتے ہیں میں ایسی نماز کو درست خیال کر کے بخوف ترک جماعت کبھی کبھی ان کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح میں نے خود بھی مرزا صاحب کی چند تقریریں چھوٹی مسجد میں سنیں اور حکیم صاحب کے درس بھی جو سردی کی وجہ عام تام نہ ہوتا تھا کبھی کبھی جاتا۔ گھر سے واپس ہو کر مولوی صاحب سے مل کر مین پیدل قادیان پہنچا ان مولوی صاحبان میں ایک ثناء اللہ صاحب نے ایک تازہ اشتہار بعنوان، کرشن قادیانی سے فیصلہ، مجھے دکھایا اور وہ تصریف جو مرزا صاحب نے اپنی کتب میں مولوی غلام دستگیر کی کتاب فتح رحمانی کے مضمون میں کیا ہے مولوی صاحب موصوف نے کتب متعلقہ کھول کر مجھے دکھایا جس کو دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اور کچھ دیر تک حیرت میں کتاب فتح رحمانی کے الفاظ کو دیکھتا اور انہیں مرزا صاحب کے منقولہ مضامین سے مقابلہ کرتا رہا جو نیک خیال مجھے مرزا صاحب کی نسبت ابھی باقی تھا اس پر یک لخت صدمہ پڑا اور سابقہ تذبذب نے مرزا صاحب کے دعوی کے غلط ہونے کی طرف راستہ دے دیا جس سے میرے سینے کی ہرج اور تنگی بہت کچھ رفع ہوئی اور مجھے اسی وقت سے مرزا صاحب کے بارے میں فیصلہ کرنے کا خصوصاً خیال آیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب موصوف میرے اس اظہار پر کہ میں حکیم نور الدین کے پاس عربی علوم دینیہ کی تعلیم پانے جا رہا ہوں اور حکیم صاحب نے مجھے خود تعلیم دینے کا وعدہ کیا ہے، بولے، امید نہیں کہ حکیم نور الدین تجھے تعلیم دے۔ جس پر میں نے کہا کہ وہ وعدہ کا ایفا کریں گے مولوی صاحب بولے کہ اچھا چل کر دیکھ لو۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب موصوف کا کہنا درست ہوا اور حکیم صاحب نے ایفائے عہد سے جی چرا لیا۔

غرض اس دوسری بار میں قادیان سے مرزائی مذہب سے اشتہار مذکور دیکھنے کی وجہ سے طبعاً متنفر آیا کیونکہ اس اشتہار کے حوالہ کے بموجب اردو عبارت کتب مندرجہ اشتہار کو دیکھنے اور ان کا باہم مقابلہ کرنے

میں کوئی مشکل نہ تھی (کرشن قادیانی نے کئی ایک کتابوں میں یہ دعوی کیا ہے کہ مولوی غلام دستگیر مرحوم اور مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہم (مولوی صاحبان اور مرزا) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا حالانکہ مولوی صاحبان نے ایسا کہیں نہیں لکھا بلکہ ان کے انتقال کر جانے کے بعد کرشن جی نے من گھڑت بات بنائی ہے اسی مضمون کا اشتہار مذکور میں تقاضا کیا گیا تھا بلکہ مضمون مذکور دکھانے پر کرشن جی کو مبلغ...سو روپئے اور ان کے دام افتادوں کو دکھانے پر مبلغ دوصد چہرہ دار انعام کا وعدہ بھی کیا گیا تھا مگر افسوس کسی کرشن پینتھی کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ انعام کے علاوہ اپنے گرو کی لاج تو رکھ لیتے۔اسی اشتہار سے مولوی عبداللہ کو فائدہ ہوا) قادیان میں آ کر میں نسبتاً فارغ تھا اور مرزائی طرز عمل کو غور سے دیکھنے کا مجھے موقع حاصل تھا۔سواس واپسی پر جو اپریل کے دوسرے ہفتہ میں وقوع میں آئی میں نے مرزائیوں کو قادیان کے باہر بظاہر آنے والے زلزلہ کے خوف سے مرزا صاحب کے باغ میں مقیم پایا۔عام طور پر سب مرزائی جو باغ میں رہتے اس کنویں سے پانی پیتے جو باغ میں ہے۔اس کنویں کو مجھے بالذات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔اس کے آگے غلاظت کو روکنے کے واسطے کوئی تختہ نہ تھا اور کنویں مذکور پر بیل چلا کرتا تھا۔ایک ڈھیر گوبر کا کنویں کے غربی کنارہ پر چکر کے نیچے لگا ہوا تھا جس پر چکر سے پانی پڑ رہا اور اسے متعفن کر رہا تھا اس متعفن ڈھیر سے گوبر گر کر کنویں میں پڑ رہا تھا جیسا کہ عام طور پر وحشی دہقانوں کے دیہاتی کنووں پر ہوتا ہے کہ چلتے بیل کی معمولی لات لگنے سے گوبر کے ڈھیر کنویں میں گرتے رہتے ہیں کنویں کے شرقی وشمالی کنارہ پر زمین سے کچھ اونچی مندیلیاں تھی چونکہ گوبر ایک وزنی مادہ اور اپنے مساوی الحجم پانی سے بھاری ہوتا ہے لہذا وہ کنویں میں پڑ کر تہ نشین بھی ہو جاتا ہے اور جب مدت تک پڑتا رہے تو مادہ تہہ میں ڈھیر ہوتا جاتا ہے جب کہ ٹوبی پڑے ایسے غلاظت کے متعفن ڈھیر نکلتے ہیں اور پھر جو ذرات کے طور پر تیرتا رہتا ہے وہ پانی بھرنے والوں کے برتنوں اور نہانے دھونے والوں کے کپڑوں اور بدن پر جاتا ہے اور پانی کی طہارت اور ستھرا پن تو ایسے مادہ کے پڑتے رہنے اور بند کنویں میں جمع رہنے سے معلوم ہی ہے۔یہ عجیب نادانی کا خیال ہے، جو بعض لوگ کہتے ہیں (جیسا کہ بعض مرزائیوں نے بھی اس گوبر کے ذکر کرنے پر کہا) کہ جاری کنواں جاری نہر کے حکم میں ہے۔نہر میں ایسی غلاظت ایک جگہ پر جمع نہیں رہ سکتی اور بہہ کر چلی جاتی ہے حالانکہ کنویں میں ڈھیر بنی رہتی ہے اور جو نکلتی ہے وہ پانی لینے والوں کے برتن وغیرہ میں پڑ کر ان کی نصیب ہوتی ہے۔نہ کنویں کا پانی نہر کے صدہا میل کے پانی کی طرح عام تام ہوتا ہے کہ ایسی غلاظت کا خیال تک نہ کیا

جا سکے۔غرض کہ مرزائی ایسے کنویں سے پانی پیتے ہیں اورنہاتے دھوتے ہیں۔ایسے مکروہ کنویں سے پانی لینے سے میں نے پرہیز کی اوراز یں وجہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے مجتنب ہوا ہاں نفل کے طور پر ایک آدھ دفعہ جماعت ہوتی دیکھ کر شامل بھی ہوا۔ایک دفعہ سعید المعروف عرب نے مجھ پر نماز نہ پڑھنے کا اعتراض کیا تو اسے جب میں نے ساتھ لے جا کر گوبر مذکور کا تعفن اوراس کا گرنا دکھایا تو بولا واقعی متعفن گوبر کنویں میں جاتا ہے۔ مگر کہنے لگا کہ اس کا کوئی حرج نہیں ہے۔تعجب یہ ہے کہ ان لوگوں کو پانی کی پلیدی وپاکی کا کوئی بھی خیال نہیں آتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ میں نے کبھی ایک کو بھی احتیاط کرتے نہیں دیکھا۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بورڈنگ ہاؤس کے باورچی خانہ کے گھڑے کھلے اور بالکل ننگے پڑے رہتے ہیں اور میں نے خود بھی ان پر کتے دیکھے ایسے ہی چودھری فتح محمد مرزائی حال متعلم ایف اے نے ایک دن ذکر کرنے پر مجھے کہا کہ کئی بار اس ننگے پانی خانہ سے کتے ہانکے ہیں۔اس کمرہ کو جس کا ایک محراب اوردو کھڑکیاں معمولی آڑ کے کواڑ لگانے کی کسی کو غیرت نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب کے مطب کے نزدیک والے کنویں میں جہاں سے عام طور پر تمام مرزائی پیتے ہیں اور جو مرزائیوں کا سب سے بڑھ کر مستعملہ کنویں ہے میں نے خود مرزائیوں کو اقسام کے میلے اور خراب برتن ڈالتے دیکھا۔خاص ملہم اعلی پیر سراج الحق نعمانی کو جو مطب کی چھت پر رہتے ہیں میں نے (جب کہ میں مطب کے متصل ابوسعید عرب کے پاس رہتا تھا) دیکھا کہ بعض دفعہ ایک گھڑی کے منہ میں جو ہرگز صاف نہ ہوتی تھی بلکہ جسے زمین پر رکھنے سے مٹی لگی ہوتی تھی اورمیلی نظر آتی تھی ایک رسی ڈال کر اور پھر اسے کنویں میں لٹکا کر پانی نکال لیتے۔عام طور پر پیر صاحب ایک ڈول سے پانی کھینچتے تھے ہاں کبھی کبھی (شائد ڈول نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) میں نے انہیں گھڑی ڈالتے بھی دیکھا۔بارش کے وقت جب دلو (بوکہ)...میں پار ہتا تھا تو اسے کنویں میں پانی کھینچنے کو لٹکاتے ہوئے غلاظت کنویں میں پڑتی۔سخت سردی کے ایام میں جب ہ بارش کے موقعہ پر کہیں جانا نہ ہوسکتا تو چند دفعہ مجھے بھی اس دلو سے کنواں مذکور سے پانی نکالنا پڑا۔پھر تو کپڑے اور ہاتھ رسی کی غلاظت سے لتھڑ گئے۔اس وجہ سے اور ایک طالب علم محمد حسین نام پسر مصنف چٹھی مسیح کو ہاتھ پاؤں خراب ہونے کی..میں کنویں میں اترتے دیکھ کر میں نے ہمیشہ کے لئے اس کنویں سے پانی لینے سے توبہ کر لی۔

طریق الصحت میں مرزائی کنویں کو صاف رکھنے کے اسباب ...کریں ۔مگر کیوں وہ تو سب (جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اشتہار، کرشن قادیانی سے فیصلہ، میں لکھا ہے)، ایک نابیناؤں کی قطار کی طرح حکیم نوردین صاحب اور مرزا صاحب کے پیچھے بلا چون وچرا جکڑے چلے جاتے ہیں اور ایک بھی نہیں جو اتنا سوچے کہ آخر ہم کہاں جا رہے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۴۔۲)

(مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں) یہ تو اس قوم کی طہارت کا نمونہ ہے۔دینیات میں بھی عربی دان مرزائی سخت باہمی اختلاف سے خالی نہیں ہیں۔نمونہ کے طور پر صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ حکیم صاحب اور قاضی امیر حسین موصوف میں درس میں گویا دائمی چکری رہتی ہے بسا اوقات حکیم صاحب قرآن کا کچھ معنی کرتے ہیں اور قاضی صاحب کسی اور طرف کو جاتے ہیں (کیا حکم کے ہوتے ہوئے بھی یہ اختلاف؟) قاضی صاحب تو خود مرزا صاحب اپنے اولوالعزم رسول سے اختلاف کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ہاں بہ نسبت قاضی موصوف، حکیم صاحب واقعی بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔مگر وہ بھی بعض اوقات (غالباً نئے تعلیم یافتہ معترضین کے فضول اعتراضات سے بچنے کے لئے) نادر لغات سے کام لیتے ہیں جو اعلی فصاحت قرآن کے بالکل منافی ہے اور قاضی صاحب موصوف نے تو عجیب راہ تفسیر کی نکالی ہوئی ہے، ان کے نزدیک کبھی کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔آپ جا بجا قتل الانبیاء کے معنی قرآن میں قتال بالانبیاء کرتے یا کسی مستعار لغت سے کام لے کر قتل کے معنی ایسے مواقع پر جا بجا ضرر شدید کے کرتے ہیں کیونکہ قتل انبیاء کے ماننے سے ان کے فرضی اصول پر زد پڑنے کا خوف ہوتا ہے۔فرماتے ہیں کہ اس سے انبیاء کی ناکامی لازم آتی ہے حاشا کہ قتل سے ناکامی لازم آئے۔ایسے انبیاء جس مطلب کیلئے آئے اسے انجام دے کر ہی قتل ہوئے۔انہوں نے کافی تبلیغ رسالت کی جو محض مقصد بعثت (بحوائے و ما علی الرسول الا البلاغ) ہے اور انجام کار کفار کی ہٹ دھرمی سے بعض قتل ہو گئے، وہ سینکڑوں ہزاروں کو مسلمان بنا گئے۔اور علی ہذا اپنے عرصہ کی تعلیم سے ہدایت کا عام تام ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

اس شخص کے نزدیک بنی اسرائیل میں توبہ قتل النفس سے نہیں ہوتی تھی آپ اقتلوا انفسکم کے معنی فارسی لفظ نفس کشی فرماتے ہیں حالانکہ نفس کشی جو بظاہر قتل النفس کا ترجمہ ہے، اردو فارسی کا محاورہ ہے نہ کہ

عربی کے محاورہ میں قتل النفس کے معنی اردو اور فارسی والی نفس کشی کے ہو سکتے ہیں۔ایک دفعہ اس مضمون پر بحث کرتے ہوئے کہ بنی اسرائیل میں توبہ قتل النفس سے ہوتی تھی میں نے قاضی صاحب کو ان کے انکار پر یہ توجہ دلائی کہ مرزا صاحب اشتہار الانذار کے آخری حصے میں بنی اسرائیل کا طرز توبہ جان کا مار ڈالنا ہی تسلیم کرتے ہیں، اور اسے حجتاً پیش کرتے ہوئے عوام کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگرچہ تم پر اسی طرح کی توبہ تو نہیں ہے مگر اس قدر روؤ کہ گویا مر ہی جاؤ۔اس پر قاضی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کی باتیں پیش نہ کیا کرو کیونکہ میرے (قاضی صاحب) اور مولوی نور الدین کے درمیان بعض مسائل پر بعض دفعہ جو جھگڑا ہو کر معاملہ حضرت جی (مرزا) کے روبرو تصفیہ کے واسطے پیش ہوا تو آپ نے انجام کار فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ اور عقیدہ پر غور نہیں کی ہے اور کہ میں (مرزا) کوئی جواب نہیں دے سکتا۔انتھی (سبحان اللہ! دعوی تو یہ کہ دنیا کے اختلاف مٹانے کو آیا ہوں اور حال یہ کہ میں نے غور نہیں کیا۔ثناء اللہ امرتسریؒ)

پھر قاضی صاحب نے نمونہ کے طور پر فرمایا کہ ہماری (درمیان قاضی صاحب وحکیم صاحب) تکرار بہ نسبت قتل انبیاء پر بھی حضور (مرزا) نے انجام کار ایسا ہی جواب دیا تھا۔سبحان اللہ! کہ اول تو اس وقت تک مرزا صاحب نے قتل انبیاء کی نسبت کوئی خاص قطعی عقیدہ نہ رکھا ہو۔کیا اس سے مرزا صاحب کے الہام الرحمن علم القرآن لتنذر قوماً .. الخ کا سرّ اب صاف طور سے نہیں سمجھا جا سکتا ہے اور تو۔اس شخص (قاضی صاحب) کا یہ بھی مذہب ہے کہ پیغمبر ﷺ نے بیت المقدس کی طرف کبھی نماز نہیں پڑھی۔اور نہ ہی انہیں تبدیل قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ فلنولينك قبلة ترضاها کے یہ معنی کرتے ہیں کہ ہم تجھے ایسے قبلہ کا والی بنائیں گے..الخ۔نہ معلوم یہ پارہ ۲ کے شروع میں لفظ ما ولاهم عن کے کیا معنی کرے گا۔اور پھر اسی رکوع میں ولّ وجهك شطر المسجد الحرام کی کیا تفسیر کرے گا۔وہاں ضرور منہ پھیرنے کے معنی کرے گا کیونکہ منہ کی ولایت کا کچھ مطلب نہیں بن سکتا۔پھر ایک رکوع میں ایک ہی لفظ کے ایسے مختلف معنی کرنے کا اسے کیا حق پہنچ سکے گا؟

میں اس شخص کے عقاید پر کوئی طویل بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرا مضمون اس صورت میں بہت ہی طویل ہو جائے گا صرف اس قدر کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اگر ایک غیر مرزائی آدمی جو عربی سے کچھ واقفیت

رکھتا ہو کسی ثالث منصف کی منصفی سے مرزائیوں کے ساتھ ان کے ایسے عقاید میں گفتگو کرے تو مرزائی ذرا بھی چل سکنے کے قابل نہیں رہتے کیونکہ وہ کوئی فصیح محاورات اپنے عقاید کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور نادر لغات اور علم تام مستعار معانی لینے سے قرآن کریم کا ابہام بلکہ چیستان ہونا لازم آتا ہے۔ یہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ اس رکیک تاویل کی نسبت مرزائیوں کو مرزا صاحب ہی سے ملی ہے کیونکہ آپ ایسے مرادوں سے کام لیتے رہتے ہیں جنہیں انہیں کا پیٹ اگل سکتا ہے۔

خیر مجھے یہ دکھانا تھا کہ خاص علمائے مرزائیہ میں عقاید اختلاف ہے بلکہ خود مرزا صاحب سے بھی بعض علمائے اصحاب قادیان کو گہرا اختلاف ہے جیسا کہ قاضی صاحب موصوف اور مرزا صاحب کے مذکورہ بالا اختلاف نسبت طرز توبہ بنی اسرائیل سے ظاہر ہے۔ پھر یہ ہے نمونہ صحیح بخاری کے امام حکم وعدل کا، جس کی پچیس سالہ تعلیم نے مرزائیوں میں ایسا اثر ہے کہ بعض اصحاب کبار کو ان سے تھیں میں میں وہ یک جہتی ہے جو نمونہ کے طور پر اوپر بیان ہوئی اور عام طور پر مرزائیوں پر ستھرے پن کا وہ اثر پڑا جس کا کچھ خاکہ اوپر کھینچا گیا ہے۔

یہ تو میں نے ان کے نمونہ نبوی کا حال پایا ہے۔ پھر ان کا حضرت ﷺ سے یہ مقابلہ کیسا ہی خوب ہے جنہیں (ﷺ کو) دوسرے ہی نزول وحی پر عملی زندگی سنوارنے کا حکم فكبر و ثيابك فطهر .. الخ سے ہو گیا اور آپ (مرزا) کو تو مسلمانوں پر لعنت نامے لکھنے سے کہاں فرصت کہ علم دین پر توجہ کریں۔ مسلمانوں پر ایسی زیادتیاں کرنے میں آپ نے وہ کمال کیا کہ انہیں دیکھ کر یہ خیال گذرتا ہے کہ اس شخص کو اہل اسلام سے بڑھ کر شاید کسی سے بھی دشمنی نہیں ہے۔ دیکھئے یہ شخص مسلمانوں کو صرف ابن مریم کی حیات کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے مغضوب ہوئے اور ایسے عقیدہ کو مشرکانہ فرماتا ہے مگر آپ بھول گئے حضور (مرزا) نے بھی اپنی نیک نیتی کے ثبوت میں اپنے اس سابق عقیدہ کا حوالہ دیا ہے کہ میں پہلے بھی مانتا تھا کہ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ایسا ہی لکھا تھا جس سے آپ...اسی شرک میں جسے مسلمانوں کے سر تھوپ دیا چالیس سال کی عمر تک مبتلا رہنا پایا جاتا ہے۔ پھر نبی! اور شرک کرے، یہ تو خود آپ ہی غلط قرار دے چکے ہیں۔ کیا آپ یہ خلاصہ فرما نہیں چکے کہ انبیاء خدا کی کو صرف عرف عام سے سن کر محض اپنی لطیف عقل سے اس کی توحید پر دلدادہ ہوتے ہیں اور شرک سے ہمیشہ انہیں طبعاً نفرت رہتی ہے۔

پھر آپ اسی شرک میں جو مسلمانوں کی نسبت ان کی حیات ابن مریم کے اعتقاد کی وجہ سے بتلا رہی ہیں، یا تو اپنی تحریر کے بموجب چالیس سال کی عمر تک مبتلا رہے اور آئندہ کے لئے نیک نیتی کی سند بنانے کو برا ہین میں ایسا لکھ مارا کہ ابن مریم آسمان سے اترے گا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۹۔۱۰)

(مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں) اور کچھ واقعہ میں آپ سرے ہی سے ابن مریم کے نزول سماوی کے قائل نہ تھے تو اس صورت میں ان کا صریح کذب لازم آتا ہے۔ اور یہ نرا جھوٹ ٹھہرا کہ میں پہلے خود نزول سماوی ابن مریم کا قائل تھا۔ وغیرہ

بہر حال مرزا صاحب پیچیدگی میں پڑتے ہیں۔ یہ ہے اس شخص کی اختلاف بیانی جس کا کچھ اور خاکہ بھی آگے چل کر دکھاؤنگا۔ درحقیقت مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ کو شرک لکھنا ایک ہوائی اور نفسانی کلمہ ہے جسکی وجہ سے مرزا صاحب کی ذات پر مذکورہ بالا سخت اعتراضات پڑتے ہیں اور محض نفسانی کلمات (بعداوت اہل اسلام) کی بنا پر ہی مسلمانوں کو مشرک گردانئے کا فعل ہی اس امر کی مکمل دلیل ہے کہ مرزا صاحب خدا کی طرف سے ہونا تو کیا ایک ہوشیار مسلم کی حیثیت بھی نہیں رکھتے کیونکہ مومن کو حضرت نے ذکی اور صاحب فراست فرمایا ہے اتقوا فراسة المو من ۔مرزا صاحب تو جابجا اختلاف بیانی میں بڑی ٹھوکریں کھا چکے ہیں اور کھا رہے ہیں یہی اختلاف جو ایسا وسیع ہے واقع میں بفحوائے آیت و لو کا ن من عند غير الله لو جدوا فيه ا ختلا فاً کثيراً معیار قائم ہو کر اسی امر قطعی کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب کبھی بھی خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہو سکتے اور کہ خدا تعالی کا ہاتھ انہیں محفوظ رکھنے کے لئے ان کے ساتھ ہر گز نہیں ہے۔ پھر بشری نقص انہیں لغزش میں ڈال ہی دیتے ہیں جیسا کہ ذکر ہوا۔ آپ کے اختلافات کا کچھ اور نمونہ بھی جو وہاں قادیان میں میں نے دیکھا یا سنا آگے چل کر اپنے موقعہ پر انشاء اللہ دکھاؤنگا۔

غرض کہ دکھانا یہ تھا کہ مرزا صاحب کو کہاں فرصت کہ عملی و اعتقادی زندگی سنوارنے کیلئے توجہ کریں۔ آپ نے بقول قاضی امیر حسین مرزائی موصوف تو ابھی بعض عقاید کی آیات میں بھی غور نہیں کیا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور لہذا تا حال عقاید کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکے۔ کیا صحیح بخاری کے امام حکم دعوی کا یہ نمونہ مجھے ایک قطعی معیار کا کام نہ دے سکتا تھا کہ مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ میں نے حکیم نور الدین صاحب اور قاضی

امیر حسین سے بارہا سنا ہے کہ حضرت (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں کہ جس طریق پر میں قوم کو چلانا چاہتا ہوں ابھی تک اس کی طرف قوم نے منہ پھیر کر دیکھا تک نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ کیونکر ہوا کہ اس قدر انبیاء کے کمالات کا مجمع اور اپنی وحی میں کبھی احمد کبھی موسیٰ کبھی عیسیٰ کبھی نوح کبھی ابراہیم سے مخاطب ہوا اولوالعزم نبی کیا اتنا جاذب اثر بھی نہ رکھتا تھا کہ ۲۵ سالہ تعلیم سے مرزائیوں کے منہ اس راستہ پر تو لاتا جس پر انہیں چلانا چاہتا تھا۔ ثانیاً یہ کہ اگر قوم نے ابھی تک منہ پھیر کر دیکھا تک نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ دیکھتے کیونکر، جب انہیں امام کا ذاتی نمونہ نہ ملا، اور امام ان کی رنج و راحت میں شریک نہ ہوا۔ تو پھر اثر ہی کیا ہو۔ بھلا مرزا صاحب نے پچھلے ایام میں محمد افضل اڈیٹر البدر کی بیمار پرسی کی یا اسکے جنازہ پر تشریف لے گئے۔ حاشا! بلکہ جیسا کہ پیر سراج الحق نعمانی نے محمد شاہ پسر قاضی صاحب موصوف کی طاعونی موت کے موقع پر حیض میں ہیں، کہ مرزائی محمد شاہ کے جنازہ پر بھی نہیں گئے، صاف طور سے کہا کہ حضور (مرزا) کی طرف سے افضل کے بیمار ہونے پر مولوی نور الدین صاحب نے چھوٹی مسجد میں لوگوں کے اجتماع میں (جو بوقت نماز ہوتا ہے) حضور (مرزا) کا رقعہ مجلس کو پڑھ کر سنایا کہ محمد افضل کو طاعون ہو گیا ہے اور کہ اس کے غضب کیا کہ کلاں مسجد میں چلا آیا۔ لہذا اب اس کے پاس کوئی بھی وہاں نہ جاوے پھر تو افضل جس بے چارگی سے مرا وہ دنیا کو معلوم ہے اس تنہائی کی موت اور مرزائیوں کی ایسی ڈرپوکی اور سرد مہری ہی سے وہ متنفر (آنجہانی) افضل کی ایک عورت (بیوی) کو حاصل ہوا کہ اس نے مرزائیت سے بھی جواب دے دیا اور جب وہ قطع تعلق کر کے قادیان سے چلنے لگی اور میرے روبرو مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری مدرس فارسی قادیان کالج وسکول نے مولوی نور الدین صاحب کے سامنے میرے روبرو اس عورت کی یہ بیزاری حکیم صاحب پر ظاہر کی، تو آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو دل میں حضرت صاحب سے کوئی تعلق نہ تھا اور شاید یہی وجہ موت افضل کی ہوئی ہو، تو مولوی عبید اللہ صاحب جو وہی صرف خلاف ہدایت مرزا صاحب محض آشنائی سابقہ کی وجہ سے افصل کے سر پر رہے تھے طیش میں آکر بولے کہ مولوی صاحب! کیا افضل کو حضرت سے دل میں تعلق نہ تھا جس نے مرتے دم تک استقلال دکھایا اور عین مرتے ہوئے بولا کہ میں مرزا صاحب پر ایمان رکھتے ہوئے مرتا ہوں۔ جس پر حکیم صاحب نے.. جواب دیا کہ خیر اس عورت کو کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر حکیم صاحب نے نہ سوچا کہ عورت کا پختہ ایمان تو مرزائیوں کی سرد مہری کے نمونہ ہی

س ٹوٹا، جس سے وہ سمجھانے پر بھی تعلق توڑنے سے نہیں رہتی؟؟ تھی اور غصہ میں آ کر وہ وہ سناتی تھی جو مرزا ئیوں ہی کو خوب معلوم ہے۔ میں خود ان دنوں قادیان میں تھا اور یہ جھگڑا اپریل۔ مئی؟؟؟ میں درپیش تھا جب کہ افضل کا متروکہ تقسیم ہو رہا تھا اور وہ عورت سخت طیش میں آئی ہوئی تھی۔ پھر یہ تو افضل سے گزری جس پر افسوس... جاتا ہے کہ بجواب اعتراض اخبار شبھ چنتک جو قادیان کے آریوں کی طرف سے نکلتا ہے خواہ مخواہ اڈیٹر الحکم نے انہیں کوسا اور غلط لکھ مارا کہ افضل پر پوری ہمدردی ورفاقت کا ساتھ دیا گیا تھا۔ حاشا! مرزا صاحب نے تو جیسا کہ بیان ہوا، رقعہ کے ذریعہ سے لوگوں کو افضل کے پاس جانے سے منع کیا تھا پھر ہم دردی چہ معنی۔ کیا یہ سخت سے سخت افسوس کا مقام نہیں کہ اڈیٹر الحکم خواہ مخواہ مرزائیت کی تائید میں سرگرم رہتا ہے۔

مولوی عبیداللہ صاحب نے محض اپنی ہم دردی سے افضل کا اخیر دم تک ساتھ دیا تھا خدا کی قسم کہ جب حکیم صاحب کے ساتھ مولوی عبیداللہ کی مذکورہ بالا قیل وقال ہو چکی تو میں اٹھ کر اکیلا ان کے ساتھ ہو لیا۔ مولوی عبیداللہ نے مرزائیوں کی سخت شکایت کی کہ کوئی بھی مرزائی افضل کے پاس بیمار پرسی یا جنازہ کے لئے نہیں آیا اور بولے کہ میں نے مرزا صاحب صرف اتنا مان لیا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں کہتے بلکہ سچ کہتے ہیں مگر نہ یہ کہ کسی مرزائی کو صدیق اکبر یا عمر پر ترجیح دیتا پھروں۔ آپ کی غرض اس سے حکیم صاحب کے رتبہ کی نسبت تھی۔ اور میرے آخری دن مجھ سے بولے کہ میں بھی اسی غور میں ہوں کہ مرزا صاحب کے معاملہ کی اصلیت معلوم کروں۔ پھر یہ شخص تو ابھی مجمل سا ایمان رکھے ہوئے تھا وہ مرزا صاحب یا مرزائیوں کے رطب ویابس کا پیرو نہ تھا اور نہ مرزائیوں کی مجلسوں یا نورالدین کے درس میں جاتا ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے نمونہ کا اس پر کوئی اثر نہ پڑا اور اپنی طبعی مستقل مزاجی میں مرزائیوں سے ممتاز ہے(۱) لہذا اس نے طاعون زدہ افضل کے پاس جانے، اس کی تیمارداری کرنے، اس کی میت کے ساتھ رہنے میں باوجود ممانعت مذکورہ بھی دریغ نہ کیا۔ پھر یہی شخص تھا کہ محمد شاہ کے جنازہ کے ساتھ محض طبعی استقلال سے گیا، یہ آنجہانی افضل سے ہمدردی ہوئی۔ ایسا ہی محمد شاہ مذکور آنجہانی سے ہوئی۔ جس کا وہ نتیجہ ہوا کہ قاضی امیر حسین نے اپنے لڑکے کے مرنے کے دوسرے دن بذریعہ رقعہ مرزا صاحب کو قوم کی نسبت شکایت کی جس پر آپ نے قاضی صاحب کی دلجوئی کے لئے نماز کے موقع پر مرزائیوں کو تنبیہہ کی کہ تم تو کفار سے بھی بدتر ہوا گر تم میں جنازہ پر جانے تک کی

ہمدردی نہ ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ محمد شاہ کی بیماری کے دنوں اندر والے باغ کے دروازہ پر خادم مرزا صاحب (وہ غالباً مہدی حسین شاہ تھا) کا پہرہ لگا ہوا تھا اور وہ لوگوں کو رقعہ بھی دکھایا جاتا تھا کہ حضرت نے اندر والے باغ میں (جہاں حضرت کا ڈیرہ تھا) آنے سے مطلق منع کیا ہے اور اپنی اولاد کو بھی باہر نکلنے سے منع کی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضور کی مذکورہ بالا ہدایت کے بعد مرزائیوں میں ابو سعید کے دوکان کے آگے یہ قیل وقال میرے روبرو ہوئی کہ ہم کو تو خدام اور میر صاحب (خسر مرزا) اندر والے باغ میں بھی نہیں جانے دیتے تھے پھر ہم کو مریض کے پاس جانے کی کیسی اجازت تھی جب کہ لاگ کا اس قدر خوف تھا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ خادم کی ساخت ہے دوسرے کہتے تھے نہیں، اس کے پاس رقعہ بھی ہے، جس پر گفتگو کے دوران میں آنجہانی افضل کے ذکر پر پیر صاحب موصوف بولے ہم نے تبھی سے بلا چون وچرا مریض کے پاس جانے سے دریغ کیا تھا۔ جب سے افضل کی بیماری کے موقعہ پر حکیم نور الدین صاحب نے حضرت کا رقعہ چھوٹی مسجد میں سنا کر آنجہانی کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اس پر اس نے حیران ہو کر اس مجلس میں مقرر حکیم صاحب سے کہا کہ آیا واقعہ میں حکیم صاحب نے وہ رقعہ مجلس میں پڑھ کر منع کیا تھا تو آپ نے بڑی سنجیدگی اور تاکید سے جواب دیا کہ واقعہ میں ہم کو بذریعہ رقعہ منع کی گئی تھی۔ اس مجلس میں قاضی صاحب موجود تھے اور ابو سعید بھی حاضر تھا کسی نے پیر صاحب پر جرح نہ کی، اور جرح کیونکر کرتے، پیر صاحب موصوف مرزائیوں کے بڑے صاحب کشف سمجھے جاتے ہیں۔ پھر میں نے قاضی امیر حسین کو توجہ دلائی کہ آپ کی سختی مرزائیوں پر محمد شاہ آپ کے پسر کی موت پر پاس نہ آنے میں صریح زیادتی ہے کیونکہ وہ رقعہ مذکور کے وقت ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ ہم نے بڑی مسجد میں یا کسی طاعون زدہ مرزائی بھائی کے پاس نہیں جانا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آج تک ہر ایک مرزائی یہی سمجھے ہوئے ہے کہ ایسا کرنا منع ہے۔ چنانچہ افضل کو قضا کئے ہوئے عرصہ گذرا مگر اب تک بورڈنگ والے بورڈنگ میں ہی نماز پڑھ رہے ہیں ورنہ ان کی جماعت ہمیشہ بڑی مسجد میں ہوا کرتی تھی اور وہ سب یہی کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جانا منع ہے۔ پھر مرزائیوں کا قصور ہی کیا ہے۔ (ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۴۔۶)

(مولوی عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں) پھر جناب مرزا صاحب کے نمونہ ہمدردی کا یہ حال ہے کہ آپ کی یہ شکایت کہ قوم نے ابھی تک اس رستہ کی طرف منہ پھیر کر بھی نہیں دیکھا جس پر میں قوم کو چلانا چاہتا ہے، زیادتی

ہی زیادتی ہے

دیکھئے آنحضرت ﷺ عرب جیسے شورش زدہ ملک میں کیسے صحابہ کے ساتھ رہتے تھے ایک ایک صحابی کو ساتھ لے کر حضور ﷺ نے کئی سفر کئے اعلی نمونہ یہی تو تھا کہ جس سے صحابہ متاثر ہوئے اور وحشی سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان پھر باخدا انسان بن گئے ان کے ایمان کی حد خدا ہی کو معلوم ہے اور یہاں تو مرزا کو میں نے تمام پانچ ماہ میں ایک دن میں پوری تین نمازوں میں متواتر دو تین دن شامل ہوتے بھی نہیں دیکھا نہ سنا ۔ظہر اور عصر کی نماز پر آپ آتے ؟؟؟ لیکن کبھی کبھی تو ان میں بھی تشریف نہ لاتے سنا تھا کہ گرمی کے موسم میں رات کو مجلس فرمایا کرتے ہیں، یہ خیال تھا کہ اس وقت حضور سے کچھ سوال کرنے کا موقعہ ملے گا اور انہیں کے انتظار میں رہتے تھے مگر گرمی میں تو باغ میں خیمہ کے اندر گذارنے پر بھی ہم نے انہیں نماز ظہر یا عصر کے موقع پر تشریف لاتے اور یہ عموماً ہوتا، آتے ہی حضور کے کے گرد مرزائیوں کے جم گھٹے ہو جاتے اگر کسی نو وارد نے کچھ پوچھنا ہوتا تو ٹھیک کھڑے پوچھ لیتے پھر دفعۃً نماز شروع ہو جاتی فرض پڑھتے ہی حضور چل دیتے سنتوں تک وہاں نہ پڑھتے ۔کسی مباحث کو ایسی حالت میں خاک موقعہ سوالات کا ملتا خصوصاً اس لئے کہ حضور کو مباحثہ سے نفرت ہے اور ناراض ہو جاتے ہیں، پھر سوالات کیا کرنے تھے اور حقیقت میں ...سب کچھ علم لدنی اور وہ اپنی کتب مصنفہ میں پلٹ چکے ہیں تو پھر اسلامی ...نمونہ ..کیا پوچھنا تھا۔صرف نمونہ نمونہ دیکھنا البتہ رہتا تھا جس پر ذرا غور کی گئی اور اس کا کچھ خاکہ پیش کیا جا رہا ہے

تنگ ظرفی حضور کا کیا کہنا۔اتنا اشارہ کافی ہے کہ آپ اپنی مصنفہ کتب اور اشتہارات میں لوگوں کو کوسنے اور گندہ گندہ الفاظ استعمال کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھی خوب لعنت نامے لکھے ہیں......(باقی صفحات وغیرہ موجود نہیں۔بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۴)۔

ازالہ اوہام سے چند قادیانی عقائد

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مایہ ناز تصنیف ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

یہ بھی جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ مسیح دمشق کے منارہ سفید شرقی کے پاس اتریں گے، یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت۔ ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظّمہ میں اتریگا یا مدینہ منورہ میں نازل ہوگا تو ان ناموں کا ظاہر پر حمل کرنا موزوں بھی ہوتا کیونکہ مکہ معظّمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ کا پایہ تخت ہے مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ کو چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے ایک دوست اور محبّ واثق مولوی حکیم نور الدین صاحب اس جگہ قادیان میں تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کے لیے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز ایسے چند مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی جائے لیکن چونکہ ان دنوں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا، صرف تھوڑی سی توجہ کرنے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنے والا ہے جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور آنے والے مسیح کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں۔ یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔

سوال میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو مجھ کو کھولی گئی بیان کرتا ہوں۔ پھر بعد اسکے ابوداؤد والی پیش گو ئیجس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے بیان کرونگا۔

پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدائے تعالیٰ کا موجود ہونا ان کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور چونکہ طبیب کو بیماروں ہی کی طرف آنا چاہیے اسلیئے ضرور تھا کہ مسیح ایسے لوگوں میں ہی نازل ہو۔ غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے اور یزیدیوں کو ان یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھی ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کی رو سے حضرت مسیح سے غایت درجہ کی مماثلت ہے پس مسیح کا دمشق میں اترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کے مماثلت رکھتا ہے یزیدیوں کی تنبیہ اور ملزم کرنے کیلئے جو مثیل یہود ہیں اتریگا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ دراصل یہودی ہیں اس لئے دمشق کا لفظ صاف طور بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی دراصل مسیح نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں ایسا ہی مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے اور حسینی الفطرت ہے یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ امام حسین کا مظلومانہ

واقعہ خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہم رنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ آنے والے زمانہ کو بھی اس کی عظمت سے اور مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آ جائے جس میں لخت جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیاء کے محاصرہ میں آ کر قتل کئے گئے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس دمشق کو جس سے ایسے پر ظلم احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے سنگ دل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل و اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدا تعالیٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے مکانات بناتا رہا ہے اس استعارہ کو خدا تعالیٰ نے اس لئے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں۔ ایک یہ کہ امام مظلوم حسینؓ کا دردناک واقعہ شہادت جس کو دمشق کے لفظ میں بطور پیش گوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اسکی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے۔ دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے ایسا ہی مسیح جو اترنے والا ہے دراصل مسیح نہیں ہے بلکہ مسیح کی روحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جس کے دل میں واقعہ حسین کی وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہیے ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح ضرور قبول کر لے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور حضرت مسیح کو جو امام حسینؓ سے تشبیہہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ در استعارہ ہے جس کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث سے ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے، اور شیر نام رکھنے میں یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ شیر کی طرح اس کے پنجے

ہوں اور ایسی بدن پر پشم ہو اور ایک دم بھی ہو بلکہ صرف صفت شجاعت کے لحاظ سے ایسا اطلاق ہو جاتا ہے اور عام طور پر جمیع انواع استعارات میں یہی قاعدہ ہے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ

اخرج منه اليزيديون

یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ اب اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ ایسی کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ

انّا انزلناه قريباً من القاديان و بالحقّ انزلناه و بالحقّ نزل و كان وعد اللّٰه مفعولا۔

یعنی ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اتارا اور سچائی کے ساتھ اترا۔ ایک دن اللہ کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی کے پہلے سے لکھا گیا تھا۔ اب چونکہ قادیان کو اپنی خاصیت کی رو سے دمشق سے مشابہت دی گئی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر پیش گوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن میں قادیان کا نام لکھا ہوا نہیں پایا جاتا۔ اور یہ الہام جو براہین احمدیہ میں بھی چھپ چکا ہے بصراحت و بآواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن میں یا احادیث نبویہ میں بطور پیش گوئی ضرور موجود ہے اور چونکہ موجود نہیں تو بجز اس کے اور کس طرف خیال جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور لکھا ہوگا اور اب جو نئے الہام سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ قادیان کو خدا تعالیٰ کے نزدیک دمشق سے

مشابہت ہے،تو اس پہلے الہام کے معنی بھی اس سے کھل گئے گویا یہ فقرہ جو اللہ جل شانہ نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القاء کیا ہے کہ انا انز لناہ قر یباً من القا دیا ن اس کی تفسیر یہ ہے کہ

انا انز لناہ قریباً من دمشق بطرف شر قه عند المنارة البیضاء

کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کناہ پر ہے منارہ کے پاس۔پس یہ فقرہ الہام الٰہی کا کہ کان وعد اللہ مفعو لاً اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیش گوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔اس عبارت تک یہ عاجز پہنچا تھا کہ یہ الہام ہوا:

قل لو کان الامر من عند غیر اللّٰہ لو جد تم فیه اختلا فاً کثیراً۔ قل لو اتبع اللہ ا ھوا ء کم لفسدت السما وا ت و ا لا ر ض و من فیھن۔ و لبطلت حکمته و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً۔ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربّی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربّی و لو جئنا بمثله مددا۔ قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تبعونی یحببکم اللّٰہ۔ و کان اللّٰہ غفوراً رحیماً۔

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا،ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں (ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستان میں سکوریاں کہتے ہیں۔عبادت گاہ سے مراد اس زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں) اس جگہ مجھے یاد آیا کہ جس روز وہ الہام مذکورہ جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب میرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ

انا انز لناہ قر یباً من القا دیا ن

تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں

شائد قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ مدینہ اور قادیان ۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے کہ مجھے دکھلایا گیا تھا اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرہ کو ان کی زبان سے سنا تو اس میں یہ بھید مخفی ہے کہ جس کو خدا نے میرے دل پر کھول دیا کہ ان کے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے یعنی ان کے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے اس کے عجائبات قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء اس کے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر امی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کرلیا جاتا ہے ہمیشہ سے اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ و ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء۔

(ازالہ اوہام۔حاشیہ۔ص ۶۳ ۔۷۸)

راز حقیقت مؤلفہ قادیانی

(طبع ضیاء الاسلام پریس قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

دسمبر کی تعطیلوں کے دنوں میں ہمیشہ جلسہ ہوتا تھا۔لیکن اب کے دسمبر میں، میں اور میرے گھر کے لوگ اور اکثر خادمہ عورتیں اور مرد موسمی بیماری سے بیمار ہیں۔خدمت مہمانوں میں فتور رہوگا۔اور بھی کئی اسباب ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے۔اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اب کی دفعہ کوئی جلسہ نہیں ہے۔ ہمارے سب دوست مطلع رہیں۔المعلن: مرزا غلام احمد۔

مبادا دل آن فرمایہ شاد   کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اسکے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جسکی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن

رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک نیتی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقہ کو پسند نہیں کرتی جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اس کا بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقوی اختیار کرو۔ اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ وجدل ہو جاتی ہے اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوی میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقوی اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسی جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقوی کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسی کی آنکھوں کے آگے خدا تعالی نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسی کے وقت میں بد بخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاج بلکہ ان کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں کیونکہ میں توریت میں لکھا تھا کہ جو لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اسکا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندہ درگاہ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے، اور یہ نہایت بدمنصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح موعود..کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیرا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں اور کیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان ودل بیزار اور خدا اس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر وقیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اسکو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اسکے (حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی کی ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی تھی۔ لیکن تمام یہود ونصاری کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس

وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی رہی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسی نے صلیب سے بفضلہٖ تعالی نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی۔ احادیث صحیحہ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسی نبی سیاح تھے۔ پس اگر وہ صلیب کے واقعہ پر مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے تو سیاحت کس زمانہ میں کی۔ حالانکہ اہل لغت بھی مسیح کے لفظ کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مسح سے نکلا ہے اور مسح سیاحت کو کہتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عقیدہ کہ خدا نے یہودیوں سے بچانے کے لئے حضرت عیسی کو دوسرے آسمان پر پہنچا دیا تھا سراسر لغو خیال معلوم ہوتا ہے کیونکہ خدا کے اس فعل سے یہودیوں پر کوئی حجت پوری نہیں ہوتی۔ یہودیوں نے نہ تو آسمان پر چڑھتے دیکھا نہ آج تک اترتے دیکھا۔ پھر وہ مہمل اور بے ثبوت قصے کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالی نے اپنے رسول کریم حضرت سیدنا محمد ﷺ کو قریش کے حملہ کے وقت جو یہودیوں کی نسبت زیادہ بہادر اور جنگ جو اور کینہ پرور تھے صرف اسی غار کی پناہ میں بچالیا جو مکہ معظّمہ سے تین میل سے زیادہ نہ تھی تو کیا نعوذ باللہ خدا تعالی کو بزدل یہودیوں کا کچھ ایسا خوف تھا کہ بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے اس کے دل میں یہودیوں کی دست درازی کا کھٹکا دور نہیں ہوسکتا تھا بلکہ یہ قصہ سراسر افسانہ کے رنگ میں بنایا گیا ہے، اور قرآن کریم کے صریح مخالف اور نہایت زبردست دلائل سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت شناخت کرنے کے لئے مرہم عیسی ایک علمی ذریعہ اور اعلی درجہ کا معیار حق شناسی ہے اور اس واقعہ سے پورے طور پر مجھے اس لئے واقفیت ہے کہ میں ایک انسان خاندان طبابت میں سے ہوں اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضی جو اس ضلع کے ایک معزز رئیس تھے ایک اعلی درجہ کے تجربہ کار طبیب تھے جنھوں نے قریباً ساٹھ سال اپنی عمر کے اس تجربہ میں بسر کئے تھے اور جہاں تک ممکن تھا ایک بڑا ذخیرہ طبی کتابوں کا جمع کیا تھا اور میں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ اس لئے میں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسی کا ذکر ہے۔ اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے لئے بنائی گئی تھی ان کتابوں میں سے بعض یہودیوں کی کتابیں ہیں اور بعض عیسائیوں کی اور بعض مجوسیوں کی۔ سو یہ ایک لک علمی تحقیقات سے ثبوت ملتا ہے کہ ضرور حضرت عیسی نے صلیب سے رہائی پائی تھی اگر انجیل والوں نے اس

کے برخلاف لکھا ہے تو ان کی گواہی ایک ذرہ اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ اول تو وہ لوگ واقعہ صلیب کے قت حاضر نہ تھے اور اپنے آقا سے طرز بے وفائی کر اختیار کر کے سب کے سب بھاگ گئے تھے اور دوسرے یہ کہ انجیلوں میں بکثرت اختلاف ہے یہاں تک کہ برنباس کی انجیل میں حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان ہی انجیلوں میں جو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملے۔ اور اپنے زخم ان کو دکھلائے۔ پس اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت زخم موجود تھے جن کے لئے مرہم تیار کرنے کی ضرورت تھی۔ لہذا یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ مرہم تیار کی گئی تھی اور انجیلوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی چالیس روز اسی گردونواح میں بطور مخفی رہے اور جب مرہم کے استعمال سے بکلی شفا پائی تب آپ نے سیاحت اختیار کی۔ افسوس کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے راولپنڈی سے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں ان کو اس بات کا انکار ہے کہ مرہم عیسی کا نسخہ مختلف قوموں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس واقعہ کے سننے سے کہ حضرت عیسی مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ مجروح ہونے کی حالت میں رہائی پائی بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور خیال کیا کہ اس سے تمام منصوبہ کفارہ کا باطل ہوتا ہے۔ لیکن قابل شرم بات ہے کہ ان کتابوں کے وجود سے انکار کیا جائے جن میں یہ نسخہ مرہم عیسی موجود ہے۔ اگر وہ طالب حق ہیں تو ہمارے پاس آ کر ان کتابوں کو دیکھ لیں۔ اور صرف عیسائیوں کے لئے یہی مصیبت نہیں کہ مرہم عیسی کی علمی گواہی ان کے عقاید رد کرتی ہے اور تمام عمارت کفارہ و تثلیث وغیرہ کی یک دفعہ گر جاتی ہے بلکہ ان دنوں میں اس ثبوت کی تائید میں اور ثبوت بھی نکل آئے ہیں کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیبی واقعہ سے نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے اور وہ بنی اسرائیل جو کشمیر میں بابل کے تفرقہ کے وقت سے سکونت پذیر ہوئے تھے ان کو ہدایت کی اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا (گویا کشمیری لوگ عیسائی ہو گئے تھے۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کشمیر میں ہندوؤں سے قبل عیسائیوں کی آبادی تھی۔ اور یہ عیسائی کب ہندو ہوئے؟ بہاء)۔ اور محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور عوام کی غلط بیانی سے یوز آسف نبی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے جو حال میں تبت سے برآمد ہوئی ہے۔ یہ انجیل بڑی کوشش سے لندن سے ملی

ہے ہمارے مخلص دوست شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر قریباً تین ماہ تک لندن میں رہے اور اس انجیل کو تلاش کرتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے میسر آ گئی۔ یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پرانی کتاب کا گویا ایک حصہ ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت عیسی ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو ان کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا ہے اس کا سبب وہ نہیں جو لانبے بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی ایسا کہنا ایک شرارت ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالی نے حضرت عیسی کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ کے ظلم کے وقت یعنی جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی اسی طرح حضرت عیسی نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت یعنی قتل کے ارادہ کے وقت ہجرت فرمائی۔ اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلاد ہند اور کشمیر اور تبت اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔ اور تواریخ سے اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے کہ بعض یہودی اس ملک میں آ کر اپنی قدیم عادت کے موافق بدھ مذہب میں بھی داخل ہو گئے تھے چنانچہ حال میں ایک انگریز محقق نے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے اور اس بات کو مان لیا ہے کہ بعض جماعتیں یہودیوں کی اس ملک میں آئی تھیں اور اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں اور اسی پرچہ سول میں لکھا ہے کہ، دراصل افغان بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں۔۔ غرض جب کی بعض بنی اسرائیل بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے تو ضرور تھا کہ حضرت مسیح اس ملک میں آ کر بدھ مذہب کے رد کی طرف متوجہ ہوتے اور اس مذہب کے پیشواؤں کو ملتے۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی وجہ سے حضرت عیسی کے سوانح بدھ مذہب میں لکھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس ملک میں بدھ مذہب کا بہت زور تھا اور بید کا مذہب مر چکا تھا اور بدھ مذہب، بید کا انکار کرتا تھا۔ صرف یہی بات نہیں کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں حضرت عیسی کے ہندوستان اور تبت میں آنے کا ذکر ہے بلکہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کی پرانی تحریروں میں بھی اسکا تذکرہ ہے۔ منہ۔

خلاصہ یہ کہ ان تمام امور کو جمع کرنے سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ اس ملک میں تشریف لائے تھے یہ بات یقینی اور پختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں ان کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے اور جو مزار حضرت عیسیٰ کا کشمیر میں ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ قریباً ۱۹۰۰ برس سے ہے (مسیح تو بقول مرزا قادیانی ۱۲۵ عیسوی میں فوت ہوئے تو ان کا مزار ۱۷۷۵ سال پرانا ہونا چاہیے نہ کہ ۱۹۰۰ برس۔ بہاء)

یہ اس امر کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔ غالباً اس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہوں گے جو اب مخفی ہیں۔ ان تمام امور کی مزید تحقیقات کے لئے ہماری جماعت میں سے ایک علمی تفتیش کا قافلہ طیار ہو رہا ہے جس کے پیش رو اخویم مولوی حکیم حاجی حرمین نور الدین صاحب قرار پائے ہیں یہ قافلہ اس کھوج اور تفتیش کے لئے مختلف ملکوں میں پھرے گا اور ان سرگرم دین داروں کا کام ہوگا کہ پالی زبان کی کتابوں کو بھی دیکھیں کیونکہ یہ بھی پتہ لگا ہے کہ حضرت مسیح اس نواح میں بھی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں گئے تھے۔ لیکن بہر حال کشمیر جانا اور پھر تبت میں جا کر بدھ مذہب کی پستکوں سے یہ تمام پتہ لگانا اس جماعت کا فرض منصبی ہوگا اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے ان تمام اخراجات کو اپنے ذمہ قبول کیا ہے۔ لیکن اگر یہ سفر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بنارس اور نیپال اور مدراس اور سوات اور کشمیر اور تبت وغیرہ ممالک تک کیا جائے جہاں جہاں حضرت مسیح کی بود و باش کا پتہ ملا ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ بڑے اخراجات کا کام ہے اور امید کی جاتی ہے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ اسکو انجام دے دے گا۔ ہر ایک دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا منصوبہ ہے کہ اس سے یک دفعہ عیسائی مذہب کا تمام تانا بانا ٹوٹتا ہے اور ۱۹۰۰ برس کا منصوبہ یک دفعہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح کا اس ملک ہند اور کشمیر وغیرہ میں آنا ایک واقعی امر ہے۔ اور اس کے بارے میں ایسے زبردست ثبوت مل گئے ہیں کہ اب وہ کسی مخالف کے منصوبہ سے چھپ نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے ہودہ اور غلط عقاید کی اسی زمانہ تک عمر تھی۔ (مرزا کی اس تحریر کے ۱۱۴ سال بعد بھی یہ عقائد موجود ہیں جنہیں بے ہودہ قرار دے کر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کی عمر اسی زمانہ یعنی ۱۸۹۹ء تک تھی۔ مرزا صاحب کا کہنا کس قدر غلط ثابت ہوا۔ بہاء) ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے صلیب کو توڑے گا اور آسمانی حربہ سے دجال کو قتل کرے گا۔ اس حدیث کے اب یہ معنی کھلے کہ اس مسیح کے وقت میں زمین و آسمان کا خدا اپنی طرف سے بعض ایسے امور

اور واقعات پیدا کردے گا جن سے صلیب اور تثلیث اور کفارہ کے عقائد خود بخود نابود ہو جائیں گے مسیح کا آسمان سے اترنا بھی ان ہی معنوں سے ہے کہ اس وقت آسمان کے خدا کے ارادہ سے کسر صلیب کے لئے بدیہی شہادتیں پیدا ہو جائیں گی۔ سوایسا ہی ہوا یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسی کا نسخہ صدہا طبی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہو جائے گا اس بات کی کس کو خبر تھی کہ بدھ مذہب کی پرانی کتابوں سے یہ ثبوت مل جائے گا کہ حضرت عیسی بلاد شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر کشمیر اور تبت کی طرف آئے تھے،

(نوٹ..حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پرانی کتابیں دست یاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ تھا اور کشمیر میں اس نے انتقال کیا... یہ بات کون جانتا تھا کہ حضرت عیسی کی کشمیر میں قبر گیا ہے کہ وہ نبی چھ سو برس پہلے ہمارے نبی ﷺ سے گزرا ہے۔منہ۔) کیا انسان کی طاقت میں تھا کہ ان تمام باتوں کو اپنے زور سے پیدا کرسکتا۔ اب یہ واقعات اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو وہ صدمہ پہنچتا ہے جو اس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا بوجھ تمام ایک شہتیر پر تھا شہتیر ٹوٹا اور چھت گری۔ پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت سے عیسائی مذہب کا خاتمہ ہے خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے انہی قدرتوں سے وہ پہچانا گیا ہے۔ دیکھو کیسے عمدہ معنی اس آیت کے ثابت ہوئے کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم یعنی قتل کرنا اور صلیب سے مسیح کا مارنا سب جھوٹ ہے۔ اصل بات یہ کہ ان لوگوں کو دھوکا لگا ہے اور مسیح خدا تعالی کے وعدہ کے موافق صلیب سے بچ کر نکل گیا۔ اور اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندا نہ دعا رد ہو سکتی تھی۔ کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہونگا اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا، کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشا نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچالے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کیموافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا کیا یہ تمام وہ امور نہیں جو باواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کیلئے پیدا کئے گئے اور دعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی تھی کب رد ہو سکتی تھی۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے

کہ وہ صلیب پر نہیں مرزا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو بھلا اب مسیح کو پکارو کہ تمہیں آ کر ملجائے جیسا کہ حواریوں کو ملا تھا۔ غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب سے جان بچائی گئی اور وہ اس ملک ہند میں آئے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے ان ہی ملکوں میں آ گئے تھے جو آخر کار مسلمان ہو گئے اور پھر اسلام کے بعد بموجب وعدہ توریت کے ان میں کئی بادشاہ بھی ہوئے۔ اور یہ ایک دلیل صدق نبوت آنحضرت ﷺ پر ہے کیونکہ توریت میں وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل نبی موعود کے پیرو ہو کر حکومت اور سلطنت پائیں گے غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاری کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے۔ اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں تیار ہوا ہے ممکن ہے کہ انیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے یہ ایسا امر ہے کہ یک دفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے۔

اے عزیزو! اے عیسائی مذہب کو چھوڑو کہ خدا نے حقیقت کو دکھا دیا۔ اسلام کی روشنی میں آؤ تا نجات پاؤ اور خدائے علیم جانتا ہے کہ یہ تمام نصیحت نیک نیتی سے تحقیق کامل کے بعد کی گئی ہے۔ منہ)

نوٹ۔ ایک نادان مسلمان نے اپنے دل سے ہی یہ بات پیش کی ہے کہ شاید یوز آسف سے زوجہ آصف مراد ہو جو سلیمان کا وزیر تھا مگر اس جاہل کو یہ خیال نہیں آیا کہ زوجہ آصف نبی نہیں تھی اور اس کو شہزادہ نہیں کہہ سکتے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ دونوں مذکر نام ہیں، مونث کیلئے اگر وہ یہ صفات بھی رکھتی ہو نبیہ اور شہزادی کہا جائے گا نہ نبی اور شہزادہ۔ اس سادہ لوح نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ انیس سو کی مدت حضرت عیسی کے زمانہ سے ہی مطابق آتی ہے سلیمان تو حضرت عیسی سے کئی سو برس پہلے تھا۔ ماسوا اس کے اس نبی کی قبر کو جو سری نگر میں واقع ہے بعض یوز آسف کے نام سے پکارتے ہیں مگر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسی کی قبر ہے ہمارے مخلص مولوی عبد

اللہ کشمیری نے جب سری نگر میں اس مزار کی نسبت تفتیش کرنا شروع کیا تو بعض لوگوں نے یوز آسف کا نام سن کر کہا کہ ہم میں وہ قبر عیسی صاحب کی قبر مشہور ہے چنانچہ کئی لوگوں نے یہی گواہی دی جواب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ خود کشمیر میں جا کر کئی لاکھ انسان سے دریافت کر لے اب اس کے بعد انکار بے حیائی ہے۔ منہ۔مرزا) سامنے ہلاک کیا (جب وہ کشمیر میں بچ کر نکل گئے تو دشمن یہودی جو بیت المقدس میں تھے ان کو عیسی کے سامنے ہلاک کرنا کیسا؟ بہاء) ہاں خدا تعالی کی اس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا جس نے قوم کی ایذا کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو، حضرت عیسی نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے رفقہ کے زمان سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالی پیغام پہنچا کر آخر کار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سری نگر خان یار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے آپ کی قبر بہت مشہور ہے یزار و یتبرّك به

ایسا ہی خدا تعالی نے ہمارے سید و مولی نبی آخر الزمان کو جو سید الثقلین تھے انواع واقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا گو اوائل میں حضرت موسی اور حضرت عیسی کی طرح داغ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سوا ے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہاء تک پہنچاتے ہے تو وہ فریق جو خدا تعالی نظر میں متقی اور پرہیز گار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولی نبینا محمد ﷺ کیسے کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھی اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت ﷺ کے دشمن جانی ہو گئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی ﷺ کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راست بازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لو گے کہ خدا تعالی تمہاری مدد کریگا وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ

دکھانے کے لئے چنا ہے۔سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اسکا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائیگا۔اے خدا کے بندو دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو ،کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جب کہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے ہیں اور ان کو برا کہا جاتا ہے اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجال اور ٹھگ اور فریبی ان کا نام رکھا جاتا ہے اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں۔پھر خدا تعالی کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان دکھاوے تب یک دفعہ ان کا دل دکھتا اور ان کا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالی کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور ان کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعب ناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یک دفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں۔غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہاء تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است

زیر آں گنجِ کرم بنہادہ است

مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفرزٹلی اور ابو الحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق وکاذب تھا جو خدا تعالی نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالی کے فیصلہ کا انتظار کرتے لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اسکا خاصہ ہے (۳۰ نومبر ۱۸۹۸ کا اشتہار مرزا کو کب پہنچا، اور پھر اس کو مرزا نے اپنے جواب میں کب شامل کیا، اور پھر مرزا کا وہ جواب کب کتابت ہوا اور پھر کب شائع ہوا۔ یہ چار مرحلے ہیں، اور مرزا صاحب راز حقیقت پر لکھتے ہیں لکھواتے ہیں کہ یہ ۳۰ نومبر کو شائع ہوا۔ کیا یہ بات قرین حقیقت ہوسکتی ہے۔ بہاء) جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة اللہ علی الکاذبین۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آتھم کے متعلق پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بجز لعنة اللہ علی الکاذبین کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اصل تو یہ ہے کہ جب انسان کا دل بخل اور عناد سے سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور سنتے ہوئے نہیں سنتا۔ اسکے دل پر خدا کی مہر لگ جاتی ہے اسکے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات اب تک کس پر پوشیدہ ہے کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی شرطی تھی اور خدا کے الہام نے ظاہر کیا تھا کہ وہ رجوع الی الحق کی حالت میں میعاد کے اندر مرنے سے بچ جائے گا۔ اور پھر آتھم نے اپنے افعال سے اپنے اقوال سے اپنی سراسیمگی سے اپنے خوف سے اپنے قسم نہ کھانے سے اپنے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا کہ ایام پیش گوئی میں اس کا دل عیسائی مذہب پر قائم نہ رہا اور اسلام کی عظمت اس کے دل میں

بیٹھ گئی اور یہ کچھ بعید نہ تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھا اور اسلام سے بعض اغراض کی وجہ سے مرتد ہوا تھا اسلامی چاشنی رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو پورے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ سے اتفاق بھی نہیں تھا اور میری نسبت وہ ابتداء سے نیک ظن رکھتا تھالہذا اس کا اسلامی پیش گوئی سے ڈرنا قرین قیاس تھا۔ پھر جب اس نے قسم کھا کر اپنی عیسائیت ثابت نہ کی اور نہ نالش کی اور چور کی طرح ڈرتا رہا اور عیسائیوں کی سخت تحریک سے بھی وہ ان کاموں کیلئے آمادہ نہ ہوا تو کیا اسکی یہ حرکات ایسی نہ تھیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکلے کہ وہ اسلامی پیش گوئی کی عظمت سے ضرور ڈرتا رہا۔ غافل زندگی کے لوگ تو نجومیوں کی پیش گوئیوں سے بھی ڈر جاتے ہیں چہ جائے کہ ایسی پیش گوئی جو بڑے شدومد سے کی گئی تھی جس کے سننے سے اسی وقت اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ جس کے ساتھ درصورت نہ پورے ہونے کے میں نے اپنے سزایاب ہونے کا وعدہ کیا تھا پس اس کا رعب ایسے دلوں پر جو دینی سچائی سے بے بہرہ ہیں کیونکر نہ ہوتا۔ پھر جب کہ یہ بات صرف قیاسی نہ رہی بلکہ خود آتھم نے اپنے خوف اور سراسیمگی اور دہشت زدہ ہونے کی حالت سے جس کو صدہا لوگوں نے دیکھا اپنی اندرونی بے قراری اور اعتقادی حالت کے تغیر کو ظاہر کر دیا اور پھر بعد میعاد قسم نہ کھانے اور نہ نالش کرنے سے اس تغیر کی حالت کو اور بھی یقین تک پہنچایا اور پھر الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر بھی گیا تو کیا یہ تمام واقعات ایک منصف اور خداترس کے دل کو اس یقین سے نہیں بھرتے کہ وہ پیش گوئی کی میعاد کے اندر الہامی شرط سے فائدہ اٹھا کر زندہ رہا اور پھر الہام الٰہی کی خبر کے موافق اخفاء شہادت کی وجہ سے مر گیا۔ اب دیکھو تلاش کرو کہ آتھم کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ کئی برس سے مر چکا مگر جس شخص کے ساتھ اس نے ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر بمقام امرتسر مقابلہ کیا تھا وہ تو اب تک زندہ موجود ہے جو اب یہ مضمون لکھ رہا ہے۔

اے شرم وحیا سے دور رہنے والو! ذرہ اس بات کو تو سوچو کہ وہ شہادت کے اخفا کے بعد کیوں جلد مر گیا۔ میں نے تو اس کی زندگی میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر میں کاذب ہوں تو میں پہلے مرونگا ورنہ میں آتھم کی موت دیکھونگا سو اگر شرم ہے تو آتھم کو ڈھونڈ کر لاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ میری عمر کے قریب قریب تھا اور عرصہ تیس برس سے مجھ سے واقفیت رکھتا تھا اگر خدا چاہتا تو وہ تیس برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ پس یہ کیا باعث ہوا کہ وہ

انہی دنوں میں جب کہ اس نے عیسائیوں کی دل جوئی کے لئے الہامی پیش گوئی کی سچائی اور اپنے دلی کو رجوع کو چھپایا خدا کے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔ خدا ان دلوں پر لعنت کرتا ہے جو سچائی کو پا کر پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر مسلمانوں نے کیا خدا تعالی نظر میں ظلمِ صریح تھا اس لئے اس نے ایک دوسری عظیم الشان پیش گوئی کے پورا کرنے سے یعنی پنڈت لیکھرام کی موت کی پیش گوئی سے منکروں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ یہ پیش گوئی اس مرتبہ پر فوق العادت تھی کہ اس میں قبل از وقت یعنی پانچ برس پہلے بتایا گیا تھا کہ لیکھرام کس دن کس قسم کی موت مرے گا۔ لیکن افسوس کہ بخیل لوگوں نے جن کو مرنا یاد نہیں اس پیش گوئی کو بھی قبول نہ کیا اور خدا نے بہت سے نشان ظاہر کئے مگر یہ سب سے انکار کرتے ہیں۔

اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے چاہیے کہ ہر طالب صادق صبر سے انکار کرے خدا جھوٹوں کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و السلام علی من اتبع الھدی

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء

حجۃ اللہ مؤلفہ قادیانی سے اقتباس

قتل ا لا نسا ن ما اکفرہ کے زیرعنوان مرزا غلام احمد نے،عربی،فارسی،اردو میں لکھا ہے:

ایھا الـنـا ظـرو ن ، و ا لا دباء المنقدون، انتم تعلمو ن انی کتبت من قبل ھذا کتبـاً فـی الـعـر بیة ۔ و زیـنـتھـا کـا البیو ت المشیدۃ المز دا نة ۔ و ر ئیتم انھا تـحـکـی الـددر العما نیة ۔ و تحسی الددر العرفا نیة ۔ و کنت اتوقع انّ العلماء یعدّو نھا من ا لآ یا ت ۔ و یعقدون لزوری حبك النطاق بصحیة النیات ۔ و ما زلـت اسـلـی با لی بھذا ا لا مل ۔ حتی و جد تھم فاسد النیة و العمل ۔ و بدا انّ فراستی قد ا خطأت و اعین العلماء ما انفتحت ۔ و تر ی الیا س و آ ثار الرجاء انقطعت ۔ و بلغ ا لا مر الی حد انّ الشیخ الذی ھو للطا لبین کسدّ ۔ زری علی مـقا لی ۔ و تکلم فی اقوا لی ۔ و قا ل اب ھو الا قول رقیق و ما ھو بکلا م جزل۔ بـل کـسـقـط و ھـز ل ۔ و لیس من غرر البیا ن ۔ و لا من محا سن الکنا یا ت و التبیا ن۔ و کلما ر صّعت فی کتبی من جوا ھر العر بیة ۔ و النوا در ا لا د بیة و ا لـلـطا ئف البیا نیة ، و النکا ت المبتکرہ المصبیة ۔ اراد المفسد المذ کور ان یطفی نور ھا و یمنع ظھور ھا و یجعل الناس من المنکر ین او المر تا بین ۔ و مـع ذ لك ادعـی انی فی ا لا د ب ر حیب الباع، خصیب الر با ع ، و من المتفر دیـن ۔ و کـذ لك خد ع الناس بتلبیسا تہ۔ و ا ضحك ا لا طفا ل بخز عبیلا تہ ۔ و جـا ء بـزور مبیـن ۔ و جـئـنـا بـلـو لـوء ر طب فما استجا د ۔ و نفضنا علیه عـجـمـات فـمـا استـحـلا ثـمـار نـا و ما ار ی الوداد ۔ بل زاد بخلا و عنا داً کا

لمستکبرین و قا ل ان کتب ھذا الر جل مملوۃ من ا لا غلا ط و الا غلو طا ت ۔ و مبعّدہ من لطا ئف الا د ب و ملح المحاورات ۔ و لیست کماء معین ۔ فما حکم بما و جب بل ا خفی الحق و منع و حجب۔

(فارسی) اے بیندگان واد بیان درمغشوش وغیر مغشوش فرق کنندگان شامی دانید کہ من پیش ازیں چند کتابہا درعربی نوشتہ ام وآں کتاب ہارا چناں زینت دادم کہ خانہ ہا زینت دادہ وبلند کردہ میشود وشما دیدہ کہ آن کتابہا درزہائے عمانی رامیمانند وشیر ہائے معرفت مینوشانند ومن توقع میداشتم کہ علماء آن تالیف ہاراازجملہ نشانہا خواہند شمرد۔ وبرائے دیدن من ازار بند پارچہ کمر خود بصحت نیت خواہند بست۔ ومن ہمیشہ دل خودرادریں امید بےغم میکردم۔ تا آنکہ اوشان رانیت وعمل تباہ یافتم و ظاہر شد کہ فراست من خطا کرد وچشمہائے علماء کشادہ نشدند ونومیدی ظاہر شد ونشان امید منقطع شدند ۔وکاربجائے رسید کہ شیخ بٹالہ کہ برائے طالبان مثل دیوار مانع است، برکلام من عیب جوئی کرد۔ ودر سخن من کلام کرد۔ وگفت شک نیست کہ آن قول زشت است وکلامے خوب نیست۔ بلکہ سخن بے فائدہ وبےہودہ است وبیانے واضح ومحاسن کنایات نیست وآن تمام جواہر عربیہ ونوادر ولطائف بیانیہ ونکات دل کش کہ درکتاب خودنشاندہ بودم، ایں مفسد خواست کہ آں ہمہ نوررا منطفی کندواز ظاہر شدن باز وارد ومردم رزازمنکراں یاشک کنندگان کندوباایں ہمہ دعوی کرد کہ اودرعلم ادب فراخ دست وبسیار مالدار است وازآناں ہست کہ متفرد ہستند وہم چنیں بہ تلبیس ہائے خودمردم رافریب دادوبکارہائے باطل خوداطفال راخنداندودردروغ صریح آور۔ وما مروارید تازہ آوردیم پس جیدو خوب ندانست وبردرخت ہائے خرما فشاندیم پس بر مارا شیریں ندانست ودوستی نمود بلکہ درجنگ و عنادہم چومتکبراں زیادہ شدوگفت کہ کتابہائے ایں شخص ازغلطی ہا پر ہستند واز لطائف ادب ونکینی محاورات دورداشتہ شدہ اند۔ وہم چوآب روان نیستند پس بچیزے حکم نہ کرد کہ واجب بود بلکہ حق را پوشیدہ کرد

(اردو) اے دیکھنے والو اور کلام کے کھوٹے اور کھرے میں فرق کرنے والو تم جانتے ہو کہ میں نے پہلے اس سے چند کتابیں عربی میں لکھی تھیں اور ان کتابوں کو میں نے ایسی زینے دی تھی جیسا کہ گھروں کو زینت دیا جاتا اور بلند کیا جاتا ہے۔ اور تم نے دیکھا ہے کہ وہ کتابیں موتیوں سے مشابہت رکھتی ہیں اور معرفت کا دودھ پلاتی ہیں اور میں امید رکھتا تھا کہ مولوی لوگ ان کتابوں کو منجملہ نشانوں کے شمار کریں گے اور میرے دیکھنے کے لئے اپنی کمر کو صحت نیت کے ساتھ باندھیں گے اور میں ہمیشہ اس امید کے ساتھ دل کو تسلی دیتا تھا یہاں تک کہ میں نے ان کو نیت اور کام میں خراب پایا اور ظاہر ہو گیا کہ میری فراست خطا گئی اور مولویوں کی آنکھیں نہیں کھلیں اور نومیدی ظاہر ہو گئی اور امید کی نشانیاں قطع ہو گئیں اور اس حد تک نوبت پہنچ گئی کہ شیخ بٹالہ جو طالبوں کے لئے ایک روک ہے میری کلام پر اس نے نکتہ چینی کی اور کہا کہ وہ قول رکیک ہے اچھا نہیں بلکہ غلط اور بے ہودہ ہے اور بیان واضح اور عمدہ کلام نہیں اور وہ تمام جواہر عربیہ اور نوادر ادبیہ اور لطائف بیانیہ اور دل کش نکتے کہ میں نے اپنی کتابوں میں لکھے اس مفسد نے چاہا کہ ان کے نور کو بجھا دے اور ظاہر ہونے سے روکے اور لوگوں کو منکروں اور شک کرنے والوں میں سے کر دے۔ اور پھر اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ علم ادب میں فراخ دست اور بہت مالدار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو یگانہ ہوتے ہیں اور اسی طرح اپنی حق پوشی سے لوگوں کو دھوکہ دیا اور اپنے باطل کاموں سے لڑکوں کو ہنسایا اور صریح جھوٹ لایا۔ اور ہم تازہ موتی لائے پس اس نے ان کو اچھا نہ سمجھا اور ہم نے درخت کھجور اس پر جھاڑی پس اس نے ان کو شیریں خیال نہ کیا بلکہ متکبروں کی طرح بخل اور عناد میں بڑھ گیا، اور کہا کہ اس شخص کی کتابیں غلطیوں سے پر ہیں اور لطائف ادب اور نمکینی محاورات سے خالی ہیں اور صاف پانی کی طرح نہیں ہیں۔ پس وہ بات نہ کی جو واجب تھی بلکہ حق کو چھپایا اور لوگوں کو روکا اور عوام کو دھوکہ دیا۔

(حجۃ اللہ مولفہ مرزا قادیانی طبع ۱۳۱۴ھ ص ۲-۵)

دافع الوساوس سے اقتباس

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب دافع الوساوس (آئینہ کمالات اسلام) میں لکھا ہے:

اس زمانہ کے علماء خود ہی عیسائیوں وغیرہ کو ان کی مشرکانہ تعلیم میں مدد دیتے ہیں مثلاً حال کے عیسائیوں کے عقائد باطلہ کی رو سے حضرت مسیح کی حیات کا ایک ایسا مسئلہ ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کے لئے گویا عیسائی مذہب کا یہی ایک ستون ہے لیکن زمانہ حال کے مسلمان ایک تو ہمارے نبی ﷺ کی وفات اور زمین میں مدفون ہونے کا اقرار کر کے پھر اس بات کے بھی اقراری ہو کر کہ مسیح اب تک زندہ ہے عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک تحریری اقرار اپنا دے دیتے ہیں کہ مسیح اپنے خواص میں عام انسانوں کے خواص بلکہ تمام انبیاء کے خواص سے مستثنیٰ اور نرالا ہے کیونکہ جب کہ ایک افضل البشر جو مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا تھوڑی سی عمر پا کر فوت ہو گیا اور تیرہ سو برس اس نبی کریم ﷺ کے فوت ہونے پر گذر بھی گئے مگر مسیح اب تک فوت ہونے میں نہیں آیا۔ تو کیا اس سے یہی ثابت ہوا یا کچھ اور کہ مسیح کی حالت لوازم بشریت سے بڑھی ہوئی ہے پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورت شرک سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں مگر مشرکوں کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ (دافع الوساوس۔ص ۴۱۔۴۲)۔

ریویوآف ریلی جنز سے چنداقتباسات:

یسوع کی عصمت پراعتراض

یہودی آج تک یہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کا ایک یہ بھی توریت کی رو سے گناہ تھا کہ اس نے ماں کی بے عزتی کی (متی ۱۲: ۴۷)۔

وہ یہ بھی اس پر الزام رکھتے ہیں وہ کہ وہ عمداً ایک بے گناہ کی نقصان رسانی کا مرتکب بھی ہوا۔ (متی ۵: ۱۳)۔

ان کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس وجہ سے بھی تورات اس کو گنہ گار ٹھہراتی ہے کہ اس نے اپنے شاگردوں کو حرام کا مال کھانے سے منع نہ کیا۔ (متی ۱۱:۱)

وہ بڑے دعوے اور اصرار سے اس لئے بھی اس کو مجرم ٹھہراتے ہیں کہ اس نے ایک بدکار اور فاحشہ عورت کو موقع دیا کہ اس کے بعض اعضاء سے اپنے اعضا چھوئے اور اپنے مال حرام کا عطر اس کے سر پر ملے۔ (لوقا ۷: ۳۷۔۳۸)

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ توریت کے رو سے نہایت سخت اور قابل نفرت اس سے یہ بھی گناہ ہوا کہ اس نے خدا کی تحقیر کی اور اپنے تئیں اس کے برابر ٹھہرا کر اس کے نام کو بے عزت کیا پس وہ اس حرکت سے نہ صرف گنہگار بلکہ کافر اور واجب القتل ہوگیا۔ (یوحنا۔۵: ۱۸)۔

ان کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مریم مگدلینی ایک عورت فاحشہ تھی کیوں یسوع نے اس کو اخیر تک اپنے پاس رکھا اور اپنے تئیں اس کی صحبت سے نہ بچایا۔

وہ لوگ اس کے گنہگار ہونے کا یہ بھی موجب ٹھہراتے ہیں کہ ان کا قول ہے کہ ایک مرتبہ یسوع کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہوگیا تھا اور قوم اسرائیل میں اس گناہ کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ ایک بزرگ نے جو مسیح کا

استاد بھی تھا۔اس سے وہ حرکت دیکھ کراور سخت ناراض ہوکر ہمیشہ کے لئے اس کو اپنے سے علیٰحدہ کر دیا۔دیکھو کتاب سیفر ٹولڈتھ صیبشو۔

یہودی لوگ اپنی شرارت اور خباثت سے یہ الزام بھی پیش کرتے ہیں کہ یسوع کی ماں پاک دامن نہ تھی یعنی حضرت مسیح کی پیدائش نعوذ باللہ ناجائز ہے اور یہ امر صریح معصوم ہونے کے برخلاف ہے۔اس جگہ پادری صاحبوں کے لئے بڑی مشکل ہے کیونکہ جب مان لیا گیا کہ یسوع کی پیدائش اپنے باپ کی طرف سے نہیں تھی تو اس بات کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ ہے کہ روح القدس بھی عورتوں کو حاملہ کر دیا کرتا ہے اور جب تک نظیروں کے ساتھ اس کا شافی ثبوت پیش نہ کیا جاوے تب تک معترضین کا حق ہے کہ اعتراض کریں۔...

.. بغیر باپ کے پیدا ہونا،اس کی نظیر یقینی طور پر ہندوؤں اور یونانیوں میں ہمیں نہیں مل سکی بلکہ اکثر یہ قصے استعاروں کے رنگ میں پائے گئے گو ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن امکان ثبوت کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔پھر یہود اس قسم کی پیدائش کو مانتے نہیں اور عیسائیوں کے پاس اس قسم کے نظائر نہیں تو اس مسئلہ کے حل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔چونکہ مخالف کی نظر حضرت مسیح جیسے نبی کی پاک فطرت پر دھبہ لگاتی ہے اور معصوم ہونے کے دعویٰ کو سرے سے اڑا دیتی ہے اس لئے میرے خیال میں پادری صاحبوں کا یہ فرض ہے کہ سب سے پہلے اس مشکل پیش آمدہ سے کوئی رہائی کی راہ نکالیں...اگر فرض کے طور پر مان لیا جائے کہ مسیح چونکہ خدا تھا اس لئے وہ بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا تھا تو ساتھ ہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر باوجود خدا ہونے کے اس کو ماں کی حاجت کیوں پڑی۔اور ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ جب کہ مسیح بغیر ماں کے پیدا نہیں ہوسکا تو اس سے قیاس کر سکتے ہیں کہ باپ بھی کہیں مخفی ہوگا اور چونکہ ہم کسی مخالف کا بغیر حجت قوی کے منہ نہیں بند کر سکتے اس لئے اس سوال کا ہمارے پاس کیا جواب ہے اگر کوئی یہ کہے کہ کیوں جائز نہیں کہ اندر اور چاند کی اولاد کی طرح اس جگہ بھی کوئی استعارہ ہی ہو اور صدیقہ کے حمل کے لئے کوئی کوئی مخفی صدیق ہو اور ایک عیسائی کی طرف سے یہ جواب نیک نیتی سے نہیں ہوسکتا اور بطور حجت صحیحہ کے قابل استدلال کہ قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لیا ہے کیونکہ جس حالت میں قرآن کی وحی ان کے نزدیک خدا کی طرف سے نہیں بلکہ نعوذ باللہ انسانی افتراء ہے تو کیا وہ انسانی افتراء سے اپنی بات کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں پس قرآن کی شہادت ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی

بجز اس کے کہ وہ قرآنی وحی کو من جانب اللہ قبول کر لیں۔

..مجھے ایک فاضل یہودی کی کتاب ملی ہے..وہ کہتا ہے کہ..مریم جب ہیکل کی خدمت کے لائق ہوئی تو کچھ مدت تک تو نیک نامی کے ساتھ خدمت میں مشغول رہی لیکن بالغ ہونے کے ساتھ ہی کسی نامعلوم طریق سے اس کو حمل ہو گیا اور اس پر شبہات پیدا ہوئے اور یہودیوں نے ایک رومی سپاہی پر یہ الزام لگایا بہرحال وہ حاملہ پائی گئی تو ہیکل کے منتظم بزرگوں کو یہ امر بہت شاق گذرا اور انہوں نے اس حمل کے بعد مریم کو ہیکل کی خدمت پر رکھنا نامناسب تصور کیا اس لئے انہوں نے کوشش کر کے ایک بوڑھا آدمی بنی اسرائیل میں سے تلاش کیا جس کا نام یوسف تھا اور اس کو مجبور کیا کہ مریم کو اپنے نکاح میں لاوے وہ شخص بوڑھا بھی تھا اور وجہ معاش بھی نہایت قلیل تھی یعنی بڑھئی تھا اور اسکے گھر میں اس کی جورو بھی زندہ تھی۔ان مشکلات کے سبب سے مریم کو جورو بنانے سے اس نے انکار کیا اور بزرگوں کی خدمت میں عرض کی کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے گھر میں ایک بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں اس لئے مجھے اس نکاح سے معاف رکھا جائے مگر بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بسرعت تمام مریم کا اس سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کر دیا تا خدا کے مقدس گھر پر نکتی چینیاں نہ ہوں۔پھر کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔آج تک یہودی اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ لڑکا معجزہ کے طور پر پیدا ہوا تھا۔غرض اس یہودی فاضل کا یہ بیان ہے جو ہم نے لکھا۔اور اس بیان سے بخوبی سمجھ آ سکتا ہے کہ کیوں ضرورت نکاح کی پڑی۔اور اس کے مقابل پر جو انجیلوں میں یہ بیان ہے کہ گویا مریم صدیقہ کا معمولی طور پر جیسا کہ دنیا جہان میں دستور ہے یوسف سے ناطہ ہوا تھا یہ بالکل دروغ اور بناوٹ ہے بلکہ سچ بات یہی ہے کہ ہیکل کے منتظم بزرگوں نے ایک باکرہ عورت کو حمل دیکھ کر اور دشمنوں کے اعتراض سے ڈر کر اور خاندان کی فضیحت سے اندیشہ کر کے پردہ پوشی کے لئے یہ تدبیر سوچی تھی اور ہرچند وہ جانتے تھے کہ ایسا نکاح توریت کے خلاف ہے کیونکہ وہ عہد جو مریم کے تارکہ رکھنے میں خدا سے کیا تھا وہ اس میں ٹوٹتا تھا تاہم ننگ و ناموس کی مصلحت نے اور شماتت اعداء کے خوف نے ان کو اس کام کے لئے سخت مجبور کر دیا تھا اور ہرچند اس حمل کو اس طرح پر پوشیدہ کیا گیا تھا تاہم شریر یہودیوں نے جو اس خاندان کے دشمن تھے ناجائز طور پر شہرت دے دی چنانچہ آج تک انہی خیالات سے وہ لوگ حضرت عیسی کے نام کو جو یسوع ہے یسو

بولتے ہیں یعنی بغیر عین کے اور یہ ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے۔ اور میرے دل میں گذرتا ہے کہ قرآن نے جو حضرت مسیح کا نام عیسیٰ رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا اور ایسے بدخطابوں سے ان کا یہ مطلب تھا کہ تا اپنی جبلی شرارتوں سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ صدیقہ کے چال چلن پر ناجائز حملہ کریں اور ان کو عصمت و طہارت سے محروم کر دیں پس جس نہایت مکروہ صورت پر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ پر بہتان لگائے گئے اور ان کی عیب شماری کی گئی اس کی نظیر دوسرے تمام نبیوں میں نہیں پائی جاتی۔ حضرت مریم صدیقہ اور ان کے سعید لڑکے جو ایسے بہتانوں سے جو کچھ صدمہ پہنچتا ہوگا اس کا اندازہ ہر ایک شریف کرسکتا ہے۔

انہی بہتانوں کی وجہ سے یہود پر یہ پھٹکار پڑی کہ جو عیب وہ حضرت مریم اور حضرت مسیح پر لگاتے تھے وہی عیب ان کے مردوں اور عورتوں میں پھیل گئے کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ جو قوم کسی نبی پر کوئی عیب لگاتی ہے اس عیب میں خود گرفتار ہو جاتی ہے مثلاً یورپ کے پادریوں اور ان کے پیرؤوں نے ہمارے نبی ﷺ پر فسق و فجور کا عیب لگایا تھا آخر یہ لوگ جس قدر استیفاء لذات اور ناجائز شہوات میں گرے اور جس قدر ایک گروہ کثیر یورپ کے مردوں اور عورتوں نے کھلی کھلی حرام کاری کے نمونے دکھلائے دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر تلاش کرنا ایک عبث کوشش ہے

غرض جو کچھ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کی نسبت یہود نامسعود نے ایک طومار عیبوں کا جمع کر رکھا ہے اور جیسا کہ ان کی ساری زندگی گناہ سے بھری ہوئی قرار دی ہے یہ نظارہ پادریوں کے لئے ایک نہایت عبرت کا نظارہ ہے ...

... یہ قرآن شریف کا مسیح اور ان کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بند کر دی اور ان کو تعلیم دی کہ تم یہی کہو کہ وہ بے باپ پیدا ہوا تھا۔ ورنہ اگر قرآن بھی وہی رائے حضرت مسیح کی ولادت اور ان کی ماں کے چال چلن کی نسبت ظاہر کرتا جو یہودیوں نے ظاہر کی تھی تو تمام دنیا اسی کثرت رائے کی طرف مائل ہو جاتی اور ضرورۃً اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت مسیح اور ان کی ماں کی معصومیت ثابت کرنا ایک امر محال اور غیر ممکن ہو جاتا۔ اور گو اب بھی لوگوں کو اس جدید منطق کی طرف راہ نہیں کہ کیونکر

روح القدس کنواری عورتوں کو عطیہ حمل کر دیا کرتا ہے اور نہ کسی کے پاس اسکی نظیریں ہیں لیکن چونکہ اسلام نے وحی الٰہی کی اطاعت سے اس قسم کے حمل کو مان لیا ہے اس لئے ایمانی رنگ میں، نہ کسی دلیل سے، مسلمانوں کو قبول کرنا کہ ایسا ہی ہوگا۔

... یہود اب تک مسیح کو اچھا نہیں جانتے جس شخص نے یہودیوں کی کتابیں دیکھی ہوں گی یا ان کے علماء سے مسیح کے چال چلن کی نسبت کچھ استفسار کیا ہوگا وہ میرے اس بیان کی تصدیق کرے گا کہ عیسائیوں نے جو کچھ ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نکتہ چینی کی ہے وہ اس نکتہ چینی سے بہت ہی تھوڑی ہے جو یہودی لوگ حضرت عیسی کی نسبت کیا کرتے ہیں۔ کوئی ایسا الزام نہیں کوئی ایسا الزام جو تقوی اور نیک چلنی کے برخلاف ہو تصور میں نہیں آ سکتا جو یہود نے حضرت مسیح اور ان کی ماں اور ان کے حواریوں پر نہیں لگایا جس قدر گستاخی سے حضرت مسیح اور ان کی ماں کی نسبت انہوں نے عیب شماری کی ہے ایک مسلمان کی قلم سے وہ باتیں نہیں نکل سکتیں لیکن یہودیوں کے اعتراضات کا توڑنا سہل بات نہیں وہ خدا کے مقدس کلام کو پیش کر کے لکھتے ہیں کہ ضرور تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آتا جیسا کہ ملاکی کی کتاب میں بصراحت موجود ہے پھر ابن مریم سچا مسیح کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ اس کے آنے سے پہلے ایلیا آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ یہودی مسیح کی اس تاویل کو نہیں مانتے کہ ایلیا کے نزول سے مراد کوئی اور شخص ہے یعنی یوحنا جو ایلیا کے خو اور طبیعت پر آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ملحدانہ تاویل ہے اور ایک گناہ ہے جو اس سے ظہور میں آیا کیونکہ اس نے اپنے تئیں مسیح صادق ٹھہرانے کے لئے خدا کے کلام کی تحریف کی۔ ایک یہودی فاضل اپنی کتاب میں جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہے لکھتا ہے کہ ہمارے لئے خدا کے سامنے یہ حجت بس ہے کہ خدا نے ملاکی نبی کے صحیفہ میں یہ خبر دی ہے کہ خود ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ یہ نہیں کہا کہ اس کا مثیل آئے گا۔ پھر ان کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انجیلوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مرحم روح القدس سے حاملہ پائی گئی لیکن اعمال ۲: ۳۰ میں لکھا ہے کہ خدا نے داؤد نبی سے قسم کھا کر کہا کہ مسیح تیری نسل سے ہوگا۔ اگر مسیح روح القدس سے ہے تو داؤد کی نسل سے کیسے ہوسکتا ہے اور توریت سے ظاہر ہے کہ نسل مرد سے کہلاتی ہے۔

یسوع کی عملی غلطیاں

اس امر کا لکھنا بھی اس جگہ غیر موزوں نہ ہوگا کہ جس قدر مسیح کی عصمت اور راست بازی کے بارے میں یہودیوں نے نکتہ چینیاں کی ہیں عیسائی قوم کے بعض محققوں نے ان سے کم نہیں کیں وہ کہتے ہیں کہ انسان معصوم وہ ہوتا ہے کہ جو غلطی کرنے سے بھی معصوم ہو اور گنہ سے بھی معصوم ہو لیکن مسیح سے دونوں رنگ میں خلاف عصمت حرکات صادر ہوئی ہیں وہ اخیر عمر تک شراب پیتا رہا اور شراب پینے کا حامی تھا اور شراب پینے والی اور بدکار عورتوں کی اس کے پاس آمد و رفت تھی (یہ مریم مگدلینی اور نیز اس فاحشہ عورت کی طرف اشارہ ہے جس نے مسیح کے سر پر اپنا عطر ملا تھا اور نیز اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو یہودیوں میں مشہور ہے جو مسیح ایک دفعہ ایک عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے بعض بزرگوں نے ہمیشہ کے لئے اس سے ترک ملاقات کر دی تھی دیکھو ایک یہودی فاضل کی تالیف سیفر ٹولڈتھ جیشو) وہ بعض ناکردہ گنہ لوگوں کی نقصان رسانی کا بھی موجب ہوا۔ (انجیل سے مسیح کا شرابی اور جرائم پیشہ لوگوں کا یار ہونا ثابت ہے دیکھو انجیل متی ۹:۱۱)۔۔ پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ گنہ سے معصوم تھا اور گنہ گار نہ تھا ایسا ہی وہ خطا سے بھی معصوم نہ تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ اس نے محض اپنی ذاتی غرض پر نظر رکھ کر الیاس کی دوبارہ آنے کی پیش گوئی کے حقیقی معنی ترک کر کے تاویل کے طور پر بیان کیا اور کہا کہ ایلیا خود نہیں بلکہ اس کی خو اور طبیعت پر کوئی اور آ گیا ہے حالانکہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں صاف لکھا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ آنا ضروری ہے مسیح کو اس تاویل کی اس لئے حاجت پڑی کہ وہ حقیقی معنوں کی رو سے جو ظاہر الفاظ سے نکلتے ہیں سچا نبی بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا چہ جائے کہ اس کو خدا بنایا جاتا۔ پس اس صورت میں اگر مسیح کی نسبت بہت ہی نرمی اور نیک ظنی کی جائے تب بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہودیوں کے مقابل پر مسیح نے صریح غلطی کی راہ اختیار کی یا یوں کہو کہ خوانخواہ سچا مسیح بننے کے لئے ظاہر اور کھلے کھلے معنوں کو عمداً ترک کر دیا ہے۔ اگر مسیح نے صحت نیت اور ایمان داری سے انہی معنوں کو صحیح سمجھا ہے یعنی یہ کہ حقیقی طور پر ایلیا کی آمد ثانی مراد نہیں بلکہ کسی اور کا آنا مراد ہے تو پھر اس نے اپنی آمد ثانی کے بارے میں یہی معنی کیوں بیان نہ کئے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا بلکہ کوئی اور شخص جو اس کی خو اور طبیعت پر ہوگا آئے گا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ایلیا کی آمد ثانی جس کے آج تک یہودی منتظر ہیں مسیح کے دعوی کو باطل کرتی تھی اور اس کو کاذب ٹھہراتی تھی اس لئے اس نے اپنے تئیں سچا مسیح ثابت کرنے کے لئے یہی مصلحت دیکھی کہ ایلیا کی

حقیقی آمد ثانی سے انکار کر دے۔ بجز اس کے اس لئے کوئی اور راہ نہ تھی اور نہ یہ قدرت تھی کہ اس کو زندہ کر کے پیش کر سکتا۔ لیکن اپنی آمد ثانی میں اس کی ایک اور مصلحت تھی اور وہ یہ کہ مسیح کا یہ دعویٰ کہ داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنے کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اس وقت صحیح ثابت نہیں ہوا اور جس قدر لوگ اس دعوی کی امید پر اس کے ساتھ ہوئے تھے بہتیرے ان میں سے مرتد ہو گئے لہذا مسیح نے اپنی پہلی کلام کو بدل کر یہ کہنا شروع کیا کہ میری بادشاہت زمین کی نہیں بلکہ آسمان کی ہے۔..

آپ کے شاگردوں میں کوئی عمدہ نمونہ استقامت اور ترک دنیا کا ظاہر نہیں پھر ہمیں (یہودیوں کو) آپ روحانی نعمت کون سی دیں گے...

...اور جب نے آسمانی بادشاہت پر بھی ہنسی کی تو اب تیسرا پہلو بدلا کہ اب تو میں زمین کا بادشاہ ہو نہیں سکتا باپ کی یہی مصلحت ہے مگر آخری زمانہ میں میں بڑے جلال کے ساتھ اترونگا اور اسرائیل کی قوم کو غیر طاقتوں سے نجات دونگا۔ اب جب کہ مسیح نے پیچھا چھوڑانے کے لئے دور کی ڈالدی اور دل میں یہ خیال کیا کہ اس قدر لمبے زمانہ کی کون تحقیقات کرے گا مگر یہودی بھی ان باتوں کے استاد تھے انہوں نے تاڑ لیا کہ تو ٹالتا ہے تب انہوں نے باادب عرض کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد۔ تب مسیح نے جھٹ ایک چوتھا پہلو بدل دیا کہ ابھی بعض تم میں زندہ ہوں گے کہ میں آجاؤں گا اور تم ابن آدم کو آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ تب یہودی اپنی درازی عمر کی خوش خبری پا کر خوش ہو گئے اور اس پر زیادہ بحث نہ کی کیونکہ انسان کا قاعدہ ہے کہ خوش آمد کے لفظوں پر زیادہ جرح نہیں کرتا۔ غرض مسیح جیسا کہ انجیل میں استاد کہلاتا ہے اس حاضر جوابی میں استاد نکلا مگر افسوس کہ یہ پیش گوئی اس کی ایسا قابل شرم دروغ تھا جس کی تصریح کی حاجت نہیں۔ غرض اس فرقہ کے اعتراضات میں سے ایک تو یہی اعتراض ہے جو بیان کیا گیا اور یہ فرقہ لندن میں موجود ہے جو فری تھنکر کہلاتے ہیں...(ریویو جلد اول نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۲ء طبع ۲۰ جون ۱۹۰۲ء۔ ص ۱۴۵۔ تا ۱۵۵)

عیسائیوں کا خدا

.... یہ لوگ (عیسائی) بجائے اس حی قیوم کے ایک عاجز انسان کو جو مریم کا بیٹا اور یسوع کہلاتا ہے خدا قرار دیتے ہیں حالانکہ نہ وہ دعاؤں کا جواب دے سکتا ہے اور نہ خود کسی کو پکار سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی عظمت اور قدرت ظاہر کرسکتا ہے ..اس کی قدرت کے نمونے جو کتابوں میں لکھے ہیں وہی ہیں جو اس نے یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھائے۔تمام رات کی دعا قبول نہ ہوئی۔ ماں پر قابل شرم الزام قائم ہوا۔اس کی مدافعت کسی خدائی چمکار سے نہ کر سکا۔اس کے معجزات میں اگر وہ صحیح بھی مان لئے جائیں کوئی ایسی خوبی نہیں جو دوسرے انبیاء کے معجزات میں نہ ہو۔ بلکہ ایلیا نبی کے معجزات اور اس کا مردے زندہ کرنا بکمال قدرت مسیح کے معجزات سے بہت بڑھ کر ہے۔ایسا ہی یسعیاہ نبی کے معجزات بھی درحقیقت بعض ایسے ہیں کہ مسیح کے معجزات کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں۔اور حضرت مسیح کی پیش گوئیاں تو نہایت ردی حالت میں ہیں کہ بجائے اس کے کہ ان سے کوئی نیک اثر پڑے،ان کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ یہ کس قسم کی پیش گوئیاں ہیں کہ قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے،لڑائیاں ہوں گی۔حالانکہ ان پیشگوئیوں سے پہلے بھی ملک میں سب کچھ ہو رہا تھا۔پس ایسے خدا پر کیونکر کوئی ایمان لائے۔

یہ تو پہلے قصے ہیں،خدا جانے ان واقعات میں سچ کس قدر ہے اور جھوٹ کس قدر۔لیکن اس زمانہ کے لوگوں کے لئے اس نئے خدا کے ماننے میں جس کا یہودیوں کی تعلیم میں بھی نام ونشان نہیں،اور بھی مشکلات بڑھ گئے۔کیونکہ ان لوگوں نے نہ تو مردے زندہ ہوئے بچشم خود دیکھے،اور نہ بیماریوں میں سے بھوتوں کا نکلنا بچشم خود مشاہدہ مشاہدہ کیا...

ہم حق رکھتے ہیں کہ اس وقت یہ سوال پیش کر دیں کہ جب کہ یہ تمام دعوے جو نشانوں کے لئے دیئے اور بار بار حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو کچھ نشان میں دکھاتا ہوں میرے پیرو بھی وہی نشان دکھائیں گے صرف استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں اور ان سے نشان مراد نہیں ہیں،تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح کی طرف معجزات منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی استعار کے رنگ میں کیونکہ حضرت مسیح بار

بارانجیلوں میں فرما چکے کہ جو کچھ میں معجزات دکھاتا ہوں وہی معجزات میرے سچے پیرو بھی دکھاتے رہیں گے۔ اب چونکہ ایسے معجزات کے مطالبہ کے وقت یہ جواب ملتا ہے کہ ان مقامات سے مراد معجزات نہیں ہیں بلکہ مسیحی لوگوں کی اخلاقی حالتیں مراد ہیں، تو کیوں نہ کہا جائے کہ حضرت مسیح کے معجزات سے بھی ایسے ہی امور مراد ہیں نہ درحقیقت معجزات ...ہم تو اسی قدر پر راضی ہو سکتے ہیں کہ وہ (عیسائی) حضرت مسیح کو ایک زندہ انسان کے مرتبہ پر ثابت کر کے دکھاویں۔...

اول شریر یہودیوں نے حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز قرار دیا، اور حضرت مریم کو آلودہ دامنی کا الزام لگایا۔ اور پھر حضرت مسیح کے چال چلن پر بہت افتراء کیا۔ چنانچہ چند فاضل یہودیوں کی کتابیں جو اس وقت ہمارے مطالعہ میں ہیں، ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی زندگی کا بہت برا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ کتابیں ان فاضل یہودیوں کی ان دنوں میں شام کے وقت ہمارے حلقہ میں محض اس غرض سے پڑھی جاتی ہیں کہ تا ہماری جماعت کو اس بات کا علم ہو جاوے کہ آج کل بعض نادان پادری جس قدر ہمارے نبی ﷺ کی زندگی پر افتراء اور بہتان کے طور پر حملے کرتے ہیں، ان سے بدتر حملے حضرت مسیح کی زندگی پر کیے گئے۔ یہاں تک کہ بعض ایسے حملے ہیں جن کے لکھنے سے شرم اور حیا مانع ہے۔ انکی ماں پر نہایت ناپاک الزام ہے۔ ایسا ہی ان کی بعض دادیوں یعنی تمت اور راحب اور بنت سبع پر حرام کاری کے الزام ہیں جن کو پادری صاحبان بھی قبول کرتے ہیں۔ اور سب سے بدتر وہ الزام ہیں جو حضرت مسیح کے چال چلن پر ہیں۔ اور یہ کہ انہوں نے کس طرح ہر ایک بات میں فریب سے کام لیا۔ اور کیونکر خدا نے توریت کے وعدہ کے موافق ان کو آخر سزائے موت دے دی۔ یہ تمام ذلت اور اہانت اور تہمت کے ایسے الفاظ ہیں جو ایک مسلمان بغیر اس کے جو بے اختیار غصہ میں آ جائے ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ پس جب اس قدر حضرت مسیح کی توہین کی گئی کہ جو ایک معمولی انسان کے درجہ پر سے بھی ان کو گرایا گیا تو اس صورت میں یہ واقعہ ایک طبعی امر تھا کہ جو جماعت حضرت مسیح پر ایمان لائی تھی وہ رفتہ رفتہ افراط کی طرف مائل ہو جاتی۔ لہذا پر جوش آدمی جن کو پہلے سے شرک سے پیار تھا بجز اس کے خوش نہ ہو سکے کہ حضرت مسیح کو خدا بنا دیا جائے۔ گویا وہ اس طرح پر ان یہودیوں کے حملوں کا بدلہ اتارنا چاہتے تھے جو نہایت سختی سے حضرت مسیح پر کیے گئے۔

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جن انجیلوں سے عیسائی لوگ حضرت مسیح کی خدائی ثابت کرنا چاہتے ہیں انہیں انجیلوں کے حوالہ سے ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ انسان درحقیقت ایک دنیا پرست اور مکار تھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوا، اور نہ کوئی پیش گوئی سچی نکلی۔ اور وہ لکھتا ہے کہ انجیلوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ گویا مسیح نے بہت سے معجزات یہودیوں کو دکھلائے، یہ قول خود انجیلوں کے ہی بیان سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ انجیل کی گواہی سے ثابت ہے کہ جب بزرگان قوم یسوع سے کوئی معجزہ طلب کرتے تھے تو اس کے جواب میں یسوع کا یہی طریق تھا کہ وہ ان بزرگوں کو گندی گالیاں دیکر یہی کہا کرتا تھا کہ ان کو کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا۔ اور پھر کہتا ہے کہ ہم اگر مان بھی لیں کہ بعض بیماروں کو اس نے اچھا کیا تھا، تو یہ کوئی مفید دلیل اس کی خدائی کیلئے نہیں کیونکہ اسی زمانہ میں اس کے مخالف بھی ایسے معجزات دکھلاتے تھے..

غرض جب کہ یہودیوں نے نہایت سختی سے حضرت مسیح کی توہین کی، تو اسکا ایک ضروری نتیجہ تھا کہ اس تفریط کے مقابلہ پر افراط بھی کی جاتی۔ پس جب افراط کا سیلاب عیسائیوں میں زور سے چلا اسی زمانہ میں حضرت مسیح کے خدا بنانے کے لئے بنیاد رکھی گئی۔.....

(حواریوں کو) وعدہ دیا گیا تھا کہ ابھی تم زندہ ہوگے کہ میں (یعنی عیسی مسیح) واپس آؤنگا۔ اب دیکھو یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے جھوٹ نکلی۔ اور دو ہزار برس ہونے لگے، آنے کا نام ونشان نہیں۔ وہ تمام انتظار کرنے والے ایسی حالتوں میں مرے کہ ہمیشہ یہود ان سے ٹھٹھا کرتے رہے کہ تمہارا استاد کہاں ہے...

(ریویو جلد اول نمبر۵۔ مئی ۱۹۰۲ء۔ طبع ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء۔ ص ۱۹۹۔ ۲۰۶)

مسیح موعود کا ظہور

(ریویو آف ریلی جنز قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے) بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کے معاملہ میں ناحق ایک تنکے کا پہاڑ بنایا گیا۔ دیکھو میں بھی خدا سے الہام پاتا ہوں اور بیس برس سے زیادہ عرصہ سے خدا تعالی مجھ سے ہم کلام ہے۔ ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہوا ہے۔ میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس قسم کے مردے کہ جو سنت اللہ کے رو سے زندہ ہوتے ہیں وہ مجھ سے بھی زندہ ہوئے۔ اسی طرح میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ دس ہزار سے زیادہ میری دعائیں قبول ہوئیں۔ اور جس قسم کے الفاظ انجیلوں میں یسوع مسیح کی نسبت ہیں جن سے ان کی خدائی نکالی جاتی ہے، ان سے بہت بڑھ کر خدا تعالی کا کلام میری نسبت ہے، اور ایسے کلمات میں نے کتابوں کے ذریعہ سے شائع بھی کر دیئے ہیں۔ خدا نے میرا نام آدم رکھا ہے۔ خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔ خدا نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ موعود جس کے انتظار میں تمام نبی گذر گئے ہیں وہ تو ہی ہے۔ مگر باوجود اس کے میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں، یا خدا کا بیٹا ہوں، حالانکہ میری نسبت خدا کے کلام میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں جن کے ذریعہ سے مسیح ابن مریم کی نسبت بآسانی خدا کہلا سکتا ہوں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کفر ہے۔ اسی لئے میں تمام دنیا سے زیادہ حیران ہوں کہ کون سی خاص فضیلت مسیح ابن مریم میں تھی جس کی وجہ سے اس کو خدا بنایا گیا۔ کیا اس کے کوئی خاص معجزات تھے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر یہاں معجزات ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیا اس کی پیش گوئیاں اعلی قسم کی تھیں۔ مگر میں خلاف واقعہ کہونگا اگر یہ اقرار نہ کروں کہ جو پیش گوئیاں مجھے عطا کی گئی ہیں وہ مسیح ابن مریم سے بہت بڑھ کر ہیں۔ کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انجیلوں میں مسیح ابن مریم کی شان میں بڑے اعلی درجہ کے لفظ ہیں جن سے ان کو خدا ماننا پڑتا ہے، مگر میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا دنیا اور آخرت میں موجب لعنت ہے کہ وہ الفاظ جو خدا تعالی کی طرف سے میری شان میں وارد ہوئے ہیں جن کی نسبت میں پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خالص خدا کے الفاظ ہیں نہ انجیلوں کی طرح محرف۔ مبدل، مغیر۔ وہ ان الفاظ کی شان سے کہیں بڑھ کر ہیں جو

مسیح ابن مریم کی نسبت پادری صاحبان انجیلوں میں دکھلاتے ہیں۔مگر کیا مجھے جائز ہے کہ میں بھی خدائی کا دعوی کروں یا خدا کا بیٹا کہلاؤں۔پس اسی طرح یقیناً سمجھو کہ مسیح ابن مریم بھی خدا کا بیٹا نہیں، نہ خدا ہے۔میں مسیح محمدی ہوں اور وہ مسیح موسوی تھا۔خدا کی تقدیر نے یہ مقدر کیا تھا کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں جس کی شریعت کی ابتداء موسی سے ہے، ایک مسیح آوے۔اور اس کے مقابل پر یہ بھی مقدر کیا تھا کہ اسماعیلی سلسلہ کے آخر میں بھی جس کی شریعت کی ابتداء محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہوئی ایک مسیح آوے۔سوایسا ہی ہوا۔موسی خدا کا بندہ اسرائیل کے لئے شریعت لایا۔خدا کو معلوم تھا کہ موسی سے قریباً چودھویں صدی پر بنی اسرائیل شریعت کے حقائق اور رموز چھوڑ دیں گے، اور نیز اخلاقی ضالت ان کی بہت ابتر ہو جائے گی، سواسی غرض سے خدا نے حضرت موسی سے چودھویں صدی پر مسیح ابن مریم کو پیدا کیا اس ملک میں جس میں بنی اسرائیل کی سلطنت بھی باقی نہیں رہی تھی۔سو جب توریت کتاب استثنا کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثیل موسی آیا یعنی حضرت محمد ﷺ، تو خدا نے آپ کے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا، اور وہ میں ہوں۔اور جس طرح مثیل موسی بہت سی باتوں میں موسی سے بڑھ کر ہے، ایسا ہی مثیل عیسی بھی بہت سی باتوں میں عیسی سے بڑھ کر ہے۔اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔

عصمت کیوں کر ثابت ہوسکتی ہے؟....ہم انجیل سے آپ لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے اقرار کیا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔

پس جب کہ خود مسیح ابن مریم کی عصمت کسی طور سے ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ انجیلوں سے بعض حرکات اس کی عصمت کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں، جیسا کہ شراب پینا، انجیل کے ابدی احکام حرمت خنزیر وختنہ وغیرہ کا توڑنا، ناحق دوسروں کے مالوں کو نقصان پہنچانا، فقیہوں فریسیوں کو گالیاں دینا، بدکردار عورتوں کو جسم چھونے کا موقع دینا حرام کا تیل سر پر ملوانا، شاگردوں کو غیر لوگوں کے کھیتوں سے خوشے توڑنے سے منع نہ کرنا۔

اب بتلاؤ کہ یہ تمام امور گناہ ہیں یا نہیں؟... یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح ابن مریم کی عصمت انجیل کی رو سے ثابت کرنا ایسا ہی مشکل ہے، جیسا کہ اس مسلول کی صحت ثابت کرنا جس کا مرض ذبول اور دستوں کی حالت تک پہنچ چکا ہے...(ریویو آف ریلیجنز جلد اول نمبر ۵۔مئی ۱۹۰۲ء۔طبع ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۲۰۷۔۲۰۸)

حضرت مسیح اور گم شدہ اسرائیلی

ریویو آف ریلی جنز قادیان ۱۹۰۳ء جلد دوم نمبر اول، میں لکھا ہے کہ:

مسیح نے اس مثال (یونس کا مچھلی کے پیٹ میں رہنا) میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین (مسیح) زمین (قبر) سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔سو یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر ان قوموں کی طرف گیا (پیٹ کا کیا مطلب، وہ قبر زمین میں گڑھا تو نہیں تھا بلکہ بقول مرزا ایک کوٹھا تھا۔جس کے منہ پر پتھر رکھا تھا اور کھڑکی بھی تھی۔ بہاء) جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جن کو شاہلمند زشاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کر کے لے گیا تھا آخر وہ ہندوستان کی طرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا کیونکہ خدا تعالی کی طرف سے یہی اس کی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ ان گم شدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے (مرزا کی نبوت کی علت غائی بھی یہی ہونا چاہیے کہ وہ ان لوگوں سے ملتا جن کے لئے مبعوث ہوا تھا۔اور وہ ساری دنیا کے لوگ تھے، مرزا تو گھر سے باہر ہی نہیں نکلا۔حتی کہ کشمیر یوں اور افغانوں اور پٹھانوں کے پاس بھی نہیں گیا، بلکہ جب وہ اسے ملنے لاہور آئے پیر مہر علی کے ساتھ تو مرزا لاہور بھی نہیں آیا کہ مجھے وہ ماریں گے۔ بہاء) وجہ یہ کہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنھوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تھا اور اکثر ان کے بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے اور پھر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہونچی تھی چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر وسیاحت میں کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آگئے تھے۔ بہرحال حضرت مسیح کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح فی الواقع اس ملک ہند میں آئے پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہونچے اور اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگا لیا

اورانہوں نے آخراس کواسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے قبول کرلیا تھا کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔(اورریویو ۱۹۰۳ء جلد دوم نمبر دوم میں لکھا ہے کہ) مسیح کی رسالت صرف انہی یہودیوں تک محدود نہیں تھی جو شام کے ملک میں رہتے تھے بلکہ وہ بنی اسرائیل کے تمام فرقوں کی طرف آئے تھے جن میں سے اکثر ان کی آمد سے بہت عرصہ پہلے مشرقی ممالک میں آباد ہو چکے تھے۔

گمراہی بھی عجیب شئے ہے ایک غلطی کی تائید کے لئے ایک دوسری غلطی بنانی پڑتی ہے مگر اصلیت کے پیش ہونے پر اس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں مسیح کو تین گھنٹہ صلیب پر رہ کر نہ مرنا کوئی تعجب کی بات نہیں بہت ساری مثالیں اس قسم کی موجود بلکہ مشہور ہیں جن میں ایک شخص اس سے بہت زیادہ عرصہ تک صلیب پر رکھ کر اتارا گیا اور علاج سے آخر کار اچھا ہو گیا۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہو گی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اس زمانہ میں صلیب میں کوئی رسا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا، بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے۔اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اسی قدر عذاب پر اکتفا کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اس کو زندہ اتار لیا جائے۔اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھنچا ہوا رہنے دیتے تھے،اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے۔اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے۔اور پھر اس کی ہڈیاں توڑتے تھے۔اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مرجاتا تھا۔لیکن خدا تعالی کے فضل و کرم نے حضرت مسیح کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔انجیلوں کو ذرا غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت مسیح نہ تین دن تک صلیب پر رہے،اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی،اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں۔بلکہ قریباً دو گھنٹہ صلیب پر رہے،اور خدا کے رحم اور فضل نے ان کے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصہ میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا،اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی

عید فسح تھی، اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں (سزا یہودی احکام پر نہیں، رومی گورنر کے حکم پر دی جا رہی تھی جو یہودی نہیں تھا۔ بہاء) اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی، اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا، اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ (دیکھو مرقس ۱۶:۳۳)۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا، یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آ جائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں، اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اس کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔

...مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام الموس ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح ان کو ملا۔ جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے، تب انہوں نے اس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے۔ اور اس نے ان کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی۔ اور وہ سب مع مسیح کے املوس نام کے گاؤں میں رات رہے۔ (دیکھو لوقا ۲۴:۱۳۔۳۱)

اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ۷۰ کوس کے فاصلے پر تھا، بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے...

آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔.. اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف ان کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی طیار کی گئی تھی...

خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی، ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر

میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے۔

پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا، اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ بلکہ ایک غشی کی حالت ہوگئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدا تعالی کے فضل سے یہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھا تھا جس میں ایک کھڑکی تھی۔ اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار کشادہ کوٹھا کی طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں اور پھر وقت پر میت اس میں رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے:

اور وے عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنی کچھ اندھیرے سے ہی ان خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور ان کے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہوا پایا ،اور اندر جا کر خداوند یسوع کی لاش نہ پائی۔ (لوقا ۲۴:۲-۳)

ان اندر جانے کے لفظ کو سوچو۔ ظاہر ہے کہ اسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو اور اس میں کھڑکی ہو..

انجیل مرقس میں لکھا ہے :

اور جب کہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا، یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا، آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی۔ پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مر گیا۔ (مرقس)

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے کا شبہ ہوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں:

پھر یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں کیونکہ وہ دن طیاری کا

تھا بلکہ بڑا ہی سبت تھا، پلاطوس سے عرض کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے، توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا۔ (یوحنا ۱۹: ۳۱۔۳۴)

ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو، اس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اس کی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا

(اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خداترس اور نیک آدمی تھا...اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے..مگر یہودی چونکہ ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی تیار تھے اسلئے پلاطوس نے مسیح کو چھوڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اول تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں اور پھر شام ہوتے ہی ان کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتارا گیا اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مر گیا۔ بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی۔ نہ وہ کئی دن

صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا، اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں، اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اس کی طرف سے غافل کر دیا گیا۔ مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ ان دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دے کر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح جو غشی کی حالت میں تھا۔ ایک لاش قرار دے کر اس نے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا۔ یہ واقع اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کیلئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گزشتہ نبیوں کی پیش گوئیاں بھی اس وقت پر گواہی دیتی تھیں۔ لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اس وقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دے دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا اور اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل کا فتوی لکھا اور اس کو عدالت میں کھینچا (مسیح پر فتوی بھی یہودیوں نے لکھا اور عدالت میں بھی یہودیوں نے کھینچا۔ مرزا پر کفر کا فتوی مسلمانوں نے دیا، لیکن اسے ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی نے عیسائی عدالت میں کھینچا۔ مشابہت کیا ہوئی؟ بہاء)

اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جس میں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی ﷺ ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اول یہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں (عیسیٰ تو موسیٰ کے بعد پندرھویں صدی میں تھے، اور مرزا پر وحی والہام تیرھویں صدی ہجری میں شروع ہو چکے تھے کیونکہ ۱۸۶۸ء۔ ۱۸۶۹ء میں مرزا کو بقول ان کے الہام ووحی کا آغاز ہو چکا تھا جیسا کہ وہ اس مباحثے کی کے حالات بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں جو انہوں نے بٹالہ میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی سے حنفی اہل حدیث ما بہ الامتیاز مسائل پر

کیا تھا۔ بہاء) جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا اور وہ دعوی سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء نے ان دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کے قتل کے فتوے لکھے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا (ایک کو فتوی دینے والے یہودیوں نے رومی عدالت میں کھینچا، دوسرے کو فتوی دینے والے مسلمانوں نے نہیں بلکہ عیسائیوں ڈاکٹر مارٹن کلارک وغیرہ نے عیسائی عدالت میں کھینچا تھا۔ مشابہت کیا ہوئی۔ بہاء) جن میں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔ آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے (عیسی تو اس واقعہ کے بعد بقول مرزا ۱۲۰ سال زندہ رہے، دیگر ممالک میں گئے، ایک دور دراز ملک میں جا بسے، وہاں شادی کی تبلیغ کی، وہاں کے لوگ ان کے مرید ہوئے، وہیں فوت ہوئے اور دفن ہوئے۔ لیکن مرزا ۱۸۹۸ء کے بعد صرف دس سال زندہ رہے، قادیان ہی میں محصور رہے، کسی دوسرے ملک نہیں گئے، نہ کسی دوسرے ملک جا کر آباد ہوئے نہ وہاں جا کر یا قادیان ہی میں نئی شادی کی، نہ کسی دور دراز ملک میں فوت ہوئے، نہ کسی دور دراز ملک میں دفن ہوئے۔ بلکہ اپنے ہی ملک پنجاب کے ایک شہر لاہور میں مرنے کے باوجود قادیان ہی واپس لا کر دفن کئے گئے۔ مشابہت کیا ہوئی؟) اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بنا دے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے (عیسی کے متبعین تو کروڑوں میں تھے، اب اربوں میں ہیں، اور مرزا کے متبعین کا شمار مرزا کی موت کے شذروں میں غیر جانبدار اخبارات نے دس بیس ہزار ہی کیا تھا۔ مشابہت کیا ہوئی) غرض موسی کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولا نبی ﷺ کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

(مرزا قادیانی ریویو میں لکھتے ہیں)...قابل غور ہے ایک آدمی تین گھنٹہ کے لئے صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اور کوئی تاریخی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ صلیب پر تین گھنٹہ میں کوئی آدمی صلیب پر مر گیا ہو۔ صلیب سے اتارے جانے کے بعد اس کی ہڈیاں نہیں توڑی جاتیں۔ جو آدمی اس کے ساتھ ہی صلیب پر چڑھائے گئے اور ساتھ ہی اتارے گئے وہ زندہ ہی تھے۔ جب اس کی پسلی میں ذرا نیزہ کا سرا چبویا گیا تو وہاں سے خون نکلا۔ کوئی طبی شہادت لی نہیں گئی کہ واقعی یہ شخص مر چکا ہے۔ دوسرے مجرموں کی لاشوں کے ساتھ اس کا جسم نہیں رکھا۔ بلکہ ایک دولت مند مرید کے سپرد کیا گیا جس نے ہر طرح سے اس کی خبر گیری کی اور سب علاج کئے...جبھی کہ چلنے کے قابل ہوا اس شہر سے بھاگ گیا جہاں یہ سب مصیبت اس کے سر پر آئی تھی۔ ستر میل تک پا پیادہ گیا جب سفر کا تھکان معلوم ہوا تو آرام بھی کیا۔ بھوک اور پیاس لگی تو اپنے دوستوں سے کھانا مانگا۔ معمولی انسانوں

کی طرح کھاتا اور پیتا رہا۔ کیلوں کے زخم جو صلیب سے ہاتھوں پر آ گئے تھے وہ اپنے دوستوں کو دکھائے۔.کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص تمام طاقتوں کا مالک خدا تھا جو آسمان پر چڑھنے کی طیاریاں کر رہا تھا۔ ان واقعات سے تو صاف اور سیدھا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا، کیونکہ اس قدر تھوڑے وقت میں کوئی انسان صلیب پر مر ہی نہ سکتا تھا۔ صلیب سے اتارے جانے کے بعد عمداً ان تمام امور سے پرہیز کیا گیا جو اس کی موت کا باعث ہو سکتے تھے۔ ... یہ حضرت مسیح کا قصہ ہے اور ہر ایک عقل مند صاف سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بھاگ کر کہیں اور پناہ گزین ہوئے۔

(اور ریویو جلد دوم نمبر ۵ بابت مئی ۱۹۰۳ء میں **حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا** کے زیر عنوان لکھا ہے) اس عنوان کے نیچے گذشتہ دو نمبروں میں انجیل کے قصص کی بنا پر ہم نے یہ ثابت کیا تھا کہ حضرت مسیح صلیب کی لعنتی موت سے بچائے گئے۔ اگرچہ ان مضامین کو شائع ہوئے دو ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن عیسائیوں کی طرف سے ان کی تردید میں ہم نے سوائے اس ریمارک کے کچھ نہیں دیکھا کہ اس قسم کے استنباط انجیلوں کے اصلی اور یکساں مفہوم اور منشاء کے خلاف ہیں۔....

ساری دنیا کی تاریخ میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں ایک شخص دو یا تین گھنٹے صلیب پر لٹکائے جانے سے مر گیا ہو اور برعکس اس کے ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ ایک یا دو دون تک بھی صلیب پر لٹکا رہنے کے بعد بعض اشخاص جانبر ہو گئے فاضل مورخ جوزیفس نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے قیصر سے تین شخصوں کے جو صلیب پر لٹکے ہوئے تھے چھوڑے جانے کے لئے درخواست کی اور وہ درخواست قبول ہو کر مناسب علاج سے تینوں میں سے ایک کی جان بچ گئی۔ درحقیقت صلیب سے موت اس قدر آہستہ واقع ہوتی ہے کہ عقل مند انسان صرف اسی ایک واقعہ پر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر دو یا تین گھنٹے سے زیادہ نہیں رہا، غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ مسیح کے صلیب پر مرنے کا مقدمہ ایک بالکل بے بنیاد اور غلط اعتقاد ہے۔...

مسیح اور چوروں پر صلیب کے بعد بھی اس سزا (ٹانگیں توڑنا) کے وارد کئے جانے کا حکم صاف بتاتا ہے

کہ صلیب کو بسبب تھوڑا وقت ہونیکے ناکافی خیال کیا گیا اور ایک اور تکلیف دہ صورت موت کی تجویز کی گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ٹانگوں کا توڑنا اس طور پر ہوا کرتا تھا کہ چولے سے لے کر پاؤں تک کی تمام ہڈیاں ہتھوڑے کے ساتھ توڑی جاتی تھیں۔ اب جہاں انجیلوں سے یہ ثابت ہے کہ ٹانگیں توڑنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ صلیب پر اس قدر تھوڑے عرصہ کے لئے مسیح اور دونوں چور رکھے گئے تھے کہ اس سے موت واقعہ نہ ہوسکتی تھی، اس جگہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ چوروں کی ٹانگیں تو توڑی گئیں مگر مسیح کی نہیں توڑی گئیں، اور یہ بہانہ کردیا گیا کہ مسیح مر چکا ہے، اس لئے اس کی ٹانگیں توڑنے کی حاجت نہیں ہے۔..

بھالے کے زخم کا قصہ رہا سہا بھی اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ مسیح میں جب وہ صلیب سے اتارا گیا، جان باقی تھی، کیونکہ لکھا ہے کہ زخم سے پانی اور لہو بہا۔ پانی بہنے سے اگر یہ منشاء ہے کہ واقعی لہو اور پانی دو الگ الگ سیال نکلے تھے، تو اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ پانی صرف معجزہ بنانے کی خاطر بہایا گیا ہے۔ اگر زخم اس قدر بھی گہرا ہوتا کہ دل تک پہنچ جاتا تو بھی پانی کا نکلنا ممکن نہ تھا، سوائے اس کے کہ مرض استسقاء ہوتا۔ مگر ہم خیال نہیں کرتے کہ انجیل نویس کا یہ مطلب ہو۔ البتہ لہو کا نکلنا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسیح ابھی زندہ تھا کیونکہ مرنے کے بعد معاً خون جم جاتا ہے۔ مگر خون کا سیال ہونا اس امر کا یقینی ثبوت ہے کہ جب مسیح صلیب پر سے اتارا گیا تو وہ بھی چوروں کی طرح زندہ ہی تھا۔...

یہ بیان نہیں کیا گیا کہ سپاہیوں کو کیونکر معلوم ہوگیا کہ مسیح مر چکا ہے۔ سکتہ یا غشی کی حالت اور حقیقی موت میں امتیاز کرنا اس قدر مشکل امر ہے کہ اس زمانہ کا ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھا سکتا تھا کیونکہ اس وقت کی ڈاکٹری معلومات اس قدر وسیع نہ تھے لیکن انجیل نویس یہ چاہتے ہیں کہ بغیر چون و چرا کے ہم ایک جاہل پولیس والے کی رائے کو تسلیم کرلیں خواہ کیسی ہی مضبوط شہادت اس کی تردید کررہی ہو۔..علاوہ ازیں انجیل میں تو یہ لکھا ہے کہ پہلو میں نیزہ چبھویا گیا تھا، نہ یہ کہ عین دل کے مقام پر مارا گیا تھا اور نہ ہی یہ کہیں لکھا ہے کہ وہ زخم بڑا گہرا تھا در اصل اس طرح پر نیزہ کو عین دل کے مقام پر مارنا کہ اس سے خون باہر کو نکلے بڑے ہنر کو چاہتا ہے اور محض ایک جاہل سپاہی سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ انسانی بدن کی تشریح سے ایسا واقف ہو۔

...میں خود صاحب تجربہ ہوں میں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح کو دیکھا ہے اور اور بعض نبیوں

سے بھی میں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور میں نے اپنے سید و مولا اپنے امام نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا جس کے ساتھ خواب یا غفلت کا نام ونشان نہ تھا اور میں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی ان کی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور ان سے باتیں بھی کی ہیں۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان ۱۹۰۳ء جلد دوم نمبر اول۔ص ۸۔۱۰؛۔ریویو ۱۹۰۳ء جلد دوم نمبر دوم۔ص ۴۸۔۵۵؛ ریویو جلد دوم نمبر ۵ بابت مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۹۰۔۲۰۳)

ضربت عیسوی

دی احمدیت ریفیوٹڈ

The Ahmadiyyat Refuted

(ضربت عیسوی یعنی ابطال مرزا۔از سلطان القلم جناب اکبر مسیح۔پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔انارکلی لاہور، بار سوم ۱۹۵۷ء)

زاں که از قرآن بسے گمراہ شدند
زاں رسن قومے درون چہ شدند

رسالہ ضربت عیسوی ان سلسلہ وار مضامین کا مجموعہ ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ریویو کے جواب میں لاہور کے رسالہ ترقی ۱۹۰۳ء میں شائع ہوتے رہے۔ان میں جا بجا اضافہ بھی کیا گیا تا کہ مابعد کی نکتہ چینیوں کی رعایت ہو جائے۔

جن لوگوں کو ضرورۃً مرزا جی کی تصنیفات پڑھنے کا ناگوار اتفاق ہوا ہو گا وہ خوب جانتے ہیں کہ مناظرہ میں فحش بیانی سخت کلامی بدزبانی بلکہ گالی کوسنے کا مرزا جی نے گویا سرکار سے ٹھیکہ لے لیا (اسی زبان درازی

کی انتہاء مشتے ازنمونہ خروار یہ ہیں کہ مقدس پولوس کوشریر انسان، رئیس المفترین کہتا ہے، اور مریم صدیقہ کو پانی پی پی کر کوستا ہے، اس کا بیٹا ضرور مرے گا، دیکھو اشتہار وحی اللہ القہار مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء اور مکتوب عربی ص ۱۹۵۔

سخنا نے برزبان خود آورد کہ بجز شیطان لعین ہیچ کس بداں تکلم نکند۔ اسی شائستگی کی تعریف ہے دیکھو مکتوب۔ ص ۲۵۳۔ اوروں نے اگر کسی مذہبی پیشوا کی نسبت کوئی بےادبی کا کلمہ نکالا ہوگا تو اپنی ذاتی ذمہ داری پر، مگر یہ سخن آفرینی مرزا صاحب کے حامل وحی کا حصہ ہے اور یہ کلام آپ ہی پر نازل ہوا: اے احمد رحمت تیرے لبوں پر جاری ہورہی ہے۔ رسائل اربعہ۔ ص ۵۸) آپ اس فن کے جگت استاد مانے جاتے ہیں۔ ہر مذہب کے بزرگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے دست وزبان سے کسی مومن کو امان نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ ہی کی انشاپردازی کی بدولت گبر و مسلمان کا چلن بگڑا۔ اور یہ ایک صفت ہے جو مرزا صاحب کی تحریرات کو ایک معنی میں لاجواب کر دیتی ہے۔ اور میدان یقیناً آپ ہی ہاتھ رہ جاتا اگر ایسے مبارز نہ اٹھ کھڑے ہوتے جیسے ضمیمہ شحنہ ہند کا اڈیٹر شوکت جس نے قادیان کی ترکی تمام کر دی۔ یہی تو وجہ ہے کہ عیسائی آپ کی طرف سے ناک بند کر کے گذرتے رہے۔ انہوں نے ہمیشہ آپ کا ادب کیا، اور دبتے بھی رہے اور اگر آتھم کے جنگ مقدس کو ہم شمار نہ کریں، تو عیسائیوں کے لاٹ پادری نے بھی آپ سے ہم کلام ہونا عار سمجھا۔ اور طرح سے بھی عیسائیوں کا یہ سکوت بے جا نہ تھا، مرزا جی مہدی مسعود ہوں یا دجال مردود، آپ جو کچھ ہیں اسلام کے حق میں ہیں۔ گمراہ کیا آپ نے تو مسلمانوں کو، راہ پر لگایا تو مسلمانوں کو۔ چودھویں صدی کے سرے پر آپ اسلام کو زندہ کرنے آئے اور، مسلمانوں کے عظیم الشان امام بنے، مارا آپ کو مسلمانوں نے، مانا آپ کو تو مسلمانوں نے، انہوں نے آپ کی واجبی آؤ بھگت میں کچھ اٹھا نہیں رکھا۔ پس بقول شخصے

چو کارے بے فضول من بر آید
مرادے سخن گفتن نشاید

عیسائیوں کو پرائے پھٹے میں پاؤں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہاں کسر صلیب کا ڈھول آپ بجاتے رہے، مگر ان کو اس کی کیا پرواہ، جب وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان کے اوپر صلیب کا جھنڈا برابر لہرا رہا ہے، جسکے تلے وہ خود امن سے رہتے ہیں، اور آپ کو بھی بیک بینی و دو گوش سلامت رہنے دیتے ہیں۔ ان کے گرجوں کے مناروں پر صلیب بدستور بلند ہے، اور ہر سال نئے صلیب نصب ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے

رہیں گے، اور گو مرزا جی ایک صدی کی چوتھائی کسر صلیب کی کوششوں میں برباد کر چکے مگر پھر بھی دم نزع آپ قابل ترس حسرت سے یہی روتے سنائی دیئے یا رب ارنی کسر صلیبھم ۔اے میرے رب ان کے صلیب کا ٹوٹنا مجھ کو دکھا (نور الحق ۔ص ۹۷) آخر انسان آرزو میں کب تک جی سکتا ہے، اس سے تو اندھی آنکھ ٹھنڈی جو صلیب نہیں دیکھتی وائے ناکامی:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب آپ اس امید میں جیتے ہیں کہ میری طرح، میرے بعد کوئی مسیح ابن مریم بھی آوے، اور پس مرگ میرے مزار پر دیا جلایا جاوے (ازالہ اوہام ۔ص ۴۸۸)

مرزا جی کو سر سید مرحوم سے ہمیشہ شکایت رہی کہ انہوں نے آپ کو مجنون اور پاگل قرار دے کر کبھی منہ نہ لگایا (آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۲۳۱) مبادا عیسائیوں سے بھی مرزا جی کو یہ شکایت رہ جائے اس لئے ہم آپ کے جواب میں یہ تھوڑا سا لکھتے ہیں جس کو بہت کام دینا ہے ۔اور اس طرح گویا آپ کے خیالات کو گمنامی کے کوچوں سے نکال کر عیسائیوں کو سنائے دیتے ہیں ۔مگر ہم کو تہذیب کا اور اپنے ناظرین کے سنجیدہ مذاق کا بہت خیال ہے اس لئے جو کچھ سبّ وشتم انہوں نے ہمارے بزرگوں اور ہمارے مقدس دین کے حق میں روا رکھا، اس کو ہم طاق نسیاں پر رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں ۔مگر پھر بھی ناظرین انصاف آئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر کہیں ہمارا قلم بہک جائے تو ہم کو معذور رکھیں کیونکہ اگر کوئی بانس کا ایک سونٹا لے کر آئے اور یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کی ایک سنجیدہ مجلس کو للکار کر کہے کہ یہ وہی عصائے موسی ہے جو فرعون کے آگے اژدھا بن گیا تھا اور جس نے بحر قلزم کو دو حصہ کر دیا تھا، تو کہاں تک کوئی اپنی متانت کو نباہ سکے گا ۔سری نگر کی قبر کے متعلق جناب مرزا جی کے دعاوی اس سے بھی زیادہ ہنسانے والے ہیں اور ہم بھی خوب ہنسے ۔الف میم

عصمت انبیاء

اکبر مسیح نے لکھا ہے:

ہمارے مرزا جی کی مراد عصمت انبیاء سے کیا ہے؟ انہوں نے عصمت کی یہ تعریف بتلائی ہے:

انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح بکلی خدا تعالے کے تصرف میں ہوتے ہیں جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے...انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بلاوے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں وہ خدا تعالی کے احکام کے نیچے کہتے یا کرتے ہیں اور ان سے وہ طاقت سلب کر لی جاتی ہے جس سے خدا تعالی کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ جلد۲ ص ۷۰)

انبیاء کے اقوال وافعال کو خدا تعالی اپنے اقوال وافعال ٹھہراتا ہے اور وہ اسی طرح پھرتے ہیں جس طرح وہ ان کو پھراتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایسے بے اختیار ہوتے ہیں جیسے ایک مردہ اور وہ بکلیا سی کے تصرف میں ہوتے ہیں ان کے پاس اپنے جذبات وخواہشات کچھ نہیں ہوتے اور نہ ان کے حرکات اور کلام اور ارادے ان کے اپنے ہوتے ہیں (ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۔ ص ۷۲)

اس تعریف کی لغویت: جب انبیاء خدا کے ہاتھ میں مثل کٹھ پتلی کے ٹھہرے اور ان کی اپنی خواہشات اور ارادے ندارد ہو گئے، تو معلوم ہوا کہ وہ فاعل ذی اختیار نہیں اور مکلّف ہونے کے دائرے سے باہر نکل گئے۔ اور سزا و جزا کے احکام ان سے مثل ہر مرفوع القلم کے ساقط ہو گئے، کیونکہ معصوم اور غیر معصوم ہونے کے لئے اختیار اور ارادہ لازمی ہے۔ خود مرزا جی نے ایک جگہ عصمت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

عصمت کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ انسان گناہ سے بچے اور گناہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کو عمداً توڑ کے لائق سزا ٹھہرے۔

تعریف مذکورہ بالا کی رو سے نابالغ بچے اور پیدائشی مجنون بھی معصوم ہیں وجہ یہ کہ وہ اس لائق نہیں کہ کوئی گناہ عمداً کریں۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰)۔

گو یہ مضمون خبط بے ربط ہے مگر جب گناہ کی تعریف میں عمداً، اور ارادہ لازم ہوا، تو معصوم حقیقی صرف وہ ہے جو ایسے گناہ سے محفوظ ہو۔ پس گویا مرزاجی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی عصمت پیدائشی مجنون کی عصمت سے بھی گئی گذری کیونکہ پیدائشی مجنون میں فہم تو نہیں مگر ارادہ اور اختیار ضرور ہے۔

مرزاجی نے جو تعریف عصمت انبیاء کی کی وہ نہ صرف عقل سے بالکل بعید بلکہ نقل کے سراسر معارض ہے اور ہم نے آج تک مسلمانوں میں سے کسی فہمیدہ شخص کو یہ کہتے نہیں سنا کہ انبیاء ایک مردہ کل ہیں جو بڑھیا کے چرخے کی طرح چلے جاتے ہیں۔

ہم کو ان خیالات کی لغویت پر تو تعجب نہیں مگر تعجب ہے اس بات پر کہ وہ دعوی کرتے ہیں کہ، قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے، کہ ان کا یہ سخن راست بے کم و کاست ہے۔

اب ہم بڑے دعوی کے ساتھ مرزاجی کو تحدی کرتے ہیں کہ، قرآن شریف میں جو بکثرت ایسی آیات موجود ہیں، ان میں سے تم کوئی ایک آیت، جس کو اپنی دانست میں سب سے بڑی نص عصمت انبیاء پر سمجھتے ہو، جس سے تمہارے معنی عصمت ثابت ہوں، ہمارے لئے پیش کرو اور ہم تمہاری تردید اسی اصول تفسیر قرآن سے کریں گے جو تم نے اپنے منہ سے بیان کر دیا ہے۔...

..ایک بات میں ہم مرزا کے بہت ہی مشکور ہیں کہ انہوں نے تفسیر قرآن کا ایک اصول بیان کر دیا جو بطور کلمة سواء بيننا و بينكم فریقین کے درمیان حکم بن کر فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور اس اصول کو ہم سبق کی طرح یاد رکھیں گے اور نہ خود کبھی بھولیں گے اور نہ مرزاجی کو بھولنے دیں گے باوجودیکہ ہم کو معلوم ہے کہ: مرزا را حافظہ نباشد۔ وہ فرماتے ہیں:

> مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم کی تفسیریں خدا کا کلام نہیں ہیں جن کے ہر ایک لفظ کا وہ اپنے کو پابند خیال کریں ہاں اگر کسی لفظ یا آیت کی تفسیر آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی ثابت ہو تو اس کو بے شک یقینی طور پر صحیح اور قابل اتباع مانا جائیگا۔،

> اکثر حالتوں میں آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے کہ کسی فقرے پر بلحاظ سیاق وسباق کے کون سے

معنی چسپاں ہیں اور کون سے وہ معنی ہیں جو قرآن شریف کے عام مفہوم کے مطابق ہیں قرآن شریف خود اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اس کے بعض حصے دوسروں کے معنی پر روشنی ڈالتے ہیں،

جواب دیتے وقت ہم صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی کو پیش کریں گے اور معنی کرنے میں انہیں معنوں کو صحیح سمجھیں گے جو قرآن شریف کے دوسرے حصوں کے مخالف نہ ہو اور جن کا موید خود قرآن شریف ہو۔ اگر کبھی کہیں تفسیر کا حوالہ ہوگا تو وہ صرف تائیدی رنگ میں ہوگا لیکن ہماری تحقیقات کی بنیاد صرف قرآن شریف کے الفاظ پر ہی ہوگی (جلد دوم۔ص ۲۵۴)

چشم ماروشن دل ماشاد مرزاجی نے ایسی سچی بات کہی ہے کہ وہ ان کے منہ کی سی معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہی تو حضرت مولانا روم فرما چکے ہیں:

معنی قرآن زقرآن پرس وبس

...ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزاجی اب تک یہی نہیں سمجھے کہ معصوم کس کو کہتے ہیں۔ عصمت سے کیا مراد ہے۔ اور وہ کیوں عصمت انبیاء ثابت کرنے چلے، اور پھر کیوں عصمت روح اللہ سے ان کو پرخاش ہے منطق میں ایسی آشفتگی اور ژولیدگی ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔۔ اگر خدانخواستہ چودھویں صدی کے پرآشوب زمانہ نے مسلمانوں کا یہی امام پیدا کیا اور یہی اسلام کو زندہ کرنے والا ہے تو انا للہ و انا الیہ راجعون (ص ۱۸۔۴۵ ملخصاً)

عصمت مسیح

اکبر مسیح نے لکھا ہے:

یہ مضمون ہم نے ابتداء مرزا جی کے انگریزی ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۰۲ء کے جواب میں کلکتہ کے اخبار...نومبر ۲۹ ودسمبر ۶، ۱۹۰۲ء کے واسطے لکھا تھا وہ آرٹیکل اب جناب جیمس منرو صاحب کے انگریزی رسالہ موسلم ٹیچنگ میں درج ہے۔

(اہل فرنگ اور مرزا جی: کوئی صاحب کمال الدین سکرٹری انجمن قادیان، اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس، مورخہ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۳ء کے ذریعہ چندہ جمع کرنے کی کوشش میں اس میگزین کا غربی دنیا میں معزز اور باوقعت ہونا، ذہن نشین کرا رہے ہیں۔ اور آپ کا سب سے بڑا فخر یہ ہے کہ، حضرت اقدس کی پورے قد کی تصویر مختلف صحائف یورپ وامریکہ میں بڑی دل چسپی کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کا حال تو ہم کو معلوم ہے، رہی غربی دنیا تو دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں، مگر اس میں زیادہ تر آپ کو خوش فہمی ہے مرزا جی خاطر جمع رکھیں کہ اہل فرنگ ہر عجوبہ روزگار کی تصویر سے دل چسپی رکھتے ہیں۔ ڈوئی ان کے حریف کو یہ فخر مرزا جی سے پہلے حاصل ہو چکا، بلکہ ممالک متوسط کا تانیتا بھیل بھی یہ اعزاز اہل فرنگ کے ہاتھوں پا چکا۔ آپ سینکڑوں کا پیاں اپنے ریویو اور حضرت اقدس کی تصویر کی فرنگستان کے اہل مطالعہ کو ہر ماہ مفت روانہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھلے آدمی شکریہ کے ساتھ رسید دیتے ہیں اور مفت راچہ گفت، ان لوگوں کو مسلمانان ہند کے ایک خبطی کے منہ سے اسلام کی بیخ کن باتیں سن کر تعجب آتا ہے کہ کبھی تو یہ شخص مغربی خیالات کا ایک پارچہ کم خواب ہاتھ میں لئے نظر آتا ہے، اور ملاّ نے خیالات کا ٹکڑا دھوترا، اور پھر کبھی ان دونوں کو جوڑ کر ایک دو پلی ٹوپی سر پر دھر کر سب کو ہنسا دیتا ہے۔ اور آج کل تو وہاں ڈوئی اور پگٹ مدعیان مسیحیت کا چرچا ہو رہا ہے، اور جیسا ہندوستان میں ان دونوں کے سر آپ کے سر کے ساتھ لڑائے جاتے ہیں، ایسا ہی وہاں آپ کا سر ان کے سروں کے ساتھ لڑایا جاتا ہے۔ پھر کیوں حضرت اقدس کی تصویر دچسپی سے خالی ہو۔ آپ کی ایک تصویر کی زیارت ہم کو بھی ہوئی ہے جو سری نگر کے مقبرے کی تصویر کے ساتھ انگریزی دو ورقہ میں چھپی ہے۔ اس میں ایک بڑی دل چسپی کی بات ہم نے بھی دیکھی کہ حضرت اقدس نے داہنی آنکھ تو بالکل بند کر لی اور بائیں کو ضرورت سے زیادہ ابھار دیا ہے۔ اس تصویر کو ہم نے ایک مسلمان دوست کو دکھلایا وہ عین پر نقطہ دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے۔ چشم بددور ... یک چشم تو کورست ..... ہم نے کہا، ایسا مت کہو۔ یہ تو دجال کو مارنے آئے ہیں۔ بولا خوب! کیا اس ترچھی چتون سے؟ ہد یہ تصویر بے شک اسلامی دنیا کے لئے دلچسپی کا گودام ہے۔ نہ معلوم اڈیٹر شحنہ نے اس کو دیکھا یا نہیں۔ اس رمز کو بے چارے فرنگی کیا سمجھیں)

اس وقت ہمارا ارادہ تھا کہ یہ کل مضامین انگریزی میں لکھیں اور اس وقت تک ہماری نگاہ سے صرف انگریزی پرچہ ریویو گذرا تھا مگر ہم کو فوراً معلوم ہو گیا کہ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مرزا جی کے خیالات کو اتنی وقعت بھی حاصل نہیں ہوئی جتنی انگریزی زبان میں نجوم اور جادو اور سامودرک اور فالناموں کو حاصل ہے، یہ لوگ تو مرزا جی کو ایک صحیح العقل آدمی بھی نہیں جانتے اور کیونکر جانیں جب کہ ان کا لیڈر سرسید آپ کو، مجنون

اور پاگل، قرار دے گیا۔ پس ایسے مردود خیالات کو انگریزی تعلیم یافتہ گروہ کے لئے زبان انگریزی میں رد کرنا محض تحصیل حاصل تھا اور ہم نے اس ارادے کو فسخ کر کے اپنا مضمون عام فائدے کے لئے اردو میں ترجمہ کیا اور ترقی لاہور کے کالموں کے لئے سلسلہ مضامین اردو میں جاری کر دیا تاکہ اہل اسلام کو فائدہ پہنچے جو ان کے خیالات کی تردید یا ترویج میں کچھ دلچسپی رکھتے ہوں۔

مسٹر اکبر مسیح لکھتے ہیں: یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اہل اسلام مذہباً اس کو اپنا ایمانی عقیدہ سمجھتے ہیں کہ جملہ انبیاء معصوم و بے گناہ ہیں اور وہ یہ بھی ماننے کو تیار ہیں کہ ان تمام انبیاء میں مسیح روح اللہ کو باعتبار عصمت ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور بشر کے لئے ممکن نہیں ہوئی اور جہاں تک ہم نے محض تحقیق سے کام لیا ہم کو روز روشن کی طرح ہوایدا ہو گیا کہ کلمۃ اللہ کی بابت ایسی عصمت و بے گناہی کا عقیدہ سراسر قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

اہل کتاب کے جتنے انبیاء ہیں ان کو اہل اسلام برحق تسلیم کرتے اور اپنے عقیدے کے لحاظ سے سب کو معصوم مانتے ہیں۔ گو ہم عیسائی لوگ مذہباً اپنے انبیاء کو عموماً معصوم نہیں مانتے تو بھی عصمت مسیح کے معاملہ میں پوری طرح اہل اسلام کے ہم زبان یہی کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن حدیث ویسی ہی انجیل شریف سے بھی کلمۃ اللہ کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ عیسائیوں کے لئے تو کوئی روک نہیں کہ وہ موسیٰ یا داؤد یا کسی اور اپنے نبی کی عصمت سے اپنی پاک کتابوں کی بنیاد پر انکار کریں، مگر کسی مسلمان کے لئے جو جملہ انبیاء کو معصوم ثابت کر رہا ہو کسی یہودی کے مقابل زچ میں آکر موسیٰ یا عیسائی کے مقابل عیسیٰ کو برا بھلا کہنا اور ناگفتنی زبان سے نکالنا سخت کور باطنی ہے۔

مرزا نہ ادھر کے ہوئے، نہ ادھر کے ہوئے

ہم آج کل یہی تماشا دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی ایک طرف تو، عصمت انبیاء علیہم السلام، ثابت کرنے چلے (ریویو آف ریلی جنز نمبر ۵ ،۱۹۰۲ء) اور دوسری طرف، یسوع کی عصمت پر اعتراض، سنا رہے ہیں (نمبر ۴) اور ہمیں نہیں معلوم کہ کون سا الہام یا عرفان ان دونوں عنوانوں کو مطابق کر سکے گا۔ کیا عیسائیوں کی ضد میں عیسیٰ کا نام انبیاء کی فہرست سے کاٹ دیا؟ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت مسیح کی عصمت کے باب میں جو کچھ

ہے اس کو خود مرزا صاحب نے بڑے قلق کے ساتھ اپنی کتاب نور الحق میں یوں بیان کیا ہے:

ہمارے مولوی لوگوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم اپنی بعض صفات میں بے مثل ہے اور جو کمال اور بزرگیاں اس میں پائی جاتی ہیں اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں۔ وہی ایک ہے جو اعلیٰ درجہ پر گناہوں سے پاک ہے۔ شیطان نے اس کی پیدائش کے وقت اس کو چھوا نہیں۔ اور بجز اس کے سب نبیوں کو چھوا، اور کوئی شیطان کی مسّ سے بچ نہ سکا مگر ایک مسیح، اور اس صفت میں نبیوں میں سے کوئی بھی شریک نہیں۔ (نور الحق حصہ اول۔ ص۶)

اگر حضرت مسیح کی ایسی بے گناہی کا مسئلہ صرف اہل اسلام کی خوش اعتقادی سے ہوتا تو ہم کو اس کی چنداں پرواہ نہ ہوتی مگر ہماری تحقیق ہم کو بتلاتی ہے کہ یہ عقیدہ اسلام کی بڑی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جس کے مقابل مرزا جی کی خلاف بیانی بالکل ہیچ ہے اور اس باب میں ہم وہی کچھ لکھیں گے جو ایک راسخ الاعتقاد مسلمان قرآن کو حق مان کر لکھ سکتا ہے۔...

(اکبر مسیح نے لکھا ہے) میں مرزا کے انگریزی رسالہ (ریویو آف ریلی جنز) نمبر ۶ ص ۲۳۹ سے اردو میں ترجمہ کرتا ہوں یہی مضمون اردو رسالہ صفحہ ۲۴۷ میں بھی مختصر طور پر موجود ہے:

مسلمانوں کے درمیان ایک یہ حدیث مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مسّ شیطان سے مبرا تھے لیکن ان الفاظ کی تعبیر میں غلطی کی جاتی ہے اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی استثنائی جلال مریم یا اس کے فرزند کا الہام سے ظاہر ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح اور اس کی ماں پر یہود نے بڑی آزادی کے ساتھ فحش اور نہایت ہی ناپاک قسم کے بہتان لگائے تھے۔ انہوں نے شیطانی افعال ماں اور بیٹے دونوں سے منسوب کئے تھے اور انہیں کمینہ بہتانوں کی جو ان کی پاک دامنی پر لگائے جاتے تھے تردید کرنے کو اور ان کو الزام سے پاک کرنے کو یہ الفاظ ابتداء استعمال ہوئے۔ یہی ایک پہلو ہے جس کے لحاظ سے یہ حدیث مریم اور اس کے فرزند کو مسّ شیطان سے مبرا کرتی ہے۔ یہ الفاظ دوسرے انبیاء کے حق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ان کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور نہ کوئی ایسا گندہ الزام ان میں سے کسی پر لگایا گیا۔

کیا یہ الجھی ہوئی تقریر ہے اور کس قدر اپنے مدعا کے خلاف یا شاید اس کو الہام کا نقص عارض ہے۔

اگر مسّ شیطان سے مبرا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ فحش اور نہایت ناپاک الزاموں کی تردید کی جائے تو مسّ شیطان میں مبتلا ہونے کے معنی بالکل اس کے برعکس ہوئے، کیونکہ یہاں نہ صرف یہی بیان کیا کہ مریم اور مسیح مسّ شیطان سے بری ہیں بلکہ یہ بھی بیان کر دیا کہ ہر دوسرا البشر وقت تولد اس میں گرفتار ہو چکا ہے۔ پس یہی حدیث جو صدیقہ اور اسکے فرزند کی بریت کا حکم رکھتی ہے کل بنی آدم کے لئے فرد جرم متصور ہوگی۔ اس میں ایک امر واقعہ کا اظہار ہو رہا ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے بلا امتیاز مسّ شیطان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوائے مریم اور مسیح کے اس سے کوئی محفوظ نہیں رہا۔ پھر کیا ہم آپ کو یاد دلائیں کہ یہ حدیث یہود کی تردید میں بیان نہیں کی گئی جو فحش الزام لگایا کرتے تھے کیونکہ وہ تو چھ سو برس قبل ہی موافق شہادت قرآن کے کلمۃ اللہ کی زبان معجز بیان سے صم بکم کر دیئے گئے تھے جب انہوں نے صدیقہ سے آ کر کہا تھا یا مریم لقد جئت شیئاً فریاً بلکہ حدیث تو ان لوگوں سے بیان ہوئی جو دلی ایمان وایقان سے مان چکے تھے کہ مریم صدیقہ ہے اور اسکا فرزند کلمته القاھا الی مریم و روح منه اور اس میں بھی ایک قاعدہ یہ بیان کیا گیا جس کے ضمن میں مستثنٰی کا ذکر لازم آیا۔ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو مسیح کی پاک پیدائش قرآن سے کافی طور پر ثابت نہ ہو سکتی؟...

مرزا جی جو اس حدیث کی تاویل میں اس طرح چوک گئے، تو شاید آپ اپنے مریدوں کے روبرو اب اس کی صحت سے انکار کرنا زیادہ مناسب سمجھیں اور اس انکار کی بابت نہ ہم پیر سے مواخذہ کر سکتے ہیں اور نہ مریدان باعقیدت سے۔ کیونکہ یہ لوگ دارالامان قادیان میں رہ کر عقل ونقل کی عمل داری سے باہر نکل گئے مگر دوسرے مسلمانوں کی تسکین کے لئے اس قدر کہہ دینا بے موقع نہ ہوگا کہ قسطلانی شارح بخاری نے اس حدیث کی بابت فرما دیا ہے و کفی بصحة هذا الحديث رواية الثقات و تصحيح الشيخين من غير قدح ...اس حدیث کی صحت کے لئے یہی کفایت کرتا ہے کہ اس کو ثقہ راویوں نے نقل کیا اور اس پر شیخین یعنی بخاری اور مسلم نے صاد کیا جس کے اوپر کسی دوسرے نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔...

(اکبر مسیح لکھتے ہیں) مرزا غلام احمد نے ایک نیا تماشہ کیا۔ ایک طرف تو آپ سرسید احمد کو ڈانٹتے ہیں کہ انہوں نے اس خیال کو ظاہر کیا کہ درحقیقت عیسی اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے تھے، اور ایک طرف

یہودیوں کے تمام اعتراضات سنا کر اور حمل صدیقہ کی نظیر میں پراکرتوں کے قصوں اور ہندوؤں اور یونانیوں کے افسانوں کا حوالہ دے کر آپ مخالفین کے ہم زبان سوال کرتے ہیں کہ:

کیوں جائز نہیں کہ صدیقہ کے حمل کے لئے کوئی مخفی صدیق ہوا۔

اور پھر آیت لا ھب لك غلا ماً ز کیّاً ۔ سے بدظن ہوکر آپ جواباً خود فرماتے ہیں کہ:

لوگوں کو اس جدید منطق کی طرف راہ نہیں کہ کیونکر روح القدس کنواری عورتوں کو عطیۂ حمل عطا کر دیا کرتا ہے۔ (ص ۱۴۸ و ۱۵۱)

اور دوسری طرف ایک فرمانبردار طفل مکتب کی طرح گویا مار کے ڈر سے قبول کر لیتے ہیں کہ:

قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت بے پدر کو مان لیا ہے،

اسلام نے وحی الٰہی کی اطاعت سے اس قسم کے حمل کو مان لیا ہے اس لئے ایمانی رنگ میں نہ کسی دلیل سے مسلمانوں کو قبول کرنا پڑا کہ ایسا ہی ہوگا۔

واہ:

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کس قدر مچل کے مرزا جی نے اس حقیقت کو مانا ہے۔ ہم کو یہود یاد آتے ہیں فـذ بـحـو ھا و ما کا دوا یفعلو ن ۔اور اس پر بھی آپ یہ فرماتے ہیں کہ:

قرآن شریف کا مسیح اور اس کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑ ہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بند کر دی ورنہ اگر قرآن بھی وہی رائے حضرت مسیح کی ولادت اور ان کی ماں کے چال چلن کی نسبت ظاہر کرتا جو یہودیوں نے ظاہر کی تھی تو تمام دنیا اسی کثرت رائے کی طرف مائل ہو جاتی۔

اگر یہی منطق ہے تو کل کو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے خدا پر احسان کیا کہ اس کی الوہیت و ربوبیت کو تسلیم کیا ورنہ کروڑ ہا انسان بریڈلاء کی رائے کی طرف مائل ہو جاتے۔... دراصل آپ یہ کہنا چاہتے تھے کہ مسیح کی بے پدر ولادت کو مان کر خود بدولت نے مسلمانوں اور عیسائیوں پر احسان کیا ہے...

..ہم کو یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ جیسی عجیب وغریب یہ پاک پیدائش تھی اسی کے بالکل مناسب ویسی ہی عجیب وغریب اس مولود کی ساری زندگی بھی ہوئی۔اس کا ہر دم معجزہ تھا، ہر قدم آیت اللہ، وہ اب بھی زندہ وقائم ہے اور بڑی تجلیات کے ساتھ آسمان سے نزول فرمائے گا اوراس میں اسکوکوئی شریک نہیں وہ آپ ہی اپنی مثل ہے۔..

اور گو آپ ،خداوند تعالی کی قسمیں ،کھا کھا کراور ہزاروں ،حلف ،اٹھا اٹھا کر مثیل مسیح ہونے کا دعوی کریں اور زندگی بھر جھوٹ بولیں کہ، مسیح سے بڑھ کر یہاں معجزات ظاہر ہورہے ہیں،،اور ہمیشہ رٹا کریں کہ، مثیل عیسی بھی بہت سی باتوں میں عیسی سے بڑھ کر ہے،صفحہ ۲۰۷،۲۰۸۔مگر ہم آپ کی قسموں کے جواب میں یہی کہیں گے لا تطع کلّ حلّافٍ مھین کیونکہ ہم کواور سارے جہاں کو خوب معلوم ہے کہ آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ کشمیر کے سری نگر میں محلّہ خان یار کی خاک چھانیں اور بالآخر، ذیابیطس واسہال کی بیماری بدن کے نیچے حصہ میں اور دوران سر اور کمی دوران خون کی بدن بدن کے اوپر کے حصہ میں (نمبر ۹ ص ۳۴۶) لئے ہوئے آپ اسفل اوراعلی کی ہزار مکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی سے جاملیں۔اے کاش آپ کا سراس قدر نہ پھر جاتا اور شاید اسی دن کے لئے کسی نے کہا تھا

مژدہ باد اے مرگ، عیسی آپ ہی بیمار ہیں

(ضربت عیسوی۔ص ۷۷تا۹۲ ملخصاً)

عصمت مسیح از اناجیل

مسٹر اکبر مسیح نے لکھا ہے:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اول مرزا کا طریق عمل

روح اللہ کی عصمت مطلق پر قرآن وخبر کی ایسی بین شہادت موجود ہوتے ہوئے کون مسلمان ہے جس کو اپنے ایمان کا پاس ہو اور پھر بھی وہ آپ کی شان کے خلاف زبان ہلائے یا اپنی بے ادبی کی معذرت کرنے سے شرم نہ کرے مگر مرزا جی کو دیکھو آپ کہتے ہیں:

کاش پادری صاحبان خدا کے پاک نبیوں کی نکتہ چینی نہ کرتے اور توہین وتحقیر اور عیب گیری نبی ﷺ سے مسلمانوں کا دل نہ دکھاتے تا مسلمان بھی یہودیوں کی کتابوں کی مدد سے اور خود انجیلوں میں سے بھی حضرت مسیح کے عیبوں کی تفتیش نہ کرتے۔ یہ گناہ درحقیقت پادری صاحبان کی گردن پر ہے (ص ۱۰۵)۔

اس منطق کا ماحصل یہ ہے کہ پادریوں نے آنحضرت (ﷺ) کی توہین اور تحقیر کر کے مسلمانوں کے دل دکھائے اس لئے مسلمانوں پر واجب ہوا کہ یہود کے ساتھ مل کر حضرت مسیح کی توہین اور تحقیر کر کے خود اپنے مسلمان بھائیوں کے دل دکھائیں اور گنہگار ہو جائیں۔ اور چونکہ، ہزاروں کتابیں پیغمبر اسلام کی توہین میں شائع کی گئیں (ص ۳۰۷) پس مسلمانوں نے بھی اسلام کے ایک اولوالعزم نبی کی توہین میں ایک کتاب شائع کر دی۔ کیا خوب آپ نے پادریوں کی اصلاح کی! گویا مرزا کہتا ہے اے پادریو! مسلمان ہو کر میں تمہارا مقابلہ نہ کر سکا پس اب اسلام ترک کر کے یہودی اور زندیق بن کر تمہارے مقابلے کو آتا ہوں یعنی تمہارا شگون بگاڑنے کو اپنی ناک کاٹتا ہوں: آفریں بردست وبازوئے تو

گو ہم مسلمانوں کے دل دکھانے والوں کے لئے معذرت نہیں کرتے مگر اس قدر کہہ دینا بے موقع نہیں کہ جن کے دل دکھے ان کو خود معلوم ہو گیا کہ مخالفوں کو اشتعال دینے والا قادیان کا ملّا اور اس کا مکتب تھا اور

اس کی گردن پر اس گناہ کی مناسب جگہ ہے۔ مرزا کی اس تقریر سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ عیسائی تو عدم عصمت انبیاء میں بالکل نیک نیتی سے بحث کرتے ہیں اور دلیل میں ان کتابوں کو پیش کرتے ہیں جو اہل اسلام کی مسلّمہ ہیں۔ مگر مرزا محض ضد پر تلا ہوا ہے، اور یہودیوں کی کتابوں کی مدد سے، صرف ایسی بات زبان سے نکالتا ہے جس کو نہ خود مانتا ہے اور نہ اس کے مخاطب۔ اور یہ ایک ایسا شرمناک مکابرہ ہے جس کو کوئی اہل حق جائز نہیں رکھ سکتا۔ اور شائد اسی لئے مرزا نے اختیار کیا ہے۔

ہم نے آج تک نہیں سنا کہ مسیح کے حق میں یہود کی بدزبانی اور بدگمانی کا جواب کسی عیسائی نے حضرت موسیٰ کو برا بھلا کہہ کر دیا ہو یا کسی ایمان دار سنّی نے صحابہ کی حمایت میں شیعوں کا جواب دینے کے لئے علی کا گالیاں دی ہوں مولوی سید احمد حسن شوکت اس چال کو تاڑ گئے اور سچی اسلامی غیرت سے لکھتے ہیں:

وہ لوگ کس قدر قسی القلب ہیں جو عیسیٰ جیسے اولوالعزم نبی کو برا کہتے ہیں جن کی عظمت و رفعت وقربت اور جن کی والدہ ماجدہ کی عفت وعظمت کی گواہی خود قرآن مجید نے دی... برخلاف اسکے مردود قادیانی، عیسیٰ کو گالیاں دے کر دوزخ کا کندہ بنتا ہے اور اپنے کو عیسیٰ مسیح سے بہتر بتلا کر دارالبوار کو اپنا مسکن بناتا ہے.. کوئی حکمت عملی کوئی مصلحت ضرور ہے کہ مسیح کی طرح آنحضرت ﷺ پر کھلم کھلا سبّ وطعن نہیں کیا جاتا اگرچہ ضمناً اور معنیً کل انبیاء پر سبّ وطعن ہو چکا ہے۔ کیا معنی کہ جس شخص نے ایک نبی، عیسیٰ کو گالی دی اس نے قرآن کا خلاف کیا اور تمام انبیاء کو گالی دی۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء)۔

اور بات بھی ایمان کی یہی ہے کہ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ سوانح مندرجہ اناجیل کی بنا پر حضرت مسیح کی عصمت پر حرف گیری کرے، جب قرآن کی شہادت سے وہ ان کو ایسے اعلیٰ درجہ پر معصوم مان چکا تو اسکا فرض ہے کہ اگر کوئی وسوسہ کسی قول سے اس کے دل میں پیدا بھی ہو تو وہ تاویل کر کے اس کو قرآن کے مطابق کرے اور خود معترض کو جواب دے دیکھو حضرت خضر نے ایک بچہ کو مار ڈالا اور گو قتل انسان بلا قصاص ہر حال یں حرام ہے تاہم اس فعل پر حضرت موسیٰ کو بھی اعتراض کرنے کی مجال نہیں تھی۔ اور اس کی ایسی تاویل کی جاتی ہے جو اس فعل میں حضرت خضر کے بے خطا ہونے کی منافی نہ ہو۔ پھر کیونکر کوئی مسلمان حضرت مسیح کے کسی عمل پر اعتراض کر سکتا ہے گر اس کا سرّ اس پر پوشیدہ ہو۔ (ضربت عیسوی۔ص ۹۷۔۹۹)

مرزا کی مفروضہ امامت

اکبر مسیح نے لکھا ہے:

حاشا ہم مرزا کو اپنا صحیح مخاطب نہیں سمجھتے کیونکہ اس کے خیالات مسلمانوں کے مقبول نہیں۔ وہ ایک گمنام دینی خانہ بدوش گروہ کا پیشوا ہے جس کی مخصوصہ مسلمانی کا لب لباب مسیح کو گالیاں دینا، مرزا کو مسیح موعود مہدی مسعود کہنا اور چاروں طرف ڈینگ مارنا ہے۔ عمر بھر تو آپ نے قرآن پڑھا مگر سمجھے اتنا بھی نہیں جتنا کبیر داس سمجھے تھے۔ پھر انجیل نہ سمجھنے کی ان سے کیا شکایت وہ تو آپ کے تعلیمی نصاب میں داخل بھی نہ تھی۔ اور آپ کی انجیل دانی، سری کیول راج کلنک اوتار، کی قرآن دانی سے کچھ زیادہ ہے اور برہم چاری دھرم پال جی بی اے عرف عبدالغفور کی قرآن دانی سے کچھ گھٹ کر۔ ایک آریہ دوست نے ان صاحب کا رسالہ ترک اسلام مجھ کو نذر کیا جب حور کی پیدائش پر میں نے ان کے اعتراض سنے تو مجھ کو ہنسی آئی اور یہ سوال دل میں پیدا ہوا کہ اعتراض کرنا مرزا نے برہم چاری جی سے سیکھا یا انہوں نے مرزا سے۔ ہر کتاب ایک ہی اصول تفسیر کی محکوم ہے۔ جو اصول مرزا نے قرآن کی تفسیر کا بیان کیا وہی اصول انجیل کی تفسیر کا ہے۔ اور ایک حق پسند شخص تھوڑے صبر و دیانت سے صحیح معنی تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ جس مضمون پر ہم نے یہاں قلم اٹھایا اس سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ جو لوگ شریر دشمنوں کے شبہات کی وجہ سے کسی شبہ میں پڑ گئے ہوں اس سے نکل آئیں ورنہ مرزا کے ہر سخن سے روح اللہ کے ساتھ اس کی قلبی عداوت ونفرت ٹپکتی ہے حتی کہ اس کا سارا بیان ہذیان ہے اور جواب کا مستحق نہیں۔ (ضربت عیسوی۔ ص۱۰۰)

مرزا کا مسیح کے حق میں حسن ظن

اکبر مسیح لکھتے ہیں کہ بعض اقوال مرزا صاحب کے قابل شنید ہیں۔مثلاً:

ہماری راست پسندی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گواہی دیں کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق بھی عقلی طور پر ثابت نہیں ہوسکتا، (ص ۷۱)۔

تاریخی واقعات واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہیں ہوسکتی (ص۷۲)

ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہے کہ کہ،نعوذ باللہ یہ انسان درحقیقت ایک دنیاپرست اور مکارتھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوانہ پیش گوئی سچی نکلی (ص۲۰۳)(آپکی زبان پرنعوذ باللہ بھی کیسا بےمحل آیا)

پھرآپ حضرت مسیح کی عصمت پر،شریر دشمنوں (ص۱۶۶)،شریر یہودیوں (ص۱۵۰)، ۔عیسائی قوم کے نکتہ چینیوں (ص۱۵۶)۔،اورفرقہ فری ٹھنکر،یعنی دہریہ جولندن میں موجود ہے،جوخدا کی ذات کا منکر روح کی بقا کا منکراورمعادکا منکر بریڈلا دہریہ کا پیرو ہے۔(ص۱۵۵)۔

ان سب لوگوں کے اعتراضات بڑے مزے سے انہیں کی زبان میں بیان کرکے یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس قدرگستاخی حضرت مسیح اوران کی ماں کی نسبت انہوں نے عیب شماری کی ہے ایک مسلمان کی قلم سے وہ باتیں نہیں نکل سکتیں۔(ص۱۵۲)۔

اورپھروہ باتیں آپ کے قلم سے بڑی تفصیل کے ساتھ نکلیں ۔اورآپ کو نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کا مہدی ہونے کا دعویٰ ہے۔

سرتسلیم خم

ادھرتو وہ شوراشوری،اورادھر بےنمکی ملاحظہ فرمایئے۔اس تمام نقل کفر کے بعد آپ دنیا کو اپنے مریدوں کی طرح بےوقوف سمجھ کرفرماتے ہیں:

ہم نے یہ طویل عبارات اس واسطے نقل کی ہیں تا کہ ناظرین کومعلوم ہوجائے کہ ہمارامدعا ان

اعتراضات کا حوالہ دینے سے کیا تھا۔،

اور آپ اطمینان دلاتے ہیں کہ:

ہم نے یہ طریق اس لئے اختیار نہیں کیا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسی کو ایک برا آدمی ثابت کیا جائے کیونکہ ہم اس کو خدا کا ایک راست باز رسول سمجھتے ہیں۔، (یہ تو عین بندہ نوازی تھی)، ہمارا مطلب صرف عیسائی مشنریوں کو شرم دلانا ہے (ص ۳۰۶۔۳۰۷)۔

اے کاش تھوڑی سی شرم مشنریوں سے آپ بھی مانگ لاتے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب ان اعتراضات کے طوماروں سے خود تمہارے نزدیک حضرت مسیح ایک برے آدمی ثابت نہ ہوسکے اور تم ان کو برابر خدا کا ایک راست باز رسول سمجھتے ہی رہے، تو پھر ان کو کسی عیسائی یا مسلمان کی نگاہ میں کیا وزن حاصل ہوسکتا ہے؟ اور وہ کیوں ان مردود اعتراضوں کی تردید کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے؟ آپ نے غلطی کی اگر بجائے شریر یہودیوں کے اعتراض سنانے کے بعد آپ شریر مسلمانوں کے ایسے اعتراض ایک جگہ جمع کر کے ہم کو سناتے جو آپ کے اور قادیان کے مسلمانوں کے مسلّمہ ہوں تو ہم خوشی سے ان کی تردید کرتے۔ پھر کیا دراصل آپ کو یقین ہے کہ لوگ آپ کے اس لغو قول کو بار کرلیں گے کہ:

میں شریر انسانوں کی طرح خوانخواہ کی رعایت نہیں کرتا اور نہ کسی خدا کے مقدس اور راست باز پر بیہودہ حملہ کرنا چاہتا ہوں، (ص ۱۱۶)

بہرحال ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان بڑے بڑے اعتراضوں کی جن میں مرزا جی مسیح کے، شریر دشمنوں، کے ساتھ متفق معلوم ہوتے ہیں اس جگہ بطریق ایجاز تردید کردیں اور اس کی پرواہ نہ کریں کہ بعد میں وہ کہہ دیں گے کہ یہ اعتراض تو ہمارا نہ تھا، ہم مسلمان اس کو کب مانتے ہیں وہ تو ایک، فاضل یہودی، یا فری تھنکر کا تھا۔...(ضربت عیسوی۔ص ۱۰۰۔۱۰۲)

نقل کفر

اکبر مسیح کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی لکھتا ہےاور ہم اس نقل کفر کے لئے معافی چاہتے ہیں:

اناجیل میں مسیح کے کئی ایک دیگر اقوال وافعال دیکھے جاتے ہیں جن سے اس کی معصومیت بالکل ملیا میٹ ہو جاتی ہے.. باوجود جوان اور مجرد ہونے کے اس کی آشنائی بعض بدکار عورتوں سے تھی جو ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھیں، بلکہ وہ ایک جگہ بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے۔(متی ۲۰:۳۱)۔

اس نے کنچنی سے تیل ملوایا جو اس کی حرامکاری کی کمائی تھی۔اور ارادتاً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی (لوقا ۷:۳۸)

وہ اپنے والدین کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی ماں کی اس نے بے ادبی کی۔(متی ۱۲:۴۸)۔جو شریعت موسی کے مطابق سخت گناہ ہے۔اس نے ایک بے گناہ شخص کے جس نے اسے کچھ نقصان نہ پہنچایا تھا قریباً دو ہزار سوروں کو تلف کر دیا۔(مرقس ۵:۱۳)۔

اس نے اپنی حاضری میں اپنے شاگردوں کو بغیر رضامندی مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی اور جس واقعہ پر تینوں معتبر اناجیل متفق ہیں۔(متی ۱۲:۱، مرقس ۲:۲۳، لوقا ۶:۱)۔

اس نے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیں اور بہت نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے جیسا آگے بیان ہوگا۔اس نے تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس سے پیشتر گزر چکے تھے چور اور بٹمار کہا۔(یوحنا ۱۰:۸)۔

اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اس کی تمام تعلیم انہی سے چرائی ہوئی ہے۔اس نے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جب کہ اسے یقین تھا کی اس کی موت ٹل نہیں سکتی اس نے اس چور سے وعدہ خلافی کی جو اسکے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔متی ۲۳:۴۳ سے ظاہر ہے کہ یسوع نے چور کو کہا، آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔لیکن یسوع خود تین دن دوزخ میں رہا اور یہ بھی شکیہ امر ہے کہ آیا وہ چور کو بھی ساتھ دوزخ میں لے گیا یا نہیں۔بہشت میں جانے سے تو وہ ناکام رہا۔پس کم سے کم اسے مناسب تھا کہ اس چور کو دوزخ ہی میں لے

جاتا(ص ۵۰۸۔۵۰۹)

یہ زٹل قافیہ مرزا جی کی (جو بقول خود مسلمانوں کے مہدی مسعود ہیں) معارف شناسی حق پسندی اور راست گوئی کا عمدہ نمونہ ہے اور ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔روح اللہ کے ساتھ مرزا کی عداوت حد کو پہنچ گئی، خدا کے مقدس اور راست باز پر بیہودہ حملہ، تو در کنار یہاں تو اس نے دل کھول گالیاں دی ہیں جس کے لئے کسی سند کے حوالہ کا بھی اسکو بہانہ نہ رہا۔

ناظرین اس کفر کو دیکھیں:

اس کی آشنائی بدکار عورتوں سے تھی۔

نہ یہ انجیل مقدس کا کوئی اقتباس ہے، نہ اس کے لئے کوئی سند قرآن وحدیث کی ہے۔ یہ گالی ہے جس کا جواب اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا هذا افك مبين

اور قرآن میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے پاک دامنوں اور پارساؤں پر عیب لگایا:

لِعنو فی الد نیا و الآ خرة و لهم عذا ب اليم

تو ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت پڑ چکی اور ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے اور دنیا کی لعنت تو ڈنکے کی چوٹ پر ہورہی ہے اور آوازہ خلق نقارہ خدا ہے۔

۲۔ایک اور بہتان

وہ بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے، اور ہم کو اس کے لئے متی ۲۱:۳۱ کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں لکھا تھا(ص ۱۲۰۔۱۲۲)

مسیح کی موت و بعثت

اور مرزا کے اوہام کا ابطال

اکبر مسیح نے لکھا ہے:

مسیح کتاب مقدس کے مطابق کے ہمارے گناہوں کے لئے موا، اور دفن ہوا، اور تیسرے دن کتاب مقدس کے مطابق جی اٹھا۔ (کرنتھی ۱۵:۳)

ہمارے خداوند مسیح کی صلیبی موت ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس سے نہ تو کبھی دوستوں نے انکار کیا، نہ دشمنوں نے۔ دوست تو انکار کر نہیں سکتے کیونکر وہ اپنے خداوند کے احسانوں کو فراموش کر دیں؟ جس نے اپنی جان بھی ان کے لئے دریغ نہ کی۔ ہمارے ہی گناہوں کی خاطر وہ گھائل کیا گیا، اور ہماری ہی بدکاریوں کیلئے کچلا گیا اور دشمن بھی کیوں انکار کرنے لگے؟ خداوند کی موت تو ان کی عداوت وخباثت کی معراج تھی جس میں جہان کے نور پر گویا ایک دم کے لئے تاریکی کی قوتوں کو فتح نصیب ہوگئی۔ پس دوست تو شکر کے ساتھ اور دشمن فخر کے ساتھ دنیا کی تاریخ کے اس عظیم ترین سانحہ پر ہمیشہ گواہی دیتے رہے۔

نادان دوستوں کا خیال

ہاں نادان دوستوں میں بعض گذرے جن کو پطرس کی طرح یہ خیال گوارا نہ ہوسکا کہ کوئی معصوم مقبول بارگاہ دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ کر ایسی دردناک موت سے مرے اور اسکو نبی کی عظمت اور خدا کے انصاف اور رحمت کے خلاف سمجھ کر واقعہ صلیبی کے حقیقی ماننے میں انہوں نے تامل کیا۔ مگر وہ بھی کبھی اس امر سے انکار نہ کر سکے کہ جو شخص صلیب دیا گیا اور صلیب پر مرزا وہ صورت اور شکل میں بالکل مسیح کا مثنی تھا۔ اور تمام لوگوں نے اس کو مسیح ہی سمجھا۔ ان کی محبت نے اور دل کی آرزو نے صرف یہ وہم پیدا کر لیا جس کا خارجی ثبوت دینا ممکن نہیں کہ کسی نامعلوم اور معجزانہ طریق سے خدا نے اصل مسیح کو ہر ایک جسمانی درددکھ اور تکلیف سے بالکل محفوظ رکھا اور دشمنوں کے ہاتھ سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اس کی جگہ ایک نقلی مسیح کی موت ہوگئی۔ ہمارے مسلمان

بھائیوں کا یہی خیال ہے آج تک ان کے علماء لاکن شبہ لھم کی تفسیر میں بیان کرتے چلے آئے ہیں مگر جب یہ بلا عذر تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ اکثر انبیاء جھٹلائے گئے اذیتیں اٹھا کر خدا کی راہ میں شہید ہوئے اور دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے یقتلو ن النبیین بغیر الحق تو پھر جسمانی ابتلاء درد تکلیف موت وشہادت فی سبیل اللہ مسیح کے حق میں کیونکر ذلت کا باعث متصور ہو سکتی ہے بلکہ یہ تو ایک خاص الخاص پہلو آپ کی رفعت وعظمت کا ہے۔

عیسائی جو خداوند کی شہادت وموت کے قائل ہیں وہ آپ کی ظفر مند قیامت کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بعد موت تیسرے دن خدا نے آپ کو قبر سے زندہ کر کے ایک جلالی جسم میں اٹھایا اور گور اور موت پر فتح بخشی اور آسمان پر معہ جسم مرفوع کیا اور یہ سب سے بڑا معجزہ تھا بلکہ قرآن میں جو لکھا ہے و انـه لعلم للساعة (زخرف۔رکوع ٦)۔یعنی عیسی قیامت کا علم ہے اس کے معنی یہی سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذات سے علم حاصل ہوتا ہے کہ قیامت کیا چیز ہے کیونکہ جسم قبر سے دوبارہ زندہ ہو کر ہمیشہ کے لئے غیر فانی اور جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔مگر ملحدین منکرین معجزہ جو اس کو نہیں مانتے وہ ہمیشہ آپ کی موت کے قائل رہے اور قیامت وبعثت کے۔

نادان دشمنوں کا خیال

ان منکرین کے گروہ میں اکا دکا ایسے خام خیال بھی گزرے ہیں جن کو دقت نظر حاصل نہ تھی اور اسی لئے ان کے خیالات ان کے گروہ میں بھی نامقبول رہے جنہوں نے مسیح کا اپنے شاگردوں کو بعد صلیب ودفن نظر آنا ایک واقعہ مسلمہ مان لیا مگر معجزے کو باطل کرنے کی غرض سے جس کے وہ منکر ہیں یہ وہم ایجاد کیا کہ مسیح صلیب پر مرے ہی نہ تھے صرف غش کھا گئے تھے جسکو لوگ موت سمجھے اور پھر ہوش میں آ کر اور کچھ دنوں زیر علاج رہ کر اچھے ہو گئے اور اسی کو شاگردوں نے دوبارہ زندہ ہونا مشہور کر دیا۔یہ خیال ایسا فاسد بلکہ بودا تھا کہ منکرین کی نگاہ میں بھی نہ جچا اور اس کو اسٹراس جیسے سرآمد ملاحدہ یورپ نے بھی رد کر کے سمجھا دیا کہ مطلق قابل التفات نہیں

ماخذ معلومات قادیانی

(اکبر مسیح لکھتے ہیں) مگر ہمارے مرزا جی جو ملحدوں اور دہریوں کے عیسویت کی مخالفت میں کاسہ لیس ہیں اوران کے رد کیئے ہوئے فضلہ کو شیر مادر کی طرح ہضم کرنے میں مشاق ہو گئے اس مردود ولاوارث خیال کو ان کی کتابوں سے سرقہ کر کے بڑے طمطراق کے ساتھ اپنے پٹھوؤں کے ذہن نشین کر رہے ہیں اوراس کو ایک، عظیم الشان مضمون، صفحہ ۷،اور،اس زمانہ کی اعلی درجہ کی تحقیقات (صفحہ۲۳۲) کا نام دے کر گویا فرماتے ہیں کہ: ایں خیال اگر چہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔اور حق یہ ہے کہ بیہودگی اور حماقت میں بھی مرزا جی کو جدت نصیب نہ ہوئی اگر آپ کبھی کسی دہریہ یا ملحد کے یہاں منڈے بھی تو وہ بھی کوئی شامت کا مارا گھٹیا کابل کا گدھا نکلا۔پس مسیح کی صلیبی موت سے انکار کرنے میں تو آپ نے الحاد کے کٹھ ملانوں کی تقلید کی اور مسیح کے ملک شام سے ہندوستان میں سفر کرنے کے خیال میں آپ نوٹووش روسی سیاح کے مرید ہوئے جس نے تھوڑے دن ہوئے واقعی کچھ جدت اور ہنر مندی کے ساتھ ہم کو مسیح کی نئی سوانح عمری کا دل چسپ ناول صحیح تاریخ کے نام سے سنایا تھا مگراس کا ناافسانہ ہونا ثابت ہو گیا اور یورپ سے جب یہ دونوں خیال مردو ہو چکے تو مرزا جی نے ان کو اپنی اندھیر نگری میں جہاں کے آپ بوجھ بوجھکڑ ہیں، رائج کرنا چاہا۔

یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ نہ تو مرزا کو نادان دوستوں کا یہ خیال جچا ہے کہ خدا نے مسیح کو ہرطرح کے دکھ درد ورسوائی سے بچالیا کیونکہ یہ قلبی محبت پر مبنی تھا۔نہ اس کو فہمیدہ دوستوں کا خیال جچا کہ مسیح خدا کی راہ میں ہرطرح کے مصائب سہہ کر شہید ہوئے اور سب سے اعلی ثواب کو فائز ہوئے کیونکہ یہ واقعات پر مبنی تھا نہ اس کو دانا دشمنوں کا خیال جچا کہ مسیح کی موت تو یقینی تھی مگران کا دوبارہ لوٹ کر آنا شاگردوں کا وہم وخواب تھا کیونکہ اس کیلئے بھی فہم وفراست درکار تھی۔اس کو جچا تو نادان دشمنوں کا خیال جچا کیونکہ اس میں قرآن شریف کا یہ سخن پورا ہوتا ہے:

جعلنا لکل نبه عدواً شیاطین الانس و الجن یو حی بعضهم الی بعضٍ
زخرف القول غروراً

(چنانچہ البدر ۱۱ستمبر ۱۹۰۳ء میں آپ کے کسی پیر کا مضمون بعنوان کسر صلیب درج کیا گیا ہے جس میں راقم ،معجزات،اور،خدا

کے زندہ موجود ہونے،،اور کنواری مریم،کا مضحکہ اڑاتا ہے) ہم نے رکھے ہر نبی کے دشمن آدمیوں اور جنوں میں شیطان لوگ جو سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو جھوٹی باتیں مکاری کی ۔ یہ مسیح کے حق میں آپ کی اور آپ کے استادوں کی دشمنی ہے کہ مسیح کے لئے دو موتیں تجویز کرنے کو یہ خیال چلایا گیا ہے کہ ایکدفعہ تو مسیح صلیب پر چڑھائے گئے ہر طرح کی رسوائی درددکھ سہے اور صدمات کی شدت میں غش کھا گئے حتی کہ لوگوں نے آپ کو مردہ تصور کرلیا اور یہ ایک موت کے برابر مصیبت اٹھا کر دوبارہ ہوش میں آئے پھر مدتک بیماری میں مبتلا رہے مرہم پٹی ہوتی رہی اور چنگے ہو کر ایک مرتبہ پھر کبرسنی کو پہنچ کر موت کا ذائقہ چکھا۔

مرزا جی کا یہی زخرف لقول غروراً جو جنوری فروری ومئی وجون ۱۹۰۲ء کے چار نمبروں میں کئی صفحے سیاہ کیئے ہوئے، مجذوبوں کی بڑ کی طرح خبط بے ربط، اور شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ ہے، ہماری دانست میں خود اپنی تردید تھا، مگر اس نے شور مچادیا کہ، ہمارے مضامین کو شائع ہوئے دو ماہ کا عرصہ گذر چکا لیکن عیسائیوں کی طرف سے ان کی تردید میں ہم نے کچھ نہیں دیکھا۔ (ریویو۔ص ۱۹۰)۔عیسائیوں نے ایسی لچر تقریر کی جس کو مسلمان بھی مردود جانتے ہیں اور عیسائی بھی، کچھ پرواہ نہیں کی تھی مگر وہ تمہارا یہ کفر بھی توڑ دیتے ہیں۔لو اب اپنی دونوں آنکھیں کھول کر،نہیں اپنی ایک ہی آنکھ کھول کر خوب دیکھ لیجئے کہ آپ کے، عظیم الشان، محل کی عیسائی کس طرح زمین سے ملائے دیتے ہیں۔

ہم اپنے آرٹیکل کے اس نمبر میں مختلف عنوانوں کے نیچے صرف یہ ثابت کریں گے کہ انجیل شریف کے بیان کے مطابق خداوند مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار ممکن نہیں اور کہ مرزا کے تمام اوہام نہ صرف باطل بلکہ دانستہ کذب پر مبنی ہیں

مرزائی دلائل کا لب لباب:

مرزا قادیانی کہتا ہے:

اب یہ قصہ جو انجیلوں میں بیان کیا گیا ہے قابل غور ہے ایک آدمی تین گھنٹے صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اور کوئی تاریخی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ صلیب پر تین گھنٹے میں کوئی آدمی مر گیا ہو۔صلیب سے

اتارے جانے کے بعد اس کی ہڈیاں نہیں توڑی جاتیں۔ جو آدمی اس کے ساتھ ہی صلیب پر چڑھا ئے گئے اور ساتھ ہی اتارے گئے وہ زندہ ہی تھے۔ جب اس کی پسلی میں ذرا نیزہ کا سرا چبھویا گیا تو وہاں سے خون نکلا کوئی طبی شہادت نہیں لی گئی کہ واقعی یہ شخص مر چکا ہے۔

ان واقعات سے تو صاف اور سیدھا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اس قدر تھوڑے وقت میں کوئی انسان صلیب پر مر ہی نہیں سکتا۔ ہر عقل مند صاف سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بھاگ کر کہیں اور پناہ گزیں ہوئے۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان)

اول۔ کتنی مدت تک مسیح صلیب پر رہے۔

پہلے تو مرزا نے، مسیح کا تین گھنٹے صلیب پر رہنا، مانا (ریویو۔ص ۴۹)۔ پھر کہا کہ، تین گھنٹے کے اندر صلیب پر سے اتارا گیا۔(ریویو جلد اول صفحہ ۳۴۲)۔ پھر اس سخن کی بھی اصلاح کی اور کہا کہ، قریباً دو گھنٹے سے بھی کم وقت رہے۔(ریویو۔ص ۴۹)۔یعنی مسیح کو دو گھنٹے سے بھی کم وقت صلیب پر گذرا اور بالآخر زیادہ سوچ سمجھ کر آپ نے اصلاح میں ترقی کی اور مسیح کے صلیب پر نہایت تھوڑے عرصے رہنے پر قطعی حکم لگا دیا۔(ریویو۔ص ۱۹۲)۔

کسی دیہاتی اہل دل کا قول تھا:

ماٹی اوڑھنا، ماٹی بچھونا، ماٹی کا سرہانا ہے

ہم کو یہاں مرزا جی زبان حال سے یہ پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہیں:

جھوٹ اوڑھنا، جھوٹ بچھونا، جھوٹ ہی کا سرہانہ ہے۔

تین گھنٹے کہے۔ وہ لغو تھا۔ قریباً دو گھنٹے، لغو تر تھا، اور پھر یہ: نہایت تھوڑا عرصہ، لغو ترین تھا۔ نہیں ہم بھول گئے، آپ کی لغویت مبالغہ سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ آپ تو لکھ چکے ہیں:

چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۸۱)

مرقس باب ۵۔ آیت ۲۵ میں لکھا ہے کہ، پہر دن چڑھا تھا جب انہوں نے اس کو مصلوب کیا۔ لفظی ترجمہ یونانی عبارت کا یہ ہے۔ وہ تیسرا گھنٹہ تھا۔ یہودی حساب سے دن، صبح سے شام تک، ۱۲ گھنٹوں میں منقسم ہے۔ اور صبح سے تیسرا گھنٹہ ہندوستانی پہلا پہر۔ رومی اور انگریزی حساب سے ۹ بجے صبح کا وقت تھا۔ یعنی

مسیح صبح نو بجے صلیب دیئے گئے۔مگر مرزا جی کی اعجازی جہالت کی شامت دیکھو، جہاں چھٹے گھنٹے یعنی ۱۲ بجے دن کا ذکر آیا وہ لکھتے ہیں:

یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے (ریویو۔ص ۴۶و۵۰)۔

کیا خبط ہے۔نہیں دیکھ سکتے کہ، چھٹا گھنٹہ، دن کے وسط کا وقت ہوتا ہے جو صبح وشام سے چھ چھ گھنٹے بعید ہے۔

یعنی پھر آیت ۳۴ میں لکھا ہے:

تیسرے پہر یسوع بڑی آواز سے چلایا الـو هـی الو هی لما سبقتنی ۔لفظی ترجمہ ہے،نویں گھنٹے ، پر جو تیسرا پہر یعنی تین بجے دن کا وقت ہے۔پس ۹ بجے صبح سے لے کر ۳ بجے دن تک پورے چھ گھنٹے ہو گئے ہیں اوراس وقت تک مسیح صلیب پر ہی ہیں اور زندہ ہیں۔ پھر اس کے بعد کچھ وقفہ ہوا نہیں معلوم کس قدر۔ اورتب: یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا۔(آیت ۳۷)۔پس معلوم ہو گیا کہ صلیب دیئے جانے سے جان دینے تک خداوند مسیح کو چھ گھنٹے سے بھی زیادہ مدت گذر چکی تھی اوراس وقت آپ صلیب پر سے نہیں اتارے گئے بلکہ قریباً تین گھنٹہ موت کے بعد بھی مسیح کا جسم مبارک صلیب ہی پر لٹکتا رہا کیونکہ صاف لکھا ہے:

جب شام ہوگئی...اورمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا...اور پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ آیت ۴۲۔۴۳ ،اور جب اجازت مل گئی تو وہاں سے لوٹا اور صلیب پر سے، اس کو اتار کر مہین چادر میں لپیٹا۔(لوقا ۲۳:۵۳)

پس روشن ہو گیا کہ شام ہو جانے تک خداوند کا لاشہ صلیب پر ہی لٹک رہا تھا۔۹ بجے صبح صلیب دی گئی اورشام کے بعد یعنی ۶ بجے کے بعد لاش صلیب پر سے اتاری گئی۔اب کسی سے گنوا لو کہ یہ مدت ۹ گھنٹے سے زائد ہوئی یا نہیں۔اوراسی کو آپ نے قریباً دو گھنٹے ،اور،نہایت تھوڑا ،اور، چند منٹ ، بتلایا ہے۔آپ نے اس پرانے ٹکسالی پیشہ ور جھوٹے کو بھی ہرا دیا جو بچارہ صرف اسی پر اکتفا کرتا تھا:

دو پیمانہ آب است و یک چمچہ دروغ

دوم: آیا طبعی طور پر یہ مدت مسیح کے حق میں زندگی فنا کردینے کو کافی تھی؟

مسیح کی اذیتیں صلیب سے پہلے

خداوند مسیح کو صرف ایک صلیب ہی سے بدنی صدمات نہیں پہنچے تھے بلکہ صلیب سے پہلے خبیث دشمنوں نے آپکو پوری طرح خستہ اور قیمہ کرڈالا تھا۔ جمعرات کی شام کو آپ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کا کھانا کھایا تھا اور پھر اس کے بعد نہ ایک دانہ اناج کا آپ کے منہ تک پہنچا نہ ایک قطرہ آب زبان تک۔ صبح ہوتے ہی زخم پر زخم پہنچائے گئے اور سارے دن بھوکے پیاسے رہے اور طبیبوں کو معلوم ہے کہ تشنگی کا غلبہ زخمیوں پر کس درجے کا ہوتا ہے اور پیاس کی شدت اور اذیت، الامان۔ تمام شب مصیبت و پریشانی میں کٹی۔ ایک جھپکی آنکھوں کو نصیب نہ ہوئی۔ رات ہی کو نا خداترس دشمنوں نے گرفتار کرلیا ادھر سے ادھر دوڑایا تھکا کر بدن چور کر ڈالا روحانی اذیتوں کی کچھ انتہا نہ تھی۔ ہر طرح کی ذلت وخواری سہی۔ براچاہنے والوں کی دل آزاری اٹھائی، جن کو زندگی کی راہ بتائی وہی جان کے گاہک ہوگئے بلکہ موت کی راہ میں بھی کانٹے بچھائے کانٹوں کے تاج نے آپ کا مبارک سرلہولہان کردیا اور سرکنڈوں کی مار نے جراحت پر جراحت پہنچائی اور اس سب کے اوپر یہ ستم کہ آپ کا مقدس جسم جو جنت کے پھول سے نازک تر تھا، کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ (متی ۲۷:۲۷۔۳۱)

درے کی سزا

ہم مرزا کی قساوت قلبی کو دفع نہیں کرسکتے مگر صرف ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ رومیوں کے درمیان کوڑے کی سزا نہایت ہی ایذادہ اور سنگین تھی۔ کوڑے کے لڑوں میں لوہے ہڈی یا سیسے کے ٹکڑے اس ترکیب سے پروئے ہوتے تھے کہ ان کی خوفناک ضربوں سے گوشت پارہ پارہ ہوکر پشت قیمہ ہوجاتی تھی۔ اور اکثر ملزم کوڑے کھاتے ہوئے وہیں مرجاتے تھے۔ جب یہ سزا جس کے تصور سے بدن لرزتا اور روح کانپ اٹھتی ہے، مریم کے فرزند بھگت چکے، تو بھاری صلیب جو شہتیروں کے دوکندوں سے بنا ہوتا تھا، آپ کی مجروح پشت پر لادا گیا اور، وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے (یوحنا ۱۹:۱۷)۔ اور تب آپ کو صلیب دی گئی

مصلوب کرنے کا طریقہ

یہ ایک دردناک عمل تھا۔ پہلے صلیب کو زمین پر دھرتے، پھر اس پر ملزم کو لٹا کر موٹی موٹی لمبی لوہے کی سیخوں سے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پیروں کے تلووں کو چھید کر لکڑی میں ٹھونک دیتے تھے۔ پھر اس کو زندہ جسم سمیت سیدھا کر کے زور سے گڑھے میں دھر کر گاڑ دیتے تھے۔اور سارا جسم چار زخموں کے سہارے سے لٹکتا تھا جس سے جسم کا ایک ایک رگ و پٹھا تانت کی طرح کھنچ جاتا تھا۔اس اذیت میں جس کے بیان سے ہر شخص جس کو ذرہ بھی اخلاص وعقیدت خدا کے نبی کے ساتھ ہے بیتاب ہو جاتا ہے۔مسیح نے جن کو قرآن روح اللہ یعنی خدا کی جان کے لقب سے یاد کرتا ہے پورے چھ گھنٹے رہ کر جان دی۔مرزا کہتا ہے:

یہ نہایت صاف بات تھی کہ تین گھنٹے صلیب پر لٹکانے سے کبھی کسی کی جان نہ نکل سکتی۔(ص ۸)

وہ لوگوں کو دھوکہ دے کر یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ گویا مسیح کو دشمنوں نے یکا یک چنگا بھلا پکڑ کر تین گھنٹے تک صرف ایک رسی سے باندھ کر لٹکا رکھا تھا،اور اس لئے یہ وقت ایسی حالت میں موت کے لئے کافی نہیں ہوا۔مگر ہم یہ ثابت کر چکے کہ صلیب تک مسیح نیم مردہ پہنچے تھے۔اور مطلق کوئی حیرت نہ ہوتی اگر آپ کی جان کوڑے کھاتے ہوئے نکل جاتی۔یا اس وقت جب آپ زخمی پشت پر صلیب لادے جا رہے تھے۔یا جس وقت آپ کو صلیب پر ٹھونک رہے تھے۔یا صلیب دینے کے عین بعد ہی۔مگر جب آپ پورے نو گھنٹے صلیب پر لٹک چکے،تو سخت سے سخت منکر کو بھی موت کا یقین ہو گیا، پر مرزا کے انکار کا علاج ہم نہیں کر سکتے۔منکر نکیر کریں تو کریں۔

سوم: نیزے کی ضرب کا کیا نتیجہ ہوا؟

مرزا لکھتا ہے:اس کی پسلی میں ذرہ نیزہ کا سرا چبھویا گیا تو وہاں سے خون نکلا۔

زخم محض کوئی چھوٹا سا خراش تھا۔، یہ، کہیں نہیں لکھا ہے کہ زخم بڑا گہرا تھا،(ریویو۔ص ۱۹۴۔۱۹۵)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ہر بنِ مو سے جھوٹ بولتا ہے۔جھوٹ بولنے میں گویا بلبل ہزار داستان ہے۔انجیل کے الفاظ یہ ہیں:

ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی۔ (یوحنا ۱۹:۳۴)۔

اول، تو لفظ چھیدنا استعمال ہوا جو خود زخم کے گہرے ہونے پر دال ہے۔

دوم، آلہ ضرب بھالا بتایا، نہ کوئی سوئی یا سلائی اور یونانی لفظ کا اطلاق اس لمبے نیزے پر ہوتا ہے جو سواروں کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ اور نیزے بھالے کی نسبت چھوٹا بولنا شاید قادیان کے گنواروں کی زبان ہو۔ پس جو زخم ایسے آلہ سے لگایا گیا جس کی زد کے لئے کوئی روک بھی نہ تھی اس کو، خراش، بلکہ محض کوئی چھوٹا سا خراش، بتلانا جھک مارنا ہے۔

سوم، ضرب پسلی سے نازک مقام پر لگائی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپاہی نے اپنے نیزہ کا پورا وار کیا اور ایک گہرا زخم لگایا جو اس کا مقصود تھا۔

چہارم، انجیل میں لکھا ہے کہ زندہ ہو کر مسیح نے اپنے شاگرد سے کہا، اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال۔ (یوحنا ۲۰:۲۷)۔

جو زخم اس طرح کا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈالا جاوے، اس کی نسبت یہ جھوٹ بولنا کہ، کہیں نہیں لکھا کہ زخم بڑا گہرا تھا، حق اور انصاف کا خون کرنا ہے۔ ہم تو ثابت کر چکے کہ زخم نہ صرف بڑا، بلکہ بڑا چوڑا بھی تھا، اور ہم آگے چل کر ثابت کر دیں گے کہ یہ ایک کاری زخم تھا جو دل تک پہنچا ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض محال دوسرے صدمات جو اس سے پہلے مسیح برداشت کر چکے تھے دراصل موت کے لئے کافی نہ بھی ہو چکے ہوتے، تو صرف یہی زخم زندگی کو فنا کر دینے کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔ اور کوئی بشر، اگر اس میں سات جانیں بھی ہوں، ایسے کاری و مہلک زخم سے جانبر نہیں ہو سکتا۔

چہارم: دونوں چوروں کا جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے کیا حال ہوا۔ مرزا کہتا ہے:

یہ قریب قیاس نہیں ہے کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے مگر مسیح صرف دو گھنٹے تک مر گیا۔، دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے (ریویو۔ ص ۵۳)۔

کوئی شخص وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ چور زندہ ہی اتارے گئے اور مرزا تو خود انجیل سے نقل کر چکا (صفحہ ۵۲) کہ، یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں ... پیلاطس سے

درخواست کی ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں، اور لاشیں اتار لی جائیں۔ (یوحنا ۱۶:۳۱)۔ جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ لوگ مر چکے تھے اور لاش ہو چکے تھے اور ٹانگیں ان کی صرف اس لئے توڑی گئی تھیں کہ شاید ان کی جان ابھی ابھی نکلی تھی۔ اور سپاہیوں نے چاہا کہ اگر کہیں چھپی چھپائی کچھ جان باقی رہ گئی ہو، تو پتا لگ جائے اور وہ بالکل فنا کردی جائے اور ہر طرح کا شبہ مٹ جائے کیونکہ اور زیادہ وہ لاشوں کو صلیب پر نہیں رکھ سکتے تھے۔

انسانی جسموں میں فرق

پر اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ چور نہ مرے تھے تو بھی ان کی سخت جانی کی مشابہت مسیح میں ڈھونڈنا پرلے درجہ کی حماقت وکور باطنی ہے کیا قادیان میں سب دھان ۲۲ من سیری ہیں؟ کیا انسانی جسموں میں سختی اور نزاکت کا فرق نہیں؟ کیا ہم روزمرہ نہیں دیکھتے کہ نفیس و نازک طبیعتوں کو ذراسی کرکری یا ذراسی بدبو یا ذراسی بےسری آواز یا گندگی کی ایک نظر بھی بڑے دکھ کا باعث ہوتی ہے مگر ایسے ناہنجار لوگ بھی ہیں جو ایک ٹکے کے لئے اپنے جسم کو چاقوں سے کاٹتے ہیں اور آگ سے جلاتے اور ہر طرح کے اگھور پن کرتے ہیں جس کو دوسرے لوگ دیکھنا بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ پس چوروں اور ڈاکوؤں کی سخت جانی سے جو قتل و غارت گری کے عادی تھے جو شبانہ روز اس قسم کی تکلیفیں خود اٹھاتے اور دوسروں سے اٹھواتے رہے تھے مسیح کا مقابلہ کرنا صرف ایک کافرانہ بےبصری ہے۔ اعلیٰ درجہ کی پاک اور مقدس روحوں کے لئے پروردگار عالم نے اعلیٰ درجہ کے صاف و پاکیزہ جسمانی مسکن بھی بنائے ہیں۔ اور ان کے حواس خمسہ جن کے ذریعہ رنج وخوشی کا احساس ہوتا ہے ایسے اعلیٰ منزل پر ہوتے ہیں کہ کچھ عجب نہیں اگر ایک بھونڈی طبیعت کا شخص نہ سمجھ سکتا ہو۔ پس جو ایذا ان کو ایک چھڑی کی ضرب سے پہنچ سکتی تھی عام کو وہ تلوار کے گھاؤ سے نہیں پہنچ سکتی۔ اور یہی تو وجہ ہے کہ نبی کو تھوڑی سی ایذا دینا بھی اللہ کے یہاں قتل انسان سے بڑا سمجھا گیا ہے اور خود قرآن میں لکھا ہے و الذین یؤذون رسول الله لهم عذا ب اليم ۔ اور مسیح کا تو حال ہی بالکل دوسرا تھا۔ آپ نرالی صورت سے پیدا ہوئے ان کے جسم کی نظیر دنیا میں موجود ہی نہیں جس طرح دکھ درد کا احساس ان کو ہوا کسی کو بھی نہیں ہوسکتا۔ مرزا جی کی رسالت عجب شان کی ہے عوج بن عنق سے بھی آپ کئی بانس اونچے ہیں۔

پنجم: مسیح کی موت پر عینی شہادت

مرزا کہتا ہے:

مسیح صلیب پر نہیں مرا.. بلکہ غش کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ ہے (ص ۵۱)۔

یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا (ص ۲۳۳)

سکتہ یا غشی کی حالت اور حقیقی موت میں امتیاز کرنا اس قدر مشکل امر ہے کہ اس زمانہ کا ایک ڈاکٹر بھی غلطی کھا سکتا تھا۔ (ص ۱۹۴)

پیلاطس نے اپنے زمانہ کے قواعد وضوابط کی پوری پابندی کے ساتھ مسیح کی حقیقی موت کی تصدیق و تحقیق کر لی ایسی کہ اب کسی یاوہ گو کو مجال چون و چرا باقی نہیں رہی۔ چنانچہ جب ارمتیہ کا رہنے والا یوسف، مسیح کی لاش مانگنے گیا تو، پیلاطس نے جواب دیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبہ دار کو بلا کر اس سے پوچھا کہ کیا اس کو مرے ہوئے دیر ہو گئی؟ جب صوبہ دار نے حال معلوم کر لیا تو لاش یوسف کو دلا دی۔ (مرقس ۱۵:۴۴۔۴۵)

یہ ان سپاہیوں کا افسر تھا جو صلیب پر تعینات کئے گئے تھے جنہوں نے مصلوبوں کی حقیقی موت کا پورا پورا امتحان کر لیا تھا۔ دو کی ٹانگیں توڑ دی تھیں اور ایک کی پسلی چھید کر دل تک چیر دیا تھا اور سکتہ یا غشی اور حقیقی موت میں امتیاز کر لینے کے لئے یہ عمل کیا تھا تا کہ مصلوبوں کی موت میں کچھ دھوکہ نہ رہ جائے۔ مگر مرزا پوچھتا ہے کہ کیونکر:

ہم ایک جاہل پولیس کے آدمی کی رائے تسلیم کر لیں۔ (ص ۱۹۴)۔

اور پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ:

عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے (ص ۵۱۔۵۲)۔ یہاں مرزا جی نے بددیانتی بھی کرنا چاہی ہے وہ انجیل کی عبارت کو یوں نقل کرتے ہیں:

پلاطوس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مر گیا (ص ۵۱)

شبہ کیا، یہ الفاظ اپنی طرف سے ملا دیئے اور، ایسا جلد، کے لئے بھی کوئی لفظ اصل میں نہیں ہے اور اس پر زور نہیں دیا جا سکتا مگر ہم کہتے ہیں کہ شبہ تو کسی شخص کا بھی یہاں مفید نہیں مگر ہاں تصدیق ضرور مفید ہے سو اگر آپ کے گواہ پلاطوس نے بے سوچ شبہ کیا بھی تھا تو اس نے حقیقت امر دریافت کر کے اپنے شبہ کو بالکل دریافت کرلیا۔اور پلاطوس کا یقین آپ کو جھوٹا بنا رہا ہے۔ یہ یقین ایسے شخص کا ہے جس کو پورے مواقع یقین حاصل کرنے بہم پہنچے ہوئے تھے۔،اور، عین صلیب کی گھڑی میں، تحقیق کے ذرائع عمل میں لایا تھا۔

پلاطوس کو اپنے ماتحتوں اور کارکنوں کے حالات آپ سے زیادہ معلوم تھے اس نے اپنے معتمد افسر کے قول کو حق مانا اور ماننا بھی چاہیے تھا کیونکہ پلاطوس کا تجربہ کار صوبہ دار کے تجربہ سے افضل نہ تھا پلاطوس اپنے اجلاس اور محل میں حکم شد کا اختیار رکھتا تھا مقتلوں میں جلادی کا کام نہیں کرتا تھا ایسے موقعوں کا ذاتی اور عینی تجربہ صوبہ دار اور اس کے ماتحت سپاہیوں سے زیادہ کسی کو بھی ہو سکتا تھا وہ تصدیق کر چکا کہ، مسیح کو مرے ہوئے دیر ہوگئی، اور اس کی تصدیق پر یہودیوں نے بھی صاد کر دیا اور پلاطوس نے بھی۔اور اس کو، جاہل پولیس کا آدمی، کہنا خود آپ کو جاہل ثابت کرتا ہے کیونکہ اپنے خاص فن میں وہ جاہل نہیں تھا۔

مگر ایک طرفہ ماجرا ہے مرزا جی یہ بھی لکھتے ہیں کہ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے تا کہ مسیح کی جان بچ جاوے اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا تا کہ ہر ایک کو مردہ معلوم ہو(ص۲۳۲)۔یعنی مسیح کو مردہ سا بنا دینا ایک الٰہی معجزہ تھا تا کہ، ہر ایک کو مردہ معلوم ہو، پس اگر تمام جہان کے ڈاکٹر مسیح کی لاش کا معائنہ کرتے اور ان کے ساتھ آپ اپنے حکیم الامۃ کو بھی ڈیپوٹ کرتے تو حکم خدا یہ تھا کہ وہ سب کے سب یہی کہتے کہ اس لاشے میں جان نہیں یہ مردہ ہے۔اس سے بڑھ کر عینی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور یہ تو خود آپ نے تسلیم کر لی اور کہہ دیا کہ جہان میں کوئی باقی نہ رہا تھا۔عالم ہو یا جاہل ڈاکٹر ہو یا سرجن جو مسیح کو بجز مردہ کے کچھ اور کہتا اور خدا کو منظور یہی ہوا۔،تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے۔، پس عینی مشاہدہ مسیح کی موت کا تو ہر ایک کو ہو گیا اور غشی کی حالت پر صرف ایک آپ کو اطلاع ہوئی ہے اور اس کا کوئی خارجی ثبوت آپ کے پاس نہیں اور اسی لئے آپ اس غشی کی نظیر ہم کو نہ دے سکے کہ غش کھا جانے کے بعد تین گھنٹے مسیح صلیب پر لٹکتے رہے تو ہوش نہ آیا۔ پہلو میں نیزہ مارا گیا تو ہوش نہ آیا واقعی سچ ہے اگر یہ غشی تھی تو

اعجازی غشی تھی یہ غشی موت کی تھی تا اللہ کا کہا پورا ہو، ہر ایک کو مردہ معلوم ہو۔

ششم: خداوند مسیح کی موت پر طبی شہادت

دفعہ سوم میں ہم نیزہ کے زخم کا تذکرہ کر چکے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کاری زخم مسیح کی پسلی کو پھوڑ کر دل تک اتر گیا تھا، اور ایسا زخم ہمیشہ مہلک ہوتا ہے۔ مرزا جی اس کو نہیں ماننا چاہتے، کہتے ہیں، نیزہ کو عین دل کے مقام پر مارنا کہ اس سے خون باہر نکلے بڑے ہنر کو چاہتا ہے اور ایک جاہل سپاہی سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ انسان کے بدن کی تشریح سے پورا واقف ہو۔ (ریویو۔ص ۱۹۵)

معترض کس درجہ بدشعور و بدتمیز ہے اور شاید اوروں کو بھی اپنی ہی مانند سمجھتا ہے انسان کا دل جو شبانہ روز دھڑکتا رہتا ہے بدن کے کس حصہ میں ہے اس کے لئے علم تشریح میں مہارت چاہیے۔ یہ ہم نے آج ہی سنا ہے پھر کتنا تعجب ہوتا اگر کسی رومی نیزہ باز سپاہی کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ انسان کے بدن میں نیزہ سے کون کون مقام کاری زخم پہنچانے کے ہیں اور سپاہی بھی ایسا جو قتل گاہوں میں جلادی کا تجربہ رکھنے والا اور جس کا منصبی فرض یہی ہو کہ تحقیق کر لے کہ ملزم دراصل مر چکا اور تعمیل وارنٹ موت کی باضابطہ رپورٹ کرے۔ اگر اس سپاہی کو آپ نے اس معنی میں جاہل کہا کہ وہ اپنے فن سے ناواقف تھا تو آپ نے اپنی جہالت کو الم نشرح کر دیا۔ پس بھال کو پسلی کی طرف چلانے سے یہی موصود ہو سکتا تھا کہ دل تک پہنچا دے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ یہ سپاہی نیزہ بازی میں ایسا خام نہ تھا جیسے مرزا جی علم مناظرہ میں۔

پھر انجیل میں اس زخم کی نسبت لکھا ہے کہ: فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا۔ (یوحنا ۱۹: ۳۴)۔ مرزا صاحب یوں رقم طراز ہیں اور اپنی اس تحقیق پر نازاں بھی بہت ہوں گے کیونکہ آپ کا جہل مرکب ہے۔

لہو کا نکلنا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مسیح ابھی زندہ تھا کیونکہ مرنے کے بعد معاً خون جم جاتا ہے۔ (ص ۱۹۵)

حیرت ہے کہ ہزارہا دشمن صلیب کے گرد کھڑے ہوئے ہوں اور ایسی موٹی بات کا مشاہدہ کریں اور ان کو گمان بھی نہ ہو کہ مسیح ابھی مرا نہیں۔ ہم کو تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مرزا جی سے کہیں زیادہ ہوشیار و سمجھ

دار تھے۔ وہ اس خون کو مسیح کی یقینی موت پر شاہد سمجھے۔

پھر آپ لکھتے ہیں:

اگر زخم اس قدر بھی گہرا ہوتا کہ دل تک پہنچ جاتا تو بھی پانی کا نکلنا ممکن نہ تھا سوائے اس کے کہ مرض استسقا ہوتا۔ (ص ۱۹۴)

آپ کو اور علوم کے ساتھ طب میں ید طولی حاصل ہے

یہ خون اور پانی، جو کثیر مقدار میں مسیح کی پسلی کے زخم سے بہ نکلا کیا تھا؟ کہاں سے آیا۔ اور اسکا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کے لئے ہم صرف علم تشریح الاجسام کی سند ڈھونڈیں گے اور مرزا جی کے خرافات کو اہل نظر پر ظاہر کریں گے۔ ڈاکٹر ولیم اسٹراوڈ۔ ایم ڈی نے ایک ضخیم کتاب، مسیح کی موت کے جسمانی سبب، پر تصنیف کی جس پر سرکردہ اطبائے انگلستان سرجیمس سمپسن ایم ڈی نے دیباچہ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے علم تشریح کے اصول پر بحث کر کے دکھلایا ہے کہ خداوند مسیح کی موت دل کے پھٹ جانے سے واقع ہوئی تھی اور بہت مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ جب انسان کو لگاتار جسم اور روح کو سخت صدمہ پہنچانے والی ایذائیں برداشت کرنا پڑتی ہیں تو ایک نوبت ایسی آتی ہے کہ دل یکا یک شق ہو جاتا ہے اور ایک چیخ کے ساتھ روح پرواز کر جاتی ہے۔ چنانچہ انجیل نویس کا بیان بھی یہی ہے:

پھر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا۔ (مرقس ۱۵:۳۷)

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دل کے پھٹنے کے ساتھ ہی خون بکثرت کبھی کبھی ایک کارٹ یعنی ۱۲ چھٹانک کی مقدار سے پیری کارڈیم یعنی اس جھلی میں جو دل کو غلاف کئے ہوتی ہے جمع ہو جاتا ہے اور یہاں خون دو چیزوں پر جو اس کی ترکیب میں داخل ہیں منقسم ہوتا ہے اور ایک جز کا نام کریسامنٹم ہے جو گاڑھا اور سرخ ہوتا ہے اور دوسرے کا نام سیرم جو سیال اور آبی رنگ کا ہوتا ہے اور عوام ان دونوں چیزوں کو خون اور پانی ہی کہتے ہیں۔ سپاہی نے موت کے واقعی ہونے کی تحقیق کی غرض سے یا اگر موت صرف ظاہری ہو تو زندگی فنا کر دینے کی غرض سے پاس آ کر نیزہ سے قلب کے موضع پر وار کیا اور بائیں پسلی کے (کیونکہ دائیں ہاتھ کا وار مقابل کے بائیں طرف لگتا ہے) زیریں حصہ پر ایک ترچھا زخم مارا جس سے پیری کارڈیم جو پسلی کے تلے کریسامنٹم اور سیرم

سے پر ہو چکی تھی نیچے سے کھل گئی اور زخم کے رستے کل مواد پانی کی سی دھار کے ساتھ جس میں پھٹی دار خون ملا ہوا تھا بہہ نکلا۔ اور دیکھنے والے نے عوام کی زبان میں اس کو یوں بیان کر دیا کہ، فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا، (دیکھو صفحات ۳۹۹۔۵۸۷ طبع ثانی لندن ۱۸۷۱ء)

یہی وجہ ہے کہ کوئی واقف کار دوست یا دشمن نہیں گزرا جس نے مسیح کی حقیقی موت سے انکار کیا ہو۔ اور کسی جاہل و نادان کی بات کا اعتبار نہیں۔ مگر مرزا جی کا حافظہ درست نہیں اوپر تو وہ مسیح کی پسلی میں زخم کو بھی مان چکے گو اس کو صرف، کوئی چھوٹا سا خراش، بتایا۔ اور پھر اس زخم سے خون نکلنے کے بھی قائل ہو چکے، گو اس کو بھی زندگی اور غشی پر دال کہا۔ مگر اس سب کے بعد آپ نے ایک جگہ یہ بھی لکھ دیا کہ سپاہیوں کو اس قدر وسیع اختیارات حاصل نہ تھے کہ جس طرح چاہتے کسی کو مار ڈالتے اگر ان کو ایک طریق سے مارنے کا حکم ہوتا تو اس کی بجائے وہ خود ایک اور طریق اختیار کر لیتے۔ ان کو یہ ہدایت تھی کہ صلیب پر موت کے نہ واقعہ ہونے کے سبب سے تینوں کی ٹانگیں توڑ دیں اور اس قانونی حکم کے بجائے وہ خود بخود کوئی دوسرا راستہ؟ تجویز نہ کر سکتے تھے (ص ۱۹۴)۔ کیا زبردستی ہے کہ سپاہیوں کے یہ، اختیارات تو مانے جاتے ہیں کہ پسلی میں نیزہ چھبو کر خون نکال دیں مگر یہ اختیار نہیں مانا جاتا کہ وہ نیزہ کو ذرا اور گہرا کر دیں۔ تو کیا ان کا ہاتھ آپ نے روک لیا تھا یا ان کو قانونی حکم بھی دیا گیا تھا؟ کہ مسیح کی پسلی سے صرف خون نکال کر تمام لوگوں کو دکھا دو، کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں۔ مگر اس کی نہ کسی حاکم نے باز پرس کی نہ دشمنوں نے شکایت جو مسیح کی موت کا فتوی حاصل کر چکے تھے۔ مرزا جی کو چاہیے کہ اب پہلو بدل دیں اس زخم سے بھی منکر ہو جائیں اور چوروں کی ٹانگیں توڑی جانے سے بھی۔ کیونکہ اگر مسیح بھی صلیب پر نہیں مرے تھے جیسا مرزا جی کو اصرار ہے تو لازم آئے گا کہ تینوں مصلوبوں کی ٹانگیں بالضرور توڑی گئیں اور قانونی حکم سے انحراف نہیں ہوا۔ اور مسیح نے بھی یقینی وفات پائی صلیب سے اور پسلی کے زخم سے نہ سہی ٹانگوں کے توڑے جانے سے سہی۔ اور مرزا جھوٹے ثابت ہوئے جو کہتے ہیں کہ وہ ملکوں ملکوں سیر سیاحت کرتے ہوئے کشمیر تک پہنچے۔ بات یہ ہے کہ مسیح کی مخالفت میں مرزا جی دیوانہ ہو گئے ہیں،۔ ان کو کوئی قرینے کی بات سوجھتی ہی نہیں۔

سپاہیوں کو کوئی حکم، مصلوبوں کی ٹانگیں توڑنے یا نہ توڑنے کا نہیں ملا تھا۔ یہودیوں نے ایسی

درخواست کی تھی۔ٹانگیں دو مصلوبوں کی صرف اس لئے توڑی گئیں کہ کوئی شبہ اور دھوکہ ان کی موت میں نہ رہ جائے چوروں کی موت میں سپاہیوں کو شبہ تھا۔،

لیکن جب انہوں نے یسوع کے پاس آ کر دیکھا (لاش کا خوب معائنہ کیا آیا کوئی آثار زندگی کے تو موجود نہیں اوران کو پورا یقین ہو گیا کہ دیر ہوئی)، کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔،(کیونکہ یہ عمل غیر ضروری تھا جس میں صرف سپاہیوں کی تکلیف اور محنت متصور تھے)، مگر ان میں سے ایک سپاہی نے (جو شائد مرزا جی کی طرح عداوت میں تلا ہوا تھا جسکو زندہ اور مردہ میں امتیاز نہ تھا اور بڑا فکر مند تھا مبادا کوئی دھوکا رہ جائے)، بھالے سے اس کی پسلی چھیدی۔(اور اپنا اور دنیا میں اپنے تمام ہم خیالوں کا شبہ ابد تک رفع کر دیا)۔(یوحنا ۱۹:۳۳۔۳۴)

اس کا یہ فعل منشائے حکم قانون کے مطابق تھا کہ جس طرح ضروری اور مناسب ہو اس امر کا اطمینان کر لیا جائے کہ ملزم جس کو سزائے موت دی گئی واقعی مر گیا۔

ہفتم: مرزا جی کی ایک اور غلط بیانی کو بھی ہم فاش کرتے ہیں۔اس ثبوت میں کہ، بہت لوگ جو مسیح سے بہت زیادہ عرصے صلیب پر لٹکائے گئے وہ بھی جانبر ہو گئے۔، وہ، فاضل مورخ جوزیفس، کا نام لے کر کہتے ہیں کہ، اس نے قیصر سے تین شخصوں کے جو صلیب پر (کم ازکم ایک دن سے زیادہ عرصے سے جیسا کہ واقعات سے شہادت ملتی ہے) لٹکے ہوئے تھے چھوڑے جانے کے لئے درخواست کی اور وہ درخواست قبول ہو کر مناسب علاج سے تینوں میں سے ایک کی جان بچ گئی۔(ص ۱۹۳۔۱۹۵)۔اس میں صرف ایک ہی فقرہ جو خطوط کے اندر ہے مرزا جی کے لئے کچھ مفید ہو سکتا ہے مگر وہی فقرہ جھوٹ ہے پھر جوزیفس کا مصلوب کیونکر مسیح کی نظیر ہو سکتا ہے؟ اس کو کب کوڑے مارے گئے کب اس کی پسلی میں بھالا چھیدا گیا۔کب وہ ۹ گھنٹے صلیب پر لٹکا اور کب لوگوں نے اسے مردہ سمجھا اور قبر میں رکھا۔

یہاں مرزا جی نے ایک شرم ناک جھوٹ بولا ہے۔اس وقت جوزیفس کی تصنیفات کی پوری جلد مطبوعہ چارلس گریفن ہمارے سامنے رکھی ہے مورخ اپنی سوانح عمری کے آخر میں صرف اسی قدر لکھتا ہے کہ، طیطس قیصر نے مجھ کو معہ سیریلیس کے ہزار سواروں کے ہمراہ موضع تھیکوا کو یہ دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا کہ آیا وہ مقام لشکر گاہ کے مناسب ہے اور جب میں لوٹا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے قیدی مصلوب کر دیئے

گئے انہیں کے درمیان میں تین میرے دوست نکلے۔،

اب مرزا جی بتائیں کہ ان کو کن واقعات سے شہادت ملتی ہے کہ یہ مصلوب، کم از کم ایک دن سے زیادہ، صلیب پر لٹک چکے تھے؟ بلکہ یہاں تو برعکس یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ لشکر کے جوار میں کوئی موضع تھا جس کے دیکھنے کو گھوڑی کی سواری پر جوزیفس گیا اور قیاس چاہتا ہے کہ جیسا دستور ہے صبح کے وقت ناشتہ وغیرہ کر کے یہ لوگ روانہ ہوئے اس وقت تک کوئی قیدی مصلوب نہیں ہوا تھا مگر جب چند گھنٹوں کے بعد واپس لشکر کو آئے تو یہ ماجرا دیکھا اور اس نے فوراً اپنے دوستوں کی جان بخشی کرائی۔ مورخ یہ بھی لکھتا ہے کہ،

قیصر نے فوراً حکم دیا کہ وہ لوگ صلیب سے اتارے جائیں اور ان کے علاج میں انتہا درجہ کی ہمت صرف کی جائے۔ تاہم ان میں سے دو تو طبیبوں کے ہاتھوں میں فوت ہوگئے اور صرف تیسرا بچ گیا۔،

یہ تینوں مصلوب بالکل سادے طور پر صرف چند گھنٹوں کے لئے صلیب دیئے گئے تھے جن کو اور کوئی زخم نہیں لگا تھا اور ان کا علاج بھی علانیہ طور پر شاہی حکم سے بادشاہی طبیبوں نے کیا۔ اس پر بھی وہ مرگئے اور بچ نہ سکے۔ یہ ایک لطف کی بات ہے کہ دوست اور دشمن اس واقعہ کو اس امر کے ثبوت میں عموماً پیش کیا کرتے ہیں کہ باوجود اعلیٰ طبی امداد کے صلیب کے مارے جانے کا جانبر ہونا محال ہوتا اور مسیح کے حق میں یہ قیاس بالکل بے ہودہ ہے کہ ایسے ایسے زخم کھا کر ۹ گھنٹے صلیب پر لٹک کر اور تمام لوگوں کے دیکھتے مرکر پھر بھی وہ قبر سے زندہ بچ گئے مگر ہمارے مرزا جی تو اوندھی سمجھ کے ہیں آپ نے اسی واقعہ کو مسیح کے نہ مرنے کی دلیل ڈبل جھوٹ بول کر بنا لیا۔ ایک جھوٹ جوزیفس کے متعلق کہ اس کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصلوب، کم از کم ایک دن سے زیادہ، صلیب پر لٹکے۔ دوسرا جھوٹ مسیح کے متعلق کہ، وہ تجربہ کار طبیبوں کے زیر علاج رہا۔ (ص ۱۵۷) ۔ جتنے جھوٹ ہمارے مرزا جی نے اپنے پیٹ سے نکالے اتنا جالا بھی کسی مکڑی نے نہ تنا ہوگا۔ ہم نے یہاں خداوند مسیح کی موت پر مرزا جی کے تمام فاسد اور باطل اوہام کو اس سے زیادہ مضبوط دلائل سے رد کر دیا جن کے وہ مستحق ہوسکتے تھے۔

(صلیب والے اس واقعہ میں حضرت مسیح کی جگہ ان کا شبیہ ڈال دیا جائے، تو باقی تقریباً تمام دلائل مسلمانوں کے کام بھی آسکتے ہیں۔ اس لئے اس مضمون کو پڑھتے وقت یہ بات دھیان میں رہے کہ مرزا کا کہنا یہ ہے کہ مسیح کو صلیب پر چڑھا گیا اور صلیب سے زندہ اتار لیا گیا۔ پھر وہ

بعد میں طبعی موت مرا، جب کہ ہم کہتے ہیں، کہ اس کے شبیہ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا اور انہوں نے مسیح (یا وہ شخص جو صلیب پر چڑھایا گیا)، کی صلیب پر موت انجیل وغیرہ کے حوالوں سے ثابت کر دی،)

(ضربت عیسوی۔ص ۱۳۷۔ ۱۵۸ ملخصاً)

مسیح کی بعثت

اکبر مسیح نے لکھا ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ خداوند مسیح کی حقیقی موت صلیب پر واقع ہو چکی تو اب ہم کو مطلق ضرورت نہیں کہ مرزا جی کی ایسی غیر متعلق اور لغو بکواس پر کچھ بھی التفات کریں جس کے ثبوت میں وہ انجیل شریف کی ایک آیت بھی پیش کرنے سے عاجز ہیں کہ:

مسیح کی قبر ایک وسیع مکان، تھا جس میں ایک ہوادار وسیع کوٹھا تھا جس میں ایک کھڑکی تھی (ص ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۶)،

جہاں دوستوں نے اس کی خبر گیری کی اور سب علاج کیے، (ص ۵۶)،

اور جہاں، اسی وقت سے وہ تجربہ کار طبیبوں کے زیر علاج رہا (ص ۱۹۵)

مرزا جی کا گلدستہ لغویات

۱۔ مرزا جی کی ایسی فاش غلط بیانیاں ایک دو نہیں بیسیوں ہیں جن سے ہماری بحث کو کوئی سروکار نہیں ۔مثلاً وہ لوگوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ گویا انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے مرنے پر یروشلم کے تمام مردے جو آدم کے وقت سے لے کر مسیح کے وقت تک مر چکے تھے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے ۔، اور گلی کوچوں میں وعظ کرتے پھرے (جلد اول ص ۳۴۲، جلد دوم۔ص ۹)، خدا تعالی کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آیا (ص ۱۴)۔مرزا، مجوسیوں، کو جو زردشتیوں کی قوم ہے جنہوں نے مسیح کا ستارا پورب میں دیکھا تھا مشرقی اسرائیلی، بتاتے ہیں (ص ۱۳)، جس سے اس کی مراد کشمیری ہیں۔ کہتے ہیں کہ، یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ زکریا نبی تک ختم ہو گیا۔ (ص ۱۵)۔ اور ان کو حضرت مسیح کے ہم عصر نبی یحی کے قتل کا حال بالکل بھول گیا۔ مسیح نے بھیس بدل لیا، باغبان کے کپڑے پہن لئے اسی طرح کی شکل بنائی۔ (ص ۵۵)۔ اور پھر اپنے دوران سر، اور ذیابیطس اور

مراق کی معذرت میں خلاف واقعہ لکھتے ہیں کہ: مسیح پر بیماریاں اور عوارض معمولی لوگوں کی طرح آتے تھے (جلد اول ص ۳۶۶)۔ حالانکہ مسیح کا ایک دن کے لئے کبھی سر نہیں دکھا، وہ تو سرتاپا شفا اور دوا تھے، پھر انہوں نے ان سے بھی بڑھ کر بیہودہ باتیں لکھی ہیں، کہتے ہیں، یسوع یا مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں، باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئی (جلد اول۔ص ۴۳۸) بھلا تم نے انجیل شریف کے کسی باب اور آیت کا حوالہ تو دیا ہوتا جہاں یوسف کی دوسری جورو کا ذکر تھا اور خداوند مسیح کے حقیقی بھائیوں اور بہنوں کا۔ بظاہر حیرت کی بات ہے کہ جو شخص اپنے منہ میاں مٹھو مسلمانوں کا عظیم الشان امام بنے (جلد اول۔ص ۳۷۰) وہ ایسے لغو اباطیل زبان سے نکالے اور خدا کے بندوں سے نہ شرمائے۔ توریت سے انجیل سے قرآن سے حدیث سے دینی و دنیوی تاریخ سے غلط حوالے دے لکھا کچھ ہو بیان کچھ کرے۔

مرزا جی کے بھائی کی روح

مگر یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ مرزا جی کے کوئی مرحوم برادر غلام قادر بھی ہیں جن کی روح خواب میں آکر آپ کو ستایا کرتی ہے۔ اور وہی آپ کی ہر بے تکی بات کے جواب دہ بھی ہیں۔ یہ کوئی پڑھے جن ہیں جنہوں نے کتب آسمانی میں تحریفیں کیں، محرف نسخے تیار کئے اور مرزا کو دکھلا بھی دیئے۔ مجھ کو ان کا زیادہ حال تو معلوم نہیں ابھی صرف اس قدر پتا لگا ہے کہ قرآن میں انہوں نے ایک بہت بڑی تحریف کر کے کشف کی حالت میں مرزا جی کو پڑھ کر سنا دیا تھا انا انزلناہ قریباً من القادیان اور پھر، دائیں صفحہ میں شائد قریب نصف کے موقعہ پر یہی عبارت لکھی ہوئی، اپنے نسخہ قرآن میں جو ان کی تلاوت میں رہتا ہے دکھلا بھی دی۔ (دیکھو ازالہ اوہام۔ص ۷۶)۔ پس کیا عجب ہے کہ یہ تمام جھوٹی باتیں بھی انہیں حضرت کی ساختہ پرداختہ ہوں جس طرح آپ مثیل مسیح ہیں اسی طرح تائید روح القدس کی مماثلت میں آپ نے اس قادر کو تلاش کیا۔ اسی سے اشارۃً، قادر مطلق، کی طرف ڈھونڈھا (ص ۷۸)۔ ہم بھی کہتے ہیں جیسی روح ویسے فرشتے، مگر مرزا کو جگتے میں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ، دائیں جانب، جگہ جھوٹ اور جھوٹوں کے لئے ہوا کرتی

ہے اور عیسائی نہ اس انجیل کے قائل ہیں نہ مسلمان اس قرآن کے جو آپ کے برادر عزیز وافر تمیز کی تلاوت میں رہا کرتے ہیں۔ بھلا ایسے شخص کے ساتھ عقل و نقل سے بحث کرنا کیوں نہ فضول ہو ہم تو اپنی کتابیں دیکھتے ہیں، اور اس کے حوالے مرزا غلام قادر کے اڈیشن پر مبنی ہیں۔

فخر دودمان

یہاں ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی کہ مرزا جی قبلہ گاہ تو کوئی ایسے شخص گزرے کہ خود فرزندار جمندان کی وفات پر گویا فرماتے ہیں، ایں چنیں بدزندگانی مردہ بہ، پھر بھائی صاحب کون تھے جن کی نسبت آپ لکھتے ہیں، اور ایسا ہی میرا بھائی مجھے پیش آیا اور وہ ان باتوں میں میرے باپ کے مشابہ تھے۔ پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھے کہا ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں:

کیونکہ یہ لوگ زندگی میں مرزا صاحب کی جان کو روتے رہے پے در پے... سے سمجھا کئے کہ آپ کام چور نوالہ حاضر ہیں جو، صرف روٹی کھانے کا شریک ہوتا ہے، لائف اور مشن۔ (ریویو جلد دوم۔ص ۵۸)۔

ان کو کیا خبر تھی کہ یہی فخر دودمان ہیں اور جو عرفی نے کہا تھا آپ ہی پر صادق آتا ہے،

جو بر من کر دروشن گوہر آبائے من

پر ہم کو ضرور کہنا پڑا ہے کہ اگر مرزا غلام قادر کتابوں میں تحریف نہ کرتے تو بہت ہی خوب آدمی تھے۔

اچھا صاحب وہ قبر تاج گنج کا روضہ سہی مگر مردہ تو باغ عدن کی ہوا کھا کر بھی زندہ نہیں ہوتا۔ دھنتر اور جالینوس نے بھی مردہ نہیں جلایا۔ پس اگر جیسا تم بڑی تاکید سے تسلیم کر رہے ہو واقع صلیب کے بعد مسیح پھر اپنے دوستوں کو نظر آئے ان کے ساتھ کھایا پیا، رہے سہے، تو وہ ضرور زندہ ہو گئے اور مر کر اٹھے اور ہم کو تمہارے مقابلے میں اس کو ثابت کرنے کی کوئی بھی ضرورت باقی نہیں رہی۔

مگر اس زندہ شدہ جسم کے بارے میں مرزا جی نے چند غیر متعلق شبہات اٹھائے ہیں وہ کہتے ہیں، قبر سے نکلنے کے بعد، مسیح، کے جسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی (ص ۵۵)۔ مسیح اسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں

کوملا،۔ایک جلالی جسم کے ساتھ جوموت کے بعد خیال کیا گیا ہے۔مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا پینا اور سونا اور گلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ۷۰ کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔،اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد تکلیف کے ان کے ساتھ تھے جس کے واسطے ایک مرہم بھی تیار کی گئی تھی۔(ص۵۰۔۵۱)

(آپ یہ بھی لکھتے ہیں،قریباً ہزار طبی پرانی کتابوں میں ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسی اور مرہم حوارین اور مرہم شلیخا کے نام سے مشہور ہے ان کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ص ۴۱۹ جلد اول

جب کتابوں کا نام،صفحہ وسطر بتا کر آپ سینکڑوں جھوٹ بول سکتے ہیں تو بلا نام ونشان کتابوں کے حوالے سے آپ نے کیا کچھ نہ بکا ہوگا۔آپ کے تمام فاضل اور مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہو سکتے ہیں؟ مسیح کے زخموں کا حال صرف تین ہی فرقوں کو معلوم ہو سکتا تھا یا یہودی یا عیسائی،اور یہ دونوں زخموں کے قائل ہیں مگر مرہم کے نہیں،یا مسلمان اور یہ دونوں باتوں کے منکر ہیں،پس وہ لوگ کون تھے اور کس بنیاد پر لکھ گئے کہ،مرہم عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی۔اب رہی یہ بات کہ کسی مرہم کا نام مرہم عیسی یا مرہم شلیخا رکھا گیا تھا تو دور کیوں جاتے ہو خود پنجاب میں علاوہ آپ کے پمفلٹ کے،عرق مسیحا،اور معجون مسیحائی،کے اشتہارات شائع ہو رہے ہیں۔ہر حاذق طبیب کے علاج کو مسیحائی کہتے ہیں،شعرا نے معشوقوں کو مسیحا دم اور عیسی نفس باندھا ہے۔پس اگر زمانہ سلف کے کسی...کے مرہم کا نام مرہم عیسی رکھا گیا تھا تو اس سے یہ سمجھ لینا کہ اس کو عیسی نے تجویز کیا اور حواریوں نے مرکب کیا سوائے حماقت اور ابلہی کے کچھ نہیں۔مگر ہم سمجھ گئے مطلب سعدی دیگر است مثیل مسیح بننے کے لئے گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح اور ان کے حوارین بھی ہماری طرح ایک،پاکٹ کیسا دویات،باندھے پھرتے تھے خوب! گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی)

فانی اور جلالی جسم

(اکبر مسیح نے لکھا ہے) ہمارا دعوی صرف یہی تھا کہ مسیح کو صلیب دی گئی،وہ مر گئے،پھر زندہ ہوئے،اور اپنے شاگردوں سے ملے۔پہلی اور چوتھی بات کو تم خود بھی مانتے ہو،دوسری کو ہم نے ثابت کر دیا اور تیسری بات تمہارے اقرار اور ہمارے اثبات کا لازمی نتیجہ ہے۔اب رہا،فانی اور جلالی،جسم یہ بالکل ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کا حل کرنا ہماری بحث کے لئے لازمی نہیں مگر تمہاری خاطر ہم یہ بھی روا رکھتے ہیں،جسم سب فانی ہیں بلکہ ایک معنی میں روح بھی فانی ہے خدا نے روح پر سے فنا کا حکم ہٹا دیا اور وہ غیر فانی بن گئی اسی طرح بہشتیوں کے جسم پر سے بھی خدا فنا کا حکم اٹھا کر اس کو،جلالی جسم،کر دے گا۔مگر ہم کو بالکل نہیں معلوم کہ فانی اور جلالی جسم

کے درمیاں کون سی، عادات، مشترک ہیں۔قرآن میں لکھا ہے،ان اللہ یبعث من فی القبور ، بے شک اللہ لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا و انہ یحی المو تی اور وہی جلائے گا مردوں کو۔پس مسیح جو مر چکے تھے ان کو خدا نے جلا دیا جو قبر میں داخل ہو چکے تھے ان کو اٹھا کھڑا کیا اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ بیشک مسیح مردوں میں سے جی اٹھا اوران میں سے جو (موت کی نیند) سو گئے تھے ہلا پھل ہوا۔اوراسی وجہ سے قیامت اور حشر کا علم حشر کے بعد ایمانداروں کے جسم جلالی ہو جائیں گے اس میں نہ کسی مسلمان کو شبہ ہے نہ کسی عیسائی کو۔

پس مسیح کے زندہ جسم کے، جلالی جسم ، ہونے میں کیوں شبہ کیا گیا؟ اس پر بھی ہم کو تعجب آتا ہے کہ کوئی مسلمان اہل قرآن کلوا واشربوا ھنیئاً پر ایمان لا کر، کھانے پینے ،کو جلالی جسم کے منافی بلکہ، غیر ممکن اور نا معقول بات، بنا دے۔شائد نعمائے جنت سے وہ منکر ہو گیا۔

خداوند مسیح کے زندہ شدہ جسم کے خواص کی بابت مرزا نے ایسی غلطیاں کی ہیں جو خود اس کے مقبولہ خیال کی ضد میں ہیں جب جمعہ کی شام کو مسیح قبر میں درآئے اور حالت غشی میں تین رات دن یونس کی طرح بے آب ودانہ قعر زمین میں رہے اور تیسرے دن یعنی اتوار کی صبح کو کیونکہ تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف ان کے ساتھ تھی اور زخم بھی کیسے کہ میخوں کے وار پار، پاؤں کے تلووں میں، تو ایسے زخمی شخص کے لئے ،جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ستر کوس کے فاصلے پر تھا۔کسی با ہوش شخص کے ذہن میں کیسے آ سکتا ہے؟ زخمی و مجروح پیر اور ستر کوس پا پیادہ ، مسافت، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، اسی کو کہتے ہیں۔محض اس ایک واقعہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اب مسیح کا کوئی فانی ،اور معمولی جسم ، پر بطور علامات شہادت نمودار تھے اور دکھلا رہے تھے کہ آپ کے مبارک جسم میں کوئی بہت بڑی تبدیلی واقع ہو چکی تھی۔

ہم افسوس کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک ایسا، عظیم الشان امام، ہوا جو اس درجہ جاہل و نادان نکلا کہ اس کو نہ عیسویت کی حقیقت سے آگاہی نہ اسلام سے وقوف اور پھر بھی دعویٰ ہمہ دانی۔ابھی اس نے کھانے پینے کو جلالی جسم کے منافی کہا اور اب مسیح کے زخموں پر اعتراض کرتا ہے کہ، نئی زندگی کے ساتھ زخموں کا ہونا ممکن نہ تھا۔ (ضربت عیسوی۔ص ۱۸۱)۔

مسیح کے زخموں کی حقیقت

(اکبر مسیح لکھتے ہیں) بخاری ومسلم میں حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ شہداء قیامت کے دن اپنے زخم جسم پر لئے ہوئے اٹھیں گے۔کوئی زخمی ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں گھائل ہوا ہو مگر وہ قیامت کے دن زخم بہتا آئے گا رنگ اس کا خون کا ہوگا اور بواس کی مشک کی (مشارق الانوار۔نمبر ۹۲۸)۔

کس کو زخم، مسیح کے زخموں سے زیادہ خدا کی راہ میں لگے؟ پھر کیوں تعجب کیا جاتا ہے کہ اپنی قیامت میں مسیح اپنے زخموں کو جسم پر لئے ہوئے اٹھے۔

انجیل کی شہادت صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کے جسم پر پانچ زخم دو ہاتھوں میں دو پاؤں میں اور ایک پسلی میں موجود تھے۔جن کو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دکھلایا اور جن کی وجہ سے انہوں نے آپ کو پہچانا کہ آپ ہی کے جسم کے ساتھ جی اٹھے۔مگر ان زخموں میں نہ کوئی درد تھا نہ تکلیف، نہ ان سے خون جاری تھا، اور نہ وہ کسی مرہم کے محتاج تھے۔

یہ سچ ہے کہ زندہ ہو جانے کے بعد خداوند مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ کھایا پیا مگر یہ کہیں نہیں لکھا کہ آپ کو کبھی بھوک یا پیاس لگی، یا بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی۔، کیسا مرزا جی نے لکھا۔صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اپنی حقیقی بعثت کو اپنے شاگردوں پر ثابت کر دینے کی غرض سے تاکہ ان کے تمام شک وشبہ دور ہو جائیں آپ نے ان کی تسکین کی خاطر ان کے ساتھ کھانا کھایا (دیکھو لوقا باب ۲۴۔آیت ۴۴)۔یہ ہرگز نہیں ثابت ہوسکتا کہ دراصل آپ کو جسمانی غذا کی احتیاج تھی۔

مسیح کے زندہ شدہ جسم کی تبدیلی

(اکبر مسیح لکھتے ہیں) اب رہا سونا، سو انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ بعد زندہ ہونے کے آپ کبھی سوئے بھی جیسا کہ مرزا کو اصرار ہے۔یہ قول بھی مرزا جی کا بالکل باطل ہے کہ:

قبر سے نکلنے کے بعد مسیح کے جسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ایک تبدیلی پر تو وہ خود شاہد ہیں کہ ایسے بڑے زخم پاؤں کے تلووں پر لئے ہوئے، مسیح، پاپیادہ، ۷۰

کوس کا سفر کر گئے اور نہ کوئی تکان پیدا ہوا نہ ماندگی۔ کیا یہی فانی اور معمولی جسم کے آثار ہیں؟

پھر لکھا ہے کہ مسیح اپنے شاگردوں کے ساتھ قصبہ مواس میں ایک مکان کے اندر دستر خوان پر بیٹھے تھے کہ یکا یک، وہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا۔ لوقا باب ۲۴۔ آیت ۴۱۔ کہیے کیا لطافت بھی معمولی جسم کا خاصہ تصور کیا گیا ہے؟

پھر لکھا ہے کہ ایک مکان کے اندر شاگرد جمع تھے جسکے، دروازے یہودیوں کے ڈر سے بند تھے۔

مگر دروازہ بند ہی رہا اور یسوع آ کر بیچ میں کھڑا ہوا،

اور ایسا ہی ایک اور دفعہ مسیح بند دروازوں میں سے شاگردوں کے درمیان آ گئے۔ یوحنا باب ۲۰: ۱۹و۲۶)،

تو کیا یہ بھی فانی معمولی جسم کی کوئی خاصیت ہے؟ اب کہیے آپ کا وہ سخن کیسا لغو تھا کہ مسیح، بغیر پتھر کے ہٹائے جانے کے باہر (قبر کے) نہ نکل سکتا تھا۔ (ص ۵۵)۔

پتھر اس لئے ہٹایا گیا کہ مسیح کے دوستوں کی قبر تک رسائی ہو سکے ورنہ اس جلالی جسم کے لئے لکڑی اور پتھر کچھ سد راہ نہ تھا۔ پھر اس کے بعد رفع آسمانی کی بابت لکھا ہے کہ:

ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا (اعمال ۱:۹) یہ کس جسم کی تعریف ہے۔

پھر کئی برس بعد دن دو پہر بڑی چکا چوند والی تجلی کے ساتھ آپ مقدس پولوس پر ظاہر ہوئے اور ان سے ہم کلام ہوئے (اعمال ۹:۲۲) کیا تم اب بھی جلالی جسم کے قائل نہ ہوئے؟

او بماندہ و دراز مطلوب خویش
سوی ضائع رنج باطل ہائے ریش
(ضربت عیسوی ص ۱۵۹۔۱۶۶)

مرزا کا خبط کشمیر

(اکبر مسیح نے لکھا ہے) نوٹو وش روسی سیاح نے یہ افسانہ گھڑا تھا کہ لداخ میں سفر کرتے ہوئے میری ٹانگ ٹوٹ گئی اور میں نے ہمس میں لا ما لوگوں کی خانقاہ میں پناہ لی۔ وہاں لاموں نے میرا علاج کیا اور میں اچھا ہوگیا۔ وہیں مجھے خبر لگی کہ اس خانقاہ کے کتب خانہ میں ایک بہت قدیم قلمی نسخہ ہے جس میں نبی عیسی کی سرگذشت درج ہے کہ کیونکر بعد بلوغ وہ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ کاشی جی میں باس لیا، وہاں برہمنوں سے علوم حاصل کئے اور پھر تبت لوٹ آئے جہاں بدھوں نے آپ کو بدھ کا ایک اوتار مان کر قبول کرلیا بعدازاں آپ اپنے ملک یہودیہ کو واپس گئے اور وہاں دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔

نوٹو وش نے کہا وہ نسخہ میں نے دیکھا اس کا ترجمہ کرایا اور اب یورپ کی زبانوں میں اس کو شائع کرتا ہوں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تبت کے لا ما نبی عیسی کے ہمیشہ سے قائل ہیں اور ان کے نام سے خوب واقف، مگر پیش بندی اور چالاکی سے اس نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ وہ لوگ کسی اور اپنی کتاب نہ دکھائیں گیا ور اگر کوئی اس بارہ میں ان سے استفسار کرے گا تو وہ صاف انکار کر جائیں گے کیونکہ وہ کسی یورپین سے بات بھی نہیں کرتے میں نے تو بڑی حکمت عملی سے ان کا یہ دینی راز پایا ہے (اس وقت یہ بیان میں اپنی یاد سے لکھتا ہوں نوٹو وش کی کتاب میرے پاس موجود نہیں) یورپین محققین نے موقع پر جاکر تفتیش کی اور بالکل ثابت ہوگیا کہ نہ نوٹو وش لداخ گیا نہ ہمس میں ٹکا، نہ اس خانقاہ میں کوئی اسے جانے، نہ وہاں کوئی ایسا کتب خانہ ہے نہ لا ما عیسی کے معتقد ہیں نہ ان کے پاس کوئی سوانح عمری مسیح کی موجود ہے۔ نوٹو وش نے روپئہ کمانے کو ایک ناوہ لکھ کر شائع کیا اور جہان دیدہ بسیار گوید دروغ کا نمونہ دکھلایا تھا اب اسی پرانے مضمون میں تصرف کر کے ہمارے مرزا نے اپنا قصہ بنایا مگر بہت ہی نکما۔

(اکبر مسیح نے لکھا ہے کہ جب ہمارا یہ مضمون چھپ چکا تو ایک دوست کی عنایت سے مرزا صاحب کا راز حقیقت ہمارے ہاتھ لگا جس میں

آپ فرماتے ہیں: حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جسکو لندن سے میں نے منگوایا ہے وہ بھی اس میں ہم سے متفق ہے۔، یہ کہتے شرم آتی ہے کہ وہ ہمارا پیر دستگیر، اسی کی کتاب سے آپ یہ لغو قول بھی تحریر فرماتے ہیں، یہ بات یقینی اور پختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں مسیح کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے۔ص ۱۷۔تمام جہان کو ان کتابوں اور کتب خانوں کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ وہ عنقا کے ساتھ کوہ قاف میں ہیں)

مرزا جی کے دعاوی

مرزا جی نے یہ دعوی کیا کہ

۱۔نہایت ہی مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا کہ پھر مسیح سیر کرتا ہوا کشمیر میں آیا۔

۲۔باقی حصہ عمر کا کشمیر میں بسر کیا۔ (ریویو آف ریلی جنز جلد اول)

۳۔اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی

۴۔بنی اسرائیل جو، مسیح سے ۲۱۷ برس پیشتر، ہندوستان کی طرف آ کر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

۵ مسیح نے جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تو اس ملک میں خدا تعالی نے ان کو بہت عزت دی۔(ریویو آف ریلی جنز جلد اول۔ص ۲۳۳)۔

۶۔لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسی کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے(ص ۲۳۴)۔

۷۔چونکہ حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کے لئے وصیت تھی اس لئے وہ دس فرقے جو اس ملک میں آ کر افغان اور کشمیری کہلائے آخر کار سب کے سب مسلمان ہو گئے۔(ریویو۔ص ۲۳۳)

یہ سات متفرق دعوے مرزا جی نے کئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دعوی کے لئے آپ نے کون کون سے، مضبوط دلائل، دیئے ہیں۔

دعوی نمبر ۱، ۲، ۳، ۵ کے لئے آپ مضبوط کیا، کوئی کمزور دلیل بھی نہیں لائے حالانکہ نمبر ۵ آپ کے بے دلیل دعووں کی لغو بنیاد ہے اور صرف اسی حرص میں کیا گیا کہ قادیان بھی کسی طرح اس خطے میں آجائے جس پر مسیح کے مبارک و مقدس قدم پڑے تھے۔مگر مرزا جی کو کم سے کم مقامی جغرافیہ تو پڑھ لینا چاہیے کہ پنجاب اسم با

مسمی ملک صرف وہ حصہ ہندوستان کا ہے جو زیر کوہ پانچ دریاؤں کے بیچ واقع ہے اور کشمیر سے بالکل جدا۔ مگر آخر یہ طوالت و بدتمیزی کیوں؟ مرزا غلام قادر کو چاہیے تھا کہ کشف میں وہ آپ کو نقشہ ہندوستان دکھلا کر انگلی سے بتا دیتے کہ آپ کا دولت خانہ عین اسی جگہ کے بیچوں بیچ کے درمیان واقع ہے جہاں حضرت مسیح ٹھہرے تھے، اور قادیان کا دوسرا نام سری نگر ہے۔

دعوی نمبرے کا پہلا حصہ تو مسلمانوں کا اعتقاد ہے جس کے لئے ہم کوئی دلیل نہیں طلب کر سکتے مگر اس کے دوسرے حصے کے ساتھ لفظ، اس لئے، سے ربط دینا دلیل کا ضرور محتاج ہے مرزا جی کو ثابت کرنا چاہیے کہ افغانوں اور کشمیریوں کے اسلام قبول کرنے کا باعث یہی تھا کہ ان کے پاس حضرت مسیح کی وصیت آنے والے نبی کے حق میں موجود تھی، کیونکہ بلا ایی وصیت کے بھی اسلام قبول کیا جا سکتا تھا؟

مرزا جی کے لئے مشکل

یہ دعوی ثابت تو ہو نہیں سکتا مگر اس سے آپ کی مشکلیں بہت بڑھ گئیں۔ جب کشمیری اور افغان بنی اسرائیل ہوئے اور انھوں نے لبیک کہہ کر اپنے تئیں مسیح کی رسالت پر سو جان سے قربان کر دیا اور اسلام کی آمد تک سچے عیسائی بنے رہے بلکہ نبی موعود کے حق میں مسیح کی وصیت کو بھی رکھا کئے حتی کہ ان کو قبول کر کے مسلمان بھی ہو گئے تو ثابت ہو گیا کہ اسلام اور عیسویت کے درمیان ایک پورا پکا اور لگا تار سلسلہ ان کے ہاتھ میں رہا، پس ان کے پاس سے اسلام میں وہ انجیل عیسی بھی آنا چاہیے جس کی تصدیق قرآن شریف نے کی جو دست بدست ایمان داروں سے ایمان داروں کو پہنچی تا آپ کو ان اناجیل کا رونا باقی نہ رہے جو بقول آنجناب، اس قدر پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئی ہیں،،۔ اور آپ کے ہاتھ میں کوئی معتبر انجیل آ جائے کیونکہ اگر اتنا کام بھی مثیل مسیح نے نہ کیا تو ڈوب مرنے کی بات ہے۔ حیرت ہے کہ مرہم عیسی تو آپ نے ڈھونڈھ نکالا مگر انجیل عیسی کا پتہ نہ لگا یا۔ پھر انہی لوگوں کے ہاتھ سے ہمیں حضرت مسیح کی صحیح احادیث بھی ملنی چاہیے اور قادیانی مدعی کے حق میں مسیح کی بشارات بھی۔ پھر کشمیریوں اور افغانوں نے جس طرح آنے والے، نبی، کو بلا عذر قبول کر لیا اسی طرح وہ آنے والے مثیل کا خیر مقدم کرنے کے لئے چشم براہ بیٹھے ہوئے ملیں گے، تو پھر اے مرزا! تم سچے اسرائیلیوں

سچے عیسائیوں اور سچے مسلمانوں کے دیس یعنی افغانستان سے کیوں دور ہو؟ مسیح تو سفر دراز سفر اختیار کر کے ان لوگوں کے پاس آئے اور تم پاس بیٹھے ہوئے ان سے اس قدر کیوں دور ہوتے ہو؟ کیوں تمہاری دعوت کی آواز کابل میں نہیں سنائی دیتی؟ کیوں تم کو ان لوگوں سے گریز ہے کم سے کم اسی بات میں مثیل مسیح ہونا دکھلاؤ کہ جس طرح اصل مسیح کو افغانوں نے قبول کر لیا اسی طرح نقلی کو بھی قبول کر لیں اور تم کو تو اس قوم کی خری وابلہی وجہل، سے زیادہ امید رکھنا چاہیے۔ علاوہ بریں اب تو مسلمانوں کی طرف سے تم کو پچاس ہزار روپئہ کا انعام بھی دیا جاتا ہے اس شرط پر کہ تم کابل ہو آؤ۔ مگر شاید تمہیں خاک پاک پنجاب سے جس کو مسیح نے، اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تھا، مفارقت گوارا نہیں اور مسیحی سلطنت میں صلیب کے سایہ تلے مرنے کو سعادت دارین سمجھتے ہو ۔اسی وجہ سے تم نے اسلام کا سب سے بڑا فرض للہ علی الناس حج البیت ترک کیا اور اسی لئے مسیح موعود بن کر اپنے نبی کو جھٹلایا جس نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا و الذی نفسی بیدہ لیھلّن ابن مریم بفجّ الروحا حا جاً مسیح ضرور حج کریں گے (مسلم، کتاب الحج) افسوس تمہارے دعووں پر، واویلا ان پر جو اسلام کا دم بھرتے ہوئے ان کو قبول کر لیتے ہیں۔

دعوی نمبر ۴ کی دلیل صرف یہ ہے کہ برنیر وغیرہ علماء فرنگ کا خیال ہے کہ کشمیری یہودی ہیں۔ ۔تو پھر اس میں آپ کا کیا احسان اور اس کو آپ کی لغو بکواس سے کیا علاقہ کہ مسیح اور ان کی والدہ کشمیر کو آئے، ان کو عیسائی کیا، ان کے درمیان رہے، اور حضرت مسیح نے ۱۲۵ برس کی عمر پا کر خان یار میں انتقال فرمایا، اور دفن ہوئے، اور وہاں کا روضہ آپ کی قبر ہے۔ بھلے آدمی تجھے کچھ آگا پیچھا بھی سوجھتا ہے؟ تجھے آج تک نہ معلوم ہوا کہ میرے مقدمات کیا ہیں اور کیا نتیجہ نکالتا ہوں؟ یہ بڑی دل لگی کی بات ہے کہ تمام دعووں کی دلیل کا خانہ تو آپ نے بلینک یعنی خالی رکھا اور اس میں جلی قلم سے لکھ دیا، نہایت مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا۔ ، نہ صرف دلیل سے بلکہ دلیل کی جمع دلائل سے، اور دلائل کیسے کہ مضبوط، اور مضبوط کے لئے بھی ایک صفت لائے، نہایت ۔اور پھر ثابت ہو گیا، وہ کیسے جیسے گدھے کے سر پر سینگ ۔اب ساری ہمت آپ نے، قبر سری نگر کشمیر ،صرف کر دی ۔اس کے دلائل سنئے۔

بوسیدہ کتابیں

پہلی دلیل: پرانی کتابیں دست یاب ہوئی ہیں جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہیں

(ریویو آف ریلی جنز قادیان جلد اول ص ۴۱۹)۔

ارے میاں وہ کون سی کتابیں ہیں اور کب اور کہاں اور کس کو دست یاب ہوئیں؟ اور ان کا مصنف کون ہے اور پھر وہ کتنی پرانی ہیں؟ وہ اصلی یا جعلی ہیں اور اس کا ثبوت کیا؟ ان باتوں میں سے کسی ایک کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ مگر ہم کو اندیشہ ہے کہ مرزا جی کا کوئی خلیفہ کسی آئندہ ریویو میں لکھ دے کہ:

جواب کیوں نہیں، ان میں سب سے معتبر اور پرانی کتاب کا نام سلّشین بین الدفتین ہے جو حضرت ملا دو پیازہ نور اللہ مرقدہ کو اس وقت دست یاب ہوئی تھی جب وہ اکبر بادشاہ کے ساتھ سیر کشمیر کو آئے تھے۔ اور اب وہ شیخ جعفر زٹلی طاب ثراہ کے کتب خانہ میں رکھی ہوئی ہے جس کا جی چاہے دیکھ آئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ لوگ اس کو پڑھ چکے اور اس کی ایک نقل مطابق اصل غلام قادر کی روح کے پاس بھی ہے، جو نہ مانے مباہلہ کر لے۔،

مٹے ہوئے کتبے

دوسری دلیل، پرانے کتبے کے دیکھنے والے بھی شہادت دیتے ہیں کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے۔

اور وہ کتبہ کہاں ہے؟ کس زبان میں لکھا ہوا ہے اس کا مضمون کیا ہے اور کس کس نے اس کو پڑھا اور اس کے پرانے ہونے کی کیا دلیل ہے؟

پہلے سوال کا جواب مرزا جی نے یہ دیا تھا، وہ خان یار، کی قبر کے اوپر ہے (مرزا جی اپنے انگریزی کے دو ورقہ اشتہار جس میں خود بدولت نے، خان یار والی کے فوٹو بھی دیئے ہیں صفحہ اول میں لکھتے ہیں:

لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ایک پرانا لیکن اب ہٹا ہوا نوشتہ قبر کے اوپر پڑھا ہے،

نوشتہ تو قبر کے اوپر بیان کیا گیا ہے اور اس کے پرانے ہونے کی یہ دلیل بھی معقول ہے کہ وہ ہٹا ہوا ہے۔ مگر اس کی کوئی دلیل مرزا نے نہیں دی کہ جن آنکھوں نے اس کو پڑھا وہ چوپٹ نہیں تھیں۔

جب محققین نے لوگوں کو بتلایا کہ مفروضہ، قبر کے اوپر، کوئی بھی کتبہ نہیں تو مرزا دم بخود ہو گئے مگر ان کے مرید نے یہ فرما دیا:

یہ کتبہ مسیح کی قبر سے ایک میل کے فاصلے پر کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک قلعہ کے اندر پڑا ہے (ریویو)

اب سری نگر میں رہنے والوں کو خوب معلوم ہے کہ وہاں قرب و جوار میں کسی، کوہ سلیمان، کا وجود بھی نہیں۔ پس وہ قلعہ اور اس کے اندر کا پڑا ہوا کتبہ سب مرزا جی کے دوران سر کے نتائج ٹھہرے۔

ہمارے باقی سوالوں کا جواب مرزا جی نے یہ دے دیا اور ہم ان کے مشکور ہوئے کہ کتبے پر کا:

نوشتہ اب مٹ گیا۔

اچھے موقع پر حرف غلط کی طرح یہ نوشتہ مٹ گیا کہ یاروں میں بات رہ گئی۔ بھلا ہم کیسے مانیں کہ ایسے عزیز الوجود کتبے کو مرزا جی کے مریدوں نے، کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک قلعے کے اندر پڑا، رہنے دیا ہوگا، اس کو سر آنکھوں پر لا کر دار الامان قادیان جہاں عقل و نقل کے کسی فتنہ کی گذر نہیں، مرزا جی کے گھر پہنچا دیا ہوگا۔ تو وہ سل جس پر برسوں مرزا جی کے گھر میں مصالحہ پسا اور جو بہت کچھ گھس گئی ہے وہ یہی کتبہ ہوگا۔ بھلا پتہ کسے نہ لگتا (ناظرین ابھی اور کتبوں کے لئے تیار رہیں کیونکہ راز حقیقت میں مرزا جی اعلان دے چکے اس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہوں گے جو ابھی مخفی ہیں... غالباً دفینے کے طور پر قبر میں بعض چیزیں مدفون ہونگی۔ (ریویو۔ص ۱۷۔۱۸)۔ (یہ غالباً فائدہ یقیناً کا دیتے ہیں)

کئی لاکھ چشم دید گواہ

تیسری دلیل: سری نگر اور اس کے نواح کے کئی لاکھ آدمی ہر فرقے کے بالاتفاق گواہی دیتے ہیں کہ صاحب قبر عرصہ انیس سو سال کا ہوا ملک شام کی طرف سے اس ملک میں آیا تھا (ریویو جلد اول۔ص ۳۱۹)

ان گواہوں کو آپ بتلا دیجئے کہ حضرت مسیح کو پیدا ہوئے ۱۹ سو برسیں ہوئیں پس کشمیر میں آنے کے لئے کم از کم ۵۰ برسیں تو ہونا چاہیے۔ کیا گواہ آپ کے یہ سمجھے کہ مسیح کشمیر میں پیدا ہوئے؟

اب مرزا قادیانی کے، راز حقیقت، میں ان گواہوں کی گپ سنئے:

قریباً ۱۹۰۰ برس سے یہ مزار ہے (ص ۵۱)

انیس سو برس تو مسیح کو پیدا ہوئے گزرے۔ ۱۲۵ برس آپ کی عمر ہوئی اور ۱۹۰۰ برس سے مزار موجود ہے، تو سوا سو برس قبل مسیح کے مزار بن گیا۔

اور :یہی معتبر لوگوں کی شہادت ہے۔،

کس مسخرے نے ان بیوقوں کو ۱۹۰۰ کا عدد رٹا دیا۔ اگر ہم ان پر جرح کرتے تو یہ بھی کہہ دیتے، ۱۹۰۰ برس سے ہم اس کو دیکھتے بھی آئے ہیں (دراصل اکبر مسیح کو مرزا صاحب کا وہ کلیہ معلوم نہیں تھا جو انہوں نے راز حقیقت والی تحریر کے بعد براہین پنجم میں بیان کیا تھا کہ ۵۰ اور ۵ برابر ہیں کیونکہ دونوں میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس کلیہ کے لحاظ سے ۱۹۰۰ اور ۱۹۰ بھی باہم برابر تھے کیونکہ ان میں صرف ایک نقطے کا فرق تھا۔ اور ۱۹۰ اور ۱۹ بھی باہم برابر تھے کیونکہ ان میں باہم ایک نقطہ کا فرق تھا۔ اور اسی کلیہ کی فرع میں یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ ۱۹ اور ۱۰ برابر ہیں کیونکہ ۱۹ کے ایک اور نو کا مجموعہ ۱۰ ہوتا ہے، اور پھر ۱۰، اور ۱، باہم برابر ہیں کیونکہ ان میں بھی باہم صرف ایک نقطہ ہی کا فرق ہے۔ نتیجتاً ۱۹۰۰ سال، اور ایک سال برابر ہو گئے۔ بہاء)

گواہوں نے تو آپ کے جھوٹ بولا مگر ہم سچ کہتے ہیں کہ، کئی لاکھ آدمی ہر فرقے کے بالاتفاق اور کشمیر کے رہنے والے بالخصوص، اس دروغ بے فروغ پر جو کچھ آپ کو کہہ رہے ہیں کسی کان رکھنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ مگر ذرا غور کرو کہ بقول مرزا یہ روایت تو ایسی مشہور اور قدیم اور سلسلہ وار کشمیر میں زبان زد خاص و عام۔ اور پھر بھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے کہ قادیان کے لوگوں کو اس کی خبر ہوئی اور انہیں کے منہ سے پبلک کے کانوں تک پہنچی ابھی کل تو مرزا جی کو بھی اس کی خبر نہ تھی گو آپ فی ادنی الا رض پنجاب میں کشمیر کے زیر سایہ ساری عمر بسر کر چکے۔ وہ آپ ہی تو ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳۔۴۷۴ پر مسیح کی قبر کا پتہ یہود یہ دیس میں بتلاتے رہے اور لکھ چکے:

مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا۔،

اور حواریوں کو کشفی طور پر مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جب کہ وہ گلیل میں جا کر کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا ۴۰ دن برابر نظر آتا رہا۔،

پس آپ نے ایسی مشہور اور مضبوط روایات سے کیسے انکار کیا تھا؟ کیا قدامت اور شہرت اسی کا نام

ہے؟

یہودی شاہد

چوتھی دلیل ۔ایک یہودی نے بھی اس کی تصدیق کی کہ قبر واقع سری نگر یہودیوں کے انبیاء کی قبر کی طرح ہے۔(ریویو آف ریلی جنز جلد اول ص۴۹۱)

باطل ست آنچہ مدعی گوید۔ جب کبھی آپ کو مسیحیت کے بارے میں کوئی شاہد درکار ہوا کوئی نہ کوئی یہودی فوراًفریاد کو پہنچ گیا۔آپ نے اس یہودی سے پوچھا ہوتا کہ، یہودیوں کی قبروں میں اور انبیاء کی قبروں میں اور پھر یہودی اور مسلمانوں کی قبروں میں کیا فرق رکھا گیا ہے جس سے ایک قبر کو دوسری سے پہچان سکتے ہیں۔آپ بھی بہت سادہ لوح ہیں اس یہودی کو آپ نے بنایا ہے۔اول تو آپ خود مان چکے کہ اس قبر کا، طرز دفن مسلمانوں اوراہل کتاب سے خاص ہے۔، پس کیوں جائز نہیں کہ یہ قبر کسی مسلمان کی ہے؟

دوم یہ قبر مسلمانوں کے محلے میں واقع ہے۔،اس سے بھی اس کا مسلمان کی قبر ہونا ثابت ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ تم کہتے ہو، قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے۔ یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے اور قبر کے اندر تک پہنچی ہوئی۔، اور تم خود اقرار کرتے ہو کہ، قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں۔(راز حقیقت۔ص۱۷۔۱۸)

پس آپ اپنے مسخرے یہودی سے پوچھ لیجئے کہ بچہ تم نے کیسے اس قبر کو یہودیوں کے انبیاء کی قبروں کی کہد یا۔کس نبی کی قبر میں پول نکلا؟

اب یہ بات آپ ہم کو سمجھا دیجئے کہ اس قبر کے پاس ،قدم رسول، کہاں سے آ گئے۔ مجرد یہ لفظ رسول مسلمانوں کی اصطلاح میں صرف آنحضرت (ﷺ) کے لئے بولا جاتا ہے پس یا تو یہ سب محض لغو باتیں ہیں بے سروپا یا آپ اب یہ تیاری کرر ہے ہیں کہ کہد یں شب معراج حضرت (ﷺ) اس قبر عیسی کی زیارت کو تشریف لائے تھے۔ (مرزا صاحب ایسا کیونکر کہہ سکتے تھے، وہ تو معراج جسمانی کے قائل ہی نہیں۔ ہاں اپنے کسی سابقہ جنم میں، کیوں وہ کرشن بھی تھے، اپنی سیر کشمیر کی یادگار اسے قرار دے سکتے تھے۔بہاء)

خان یار کا چبوترہ قبر نہیں

خیر اب ہم آپ کی خاطر مانے لیتے ہیں کہ کسی نامعلوم طریقے سے یہ قبر یہودیہ کے انبیاء کی قبروں کی طرح ضرور ہو گی تو پھر کیا ہر چبوترہ جو نبی کی قبر کے انداز کا بنا ہو نبی کی قبر قرار دیا جائے گا۔ قبر کسی مستطیل یا ماہی پشت چبوترہ کو نہیں کہتے، قبر وہ ہے جس کے اندر کوئی مردہ دفن ہو۔ آپ کے دعوی میں دو جز ہیں۔ پہلا یہ کہ محلّہ خان یار، یا سری نگر میں جو چبوترہ ہے وہ قبر ہے یعنی اس میں کوئی مردہ گڑا ہے، دوسرا یہ کہ مردہ مسیح کا لاشہ ہے۔ پس جب آپ یہ کہتے ہیں کہ، لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسی کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔، تو آپ ہذیان بکتے ہیں۔ جو شئے، جسم کی آنکھ سے، لاکھوں انسانوں نے دیکھی وہ صرف ایک تودہ خاک ہے۔ نہ انہوں نے کبھی مسیح کو دیکھا، نہ مسیح کے لاشے کو دیکھا۔ بلکہ انہوں نے تو اس لاشے کو بھی نہیں دیکھا جو اس قبر میں رکھا بیان کیا جاتا ہے، بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ اس بات کا بھی کوئی جھوٹا یا سچا گواہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اس تودہ خاک کے نیچے کوئی لاشہ بھی ہے۔ یعنی ابھی یہ بھی نہیں ثابت ہوا کہ جس کو آپ قبر کہتے ہیں وہ کوئی قبر ہے، چہ جائے کہ وہ مسیح کی قبر یا مریم کی قبر ہے۔

ہم چلتے ہوئے یہ سوال بھی کریں گے کہ ایسی مہمان نواز نبی پرور قوم کشمیری نے حضرت مسیح کی قبر تو محفوظ رکھی مگر حضرت مریم جو بزعم شما حضرت مسیح کے ساتھ کشمیر تشریف لائی تھیں ان کی قبر کہاں گئی۔ ان کی قبر تو ضرور ملنا چاہیے کیونکہ ان کا انتقال تو حضرت مسیح کی حین حیات ہوا۔ ان کی قبر تو حضرت مسیح کی زیر نگرانی بنی ہو گی۔ آپ تو اس ملک کے، شہزادہ نبی، تھے۔ سارے لوگ آپ کے معتقد تھے، یہ قبر تو ضرور یہودیوں کے انبیاء کی ماؤں کی قبروں کی طرح ہو گی۔ اور یہ بھی ویسی ہی قدیم اور مشہور ہونا چاہیے جیسے مسیح کی قبر۔ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ حضرت مریم کی قبر کا پتہ بتا دیں۔ چاہیے تو یہ ہے کہ اسی روضہ صاحب میں جو دوسری قبر کسی سید نصیر الدین کے نام سے مشہور ہے اس کو آپ فوراً قبر مریم ثابت کر دیں ورنہ بنا یا کھیل بگڑتا ہے۔ ذرا اس مٹے ہوئے کتبے کو میگنی فائنگ گلاس magnifying glass سے پھر تو پڑھیے۔

علم اللسان

پانچویں دلیل، اور یہ مرزا جی کی برہان قاطع ہے۔اور شائدیہی وہ عظیم الشان علمی تحقیقات، ہے جو یورپ اور امریکہ کے محقق، لوگوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے (جلداول۔ص۴۱۹)۔ یہ ضرور علمی، دلیل ہے کیونکہ فیلالوجی یعنی علم اللسان کے متعلق ہے، ناظرین ذرا ہنسی روک کے سننا۔

حضرت عیسی کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے اور جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سری نگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا، یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں پر سری کا لفظ موجود ہے یعنی جہاں حضرت مسیح صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیس صدیوں کے اخیر میں حضرت مسیح کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت جو کشمیر کے علاقہ میں ہے وہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے، (ریویو آف ریلی جنز۔ص۲۳۴،۲۳۵)

ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو ایک لطیفہ میں کوئی مرزا طل الیوق بالقابہ کسی مرزا منصور بن موسی کے صاحبزادے گزرے ہیں وہ آپ ہی کے کوئی علاتی بھائی تھے اور ہم نے جو اس دلیل پر غور کیا تو ہم پر روشن ہو گیا کہ مرزا جی سڑی ہو گیا اور اب قادیان کا نام سڑی نگر ہونا چاہیے۔ یہ عجیب بات ہے کہ سری کی خرابی سے سڑی بن جاتا ہے اور مرزا جی کی سری میں فتور ہے ان کو خود بخود اقبال ہے کہ ان کو، دوران سر اور کمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے۔ (ریویو جلد اول۔ص۳۴۶)

دوران سر کا ٹھیٹھ اردو ترجمہ، سر پھرنا، ہے۔ اور سر پھرنے سے مراد سڑی ہونا ہوتا ہے اس پر سند استاد کے کلام کی لیجئے

فرہاد سے ہم سری کون کرے
سر کس کا پھرا ہے یوں کون مرے

مرزا جی کی دلیل ہم کو نہیں جچتی۔ ہم اس سے بہتر لطیفے سن چکے ہیں ایک پرانے استاد نے عورت کی

ہجو میں کہا۔لفظ زن مصدر زدن سے نکلا ہے

اگر نیک بودے سر انجام زن
زنان را مزن نام بودے نہ زن

اگر ان کو معلوم ہوتا کہ زن کو سنسکرت میں ناری کہتے ہیں تو پھڑک اٹھتے اور سمجھ جاتے کہ بید یا برہمن نے عورت کو جہنمی بھی کہہ دیا۔ان سے بھی بڑھ کر لوگ گذرے ہیں ایک صاحب نے کانے کی مذمت میں نص قرآن ہی پیش کر دی نظم میں

کانے کی بات کا مت کرو یقین
لکھا ہے قرآن میں کــان مـن الـکـافـریـن

اب حقیقت اس سری کی سنو۔جس مقام پر خداوند مسیح کو صلیب دی گئی اس کا نام نہ سری ہے اور نہ گلگت بلکہ گول گتھا، جو معرفہ ہے اور جس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ سے ہوسکتا ہے اور ہماری اردو زبان میں جس کا ترجمہ،کھوپڑی کا مقام (مرقس ۱۵:۲۲)۔گر وہ مقام ترجموں کے اعتبار سے جو ہمیشہ مختلف ہوتے ہیں مشہور نہیں ہوسکتا بلکہ اصلی لفظ کے اعتبار سے جو گو گتھا ہے اور وجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک ٹیلا تھا بے برگ و گیاہ کاسہ سر یعنی جھوپڑی کے مشابہ اور مقتل ہونے کے باعث وہاں مردوں کی کھوپڑیاں بھی پڑی رہتی تھیں اور یہ ایک وحشت ناک مقام تھا جس کو کوئی صوری یا معنوی مشابہت یا مناسبت کشمیر سے ممکن نہیں۔

مگر مرزا جی کی بدتمیزی کی داد دینا چاہیے۔سری اردو زبان میں کلّہ کو کہتے ہیں یعنی مذبوح جانور کے سر کو۔پس چاہیے تھا کہ وہ سری اور کھوپڑی میں تمیز کرتا۔پھر گلگت کو بھی گول گتھا سے کچھ مناسبت نہیں۔نہ لفظی۔نہ معنوی۔مرزا تو یہاں اس کاتب سے بھی بڑھ گئے جس نے قرآن شریف میں خرّ موسی کو خرّ عیسی پڑھا تھا۔گلگت ایک شہر کا نام ہے جو اس نام کے دریا پر..واقع ہے۔پس اگر ہمارا دیوانہ گول گتھا کو گلگت بھی بنا دیتا تو بھی گلگت،سری نگر نہ بن سکتا۔

اور سنیئے سری نگر کو مرزا جی،سری کا مکان، کہتے ہیں اور سری کو بمعنی کھوپڑی سمجھتے ہیں۔ان بیچارے کو

کیا معلوم کہ سری سنسکرت کا لفظ ہے اور نام ہے لکشمی دیوی کا۔ اور سری پتی یعنی لکشمی کا شوہر وشنو کو کہتے ہیں۔ اور لکشمی سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس شہر کا نام سری نگر یعنی لکشمی کا شہر رکھا گیا۔ مرزا جی کی یہ دلیل نکمی ہے ۔، بلکہ سوء اور راء سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں کہ میں اس کو بہت برا دیکھتا ہوں۔ (جلد اول۔ص ۶۵)

اس دلیل میں ایک لطف یہ ضرور ہے کہ مرزا جی نے دعوی کسر صلیب کا کیا تھا اس کی پاداش میں اس کو خود اپنے ہاتھ سے سری نگر میں اچھا خاصہ صلیب نصب کرنا پڑا، اور سری نگر کو انہوں نے آپ گویا خداوند مسیح کی یادگار قرار دیا۔ خوب کہا: جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

باب لد اور لداخ

اکبر مسیح کہتے ہیں کہ یہ لکھتے ہوئے ہمارا ذہن ایک اور طرف منتقل ہو گیا اور اب مرزا جی ہماری بات کو عنقریب لے لیں گے۔ سری نگر سے یہ گلگت پہنچے مگر مقصود ان کا لداخ تھا اور یہ کشمیر کا علاقہ ہے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح نازل ہوں گے تو دجال کو قتل کریں گے۔ باب لد کے پاس فیقتله عند باب لد مرزا جی کو ہندوستان سے باہر نکلنا نہیں گو مسیح کے معنی ہی آپ نے، نبی سیاح، بتائے ہیں (ص ۲۳۵)۔ پس کھونٹے سے بندھنے والا کیونکر مثیل مسیح ہو سکتا ہے۔

حدیثوں میں بیان ہوا کہ مسیح دمشق میں نازل ہوں گے کعبے کو تشریف لائیں گے اور باب لد کے پاس دجال کو قتل کریں گے۔ پس مرزا جی نے قادیان کو کعبہ قرار دیا، وہیں منارہ دمشق بنایا۔ پنجاب کو بیت المقدس اور کشمیر کو مدفن مسیح بتایا۔ پھر بھی لد کی کسر رہ جاتی تھی۔ لد کے معنی جھگڑالو کا اخ یعنی بھائی مل جائے گا۔ اور یہ لطیف اشارہ عند باب لد کی طرف ہوا اس کو مرزا جی کے مرید سمجھ جائیں گے۔ لداخ میں پادری لوگ بھی ہیں اور پادریوں کو مرزا جی دجال بتاتے ہیں اور چونکہ سرکاری عمل داری سے لداخ دور ہے، کیا عجب جو قصد ہو کہ وہاں کسی پادری کو اکیلا دکیلا پا کر مار ڈالوں اور اپنے چیلوں سے کہوں کہ لداخ سے باب لد کے پاس میں دجال یا اس کے بھائی کو مار آیا۔ (مرزا صاحب شائد لدھیانہ کو لد قرار دیتے تھے۔ اور لدھیانہ وہی جگہ ہے جہاں خود مرزا صاحب،

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے مقابل مباحثہ میں شکست سے دوچار ہوئے تھے یعنی ان کا علمی قتل وقوع میں آیا تھا، اور یہ وہی مقام ہے جہاں احمدیوں کے شیر اور مناظر اعظم میر قاسم علی کو بمقابلہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ۱۹۱۲ء میں شکست فاش سے دوچار ہوکر تین سو روپیہ تاوان ادا کرنا پڑا تھا۔ بہاء)

غرضیکہ کچھ تو ما حصل مرزا کی، پرانی کتابوں،، پرانے کتبے، اور لاکھوں انسانوں کی چشم دید شہادت، کا تھا۔ اب آپ اپنے خواب پریشان کو ثابت کرنے کے لئے انجیل اور قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کر کے ایک اور ہی نیا تماشہ دکھلائیں گے مگر مرزا جی کے راز حقیقت کو پڑھ کر ہم پر ان کا ایک راز فاش ہو گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اس سوراخ سے نہایت عمدہ خوش بو آتی رہی ہے، یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے اور قبر کے اندر تک پہنچا ہوا ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر یہ خیال قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ (ص ۱۷۔۱۸)

عمدہ خوشبو آنا کیوں بند ہوگئی؟ یا تو یہ نری گپ تھی یا مرزائیوں کے قدم کی برکت۔ بھلا اگر آج کل کثرت سے خوش بو نکلتی تو کوئی بات بھی تھی۔ اس کا قادیانی مدعی کے عہد میں موقوف ہو جانا کسی نحوست کا نشان ہے اور بس، اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرزا جی کو عوام کی اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ اس قبر میں خزانہ گڑا ہے اب آپ اور آپ کے چیلے اس قبر کے معتقد بن کر وہاں کے مجاور بننا چاہتے ہیں اور لوگوں کو اس طرف سے غافل کر کے کہ خزانہ کا خیال باطل ہے اور یہ کہہ کر کہ، کتبے کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہیں، اس قبر کو ایسے ایسے حیلوں اور بہانوں سے کھدوا کر دیکھنا چاہتے ہیں تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور ایک گنج قارون ہاتھ لگ جائے اور اسی حرص وطمع میں آپ قرآن پر دام تزویر ڈال رہے ہیں۔ یہ ہے راز حقیقت۔

مرزا کا خبط کشمیر
اور شہادت انجیل وقرآن وحدیث

اول: انجیلی دلائل:

کاٹھ پر لٹکایا گیا

۱۔ جناب مرزا جی فرماتے ہیں:

مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے اور لعنت کا ایک مفہوم ہے کہ عیسی مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔..پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جلد۲ص ۱۰،۱۱)

صلیب خدائے تعالی کی طرف سے جرائم پیشہ کی موت کا ذریعہ ہے پس جو شخص صلیب پر مر گیا وہ مجرمانہ موت مرا جو لعنتی موت ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ص ۱۸۰۔۱۸۱)

وہ شخص کس درجہ شعور وعلم دین سے بے بہرہ ہوگا جو یہ مان لے کہ محض کاٹھ پر لٹکایا جانا کسی کو لعنتی کر سکتا ہے۔ کیا کوئی بے جرم برگزیدہ خدا کافروں اور ظالموں کے ہاتھ سے ملعون ہوسکتا ہے؟ جس تارک نماز نے لا تقر بوا الصلوة سے سند پکڑی تھی وہ فہم وفراست میں قادیان کے امام صاحب سے زیادہ تھا۔

اے ناظرین سن لو کہ کتاب مقدس میں کیا لکھا ہے:

اگر کوئی شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو مستوجب سزائے موت ہے اور وہ قتل کیا جائے اور تو اس کو درخت پر لٹکائے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکنے نہ پائے بلکہ تو ضرور اس کو اسی دن دفن کر دینا کیونکہ جو لٹکایا گیا وہ خدا کا لعنتی ہے۔ (توریت کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲،۲۳)۔

اس سے روشن ہے کہ نہ ہر شخص جو قتل کیا گیا بلکہ وہی جو ایسے گناہ کا مرتکب ہو قتل کیا گیا جو مستوجب

سزائے موت ہے لعنتی ہوا۔اب بتاؤ کیا تم مانتے ہو یا کبھی کسی عیسائی نے کہا کہ معاذ اللہ حضرت مسیح کسی گناہ کے مرتکب ہوئے جس کی پاداش موت تھی۔

صلیب کی شرمندگی

اور وہ قتل کئے گئے اور پھر صلیب پر لٹکائے گئے۔ پھر ایسی بے ہودہ تقریر کر کے کیوں چار دانگ عالم میں رسوا ہوتے ہو؟ ہاں اس قدر سچ ہے کہ یہودیوں کے درمیان ،صلیب کی شرمندگی ، بہت بڑی تھی کیونکہ یہ سزا قانوناً مجرموں کو دی جاتی تھی اور جو لوگ عدالتوں سے مجرم ٹھہر کر مصلوب ہوتے وہ دراصل بھی لوگوں کی نظروں میں مرتکب جرائم اور ملعون سمجھے جاتے تھے اسی غرض سے انہوں نے روح اللہ کو ذلیل کرنے کی خاطر نہ صرف صلیب کی سزا دلائی بلکہ مشہور چوروں کے ساتھ مصلوب بھی کروایا، تاکہ عوام الناس اس سردار دو جہاں سے برگشتہ ہو کر آپ کا نام ہمیشہ رسوائی کے ساتھ یاد کریں۔ دشمنوں نے دراصل آپ کو مصلوب ہونے کی وجہ سے ملعون کہہ کر اپنے لئے ہمیشہ کی لعنت کمائی اور اہل عرفان پر اپنی خباثت اور شیطنت ثابت کر دی اور انہیں کی نسبت مقدس پولوس نے فرمایا ہے:

میں تمہیں جتاتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے روح کی ہدایت سے بولتا ہے وہ نہیں کہتا کہ یسوع ملعون ہے

(کرنتھی ۱۲:۳)

یہ ناپاک کلام صرف اسی کی زبان سے نکلے گا جو شیطان لعین کا ہم زبان ہو گیا ہو۔تاہم اس میں کوئی کلام نہیں کہ حق اللہ اور حق العباد ادا کرتے ہوئے بھی صلیب کے اوپر حضرت مسیح کا شہید ہو جانا ان لوگوں کے سامنے بدنامی کا باعث ظاہر ہوا جو آپ کی رسالت اور مسیحیت اور آپ کی برگزیدگی اور عصمت کے قائل نہ تھے ۔پس ایک زمانے کی رسوائی اور بدنامی کو خدا کی راہ میں مسیح نے یوں گوارا کر کے صلیبی موت کو اختیار کیا، گویا:

ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (گلتی ۳:۱۳)۔

اس نے شرمندگی کی پرواہ نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا (عبرانی ۱۲:۲) اور خدا کے وعدوں کا صبر واستقلال سے انتظار کیا اور پھر وہ وقت دیکھا جب آپ کی بے گناہی اور عصمت کا سارے جہان نے ایک زبان ہو کر اقرار کر لیا اور صلیب کو خدا کی رحمت کا نشان مان لیا اور بجز ہلاکت کے فرزندوں کے کون ہے جو صلیب کو لعنت

کرتا ہے۔

مصلوب ہونا اور مرزا

ہم یہاں مرزا جی سے یہ بھی پوچھیں گے کہ کس سند سے تم نے ،مصلوب نہیں ہوا،کو،یعنی صلیب پر نہیں مرا، کہد یا۔کیا مصلوب ہونا اور مرجانا ایک ہی بات ہے؟ کیا تم نے خود نہیں لکھا کہ،صلیب پر لٹکا رہنے کے بعد بعض شخص جانبر ہو گئے ۔(ص ۱۹۳) ۔کیا مصلوب صرف اسی کو نہیں کہتے جو صلیب پر کھینچا جائے خواہ مرے خواہ نہ مرے؟ کیا تم ہم کو نہیں بتا چکے کہ تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا۔،اور ہڈیاں توڑنے کے بعد، یقین ہو جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا (ازالہ اوہام۔ص ۳۸۱) اور عیسائیوں کا عقیدہ بھی تو یہی ہے کہ، مسیح صلیب پر کھینچا گیا مر گیا،۔پس تم کو اب کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ مصلوب ہونا اور مرنا جدا جدا باتیں ایک بات نہیں ہے۔

پھر قول غت ربود تو آپ نے یہ پیش کیا تھا، جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔،اور آپ بڑے زور شور سے مان چکے کہ مسیح ضرور صلیب پر لٹکائے گئے تو آپ خود دیکھ لو کہ تمہاری تقریر کا نتیجہ لعنت ہوا یا نہیں؟

صلیب کے اوپر شہادت:

مرزا نے اس لچر تقریر کو بار بار تکرار سے اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں بیان کیا ہے۔ہم ہمیشہ اس کے منہ سے یہی سنتے ہیں:

جو شخص صلیب پر مر گیا وہ مجرمانہ موت مرا جو لعنتی موت ہے۔،

اہل کتاب کی کتب مقدسہ سے تو مرزا کی جہالت ہمالیہ کی چوٹیوں سے بھی زیادہ بلند ہے لیکن اگر اس کو اپنی دینی کتابوں سے بھی ذرا واقفیت ہوتی تو بھی وہ ایسا مردود سخن زبان سے نکالتے تامل کرتا کہ محض صلیب پر لٹک جانا انسان کو لعنتی کر دیتا ہے۔اس کے ذہن میں آتا ہی نہیں کہ بے گناہ مصلوب ہو جانا خدا کی نظر میں سوائے شہادت کے اور کچھ نہیں۔ہم آج اس کو سمجھائے دیتے ہیں تا پھر یہ کفر آمیز گفتگو اس کے منہ سے نہ سنیں۔فرعون نے ان جادوگروں کو جو اپنے کفر سے توبہ کر کے موسی پر ایمان لائے اور قوم کے سامنے علانیہ

شہادت دی ہاتھ پاؤں کاٹ کر صلیب پر کھینچ دیا اور صلیب پر قتل کر ڈالا لا صلبنکم فی جذوع النخل (طہ۔رکوع ۳) اور مسلم شریف میں آنحضرت (ﷺ) نے قصہ اصحاب الاخدود میں فرمایا کہ کس طرح ایک کافر بادشاہ نے ایک ولی کامل صاحب کشف وکرامات کو صلیب کے اوپر کھینچ دیا، پھر اس کے ایک تیر مارا جو مصلوب کی کنپٹی پر جالگا، اور وہ وہیں مرگیا صلبہ علی جذع ثم رماہ فوضع السھم فی صدفہ فمات ۔اب مرزا بتلاوے کہ وہ ان مومنین آل فرعون اور اس ولی اللہ پر کیا حکم لگاتا ہے جن کو کافروں نے ایذائیں دے کر صلیب کے اوپر مار ڈالا۔

پھر کیوں تجویز کیا جاتا ہے کہ مسیح کے لئے صلیب پر لٹکنا تو ضروری تھا مگر مرنا ضروری نہ تھا۔کیا محض اس لئے کہ خان یار کی تکیہ داری آپ کو مل جائے اور آپ سری نگر کے مجاور بن جائیں۔

مسیح کی دعا اور اس کی قبولیت

ہم کو مرزا جی کے کسی قول وفعل کا اعتبار نہیں، ابھی آپ فرما چکے تھے کہ مسیح نے:

خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی۔(جلد اول۔ص ۵۰۹)۔

پھر بھول گئے اور ہم کو تاکید کر کے فرمادیا:

یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتشمنی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔(ریویو جلد ۲ ص ۱۶)۔

پھر اسی دعا کو آپ نے ،صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں،ایک بہت بڑی انجیلی شہادت قرار دے دیا۔اور پھر خود ہی یہ مان بیٹھے کہ مسیح مصلوب بھی ضرور ہوا ہے۔صلیب ہی ہر شدت درد سے بے ہوش ہو گیا۔(ریویو جلد ۱ ص ۳۴۲)۔غرض کہ کل عقوبتیں جھیلیں مگر مرے نہیں۔پھر جب لوگوں نے سمجھا دیا کہ یہ کیا بک گئے :صلیب سے محفوظ رہنے،کے تو کوئی معنی نہ ہوئے،تو آپ نے یہ فرمادیا کہ مسیح نے دعا اس لئے کی تھی کہ، خدائے تعالی اسے صلیب کی لعنتی موت سے بچالے،(جلد ۲ ص ۱۵۲)۔اور اس قول کے لئے آپ نے استدلال اس کلام سے کیا، جو کوئی کاٹھ پر لٹکا سو لعنتی ہے۔، اب ہم نے اس کا مطلب بھی آپ کو سمجھا دیا فکشفنا

عنك غطاءك ۔

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ موت ایسی چیز نہیں جس سے کوئی حفاظت مانگے کل نفس ذا ئقة المو ت ۔مگر موت کی سختی سے جان کندن سے جسمانی عذاب سے ضرور امان مانگی جاتی ہےاور خدا کی مرضی کی متابعت میں مسیح نے بھی ایسی دعا مانگی کہ،اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تا کہ میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔ ،اوراس دعا کا راز بھی شاگردوں کو بتلایا: روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے ۔(متی ۲۶:۴۱)۔یعنی مسیح نے عقوبت اور جسمانی عذاب کی تلخی سے مشیت ایزادی پر راضی ہوکر دعا کی تھی ہرگز موت سے امان نہیں مانگی اور وہ دعا ضرور مقبول ہوئی۔

اگر کسی شخص کے اوپر ایک بوجھ آپڑے اور وہ اس سے بچنے کا خواستگار ہوتو دو طریق سے اس کی عرض قبول کی جاسکتی ہے۔یا تو بوجھ ہلکا کر دیا جائے یا اس کے برداشت کرنے کے لئے کافی زور اور صبر اس کو عطا کیا جائے۔مسیح نے موت کے دردوں سے بچنا چاہا اور خدا کی مرضی کو اپنی سپر ٹھہرایا پس خدا نے روحانی انتظام کر دیا ابھی آپ دعا کر ہی رہے تھے کہ،آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا تھا۔(لوقا ۲۲:۴۳)

اوراس کا نتیجہ انجام کار یہ ہوا کہ آپ نے ،اس خوشی کے لئے جواس کی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پروانہ کرکے صلیب کا دکھ سہا۔(عبرانی ۱۲:۲)۔اگر آپ پر عقوبتوں کی یورش ہوئی تو خدا کے فضل سے آپ نے صبر وتحمل تسلیم ورضا سے جواب دیا اوران صفات کو ابتلا کی غایت میں اس فراوانی سے ظاہر کیا کہ جلاد بھی عش عش کر نے لگے،دریائے رحمت میں آپ نے اپنے تئیں ایسا فنا کر دیا کہ قاتلوں کو مستحق شفاعت گردانا اور درگاہ کبریائی میں دعا کی:

اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔(لوقا ۲۳:۳۴)

مرزا جی اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں یہ تو ایسے عارفوں کے سمجھنے کی ہے جیسے حضرت شیخ الاکبر گذرے ۔اس وقت عرش بریں سے کیا کیا رحمتیں آپ پر نازل ہوئیں۔

صلیب کی شام

کہ وہ کاٹھ جو اوروں کے لئے لعنت کا تمغہ تھا آپ کے وجود باجود سے لگ کر نشان رحمت ہو گیا۔ صلیب ہی تو ہے جس کے پرچم تلے آپ کا سر دھڑ جما ہوا ہے۔ ذرا اس صلیب کے سایہ سے باہر نکل کر آزما تو لو ۔صلیب ہی تو ہے جو تاج برطانیہ کو رونق دے رہا ہے جس کے آگے تم سر ٹیک رہے ہو اور جس کے اوپر سے صدقہ ہو جانا اپنی سعادت سمجھتے ہو۔ تم اور کسر صلیب چھوٹا منہ بڑ و بڑی بات ۔ یہ نخل عالم کے آب دیدہ کا سینچا ہوا ،اس کو حضرت مسیح آپ اکھاڑیں تو اکھڑے۔ پس آپ کو جلد معلوم ہونا چاہیے کہ مسیح کی دعا استجابت کے لئے موت سے بچ جانا اور سری نگر کو آنا مطلق ضروری نہیں مسیح کی جو کچھ دعا تھی وہ صلیب ہی کے اوپر منظور ہوئی۔

ایلی ایلی لما شبقتنی ۔

صلیب کی سختیوں میں حضرت مسیح کی زبان سے نکلا تھا ایلی ایلی لما شبقتنی ۔مرزا کی تعجیل کاری نے اس کو رخصت نہ دی کہ ذرا بھی اس کلام کا مفہوم سمجھ سکتا۔ جھٹ بول دیا، مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا ایلی ایلی کر کے چیخیں مارنا شروع کر دیں۔ (جلد اول۔ص ۵۱۳)۔ یہ کہہ کر مرزا نے اپنے قلب کی حالت ہم کو دکھلا دی اور ہم کو بہت افسوس آیا کیونکہ مسیح کی زبان سے جو کلام نکلا وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ (فلپی ۲: ۹۳)

اگر کوئی کسی دین دار مسلمان کو بستر مرگ پر پڑا ہوا لب ہلاتے دیکھے اور وقتاً فوقتاً اس کے منہ سے ایسے کلمے سنے کل شیء ا حصینا انا تطیر نا بکم ۔اور اس کی وفات کے بعد لوگوں سے کہے کہ میں نے تو اس مسلمان کو آخر تک مال اسباب گنتے اور تیمارداروں کو نامبارک کہتے دیکھا، تو وہ لوگ جو واقف ہیں کہ وہ مرد مومن سورہ یاسین پڑھتا ہوا مرا، اس شخص کی جہل و نادانی پر کس قدر تاسف کریں گے۔ مسیح کے کلام پر ایسا ہی ناشائستہ اعتراض مرزا نے کر کے واقف کاروں کو اپنے اوپر ہنسایا ہے۔ اس بیچارے کو کیا معلوم کہ ایلی ایلی لما سبقتنی حضرت داؤد کے بائیسویں زبور کا مطلع ہے اس زبور کو تنگی اور مصیبت کے وقت ایماندار پڑھتے ہیں اور اس میں حضرت مسیح کے دردوں کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔ وہ سراسر آپ ہی کے حسب حال تھا اور اس وقت آپ نے اس کو پڑھنا شروع کیا تھا۔

اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑیں

تیسری دلیل آپ کی، مسیح کے یہ اقوال ہیں:

میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی ۱۵:۲۴)

ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا۔ (لوقا ۱۹:۱۰)

آپ لکھتے ہیں:

حضرت مسیح کے یہ الفاظ کہ میں گم شدوں کی تلاش کرنے آیا گم شدہ فرقوں کے سوائے دوسرے یہودیوں پر کسی طرح لگ نہیں سکتے (ص ۱۲)

اور ان ،گم شدوں، سے آپ صرف ،وہ بنی اسرائیل جو دور دراز ملکوں میں جا آباد ہوئے تھے۔، مراد سمجھتے ہیں اور پھر ایک تیسری زبردستی سے آپ دور دراز ملکوں افغانستان اور خاص کر کشمیر ہی کو شمار کرتے ہیں، لو عقدہ حل ہو گیا مسیح کو رسولا الی بنی اسرائیل کہا اس سے قرآن کی مراد یہ ہے کہ آپ کشمیریوں کے رسول ہیں اور انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم میں، کم ،اشارہ کشمیریوں کی طرف ہوا کیونکہ آپ سوائے ،گم شدہ، یعنی جلاوطن یہودیوں کے کسی کے پاس نہیں بھیجے گئے اور لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم ،سے یہ مراد ہوئی کہ میں کشمیری یہودیوں پر وہ چیزیں حلال کردوں جو حضرت بدھ کی شریعت میں ان پر حرام ہو گئی تھیں۔ قرآن فہمی مرزا جی پر ختم ہو گئی۔

ناظرین پر واضح ہو کہ ،کھوئی ہوئی بھیڑ، اور ،کھویا ہوا، جب انسان پر بولا جاتا ہے تو وہ ایک عام کتابی استعارہ روحانی گمراہی کے لئے ہے اور کھوئے ہوئے کو ڈھونڈنے سے مراد ہدایت بخشنا ہے۔ زبور میں ہے:

میں کھوئی ہوئی بھیڑ کی مانند بھٹک گیا ہوں اپنے بندہ کو تلاش کر۔ (۱۱۹:۱۷۶)

مقدس پطرس عیسائیوں سے فرماتے ہیں:

پہلے تم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے مگر اب اپنی روحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس

پھر آ گئے ہو۔ (خط اول ۲:۲۵)

اور یہی محاورہ قرآن وحدیث میں بھی موجود ہے مثلاً آنحضرت (ﷺ) کا یہ قول:

الم ا جد کم ضلا لًا فهدا کم الله بی و کنتم متفر قین فا تفقو الله بی

(مشارق الانوار۔ص۱۰۲۴)۔آیا نہیں پایا میں نے تم کو بھٹکتا ہوا پھر راہ پر لگایا تم کو اللہ نے میری طفیل اور تم لوگ تتر بتر تھے پھر خدا نے تم کو بٹور لیا میرے طفیل....

یہ معنی تو مسیح کے اس قول کے اندر موجود ہیں جس سے مرزا نے استدلال کیا۔ مسیح نے فلسطین کے ایک یہودی خراج گیرز کائی ؟ ؟ کو اپنے دوسرے قول کا مصداق بنایا تھا آپ اس کے لئے کشمیر تک ناحق تکلیف فرماتے ہیں۔ فلسطین ہی کے یہودیوں کو فرمایا:

وہ ان بھیڑوں کی مانند جن کا چرواہا نہ ہو خستہ حال اور پراگندہ تھے۔ (متی ۹:۳۶)

فلسطین ہی کے یہودیوں سے مسیح نے پکار کر کہا:

اچھا چرواہا میں ہوں۔ (یوحنا)

فلسطین ہی میں آپ نے اپنی بھیڑوں کو ڈھونڈھا اور فرمایا:

میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں (آیت ۳۷)۔

پس کس قدر جاہل ہوگا وہ شخص نے جس نے اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں، گم شدہ فرقوں کے سوائے دوسرے، یہودیوں کو نہ سمجھا۔

عرب کے گم شدہ اسرائیلی

(اکبر مسیح لکھتے ہیں) ہم مرزا کو ایک نکتہ بھی سمجھائے دیتے ہیں کہ کشمیریوں کا گم شدہ اسرائیلی ہونا تو صرف برنیر وغیرہ کا ایک گمان اور خیال ہی ہے جس کے لئے کسی یقینی دلیل کے وہ خود بھی قائل نہیں مگر حضرت مسیح کے زمانے میں اور فلسطین کے قریب بھی دوسرے ملکوں میں جلاوطن یہودیوں کی ایسی قومیں کثرت سے آباد تھیں جن کے یہودی ہونے میں کسی کو بھی کبھی شک نہیں ہوا۔ پس اگر یہ حق ہے کہ مسیح بنی اسرائیل کے ان

فرقوں کی طرف بھی بیج بھیجے گئے تھے جو، آپ کی آمد کے بہت عرصہ پہلے مشرقی ممالک میں آباد ہو چکے تھے، (ص ۴۸)، اور اگر آپ کو پردیسی یہودیوں کی تلاش لازمی تھی تو سب سے پہلے آپ کو عرب میں آنا چاہیے جہاں تم کہتے ہو کہ، آنیوالا نبی، مبعوث ہونیوالا تھا اور، حضرت مسیح کی دعوت میں اس کے قبول کرنے کی وصیت تھی۔

شاید آپ کو آج تک معلوم نہیں تھا کہ مسیح کے زمانے میں کثرت سے یہودی عرب میں آباد ہو چکے تھے سر سید احمد کے خطبات ہی پڑھ لو، یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا جو پانچویں صدی قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے بھاگ کر آباد ہو گئے تھے (خطبہ ثالث) یہ کیسے ممکن تھا کہ اگر تمہارا خیال درست ہو تو ان یہودیوں کو چھوڑ کر آپ کشمیر چلے آتے؟

یونس نبی کی تمثیل

۴۔ سب سے بڑی نص مرزا جی کے پاس، حضرت مسیح کے اس قول کو قرار دیا ہے کہ:

جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین دن رات زمین کے اندر رہے گا۔ (متی ۲۔۴۰)۔

اور اس پر جناب یوں قلم فرسا ہیں:

سب پر ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ تھا.. زندہ رہا اور زندہ نکلا اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔

اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ (مسیح) صلیب پر نہ مرے گا.. بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں ۔ (ص ۹)

اگر مرزا جی کو تشبیہ و تمثیل کے اصول سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو آسانی سے سمجھ لیتے کہ مسیح نے یونس کے ساتھ صرف ایک بات میں اپنی مشابہت دکھلائی، تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں، یونس کا رہنا تین

رات دن زمین کے اندر مسیح کا رہنا، مشابہ ہے۔ اس سے زیادہ کسی واقعہ میں مشابہت نہیں۔ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونس والی تمثیل نہ سمجھنے کے لئے مرزا جی کے استاد جواب دہ ہیں جنہوں نے گلستان پڑھاتے ہوئے کوئی غلطی کی تھی اور مرزا صاحب کو اس شعر کا مطلب غلط سمجھا دیا تھا

قرص خورشید در سیاہی شد

یونس اندر دہان ماہی شد

ورنہ ایسی آسان مثال کے سمجھنے میں:

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

کی نوبت نہ آتی۔ مرزا جی نے جو نقشہ یونس اور مسیح کی مشابہت کا کھینچا وہ قابل دید ہے اسی سے آپ کے گمان کا ابطال ہوتا۔

یونس سمندروں کے بیچ ہزاروں کوس گردش کرتے رہے مسیح ایک جگہ خشکی میں قرار سے پڑے رہے

یونس مچھلی کے تنگ وتاریک جوف میں مقید تھے جہاں نہ روشنی کا گذر نہ ہوا کا۔

مسیح ایک قبر میں جو بزعم مرزا کوئی بارہ دری یا بالا خانہ تھا، ایک ہوادار وسیع کوٹھا جس میں ایک کھڑکی بھی تھی۔ اس میں ایک شکمی مشابہت بھی قابل غور ہے، کوٹھا زمین کے اوپر ہوتا ہے حالانکہ مسیح کا قول ہے کہ میں زمین کے اندر رہوں گا۔،

یونس مچھلی کے پیٹ کی غلاظت میں رہے جس نے آپ کو سقیم کر دیا تھا۔ مسیح کی قبر طرح طرح کی خوشبوؤں اور مصالحوں سے بسی تھی جس کے باعث بزعم مرزا آپ پھر سے تندرست ہو گئے۔

یونس تن تنہا بے یارو مددگار اس تنگی میں رہے

مسیح کے پاس بقول مرزا، تجربہ کار طبیبوں، کا جم گھٹا رہا۔

یونس بقول مرزا مچھلی کے پیٹ میں، بے ہوشی اور غشی، کی حالت میں رہے اور اس حالت کو مسیح کے مفروضہ سکتہ وغشی سے مشابہ بتلایا جاتا ہے۔ افسوس مرزا جی بالکل گڑ بڑا گئے کیونکہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں بے ہوش نہیں رہے بلکہ سراسر ہوش میں رہے تسبیح وتہلیل کرتے رہے (انبیاء۔صافات)

اب لیجئے یہاں خاص مشابہت مرزا تلاش کرتے تھے وہیں مشابہت بالکل زائل ہوگئی دوسری مشابہت مرزا جی نے یہ دکھلائی کہ مسیح نے ، یونس کی طرح قوم میں عزت پائی ،اور یہاں بھی مشابہت بالکل معدوم ہےاوراس کی وجہ یہ ہے کہ آپ عقل سے بولتےنہیں محض الہام کے جوش میں کچھ فرماجاتے ہیں اور وہی کلام لغو ہوتا۔

یونس نے تو اسی قوم کے ہاتھوں عزت پائی جس قوم نے ان کی بےعزتی کی تھی اور منکر ہوگئی تھی مسیح کو آپ کہتے ہیں کہ جس قوم نے یعنی فلسطین کے یہودیوں نے بےعزت کیا تھا پھراس نے دوبارہ قبر سے نکلنے کے بعد آپ کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا اور عزت کی تلاش میں ان کو دور دراز ملکوں کا سفر کرنا پڑااور بالکل دوسری قوم سے عزت پائی۔اب آپ ہی بتائیے کہ مشابہت کہاں رہی؟ اس مثال سے حضرت مسیح کا سری نگر تشریف لانا کیسے ثابت ہوگیا؟

یہاں انجیلی دلائل کا خاتمہ ہے مگر جب ہم اس قسم کی باتیں سنتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے

ام تا مر هم ا حلا مهم بهذا ام هو قو م طا غو ن

دوم: قرآن شریف کے دلائل

ہم یہاں مولوی صاحبوں سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اپنی بحث مکمل کرنے کی غرض سے قرآن وحدیث کے متعلق مرزا کی دلائل کو پرکھ لینے دیں۔گو ہم مانتے ہیں کہ یہ بحث خاص انہیں کا حصہ ہے

کشمیر کی طرف صریح اشارہ

مرزا جی فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اوراس کی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئےجیسا فرمایاو آوینـا هـما الی ربة ذات قرار و معین یعنی ہم نے عیسی اوراس کی والدہ کوایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا ۔سواس میں خدا تعالی نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا اور آوے کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ

دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسی اور اس کی والدہ پر کوئی مصیبت کا زمانہ نہیں گذرا جس سے پناہ دی جاتی (ریویو آف ریلی جنز جلد اص ۴۲۸، ریویو جلد ۲ ص ۷)

یہ دلیل تاریخ دانی پر زیادہ مبنی ہے اور اس کے بعد علم لغت پر

کشمیر کی کیسی شامت آ گئی جو ایسے پہاڑوں پر واقع ہے جس کی چوٹیاں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں اور ربوہ کا لفظ لغت عرب میں کسی ایسے ہی پہاڑ کو کہتے ہیں۔ بعض بچے پہیلیاں بوجھنے میں بہت ہنساتے ہیں اسی طرح ہمارے مرزا صاحب نے ربوہ کا لفظ سنا اور بول اٹھے کشمیر۔۔۔ عرفی نے کشمیر کی تعریف میں کہا تھا

ہر سوختہ جانے بہ کشمیر در آید
گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

مرزا جی نے کشمیر کی کیا معقول تعریف سنا دی ایک ٹیلہ اور صاف پانی اور اس میں بھی یعنی، دنیا میں سوا کشمیر کے، ٹیلا، کہاں؟ سوائے کشمیر کے، آرام کی جگہ، کہاں اور سوائے کشمیر کے، پانی صاف، کہاں؟

اب علم تاریخ سنیئے۔ صلیب سے پہلے عیسی اور اس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا۔

صلیب سے پہلے مصیبت کا زمانہ

آپ نے اگر اسی آیت سورہ مومنون رکوع ۳ پر شاہ عبدالقادر صاحب کا فائدہ پڑھ لیا ہوتا تو بھی ایک بڑا زمانہ مصیبت کا معلوم ہو گیا ہوتا۔ اگر آپ نے انجیل متی باب دوم پڑھ لیا ہوتا تو بھی آج کو یہ پشیمانی نہ اٹھانا پڑتی۔ وہاں لکھا ہے کہ:

جب دیار مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا تو اس نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا مگر بادشاہ ظالم کے منصوبے پر خدا کے فرشتے نے حضرت مسیح کے دلی؟ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا، اٹھ بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر بھاگ جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لئے ڈھونڈنے کو ہے۔ پس وہ اٹھ کر رات ہی

میں بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا..، اور جب ہیرودیس مر گیا تو...، پھر خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقے کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔

دیکھئے یہی وہ بڑی مصیبت کا زمانہ ہے، صلیب سے پہلے عیسی اور اس کی والدہ پر، گذرا اور جس کی طرف قرآن کا لفظ آوی اشارہ کرتا ہے پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا۔ مصر کا حال ہم کو زیادہ معلوم نہیں مگر ناصرت کا حال کافی معلوم ہے جس سے ہم اس کو ربوۃ ذات قرار و معین قرار دیتے ہیں ذات قرار ہونے میں تو کوئی شک نہیں یہیں ان دونوں کو ظالم کے ہاتھ سے پناہ اور قرار ملا تھا۔

ربوہ فلسطین میں

تفسیر کشاف میں ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے (دیکھو تفسیر حسینی) قصبہ ناصرت جس کو مسیح و مریم نے اپنا جائے قرار بنا لیا تھا، دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا (لوقا ۴: ۲۵ یا ۲۹) اور کسی حقیقی معنی میں ربوہ کہلانے کا مستحق تھا اور اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے جو چشمہ بتول کے نام سے مشہور ہے اور شاید قد جعل ربك تحتك سريا سے اسی کی طرف اشارہ ہو۔ بنا دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ۔ لیجئے یہ معین کی تعریف بھی ہو گئی پس ربوہ ذات قرار و معین لفظ بلفظ قصبہ ناصرت شریف کا نقشہ ہے نہ کہ سری نگر کشمیر کا۔ جب ہم مرزا جی کے منہ سے قرآن شریف کی آیات کی ایسی ایسی تاویلات رکیکہ سنتے ہیں تو ہم کو مرزا جی کا وہ الزام یاد آ جاتا ہے جو وہ سرسید مرحوم کو دیا کرتے تھے، جو تاویلیں قرآن کریم کی نہ خدا تعالی کے علم میں تھیں نہ اس کے رسولوں کے علم میں نہ صحابہ کے علم میں نہ اولیاء اور قطبوں اور غوثوں اور ابدال کے علم میں اور نہاں پر دلالت النص نہ اشارۃ النص وہ سید صاحب کو سوجھیں۔ اور اگر قرآن مجسم شخص ہوتا تو بصد زبان ان سے بےزاری ظاہر کرتا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸)۔

سرسید احمد مرحوم کی تاویلات کی تعریف یہ ہو یا نہ ہو، مگر اس میں ایک ذرہ شک نہیں کہ یہ ایک بہت ہی سچی تعریف مرزا جی کی تاویلات انجیل و قرآن و حدیث کی ہے۔

سوم: احادیث کے دلائل

مرزا کے دو جھوٹ:

ا۔ مرزاجی فرماتے ہیں: احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی اور اسی بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں (ص ۲۳۵)۔

اس ڈیڑھ سطر میں مرزاجی نے پورے دو جھوٹ بولے۔ اس کو، احادیث کی معتبر روایتوں میں فرمایا حالانکہ یہ ایک ایسی ضعیف روایت ہے کہ خود مرزاجی کو بھی نقل کرتے یا کسی کتاب کا حوالہ دیتے شرم آئی۔ پھر آپ نے کہا، اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں، حالانکہ کوئی فرقہ بھی اس کو نہیں مانتا اگر آپ کے فرقہ لغویہ کو شمار نہ کریں۔

حضرت مسیح کی عمر

مفسر ابن کثیر، حضرت مسیح کی عمر کے باب میں لکھتے ہیں فانه رفع وله ثلاث وثلاثون سنة في الصحيح ۔ رفع آسمانی کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی موافق صحیح حدیث کے۔ اور دوسری روایتیں جو اس کے خلاف ہیں ان کو شاذ غریب بعید کہہ دیا۔ یہی ۳۳ سال کی عمر بسند ابن عباس منقول ہے دیکھو تفسیر خازن و در منثور۔ غرض کہ تمام مسلمان اور تمام عیسائی اس بات کے ہمیشہ سے قائل ہیں کہ حضرت مسیح کی عمر زمین پر کل ۳۳ سال ہوئی۔

اب ناظرین یہ تماشا دیکھئے کہ اس وقت، احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی۔

مرزا کے لغو اقوال

نبی ﷺ کا یہ قول اور، معتبر روایتیں، ہمیشہ ہی سے موجود ہوں گی اور قرآن و حدیث میں مرزاجی کے اعجازی معلومات کا بازار بھی آج سے ۲۲ برس سے گرم ہو رہا ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کیا ازالہ اوہام لکھتے وقت جس کی نسبت آپ کا یہ قول ہے:

خدا تعالی نے اس تالیف میں میری وہ مدد کی ہے جو میں بیان نہیں کر سکتا۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۶۳)۔

آپ کا علم کہیں چرنے گیا تھا جو جناب اس وقت مسلم اور مشکوۃ کی حدیثیں نقل کر کے یہ ثابت کر رہے تھے کہ مسیح کی عمر ساٹھ برس سے بھی زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔اکثر عمریں میری امت کی ۶۰ سے ۷۰ برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں آ گئے پھر اتنا فرق (عمریں) کیونکر ممکن ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۲۳)۔

دوسری، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہو گیا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا،(ازالہ اوہام۔ص ۶۲۵)

اور پھر ابھی کل ہی کا تو ذکر ہے کہ آپ نے اپنے مکتوب عربی میں لکھ دیا تھا کہ بعض اولیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی آنحضرت ﷺ کی زندگی سے بھی چھوٹی تھی۔(ص ۱۳۲)۔

اب آپ ہی کچھ شرم کیجئے کہ کیونکر نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی، اور کیونکر، اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں، ہم نے بڑے بڑے جھوٹوں کا حال سنا مگر ایسا باحافظہ تو کوئی بھی نہیں گذرا۔

تین حدیثوں میں مرزا کی تحریف لفظی اور معنوی

۲۔آپ نے بحوالہ کنز العمال یہ تین حدیثیں نقل کی ہیں ہمیں اصل کتاب سے مقابلہ کر کے جانچ لینے کا موقع نہیں ملا۔

۱۔ او حی اللہ تعا لی عیسے ان یا عیسی انتقل من مکا ن الی مکا ن لئلا تعرف فتو ذی یعنی اللہ تعالی نے عیسی کی طرف وحی کی کہ اے عیسی تو نقل کر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف کہ کوئی پہچان کر دکھ نہ دے۔

۲۔کا ن عیسی ابن مر یم فسیح فا ذا امسی کل بقل الصحراء و یشر ب الماء القرا ح یعنی عیسی بن مریم سفر کیا کرتے تھے جہاں شام ہوئی جنگل کی بقولات کھا لیتے اور صاف پانی پی لیتے

۳-قال احب الشیء الی اللہ الغرباء قیل ای شیء الغرباء یفرون بدینھم و یجتمعون الی عیسی ابن مریم یعنی فرمایا سب سے پیارے خدا کی جناب میں غریب لوگ ہیں۔ پوچھا ،غریب سے کیا مراد ہے۔ فرمایا وہ لوگ جو اپنا دین لے کر بھاگتے ہیں اور عیسی بن مریم کے پاس جمع ہوتے ہیں۔(ص ۲۳۵)

پہلی حدیث میں مرزا جی یہ تصرف فرمایا کہ انتقل من مکان کے معنی بتلائے ،ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا۔ حالانکہ اس کا ترجمہ صرف یہ ہے ،نقل کر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف، ۔دوسری حدیث میں لفظ مسیح کا ترجمہ جو صرف یہ ہے ،سفر کرتے تھے۔ ،آپ نے بلا خوف یہ کہہ دیا کہ، ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے۔،

اور تیسرے یجتمعون الی عیسی بن مریم جس کے معنی صرف اسی قدر ہیں جمع ہوتے ہیں عیسی بن مریم کے پاس۔ آپ نے اسکا ترجمہ یہ فرمایا، نبی عیسی مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔،

اب کہو کہ یہ نری تحریف ہوئی کہ نہیں، لفظی بھی اور معنوی بھی؟ اس سے آپ کی جہالت بھی ثابت ہوتی ہے اور بددیانتی بھی، بلکہ دونوں۔ اور اس تحریف و تبدیل کے بعد بھی آپ جہاں تھے وہیں رہے۔ ان حدیثوں نے کچھ بھی تو آپ کی دستگیری نہ کی۔ پہلی اور دوسری حدیث سراسر انجیل شریف کے مطابق ہیں جس وقت سے مسیح اپنی قوم کے سامنے ظاہر ہوئے آپ ہمیشہ اپنے ملک میں شہروں شہروں گاؤں گاؤں دعوت دین کرتے پھرا کئے کسی جگہ مقیم نہیں ہوئے۔ اور مرزا جی کا قول مردود ہو گیا کہ آیت آوینھما الی ربوۃ زمانہ مابعد صلیب کی طرف اشارہ کرتا ہے جب آپ گویا سری نگر میں آ کر بس گئے تھے انجیل شریف میں لکھا ہے کہ کسی نے کہا، جہاں کہیں تو جائے میں تیرے پیچھے چلونگا۔، یسوع نے اس سے کہا کہ

،لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کو بھی جگہ نہیں۔(لوقا۹:۵۸)

اور..عام ارشاد تھا:

جب تم کو ایک شہر میں ستائیں دوسرے میں بھاگ جا۔،

اور یہ اشارہ، اسرائیل کے سب شہروں، کی طرف تھا۔

یہودیہ کو چھوڑ کے کسی دوسرے ملک کو بھاگ جانے کا حکم نہ تھا۔

تیسری حدیث آپ کی تحریف سے پاک ہو کر بحث سے بالکل غیر متعلق ہو گئی ہے یا تو اس میں اشارہ ان غریب لوگوں کی طرف ہے جو جوق در جوق حضرت مسیح کے ساتھ رہا کرتے تھے یا ان کی طرف جو قرب قیامت دجال کے فتنے سے اپنا ایمان سلامت لے کر بھاگیں گے اور حضرت مسیح کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ پس سفر کرنے والے یہ غریب لوگ ٹھہرے نہ کہ مسیح۔

چہارم:

سری نگر کی قبر کے متعلق مرزا جی صاحب کی کل بحث بناء فاسد علی فاسد کا ایک عمدہ نمونہ ہے جس میں عقل وشعور کی بو تک نہیں۔ آپ کے دلائل (اگر ایسے لچر بکواس کو یہ نام دیا جا سکے) ماروں گھٹنہ ہے خیر آباد کی برجستہ نظیر ہیں بالکل اس قسم کی جن سے بعض عیار تکیہ دار جہلاء کے سامنے مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں مقام پر کسی ولی یا شہید کا مزار ظاہر ہو گیا تا کہ عورتیں منتیں ماننا اور چادریں چڑھانا شروع کر دیں۔

مرزا کے دعوی کے خلاف حدیث

یہ خان یار کا چبوترہ گویا جناب مرزا جی صاحب کی امامت اور مہدویت کی اساس ناسپاس ہے اور آپ کے سلسلہ کا نام اگر خان یاری رکھا جائے تو بہت ہی موزوں ہوگا آپ تو انجیل اور قرآن اور حدیث کے معنی بگاڑ کر بہت ذلیل ہو چکے۔ اس لئے ہم آپ کو محض للہ ایک ایسی متعلق اور مضبوط حدیث سناتے ہیں جس سے آپ کی پیچ در پیچ الجھی ہوئی تقریر کا جعل بخوبی ثابت ہو جائے گا

مسلم شریف میں یہ حدیث ہے:

عن ابو هريره قال قال رسول الله ﷺ فقدت او تيت ؟ بني اسرائيل لا يدري ما فعلت و لا اراها الّا الفار (احادیث متفرقہ) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک امت گم ہو گئی تھی کچھ معلوم نہ ہوا کہ اس کا کیا ہوا

میری دانست میں وہ چوہے ہیں (جو مسخ ہو گئے)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نہیں معلوم تھا کہ گم شدہ یہودی کشمیر میں آ بسے تھے

۲۔ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ جامہ انسانیت میں برقرار تھے۔

۳۔ آپ کو نہیں معلوم تھا کہ مسیح ان کے پاس گئے تھے۔

۴۔ آپ کے ذہن میں یہ بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ربوہ کشمیریوں کا دیس تھا۔

۵۔ آپ کو یقین تھا کہ جس طرح بعض یہود بندر اور سؤر بن گئے اسی طرح بنی اسرائیل کی گم شدہ امت چوہے بن گئی تھی۔

۶۔ اگر آپکو اس بات کا وہم بھی ہوتا کہ گمشدہ یہودی کشمیر کو گئے تو اس حدیث میں ضرور فرما دیتے کہ امتِ گم شدہ کے ایک حصہ نے ابن مریم کو قبول کر لیا تھا اور وہ اب تک ربوہ میں مقیم ہیں۔

اب ایک اور حدیث سن لیجئے اور گریبان میں سر ڈالئے۔

سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسی نے زمین پر انتقال فرمایا اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے گولا پتہ ہے۔ اور توریت شریف کے آخری باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسی کی قبر کا پتہ نہیں لگا، باوجودیکہ اس قبر کا پتہ لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی۔ تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھ کو اس قبر کا پتہ ہے اور بتلا دیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے قبرہ الی جانب الطریق تحت الکثیب الاحمر (مسلم فضائل موسی) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتہ آنحضرت (ﷺ) نہ بتلا دیتے جس کا نہ صرف پتہ ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا بلکہ جس کے وجود کا کسی کو گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ اور جو بقول مرزا ایک ایسی ضروری اور اہم حقیقت تھی جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے معلومات اپنے آقا سے بھی بہت بڑھے ہوئے ہیں جن کے غلام ہو جانے کا آپ کو زبانی فخر حاصل ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

خاتمہ: ناظرین اب مرزا کی جو گویا مزار کا الٹ پھیر بنے ہوئے ہیں مشکلوں پر بھی نظر فرمایئے اور اس گم گشتہ راہ حقیقت کی حالت زار پر ترس کھا کر اس کے حق میں دعا کیجئے آپ مذ بذ بین بین ذا لك کبھی عیسائیوں کی طرف رخ کرتے ہیں کبھی مسلمانوں کی طرف مگر ہر طرف سے دھکیائے جاتے ہیں عیسائیوں کی تو آپ نے بہت کچھ تصدیق کر دی اور پکار دیا کہ:

۱۔مسیح ضرور صلیب پر چڑھائے گئے۔

۲۔ضرور بعد صلیب اپنے شاگردوں سے ملے۔

۳۔ضرور قرآن نے مسیح کی جسمانی موت پر گواہی دی۔

مسلمانوں کو آپ نے خوب ہی جھٹلایا اور کہہ دیا:

۱۔ مسیح کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔

۲۔قرب قیامت مسیح کو ہرگز وفات نہ ہوگی۔

۳۔اور نہ قبل رفع چند ساعت کے لئے خدا نے مسیح کو وفات دی تھی۔

اب اگر غور سے دیکھا جائے تو عیسائیوں کے قول میں ایک معقول ربط موجود ہے کہ خدا کا منظور ہوا کہ مسیح اس کی راہ میں شہید ہوں، اس لئے دشمنوں کے ہاتھ سے آپ کو صلیب ہوئی۔صلیب کے باعث موت ہوئی، پھر تین دن بعد موت خدا نے آپ کو زندہ کر دیا، اور مومنین کو ایک بے نظیر نمونہ قدرت دکھلایا اور آپ کو معہ جسم آسمان پر اٹھالیا۔

مسلمانوں کے قول میں بھی ربط موجود ہے کہ خدا کو منظور نہیں ہوا کہ ایسا پاک مقرب نبی اس کا کلمہ اور روح دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ کر ذلیل ہو، اس نے آپ کو بالکل صلیب سے محفوظ کر کے صرف چند ساعت وفات دی اور آسمان پر اٹھالیا۔

عیسائی اور مسلمان دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ قرب قیامت حضرت مسیح بڑے جاہ وجلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور ہزرہا سال کی ابتری کو مٹا کر فرش زمین کو عرش بریں جا نمونہ بنا دیں گے۔

اور مرزا کا دعوی

اب مرزا صاحب کی شامت ملاحظہ فرمائیے۔آپ بڑی متانت سے مسلمانوں اور عیسائیوں سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ مسیح دوبارہ نازل نہ ہوں گے۔ نازل ہونے والا میں خود ہوں۔ میں دنیا میں امن چین پھیلا رہا ہوں میں حاکم عادل ہوں میں دلوں سے کینہ بغض اور حسد مٹاتا ہوں مال اس فراوانی سے موجود ہے کہ جو کسی کو دو تو لیتا نہیں۔ اونٹیناں چھوٹی پھرتی ہیں کوئی پکڑتا نہیں مسلمان مجھ کو بلا رہے ہیں آیئے نماز میں ہماری امامت کیجئے۔ میں حج کر چکا ہوں مدینے میں حضرت ﷺ کی قبر پر سلام کہہ رہا ہوں، اور صلیب تو تمام ٹوٹ گئے۔

اے مسلمانو! کیا میرے مسیح موعود ہونے کی بدیہی علامات نہیں دیکھتے۔ دیکھو تو جنگ وجدل کشت و خون کیسے بڑھے ہوئے ہیں یہی تو امن چین ہے حکومت اور عدالت کا اسلام سے نام مٹ گیا پھر میں حاکم عادل کیسے نہیں؟ مقدمات عدالتی کی یہ کثرت کہ، میں ہر روز گھسیٹا جاتا ہوں۔ پھر بغض وکینہ کیسے نہیں مٹا؟ میں آئے دن چندوں کا تقاضا کرتا ہوں مرید ٹالتے ہیں پھر مال کیونکر نہیں بڑھا۔ سرقہ مویشی کی ہندوستان میں دھوم دھام ہے مسلمانوں نے فتوے دے دیئے کہ کوئی میرے جنازے کی نماز نہ پڑھے۔ حج مجھ کو آج تک نصیب نہیں گرجے تعمیر ہورہے ہیں، صلیب نصب ہورہے ہیں۔ ہر طرف سے مجھ پر لعنت بوچھاڑ ہے۔ واہ رے مہدی مسعود۔

آپ مسلمانوں کی تکذیب کرکے فرماتے ہیں کہ مسیح کو تو صلیب ہوگئی اور ضرور ہوئی اور صلبوہ پر یہ تاکید واصرار۔ پھر بھی آپ نہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کے امام ہیں نہ صرف قرآن ماننے والے بلکہ قرآن جلانے والے۔

آپ مسیح کے مصلوب ہونے اور وفات پانے میں عیسائیوں کی تصدیق کرتے ہیں مگر دونوں واقعوں کو علت اور معلول نہیں مانتے آپ موت کے قائل ہیں مگر موت کے اسباب نہیں بیان فرما سکتے۔ آپ صلیب کے قائل ہیں مگر اس کو باعث موت نہیں مانتے پھر آپ رافعك الی کو بھی خوب ہی مانتے ہیں مگر رفع جسمانی

نہیں مان سکتے۔اگر آپ رفع جسمانی مان سکتے تو پھر سری نگر کی قبر کی کیا حاجت تھی؟ خان یار کے مقبرے پر تو اسی عقدہ کو حل کرنے کے لئے سفیدی چڑھائی گئی

مگر جناب والا فرمایئے تو رفع جسمانی ماننے میں کون سی قباحت لازم آئی کہ آپ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے کم مگر گھسیٹے بہت گئے۔ ناظرین سن لو! نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ جائے (ازالہ ص ۴۷) (یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب باوجود نئے اور پرانے فلسفے کے شاگرد متبع ہونے کے پھر بھی یسوع مسیح کے بغیر وسیلہ باپ کے محض خدا کی قدرت کاملہ کے ذریعہ سے پیدا ہونے کے قائل ہیں) اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ حیف امامت کا جبہ ودستار آپ نے اتار پھینکا، اور فلسفے کے ڈر کے مارے سرسید مرحوم کی آرام کرسی کے تلے جا چھپے۔ اور آپ تو یہ مان رہے ہیں کہ حضرت یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح وتہلیل کرتے زندہ رہے اور صحیح وسلامت اس کے پیٹ سے نکل کر قوم سے جا ملے پھر نئے اور پرانے فلسفے نے آپ کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نہ ڈانٹا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان مضغہ گوشت طعمہ نہنگ دریا ہو جاوے اور اس کے معدے کے کرہ نار میں جو استخوان راکھ کر ڈالتا ہے تین دن تک بسے اور بھسم ہو کر کیلوس اور کیموس نہ ہو جائے تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دوبارہ منہ کے راستہ برآمد ہو گیا؟ آپ ہی ہیں جو مسیح کے رفع جسمانی کے لئے کرہ زمہریر کو سد راہ سمجھتے ہیں۔

(ضربت عیسوی ملخصاً ومختصراً)

مرہم رسل

هر یکے از ما مسیحِ عالمیست
هر الم را در کف ما مرہمیست

مرزا کا دعوی

اکبر مسیح بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بڑے طمطراق سے لکھ دیا تھا کہ:

قریباً ہزار طبی پرانی کتابوں میں ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسی اور مرہم حوارین اور مرہم شلیخا کے نام سے مشہور ہے۔ ان کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ (ریویو جلد اول۔ص ۴۱۹)

آپ کا پہلا قول سن کر ہم کو ایک ذرہ بھی تعجب نہیں ہوا تھا کہ کوئی مرہم ایسے ایسے متبرک ناموں سے عوام اور خواص میں مشہور ہو گیا۔

اعجاز عیسوی:

کیونکہ مسیحائی تو آج دو ہزار برس سے ضرب المثل ہو رہی ہے جس نے کوڑھی کو چنگا کیا، اندھے مادر زاد کو بینا کیا، ہر قسم کے بیمار کو شفا بخشی، جسمانی اور روحانی دردوں کا مداوا کیا، حتی کہ مردوں کو زندہ کیا، بلکہ خاک کے پتلے کو پھونک مار کر طائر پراں بنا دیا، اور وہ جو سراپا شفا ودوا تھا اگر کسی دارو کو اس کے نام سے منسوب نہ کرتے تو کیا کسی گنجے خارشتی اور سقیم کے نام سے کرتے؟ دوائیوں میں معجون مسیحی مشہور ہے اور مفرّح مسیح بھی (قرابادین شفائی نولکشوری۔ص ۱۷۳ و ۱۸۳) بلکہ طب کی کتابوں کے نام بھی ایسے ہیں جیسے عجالہ مسیح، یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔ اگر کوئی بات تعجب کی ہوسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ جو شخص مرہم عیسی پر ایسا گرویدہ ہو گیا ہو کہ ہر قرابادین کو آیت وحدیث ماننے لگے وہ مدغ عیسی ؟ سے سراسر منکر ہو جس کا خود قرآن شریف شاہد ہے۔

اگر مرزا صاحب اس مرہم کے نام ہی کو اپنی غلط فہمی کی بنیاد بتاتے تو ہم ان سے کچھ بھی باز پرس نہ کرتے اور ان کو اپنا خیالی پلاؤ پکانے دیتے مگر ان کے دوسرے قول نے ہم کو مجبور کر دیا اور ہم کو کہنا پڑا ھو اکذب من قرا با دین اطباء کہ وہ بقول شخصے طبیبوں کے قرابادین سے بھی زیادہ جھوٹا ہے اور اسی لئے ہم نے اس بہتان کا دروازہ بند کرنے کی نیت سے اپنے آرٹیکل مطبوعہ ترقی ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء میں مرزا صاحب سے دو باتیں دریافت کی تھیں۔

ایک یہ کہ، وہ کون لوگ تھے جو لکھ گئے کہ مرہم عیسی حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی تھی؟

دوسری یہ کہ، اگر بالفرض انہوں نے ایسا لکھا بھی تو آپ کے ان فاضل مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہو سکتے ہیں؟

ہمارے انہیں سوالوں کے ٹالنے کی غرض سے جناب مرزا صاحب نے اپنے ریویو ماہ اکتوبر میں بعنوان طبی شہادت، کچھ ایسا گول مول لکھ دیا کہ جواب تو ہمارا مطلق نہ ہوا مگر عوام الناس کو دھوکہ ضرور پڑ گیا ہوگا۔ اس لئے ہم کو یہ راز محققانہ طور سے فاش کرنا پڑا۔

ناظرین خوب یاد کرلیں کہ مرزا صاحب نے یہ دعوی کیا تھا:

ان (قریباً ہزار پرانی کتابوں) کتابوں کے تمام فاضل مؤلف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی۔،

پس ہمارے پہلے سوال کے جواب میں مرزا صاحب کو مناسب تھا کہ قریباً ہزار فاضل مولفوں میں سے چند سب سے قدیم اور سب سے فاضل مؤلفوں کی شہادت اس بارے میں پیش کر دیتے کہ یہ، مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ تا کہ ہم اس تحقیق میں مصروف ہو جاتے کہ، ان فاضل مولفوں کے ذرائع معلومات کیا ہو سکتے ہیں۔

رومی قرابادین

مرزا جی کی غرض چونکہ تحقیق سے نہیں ہے انہوں نے اور طریقہ اختیار کیا۔ آپ فرماتے:

پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادیں تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اور جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسی کی چوٹوں کے لئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔،

کیا اچھا ہوتا اگر مرزا صاحب اس قرابادین سے یہ عبارت نقل کر کے بتلا دیتے کہ فلاں کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے اور اس کی عمر کی نسبت بھی کوئی دلیل سناتے۔ ناظرین سن لو حضرت مسیح کے زمانہ کی کوئی

ایسی رومی زبان کی قرابادین نہیں جس میں حضرت مسیح کے کسی مرہم کا یا آپ کے زخموں کا کوئی اشارہ بھی ہو جن کے لئے مرہم تجویز کیا جانا بیان کیا جاتا۔

ترمیم دعوی

اب ناظرین ایک لطف ملاحظہ فرمائیں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا تھا:

تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔،

اب آپ نے اس قول کو ترمیم کر کے یہ فرمایا ہے:

سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسی کے لئے ان کے حواریوں نے تیار کیا تھا۔،

اوراس کے معنی ہم یہ سمجھے کہ جناب والا نے چوٹوں اور زخموں کی نسبت قریباً ایک ہزار اطباء پر بہتان باندھا تھا۔ اب ان الفاظ کو عبارت سے حذف کر کے آئندہ کے لئے اس قول سے توبہ کر لی اور اقبال کر دیا کہ کسی فاضل یا بوالفضول مولف نے ہرگز یہ نہیں لکھا کہ کوئی مرہم، عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔،

فہرست کتب طب

مرزا جی نے طب کی کچھ کتابوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں قرابادین رومی کو بھی داخل کیا ہے اوراس پر چوب قلم سے یہ عنوان قائم کیا ہے:

فہرست ان کتابوں کی جن میں مرہم عیسی کا ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسی کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔،

ان کتابوں میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ہر شہر میں مل سکتی ہے جس کو دیکھ کر ناظرین خود اپنا اطمینان کر لیں کہ: چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

ہم تو مرزا صاحب کے پہلے ہی قائل تھے اور لکھ چکے ہیں کہ، کتابوں کا نام صفحہ وسطر بتا کر آپ سینکڑوں جھوٹ بول سکتے ہیں۔ مگر یہ تماشا نیا ہے۔

بوعلی سینا

اس فہرست میں نمبر اول ۔ قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا ، ہے میں یہاں اس کی عبارت اردو ترجمہ نولکشوری جلد ۵ صفحہ ۹۳ سے نقل کر کے دکھلاتا ہوں کہ مرزا صاحب کیسے سچے آدمی ہیں ۔

مرہم رسل ، اس مرہم کو مرہم ذلیلیخا بھی کہتے ہیں یعنی مرہم حوارین کا ، اور مریم زہرہ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ ایسا مرہم ہے کہ بہ آسانی نواسیر سخت اور خنازیر سخت کی اصلاح کرتا ہے کوئی دوا مثل اس کے نہیں ہے اور پھوڑوں کے مردار گوشت اور سب کو نکال ڈالتا ہے اور اندمال کرتا ہے ۔ لوگ کہتے ہیں یہ بارہ دوائیں بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں ۔ ،

مرزا کا بہتان

پس ناظرین دیکھ لو:

۱ ۔ شیخ نے اس مرہم کو مرہم عیسی بھی نہیں کہا ۔

۲ ۔ اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ حواریوں نے بنایا ۔

۳ ۔ یا آنکہ عیسی کے لئے بنایا ۔

۴ ۔ یا عیسی کے بدن کے زخموں کے لئے بنایا ۔

۵ ۔ اس نے اس میں کوئی اشارہ یا کنایہ حضرت عیسی کے زخموں یا چوٹوں کا نہیں کیا ۔

۶ ۔ بلکہ شیخ اس لغو خیال کا بھی قائل نہیں کہ اس مرہم کو کوئی حقیقی نسبت حواریوں سے ہے ۔

۷ ۔ اس محقق پرانے طبیب نے آج سے نو سو برس پیشتر عوام کے اس گمان کو اس عبارت میں گویا رد کیا ہے کہ:

لوگ کہتے ہیں کہ یہ بارہ دوائیں بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں ۔ ،

اس کو شیخ بوعلی سینا کا کلام مان لینا محض سادہ لوحی ہے ۔

اب ہم مرزا جی کے اس سخن کو کیا کہیں کہ تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی اور شیخ سے بڑھ کر ہم کونسا فاضل تلاش کریں جس پر مرزا جی نے اتنا بڑا بہتان

باندھا اور وہ بھی ایک بہتان نہیں بلکہ بہتانوں کا سچہ صد دانہ ہے جس کو مرزا جی نے شیخ کے نام سے پھیر پھیر کر جہلاء کو کتنا بڑا دھوکہ دیا۔ افسوس بسم اللہ ہی غلط کر دی اب ہم کو کیا ضرورت ہے کہ اور کتابوں کی ورق گردانی کریں ہم آپ کے صدق مقال کے قائل ہو چکے۔

عوام کا خیال

سچی بات جو کچھ تھی وہ شیخ الرئیس فرما چکے۔ اور متاخرین میں سے زیادہ سے زیادہ اگر کسی نے کچھ لکھا تو وہ بلاسند و بلاتحقیق وہی غلط العام فصحیح فقرہ، اجزاء ایں نسخہ دوا ازدہ عدد است کہ حواریین جہت عیسی ترکیب کردہ۔ دیکھو قرابادین فارسی حکیم اکبرارزانی نولکشوری صفحہ ۵۰۸۔ اور علاج الامراض حکیم محمد شریف خان دہلوی (نولکشوری) صفحہ ۶۳۹۔ اور بقائی برحاشیہ میزان الطب اردو (نظامی) صفحہ ۸۰۔ غرض کہ کسی نے حضرت مسیح کے زخموں کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس مرہم کو ان سے منسوب کیا اور مرزا جی کے تمام حوالجات محض لغو ہیں۔

علاج ضربہ وسقطہ

مرزا جی نے نہ صرف یہی غلط کہا تھا کہ تمام اطباء، گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرہم حضرت عیسی کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔، بلکہ یہ قول بھی ان کا لغو ہے کہ، یہ نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں۔،

خود شیخ بتلا چکا کہ یہ مرہم نواسیر اور خنازیر یا پھوڑوں کے مردار گوشت گوشت کا علاج ہے اور حکیم ناظم جہان اکسیر اعظم جلد رابع (نظامی ۱۲۸۹ھ) صفحہ ۳۰۰ پر لکھتے ہیں:

مرہم رسل منسوب بحواریین وخنازیر قادحہ اثر عظیم یافتہ ایم۔

غرض کہ اسی طرح اور اطبا نے بھی اس کو سرطانی اور خنازیر اور طاعون وغیرہ گندے پھوڑوں کا علاج کہا ہے اور جیسا کہ خود تمھاری فہرست سے معلوم ہوتا ہے امراض جلد کے باب میں اس کو بیان بھی کیا۔ بھلا اس کو ضرب وسقط سے کیا مناسبت اور یوں آپ کو اختیار ہے چاہے آپ اس کو دوران سر کا علاج سمجھیں یا اسہال کا اور جسم کے جس حصہ میں چاہیں چھڑ دیں

اس مرہم کے مختلف نام

یہاں تو ہم نے صرف مرزا جی کی گفت وشنید سے بحث کی ہے اب ہم اس امر کی تحقیق کرتے ہیں کہ اس مرہم کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ کیا کیا نام اس کو دیئے گئے۔ اور کیوں اس کے ایسے نام پڑے؟ نہ معلوم کیوں مرزا جی قرابادین کبیر کا نام ترک کر گئے۔ حالانکہ نسبتاً اس میں مرہم رسل کا زیادہ ذکر آیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

مرہم حواری۔ ایں مرہم را مرہم رسل نیز نامند و ترجمہ کردہ شد در قرابادین رومی بہ مرہم سلیخا و معروف بہ مراہم زہرہ و گفتہ کہ ایں مرہم دوازدہ دوا ست از دوازدہ حواری حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام کہ ہر یک یک دوا را اختیار کردہ ترکیب نمودہ اند و ایں مرہم بہترین مرہم ہا ست۔

اس کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں:

وگفتہ کہ ایں مرہم را مرہم سنجار و اثنا عشری نیز نامند۔ مطبوعہ ۱۲۴۹ھ جلد دوم صفحہ ۵۰۸ و ۵۰۹

پس معلوم ہوا کہ اس مرہم کا کوئی ایک نام نہیں بلکہ متعدد نام ہیں سلیخیا، رسل، حواریین، اثنا عشری، زہرہ، سنجار، سب سے کم مشہور نام اس کا مرہم عیسی ہے جس کو نہ شیخ نے ذکر کیا نہ رومی نے نہ اسرائیلی نے اور نہ صاحب قرابادین کبیر نے۔ اور سب سے قدیم اور معروف نام سلیخا و رسل ہے اور یہ قول تو نہایت ہی غریب ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسی کے لئے بنایا گیا اور گو اس قول کے بہت سے مفہوم ہو سکتے ہیں مگر وہ مطلب تو ہرگز چسپاں نہیں ہو سکتا جو تم سمجھے۔

وجہ تسمیہ

اب یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ جب اس مرہم کا نام رسل پڑ گیا تو نادانوں نے فوراً اپنے ذہن میں یہ خیال تراش لیا کہ چونکہ اس میں بارہ اجزاء ہیں اس لئے اسکو مسیح کے بارہ رسولوں نے بنایا ہوگا اور محققین نے اس خیال کو صرف نقل کر دیا اس پر کبھی صاد نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ نے بھی اتنا ہی لکھا:

لوگ کہتے ہیں۔

اور صاحب قرابادین کبیر نے بھی یہی لکھا: وگفتہ۔

مگر یاد رکھو کہ لوگوں نے جو کبھی کہا تو صرف یہی کہا کہ ان بارہ دوائیوں میں سے ہر ایک مسیح کے ایک ایک رسول یعنی حواری نے بتائی۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس نسخہ کو مسیح نے بتایا، یا یہ کہ مسیح کے زخموں کے لئے تیار کیا گیا۔

مگر کیا کوئی محقق طبیب ہے عیسائی یا مسلمان، یہودی یا مجوسی جو عوام کے اس خیال کا قائل ہو سکے کہ دراصل بھی اس دوا کو بارہ حواریوں نے تیار کیا تھا کیا لوگ بھول گئے کہ یہ مرکبات کے ایسے ایسے متبرک نام اور ان کے متعلق عجیب وغریب فسانے ہمیشہ مشہور رہے ہیں؟ کون یونانی طبیب ہے جو قرص کوکب کے نام سے واقف نہیں؟ اسی قرابادین کبیر جلد دوم میں صفحہ ۳۴۶ میں لکھا ہے:

شیخ رئیس گفتہ کہ مبالغہ کردہ اند قدمائے اطباء در تعظیم ایں قرص۔ شیخ داؤد انطا کی گفتہ کہ وجہ تسمیہ ایں بقرصِ کوکب ایں است کہ صاحب ایں قرص سماحیوس حکیم تسخیر کوکب یعنی زحل کردہ بود وزعم سلیموس آن ست کہ زحل باآں خطاب کردہ بصفت ومنافع ایں قرص۔،

میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص مرسل کا معتقد ہو جائے وہ کیوں قرص زحل سے بدگمان رہے جس کی تعظیم میں قدمائے اطبا نے اس قدر مبالغہ صرف کیا تھا۔ پھر اور سنو! اسی قرابادین میں ایک دوائے شریف عطیۃ اللہ کا نام بھی موجود ہے جس کے معنی خدا کی بخشی ہوئی دوا (جلد دوم ص ۳۶۴) شیخ نے بھی اپنی قرابادین میں اس کا بہت کچھ ذکر کیا۔ اور کیا جناب مرزا جی نے کبھی کسی قرابادین میں کسی دوا کی تعریف نہیں پڑھی؟

دوائے کہ مردم اسناد آں بجریل امین علیہ السلام نسبت کردہ اند جہت آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام آوردہ شدہ بطریق تحفہ (قرابادین اکبری)

مرہم کا یونانی نام اور وجہ تسمیہ

جس زمانہ میں فرنگستان میں طب جالینوس رائج تھا صدہا مرکبات کے ایسے ہی شاعرانہ نام وہاں بھی مشہور تھے ایک تریاق تھا جس کا نام ڈوڈیکاتھیون ہے بمعنی بارہ دیوتا۔ اس میں بھی بارہ اجزاء تھے جو یونان کے ۱۲ بڑے دیوتاؤں سے منسوب ہوئے۔ مرہم رسل جس کا یونانی نام ڈوڈیکا فارمیکم یعنی بارہ دوائیں ہے، عیسائی

اطبا نے یونانیوں کے تریاق بارہ دیوتا کے مدمقابل اس کو بارہ رسول کے نام سے منسوب کر کے انگونٹم ایا سٹولورم زبان لاطینی میں کہنا شروع کر دیا (دیکھو ڈاکٹر ہوپر کی میڈیکل ڈکشنری) جس کے معنی ہیں مرہم رسل اور اس نام میں محض ۱۲ عدد کی رعایت منظور تھی ۔ مسلمان اطباء نے اسی عدد بارہ کی رعایت سے اسے اثنا عشری کہا اور اب مسلمانوں کو بھی حق ہو گیا کہ وہ اس کو بارہ اماموں سے منسوب کر دیں ۔ مگر نہ قرص کو کن زحل کا دیا ہوا نسخہ تھا نہ عطیۃ اللہ خدا کا اور نہ مرہم عیسی اور مرہم رسل اور مرہم اثنا عشری مسیح یا حواریوں یا اماموں کا دیا ہوا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قدیم نام اس کا اسم بامسمی ڈوڈیکا فارمیکم ہی تھا یعنی بارہ دوائیں جس کا ترجمہ اثنا عشری ہوا مگر یونانیوں کے تریاق کی ریس میں مجوسیوں نے جو منجّم ہوتے تھے اپنے عقیدے کی رعایت میں اس کو مرہم زہرہ کہا ۔ یہودیوں نے اپنے عقیدے کے موافق اس کو مرہم شلیخا کہا عیسائیوں نے مرہم رسل اور مسلمانوں نے اثنا عشری ۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں مگر چونکہ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند، یونانی طبابت کا دور دورہ ہی مٹ گیا، آگے کو ان ناموں کا سدباب ہو گیا اور اب کتابوں میں نام ہی نام اور شاعرانہ گپیں باقی رہ گئیں جن سے کبھی کبھی بعض عقلاء جہلاء کو ٹھگ لیتے ہیں ۔

لفظ شلیخا کی تحقیق

اب یہ سوال ہے کہ اس مرہم کا نام شلیخا کیوں پڑا ۔ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور یہ کس زبان کا لفظ ہے مرزا جی نے محض غلط لکھا کہ ، شلیخا کا لفظ یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں ، ۔ یہ بالکل غلط ہے اس لفظ کو یونانی سے کوئی واسطہ نہیں یہ نرا عبرانی لفظ ہے اور بہت مشہور جس کو شفائے عاجل کے ساتھ عوام کے ذہن میں ایک خاص مناسبت تھی اور ذرہ بھی تعجب نہیں اگر کسی سریع التاثیر مرہم کو اس نام سے نسبت دی گئی ۔ جب یہ لفظ عربی کتابوں میں لے لیا گیا تو چونکہ خود شلیخا ایک عربی لفظ بھی ہے بمعنی خوشبو وعطر دیکھو منتہی الارب وقاموس ۔ لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ لفظ عبرانی تھا ۔ شائد انکا خیال صرف اس قدر رہا کہ چونکہ اس مرہم میں ، مر ، کی قسم سے خوشبودار چیزیں شامل تھیں اس لئے اس کو مرہم شلیخا کہا ۔ یعنی خوشبودار مرہم اور اگر ایسا سمجھا تو غلط سمجھا ۔ اس کے متعلق اہل فارس نے ایک اور غلطی کی ہے چنانچہ غیاث اور دیگر کتب لغت میں شلیخا کو لکھ دیا :

نام مردے کہ از اصحاب عیسی علیہ السلام بود۔

اور یہ سراسر خطا ہے۔ کسی حواری کا نام شلیخا نہیں ہے چونکہ اس مرہم کو شلیخا بھی کہتے ہیں اور حواری بھی، لوگ سمجھے کہ دونوں ایک بات ہے اور اس طرح یہ غلطی پیدا ہو گئی۔

ایسی ہی غلطی میں مرزا صاحب مبتلا ہیں وہ اس کو، یونانی لفظ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے معنی بارہ ان بتاتے ہیں۔ اور ہم بھی ان کی اس غلطی کو.. ہی غلطی سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی فہرست کتب طب میں، تالیف افلاطون...الی قصر العطار لا اسرائیل الہا...کی کتاب منہاج الدکان و دستور الاعیان کو بھی داخل کر کے اس کی نسبت بھی یہی دعوی کیا ہے کہ:

اس میں مرہم عیسی کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسی کے لئے یعنی ان کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔

ہم اس کتاب مطبوعہ مصر کے صفحہ ..سے نقل کر کے دکھلائے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس اسرائیلی پر بھی کتنا بڑا بہتان باندھا ہے طبیب موصوف نے صرف یہ لکھا ہے:

مر هم الرسل لا هو مر هم الحوا ريين و مر هم الشلحين و معنى هذه الشلاحة العبرا نى الرسل

یعنی مرہم رسل کو مرہم حوار یین اور مرہم شلاحین بھی کہتے ہیں اور لفظ شلاحین کے معنی زبان عربی میں، رسل ہیں چونکہ یہ طبیب اسرائیلی تھا زبان عبرانی کا عالم، اس نے لفظ کے صحیح معنی بھی بتلا دیئے اور سمجھا دیا کہ وہ لفظ عبرانی ہے۔ پس مرزا جی نے کیوں اس کو یونانی کہا، یا کیا یہاں بھی مرزا غلام قادر کے کشف نے دھوکا دیا؟

اسرائیلی پر مرزا کا بہتان

اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ نہ اس فاضل اسرائیلی طبیب نے حضرت عیسی کا نام لیا ہے نہ مرہم کو ان سے منسوب کیا نہ حضرت مسیح کے زخموں کی طرف کوئی اشارہ کیا نہ اس نے عوام کے غلط خیال کا تذکرہ کیا۔ پھر

اب مرزا جی سے کوئی پوچھے کہ تم نے کیوں اس پر بہتان باندھا اور کیوں رسوا ہوئے؟ سچ ہے اللہ خوار کرتا ہے جسے چاہے جس شخص نے فن طبابت کے ایسے ایسے روشن ستاروں پر جھوٹ باندھا جیسے شیخ الرئیس اور اسرائیلی، تو اس کا اعتبار اٹھ گیا اور وہ مسیلمہ کذاب سے گوئے سبقت لے گیا۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ وجہ تسمیہ اس مرہم کی کیا ہے۔ بیت المقدس میں ایک قدیم حوض تھا شیلوخ اور شیلخ کے نام سے مشہور جس کا تذکرہ یسعیاہ ۱۱، ونحمیاہ میں بھی آیا ہے اور جو آج کل وہاں کے مسلمانوں میں برکۃ سلون کے نام سے مشہور ہے ایسا ہی ایک دوسرا حوض تھا اسی جگہ بیت حسدا یعنی رحمت کا گھر جس کی نسبت مشہور تھا کہ کبھی کبھی ایک فرشتہ اس کے اندر اتر کر پانی کو ہلاتا تھا اور اس وقت جو بیمار چاہے کسی مرض میں مبتلا ہو جو سب سے پہلے اس میں اتر جاتا فوراً چنگا ہو جاتا اس کا ذکر انجیل شریف میں آیا ہے۔ اس بیت حسدا میں پانی اسی شیلیوخ سے ہو کر آتا تھا دیکھو النسین؟ کا سفرنامہ اور تقصیر... انجیل یوحنا باب ۹ بیت حسدا کی طرح یہ شیلوخ بھی حضرت مسیح کے ایک معجزہ کی یادگار ہے جس کا ذکر یوحنا باب ۹ میں ہوا وہاں لکھا ہے

> کہ آپ کو ایک مادرزاد اندھا ملا اور آپ نے معجزانہ طور پر اس کو بینا کر دیا، اور زمین پر تھوکا اور تھوک سے س مٹی ملائی اور وہ مٹی اندھے کی آنکھوں پر لگا کر اس سے کہا، جا شیلوخ (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا) ہے کے حوض میں دھو لے۔ پس اس نے جا کر دھویا اور بینا ہو کر واپس آیا،

اسی طرح ایک اور اندھے کی آنکھوں پر آپ نے اپنا لبِ مبارک لگا کر بینائی عطا کی تھی مرقس باب ۸؟۔ ہم کہتے ہیں کہ اصل مرہم عیسی یہی تھا جس کے تین اجزاء بتائے گئے۔ لاب روح اللہ، گل (مٹی) بر... آپ شیلوخ اور اسی لفظ شیلوخ اور شیلخ سے شلیخا بن گیا اور اسی سے نسبت اس مرہم کو دی گئی۔ نہ یہ مرہم عیسی ہے اور مرہم شلیخا، بلکہ عیسی اور شلیخا کے نام سے منسوب ہے اور یہی لفظ شلیخا ماخذ ہے لفظ رسول کا کیونکہ اس کے لفظی معنی ہی رسول ہے جیسا کہ اسرائیل نے بھی بتلا دیا اس کو حواری اور رسول سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ محض اس کے معنی سے واسطہ ہے۔

شلیخا اور رسول دو مترادف الفاظ ہیں اور جب اس مرہم کے بارہ اجزاء کا خیال کیا تو لفظ رسول سے

بارہ رسولوں کی طرف ذہن منتقل ہو گیا اور آسانی سے اس کو مرہم رسل کہہ دیا۔

حسن اتفاق سے یہاں ایک اور مناسبت بھی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے یہ نام اور بھی زیادہ موزون ہو گیا۔ مرہم کے معنی ہر قسم کا لیپ و مالش ہیں جو خود نرم ہو اور نرمی پیدا کرے اور اگر یہ لفظ عربی ہے تو رحمۃ سے مشتق ہو گا جس کے معنی ہیں نرمی دیکھو منتہی الارب۔

اس معنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقع بھی حضرت عیسی کے حواریوں کے پاس ایک مرہم تھا اور وہ اصلی مرہم رسل تھا چنانچہ انجیل مرقس باب ٦، آیت ٧، ١٢، ١٣ میں لکھا ہے:

خداوند مسیح نے بارہ کو اپنے پاس بلا کر دو دو کر کے بھیجنا شروع کیا۔

اور انہوں نے روانہ ہو کر منادی کی کہ توبہ کرا اور بہت سی بدروحوں کو نکالا اور بہت سے بیماروں کو تیل مل کر اچھا کیا۔،

اسی تیل کو ہم مرسل رسل کہتے ہیں اور شاید یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ بیت المقدس میں جو تیل استعمال ہوتا ہے وہ روغن زیت ہے جو اس مرہم زیر بحث کا جزو اعظم قرار دیا گیا اور جو حوارین عیسی کے ہاتھ میں ان کی دعا کی تاثیر سے اکسیر کا حکم رکھتا تھا۔ پس جس مرہم کو قدمائے اطباء نے بہترین مرہم مانا اس کو مرہم رسل سے بہتر اور کون نام وہ دے سکتے تھے۔

آخری مالش

حوارین عیسی کی سنت میں کلیسا کے درمیان اس وقت تک بیماروں پر تیل ملنے کی رسم جاری ہے چنانچہ حضرت یعقوب حواری نے فرمایا ہے:

اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسا کے بزرگوں کو بلائے اور وہ خداوند کے نام سے اس کو تیل مل کر اس کے لئے دعا کریں جو دعا ایمان کے ساتھ ہو گی اس کے باعث بیمار بچ جائے گا اور خداوند اسے اٹھا کھڑا کرے گا (یعقوب ٥:١٤)

اس رسول رسم کو جس کا فیض و برکت اس وقت تک جاری ہے رومن کیتھولک کلیسا میں اکسٹریم

افکشن یعنی آخری مالش کہتے ہیں جس کے لئے ہر ایمان دار آرزومند ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ اب کسی صاحب فہم کو ذرا بھی دقت نہ رہے گی کہ مرہم شلیخا اور مرسل رسل کی حقیقی وجہ تسمیہ بخوبی سمجھ لے اور مرزا جی کے مغالطّوں سے باہر نکل آئے

عوام کا خیال اور مرزا کی تردید

اس مرہم کی نسبت مرزا صاحب کی غلط بیانیاں شمار میں اس کے اجزا سے بھی بڑھ گئی ہیں ناظرین دیکھ چکے کہ گو اس مرہم کی حواریوں کے ساتھ کسی حقیقی نسبت کا خیال محض لغو اور بے بنیاد ہے تاہم جن لوگوں نے ایسی نسبت مانی ہے وہ بھی یہی کہتے رہے کہ مرہم کو بارہ حواریوں نے ترکیب دیا اور ایک ایک نے ایک ایک دوا ایجاد کی۔ اس قول میں گویا ان لوگوں نے اس بات کی صراحت اور تاکید کی ہے کہ یہ مرہم واقعہ صلیب کے قبل ایجاد ہوا یعنی ایسے وقت میں جب کہ بارہ حواریوں کا شمار برقرار تھا۔ مقدس تاریخ کا یہ ایک یقینی واقعہ ہے کہ صلیب سے ایک دن قبل ہی حواریوں کا شمار کم ہو گیا تھا کیونکہ یہودا اسکریوطی جو بارہ میں ایک تھا رسالت کے دائرے سے خارج کر دیا گیا اور قبل واقعہ صلیب کے خودکشی کر کے مر گیا۔ دیکھو متی ۲۷: ۵۔ پس جب صلیب کے بعد حواری صرف گیارہ رہ گئے تو وہ مرہم شلیخا کے ۱۲ جز کیسے ترکیب دے سکتے تھے؟

پھر مرزا جی کس طرح فرماتے ہیں کہ:

یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسیٰ نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی۔،

دارومدار تو مرزا صاحب کا جہلا کے بے سند خیال پر تھا اور یہ کہہ کر آپ نے خود اس کی تکذیب کر دی کیونکہ وہ تو اس دوا کو بارہ حواریوں سے منسوب کرتے تھے اور اس کو واقعہ صلیب کے قبل کا حال بتلاتے تھے نہ کہ ،صلیب کے زخموں کے بعد، کا۔ پھر وہ اس کو حواریوں کے الہام سے نسبت دیتے تھے کہ مسیح کے الہام سے۔ بہر کیف اس سے یہ پتہ لگ گیا کہ آپ خود اس بے بنیاد روایت کو دل سے باطل ولغو سمجھتے ہیں ورنہ اس کے منافی ایسا سخن نہ فرماتے۔ گویا آپ یہ فرماتے ہیں کہ قدیم جاہلوں کو یہ کہنا چاہیے تھا جو انھوں نے نہیں کہا کہ مرہم عیسی حواریوں نے صلیب کے بعد تیار کیا۔ ہم دو ہزار سال بعد اس روایت کی اصلاح کرتے ہیں اور فرض کئے لیتے

ہیں کہ وہ لوگ ہمیشہ سے یہی کہتے رہے خوب! فن روایت اور درائت کا یہ نیا اصول ہے ہم مرزا جی کو داد دیتے ہیں۔

مرزا کی اختلاف بیانی

مرزا جی کی غلط بیانیاں بے پایاں ہیں آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ:

نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضرب وسقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہو جاتا ہے اور اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہو گئے اور اس قدر طاقت آ گئی کہ آپ تین روز مین یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پا پیادہ گئے۔(ص ۳۹۷)۔

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس مرہم کی تعریف میں مبالغہ کیا انہوں نے بھی اس کو ضربہ وسقطہ کا علاج نہیں بتایا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے، اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی بھی قائل نہیں کہ ایسے مرہم نے کچھ مفید اثر مسیح کے زخموں پر کیا ہو۔ ورنہ وہ باوجود تسلیم اعجاز مرہم یہ نہ فرماتے کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح کے جسم پر، صلیب، و، کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد تکلیف ان کے ساتھ۔(ریویو آف ریلی جنز ج۲ ص ۵۰-۵۱) ہم کو پھر مرزا جی کے حافظہ کی شکایت ہے ان کو بے طرح نسیان ستاتا ہے حتی کہ وہ اپنے تئیں بھی بھول گئے۔

یہ بحث تو طے ہو گئی مگر مرزا صاحب کے پھڑکتے ہوئے تجارتی اشتہارات دیکھ کر جن میں وہ اس مرہم کو، عجیب وغریب دنیا میں سب سے پر تاثیر تیر بہدف بابرکت علاج، خاص کر اپنے مددگار طاعون کا بتلا کر فی ڈبیہ پون اور سوا روپیہ جاہلوں سے وصول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ناظرین کے دل میں بہت اشتیاق پیدا ہوا ہوگا کہ آخر اس نسخہ کے وہ نادر الوجود اجزاء کیا ہیں جس کے دریافت کرنے کے لئے مرزا صاحب اطبا کے معمولی تجربہ کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ضرورت الہام واعجاز کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ نسخہ موافق قرابادین شیخ الرئیس کے یہ ہے: موم سفید، راتینج، زنگار، جادشیر، اشق، زراوند طویل۔ کندر۔ مرمکّی۔ بیروزہ، مقل، مردا

سنگ، روغن زیت۔

ناظرین بارہ حوالوں کو دیکھئے اور الہام اور اعجاز مسیحائی کو خیال فرمایئے اور ان بارہ دوائیوں کو دیکھئے اور جہاں تک ہو سکے مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کو شرمایئے اور پوچھئے کہ یہ کیا اندھیر ہو گیا کہ ہندوستان میں طاعون کی یہ شدت کہ الامان، اور وہ بھی خاص اسی زمانہ میں جب آپ لوگوں نے اعجاز مسیحائی کا بابرکت علاج نکالا۔ کیا طاعون بھی پیر قادیان کے دعووں کی آسمانی تکذیب ہو کر آیا ہے۔

(ضربت عیسوی۔ دی احمدیت ریفیوٹڈ۔ صفحہ ۲۰۵۔۲۲۰)

منارۃ البیضاء

(یعنی نزول مسیح وخروج دجال پر مسیحی اور محمدی خیالات کی تنقید
اور کذاب کادیانی کی تردید۔ مصنفہ مسٹر اکبر مسیح)

دیباچہ

مولوی شیخ چراغ دین جموی مصنف رسالہ منارۃ المسیح نے چوتھی اپریل ۱۹۰۶ء کو انتقال فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنے حین حیات مرزا کادیانی کے اباطیل کا تصنیف مذکورہ ونیز دیگر تحریرات میں خوب ہی قلع قمع کیا اور آخری وصیت میں اپنے دوستوں اور ہمدردوں کو یقین دلایا تھا کہ جو کام وہ شروع کر چکے جاری رہے گا چنانچہ عین اسی وقت سے گھر کے بھیدی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے کادیان کے ابلیسی راز کو فاش کرنا شروع کر دیا اور سارا بھانڈا پھوڑ دیا جیسا کہ الذکر الحکیم نمبر۴ اور المسیح الدجال سے روشن ہو چکا۔ پھر ماہوار تجلی لاہور میں مولوی چراغ دین کی یادگار سلسلہ چراغ دین برابر چھڑتا رہا اور یہ رسالہ منارۃ البیضاء بھی اسی عنوان کے تحت فروری و مارچ کے نمبران تجلی میں نکلا لیکن چونکہ یہ بحث مرزا کی تردید میں عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے لئے بہت دل چسپ ثابت ہوئی اس لئے اب چراغ دین کی یادگار میں علیحدہ چھاپ کر ایسی صورت میں شائع کی جاتی ہے کہ کل شائقین تک پہنچ سکے۔

یہ دونوں شخص یعنی مولوی چراغ دین اور ڈاکٹر مذکور اپنے خیالات کے لحاظ سے بہت مختلف معلوم ہوتے ہیں لیکن دونوں میں کوئی قدر مشترک ایسی تھی کہ ایک مرتبہ بقول شخصے:

گر پڑے اندھے کنویں میں چاہ نے دھوکہ دیا

اور پھر جب اس گندے چو بچہ سے صحیح سلامت باہر نکلے تو اپنے اپنے جدا انداز سے دونوں نے اپنے ہم جنسوں کو بڑے جوش وخروش کے ساتھ متنبہ کیا اور ایک نے اپنی موت سے دوسرے نے اپنی زندگی سے مرزائیت کو ایسا رسوا کیا کہ اب وہ پنجاب میں عجلاً جسداً له خوار ہوکر جیتی ہے مگر مردار در آفتاب سے بدتر اور گو وہ مسلمانوں کے درمیان ایک فرقہ کی صورت اختیار کرتے رہے مگر مذہبی حیثیت سے اس کا وجود ویسا ہی ہے جیسا ہندوؤں کے درمیان اگھور پنتھ کا جس کے شمار کو بڑھانے والے قوم کے گھنونے لوگ ہوتے ہیں اور ہم کو یاد آتا ہے کہ چراغ دین نے کادیان کی یہ تعریف کی تھی:

ہر گندی روح کی چوکی اور مکروہ پرندے کا بسیرا، (تجلی مئی ۱۹۰۶ء)

ہندوستان کے سارے مسلمان مرزا کو اس کے دعووں میں کاذب جانتے ہیں اور مفتری علی اللہ و دجال کا پیشرو یا دجالوں میں سے کوئی ایک۔ اسی طرح تمام عیسائی بھی اس کو جھوٹا مسیح اور فریبی جانتے ہیں یعنی ہر دو گروہ متفق ہیں کہ وہ شیطان کا سونٹا لنگوٹا ہے، اور گویا راہ گلی کے روڑے بھی پکار رہے ہیں بلکہ سوتے پڑے خود مرزا کے کانوں میں بھی یہی آواز گونجتی ہے له و يل لك و لا فك (ریویو کادیان مارچ صفحہ آخر)

غرض کہ جب ہم اس طرح اس کے کارنامہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ اس شخص کی ذات میں بھل منسیت (بھلی مانسی؟؟) کا اقل معتاد بھی مفقود ہو گیا جس کی اگر انتہاء درجہ کی رعایت کی جائے تو اس کو کذاب کہنا پڑتا ہے ہم کیوں کر موتیوں کو سور کے آگے پھینک دیں، ہم کیونکر اس خطاب کو جس کے مستحق مولوی حافظ نذیر احمد سے بزرگ لوگ ہو سکتے ہیں کسی ناکس پر ضائع کریں اور کیوں ہم اپنے واثق یقین کو پوشیدہ کریں جس پر تمام مسلمان اور عیسائی بلکہ ہندو بھی آواز خلق نقارہ خدا کی طرح ایک زبان ہو رہے ہیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا ترس وراست باز لوگ بھی بلا الزام شیطان کو لعین اور مردود اور رجیم کہنے کے مجاز ہیں اور مسیلمہ کو کذاب کہنے کے۔

لائق اڈیٹر تجلی ہمارا شا کی ہے کہ ہمارا طرز تحریر ذرا سخت ہے، بعض دیگر احباب یہ شکایت کرتے ہیں کہ، ہم توقع سے زیادہ مرزا کے ساتھ نرمی کرتے ہیں،

ہم نہ اپنی درشتی کی معذرت کرتے ہیں اور نہ نرمی کی، مگر ہم اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے دل میں اسلام کی قرار واقعی عظمت ہے، اور اس کے بزرگوں اور پیشواؤں کی بھی سچی عزت، بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی ہم مروت کا برتاؤ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، تو بھی ہم کادیانی کے دجل وافک سے بے زار ہیں، اور اگر وہ ہمارے قلم اور زبان سے اس کا ایک حصہ (گو وہ بہت ہی تھوڑا حصہ ہو) پا لیوے جس کا وہ مستوجب ہے تو ہمارے ناظرین کو متعجب نہ ہونا چاہیے۔

بنی آدم کی خوش قسمتی سے دجال وشیطان کے ایسے ظہور صدیوں کے بعد ہوا کرتے ہیں اس لئے پرانی کتابوں میں بھی ہم کو کوئی مفصل ہدایات نہیں مل سکتیں کہ ایسوں سے کس طرح خطاب کرنا مناسب ہے اور ان سے کلام کرنے کا کون طریقہ مسنون ہے۔ مارٹن لوتھر پراٹسٹنٹ مصلح کی نسبت روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیطان کس بھیس میں آپ کے روبرو آ کھڑا ہوا آپ لکھ رہے تھے سیاہی بھری دوات اٹھا کر اس پر پھینک ماری اور اس کا منہ کالا کر دیا۔ اسی طرح مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ کو اتفاق ہوا شیطان نے آ کر آپ کو بے وقت جگا دیا تھا اور گو اس نے قابل تعریف انکساری سے جگا دینے کی مصلحت بھی سچ سچ بتا دی اور اپنی شیطنت کا اقرار بھی کر لیا:

گفت نامم فاش ابلیس شقیست

من حسودم از حسد کردم چنیں
من عدوم کار من مکرست و کیں

تاہم حضرت معاویہؓ کا خطاب پر عتاب یوں ہوا:

اے ابلیس خلق سوز فتنہ جو
اے سگ ملعون جواب من بگو

اور اس کو راہ زن اور دزد لعین وغیرہ بھی کہا

ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ حضرت معاویہ نے کچھ زیادتی نہیں کی ورنہ شیطان جس کو کافی موقع تھا خود اعتراض کرتا یا حضرت مولانا آپ کی طرف سے معذرت کرتے اور غالباً ان بزرگوں کے ایسے سلوک کو دیکھ کر ہمارے بعض دوست ہمارے طرز خطاب کی نرمی کے شاکی ہیں۔ مصنف (اکبر مسیح)۔

منارۃ البیضا

مسٹر اکبر مسیح حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز قادیان نے اپنے مئی کے پرچہ میں راقم کی شکایت کی ہے کہ وہ چار لاکھ معزز انسانوں کے ایک پیشوا کے نام کی بجائے بھی کذاب و دجال کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے مرید ۷۰ ہزار ہیں، یا ایک لاکھ، یا چار لاکھ، یا کہ وہ حیوان ہیں یا انسان، یا کہ ان میں کوئی معزز ہے، یا سب کے سب متبذل، ہم کو اڈیٹر (ریویو) کی شکایت بے جا معلوم ہوتی ہے، جب کہ وہ اپنے پیر کا نام لینے کی بجائے اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہنے پر اصرار کرتا ہے، اور ۴۰ کروڑ عیسائیوں اور ۱۸ کروڑ مسلمانوں کے دل کا کچھ بھی خیال نہیں کرتا جن میں معزز انسانوں کی کوئی کمی نہیں۔ اگر وہ اپنے دل کے یقین کو زبان سے نکالنے سے نہیں ڈرتا، تو اس کو کون حق ہے کہ ہم کو جو اس کو اس سے زیادہ کاذب سمجھتے ہیں جتنا وہ اس کو صادق سمجھتا ہے، اس کے کاذب کہنے اور لکھنے سے روکے۔ خصوصاً جب کہ یہ نام اس کے حق میں نہ صرف بہت سچا ہے بلکہ مختصر بھی، جس سے ہندوستان میں کسی کو دھوکا نہیں ہوسکتا۔ اگر اڈیٹر ذرا بھی غور کرتا، مگر افسوس وہ غور و فکر کرنے کا عادی نہیں رہا، تو وہ خود سمجھ جاتا کہ ہم لوگوں کو اس کے پیر کو کذاب کہنے کا اس سے بھی زیادہ حق حاصل ہے جو اس کو مسیلمہ کو کذاب کہنے کا ہے۔ اہل اسلام کے درمیان یعنی اسلامی دنیا میں بڑے بڑے جید علماء کے فتووں سے اسے یہ خطاب ملا ہے، اور دراصل دنیا اور دین میں یہی اس کی سب سے بڑی مکسوبہ جائداد ہے۔ اس سے اب شرمانا بہت ہی بعد از وقت ہے۔ ہم نے یہ نام اختصار کے لحاظ سے لکھنا شروع کیا کیونکہ ہم طوالت نہیں پسند کرتے، یک گو و نیکو گو۔ ہاں اگر ہندوستان

میں اس کی مانند کوئی دوسرا کذاب پیدا ہو گیا ہو، تو وہ ہم کو فوراً خبر کرے ہم اس میں ترمیم کر دیں گے

مسٹر اکبر مسیح نے یہ بھی حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے کادیان (ک سے) لکھنے پر بھی اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

یہ شخص (یعنی اکبر مسیح) اپنے غیظ میں اس طرح جلا ہوا ہے کہ قادیان کو دوسرے کمینہ مخالفوں کی طرح کادیان لکھ کر جی خوش کرتا ہے۔

اس (اڈیٹر ریویو) کو اتنا نہیں معلوم کہ تمام واقف کار شریف وغیر شریف اس موضع کو کادیان کہتے اور لکھتے ہیں اور ان کو صحت کے لحاظ سے ایسا ہی کرنا چاہیے سرکار دولت مدار سے بڑھ کر کون شریف ونجیب ہوسکتا ہے اس کے نہایت معزز اور بکار آمد محکمہ ڈاک میں اس موضع کی مہر پر کندہ ہے پس جو نام اس کے موضع کو سرکاری دفاتر میں حکماً مل چکا ہے اس سے وہ کیوں شرماتا ہے اور اگر کسی بدروح نے خواب میں اس کو کادیان کا نام قادیان سنا دیا تو اس کی غلط کاری کی سند پر اگر وہ سرکاری محرروں کو کمینہ کہے گا تو اس کی اپنی شرافت میں سرمو اضافہ نہیں ہوسکتا پس اگر اب بھی کوئی شخص بھولے سے کادیان کو ق سے لکھے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ کبوتر کو قبوتر اور کوا کو قوا کہے اور اگر ہم سے ایسی غلطی کبھی ہوئی ہے تو ہم اس کے لئے معافی مانگتے ہیں۔

(ان تشریحی حواشی کے بعد مسٹر اکبر مسیح لکھتے ہیں) دو قومیں جو ۱۳سو سال سے ایک دوسرے کی ہمسایہ ہو کر انگریز و فرانسیس کی طرح مخالف بنی رہیں اور کبھی گاڑی ناؤ پر کبھی ناؤ گاڑی پر حاکم بھی رہیں اور محکوم بھی، آخر ایک ہی خوشی کی امید میں شریک ہیں اور رمضان کے روزہ داروں کی طرح انتیسویں کی شام کو ایک ہی سمت گردن اٹھا اٹھا کر تاک میں لگی ہیں کہ عید کے چاند کی پہلی جھلک مل جائے اور ۳۰ دن کے کلفت کے بعد خوشی کے شادیانے بجائیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوں وہ دو قومیں کون ہیں؟ عیسائی اور مسلمان۔ وہ چاند کون ہے؟ مسیح ابن مریم جس کے ظہور کے لئے بڑی بے صبری کے ساتھ دونوں چشم براہ بیٹھی ہیں اور گو ان کا دل چاہتا ہے کہ مسیحا آکر ہماری آرزؤوں کو اسی طرح پورا کر دے جیسا ہم چاہتے ہیں مگر پھر بھی ہم کو یقین ہے کہ وہ بھی اپنی آرزوئیں مسیحا کی مرضی کے تابع کرنے میں تامل نہ کریں گی اپنی مرضی اور خدا کا حکم وہ کسی اور

طرح پر ظاہر کرے گا جو اس وقت ان کو مرغوب نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کمینے لوگ دوسروں کی مصیبتوں سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں کسی بیوہ کا بچہ گم ہو گیا۔ ایک شہدے نے جھوٹ موٹ یہ کہہ کر کہ میں تیرے بچہ کا پتہ لگا دونگا، دس پانچ روپیہ اس لئے جٹ لئے۔ کوئی بھلا آدمی بیمار پڑا عیار دوا فروشوں نے اس کو جا ٹھگا۔ اور اس کی حالت اور برباد کر دی۔ خود دیکھ لو طاعون کے زمانہ میں کتنے ٹھگ بچارے لوگوں کے ہاتھ موسی کی تعویزیں اور عیسی کی مرہمیں بیچ بیچ کر دام کھرے کر رہے ہیں اسی طرح بعض لمبی داڑھی (یہاں ہم نے عام تذکرہ کیا تھا جس میں مرزا کی کوئی تخصیص نہیں مگر اس سے اڈیٹر ریویو نے مرزا کی طرف خاص اشارہ سمجھ کر ہم کو برا بھلا کہا ہم نے مرزا کو کبھی نہیں دیکھا اور ہم کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ اس کی داڑھی لمبی ہو گئی ہے جیسا اس اعتراض سے مستنبط ہوا بلکہ ہمارے ذہن میں تو اس کی وہی صورت تھی جو امرتسر کے مولوی ثناء اللہ نے دیکھی تھی یعنی لکھنؤ کے شہدوں کی طرح سکڑا سا چہرہ اور داڑھی بالکل رگڑ کر کتری ہوئی، الہامات مرزا۔ ص ۵۔ چلو اچھا ہوا جو آپ نے داڑھی بڑھالی۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ داڑھی کا بڑھنا یا گھٹنا کذب کی کمی بیشی پر کیونکر موثر ہو سکتا ہے) والے فربہ بدمعاش بولے بھالے عیسائی اور مسلمان دین داروں کی اس انتظاری سے نفع کمانے کی سوچتے ہیں اور اچھے خاصے بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے بیسیوں آئے جنہوں نے اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان بنا کر اپنا الو سیدھا کیا۔ ایک خلق کی خلق ان کے پیچھے جا لگی اور ان پر اپنی جان قربان کر دی۔ خدا نے تو اپنے مسیح کی آمد کا وقت مقرر کر دیا ہے اور اس وقت سے پیشتر وہ نہیں آئے گا لا یستاخرون ساعة و لا یستقدمون مگر بے صبری بڑی بری بلا ہے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ وقت سے پہلے تشریف لے آویں اور یہ لوگ ضرور نادان ہیں جن کی ہوس ان کی امید سے بڑھی ہوئی ہے ایسے ہی لوگ ہیں جو ان عیاروں کا شکار بنتے ہیں۔

تین باتیں آپ کی آمد کے متعلق دونوں گروہ کے درمیان مسلّم ہو چکی ہیں:

ا۔ یہ کہ آپ کی آمد مشتبہ نہ رہے گی جب آپ نازل ہونگے تو سب آپ کا خیر مقدم بلا چون و چرا بحیثیت مسیحائی کے کریں گے ایسا نہ ہو گا کہ لوگ شک میں رہ جائیں کہ آپ مسیح ہیں یا نہیں۔ کوئی انکار نہیں کر سکے گا جس طرح آفتاب جس کو چمگادڑ بھی مانتا ہے گو آنکھ بند کر کے تاریکی میں جا چھپے دوست دشمن سب مانیں گے کہ آنے والے مسیحا آپ ہی ہیں آپ ایسے جلال و قدرت کے ساتھ آویں گے کہ پھر اس کی ضرورت باقی نہ رہے گی کہ

کوئی پادری صاحب یا مولوی صاحب ایک یا کئی ضخیم کتابیں ان کی مسیحیت کے اثبات میں لکھیں اور جب منکرین کی طرف سے ان کا رد چھپے تو جواب الجواب کی تکلیف اٹھاویں اور جب اس میں کامیابی نہ ہوتو بددعاؤں کا اکھاڑا جما کر مباہلہ کیا جاوے اور انجام کار حاکم وقت کے روبرو فریقین کا مچلکہ ہو جاوے اور مسیحیت جیسی کی تیسی مشتبہ رہ جاوے۔

حق بہت زمانے تک دبا رہا۔ باطل نے اکثر اس کو مغلوب کر دیا، انبیاء کو جھٹلا دیا رسولوں کو قتل کیا لیکن مسیح کو تمام ناراستی پر عدم کو ظلم پر فتح دلانے آویں گے۔ لہذا اس دور میں وہی اگلی سی باتیں پھر نہ ہونے پاویں گی بلکہ حق حق رہے گا اور غالب رہے گا مسیح کو سب مانیں گے کوئی مسیح کو جھٹلانے کا یارا نہ کر سکے گا اس ظہور کی شان نرالی ہوگی۔

۲۔ یہ کہ آپ کے زمانہ میں عدل وانصاف وآسودگی اور امن وچین بے اندازہ ہوں گے آپ ایک پرآشوب زمانہ کے بعد ظاہر ہوں گے جو کچھ فتنہ وفساد ہونا ہے سب ہو چکے گا جس طرح گرمی خشکی طپش اور قحط کے بعد بارش آسمان سے گرتی ہے اور زمین سیراب ہو کر اپنا حاصل اچھال دیتی ہے اور ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جس طرح حاملہ عورت کو پہلی پیڑیں لگتی ہیں اور بہت شدت سے مگر بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی رفع ہو جاتی ہیں اور اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اسی طرح مادر دہر کو پیڑیں لگیں گی پہلے قحط وخشک سالی ہوگی پھر ابن آدم ابر کرم کی طرح نازل ہوگا اور سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب سینے کینہ سے پاک ہو جاویں گے بغض وعداوت وحسد ورشک معدوم ہوں گے زمین صلح وسلامتی سے معمور ہو جاوے گی جیسے حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہر طرف ثواب ہی ثواب ہوگا خیر وبرکت سے دنیا مالا مال ہوگی اور دوبارہ باغ عدن وفردوس کا نمونہ ہو جاوے گی یعنی مسیح موعود دوبارہ تشریف لا کر کسی آدمی کی نصرت وحمایت کے محتاج نہ ہوں گے۔

۳۔ یہ کہ آپ کی آمد کے اور آثاروں میں ایک یہ بھی ہوگا کہ جھوٹے مدعیان نبوت ومسیحیت ضرور اٹھیں گے

لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله (مسلم)

قریب تیس کے جھوٹے دجال برپا ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کو دعوی خدا کے رسول ہونے کا ہوگا مگر

جس طرح رات کے بعد دن ہوتا ہے گمراہی اور جھوٹوں اور موت کے بعد راہ اور حق اور زندگی کا تسلط ہوگا۔ انجیل شریف میں اپنی آمد کے متعلق مسیح نے بہت صاف صاف فرمایا:

تم طیار رہو کیونکہ جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہوگا اس میں ابن آدم آوے گا (متی ۲۴:۴۴)

پس آپ کا آنا دفعتاً ہوگا۔ قیامت کی ساعت کی مانند، اور قرآن شریف نے اس معنی میں بھی آپ کو علم للساعۃ فرمایا۔ گو کچھ ایسے آثار بھی بتلا دیئے گئے ہیں جس سے ایماندار سنبھل بیٹھیں ہوشیار ہو جائیں اور انتظاری میں سرگرمی کریں۔ پس جب کوئی ہمیں یہ کہتا ہے کہ بیسویں صدی شروع ہوئی اور ان آثاروں میں کچھ آثار نظر آنے لگے جو اپنی آمد کے خداوند نے بتلائے ہیں تو ہم خوشی سے اس کی سنتے ہیں اور چشم ماروشن اور دل ماشاد سے کہتے ہیں آمین۔ اے خداوند یسوع آ۔ (مکاشفات ۲۲:۳۰)

جنوری کے کادیانی ریویو میں بعنوان مسیح کی آمد ثانی، ایک مضمون شائع ہوا جسکی طوالانی اور ژولیدگی کے لحاظ سے میرے ایک ظریف دوست نے وہ پرچہ مجھے یہ کہہ کر دیا:

دیکھئے یہ ایک مضمون شب فرقت کی طرح لمبا اور چڑیل کے بالوں کی طرح الجھا ہوا ہے۔،

میں اس مضمون کو پڑھ کر ہرگز اپنا وقت ضائع نہ کرتا اگر مجھے یہ اطمینان نہ دلایا جاتا کہ گذشتہ پندرہ برس کی مدت میں جو کچھ اس مسئلہ پر کادیانی اور اس کے یاران طریقت لکھ چکے یہ اس سب کا لب لباب ہے جس پر اب اور جلا ممکن نہیں۔ اور شائد پھر بھی یہ گوارا نہ کرتا اگر مضمون کے عنوان ہی پر یہ لکھا نہ پاتا: مرقومہ مولوی شیر علی صاحب بی اے۔،

ہم نے سنا ہے کہ اس مذاق کے ایک بی اے آگرہ میں بھی ہیں۔ وہ صاحب نہیں جن کا ذکر خیر رتن ناتھ کے ہشّو میں ہوا۔ وہ شائد ایم اے تھے۔

انجیل متی باب ۲۴ میں ہمارے خداوند نے اس دوسری آمد کے ذکر میں یہ فرمایا ہے:

۵۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور اپنے آپ کو مسیح کہیں گے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

۶۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کے افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرانا نہیں کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور

ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔

۷۔ کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔

۸۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہوں گی۔ ۱۱۔ اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔

۲۱۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی۔

۲۳۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔

۲۴۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔

۲۵۔ دیکھو میں نے پہلے ہی سے تم سے کہہ دیا۔

۲۶۔ پس اگر وہ تم سے کہیں وہ بیابان میں ہے، تو باہر نہ جانا۔ دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے، تو یقین نہ کرنا۔

۲۷۔ کیونکہ جیسی بجلی پورب سے کوندہ کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔

۳۳۔ اس طرح تم بھی جب یہ سب دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے۔،

شیر علی صاحب قادیانی بڑے اصرار سے فرماتے ہیں:

یہ تمام باتیں جو یسوع نے بیان کی تھیں غیر معمولی رنگ رنگ کے واقعات کے متعلق تھیں۔ اس پیشین گوئی کو اس طرز پر مطالعہ کر کے ہمیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کے پورا ہونے کے لئے خدا نے اس زمانہ کو مقدر کیا ہوا تھا۔ یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں بہت عجیب طریق سے پوری ہوئی چنانچہ اخبار پایونیر کا فاضل اڈیٹر ان حوادث کا ذکر کر کے جو سال ۱۹۰۶ء کے ابتدائی مہینوں میں واقع ہوئے تھے لکھتا ہے کہ ایسے دہشت ناک عالم گیر تہلکے کی مثال پہلی صدی عیسوی سے لیکر آج تک کہیں نہیں پائی جاتی (دیکھو پایونیر ۲۳، اپریل ۱۹۰۵ء) اس کیفیت سے صاف عیاں ہو رہا ہے کہ زلزلوں

وغیرہ کے متعلق مسیح کی پیشین گوئی پہلی دفعہ اس زمانہ میں واقع ہوئی اور مسیح کی وفات کے بعد سے آج تک جو قریب دو ہزار سال کا زمانہ ہے اس طویل مدت تک کوئی ایسا حادثہ نہیں گذرا جو اس کا ثانی ہو سکے۔ان زلزلوں اور مصائب کا ایک غیر معمولی اور نہایت خطرناک صورت میں آنا ہی ایسے امور ہیں جو ہمیں اس بات کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ ان حوادث سے یسوع مسیح کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔،

ساری دنیا کے مختلف مقامات میں قحطوں وباؤں اور زلزلوں کی مصیبتیں احاطہ کر رہی ہیں۔کیا کوئی شخص تواریخ میں کوئی ایسا زمانہ پیش کر سکتا ہے کہ جس میں اس قسم کے غیر معمولی حوادث مجموعی طور پر نوع انسان نے دیکھے ہوں اور جس میں یسوع کی پیشین گوئی ایسی عمدگی اور وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی۔،

ایسا معلوم ہوتا کہ شیر علی صاحب نے نتیجہ نکالنے میں تعجیل کی ورنہ خداوند مسیح کے اس فرمودہ کو نہ بھول جاتے:

یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی (متی ۲۴:۸)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حوادث جو ظہور میں آرہے ہیں ان حوادث کا دیباچہ بھی نہیں بلکہ شائد محض بسم اللہ ہیں جو آنے والے ہیں جن کی نسبت خداوند نے فرمایا:

کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی (متی ۲۴:۲۱)

اور ہمارا مخاطب اپنے متضاد اور پریشان بیانوں میں ایک جگہ خود ہی تسلیم کرتا ہے کہ:

ابھی تو یہ اس وبا کی چھوٹی سی ابتداء ہے، گذشتہ زلزلوں سے جس قدر تباہ کن خرابیاں دنیا میں واقع ہوئیں ہیں وہ ان خرابیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو دنیا پر آنے کے لئے پردہ تقدیر میں ابھی مقدر ہیں،

افسوس کی بات ہے کہ شیر علی قادیانی نہ پایونیر کی سمجھا، نہ انجیل کی، اور نہ اپنی۔کیونکہ پایونیر نے

بتلا دیا کہ، پہلی صدی مسیح کے بعد، ایسے وحشتناک عالم گیر تہلکے کی مثال نہیں ملتی یعنی پہلی صدی میں اوراس کے قبل ملتی ہے لیکن خداوند مسیح فرماتا ہے کہ پیشین گوئی والی مصیبتیں ایسی بے مثل ہونگی، دنیا کے شروع سے، کبھی ایسی مصیبتیں نہ ہوئی ہوں گی اور تم خود کسی مصیبت کبری کے متوقع ہو پس موجودہ مصیبت مسیح کی پیشین گوئی کی تکمیل نہیں گو اس کے پورا ہونے کے کچھ آثار دور سے نظر آنے لگے ہوں پھر ہم ان جاہلوں یا ابلہ فریبوں کو کیا کہیں جو یہ بھی مانتے ہیں کہ اصلی بڑی بڑی مصیبتیں جو آنے والی ہیں ابھی تک نہیں آئیں اور پھر پیشینگوئی کا پورا ہونا بھی بتلاتے ہیں۔ ان بعض نادانوں نے جلدی سے محض مبادیات کو تکمیل وعید سمجھ لیا حالانکہ خداوند نے صاف فرمایا ہے:

اسی طرح تم بھی جب یہ سب دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر ہے۔ (متی ۲۴:۳۳)

پس گو اب وقت ہو کہ ہم ان بڑے بڑے حوادث کے وقوع کے لئے طیار ہو بیٹھیں جن کے بعد مسیح خداوند تشریف لانے والے ہیں، نہ یہاں نہ وہاں، کہ بعض لوگ بعض لوگوں کو بتلائیں بلکہ آپ کا تشریف لانا آن واحد میں ہوگا اچانک بجلی کی کوندہ کی طرح جس کی سب کو ایک چشم زدن میں اطلاع ہو جاتی ہے۔ اندھوں تک کو، اور ایک دوسرے کو بتلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

ایک اور بات بھی اس نزول کے متعلق ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں کہ آپ سب سے پہلے کہاں نازل ہوں گے عیسائیوں کے درمیان مقام نزول کی نسبت عموماً سکوت ہے گو اگلے زمانہ میں ایک فرقہ عیسائیوں کا تھا جن کا پیر مشہور مون ٹینس ہو گذرا ہے جو کہتا تھا کہ ملک فرجیا میں مسیح نازل ہوں گے اور وہیں چل کر سب ایمان داروں کو بسنا چاہیے کہ وقت نزول فوراً مسیح کے استقبال کا شرف حاصل کریں مگر اب عیسائیوں کو اس مقام کی بابت چنداں فکر نہیں اور جس طرح کوئی ٹھیک ٹھیک ساعت آپ کے نزول کے لئے مقرر نہیں ہوسکی ان کی دانست میں کوئی ٹھیک مقام بھی مقرر نہیں ہوسکتا وہ لوگ اسی بات پر قانع ہیں کہ جب آپ تشریف لاویں اور جہاں ہم کو خبر ہو جاوے گی کیونکہ آپ سب کے یکساں ہادی ہوں گے ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریا ہو جاوے گا۔ مگر ہمارے مسلمان بھائیوں نے منارۃ البیضاء دمشق کو تجویز کو تجویز کر رکھا ہے اور ہم کو کوئی امر ان کے اس خیال کی مخالفت کرنے پر برانگیختہ نہیں کرتا بلکہ میں نے جو اس مسئلہ پر غور کیا تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ خیال عیسائیوں

کے اندر سے پیدا ہوا ہوگا گو اس کا سراغ ہم ٹھیک ٹھیک نہ لگا سکیں اور میں ایک پہلو سے اس کے قبول کرنے پر طبیعت کو آمادہ پاتا ہوں۔ دمشق دنیا کی تاریخ میں سب سے قدیم شہر ہے جو آج تک صفحہ ہستی پر برقرار رہا۔ گو سچ ہے کہ ہزاروں شہر اور گاؤں کے نشان یوں مٹ گئے کہ جیسے مٹیں پاؤں کے نشان۔ مگر دمشق باقی ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ آخر تک باقی رہے۔ حضرت یحیٰ کا مزار بھی یہیں بتایا جاتا ہے اور کلیسا کی تاریخ میں بھی اس شہر کی شہرت ایک عظیم الشان واقعہ کی بدولت قائم ہوگئی ہے اور وہ خداوند مسیح کے ظہور کے ساتھ یعنی آپ کا ایک جلالی نزول سولوس پر جو بعد میں مقدس پولوس ہوئے اسی شہر میں ہو چکا ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں کہ کیوں آپ دوبارہ پھر اسی شہر میں نازل نہ ہوں جو آپ کے اس جلال کی جھلک پا چکا جو آنکھیں چکا چوند کر دینے والا ہے دشمنوں کو سرنگوں گرا دینے والا اور اس کی خداوندی اور مسیحیت منوا لینے والا وہ جلال جس سے اس کی آنکھیں سیر نہیں ہوئیں۔ دمشق قدیم ترین شہر گویا ساری دنیا کا مختار بن کر مسیح کی نصرت و فتح کا نمونہ پا چکا تو اب جب وہ اپنے اس جلال کو کمال تک پہنچائیں گے تو کیوں وہیں سے نہ شروع ہو جہاں سے باقی داشتہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

شائد عیسائیوں کو آپ کا نزول اس شہر کی ایک نامی مسجد کے اوپر ناپسند ہو مگر میں کہتا ہوں کہ اگر آپ دمشق میں نازل ہوں تو آپ کا قدم مبارک پہلے مسجد ہی کے سر پر پڑنا چاہیے۔ پولوس کیسے سخت دشمن آپ کے لوگوں کے تھے مگر آپ کسی دوست پر اس طرح ظاہر نہیں ہوئے بلکہ دشمن پر اور نتیجہ یہ ہوا کہ جانی دشمن آپ کا اور آپ کے لوگوں کا جانی دوست بن گیا۔ پھر جب آپ کا نزول اسی لئے ہوگا کہ بچھڑے ہوئے مل جاویں دشمن دوست ہو جاویں تو مسجد پر نازل ہو کر آپ مسجد کو گرجے کے قرین اور مسجد والوں کو گرجے والوں کا دوست بنا دیں گے گویا آپ ایک دوسرے سولوس کو پولوس بنا دیں گے اور تب مسلمانوں سے ملنے کے لئے عیسائی حنانیا کی طرف جانے پر مجبور کئے جاویں گے۔

خداوند کہیں نہ کہیں ضرور نازل ہوں گے پس آپ اگر دمشق میں نازل ہوں اور جامع دمشق میں تو اس سے میرے دل کو بڑی خوشی ہوگی اور میں اس جامع دمشق کو سینٹ صوفیہ گرجے کا نعم البدل سمجھونگا۔

ایک اور بات ہے خداوند کے نزول کے متعلق جس کا ذکر حدیث میں تاکیدی ہے اور ظاہراً عیسائیوں کے لئے ناگوار معلوم ہوتا ہے یعنی قتل خنزیر اور کسر صلیب لیکن اگر دوستی کے خیالات کے ساتھ فکر کیا جاوے تو یہ

بھی لطف سے خالی نہیں مسلمان عموماً عیسائیوں کی نسبت صرف اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ سور کھاتے ہیں اس لئے قتل خنزیر سے وہ سمجھتے ہوں کہ عیسائیوں کو رنج ہوگا اور حضرت مسیح گویا عیسائیوں کو دق کریں گے جس سے مسلمانوں کے جی ٹھنڈے ہوں گے۔ یہ خیال بہت ہی عامیانہ ہے اور مروت سے بعید اور نزول مسیح کے اغراض کی منافی۔ بھلا اس سے عیسائیوں کا کیا ہرج۔ اگر مسیح نے سوروں کو قتل کیا تو سور کھانے والوں کی اور بھی بن آئے گی کہ ایک تو سور مفت کا پھر وہ بھی مسیح کے ہاتھ کا مارا ہوا نور علی نور ہم خرما و ہم ثواب، لیکن مسیح کا آنا تو اس لئے ہوگا کہ آپس کا بغض وعداوت دور ہو جاوے اگر قتل خنزیر کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان خوشی مناویں کہ عیسائی دق ہو رہے ہیں یا عیسائی افراط سے سور کھا کھا کر مسلمانوں کو چڑاویں تو گویا باہمی حسد اور بڑھ گیا اور نزول ثانی کا مقصد فوت ہوا۔ ہاں ممکن ہے کہ اس وقت سور اس لئے معدوم کئے جاویں کہ مسلمانوں کو اور نیز یہودیوں کو جو اپنی تعصّبات میں مسلمانوں سے بھی زیادہ پختہ اور سخت جان ہیں عیسائیوں کے ساتھ شیر وشکر ہونے میں کچھ تامل نہ ہو۔ پھر عیسائیوں کو منع کر دیا جاوے کہ اپنے ان بھائیوں کی خاطر اس کا کھانا ترک کر دو اور مقدس پولوس کی نصیحت بھی موجود ہے۔ کھانا ہمیں خدا سے نہیں ملائے گا کیونکہ اگر نہ کھائیں تو ہمارا کچھ نقصان نہیں اگر کھائیں تو کچھ نفع نہیں لیکن ہوشیار رہو ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ آزادی کمزوروں کی ٹھوکر کا باعث ہو جائے۔ اس سبب سے اگر کھانا میرے بھائی کو ٹھوکر کھلائے تو میں ہرگز کبھی گوشت نہ کھاؤں تا کہ اپنے بھائی کی ٹھوکر کا باعث نہ ہوں،۔ (خط بنام کرنتھی باب ۸)

پس اگر سور ہی پر تکرار ہے اور اسکے رہتے ہوئے یہودیوں اور مسلمانوں کے دلوں میں آشتی ومحبت نہیں پیدا ہو سکتی تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں کہ سور کھانا عیسائی قطعاً چھوڑ دیں، یا وہ گائے کا گوشت کھانا بھی چھوڑ دیں تا کہ ہندو بھی ان کے ساتھ ایک ہو جاویں.... پس ہم مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم کو قتل خنزیر سے ذرہ بھی تردد نہیں اگر عداوت کا خبیث، خدا کے بندوں کو چھوڑ کر سوروں کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے کہ بھائیوں کے دل آپس میں صاف ہوں اور گڈرینی دوانہ کی مانند چنگے ہو جاویں۔ لیکن میرا گمان ہے کہ اس وقت تک سب قوموں کی اصلاح ہو جاوے گی یا عیسائی از خود سور کھانا ترک کر دیں گے یا مسلمان اس کو بناء مخاصمت نہ سمجھیں گے اور سوروں کے قتل عام کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔

ہاں کسر صلیب میں کچھ مشکل ضرور ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیوں صلیبوں کو توڑیں گے پس اگر آپ ایسا کریں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ جب ہمارا مسیح مصلوب برہ جو جہان کے گناہوں کے لئے قربان ہوا، آپ ہمارے درمیان موجود ہوگا تو پھر اس وقت لکڑی یا پتھر یا سونے چاندی کی صلیب کی ہم کو کیا ضرورت ہوگی۔ اگر سچ پوچھو تو ہم صلیبوں کے توڑے جانے کے بھی پہلے سے عادی ہو چکے ہیں۔ پیوری ٹن لوگ جو بڑے زاہد تھے اور دین دین پکارتے تھے انہوں نے لاکھوں توڑ ڈالی تھیں۔ پھر اس میں بھی کلام نہیں کہ صلیب کے متعلق بعض لوگوں نے بہت سی بت پرستی کی رسوم پیدا کر رکھی ہیں کہ جن کا مٹانا شاید صلیب کے مٹائے بغیر مشکل ہو۔ غرض کہ ہم کو اس اصرار نہیں کہ جب ہمارے خداوند مسیح مصلوب خود ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہوں اس وقت بھی صلیب بحال رہے، بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب مسیح خدا کی ہیکل ہمارے درمیان موجود ہوگی تو اس وقت ہم کو گرجوں کی بھی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔ آسمان پر نہ کوئی صلیب ہے نہ کوئی گرجا اور جب آسمان کی بادشاہت زمین پر مسلط ہو جائے گی تو مقدسوں کی رفاقت کے لئے گرجوں اور صلیبوں کی ضرورت اٹھ جاوے گی پس قتل خنزیر اور کسر صلیب اور نزول دمشق میں بھی ہم ایک سچائی پوشیدہ پاتے ہیں جو افسوس ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اور عیسائیوں کی بھی کسر صلیب کے قیاس میں بھی صلیبی دین کے استحکام اور پائیداری کی پیشین گوئی ہے کہ یہ صلیب خداوند کے آنے تک برقرار رہیں گے اور ہماری اس سے زیادہ آرزو نہیں یعنی صلیب کو کوئی نہیں توڑ سکتا اس کو توڑے تو وہی توڑے جو صلیب پر چڑھا تھا ۔پس معلوم ہو جاوے کہ سوروں کے قتل سے ہم کو مطلق غم نہیں اور ان ظاہری صلیبوں کے مٹ جانے سے کوئی تردد نہیں۔ خاص کر اس وقت جب کہ خداوند ہمارے ساتھ ہو۔ اور وہ صلیب جو ہمارے دل اور ہماری پیشانی پر ہے وہ ٹوٹ نہیں سکتا اور اس سے اسلامی پیشین گوئی کے الفاظ کو کوئی بحث نہیں۔

ہم اپنے مضمون سے کچھ دور جا پڑا اور پھر وہی سلسلہ چھیڑتے ہیں ناظرین ذرہ غور سے سنیں۔ خداوند کی پیشین گوئی میں بھی صاف صاف لکھا ہے کہ آپ کے نزول وظہور کے قب انہیں بلاؤں میں جو آنے والی ہیں ایک یہ بھی ہوگی کہ بہت سے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے جن میں بعض بڑے بڑے نشان اور اچنبھے بھی دکھلائیں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ پس جہاں ہم مری یا کال یا بھونچال اور جنگ کو دیکھیں

گے جن کی خبر دی گئی وہیں ہم جھوٹے نبیوں اور جھوٹے مسیحوں کو بھی دیکھیں گے۔اوران کی گمراہ امتوں کو جس طرح ان کا آنا لفظاً اور حقیقتاً برحق ہے ان کا بھی اسی معنی میں، تاویلی معنی نہ ان کے لئے ہیں نہ ان کے لئے ، ہو نہیں ہوسکتا کہ امن وسلامتی فتنہ وفساد کے آئے بغیر نصیب ہو یا سچا مسیح ان جھوٹوں کے آئے بغیر آ جاوے پہلے ظلمت کا دور ہے پھر نور ہدایت کا۔پس اگر یہ حوادث وہی بتلائے جاتے ہیں جو مسیح کی آمد ثانی کے مبادی ہوں گے تو شیر علی بی اے کا فرض ہے کہ براہ مہربانی ہم کو وہ یہ بھی بتلا دے کہ جھوٹے مسیح کہاں ہیں جن کا آنا ضرور ہے، یا آیا ان کی کوئی لین ڈوری آئی ہے جن کی نسبت ہم سے،کوئی کہے گا کہ دیکھو مسیح یہاں ہے۔،اور جس کی نسبت خداوند مسیح نے تاکید سے فرمایا،تم اس کا یقین نہ کرنا،خداوند مسیح کا یہی فرمودہ ہے اور تم نے خود مان لیا کہ ابھی اور خرابیاں آنے والی ہیں جن کے مقابلہ میں وہ جو کچھ گذر چکیں کچھ بھی نہیں۔لہذا جب وہ گذر چکیں گی اور جب وہ کذاب آلینگے تب ہم سچے مسیح کی خیر مقدم کرنے کو اٹھیں گے اور جان جائیں گے کہ،وہ قریب ہے ہاں دروازہ پر،،پس ماننا پڑا کہ یہ زمانہ جھوٹے مسیحوں کا یا کم سے کم ان کے پیشرؤوں کا ہے نہ سچے مسیح کا۔

اب ہم کو تیار رہنا چاہیے کہ کسی جھوٹے مسیح کی طرف اشارہ کر کے کوئی کہنے والا کہہ دے کہ،دیکھو مسیح یہاں ہے،۔مسلمانو اور عیسائیو کان لگاؤ،سن لو،اس کا ایک نقیب،فی الحقیقت یہ کہتے ہوئے سنائی دیتا ہے:

وہ جس کے ظہور کا زمانہ پہنچا ہوا ہے کہاں ہے؟،تو اس بات کا پتہ ہم دیتے ہیں کہ وہ قادیان میں نازل ہو چکے ہیں۔،

یہ شہادت ہے ایک جھوٹے کی دوسرے جھوٹے کے حق میں۔مگر مسیح خداوند کی نصیحت موجود ہے:

تم ان کا یقین مت کرنا۔،

اور ہر ایمان دار مسلمان اور عیسائی فی الحقیقت کہہ رہا ہے:

اے شیطان دور ہو۔،

جب ہم یہ یاد کرتے ہیں کہ جھوٹا نبی یا جھوٹا مسیح کوئی ایک ہی نہیں اٹھنا ہے بلکہ بہت سے اور حدیث میں ان کا شمار تیس بتلایا گیا اور ان سب کے بعد اصلی حقیقی مسیح کا ظہور ہے اور یہ ظہور اکیلا ہے تو ہم سچے مسیح سے ملنے کی جلدی نہیں کرتے کیونکہ ابھی تک بہت بڑی وبائیں اور بہت بڑے بھونچال بھی نہیں آئے اور جھوٹا مسیح،

لیکن سب سے چھوٹا، صرف ایک ہی اٹھا ہے جس کا پتہ شیر علی نے کادیان میں بتلایا۔ ابھی ہم اور جھوٹے مسیحوں کے منتظر ہیں جس طرح اور وباؤں اور زلزلوں کے۔ کادیان والا کذاب بھی اور مسیحوں اور وباؤں کے آنے کا قائل ہے اور اس کا یار غار نورالدین بھی گواہی دیتا ہے کہ مرزا نے، مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے ممکن ہے مثیل مسیح بہت آویں (ازالہ اوہام۔ ص ۴۸۸، اور اس کے آخر میں نورالدین کا خط۔ ص ۱۱)

پس ہم کو ماننا پڑا کہ جھوٹے مسیحوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور چونکہ اس زمانہ میں مسیح ہونے کا کسی نے دعوی نہیں کیا بجز کادیانی کے اس لئے ہم کو بھی ماننا پڑا کہ وہ جھوٹے مسیحوں میں سب سے پہلا ہے گو سب سے جھوٹا حدیث میں جھوٹے مسیح کو مسیح کذاب اور مسیح الدجال کہتے ہیں تو ابھی ۲۹ دجال اور آنا چاہییں۔ ایک سے ایک بڑھ کر۔ سب سے بڑا دجال آخری ہوگا جس کے خروج کے بعد مسیح خداوند نازل ہوں گے اور اس کو معہ اس کے فتنہ کے نیست کریں گے۔ رہے یہ چھوٹے موٹے دجال جو حشرات الارض کی طرح اِس گاؤں میں اور اس گاؤں میں پیدا ہوا کریں گے ان کے قلع قمع کے لئے محمد (ﷺ) کے امتی اور مسیح کے امتی جو دونوں سچے مسیح کی آمد کے منتظر ہیں کافی سے زیادہ ہیں۔ مرزا کو ہم نے بہت ہی چھوٹا دجال اور ادنی قسم کا یعنی دجال کو چک کہا اور شائد محمد علی ایم اے اور شیر علی بی اے کی افہام یہ بات سمجھنے سے قاصر رہیں، اس لئے ہم وجہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ جو ہم نے کہا تو کیوں؟ جو بڑے بڑے دجال آویں گے وہ حیرت انگیز نشانات و کرامات دکھلاویں گے ایسے کہ ممکن ہے کہ بعض برگزیدہ لوگ بھی بہک جائیں اور اس کے پھندے میں آجاویں۔ اور اس کو مسیح مان لیں مگر مرزا نے نہ کوئی نشان دکھلایا نہ کوئی کرامت۔ صرف بے حیائی کی باتیں بکیں اور ڈینگیں ماریں۔ جتنی ہی فاش شکستیں اٹھائیں اتنے ہی فتح کے اشتہار دیئے اور اسکی مسیحیت کی ساری کامیابی بس یہ رہ گئی کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے ایک زبان ہو کر اس کو ملعون اور کذاب ٹھہرادیا گویا وہ دور سے شکل دیکھتے ہی پہچان گئے کہ دجال کی سواری آئی۔ ہاں ان چھ کروڑ مسلمانوں میں یعنی صرف ہندوستان میں (ہم اسلامی ممالک کے مسلمانوں کا ذکر نہیں کرتے) کچھ تھوڑے سے لوگ اس کو مسیح مان بیٹھے جن کا شکار اس جگہ کسی ایسی کسر اعشاریہ سے بھی نہیں دکھلایا جا سکتا جس کا اندازہ معمولی اور اوسط درجہ کے مسلمان کو ہو سکے اور وہ بھی پیر پرستوں قبر پرستوں خام خیال نیم مسلمانوں میں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ ان میں اور غیر مسلمانوں میں اصلی مابہ الامتیاز کون شئے ہے ہاں

ان میں دو چار لوگ ایسے بھی ہیں جن کے نام کے پہلے مولوی لگا ہوا ہے یا بعد میں بی اے ایم اے جو بڑی بڑی کتابیں لکھ لکھ کر اس کی مسیحیت کا اثبات کیا کرتے ہیں۔لوگوں کا گمان ہے اور غالباً سچ ہے کہ اگر یہ لوگ مجذوب اور مخبوط نہیں تو صرف بھاڑے کے ٹٹو ہیں مگر ہم ان کو پہلی قسم میں شمار کرنا زیادہ قرین مروت سمجھتے ہیں ۔اس کی دجالیت وکذابیت کے تو لوگ بلا دلیل قائل ہیں جس طرح آفتاب کے وجود کے لیکن اس کی مسیحیت پر چند دلائل کے بہانے ہیں جو صرف نور الدین یا شیر علی یا محمد علی کے پاس ہیں جن کو آج تک وہ دکھلا نہ سکے اور جب دکھلایا شرمندہ ہوئے اور جب ان کو کسی نے پاس سے تجربہ سے بس کر کس کر دیکھ لیا تو مولوی چراغ دین جموی اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی طرح:

ہوا گھر کو روانہ پڑھ کے لاحول

اور وہ چند بزرگ بھی جن کا نام نامی اوپر آیا جب سینہ پر ہاتھ رکھ کر مرزا کی تصدیق کرتے ہیں تو ہم کو صائب کا شعر یاد آتا ہے۔

بنمائے به صاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت به تصدیق خرے چند

(اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز ہم سے پوچھتا ہے کہ، چار لاکھ معزز انسانوں کی جماعت پر خرے چند کا لفظ صادق آتا ہے یا گیارہ ماہی گیروں پر۔اور ہم خوشی سے اس کو بتلاتے ہیں کہ چار لاکھ پر کیونکر ان گیارہ کا انصار اللہ ہونا اور مرسلین ہونا خود تمہارے نزدیک ایسی آسمانی شہادت سے ثابت ہے جس کا انکار کرنا کفر ہوتا ہے، مگر کیا کوئی ایسی معتبر شہادت تم پیش کر سکتے ہو جس کی رو سے ان چار لاکھ میں سے کسی کو گدھا سمجھنا کفر ہو جاتا ہے۔اگر یہ لوگ خفا ہو کر حواریان مسیح کی نسبت یہ گستاخی کر سکتے ہیں اور پھر بھی اپنے تئیں مسلمان بتلاتے ہیں تو لاریب خرے چند کی ان میں کمی نہیں۔کیا یہ گدھا پن نہیں کہ ان سے کوئی مرزا کے حق میں اپنی تصدیق کو اس پایہ کا سمجھے جیسا کسی حواری کا مسیح کی تصدیق کرنا)

اب اور سنئے یہ جو معدودے چند اسکے امتی ہیں یہ بھی شامت کے مارے سب کے سب مسلمانوں میں سے، برگزیدوں سے یعنی مسیحوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ایک بھی آپ کے دام تزویر میں نہ آیا۔گو ان میں بیسیوں مسلمان ہوگئے آریہ ہوگئے ہندو ہوگئے بدھ ہوگئے، عیسائیوں کی طرف سے جس قدر ناکامی آپ کو نصیب ہوئی :

بلا مبالغہ آپ کی کرامت ہے جس سے مسلمانوں نے بھی ہدایت پائی اور اس بات کو آپ کا دل ہی خوب جانتا ہے۔

اس ناکامی کا حال ایک شمہ میں یہاں واسطے تفریح ناظرین بیان کیئے دیتا ہوں۔

پہلے عیسائیوں کی کامیابی کا حال سنیئے بلکہ اپنے کہے ہوئے کو یاد کیجئے:

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور چھ کروڑ اور کسی زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۱)

لیکن عیسائی قوم اس زمانہ میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے اور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہے اور صدہا پیرایوں میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزیں کر رہی ہے بعض واعظوں کے رنگ پھرتے ہیں بعض گویئے بن کر گیت گاتے ہیں بعض شاعر بن کر تثلیث کے متعلق غزلیں سناتے ہیں بعض جوگی بن کر اپنے خیالات کو شائع کرتے ہیں۔ بعض نے یہی خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی محرف انجیل کا ترجمہ کرے اور ایسا ہی دوسری کتابیں اسلام کے مقابل پر ہر زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۴۷)

اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ نصاری غالب آ گئے اور ان کا مذہب زمین پر بہت بڑھ گیا اور زمین کے کناروں تک پھیل گیا اور ہر ایک بلندی زمین کی انکے حصہ میں آ گئی (نور الحق حصہ اول ص ۶)

لاکھوں آدمی دجالی (یعنی پادریوں کے) مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں (ازالہ اوہام ص ۴۹۶)

نہ ستر ہزار بلکہ ستر لاکھ سے زیادہ متفرق ملکوں میں لوگ دین اسلام سے انحراف کر چکے ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۷۳۳)

پھر آپ (یعنی مرزا قادیانی) ضمیمہ ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء میں اپنے وجود کی علت غائی مرزا قادیانی یہ بیان فرماتے ہیں:

اصل غرض خدا تعالی کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے۔،

نیز مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کا دفاع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور نیز اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالی کی طرف سے کوئی آوے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۴۱)

(اکبر مسیح کہتے ہیں) اچھا صاحب عیسائی جو، چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ، موجود ہیں تو آپ نے ان کی گنتی میں کیا کمی کر دی۔ ان کی زکوۃ یعنی چالیسواں حصہ بھی تو آپ نہ نکال سکے۔ خیر اسے جانے دیجئے آپ ہی بتلا دیں کہ دنیا کے، عام لوگوں، میں سے وہ کون امتیں ہیں جو آپ کی کوششوں سے، اسلام کی طرف مائل ہو گئیں۔ روس، جرمنی، انگلستان، فرانس، چین، جاپان، عراق اور عرب اور ایران وافغانستان مصر وشام ومشرقی افریقہ وبربر کی طرف نہ دوڑیں، پہلے پنجاب ہی کو دیکھ لیں جو اسی ہندوستان میں ہے جہاں آپ طاعون کے ساتھ پیدا ہوئے۔

ان بیس کروڑ عام لوگوں میں اسلام کو آپ نے کتنا پیرو بنا دیا۔ آریوں میں، سکھوں میں، ہندوؤں میں، عیسائیوں میں؟ عیسائی مذہب نے، جو جو غلطیاں وگمراہیاں پھیلائی ہیں، ان میں سے کون کون سی آپ نے دفع کر دی کہ جس پر کسر صلیب کا اطلاق آپ کی اصطلاح میں ہو سکے۔

عیسائیوں کے حملوں سے آپ نے اسلام کو کیا بچالیا؟ ہاں ایمان کی بات ہے کہ اسلام پر آپ ہی

نے ایسے ایسے حملے کرائے جیسے کبھی نہ ہوئے۔حتیٰ کہ انگریزی رسالہ کرائی آف پین یعنی دردزہ میں آپ کو آٹھ آٹھ آنسو رونا پڑا۔اور آج تک ان کے سو حملوں سے ایک کو بھی آپ دفع نہ کر سکے۔غرض کہ وہ خاص کام جس کا پورا کرنا آپ نے اپنا خاص منصب بتلایا تھا،اسی کو آپ نے نہ کیا بلکہ الٹا بگاڑ دیا۔

غرض کہ آپ ایک انڈہ تھے جو گندہ ہو گیا خود آپ کو اعتراف ہے کہ پادری لوگ متفرق ملکوں میں ستر لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرا چکے، پھر کیا آپ اس ستر لاکھ کے سترویں حصہ کو بھی اپنی ستر برس کی عمر میں اسلام میں واپس لوٹا لائے۔اچھا صاحب آپ ہم کو دس ہی گنا دیں۔ان بڑے بڑے بزرگوں اور ولیوں کی اولاد، بڑے بڑے خاندان کے، آدمیوں میں سے جن کو آپ دوبارہ عیسائی دین سے اسلام میں پھیر لائے۔اسی برتے پر عیسائیت کے غلبہ توڑنے کا وہم! اور ان کے فلسفہ کو دلائل قویہ کے ساتھ توڑنے کا حوصلہ! اور لفظ فلسفہ آپ کی زبان پر!!!

آپ کی ناکامی پر تو ہم آپ کو بہت شرمندہ کر چکے اب آپ کی کامیابی کا حال بھی سنائے دیتے ہیں مگر یہ معرکہ آرائی آپ کی خدمات کے پروگرام میں دخل نہیں تھی یعنی چند ہزار مسلمانوں کو آپ نے گمراہ کر لیا اور باقی چھ کروڑ کو کافر ٹھہرا دیا اور ان کے علماء اور مشائخ پر لعنت کی اور کرائی یعنی رہی سہی جو کچھ برائے نام مسلمانی باقی رہ گئی تھی اس کا بھی آپ نے نام مٹا دیا۔یورپی سلطنتوں میں ترکی کو، مرد بیمار، کہتے ہیں جو حالت نزع میں ہے: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

مگر ہمارے نزدیک ٹرکی اسلام نہیں گو اسلام کی تلوار کی یادگار ہے۔ٹرکی کی بیماری یا موت اسلام کی بیماری یا موت نہیں،لیکن آپ نے اسلام کی یہ تعریف ہندوستان کو سنائی:

> تھوڑے دن گذرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب المرگ انسان مجھے دکھائی دیا اور اس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمد ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسم ہو کر نظر آیا اور میں نے اس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پاوے گا۔(ازالہ اوہام۔ص ۲۱۴)

واویلا اس مریض پر جس کے معالج آپ ہوں! تو اب صرف وہی چند ہزار مرزائی صفحہ روزگار پر مسلمان رہ گئے جنہوں نے آپ کا پیالہ پی لیا، اور کادیان کو اپنا قبلہ بنا کر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان

فٹ بال بنے ہوئے ہیں۔کبھی ادھر پادری کی ٹھوکر کھائی، کبھی ادھر مولوی کی۔اور لعنتیں دونوں طرف سے ایسی ملیں کہ کادیان کے مکانوں پر کھپروں کی ضرورت نہ رہی:

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد
وائے گر در پس امروز بود فردائے

مگر ہم آپ کی درازی عمر کی دعا مانگتے ہیں اگر آپ کا دم نہ رہا تو یہ کھیل مٹ جائے گا۔اب اس کھلی ہوئی حقیقت کو دیکھ کر پھر بھی کامیابی کا نام لینا ایک ایسی بے شرمی و بے غیرتی ہے جو صرف کسی دجال ہی کا حصہ ہوسکتی ہے۔اور آپ کو سب لوگوں نے پہچان لیا، مسلمانوں نے بھی اور عیسائیوں نے تو خوب ہی۔ بدھ لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی بدھ دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس میں ۳۲ بڑی علامات اور ۸۰ چھوٹی علامات ایسی ہوتی ہیں کہ جس سے فوراً وہ پہچانا جاتا ہے۔آپ میں اس سے بھی دو چند ایسے علامات موجود ہیں کہ کبھی کسی کو دھوکہ نہیں ہوا۔مسلمانوں کے مقابل میں آپ کو اگر کچھ کامیابی ہوگئی ہو تو ہوگئی، مگر یہ بات سب کو معلوم ہے بلکہ مسلمانوں کو خاص طور سے کہ عیسائیوں کے مقابلہ پر آپ بہت ہی بے آبرو ہوئے۔

عبداللہ آتھم کا نام سن کر آپ کے بدن پر رعشہ آجاتا ہے۔مناظرہ کے بعد آپ نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ پندرہ ماہ میں مرجاوے گا اور جیتا جاگتا بچا۔اور جو رسوائی آپ کو نصیب ہوئی خدا دشمن کو بھی اس سے بچاوے۔آپ کا قصیدہ گواہ ہے کہ لوگوں نے آپ کے ساتھ نثر اور نظم سے جو ہولی کھیلی تھی اور آپ کو نہلایا تھا۔

(آپ نے خود لکھا): میرا دل مہتممان اور اڈیٹران کی ایذا سے دکھ گیا، اور ان کی باتوں سے پارہ پارہ ہوگیا۔انہوں نے بڑے جور سے اپنی زبان میری مذمت میں کھولی، اور ان کی گرفت کی شدت سے میں رسی کی طرح بل کھا کھا کر بٹا گیا۔انہوں نے پکار دیا کہ یہ کذاب ہے اور ہر کاغذ کو انہوں نے میری بدگوئی سے پر کر دیا، اور جس طرح زخمی رات کاٹ کر صبح کرتا ہے میرا بھی وہی حال ہوگیا۔

(انجام آتھم۔ص ۲۰۷۔۲۰۸)

یہ لوگ کون تھے جنہوں نے آپ کو بہ آواز دہل کذاب پکار دیا تھا؟ اہل اسلام تھے جن کو دام تزویر میں لانے کی غرض سے آپ یہ سمجھاتے تھے کہ ہم تمہارے وکیل ہو کر عیسائیوں سے لڑتے ہیں۔انہوں نے بھی

آپ کی چالیں پہچان لیں۔عیسائیوں کے ہاتھ سے آپ نے وہ ایک ایسی زک اٹھائی کہ آپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد پھر آپ کی وہی مثل رہی کہ

ہر دست از جاں بشوید ہر چہ در دل آرد بگوید

اور جتنی ہی سچی بدگوئی آپ نے مسلمانوں سے سنی تھی، اتنی ہی جھوٹی بدگوئی آپ نے بے چارے عیسائیوں کی کی۔مگر آپ کا دل تو پارہ پارہ ہوگیا۔آپ رسی کی طرح بل کھاتے رہے۔رسی جل گئی مگر بل نہ گیا، لیکن عیسائیوں کی ابرو پر میل بھی نہ آیا۔

پھر بتایئے وہ کون سا مناظرہ ہے عیسائیوں کے ساتھ جس میں آپ بازی لے گئے۔ضربۃ عیسوی کو بھی آپ نہیں بھول سکتے۔غرض کہ ہم کو تو آپ پر ترس آتا ہے کہ جب مسلمانوں کے سامنے منہ کھولا، حرماں نصیب ہوئے۔اور جب عیسائیوں کے مقابلہ میں آئے تو رسوا اور خوار۔عیسائیوں میں تو آپ کی کامیابی نرا صفر رہا، مسلمانوں کے گھر کا کوڑا کرکٹ یعنی چند ہزار مومن بے شک آپ کے قبضہ میں آ گئے۔

(اکبر مسیح کہتے ہیں) بہت بڑی دلیل میاں شیر علی قادیانی کی یہ ہے کہ:

مرزا اپنے گاؤں میں خلوت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کون ہیں...اور عام طور پر تمام دنیا میں آپ کو اس قدر شہرت حاصل ہوگئی۔،

افسوس اس (شیر علی) بی اے نے کچھ نہ سمجھا۔اس کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں بعض عورتوں نے شہرت حاصل کی جس کا پچاسواں حصہ بھی اس کے پیر کو حاصل نہیں ہوئی۔شہرت نیک نامی کے ساتھ، شہرت پڑھے لکھے علم دوستوں کے درمیان شہرت لیاقت کے ساتھ و ہنر مندی کے ساتھ کسی ایک ملک میں نہیں سب ملکوں میں۔

امریکہ میں ایک بڑھیا ہے مسز اِڈّی جس کے پیرو بیس لاکھ ہیں۔سب اس کی کشف و کرامات کے قائل ہیں اور اس کو مسیح کا نائب سمجھتے ہیں۔جس کے سب سے بڑے مخالف امریکہ کے جادو رقم ظریف مارک ٹوین نے یہ گواہی دی کہ مسز اڈّی سے زیادہ عجیب و غریب کوئی شخص ہمارے اس سیارے پر قدم نہیں مارتا جس کو دنیا کہتے ہیں۔

میڈم یلووڑکائی کا نام کس نے نہیں سنا جس کی ایک عالم میں دھوم مچ گئی تھی۔اور آپ ہی کی آنکھوں کے سامنے جو اس ملک میں تھوسوفی کی بانیہ ہو گذری۔اور تمام ہندو ڈگری یافتوں کو تھوسوفٹ بنا گئی، اور آج کل بھی اس کے جانشین ایک دوسری بڑھیا مسز اینی بسنٹ ہے جس کو ہندو پوج رہے ہیں۔ایک دو نہیں کروڑوں کشمیر سے لے کر سیلون تک۔جس نے بنارس میں ہندو کالج جہاں کی دولت بٹور کے قائم کر دیا، جس کو دیکھ کر لوگوں کی عقل دنگ ہوتی ہے۔

پھر ایک آپ ہیں کہ منہ پر داڑھی بھی ہے اور صرف چند ہزار جاہل مسلمانوں کو چیلہ بنا کر شہرت کی گدی پر بیٹھ گئے اور وہ شہرت بھی بس اسی قدر کہ سرحد کے قریب ہندوستان میں پنجاب کے ایک گاؤں میں مسلمانوں کے درمیان ایک ملا اٹھا ہے جو اپنے تئیں مہدی مسیح کہتا ہے جس کو سارے مسلمان دجال کذاب جانتے ہیں۔اس نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی جو جھوٹی نکلی تو سارے ہندوستان نے تالیاں بجائیں، پھر بھی کچھ احمق مسلمانوں میں ہیں جو اس کو مہدی مانتے ہیں۔

بڑا دلچسپ لطیفہ یہ کہ کسی مغل کی بیٹی کو یہ اپنی آسمانی جورو کہتا ہے مگر وہ کسی دوسرے کی جورو ہے اور درجن بھر بچے بھی جن چکی ہے۔پھر بھی یہ اس پر فدا ہے اور اس کے چیلے اس عورت کو ماں جانتے ہیں۔اخباروں میں ان باتوں کی دھوم ہے، لوگ قہقہے لگاتے ہیں۔اس شہرت کو کوئی شریف قابل رشک نہیں سمجھتا اور مسیحیت یا مہدویت کا جھوٹا دعوی کر کے شہرت حاصل کرنا اس سے بھی بدتر ہے جو کسی گمنام اوباش کو دم میں حاصل ہو جاتی ہے جو کسی تاجدار کے اوپر تپنچہ داغ دیتا ہے۔

شہرت اسے کہتے ہیں جو سر سید احمد نے حاصل کی تھی کہ ایک قوم کو جو دینی تعصب کی چکی گلے میں باندھ کر پستی کے سمندر کی تہ میں بیٹھ گئی تھی پھر اسے اچھال دیا اور کنارہ لگا کر اس قابل کر دیا کہ ترقی کے میدان میں اوروں کے ساتھ وہ بھی کھڑی ہو جاوے۔

شہرت اسے کہتے ہیں جو عثمان پاشا نے حاصل کی تھی کہ جب ساری قوم بازی ہار چکی تو صرف دو ایک مہروں کے بل پر ایک ٹیڑی دل لشکر کو کچھ دیر روک رکھا، اور مردانگی کے جوہر دکھلا کر گویا قضا و قدر سے ٹھیر گیا کہ دشمن بھی مرحبا پکار اٹھے۔

شہرت اسے کہتے ہیں کہ جو کونٹ ٹولسٹائی کو حاصل ہے جس کے صدق خدا پرستی اور راست بازی کے دبدبہ نے زار روس کا جاہ وجلال پامال کر دیا۔اس کے ظالمانہ قوانین کا منہ بند اور اس کی افواج قاہرہ کے بھیڑیئے کو بکری بنا دیا۔

شہرت اسے کہتے ہیں جو آج کے دن اینڈرو کارنگی کو حاصل ہے جس نے اکل حلال وصدق مقال سے قارون کی دولت اور حاتم کی سخاوت کا نام بھلا دیا۔

شہرت اسے کہتے ہیں جو جنرل بوتہ کو حاصل ہے جو محض ایک گمنام ان پڑھ شخص تھا جسکے کارنمایاں پانچوں براعظموں میں ابدتک اس کی یادگار رہیں گے،جسکی زیارت کو شاہان جہاں فخر سمجھتے ہیں اور اپنے خزانوں کو اس کے پیروں میں انڈیلتے ہیں اور بڑے بڑے مدبران اور سپہ سالاران جس کی تدبیر رعب ووجاہت اور حکومت کے قائل ہیں۔

ہاں یہ بھی شہرت ہے جو دیانند سرستی نے حاصل کی۔ بت پرستی، باطل پرستی اور وہم پرستی کو لاکھوں گھروں سے میٹ دیا۔عیسائیوں اور مسلمانوں کی خدمت ادا کی اور ان کی بڑی بڑی مشکلیں حل کر دیں۔اب یار باقی صحبت باقی۔

پھر لوگ اس کو بھی شہرت کہتے ہیں جو سوڈان کے نیم وحشی مگر شجاع ملا محمد احمد نے ۳ برس کے اندر حاصل کر لی تھی کہ سارے ملک کو اپنا فدائی بنا کر مہدی بن بیٹھا جس کے مقابلہ میں ایسے ایسے ناموروں نے سر ہار دئے جیسے ہکس پاشا اور جنرل گارڈن گذرے ہیں۔جس کے دینی اثر کو گھٹانے اور جس کی ذریات کی قوت توڑنے کی خاطر لارڈ کچنر کو ام درمان کے میدان میں تلوار کھینچنا پڑی۔ یہ درویش تھے کہ موت سے یوں بغل گیر ہوئے تھے گویا عاشق اپنے محبوب سے۔

اب شیر علی کے پیر کی شہرت دیکھئے۔نہ زبان آوروں میں، نہ اہل علم میں، نہ اہل قلم میں، نہ اہل سیف میں، نہ اہل دول میں، نہ اہل سخا میں۔ بلکہ مفتریوں میں، ابلہ فریبوں میں، خاص کر کوسنے والوں میں، بلکہ کوسنے والیوں میں۔ جو مرا آپ کا کاٹا، جو گرا آپ کا کوسا۔عورتوں میں ایک خام خیال مشہور ہے وہ سمجھتی ہیں کہ بعض پلید عورتوں کی نظر کا مارا بچہ نہیں بچتا۔جن کی ہونس بچوں کو کھا جاتی ہے۔ان کے گمان میں اس کی زبان

کالی ہوتی ہے۔پس ان عورتوں میں ضرور آپ کی شہرت ہونا چاہیے۔اور غالباً آپ کے مریدان باعقیدت بیشتر وہی ہوں گے جو ایسی ماؤں کی آغوش میں پل کر بدایوں کے قلابتے رہے۔علاوہ اس کے آپ کی شہرت کے سائن بورڈ پر اہل اسلام نے یہ لکھ رکھا ہے: **دجال کذاب**۔اور اس برتے پر دعوی مسیحائی بلکہ دعوی مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا۔کیا اور کوئی قافیہ نہیں مل سکتا تھا۔بھلا آپ نے عیسائیوں آریوں اور مسلمانوں پر اتنی ہی دھاک بٹھلا دی ہوتی جتنی تانیتا بھیل نے ممالک متوسط کی پولس پر۔اس پر ہم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ اگر اس زمانہ میں میں مسیح نہیں،تو پھر تم بتاؤ کہ مسیح کہاں ہے؟اس کا جواب وہی ہے جو سعدی فرما گئے

کس نیاید بزیر سایہء بوم
در ہما از جہاں شود معدوم

(اکبر مسیح کہتے ہیں)اب ہم شیر علی صاحب کی تین اور دلیلوں کی بھی حقیقت عیاں کرتے ہیں جس سے عیسائیوں کے روبرو وہ مرزا کو مسیح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

اول:یہودی اور مسیحی حلقوں میں یہ بات مانی جاتی ہے کہ مسیح موعود کا نزول آدم سے ساتویں ہزار میں واقع ہوگا اور ظاہر ہے کہ آدم سے ساتواں ہزار جارہا ہے اس لئے یہی وقت مسلم طور پر ظہور مسیح موعود کا ہے۔خدا نے دنیا کو چھ دنوں میں بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔لیکن زبور اور قرآن شریف کی رو سے ثابت ہے کہ خدا کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چھ ہزار سال تک تو دنیا مشقت اور محنت میں گزارے گی اور ساتویں ہزار میں جو سبت اور آرام کا دن مقرر تھا،اس میں خدا کے بندے مسیح موعود کی بادشاہت میں امن وآرام سے بسر کریں گے۔یہ ساتواں ہزار ابھی شروع ہوا ہے اور اگر مسیح موعود اس وقت ظاہر نہ ہو تو پھر اس کا ظاہر ہونا ہی محال اور ناممکن ہے۔

یہ تقریر نہ منطق ہے،نہ ظرافت۔عجب نہیں کہ پنجاب یونیورسٹی میں اس دلیل کی وجہ سے میاں شیر علی کی بھی شہرت ہو جائے۔دنیا کا چھ دن میں بنانا اور خدا کا ساتویں دن آرام کرنا،اس کو دنیا کی چھ ہزار سال کی

مشقت اور خدا کے بندوں کے آرام سے وہی مناسبت ہے جو گھٹنے کو خیر آباد سے۔ اگر اس قسم کی دلیل ہم نہ سنتے تو ہماری حیرت رفع نہ ہوتی کہ کادیان میں بی اے کیسا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ، آدم سے ساتواں ہزار جا رہا ہے۔،

اگر کوئی کہے کہ ستر واں ہزار جا رہا ہے تو شاید زیادہ قرین حق ہوگا کیونکہ ہم تو اس معاملہ میں کسی بشپ یا ربّی یا مولوی کے خیال پر صاد کرنے کو تیار نہیں۔ دنیا کی عمر اور بنی آدم کی مدت اور نظام شمسی کی کیفیت بیان کرنا نبی کا منصب نہیں بلکہ سائنس کا ہے جو بتلا رہا ہے کہ نسل انسان ایسی کم سنی کی حالت میں نہیں بلکہ دراصل اس کا ایک ایک دن تمہارے حساب کے ہزار ہزار برس کے برابر ہے۔ تمہارے اپنے ہی قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ کے ساتویں ہزار ہونے کا قطعی ثبوت اس کا سبت یعنی، امن و آرام، کا وقت ہوتا ہے، اور یہ کالشمّس ہے کہ یہ زمانہ سبت کا نہیں، بلکہ حوادثات و آفات کا ہے جن کا سلسلہ ابھی صرف شروع ہی ہوا۔ پس لاریب تمہارا حساب غلط ہے۔ لیکن ہم ضرور پوچھیں گے کہ تم نے کس دلیل سے اس زمانہ کو آدم سے ساتواں ہزار کہا۔ چونکہ، یہودی اور مسیحی حلقوں، کا ذکر کیا گیا اس لئے ہم اس بحث کو صاف کئے دیتے ہیں۔ یہودیوں میں جو سن مروج ہے اس کی رو سے پیدائش آدم ۳۷۶۰ سال قبل مسیحی زمانہ کے ہوئی۔ اگر اس میں ۱۹۰۶ء (جب اکبر مسیح کی یہ تحریر وجود میں آئی۔ بہاء) جوڑیں تو ۵۶۶۶ ہوتے ہیں یعنی ابھی ۶ ہزار سال پورے ہونے کو ۳۳۴ سال باقی ہیں جن کے گذر جانے کے بعد سبت کا ہزار شروع ہوگا۔،

مسیحیوں کی نسبت واضح ہو کہ اس وقت ان میں کوئی مستند عالم نہیں جو اس زمانہ کو آدم سے ساتواں ہزار سال ماننے پر اصرار کرتا ہو، یا سال تولد آدم کے تعین کی فکر میں ہو۔ سترھویں صدی میں بشپ اشر اور ڈاکٹر ہیلس دو شخص گذرے جنھوں نے عبرانی اور یونانی متن توریت سے ایک حساب لگایا تھا جو ایک مدت تک عموماً لوگوں میں مقبول رہا مگر اب نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہیلس کا حساب اشر سے زیادہ معتبر سمجھا گیا اور اسی کے ساتھ جوزیفس یہودی مورخ بھی متفق ہے، اور سامریوں کی تورات سے بھی بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ اس کے مطابق حضرت آدم کی پیدائش ۵۴۱۱ قبل مسیح تھی جس میں اگر ۱۹۰۶ء مابعد زمانہ جوڑا جائے تو دنیا کی پیدائش کو ۷۳۱۷ سال گذر چکے یعنی نہ صرف سبت کا ساتواں ہزار گذر چکا بلکہ آٹھویں ہزار سے بھی ۳۱۷ سال بیت گئے۔

رِفرِنس بائیبل میں حاشیہ کے اوپر ہر صفحہ میں کچھ ہندسے دیئے ہوئے ہیں جو بائیبل کے متن سے بالکل جدا ہیں حضرت آدم کے شجرہ میں جن اشخاص کے نام ہیں فرزند پیدا ہونے کے قبل جوان کی عمروں کا تخمیہ تھا ان کو جوڑ کر آرچ بشپ اشر نے ایک حساب اپنے قیاس پر بنایا تھا جس کی رو سے حضرت آدم کی پیدائش ۴۰۰۴ سال پیشتر مسیح کے کہی جاتی ہے۔ اگر ۴۰۰۴ سال قبل مسیح میں ۱۹۰۶ء سال بعد مسیح کو جوڑ دیں تو ۵۹۱۰ سال آدم سے ہوئے۔ یعنی ہم چھٹے ہزار کے اواخر میں ہیں اور جب پورے ۹۰ برس چھٹے ہزار کے پورے ہولیں گے، تب کہیں ساتواں ہزار شروع ہوگا۔ چنانچہ شیر علی کے پیر بھی ایک جگہ لکھ چکے ہیں کہ:

حضرت آدم کی پیدائش کے حساب سے الف ششم کا آخری حصہ آ گیا (ازالہ اوہام۔ صفحہ ۴۵۵)

اور میں آدم الف ششم ہوں۔

پس اس دلیل سے مرزا صاحب اسی زمانہ میں آئے جب بقول جناب، دنیا مشقت اور محنت، جھیل رہی تھی اور بڑی مشقت اور بڑی محنت آنے والی ہے جس کو ابھی تک جھیلا نہیں اور امن و آرام یعنی سبت کا دن منزلوں دور ہے۔ یعنی یہ زمانہ عین وہ زمانہ ہے جب جھوٹوں کے آنے کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور ایک حساب سے ۳۳۴ سال اور دوسرے سے پورے ۹۰ سال۔ مسّیل ڈان، یعنی مسیح کی ہزار سالہ بادشاہت کے فجر کو باقی ہیں اور دوسرے حساب سے ساتویں ہزار کو نکلے ہوئے ۳۱۷ سال گذر گئے۔ پس اب یہ فرض آپ کا ہے کہ پہلے آپ کسی دلیل مسلمہ فریقین سے ثابت کر دیں کہ آدم کی پیدائش کو پورے چھ ہزار سال گزر گئے، اور فلاں ساعت ساتویں ہزار کے پہلے سال کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ شروع ہوئی۔ اور پھر مرزا جی کے جنم پترہ سے جس کو کسی منجم نے بیان حلفی سے تصدیق کیا ہو، ان کی تاریخ تولد کو اس کے مطابق کر کے دکھلائیں کیونکہ ایک گھڑی کا آگا پیچھا اس دلیل کو بالکل باطل کر دے گا۔ آرچ بشپ اشر کی تقویم نے اور ڈاکٹر ہیلس اور جوزیفس اور سامریوں کی تقویم نے تو آپ کو دغا دی، بہتر ہے کہ آپ منشی رحمت اللہ صاحب رعد کان پوری سے کچھ مدد لیں۔ شائد اگلے سال کی نامی جنتری میں وہ اس عقدہ کو حل کر دیں۔

لیجئے یہ بڑی ہفت ہزاری دلیل کا دیوالہ نکل گیا اور آپ دجال کے دجال ہی رہے۔ اب ہم آپ کی دوسری دلیل اور بہت بڑی دلیل کی جانچ میں مصروف ہوتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

بائیبل میں جھوٹے نبیوں کو شناخت کرنے کا معیار موجود ہے اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جھوٹا نبی وہی ہوتا ہے جس کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔،

اور پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

مرزا غلام احمد تیس سال کے عرصہ سے خدا کے نام پر پیش گوئیاں شائع کر رہے ہیں دوسو سے زیادہ ایسی پیش گوئیاں ہیں جن کو انہوں نے خدا کے نام سے پہلے شائع کیا اور پھر وہ پوری ہوئیں۔،

یہ بحث بہت طویل ہو جائے گی اور کم سے کم دوسو صفحے درکار ہیں کہ ہم مرزا کی ہر ایک پیش گوئی کا قصہ سنائیں۔اس مضمون کا ایک مستقل رسالہ الہامات مرزا موجود ہے مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری، جس کا جواب آج تک کوئی کادیان کا شیر یا بز نہ دے سکا۔ہم کو کچھ ضرورت نہیں کہ ہم اس کام میں مصروف ہوں یہاں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ سوائے کادیان کے چند احمقوں کے سارا ہندوستان ان کو باطل جانتا ہے۔اور کسی پیش گوئی کو اس طرح لوگوں کا باطل ٹھہرانا اس کے بطلان کے ثبوت میں کافی ہے کیونکہ جب کوئی پیش گوئی پوری ہوتی ہے تو اس کا حق ہونا مسلمہ ہو جاتا ہے مشتبہ نہیں رہتا۔مثلاً ایک ہندو منجم نے رسم تاجپوشی کے پہلے حکم لگایا تھا کہ شہنشاہ عالم پناہ قیصر ہند پیٹ کے پھوڑے میں مبتلا ہوں گے اور تاجپوشی رک جائے گی۔اسی طرح ایک یہودی منجم نے شاہ ہمبرٹ والی اٹلی کے زائچہ میں حکم لگایا تھا کہ وہ فلاں تاریخ کسی قاتل کے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔پھر اس نے حکم لگایا تھا کہ اواخر مارچ اور اوائل اپریل ۱۹۰۵ء کو بڑا زلزلہ خطہ کانگڑہ میں آوے گا۔جب یہ واقعات بجنسہ اسی طرح پورے ہوئے تو کسی نے نہیں کہا کہ پیش گوئی باطل تھی۔پس جب ہندو مسلمان عیسائی سب ان کے اعلان پر گواہ ہیں تو ہم کو مرزائیوں کے قائل کرنے کی حاجت نہیں مگر چونکہ بات چھڑ گئی اسلئے اپنے ناظرین کو ان دوسو پیش گوئیوں میں ہم صرف دو یاد دلاتے ہیں جو مرزا کی پیش گوئیوں میں سب سے مشہور ترین ہیں اور ہمارے شیر علی صاحب نے بھی افسوس ہے انہیں کا ذکر متروک کر دیا۔

ایک ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے متعلق مرزا صاحب نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو شہر امرتسر میں ایک جلسہ عام کے روبرو اعلان دیا تھا:

اگر وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا

کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں ، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسا ڈالدیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ضرور کرے گا۔زمین وآسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)۔

چنانچہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ میعاد پوری ہوگئی اور آتھم صاحب جیتے جاگتے فتح کے شادیانے بجاتے امرتسر کی گلیوں میں شان وشوکت سے گاڑی میں بیٹھے نکلے جن میں اس پیش گوئی کی دھوم مچائی گئی تھی۔لیکن عیسائیوں نے آپ کے گلے میں رسا نہیں ڈالا، نہ پھانسی دی بلکہ جیتا رہنے دیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو روسیاہی اور رسوائی پیٹ بھر کے نصیب ہوئی جس سے بچنے کے لئے اگر آپ موت کو بھی پکاریں تو وہ بھی فریاد رسی کو نہ آوے۔مگر مسلمانوں نے ضرور آپ کی دم میں رسہ باندھ دیا جس کو امرتسر کے ثناء اللہ اور میرٹھ کے شوکت برابر بھانج بھانج کر مضبوط کرتے رہے۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد مسلمانان امرتسر نے بعنوان:

مرزا کادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

ایک اشتہار جاری کیا انا نزلنا الذکر و انا له لحافظون آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسے تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں چنانچہ مرزا کادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا، کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینہ کی مدت میں نہیں مرے۔،

عیسائیوں میں ہم ان چند لوگوں کی طرف سے معذرت کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے آپ سے باادب پوچھا تھا:

کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی

یا ہمدردی سے مشورۃً جتلایا تھا:

ڈاڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے

کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی

نائی کو کون غرض تھی یہ خطا ڈاکٹر کلارک کی تھی جن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ایک حجام بارہ ماسی مقرر کر دیتے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ عذر بھی نامسموع ہے کہ عیسائی ایسے کاموں میں اپنا روپیہ صرف نہیں کرتے کیونکہ اگر وہ درخواست کرتے تو امرتسر و بٹالہ میں ایسے بہت سے مولوی مل جاتے جو ہر اٹھوارے بلا دام مرزا جی کی حجامت آپ بنا آتے۔ نہیں ہم ہی بھولتے ہیں، وہ بچارے برابر خدمت کئے گئے، بال نہیں جمنے دیئے۔ افسوس مرزا جی کی حجامت نے ہمارے مضمون کو خبط کر دیا۔

غرض کہ وہ پیر مرد آتھم جو دراصل گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا اور اسی گمان سے آپ نے اس کے مرنے کی پیش گوئی کر دی تھی، مرنے سے رک رہا، اور جب تک آپ کی ذلت و خواری و روسیاہی نہ دیکھ لی نہ مرا۔ پھر رہے نام اللہ کا۔ مرنا کس کو نہیں، جو پیدا ہوا مرے گا۔

یہ پیش گوئی آپ کی کذابیت پر آسمانی دلیل تھی اور ایسی چوکس کہ چوں کرنے کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ آپ کے بڑے معتقد محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے بھی ۷ ستمبر ۱۸۹۴ء کو بڑے درد و اضطراب سے آپ کو لکھ دیا:

> اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہو گئی؟ نہیں ہر گز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا .. میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاول کے طور پر بشیر نام رکھا وہ مر گیا تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا... کیا کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔
>
> (الہامات مرزا۔ ص ۳۷۔ ۳۸)

ہم نے اس پیش گوئی کا ذکر کچھ وضاحت سے کیا۔ خاص کر اس لئے کہ آتھم صاحب عیسائی تھے اور

عیسائیوں کے مقابل میں اس پیش گوئی نے آپ کو چار دانگ عالم میں رسوا کیا اور ایسی رسوائی پر آپ کی ساری شہرت مبنی ہے اور اس سخن کے معنی پر ایک عملی تفسیر ہے: بدنام بھی ہوویں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔

دوسری پیش گوئی بڑی بے شرمی اور بے غیرتی کی ہے مگر ہم اس کا ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ خود کچھ نہیں لکھتے بلکہ صرف مولوی سلطان محمد کے مضمون سے کچھ حصہ بہ ترمیم بعض الفاظ وفقرات کے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے بعنوان۔ کادیانی پیشین گوئی اور ہم، انہیں میاں شیر علی صاحب ہمارے مخاطب کے جواب میں نور افشاں ۱۴، اکتوبر ۱۹۰۶ء میں لکھا تھا جس کا جواب کادیان کے ملک سے نہیں ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے۔

آپ کے پیر دستگیر کی بہت بڑی پیشگوئی اپنی زوجہ آسمانی کی نسبت یہ الہام ہے جو انجام آتھم میں بھی چھپا ہے انّا زوجنا کھا، یعنی مرزا احمد بیگ کی بیٹی کا نکاح خدا نے مرزا کادیانی کے ساتھ کر دیا۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو سورہ احزاب کے رکوع ۵ میں بعد طلاق زید (زینت کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح ہونے پر) وارد ہوئی جس کی منشاء کے مطابق زینب زوجیت میں آ گئی۔ بہر حال سچ ہے یا جھوٹ، دختر احمد بیگ، مرزا کی جورو ہو گئی۔ اور جورو کیونکر نہ ہو اس کا نکاح آپ کے ساتھ ہوا، کرنے والا خدا ٹھہرا، یہ الہام اور پیش گوئی جھوٹی ہو گئی اور بالکل جھوٹی اب کوئی شیر علی مرد میدان بن کر اس کو سچی ثابت کر دے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ۱۸۸۵ء میں آپ نے مرزا احمد بیگ کی لڑکی مانگی اس نے ٹکا سا جواب دے دیا جس سے انا زوجنا کھا کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ اب دوسرا جز آپ کے اس الہام کا یہ ہے کہ اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہو گا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک ..فوت ہو جائے گا۔، اس میں آپ نے بہت سی پیشین گوئیاں کر دیں منجملہ اس کے ایک یہ بھی ہے: کہ بیوہ ہو جانے کے بعد تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ ص۔ ۳۲۵)

اب نہ صرف انا زوجنا کھا، بالکل باطل ہو گیا یعنی مسماۃ کادیانی کی جورو نہیں بنی باوجودیکہ مرزا کہتے رہے کہ، جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔، وہ بدل گیا اور بساعت

سعید ۱۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا صاحب قادیانی کی زوجہ آسمانی کا نکاح جو از بس موجب پریشانی کا دیانی ہوا مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔

پھر آپ کی دوسری پیشین گوئی بھی باطل ہوگئی کہ سلطان محمد ڈھائی برس کے بعد تاریخ نکاح کے مر جاوے گا کیونکہ آج کی تاریخ (۱۹۰۶ء) تک زندہ و صحیح سلامت ہے۔

پھر آپ کی تیسری پیشگوئی بھی باطل ہوئی کہ:

اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا۔،

انجام نیک اور اس سے زیادہ کیا ہوتا کہ گیارہ بچوں کی ماں ہوگئی اور اس کا شوہر بقول شخصے آپ کی چھاتی پر مونگ دل رہا ہے۔ ہاں سنتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ مر گئے۔سو مر جائے، آخر کبھی مرنا ہے، پھر اس سے کیا۔غرض تو اس کی دختر اور اس کے داماد سے تھی جو اب تک جیتے جاگتے ہیں۔،

پھر آپ کی چوتھی پیشین گوئی بھی لازمی طور سے باطل ہوئی۔مسماۃ رانڈ ہوئی، نہ آپ کے ہاں آئی۔ ہاں شیر علی صاحب بی اے، ذرا اس کا جواب ضرور دیجئے گا کہ اب وہ کس کی جورو کہلائی کیونکہ آسمانی نکاح اس کا مرزا جی کے ساتھ ہو گیا۔مرزا جی نے اس کو طلاق نہیں دیا اور دوسرا شرعی نکاح اس کا سلطان محمد کے ساتھ ہو گیا۔ یہ تو بڑے پیچیدہ رشتے ہو گئے۔مرزا جی نے آج تک اس پیشین گوئی سے زیادہ صاف اور صریح پیشین گوئی کی نہیں اور اس کا باطل ہونا ایسا روشن ہے جیسے دوپہر کا سورج۔اس مضمون پر لوگ خوب لکھ چکے ہیں۔ناظرین مولوی ثناء اللہ امرتسری کا رسالہ الہامات مرزا اور ڈاکٹر عبدالحکیم کا رسالہ المسیح الدجال پڑھیں۔ یہ ایک پیشین گوئی مرزا جی کے تمام الہامات کے باطل کرنے کو کافی سے زیادہ ہے۔مسلمانوں کے درمیان قریبی رشتہ داروں میں ایسے نکاح روز ہوا کرتے ہیں کچھ بھی دقت نہیں ہوتی اگر نکاح ہو جاتا تو ہرگز ہرگز اس کے لئے کسی الہام و وحی کی ضرورت نہیں تھی سینکڑوں نکاح اس طرح روز ہوا کرتے ہیں کچھ عجوبہ نہیں، مگر اس نکاح کا نہ ہونا اور مرزا جی کا تمام ناجائز و شرمناک کوششیں کرنا اور رونا گڑگڑانا اور کہنا کہ،لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ پیشین گوئی اس

عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہوچکی ہے ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے کہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے۔، دکھلا رہا ہے کہ اگر نکاح ہو جاتا تو کوئی خارق عادت امر نہ ہوتا۔ مگر جو نکاح نہ ہوا تو ثابت ہو گیا کہ، جھوٹا نبی وہی ہے جس کی پیشین گوئی پوری نہیں ہوتی۔،

پس آپ کی نبوت پر تو کوئی دلیل نہیں مگر کذب پر ہزاروں۔ دیکھیں شیر علی صاحب اب کیا لکھتے ہیں غالباً منہ نہ دکھلائیں گے۔ ہمارے اس مضمون پر دوبارہ قلم اٹھاتے ہاتھوں میں رعشہ پڑ جاوے گا۔، اور یہ پیش گوئی مولوی سلطان محمد کی بھی سچ نکلی۔

اکبر مسیح لکھتے ہیں کہ اب ہم شیر علی کی تیسری دلیل پر کہتے ہیں جو استثنا ۱۸: ۲۰، ۲۲ پر مبنی ہے:

لیکن وہ نبی جو گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نیکہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔،

ہمارا مخاطب کہتا ہے: خدا نے موسیٰ کو بتا دیا کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاوے گا۔،

اس میں دو باتیں بتلائی گئیں کہ جھوٹے نبی کی شناخت یقینی کیا ہے اور جھوٹے نبی کی سزا کیا ہے۔ پہلی بات عقل اور صحیح منطق پر مبنی ہے اور ہر وقت صادق ہے دوسری بات مختص المقام والوقت ہے اور دونوں لازم وملزوم نہیں۔ ہم کو اپنے مخاطب کی سمجھ پر افسوس ہے وہ نہیں دیکھ سکتا کہ اس میں صرف قوم بنی اسرائیل کے قانون فوجداری کا ذکر ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا مستوجب سزائے موت ہے اور جس پر یہ جرم حاکم وقت کے روبرو ثابت ہو وہ قتل کیا جاوے۔ یہ حکم غیر بنی اسرائیل کے لئے بے اثر ہے اور مدت گذر گئی کہ اسرائیل کے لئے بھی یہ شرح فوجداری ان کی سلطنت کے ساتھ اٹھ گئی پس اس زمانہ میں اور ہندوستان میں اور سلطنت انگلشیہ کے زیر سایہ کسی مغل کا بچہ جھٹا دعویٰ نبوت مسلمانوں کے درمیان موسوی شریعت کے نقیض کیونکر سمجھا جا سکتا ہے۔ خدا نے اس میں موسیٰ کو صرف یہ بتلایا کہ بنی اسرائیل کو جھوٹے نبیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہوگا

اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جونہی نبی جھوٹی بات منہ سے نکالے گا فوراً مر جائیگا اگر ایسا ہوتا تو پھر اسرائیل کو اس کے قتل کی تکلیف کیوں دی جاتی اور سچ اور جھوٹ میں صبر کے ساتھ امتیاز کرنے کی کیوں ہدایت ہوتی۔ یہی نہ سکھایا جاتا کہ اگر نبی کسی پیشین گوئی کرنے کے بعد فوراً مر جائے تو بس اس کے مر جانے کو تم اس کے دروغ کی دلیل سمجھنا پس اس شرع کے موافق صرف اسی جھوٹے نبی کی موت یقینی تھی جو بنی اسرائیل میں اٹھے۔ بنی اسرائیل کے روبرو دعوی کرے اور ان کے ہاتھ میں پڑ جاوے لیکن اگر وہ بھاگ جاوے یا ان کے قابو سے باہر ہو یا حدود اسرائیل سے نکل جاوے تو اس کی موت لازمی نہیں اور نہ اسرائیل پر اور شرع پر الزام آسکتا ہے شیر علی کی دلیل بجنسہ یہ ہے مثلاً شرع محمدی میں ہے کہ اگر کوئی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاوے مگر کوئی شخص ہندوستان میں کسی مسلمان کی چوری کر کے بید کھائے اور پھر اسی مسلمان سے کہے کہ میں چور نہیں اگر چور ہوتا تو میرا ہاتھ کٹ جاتا۔ پس معلوم رہے کہ سچے اور جھوٹے نبی کی شناخت کی معیار سے مرزا کا جھوٹا ہونا اسی روز ثابت ہو گیا جس روز آتھم کے متعلق اس کی پیش گوئی باطل ہوئی یا جس روز احمد بیگ کے داماد کے متعلق اور اگر وہ بنی اسرائیل میں ہوتا اور ان کی حکومت کے وقت تو وہ کبھی کا گردن زدنی ہو چکا ہوتا لیکن اگر نہیں مارا گیا تو اس سے اس کے جھوٹے ہونے میں کوئی کسر نہیں باقی رہ جاتی بلکہ مسلمانی کا دم بھرنے کے باعث اس پر قرآن کا فتوی صادق آیا۔ لعنت اللہ علی الکا ذبین

شیر علی قادیانی نے خداوند مسیح کے کلام کی بھی جھوٹی تاویل کی ہے، جھوٹے نبیوں سے خبردار ہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں پر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں۔ تم انہیں ان کے پھلوں سے پہچانو گے۔،

اور کہ: ہر درخت جو اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (متی ۷:۱۹)۔

ہمارا مخاطب کہتا ہے :یسوع کہتا ہے کہ جھوٹے نبی برے درخت کی طرح کاٹے جائیں گے۔،

ہاں سچ ہے مگر یہ عاقبت کے عذاب کی خبر ہے لفظ آگ جس پر شاہد ہے یعنی وہ دوزخ کی آگ کے ایندھن ہوں گے مگر برے پھلوں سے ان کا پہچانا جانا یقینی ہے چنانچہ یہ مرزا کے اوپر عجیب وغریب صداقت سے چسپاں ہے اس کو عیسائی بھی مدت ہوئی پہچان چکے اور مسلمان بھی۔

رہا فتویٰ سزا کا سو وہ صرف جھوٹے نبیوں پر نہیں بلکہ ہر جھوٹے پر ہے۔ اگر شیر علی نے حضرت یوحنا اصطباغی کا کلام دیکھا ہوتا تو وہ بھی اس غلطی سے باز رہتا آپ نے فرمایا ہے:

اب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے پس جو جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (لوقا)

پس معلوم ہے کہ اس دنیا کی سزا کا ذکر یہاں نہیں ہے بلکہ اس دنیا کی سزا کا ذکر ہے۔ اس دنیا میں موت اور تنگ دستی اور مصیبت نیکوں کو گھیرے رہتی ہے کیا اس نے قرآن شریف میں کبھی نہیں پڑھا یقتلو ن النبیین بغیر الحق ۔نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالتے ہیں پس مر جانے اور مارے جانے سے کوئی سچا جھوٹا نہیں ثابت ہوتا اور جیتے رہنے سے یا حرامخوری کی زندگی بسر کرنے سے کوئی جھوٹا سچا نہیں بن سکتا۔ پس مسیح کی امت کے زیر سایہ پناہ لے کر یہ سوال کہ مرزا جی قتل کیوں نہیں کئے گئے کچھ مردی نہیں۔ اگر ان کی جان کا بیمہ ہو گیا تھا اور اس پر ان کو یقین کلی تھا تو ان ہی سے آپ یہ پوچھ لیجئے:

حضرت اقدس! مسلمانی کا دم بھرتے ہوئے حج سے فرض کو آپ نے کیوں ترک کر دیا۔ یا افغانستان جو پاس ہے، وہاں جا کر اپنے دونوں شہیدوں کی گور پر فاتحہ پڑھ آئے یا ان کی ہڈیوں کو مقبرہ بہشتی کے لئے جا کر لے آئے۔

فوراً اس لاف گزاف کا جواب آپ کو مل جائے گا۔ (چنانچہ مئی نمبر میں مرزا کو خود اعتراف ہے جو اس نے اپنے چیلوں کے سامنے کیا: کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عمل داری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے .تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتوؤں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو.. ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو ...تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو)

اسلام کا مہدی آخر الزمان آپ کو اسلامی ممالک کے درمیان بننا واجب تھا اور عیسائیوں کا مسیح قوم عیسائی کے درمیان یعنی یورپ اور امریکہ وغیرہ میں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں دعوی آپ کو یا شام میں شایان تھے یا عرب میں۔ مگر یہ نامردی اور سفلگی کا جبن جواب آپ کر رہے ہیں اس سے وہ بڑا دجال تمام دجالوں کا

گر وگھنٹال بھی شرماوے گا۔

(اکبر مسیح کہتے ہیں) اس تقریر کے بعد شیر علی صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے آپ (مرزا) کو تباہ نہیں کیا بلکہ آپ کے کاروبار اور مساعی کو نہایت خرق عادت کامیابی اور برکت بخشی ۔،

کامیابی کا نقشہ و خسرہ ہم دکھلا چکے اور برکت کی بھی اصل کیفیت سمجھا چکے رہی تباہی ،تو دہریوں اور خدا ناترسوں کی تو بات ہی جدا ہے، ایمان داروں کی آنکھ میں یہ جو کچھ آپ کا راگ ہے نری تباہی ہے،

سرفرازی اور آبروداری دو لفظ ہیں ان کا ایک مفہوم شرفاء کی زبان پر جاری ہے دوسرا ارباب نشاط کے ۔مگر جب دوسرے گروہ کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہیں تو شرفاء لعنت بھیجتے ہیں اور اسی طرح ہماری اصطلاح میں تو مدت ہوئی مرزا جی تباہ ہوگئے خسر الدنیا و الآخرہ اور مٹ گئے گو مرزائیوں کی اصطلاح میں آپ کو شہرت اور سرفرازی نصیب ہوئی۔

ایک اور نکتہ بھی ہے جو ہم اس جگہ سمجھا دیں عموماً جھوٹے نبیوں کا حشر چاہے جو کچھ ہو اور ہوا کیا جھوٹے مسیحوں کا حال ہم کو اوروں سے جدا بتلایا گیا خداوند مسیح نے صاف فرمایا کہ:

وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے..حتی کہ برگزیدوں کو بھی۔،

جس سے اظہر ہے کہ ان کو کافی مہلت ملے گی کہ اپنی خباثت کو پکائیں ۔اور دنیا کی ہلاکت ان کے لئے لازمی نہیں بجز اس کذاب کے جو سب سے آخر ظاہر ہوگا اور خود خداوند کے ہاتھوں سے نیست کیا جاوے گا بلکہ ہمارا قیاس ہے کہ وہ اصلی جھوٹے جو ایک کے بعد تیس کے قریب پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کسی قسم کی نمایاں کامیابی بھی ضرور حاصل کرے گا ایسی کہ ایک کے بعد دوسرے کو اس راہ پر چلنے کی ہوس و آرزو پیدا ہوتی رہے گی یعنی شیطان اس دنیا کی زندگی کو ان کیلئے زینت دار بنا دے گا اور وہ اپنی حالت کو مبارک سمجھیں گے اگر ایسا نہ ہوا اور ان کا پودا فوراً کاٹ دیا جاوے تو ان کا بیج کہاں سے آوے گا کہ تیس فصلیں پوری ہوں۔

اس میں ایک دوسرا نکتہ بھی ہے کہ جب کوئی مجرم اس دنیا میں مقررہ سزا بھگت لیتا ہے تو وہ سزا کفارہ ذنوب متصور ہوتی ہے۔ وہ نبی جو جھوٹ بول کر بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل کیا گیا عاقبت کے مواخذہ سے بچ

جا تا تھا۔مگر چونکہ مسیحیت کا جھوٹا دعوی سب کفروں سے بڑا کفر ہے،اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جھوٹوں کی رسی دراز کی جاوے گی،تا کہ دنیا میں رسوائی کا پیالہ خوب لبریز ہو جاوے اور سارا عذاب عقبی میں بھگتیں۔ پس ان کی درازی عمر اور ایک جتھا ان کے چیلوں کا اور گھی چپڑی روٹیاں ان کے عذاب الیم پر شاہد ہیں۔اس بات کو بھولنا نہ چاہیے۔پس اگر خدا کسی عاصی پر رحم کرتا ہے تو اس کو جلد مار دیتا ہے کہ وہ عصیان کا پیالہ نہ بھرے اور جب اس پر غضب کرتا ہے تو اس کو جیتا رہنے دیتا ہے۔پس اس کی زندگی اس کے لئے وبال ہے۔

شیر علی صاحب قادیانی کی ایک اور تقریر قابل شنید ہے:

اگر یسوع فی الحقیقت خدا ہے اوران کی دعائیں سنتا ہے تو وہ کیوں اس کے حضور میں دعا نہیں کرتے کہ وہ مرزا غلام احمد کو تباہ کرے۔مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کس نے یسوع مسیح کے غصے کو بھڑکایا ہوگا کیونکہ انہوں نے تو یہ دعوی کیا ہوا کہ گویا وہ آپ ہی مسیح ہیں۔ایسے رقیب وحریف پر یسوع کی خدائی کا غصہ بے تحاشا بھڑک اٹھنا چاہیے۔،

ہم اس کا راز بھی سمجھائے دیتے ہیں۔مرزا اپنے دل سے عیسائیوں کا دشمن ہے مگر کیسا دشمن؟ جو اپنی دشمنی کی آگ میں خود جلتا ہے اور عیسائیوں کو ایک تنکا بھر ضرر نہیں پہنچا سکتا۔عیسائیوں کو حکم ہے،اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تا کہ تم آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو(متی ۵:۴۴۔۴۵)۔پھر بھلا وہ مرزا کے لئے بددعا کیسے کریں وہ تو سال بسال اس کے حق میں دعا کرتے ہیں:

اے خداوند اس سال تو اسے اور رہنے دے،(لوقا۱۳:۸)

رہا ان کا مسیح تو وہ اپنے دشمنوں کے لئے اپنی جان دینے آیا تھا۔جنہوں نے اس کو قتل کیا ان کے لئے اس نے دعا کی:

اے باپ ان کو معاف کر۔(لوقا۔۲۳:۳۴)۔

اس کو غصہ کیسے آسکتا ہے۔اور ہماری دانست میں تو مرزا نے خاص طور سے کسی عیسائی کے غصہ کو بھی نہیں بھڑکایا۔کیا ان کو سلطنت سے محروم کر دیا،یا ان کے مشنوں کو روک دیا، یا ان کے مطابع کو بند کر دیا، یا ان کے ہاتھ سے قلم چھین لیا،یا ان کے مناظرین اور واعظین اور فلاسفروں کی زبان بند کر دی،یا مسیح کی کلیسا کا شمار

گھٹا دیا، یا کوئی اوزار جوان کے ہاتھ میں تھا اس کی باڑھ کند کر دی۔ نہیں بلکہ عیسائی کئی طرح سے اس کے مشکور ہیں۔ ہم نے ایک عیسائی کو جو پہلے مسلمان تھا کہتے سنا کہ میں محض مرزا کی تصانیف پڑھ پڑھ کر عیسائی ہو گیا۔

ہم ان تمام خیالات کے جوابدہ نہیں جو اس نومرید نے ظاہر کئے، مگر ہم کو یہ کہنے میں تامل نہیں کہ مرزا کے طریق کا رجحان مسیح کے سمت ہے۔ اس طریق کو جس وقت کوئی اچھی طرح سمجھ لے گا تو جھوٹے مسیح سے سچے کی طرف بطور لازم ملزوم پھرے گا۔ اس کو بیچ میں کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہیں مل سکتی۔ اور اس کی کتابوں نے عیسائی مناظرین کے ہاتھ بہت مضبوط کر دیئے۔ اور یہ نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان پہلے مرزا کے پاس جاتا ہے اور وہاں سے دوسری منزل پر یا عیسائیت ہوتی ہے یا اس کا قرب و جوار۔ اب یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عیسائیت کی بنیاد مسیح کی صلیب اور موت پر ہے۔ پس کسر صلیب کے نام سے مرزا ہی نے صلیب کو مسلمانوں کے درمیان نصب کیا، اور مسیح کی وفات کو قرآن کے ورق الٹا الٹا ثابت کیا۔ لہذا اس کی نسبت ہمارے دل سے یہی نکلتا ہے:

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

اور نتیجہ ظاہر ہے کہ گو گرجا کے احاطہ سے مرزا ہمارا ایک گدھا بھی ہانک کر نہ گئے، مگر حرمین شریفین کی فضا کا اڑا ہوا کبوتر ہماری کابک کے، اور نیستان کادیان کا شیر یعنی چراغ دین جموی ہماری سرکس کی نذر کر چکے، اور دوسرا یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم خان ان کے کٹہرے سے نکل گیا جس نے ان کو اوران کے یار و انصار کو کاری زخم پہنچائے۔ پھر کہیے عیسائی آپ کو برخوردار کیوں نہ کہیں۔

پھر بھی ہم آپ کی ادعاء مسیحیت پر ہنسی آتی ہے کہ اپنے کو خداوند مسیح کا رقیب و حریف فرماتے ہیں بلکہ رشک مسیحا اور تعجب کرتے ہیں کہ خداوند مسیح نے آج تک آپ کو ہلاک کیوں نہ کیا۔ پہلے ہم اس کا بھی پتہ بتا دیں کہ مرزا صاحب نے یہ برہان قاطع اپنی صداقت میں کس استاد سے سیکھی تاکہ مسلمان بھائیوں کی تسکین ہو جاوے۔ بریڈلا مشہور و معروف ممبر پارلیمنٹ کانگریس کے ولایتی حمایتیوں کا سرگروہ ایک بے پڑھا شخص تھا چند سال ہوئے فوت ہو گیا پہلے کوئلہ فروش تھا پھر خداداد جوہر قابلیت گویائی اور حسن اخلاق سے بڑھتے بڑھتے اونچے پایہ پر پہنچ گیا۔ یہ شخص لامذہب تھا بلکہ دہریہ اور دہریت کو انگلستان میں اسی نے بڑا رواج دیا (مسز اینی

بسنٹ جواب تھوسوفسٹ ہیں اس کے حین حیات اسی کی ہم صفیر تھیں) اس نے الحاد وانکار الوہیت پر بہت کتابیں لکھیں اور اپنی دھن کا پکا اور نہائت ہی کامیاب ہو گذرا، اسکا نرالا شیوہ تھا کہ دہریت پر لیکچر دیتے دیتے یکا یک بڑے کفر کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتا تھا کہ سن لو اھر زمین و آسمان میں کوئی خدا ہے تو میں اس کو پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں کہ وہ مجھ کو جو اس کا دشمن اور اس زور شور سے انکار کرتا ہوں فنا کر دے اور تم سب لوگ جو خدا کو مانتے ہو مل کر دعا کرو کہ میں فنا ہو جاؤں اگر تمہارے خدا میں طاقت ہے تو اس عمارت کو جس میں میں کھڑا ہوں میرے اوپر گرا دے یا اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے لئے کسی طور سے مجھ کو ہلاک کر دے۔ پھر جب پندرہ منٹ گذر جاتے تو پھر کہتا میں تمہارے خدا کو اور ۵ منٹ کی مہلت دیتا ہوں اگر اس نے اب بھی تمہاری دعا نہ سنی اور مجھ کو ہلاک نہ کیا تو ثابت ہے کہ یا وہ نہیں ہے یا اگر ہے تو بلا قدرت و عاجز اور مجھ سے خائف ہے۔

عوام کے اوپر اس کا بہت بڑا اثر پڑتا تھا وہ انہیں سمجھ سکتے تھے کہ بریڈلا کے اس انکار سے خدا کا کچھ نقصان نہ ہوتا تھا بریڈلا ایک چیونٹی تھی جو زمین پر رینگتی تھی۔ قادر مطلق کو اس کے انکار کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ یہ شخص اپنی پوری عمر کو پہنچ کر بڑی عزت کے ساتھ آخری دم تک اپنے کفر کا اقرار کر کے مرا، اور اسی نمبر ریویو میں پنڈت شیونرائن اگنی ہوتری کی نسبت تم خود کہتے ہو کہ اس نے:

نہ صرف اللہ تعالی کی ہستی کا انکار کیا بلکہ بعض دریدہ دہن دہریوں کی طرح خدا تعالی کو گالیاں بھی نکالیں ہیں۔،

پھر جب خدا کو ایسے جہل و سفلہ پن کی باتوں پر غصہ نہیں آتا تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں اس کے کسی بندہ کو غصہ آوے۔ پس روشن ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ اس قسم کی جہل کی باتیں کرنا بالکل لا حاصل ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ تم ان کے پروردہ ہو ان کے ساختہ پرداختہ ہو اور ان ہی کا کام کر رہے ہو مگر تمہاری طبیعت میں شکر کا مادہ نہیں اور تم اپنی حقیقت ناواقفوں سے چھپانے کی خاطر ان ہی لوگوں کو گالیاں دیتے ہو جن کے روحانی ٹکڑوں سے تم پلے۔ تم تو ابھی اس پایہ کو بھی نہیں پہنچے جس پر دشمن خدا بریڈلا پہنچا تھا جو تمہارا استاد ہے اور ابھی تنی عمر کو بھی نہیں پہنچے جو اس کے استاد ہولی اوک کو نصیب ہو چکی تھی جو پار سال مرا۔

ذرا سوچو عیسائی دین کے ساتھ دشمنی کر کے تم کیا کر سکے۔ کچھ نہیں مطلق کچھ نہیں تم تو اتنا بھی نہ کر

سکے جو بریڈلا کرسکا اتنا بھی نہ کر سکے جو والٹیر کرسکا کیونکہ وہ ایک فلاسفر تھا جادوزبان تھا قومی لیڈر تھا اس کی تصانیف اب تک فرنچ زبان کے ادب میں داخل ہیں۔تم سے بڑے بڑے دشمن ہوگذرے ہیں اوراس وقت موجود ہیں انہیں کی رکابیاں تم چاٹ رہے ہواور جب ان کے اعتراضات مسیحیت کے خلاف سناتے ہوتو دراصل اپنے گلے پر چھری چلاتے ہواوراس احمق کی سی روش اختیار کرتے ہو جواسی کو کاٹتا تھا جس پر کھڑا تھا پس آپ کی دشمنی نے عیسائیت کو بال بھر نقصان نہیں پہنچایا حالانکہ اس سے عیسائیت نے فائدہ اٹھایا۔

تم نے ، ہم اعتراف کرتے ہیں ،عیسائیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت مدددی پس اگر تمہارا وجود بلا ہے تو اسلام کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ۔تم نے خداوند مسیح کی موت اوراس کا صلیب پر چڑھنا ثابت کیا یہی ایک خدمت ایسی ہے جس کے صلہ میں عیسائی آپ کی جان بخشی کرتے ہیں ۔ پھر آپ نے اپنا چراغ دین ہم کو نذر کر دیا۔اس کے صلہ میں ہم آپ کو درازی عمر کی دعا دیتے ہیں ۔عیسائی احسان فراموش نہیں جب شیطان داد کا مستحق ہوتو اس کو بھی ملے گی ۔اب اس رسالہ کو ہم مرزاجی کے اس مضمون پر ختم کرتے ہیں جو اِن کے اوران کے اس سوال کا قطعی جواب ہے کہ اگر مرزا فاسق تھا تو اب تک کیوں نہ مرزا اس کی عمر دراز کیوں ہوئی ۔ ہندو مہنتوں کی طرح مرغن غزائیں کیوں کھاتا ہے عیش وعشرت سے کیوں بسر کرتا ہے جوروؤں کی حرص کیوں رکھتا ہے ہزاروں مسلمانوں کواس نے کیوں مونڈ لیا اوراتنے بے وقوف اس کو حضرت اقدس کیوں کہتے ہیں؟ اوراس کی قبر کیوں ،مقبرہ بہشتی ، میں کھودرہی ہے ۔اس حکایت میں ایک حضرت اقدس کا حال ہے جومرزاجی سے بانسوں اونچے ہیں اب مرزاصاحب سے آپ وہی سوالات اس کی نسبت پوچھ کر تشفی حاصل کر لیجئے ۔ یہ بیان مرزاجی عربی وفارسی دونوں میں لکھا ہے فارسی زیادہ عام فہم ہے اس لئے ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں اگر کوئی صاحب فارسی نہ جانتے ہوں تو کسی سے ترجمہ کراکر لطف اٹھائیں۔

بلکہ بسا اوقات مردے فاسقی راخواہی یافت کہ مضبوط وکثیر النشاط مے باشد۔درلباس خوشی مے خرامد وتیر وازنشانہ خوشی خطانمے کند۔ازگوشت نرم برائے او برسیخ کباب طیار مے کنند۔وچوزہ ہائے مرغ ہا بہ ہمراہ کلچہ ودرشوبا شکستہ بریاں مے کنند۔ واوہمچو آہو ہا مے جہد۔وگاہے گنجے در بیابانے مے یابدومردم راہم چوچارپایاں شکارمیکند ۔ودرخشں سراب مے نماید۔وباوجوداں ہیچ تنگی وتکلیف رانمے بیند۔وسختی رانمے دارد۔واززناں نرم وسرود گویاں بہرہ بسیار دادہ مے شود۔ونیز اورا مال وپسران واملاک وزمین ہا میسر مے آیند۔وغلامان ونوکران مے باشند۔باوجود یکہ اودر بدی ہا

مے دود۔ واز ممنوعات توبہ نمے کند۔ ودریں فکر نمے باشد کہ بدی ہارا بہ نیکی ہادور کند۔ وقبل از وقت لغزشہائے خودرا تدارک نماید۔ بلکہ برممنوعات دلیری مے کند۔ واز حدود خدا تعالی ہم چوغلو کنندگان تجاوز میکند۔ وپرہیز گاری اختیار نمے کند۔ بلکہ از ملاقات پرہیز گاراں بیزار مے باشد۔ واز قرب اہل دیانت نفرت میکند۔ بلکہ درآمیزش زنان سرود گویاں رغبت مے نماید۔ وبرائے دیدن زنان بدکار خواہش مے کند۔ ونصیحت نزدیکاں وبے گانگان نمے شنود۔ بلکہ نصیحت کنندگان را ہم چوکژ و مہا نیش مے زند۔ وسوئے وصیت ہائے قبیلہ التفات نمے دارد۔ بلکہ ہم چو مارے برایشاں حملہ مے کند۔ وباز نمے گردونامہ پراگندہ اوسوئے پیچیدن۔ بلکہ ہرروز درگناہ ترقی مے کند۔ وسوار مے شود براسپانے کہ دست وپائے شان سبک اندوطویل وعریض اند۔ واز ہر خصومت کنندہ شدید العداوت قدمش پیشتر مے باشدودربدن شتر بزرگ سررا مشابہ مے ماند۔ وایام عمرخودرا ہم چورہا کردہ رسن شہوات ودرازی خواب مے گذارند۔ وخانہ خودرااز خانہ اہل اصلاح دور مے گرداند۔ وبااہل فسق و بدبختی مے نشیند۔ وہیچ مسجدے رااندرنیاید۔ بلکہ زرمے طلبد۔ وسوئے پیالہ ہائے شراب مے خوردو مے خواہد کہ پیالہ ہائے ازشراب سرخ اورادادہ باشند۔ وشراب رادررفیقاں یک جہت ودرانبوہ مردماں مے نوشد دنیائے خودرا تبے مے گیرد۔ پس دراں رغبت مے کندوبدوحریص مے باشدوبرد آرزومندمے ماند، وہروقت بروفخر میکند، ہیچ توشی ازعقبی ودین نمے گیرد۔ ہمہ عمراودرفراہم آوردن زرمیرود۔ وآرزومندی دنیا بردل اوہمچوآتش افروختہ مشتعل مے باشدواز ہرطرف دلہا برومہربانی میکنند ومطلب اوبرائے اوآسان کردہ مے شود۔ ودیگہائے او معطل نمے شوند ونہ دستمالہائے آن دیگ ہابے کار مے ماندوروز ہائے اواز وے نمے گریزند۔ ونہ اقبال آن روز ہاوزنبور ہائے اودفع کردہ میشوند۔ ودرآب شیریں اوبرکت داشتہ مے آید۔ درنعمت ہائے خودروز محرومی نمے بیند، ونہ طالع اوسوئے برگشتگی قصد میکند۔ باوجودیکہ اوعمرخوددربدکاریہامے گذرند، نہ بروئے ساعقہ مے افتد، ونہ اورامارے مے گزد، ونام اواززمین محو کردہ نمے شود بلکہ اولاداوبسیار مے شود۔ درہر مجلسے کہ دردا کابرحاضرمے آیند امیرایشان اومے باشد۔ واورا ماہ تمام محافل ورأس رئیس تمام مردماں مے دانند۔ وخدمتگاراں برسراوایستادہ مے باشند تابوقتیکہ ازخواب خود بیدار شود۔ ومے نوشدومے خوددتا آنکہ شکم اوہمچوگنبدے مے شود۔ وشیر چنداں مے نوشد کہ ظرف کلاں شیررا خالی میکند۔ مگر طعام اودر

معدہ فاسد نمے شود۔ ونہ اورادرد شکم مے گیرد۔ دبرچناں اسپے سوار مے شود کہ نمے جنبانداورا، وتنعم او رامثل عطیہ مے باشد، ومحبت ملک ہا وغلامان دردل او مے نشیند، ونمے داند کہ ایمان چہ باشد۔ نمے گزاز رد صغیرہ رانہ کبیرہ را۔ وکسے تعریف خلق وسیرت او نمے کند۔ وباوجود ایں ہمہ خرابی ہا اومرجع خواص وعوام مے باشد۔ وبکمال محبت او را دوست مے گیرند، تا آنکہ قبراو بعدازمردن اوزیارت گاہ زائراں مے گردد، وہرصبح وشام معتقدان برمزاراو بتعہد مے روند۔

(انجام آتھم مکتوب عربی صفحہ۱۰۳،۱۰۹)

(فارسی کے بعد ہم مرزا قادیانی کی اصل عربی عبارت بھی ذیل میں نقل کررہے ہیں۔ بہاء)

بل ربما تجد رجلاً فاسقاً قويم الشاط جموم النشاط. يميس في حلل المزاح ولا يخطى سهمه من غرض الافراح. يسفّد له كل لحم غريض على السّفود. ويشوى له الفراريح مع الرغيف المثرود. وهو يابز كابوز الظباء. وقد يجد كنزاً في الجهراء ويصيد اناساً كالدواب. باراءة ملامح السراب. ومعذالك لا يرى الباساء والجوبة. ولا يكابد العصوبة. ويعطى حظاً كثيراً من روية غيد. وسماع اغاريد. واموالٍ وبنين. واملاك وارضين. وغلمان وخادمين. مع انه يسارع في السيئات. ولا يتوب من الممنوعات. ولا ياخذ في كسع الهنات بالحسنات. وتلا في الهفوات قبل الوفات. بل يجترء على المنيهات. ويجاوز حدود الله كالغالين. ولا يتقى بل يتبرء من ملاقاة التقات. والقاء الثقات. ومداناة اهل الديانات. بل يرغيب في مقاناة القينات ومعاناة الفاسقات. ولا يسمع نصح الاجانب ولا الاقارب. بل يابر الناصحين كالعقارب. ولا يلتفت الى وصايا الحىّ. بل يصول عليهم كالهىّ. ولا يضىء منشره الى الطىّ بل يزيد كل يوم في اثم مبين. ويركب كل فرس اوظفة القوائم هيكل. ويسبق كل الدّ ذى خنق ويشابه العندل وينفد ايام العمر كخليع الرسن مديد الوسن. يباعد داره عن دار اهل الصلاح ويثافن باهل

الـفسـق و الـطلا ح ۔ لا یحلّ مسجداً ۔ بل یطلب عسجداً۔ و یمیل الی نا جود و بـاطـئةٍ۔ مـملوۃ من صهباء محمرۃ۔ فی حلقة ملتحمة۔ و نظا رۃ مز د حمة یتخذ دنیـاہ صنماً ففیه یر غب ۔ و بها یكلف و علیها یكلب ۔ و فیها یتنا فس فی كل حیـن ۔ و لا یتـز ود مـن الـعـقبی و الدین۔ یذ هب عمره فی اكتناز الذ هب ۔ و یـطـلـع الشحّ علی قلبه كذا ت اللهب۔ و من كل طرفٍ یعطف علیه القلو ب ۔ و یسـنّـی لـه الـمطلو ب۔ و لا تعطّل قدوره و لا جعا لها ۔ و لا ینصا ع ایا مه و لا اقبـا لهـا ۔ و یـذ بّ حـجـا له ۔ و یبا ر ك له زلا زله۔ لا یر ی یو م الحر ما ن فی الـنـعـما ء۔ و لا ینحوا بخته نحو ا لا نكفاء ۔ مع انه ینفد عمره فی الفحشا ء ۔ لا تسـقط علیه صا عقة ۔ و لا تلد غه حیة ۔ و لا یـمحی اسمه من ا لار ضین ۔ بل یـكثـر او لا ده ۔ و یجمع حو له ا حفا ده ۔ یملك الصدر فی كل نـادٍ محشو د ۔ و مـحـفـل مشهـود ۔ و یـحسب من بدور المحا فل ۔ و رؤس ا لا سا فل ۔ و یقوم خـدمـه عـنـد رأسه حتی یهّب من نعا سه و یا كل و یشر ب حتی یكو ن بطنه كـالـقبة ۔ و یشـر ب الـحـلـب مـلاء الـعـلبة ۔ و لا یـاخذہ توخّم و لا یكو ن من الـمبـطـونیـن۔ و یـر كـب عـلـی كل مطیة و طیة ۔ و یكو ن له تنعمه كعطیة۔ و یشـغـفـه ا لا مـلا ك و الـغلما ن ۔ و لا یدری ما الا یما ن ۔ لا یغا در صغیرۃ و لا كبیـرـة ۔ و لا یثـنـی علیه خلقاً و سیرۃ ۔ و مع ذ لك یكو ن مر جع الخوا ص و الـعـوا م ۔ و یـصـا فـو نـه بـا لـحب التا م ۔ حتی یكو ن قبرہ بعد مو ته معتمر الزائرین ۔ و تتعهد ها صبا ح و مسا ء زمر المعتقدین۔

(انجام آتھم مکتوب عربی صفحہ۱۰۳،۱۰۹)

معیار الحق المبین

(جواب سی حرفی فتح دین)

مرزے قادیاں والے نے جو فتنہ شور مچایا
معلوم ہو سی بھائیاں نوں جو رولا اس نے پایا
مدعی ہویا میسحیت دا مہدیت دا نالے
پیش گوئیاں سر درد یا ں نوں اوہ کر دا آلے ٹالے
سچ محمد حق کہیا نہ حق لوکاون آیا
اوہ آ کھے جو تاویلاں دی پیچ کھنڈا ون آیا
چیلے اس دے پنڈاں دے و چ کھنڈا رہے گمراہی
طرح طرح دے حیلے کر کے کیتی انہاں تباہی
اک دھرم کو ٹو چہ چیلا اس دا فتح دین ارائیں
پنڈاں وچ پھرے تے گھتے لوکاں نوں بد راہیں
بحثاں اتے مقابلے چکے ذلت سخت اٹھاوے
لکھ سی طبع کرائیاں ردّ اس دا کیتا جاوے
اول ایہہ تمہید اٹھائی باغ اسلام لگایا
خشک ہویا تے اجڑیا تے ہو پر خار سدہایا
مالی اس دا نبی محمد وج جناب الایا

غصے کیوں اس باغ تے ہویوں رب جواب سنایا
سستی تیرے نوکراں کیتی امت دے علماواں
خدمت اسلامی انہاں چھوڑی داو لگا جہلاواں
ایہ باغ سپرد غلام احمد کر خدمت اس دی چاوے
ہویا سپرد غلام احمد دے اے تمہید سناوے
اس تمہید اندر اس کیتے چار ظلم ہیں بھارے
چارے کافر کرن اوہنوں میں آکھ سناواں پیارے
باغ اسلام ہمیشہ ہریا خشک نہ ہوگ کدائیں
لیظھرہ جد وعدہ کیتا آپ خداوند سائیں
اس آیت تھیں ثابت ہویا غالب رب اسلام رکھاوے
منکر ہویا اس آیت دا فتح دین دسیاوے
تے سرور تے اس تہمت جوڑی عرض کیتی درگاہے
مرزے تئیں رسول بناون کارن مکر کمائے
تے نبی کہیا جو ساڈے اتے کائی کوڑ بناوے
دوزخ جگہ بناوے ایہ چ فتح دین اوٹھاوے
تے دین اسلام اوتے اس غصے ہویا رب بتایا
تے راضی رب اسلام اوتے ایہہ قرآن دے آیا
وچہ شرع عقائد نیکیوں کہے جو غصے ہے رب سائیں
اوہ کافر ہے ایہہ بھی چایا فتح دین ارائیں
چو تھا دیا پیشواواں مجتہداں علماواں
برا کہیوس ایہ فتح دین وڈیریاں لہوگ سزاواں

محدث مجتهد اس سارے دینوں سست بتائے

تے مرزے وڈیائی کیتی کی اس آ کھیا جاوے

بیت الف دیوں بے تک مرزے دی اس صفت سنائی

قادیاں وچہ مسیح اوتریا لوکاں قدر نہ پائی

اس نوں نور کہیا علماواں چام چڑک اکھیائی

ایہ نہ دسے کی اس کیتا کی اس وچہ وڈیائی

کہڑیاں بے نمازاں تائیں اس نماز پڑھائی

کہڑا ملک کیتا نو مسلم کتھ کھنڈی روشنائی

وفات مسیح دا جے اس دعوی کیتا کی وڈیائی

کیا ہن گرجے ڈھہ گئے یا گھٹ ہوئے عیسائی

کتنے آریہ سکھ برہموں مسلم کیتوس بھائی

چندے کر کے جمع لوکاں توں ہضم گیا کروائی

براہین رہ گئی ادھوری پوری نہیں چھپائی

آپنیاں پیش گوئیاں حق ہویاں کیا نشان سچائی

لکھیو میں گھر بیٹا ہو سی جگدی لبھی شاہی

کڑی جمی اس جگ دے اندر کیڈی ہوئی رسوائی

پھر جاں پت جمیاں آ کھیو س اس دے حق خبر اوہ ساہی

رکھیا نام بشیر اوہدا مڑ موت سی اس نوں آئی

آتھم نال جو امرتسر وچہ سی اس بحث اٹھائی

کہیا جو جھوٹا ہے مرجاسی ایتھے بحث مکائی

یا تے حق تیئں من لیسی مدت جدوں ودہائی

آکھیا حق دلوں اس منیاں ظاہر کفر ایہائی
شہراں وچہ دکھاندے زندہ پھردے اونہوں عیسائی
تے اپنا کفر اس آپ سنایا دے بلند دہائی
نا کجھ دوس اسلام اتے سی مرزا کوڑا واہی
ہو جھوٹا بھی نا اس عادت طبع کدی شرمائی
لیکھرام دی موت دی مدت جو سی اوس سنائی
نا اس وعدے اپر مویا مشہر وچ لوکائی
اینہاں دوہاں گلاں تھیں کہڑا آریہ یا عیسائی
مسلم ہویا دسے مرزا یا کوئی مرزائی
ہور اک پیش گوئی لکھیوس جو احمد بیگ دی جائی
رب مینوں بتلایا جاسی تیرے نال نکاحی
ملک نکاح آسمانی پڑھیا ایڈی گپ سنائی
جے کر باپ ایہدے نے میرے باجھ کتے پرنائی
باپ مریسی نالے مرسی اس دا اوہ جوائی
اوڑک طرف میری مڑ آوے میری بنی لوکائی
اوہ ہن گھر خاوند دے وسے رب اولاد دلاوے
پر مرزے دیوث تائیں ہے شرم اجے نہ آوے
احمد بیگ دی اک بھنویں فضل احمد گھر آہی
پتر فضل احمد نوں کیتا تا مرزے سودائی
مامی تیری عورت دی نے مرزے بات بھنوائی
چاہیے اوہدی بینویں تینوں دے طلاق تراہی

پت کہیا بن عذروں جائز نا طلاق ایہائی
جو توں عذر سناویں اس وچہ اوہدا قصور نہ کائی
تا پت اتے غصہ آیا جو اس ورثہ ساہی
باغ زمین نواب ناصر دی دھی نوں دہی تہائی
گروہ نامہ لکھ دتا اولاد محروم مکائی
ایسے ظلم کماوے جیہڑا کیہہ اوہدی اولیائی
مر زے دے جے پلے ہوندی کوئی کرامت بھائی
مردہ زندہ لنگا بھینگا چنگا کردا کائی
بھیڈا نوں کسے پچھیاں حوراں جانوں انہاں کہائی
سانوں لوکی حوراں آکھن حال اینویں اس دا ہی
بن بن بہے مسیح تے مہدی اوہو حال ایہائی
ایسے نفسانی لوکاں نوں کدوں ملے اولیائی
رلدے پھردے فتح الدین نوں ٹکڑا لبھ گیائی
چھیلدار شورے لگ لمبیں اس دی مت گوائی
واعظ بس کریں گپیدی چنگی گپ اڑائی
رب توفیقاں دیندا تینوں تیں وچہ نہ وڈیائی
ت دی بیت اندر ایہہ کر دا فتح دین اشارا
جو رب کہے تسیں زمیوں پیدا زمیں وڑے جگ سارا
پھیر زمیں تھیں نکلو گے ایہ اس نے سند ٹکائی
جو عیسی زمیں اندر مر دبیا فلکیں ناہ گیائی
بے عقلا ایہ کون کہے ایہ کس اعتقاد ٹکایا

جو عیسی ہو کے فوت نجاسی وچہ زمیں دبایا
وچہ حیاتی اوہ کجھ مدت فلکیں اگر گذارے
اس آیت تھیں کدوں مخالف کر انصاف پیارے
ملاں اتے ملانے آکھے علماواں دے تائیں
آپ بنے ایہ عالم فاضل فتح دین ارائیں
آپے اپنی صفت کرن ہے بے عقلاں دا چالا
رہے پلے جے کہہ کوئی علم دیکھا کنگالا
آکھے تر یہ ۳۰، آیتاں رب نے وچہ قرآن گھلایاں
وفات مسیح دی کارن ایہ اس کوڑ کلاماں چایاں
اونہاں ایہ مثال جے آکھاں میں اس جاگہہ بھائی
حیات مسیح دے لئی ہزار آیت میں کول ایہائی
قادر اتے قدیر عزیز حکیم جنہوں آیاتاں
دی ہے اوہو کڈھ دیکھاواں اوہ اینویں باتاں
اے پر میری تا بھی ہو سی سندا اوہ قوت والی
جو ہر کوئی منے قادر غالب اوہ مالک عالی
تے اوس دلیلاں دتیاں ہیں جو اوہ اجیہاں آیاں
من قبلک الخلد اسیں کد آکھاں خلد اوہ عیسی پایاں
اسیں کہاں کد مرسی ناہیں عیسی ربدا پیارا
قد خلت اندر بھی اینویں سمجھ عزیز پیارا
متوفیک الیّ توفی معنی فوت سناوے
تے ابن عباسوں معنی ایہدے ممیتک سند لیاوے

تے ایہ نہ جانے متــــوفیک اتے مـــــمیتک بھائی
فاعل ہے نے قید زمانے والی ایس نہ کائی
تے واو ہوندی جمع لئی ترتیب لئی نہ آوے
جیوں شرح ملا وچہ ملاں جامی اینویں آکھ سناوے
الــواو لــلــجــمــع لا تــرتــیــب فیھــا آکھیا ملاں جامی
انھوں ہویا ثابت اینویں مرزے باتاں خامی
تقدیم تاخیر ایہدے وچہ دسی ابن عباس سوہارے
اینویں قتادہ اتے ضحاک اس آیت حکم نکارے
کہے مرزا اتے فتح الدین جو ایہ تقدیم تاخیراں
کم یہوداں دا ہے آکھے یہود اصحاب کثیراں
فــاغــســلــوا وجــوھــکــم کیوں پہلے نا منہ دھووے
ہور آیاتاں وچہ بھی ایہ قاعدہ ثابت ہووے
تے لفظ توفی والے معنی لغت اندر ایہ آئے
قبــضـــا لیــــس بــمــوت جیویں بیضاوی پتے لگائے
مجمع البحار دے اندر ایہ لکھ مثال سنائی
وزان فلان دراہمی لغتوں ویکھ گواہی
وچہ صحاح اعـــــــطـــــــاہ معنی لفظ وفاہ آیا
تے اینویں وچہ قاموس کبیری نیندر نوں پھیلایا
فــلــمــا تــوفیتــنــی دے معنی ایہو آئے
نالے ایہ جواب جو ایہ دن حشر نوں پچھیا جاوے
فتح دین ارائیں کہے مسیح رب جدوں اتارے

نبی ہو سی یا امتی ہو سی ایہ جواب پوکارے
جے امتی ہو سی کیوں ایہ اس نوں رب تنزل پایا
جے ہوسی نبی تا ختم نبوت ٹٹے آکھ سنانا
سن جواب اگے بھی عیسی تابع موسی آیا
شریعت موسی والی اتے اس نے عمل کمایا
کیا بگڑا یا موسی دی پیغمبری دا اس ساہی
ہن کی بگڑے گا دس ختم نبوت سند ایہائی
ختم نبوت تدوں ٹٹے جے ہور شر یعت لیاوے
اوہ سگوں کــمــا ار ســلــنــا آیت سچی کر دکھلاوے
ایہ مکری مکروں ختم نبوت والا پیچ سناون
خود کہن نبوت ہر قسموں نا ختم ہووی بتلاون
اٹھاراں صفحے توضیح دے وچہ تے فتح اسلام بھی نالے
خود پیغمبری دعوی ختم نبوت مرزا ٹالے
وچہ چھبیسویں ستیویں اٹھویں تن سو اک بھی صفحہ ازالے
مسمریزم ہپناٹک آکھیوس معجزے عیسی والے
وچہ تن سو اتے چھہتر صفحے والے بے بتلایا
سورہ صف دی پیش گوئی نوں اپنے لئی بتایا
توضیح دے صفحے اکی اتھوں لے کے ستر تائیں
فر شتے روح ستاریا ں دے ہین بکیا کوڑ تداہیں
تے کہیا جے میں انہاں معجزیاں نوں نا مکروہ چھپانا
تا عیسی نالوں ود جاواں ایہ کفر بکیا من بھاناں

شکار اک پنڈ قریب جو ڈیرہ نانک کولوں بھائی
پچھلے سال ایہ حال وہایا دساں بات دہائی
وعظ سناون سی اس جا ہک عاجز ایہ سدھایا
دو تن مرزائیاں نے اوتھے فتح دین بلاے
بحث اٹھائیوس میں کہیا مرزا بندا نبی ایہائی
توضیح دے صفحے اٹھاراں اندر ہے اس لکھیا بھائی
محدث ہیں میں اتے محدث معنی ایک نبی ہے
کہن لگا یہ نا اوس آکھیا کوڑی بات تیری ہے
جے ایہ کڈھ دیکھا ویں بیعت مرزے والی چھوڑاں
میں آکھیا توضیح کڈھیں جے حق لبھن دیا لوڑاں
پاس کتاب نہ آ ہی آکھیوس دیکھ کتابوں لیساں
چھڈ ایہ مسئلہ دوجے مسئلے دے وچہ بحث کریساں
پھر مسئلہ معراج شروع میں آیتاں سب سنائیاں
حدیثاں نو جو جسیوں سیراں سرور عالم پایاں
سی وقت جمعہ دا وعدہ کیتیوس بعد جواب لکھندا
مڑ مرزائیاں دی موئی گوا نص ن بچ بنا لویں دیندا
پھر شائد مرزے تھوں اس جا کر توضیح کڈھائی
مرزا غصے ہویا اسے دی تردید چھپائی
اک غلطی دا جان ازالہ اس دا نام ٹکایا
بعضے ہیں ناداں مرید میرے اس آکھ سنایا
نا اوہ پڑھن کتاباں میریاں صحبت میری نہ پائی

وچہ مناظریاں دے میرا کرن انکار سودائی
کہہ دیو نا اوس نبوت والا دعوی چایا
تے وچہ حقیقت ہاں میں نبی نبوت نوں میں پایا
محمد رسول اللہ رب آکھیا میرے تائیں
ھو الذی ارسل رسولہ بھی آکھیا مینوں سائیں
خاتم النبیین کہیا رب مینوں خاتم کیتا
جری اللہ فی حلل الا نبیاء بھی رب آکھیا میتا
پہلیاں تنے آیتاں خاص رسول اللہ حق آیاں
براہین اندر خود مرزے حضرت حق بتایاں
تیجا فقرہ وچہ ازالے لیاوے حق علماواں
حلیاں نبیاں اندر حق دس رہے جہلاواں
مرزے دھوکا دتا ہے ایہ عاماں لوکاں تائیں
جو دعوی میرا پرانا ہے اج اٹھایا نائیں
پر کس کم جد مڈھو ں اس نوں ردّ عالم ہے سناندے
نالے معنی نا ایہ کیتے اس اج جو کیتے آپنیا ندی
براہین دے ویلے سی ایہ مومن ہر گز شک نہ کائی
نزول مسیح دا قائل سی تد ہن ایہ رولی پائی
سی تن سو اکسٹھ صفحے وچہ براہین آکھ سنایا
جو ناقص چھڈ انجیل نوں عیسی فلکیں ڈیرا لایا
ھو الذی ارسل رسولہ آیت اگے بتلایا
جسمانی طور مسیح اس پورا کرے جاں فلکوں آیا

فلکوں ہوگ نزول مسیح دا دین پڑے روشنائی
چار سو اتے اٹھانوے صفحے لکھیا سی اس بھائی
پھر اس آپ مسیحیت دا دعوی دیکھ اٹھایا
پچھلیاں الہاماں ہتوں اولٹا دعوی اس نے چایا
تے ہن آکھ دتا میں احمد اتے محمد آیا
ظلی اتے بروزی طور ایہ لکھ اشتہار چھپایا
جے ظلی اتے بروزی طور محمد بنن ردائی
چونھ یاراں کیوں نا ایہ دعوی کیتا پچھو بھائی
ظل دے معنی سایہ نا سی حضرت والا سایہ
تے مطلب ایہ بروزی پردے وچوں باہر آیا
و بـــرزو لــــلـــــه الـــوا حـــد الـــقـهـــار آیت شاہد آئی
دوجا کدی بروز دوجے دا ہو نہ سکے بھائی
پس اس اشتہاروں ایہ گل ثابت ہوئی بھائی
جو مرزیدے مریداں تھیں ہیں بہتے ایسے بھائی
جو واقف نہیں دعویاں اوہدیاں انہاں وقوف نکائی
ہر اک نال نہ چاہیے ہر گز بحث انہاں تھیں چائی
اس نوں کیتا جائے مخاطب مرزا جنہوں ٹکائے
واقف کار ابحاث کرندے اس نوں اوہ ٹھہرائے
... سند دیوے تحریری قلمی دستخط خود کر کے
دو جی تھیں نا بحث کرے کوئی اس گل تائیں پڑھ کے
واعظ عاجز یکم محرم شہر بٹالے آیا

رحمت اللہ تے مولا بخش جو میرے تائیں بولایا
اوہ جھڈ ے والی مسجد والے کول تیلی دروازے
سدیونی آ حکم سنا یورب غریب نوازے
علی بخش ہے نیاریا اس نے بحث دی بات چلائی
نعمت علی دے نال صلاح تحریری کرنی چاہی
رحمت اللہ تے مولا بخش کہیا کوئی عالم لیاؤ
تحریری کرساں مرزائیاں آکھیا یار بھراؤ
مڑ عالم لین قادیان گھلیا یکہ بھر لے کر آوے
مرزے کہیا نہ بحث کرو رب فیصلہ آپ موکاوے
تا ہو شرمندے فتح الدین ارائیں نوں لے آئے
میں آکھیا تدھ بحث کراں جے مرزے سند دکھاوے
اگے وچہ پکیوندے اس ذلت سخت اٹھائی
مرزا لکھ چکا ناواقف لائق بحث نہ واہی
ایسے تے اصرار کیو نے تا میں لکھ پوجایا
ایسے نوں لے آؤ پر لکھ چاہیے ایہہ پہنچایا
جے ایہ لاجواب ہویا تا تائب ہونا پوسی
نعمت علی سن ہور مرزائیا ں نکلیا بھٹ وچوں سی
آکھ دتا نا حاجت سانوں بھانج پئی مرزائیاں
وعظاں واعظ وچہ بٹالے حق کر چایاں
ہن وچہ اٹھوالاں سنیا مولوی اللہ دتہ آئے
فتح الدین سن ساتھیاں سندی بحثوں نس سدھائے

مباہلہ کرنا چھوس اللہ دتا صاحب الائے

ہے منظور مگر مرزائی اوتھوں بھی نس وھائے

اوہ الہ دتا سوہل وا لے نوں خوب دیوں للکارے

مرزا تے مرزائی اس نے سارے خوب ترا ہے

....

سی حرفی

خدا بخش واعظ

ت تساں نوں کر نا یقین چاہیے اترے فلکوں مسیح موعود لوکو

کھا کے قسماں رسول کریم دسے منکر اس دے ہو ون یہود لوکو

قبل موتہ رب نے دسیا جے منکر ایس دے ہین مردود لوکو

واعظ ابن عباس تے ابو ہریرہ معنی ایس دے کرن نزول لوکو

ث ثابت صدق یقین سیتی کڈھ سورہ دیکھ نساء میاں

ما قتلوہ و ما صلبوہ کہندا آپ ایہ پاک خدا میاں

بل رفعہ اللہ دسے پاک اللہ نہیں من دے بے حیا میاں

واعظ جان نشان قیامت ایہ جو نزول مسیح دل لا میاں

ج جمع کریں جے حدیثاں سبھی سبھی سیکڑے تیک ہوجاندیاں نے
نازل ہوگ مسیح آسمان اتوں حق جھڑیاں پتے لگاندیاں نے
مہدی حسن دی ہوگ اولاد وچوں بوسفیانی دے نال لڑاندیاں نے
واعظ خبر دجال دے شر والی دس دس کے جیو ڈراندیاں نے

ح حق بیشک نہ شک کوئی استدراج دجال دکھا دسیا
مرزا تے مرزائیاں نوں کمل ہویا کہن کویں خدا بن جا دسیا
زہر اتے تریاق وچہ اثر دیسی ودہ اس تھیں نا سدھا دسیا
واعظ ہوسی ایہ سب رب ولوں رب بندیاں نوں آزما دسیا

خ خام دلیل مرزائیاں دی وضعی لکھ حدیث دکھاوندے نے
لا مہدی الا عیسی سند دیندے کوئی سند صحیح نہ پاوندے نے
مہدی فاطمہ دی نسل کنوں ہوسی جدوں پاک رسول بتاوندے نے
واعظ کہیا رسول دا حق بیشک مرزا مرزائی بھلے جاوندے نے

د دابۃ الارض رسول دسیا مرزا اس دی کرے تاویل کوڑی
سبھی پیش گویاں جھوٹ موٹھ کر دا گل کر کے طول طویل کوڑی
انگریزاں نوں ہے دجال کہندا ریل گدھا او ہدا دے دلیل کوڑی
واعظ مرزے بے عقلدی مت ماری ٹولی اس دی کل ذلیل کوڑی

ذ ذرا نہ شک رسول پیا رے گئے رات معراج آسمان آہے
ایسے پاک جسے نال عرش دے ہے نیڑے سدے رب رحمان آہے
مرزا آکھے اوہ خواب یا کشف آیا چھڈ گئے نہ اپنا مکان آہے
واعظ کہے جو خواب دا کرے دعوی کافر ہووے ایہ حق بیان آہے

ر رب رسول دا جان ویری مرزا تے مرزا ئی تمام لوکو
اتھو جھے جے مدعی کرن دعوی اوپ اسلام نوں کرن بدنام لوکو
نہ سلام نہ کلام نہ من دعوت نا اونہا نوں دیئیو طعام لوکو
واعظ مگر نماز نہ پڑھو پچھے چھوڑ گئے مرزا ئی اسلام لوکو

ز زاریاں کر کر سنا وندا جے پورا مکری پچھا نیو میرزا دا
آکھے عیسی نوں زندہ نہ کہو لوکو ایہ شرک سمجھتا ہے میرزا دا
جنہاں کہیا زندہ سارے ہین مشرک کوڑا ایہ تسیں جانیو مرزادا
واعظ آپ شیطان نوں کہے زندہ پھیر حال کی سیانیو میرزا دا

س سنو جو نبی کریم کہیا کہیا جدوں معراج سدھایا میں
عیسی ملے مینوں رل کے اوس جاگہ گلاں نال اوس دے کر آیا میں

ش شوق جے ہے تینوں دیکھنے دا دیکھ کھول کے ابن جریر تائیں
نبی کیہا نہ عیسی نوں پت ربدا کہو پاک جانوا اس قدیر تائیں

... عیسی فوت ہو سی سنو نبی دی اس تقریر تائیں
واعظ ابن ابی حاتم وچہ اینویں کھول دیکھ کے ایس تحریر تائیں

ص صدق صفائی دے نال معین کہیا نبی یہودتوں جان آہا
عیسے زندہ ہے مڑ پھیر آوگ ایتھے کیتا سچے رسول بیان آہا
امام حسن بصری در منثور اندر کیتا ایہ بیان عیان آہا
واعظ ابن کثیر دے وچہ لکھیا متواتراں سنداں تھیں ہاں آہا
ض ضابطہ کوئی نہ میرزا دا کتے آکھدا نا حدیث مناں
کتے وضعی حدیثاں نوں پیش کردہ کہے محدثاں تھیں نہیں مناں
کتے عقل تھیں رد حدیث کردا کرے جتھاں سخت خبیث تناں
واعظ کہے کی کھائی کے پہنے عیسی منکر قدرتوں ہویا طریف مناں
ط طلب جے ہے تینوں پتے والی دیکھ تدہ نوں پتا پگاوندا ہاں
تیہ دجال ہوس نبی پاک کہیا میرزا انہاں تھیں ہے بتلا وندا ہاں
ایہ نشان پیغمبری کرن دعوی سو نشان ایدے وچہ پا وندا ہاں
واعظ پہلا مسیلمہ تے اٹھائی عدد مرزے اتے مکا وندا ہاں
ظ ظلم تے کوڑ ہے کم اس دا ایہو کم ہے ایس دے چیلیا ندا
جدوں سدے کوئی سا ہمنے نہ آون ایہ کم ہے انصا فوں .... دا
فتح الدین شکاروں سی نس آیا مگروں مزہ کیا ڈنڈ پٹیلیا ندا
واعظ وچہ پکوین کے خاک اڈی پھکا رہیا نہ حق تھوں وھیلیا ندا
ع عیب لاون سلف خلف تائیں کہین ساریاں شرک کمایاں سی
جیڑے عیسی مسیح کہ گئے زندہ اونہوں حی قیوم ٹکایا سی

اونہاں کدوں کہیا عیسے ہو وگ ناہیں قبل موتہ پڑھ کے سنایا سی
واعظ پچھلے پہلیاں برا کہن سچ نبی نے پتہ لگا یا سی
غ غرض مرزیدی ہے بھگ لٹن ہور حق انصاف دی لوڑ نائیں
کہے مینوں جو رب عرفان دتا اوہ عرفان پایا کسے ہور ناہیں
مینوں منیاں ای نجات اتے میرے بنا نجات دا طور ناہیں
واعظ حق لا ہمیش اتے کدی حق ہو لانا چھوڑ ناہیں
ف فرق ناہیں ایدے وچہ کائی مرزے دعوی اٹھایا پیغمبر یدا
کئی وار معراج ہو یا آکھے دعوی اوہدا رسول تھیں ہمسری دا
... نبی معراج گئے رستے وچہ ہے کرہ جو زمہری دا
واعظ مرزا نوں کہیا جنون ہو یا قائل نہیں خدا دی قادری دا
ق قادری رب دی ویکھ .. تیئں سنا وندا ای
.. اک قطر یوں سب کجھ درست کردا ہتھ پیر اعضا سجا وندائی
اونہوں فلکیں چڑھا ونا کیا مشکل بھاویں اساں مشکل نظر آ وندا ای
واعظ امر ہے رب دا اک کن تھیں جو کجھ چاہے قادر بن جاوندا ای
ك کتا جے طند نوں کرے عوعو نہیں چند دا کجھ زیان کردا
برا سلف صالحین نوں کہے جہیڑا ضائع اپنا اوہ ایمان کردا
جاہل ہون حیران ایہ علم والا شائد سچ ہووے جو بیان کردا
واعظ کہے ایہ علم نوں چھوڑ گیا پیا ایہ گمراہ جہاں کردا
ل لہب بدلے اشتہار دیوے دینی کم دا میں انتظام کرنا
چندہ دیہو یا اہل نفاق آ ہو سو ایسے گلے میں کیاں سلام کرنا

م مدد خدا ئیدی عالماں نوں رات دن او ہنوں پیئے للکار دے نے

کر مبا حثہ کر لے مبا ہلہ تو ں لکھ لئے تفسیر پکار دے نے

لمی ہل نہ دیند ے نے پا ن او ہنوں تھوڑی جیہی میعا د پکار دینے

واعظ ایسد ے دا ؤدی ہوئے واقف مومن کھا ندے نہ دا ؤ مکار دے نے

ن نا م فضل حق شہر اوہدا کیتا ایبٹ آباد بیان لوکاں

اور خلیفۃ المسیح بٹا لے آ کے دعوی کیتو س کیتا عیان لوکان

کو ئی د یکھے نشا ن د یکھا وے آ کے اشتہار دتے اس مکان لو کا ں

واعظ مر زے نہ کجھ جوا ب دتا کو ڑا سمجھیا او ہدا دکان لوکاں

و وا ر و وا ری اشتہار دتے تن وا ر او ہنو للکاریا سی

کدو ں ایس بے شرم سی گل کر نی ا گے کئی وا ری اینو یں ہا ریا سی

واعظ آ پ وچہ قا دیان جائے کے آویں سا ہمنے او ہنوں پکار یا سی

واعظ و چہ با زار دے کوک رہیا مر زے چپ وا لا بو ہا مار یا سی

ہ ہکوا ری و چہ بھا مڑی دے خط کھل کے عا جز بلا یا سی

نہ اوہ آ یا نہ کجھ جوا ب دتا پھر ہو ر اک خط پو چا یا سی

جدوں جا لتں چھڈ دا نہیں واعظ سو ہرا اپنا تدوں گھلا یا سی

واعظ نا ل جما ل الدین سیکھوا ن دے میرے نا ل مبا حثہ پا یا سی

لالو ڑ پیئہ جدوں سند والی کہن اسا ندے کول کتا ب نا ہیں

بھلکے آ سا ں نا ل کتا ب کے ایو یں آ وندا اساں جوا ب نا ہیں

ایسے گئے پھر مڑ گلے متھے گو یا لبھدی اجے کتا ب نا ہیں

واعظ ہون نہ کھڑے میدا ن اندر وا ڑہ ما مے دا دینا جواب نا ئیں

الف آ کھدا فتح دین ارا ئین جے مسیح دا سچ نزو ل ہو وے

چا ہیے ہن آ وے کیوں دیر لا ئی ہن چا ہیے پر نمو ل ہو وے
مل لیا ہے جگ عیسا ئیا ں نے پر ایہ گل معلوم نا معقو ل ہو وے
واعظ اتروگ مسیح د جا ل ما رن نہ خلا ف حد یث رسو ل ہو وے

ی یا د رکھیں میرا پتہ سا را امرتسروں چو ں میل جا ن میاں
محمد مندرا نوا لہ نا م پنڈ دا ہے ذا ت اسا ندی جٹ کہن میا ں
نا م میرا خدا بخش تے تخلص وا عظ جگ دے و چہ سنجہان میاں
واعظ ہندی زبان بیان کر دا پکڑ ربدا پاک قرآن میاں

☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه ا جمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۸۔اکتوبر۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سليما ن و انه بسم الله الر حمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و چہارم (۲۴)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسریؒ کی خدمات (۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ بست و چہارم (۲۴)

صفحات: ۳۴۸

مولف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین

سال اشاعت: ۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

عرض مولف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تحریک ختم نبوت کی چوبیسویں جلد حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کی نگارشات پر مشتمل ہے اور اس میں ان کے وہ مضامین شامل ہیں جو ۱۱ نومبر ۱۹۱۰ء تا ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے مختلف شماروں میں بسلسلہ ردّ قادیانیت شائع ہوئے تھے۔

ان مضامین کے علاوہ اس جلد میں شیخ الاسلام امرتسریؒ کا صحیفہ محبوبیہ نقل کیا گیا ہے جو دسمبر ۱۹۰۹ء میں آپ نے حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کے رسالے صحیفہ آصفیہ کے جواب میں لکھا تھا۔ صحیفہ آصفیہ میں حکیم نورالدین صاحب نے حیدر آباد دکن میں سیلاب کی تباہ کاریوں کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کا مصدق قرار دیتے ہوئے نظام حیدر آباد دکن کو قادیانیت میں شمولیت کی دعوت دی تھی۔ نظام دکن کی طرف سے از خود جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی پیش گوئیوں کی تغلیط فرمائی تھی۔ میں نے بعض جگہ حواشی میں موقع کی مناسبت سے حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کی بعض تحریریں باریک خط میں نقل کر دی ہیں۔

صحیفہ محبوبیہ کے بعد اس جلد میں رسالہ فاتح قادیان نقل کیا گیا ہے جو اس مباحثہ کی روداد ہے جو قادیانیوں کے شیر، میر قاسم علی دہلوی، اور شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے مابین اپریل ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ کے مقام پر ہوا تھا، اور جس میں ثالث کے فیصلہ کے مطابق شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کو فاتح قرار دے کر سرپنچ نے قادیانیوں سے تین سو روپیہ بطور تاوان ادا کروایا تھا، اور اسی رقم سے روداد مباحثہ بعنوان فاتح قادیان چھپ کر مفت تقسیم ہوئی تھی۔

زیر نظر جلد میں قادیانیوں کے شیر، میر قاسم علی دہلوی کا چیلنج اس کے ۱۹۱۲ء کے اخبار احمدی دہلی جلد ۲

نمبر ۵ سے نقل ہوا ہے جس کے نتیجے میں یہ مباحثہ وقوع پذیر ہوا تھا۔ پھر فریقین کے پرچوں کے علاوہ منصفین کے فیصلے اور سرپنچ کا حتمی فیصلہ، اور شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کے قلم سے رسالے کا ضمیمہ اور اس رسالے کی طبع ششم پر شیخ الاسلام امرتسریؒ کے پوتے مولانا رضاء اللہ ثنائی مرحوم کا لکھا ہوا دیباچہ بھی نقل ہوا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم نے اس رسالے میں یہ بھی بتایا تھا کہ لوگ انہیں فاتح قادیان کیوں کہتے ہیں۔ اور اس کی وجوہات میں آپ نے اپنے حملہ قادیان ۱۹۰۳ء کا مختصراً ذکر کیا ہے جسے ہم نے کتاب کے آخر میں الگ عنوان کے تحت تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

حملہ قادیان کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بطور تحدی فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ ان کی پیش گوئیوں پر بحث مباحثے کے لئے قادیان نہیں آئیں گے، اور اگر وہ آجائیں تو پیش گوئیاں غلط ثابت کرنے کی صورت، میں انہیں فی پیش گوئی ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اور اپنے مریدوں سے ایک روپیہ فی کس وصول کر کے وہ الگ سے ایک لاکھ روپیہ بھی دیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے یہ باتیں بیان کر کے اپنا قادیان تشریف لے جانا، وہاں مرزا صاحب سے خط و کتابت کرنا، مرزا صاحب قادیانی کا حرم سرا میں چھپ جانا، اور مباحثے سے انکار کر دینا، اردو میں بیان کیا گیا ہے، اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس سلسلے کی اردو، عربی اور فارسی تحریریں میں نے ان کی اعجاز احمدی اور مواہب الرحمان سے نقل کر دی ہیں۔

امید ہے کہ قارئین ان تحریروں سے نفع اور حظ اٹھائیں گے۔

فقیر بارگاہ صمدی ڈاکٹر محمد بہاء الدین

کیامرزائیوں کومرزا پر ایمان نہیں

میں ہوا کافر، تو وہ کافر مسلماں ہوگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذہ سے تنگ آ کر ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری زندگی میں نہ مریں تو میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہونگا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پبلک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے چل بسے چونکہ ایک قدرتی فیصلہ تھا اس لئے اس کا اثر بھی عام ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بحمداللہ ایسا ہی ہوا اس لئے اس کے جواب میں مرزائیوں نے بھی پبلک کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ چنانچہ ۱۳/اکتوبر کے قادیانی بدر میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

''کیا دعا والا اشتہار پیش کرنے کا کوئی حق مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہے۔''

اس مضمون سے ایڈیٹر نے بڑے زور سے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ بعض اشتہارات ایسے شائع کئے ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے وغیرہ۔ لیکن افسوس ہے کہ دجال مرتے

مر گئے مگر دجل نہ چھوڑا میرے یا میرے کسی دوست (حکیم محمد الدین جن کا وہ نام لیتے ہیں اُن) کے اشتہار سے اصل عبارت مع قید تاریخ نقل نہیں کرتے بلکہ محض ابلہ فریبی سے روایت بالمعنے کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ اور چالا کی سے لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ حلف اُٹھائے کہ اوس نے کوئی تحریر ایسی نہیں شائع کی؟

او مرزائیو! سنو! میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے اس قسم کی کوئی تحریر یاد نہیں جس میں میں نے لکھا ہو کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مضمون کا کوئی اشتہار ہے تو اوس کو اصل الفاظ میں نقل کرو اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب (مرزائی) مقیم امرت سر کی معرفت اصل اشتہار دکھا کر تصدیق بھی کراؤ اوس سے بعد ہمارا مندرجہ ذیل جواب سنو!

ایک طرف مرزا صاحب کا فرمان واجب الاذعان ہو جو خدائی حکم سے شائع ہوا ہو۔ جس کو بطور تحدی مدار فیصلہ قرار دیا ہو دوسری طرف میرا یا کسی اور مخالف کا بیان مخالفانہ اوس کی تکذیب میں ہو تو تم کس کو مانو گے؟ اور کس پر ایمان لاؤ گے؟ (ان کنتم مؤمنین) کس قدر شرم کی بات ہے کہ مرزا صاحب تو خدا کے حکم سے آخری فیصلہ کا اعلان شائع کریں اور خدا اون کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کرے (دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء) اس کے مقابلہ میں میں اس کی تکذیب کرنے کو شائع کر دوں کہ میں اس کو نہیں مانتا یہ فیصلہ غلط ہے تو کیا کوئی دانا یا اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے ایسا کہنے سے خدائی حکم ٹل سکتا ہے۔ یا میں خدائی حکم پر غالب آ سکتا ہوں یا میں ایسے شخص کی تحدی کو پا سکتا ہوں جس کے دعاوی یہ تھے کہ:

ان قدمی علیٰ منارة ختم علیها کل رفعة"

"میرے پاؤں ایسے منارہ پر ہیں جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔" (خطبۃ الہامیہ)

یعنی میں سب سے بلند ہوں۔ جس کا دعویٰ تھا کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اوس سے بہتر غلام احمد ہے

جس کا یہ بھی دعویٰ تھا:

صد حسین ست در گریبانم

ایسے شخص کی مخالفانہ تحدی اور مدار فیصلہ کو میں غلط کروں تو کم سے کم لوگوں کو تو یہ ماننا پڑے گا کہ میں ایسے شخص سے ضرور بڑے رتبہ کا ہوں بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا (معاذ اللہ) کہ میں خدائی حکم کو بھی مٹا سکتا ہوں۔ اسلامی عقیدہ میں تو ایسا سمجھنا یا خیال کرنا کفر ہے۔ مرزائیو! غور سے سنو!

والله غالب على امره

وهو القاهر فوق عباده

ناظرین! آپ لوگ ان دجاجلہ سے ایک ہی بات پوچھو کہ مولوی ثناء اللہ کا حکم خدائی حکم پر غالب ہے، یا خدائی حکم مولوی ثناء اللہ پر غالب ہے؟ صورت اول تو ایمان سے دور ہے۔ صورت ثانیہ میں قطعی فیصلہ ہے۔ فالحمد للہ۔ یہی ایک سوال ہے جو مدار فیصلہ ہے۔

مرزائیو! بس اسی ایک سوال کا جواب تم سے مطلوب ہے دگر ہیچ ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۲)

قادیانی کذب بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان شریف سے اگر کوئی کذب بیانی شائع ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بقول ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

قادیانی مشن کی بنیاد ہی جب غلط گوئی اور کذب بیانی پر ہے تو فروع سے کیونکر ممکن ہے کہ راستبازی سے کام لیں یا لے سکیں۔ اوس مرنے والے نے کونسی کسر اٹھا رکھی تھی جو یہ اٹھا رکھیں گے۔

گذشتہ پرچہ اہل حدیث مورخہ ۱۱؍نومبر میں ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ ایک صاحب قادیان سے لکھتے ہیں کہ میں نے جو تمہارے فلان انعامی مضمون کا جواب لکھا ہے اب اوس انعام کا فیصلہ انجمن اتحاد المسلمین میں پیش کرکے انعام دلوادیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ انجمن اتحاد المسلمین تو اس میں دخیل نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ اس غرض کے لئے نہیں ہاں تم کو اختیار ہے کہ بذریعہ عدالت وصول کرلو۔

اس کے جواب میں وہی مرزائی لکھتا ہے کہ مولوی صاحب نے شریعت کے فیصلہ سے انکار کیا ہے اس لئے میں بھی مجبوراً عدالت میں جاؤنگا۔

یہ صریح کذب بیانی ہے۔ میں نے شریعت کے فیصلہ سے نہ انکار کیا ہے اور نہ کبھی کرونگا، بلکہ ایسا کرنا بے ایمانی سمجھتا ہوں اور سمجھونگا۔ میں نے تو صرف یہ عذر کیا تھا کہ انجمن اتحاد المسلمین اس کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔ اس کا نام اگر شرعی فیصلہ سے انکار ہے، تو لیجئے میں اسی انجمن کے تین ممبروں کو نامزد کرکے اقرار کرتا ہوں کہ یہ صاحب جو فیصلہ کردینگے مجھے منظور ہوگا۔

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی بھی اس انجمن کے ممبر ہیں لہذا نمبر(۱)

نمبر(۲) جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اس انجمن کے ممبر ہیں۔

نمبر(۳) جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔

پس ان تینوں کا بورڈ جہاں چاہو جمع کراکے فیصلہ کرالو۔ تم نے اپنے دعویٰ کا ثبوت دینا ہے کہ جواب صحیح ہے، میں ثابت کرونگا کہ مرزا آنجہانی کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اب تو راضی ہو۔ اگر اب تم مجھ کو شریعت کے فیصلہ کا منکر کہہ کر عدالت میں جانا چاہو تو مزے سے جاؤ، مگر یاد رہے۔

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵؍نومبر ۱۹۱۰ء ص:۲-۳)

دہلی سے احمدی

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ دہلی کے میر قاسم علی ایڈیٹر الحق لکھتے ہیں:

جنوری سے میں ایک رسالہ احمدی جاری کرنے والا ہوں جس میں رسالہ مرقع قادیانی اور اہلحدیث (امرتسر) کے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

ہم بھی اس رسالہ کا خوشی سے خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں، مگر سوال صرف یہ ہے کہ آپ سے پہلے رسالوں اور اخباروں بلکہ مرزا صاحب بانی مشن قادیانی نے اہلحدیث کے مقابلہ میں کیا کامیابی حاصل کی تھی جو آپ اوس سے زیادہ کرینگے۔ کیا مرزا صاحب کا اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والا یاد نہیں رہا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار اہلحدیث میں مجھ کو یہ یہ لکھتا ہے۔ میں اس سے بہت تنگ آ گیا ہوں ۔اب آخری فیصلہ خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

پھر آخر کیا ہوا۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

بہر حال ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ بقول:

''بدر نتواں کرد پسر تمام کند''

شائد آپ ہی کے ہاتھ میں فتحیابی ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔نمبر ۴۔مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۹۱۰ء ص:۵)

قدرت ثانیہ

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

آہا خطۂ پنجاب بھی کیسا ہی خوش قسمت ہے۔ خصوصاً اس وقت سے تو اس کے بھاگ جاگ اٹھے ہیں جب سے مرزا (غلام احمد قادیانی) آنجہانی نے دنیا میں آکر پاؤں بطریق دیگر پھیلائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس دن سے مرزا آنجہانی نے پیغمبری کو اختیار کیا، خطۂ پنجاب میں کچھ ایسی آزادی ہوگئی ہے اور ایسی بیحیائی پھیل گئی ہے کہ ایک نہیں، دو نہیں، درجنوں کے درجن پیغمبری، مجددی، نائبی، اور طرح طرح کے دعوے کرنے میں پیش قدم ہیں۔

ہمارے مرزا (قادیانی) نے جب تک رہا بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ طرح طرح کے من گھڑت الہام قادیانی مشین میں ہر روز تراشے جا کر الحکم اور بدر کی نذر ہوتے تھے۔ الہاموں کے کیا ہی کہنے تھے، وہ ایسے کچے اور واہیات ہوتے تھے کہ ایک ذی عقل دیکھ کر اور سن کر قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عقلمند طبائع حیران رہ جاتی تھی کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ مرید ایسی پٹی پر چڑھے ہوئے تھے کہ خواہ کیا ہو اٰمنا وصدقنا ان کا تکیہ کلام تھا اور ہے۔ یہ سمجھ کسی کو نہ آتی کہ ہمارے رسول کی عجیب رسالت ہے۔ کیوں کہ آپ کے اکثر الہام طمع نفسانی اور کار شیطانی پر مبنی ہوتے تھے۔ عورتوں کے نکاح میں آنے کے الہام تو درجنوں ہوا کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی، ورنہ آپ تو مرتے دم تک محمدی بیگم کے منہ کو ترستے گئے۔ مقویات استعمال کر کر کے آپ نے خوب دن گذارے۔ اولاد کی بکثرت ہونے سے بھی آپ کو کچھ تامل ہی ہوا کرتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دعویٰ نبوت خیالات معرفت الٰہی (بقول خود) پھر کا یہ حال کہ کوئی سال خالی نہیں۔

مگر اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب دانا بہت تھے۔ بات کو جھٹ تاڑ جاتے تھے، اس الزام کی

بریت کے لئے بھی الہامات کو ہی پیش خیمہ قرار دے رکھا تھا (کیوں نہ دیتے الہام گھر کے تھے مول تو تھوڑے ہی لینے ہوتے تھے) پہلے ہی شائع کر دیتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی (کیا پورا ہونا تو معلوم ہی ہے) وہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ اس کام کے لئے پیدا کیا جاویگا اس سے مجہول اور عقل کے اندھے مریدوں کے جس قدر دل خوش ہوتے تھے ان کے بیان کی ضرورت نہیں لوگوں سے فخر یہ کہتے کہ دیکھو ہمارے حضرت کا یہ الہام بھی پورا ہوگا یعنی قبل از مرگ واویلا۔ واہ بھئی واہ۔

اس میں کلام نہیں کہ آپ کے دن دنیا میں نہایت عیش وعشرت سے گذرے، خوب گذرے۔ مگر مجھے از راہ ہمدردی ترس آتا ہے کہ آپ کا انجام ٹھیک نہ رہا۔ ان کی آخری حالت تو بزبان خود کہہ رہی تھی کہ:

من نکر دم شما حذر بکنید

کیوں کہ قوم کے فخر، فاتح قادیان، شیر پنجاب مولانا مولوی محمد ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ پر آپ نے جو شرط جانبازی لگائی تھی، جس کے مطابق آپ تمام امیدوں کو منقطع کرتے ہوئے چلدیئے، وہ کچھ کم شرم دہ نہ تھی، جس کا نقشہ اس شعر سے آنکھوں کے آگے جم جاویگا۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

مگر ان کرشن پنتھیوں کو عبرت کہاں؟ خدا ان کی قابل رحم حالت پر فضل وکرم کرے۔ آمین۔

آج مجھے جس پہلو پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ اور ہے، اور وہ انہی کے ایک صادق مرید کا ذکر خیر ہے۔ اس لئے ہم نے پہلے اس کے مرشد کے ذکر کو کر ثواب کے حاصل کرنے کو مناسب سمجھا جن کی برکت سے اور جن کی جرأت پر اس نے بھی دوکان کھولی ہے۔

ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ یہ سعادت ہمارے ضلع کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ گورداسپور کا ضلع گو زیادہ خوش قسمت ہے، لیکن شکر ہے کہ ہم دوسرے نمبر سے نیچے نہیں گرے۔ گجرات سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں عالمگڑھ ہے۔ وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ ہوگی، اور وہ سائیں احمد کے نام سے مشہور ہیں، ان حضرت نے یہ مشہور کیا ہے کہ ''قدرت ثانیہ'' ہوں۔

یعنی مرزا صاحب قادیانی پہلی قدرت تھے اور میں قدرت ثانیہ ہوں۔ مجھے آپ کے درشن گجرات میں نصیب ہوئے۔ جب میں نے آپ کو پہلے پہل دیکھا، تو آپ کی لمبی داڑھی اور متبرکانہ صورت پر نہایت ترس آیا۔ اور میں نے تعجب کیا کہ کیسے کیسے آدمیوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، اور خدا جانے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خالی از ایمان ہو رہے ہیں۔ اس بوڑھے میاں کو دیکھ کر اس وقت جو حالت میری ہوئی اور جس قدر ترس آیا وہ ایک عجیب نقشہ تھا جو کھینچ نہیں سکتا۔ پہلے آپ سے کسی مرزائی نے ہی سوال کیا کیا آپ نے خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے۔ تو تپاک سے اٹھے کہ کیوں کروں وہ خود میری بیعت کرے گا کیوں کہ میں قدرت ثانیہ ہوں اور اس سے اعلیٰ مدارج پر ہوں۔ پھر آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں الہام کا قائل نہیں ہوں کیا آپ مجھے قائل کر سکتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میں کس طرح کر سکتا ہوں میرا مالک کریگا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ بھی مدعی الہام ہیں کہنے لگے کیوں نہیں اب بھی الہام ہو رہا ہے۔ لیکن یہ نہ بتا سکے کہ کیا حالات منکشف ہو رہے ہیں جس سے ثابت ہو گیا کہ آپ ابھی یہ بھی معلوم نہیں کہ الہام کس جانور کا نام ہے۔ میرے خیال میں وہ پہلا ہی دن تھا کہ آپ کے سامنے لفظ الہام پیش کیا گیا۔ ورنہ آپ تو میرے خیال میں الہام کوئی عام شے سمجھتے تھے جو سوتے اوٹھتے بیٹھتے جاگتے چلتے ساتھ ہی رہتی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ الہام کوڑیوں کی طرح کر دونگا یعنی سیلاب آیا کریگا۔ پھر کہا میں گجرات کا مالک ہو جاؤنگا۔ اس کی تشریح نہ کر سکے کہ آپ کس دن گجرات میں عہدہ ڈپٹی کمشنری پر مامور ہونگے یا کہ پنجاب کے ہی مالک ہو جاوینگے۔ آپ نے کہا کہ میرا ایک یہ بھی الہام ہے کہ میرے مکانات شکستہ جن کے تیار ہونے کے لئے زر کثیر مطلوب ہے بغیر میری لاگت کے تیار ہو جاوینگے۔ ورنہ مجھ پر تائید ایزدی ہوگی قبل اس کے کہ یہ گیا پوری ہو۔ چند مرزائی اسی پر لٹو ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ کچھ ہے واہ رے عقل۔ میں تو حیران ہوں کہ کیا اس پارٹی نے بالکل ہی نبوت اور رسالت کو کھیل سمجھ رکھا ہے کیوں کہ یہ نئے میاں عالمگڑھی اپنے آپ کو کبھی رسول کہتے ہیں کبھی قدرت ثانیہ۔ میرے خیال میں قدرت ثانیہ کے لفظ کو اس بوڑھے میاں نے کسی کے کہنے کہانی پر ہی ورثہ بنا لیا ہے۔ کیوں کہ سوائے اس کے کہ آپ اس کے یہ معنی کریں کہ میں دوسری طاقت اور کچھ شرح طور پر سمجھا کر مطمئن نہ کر سکے۔ کیوں کہ آپ کی تعلیم کا تو یہ حال ہے کہ آپ خود کہتے ہیں کہ میں قرآن بھی نہیں پڑھ سکتا اور نہ

ہی کوئی کتاب دیکھ سکتے ہیں (مجھے ترس آتا ہے کہ آپ کا کام کیسے چلے گا) دیکھئے معنی تو بسم اللہ کے بھی نہیں آتے لیکن نزدیک رہے ہی نہیں ہاتھ رسالت تک مارا ہے۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر گجرات میں ایک تعلیم یافتہ احمدی ان سوالات کا جواب نہ دیتے جو آپ پر کئے گئے تو قریب تھا کہ آپ تائب ہو کر نجات اُخروی کے حاصل کرنے والے بنتے۔ کیوں کہ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ کی حالت نہایت ہی پریشان نظر آ رہی تھی پیشانی پر پسینہ کا آنا ہاتھ دیوانوں کی طرح مارنا سر کا گھومنا بتا رہا تھا کہ بیچارہ منہ سے نکال کر پچتا رہا ہے۔ میرے خیال میں اس بیچارے نے کسی طمع نفسانی پر یہ صدا بلند کی ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر چند عقل کے اندھے میری پیرو بھی ہو جاویں ایک تو وہ کام بنجاوے جس کے لئے یہ قصد کیا ہے دوسرا وہ الہام پورا ہو جاوے گا کہ وہ میرے مکانات بغیر میری لاگت کے تیار ہو جاوینگے۔ یعنی خود ہی عقل کے اندھے چندہ دے کر مکان بنادیگے۔ خود ہی میرے الہام کے قائل ہو کر پختہ عقیدہ کے ہو جاوینگے آہا یہ کیسی عقل کی مار ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ عالمگڑھی میاں کی یہ دوکان نہیں چلے گی کیوں کہ مرزا آنجہانی علم رکھتے تھے اور اون کو ہاتھ پر تیلی کھلانا خوب ہی آتا تھا اور وہ ملمع پر روغن چڑھانا خوب جانتے تھے انہی کی روش پر پہلے کوئی کہہ گیا ہوا تھا کہ ؎ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔ للہ ہمیں کوئی اس جدید (نئے) فرقہ سے بغض نہیں ہے بلکہ ہمیں ترس آتا ہے۔ امید ہے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین صاحب) جواب سے مطمئن فرمادیں گے کہ کیا واقعی آپ کے گرو صاحب کا کوئی اور ایسا الہام ہے جس سے ہر سال رسولوں کا آتا رہنا ثابت ہے (نہیں تو کوئی پیش کردینگے ہتھ ناٹکی آتی ہے) اور عالمگڑھی بوڑھے کی نسبت کیا فتویٰ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریگا یا آپ ان کے ہاتھ۔ افسوس آپ کی جماعت سے تو انصاف بالکل ہی اوٹھ گیا ہے اور مرزا آنجہانی تو ایسی آزادی کر گئے ہیں کہ ان کی طرح ہر ایک وحی کو اپنا چچیرا بھائی سمجھتا ہے پس ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو راہ ہدایت پر لاوے اور آپ کی قابل رحم حالت پر ترس کرے اور آپ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے پیرووں کے زمرہ میں حشر کے دن اٹھنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔ (راقم آپ کا ایک خیر خواہ۔ خریدار نمبر ۱۷۲۰)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۵-۷)

مولانا شبلی اور قادیانی وفد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ بدر قادیانی لکھتا ہے کہ:

ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آں حضرت خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آں حضرت نبی کریم ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس اُمت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں (جیسی عبداللہ آتھم کی موت اور منکوحہ آسمانی کے نکاح کی) اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بے شک لغوی لحاظ سے یہ ہوسکتا ہے۔ اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اُس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں۔ ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے۔ (بدر قادیان ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر نے اپنے مشن کے اصول کے مطابق نہ صرف مولانا شبلی کو دھوکہ دیا بلکہ اپنے ناظرین کو بھی غلطی میں ڈالا۔ قادیانی مشن اور اوس کے بانی کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا کہ ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

اس لئے ہم مرزائی کے اصل حالات اوسی (مشن) کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تاکہ مولانا شبلی اور دیگر ناظرین کو قادیانی مشن کی صدق کلامی کی تصدیق ہو سکے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ابتدائی رسالہ (ازالہ اوہام) میں ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرع مرزائیوں کی زبان پر بطور سند بہت کچھ مشہور ہے۔ جو یہ ہے ؎

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

ناظرین اس مصرعہ کو یاد رکھیں اور اس کا مطلب اور مرزا صاحب کا اصل دعویٰ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیں جو اسی (ایڈیٹر بدر) نے عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ لکھا تھا کہ:

> (مرزا صاحب نے فرمایا) کہ اس (شعر من نیستم ..الخ) کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں اون کو بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے جبھی تو لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اوسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر

کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے۔یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اوس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے یہ اس لئے تا ان پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دیئے گئے۔پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں آپ کو سمجھانا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں۔کہ یہ تو چوہڑے چماروں کو بھی آجاتی ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت وکیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ایک مصرعہ سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں۔امر حق کے پہونچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہئے۔'' (بدر قادیان ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

عبارت مذکورہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب کن معنی سے نبوت کی مدعی تھے جس کی سمجھ میں نہ آیا ہو اون کے سمجھانے کو ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی حضرت موسیٰ، عیسیٰ، محمد رسول اللہ علیہم السلام جیسے نبی نہ تھے مگر حضرت ہارون، زکریا، یحییٰ علیہم السلام جیسے نبی ہونے کے ضرور مدعی تھے چنانچہ اون کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں۔ایک انگریز قادیان میں گیا۔اوس نے آپ سے پوچھا کہ:

آپ اپنے نبی ہونے کا ثبوت دیں حضور (مرزا صاحب) نے فرمایا ہمارے نبی ہونے کے وہی

نشانات ہیں جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں

(اخبار بدر قادیان ۹/اپریل ۱۹۰۸ء، صفحہ۲)

۲۳/جنوری ۱۹۰۸ء کے بدر میں مولوی محمد احسن امروہی کی ایک تقریر نقل کی ہے جو یہ ہے:

''۱۷/جنوری کو آپ (مولانا احسن) نے سورۃ الفجر پر وعظ فرمایا اور منجملہ نکات یہ لطیف نکتہ بھی بیان کیا کہ الفجر رسول کریم ﷺ کا زمانہ ہے خیر القرون تک تین سو برس ہوئے اور دس راتوں سے مراد دس صدیاں لیں تو کل ۱۳۰۰ سو ہوئے۔ اس بعد خدا تعالیٰ والشفع والوتر میں تیرہویں اور چودہویں صدی کی طرف اشارہ فرماتا ہوا والليل اذا يسر کی خبر دیتا ہے۔ یعنی پھر چودہویں میں آفتاب نبوت طلوع کرے گا۔ اگر اس نبی کی اطاعت نہ کرینگے تو وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس تقریر میں مرزائی نبوت کی تعریف اور اثر (نتیجہ) کا ذکر بھی ہے۔ یعنی آپ کی نبوت پر وہی اثر مرتب ہے جو حضرات انبیاء سابقین کی نبوت پر ہوا تھا کہ اون کی معاندین کو خدا نے تباہ کر دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت مرزائیہ بھی کسی مجازی یا لغوی معنی سے نہ تھی۔ بلکہ اصلی اور حقیقی شرعی معنی میں تھے۔

اور سنئے محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی شادی مرزا صاحب قادیانی کی لڑکی سی ہوئی تھی تو اسی ایڈیٹر بدر نے ۲۷/فروری ۱۹۰۸ء کے بدر میں (صفحہ۲ پر) لکھا تھا کہ:

''نواب محمد علی خان صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ اونکے نکاح میں ایک نبی اللہ کی لڑکی آئی۔''

اور بھی سنئے عام طور پر مرزا صاحب قادیانی نے اپنا رتبہ ان الفاظ میں بتلایا ہے کہ:

''ان قدمی علیٰ منارة ختم عليها كل رفعة'' (خطبہ الہامیہ)

یعنی میرے (مرزا کے) یہ قدم ایسے بلند منارہ پر ہیں جہاں پر تمام قسم کی بلندیاں ختم ہو چکی ہیں۔

اہل علم سے ایسے کلام کا مطلب مخفی نہیں کہ تمام اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی برتری کا دعویٰ ہے۔ ایک اردو شعر تو اون کا عام زبان زد ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اوس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی مرزائی وفد کی دھوکہ دہی ہے جو اوسنے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ اوسکو معلوم ہوگا کہ بیعت کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کو بجمیع صفات موصوف مانا جاتا تھا تو اس اعلیٰ صفت کمال کو کیوں دخل نہوگا۔ اگر مرزائی بیعت میں نبوت مرزا کو دخل نہیں ہوگا تو اسلام میں رسالت محمدیہ کو بھی دخل نہوگا۔

اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک بات بتلانا ہنوز باقی ہے جو دراصل مولوی احسن صاحب امروہی کی تقریر سے پیدا ہوتی ہے کہ اس نبی (مرزا قادیانی) کے مخالف بھی عادیوں اور ثمودیوں کی طرح ہلاک ہونگے اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بڑے سے بڑے رجسٹرڈ مخالف اون کی زندگی میں پنجاب بھر میں تین تھے:

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی

اور خاکسار ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری۔

پہلے بزرگ کی نسبت تو مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیشگوئی تھی کہ آخری عمر میں مجھ پر ایمان لاوینگے وہ بھی ہنوز پوری نہوئی۔ دوئم اور سوئم کی بابت پیشگوئی تھی کہ میری زندگی میں مرینگے جیسی یہ پوری ہوئی کل دنیا کو معلوم ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے ایمان کی کہیں کہ

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت جہالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۳)

قادیانی خلیفہ گر پڑے

مبارک!

اخبار بدر قادیانی لکھتا ہے کہ:

جناب امیر المومنین علامہ نور الدین سلمہ رب العالمین جمعہ کے روز (۱۸) نومبر خان محمد علی خان صاحب کے کوٹھی سے واپس آتے ہوے گھوڑی کے بدکنے کی وجہ سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ابرو کے اوپر ایک زخم آیا۔ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمدللہ خیرت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔جس سے آپ کی صداقت اور اس تعلق کا شدید پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عنوان میں جو ہم نے مبارک کا لفظ لکھا ہے اس لئے لکھا ہے کہ حکیم نور الدین صاحب کا مرزا صاحب قادیانی سے جو روحانی تعلق تھا اوس کا اظہار ہو گیا کہ گرنے والی پیشگوئی صادق آئی۔الحمدللہ۔

این کرامت ولی ماچہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

لیکن سوال یہ ہے کہ جناب مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ پیشگوئی کب اور کس تاریخ میں کی تھی،اس کا پورا حوالہ مطلوب ہے۔ہم اپنے ناظرین کو بارو کراتے ہیں کہ قادیان میں جو''الہام بافی'' کی مشین تھی یہ اوسی کی کارگاہ سے بنا ہوا الہام یا خواب ہے،اس لئے ہم اس سوال کو حل کرانا چاہتے ہیں۔کیا بدر وغیرہ اس کی تحقیق کرینگے (شاید)

بہر حال ہم بھی حکیم (نورالدین) صاحب کو زیست کی مبارک دیتے ہیں اور اون کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں کیوں کہ مرزا صاحب قادیانی کے بعد تو الحکم پر بجلی گری تھی جو قریب قریب بند ہے، حکیم صاحب کے بعد تمام قادیان پر بجلی گر کے ایسا کر جائے گی کہ کان لم تغن بالامس (گویا بسے ہی نہ تھے)۔اس لئے قادیانی مشن کی جو کچھ بھی اصلاح ہوسکتی ہے اسی بڑے میاں (حکیم صاحب) کے سامنے ہوسکتی ہے ان سے بعد تو وہ اودھم مچے گی کہ جوتیوں دال بٹنے والی مثال صادق ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔نمبر ۵۔مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۶-۷)

گھوڑے سے گر پڑے

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی (حکیم نورالدین) کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب قادیانی کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی۔لکھتا ہے:

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے۔اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے۔نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔'' (اخبار بدر قادیان ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

چونکہ دنیا کا ہر ایک واقع آیۃ اللہ ہے، اس لئے ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیانی (حکیم نورالدین) کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی آیۃ اللہ ہے۔ مگر سوال تو آیت مرزا صاحب قادیانی سے تھا کہ اوس مرنیوالے (مرزا قادیانی) نے کب خواب دیکھا؟ اس کا جواب دو۔

بہر حال اس تمہید کے بعد بدر لکھتا ہے:

''یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی اُلّو تمسخر کرے؟ ہرگز نہیں، بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ گردن خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتی۔ مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے:

بما كذبوا من قبل۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کسی امر واقع کے متعلق جو تمام قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو سوال کرنا تو اُلّو کا کام نہیں۔ البتہ ایسے معقول سوال کے جواب نہ دینے سے آدمی اُلّو بنا کرتا ہے۔ مگر آپ ایسے اُلّو نہیں کیوں کہ آپ نے سوال کا جواب دیا ہے جو ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے درج ذیل ہے۔ بدر لکھتا ہے:

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالباً یہ خواب چھپ بھی چکا ہے۔ تلاش سے مل جائیگا۔ اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑیگی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ دعویٰ آپ کا کہ مرزا صاحب قادیانی کے مرید بھی مثل اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہیں درحقیقت آپ کا اپنا اختراع نہیں، بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے جو کہا کرتے تھے:

''جو میری جماعت میں داخل ہوگا وہ اصحاب رسول اللہ میں شامل ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ)

بہر حال ہمیں اس وقت اصحاب مرزا کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں بلکہ مطلب سعدی

دیگرست۔مگروہ مطلب راویان کلام کے بعدعرض ہوگا۔بہر حال آپکے راوی حسب ذیل شہادت دیتے ہیں:

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضروناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔'' قبل اس واقعہ کے سنا اوراس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اوراس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔''

صدرالدین ۴/دسمبر ۱۹۱۰ء،صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ،عبدالرؤف کلرک مدرسہ،محمداسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف عفی عنہ،نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر (قادیان) کی یہ سعی اور کوشش واقعی قابل داد ہے۔ بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بدؔر نے ہمارا مطالبہ معقول سمجھا،اسی لئے اوس نے بغرض ثبوت یہ شہادت پیش کیں۔لیکن افسوس کہ اوسے معلوم نہیں کہ خطاب کس سے ہے۔اے جناب خطاب اہلحدیث سے ہے جومحدثین کے قواعد سے نہ صرف واقف بلکہ اُن کا پابند بھی ہے۔ سنئے یہ روایات بقاعدہ محدثین سب منقطع ہیں (آپ منقطع کو کیا جانیں گے اپنے خلیفہ وقت سے دریافت کیجئے) کیوں کہ اس شہادت میں راویوں نے اپنے بتلانے والے کا نام نہیں بتایا اور یہ بات محدثین کے ہاں مبرہن اور مثبت ہے کہ سواء صحابہ کرام کے باقی لوگوں کی روایات منقطعہ اخبار مردودکی قسم سے ہیں۔

علاوہ اس کے ابھی ایک ضروری مرحلہ باقی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عرصہ سے، بلکہ شروع ہی سے یہ التزام کر رکھا تھا کہ الہام اور خواب قلمبند کرلیا کرتے تھے۔ جب سے اخبارات اور رسالجات قادیان سے نکلنے شروع ہوئے تھے،تب سے تو کوئی الہام اورخواب بھی درج اخبارت ہونے سے نہ رہ سکتا تھا۔ بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے جوتیوں کا غلام (یہ لقب ہمارا دیا ہوا نہیں بلکہ اڈیٹر بدر خود اس طرح لکھا کرتا تھا''راقم حضرت کی جوتیوں کا غلام''اہلحدیث) دریافت کرلیا کرتا تھا کہ:

حضور صفحہ خالی ہے کوئی خواب یا الہام ہو تو اطلاع بخشیں۔ جواب میں الہام ہوتا تو لکھا جاتا

ورنہ نفی میں جواب ملتا۔

جہاں ایسا التزام ہو، وہاں کیوں کر باور ہوسکتا ہے کہ کوئی الہام خصوصاً ایسا الہام جو حکیم نورالدین جیسے مقرب سے متعلق ہو، شائع نہوا ہو۔

صحابہ کبار بھی چونکہ قرآن شریف کو حفظ کے ساتھ ضبط تحریر میں بھی لاتے تھے اسی لئے جب قرآن مجید بسر کردگی حضرت زیدؓ بن ثابت ایک جگہ جمع کیا گیا تو زبانی روایت کے ساتھ تحریر بھی مانگی جاتی تھی۔ پس ہمارا تقاضا کرنا صحابہؓ کی روش پر ہے اور تمہارا انکار کرنا دال میں کالا ہے۔

علاوہ اس کے ہماری غرض اور بھی ہے جو ہم کھلے لفظوں میں بتلا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے الہامات کے مصداق بسا اوقات خود بتلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعد زلزلہ عظیمہ کے ایک اور زلزلہ کے متعلق الہام ظاہر کیا تھا:

عفت الدیار محلها و مقامها (ایسا زلزلہ آئے گا کہ مکان رہیں گے نہ مکین)

......وسط فروری میں رات کو ایک معمولی سا زلزلہ آیا تو فوراً آنجناب نے اوسی کو اپنے الہام کا مصداق بتادیا۔ جس سے ہمیں افسوس ہوا کہ اتنا بڑا زلزلہ عظیمہ کہ نہ مکان رہیگا نہ مکین، مگر واقعہ یہ ایک معمولی خفیف سی حرکت جو دراصل اس شعر کی مصداق کہ ؎

این کرامت ولی ماچہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں ایک معنی سے موجب خوشی بھی تھا کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت''۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ گھوڑی پر سے گرنے کا الہام بھی ہم کو دکھا دیا جائے تاکہ ہم اوس کے وجود کے بعد اس کی تشریح بھی دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھا تھا۔

کیا قادیانی مشن توجہ کرے گا؟ (شائد)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳/ دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۲)

قادیانی بدر نے کمال کیا

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ قادیانی اخبار بدر نے کمال کیا کہ تبلیغی کارڈ ایجاد کئے جن کی پیشانی پرقادیانی مشن کے متعلق آیات اورواقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ بدر کےاپنے الفاظ یہ ہیں:

''سادہ کارڈوں کی دوسری طرف جونصف حصہ خالی ہوتا ہے ہم نے اس پر بدر پریس میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت چھپوایا ہے۔جس کے مفصلہ ذیل عنوان ہیں: ابن مریم مرگیا، نزول بروزی، نشانات ظہور مہدی، نشان صداقت اور بڑی غور وفکر کے بعد نہایت مختصر ومدلل عبارت میں یہ مضمون ادا کیا گیا ہے پانچ آنے سینکڑہ کے حساب سے بہت جلد منگوالیں اور خط وکتابت میں یہی استعمال کریں۔ ہم خرما وہم ثواب۔ بہت تھوڑے چھاپے گئے ہیں۔ بہت جلد درخواستیں کریں۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری رائے میں ایک فقرہ (بشرط گنجائش) اور بڑھادیتے ہیں تو کارڈ کی رونق اورقبولیت عام ہوجاتی تو پھر بجائے ۵/ کے ۸/ سینکڑہ بھی رکھتے، تو اہلحدیث بھی اپنے ناظرین کوخریدنے کی ترغیب دیتا۔ وہ فقرہ کچھ ایسا نہیں کہ کوئی واقف حال اوس کی تکذیب یا اوسکا انکار کرسکے۔ ہم نیک صلاح دیئے دیتے ہیں، ماننا نہ ماننا اونکا اختیار رہے۔ بہرحال وہ یہ ہے:

''مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کواشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔''

کیا بدر اس پرغور کرے گا؟ دیکھا چاہیئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۳)

ایک مرزائی کے سوالوں کے جواب

اخبار بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء میں کسی مرزائی (صادق اوٹاوی) نے مجھ سے چند سوال کئے ہیں۔ مناسب ہے کہ اپنے ناقص علم کے مطابق میں ان کا جواب عرض کروں۔ ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ گو یہ بات جواب دینے سے مانع بھی ہے کہ ان کا امام مجھ سے آخری فیصلہ کی دعا شائع کر کے آئے دن کے جھگڑوں کو چکا گیا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ شائد کوئی سعید قلب یہ جوابات سن کر ہی ہدایت پر آجائے جواب دئے جاتے ہیں۔

اصل سوالات احادیث مجددین پر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کلمأۃ من یجدد لھا دینھا (مشکوۃ کتاب العلم)۔ ترجمہ: اللہ تعالی اس امت (محمدیہ) کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ پیدا کریگا جو دین کو تازہ کریں گے۔

اس حدیث میں لفظ من گو مفرد ہے مگر حکم جمع میں ہے۔ بعد اس حدیث اور ترجمہ کے سائل کا سوال سنو۔ سائل پوچھتا ہے:

مجددین والی بشارت میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن کا ترجمہ، ہر صدی کے بعد، ہے یا ایسے الفاظ آئے ہیں جن کا ترجمہ، ہر صدی کے سر پر، ہے کیا بشارت کا مفہوم یہ ہے کہ مجدد ہر صدی کے اندر ہوگا خواہ نصف صدی میں ہو یا اخیر صدی میں یا اس بشارت میں کوئی زمانی قید لگائی گئی ہے جس کی رو سے یہ ضروری ہے کہ مجدد ہر صدی کے شروع میں ہو۔ (بدر قادیان ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء ص ۵ کالم ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حدیث مع ترجمہ کے اوپر لکھ چکا ہوں، ہر صدی کے سر پر، اس لفظ کی تفسیر میں چونکہ اختلاف ہے کہ صدی کا پہلا حصہ مراد ہے، یا آخری (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوۃ) اس لئے میں نے مجمل سا لفظ لکھ دیا۔

۲۔ جب قرآن وحدیث موجود ہیں، تو مجددین کی بشارت کیوں دی گئی، اور تجدید دین سے کیا مراد ہے۔

جواب: اس سوال کا جواب خود ایک حدیث شریف میں ہے۔ بہتر ہے کہ بجائے اپنا جواب دینے کے ہم وہی حدیث نقل کر دیں۔ غور سے سنئیے:

فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما افسد الناس من سنتي

یعنی جو لوگ میری بگڑی ہوئی سنت (نبوی) کو سنواریں گے، یعنی لوگوں سے بدعات دور کر کے اصل سنت پر ان کو لاویں گے، انکو مبارک ہو۔

گو اس حدیث کا سیاق مصلحین کی خوش خبری کے لئے مگر ضمناً مجددین کے آنے کی علت بھی سمجھی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے خیالات فاسدہ کی جو کتاب وسنت کے مخالف ہوں گے اصلاح کرنے کو آئیں گے۔ یعنی وہ اپنی شخصیت کو دین میں داخل نہ کریں گے بلکہ وہ اسی دین کی تعلیم اور تبلیغ لوگوں کو کریں گے جو پیغمبر ﷺ قرآن وحدیث میں صاف صاف چھوڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی نہ کہیں گے جو مجھ کو مانے گا وہی نجات پائے گا جو منکر ہوگا وہ کافر ہوگا، کیونکہ ایسا کہنے سے ان کی شخصیت کا دخل اسلام میں ہونا لازم آتا ہے، مگر مجددین ایسا نہ کریں گے۔ بلکہ وہ محض اتباع سنت لوگوں کو سکھاویں گے جس کی مثال مولانا اسماعیل شہید اور مولانا سید نذیر حسین وغیرہ رحمة الله عليهم ہیں۔

نمبر ۳ میں سائل لکھتا ہے: جب مجدد کا آنا خدا کا فضل اور اس کی ایک نعمت ہے اور آنحضرت ﷺ اس کے آنے کی مسلمانوں کو بشارت دیتے ہیں، تو اس بات کے پوشیدہ رکھنے میں کہ وہ مجدد کون ہے، حکمت الٰہی کیا ہے۔ اور ایسا اخفاء و اما بنعمة ربك فحدّث کے موافق ہے یا مخالف۔

جواب: مجدد کے نامعلوم رکھنے میں غالباً وہی حکمت ہے جو لیلۃ القدر کے نامعلوم رکھنے میں ہے تا کہ اس شوق میں بہت لوگ تجدید اور احیاء سنت کریں کہ ہم بھی خدا کے نزدیک مجدد کا درجہ پاویں گو دنیا میں معلوم نہ ہو (یاد رہے کہ علم یقین کو کہتے ہیں اور ایسے امور میں بغیر اخبار صاحب وحی کے یقین نہیں ہوسکتا) بنعمة ربك فحدث میں وہ نعمت مراد ہے جس کا علم بھی ہو۔ علم کے لئے جو ذریعہ ہے وہ ہم نے بتلا دیا کہ صاحب وحی کے اخبار اور اعلام کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

سوال۴۔کیا آپ کوئی ایسی دلیل عقلی یا نقلی پیش کر سکتے ہیں جس سے مجدد کا معلوم ہونا محال ثابت ہو؟

جواب: محال تو میں نے بھی نہیں کہا البتہ جو کہا ہے اس کا ثبوت بھی مختصر دے دیا۔

سوال ۵۔اگر کسی مجدد کی خدمات کا لوگوں کو اعتراف ہو تو اس اعتراف کو آپ آوازہ خلق نقارہ خدا کہہ کر غالباً صحیح مانتے ہیں۔مگر براہ مہربانی یہ بھی تحریر فرمایئے کہ آپ کے نزدیک کتنے لوگوں کا اعتراف آوازہ خلق نقارہ خدا پا کر صحیح مانے جانے کے قابل ہے۔

جواب: آوازہ خلق میں نہ خلق کی تعداد معتبر ہے، نہ عدم تعداد۔ جتنے بھی ہوں انشاءاللہ نقارہ خدا ہو سکتے ہیں بشرائط ذیل۔

الف: صاحب دیانت وامانت ہوں۔

ب۔مجدد میں منصب مجددیت کی کسی طرح نقیض متحقق نہ ہو۔

یعنی وہ فرد صاحب دیانت وامانت اور راست گو، راست رو، مخلص متبع سنت ہو۔ ورنہ کہا جائے گا مدعی سست گواہ چست

سوال ۶: امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات جلد۲ مکتوب چہارم میں بڑے زورشور سے بایں الفاظ مجدد ہونے کا دعوی کیا۔صاحب ایم علوم ومعارف مجدد ایں الف است

اورحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الہیہ میں امامت وغیرہ کا دعوی علی الاعلان اس طرح پیش کیا ہے:

فهمنى ر بى جل جلا له انا جعلنا ك اما م هذا الطريقه واوصلناك ذروة سنامها و سدد طرق الو صو ل الى حقيقت القرب كلها اليو م غير طر يقة واحدة و هو محبتك و ا لانقياد لك۔

یعنی میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ میں نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا اور اس کی اعلی بلندی تک پہنچایا اور ہم نے ...کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قریب تک پہنچنے سے مسدود

کردیا بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے لوگوں کو چاہیے کہ تجھے محبت کریں اور تیری فرمان برداری کو ذریعہ نجات سمجھیں

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے جو مجددیت وامامت کا دعوی علی الاعلان کیا یہ دعوی ان کا سچا تھا یا جھوٹا۔

جواب: حضرت مجدد کا کلام سائل نے سمجھا نہیں۔ حضرت مجدد کا مطلب اپنے لئے اظہار دعوی نہیں ہے بلکہ عام طور پر اس مسئلہ کا بیان کرنا مقصود ہے کہ جس کو ایسے علوم حاصل ہوں، آں مجدد این الف است۔ چنانچہ اس خط کا شروع ہی اس طرح ہے۔ درمیان آنکہ علم الیقین وحق الیقین ..الخ ، وبیان آنکہ صاحب ایں علوم مجدد این الف است۔ اس مکتوب میں مجدد کے علوم کا بتلانا مقصود ہے نہ کہ اپنا دعوی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو مرزا غلام احمد قادیانی کی محبت جو غالب ہے اسلئے بحکم حبك الشيء يعمي و يصم عبارت نہیں سمجھ سکے۔

تفہیمات الٰہیہ بوجہ غیر مطبوع ہونے کے میرے پاس نہیں، ورنہ اسے بھی دیکھ لیتے۔ تاہم جو عبارت منقول ہے اس میں مجددیت کا دعوی نہیں ہے بلکہ امامت کا ہے۔ امامت اور مجددیت میں بہت فرق ہے۔

آپ کے جوابات تو ہم نے اپنے ناقص علم کے مطابق دے دئے جن کا قبول کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔ ہماری اس محنت کے عوض میں کیا آپ ہمیں اجازت دیں گے کہ ہم بھی آپ سے چند سوال کریں غور سے سنیں۔

ا۔ جو شخص اپنے الہاموں خصوصاً تحدی کے الہامات میں جھوٹا ثابت ہو وہ بھی مجدد ہو سکتا ہے؟

۲۔ ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو علوم شرعیہ میں یہاں تک ناقص ہو کہ ایک کتاب میں تو مسیح کی حیات اور دوبارہ آنے کا اقرار کرے مگر دوسری تصنیف میں اس عقیدے کو شرک قرار دے؟

۳۔ ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو کسی شخص کے پندرہ مہینوں میں مرنے کا الہام تحدی سے شائع کرے مگر وہ پندرہ سے دو سال زائد گذار کر مرے؟

۴۔ کیا ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو کسی کے مرنے کی پیش گوئی ۱۵ مہینوں کی کر کے آخر میں کہدے کہ پندرہ مہینوں کی تہدید کیوں، دیکھتے ہو آخر مر تو گیا گو دو سال بعد مرا؟

۵۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو اعلان شائع کردے کہ تین سال کے عرصہ میں میرا اور میرے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہو جائے گا اگر نہ ہو تو میں کافر، مردود شیطان دجال۔غرض جملہ خرابیوں کا مجموعہ۔مگر کوئی نمایاں فیصلہ نہ ہوا۔

۶۔ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو بطور تحدی شائع کرے کہ فلاں عورت سے میرا نکاح نہ ہو تو میں تمام مخلوق سے بدتر سمجھا جاؤں۔مگر اسی حسرت میں مقبور ہو گیا

۷۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو شائع کردے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی تین سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گا مگر اس عرصہ میں وہ تو زندہ رہے اور خود چلدے۔

۸۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو یہ شائع کردے کہ میرا مرید (عبدالکریم) اس بیماری میں اچھا ہو جائے گا مگر وہ اسی بیماری میں بری طرح تکلیف اٹھا کر مرجاوے۔

۹۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو شائع کردے کہ فلاں شخص میرے مقابلہ کے لئے قادیان نہیں آئے گا مگر جب جا پہنچے تو آپ حرم سرا سے باہر نہ نکلے۔

۱۰۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے کہ جو کسی خاص شخص کی بابت خدا کے حکم سے شائع کرے کہ وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں اپنے دعوی میں جھوٹا مگر وہ شخص تو زندہ ہوا اور وہ خود چلدے۔

تلك عشرة كاملة

امید ہے صادق اٹاوی اور صادق بھیروی وغیرہ سب مل کر ان سوالات کو رفع کرنے کی کوشش فرمائیں گے مگر یہ خیال رکھیں کہ سامنے کون ہے۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

تذکرہ مرزائیہ

جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے مضمون مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۹۔۱۶ دسمبر ۱۹۱۰ء (مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جائے) کے جواب میں کبیر الدین احمد (احمدی) سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ نے ایک کارڈ لکھا ہے جس کا مضمون میرے علم وفہم سے بالاتر ہے۔ چونکہ جناب والا مرزائیوں کے بھیدی ہیں لہذا یہ خیال کر کے کہ، گونگے کی بولی گونگے کی ماں ہی خوب سمجھتی ہے، یہ اصلی کارڈ خدمت اقدس میں روانہ کر کے التماس ہے کہ جناب ہی اس کا منشاء سمجھ کر جواب تحریر فرماویں۔ احقر العباد قائم الدین نقشہ نویس۔ وھو ہذا:

قائم کیجئے لقب اپنا بطور تفاول کے لفظ محمدی واحمدی پر اور اسی طرح رکھا اپنا نام مسیح موعود نے غلام احمد اور مسیح موعود آپ اس لئے ہوئے کہ علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور نور الدین اس لئے کہ آپ نے دین محمدی کو ایسے وقت میں خوب چمکایا جیسا چمکتا ہوا نشان مارے جانے لیکھ رام آریہ کا مشہور ہے۔ باقی مفصل جواب آپ کو اخبار بدر میں۔

خاکسار کبیر الدین احمد (احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ)

اڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

کارڈ ہذا کا مطلب دربطن شاعر، ہاں جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مرزا صاحب کا نام باوجود غلام احمد کے احمد بطور فال نیک ہے اور وہ مسیح موعود اس لئے ہیں کہ حضرت کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چاول چونکہ سفید ہیں لہذا زمین گول ہے پس اب آپ سمجھیں کہ مطلب کیا ہوا

افسوس یہ جماعت دینداری میں بہک گئی۔ جو بدکاری میں بھٹکتے ہیں ان کا علاج تو آسان ہے کہ کسی

خوش بیان واعظ اور فصیح متکلم کے بیان سے ممکن ہے متاثر ہو کر ہدایت یاب ہو جائیں۔ مگر جو لوگ دین داری میں بہکتے ہیں ان کا علاج مشکل ہے۔ ان لوگوں کو یہ سوچ نہیں کہ جس نیو (بنیاد) پر ہم قلعے بنا رہے ہیں وہ مضبوط ہے یا خام۔ وہ نیو مرزا صاحب کے دعوی کی تصدیق ہے۔ اس بارے میں زیادہ کہنے سننے کی حاجت کیا ہے مرزا صاحب نے (بقول خود) خدا کے حکم سے اور اس کی ماموری حیثیت سے یہ فیصلہ شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا۔ سب کو معلوم ہے۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ اس جماعت میں بعض لوگ نیک دل اور نیک نیت بھی ہیں مگر نیک نیتی کے ساتھ سادہ لوحی بھی ہے، جو ان کو ادھر اودھر پھرا رہی ہے۔ خدا ان کو سمجھ دے۔ آمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۶)

حکیم نور الدین گھوڑے سے گرے

اور نقاش کی پیش گوئی پوری ہوئی

حکیم نور الدین صاحب (خلیفہ قادیان) ۱۸ نومبر کو گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے ان کو آنکھ کے پاس سخت زخم پہنچا جس کا اقرار آپ کا خادم بدر ان الفاظ میں کر چکا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نور الدین جمعہ کے روز (۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء) خان محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی بدکنے سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے ابرو کے اوپر ایک زخم آیا ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں۔ (اخبار بدر قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء)

مرزا جی کے مرید دعوی کرتے ہیں کہ حکیم صاحب کے اس گرنے کی پیش گوئی مرزا جی نے کی تھی۔ مگر یہ دعوی ان کا بالکل جھوٹ ہے کیونکہ وہ اس کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ حکیم جی، مرزا جی کی پیش گوئی سے نہیں، بلکہ نقاش (مولانا ظفر علی خان نے ایک

مضمون نقاش کے قلمی نام سے لکھا تھا جو اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ افسانوی انداز کے اس مضمون میں مرزا صاحب کے ایک غبارہ میں سوار ہو کر قادیان میں اترنے کی کیفیت بیان ہوئی تھی۔ اور حادثہ یہ پیش آیا تھا کہ غبارہ کی پرواز ناکام ہوگئی تھی اور مرزا صاحب مع ان حواریوں کے جوان کے ساتھ سوار تھے، دھڑام سے زمین پر آگرے تھے اور مختلف حضرات کو مختلف قسم کی چوٹیں آئی تھیں۔ بہاء) کی پیش گوئی کی وجہ سے گرے ہیں۔ وہ پیش گوئی نقاش نے اپنے اس مضمون میں کی تھی جو اہل حدیث میں، نزول مسیح قادیانی یکم اپریل ۱۹۱۰ء، کے عنوان سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ حکیم الامت تاریخ بالا میں غبارہ سے گریں گے اور ان کو ایسی چوٹ لگے گی کہ ان کی آنکھ زخمی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے اصل الفاظ یہ تھے:

حکیم الامت کی آنکھ میں ایک کھپچی گھس گئی اور ڈھیلا پچی ہو گیا (۲۸ جون ۱۹۰۷ء)

گویا اس پیش گوئی اور اس کے عنوان کے الفاظ کا جامع مطلب یہ تھا کہ

۱۔ حکیم صاحب یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو جب کہ حاضر باشان قادیان دارالامان ہوں گے

۲۔ غبارہ سے منارۃ المسیح پر اترتے ہوئے گر پڑیں گے

۳۔ اور اس صدمہ جانکاہ سے آپ کی ایک آنکھ نکمی ہو جائے گی

اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا نقاش کی یہ پیش گوئی واقعی پوری ہوگئی ہے، اور اسے سچی کہتے ہوئے کوئی اعتراض تو عائد نہیں ہو سکتا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی منہاج نبوت مرزائیہ کے رو سے بالکل صحیح اور لاریب سچی ہے۔ لہذا اس کی تصدیق میں مرزائیوں کو ہرگز کلام نہ ہونا چاہیے۔ غیروں کو ہو تو ہو اور نہیں کیا کوئی اپنا سر کھائے کیونکہ اس میں قابل غور (یا عوام کو اس پیش گوئی کے وقوع میں شبہ ڈالنے والے) تین امر ہیں جن پر ہم نے نمبر لگائے ہیں

پس سنیئے کہ منہاج نبوت قادیانی کی رو سے پیش گوئی اگر وقت مقررہ سے پیچھے جا پڑے تو پیش گوئی کی سچائی میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ دعوی کی دلیل یہ ہے کہ جب آتھم پندرہ ماہ کے اندر (جو قادیانی پیش گوئی میں اس کی موت کی میعاد مقرر تھی) نہ مرا، اور مقررہ مدت سے دو سال بعد فوت ہوا تو مرزا جی نے اس شبہ کو یوں رفع کر دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں آتھم پندرہ ماہ میں اگر نہیں مرا تو دو سال بعد سہی آخر مر تو گیا۔ ہماری پیش گوئی کی صحت میں

اس سے کوئی حرج نہیں آیا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵) ۔ نقاش کی پیش گوئی بھی بجائے یکم اپریل کے ۱۸۔ نومبر کو ظہور پذیر ہوئی تو کوئی عیب نہیں ۔ مدت کا کیا ذکر آخر پیش گوئی کا وقوع تو ہو گیا خواہ ۷ ماہ بعد ہی ہوا۔

امر دوئم کی تصدیق کے متعلق قادیانی نبوت میں ہم کو جلی قاعدہ ملتا ہے کہ پیش گوئی کی ایک ٹانگ پوری ہو جائے تو ساری پیش گوئی کو سچا سمجھنا چاہیے چنانچہ جب آپ نے منکوحہ آسمانی کے باپ اور خاوند کے متعلق تین سال کے اندر اندر مرنے کی پیش گوئی شائع کی مگر اسکا خاوند اس مدت کو گذار کر آج تک نہ مرا تو مرزا جی نے فرما دیا کہ پیش گوئی کی دائیں ٹانگ تو احمد بیگ تھا جس کے مرنے سے ہماری پیش گوئی بموجب یصبکم بعض الذی یعدکم سچی ہو گئی (حقیقۃ الوحی۔ص۱۹۰) پس اسی طرح نقاش کی پیش گوئی کی ایک ٹانگ حکیم الامت کا گرنا تھا جو بموجب قاعدہ بالا مرزائیہ کے پیش گوئی کے سارے حصہ کا مصدق ہے خواہ آپ گھوڑی سے ہی گرے لیکن گرے تو سہی ۔ گرنے میں تو کسی کو کلام نہیں جیسے مرزا احمد بیگ کا داماد آج تک نہیں مرا اور اس کی موت کی پیش گوئی دائیں ٹانگ کے ٹوٹ جانے (یعنی احمد بیگ کے مرجانے سے) سے صحیح ہو گئی اسی طرح حکیم الامت گو غبارہ سے نہ گرے لیکن یہ نقاش کی پیش گوئی تو اپنی دائیں ٹانگ (یعنی حکیم الامت کا محض گرنا) کے واقع ہو جانے کی وجہ سے بالکل صحیح اور سچی ہے۔

اب باقی فیصلہ طلب ایک ہی بات رہ گئی اس کے حل کرنے کا سہل قاعدہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بلا کسی دلیل اور قرینہ کے جب غلام (احمد) کے معنی آقا (احمد) تھے اور دمشق کے کے معنی قادیان کر لئے ہیں تو پھر اسی قابل قدر اصول مرزائیہ کو ملحوظ رکھ کر ہر شخص نقاش کی پیش گوئی کے لفظ ،آنکھ، کے معنی بلا کسی مزید غور اور تامل کے ،ابرو، کر سکتا ہے اور پھر قادیانی مسیح کے کسی خادم کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ سنت مرزائیہ پر عامل ہونے کا دعویدار ہو کر اس پیش گوئی کے وقوع میں کوئی شک یا کسی قسم کا اعتراض کرے۔

مرزا جی کے حواریو! اور حکیم الامت کے جاں نثار فدائیو! سنتے ہو، یہ ہیں منہاج نبوت مرزائیہ کی کرشمہ سازیاں ۔ خفا نہ ہونا کیونکہ آپ ہی کے موضوعہ سنہری اصولوں سے یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اس میں ہماری کوئی اختراع نہیں بلکہ: عطائے تو بلقائے تو۔

اب نقاش صاحب نے بھی اگر اپنے لئے مسیحیت ومہدویت کا یا اس سے بڑھ چڑھ کر کوئی دعوی کر

نا ہوتو ان کے واسطے یہ اچھا موقع ہے کیونکہ وہ مرزا جی کے منہاج نبوت سے بالکل صادق مصدوق اور سچی پیش گوئی کرنے والے ثابت ہو گئے ہیں اور کیا عجب کہ ان کے ..(آخری سطر پڑھی نہیں جاتی۔شاید اڈیٹر اہل حدیث کا مضمون ہے۔بہاء)۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

الہ آباد کی مذہبی کانفرنس میں قادیانی لیکچر

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الہ آباد میں مذاہب کی کانفرنس تھی۔میں نے اور برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب دونوں نے الگ الگ درخواستیں بھیجی تھیں۔اور خیال تھا کہ الہ آباد نمائش کے جلسہ کے بعد ہی شریک کانفرنس ہو نگے۔مگر تقدیر سے ۹۔۱۰۔۱۱ جنوری کانفرنس کی مقرر ہوئی،تو ۹۔۱۰ ہی جلسہ آرہ کی،جس میں ہماری شرکت بہت ضروری تھی۔اس لئے کانفرنس مذاہب میں اسلامی فرقوں کی جانب سے بجز قادیانی مشن کے کوئی شریک نہ ہوسکا جس پر قادیانی مشن بڑا ناز کرتا ہے کہ ہم نے ایسا بڑا کام کیا ہے۔

اس میں تو شک نہیں کہ قادیانی مشن بھی اگر نہ جاتا،تو ہندوستان کے تمام اہل اسلام کی سخت بدنامی تھی کہ ایسے بڑے ملک میں جہاں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں،کوئی وکیل شامل جلسہ نہ ہوا۔اس لحاظ سے تو قادیانی قابل شکریہ ہے،مگر دیکھنا یہ ہے کہ قادیانی وکیلوں نے اسلام کی کیا وکالت کی۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ عربی اسلام کی وکالت کی یا قادیانی اسلام کی۔یہ بات لیکچر کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔لیکچرار کہتا ہے:

۱۔اسلام کی بڑی فیاضی یہ ہے کہ اس نے سب برگزیدوں کی تعظیم کا حکم دیا ہے وید مقدس انجیل گیتا رام چندر کرشن بدھ اور دیگر انبیاء کو تسلیم کیا ہے خدا نے وسط پنجاب میں ایک مصلح (مرزا قادیانی) بھیجا جو مسلمانوں کے لئے مہدی عیسائیوں کے لئے مسیح موعود اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہو کر آیا (سکھوں

کے لئے گرونانک بھی ہو جاتا تو یہ کہنے کا موقع ملتا: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اڈیٹر اہل حدیث) قرآن نے اپنے اندر تمام صداقتوں کو جمع کیا جو ویدمیں، بائیبل میں اور دیگر کتب مقدسہ میں تھیں۔ اسلام کہتا ہے جو کوئی خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے وہ خدا کی ہم کلامی کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ یہ صداقت (خدا کی ہم کلامی) قرآن کریم نے بڑے صریح الفاظ میں تعلیم کی لیکن زمانہ حال کے مادی خیالات جو اس تمام تشکک اور توہم کے ذمہ دار ہیں جو چاروں طرف ہم دیکھ رہے ہیں اسقدر زبردست تاثیر رکھتے ہیں کہ یہ صداقت بھی حوالہ نسیان ہو کر الہام کو فسانہ کے رنگ میں لے آتے جیسا کہ اس وقت یورپ میں ہو چکا ہے اگر اس صدی کے سر پر موعود مجدد نہ آتا۔ خدا نے پنجاب میں احمد کو پیدا کیا جس نے ہم جنسوں کے آگے اپنا نمونہ پیش کیا اس نے دکھایا کہ قرآن کریم کی کامل اطاعت اور سنت نبوی کی کامل متابعت نے بھوائے آیہ کریمہ ومن يطع الله و الرسول فا و لئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصديقين و الشهداء و الصا لحين ۔اسے خداتعالی کے اعلی سے اعلی انعام کا جس کا نام الہام ہے وارث کیا۔ اس نے ظاہر کیا کہ یہ دروازہ ہر ایک کھٹ کھٹانے والے کے واسطے کھلا ہے۔ یہی اعلی سے اعلی نصب العین انسان کا ہونا چاہیے اور یہی بلند سے بلند منزل مقصود انسانی کوشش کی ہے اسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے اسلام نامعلوم وقتوں سے دنیا میں آ کر حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر مکمل ہوا خدا کے خاص الخاص درود اور سلام اس پر ہوں۔،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس بیان سے ناظرین ہمارے ایک پرانے دعوی کی تصدیق پا سکتے ہیں کہ قادیانی علم کلام اور اسلامی حمایت کا خلاصہ ایک ہی جملے میں آ سکتا ہے کہ:

اسلام ایسا مذہب ہے جو جناب مرزا غلام احمد قادیانی جیسے پاکیزہ انسان پیدا کر سکتا ہے۔

پس سارا زور مرزا صاحب کی ذات والا صفات پر ٹھہرا۔ اس لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ قادیانی مشن سے جب کبھی مباحثہ ہو، تو اس کا اور اس کے مخالف کا یہی فرض ہونا چاہیے کہ وہ مرزا صاحب کی ذات خاص سے بحث کریں۔ بعد تحقیق کامل مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی میں واقعی سچے ثابت ہوں تو ان کا خاص

دعوی بھی ثابت اور (بقول ان کے) اسلام بھی ثابت۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست رام پور میں ہم نے اسی پر زور دیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منصب پر بحث ہو مگر قادیانی مشن اپنے ضعف کو محسوس کر کے اس بحث سے طرح دیتا رہا آخر کار یہ ہوا کہ رام پور کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہوا فرار ہوا کہ:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

تعجب ہے کہ ادھر تو قادیانی مشن للکارتا ہے اور اسلام کی صداقت کی دلیل اسی کو بتلاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب جیسے باکمال آدمی اسلام ہی کی تابعداری سے بن سکتے ہیں، ادھر ہر اس تحقیق سے جی چراتا ہے ۔کیا مخالف اسلام کا حق نہیں کہ قادیانی مشن کا یہ دعوی (کہ اسلام کی تعلیم سے ایسے باکمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں) سن کر تحقیق کی غرض سے سوال کرے کہ مرزا صاحب قادیانی میں کیا کمال تھا؟ اگر مخالف کا یہ حق ہے تو پھر اس کے جواب سے جی چرانا کون سی دانائی ہے؟

قادیانی دوستو! تمہاری منطق یہی فتوی دیتی ہے کہ جس امر پر دلیل کا دارو مدار ہو اس کی تحقیق نہ کی جائے۔کیا علم منطق کا یہ اصول غلط ہے مقدمة الواجب واجب ۔پھر کیوں اس مبحث سے جی چرا کر خواہ مخواہ وفات حیات مسیح کی بحث کو چھیڑا کرتے ہو جو منتج بھی نہ ہو۔ ہو تو دیر بعد ہو۔بعض اوقات تو محض دفع الوقت کے لئے صرف اسی مسئلہ (وفات مسیح) پر کل دارو مدار رکھا جاتا ہے حالانکہ مدار دلیل مرزا غلام احمد صاحب کی حیثیت پر ہے اور بس۔

لیکچر کے مضمون کی خوبی کی بابت کہنے سننے کی کچھ حاجت نہیں۔عیاں راچہ بیان ۔ بڑی بات یہی ہے کہ لیکچرار نے اسلام کی صداقت میں مرزا صاحب کی شخصیت کو پیش کیا ہے۔اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس سے بحث کریں۔مگر نہ اس لئے کہ ہمیں اسلام کی صداقت کا آزمانا مقصود ہے بلکہ اس لئے کہ لیکچرار نے اس کو ناقابل بحث قرار دیا ہے۔اسلام کی صداقت کے دلائل تو ہمارے پاس جدا ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کی شخصیت کی بابت ہم کو ایک بات کھٹکتی ہے کہ اعلی حضرت کو جھوٹ بولنے سے نفرت نہ تھی بلکہ رغبت تھی۔قادیانی دوست اجازت دیں گے تو ہم اس موضوع پر کچھ لکھیں گے۔قادیانی

مشن میں بھی کذب بیانی اور دروغ گوئی کوئی جرم ہے تو امید ہے ضرور اجازت دیں گے۔ ایسا نہ ہو جواب ملے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ فروری ۱۹۱۱ء۔ ۲۴ صفر ۱۳۲۹ھ نمبر ۱۷ جلد ۸۔ ص ۱۔ ۲)

(اس شمارے کے ٹائٹل پر غلط تاریخ یوں درج ہے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۰ء)

قادیانی اصطلاح میں خاتم النبیین

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے ہمارے اصل مخاطب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس جہان سے تشریف لے گئے ہیں ہمیں تو قادیانی مشن کے مباحث سے دل چسپی نہیں رہی کیونکہ مرنے والے نے ان مباحث کا اچھی طرح سے فیصلہ کر دیا۔ ہمارے اعتقاد میں جو ہم بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کرتے ہیں یہ ہے کہ واقعی خدا تعالیٰ ہی نے مرزا غلام احمد صاحب سے فیصلہ کی یہ دعا شائع کرائی تھی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جھوٹا پہلے مرے گا۔ جو خدا نے محض اپنے فضل سے قبول کر کے بندگان امت محمدیہ علی صاحبها الصلوة و التحيه کو ہمیشہ کے لئے ان مخمصوں سے نجات دلائی۔ الحمد لله۔

باوجود اس صاف اور قطعی فیصلے کے ہم کیوں قادیانی مباحث کا ذکر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ گاہے ماہے قادیانی اخباروں میں ایسے مضامین مسائل کی صورت میں شائع ہوتے ہیں جن سے غلط فہمی لگ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ۲۶ فروری کے اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون خاتم النبیین پر نکلا ہے جو اسی قسم کا ہے۔

راقم مضمون مولوی سرور شاہ صاحب ہیں جو ایک زمانہ مدرسہ دیوبند میں میرے ساتھ پڑھتے تھے مگر آج کل قادیان میں مدرس یا واعظ ہیں۔ غرض قادیانی جماعت میں ایک مقتدر بزرگ ہیں۔ میرا گمان ان کی

نسبت باوجود قادیانی ہونے کے بھی نیک تھا۔ میری زندگی میں مرزا صاحب قادیانی کے انتقال کرنے پر بھی جو لوگ اڑے رہے چونکہ میں ان سب سے بدگمان ہوں، اس لئے افسوس ہے کہ میں اپنے اس پرانے دوست کلاس فیلو کی نسبت بھی وہ حسن ظن نہیں پاتا جو اس سے پہلے تھا۔

بہرحال کچھ بھی ہو ہمیں ان کی نت سے بحث نہیں بلکہ اس مضمون سے بحث ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

خاتم النبیین کے لفظ سے لوگوں کو بڑی ٹھوکر لگی ہے آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آپ خوب غور کریں اور دیکھیں کہ اگر خاتم النبیین کے صحیح معنی یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ بند کر دیا تو اس آیت میں اس جملہ؟ کے فرمانے کا موقعہ اور محل کیا تھا؟ خاتم النبیین سے بالاتفاق اعزاز متصور ہے مگر کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ کسی سلسلہ انعامات کے محض اخیر پر آنے میں کون سا اعزاز ہے؟ انبیاء کے مختلف مدارج ہوا کرتے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو نئی شریعتیں لائے اور دوم وہ جو صاحب شریعت نبیوں کے مددگار تھے یا جنہوں نے موجودہ شریعتوں کی تائید اور تجدید کی مثلاً حضرت موسیٰ صاحبِ شریعت تھے ہارون آپ کے تابع اور مددگار تھے۔ خود صاحب شریعت نہ تھے۔ اسی طرح حضرات موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان سینکڑوں نبی محض موسوی شریعت کی تجدید کے لئے آئے اس قسم کے انبیاء کا یہ منصب ہوا کرتا ہے کہ امتداد زمانہ کے بعد وقتاً فوقتاً جو غلطیاں اور آمیزشیں دین الہی میں داخل ہو جاتی ہیں ان کو اپنے اپنے زمانے میں الگ کر کے خالص دین الہی کو پھر قائم کرتے رہیں امت مرحومہ محمدیہ بھی ایسے فتنوں سے محفوظ نہیں اس لئے اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ اس امت میں بھی وقتاً فوقتاً برگزیدہ بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو ایسے فتنوں کا استیصال کیا کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے انا لہ لحافظون۔ چودھویں صدی میں یہ منصب ہمارے اعتقاد میں حضرت مرزا صاحب کو عطا ہوا ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس سارے مضمون کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان والا شان میں جو خاتم النبیین کا لقب آیا

ہے اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ منصب نبوت میں اعلیٰ کمال پر تھے یہ نہیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی نہ ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر قائم ہو لیکن آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں چنانچہ بقول راقم مضمون مرزا صاحب قادیانی اسی قسم کے نبی تھے ہاں ایسا نبی کوئی نہ آئے گا جو آپ کے ہم رتبہ یا آپ سے بڑا ہو۔ چنانچہ یہ رتبہ (منصب نبوت بقول راقم مضمون) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ملا تھا۔ پھر اس خصوص کو عام کرتے ہیں:

حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کے تابع فرمان بندوں میں سے بعض کا منصب نبوت کو پالینا میرے خیال میں اہل اسلام کے لئے باعث فخر ہے مقام اعتراض نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مضمون کا مطلب تو غالباً ناظرین اہل حدیث خوب سمجھ گئے ہونگے۔ اب ہم ہاتھی کے اندر کے دانت دکھاتے ہیں۔ اڈیٹر بدر قادیانی ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء کے پرچے میں لکھتا ہے:

ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کی کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔

اب ناظرین دونوں تحریروں کو ملا کر اپنے دل میں سوچیں کہ ہاتھی کے باہر کے دانت کون سی تحریر ہے اور اندر کے کون سی۔ اڈیٹر بدر کا یہ کہنا کہ دیگر مسلمانوں کی طرح ہمارا عقیدہ ہے، اپنے اندر کچھ سچائی رکھتا ہے خیر اسکا جواب تو اڈیٹر صاحب دیں اور مولوی سرور شاہ سنیں یا دونوں مل کر اس تناقض کو اٹھاویں۔ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں ہم تو یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ نے جو خاتم النبیین کی یہ تفسیر کی ہے کہ نبوت جدیدہ کو مانع نہیں اس پر دلیل کیا دی ہے۔ اس کی دلیل قرآن وحدیث سے دیں گے تو ہم بھی سنیں گے ایسا ہی ان کا یہ لکھنا بھی دلیل کا محتاج ہے کہ:

حضرت رسول مقبول ﷺ آخری اور کامل شریعت دنیا میں لائے جیسے آپ سے پیشتر ایک جماعت انبیاء کی آپ کے لئے رستہ صاف کرتی آئی کہ اس طرح اگر آپ کے بعد بھی آپ کے ماتحت آپ

کی شریعت مبارک کی خادم ایک جماعت پیدا ہو تو کیا ہرج ہے۔ شمس وقمر کی تمثیلات حضرت حق سبحانہ نے قرآن کریم میں کثرت سے دی ہیں چاند بذات خود روشن نہیں بلکہ سورج سے روشنی پاتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات پاک وہ شمس تھی جس سے سب انبیاء سابق کو نور ملا اور اب آپ کے بعد بھی آپ کی کامل متابعت سے نور ملتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندوں سے جسے چاہے چن لے خاتم النبیین کا منصب آپ کے تتبع میں نبوت کے ظہور کا منافی نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ بات خصوصیت سے محتاج دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کو آنحضرت کے طفیل نبوت ملی۔ اس کا ثبوت کتاب وسنت سے دینا ہوگا۔

آگے چل کر آپ نبوت کے منصب کی تحقیق کرنے کو لکھتے ہیں کہ:

لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔

اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا،

دوم عالی رتبہ شخص،

جس شخص کو اللہ تعالی بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

افسوس اس تعریف کے مطابق مرزا صاحب نبوت کے امتحان میں فیل ہوئے نظر آتے ہیں آپ کو اخبار غیبیہ میں جس قدر ملکہ تھا، ماشاء اللہ اس کے نظائر بہت ہیں۔ مثال کے لئے ایک ہی کافی ہے جو آپ نے عبداللہ آتھم عیسائی کے مرنے کے لئے پندرہ ماہ کی میعاد حتمی اور یقینی مقرر کی تھی مگر جب وہ پندرہ ماہ گذار کر دوسال بعد مرا تو آپ نے اپنی اس غیبی خبر کی یہ تفسیر فرمائی اور کیا ہی اچھی تفسیر فرمائی کہ

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا پس اگر وہ بجائے پندرہ کے بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جاہے اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں تو کیا وہ یہ کہنے کے قابل ہوگا کہ یہ

پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس پیش گوئی پر نظر چاہیے (حقیقت الوحی)

یہ ہے قادیانی اصطلاح میں اخبار غیبیہ جو بطور تحدی (چیلنج) کے کفار کے سامنے ظاہر کی جاتی تھیں بلکہ کی جاتی ہیں ایسی ہی اخبار غیبیہ کی بابت کسی دل جلے عاشق نے کہا ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کر کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

ان قادیانی اخبار غیبیہ میں یہ کمال ہے کہ شروع (وقت اشاعت) میں تو پہلے دو نہیں ہوتے بلکہ یقیناً ایک ہی ہوتا ہے مگر آخر پر جا کر دو بلکہ تین بلکہ چار تک بھی ہو جاتے ہیں اسی کے حق میں کہا گیا ہے کہ

عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

مفصل ہمارے رسالہ الہامات مرزا، اور صحیفہ محبوبیہ میں ملاحظہ ہو۔

آگے چل کر آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی بابت کچھ لکھا ہے جس کے اصل جواب دہ ڈاکٹر موصوف ہیں مگر ہمیں بھی جس قدر اس امر میں واقفیت ہے ظاہر کئے دیتے ہیں۔

راقم مضمون نے انکار کیا ہے کہ مرزا صاحب سے پیشتر رمضان میں کسوف خسوف (چاند گرہن سورج گرہن) کبھی نہیں ہوا۔ بس یہ نشانی مرزا صاحب کی سچائی کی ہے مگر افسوس ہے کہ راقم مضمون مع اڈیٹر صاحب بدر کے باوجود مرزائی ہونے کے مرزا کے اقوال سے پوری طرح واقف نہیں۔ اس کے جواب میں ہم مرزا صاحب ہی کا قول پیش کرتے ہیں جو اڈیٹر الحکم نے ۲۸ مارچ ۱۹۰۸ء کے پرچہ الحکم میں ص ۳ پر نقل کیا تھا کہ:

مرزا صاحب اس سے انکار نہیں کرتے کہ ہم سے پہلے بھی رمضان میں کسوف وخسوف ہوا

حوالہ مذکور ملاحظہ ہو۔ ہمارے نزدیک یہ بحث فضول نہ ہوتی تو ہم اس پر بھی مفصل نوٹ لکھتے۔ تاہم قادیانی مضمون نگاروں نے ہمیں اس پر آمادہ کیا تو لکھیں گے۔ پس وہ اپنے سابقہ بیان کے دلائل سے ہمیں اطلاع دیں۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ (شائد)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ۱۸ جلد ۸ مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۹ھ۔ ۳ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔ ۳)

حکیم الامت کیا فرماتے ہیں

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخباروں کی اصطلاح میں حکیم الامت سے مراد جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیانی ہیں جن کو قادیانی لٹریچر میں حضرت صدیق اکبر سے تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔جن کے علم وحلم اور روشن خیالی کے بہت کچھ راگ گائے جایا کرتے ہیں۔غرض تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں کو سمجھا جاتا ہے۔آج ہم ان کی وسیع ظرفی اور روشن خیالی کا ثبوت خودان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں ناظرین ذرہ نظر لگا کر پڑھیں اور کان لگا کر سنیں۔اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

ایک خادم امرتسر سے عیادت کے لئے آیا۔اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں کیا کیا جاوے۔فرمایا اشاعت اسلام تو ایک مبارک اور مفید کام ہے اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق قابل غور یہ امر ہے کہ کیا وہ مویدمن اللہ اور منصور ہیں یا نہیں؟

اس کے لئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں اور وہ اشاعت اسلام کی مدعی ہیں۔اول غزنوی گروہ۔دوم ثناءاللہ۔سوم احمداللہ، چہارم اہل فقہ، پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ والے لوگ۔

اب غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے ان کی تائید اور نصرت کہاں تک کی۔حضرت اقدس کی مخالفت

میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی۔ اول تا با ہم ان پانچوں میں بغض ہے اور ایک نے دوسرے کو مٹا دینے اور ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ ایک نے دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں جن میں سے بعض کو شرفاء پڑھ بھی نہیں سکتے۔ پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود ان کی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی مسلّمہ امامت سے الگ ہو رہے ہیں اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے وہ ظاہر ہے۔

ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے اسے بھی کوئی جماعت نہ ملی جو اس کو اپنا امام یقین کر لیتی۔

پھر اہل فقہ تھا اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ اہل فقہ کا نام بھی نہیں (اہل حدیث تو بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے اس کو تو کامیاب سمجھو۔ ثناء اللہ)۔

مولوی محمد حسین کے ماننے والے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے کہ خود ثناء اللہ نے اس کی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید اور نصرت نہیں کی اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈال دی۔

ان واقعات نے جو تجارب صحیح ہیں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں۔ جناب الٰہی کا منشاء یہ نہیں کہ ان کو مؤید کرے برخلاف اس کے اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے۔ تم جانتے ہو کہ شروع سے لے کر اب تک کس قدر مخالفت اس کی کی گئی شہر والوں نے دشمنی کی برادری نے مخالفت کی، ہندوؤں آریوں عیسائیوں سکھوں نے اور بالآخر خود مسلمانوں ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام ونشان مٹا دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کیسی نصرت فرمائی اور کس طرح پر اس کو نشو ونما دیا۔ ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا اور ہر قسم کے لوگ اس کی خدمت کے لئے جمع ہو گئے۔ یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت

ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا ہو سکتا۔اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے خدا تعالی نے اس سلسلہ کو پیدا کیا ہے اور اسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا۔ (الحکم قادیان ۷ جنوری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

ماشاء اللہ! چشم بددور۔وسیع ظرفی کے علاوہ قوت استدلالیہ کیسی کمال پر ہے۔خیر کچھ بھی ہو بہر حال آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ دو حصوں میں ہے:

الف۔مرزا اور فرقہ مرزائیہ مؤید من اللہ ہیں۔

ب۔ان کے سوا دوسرا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔

نتیجہ: اشاعت اسلام کوئی شخص یا فریق ان کے سوا نہیں کر سکتا لہذا کسی کو بھی مدد نہ دی جائے (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں جو روپیہ دینے کا وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کا بھی اعتبار نہ رہا۔ثناء اللہ)

امر اول کی تحقیق کی حاجت نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کی جماعت کہاں تک خدا کی تائید سے بہرہ ور ہیں۔خدا کا نام لے کر جتنی پیش گوئیاں بطور تحدی کے کیں سب کی سب جھوٹی نکلیں۔ہر موقع پر آپ کو لینے کے دینے پڑے۔مرزا کی تو ساری عمر ہی ذلتوں کم نصیبیوں میں گذری۔کبھی کسی مقابلہ یا مخالفت پر انہوں نے روحانی طاقت یا فوق الفطرت نورانیت سے غلبہ نہیں پایا۔

مرزائیوں کا مؤید من اللہ ہونا ریاست رام پور میں کھل چکا ہے جہاں پر شروع مباحثہ ہی میں ایسے مرعوب تھے کہ آیات قرآنیہ بھی صاف نہ پڑھ سکتے تھے، حالانکہ مسئلہ بھی وفات مسیح کا تھا، جو شب وروز ان کی گردان ہے۔

چیلنج۔افسوس ہے ہمیں تو مرزا اور مرزائیوں کے مؤید من اللہ ہونے کا کبھی موقع ثابت نہیں ہوا ہم تو اس انتظار ہی میں رہے یہاں تک کہ ایک دفعہ بدر نے اپنی معمولی ڈینگ مارتے ہوئے مقابلہ میں لیکچر دینے کی ہم کو دعوت دی تھی لیکن جب ہم نے اس دعوت کو قبول کیا تو آخر وہی ہوا جو ہم نے کہہ دیا تھا کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

باوجودیکہ ہمیں ان کے مؤید من اللہ ہونے کا خواب میں بھی کبھی وہم تک نہیں آیا تاہم بطور تحدی ہم ان کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنے امام کا مؤید من اللہ ہونا ثابت کرنے کو ایک مجمع عام کریں امرت سر میں کریں یا لاہور میں، بٹالہ میں کریں یا گورداسپور میں۔ غرض جہاں ان کی مرضی ہو ہم حاضر ہوں گے۔ سب سے پہلے مرزا صاحب کے مؤید من اللہ ہونے پر بحث ہوگی۔ بحث منظور نہ کریں تو اسی مضمون پر مقابلہ کے لیکچر ہوں گے اور ایک معزز بزرگ صدر جلسہ ہوں گے جو ہر فریق کو دل آزار الفاظ بولنے پر مناسب تنبیہ کریں گے۔ کیا حکیم الامت صاحب اس نشان نمائی کے لئے تشریف لاویں گے، یا اجازت بخشیں گے؟ (شائد)

دوسری بات کہ مرزائیوں کے سوا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔ اس کے ثبوت میں حکیم صاحب نے اپنے علم استدلال کا خوب ثبوت دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری جماعت ہے ان کی جماعت نہیں۔ جماعت پر تو بحث میں پھر کرونگا پہلے میں آپ کو آپ ہی کے امام کا قول سنالوں جس سے دونوں جماعتوں کا مقابلہ معلوم ہو سکے۔ پس غور سے سنیئے۔ جناب مرزا صاحب آنجہانی فرماتے ہیں :

> اگر مولوی ثناء اللہ صاحب جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں، اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کرونگا کہ اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں۔ لیکن امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہل حدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پورے طور پر سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرادی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی کچھ پرواہ نہ کی (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۳۰)

حکیم صاحب میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس ہنگامے میں نہ تھا مگر مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ کسی ظالم نے حضرت مرزا صاحب قادیانی کے سر مبارک پر بہت پرانی جوتی کا ایک پیر دے مارا تھا جس سے عجب نہیں کہ ناپاک جوتے کا گردوغبار حضرت موصوف کی ریش مبارک تک بھی پہنچا ہو۔ مگر میری اس میں کوئی سازش نہ تھی نہ مجھے اس کا علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تاہم جماعت کا ثبوت تو ہے ہاں میں اس بات کا

اعتراف کرتا ہوں کہ اہل حدیثوں میں پیری مریدی کا جال نہیں کہ جماعت مریدین پر احکام جاری کئے جائیں اور وہ بے سوچ سمجھے پیچھے ہولیں بلکہ بقول مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی، اہل حدیث ایک لبرل آزاد اور بے قید فرقہ کا نام ہے (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۹۔ ص ۳۷)۔ غرض یہ کہ اہل حدیثوں کا اصول ہے:

کسی کا ہو رہے کوئی، نبی کے ہو رہے ہیں ہم

تاہم آپ کا فخر بے جا ہے۔ آیئے میں آپ کے حقیقی مخالفوں میں آپ سے زیادہ جماعت کا ثبوت دوں۔ آپ جانتے ہوں گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب ہیں جن کے نام پر جناب مرزا صاحب قادیانی نے تحفہ گولڑویہ لکھا ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ کے لئے لاہور تک آئے تھے بلکہ میں اور دیگر مشیر نہ روکتے تو قادیان ہی جا پہنچتے۔ آپ کو معلوم ہے ان کے مریدوں کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ معلوم نہ ہو تو میں ہی آپ کو بتلا دوں کہ اتنا وسیع ہے کہ جب وہ لاہور آئے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کے مقابلہ کو نہ نکلے تو جناب موصوف نے نہ نکلنے کا یہی عذر پیش کیا تھا کہ پیر صاحب کے خونخوار مریدوں کی بے شمار جماعت تھی، میں کیسے آتا۔

اور سنیئے ! آپ کے پکے مخالفوں میں ایک صاحب حافظ پیر جماعت علی صاحب ضلع سیالکوٹ کے بھی ہیں ان کے معتقدین کی جماعت آپ کی جماعت سے کم نہ ہوگی۔

اور لیجئے ! ڈیرہ جات (اسماعیل خان، غازی خان) وغیرہ کی طرف تونسہ والے صاحب ہیں۔ ان کی جماعت بھی آپ کی جماعت سے بہت زیادہ ہے۔

اور سنیئے ! حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا حلقہ اثر بھی آپ سے بہت زیادہ ہے۔

ادھر مجدد بریلوی کی رضائی پارٹی بھی آپ کے مریدوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔

ہاں سب سے زیادہ قابل غور آخری نظیر ایک ہی پیش کرتا ہوں جس کو آپ بھی مانیں گے وہ ہز ہائی نیس سر آغا خان ہیں جن کے معتقدین مسلمانوں سے زیادہ ہندو ہیں، ایک ملک میں نہیں بہت سے ملکوں میں ہیں جو مرزائیوں سے زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں۔

یہ نظائر اسلامیوں کی بتلائی ہیں۔ غیر اسلامیوں کا ذکر کروں تو بہت زیادہ ہو جائے۔ سوامی دیانند،

باب، اور بہاء اللہ، رادھا سوامی، جین مت کے آخری پیشوا مہا بیر سوامی، بدھ مت کے بانی ساکھی منی یا گوتم سکھوں کے متعدد گروؤں اور رام سنگھ کو کہ۔ چیت رام اور آپ کے ہمسائے بالمیک وغیرہ کی جماعتوں اور عیسائیوں میں سے کیتھولک پروٹسٹنٹ وغیرہ متعدد فرقوں کو بھی پیش نظر رکھئے (آج کل تقریباً ۱۸ لاکھ جینی دنیا میں آباد ہیں اور بدھ مذہب کا ہندوستان میں ایک ہزار برس تک قریباً غلبہ رہا۔ تاہم اب بھی اس مت کا یہ زور شور ہے کہ دنیا کی کل آبادی میں سے ایک تہائی باشندے بدھ کے معتقد ہیں جو تبت برما سیام جزیرہ سنگل دین اور چین جاپان وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں کیا مرزا جی کی ڈیڑھ دمڑی کی جماعت جس پر حکیم الامت نورالدین خلیفہ قادیان نازاں ہیں ان مذکورہ بالا جماعتوں سے بلحاظ کثرت تعداد کسی طرح بھی لگا کھا سکتی ہے)

حکیم صاحب نے علماء کے اختلاف سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہا۔ آج میں اس راز خداوندی کو سمجھا جو امرت سر میں واقع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عموماً واقفین کی رائے تھی کہ میری اور خاندان غزنویہ اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی مصالحت کبھی نہ ہوگی۔ اسی لئے جب یہ خبر (مصالحت کی) ۱۷ افروری ۱۹۱۱ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی تو اطراف سے بڑے خوشی کے خطوط آئے اور بالکل ناممکن کا ظہور سمجھا گیا۔ مگر حکیم صاحب کی یہ تحریر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جونہی آپ کے الفاظ (۷ جنوری ۱۹۱۱ء کے الحکم) میں شائع ہوئے خدائی حکمت نے تقاضا کیا کہ قادیانی مشن کو اس گھمنڈ میں بھی ذلیل کیا جائے چنانچہ آسمانی حکم زمین پر اسی تاریخ کو آپہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف توقع مصالحت ہوگئی۔ الحمد للہ

امید ہے ہمارے علماء بموجب تعلیم نبوی آئندہ کو شماتت اعداء کا خوف ملحوظ رکھ کر پناہ مانگا کریں گے

اب میں حکیم صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اشاعت اسلام میں جو اسلام ہے وہ کیا ہے؟ آیا اس میں مرزا صاحب کی شخصیت (نبوت یا امامت) بھی داخل ہے یا نہیں؟ منطقی اصطلاح میں یوں سنیئے کہ وہ اسلام لا بشر ط شئی ہے یا بشر ط شئی یا بشر ط لا شئی۔ اگر اس میں مرزا صاحب کی شخصیت داخل ہے تو بشرط شئی ہونے کی وجہ سے آپ کو مبارک ہو۔ ہمارے نزدیک تو ایسا اسلام بجوئے نارزد اور شق ثالث ہے تو ہمارا حق ہے کہ اشاعت کریں اور اگر شق اول ہے تو بھی آپ کی خفگی بے جا ہے۔

لطیفہ۔ میری خوبی قسمت دیکھئے کہ باوجودیکہ میں حسب دعا مرزا صاحب قادیانی محض خدا کے حکم

سے ان کے بعد زندہ رہا اور وہ چل دیئے (دیکھو اشتہار دعا مرزا قادیانی۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا نتیجہ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام مرزائی مجھ سے بیعت توبہ کرتے اور سبھی مرزائی یا احمدی کہلانے کے بجائے، ثنائی (گو میں اس نسبت کرانے سے متنفر ہوں) کہلاتے۔ مگر یہ حضرات ایسے مجھ سے ناراض ہیں کہ ان کے مرد تو مرد، ان کی عورتوں کو بھی مجھ سے ملال ہے۔ ایک مرزائن صاحبہ نے رسالہ کشمیری گزٹ میں ایک مضمون اشاعت اسلام کا لکھا جس میں اشاعت کنندگان کی فہرست میں میرا نام بھی چھپ گیا بس جونہی وہ مضمون شائع ہوا تو مضمون نگار صاحب نے جھٹ سے دوسرے پرچہ میں (جنوری ۱۹۱۱ء) میں اس کی تردید شائع کی کہ ثناء اللہ کا نام اڈیٹر نے بڑھایا ہوگا میں تو اشاعت اسلام کا ہیرو صرف حکیم نورالدین صاحب کو جانتی ہوں۔ چہ خوش:

کیا نصیبا ہے ترا بلبل شیدا الٹا
رحم کی جا انہیں آ جاتا ہے غصہ الٹا

اب میں بھی ذرا تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب نے باوجود ادعاء مجدد مسیح کرشن بلکہ ابن اللہ (بقول مرزا صاحب ابن اللہ کا دعوی آیات متشابہات سے ہے) کے کہاں تک اسلام کی خدمت کی ہے۔ اور میں نے باوجود ایک خاکسار ہیچ کار بے یار و مددگار کیا کیا ہے۔ مگر اس مقابلہ سے میری غرض حکیم صاحب اور جماعت مرزائیہ کو صرف واقعات کا دکھانا مقصود ہے کوئی فخر ومباہات نہیں۔

حکیم صاحب! اتنا تو آپ خود ہی مانتے ہیں کہ میری ماتحت کوئی جماعت نہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں کسی جماعت کی امداد (چندہ وغیرہ) کا ممنون نہیں ہوں مگر میں نے کیا کیا ہندوستان کے بڑے بڑے مباحثات آریوں کے بفضلہ تعالی میرے ہاتھ سے انجام پائے معمولی معلولی اور کل مباحثات تو اتنے ہیں کہ میں ان کا شمار بھی نہیں کرسکتا (نہ ہی رام پور کا ذکر کرتا ہوں) ہندوستان میں سب سے بڑے مباحثے دو ہوئے ہیں۔ دیوریہ اور نگینہ کا۔ پہلا ہفتہ بھر روزانہ ہوتا رہا۔ دوسرا دس روز تک روزانہ ہوتا رہا جس کی رودادیں مصدقہ مطبوعہ ہیں۔ ان مباحثات کا کیا اثر ہوا؟ میں کچھ نہیں کہتا۔ علاقہ روہیل کھنڈ اور علاقہ گورکھپور، گونڈہ بستی وغیرہ اضلاع میں جا کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ان مباحثات پر فتح بدر اور فتح مکہ سے کم خوش نہ تھے۔ جو مسلمان پہلے مخالفوں کے حملوں سے زمین میں دھنسے ہوئے تھے وہی لوگ اس خوشی میں شاداں وفرحاں مخالفوں پر حملہ آور

ہوتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد صاحب نے تمام عمر میں ایک ہی مباحثہ عیسائیوں سے کیا (میں نے عیسائیوں کے ساتھ اپنے مباحثات شمار نہیں کئے) جو امرت سر میں ۱۵ روز ہوتا رہا اس مباحثہ میں اسلام کی شوکت کہاں تک ظاہر ہوئی خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں سناتا ہوں آپ اس مباحثہ کے آخری روز فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق ہوا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ (جنگ مقدس)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود محسوس کرتے تھے کہ یہ مباحثہ ان کا ایک معمولی رنگ کا تھا جو عام طور پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ خاص رنگت اس میں تھی تو صرف یہ تھی جو مرزا صاحب نے پیش گوئی ظاہر کی تھی کہ فریق ثانی عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ پھر اس کا انجام جو ہوا سب کو معلوم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر علماء کرام شروع ہی سے مرزا صاحب کی کاروائیوں سے اپنی علیحدگی ظاہر نہ کر دیتے تو اس مباحثہ میں نتیجہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا جو آج تک کبھی نہ دیکھا تھا کیونکہ میعاد مقررہ کے خاتمہ پر جس جس قدم کی تحریریں عیسائیوں نے نظم ونثر میں شائع کی تھیں اس صورت میں تو خاص قادیانی مشن پر تھیں۔ مگر اس صورت میں اسلام پر ہوتیں تو مسلمانوں کو ان کا جواب نہ سوجھتا جیسا کہ مرزا جی اور ان کی جماعت کو مع حکیم الامت کے نہ سوجھا۔

ناظرین! یہ ہے قادیانی مشن کی اشاعت اسلام۔

دوسرا صیغہ مرزا صاحب کی اشاعت کا تصنیف ہے فن تصنیف میں تو میں کھلے لفظوں میں اس بات کا مدعی ہوسکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس فن میں محض ایک نو آموز کی طرح ٹھوکریں کھایا کرتے تھے۔ نو آموز کا لفظ بھی میں نے بپاس خاطر حکیم جی بولا ہے ورنہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات ایک بد دیانت بنئے کی بہی کی طرح پر از زور فریب ہوتی تھیں (مثال آگے آتی ہے)

تفصیل اس کی یوں سمجھئے کہ آپ کی تصنیفات دو قسم کی تھیں ایک تو مسلمانوں کے مقابلہ میں جن میں دلائل نقلیہ (قرآن وحدیث وغیرہ) سے اپنے دعاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسری قسم آپ کی تصنیفات کی مخالفین

اسلام کے مقابل تھیں مگر جب سے آپ نے دعوی مسیحیت کیا ہے مخالفین کے جواب میں بہت کم تحریریں آپ کی شائع ہوئیں آپ کو مسلمانوں ہی سے فرصت نہ ملی۔ مگر جتنی بھی کتابیں یا اشتہارات آپ نے مسلمانوں کے جواب میں یا اپنے اثبات دعوی میں شائع کئے ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس موضوع میں آپ نے کیا کیا غلط فہمیاں بلکہ دھوکہ بازیاں پھیلائیں اور کہاں تک ایک بددیانت سے بددیانت بنیئے کی طرح انہوں نے سود در سود کی شاخیں نکال کر بات سے بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنایا۔ الامان و الحفیظ

اس موقع پر ہم مثال پیش نہ کریں تو غالباً ہمارا دعوی زبانی رہ جائے گا اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک دو مثالیں بھی پیش کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی سچائی کے ثبوت میں مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی کے واقعات ایک ہی جگہ جمع کر کے لکھیں ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۹)

لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب اربعین کے صفحہ ۱۱ پر پھر اس محرفہ عبارت میں یوں ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی یہی دعا کی کہ یاالہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔ (ص ۱۱)

اور سنیئے! ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ (قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو ص ۷)

پہلے بھی ایک دفعہ ہم اعلان کر چکے ہیں اب بھی کرتے ہیں کہ کوئی مرزائی ہم کو ان مذکورہ عبارات کا ثبوت ان دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھاویں تو ہم سے مبلغ پانچ سو روپیہ انعام لے دکھانے کا طریق یہ ہوگا کہ امرت سر یا لاہور میں مجمع ہوگا جس میں ایک دو آدمی اس غرض کے لئے منتخب کئے جائیں گے ہمارے پیش کردہ حوالہ ان کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرزائیوں کی طرف سے جو حوالہ پیش ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہدیں گے کہ حوالہ ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے اس میں کوئی بحث نہیں محض عبارت کا ثبوت طلب ہے اور بحث حکیم امت صاحب! دھوکہ بازی دروغ گوئی جعل سازی تو ہر ایک مذہب میں ناجائز ہے۔ قادیانی مشن کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کا ارادہ سامی نہ ہو تو حکم دیجئے کہ جلسہ کیا جائے۔

دوسرا حصہ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات کا مخالفین سے روئے سخن ہے۔ اس کا مطلع تو بالکل صاف ہے جس کا اختصار بھی ہم نے بہت دفعہ دکھایا ہے جو صرف اتنا ہے کہ:

اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کی پابندی سے مرزا صاحب جیسے خدا رسیدہ صاحب الہام پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ کیسے صاحب الہام راست باز تھے؟ یہ بالکل ایک کھلی صداقت ہے مفصل واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ہاں اس موقع پر ایک حدیث یاد آئی جسے سنا کر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے العبرۃ بالخواتیم۔ ہر ایک بات میں اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا جو سب سے آخری سمجھنا چاہیے اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میرا اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا آخری فیصلہ یوں ہے کہ اگر میں (مرزا قادیانی) اس کی زندگی میں مر جاؤں تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

بس یہ ہے آخری فیصلہ جس سے آپ کے الہامات اور آپ کا صاحب نبوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آہ! افسوس آج ہم اپنے معزز مخاطب کو اپنے سامنے نہیں دیکھتے..

ہاں میری تصنیفات کا سلسلہ بھی ملک میں شائع ہے جس میں نہ اپنا کوئی دعوی ہے نہ امامت ہے نہ مسیحیت ہے بلکہ سب تصنیفات کا خلاصہ یہ ہے کہ :

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۰مارچ۔۱۹۱۱ءص ۱۔۵)

سر آغا خان اور مرزا قادیان

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
رو برو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بہت نام پایا جس کی وجہ ان کا دعوی امامت مہدویت اور مسیحیت وغیرہ ہے جس کا خلاصہ مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں یہ ہے، جو وہ فرماتے ہیں:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

مرزا صاحب قادیانی کی زندگی کے حالات تو ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہیں نہ ان کے واقعات کے بتلانے کے لئے یہ عنوان ہے ان سب کا خلاصہ بھی سب کو معلوم ہے کہ:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

بلکہ اس مضمون میں ہمیں یہ دکھلانا ہے کہ مرزا صاحب قادیان اور سر آغا خان میں کیا مشابہت ہے۔ وہ مشابہت اس امر میں نہیں کہ سر آغا خان تعلیم کے بڑے حامی ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی ہوں گے۔ یا

اس امر میں کہ سر آغا خان باطنیہ فرقہ (شیعہ) کے امام ہیں مرزا صاحب بھی ایسے ہوں گے۔ نہیں بلکہ ایک خاص بات میں مشابہت ہے جس کو مذہبی حیثیت سے اصل الاصول کہنا چاہیے اور مذہبی لحاظ سے وہی ایک بات قابل غور ہوسکتی ہے اس لئے ہم نے وجہ مشابہت میں اسی کو اختیار کیا پس ناظرین ذرہ غور سے سنیں۔

سر آغا خان کی بابت مشہور ہے (خدا جانے کہاں تک سچ ہے) کہ اپنے مریدوں کو مرنے کے وقت نجات نامہ دیا کرتے ہیں جس کی عبارت کیا ہوتی ہے؟ مختلف روایتیں ہیں غرض ایک چٹھی ہوتی ہے جو مرید کو بعد مرنے کے کام آوے۔ اس چٹھی کی فیس میت کی حسب حیثیت ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سوچا کہ یہ زمانہ اس قسم کی جہالت کا نہیں ہے کہ نجات نامہ کے خطوط حاصل کرنے کے لئے لوگ بڑی بڑی رقوم دیں نیز مجھ سے پہلے ایک بزرگ یہ کام کرتے ہی ہیں اور اونہی پر لوگ ہنسی اڑا رہے ہیں اس لئے کوئی نئی تجویز نکالنی چاہیے۔ بقول:

نہ پیروی ء قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کریں گے

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ یا شدادی بہشت بنایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے قادیان میں ایک ٹکڑہ زمین اس خاص غرض کے لئے الگ کیا کہ اس میں میرے خاص معتقدین دفن ہوا کریں اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اس میں دفن ہونے کے لئے یہ شرط قرار دی گئی کہ مرنے والا اپنی جائداد میں سے ایک حصہ اس مقبرہ کے لئے وصیت کر جائے تو اس کو اس میں جگہ ملے گی چنانچہ بہت سے راسخ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی کو کہتے ہیں

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے امیر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرت سر۔ ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء۔ ص ۵)

قادیان میں طاعون

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

جس طرح انگریزوں کی سلطنت دو چیز (ریل اور تار) پر چل رہی ہے اسی طرح مرزائی نبوت کی چکی بھی دو دعووں پر چلتی تھی یا وہ چلانا چاہتے تھے۔

الف۔میرے مریدوں (مرزائیوں) کو طاعون نہ ہوگا (رسالہ کشتی نوح)۔

ب۔قادیان میں طاعون نہ آئے گا کیونکہ یہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء ص ۵۔الحکم ۱۰۔اپریل ۱۹۰۲ء)۔

افسوس کہ یہ دونوں دعوے مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے ان کی زندگی ہی میں غلط ہو گئے۔ قادیان میں طاعون آیا اور سخت آیا۔خاص کر مرزا صاحب کے مریدوں میں آیا یہاں تک کہ دائیں مونچھ کا بال افضل اڈیٹر بدر وغیرہ اسی طاعون سے خاص قادیان میں مرے جس کا آخر کار آنجناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔(دیکھو حقیقۃ الوحی۔حاشیہ۔ص ۲۵۳۔۲۵۴)

مگر جو خلیفۃ المسیح جناب حکیم نور الدین صاحب نے دعوی کیا کہ مرزا قادیانی اور جماعت مرزا ہی موید اور منصور من اللہ ہیں (دیکھو الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۱ء مندرجہ اہل حدیث ۱۰ مارچ) تو جس طرح خدا نے مرزا کی زندگی ہی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب کی تھی۔حکیم صاحب کی زندگی میں حکیم صاحب کی تکذیب کرنے کو قادیان میں خاص مرزائیوں کے اندر طاعون بھیجا۔جس کے متعلق الحکم کے الفاظ یہ ہیں:

نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کل ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قریب عشاء میاں محمد یسین مہاجر سہارن پوری نے پلیگ سے وفات پائی۔مرحوم ایک مخلص مہاجر تھا جو اپنے بہت سے دنیوی مفاد اور رشتہ داروں کو محض خدا تعالی رضا کے لئے چھوڑ کر مع اپنے بھائی محمد یامین کے چلا آیا تھا۔مرحوم نے

نہایت اطمینان اور استقلال کے ساتھ اس جام موت کو پیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے الوصیت (ا) کے قواعد کے ماتحت اماناتاً اسے دوسری جگہ صندوق میں دفن کیا گیا ہے مرحوم کا استقلال اور اخلاص قابل رشک تھا اس کی ہجرت اللہ تعالی کے لئے تھی وہ آخر دم تک اس پر قائم رہا خدا تعالی اس پر برکات نازل کرے اور اس کے بھائی کو سکینت اور اطمینان دے آمین۔

احباب اس پر جنازہ غائب پڑھ دیں۔ (الحکم قادیان ۔۱۲۔۲۸ فروری ۱۹۱۱ء)

یہ عبارت بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ مرنے والا باوجود ایمان اور استقلال اور ہجرت وغیرہ اوصاف ایمانیہ کے طاعون ہی سے مرا، جس پر یہ کہنے کا ہمیں حق حاصل ہے کہ:

رسول	قادیانی	کی	رسالت
بطالت	ہے	جہالت	ہے ضلالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۳)

حکیم الامت کا فیصلہ

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہے کہ حکیم الامت کے لقب سے قادیانی اصطلاح میں جناب حکیم نورالدین صاحب ہیں آج ہم انہی (حکیم صاحب) کا قول فیصل نقل کر کے ناظرین کو ایک پرانے قضیئے کا فیصلہ سناتے ہیں۔

اہل حدیث اور دیگر اسلامی پرچوں میں جب کبھی قادیانی مشن کے برخلاف کوئی مضمون نکلتا تو صلح کل احباب ہم کو اور دیگر لکھنے والوں کو مانع ہوتے کہ مسلمانوں کو آپس میں منازعت اور ایک دوسرے کی تردید نہیں کرنی چاہیے جس کا جواب ہماری طرف سے بہت ہی نرم لفظوں میں ہوتا تھا کہ کیا کریں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی ہی کچھ ایسے ہیں کہ کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے اس جواب کو صحیح مان کر بھی

صلح جو ہم پر بار ڈالا کرتے کہ گو کچھ ہی نہیں، تاہم مسلمان تو ہیں، اس لئے ہمارا ان کا اختلاف فروعی ہے اصولی (نہیں)۔ ایسے احباب آج حکیم الامت صاحب کا فیصلہ ذرہ غور سے پڑھیں اس کے پڑھنے سے جو اثر ان کے دل پر ہو اس سے ہمیں اطلاع دیں حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفوں میں فرق

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں اور زکوۃ حج اور روزوں کے متعلق ہمارے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان ہو اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر وشر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہمارا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں یہ عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احدٍ من رسله لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرق ہوتا ہے (الحکم ...فروری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حکیم صاحب کو خدا اس کی جزا دے کہ انہوں نے بہت پرانا مسئلہ حل کر دیا اور ہر ایک پر ظاہر کر دیا کہ قادیانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے یعنی

جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے ہادی اور نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کا ہادی غلام احمد ہے۔ اب اس کو ایک مثال میں یوں دیکھو کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اسی طرح کا فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید حکیم صاحب نے دوسرے ہفتے ان لفظوں میں فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں اڈیٹر بدر لکھتا کہ حکیم صاحب کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہماری بابت؟ تمہارا کیا خیال ہے، اسے کیا جواب دیا جائے۔

فرمایا لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آ جاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاوے گا۔ اب سارے ماموروں کا ماننا لا الہ الا اللہ کے معنوں میں داخل ہے۔ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت مسیح، ان سب کا ماننا اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا، سیدنا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا، قیامت کا ماننا، سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوی میں جھوٹے تھے، یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے و من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب او کذب بالحق ... دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں۔ ایک جو اللہ پر افتراء کرتا ہے۔ دوم جو ان کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا مرزا نیک ہے دعاوی میں جھوٹا۔ گویا ضدین کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔ حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب حقیقۃ الوحی میں دیا ہے۔ پھر آپ عبدالحکیم کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

بہرحال خدائے تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ ۱۴ مئی ۱۹۰۶ء

اور معیار الاخیار صفحہ ۸ میں رقم طراز ہیں:

جو شخص پیروی نہ کرے گا تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (بدر قادیان۔ ۹ مارچ۔ ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سے بھی کوئی زیادہ صاف فیصلہ ہوگا جو جناب مسیح اور خلیفۃ المسیح کے دستخطی ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب قادیانی کی خبر پا کر منکر ہیں سب کافر اور جہنمی ہیں۔ ایک دفعہ اور ہم حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہم کو بہت سی... سے سبک دوش فرمایا اور جو لوگ مولانا شبلی جیسے باخبروں کو بھی دھوکہ دینے کو کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم مرزا قادیانی کو رسول نہیں مانتے بلکہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین عام معنی میں سمجھتے ہیں حکیم صاحب نے ان کی خوب تکذیب اور اہل حدیث کی تصدیق فرمائی جس کے لئے ہم حکیم صاحب کے مشکور ہیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث ۲ ۔ دسمبر ۱۹۱۰ء)۔ اب اصل مطلب بھی سنیئے۔

حکیم صاحب آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔ یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے پس ہمارا حق ہے یا نہیں کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان ان اعتراضات کو اٹھاتے ہیں چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اور ان اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں یا کسی وکیل کو (ایک کو یا کئی ایک کو) بھیجیں۔ غالباً نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید اور لایعنی بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا فرض ہے اسی طرح احمدی ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے۔ کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے جو اس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔ وہ لاہوری ہو یا امرت سری قادیانی ہو یا دہلوی ہمیں اس سے غرض نہیں کسے باشد مگر ہو حکیم صاحب کی اجازت سے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے جیسے رام پور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔ خدا کرے اس درخواست کی قبولیت میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیش گوئی کئے دیتا

ہوں (خدا کرے میری پیش گوئی غلط نکلے) کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

او مرزائیو! اب تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا اگر تم لوگ محض اسلام کی آڑ میں قادیانی نبوت کو چھپاؤ گے تو سمجھا جائے گا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بس تمہارا بحیثیت مرزائی ہونے کے ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ محمدی ہونے سے ہمارا فرض ہے کہ ہم نبوت محمدیہ کا ثبوت دیں اور آپ احمدیہ کا۔ ہاں یاد رکھو اگر تم لوگ ہم کو جواب نہ دو گے تو یہی سوال آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے پیش ہونے والا ہے۔ اس وقت کے لئے تیار رہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

نورالدین کا نور

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان نے ایک رسالہ نیا مسمی ، احمدی ، جاری کرایا ہے جس میں خصوصیت سے اہل حدیث کے تعاقبات کے جواب دینے کا اعلان کیا گیا ہے حکیم صاحب نے علاوہ خلیفہ ہونے کے اس رسالہ کی سرپرستی منظور کی ہے بلکہ ایک رقم خاص اس کی امداد کو جیب خاص سے عطا فرمائی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس رسالہ کو حکیم صاحب ہی کا سمجھا کریں کیوں؟

نہ سگ دامن کاروانے درید
کہ دہقاں ناداں کہ سگ پرورید

اس رسالہ میں اہل حدیث (امرتسر) کے جوابات کہاں تک دئے گئے ہیں؟ اس کا اندازہ تو خود حکیم نورالدین صاحب ہی کر سکتے ہیں، ہاں اس بات کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گالیاں بڑی مزے کی دی جاتی ہیں کیونکہ اس کا ادیٹر کسی خاص وجہ سے اس فن میں خاص ملکہ رکھتا ہے (اس وجہ کی تشریح کی ضرورت ہوئی اور اڈیٹر

مذکور نے اپنے برتاؤ سے مجبور کیا تو کی جاوے گی۔اڈیٹر) جسکا مقابلہ ہم سے نہیں ہوسکتا اوراس کا ہمیں خود اعتراف ہے۔

رسالہ (احمدی) کے تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے نمبر میں اس نے مخالفین مرزا قادیانی کو یہودی بنایا اور جس قدر آیات و احادیث یہودیوں کے متعلق ہیں وہ سب مخالفین مرزا قادیانی، مسلمانوں کے حق میں لکھی ہیں حالانکہ اس کا فرض یہ تھا کہ پہلے اپنے مسیح موعود کی حقیت ثابت کر لیتا پھر اس کے مخالفوں کی نسبت جو چاہتا کہتا۔لیکن ایسا کرنا ذرا کارے دارد، ہے۔اس لئے حکیم صاحب نے تمام زور ایک نظم پر نکالا جس کا نام رکھا ہے ناصحانی نظم۔جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

ثناء اللہ! اگر تجھ میں ہے کچھ شرم و حیا باقی
تو بول اٹھ اب تری ذلت میں ہے کیا رہ گیا باقی
جو تجھ میں آدمیت تھی وہ مدت سے گئی گذری
سوائے اک یہودیت کے ہے اب تجھ میں کیا باقی
نہ کچھ باقی رہا علم و فضل و عقل و دانش سے
نہ بو ایمان کی تجھ میں نہ زہد و اتقا باقی
کہاں کی افضلیت مولویت ہے لئے پھرتا
یہودوں میں نہ تجھ جیسے بہت تھے پارسا باقی
جری اللہ (مرزا) کی تکذیب سے ثابت کیا تو نے
کہ دشمن انبیاؤں کا ہے تو ہی اک رہا باقی
بہت نزدیک ہے اے غافل اب تقدیر ربانی
نہ دشمن ہی رہیں گے اور نہ ان کے اقربا باقی
خدا کا ہاتھ آ کر خود کرے گا فیصلہ تیرا
رہیں گے کب تلک تیرے بھلا جور و جفا باقی

نصیحت مان لے ناصح کی اے امرتسری نادان
اگر اسلام کی تیرے بدن پر ہے ردا باقی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ منشی مولا بخش صاحب متخلص کشتہ امرتسری نے حکیم نور الدین صاحب کی خاطر اس نظم کے جواب میں ایک نظم لکھی ہے جو بغرض قادیانی مشاعرہ درج ذیل ہے:

بتاؤ شیخ چلی کے مریدو! اب ہے کیا باقی
نہ سارنگی ہی باقی ہے نہ اب ہے میرزا باقی
کہو وہ کون تھا جس نے کیا رسوا شریفوں کو
وہ داغ عشق سینے پہ رہا کس کے صدا باقی
نکاح آسمانی کے ہوئے الہام گو لاکھوں
لحد میں حسرت وصل آہ لیکن لے گیا باقی
اگر ایسے ہی مرسل عشق باز اور مفتری ہوتے
بجز الحاد و دہریت کے پھر تو کچھ نہ تھا باقی
نہ پوری ہو سکی پیشین گوئی آج تک کوئی
مگر اف رے ڈھٹائی ہے برابر ادعا باقی
مباہل کون عبدالحق سے تھا اور ڈاکٹر جی سے
بتاؤ وہ ہیں زندہ یا کہ ہے اب میرزا باقی
مباہل سب سے ہوتا تھا وہ اک روباہ بازی سے
مقابل شیر یزداں کے نہ کچھ اس کا رہا باقی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر مرزائیو! سوچو
تمہارے حضرت اقدس سے کیا کیا رہ گیا باقی

یہ کیسی بہکی باتیں ہیں تم اب ہو منتظر کیسے
کبھی کا مرچکا مرزا، ابھی ہے فیصلہ باقی؟
تجاہل عارفانہ سے اگر تم کہہ نہیں سکتے
تو سن میرزا کا ہے جو دنیا میں پتہ باقی
گھٹا حسرت کی اس کی قبر پر ہر دم برستی ہے
نہیں زیر لحد کچھ بھی عفونت کے سوا باقی
سراسر منہ کی کھاتے ہو مگر کچھ ڈھیٹھ ایسے ہو
کہ ہے اب بے حیائی کا تمہیں بس آسرا باقی
تمہیں پر منحصر ہے اس کمی کو اب کرو پورا
تمہارے پیر و مرشد سے اگر کچھ رہ گیا باقی
صریح و صاف دکھلائے نشان اللہ نے کیسے
مگر اب تک ہے ویسا ہی تمہارا افتراء باقی
کیا تھا کس نے دھاوا قادیاں پہ یاد ہے تم کو
نہ نکلا کون بیت الفکر سے، ہے کچھ پتا باقی
تمہارا وہ مسیح و مہدی معہود دیکھو تو
پھنسا خود ایسی مشکل میں کہ چارہ کچھ نہ تھا باقی
وہ مرنا میرزا کا گھتے گھتے آہ غربت میں
وہ عبرت ناک نقشہ تھا کہ پہروں تک رہا باقی
ریاست رامپور میں کس نے پہنچائی تھی زک تم کو
نہ چھوڑے تھے بھلا کسنے تمہارے دست و پا باقی

جو آ پہنچے ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل
نہ کچھ حجت رہی باقی نہ کوئی ادعا باقی
خزاں آنے کو ہے اب گلستان کذب مرزا میں
رہے گا اس چمن کا اب نہ اک پتہ ہرا باقی
کوئی پوچھے تو نور الدین سے اتنا کہ اے حضرت
یہی ایمان داری ہے یہی ہے اتقاء باقی
جواب آیا نہ الہامات مرزا اور مرقع کا
ہوا ثابت کہ حضرت میں نہیں اب ناطقہ باقی
ستا لو، گالیاں دے لو ، خدا کے نیک بندوں کو
ابھی اعمال نامے میں تمہارے ہے جگہ باقی
پڑا ظلمت کدہ میں خود ہے نور الدین نے چارہ
نہ حاصل چشم بینا ہے نہ دل میں ہے ضیا باقی
دلائی ہیں ہزاروں گالیاں دلّی کے پھکڑ سے
رہے تا یادگار اک فعل نور الدین کا باقی
گڑے مر دے اکھاڑے جائیں کشتہ کس کی خواہش تھی
مگر ہے شومئی قسمت سے ان کو ولولہ باقی

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ رسالہ احمدی دہلی کے: دوسرے اور تیسرے نمبر میں حکیم نورالدین کا سارا زور اس پر ہے کہ علماء کے اخلاق اچھے نہیں۔ ایک دوسرے کو کوستے اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ علماء کی باہمی جدلی تحریرات کو بالاستیعاب درج کیا ہے۔ مگر معلوم نہیں اس کوشش کا نتیجہ ان کے خیال میں کیا ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ غالباً یہ نتیجہ ہوگا کہ چونکہ علمائے اسلام کے اخلاق بہت خراب ہیں اس لئے مسیح موعود کی ضرورت

ہے چنانچہ خود بدولت آ گئے۔مگر حکیم مورالدین صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ خود بدولت کے دام افتادہ مریدوں اور صحبت یافتوں کے اخلاق بھی چنداں قابل رشک نہیں بلکہ واجب الترک بھی ثابت ہیں۔اس دعوی پر ہم کسی بیرونی شہادت کی تلاش کیوں کریں؟ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کی شہادت پیش کرتے ہیں جس میں حکیم نورالدین صاحب کا ذکر بھی ہے بلکہ ایک معنی سے انہی کا مقولہ ہے۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ملحقہ بشہادت القرآن مولفہ مرزا قادیانی۔ص۲)

یہ عبارت کیا بتلاتی ہے؟ بس یہی کہ بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صحبتوں میں بھی کوئی اثر نہیں اور نہ ان سے وہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے جس کے لئے ان کا تشریف لانا مانا جاتا ہے۔

امید ہے آئندہ کو حکیم الامت ذرہ سوچ سمجھ کر اس چکر میں قدم رکھیں گے

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء۔۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

حکیم الامت اوران کی ذریت سے چند سوال

دیکھیں تو کس طرح انہیں ہوتا اثر نہیں
لو آج نامہ لکھتے ہیں خون جگر سے ہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم الامت سے ہماری مراد حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان ہے۔ یہ ہماری اصطلاح نہیں بلکہ قادیانی مشن کی ہے۔ پس ناظرین اس اصطلاح کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں۔

حکیم صاحب! یہ بات تو اب کھلی صداقت ہے کہ آپ اور آپ کے اتباع جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی اور رسول مانتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں کو کافر جہنمی مرتد وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی تفسیر آپ لوگ یوں کرتے ہیں کہ مستقل نبیوں کا آنا بند ہے مگر ایسے نبیوں کا آنا بند نہیں جو اسلام کی اطاعت میں ترقی کر کے درجہ نبوت کو پہنچیں۔ چنانچہ ایسے نبیوں کی مثال جو اسلامی اطاعت میں درجہ نبوت و رسالت پر پہونچے ہوں ایک جناب مرزا صاحب قادیانی بھی ہیں۔

(بقول آپ کے) مرزا صاحب ا قادیانی متی بھی ہیں اور نبی بھی۔ ان معنی سے مرزا غلام احمد صاحب کا منصب صرف تبلیغ ہے اختراع اور ایجاد حکم کا نہیں۔ دیگر علماء کی تبلیغ اور مرزا صاحب قادیانی کی تبلیغ میں بقول آپ کے بڑا فرق ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی براہ راست خدا سے علوم حاصل کرتے ہیں اور علماء اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں یا بزور مطالعہ حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے علماء کے علوم میں غلطی کا احتمال ہے اور جناب مرزا صاحب قادیانی کے علوم اور تبلیغ میں غلطی کا احتمال نہیں۔

حکیم نورالدین صاحب! غالباً میں نے آپ کے دعوی کی تقریر میں کوئی خیانت یا غلطی نہیں کی بلکہ ایک معنی سے پوری تبلیغ کردی ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ سے کچھ سوال کروں؟ (ضرور)

پس غور سے سنئے:

الف، خاتم النبیین کی اس تفسیر کا قرآن وحدیث سے کیا ثبوت ہے؟

ب۔ حدیث شریف میں آیا ہے لا نبی بعدی۔ اس میں لانفی جنس کا ہے یا کچھ اور؟

ج۔ حدیث شریف میں آیا ہے میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا حضرت عمر فاروقؓ بحیثیت اطاعت مرزا صاحب قادیانی سے کم تھے؟

د۔ جناب مرزا صاحب قادیانی اپنی نبوت یا بالفاظ دیگر اپنے دعاوی کے ثبوت میں اپنے اخبار غیبیہ (پیش گوئیاں) بتلایا کرتے تھے۔ کیا آپ بھی وہی بتلائیں گے؟ یا ان کے سوا اور کوئی ثبوت بھی آپ رکھتے ہیں؟

ھ۔ نبی جس قوم کے سامنے تبلیغ کا کام شروع کرتا ہے اس قوم کی عام زبان میں تبلیغ کرتا ہے یا اپنی اصطلاحات دو بطن الگ رکھتا ہے۔

و۔ نبی جو پیش گوئی بطور تحدی کے مخالفین کے سامنے پیش کرتا ہے اس کو پوری تشریح سے کرتا ہے یا بعد وقوع کے اس کی تشریح کرتا ہے۔

نوٹ: اس سوال کا مطلب سمجھنے میں آپ کو تو نہیں شاید کسی اور صاحب کو غلط فہمی ہو اس لئے میں اس کی تشریح کردوں:

یعنی نبی جب کسی آئندہ امر غیبی کو مخالفین کے سامنے ظاہر کرتے تھے تو صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں کرتے تھے تا کہ اس کے وقوعہ کے بعد مخالفوں پر حجت قائم ہو سکے مثلاً کسی امر کے وقوعہ کی میعادی خبر بتلاتے تھے کہ ایک سال میں ہو جائے گا تو وہ واقع ایک ہی سال میں ہوتا تھا یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک سال کی بجائے دو بلکہ تین سالوں میں تو نبی ان کے جواب میں کہے کہ میعاد کو کیا دیکھتے ہو واقع کو دیکھو۔ کیا آپ کے نزدیک بھی یہ اصول صحیح ہے یا نہیں؟

ز۔ نبی اگر اپنی تحدی کی پیش گوئی میں جھوٹا ثابت ہو، تو آپ کے نزدیک بھی مفتری کذاب دجال کے الفاظ کا مستحق ہے یا نہیں؟

ح۔ جو نبی ایسا جھوٹا ثابت ہو اس کی اطاعت کرنے والے بھی انہی القاب کے مستوجب ہیں یا نہیں؟

ط۔کیا آپ ان اصولوں کے مطابق جناب مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا ثبوت دینے کو طیار ہیں؟

مہربانی کر کے ان سوالات کے جوابات آپ دیں یا آپ کے حسب الحکم کوئی اور صاحب عنایت کریں۔ان اجرکم الا علی اللہ

نوٹ: آج تک تا قادیانی جماعت کہا کرتی تھی کہ ہمارے مخالف خصوصاً اڈیٹر اہل حدیث امرتسر سخت الفاظ میں دل آزاری کرتے ہیں اسی لئے رام پور میں بھی مباحثہ پورا نہ کر سکے۔لیکن آج کے سوالات تو ایسے پیرائے میں ہیں کہ اس کی نظیر قادیانی مشن میں بصد تلاش بھی نہ ملے گی۔پس ان سوالات کے جوابات بھی اگر قادیانی مشن نے نہ دیئے تو سمجھا جائے گا کہ آج تک بھی آپ لوگوں کا عذر اس شعر کا مصداق ہے:

زاہد نہ داشت تابِ وصالِ پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

مذاکرہ علمیہ

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب۔تسلیم

آپ نے مذاکرہ در بارہ نبوت و رسالت اہل حدیث (۲۴ فروری ۱۹۱۱ء) میں شائع کیا اور اس کو اب قریباً ایک مہینہ ہوتا ہے۔مگر تعجب ہے کہ اب تک اس سلسلہ میں کوئی جواب طبع نہیں ہوا۔اگر کوئی جواب نہ آیا ہو،تو دوبارہ ناظرین کو آگاہ کیجئے۔ایسا نہ ہو کہ آپ کے علماء کو آپ کے نوٹ نے ڈرا دیا ہو۔

مجھے تو بہت امید تھی کہ آپ کے ہم خیال علماء اس مذاکرہ پر دلچسپی سے مضامین لکھیں گے۔آپ پھر توجہ دلائیے۔یہ ایک اصولی بحث ہے اگر علماء توجہ کریں تو اس کے بعد اور بھی بعض اس قسم کی اصولی ابحاث کا آپ کے اخبار میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔خاکسار فضل الدین از قادیان،

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ: آپ کے جواب میں ایک آدھ مضمون آیا مگر چونکہ وہ محققانہ نہ تھا اس لئے

درج نہ ہوا بلکہ اوروں کا انتظار رہا۔

نبوت اور رسالت میں بنظر قرآن وحدیث کوئی فرق نہیں جن لوگوں نے نبی کو عام اور رسول کو خاص کہا ہے ان کے پاس اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ برابر ایک دوسرے کی جگہ بولے جاتے ہیں۔تعریف یہ ہے کہ نبی وہ آدمی ہے جو خدا کی خاص وحی کا محل ہو۔وحی خاص وہ ہے جو براہ راست بذریعہ جبریل فرشتے کے بندے تک پہنچے۔خاصہ لازمہ اس کا نبی اور رسول کے حق میں یہ ہوتا ہے کہ وہ براہ راست خدا کے حضور میں ہوتا ہے اور مخلوق کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ اس کا منکر کافر کہلاتا ہے اور کسی کا نہیں

رہا بروزی اور غیر بروزی نبی وہ ایک قادیانی اصطلاح ہے اس کا ثبوت ہمارے علم میں قرآن و حدیث میں نہیں (اس مسئلہ پر آئندہ کبھی مفصل مضمون نکلے گا) امید ہے اور اہل علم بھی توجہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر۔۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۳)

مونگیر اور بنارس میں قادیانی اشتہار بازی

آج کل بنارس اور مونگیر میں قادیانی گروہ اوران کے مخالف مسلمانوں کی خوب اشتہار بازی ہو رہی ہے قادیانیوں کے پاس چونکہ کوئی دلیل صداقت مرزا کی نہیں اس لئے وہ مرزا کی پیشین گوئیوں کی بحث سے منہ پھیر کر بار بار حیات وممات ابن مریم کی طرف رخ کرتے ہیں جس سے مرزا کی تصدیق وتکذیب کو کوئی تعلق نہیں۔تعجب ہے یہ لوگ مرزا کے کیسے مرید ہیں جب اس نے خود کہہ دیا تھا کہ اگر میں سچا ہوں تو مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں مر جائے گا لیکن اگر میں (مرزا) مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں مر گیا تو میں (مرزا) صریح کذاب ہوں۔پھر اس نمایاں فیصلہ کے بعد یہ لوگ کیوں اپنے گریبانوں میں نہیں جھانکتے ؟ یہ لوگ خدا کے سامنے کیا جواب دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

اڈیٹر بدر کو نوٹس

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی آنجہانی کا دعوی تو یہ تھا کہ میرے مرید اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں مگر جب ہم ان کے اخلاق معمولی مسلمانوں سے بھی گرے ہوئے پاتے ہیں تو ہمیں مرزا صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) نے للّٰہیت میں کوئی ترقی نہیں کی اس کی بہت سی مثالیں ہم پیش کرتے رہتے ہیں۔تازہ مثال سنیئے۔میرے والد مرحوم کا نام تھا محمد خضر جو۔جو کشمیری اصطلاح کے مطابق جو لگانے سے خضر جو بنتا ہے مگر اڈیٹر بدر اپنی معمولی عادت اور مرزائی سنت کے مطابق ض کی بجائے ز بدل کر ابن خزر لکھتا ہے۔شائد اس نے سمجھا ہو کہ ایسا کرنے سے قادیانی مذہب کو کچھ تقویت ہو سکتی ہو مگر در حقیقت تقویت نہیں ہو سکتی ہاں سنت مرزائیہ کی تعمیل ضرور ہوتی ہے۔لودہانہ میں مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم نو مسلم تھے۔جن کے والد ہندو تھے۔مولوی صاحب نے جوانی کی عمر میں رضاء الٰہی کی خاطر اپنا کنبہ برادری چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا مگر چونکہ مرزا صاحب کے مخالف تھے اس لئے آنجہانی بطور توہین ان کو ہندو زادہ لکھا کرتے تھے۔اس لئے اس پارٹی سے ایسے اخلاق دینیہ کا ارتکاب کوئی مستبعد امر نہیں۔اس کے جواب میں اگر ہم ان کو یہ کہیں کہ مخالفت تمہاری تو میں کرتا ہوں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں مرنے سے بچا تو میں ہوں، میرے والد مرحوم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔حدیث شریف میں مردگان کو گالیاں دینے سے منع بھی آیا ہے۔یہ ان سے کیا توقع ہے کہ باز آجاویں گے؟ ہرگز نہیں۔اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو متنبہ کر دیں آئندہ کو اگر انہوں نے میرے والد کے نام میں کسی حرف کی تبدیلی کی تو ہم بھی صرف ایک ہی حرف (ن) کو (س) سے بدل دیں گے۔پس اپنا نفع نقصان سوچ لیں۔استاد صائب کہتا ہے:

دہن خویش بدشنام میا لا صائب
کیں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اپریل ۱۹۱۱ء۔ص ۸)

فیصلہ ہو گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مریض الامت اوران کی ذریت کی طرف سے فیصلہ ہو گیا

کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

مریض الامت سے ہماری مراد وہی بزرگ ہیں جن کو آج سے پہلے قادیانی اصطلاح میں کئی ایک دفعہ ہم حکیم الامت سے تعبیر کر چکے ہیں چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے قادیانی اصطلاح میں حکیم الامت ہیں چونکہ وہ گھوڑی پر سے گرنے کی وجہ سے مریض رہتے ہیں اس لئے ہماری اصطلاح میں مریض الامت بھی ہیں۔ بہر حال یہ کوئی تعارض نہیں بلکہ دو اعتباروں سے دونوں اوصاف ان پر صادق آتے ہیں اور یہ بعینہ ویسی صورت ہے جیسے جناب مرزا صاحب کو وہ لوگ ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی کہتے ہیں اس وجہ تسمیہ کے بعد ہم بتلاتے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوا؟ اہل حدیث مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کا ایک فیصلہ لکھ کر نتیجہ نکالا گیا تھا جس کو بدر قادیانی نے غلط قرار دے کر ایک نتیجہ پیش کیا ہے۔

فیصلہ تو یہ تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی رسالت سے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس سے نتیجہ نکالا تھا کہ ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا سا ہے جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے زیادہ مرزا صاحب قادیانی کو رسول مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بدر لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور مرزائیوں کا اسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے یہ مثال ان کی درست نہیں ہے بلکہ صحیح مثال یہ ہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کا اسی قدر فرق ہے جو زمانہ حضرت عیسیٰ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا۔ یہود اہل کتاب تھے ایک شریعت رکھتے تھے ان کے صاحب شریعت نبی حضرت موسیٰ کے متبعین میں سے ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے مبعوث اور مامور کیا تھا تاکہ ان کی غلطیوں کو دور کرے۔ وہ شریعت منسوخ کرنے نہ آیا تھا اس کا قبلہ اور نماز اور سب باتیں حضرت موسیٰ کی متابعت میں تھیں۔ یہود نے عموماً اس کو نہ مانا اسے کافر کہا اور اسے ایذا دی مگر یہود میں سے جنہوں نے اس مامور من اللہ کو قبول کر لیا وہ اس کے نام پر عیسائی کہلائے۔ (بدر ۲۱؟ اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت خوب! یہی مثال سہی مگر یہ تو بتلاؤ کہ عیسائیوں پر جو یہودی سوال کریں کہ اپنے مسیح کی نبوت کا ثبوت دو تو عیسائیوں کا فرض نہیں؟ کہ یہودیوں کے اس سوال کا جواب دیں۔ ٹھیک اسی طرح قادیانی مشن کا فرض ہے کہ سب سے مقدم مخالفین کے اس سوال کا (کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا کیا ثبوت ہے) جواب دے۔ مگر افسوس کہ قادیانی امت اس دعویٰ کا ثبوت دینے میں ہمیشہ کمزور پائی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ مریض امت اپنی خلافت کے سب کاموں میں اسی کام کو سب سے مقدم جانتے۔ خود میدان میں آتے یا اپنے کسی لائق بولنے والے کو مامور فرماتے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ عیسائی تثلیث پر بحث کر سکتے ہیں۔ آریہ نیوگ کے فضائل بیان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر مرزائی، مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور رسالت کا ثبوت دینے سے ہمیشہ جی چرائیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا خاتمہ تو آخر اس پر ہوا تھا جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو بذریعہ اشتہار کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ سب کو معلوم ہے اس لئے ہمارا یہ نتیجہ بالکل صحیح ہے کہ:

رسول قادیانی کی رسالت

جہالت ہے جہالت جہالت

چونکہ قادیانی مشن خود اقراری ہے کہ ہمارا اور ان کا فرق صرف مرزا صاحب کی نبوت اور مسیحیت پر ہے اس لئے ہم آئندہ کوئی سوال ان کا نہ سنیں گے بلکہ ہمیشہ یہی سوال کریں گے کہ :

بنما	بصاحب	نظرے	گوہر	خود را
عیسی	نتواں	گشت	بتصدیق	خر چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

مرزائی چکر یا دعا مرزا میں میرا ذکر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل بنارس اور منگیر میں مرزائیوں (قادیانیوں) اور دیگر مسلمانوں کے درمیان میدان مباحثہ گرم ہے۔ دونوں مقامات میں اشتہار بازی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ بنارس میں اشتہارات حکیم محمد عیسی صاحب کے نام سے نکلتے ہیں۔ منگیر میں فرید الحسن صاحب ...کے نام سے نکلتے ہیں مگر کیا مزے کی بات ہے کہ دونوں مقامات میں میرا ذکر اور ذکر کے ساتھ مرزائیوں کی طرف سے گالیاں ضرور ہوتی ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دونوں مقامات کے مسلمان مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ والا پیش کر کے لکھتے ہیں کہ جناب موصوف نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ (وحی) یہ فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مجھ کو بہت ستایا ہے اس لئے میرا اور ان کا آخری فیصلہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مریں تو میں جھوٹا۔ اس مضمون کو ہر ایک مقام پر پیش کیا جاتا ہے قادیانی جماعت کی طرف سے اس کے جواب میں علاوہ معقول جواب کے مجھ کو کوسا جاتا ہے جو میں شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرزائیوں کو میرے تصور (خیال) سے ضرور اس فیصلہ کا خیال آتا ہوگا پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ ابھی زندہ ہے۔ پھر لازمہ محبت مرزا صاحب قادیانی کا یہ تقاضا بھی ضرور ہے کہ میری زندگی اور

میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت سے ان کو رنج ہو۔ بلکہ میری زندگی سے کبیدہ خاطر ہو کر بقول

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

میری موت کے متمنی ہوں گے۔ خیر یہاں تک تو ان کا تقاضا طبعی ہے جس میں ہم بھی ان کو معذور جانتے ہیں لیکن مرزائی جماعت کے ممبر اس سے آگے تجاوز کر جاتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت میں تمام مسلمان حنفی اور اہل حدیث وغیرہ سب متفق ہیں تو حنفیوں کو میری طرف سے نفرت دلانے کے لئے اہل حدیث اور حنفیہ کے مشاجرات اور اختلافات شائع کرتے ہیں اور بار بار بطور عار دلانے کے کہتے ہیں کیا حنفی علماء مر گئے یا حنفیوں کے لئے باعث شرم نہیں کہ ایک غیر مقلد کی کتاب پڑھتے ہیں وغیرہ۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس امر میں حنفی شافعی اہل حدیث بلکہ شیعہ سنی سب متفق ہیں۔ اسلامی فرقوں کے علاوہ آریہ اور عیسائی بھی تو اس فیصلہ مرزا کو بطور سند لا سکتے ہیں۔ جیسے ہم مسلمان، ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی والی پیش گوئی کی غلطی کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب پر بطور گواہ لاتے ہیں اسی طرح عیسائی میرے متعلق پیش گوئی کو بطور سند لا سکتے ہیں۔ اس کلام کو سند لانے والوں کی غرض صرف مرزا قادیانی کی تکذیب ہے نہ کہ عبداللہ آتھم اور ثناء اللہ کے شخصی خیالات سے توافق۔ مگر ایسی سیدھی بات وہ کیا سمجھ سکتے ہیں جن کے حق میں فرمان خداوندی ہے و ان یروا سبیل الر شد لا یتخذوہ سبیلاً (ہدایت کی راہ دیکھ کر سیدھی راہ کو پسند نہیں کرتے)۔ خیر یہ تو قادیانیوں کی کیدانی ہے جس کا جواب بالکل مختصر دیا گیا ہے۔ اصل بات کے جواب میں بھی قادیانی مرزائیوں نے بہت کچھ دشنام آمیز باتیں لکھی ہیں منگیری مرزائیوں کے نام سے ایک رسالہ دہلی کے ایک پھکڑ نے شائع کیا جس میں خوب جی کھول کر گالیاں دی ہیں اس رسالہ کا نام ہے ثنائی چکر۔ ان گالیوں کا جواب تو ہمارے ہاں نہیں اس لئے ان کو اس کی توقع کسی اور جگہ سے کرنی چاہیے ہاں اصل بات اس رسالہ میں صرف اتنی ہے کہ:

مرزا صاحب کا اشتہار مباہلہ نہ تھا بلکہ دعوت مباہلہ تھا مرزا صاحب کے اس اشتہار کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اسی لئے مرزا صاحب نے اعلان بار دوئم دیا تھا جس کو بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا۔ وغیرہ

اس سارے قضیہ کا فیصلہ مرزا صاحب قادیانی کی اپنی تحریر سے ہوسکتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس اشتہار میں لکھتے ہیں:

اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے... اے میرے مالک تو ایسا ہی کر... بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں۔ اس کے الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک دعا ہے نہ کہ دعوت مباہلہ۔ دعوت مباہلہ ہوتی تو یوں ہوتا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تعالوا ندع ابناءنا ... الخ۔ آ ؤ ہم اپنے بچوں کو بلا کر مباہلہ کریں۔ اس میں کس کو شک ہے کہ دعوت کہتے ہیں کسی کام کے لئے بلانے کو۔ اشتہار کی عبارت منقولہ میں دعوت کہاں ہے؟ وہ تو صاف الفاظ میں دعا ہے۔ اے خدا تو ایسا کر۔ خصوصاً آخری فقرہ بہت ہی قابل غور ہے جو یہ ہے:

اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس فقرہ کی مزید تشریح اس کلام سے ہوتی ہے جو ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر قادیان میں چھپا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کی بابت جو اشتہار دیا گیا ہے اس کی بنا بھی خدا کی طرف سے ہے میں نے دعا کی تھی الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں) اب ادنی غور بلکہ بے غور بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب خدا کی طرف سے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ ہوا ہے تو پھر میرے انکار کو اس میں کیا دخل؟ ہاں اعلان باردوم کی بابت جو کہا گیا ہے وہ بھی محض دھوکہ اور دفع الوقتی ہے۔ اس اعلان کے بھی اصل الفاظ یہ ہیں:

اعلان۔ باردوم

و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے۔ کب تک یہ لوگ ایسا کریں۔ آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا و قدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے۔ اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرت سری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے:

انی احافظ کل من فی الدار و احافظك خاصةً ۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤنگا اور خاص کر تجھے۔

چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خداوند تعالیٰ کی تمام کتب مقدمہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللہ علی من کذب وحی اللہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے

کہ و الذین آ منوا و لم یلبثوا ایما نھم بظلم او لئك لھم ا لا من و ھم مھتدو ن ۔پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پاویں گے اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہرے گی۔اب میں دیکھوں گا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے۔مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا کہ دیکھ لے کہ افتراء کی کیا جزاء ہے۔والسلام علی من اتبع الہدی۔الراقم خاکسار میرزا غلام احمد

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس اشتہار میں جو کچھ ہے اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔کیا اس میں کہیں ذکر ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ نہیں مانا اس لئے وہ منسوخ ہو کر دوسری صورت پیش ہوتی ہے۔ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔مطلب یہ ہے کہ مخالفین مرزا قسم کھائیں کہ مرزا کا الہام جھوٹا ہے مگر ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ قسم کے ساتھ یہ بھی دعوی کریں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے ہم علماء جو شریعت کے علوم سے واقف ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔کیا ہم کو قرآن مجید کی آیت معلوم نہیں؟ لا یعلم من فی السما وا ت و ا لار ض الغیب الّا اللہ (اللہ کے سوا غیب کی بات کوئی نہیں جانتا) کیا ہم کو معلوم نہیں ما تدری نفس با یّ ار ض تموت (کسی نفس کو معلوم نہیں کہاں مرے گا)۔بہر اس کا جواب عرصہ ہوا، اسی زمانہ میں رسالہ مرقع قادیانی میں دیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

آپ کی عادت شریفہ ہے کہ جوں ہی کسی مخالف کو نزلہ یا زکام ہوا آپ نے اپنی صداقت کا نشان فوراً اسے قرار دیا۔دیکھو تو تمہاری ایمان داری کہ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم کے انتقال پر تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے کیا کیا بیہودہ گوئیاں کیں حالانکہ محدث دہلوی ایک سو دس سال کی عمر میں اور محدث گنگوہی اسّی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال ہوئے اور حدیث شریف میں آیا ہے اعمار امتی بین ستین و سبعین و قل من یجوز ۔میری امت کی عمر

یں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی بہت کم آگے بڑھیں گے۔ دونوں بزرگوار عام عمر طبعی سے بہت آگے بڑھ کر انتقال ہوئے تاہم تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے ان کے انتقال کو اپنا نشان قرار دیا چنانچہ آپ نے یا آپ کے اشارے سے آپ کے ایک دام افتادہ نے لکھا تھا:

اسماعیل علی گڈھی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، غلام دستگیر قصوری، چراغ دین جمونی۔ رسل بابا امرت سری، راجہ جہانداد خان، ملا احمد پشاوری۔ آتھم امرتسری۔ امریکہ کا ڈوئی، اور ایسا ہی صدہا اور لوگ ہیں جن کا اب نام ونشان نہیں۔ اب وہ ہلاک ہوئے اور عجب بات یہ ہے کہ ان کا کوئی قائم مقام بعد میں نہ رہا۔ الحکم۔ ۱۷۔ اپریل

دیکھئے کس جرأت کی دھٹائی ہے کوئی اس ایمان دار سے پوچھے کہ اگر یہ لوگ تم پر ایمان لاتے تو ایک سو دس برس کی عمر سے زیادہ عمر ان کو مل جاتی؟ حالانکہ تم کو خود تو اسّی (۸۰) برس کی عمر کا الہام ہے وہ بھی شکی ہے چنانچہ تم وصیت بھی کر چکے ہو۔ یہ کیسا سفید جھوٹ بولا ہے کہ ان کا قائم مقام بھی کوئی نہیں حالانکہ عموماً سب کی اولاد جسمی اور روحانی زندہ ہے۔ یہ خاکسار بوجہ علاقہ شاگردی کے دونوں محدثوں (دہلوی اور گنگوہی) کا قائم مقام بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے جس نے بقول کرشن جی کرشنی سلسلہ کو پاش پاش کر دیا۔ یہ کس کی قائم مقامی کا اثر ہے۔ کیا ان بزرگوں کے زمانہ میں جس قدر آپ کی مخالفت تھی وہ اب کم ہے؟ کیا ان باتوں سے آپ اپنی صداقت کا نشان بلند کرسکیں گے؟ تف ہے ایسی راست گوئی پر۔ سچ ہے:

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت ہے جہالت

چونکہ تم لوگ ہوائی گھوڑے چلایا کرتے ہو اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ تم سے پوچھ لیا جائے کہ تمہارے مقابلہ میں اگر حلف اٹھائی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا جواب تم نے آج تک کچھ نہ دیا اور آپ دوسرے لباس میں جلوہ آراء ہوئے۔

پھر اور چالاکی دیکھئے کہ صرف قسم اٹھانے پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ایسا مکذب یہ بھی دعویٰ کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا۔ چہ خوش آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ بڑ مار کر ذلیل

ہوتے ہیں اسی طرح آپ کا مکذب بھی ذلیل ہوتا کہ کبڑے والا قصہ صادق آوے۔ مرقع مذکور

ناظرین! یہ ہیں ان لوگوں کے ڈھکوسلے۔ دوسرے لفظوں میں جن کا نام الہامات مرزا یا ہفوات مرزا ہے۔ انہی معنی میں ہے

ایں	کرامت	ولی	ماچہ	عجب
گربہ	شاشید	گفت	باراں	شد

یہ تو ہماری طرف سے مختصر سا جواب ہے ممکن ہے مسلمانان منگیر کی طرف سے کوئی مفصل جواب بھی نکلے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۵ مئی ۱۹۱۱ء۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ۔ ص ۱۔۴)

قادیانیوں میں اختلاف اور اس کا فیصلہ

جب سے حکیم نورالدین صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ مرزا صاحب کے منکر کافر ہیں مرزائیوں میں اس مسئلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی بعض مرزائیوں کا خیال ہے کہ مسلمان (منکرین مرزا) کافر نہیں مگر چونکہ خلیفہ کا فتویٰ یہی ہے کہ منکرین کافر ہیں اس لئے عام میجارٹی اسی طرف ہے۔ قادیانی اخبار الحکم وغیرہ اپنے خلیفہ کی رائے کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ الحکم لکھتا ہے کیوں ایسے لوگ اپنے خلیفہ مفترض الطاعت کے فیصلے کو نہیں مانتے؟ غرض ان کو بہت کچھ ڈانٹتا اور دھمکاتا ہے۔ ۷ مئی کے پرچہ الحکم قادیان میں بھی ایک مضمون اس مسئلہ کے متعلق نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احمدی غیر احمدی کے سوال کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کے لڑکے بشیر الدین قادیانی نے ایک مضمون بمنظوری خلیفہ (نورالدین) صاحب شائع کیا ہے بس وہ کافی ہے اب اس سوال کا خاتمہ ہے۔

اس لئے ضرور ہوا کہ ہم بھی اس مضمون کو دیکھیں جو خلیفہ صاحب کے حکم سے شائع ہوا ہے جس کے سامنے سب مرزائیوں کو سر تسلیم کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ مضمون اخبار بدر قادیان ۲۷۔ اپریل میں نکلا ہے جس کا مختصر مطلب یہ ہے:

حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے اور ایسا کھول دیا ہے کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہو سکتا پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زمانہ یاد کریں جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے اور ایسے وقت میں بھی خدا نے ہماری تائید کی اور ہر ایک دکھ اور درد سے ہم کو بچایا اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھا تو ہم کیسے ناشکر گزار ہوں گے کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر امن کی زندگی عطا فرمائی تو ہم اس وقت لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو نعوذ باللہ پس پشت ڈال دیں.... مرزا صاحب (قادیانی) فرماتے ہیں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے (بدر قادیان ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ ہے محمدی اور احمدی یعنی مسلمانوں اور مرزائیوں میں آخری فیصلہ جس کا مطلب صاف ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعوت پہنچ کر ان کو مامور من اللہ نبی اللہ رسول اللہ بلکہ بقول ان کے ابن اللہ نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ جل جلالہ

اس حکم سے ہر ایک مومن کے دل پر خطرہ عظیم پیدا ہوتا ہے خدا خیر کرے ایسا نہ ہو کہ تمام عمر کا کیا کرایا ضائع ہوئے بارے شکر ہے کہ دعوت پہنچنے کی تشریح بھی صاحبزادہ مرزا (بشیر احمد) نے خود ہی کر دی جس سے ہم گنہ گاروں کو بھی کچھ امید بہتری ہوگئی۔ صاحبزادہ (بشیر احمد قادیانی) صاحب لکھتے ہیں:

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟ دو امر ضروری ہیں۔ وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو غلطیوں پر متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو، یا فلاں فلاں حالت میں تم سست ہو۔

دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کر دے۔

(بدر ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الحمدللہ کہ اس تعریف سے ہماری ڈھارس بندھی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔ ہمیں تو آج تک کوئی دلیل بھی بڑے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) کی سچائی کی نہیں ملی۔ اس لئے ہم ہمیشہ عرض کرتے رہے کہ گذشتہ زمانے میں نہیں، تو اب ہی سہی۔ مگر خلیفہ (نورالدین) صاحب ہم سے ایسے کچھ کشیدہ ہیں کہ اہل حدیث مورخہ ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء میں چند سوال ان کی ذات خاص سے کئے گئے، تو ان کے جواب بھی نہیں دیئے۔ قادیان سے ایک فرعونی دماغ مرزائی نے لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) تو آپ کے اخبار کو دیکھنا سننا بھی پسند نہیں کریں گے، میں آپ کا جواب دونگا۔

آخر وہ بھی:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

بہر حال اس بات کو خدائے علیم خوب جانتا ہے کہ ہمارے دل میں مرزا غلام احمد صاحب کی سچائی کسی دلیل سے نہیں آئی۔ ہاں ہم اتنا مانتے ہیں کہ جناب ممدوح کی آخری عمر میں ایک دعا ضرور قبول ہوئی تھی جس کا ذکر انہوں نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں کیا تھا کہ خداوندا! اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے سامنے مجھ کو موت دے اور ان کو اور ان کے دوستوں کو خوش کر۔ بس یہی ایک دعا ہے جو مرنے والے موصوف (مرزا قادیانی) کی مستجاب ہوئی جس کی بابت کہنا بے جا نہیں کہ:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

بہر حال مسلمانوں اور مرزائیوں کا آخری فیصلہ شائع ہوگیا۔ آج سے بعد کوئی صاحب مرزائیوں سے مذہبی مصالحت کی توقع نہ رکھیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کے الفاظ یہ ہیں: ما سالمنا هم منذ حاربنا هم ۔ جس کی تشریح اس شعر میں ہے

دشمنانِ کہن دوستانِ نو کردن
بدست دیو بود عقل را گرد کردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۔۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

بابا نانک کے مسلمان ہونے پر اشتہار بازی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

چند روز سے امرت سر لاہور میں اس امر پر اشتہار بازی ہو رہی ہے کہ سکھ مت کے بانی گرو نانک جی مسلمان تھے یا غیر۔اس بحث میں دو فریق بالمقابل تھے...مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید اس امر پر زور دیتے ہیں کہ بابا جی مسلمان تھے مگر سکھ کہتے ہیں کہ وہ ہرگز مسلمان نہ تھے چنانچہ فریقین کی جانب سے کئی ایک اشتہار نکلے جو بڑے بڑے لمبے چوڑے جن سے ہاتھی کے کان بھی شرماتے ، یہ بحث ہمارے خیال میں عجیب اور پر لطف تھی اسی لئے انجمن اہل حدیث کی طرف سے بھی ایک اشتہار شائع ہوا جس کا مطلب تھا کہ فریقین..اپنے اپنے دعوی کا تحریری ثبوت پیش کریں اور منصف مقرر ہو کر فیصلہ ہو جاوے چنانچہ وہ اشتہار بعینہ درج ذیل ہے

بابا نانک جی گرو مسلمان تھے؟

(از انجمن اہل حدیث امرتسر۔۴ مئی ۱۹۱۱ء)

بابا نانک جی ایک ایسے بزرگ گذرے ہیں کہ ان کی بزرگی کے قائل ہندو مسلمان اور سکھ (غرض سوا آریوں کے) سب لوگ ہیں اسلئے لازمی بات ہے کہ ہر ایک فریق ان کو اپنی طرف کھینچے اور بلاوے جس طرح حضرت عیسی کی بزرگی کے دونوں فریق (مسلمان اور عیسائی) قائل ہیں اسلئے ہر ایک فریق ان کی تعلیم اور تعمیل (طرز عمل) کو اپنے ساتھ ملاتا ہے۔اسی اصول کے مطابق جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی تحقیق شائع

کی تھی کہ باباجی مسلمان تھے سکھوں کو چونکہ بوجہ بعض ملکی اور قومی تفرقات کے اس نام سے کسی قدر نفرت تھی اس لئے انہوں نے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھا مگر چونکہ خدا کے علم میں وہ وقت آ گیا تھا کہ اس بزرگ کے اصل حالات پردہ خفا میں نہ رہیں اس لئے آج کل ایک نئی تحریک پیدا ہوئی کہ مرزا صاحب کے پیرؤوں اور سکھوں میں اشتہار بازی شروع ہوئی جس میں مرزائیوں نے درصورت عدم ثبوت اپنے دعوے کے دو ہزار روپیہ دینا منظور کیا اور سکھوں نے اس روپئہ کے جمع کرنے کا چیلنج دیا۔ سنا جاتا ہے کہ مرزائیوں نے رقم جمع کرادی ہے ہماری بھی دلی آرزو ہے کہ اس بات کی تحقیق پورے طور پر ہونی چاہیے۔ البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ کہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہمارے خیال میں اسکی آسان صورت یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی تحقیقات منصفوں کے سامنے تحریری پیش کریں عام جلسہ کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ عام جلسہ میں اصل مقصود حاصل نہیں ہوسکے گا۔ تین صاحب (انگریز پادری یہودی) منصف ہوں امرت سر یا لاہور میں ان کا اجلاس ہو۔ فریق اول (مدعی اسلام) سے ثبوت لے کر ایک نقل فریق منکر (سکھوں) کو دی جائے وہ اس کے جواب کے لئے جتنے دنوں کی مہلت مانگیں دی جائے اس سے بعد حسب قانون عدالت پھر مدعی کو جواب الجواب کا موقع دیا جائے اس سے بعد منصف صاحبان فیصلہ شائع کریں۔ یہ ہے ایسے بڑے معاملہ کے تصفیہ کی صورت۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ فیصلہ پنجاب حکومت کیلئے ابر رحمت سے کم نہ ہوگا۔ اسلئے ہر ایک ہندو مسلمان بلکہ ہر ایک ملکی خیر خواہ کا فرض ہے کہ اس فیصلہ میں مدد دے۔ ہم بھی قومی اور شخصی طور پر اس میں امداد دینے کو تیار ہیں خدا کرے یہ فیصلہ صاف ہو جائے اور ملک کو اس سے فائدہ پہنچے ہماری دعا ہے کہ،

ہند کو اسلام سے اس طرح بھر دے اے شاہ
کہ نہ آئے کوئی آواز جز اللہ اللہ

خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل) سکرٹری انجمن اہلحدیث امرتسر

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ فریقین کی اشتہار بازی کے غلو نے اصل مطلب فوت کر دیا اور وہ اپنے اپنے ثبوت قبل از وقت اشتہارات میں ظاہر کرنے لگ گئے۔ عام لوگوں میں خواہ مخواہ کا جوش معلوم کر کے حکام نے لاہور امرتسر میں اشتہار بازی کی بندش کر دی ہم نے جو طریق فیصلہ بتلایا تھا وہ آسان ہونے کے

علاوہ نہایت مفید اور نتیجہ خیز تھا مگر افسوس کہ نتیجہ کی طرف فریقین نے توجہ نہ کی۔ اب بھی ہماری تجویز پر فریقین عمل کریں تو اس بحث کا خاطر خواہ نتیجہ نکل سکتا ہے یعنی فریقین اپنے ثبوت فی الحال محفوظ رکھیں۔ شرائط بحث اور تقرر منصفین (جس طریق پر ہم نے بتایا ہے) کر کے فیصلہ کرائیں۔ اگر اس طریق پر بحث ہو تو کسی قسم کے فساد کا بھی خطرہ نہیں ہوسکتا کیونکہ زیادہ جوش و بے وجہ تعصب عوام ہی میں ہوتا ہے جب ان کو شامل ہونے کا موقعہ ہی نہ دیا جائیگا رو یہ امر بلا خطر اور بخیر وخوبی انجام کو پہنچے گا۔ دونوں فریق اگر تحقیق کے خواہش مند ہیں تو اس طریق سے بہتر فیصلہ کن طریق نہیں ہوسکتا۔ وہ اسی پر عمل کریں سکھوں کا طرح دینا تو تو ضروری تھا وہ تو چاہتے ہی نہیں کہ یہ بحث چلے افسوس ہے کہ مرزائیوں نے بھی اس راز کو نہ سمجھا جس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ خیر:

گذشتہ را صلوۃ آئندہ را احتیاط

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۱۱ء ص ۷)

مینڈکی کو بھی زکام ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے بانی مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی اور ان کے مریدوں نے جب شروع شروع میں سر اٹھایا تو بوجہ ان کی شوخیوں اور بد اعتقادیوں کے پہلی سزا ان کو یہ ملی کہ علماء اسلام نے ان پر کفر کا فتوی لگایا۔ اس سے بھی جب ان کو عبرت نہ ہوئی تو خدا نے ان کو دوسری طرح پکڑا کہ مرزا کی کوئی ایک بات بھی جو اس نے بطور تحدی (مقابلہ) کے کہی پوری نہ ہوئی جس سے تمام دنیا کی نگاہ میں ان کی ذلت ہوئی۔ اس کے بعد آخری ذلت ان کی یہ ہوئی کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے خدائی اجازت سے اعلان کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھاؤں۔ اس فیصلہ نے تو قادیانی مشن کا جو ستیاناس کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان تمام ذلتوں کے بدلہ میں مرزائیوں کو کیا اچھی شرارت سوجھی جس کا ذکر بدر میں ملتا ہے

کہ ہم (مرزائیوں) میں بھی علماء کرام ہیں ہم کیوں نہ اپنے مخالفوں پر ایک فتوی کفر مرتب کریں جس سے بدلہ پورا اترے۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ شائد اسی لئے حکیم نورالدین صاحب نے فتوی دیا ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے منکر ہیں وہ کافر ہیں لیکن ان کا یہ کہنا قبل از وقت ہے جب تک حکیم صاحب ہمارے سوالات مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے جوابات تسلی بخش نہ دیں ایسا کہنے کا ان کو حق حاصل نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی پرچے یوں تو بہت شوروشغب کرتے ہیں لیکن اصل بات کا جواب دینے سے عاجز ہیں کیوں نہ ہو جب کہ ان کے ...اکبر میں یہ طاقت نہ تھی کہ اہل حدیث کے حملوں کو روک سکے چنانچہ انہی حملوں سے تنگ آ کر اس مرنے والے نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو رو رو کر آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جس کا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید میں پہلے سے بتلایا گیا ہے:

لا یحیق المکر السیی ا لّا با ھلہ

جس کا مطلب ہے:

چاہ کندہ را چاہ در پیش

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱)

تزک مسیح (قادیانی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس عنوان سے الحکم قادیان نے ۲۶ مئی (روز وفات مرزا قادیانی) کی یادگار میں ایک بہت لمبا مضمون شائع کیا ہے جس میں مرزا صاحب آنجہانی کی زندگی کے حالات مبارکہ ابتدائی زمانہ سے لے کر اخیر تک مختصر مختصر لکھے ہیں، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو وقائع نگاری کے نازک فرض کا احساس بھی نہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جانتے ہی نہیں کہ کسی ہیرو (ممدوح) آدمی کی زندگی پر کس طرح نظر ڈالی جاتی ہے ایسے اہم کام میں ضروری فرض

یہ ہے کہ ہیرو کا کوئی تاریخی واقعہ نہ چھوٹے خصوصاً جس واقعہ پر اپنے بیگانے کو نظر ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ واقع مورخ یا وقائع نگار کی طبیعت کے خلاف ہو یا اسکے درج کرنے سے کسی ذمہ داری کا اس کو احساس ہوتا ہو تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میرے چھپانے سے اصل واقع تو نہ چھپ سکے گا۔

مرزا (غلام احمد) آنجہانی کے متعلق تاریخی واقعہ جو ان کے سوانح نگاروں کو سب سے مقدم رکھنا چاہیے وہ واقعہ ہے جو انکی تمام زندگی کا لب لباب ہے جسکا نام انہوں نے خود آخری فیصلہ رکھا تھا۔

مرزائیو! جانتے ہو وہ وہی واقعہ ہے جس کے تصور سے تمہارے جسموں پر رعشہ پڑ جاتا ہے۔ جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ آہ اس کا ذکر مرزائیوں کے لئے سخت دلخراش ہے۔

اسی طرح مرزائی جماعت کے ہادی اور راہ نما بلکہ بہی خواہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا واقعہ بھی نہیں لکھا، جو ان کی بابت بڑے حضرت (مرزا غلام احمد) نے پیش گوئی کی تھی کہ تین سال کے اندر میری (مرزا قادیانی) زندگی میں مر جائے گا۔

اسی طرح آسمانی نکاح کا واقعہ بھی قابل ذکر تھا جو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون نکلا تو اس میں بھی ماہ مئی کے واقعات لکھے ہیں کہ فلاں تاریخ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب بیمار ہوئے، فلاں تاریخ انتقال ہوا۔ اگر مئی سے پہلے اپریل کو چھوڑ گئے۔ یہ نہ کیا کہ اپریل کے واقعات بھی لکھتے کہ ۱۵۔ اپریل کو مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا۔

ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے اور کچھ نہیں، صرف مرزا صاحب کے سوانح نویسوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے سوانح لکھتے ہوئے بڑے بڑے اہم واقعات نہ بھولا کریں کیونکہ ان کے نہ لکھنے سے اصل واقع نہ چھپ سکے گا۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۲۳جون ۱۹۱۱ءص۴)

بدر جواب سنے

اخبار بدر قادیانی نے چند سوالات لکھے ہیں جن کے جوابات خاص اہل حدیث (امرتسر) سے مانگے ہیں اس لئے نمبروار جواب دیئے جاتے ہیں۔

ا۔اہل حدیث مورخہ ۱۴۔ماہ حال (جون ۱۹۱۱ء) صفحہ ۱۳ پر، قادیانی موت، کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت اقدس یعنی جناب مرزا صاحب قادیانی نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر فرمایا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں۔اور پرچہ حال میں بھی یہی فقرے درج ہیں بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء

اہل حدیث: تعجب ہے اس سوال کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر قادیانی جماعت میں ہنوز روز اول ہے۔اچھا سنیئے مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت

نہیں۔(کشتی نوح۔ص ۱۔۲)

اس میں چار دیواری والوں کی حفاظت کا وعدہ ہے مگر چار دیواری کے معنی دوسری جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ لکھتے ہیں:

جوشخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالی کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔(کشتی نوح۔ص ۱۰)

مرزائیو! ان دونوں قولوں کو ملا کر بتلاؤ کہ مرزا صاحب قادیانی کا مطلب صاف ہے یا نہیں کہ مرزا صاحب کا مرید کوئی بھی طاعون سے نہیں مرے گا۔تو پھر کیا کوئی مرزائی نہیں مرا؟

خبر نہ ہو تو دفتر بدر سے پوچھو کہ اخبار کا پہلا مالک اور اڈیٹر کس بیماری سے اور کس جگہ مرا؟

قاضی امیر حسن کا لڑکا قادیان میں کس بیماری سے مرا؟

منصوری کا سہارن پوری لڑکا کس بیماری سے مرا تھا؟

اچھا آگے چلتے ہیں:

۲۔جناب مرزا صاحب قادیانی کی وہ دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آئینہ صداقت، عداوتوں کی روشنی، ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی۔میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیشہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔امید ہے آئندہ خیال رکھیں گے۔(بدر قادیان۔۲۲ جون)

اہل حدیث: سائل نے جتنے رسالوں کا ذکر کیا ہے ان سب کے جوابات کافی دیئے گئے ہیں سب سے جامع رسالہ ادعاء مرزا ہے جو منگیری دوستوں نے مفصل لکھا ہے(شیخ فرید الحسن محلّہ مہولی شہر منگیر سے مل سکتا ہے۔ثناء)۔مختصر یہ

ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے دعا فیصلہ کی تھی کہ خداوندا اگر میں تیری نگاہ میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مجھے موت دے۔ چنانچہ خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ الحمد للہ۔ اس میں میری نامنظوری کو کوئی دخل نہیں۔ آگے چلئے

۳۔ ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو جو آپ سکوت کرتے ہوں پندرہ سولہ برس سے یہ شور اور واویلا مچا رہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔ کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم پندرہ ماہ تک مرجاویگا۔ اگر آپ یہ فرماویں کہ مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئے اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالی کا کوئی راز مخفی ہوتا ہے ورنہ کبھی غلطی نہ ہو (بدر مذکور)

اہل حدیث: غنیمت ہے آپ اتنا تو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے پندرہ ماہ میں موت کا ذکر کیا ہے گو غلط کیا ہے مگر یہ کہنا آپ کا اپنا خیال ہے مرزا صاحب قادیانی تو لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۷)

بتلایئے آپ کون ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سمجھے ہوئے معانی کی مخالفت کرتے ہیں ۔اصل الہامی الفاظ بھی سن لیجئے: پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔

میں اس پیش گوئی کی نسبت دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مرزائی مل کر بھی مجھ سے بحث کریں تو انشاء اللہ بقول:

چوں بشوئی پلید تر گردد

جتنا بولیں گے الٹے گریں گے۔ میں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت میں یہاں تک ترقی پر ہوں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں مجھ کو سب مخالفوں سے بڑا مخالف لکھا ہے میری اس مخالفت کا بڑا سبب یہی پیش گوئی ہے۔ مرزائیو! حوصلہ ہے تو خاص اسی پیش گوئی پر قلم اٹھا کر ہمارے مقابلہ پر آؤ۔

او بدر! تو واقعی بدر ہے تو باہر نکل کر ذرہ روشنی دکھلا ہمارے سارے مضمون کو نقل کرنے کا وعدہ کر ہم

تیرے مضمون کونقل کر کے ناظرین اہل حدیث تک پہنچادیں گے۔کیا مرزائی ہمت کریں گے؟ (معلوم ہو جائیگا)
آگے چلو:

۴۔احمدی رسالہ میں جوآپ صاحبان کا کچا چٹھادرج ہے کیاوہ صحیح ہے۔بخدا ہمیں توان رسالوں کو پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے الفاظ دیکھنے پسند نہ کرتے ۔اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں ۔خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔آپ کا خیر اندیش خریدار اہل حدیث ۲۲۳۵۔کوہ منصوری۔(بدر مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

احمدی رسالہ میں جو ہمارا کچا چٹھا تم کہتے ہو اس سے برا نہیں جو رسالہ عصائے موسی کے قابل اور الہامی مصنف نے مرزا صاحب آنجہانی کا لکھا تھا مرزائیوں کو شرم ہوتی تو پہلے اس کا جواب لکھتے۔ہمارا کچا چٹھا وہ کیا لکھے گا اس کے اڈیٹر سے اتنا تو پوچھ دو کہ اس کی ولادت کہاں کی ہے۔اور داروغہ جیل میر عصمت اللہ اس کے کیا لگتے ہیں۔بس اسی ایک ہی جواب سے تم کو اس کے کچے چٹھے کا علم ہو جائے گا۔

اونادانو! کیا بدزبانیوں سے کسی مذہب کی حقانیت کھل سکتی ہے؟ کیا گالیاں دینے میں پورب کی بھٹیارنوں سے تم بڑھ جاؤ گے؟ ہرگز۔ہاں اپنے پیرومرشد مرزا غلام احمد قادیانی کی سنت پر ضرور عمل پیرا ہوسکو گے۔مختصر یہ کہ:

بنما بصاحب نظرے جوھر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۱۱ءص ۱۔۲)

حضرت میاں صاحب دہلوی قدس سرہ

حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ جن کو دہلی کے محاورہ میں حضرت میاں صاحب کہتے ہیں ایک ایسے بزرگ گذرے ہیں کہ ہندوستان سے باہر کی اسلامی آبادی بھی آپ کی تعظیم کرتی ہے جس قدر خدمات اس بزرگ سے حدیث کے متعلق ہوئی ہیں خود اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کے شاگرد اس وقت دنیا کے ہر حصے میں مقتداء بنے ہوئے ہیں، مگر بقول:

شور	بختاں	بآرزو	خواہند

مقبلاں	را	زوال	نعمت	و	جاہ

قادیانی (نیم مردہ) اخبار الحکم نے ۷ جون کے پرچہ میں حضرت ممدوح کی نسبت ژاژ خائی کی ہے۔ وہ بھی صرف اس بات پر کہ حضرت ممدوح درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ نے یہ شعر پڑھا:

ادھر	آ	پیارے	ہنر	آزمائیں

تو	تیر	آزما	ہم	جگر	آزمائیں

مگر الحکم کا اڈیٹر ابوالحکم اتنا نہیں جانتا کہ عاشقانہ اشعار کو فاحشانہ خیال میں پڑھنا برا ہے، لیکن اگر ان کو حسن قرائن کسی اچھے موقع پر استعمال کیا جائے، تو لطف سخن پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ: غالباً یہ شعر حدیث افک کے موقع پر پڑھا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے افک کا حال سنا تو کہا میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح صبر

کرونگی جو جس کا جی چاہے کہہ لے۔ یہی معنی ہیں:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

افسوس ہے الحکم قادیان کا اڈیٹر ایک ایسے خاندان کا ممبر ہے جس کو گانے بجانے سے خاص تعلق ہوتا ہے تاہم وہ نہیں سمجھتا کہ:

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

لطیفہ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حضرت ممدوح کی زندگی میں لکھا تھا کہ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی مجھ پر ایمان لے آویں گے مگر جب انتقال فرما گئے تو اس ذلت اور کذب کو چھپانے کے لئے شائع کیا کہ:

اب تو میں سمجھتا ہوں کہ مولوی نذیر حسین ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

(البدر قادیان ۲۸ رجب ۱۳۲۰ھ)

سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں اسی کا نام ہے:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۳)

بنارس میں ایک قادیانی کی لاش

ایک چودہری قوم سبزی فروش ساکن چھاؤنی بنارس جو کہ اپنی قوم میں ایک متمول آدمی تھا پہلے مذہب حنفی رکھتا تھا اور اس نے ایک مسجد عید گاہ اپنی زوجہ کے اصرار پر نہایت عمدہ زر کثیر سے تیار کی تھی جس کی وجہ سے مسلمانان بنارس اس کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اپنی بدقسمتی سے مذہب قادیانی مرزائی میں آ گیا جس کا افسوس مسلمانان بنارس کو ہوا۔ پہلے تو پوشیدہ بات رہی مگر اس کی برادری و نیز اہل محلّہ اس کی کوشش و جستجو میں رہے کہ کب موقع ہاتھ آوے گا کہ یہ برادری سے خارج کیا جاوے گا۔ خدا کی شان کہ اخبار بدر مورخہ ۸ جون ۱۹۱۱ء میں نام نامی چودہری مذکور بہ سلسلہ داخل ہونے مریدان قادیانی مرزائی شائع ہوا۔ اسوقت سے پورا پورا یقین تمام اہل محلّہ خاص کر اس کی برادری کو ہو گیا۔ حسب اتفاق ۲۵ جون ۱۹۱۱ء کو وقت ۱۱ بجے دن چودہری مذکور مرزائی قادیانی کا انتقال ہو گیا۔ چھاؤنی بنارس میں غل مچ گیا۔ تمام اہل محلّہ ہمسایہ اور اس کی برادری اسکے تجہیز و تکفین سے متنفر ہونے لگے۔ اس کے چھوٹے بھائی محمد اور اس کے لواحقین اپنے تمامی برادری و اہل محلّہ سے بہت کچھ التجا کیے کہ ہم لوگ مذہب قادیانی نہیں رکھتے ہم لوگوں کا قصور معاف کیا جاوے اور میرے بھائی خدا بخش چودھری متوفی کا بھی قصور معاف کیا جائے۔ اہل محلّہ و نیز اس کی برادری نے شریک تجہیز و تکفین ہونے سے انکار کیا، محلّہ ندیسہ میں جابجا کمیٹیاں ہونا شروع ہوئیں۔ آخر کار نتیجہ کمیٹیاں کا یہ ظہور پذیر ہوا کہ محمد برادر خدا بخش چودھری متوفی اور اسکے لواحقین نے مسجد تالاب چھاؤنی بنارس میں بصدق دل قسم کھائی۔ جس کی وجہ سے کچھ اہل محلّہ و برادری کی یہ رائے ہوئی کہ جنازہ میں جانا چاہیے لیکن تجہیز و تکفین میں شامل نہ ہونا چاہیے۔ غرض کہ اولاً مقام نورالدین شہید دفن کے لئے رائے ہوئی۔ قبر تیار ہوئی مگر نہ معلوم کسوجہ سے رائے تبدیل ہو کر یہ رائے ہوئی کہ مقام عید گاہ مذکورہ بالا میں قبر کھودی جائے اور دفن کیے جائیں۔ قبر کھودنے کا سامان ہوا۔ قبر بھی کھودی گئی۔ اب متوفی مذکور کے مکان پر نہلانے دھلانے تجہیز و تکفین کا انتظام ہونے لگا۔ درزی اہل محلّہ نے

جواب دے دیا کہ ہم مرزائی مذہب قادیانیوں کا کفن نہیں سئیں گے۔ لاچار ہو کر کسی دیہاتی درزی کے مکان پر پوشیدہ طور پر گئے جو کہ اس مذہب سے واقفیت نہیں رکھتا تھا، کفن سلالائے۔ اب مرزائی قادیانیوں مذہب والوں کو بھی اس کی خبر ہوئی جو کہ قریب محلّہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے مکان پر خدابخش چودھری کے آئے اور باہم مشورہ وصلاح کر کے غسل دینے کی تیاری کیا۔ پورے طور سے غسل نہیں ہونے پایا تھا کہ پیر کے گٹنے کے پاس سے مواد جاری ہونا شروع ہوا جو کہ دیر تک بند نہیں ہوا۔ بہت کچھ پانی ڈالا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب مواد جاری ہونا بند ہوا، تو جھٹ پٹ کفن میں لپیٹ کر دفن مقام عیدگاہ مذکورہ بالا لئے چلے۔ لاش ایسی بھاری تھی کہ ہر چہار جانب تین تین چار چار آدمی کندھا دیتے جاتے تھے۔ جنازہ قریب ۷ بجے شب کے مقام عیدگاہ پہنچا۔ مجمع بہت کم تھا جیسا کہ نام نہاد ایسا مجمع اہل محلّہ و برادری کا نہیں تھا۔ اب سامان دفن کا ہونا شروع ہوا۔ عیدگاہ کے قرب وجوار کے لوگوں نے دفن ہونے سے روکا اور کہا کہ یہ عیدگاہ ہے قبرستان قادیانی مرزائی کا نہیں ہے۔ مرزائی مذہب قادیانی والوں کو ہم لوگ دفن نہیں ہونے دیں گے، اور نہ عیدگاہ کو ناپاک بناویں گے۔ اس وقت حاضرین مجمع کو ایسی سبکی ہوئی اور منتظمین نہایت خفیف ہوئے قبر جو کہ کھدی ہوئی تیار تھی اہل محلّہ عیدگاہ نے اسے بند کر دیا۔

اب حاضرین مجمع کی یہ رائے ہوئی کہ نماز جنازہ اسی جگہ پڑھا کر دفن مقام نورالدین شہید لے جانا چاہیے۔ جب نماز جنازہ کے لئے ایک مولوی.. قادیانی کھڑے ہوئے تو ایک شخص نے بآواز بلند پکارا کہ نماز پڑھانے والا مذہب قادیانی رکھتا ہے، اس کے پیچھے حنفی لوگ نماز نہ پڑھیں۔ یہ سنتے ہی اس کے برادر محمد ولواحقین نے جنازہ اٹھالیا اور راہ مقام نورالدین شہید بغرض دفن ہوئی۔ ۹ بجے شب وہاں پہنچے۔ مجمع صرف چالیس خواہ پچاس آدمیوں کا رہ گیا، قادیانی مذہب والے رفو چکر ہو گئے۔ خیر بہزار خرابی ایک بجے شب دفن کیا گیا۔ مسلمانان بنارس پر خدا اپنا رحم کرے: اچھا ہوا وہ مرگیا سر سے میرے بلا ٹلی۔

العبد: فخرالدین اشرف خان ساکن پورانی عدالت ڈاک خانہ چوک شہر بنارس۔ جون ۱۹۱۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں

ہم جانتے ہیں کہ ایسے واقعات سے قادیانی پارٹی الٹی شیخی بھگارے گی لیکن ہماری غرض اس واقع کے درج کرنے سے یہ ہے کہ تم لوگ اپنے نبی (مرزا) کی، آنحضرتﷺ کی پاک زندگی کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے ہو حالانکہ حضورﷺ کی زندگی میں کل تیرہ سال تکلیف کے گذرے۔اس سے بعد تو آپ کا سلسلہ حکومت شروع ہوگیا۔خصوصاً انتقال کے بعد تو سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جو وعدے تھے و لیبدلنهم من بعد خوفهم امناً بالکل پورے ہوئے تھے۔مسلمان بفضلہٖ تعالی نہ کسی سے ڈرتے تھے نہ دبتے تھے بلکہ مخالف لوگ مسلمانوں سے ڈرتے تھے۔اسی آیت کو مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے بھی اپنے حق میں لکھا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں کے حق میں خوف اور عذاب کا ہنوز خاتمہ نہیں ہوا۔یہ ایک سوال اہل دانش کے لئے قابل غور ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۳۔۴)

ایک سوال جواب

جناب حضرۃ مسیح علیہ السلام کی نسبت جو جملہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان پر مع جسدہ العنصری اٹھائے گئے اور قرب قیامت میں دوبارہ نزول فرماویں گے اس کے متعلق دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ابھی جسم خاکی کے ساتھ اٹھائے گئے تو اس دنیا کے حوائج انسانی مثلاً سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ بدستوران کے ساتھ ہیں یا کوئی اور صورت ہے اور جب کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے او صانی بالصلوۃ و الزکوۃ ما دمت حیاً تو کیا اب موجودہ حالت میں بھی نماز روزہ اور زکوۃ ادا کررہے ہیں۔جواب مہربانی کرکے سہل الفاظ میں ہو جس کو میں سمجھ سکوں خواہ قلمی یا بذریعہ اخبار عنایت فرماویں۔والسلام:

نیازمند۔قاسم علی سب اورسیئر نہر

جواب۔از شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ۔

حضرات انبیاء کو جو حکم دیئے جاتے ہیں ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خود بھی عمل کریں اور اپنی امت کو بھی بتلا دیں۔ نبی اور امت کے فعل کی کیفیت ادا ایک سی ہوتی ہے۔ امت کو حکم زکوۃ کا مال پر متفرع ہے نبی کو بھی۔ علی ہذا القیاس۔ یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے زکوۃ ادا کی ہو، کیونکہ مال ہی نہ تھا۔ پس حضرت عیسیٰ کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا بعینہ ویسا ہی ہمارے نبی ﷺ کو حکم تھا مگر ادائیگی کے لئے جو شرط تھی وہ نہ پائی جانے کی وجہ سے حکم بھی نہ پایا گیا تھا۔ ہاں نماز کا حکم بحال ہے تو حضرت عیسیٰ ادا کرتے ہوں گے پانی نہ ہوگا تو تیمّم کرتے ہوں گے تیمّم کا سامان بھی نہ ہوگا تو زبانی ذکر ہی کافی ہوسکتا ہے۔ انشاءاللہ رہا سونا جاگنا وغیرہ۔ سو اول تو یہ ماہیت انسانیہ میں لازم نہیں۔

دوم اگر ہیں تو اس کا ادا کرنا آسمان پر بھی ممکن ہے، کسی دلیل (نقلی یا عقلی) سے فریق ثانی نے ثابت نہیں کیا کہ آسمان پر اس قسم کے واقعات کا ہونا محال ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۴)

قادیانی سرور

قادیانی مشن بھی عجیب دل و دماغ رکھتا ہے جس قسم کی مصیبت قادیانی مشن پر اعلیٰ درجہ کی وارد ہوتی ہے اس کا ایک شمہ بھی اگر کسی مخالف پر آئے تو اس قدر خوشی بلکہ کرامت بلکہ معجزہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا جنگ بدر میں فتح حاصل ہوگئی۔ مولانا وحید الزمان خاں صاحب حیدر آبادی نے جو تجویز مصالحت بین المسلمین کی پیش کی تھی اس کے متعلق اہل حدیث میں مخالف مضامین نیک نیتی سے نکلے، جو ایک معمولی بات ہے۔ اس پر قادیان کا (نیم مردہ) اخبار الحکم خوشی کے مارے جامے سے باہر ہو کر لکھتا ہے:

وحید الزمان دکنی کی تجویز اتفاق بین المسلمین پر سب سے پہلے الحکم نے نوٹس لیا تھا۔ اور اس مضر اور خلاف اسلام تجویز پر نفرین کی تھی خدا کا شکر ہے کہ اب فرقہ اہل حدیث میں اس بیہودہ تجویز کی قلعی

کھولی جارہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا تعالی کے مامور کی ہتک کا، جو اس نے بخاری کے ترجمے میں خواہ مخواہ کی ہے اور صداقت ہے انی مهين من اراد اها نتك (الحکم ۷۔۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا وحید الزمان خاں کے مخالف چند مضامین نکلنے سے تو قادیانی معجزہ کا ثبوت ہو مگر قادیانی مشن اور اس کے بانی کے برخلاف جو تمام دنیا برستی ہے وہ کس الہام اور کس کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے؟ یہی معنی حضرت مسیح کے قول کے ہیں:

ظالم دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے پر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔

اچھا مولانا وحید الزمان خاں صاحب کے برخلاف دو ایک مضامین نکلنے سے تو وہ مرزائی الہام کی زد میں آ گئے مگر قادیانی مشن کے رکن رکین خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری کے برخلاف جو الحکم اور بدر دونوں لکھتے ہیں وہ کس الہام کی زد میں ہیں: آہ کیا کہنے ہیں:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب

گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۱۱ء ص ۳)

قادیانی خاتم الخلفاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی رسالہ ریویو میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

اس میں راقم مضمون نے (بزعم خود) آنحضرتﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا قادیانی کو خاتم الخلفاء لکھ کر مقابلہ کیا ہے۔ آنحضرتﷺ کے چند واقعات سے مقابلہ کر کے (بزعم خود) مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہم ان میں سے ایک ایک نقل کر کے مطلع صاف کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور دیکھیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

جناب خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کے دست مبارک پر کئی نشان ظاہر ہوئے۔ میں ان میں سے بارہ کا انتخاب کرتا ہوں اور بعینہ اسی رنگ میں ان کے بروز جناب مسیح موعود کے ہاتھ پر جو نشان دکھائے گئے، ان کا بھی ذکر کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو پھر خاتم الخلفاء کی بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں

خاتم الانبیاء: آپ کو قرآن مجید ایسی جامع فصیح و بلیغ کتاب دی گئی اور دعوی یہ تھا لئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً (بنی اسرائیل)

خاتم الخلفاء: باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں اور عرب وعجم کے فصحاء و بلغاء علماء و فضلاء کو چیلنج کیا کہ ان کی مثل لاؤ انعام پاؤ۔ بلکہ یہاں تک ارشاد کیا کہ جو اعجاز المسیح کا جواب لکھنے پر تیار ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا (یہ پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے) (مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو تحریری ثبوت دیجئے)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی عربیت خصوصاً نظم کی کیفیت دیکھنی ہو تو رسالہ الہامات مرزا دیکھیں۔ جب کبھی آپ نے دعوت مقابلہ دی تو یہ قید ساتھ لگائی کہ اتنے روز میں کتاب لکھ کر چھاپ کر میرے پاس بھیج دیں۔ اس قید تحدید پر جب اعتراض ہوا کہ یہ کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید کی بابت بھی کوئی زمانہ کی تحدید ہے؟ تو حکیم نور الدین نے رسالہ نور الدین میں اس کا جواب دیا کہ نادان لوگ نہیں سمجھتے ہیں، اصل کے ساتھ فرع کیونکر برابر

ہو۔یعنی آنحضرتﷺ چونکہ اصل متبوع ہیں اور مرزا صاحب تابع ،اس سے اگر مرزا صاحب بھی قرآن مجید کی طرح بے قید چیلنج (دعوت مقابلہ) دیں تو پھر دونوں میں فرق نہ رہے گا۔

واہ کیا اچھا فرق ہے مگر آج یہاں نامہ نگار کو اس فرق کا علم نہیں اس لئے مرزا صاحب قادیانی کے اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی کے جواب میں ایک بڑا عربی قصیدہ اہل حدیث میں عرصہ ہوا مرزا صاحب کی زندگی ہی میں چھپا تھا جس کے جواب میں قادیانی مشن خاموش رہا۔

آج مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عربیت کا نمونہ بھی دکھانے کو جی چاہتا ہے آپ اسی اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں:

ااُخیت ذئبا عائثا او ابا الوفاء
او اخیت مدا او رء یت امرتسرٌ

اس شعر میں رئیت کا مفعول بہ امر ت سر ہے مگر مرزا صاحب قادیانی نے اس کو مرفوع لکھا ہے کیونکہ مطلع قصیدہ کا مرفوع ہے جو یہ ہے:

ایا ارض مد قدد فاك مدمرٌ
وارداك ضلیل واغراك موغرٌ

آپ کے اشعار میں اسی قسم کی اور بہت سی غلطیاں ہیں جن کی پوری تنقید رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے جس کا جواب آج تک قادیانی مشن سے نہیں ہوسکا۔منہ چڑانے کی بات اور ہے۔آگے چلئے:

خاتم الانبیاء : سیھزم الجمع و یولّون الدبر کے ذریعہ حضورﷺ نے اعلان کیا کہ تمام مخالف گروہ شکست یاب اور جو مباہلہ کیلئے آئیں گے ہلاک ہونگے۔

خاتم الخلفاء: جلسہ مذاہب اعظم میں پھر مختلف موقعوں پر خدا نے اپنے پاک بندے کی نصرت کی کوئی مخالف سامنے نہ آسکا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
جو مباہلہ کے لئے اٹھا ہلاک ہوا۔ لیکھرام عبداللہ آتھم ڈوئی چراغ الدین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جلسہ مذاہب میں تو نہ کوئی بھاگا، نہ کوئی بھاگنے کی جگہ تھی۔ ہر ایک شخص نے مضمون سنایا ہر ایک کے معتقدین نے اپنے اپنے وکیل کے مضمون کو سراہا۔ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے مضمون کی تعریف کی۔ ہاں سب سے برتری اور فتح یابی کا دعوی میں کروں تو کر سکتا ہوں کیونکہ میرے مضمون کے متعلق حکیم نورالدین (جو میری تقریر کے وقت میں جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے) نے بڑی مسرت کے لہجے میں تعریف کی (ملاحظہ ہو رپورٹ جلسہ مذکور)۔ اور خواجہ کمال الدین لاہوری نے جو اس جلسہ کے سکرٹری تھے، مجھے خاص طور پر سٹیج سے اترتے ہوئے کہا میں آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد کہتا ہے۔

مگر ہم تو ایسی باتیں کرنا شیخی بگھارنا جانتے ہیں۔

ہاں مقابلہ اور بھاگنے کا موقع مباہلہ بیشک ہے۔ سو اس میں راقم مضمون نے جس قدر جھوٹ بولا ہے کبھی نہ بولا ہوگا۔ تمام عمر میں اصلی معنوں میں مرزا صاحب کا مباہلہ صرف صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری سے ہوا۔ مگر عبدالحق آج تک زندہ ہے لیکن مرزا صاحب کی بابت چاروں طرف سے، خس کم جہاں پاک، کی آواز آرہی ہے۔

ہاں آخر میں سب سے بڑا اور زبردست برد بازی کا مقابلہ خاکسار سے ہوا مگر افسوس کہ مرزا صاحب قادیانی کی بے وفائی سے لطف نہ آیا۔

مرزائی دوستو! جس وقت تم لوگ میرا نام سنتے یا مجھ کو دیکھتے ہو گے یقیناً اس مقابلہ کا تصور تم لوگوں کو آتا ہوگا کیونکہ اہل منطق کا مسئلہ ہے لا حجر فی التصور (تصور میں روک نہیں ہو سکتی) پھر اس میں تم کو یہ تصور بھی آتا ہوگا کہ کون اس مقابلہ میں پاس ہے اور کون فیل؟ پھر اس کے بعد یقیناً تم لوگ دل کی تسلی کے لئے یہ کہتے ہو گے کہ مرزا صاحب پہلے اس واسطے مرے کہ مولوی صاحب نے مقابلہ منظور نہ کیا تھا۔ میرا مطلب تمہارے اس آخری تصور سے نہیں، بلکہ میں اس تصور سے سوال کرتا ہوں جو میری شکل دیکھتے ہی یاد کر

سنتے ہی تم لوگوں کو آتا ہوگا۔ کیا اس تصور کو خیال میں لا کر بھی تم کہہ سکتے ہو کہ جو مباہلہ کیلئے اٹھا، ہلاک ہوا حالانکہ ایک ایسا شخص زندہ ہے جس کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی زندگی میں اشد ترین مخالف لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب حقیقۃ الوحی۔

مرزائی دوستو! یہ دھوکہ بازیاں اور غلط گوئیاں ایک ایسی قوم کو زیبا نہیں جن کا دعوی ہو کہ ہم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تم لوگ بھی کیا کرو۔ مرنے والے کے اس قسم کے دعووں نے تمہیں باندھ رکھا ہے۔ وہ خود بھی تو اسی قسم کے ہوائی قلعے بنایا کرتا تھا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں میری سچائی کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۵۴۔ اسی لئے تم بھی ایک حد تک معذور ہو۔ سچ ہے:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمّار دارد پیر ما

سنیئے سب سے اول مخالف قدم مولوی محمد حسین بٹالوی کا تھا، جو زندہ ہیں۔ مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری زندہ ہیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ زندہ ہیں۔ اور سب سے اشد ترین مخالف ابوالوفا ثناء اللہ زندہ ہے۔ پھر تم اور تمہارا مسیح کس راستی سے کہتا ہے کہ میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔

(اور مرزا صاحب قادیانی نے تو مقابلے میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ مخالف انہیں للکارتے رہتے اور وہ کان لپیٹ کر پڑے رہتے۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ وا ز معنا ان لا نخا طب العلماء بعد هذه التو ضیحا ت و لو سبو نا و هذه منا خا تمة المخا طبا ت ۔یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔ لیکن اسکے بعد آپ نے علماء کو مباحثہ اور مقابلہ کیلئے بلایا ہے چنانچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔ عقل کی رو سے ۔۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام

میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگران تینوں میں صرف ایک یا دوطور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تولازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور انکے نادان پیروخدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کو بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

لیکن مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا۔اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ(منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔اکتوبر۱۹۰۲ء کو مرزا کے نام۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔وہ نوٹس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔

السلام علینا و علی عباد الله الصالحین ۔

آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔گواس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپکی حجت پوری کرنیکو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں تقدیم وتاخیران کی ہمارے اختیار ہے۔پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔اکتوبر(۱۹۰۲ء) کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کرینگے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرینگے چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کرسکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ ابوعبید احمداللہ امرتسری۔عبدالجبار غزنوی ...وغیرھم۔منقول ازالھامات مرزا ۔بہاء)

❁ **خاتم الانبیاء۔ و الله یعصمك من الناس ۔اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا چنانچہ ایسے ملک میں جہاں باوجود پوری شان وشوکت وحصول سلطنت کے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شہید ہوئے آپ ﷺ طوائف الملو کی بے کس و بے بس ہونے کی حالت میں جانی دشمنوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہے۔**

❁ **خاتم الخلفاء : خدا نے آپ (مرزا) سے بھی یہی وعدہ فرمایا اور اپنی الہامی عمر کے مطابق طبعی موت سے مظفر ومنصور کامیاب و بامراد فوت ہوئے۔قتل کے مقدمے بنا کر مخالفوں نے پھانسنا چاہا مگر خدا کی حفاظت ونصرت وتائید آپ کے شامل حال رہی۔**

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا جی کی عمر کا الہام بھی عجیب ہے۔ان کا خدا فرماتا ہے:

اے مرزا میں تجھے اسیّ برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا

(تریاق القلوب۔ص ۱۳)

کیا مزے کا الہام ہے۔تینوں درجہ قائم۔اسّی (۸۰) یا کچھ کم یا کچھ زیادہ۔یہی معنی ہیں:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

❁ خاتم الانبیاء : انّا نا تی الارض ننقصها من اطرا فها ۔ایسے وقت میں پیش گوئی فرمائی جب کہ چاروں طرف سے آپ کی مخالفت ہو رہی تھی۔آخر خدا نے کفر کی سرزمین کو گھٹا دیا اور یہاں تک گھٹایا کہ بل للّه ا لامر جميعا کے مطابق سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

❁ خاتم الخلفاء: ایک گاؤں میں آپ گمنامی اور خلوت کی زندگی بسر کرتے تھے خدا نے آپ کی زبان پر فرمایا یا تو ن من کل فج عميق دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے ۔اس کے ثبوت میں اب کوئی قادیان کو دیکھے کہ ۲۵ برس میں امریکہ آسٹریلیا کابل غزنی کشمیر سے لوگ آ رہے ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین عرب کے اطراف میں اسلام پھیلے گا ایسا کہ سب دشمن یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا مغلوب۔چنانچہ یہ واقع آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکا، بلکہ اس کا وعدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو بچشم خود یہ حالت ملاحظہ کرائی جائے گی۔مگر مرزا صاحب کے حق میں یہ کہاں ہوا؟ اور تو جانے دیجئے ابھی تک قادیان میں بھی ایسی حالت پیدا نہیں ہوئی۔مرزائی مردے تو دفن ہونے سے روکے جاتے ہیں، بنارس کا واقعہ یاد نہیں۔ہاں جی خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ تمام دنیا ہماری گرویدہ ہے لیکن کلام صادق وہی ہے واقعات جس کی شہادت دیں

❁ خاتم الانبیاء ۔ انّ شا نئك هو الا بتر ۔آپ کے دشمن مقطوع النسل ہوں گے چنانچہ ان

شدید مخالفوں فسادی منکروں کا کوئی نام لیوا نہیں۔

❁ خاتم الخلفاء: آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حال ہے خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں اور بہت سی مثالیں باہر مل سکتی ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم بتلا چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے سخت ترین مخالف کون لوگ تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور وہ جس کو مرزا صاحب اشد ترین مخالف کیا کرتے تھے بفضلہٖ ان سب کے ہاں اولاد ہے۔

منشی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی، مرزا صاحب کے منکروں میں ایک بزرگ تھے۔ مرزا جی نے ان کے حق میں ابتـــر (بےاولاد) رہنے کی پیش گوئی کی تھی مگر جب خدا تعالی نے مرزا قادیانی کو شرمندہ کیا اور ان کے گھر میں محمود بیٹا دیا جو آج تک زندہ لاہور میں نقشہ نویسی پر ملازم ہے، تو مرزا صاحب نے اس کی تاویل کی کہ گو بیٹا تو ہو گیا مگر آگے پوتا نہیں ہوگا۔ لیکن ناظرین اس مرنے والے بھلے بھانس کی باتین سن کر تعجب کریں گے کہ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم مغفور کو بھی ابتـــر (بےاولاد) لکھا ہو۔ ملاحظہ ہو تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۔ حالانکہ حضرت ممدوح کے بیٹے بیٹیاں کے علاوہ اس وقت دو پوتے اور پوتوں کی اولاد نرینہ اور زنانہ ہر طرح کی موجود ہے۔ اور لطف تو یہ ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی کام نہیں تتمہ حقیقۃ الوحی۔ اسی کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ہاں یاد آیا مولوی عبدالکریم جو آپکا راسخ مرید اور امام جماعت تھا اسکا کیا حال ہے؟ ابتر تھا یا غیر ابتر۔ ذرہ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ خدا تعالی کی شان معجزات ہوں تو ایسے ہوں۔

❁ خاتم النبیین۔ فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین۔ آپ نے اعلان کہ ہمارے خلاف کوئی دعا قبول نہ ہوگی

و ما دعاء الکافرین الاّ فی ضلال

❁ خاتم الخلفاء: آپ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے کہ اگر کوئی دعا کرتے کرتے مر بھی جائے تو

میرے خلاف وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی کے مخالف تو جیسے کچھ کامیاب ہیں دنیا کو معلوم ہے۔ایک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو دیکھئے کہ جب سے مرزا کے مخالف ہوئے، ترقی پر ترقی پاتے گئے۔آخر اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے جوان کی بابت مرزا جی نے شائع کیا ہے کہ میری زندگی میں مرے گا۔دوسرا مخالف یہ خاکسار ہے جس کی نسبت تو قطعی فیصلہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔یہ کس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔انہی زخمی دلوں کی جن کی بابت کہا گیا ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

خاتم الانبیاء ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہمارے قبضہ میں آئیں گی گو اب اس کے طواف سے بھی ہمیں روکا جاتا ہے۔

خاتم الخلفاء: آپ نے فرمایا کہ مسجدوں میں جانے سے ہمیں روکا جاتا ہے مگر آخر یہ مسجدیں ہماری ہی ہو جائینگی خدا کے فضل سے اسکے بھی کئی نمونے موجود ہو چکے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی تو حضور نے بچشم خود ملاحظہ فرمائی مگر مرزا کی پیش گوئی کا یہ حال ہے کہ بنارس میں مرزائی مردہ بھی دفن نہیں کرنے دیا۔مسجد بھی کوئی ایسی نہیں ملی جہاں مسلمان نمازی نماز پڑھتے ہوں اور مرزائیوں نے لے لی ہو یا ان کا اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

خاتم الانبیاء : آپ ﷺ نے خسرو پرویز کے مرنے کی خبر دی جس نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا تھا ۔

خاتم الخلفاء: جس نے آپ کی براہین کی ناقدری کی، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا نواب صدیق حسن کی گرفتاری اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے۔سید احمد خان، اندرمن، دیانند، کئی لیڈران قوم کے مرنے کی خبر قبل از وفات دی۔

(تحریک ختم نبوت ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ نواب صدیق حسن نے مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کر دی تھی جیسا کہ مرزا صاحب ۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۰۰ھ کو اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں:

ابتداء میں جب یہ کتاب (براہین احمدیہ) چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کیلئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سواس میں سے صرف ابراہیم علی خان نواب مالیر کوٹلہ، اور محمود علی خان رئیس چھتاری اور مدار المہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی، دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول، ص۔ ۲۸۔۲۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سچے ہو تو ایک ہی لیڈر کے مرنے کی خبر بتلاؤ، ایسی کہ جسے پیش گوئی کہہ سکیں۔ ہاں ایسی تو ہوگی جو مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے تخرج الصدور الی القبور ۔ بڑے بڑے سب قبروں میں چلے جائیں گے۔ مگر ایسی زٹلیات کو پیش گوئی کہنا مرزائی مشن ہی کا کام ہے۔

❁ خاتم الانبیاء: نہروں کا نکالا جانا، خسوف وکسوف رمضان میں یقتل الخنزیر ایک بڑے سؤر (بے غیرت انسان) کا قتل، دجال یاجوج ماجوج کا خروج، کتابوں کا پھیلنا ایک روحانی سواری کا نکلنا

❁ خاتم الخلفاء: تمام نشان آپ (مرزا) ہی کے زمانے میں پورے ہوئے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: سب غلط۔ نہ رمضان میں موعود کسوف خسوف ہوا، نہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جیسا ہوا ایسا پہلے بھی کئی ایک دفعہ ہوا، جسکا مرزا کو بھی اقرار ہے، نہ دجال قتل ہوا، نہ یاجوج ماجوج مرے۔ ذلکم قولکم بافواھکم (یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں)

❁ خاتم الانبیاء: ایک شخص کی نسبت آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی پیش گوئی فرمائی جس نے عمدہ جنگ کی مگر آخر زخموں کی تکلیف سے خودکشی کر لی

❁ خاتم الخلفاء: چراغ جمونی نے پہلے بڑے اخلاص کا اظہار کیا آپ نے الہام شائع فرمایا: نزل بہ جبیر اور یہ کہ آخر وہ ہلاک ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر عبدالحکیم۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو حوالہ پیش کرو۔

❁ خاتم الانبیاء: ﷺ کی دعا سے قریب المرگ تندرست ہوئے۔

خاتم الخلفاء:۔ آپ کی دعاؤں سے کئی ایسے مریض جن پر ڈاکٹر موت کا حکم لگا چکے، اچھے ہو گئے۔ نواب محمد علی خان کا لڑکا، میر ناصر نواب کا لڑکا۔

❁ اہالی عرب کی جو حالت تھی وہ امرء القیس کے ایک شعر سے واضح ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے تھے

فمِثلِك حبلی قد طرقت و مرضِعٍ
فالهيتها عن ذی تمائم محولِ
اذا بکی من خلفِها انصرفت له
بشقٍ و تحتی شِقّها لم يحوّل

آخر اسی سرزمین کے لوگ عباد الرّحمن یمشون علی الارض هوناً و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً ۔تا آخر سورۃ کے شان نزول بنے۔

❁ خاتم الخلفاء: کئی ایسے لوگ جو سیہ کاریوں بدکاریوں میں ضرب المثل تھے آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعہ پاک باز بنے۔ زندہ نظیریں موجود ہیں اور ایک دنیا ایسے اصحاب کو جانتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں کہ میرے مرید کتوں اور بھیڑیوں کی طرح اپنے بھائیوں کو کھاتے ہیں۔ دیکھو اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن قوت قدسیہ کی ادنی پہچان جو عام طور پر سب کی سمجھ میں آجائے یہ ہے کہ صاحب قوت قدسیہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اس تعریف کے مطابق ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان کے اعلی حضرت خود بھی صاحب قوت قدسیہ نہ تھے۔ تو بدیگراں چہ رسد

کیا مرزائی مشن کے خلیفہ صاحب ہم کو اجازت دیں گے کہ ہم بڑے حضرت کی کذب بیانیاں ایک ایک کر کے شائع کریں؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۴)

قادیان کا عربی اشتہار

قادیان دارالامان سے ایک بہت بڑا جدید اشتہار عربی زبان میں چھپا ہے جو عرب فارس شام وغیرہ ممالک کے علماء کو بطور تبلیغ بھیجا جائے گا۔ یہ اشتہار دو صفحہ کا ہے مگر اتنا بڑا ہے کہ دو جزء کی کتاب بن سکتی ہے سارے اشتہار کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ملک میں خرابیاں عام ہیں، مسلمانوں کی حالت خراب ہے، کئی ایک لوگ مرتد ہو گئے ہیں، عیسائیوں کا بہت زور ہے حالانکہ حضرت عیسی مر چکے ہیں بعض علماء اسلام خواہ مخواہ عیسائی مذہب کی تائید کرنے کو حضرت عیسی کی حیات کے قائل بنتے ہیں۔

یہ ہے ایک صفحہ کا مضمون۔ دوسرے صفحہ میں امام المہدی لکھا ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کے کمالات کا اظہار کیا ہے منجملہ کمالات کے یہ بھی لکھا ہے:

و من آیاته ایضاً باهله بعض الناس کالعالم غلام دستگیر القصوری و چراغ الدین الجمونی و میرزا المتصوف وسعد الله اللودیانوی و عبد الرحمن محی الدین الکهوکی و مولوی اسماعیل علی گڈهی و الهی بخش لاهوری مؤلف عصائے موسی و دکتور دوئی مدعی النبوة و صاحب الاتباع الکثیرة و لیکهرام و عبد الله آتهم و غیرهم فکل هؤلاء قد هلکوا و ماتوا بهوان و ذلة فی حیات المسیح الموعود و ذلك فضل الله علی الاسلام حیث اظهره الله و لو کره الکافرون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جموی، مرزا المتصوف، منشی سعد اللہ لودہانوی، مولوی عبد الرحمٰن لکھوی، مولوی اسماعیل علی گڈھی، منشی الٰہی بخش لاہوری، ڈاکٹر ڈوئی امریکن، پنڈت لیکھرام آریہ، پادری عبداللہ آتھم عیسائی وغیرہ نے ہمارے امام مہدی سے مباہلے کئے تو یہ سب لوگ امام مہدی کی زندگی میں مرگئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اسلام کو ظاہر کیا۔

یہ ہے تمام اشتہار کا خلاصہ جو عرب ایران وغیرہ ممالک میں تو نئی شکل کا ہوگا، مگر ہندوستان میں خصوصاً اہل حدیث کے ناظرین کے سامنے تو روزمرہ کا محاورہ ہے۔ ہم کئی ایک دفعہ کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام تم نے لکھے ہیں ان کے مباہلہ کا ثبوت بھی ذرہ دکھایئے، تاکہ ہم جان سکیں کہ کس نے مباہلہ کیا اور کس رنگ میں کیا اور کیا نتیجہ ہوا؟ افسوس ہے ہمیں تو ان میں سے ایک کا مباہلہ بھی نہیں ملتا۔

کیا کوئی مرزائی ہمیں دکھانے کی ہمت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں گالیاں دینے کو تو تیار ہیں۔ قادیان والے دیتے دیتے خود تھک جائیں گے تو کسی جیل زادہ کو کھڑا کردیں گے۔

چونکہ ہندوستان میں سب لوگ ان واقعات کی تحقیق کر چکے ہیں، لہذا یہاں تو ان کا منتر چلنے سے رہا۔ اس لئے اب عربستان وغیرہ دور دور ممالک میں تبلیغ کرنے کو چلے ہیں، اس لئے ہماری طرف سے بھی اجازت ہے:

اب دام مکر اور کسی جگہ بچھایئے

بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱تا۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مذہبی دنیا میں یہ مسئلہ خاص دلچسپی رکھتا ہے کہ قادیانی لوگ، عام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اس سوال کی وجہ حکیم نور الدین قادیانی خلیفہ کا ایک فتوی ہے ...جو اہل حدیث میں درج ہوا تھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو سچا نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

لاہور میں ایک صاحب خواجہ کمال الدین وکیل، مرزا صاحب کے بڑے راسخ مرید ہیں۔ اسلامی جلسوں میں بھی تقریریں کیا کرتے ہیں، اس لئے ان پر سوال ہوئے کہ آپ اپنا خیال ظاہر کریں کہ آپ بھی اپنے پیر اور خلیفہ کی طرح مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں وکیل صاحب نے ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار دیا ہے جس کا خلاصہ مطلب انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

> میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا البتہ جو شخص ہم کو یا ہمارے امام (مرزا قادیانی) کو کافر کہتا ہے وہ ایک حدیث کے ماتحت خود کافر ہو جاتا ہے (مرزا نے بھی فرمایا ہے) ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔

اس بیان کی ہم بھی تصدیق کرتے ہیں، مگر افسوس کہ واقعات اس کی شہادت نہیں دیتے اسلئے ہم اس مضمون میں اس بیان پر دو پہلوؤں سے بحث کرینگے۔ ایک اس پہلو سے کہ مرزا غلام احمد اور انکے خلیفہ حکیم نور الدین کا مذہب کیا ہے؟ دوئم، جس حدیث کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اسکا مطلب کیا ہے

❁ امر اول: یعنی یہ بات کیا واقعی یہی ہے جو خواجہ کمال الدین نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کے نزدیک وہی لوگ کافر ہیں جو ان کو کافر کہتے ہیں، یا ہر ایک شخص جو مرزا صاحب کا منکر ہے خواہ کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہم مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بہر حال خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ۔(بدر قادیان۔۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

معیار الاخیار صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

(خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے) جو شخص پیروی نہ کریگا، تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا ورسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔(بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

یہ ہیں مرزا غلام احمد صاحب کے اپنے اقوال۔اب سنئے خلیفہ صاحب کے۔خلیفہ صاحب کا فتوی عام طور پر شائع شدہ ہے جو اخبار بدر ۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں طبع ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے لکھا تھا آیت لا نفرّق بین احدٍ من رّسله کے معنی میں کسی رسول کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔اس آیت کے مطابق سب رسولوں اور ماموروں کو ماننا فرض ہے۔پس جس طرح کسی اور رسول کے انکار سے کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا قادیانی کے انکار سے کافر ہوتا ہے۔چنانچہ خلیفہ نور الدین کے الفاظ یہ ہیں:

غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسله لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے

(الحکم قادیان۔۲۱ فروری ۱۹۰۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیا یہ عبارت کسی حاشیہ یا شرح کی محتاج ہے؟ ہر گز نہیں، بلکہ صاف مطلب ہے کہ الرسل میں مرزا صاحب قادیانی بھی شامل ہیں۔پس جو برتاؤ کسی شخص کو دوسرے نبیوں کے ساتھ انکار کرنے سے کافر خارج از اسلام بناتا ہے، وہی برتاؤ مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ کرنے سے بقول خلیفہ صاحب، آدمی کافر

ہو جاتا ہے۔ کیا حضرات انبیاء سابقین کے انکار سے کافر ہوتا ہے؟ یا وہ ان کو کہنے سے کافر ہوتا ہے؟ (خلیفہ صاحب خصوصاً جواب دیں)

بس اسی طرح خلیفہ قادیانی کے نزدیک مرزا صاحب قادیانی کے صرف انکار کرنے سے آدمی خارج ہو جاتا ہے خواہ ان کو کافر کہے یا کفر سے خاموش رہے، یا ان کے کفر کی نفی کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس فتوی کو جاری کرتے وقت اسکا انجام نہ سوچا گیا تھا۔اب جو چاروں طرف سے شور بپا ہوا ہے تو اس میں تاویل کرنے کی سوجھی یہی معنی ہیں

لو ان صدور الفعل یبدون للمفتی
کا عقابہ لم تلفہ ینتدم

(آدمی کو اپنے افعال کا انجام معلوم ہو تو کبھی شرمندہ نہ ہو)

خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہم کو بتلا دیں کہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر میں جس آیت (لا نفرق) سے انہوں نے دلیل پکڑی تھی کیا اس کے کچھ اور معنی معلوم ہوئے ہیں یا اس کے مطابق حضرات انبیاء کے منکر بھی اسی صورت میں کافر ہوتے ہیں جب وہ انبیاء پر کفر کا فتوی لگائیں اور بغیر اسکے نہیں۔کہتے ہوئے کچھ سوچنے کے علاوہ خدا کا خوف بھی دل میں رکھنا (ان کنتم مو منین)

مختصر یہ کہ یہ بات تو کھلی صداقت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ دونوں متفق ہیں کہ مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے خواہ کتنا ہی نمازی اور روزہ دار بلکہ تہجد گذار ہو۔

امر دوئم: اب ہم امر دوئم پر بحث کرتے ہیں کہ مرزا کے مکفرین (کافر کہنے والے) کافر ہیں یا نہیں۔ اس بحث میں ہم مرزا کے کفر سے بحث نہیں کرتے، بلکہ مانتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت مسلمان بلکہ پکی مسلمان ہے، تاہم ان کے مکفرین کافر نہیں، جس حدیث کی طرف مرزا صاحب اور ان کے حواری خواجہ کمال الدین نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

لا یرمی رجل رجلاً بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلك۔یعنی جو شخص کسی شخص کو کافر کہتا ہے اگر وہ شخص کافر نہیں تو کفر لوٹ کر اسی پر آتا ہے۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے بے سمجھی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ ہم کافر نہیں اس لئے جن لوگوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں وہ خود کافر ہیں۔ مرزا کی زندگی میں بھی یہ بحث اٹھی تھی اور اہل حدیث میں اس حدیث پر مفصل بحث کی گئی تھی۔ ادھر یہ بے سمجھی سے ہٹ (ہٹ دھرمی) دیکھ کر فریق ثانی بھی بضد ہوئے کہ چونکہ واقعی تم لوگ کافر ہو اسلئے تمہاری تکفیر سے ہم کیا، کوئی بھی کافر نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ سب باتیں حدیث مذکور کے اصل مطلب سے بہت دور ہیں۔

قبل از مطلب بتلانے کے قادیانی مشن سے عموماً اور خلیفہ (حکیم نورالدین) سے خصوصاً ایک سوال کرتے ہیں کہ: حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق واجب القتل کہا، حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی، بلکہ اس کو مغفور لہ فرمایا، تو کیا حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت حاطب ؓ کو منافق کہنے سے خود ایسے ہوئے؟ حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر جواب دو۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بے نماز کے کفر میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ ؒ اور ان کے اتباع کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، مگر امام شافعی، احمد، حافظ ابن قیم، شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر واجب القتل ہے۔ آپ کا مذہب میں نہیں پوچھتا مگر یہ تو بتلائیے کہ جن بزرگوں کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، جو اس کو کافر کہے، وہ ان بزرگوں کے نزدیک کافر ہے؟ کھلے لفظوں میں سنیئے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کافر ہیں؟ (ہرگز نہیں) حالانکہ آپ کے اصول کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث موصوف کا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب ہم سے سنئے:

ایک تکفیر ہوتی ہے شرعی دلیل سے، ایک ہوتی ہے ضد اور ہٹ دھرمی سے۔ شرعی دلیل خواہ واقع میں صحیح ہو یا غلط۔ پس جو شخص شرعی دلیل سے کسی کو کافر کہے وہ تو اس حدیث کا مصداق نہیں، خواہ واقع میں دلیل مثبت مدعا ہو یا نہ ہو (جیسے حضرت عمرؓ کی دلیل مثبت مدعا نہ تھی فانہ خان اللہ و رسولہ) مگر تکفیر کی نظر کسی دلیل اور شرعی آڑ پر ہو۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرنے والا بے شک کافر ہوگا۔ پس صاف بات ہیکہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کی ہے چونکہ وہ اپنے نزدیک دلیل شرعی رکھ کر کی ہے (تمہارے نزدیک وہ دلیل مثبت مدعا نہیں تو نہ

سہی) اسلیئے وہ اس حدیث کے مطابق کافر نہیں بلکہ مرزا صاحب اور ان کے اتباع کی نافہمی کی دلیل ہے۔

کیا خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہماری تقریر کا باقاعدہ جواب دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ مطابق ۲۱۔۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء۔ ص ا۔۳)

قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رح لکھتے ہیں:

حضرت مسیح ؑ کا قول ہے تم زمین کے نمک ہو۔ نمک سے کھانوں کا مزہ بنتا ہے لیکن جب نمک ہی بگڑ جائے تو اسے کون سنوارے۔، یہ مثال آج کل قادیانیوں پر صادق ہے۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان کا قول بدر مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۱۱ء میں چھپا ہے:

یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو کشمیر ایران بخارا کے شمال میں ہیں۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ کشمیر ایران بخارا کے شمالی ملکوں میں یاجوج ماجوج رہتے ہیں۔

اب سنئے اعلی حضرت (مرزا قادیانی) آنجہانی کی۔ آپ فرماتے ہیں:

فا ن یا جو ج ما جو ج ھم النصاری من الروس و الاقوا م البرطا نیه

(حمامۃ البشری)۔ یعنی یاجوج ماجوج روسی اور انگریز ہیں۔

اب ان دونوں اقوال متخالفہ کی تطبیق دینا قادیانی مشن کا کام ہے دیکھیں وہ کچھ معقول بات کہتے ہیں یا کسی جیل زادہ سے گالیاں دلواتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ ء ص ۵)

قادیانی خلیفہ اور قادیانیوں سے فیصلہ کن سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۷۔اپریل کے اہل حدیث میں چند سوال خاص بخدمت خلیفہ قادیان کیے تھے خیال تھا کہ جواب ملے گا مگر افسوس نہ خلیفہ بولے، نہ ان کے آرگن قادیانی اخبارات نے توجہ کی۔کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے یقین نہیں کہ ہمارے آج کے سوال کا جواب بھی مل سکے مگر جائے امید خالی نیست

آج ہم جو سوال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسا نہیں کہ اس میں کسی منطقی صغرے کبرے سے کام لینا پڑے بلکہ وہ مضمون بالکل صاف ہے پس خلیفہ اور ان کے حواری غور سے سنیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو جو الہام ہوا تھا کہ مسمات محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، اس پیش گوئی کو حضور نبوی میں رجسٹر کرانے کے لئے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

خلیفہ صاحب ! انصاف شرط ہے کہ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی صرف مرزا قادیانی ہی کی نہیں بلکہ بقول مرزا، خود سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوۃ کی بھی ہے کیونکہ حضورﷺ کا مطلب (بقول مرزا) یہ ہے کہ مسیح موعود کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) ضرور نکاح میں آئیگی۔اب جہاں تک کسی صاحب کی دیانت اور امانت کام دیتی ہے مضمون صاف ہے کہ اس امر کے واقع نہ ہونے سے دونوں پیش گوئیوں پر زد پڑتی ہے۔پس مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت کریں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ دونوں (مرزا صاحب، اور بقول مرزا، آنحضرتﷺ) تکذیب سے بچ جائیں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ایسے متین سوال کے جواب میں بھی مثل سابق کسی جیل زادے سے گالیاں دلوانے پر قناعت کی تو قادیانی مشن کی حقیقت اہل دانش پر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

اگرچہ قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے صدق و کذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جسکا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔بہر حال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن وحدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے دیگر علماء مبلغین میں اوران میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے مرزا صاحب چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے اسلئے مرزا صاحب اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی ۔اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح۔آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب قادیانی کی عبارت میں یہ ہے:

ھو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه -یہ آیت جسمانی اورسیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہےاور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا

(براہین احمدیہ۔جلد۴۔ص ۴۹۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ ھو الذی ..کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کرکے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نا منظور ہے۔پس غور سے سنئے:

الف۔ حضرت مسیح زندہ ہیں۔

ب۔دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

ج۔حضرت مسیح موعود جب دوبارہ آویں گے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔

د۔ انکے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب قادیانی) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلی حضرت فضیلت مآب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر۔اب سنئے حدیث کی تشریح

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ جناب موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی میرے نکاح میں آئے گی بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔اسلئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں ۔مرزا صاحب اس پیشگوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

> اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔
>
> (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔مرزا صاحب کی مسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے۔

کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ مرزا قادیانی بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ

ساری عمر اس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب (نورالدین) یا ان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اور حال کا جواب دے گی یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرما دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

(مرزا صاحب قادیانی کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا کہنا ہے:

حضرت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو کر دعائیں کی ہیں اور بار ہا خدا تعالی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال وابطال ہو۔ ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپکے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ الحکم ۱۹۰۰ء ۱۷ جنوری۔ ص ۹)

قادیانی نبوت اور ہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اگرچہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال کے بعد نہ ہمیں ضرورت تھی کہ ہم اون کے مریدوں سے مخاطب ہوں، نہ اون کا حق تھا کہ ہم سے الجھیں۔ راستی کا مقتضا تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ مرزا صاحب کے بعد وہ ہم سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کرتے (گو ہم نہ مانتے) کیوں کہ آسمان کی ہائیکورٹ سے ہم کو ڈگری مل چکی تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب موصوف کے بعض مرید نہایت ہی بدتہذیبی اور بداخلاقی سے ہمیں کوستے ہیں۔ مانا کہ یہ حکم صحیح کہ کل اناء یترشح بمافیه (جو برتن میں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے) لیکن آخر نبی، مسیح اور مہدی

کی صحبت کا کچھ تو اثر ہونا چاہیئے تھا۔ ہاں ایک معنی سے تو ہوا کیوں کہ جناب مرزا صاحب آنجہانی بھی اسی قسم کے تہذیب کے مالک تھے۔ چنانچہ وہ اپنے مخالف راء علماء کو بایں کلمات طیبات مخاطب فرماتے تھے:

''او بد ذات فرقہ مولویان۔'' (انجام آتھم صفحہ ۲۱)

اس لئے اون کے مرید بھی اس قسم کا تہذیب کا نمونہ دکھاویں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیوں ؎

ما مریدان رو بسوئے صلح چوں آریم چوں
رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

قادیانی اخبارات کی تو یہ شرافت ہے کہ میرے والد مرحوم کے نام ''محمد خضر'' (بالضاد) کو ''خزر'' (بالزا) لکھتے ہیں جس پر اون کو کئی ایک دفعہ اطلاع دی گئی کہ مخالف تمہارا تو میں ہوں میرے والد مرحوم سے تمہیں کیا صدمہ پہونچا۔ اتنا کہنے سے باز نہ آئے تو ہم نے شریفانہ دھمکی دی کہ اگر تم ایسا لکھنے سے باز نہ آئے تو ہم بھی تمہارے بزرگ (حکیم نورالدین) کے نام میں ن کو س سے بدل دینگے۔ مگر وہ اس پر بھی نہ رُکے پر نہ رُکے تاہم ہماری شرافت نے ہمیں ایسا کرنے سے اس بنا پر روکا کہ ؎

جو حجت نماند جفا جوئے راء
بہ پیکار کردن کشد روئے را

اگرچہ ہمارے بعض دوست سیالکوٹی .... مقیم دہلی کے جواب میں زمانہ کے پرانے تجربہ کاروں کا فتویٰ ؎ ''کلوخ انداز را پاداش سنگ است'' پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس پر عمل نکرنے سے اپنی کمزوری کا ثبوت دینے کو تیار ہیں۔ مگر یہ ہم سننا چاہتے کہ ؎

اگر در ہر دو جانب جاہلانند
دگر زنجیر باشد بگسلانند

قادیانی مشن کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کے حکم اور منشاء سے ایک رسالہ ''احمدی'' دہلی سے جاری ہوا ہے جس کا موضوع اور غرض وغایت ہی اڈیٹر اہلحدیث کو خصوصا اور دیگر علماء اور صلحاء امت کو عموماً گالیاں دینا ہے۔ جو صاحب ہمارے بیان کو مخالفانہ سمجھ کر باور نہ کریں وہ اوس کا کوئی پرچہ خود ملاحظہ فرماویں۔

جنوری فروری کے احمدی میں ایک مضمون نکلا ہے کہ خاکسار اڈیٹر اہلحدیث آریہ، عیسائی اور یہودی ہے کیوں؟ اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

خلیفہ نورالدین صاحب نے شائع کیا تھا کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے رسول کو نہیں مانتے۔" اس کو نقل کر کے ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ:

"حکیم نورالدین صاحب کو خدا اس کی جزا دے کہ اُنہوں نے بہت پرانا قصہ طے کر دیا اور پبلک پر ظاہر کر دیا کہ قادانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اوس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے یعنی جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ اون کے ہادی اور نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ اُن کا ہادی "غلام احمد" ہے اب اس کو ایک مثال میں یوں سمجھئے کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اوسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔

حکیم صاحب! آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔ یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے۔ پس ہمارا حق ہے یا نہیں؟ کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں۔ جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آں حضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان اون اعتراضات کو اوٹھاتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں۔ بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے۔ پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اور اُن اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں۔ یا کسی وکیل کو (ایک یا ئی ایک کو) بھیجیں غالباً نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید۔ اور لایعنی بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراض کو اوٹھانا فرض ہے۔ اسی طرح احمدی

ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اوٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے؟ جو اس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔ وہ لاہوری ہو یا امرت سری، قادیانی ہو یا دہلوی۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کسے باشد مگر ہو حکیم صاحب ی اجازت سے۔ ایسا نہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے جیسے رامپور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔ خدا کرے اس درخواست کی قبولیت سے میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیشگوئی کئے دیتا ہوں (خدا کرے میری پیشگوئی غلط نکلے) کہ

نہ خنجر اوٹھے گا نہ تلوار اون سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں''

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴/مارچ ۱۹۱۱ء)

اس مضمون کا مطلب بالکل صاف ہے کہ مرزائیوں کو اُن کے ایک فرض کا احساس کرایا تھا کہ تم بھی اپنے نبی کی مدافعت کرنے پر اوسی طرح تیار رہا کرو جس طرح ہم محمدی مخالفین اسلام کے ہر ایک اعتراض کا جواب دینے کو تیار رہتے ہیں۔ جو نبوت محمدیہ پر وارد ہوتا ہے۔ کیا کوئی دانا اس مثال سے یہ سمجھے گا کہ راقم مضمون ہذا (خاکسار ایڈیٹر اہلحدیث) آریہ یا عیسائی ہے ہاں ایسا شخص کہے تو تعجب نہیں جو ''جیل زادوں'' کو داروغہ جیل کی اولاد بنا دے۔ اے جناب یہ تو عام مثل مشہور ہے کہ شیر خان کی دم نہیں ہوتی۔

خیر یہ تو احمدی کی تمہیدی غلطی ہے اس کے بعد اوسنے مقدمہ تفسیر ثنائی سے کام لیا ہے۔

مقدمہ مذکور میں جناب رسالتمآب ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں چند دلیلیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک دلیل عیسائیوں کی منقول ہے جو بائبل سے ماخوذ ہے جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاویگا۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ قتل نہیں ہوئے اس لئے سچے نبی تھے۔

احمدی ان دلائل سے عموماً اور اس آخری بائبلی دلیل خصوصاً مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دیتا ہے۔ اس آخری دلیل پر اوس کو بہت کچھ ناز ہے۔ اسی لئے وہ آخر رسالہ کے انعامی چیلنج دیتا ہے کہ اہلحدیث

اس دلیل کا جواب دے تو یکصد روپیہ انعام لے۔

اس لئے ہم اوس کا غرور توڑنے کو تمام دلائل کا ایک ہی جواب دیتے ہیں۔ پس وہ غور سے سُنے:

عدالتی قاعدہ ہے کہ مدعی کا ثبوت لے کر مدعا علیہ کو جواب کا موقع دیا جاتا ہے۔ فی نفسہ مدعی کا ثبوت کافی ہوتا ہے تاہم اوس کو ڈگری نہیں ملتی۔ تاوقتیکہ مدعا علیہ کا جواب نہ سنا جائے بسا اوقات مدعی کا ثبوت گذرنے پر بھی اوس کو ڈگری نہیں ملتی۔ مثلاً مدعی نے اپنا ثبوت دستخطی کاغذ میں دکھا دیا جس کے دستخطوں کا مدعا علیہ کو اقرار ہے لیکن مدعا علیہ نے اوس کے بعد کی ایک رسید وصولی دکھا دی تو دعویٰ خارج ہوگا۔ مختصر یہ کہ مدعی کا ثبوت اوسی وقت مثبت مدعا ہوتا ہے جب وہ مدعا علیہ کی مدافعت سے محفوظ رہ سکے۔ ٹھیک اسی طرح مقدمات فوجداری میں ہے۔ مستغیث کے بیان پر مستغاث علیہ پر فرد جرم لگایا جاتا ہے جیسا کہ جناب مرزا صاحب پر لگایا گیا تھا مگر مدافعت سے صفائی ہو کر مستغاث علیہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ پس اس قاعدے سے سنیئے:

ہمارے پیش کردہ دلائل تم کو اوسی وقت مفید ہو سکتے ہیں جب وہ مخالف کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔ مرزا صاحب قتل نہیں ہوئے۔ بہت خوب مگر قتل سے بچ رہنا اوسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب وہ اور قسم کے اعتراضات سے محفوظ رہ سکیں جو خود اون کے اقرارات پر وارد ہوتے ہیں۔ جن کو اونہوں نے خود اپنے لئے نشان صدق و کذب قرار دیا ہوا ہے۔ مثلاً عبداللہ آتھم (عیسائی) کا ۱۵ ماہ میں مرنا جو نہوا۔ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا اون کے نکاح میں آنا جس کی بابت صاف اقرار ہے کہ اگر یہ نکاح نہوا تو میں (مرزا) ہر ایک بد سے بدترین ٹھیرونگا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴) ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی موت۔ آخر میں اوس فیصلہ کا اعلان آہ جس کے ذکر کئے بغیر بھی مرزا صاحب کے مریدوں کو تصور آجاتا ہے۔ جس کا عنوان تھا:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

جس میں صاف مرقوم تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں خدا کی طرف سے نہیں جس کو بدر مورخہ ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں الہام خداوندی سے قبولیت کا وعدہ بتلایا تھا۔ وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر ہمارے رسالہ "الہامات مرزا" اور "صحیفہ محبوبیہ" میں مفصل مذکور ہے۔ چونکہ یہ واقعات صحیحہ مرزا صاحب کی

نبوت کے منافی ہیں اس لئے کوئی مرزائی ہمارے پیش کردہ دلائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ ہمارے نبی پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتے اور تمہارے نبی پر وارد ہوتے ہیں۔ پس احمدی اس جواب پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہونچے کہ۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

انصاف ہے تو مبلغ یکصد بذریعہ منی آرڈر بھیجدے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۱۲ء ص: ۱-۳)

قادیانی خلیفہ صاحب

حکیم نور الدین صاحب خلیفہ قادیان کو سخت شکایت ہے کہ لوگوں نے کلمہ کے معنیٰ بدل دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''تمام لڑکوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں۔ حالانکہ کلمہ کی یہ تعریف قرآن مجید کے خلاف ہے تمت کلمة ربك صدقا وعدلا پھر کیا صداقت، عدل سے کلمہ کی تعریف ہو سکتی ہے؟ غرض سب مسلمان جانتے ہیں کہ لا اله الا الله محمد رسول الله کو کلمہ کہتے ہیں۔ مگر اب اس الفظ کے معنی بگاڑ کر لفظ ''مفرد'' کا نام کلمہ رکھ دیا جو صحیح نہیں۔ اسی طرح بہت سے لفظ بگڑ گئے اور ان کے شرعی معنی چھوڑ دیئے گئے اور ان کی بجائے اور معنی تجویز کر لئے گئے جن کو سن کر اور دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ (بدر قادیان۔ ۱۸ جنوری)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم خلیفہ صاحب کے اس دکھ میں ہمدردی ظاہر کرتے ہیں۔ اور علماء نحو کی خدمت میں سفارش کرتے

ہیں کہ وہ اس تعریف کو بدل دیں اور یہ عذر نہ کریں کہ "لا مناقشة فی الاصطلاح" مگر ہمیں خود بھی ایک خدشہ ہے۔ اگر خلیفہ صاحب کی بات مانی جائے تو لامحالہ یہ سوال تو ضرور ہوگا کہ کلمۃ اللہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے مفرد ہے یا مرکب؟ مفرد ہے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو دو جملے ہیں۔ کلمہ نہ ہوا۔ مرکب ہے تو آیت میں اس کا ثبوت کیا؟ کلمة ربك مرکب اضافی بحکم مفرد ہے کلام نہیں صدقاً وعدلاً تمیز ہے۔

ایک دفعہ جناب مرزا صاحب کی الہامی عبارت میں مذکر کے لئے مؤنث کا لفظ تھا تو جناب موصوف نے عذر کیا تھا کہ گو علم نحو کے خلاف ہے مگر خدا کسی کا پابند نہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے جس طرح چاہے بولے ہمارے خیال میں قادیانی مشن کے ایسے ایسے اعتراضات اور عذرات سن کر اہل علم کی نگاہ میں ایسے ایسے فاضلوں کی علمی عزت جگہ نہ پا سکے گی۔ ہاں خلیفہ صاحب کی اس تقریر سے ہمیں توقع ہوئی ہے کہ وہ قادیانی مشن کے غلو کو جو حد سے بڑھ کر اس کی کم وقعتی کا باعث ہوا ہے کہ جناب مرزا صاحب کو رسول اللہ، نبی اللہ کہتے ہیں۔ اصلاح ہو جائے گی۔ کیوں کہ رسول اللہ نبی اللہ بھی شرعی الفاظ ہیں اُن کے معنی وہی ہیں جو شریعت میں آئے ہیں جن کی بابت ارشاد ہے الله اعلم حيث يجعل رسالته پھر ان معنی کو چھوڑ کر کہیں مجازی رسول اور کہیں بروزی نبی مراد لینا غالباً اس اصول سے خلیفہ کو ناپسندیدہ ہوگا۔ (خدا کرے ایسا ہی ہو)

ناسخ منسوخ کی تحقیق کے متعلق بھی آپ نے بڑی عمر خرچ کا کرنے کا ذکر بڑے فخر سے کیا ہے جو ۲۵ جنوری کے بدر میں نقل ہوا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے بڑی بڑی کتابیں اس کے متعلق دیکھیں۔ ایک کتاب میں چھ سو آیت منسوخ دیکھی۔ ایک میں پانچ۔ ایک میں ایک۔ آخر ثابت ہوا کہ ناسخ منسوخ کا علم صرف بندوں کے فہم پر ہے۔

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب حافظ ابن قیم کی "اعلام الموقعین" دیکھ لیتے (دیکھی ہوگی تو شاید خیال نہیں کیا ہوگا) تو ان کو تکلیف اور اظہار تکلف کرنے کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ حافظ ممدوح نے جلد اول صفحہ ۱۲ پر نسخ کی اصطلاحات جدیدہ اور قدیمہ بتلائی ہیں۔ منجملہ یہ بھی ہے کہ سلف کی اصطلاح میں کسی ایسی آیت کو بھی منسوخ کہہ دیا کرتے تھے جس کی تفسیر دوسرے مقام پر دوسرے طریق سے آئی ہو پس جن لوگوں نے پانسو یا چھ سو آیات کو منسوخ کہا ہے اونکا مطلب یہ ہے یا ہوسکتا ہے کہ اتنی آیات کی تفسیر اور تشریح خود قرآن مجید میں ہو چکی

ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کی بابت بعض صحابہ سے روایت ہے کہ منسوخ ہے۔ حالانکہ اصطلاح جدید کے مطابق یہ آیت منسوخ نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ نہ امر ہے نہ نہی بلکہ جملہ خبریہ ہے۔ اس کو منسوخ کہا گیا ہے تو جس زمانہ میں کہا گیا ہے اسی زمانہ کی اصطلاح کے مطابق اس کو منسوخ سمجھنا ہوگا یعنی تفسیر۔ امید ہے خلیفہ صاحب اس پر خوب غور فرمائیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۵۔ مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۱۲ء ص:۳)

مرزائیوں کو شکست

۳۰/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو موضع پھیروچیچی (ضلع گورداسپور پنجاب) میں قادیانیوں سے مولانا ابوالبر عبدالحکیم (تلمیذ مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ) کی بحث مولوی سرور شاہ مرزائی سے بالمشافہ ہوئی حقیقت اوس کی یہ ہے کہ موضع مذکور میں چند آدمی مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے دام افتادہ ہیں۔ جن میں سے ایک شخص مسمی رحمت علی مرزائی مولانا صاحب کو کہنے لگا کہ تم ہمارے مولویوں سے مناظرہ کرلو۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا۔ جس پر اور لوگ بہت خواہاں ہوئے کہ مباحثہ ضرور ہونا چاہئے کیوں کہ اکثر عوام الناس کو ٹولہ قادیانی تنگ کیا کرتا تھا تو اوس کے واسطے ۲۸/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کا روز مقرر ہوا جب اوس تاریخ پر گروہ اہلحدیث حاضر ہوا تو اُس جگہ نہ کوئی مرزائی تھا اور نہ مرزائیت کا دم بھرنے والا ہاں نمبردار میراں بخش اور دو تین آدمی اور انتظار میں بیٹھے تھے۔ اون بیچاروں نے سامان نشست مہیا کیا آخر کار جب اوس مرزا صاحب کے حواری رحمت علی کو بلایا گیا تو پتہ ملا کہ لہسن بیچنے گیا ہے۔ گیا کہاں ہے موضع بھٹیاں میں جو گاؤں اہلحدیث کا ہے۔ قسمت کا چکر جب لگتا ہے تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے جب اوس نے دیکھا کہ جماعت اہلحدیث واحناف دونوں اس امر میں متفق ہیں تو اب لہسن بیچنا یاد آیا: فلما تراءت الفئتين نكص على عقبيه خیر وہاں منشی نور احمد ملے اونہوں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ لوگ تو مقام مناظر پر چلے گئے اور تو یہاں پھرتا ہے۔ پھر کوئی چارہ نہ چلا ناچار واپس آنا پڑا اور دائیں بائیں کی باتیں ملانے لگا تب نمبردار میراں بخش اور چودھری ملنگ موضع

پھیر و پیچی نے زور دیا تو اُس وقت اس نے پھر اقرار کیا کہ اب میں مولویوں کو لاتا ہوں تو اوس کو تین سوال لکھ کر مولوی صاحب نے دیئے اور کہدیا کہ اگر تین سوالوں کا جواب مرزائی نہ دے سکیں تو اپنا سامان جمع کر کے آجاویں اگر اس وقت سامان ان کے پاس نہو تو چھ ماہ کی میعاد ہے اُس کے بعد جواب کے ذمہ دار ہوں تو میں نصیر آباد سے آجاؤنگا اور تاریخ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۱۱ء مقرر ہوئی اور وہ شخص ان کو بلانے کو موضع کادیاں چلا گیا جو کہ وہاں سے پانچ چھ کوس کا راستہ ہے سوالات جو لکھ کر دیئے گئے۔ اس جگہ ہدیہ ناظرین ہیں:

سوالات:

(۱) مرزا صاحب کا بیان ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوگا جو دین کو تازہ کرے گا اور چودہویں صدی کا میں مجدد ہوں۔ تیرہ مجددوں کی کتابیں ساتھ لاویں؟

(۲) مرزا صاحب کا براہین احمدیہ میں اقرار ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا آوینگے کل روئے زمین پر اسلام پھیلاویں گے۔

(۳) مرزا صاحب کا ''ازالہ اوہام'' میں اقرار ہے کہ مسیح کی پیش گویوں پر ایمان لانا ایمان میں داخل نہیں اور اون پیشگوئیوں کو اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

۲۸- اکتوبر کی ظہر تک وہاں جو لوگ دیہات و گاؤں مذکور کے تھے اون کو مولوی ابراہیم صاحب ساکن بھٹیاں نے اپنے وعظ سے محظوظ فرمایا۔ اثنائے وعظ میں مولوی صاحب نے ایک نکتہ بھی بیان کیا جو ناظرین کی خاطر درج کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے میں ہی عیسیٰ مسیح ہوں تو عیسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم مریم تھا اور مرزا صاحب کی والدہ کا نام کسیٹی ہے اس کا ثبوت میں دے سکتا ہوں۔ (یہ نام عام تحریروں میں لکھا جاتا ہے لیکن ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ ثناء اللہ)

آخر کار اوس روز واپس موضع بھٹیاں میں مولانا صاحب تشریف لے آئے۔ پھر ۳۰۔ اکتوبر کو گروہ اہلحدیث میدان مناظرہ میں حاضر ہوگیا مگر مرزائی مولوی صاحبان گھروں میں گھس رہے تھے جب ان کو میدان میں بلایا گیا تو ٹال مٹول کرنے لگے۔ آخر کار کرتے کراتے بارہ بجے کا قریب ہوگیا پھر اون کی طرف

سے ایک دوآدمی آئے کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم تحریری بحث کرینگے مگر بیچاروں کی قسمت۔ جب قسمت کھوٹی ہوتی ہے تو کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ تمام زمینداروں نے اس سے انکار کیا کہ ہم لوگوں کو اس سے کیا حاصل ہم نے اپنے کام کاج کا کس لئے ہرج کیا ہے اس طرح تو فریقین کے مولوی صاحب ہی جانیں گے جو کچھ بحث ہوگی۔ ہم ایسا پسند نہیں کرتے پھر مجبوراً ماننا پڑا۔ قریب ایک بجے کے قریب مرزائی مولوی صاحبان میدان مناظرہ میں آگئے۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی سرورشاہ منتخب ہوئے، اہلحدیث کی طرف سے مولوی ابوعبدالبر عبدالحکیم صاحب نصیرآبادی۔

مولوی صاحب نے سوال نمبر اول پیش کیا۔ مولوی سرورشاہ نے اس کا جواب سوا ادھر اودھر کی باتوں اور انا خیر کے نعروں کے اور کچھ نہیں دیا کہ میں ایسا مال والا ہوں میرے ایسے مکان ہیں میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے رام پور میں متوفی کے معنے طلب کئے اون سے کچھ جواب نہ بن آیا۔

ناظرین کیا یہ جواب مولوی سرورشاہ کا سوال نمبر اول کے ساتھ مطابقت رکھ سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ اس کی نسبت اس شعر کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایھا الساقی ادر کأسا وناولھا

کہنے والا سعدی شیرازی کتاب زلیخا مولوی جامی کی مصرع حافظ کا ''بریں عقل ودانش ببایدگریست۔'' مسلمان تو کیا ہندو لوگ قائل ہیں کہ مولوی سروری شاہ صاحب نے اقرار کرلیا کہ تیرہ سو برس میں کسی مجدد نے عیسی علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہیں کیا۔ مفصل حال تقریری پھر بیان کیا جائے گا۔ مرزائیوں کی قلعی کھولنے کے لئے بعد نماز عصر کے مولوی صاحب نے سوالات دوہرا دیئے۔

جب سوال نمبر۳ پر آئے یعنی عیسی السلام کی پیشگوئیوں پر ایمان لانا۔ ایمان میں داخل نہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں تو فریق ثانی کے مولوی صاحب پھر کہنے لگے کہ یہ کہیں نہیں لکھا حتی کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے کہہ بھی دیا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰ میں ہے۔ جو کہ دوسری بار طبع ہوا۔

اتنا سنتے ہی ایک مرزائی کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اگر صفحہ ساٹھ میں یہ عبارت موجود ہو تو ساٹھ روپیہ انعام پاؤ محمدی

مولوی صاحب کے ہاتھ میں کتاب تو تھی ہی مولوی سرور شاہ کے سامنے رکھ دی اور دکھا دیا۔بس پھر نہ انعام دیا نہ جواب ہی سوال کا دیا مجلس مناظرہ برخواست ہوئی۔مرزائیوں کو شرمساری اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا پیر کی طرح جب ہوئی تو ناکامی ہی ہوئی۔مرزائیو! اس شعر کو بہت پڑھا کرو جو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مرزائی صاحبان! کیا یہی تمہاری ہمہ دانی ہے کہ جو حق کے سامنے ھباءً منثورا ہوگئی۔اب بھی وقت ہے اس ہٹ کو چھوڑ کر حق پر آجاؤ۔

ہٹ چھوڑیئے اب برسر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

ابو سعید محمد شریف محمدی۔۷/ماہ جنوری ۱۹۱۲ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

باوجود مرات کرات اعلانات کے ہمارے دوست قادیانی دام میں پھنس کر حیات وممات مسیح وغیرہ پر بحث کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا مرزا صاحب کے منشا کے بھی خلاف ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔اسی طرح کا ایک مطول مضمون سوال وجواب کی شکل میں ''بہاولپور'' سے آیا ہے جس میں اس مضمون پر بحث ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد رسول ہوسکتا ہے یا نہیں۔مرزائی مجیب نے مرزا صاحب کی کتابوں سے صفحوں کے صفحے نقل کر دیئے ہیں کہ خاتم النبین کا لقب مانع نبوت جدید نہیں۔اس میں شک نہیں کہ یہ بحث مفید ہے مگر اہل منطق کی شکل چہارم کی طرح بعید الانتاج۔ہمارے دیرینہ تجربہ سے کوئی صاحب فائدہ حاصل کرنا چاہیں جو حکیم جالینوس اور ارسطو کے تجربہ سے زیادہ مفید نہیں تو کم بھی نہیں۔تو قادیانی مناظرہ کو اصل مرکز سے سرکنے نہ دیا کریں۔جناب مرزا صاحب نے جن امور کو اپنے لئے مدار صدق وکذب قرار دیا تھا بس اونہی امور

کو مدار قرار دے کر گفتگو کیا کریں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ عیسائی تثلیث پر اور آریہ نیوگ پر گفتگو کر سکتے ہیں خواہ چند گھنٹے ہی کریں یا چند سکنڈ بولیں۔ لیکن قادیانی مشن کے بڑے بڑے ہیرو ایک منٹ کے لئے بھی ان امور مدار صدق و کذب پر بحث کرنے کو بطیّب خاطر اور بآمد مضمون تیار نہیں ہو سکتے۔

خدا کی شان مرزا صاحب نے اپنے تمام طول طویل دفتروں کا اختصار کیسے مختصر فقروں میں کیا کہ عبداللہ آتھم اور احمد بیگ کی لڑکی المعروف آسمانی منکوحہ وغیرہ کی پیشگوئیوں پر میرا مدار صدق و کذب ہے۔ یہ تو تھا مرزا صاحب کی اُس وقت تصنیف میں سے اصل ثمرہ بادام کی طرح اختصار مگر قدرت کو منظور تھا کہ اس سے بھی زیادہ واضح تر اختصار ہو اس لئے مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ دکھاؤ تا کہ یہ بیچارے زیادہ دیر تک ابتلا میں نہ رہیں اس لئے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جس کا نام اونہوں نے از خود رکھا ''آخری فیصلہ'' اس میں کیا مذکور تھا؟ بغیر اظہار ہی ظاہر ہے۔ آہ خدا کے کاموں اور اسرار کو وہی جانتا ہے۔ ایسا صاف اور کھلا الہام خدا نے کبھی کسی نبی کو بھی شائد نہ کیا ہو جو جناب مرزا صاحب قادیانی کو کیا۔ یہ محض اوس کی مہربانی اور امت محمدیہ مرحومہ پر نظر عنایت کا نتیجہ ہے۔ وہ کیا تھا؟ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

> ''خداوند! ہم دونوں (مولوی ثناء اللہ اور مرزا غلام احمد) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے خدا نے الہامی طور پر جواب دیا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی میں نے تمہاری (مرزا صاحب کی) دعا قبول فرمالی۔ (مضمون بدر ۲۵-اپریل ۱۹۰۷ء)

اب تنقیح طلب صرف یہ بات ہے کہ آیا یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مرزا صاحب کے مرید (مگر ضدی) کہتے ہیں نہیں قبول ہوئی۔ ہم کہتے ہیں ضرور قبول ہوئی یعنی خدا نے سچے کی زندگی میں جھوٹے کو اوٹھالیا۔ کیوں کہ مرزا صاحب قادیانی کو اس سے پہلے ایک الہام ہو چکا تھا اجیب کل دعاءک میں (خدا) تیری سب دعائیں قبول کرتا ہوں۔

یہ ہے مرزائی مناظرہ کا 'روغن بادام' یا مرکزی نقطہ ہمارے دوست اس مرکزی نقطہ کو جس قدر مضبوط

پکڑیں گے اوسی قدر جلدی فتیاب ہونگے۔یہی جواب ہے بہاولپوری مضمون کا۔یہی معنی ہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

علاوہ اس کے بادل ناخواستہ اوس کا ایک جواب اور بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی اگر کسی شخص کا نبی ہوکر آنا جائز تھا تو مرزا صاحب قادیانی نے ایک زمانہ یہ کیوں کہا تھا:

الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا فی قولہ لانبی بعدی. وکیف یجئ نبی بعد رسولنا وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین (حمامۃ البشریٰ)

(ترجمہ) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کا نام خاتم النبین رکھا ہے جس کی تفسیر آنحضرت نے خود فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پھر کیوں کر کوئی نبی آسکتا ہے حالانکہ بعد وفات آں حضرت کے وحی منقطع ہوچکی ہے اور نبی ختم ہوگئے ہیں۔"

اِس عام اصول اور اعتقاد بیان کرنے کے بعد اپنے حق میں آپ فتویٰ دیتے ہیں:

"ماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم الکافرین

(حمامۃ البشری صفحہ ۷۹) یعنی یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرکے کافروں میں جاملوں۔"

اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ بھی (زمانہ تالیف حمامۃ البشریٰ) ۱۳۱۱ھ تک یہی تھا کہ دعویٰ نبوت کفر ہے۔اسی لئے اس زمانہ تک کسی تصنیف میں اون کا دعویٰ نبوت ورسالت نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اس سے بعد کا ہے لہذا وہ ایسا دعویٰ کرنے سے اور اون کے مصدقین اون کی تصدیق سے خود اس فتوی کے نیچے ہیں۔یہی معنی ہیں۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔فروری ۱۹۱۲ء ص:۶-۸)

تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شاہ معظم نے تقسیم بنگالہ کو منسوخ فرمایا تو اس پر قادیانی مشن نے اپنے نبی، رسول، مہدی اور مسیح کی ایک بہت پرانی سڑی گلی پیشگوئی نکال کر شائع کیا کہ شاہی حکم سے ہمارے ہیرو کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ ''بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی۔'' اس پیشگوئی کا جواب ہم نے ۲۹ دسمبر کے اہلحدیث میں مفصل دیا کہ جناب مرزا صاحب قادیانی خود اپنی زندگی میں اس پیشگوئی کو ۱۹۰۶ء میں سر فلر لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگال کے استعفا پر پوری کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ''حقیقت الوحی'' کے صفحہ ۲۹۶ سے عبارت بھی نقل کی تھی۔ مگر قادیانی اور خاموشی؟ (ضدان مفترقان ای تفرق) چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ کو دیکھ کر شرماتے کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ اپنے ہادی کی تشریح اور تعلیم کے برخلاف اس مردہ پیشگوئی کو پھر زندہ کیا بجائے اس کے اونہوں نے اس سڑی گھاس کو پانی دے کر تازہ کرنے کے لئے رسالہ کی صورت میں شائع کیا جس کا نام ہے ''بنگال کی دلجوئی'' ہم نے اُس رسالہ کو خوب دیکھا اور اس غرض سے دیکھا کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ کو اس مصنف نے لکھا اور لکھ کر کچھ جواب دیا یا نہیں؟ افسوس یا خوشی سے ہمیں کہنے کا موقع ملا کہ بالکل نہیں۔ تو ہم نے سمجھا ان لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا احمقوں سے خالی نہیں۔ اس رسالہ کو دیکھ کر ہم نے مزید تحقیق کی تو بفضلہٖ تعالیٰ ہم سابق سے زیادہ ترقی کر گئے۔

۲۹-دسمبر ۱۹۱۱ء کے پرچہ اہلحدیث میں تو ہم نے اتنا لکھا تھا کہ حسب تشریح مرزا صاحب یہ پیشگوئی سر فلر کے استعفاء سے پوری ہو چکی۔ اس منسوخی سے اس کو کوئی تعلق نہیں گو اوس کا پورا ہونا بھی جن معنیٰ سے تھا وہ اس سے کم نہ تھا کہ:

''کوہ کندن و کاہ برآوردن''

مگر آج کے اس مضمون میں ہم علی وجہ البصیرت لکھتے ہیں کہ ''تقسیم بنگالہ کے نسخ نے قادیانی مشن کو مسخ کر دیا۔'' کوئی ہے؟ جو ہمارے دعویٰ کا ثبوت سنے اور جواب دے۔

غور سے سنئے مرزا صاحب کی زندگی میں مرزا قادیانی کے ماہواری رسالہ ریویو قادیان میں یہ مضمون نکلا تھا:

''بنگالہ کی نسبت جو پیشگوئی آج سے چھ سات ماہ پہلے شائع کی گئی تھی۔ اس پر غور کرو کہ کس صفائی سے پوری ہوئی۔ پیشگوئی کے شائع ہونے کے وقت بنگالیوں کی شورش اور فساد حد درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ اور اودھر سر فلر کی گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اس تمام فساد کو زور سے دبایا جاوے۔ ایسے وقت میں دو قسم کی امیدیں تو لوگوں کے دلوں میں ضرور تھیں یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ شائد گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش وغیرہ سے دب کر تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گی۔ چنانچہ بعض نجومیوں نے ایسی پیشگوئیاں اپنی جنتریوں میں شائع بھی کر دی تھیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہ سر فلر کیسا مستعد اور کسی سے نہ دبنے والا حاکم ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ اس تمام شورش کی کوئی پرواہ نہیں کریگی۔ اور قانون کے منشاء کے مطابق اس شورش کو (مناسب ذرائع عمل میں لاکر) فرو کرے گی۔ لیکن ان دو خیالوں کے سوا اور کوئی خیال اوس وقت کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ انہی حالات کے نیچے ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جاویگا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ اب جس وقت تک نئے صوبہ کی حکومت سر فلر کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک کسی بات سے بنگالیوں کی دلجوئی کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیوں کہ ایک طرف تو سر فلر بھی ایک زبردست حاکم تھا اور دوسری طرف بنگالیوں کو اس سے اس کی بعض کارروائیوں کے سبب سے خاص عناد تھا اور بظاہر پانچ سال تک جب تک سر فلر کا زمانہ حکومت خود بخود ختم ہو جاتا گورنمنٹ کی پالیسی بنگالیوں کی نسبت بدل نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ علیم خدا

جس نے اپنے بندہ پر پیش از وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی وہ خوب جانتا تھا کہ کس طرح پر واقعات پیدا ہونے والے ہیں جن سے دلجوئی کی جاوے گی۔ چنانچہ یک بیک جب کسی کو خیال بھی نہ تھا سر فلر نے استعفاء پیش کیا اور گورنمنٹ نے اسے منظور کیا۔ یہ بات کہ اس استعفا سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ایسی صاف ہے کہ ایک سخت سے سخت دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا جو خوشیاں بنگالہ میں سر فلر کے استعفا پر ہوئی ہیں اور جس پر بنگالی اخباروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں اور کالموں کے کالم اسی خوشی میں سیاہ کئے ہیں اس سے بہت کم لوگ ناواقف ہونگے۔ اور یہ سب باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بنگالیوں نے گورنمنٹ کی اس دلجوئی کو خوب محسوس کیا ہے۔'' (ریویو آف ریلیے جنز۔ بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ناظرین! اس ساری عبارت کو پڑھئے اور سوچئے کہ اس میں صاف اعلان ہے یا نہیں کہ تقسیم بنگالہ منسوخ نہیں ہوگی جس فقرہ پر ہم نے خط دیا ہے اس کو پھر پڑھئے اور تقسیم کے نسخ کو ملحوظ رکھ کر ہمارے دعویٰ ''قادیانی مشن کا مسخ'' کی تصدیق کیجئے۔

قادیانی مشن کے ممبرو! اور وکیلو! کیوں مخلوق خدا کی گمراہی کا بوجھ سر پر لیتے ہو۔ کیا تمہیں منظور ہے کہ لاہور میں ایک جلسہ کر کے مرزا صاحب کی اس اور اس جیسی دیگر متحدیانہ پیشگوئیوں پر ہم سے بالمشافہ گفتگو کرلو ہاں یہ واضح رہے کہ گفتگو نہایت تہذیب اور شائستگی سے ہوگی۔ جو فریق خلاف تہذیب کوئی لفظ بولیگا اوس پر خرچہ ہرجہ کی ڈگری ہوگی جس کے لئے فریقین کو زر ضمانت پہلے کسی امین کے پاس جمع کرانا ہوگا۔ ہماری طرف سے اس بات کی کوئی ضد نہیں کہ اس مباحثہ میں کون پیش ہو بلکہ عام اجازت ہے خواہ کوئی جیل زادہ ہو یا شہزادہ۔ ہاں ہو تو باجازت خلیفہ صاحب ہو بدر، الحکم، ریویو وغیرہ کے اڈیٹرو! سکت رکھتے ہو؟ یادرکھو۔

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
واذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۷۔ مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء ص:۱-۲)

قادیانی مناظرہ

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اہلحدیث کو خوب معلوم ہوگا کہ قادیانی مشن کے بانی کے خاتمہ سے ہمارے مباحثات کا خاتمہ ہو چکا ہے مگر قادیانی مشن کے جوشیلے ممبروں کو ہنوز ولولہ باقی ہے۔ چنانچہ منشی قاسم علی اڈیٹر الحق دہلوی لکھتا ہے کہ اڈیٹر اہلحدیث اس بارے میں مجھ سے بحث کرلے۔ جس کی شرائط بھی اُس نے خود بخود تجویز کئے ہیں۔ ہمارا دعویٰ وہ خود نقل کرتا ہے جو یہ ہے:

(۱) جناب مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ دعا شائع کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور خاکسار ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرے۔

(۲) مرزا صاحب کو عام طور پر خدائے ذوالجلال نے فرمایا تھا کہ اجيب كل دعائك الا فى شركائك (میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا سوا اوس دعاء کے جو تیرے قریبی رشتہ داروں کے حق میں ہوگی)

(۳) خاص اس معاملہ میں یعنی ۱۵-اپریل کی دعاء کے متعلق خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا تھا۔'' (الحق ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ان دعووں پر اڈیٹر الحق مباحثہ کرنا چاہتا ہے جس کے لئے شرائط مفصلہ ذیل ہیں، جن کو ہم ایک ایک کرکے قبول یا ترمیم کرتے ہیں:

(۱) یہ مباحثہ نہ دہلی میں نہ امرت سر میں، بلکہ ان دونوں شہروں کے درمیان جو شہر ہو اس میں ہوگا۔ اور میرے خیال میں وہ لدھانہ ہے، اور محفوظ مکان ہوگا جہاں عوام الناس داخل نہ ہوسکیں۔

اہلحدیث: منظور۔

(۲) مباحثہ بجز اس ''روغن بادام'' یا ''مرکزی نقطہ'' کے کسی دیگر مسئلہ میں نہ ہوگا۔''

اہلحدیث: منظور۔

(۳) حاضرین میں فریقین کے سامعین کی تعداد مساوی ہوگی کم وبیش نہیں اور یہ تعداد سوسو سے کم نہو زیادہ جس قدر ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر ہوگی برابر۔

اہلحدیث: سوسو کی حاجت نہیں۔ امن وامان مطلوب ہے اور فیصلہ شائع کرنا ہے تو فریقین کے بیس سے تیس تک تعداد ہونی مناسب ہے۔

(۴) مباحثہ تحریری ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے مولوی احمد رضا بریلوی کے ساتھ تحریری مباحثہ منظور کیا تھا دیکھو اپنا دستخطی معادہ مندرجہ اہلحدیث مورخہ ۲۹/اپریل و ۶/مئی ۱۹۱۰ء۔"

اہلحدیث: منظور

(۵) فریقین کا ایک ایک میر مجلس ہوگا جو اپنے اپنے فریق کی طرف سے تحریری طور پر حفظ امن کا ذمہ دار ہوگا۔"

اہلحدیث: منظور۔

(۶) ایک ثالث علاہ ان دو میر مجلسان کے ہوگا جس کا تقرر برضامندی فریقین ہو اور ضروری ہوگا کہ وہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ بحث کے خاتمہ پر لکھے گا اور اس فیصلہ پر مناظرین اور فریقین کے مجلسوں کے دستخط بھی ہونگے۔ اگر باتفاق میر مجلسان وثالث ایک ہی مضمون کا فیصلہ ہوا تو فریقین کو تسلیم کرنا ہوگا بصورت اختلاف کثرت رائے کو ترجیح ہوگی یعنی جس میر مجلس کے ساتھ ثالث کی رائے متفق ہو جاوے وہ فیصلہ بھی قابل تسلیم ہوگا۔ میر مجلسان کو بھی خدا کی قسم کھا کر فیصلہ پر دستخط یا مباحثہ کے متعلق کسی تحریری رائے کے دینے کا حق ہوگا جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کے کوئی ثالث یا میر مجلس دے گا وہ قابل وقعت نہ ہوگی انہی کے فیصلہ پر وہ سوروپیہ کی رقم دی یا واپس لے جائے گی۔"

اہلحدیث: یہ شرط چونکہ میر مجلسوں اور منصف کے متعلق ہے اس لئے اون کی منظوری یا عدم منظوری پر موقوف ہے۔ میں کیونکر منظور یا نامنظور کرسکتا ہوں۔

(۷) ہر ایک تحریر کی نقل بدستخط خود وتصدیق میر مجلسان فریق مقابل کو دی جاوے گی جس کی صرف نقل کرنے کے لئے ایک ایک مددگار رہونا چاہیئے۔

اہلحدیث: منظور۔

(۸) ہرایک پرچہ بعد تحریر جواب سامعین کو مجیب ہی خود پڑھ کر سنائیگا بعدازاں حوالہ فریق ثانی بغرض تحریر جواب بجواب کیا جائے گا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۹) جس پہلا پرچہ ہوگا اوسی کا آخری پرچہ ہوگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۰) اس بحث میں تعداد پرچوں کی صرف پانچ ہوگی مدعی کے تین منکر کے دو پرچے ہونگے۔

اہلحدیث: منظور۔ مگر تحریر پرچہ کے لئے ۲۰ سے ۳۰ منٹ تک ہونگے۔

(۱۱) اس بحث میں آپ مدعی ہونگے۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۲) تقرر مکان مباحثہ و تاریخ مباحثہ و وقت مباحثہ و وقت تحریر بتراضی فریقین ہوگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۳) کسی زبانی گفتگو کرنے کا مناظرین کو کوئی حق نہ ہوگا نہ کسی زبانی گفتگو کو قابل جواب سمجھا جائیگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۴) ثبوت دعویٰ میں اگر عقلی دلائل سے علاوہ نقلی استدلال سے فریق ثانی پر حجت قائم کرنی ہو تو وہ نقلی دلائل مسلمات خصم سے ہونگے نہ کہ اپنے مسلمات سے جو فریق مقابل پر حجت نہیں۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۵) کوئی امر خلاف تہذیب اشارتا یا کنایۃ کسی فریق کی طرف سے سرزد ہوا تو اس کی جوابدہی میرمجلسان کے ذمہ ہوگی جس کا اونہیں اختیار رہوگا کہ ایسے شخص کو جن سے کوئی حرکت خلاف تہذیب واقع ہوئی ہے جلسہ مباحثہ سے نکالدیں یا اون سے معافی منگوائیں اور وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین یا تضحیک کی گئی ہے اوس پر فریقین کے میرمجلسان تحریر کر کے دستخط کریں گے تا کہ مباحثہ کی اشاعت کے

وقت وہ تحریریں بھی ساتھ ہی شائع کی جائیں۔

اہلحدیث: منظور۔مگر بحکم خداوندی لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔جو شخص توہین کرے گا وہی قصوروار ہوگا ہاں اس فقرے کا مطلب نہیں سمجھا کہ ''وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین کی گئی ہے۔''اس عبارت کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جس فریق کی توہین ہوئی گئی اونہی کا مناظر معافی مانگے گا۔بہرحال معنی کچھ ہی ہوں۔بحکم خداوندی ہم اتنا مانتے ہیں کہ جو شخص مناظر ہو یا حاضر توہین کرے گا وہی قصوروار سمجھا جاویگا دوسرا نہیں۔

(۱۶) اختتام مباحثہ پر جس مناظر کو مدمقابل کے جوابات اطمینان وتسلی نہوئی ہو اور استدلال پیش کردہ فریق ثانی یعنی مدعی یا منکر سے کسی طرح کا انکار ہو تو ایسے منکر مناظر کو خدا کی قسم کھا کر یہ لکھ دینا ہوگا کہ میرے اعتراض یا سوال یا استدلال کا کوئی جواب یا صحیح جواب مدمقابل نے نہیں دیا۔یہ شرائط ہیں جن کی برائی یا بھلائی کا اثر کسی فریق پر کم وبیش نہیں بلکہ مساوی ہوتا ہے۔مولوی صاحب امرت سری سے ہماری التماس ہے کہ وہ ان شرائط پر ہم سے ''روغن بادام'' پر مباحثہ کرلیں۔اگر ان شرائط میں کوئی کمی بیشی یا ترمیم وہ چاہیں تو تحریر مطبوعہ کے ذریعہ ہمیں مطلع فرمادیں۔بشرط معقول ہونے اور فریقین پر مساوی اثر انداز ہونے کی ہم منظور کرینگے ورنہ بدلائل اس کا جواب عرض کردینگے۔''

اہلحدیث: فیصلہ کے لئے منصف مقرر کیا ہے تو اس شرط کی کیا حاجت ہے۔

شیخ الاسلام منشی قاسم علی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب سنئے ہماری طرف سے شرط:

چونکہ آپ نہ عالم ہیں نہ مولوی، اس پر مناظرہ کے شائق۔خطرہ ہے کہ آپ کا مناظرہ بوجہ آپ کی بے علمی کے قادیانی مشن میں فیصلہ کن تصور نہوگا ،اس لئے آپ کو اپنے خلیفہ نورالدین صاحب کا کلی اجازت نامہ مجلس میں پیش کرنا ہوگا۔جو خلیفہ صاحب کے دستخطی اور مہری ہو۔میری نسبت آپ نہیں کہہ سکتے کیوں کہ ایک تو یہ کہ جس مسئلہ پر بحث ہے اوس میں مرزا صاحب نے مجھ سے کوئی اجازت نامہ طلب نہ کیا تھا تو آپ کو کیا حق ہے۔اجازت نامہ بنا بے علمی ہے۔ہاں اگر آپ عالم ہونے کے مدعی ہیں تو منصفوں کے سامنے ایک صفحہ عربی عبارت کا جو میں پیش کروں، مع معنی صحیح پڑھنا ہوگا۔یا کسی درسگاہ کی سند پیش کرنی ہوگی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مناظرہ صرف اونہی نمبروں پر ہوگا جو آپ نے اخبار اہلحدیث ۲۴ر نومبر سے خود ہی نقل کئے ہیں جن کو ہم نے بھی شروع مضمون میں الحق سے نقل کیا ہے۔

امید ہے یہ مباحثہ رامپور اور منگیر کے مباحثوں سے بہت زیادہ دلچسپ ہوگا۔ کیوں کہ رام پور میں تو قادیانی مناظر بے پوچھے ہی تشریف لے گئے تھے اور منگیر سے سب کے سامنے باضابطہ بھاگے تھے۔ دیکھیں لودہانہ میں کیا ہوتا ہے؟

جس طرح ہم نے الحق کی ساری شرائط نقل کی ہیں اوس سے بھی توقع رکھنی چاہئے کہ اپنے ناظرین تک ہمارا مضمون ہمارے ہی الفاظ میں پہنچائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر **جلد ۹۔ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۱۲ء** ص: ۱-۲)

قادیان میں تثلیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کو ناز تھا کہ ہم میں یکتائی ہے۔ ہمارا امام ہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ خدا کی شان جہاں اور دلائل اس مشن کی اپنی قوت میں مضبوط تھیں اس دلیل کو بھی خدا نے ویسی ہی قوت بخشی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

قادیانی مشن میں موجودہ خلافت ہی میں کئی ایک گل نے نکل آئے ہیں۔ عرصہ ہوا اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ قادیانی مشن میں ایک دوسرا خلیفہ بھی پیدا ہوگیا ہے جس کا نام ''عبداللہ'' تیماپوری ہے۔ خلیفہ دوم کا بیان ہے کہ میں حسب پیشگوئی مرزا صاحب قدرت ثانیہ ہوں بیعت لینے کا حق مجھے حاصل ہے۔ جس پر خلیفہ اول نے اس کو پاگل کا فتویٰ دیا۔ ہوسکتا ہے کہ خلیفہ اول نے اپنی طبی قابلیت سے اوس کی تشخیص ایسی ہی کی ہو۔ ہمیں اس سے کیا مطلب۔ محتسب را درونِ خانہ چہ کار۔

تیسرے خلیفہ اَور پیدا ہوئے جن کا اشتہار ہم کو ملا ہے اوس میں کی چند ابتدائی سطور درج ہیں:

واضح ہو کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی وفات حسرت آیات سے چند ماہ پیشتر اسلامیہ سکول ہوشیار پور سے ایک اشتہار بعنوان ''محض اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سچی شہادت'' شائع کیا تھا۔ اُس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند الہامات درج تھے جو صراحتاً و کنایتاً میرے متعلق تھے۔ اور ساتھ ہی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عین قرآن کریم کی منشاء کے مطابق خلافت عطا فرمائی ہے۔ یعنی جیسے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر کا درجہ تھا۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مجھے وہ درجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔''

ان سطور کا مضمون صاف ہے کہ یہ حضرات جن کو ہم نے بلحاظ ترتیب زمانہ خلیفہ سوم کا لقب دیا ہے دراصل خلیفہ اول ہونے کے مدعی ہیں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب قادیانی کی بارگاہ سے ان بیچاروں پر کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے ممکن ہے اسی طرح کوئی اَور صاحب بھی پیدا ہوں اس لئے تاوقتیکہ خلفاء قادیان باہمی مل کر خلافت کا تصفیہ نہ کرلیں ہم کس کو مانیں اور کس کو نہ مانیں؟ یہی معنی ہیں ۔

دل بکہ کند اقتدا قبلے یکے امام دو

سردست تو ان خلفاء کی نسبت ہمارا وہی اعتقاد اور فیصلہ ہے جو ان کے اصل منیب (پیغمبر) کی نسبت تھا کہ ۔

رسول	قادیانی	کی	رسالت
جہالت	جہالت	ہے	جہالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۹۔ مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۱۲ء ص: ۱)

قادیانی حرکت مذبوحی

بلا سے کوئی ادا اون کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۲ر فروری ۱۹۱۲ء کے اہلحدیث میں ایک مضمون نکلا تھا جس کا عنوان تھا "تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ"، اس مضمون میں ہم نے دکھایا تھا کہ تقسیم بنگالہ کے متعلق جو قادیانی مشن نے آواز اوٹھائی ہے کہ مرزا صاحب کی پیشینگوئی سچی ہوئی ہے یہ آواز خود مرزا صاحب کے خلاف منشأ ہے۔ چنانچہ رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء سے ایک عبارت نقل کی تھی کہ بنگال کی تقسیم منسوخ نہو گی۔ بلکہ کچھ اور ہی صورت نکلے گی۔ اس صریح حوالے کو دیکھ کر چاہئے تو یہ تھا کہ قادیانی مشن خاموشی سے ہدایت یاب ہوتا اور اپنے خیالات مخالف منشأ مرزا صاحب سے تائب ہوتا۔ مگر قادیان اور حق پسندی؟ ؎ ضدان متفرقان ان تفرق۔ اس کے جواب میں بدر قادیان میں ایک مضمون کسی مرزائی کا شائع ہوا جس کی تحسین اڈیٹر بدر نے بھی کی ہے وہ مضمون کیا ہے اچھا خاصہ دلچسپ ناول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اس سے لطف پایا ہے۔ ناظرین اہلحدیث بھی لطف پاویں لہذا بلا کم و کاست سب نقل کیا جاتا ہے۔ جو یہ ہے:

"چودہویں صدی کا یہودی:

ایک مضمون بعنوان "تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ"، اہلحدیث مورخہ ۲۳ر فروری ۱۹۱۲ء میں نظر سے گذرا۔ اگر مضمون نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تاہم مضمون پر غور کرنے سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ

مضمون نویس صاحب چودھویں صدی کے یہودی ہیں اور مسیح زمان کی مخالفت میں یہاں تک حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ پیشگوئی جو الہام الٰہی ہے اُس کی نسبت ایسے سخت اور کریہہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے ایک مومن کا دل لرزہ میں آجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہی باتوں سے اصل یہود پھٹکارے گئے۔ انشاء اللہ اسی طرح مسیح زمان کی مخالفت سے یہ نئے یہودی بھی دھتکارے جائیں گے (بلکہ دھتکارے گئے) قابل نامہ نگار صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب۔ (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی زندگی میں سرفلر کے مستعفی ہونے پر پورا کر چکے ہیں۔ لہذا قادیانی مشن کا کوئی حق نہیں ہے کہ اب منسوخی بنگال کو اس پیشگوئی کے ماتحت سمجھیں۔ چنانچہ نامہ نگار صاحب نے اپنی تائید میں چند حوالہ ریویو آف ریلیجنز اور حقیقت الوحی کے بھی لکھے ہیں جن کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے کہ خدا جانے نامہ نگار کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل بھی ہے کہ نہیں غالباً نہیں ہوگی جب ہی تو اس قدر بیہودہ لاف زنی کی ہے کہ ''کوئی ہے جو ہمارے سامنے آوے یا ہمارے سوال کا جواب دے'' ہمیں اڈیٹر اہلحدیث پر تعجب آتا ہے کہ وہ ایسے لچر اور نامعقول نامہ نگاروں کے مضمون سے اپنا اخبار کیوں گندہ کرتا ہے ہم ہرگز اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ بیہودہ مضمون فاضل امرتسری کا خاص اپنا ہے اگرچہ یہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی حرکتیں وقتاً فوقتاً اُن سے بھی ظہور میں آتی رہتی ہیں خیر کسے باشد جواب مندرجہ ذیل پر غور کریں۔

غالباً نامہ نگار صاحب کو (بشرطیکہ کچھ معلومات ہوں) یہ تو معلوم ہوگا کہ ملہم ربانی جو ہوا کرتے ہیں وہ انسان ہی ہوتے اور انسانی کمزوریوں سے وہ اپنی عبودیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں جیسا کہ عام خیال ہے وہ عالم بالغیب نہیں ہوتے جب کسی پیشگوئی کے متعلق الہام ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ خدا کی طرف سے عموماً کوئی تفسیر نہیں آتی۔ ملہم اپنے اجتہاد سے جو کچھ اُس پیشگوئی کا قبل از وقت مطلب سمجھتا ہے وہ فوراً شائع کر دیتا ہے۔ کبھی ملہم کے اجتہاد کے مطابق بات ظہور میں آتی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لیکھرام والی پیشگوئی جو لفظاً اور معناً پوری ہوئی (محض

جھوٹ۔اہلحدیث) اور کبھی اجتہاد کے برخلاف پیشگوئی کا ظہور ہوتا ہے۔جیسا کہ عبداللہ آتھم والی پیشگوئی جس کو قبل از وقت جماعت احمدیہ کے اکثر افراد نے اپنے اجتہاد سے اس طرح سمجھ لیا کہ آتھم پندرہ ماہ میں ہی مرجائے گا۔اور حق کی طرف رجوع کا خیال گویا ان کو بھول گیا۔حالانکہ یہ اجتہاد بھی غلط نہ تھا خدا کے فضل سے اس اجتہاد کے رو سے بھی پیشگوئی پوری ہوگئی۔اور شرط جوع ہونے سے مخالفوں کو کسی طرح انکار کی گنجائش نہیں۔ورنہ الہام کے رو سے تو معاملہ بالکل صاف ہے جس پر واقعات زمانہ نے مہر کردی۔اور وہ یہ کہ الہام الٰہی میں کہیں مرنے کا ذکر نہیں۔چنانچہ الہامی الفاظ یہ نہیں ''پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔'' یہاں ہاویہ سے مراد رنج وغم جان کا خوف ہے۔نہ کہ دوزخ سب جانتے ہیں دوزخ اور بہشت میں قیامت سے پہلے کوئی نہیں جاسکتا۔پھر بیچارہ آتھم قبل از وقت دوزخ میں کیوں جانے لگا تھا۔ہاں رنج وغم کے ہاویہ میں وہ لگاتار پندرہ ماہ تک بموجب الفاظ پیشگوئی پڑا رہا۔اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہوجاتا تو یقیناً وہ الٰہی کے مطابق اس ہاویہ سے اس کو نجات ملجاتی مگر چونکہ وہ مسلمان نہیں ہوا اس لئے پندرہ ماہ تک اوس کی زندگی ایک جہنمی زندگی رہی جس کا ثبوت اوس کی اُس خوشی سے ملتا ہے جو اُس نے اور اس کے رفیقوں نے میعاد مقرر کے گذرنے پر کی گویا وہ اُس وقت ہاویہ سے نجات پاکر بہشت میں آگیا تھا۔آمدم برسر مطلب۔جب کہ الہام کے ساتھ تفسیر نہیں آتی تو جو کچھ ملہم اور اس کے متبعین کہتے ہیں اس کے مطابق وہ پورا ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔اور اون کو نہایت اشتیاق لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کب پیارے خداوند کی باتیں پوری ہوتی ہیں۔چنانچہ کبھی وہ اپنے خیال کے مطابق کوئی بات پوری ہوتی دیکھتے ہیں تو فوراً بنی نوع کے سامنے خدا کی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں (نہ کہ تم منکروں کی طرح صریح نشان دیکھتے ہو اور انکار پر انکار کرتے ہو) اس کے بعد اگر وہ پیشگوئی اپنے لفظوں کے ماتحت پورے طور سے صفائی کے ساتھ پوری ہوجاوے تو پھر ملہم اور اس کے متبعین اپنی پہلی رائے کو چھوڑ کر اس موجودہ بات پر ایمان لے آتا ہیں۔دیکھو سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ملہم اور اس کے متبعین نسانی بندے ہوتے تو جو کچھ وہ اپنے پہلے اجتہاد سے بات قائم

کر چکے تھے (تمہاری طرح) اسی پر قائم رہتے مگر سبحان اللہ مومن اور متقی کی تو یہی شان ہے اور یہی پہچان ہے اور تقویٰ اس کا نام ہے کہ جہاں اپنی غلطی معلوم ہو فوراً اُس کو تسلیم کر کے حق کو قبول کر لیتے ہیں۔ یاد رکھو۔ متقی اور مؤمن بندہ وہی ہے جو ہر طرح خدا کی باتوں کی تصدیق کرتا رہے (نہ کہ تم جیسے مکذب) دیکھو قرآن شریف میں کہیں ویل یومئذ للمصدقین نہیں آتا بلکہ بجائے مصدقین کے مکذبین آیا ہے۔ اسی طرح تم لوگ ہمیشہ خطبہ میں پڑھتے ہو الصدق ینجی والکذب یھلك۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب بھی اگر تمہاری ان عقلی دلائل سے تسلی نہیں ہوئی تو لو اب ہم اس مضمون کی تائید میں قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے اور انشاء اللہ تا قیامت بھی تم اس بات کو رد نہ کر سکو گے۔ غور سے پڑھو وہ یہ ہے۔ قرآن شریف میں ایک پیشگوئی فرعون کے متعلق تھی اور وہ یہ ہے فالیوم ننجیك ببدنك لتکون لمن خلفك آیة ترجمہ: پس آج ہم تیرے بدن کو نجات دینگے تا وہ پچھلوں کے لئے ایک نشانی ہو۔ اب دیکھو تمام بزرگان سلف اور مفسرین علیہ الرحمۃ اس پیشگوئی کا مطلب اور نتیجہ یہی نکالتے چلے آئے کہ ”جس وقت فرعون دریا میں غرق ہوا ہے جان نکلنے کے بعد اُس کا لاشہ دریائے نیل نے ایک کنارہ پر ڈال دیا تھا جو اس وقت کے لوگوں کے لئے ایک نشان ہو کر موجب عبرت ہوا تھا۔“ مگر اللہ اللہ تین ہزار سال کے بعد یہ پیشگوئی لفظاً ومعناً پوری ہوئی چنانچہ چند سال ہوئے مصر میں بذریعہ کمیٹی آثار قدیمہ ایک تابوت ملا جس میں فرعون کا لاشہ برآمد ہوا۔ اور اصل الفاظ پیشگوئی کے مطابق وہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک نشان بنا چنانچہ تم کو یاد ہوگا کہ ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں نے اس پیشگوئی کی تصدیق کی اور بڑی خوشی سے اس کو صداقت اسلام اور قرآن مانا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم میں سے کسی نے اس وقت یہ کہا تھا؟ کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیوں کہ یہ تو (نعوذ باللہ) ایک بہت پرانی سڑی، گلی پیشگوئی ہے جس کو تین ہزار برس کا عرصہ گذر چکا ہے یا کسی نے کہا تھا کہ چونکہ بزرگان سلف اور تمام مفسرین علیہ الرحمۃ اس پیشگوئی کا تصفیہ پہلے کر چکے ہیں۔ لہذا اب ہم ان کے خلاف یہ بات نہیں مانتے جہاں

تک مجھے یاد ہے کہ کسی نے بھی اس وقت اس کی قبولیت سے انکار نہیں کیا مگر میں اب یہ کہتا ہوں کہ جس طرح تم اس وقت منسوخی بنگال کو اس پیشگوئی کے ماتحت نہیں مانتے۔ حالانکہ اسکو تو دس برس بھی نہیں گذرے۔ یہ پیشگوئی بالکل تازی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فرعون والی پیشگوئی جو تین ہزار برس پرانی ہو چکی اور تمہارے مفسر اور بزرگ اس کا فیصلہ بھی کر چکے اب ان کے برخلاف ایک نئی بات مانتے ہو اگر مانتے ہو تو دونوں مانو ورنہ دونوں سے انکار کرو اور نؤمن ببعض ونکفر ببعض کے مصداق مت بنو۔ الحمد اللہ مجھے اس وقت ایک عجیب نکتہ یاد آیا۔ دیکھو تم لوگ ہر بات میں بزرگانِ سلف کو نظیر پیش کیا کرتے ہو۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہو کہ اس حدیث کا اور اس آیت کا یہ مطلب بزرگان سلف نے بیان کیا ہے۔ اب ہم اوس کے خلاف کس طرح کریں۔ دیکھو تم فرعون کی پیشگوئی سے بزرگان سلف کی غلطی تسلیم کرنی پڑی یا نہیں۔ پس اس معیار پر ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے متعلق جو جو پیشگوئیاں قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہیں مثلاً حضرت مسیحؑ کا نزول ثانی، دجال کا خروج، یاجوج و ماجوج کا عروج وغیرہ ان کا مطلب جو کچھ بزرگان سلف نے بیان کیا ہے وہ صرف آن کا قبل از وقت اجتہاد ہے جو زمانہ کے طرزِ عمل سے ٹھیک پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے وقت پر غلط ثابت ہوا۔ ہم خدا تعالیٰ کی جناب شکر کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بہت پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہمارے ہی زمانہ میں وہ خدا کا پیارا مسیح محمدی دنیا میں تشریف لایا۔ اُس نے ہم کو ایمان کی دعوت دی والحمدللہ ہم نے اُس کی دعوت کو قبول کیا۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو ان باتوں پر دھیان کرے۔" (بدر قادیان ۷ ؍ مارچ ۱۲ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیا ہی لطیف ناول ہے۔ ساری تقریر کا مطلب دو جملوں میں ہے:

(الف) مرزا صاحب قادیانی نے جو تقسیم بنگال کی نسبت منسوخ نہونے کی راۓ ظاہر کی تھی وہ اون کا خیال تھا جو بعد میں غلط ثابت ہوا۔

(ب) فرعون کی لاش جو اس زمانہ میں برآمد ہوئی یہ آیت قرآنی کی تصدیق ہے جس کو سب نے مانا اور پہلی تفسیر کو غلط جانا۔

اس سے لطیف تر وہ ہے جو اڈیٹر صاحب بدر نے اس مضمون پر بطور ریویو لکھا ہے۔ جسے ہم بطور تفریح طبع ناظرین نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''بدن فرعون کے متعلق پیشگوئی تو ہمارے دوست نے خوب یاد دلائی ہے۔ مگر خوف ہے کہ ہمارے مُلّاں بغض مسیح میں کہیں اس کا بھی انکار نہ کر دیں جیسا کہ سب کہا کرتے تھے کہ مہدی چودہویں صدی کے شروع میں آئے گا۔ لیکن اب تو وعظوں میں سے اس مضمون کا ہی رفع ہو گیا ہے۔ خطبوں میں فرمایا کرتے تھے کہاں موسیٰ کہاں عیسیٰ اس بات کا ہے سب کو غم۔ اب اوس غم کو دبایا جاتا ہے اور اس خطبے کو مثل نسخہ انجیل منسوخ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ہمیں تو یہ بھی خوف ہے کہ رفتہ رفتہ یہ لوگ کہیں گے کہ مسیح کوئی آنے کا ہی نہیں۔ ان لوگوں کو اپنے سب عقائد چھوڑنے پڑینگے کیوں ولی اللہ کی دشمنی سے ایمان رفتہ رفتہ سلب ہو جاتا ہے۔ پیشگوئیوں کا وقوع کئی رنگ میں ہوتا ہے سر فلر کے وقت میں بھی اس کا ایک جزو ہو گیا۔ اب اس کا پورا ظہور ہو گیا۔ اس میں کونسا نقص وارد ہوتا ہے؟ مگر جن کی قسمت میں شقاوت ہو ان کا کیا علاج۔ انہوں نے نہ اوس سے فائدہ اوٹھایا۔ نہ اس سے وہ بات پیش ہوئی تو کہنے لگے یہ کچھ دلجوئی نہیں۔ یہ وقت آیا تو کہنے لگے تم تو پہلے کہہ چکے تھے کہ یہ پوری ہو گئی خدا اس بدبختی سے بچائے اور مسلمانوں کو راہ راست پر لائے۔ آمین۔''

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہیں بھول بھلیاں۔ منطقی اور فلسفی دلائل۔ جن کو لے کر قادیانی مشن بغرض تبلیغ یورپ امریکہ اور جاپان جانا چاہتا ہے۔ خیر ان سب کا جواب ہم ایک ہی دیں گے اور اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ جناب مکرم حضرت مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے الفاظ نقل کرتے ہیں جو یہ ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنیٰ نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اوسکے مخالف کہے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۷)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کی تفسیر جو خود مرزا صاحب کریں وہی مقبول ہوگی اوس کے خلاف خواہ حکیم خلیفہ نورالدین صاحب بھی کہیں بجوئے نار زد (کوڑی کے کام کی نہیں)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ایک دفعہ آریہ سماج لاہور میں مرزا صاحب قادیانی کا لیکچر تھا۔ حکیم نورالدین صاحب اوس کے پڑھنے کے لئے مامور تھے۔ لیکچر میں چند الہامات مرزا قادیانی بھی درج تھے جن کا ترجمہ مرزا صاحب نے نہ کیا تھا۔ حاضرین نے حکیم نورالدین صاحب سے ترجمہ الہامات کی خواہش کی تو حکیم صاحب نے بہت ہی نرمی سے بصد عذرات محض ترجمہ کرتے وقت یہ کہا کہ الہام کا ترجمہ صحیح وہی ہوتا ہے جو ملہم خود کرے میرا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی پر حجت نہیں ہوسکتا بلکہ صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو حضرت ممدوح خود کریں گے۔

اللہ اللہ۔ ایک زمانہ تھا کہ حکیم نورالدین صاحب جیسے عربی کے فاضل مرزا صاحب قادیانی کے معمولی الہامات عربیہ کا ترجمہ بھی نہیں کرتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ ملہم کے خلاف منشا نہو جائے۔ آج اہلحدیث کے مقابلہ پر قادیانی مشن کی یہ حالت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات پیش کرنے پر بجائے نادم ہونے کے الٹے اکڑتے ہیں یہی معنی ہیں وان یروا کل اٰیۃ لا یؤمنوا بھا۔

فرعون کی لاش کا عذر بھی کیسا بھدا اور دور از کار ہے کس طبقے کے مسلمانوں نے اس لاش سے قرآنی پیشگوئی کی تفسیر کی؟ اگر کسی نے کی تو غلطی کی بلکہ جھک مارا۔ سنو! قرآن مجید ہمارے سامنے عربی زبان میں موجود ہے اوس کے الفاظ یہ ہیں: فالیوم ننجیك ببدنك۔

اس آیت میں اَلۡیَوۡم کا لفظ ظرف زمان ہے جو ننجی کے متعلق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آج ہم تجھ (فرعون) کو بچاوینگے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"آج بچاوینگے ہم تجھ کو تیرے بدن سے"

اور یہ کلام اس وقت کا ہے جس وقت فرعون کہا تھا کہ اٰمنت انہ لا الہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین یعنی میں خدا پر ایمان لایا اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

اس کا جواب ملا تھا: الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیك ببدنك (اب تو مانتا ہے۔ پہلے تو بڑا مفسد تھا پس آج ہم تیرے بدن کو بچاوینگے۔'' (سورہ یونس۔ع ۹)

افسوس کہ قادیانی مشن کو ضد و تعصب میں معمولی باتوں کی سمجھ بھی نہیں رہی۔ بھلا اس زمانے میں جو فرعون کی لاش برآمد ہوئی تو آج قبر سے اوس کا ظہور ہوا یا دریا سے نجات ملی۔ غور کرو اور سمجھو کہ قرآن مجید میں اوس کے بدن کی نجات کا ذکر ہے جو قبر سے لاش برآمد ہونے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہم نے کہا۔ جس شخص نے آج کل لاش کے ظہور کو آیت قرآنی کا مصداق بتایا ہے وہ قرآن کو تو سمجھے۔ افسوس اون کے دل ودماغ میں قرآن سمجھنے کا شوق ہی نہیں۔

قادیانی مشن کے ممبرو! جانتے ہو مخاطب کون ہے؟ وہی مخاطب ہے جس کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے تمہارے مشن کے بانی آنجہانی (مرزا غلام احمد قادیانی) پر فتح بین عطا فرمائی۔ ایک دفعہ نہیں کئی ایک دفعہ تم بیچارے تو کیا ہو؟ ہاں تم کو خوب ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ اڈیٹر اہلحدیث کو مرزائی لٹریچر (مضامین) پر تم سے زیادہ اطلاع ہے۔ پس بات منہ سے نکالتے ہوئے یہ بات خوب یاد رکھا کرو کہ مبادا اس کے جواب میں کوئی ''مرزائی'' حوالہ نکل آئے۔

کوئی ہے؟ کہ حوالجات سے پیش آوے۔ محض زبانی لفاظی کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں جو صدیوں پہلے حضرت سعدی دے چکے ہیں۔

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی
اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۱۔ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۱۲ء ص: ۱-۴)

قادیانی مذاق

(الولد سر لابیہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کی عادت سے ہمارے ناظرین خوب آگاہ ہونگے کہ آنجناب ایک بات چھیڑ دیتے یہ سمجھ کر کہ مد مقابل شائد ادھر توجہ نہ کرے گا۔ یا اوس کی حیثیت اور مشاغل اوس کو مانع ہونگے۔ مگر جب متوجہ ہوتا تو آپ بغلیں جھانکنے لگ جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ ضلع راول پنڈی کو تفسیر نویسی چیلنج دیا کہ لاہور میں آکر بالمقابل تفسیر لکھو۔ یہ سمجھا کہ ایک سجادہ نشین کا حرکت کرنا بقول ؎ ''قطب از جانمے جنبد'' محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مگر وہ پیر صاحب آپ کی چال سمجھ گئے اور مع خدم وحشم لاہور میں آ گئے۔ لیکن قادیانی مسیح تشریف نہ لائے۔ البتہ بازاروں میں بڑے بڑے اشتہار لگے دیکھے گئے کہ: ''پیر مہر علی کا فرار'' ایک طرف لوگ اون اشتہارات کو دیکھتے، دوسری طرف پیر صاحب کی لاہور میں زیارت کرتے، تو اون کے منہ سے صاف نکلتا ؎

خون ناحق بھی چھپانے سے کبھی چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

اسی طرح ایک دفعہ خاکسار (ثناءاللہ) کو چیلنج دیا قادیان میں آکر مجھ سے گفتگو کر لو۔ تم کو سفر خرچ کے علاوہ انعام بھی دونگا۔ میں جا پہنچا تو وہی دون کی لی۔ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ مباحثہ نہ کرونگا (مرزا صاحب قادیانی کی زبانی عربی فارسی اور اردو میں اس واقعہ کی تفصیل کتاب ہذا کے آخر میں بیان ہورہی ہے۔ بہاء)

اسی طرح قادیان کے جوشیلے رکن منشی قاسم علی دہلوی نے ۱۶-فروری سنہ حال (۱۹۱۲ء) کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور شرائط بھی خود ہی تجویز کر دیں اور مجھے اجازت دی کہ میں کمی بیشی یا ترمیم کرنی چاہوں تو کروں۔

اس لئے میں نے بھی ایک شرط بڑھائی کہ آپ اپنے خلیفہ نورالدین صاحب سے اجازت نامہ لیکر پیش کریں۔

میں نے یہ شرط کیوں لگائی؟ اس کی اصل وجہ تو آگے چل کر بتلاؤنگا مگر ناظرین اس کی معقولیت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو قوم ہر بات میں فخر کرے کہ ہمارا امام ہی ہمارا امیر ہے، اوس کو کہا جائے کہ اپنے امام کی اجازت حاصل کرو۔ تو اس کے بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟ مگر افسوس کہ ہمارے مخاطب منشی قاسم علی دہلوی نے اس کو ناپسند کیا۔ بلکہ اس شرط کے پیش کرنے کو ہمارا افرار قرار دیا۔ اس لئے ہم بتلاتے ہیں کہ یہ شرط ہم نے کیوں لگائی تھی۔

عرصہ ہوا بدر قادیان میں ایک ہدایت نامہ دربارہ مباحثات بنام مرزائیان شائع ہوا تھا جو درج ذیل ہے:

(۱) شرائط مباحثہ وہاں کی جماعت کو خو بخود طے کر لینی چاہئیں۔ کیونکہ ہماری جماعت کے لوگ عموماً سیدھے سادھے ہیں۔ اور مولویوں کی کارروائیوں سے واقف نہیں۔ انہیں چاہئے کہ شرائط مباحثہ جو ان کے نزدیک ضروری ہوں بمعہ وہاں کے مفصل حالات کے لکھ کر یہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیج دیں اور یہاں سے پھر شرائط مباحثہ جو لکھ کر بھیجی جائے ان کے مطابق فریق مخالف سے فیصلہ کر لیں۔

(۲) تاریخ مباحثہ خود بخود کبھی مقرر نہ کریں کیوں کہ بعض دفعہ یہاں سے کوئی صاحب جو اوس مباحثہ میں پیش کرنے کے لائق ہوں۔ عین اون تاریخوں پر روانہ نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے یہاں سے دریافت کر لینا چاہیئے۔ کہ کونسی تاریخیں مباحثہ کے واسطے موزوں ہونگی۔

(۳) مباحثہ ہمیشہ تحریری منظور کرنا چاہیئے اس سے مخالفین کو بیہودہ باتیں بنانے اور گالیاں دینے اور بکواس کرنے کا موقع نہیں رہتا۔ نیز وہ بعد میں اپنے کہے ہوئے سے انکاری نہیں ہو سکتے۔ اگر تحریر نہو تو آج کل کے مولویوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی ایک بات کہتے ہیں پھر ایک منٹ کے بعد منکر ہو جاتے ہیں۔

(۴) بعض دفعہ مخالفین یہ شرطیں پیش کرتے ہیں کہ کسی کو حکم اور فیصلہ کنندہ مباحثہ میں مقرر کیا جائے۔ یہ بالکل بیہودہ بات ہے۔ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان مباحثہ کے وقت کسی ثالث

یا فیصلہ کنندہ یا حکم مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔ موقع پر سننے والے لوگ خود اپنے واسطے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کے دلائل زبردست ہیں۔ اور بعد میں تحریروں کو پڑھ کر لوگ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ایسے معاملات میں کوئی ثالث فیصلہ کنندہ ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر فیصلہ کنندہ غیر احمدی ہوگا تو اُس کا میلان بہر حال فریق مخالف کی طرف ہوگا۔ اور اگر احمدی ہوگا تو غیر احمدی اس کو قبول نہ کرینگے۔ غیر مذہب کے آدمی کو اسلامی عقائد کے فیصلہ کے واسطے مقرر کرنا کسی غیرت مند مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ اگر اس طرح مذاہب کا فیصلہ ہوسکتا تو آج تک جس قدر مذاہب ہیں اون میں کوئی اختلاف نہ ہوسکتا۔ غرض کسی خاص شخص کو کبھی حکم یا فیصلہ کنندہ نہیں بنانا چاہئے۔

(۵) جس شہر میں مباحثہ ہو اوس شہر کے چند معزز رؤس کو حفظ امن کا ذمہ دار بنالینا چاہئے اور نیز گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لینی چاہئے اور چونکہ فریق غیر احمدیہ کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اس واسطے یہ دونوں کام اون کے سپرد کرنے چاہئیں۔ اور جب تک وہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل نہ کر لیں۔ اور کسی رئیس کو حفظ امن کا ذمہ دار نہ بنالیں۔ اور ان ہر دو امور کے واسطے تحریری کاغذ نہ لاویں تب تک مباحثہ منظور نہیں کرنا چاہئے اور نہ دوسری شرائط طے کرنی چاہئے۔"

(بدر قادیان۔ مورخہ ۵- اکتوبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ان شرائط میں خلیفہ صاحب نے جماعت مرزائیہ کو کیا ہدایت فرمائی ہے؟ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

(الف) وہ شرائط خود فیصل نہ کریں۔ منشی قاسم علی نے شرائط خود مقرر کیں۔ خلیفہ صاحب کا خلاف کیا۔

(ب) تاریخ بھی مقرر نہ کریں۔ منشی قاسم علی نے ایسٹر کی تعطیلات کی تاریخ مقرر کی۔

(ج) منصف مقرر نہ کریں منصف مقرر کرنا بیہودگی ہے۔ منشی قاسم علی نے یہ بیہودہ پن کیا کہ منصف مقرر کئے۔

غرض منشی قاسم علی کی ساری کارروائی خلیفہ قادیانی کی ہدایت کے برخلاف تھی لہذا خطرہ تھا کہ عین وقت پر فرار کر جاتے اس لئے ہم نے لکھا کہ باجازت خلیفہ صاحب آویں تاکہ بعد میں قادیانی مشن کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ منشی صاحب نے چونکہ امام وقت کے خلاف کیا تھا اسلئے رام پور کی طرح ان کو ذلت ہونی لازمی

تھی۔ یہ ہیں اصل واقعات۔اب سنئے ہمارے دل کی۔

میں آپ کی جملہ شرائط جو میری ذات خاص کے متعلق ہیں تسلیم کرتا ہوں۔

البتہ یہ کہتا ہوں کہ منصفوں کو حلف دینے کا قاعدہ نہیں تاہم اگر وہ اس شرط کو منظور کریں گے تو مجھے بھی اس انکار پر اصرار نہیں۔مناظر کا حلف اوٹھانا تو بالکل فضول ہے ایک تو وہ دلائل دے دوم وہ مصنف مانے۔ سو قسم کھائے۔کیسی فضول حرکت ہے۔اس لئے قسم (حلف) کو تو غالباً سب فضول جانیں گے۔البتہ منصفوں کا فیصلہ منظور ہوگا۔پس آپ حسب اقرار مبلغ صد روپیہ بمد امانت خواہ دہلی میں خواہ لودہانہ میں (جہاں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں) کسی معتبر آدمی کے پاس جمع کرا کر مجھے اطلاع دیں۔میں اپنی فرصت دیکھ کر تاریخ مقرر پر آجاؤنگا۔ ان شاءاللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر **جلد۹۔نمبر۲۲۔مورخہ۹ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۹مارچ ۱۹۱۲ء** ص:۱-۲)

قادیانی بیعت سے توبہ

(حکیم فیروزالدین فیروزؔ امرتسری)

مخدومی ومکرمی حرنبیل وفاضل جلیل مولانا وبالفضل اولنا مولوی ابوالوفاءثناءاللہ صاحب زادمجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں چونکہ ہمیشہ سے ایک وسیع الخیال مسلمان ہوں اس بنا پر مجھے کسی اسلامی فرقے سے تعصب اور کاوش نہیں۔چنانچہ کچھ عرصہ سے میں فرقِ اسلامیہ کی عملی حالت کا اندازہ لگانے میں اس مغالطہ کا شکار ہوگیا کہ سلسلہ احمدیہ (مرزائیہ) کی عملی حالت نسبتاً بہتر ہے اور الحقنا بالصالحین کی آرزو مجھے کشاں کشاں قادیان میں لے گئی جہاں میں اس مفروضہ پاک گروہ میں شامل ہوا۔مگر بہت جلد اس امر کا موقعہ ملا کہ ایک حاجی مسلمان کے جنازہ سے اس جماعت کے افراد کو علیحدہ ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اون کے قول سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ قرآن اور حدیث کے فیصلے کے مقابل

مرزا صاحب کے فیصلے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس سے میں نے نفرت کی۔ پھر اس کے بعد جناب نے مختلف کتابوں کے حوالوں سے میری اون معلومات میں اضافہ کیا جو پیش از یں مجھے سلسلہ مذکورہ کے متعلق حاصل تھے اس پر میری قوت فیصلہ کو اور مدد ملی۔ لہذا میں اس جماعت سے جو مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ علیحدہ ہوتا ہوں۔ فاشھدوا بانی مسلم۔

ان چند سطور کو اپنے اخبار میں عام آ گاہی کے لئے درج فرماویں۔ فیروز الدین احمد۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم صاحب! یہ فسخ بیعت خدا آپ کو مبارک کرے۔ حسن ظن تو ایک اچھا وصف ہے مگر بدیہیات میں حسن ظن بدظن کے برابر ہے۔ قادیانی مشن کا مسئلہ اب کوئی نظری نہیں رہا بلکہ بدیہی ہے۔ بہر حال خدا نے آپ کو بہت جلد بروقت دستگیری فرمائی اس کے شکریہ میں آپ کو کوشش کرنی چاہئے کہ جو صاحب آپکو قادیان لے گئے اب آپ اون کو اپنے ہمراہ کرنیکی کوشش کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء ص:۳)

چیلنج حق گو بنام ثناء اللہ اینڈ کو

منشی قاسم علی دہلوی قادیانی نے اپنے اخبار احمدی، دہلی جلد دوم نمبر ۵ (۱۹۱۲ء) میں صفحہ ۸۱۔۸۸ پر حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو وہ چیلنج دیا ہے جس کے جواب میں بالآخر اپریل ۱۹۱۲ء میں مباحثہ لدھیانہ ہوا تھا۔ منشی صاحب کا چیلنج درج ذیل ہے:

معزز ناظرین! گذشتہ بحث سے آپ نے یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ (ثناء اللہ) امرتسری اور اس کے حمایتیوں کے پرزور دعوی تین ہیں۔

اول یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے آخری فیصلہ کے لئے جو دعائیہ اشتہار بنام ثناء اللہ شائع کیا ہے، وہ

مرزا صاحب قادیانی کی تمنا یا خواہش سے نہ تھا، بلکہ خدا کے حکم اور منشاء سے تھے، جس کو مرزا صاحب قادیانی نے بروئے بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء خدا کے منشاء بلکہ اس کی طرف سے ہونے کو تسلیم کیا ہے (مرقع قادیانی۔ اگست صفحہ ۱۴۱۔ و اکتوبر ص ۲۶۔ ۱۹۰۸ء و رسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

دوئم یہ کہ اشتہار مذکور مورخہ ۱۵۔اپریل (۱۹۰۷ء) میں جو دعا مرزا صاحب قادیانی نے بدیں الفاظ مانگی ہے:

اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔

اس کے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ کرلیا ہے۔اس لئے یہ محض دعا نہیں بلکہ الہامی پیش گوئی ہے جس کی قبولیت کا الہام بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں اس دعا کرنے کے بعد ہو چکا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۳۱ جولائی صفحہ ۳ و مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء و رسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

اس کے علاوہ بھی امرتسری مکذب نے ہر ایک تحریر میں اس پر بہت زور دیا ہے۔ دیکھو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲ فروری و ۹ فروری ۱۹۱۲ء۔

سوم یہ کہ ثناء اللہ کے انکار مجریہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد بھی مرزا صاحب اور آپ کی جماعت اس دعا کو فیصلہ کن جانتے رہے چنانچہ بدر ۹ مئی میں مرزا صاحب قادیانی نے ۲۶۔اپریل والے ثنائی انکار سے بعد یہ کہا تھا:

ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگادی ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ ثنائی انکار کا اس دعا پر کچھ اثر نہیں ہوا۔اور مرزا صاحب قادیانی بدستور اس کو فیصلہ کن مانتے رہے۔ (مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۵۔ رسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

یہ تینوں دعوے کرنے کے بعد ثناء اللہ نے یہ کہا ہے کہ:

اگر مرزا صاحب قادیانی نے ہمارے متعلق یہ الہامی دعا شائع نہ کی ہوتی تو ہم بھی ان کے مرنے سے ان کے کذب پر استدلال نہ کرتے، بلکہ ان کی موت کو معمولی جانتے۔

(مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۲۴)

اور یہ بھی لکھا ہے:

مرزا جی کا اپنا اقرار ہے کہ ثناء اللہ کے ساتھ ہمارا فیصلہ خدائی الہام سے ہے۔ اور خدا نے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے پس اصل مدعا علیہ کے اقرار کے سامنے کسی کا انکار بجوئے نارزد۔

(مرقع قادیانی۔ اکتوبر۔ ص ۳۰)۔

منشی قاسم علی قادیانی دہلوی نے لکھا ہے:

اگر ان ہر سہ دعاوی کا وہ ثبوت جو ملزم پارٹی نے پیش کیا ہے مطابق واقعہ اور صحیح ہے، تو کوئی اور مانے یا نہ مانے لیکن میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فوراً مان لونگا۔ اور اگر ثبوت پیش کردہ ثناء اللہ اینڈ کو بالکل ہی غلط اور واقعات صحیحہ کیخلاف ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں تو کم از کم فریق ثانی سے ہم اتنا چاہتے ہیں کہ وہ اس کو واپس لے کر آئندہ اس ثبوت کے دینے سے شرم کر۔ اتنا کرنا تو صرف انسانیت کا تقاضا ہوگا ایمان داری کا مقتضا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کا اعتراف کریں اور بذریعہ اخبار ورسالوں کے اپنے پیش کردہ ثبوت کے غلط ہونے کا علی رؤس الاشہاد اعلان۔ مگر کیا امید ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا کرے گا؟ آج تک کا تجربہ جو ہمیں دیگر مخالفین کی عموماً اور امرتسری مکذب کی نسبت بالخصوص حاصل ہو چکا ہے اس کی بنا پر تو ہمیں امید نہیں۔ اصل حال خدا ہی جانتا ہے۔

الغرض اگر ملزم پارٹی اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہ آ کر اپنے استدلال کو واپس نہ لے تو ہم چیلنج انعامی پانچ سو روپیہ ثناء اللہ اینڈ کو کو دیتے ہیں کہ ۲۵۔ اپریل و ۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں جو ڈائری متنازعہ ہے جس کی بنا پر تم بقول خود حضرت مسیح موعود کی تکذیب کرتے ہو اور جس الہام کے ذریعہ دعا مسیح موعود کو پیش گوئی بتاتے ہو اور جس کی وجہ سے تم ثنائی انکار مجریہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ مطلوبہ میں اثر انداز نہ ہونا سمجھتے ہو، اگر یہ ثابت کر دو کہ ڈائری مندرجہ بدر ۲۵۔ اپریل مع الہام اجیب دعوۃ الداع ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار دعائیہ سے بعد کی ہے۔ اور ۹ مئی والی ڈائری ۲۶۔ اپریل والے انکار ثنائی سے پیچھے کی ہے، اور الہام مذکور میں کسی آئندہ یا گذشتہ دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے یا کم از کم ڈائری ۲۵۔ اپریل والی اور الہام مذکور کا

اشتہار دعائیہ سے کچھ تعلق ہے، تو بہ تفصیل ذیل انعام حاصل کرو۔

- اگر اصل ملزم یعنی امرتسری مکذب ثابت کر دے تو تین سو روپیہ انعام۔
- اگر منگیری حنفی ثابت کرے تو ایک سو پچاس روپیہ
- اگر رفعت اللہ شاہجہان پوری ثابت کرے تو پچاس روپیہ انعام

اور ثبوت دینے کے واسطے کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں، نہ کوئی نظری دلائل یا بقول مہلوی انفسی وآفاقی دلیلوں کی حاجت ہے۔ صرف شائع شدہ کاغذات سے یہ ثبوت دینا ہے جس میں کسی فریق کو کسی قسم کی تحریف یا تبدیل کا موقعہ ہی نہیں۔ یہ تاریخی واقعات ہیں اور آج کسی کے بنائے یا بگاڑے بنتے بگڑتے نہیں جو اخبار اشتہار رسالے ان دعووں کا مدار فیصلہ ہیں وہ مخالف اور موافق سب کے پاس پہلے سے موجود ہیں (قدرت قاسم علی قادیانی سے وہ کچھ لکھوا رہی ہے جو مباحثہ میں شکست کے بعد مرزائیوں نے عذرات کیے۔ کہ سکھ ثالث کو قرآن وحدیث، اور اسلامی اصطلاحات وعلوم سے کوئی واقفیت نہیں تھی اس لئے وہ گمراہ ہوا۔ حالانکہ قاسم علی یہاں کہہ رہا ہے کہ نظری بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں بس جو اخباروں رسالوں میں شائع ہو چکا ہے وہی سامنے رکھ دینا ہے اور یہ صرف تاریخ ہے کوئی نظری بحث نہیں) اس لئے کسی قسم کی تکلیف ثناء اللہ اینڈ کو کو کرنی نہیں پڑے گی فقط اخبار یا اشتہار یا کتاب کا حوالہ لکھ دینا کافی ہوگا جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ

ا۔ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں جو ڈائری متنازعہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی شائع ہوئی ہے وہ اشتہار دعائیہ کے بعد دعا مندرجہ اشتہار مذکور کے متعلق ہوا ہے

۳۔ ۹ مئی کے بدر والی ڈائری ثنائی انکار مجریہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد کی ہے۔

یہاں تک تو واقعات سے دستاویزات شائع شدہ سے ثبوت دیتا ہے اور چوتھی بات

۴۔ یعنی الہام اجیب دعوۃ الداع میں کسی خاص دعا مرزا صاحب کی قبولیت کا وعدہ ہے اس کا ثبوت علمی طریق سے دیتا ہے جو الہام کے لفظوں سے ثابت ہو جائے۔

اب اگر انصاف نہیں تو لوگوں کی شماتت سے ہی ڈر کر چیلنج ہذا قبول کرو، یا شرافت کا ذرا بھی پاس ہو تو ایک لفظ بھی آئندہ برخلاف حضرت مرزا صاحب قادیانی زبان وقلم سے نہ نکالو۔ کیا باپ بیٹا روح القدس یعنی

امرتسری، مہولی، شاہجہان پوری کا اتحاد ثلاثہ جرأت کرے گا کہ ہمارے چیلنج کو قبول کرے۔

سیھزم الجمع و یو لو ن الد بر

الداعی عاجز قاسم علی احمدی اڈیٹر اخبار الحق ورسالہ احمدی دہلی ۶ مارچ ۱۹۱۲ء

نوٹ: اس لئے کہ اگر کوئی ان میں سے تیار ہوا، اور وہ انعام موعودہ کا روپئہ پہلے جمع کرانا چاہے، تو ہم اس کی درخواست آنے پر بہت جلد ایسے شخص کے پاس اول ہی روپئہ انعام کا جمع کر دیں گے جس پر فریقین کو اعتماد ہو۔ اس کے متعلق ہر ایک تحریر مطبوعہ ہمارے پاس آوے، بغیر مطبوعہ کا جواب ضروری نہ ہوگا۔

قادیانی مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن سے واقفیت رکھنے والے احباب سے مخفی نہوگا کہ بعد انتقال کرنے اعلیٰ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے اس جماعت سے ہمارا روئے سخن کرنا ایک معنی سے بیفائدہ ہے مگر اس خیال سے کہ اس فرقہ کی تحریرات سے بعض ناواقف مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ یا دھوکہ کھانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

عرصہ سے قادیانی جماعت کے جوشیلے ممبر قاسم علی دہلوی ہم کو مباحثہ کے لئے چیلنج دیتے ہیں جس کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے۔

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

جن کے پیر و مرشد، مہدی اور مسیح کو مباحثہ کی طاقت نہوئی یہاں تک کہ جب اون کے بلانے پر ۱۰-جنوری ۱۹۰۲ء کو میں قادیان پہونچا تو حضرت صاحب گھر سے بھی باہر تشریف نہ لائے اور اندر ہی اندر سے

لکھدیا کہ ہم نے خدا کے ساتھ مباحثہ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اُسی جماعت کے ایک نئے ممبر آج ہمارے سامنے آتے ہیں نہ صرف آتے ہیں بلکہ چیلنج دیتے ہیں۔ مباحثہ کس مضمون پر؟ مرزا صاحب کے اشتہار پر جو اونہوں نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو میری موت کے متعلق دیا تھا جس کے اونہوں نے تین فقرے کیئے ہیں:

(۱) ۱۵-اپریل کا اشتہار مرزا صاحب نے بحکم خداوندی دیا تھا۔

(۲) خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

(۳) مرزا صاحب کے مرید کہتے ہیں یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

اب ان تینوں فقرہ میں سے دراصل اول یا فقرہ دوم ہی ان سب مباحثات کی روح ہے۔ فقرہ ۳ تو بالکل اجنبی اور زائد چیز ہے۔ فقرہ اول یا دوم ثابت ہو جائے تو بس وہی کافی ہے۔ تیسرے پر بحث کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ خیر اس کا یہاں خاص ذکر نہیں۔

اس بحث کے لئے منشی قاسم علی نے بڑی سوچ بچار کے بعد اپنے مفید مطلب ۱۶ شرطیں مقرر کیں جن کو ہم نے اہلحدیث یکم مارچ میں ایک ایک کر کے منظور اور بعض کو ترمیم کیا۔ مگر اونہوں نے ہماری کوئی ترمیم نہ مانی خود اسی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ اون کی نیت میں کہاں تک صداقت ہے۔ کیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر مل سکتی ہے کہ ایک فریق ۱۶-شرطیں تجویز کرے اور دوسرا اون میں ذرہ بھی ترمیم نہ کر سکے۔ یا للعجب۔

آخر کار جب ہم نے دیکھا کہ فریق ثانی پہلو بچانا چاہتا ہے تو بحکم "... بدو بائد رسانید۔" اہلحدیث مورخہ ۲۹/مارچ میں ہم نے صاف لکھ دیا کہ آپ کی جملہ شرائط منظور۔ مگر منشی صاحب نے اس پر بھی قناعت نہ کی اور اس کی تفصیل چاہی۔

بڑی اڑ کی شرط یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ منصف فیصلہ میں حلف اوٹھائیں۔ میں کہتا ہوں یہ اون کی منظوری پر موقوف ہے۔ میں کیسے کہدوں کہ وہ حلفیہ فیصلہ دیں گے مگر منشی صاحب مصر ہیں اس لئے میں آج ایک آخری تحریر نہایت ہی منصفانہ لکھتا ہوں۔ امید ہے اس سے کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا۔

(۱) منصفوں کی صورت یہ ہوگی کہ ایک میری طرف سے ایک آپ کی طرف سے۔ تیسرا کوئی غیر مسلم دونوں فریق کی راء سے ہوگا۔ یہ تینوں صاحب منصف بھی ہونگے اور صدر جلسہ بھی۔ کل کام ان کے فیصلے سے

ہونگے۔ مسلمان اپنے میں حلف اوٹھائیں گے۔ غیر مسلم کو آپ نے بھی حلف سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

(۲) وقت تحریر پرچہ اور سنانے کا زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹہ ہوگا۔

(۳) داخلہ مجلس میں فریقین کے پچاس ساٹھ سے زیادہ نہوں گے یعنی ہر فریق کے پچیس تیس آدمی علاوہ منصفان ومناظران کے ہونگے۔ باقی سب منظور۔

یہ شرائط دراصل کوئی نئی نہیں بلکہ آپ ہی کی شرائط میں خفیف سی ترمیم ہے۔ اگر آپ کو یہ ترمیم منظور نہوتو یہ فیصلہ بھی منصفوں کے ہاتھ دیدیا جائے۔

پس آپ اس تحریر کو دیکھتے ہی تین روز کے اندر لودہانہ پہونچ جائیں اور حسب اعلان مبلغ تین سو روپیہ معتبر امین کے پاس رکھ دیں، بایں دستاویز کہ جس فریق کے حق میں فیصلہ ہو اوس کو دے دیا جائے۔ اب زیادہ طول دینے کی حاجت نہیں، نہ کسی مضمون کے چھاپنے کی۔

غالباً ۱۲-اپریل کے دن یہ پرچہ آپ کو ملے گا۔ پس آپ اوسی روز اپنی روانگی کے مجھے اطلاع دیں اور پیر کے روز ۱۵-اپریل تک لودہانہ پہونچ جاویں۔ اگر نہ پہونچے یا مجھے اطلاع نہ دی تو سمجھا جائیگا کہ آپ کی نیت میں صداقت نہیں۔

اس مضمون کے متعلق ہماری یہ آخری حیلہ شکن تحریر ہے۔ آئندہ اللہ اعلم۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔اپریل ۱۹۱۲ء ص:۱۰-۱۱)

فتح قادیان پر حصول غنیمت

حبابِ بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اوٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ابھی کل کا ذکر ہے کہ ۱۶ فروری کو اخبار الحق دہلی کے اڈیٹر صاحب منشی قاسم علی نے ہمیں چیلنج دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار مورخہ ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کے متعلق ہم سے بحث کر لو۔ بحث میں منصف ہوں گے اگر کثرت راء سے آپ کے حق میں فیصلہ ہوا تو ہم آپ کو یک صد روپیہ انعام دیں گے۔ ادھر سے قبولیت میں ذرہ دیر ہوئی تو رقم انعامی اور بڑھی یہاں تک کہ تین سو روپیہ تک ترقی ہوئی۔ منشی صاحب ایسے مباحثہ کے شائق تھے کہ شرائط بھی خود ہی تجویز کئے جو تعداد میں ۱۶ تھے۔ مقام مباحثہ بھی خود ہی (لودہانہ) مقرر کیا۔ لاچار ادھر سے بھی ہاں میں جواب دینا پڑا۔ چنانچہ ۱۲ اپریل کی اہلحدیث میں نوٹس دیا گیا کہ آپ کی تجویز منظور۔ پس آپ ۱۵-اپریل تک لودہانہ پہنچ جائیں۔ ۱۲ اپریل کو میں بغرض شرکت شوریٰ اہلحدیث کانفرنس دہلی میں گیا تو منشی قاسم علی صاحب نے میری خبر پاکر وہیں مجھ کو رقعہ لکھا کہ آپ کے اعلان کے مطابق میں ۱۵ اپریل کو لودہانہ پہونچ جاؤنگا۔ میں نے بھی تیاری کی اتیوار کی صبح کو ۱۰ بجے امرت سر پہونچا۔ سامان مناظرہ (کتب وغیرہ) لے کر ۱۵-اپریل کو میں بھی لودہانہ پہونچ گیا جاکر سنا کہ قادیانی پارٹی بغلیں بجاتی اور اُچھلتی کودتی ہے کہ ۱۵ کی شام ہونے کو ہے ہمارا ہیرو (منشی قاسم علی) آ گیا۔ ثناء اللہ نہیں آیا۔ یہ سن کر مجھے ان لوگوں کی اخلاقی حالت پر رحم آیا۔ کہ یہ لوگ سبک رو ہیں اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو شخص جناب مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر قادیان چلا گیا اور اتنا بھی نہ ڈرا کہ قادیان میں نہ میرے رہنے کی جگہ ہے نہ سہنے کی نہ کوئی دوست ہے نہ خیرخواہ تاہم وہ پہونچا اور اچھی طرح پہونچا۔ جس کے مقابلہ میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب حرم سرا میں چھپ گئے اور یہ بہانہ کیا کہ میں نے خدا تعالی کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کسی سے بحث نہیں کرونگا۔ کیا سچ ہے

زاہد ندا شت تابِ جمال پری رخاں
کنجے گرفت وترسِ خدارا بہانہ ساخت

تو کیا ایسا شخص مرزا صاحب کے کسی مرید سے ڈر کر لودہانہ جیسے آباد شہر میں نہ آئیگا جہاں اوس کے

دوست احباب بھی بکثرت بلکہ آنے کے متمنی۔ خیر یہ تو ان کی معمولی اوچھ پن کی باتیں ہیں جو جناب مرزا صاحب قادیانی میں بھی افسوس کے ساتھ ہم پاتے ہیں۔

بہرحال ۱۶ تاریخ سرپنچ کے تقرر میں گذری ۱۷-کو بموجودگی منصفان ۳ر بجے بعد دوپہر مباحثہ شروع ہوا۔ مصنف تین تھے۔ ہماری طرف کے جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور اُن کے طرف کے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور اور سرپنچ جناب سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ پلیڈر۔ لودہانہ تھے۔

زیر بحث تین امر تھے:

(ا) ۱۵ راپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب قادیانی نے دیا تھا۔

(ب) خدا تعالیٰ نے دعاء مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

(ج) احمدی، مرزا صاحب کی دعاء کو قبول شدہ نہیں مانتے۔

ان دعووں میں سے اخیر کا دعویٰ فریق ثانی نے خود ہی چھوڑ دیا باقی دو دعووں میں میں مدعی تھا۔ اس لئے میرا ہی اول اور میرا ہی اخیر پرچہ تھا۔ کل پرچے پانچ تھے تین میرے اور دو اُن کے۔ یہ بھی فریق ثانی ہی کی تجویز تھی مگر افسوس کہ منشی قاسم علی نے اپنی ہی تجویز کردہ شرائط کا سخت خلاف کیا۔ باوجودیکہ پانچ پرچے ختم ہو کر مصنف اپنی اپنی جگہ فیصلہ نویسی میں مشغول بھی ہو گئے تاہم فریق ثانی نے ایک چھٹا پرچہ سرپنچ صاحب کے پاس بھیج دیا جس کا نام رکھا ضروری یادداشتیں۔ سرپنچ صاحب نے جب وہ پرچہ مجھے دکھایا تو میں حیران رہ گیا۔ کہ اللہ اکبر ایک ایسی جماعت کا شخص جس کا دعویٰ ہے اسلام کا سچا نمونہ ہمارے سوا دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا۔ اوسی معزز جماعت کا ایک موقر شخص بلکہ ایک معنی میں لیڈر اور کارکن جس کو قادیانی اخبار مقابلہ مقابلہ میں ''شیر اسلام'' کے نام سے یاد کریں وہ ایسی خلاف معاہدہ حرکت کرے تو باقی افراد کی بابت یہ کہنا بے جا نہو گا کہ ؎

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

فریق ثانی کی بے اعتدالیاں اسی پر ختم نہ تھیں بلکہ اور بھی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے میر مجلس جن کا نام دوسرے لفظوں میں ''منصف'' تھا وہ بھی اپنے منصب کو یا تو سمجھے نہیں تھے یا ادا نہیں کرتے تھے یا کرنا نہ جانتے تھے۔ منشی

قاسم علی نے پہلے پرچہ میں ایک عبارت پڑھی میں تاڑ گیا کہ تحریر نہیں ہوگی۔ چنانچہ پرچہ لے کر تقاضا کیا کہ فلاں فقرہ جو آپ نے پڑھا تھا اوس پر خط کھینچ دیجئے۔ جواب ملا کہ وہ زبانی پڑھا تھا۔ میں نے استغاثہ کیا کہ شرط ہے کہ جو کوئی بولے تحریر میں آوے۔ اس خلاف ورزی پر معافی مانگی جائے تو فریق ثانی کے میر مجلس نے جن کا دعویٰ ہے کہ میں تمام وقت خدا سے دعا کرتا رہا کہ مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں اپنے فرض منصبی کو انجام دے سکوں۔ باوجود اس کے جب میں نے استغاثہ کیا تو وہی صدر صاحب کہتے ہیں کہ اس سے چشم پوشی کیجئے یہ ہیں ہماری اس مقدس جماعت کے مناظر اور یہ ہیں ہماری پاک جماعت کے صدر جو خود اپنی ہی تجویز کردہ شرائط کو آپ ہی غلط قرار دیں۔

لطیفہ: شائد کہہ دیں کہ خداوند تعالیٰ کی بھی یہی صفت ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت اوسی طرح ہم بھی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ مامور ہیں کہ جس شرط کو چاہیں عمل میں لاویں جس کو چاہیں رد کریں اٰمنا وصدقنا۔ خیران شکایات کی تفصیل کی یہ جگہ نہیں اس لئے ہم اس شکایت کو کسی اَور محل پر چھوڑتے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ اپنا پہلا پرچہ نقل کرتے ہیں۔ جو یہ ہے:

(اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے مباحثہ میں لکھا جانے والا اپنے پہلا پرچہ اخبار اہل حدیث میں درج کیا ہے۔ مفصل مباحثہ کے لئے شائع ہونے والے رسالے فاتح قادیان کو پڑھنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہٰذا اہم اختتام پر موقع کی مناسبت سے رسالہ فاتح قادیان مکمل نقل کئے دیتے ہیں۔ بہاء)

سرپنچ صاحب کا مفصل فیصلہ تو بہت بسیط ہے مختصر بوقت برخواست اجلاس جو انہوں نے دیا یہ ہے کہ:

میری راء ناقص میں حسب دعویٰ مرزا صاحب قادیانی

(۱) ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

(۲) خدا نے الہامی طور پر یہ جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمائی۔

اس فیصلہ کی ایک نقل ہم کو ایک فریق ثانی کو، تیسری امین صاحب کو دی گئی تا کہ وہ اس کو دیکھ کر رقم امانت مجھے دیدیں۔ چنانچہ رقم مذکور امین صاحب (جناب مولوی محمد حسن خانصاحب) سے ہم نے وصول کر لی۔

اس مختصر مگر معنی خیز فیصلہ نے فریق ثانی پر کیا اثر کیا؟ اس کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہوگا۔ ہاں ظاہری طور پر جو محسوس

ہوسکتا یہ یہ تھا کہ منشی قاسم علی صاحب اور اُن کے ساتھی لودہانہ سے نکلتے ہوئے لودہانہ یا اوس مکان کو جس میں وہ فروکش تھے مخاطب کر کے کہتے تھے ۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۷۔ مورخہ ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۳ر مئی ۱۹۱۲ء ص: ۱-۴)

قادیانی فتح پر حقانی مبارک

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلی کے مشاہیر علماء میں ہیں۔ آپ کو خاکسار کے ساتھ خاص محبت اور نظر شفقت ہے آپ کے کلام میں ایک قسم کی شیرینی ہوتی ہے۔ فتح قادیان کے مبارک کا گرامی نامہ اس قابل ہے کہ ناظرین بھی اس سے حظ اوٹھائیں۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں:

''مولانا! السلام علیکم! فتح مبارک۔ بھائی جب ڈگری پائی ہوگی اور جج نے کہا ہوگا کہ تم جیتے۔ لو تین سو روپیہ لو، تو اس وقت آپ نے برا رومال بچھا دیا ہوگا۔ اور کھنکارتے ہوئے گھر لائے ہوگے۔ اور آکر یاروں کے آگے رومال دے پٹکا ہوگا کہ یار یہ لو غنیمت۔ یہ بحرین کی پہلی فتح ہے۔

سدا اسی طرح فتح پاتے رہو اور فریق مخالف کی جرأت سے عبرت پکڑو ہمیشہ کام کرو اللہ کے واسطے خالص نیت سے سوچ سمجھ کر کرو بیمار ہوں مشکل سے چار سطریں لکھی ہیں۔''

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق حقانی کے خطاب میں لکھتے ہیں؛

خدا آپ کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرماوے بالکل تھوڑی سی رقم تھی یعنی کل بیس پونڈ جو چھوٹی سی مٹھی میں آگئے رومال کی کیا حاجت؟ ہاں وہ انعام جو جناب مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں میرے لئے رکھا تھا

حاصل ہوجاتا تو یاروں کے گل چھرے خوب ہوتے گو وہ بھی کوئی بڑی رقم نہ تھی کل ''ایک لاکھ پندرہ ہزار'' (اعجاز احمدی، صفحہ۲۴) جس کے وصول کرنے کو حسب شرط خاکسار قادیان شریف بھی پہونچا۔ آہ

اوس نقش پا کے سجدے نے یاں تک کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل چلا

مگر مرنے والا استاد بھی بلا کی نگاہ رکھتا تھا اوس نے ایک ہی سنائی کہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کرلیا ہے کہ علماء سے بحث نہیں کرونگا۔ کہاں کیا؟ عالم بالا میں پھر بلایاں کیوں تھا؟ یونہی آزمانے کو۔ آہ

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اوس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

توقع ہے مولانا دعاء اخلاص سے یاد فرماتے رہیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۸۔ مورخہ ۲۱/ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۰/ مئی ۱۹۱۲ء ص:۶)

شکریہ احباب بر فتح قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جن حضرات نے خاکسار کو اس فتح پر مبارک بادی کے خطوط تار اور پیغام بھیجے ہیں گو یہ کام سب کا مشترک ہے اس لئے مبارکبادی کے مستحق سب مسلمان ہیں تاہم یہ خادم اون کی اس ہمدردی کا شکر گذار ہے۔

جن حضرات نے مال غنیمت میں حصہ مانگا ہے۔ چونکہ مذاق دوستانہ اور محبت ہی مانگا ہے اس لئے اون کے اس سوال کا بھی شکر گذار ہوں۔ لیکن ان صاحبوں نے بھی چونکہ کمال یگانگت سے سوال کیا ہے اس لئے میں بھی کمال صداقت سے عرض کرتا ہوں کہ کسی مہذب ملک کا جرنیل کوئی ملک فتح کرکے آتا تو اوس کی

قوم اس سے غنیمت کا حصہ نہ مانگتی بلکہ اپنی طرف سے اوس کو خلعتیں دیتی اور نچھاور کرتی۔ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ فتح قادیان کا اثر تمام مسلمانوں کے حق میں برابر ہے اور خوشی میں سب شریک ہوئے پھر اپنے ایک سپاہی سے معمولی حصول غنیمت میں حصہ بٹانے کا سوال اینچہ بوالعجبی ست۔

خیر یہ تو ایک مذاق دوستانہ ہے۔ رسالہ ''فاتح قادیان'' اسی مال غنیمت سے چھپے گا اور ٹکٹ محصول ٦ پائی آنے پر مفت جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۹۔ مورخہ ۲۸ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۷ر مئی ۱۹۱۲ء ص: ۸-۹)

قادیانی مقابلہ

پیرے کے دم زعشق زند بس غنیمت است

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

قادیانی مشن سے ہمارا مقابلہ دیر سے چلا آتا ہے۔ مشن کے بانی کی زندگی تک تو لطف رہا گو وہ بیچارے بھی آخر میں چیخ اوٹھے تھے اور اس چیخ وپکار کی آواز انہوں نے عرش معلیٰ تک پہونچانے کے لئے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا کہ ہائے مجھ کو ثناء اللہ نے ستایا۔ مجھے یہ کہا مجھے وہ کہا۔ خیر اس کا فیصلہ تو خدا نے کر دیا اور اوس فیصلہ کا فیصلہ آخر کار لودہانہ میں ہوا۔ الحمد للہ

اس مقابلہ میں تو قادیانی مشن کو جو فتح ہوئی اس کے کیا کہنے؟ مرنے والے کے بعد مریدوں نے ایک نئی طرح ڈالی کہ ہمارے مبلغوں اور لیکچراروں کو خدا نے ایک خاص اثر بخشا ہے جو ہمارے مخالفوں کو نہیں یہی ہماری سچائی کا زندہ ثبوت ہے ہمارے مخالف (میری اور برادرم مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی طرف اشارہ تھا) چاہیں تو مقابلہ کر لیں میں نے اور مولوی صاحب موصوف نے اس کی منظوری دی کہ ہم حاضر ہیں۔ آئے لاہور میں ایک جلسہ کریں مضمون خواہ عام اسلامی رکھو یا ''شان مرزا'' مقرر کرو۔ شان مرزا ہو تو آپ لوگ مرزا

صاحب کی صداقت کی دلائل دیں اور ہم اوس کے خلاف دینگے۔مولوی ابراہیم صاحب نے یہ بھی لکھا کہ قرآن مجید میں کہیں سے ایک رکوع نکال کر دونوں فریق کو دیا جائے گا دونوں اس رکوع کی تفسیر کر دینگے۔

یہ جواب چھپنا تھا کہ قادیان میں سناٹا چھا گیا۔جواب ملا کہ اس قسم کے جلسے کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ تو تم لوگ اپنی شہرت کے لئے کرتے ہو (اچھا تو پھر کیا کریں؟) ایسا کرو کہ ملک میں دورہ کرو اور اشاعت اسلام کے متعلق لیکچر دیتے پھرو ہم بھی ایسا کریں گے اثر خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ایک جگہ یا ایک ساتھ چلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بہت اچھا۔اب بعد مدت اس تجویز کو ایک معنی سے پھر حرکت دینے کو سوجھی مگر ہم تجربہ سے پیشگوئی کرتے ہیں (خدا کرے ہماری پیشگوئی غلط ہو) کہ اس تجویز پر بھی قائم نہیں رہیں گے۔اس تجویز کی طرف رخ کرنے کو الحکم کے نامہ نگار نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے لیکچروں کا مقابلہ کیا ہے جس میں اتفاق سے ہم دونوں اور ان کے بڑے لیکچرار خواجہ کمال الدین وکیل بھی تھے۔نامہ نگار نے ہمارے لیکچروں کا مقابلہ کرتے ہوئے کمال ایمانداری سے کام لیا جس کی ہمیں شکایت نہونی چاہئے کیوں کہ جو کچھ کہیں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے:

''امرت سری مولوی ثناء اللہ اور حاجی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے لیکچر بھی اسی سٹیج پر ہونے والے تھے۔ اور لطف یہ کہ ابراہیم صاحب اور خواجہ صاحب کا وقت بھی ایک ہی تھا۔ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ابراہیم و ثناء اللہ سے چیلنج ہو چکا ہے کہ ایک سٹیج پر ہماری تقریریں ہوں اور پھر دیکھیں کہ حاضرین پر کس کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور کون حقائق و معارف قرآنی بیان کرتا ہے۔مولوی ابراہیم اس حسرتناک نظارہ کو نہیں بھولے گا کہ خواجہ صاحب کے وقت میں حاضرین بُت بنے بیٹھے ہیں۔اور وہاں سے نہیں اُٹھتے جب تک کہ خواجہ (کمال الدین) صاحب نہیں کہتے کہ جاؤ اب شام کی نماز پڑھو اور آپ کے وقت میں لوگ وقت سے ۲۰ منٹ پہلے اُٹھنے شروع ہو گئے اور سکریٹری صاحب اوٹھ کر تائید کرتے ہیں کہ صاحبان بیٹھے رہو مولوی صاحب کا وعظ سن لو مگر لوگ بہت کم اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں۔پھر ابراہیم نے جو کچھ بیان کیا کاش وہ خود ہی اس پر نظر ثانی کریں۔سوال تو اچھا اوٹھا کہ کیا وجہ ہے قرآن مجید بھی وہی اسلام بھی وہی مگر وہ خیر و برکات نہیں۔'' مگر اس کا جواب کچھ نہیں دیا اور

ٹالدیا۔جیسا کہ لابد للمسلمین من امیر کے جواب میں سکوت کیا۔بعد میں دوتین باتیں ایسی کیں جونفس مضمون سے کچھ تعلق نہ رکھتی تھیں۔ہاں ثناءاللہ صاحب کی کچھ تعریف کرتے جاتے تھے اوروہ بھی من ترا حاجی بگویم کے اصل پر۔زندہ باش۔جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔"

(الحکم قادیان ۲۱و۲۸-اپریل ۱۲ ۱۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلاصہ تو بہت اچھا نکالا۔خلاصہ میں تو اتنا کمال نہیں کیا۔جتنا کمال اس میں کیا کہ واقعات اپنے پاس سے تصنیف کر لئے چنانچہ پہلی ہی سطر آپ کی سراپا کذب ہے کہ:

"ابراہیم اور ثناءاللہ سے چیلنج ہو چکا ہے کہ ایک ہی سٹیج پر ہماری تقریریں ہوں پھر دیکھیں کہ حاضرین پرکس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔"

نامہ نگار اپنے بیان میں سچا ہے تو اس چیلنج کا ثبوت دکھائے۔تو ہم اس چیلنج کوقبول کرنے کے علاوہ کچھ حصہ اوس انعام سے جو بمقام لدہیانہ ہم کواوس کے ہم مذہبوں سے حاصل ہوا ہے اوس کی نذر کرینگے۔اگر نہ دکھا سکے تو خدا تعالی سے ڈرے کہ مسیح (مرزا قادیانی) کے حواری اور نبی کے صحبت یافتہ ہوکر بھی جھوٹ بولیں تو اَور کوئی کیا نہ کرے گا۔

مولوی ابراہیم سلمہ کے مضمون پر ریویو کرنا اہلحدیث کا کام نہیں نہ مولوی ابراہیم اس وقت ہندوستان میں کوئی گمنام شخص ہے۔گوشہ گوشہ میں پھرا ہوا لیکچر دیئے ہوئے۔آج ہندوستان کی مقرروں میں "سحبان ہند" کا خطاب پانے کا مستحق ہے تو ابراہیم ہے اس سے زیادہ کیا؟ مزید جواب آگے آتا ہے۔اس کے بعد خاکسار پرنظر عنایت فرماتے ہیں:

"یہی حال شیر پنجاب کے لیکچر کا ہوا جن کے لیکچر کا میں کوئی خلاصہ نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ مجموعہ تھا چند اشعار کا اور مجموعہ تھا چند ایسی باتوں کا جن سے قہقہہ پڑتا تھا اور چند حرکات واشارات کا جو کم ازکم میرے نزدیک ایک مولوی فاضل کی شان سے بعید ہیں گو ان کے لئے وہ مایہ ناز ہوں۔میں مولوی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ وہ خدا کے لئے سوچیں کہ وعظ کا اثر یہ ہونا

چاہئے کہ لوگوں کو اس کے کلمات سن کر ہنسی آئے یا یہ کہ دل خوف خدا سے پُر ہو جائے اور رقت طاری ہو آپ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کو فیشن درست رکھنا چاہئے اور اس فیشن کو سر کے بالوں کی مانگ سیدھی نکالنے اور داڑھی بڑھانے مونچھیں کٹوانے میں ختم کر دیا۔ مولوی صاحب! اس پر تو اَور کئی غیر مسلم لوگ بھی عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمان نہیں کیوں آپ نے یہ نہ کہا کہ ہمارا فیشن جو ہم کو دوسری قوموں سے جدا کرتا ہے وہ نماز ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک مسلمان کسی صورت میں غیر مسلموں سے مخلوط نہیں ہو سکتا۔ قدرت نے آپ کی آواز بھی باریک بنائی ہے تاکہ آپ کے خود ساختہ لقب کی تردید ہوتی رہے۔ ان دونوں بزرگوں کا ذکر خواجہ صاحب کے ساتھ کرنا ضروری تھا۔'' (الحکم مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان میری نسبت ان دونوں قوموں (آریوں اور مرزائیوں) کا اتفاق ہے کہ جب کبھی میری تقریر کا خلاصہ بتلاتے ہیں تو بس اتنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ چند اشعار کا مجموعہ تھا۔ رام پور میں تین روز ہر روز تین گھنٹے مباحثہ ہوا۔ ہز ہائینس نواب صاحب خود تشریف فرما تھے روزانہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ ہر فریق کی تقریر ہوتی رہی مگر مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مرزائی) نے اس مباحثہ کی روئداد شائع کی تو میری تقریر کی بابت یہی لکھا کہ چند اشعار کا مجموعہ تھا چنانچہ ادھر وادھر کے کچھ صحیح کچھ غلط اشعار بھی لکھ دیئے اور بس۔ کوئی دانا ان سے نہیں پوچھتا کہ ایسے بڑے دربار شاہی میں مباحثہ ہو جہاں علاوہ ارکان دولت کے علماء کرام بھی موجود ہوں۔ آپ لوگ تو قرآن وحدیث کے نکات بتلاویں اور فریق ثانی محض اشعار پڑھے اور غالب آ جائے

این چہ بوالعجبی ست

میری تقریر کو لاہور میں بے تعداد آدمیوں نے سنا تھا کہ میں نے کس طریق سے اپنا فیشن بتلایا تھا مَیں نے کسی طریق سے اپنا فیشن بتلایا تھا میں نے کہا تھا جس طرح انسان روح اور جسم کے مرکب کا نام ہے اسی طرح اسلام بھی صرف مادی مذہب نہیں بلکہ روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتیں رکھتا ہے اس لئے روحانی حیثیت سے ہمارا فیشن یہ ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون

یعنی مسلمان وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل کانپ جائیں اور جب اللہ کے احکام اون کو سنائے جائیں تو اون کے ایمان بڑھیں اور پروردگار ہی پر بھروسہ کریں۔

غرض روحانی کیفیت پوری یا کسی قدر حسب گنجائش وقت بتلا کر میں نے جسمانی حصہ کا بیان شروع کیا۔ کہا کہ طبیب لوگ بیماریوں کا بیان امراض سر سے شروع کرتے ہیں اس لئے میں بھی سر ہی سے شروع کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے ان مسنونات کا بیان شروع کیا جو جسمانی طور پر سر کے متعلق ہیں۔ سب سے پہلے میں نے کہا ہمارے نبی نے ہم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں تک کہ سر کے بالوں کی مانگ نکالنی بھی سکھائی کہ نصف حصے میں ہو دلیل بھی یہی چاہتی ہے کہ درمیان میں ہو مگر آج کل اس فیشن کے برخلاف ایک طرف سے نکالتے ہیں پھر اسی طرح اور جسمانی احکام کا بیان کیا یہ سب کچھ کہہ کر آخیر میں یہ کہا تھا ہمارا فیشن بس اتباع سنت ہے دگر ہیچ۔

یہ تھا میرا مضمون جس پر قادیانی نامہ نگار کھٹکا ہے جس کے جواب میں ہم دونوں اوس کو آخری فقرہ مقطع کلام یہ سناتے ہیں کہ اگر وہ اس دعویٰ میں سچا ہے کہ ایک سٹیج پر تقریروں کا چیلنج دیا تھا تو ہم اس کو منظور کرتے ہیں۔ لاہور جیسا مقام اس کام کے لئے موزوں ہے تقریروں کا عنوان ہوگا ''حقیقت مسیح قادیان'' اس کی منظوری میں کوئی معقول عذر مانع ہو تو اوسے سنکر ہم دوسری تقریر یہ تجویز کریں گے ''حقیقت اسلام'' پہلی تقریر کو ہم اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ اوس صورت میں تمہارا لیکچرار واقعی حیثیت میں تمہارا ہوگا اور اس حیثیت میں لیکچرار بحیثیت مرزائی مشن کے نہیں بولے گا بلکہ عام اسلامی حالت کی حیثیت سے ہوگا گویا وہ تمہارا نہ ہوگا۔ تاہم ہمیں منظور ہے۔ اور سنئے ہم اپنی دریا دلی میں یہ شرط بھی نہیں لگاتے کہ مضمون صحیح بلکہ یہ بھی نہیں کہتے کہ آیات واحادیث کی عبارات صحیح پڑھے۔ نہیں جو اوس کا جی چاہے کرے ہم تو اثر کا مقابلہ دکھاوینگے۔ کیا ہے؟ کوئی قادیانی کہ اپنی پیش کردہ تجویز پر عمل کر دکھائے۔ ہاں اس مقابلہ کا ذکر اشتہار میں تو نہ ہوگا۔ لیکن خاص طور پر جانچ کرنے کو تین منصف ضرور ہونگے۔ ہم آپ کی خاطر یہ بھی مانتے ہیں کہ منصفوں میں سردار بچن سنگھ

صاحب پلیڈر لودہانہ ہرگز نہونگے۔کیا اب بھی نہ مانو گے۔ضرور بالضرور۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔نمبر ۳۰۔مورخہ ۶رجمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۴رمئی ۱۹۱۲ء ص:۱-۳)

الحکم جواب دے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میری طرف سے جتنے حملے قادیانی قلعہ پر ہوئے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ایک سے ایک سخت۔ رسالہ ''الہامات مرزا'' نے تو اس قلعہ کو ایسا مسمار کیا کہ اوس کے جواب کے لئے پہلی دفعہ مبلغ پانچسو دوسری دفعہ مبلغ ایک ہزار تیسری دفعہ مبلغ دو ہزار کا اشتہار تھا مگر جواب نہو سکا پر نہو سکا۔

الحکم کا ایڈیٹر بیچارہ اسی صدمہ میں بجلی کا شکار بھی کئی ایک دفعہ اٹھا مگر الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس نشانات مرزا بجواب الہامات مرزا کے اشتہار دیئے یہاں تک لکھا کہ پریس میں جا چکا۔ ۷رجون ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں لکھا کہ خلیفہ نور الدین صاحب نظر ثانی فرماتے ہیں جسے آج ایک سال ہونے کو ہے۔اتنی دیر کی وجہ کیا۔ہماری سمجھ میں جو آتا ہے بتلاتے ہیں غلط ہو تو صحیح بتلانے کا آپ کو حق ہے۔

(الف) یا تو ایسا لطیف جواب تھا کہ خلیفہ صاحب کی نظر ثانی میں اوسے نظر بد لگ گئی۔

(ب) یا خلیفہ صاحب نے اپنے علم و فضل کی شہادت سے اوسے قابل اشاعت نہ سمجھا۔

بہر حال دال میں کالا ضرور ہے۔اس عقدہ کا حل بجز ایڈیٹر الحکم کون کرے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴رمئی ۱۹۱۲ء ص:۳)

قادیانی وفد کا سفر اور ندوہ کا جلسہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

شروع اپریل (۱۹۱۲ء) میں قادیان سے ایک وفد نکلا جس کی غرض وغایت بقول اس کے مدارس اسلامیہ دینیہ کا معائنہ کرنا تھا۔اس سفر میں وہ ندوہ کے جلسہ میں بھی شریک ہوا۔اس وفد کا امیر مرزا صاحب قادیانی کا بیٹا مرزا محمود احمد تھا۔وفد کا میر منشی یا سفر نویس اڈیٹر الحکم تھا۔چنانچہ اڈیٹر موصوف نے اپنا سفر نامہ الحکم کے کئی ایک نمبروں میں شائع کیا ہے۔اس سفر نامہ میں گو اوس نے بہت سی باتیں علماء کرام کی نسبت ایسی ویسی کہی ہیں،مگر ہماری غرض اون سب سے نہیں بلکہ چند باتوں پر ہم نوٹس لینا چاہتے ہیں۔

اول اڈیٹر صاحب نے اپنے معمولی اخلاق مسیحی کا ثبوت یوں دیا ہے کہ مولانا شبلی جیسے باکمال عالم کی نسبت جہاں کہیں ذکر کیا ہے صرف مفرد کے صیغے میں محض ''شبلی'' کے لفظ سے۔مولانا شبلی سے ہمارا بھی کئی ایک باتوں میں اختلاف ہے اور ہونا چاہئے مگر اختلاف کی صورت میں بھی اون کے علم وفضل کی قدر ہماری نگاہ میں اوسی قدر ہے جس قدر اتفاق کی صورت میں ہوسکتی ہے۔اس ضمن میں آپ نے مولوی سید سلیمان صاحب مدرس ندوہ کا ذکر بھی کیا ہے مگر عجب خبط الحواسی سے ایک ہی بیان میں کہیں جمع کا صیغہ ہے تو کہیں مفرد کا اس موقع پر ہمیں صرف مسیح علیہ السلام کا قول بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے جس کا مطلب عربی کی ایک مثل میں بھی ملتا ہے۔ الثمرة تنبئ عن الشجرة .اس مقدس جماعت کی رعونت اور اخلاق ہی ان کے مذہب کی صحت کے ضامن ہے۔

خیر اس سفر میں مولانا شبلی اور مولانا عبداللہ ٹونکی کے سامنے اونھوں نے یہ مسئلہ بھی پیش کیا کہ کسی غیر مرزائی مسلمان کی لڑکی کا نکاح مرزائی کے ساتھ ہونے سے آپ (مولانا شبلی) نے کیوں منع کیا۔اونھوں نے کہا مَیں نے تو اجازت دی تھی۔پھر لکھتے ہیں کہ اسی ضمن میں مرزا صاحب کی نبوت کا ذکر آیا تو ہم نے کہا جزئی نبوت کے قائل تو (مولانا) شبلی بھی ہیں۔ہم باور نہیں کرتے کہ مولانا شبلی اور مولانا عبداللہ ٹونکی نے اس کا معقول

اور مسکت جواب نہ دیا ہو۔ضرور دیا ہو گا مگر ناقل نے اوس کو نقل نہیں کیا۔اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور آپ کے رسول (قادیانی آنجہانی) کے قول سے دیتے ہیں۔پس غور سے سنو! زیادہ کنج وکاؤ اور کرید نے کی حاجت نہیں تمہارے امام نے غیر مرزائی مسلمانوں کے رشتوں کی بابت تمہیں خود ہدایت دے رکھی ہے جوافسوس تم لوگ بھول کر دوسروں کو بھی بھلانے کی کوشش کرتے ہو۔اپنے امام کا وہ فتویٰ غور سے پڑھو جو اونہوں نے بذریعہ ایک اشتہار کے شائع کیا تھا جو یہ ہے:

''یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہوکر تعصب اور عناد اور بخل وعداوت کے پورے درجہ تک پہونچ گئے ہیں اون سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں۔جب تک وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہوں اور اب یہ جماعت کسی بات میں اون کی محتاج نہیں۔ مال میں، دولت میں، علم میں، فضیلت میں، خاندان میں، پرہیز گاری میں، خداترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں۔تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجّال رکھتے ہیں۔ یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خوان اور تابع ہیں۔

یادرہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا۔اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہو گا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔سو تمام جماعت توجہ سے سُن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے اس لئے میں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اپنی جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز اون کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں۔تو اس صورت میں ان پر لازم ہو گا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں۔

اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہئے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غمخوار کی طرح تلاش کریں گے اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں۔ یا اگر نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عالم کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں۔ اور سب سے زیادہ یہ خیال رہیگا کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں۔ اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں۔ یہ کتاب پوشیدہ طور پر رکھی جائے گی اور کسی لڑکے لڑکی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی جائے گی جب تک اوس کی لیاقت اور نیک چلنی ثابت نہو جائے۔ اس لئے ہمارے مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست اسماء بقید عمر وقومیت بھیج دیں تا کہ وہ کتاب میں درج ہو جائے مندرجہ ذیل نمونہ کا لحاظ رہے:

نام دختر یا پسر۔ نام والد۔ نام شہر بقید محلّہ وموضع۔ عمر دختر یا پسر (فتاوی احمدیہ جلد دوم، صفحہ ۷-۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیا اب وہ کتاب محو ہو گئی جس میں رشتوں کو مخفی راز رکھے رہتے تھے۔ اب کیوں مسلمانوں سے رشتہ کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور نہ کرنے پر شکایت۔ جس فرق سے تمہارے نبی نے تم کو یہ وصیت کی تھی اوسی فرق سے اہل اسلام تم سے ناطہ نہ کریں تو تمہارا کیا اعتراض؟ ؎

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

اسی مضمون میں اڈیٹر صاحب الحکم نے ایک بات ایسی لکھی ہے جس پر خدا لگتی کہنے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ بہت ہی معقول لکھی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اشاعت سلسلہ کے متعلق اس امر کی بہت بڑی ضروری ہے کہ سلسلہ کے اصولوں کو کھول کھول کر بیان کیا جاوے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ راستہ صاف کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری پبلک تقریروں میں سلسلہ کا نام تک نہ آوے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ۴ و ۵ مئی ۱۹۱۲ء کو یہ سوال پیش کیا گیا تو حضرت صاحب نے اس کو نہ صرف ناپسند کیا بلکہ اس کو ایک قسم کا نفاق بتایا۔ اے خدا تو ہم سب کو نفاق سے محفوظ رکھ۔ (آمین)

حقیقت میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اشاعت سلسلہ میں اگر اپنے عقائد اور اصولوں کو پیش نہ کریں گے تو لوگ اس سے کیونکر واقف ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آ چکا ہے جو ہمارے لئے حجت اور خضر راہ ہے۔ لاہور کے اخبار وطن نے ریو آف ریلیجنز کی اشاعت کے متعلق ایک معاہدہ کرنا چاہا تھا کہ اس میں سلسلہ کا ذکر نہو۔ اس تجویز کو جس حقارت اور نفرت کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا وہ ان خطوط وتحریروں سے عیاں جو ۱۹۰۵ء کے آخر اور ۱۹۰۶ء کے اوائل میں اخبارات اور میگزین میں شائع ہو چکی ہیں خود جناب مولوی محمد علی صاحب نے ایک مبسوط خط ایڈیٹر وطن کے نام لکھا تھا جس میں اونہوں نے کھول کر بیان کیا تھا کہ ''میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھونگا اس میں اپنے عقاید کا پابند رہونگا۔ اور یہ منافقانہ کارروائی مجھ سے ہرگز نہیں نہو سکے گی کہ اپنے عقاید کو چھپاؤں۔''

(الحکم ۷-۱۴؍مئی ۱۹۱۲ء، ص:۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اشارہ اپنے ایک مشہور اور قابل لیکچرار خواجہ کمال الدین کی طرف ہے جو پبلک تقریروں میں قادیانی مشن کا نام تو کیا اشارہ تک نہیں کرتے۔ جس کو ایڈیٹر الحکم اور وفد کی امیر مرزا محمود نفاق کہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ بات اس لئے معقول ہے کہ جن خصوصیات کی وجہ سے اتنی تکلیف اوٹھائی جن کو مر مر کر حاصل کیا جن کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں کہ۔

دشمن کے طنز دوست کے پند آسمان کے جور
کیا کیا مصیبتیں نہ سہیں تیرے واسطے

وہی مخفی رکھی جائیں تو غالباً بہادری اور اخلاص مندی سے بعید ہے۔ اسی لئے ہم بھی قادیانی ممبروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ اون خصوصیات پر ہمارے سامنے مقابلہ کے لئے لیکچر دو تو پھر دیکھیں کہ کیا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ کیا قادیانی مشن کے امام مقتدی ہماری اس معقول درخواست کو منظور کریں گے؟ (آئندہ زمانہ خود بتلائیگا)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۱۳؍جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۳۱؍مئی ۱۹۱۲ء ص:۱-۳)

قادیانی گیدڑ بھبکی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

منشی قاسم علی دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ مباحثہ لودہانہ میرے اور آپ کے درمیان تھا۔ تمام قوم مرزائیاں پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ اس لئے آپ کا فتح قادیاں یا فاتح قادیاں وغیرہ مضامین لکھنے سے احمدیوں (مرزائیوں) کی دل آزاری ہے۔ پس یا تو معافی مانگو، یا تم پر نالش کی جائے گی۔

جواباً قلمی ہے آپ کو اور دیگر مرزائیوں کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ بذریعہ عدالت بھی دل کے ارمان نکال لیں۔ اور سن رکھیں ۔

عاشقاں از ہیبتِ تیغ تو سر پیچیدہ اند
جامیء بیچارہ را چوں دیگراں پنداشتی

ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ اُس کا ثبوت بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس کافی سے زیادہ ہے۔ جس کو بالا جمال شیخ سعدی مرحوم کے قول میں سُنائے دیتے ہیں ۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

تفصیل کے لئے کمرہ عدالت کا انتظار کیجئے۔ استغاثہ کی اخراجات کے لئے روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو غنیمت حاصل کردہ مبلغ تین سو روپیہ میں سے کچھ رقم میں بھی بطور چندہ پیش کرنے کو تیار ہوں۔

ہاں دوستانہ نصیحت کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ استغاثہ کرنے سے پیشتر دفعہ (۲۱۱) تعزیرات ہند کو دیکھ رکھیئے گا۔ پس ۔

ہم بھی ہیں سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو
آج دیکھیں کاٹ تیرے ابروئے خم دار کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۲۰ / جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۷ / جون ۱۹۱۲ء ص: ۱۳)

قادیانی خلیفہ لاہور میں

ایک ضروری مسئلہ کا حل

۱۶-جون کو خلیفہ نورالدین صاحب نے لاہور میں لیکچر دیا جس کا مضمون بقول ہمعصر اخبار زمیندار یہ ہے کہ:

''ہم (قادیانی) کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتے جو کلمہ گو ہے وہ مسلمان ہے۔'' (۲۰ جون ۱۹۱۲ء)

ہم اس خبر کو سن کر خوش ہیں کہ قادیانی جماعت بھی کلمہ گوؤں کو مسلمان جاننے لگی جس سے مسلمانوں میں بہت کچھ ملاپ اور اتفاق کی امید ہے مگر افسوس کہ واقعات صحیحہ ہم کو یہ خوشی منانے سے مانع ہیں جب تک اصل واقعات سے اس کا جواب نہ ملے کہ ہاں یہ فتویٰ خلیفہ صاحب اصل مذہب سے دیا ہے اور کسی مصلحت اور دور اندیشی پر نہیں دیا۔ گذشتہ زمانہ کی تحریرات مٹ نہیں گئیں۔ بلکہ ہمارے سامنے ہیں۔ کل کی بات ہے خلیفہ صاحب کی تقریر قادیانی اخباروں میں گشت کر رہی تھی کہ:

''ہمارا اور غیروں کا اختلاف اصولی ہے فروعی نہیں جب کہ بحکم لا نفرق بین احد من رسلہ کسی رسول کا انکار بھی کفر ہے تو مرزا صاحب مامور من اللہ ہیں اون کے انکار سے تفرقہ بین الرسل ہوتا ہے۔'' (الحکم ۲۸/فروری ۱۹۱۱ء، صفحہ ۴)

اس تقریر کا مطلب صاف ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ یا حضرت سید الانبیاء علیہم السلام کے انکار سے آدمی کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا صاحب کے انکار سے بھی آدمی کافر ہوتا ہے۔ اس لئے قادیانی خلیفہ صاحب سے بتوسط زمیندار اور بلاتوسط دریافت کرتے ہیں کہ تقریر مندرجہ الحکم کا مطلب کیا ہے۔ یہی ہے جو ہم نے سمجھا اور بتلایا یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو لاہور والی تقریر میں آپ نے سابقہ تقریرات سے رجوع کیا یا کیا۔ اَور کچھ مطلب ہے تو کیا ہے۔ غالباً ہمارا سوال اہل علم اور اہل دانش کی نگاہ میں ہر طرح قابل

وقعت ہے۔ مگر ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت مع خلیفہ صاحب اس سوال کا جواب نہ دیں گے (کیوں؟)۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۳۵۔ مورخہ ۱۱ر رجب ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۸ر جون ۱۹۱۲ء۔ ص:۲-۳)

قادیانی اخفاء حق

ایک صاحب شاہ محمد حسین از بنارس شکایت کرتے ہیں کہ میں نے قادیان کے اخبار بدر کو خط لکھا کہ

مخدوم بندہ جناب اڈیٹر صاحب۔ سلام علیکم

عرض ہے کہ اہل حدیث میں مباحثہ تحریری جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و میر قاسم علی صاحب دہلوی اڈیٹر الحق شائع ہوا ہے مگر چونکہ اب تک بدر میں نظر سے نہیں گذرا، اس لئے یقین نہیں آتا کہ دراصل ایسا ہوا یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو آنجناب کو بذریعہ بدر تردید چھاپنا ضرور تھا اور اگر یہ واقعہ درست ہے تو سچ کو پوشیدہ کرنا آپ جیسے حق نویس اڈیٹر کی شان سے بعید ہے۔ لہذا امیدوار ہوں کہ اس تحریر کو معہ اپنے جواب باصواب کے بدر میں شائع فرما کر مشکور فرمایئے گا اور حالات مباحثہ سے بھی پبلک و نیز ناظرین بدر کو واقف فرمایئے گا۔

نیازمند شاہ محمد حسین۔ خریدار بدر

اس کا جواب آیا کہ

جناب شاہ صاحب سلام علیک۔ آپ کا خط پہونچا۔ بدر کے کالم لدھیانہ کے مباحثہ کی ابتداء یا

انتہاء سے بے خبر ہیں۔ اگر اس کی ابتداء یا تجویز کا اس میں کوئی ذکر ہوتا تو اس کی انتہاء کا ذکر ہوتا۔ اس کے متعلق مفصل حالات آپ کو خود اڈیٹر صاحب الحق سے مل سکیں گے۔ انہوں نے اشتہار شائع کیا ہے۔ محمد صادق۔ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

شاہ صاحب آپ کی خفگی ایک معنے سے بے جا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مباحثہ لودہانہ فریق ثانی کی خواہش سے ہوا۔ انہی کی مجوزہ شرائط طے پائیں۔ آخر انجام بھی صاف ہوا۔ پھر ایسی شکست کی خبر کو نام نہاد صادق جن کی شان میں وارد ہے: برعکس نہند نام زنگی کافور، شائع کریں تو اپنی قوم میں ان کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ گو اخفا سے اس کا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خبر ایسی کچھ مخفی نہیں رہی تھی کہ قادیان سے نہ نکلے تو مرزائیوں کو پہونچ نہ سکے۔ تاہم فریق ثانی کی کوشش بجا ہے۔

میں اسی کے متعلق ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ قادیانی پارٹی کے دماغ میں سمائی کہ ہم نالش کر کے روپیہ واپس لے لیں۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین لاہوری کے مکان پر کئی ایک مرزائی جمع تھے جن میں چند حیدر آباد دکن کے بھی تھے۔ سب نے تائید کی کہ اس طرح نالش کر کے روا پیہ واپس لیا جائے کیونکہ سرپنچ نے فیصلہ ٹھیک نہیں وہ خود کہتا ہے کہ مجھ میں فیصلہ کرنے کی قابلیت نہیں۔ بہت زور سے گفتگو ہوتی رہی۔ مگر خواجہ کمال الدین نے اس رائے کو فیل کر دیا۔ بایں وجہ کہ یہ مقدمہ ہائی کورٹ تک جائے گا۔ اتنے دنوں کی تکلیف مقدمہ کے علاوہ روزانہ واقعات سخت تکلیف دہ ہوں گے۔ اس لئے دعوی نہیں کرنا چاہیے۔ گو مرزائی جماعت جو مرزا محمود اور اڈیٹر الحکم کی پارٹی میں ہیں خواجہ صاحب سے بہت کچھ کشیدہ اور گلہ گذار ہیں مگر ہمیں شک نہیں کہ خواجہ صاحب، قادیانی مشن کے سچے ہم درد اور پکے مرزائی ہیں۔ یہ بھی ان کا احسان ہے قادیانی جماعت پر کہ انہوں نے نالش کی اجازت نہیں دی۔ ورنہ دیکھتے کہ لینے کے دینے پڑ جاتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ جولائی ۱۹۱۲ء۔ ۱۸ ر جب ۱۳۳۰ھ۔ نمبر ۳۶ جلد ۹ ۔ص ۱۔۲)

قادیانی خلیفہ کا تلون

استقلال مزاج ایک ایسا وصف ہے کہ ہر حال میں محمود سمجھا جاتا ہے خصوصاً کسی جماعت کے رہنما اور سردار کے لئے تو ازبس ضروری ہے اس لئے خدا تعالی نے سید الانبیاء ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا : لا یستخفنك الذین لا یو منو ن اے نبی تجھ سے ایسی کوئی حرکت نہ ہونے پائے کہ بے ایمان لوگ تجھ کو خفیف الحرکت سمجھیں۔

عرصہ سے قادیانی مشن میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مرزا قادیانی کے منکرین کیا ہیں؟ ایک گروہ منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ایک پارٹی کافر نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی ہم کو کافر کہے وہ ہمیں کافر کہنے کے سبب خود کافر ہوتے ہیں۔جس کا مطلب صاف ہے کہ محض مرزا صاحب کا انکار کفر نہیں (یہ رائے ان کی بھی غلط ہے جس کا ذکر اہل حدیث میں کئی دفعہ ہو چکا ہے) اس پارٹی کے سرگروہ خواجہ کمال الدین وکیل لاہوری ہیں۔

حکیم نور الدین خلیفہ قادیان کے علم وفضل پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو بہت کچھ ناز تھا۔ اختلاف رائے سے قطع نظر حکیم صاحب کی وسعت نظر کے ہم بھی قائل ہیں لیکن حکیم صاحب نے مذہبی طور پر ایسا پہلو اختیار کر رکھا ہے کہ وہ کسی طرح قابل اصلاح ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی بابت یہ کہنا بجا ہے کہ :

الٹا کار سب ہے کہ کر کیوں بنے

الٹا یار الٹی بات الٹے ہم

۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کے اخبار الحکم قادیان میں آپ کی تقریر چھپی تھی جس میں خلیفہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ ہمارا اور ہمارے مخالفوں کا اختلاف اصولی ہے۔مرزا صاحب کے انکار سے تفریق بین الرسل لازم آتی ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے لا نفرق بین احدٍ من رسله ۔

اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک جیسا محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کفر ہے اسی

طرح مرزا صاحب کا انکار کفر ہے۔خلیفہ کی اس تقریر سے مرزائی جماعت میں بڑی کھل بلی پڑ گئی۔اول جماعت تو بہت خوش ہوئی مگر جماعت ثانیہ جس کے سرگروہ خواجہ کمال الدین ہیں اس کوشش میں رہے کہ جس طرح ہوسکے اس تقریر (کا اثر دور کرنے کی کوشش) کی جائے تا کہ مسلمانوں میں ہماری سرخ روئی باقی رہے۔خواجہ صاحب لاہوری نے ۱۸۔اگست ۱۹۱۱ء ...میں ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا منکر جب تک مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر نہ کہے.....(کافر نہیں)...مشتہر کے الفاظ یہ ہیں:

میرے مرشد آقا حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بھی وہی غیر احمدی کافر ہے جس نے پیش دستی کر کے آپ کو کافر کہا۔

اس اشتہار کا مطلب صاف ہے کہ محض انکار مرزا کفر نہیں۔بہت خوب!

وہی خلیفہ صاحب قادیانی حکیم نورالدین جو فروری میں کہہ چکے تھے کہ مرزا صاحب قادیانی کا انکار لا نفرق بین احد من رسله کی ذیل میں آتا ہے،وہی خلیفہ صاحب بایں ہمہ علم وفضل اور ادعاء کمال روحانیت وخلافت اس اشتہار کی تصدیق کرتے ہیں۔چنانچہ مشتہر صاحب اشتہار کے نیچے نوٹ دے کر لکھتے ہیں :

اس اشتہار کا مسودہ بجنسہ طبع یا شائع کرنے سے میں نے بحضور حضرت مخدوم مطاع عالی جناب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت بابرکت میں استصواباً بھیج دیا اور حضرت مخدوم نے میرے مسودہ کو اپنے قلم کے ساتھ ان الفاظ ذیل سے مزین کر کے بھیج دیا :

مجھے پسند ہے،آپ شائع کردیں۔ دستخط نورالدین

اور سنئیے ! حال ہی میں خلیفہ صاحب بماہ جون لاہور تشریف لے گئے جہاں پر آپ کو ایک تقریر کرنے کا موقعہ ملا تو آپ نے جلی کٹی ایسی سنائیں کہ یاد کریں۔فرمایا :

ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔جب کوئی نبی آیا اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقت رہ جاتی ہے۔ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر،ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔پہلے نبی آتے رہے ان کے وقت

میں دو ہی قومیں تھیں، ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں، جواب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والوں کو کیا کہیں ....غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب خدا کے مرسل ہیں...اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے...کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص (جو مرزا کے سوا باقی کو) مانتا ہے اس حصہ میں اس کو اپنا قریبی سمجھ لو جس طرح پر یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔ اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے بھی ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔ ایسا صاف مسئلہ مگر نکمے لوگ اس میں بھی جھگڑتے ہیں۔ نکمے لوگ ہیں اور کام نہیں ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔ (الحکم قادیان ۲۱ جون ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیسی شستہ تقریر ہے۔ مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب کا انکار مثل انکار دیگر انبیاء کے ہے۔ بہت خوب! اول پارٹی نے سوچا ایسا نہ ہو مثل سابق دوسری پارٹی خلیفہ صاحب پر غالب آ کر کوئی نیا اشتہار اس مضمون کے خلاف دیدے، اس لئے انہوں نے جھٹ سے خلیفہ صاحب کو پختہ کرنے کے لئے ایک سوال مع جواب شائع کر دیا جو اخبار بدر میں درج ہے:

ذریعہ نجات: ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ (اخبار بدر۔ قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء ص۲)

بس مطلب صاف ہو گیا۔ اب کسی ایرے غیرے کو دخل کی گنجائش نہیں۔ لاہور میں ایک معزز دوست نے کہا تھا کہ میں مرزائیوں سے پوچھا کرتا ہوں کہ جو تم کہتے ہو کفر کے معنی انکار کے ہیں جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ لغوی معنی سے کافر یعنی مرزا کا منکر ہے۔ ہم یہ نہیں پوچھتے، ہمیں یہ بتلاؤ کہ مرزا جی کے انکار سے نجات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ سو دوست موصوف خلیفہ صاحب کے اس جواب سے مطمئن ہو جائیں کہ

بقول خلیفہ صاحب جو کوئی مرزا صاحب کو نہ مانے گا وہ نجات نہ پاوے گا۔

ناظرین! خلیفہ نورالدین صاحب کے مذکورہ بالا تلونات کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب خلیفہ صاحب بھی غالباً اس شعر کے مصداق ہیں

حلف عدوّ سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

دیکھئے قادیانی پریس اس کا جواب کچھ معقول دیتا ہے یا مشکل سمجھ کر کسی جیل زا دے کے حوالے کر دیتا ہے۔

نوٹ: اس مضمون میں اس سے بحث نہیں کہ آیا واقع میں مرزا صاحب کا منکر کافر ہے یا نہیں اور یہ کہ خلیفہ قادیان کا فتوی کہاں تک صحیح ہے بلکہ محض خلیفہ صاحب کے تلونات دکھانے ہیں اور بس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۱۲ء)

قادیانی مسیح کا نشان

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک ہم یہی کہتے رہے کہ مسیح موعود کی کوئی نشانی دکھاؤ جس سے سچے جھوٹے میں امتیاز ہو سکے۔ شیخ سعدی مرحوم بھی فرما گئے ہیں ؎

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر

مگر قادیانی جماعت ہماری اس درخواست کو بڑی حیلہ جوئی سے ہمیشہ رد کرتی رہی جہاں کہیں موقع ملا (باستثناء لودہانہ) یہی جواب ملتا رہا کہ حضرت عیسےٰ کی وفات حیات پر پہلے بحث کر لو جو بالکل ایک اجنبی اور دور

از کار مسئلہ ہے۔ مگر شکر ہے کہ آخر کار ہماری درخواست نے اپنا رنگ دکھایا گو کسی صورت میں دکھایا۔ بہرحال قادیانی جماعت کو بھی مرزا صاحب کی نشان نمائی کا خیال دامنگیر ہوا چنانچہ قادیانی رسالہ ریویو کے فاضل ایڈیٹر نے اگست کے رسالہ ریویو میں ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''مسیحیوں کا آنے والا مسیح'' اس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے خیالات متعلقہ حضرت مسیح کا ذکر کر کے نکتہ چینی کرتا جاتا ہے آخر میں اپنے مسیح کو مقابلہ میں پیش کر کے اوس کے نشانات دکھانے کو ایک بڑا انشان پیش کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''مسیح موعود کا ایک نشان: یہ نشان اس قدر کثرت سے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی زندگی میں ظاہر ہوئے کہ اون کا شمار بھی دشوار ہے اور آپ کی وفات کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے زبردست نشانوں کے ساتھ آپ کی تصدیق کی اور یہ نشان ایسے نہیں کہ کسی ایک ملک یا ایک قوم میں محدود ہوں بلکہ جیسا آپ کا مشن عالمگیر تھا ایسا ہی آپ کے نشان عالمگیر ہیں اور زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ وہاں کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کے نشانوں کے گواہ نہ ہوں اور بعض نشان آپ کے ایسے عظیم الشان ہیں کہ کل دنیا اُن کی گواہ ہے۔ مثلاً گذشتہ دسمبر میں جو خدائے تعالیٰ نے مقام دہلی میں حضرت مسیح موعود کا ایک نشان دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ جارج پنجم کے ہاتھ سے پورا کرایا دنیا کا کونسا ملک ہے جو اس نشان کا گواہ نہیں کیوں کہ یہ نشان ایسے حالات کے ماتحت پورا ہوا کہ اوسکی دھوم کل دنیا میں مچ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے آج سے قریباً ٦ سال پہلے بنگال کے دو حصے کر دیئے جس پر بنگالیوں نے شور مچایا مگر کسی نے اون کی بات کو نہ مانا۔ اُنہوں نے بہت زور لگایا کہ یہ تقسیم منسوخ کر دی جائے اور جس طرح پہلے بنگال ایک ہی صوبہ تھا ایسا ہی وہ پھر ایک صوبہ کر دیا جاوے مگر اُن کو صاف جواب دیا گیا کہ تمہاری یہ درخواست ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ پارلیمنٹ میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار کھلے لفظوں میں ذمہ دار وزراء نے کہدیا کہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے جس میں اب کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہوسکتی۔ لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو آیا اوس نے بھی بنگالیوں کو یہی سنایا کہ خواہ کچھ ہو تقسیم بنگال بحال رہے گی۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ غرض ہر طرف سے مایوسی ہی مایوس نظر آتی تھی اور کوئی عقلمند اس

وقت یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک ایسا امر جس کو گورنمنٹ باوجود بنگالیوں کے شور مچانے کے کر گذری ہے اوس امر کو گورنمنٹ پھر واپس لے لے گی جب بار بار خود پارلیمنٹ میں برملا کھلے الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتا اور یہ بنگالیوں کی ایک ایسی درخواست ہے جس کو کسی طرح بھی گورنمنٹ منظور نہیں کر سکتی تو کس طرح کوئی شخص امید کر سکتا تھا کہ خدا ایک ایسا دن لائے گا جب کہ بنگالیوں کی مراد پوری ہوگی اور جس چیز کو وہ مانگتے ہیں اور جس چیز کو دینے سے گورنمنٹ بار بار انکار کر چکی ہے وہ چیز بنگالی قوم کو حاصل ہو جائے گی۔ ایسے حالات میں آسمانی گورنمنٹ کی طرف سے زمین کے روحانی بادشاہ حضرت مسیح موعود کی طرف ایک سرکاری پروانہ بھیجا گیا اور اس میں حضرت خلیفۃ اللہ علی الارض کو کہا گیا کہ ہمارا یہ حکم کل دنیا کو سنا دو کہ

پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اون کی دلجوئی ہوگی۔

یہ الٰہی حکم ۱۱-فروری ۱۹۰۶ء کو جاری ہوا مگر ظاہر میں کوئی صورت اس کے پورا ہونے کی نظر نہیں آتی تھی۔ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ گورنمنٹ اس بات پر تُلی ہوئی تھی کہ تقسیم بنگالہ کو بحال رکھا جائے گا خواہ کچھ ہی ہو کیوں کہ یہ فیصلہ نہایت سوچ بچار کے بعد کیا گیا تھا اور باوجود بنگالیوں کی مخالفت کے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اس لئے صرف لوگوں کی ناجائز ایجی ٹیشن کی وجہ سے اس تجویز کو منسوخ کرنا گورنمنٹ اپنے سلطانی اصول کے برخلاف سمجھتی تھی اور اُس کے نزدیک تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا اپنے شاہانہ رعب کو کم کرنا تھا۔ اسی لئے بار بار وزراء نے پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم پر اور وائسراؤں نے اپنی وائسرائی مسند پر کھڑا ہو کر نہ صرگ بنگالیوں کو بلکہ دنیا کو یہ سنا دیا تھا کہ ہمارا یہ فیصلہ ایک قطعی فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کی امید کرنا ایک خام خیال ہے اور بنگالیوں کو کہا گیا کہ سن رکھو اور یاد رکھو کہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہو گی۔ ان بار بار کے انکاروں نے اور بھی بنگالیوں کی کامیابیوں کو ناممکن کر دیا تھا کیونکہ کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ جس امر کے بارے میں گورنمنٹ اور اوس کے عالیجاہ افسر اس قدر زور اور تکرار کے ساتھ صاف اور مضبوط لفظوں میں انکار کر چکے ہیں اوس کو پھر وہی گورنمنٹ جلدی ہی تبدیل کر دے گی۔

اس بار بار کے انکار کے اعلانوں نے خود بنگالیوں کو ناامید کر دیا اور وہ اس سے مایوس ہو گئے کہ گورنمنٹ تقسیم بنگالہ میں کوئی ایسی اصلاح کرے گی جس سے اون کی دلجوئی ہو۔ مگر خدائے تعالیٰ کی حکومت کل زمینی حکومتوں سے زبردست ہے۔ دنیا کی کل حکومتیں اُس کی چاکر اور غلام ہیں۔ اب جب کہ مایوسی پرلے درجہ تک پہونچ چکی اور کسی سینہ میں رائی بھر بھی اُمید باقی نہ رہی اوس وقت خدائے خدائے تعالیٰ نے اپنی بات پورا کرنے کے خود ہی سامان پیدا کرنے شروع کئے۔ جارج پنجم تخت پر بیٹھا۔ اور اون کے دل میں خدا کے فرشتوں نے یہ تحریک پیدا کی کہ میں ملک ہند کے قدیمی پایۂ تخت دہلی میں اپنی تاجپوشی کا جشن مناؤں۔ اوس احکم الحاکمین نے زمینی گورنمنٹ کے فیصلہ کو ایسے عجیب طریق سے بدل دیا کہ دنیا دیکھ کر ششدر رہ گئی اوس نے خدا نے ملک معظم کو جو اوس کا ایک ادنیٰ چاکر اور غلام ہے پہلے دستور کے برخلاف ہندوستان میں بھیجا۔ کنگ جارج بذات نفیس خود اپنے قیصری تخت کے سامنے کھڑا ہوا اور اوس وقت اوس نے اون نوابوں راجاؤں، گورنروں، جرنیلوں، کرنیلوں، فوجی سپہ سالاروں، وزیروں، امیروں کے اوس بے نظیر مجمع کے سامنے اپنی مبارک زبان سے ایک اعلان کیا۔ وہ اعلان کیا۔ وہ وہی اعلان تھا جو اس دربار سے ٹھیک پانچ سال دس ماہ قبل خدا کے خلیفہ نے اپنے دارالخلافت قادیان دارالامان سے شائع کیا تھا کہ پہلے

بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا اب اون کی دل جوئی ہوگی

پہلے سب اعلان اُس کی طرف سے اوس کے نائب السلطنت نے کئے مگر جب اس اعلان کی باری آئی جس کے لئے زمین و آسمان کے بادشاہ نے یہ سارا سامان کیا تھا اور جس کے لئے خود ملک معظم کو حقیقی شہنشاہ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب اس اعلان کی باری آئی تو ملک معظم نے پسند نہ کیا کہ اس الٰہی پیغام کو وہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی ہند کے رعایا کو پہونچائے۔ اس لئے شاہ انگلستان قیصر ہندوستان نے اس اعلان کو خود اپنی زبان سے ادا کیا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے نشان کو اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تا کہ اوس کے نشان کی عزت ہو اور اوس کے صادق مسیح کی شان دنیا پر ظاہر ہو۔ خدائے تعالیٰ نے

اپنے خلیفہ کا اس قدر اکرام کیا کہ اوس کے منہ کی بات کو ایک ایسے عظیم الشان انسان کے ہاتھ سے پورا کیا جو آج دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہے۔" (ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ اوس مضمون کی اصل جان ہے جو اڈیٹر رسالہ نے حسب تقلید مرزا صاحب قادیانی ۲۵ صفحوں میں لکھا ہے اس کے اصل مطلب میں اڈیٹر مذکور کے ساتھ ہم بھی متفق ہیں وہ یہ کہ خدا نے بادشاہ کے دل میں یہ ڈالا کہ دہلی کا سفر کر کے تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان کرے تاکہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کو دیانتداری اور نیک نیتی سے سچا مانے ہوئے ہیں اون کی راہ نمائی کا ایک ذریعہ ہو جائے اور جو لوگ متعصب اور ضدی ہیں اون کو تو کوئی چیز ہدایت نہیں کر سکتی۔اب سنئے تفصیل۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ "بنگالیوں کی دلجوئی کی جاوے گی" مگر اپنی زندگی ہی میں اس کی ایسی تشریح کر دی تھی کہ اوس کے سننے سے یہ امر یقین کے درجے تک پہونچتا ہے کہ واقعی خدا ہی نے بادشاہ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا تھا تاکہ گمراہوں کی ہدایت علی الاعلان ہو جائے۔اس مضمون کو ہم نے ۲۹-دسمبر ۱۹۱۱ء اور ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء کے اہلحدیث میں مفصل لکھا ہے۔قادیانی پریس کی دلیری اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اون کے کسی مضمون کا مفصل جواب خود اون کے حوالوں سے بھی دیا جائے تاہم وہ اون حوالوں کی طرف غور نہیں کرتے بلکہ نئے سرے سے اوس مضمون کو دہراتے ہیں تاکہ ناواقفوں کی غلط فہمی کا موجب ہو سکے اس لئے ہم بھی اوسی مضمون کو جو مندرجہ بالا تاریخوں میں لکھا ہے یہاں بالاختصار جمع کر کے قادیانی پریس کی ایمانداری اور مرزائی مذہب کی بنیاد اور نشانات کی کیفیت دکھاتے ہیں۔جناب مرزا صاحب یعنی خود بدولت مسیح موعود اور مہدی مسعود لکھتے ہیں:

"۱۱-فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی کی گئی تھی جس کے یہ الفاظ تھے۔

"بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔اب اون کی دلجوئی ہوگی۔"

اس کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔گورنمنٹ نے تقسیم بنگالہ کی نسبت حکم نافذ کیا تھا اور یہ حکم بنگالیوں کی دل شکنی کا باعث اس قدر ہوا تھا کہ گویا اون کے گھر میں ماتم پڑ گیا تھا اور انہوں

نے تقسیم بنگالہ کے رُک جانے کی نسبت بہت کوشش کی مگر ناکام رہے بلکہ برخلاف اس کے یہ نتیجہ ہوا کہ اون کا شور وغوغا گورنمنٹ کے افسروں نے پسند نہ کیا اور اون کی نسبت ان افسروں کی طرف سے جو کچھ کارروائیاں ہوئیں اس میں اس جگہ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں خاص کر فلر لفٹنٹ گورنر کو اونہوں نے اپنے لئے ملک الموت سمجھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اون ایام کہ بنگالی لوگ اپنے افسروں کے ہاتھ سے دکھ اٹھا رہے تھے اور سر فلر کے انتظام سے جاں بلب تھے مذکورہ بالا الہام ہوا یعنی یہ کہ

''پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا ہے اب اون کی دلجوئی ہوگی۔''

چنانچہ میں نے اس پیشگوئی کو اونہی دنوں شائع کر دیا۔ سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بنگالہ کا لفٹنٹ گورنر فلر صاحب کے ہاتھ سے بنگالی لوگ تنگ آ گئے تھے اور اس قدر شاکی تھے کہ اون کی آہیں آسمان تک پہونچ گئی تھیں یک دفعہ مستعفی ہو گیا۔ وہ کاغذات شائع نہیں کئے گئے جن کی وجہ سے استعفا دیا گیا مگر فلر صاحب کے استعفا پر جس قدر خوشی کا اظہار بنگالیوں نے کیا ہے جیسا کہ بنگالی اخباروں سے ظاہر ہے وہ سب سے بڑھ کر گواوس بات پر ہے کہ بنگالیوں نے فلر کی علیحدگی میں اپنی دلجوئی محسوس کی ہے اور فلر کے استعفا دینے سے اون کے خوشی کے جلسے اور عام طور پر خوشی کے نعرے اس بات کی شہادت دیے رہے ہیں کہ درحقیقت فلر کی علیحدگی سے اون کی دلجوئی ہوئی ہے بلکہ پورے طور پر دلجوئی ہوگئی ہے اور یہ کہ اونہوں نے فلر کی علیحدگی کو اپنے لئے گورنمنٹ کا بڑا احسان سمجھا ہے۔ پس فلر کے استعفا میں جس غرض کو گورنمنٹ نے اپنی کسی مصلحت سے پوشیدہ رکھا ہے وہ غرض بنگالیوں کی بیحد خوشیوں سے ظاہر ہو رہی ہے اور اس سے بڑھ کر پیشگوئی کے پورا ہونے کا اور کیا ثبوت ہوگا کہ بنگالیوں نے اپنی دلجوئی اس کارروائی میں خود مان لی ہے اور گورنمنٹ کا بے انتہا شکر کیا ہے۔ اور یہ میری پیشگوئی صرف ہمارے رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' میں ہی شائع نہیں ہوئی تھی بلکہ پنجاب کے بہت سے اخباروں نے اس کو شائع کیا تھا۔ یہاں تک کہ خود بنگالہ کے بعض نامی اخباروں نے اس پیشگوئی کو شائع کر دیا تھا۔'' (حقیقت الوحی صفحہ ۲۹۶-۲۹۷)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ اس حوالے سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ جناب موصوف کی پیشگوئی سر فلر لاٹ صاحب ڈھاکہ کے استعفا دینے سے پوری ہوگئی۔ جو ایسی بڑی پیشگوئی کو ملحوظ رکھ کر بالکل اس مثال کے مشابہ میں ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' مگر ہمارا مطلب صرف اسی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ ہمیں یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ سلامت کو اس غرض سے بھیجا کہ تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان کر کے قادیانی الہام اور مذہب کے کھلے لفظوں میں تکذیب کرے اوس کی تفصیل بھی سنئے۔ مرزا صاحب کے اسی رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء میں خود بدولت کی زندگی ہی میں ایک تحریر شائع ہوئی تھی جو یہ ہے

''بنگالہ کی نسبت جو پیشگوئی آج سے چھ سات ماہ پہلے شائع کی گئی تھی۔ اس پر غور کرو کہ کس صفائی سے پوری ہوئی۔ پیشگوئی کے شائع ہونے کے وقت بنگالیوں کی شورش اور فساد حد درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ اور اودھر سر فلر کی گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اس تمام فساد کو زور سے دبایا جاوے۔ ایسے وقت میں دو قسم کی امیدیں تو لوگوں کے دلوں میں ضرور تھیں یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ شائد گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش وغیرہ سے دب کر تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گی۔ چنانچہ بعض نجومیوں نے ایسی پیشگوئیاں اپنی جنتریوں میں شائع بھی کر دی تھیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہ سر فلر کیسا مستعد اور کسی سے نہ دبنے والا حاکم ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ اس تمام شورش کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔ اور قانون کے منشاء کے مطابق اس شورش کو (مناسب ذرائع عمل میں لاکر) فرو کرے گی۔ لیکن ان دو خیالوں کے سوا اور کوئی خیال اوس وقت کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ انہی حالات کے نیچے ۱۱ رفروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جاویگا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہ ہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ اب جس وقت تک نئے صوبہ کی حکومت سر فلر کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک کسی بات سے بنگالیوں کی دلجوئی کا مقصد حاصل نہیں

ہوسکتا تھا۔ کیوں کہ ایک طرف تو سر فلر بھی ایک زبردست حاکم تھا اور دوسری طرف بنگالیوں کو اس سے اس کی بعض کارروائیوں کے سبب سے خاص عناد تھا اور بظاہر پانچ سال تک جب تک سر فلر کا زمانہ حکومت خود بخود ختم ہو جاتا گورنمنٹ کی پالیسی بنگالیوں کی نسبت بدل نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ علیم خدا جس نے اپنے بندہ پر پیش از وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی وہ خوب جانتا تھا کہ کس طرح پر واقعات پیدا ہونے والے ہیں جن سے دلجوئی کی جاوے گی۔ چنانچہ یک بیک جب کسی کو خیال بھی نہ تھا سر فلر نے استعفاء پیش کیا اور گورنمنٹ نے اسے منظور کیا۔ یہ بات کہ اس استعفا سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ایسی صاف ہے کہ ایک سخت سے سخت دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ جو خوشیاں بنگالہ میں سر فلر کے استعفا پر ہوئی ہیں اور جس پر بنگالی اخباروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں اور کالموں کے کالم اسی خوشی میں سیاہ کئے ہیں اس سے بہت کم لوگ ناواقف ہونگے۔ اور یہ سب باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بنگالیوں نے گورنمنٹ کی اس دلجوئی کو خوب محسوس کیا ہے۔'' (ریویو آف ریلے جنز بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس حوالہ میں زیر خط فقرہ غور طلب ہے کہ ''تقسیم بنگالہ منسوخ نہو اور اہل بنگالہ کی دلجوئی بھی ہو جائے'' کیا اب بھی کسی کے دل میں شک ہوسکتا ہے؟ کہ تقسیم بنگالہ کے منسوخ ہونے سے واقعی مرزائی الہام اور قادیانی مذہب کی پوری تکذیب ہوتی ہے اور اس تکذیب کے لئے خدا ہی نے بادشاہ سلامت کو مامور فرمایا۔ ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔

تعجب یہ لوگ کس برتے پر ولایت جا کر تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جب ان کی تحقیق اور ان کے مناظرہ کی یہ شان ہے کہ ایک حوالہ انہی کے قلم کا لکھا ہوا پیش کیا جاتا ہے نہ تو اوس کی تکذیب کرتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں اور بقول ''ڈھاک کے تین پات'' اپنی ہی کہے جاتے ہیں اور جی خوش کرنے کو کہتے ہیں دنیا کی اصلاح کے لئے جو جماعت خدا نے قائم کی ہے وہ یہی قادیانی جماعت ہے واہ کیا کہنے ہیں:

بلائے زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے
بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

ناظرین! للہ فی اللہ غور کریں، کیا سچوں کی یہی شان ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۴۵/۴۶۔ مورخہ ۲۳ رمضان -۱ شوال ۱۳۳۰ھ مطابق ۶-۱۳ ستمبر ۱۹۱۲ء ص:۱-۴)

خواجہ کمال الدین ولایت میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خواجہ کمال الدین وکیل لاہور مرزا صاحب قادیانی کے راسخ مریدوں میں ہیں۔ الاّ آپ کو تبلیغ اور اشاعت کا بہت شوق ہے۔ باوجودیکہ آپ عربی نہیں جانتے مگر شوق اشاعت میں آپ تقریریں خوب کرتے ہیں گو آپ مرزائی ہیں مگر زمانہ شناس بھی پورے ہیں اس لئے ہندوستان میں جس جس مقام پر آپ نے آج تک تقریریں کی ہیں کبھی بھولے سے بھی قادیانی مشن کا نام نہیں لیا۔ آج کل اخبارات میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ آپ انگریزی ولایت انگلستان وغیرہ میں تبلیغ دین کی غرض سے گئے ہیں۔ ہم خواجہ صاحب کی متانت اور قابلیت سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ولایت میں بھی قادیانی مشن کا ذکر نہ کرینگے۔ ورنہ نہ تو اس کا ذکر مفید ہوگا نہ خواجہ صاحب کی عزت ہوگی کہ قادیانی مشن اپنی سچائی کے دلائل ایسے رکھتا ہے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب محض اشاعت اسلام کے لحاظ سے ہم بھی خواجہ صاحب کے سفر کو مبارک سمجھتے ہیں اور اون کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ ''بسلامت روی وباز آئی۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۴۸۔ مورخہ ۱۵ شوال ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۱۲ء ص:۱۱)

قادیانی فیصلہ کی نگرانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے متعلق ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا آخر جو ہوا وہ عیاں۔ مگر مرزا جی کے بعد جو شیلے مریدوں کو چین نہوں یہاں تک کہ اونہوں نے انعامی تین سو کا اشتہار دیا کہ اس مضمون پر ہم سے بحث کر لو چنانچہ اپریل گذشتہ کو بمقام لودہانہ بتقررسہ منصفان مباحثہ ہوا مقابلہ میں منشی قاسم علی صاحب دہلوی تھے فیصلہ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے حق میں ہوا۔ یہ فیصلہ کیا تھا جنگ بدر تھی۔ جب سے جنگ بدر میں بمقام لودہانہ اہل حق کو فتح حاصل ہوئی ہے فریق مغلوب سخت سٹ پٹا رہا ہے بقول حضرت شیخ سعدی مرحوم

چوں حجت نماند جفا جوئے را
بہ پیکار گردن کشد روئے را

ہر قسم کی گالی گلوچ پر اترا ہوا ہے۔ ہمارے معزز مخاطب منشی قاسم علی ایڈیٹر رسالہ احمدؔی دہلی نے تاریخ فتح لودہانہ سے جتنی تحریریں شائع کی ہیں اون سب میں نیزا بازی اور دشنام دہی اتنی کی ہے کہ دیکھنے والا ہر ایک تحریر کو کافی سے زیادہ سمجھے میرے خیال میں اونہوں نے مبلغ تین سو جو ہم کو انعام میں دیئے تھے غالباً فی روپیہ چونسٹھ گالیاں دے چکے ہیں آئندہ جو ہونگی وہ سود ہوگا۔ پھر سود در سود۔ خیر ہمیں اس سے کیا مطلب ہم نے اور اَور لوگوں نے بھی بسا اوقات عدالتوں میں دیکھا ہوگا کہ فریق مغلوب جب عدالت سے نکلتا ہے تو جو اوس کے سامنے آئے اپنے گواہوں یا وکیل حاکم ہو یا پیادہ سب کو گالیاں دیتا اور اباہ تباہ بکتا ہے ایسی حالت میں کون دانا ہے جو اوس کو معذور نہ سمجھے ٹھیک اسی طرح ہم بھی فریق مغلوب کو معذور جانتے ہیں۔ ہاں اس خیال سے کہ ان گالیوں کے سننے سے پبلک ناظرین کو ہمیشہ کے لئے راحت ملے ہم ایک تجویز بتلاتے ہیں جو نہایت ہی منصفانہ اور عاقلانہ ہے جس کی تحریک بھی دراصل منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے ازخود کی تھی مگر کر کے خاموش

ہوگئے وہ تجویز یہ ہے کہ بقول آپ کے سابقہ فیصلہ غلط ہوا اور اس مناظرہ کے بعد آپ کو بہت سا ثبوت اپنی تائید میں ملا ہے تو بسم اللہ ہم نئے سرے سے مباحثہ کو حاضر ہیں وہی شرائط جو پہلے آپنے مقرر کی تھیں اور وہی طریق فیصلہ منظور بلکہ آپ اگر لودہانہ میں آنے سے شرمائیں تو میدان مناظرہ بجاء لودہانہ کے ہمیں لاہور بھی منظور ہوگا۔ سرپنچ اُسی طرح کوئی غیر مسلم ہوگا غرض سب شرائط بدستور رقم انعام بھی بدستور کسی امین کے سپرد ہوگی۔ ہاں محض رعایت سے ہم انعامی رقم میں تھوڑی سی کمی بھی کردیتے ہیں یعنی بجاء سہ صد کے دوصد پر قناعت کرتے ہیں۔ کیا مرزا صاحب کے جوشیلے مرید فیصلہ ثانی کرانے کے لئے تیار ہونگے؟ (دیدہ بائد)

قادیانی مشن کے ممبرو! ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۰۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۱۲ء ص:۳)

قادیانی مشن کا فیصلہ
قادیانی مسیح کے اقرار سے

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عرصہ سے ہم قادیانی مشن کے متعلق کم لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی مشن کو اب ہم بفضلہٖ تعالیٰ (خواہ وہ ہم سے اس راء میں متفق نہوں) اپنا مفتوحہ اور پائمال ملک سمجھتے ہیں اور اس قابل نہیں جانتے کہ اس کو مخاطب کیا جائے۔ قادیانی مشن بھی اس شکست کو محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے قادیانی اخبارات ہمارے خطاب اور جواب سے ''چناں خفتہ اند گویا مردہ اند'' مگر ان کا ایک جوشیلہ ممبر (منشی قاسم علی دہلوی) کا چراغ سحری قدرے

ٹمٹماتا ہے وہ اس جوش میں اتنی گالیاں دیتا ہے کہ ہمیں اون کے جواب میں یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

کیسے پیارے ہیں تیرے شیریں ہونٹ
گالیوں سے بھی بے مزا نہوئے

اس کی گالیوں سے ہمیں رنج نہیں کیوں رنج نہیں؟ اس لئے کہ ایک تو یہ گالیاں اس کی مغلوبیت کی علامت ہیں۔ دوم وہ اس جوش وخروش میں خرگوش کی طرح ایسا لنگڑا چلتا ہے کہ بل کے پاس پہونچنے سے پہلے ہی گر جاتا ہے اور اُس کے ہتھیار ہم کو وہی کام دیتے ہیں جو طرابلس میں اٹلی والوں کے ہتھیار عربوں کو کام دیتے تھے۔

دیکھئے آج ہم ایک ایسا حوالہ اوس کی تحریر سے سناتے ہیں جو ہمارے ذہن میں نہ تھا۔ غور سے سنئے۔

منشی صاحب موصوف اپنے رسالہ احمدی (دہلی) میں بعد دینے دشنامہائے کثیرہ وافرہ کے ایک مضمون میں یہ فرماتے ہیں:

"حضور (مرزا صاحب) نے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بوقت سیر ایک خادم کے سوال پر جو کہ اوسنے کسی مخالف کی طرف سے پیش کیا تھا فرمایا کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے ہم نے تو اپنی تصنیفات میں ایسا نہیں لکھا لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

(رسالہ احمدی بابت جون صفحہ ۱۴۔۱۵)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: سبحان اللہ کیا صداقت ہے، مگر واہ رے تعصب کہ باوجود اس صریح اور صاف اقرار کے ابھی تک ان کو خبر نہیں کہ اس کا اثر کیا ہوا۔ یہی معنی ہیں قوال خداوندی کے

فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور

(آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں دل اندھے ہو جاتے ہیں)

سچ فرمایا:

لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اٰذان لا يسمعون بها

اولـئك كالانعام بل هم اضل واولئك هم الغافلون ''ان کے دل ہیں مگر اون دلوں کے ساتھ سمجھتے نہیں اون کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں اون کے کان ہیں مگر سنتے نہیں یہ لوگ چار پاؤں کی طرح بلکہ اون سے بھی گئے گذرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں (جو بدیہیات کو بھی نہیں دیکھتے)

ناظرین! ذرہ غور فرمایئے کہ جناب مرزا صاحب اس تحریر میں اقرار کرتے ہیں کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے مرزا صاحب نے ساری عمر میں صرف ایک شخص مولوی عبدالحق غزنوی (امرت سری) سے بمیدان عیدگاہ امرت سر بماہ مئی ۱۸۹۳ء مباہلہ کیا ہے اور کسی سے اس طرح اصلی معنوں میں مباہلہ نہیں کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جو کسی اہل ملک سے مخفی نہیں کہ مولوی عبدالحق غزنوی تاحال زندہ ہیں اور جناب موصوف عرصہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ قادیانی مشن کے ممبرو! الیس فیکم رجل رشید بتلا سکتے ہو دونوں (عبدالحق غزنوی اور مرزا قادیانی) میں سے کون سچا ہے؟ یہی معنی ہیں ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دیکھئے اس کے جواب میں کوئی جیل زادہ گالیوں سے بھڑاس نکالتا ہے یا جواب بھی معقول دیتا ہے (دیدہ باید)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۰۔ نمبر ۶۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء ص:۳)

صحیفہ محبوبیہ

(جس میں قادیانی رسالہ صحیفہ آصفیہ کا مکمل جواب ہے۔بقلم ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری فاتح قادیان بتاریخ ۱۵دسمبر ۱۹۰۹ء مطبع اہل حدیث امرتسر میں طبع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ان دنوں ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ یعنی تبلیغ بحضور نظام، قادیانی مشن سے نکلی ہے جو ۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۹ء کو میرے مطالعہ میں آئی۔اس کتاب میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کی طرف سے حضور پرنور نظام والی ریاست حیدرآباد دکن کی خدمت میں حوادث ارضی وسماوی عموماً اور واقع طوفان بلدہ حیدرآباد خصوصاً یاد دلا کر حضرت ممدوح کو قادیانی مشن کی تبلیغ کی ہے کہ ان واقعات حادثہ کی خبر ہمارے امام مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے سے دی تھی اس لئے مرزا صاحب قادیانی مامور من اللہ اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔

چونکہ قادیانی مشن سے بحمداللہ خاکسار کو پوری واقفیت ہے اس لئے حضور اعلی (سبحان ربی الاعلی۔فافھم) نے اس بندہ درگاہ کو بالقاء مامور فرمایا کہ حضور پرنور شاہ دکن کی طرف سے رسالہ صحیفہ آصفیہ کا جواب لکھوں جس سے حضور پرنور کے خدام پر اور دیگر اہل اسلام پر بلکہ عامہ انام پر اصل حال منکشف ہو سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام صحیفہ محبوبیہ رکھا۔خدا قبول فرماوے۔

خاکسار۔ابوالوفاء ثناءاللہ (مولوی فاضل) امرتسر شوال ۱۳۲۷ھ۔مطابق ۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۹ء

باب اول

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی نے اپنے مضمون (صحیفہ آصفیہ) میں دو باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:۔

ا۔ دنیا میں بدکاری کثرت سے ہے جو ان آفات ارضی اور سماوی کی موجب ہے۔

۲۔ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے ان واقعات کی پیش از وقت خدا سے علم پا کر خبر دی ہے لہذا وہ ملہم ربانی اور خلیفہ سبحانی تھے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امر اول کی بابت تو کسی کو انکار نہیں۔ نہ انکار کی گنجائش ہے کہ دنیا کی آبادی میں کوئی نسبت نہیں ملتی کہ نیک اور بد کو ممتاز کر سکے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی آدم میں فی ہزار، نوسو ننانوے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی۔ زمانہ حال پر نظر کرنے سے اس حدیث کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ شائد زمانہ سلف کے صلحا کو ملا کر یہ نسبت ہو سکے ورنہ فی الحال تو، فی لاکھ بھی یہ نسبت پیدا نہیں ہوسکتی۔

ہر ایک طبقے کے لوگ اپنے اپنے فرائض سے غافل ہیں.. چونکہ یہ امر واقعی ہے کہ اہل دنیا اپنے فرائض سے غافل ہی نہیں بلکہ انہیں توڑ رہے ہیں اس لئے حکیم نورالدین صاحب کے اس حصے پر کسی طرح کی تنقید کی حاجت نہیں۔ البتہ آپ کی تحریر کا دوسرا پہلو کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خدا کی طرف سے غیوب پر اطلاع ہوتی تھی، قابل غور ہے۔ چنانچہ اسی پہلو پر ہم غور کریں گے۔

حکیم نورالدین صاحب نے جو واقعات اور حوادث پیش کئے ہیں ان کی تحقیق تو ہم آگے چل کر کریں گے سر دست ہم حکیم صاحب کو اہل علم کا اور خود مرزا صاحب قادیانی کا مسلّمہ اصول بتلاتے ہیں کہ

موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔

یعنی کسی مدعی کے صدق کے لئے جملہ امور میں سچا ہونا ضروری ہے، اور کذب کے لئے بعض امور بھی کافی ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی خود بھی لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو، اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو۔ (حقیقت الوحی)

پس ہم چند الہام مرزا غلام احمد صاحب کے بطور نمونہ دکھاتے ہیں جن کی بابت ان کو خود اقرار ہے کہ ان کے صدق سے میں صادق اور ان کے کذب سے میں کاذب۔ چنانچہ اصلی الفاظ آپ کے یہ ہیں:

ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک، اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے۔ اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۸۰۔۸۱)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: پس بہت ضروری ہے کہ اس اقرار یا اعلان مرزائی کے مطابق پہلے ہم آپ کی ان پیش گوئیوں کی تحقیق کریں۔

پیش گوئی اول، بابت آتھم

مرزا صاحب قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مباحثہ کیا تھا۔عیسائیوں کی طرف سے مسٹر عبداللہ آتھم مناظر تھے۔مباحثہ کے خاتمہ پر مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی بالفاظ ذیل کی تھی:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

(جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

اس عبارت کا مدعا صاف ہے کہ فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم جس نے ۱۵ روز تک مرزا صاحب سے مباحثہ کیا تھا تاریخ اظہار پیش گوئی سے ۱۵ ماہ تک مر جائے گا۔اس مقام کے علاوہ اور بھی کئی ایک مقامات پر مرزا صاحب قادیانی کو اعتراف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی میں موت مراد تھی۔چنانچہ اپنے رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

فبینما انا فی فکرہ لا جل ظفر الاسلام و افحام اللیام فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموتہ (آتھم) الی خمسۃ عشر اشھر من یوم خاتمۃ

البحث (سرورق صفحہ اخیر) (یعنی آتھم کی موت ۱۵ ماہ میں ہوگی)

اور سنئیے ! مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ موت کی پیش گوئی اس (آتھم) کے حق میں کی گئی تھی اور اس پیش گوئی کی ۱۵ مہینے میعاد تھی۔ (تریاق القلوب۔۵۴)

اور سنئیے ! مرزا جی فرماتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ عبداللہ کی نسبت بھی موت کی پیش گوئی تھی۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۶)

یہ تینوں حوالے یکے بعد دیگرے مختلف اوقات کی شہادتیں ہیں۔ موخر الذکر سب سے آخری اقرار ہے۔ جس کتاب (حقیقت الوحی) میں یہ اعتراف ہے وہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی، گویا اس بارے میں مرزا صاحب قادیانی کی آخری تصنیف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آخری عمر تک اس پیش گوئی کو موت ہی کے معنی میں سمجھتے رہے تھے۔ اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم مقررہ مدت کے اندر مرا؟

ہرگز نہیں، کیوں کہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء تک میعاد تھی، مگر وہ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا (مرزا صاحب قادیانی کا رسالہ انجام آتھم صفحہ ا ملاحظہ ہو) یعنی میعاد کے بعد ایک سال دس مہینے کچھ دن کامل زندہ رہا۔

مرزا صاحب قادیانی کے الہام کا کوئی شخص قائل ہو یا نہ ہو، مگر حافظہ اور روایت کا تو ضرور قائل ہوگا۔ آپ کو کسی روایت کے بیان کرنے میں ذرہ جھجک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ روایت کو بھی ایسا ہی تصنیف کر لیا کرتے تھے جیسا کسی کتاب کو۔ لطف یہ ہے کہ خواہ وہ روایت آپ کے خلاف، بلکہ آپ کے بیان کے بھی مخالف اور متناقض ہو۔ چنانچہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی تاریخ آپ نے رسالہ انجام آتھم میں ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء بتلائی ہے جو انقضاء میعاد سے دو سال کے اندر اندر ہے، مگر اپنے رسالہ تریاق القلوب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

اس (آتھم) کے رجوع کی وجہ سے دو برس سے بھی کچھ زیادہ اور مہلت اس کو دیدی۔ (صفحہ ۱۰۱)

حکیم نورالدین صاحب مشہور مقولہ: دروغ گو را حافظہ نہ باشد، آپ نے بھی سنا ہوگا؟ اسی حکمت

کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے:

لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا

(قرآن خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جو میعاد مقررہ میں نہ مرا، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کا کیا جواب دیا؟

آپ نے اس کے جواب دو طرح سے دیئے:

ا۔ڈپٹی آتھم کی پیش گوئی میں چونکہ یہ قید تھی کہ:

بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

ڈپٹی آتھم نے رجوع کیا، لہذا وہ میعاد کے اندر فوت نہ ہوا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

بھلا تم میں سے کوئی تو ثابت کر کے دکھلا دے کہ آتھم پیش گوئی کی میعاد میں اپنی پہلی عادات پر قائم اور مستقیم رہا، اور پیش گوئی کی دہشت نے اس کو مبہوت نہ کیا۔ اگر کوئی ثابت کرسکتا ہے تو کرے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں، ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

کیا یہ رجوع نہیں تھا کہ نہ صرف آتھم بدزبانی سے باز آیا، بلکہ پیش گوئی کی تمام میعاد یعنی ۱۵ مہینے ڈرتا رہا اور بے قراری اور خوف کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر تھے، اور اس کو کسی جگہ آرام نہ تھا۔

(تریاق القلوب۔ص ۱۱)

یہ توجیہہ مرزا صاحب کی ایسی مشہور و معروف اور پسندیدہ ہوئی کہ مرزا صاحب کی سیرت لکھنے والے معتقدین نے بھی اسی کو پسند کیا چنانچہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اپنی کتاب، سیرت مسیح موعود میں لکھتے ہیں:

(آتھم) پندرہ ماہ کے اندر اسلام کیخلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور دہشت کی حالت میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسی طرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پاوے۔ اس عرصہ میں اسے کئی دفعہ

خونی فرشتے بھی نظر آئے۔ اس کی قوت واہمہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اس کی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہونیلگے، کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے... ایسی سراسیمگی گھبراہٹ اور خشیت کی حالت میں جو ایک قسم کا رجوع الی الحق تھا، شرط الہام کے موافق اللہ تعالی نے قہری موت سے محفوظ رکھا۔

ان دونوں حوالوں کا مطلب صاف اور سیدھا ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے رجوع کیا اور اس کے رجوع کے معنی یہ ہیں کہ اس نے پیش گوئی سن کر پریشانی ظاہر کی۔ اپنے اصلی وطن (امرتسر) کو چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جا کر ایام زندگی پورے کیئے۔ وغیرہ

بہت اچھا! تو اس رجوع کا نتیجہ اس کو یہ ملنا چاہیے تھا کہ (بقول مرزا جی) ہاویہ سے بچ جاتا۔ مگر ناظرین تعجب سے سنیں گے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اس کو پھر بھی ہاویہ میں گرایا، اور بری طرح گرایا۔ چنانچہ اس کا ثبوت مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرایا جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کیئے، اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا، اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا، یہی اصل ہاویہ تھا، اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مہیب ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔

(انوار الاسلام ۔ص ۵)

اور سنیئے ! مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا، اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا، اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا، بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا، تو بے

شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیش گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے، تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارات میں درج ہے یعنی موت، وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھالیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہونچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا، اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا اور کلمہ اسلام اونچا ہوا اور عیسائیت نیچے گری فالحمد لله على ذلك۔ (انوارالاسلام)

ناظرین! اہل منطق کہا کرتے ہیں ضدین یا نقیضین کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر کسی زندہ دل شاعر نے ایک رباعی لکھی ہے

مثالے را کہ در شرطیہ گفتہ
بگو با منطقی کیں ہست مردود
رخ و زلفانِ یارم را نگاہ کن
کہ شمس طالع ست و لیل موجود

یعنی منطقی جو کہتے ہیں کہ سورج اور رات باہمی نقیضین ہیں اس لئے جمع نہیں ہو سکتے، یہ غلط ہے۔ دیکھو میرے دوست کا چہرہ تو سورج ہے اور اس کی زلفیں رات ہیں، پھر یہ جمع کیوں ہیں؟

یہ تو ایک شاعرانہ رنگ تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ہاں ہمارے الہامی حضرت نے اس کو

واقعی صحیح کر دیا۔ رجوع اور ہاویہ میں وہی نسبت ہے جس کو نسبت تضاد کہیں یا تناقض یعنی رجوع، جس صورت میں ہوگا اس میں ہاویہ نہ ہوگا، اور جس میں ہاویہ ہوگا، اس میں رجوع کا تحقق نہ ہوگا۔ باوجود اس کے مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کے حق میں دونوں کو تسلیم کیا ہے۔

لطف یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ایک ہی فعل ہے جس کو (بقول مرزا صاحب قادیانی) گھبراہٹ کہیے یا بے چینی نام رکھئے، وہی اس کا رجوع ہے اور وہی اس کا ہاویہ۔

مرزا جی کے دوستو! ام تا مر کم احلا مکم بھذا ام انتم قو م طا غو ن

حکیم نورالدین صاحب! ایک ہی محل میں دو متضاد حکموں کا جمع ہونا کبھی ہوا؟ آہ

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا

یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

اہل علم سے مخفی نہیں کہ مباحثات میں جب کوئی فریق اپنی نسبت حق کا دوسرے کی نسبت ناحق کا لفظ بولتا ہے تو اس سے مراد اس کی اولاً بالذات وہ مسئلہ ہوتا ہے جس میں دونوں فریق کا مباحثہ ہو۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

فریق مقابل جو انسان کو خدا بناتا ہے، ۱۵ مہینے میں بسزاء موت ہاویہ میں گرایا جائے گا، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

اس کا مطلب صاف ہے کہ ڈپٹی آتھم اگر الوہیت مسیح کے خیال سے تائب ہو کر خالص اسلامی توحید کی طرف آ گیا تو ۱۵ ماہ کی میعاد میں مرنے سے بچ جائے گا۔ چونکہ یہ مفہوم ایسا صاف ہے کہ ایک نابلد بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا جناب مرزا صاحب قادیانی بڑے ہشیار تھے اس لئے ان کا ضمیر (کانشنس) ان کو ایسے رجوع کرانے سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہوگا، لہذا انہوں نے سب سے آخری جواب جو دیا وہ پہلے جواب سے بھی لطیف تر ہے۔ ڈپٹی آتھم کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ ۱۵ مہینہ تک مجذوم ہو جائے گا۔ پس وہ اگر بجائے ۱۵ کے بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے، اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں، تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ۔ ص ۱۸۵)

یہ اقتباس بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس جواب میں عدم رجوع کی شق (صورت) اختیار کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس کوشش میں ہیں کہ پندرہ ماہ کی میعاد ٹوٹنے سے خرابی لازم نہ آئے۔ لیکن دانا اس جواب سے مرزا صاحب قادیانی کے قلب مبارک کی کیفیت پا گئے ہوں گے کہ کس طرح اضطراب اور پریشانی میں کہہ رہا ہے:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
نہ سنے کچھ خدا کرے کوئی

ناظرین! یہ ہے اس ملہم ربانی کے بیانات کا نمونہ جن کو ہمارے عنایت فرما حکیم نورالدین صاحب نے اپنے صحیفہ آصفیہ میں کئی ایک مقامات پر سلطان القلم لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ مخالفین اسلام، احمدی قوم کا لوہا مان گئے ہیں۔ کیا سچ ہے:

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

حکیم صاحب! آپ کی طبع ناساز کے لحاظ سے میں اس پیش گوئی کے واقعات کو مختصر ہی لکھ کر چھوڑ دیتا ہوں۔ مفصل دیکھنے ہوں تو میرا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ فرماویں

گفتگو آئین درویشی نبود
ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

دوسری پیش گوئی بابت منکوحہ آسمانی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

آغاز کتاب میں حوالہ منقولہ از رسالہ شہادت القرآن میں (مرزا صاحب قادیانی کی) تین پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ایک کا بیان تو ہو چکا، دوسری کا بیان شروع ہوتا ہے۔

دوسری پیش گوئی سے ہماری مراد اس جگہ منکوحہ آسمانی والی ہے جس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی نے بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر الگ الگ اجزاء بتلائے ہیں۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اس (پیش گوئی متعلقہ نکاح آسمانی) کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تما واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں

(شہادت القرآن۔ص۸۱)

(یہاں مرزا صاحب قادیانی نے یہ نہیں بتایا کہ،

تا اس نئی بیوی سے ان کی اولاد نہ ہو جائے۔،

کیونکہ مرزا صاحب کی پیش گوئی موجود تھی کہ نصرت بیگم کے بعد بھی مبارک خواتین سے ان کا نکاح ہوگا اور اولاد ہوگی۔بہاء)

اس پیش گوئی کی میعاد سہ سالہ پوری ہوگئی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جان ضغطے میں آئی تو

آپ بڑی خفگی کے لہجے میں معترضین کو ڈانٹ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ طیبہ یہ ہیں:

سوچا ہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ ساری باتیں پوری ہوجائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جاوے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کردیں گے۔

سنو! اور یاد رکھو! کہ میری پیش گوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں میں ان کا نمونہ نہ ہو۔ بے شک یہ لوگ میری تکذیب کریں۔ بے شک گالیاں دیں۔ لیکن اگر میری پیش گویاں نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کے نمونہ پر ہیں تو ان کی تکذیب انہیں پر لعنت ہے۔ چاہیے تھا کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔ کیا یونس کا قصہ انہیں یاد نہیں کہ کیونکر وہ عذاب ٹل گیا جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں۔ اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہ کے لئے یہ نشان تھا اس کے مرنے کے بعد پیش گوئی سے ایسے متاثر ہوئے تھے کہ اس پیش گوئی کا نام لے لے کر روتے تھے اور پیش گوئی کی عظمت دیکھ کر اس گاؤں کے تمام مرد وعورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی تھیں کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں تھے جب تک ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گزر گئی پس اس تاخیر کا یہی سبب تھا جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا۔ خدا کے الہام میں جو

تو بی تو بی ان البلاء علی عقبك

۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی۔ اور الہام کذبوا بآیاتنا اس شرط کی طرف ایماء کررہا تھا۔ پس جب کہ بغیر کسی شرط کے یونس کی قوم کا عذاب ٹل گیا تو شرطی پیش گوئی میں ایسے خوف کے وقت میں کیوں تاخیر ظہور میں نہ آتی۔ یہ اعتراض کیسی بے ایمانی ہے جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ میں نے نبیوں کے حوالے بیان کردیئے، حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے

رکھ دیا، مگر یہ نابکار قوم ابھی تک حیا اور شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔

یادرکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء (یعنی آسمانی نکاح کی تنفیذ) پوری نہ ہوئی تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا اس لئے تمہیں یہ ابتلاء پیش آیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔۵۴)

اسی مقام کے حاشیہ پر مزید تائید کے لئے مرزا صاحب قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، اس میں کچھ خوبی نہیں، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (حاشیہ ص ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم)

ناظرین! عبارات مرقومہ بالا میں کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟ صاف صاف الفاظ میں اظہار مدعا ہے اور کھلے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ ایسا نہ ہونے سے میں تمام بدوں سے بدترین ہونگا۔

زندگی میں وعدے تو ہوتے رہے مگر آخر بقول: بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ خاتون معلومہ ابھی تک (یعنی ۱۹۰۹ء میں) زندہ سلامت ہے اور مرزا صاحب قادیانی ہمیشہ کے لئے تشریف لے گئے۔

مرزا جی کے دوستو! مرزا صاحب قادیانی کا حوالہ مذکورہ بالا:

میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

دیکھ کر ہمارے ساتھ یہ کہنے میں اتفاق کر سکتے ہو کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آپ لوگ الہامی نہیں مانتے، نہ مانیں مگر ان کی لیاقت اور ہوشیاری کی تو آپ کو داد دینی ہوگی خصوصاً جب ہم ان کے واقعات آپ لوگوں کو بتلاویں گے تو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

مرزا صاحب قادیانی نے دیکھا کہ باوجود میرے مختلف حیلوں کے نکاح میں کامیابی نہیں ہوئی، تو آپ نے ایک اور چال نکالی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا، یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے انکے اس خوف اور اسقدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی (حقیقت الوحی۔ ص ۱۸۷)

اس مقام میں تو تاخیر ہی لکھی مگر کتاب مذکور کے خاتمہ تک پہونچتے ہوئے آپ کے قوی بھی غالباً کمزور ہوگئے ہوں گے اس لئے اس کتاب کے تتمہ میں آپ یوں گویا ہوئے کہ :

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا، یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۱۳۲۔۱۳۳)

اللہ اکبر! کہاں اتنا زور کہ اس کے عدم وقوع پر میں (مرزا غلام احمد قادیانی) ہر ایک بد سے بدتر ہونگا، پھر اسی پر قناعت نہیں بلکہ حضور سید الانبیاء ﷺ فداہ ابی وامی کی ذات والا صفات پر بھی بہتان لگانے کی کوشش کی کہ آپ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ:

نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

سبحان اللہ! اسی کو کہتے ہیں :

کوہ کندن وکاہ برآوردن

حکیم نورالدین صاحب! آپ تو حکیم ہیں، مولوی ہیں، مناظر اور مصنف ہیں، کیا ایسی ہی پیش گوئیوں سے مخالفوں پر حجت قائم ہوسکتی ہے؟ کہ ایک وقت میں تو بڑے زور شور سے کہا جاوے کہ یہ ہوگا، وہ ہوگا، نہ ہو، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہوں گا، مگر آخر کار خاتمہ اس پر ہو کہ یہ حکم منسوخ یا ملتوی ہو کر بعد موت منسوخ ہی ٹھہرا۔ سچ ہے

اذا غـــدرت حســنـــآء اوفــت بــعـهــد هــا

و مـــن عهــد هـــا الا يــدو م لهـــا عهــد

ہاں یاد آیا کہ حکیم نورالدین صاحب اس نکاح کو نہ منسوخ کہتے ہیں نہ ملتوی، بلکہ اس کی ایک اور ہی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اے مردہ دل مکوش پئے ہجو اہل دل

جہل و قصور تست تفہمی کلام شاں

ایک لڑکی کے متعلق کہ اس سے آپ کی شادی ہوگی، اور ایک عورت سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا، اور پانچویں اولاد کی بشارت پر جو اعتراض ہیں ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گاہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے اور گاہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے، تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے؟ حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ و آتو الزکوۃ ۔اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں۔

(اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب

کے جانشین، اوراس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی۔اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی

و الحمد لله رب العالمين

(ریویو آف ریلی جنز جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۷۶-۲۷۹)

ماشاءاللہ! کیا معقول جواب ہے۔مطلب اس کا یہ ہے کہ قیامت تک مرزا جی کی اولاد میں سے یا افرادامت میں سے کسی کا آسمانی منکوحہ کی اولاد در اولاد سے نکاح ہو گیا تو بھی پیش گوئی سچی ہے۔

کیوں نہ ہو، آخر آپ حکیم ہیں فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة ۔اس جواب کی معقولیت میں تو شک نہیں مگر افسوس ہم اس کے سمجھنے ہی سے قاصر نہیں بلکہ الہامی تصریحات کے بھی اس کو خلاف پاتے ہیں۔مرزا صاحب قادیانی کا قول ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ نکاح میری زندگی میں ہوگا بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ بموجب حدیث شریف اس زوجہ سے میری اعجازی اولاد ہوگی۔ہاں یہ بھی مرزا جی کا قول ہے کہ:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۷)

اسی اصول کے مطابق آپ (یعنی حکیم نورالدین) نے ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور آریہ کانفرنس میں مرزا جی کے مضمون میں الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے مکرر سہ کرر کہا تھا کہ میرا ترجمہ کسی طرح حجت نہیں ہوگا بلکہ اصل ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کرے گا۔جب ترجمہ کرنے میں آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا اور آپ نے باوجود عربی دانی کے اپنے ترجمہ کو بھی ہیچ قرار دیا تو اب آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ صاحب الہام کی تصریح کے مخالف تشریح اور تفسیر کریں؟

حکیم صاحب! آیئے! میں آپ کو مرزا صاحب کا ایک اور کلام سناؤں۔افسوس آپ قادیان میں رہ کر مرزا صاحب قادیانی کے ارشادات سے محروم رہتے تھے اور ہم دور رہنے والے مستفیض ہوتے تھے، کیا سچ

ہے: نزدیکاں بے بصر دور...

مرزا صاحب کی زندگی میں یہ سوال پیش ہوا تھا۔ پس وہ سوال اور مرزا جی کا جواب سنئے۔ غور سے نہیں بلکہ ایمان سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سنئیے۔ ۳۰ جون ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم میں مرزا جی کا ایک خط کسی کے جواب میں چھپا ہے اس میں مذکور ہے:

اعتراض پنجم: مسماۃ محمدی کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا۔ اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب: وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے سو یہ پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں سیکفیکھم اللہ و یر د ھا الیک ۔ یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا اس کو تیری طرف لائے گا۔ جاننا چاہیے کہ رد کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے ۔ پس چونکہ محمدی اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی۔ پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی۔ اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی۔ سو ایسا ہی ہوگا (الحکم مذکور کالم۲ ص۲)

مرزا جی کے دوستو! عبارت مرقومہ بالا غور سے سمجھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے داؤ گھات سے بے خبر ہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے رازوں سے اس قدر واقف ہیں کہ تم کو اس کا علم نہیں

نہیں معلوم تم کو ماجراء دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستان پھر بھی

تیسری پیش گوئی، بابت طاعون قادیان

قادیان میں طاعون نہ آنے کی بابت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غرض تو یہ تھی کہ طاعون کے زمانہ میں لوگ بھاگ بھاگ کر قادیان میں آئیں اور اسی بہانہ سے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر مستفیض ہوں۔ ایک حد تک مرزا صاحب قادیانی کی یہ غرض پوری بھی ہوئی کہ بعض سادہ لوحوں نے طاعون سے نجات کا ذریعہ بس یہی سمجھا کہ چلو قادیان میں چل رہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ ۔یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔ اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئی ہے اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی

طاقت میں نہیں۔ پس اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے سرف دعوی ہوتا جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔ لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہو گئیں اور پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے

ما کا ن اللہ لیعذبھم و انت فیھم انہ آ وی القر یۃ ۔

لو لا ا لا کرا م لھلك ا لمقا م ۔

انی انا الر حمن دا فع ا لا ذی ۔

انی لا یخا ف لدیّ المر سلون ۔

انی حفیظ ۔

انی مع الرسو ل اقوم و الو م من یلو م ۔

افطر و ا صو م ۔

غضبت غضباً شد یداً ۔

ا لا مـرا ض تشـاع ۔ و النفوس تضا ع ۔ ا لا الذین آ منوا و لم یلبسوا ا یما نھم بظلم او لئك لھم ا لا من و ھم مھتدو ن۔

انا نا تی ا لا ر ض ننقصھا من اطرا فھا ۔

انی ا جھز الجیش فا صبحوا فی دار ھم جا ثمین ۔

سنر یھم آ یا تنا فی ا لآ فا ق و فی انفسھم نصر من اللہ و فتح مبین ۔

انی با یعتك با یعنی ر بی ۔

انت منی بمنز لۃ او لا دی

انت منی و انا منك ۔

عسی ان یبعثك ربك مقاماً محموداً ۔

الفوق معك و التحت مع اعداءك فاصبر حتی یاتی الله بامره ۔

یاتی علی جهنم زمان لیس فیها احد۔

ترجمہ(از مرزا صاحب قادیانی)۔خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا قادیانی) ان میں رہتا ہے۔وہ اس گاؤں قادیان کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچالے گا۔اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔میں رحمان ہوں جو دکھ کو دور کرنے والا ہے میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں میں نگاہ رکھنے والا ہوں میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کو ملامت کرونگا جو میرے رسول کو ملامت کرتا ہے۔الخ (دافع البلاء ص ۵۔ ۷ شیخ الاسلام نے مختصر سا اقتباس دیا تھا، میں نے مکمل عبارت کو نقل کر دیا ہے۔بہاء)

اس الہامی کلام کی شرح مرزا جی کے پیش امام مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے مرزا جی کی زندگی میں ان کی مرضی سے بڑی شرح وبسط کے ساتھ تھی جو بہت ہی لطف خیز ہونے کے علاوہ قادیانی مسیح کا حال بھی بخوبی روشن کرتی ہے اس لئے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:

مسیح موعود اور قادیان دارالامان

پیسہ اخبار مطبوعہ ۵۔اپریل ۱۹۰۲ء نے آٹھویں صفحہ میں، قادیان کے اخبار کی گالیاں اور قادیان کے مذہب کا نمونہ، عنوان جما کر لاہور کی نسبت لکھا ہے کہ لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ پر صدہا آدمی طاعون زدہ ہواؤں سے آئے پھر لاٹ صاحب کی تقریب وداع پر اسی قسم کے لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہوا پھر بھی لاہور طاعون سے محفوظ رہا اور امید ہے کہ محفوظ رہے گا اور پھر بڑی جرأت اور شیخی سے لکھتا ہے: اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لاہور قادیان سے ایمان داری میں فائق ہے۔

پیسہ اخبار کی یہ امید یا پیش گوئی اور یہ نتیجہ خوفناک حملے ہیں، خدا غیور کی اس عظیم الشان وحی پر جو کئی دفعہ الحکم میں شائع ہوئی انه آوی القریة یعنی یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالی نے اس گاؤں

کواپنی پناہ میں لے لیا اوراس وحی پر کہ لولا الا کرام لھلك المقام یعنی سلسلہ احمدیہ کا پاس اوراکرام اگر خدا کو نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔ اب سننے والے سنیں اور دیکھنے والے دیکھیں کہ ایک طرف پیسہ اخبار ایک زمینی کیڑا اپنے جوش نفس اور ارضی مادہ کی ابخرات کی تحریک سے پیش گوئی کرتا اور ذمہ لیتا ہے کہ لاہور طاعون سے محفوظ رہے گا اور دوسی طرف خدا کا مامور، مرسل، جری اور مسیح موعود خود خدائے حکیم علیم قدیر کی وحی انــہ آوی الـقـریۃ کی بنا پر ساری دنیا کے طبیبوں فلسفیوں اور مٹیر لیسٹوں کو کھول کر سناتا ہے کہ قادیان یقیناً اس پرگندگی، تفرقہ، جزع فزع اور موت الکلاب اور تباہی سے محفوظ رہے گا اور بالضرور محفوظ رہے گا جس میں دوسرے بلاد مبتلا ہیں اور بعضے ہونے والے ہیں۔

پیسہ اخبار نے خدا کی جلیل الشان وحی کی کسر شان کے لئے ایسا جھوٹا دعوی کیا اور امید ظاہر کی اورناپاک نتیجہ نکالا ہے۔ پیسہ اخبار کا دل اور کانشنس گواہ ہیں کہ اس کی امید کی بنیاد کسی مضبوط چٹان پر نہیں وہ ان زمینی قوتوں پر بھروسہ کر کے آسمان کے خدا اور اس کے کلام کی ہتک کرتا ہے جواب تک ہر سیلاب کے مقابل بند لگانے میں خس وخاشاک سے بھی بڑھ کر کمزور اور ہیچ ثابت ہوئی ہیں پیسہ اخبار میں ذرا بھر بھی خداشناسی کا یا کم سے کم دور اندیشی کا مادہ ہوتا تو وہ کانپتے دل اور پرآب آنکھوں سے اس پرتحدی کلام کو دیکھتا اور بالبداہت اس نتیجہ پر پہنچ جاتا کہ زمین زادہ اور تاریکی کا فرزند ایسا دعوی کرنے اور کلام کرنے کا دل گردہ نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں جب کہ زمین کے غلیظ بخاروں یعنی علوم مادیہ ڈاکٹری اور طبعی تحقیقات اور خردبینی تکشیفات نے اپنے تئیں کمال عروج پر پہنچا لیا ہے اور یورپ کے دلیر اور پرحوصلہ فرزند خدائی کی کل ہاتھ میں لے لینے کے لئے بحر و بر کو زیروزبر کر رہے ہیں اور باایں ہمہ اس بلائے جانستاں کے قابل جہل اور نادانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک شخص جو پرشغب اور پرہنگامہ اور پرتمدن شہروں سے ایک دور کے کنارہ میں رہتا ہے کس قدر قوت اور غیر متزلزل شوکت سے دعوی کرتا ہے کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پرہیبت سایہ ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اسکی دست برد اور۔۔۔ سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ قادیان کے چاروں

طرف طاعون پھیلتا جاتا ہے اور قریب قریب کے اکثر گاؤں مبتلا ہو گئے ہیں اور جوق در جوق لوگ متاثر جگہوں سے قادیان میں آتے ہیں اور روک کا کوئی بھی سامان اور مقدرت نہیں۔ اس پر بھی وہ یہ بلند دعوی کرتا اور اقرار کرتا ہے کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں پہنچاتا ہوں۔ مگر افسوس پیسہ اخبار نے راستی کے تمام مکذبوں کی طرح سخت شتاب کاری اور گستاخی اختیار کر کے چاہا ہے کہ خدا کے کلام کو پیروں کے نیچے کچل دے مگر کیا پیسہ اخبار کی ذمہ داری لاہور کے لئے اور قادر علیم خدا کی ذمہ داری قادیان کے لئے ایک مضحکہ آمیز بات یا بازاری گپ کی مانند غیر ممیّز رہ جائے گی؟ نہیں نہیں عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ زمین کے کمزور کیڑے کی بات میں اور فاطر ارض وسما کے مقتدر کلام اور دعوی میں کیا فرق ہے۔

سنو! اے زمین کے فرزندو! اور کان لگاؤ اے آسمان سے انقطاع کر کے مادیات پر جھک جانے والو! پھر سنو! اے خدا کے مامور مرسل کی بے عزتی کرنے والو! اور راستیوں سے عداوت کرنے کے ٹھیکہ دارو! کہ انہ آوی القریۃ اس خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسی پر توریت نازل کی اور حضرت خاتم النبیین ﷺ پر خاتم الکتب قرآن کریم کو اتارا۔ ہم آسمان و زمین کی خاطر خدا کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ وحی ویسی ہی سچی ہے جیسے قرآن کریم کی وحی۔ اس لئے کہ یہ اسی کی تائید و تصدیق میں اتری ہے اور یہ ضرور پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔ انہ آوی القریۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور اس کے غیر میں بین امتیاز ہو اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک کم از کم وہ شہر طاعون میں مبتلا نہ ہوں جنہوں نے سب سے زیادہ جنگ خدا کے سلسلہ سے کی اور جہاں پیسہ اخبار سا دشمن حق بود و باش رکھتا ہے۔ غیور خدا اپنے کلام کے اکرام و اعزاز کے لئے ایسا کرنے والا ہے تو کہ اڈیٹر پیسہ اخبار کی امید اور پیش گوئی کی آنکھ میں خاک ڈال دے اور آدم کے دشمنوں کی آنکھیں نیچی کروا کر اقرار لے کہ کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیان دار الامان ہے؟ پھر سن لو از بس ضروری ہے کہ یہ بل عام طور پر محیط ہو، اس لئے کہ کوئی کہنے کا موقع نہ پا سکے کہ قادیان ہی محفوظ نہیں فلاں فلاں جگہ بھی محفوظ ہے۔ خصوصاً خدا کی غیرت کا حملہ ان جگہوں پر ہے جہاں بڑے

بڑے آئمۃ الکفر رہتے ہیں اور ممکن بلکہ غالب امید ہے کہ وہ بہتیرے کس مپرس ناتواں دیہات بچ رہے ہیں جہاں سے تابڑتوڑ توبہ اور استغفار اور بیعت کے خطوط آ رہے ہیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یا مسیح الخلق عدوانا

....اگر اب تک پیسہ اخبار اور لاہور کے لوگ اپنی استہزاء اور تعلّی اور تکبر پر اصرار کرتے اور ان باتوں کو کذب اور افتراء سمجھتے ہیں تو ان کے لئے بڑا عجیب موقعہ ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے جیسے کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ و ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنی خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہ کرے گا جب کہ تو ان کے درمیان ہے۔ غرض ایک طرف تو اس بڑے بھاری دعوی کے مدعی نے اپنی بستی کی نسبت یہ دعوی کیا ہے اور دوسری طرف یہ دعوی کیا ہے کہ لاہور اور اس کی مثل وہ مقامات جن میں آئمۃ الکفر رہتے ہیں طعمہ طاعون ہونے سے ہرگز نہ بچیں گے اور حضرت ممدوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس مشتعل غضب سے بچا لے گا.... حضرت مرزا غلام احمد کا یہ دعوی ۲۵ برس سے ہے کہ ان کی تکذیب پر آخر کار دنیا میں طاعون پڑنا تھا اور پھر خدا نے اس اکیلے صادق کی طفیل قادیان کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے اپنی خاص حفاظت میں لے لیا

....وقت آ گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک عالم کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی مسعود یقیناً ثابت ہو جائیں اور التباس اور شک کا سارا پردہ اٹھ جائے۔

اے نیچریو! اور اے بے باک زندگی کی چال کو پسند کرنے والو اور اے مذہب اور خدا کو پرانے زمانہ کا مشغلہ کہنے والو! اور اے یورپ کی عقل اور سائنس کو خدا کے لاکھوں راست بازوں

کے سچے فلسفہ پر ترجیح دینے والو! اور اے خدا کی صفت تکلم اور پیش گوئیوں پر ہنسی اڑانے والو! اور اپنی ہوا و ہوس کے بتوں کے پرستارو! بولو اور سوچ کر بولو کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود کے اس دعوی اور پیش گوئی میں خدا کی ہستی پر، قرآن کی حقیقت پر، خدا کے متصف بصفات کاملہ ہونے پر، یعنی ازل سے ابد تک متکلم ہونے اور مدبر بالارادہ ہونے اور قادر مطلق ہونے پر اور بالآخر میرزا غلام احمد قادیانی کے منجانب اللہ ہونے پر چمکتی دلیل نہیں؟ اب خدا کا ارادہ ہے کہ تم میں سے بہتوں کو جگائے جو غفلت کی نیند میں اینڈے پڑے سوتے تھے اور بہتوں کے منہ اپنی قدرت نمائی سے بند کر دے جو بہت جلدی خدا کی باتوں پر ہنس دیتے تھے اور وقت آ گیا ہے کہ خدا کی اس وحی کی صداقت ظاہر ہو جائے جو آج سے ۲۲ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھی گئی اور وہ یہ ہیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا، دنیا نے اسے قبول نہ کیا پر خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ یہ وہی خدا کے زور آور حملے ہیں جو اس کی سچائی کے اظہار کے لئے ہو رہے ہیں اور ہنوز خدا معلوم کب تک ان کا سلسلہ جاری رہے۔ آج وہی سعید ہے جو ہوا سے محسوس کرے کہ پیچھے زور سے برسنے والا بادل آ رہا ہے وان فی ذلک لآیة لقوم یؤمنون

... پادری صاحبان! غور کا مقام ہے کہ قادیان سے دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون تاخت و تاراج کر رہی ہے اور قادیان ایک جزیرہ کی طرح اس موجزن خونخوار سمندر میں بن رہا ہے اور روک اور حفاظت کا کوئی قہری اور جبری سامان نہیں۔ گورنمنٹ حفاظت سے دست کش ہو چکی ہے اور طاعون زدہ مقامات سے بے روک ٹوک براتیں اور گنوار قادیان اور اس کے بازار میں آتے جاتے ہیں بااں ہمہ ایک شخص علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ خدا تعالی مجھ سے بولا اور اس نے مجھے کہا انہ آوی القریة۔ لولا الاکرام لهلك المقام۔ آپ لوگوں کے پاس کس قدر سامان ہیں؟ آپ کے کنووں میں کرم کش دوائیں چھڑکی جاتی ہیں اور طاعون کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بڑی ہتھیار بندی کی جاتی ہے اور آپ ہزاروں ہزار تنخواہیں گورنمنٹ سے یا گورنمنٹ کی قوم سے پاتے ہیں احسان کا معاوضہ دینے اور مذہب عیسی کی صداقت ظاہر کرنے کا امتحان اور میدان تو اب

پیش آیا ہے۔ یہ موقعہ ہاتھ جانے نہ دیجئے۔ اگر آپ نے بالمقابل کچھ شائع نہ کیا تو یسوع مسیح کی موت پر دوہری مہر لگ جائے گی اور ایک جہان پر روشن ہو جائے گا کہ نصرانیت مردہ مذہب ہے اور حضرت عیسی عاجز انسان اور خدا کا عاجز بندہ تھا جو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح فوت ہو گیا۔

عبدالکریم از قادیان۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آپ غور کریں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مرزا صاحب کے امام نے کس زور کی تحدی کی ہے اور کس قدر اپنے دماغ اور قلم کا زور اس پر خرچ کیا ہے آخر کار اس تحدی اور دعوی کے بعد کیا ہوا، یہ کہ قادیان میں ایسا طاعون آیا کہ الامان والحفیظ۔ اس کا ثبوت ہم اور جگہ سے کیوں دیں خود مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں موجود ہیں۔ مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:

پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا، میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا

(حقیقت الوحی۔ ص ۸۴)

ان دونوں کلاموں سے نتیجہ کیا نکلا؟ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ کہیں گے کہ

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

ناظرین! یہ نمونہ ہے قادیانی مشن کی پیش گوئیوں اور غیب دانیوں کا۔ ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو سراسر غلط ثابت ہوئیں۔ مفصل کے لئے میرا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ فرماویں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کچھ ضروری نہ تھا کہ قادیانی مشن کے متعلق ہم مزید تحقیق کرتے لیکن حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان نے اپنے رسالہ صحیفہ آصفیہ میں جن واقعات کا ادھورا بلکہ غلب ذکر کیا ہے، ان کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے۔

باب دوئم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم نورالدین صاحب نے اپنے رسالہ صحیفہ آسفیہ میں دوطرح سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا ثبوت دیا ہے۔

ایک تو واقعات وحوادث بتا کر لکھا ہے:

ایک طرف تو یہ امر متحقق ہے کہ دنیا کی اخلاقی حالت بہت گر چکی ہے اور اصلاح کی محتاج ہے اور دوسری طرف کل اہل دنیا یک زبان ہو کر بول اٹھی ہے کہ یہ حادثات مختلفہ معمولی اور اتفاقیہ مصائب نہیں بلکہ یہ تو منتقم حقیقی کا غضب اور واحد القہار کا عذاب ہے جو اہل دنیا کی سزا کے لئے نازل ہوا ہے۔ لہذا اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالی نے اپنی لاتبدیل سنت کے مطابق کوئی پاک نفس انسان ہم میں مبعوث کیا جو دنیا پر عذاب نازل ہونے سے پہلے دنیا کے لئے نذیر ہو کر آیا۔ اس کے جواب میں میں عرض کرونگا کہ ہاں خدا تعالی نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اس زمانے کو خواب غفلت سے جگانے اور غافلوں کو ان کی ہلاکت سے پہلے آئندہ عذاب سے ڈرانے کے لئے ایک مقدس انسان ہم میں پیدا کیا جس نے سب سے پہلے اپنی قوم کو اور پھر کل دنیا کو پیش از وقت آئندہ عذاب سے اطلاع دے کر ان میں روح اور راستی پیدا کرنی چاہی لیکن اس کے ساتھ اہل ملک نے وہی سلوک کیا جو دیگر مرسلین کے ساتھ اپنی اپنی قوم کے اکثر افراد نے کیا یا حسرۃ علی العباد ۔ ما یا تیھم من رسو لٍ الا کا نوا به یستھزؤن

(صحیفہ محبوبیہ۔ص ۷)

اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے جو قرآن مجید میں خداوند عالم نے خود دیا ہے۔ غور سے سنیئے:

ما ار سلنا ك ا لا کا فةً للناس (اے نبی ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے)۔

پس سنت اللہ کے مطابق نبوت اور ہدایت محمد یہ سب کے لئے کافی ہے۔ جدید نبوت یا رسالت کا دعوی کرنا نص قرآنی کے مخالف ہے جو یہ ہے:

ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین

(حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں)

پس ایسی نص قرآنی اور فرمان رحمانی کے ہوتے ہوئے کس مسلمان کی جرأت ہے کہ نبوت یا رسالت کا مدعی ہو یا کسی مدعی سے ایسا دعوی سن سکے۔

اسی آیت قرآنی کی بنا پر علماء اسلام کا بالا جماع عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبوت کا دعوی کرنے والا کافر ہے۔ علماء کے اس اجماع پر جناب مرزا صاحب کے بھی دستخط ثبت ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :

ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ، الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّی نبینا ﷺ خاتم النبینن بغیر استثناء و فسرہ نبینا فی قولہ لانبی بعدی ببیان واضح للطالبین۔ و لو جوزنا ظہور نبی بعد نبینا ﷺ لجوزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تغلیقہا و ہذا خلف کمالا یخفی علی المسلمین و کیف یجیء نبی بعد رسولنا ﷺ و قد انقطع الوحی بعد وفاتہ و ختم اللہ بہ النبیین (حمامۃ البشری۔ ص۲۰)

(حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی کا نام بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء رکھا ہے جس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگر ہم کسی نبی کا بعد آنحضرت ﷺ کے آنا جائز قرار دیں تو وحی نبوت کا دروازہ باوجود بند ہونے کے ہم نے کھولنے کی اجازت دی۔ یہ امر خلاف اسلام ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں۔ کس طرح کوئی نبی بعد ہمارے نبی ﷺ کے آسکتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے اور اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں :

و ما کان لی ان ادعی النبوۃ و اخرج عن الاسلام و الحق بقوم کافرین

(ص ۷۹) (یعنی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں)

باوجود نصوص قرآنیہ اور تصریحات مرزائیہ کے حکیم صاحب کا مرزا صاحب کی نسبت نبوت کا ادعا کرنا گویا آپ کو اور جناب مرزا صاحب کو خود ہی کافر بنانا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

حضور والا نے قرآن کریم ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ علم غیب کے راز کسی نجوم یا جفر کا نتیجہ نہیں ہوتے ۔ بلکہ وہ انہیں پر ظاہر ہوتے ہیں جو خدا کے برگزیدہ ہو مرسل ہوتے ہیں ۔ اور نہ کوئی زید و بکر اس طاقت اور تحدی کے ساتھ بغیر خدا کے بلائے بول سکتا ہے جیسے قرآن مجید فرماتا ہے :

ما ن الله لیطلعکم علی الغیب و لکن الله یجتبی من رسله من یشاء ۔

(آل عمران ۔ ع ۱۸)۔

عا لم الغیب فلا یظهر علی غیبه ا حد الّا من ارتضی من رسو ل (جن ۔ ع ۲)

ترجمہ۔ اللہ کسی کو غیبی امور سے اطلاع نہیں دیا کرتا مگر مجتبی رسولوں میں سے جسے چاہے اسے بتلا دیتا ہے، وہی عالم الغیب ہے اور رسولوں میں سے صرف انہیں کو غیب سے اطلاع دیتا ہے جو اسے پسند ہوں ۔ یعنی بجز خدا کے علم دیئے کوئی غیب کی بات نہیں بتلا سکتا اور خدا کسی خاص اپنے رسول کو ہی علم دیتا ہے (صحیفہ آصفیہ۔ ص ۱۹۔ ۲۰)

اس عبارت میں حکیم نور الدین صاحب نے صاف طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت ادعاء نبوت کا اظہار کیا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی سابقہ تحریرات کے بموجب چاہ ضلالت اور وادی کفران میں گرنا ہے۔ لہذا اس کا جواب بس یہی ہے

رسول	قادیانی	کی	رسالت

جہالت	ہے	جہالت	ہے	جہالت

اسی ضمن میں حکیم نور الدین صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے کئی ایک پیش گوئیاں قبل از وقوع بھی بیان کی ہیں، لہذا اس بحث سے ہاتھ اٹھا کر ان پیش گوئیوں کی تحقیق کرتے ہیں۔

پیش گوئی بابت لیکھ رام

اس پیش گوئی کو بڑے فخر سے حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان نے لکھا ہے۔ مگرافسوس ہے کہ صحیح واقعات کوغلط اور خلط ملط کر دیا ہے۔ جناب مرزا صاحب قادیانی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہم اپنی اجتہادی باتوں کوخطا سے معصوم نہیں سمجھتے ۔ہمیں ملزم کرنے کے لئے ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیے۔(تریاق القلوب۔ص۱۴)

پس اس اصول عامہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ پنڈت مذکور غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئی۔

اصل اشتہار اس پیش گوئی کا وہی ہے جو حکیم صاحب نے بھی صحیفہ آصفیہ کے صفحہ ۱۶۔۱۷ پر نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ فرط محبت میں بحکم حبك الشيء يعمى و يصم حکیم صاحب نے اس کو بغور نہیں دیکھا۔ ہم اس کے بعض ضروری فقرات یہاں درج کرتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

اب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص (پنڈت لیکھرام) پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔(صحیفہ آصفیہ ص۱۷۔حاشیہ)

یہ الفاظ اپنا مدعا بتلانے میں صاف ہیں کہ چھ برس کے عرصہ میں پنڈت لیکھرام پر خرق عادت یعنی خلاف عادت کوئی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا نہ ہو تو مرزا صاحب کا دعوی غلط۔ پس امر تنقیح طلب یہ ہے کہ کیا ایسا ہوا؟ صحیح جواب جو واقعات پر مبنی ہے یہ ہے کہ نہیں۔ اس لئے کہ پنڈت لیکھرام گو چھ سال کے عرصے میں چھری سے مارا گیا، لیکن اس کا مارا جانا کوئی خرق عادت عذاب نہیں بلکہ اس قسم کے قتل وخون آئے دن

ہوتے رہتے ہیں۔ یہ قتل تو بڑی سازش سے ہوا ہوگا، اسی شہر لاہور میں دن دہاڑے کئی دفعہ انگریزوں کو قتل کیا گیا۔ غرض اس قسم کے واقعات بلاد پنجاب میں عموماً پیش آتے رہتے ہیں جن کو کوئی فرد بشر بھی خرق عادت نہیں کہتا۔ نہ جانتا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اپنی بات بنانے کو مرزا صاحب قادیانی کا ایک عربی شعر نقل کیا ہے جس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس شعر میں لیکھ رام کے قتل کا دن بھی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ:

پھر آپ نے اپنی عربی تصنیف موسومہ کرامات الصادقین میں دعا متعلق لیکھ رام کا ذکر کرتے ہوئے ذیل کا شعر لکھا ہے کہ لیکھ رام کی موت عید کے دن کے قریب ہوگی

و بشرنی ربی و قال مبشراً

ستعرف یوم العید والعید اقرب

(صحیفہ آصفیہ۔ ص ۱۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس کے جواب میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل قصیدے سے اس شعر کا سیاق وسباق بتلانے کو ادھر ادھر کے چند شعر نقل کریں۔ ناظرین بغور سنیں

الا ایها الواشی الام تکذب

و تکفر من هو مومن و تونب

والیت انی مسلم ثم تکفر

فاین الحیا انت امرء و عقرب

الا اننی تبر و انت مذهب

الا اننی اسد و انت ثعلب

الا انــــــنــــى فـــى كـــل حــــر ب غـــــالــــب
فــكــد نـــى بــمـــا رو رت فـــا لــحق يـغـلــب
فبشـــــر نـــــى ر بــــى و قـــــا ل مبشـــــراً
ستـــعــــرف يــو م الـــعـيـــد و الـــعـيـــد اقـــر ب
و نــــعــــمــــنــــى ر بــــى فــــكيف اردّه
و هـــذا عـــطـــاء الــلـــــه و الـــخـلـــق يــعــجــب
و ســـو ف تــــرى انـــــى صـــدوق مـــؤيـــد
و لســـت يـــفـــضـل الـــلـــه مـــا انـــت تـحــســب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کافر کہتا ہے۔ اس کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے، میں نیک ہوں تو طمع ساز ہے میں شیر ہوں تو لونبڑ ہے میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی اور کہا کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قـــا ســـمتهـــم ان الـــفتـــا وی صـــحيـــحـــه
و عـــليك وزر الـــكـــذ ب ان كـــنـــت تـــكـــذ ب
و هـــل لك مـــن عـــلـــم ونـــص مـــحـــكـــم
عـــلـــى كـــفـــر نـــا او تـــخـــرصـــن و تتـــعـــب

(تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو مرزا پر لگائے گئے ہیں، صحیح ہیں۔ اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے، یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے)

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھ رام کا ذکر ہے نہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب

علماء مکفرین سے ہے۔ نہ کسی اور سے۔ نہیں معلوم ایسے صحیح واقعات کو غلط اور مصنوعی واقعات سے مکدر کرنا اگر لبس حق نہیں تو کیا ہے؟

حکیم نورالدین صاحب! بہت سے امور اور مسائل میں اختلاف ہوتا ہے، مگر دیانت اور راست بازی میں کسی کا اختلاف نہیں پھر آپ کو بھی اس میں خلاف نہیں ہونا چاہیے

بے وفا! کون سی خوبی ہے نہیں جو تجھ میں
وصف اتنے ہیں جہاں ایک وفا اور سہی

اگر ہم حسب قول حکیم نورالدین صاحب اس شعر کو پنڈت لیکھ رام کی تاریخ قتل سے متعلق مان لیں تو بھی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب لازم آتی ہے پہلے شعر مذکور مکرر سنئے

و بشـــرنـــی ربـــی و قـــال مبشـــراً
ستـــعـــرف یـــوم الـــعـــیـــد و الـــعـــیـــد اقـــرب

غور طلب بات یہ ہے کہ اقرب صیغہ تفضیل کا ہے جس کے لئے ایک تو مفضل علیہ کی ضرورت ہے دوئم مقرّب الیہ کی یعنی کس سے زیادہ قریب اور کس کے قریب۔ اول یعنی مفضل علیہ تو زمان بعد از عید ہے اور مقرب الیہ مخاطب خاص یا عام ہیں۔ پس معنی یہ ہیں کہ: مجھے پروردگار نے خوش خبری دیتے ہوئے کہا کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا اور عید بہت قریب ہے۔ یہاں عید ہی کو تعرف کا مفعول بہ بنایا اور عید ہی کو اقرب کا محکوم علیہ۔ اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوئی تو یہ کہ کوئی واقع عید کے دن ہوگا جس کا متکلم کو انتظار ہے اور مخاطب کا انتظار رفع کرنے کو متکلم کہتا ہے و العید اقرب۔ عید بہت قریب ہے۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں بھی ملتی ہے۔ غور سے سنیئے: انّ موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے کہ فرشتوں نے ان کو قوم کی تباہی کے لئے صبح کا وقت بتلا کر رفع انتظار کے لئے کہا کیا صبح قریب نہیں ہے یعنی الصبح قریب۔ اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔

پس مطلب صاف ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ عید کے روز ہونا، نہ اس سے آگے نہ پیچھے۔ لیکن لیکھرام کا واقع عید کے روز نہیں ہوا، بلکہ دوسرے روز ہوا ہے۔ پھر پیش گوئی کے کذب میں کیا شک ہے؟

ہاں جو شخص پندرہ دن کی میعاد لگا کر چالیس دن میں واقع ہونے سے بھی سچا ہی بنتا ہو اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا۔

این ست جوابش کہ جوابش ندہی

پیش گوئی بابت طاعون پنجاب

اس پیش گوئی میں تو حکیم نورالدین صاحب نے وہی برتاؤ کیا جو استاد نیاز نے کہا ہے

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نکتہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جاں دھری تھی واں ہی دھری رہی

حکیم صاحب! آپ نے غور نہیں فرمایا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں آپ کے خلاف ہے۔ آپ نے مرزا صاحب قادیانی کا اشتہار متعلقہ طاعون پنجاب نقل کیا ہے جس کے ضروری فقرے یہ ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو ملک میں عنقریب پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔

(صحیفہ آصفیہ۔ ص۲۲)

اس خواب کو ہم صحیح بھی مان لیں اور اس کی آخری مدت بھی قرار دیں تو بھی پنجاب میں طاعون کا غلبہ ۱۹۰۰ء میں کمال تک ہو جانا چاہیے تھا حالانکہ خدائے ذوالجلال کی غیرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ:

۱۹۰۱ء میں کشف مذکورہ بالا کے طاعونی درخت پنجاب میں کسی قدر بارور ہونے لگے

(صحیفہ آصفیہ۔ص ۲۳)

اس ، کسی قدر ، کے لفظ کو دیکھئے اور مرزا جی کی عبارت منقولہ بالا میں ، بہت پھیلے گا ، کے لفظ کو ملاحظہ کر کے بتلائیے کہ ان دونوں لفظوں میں وہی نسبت ہے یا نہیں ، جو شیر قالین اور شیر نیستاں میں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی خواب میں صاف تصریح ہے کہ غایت سے غایت ۱۹۰۰ء میں طاعون کی خوفناک اشاعت پنجاب میں ہو جائے گی حالانکہ بقول آپ کے ۱۹۰۱ء میں بھی کسی قدر (دبی زبان سے) ہوا جو قریب قریب عدم کے تھا۔

چونکہ واقع بھی یہی ہے کہ پنجاب میں ۱۹۰۲ء سے طاعون کا شیوع ہوا اسی لئے پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۰۲ء ہی میں طلباء کو سرکلر دیا تھا کہ داخلہ امتحان سے پہلے ٹیکہ طاعون کرا کر آنا ہوگا۔اور آپ کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ:

وہ سیاہ درخت جو سرزمین پنجاب میں ۱۸۹۸ء کے شروع میں لگائے گئے تھے ۱۹۰۲ء کی بہار میں آکر ثمر دار ہو گئے (صحیفہ آصفیہ۔ص ۲۵)

۱۹۰۲ء کا واقع ۱۸۹۸ء میں دیکھنا ابن صیاد کے درخ سے کم نہیں (آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام ابن صیاد تھا اس کی غیب دانی کا چرچہ ہوا تو حضور پیغمبر ﷺ نے اس سے پوچھا کہ بتلا میرے دل میں کیا ہے؟ آپ نے اپنے خیال میں خم دخان ، رکھا تھا۔اس نے جواب میں کہا آپ کے دل میں درخ ہے۔آپ نے فرمایا خلط علیك الا مر ، واقعات تجھ پر مکدر ہیں ، اسی حدیث کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے)

حکیم صاحب ! آیئے ! ہم آپ کی خاطر اس جواب کو صحیح مان لیں اور انہی معنی میں لیں جو مرزا صاحب اور آپ کے حسب منشاء ہے لیکن اس کا کیا علاج ہو کہ جناب مرزا صاحب قادیانی خود ہی لکھتے ہیں کہ:

یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں ، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بدتر اور بددین اور ملحد جو اباحتیوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی۔

اوراس راقم کواس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ۔حاشیہ ص ۴۸)

پس ایک آدھ خواب کی سچائی سے ہم کیونکر تسلیم کرلیں جب تک تمام واقعات کی تصحیح نہ ہولے کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کا مطلب (بقول مرزا صاحب) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ کنجروں اور بھڑووں کی بھی بعض خواب سچے ہو جاتے ہیں۔

پیش گوئی بابت زلزلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ جب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم کا واقع مرزا صاحب قادیانی کے خلاف منشاء ہوا، مرزا جی نے کبھی کوئی پیش گوئی تعیین سے نہیں کی۔ چنانچہ زلزلہ کے متعلق جو آج حکیم نورالدین صاحب اور حکیم صاحب سے قبل خود جناب مرزا صاحب قادیانی بھی زور دیتے رہے ہیں، یہ سب نکتہ بعد الوقوع ہے۔ حکیم صاحب نے زلزلہ کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کے اشتہار سے اقتباس کیا ہے جو درج ذیل ہے:

میں اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کر دیا ہے۔ دوستو! اٹھو! ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آ گیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ (صحیفہ آصفیہ۔طبع اول ص ۲۹)

ناظرین! اس اقتباس کو ذہن نشین رکھیں اور اصل اشتہار مرزا صاحب قادیانی کا بھی ملاحظہ فرماویں جس سے یہ اقتباس کیا گیا ہے۔

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

ہم قادیانی مشن اوران کے خلیفہ صاحب کی نسبت کچھ کہتے تو مخالفانہ رائے تصور ہوتی لیکن الحمدللہ کہ قادیانی خلیفہ اوران کے مریدوں نے ہمیں موقع دیا کہ ہم یہ کہیں کہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو وہ لہو کیا ہے

پس آپ لوگ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کا اشتہار سنیئے ۔مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

دوستو! خدا تعالی آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اورالبدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلها و مقامها یعنی یہ ملک عذاب الہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳۔اوراخبار البدر نمبر ۲۰۔۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء۔اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اوراسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔دوستو! اٹھو اور ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آ گیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں ۔مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں ۔(اشتہار الوصیت ۔۲۷ فروری ۱۹۰۵ء)

حضرات ! آپ لوگ غور سے اس اشتہار کو پڑھیں مکرر بلکہ سہ کرر پڑھیں ۔آپ کو بغیر اس کے کوئی مطلب معلوم نہ ہوگا کہ یہ اشتہار اوراس میں جتنی پیش گوئیاں ہیں طاعون کی تباہی کے متعلق ہیں ۔اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کا حوالہ موجود ہے اس میں بھی الہام عفت الدیار محلها و مقامها لکھ کر ساتھ ہی لکھا ہے،

طاعون کے متعلق ہے۔ باوجود اس تشریح اور تصریح کے پھر اسی الہام کو زلزلہ سے متعلق کرنا کون کہہ سکتا ہے کہ دیانت ہے یا شرافت ہے؟ اور پاس سخن کا مقتضی نہیں۔ کیا سچ ہے

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

حکیم صاحب! آیئے میں آپ کو ایک خوش خبری سناؤں۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے کہ اس کے مخالف کہے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷)

اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی واقعات عامہ کے لحاظ سے یا دخ د خ کے طریق سے ایسے کچھ کلمات کے الہامات سنا دیا کرتے تھے جن کو موم کی گولی کی طرح سب طرف لگا سکیں۔ چنانچہ فروری ۱۹۰۵ء تک یہی الہام عفت الدیار محلها و مقامها طاعون پر چسپاں ہوتا رہا۔ لیکن جونہی ایک مہینے بعد ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو قادیانی پارٹی نے اس سے فائدہ حاصل کرنے کو فوراً سے پہلے جھٹ زلزلہ عظیمہ پر اس کو چسپاں کر دیا، جو کچھ تعجب انگیز امر نہیں بلکہ ان لوگوں کی روزمرہ کی عادت ہو کر بائیں ہاتھ کا کھیل ہو رہا ہے

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

لیکن ہم تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصول عامہ کو نہیں چھوڑ سکتے کہ الہام کی تشریح ملہم جو کر دے وہ مقدم ہے۔

پیش گوئی بابت زلزلہ ثانیہ

زلزلہ عظیمہ واقعہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی بابت تو ہم بتلا آئے ہیں کہ کوئی الہام مرزا صاحب قادیانی کا نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ یاروں کی خوش اعتقادی ہے اور بس۔ اس زلزلہ کے علاوہ بھی کوشش کی جاتی ہے کہ مرزا

صاحب کے الہام سے اور زلزلوں کا وجود ثابت کیا جائے چنانچہ حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں:

ایک طرف جاپانی ماہر طبقات الارض نے اپنے علم و تجربہ کی بنا پر بعد از تحقیق دقیق اہل ہند کو یقین دلایا کہ آج سے دو صد برس تک ہند میں ہیچ قسم کے زلزلے کی امید نہیں۔ دوسری طرف پھر الہام الٰہی نے یکم فروری ۱۹۰۶ء کو اطلاع دی کہ صدیاں تو درکنار دنوں میں اسی موسم بہار کے شروع میں ایک اور زلزلہ آنے والا ہے جو پہلے زلزلہ کے ہم رنگ ہوگا۔ ملک کو ان دو پیش گوئی کرنے والوں کے متقابلہ حیثیت پر ابھی غور کرنے کا موقع نہ ملا ہوگا کہ خدا نے اپنے الفاظ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو پورے کر دکھائے جب کہ رات کے دو بجے ۴۔ اپریل کا سا زلزلہ وادی ہمالہ میں نمودار ہوا اور اس طرح اس زلزلہ نے ذیل کے ان الفاظ کو سچ کر دکھایا جو المسیح الموعود نے اپنے تیسرے اشتہار موسومہ البلاغ مجریہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ان سائنٹفک Scientific مکذبین الہام الٰہی کی تردید میں درج فرمائے تھے وھوہذا:

یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ اگر منجم ہیں، یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے (صحیفہ آصفیہ صفحہ ۱۳ طبع اول)

حضرات! اشتہار ۲۹۔ اپریل کے ساتھ بھی حکیم نورالدین صاحب نے وہی برتاؤ کیا جو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء والے اشتہار سے کیا ہے۔ جس کا ذکر گزر چکا۔ ہم اس اشتہار کی تمام عبارت نقل کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

آج ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے سو میں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا نے بار بار زلزلہ رکھا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خدا تعالیٰ اس کو ظاہر فرماوے

گا مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں ہے۔ یہ خدا تعالی کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے وہ اگر منجم ہیں یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا بجز توبہ اور دل پاک کرنے کے کوئی اس کا علاج نہیں۔ (قادیانی اشتہار ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء)

ناظرین! خدارا فقرہ: جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

کو ملاحظہ فرمایئے اور بتلایئے کہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایسا زلزلہ کوئی آیا ہے؟ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کوئی دور نہیں، کوئی صاحب بتلاویں کہ اس زلزلہ کی یاد کسی کے ذہن میں ہے؟

اے آسمان کے رہنے والو! اے زمین کے باشندو! پچھّم دکن اتر میں رہنے والو! خدارا بتلاؤ! کہ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو تم لوگوں نے ایسا کوئی زلزلہ دیکھا، یا سنا جس کی بابت مرزا جی فرماتے ہیں:

پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر گزرا

گویا ۴۔اپریل کے زلزلہ عظیمہ سے بہت بڑا۔

حکیم نور الدین صاحب! بخدا میں سچ کہتا ہوں آپ کے اس دعوی کی تصدیق نہ ہو سکے گی گو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی مرقد مبارک سے تشریف لے آویں۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ زلزلہ عظیمہ کے بعد مرزا صاحب ایسے کچھ خوف زدہ ہوئے تھے کہ آپ کو ہر وقت زلزلوں ہی کے خواب آتے تھے چنانچہ آپ ہی کے خوابوں اور ایسے الہاموں کی وجہ سے آپ کے معتقدین نے (جن میں راقم رسالہ صحیفہ آصفیہ بھی تھا) بہت دنوں تک خیموں میں بسیرا کیا اور چھتوں کے نیچے نہ سوئے نہ گئے کیونکہ خود بدولت بھی قادیان شریف میں ایسے ہی پڑے تھے۔ آخر کیا ہوا

آئے صد بار التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

(یہاں موقع کی مناسبت سے حاشیہ میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک مختصر تحریر نقل کی جارہی ہے۔شیخ الاسلام بٹالویؒ اشاعۃ السنہ میں قادیانی اشتہار ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک اشتہار:

اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ یہ زلزلہ مجھے نہ ماننے اور نہ پہچاننے کے سبب سے آیا ہے۔اور آئندہ بھی آئے گا ۔جس کا وقت غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔اس میں یہ بھی کہا ہے کہ: اگر لوگ بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلے، سہ منزلے ہوتے ہیں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے۔،اور خود بھی مہاراج نے اسی پر عمل کیا ہے، اپنے پختہ مکان کو چھوڑ کر باغ کے میدان میں خیمہ لگالیا ہے اور ایسا ہی آپ کے حواریوں اور سیوکوں اور پوجاریوں نے عمل اختیار کیا ہے۔

مرزا قادیانی کا پہلے تو اپنے اشتہاروں میں صرف روحانی علاج (توبہ واستغفار) کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا اور پھر خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع کرنا اور لوگوں سے رجوع کرانا، صاف اور قطعی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئی زلزلہ کے متعلق کہتا یا کرتا ہے اس میں ان انگریزوں کی (جنہوں نے علم طبعی، طبقات الارض ونجوم وغیرہ علوم پر اعتماد کر کے یہ پیشگوئی کی تھی) تقلید وتصدیق کررہا ہے اور احمقوں کو دام میں لانے کیلئے اس کو الہامی پیشگوئی بنا کر خدا پر افتراء کا مرتکب ہوا ہے اور اگر وہ الہام الٰہی سے پیشگوئی کرتا اور اس عذاب کا موجب گناہوں کو اور اس سے بچنے کا سبب صرف توبہ کو جانتا، تو ہرگز خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع نہ کرتا اور یقین رکھتا کہ خدا کے عذاب کو توبہ ہی ہٹا سکتی ہے (اگر نزول عذاب سے پہلے عمل میں آوے) دنیاوی وجسانی علاج وتدابیر اس کو ہرگز نہیں روک سکتی۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ جن گناہ گاروں کو دو منزلہ سہ منزلہ مکانات گرانے سے خدا ہلاک کرسکتا ہے، کیا ان پر خیموں یا میدانوں میں آسمان سے آگ نہیں برسا سکتا؟ اور زمین کو شق کر کے اس میں ان کو نہیں دھنسا سکتا؟

اے نادان کرشن قادیان اور ان کے ناعاقبت اندیش مقلدان وسیوکان خیمے اکھاڑ کر اپنے دارالامان کی چاردیواری میں آبسو۔اور اگر خدا کی رحمت اور اس کے عذاب سے نجات چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں رہ کر دعوی الہام و مسیحائیت ومہدویت سے دست بردار ہو کر سچی توبہ اختیار کرو۔خدا تعالی تمہاری سچی توبہ دیکھے گا تو ان مقامات کو، اس گاؤں کو، جہاں تم ہوگے زلزلے سے بچالے گا۔

ہے مہاراج کرشن بزبان خود رود ہرگوپال آپ اپنا وہ بچن (بول) بھی بول گئے جو رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ میں آپ نے فرمایا ہے کہ: خدا تعالی اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ خدا کے مامور و رسول کو نہ مان لیں۔اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔تا تم سمجھو قادیان اسی لئے

محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے۔ یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، اور قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔ (دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی)

جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے، قادیان کو وہ اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے.. وہ عزوجل فرماتا ہے ما کان اللّٰہ لیعذّبھم و انت فیھم (ترجمہ) خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے (دافع البلاء)

اور اس سے پہلے اشتہار طاعون مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں یہ بچن (بول) آپ بول چکے ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں، جس میں دس لاکھ کی آبادی ہو۔ ایک بھی کامل راست باز ہو گا۔ تب بھی یہ بلا شہر سے دفع کی جائے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

ہے مہاراج کرشن جی منہ سے تو آپ کے یہ بچن نکل چکے ہیں اور کرم (عمل) آپکے اس کے برخلاف ہیں۔ آپ پختہ مکان اور دار الامان چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ عمل آپ کا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ جو کہتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں کہتے آپ کا دعوی الہام محض کذب وافتراء ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے تو ہم کو امید نہیں کہ وہ اس افترا پردازی اور خلق خدا کو ایذا رسانی سے توبہ کرے کیونکہ اسی میں اس کی گذران ہے اور یہی اس کی دکان کا اثاث اور سامان ہے۔ ہم اس مقام میں گورنمنٹ کو (جو احکم الحاکمین کی طرف سے عامہ خلائق کی جان و مال کے امن وحفاظت کی ذمہ دار اور جواب دہ ہے) اس ایذا رسانی خلائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیشگوئی میں وہ شخص دروغگوئی کا اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذا رسانی کا مرتکب ہوا ہے تو اس سے عدالت کے ذریعے جواب طلب کرے۔ پھر اگر الزام جرم تخویف مجرمانہ یا نقص امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہو تو ان جرائم کی اس کو سزا دے تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔ اور اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے (کیونکہ نبی ہونے سے پہلے زمانہ نوکری سیالکوٹ محکمہ میر ابراہیم علی میں مختاری کا امتحان دے چکا ہے اور اس میں فیل ہے) یا جو اس کے مرید پلیڈر رکھتے ہیں، بری ہو جائے تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرار نامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (جو مسٹر ڈوئی مجسٹریٹ گورداسپور، حال، یعنی ۱۹۰۵ء، کمشنر بندوبست پنجاب) کے اجلاس میں اس نے لکھ دیا تھا اور اس کے دفعہ اول و سوم میں

انذاری پیش گوئیاں نہ کرنے کا وعدہ دے چکا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں:۔ا۔میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے معنی یہ ہوں یا ایسے خیال کئے جا سکیں کہ کسی شخص کو (یا اشخاص کو مسلمان ہوں، خواہ ہندو، خواہ عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔۲۔میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی وجہ معقول رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یا اشخاص خواہ مسلمان ہوں خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا) کی دست آویز سے ایسی انذاری پیش گوئیوں سے اس کو روکے۔اور اگر اس اقرار نامہ کو بھی وہ اور اس کے پلیڈر مزید قانونی زور سے بے اثر ثابت کر دیں اور مسٹر ڈوئی کا کیا کرایا اکارت کر کے دکھا دیں، تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹیکل مصالح ملکی ہی کی نظر سے اس کو ایسی فتنہ انگیز پیش گوئیوں سے روک دے۔اور اگر پولیٹیکل کاروائی کو بھی وہ لوگ چلنے نہ دیں تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منت وخوش آمد سے کام لے اور کڑاہ پرشاد (حلوے) کا چڑھاوہ چڑھا کر مہاراج کرشن کو خوش کر دے۔اور آئندہ کے واسطے اس سے شفقت ومرحمت عامہ خلائق کا عہد لے۔اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہیں، جو چاہیں سو کریں۔ہمارا جو کام تھا ہم نے پورا کر دیا۔)

پیش گوئی بابت طوفان حیدر آباد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس طوفان کے متعلق بھی مرزا صاحب قادیانی نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی آج جو کچھ بتایا جاتا ہے محض حکیم صاحب اور ان کے اتباع کے دماغ کا نتیجہ ہے۔اسی لئے تو حکیم صاحب نے بھی اس واقع کے متعلق کوئی خاص پیش گوئی نہیں لکھی بلکہ ایک اٹکل پچو بات سے کام لیا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔حکیم نور الدین صاحب کہتے ہیں:

اس (خدا) نے اپنے بھیجے ہوئے نذیر کی خاطر جس کی آواز حیدر آباد میں پہونچ کر وہاں ہنسی ٹھٹھہ کا باعث ہو چکی تھی، حیدر آباد میں وہی کیا جو اس نے اس طوفانی واقعہ سے دو سال پہلے کہا تھا:

دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا۔پر وہ جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جاویں گے،

صحن میں ندیاں چلیں گی۔سخت زلزلے آئیں گے۔میں تجھے ایک عجیب طور پر عزت دونگا۔اور اس کے ساتھ دنیا پر بڑا رعب ڈالوں گا ..

چنانچہ اس واحد القہار نے آسمان اور زمین سے پانی نکالا۔اس نے گھروں کے صحنوں میں ندیاں چلائیں۔اس نے اس آباد معمورہ کو جو صدیوں سے شہر نظام ہو رہا تھا، آن کی آن میں ان کو گور کر دکھایا۔اور اس طرح اسکے وہ الفاظ پورے ہوئے جو اس نے اس بلدہ کی تباہی کے متعلق کچھ عرصہ پہلے بطور پیش گوئی اپنے ملہم پر کے القا کیئے تھے۔

دبدبہ خسروی ام شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

اس نے وہ سیلاب بھیجا جس سے کوئی کوشش کسی کو نہ بچاسکی اور اس طرح وہ کلام پاک لفظاً لفظاً پورا ہوا جو مسیح وقت نے بطور انذار اس طوفان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بے تاب ہے
زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سر رہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم
نیک کو کچھ غم نہیں گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب سے

(صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۳،۴۴ طبع اول)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اقتباسات مذکورہ بالا میں حکیم نورالدین صاحب نے تین الہام لکھے ہیں، اس لئے ہم ہر ایک کی

الگ الگ پڑتال کرتے ہیں۔ پس غور سے سنئے:

ا۔ الہام اول کہ، دیکھ میں آسمان سے برساؤنگا، اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ محض زبانی بات ہے جس کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اصل مقام کا حوالہ نہ ہو۔ بعد تصحیح حوالہ کہا جائے گا کہ اس میں کسی خاص مقام کا ذکر نہیں بلکہ یہ وہی موم کی گولی ہے کہ جدھر چاہو پھیرلو۔ اس کی مثال دینے کو آپ ہی کے قادیانی اخبار بدر کی ایک عبارت پیش کرنا کافی ہوگا۔ اڈیٹر بدر نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا:

الہامی پیش گوئی اور اٹکل بازی میں فرق۔

اس بیان میں لائق اڈیٹر نے منجموں، پالٹیشنوں اور اٹکل بازوں کی پیش گوئیوں کو الہامی پیش گوئیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے اٹکل بازوں کی پیش گوئی کی مثال دی تھی کہ:

مثلاً فلاں شخص کو کچھ خوشی پیش آئے گی، یا کچھ تکلیف پہنچے گی۔ اسی قسم کے فقرے جو بالکل گول مول اور ہر ایک پہلو سے مڑے ہوتے ہیں تا کہ پردہ رہ جائے... برخلاف اس کے رسولوں کی پیش گوئیاں کثرت سے ایسی ہوتی ہیں جو بالکل صاف اور کھلا کھلا غیب اپنے اندر رکھتی ہیں، اور ان میں تحدی اور شوکت ہوتی ہے (بدر قادیان۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ۳)

ناظرین! یہ عبارت کیا معیار بتلاتی ہے؟ یہ کہ الہامی پیش گوئی اپنا مصداق اپنے لفظوں میں بتلایا کرتی ہے جس کی مثال قرآن مجید سے سنو:

غلبت الروم فی ادنی الارض و ھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین (روم کی سلطنت ابھی مغلوب ہوئی ہے اور وہ بہت جلد چند سالوں میں غالب ہونگے)

حکیم صاحب! آیئے میں آپ کو بتلاؤں کہ درصورت صحیح ہونے کے بھی یہ الہام آپ کے امام کا غلط ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ:

جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جائیں گے۔

بڑے مخالف تو وہ ہیں جن کو مرزا صاحب قادیانی نے رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے نام بنام بلایا اور ان کو آئمۃ الکفر کہا۔ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں حیدرآباد کے طوفان میں ان مخالفوں میں سے کون پکڑا گیا۔

پس اگر یہ قاعدہ :

الشی اذا ثبت ثبت بلوازمه

(یعنی جب کوئی چیز موجود ہوتو اس کے لوازم بھی ساتھ ہوتے ہیں جیسے کے ساتھ روشنی)

صحیح ہے، جو بالکل صحیح ہے، تو آپ کے امام (مرزا غلام احمد قادیانی) کی یہ پیش گوئی غلط ہے کیونکہ اس میں جو نشان تھا کہ مخالف پکڑے جائیں گے، وہ متحقق نہیں۔

دوسرے الہام کا آپ نے ایک شعر نقل کیا ہے جو یہ ہے:

دبدبہ خسرویم شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

افسوس ہے اس الہامی شعر کے سمجھنے سے ہم ہی قاصر نہیں، بلکہ عرفی اور خاقانی بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ لفظی ترجمہ تو یہ ہے

میری حکومت کا دبدبہ جب بلند ہوا تو نظامی کی قبر میں زلزلہ آیا

چونکہ لفظی ترجمہ مہمل تھا کہ کہاں دبدبہ حکومت اور کہاں نظامی (مصنف سکندر نامہ) کی قبر۔ اس لئے حکیم نورالدین صاحب نے اس کی تشریح میں یوں اشارہ کیا کہ نظامی سے مراد حضور نظام دکن اور گور سے مراد لیا بلدہ حیدر آباد۔ پس معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالی کے حکم سے حیدر آباد دکن میں طوفان آیا۔ کیا کہنے ہیں۔ ماشاءاللہ چشم بددور۔ کیا سچ ہے؟

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہم حیران ہیں کہ ان معقول پسندوں کی تردید کن لفظوں میں کریں۔ ایسی بے اصولی قوم جو آسمان بول کر زمین مراد لیں اور زمین بول کر خدا کہدیں، ان سے کون پورا ہو سکتا ہے؟

حکیم نورالدین صاحب! آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ قبل از طوفان حیدر آباد اس شعر کے معنی مرزا صاحب قادیانی نے یا آپ نے یہی سمجھے تھے جو آج ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر سمجھے تھے تو بتلایئے کیونکر؟ اگر نہیں

سمجھے تھے، تو کیا یہ شعر کسی جنی زبان میں تھا؟ مانا کہ الہامی تھا لیکن جنی تو نہ تھا۔ الہام بھی تو آخر فارسی ہی تھا جس کے سمجھنے والے آج دنیا میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں موجود ہیں ۔ پھر کیا کوئی بھی آپ کا شریک حال ہوسکتا ہے کہ نظام سے مراد حضور نظام، اور گور سے مراد حضور کا دارالسلطنت بلدہ حیدرآباد۔

حکیم نورالدین صاحب! آیئے میں آپ کو علماء کا ایک متفقہ اور آپ کا مسلّمہ اصول آپ ہی کے الفاظ میں سناؤں تا آپ کو ایسی حرکت مذبوحی کرنے سے کچھ تو رکاوٹ ہو۔ غور سے سنیئے ! آپ فرماتے ہیں:

ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔

(خط ملحقہ بازالہ اوہام۔ ص ۸)

بتلایئے یہاں دونوں لفظوں (نظامی اور گور) کے مجازی معنے لینے کے اسباب قویہ کیا ہیں؟ ہاں یاد آیا کہ پنجابی میں ایک مثل ہے کہ:

کنویں میں بیل گرے تو وہاں ہی خصی کر دینا چاہیے۔

یہ اس موقع پر بولتے ہیں جب کوئی ایسا کام پیش آجائے کہ اس وقت تو سہل ہوسکتا ہو، اور دیر کرنے سے مزید تکلیف کا خطرہ ہو۔ سو اس مثال کے مطابق قادیانی مشن نے سمجھا کہ آج کل حیدرآباد دکن کے طوفان کا چرچا ہے۔ باشندگان دکن عذاب الٰہی سے خوف زدہ ہو رہے ہیں، بس یہ وقت ہے کہ ایک چٹکلا ان میں چھوڑ دیں، شائد کوئی ازلی بدبخت دام میں آجائے۔

حکیم نورالدین صاحب! آپ کی اس دوراندیشی کی تو ہم بھی داد دیتے ہیں

خورش دہ بکنجشک و مور و حمام
کہ روزے ہمائے در افتد بدام

تیسرا الہام بھی بالکل آپ کی کھینچ تان ہے۔ جس اشتہار سے یہ ابیات نقل کیے ہیں اس کا نام ہے النداء من وحی السماء ۔یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیش گوئی وحی الٰہی سے ۔

اس اشتہار کا تمام مضمون اس امر کی بابت ہے کہ ۴۔ اپریل کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایک اور زلزلہ آئے گا۔ چنانچہ اس اشتہار کا شروع یوں ہے:

۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے۔ اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلا دے گا دور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کیلئے دو نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسی نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

تمام اشتہار پڑھ جایئے کہیں ایک لفظ بھی ان معنی کا نہیں پاویں گے کہ کوئی طوفان ملک میں خصوصاً حیدر آباد میں آئے گا۔ مرزا صاحب اور ان کے قائم مقاموں کی عادت ہے کہ نکتہ بعد الوقوع بہت نکالا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک ہے۔

حکیم نور الدین صاحب! آپ تمام اشتہار پڑھ کر ہمارے سامنے کسی لفظ پر نشان لگا دیں کہ یہ لفظ طوفان حیدر آباد کی طرف اشارہ ہے تو ہم بھی آپ کو اپنا خلیفہ بنالیں گے۔ یاد رہے کہ متکلم کے خلاف منشاء تفسیر ہم نہیں سنیں گے نہ کوئی دانا اس کو مانے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ اور آپ کے معتقدین، گورنظامی، کے لفظ میں نظامی سے، حضور نظام، اور گور سے شہر حیدر آباد مراد لیں۔ مگر ہم ایسی مرادوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ سیاق کلام چاہتے ہیں۔ غضب ہے متکلم (مرزا قادیانی) تو اپنا مدعا اس اشتہار سے دوسرا زلزلہ عظیمہ بتلاتا ہے اور کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ: یہ دونوں زلزلے میری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں۔

مگر حکیم صاحب اس کو طوفان پر چسپاں کریں تو اس طوفان بے تمیزی کا کیا انتظام؟

ہم حکیم نور الدین صاحب اور دیگر معتقدین مرزا صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کی کوئی ایک پیش گوئی کھلے کھلے لفظوں میں حیدر آباد کی بابت دکھا دیں تو ہم سے منہ مانگا انعام پاویں۔ مگر سوچ لیں کہ مقابل کون ہے۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(موقع کی مناسبت سے یہاں حاشیہ میں شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم کی ایک تحریر نقل کی جارہی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے **النداء من وحی السماء** کے نام وعنوان کا ایک اور اشتہار شائع کیا جس کی شرح وتفسیر آپ نے ان الفاظ سے کی ہے:

یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی پیش گوئی بار دوم وحی الٰہی سے۔

اس تفسیر کو دیکھ کر ہم نے یہ سمجھا تھا کہ شائد اس میں زلزلہ کی نسبت صاف الفاظ میں پیش گوئی ہو لیکن اس میں بجز پرانی لاف زنی اور جعل سازی کچھ نہیں۔اس اشتہار کی چند افتراپردازیوں کو تین نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر اول: اس اشتہار میں قادیانی کرشن جی نے کہا ہے: اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق اور صفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے ان علامات کے ساتھ شناخت کر لیا ہو۔ یا مجھ کو اس کے اس مرتبے کی خبر دی گئی ہو....اصل الہام جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالی ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو، جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچالے گا، یہ ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئك لھم الامن وھم مھتدون ....میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پہلے اسی جماعت میں داخل ہوئے اور پھر وہ مرتد ہوگئے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

ناظرین اس قول میں جو کرشن جی نے افتراپردازی اور دھوکہ بازی کی ہے وہ آپ کو اشاعۃ السنہ جلد ہذا (۲۰) کے رسالہ نمبر ا صفحہ ۱۸ سے اور نمبر ۲ کے صفحہ ۳۹ سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔اس مقام میں اس کے متعلق دو سوال قادیانی کرشن جی سے کیے جاتے ہیں۔ان کا جو جواب آپ دیں گے اس سے آپ کی دھوکہ بازی وافتراپردازی اور بھی وضاحت سے ثابت ہوگی۔

سوال اول: یہ الہام جس سے آپ نے طاعون سے بچنے کیلئے کامل الایمان والعمل ہونے کی قید لگائی ہے آپ کو کب ہوا اور اس کو کب شائع کیا؟ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ساتھ یا اس کے چار سال بعد ۱۹۰۲ء میں جب قادیان میں طاعون کا وقوع ہوگیا اور آپ نے رسالہ دافع البلاء وکشتی نوح کو شائع کیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں تو اس الہام کے محل بیان کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب باختیار شق ثانی دیں تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپکا ملہم بڑا عیار یا مسخرہ ہے جو آپ کو واقعات اور مواقع دیکھ کر الہامات کے معنے گھڑ لینا سکھاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ کہ منجملہ بہت سے سیوکان مہاراج کرشن (یعنی مریدان خاص) کے (جن کی فہرست شائع ہو چکی ہے)۔ مولوی جمال الدین ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پاکستان) جو کہ کرشن مہاراج کے بڑے بھاری چیلے تھے اور ضلع منٹگمری میں انہوں نے آپ کے بہت سیوک (مرید) بنا دیئے۔ جو ان کے مرجانے کے بعد بھی مہاراج کے درشن کو قادیان میں آئے اور اس خاکسار سے بھی ملے تھے)، اور مسٹر محمد افضل (اڈیٹر البدر، جو آپ کی نصرت وحمایت واشاعت الہامات میں بڑے سرگرم تھے) کامل الایمان والعمل تھے؟ یا منافق تھے اور مرتد ہو کر مرے؟

اس سوال کا جواب اگر باختیار شق اول دیں تو پھر آپ پر یہ سوال ہے کہ دونوں طاعون سے کیوں مرے؟ اور ان کی موت سے آپ کے اس دعوی کا کہ میری جماعت کا ایک شخص بھی طاعون سے نہیں مرا، کذب ظاہر ہوا، یا کچھ کسر رہی ہے۔ اور اگر اس سوال کا جواب باختیار شق ثانی دیں تو براہ مہربانی اس جواب کو شائع ومشتہر کر دیں۔ اس جواب سے لوگ آپ ہی نتیجہ نکال لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیسے راست باز ہیں۔ اور مولوی جمال الدین کے پھنسائے ہوئے سیوک (مرید) آپ کے سیوک رہنے چاہییں یا آخر وہ بھی آپ سے مرتد کا خطاب پائیں گے، یا وہ مسلمان رہنے کیلئے آپ کو چھوڑ دیں۔

نمبر دوم: اس اشتہار میں کرشن جی نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ ۹۔ اپریل کو خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے اور اسکے ثبوت میں آپ نے حاشیہ صفحہ ۲ میں سورہ النازعات کی آیت ترجف الرّا جفة تتبعها الرّا دفه کو دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور پھر متن صفحہ ۶ میں کہا ہے:

اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الہی ہوئی ہے اس کو اس جگہ مع ترجمہ لکھ کر اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

بخور آنچه ترا بخورانم ۔ لك در جة فی السماء والّذ ین هم یبصرون نز لت لك ۔ لك نری آ یات ونهد م ما یعمرون ۔ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤ منو ن ۔ کففت عن بنی اسرا ئیل انّ فرعو ن و ها مان و جنود هما کا نوا خا طئین انی مع ا لافوا ج آتیك بغتة

یعنی جو کچھ میں کھلاتا ہوں وہ کھا۔ تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں ایک درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اترونگا تا اپنے نشان دکھلاؤں۔ ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن

کوغافل انسان بناتے ہیں، یا آئندہ بنائیں گے، گرادیں گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جوعمارتوں کو وقتاً فو قتاً گرائیں گے۔اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کےلوگوں کو جومخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں‌گا۔اس وحی میں خدا تعالی نے مجھے اسرائیل قرار دیا۔اورمخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے ۔اور پھرفرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کرونگا کہ فرعون یعنی وہ لوگ جوفرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اوران کے ساتھ کےلوگ جوان کالشکر ہیں، یہ سب خطا پر تھے۔اور پھرفرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کے ساتھ،یعنی فرشتوں کے ساتھ،نشانوں کے دکھلانے کیلئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا۔یعنی اس وقت جب اکثرلوگ باور نہیں کریں گےاور ٹھٹھےاور ہنسی میں مشغول ہوں گےاور بالکل میرے کام سے بےخبر ہوں گے۔تب میں اس نشان کو ظاہر کردونگا کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی۔تب وہ روز دنیا کیلئے ایک ماتم کادن ہوگا۔مبارک وہ جوڈریں اور قبل اسکے جو خداکےغضب کادن آوے،توبہ سے اس کوراضی کرلیں۔کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفوراور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں) ناظرین!اس قول میں کرشن جی نے عجیب دھوکہ بازی کی ہے ۔ پہلے ناواقف مسلمانوں کے سامنے آیت قرآن (جس میں زلزلہ زمین یا نفخہ فنا کا ذکر ہے،اور مسلمانوں کواس پر یقین و اعتقاد ہے) پیش کی ہےاور وقوع زلزلہ سے ڈرایا ہے۔پھراس کے ساتھ اپنامن گھڑت الہام ملادیا۔تاکہ قرآن مجید کی خبر سے خوف زدہ دل،اسی خوف سے اسکے الہام سے بھی ڈرجائیں۔اوراس کے الہام کوموافق قرآن سمجھ کر مان لیں۔پھراس الہام کا نام تو عربی رکھا ہے مگراس میں ایک فقرہ فارسی بھی جڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کا ملہم عربی میں نوآموز ہے۔جیسے ہند یا فارس کے نوآموز عربی دان،عربی بولتے بولتے ہندی یا فارسی بھی اس میں جڑ دیتے ہیں۔اور پھرعربی بھی ایسی بنائی ہے کہ جس کے معنی عرب کےعربی دان کچھ نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ کے ترجمہ یا تفسیر کو سامنے نہ رکھ لیں۔اور اس طرفہ پرطرہ یہ کہ جومطلب اس الہام کا بنایا گیا ہے وہ اس کے فارسی وعربی الفاظ سے نہیں نکلتا۔اور زلزلہ عظیمہ پر جس کے واسطے دوبارہ پیش گوئی کی ہے،تصریح نہیں پائی جاتی۔اس میں صرف ایک ہدم عمارات کا لفظ ہے جس کا مضمون کم وبیش ہرزمانہ میں ہرملک میں وقوع میں آتا رہتا ہے۔اوراسکوکوئی عقلمند پیشگوئی قرار نہیں دےسکتا۔پھراس ہدم عمارات سے عنوان اشتہار میں ایک زلزلہ عظیمہ مرادٹھہرایا ہےاور ترجمہ اور تفسیر الہام میں ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے مراد لئے ہیں۔

نمبرسوم:اس اشتہار میں آپ کا یہ دعوی ہے کہ اس سے ایک سال پہلے (جس کو اشتہار الدعوت والانذار میں غلطی سے پانچ مہینے لکھا گیا ہے) الہام عفت الدیار محلها و مقامها اورالہام زلزلہ کادھکہ شائع ہو چکا ہے۔اور براہین احمدیہ میں ۲۵ برس پہلے ان دونوں زلزلوں کا ذکر ہو چکا ہے۔اس کے صفحہ ۵۱٦ میں پہلی پیشگوئی موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے:

فبراه الله ممّا قالوا و كان عند الله و جيها اليس الله بكاف عبده فلما تجلى ربّه للجبل جعله دكّا و الله مو هن كيد الكافرين یعنی اپنے اس بندے کوتہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا جواس پر

لگائے جائیں گے وہ خود اپنے بندے کیلئے کافی ہے۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اس کو پارہ پارہ کر دے گا۔ اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے ان کے سب مکر سست کر دے گا۔

اور اس (براہین احمدیہ) کے صفحہ ۵۵۷ میں دوسری پیش گوئی زلزلہ کے بارے میں یہ ہے:

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا، اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الفتنة ھھنا فا صبر کما صبر اولو العز م فلما تجلّی ربّه للجبل جعله دکّاً قوّة الر حمن لعبید الله الصمد ۔

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جاوے گا۔ پس خدا تجھے بری کرنے کیلئے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کیلئے نشان دکھاوے۔

ناظرین اس نمبر میں جو کرشن جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی ہے اس کا بیان ہمارے سابقکلام میں ہو چکا ہے کہ نہ تو الہام عفت الدیار ...میں زلزلہ کا صریح بیان ہے اور نہ لفظ زلزلہ یا دھکا سے زلزلہ یقیناً مراد ہو سکتا ہے۔ اس امر کا اور کوئی کب یقین کر سکتا ہے جب کہ خود کرشن جی مہاراج کو اس کا یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ اشتہار الانذار میں وہ فرما چکے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔

اس مقام میں صرف کرشن جی کی اس افتراء پردازی کا جواب دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی پیش گوئیوں میں ایسے غلط معنی بیان کرتے تھے جو آپ کر رہے ہیں (کبر ت کلمةً تخرج من افوا ھھم ان یقو لو ن ا لا کذ باً)۔ سو جواب یہ ہے کہ انبیاء کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے اور اپنے خبیث دل و دماغ پر انبیاء کے پاک دل و دماغ کا قیاس کرنا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

حضرات انبیاء نے کبھی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کے معنی سال ہا سال تک ان پر مخفی رہے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے جیسا موقع دیکھا ویسے معنے کر لئے ہوں۔ اور جو شخص انبیا کی نسبت اس امر کو تجویز کرتا ہے وہ انبیاء کو اپنی طرح جھوٹا جانتا ہے۔ قادیانی اگر بحوالہ کتاب وسنت کوئی ایک پیشگوئی ایسی بتا دیں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جو چاہیں انعام یا تاوان لیں۔ مگر یاد رکھیں کہ اگر حدیث ذھب وھلی پیش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے جیسا کہ مناظرہ لودہانہ میں کھا چکے ہیں۔ اور اگر بمقابلہ قرآن وحدیث کوئی پیشگوئی توریت یا انجیل پیش کریں گے تو یہودی یا عیسائی کہلائیں گے۔ جو مثال پیش کریں اس میں یہ دونوں امر ملحوظ رکھیں۔)

پیش گوئی بابت ڈاکٹر ڈوئی

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جو (بقول مرزا صاحب قادیانی) مدعی نبوت تھا (ڈوئی کے حالات بجز قادیانی اخبارات کے اور کسی ذریعہ سے ہم تک نہیں پہونچی) مرزا صاحب کی زندگی میں مرا تھا۔اس کی بابت حکیم نور الدین صاحب لکھتے ہیں :

ہندوستان میں لیکھرام اور امریکہ مین کاذب مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی اس کی تیر دعا کا نشانہ بن کر ہلاک ہوا۔اور ہندوستان اور امریکہ اور یورپ میں اس مصدوق انسان کی دوز بردست پیش گوئیوں کو پورا کر کے اس کے دعاوی کی صداقت پر مہر لگا گیا ۔(صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۶ طبع اول)۔

شیخ الاسلام امرتسری لکھتے ہیں کہ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی ، جو کی تھی وہ بھی غلط نکلی ۔مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کی طرح ہم صرف زبانی باتیں کرنے کے عادی نہیں بلکہ واقعات پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک دفعہ دعوت دی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سناویں ، بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔

اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہونچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدونگا اور میں یقین رکھتا ہوں

کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ بابت ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۴)

اس عبارت کو دیکھ کر ہر ایک عالم اور جاہل سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کی نسبت کیا لکھا ہے۔ کوئی دعا یا مباہلہ نہیں کیا۔ بلکہ درخواست ہے کہ تم ایسا کرو۔ اس کے ایسا کرنے کی صورت میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیا فانی کو چھوڑے گا۔

(ریویو آف ریلی جنز، اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اب تنقیح طلب امر صرف یہ ہے کہ کیا ڈوئی نے ایسا کیا؟ یعنی حسب منشاء مرزا صاحب قادیانی اس نے مباہلہ کیا؟

اس کے جواب میں بھی ہم حسب عادت اپنی نہیں کہتے، بلکہ مرزا جی کے ماہور رسالہ ریویو سے اصل حال بتلاتے ہیں، جو یہ ہے:

باوجود کثرت اشاعت پیش گوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں اس کا کچھ ذکر کیا (ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

پس اب مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کو جو شرطیہ دعوت دی تھی وہ اس نے قبول نہیں کی۔ یعنی حسب مراد مرزا صاحب قادیانی، ڈوئی نے دعا موت نہیں کی۔ لہذا وہ مرزا صاحب کی نہ دعا کے ماتحت آیا، نہ پیش گوئی کی زد میں پھنسا۔ ہاں مرزا صاحب قادیانی کے اس شرطیہ کلام سے کہ:

ڈوئی میری درخواست قبول کرے گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت سے دنیا کو چھوڑیگا۔

یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر قبول کرنے دعوت مرزائیہ کے ڈوئی کا مرزا جی کی زندگی میں مرجانا مرزا جی کی کافی تکذیب کرتا ہے، مگر سمجھنے کو دل و دماغ صحیح چاہیے۔

حکیم نورالدین صاحب یا کوئی صاحب ہم کو مرزا جی کی کسی تحریر سے ڈوئی کے متعلق صاف الفاظ میں

کسی قسم کی پیش گوئی دکھا دیں تو ہم تسلیم کرینگے اور کچھ انعام بھی دیں گے۔

مرزا جی کے دوستو! ہمت کرو، مرد میدان بنو۔ سامنے آؤ۔ منہ نہ چھپاؤ، کیا تم جانتے نہیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

دیوانے کی بڑ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی کو تصنیف کتب میں ایسا ملکہ ہے کہ واقعات بھی اپنی طرف سے تصنیف کر لیتے ہیں، حالانکہ واقعات کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ اگر اس کی مثال واقعات میں ہم نہ بتلا ویں تو پھر ہمارا دعوی بھی، دیوانے کی بڑ، سے کم نہ ہوگا۔ اس لئے ہم قادیانی صحیفہ آصفیہ ہی سے واقعات پیش کرتے ہیں۔ حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) کی بعثت سے آپ کے وصال تک صدہا مکذب آپ کے مقابل اٹھے جنہوں نے آپ کی توہین پر کمر باندھی لیکن خدا تعالی نے انہیں ذلیل و خوار کیا۔ جو آپ کے مقابل آیا ہلاک ہوا۔ جس رنگ میں کسی نے آپ کی ذلت کا ارادہ کیا، اسی طرح کی ذلت اسے نصیب ہوئی۔ آپ کے مکفرین یکے بعد دیگرے قریباً کل کے کل دنیا سے اٹھائے گئے۔

(صحیفہ آصفیہ۔ص ۵۳ طبع اول)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ شاعرانہ مبالغہ بھی اس کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ واقعات صحیحہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ پنجاب میں بڑے مکذب اور سخت مخالف آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے اصحاب ذیل تھے:

۱۔مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

۲۔حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔

۳۔مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۴۔مولوی صوفی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۵۔شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مقیم لاہور۔

۶۔مولوی اصغر علی صاحب روحی مقیم لاہور۔

۷۔ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ۔اور

۸۔یہ خاکسار ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی کا خود اقرار ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب آج کل ٹھٹھے ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ص۳۰)

حکیم نورالدین صاحب! آپ خدا کو حاضر وناظر جان کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب مکذبین مر گئے؟ جنگ احد کے روز ابوسفیان کی طرح آپ ان کی موت کی خبر دیں گے تو وہی جواب سنیں گے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

قادیانی مشن کے ممبرو! یہ سب لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔گو ان میں سے بعض (یعنی ڈاکٹر عبد الحکیم خان اور ابوالوفاء ثناء اللہ) کی موت دیکھنے کی ہوس تمہارا مسیح موعود دل میں رکھتا تھا، جس کا اظہار بھی اس نے کئی ایک دفعہ کیا۔مگر آخر کار نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتلایا ہے یعنی:

لا یحیق المکر السیّ ا لا با ھلہ

(یعنی: چاہ کند را چاہ درپیش)

جس کی مختصر کیفیت کسی زندہ دل کے کلام میں یوں ہے:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر

کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(یہاں حاشیہ میں مولانا امرتسریؒ ہی کی ایک تحریر کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو ان کے مرقع قادیانی میں شائع ہوئی تھی جس میں آپ نے مرزائیوں کے اس دعوی کی تردید کی تھی کہ مرزا صاحب کے تمام مخالف مرزا صاحب کے سامنے ہلاک ہوگئے یاد رہے کہ مکمل تحریر تحریک ختم نبوت جلد ۲۱ میں نقل کی جاچکی ہے ۔شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ:

پہلے مخالفین کی فہرست آپ کو دکھلاتے ہیں جن کی مخالفت پبلک کو بھی معلوم ہے۔

۱۔مولانا شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب مرحوم ۔۲۔مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی ۔۳۔مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ۔۴۔مولوی عبدالجبار غزنوی ۔۵۔مولوی عبدالمجید دہلوی ۔۶۔مولوی عبدالحق غزنوی ۔۷۔حافظ عبدالمنان وزیر آبادی ۔۸۔مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم ۔۹۔مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی ۔۱۰، پیر مہر علی شاہ گولڑوی ۔۱۱۔حافظ جماعت علی شاہ علی پوری ۔۱۲، مولوی ابراہیم سیالکوٹی ۔۱۳۔مولوی عبداللہ ٹونکی لاہور، ۱۴۔مولوی اصغر علی لاہوری ۔۱۵۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی ۔اور اخیر میں وہ شخص جس کو مرزا صاحب قادیانی تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۰ پر سب سے اشد مخالف لکھتے ہیں یعنی ابوالوفا خاکسار ثناء اللہ امرتسری۔

بتلایئے ان میں سے کتنے صاحب مرزا قادیانی کی زندگی میں مر چکے اور کتنے زندہ ہیں؟ بجز مولانا سید نذیر حسین صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب کے سب زندہ ہیں (مولوی محمد بشیر، مرزا قادیانی سے بعد انتقال ہوئے) جن میں سے اول الذکر کی عمر ایک سو دس سال کی ہوئی، اور دوسرے کی عمر اسّی سال کی جو مرزا قادیانی کو نصیب نہ ہوئی۔

شاید ہماری اس فہرست میں آپ کو یا کسی اور مرزائی کو اعتراض ہو اس لئے ہم مرزا کی اپنی پیش کردہ فہرست کو پیش کرتے ہیں ۔مرزا صاحب نے جن جن لوگوں کو اپنا مخالف سمجھا تھا، ان کو مباہلہ کے لئے اپنے رسالہ انجام آتھم میں دعوت دی تھی ۔ہم اس جگہ وہ فہرست نقل کر کے ناظرین کو اظہار رائے کا موقع دیتے ہیں پس ناظرین اس فہرست کو بغور پڑھیں ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں:

مولوی نذیر حسین دہلوی ۔شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ ۔مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری ۔مولوی رشید احمد گنگوہی ۔مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی ۔مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی محمد لدھیانوی، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، محمد علی بھوپڑی واعظ ۔مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور، مولوی عبداللہ ٹونکی ۔مولوی اصغر علی لاہور، حافظ عبدالمنان وزیر آباد، مولوی محمد بشیر بھوپالی، شیخ حسین عرب یمانی، مولوی محمد ابراہیم آرہ، مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ، مولوی

احتشام الدین مراد آبادی، مولوی محمد اسحاق اجراروی، مولوی عین القضاۃ لکھنو فرنگی محل، مولوی محمد فاروق کان پور، مولوی عبدالوہاب کان پور، مولوی سعید الدین کانپور رام پوری، مولوی حافظ محمد رمضان پشوری، مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ، مولوی محمد رحیم اللہ اکبر آباد، مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی، مولوی ابوالمؤید امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر، مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی، مولوی احمد حسن شوکت مالک اخبار شحنہ ہبد میرٹھ، مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور، مولوی احمد علی سہارن پوری، مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور، قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی، مولوی احمد رامپور ضلع سہارن پور محلّہ محل، مولوی محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور، مولوی فقیر اللہ مدرسہ مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور، مولوی محمد امین صاحب بنگلور، مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس پیش امام جامع مسجد بنگلور، مولوی عبدالغفار فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس بنگلور، مولوی محمد ابراہیم ویلوی حال مقیم بنگلور، مولوی عبدالقادر پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقی بنگلور، مولوی محمد عباس ساکن دانمباڑی علاقہ بنگلور، مولوی گل حسن شاہ میرٹھ، مولوی امیر علی شاہ اجمیر، مولوی احمد حسن کنج پوری حال دہلی خاص جامع مسجد، مولوی محمد عمر دہلی فراش خانہ، مولوی مستعان شاہ سانبھر علاقہ جے پور، مولوی حفیظ الدین دوجانہ ضلع رہتک، مولوی فضل کریم نیازی غازی پور زمینا۔ مولوی حاجی عابد حسن دیوبند، غلام نظام الدین سجادہ نشین نیاز احمد بریلی، میاں اللہ بخش سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑوی، سجادہ نشین شیخ نور احمد مہاراں والا، میاں غلام فرید چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور، التفات احمد سجادہ نشین ردولی مستان شاہ کابلی محمد قاسم سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدر آباد دکن، محمد حسین گدی نشین شیخ عبدالقدوس گنگوہی، گدی نشین شاہ جلال الدین بخاری ۔ظہور الحسن گدی نشین بٹالہ، صادق علی شاہ گدی نشین رتر چھتر ضلع گورداسپور، سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری چشتی ، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ، مولوی قاضی سلطان محمود صاحب پنجاب۔ حیدر شاہ جلال پور کنکیاں والا ۔.توکل شاہ انبالہ، مولوی عبداللہ تلونڈی، محمد امین چکوتری علاقہ گجرات پنجاب، مولوی عبدالغنی جانشین قاضی اسماعیل بنگلور، مولوی ولی النبی شاہ نقشبند رام پور دارالریاست، حاجی وارث علی شاہ مقام دیوا ضلع لکھنؤ، میر امداد علی سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقش بند، سید حسین شاہ مودودی دہلی، عبداللطیف شاہ خلف حاجی نجم الدین شاہ جودھپور، قطب علی شاہ دیوگڈھ، علاقہ اودے پور میواڑ، مرزا بادل شاہ بدایونی، مولوی عبدالوہاب جانشین عبدالرزاق لکھنؤ فرنگی محل، علی حسین کچھوچھا ضلع فقیر آباد، شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور، حافظ صابر علی رام پور ضلع سہارن پور، امیر حسن خلف پیر عبداللہ دہلی، منور شاہ فاضل پور ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی، محمد معصوم شاہ نبیرہ شاہ ابو سعید رام پور دارالریاست، مجد؟ الدین شاہ سجادی نشین پھلواری پٹنہ، شاہ اشرف سجادہ نشین پھلواری، مظہر علی شاہ

سجادہ نشین لواد ضلع پٹنہ، لطافت حسین شاہ سجادہ نشین مخدوم صاحب الور، مولوی سلام الدین شاہ مہم ضلع رہتک، غلام حسین شاہ تھانوی ضلع حصار، سید اصغر علی شاہ نیازہ اکبر آباد۔ واجد علی شاہ فیروز آباد ضلع اکبر آباد، سید احمد شاہ ہردوئی ضلع لکھنؤ، مقصود علی شاہ شاہجہان پور، مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجھر، مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڈھ ضلع خاص، محمود شاہ سجادہ نشین بہار خاص ضلع خاص، (انجام آتھم۔ص ٦٩ تا ٧٢)..

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ کل تعداد مدعوین مباہلہ کی ایک سو چھ تک پہنچی ہے۔ اب ہم نے یہ دکھانا ہے کہ ان میں سے کتنے مرے۔ سوشکر ہے کہ اس حساب کے لئے بھی ہمیں تکلیف کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کا کیا کرایا اور ان کے جانشینوں کا مسلّمہ حساب پیش کرتے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی نے اپنے مضمون، وفات الانبیاء، مندرجہ ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی میں صفحہ ٢٥٠ پر مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی سے مردگان کی ایک فہرست نقل کی ہے ہم اسی کو یہاں نقل کرتے ہیں:

١۔ مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ٢۔ مولوی محمد حسن بھین ضلع جہلم۔ ٣۔ منشی سعد اللہ لودھیانوی۔ ٤۔ مولوی عبد المجید دہلوی۔ ٥۔ مولوی رسل بابا امرتسری۔ ٦۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ٧۔ مولوی عبد العزیز لدھیانوی۔ ٨۔ مولوی محمد لدھیانوی۔

پس کل آٹھ مخالف منجملہ ایک سو مدعوین کے فوت ہوئے، تو بتلاؤ کثرت زندوں کی ہے یا مردوں کی؟ ہاں مرزا صاحب اور مرزا کے حواریوں نے اس فہرست کو لمبا کرنے کے لئے چند نام اور بڑھائے ہیں جن کو مباہلہ کی دعوت نہ دی تھی۔ بدرا بدر باید رسانید، کی نیت سے ہم ان کو بھی یہاں شمار میں لئے لیتے ہیں وہ نام یہ ہیں:

مولوی اسماعیل علی گڈھی۔ ٢۔ فقیر مرزا ساکن دوالمیاں ضلع جہلم۔ ٣۔ فضل داد خان نمبردار چنگا ضلع راولپنڈی۔ ٤۔ عبد القادر ساکن طالب پور ضلع گورداسپور۔ ٥۔ حافظ محمد الدین ساکن ننگر ضلع لاہور۔ ٦۔ بابو الٰہی بخش لاہور۔ ٧۔ مولوی ابو الحسن ساکن پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ۔ ٨۔ چراغ الدین جموی۔ ٩۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ۔ ١٠۔ نور احمد موضع بھری ضلع گجرانوالہ۔ ١١۔ مولوی زین العابدین مدرس حمایت اسلام ہالور؟۔ ١١۔ حافظ سلطان سیالکوٹی ١٣۔ مرزا سردار بیگ سیالکوٹی۔ ١٤۔ مولوی شاہ دین لودہانوی۔ ١٥۔ مولوی عبد اللہ لودہانوی۔ ١٦۔ مولوی عبد الرحمٰن ساکن لکھوکے۔

یہ سولہ اشخاص ملا کر پہلی فہرست مردگان کی چوبیس تک پہنچی لیکن جس طرح ہم نے ان غیر مدعوین کو مردگان میں ملایا ہے انصافاً ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اس تعداد کو مخالفین کی فہرست میں بھی جمع کرلیں۔ پس جب ہم ایسا کرتے ہیں تو فہرست سابقہ ایک سو چھ ہیں۔ سولہ ملانے سے ایک سو بائیس ہوئے جن میں سے چوبیس مرے، تو

کیا نسبت ہوئی؟

ناظرین! ابھی اس دجالی پارٹی کا ایک عذر باقی ہے۔ فہرست کو لمبا دکھانے کیلئے دجال اکبر اور اس کی ذریت نے بعض غیر قوموں کے مردگان کو بھی داخل فہرست کیا ہے۔ ہم ان کی خاطر ان کو بھی شمار میں لے لیتے ہیں وہ یہ ہیں:

پنڈت لیکھ رام۔ سہج رام امرت سری۔ سومراج قادیانی۔ اچھر چند قادیانی۔ بھگت رام قادیانی۔ عبداللہ آتھم امرتسری (جس کی بابت مرزا کی پندرہ ماہہ پیش گوئی مشہور ہے جو پیش گوئی کی میعاد گذار کر امن چین اور اطمینان سے دو سال بعد مرا تھا۔ شرم ہوتی تو اس کا نام نہ لیتے لیکن شرم چہ کنی ست پیش مرداں بیاید) ڈپٹی آتمارام کی اولاد (یہ وہی ڈپٹی صاحب نے جنہوں نے گورداسپور میں مرزا صاحب پر ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کیا تھا۔ ان پر تو مرزا صاحب کے غصہ کا کوئی اثر نہ ہوا مگر ان کی نابالغ اولاد پر نزلہ گرا۔ کیوں نہ ہو غصہ بھی دانا ہے کہ موقع بے موقع دیکھ کر ہی عمل دکھاتا ہے حالانکہ اپنے اشتہار تبصرہ میں خود ہی لکھتے ہیں کہ جو مقابلہ کرے اسی پر عذاب نازل ہوتا ہے اس کی اولاد پر نہیں) ڈوئی امریکہ۔ پنڈت دیانند

بڑی چھان بین اور جستجو سے کل آٹھ نام ملے، جو سابقہ فہرست چوبیس میں ملانے سے بتیس ہوئے۔ اور انصافاً ہم اپنے علم سے تین نام مدعووین وفات یافتگان میں سے اور بڑھاتے ہیں یعنی مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ۔ مولوی احتشام علی صاحب مرحوم مراد آبادی۔ شاہ جی توکل شاہ انبالوی۔

ان کے ملانے سے ۳۲ سے ۳۵ ہوئے اور جب ہم اس آٹھ کے عدد کو مخالفین کی فہرست ۱۲۲ میں ملائیں تو ۱۳۰ ہوتے ہیں۔ اور ابھی دو مخالف ایسے رجسٹرڈ ہیں کہ مرزا صاحب نے ان کو مدعووین کی فہرست میں نہیں لکھا مگر ہیں وہ اول درجہ کے مخالف یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور حافظ جماعت علی علی پوری۔ پس ان دو مخالفین کو ملا کر جماعت ۱۳۲ ہوئی جو قادیانی اصطلاح میں بمقابلہ پینتیس مردگان کے شائد بہت ہی کم ہوں گے (شرم شرم شرم)

اب ہم بتاتے ہیں کہ دجال قادیانی کہاں تک کوشش کر کے مردگان کی فہرست کو لمبا کیا ہے:

اس فہرست میں سہج رام امرت سری دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے؟ باہر کا کوئی ہوتا تو خیال ہو سکتا تھا کہ ہم نہ جانتے ہوں مگر امرت سر کے باشندے کو جو مرزا کا سخت ترین مخالف ہو ہم نہ جانیں یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے اس تحقیق کرنے کو ہم نے مرزا کی کتاب، حقیقت الوحی کو دیکھا تو اس میں جو لطف پایا ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو بھی اس لطف میں شریک کریں مرزا صاحب اس سہج رام کی تفصیل یوں لکھتے ہیں:

ایک شخص سہج رام امرت سر کی کمشنری میں سر رشتہ دار تھا پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سر رشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دین اسلام سے فطرۃً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ

میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیل داری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہو گئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ الٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہوا ،جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرادو۔ میں نے اس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالی نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہو گیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔ بعد اس کے میں نیچے اترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نوکری کے بارہ میں باتیں کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ ان سب نے میری بات سن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اس دنیا سے گذر گیا۔

(حقیقت الوحی ۔۲۹۶)

ناظرین بغور ملاحظہ کریں کی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہاں تک اپنے پرانے مخالفوں کی قبروں سے ہڈیاں نکالی ہیں ۔۱۸۸۴ء میں امرت سر کی کمشنری ٹوٹ چکی ہے، جسے آج ۱۹۰۸ء میں ۲۴ سال ہوئے ہیں، اور یہ واقعہ اس سے پیشتر کا ہے جس کی پوری تاریخ معلوم نہیں۔ اسی طرح پنڈت دیانند کی موت کو بھی آپ نے داخل کیا ہے حالانکہ پنڈت دیانند کی موت اکتوبر ۱۸۸۳ء میں ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی نے اپنے فوت شدہ مخالفین کی فہرست کو خوب جی کھول کر مکمل کیا ہے

حکیم صاحب! کیا آپ شمار و اعداد صحیحہ پیش کر کے بتلا سکتے ہیں کہ کثرت کس طرف ہے۔

ہاں شائد کثرت سے مراد آپ کی یہ ہوگی کہ مرزا صاحب تو اکیلے مرے اور ان کے مخالفین زیادہ مرے۔ مگر ہمیں آپ جیسے حکیم مزاج سے یہ توقع نہیں کہ آپ ایسی بات کہیں، لیکن تاہم ہم اس کے جواب کے لئے مرزا کی جماعت کے مردگان کی فہرست بتلانے کو طیار ہیں۔ پس آپ یہ بات کہتے ہوئے ذرہ مولوی عبدالکریم وغیرہ کو یاد کر لیجئے گا۔

حکیم صاحب!.....ہمارا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص (بقول خود) الہامی نبی اور رسول یہ اعلان شائع کرتا ہے کہ اگر میں فلاں فلاں کی زندگی میں مر جاؤں تو میرے دعوے سب غلط ہیں اور اگر اس کو میری زندگی میں موت نہ آئے، تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ آپ اس وزن کا کوئی واقع پیش کریں کہ کسی الہامی شخص نے مرزا صاحب کو کہا ہو کہ اگر میں مرزا سے پہلے مر جاؤں یا مرزا میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا، پھر وہ اس وعدے کے بعد مر گیا ہو، تو

ایسے شخص کو ہم الہامی تو کیا شیطان سے بدتر نہ جانیں، تو آپ ہم کو الزام دیں۔ ہمارے مذہب میں ایسے شخص پر خدا کی، رسول کی، اور دنیا بھر کے تمام نیک بندوں کی لعنت ہوگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ آپ اہل علم ہو کر ایسے استدلال کے مقابلے پر یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مخالف مرزا کے سامنے مرگیا تو مرزا کیوں سچا ثابت نہ ہوا؟ غور فرمائیے! کھسیانی بلی کھمبہ نوچے، والی مثل ہے یا نہیں۔ محض کسی کا مرجانا کسی کے صدق و کذب کی کوئی دلیل نہیں، جب تک کسی الہامی نے زوردار تحدی سے اس کی موت کی خبر نہ دی ہو۔۔۔۔

کثرت اور قلت کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔ منہاج نبوت کا ثبوت جو آپ نے آیت کریمہ یصبکم سے دیا ہے، بخدا مجھے آپ کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ بالکل باطل ہوگیا۔ گو میں آپ کو مرزا کے مرید ہونے کی وجہ سے نیم سودائی جانتا تھا مگر میرا یہ بھی خیال تھا کہ آپ چونکہ قرآن مجید کا درس تدریس کرتے ہیں اور رات دن آپ کا یہ شغل ہے اسلئے قرآن مجید کے مضامین پر تو ضرور آپ کو اطلاع ہوگی مگر افسوس کہ: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مرقع قادیان اکتوبر ۱۹۰۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ، صحیفہ محبوبیہ میں فرماتے ہیں:

ناظرین! یہ ہیں قادیانی مشن کی ابلہ فریبیاں اور دھوکہ بازیاں کہ واقعات کو از خود تصنیف کر لیتے ہیں۔ اسی طرح یہ دعویٰ بھی قادیانی مشن ہی کی ایجاد ہے کہ:

اسلام کے کل مخالفوں نے مرزا صاحب کو سلطان القلم قرار دیا (صحیفہ آصفیہ ص ۱۴)

محض کذب اور صریح جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو کسی مخالف کی شہادت پیش کرو۔ ہاں ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلام (اسلام گرونانک) کا جواب جو سکھوں نے دیا تھا اس میں لکھا تھا کہ:

مرزا صاحب کی تحریرات کسی شریف آدمی کے پڑھنے کے لائق نہیں۔

شائد قادیانی اصطلاح میں سلطان القلم ہونے کی سند یہی ہے۔ اگر یہی ہے تو ہمیں بھی انکار نہیں

مرزا قادیانی کے عقائد

اخیر رسالہ میں ہم مختصر لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اپنے حق میں کیا کہتے تھے

۱۔جس مسیح موعود اور مہدی مسعود کے آنے کی حدیثوں میں خبر آئی ہے وہ میں ہوں۔(ازالہ اوہام)

۲۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء)

۳۔اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم (ازالہ اوہام)

منم مسیح زمانم منم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبی باشد (تریاق القلوب)

۵۔ لا یقیسو نی با حد و لا ا حداً بی

(مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو، اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ) (خطبہ الہامیہ۔ص۱۹)

۶۔ انا شمس لا یحجبها د خان الشما س (میں سورج ہوں جس کو دشمن کا دھواں چھپا نہیں سکتا)(خطبہ الہامیہ)

انا خا تم الا ولیاء لا و لی بعدی ا لا الذی هو منی

(میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہ جو مجھ سے ہوگا، یعنی میری امت سے ہوگا) (خطبہ الہامیہ)

قد می علی منار ة کتمت بها کل رفعة

(میرا قدم ایک ایسے منارے پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہے (یعنی میں رتبے میں سب سے بڑا ہوں)(خطبہ الہامیہ)

۹۔جو میری بیعت میں آتا ہے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں شامل ہو جاتا ہے (خطبہ الہامیہ)

۱۰۔قرآن شریف میں جو آیت ہے یا تی من بعدی اسمه ا حمد، اس احمد سے مراد میں ہوں۔

(ازالہ اوہام۔ ص۶۷۳)

کیا سچ ہے

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا

اسکے علاوہ بھی بہت سے عجیب عجیب تعلّٰی کے خیالات ہیں۔ در خانہ اگر کس سے یک حرف بس است

مباحثہ رام پور

ہز ہائی نس نواب صاحب رام پور کے ملازموں میں ایک صاحب (منشی ذوالفقار علی) قادیانی تھے ان کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی خان صاحب ان کے مخالف تھے۔ اس لئے دونوں بھائیوں میں ہز ہائی نس کے سامنے تکرار رہتی تو ہز ہائی نیس نے حکم دیا کہ سرکاری خرچ پر دونوں فریق اپنے اپنے علماء کو بلاؤ ہم مباحثہ کرائیں گے۔ چنانچہ ۱۵ جون کو میدان مباحثہ میں ہز ہائی نیس نواب صاحب کے حضور میں فریقین کے علماء پیش ہو گئے۔ قادیانی جماعت کے چیدہ چیدہ ممبر سب موجود تھے ادھر علماء اسلام بھی بکثرت شریک تھے۔ مناظرہ کے لئے راقم آثم منتخب ہوا۔ حضور نواب صاحب بنفس نفیس تمام ایام مباحثہ میں جلوہ فرما رہے۔ مباحثہ تقریری تھا اس لئے روئداد تو شائع نہ ہوئی۔ ہز ہائی نیس نے خاکسار کو جو سرٹیفیکیٹ عنایت فرمایا اس سے کیفیت مناظرہ معلوم ہو سکتی ہے جو ناظرین کی اطلاع کے لئے درج ہے:

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں، اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی، اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔ دستخط۔ محمد حامد علی خان (والی رام پور)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ابوالوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل)۔ امرت سر۔ ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ۔ ۳ نومبر ۱۹۰۹ء

☆☆☆

فاتح قادیان

دیباچہ طبع ششم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے پوتے مولانا رضاء اللہ ثنائی، رسالہ فاتح قادیان کے چھٹے اڈیشن کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا مرزا قادیانی آنجہانی کی زندگی میں ان کا اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کا مقابلہ کس نوعیت سے تھا۔ یہی کہ مولانا صاحب ان کے کمالات کا اظہار ان کے اصلی الفاظ میں کرتے ہیں۔ یعنی ان کے الہامات متعلقہ اخبار غیبیہ جو ان کے حق میں مدار کار ٹھہرائے جاتے تھے ان کی تنقید کرتے جس کی مثال میں رسالہ الہامات مرزا ایک عمدہ نمونہ ہے مرزا قادیانی اس نوعیت سے بہت گھبرائے تو انھوں نے مندرجہ ذیل اشتہار دیا:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔

یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے

مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں

اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ الله و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

اس اشتہار نے مولانا ابوالوفاء پر کیا اثر کیا؟ یہ کہ پہلے تو وہ اخبار اہل حدیث میں کبھی کبھی مرزا قادیانی کے مشن کے متعلق لکھا کرتے تھے اب تو انہوں نے ایک مستقل رسالہ ماہوار اسی غرض سے جاری کیا جس کا نام تھا مرقع قادیانی جس میں خاص مرزائی مشن کا ذکر ہوتا اور بس۔

مرزا قادیانی کے اشتہار مذکور کا نتیجہ کیا ہوا؟ بیان کی حاجت نہیں کہ کاذب صادق کی زندگی میں اس جہان سے چلا گیا۔ مگر مرزا قادیانی کے مرید عناد سے اس اشتہار کو نظر انداز کرتے رہے یہاں

تک کہ خدا کے علم میں جو وقت اس مسئلہ کے کھلے فیصلے کا تھا آ گیا۔ یعنی منشی قاسم علی قادیانی جو قادیانی جماعت میں بولنے اور لکھنے والے جوشیلے ممبر ہیں مولانا ابوالوفاء کے سامنے اس غرض سے آئے کہ ان سے اس اشتہار کے متعلق مباحثہ کریں۔ چنانچہ منشی قاسم علی صاحب نے اپنے اخبار الحق میں مولانا موصوف کو چیلنج دیا جس کو انہوں نے اخبار اہل حدیث یکم مارچ ۱۹۱۲ء میں قبول کیا اس کے بعد شرائط کے متعلق ترمیم پر معمولی سا اختلاف ہو کر فیصلہ ہوا۔ بڑی شرائط حسب ذیل ہیں:

الف: مباحثہ تحریری ہوگا

ب۔ ایک منصف محمدی دوسرا احمدی، تیسرا غیر مسلم مسلّم الطرفین سرپنچ

ج۔ دونوں منصفوں میں اختلاف ہو تو سرپنچ جس منصف کے ساتھ متفق ہوں گے وہ فیصلہ ناطق ہوگا

د۔ کل تحریریں پانچ ہوں گی تین مدعی کی اور دو مدعا علیہ کی

ھ۔ مولانا ابوالوفاء مدعی اور منشی قاسم علی مدعا علیہ ہوں گے

د۔ مدعی کے حق میں فیصلہ ہو تو مدعا علیہ مبلغ تین سو روپیہ بطور انعام یا تاوان مدعی کو دے گا مدعا علیہ غالب ہوا، تو مدعی کچھ نہیں دے گا۔ غرض رقم ایک طرف سے ہوگی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منشی قاسم علی صاحب اور ان کے دوستوں کو کامیابی کا کہاں تک یقین تھا۔ خیر بہر حال ۱۵۔ اپریل ۲۱۰۱۲ کی تاریخ مباحثہ کے لئے مقرر ہوئی اور مقام مباحثہ خود منشی قاسم علی کی تجویز سے شہر لدھیانہ قرار پایا۔

ایک لطیفہ اور قدرتی اسرار

واقعی بات ہے کہ خدا کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔ اشتہار مذکورہ کی تاریخ بھی ۱۵۔ اپریل اور اس پر مباحثہ کے لئے بھی ۱۵۔ اپریل ہی کا اتفاق ہوا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ محدثین کہتے ہیں کہ باب لد شام (فلسطین جس کا حصہ تھا۔ بہا) کے ملک میں ایک مقام ہے۔ مگر مرزا قادیانی چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے اور پنجاب کے باشندے

اور پنجاب سے باہر نہ گئے تھے (سوائے دہلی اور علی گڈھ کے دو تین سفروں کے۔ بہاء) اس لئے انہوں نے اس حدیث کی ایسی تاویل کی جس سے شہر لدھیانہ کی فضیلت بھی ثابت ہو سکتی ہے اور اس مناظرہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے لکھا:

اول بلدة بايعنى الناس فيها اسمها لودهانه وهى اول ارض قامت شر فيها لاهانة فلما كانت بيعت المخلصين حربة لقتل الدجال اللعين باشاعت الحق المبين اشير فى الحديث ان المسيح يقتل الدجال على باب اللد بالضربة الواحدة فاللد ملخص من لودهيانه كما لا يخفى على ذوى الفطانة ۔ (الهدى و التبصرة لمن يرى۔ حاشيه ص ۹۲)

یعنی سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی جو دجال کے قتل کے لئے ایک حربہ (ہتھیار) تھی اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کرے گا۔ پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔

مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں کس دجال کو قتل کیا؟ اس کا تو ہمیں علم نہیں وہ جانیں یا ان کے مرید۔ ہاں اس سے یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ لدھیانہ کا مقام منتخب ہونا اور فریق ثانی کی تجویز سے ہونا واقعی سرّ قدرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ بقول مرزا قادیانی یہاں دجال قتل ہونا تھا۔

خیر ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو صرف اتنا کام ہوا کہ مبلغ تین صد روپیہ امین صاحب کے سپرد ہوا۔ امانت کے لئے جناب مولوی محمد حسن صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ سے بہتر کوئی نام نہ مل سکتا تھا۔ ہماری جانب سے مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف مقرر ہوئے۔ ان کی جانب سے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور۔

سرپنچ کے متعلق بہت گفتگو ہوئی۔ آخر کار یہ خدمت سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ پلیڈر لدھیانہ کے سپرد ہوئی۔ جناب موصوف نے بڑی مہربانی سے اس کو قبول فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ سرپنچی کا حق پورا ادا کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۱۷۔اپریل ۱۹۱۲ء کو ۳ بجے بعد دو پہر کے مباحثہ شروع ہوا۔فریقین کے چالیس چالیس آدمی داخل یا شامل مباحثہ ہونے تجویز ہوئے تھے،مگر آخر کار کوئی روک نہ رہی تو بہت سے لوگ آ گئے۔ گفتگو میں کسی طرح کی بےامنی نہ ہوئی۔منصف صاحبان نے جلسہ کا انتظام بخوبی رکھا۔فریقین کی یہی خواہش معلوم ہوتی تھی کہ گفتگو امن وامان سے ہو۔چنانچہ کسی طرح کی بےلطفی نہ ہوئی۔۳ بجے سے ۹ بجے شب جلسہ رہا۔بحمد اللہ

مرزائی فریق اوران کے منصف کی خلاف ورزی

بحمد اللہ! ہماری کسی حرکت وسکون پر فریق ثانی کو اعتراض نہیں ہوا۔مگر افسوس انہوں نے ہم کو بہت ایک اعتراضات کا اخلاقی طور پر موقع دیا جو ایک مہذب جماعت کی شان سے بعید ہی نہیں بلکہ بعید تر ہے۔

اول:منشی قاسم علی صاحب نے پہلے ہی پرچہ میں ایک عبارت اپنی اور مرزا قادیانی کی نسبت پڑھی جس پر مولانا ابوالوفاء کو شبہ ہوا کہ یہ تحریر میں نہ ہوگی۔چنانچہ پرچہ حاصل کر کے مولانا ثناء اللہ نے اس عبارت کی بابت سوال کیا تو جواب ملا کہ ہم نے زبانی کہی تھی۔اس پر منصف صاحبان کی خدمت میں استغاثہ ہوا کہ معاہدہ یہ ہے کہ کوئی لفظ زبانی نہ ہو۔اس لئے فریق ثانی تحریری معافی مانگے۔مگر منشی فرزند صاحب منصف مرزائی کی سفارش پر اتنے ہی پر کفایت ہوئی کہ نظرانداز کیجئے۔

دوم شرط مقرر تھی کہ کل بحث کے پانچ پرچے ہوں گے۔مگر فریق ثانی نے بعد برخاستگی جلسہ (خدا معلوم کس روز اور کس وقت) چھٹا پرچہ بہت بڑا سرپنچ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا،جو انہوں نے بروقت فیصلہ مولانا ابوالوفاء کو دکھلا دیا۔جس پر مولانا ثناء اللہ نے اعتراض کیا اور شامل مسل نہ ہونے دیا۔اس پرچہ میں بعض الفاظ خلاف نشان بھی درج تھے۔

سوم:منشی فرزند علی صاحب نے فیصلہ تو جو دیا وہ آگے درج ہوگا،مگر خلاف شان یہ بات کی کہ

۱۷۔ اپریل کی شب کو انہوں نے وعدہ کیا کہ میں صبح فیصلہ دے کر جاؤنگا۔مگر جس کا ایفاء انہوں نے یہ کیا کہ صبح چھ بجے چلے گئے مگر فیصلہ نہ دے گئے، بلکہ ۲۰۔اپریل کو ۴ بجے ان کا فیصلہ سرپنچ کے پاس آیا، جب کہ مولانا ثناءاللہ صاحب اوران کے رفقاء بہت بے تاب ہو کر واپسی کے لئے اسٹیشن لدھیانہ پر آ گئے تھے۔اتنے میں ایک آدمی بھاگتے ہوئے آیا کہ مت جاؤ فیصلہ آ گیا ہے۔

چہارم۔شرط یہ تھی کہ دونوں منصف خدا کی قسم کھا کر حلفیہ فیصلہ لکھیں گے۔اور یہ شرط فریق ثانی یعنی احمدی (مرزائی) فریق ہی کی تجویز کردہ تھی۔مولانا ثناءاللہ صاحب اس بات سے انکاری تھے کہ اس کی ضرورت نہیں۔مگر فریق ثانی نے اس کو بہت ضروری سمجھا۔یہاں تک کہ شرط میں یہ بڑھایا کہ بغیر حلف فیصلہ ہوگا تو بے وقعت سمجھا جائے گا۔مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ منشی فرزند علی صاحب منصف مرزائی نے اپنے فیصلہ میں حلف نہیں لکھی۔تاہم مولانا ثناءاللہ صاحب نے سرپنچ کو کہا کہ میں ان کی بے حلفی کو بھی منظور کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ منشی صاحب جیسے مہذب اور فرائض شناس تعلیم یافتہ مرزائی نے یہ بے اعتدالیاں کیوں کیں؟ اس کا جواب ان کا فیصلہ ہی دے سکتا ہے جو آگے درج ہوگا جس کا مختصر مضمون یہ ہے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بہر حال مولانا ثناءاللہ صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے

مولوی رضاءاللہ ثنائی سرگودھا

....

بیان مدعی پرچہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبان! مرزا صاحب نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا جس کی پیشانی پر لکھا ''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔'' اس کے اندر یہ دعا کی:

''اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔

میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اوٹھا لے۔''

اس دعا کے بعد جناب ممدوح (مرزا قادیانی) نے یہ لکھا کہ

''اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔''

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے دو دفعہ فیصلہ کا لفظ لکھا ہے۔ فیصلہ بھی کسی ذاتی معاملہ کا نہیں بلکہ اس معاملہ کا جس کے لئے بقول ان کے خدا نے ان کو مامور کیا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

''چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں۔''

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سلسلۂ رسالت والنبوت میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے؟ کہ کسی نبی یا مامور نے کسی معاملہ الٰہیہ میں از خود ایسی تحدی اور فیصلہ کی صورت شائع کی ہو جس کی تحریک خدا کی جانب سے

نہ ہو ہر گز اس کی نظیر نہیں ملتی اس لئے کہ اس قسم کے فیصلہ کا اثر اس مشن پر ہونا ہوتا ہے۔ جس کی تبلیغ کے لئے نبی کو خدا مامور کر کے بھیجتا ہے۔ چنانچہ جناب ممدوح اسی اشتہار میں لکھتے ہیں

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

(مہربانی سے منصف صاحبان سارا اشتہار ایک دفعہ پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں) کوئی ایسا معاہدہ یا اعلان کوئی نبی خدا کی تحریک کے بغیر نہیں کرسکتا جس کا اثر اس کے اس مشن پر پڑے جس کے لئے وہ مامور ہو کر آیا ہو۔ قرآن مجید میں اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے بہت سی آیات ہیں منجملہ یہ ہیں:

(۱) ماکان لرسول أن یاتی بآیة الا باذن الله

(۲) لوتقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین

(۳) لیس لك من الأمر شئ

(٤) ان الحکم الا لله

(٥) ان اتبع الا مایوحی الی

(٦) وماینطق عن الهوی ان هوالا وحی یوحیٰ۔ وغیرہ۔

ان آیات میں جو پچھلی آیت ہے، صرف قرآن مجید ہی کی آیت نہیں بلکہ جناب مرزا صاحب کا الہام بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر۲، صفحہ ۳۶ سطر ۲۱۔ اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۶ سطر۳۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دینی معاملہ میں کوئی بات خدا کی وحی کے بغیر نہیں کہتے جو کچھ وہ لکھتے ہیں وہ خدا کی وحی ہوتی ہے یہی معنی اس فقرہ کے بصورت الہام مرزا صاحب ہوں گے کہ مرزا صاحب کسی دینی معاملہ میں خدا کی تحریک کے بغیر نہیں بولتے۔ مختصر یہ ہے کہ مامور بحیثیت مامور مجبور ہے کہ کوئی بات دینی معاملہ میں ایسی نہ کہے، خصوصاً کسی امر کو کفر اور اسلام میں فیصلہ کن قرار نہ دے، جب تک خدا کی اجازت نہ ہو۔ یہاں تک تو میں نے عموماتِ قرآنیہ اور الہامات مرزائیہ سے استدلال کیا ہے۔ اب میں خصوصاً اس اس امر کے متعلق عرض کرتا ہوں جس میں نزاع ہے۔ جناب مرزا صاحب نے پندرہ اپریل کو اشتہار مذکور شائع کیا ۲۵ر اپریل کے اخبار

بدرؔ میں ان کے الفاظ یہ شائع ہوئے:

’’ثناء اللہ: (مرزا صاحب قادیانی نے) فرمایا زمانہ کے عجائبات ہیں رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع۔ صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے، باقی سب اس کی شاخیں۔‘‘

ان الفاظ سے میرے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں۔

(الف) اس دعا کی بنیاد خدا کی طرف سے تھی جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا زیبا ہے کہ خدا کے مخفی حکم اور منشا سے تھی۔

(ب) اس دعا کی قبولیت کا وعدہ تھا۔ اگرچہ اثبات مدعا کے لئے اتنا ہی کافی ہے مگر میں اس کو ذرا اور تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں۔

مرزا صاحب کا عام طور پر الہام ہے کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے اجیب کل دعائك الا فی شرکائك (۷)۔ یہ بھی دعویٰ ہے کہ میرا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔ چنانچہ ان کے آرگن رسالہ ریویو بابت مئی ۱۹۰۷ء سے نقل کرتا ہوں۔

’’حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) دعا کی قبولیت کا ایک ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جو آج دنیا بھر میں کسی مذہب کا کوئی ماننے والا پیش نہیں کر سکتا اور وہ ثبوت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں اور اس دعا کا جواب پاتے ہیں اور جو کچھ جواب میں ان کو بتایا جاتا ہے اس کو قبل از وقت شائع کر دیتے ہیں۔ پھر ان شائع شدہ امور کے بعد کے واقعات تائید کرتے ہیں اور یہ تائید ایسی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی انسانی کوشش اور منصوبہ پہونچ نہیں سکتا۔ اور ایسے ہی اعجازی اور خرق عادت طور پر وہ امر ظہور پذیر ہوتا ہے وہ مدت سے اس بات کو شائع کر رہے ہیں کہ ان کے

منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔'' (صفحہ ۱۹۲)

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے اشتہار پندرہ اپریل میں یہ فقرہ بھی ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مرزا صاحب کو اس تحریک الٰہی کا علم نہ تھا۔ جس نے مخفی طور پر ان کے قلب پر یہ اثر کیا تھا جس وقت اونہوں نے یہ اشتہار دیا۔ لیکن بعد میں جب اُن کو خدا کی طرف سے بتلایا گیا تو انہوں نے اعلان کیا تو اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے۔ میری اس تطبیق کی قطعی دلیل مرزا صاحب کی وہ تحریر ہے جو میرے خط کے جواب میں بذریعہ ڈاک میرے پاس پہونچنے کے علاوہ اخبار بدر ۱۳؍ جون ۱۹۰۷ء میں چھپی تھی، جس میں یہ الفاظ ہیں:

مشیت ایزدی نے حضرت حجت اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اَور طریق اختیار کیا''۔ (ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیان مذکور صفحہ ۲ کالم اول)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کی تحریک ان کے دل میں خدا نے کی تھی۔ یہی معنی ہیں خدا کے حکم سے ہونے کے ممکن ہے کہ اس وقت جناب ممدوح کو اس کا علم نہوا ہو عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا براہین احمدیہ ملاحظہ ہو۔ اس لئے ممدوح نے تحریر اول میں نفی فرمائی لیکن بعد کے الہامات اور اعلامات خداوندی سے ان کو معلوم ہوا کہ اس کی تحریک خدا کی طرف سے تھی اور اس کی قبولیت کا وعدہ بھی تھا تو اُنہوں نے کھلے الفاظ میں اظہار کیا کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے بلکہ اس کی قبولیت کا الہام بھی شائع کیا اجیب دعوۃ الداع۔ اس کا مطلب یہ ہے قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے۔ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

مرزا صاحب کی توجہ پر یہ الہام ہونا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ جناب موصوف کو اس دعا کی قبولیت کا الہام قطعی ہو چکا تھا مسلمانوں کے اعتقاد میں الہام بالفاظ قرآنی ہو تو بہت زیادہ قوت رکھتا ہے بہ نسبت دیگر الفاظ کے الہام مذکور چونکہ الفاظ قرآنی میں ہے اس لئے قطعی قبولیت کو ثابت کرتا ہے۔

فریق ثانی کو میری یہ تطبیق پسند نہو تو اس اثبات و نفی میں تطبیق دینا ان کا فرض اولی ہے کیوں کہ وہ مرزا صاحب کے مصدق ہیں اور قرآن مجید میں غلط الہامات کی علامت یہی مذکور ہے کہ ان میں نفی اثبات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قائل ایک کلام میں کاذب ثابت ہوتا ہے۔ پس فریق ثانی کا

بحیثیت مصدق فرض ہے کہ اس اختلاف میں بپابندی قواعد علیہ واصول مسلمہ محدثین ومبصرین تطبیق دے۔"

ابوالوفاء ثناء اللہ بقلم خود۔

میر قاسم علی کا جوابی پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رب یسر و تمم بالخیر

جناب مولوی فاضل (ثناء اللہ) صاحب نے اپنے مضمون کو جس تمہید سے شروع کیا ہے اس سے نفس دعویٰ مولوی صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام وعظ ولیکچر اس دعویٰ کو کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار مرزا صاحب نے بحکم خداوندی دیا تھا اور دعا مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا خدا نے وعدہ فرمالیا تھا۔ کسی طرح بھی ثابت نہیں کرتے۔ مولوی (ثناء اللہ) صاحب یعنی مدعی کا فرض تھا کہ وہ اپنا دعویٰ دو طرح سے ثابت فرماتے۔ اول ایسا حکم منجانب اللہ وہ اشتہار کے متعلق پیش فرماتے جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور پیش کرو۔ یا مرزا صاحب نے کہیں فرمایا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں نے حسب الحکم خداوند کریم شائع کیا ہے۔ جبکہ یہ دونوں صورتیں مولوی صاحب نے پیش نہیں فرمائیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہو گیا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ کوئی حکم خداوندی اس کے متعلق موجود ہے نہ مولوی صاحب نے ایسا حکم پیش فرمایا ہے۔ ہاں مولوی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کے متعلق دو دلیلیں پیش کی ہیں جو ایک تو بدر مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہے دوسری بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کی جس سے آپ نے بخیال خود یہ ثابت فرمادیا کہ ۱۵۔ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور وہ دلیلیں یہ ہیں

۱۔ ۲۵۔ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب کی کلام شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۲۔ ۱۳ جون کے بدر میں جو خط ایڈیٹر صاحب نے بجواب مولوی صاحب شائع کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مشیت ایزدی نے حضرت مرزا صاحب کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔

ان دونوں دلیلوں سے اپنا دعویٰ (مولوی صاحب) اس طرح ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ اشتہار ۱۵ اپریل والے کے بعد ۲۵ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب نے ایسا فرمایا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پس بعد شائع کر دینے اشتہار کے مرزا صاحب کو خدا نے بتا دیا کہ یہ اشتہار میرے حکم سے ہے۔ سو اس کا جواب تو یہ ہے کہ دعویٰ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشتہار دینے سے پہلے وہ حکم ملا ہوگا جس کی بنا پر اشتہار دیا گیا اور عقل بھی اسی کی متقاضی ہے کہ حکم پہلے ہو تعمیل اس کی بعد میں ہونی چاہیے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں تعمیل تو پہلے ہی مرزا صاحب نے کر دی تھی گو حکم بخیال مولوی صاحب ۱۵۔ اپریل والی تعمیل کا ۲۵ کو بعد میں صادر ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ ایسی نظیر غالباً کسی جگہ نہ ملے گی کہ حکمسے پہلے ہی تعمیل ہو جائے اور حکم تعمیل کو دیکھنے کے بعد حاکم کی طرف سے صادر ہو۔

بہر حال مولوی صاحب یہ خود فرماتے ہیں کہ اشتہار ۱۵ اپریل والے میں تو بے شک یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اشتہار کسی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ میری طرف سے بصورت درخواست یا عرضی کے ہے اور یہ بھی مولوی صاحب تسلیم فرماتے ہیں کہ جس وقت اشتہار دیا گیا اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ میں خدا کے کسی حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بعد تعمیل حکم حاکم نے ان کو بتایا کہ یہ ہمارے حکم سے تم نے اعلان کیا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بھی فوراً شائع فرما دیا کہ یہ درخواست میری خدا کے حکم کے مطابق

ہے جس کا پتہ آج لگا ہے۔سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے کہ حکم دس روز بعد دیا جائے یا دس روز بعد اس کا پتہ لگے مگر ملازم یا خادم قبل صدور حکم ہی تعمیل کر کے رکھدے۔ لہٰذا یہ استدلال دعویٰ مولوی صاحب کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔اس میں کہیں یہ بھی تو نہیں لکھا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا گیا ہے۔۲۵ اپریل کے بدر میں تو صرف اتنا لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔۱۵ اپریل والے اشتہار کا لکھا جانا اس میں کہاں درج ہے۔دعویٰ تو ۱۵ اپریل والے اشتہار کے متعلق ہے جو خاص ہے اور دلیل ایک عام پیش کرتے ہیں جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوم تقریر سے پہلے جو لکھا گیا ہے اس کا منجانب اللہ بنیاد رکھا جانا بتایا ہے۔

دوئم۔۱۳ جون والے بدر میں جو لفظ مشیت ایزدی ہے اس سے مولوی صاحب اس اشتہار کا بحکم خداوندی دیا جانا ثابت کرتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔مشیت ایزدی کو تو رضائے الٰہی بھی مستلزم نہیں چہ جائیکہ وہ بحکم خداوندی ہو۔مولوی صاحب نے (اپنی کتاب) ترک اسلام کے صفحہ ۳۵ پر مشیت اللہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ مشیت اللہ خدا کے قانون مجریہ کا نام ہے جو خدا کی رضا کو مستلزم نہیں (ص ۳۴) اور ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ زانی زنا کرتا ہے تو اس کی مشیت سے کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو اس کے قانون سے کرتا ہے' پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ مشیت ایزدی کو رضائے الٰہی کا لازم نہ ہونا مان کر بھی صرف مشیت ایزدی سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا جائے کہ یہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔مشیت ایزدی سے تو زنا اور چوری بھی منسوب ہو سکتی ہے۔اگر مرزا صاحب کے اشتہار کا مشیت ایزدی سے دیا جانا لکھا ہو تو اس کو رضائے الٰہی کیوں سمجھ لیا گیا۔والسلام

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ اپریل والے سے متعلق ہے تو بے شک مولوی صاحب سچے ہونگے اور میں جھوٹا ہونگا۔کیونکہ جب خدا نے ہی اشتہار اپنے حکم سے دلوایا اور پھر اس کے متعلق منظوری کا الہام بھی کر دیا تو ایسی صورت میں مرزا صاحب کا ہی

معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ فقط (عاجز قاسم علی بقلم خود۔ ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

پس نہ تو (اخبار) بدر مورخہ ۲۵ اپریل سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ ۱۳ جون کے لفظ مشیت سے ہی یہ مدعا نکلا کیونکہ مشیت میں رضائے الٰہی تک کی ضرورت نہیں تو حکم کیسا۔ دوسرا دعویٰ کہ اس کی قبولیت کا الہام ہو چکا تھا۔ نہ ہی مرزا صاحب کی اسی ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع۔ پس خدا نے دعا قبول فرمالی۔ گویا اب مکمل تعمیل ہوگئی۔ پہلے تو خدا کے حکم سے اشتہار دیا پھر خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا۔ فیصلہ شد۔ مگر میں اس کو سراسر واقعات کے خلاف ثابت کرتا ہوں

۱) یہ تمام مغالطہ مولوی صاحب کو اس ڈائری کے ۲۵ اپریل والے بدر میں شائع ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ جو کہ دراصل ۲۵ اپریل کی نہیں۔ اس لیے ۲۵ اپریل کے بدر میں جو تقریر مرزا صاحب کی ڈائری سے مولوی صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے وہ دراصل ۲۵ اپریل نہیں بلکہ ۱۴ اپریل کی ہے جو اشتہار سے ایک روز پیشتر کی ہے۔ جس حالت میں اشتہار اس تقریر سے پہلے لکھا ہی نہیں گیا تھا تو اس کی نسبت جو ایک روز پہلے کی ہے کیونکر ہو سکتی ہے۔ اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا اور ۱۸ اپریل کو شائع کیا۔ ڈائری مذکور ۱۴ اپریل کی اور الہام مذکور ۱۳ اور ۱۴ کی درمیانی شب کا ہے۔ گویا نہ الہام کے وقت نہ اس تقریر کے وقت جو ۱۴ اپریل بعد عصر کے ہے یہ اشتہار لکھا گیا تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس تقریر کا تعلق اس تحریر سے ہے جو تقریر سے ایک روز اور الہام سے سے قریباً دو روز بعد لکھی گئی۔ باقی میں دوسرے پرچے میں لکھونگا۔ مولوی صاحب نے جو دلائل علاوہ ازیں لکھنے ہوں وہ بھی لکھ دیں کیونکہ مجھے پھر بجز دوسرے پرچہ کے جواب کا موقع ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔

(قاسم علی ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

ثنائی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔

جناب منصف صاحبان و منشی قاسم علی صاحب۔ میری تمہید کو آپ نے بے تعلق بتلایا۔ حالانکہ وہ ایک عام قانون کی صورت میں تھی۔ جس کے نیچے تمام جزئیات شامل ہوا کرتی ہیں۔ یہ طریقہ قانون اور شریعت دونوں میں مروج ہے۔ بہر حال جو کچھ آپ سے بن پڑا۔ کہا۔ آپ نے زور دیا کہ ۲۵ اپریل کے بدر میں ۱۴ تاریخ کی ڈائری ہے مگر میرے مخاطب نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ثناء اللہ کی بابت جو لکھا گیا ہے جس کی قبولیت کا جناب باری نے مرزا صاحب سے وعدہ فرمایا تھا اس کا نشان نہیں دیا۔ میرے مخاطب کا فرض تھا کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری والا مضمون بتلاتے۔ ان ڈائری نویسوں کا تو یہ حال ہے کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری لکھ کر ص ۸ پر ۱۱ تاریخ لکھ دی۔ اگر دنیا میں کوئی ایسا مقام ہے کہ ۱۵ اور ۱۴ کے بعد ۱۱ آتی ہو تو یہ بھی علی الترتیب ہو سکتی ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ اشتہاروں کے لکھنے کا اور اشاعت کا طریق کار کیا ہوتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کا اشتہار ہے اور ۱۷ تاریخ کے (اخبار) الحکم میں شائع ہوتا ہے۔ اخباروں کے مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان و وطن کی تاریخ اشاعت جمعہ ہے مگر عموماً جمعرات کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا ۱۷ تاریخ کے الحکم کو ایک روز آنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ یہ سب دیری ملا کر ۱۴ کی ڈائری اسی اخبار الحکم میں لکھی گئی ہوگی اور وہ مرزا صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ بھلا غور فرمایئے کہ پندرہ کا اشتہار کتابت کب ہوا۔ پریس میں کب گیا اور پھر کب چھپ کر تقسیم ہوا۔ ۱۸ تاریخ والا اخبار کم سے کم ۱۲ کو لکھا جاتا ہے۔ خصوصاً جناب مرزا صاحب کی طرز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جناب ممدوح اپنے مسودوں کو دو دو چار چار مہینے پہلے لکھا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پیغام صلح جو لاہور میں ان کے انتقال کے بعد پڑھا گیا تھا خواجہ کمال الدین کو چند متفرق یادداشتوں کی صورت میں نوٹ ملے تھے۔ علاوہ اس

کے جناب موصوف کی یہ بھی عادت تھی کہ مضمون میں بہت کچھ ردوبدل کیا کرتے تھے حتیٰ کہ پتھر پر بھی کانٹ چھانٹ کرتے تھے۔ پریس کا تجربہ رکھنے والے اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مصنف کی عبارت کی نوعیت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک کہ کاٹا چھانٹا نہ جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشیت اللہ سے تمام کاروبار ہوتے ہیں۔ چوری زنا وغیرہ سب ہوتا ہے۔ تم کس طرح استدلال کر سکتے ہو۔ میرے دوست۔ خط کے الفاظ سامنے ہیں۔ میں اپنے خط کا مختصر مضمون پہلے سناتا ہوں۔ مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ میں نے کتاب حقیقت الوحی لکھی ہے۔ اس میں مباہلہ کے لیے تمام عالموں کو دعوت دی ہے۔ شرائط مفصل لکھی ہیں۔ جس کو وہ کتاب نہ ملی ہو وہ منگا لے۔ چونکہ اس میں میرا ذکر تھا اس لیے میں نے عریضہ لکھا کہ کتاب مذکور بھیجئے تاکہ حسب منشا آپ کے مباہلہ کی تیاری کروں۔ اس خط کا جواب یہ آیا کہ آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ ۳ جون ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا۔ یہ لفظ مفتی محمد صادق صاحب کے بحیثیت سررشتہ دار مرزا صاحب ہیں۔ گو میرے دوست نے یہ کھلے لفظوں میں نہیں کہا کہ یہ خط مفتی صاحب کا ہے مرزا صاحب کا نہیں لیکن میں بطور پیش بندی کہتا ہوں کہ خط مذکور بطور سررشتہ داری ہے۔ ورنہ میرے مخاطب تو مرزا صاحب تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

'آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا کہ جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے۔ مگر چونکہ آپ نے اپنے لیے فرار کی راہ نکالی ہے اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا۔ اور حضرت حجۃ اللہ مرزا صاحب کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا گیا'۔

میرے دوست (میر قاسم علی) اس تحریک کو جو مشیت خداوندی سے مرزا صاحب کے دل میں ہوئی دنیا کی دوسری باتوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں ایسا کرتا تو مجھ سے بدتہذیبی کی وجہ سے معافی منگائی جاتی۔ میرے دوست۔ ایک ایسا بزرگ اور مدعی جس کا یہ دعویٰ ہے

انا خاتم الاولیا لا ولی بعدی (میں ولیوں کا خاتم (ختم کرنے والا) ہوں میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا)

جس کا یہ دعویٰ ہے کہ

میرا قدم ایسے ستارے پر ہے جس پر سب بلندیاں ختم ہو چکیں۔ (خطبہ الہامیہ۔ص ۳۵)

جس کا یہ دعویٰ ہو کہ: میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔

جس کا دعویٰ ہو کہ: دعا کا قبول ہونا اول علامت اولیاء اللہ میں سے ہیں (تریاق القلوب۔ص ۲۳)

اس کی دعا کو جو خدا کی تحریک سے اس کے دل میں پیدا ہوئی آپ دنیا کی دیگر بدکاریوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ خیر میں اس کا جواب اسلامی لٹریچر سے دیتا ہوں۔ انبیاء کے دلوں میں جو خدا کی طرف سے کسی مذہبی فیصلہ کے لیے تحریک ہوتی ہے تو وہ وحی الٰہی سے ہوتی ہے۔ یہی معنی ان کے معصوم اور بے گناہ ہونے کے ہیں۔ اس مضمون کے ثابت کرنے کے لیے میں نے تمہید بیان کی تھی جس کو آپ نے بے تعلق کہہ کر چھوڑ دیا۔ اگر آپ نے کتاب صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو آپ تصدیق کرتے کہ عمومات قرآنیہ اور حدیثیہ سے مسائل کا ثبوت کیسے دیا جاتا ہے۔ جناب مرزا صاحب بھی اس طریق استدلال کو اپنی تصانیف میں عموماً استعمال کرتے ہیں۔ جہاں کہیں قرآن شریف میں ذکر آتا ہے کہ ہم نے پہلے کسی آدمی کے لیے ہمیشگی نہیں کی۔ کسی آدمی کو بغیر کھانے پینے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ تو مرزا صاحب فوراً حضرت مسیح کی موت کا ثبوت دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طریق کا استدلال کرنا پرانا معقولی اور اصولی طریقہ ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔ امرتسر کے مباحثہ عیسائیاں میں مرزا صاحب کے دلائل کی نوعیت کیا تھی۔ یہی نہ کہ عام حالت حضرات انبیاء کی جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔ جس میں حضرت مسیح کا کوئی خاص ذکر نہیں بطور اصول موضوعہ لے کر جناب مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو باطل کیا۔ بہر حال اسلامی لٹریچر سے واقف اور سننے والے ان الفاظ کے سنتے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک مامور کے دل میں منجانب اللہ تحریک ہونا یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کفر اور اسلام کے

متعلق فیصلہ متحدیانہ کا چیلنج دینا بغیر وحی خدا اور الہام کے نہیں ہوتا۔ یہی مضمون آیت کریمہ لو تقول علینا بعض الا قاویل کا ہے۔ یعنی آیات قرآنیہ کے علاوہ مرزا صاحب کا الہام بالفاظ قرآن بھی لکھوایا تھا کہ جناب موصوف کو کئی ایک مقامات پر الہام ہوا ہے

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

جس کا مطلب میں نے صاف لفظوں میں بتلایا تھا کہ جناب مرزا صاحب کی نسبت بقول ان کے خدا فرماتا ہے کہ مرزا صاحب بغیر وحی نہیں بولتے۔ اس آیت اور الہام کی تفسیر بتلانے میں میں نے دینی معاملہ کا لفظ بڑھایا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ماموران باری تعالیٰ کو اپنی ضروریات طبعیہ کے بولنے کے لیے وحی یا الہام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دینی معاملے میں بغیر وحی کے نہیں بولتے۔ خصوصاً کسی ایسے معاملے کی نسبت جو اشد مخالف کے سامنے بطور فیصلہ ظاہر کیا جائے۔ مرزا صاحب مجھ کو اپنے مخالفوں میں سے بڑھا ہوا مخالف خیال کرتے تھے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۳۰)۔ دوستو۔ خود ہی غور کرو۔ مثنیٰ وفرادیٰ غور کرو۔ خلوت اور جلوت میں غور کرو ایک ایسے اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صورت شائع کرتا ہے اور اس کی بابت اقرار کرتا ہے کہ مشیت ایزدی سے یہ تحریک میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اس کو آج منشی قاسم علی صاحب دنیا کے دیگر واقعات مثلاً زنا و چوری وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ہمارے ثانی پریسیڈنٹ خصوصاً اس خیال کو ملحوظ رکھیں۔ شروع میں آپ نے عجیب منطق سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں ایسا ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کو پروردگار حکم دیتا کہ ہمارے حضور درخواست پیش کرو۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی جتنی پیش گوئیاں موجود ہیں جن کو آپ بھی کفر واسلام کے مباحثہ میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیا کوئی حدیث ایسی دکھا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حکم ہوا ہو کہ تم میرے سامنے درخواست پیش کرو۔ درخواست کی ضرورت ہے تو آپ اٹھتے ہی اس آیت کی تفسیر کر دیجئے جس میں روم کے مغلوب ہونے اور مغلوب ہونے کے بعد غالب ہونے کی پیش گوئی مذکور ہے۔ کیا یہ پیش گوئی قرآنی فیصلہ نہ تھا۔ جناب پیغمبر ﷺ نے بدر کی لڑائی میں فرمایا تھا کہ ابوجہل یہاں گرے گا۔ فلاں وہاں گرے گا۔ کیا اس کے لیے کوئی

درخواست تھی؟ دوسرا یہ کہ بقول آپ کے ایسا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل میں (مرزا) قادیانی نے خدا کے حکم سے شائع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ صدارت کی کرسی پر تینوں صاحب ذی علم و صاحب فضل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ علم بیان میں ایک مضمون مختلف عبارات اور مختلف اشاروں سے ادا کیا جاتا ہے۔ مضمون ادا کرنے والے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم نے اس طریق سے کیوں ادا نہیں کیا۔ ایک مضمون مختلف الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے۔ میرے پیش کردہ حوالوں کو غور سے ملاحظہ کر کے انصاف کریں کہ ان الفاظ سے منجانب اللہ ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں

درخانہ اگر کس است ایک حرف بس است۔

فقط (ثناء اللہ بقلم خود)

میر قاسم علی کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

عالی جناب پریذیڈنٹ صاحب و میر مجلسان و مولوی صاحب۔ آپ کا دعویٰ جو بحروف جلی ایک بورڈ کے اوپر لکھ کر سامنے لگا دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔ دوسرا دعویٰ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمالی۔ یہی دعویٰ آپ نے اپنے پرچہ میں پہلے ہی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ کی طرف سے جو علم بیان کے قاعدہ سے یا آپ کے کسی خاص قانون سے اس طریق سے ایسے خاص دعویٰ کا استدلال بھی ہو کر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور عدالت اس قسم کے دلائل پر ہی غور کر کے آپ کے دعویٰ کو ثابت شدہ تسلیم کرنے کے بعد ۲۰ پونڈ یا ۳۰۰ روپیہ آپ کو دے سکتی ہے تو میرے خیال میں کسی قانون شہادت وغیرہ کی بھی گورنمنٹ کو ضرورت نہیں رہنی چاہیے۔ یہ ایک بدیہی بات آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے کہ اشتہار ۱۵۔ اپریل والا ۱۷۔ اپریل کے الحکم اور ۱۸۔ اپریل کے بدر میں

شائع ہوا اور اس اشتہار کے نیچے دونوں اخباروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ مرقومہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء۔ اگر اس اشتہار کو ۱۵۔اپریل سے اول کا سمجھا جاتا تو ایک امر واقعہ کے مقابلہ میں اس کے سامنے کوئی قیاسی والہ دلائل نہیں پیش ہونے چاہئیں۔ اس اشتہار کی بحکم خداوندی دینے پر آپ نے ۲۵۔اپریل کے بدر کی ڈائری پیش فرما کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ تحریر اشتہار سے تقریر ۲۵۔اپریل چونکہ بعد کی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ اس تقریر کا تعلق اسی ۱۵۔اپریل والے اشتہار سے ہے۔ دوسری دلیل اس کے بحکم خداوندی ہونے کی آپ نے ۱۳۔جون کے اخبار بدر کے ایک فقرہ سے جس میں مشیت ایزدی سے اس دعا کا حضرت مرزا صاحب کے قلب میں آنا لکھا ہے۔ محض ایک لفظ مشیت پر آپ اس کو بحکم خداوندی فرماتے ہیں۔ حالانکہ لفظ مشیت آپ کے مسلمہ معنوں کے لحاظ سے جن کی تشریح آپ نے اپنی کتاب ترک اسلام میں بجواب دھرمپال یہ کی تھی کہ مشیت ایزدی کے لیے خدا کی رضامندی کا ہونا ضروری نہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے ارادہ اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ زانی زنا کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو وہ بھی خدا کی مشیت سے کرتا ہے۔ یہ آپ کی تشریح مشیت کے متعلق آپ کے مسلمات سے کی گئی ہے۔ جن کو آپ نے ہماری مسلمہ کہہ کر فرمایا کہ مرزا صاحب کے اشتہار اور الہام کو میں زنا اور چوری کے ساتھ مشابہت دیتا ہوں۔ حالانکہ یہ مرزا صاحب کے الہام وغیرہ کے متعلق نہیں بلکہ آپ نے جو مشیت کے لفظ سے اپنا یہ دعویٰ کہ اشتہار بحکم خداوندی تھا ثابت کرنا چاہا اس کے باطل کرنے کے لیے میں نے آپ کو توجہ دلائی کہ مشیت کے واسطے تو رضامندی الٰہی بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ اسے حکم خداوندی کہا جائے۔ ڈائری کے متعلق آپ نے جو یہ اعتراض فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلسل ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ڈائری کسی پٹواری یا گرداور قانون گو یا نائب تحصیلدار بندوبست کی نہیں ہے کہ جس نے ٹریول (سفر) کر کے ٹریولنگ الاؤنس حاصل کرنا ہو۔ یہ ڈائری ایک ریفارمر کی ہے۔ یہ ڈائری ایک قوم کے پیشوا کی ہے جس کی قوم کو اس کی تقریروں اور تحریروں کا پہنچانا سب سے بڑا ضروری فرض ان آرگنوں کا ہے جو اس کے مشن والوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ وہ لوگ مختلف ڈائریوں کو جس کو اس کے

مختلف مرید مختلف تاریخوں میں لکھتے تھے اور وہ جب کبھی اخبار والوں کو دیتے تھے تب ہی وہ اس کو شائع کر دیتے تھے۔ بس ان کا صرف یہ کام تھا کہ جس تاریخ کی کوئی ڈائری ہو کوئی تقریر ہو اس تاریخ کو اول میں لکھ دیں۔ یہ خاص اسی اخبار میں نہیں ہے بلکہ اگلے اور پچھلے پرچوں میں بھی اندراج ڈائری کا ایسا ہی سلسلہ رہا ہے۔ خود ۲۵۔ اپریل کے بدر میں صفحہ ۴ کے اوپر ایک ڈائری شروع ہوئی ہے جو ۲۱۔ اپریل کی ہے۔ اور پھر صفحہ ۷ پر ۱۵۔ اپریل کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو آپ کے اس اعتراض کا کہ ۲۱ کے بعد ۱۵ آ سکتی ہے جواب دنیا ایک ایسے شخص کے لیے کہ جو اپنا دستور نہ صرف آپ کی وجہ سے بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی جانتا ہے ضروری نہیں۔ ۹ مئی کے بدر میں صفحہ ۴ پر بقیہ ڈائری ۲۵۔ اپریل کی شروع ہوئی ہے اور وہ ۱۱ اپریل کی ہے۔ مگر اسی کے صفحہ ۵ پر اپریل کے بعد ۲۰ مارچ کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو کیا اپریل کے بعد مارچ آیا کرتا ہے۔ پس ڈائری کا غیر مسلسل ہونا آپ کے اثبات دعویٰ کے واسطے موجودہ دستور کے مطابق کوئی مفید نہیں ہو سکتا۔ پس اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا گیا۔ ۱۷، ۱۸ اپریل کو شائع ہوا اور ڈائری ۱۴۔ اپریل کی ہے جس کو اشتہار مذکور سے عقلاً قانوناً شرعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک فیکٹ ہے۔ (آپ کا یہ کہنا کہ) مرزا صاحب کا دستور تھا کہ پہلے ہی لکھ لیتے تھے یا پتھروں پر کاٹ دیتے تھے وہ کچھ کرتے تھے موجودہ دعویٰ جس دستاویز کی بنا پر آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ مشکوک یا جعلی نہیں ہے۔ الہام جو اس ڈائری میں درج ہے

اجیب دعوۃ الداع جس کی بنا پر آپ اس دعا اشتہار والی کو قبول شدہ یا وعدہ قبولیت قرار دیتے ہیں یہ الہام ۱۷ اپریل کے الحکم اور ۱۸ اپریل کے بدر کے صفحہ ۲ پر ۱۴ تاریخ کو ہو چکا ہوا لکھا گیا ہے پس ۱۴ تاریخ کو جب الہام کا ہونا بدر و الحکم میں شائع ہو چکا ہے اس کو ۱۵ تاریخ کے کاغذ کے متعلق قرار دینا کسی بھی جائز نہیں۔ جناب پریسیڈنٹ و مولوی صاحب۔ یہ اشتہار جو اس وقت متنازعہ ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ اس کی اصلیت خود اشتہار کے اندر لکھی ہوئی ہے اور وہ ان الفاظ میں ہے کہ یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے یہ ایک درخواست ہے۔ یہ ایک استغاثہ ہے ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کے خلاف تمام

حاکموں کے حاکم کے حضور اور اس سے استدعا کی گئی ہے کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ یہ کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہے یہ کسی حکم الٰہی کے ماتحت نہیں یہ کسی الہام کی بنا پر نہیں بلکہ ایک شخص جو خود کو مظلوم سمجھتا ہے وہ عدالت میں داد خواہ ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اشتہار مذکور الہامی نہیں آپ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں خود بھی تسلیم کیا ہے کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا جو اسی اشتہار کے جواب میں ہے۔ پس اس اشتہار کی حیثیت ایک استغاثہ یا عرضی دعویٰ کی ہے اس اشتہار میں جو استدعا کی گئی ہے جس کو آپ نے صورت فیصلہ سے نامزد کیا ہے اس کے متعلق اور اس دعا کے متعلق ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ (اے مرزا) تمہاری یہ دعا کسی صورت فیصلہ کن نہیں ہو سکتی اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔ یہ امور میں نے محض اس لیے لکھا ہے کہ آپ نے بار بار مرزا صاحب کی قبولیت دعا کے متعلق بڑا زور دیا ہے ورنہ نفس مقدمہ متنازعہ سے اس کو چنداں تعلق نہیں۔۔ مرزا صاحب نے جب کہ خود درخواست مذکور میں ہی لکھ دیا ہے کہ یہ الہام یا وحی جس کو آپ حکم یا وحی الٰہی سے منسوب فرماتے ہیں کسی بنا پر نہیں۔ ادھر ۲۵۔ اپریل والے اخبار کی ڈائری اشتہار سے ایک روز پہلے کی ہے ادھر خود ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے بھی اس کو غیر الہامی مان لیا ہے پھر کیونکر یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا جس کو آپ الہام کے معنوں میں لیتے ہیں۔ جیسا کہ ۹ فروری ۱۹۱۲ء کے اخبار اہل حدیث میں صفحہ ۷ کالم ۳ پر آپ نے یہ لکھا ہے مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ دکھاؤ۔ اس لیے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ پس الہام کی بنا پر نہ یہ اشتہار دیا گیا نہ کوئی الہام اس اشتہار والی دعا کی قبولیت کا پہلے یا پیچھے ہوا۔ آپ نے ایک بات یہ فرمائی ہے کہ ڈائری میں چونکہ کسی پہلی تحریر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے تو مجھ سے آپ اس تحریر کا پتہ دریافت فرماتے ہیں کہ بجز اس اشتہار کے وہ کون سی تحریر ہے جس کے متعلق ۲۵ اپریل والی ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہماری طرف سے نہیں بلکہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ جناب مولوی صاحب

آپ خود اس تحریر کو لکھواتے ہیں اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے ہیں۔ عالی جناب پریذیڈنٹ صاحبان۔ یہ ڈائری جیسا کہ دستاویزات سے ثابت شدہ ہے کہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء وقت عصر کی ہے اور اس میں کسی تحریر کا ذکر ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہو۔ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ اشتہار متنازعہ ۱۵۔ اپریل کو لکھا گیا اور ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو ڈاکخانہ میں ڈالا گیا ان اخبارات میں جو ۱۷ یا ۱۸ کو شائع ہوئے۔ یہ تو دستاویز کا ثبوت کا ہے۔ اس کے مقابلہ پر آپ کے محض قیاس کہ ایسا ہوا ہوگا یا یہ بات ہوگی آپ کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتے۔ ہاں میں آپ کو بتلا دوں کہ وہ تحریر جو ۱۴ اپریل والی ڈائری سے آپ کے متعلق پہلے شائع کی جا چکی ہے وہ وہی ہے جو آپ نے اہل حدیث مورخہ ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں نقل فرمائی ہے جو مرزا صاحب کی طرف سے ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر اخبار میں چھپ کر آپ کے پاس پہنچی تھی۔ یہ وہ تحریر ہے جو ۱۴۔ اپریل والی ڈائری سے پہلے شائع ہو چکی ہے۔ اور نیز حقیقت الوحی میں بھی آپ کے متعلق ۱۴ اپریل سے پہلے چند امور لکھے جا چکے ہیں۔ پس یہ ڈائری ان تحریروں سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس تحریر سے کہ جو ڈائری کے بعد کی ہو۔ اور وہ ۱۵۔ اپریل والا اشتہار ہے۔ آپ نے ایک اور دلیل بھی اس اشتہار کی قبولیت کے متعلق پیش کی ہے جو ایک خاص مقدمہ کے بارے میں مرزا صاحب کو ہوا تھا اور وہ شحنۂ حق صفحہ ۴۳ اور حقیقت الوحی صفحہ ۲۴۳ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک زمین دارہ کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا میں نے دعا کی کہ مجھے خدایا اس میں فتح دے تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا اجیب کل دعائك الا فی شرکائك میں تیری ساری باتیں مانوں گا مگر شریکوں کے بارہ میں نہیں سنونگا۔ یہ الہام ایک خاص مقدمہ کے متعلق ہے اور مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے بہت سال پہلے کا ہے۔ اس میں شریکوں کے خلاف دعا قبول کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اگر یہ الہام عام ہوتا تو چاہیے یہ تھا کہ شریکوں کے متعلق بھی آئندہ کبھی کوئی دعا قبول نہ کی جاتی جیسا کہ ایک دیوار کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا یہ دعا کی گئی کہ مجھے اس میں فتح ہو تو وہ دعا قبول ہوئی جس کے لیے بڑا لمبا الہام ہوا جو حقیقت الوحی کے صفحات ۲۶۶ اور ۲۶۷ پر درج ہے

اور مرزا صاحب اس میں کامیاب ہوئے۔ پس اگر وہ الہام جو شریکوں کے متعلق تھا عام ہوتا تو مرزا صاحب اس حکم الٰہی کے خلاف شریکوں کے مقدمہ میں ہی کیوں شریکوں کے خلاف دعا کرتے اور کیوں خدا تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا۔ پس نہ وہ الہام عام تھا نہ وہ آپ کے دعویٰ کے متعلق کہ ۱۵ اپریل والے اشتہار کی دعا قبول کی گئی اور نہ اس سے یہ دعویٰ ثابت کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور اس دعا کی قبولیت کا الہامی وعدہ ہو چکا تھا۔ دعویٰ آپ کا اس دعا کے متعلق ہے جو ۱۵ اپریل والے اشتہار میں مرزا صاحب نے شائع کی ہے کہ وہ قبول ہوگئی اور اس کی قبولیت کا خدا نے الہام کیا۔ پس یہ دعویٰ اس الہام سے جو شرکاء کے متعلق ہے اور ایک خاص مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے خلاف ایک دوسری نظیر شرکاء کے خلاف مقدمہ فیصل ہو کر صاف بتا چکے کہ وہ وعدہ نہ دائمی تھا نہ عام۔ ورنہ خدا دعا کیوں قبول کرتا اور پھر مرزا صاحب شرکاء کے خلاف دعا ہی کیوں کرتے۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ میری تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کے لیے دیکھو حقیقت الوحی صفحات ۲۳۱ و ۱۹ و ۳۲۷ اور رسالہ آسمانی فیصلہ مطبوعہ بار سوم صفحہ ۱۹ اور تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ جن میں صاف لکھا ہے کہ میری اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ دعائیں جن کو خدا اپنی مصلحت سے میرے حق میں مفید سمجھتا ہے قبول فرماتا ہے آخر میں جناب پریزیڈنٹ صاحب کی توجہ اس دعویٰ کی طرف (جس کے متعلق یہ مباحثہ ہے) دلا کر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ بمشورہ اپنے مشیران جو آپ کے امداد کے لیے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں بخوبی غور فرمالیں کہ دونوں دعوے ۱۴ اپریل والی ڈائری اور ۱۳ اور ۱۴ اپریل والی درمیانی شب والے الہام اور مولوی صاحب کے ۲۶ اپریل والے اہل حدیث اور خود اس اشتہار کے اندرونی فقروں سے اور دیگر دستاویزات جن کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے ان کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا یہ دعوے ثابت ہوگئے۔ اس کے بعد جو مولوی صاحب نے بیان فرمانا ہے وہ انہی کی تردید ہوگی کوئی نئی دلیل پیش کرنے کا ان کو حق نہیں ہوگا کیونکہ اب اس کے ڈیفنس کا مجھے کوئی موقع نہیں ملے گا۔ فقط

عاجز: قاسم علی بقلم خود ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء

ثنائی جواب الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

جناب صدر انجمن صاحبان و برادران۔ دعویٰ یہ تھا کہ مرزا صاحب کا اشتہار ۱۵۔ اپریل خدا کے حکم سے تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ میں مرزا صاحب کو مامور خدا نہیں سمجھتا پھر جو میں نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کا اشتہار خدا کی طرف سے تھا۔ اس کے کیا معنے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ ان کے مسلمات اور خیالات پر تھا پس اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا حوالہ دے کر منشی قاسم علی صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے خود اس اشتہار کی بابت لکھا کہ یہ الہام سے نہیں میرے دعویٰ کے کسی طرح مخالف نہیں۔ وہ لکھنا میرا اپنا مذہب ہے اور ثابت کرنا مرزا صاحب کے خیالات کا عکس ہے۔ علاوہ اس کے ۲۶ اپریل کی تحریر لکھنے تک جو میں نے یقیناً ۱۸۔ ۱۹۔ اپریل کو لکھی ہوگی۔ ۲۵ اپریل کا بدر میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جس کی بنا پر میں نے آج دعویٰ کیا ہے۔ میرے دعویٰ کا ثبوت دو طرح پر تھا۔ ایک دلائل عامہ سے اور دوسرا دلائل خاص سے۔ دلائل عامہ میں سے میں نے حضرات انبیاء کا طریق اور خصوصاً مرزا صاحب کے عام دعاوی اور الہامات کو بیان کیا تھا۔ جس میں ایک آیت قرآن اور الہام (مرزا) وما ینطق عن الهوی بھی تھا۔ دوسرا اجیب کل دعائك۔ اس الہام کے جواب میں میرے دوست کو بہت الجھن ہوئی۔ جناب پریسیڈنٹ صاحب یہ الہام دو فقروں پر مشتمل ہے۔ ایک مستثنیٰ دوسرا مستثنیٰ منہ۔ مستثنیٰ کا حکم ہے کہ تیری دعا شریکوں کے بارے میں قبول نہیں ہوگی۔ مستثنیٰ منہ کا حکم ہے کہ تیری وہ تمام دعائیں جو شریکوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں ہوں گی میں ضرور قبول کروں گا۔ اس لیے میں نے عرض کیا تھا کہ میں مرزا صاحب کا شریک نہیں ہوں۔ آپ نے بتلایا ہے کہ ۲۵۔ اپریل والے بدر میں جو ۱۴۔ اپریل کی ڈائری ہے اس میں جس

تحریر کا آپ کے متعلق ذکر ہے وہ حقیقۃ الوحی میں ۱۴۔اپریل سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔اس کے متعلق میں ۴۔اپریل کا بدر پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب حقیقت الوحی کی بابت لکھتے ہیں کہ ہماری کتاب حقیقت الوحی ۲۰‘۲۵ روز تک شائع ہو جائے گی۔اب منصف صاحبان خود غور فرمائیں کہ جس کتاب کو ابھی شائع ہونے میں کئی روز باقی ہوں وہ ۱۴اپریل سے پہلے کیونکر شائع ہو چکی تھی۔حقیقت الوحی کے ٹائٹل کے صفحہ پر مطبوعہ تاریخ اشاعت ۳۰۔اپریل ۱۹۰۷ء مگر قلمی سرخی سے ۱۵۔مئی بنائی گئی ہے۔یہ تو آپ کے اس حصہ کا جواب ہے۔اس کے علاوہ آپ نے کوشش کی ہے کہ ۲۵۔اپریل کے بدر والی ڈائری میں جس تحریر کا ذکر ہے اس کا ثبوت دیں۔اس ثبوت کے لیے آپ نے ۴۔اپریل کے بدر کا نام لیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے اور منصف صاحبان مہربانی فرما کر اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ (اس میں) کوئی ایسی تحریر ہے؟ جس کو میرے متعلق دعا کہہ سکیں جس کا جواب مرزا صاحب کو بصورت الہام یہ ملا تھا۔ اجیب دعوۃ الداع جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ تحریر میرے متعلق کوئی دعائیہ صورت میں ہے۔آپ نے شروع میں یہ بھی کہا ہے کہ اس قسم کے دلائل عامہ پر ہی غور کر کے عدالت فیصلہ نہیں کرتی۔جناب والا۔اس ’ہی‘ کے لفظ پر غور کیجئے۔میں نے ہی سے ہی کام نہیں لیا۔میں نے صرف دلائل عامہ بیان نہیں کئے بلکہ خاص اس امر کے متعلق بھی بیان کئے۔آپ جو اس اشتہار کو بمنزلہ ایک استغاثہ غیر مقبولہ قرار دیتے ہیں حقیقت میں یہ بات مرزا صاحب کے کل دعاوی پر پانی پھیرتی ہے۔میں نے ریویو مئی ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹۲ سے حوالہ نقل کیا تھا کہ مرزا صاحب کا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ وہ اس معجزہ کے مقابلہ کے لیے ہم مسلمانوں کے علاوہ تمام دنیا کے مخالفوں کو چیلنج دیتے ہیں۔میں نے ۱۳۔جون کے بدر سے یہ دلیل نقل کی تھی کہ مرزا صاحب کے دل میں خدا نے میرے متعلق دعا کرنے کی تحریک پیدا کی۔ میرے مخاطب فرماتے ہیں کہ وہ بقول میرے مشیت کا مفعول جو دنیا کے ہر واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔مگر جناب پریسیڈنٹ صاحبان میں نے یہ بات بالتصریح بتلائی ہے کہ کوئی مامور خدا کسی ایسے فیصلے کے لیے جو اس کے مشن پر اثر ڈالتا ہو از خود اظہار نہیں کر سکتا۔’ترک اسلام‘ میں میں نے جو لکھا

ہے وہ یہ ہے کہ مشیت خدا کے قانون کا نام ہے جو مخلوق میں جاری ہے لیکن قانون مشیت جب مذہبی رنگ میں انبیاء کے قلوب طیبہ پر اثر کرتی ہے تو وہ مذہبی رنگ میں ایک دلیل کا حکم رکھتی ہے۔ مثال کے طور ہمارے خواب اور انبیاء کے خوابوں میں جو فرق ہے وہی فرق ان دو مشیتوں میں ہے جو عام حالت اور خاص قلوب انبیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی جو آپ نے ڈائری کی بے ترتیبی کی بابت لکھا ہے مجھے اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانون پیشہ ہیں۔ ان کے پاس اس قسم کے کئی مقدمات آئے ہوں گے جن میں ایسی بے ترتیب ڈائریاں پیش ہو کر فیل یا پاس ہوئی ہونگی۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ کا بیان مرزا صاحب کی اپنی دعاؤں کی نسبت نہیں ہے۔ بھلا اگر ساری دعائیں مرزا صاحب کی قبول نہ ہوتیں تو معجزہ ہی کیا تھا۔ جبکہ حقیقت الوحی باب اول دوم سوم میں خود لکھتے ہیں کہ بعض خواب اور کشف بدکار یعنی رنڈیوں اور فاحشہ عورتوں کے بھی سچے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سچا وہی ہے جس کے کل سچے ہوں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانونی طور پر جانتے ہیں کہ کسی دستاویز کا سچا ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس میں کوئی لفظ مشکوک نہ ہو۔ میں نے جہاں تک سوچا ہے آپ نے میرے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ میری دلیل مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ انبیا و مامور خدا کوئی ایسا فیصلہ جو مخالفوں پر حجت کا اثر رکھتا ہو اور اس کے خلاف ہونے سے ان کے دین اور مشن پر خلاف اثر پہنچتا ہو بلا اذن خدا شائع نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب نے جو اس اشتہار میں الہام یا وحی کی نفی کی ہے اس کی ایک وجہ تو پہلے پرچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا تھا کہ میں الہام جتا کر کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کروں گا۔ اس لیے انہوں نے اس اشتہار میں الہام کا نام نہیں لیا بلکہ نفی کر دی۔ ۲۵ تاریخ کے بدر میں الہام کے ساتھ اس کی تعبیر کر دی تا کہ وہ اس قاعدہ سے جو انبیاء کا میں نے بتلایا ہے حجت ہو سکے۔ بس اب میں ختم کر کے نتیجہ معزز ثالثوں کے سپرد کرتا ہوں۔ ثناءاللہ بقلم خود

منصف فریق محمدی کا حلفیہ فیصلہ

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف فریق محمدی کا حلفیہ فیصلہ حسب ذیل ہے

باسمہ: فیصلہ حلفی خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) منصف مقرر کردہ از جناب مولوی ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسری مدعی

دعوی نمبر ا۔ اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء مرزا قادیانی نے بحکم خدا لکھا

دعوی نمبر ۲: خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

اثبات دعوی: بذمہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مدعی

ڈیفنس: بذمہ منشی قاسم علی صاحب دہلوی ایڈیٹر الحق دہلی۔ مدعا علیہ

مولوی صاحب مدعی نے اثبات دعوی میں دو قسم کے دلائل پیش کئے ہیں: عام اور خاص۔

عام یہ کہ کوئی رسول برحق بغیر اجازت الٰہی کوئی ایسا امر اپنے مخالفین کے سامنے بطور تحدی پیش نہیں کر سکتا جو جس کے مخالفین میں صدق اور کذب کے متعلق امتیازی نشان رکھتا ہو۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے چند آیات قرآنی پیش کیں جن میں سے ایک ایسی آیت بھی ہے جس کی نسبت مرزا قادیانی کا بھی دعوی ہے کہ وہ مجھے بھی الہام ہوئی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ بولتا ہے وہ وحی خدا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کا دعوی ہے کہ وہ رسول برحق ہے اور اس اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں طریقہ فیصلہ ایسا مذکور ہے جو متحدیانہ ہے اور حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا ہے اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کی یہ دعا خداوند تعالی کی تحریک اور محض اشارہ سے تھی۔

دیگر دلیل عام یہ بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی نے بالخصوص اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق نہایت

زور سے متحدیانہ دعوی کیا ہے (ملاحظہ ہو ریویو آف ریلی جنز بابت مئی ۱۹۰۷ء وغیرہ کتب جن کا مولوی ثناء اللہ صاحب نے پتہ دیا) لہذا یہ دعا ان دعووں کے سلسلہ میں جو ضرور ضرور مقبول ہوں، سب سے پہلے درجے پر ہونی چاہیے کیونکہ اس کا اثر اس مشن پر پڑتا ہے جس کیلئے مرزا قادیانی مامور کیئے گئے۔

دلیل خاص، جو مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ خاص اسی دعا کی قبولیت کا الہام مرزا قادیانی کی طرف سے اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں طبع ہو چکا ہے جس میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ درحقیقت اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے نیز اس اخبار مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں جو خط مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے نام طبع ہوا ہے اس میں تشریح کی گئی ہے کہ اس طریق فیصلہ (۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) کے اشتہار کی دعا کی تحریک مشیت ایزدی سے ہوئی ہے۔

پس میرا یہ دعوی بھی ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دعا خدا کی تحریک سے کی اور یہ بھی کہ اس کی قبولیت کا الہام آپ کو ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب مدعی نے اپنے اثبات دعوی کے ضمن میں بطور دفع دخل یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ بے شک اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی الہام سے نہیں کی گئی لیکن یہ یہ فریق ثانی کو مفید نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ اس کلمہ میں اور ۲۵۔اپریل کی ڈائری میں تعارض ہے اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ اشتہار لکھتے وقت خدا تعالی نے ان پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا لیکن بعد میں الہام کر دیا۔ چونکہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ دیگر یہ کہ چونکہ مرزا قادیانی، ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں ایک خاص مقدمہ میں باضابطہ اقرار داخل کر چکے تھے کہ کسی شخص کے حق میں ڈروالا الہام ظاہر نہیں کرونگا، اس لئے بھی مرزا قادیانی نے نفی الہام کی مصلحت سمجھی کیونکہ وہ میری موت کے متعلق تھی۔

یہ ہے خلاصہ ان کے اثبات دلائل کا۔ اب اس ڈیفنس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو فریق ثانی نے پیش کیا۔

فریق ثانی یعنی منشی قاسم علی صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی پہلی دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اور تردید نہیں کی۔ جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ رسول برحق کبھی خدا کی اجازت کے بغیر بھی اپنے

مخالفین کے ساتھ طریق فیصلہ کرسکتا ہے۔

دوسری دلیل عام کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعوی ہر دعا کی قبولیت کا نہیں بلکہ اکثر دعاؤں کا ہے اورالہام اجیب کل دعائك الا فی شر کائك کا یہ جواب دیا کہ یہ خاص واقعہ کے متعلق ہے جس کے جواب میں مولوی صاحب مدعی نے کہا کہ اس کلام کے دو جز ہیں ایک مستثنی منہ، دوسرا مستثنی ۔ مستثنی منہ کلیہ ہے جس میں سے صرف اس دعا کو مستثنی کیا گیا ہے جو مرزا قادیانی کے کنبہ کے متعلق ہو اور چونکہ میں (مولوی صاحب مدعی) مرزا قادیانی کے کنبہ میں سے نہیں اس لئے میرے حق میں استثنائی صورت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہی مستثنی منہ کی کلیت میرے حق والی دعا پر صادر آئے گی۔ منشی قاسم علی صاحب کے اس عذر سے ہماری تسلی نہیں ہوسکتی کیونکہ جب مرزا قادیانی کا دعوی ہے کہ میرا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں تو یہ معجزہ ایسی دعا کی قبولیت کے لئے ضرور ہونا چاہیے، جو مرزا قادیانی کی صداقت کا نشان ہے۔ یہ امر کوئی معمولی نہیں جس کی طرف سے بے پروائی کو دخل دے سکیں اور بے شک الہام

اجیب کل دعائك الا فی شر کائك

سوائے استثنائی صورت کے اپنے عموم پر ہی قائم ہے اور مولوی صاحب والی دعا اس عموم میں داخل ہے۔

منشی قاسم علی صاحب نے مولوی صاحب مدعی کی پہلی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ ۲۵۔اپریل کی بدر والی ڈائری ۱۴۔اپریل کی ہے اور اشتہار زیر بحث ۱۵۔اپریل کو لکھا گیا۔اس لئے وہ ڈائری اس اشتہار کے متعلق نہیں ہوسکتی بلکہ وہ ان تحریرات کے متعلق ہے جو اخبار بدر مجریہ ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء اور تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰، ۳۱، ۳۲ پر مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے حق میں درج ہیں۔مولوی صاحب مدعی نے اس کے جواب میں کہا کہ اشتہار ۱۵۔اپریل کی تسوید ۱۵۔اپریل کو نہیں ہوئی بلکہ یہ تو کاپی لکھنے کی تاریخ ہے۔دوم یہ کہ ڈائری مندرجہ بدر ۲۵۔اپریل میں ۱۴۔اپریل کی ڈائری کے بعد ۱۱۔اپریل کی ڈائری مندرج ہے۔پس ہم کس طرح سمجھ سکیں کہ یہ تاریخیں

ترتیب وار ہیں۔ لہذا یہ عذر درست نہیں۔ سوم یہ کہ اخبار بدر مجریہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء اور حقیقت الوحی میں جو کچھ میرے متعلق لکھا ہے ان تحریروں میں کسی دعا کا ذکر نہیں اور نہ ان کا مضمون اس اشتہار کے مضمون سے ملتا ہے حالانکہ ۲۵۔ اپریل کے بدر کی ڈائری میں دعا کا بالتصریح ذکر ہے اور اشتہار میں بھی مضمون دعا ہی کا ہے۔

چہارم یہ کہ کتاب حقیقت الوحی کی اشاعت ۱۴۔ اپریل (۱۹۰۷ء) تک نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اس کے بعد ہوئی جیسا کہ اسکے ٹائٹل پیج سے ظاہر ہے کہ اس کی تاریخ اشاعت مطبوعہ الفاظ میں ۲۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور پھر اسے سرخی سے کاٹ کر ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء بنایا ہے۔ پس ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت الوحی اور بدر محولہ منشی قاسم علی صاحب میں اشتہار ۱۵۔ اپریل کا مطلقاً ذکر نہیں۔ مولوی صاحب نے منشی قاسم علی صاحب کے عذر کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اخبار مذکورہ ۴۔ اپریل اور حقیقت الوحی میں کسی ایسی دعا کا ذکر نہیں جو مولوی صاحب کے حق میں ہوا سے اخبار بدر ۲۵، اپریل والے الہام کا حوالہ اور مصدق کہہ سکیں اور کتاب حقیقۃ الوحی تو اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی کہ مرزا قادیانی اس کا حوالہ دے سکیں۔ اس امر کی تائید ہم اس سے بھی پاتے ہیں کہ خاتمہ بحث پر جناب سردار سنگھ صاحب بی اے پلیڈر گورنمنٹ ایڈوکیٹ لدھیانہ جو بتراضی فریقین ثالث مقرر کئے گئے تھے منشی قاسم علی صاحب سے سوال کیا کہ آیا آپ سوائے بدر ۴۔ اپریل اور حقیقت الوحی کے حضرت مرزا قادیانی کی کوئی اور تحریر بھی بتلا سکتے ہیں، تو انہوں نے جواب نفی میں دیا۔ مولوی صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ ۱۵۔ اپریل کے اشتہار کا مسودہ ۱۴۔ اپریل سے پیشتر لکھا گیا تھا یہ بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے چونکہ مرزا قادیانی کے الفاظ جو ۲۵۔ اپریل سے پیشتر لکھا جا چکا تھا اور وہ مریدوں میں مشہور تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے صرف اسی اشارہ پر اکتفا کی کہ جو کچھ لکھا گیا، اور ہم عام عادت بھی یہ پاتے ہیں کہ مضامین کاتب کے کاپی لکھنے سے پیشتر عمل کر کے کاتب کو دیئے جاتے ہیں اور وہ اخص دوستوں میں طبع سے پیشتر ہی مشہور ہو جاتے ہیں ۔ مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ ڈائری کی تاریخیں غیر مرتب ہیں۔ اس کے جواب میں منشی قاسم

علی صاحب نے کہا کہ تاریخیں صرف اسی پرچہ میں غیر مرتب نہیں ہیں بلکہ دیگر پرچوں میں بھی یہ بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ ہماری رائے میں یہ عذر مولوی صاحب کی جرح کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس کو تقویت دیتا ہے کیونکہ ایک قصور دوسرے قصور کی تائید کرتا ہے نہ کہ تردید۔ نیز یہ کہ ۱۴۔اپریل اور ۱۱۔اپریل کی غیر مرتب ڈائری ایک ہی پرچہ میں ہے، مختلف پرچوں میں نہیں کہ منشی قاسم علی صاحب کی بیان کردہ وجہ کی گنجائش ہو۔ بہرحال اس سوال کے جواب کے سلسلہ میں بھی ہم مولوی صاحب مدعی کی جانب راجح پاتے ہیں۔

منشی قاسم صاحب نے ڈیفنس میں مولوی ثناءاللہ صاحب مدعی کی دوسری خاص دلیل کا جواب یہ دیا کہ انہوں نے اپنے رسالہ ترک اسلام میں لکھا ہے کہ سب کام نیک و بد خدا کی مشیت سے ہوتے ہیں۔ پس ان کے ساتھ رضا الٰہی ضروری نہیں لہذا اگرچہ اخبار بدر میں یہ لکھا ہے کہ اس طریق فیصلہ کی تحریک خدا کی مشیت سے ہوئی لیکن ضروری نہیں کہ خدا اس پر راضی بھی تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ مشیت عام ہے اور ہر نیک و بد کے متعلق ہوسکتی ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر جب مشیت الٰہی بصورت فیصلہ اور بالخصوص ایسے امر میں نبی برحق کے مشن کے متعلق، کوئی تحریک پیدا کرتی ہے تو وہ بر رنگ حکم وحی خفی ہوتی ہے کیونکہ اس میں نبی کے مشن کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مخالفین کا ابطال۔ اس کے متعلق مولوی صاحب نے علاوہ سابقہ حوالہ جات کے مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کا حوالہ صفحہ ۵ تا اخیر باب سوم دیا، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جس پر راضی ہوں خدا اس پر راضی ہوتا ہے اور جس پر خفا ہوں اس پر خفا ہوتا ہے۔ جب وہ شدت وقت میں دعا کرتے ہیں تو خدا ان کی ضرور سنتا ہے اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے آگے مرزا قادیانی نے ایک آیت لکھی ہے جو قبولیت دعا کے متعلق ہے۔ ان دلائل کا جواب فریق ثانی نے کافی نہیں دیا لہذا ہم اس میں بھی مولوی صاحب سے موافقت کرتے ہیں اور علاوہ بریں یہ مستزاد کرتے ہیں کہ جب مولوی صاحب نے اخبار بدر ۱۳۔ جون ۱۹۰۷ء کے خط میں یہ حوالہ تحریک الٰہی والا پیش کیا تو منشی صاحب نے اپنے جواب میں اس

حوالہ کے اشتہار مذکور زیر بحث کی نسبت ہونے سے انکار نہیں کیا۔ جس سے مولوی صاحب کے دعوی کو نہایت زبردست تقویت پہنچتی ہے کہ یہ اشتہار خدا کے خفیہ حکم سے لکھا گیا۔ منشی صاحب لفظ مشیت کے مطابق ہی بحث کرتے رہے جو ان کو ہرگز مفید نہیں کیونکہ یہ دعا مشیت کے تحت داخل ہو کر بھی رضا الٰہی کو شامل ہو سکتی ہے کیونکہ اس دعا کا نتیجہ مرزا قادیانی کے خیال میں جو بوقت دعا تھا مرزا قادیانی کے مشن کے لئے مفید تھا اور مولوی صاحب کے خلاف۔

لہذا ہم حلفیہ بیان سے خداداد علم کو کام میں لا کر اور اپنے ایمان و دین کی محکمی سے رائے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب مدعی اپنے دعوی میں کامیاب ہیں اور فریق ثانی نے کوئی ایسا ڈیفنس پیش نہیں کیا جو ان کے دلائل توڑ سکے۔ و اللہ علی ما نقول شہید۔

دستخط مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ منصف بحروف انگریزی

منصف احمدی فریق کا بلا حلف فیصلہ

منشی فرزند علی منصف فریق احمدی نے بلا حلف یوں فیصلہ لکھا:

میں نے اس مباحثہ کو جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور میر قاسم علی صاحب دہلوی کے مابین ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں ہوا خوب غور سے سنا۔ جو رائے میں نے اس مباحثہ کے متعلق قائم کی ہے اس کو ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ اس مباحثہ میں دعوی من جانب ثناء اللہ صاحب یہ تھا کہ

الف: جو اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو جناب مرزا قادیانی نے بعنوان: مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ دیا، خدا تعالی کے حکم سے تھا۔

ب۔ اس اشتہار میں جو دعا فیصلہ کے متعلق تھی اس کا جواب خدا تعالی نے الہامی طور پر یہ دیا کہ ہم نے اس دعا کو منظور فرما لیا۔

شق ا۔ کے ثبوت میں جو موٹے موٹے دلائل مولوی ثناء اللہ صاحب نے دیئے وہ یہ تھے:

ا۔حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ طریق نہیں تھا کہ اپنے مشن کے متعلق کوئی متحدیانہ فیصلہ کن تجویزیں محض اپنے ارادے اور مرضی سے کریں۔

۲۔۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار کے بعد ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا قادیانی کی طرف سے ایک تقریر اس مضمون کی شائع ہوئی کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے اور رات کو جب مرزا صاحب کی توجہ اس طرف تھی تو الہام ہوا: اجیب دعوۃ الداع (میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں)

۳۔۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں ایک خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب درج ہے اس میں لکھا تھا کہ مشیت ایزدی نے مرزا صاحب کے قلب میں تحریک کر کے فیصلہ کی ایک اور راہ نکال دی۔

فقرہ (۱)۔نہ تو اس دعوی کی تائید اور وضاحت میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے کوئی مثالیں بیان کیں اور نہ میر قاسم علی صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔

فقرہ (۲) کے بیان کردہ واقعات کو اگر ہو بہو مان بھی لیا جائے تو تب بھی صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت مرزا صاحب کے اشتہار دینے پر بعد میں اظہار پسندیدگی فرمایا، نہ یہ کہ اشتہار مذکور کا لکھا جانا اور شائع کیا جانا حکم خداوندی کی وجہ سے ہوا۔ جب مولوی صاحب نے خود اپنے پرچہ اول میں تسلیم کیا کہ اشتہار مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے لکھتے وقت مرزا قادیانی کو خود خدا کے حکم کا علم نہ تھا، تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ اشتہار مذکور حکم الہی سے دیا گیا تھا (حکم خدا کا مطلب خود مرزا قادیانی نے بتلایا ہے کہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔یہی مولوی صاحب کی مراد ہے۔منیجر اخبار اہل حدیث امرتسر)

فقرہ (۳) کی دلیل پر مولوی صاحب کی طرف سے بہت زور تھا۔مگر جب میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ جس ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی تاریخ اشتہار سے ایک روز پیشتر فرمائیں تھی تو اس سے مولوی صاحب کی دلیل کا سارا زور ٹوٹ گیا۔میر قاسم علی صاحب کے اس بیان پر مولوی صاحب کی

طرف سے دو عذر اٹھائے گئے۔ اول یہ کہ جناب مرزا صاحب کی ڈائری یعنی روزمرہ کی تقریریں اخبار میں مسلسل بہ ترتیب تواریخ درج نہیں، اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ دوم یہ کہ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء والی تقریر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کے متعلق نہیں تو مرزا قادیانی کی کون سی سابقہ تحریر یہ میرے متعلق تھی جس کی طرف اس تقریر میں اشارہ ہے۔

ڈائری کے متعلق جیسا کہ میر قاسم صاحب نے بیان کیا یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ڈائری نویسی کے لئے کوئی باقاعدہ تنخواہ دار سٹاف نہ تھا مرید لوگ اپنے شوق اور محبت سے ڈائری لکھتے تھے اور پھر جس کسی سے اور جس قدر جلد ہو سکے نقل اخبار والوں کو دے دیتے تھے۔ ڈائری کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس میں اکثر حصہ حضرت مرزا قادیانی کی ان تقریروں کا ہوتا تھا جو آپ روزمرہ کے سیر میں فرماتے تھے۔ جب کہ آپ کے ساتھ ایک ہجوم مریدوں کا ہوتا تھا۔ جس انبوہ میں رپورٹروں کے لئے کوئی خاص جگہ مختص نہ ہوتی تھی جس کسی کے سننے میں جو کچھ آجاتا اسے قلم بند کر لیتا۔ میں غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر ایک تاریخ کی ڈائری کو اپنی ذات میں مستقل سمجھ کر بلا لحاظ ترتیب تاریخ کے اخبار میں لکھ دیا جاتا تھا۔ ڈائری کے چھاپنے کی غرض ناظرین کو یہ دکھانا ہوتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کچھ فرمایا۔ بعض مضامین کو اپنی اہمیت اور ضرورت کے لحاظ سے اور بعض کو گنجائش اخبار کے لحاظ سے بہ نسبت دوسری تاریخوں کی ڈائری کے اخبار کے کالموں میں جلد تر جگہ مہیا کر دی جاتی تھی۔ بہر حال سلسلہ یہ تھا کہ ڈائری بلا ترتیب تاریخ شائع کر دی جاتی تھی۔ ایک دن کی ڈائری کو دوسری سے علیحدہ کرنے کے لئے ہر ایک روز کی ڈائری کے سر پر اس کی تاریخ لکھ دی جاتی تھی۔ اگر تواریخ کی بے ترتیبی صرف اسی ایک پرچہ بدر میں ہوتی جس میں ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری درج تھی تو البتہ اعتراض قابل غور ہوتا مگر جب کہ ہمیشہ ڈائریاں اسی بے ترتیبی کے ساتھ چھپتی تھیں تو محض اس عدم ترتیب کی بنا پر ڈائری کے اندراج ہرگز ناقابل اعتبار نہیں ٹھہرتے۔

مولوی (ثناءاللہ) صاحب کے دوسرے سوال کا جواب یعنی ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کی سابقہ

تحریر حضرت مرزا صاحب سے متعلق تھی میری رائے میں فریق ثانی کے ذمہ اس کا جواب دینا واجب نہ تھا مگر جب دیا گیا تو اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ پس جو جواب اس سوال کا میر قاسم علی صاحب نے دیا اس کی صحت پر مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ ہاں امکان تو ضرور ہے کہ جناب مرزا قادیانی کا اشارہ اس ۱۴۔اپریل کی ڈائری میں انہی مضامین کی طرف ہو جن کا حوالہ میر قاسم علی صاحب نے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں بہم پہنچایا گیا اور میر صاحب کا بیان صرف قیاس پر مبنی تھا جو حجت نہیں ہوسکتا۔ بہر حال میری رائے میں یہ امر ظاہر ہے کہ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کا اشارہ خواہ کسی سابق تحریر کی طرف ہو، ۱۵۔اپریل کے اشتہار کی طرف ہرگز نہیں (کیا ہی انصاف ہے مجیب کے جواب سے منصف صاحب کی تسلی نہیں ہوئی تو خود جواب دینے کو مستعد ہوئے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میرا منصب جواب دینا نہیں بلکہ جواب کی جانچ کرنا ہے۔ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر) اور جب خود حضرت مرزا قادیانی اسی ۱۵۔اپریل کے اشتہار میں فرماتے ہیں کہ:

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔

تو اس صریح بیان کے خلاف کوئی دعوی کس طرح قائم اور ثابت ہوسکتا ہے (از خود نہیں رہ سکتا مگر مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ جلد ۴ کے صفحہ ۴۹۹ میں صاف لکھا تھا کہ مسیح زندہ ہیں مگر بعد میں بقول خود خدائی الہام سے بتلایا کہ حضرت مسیح فوت شدہ ہیں جس کو آپ لوگوں نے تسلیم کیا اسی طرح پہلے اشتہار میں گو مرزا قادیانی نے انکار کیا مگر دوسری تحریروں میں صاف کہا کہ خدائی منشاء اور تحریک سے ہم نے یہ کیا ہے اور خدا کی طرف سے اس کی بنیاد ہے تو پھر کیونکر یہ صاف اور صریح نہ ہوا کہ پہلی تحریر عدم علم پر تھی اور دوسری علم پر ہے جو معتبر ہے۔ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر)

نیز یہی اعلان کہ اس اشتہار کی بنا پر کسی وحی یا الہام پر نہیں اس وہم کا بھی ازالہ کرتا ہے کہ شاید یہ اشتہار مجریہ ۱۵۔اپریل لکھا اس تاریخ سے چند روز ما قبل گیا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بعد میں اس کی تصدیق میں الہام ربانی نازل ہو جاتا تو مرزا قادیانی کی اصلاح پتھر تک بھی کر دیتے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اپنی تقریر (۲) میں بیان کیا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی تصانیف میں ان کے

چھپتے وقت تک ضروری تصحیح کرتے رہتے تھے۔ یا اگر بعد چھپ جانے کے بھی اشتہار کی تصحیح کی ضرورت ہوتی تو یہ درستی ہاتھ سے کردی جاتی۔ جیسا کہ حقیقت الوحی کی تاریخ اشاعت کے مطابق کیا گیا تھا۔ دیکھواس کتاب میں سرورق جس کے نیچے تاریخ اشاعت ۲۰۔اپریل ۱۹۰۷ء سے بدل کر ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ہاتھ سے تمام کاپیوں میں لکھی گئی۔

اپنے آخری پرچہ میں مولوی ثناءاللہ صاحب نے بیان کیا کہ دراصل تواشتہار مذکور لکھا حکم الٰہی سے ہی کیا گیا تھا مگر چونکہ مرزا قادیانی نے عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور میں ایک دفعہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کی موت وغیرہ کے متعلق آئندہ الہامی پیشین گوئی شائع نہ کیا کرونگا اس لئے قانون کی زد سے بچنے کی غرض سے اشتہار میں یہ لکھ دیا کہ میں الہام یا وحی کہنا پر یہ پیش گوئی نہیں کرتا۔اس دلیل کا غلط ہونا بدیہی طور پر ظاہر ہے کیونکہ اگر مرزا قادیانی کے لئے کسی شخص کی موت کی پیش گوئی کو الہام کی بنا پر شائع کرنا ممنوع تھا تو بغیر الہام کے محض اپنی مرضی سے اس قسم کی پیش گوئی کا شائع کرنا زیادہ قابل مواخذہ ہونا چاہیے۔

رہا فقرہ نمبر۳ جس میں مشیت ایزدی کی تحریک کو حکم خداوندی کے ہم پلہ بیان کیا گیا۔اس کی تردید میر قاسم علی صاحب نے خاطر خواہ طور پر کردی اس لئے اس امر کی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ پس میری رائے میں مولوی ثناءاللہ صاحب اپنے دعوی کی شق (ا) کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکے۔

اب میں شق (ب) کو لیتا ہوں کہ آیا حضرت مرزا صاحب کو اشتہار مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا کی قبولیت کا الہام بارگاہ الٰہی سے ہوا۔اس کا ثبوت مولوی ثناءاللہ صاحب کے ہاتھ میں ایک تو وہ الہام تھا جو ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہوا۔اور جو شق (ا) کے ثبوتی فقرہ (۲) میں درج ہے اعنی: اجیب دعوۃ الداع (ترجمہ) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ یہ تو وہی ۱۴۔ اپریل کی ڈائری ہے جس کا ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے غیر متعلق ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرا ثبوت یہ تھا کہ ایک پرانا الہام مرزا صاحب کو یہ ہو چکا

اجیب کل دعائك الّا فی شرکائك (ترجمہ: میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا، سوائے ان کے جو تیرے شریکوں کے متعلق ہوں)۔

اگر فریق ثانی اس الہام کی عمومیت کو تسلیم بھی کر لیتا تو اس سے صرف یہی ثابت ہوتا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا منظور ہونی چاہیے تھی، نہ یہ کہ فی الواقعہ منظور ہوئی بھی۔ ان دونوں دعووں میں بڑا بھاری فرق ہے مگر میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ الہام مندرجہ بالا ایک خاص مقدمہ سے متعلق تھا کیونکہ اس الہام کے بعد ایک اور مقدمے میں مرزا صاحب نے اپنے شرکاء کے خلاف دعا کی اور اس دعا کو خدا تعالی نے منظور فرمایا (میرے پاس اس کے متعلق حوالہ نہیں۔ وہ دیکھ لئے جائیں) اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ خود مرزا صاحب کا عقیدہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق کیا تھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی ہر ایک دعا کا قبول ہونا ہرگز ضروری نہ سمجھتے تھے چنانچہ اسی :

اجیب کل دعائك الا فی شرکائك

والے الہام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض دعائیں نامنظور ہو جاتی تھیں اور حقیقت الوحی سے بھی (دیکھو اقتباسات منسلکہ) مرزا صاحب کا صرف یہی دعوی پایا جاتا ہے کہ ہماری دعائیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کثرت کے ساتھ شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حقیقت الوحی کے صفحات ۵ سے ۱۱ کے حوالہ سے یہ بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب کی کل دعاؤں کا قبول ہونا لازمی تھا میں نے حقیقت الوحی کے صفحات مذکورہ کو پڑھا ہے اس سے مولوی صاحب کے بیان کی ہرگز تصدیق نہیں ہوتی۔ ان صفحوں میں دعا کا کہیں مطلق ذکر تک بھی نہیں۔ ان میں خوابوں اور الہاموں پر بحث ہے مگر خواب اور الہام اور چیز ہے اور دعا اور چیز۔ پس شق (ب) کی نسبت بھی میری یہ رائے ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے دعوی کو ثابت نہیں کر سکے۔

فرزند علی عفا اللہ عنہ ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۲ء

نوٹ: میرے پاس فریقین کی تقریروں کی نقلیں نہیں ہیں اس لئے میں نے یہ فیصلہ اپنے مختصر نوٹوں کی بنا پر لکھا ہے۔ فرزند علی

اقتباسات از حقیقت الوحی

۱۔ یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۸، ۲۰)

۲۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالی کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوا لیتا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۹)

۳۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالی میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا میرے کسی دوست کی نسبت ایک آنے والی بلا کی خبر دیتا ہے اور جب اس کے دفع کے لئے دعا کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس بلا کو دفع کر دیا (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۸)

۴۔ یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے بلکہ استجابت دعا کی مانند اور بھی نشان ہیں کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الہی میں قدر اور عزت ہے اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں کہ مقبولین حضرات کی عزت کے لئے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔
(حقیقت الوحی۔ص ۳۲۱)

۵۔حقیقت الوحی صفحہ ۳۲۷،سطر۱۰۔میر اصد ہا مرتبہ کا تجربہ ہے کہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے ۔(فرزند علی ۔۲۰۔اپریل۱۹۱۲ء)

سرپنچ کا فیصلہ

سرپنچ،سردار بچن سنگھ بی اے نے فیصلہ دینے سے پیشتر جو امور جانبین سے دریافت فرمائے اور جو جواب بطور بیانات کے لئے،وہ اپنے فیصلہ سے منسلک فرمادیئے اس لئے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بیان مولوی ثناء اللہ صاحب:

میں نے وہ پرچہ جو فریق ثانی نے بعد اختتام مباحثہ ثالث کے پاس بطور یادداشت بھیجا تھا ملاحظہ کر لیا ہے اور اس کے متعلق امور ضروری پیش کردہ فریق ثانی پر ثالث کے روبرو حسب گنجائش وقت سرسری طور پر زبانی تشریح بھی کردی ہے لیکن اس کے بھیجنے میں بے ضابطگی ہوئی ہے۔اس پرچہ کے متعلق تحریری بحث کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔مسلمان میر مجلس کیلئے جو شرائط میں یہ ہے کہ وہ حلفی فیصلہ دیں گے اس سے یہ مراد ہے کہ فیصلہ کرنے سے پیشتر وہ الفاظ ذیل تحریر کرکے کہ میں خدا کی قسم کھا کر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں،اپنا فیصلہ لکھے۔میر صاحب کے دعوی کے مطابق وہ صاحب وحی و الہام و معجزات و کرامات تھے میرے نزدیک اگر الفاظ قسم میں کوئی فرق ہوا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اگر بلا حلف بھی فیصلہ ہووے تو شرائط کے بموجب حلفی فیصلہ کی ضرورت ہے اور میر مجلس صاحبان نے شرائط مباحثہ خوب ملاحظہ فرمالی ہیں تو ایسا فیصلہ بھی اگر شرائط کے مطابق حلفی تصور فرمایا جاوے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔اگر بموجب فقرہ اخیر شرط نمبر۲ ایسا فیصلہ ناقابل وقعت سمجھنا چاہیے۔

مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا دستخط مولوی ثناء اللہ،وسردار بچن سنگھ

بیان میر قاسم علی:

مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں چودھویں صدی یعنی حال صدی کا مجدد ہوں اور خدا کی طرف سے مجھے الہام ہوتا ہے اور نشانات صداقت میرے بطور معجزات خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہیں۔ نہ ہر وقت الہام ہوتا ہے نہ ہمیشہ معجزات ہی ہوتے ہیں جب خدا چاہے الہام کرتا ہے اور جب خدا چاہے معجزہ کا نشان دیتا ہے یہ دونوں باتیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ خدا کے اختیار میں ہیں۔

سوال: آیا مرزا صاحب کا دعویٰ دیگر انبیاء کے ہم رتبہ وہم پلہ ہونے کا تھا یا کم وبیش۔

جواب: اسلام میں انبیاء دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحب شریعت وصاحب امت۔ دوم جو اسی نبی اور اس شریعت کے ماتحت ہوں۔ پہلی قسم کی مثال حضرت محمد صاحب نبی اسلام کی ہے۔ دوسری مثال یحی۔ مرزا صاحب قسم دوم کے نبی تھے۔

سوال: ان دونوں اقسام کے انبیاء میں روحانیت کے لحاظ سے کچھ فرق ہے اور کیا؟

جواب: ہاں۔ اول قسم کے انبیاء پورے کمال کو پہنچے ہوئے اور دوم قسم کے ان سے کم درجے پر ہوتے ہیں جیسا کہ مالک اور نوکر کی حیثیت۔

سوال: حضرت محمد صاحب کے بعد آپ کے مقرر کردہ قسم میں کون کون نبی ہوئے ہیں؟

جواب: ہمارے عقیدہ میں جتنے نائب (خلفاء یا مجددین) حضرت محمد صاحب کے بعد ہوئے ہیں وہ سب کے سب قسم دوم کے نبی تھے (پھر ان کے انکار سے تو آدمی افر نہ ہوا اور مرزا صاحب کے انکار سے کافر۔ یہ کیوں؟ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر) جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہوں گے)

(اس کا تو یہ بھی مطلب ہوا کہ خود مرزا قادیانی کے دور میں عالم اسلام میں ایک دو نہیں، ہزاروں نبی از قسم دوم یعنی مرزا صاحب قادیانی کی قسم کے موجود تھے۔ بہاء)

سوال: قسم دوم کے انبیاء بھی صاحب وحی والہام ہوتے ہیں۔

جواب: ہاں۔

سوال: اشتہار زیر بحث میں جو الفاظ، آخری فیصلہ، درج ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ ایک درخواست بارگاہ الٰہی میں بطور دعا کے جیسا کہ اشتہار میں لکھا ہے کی گئی ہے خود مرزا صاحب کی طرف سے ہے خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا کے حضور میں پیش کی گئی ہے۔

سوال: درخواست مندرجہ اشتہار زیر بحث کسی دینی مسئلہ کے متعلق ہے اور جماعت مرزا صاحب کے متعلق یا دنیاوی معاملہ پر؟ اور خاص مرزا صاحب کی ذات پر حاوی ہے؟

جواب: درخواست متنازعہ میں خدا سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو مجھ کو جھوٹا کہتے ہیں میری سچائی اور مولوی صاحب کے مجھے جھوٹا کہنے کی صداقت کا فیصلہ کیا جاوے اور اشتہار مذکور کسی دنیاوی تنازعہ پر نہیں تھا بلکہ اس حیثیت سے تھا جس حیثیت سے قرآن شریف میں ایک شعیب نبی نے یہ دعا کی کہ اے خدا مجھ میں اور میری قوم یعنی مخالفوں میں فیصلہ فرما اور یہی آیت مرزا صاحب نے بھی خدا سے بطور درخواست اس اشتہار میں لکھی ہے۔

سوال: نبی شعیب کی دعا قبول ہوئی؟

جواب: ہاں قبول ہوئی۔

سوال: اشتہار متنازعہ میں سچائی کا معیار کس بات پر مبنی رکھا گیا تھا۔

جواب: سچائی کا معیار اس بات پر مبنی رکھا گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ جس طریق پر چاہے میری سچائی کا اظہار کرے جیسا کہ آیت مندرجہ اشتہار کا منشاء ہے اور اشتہار کے یہ الفاظ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اب اس فیصلہ کی تمنا یہ کی گئی کہ اس طریق پر فیصلہ ہو سچا زندہ رہے اور جھوٹا مر جائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس فیصلہ سے انکار کیا۔ اس وقت بحث صرف ان امور پر ہے جو فریقین کے درمیان متنازعہ قرار پا چکے ہیں۔ جو بورڈ پر درج ہیں۔ ان میں کوئی ایسا امر نہیں جس کے فیصلہ کے لئے ان سوالات کی ضرورت ہو۔ یہ بات کہ دعا مندرجہ اشتہار قبول ہوئی یا نہیں ہوئی، یا مرزا صاحب نے کسی حیثیت سے یہ اشتہار دیا امور زیر بحث سے غیر متعلق ہیں کیونکہ میرا چیلنج خاص ان

دو امور متنازعہ فیہ پر ہے۔ قاسم علی بقلم خود۔ دستخط سردار بچن سنگھ ۲۱۔ اپریل ۱۹۱۲ء

مباحثہ مابین مولوی ثناء اللہ و میر قاسم علی

(سردار بچن سنگھ لکھتے ہیں) مباحثہ ہذا کی بنیاد اس اشتہار سے شروع ہوئی جو حضرت مرزا صاحب قادیانی نے بذریعہ اخبارات بدر والحکم مشتہر فرمایا جو اشتہار بجنسہ چھاپہ شدہ ذیل میں چسپاں ہے۔

اس اشتہار کے متعلق دونوں فریقین نے برضامندی باہمی امورات ذیل متنازعہ فیہ قرار دیئے

۱۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

۲۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دے دیا تھا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

ثبوت بذمہ مولوی ثناء اللہ صاحب۔

تردید بذمہ میر قاسم علی صاحب۔

بتاریخ ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء فریقین نے اپنی اپنی بحث بذریعہ پرچہ جات تحریری ۳ بجے شام سے لے کر قریب ۲۰ بجے رات تک روبرو ہر دو میر مجلسان و مجھ کمترین ثالث مقبولہ فریقین کی۔ چونکہ بحث میں بڑی رات گذر چکی تھی اور کمترین کا خیال تھا کہ میں اپنا اظہار رائے بصورت اختلاف رائے ہر دو میر مجلسان کروں، اس واسطے یہ قرار پایا کہ ہر دو میر مجلسان اپنی اپنی رائے اگلی صبح یعنی بتاریخ ۱۸۔ اپریل میرے پاس بھیج دیں اور میں اپنی رائے ۲۰۔ اپریل کی شام تک تحریر کردوں گا۔ بدیں وجہ کہ مجھے ۱۸، ۱۹، اپریل کو بوجہ کثرت کار فرصت کم تھی۔

میر مجلس منجانب مدعی نے اپنی رائے ۱۹۔ اپریل کی شام کو اور میر مجلس منجانب مدعا علیہ نے کل ۲۰۔ اپریل کی شام کو بھیجی اور ان کی وجہ تاخیر چٹھی انگریزی منسلکہ ہذا سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ میں علم عربی سے بالکل ناواقف ہوں اور کتب مقدسہ اہل اسلام سے بالکل بے بہرہ، اس واسطے میں نے مناسب سمجھا کہ چونکہ ایک میر مجلس فیروز پور میں ہیں اس واسطے چند ایک شکوک فریقین سے

ایک دوسرے کے مواجہہ میں رفع کرلوں۔ چنانچہ فریقین کی خدمت میں میں نے اطلاع کردی کی بوقت ۱۱ بجے امروزہ وہ مباحثہ والے مکان میں تشریف لے آویں۔ چنانچہ مکان مذکور میں ساڑھے گیارہ بجے سے کاروائی شروع کی گئی اور زبانی شکوک رفع کرنے کے علاوہ ضروری امور پر ہر دو فریقین کا بیان بھی لیا گیا جو رائے ہذا کا جزو تصور ہوگا۔،

شرائط مباحثہ کی شرط یہ ہے کہ رائے دہندہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ لکھے گا اور جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کھانے کے کوئی ثالث یا میر مجلس دے گا وہ قابل وقعت نہ ہوگی۔ چوہدری فرزند علی صاحب میر مجلس من جانب میر قاسم صاحب کے فیصلہ پر قسم وغیرہ کے متعلق کوئی اندراج نہیں ہے۔لیکن چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے بیان میں جو میں نے آج لیا ہے عدم تعمیل شرط بالا پر عذر نہیں اور یہ ایک معمولی سہو ہے اور خاص کر جب کہ چوہدری فرزند علی صاحب بخوبی جانتے تھے کہ یہ فیصلہ حسب شرائط حلفی لکھنا ہوگا۔اندریں صورت کہ برخلاف فیصلہ قابل وقعت ہے۔خاصتاً جب کہ وہ فریق جس کے برخلاف فیصلہ مذکور ہے زیادہ اصرار نہیں کرتا ہے

مجھے سخت افسوس ہے کہ وہ معزز صاحبان جو ہر دو فریق کی مذہبی کتابوں سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اختلاف رائے ظاہر کریں جب دو عالموں میں جو فریق کے ہم مذہب ہوں (یہ سردار بچن سنگھ کا اپنا خیال ہے) اختلاف رائے ہو تو میرے جیسے ناواقف اور غیر مذہبی شخص کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور تمام صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میری رائے کو کسی طرح اپنے مذہبی عقاید کے مخل تصور نہ فرمائیں۔ بے شک شرائط مباحثہ کی رو سے ایک فریق کی جیت اور دوسرے فریق کی ہار میری رائے ہوسکتی ہے لیکن میری رائے کسی صورت میں بھی کسی مسئلہ مذہبی کی فیصلہ کن نہیں ہوسکتی (سردار کی کمال تواضع اور کسر نفسی ہے ورنہ یہ فیصلہ کسی مذہبی مسئلہ میں نہیں بلکہ واقعات کے بموجب ہے) اور یہ جیت اور ہار بھی ویسی ہی ہوگی جیسا کہ دو متخاصمین کسی چند سالہ معصوم اور دنیا سے بالکل ناواقف بچے سے التماس کریں کہ جس شخص کے سر کو تو ہاتھ لگا دے گا وہ فتح یاب تصور ہوگا اور وہ بچہ ان کے کہنے سے بلا جانے کسی امر کے ایک شخص کے سر کو ہاتھ لگا دیوے۔ فی الواقعہ میری

واقفیت در بارہ اسلام میں جو کہ ایک وسیع سمندر ہے اس نادان اور ناواقف بچہ سے بدرجہا کم ہے اور میری رائے کا کوئی اثر کسی اور شخص پر نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی اور شخص اس کا پابند ہوسکتا ہے۔ اور میرا پکا یقین ہے کہ فریقین بھی اپنے اپنے مذہبی عقاید کے بموجب ہرگز ہرگز پابند نہیں ہونگے۔ سوائے اس بات کے کہ بموجب شرائط مباحثہ تین سو روپیہ کی رقم کی ہار جیت ہو جاوے۔ میں نے کئی ایک مذہبی مباحثے دیکھے ہیں جن کا کبھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا جب کوئی شخص ایک خاص عقیدہ مذہبی کا پیروکار ہو تو وہ ہرگز اس سے منحرف نہیں ہوسکتا۔ خواہ اس کے مخالفین کچھ ہی کیوں نہ کہیں بلکہ اس قسم کی مخالفت اور مباحثہ ایسے معتقدوں کو اور بھی پختہ بنا دیتے ہیں۔

البتہ اس قسم کے مباحثوں کا آئندہ ہونے والے معتقدوں پر تھوڑا بہت اثر ضرور ہوتا ہے لیکن میرا یقین ہے کہ میرے جیسے شخص کی رائے کا اثر ایسے لوگوں پر بھی کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن چونکہ فریقین نے مجھے اپنا ثالث مقرر کیا ہے اور بدقسمتی سے ہر دو میر مجلساں میں اختلاف رائے ہو گیا ہے اس لئے حسب شرائط مباحثہ مجھ پر لازم آیا کہ میں اپنی رائے کا اظہار خواہ اس کی وقعت کچھ بھی ہو اس مباحثہ کی اغراض کے لئے ظاہر کروں۔

فریقین نے بحث بڑی قابلیت اور لیاقت کے ساتھ کی ہے اور طریق بحث میں بالکل قانون شہادت کی تقلید فرمائی ہے لیکن جب میں دعوی کو دیکھتا ہوں تو مجھے بالکل تعجب ہوتا ہے جو صاحب اس مباحثہ میں مدعی بنے ہیں اور جو ہر دو امور متنازعہ کو مثبت میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہر دو امور میں متنازعہ فیہ کے مثبت میں ہونے کا نہیں ہے۔ گویا وہ اپنے دعوی کی اپنے ضمیر کے مطابق تصدیق کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر معمولی قانون مندرجہ ضابطہ دیوانی کے مطابق کوئی شخص عرضی دعوی عدالت میں پیش کرے اور ساتھ ہی کہے کہ میں عرضی دعوی کے صحیح اور سچ ہونے کی حلفیہ تصدیق کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں تو عدالت فوراً اس کے دعوی کو نامنظور کر دے گی۔ خواہ اس کا مدعا علیہ اس کے دعوی کے اقبال کرنے کے لئے تیار کیوں نہ ہو۔ جو کہ مدعا علیہ حال کی صورت نہیں ہے بلکہ وہ انکار دعوی پر اصراری ہے۔ لیکن چونکہ یہ مباحثہ ایک مذہبی مسئلہ پر ہے

اس واسطے اس پر قانون دیوانی عائدنہیں ہوسکتا۔ یہ خیالات میں نے اس واسطے ظاہر کئے ہیں کہ ہمارے ملک میں کن حالات میں مباحثے پیدا ہو جاتے ہیں اور کن حالتوں میں ایک شخص کو محض مباحثہ کی غرض سے کیا حالت بدلنی پڑتی ہے (جناب سرپنچ صاحب ٹھیک فرماتے ہیں مگر یہاں مدعی کا دعوی مدعا علیہ کے اعتقاد پر مبنی ہے نہ واقعات پر) اوراس طرح سے میر قاسم علی صاحب جو مرزا صاحب کے صاحب وحی والہام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، امور متنازعہ کی تردید میں کھڑے ہوتے ہیں۔ فی الواقعہ یہ بھی میری رائے ناقص میں عجائبات زمانہ میں ایک عجوبہ ہے۔

امور متنازعہ کے فیصلہ کے لئے اشتہار کی عبارت کوغور سے پڑھنا نہائت ہی ضروری ہے اور یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ اشتہار کسی مسئلہ دینی کے انفصال کے واسطے تھا یا کسی دنیوی امر کے فیصلہ کے لئے۔ اس امر کو میر قاسم علی صاحب نے صاف طور پر اپنے بیان میں مان لیا ہے کہ یہ اشتہار دینی مسئلہ کے انفصال کے لئے تھا۔ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کا یہ انفصال کسی خاص دینی مسئلہ کے فیصلہ کے لئے نہ تھا بلکہ اپنے مشن کے فیصلہ کے لئے تھا جو ایک معمولی مسئلہ دین کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ عبارت مندرجہ اشتہار سے بخوبی ہے

الف: چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں

ب۔ اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔

ج۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں۔

د۔ اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف اور مسیح موعود ہوں۔

ھ۔ پس اگر وہ سزا جو انسان...(الی)...تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں۔

و۔ اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔

ز۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا

ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔

ان جملہ فقروں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار کے ذریعہ کسی معمولی مسئلہ دینی کے فیصلہ کے لئے استدعا نہیں کی بلکہ اپنے مشن کی تصدیق یا تکذیب کے لئے استدعا کی۔

اس اشتہار کے متعلق ایک سوال پیدا ہوا ہے کہ مرزا صاحب کو اس اشتہار کے دینے اور اپنے مشن کی تصدیق کرانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی خود اشتہار کے مفصلہ ذیل فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب بایام اشتہار ستائے ہوئے تھے اور حد درجہ کے دکھی تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الف۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔

ب۔ میں آپ کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی اور وہ مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے... اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔

اگر بقول اور حسب دعوی مرزا صاحب یہ کل بحث ہی صرف اس دعوی پر مبنی ہے کہ وہ مسیح موعود مامور خداوند تعالی تھے اور فی الواقعہ ایسی مصیبت میں تھے جیسا کہ اشتہار میں درج ہے تو میری ناقص رائے میں حقیقت الوحی صفحہ ۱۸ کے الفاظ ذیل ان پر عائد ہوتے ہیں:

جب ان (مقبولوں) کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے خدا کے نشان تب ہی ظاہر ہوتے ہیں جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھ کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔

پس جب اشتہار کی عبارت سے حد درجہ کی مصیبت اور بے قراری ٹپکتی ہے تو حسب الفاظ بالا کاتب اشتہار کے ہاتھ کو اگر خدا کا ہاتھ تصور کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، سوائے اس امر کے کوئی

معتقد شخص اپنے مذہبی اصولوں کی طرف داری میں یہ نہ کہے کہ مقبولین کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور سب کاموں کے واسطے ہوتا ہے سوائے تحریر کے کاموں کے اور یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب چھوٹے چھوٹے اور بہت خفیف خفیف مسائل دینی اور امورات دنیاوی میں تو خدا کا حکم ہووے اور ایک ایسا اہم معاملہ جو کہ مرزا صاحب کے کل مشن کے متعلق تھا وہ بلا حکم خدا ہووے۔

میر قاسم علی صاحب نے اپنی بحث میں فرمایا ہے کہ فریق ثانی نے کوئی ایسا حکم پیش نہیں کیا جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور میں پیش کرو ۔

میری ناقص رائے میں بحکم خداوندی کے یہ معنی ہرگز نہیں کئے جا سکتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے ماموروں کو پہلے حکم دیتا ہے اور بعد ازاں وہ اپنی درخواست پیش کرتے ہیں ۔ میں بحکم خداوندی کے معنی منظور خاطر خدا یا تحریک خدا یعنی پرماتما کی، پریرنا، لیتا ہوں ۔

ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ چونکہ ہمہ دان ہے اپنے ماموروں اور مقبولین کو جس اس صفت سے موصوف نہیں ہیں، تحریک کر دے جس تحریک کا ان مامورین کو مطلقاً اس وقت پتہ نہ ہووے ۔ یا بعد میں پتہ ہووے یا تحریک کا نتیجہ پیدا ہونے کے بعد بھی اس تحریک کا پتہ لگے اور نتیجہ پیدا ہونے سے پیشتر وہ کل عرصہ اس تحریک سے بے خبر رہیں ۔

میری رائے ناقص میں بحکم خداوندی ہونے کا ایک یہ بھی معیار ہے کہ کسی فعل کا نتیجہ کیا ہوا ہے ۔ اگر نتیجہ الفاظ استدعا کے مطابق ہوا ہے تو اس سے قیاس پیدا ہوتا ہے کہ یہ استدعا خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہی تھی لیکن اگر نتیجہ استدعا کے برخلاف ہوتا ہے تو قیاس یہ پیدا ہوتا ہے کہ فلاں استدعا خلاف حکم ایزدی تھی ۔ پس جب اس معیار سے بھی دعا مندرجہ اشتہار کو دیکھا جاوے تو چونکہ نتیجہ بالفاظ سائل پیدا ہوا اس واسطے قیاس یہ ہے کہ یہ اشتہار بحکم ایزدی دیا گیا ۔

اگر ان قیاسات کو چھوڑ کر واقعات متعلقہ اشتہار متنازعہ کو دیکھا جائے تو بھی میری طرف رائے ناقص میں یہی نتیجہ نکلتا ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے ۔

اول سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اشتہار مرزا صاحب کے دست مبارک سے کب کاغذ پر ظہور میں آیا ۔

بے شک چھاپہ شدہ کاغذ پر تاریخ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے مگر میری رائے ناقص میں وہ مرزا صاحب کے دست مبارک سے نہیں ہے بلکہ کاتب کے ہاتھ کی۔ میں نے مزید تسلی کے لئے میر قاسم علی صاحب سے دریافت کیا کہ اصل مسودہ کہاں ہے جس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ اگر صرف چھاپہ شدہ تاریخ پر کسی امر کا فیصلہ کیا جاوے تو میں نہیں جانتا کہ کاروبار دنیا میں کیسی گڑبڑ مچ جائے گی۔ وہ سول اینڈ ملٹری گزٹ جس پر کہ ۲۰۔اپریل ۱۹۱۲ء چھپی ہوئی تھی وہ یہاں لدھیانہ میں ۱۹۔اپریل ۱۹۱۲ء کی شام کو کئی اصحاب کی ردی کی ٹوکری میں چلا گیا تھا۔ پھر نہیں معلوم کہ اس میں چھپے ہوئے مضمون ۱۹۔اپریل سے کتنا عرصہ عرصہ پیشتر مصنفین کے ہاتھوں سے نکل چکے ہوں گے۔ حضور ملک معظم شہنشاہ ہند کے دہلی دربار کے موقعہ پر جو اعلان پڑھا گیا اس پر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۶ء درج تھی۔ نہیں معلوم وہ چھاپہ خانہ سے کتنا عرصہ پیشتر نکل چکا تھا اور تیار کب کیا گیا تھا۔ پس اگر ۲۰۔اپریل والے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے کسی مضمون یا اعلان مذکورہ کی تاریخ تصنیف کی بابت کوئی تنازعہ پیدا ہو جاوے تو تاریخ متنازعہ کو ۲۰۔اپریل یا ۱۲ دسمبر بتلانا میں خود میر قاسم علی صاحب کے انصاف پر چھوڑتا ہوں قصہ کوتاہ میری رائے یہ ہے کہ یہ اشتہار ۱۵۔اپریل سے پیشتر مرزا صاحب کے قلم سے نکل چکا تھا۔

دوم سوال یہ ہے کہ بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں جو نوشت بکالم ڈائری درج ہے اس کے متعلق صحیح تاریخ کون سی قائم کی جاوے میر قاسم علی صاحب اس کی تاریخ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء قائم کرنے پر بہت اصرار کرتے ہیں لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہوں جس کے واسطے وجوہات ذیل ہیں:

الف: محض ۱۴۔اپریل چھپ جانے سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ یہ ۱۳۔اپریل کی ڈائری ہے خاص کر جب کہ ۱۵، ۱۶، اپریل کی ڈائری پیش نہیں کی جاتی ممکن ہے کہ یہ نوشت ۱۵، ۱۶ کی ڈائری کی ہووے۔

ب۔ ڈائریوں کی ترتیب جو مختلف اخباروں میں چھپی ہے بالکل درست نہیں ہے کہ ان کے متعلق

تاریخوں کے صحیح ہونے کا کوئی قیاس بھی پیدا ہو سکے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو ڈائریوں کے متعلق ایک بے ضابطگی ظاہر کی تھی جس کے جواب میں میر قاسم علی صاحب نے کئی ایک اور بے ضابطگیاں بیان کیں جو بیان مدعی کی بجائے تردید کے تائید کرتے ہیں۔ اس واقعہ پر انگریزی کی ایک ضرب المثل کا مطلب درج کر دینا لا حاصل نہ ہوگا۔ دو سیاہ چیزیں مل کر سفید چیز پیدا نہیں کر سکتیں اور دو غلطیاں مل کر درستی پیدا نہیں کر سکتی۔

ج۔ اگر ڈائری اور تاریخ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء خود مرزا صاحب کے دست مبارک سے ہوتیں تو مجھے تاویل مذکورہ کے صحیح ماننے میں ذرہ بھی تامل نہ ہوتا لیکن جب کہ مرید لوگ ڈائریاں تحریر کرتے تھے اور وہ ایسی لا پرواہی اور بے احتیاطی سے چھپوائی جاتی تھیں تو محض چھاپہ شدہ تاریخ سے میں اس نوشت کے متعلق تاریخ قائم نہیں کر سکتا۔ خاص کر جب کہ خود ڈائریوں سے ظاہر ہے کہ یہ ڈائری ۱۵ یا ۱۶۔ اپریل کی بھی ہو سکتی ہے۔

د۔ جب کہ وہ اشتہار جو کہ ۱۵۔ اپریل کا بیان کیا جاتا ہے بدر مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۱۷، اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا جاتا ہے اور ڈائری جو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک الہام کا بھی ذکر کرتی ہے اور جو اشتہار سے ایک دن پہلے کی بیان ہوتی ہے ۲۵۔ اپریل کے بدر کے انتظار میں رکھی جاتی ہے۔ درحال یہ کہ ایسی ضروری ڈائری مورخہ ۱۸۔ اپریل میں بڑی آسانی سے چھپ سکتی تھی، تو ایسی صورت میں میں ڈائری کی تاریخ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء مقرر کرنے سے بالکل قاصر ہوں۔ خلاصہ یہ کہ بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا الہام اشتہار متنازعہ کے متعلق ہے۔

میں نے قاسم علی صاحب سے مزید تسلی کے لئے دریافت کیا کہ سوائے حقیقت الوحی یا بدر مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے کوئی اور تحریر بھی ایسی جس پر کہ بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والے الہام کا اطلاق کیا جائے۔ جس کا جواب انہوں نے صاف نفی میں دیا۔

حقیقت الوحی شائع ہی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو ہوتی ہے یعنی بدر ۲۵۔ اپریل سے ۲۰ یوم بعد، ایسی صورت میں الہام بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا اطلاق حقیقت الوحی کی کسی تحریر پر نہیں ہو سکتا۔ خواہ تحریر کی چھاپہ

شدہ تاریخ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء سے پہلے کی ہی کیوں نہ ہو، تاوقتیکہ ایسی تحریر مشتہر نہ کی جاچکی ہو جو کہ ثابت نہیں کیا گیا۔ ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی تحریر کا جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ میں نے بعد میں پڑھی اور اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی دعا برخلاف یا بحق مولوی ثناء اللہ نہیں کی گئی جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ الہام بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء اس کے متعلق ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تحریر بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو حرف بحرف اس جگہ درج کرتا لیکن طوالت اور کمی وقت باعث ایسا نہیں کر سکتا، لیکن تحریر بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو میں اپنی اس رائے کا جزو قرار دیتا ہوں جو صاحب اس رائے کو کسی جگہ چھپائیں وہ براہ مہربانی تحریر مذکور بھی چھاپ دیں (سردار صاحب کے حسب منشاء ۴۔اپریل کے بدر کی عبارت کا خلاصہ درج ذیل ہے)

اس کتاب حقیقت الوحی کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افتراء ہے تو لعنة الله على الكاذبين ۔..مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا افتراء ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنة الله على الكاذبين ۔ اور اس کے ساتھ جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں۔ ان اشتہارات کو شائع ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کردے گا اور صادق اور کاذب میں فیصلہ کر کے دکھادے گا۔ بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء ج ۶ نمبر ۱۴ ص ۴)

(منشی قاسم نے اپنے اخبار میں فیصلہ تو شائع کیا مگر بدر کی یہ تحریر درج نہیں کی حالانکہ انہی کی پیش کردہ تھی)

یہ تحریر مباہلہ کے متعلق تھی جو مباہلہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے پیش کیا تھا اس پر مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ مباہلہ کے متعلق ہم دعا کریں گے جو دعا نہیں کی گئی اور مباہلہ بروئے تحریر مورخہ ۱۳ جون بدر ۱۹۰۷ء فسخ ہوگیا بلکہ مباہلہ کے فیصلہ کے لئے ایک اور طریق اختیار کیا گیا۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ مضمون کالم ڈائری بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء پورے اشتہار متنازعہ کے کسی اور تحریر کے متعلق نہیں ہے۔ الفاظ مشیت ایزدی مندرجہ تحریر بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء پر بہت زور دیا گیا ہے۔ میں تسلیم

کرتا ہوں کہ اگر تحریر مذکور میں صرف یہی الفاظ ہوتے ہیں تو ان الفاظ سے بحکم خداوندی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ مشیت ایزدی کے واسطے رضا مندی باری تعالی لازمی نہیں۔لیکن تحریر مذکور میں الفاظ ذیل ہیں:

اس وقت مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔،

پس میں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوں کہ تحریر بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء من جانب حضرت مرزا صاحب تھی اور متعلق اشتہار متنازعہ تھی اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا۔

ایک اور سوال جس پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود اشتہار متنازعہ میں حکم خداوندی کی نفی کی ہے۔اس بارہ میں اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ نفی محض اس وجہ سے عمل میں آئی کہ مرزا صاحب نے بعدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور اقرار کیا تھا کہ میں آئندہ خاص قسم کی پیش گوئیاں جس میں ہلاکت کا سوال آوے نہیں کرونگا۔اس واسطے پابندی احکام قانون دنیوی نفی مذکور کی گئی ہے۔میر قاسم علی صاحب نے آج زبانی عذر کیا کہ وہ اقرار نامہ صرف اس خاص مقدمہ کے متعلق تھا۔لیکن میری رائے ناقص میں وہ اقرار نامہ عام تھا جیسا کہ اقرار نامہ اس بالکل صاف اور صریح الفاظ سے پایا جاتا ہے۔اقرار نامہ مذکور نہایت ضروری ہے اور میں بوجہ طوالت اس جگہ درج نہیں کر سکتا۔وہ بھی اس رائے کا جزو تصور ہوگا

(اقرار نامہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔بہاء

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں۔

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی). زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلیئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہوسکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ا تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء دستخط مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

عدالت میں یہ اقرار نامہ داخل کرانے کے بعد مرزا قادیانی حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلیئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلیئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلیئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ

سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا ویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّی کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالی سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت

کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء (اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

(سردار بچن سنگھ لکھتے ہیں) پس میری رائے ناقص میں نفی مندرجہ اشتہار بالکل نا قابل وقعت ہے جب کہ تحریرات بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء و بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء سے خود مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں مشیت کا بالکل کافی اور تسلی بخش ثبوت ملتا ہے۔ پس آخر نتیجہ یہ ہے کہ حسب دعوی حضرت مرزا صاحب ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

امر دوم، امر اول کا بالکل حاصل ہے۔ جب کہ میں نے قرار دیا ہے کہ تحریر بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء اشتہار متنازعہ کے متعلق تھی تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ الہام مندرجہ تحریر مذکور بھی اشتہار متنازعہ کی دعا کے متعلق تھا۔

جب کہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۸۷ و حاشیہ میں صاف درج ہے کہ ایک شخص احمد بیگ کے میعاد مقررہ کے اندر مر جانے سے مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی کہ:

اے عورت توبہ کر توبہ کیونکہ لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے۔

جزوی طور پر پوری ہوئی،

تو میں صاف اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار خداوند تعالی نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار مرزا صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔ ملاحظہ ہو تحریر بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

بکالم ڈائری جواس رائے کا جزو تصور ہوگا۔

فریقین نے اپنی اپنی بحث میں کئی ایک باتوں پر زور دیا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آیا مرزا صاحب کی کل دعائیں (سوائے شرکاء کے متعلق) قبول فرمانے کا خداوند تعالی نے وعدہ فرمایا تھا۔لیکن مجھے ان امور پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار بارگاہ الہی میں منظور فرمائی گئی۔ اگر چہ میں اتنا درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ الہام مذکور کے لفظ بلفظ ترجمہ سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ الہام محض مقدمہ کی دعاؤں کے متعلق ہے جو استثناء کی گئی ہے وہ صرف شرکاء کے متعلق ہے ورنہ وہ الہام کل دعاؤں کے متعلق ہے

اگر چہ میرے واسطے صرف ایک میر مجلس کے ساتھ اتفاق رائے ظاہر کر دینا کافی تھا اور کسی وجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن دونوں میر مجلس صاحبان نے اپنی اپنی رائے ہم مشورہ ہو کر نہیں لکھی اس واسطے میں نے ان کی راؤں سے کوئی مدد نہیں لی۔ اور نہ ان کی رائیں پڑھی ہیں۔ صرف ان کا نتیجہ دیکھا ہے۔نتیجہ سے جب ان کی مختلف رائیں معلوم ہوئیں تو میں نے ان کی وجوہات کو پڑھنا بالکل نامناسب سمجھا۔خاص کر جب چوہدری فرزند علی صاحب لدھیانہ میں موجود نہیں تھے۔ اندریں صورت مجھے اپنے ناقص خیال کی تائید میں چند ایک دلیلیں دینے کی ضرورت پڑی۔ چونکہ میں عالم شخص نہیں ہوں اور نہ مجھے جیسا کہ میں نے پہلے درج کر دیا ہے کتب اسلام سے واقفیت ہے۔اگر میری کسی دلیل سے یا کسی تحریر سے کسی مسلمان صاحب کی ذرا بھی دل آزاری ہو تو میں نہایت ہی ادب سے معافی کا خواستگار ہوں۔ کیونکہ میں نے ارادۃً ایسا نہیں کیا بلکہ قواعد مباحثہ کو مدنظر رکھ کر صرف فیصلہ فریقین کے لئے مجبوراً اظہار رائے کیا ہے۔کیونکہ اگر میں گریز کرتا تو مجبوراً فریقین کو کسی اور ثالث کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی اور خواہ مخواہ تشویش میں پڑتے اور خرچہ وغیرہ کے زیر بار ہوتے۔

دستخط سردار بچن سنگھ پلیڈر (بحروف انگریزی)

ضمیمہ رسالہ فاتح قادیان

شیخ الاسلام امرتسریؒ کے قلم سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۱۔اپریل ۱۹۱۲ء کو مغرب کے وقت سردار صاحب موصوف نے فیصلہ دیا۔فوراً ہی تمام شہر (لدھیانہ) میں یوں خبر مشہور ہوئی جیسے عید کے چاند کی ۔مسلمان ایک دوسرے کو مبارک، خیر مبارک کے نعرے سنتے اور سناتے ، چھوٹے چھوٹے بچے گاڑیوں پر بیٹھ کر خوشی کے نعرے لگاتے یہاں تک کہ دس بجے شب کے حضرت میاں صاحب (مولانا محمد حسن خان صاحب) کے مکان کے وسیع احاطے میں جلسہ ہوا۔جس میں فیصلہ کا اظہار اور سرپنچ صاحب کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیوشن بڑی خوشی سے حاضرین نے پاس کیا۔اس کے بعد مبلغ تین سو روپئے کا انعام امین صاحب سے وصول کر کے صبح کو ڈاک پر روانہ امرتسر ہوئے۔

اسٹیشن پر احباب کا مجمع لگا تھا، جنہوں نے نہایت مسرت ومحبت کا اظہار کیا اور ایک جلوس کی معیت میں ہم اپنے مکان پر پہنچے۔الحمدللہ

شب کو احباب کی دعوت اور جلسہ ہوا جس میں مختصر کیفیت جلسہ کے بعد فیصلہ سنایا گیا اور سرپنچ صاحب کے تدبر وانصاف اور محنت ودیانت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔الحمدللہ

لطیفہ: ہم نے لکھا تھا کہ آپ (منشی قاسم علی صاحب) اپنے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب سے اجازت لے کر مباحثہ میں آویں۔اس کے جواب میں منشی صاحب نے لکھا ہم کو اپنی کامیابی ونصرت الٰہی کے مورد ہونے کی خاطر ایک دینی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس کو ہم انشاء اللہ حاصل کر کے

ہی لسانی وقلمی جہاد میں آپ کے سامنے آویں گے۔ الحق ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴ کالم ۶۔

ہمارے خیال میں حکیم صاحب چونکہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے بھی مرزا صاحب کی تائید میں یہی دعا کی ہوگی کہ خدا حق کو ظاہر کرے۔ یہی ان کو چاہیے تھا، اسی لئے حق ظاہر ہوا۔ پس جس طرح میں جناب مرزا صاحب کی قبولیت دعا کا قائل ہوں حکیم صاحب کی بابت بھی مقر ہوں کہ آپ کی دعا بھی قبول ہوئی اور ضرور قبول ہوئی۔ الحمدللہ! خدا نے آپ کی دعائے حق کو ظاہر کردیا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ آپ یا آپ کے دوست اس دعا کو نامقبول سمجھیں جیسے مرزا صاحب کی دعا کو غیر مقبول کہتے ہیں۔ ایسا کہنے سے نہ ہمیں کچھ رنج ہے نہ جناب خلیفہ صاحب کو ہوگا اور نہ ہونا چاہیے، کیونکہ مرزائی لوگ جب جناب مرزا صاحب کی دعا مقبول نہیں جانتے حکیم صاحب کی دعا کو بھی مقبول نہ جانیں تو کیا شکایت ہے۔

شکریہ: خدا کے کاموں کے اصرار خدا ہی جانتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اور کوئی الہام تو مرزا صاحب قادیانی کو خدا کی طرف سے ہو یا نہ ہو۔ ۱۵۔اپریل والی دعا اور اس کی قبولیت کا الہام تو ضرور خدا کی طرف سے ہوگا جس کا اثر خدا کو یہ دکھانا منظور تھا جو دیکھا گیا۔

میرے دوست حیران ہیں کہ قادیانی جماعت کو عموماً اور منشی قاسم علی کو خصوصاً کیا خبط سمایا کہ انہوں نے اس مباحثہ پر ضد کی۔ میں اس کا جواب بھی یہی دیتا ہوں کہ واقعی یہ تحریک بھی خدائے قدیر کی طرف سے ان کے دل پر تھی تاکہ فیصلہ اور بیّن ہو جائے، کیونکہ سابقہ صاف فیصلہ کو جو مرزا صاحب کی موت سے ہوا تھا، مرزا قادیانی کے مریدوں نے ناحق کی تاویلات سے مکدر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس لئے خدا نے اس کام کے لئے قادیانی مشن کے جوشیلے ممبر منشی قاسم علی صاحب کو منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ اور قادیانی دوستوں کو شریک کیا۔ الحمدللہ

اس لئے اصل شکریہ تو خدا تعالی کا ہے جس نے حق و باطل میں فرق کردیا اس کے سوا لدھیانہ کی اسلامی پبلک عموماً شکریہ کی مستحق ہے جن کی مخلصانہ دعائیں ہمارے شریک بلکہ معین حال تھیں۔ خصوصاً ہمارے مکرم مولانا محمد حسن صاحب وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی لدھیانہ اور ان کے اعزہ جناب بابو عبدالرحیم صاحب، بابو عبدالفتاح صاحب، بابو عبدالحی، شیخ اسین الدین مع برادران، منشی محمد حسن میونسپل کمشنر مسٹر یسین شاہ مولوی

ولی محمد، قاضی فضل احمد صاحبان کا شکریہ جنہوں نے اس کام میں ہمیں امور مشکلہ میں مشورہ سے مدد دی۔

یہاں نور بخش ٹیلر ماسٹر بھی شکریہ کے مستحق ہیں جو باوجود مرزا صاحب کے معتقد ہونے کے وقتاً فوقتاً مشوروں سے امداد دیتے رہے سب کے لئے دعا ہے جزا ھم ا للہ خیر الجزاء

یہودیانہ خصلت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے۔ بعد قبول اسلام عبداللہ بن سلام نے کہا حضور، یہودیوں کی قوم بہتان لگانے والی ہے۔ آپ ان سے دریافت فرمالیں کہ میری نسبت ان کی کیا رائے ہے۔ عبداللہ مکان میں چھپ گئے آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا، عبداللہ بن سلام تم میں کیسا ہے؟ سب نے کہا:

خیر نا و ابن خیر نا۔ ا علمنا و ابن اعلمنا

(ہم سب سے اچھا اور اچھے کا بیٹا۔ ہم سب سے بڑے علم والا اور بڑے علم والے کا بیٹا)

اتنے میں عبداللہ بن سلام اندر سے نکل آئے۔ نکل کر کہا لا الـہ ا لا اللہ محمد رسو ل اللہ۔ یہودیوں نے ذرہ شرم نہ کی فوراً کہا:

شر نا و ابن شر نا (ہم میں برا، اور برے کا بیٹا)

(سیر ا لاعلا م لذ ھبی ج ۲ ص ۴۱۵)

یہی حال ہمارے مناظر منشی قاسم علی اوران کی پارٹی کا ہے ہم نے کئی ایک معززین کے نام سرپنچی کے لئے پیش کئے جن میں ایک نام سردار بچن سنگھ صاحب کا بھی تھا۔ منشی صاحب نے لدھیانوی دوستوں کے مشورہ سے سردار صاحب کو دیانتدار جان کر منتخب کیا اپنا سردار بنایا۔ تمام باگ ڈوران کے ہاتھ میں دی مگر جب انہوں نے واقعات کی بنا پر ان کے خلاف منشاء فیصلہ دیا تو جس منہ سے خیر نا کہا تھا اسی منہ سے شر نا کہتے ہوئے ذرہ نہ جھجکے۔ دو اشتہار اور ایک اخبار ان کی طرف سے فیصلہ مباحثہ کے بعد متصل ہی نکلے۔ جن کے مضامین تو کیا عنوان بھی ایسے ناشائستہ الفاظ دل خراش ہیں کہ کسی شریف آدمی کے قلم سے نہیں نکل سکتے۔ ایک اشتہار منشی قاسم علی کے اپنے قلم کا انہی کے نام پر نکلا ہے جس کا نام لدھیانہ میں سکھا شاہی فیصلہ، کس قدر

شرم کی بات ہے کہ ایک شخص کو اپنا سردار بنایا جائے۔ اپنا تمام فیصلہ ان کے سپرد کیا جائے سیاہ وسفید کا مختار بنایا جائے، مگر جب فیصلہ اپنی مرضی کے خلاف ہو تو اسی سردار کو اپنے حاکم کو بے نقط سنائیں۔ اس سے شرم کا اور زیادہ مقام کیا ہوگا؟ سردار صاحب نے اپنی معمولی کسر نفسی سے یہ لکھ دیا کہ میں علم عربی سے ناواقف ہوں اسلامی کتابوں سے بے خبر ہوں وغیرہ جو کہ راست باز کے لئے بالکل موزوں ہے۔ فریق ثانی نے بس اسی کو اپنی سند بنالیا کہ جو شخص ایسا ناواقف ہے اس کا فیصلہ ہی کیا؟۔ سچ ہے : خوئے بدرا بہانہ بسیار

مگر اہل دانش کے نزدیک ان کو ایسا کہتے ہوئے بھی خود ہی شرم کرنی چاہیے تھی کیوں کہ بوقت انتخاب سرپنچ کے ان کو چاہیے تھا کہ سردار صاحب کا علم عربی اور کتب تفسیر اور احادیث میں امتحان لے لیتے۔ کیا وہ اپنے ایمان اور دیانت سے کہہ سکتے ہیں کہ سردار صاحب کی سرپنچی بوجہ اس کے تھی کہ وہ عربی زبان کے ایک پروفیسر ہیں یا جامع ازھر (مصر) کے محدث بحث کے نشیب وفراز کو جاننے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے فریق ثانی کو جب رقعہ لکھا کہ:

ثالث کی بابت میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو مذہبی خیال کا ہو الہامی نوشتوں کی اصطلاح سے واقف اور اس کے ساتھ دیانت دار بھی ہو۔ اس لئے میں پادری (ویری) صاحب کو پیش کرتا ہوں امید ہے کہ آپ کو بھی اوصاف کے لحاظ سے موصوف کا تقرر منظور ہوگا۔

تو اس کے جواب میں منشی قاسم صاحب نے جو تحریر بھیجی وہ درج ذیل ہے:

بجواب آپ کے رقعہ نمبر ۳ مورخہ امروزہ کے گذارش ہے کہ جب شرط مرقومہ آنجناب (غیر مسلم ثالث ہونا چاہیے) ہم نے غیر مسلم ثالث جس کو ہمارے خیال میں مقدمات کے سمجھنے اور فریقین کے بیانات کا اندازہ کر کے فیصلہ کرنے کی پوری قابلیت ہے پیش کیا ہے شرط مذکورہ میں یہ درج نہیں کہ الہامی نوشتوں سے واقف یا ناواقف ہونا چاہیے، بلکہ غیر مسلم کی شرط ہے۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے میں نے پہلے ہی یہ نہ کہا تھا کہ کسی ایسے سرپنچ کو منتخب کیجئے جو غیر مسلم ہونے کے ساتھ الہامی نوشتوں کی اصطلاحات سے واقف ہو۔ اس شرط کو ہمارے مخاطب نے کیسی حقارت سے ناپسند کیا۔

کیا یہ وصف (کہ مقدمات میں فریقین کا بیان سن کر فیصلہ دے سکیں) سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ اڈوکیٹ نہیں ہیں؟ نہیں ہیں تو آپ نے ان کا انتخاب کیوں کیا؟ کیا سردار صاحب کا نام ہم نے مقرر کیا تھا؟ سنئے آپ ہی کے ایک رقعہ کے چند فقرات ذیل میں درج ہیں جن میں سردار صاحب کے تقرر کا فیصلہ بھی ملتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

> چونکہ ماسٹر نور بخش (احمدی) کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر کا تقرر بطور ثالث پسند کرتے ہیں اور ان کا نام آپ کے رقعہ نمبر ۵ میں پیش گیا ہے سو ہم بھی سردار صاحب موصوف کے تقرر پر رضامند ہیں۔

اس رقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے کئی (منشی قاسم صاحب نے بھی اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے ایک پادری و ہندو اور ایک سکھ کو پیش کیا) ایک اہل علم اور اہل دیانت کے نام پیش کئے تھے جن میں سب حسب مشورہ میاں نور بخش صاحب ٹیلر ماسٹر (جو مرزا صاحب کے راسخ معتقد ہیں) آپ نے سردار بچن سنگھ صاحب کو منظور کیا۔ یہ جو لکھا ہے کہ ماسٹر نور بخش صاحب نے کہا کہ آپ سردار صاحب کو پسند کرتے ہیں، اس کی صورت بھی یہی تھی کہ ماسٹر صاحب نے ہمارے سامنے دو تین آدمیوں کے نام لئے جن میں سردار صاحب بھی تھے۔ ہم نے سب کی منظوری بیک زبان دے دی کہ ہمیں سب منظور ہیں مگر ماسٹر صاحب کا رجحان کسی وجہ سے سردار صاحب کی طرف تھا اسی لئے انہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا۔ بہر حال آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے سردار صاحب کا پہلے امتحان نہ لے لیا۔ لیتے بھی کیسے جب کہ ہم کو آپ خود ہی لکھ چکے تھے کہ ثالث میں اتنی لیاقت ہونی چاہیے کہ فریقین کی تقریریں سن کر بطریق مقدمات فیصلہ کر سکے۔ بات بھی واقعی یہ ہے کہ قادیانی مباحث خصوصاً اس مباحثہ کا فیصلہ عربی دانی یا قرآن فہمی پر موقوف نہیں بلکہ واقعات کی تنقیح کرنے پر ہے۔ اچھا ہم پوچھتے ہیں کہ سردار صاحب تو عربی نہیں جانتے مگر آپ کے مسلمہ مقبولہ منصف منشی فرزند علی صاحب عربی میں کتنی کچھ قابلیت رکھتے ہیں؟ ذرہ ان کی ڈگری تو بتلا دیں۔ بہر حال بعد منظور سرپنچ کے نہیں بلکہ اس کا فیصلہ سننے کے بعد یہ عذر کرنا جو قادیانی فریق نے کیا ہے اور سرپنچ مقرر کردہ کو پہلے اپنا سردار مان کر فیصلہ اپنے حق میں نہ ہونے کے باعث بعد میں اسے برا بھلا کہنا اور اس کو غیر مہذب الفاظ سے یاد کرنا حدیث مرقوم (جس میں عبداللہ

بن سلام کے اسلام لانے پر یہودیوں کا ان کا ہجو کرنا مذکور ہے) کی پوری تصدیق کرتا ہے۔فریق ثانی نے اسی قسم کے اور بھی عذر لنگ کیئے ہیں جو ان کی بے بسی پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً ان کا یہ کہنا کہ جلسہ میں مباحثہ کے وقت فلاں رئیس یا فلاں وکیل یا فلاں پولیس افسر جو آیا تو وہ بھی اسی لئے آیا کہ سرپنچ پر اثر ڈالے۔افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر۔زیادہ افسوس یہ ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے تو بعد از وقت۔پہلے ہوا تو شرائط میں داخل کرتے کہ جلسہ مباحثہ میں کوئی ذی وجاہت شخص نہ آنے پائے بلکہ جلسہ کیا ہوا اچھا خاصا شہدوں کا ایک مجمع ہو۔

تعجب پر تعجب: واقعہ یہ کہ قادیانی مناظر نے سرپنچ کی ذات اور ان کے فیصلہ کی نسبت بہت سخت توہینی فقرات جھاڑے ہیں اس قدر تعجب انگیز نہیں جس قدر یہ تعجب خیز ہے کہ ملک کے عام پریس نے اس خبر کو مختصر اور مطول نوٹوں کے ساتھ شائع کیا مگر قادیانی پریس ایسا خاموش رہا کہ معمولی خبر تک بھی درج نہیں کی بلکہ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کیا اس خاموشی سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس شکست کی شہرت نہ ہو یا کم از کم قادیانی اخباروں کے ناظرین تک یہ خبر وحشت اثر نہ پہنچ جائے اس لئے وہ یاد رکھیں کہ وہ اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے۔

اہالی قادیان اور قادیان کے خلیفہ صاحب کی گفتگو اور خفگی جو اس بارے میں ہوئی اس کا ہمیں خوب علم ہے ہمیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں وہ جانیں اور ان کے مرید: محتسب را درون خانہ چہ کار

معمولی تحریری مقابلوں سے قطع نظر خدا نے چار دفعہ مجھے قادیان پر فتح عظیم بخشی الحمدللہ اسی لئے میرا لقب فاتح قادیان پبلک نے مشہور کر دیا تفصیل درج ہے۔

اول: اس لئے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۳ پر بغرض مباحثہ مجھے قادیان آنے کی دعوت دی اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے قادیان نہیں آئے گا۔مگر میں بلائے بے درماں کی طرح ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پر حملہ آور ہوا تو مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے اور عذر کیا کہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ مباحثہ نہیں کرونگا (

کہاں کیا۔ یہ پتہ نہیں) ایک فتح۔ تفصیل کے لئے رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ ہو (شیخ الاسلام مولانا امرتسری کے ورود قادیان کی روداد مرزا صاحب قادیانی اور شیخ الاسلام امرتسری کی زبانی عنقریب نقل کی جارہی ہے۔ بہاء)

دوم: اس کے بعد جناب ممدوح نے میری موت کا اشتہار دیا، اور مرے خود بدولت۔ دوسری فتح

سوم: ریاست رام پور میں ہز ہائی نس حضور نواب صاحب کے سامنے مباحثہ ہوا اور اس مباحثہ میں قادیانی جماعت کے تمام برگزیدہ اصحاب شریک تھے مگر تین روز کے مقابلہ کے بعد ایسے بھاگے کہ شہر رام پور کو پھر کر بھی نہیں دیکھا بلکہ بزبان حال یہ کہتے ہیں

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

اس فتح کا ثبوت نواب صاحب کا سرٹیفکیٹ موجود ہے جو درج ذیل ہے:

رام پور میں قادیانی صاحبان کے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناءاللہ صاحب کی گفتگو سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔

دستخط نواب محمد حامد علی خان

چہارم: چوتھی فتح یہ ہوئی جو باب لدھیانہ میں قتل دجال سے خدا نے دی۔

یہ ہیں چار فتوحات بینہ جن کی وجہ سے خیر خواہاں اسلام مجھ کو فاتح قادیان کہتے ہیں۔ الحمدللہ

خاکسار ابوالوفا ثناءاللہ (مولوی فاضل) امرتسر

☆☆☆

ثنائی ورود قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۱، ۲۳ پر مرزا قادیانی، خاکسار (ثناءاللہ) کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں:

اگر یہ (مولوی ثناءاللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔ لیکن اس تفتیش کے لئے منہاج نبوت کو معیار صدق وکذب ٹھہراویں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخر ان کی موت کفر پر ہوگی۔ (اعجاز احمدی۔ص ۱۱؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۷۔۱۱۸)

مولوی ثناءاللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔ اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں۔ اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہیگا۔ اور ہم آمدورفت کا خرچ بھی دینگے۔ اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی، تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے۔ اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناءاللہ صاحب لے جائیں گے اور دربدر کی گدائی سے نجات

ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیش گوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں کہ وہ دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے، ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں، قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگذاف پر جو انہوں نے موضع مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔

(اعجاز احمدی۔ص ۲۳؛ قادیانی خزائن۔ج ۱۹ص ۱۳۱۔۱۳۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو گی۔ (اعجاز احمدی۔ص ۳۷؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۱۴۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان پہنچ گئے تو مرزا صاحب قادیانی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انہوں نے بحث مباحثہ سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ عربی اور فارسی میں اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں مرزا صاحب قادیانی یوں بیان کرتے ہیں:

روداد بزبان قادیانی (عربی)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

تر جمه ما کتبنا الی ثناء الله ا لا مر تسری
اذ جاء قا دیان و طلب رفع الشبهات بعطش فرے
و کا ن هذا عا شر شوا ل ۱۳۲۰ه اذ جاء هذا الد جا ل

بلغنی مکتو بك و ظهر مطلو بك انك استد عیت ان ا زیل شبهاتك التی صلت بها علی بعض انبا ئی الغیبیة ۔ فا علم انك ان کنت جئتنی بصحّة النیة و لیس فی قلبك شیء من المفسدة فلك ان تقبل بعض شرو طی قبل هذا ا لا ستفسار و لا تخرج منها بل تثبت علیها کالا خیار ۔ و ن اکنت لا تقبل تلك الشرا ئط فدعنی و امض علی و جهك ۔ وخذ سبیل ر جعك ۔

فمن الشرو ط ان لا تباحثنی کا لمبا حثین ۔ بل اکتب ما حا ك فی صدر ك ثم ادفع الیّ ما کتبت کالمستر شدین ۔ و لیکن کتا بك سطراً او سطر ین و لا تزد علیه کالمتخاصمین

ثم علینا ان نجیبك ببیان مفصل و ان کا ن الی ثلث سا عا تٍ۔ فا ن بقی فی قلبك شیء بعد السما ع و ر أیت فیه من شنا عة ۔ فلك ان تکتب الشبهة الباقیة کمثل ما کتبت فی المر تبة ا لاولی ۔ و هلمّ جرّا حتی یجلو الحق و

تـجـد السـكيـنة و يتبيّـن مـا كا ن عليك يخفى ۔ و ما فعلت ذ لك لتسكيتك و تبـكيتك و لا لـحيـلة اخرى۔ بل انّى عا هد ت الله تعا لى بحلفةٍ لا تنسى ان لا ابـا حـث احـدا مـن كـرامٍ كان او لئام ۔ بعد كتا بى انجام ۔ فلا ار يد ان انكث عهـدى ا لا جـلـى و اعـصـى ابـى ا لا على ۔ و قد قرئت كتا بى فتقبل عذرى و اسـلك وفق شر طى ان كنت من اهل التقوى و اولى انهى ۔ و كتبت فى رقعتك انّ طـلـب الحق استخر جك من كناسك و ر هلك عن انا سك فان كان هذا هو الحق فلم تعاف طر يقاً يعصمنى من نكث العهد و نقض الو عد۔ و فيه تؤدة و بـعـد من خطرات الوبدِ على انه هو اقرب با لا من فى هذا الز من فا ن النزاع يـز يـد و يشتـعـل عـنـه الـمـقابلة بالمطا لبة و ينجر ا لا مر من المبا حثة الى الـمـجـاد لة و مـن الـمجا دلة الى الحكا م و من الحكام الى ا لا ثا م فمن فطنة الـمـرء ان يـجـتـنـب طرق ا لا خطار ۔ و لا يسعى متعمداً الى النار ۔ و اىّ حر ج عليك فى هذا الطر يق الذى ا ختر ته و اىّ ظلم يصيبك من النهج الذى آ ثر ته ۔ و انـى مـا عـقتك مـن عر ض الشبها ت ۔ و لا من ر مى سهام ا لا عترا ضا ت بيـدا نـى اختـر ت طـر يـقـاً هو خير لى و خير لك لو كنت من العا قلين ۔ و لا مـانـع لك ان تـكـتـب مأة مرة ان كنت من المر تا بين ۔ و انما اشتر طت لك ا لا يـجاز فى الترقيم لئلا نقع فى بحث نتحا ما ه خو فا من الحسيب العليم ۔ ثم من الواجبا ت ان لا تعترض علينا ا لا اعتراضاً وا حداً من ا لا عترا ضا ت و شبهة مـن الشبهـا ت ثـم اذا ادّيـنـا فر يجة الجوا ب با لا ستيعا ب فعليك ان تـعـرض شبهة ا خـرى و هـذا هـو اقـرب الـى الـصو ب فا ن كنت خر جت من بـلـدتك على قدم السداد ۔ و ليس فى قلبك نوع من الفساد ۔ فلا يشق عليك ما كتبـنـا اليك و تـقبـله كعدلٍ فارغٍ من الحقد و العناد ۔ و ان كنت تظن ان هذا

الـطـر يـق لا يـظـفـر ك بمرادك فا يقن انك تر يد هنا ك بعض فسادك و كذ لك ظهـر ت ا لآثـار ۔ و عـلـم ا لا خيـار فـا نّـى لـمأا او صلت عز مى الى ا ذ نيك ۔ تـراكـمـت الظلمة على عينيك ۔ و غشيك من الغم ۔ ما غشى فرعون من اليم ۔ و آلـت حـا لك الى سلب الحواس ۔ و جعلك الله فى ا لا خسرين فى هذا البأس ۔ ثـم امتـدّ مـنك الـلجا ج لتر ك الحياء ۔ لننكث عهد حضرة الكبر ياء ۔ فا لعجب كل العجب ء انت انسان او من العجما وا ت فا نك تر غبنى فى نقض العهد يا ذا الـجهـلا ت ۔ و قـد علمت انك خير ت فى كل سا عة لتجد يد الشبهة ۔ فليس الآ ن انـحـرا فك الا مـن فسـاد الـقـلـب و سو ء النية ۔ و الذى انز ل المطر من الـغـمام ۔ و ا خر ج الثمر من ا لاكما م لقد نو يت الفساد ۔ و ما نو يت الصدق و السـداد ۔ و كـا ن الـلـه يـعـلـم انك لاىّ مكرٍ وا فيت القر ية و حللت و على ایّ قصدٍ اجفلت فسقا ك كا سك ۔ و ارا ك يا سك ۔ و لم يز ل بصرى يسعد فيك و يـصوّب ۔ و ينقّر عنك و ينقّب ۔ حتى ظهر لى انك من المرا ئين لا من عطاش الـحق و الطالبين و لا تبتغى ا لا شهرةً عند زمع الناس ۔ و عند سفها ء القوم الـذيـن قد سجنوا فى سجن الخناس ۔ ثم انى كما ا حلفت نفسى ا حلفك بالله سـر يـع الـحسـاب ان لا تبـر ح هذه القر ية ا لا بعد ان تعرض شبها تك بنمطٍ كتبـت فـى الـكتا ب ۔ و تسمع مـا اقـول لك فـى الـجـواب ۔ و ادعوا الله السميع الـمستـجيـب الـقـديـر الـقـريب ان يلعن من نكث بعد هذه ا لا لية ۔ و ما با لى الحلف و ز هب من غير فصل القضية ۔ و ر حل قبل در ء هذه المخا صمة ۔ مع انـه انبـيء بهـذا البهل بارسال الصحيفة ۔ و كنت انتظر ان هذا العدوّ يخا ف هذه اللعنة ۔ او يـختار الر حلة ۔ حتى و صلنى خبر فراره فهذا نمو ذج د ينه و شعاره قا تله الله كيف نكث الحلف بالجرئة ۔ فيا رب ا ذقه طعم نقض الحلفة

۔ و قد حق القول منی انہ لا یوا فینی لازالۃ الشبہات و لا یمیل الا الی بہتان و کید و فر یۃ کما ھی عادۃ اھل المعا دا ت و الجہلا ت و کا ن ھذا الر جل عزم علی مماراۃٍ مشتدۃ الھبوب ۔ و مبارا ت مشتطۃ اللھو ب ۔ لیشتبہ ا لا مر علی العوام ۔ و لیکفی صدق الکلا م تحت نہیق ا للئا م ۔ فلما لم نر فیہ سیما ء التقی و ا ثر الحجی ارد نا ان نخر ج ا لا مر من الد جی و قد سبق منی عہدی فی تر ک المبا حث کما مضی و کا ن ھذا امراً من ر بی الذی یعلم الغیوب و ینقّد القلوب فتحا مینا کیدہ ۔ و جعلنا نفسہ صیدہ و حینئذ حفّت بی فر حتان ۔ و حصل لی فتحا ن ۔ و لم ادر با یھما انا او فی مرحا و ا صفی فر ھا فشکر ت کا لحیران ۔ و لا حا جۃ الی اعادۃ ذکر ھذہ الفر حۃ و الفتح و النصرۃ ۔ فا نک سمعت کیف انکفأ العدوّ بالخیبۃ و الزلۃ و وصمۃ اللعنۃ و ارصدتہ با حلا فی ایاہ للعنۃ و البر کۃ ۔ فحمل اللعنۃ و ذھب بھا من ھذہ الناحیۃ و اما الفتح الذی ا کفی الی ھذا الوقت من اعین الناس فھی آ یا ت وضِعت علی راس العدا کا لفاس و کنا نا ضلنا با لا عجاز کما یتناضل یو م البراز ۔ فنصر نا اللہ فی کل موا طن و ا خر جنا الذھب من کل معدن و کنت قلت للناس ان اللہ سیظھر لی آ یۃ الی ثلث سنین ۔ لا تمسھاید ا حد من العالمین ۔ فا ن لم تظھر فلست من الصادقین فالحمد للہ علی ما اظھر ا لآ یات و اخزی العدا ۔ و نری ان نکتبھا مفصلۃ لکل من یبتغی الھدی

روداد بزبان قادیانی (فارسی)

ترجمہ خطے کہ سوئے ثناء اللہ امرت سری نوشتم
وقتے کہ بہ قادیان آمد و بہ تشنگی دروغ ازالہ شبہات خود بخواست و بود
ایں تاریخ دہم شوال ۱۳۲۰ھ چوں ایں دجال بہ قادیان آمد

مرا نامہ تو رسید و مطلوب تو ظاہر گشت تو درخواست کردی کہ بعض شبہات تو کہ متعلق بعض پیش گوئی ہا ہستند دور کنم پس بداں کہ اگر بصحت نیت نزد من آمدی و نیست در دل تو چیزے از فساد پس بر تو واجب ست کہ قبل این استفسار بعض شرط ہائے من قبول کنی۔ وازاں شرط ہا خارج نشوی بلکہ ہم چو نیک مرداں برآں ثابت بمانی واگر تو آن شرائط را قبول نمی کنی۔ پس مرا بگذار و ہم چناں کہ آمدی برو۔ وراہ مراجعت بگیر۔ پس منجملہ آں شرائط ایں است کہ ہم چو بحث کنندگان با من بحث مکن۔ بلکہ ہر شبہتے کہ دل ترا میگیر دآنرا بنویس باز نوشتہ خود را مرا بدہ۔ ومی باید کہ نوشتہ تو سطرے باشد یا دوسطر و براں زیادہ مکن مانند ستیزندگان۔ باز بر ما واجب خواہد بود کہ بہ بیان مفصل اگرچہ تا سہ ساعت باشد جواب دہیم پس اگر بعد شنیدن جواب در دل تو چیزے بماندہ در جواب ما نوع زشتی بہ بینی ۔پس اختیار تو خواہد بود کہ باز مانند سابق شبہ خود بر کاغذ نویسی۔ وہم چنیں سلسلہ ایں پرچہ ہا جاری خواہد ماند تا آنکہ حق ظاہر شود وتسلی تو شود و چیزے پوشیدہ بر تو ظاہر شود وایں انتظام برائے ساکت کردن و عاجز کردن تو نہ کردہ ام بلکہ من عہد کردہ ام خدا تعالی را بقسم کہ بعد کتاب من انجام آتھم بہ ہیچ کس مباحثہ نخواہم کرد۔ پس نمی خواہم کہ عہد خود را بشکنم و نافرمان خداوند گردم۔ وکتاب من انجام آتھم را

خوانده ءپس عذر من قبول کن وموافق شرط من بروا گر از اہل تقوی ہستی و دانشمند ہستی وتو در رقعہ خود نوشتہ کہ طلب حق ترا از خانہ تو بیرون آوردہ است وہمیں طلب ترا از عزیزان کوچ کنانیدہ پس اگر ہمیں امر حق ست پس چرا ازاں طریق کراہت میکنی کہ مرا از نقض عہد محفوظ می دارد۔ و درو آ ہستگی و دوری ست از خطرہ ہائے غضب کردن باوجود ایں آں طریق اقرب بامن ست دریں زمانہ چرا کہ نزاع زیادہ میگردد و مشتعل می گردد در وقت مقابلہ سخن ہا و امر از مباحثہ بسوئے مجادلہ می کشد و از مجادلہ تا بحکام نوبت میرسد و از حکام سزاہا تجویز می شوند پس از طریق دانش مندی انسان اینست کہ از راہ ہائے خطر پرہیز دو دانستہ سوئے آتش نرود۔ و دریں طریق کہ اختیار کردم کدام حرج تست وکدام ظلم ازیں نہج کہ اختیار کردم بتو می رسد۔ و من ترا از عرض کردن شبہات باز نداشتہ ام و نہ از راندن تیر ہائے اعتراضات منع کردم مگر ایں ست کہ من طریقے را اختیار کردم کہ برائے من و برائے رو بہتر است اگر دانشمند ہستی و ترا ہیچ کس مانع نیست کہ صد مرتبہ شکوک خود بنویسی اگر شک داری و اینکہ شرط مختصر نوشتن بتو کردم ایں برائے آنست کہ تا ما در مباحثہ نیفتیم کہ ازاں پرہیز مے کنیم بوجہ خوف خدائے حسیب وعلیم۔ باز از شرائط واجبہ ایں است کہ صرف یک اعتراض نویسی و یک شبہ پیش کنی ازاں اعتراض ہا و شبہات کہ می داری باز چوں فریضہ جواب را بالاستیعاب ادا کردیم پس بر تو واجب خواہد بود کہ شبہ دیگر را پیش کنی و ہمیں اقرب بصواب ست پس اگر تو بر قدم صلاحیت از شہر خود بیرون آمدی و در دل تو ہیچ فسادے نیست پس بر تو گراں نخواہد آمد آنچہ ما عرض کردیم بر تو و ہم چو عادلے اورا قبول خواہی کرد۔ و اگر تو ایں گمان مے کنی کہ ایں طریق ترا بمراد تو نہ رساند۔ پس یقین مے کنیم کہ تو ایں جا بعض فساد ہارا ارادہ میداری و ہم چنیں آچار ظاہر شدند۔ و نیکاں دانستند چرا کہ من چوں آن قصد خود تا ہر دو گوش تو رسانیدم پس تاریکی بر دو چشم تو نشست و پوشیدہ ترا آں اندوہ از غم کہ پوشیدہ بود فرعون را از دریا و حالت تو بسوئے سلب حواس منجر شد۔ و خدا ترا دریں جنگ از زیان کاراں کرد۔ باز در از شد ستیزہ کردن تو از ترک حیا۔ تا کہ ما عہد خداوند خود را بشکنیم پس تعجب ست تمام تعجب آیا تو انسانی یا از حیوانات ہستی کہ تو برائے نقض عہد مرا رغبت می دہی و تو خوب دانستی کہ در ہر ساعتے ترا

اختیار دادہ شد کہ روشبہ خود را تازہ کنی پس نیست اکنوں انحراف تو مگر از خرابیء دل و بدنیتی وقسم بخدا
ئے کہ باراں را از ابر فرود آورد و باررا از شگوفہ ہا بیرون کشید کہ تو نیت فساد کردی ونیت صدق وسداد
نمی داری وخدا می دانست کہ تو برائے کدام مگر دریں دِہ آمدی و بر کدام قصد شتاختی پس پیالہ ہائے تو
ترا نوشانید ونومیدی تو برتو ظاہر کرد و ہمیشہ بود بینائی من کہ بالا می نگریست در تو و پائین می نگریست و
می کاوید از تو وتفتیش می کرد تا آنکہ برمن ظاہر شد کہ تو از زیان کاراں ہستی نہ از تشنگان حق وطالبان ونمی
خواہی مگر شہرت نزد سفلہ مردم ونزد آن سفہاءِ قوم کہ در زندان شیطان اند باز من ہم چناں کہ نفس خود
را قسم دادہ ام ترا نیز قسم می دہم کہ ازیں دِہ بجز ایں صورت بیرون نہ روی کہ شبہات خود را بطور یکہ در
خط نوشتہ ام پیش کنی و جواب من بشنوی و دعا می کنم نزد خدائے مستجیب الدعوات وقادر وقریب کہ
لعنت کند براں شخص کہ ایں قسم را بشکند وبغیر تصفیہ برود و ہیچ پروائے قسم ندارد وکوچ کرد۔ قبل دور کردن
ایں مخاصمت باوجودیکہ اورا بارسال خط ازیں لعنت اطلاع دادہ شدہ۔ وبودم کہ انتظار می کردم کہ ایں
دشمن ازیں لعنت خواہد ترسید یا کوچ را اختیار کند تا آنکہ خبر گریختن او بمن رسید پس ایں نمونہ دین و
شعار اوست وائے بروے چگونہ قسم را بشکست رب پروردگار من بچشاں اورا مزہءِ شکستن قسم وآنچہ
گفتہ بودم درست شد کہ او ہرگز برائے ازالہ شبہات نزد من نخواہد آمد۔ ومیل نخواہد کرد مگر بسوئے
بہتان ومکر ودروغ چنانکہ عادت دشمنان است۔ ایں شخص ارادہ کردہ بود کہ چناں ستیزہ کند کہ و
زیدن او سخت باشد ومعارضہ کہ از حد گذرندہ باشد تا امر بر عوام مشتبہ گردد تا کہ زیر آواز لئیماں صدق
کلام پوشیدہ ماند۔ پس ہرگاہ ما در وے پرہیزگاری ندیدم ونہ نشان عقل مندی۔ ارادہ کردیم کہ امر را
از تاریکی بیرون آریم وعہد من پیش زیں شدہ بود کہ مباحثات نخواہم کرد وایں امر از اں خدا بود کہ
غیب ہامے داند وتنقید دلہا میکند پس دور شدیم از مکر او ونفس او را شکار کردیم وآنگاہ گرفت مراد وخوشی و
حاصل شدند برائے من دو فتح ونیافتم کہ کدام خوشی مرا زیادہ وکامل است پس شکر کردم ہم چو حیران و
ہیچ حاجت نیست کہ اعادہ ذکر ایں فرحت وفتح کنیم۔ چرا کہ تو شنیدی کہ چگونہ دشمن بنومیدی وذلت و
داغ لعنت بازگشت کرد۔ وآمادہ کردیم اورا بقسم دادن خود برائے لعنت و برکت۔ پس لعنت را

برداشت وازیں ناحیہ بلعنت رفت۔مگر آن فتح کہ تا اکنوں از مردم پوشیدہ داشتہ شد۔پس آں نشان ہاہستند کہ برسر دشمنان ہم چو تیر اوفتادہ بودیم کہ جنگ کردیم از روئے معجزہ ہم چناں کہ درمیدان جنگ می کفند؟؟؟ پس در ہر میدان خدا مارا فتح داد واز ہر معدن زر بیرون آوردیم۔وبودم کہ وعدہ کردم مردم را کہ خداتعالی تا سہ سال نشانے برائے من ظاہر خواہد کرد چناں نشانے خواہد بود کہ دست مخلوق براں مس نخواہد کرد پس اگر آن نشان ظاہر نشد دریں صورت از خداوند نیستم پس شکر خداتعالی است کہ نشان ہا نمود ودشمنان را رسوا کرد۔ومیخواہیم کہ نشان ہا برائے طالبان ہدایت ایں جا بہ تفصیل می نوشتیم۔ (مواہب الرحمٰن۔ص۱۱۳۔۱۲۰)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا ہے:

جب احمد بیگ کے داماد کا ذکر کرتے ہیں تو ہرگز لوگوں کو نہیں بتلاتے کہ ایک حصہ اس پیش گوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو چکا ہے یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور دوسرا حصہ قابل انتظار ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتلاتے کہ پیش گوئی وعید کے متعلق اور نیز شرطی تھی جیسا کہ الہام توبی توبی فان البلاء علی عقبك سے ظاہر ہوتا ہے جو کئی دفعہ شائع ہو چکا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسی موت کے بعد جو احمد بیگ کی موت تھی خواف دامن گیر ہونا ایک طبعی امر تھا۔پس اسی خوف سے دوسرے حصہ کے پورے ہونے میں تاخیر ہوگئی جیسا کہ وعید کی پیش گوئیوں میں عادت اللہ ہے مگر یہ بد اندیش مخالف ان امور کا کبھی ذکر نہیں کرتے اور یہودیوں کی طرح اصل صورت حال کو مسخ کر کے ایسے طور سے تقریر کرتے ہیں جس سے جاہلوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیں بلکہ ان لوگوں نے تو یہودیوں کے بھی کان کاٹے کیونکہ یہ لوگ تو بات بات میں افترا سے کام لیتے ہیں جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے موضع مدّ کی بحث میں یہی کاروائی کی اور دھوکا دے کر کہا کہ دیکھو اس شخص نے اپنی ایک پیش گوئی میں لکھا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا مگر لڑکی پیدا ہوئی اور بعد میں لڑکا پیدا ہو کر مر گیا اور پیش گوئی جھوٹی نکلی۔ اب ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر تمہارے بیان میں کوئی بے ایمانی اور جھوٹ نہیں تو

تم وہ الہام پیش کرو جس میں خدا خبر دیتا ہو کہ ضرور اب کے دفعہ لڑکا پیدا ہو گا یا یہ خبر دیتا ہو کہ لڑکی کے بعد پیدا ہونے والا وہی موعود لڑکا ہے نہ اور کوئی۔ اگر ہم نے یہ خیال بھی کیا ہو کہ شاید یہ لڑکا وہی ہے تو ہمارا خیال کیا چیز ہے جب تک کھلی کھلی وحی الٰہی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس کے خیال سے یہ گمان کیا تھا کہ یمامہ کی طرف میری ہجرت ہو گی مگر وہ خیال صحیح نہ نکلا اور آخر مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ اور اگر پیش گوئی میں یہ ضرور تھا کہ پہلے حمل سے ہی وہ لڑکا پیدا ہو گا تو وحی الٰہی میں یہ الفاظ ہونے چاہیے تھے مگر کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ وحی میں کوئی ایسا لفظ تھا۔ دیکھو آنحضرت ﷺ کی نسبت بنی اسرائیل کے کئی نبیوں نے پیش گوئیاں کی تھیں کہ وہ پیدا ہو گا مگر بہت سے نبیوں کے آنے کے بعد سب کے آخر میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے۔ اب کیا کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ان نبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں کیونکہ آنحضرت ﷺ، موسیٰ کے بعد پورے دو ہزار برس گزرنے کے بعد پیدا ہوئے حالانکہ توریت کی پیش گوئی کی رو سے یہودی خیال کرتے تھے کہ وہ نبی جلد پیدا ہو جائے گا۔ اور ایسا نہ ہوا بلکہ درمیان میں کئی نبی آئے۔ پس ایسے اعتراض یا تو دیوانہ کرتا ہے اور یا نہایت درجہ کا خبیث انسان جس کو خدا کا خوف نہیں۔

یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مدّ کے مباحثہ میں پیش کی تھیں ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ گئی ہے وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے اور ہر ایک اعتراض ان کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹۔ص ۱۱۶۔۱۱۷)

مرزا صاحب قادیانی کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ثابت کرنا ہے کہ پیش گوئی جھوٹی ہے۔ لہٰذا اسے تقریر کرنا اپنے دلائل پیش کرنا ہے، اور مرزا صاحب قادیانی کو سننا ہے۔ نہ

مرزا صاحب کو تقریر کرنا اور مولانا ثناء اللہ کو سننا۔ مرزا صاحب نے بارِ ثبوت مولانا ثناء اللہ امرتسری پر رکھا تھا، اس لئے بولنا بھی انہیں ہی چاہیے تھا اور مرزا صاحب کو سننا، یا پھر جب کہیں کوئی شبہ ان کے دل میں پیدا ہو یا اعتراض اٹھے، تو دوسطری رقعہ میں وہ اعتراض یا شبہ لکھ کر مولانا امرتسری کے روبرو پیش کرنا ہی مرزا صاحب کا کام ہو سکتا تھا۔ اور ہونا یہ چاہیے تھا کہ مولانا امرتسریؒ کے قادیان تشریف لے جانے پر مرزا صاحب قادیانی کوئی ایسی مجلس ترتیب دیتے جس میں فریقین کی تعداد مساوی ہوتی اور چند لوگ غیر جانبدار بھی ہوتے۔ مثلاً ہندو، یا سکھ، یا عیسائی، یا حکومت کے نمائندے۔ اور اس مجلس میں مرزا صاحب تشریف رکھتے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنا موقف بیان کرتے۔ کسی بات پر اختلاف ہوتا تو مرزا صاحب دوسطری اعتراض پیش کرتے اور مولانا ثناء اللہ اس کا جواب دیتے۔ مقررہ وقت کے بعد حاضرین سے رائے لی جاتی کہ مولانا ثناء اللہ نے اپنا موقف ثابت کر دیا ہے یا نہیں۔ اور اکثریت کی رائے پر فیصلہ ہو جاتا۔

ویسے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیان جا کر مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو تو عملاً غلط ثابت کر دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ قادیان نہیں آئیں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے آپ کے وہاں پہنچنے پر حدود قادیان کی بحث نہیں چھیڑی کہ قادیان سے ان کی مراد صرف وہ گلی یا محلّہ ہے جس میں ان کا دولت خانہ ہے اور اس گلی یا محلے سے باہر کا علاقہ جہاں مولانا مقیم تھے اور جہاں سے خط ارسال کیا گیا تھا، قادیان نہیں کہلا سکتا۔

ثنائی روایت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ورود قادیان کی داستان بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو راقم نے قادیان میں پہنچ کر مرزا جی کو رقعہ مندرجہ ذیل لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱، صفحہ ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔

راقم ۔ابوالوفاء ثناءاللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء۔ وقت سوا تین بجے دن

اس کا جواب مرزا جی کی طرف سے نہایت ہی شیریں اور مزیدار پہنچا، جو مندرجہ ذیل ہے:

از طرف عائذ باللہ غلام احمد عافاہ اللہ و ایّد۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب!

آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیش گوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کراویں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگر چہ میں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانی کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوگا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اگر چہ آپ نے اس رقعہ میں دعوی کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوی پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر بات کو کشاں کشاں بے ہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالی کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنیکے لئے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ پر یا حضرت موسیٰ پر یا حضرت یونس پر عاید نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن کی پیشین گوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے، صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے، پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے، چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں بہ باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں خرچ کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔

اول صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں، ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں (ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے۔ ثناء اللہ)۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اسی طرح

تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے۔لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کرسکتا ہوں۔اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے، خود خدا تعالی فیصلہ کر دے گا۔
سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا۔ایسا صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں۔ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا، اس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

بالآخر اس غرض کے لئے کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی ہاتھ نہ جاویں، دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں (بالکل جھوٹ، آگے آتا ہے۔ثناء اللہ) کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔صرف آپ کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اول آپ ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیشگوئی پر ہو، ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں۔اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن اسی طرح دوسری لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا، اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں

۔اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔سو اب میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس عہد مؤکد بقسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کردیئے جائینگے۔مرزا غلام احمد بقلم خود۔

(مرزا جی کی دجالیت میں جس کو شبہ ہو وہ ان کی تصنیف مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۰۹ دیکھے کہ کس چالاکی کے ساتھ میرا قادیان آنا لکھا ہے اور اصل واقعہ کو چھپا کر صرف اپنی طرف سے ایک عبارت لکھ ماری ہے جو نہ خط ہے نہ اسکا ترجمہ۔نہ اصل واقع کی وجہ بتلائی ہے نہ سارے خطوط نقل کئے ہیں۔واہ رے بھلے مانس تیرے کیا کہنے۔ ثناءاللہ)

ناظرین ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں حالانکہ تحقیق حق کے لئے، جو بالکل بحث ہی کا مرادف (ہم معنی) لفظ ہے،اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ پر مجھے بلایا ہے اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسے خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا لیکچر سنتا جاؤں۔مگر نہیں معلوم کہ بکم یعنی گونگا ہو کر میں سن سکتا ہوں صم (بہرہ) ہو کر کیا سنونگا۔شائد یہ بھی معجزہ ہو ۔خیر بہر حال اس کا جو جواب خاکسار کی طرف سے گیا وہ درج ذیل ہے۔

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد ۔

از خاکسار ثناءاللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب!

آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا! جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے؟

جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (ثناءاللہ) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیش گوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطریں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں تلك اذاً قسمة ضيزى ۔

بھلا یہ کیا تحقیق کا طریقہ ہے میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں ۔اس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی، جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں ۔مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا، اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین ہی سطریں لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا اور ہر ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا اور چونکہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں، کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں؟ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہوگئی ہوگی ۔آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا۔کاروائی آج ہی شروع ہو جائے ۔آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا۔باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔۱۱جنوری۱۹۰۳ء

(حدیث میں ہے کہ لعنت کا مخاطب لعنت کا حق دار نہیں تو کرنے والے پر پڑتی ہے)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ کیسے معقول طریق سے راقم نے اپنے وجوہات بتلائے اور کس طرح سے مرزا جی کی پیش کردہ تجویز خفیف اصلاح کے ساتھ (جسے کوئی منصف مزاج ناپسند نہ کرے گا)

بعینہ منظور کر لی مگر مرزا جی اور معقولیت؟

این خیال ست ومحال ست وجنون

چنانچہ آپ اس رقعہ پر ایسا خفا ہوئے اور اتنی گالیاں دیں کہ کہنے سننے سے باہر۔ ہم ان کو اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قاصدوں کے لفظوں میں لکھتے ہیں:

ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر بحکم لا تکتموا الشّهادة سچ کہتے ہیں کہ جب ہم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ کا خط لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب ایک ایک فقرہ سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ اور حضار مجلس مریدان بھی ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ حضرت! واقعی ان مولوی لوگوں کو تہذیب اور تمیز نہیں۔ چند الفاظ جو مرزا صاحب نے علماء کی نسبت عموماً اور مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت خصوصاً فرمائے تھے یہ ہیں: خبیث، سؤر، بدذات، گوہہ خور، ہے۔ ہم اس کو کبھی نہ بولنے دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے، لعنت ہی لے کر جائے گا۔ اس کو کہو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی چوہڑے چمار سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

راقمان۔ حکیم محمد صدیق ساکن ضلع جالندھر بستی دانشمندان حال وارد امرتسر۔ محمد ابراہیم امرتسر۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ آخر اس خفگی میں آپ نے رقعہ کا جواب بھی نہ دیا اور اپنے ایڈی کانگوں کا حکم دیا کہ لکھ دو، چنانچہ وہ یہ ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ اس کے مضامین محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی

جواب کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے اور حضرت، انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب سامی میں قسم کھا چکے اور اللہ تعالی سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے اپنے مجتمع ہوں تاکہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے، والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان۔ گواہ شد۔ محمد سردار ابوسعید

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے میں نے رقیمہ مرقومہ قبول کر لیا۔ ان حضرات مرسلین رقعہ و گواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر عالم یا مولوی سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز ہے۔ رشیدیہ جو علم مناظرہ کی ایک مستند کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی سے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونے کا نام مناظرہ ہے۔ اور صفحہ ۲۳۔ اعجاز احمدی پر مجھ کو تحقیق حق کے لئے بلا رہے ہیں جیسا کہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہر ہے۔ پس تحقیق حق کے لئے بلا کر مناظرہ سے انکار کرنا صریح انکار بعد از اقرار کا مصداق ہے اور موقع پر الہام کی یاد۔ مرزا جی! اقرار کے بعد انکار معتبر نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو اعجاز احمدی۔ ص ۴۰)۔ علاوہ اس کے مناظرہ صرف زبانی گفتگو ہی کا نام نہیں بلکہ تحریری بلکہ ذہنی توجہ بھی مناظرہ ہے چنانچہ رشیدیہ میں ہے:

و ان کا ن ذلك التّو جه فی النّفس کما کا ن الحکماء ا لاشرا قیین

لیکن اس الہامی جماعت نے جہاں مسائل شرعیہ میں تجدید کی ہے اصطلاحات عقلیہ میں بھی تو موجد ہیں۔

اسی لئے تو کتابوں میں (بزعم خود) علماء کے دلائل کے جواب دیتے ہیں بلکہ درافشانی کرتے ہوئے بہت کچھ اخلاق حسنہ کا اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ مناظرے ہی میں داخل ہے۔ مگر جب خاکسار کو ایک لاکھ پندرہ ہزار دینے کی سوجھی تو خدائی وعدہ یاد آ گیا اور مناظرہ سے باوجود بلانے کے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ مرزا جی نے لکھا تھا کہ ڈیڑھ سو پیش گوئی کاذب ہونے کی صورت میں ہر ایک مرید سے ایک ایک روپیہ لے دونگا۔ مرزا جی! درصورت ڈیڑھ سو پیشگوئی جھوٹی ثابت ہونے کے بھی آپ کے مرید آپ کی مریدی میں رہ کر آپ کو ایک ایک روپیہ نذرانہ دے دیں گے، تب تو بڑے ہی عقل کے پتلے اور ایمان کے پکے ہونگے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کے مرید عموماً ایسے ہی ہیں، ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو مجھے قادیان میں موجود دیکھتے ہی آپ سے الگ نہ ہو جاتے؟ کیونکہ میرے وہاں پہنچتے ہی آپ کی پیش گوئی مندرجہ اعجاز احمدی غلط ہو گئی تھی ۔

بعد اللتیا واللتی ہم مرزا جی کی صداقت اور راست بیانی ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات ۔ و عصمنا نفسنا من مأثم ترک الواجبات ۔ و حان ان نصرف الوجه عن هذه المباحثات ۔ الا ما ینفی لبس السائلین و السائلات ۔وا زمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التّوضیحات و لو سبّونا کما أروا من قبل من العادات ۔ و ما غلظنا علیهم الّا لتنبیهات ۔ انّما الاعمال بالنّیّات ۔ فالآن نودّعهم بدموع جاریة من الحسرات ۔و عیونغریقه فی سیل العبرات ۔و هذه منّا خاتمة المخاطبات ۔

امروز ہر چہ بر ما از تبلیغ بود ادا کردیم ۔ و نفس خود را از گناہ ترک واجب محفوظ داشتیم ۔ و وقت آمد کہ ما ازیں مباحثات رو بگردانیم ۔ مگر آنچہ شبہ سائلان رد کند۔ و قصد کردم کہ بعد ایں توضیحات علماء را مخاطب نکنیم ۔ اگرچہ دشنام ہا دہند چنانچہ پیش ازیں ہمیں عادات خود نمودہ اند۔ و ما برایشاں درشتی

که کردیم محض برائے آگاہانیدن کردیم۔ واعمال نزد خدا تعالی وابستہ برنیت ہا ہستند۔ پس اکنوں ایشاں باشکہائے جاری از حسرت ہا وداع می کنیم و باچشمائے پر آب رخصت می نمائیم۔ پس امروز ایں رسالہ از ما خاتمہ مخاطبات است۔ فقط

یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب انجام آتھم ۱۸۹۶ء کی مطبوعہ ہے جیسا کہ اس کے صفحہ اول سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے لئے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے۔

۲۔ عقل کی رو سے۔

۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔

کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی،

تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں ،تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اوران کے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

مرزاجی! کیا آپ نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا، یاان سے بحث کا مطالبہ نہیں کیا، جو عین مناظرہ ہے۔یا قادیان میں ۱۹۰۰ء،۱۸۹۶ء سے پہلے ہونیکی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے؟نہیں،تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کو مناظرہ تو کیا،زیارت سے بھی محروم رکھا۔

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزاجی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا ہوا ہے اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزاجی کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔وہ نوٹس درج ذیل ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ السّلام علینا و علی عباده اللّٰہ الصالحین۔

آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپ کی حجت پوری کرنے کو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں،تقدیم وتاخیر ان کی ہمارے اختیار رہے۔پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔اکتوبر کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے۔جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کریں گے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں گے۔چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن صاحب اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ابوعبیداحمداللہ امرتسری۔عبدالجبارغزنوی۔عبدالرحیم غزنوی۔حافظ عبدالمنان وزیر آبادی۔ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری۔عبدالعزیز دینانگری۔نوراحمد امرتسر،عبدالاول غزنوی،عبدالغفور غزنوی۔ابوزبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔نوراحمد لکھوکے۔عبدالحق غزنوی۔حکیم عبدالحق امرتسری۔محمد حسین لکھوکے۔سید عبدالقیوم حنفی جالندھری۔عبدالقادر لکھوکی۔تاج الدین امرتسری۔عبد الرزاق لکھوکی۔حافظ غلام صمدانی پشاوری۔مولوی حکیم محمد عبداللہ پشاور۔گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔حیات پیر پشاوری۔عبدالعظیم پسروری۔عبداللہ پسروری۔قاسم علی نائی والہ۔محبّ اللہ خراسانی۔عبدالمجید ہزاروی۔عبدالودود باری والہ۔نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری۔حسن محمد بھنری؟۔یحیٰ غزنوی۔محمد غزنوی۔خلیفہ عبدالرحمٰن امرتسری۔سید احمد دہلوی۔غلام محمد تبّتی۔مصطفیٰ ساکن کیلیانوالہ گوجرانوالہ۔حافظ محمد عبداللہ غزنوی۔حبیب اللہ غزنوی۔عبدالعلی نوشہرہ ضلع بنیر۔شاہ ابو صالح کان پوری۔

ناظرین! یہ ہیں مرزاجی کی ابلہ فریبیاں جن میں ہم بھی آپ کو یکتائے زمان مانتے ہیں۔

☆☆☆

و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و علی آ له و اصحا به اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۲۲ دسمبر۔۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیمان و انه بسم اللہ الر حمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست وپنجم (۲۵)

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

شعراء ختم نبوت (۱)

ڈاکٹر محمد بہاءالدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست وپنجم (۲۵)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین
صفحات	۵۹۷
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

انه من سلیمان و انه بسم الله الر حمن الر حیم

مشمو لات کتا ب کا تعارف

تحریک ختم نبوت کی پچیسویں جلد چند شعراء ختم نبوت کی کارگذاریوں کی داستان ہے اور جناب مولوی خدابخش واعظ، منشی سعداللہ لدھیانوی، ملامحمد بخش لاہوری، اور مولوی عبدالحی کلاسوالہ کی نثری اور منظوم نگارشات پر مشتمل ہے۔

مولوی خدابخش واعظ کاروان تحریک ختم نبوت میں ابتداء ہی میں شامل ہوگئے تھے۔ آپ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ کے مرید اور اچھے پنجابی واعظ تھے، گھوم پھر کر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی سامنے آنے پر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں ان کا ردّ شروع کیا تو مولوی خدابخش صاحب، مولانا بٹالوی کی تحریروں میں موجود دلائل سے لیس ہوکر عوامی سطح پر مرزا قادیانی کے ردّ میں مصروف ہوگئے۔ آپ کی پنجابی نظمیں اس دور میں مقبول عام ہوئیں جب شیخ الاسلام مولانا امرتسری، قاضی فضل احمد لدھیانوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی جیسے کارکنان تحریک ابھی منظر عام پر ہی نہیں آئے تھے۔

مولوی خدابخش مرحوم کی کچھ نگارشات قبل ازیں کسی جلد میں بعنوان مثنوی معیار الحق وغیرہ نقل ہو

چکی ہیں، لیکن ان کی سب سے پہلی نظم فصل الخطاب جو ۱۸۹۳ء کے گردو پیش کی ہے، دست یاب نہ ہو سکنے کے باعث تا حال شامل سلسلہ نہیں ہو سکی تھی۔ بحمد اللہ، عزیزم محمد سہیل نے اس نظم کو اب کہیں سے حاصل کر لیا ہے اس لئے بحذف چند اشعار (جو ٹھیک طرح پڑھے نہیں جا سکے) یہاں نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ اور پنجابی اشعار کے ساتھ کہیں کہیں حسب ضرورت اردو حواشی شامل کر دئے گئے ہیں جو عموماً اشاعۃ السنہ سے منقول تحریروں پر مشتمل ہیں۔

فصل الخطاب کے بعد تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے ایک اور معروف کارکن ملا محمد بخش لاہوری کی ایک تحریر بعنوان جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار، اور ان کی ایک نظم بعنوان: گرگ کہن قادیانی اور اس کی جورو کی لڑائی، نقل کی جا رہی ہیں۔ ان کے بعد جناب محمود گنجوی صاحب کی ایک تحریر بعنوان: حملہ آسمانی در بارہ شکست کادیانی، نقل ہوئی ہے جو ۱۸۹۶ء۔ ۱۸۹۷ء کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔

اس کے بعد منشی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم کا ذکر خیر ہے۔ منشی صاحب ہندومت ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اسلامی لٹریچر، عقائد، تاریخ وغیرہ سے خوب واقف تھے اور بہت اچھے شاعر تھے۔ اردو پنجابی اور فارسی میں مشق سخن فرمایا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے دوستوں میں سے تھے، اور رد قادیانیت میں ان کی سرگرمیوں میں ان کے مددگار۔ بنا بریں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان سے بہت نالاں رہتے تھے۔

منشی سعد اللہ صاحب لدھیانہ کے ایک ہائی سکول میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۰۷ء میں آپ کی وفات ہوئی تو مرزا صاحب قادیانی نے اپنا ایک نشان پورا ہونے کا دعوی کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سعد اللہ کے ساتھ، اور اس نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا، اور میں نے کہا تھا کہ تو ابتر ہے، اور میرے سامنے مرے گا، وغیرہ وغیرہ، اب دیکھو کہ میں زندہ ہوں اور سعد اللہ مر گیا۔

اس موضوع پر مرزا قادیانی نے اپنی زندگی کے آخری دور کی کتابوں حقیقۃ الوحی (جو ان کی موت سے ایک سال پہلے شائع ہوئی)، اور چشمہ معرفت میں (جو ان کی زندگی کے آخری مہینے میں شائع ہوئی) میں تفصیلاً لکھا اور منشی صاحب کی موت کو اپنی بڑے زور شور سے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا۔ دوسری طرف شیخ الاسلام

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں قادیانی صاحب کے دعوے کے تاروپود بکھیرے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد ان کے مریدین بھی اپنے پیرومرشد کی باتیں دہراتے رہے ۔ بنابریں مسلمان علماء بھی اس موضوع پر لکھتے رہے۔ میں نے جانبین کی چند تحریریں نقل کر دی ہیں۔ اور اس کے بعد کم وبیش تین صد صفحات میں منشی سعداللہ صاحب کی نظم ونثر کے نمونے نذر قارئین کئے ہے۔ اور انہیں جابجا مفید حواشی سے مزین کیا ہے۔

منشی سعداللہ لدھیانوی کی نظم ونثر پر مشتمل کچھ رسالے عزیزم محمد سہیل نے مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی لائبریری حاصل کئے تھے، اوران کی چند نظمیں شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیموں سے لی گئی ہیں جو مولانا محمد اشرف جاوید فیصل آباد نے عنایت فرمائے تھے۔ خیال رہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ بہت پرانے اوراق کی فوٹو کاپیاں ہیں، جنہیں پڑھنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے، اسلئے میں نے کچھ اشعار حذف کر دیئے ہیں اور کہیں کہیں اپنی طرف سے اشعار میں موزوں الفاظ داخل کر دیئے ہیں۔

منشی سعداللہ لدھیانوی مرحوم کی نگارشات کے بعد جناب مولوی عبدالحی آف کلاسوالا ضلع سیالکوٹ کی طویل پنجابی نظم: امداد رحمانی فی کشف عقیدہ قادیانی، نقل کی گئی ہے اور اسے بھی جابجا اردو حواشی سے مزین کیا گیا ہے۔ یوں اس کتاب کی حیثیت ایک عمدہ علمی دستاویز کی ہوگئی ہے۔ تاہم جو اشعار پڑھے نہ جا سکے انہیں ترک کر دیا گیا، یا تک بندی کا سہارا لیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین میری اس عاجز مؤلف کی مجبوری اور نالائقی سے صرف نظر فرمائیں گے۔

الفصل الخطا ب لرد المسیح الکذا ب

(جھوٹے مسیح دا ردّ)

(خدابخش واعظ ساکن محمد مندرانوالہ ضلع امرتسر۔ مطبوعہ امرتسر)

بسم اللہ الر حمن الر حیم

قل جاء الحق و زھق البا طل ان البا طل کا ن زھو قاً

سب حمد اوسے جس نازل کیتے پاک کلام سوہارے
تے شکرانے جس احمد بھے جیا رہبر خلقت ساری
خاتم کل نبیاں دا کر بھے جیوں طرف لوکائی
بھلے نصیب. اونہاندی جنہاں پیروی اس دی چاہی
پھر لکھ صلواۃ سلام نبیوں پو نچن شام صباحیں
جس پورا دین لیاندا چھوڑی کسر او ہ دے وچہ نا ہیں
تے را ضی ہو وے رب او نہا نتے جو ا صحا ب سو ہا رے
بھی مجتھداں علماواں نیکاں رحمت رب دی تارے

تمہید واحوال مرزا قادیانی وسبب تالیف

اس تھیں پچھے کران میاں نصیحت کارن بھائیاں
جو ایس زمانے اکثر مکری لائی بیٹھے پھایاں
نال لو کارا لوٹن کارن بیٹھے کھول دو کاناں
دینوں خلق بھلاون احمق جو چیلے شیطاناں
جیوں قادیان قصبہ ہے چڑھ دی طرفے کنون بٹالے
وچہ ضلع گورداسپورے دے سن اوتھے دے چالے
کئی لوکاں اوس جگہ وچہ ہیں پکھنڈ کھلارے
ہکدا نام امام الدین اوہ چوہڑیاں گرو پیارے
لال بیگ اوس نام ہولایا وچہ جہاناں
اوس اکثر مال اونہاندا لٹیا ردیا مسلماناں
تے دوجا نام غلام احمد جو جان رہندا ایہائی
اوس مسلماناں دے لٹن کارن راہ نکالیا ساہی
پہلاں اوس اشتہار دیتا سی سال ہوئے دس باراں
ہندواں تے عیسائیاں تھیں میں بحث کراں گفتاراں

میں ایس صدی دے وچہ مجدد نصرت دین کریساں
مخالف جو اسلاموں ٹولے اونہاں ہزیمت دیساں
میں اک کتاب تیار کراں جس وچہ ثبوت اسلامی
دیساں حق اسلام ہووندیاں منگن خاص عوامی
پر اول قیمت لوگ دیون تا ایہہ کم ہوونہارا
بہتیاں جزان کتا ب ہو وے گی حال کھلے گا سارا
مو مناں سدھیا سادیا ں نے جاتا دین دی مدد کر دا
اس حیلے اوس مال لٹیا پھیلایا جال مکر دا
پھر دعوی کیتاہے مینو ں الہام ہو ندا سن پیارے
رب ولوں او لیاواں وانگو ں مینوں ہون اشارے
شیخ اساڈے مولوی صاحب غلام العلی سوہارے
ابو عبید اللہ فرمایا اس تھوں پھڑیوں کنارے
دیکھ لیؤ پیغمبری دعوی کروگ ایہہ اک دہاڑی
ایس طر ح دے اکثر ہوندے جگ وگاڑ تہاڑی
ایہہ ٹھگ لو کا ندے مال لو ٹن نو سارے مکر کھلا رے
پر اکثر لوگ مکر اوس لگے رہے نہ ہٹے گہلیارے
نا اوہ کتا ب چھپائیوس ساری خلق دا مال پچایا
پھر ہور کتاباں عہد دتیوس نا پورا کر دکھلایا
سراج منیر تے جلوہ گاہ قرآنی اکھیوس چھپاواں
تے اشعۃ القرآن دا بھی اشتہار دیتا کوڑیاواں

انیاں گنون نہ کوئی چھپے زر کتوس ہضم لوکاں دا
جی وعدے سن الہامی ایہہ کیوں ہویا خلاف تنہاندا
پھر اشتہاراں وچہ لکھے میرے پاس آوے جے کائی
مخالف دین اسلاموں جیوں کر آریا یا عیسائی
اوہ چیدہ ہو وے قوم اپنی وچہ سال میں پاس گذارے
کیتا اوس دا قوم اوہدی سی منن لوکی سارے
جی جھوٹا ہو واں میں اوس وچہ اوہ کچھ نشا ن نہ پاوے
مبلغ چوّی سو (۲۴) اوسنوں انعامی دیتا جاوے
وچہ ایسیاں شر طاں لکھیاں تا جو آ وے مول نہ کوئی
تے مال کھڑے کوئی مرزا سو اینویں ہی گل ہوئی
تے مسلماناں نوں آکھیو س اس وچہ مدد کر ہو میری
اس حیلے تھیں کٹھی کیتی دولت اوس بہتیری
پھر لکھیوس ہن گھر بیٹا ہو سی ہوسی شاہ زمانہ
مشرق مغرب روشن کر سی ہوگ منور شاناں
پھر لڑکی ہوئیوس اوس حملوں پھر ہور اشتہار چھپایا
میں اس حملوں نہیں آکھیا تے کچھ لارا ہور سنایا
پھر دوجے حملوں لڑکا ہویا پھر اشتہار چھپائے
جو پیش گوئی حق ہوگئی میری مینوں لڑکا جائے
پھر جھوٹے نوں رب جھوٹا کیتا اوہو لڑکا مویا
مخالفاں توں دین اسلام نوں ڈاڈھا ٹھٹھا ہویا

پھر اودوں پچھے ہوئے دو لڑکے گھر اوس ٹھگ دے
دوہاں نوں ہو لائیوس کر شہرت وچہ جگ دے
ایہہ بھی اوسدا مکر ہے جو دوہاں کنوں رہے زندہ
اوسنوں کہے موعود الٰہی او دھوکے ایسے دیندا
پھر لو کاں آ کھے میرے کو لوں جے کوئی دعا کرا وے
رب قبول کرے اوہ کل مراد خدا تھوں پاوے
پھر لوکی جاون نذراں دیون ٹھگے مال خلق دا
ہور بھی مکر اوہدے میں سارے کر تفصیل نہ سکدا
ہن ہور پلال کہلایا احمق ہور اک نال رلایا
مرشد تے چیلے نے یارو رل مل شور مچایا
او احمق نور ہدا یت ولوں پیہاں وچہ اندھیرے
نبہا دیں دعوی کرے اعتقادوں باجہہ بکھیڑے
اوہ احمق کہے میں چیلا اوس دا تے اوہ مرشد میرا
پر وچہ حقیقت مرشد احمق مرزے دا اوہ چیرا
اونہاں خلاف قرآن حدیثوں کڈھے ہیں عقیدے
عیسی تے دجال دی حق جیوں سن اقوال نبی دے
اونہاں پیش گوئیاں نوں مرزے قادیاں چا اولٹایا
کر کفری تاویلاں کافر ہویا کفر کمایا
فتح اسلام چھپائیوس پہلاں فسخ اسلام کرائی
پھر توضیح لکھ کفر اپنے دی کر توضیح سنائی

(یہاں جواشعار ہیں وہ ٹھیک طرح پڑھے نہیں جاتے۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اس خط و کتابت کی طرف اشارہ ہے جو فتح اسلام کی طباعت کے دنوں میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا قادیانی کے درمیان ہو رہی تھی۔ایک خط میں مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو لکھا تھا:)

تے لکھیا میرے پاس آنویں یا مینوں پاس بلاویں
کر تحقیق لویں سنگ ساڈے فتنہ نا اٹھاویں
پاس بلاون کنوں بھجا تے آپ بھی پاس نہ آیا
چوری شہر بٹالے کولوں امرت سر نوں وہایا
تے مو لوی عبد الحق ہو را ں بھی اک اشتہار چھپا یا
مرزے تیئں مباہلے لئی بلایا ناہ اوہ آیا
مباہلے تھوں انکار کیتوس کر کوڑے عذر بہانے
خوب اڑائی امرت سر وچ خاک اوہدی علماء نے
پھر ازالہ کفر الحاد دا نالہ اوس چلایا
تان ابو سعید ہو راں نے و چہ لاہور دے قابو پایا
اک حواری اس دے تھیں سی بحث ا نہاں نے چا ہی
جد جاتا اوس حواری میری ہون لگی رسوائی
مجلس بحث و چو ں کر کو ڑے عذر بہا نے وہایا
پھر لدھیانہ وچہ جا اوس مرشد چیلے شور مچایا

(مولوی نور دین بھیروی قادیانی سے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے مباحثہ لاہور اپریل ۱۸۹۱ء کی طرف اشارہ ہے۔جسے مولوی نور دین درمیان میں نامکمل چھوڑ کے لدھیانہ چلے گئے تھے جہاں ان دنوں مرزا صاحب مقیم تھے۔یہ تفصیلات ہم اس سلسلہ کتب میں سابقاً لکھ چکے ہیں۔بہاء)

پھر ابو سعید ہوراں نے اوسنوں پکڑیا جا لدھانے
ذلت اتے شکست اٹھائی اوتھے بے حیا نے
جد لدھیانیوں بھجا مرزا بھجن اوس ہویدا
پھر مولوی ابو سعید ہوران نے خبر کیتی ایہہ ہر جا
تے استفتا کر علماواں توں فتوی کفر لکھایا
مطبع وچہ چھپایا جگ وچہ کیتا خوار اوڑایا
پھر اوہ مردود خدا پہنچا دلی وچہ نکارا
جلیل القدر علمانواں دی جا ساہویں ہویا ہتھیارا
شیخ الکل صاحب مولانا مولوی صاحب سوہارے
نام نذیر حسین جنہاں شاگرد جو علماء سارے
اکثر ہندوستان سے عالم ہیں شاگرد اونہاں دے
یا شاگرداں دے شاگرد جو فاضل ہیں سدواندے
مقابل اونہاں دے جا مرزے نے اشتہار چھپایا
تے عبد الحق حقانی نوں بھی بحث دے لئی بلایا
پھر ابو سعید او تھائیں پھونچا پکڑیا جا کر شیراں
ابو سعید تے عبد مجید تے عبد الحق دلیراں
شیر دلیر بہادر گجے گِدڑ بوئیں وڑیا
تے آ کھیا نال تساڈی میں نہیں بحث کرن نوں چڑھیا
اک باجھوں شیخ الکل تساتھیں بحث نہیں میں کردا
لودھیانے وچہ ہتھ جو ڈھٹے اوس کر توتوں ڈردا

ابو سعید تے عبد مجید اشتہار ایہہ تداں چھپائے
شاگرد ہوندیاں کی ہے غرض استاد نوں بحث اٹھائے
پر اصرار کیتوس تاں شیخ الکل بھی من سدھائے
چاننی محل مقرر ہویا لوگ بہتیرے آئے
سدیا مرزے نوں ناہ گھر تھیں نکلیا رب دا مارا
کوڑے عذر بہانے کر کے بچنوں بھج سدھارا
پھر اشتہار دتوس وچہ مجلس شیخ الکل جے آوے
زندہ ہے عیسی ایہہ کہہ کے رب دی قسم اٹھاوے
پھر سال تلک جے شیخ الکل نوں کجھ وبال نہ آئے
پھر میں تائب ہوساں ایہہ مکاری پھیلائے
اوس غرض آہی جے سال اندر کجھ تھیئی انہاں بیماری
تا پھر میں نا تائب ہوساں بگڑے خلق وچاری

(حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کی عمر مبارک ان دنوں ۹۰ سال کے گرد وپیش تھی، اور کمزور اس قدر تھے کہ ڈولی میں بیٹھ کر ادھر ادھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ کہنا کہ سال بھر اسے کوئی صحت وغیرہ کے مسائل پیش نہ آئیں تو پھر میں توبہ کرونگا، ستم ظریفی کے سوا کیا کہلا سکتا ہے۔ بہاء)

پھر شیخ الکل قسم کھاون بھی کر منظور سدھائے
تے آکھیا اوسے ویلے مرزا پر تائب ہو جاوے
پھر جامع مسجد خلق جمع وچہ بڑے رئیس بھی آئے
مرزے نوں سدوایا آیا قسم تاں کیتی جائے

تا قسم کھاون تے فیصلہ کیتوس ہویا چپ نکارا
پھر شیخ الکل ہو راں نے آ کھیا بحث بھی کر لے یارا
بحث کنوں بھی بھجا اوتھے بہت فضیحت پائی
تاڑی وجّی دلّی وچوں نکلیا پھر سودائی
اوہ سیمرغاں دے نال لگی سی اڈن چڑی نمانی
کی ٹٹیاناں اوتھے جتھے چمکن شمس نورانی
پھر بھج آیا دہلی کنوں دلیراں جدوں لتاڑا
جیوں گڈر ڈر شیراں توں وچہ بوجیہاں وڑا پیا را
پھر ہر طرفوں اشتہار چھپے جو مرزا بھج سدھایا
پھر قادیاں دے وچہ میلہ کیتوس چیلیانوں سدوایا
کریم بخش جمال پوری جو آہا اک سودائی
اوس دے مونہوں مرزے نے دلوائی ایہہ گواہی
جو نام گلاب شاہ سن مجذوب اوہ آہے آکھ سدہائے
جو عیسی آون والا نام غلام احمد سدوائے
ایہہ کملے دی سن کون گواہی منے سمجھیں بھائی
اوہ کدوں گواہی لائق جس نے اصلوں عقل گوائی
تے آکھیا لوکاں نوں یورپ دے وچہ اسلام جو دہایا
اوہ میری ہی تاثیر کنوں ہے کوڑا دعوی چایا
اوہ وِب صاحب تھیں فیض کہنڈیا نو مسلم اوہ ایہائی
تے مرزے نے وڈیائی کارن دعوی کیتا بھائی

پھر جلسے والیاں آکھیوس مینوں دئیو روپئے چندہ
چھاپ کتاباں بھیجئے اودھر ایہہ بھی مکر کھٹن دا
پھر جو کچھ لوکاں کولوں لبھا ٹھگیا اوس نکارے
تے ہن تک کوئی چھاپ کتا ب نہ بھیجی اوس ہتیارے
تے لکھیوس فیصلہ آسمانی اوہ حیلہ سی شیطانی
شیخ الکل نوں اس وچہ گالیاں کڈھیاں اوس طوفانی
تے لکھیا اس وچہ کوڑ میرے تے بدھا ہے علماواں
رسالیاں میریاں سمجھ نہ آئی علماواں داناواں
جواب اس دے وچہ مولوی ابو سعید ہوراں سن بھائی
جلد چودہ دے چار نمبر لکھ کیتی اوہدی تباہی
تے ثابت کر د کھلایا تد کتاباں جو چھپوایاں
وچہ اونہاں دے کفر ہے تاں علماواں مہراں لائیاں
پھیر وساوس شیطانی دا اوس طوفان وگایا
تے شیشہ کفر الحاد اپنے دا لوکاں نوں دکھلایا
ہن اس فتنہ تھیں ہند اندر ہے شور بڑا پے رہیا
تے خیر خوا ہی ہر اک دی کر ہو حضرت صا حب کہیا
خیال علماواں رنگ برنگے ہو ئے ایس زمانے
اک ردتکفیراں دے وچہ ہین سرگرم جو ہیں حقانے
اوہ آپ بچے شر اسدی ہتوں تے عاماں تائیں
نوح دی کشتی وانگ ملاحاں عمدہ نفع پہنچائیں

نام انہاں دے لکھن نوں نہیں کاغذ تھوڑا کافی
جنہاں ردّ مرزے دے کیتے عمدہ کافی وافی
شیخ الکل جو مولانا نذیر حسین سوہارے
سنے تمام علماواں دہلی والیاں ربدیاں پیارے
تے عبد الحق حقانی جنہاندی تفسیر حقانی
بھی عبد منان تے عبد مجید اسحاق جو عربی جانے
رشید احمد گنگوہی حق ہلاون ردّ سناون
دجال دا اوہ مثیل ایہی ایہہ فتوی وچہ فرماون
ابو سعید جو سب تھیں اونہاں کوشش بہت اٹھائی
توفیق تے ظفر ربانی اونہاں شامل حال ایہائی
اشاعت سنت وچہ مرزے دا کیتا اونہاں منہ کالائی
میں بھی خوشہ چین اونہاں دا شامل حال ایہائی
اینویں مولانا عبدالجبار جو غزنی والے
تے باقی ٹبر اونہاندے وچہ عالم علموں بالے
ایس خنوادیوں خلقت نے ہے فیض وڈیرا پایا
سایہ انہاں دا مسلماناں تے قائم رکھ خدایا
ہور بھی بہت علماء امرتسر اہل حدیث جو سا رے
تے اہل فقہ بھی سارے اوسدا ردّ سناون ہارے
تے بہتے عالم لاہوری ہیں اوسدا ردّ کریندے
مولانا رحیم بخش جو چینیاں مسجد رہندے

محمد بشیر بھوپال اندر تے ہور بھی عالم بھا رے
تے لد ھیانہ و چہ سعد اللہ لکھ نظماں بردن ہا رے
محمد اسحاق اندر پٹیالے اوسدی خاک اوڑاون
بھی و چہ بمبئی تے دیوبند وی جو گنتی وچہ نہ آون
تے لکھو کے و چہ حا فظ نا م محمد ر ب د ے پیارے
اوس دا ردّ سناندے کردے جنت سدہارے
پچھے اونہاں صاحبزادے محی الدین سوہارے
صوفی نیک مکمل کامل چمکن دینی تارے
ہور بھی عا لم ردّ لکھن اس کر کے ہمت بھاری
بدنی مالی خدمت دینی کر دے رحمت باری
تے اک عا لم جو مر زے دا رد کر دے کہن کو ڑ یارا
پر کافر مو نہوں نہ آکھن دل وچہ کرن تردد یارا
اوہ ایسے ہیں جو مرزا ئیا ں سنگ غر ض جنہاں کجھ ہوئی
اوہ تھوڑے ہیں جو سچ ہلاون تنہاں شابش ہوئی
اک انہاں وچہ مولوی احمد اللہ ہیں جان پیارے
ظن مرزائیا ں انہاں تے ایہہ مر زے مگر سدھارے
اپہر مرزے مگر نہیں بلک مخالف ویندے
فتوی اپنے اندر دیکھو ایس طرح اوہ کہندے
کہن عبارتاں مرزے والیاں جیون مینوں دسیایاں
ظاہر اہل سنت دے ہیں مخالف نظری آیایاں

انہاں گلاں اپر کوئی عقیدہ اگر ٹکاوے
اوہ بھلا ہو یا اہل سنت دی کنون مخالف وہاوے
پس مرزائیاں لڑ فخر جو آہا اوہ بھی کھس سدھایا
جو مولوی صاحب احمد اللہ بھی فتوی ایسا لایا
اک مو لوی صاحب ثناء اللہ اوہ ہنیں جو پڑھ کے آئے
مرزائیاں دے امرتسر وچہ اونہاں غبار اڑائے
حیات مسیح دی مرزائی تھیں اونہاں بحث اٹھائی
رب جزا انہاں خیر دیوے کر ثابت دتا سائی
تے اک عالم جو گونگے بولے ہو بیٹھے دسائے
اوہ نا اودھر نا ایدھر دے ہے مذبذب وہائے
جو ایسے ویلے چپ رہن کس کم انہاں حق گوئی
پر اوہ بھی جو مرزائیاں سنگ غرض انہاں کجھ ہوئی
تے اک ایسے عالم جان اونہاں پاس جاون مرزائی
تاں دم اونہاں دے ول دا مارن آکھن ہم تم بھائی
تے پنچواں ٹولہ مرزائیاں دا جو ظاہر مرزائی
اوہ ہک اتے ہتھ مارن جو سچا آکھن ہارے
ایس ٹولے وچہ اکثر ہیں حکیم طبیب یونانی
مڈھوں تابع عقل جیہڑے کوئی مذہب انہاں نہ جانی
انہاں پنجاں وچوں پہلا افضل ٹول ربانان
اوہ کرن پئے تردیدان تے دلیران انت نہ شانان
تے دوجا ٹولہ اونہاں موید وہ بھی بچ گئے بھائی

تے باقی تتنے بھلّے جو دتی ہدایت پاک الٰہی
خیر خواہی انہاں تہاندی نوں واعظ قلم اٹھاوے
خدمت انہاں ساریاں دی وچہ اتنی عرض سناوے
پہلے دونویں ٹولیو ایسی سعی تے تگڑے رہیو
جد لگ جنداں ردّ تردیداں مرزے والیاں کہیو
تیجے ٹول علماؤ عاجز واعظ کہے وچارا
حق ہلارن شروع کرو ایہہ سستی چھڈو یارا
اجیہے ویلے عالم ہو کے جیہڑے حق لوکاون
ہائے افسوس کنویں حضرت نوں حشر نوں منہ دکھاون
اجیہاں دے حق رب کیہا جو نبی شکایت کرسی
ایس ٹولے قرآن نوں چھڈیا کوئی شفاعت نہ بھرسی
حقانی علماوان دے جے جزو تسیں بن جاؤ
انشاء اللہ رل مل کے مرزائیاں خاک اوڑاؤ
چوتھے ٹول علماؤ مرزا کافر شک نہ کائی
ایہہ شیشہ تکفیر اوسید ایتھون دیکھو بھائی
جے نال انصاف دیکھو تاں مرزا پکا کافر جانو
ٹول پہلے دے نال رلو وچہ جنت موجاں مانو
پنجویں ٹولے والیوں او منہ کالیو او مرزائیو
قرآن حدیث دی طرف آجاؤ چھوڑو ضد سودائیو
نہیں تے کڈھ قرآن حدیث تے کچھ جواب سناؤ
نال قرآن حدیث اونہوں بن مریم کر دکھلاؤ

واعظ اتے خفا نہ ہویو حق ایہہ سناندا
حکم خدا نبی دا اوستھوں نہیں چھپایا جاندا
جد ایہہ فتنہ پنڈاں دے وچہ ظاہر ہوندا پایا
تد ایہہ ہندی وچہ رسالہ اوسدا ردّ بنایا
فصل خطاب ہے نام ایہدا جو پہلا نام ٹکایا
رد مسیح کذاب ایہدا ہے دوجا نام سنایا
نال انصا ف دے منصف ہو کے مو تیاں ہار پر و ئے
مو من گل و چہ پہنن ایسنوں ناہ مرزائی کھوتے
عام تے استھیں نفع لو ن شر مر زے دیوں بچ جاون
تے خاصاں دی تا ئید ہو سی کجھ ہو لے بھار ہو جا ون
تن ہوئے مرزائی ہیسن میرے یار پیارے
اکنوں میں سمجھایا پس حق منیاں ربدے تارے
الحمد للہ اس توبہ کیتی لکھ دتا خود مینوں
حاشئے دے وچہ توبہ نامہ نظری آوے تینوں
اوہ مو لوی اتے حکیم عز یز الدین جو ننگلی رہندے
ایسے نیک جو گل سچی نوں سر اتے دھر لیندے

(حاشیہ: میں نے مرزا کی کتابیں دیکھی نہیں اور نہ اس کو دیکھا تھا صرف ایک دوست کے بہکانے سے میں مذبذب ہوکر پاس مولوی نوراحمد کے واسطے تحقیق کے پہنچا انہوں نے کہا نزول سے شرف مراد ہے نہ آسمان سے اترنا۔ کیا اوپر کیلئے نزول کا لفظ نہیں اور پڑھا و انز لنا الحد ید میں نے پوچھا عیسی فوت ہو چکے ہیں کہا ہاں اور پڑھا ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد..الخ۔ پھر سنایا فلما تو فیتنی ..الخ۔ میں نے پوچھا دجال نہیں آئے گا۔ کہا اگر اعتقاد مشہور کی طرح کہو تو.....(. اگلی سطر پڑھی نہیں جاتی۔ بہاء)

دوجے بیلی میرے مولوی نور احمد سن بھائی
جو وچہ علاقہ ساڈے لودی ننگل رہن ایہائی
میں انہاں کارن شہر فتح گڈھ آیا وعظ سنایا
کیا تسیں ہوئے مرزائی نور احمد لکھ پوچھایا
جواب کہلیوس میں مرزے دا مول مقلد ناہیں
پر کراں تردد کافر بھی نا آکھاں اس دے تائیں
نال گہلیوس خط اپنا جو وہ ابو سعید پہنچایا
جو میرے وانگوں انہاں بھی دریافت کرنا چاہیا
اس وچہ بھی میں مرزے دا مول مقلد ناہیں
پر کراں تردد کافر بھی نا آکھاں اس دے تائیں
تے مرزائی ہوون دے دو شاہد پورے میرے
اشتہار تحقیق کلام رسالہ دوجا دونوں جیہڑے
پہلے لکھے حدیث اونہاں جبریلی سند ٹکائی
تے اسٹھیں ثا بت کفر سگوں ہے مر زے وا لا بھائی
اوہ دیوچہ ایمان ملائک اتے شرط ایمانی
تے مرزا منکر ملکاں دا ہے دیکھ رسالہ جانی
حدیث دو جی لکھ صلی صلوتنا اس نے سند بنائی
میں وچہ جواب دے لکھیا مرزا ایس موافق ناہی
اس دے وچہ مرزا جو ساڈے وانگ نماز گذارے
تے وانگ اسان اعتقا د رکھے ایہہ کیہا رسول سوہارے

نہیں تے جیوین اک قوم دا ذکر نبی نے ہے فرمایا
جو ابن ماجہ وچ ابو سعید روایت ایہہ لیایا

عن ابو سعیدؓ قال ذکر رسول اللہ ﷺ قوما یتعبد ون یحقر احد کم صلوته مع صلواتهم و صومه مع صومهم یمر قو ن من الدین کما یمر ق السهم من الر میه (ابن ماجه۔ ١٦٩)

نبی کیہا جو قوم ہوک اک کرن عبادت بھاری
نماز اونہاندیوں ہک تساڈا جانے اپنے ماڑی
تے روزے انہاندے تھیں جانے روزہ اپنا ماڑا
تے نکلن دینوں جیوں کر تیر نشانوں نکلے یارا
جے صرف نماز لحاظ ہوندا تاں نبی کیوں ایہہ فرماندے
پس ثابت ہویا عقائد با جھوں عمل نہ منّے جاندے
تے لا الٰہ الا اللہ دی ہے اوہ سند جو لیایا
اس وچہ پاک اولادوں بھی ہے جانن داخل پایا
تے مرزے رب دا استعارہ تھیں بندا پت ایہائی
پس لا الٰہ الا اللہ تے اوس ایمان نہ کائی
تے دوجی تیجی چوتھی اوسنے جو ہے وجہ سنائی
اوہ تاویلاں مرزے والیاں وانگ تاویل نہ کائی
تے بعضے اوہ فلاسفیاں دے ہیں اقوال پیارے
تے مشائینان زندیقاں دے بعضے قول نتارے

تے پنجواں شاہ ولی اللہ دا الہام اوس لکھ وکھایا
تے آکھیوس شاہ ولی اللہ نوں کیوں کافر نہ الایا
جواب میں لکھیا شاہ ولی اللہ دا الہام ایہہ بھائی
ہرگز سند نہیں اتھہ گذریاں برا نہ کہن روائی
کیوں جو شاہ ولی اللہ دا الہام نہ اوہ اجیہا
کہ دن او نہا ندی ریس کرے جس الٹ قرآنوں کیہا
چھیواں لکھیوس مرزیدے اعتقاد جو ایہہ ہن سارے
شعبۃ الایمان وچوں ہین دو کی قسموں پیارے
میں لکھیا جو مرزے دے اعتقاد جو ایہن سارے
اول قسموں ہیں سمجھ اس کیتا کفر ہتھیارے
کیوں جو ربنوں پاک اولادوں جانن ملکاں مانن
تے معجزیاں نوں منن مومن پہلی قسموں جانن
ستویں وجہ لکھیوس جو کافر بے نمازاں تائیں
کہن اندر کیوں ایڈ تشدد کیتا جاندا نائیں
لکھیا عالم اونہاں تھیں بھی رہے تشدد کردے
کتب حدیثاں کھولن دیکھن دلدے اٹھن پردے
اے پر بے نمازاں نے وچہ عملاں کفر کمایا
تے مرزے وچہ عقائد کفر کمایا ظلم اٹھایا
تے لکھیا میں جے تسیں او نہوں سنگ انہاں آپ رلاؤ
الحمد للہ ایہہ بہتر ہن تھیں کجھ بہتر ہو جاؤ

اٹھویں وجہ لکھیوس اوس کافر کیہا کل علماواں
میں لکھیا نہیں ایہہ شرط مگر ہے شرط علما سچاواں
نوویں وجہ لکھیوس جو مرزے دے اعتقاد جو سارے
ایہہ نہیں ارکان اسلام وچوں میں لکھیا ہین پیارے
قرآن حدیث موافق رہنا رکن اسلام ایہائی
مرزے نے قرآن حدیثوں الٹی چال اٹھائی
دسویں وجہ تہتر فرقے وچہ اسلام جو سارے
اونہاں کسے نہ کافر آکھیا کیتوس سوال پیارے
میں لکھیا اونہاں تھیں ہے ہکا جنتی باقی ناری
تے آپ بھی وچہ رسالہ دے خود ناری آکھیوس واری
میں لکھیا ایہہ خیر رقعے دے ہے ایہہ شکر الہی
جو تسیں مقلد نہیں مرزے دے میں ایہہ خواہش آئی
تے کافر ہوون اوسیدی وی سمجھ تساں رب تارے
اوس تھیں پچھے نام اپنا لکھ راقم لکھیم پیارے
پھر لکھیوس اوہدا جواب اوہدے وچہ جگتاں ٹھٹھا بھریا
میں بڑا تعجب ہویا جس دم خط اوہدے نوں پڑھیا
جگتاں ٹھٹھے عوض کیہا میں صرف سلام ایہائی
جیوں رب کیہا خطاب جہالاں پیش سلام بھلائی
تے اوس خط وچہ بھی اوہو باتاں لکھیوس رولا پایا
جواب اونہاں نہ لکھنا چاہیوم اگے لکھ پہنچایا

تے لکھیا میں جے بحث کرن دی خواہش ایڈ تسانوں
تا کر تاریخ مقرر کرلو ہے منظور اسانوں
مباحثے توں عذر کیتوس تے ایہہ عذر کر وہایا
ہے توں بے علم نا نا ل تیرے میں بحث کراں بتلایا
میں آ کھیا بجھ گیا ہن اس دے مگر نہ چاہیے جانا
مفت خدا نے فتح دتی ایہہ ہویا فضل ربانا
اس گل دے ہیں شاہد لوگ فتح گڈھ والے سارے
جو نور احمد نہ آیا میں اتھہ رہیا ست دہاڑے
جے آجاندا علم اوہدا معلوم سبھو ہو جاندا
پر وچہ میدان کھلوون ناہیں چالا مرزائیاں دا
وچہ حقیقت نور احمد بھی ہے پورا مرزائی
پر کجھ انکار کرے مت ہووے میری روسیاہی
دو شاہد اس گل دے میرے سن توں پک دلیلاں
ہے اوہ دوہنہ عزیزاں کنوں شہادت مرد اصیلاں
عزیز دین جو توبہ نامہ وچہ دلیل ایہائی
جو جد اوہ اسدے پاس گیا تے اس نوں پچھیا ساہی
جو مطلب کیہا نزول مسیح تاں نور احمد بتلایا
نزول دا لفظ تا لوے؟ لئی بھی وچہ حدیث دے آیا
نزول مسیح مراد شرف تے فلکوں اترن ناہیں
پچھیا پھر حیات مسیح دا مسئلہ میں سمجھائیں

نور احمد نے دسیا پھر وفات مسیح نے پائی
وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ایہہ آیت پڑھ سمجھائی
تے فلما توفیتنی دی اس دوجی سند بتائی
جواب اوہدا میں وچہ رسالے دے ہے لکھیا بھائی
اوہ جان بجھ کے اندھا ہویا طویل تاویل سنائی
نزول مسیح وچہ ظاہر قرینہ فلکوں اترن دائی
جد حضرت دسیا فلکوں اترو گ پھیر تاویل کیہائی
تے آیت وچہ وفات مسیح دی کوئی سند نہ پوائی
اس آیت وچہ ذکر جو جتنے پیش ہیں تیرے آئے
اوہ رہن ناموں ہمیشہ اوڑک مرنے والے پائے
مسلمان نہ کہن جو عیسی زندہ رہوگ ہمیشہ
بل اتروگ حاکم عادل بن کے پھڑے عدل دا پیشہ
پھر فوت ہوون گے حضرت دسیا ایہہ انصاف ایہائی
تے نور احمد نے ضدّے چڑھ کے کوڑی سند سنائی
دوجا فتح دین لوہار جو چک سکندر رہندا
خروج دجال میں نور احمد تھوں پچھیا اگوں کہندا
جو جیہڑا آکھے ٹھیک دجال آوے جیو ن خبراں آئیاں
تے استدراج کریسی ظاہر جیویں حدیثاں پایاں
جیہڑا ایہہ اعتقاد رکھے اوہ مشرک خاص ایہائی
ایہہ دوم شہادت میری ہے ایہہ نور احمد مرزائی

خروج دجال رسول دسیا جو اسنوں شرک بتائے
اوس سلف خلف نوں مشرک آکھیا خود مشرک ہو جائے
تے مرزائیاں دی عادت ہے جو کہہ کے مکّر جاون
وچہ تصنیفاں کجھ لکھن تے مونہوں کجھ الاون
اینویں کیتا نور احمد جو اوس کتاب چھپائی
تحقیق کلام اوس نام ایہی ردّ مرزے طبع کرائی
جس نوں ہے اعتقاد اپنے دی شاہد اوس ٹکایا
اوہ اسوچہ کافر آکھ چکا ہن ضدوں رولا پایا
وچہ پہلے صفحے حیات مسیح عقیدہ کہیوس ایمانی
تے الٹ عقیدے ایمانی دے کفر صریح پہچانی
خود دوجے صفحے کہیا جے استھیں کوئی خلاف سدہائے
اوہ کافر ملحد تے زندیق تے ہن کیوں رولا پاوے
اترن حضرت عیسی دیوچہ جو اختلاف کریندے
وچہ دوجے صفحے کہیوس اوہ ملحد فلسفیانوچہ وہندے
حدیث تہتر فرقیاں دی وچہ چوتھے صفحے لیایا
خلاف اصحاباں ناہ نجات ایہہ لکھیا اتے چھپوایا
انکار حیات مسیح اتے انکار نزول مسیح دا
وچہ پنجویں صفحے کہیوس جیویں انکار ہے کسے نبی دا
وچہ ستویں صفحے تاویلاں مرزے والیاں حق الایا
جے تاویلاں سچ تاں سارا دین جاؤگ بدلایا

خروج دجال بیان کیتوس ہن جسنوں شرک بتا ندا
ایہ سید احمد دے نال رلایوس نیچری تائیں
پھر نال آیات مسیح دی زندگی ثابت کر دکھلائی
جو وچہ ردّ مرزے دے میں بھی آیتاں لکھیاں بھائی
پھر فتح بیانوں اک حدیث اوس کر کے نقل دکھلائی
جس وچہ زندہ چڑھن فلک تے حضرت عیسی وائی
پھر چوّی صفحے وچہ نور احمد نے ہے یہ بتلایا
جو ایہہ الہام اوس مرزے دا وسواس شیطانی آیا
پس اوسیدی تصنیفوں مرزے دی تکفیر دسیوے
دسّے نور احمد دل دی ہوس جو روشن دیوے
ہن خبر نہیں کس طرح پچھے ہے وگڑیا اے بھائی
تحقیق کلاموں اس نوں شائد گھاٹا پیا ایہائی
جے جاہل اس دے پاس جاون نا اونہانوں بگڑائے
مرزیدے تائید کرے تے احمدی چال چلاوے
تے جے کوئی علماء پچھے پھر کہے میں نہیں مرزائی
ڈر دا ہے مت جگ اندر نہ تھیئے مری رسوائی
مرزے وانگوں مت میری بھی مٹی نہ اوڈ جائے
چوہڑیاں والے چہرے وانگوں ہرجا گہ چل دکھائے
جانے شاہ فقیر دی بیعت امرتسر وچہ کیتی
جو رب نوں کجھ نہ سمجھے خبر سنی میں بیتی

پھر جماعت علی دی مجلس امرت سر ایہہ جاندا
جد پچھیا تا دسیوس میں تاں ساں اس نوں ازماندا
دھرم سالے پپلا مول ایہہ ہر مذہب گھس جاوے
اس دا کجھ اعتبار نہیں کی مذہب ایہ رکھاوے
جھوٹی گل اتے ضد بنہہ کے جھگڑے کرے عنادی
استہزا تے جگتاں لکھے خطّاں وچہ اوستادی
تے یار تیجے لئی باراں دن میں پھریا کوشش کردا
حق سنایا نہ مینوں منہ وٹ اندر جا وڑدا
نا منہ وٹ بھراوا خیر خواہی دے لئی سنایئے
پر اوہ اک نہ منّے بھاویں کتنا مغز کھپایئے
میں کراں دعائیں رب اگے اس سدھا راہ دکھاوے
سلف خلف دے تابع اوسنوں رحمت نال بناوے
واعظ کدھر پے گئوں مرزے والا رد لکھائیں
اجر دیوے رب تینوں شرّون ایس دیوں رکھے سائیں
پس ہن اول پیشگوئیاں حضرت دیاں بیان کریں توں
پھیر اعتقاد اوہدے سب لکھ کے اونہاں رد لکھیں توں

نقل از اقتراب الساعۃ

در رسالہ شاہ رفیع الدین ومشکوۃ شریف

پیش گوئیاں بابت مہدی وعیسی ودجال وغیرہ

(ڈاکٹر رضیہ حامد نے اپنے تحقیقی مقالے: نواب صدیق حسن خان (طبع دوم ۱۹۹۸ء۔دہلی) میں بتایا ہے کہ اقتراب الساعۃ ،نواب صدیق حسن خان صاحب کی اردو تصنیف ہے۔اس کتاب میں احوال قیامت،اشراط ساعت کا ذکر کیا گیا ہے۔قرب قیامت سے پہلے جن فتنوں کا ظہور اس عالم میں ہوگا ان فتنوں کا تذکرہ،نزول عیسی و مسیح دجال،ظہور یاجوج ماجوج وغیرہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔مختصر یہ کہ قیامت کے ان تمام ہولناک مناظر کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آیات قرآنی اور احادیث نبوی بروایت صحیحہ موجود ہیں۔یہ کتاب ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔۔اس کتاب کو نواب صاحب نے اپنے صاحبزادے نور الحسن کے نام سے منسوب کیا ہے)۔

علی روایت حسن نوں حضرت سید آ کھ سنایا
پشتوں اس دیوں مرد اک پیدا ہووے گا فرمایا

جیویں ابوداؤد وچہ ہے: حدیث: اسمه اسمي و اسم ابيه اسم ابي۔
فرمایا نام اس دا نام میرا، تے نام اس دے باپ دا نام میرے باپ دا۔

نام اوس میرا تے باپ اوس باپ میرے دا ناواں
نام محمد ایمنہ ماں عبد اللہ باپ سچاواں
کنک ورگا رنگ گوشت گھٹ میانہ قد پچھانیں
پیشانی کھلی اچّا نک تے پتلا دل وچہ جانیں
کشادہ پٹ ران عربی بولی اسرائیلی پیارے
بہار زبان تے اڑ کر بولے پٹاں تے ہتھ مارے

اوہ کھبے پٹ سجا ہتھ مارن جد بولن تد بھائی
اقتراب الساعۃ والے حلیہ ایہہ لکھیائی
عمر انہاندی چالی برساں سیرت حضرت والی
کرعہ جمّن ہوون اونہاندی کہیا محمد عالی
اوہ حاکم عدل کرے وچہ ملک دے دین کھنڈاوے
ہوگ ظہور اس طور اوہدا سن پاک نبی فرماوے
ہو گر ہن اس سال ستیہویں سورج تیر ھویں چندوں
ایہہ روا یت نال درائت ہے اک دا نش مندوں
شخص اک بو سفیانی اوپر زمین فساد مچاوے
نال اک عورت لے کے پھر سی اقتراب وچہ آوے
دمشق دی مسجد وچہ دوپہرے مجلس خمر لگاوے
اوہ عورت باجھہ حیاؤں اس دیاں پٹا ں تے بہہ جا وے
مسلم کرے ملامت ہو تسیں مومن کفر کماؤ
ایہہ نہیں حلال او نہوں سفیانی دیوگ مار بھراؤ
اوسدے جیہڑے سا تھی او نہانوں بھی پھڑ کر ما رے
غیبوں اک آواز اس طور پکارے سمجھ پیارے

یـا ایھا الناس ان اللہ قد قطع عنکم جبار ین و المنا فقین و اشیا عھم و ولّا کـم خیـر امۃ مـحـمد ﷺ فا لحقو ہ بمکۃ فا نہ المھدی و اسمہ ا حمد بن عبد اللہ ۔(اقترا ب السا عۃ)

جو ایہہ لوگو رب دور تساتھیں کیتا زور کفاراں

منافق ظا لم را ہ انہاندی قطع ہویاں سب کاراں

ہن ہو یا امیر تساڈا امت احمد کنوں چنگیرا

اوس لبھوں مکے احمد بن عبد اللہ مہدی جیہڑا

اوہ سفیانی بنی کلب دا دوہتا ہوگ نکارا

سید تائیں قتل کریسی فتنہ پاوے بھارا

بہتے جنگ کریسی روم ملک وچہ قبضہ لیاوے

شاہ اسلامی فوت ہو وے تے صلح پچھوں ہو جا وے

مدینے وچہ لکے سی مہدی بادشاہی توں ڈر دا

ڈر دا ماریا مکے آوے ہو گ طواف اتھہ کردا

کہف اصحاب اٹھاوے اللہ بھی شامی ابدالاں

او ہ مہدی ڈھو نڈ ن بعضے کو ڑے دعو یوں کر ن مقا لا ں

مہدی کر ے طوا ف تا اوس نوں بعضے لو گ پچھانن

زور دہگا نے بیعت کر سن اوہنوں خلیفہ جانن

بدل سر پر ظاہر او ستھیں ہتھ ظاہر ظاہر دسیاوے

صداقت مہدی والی کارن ایہ آواز سناوے

هذا خليفة الله المهدى فا ستمعوا له و اطيعو

یعنی ایہ ہے خلیفۃ اللہ مہدی، پس سنو تے منواوس دی

جھوٹے مسیح دے عقیدیاں تے قولاں دا ردّ

تصنیفاں اوہدیاں کفروں بھریاں احمق پڑھن پڑھاون
قرآن حدیث نا منّن احمق ظاہر بھلّے جاون
ہن تھوڑ پونجئے بھلے بے علماں نوں نال بھلایا
ساڈے وچہ علا تے بھی اس ہلے ہلک کدایا
میں لکھ عقیدے اس بھیڑے دے لکھاں رد انہاندا
کم علماں نوں خبر ہووے اوہ جو جو کفر کماندا
واعظ لکھ اعتقاد اوہدے وچہ ہندی رد لکھائیں
ایہہ تیغ قلم دی کھچ الا ریں بھیڑ یاں دے سر لائیں
سن رد پلالاں اس دیاں دا میں وکھو وکھ سناواں
میرے ذمہ ہوکا اپنے منصب عمل کماواں
اول دعوی اس دا ہے الہام ہوندا ہے مینوں
سن توں رد جواب اوہدا میں آکھ سناواں تینوں
الہام دے اندر شک نہیں اوہ ہوندا ہے اولیاواں
تے مرزا مول نہ لائق اس دے ثابت کر دکھلاواں
نشان اولیاواں ظاہر باطن تابع شرع نبی دے
تے وانگ کفاراں ایس مسیح کذاب دے ہین عقیدے

عقیدیاں مو جب مومن بھی نہیں کیونکر ولی سدا وے
عقیدے کفری والا کدی الہام نہ ہرگز پاوے
دوجا جان نشان ولی دا فرض ادا کریندا
بلکہ فرضاں باجھوں ہر دم مستحباں وچہ رہندا
تے مرزا جمعہ جماعت کو لوں تارک سنیا جاوے
حجرے دے وچہ رہے ہمیشہ مسجد وچہ نہ آوے
روزہ رکھن ویلے بیماری دا عذر بناوے
تے حج زکاتوں تارک چنگا بھلا غنی دسیاوے
نشانی تیجی ولیاں بچن حراموں نفس بچاون
بلک شبہ والی شئے پاسوں بچن نہ نیڑے جاون
تے مرزے اللہ دیئے طوائف تائب دا دو سو آیا
کھادا پچھیاں دسیا سی اوہ رب دا مال سوہایا
سود بھی رب دا مال او نہوں بھی شائد حلال ٹکا وے
وانگ عیسائیاں پاک لوکانوں ہر شئے پاک بتا وے
تے مرزے دے ڈیرے وچہ چیلے او ہدے شراب اوڑائی
خبر ہویوس مہمان سمجھ کے کجھ نہ آکھیوس بھائی
تے اکثر چیلے اس دے داڑھی چٹ کراون والے
تے اکثر نیچری سید احمد دا مذہب رکھانون والے
نشان چہارم کجھ کرامت استھوں ظاہر آوے
تے استھوں کوئی نہ ظاہر ہوئی کرے ثبوت دکھاوے

پیش گوئیاں اوس جتنیاں کیتیاں سچی کوئی نہ ہوئی
تے خوارق عادت اسٹھوں ہن تک ظاہر نہ ہوئی کوئی
جنہاں نذراں دے کے اوہنوں دعائیں سن کروائیاں
کوئی قبول نہ ہوئی مرزے نذران مفت بچائیاں
پس ایہو جیہاں جھوٹیاں نوں الہام نہ ہرگز تھیندا
بلکہ ہے وسواس شیطانی جو کچھ پیا بکیندا
فتح دی دسویں پندرھویں تے پنجھی صفحے منہ کالے
تے سینتی تے اک سو اکسٹھ صفحے وچہ ازالے
جو کر ہو شکر نزول عیسی مشہور جو سی وچہ جگ دے
اوہ میں ہاں، نہ عیسی اتروگ قول سنو اس ٹھگ دے
تے عیسی مریم دا پت مویا زندہ فلک نہ وہایا
تن سو تہتر صفحے ازالے دے وچہ ثابت ہویا
ایہہ کوڑ بکے خود وچہ قرآن شریف خدا فرمایا
مرزا مردہ دل دا اوس دے اوپر صدق نہ لیایا
نزول عیسی دا جان نشان قیامت لئی ایہائی
وانــــــہ لــعـــلــم لــلســـاعة شک نہ لیاویں بھائی
ایہ سورت زخرف تیجے پاء تے پنجی وچہ سپارے
کہن مفسر قبل قیامت عیسی اترن ہارے
یــکــلــم الــنـــاس فــی الــمھــد وکھلاً آکھیا پاک الٰہی
گود اندر تے بڈھا ہو کے گلاں کرسی بھائی

گود اندر اوس گلاں کیتیاں سی توحید سنائی
پھر اترے گا، بڈھا ہو کے کرو گ کلاماں بھائی
جے نہ اترے تا پھر معنی آیت دے کی ہوون
پر مرزا احمق منّے ناہیں چیلے مگر سدہاون
تے وعدہ رب نے دتا جو میں تیرے تابعداراں
غالب صاحب قوۃ کریساں اوپر ٹول کفاراں
اوہ بتّی سالاں عمر رہے پر نہ فوقیت پائی
آ پ نے بلکہ حوا ریاں نے بھی بہت پا ئی او کھیا ئی
اوہ اتر ن فلکو ںفوق لیو ن تے شا ہی کر ن جہا نا ں
پر مرزا مردہ منّے ناہیں کرے پلال دیوانہ
اوہ معنی کر ے جو فوق انگریزاں اتھہ مراد ایہائی
اینویں لکھیا نور دین نے وچہ رسالے بھائی
انگریز نہ تابعدار عیسی دے بلک مخالف بھارے
تے تابعداراں فو ق خدا نے دسیا ہیسی پیارے
جے الہی مسلماناں نے تابعداری عیسی چائی
تا آ کھ جوا ب جو اینہا ں پیروی حضرت طرفوں پائی
تے مرزا مردہ منکر ہویا قرآنوں اتے نزولوں
اجیہے نوں جو ولی پچھانن جا ہل شرع اصولوں
تے بن سمعانوںؓ مسلم وچہ الفاظ اوہ نبی اللہ دا
نبی اللہ دا ست واری کر عیسی ؑ نام بتاندا

(صحیح مسلم میں نواسؓ بن سمعان سے مروی ہے:

قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجّال.....

فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجه دونکم، و ان یخرج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه، و اللّٰه !خلیفتی علی کل مسلم، انه شابّ قطط عینه طا فئة، کانّی اشبّهه بعبد العزی بن قطن، فمن ادرکه منکم فلیقرأ علیه فواتح سورة الکهف، انه خارج خلّة بین الشام و العراق، فعاث یمیناً و عاث شمالاً، یا عباد الله ! فاثبتوا۔

قلنا یا رسول الله ! وما لبثه فی الارض۔ قال: اربعون یوماً، یوم کسنةٍ ، و یوم کشهرٍ، و یوم کجمعةٍ، و سائرا یّامه کایّامکم۔ قلنا: یارسول اللّٰه فذلك الیوم الّذی کسنةٍ أتکفینا فیه صلوة یوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره۔

قلنا: یا رسول اللّٰه! وما اسراعه فی الارض؟ قال:کالغیث استدبرته الرّیح، فیأتی علی القوم فیدعوهم، فیؤمنون به و یستجیبون له، فیأمر السّماء فتمطر و الارض فتنبت ، فتروح علیهم سارحتهم، اطول ما کانت ذرّی واسبغه ضروعاً، و امدّه خواصر، ثمّ یأتی القوم، فیدعوهم فیردّون علیه قوله، فینصرف عنهم، فیصبحون ممحلین، لیس بایدیهم شیء من اموالهم و یمرّ بالخربة فیقول لها: اخرجی کنوزك، فتتبعه کنوزها کیعاسیب النّحل، ثم یدعوا رجلاً ممتلئاً شباباً، فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض، ثم یدعوه فیقبل و یتهلّل وجهه، ویضحك، فبینما هوکذلك اذ بعث اللّٰه المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقیّ دمشق بین مهرودتین، واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین، اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تهدرمنه جمان کاللّؤلؤ، فلا یحلّ لکافر یجد ریح نفسه الاّمات، و نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه، فیطلبه حتی یدرکه بباب لدّ ، فیقتله ، ثم یأتی عیسی (ابن مریم) قوم قد عصمهم الله منه ، فیمسح عن وجوههم و یحدّثهم بدرجاتهم فی الجنّة، فبینما هو کذلك اذ اوحی اللّٰه الی عیسی ، علیه السلام ، انّی قد اخرجت عباداً لی، لا یدانِ لاحدٍ بقتالهم، فحرّز عبادی الی الطّور، و یبعث اللّٰه یأجوج و مأجوج ، و هم من کلّ حدبٍ ینسلون ، فیمرّ اوائلهم علی بحیرة طبریّة ، فیشربون ما فیها،و یمرّ آخرهم فیقولون : لقد کان بهذه ، مرّةً، ماء، و یحصر نبی اللّٰه عیسی و اصحابه، حتی یکون رأس الثور لاحدهم خیراً مّن مأة دینار لاحدکم الیوم ، فیرغب نبیّ اللّٰه عیسی و اصحابه ، فیرسل (اللّٰه) علیهم النّغف فی رقابهم، فیصبحون فرسی کموت نفس واحدةٍ ، ثم یهبط نبیّ اللّٰه عیسی علیه السلام و اصحابه الی الارض، فلا یجدون

فی الارض موضع شبرٍ الّا قد ملأه زهمهم و نتنهم ، فیر غب نبیّ اللّه عیسی ، علیه السلام ، و اصحابه الی اللّه ، فیر سل اللّه طیراً کاعناق البختِ، فتحلمهم فتطرحهم حیث شاء اللّه، ثم یرسل اللّه مطراً لا یکنّ منه بیت مدرٍو لا وبرٍ، فیغسل الارض حتّی یترکها کالزّلفة، ثم یقال للارض: أنبتنی ثمرتكِ، و ردّی برکتكِ، فیومئذٍ تأکل العصابة من الرّمّانة، و یستظلّون بقحفها، و یبارك فی الرّسل، حتّی انّ اللّقحة من الابلِ لتکفی الفئام من النّاس، و اللّقحة من البقر لتکفی القبیلة من النّاس ، و ا للّقحة من الغنم لتکفی الفخذ من النّاس، فبینما هم کذلك ا ذ بعث اللّه ریحاً طیّبةً ، فتأخذهم تحت ابا طهم، فتقبض رو ح کلّ مؤمنٍ و کلّ مسلمٍ، و یبقی شرار النّاس، یتهارجون فیها تهار ج الحمر، فعلیهم تقوم الساعة ۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، غایت المرام میں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے حصے کا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے۔مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت ایچ پیچ ڈالے ہیں۔ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دوتین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے۔پھر اس طرح، تاکہ اصل حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں ذرا نہ آئے۔غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو صفحہ ۲۰۳ سے ۲۳۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل و شرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔لطف یہ ہے کہ اسی ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آ گئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں، ان کی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح ان کا بنالیا ہے۔مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا، دمشق سے مراد قادیان بتلانا؛ دم کی بھاپ سے قاطع حجتیں مراد لینا، دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی ونقلی بیان کرنا، منارہ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (اپنی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا انّا انزلناه قریباً من قادیا ن بطرف شر قی عند المنارة البیضاء لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے، اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی ہے۔..

اس حدیث کے ترجمہ کو ازالہ اوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا صاحب کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں۔حدیث ایک ہی ہے، اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں، اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم وخبر تک بھی نہیں۔اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں تو اسی حدیث کے مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہو جانا تحریر کرتے ہیں۔کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل وشرع کے خلاف تھے، اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا، اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا،

اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی ومبائن تھی تو پھر آپ نے حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معانی بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل وشرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے، اورالوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دجال خروج کرنے کے بعد اپنا فساد شروع کردے گا اس وقت مسیح موعود نازل ہوگا اور اس کو تلاش کر کے عند باب لد قتل کرے گا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا، قادیان میں نہیں پیدا ہوگا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ محل نزول اس کا شرقی دمشق عند منارۃ البیضاء ہوگا اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بین مهرودتين نزول فرمائے گا۔اور اسی کی مثل کئی اور روایات ہیں جو نزول عیسی ابن مریم اور خروج دجال کی خبر پر مشتمل ہیں اور جن میں مصرح ہے کہ دجال سے مراد گروہ منکرین مرزا قادیانی نہیں ہے اور نزول مسیح موعود، خروج دجال کے بعد ہوگا۔چنانچہ شوکانی نے خرِ دجال کی اخبار کی نسبت بالغ حدالتواتر لکھا ہے

قال الشّوكانی فی التّوضيح واما الاحاديث الواردة فی الدّجال فالّذی اذكره منها مأة حد يث ۔ بهاء)

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتزوج و يولد له و يمكث خمساً و اربعين سنة ثم يموت فيدفن معي فی قبری فاقوم انا و عيسى ابن مريم فی قبر واحد بين ابی بكر و عمر رواه ابن جوزی ۔(مشکوۃ شریف۔ص۴۰۳)

عبد اللہ بن عمرؓ کیہا فرمایا نبی سوہارے
عیسی مریم دا پت اوتروگ طرف زمین پیارے
کروگ نکاح اولاد ہو وے پنجتالی سال گذارے
پھر فوت ہو کر دفن ہو وے وچہ مقبرے خاص ہمارے
پھر میں عیسی بن مریم اٹھساں حشر دیہاڑے
اکے روضیوں نبی کیہا ہن دوجی سنیں پیارے

عن ابی ھر یرہ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء

بہیقی وچہ اوہ آسماناں تھوں اوتروک مریم جایا
کتاب جوائز دو سو انسٹھ صفحے وچہ دسیایا
تے حضرت آ کھیا قسم خدا دی او تروگ مریم جایا
جے شک ہووے ایہہ آیت پڑھو ابو ہریرہ لیایا

حد ثنا اسحاق قال اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حد ثنا ابی صالح عن ابن شھاب ان سعید المسیب سمع ابا ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیو شکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الوا حدۃ خیر من الدّنیا وما فیھا ۔ ثم یقول ابی ھریرۃ فاقرأوا ان شئتم : و ان من اھل الکتاب الّا لیؤ منن بہ قبل موتہ

آپ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اٹھا دیں گے، مال کی کثرت ہو جائے گی اور اسے کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ دنیا اور دنیا بھر کے تمام مال و متاع سے ایک سجدہ اچھا معلوم ہو گا۔ ابو ہریرہ فرماتے تھے اگر تم نزول عیسی کی دلیل اس ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو و ان من اھل الکتاب ..الخ..کیوں کہ اس میں اللہ نے فرمادیا ہے کہ جتنے اہل کتاب ہیں وہ عیسی کی موت سے پہلے عیسی پر ایمان لے آئیں گے۔

رب کیہا جو اہل کتاباں کنوں نرہسی کائی
اگے موت عیسی دے پر من جاسی نبی الٰہی
ایہہ ہکّا آیت کرے کفایت اہل ایماناں بہائیاں
تے سو دفتر بھی کرن نہ کاری مرزائیاں سودائیاں

قسماں کھا کھا حضرت آکھیا احمق منن ناہیں
تے سلف خلف سب دس گئے مرزائی پئے کو راہیں
سن وچہ انجیل بھی کہہ گیا عیسی میں پھر مڑ کے آ وا ں
مشرق مغر ب دیو چہ را ج کرا ں تے دین کھنڈاواں
ایہہ مرقس تیر اں با ب تے آ یت تیجی تیر ھو یں تا ئیں
کئی کو ڑے کہسن میں عیسی ہا ں پر تسیں منیو ں نا ہیں
پیش گوئی رب عیسی دی اوہ پوری کر دکھلائی
جو مر زے کو ڑے قادیا ندے ایہہ دعوی چا یا بھائی
تے ہے جو وچہ وفات مسیح اس مر زے کوڑ ہلایا
مسیح نہ ہر گز فوت ہویا بل زندہ رب اٹھایا
رب کر کے بیان یہود دا قول انہاندا رد سناندا
سپارے چھیویں پہلے پا وچہ پاک اللہ فرماندا

قال اللہ تعالی:و قـو لھم انا قتلنا المسیح عیسی بن مر یم رسو ل الله و ما قتلو ہ و مـا صلبوہ و لکن شبه لھم ۔ و ان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ۔ ما لھم به مـن عـلـم ا لا اتبـاع الـظـن ۔ و مـا قتلو ہ یقیناً بل رفعه الله الیه ۔ و کا ن الله عـزیزاً حکیماً ۔ و ان من ا ھل الکتا ب ا لا لیؤمنن به قبل مو ته و یو م القیا مة یکو ن علیھم شھیداً

رب فرما وے کہیا یہوداں ماریا اساں عیسی نو
تے نا اونہا ں او نہوں ماریا تے نا سولی دتا جانو

اے پر شبہ انہانوں پے گیا شکل مسیح دسیائی
جو دوجے تائیں رب نے دتی شکل عیسی دی سائی
شکل عیسی دی دیکھن کہن اساں عیسی مار ونجایا
تے دوجا شخص نہ لبھے تا پھر شبہ اونہاں دل وہایا
تے ٹھیک اوہ اختلافاں دے اندر کہن جو مار ونجایا
تے پاس اونہاں نہ سند علم دی ظن مگر دل پایا
یقینی بات ایہی نا اوسنوں اونہاں ماریا سائی
تے اگے رب پکاریا بلک اٹھالیا پاک الٰہی
اوس زندہ اپنی طرف اٹھایا غالب حکمت والے
حکمت ایہہ جو مڑ اترے تے پھڑے نبی دے چالے
تے اہل کتابوں وچوں باقی ہرگز رہوگ نہ کائی
اگّے موت عیسی دے پر من جاسی نبی الٰہی
تے ہوگ گواہ انہاندا عیسی اندر حشر دیہاڑے
ایہہ ترجمہ اندر معنی لکھے شاہ ولی اللہ پیارے
سنن نسائی ابن حاتم ایہہ سند لیایا
تے ابن ابی مردویہ بھی ہے سمجھ اس طور بتائیا
جو ابن عباس کیہا جد چاہیا پاک خداوند سائیں
جو طرف اسمان اٹھاوے عیسی روح اللہ دے تائیں
عیسی طرف حواریاں آیا گھر اوہ آئے باراں
پس نکلیا گھر توں سر توں قطرے چوندے سن اخباراں

پس کیہا تسا تھیں باراں وار انکار کروگ اک میرا
اوہ ہے مومن پر منکر ہو سی پھر فرمایا شیرا
جو کو ن تسا تھیں شکل میری ہو مرے تے ر تبہ پا وے
نوجوان اک اٹھیا عیسی بیٹھ کیہا بہہ جاوے
پھر آکھیا پہلاں وا نگو ں اوہو اٹھ جوان کھلویا
پھر آکھیو نے بہہ جا اینوں تیجی واری ہویا
تیجی وار جان اٹھیا عیسی کیہا توئیں ہیں بھائی
پھر شکل عیسی دی پایو س سمجھ عزیزا بات ایہائی
پھر عیسی اس گھر دے تھیں فلک نوں رب ا ٹھا ئے
اوہ زندے گئے اسمانی مگر یہود ڈھونڈے آئے
انہاں پکڑ یا اوس جوا ن نو ں کیتا قتل تے سو لی چاہڑ ھیا
پھر بعض انہاندا باراں واری کر انکار سدھارہا
ابن ابی حا تم کہے اس دی سند صحیح ایہائی
بھی فتح بیان وا لے نے اس دی صحت لکھی بھائی

عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یر فع عیسی الی السّماء خر ج علی اصحابہ و فی البیت اثنا عشر ر جلاً من الحواریین یعنی فخرج علیھم من عین البیت و رأسہ یقطر ماءً فقا ل ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرۃً بعد ان أمن بی ثم قا ل ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکا نی و یکو ن معی فی در جتی فقا م شا ب من احدثھم سناً۔فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلک الشا ب فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقال ذلک الشاب فقال انا فقال ھو

انـت ۔ فـا لقی علیه شبه عیسی و رفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء و قـال جـاء الـطـلـب مـن الیهـود فـا خذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفر به بعضهم اثنی عشر مرّة بعد ان آ من به و افترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة کان اللّه فینا ما شاء ثمّ صعد الی السماء فهؤلا ء الیعقوبیه۔ و قالت فر قة کان فینا ابـن اللّه ما شاء ثمّ رفعه اللّه الیه و هؤلا ء النسطوریه۔ و قا لت فرقة کان فینا عبـد الـلّـه و رسـولـه و هـؤلا ء المسلمون۔ فتظاهر ت الکافرتان علی المسلمة فـقتلوا فلم یز ل الاسلا م طامساً حتّی بعث اللّه محمّدا ﷺ فانزل اللّه علیه فـآ مـنت طا ئفة من بنی اسرائیل یعنی الطائفة التی آمنت فی زمن عیسی و کـفـرت طائفة یعنی التی کفرت فی زمن عیسی فایّدنا الّذین آمنوا فی زمن عیسی باظهار محمّد دینهم علی دین الکا فر ین ۔ قال ابن کثیر بعد ان سا قه بهـذا الـلـفـظ عند ابن ابی حا تم قال ثنا ا حمد بن سنان ثنا ابو معا ویة عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذ کروه و هـذا اسـنـاد صـحیح الی ابن عباس و صدق ابن کثیر فهؤلا ء کلّهم من رّجال الصحیح و ا خر جه النّسائی من حدیث ابی کر یب عن ابی معا و یة بنحوه

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا انہوں نے جس وقت ارادہ کیا اللہ نے عیسی کے اٹھانے کا آسمان کی طرف ۔ نکلا عیسی اپنے اصحاب پر اور ایک گھر میں بارہ آدمی تھے حواریوں سے۔ پس نکلے اپنے گھر کے چشمہ سے اور اس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپکتے تھے۔ پس کہا عیسی نے تحقیق بعض تم میں سے وہ آدمی ہوگا جو کافر ہوگا میرے ساتھ بارہ دفعہ اس کے بعد کہ ایمان لاوے میرے ساتھ۔ پھر کہا کون ہے تم میں سے کہ ڈالا جاوے اس پر شبہ میرا۔ پس قتل کیا جاوے میری جگہ اور ساتھ ہو میرے بیچ ایک درجہ کے۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمر۔ پس کہا عیسی نے بیٹھ۔ پھر کہا ان پر۔ پس کھڑا ہوا وہی جوان۔ پھر کہا اس نے بیٹھ۔ پھر اعادہ کیا اس نے، پھر کھڑا ہوا وہی جوان۔ پس کہا

اس نے میں ہوں۔ پھر کہا عیسی نے کیا تو ہی ہے۔ پھر ڈالا گیا اس پر شبہ اس کا، اور چڑھے عیسی ایک روشن دان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف۔...اور کہا راوی نے آیا ڈھونڈنے والا یہودیوں سے۔ پس پکڑا انہوں نے اس جوان کو، پس قتل کیا انہوں نے اس کو پھر سولی دیا انہوں نے اس کو۔ یہ حدیث سند اس کی صحیح ہے اس عباس کی طرف روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے اور ابن ابی حاتم اور نسائی اور ابن مردویہ نے اور اسی طرح روایت کیا نسائی نے اس سے، لفظ اس کے یہ ہیں، پس اکٹھے ہوئے یہود اس کے قتل پر خبر دی اللہ نے اس کو اس بات کی کہ اٹھائے گا اللہ اس کو آسمان کی طرف۔ اور بیچ آخر سے حدیث کی، پس ڈالا اللہ تعالی اوپر اس کے شبہ اس کا پس قتل کیا گیا آخر حدیث تک، اسی طرح ہے تفسیر ابن کثیر اور کمالین میں اور یہ وہ بات ہے نہیں داخل ہوتا قیاس میں پس واسطے اس کے حکم رفع کا ہے۔

بھی انجیل برناباس اندر بھی اینویں حال ایہائی
اوہ سیل صاحب نے ہے ترجمہ قرانی حاشئے پائی
تے برناباس انجیل نوں مرزا خود سمجھے اعتباری
سرمہ چشم آریہ دے وچہ اوسدی صحت پکاری
مسیح جھوٹے طوفان کیا کہہ عیسی سولی چڑھیا
ایہہ بولیا الٹ قرآنوں کیوں نہ کافر کہیے اڑیا
تے قرآن اندر اوس وادھا وانگ یہود وہایا
جو آکھے جسہ گیا نہیں تے روح فلک پر دہایا
تے آکھیا نبی یہوداں نوں ہے عیسی مول نہ مویا
تے مر کے آوگ طرف تساڈے پیش قیامت گویا

قا ل الحسن قا ل النبی للیهود ان عیسی لم یمت و انه را جع الیکم قبل یو م القیا مة

پس جد تک نا قرآن حدیثوں مرنا ثابت کر سی
تد تک ایسی مکاری دا قول قبول نہ پڑ سی
جد ثابت قرآنوں ہویا ناہ اوہ سولی چڑھیا
کو ئی بھا ویں بھو نکے کو ن سنے ایہہ بھونکن اس دا ا ڑ یا
تے متــــــــــــــو فیک لفظ وچوں اوہ فوت جو ثابت کردا
اس وچہ ہے تقدیم تاخیر ایہہ مذہب مفسراں دا
جیون وچہ تفسیراں ایہہ تقدیر ہے انہاں لفظاں والی
جو طرف اسمان اٹھاواں تینوں آکھیا رب معالی
پھر اتاراں تے پھر ماراں آکھیا رب یگانے
ایہہ تفسیراں وچہ تقدیراں سن تو مرد ربانے

قا ل ا لضحا ك و جماعة فی هذا ا لآ یة تقدیماً تا خیراً معناه انی را فعك الی و مطهر ك من الذین کفروا و متو فیك بعد انزالك۔

نتیجہ: یعنی فوت کرنے والا ہاں بعداتارنے تیرے دے۔

تے وَ عطف دی کدی ہو ند ی ترتیب دے کارن نا ہیں
نحو دا مرزا واقف ناہیں ایتھوں بھلا تائیں
تے لغت دے وچہ تـــــو فـــــــی معنی پکڑن پورا شئے دا
اخــــــذ الشــــــیء وافیــــــاً بیضاویوں جویں ہویدا

بیضاوی صفحہ ۲۶۷ وچہ ہے :

ان التو فی هو القبض یقا ل و فا نی فلان درا همی و او فا نی و تو فیتها منه

تفسیر کبیر والے فرمایا قبض معنی اس آئے
وفــا نــی فــلان درا ھــمــی میں درہم فلانیوں پائے
نیند نوں اس وچہ شامل کیتا سمجھ کبیر لیائے
قبــضــاً لیــس بــمــوت وچہ مجمع البحار سکھائے
وچہ صحاح، اعـــطـــاہ معنی لفظ وفـــاہ آیا
تے اینویں وچہ قا موس دے صفحے نو سے تیرہ پا یا
قرینہ مـــا قتــلــوہ دا اس معنی ایہہ کراوے
جو جیسے سن رب طرف اسمان اٹھایا حق سوہاوے
تے متـــــو فیك معنی تینوں لواں مسیح پیاریا
معنی فوت نمول ایتھے متعین کدی سوہاریا
تے اگے ایسے آیت اندر وعدہ فـــوق دا آیا
اوہ فـــوق دیوگ رب تابعداراں عیسی جدان گھلایا

(اس جگہ بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی سے ایک عبارت بطور حاشیہ نقل جاتی ہے جس میں ان مسائل پر بحث ہے جن کا ذکر اشعار بالا میں آیا ہے۔ بہاء

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ توفی کے معنی صرف اما تت یعنی روح کو قبض کر کے جسم کو بے کار چھوڑ دینے کے ہیں اور قرآن میں اول سے آخر تک تو فی کے معنی امــا تت کا ہی التزام کیا گیا ہے اماتت کے سوا اور کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۰۰ ، ۶۰۱ وغیرہ)

میں (ابوالحسن سیالکوٹی مصنف بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی) کہتا ہوں کہ عسل مصفی (از مرزا خدا بخش قادیانی) میں

جو بڑے فخر سے ثابت کیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ سے متوفیک کے معنی موت کے آئے ہیں، تو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

وجہ اول: کہ ممیتک صیغہ اسم فاعل کا ہے اور وہ اکثر مستقبل میں مستعمل ہوتا ہے اور مستقبل سب آئندہ زمانے کا شامل ہے قیامت تک، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھ کو آئندہ زمانے میں مارونگا خواہ سو برس کے ہو یا ہزار برس کے بعد یعنی قیامت کے قریب جب کہ آسمان سے پھر اتریں گے جیسے کہ مفسرین نے ابن عباسؓ کے اس قول کی تفسیر کی ہے۔

وجہ دوم: یہ کہ ابن عباسؓ خود اس بات کے قائل ہیں عیسیٰؑ آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور قرب قیامت آسمان سے پھر اترینگے..، تو اب قادیانی کو ممکن نہیں کہ ممیتک سے استدلال کر سکے۔

وجہ سوم یہ کہ غسل مصفی میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی چڑھائے جانے کے وقت یہ کہا گیا تھا..، اور کہا کہ حضرت عیسیٰؑ اس کے بعد مدت زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور جب وہ بتیس یا تینتیس سال کی عمر میں سولی چڑھائے گئے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ سولی چڑھائے جانے کے بعد قریب نوّے برس کے جیتے رہے تو اسی طرح اس قول کے بعد ہزار دو ہزار سال تک جینا ان کا بھی ممکن ہے۔

وجہ چہارم یہ کہ ممیتک سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ میں تجھ کو مارونگا، سو اس میں کسی فرد بشر کو بھی کلام نہیں۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ عیسی ہمیشہ زندہ رہیں گے مریں گے نہیں۔ اور یہ جو غسل مصفی میں لکھا ہے کہ یا عیسی انّی متوفّیک، عیسی کو عین حالت سولی میں بطور تسلی کے کہا گیا تھا تو اس سے بے انتہاء جہالت اور ضلالت ثابت ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص اپنی موت کے سب سامان موجود دیکھے اور اپنی جان کے خوف سے تمام رات روتا رہے اور پھر صبح کے وقت اس کو سولی پر چڑھایا جاوے اور پھر عین حالت سولی میں اس کو کہا جاوے کہ میں تیری روح قبض کرونگا اور تجھ کو مار ڈالوں گا، تو یہ ایسی لغویات ہے کہ کسی فصیح انسان کی کلام بھی ممکن نہیں چہ جائے کہ کلام خداوندی میں ہو۔ اور پھر آج تک قادیانی نے اپنے زعم میں اتنا ہی ثابت کیا ہے کہ توفی کے معنی موت کے اور قبض روح کے ہیں یہ کہیں ثابت نہیں کیا کہ توفی صرف اسی موت کو کہتے ہیں جو خود بخود اپنی موت سے مرے کسی دشمن کے ہاتھ سے نہ مرے۔ اگر توفی کے یہی معنی ہیں کہ آدمی خود بخود مرے کسی دشمن کے ہاتھ سے نہ مرے.. تو اس سے لازم آیا کہ جو شخص سولی دے کر مارا جائے یا تلوار وغیرہ سے قتل کیا جاوے یا کوئی درندہ کھا جاوے یا ڈوب کر مر جاوے یا کسی اور وجہ سے مارا جاوے تو اس پر توفی کے معنی صادق نہ آویں اور اس کو متوفی نہ کہا جاوے بلکہ اور نہ مردہ تو اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مقصود خداوندی اس خطاب کی تخصیص سے صرف یہی ہے کہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤ نگا، دشمنوں کا قابو تجھ پر نہ ہوگا، نہیں تو موت میں کسی فرد بشر کو بھی شک نہیں چہ جائیکہ ایسے اولوالعزم نبی کی نسبت یہ گمان کیا جائے۔ پس اس تقریر سے وہ کل محنت برباد ہو گئی جو غسل مصفی میں باب ۱۶ سے باب ۲۰ تک کی ہے۔ پس لازم ہے کہ قادیانی یہ بات ثابت کرے کہ توفی صرف اس موت کو کہتے ہیں جو خود بخود واقع ہو کسی دشمن کے ہاتھ سے واقع نہ ہو۔ لیکن کہاں ممکن ہے کہ قادیانی اس بات کو ثابت

کر سکے۔

تو فی کے معنی بارے مرزا قادیانی کی بات کا جواب کئی وجہ سے ہے:

وجہ اول یہ کہ لغت اور قرآن مجید اور تفاسیر میں تو فی کے معنی اما تت یعنی روح قبض کرنے کے سوا بھی آئے ہیں۔ صحاح میں ہے او فاہ حقہ (باب افعال سے) او فاہ حقہ باب تفعیل سے اور استو فا ہ حقہ باب استفعال سے اور توفاہ باب تفعل سے سب کے ایک ہی معنی ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا، تو فا ہ اللہ کے معنی قبض روح کے ہیں صراح میں ہے تو فی تمام حق گرفتن اور قاموس میں ہے اوفی فلا نا حقہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پورا حق دے دیا اور وفاہ اور او فاہ اور استو فاہ سب کے یہی معنی ہیں وفات بمعنی موت ہے تو فاہ اللّٰہ کے معنی قبض روح کے ہیں۔ انتہی۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں سو یہ لفظ بھی مرزا کے دعوی کو باطل کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ توفی کے معنی موت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ دیکھو بیضاوی جیسے متبحر عالم نے لکھا ہے التوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه یعنی موت اس کی ایک قسم ہے اور نیند دوسری قسم اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتها ۔ میں ہے کہ اللہ جانوں کو پورا لیتا ہے یعنی مارتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے۔ اور تفسیر کبیر میں ہے کہ توفی کے معنی ہیں قبض کرنا اسی محاورہ عرب سے یہ لفظ ماخوذ ہیں وفانی فلان دراھمی و اوفانی و توفیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے درہم مجھ کو دے دئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔ دیکھو یہ محاورہ بھی قبض جسم کی مثال ہے جس کا مرزا منکر ہے۔ پس اس نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک تو فی کے معنی صرف موت کا التزام کیا گیا ہے اسکے سوا دوسرے معنی میں مستعمل نہیں ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ دعوی اس کا غلط اور باطل ہے اور ثابت ہو گیا کہ موت لفظ تو فی کا حقیقی معنی نہیں بلکہ اس کے اصل معنی قبض الشئی بتمامه کے ہیں اور موت اور نوم اس کے حقیقی معنی اور موضوع لہ کے افراد ہیں، تو اب اس آیت میں تو فی کے معنی قبض روح مع الجسم کے ہیں وہ مشتق ہے تو فیت الشئی سے یعنی میں نے اس چیز کو پورا لے لیا اس میں سے کچھ چھوڑا نہیں۔ یعنی تجھ کو روح اور جسم کے ساتھ زمین سے لے لوں گا اور کافروں کے ہاتھ پر مرنے نہیں دونگا۔ یہ معنی حسن بصریؒ اور ابن جریج اور ابن جریر وغیرہ سے مروی ہیں۔ تفسیر درمنثور میں امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے:

و اخرج عبد الرزاق و ابن جرير و بن ابی حاتم و غيره عن الحسن قال متو فيك من الارض و اخرج ابن جرير و ابن ابی حاتم عن مطر نور قی فی الآية قال متو فيك من الدنيا و ليس بوفاة مات

اور کمالین میں ہے: التوفی اخذ الشئی يقال وفانی فلان دراهمی و اوفانی و تو فيتها منه غير ان القبض يكون بالموت والاصعاد و بقوله و رافعك الیّ من الد نيا من ....موت تعيين

المراد

وجہ دوم یہ کہ معنی متو فی ، استو فی کے ہیں وہ مشتق ہے توفی حقه سے استو فی یعنی پورالینا اجل کا ہے یعنی میں تیری عمر پوری کرونگا پھر مارونگا۔کافروں کے ہاتھ پر تجھے موت نہ دونگا

تفسیر بیضاوی میں ہے:انّی متوفّیك ای متوفی ا جلك و مؤخر ك الی اجلك عاصما ایا ك من قتلهم

اور تفسیر کبیر میں ہے:انّی متمم عمر ك فحینئذٍ متوفیك فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا را فعك الی سمائی و مقربك بملا ئکتی و اصونك عن ان یتمکنوا من قتلك و هذا تا ویل احسن تفسیر کبیر و کذا فی المدا ر ك

وجہ سوم یہ کہ اگر فرضاً تسلیم کیا جاوے کہ متو فیك کے معنی حقیقی موت کے ہیں لیکن اس میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور مارنے والا ہوں یعنی اخیر زمانہ میں یہ قول قتادہ اور ضحاک اور ابن عباسؓ کا ہے۔

اور تفسیر عباسی میں ہے: یا عیسی انّی متوفیك و را فعك الیّ مقدم و مؤ خر انّی رافعك الیّ ثمّ متوفّیك بعد النزول و قال ابو ا للیث سمرقندی فی الآیة تقدیم و تاخیر اس کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں دنیا سے آسمان کی طرف اور پھر مارونگا تجھ کو جب تو دجال کے زمانہ میں آسمان سے اترے گا۔ کذا فی التفسیر الکبیر

امام سیوطیؒ نے جس کی نسبت قادیانی کا اقرار ہے کہ وہ کشف میں رسول اللہ ﷺ سے تحقیق مسائل اور تنقیح احا دیث کر لیتے تھے تفسیر درمنثور میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں مقدم و مؤخر آیتوں کو ذکر کیا ہے اور آیت انّی متو فیك کو اس میں شمار کیا ہے۔

وجہ چہارم۔ یہ کہ بفرض تسلیم اس امر کے کہ تو فی کے معنی موت کے ہیں یعنی میں تجھ کو مارنے والا ہوں لیکن واؤ ترتیب کے واسطے نہیں آیت تو صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے ساتھ یہ کام کریگا اور کس طرح کرے گا، سو آیت میں اس کا ذکر نہیں اس کا بیان دلیل پر موقوف ہے اور دلیل سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ قریب قیامت کے زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔اسی طرح لکھا ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور اسی طرح ہے مدارک میں۔

وجہ پنجم یہ کہ تو فی سے مراد نیند ہے یعنی عیسیٰؑ سوتے تھے اس حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے پھر بیدار ہوئے یہ قول ربیع بن انس وغیرہ کا ہے۔امام سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے و ا خر ج ابن جر یر و ابن ابی حا تم عن الحسن فی قو له انی متوفیك یعنی وفاة المنام رفعه الله فی منا مه ۔ اور معالم میں ہے قال الربیع بن انس المراد با لتوفی النوم و کان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه نائما الی السماء کما قال تعالی وهو الّذ ی یتوفّا کم با للیل یعنی اللہ وہی ہے جو تمکو سلا دیتا ہے رات میں۔اور اسی طرح دوسری آیت اللّٰه یتوفی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منا مها یعنی اللہ تعالیٰ فوت کرتا ہے جان کو وقت مرنے اس

کے،وہ جان کہ نہیں مرتی بیچ نیند اپنی کے ۔(مقصود ان دونوں آیتوں سے صرف اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ توفی کے معنی صرف موت کے ہی نہیں بلکہ اس کے معنی نیند کے بھی ہیں اور اس بات سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ توفی کے معنی موت اور قبض روح کے بھی ہیں۔پس آیتوں اور حدیثوں اور اقوال اصحاب ومن بعدھم سے اس پر شہادت لانا اور اس قدر کاغذ کو سیاہ کرنا محض لغو اور لغو ہے کہ قادیانی نے اس مسئلے میں اس قدر طول صرف اس واسطے دیا ہے کہ تا لوگ گمان کریں کہ دیکھو قادیانی نے اس مسئلہ میں کس قدر آیتوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے ورنہ عسل مصفی میں ۳۵۲ تک صرف یہی ایک بات اپنے گمان فاسد میں ثابت کی گئی ہے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں۔علاوہ اس کے خدا تعالی نے قرآن میں اور جگہ فرمایا ہے ثمّ تو فی کل نفس ما کسبت و هم لا یظلمون ۔ یعنی ہر جی کو پورا دیا جاوے گا جو اس نے کمایا۔ سو اس آیت میں تــو فــی کے معنی صرف پورا دینے کے ہیں اس واسطے کہ ان سب لفظوں کا مادہ ایک ہی ہے اور جب اس آیت کو دونوں آتیوں مذکورہ کے ساتھ جوڑا جائے ان سے اس کے سوائے اور کوئی بات نہیں ثابت ہو سکتی کہ لفظ تو فی کے حقیقی معنی قبض الشئی بتما مه اور موت اور نیند اس کے حقیقی معنی اور موضوع له کے افراد ہیں جیسا کہ بیضاوی سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔..

اور توفی کی تاویل میں لوگوں کو اختلاف ہے لیکن اس مسئلہ میں تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے کہ عیسی زندہ آسمان پر اٹھا ئے گئے اور قرب قیامت پھر اتریں گے ۔ بلکہ تیرہ سو برس سے آج تک اس مسئلہ پر امت کا اجماع اور اتفاق چلا آیا ہے جیسا کہ قادیانی نے بھی تبلیغ صفحہ ۵۵۲ میں صاف تسلیم کر لیا ہے تو اب یہ اختلاف تاویلی قادیانی کو کیا مفید ہے ۔ اب جو قادیانی کہتا ہے کہ تــو فــی کے معنی صرف روح قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں ۔ وہ اپنے اس معنی کو ملحوظ رکھ کر اس آیت کا معنی تو کر دے۔

وجہ ششم ۔ یہ کہ بفرض تسلیم اس بات کے کہ تــو فی کے معنی موت کے ہوں تو بھی اس میں کچھ دور نہیں اور یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو مارتا ہوں یعنی تیرے دشمن تجھ پر قابو نہ پاویں گے۔پھر عیسی مر گئے پھر تین دن یا تین ساعت کے بعد زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ساتھ جسم اور روح دونوں کے۔تفسیر معالم میں ہے تـوفی اللّٰه عیسی ثلا ث ساعات مـن الـنّهـار ثـمّ ا حیـا ه رفعه اللّٰه الیه و قا ل محمد بن اسحاق النصاری یزعمون ان اللّٰه توفّاه سبـع سـاعـا ت مـن الـنهـا ر ثـمّ ا حیـاه و رفـعه الیه کذا فی التفسیر ابن کثیر و تفسیر کبیر و بیضاوی وغیره

وجہ ہفتم۔ انّ الـمـراد انّـی متـو فیك عن شهوا تك و حظوظ نفسك ثمّ قال و رافعك الیّ و ذلك لا ن مـن لم ... عما سوی الله لا یکو ن لهٗ و صول الی مقام معرفة اللّٰه و الضیاء ؟ فعیسی اما رفع الیالسّماء صارحا حاله کحال الملا ئکة فی زوا ل الشهوة و الغضب و ا لا خلاق الذ میمة

وجہ ہشتم ۔ ان التّـوفـی ا خذ الشّئی وا فیا و لما علم ان من الناس من یـخطر بباله ان الّذی رفعه

الـلـه هـو روحـه لا جسـده ذكـر هـذا الكلا م ليدل على انه عليه السلام رفع بتمامه الى السّماء بروحه و بجسده و يدل على صحة هذا التاويل قوله تعالى وما يضرونك من شئى

وجہ نہم۔ انّـى متـوفيك اى اجـعـلك كـا لـمتـوفـى لانّه رفع الى السّماء و انقطع خبره و اثره عن الارض كـان كـالـمتـو فى و اطلاق اسم الشئى على ما يشا به فى اكثر خوا صه و صفا ته جا ئز حسن

وجہ دہم۔ انّ التّوفى هو القبض يقال وفانى فلان دراهمى و اوفانى و توفيتها منه كما يقال اسلم فـلان دراهـمى الىّ و تسلمتها منه و قد يكون ايضاً توفى بمعنى استوفى و على كلا الوجهين كـان اخـراجـه مـن الارض و اصعاده الى السّماء توفيا له و التوفى جنس تحته انواع بعضها بـالـمـوت و بعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعده و رافعك الى كان هذا تعيينا للنوع و لم يكن تكراراً

وجہ یازدہم۔ ان يقدر فيه حذف المضاف و التقدير متوفى تلك بمعنى متوفى عملك و رافعك الـىّ اى رافـع عـمـلك الى و هو كقوله تعالى اليه يصعد الكلم الطيب و المراد من هذا الآية انه تعالى بشّره بقبول طاعته و اعماله و عرفه .. الخ۔ تفسير كبير

وجہ دوازدہم۔ یہ کہ آیت انّـى متوفيك و رافعك الىّ کی نسبت مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۴ میں یہ اقرار کرلیا ہے کہ یہ آیت وعدہ وفات ہے یعنی دلیل وخبر وفات نہیں مگر وعدہ وفات دینا بالکل لغو ہے اور نہ اس میں کوئی مصلحت الٰہی ہوسکتی ہے کیا عیسیٰ کبھی یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ ان کو موت نہیں آوے گی وہ کبھی مریں گے نہیں، حالانکہ ہر شخص خواہ مومن ہو یا کافر كـل نفس ذائقة الموت کو مانتا ہے اور مرنے کو برحق جانتا ہے ،پس اندریں صورت یہ آیت محل نزاع سے خارج ہے۔

وجہ سیزدہم۔ یہ کہ اگر قادیانی کے ترجمہ کے موافق متوفّيك سے مراد وفات جسمی اور رفع سے عروج روحانی لیا جائے تو لامحالہ عبارت میں تقدیر ماننی پڑے گی انـى متوفّى جسدك و رافع روحك حالانکہ قرآن کی عبارت میں الفاظ کی تقدیر قادیانی کے مذہب میں الحاد ہے اور کفر ہے۔

وجہ چہاردہم۔ یہ کہ براہین احمدیہ (ص ۵۱۹) میں قادیانی نے خود اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے :اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دونگا ۔

پس اگر متـوفيك کے معنی حقیقی موت کے ہوتے تو الہامی کتاب اور کشفی تفسیر یعنی براہین احمدیہ میں اس کا یہ ترجمہ کیوں کیا جاتا۔قادیانی اس وقت بھی کچھ ایسا جاہل نہ تھا جو تـوفى کا معنی نہ جانتا ہو۔پس معلوم ہوا کہ تـوفى کے معنی حقیقی موت نہیں ہیں۔

وجہ پانزدہم۔ یہ کہ مرزا قادیانی نے براہین میں آیت یا عیسی انی متو فیك کا اپنے اوپر الہام ہونا ثابت کیا ہے اور اپنے تئیں اس کا مورد ٹھہرایا ہے تو اب عیسی کی موت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا بلکہ یہ آیت محل نزاع سے خارج ہوگی ۔اور بفرض تسلیم براہین احمدیہ میں اس الہام کو چھپے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور آج تک قادیانی کو موت نہیں آئی بلکہ اسّی (۸۰) سال تک اپنی عمر بتلاتا ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح قادیانی کو بعد از خبر وفات اتنے سال تک جینا جائز ہے اسی طرح مسیح کے لئے بھی چند صدیوں کا گذر جانا جائز ہے اور اس صورت میں حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ماننا پڑے گا۔

وجہ شانزدہم۔ یہ کہ قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ مسیح کو جس موت کا وعدہ دیا گیا تھا اس سے حقیقی موت مراد نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے یہ عام محاورہ ہے کہ جو شخص قریب المرگ ہو کر بچ رہے اس کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سرے سے زندہ ہوا اور اس تسلیم کر لینے کے بعد قادیانی کے تمام دعاوی اور کید حجت سے ایسے برہنہ ہو گئے جیسے خزاں میں درخت اور اس کی تمام اینچ پینچ کی تقریریں بے اعتبار ہو گئیں (ابوالحسن سیالکوٹی۔ در: بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی)

تے بعض مفسراں معنی نیند کیتے تدہ سواداں
پھیر اٹھاواں طرف اسمان ایہ قول سمجھ علماواں
جو بعضیاں تھیں آیا تن ساعت سے مار یا سائیں
پھیر زندہ کیتا ہن تک جیوے ایہہ اوس مانع ناہیں
اوہ آکھن ہن زندہ فلکیں مردہ ایہہ الاوے
زمین آمان دا فرق ایدے وچہ نالے ضعف دسیاوے
فلما توفیتنی آیت دا بھی ایہو جواب ایہائی
تے دوم جواب جو حشر نوں پچھوگ اسنوں پاک الہی
تے مرزا مردہ کہے جے عیسی زندہ حضرت موئے
تا بڑی بے ادبی ہیسی حضرت نالوں اچھے ہوئے

جے لمبی عمر وڈیائی اندر عوج دی عمر وڈیری
اوہ نبیاں نالوں بزرگ بنسی گل سمجھ ایہہ میری
چیلیے اسدے احسن وچہ تحذیر حدیث پوکاری
جے عیسی موسی جیوندے میری کر دے تا بعداری
یواقیتوں اوہ لکھیوس اوہ کتاب نہ سند روائی
خود شعرانی اوہدے مصنف اوہ بے سند ٹکائی
تے نا لے اوس حدیث اندر اوس عیسی وادھا پائیا
واحد تھوں تثنیہ کیتا نبی تے کوڑ بنائیا
حدیثاں وچہ نزول عیسی دے اتے خروج دجالے
سو حدیثاں گنتی اندر آکھیا توضیح والے
تے آمد وچہ مہدی دی ہیں پنجاہ حدیثاں بھائی
حدیثاں ہیں متواتر اس انکار تے کفر ایہائی
پر مرزا اونہاں حدیثاں نوں قرآن خلاف بتاوے
تے نہیں اوہ اولٹ قرآنوں بلک توافق پایا جاوے
حدیث قرآن شریف دی ہے تفسیر نہیں شک کوئی
مرزا کوڑ پلال کہلارے عقل شیطان جو کھوئی
قرآن دے وچہ مسیح دا آون مطلق ذکر جو آیا
اوس دی کر تفسیر حدیثاں جگاں نوں سمجھایا
جیونکر ہے واقیموا الصلوۃ آکھیا مالک باری
نے حضرت نے ڈھب پڑھن نماز مفصل دسیا واری

و مـــا یـــنـــطـــق عـــن الھـــو ی نہ نبی دلوں کچھ کہیے
ان ھـــو ا لا و حـــــی یـــو حــــی پروحی جو دیوے سنہیے
مقداد کہے جو سرور کہیا قرآن دتا رب مینوں
تے مثل قر آ ن ہے د تا اوہ حد یث سناواں تینو ں

عـن مـقـداد قـا ل قـا ل رسو ل الله :ا لا انی او تیت القر آ ن و مثله معه ا لا یـوشك ر جـل شبـعـا ن علی ار یکته یقو ل علیکم بهذا القر آ ن فما وجد تم فیه من حلا ل فا حلو ہ و ما و جدتم فیه من حرا م فحر مو ہ ۔ رواہ ابو دا ؤد

پر مرزے دی مت ماری بہتیرا نویں اصول بنا وے
نزول مسیح خروج دجال نوں حیلیاں نال گواوے
ابن طاہر تے شوکانی نے آکھیا ہے سن بھائی
جو ایس ا صول بنا ون نوں زندیقاں چال اٹھائی
او نہاں اک حدیث بنائی و ضع نبی دے ذمے لائی
قر آن دے نا ل موا فق کر کے پھڑن حد یث ردا ئی
تے اس و ضع توں کر دے رد حدیث صحیح ایہائی
قرآن تے مثل اوہدی میں پایا کہیا حبیب الٰہی
تے اپنے آ پ نوں ایہ حد یث پچھان جو رد کر یندی
جو مـــا آ تـــا کـــم الـــر ســو ل دےایہ مخالف دیندی
اک ہور اصول نکالیا مرزے وضع کہے حدیثاں
آکھے آپس وچہ معارض ہون جے دو حدیثاں

اوہ اک دوجی نوں وضع کر دیاں ایہ اصول بنائیا
ازالے صفحہ ۲۲۴ وچہ ایہہ رولا پائیا
ابن خزیمہ کہے مخالف ہون جے دو حدیثاں
ہون صحیح دوہاں کراں مطابق قول رئیساں
ایہ اصول بنایا الٹا مرزے نے اجماعوں
کسے اصولی نا ایہہ آ کھیا واقف جیہڑا شراعوں
اک ہور اصول نیچریا نوالہ مرزے کڈھیا بھائی
جد عقل مخالف ملے حدیث نہ منن کہے روائی
قرآن حدیث وچوں جو مسئلہ نا وچہ سمجھ سما وے
اوہ سمجھ قصور عقل دا ہے نہ نقص اوس مسلے آوے
ایسے برے اصول نے مرزے لوکاں تیئں بہلایا
محمدی دینوں کڈھیا باہر نیچری ڈبل بنایا
سرمہ چشم آریہ اندر آپے لکھ سدہائیا
ایس اصول نوں کفر تے بے ایمانی آپ سنائیا
تے سمجھ نزول عیسی تے اوپر خروج دجال دے بھائی
ہے اجماع امت دا اوسدا الٹ سمجھے گمراہی
پر مرزا کہے اجماع امت دا اندھا کل ایہائی
وچہ ازالے اک سو تے اکتالی صفحے کہیائی
سن نبی کہیا نہ امت دا اجماع ہوگ گمراہی

عن ابن عمر قال رسول الله ان الله لایجمع امتی او قال امت محمد علی ضلالة و ید الله علی الجماعة و من شذ شذ فی النار

قرآن حدیث دا منکر کافر اس وچہ شک نہ کائی
اینویں ہی اجماعوں منکر کافر ہوندا بھائی
عیسی زندہ گیا فلک تے مڑ کے فلکوں آسی
تے مرزا اس تھوں منکر ہویا حیلے کئی بنا سی
توضیح دے ناویں صفحے وچہ سنتالی صفحے ازالے
بھی حاشیئے اوسدے اندر بھر یا کفر ایہہ اوس منہ کالے
جو کوئی بشر اس جسے تھیں نا فلک اوتے چڑھ سکے
تے پاک محمد رات معراج نہ گیا ایہہ دعوے رکھے
نال کثیف جسے نا گئے اتے آئے خواب انہاں نوں
تے ایس طرح معراج ہویا ہے دعوی کرے اسا نوں
سن چڑھن عیسی دا اسا ناں تے ثابت نال قرآنے
بل رفعہ اللہ ایہ آیت منن مومن دانے
ہے رب قادر جو چاہے سو کہ کردا شک نہ کائی
ان اللہ علی کل شیء قدیر ایہہ آیت آئی
عیسی تے حضرت دا فلکیں چڑھنا ممکن جانی
مرزا نا منے تے کہے صعود نزول روحانی
حضرات دا معراج جسے سنگ ہے ثابت قرآنوں
اسری بعبدہ رب کیہا ہور قاب قوسین پچھانوں
حضرت تھوں لے ہن تک ہرگز کسے خلاف نہ پایا
کل مفسر قائل اس دے مرزے کوڑ ہولایا

تے نبی دا جسّہ پاک سمجھ او کہے کثیف او ستائیں
جے اسلا م دا وقت ہو وے پھر حاکم دین سزائیں
تے معاویئے تے ہور عائشہ تھیں جو اختلاف ایہائی
جدھر اکثر ہوں اوستے اعتقاد رکھن بھلیائی
تے عائشہ اتے معاویہ رب نوں قادر جانن ہارے
غلام احمد نا قادر سمجھے بکیا کفر نکارے
تے دعوی اوہدا جو میں بھی کشف معرا ج نوں پا ازمایا
ایہہ کون منے اوہ کوڑیاں لافاں مارے رب تراہیا
تے او لیاوانوں کشف جو ہو وے شاہ ولی اللہ کہیا
پر اوس کشف دے لائق نا ہین مرزے بھیڑے جیہا
مرزا فلکوں اوترن عیسی دا ناممکن کہندا
ملکاندے اترن تھوں تائیں ہے انکار کر یندا
اکی صفحے ستر تائیں وچہ توضیح لکھایا
تے وچہ ازا لے فتح اسلام ہے ایہہ بکواس سنایا
کہے ملکاں کوئی و جود نہیں اوہ روح ستاریاں مندے
تے جبریل ہے روح سورج دا کوڑہ سنو اس مندے
تے اوہناں تاریاندی تاثیروں جگ و چہ سب کجھ ہندا
تینتی تے اٹھتی چالی صفحے توضیح دے کہندا
کوئی ملک اسمانوں اوتر زمین اوتے نا آوے
تے جبرائیل نہ طرف نبیاں آوے ایہ الاوے

بلکہ جب جبریل دا عکس زمین تے آون ہارا
اینویں کل فرشتیاں عکس زمین تے کہے ہتھیارا
سن ملکاں دا رب بار بار ہے کرکے ذکر سنایا
جیو ں پہلی آیت فاطر دے وچہ پراں والے بتلایا

الحمد لله فا طر السما وا ت و ا لا ر ض جا عل الملا ئكة رسلاً او لی اجنحة
مثنی و ثلا ث و ر با ع یز ید فی ا لخلق ما یشا ء ان الله علی کل شیء قدیر

سب حمد لئی اللہ دے جس نے زمین آسمان بنائے
بناون ہار فر شتیاں قاصد لے کے پیام جو آ ئے
پراں والے دو دو پراں والے تناں چوہاں والے
ودہا وے وچ پیدائش جو کچھ چا ہے اوہ کر ڈالے
جیہد ے چاہے ودہ پر کردا سرجن ہار الہی
جیویں جبرائیل دا چھ سو پر ہے حق پچھانی بھائی
تے تا ریاں دی تاثیروں جگ و چہ کجھ بھی ہو ندا نا ہیں
جو ایہہ کہے سو کافر ہوندا وچہ حدیثاں پائیں
نبی کیہا جو آکھے با رش تاریاندی دی تاثیروں
اوہ کافر مردود ہووے من نبی نذیر بشیروں

(یہاں حاشیہ میں مرزا قادیانی پرفتوی تکفیراز سید نذیر حسین محدثؒ سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں فرشتوں اور ستاروں کی تاثیروغیرہ کے بارے میں مرزا قادیانی کے عقاید پر فیصلہ دیا گیاہے۔ سید نذیر حسین محدثؒ لکھتے ہیں:

قادیانی نے بڑی جرأت کی ہے کہ ان باتوں کو قرآن سے ثابت بتایا ہے۔اس جرأت میں قادیانی نے خدا پر افتراء کیا ہے۔کسی آیہ قرآن میں یہ ارشاد نہیں ہوا کہ کواکب وسیارات کے لئے ارواح ہیں اور کائنات الارض کے وجود میں مؤثر ہیں اور وہی ملائکہ ہیں جو انبیاء وغیرہ ملہمین کی روحانی تربیت کررہے ہیں۔اور نہ آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے۔اور اعتقاد تاثیر کواکب کو تو قرآن شریف نے اشارةً اور آنحضرت ﷺ نے صراحتاً ناشکری وکفر قرار دیا ہے۔قرآن میں ارشاد ہے و تجعلو ن رز قکم انکم تکذبو ن (واقعه۔ ع ۲) ۔(کیا تمہاری یہی شکر گزاری ہے کہ تم خدا کو جھٹلاتے ہو)جو بارش ہوتی ہے تو یہ کہتے ہو کہ فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوئی ہے۔

صحیحین میں آنحضرت ﷺ سے ابو ہریرہؓ نے روائت کیا ہے:

عن زید بن خالد الجهنی انه صلی لنا رسول الله ﷺ صلوة الصبح بالحدیبیة علی اثر سماء كانت من الليلة فلما انصرف النبی ﷺ اقبل علی الناس فقال هل تدرو ن ما ذا قال ربكم قالوا الله و رسو له اعلم۔ قال قال اصبح من عبادی مو من بی و كا فر ۔ فا ما من قال مطر نا بفضل الله و رحمته فذا لك مو من بی و كا فر با لكوا كب و اما من قال بنوء كذا فذا لك كا فر بی و مو من با لكوا كب(بخاری ۔ص ۴۱ ۔ مسلم۔ ۵۹)

کہ مقام حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی تو اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ خدا تعالی نے کیا فرمایا ہے۔اصحاب بولے کہ اللہ اور اللہ کا رسول خوب جانتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔سو جو یہ کہے کہ ہم پر خدا کے فضل ورحمت سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں سے منکر اور جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے فلاں مقام پر پہنچنے کے سبب بارش ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لاتا ہے اور مجھ سے کافر ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے روائت ہے:

عن ابن عباس قال مطرالناس علی عهد رسو ل الله ﷺ فقال النبی ﷺ اصبح من الناس شاكر و منهم كافر قالوا هذه ر حمة الله و قال بعضهم لقد صدق نوع كذا و كذا قال قال فنزلت هذه الآیة فلا اقسم بموا قع النجو م حتی بلغ و تجعلو ن رز قكم انكم تكذ بو ن (مسلم ۔ص ۵۹) آنحضرت ﷺ کے وقت میں بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا تعالی فرماتا ہے میرے بندوں سے کوئی شاکر ہے کوئی کافر۔شاکر کہتے ہیں یہ بارش خدا کی رحمت ہے۔بعض کافر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارہ کا غروب سچا نکلا جو بارش ہوئی۔اس پر آیات اتریں فلا اقسم بمواقع.. ۔

امام نوویؒ شرح مسلم کے صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں:

اما معنی الحديث فا ختلف العلماء فی كفر من قال مطر نا بنو ء كذا علی قولين احد هما هو كفر

بالله تعالی سالب لا صل الا یمان مخرج من ملة الاسلام قالو و هذا فی من قال ذالك معتقداً ان الکواکب فاعل منشیء للمطر کما کان بعض اهل الجاهلیة یزعم و من اعتقد هذا فلا شك فی کفره و هذا القول الذی ذهب الیه جماهیر العلماء و الشافعی منهم و هو ظاهر الحدیث قالوا و علی هذا لو قال مطرنا بنوء کذا معتقداً انه من الله و برحمته و ان النوء میقات له و علامة اعتبار بالعادة فکانه قال مطرنا فی وقت کذا فهذا لا یکفر و اختلفوا فی کراهته و الاظهر کراهته لکنها کراهة تنزیهة و سبب الکراهة انها کلمة مترددة بین الکفر و غیره فیساء الظن بصاحبها و لانها شعار الجاهلیة و من سلك مسلکم و القول الثانی فی اصل تاویل الحدیث ان المراد کفر نعمة الله تعالی لا قتصاده علی اضافة الغیث الی الکواکب و هذا لا یعتقد تدبیر الکواکب (شرح مسلم۔ ص ۵۹)۔

کہ جو یہ کہے کہ فلاں ستارہ کے سبب بارش ہوئی، اس کے کفر کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔اول یہ کہ یہ خدا کے ساتھ کفر ہے ایمان کو دور کرنے والا، اسلام کے دائرہ سے نکالنے والا۔یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو اعتقاد رکھے کہ ستارہ بارش کا فاعل اور مدبر ہے، اس کی تاثیر سے بارش ہوتی ہے، جیسا کہ جاہلیت میں خیال کیا جاتا تھا۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے کفران نعمت مراد ہے۔یہ قول اس شخص کے حق میں ہے جو ستارہ کو مدبر و مئوثر نہ سمجھے یعنی صرف علامت ظہور تاثیر خداوندی خیال کرے۔ملخص۔

فتح الباری (ج ۲ ص ۴۳۴) شرح صحیح بخاری میں ہے:

و کانوا فی الجاهلیة یظنون ان نزل الغیث بواسطة النوء اما لصنعه علی زعمهم و اما بعلامته فابطل الشرح قولهم و جعله کفراً فان اعتقد قائل ذالك ان النوء صنعاً فی ذالك فکفره کفر یشریك و ان اعتقد ان ذالك من قبیل التجربة فلیس بشرك لن یجوز اطلاق الکفر علیه و ارادة کفر النعمة لانه لم یقع فی شیء من طرق الحدیث بین کفر الکفر و الشکر واسطة فیعمل الکفر فیه علی المعنیین لتناول الامرین۔

کہ ایام جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ بارش ستاروں کے فعل سے یا ان کی (مقررہ) علامت سے ہوتی ہے۔سو شارع نے ان دونوں خیالوں کو باطل کیا اور کفر ٹھہرایا۔سو اگر یہ اعتقاد ہو کہ فعل ستارہ کا اس میں دخل ہے تو یہ مشرکانہ کفر ہے اور اگر صرف یہ اعتقاد ہو کہ تجربہ کی رو سے ہے تو یہ شرک نہیں مگر اس کو کفر بمعنی ناشکری کہہ سکتے ہیں۔

ان احادیث سے بہ شہادت اقوال علماء صاف ثابت ہے کہ ستاروں کو بارش میں مئوثر وسبب وجود سمجھنے کو آنحضرت ﷺ نے کفر قرار دیا ہے۔اس کو کفر ملت سمجھیں یا کفر نعمت)

تے اوترن طرف زمین دے اس اندر شک نہ کائی
تــنــزل الــمــلائــکۃ و الــروح آیت سند ایہائی
رب کہے جو لیل قدر نوں نازل ہون فرشتے
فجر تلک اوہ رہن زمین پر دسّے رب سر شتے
پر مرزا لیل قدر دا منکر آکھے میرا زمانہ
وچہ حقیقت لیل قدر نہیں رات اوہ کہے دیوانہ
تے لیل قدر ہے را ت جو وچ رمضان اخیر دہا کے
خود عائشہ سن کئی اصحاباں کری روایت آکھے
پر مرزا ہے منکر کہے فرشتے اوترن ناہیں
تے وچہ حدیثاں ذکر او ترن دا آیا بہتے تھائیں
جبریل نبی نوں صورت اصلی دو واری دسیایا
اک وار حراء تے دوجی واری سدرہ پر بتلایا
جبرئیل آوے بن دحیہ کلبی دیکھن کئی اصحابی
تے عمر کیہا اک روز آئیا بن ا جنبی اسان ڈٹھا بھی
تے عملاں لکھن وا لے ملک دو فلک نوں آ ون جا ون
کون سنے احمق دی جد خود رب نبی فرماون
تے عکس اونہاں دا پینا ثابت کسے بھی ناہیں
ایہہ موذی کوڑ تاویل کرے نہ منے حق کداہیں
فک الشک اندر پچھلگ مرزے دے آکھ سنایا
جو اس آیت دے نال موا فق مر زے قول سوہائیا

قال الله تعالی فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا۔
نتیجہ۔پس بھیجا ہم نے طرف اس مریم کی جبریل کو پس آدمی ہو کر نظر آیا

اس آیت معنی بشر دی صورت بن جبریل سی آیا
اسٹھیں آسمانوں ملکاں اوترن جاندا پائیا
تے دو واری خود اصلی صورت زمین تے آون تائیں
وچہ وساوس منیاں مرزے عذر رہیا کچھ ناہیں
دو واری جے زمین تے جبریل ہوری آ سکّے
تاں بہتی واری آون تھوں کیہڑا ملکاں تائیں ڈکے
ایسے ملکاں ہیں وجود اوہ جو چاہیں بن جاون
مرزا مردہ منّے ناہیں چیلے مگر سدہاون
تے مرزے اتے عکس فرشتیاں ہر گز پیندا ناہیں
شیطان شطونگڑے بھاویں گلاں دسن ہون کتھائیں
احسن پوچا پھیریا فتویاں جھوٹا کرنا چاہیا
پھر بھی اوس دا کر اوس نے ہی ثابت کر دکھایا
تے روح القدس فرشتہ وحی جو نبیاں دے ول آوے
پر مرزا کوڑ تاویل کرے تے لوکاں راہ بھلاوے
وچہ توضیح مرام لکھیا ایہہ اندر صفحے ستائی
ایہ اعتقاد کفر دا بولیا اس مردود الٰہی
جو روح القدس محبت رب تے بندے دی تھوں پیدا
پس ایس طرح دے کفر بکے اوس کیتا کفر ہویدا

(توضیح المرام میں لمبی تقریر میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ فرشتے ستاروں کی روح ہیں ان کا علیحدہ کوئی وجود نہیں جہان میں سب کچھ ان کی تاثیر سے ہوتا ہے اور کوئی فرشتہ جبریل ملک الموت وغیرہ اپنے وجود سے یا کوئی شکل بدل کر زمین پر نہیں آتا۔ نبیوں پر صرف عکس پڑتا ہے... الخ۔

فتح اسلام میں مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے لیلۃ القدر اس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ الخ۔

اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے، گر در حقیقت یہ رات نہیں.. الخ

۲۔ قال اللہ تعالی و علیکم لحا فظین کرا ماً کا تبین یعلمو ن ما تفعلو ن

(ترجمہ) اور تم پر نگہبان ہیں فرشتے لکھنے والے جانتے ہیں جو کرتے ہو تم۔

۳۔ وساوس صفحہ ۱۲۲ سے ۱۲۶ تک۔

۴۔ قال اللہ تعالی ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ء ھم)

محبت رب تے بندے دی ہیں ہو جاندے نر مادی
پھر دوہاں کنوں پیدائش روح القدس اوہ کہے عنادی
تے ایہو پاک تثلیث ابلیس دے چیلے کہیا
اجے بھی مسلمانوں اس دے کفر شک نہ رہیا
تے استعارے تھیں مینوں تے عیسی نوں پت خدا دا
کہنا جائز نہیں ایہہ آکھے دینوں ہویا علاحدہ
سن روح القدس فر شتہ ہے خود دسیا پاک الٰہی
و ایـدنـا ہ بـروح الـقـدس ایہہ آیت پاک ایہائی

جے روح القدس محبت تھوں پھر سب نوں شا مل آ ہے
مومن کافر بداں برابر وحی ہو جاوے
پھر نبیاندا کچھ رہے نہ خاصا ہو سی عام لوکائی
الہام اپنا سچیاون نوں اوہ بک دا کوڑ سودائی
اوہ آ کھے کنجر یا ں تے بھی ہے رو ح القدس سدا ہا ندا
ایہہ کنجریاں نوں نبیاں نال رلاندا نہیں شرماندا
تثلیث اعتقاد عیسائیاں جیہڑا منے بنے عیسائی
مرزا وده عیسائیاں تھوں جس دین بگاڑیا بھائی
وچہ سورہ اخلاص تو آکھ نبیا اوہ اک اللہ
بے پرواہ نہ پت دہی ما پیٔو عیبوں پاک معلیٰ
حقیقت اتے مجازیت دا کتے نہ ہویا نکھیڑا
اوس لو کاں تیئں خراب کر ن نوں چاپایا کل بلیہڑا
تے مر زے دی مت ما ری گئی ربدے پتر کہے مجازی
بلکہ رب دا باپ ہے اوہ آپ نکارا پازی
پیش گو ئی لڑ کے دے و چ اوس ایہہ الہام چھپایا
بیس فروری سنہ چھیاسی ایہہ لکھ طبع کرایا

مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلا۔ کا ن اللہ نز ل من السماء

ایہہ لڑکا اول آخر والا مظہر ہوگ سوہارا
تے حق بلندی والا مظہر بولیا کوڑ بلارا

گویا لڑکا اللہ نازل ہوسی خود آسمانوں

ایہہ کلمہ کفر الایا اکفر دسیا تار رحمانوں

جد رب ہو یا خود لڑ کا اوس دا ایہہ اوس دا پیئو بنیاں

ایہہ باپ خدا دا بنیا کافر علمانواں گنیاں

جو اس نوں کافر نا آ کھے اوہ کافر آپ منہ کالا

رب نبی دا منکر اس نوں سچا جانن والا

پھر مر زے سمجھیا لوکی کہسن اترن نبی مسیح دا

امتی ہے ایہہ مرزا اس دا رتبہ گھٹ نگیندا

تا مرزے بڑی دلیری کیتی بولیا کفر بلارا

وچ اک سو اٹھونجہ صفحے شعر لکھے لتھیارا

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم

عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

جد مر تبہ میرے تائیں عیسی ، پہنچے ناہ کدائیں

ایڈ توہین عیسی دی کیتی رب توں ڈریا ناہیں

مردود کدی مقبو ل دے ر تبے پہو نچ نہ سکے بھائی

عیسی والے رتبے لویں غلام احمد سودائی

عیسی مرسل اتے غلام احمد مرتد ایہائی

ایہہ کد ر تبے عیسی دے نوں پہنچے سمجھیں بھائی

موتی موتی کتے خواہ سارا جگ الاندا

پر جے کتا موتی ہو ندا کیوں پھٹکاراں کھاندا

ہے توبہ میں کتیوں کیوں مرزے نال رلایا
اوہ حیوان نہ کافر ہوندا اس نے فتنہ چایا
پر کدے برابر ہووے تھیں اندھیرا اتے اجالا
جانے کو ن غلام ا حمد نوں کتھے پھر ے منہ کالا
ایسے کفر ہولاں دے نون پس کافر آکھیا جاوے
لا تـفـضـلـو نـی عـلـی یـو نـس ایہہ پاک نبی فرماوے
ہے پچھلگ اوس دے احسن تحذیر دے وچہ لیاندا
جو مرزے والے شعر اندر توہین نہیں بتلاندا
آکھیوس کہاں بھتیریاں آکھیا خطبیں وچ کہا نے
آکھیا جنہوں کہاں آدم کہاں عیسی مریم جانے
بھی آکھیا فارسی وچ جتھہاں ہے لفظ کجائی
کجا شد عیسی مریم اوسدے شعر مثال سنائی
بھی عربی دے وچہ ایـــــــــــن جنہاں جامی جویں الایا
ایـــن مـــوســـی، ایـــن عیســـی، ایـــن یـحـــی آیا
مرزائیو اپنے پیغمبر دی تولو امانت داری
تے نا لے اوسدے پچھلگ دی ایہ پڑھو عبارت سا ری
اینہاں بزرگاں کہاں کجا یا ایــــــــــن جتھے الایا
اپنے نالوں کسے نوں ہولا نہیں ٹکایا
تے مرزے اپنے نالوں عیسی تائیں ہولا جاتا
تاہیں ہے علماواں سبھنہاں کافر انہوں پچھاتا
پھر اوہ پچھلک مرزیدا کہے ایہہ منبر پاک نبی دا

جے عیسی تائیں ملے بے ادبی والا کم گنی دا
پر ایہہ احمق نہ جانے جس دے تابع عیسی آرے
اسدی عزت شان ودھ ہے جس پیر وی مرسل چاوے
امتی نوں پیغمبر نالوں مرزا افضل جانے
لتھیا جھک نکارے دا ایہہ کفر کرے من بھائے
ایہہ عیسی نالوں افضل بن دا کوڑ کرے تاویلاں
دس کفر اس دے وچ شک کیہا ئن بھکے حق دلیلاں
پھر خوف پیئوس مت لوک آکھن اوہ عیسی نبی پیارا
بنی اسریلاں کنوں رسول تے توہین کون؟ نکارا
پس دعوی کیتیوس پیغمبری دا ڈبل ایہہ کفر کمایا
عبارت ایسی لکھیوس کم علمانوں پکڑ بھلایا
علماں والے سمجھ گئے ایہہ پچھلیاں وانگ الایا
جیو نکر پچھلیاں کذاباں بھی تاویلاں سر چایا
جس جس دعوی پیغمبری دا اُستھیں اگے کیتا
اوسی نے ہے تاویلاں تائیں ڈھال بنایا میتا
اک جھوٹا مدعی اوس نے اپنا لا سی نام ٹکایا
پھر لا نبـــــــی بـــــــعـــــــدی اوہ مکاری سند لیایا
لا نبــــــــی بـــــــعـــــــدی معنی عالم جو سن کردے
او ہ نہ منّے بھیڑے جیوں کر چالے ہیں اس شر دے
ہن میں دعوی مرزے والا کر کے نقل دکھاواں
کھول کتاباں دیکھ صفحہ میں جو جو پتے بتاواں

توضیح کے صفحے اٹھاراں تھوں یہ ویہنویں تک ایہہ پایا
وچ ازالے پنسو بتی دعوی ایہہ اٹھایا
آکھے پیغمبری حضرت تے بالکل ختم نہ ہوئی
بلکہ جزئی طور نبی ہے ہن ہو سکدا کوئی
تے آکھے میں محدث ہاں محدث نبی سداندا
نبیانوالے وصف میرے وچ کہندا نا شرماندا
تے آکھے سورہ صف وچ آیت وچ بشارت جیہڑی
اوہ حق نبی دے خاص نہیں بل حق میرے وچ ٹھہری
اوہ محمد تے میں احمد پس اوہ ہے حق میرے
میں نرا جمالی اوہ جمالی اتے جلالی ٹھہرے
تے سر ورق ازالے دے لکھوایا اوس کادیانی
من تصنیف غلام احمد جو مرسل ہے یزدانی
آیت نال قرآنوں ثابت لفظ صریح ختم دے
نام نشان نہ دسے جزوی طور پیغمبری دے
حضرت اوتے ختم نبوت بعد نکوئی نبی ہے
جس دعوی پیغمبری کیتا کافر ہاں وہی ہے
لا نبـــــی بـــعـــــدی ہیں جد سرور عالم بولے
جو کوئی دعوی کرے نبوت مار سرے سر پوئے
حدیث خواندی لئی نبوت جزئی سند جو لیایا
صداقت ولوں نبی کیہا نہیں کسے نوں نبی پکاریا

نبوت او ستھوں جے کر سمجھئے تا ہر اک نبی ہے
پر ایہہ معنی ہر گز ناہیں مرزے عقل گئی ہے
العلماء ورثة الانبیاء تھوں جے اوہ سند لیاوے
تا علم دا ورثہ کل علمانواں مرزا خاص نہ پاوے
محدث نوں کسے شارع ہر گز نبی نہ مول الایا
اج تک کئی محدث ہوئے دعوی کسے نہ چایا
محدث تے اک پاسے بل اصحاباں دے حق بھائی
کسے نہ آکھیا نبی ہوندا اتے مرزا بکے سودائی
نبی کیہا جے بعد میرے کوئی نبی ہوندا سن بھائی
تا بیشک حضرت عمر ہوندا ایہہ کیہا رسول الٰہی
ہارون جویں موسے نون اینویں مینوں شاہ علی ہے
اے پر نبی نہ بعد میرے ایہہ آکھیا پاک نبی ہے

قال رسول اللہ بعلی انت منی بمنزلة ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی ۔ متفق علیہ

جے ختم نبوت نہ ہوندی کیوں حضرت ایہہ فرماندے
عمر تے علی جیہاں نوں کیوں نہ نبی رسول الاندے
آیت سورۃ صف دی خالص حق نبی دے آہی
فلما جاءھم جوآگے ثابت تھئی گواہی
ہکا پیش گوئی دے دو مصداق نہ ہوندے کائی
مرزا نبی بنے گا تے یا بنو گ محمد بھائی

عبارت توضیح مرام مصنفہ قادیانی، صفحہ ۱۸:

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہی ہوتا ہے۔

پھر خوف پیؤس مت لوک کہن سی معجزے اوہ دکھلا ندا
کجھ تو بھی دکھلا تا معجزیاں انکار سناندا
وچ ازالے لکھیوس صفحے چار سو تے اکتالی
بھی دو سو اتے پچانوے صفحے لکھ کے ٹولی گالی
بھی صفحے تن سو دو تے تن سو پنج تے تن سو بائی
معجزیاں انکار کیتا اتے کافر ہویا سودائی
جو معجزے حضرت عیسی والے سب ہتھ ناٹک آ ہے
تے عمل مٹی دا کہے انہاں سودائی کفر الائے
تے میں بھی کر دکھلاواں جیکر ناہ مکروہ پچھاناں
دکھلاون مارا مکروہ آکھے آپے بن دا داناں
تے جو کوئی آکھے عیسی ہیسی مردے زندہ کردا
اوہ مشرک تے عیسی ایہہ نہیں مول دکھاوے فردا
مردے زندہ ہوون معنی راہ دسن گمراہاں
تے اندھیوں کرن سجھاکھے ایہ بھی پاون سدے راہاں
سن معجزے حضرت عیسی والے کل حقیقی آ ہے
جد ظاہر لفظاں تھیں ثابت پھیر کیوں نہ منیا جائے

رب تخرج الموتی لفظ باذنی نال صریح فرمایا
تے تبری لاکمہ والابرص باذنی نال سوہایا
احسان جتا وے عیسی نون رب معجزے دتے تینوں
تو مردیاں تیئں نکال جواویں لیکے اذن میرے نوں
تے اذنوں میریوں اندھے کوہڑی اچھے کریں بتایا
غلام احمد دیاں تاویلاں دا کجھ اعتبار نہ آیا
پھر رب کہے انہاں معجزیاں کفاراں جادو جاتا
جے تاویلاں سچ تا اونہاں جادو کویں پچھاتا
تے فتکون طیراً باذنی حق جانوراں دے آیا
مارین پھوک بنا ویں پنکھی اذنوں اذن بتایا
جد آکھیا رب اوہ اذنوں ساڈیوں سب کجھ ہیسی کردا
تا پھر کیو نکر شرک بنے قرآنوں صاف نتر دا
زہر اندر رب مارن والی طاقت ہے جو پائی
تے تریاق اندر تندرستی رکھی آپ الٰہی
اگ وچ گرمی پانی دے وچ سردی نالک پائی
شائد اس نوں بھی اوہ مرزا آکھے شرک سودائی
پیغمبراں دیاں معجزیاں ہن ناٹک کافر کہندے
ایہہ بھی کافر بھائی بند کفاراں کفر کریندے
رب تے نبی اصحابی تے عالم لوکی سارے
عیسی زندہ مردے زندے کیتیوس آکھن ہارے

تے جے انہاں مرزا کافر کہندا کافر آپ نکارا
اوہ کافر بے شک جو ایسے کلمے بولن ہارا

ازالہ اوہام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے معجزات عیسوی سے صاف انکار کیا ہے اوران کو شعبدہ بازی اور مٹی کے کھلاونے ولہو ولعب و مسمریزم و قابل نفرت ومکروہ لکھا ہے افسوس اب بھی بعض سادہ لوح اس کو مؤول جان کر کافر نہیں کہتے۔ اور اس انکار معجزات کو بھی تاویل خیال کرتے ہیں مسلمانوں اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں زیادہ افسوس ان پر ہے جو اس کی اردو عبارت کو پڑھ سکتے ہیں۔

تے ہتھ نا ٹک تے عمل الترب بھی مرزا نے جا نائیں
پھر تعجب کس مداریوں سکھے ایہہ ادائیں
انہاں معجزیاں نوں مرزے ہے مکروہ الایا
تے رب کہے انعام میرے پر مرزے کفر ہولایا
لدّر دا کہہ نہ ہتھ اپڑیا کوڑی آکھ سنایا
ایویں ہی دکھلاون بدلے مرزے کوڑ ہولایا
چیلے اوسدے احسن اندر فک الشک سنایا
کفر اوہو مرزیدا ایس نے ڈیوڑھا کر دکھلایا
پھر فکر پیا دل مرزے مت لوک کہن میں تائیں
جو عیسی سی بن باپ تے ہین تو پیئو والا دل لائیں
تا تن سو دو صفحے وچ اس نے لکھیا وچ ازالے
وانگ یہوداں کفر کمایاں اس مردود منہ کالے
جو عیسی دا پیئو یوسف سی ترکھان جو آہا ذاتوں

ایس طرح دا کفری کلمہ لکھیوس اپنے ہاتھوں

رب کیہا اوہ بن باپوں اساں آدم وانگ بنایا

آدم بن ماں باپوں عیسی بن باپوں فرمایا

یہوداں تہمت مریم تائیں دتی رب تراہے

ایہہ وچہ سپارے چھیویں رب اونہاندے حال سنائے

رب کہے اساں لعنت غضب یہوداں تدان پوچایا

کر کفر انہاں نے مریم تے بہتان وڈیرا لایا

جس مرزے نوں مومن کیہا یہود نوں مومن جاتا

یہود نوں مومن جاتا جس قرآن نوں کوڑ پچھاتا

جو عورت مومن تائیں تہمت دیوے رب فرمایا

اوس اسّی درے مارو ایہہ وچ نور سورت دسیایا

اس مائی مریم تائیں بھیڑے تہمت کوڑی لائی

... کیہا کر مرزا جسے اسلام دی ہوندی شاہی

اک چیلے اوس دے احسن اندر فک الشک بتایا

مجازی باپ عیسی دا مرزے کیہا نہ کفر کمایا

مجازی تے حقیقی دی کوئی سند نمول بتائی

لے پالک نوں پت کہن تھیں کیتا منع الٰہی

بت پرست بھی کہن اساڈے ہیں ایہہ رب مجازی

مرزائی باپ تے پت مجازی کہن فریبی بازی

جو رب دے پت مجازی دسے بندیاں تھوں کد ڈرا

تے آپ مجازی رب دا ہے پیئو بن کوٹ کفر دا

جے وچہ قرآن حدیث مجازی اتے حقیقی والا
کجھ فرق د کھلاناندا منیاں جاندا تداں منہ کالا
پچھلگ اوسدی احسن نے ایہہ د لیل جو جان سنا ئی
جو آذر ابراہیم دا چاچا آکھیا باپ الٰہی
آذر ابراہیم دا پیئو ہے رب نے جد فرمایا
تواریخاں دا مسلماناں نوں کجھ اعتبار نہ آیا

کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

میں پاروول گیا اوہ پنڈ بٹالیوں متصل بھائی
چوہدری ضیاء اللہ نو مسلم اوتھے جان اہائی
ہے صاحبزادہ اونہاندا سردار احمد اس ناواں
گلاں کر دیاں کر دیاں ایہہ گل لگا کہن سچاواں
جو نور احمد سی اس جاگہہ کجھ آیا کرن دوائی
باجھوں پدر مرزائی دا اوس ایہہ دسیا بھائی
جو مرزا جی بے پدر کہیے تا کجھ تناقض ناہیں
تے اک حکا یت اوس نے تدا ں سنا ئی سا ڈے تا ئیں
جو پچھے ہے اک شا ہ گذر یا اس بیٹی ست سالاں دی
اک نور آیا اسمانوں اوس تھین اوہ ہو حاملہ جاں دی

اٹھیں بچے تن ہویوں ہے مرزا اک دی نسلوں
باجھہ پدر ایہہ عیسی وانگوں ثابت ہویا اصلوں
بن مریم جے اسدے تائیں کہیے عیب نہ کوئی
آلان قوا اوہ شاہ دی لڑکی مریم وانگوں ہوئی
اس گل تے ہے لو کاں تائیں دھوکا بہت دلایا
جو نور احمد وچ وادھا گھاٹا کیتا شور مچایا
میں اس دا حال تمام سناواں جویں کتابیں آیا
روضۃ الصفا دے صفحے ستویں اٹھویں پایا
اوہ وچ مغول سی رہندی آلان قوا اس نام کہانی
جد خاوند مویا بیوہ ہوئی دلدے اندر جانی
اک نور اسمانوں آیا اس دے اندر اوہ سدھایا
حاملہ ہو گئی لوکاں پچھیا اس نے حال بتایا
تے لو کاں ا کھیں ڈٹھا نور اس اندر آ وے جا وے
تا ایہہ سچ تعجب والا روشن سچ ہو جاوے
وقت تولد تن لڑکے اوس پیدا ہوئے بھائی
ہکدا نام بوزنجر خان پچھاں بیان جو ساہی
اوس بوزنجر خان دی نسلوں ہوئے مغل تمامی
دیکھو بھائیو ظاہر ہوئی مرزے دی ناکامی
تے بو قا پت اوس ا ٹھویں جد چنگیز خان دے آیا
ایہہ رو ضۃ الصفا وچوں لکھ دسیوم حال جو پایا

جے ا یہہ فخر ہے مر زے نوں بن آ لان قوا سدا وے
اوس بیوہ عورت آلان نوں اوہ مریم ناہ ٹھہراوے
پھر بھی بن مریم سدو اس کل مغلاں جو جگ دی
مر زیدا کجھ ر ہوگ نہ خا صہ جو مطلب اوس ٹھگ دے
ایہہ بن مریم نہ بن کر خواہ کیڈ پلال کھلارے
انا جعلناك المسيح ابن مريم کوڑالہام پکارے
ساری خلقت بن آدم جو پیدا بن ماں باپوں
بن آلانقوا بنی تاکی وڈیائی حاصل ذاتوں
نزول عیسی دیاں خبراں نوں اس کر تاویل الٹایا
دمشق مراد ہے قادیان جتھے نزول عیسی دا آیا
نبی دمشق کیہا ہے تے ایہہ کادیان کرے تاویلاں
مومن ہر گز سنن نہیں تاویلاں انہاں ذلیلاں
کپڑے زرد مراد نہ اس نوں صحت ہو سی پوری
دو مو ہڈے ملکا ں کنو ں مرا د دو بندے مدد ضرور ی
کپڑے زرد رسو ل کیہا ایہہ کرے تا ویل بیماری
دور پیا ایہ کنوں ہدایت عقل شیطان جو ماری
تے بعضیاں مرزائیاں تو ثابت اوہ دو ہیں حواری
نور الدین تے احسن جنہاں چائی مدد گاری
اوہ ملک ہو ون گے نبی دا کیہا کو ڑ نہ ہوگ گدا ہیں
تو ہن مرزے مگر نہ لگن مگر نبی دے جائیں

نور الدین تے احسن نوں دس کیہڑا کہے فرشتے
ایہہ کھاون پینوں ہٹن موتن بند یاں وانگ سرشتے
پوڑی لگن تے اترن دی کجھ تاویل نہ آئی
مرزا کوڑا کوڑے اس دے مرزائی سودائی
جد کجھ تاویل نہ آئی آپے مہدی دعوی چایا ہے
آپے عیسی آپے مہدی اوہ دجال الایا ہے
اتے کہیوس دجال مراد انگریز روس گدھا ریل ایہائی
کانے ہیں اس گلوں جو انہاں دینی اکھ نہ کائی
دجال تے اک ہووے گا ایہہ ہین انگریز ہزاراں
انگور وانگوں آکھ اوچی کانی نبی دسی اخباراں
انگریز جے ہیں دجال تا مرزا بھی دجال ایہائی
جو وانگ انہاں اعتقاد اسدے ہیں تینوں دساں بھائی
اوہ بھی کہن یہوداں سولی پکڑ مسیح چڑھایا
تے اس بھی اینویں آکھیا جو نکر پچھے پتا بتایا
اوہ ابن اللہ کہن مسیح نوں ایہہ بھی کہے ابن اللہ
بلکہ رب دا پت خود وِدہ انہاں تھوں بھلا
تثلیث دے قائل ہیں انگریز تے ایہہ بھی ہتھیارا
پاک کہے تثلیث تئیں احوال پچھے پڑھ سارا
تے ریل نوں گدھا جو مرزا دسے ظاہر دے سودائی
آپ بھی ہووے سوار اوہدے تے پس دجال ایہائی

ڈاڈھے احمق ہیں جو منن مرزے دیاں تاویلاں
بھاویں ظاہر علماواں والے دسن ٹول ذلیلاں
یاجوج ماجوج انگریز تے روسی ایہہ تاویل سناوے
اصل عبارت منے ناہیں کفر تاویلاں چاوے
یاجوج ماجوج دا ذکر قرآن دے اندر رب فرمایا
سورہ کہف اندر جیوں سد سکندر حال سنایا
رب فرماوے جو اسکندر سی ذو القرنین سوہارے
قید کیتا انہاں کندہ لوہے دے اندر سارے تاڑے
تے آکھیا جس دم وعدہ رب میرے دا آوے بھائی
ایہ ریزہ ریزہ کندہ کریسن وعدہ سچ الٰہی
جد ظاہر لفظاں وچہ نبی نے بہتی وار سنایا
غلام احمد دیاں تاویلاں دا کجھ اعتبار نہ آیا
علامتاں قرب قیامت والیاں کر تاویل اولٹاوے
آکھے دابۃ الارض علمانواں ٹولہ جو دسیاوے
سورج چڑھنا مغرب ولوں ایہہ مراد ٹھہرائی
جو مغرب والے ملک اندر کھنڈ جاسی دین الٰہی
نبی کیہا نہ قیامت آؤگ جد لگ لہندے داؤں
سورج چڑھسی بہتی وار ایہہ قول رسول خداؤں
توبہ دا دروزہ بند ہوون دے حق الاندا
جو توبہ دی توفیق نہ لوکاں دے سی رب بتاندا

اس دروازے پتا دسیا خود نبی رسول سوہارے
اوہ احمق جو ایس دیاں تاویلاں منن ہارے
تاویلاں نہیں ایہ ہیں تحریفاں وا نگ یہودان
تورات اپنی بدلائی اونہاں ملعوناں مردوداں
یحرفون الکلم خدا نے دتی آپ گواہی
نال قرآن حدیث بھی مرزے اوہو کار اٹھائی
پھر مرزے دے دل خوف پیا تے سو چیا تائیں
جو سلف خلف نے تاویلاں کیتیاں ہر گز ناہیں
پھر بول اٹھیا جو آکھے عیسی زندہ اوپر آساناں
تے معجزے اوس دکھالے یا تے اوتروگے شاناں
یا آکھے دجال نکل سی استدراج دکھا سی
یا اس دے ہتھ بدل ہو سن لو کاں دکھ پچا سی
ایہہ بول شرک دا ہے اوہ مشرک شرک کریندا
اوس دجال نوں رب کیہا ایہہ کلمہ کفر بولن دا
اس جا گہہ وچ مرزے بالکل رب دا خوف بھلایا
سلف خلف نوں مشرک آکھیوس اس کجھ خوف نہ آیا
تے رب کیہا جو کرے اہانت میرے اک پیارے
اوہ جنگ کریندا نال میرے ایہہ آکھیا رب سوہارے
مرزے دی مت ماری سلف خلف نوں مشرک کہندا
بلکہ سبھ نوں مشرک کہندا وچہ کفر دے دیندا

اس اعتقاداں وچہ بد عتاں بہت بنا یا ں ربدے ما رے
ایہہ کل بدعتیاں نالوں وڈا بدعتی سمجھ پیارے
ایسیاں بدعتیاں حق ہے جو آکھیا نبی سوہارے
دوزخیاں د ے کتے ہیں اوہ دینوں رہے کنا رے
جو بدعت والیاں کر ے عز ت فر ما یا پا ک نبی نے
اسلام خراب کرن دے کارن لایا زور شقی نے
بدعت والیاں عمل اعمال قبول نہ کردا سائیں
نماز زکوۃ تے روزہ حج جہاد ایہہ دلوچہ لیائیں
جد بدعتی دا دنیا اتوں ہوندا کوچ ٹھکانا
ملک الٰہی شکر کرن اج مویا سور پرانا
بدعت جو اعتقاد دے اندر کڈھے نبی بتایا
سلام علیکم اوسنوں کہنا کیتا منع ہٹایا
جد بیمار ہو وے تا اس دی خبر نہ لیون جاؤ
جے کر مرے جنازہ اوسدا پڑھو نہیں بھراؤ
اک دوست میرا نور الدین اوہ لکھو کی سی وہایا
اس نے آ کے میرے تائیں ایہہ بیان سنایا
جو مو لوی صاحب نو ں کسے پچھیا جو ہو وے مرزا ئی
اوسدے مگر نماز دسو جو ہندی ہے یا ناہی
تا مولوی صاحب وسیا اوسدے مگر نماز نہ کائی
آپ نماز نہ ہووے اوسدی دوجے مگر گوائی

فرشتیاں نوں جد رب کہیا کرو سجدہ آدم تائیں
تا سجدہ کیتا اونہاں بن ابلیسو ں دل وچہ لیائیں
تے مرزا کہے نہ سجدہ ملکاں ہرگز کیتا آہا
بل خدمت تے آدم دی سی طاعت کہی اطاعا
جد لفظ سجدے دا وچہ قرآن صریح پیا دسیاوے
پھر اسدیاں تاویلاں نوں جو منے دین گواوے
تے مرزا کہے جو پیش گوئیاں دی نبی نو ں سمجھ نہ آئی
اوہ ہن میں سب سمجھ لیاں اوہ آکھے شرم گوائی
اوہ حضرت نالوں چنگا بن دا کوڑ بکے منہ کالا
منکر رب نبی دا اوس نوں سچا جانن والا
اک دوست محمد میرا شاہ محمد رہندا رام دیوالی
عاجز نے سمجھایا منیوں مرزا جھوٹا خالی
تسے آکھے گر وی زمیو ں نفع لیو ندا مسئلہ پچھیا سا ہی
تا نور الدین تے مرزے دسیا اس وچہ عیب نہ کائی
ایہہ بھی اک تجارت ہے اس اندر عیب کی آیا
ہے یہہ اک شہادت مرزے نیچری مذہب چایا
وچہ حدیث صحیح نبی نے ایس طرح فرمایا
لــــہ غـــنـــمـــہ و عـــلـیـــہ غـــرمـــہ ایس طرح بتلایا
جو گروی والی شئے ہووے حق اوس دے حکم سنایا
نفع تے خرچہ اوس شئے دا ہے مالک تے فرمایا

اک قاعدہ ہور ٹکایا مرزے مرتداں دا چالا
ٹھیک ایہی مرتد اجیھے قاعدے کڈھن والا
آکھے جد اک واری بندا ہے کائی مرجاندا
مڑکے نا اوہ جیوے کہندا خلقت نوں بگڑاندا
اسدے وچہ سوال جواب قبر دیوں منکر ہویا
کدی نجات نہ پاسی جے اوہ ایسی حالت مویا
نبی نے خود فرمایا بندہ وچہ قبر دے جیوے
روح جسّے وچہ گھت جیواون پھر حساب کی جیوے
بھی کل نبیاں دے معجزیاں تھوں کر انکار سدھایا
جو مردے زندے معجزیاں تھوں ہونوں کفر کمایا
زندہ عیسی دے ہتھیں رب مردے سن کروائے
مرزا منکر ہویا جیونکر پچھے حال وہائے
عزیر مویا سو سال رہیا پھر اللہ پاک جیوایا
جرجیس مویا ستوار کفاراں ماریاں رب جوایا
شہید حیات نہ شک لیاویں خود فرمایا والے
اک قوم بھنّی ڈردی اوہ رب نے ماری پھیر حوالے
اوہ ہیسن کئی ہزار خدا خود وچہ قرآن بتاندا
بہی اصحاب کہف اوٹھاون تن سو سال بعد اونہاندا
پھر مرزا کہے جے پچھلے نبیاں ایہ اعجاز دکھائے
ناں نبی ہوگ گھٹ اونہاں نوں جس مردے نا جوائے

پر احمق نوں نہیں خبر جو معجز ے نبی بہت د کھلائے
چن دو کرن تے روڑان کلمہ پڑھیا فضل سوہا ئے
جد گوشت پکے گلاں کیتیاں ایدون ہور کی چاہے
کیا ایہہ معجز ے مر دے زندہ ہو نوں گھٹ دسیا ئے
ہور عقائد نیچریاں دے وچہ رسالے پائے
جو علماواں نے وچہ کتاباں کیتے ردّ وڈالے
عقل کرو انصاف سمجھا لو اہل ایمان بھراؤ
حکم خدا نبی دے اپنے دل دے وچہ ٹکاؤ
مرزایاں سودائیاندے اعتقاد کفر دے بھارے
نیچری ہے ایہہ ا حمق اتے مر ید جو اس دے سا رے
مرزائیاں سودائیاں دے نہ کھاؤ داؤ کداہیں
ہلکے کتے وانگ انہاند ے نیڑے جاؤ ناہیں
مرزائیو سودائیو منو حکم خدا نبی دا
بھلا چاہو تے چھڈ دیہو جو مرزے دا عقیدہ
ایسے ٹھگ فریبی دے نہ لگو مگر کداہیں
ایہہ دجال تیہاں دجالاں وچوں شک وراہیں
مکاری صورت اس دی تے نہ بھر م ایمان گواؤ
ایک آزما ئش ربدی اس دے کولوں بچو بھراؤ
کچیا ں دلاں تے پکیاں دلا ندی رب آ زما ئش کر دا
کچے دل والا ایسے دے مگر لگے ڈوب مردا

ایہ زہری سپ نہ بکل وچہ لگاؤ جند بچاؤ
بہلا دے چابک دے نہاند ھے وا نگ اند ھے ہو جا وٗ
جیو ں اک انّھے دا تیاں جا ندیاں چابک ڈگ سد ھا یا
اول ٹو لن لگا نال ہتھاندے سپ اوہدے ہتھ آیا
اکھیں بن کجھ نا دسّے جے دسّے تا سٹ پاوے
اس جاتا سوہنا چابک لبّھا اندھا شکر بجاوے
اوس جاتا چابک ریشم دا ایہہ ہتھ میرے ہے آیا
تون ٹھوٹھے بہن پھڑا دیں چھنے واہ واہ بار خدایا
کسے سو جا کھے آ کھیا سپ تیرے ہتھ سٹ استائیں
اندھا بولیا بہرم پیوں توں پر میں سٹان ناہیں
دو ہرا تیہرا کر کے اند ھے بکل سپ لکایا
جان عز یز گوا ئی اند ھے جان سپ ڈ نگ چلایا
ہن اندھے کفر شر ک دے سب مر زینوں پکڑ کھلو تے
سو جا کھے عالم منع کر ن پر اوہ باز نہ آون کھوٹے
کفر شر ک نوں کرن پیار اندھے حر ص ہواوٗں
پر پچھتاسن روز حشر جد ویکھن دکھ اگاہوں
واعظ لکھ جو پچھے گذرے ایہو جہے ستائی
تا جانن لو ک اچر ج نہیں ایہہ ہے او نہاندا بھائی

تفصیل تیس دجالوں کی

جان توں نبی کہیا جو تر ہہ دجال ہو ون گے بھائی
قیامت کولوں اول اول کہیا رسول الٰہی
اخیر اونہاندے ہو گ دجال کبیر جو ہوسی کانا
وچہ مشکوۃ شریف کہیا ایہہ سمجھیں اہل ایماناں
اقتراب الساعۃ والے نور الحسن بتایا
انہاں دجالاں نوں اوس نے کر تفصیل سنایا
پہلا جان مسیلمہ بنی حنیفہ کنوں قبیلے
نبوت دعوی کجھ قرآن جواب اوس کہیا رذیلے
زمانے وچہ صدیق دے خالد ماریا رب دے تارے
دوجا اسود عنسی جو فیروز نے دھوکیوں ماریا
اک دن رات ... پیش رسول پکاریا
خنجر اوسدے دی حضرت دسے پتے لگائے
اس چار مہینے شور رہیا تے بہتے لوک بہلائے
ایہہ شعبدہ باز عجائب کم دکھاوے لوکاں تائیں
دو شیطان لوکاندیاں خبراں دیہن اونہوں دل لائیں
سحیق سی اکدا نام دوجے دا نام شفیق پیارے
گدھا اوسدا اوسنوں سجدہ کردا مکر کھلارے

وداعی حجوں بعد پیغمبر جدوں بیمار سدھارے
پیغمبری دعوے کہ بیٹھے ایہہ دو نویں رب دی مارے
تیجا ابن صیاد ایہہ غیر دجال کبیر ایہائی
حدیث جساسہ فتح الباری اس دی سند ٹھہرائی
یعنی ابن صیاد نہ اوہ دجال جو آخر آوے
ایہہ بھی اک دجال مگر نہ اوہ دجال سداوے
چوتھا جان طلیحہ ابن خویلد اسدی یارا
وچہ زمانے ابو بکر دے نکلیا اوہ دلدارا
قبیلے نبی اسد دے تھیں ایہہ خیبر گردیوں آیا
غطفان نے کیتوس مدد دعوی پیغمبری دا چایا
پھر تائب ہو کر مسلم بنیاں ایہہ وچہ شرح بخاری
تے ابن عسا کر کہے بعدزمانے نبی تے ہویا واری
پنجویں جان کذابن نام سجاح اوہ عورت آہی
پیغمبری دعوی کرکے تغلب وچوں باہر آئی
تمیمی اوسدی مدد اوتے ہوئے اکٹھے سارے
گر گ اسوار ہون تے قتل تے جلدی کردے پیارے
یمامے پہنچی اوتھہ مسیلمہ ملیا اوہ گھبراوے
پیغا م گھلیوس میں وحی ہوئی جو ساتھیں غالب آوے
دوجا اوسدی تابع ہووے منیاں تا اس بہائی
پچھیوس وحی مسیلمہ نے تد اوسنوں وحی سنائی

سجاح ایہ سن کے ہسن پئی ایہہ کیسی وحی ایہاہی
اس ایہہ شعر سنائے اتے جماع اجازت چاہی
پت مبادا شہر ہوا زا دہ فلک فارس سا آہا
اسماعیلیہ فرقہ اس کڈھیا بدعت راہا
اس آ کھیا اگے چھ امام ہیں ہو چکے و چہ جگ دے
ستواں میں اما م ہو یا ہا ں قول ایہی اوس ٹھگ دے
ست باباندی اوس کتاب بنائی جگ ہولائی
مدرسے جا ری کیتے خلقت بہت اس نے بگڑائی
امام دے اوتے و حی آوے ایہہ اوس دا آہا عقیدہ
جیو ں مرزا آ کھے اینو یں ایہہ پچھلگ پہچا ن اسی دا
بل ایہہ استھوں ودہ جو کنجریاں نوں وحی بتاوے
اوہ کذا ب آہا تے ایہ دجال کذاب دسیاوے
واعظ ذکر سجاح دا لکھ جو پچھے تد بھلایا
مسیلمہ جھوٹے نبی سے اوس نوں جو شعر سنایا
سجاح اجازت دتی مہر معاف ایہہ مہر ٹکائیا
نبوت سونپ مسیلمہ نو اوس دتے جاندا پائیا
معاویہؓ وا لی و چہ خلافت تائب ہو ئے وچارے
پھر نیک گئی بن نا آ گھو کجھ مڑے جو آ خر واری
مسیلمے وا نگو ں مر زے نو ں بھی ہو ں الہا م زنا ں دے
باقی ہوں الہام چندے دے اکثر پائے جاندے

چھیواں ہے مختار زمانے ابن زبیر سوہارے
آکھے میں ول وحی آوے ایل لکھے خطان و چکارے
مختار رسول اللہ لکھے اوہ خطاں وچہ نکارا
خبراں اوسدیاں دس گیا ہے نبی رسول سوہارا
ستواں سی متنبّی شاعر جو مشہور ایہائی
ہن تک دیوان اوہدا وچہ درسال ہووے پڑھائی
پہلے دعوی کوڑے کیتے اے پر تائب ہویا
اوہ ہن چنگا مرزے تھوں جاتائب ہو کے مریا
اٹھواں سی بہبود جو اوس نے فتنہ بڑا اوٹھایا
عراق کیتوس برباد تے سیداں تائیں ذلیل کرایا
اوہ کہے رسالت ملی مینوں پرنائیں مول قبولی
غیب دانی دا دعوی کیتا اوس مردود فضولی
ناںواں یحی اکرویہ جو قرمط والا بھائی
دسواں جان حسین برادر یحی والی ساہی
گیارہواں عیسی بن مہرویہ بڑا فساد مچایا
جو لقب مدثر میرا ہے پھڑ لوکاں مار گوایا
جیون مرزے دعوی کیتا سورہ صف والی پیش گوئی
حق نبی دے نہیں میں احمد حق میرے اوہ ہوئی
بارہواں بو طاہر قرمط دا وچہ مقتدر زمانے
حجر اسود کعبے کنوں او کھیڑ لے گیا اوہ دانے

تیرھواں تپ علی دا جان محمد نام سداندا
وچہ زمانے راضی باللہ دعوی ایہہ اوٹھاندا
چوہدواں اک تناسخیہ سی جان جوان پیارے
مطیع باللہ دے وچہ زمانے بکیا کوڑ نکارے
آکھے روح علی والا ہے وچہ میرے گھس آیا
تے بیوی میری وچہ سمجھ روح فاطمہ والا پایا
جیوں مرزا آکھے عیسی والے کل کمال میں پائے
اوہ اصحاب بنیا اس دعوی پیغمبری دے چائے
پندرھواں اک اوس نے سی دعوی جبرئیلی چایا
جد لوکاں ماریا کہیا ہاں میں سید اوہ الایا
معز الدولہ اونہاں دے وچہ سی سردار وڈیرا
نسب دا اوس لحاظ کیتا تے چھڈیا اوس نوں شیرا
سو لیہواں چار سواتی نڑنویں سنہ وچہ باہر آیا
پیغمبر بنیا لوک بگاڑے شاہ نے مار گوایا
ستارہواں سی اک اوسنے اپنا لا سی نام ٹکایا
آکھے لا نبـــــی بـــــعـــــدی تے میرے وچہ آیا
اٹھارہواں شخص غازاری سامر مالقہ اندر بھائی
جد غرناطے پونچھیا بو جعفر نے ماریا ساہی
انیسویں سی اک عورت اوس نبوت دعوی چایا
لا نبـــــی بـــــعـــــدی اس نوں لوکاں جدوں سنایا

آکھیوس لا نبیة تا نہیں آکھیا نبی سہارے
اوس آ کھیا مرد نہ ہو وے گا میں عورت مکر کہلا وے
عقد فر ید دے ... جن و چ ایس طر ح ہے بھائی
جو وچہ زمانے ... ہک نے دعوی کیتا ساہی
جو میں ہا ں ابرا ہیم تے اک نے دعوی ایہہ اوٹھایا
جو میں ہا ں نبی تے کجھ قر آ ن دی سا ہویں او ہ ا لا یا
سورت کو ثر دہ ساہویں ایہہ آکھیا اوس نکارے
جد سولی د تا گیا تا خلف شا عر نے آ کھیا پیا رے
اوس شا عر نے اوہدا ا چھی طر ح جواب سنایا
جیو نکر مرزے اپنے پاسوں ایہہ الہام بنایا
انا انزلناہ قریباً من القادیان لکھیا رب دے مارے
ایہو جئے اگے بھی گئے گذرے ہیں ہتھیارے
پھر ہور آ یا اک آ کھیو س میں ہا ں نو ح جو بیڑ ی وا لا
تے اک طو فا ن آ وے گا مرزے وا نگ بکیا منہ کا لا
نام عطا اک دھوبی اندر سنہ اک سو اکتالی
خدائی دعوی اوس نے کیتا کوڑ ہولایا غالی
آکھے نبیاں دے وچہ ہے رب ہو ندا ریہا بھائی
تے میرے و چہ بھئی رب ایہی و چہ قید مو یا اوہ واہی
باب اک نام ٹکایا اصل اوس علی محمد نادان
علی محمد آکھے دو دیں مینوں اک سداواں

میں دروازہ رب دا ہاں جے ملو مینوں رب مل سی
میں ہی ہاں مہدی ایہہ کہندا اوہ جھوٹھا اجہل سی
پہلے بیعت کیتی میری محمد نبی زبانے
پھر علی نے کیتی ایہ گل آکھے اینوں جانے
لو گ و گا ریویں مرزے وا نگوں شہ نے پکڑ منگایا
چوڑیا لگے درے وجن تائب ہو سدھایا
شیخ جیو ابو تراب دے پاسے پو جا یا شا ہ نے ساہی
اعتقاداں تے افعالاں اپنیاں لعنت کیتوس بھائی
اٹھاراں سو سنتالی سن وچہ مویا سن دلدارا
مرزے جیہے اگے بھی کئی گذرے سمجھیں یارا
تے ابن ہود اک ہو یا او س نے دعوی ایہہ ا ٹھایا
مثیل مسیح دا میں ہاں میں حق نبی نزول سنایا
مرزا نہیں کچھ نواں ہویا کئی ہوئے ایہو جیہے
بہت افسوس اونہاں تے جھڑے لگے مگر اویہے
امام ابن تیمیہ اوس دے نال مناظرہ کیتا
اتے مباہلہ کیتا اونہاں نال اوہدے میتا
اک سموئیل یہودی بیت مقدس باہر آیا
کہے مسیح بن مریم میں ہاں خوش آواز بتایا
مرزے وا نگوں اوس بھی جان مسیح مو عود سدایا
کوڑے دعوے کر کے اوڑک اندر خاک سمایا

جلال الدین اکبر شاہ بنیا مجدد الف ثانی
طریق عبادت کڈھیوس کہے الہام ہووے میں جانی
مس فیمیل کرائسٹ اج کل امریکہ وچہ بہائی
آکھے میں موعود مسیح ہاں خلق بھی مگر لگائی
اج تک ایہ سب گذر چلے ہیں گنتی وچہ ستائی
تو جان ایہہ اک وجہ مرزا رلیا پورے ہوئے اٹھائی
اس وڈے دجالوں اکے ہو ویگا ہور بہائی
اوہ شاید وڈا چیلا اسدا ہووگ کوئی سودائی

بقیہ مکر ہائے کادیانی

پھر مرزے عاماں مسلماناں دے تئیں بہلاون چاہیا
امرتسر وچہ نال عیسائیاں جھگڑا آن اٹھایا
تاجانن سدے سادے مومن دین دی مدد کردا
پندرہ دن کر بحث عیسائیاں رکھیا جال مکر دا
تے پندراں دناں اندر ناغالب اک دن ہر گز آیا
اوڑک اوس نے ٹھٹھا دین محمدی نوں کروایا
اوڑک آکھ دتا عبداللہ آتھم جو عیسائی
مہینیاں پندراں وچہ مرجاسی ایہ الہام ایہائی

ہن سوچو جے اوہ نا مویا اسلام نو ہوسی ہاسا
پھر دین دی کہی تو ہین ہو وے گی سمجھیں قدر شنا سا
تے جے مر گیا تا کہسن بل ہن کہندے لوگ عیسا ئی
جو عبد اللہ آ تھم سی بڈھا مرنا اوس نے ساہی
پھر مسلماناں علماواں اوسنوں لکھے خط پوچائے
جو نال اساڈے بحث کریں تاں فیصلہ کیتا جا ئے
جو تو اعتقاد مسلماناں دے ہین خلاف نکا لے
د یہہ ثبو ت او نہا ند ے مر زے پھڑے قد یمی چا لے
جو کہہ دیوس الہام ہویا ہن مینوں چپ کر ندا
میں تابع الہام نہیں میں بحث کرن میں بندا
علماواں کہیا جے تو ں نہیں کر دا حیلیا ں گتھاریں
نور الدین یا احسن نوں کہہ تو ہاریا تا ہاریں
چیلا بھی کوئی کھڑا نہ ہو یا بجھے او تھوں سا رے
جیو ں شا ئق نے وہ بھا گا لکھ نظما ں چھپا ئے پیا رے
انتظام ہویا سرکاری خوف نریہا کوئی
تاں بھی بھج گئے مرزائی خوب خواری ہوئی
پھر قادیانی دا بھجن ایہہ سب جگ وچہ ہویا ہویدا
رسالہ چھپ گریز اوہدیدا کھنڈ چکیا ہے ہر جا
پھر مر زے چا ہیا لو ک جو مینو ں اکثر طعن کر یند ے
جو کنوں بھا ہیل بھجا مرزا لوکی طعنے دیندے

پھر اوہ طعن ہٹاون نوں اشتہار اک اوس چھپایا
جو کرلو ہن مباہلہ میں نو ملہم اذن دلایا
پھر عبد الحق دے نال مباہلہ کیتا اوس نکارے
دھوکا مسلماناں نوں اوتھے دتا اوس بہارے
اول آیہ حکم آیت وچہ پتراں نال بلاوے
تے سدے نال زناناں پھر جھوٹے تے لعنت آوے

قال اللہ تعالیٰ:

قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكا ذبين۔ کہہ اے محمد، آؤ بلاویں ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں، عورتوں، جانوں کو، پھر مباہلہ کریں۔ پس لعنت کریں اللہ کی جھوٹوں پر۔

جداں قرآن شریف مطابق نا مباہلہ کیتا
تا ہیں اوسدا اثر نہ ہرگز دسیا سیتا
ہور اک مکر مکاری کیتا خلقت نوں ورغلایا
نشان اسمانی نام رسالہ لکھیا اتے چھپایا
اوہ نشان نہیں آسمانی ہے بلکہ شیطانی
اندھے اینویں سن کھلونے آوے سخت خرابی
لکھیوس اوس وچہ نعمت اللہ جو ہانسی شہر وہائے
اونہاں قصیدہ لکھیا میرے حق الہام سنائے

نام میرا اوس دس چھڈیا ہے احمد سمجھ پیارے
بس میں اوہو احمد ہاں مکاری مکر کھلارے
اوس قصیدیوں شعر اوس کئی کیتے نقل سنائے
دو شعر اوس دے مطلب و چہ... او نہا ں کیتا جا ئے
اول تا ایہہ جان جو ہے ایہہ لکھیا اوس قصیدہ
شائد جعلی ہووے تے نا ہووے اوس ولی دا
دوجا جے کر من لئیے الہام نہ سند ایہائی
ظنی ہوندا ہے الہام تو سمجھیں میرے بھائی

جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار

یعنی ہمارے سچے الہام کا پرتاثیر اور عمدہ نتیجہ

(ملا محمد بخش لاہوری)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

ملاں محمد بخش لاہوری لکھتے ہیں:

تھوڑے دنوں کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے مرزا غلام سنگھ کادیانی کی آخری اور بیاہتی جورو کا اپنے نکاح میں آنے کا خدا سے الہام پا کر ۱۱ جون ۱۸۹۷ء میں ذکر کیا تھا، جس کا اچھا اور پرتاثیر اور عمدہ نتیجہ اس خاکسار پر اللہ تعالی نے بتاریخ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء بروز میموریل ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی رات کو کشفی طور پر یہ ظاہر کیا کہ

مرزا غلام سنگھ کادیانی ہمارے الہام پر اطلاع پا کر ہمّ و غم رنج والم میں مبتلا ہے، اور اوس کی صورت ہمارے سچے الہام کے مطابق مطلقاً مسخ ہوگئی ہے،

اور خرس خراسانی بنا ہوا ہے، اور منہ اس کا کالا اور نیلے پیر ہیں،

اور اپنی جورو کے آگے رو رو کر ہاتھ باندھ کر اور اس کے پاؤں پر سر رکھ کر بکمال تضرع انکساری اور

عجز و نیاز سے سخت واویلا مچا رہا ہے۔

اور منت والحاح سے کہتا ہے کہ مجھے اس عالم پیری میں جب کہ میری عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے، اور ستر بہتر کا ہو گیا ہوں، داغ مفارقت نہ دینا۔

ہائے کیا کروں میں جانتا ہوں کہ ملا محمد بخش کا الہام ضرور سچا ہو گا۔ بے شک جو بات وہ بندہ ء خدا کہتا ہے خدا اوس کی وہ بات فی الفور پوری کر دیتا ہے کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ جو وہ الہام پاتا ہے وہی کہتا ہے۔

اے جان من! میری فروتنی کی طرف دیکھ اور میرے بڑھاپے پر رحم کر۔ میں نے اپنی طرف سے اے آرام جان تجھے خوش رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

دیکھ ابھی دو مہینے نہیں گذرے کہ میں نے دو ہزار روپئہ کا زیور تجھے بنا دیا ہے اور کپڑا وغیرہ اس کے علاوہ۔ اور ہمیشہ تیری خاطر و مدارات رکھتا ہوں۔ اور باوجودیکہ تیرے ہاتھوں سے ہر روز تین جوتا بھی کھاتا ہوں مگر تو بھی میں تیرا دست بستہ غلام ہوں اور کبھی کسی حالت میں چون و چرا بھی نہیں کرتا اور اس پر بھی تجھ کو میری اس منحوس صورت پر کچھ رحم نہ آئے تو سوائے ہائے پکار اور واویلا مچانے کے میں کیا کر سکتا ہوں۔

یہ تو مجھ کو اپنے افعال و اعمال سے کما حقہ ثابت ہو چکا ہے اور میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ خدا مجھ کو ہرگز نہ چھوڑے گا اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے گا کیونکہ میں نے اوس کے رسولوں کی برابری کی ہے، بلکہ اون سے بھی اپنے آپ کو افضل لکھا ہے۔ اور شامت اعمال سے دوزخ کا گدھا بننے کے لئے میں نے ہزاروں بندگان خدا کو گالیاں دی ہیں، حتی کہ سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین شہنشاہ روم تک ایسی صلواتیں سنائی ہیں۔ اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا سادہ لوح آدمیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر محض اس لئے روپئہ کمایا کہ تجھ کو خوش رکھوں۔

دیکھ ابھی تھوڑے دن گذرے ہیں کہ گنگا بشن کے مباحثہ میں میں نے فریب دے کر ہزاروں روپئہ مریدوں سے وصول کئے، اور گنگا بشن کو میں نے اپنی بے حیائی اور بے شرمی سے ایسا ٹالا کہ معلم الملکوت بھی حیران اور ششدر رہ گیا۔

اب جشن جوبلی کے شکریہ میں پھر میں نے کمال بے خوفی اور بے باکی سے یہ مضمون اشتہارات دئے ہیں کہ میرے مرید قادیان میں آئیں اور زر چندہ بھی ساتھ لائیں یا رقم چندہ بھیج دیں۔ اور ان کو میں نے یہ فریب دیا ہے کہ تمہارا نام ایک فہرست میں لکھا جاوے گا جو قیامت تک یادگار رہے گا اور میں وہ روپیہ ایسے طریق ...کرونگا کہ کوئی شخص اس کان سے اوس کان سے بھی نہ سنے اور سب کا روپیہ ہضم ہو جائے۔ مگر وہ سب روپیہ محض تیرے ہی لئے ہے۔

اور میری پیاری! قسمیہ کہتا ہوں کہ میں تجھ کو اپنی والدہ ہمشیرہ اور دختر نیک اختر سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہوں دیکھ تو میری آنکھ کا تارا ہے۔ تو میرا جگر گوشہ ہے۔ تو میری جان میرا ایمان۔ میں ہر طرح سے تجھ کو پہلے سے زیادہ خوش رکھونگا۔

مگر یاد رکھ کہ بار بار تیرے پاؤں پر سر رکھ کر پگڑی اتار کر بصد منت والحاح رو رو کر ہاتھ باندھ کر مکرر سہ کرر کمال عجز و نیاز سے عرض کرتا ہوں کہ تو ہرگز ہرگز ملا محمد بخش سے نکاح نہ پڑھانا۔ نہ پڑھانا۔ نہ پڑھانا۔... غلام سنگھ کادیانی پر مہربانی کر سو جوتے لگا لیا کر، مگر ملا کے ساتھ نکاح نہ پڑھانا۔

یہ کہتا ہی تھا کہ یکا یک آسمان سے ایک ہیبت ناک آواز آئی کہ:

اومردودنامسعود بیوقوف کادیانی، کندہ ناتراش یہ کیا بک رہا ہے۔ ارے احمق راندہ درگاہ بارگاہ خداوندی ہمارے سچے الہام کو اپنی نادانی سے توڑنے کے لئے یہ حیلے حوالے سوچ رہا ہے۔ ارے کم بخت! دیکھ ہم جلدی ملا محمد بخش کے سچے الہاموں کو پورا کر کے تیرا منہ کالا تیرے ہی مریدوں سے کرائیں گے۔ اور گدھے پر سوار کرا کر مطابق اپنے سچے الہام کے ملک بدر کروائیں گے۔

اس بات کو سنتے ہی میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عورت جس کا نکاح میرے مقدر میں لکھا ہے میری طرف مخاطب ہوئی اور بولی کہ

جناب ملا صاحب!

آداب، شکریہ، صد شکر ہے اوس پاک پروردگار کا جس نے مجھ خاکسار کے لئے آپ جیسے برگزیدہ نوجوان کو چنا۔ میری آہ وزاری خداوند کریم نے سنی اور بڈھے منحوس..سے چھوڑانے کے لئے آپ

کوسچا الہام کیا۔ اللہ تعالیٰ وہ مبارک دن جلدی لاوے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالہ سے خطبہ نکاح کے لئے بلائے جاویں۔ مجھے ہرگز ہرگز مال ومتاع زیور وکپڑے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہر وقت یہ بڈھا، خدا اس کا جلدی ستیاناس کرے، مجھے کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر زیور بنوا دیا ہے اور طرح طرح کے کپڑے از قسم اطلس کم خواب نین سکھ چین سکھ۔ گرادیل۔ گلبدن۔ مخمل، گوہر نٹ۔ کلاٹین۔ وغیرہ سے سلوا دیئے ہیں کہ صندوقوں کے صندوق بھرے پڑے ہیں۔ اور جو کچھ کہے گا خاطر خواہ مہیا کرونگا مگر مجھے داغ مفارقت نہ دینا۔ بھلا ملا جی! آپ بھی ماشاءاللہ سب کچھ سمجھتے بوجھتے ہیں، کیا میں زیور کپڑوں کی بھوکی ہوں۔ نہیں نہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ مجھے کپڑے مال متاع زروجواہر کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں خدا کی رضا پر اب تک قانع ہوں اور تاوقتیکہ آپ کا الہام پورا ہو اسی طرح رہوں گی۔ مجھے اس بڈھے سے ہم آغوشی سے کمال نفرت ہے۔ خدا اپنے فضل و کرم سے امانت امانت والے کو جلد پہنچائے۔ جس دم میں نے سنا کہ آپ کو میری نسبت خدا کی طرف سے سچا الہام ہوا، میری باچھیں کھل گئیں ہیں۔ اور میں نے اوسی وقت درگاہ رب العالمین میں دوگانہ ادا کیا کہ شکر ہے اس بڈھے ملعون بدبخت سے مجھ کو خداوند کریم مخلصی بخشے گا۔ ملا صاحب میں اس بڈھے خردجال کی ہم نشینی اور ہم آغوشی سے آپ کے فقر وفاقہ کو سو درجہ بہتر سمجھتی ہوں۔ اور اچھا جانتی ہوں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں، جلدی دعا مانگئے کہ خداوند کریم آپ کا سچا الہام پورا کرے اور یہ لونڈی بھی فائز المرام ہو۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ غیب سے نور چمکا اور ایک آواز آئی کہ وہ دن قریب ہے کہ اے ملا جلدی اس گل گلذار خوبی کو اوس خار کی آغوش سے جدا کر کے بلبل ہزار داستان کے پہلو میں لا بٹھاویں گے، اور اپنے الہام کو پورا کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ لا مبدل لکلماتی۔ کوئی نہیں جو میری باتوں کو بدلا سکے۔

المشتہر ملا محمد بخش ملہم مورخہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء

گرگ کہن کادیانی

اوراس کی جورو کی لڑائی

مرا فکر رسا جو کادیان کی طرف کل پہنچا
تو دیکھا مرزا جی سے لڑ رہی ہے خوب مرزانی
وہ بولی تو نے اے کافر مجھے بھی ساتھ لے ڈالا
کوئی قحبہ ہی کہتا ہے کو ئی شیطان کی نانی
مجھے کس واسطے اخبار والے گالیاں دیتے
نہ میں لولی نہ لنگڑی تھی نہ گنجی تھی نہ تھی کانی
یہاں کس چین سے کٹتی تھی اور کیسے مزے میں تھے
تو باہر مہدی موعود تھا میں گھر میں تھی رانی
ارے مردود تیرے باپ نے ایسا نہ لکھا تھا
ہزار افسوس تو نے جوتیاں کھانے کی خود ٹھانی
تجھے کہتے رہے بڈھے نہیں بکواس یہ اچھے
مگر افسوس کچھ میری نصیحت بھی نہیں مانی
جہان کی تجھ پر لعنت ہے میری بھی تم پہ لعنت ہے
کدھر ہے اب مسیحائی کہاں ہے اب ہمہ دانی

یہ کہہ کر کھینچ کر داڑھی لگائیں خوب بڈھے کو
تڑاتڑ گنجے سر پر ہوگئی جوتوں کی بارانی
لگے جب خوب ہی جوتے تو بولے حضرت بیدل
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مطبع تاج الہند لاہور

حملہ آسمانی دربارہ شکست کادیانی

(محمود گنجوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر عام وخاص پر واضح ہو کہ امرتسر کے مباحثہ (۱۸۹۳ء) میں جو نئے عیسائی مرزائیوں اور پرانے عیسائی پادریوں کے درمیان ہوا تھا اور کسی کو طرفین میں سے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخری وقت مرزا کادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے بارے میں ایک زٹل ہانک دی کہ یہ شخص پندرہ مہینہ کے اندر اندر ضرور ہی مر جائے گا اور اس کے نہ مرنے کی صورت میں خود ہی یہ اقرار کیا کہ:

اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو میں ہر سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے، مجھے سولی پر لٹکایا جاوے، پھانسی دیا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جاوے۔ میں ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں انتہی مختصراً۔ (جنگ مقدس ۲۱۰۔۲۱۱)

اور اپنے مخالفین سے کہتا رہا کہ میری تکفیر کی اشاعت میں جلدی نہ کرو۔ اس پیش گوئی کے آخری فیصلہ تک انتظار کرو کہ یہ پیش گوئی میری تصدیق وتکذیب کے لئے خوب معیار ہے۔ اور ادھر سے اپنے حواری

اور جان نثار مریدوں کو دم دلا سا دیتا رہا۔ دیکھو استقلال سے رہو، تسلی کرو، مخالفین سے مت ڈرو۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کا سورج نہیں چھپ سکتا جب تک آتھم نہ مرے۔ نماز عصر سے غروب تک کا وقت ہے خواہ دراز کیوں نہ کیا جاوے۔ یہ پیش گوئی ضرور اپنا کام کرے گی۔ تمام زمانہ مجھ پر ایمان لائے گا انا المسیح الذی تشتھو نہ و انا المھدی الذی تنتظر و نہ۔ یعنی میں وہ مسیح ہوں جس کی تشریف آوری کے تم مشتاق تھے اور میں وہ مہدی ہوں جس کے لئے عرصہ سے تم انتظار کر رہے تھے۔

شروع ستمبر (۱۸۹۴ء) میں اکثر مریدان جان نثار اور معتقدان غم گسار قادیان میں جمع ہو گئے۔ خود اور اپنے مریدوں سے چلے کھنچوائے اور خاص خاص وقتوں میں دعاؤں کے تیر پھینکتے رہے۔ مگر چونکہ سچے خداوند کریم کو جعلی مسیح اور اس کے گروہ کا ذلیل کرنا منظور تھا، اور یہ سیاہ دن دکھانا مدنظر تھا، کوئی تیر دعا کارگر نہ ہو سکا، اور نشانہ مراد تک نہ پہنچا۔

الغرض ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو جو آخری روز موعود تھا آفتاب غروب ہوا اور میعادی گھنٹہ انجام کو پہنچا۔ اسی حالت میں عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کا مژدہ آیا۔ سنتے ہی مرزائیان حاضرین محفل کا دیانی پر ظلمت اور سیاہی پھیل گئی اور دیوانہ وش ہو گئے۔ دیکھتے ہی جناب مسیح کاذب مہدی مکذوب قادیانی اپنے بیت الفکر میں جو اس کے گھر میں ایک کوٹھڑی کا نام ہے جس میں تنہا بیٹھ کر الہام بازی ہوتی ہے، تشریف لے گئے اور جھٹ ایک خام الہام گھڑ کر لائے۔ تمام حاضرین کو سنایا اور فرمایا کہ میں اس الہام کو طبع کرانے کے لئے بھیجتا ہوں تاکہ غائبین کے لئے موجب تسلی ہو۔ بعض لوگ جو سمجھ دار تھے وہیں بول اٹھے کہ حضرت جانے دیجئے صبر کیجئے، اب ان بے تک ڈھکوسلوں سے کیا ہوتا ہے، اور ایسی سوکھی سڑی زٹلوں کو کون پوچھتا ہے۔ غرض وہ الہام طبع ہو کر ۹ ستمبر کو شائع ہوا جس کے عنوان سے ناظرین خود ہی صدق و کذب کا پیمانہ لگا سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ مجھے خدا نے اطلاع دے دی (قولہ: اطلاع دے دی۔ الخ ۔ نئے مسیحیو جائے غور ہے کہ خدا نے تمہارے مسیح کو رجوع بحق کی اطلاع دی اور ادھر آتھم بدستور تمہارے مسیح کی تکذیب کر رہا ہے اگر کسی قدر رجوع بحق وعدہ موت کو ٹال دیتا ہے تو آتھم کی موت سے ہاتھ دھوئے کیونکہ تمہارے مسیح نے اس کو نہ مرنے کا ایک نسخہ مجرب بتا دیا ہے جب قادیانی اس کے مرنے کی پیش گوئی کرے گا تو وہ قریب ختم میعاد کے رجوع بحق کی گولی نوش کر کے وعدہ موت سے بچ جایا کرے گا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اطلاع ہمارے خداوند کریم کی طرف سے نہیں بلکہ کا

دیانی کے مہربان شیطان نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ چل بچا کوئی اور رنگ بدل لے جہان میں احمق بہت ہیں کہ تیرے رنگ سے ہم رنگ ہو کر دارین کی سیاہی سے روسیاہ کیا کریں گے۔اور اگر کسی قدر رجوع بحق موت سے بچانے کا مستحق ہے تو خود مسلمانوں سے کوئی بھی نہ مرنا چاہیے۔ کادیانی کی اس نادانی پر تمام کفار ہنود وغیرہ ہنستے ہیں کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔اس نازک زمانہ میں کون پوچھتا ہے) کہ آتھم پادری نے اپنی سرکشی اور کفر سے حق کی جانب رجوع کرلیا اس لئے سزائے موت (یہ وعدہ قبل از وقت موت تھا یا عین وقت پر بہرکیف دونوں احتمال باطل ہیں کیونکہ وقت موت سے قبل مرنا یا وقت مقرر سے تاخیر کرنا حکم الٰہی کے برخلاف ہے و اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة و لا یستقدمون یعنی جو وقت موت کے لئے مقرر ہے اس میں کبھی تقدیم اور تاخیر نہیں ہوسکتی شائد قادیانی کو اپنا اصلی مذہب کہ احکام الٰہی میں بھی نسخ کی گنجائش نہیں فراموش ہوگیا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد) اس سے اٹھائی گئی اور اس کی زندگانی بڑھادی گئی۔خداوند کریم اپنی کتاب میں فرماتا ہے و من یعمل مثقال ذرة خیرا یره یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے(و من یعمل مثقال ذرة شر یره یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی بدکام کرے وہ اس کی سزا پائے گا۔اس آیت کو کادیانی نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے اس کا سزا یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ مرزا نے اپنے جھوٹے دعوی کی وجہ سے کہ میں مسیح ہوں اور مسیح ابن مریم انتقال کرچکے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے۔تو یہ ایک ایسا برا کام ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں خداوند کریم نے اس بدعملی کی شامت سے مرزا قادیانی کو تمام زمانہ میں رسوا کیا اور پوری پوری سزا دکھائی کہ وہ پیش گوئی جو کہ ہر طرف مشتہر ہورہی تھی صاف جھوٹی نکلی اور ہر طرف بدنامی کا اشتہار پھرا۔افسوس ایسی زندگانی سے مرنا کئی درجہ اچھا ہے،ہم مکرر یاد دلاتے ہیں کہ پہلی آیت کی رو سے بقول کادیانی جب عبداللہ کے نہ مرنے کی دلیل تراش ہوسکتی ہے تو دوسری آیت سے خود مرزا کے ذلیل ہونے کی کافی دلیل مفہوم ہوسکتی ہے) وہ ضائع نہ ہوگا۔سو آتھم پادری کسی قدر (یہ سراسر بہتان اور افترا ہے کیونکہ کسی قانون شرعی سے یہ ثابت نہیں کہ کسی قدر اسلام قبول کرنے سے موت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اسلام کسی کے مرنے یا نہ مرنے کا ضامن نہیں ہاں عذاب اخروی سے بچانا اسلام کا کام ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ بزعم خود مسیح قادیانی جو کہ معدن الحسنات والبرکات ہونے کا دم مارتا ہے عالم فانی سے انتقال نہ کرے بلکہ ہمیشہ کرسی نشین زندگانی ہوکر محافل فتن اور مفاسد کو گرم رکھے) اسلام کی طرف جھکنے سے موت سے بچ رہا کہ ایک ذرہ بھر نیکی بھی بے اجر نہیں رہ سکتی۔اگر اب اس نے کوئی بیبا کی (سچ ہے کہ بحکم کل نفس ذائقة الموت ضرور ہی مرے اس وقت کادیانی بول اٹھے گا کہ میری پیش گوئی کے سبب سے مرا ہے۔مگر یہ سراسر ابلہ فریبی اور دھوکا بازی ہے کیونکہ اس میں مرزا کی کچھ خصوصیت نہیں ایسی پیش گوئی ہر کوئی کرسکتا ہے کہ فلاں کس جب گستاخی اور بے ادبی کرے گا تو ضرور مرے گا اور دو چار اشتہار اس مضمون کے اطراف واکناف میں شائع کئے جاویں کہ فلاں کس کی بھی سزائے موت مقرر ہوچکی ہے پھر جب وہ مرجائے اسی وقت مسیح پن کا دعوی ہوسکتا ہے الغرض ایسی پیش گوئیوں کی رو سے تو ہزاروں لوگ مسیح اور مہدی ہونے کے مستحق ہیں)اور گستاخی کی تو ضرور مرے گا۔اور آتھم نے شہر بشہر (سچ ہے کہ آتھم شہر بشہر بھاگتا رہا مگر نہ اس وجہ سے

کہ مرزا کی پیش گوئی اس کے دل میں موثر ہورہی تھی بلکہ اس خیال سے کہ مبادا کادیانی کا کوئی جان نثار چیلہ اپنے گرو کی صداقت کے واسطے کوئی اذیت پہنچائے۔ یا جان سے مار ڈالے کیونکہ امرتسر میں اور نیز دیگر بڑے شہروں میں اس قسم کے کئی قتل سنے گئے ہیں اور درحقیقت اپنے دوست کی خاطر اس کے دشمن کو قتل کرنا کون سی بڑی بات ہے نہایت خوف تو یہی ہے کہ پھانسی یا قید وغیرہ تک نوبت پہنچے گی سو معمولی بات ہے حبك الشيء يعمي و يصم یعنی اپنے پسندیدہ خاطر کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے) بھاگتے پھرنے سے ہمارے اس وعدے کا ثبوت دے دیا۔ اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں (سبحان اللہ کادیانی کو اب تک اپنی راست بازی اور نیک نیتی کا خیال چلا جاتا ہے اور افتراء سازی اور دروغ گوئی کا خمار سر سے نہیں اترا، ذرا ہوش میں آئے اور خیالات فاسد سے ہاتھ دھوئیے کہ اس بوڑھے پرانے مسیحی (آتھم) نے آپ کی جھوٹی نئی مسیحیت کو پاش پاش کرنے کے لئے اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے آپ کی تکذیب اور بدنامی کو تمام عالم میں مشتہر کردیا) تو آتھم ہم کو اپنے گھر بلا کر ہمارے سامنے تین دفعہ کہہ دے کہ اس پندرہ ماہ کے عرصہ میں مجھ کو اس پیش گوئی سے ذرہ خوف نہیں آیا اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ بھی میرے دل کو نہیں پکڑا (بے شک اسلام کی عظمت کا ایسے شخصوں کے دلوں کا پکڑنا تیرہ سو برس سے مسلّم ہے کہ اسلام نے کل مسلمانوں کو اطلاع دے دی کہ یہ اہل کتاب نصاری اور یہودی قرآن کریم اور نبی مکرم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں لیکن دشمنی اور عناد سے نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب نصاری کو مباہلے کے لئے بلایا گیا تو نبی علیہ السلام اور اہل بیت کرام کے مقابلے میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے پر ان کا حوصلہ نہ ہوسکا اور بھاگ نکلے یہ بڑی صاف دلیل ہے کہ وہ اپنے عقاید باطلہ کو دل سے صحیح نہ سمجھتے تھے اور اسلامی عظمت نے ان کے دل پکڑے ہوئے تھے لیکن دل میں اس طرح سے حق کی طرف رجوع کرنا، اور عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح سے عمل نیک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ نہایت درجہ کی بے باکی اور سرکشی ہے یہ تو کاذب کادیانی کا کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے۔ اور اس پر خیر ایرہ کو پڑھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ شرأیرہ کادیانی کو یاد نہیں آتا حالانکہ آتھم میں ہزاروں طرح کے شرور خصوصاً تثلیث باری موجود تھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں تقسیم ہوکر آئی ہیں پہلے آتھم کے بارے میں اور دوسری خود کادیانی کی شان میں) تو ایک برس کے اندر اندر مجھ پر ذلت کی موت آجائے۔ ہم اس اقرار پر فوراً تین ہزار روپئی دے دیں گے (ہم جانتے ہیں کہ اپنے اس جھوٹے دعوی کی وجہ سے بہت کچھ کمایا ہے مگر بہتر ہے کہ مسکینوں اور محتاجوں کو کھلائیں یا کوئی مسجد اور تالاب وغیرہ بنوائیں ناحق ایک ہزار روپئہ کا بدرہ کھو کر زیادہ بدنامی اور روسیاہی نہ کرائیں۔ یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون شاید گلستان میں پڑھا ہوگا ملحوظ رکھیں)۔ اور جو لوگ عیسائی میرے مباحثہ میں مقابل تھے ان میں سے ایک مرگیا اور فلاں بیمار ہوا اور فلاں کو رنج پہنچا وغیرہ وغیرہ (یہ تو پرانے عیسائیوں کا حال ہے اب ذرا اپنے نئے مسیحوں اور مرزائیوں کی فہرست کا ملاحظہ کیجئے

کہ انہوں نے اس پندرہ ماہ کے اندر کیا کیا صدمے اٹھائے۔آپ کے پیارے مہربان مولوی نورالدین کا بیٹا اسی میعاد کے اندر مرا۔اور آپ کے دو نئے مسیحی مرزائی جو کہ بہت عرصہ سے جان نثار مرید تھے پورانے عیسائیوں نے خونخوار نہنگ کی طرح نگل لئے اور جن جن کی خاطر آپ نے مباحثہ کیا تھا انہوں نے جناب کو جھوٹا کذاب مفتری سمجھ کر اپنے اسلام قدیمی سے بھی ہاتھ دھولیا اور آپ نے سخت بیماریوں کے صدمے اٹھائے جیسا کہ علاج کرانے کے لئے لاہور میں جانا آپ کا ایک پختہ مرزائی کے خطوط سے ثابت ہے) **ہمارے یہ ثبوت دیکھ کر بھی اگر کوئی مولوی جو عیسائی مذہب کا مددگار رہے ہم کو جھوٹا سمجھے تو آتھم کو اس ہزار روپیہ کیلئے آمادہ کرے ورنہ وہ محض اوباش بازاری** (یہ بھنگیوں جیسی گالیاں شاید بھائی امام الدین لال بیگی سے ورثہ پایا ہے۔سوایسے کلمات قبیحہ کی نسبت ہم کو اپنی طرف سے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ خود بخود اوروں کی طرف سے بھی صاف صاف گالیاں مزیدار جناب کی جناب میں نذر ہوں گی۔از یار یک اشارہ واز مابسر دویدن۔لوگ تھوڑی سی بے تہذیبی کے منتظر تھے اب دیکھئے بے تہذیبی کے بڑے بڑے طومار تر کی بتر کی ہفتہ وار خدمت میں ارسال ہوتے رہیں گے) **بدمعاش بدفطرت کاذب مولود ناجائز حلال زادوں کے خلاف کرنے والا ہے چونکہ آتھم کے مرنے کی پیش گوئی بہت کمزور** (کادیانی کے فرضی خدا نے مخالفوں کے اعتراض کو تسلیم کر کے آتھم سے موت کو ٹال دیا اور یہ نہ سمجھا کہ میرے نئے مسیح کو مخالفین بہت ستائیں گے اور تختہ مشق اعتراضات بنائیں گے اور ہر طرف سے ندامت اور ملامت کے تیر برسائیں گے۔اگر اس پیش گوئی کو صادق کر دیتا تو ہزاروں نادان آپ کے مطیع فرمان ہو جاتے اور پرانے مرید علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین کے مدارج حاصل کرتے۔اگر آپ سچے ملہم ہوتے تو آپ کو یہ بات بھی الہام سے معلوم ہو جاتی کہ آتھم کی موت لوگوں کے اعتراض سے مشکوک اور کمزور ہو گئی ہے تو قبل اختتام میعاد کے یہ شائع کرتے کہ فلاں پیش گوئی فلاں تاریخ سے تبدیل ہو گئی اور چیف کورٹ کے مقدمات کی طرح اس کی تاریخ بڑھ گئی ہے تو شائد کوئی نادان اس کو قبول کر لیتا۔اب چونکہ آتھم کی موت کی تاریخ سے کئی دن گذر لئے اور فیصلہ قطعی ہو گیا تو آپ نے یہ الہامی اشتہار جو کہ سراسر دروغ گوئی اور افترا سے مالا مال ہے شائع کیا۔اب ایسی پوچ باتوں کو کون سنتا ہے اور بے اصل عذروں سے کیا ہو سکتا ہے افسوس کہ آپ نے الہام کو بدنام کیا۔تمام لوگ ہنستے ہیں اگر ایسی چیز کا نام الہام ہے کہ جس کے کبھی کسی موقع میں صداقت نہیں پائی گئی تو اب کہیے دروغ اور افترا کس چیز کا نام ہے۔بہتر ہے کہ مسیح پن اور الہام بازی سے توبہ کر کے اسلام قدیم کو سرسبز کریں آمین۔

خیر خواہ اسلام بندہ محمود گنجوی عفی عنہ)

اقبال طالب علم سکاچ مشن کالج سیالکوٹ

اب معلوم ہوا کہ نئے مسیح دجال کادیانی کا بتسمہ بھی آپ نے لے رکھا ہے۔آپ کی نظم میں بھنگیوں کے تلازمات اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ بھنگیوں کے چچا پیر یعنی امام الدین لال بیگی کے اخ مکرم غلام دجال کادیانی کے چیلے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایسے گندے تلازمات آپ کے دماغ سے برآمد ہوئے۔بے شک تاثیراسی کو کہتے ہیں۔چونکہ اسی چچا پیر کا قصہ ضرورۃً سعی سلمہ اللہ کی نظم میں ہے اسی لئے ہر بیت آپ کی نظر میں خاک چاٹ کر بیت الخلاء اور اشعار گوہرا ہیں ہر شعر میں اس بھنگیوں کے چچا پیر کا نام مرزا موجود ہے جو آپ کو بیت الخلا اور گوہر بے راد کھائی دیتا ہے۔چونکہ ان اشعار سے کادیانی پر ایک موت وارد ہوگئی ہے اس لئے ہر ایک شعر کو بغیر یا کے موتی کہنا بھی بجائے خود ہے آپ کا مصرع:

دین اور ایمان کی دم میں واہ نمدہ دے دیا

بے شک آپ کے دین اور ایمان کی دم میں (جو مرزا کادیانی ہے) ایسا نمدہ دیا ہے کہ کہیں رجم کی رے ،کہیں موت کا میم ہے اور اب لعنت کا لام (گویا سارا رل دم میں دیدیا ہے) اب آپ اس پر خواہ فرمائشی قہقہہ لگائیں خواہ آزمائشی کادیانی ایسا ڈھیٹ ہے کہ لات تک نہیں ہلائے گا اور اس نمدے سے اور بھی بے باک ہوگیا ہے۔راقم آپ کا ناصح)اور مشکوک ہوگئی تھی کہ لوگ کہنے لگے مرنا کیا نئی بات نہیں ہے بڈھا ہے مرزا جادو کرانا جانتا ہے اس لئے خدا تعالی نے آتھم کا دل حق کی طرف پھیر کر موت سے بچالیا۔انتہی ملخصاً۔(ضمیمہ انوار الاسلام ص ا۔۸)

ناظرین کو یاد رہے کہ قادیانی کے عذر توڑنے کے لئے اس کے اس الہامی اشتہار کا کچھ مختصر جواب

نوٹوں میں لکھا گیا۔

راقم: خیر خواہ اسلام بندہ محمود گنجوی عفی عنہ حال وارد کوٹلہ مالیر

(مکتوبات احمدیہ کے مرتب نے ایک ادارتی نوٹ میں ایک جگہ لکھا ہے:................

ڈاکٹر سر اقبال آج علمی دنیا میں معروف ہیں کسی زمانہ میں وہ سلسلہ عالیہ سے محبت واخلاص رکھتے تھے بلکہ جب ایف اے میں پڑھتے تھے تو سلسلہ کے بعض معاندین کا جواب بھی نظم میں آپنے دیا تھا آپ کے خاندان کے بعض ممبر اسی سلسلہ میں شامل ہونے کی عزت وسعادت حاصل کر چکے ہیں۔مکتوبات احمدیہ۔جلد ۵ نمبر ۳ ص ۱۷۳۔

اور ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب قادیانی کی مجلس کے ڈائری نویس نے بتایا ہے:

ذکر آیا کہ لدھیانہ میں ایک فحش گو نے پھر گالیاں دینے پر کمر باندھی ہے۔(مرزا صاحب) فرمایا کہ اب ایسے لوگوں سے اعرا ض ہی اچھا ہے۔ہم کیا جواب دے سکتے ہیں خدا خود ہی اب تو جواب دینے لگ پڑا ہے۔(بدر قادیان ۲۷۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۸)

....

مرزا قادیانی و سعداللہ لدھیانوی

منشی سعداللہ صاحب لدھیانوی ہندومت ترک کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اردو پنجابی فارسی کے عمدہ شاعر تھے۔ ابتداء ہی سے تحریک ختم نبوت کے کاروان میں شامل ہو گئے تھے، مباحثہ لدھیانہ جو ۱۸۹۱ء کے وسط میں ہوا تھا اس میں آپ مولانا محمد حسین بٹالوی کے قریبی رفیق کی حیثیت سے سامعین میں شامل تھے۔ تحریک ختم نبوت کے سر برآوردہ افراد مثل مولانا ثناءاللہ امرتسری، قاضی فضل احمد لدھیانوی، پیر مہر علی شاہ، وغیرہ سے بھی پہلے کاروان ختم نبوت میں شامل ہو چکے تھے۔ نظم ونثر کے ذریعے اتنے موثر انداز میں رد قادیانیت کی مہم سرانجام دے رہے تھے کہ مرزا صاحب قادیانی ان سے از حد نالاں ہو کر ہندوزادہ کے طعنوں کے علاوہ ان کی والدہ کی ہتک پر اتر آئے تھے۔ ضیاء الحق مئی ۱۸۹۵ء کی تصنیف ہے (اور چار ہزاری اشتہار کے بعد کی ہے، اور آتھم کی پیش گوئی کے متعلق لکھی گئی ہے کے :صفحہ ۴۴ پر مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

> اب بٹالوی اور لدھیانوی ہندوزادہ کچھ حیا اور شرم کو کام میں لا کر کہیں کہ ان کی یہ آوازیں جو عیسائیوں کی حمایت میں ہوئیں جن کا باطل ہونا ہم نے ظاہر کر دیا یہ سب شیطانی آوازیں ہیں یا نہیں (عبداللہ آتھم والی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر جو اشتہارات وغیرہ شائع ہوئے تھے، اس تحریر میں مرزا صاحب کا اشارہ ان کی طرف ہے)

۱۹۰۷ء میں منشی سعداللہ صاحب کی وفات ہوئی تو مرزا صاحب اور ان کی ذریت نے قادیانی پریس میں آپ کی وفات کو اپنی صداقت کا نشان قرار دے دیا اور دعوی کیا کہ منشی سعداللہ صاحب اور مرزا صاحب کا مباہلہ ہو چکا تھا اور یہ کہ منشی صاحب ابتر مریں گے، اب منشی صاحب کی موت، بحالیکہ مرزا صاحب قادیانی زندہ ہیں، قادیانی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس پر مسلمانوں کی جانب سے قادیانی کی تغلیط میں قلم اٹھایا گیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے

قادیانی کی ایک اور پیش گوئی سچی ہوگئی

کے زیر عنوان ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع کیا جو یوں ہے:

اذا غـــدرت حســـنـــــاء اوفــــت بـــعهـــد هـــــا

و مـــن عهـــد هــــــا ان لا يـــدوم لهــــا عهـــد

کرشن قادیانی (مرزا جی کو کرشن کا خطاب ہم نے نہیں دیا بلکہ خود انہی کا تجویز کردہ ہے کہ انہوں نے سیالکوٹ کے لیکچر میں اس لقب کا خود اظہار کیا تھا۔ مگر افسوس کہ ایک دفعہ اظہار کر کے پھر ایسے شرمائے ہیں کہ نہ انہوں نے خود، نہ ان کے کسی حواری نے آپ کو اس لقب سے کبھی یاد کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ اس عہدہ سے معزول کئے گئے ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث) کی پیش گوئیوں کی تصدیق ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے۔ ہم بھی آپ کی تصدیق کرتے ہیں مگر انہی معنوں میں جن میں عرب کے شوخ طبیعت شاعر متنبّی نے شعر مندرجہ عنوان میں کی ہے۔ شاعر مذکور لکھتا ہے:

محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو سمجھو کہ اس نے وعدہ پورا کیا کیونکہ اس کے وعدہ کا ضمیمہ یہ بھی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہ کرے گی۔

یہی حال کرشن جی کی پیش گوئیوں کا ہے کہ جب کبھی کوئی پیش گوئی کرتے ہیں اس کے ضمیمے میں گویا کہہ دیتے ہیں کہ یہ سچی نہ ہونگی، تاہم محض اپنی کوشش سے ان کو بناتے ہیں۔

منشی سعد اللہ لودہانوی مرحوم کی بابت ایک پیش گوئی مہاراج نے کی تھی جو ۴ جنوری کو صاف لفظوں میں جھوٹی ہوئی۔ مگر کرشن جی اور چیلے ایسے کہاں تھے کہ حیاداری سے خاموش رہتے۔ الٹے اکڑتے ہوئے الحکم کا اڈیٹر ایک لمبے چوڑے مضمون میں مہاراج کی حمایت کرتا ہے۔ چونکہ وہ مضمون سارے کا سارا دلچسپ ہے نیز سیاہ باطنوں کے اندرونی حالات کا آئینہ ہے، اس لئے ہم اسے تمام وکمال نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ایک نشان پورا ہوا

الحکم کے ناظرین لودہانہ کے مشہور زبان دراز، مخالف سلسلہ عالیہ احمدیہ منشی سعد اللہ نومسلم متخلص بہ سعدی کے نام سے خوب واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی بدزبانی اور دشنام دہی سے سلسلہ کی مخالفت میں خاص شہرت حاصل کی تھی۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے آتھم عیسائی کی پیش گوئی کی میعاد گذرنے پر بہت شور مچایا، اور اپنی بدزبانی سے حزب اللہ کو دکھ دیا تھا۔ اور عیسائیت اور باطل کی حمایت کرتے ہوئے حضرت حکیم الامۃ (نورالدین) کے ایک بچہ کے فوت ہو جانے پر خوشی

کا اظہار کیا، اسے عیسائیت کی تائید کی دلیل بنایا (غلط کہتے ہو، عیسائیت کی تائید نہیں بلکہ تمہاری تکذیب میں لکھا تھا۔ اڈیٹر اہل حدیث) جس پر حی وقیم اور غیور خدا نے حضرت امام (مرزا قادیانی) کو مولوی صاحب کے گھر میں ایک خوش رو اور زندہ رہنے والے کی بشارت دی۔ جو رسالہ انوار الاسلام کے صفحہ ۲۶ کے حاشیہ میں چھپی۔ اور آخر ایک مدت کے بعد ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کی رات کے دس بجے عبدالحی پیدا ہوا۔ اور یوں خدا تعالی کی پیش گوئی پوری ہو کر اس ہندوزادہ کی ندامت کا موجب ہوئی۔

غیور خدا نے جہاں ہمارے امام کو یہ رحمت کا نشان دیا وہاں اس مخالف دین اور عدو اللہ کے لئے اسی رنگ میں ایک خاص نشان دیا۔ اس نے حکیم الامۃ کے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی، لیکن خدا تعالی کے صادق بندوں پر اعتراض کرنے والے خالی نہیں رہا کرتے۔ وہ خدا کے عذاب کا مزہ چکھ لیا کرتے ہیں۔ اشتہار انعامی تین ہزار مشتہرہ ۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۲ پر حضرت امام نے سعد اللہ کو مخاطب کر کے یہ پیش گوئی شائع کی:

حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مردود دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے:

ان شا نئك هو الا بتر اور ہم نے اس طرح پر آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کہا۔

یہ وہ پیش گوئی ہے جس کو شائع ہوئے آج ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء تک ۱۴ برس ۳ مہینے اور ۱۲ دن ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد متواتر وحی شائع ہوتی رہی۔ یہ اتنی لمبی مدت ہے کہ اسی میں سعد اللہ جیسا نوجوان اور مضبوط قوی کا آدمی ایک اور شادی کر کے بھی اولاد پیدا کر سکتا تھا، مگر خدا تعالی کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں اور وہ پوری ہو کر رہتی ہیں۔ سعد اللہ کا ایک بیٹا موجود ہے، لیکن اب تک اس کی کوئی اولاد نہیں۔ قطع نظر اس سوال کے کہ اس نے شادی کی یا کیوں نہیں۔ پس سلسلہ نسل کا ختم ہو جانا ابتر ہونے کو پورے طور پر ثابت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سعد اللہ دونوں طرح سے ابتر، سلسلہ اولاد کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ حضرت اقدس کے مقابلہ میں مخالفت کے لئے اٹھا مگر ناکام اور نامراد رہا۔ اور پوری نامرادی کے ساتھ جنوری کے پہلے ہی ہفتہ

میں فوت ہو گیا۔ اور اس طرح اپنے انجام نامرادی کے ساتھ حضرت اقدس کی سچائی پر مہر کر گیا۔

اس پیش گوئی میں جو اوپر دکھلائی، یہ بھی لکھا گیا ہے کہ سعداللہ کا ابتر رہنا، اس امر پر بھی ایک دلیل ہو گا کہ آتھم کے رجوع کے متعلق بھی جو کچھ کہا گیا تھا وہ خدا تعالی کے اعلام اور وحی سے تھا۔ سو آج آتھم کا نشان پھر ظاہر ہوا۔ پھر اس پیش گوئی میں سعداللہ کے انجام کی خبر اس پیش گوئی میں موجود ہے:

آخر اے مردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔

ان الفاظ میں مردار کا لفظ بتا رہا ہے کہ وہ حضرت ہی کی زندگی میں فوت ہوگا۔ یہ تیسری پیش گوئی ہے جو اسی سلسلہ میں پوری ہوئی۔

پھر انجام آتھم میں جہاں حضرت اقدس نے مباہلہ کے لئے مخالفوں کو بلایا ہے وہاں نمبر۱۰ پر سعداللہ نومسلم لدھیانہ لکھا یا ہے۔ اور گویا اس سے مباہلہ ہو گیا ہے کیونکہ اسی جگہ یہ لکھا ہے کہ، گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو، اور نہ توہین و تکفیر کو چھوڑے، اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو، اور اے مومنو برائے خدا کہو آمین

اب بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر اس دعا کی قبولیت کا کیا اثر ہوگا کہ وہ ایک مضبوط تندرست قوی الجثہ اور کم عمر تھا اور حضرت اقدس (مرزا قادیانی) اس کے مقابلے میں ہمیشہ بیمار رہنے والے اور پیر مرد اور پھر مخالفوں کے خیال میں معاذ اللہ مفتری علی اللہ۔ پھر یہ بات کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں آتا ہے اس کے سامنے اس جہان سے چل دیتا ہے۔ یہ خدائے بزرگ و برتر کے نشانات ہیں جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جسکے سننے کے کان ہوں ہوں سنے۔ (الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون میں اڈیٹر الحکم نے کمال جسارت سے کام لیا ہے اور دروغ گوئم بر روئے تو، کی مثل کو بالکل صادق کر دکھایا ہے۔ منشی سعداللہ مرحوم کو جوان لکھا ہے، حالانکہ وہ پنشن یاب تھے جو گورنمنٹ کے قاعدہ

سے کسی طرح مضبوط اور قوی الجثہ اور کم عمر نہیں ہوسکتے۔ پھر مرحوم کی عمر کا مقابلہ کرشن جی سے کرتا ہے، مگر افسوس کہ مولوی عبدالکریم یعنی کرشن جی کے امام سے نہیں کرتا، جس کی نسبت حضرت (مرزا قادیانی) کو کئی ایک الہام ہوئے تھے کہ بیماری سے صحت یاب ہوگا۔ مگر آخر کار وہ اسی بیماری میں مرا۔ خیر یہ تو اس کی معمولی لاف گزاف ہے، اب سنئیے اصل مضمون کا جواب۔

ہم بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوئی، کیونکہ کرشن قادیانی کا الہام تھا کہ منشی مرحوم ابتر ہوگا۔ اور ابتر کے معنی ہیں جسکی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ مفردات راغب میں (جس کو حکیم نورالدین قابل اعتماد لغات قرآنی جان کر حوالے دیا کرتے ہیں) لکھا ہے:

فقيل فلا ن ابتر اذا لم يكن له عقب يخلفه

یعنی ابتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیچھے اولاد نہ ہو۔

اور سنئیے قاموس میں ہے الذی لا عقب له و لا نسل له

یعنی ابتر وہ ہے جس کی اولاد اور نسل نہ ہو۔

اور سنئیے صراح میں ہے: بے فرزند شدن

چونکہ کرشن قادیانی فقہ حنفیہ کی نسبت لکھ دیا کرتے ہیں کہ میرا اس پر عمل ہے سنئیے فقہ کی کتاب ردالمختار جلد ۵ صفحہ ۴۵۵ پر ہے:

العقب عبارة عمن و جد من الولد بعد موت ا لا نسا ن

یعنی عقب اس کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد انسان کی اولاد رہتی ہے۔

پس ان سب حوالجات کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جس انسان کی اولاد خصوصاً نرینہ ہو وہ ابتر نہیں (چنانچہ تم خود ہی لکھتے ہو کہ منشی مرحوم نے حکیم نورالدین کے بیٹا مرنے پر حکیم کے لئے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی۔ اڈیٹر اہل حدیث) اسی لئے عرب کے مشرک آنحضرت ﷺ کو ابتر کہتے تھے کہ آپ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ جن کے جواب میں یہ آیت ابتر والی نازل ہوئی تھی۔ منشی سعداللہ کے ہاں جوان لڑکا ہے، پھر وہ ابتر کیسے ہوئے؟

چونکہ مرزائیوں کو معلوم تھا کہ منشی صاحب مرحوم کے ہاں لڑکا ہے جس کی عمر خدا کے فضل سے ۱۹۔۲۰

برس کی ہے، اور وہ دفتر سرکاری میں ملازم ہے۔ اور اس کی نسبت بھی حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ساکن کوم ضلع لدھیانہ کی دختر نیک اختر سے ہو چکی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ منشی صاحب کا انتقال ہو گیا اس لئے بڑی چالاکی اور ہشیاری یا مکاری سے اس بات کو تسلیم کر کے کہ منشی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے یہ بڑ ہانک دی کہ گو لڑکا ہے مگر آگے اس کی اولاد نہیں، اس لئے منشی سعد اللہ صاحب ابتر ہیں۔

تف ہے ایسی نبوت پر اور لعنت ہے ایسی بے جا حمایت پر۔ مرزائیو! ایمان سے کہنا یہی تمہاری ایمان داری ہے کہ پیش گوئی تو منشی سعد اللہ کے بے اولاد ہونے کی کی جاوے اور ثبوت اس کے بیٹے کے بے اولاد ہونے سے دیا جائے۔

شرم چہ کنی کہ پیش مرداں بیائد

سنو! خدا نے چاہا تو تمہارا یہ خیال بھی محض جھوٹا ثابت ہوگا۔ عنقریب صاحبزادہ کی شادی ہوگی اور خدا کے فضل سے توقع ہے کہ اولاد بھی خدا دے گا لیکن بفرض محال (نصیب اعداء) اگر اس لڑکے کے ہاں اولاد پیدا نہ ہو تو لڑکا ابتر ہوگا نہ کہ منشی صاحب مرحوم کیونکہ ابتر کے معنی تو ہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو (جس کو پنجابی میں اونترہ کہتے ہیں) منشی صاحب کی اولاد تو اس وقت موجود ہے، پھر وہ ابتر کیسے ہوئے۔

ناظرین! یہ ہیں مرزائی ہتھکنڈے، اور یہ ہیں کرشن جی کے بائیں ہاتھ کے کھیل، جن سے اپنی پیش گوئیوں کو زور لگا کر سچا کیا کرتے ہیں، حالانکہ وہ محض غلط ہوتی ہیں۔ اسی لئے کسی اہل دل نے کہا ہے:

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت ہے جہالت

خدا کی شان جہاں کوئی مرے، یا کوئی بلاء عام نازل ہو، کہیں زلزلہ آئے، کہیں طاعون ہو، تو یہ منحوس پارٹی خوشیاں مناتی ہے کہ ہمارے حضرت اکذب کا نشان ظاہر ہوا۔ یہ بدخواہ مخلوق ہمیشہ اسی تاک میں رہتی ہیں کہ کہیں سے کسی بلا کی خبر پہنچے

شور بختاں بآرزو خواہند
مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

چونکہ اڈیٹر الحکم نے منشی صاحب مرحوم کی کارگذاری کا ذکر کرتے ہوئے آتھم کی پیش گوئی کا ذکر کیا ہے اس لئے منشی صاحب مرحوم کے چند اشعار ہم لکھتے ہیں جو مرحوم نے اس زمانہ میں بذریعہ اشتہار شائع کئے تھے۔ اشتہار تو بہت طویل ہیں جس نے دیکھنے ہوں الہامات مرزا میں دیکھے، چند اشعار یہ ہیں

ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس نا فرجام مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تو نے
کہیں کیا او بد و بدنام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیش گوئی
جو تھا شیطان کا الہام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان
یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۰۷ء ص ۳۔۵)

۱۹۰۷ء کے وسط میں مرزا صاحب قادیانی نے حقیقۃ الوحی تصنیف فرمائی تو آپ نے اس میں منشی سعد اللہ مرحوم پر خوب تنقید کی اور لکھا کہ ان کی موت میری پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے جو میری صداقت کا نشان ہے۔ آپ نے لکھا:

من جملہ ان نشانوں کے سعد اللہ لدھیانوی کی موت ہے جو پیش گوئی کے مطابق ظہور میں آئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب منشی سعد اللہ لودہانوی بدگوئی اور بدزبانی میں حد سے بڑھ گیا اور اپنی نظم اور نثر میں اس قدر گالیاں مجھ کو دیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ پنجاب کے تمام بدگو دشمنوں میں سے اول درجہ کا وہ گندہ زبان مخالف تھا، تب میں نے اس کی موت کے لئے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر ہلاک ہو اور ذلت کی موت مرے۔ اس دعا کا باعث صرف اس

کی گالیاں نہیں تھیں بلکہ بڑا باعث یہ تھا کہ وہ میری موت کا خواہاں تھا اور اپنی نظم ونثر میں میرے لئے بددعائیں کرتا تھا اور اپنی سفاہت اور جہالت سے میری تباہی اور ہلاکت کو بدل چاہتا تھا اور لعنة الله علی الکاذبین میرے حق میں اس کا ورد تھا اور تمنا کرتا تھا کہ میں اس کی زندگی میں تباہ ہو جاؤں اور ہلاک ہو جاؤں اور یہ سلسلہ زوال پذیر ہو جائے اور اس وجہ سے جھوٹا ٹھہروں اور مخلوق کی لعنت کا نشانہ بنوں۔ اور اگرچہ یہ تمنا ہر ایک دشمن میں پائی جاتی ہے کہ وہ میری موت دیکھیں اور ان کی زندگی میں میری موت ہو لیکن یہ شخص سب سے بڑھ گیا تھا اور ہر ایک بدی کے لئے جب بدقسمت مخالف قصد کرتے تھے تو وہ اس منصوبے سے پورا حصہ لیتا تھا اور میں باور نہیں کر سکتا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اور مرسل کو دی ہوں جیسا کہ اس نے مجھے دیں۔ چنانچہ جس شخص نے اس کی مخالفانہ نظمیں اور نثریں اور اشتہار دیکھے ہوں گے اس کو معلوم ہوگا کہ وہ میری ہلاکت اور نابود ہونے کے لئے اور نیز میری ذلت اور نامرادی دیکھنے کیلئے کس قدر حریص تھا اور میری مخالفت میں کہاں تک اس کا دل گندہ ہو گیا تھا۔ پس ان تمام امور کے باعث میں نے اس کے بارے میں یہ دعا کی کہ میری زندگی میں اس کو نامرادی اور ذلت کی موت نصیب ہو۔ سو خدا نے ایسا ہی کیا اور جنوری ۱۹۰۷ء کے پہلے ہی ہفتہ میں چند گھنٹہ میں نمونیا پلیگ سے اس جہان فانی سے ہزاروں حسرتوں کے ساتھ کوچ کر گیا۔

چنانچہ اخبار اہل حدیث کے اڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار کے صفحہ ۴ میں سعد اللہ کی موت پر حسرت کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ اس کے لڑکے کی نسبت حاجی عبدالرحیم کی دختر سے ہو چکی تھی اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ سعد اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سعد اللہ کو یہ بھی نصیب نہ ہوا کہ اپنے لڑکے کی شادی دیکھ لیتا جب کہ اسکا ایک ہی لڑکا تھا اور شادی کا تمام سامان اس نے اکٹھا کر لیا تھا اور چند روز میں ہی اس منحوس کام کو انجام دینے کو طیار تھا کہ فرشتہ ملک الموت نے آ پکڑا اور یہ قول مولوی ثناء اللہ کا قرین قیاس ہے کیونکہ ہماری جماعت کے بعض صاحبوں نے بار بار اس کو یہ کہہ کر ملزم کیا تھا کہ تیری نسبت قریباً تیرہ سال سے مسیح موعود کو یہ الہام ہو چکا ہے کہ

ان شانئك هو الا بتر یعنی تیرے بدگو دشمن سعد اللہ کی قطع نسل کی جائیگی۔ پھر تو اپنے لڑکے کی کیوں شادی نہیں کرتا، تا نسل جاری ہو۔ پس قریب قیاس ہے کہ ان بار بار کی ملامتوں کو سن کر سعد اللہ نے کسی جگہ اپنے لڑکی کی نسبت کر دی ہو مگر شادی کی ابھی تیاری ہو رہی تھی کہ سعد اللہ کی دوسرے جہان کی طرف طیاری ہو گئی۔ پس سعد اللہ کا شادی کا نام لیتے ہی مر جانا یہ بھی ایک نامرادی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ وہ میری پیش گوئی کے مطابق نامراد مرا اور بلاشبہ یہ ایک ذلت کی موت ہے کہ وہ پیش گوئی کے اس مفہوم کو اپنی کوشش سے دور نہ کر سکا کہ آئندہ اس کی نسل نہیں چلے گی اور نہ اس پیش گوئی کو اپنی طاقت سے رفع کر سکا کہ میری زندگی میں ہی اس کی موت ہوگی اور میری ہر ایک ترقی کو دیکھ کر مرے گا۔

اور مولوی ثناء اللہ صاحب کا اپنے اخبار ۸ فروری ۱۹۰۷ء میں ابتر کی پیش گوئی کو رد کرنے کے لئے یہ عذر پیش کرنا کہ سعد اللہ ایک لڑکا چھوڑ گیا ہے پھر کیونکر اس کو ابتر کہہ سکتے ہیں یہ اس کا ایسا بیان ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یا تو اس نے خود دھوکا کھایا یا عمداً لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے کیونکہ ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ خدا تعالی نے اپنی وحی کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا ہے وہ سعد اللہ کی موجودہ حالت کی نسبت بیان نہیں ہے اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ پیش گوئی کے وقت میں سعد اللہ کا لڑکا بعمر پندرہ سال یا چودہ سال کا موجود تھا اور باوجود لڑکے کے موجود ہونے کے خدا تعالی نے اپنی پیش گوئی میں اس کا نام ابتر رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ ان شانئك هو الا بتر یعنی خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تیرا بدگو ہی ابتر ہوگا نہ کہ تو۔ چونکہ سعد اللہ اپنی تحریروں میں بار بار میری نسبت یہ ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص مفتری ہے جلد تباہ ہو جائے گا اور کچھ بھی اس کا باقی نہیں رہے گا پس خدا تعالی نے اس کے ان الفاظ کے مقابل پر جو محض شوخی اور شرارت سے بھرے ہوئے تھے یہ فرمایا کہ آخر کار وہ خود تباہ ہو جائے گا اس کا کچھ باقی نہیں رہے گا پس پیش گوئی کے معنی پیشگوئی کو مد نظر رکھ کر کرنے چاہییں پیش گوئی نے موجودہ لڑکے کو کالعدم قرار دے کر قطع نسل کا وعدہ دیا ہے اور یہ اشارہ ہے کہ اس لڑکے کا ہونا نہ ہونا برابر ہے پس اس جگہ قاموس وغیرہ کا ابتر کے معنی کے

بارہ میں حوالہ دینا صرف بے ہودہ گوئی اور حماقت ہے اس مقدمہ کی یہ صورت تو نہیں ہے کہ پیشگوئی کے بعد لڑکا پیدا ہو گیا بلکہ وہ لڑکا جواب موجود ہے پیش گوئی کے وقت میں پندرہ یا چودہ برس کا تھا اور اب تیس یا انتیس برس کا ہو گا پس جب کہ پیش گوئی کے زمانہ میں یہ لڑکا موجود تھا تو ایک عقل مند صاف سمجھ سکتا ہے کہ اس پیش گوئی کا یہ مطلب ہے کہ یہ لڑکا کالعدم ہے اور اس کے بعد نسل کا خاتمہ ہے اور یہی خدا تعالی کی طرف سے مجھے تفہیم ہوئی تھی۔ ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے پس جب کہ خدا تعالی نے اس پیش گوئی کے یہی معنی کھولے کہ یہ لڑکا کالعدم ہے اور اس کے بعد سعد اللہ کی نسل نہیں چلے گی اور اسی پر سعد اللہ کی نسل کا خاتمہ ہو جائے گا تو پھر کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ یہ کہنا کہ سعد اللہ اپنی موت کے بعد لڑکا چھوڑ گیا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۴)

اسی کتاب میں چند صفحات کے بعد آپ نے لکھا:

و من اللئام اری رجیلاً فاسقاً
غولاً لعیناً نطفة السفهاءِ
شکس خبیث مفسد و مزوّر
نحس یسمی السعد فی الجهلاء
یا لاعنی انّ المهیمن ینظر
خف قهر ربٍ قادرٍ مولائی
الی ارك تمیس بالخیلاءِ
انسیت یوم الطعنة النجلاءِ
لاتتبع اهواء نفسك شقوةً
یلقیك حب النفس فی الخوقاء

فـــــرس خبيـــــث خف ذرى صهـــواتــــــــه

خف ان تـــــــــــزلّك عــــــــدو ذى عـــــــدواءِ

ان الســــمـــوم لشـــرّ مـــــا فـــى الـــعـــالـــم

شـــرّ الســـمـــوم عـــداوـــة الـــصـــلـــحـــاء

آذيتــــنـــــى خبثـــاً فـــلســـــت بـــصــــادقٍ

ان لــم تــمــت بـــالـــخـــزى يـــا ابـــن بـــغـــاءِ

الـــلـــه يـــخـــزى حـــزبـــكـــم و يـــعـــزنـــى

حتـــى يـــجـــى الـــنـــاس تـــحـــت لـــوائـــى

يـــا ربـــنـــا افتـــح بيـــنـــنـــا بـــكـــرامةٍ

يـــا مـــن يـــرى قـــلبـــى و لـــبّ لـــحـــائـــى

يـــا مـــن ارى ابـــوابـــه مـــفتـــوحة

لـــلســـائـــليـــن فـــلا ردّ دعـــائـــى

(ترجمہ اشعار۔ اورلئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔

بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھلانے والا، منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعداللہ رکھا ہے۔

اے مجھ پر لعنت کرنے والے خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اس خدا کے قہر سے خوف کر جو میرا آقادر آقا ہے میں تجھے دیکھتا ہوں کہ ناز اور تکبر کے ساتھ تو چلتا ہے۔ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب تو طاعون زخم کرنے والی کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

اپنی نفسانی خواہشوں کی بدبختی کی وجہ سے پیروی مت کر۔ تجھے تیرے نفس کی محبت کنویں میں ڈالے گی۔

تیرا نفس ایک خبیث گھوڑا ہے اسکی پیٹھ کی بلندی سے تو خوف کر۔ اور تو اس بات سے ڈر کہ ناہموار چلنا اس کا تجھے زمین پر گرا دے۔

جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بدتر زہریں ہیں۔ اور زہروں سے بدتر صلحاء کی دشمنی ہے۔

تو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے پس میں سچا نہیں ہونگا اگر ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔

اور صرف تیری ذلت پر کچھ حصر نہیں خدا تجھے مع تیرے گروہ کے ذلیل کرے گا اور مجھے عزت دے گا یہاں تک کہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے آ جائیں گے۔

اے میرے خدا مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر یعنی جو کاذب ہے صادق کے روبرو اس کو ہلاک کر اے وہ علیم و خبیر جو میرے دل کو اور میرے اندر کی پوشیدہ باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

اے میرے خدا میں تیری رحمت کے دروازے دعا کرنے والوں کے لئے کھلے دیکھتا ہوں۔ پس یہ جو میں نے سعد اللہ کے حق میں دعا کی ہے اس کو قبول فرما اور رد نہ کر یعنی میری زندگی میں ہی اس کو ذلت کی موت دے)

(اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں)

اور جیسا کہ میں نے ان تمام اشعار کے نیچے ہر ایک شعر کا ترجمہ کر دیا ہے ان کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ میں نے سعد اللہ سے ان اشعار میں مباہلہ کیا تھا اور جیسا کہ اس نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں مباہلہ کے طور پر میری موت کو اپنی زندگی میں چاہا تھا اس کے مقابل پر میں نے بھی اپنے خدا سے چاہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے صادق کی زندگی میں ہی اس کی موت ہو اور اسی بنا پر آٹھویں شعر میں میں نے یہ لکھا ہے کہ اے سعد اللہ تو نے مجھے بہت دکھ دیا ہے پس اگر تیری ذلت کے ساتھ موت نہ ہو یعنی اگر تو بموجب اس مباہلہ کے میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر مر نہ جائے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور چوتھے شعر میں صریح طور پر یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ سعد اللہ نمونیا پلیگ سے مرے گا کیونکہ طعنہ کا لفظ طاعون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نجلاء عربی زبان میں فراخ زخم کو

کہتے ہیں اور نمونیا پلیگ کی بھی یہی صورت ہوتی ہے کہ پھیپھڑہ زخمی ہوکر پھٹ جاتا ہے اور اس میں فراخ زخم ہوجاتا ہے۔(حقیقۃ الوحی۔تتمہ)

تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵(حاشیہ: سعد اللہ کی موت صرف ایک نشان نہیں بلکہ تین نشان ہیں۔ ا۔اس کی موت کی نسبت میری پیش گوئی۔۲۔،میری موت کی نسبت بطور مباہلہ اس کی پیش گوئی کہ گویا میں اس کی زندگی میں ہی مرجاؤنگا۔۳۔اس کی موت کی نسبت میری دعا قبول ہوگئی۔مرزا قادیانی)

اور جیسا کہ میں نے ان تمام اشعار کے نیچے ہر ایک شعر کا ترجمہ کردیا ہے ان کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ میں نے سعد اللہ سے ان اشعار میں مباہلہ کیا تھا۔

اور جیسا کہ اس نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں مباہلہ کے طور پر میری موت کو اپنی زندگی میں چاہا تھا اس کے مقابل پر میں نے بھی اپنے خدا سے یہ چاہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے صادق کی زندگی میں ہی اس کی موت ہو اور اسی بنا پر آٹھویں شعر میں میں نے یہ لکھا ہے کہ اے سعد اللہ تو نے مجھے بہت دکھ دیا ہے پس اگر تیری ذلت کے ساتھ موت نہ ہو یعنی اگر تو بموجب اس مباہلہ کے میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر مرنہ جائے تو پھر میں جھوٹا ہوں۔اور چوتھے شعر میں صریح طور پر یہ اشارہ بھی کردیا گیا ہے کہ سعد اللہ نمونیا پلیگ سے مرے گا کیونکہ طعنہ کا لفظ طاعون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نجلاء عربی زبان میں فراخ زخم کو کہتے ہیں اور نمونیہ پلیگ کی یہی صورت ہوتی ہے کہ پھیپھڑہ زخمی ہوکر پھٹ جاتا ہے اور اس میں فراخ زخم ہوجاتا ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ پیش گوئی کی گئی اس زمانہ میں اس ملک میں طاعون کا نام ونشان نہ تھا پس یہ اس قادر علیم کے عمیق در عمیق علم کا ایک نمونہ ہے کہ اس نے سعد اللہ کی اس قسم کی موت کی اس وقت خبر دی جب کہ یہ تمام ملک طاعون سے پاک تھا۔

اور یہ جو مذکورہ بالا اشعار میں خدا تعالی نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ میری زندگی میں ہی سعد اللہ کی موت ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہوگی یہ پیش گوئی پورے طور پر ظہور میں آگئی اور نمونیا پلیگ نے چند گھنٹہ میں ہی اس کا کام تمام کردیا اور جنوری ۱۹۰۷ء کے پہلے ہی ہفتہ میں وہ اس دنیا سے گذر گیا مگر

اس جگہ طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی پیش گوئی کیوں کی گئی اور کیوں اس کی گالیوں پر صبر نہ کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس پیش گوئی سے چار برس پہلے سعد اللہ نے میری موت کی نسبت اور تمام جماعت کے مرتد اور منتشر ہونے کی نسبت پیش گوئی اپنی کتاب شہاب ثاقب میں شائع کی تھی اور اس میں اس نے صاف طور پر لکھا تھا کہ یہ شخص کذاب اور مفتری ہے اس لئے وہ ذلت کی موت مرے گا اور اس کی جماعت متفرق ہو جائے گی اور بہت گندے الفاظ کے ساتھ میری ہلاکت کی خبر دی تھی اس لئے خدا تعالی کی غیرت نے جو وہ صادقوں کے لئے رکھتا ہے اس کی پیش گوئی کو اسی پر الٹا دیا بد قسمت سعد اللہ نے اپنی کتاب میں جس کا نام اس نے رکھا ہے شہاب ثاقب بر مسیح کاذب جس کے معنی ہیں کہ اس جھوٹے مسیح پر آگ پڑے گی اور اس کو ہلاک کرے گی (طاعون بھی ایک آگ ہے جس آگ سے سعد اللہ ہلاک ہوا۔ مرزا قادیانی)۔ میری نسبت یہ پیش گوئی کی تھی جو فارسی زبان میں شعر ہیں اور وہ یہ ہیں

اخذ یمین و قطع وتین است بہر تو
بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری
اکنوں باصطلاح شما نام ابتلا ست
آخر بروز حشر و بایں دار خاسری

ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب مذکور میں مجھے مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ خدا کی طرف سے تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ خدا تجھے پکڑے گا اور تیری رگ جان کاٹ دے گا تب تیرے مرنے کے بعد یہ جھوٹا تیرا سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر چہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلا بھی آیا کر تے ہیں مگر آخر تو حشر کے دن اور نیز اس دنیا میں زیاں کار اور نامراد مرے گا اور پھر بعد اس کے آیت لوتقول علینا لکھ کر کہتا ہے کہ تو ہر جگہ ذلت پائے گا اور اس جہان میں اور اس جہان میں تیرے لئے عزت نہیں ہے۔

اس کے ان کلمات سے ظاہر ہے کہ وہ میری نسبت کیا آرزو رکھتا تھا جس کو وہ ہزاروں حسرتوں کے

ساتھ اپنے دل میں لے گیا یہ مقام منصفین کے بڑی غور کے لائق ہے کہ یہ دوطرفہ پیش گوئیاں مباہلہ کے طور پر تھیں یعنی اس نے میری موت کی خبر دی تھی جس کو وہ خیال کرتا تھا جو اس کی زندگی میں ہی میری موت نہایت نامرادی سے ہوگی اور میری موت کیلئے وہ بہت دعائیں کرتا تھا اور اس کو یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا دوسری طرف اس کی پیش گوئی سے چار برس بعد مجھے خدا نے خبر دی کہ وہ میری زندگی میں ہی ذلت کی موت سے مرے گا اور طاعون کی ایک قسم سے ہلاک ہوگا اور میں اپنی پیش گوئی کی تصدیق کے لئے اس کی موت کے بارے میں دعائیں کرتا تھا آخر خدا نے مجھے سچا کیا اور وہ میری پیش گوئی کے مطابق میری زندگی میں ہی جنوری کے پہلے ہفتہ میں ہی ہلاک ہوا اور جن حسرتوں اور ذلتوں کے ساتھ وہ مرگیا ان کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ اور یہ حسرت اور ذلت کچھ تھوڑی نہیں کہ جس کی وہ موت چاہتا تھا اور جس کے لئے وہ اپنی پیش گوئی شائع کر چکا تھا اس کو نہ صرف زندہ چھوڑ گیا....اور اسی سعداللہ کے بارے میں اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مشتہرہ ...

ان تمام آرزؤوں سے نامراد رہ کر اس ذلت کے ساتھ مرگیا کہ کوئی مراد اس کی پوری نہ ہوئی

(حاشیہ: اب دیکھنا چاہیے کہ اس کی نامرادی اور حسرت اور ذلت کی موت سے کیسے اس پیش گوئی کے معنی کھل گئے کہ خدا ذلت اور رسوائی کی اس کو موت دے گا جیسا کہ اس واقعہ سے بارہ برس پہلے اس کی نسبت انجام آتھم میں یہ پیشگوئی کی تھی آذیتنی خبثاً فلست بصادق ۔ ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء ۔ یعنی تو نے اے سعداللہ اپنی فطرتی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے پس میں اس حالت میں سچا نہیں ہونگا کہ جب ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔ پس اس سے بڑھ کر ذلت اور کیا ہوگی کہ وہ میری موت چاہتا تھا مگر میری زندگی میں مرگیا اور میری نامرادی چاہتا تھا مگر میرے اقبال اور ترقی کو دیکھ گیا۔ مرزا قادیانی).... پانچ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۲ پر جو کتاب انوار الاسلام کے ساتھ ملحق ہے خدا تعالی سے الہام پا کر مندرجہ ذیل عبارت میں نے لکھی تھی اور وہ یہ ہے: حق سے لڑتا رہ آخر اے مردار تو دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا ۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے ان شا نئك هو الا بتر ۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعداللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ابتر رہے گا... میں نے اس کے ابتر اور نامراد

مرنے کے لئے سبقت نہیں کہ اور نہ میں نے یہ چاہا کہ وہ میرے روبرو ہلاک ہو مگر جب اس نے ان باتوں میں سبقت کی اور کھلے کھلے طور پر اپنی کتاب شہاب ثاقب میں میری موت کی نسبت پیش گوئی شائع کی اور میرا دل دکھایا اور دکھ دینے میں حد سے بڑھ گیا تب چار برس بعد میں نے اس کیلئے دعا کی تو خدا نے مجھ کو اس کی موت کی خبر دی...اگر سعد اللہ میری موت اور ذلت اور نیز میری جماعت کے تباہ ہونے کی نسبت اپنی کتاب شہاب ثاقب میں پیش گوئی شائع نہ کرتا تو اس وقت میری بات کون مان سکتا تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ دونوں طرف سے مباہلہ کے رنگ میں پیش گوئیاں شائع ہوگئیں اور روز روشن کی طرح کھل گیا کہ آخر کس کے حق میں خدا تعالی نے فیصلہ کیا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی مگر یہ تعجب اس وقت فی الفور دور ہو جاوے گا جب اس کی گندی نظم اور نثر کو دیکھو گے وہ بدقسمت اس قدر گندی زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو بلکہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر نبی دنیا میں آئے ہیں ان سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا اس نے مخالفت اور عناد کے کسی پہلو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔اور چوہڑوں اور چماروں کو بھی وہ گندہ طریق گالیوں کا یاد نہیں ہوگا جو اس کو یاد تھا سخت سے سخت الفاظ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں اس شدت اور بے حیائی سے اس کے منہ سے نکلتی تھیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بد طینت پیدا نہ ہو ایسی فطرت کا انسان نہیں ہوسکتا ایسے انسانوں سے سانپوں کے بچے بھی اچھے ہوتے ہیں میں نے اس کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا لیکن جب وہ حد سے گذر گیا اور اس کے اندرونی گند کا پل ٹوٹ گیا تب میں نے نیک نیتی سے اس کے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے جو محل پر چسپاں تھے اگرچہ وہ الفاظ جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں مندرج ہیں بظاہر کسی قدر سخت ہیں مگر وہ دشنام دہی کی قسم میں سے نہیں ہیں بلکہ واقعات کے مطابق ہیں اور عین ضرورت کے وقت لکھے گئے ہیں ہر ایک نبی حلیم تھا مگر ان سب کو واقعات

کے متعلق ایسے الفاظ اپنے دشمنوں کی نسبت استعمال کرنے پڑتے ہیں چنانچہ انجیل میں کس قدر نرم تعلیم کا دعویٰ کیا گیا ہے تاہم انہیں انجیلوں میں فقیہوں فریسیوں اور یہودیوں کے علماء کی نسبت یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ وہ مکار ہیں، فریبی ہیں، مفسد ہیں، سانپوں کے بچے ہیں، بھیڑیئے ہیں، اور ناپاک طبع اور خراب اندرون ہیں، اور کنجریاں ان سے پہلے بہشت میں جائیں گی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں زنیم وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جو لفظ محل پر چسپاں ہو وہ دشنام دہی میں داخل نہیں اور کسی نبی نے سخت گوئی میں سبقت نہیں کی بلکہ جس وقت بدطینت کافروں کی بدگوئی انتہاء تک پہنچ گئی تب خدا کے اذن سے یا اس کی وحی سے وہ الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ ایسا ہی تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتوی کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود ونصاری سے بدتر قرار دیا، اور میرا نام کذاب مفسد دجال مفتری مکار ٹھگ فاسق فاجر خائن رکھا تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے بھلائی کروں مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے تو میں کیا کروں میرا انصاف خدا کے پاس ہے ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دکھ دیا اور حد سے زیادہ دکھ دیا اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا پس میں بجز اس کے کیا کہوں کہ یاحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن

یاد رہے کہ سعد اللہ میرے مقابلہ پر دو دفعہ مباہلہ کا نشانہ ہو چکا ہے پہلے تو انہیں عربی شعروں میں جو انجام آتھم میں میں لکھ چکا ہوں مباہلہ کے طور پر میں نے دعا کی ہے کہ خدا جھوٹے کو ہلاک کرے چنانچہ ان مباہلوں کے شعروں میں سے ایک شعر یہ ہے

یــــا ربــنــــا افتــح بیــنــنــا بــکــرامة

یــــا مــن یــری قــلبــی و لــبّ لــحــا ئــی

یعنی اے خدا تو مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر تو میرے دل کی حالت کو جانتا ہے

اور پھر سعد اللہ کی نسبت دوسرا شعر یہ ہے

آذیتــنــی خبثــاً فــلســت بــصــادق

ان لــم تــمــت بــالــخــزی یــا ابــن بــغــاءٍ

یعنی تو نے اے سعد اللہ خباثت کی راہ سے مجھے دکھ دیا ہے پس میں جھوٹا ہونگا اگر میرے سامنے ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو

پھر دوسری دفعہ جو میں سعد اللہ کو مباہلہ کا نشانہ بنایا اس کا ذکر میری کتاب کتاب انجام آتھم کے صفحہ ٦٧ میں ہے اور اس دعوت مباہلہ میں کئی مولوی اور شامل ہیں جن کے ناموں کی فہرست انجام آتھم کے صفحہ ٦٩ سے ٧٢ تک کتاب مذکورہ میں درج ہے اور دعوت مباہلہ میں تمہیدی عبارت صفحہ ٦٧، انجام آتھم پر یہ ہے:

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ کے لئے حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ رہے۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب آمین کہو۔

اور کتاب انجام آتھم جس میں سخت معاند لوگوں کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا ہے اور ایسے لوگوں کی اس میں فہرست لکھی ہے اس فہرست کے صفحہ ٧٠ کی پہلی سطر کو ہی دیکھو کہ پہلی ہی سطر کے سر پر اس بدقسمت سعد اللہ کا نام درج ہے چنانچہ لکھا ہے:

سعد اللہ نو مسلم مدرس لدھیانہ

اس مباہلہ پر آج کے دن تک بارہ برس اور تین مہینے اور کئی دن گذر چکے ہیں پھر اس کے بعد اکثر لوگوں نے زبان بند کر لی اور جو بدزبانی سے باز نہ آئے ان میں سے بہت کم ہوں گے جنھوں

نے موت کا مزہ نہ چکھا یا کسی ذلت میں گرفتار نہ ہوئے چنانچہ نذیر حسین دہلوی جوان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔ رشید احمد گنگوہی جس کا نام دعوت مباہلہ کے صفحہ ۶۹ میں درج ہے مباہلہ کی دعوت اور بددعا کے بعد اندھا ہو گیا اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا۔ اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور مولوی محمد لدھیانوی جن کا ذکر بھی اسی صفحہ ۶۹ میں ہے بعد دعوت مباہلہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔ اور ایسا ہی مولوی غلام رسول عرف رسل بابا جس کا ذکر دعوت مباہلہ کے صفحہ ۷۰ میں ہے بعد دعوت مباہلہ اور بددعا مذکورہ بالا کے بمقام امرتسر طاعون سے مر گیا۔ ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری جس کا ذکر اسی کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۷۰ میں ہے اور جس نے خود بھی اپنا مباہلہ اپنی کتاب فیض رحمانی میں شائع کیا تھا وہ کتاب کی تالیف سے ایک ماہ بعد مر گیا۔ اور اس کی موت کا یہی سبب نہیں کہ میں نے انجام آتھم کے صفحہ ۶۷ میں یعنی اس کی سترھویں سطر میں اس پر اور دوسرے مخالفوں پر جو شرارتوں سے باز نہ آویں اور نہ مباہلہ کریں بددعا کی تھی اور ان پر خدا کا عذاب چاہا تھا بلکہ اس کا اپنا مباہلہ بھی اس کی موت کا سبب ہو گیا کیونکہ اس نے میرا اور اپنا ذکر کر کے خدا تعالی سے ظالم کی بیخ کنی ہونی چاہی تھی سو اس کے چند روز ہی کے بعد اس کی بیخ کنی ہو گئی اور اسی صفحہ ۷۰ میں مولوی اصغر علی کا نام درج ہے وہ بھی اس وقت تک بدگوئی سے باز نہ آیا جب تک خدا تعالی کے قہر سے ایک آنکھ اس کی نکل گئی۔ ایسا ہی اس مباہلہ کی فہرست میں مولوی عبدالمجید دہلوی کا ذکر ہے جو فروری ۱۹۰۷ء میں بمقام دہلی ہیضہ سے گذر گیا (جب میں پہلے دہلی گیا تھا عبدالمجید خود میرے مکان پر آیا تھا اور کہتا تھا کہ یہ الہام شیطانی ہیں اور مسیلمہ کذاب سے مجھے تشبیہہ دی اور کہا کہ اگر توبہ نہ کرو گے تو تقول اور افتراء کا نتیجہ بھگتو گے۔ میں نے کہا اگر میں مفتری ہوں تو میں افتراء کی سزا پاؤں گا ورنہ جو شخص مجھے مفتری کہتا ہے وہ مواخذہ سے بچ نہیں سکتا آخر عبدالمجید میری زندگی میں ہی اپنے اس بدزبانی مباہلہ کے بعد مر گیا۔ اور ان ایام میں اس نے میرے مقابل پر میری تکذیب کے بارے میں سخت الفاظ کے ساتھ ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا اور شائد پیسہ پیسہ پر فروخت کیا تھا۔ مرزا قادیانی) ایسا ہی اور بہت لوگ تھے جو علماء یا سجادہ نشین کہلاتے تھے اور بعد اس دعوت مباہلہ کے بدگوئی اور بدزبانی سے

باز نہیں آئے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے بعض کو تو موت کا پیالہ پلا دیا اور بعض طرح طرح کی ذلتوں میں گرفتار ہوئے اور بعض اس قدر دنیا کے مکر اور فریب اور دنیا طلبی کے گندے شغل میں گرفتار ہوئے کہ حلاوت ایمان ان سے چھین لی گئی ایک بھی اس بد دعا کے اثر سے محفوظ نہ رہا۔ چونکہ سعد اللہ اپنی بدزبانی میں سب سے بڑھ گیا تھا اس لئے نہ صرف اس کو نامرادی کی موت پیش آئی بلکہ ہر ایک ذلت سے اس کو حصہ ملا اور تمام عمر نوکری کر کے پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ آخر موت کے قریب آ کر عیسائیوں کے مدرسہ میں نوکری اختیار کی۔ اور علاوہ ان تمام ذلتوں کے جو اس کو نصیب ہوئیں یہ آخری ذلت بھی اس کو دیکھنی پڑی کہ پادریوں کا فرقہ جو دین اسلام کا دشمن ہے جن کے مدارس میں خلاف اسلام وعظ کرنا ایک شرط ہے اور ہر روز یا ہر ایک ساتویں دن حضرت عیسیٰ کی خدائی کے بارہ میں مدرسہ میں گمراہ کرنے والی باتیں سنانا ان کا طریق ہے اس نے گوارا کر لیا کہ ان کی چاکری اختیار کرے اور چونکہ عربی زبان میں ابتر معدِم کو بھی کہتے ہیں یعنی ایسے مفلس کو جو سب اندوختہ کھو بیٹھے اس قسم کے ابتر ہونے کا مصداق بھی اپنے تئیں ثابت کر دیا کیونکہ اگر مالی برکت اس کو حاصل ہوتی تو وہ اپنے آخری دنوں میں پادریوں کے دروازہ پر گداگری اختیار نہ کرتا جو لوگ اپنے کالجوں اور سکولوں میں لازمی طور پر خلاف اسلام تعلیم دیتے ہیں کسی سچے مسلمان کا طریق نہیں کہ ان کی نوکری اختیار کرے۔

افسوس کہ یہ شخص سعد اللہ نام جو فوت ہو گیا ہے وہ بعض میری تقریری مباحثات بھی سن چکا تھا اور اس کو میری کتابیں دیکھنے کا بھی بہت موقعہ ملا تھا مگر تعصب اور بغض ایسی بلا ہے کہ وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ (ص ۱۵۔۲۴ مختصراً تتمہ حقیقۃ الوحی)

اپنی زندگی میں شائع ہونے والی آخری کتاب چشمہ معرفت میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

کہاں ہے سعد اللہ لودھیانوی؟ جس نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی آخر میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

(قادیانی خزائن جلد ۲۳ چشمہ معرفت :ص ۳)

نیز فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک نہایت کینہ ور اور گندہ زبان شخص سعد اللہ نام لدھیانہ کا رہنے والا میری ایذاء کے لئے کمر بستہ ہوا اور کئی کتابیں نثر اور نظم میں گالیوں سے بھری ہوئی تالیف کر کے اور چھپوا کر میری توہین اور تکذیب کی غرض سے شائع کیں اور پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے آخر کار مباہلہ کیا اور ہم دونوں فریق کو یعنی مجھے اور اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کر کے جھوٹے کی موت خدا سے چاہی آخر تھوڑے دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہوا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۳۶)

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی پیش گوئی کی عمارت انجام آتھم کے اشعار پر رکھی ہے اور ثبوت کے طور پر ۱۹۰۷ء میں شائع ہونے والی حقیقۃ الوحی میں اپنے ۱۸۹۶ء میں شائع ہونے والے اشعار کو نقل کر کے ان کا اردو ترجمہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دیکھو میں نے ایک عشرہ قبل ان اشعار میں اس سعد اللہ کے اپنی زندگی میں طاعون سے مرنے کی پیش گوئی کی تھی۔

جب ہم انجام آتھم میں مرزا صاحب کے اشعار کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت حقیقۃ الوحی سے وہ دراصل اپنے آپ کے فریبی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں کیونکہ ایک تو آپ نے انجام آتھم کے سارے متعلقہ اشعار حقیقۃ الوحی میں نقل نہیں کئے۔ دوسرے، جو اشعار نقل کئے ہیں ان کا انجام آتھم میں اردو ترجمہ نہیں ہے بلکہ صرف فارسی ترجمہ ہے۔ اور جب فارسی ترجمے کا حقیقۃ الوحی میں موجود اردو ترجمے سے موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو کچھ اردو میں کہہ رہے ہیں وہ فارسی میں نہیں کہا۔ بلکہ ۱۹۰۷ء میں منشی صاحب کی وفات ہو جانے پر اپنے پرانے اشعار میں نئے معنی ڈال رہے ہیں۔ ذیل میں انجام آتھم کے صفحہ ۲۸۱۔۲۸۲ سے متعلقہ عربی اشعار مع فارسی ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ومن اللئام اری رجیلاً فاسقاً

غولاً لعیناً نطفۃ السفہاءِ

وازلئیماں مرد کے بدکار را مے بینم۔ کہ شیطان ملعون از نطفہ سفیہان است

شكس خبيث مفسد و مزوّر

نحس يسمى السعد فى الجهلاء

بدگو خبیث مفسد دروغ آرایندہ است۔ ومنحوس است ونام او جاہلان سعد الکلہ نہادہ اند

ما فارق الكفر الذى هو ارثه

ضاها أباه و امه بعماء

کفرے کہ وراثت او بود ازاں علیحدہ نشدہ است۔ ودر کوری مادر و پدر خود را مشابہ است

قد كان من دود الهنود و زرعهم

من عبدة الاصنام كالاباء

این شخص کہ از کرمان ہنود وتخم ایشان بود۔ ومثل پدر و جد خود از بت پرستان بود

فالآن قد غلبت عليه شقاوة

كانت مبيدة امه العمياء

پس اکنوں ہماں شقاوت بروے غلبہ کرد۔ کہ مادر کور او را ہلاک کردہ بود

انى اراه مكذباً و مكفراً

و محقراً بالسبّ و الازراء

من او را می بینم کہ او تکذیب من میکند و مرا کافرے گوید۔ وبا تحقیر کردن ودشنام دادن بہتا نہا مے بندد

يؤذى فما نشكو وما نتاسف

كلب فيخلى قلبه لعواء

آزاری دید مگر ما نہ شکایت میکنیم ونہ افسوس میکنیم۔ زیا انکہ او سگے است پس دل او برائے عوعو مے جوشد

كحل العناد جفونه بعجاجة

فالآن من يحميه من اقذاء

دشمنی... ہائے او را بغیاو کینہ سرمہ سا کردہ است۔ پس اکنون کیست کہ چشمہائے او را از غبار رہاند

یــــا لاعـــــنــــی انّ الــــمهیــــمــن یــنــظــــر

خف قهــــــر ربٍ قـــــادرٍ مــــولائـــــــی

اے ملامت کنندہ من خدائے تعالی مے بیند۔ از قہر مولائے من کہ قادر است خوف کن

الـــحـــق لا یـــصــلـــی بــنــــار خــدیــعة

الـــی مـــن الـــخـــفـــاش خســـر ذکـــاء

راستی با تش مکر سوختہ نمو شود۔ از نفرت شبیرہ ہیچ نقصان آفتاب نیست

انــــی ارك تــمیــــــس بــــالـــخیـــلاءِ

انسیــــت یـــوم الـــطـــعـــنة الـــنـــجـــلاءِ

من می بینم کہ بہ ناز و تکبر خراماں مے روی۔ آیا آن روز را فراموش کردی کہ زخم فراخ خواہد کرد

لاتتبـــــع اهـــــواء نـــفسك شـــقـــوـــةً

یــلـــقیك حـــب الـــنـــفـــس فـــی الـــخـــوقـــاء

ہوائے نفس خود را از شقاوت پیروی مکن۔ ترا محبت نفسی در چاہ خواہد انداخت

فـــــرس خبیــــث خف ذری صهـــواتــــــه

خف ان تــــــــزلّك عــــــــدو ذی عــــــــدواءِ

نفس تو اسپ پلید است از بلندی پشت او بترس۔ ازیں بترس کہ و دیدن نہ ہموار را او ترا بر زمین افگند

ان الســـمـــــوم لشـــرّ مــــا فـــی الـــعـــالـــم

شـــرّ الســـمـــوم عـــداوـــة الـــصـــلـــحـــاء

در دنیا زہر ہا بدترین چیزے است۔ و از زہر ہا بدتر عداوت صالحان است

آذیتـــــنـــی خبثـــاً فـــلســـت بـــصـــادقٍ

ان لـــم تـــمـــت بـــالـــخـــزی یـــا ابـــن بـــغـــاءِ

مرا بخبا ثت خود ایذا دادی پس من صادق نیم۔ اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نمیری

الـــلـــــه يـــخــــزی حـــز بـــکـــم و یـــعـــزنـــی

حتـــی یـــجـــی الـــنـــاس تـــحـــت لـــوائـــی

خداتعالی گروہ شمارارسواخواہدکردمراعزت خواہدداد۔تابحدیکہ مردم زیرلوائےمن خواہندآمد

یـــا ربـــنـــا افتـــح بیـــنـــنـــا بـــکـــرامۃٍ

یـــا مـــن یـــری قـــلبـــی و لـــبّ لـــحـــائـــی

اے خدائے مادرمابکرامت خودفیصلہ کن۔اے آنکہ دل مراومغز وپوست مرامی بینی

یـــا مـــن اری ابـــوابـــه مـــفتـــوحۃ

لـــلســـائـــلیـــن فـــلا ردّ دعـــائـــی

اے آنکہ درہائے اورا۔برائے سائلان کشادہ می بینم دعائے مراردّمکن

(انجام آتھم صفحات مذکور)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اپنے اخبار میں شائع ہونے والے ایک مضمون پر اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں۔

’مولوی سعداللہ مرحوم لدھیانہ میں فوت ہوئے تو مرزا صاحب نے ان کو ابتر لکھا۔حالانکہ ان کا لڑکا موجود تھا۔اب جولڑکا مذکوراچھی عمرپاکرفوت ہواتو پھر مرزائیوں نے مولوی سعداللہ کو ابتر کہا۔اب ایک جدید انکشاف ہوا ہے کہ مولوی سعداللہ کا نواسہ موجود ہے اور اس کا نام عبدالکبیر ہے۔ یہ صاحب موضع کوم کلاں ضلع لودھیانہ میں رہتے ہیں اور انہوں نے ابتر کے موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔‘

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۵۔اکتوبر۱۹۲۶ء)

اور اگلے شمارے میں مولانا ثناء اللہ مرحوم نے عبدالکبیر صاحب کا مضمون شائع کیا جس سے چند اقتباسات ذیل میں نقل کیئے جاتے ہیں۔عبدالکبیر صاحب لکھتے ہیں۔

'مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ مولوی سعد اللہ صاحب نمونیا پلیگ سے مرے ہیں تو اس کو ثابت کرنے والا مجھ سے اسی قدر انعام پائے جس قدر کہ بمقام لدھیانہ سردار اہلحدیث (شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ، مرزائیوں سے) حاصل کر چکے ہیں۔ جہاں تک نانا جان کے ابتر ہونے کا تعلق ہے تو سو خوب سمجھ لو کہ کسی کی اولاد نرینہ نہ ہونے سے وہ شخص ابتر نہیں ہو جایا کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول کریم ﷺ کے بارے میں کیا کہو گے جن کے صاحبزادگان آپؐ کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گئے تھے اور یہودی بغلیں بجاتے پھرتے تھے۔ اور پھر سوائے حسنین علیہم السلام کے آپ ﷺ کے دل کی ٹھنڈک کیا تھی؟ اسی طرح نسلاً بعد نسل (سادات کی شکل میں) جس طرح رسول اکرم ﷺ کی نسل موجود ہے۔ بعینہ میں مسمی عبدالکبیر مولوی سعد اللہ مرحوم کا نواسہ موجود ہوں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ ان کی دختر، ایک نواسی، ایک پڑنواسی موجود ہیں اور ایک داماد بھی۔'

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۲۲۔اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۷۔۸)

اس تحریر سے مرزا صاحب قادیانی کی ساری تفصیلات بالا ردی کی ٹوکری میں چلی جاتی ہیں، کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منشی سعد اللہ مرحوم ابتر نہیں تھے، اور نہ ہی ان کی موت نمونیا پلیگ سے واقع ہوئی تھی۔

عبدالکبیر صاحب تحریک ختم نبوت میں کام کرتے رہے ہیں اور انہوں نے ایک مرتبہ ایک مشہور مرزائی کو مرزا محمود احمد قادیانی کے کردار کے بارے میں چیلنج بھی کیا تھا جس کا ایک عرصہ تک جواب نہ آیا تو انہوں نے یاددہانی کے طور پر لکھا

'منشی عمر الدین شملوی کو اخبار اہل حدیث میں خلیفہ قادیان کے کردار پر حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کی دعوت دی گئی تھی مگر آج تک وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیا وجہ ہے؟ عبدالکبیر نواسہ مولوی سعد اللہ کوم کلاں ضلع لودہانہ۔'

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۱ مئی ۱۹۲۸ء ص ۱۵)

قادیانی حضرات، تاہم غلط پروپیگنڈے سے باز نہیں آتے تھے، اور بار بار اگلے ہوئے نوالے

چباتے رہتے تھے، اس لئے علماء اسلام کو بھی حقائق بیان کرنے کے لئے لکھنا پڑتا تھا۔ جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ:

مرزا قادیانی اور سعداللہ لدھیانوی

کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء میں اس بات کا ذکر آ گیا تھا کہ مرزا صاحب غصہ میں بدگوئی کرتے ہوئے آپے سے باہر نکل جاتے تھے۔ مولوی سعداللہ لدھیانوی کو انہوں نے زانیہ کا بیٹا لکھ دیا حالانکہ مولوی سعداللہ مرحوم نے ان کی والدہ ماجدہ کو ایسے مکروہ الفاظ سے کبھی یاد نہیں کیا۔

اس کے جواب میں اخبار الفضل (قادیان ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۳)) کے ایک نامہ نگار نے قادیانی علم کلام کے طریق پر: سوال از آسماں جواب از ریسماں، کے مطابق یہ جواب دیا ہے کہ مولوی سعداللہ لدھیانوی نے اپنی نظموں میں بہت برے لفظوں سے مرزا صاحب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مولوی سعداللہ مرحوم کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں جو یہ ہیں:

ارے او بے وفا غدار مرزا
ارے پر فتنہ و مکار مرزا
ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس نا فرجام مرزا
مسیح کاذب و مہدیء کذاب
سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تو نے
کہیں کیا اے بدو بدنام مرزا

آخر میں نصاری بحث ہوا
مرزا انجام یہ کا مسیحائی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ان اشعار سے راقم مضمون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولوی سعد اللہ، مرزا صاحب قادیانی کے حق میں سخت بدگو تھے۔ ہم بھی مانتے ہیں وہ سخت گو تھے، لیکن ہمارا سوال یہ تھا کہ مولوی سعد اللہ مرحوم نے مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کو ان الفاظ سے یاد نہیں کیا جن لفظوں سے مرزا صاحب نے مولوی سعد اللہ کی والدہ کا ذکر کیا ہے، یعنی اس کو بغاء (زانیہ) لکھا ہے۔ قانون رائج الوقت کی دفعہ ۵۰۰ میں ذکر ہے کہ کسی مصنف کے حق میں بدگوئی کرنا جو اس کی تصنیف اور دعوے سے تعلق رکھتی ہو، توہین نہیں ہے۔ مگر اس حد سے تجاوز کر کے اس کو حرام زادہ وغیرہ کہنا یہ سزا کا مستوجب ہے۔

قادیانی ممبرو! قرآن وحدیث سے تم اگر دور ہٹ گئے ہو، تو قانون وقت سے تو دور نہیں ہو سکتے۔ مرزا صاحب مولوی سعد اللہ پر ان کے الفاظ مذکورہ کی بنا پر دفعہ ۵۰۰ کے ماتحت استغاثہ نہیں کر سکتے تھے، مگر سعد اللہ مرحوم، مرزا صاحب کے الفاظ کی بنا پر استغاثہ کر سکتا تھا۔ اور اگر اس نے زندگی میں نہیں کیا مگر یوم الجزاء کو جب اس کی والدہ قذف (تہمت زنا) پر استغاثہ دائر کرے گی تو مرزا صاحب اور ان کے حواری کیا جواب دیں گے۔ یہی نا، جو کسی شاعر نے اپنے ظالم معشوق کے حق میں کہا ہوا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۶)

ان گذارشات کے بعد ذیل میں منشی سعد اللہ صاحب کے کی نگارشات نذر قارئین کی جارہی ہیں۔

چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح

(نتیجہ فکر: محمد سعد اللہ سعدی لدھیانوی)

بسم اللہ الر حمن الر حیم۔ حا مداً و مصلیاً

قا لوا معذرة الی ر بکم و لعلھم یتقون (اعراف)۔وہ بولے (ہم نصیحت کرتے ہیں) تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے واسطے اور شائد وہ (بے فرمانی سے) بچ رہیں۔

ایہ عذر ہے اپنے رب اگے
کسے نال جھگڑا نہیں جنگ نائیں
راہ کفر ولّوں بھلا بچے کوئی
حق آکھنے تھیں دلا سنگ نائیں
ایہ بھی یاد رکھیں باجھوں سخت رگڑے
کدی دور ہوندا ڈوہنگا زنگ نائیں
بھارے مسلہاں دتیاں باجھ سعدی
جاندی دیر دی بلغمی کھنگ نائیں
لا تبتـــغـــی الـــجـــا ھـــلیـــن پڑھیں پیارے
برا کہن تاں ہوئیں دل تنگ ناہیں
حق اللہ دے واسطے رہیں کہندا
اجر اس بنا کسے توں منگ ناہیں

سچی گل ہے تلخ الـــــــحـــــــق مـــــر

شفا چاہیے تاں گھٹ چا بھریئے
ہوئے کوئی ناں غرض جے ناصحاں دی
ردّ کرن تھیں اوس نوں بہت ڈریئے
پیر ہووے یا سکّے ماں باپ
ہوون جھوٹھ وچ ناں کسے دا پاس کریئے
طلب حق دی رکھیئے وانگ سعدی
مگر مومناں صادقاں لگ رہیے
کھوہ وچ پیا مثیل مسیح محدث ولی مجدد
نبی بنے نوں کٹھے پھوکن اہل حدیث مقلد

مرزائیو! اج حقو حق سنو انصاف کماؤ
مرزے نوں ناں احمد مرسل نبی رسول بناؤ
اہل اسلام نوں چھڈ کے مرزا تساں خلیل بنایا
پچھوتاسو دھوکا دے سی اوہ جد ویلا آیا

ربا عاجزی کریں قبول ساڈی لبھا کجھ ناں عجز سوا سانوں
تو ہیں آپ حکیم طیب داتا ساڈے درد دی دئیں دوا سانوں
دنیا وچ بھلیائیاں دئیں ربا پھر وچ فردوس دے جا سانوں
موت زندگی دے سارے فتنیاں تھیں ربا فضل دینال بچا سانوں

ر با میں ظلو م جھو ل بندے سا ڈے بخش دے بھل خطا سا نو ں
جیئے بھار چکا ئے تو ں اگلیاں توں او ہو جیئے نا بھار چکا سا نو ں
ساڈے زور تھیں دو جے بھار ہو وے اس ہیٹھ نا کدی د با سا نو ں
عفو مغفر ت رحم چا کر یں مو لا او پر دشمنا ں مدد فر ما ء سا نوں
فتنہ شر د جا ل دا سخت بھا را ایس ابتلاء و چ نا ں پا سا نو ں
و چ امن رکھیں فتنے قبر دے تھیں تتی اگ دی بھاہ نہ لا سا نو ں
نا ل امن اما ن دے حشر تا ئیں نو یں دلہن وا نگ سوا سا نو ں
اسرا فیل نوں جد تیرا حکم ہو وے پھوک ما ر کے لو ے جگا سا نو ں
سدن وا لا جد نیڑ یو ں ہا ک ما رے حشر گا ہ ول لئے بلا سا نو ں
دھپ سخت جاں کر ن حیرا ن لگے اوس حو ض دا جا م پلا سا نو ں
تیرا مصطفیٰ ہے جتھے آ پ سا قی او ہد ے سا تھیا ں و چ رلا سا نو ں
سنے آ ل او لا د از وا ج ٹبر پل صرا ط تھیں پار لنگھا سا نو ں
جیہڑ ے ایتھے ا گے پچھے و چھڑ ے ہاں او تھے و چ فر دوس ملا سانو ں

سی حرفی اول

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

الف، اللہ دی آ س تکاء جیا اوہد ے فضل دا واسطا پا جیا
تیرا مصطفیٰ اے پیشوا جیا لکھ لکھ سلام پوچاء جیا
نالے آ ل ا صحا ب ر لا ء جیا لاز م او ہنا دااے اقتداء جیا
جھو ٹھے عیسی دی گل سنا جیا بھا نویں برا منن بے حیا جیا

ب ، بہت خبرا ں نبی دسیاں نیں اللہ اک نے ہے خبر دار کیتا
پھیر اپنا فضل عظیم کر کے جن و انس دا او ہنوں سر دار کیتا

ساڈا دکھ اونہوں بڑا بھار لگے ساڈے جیہا ندا کیہا غم خوار کیتا
فتنے شر مسیح دجال کو لوں امت اپنی نوں ہوشیار کیتا

ت ، تیہہ دجالاں دی خبر دتی جھوٹھے نبی کہاوندے آ وَینگے
امت رہے ہوشیار فریباں تھوں ایہ بہت فساد مچاوَ ینگے
امت وچہ گروہ اک رہے ایسا سدا جھوٹھیاں تے فتح پاویں گے
اللہ باجھ نہ کسے تھوں ڈرن گے اوہ حق کہن تے نئیں شرماوَینگے

ث ، ثابتی نال یقین رکھیں غیب منناں بات اک اوکھڑی اے
کہیا نبی کریم سرتاج نبیاں عیسی آوَ ناں بار پھر دو جڑی اے
اللہ پاک جنہاں تے فضل کیتا اونہاں نو ایک گل سوکھڑی اے
پچھے مہدی دے پڑھے نماز آکے شان امت محمد دی بڑی اے

ج، جدوں عیسی دوجی وار آوے دو فرشتیاں دے رکھ ہتھ کندھے
آوے شرقی منارے دمشق اتے مارے سوراں تے ہور صلیب بھنے
کھٹے کانے دجال گرجا پئے نوں باب لد تے رب دا حکم منے
جھوٹا عیسی اک اٹھیا قادیانی لگے مگر لنگڑے کانے دلوں انھے

ح ، حال اوہدا سنین کن دھر کے خالی رحم توں وانگ یہود ہویا
لک بنیا عیسی دے مارنے نوں ابراہیم تے جو ویں نمرود ہویا
جھوٹھ لاوندا ناوَں مجدد ان دے مکتو بات وچہ کہے موجود ہویا
میرے آونے دی اتھے خبر لکھی جھوٹھ بول کے ہور مردود ہویا

خ ، خدا دا خوف کر مرزیا اوئے لغو یات دا کی تینوں ہتھ آیا
دیکھ لئی تفسیر اس نیچری دی اتھوں چک مضمون توں ایہ چرایا

معنی باطنی توں کیڑھے گھروں کڈھے جھوٹھ نیچری دے جا کے .. لیا یا
تیرے چیلے کیوں نئیں پڑتال کر دے اکھاں اگے ہے کی انھیر چھایا

د ، دولت عرفان قرآن والی لبھے راہ حدیث والیاں نوں
تن قرآن دسے نبی خیر والے خیر ملے او ہناں مگر چلّیاں توں
اللہ پاک جے آپ ناکرے راکھی کون بچے شیطان دے ہلّیاں توں
سدا اللہ دا فضل توں منگ سعدی دور رکھے اوہ راہاں کولیاں توں

ذ ، ڈرا انصاف ہن منصفاں نوں دینا چاہیے رب دا پاس کر کے
نالے مہدی اے آپ امام بن دا ڈبا حرص وانگوں سور داس کر کے
اک مغل بچا عیسی بنن لگا دیکھو دین دا ستیاناس کر کے
نبی اپنے آپ نوں جاندا اے جھوٹے وحی الہام دا پاس کر کے

ر ، راز نیاز اس گال دا ہن اصل اصل میں کھول سناوندا ہاں
عیسی مر گیا آکھدا قادیانی ایس کوڑ دی وجہ جتاوندا ہاں
ایویں لکھیا اے بڈھے نیچری نے آو اوہدی تفسیر دکھاوندا ہاں

ز ، زور لا کے کوشش مگر والی عیسی مارن دے وچہ لا دتی
استعارے سب لفظ بنا دتے مورکھ عاماں دی روح پر چا دتی
الو پھیر مڑ مگر تقلید لگے جو کجھ کبھی سی عقل گواء دتی
سن لیا معصوم اک کادیانی انّھی امت مرحومہ بنا دتی

س، سنگ نہ آوندی جنھاں نوں مونہوں آکھدے چکدے مولنائیں
ظاہر کہن پیغمبری ختم ہوئی دلوں مندے ایہ مجہول نائیں
مغز پھٹیا اے عیسی منن خاطر سچا علم نکات دا دھول نائیں

ش ، شور پا یا ابن ہود نے بی اگے و چ دمشق دے پیار یا جی
اتحا دیاں چو ں بڑا زا ہد آ ہا رو پ عیسی دا او ہنے بھی د ھاریا جی
شیخ ابن تیمیہ نے رحمہ اللہ او ہدا جھوٹھ فریب نتاریا جی
کا د یا نی دی گل کجھ نو یں نا ئیں د یکھ د یکھ کے جا ل پساریا جی

ص ، سبر دے نا ل ہن بیٹھ بیبا کن کھو ل کے با ت سن عا شقاں دی
اللہ وا لیا ں نبی دے تا بعا ند ی مو من کا ملاں لا ئقاں فا ئقا ں دی
گوا چی اپنی جا ند ے گل چنگی بھا ویں گھیری ہو ئی ہو وے فاسقا ند ی
موسی نبی یہودیاں من لیتا ا چھے ضد ہے خود نالائقاں دی

ض ، ضد جے کجھ تینو ں مو ل نا ہیں نا ل عین انصا ف پڑ ھ پھیر میاں
نفی قتل صلیب بل رفعہ اللہ قر آ ن کھو ل کھا ں کر یں نہ دیر میا ں
قتلوں سو لیو ں عیسی بچا لیا او پر چک لیا فضلو ں گھیر میاں
پھر او نا ں عیسی دا گل سو ہنی مو من جا ندے نا ل دل پھر میاں

ط ، طالباں صادقا ں رد کیتا عیسی مر گیا نیچری بو لیا جاں
سو لی چا چڑ ھیا عیسی یہو دیا ں تے اہ دے نا ل ایہ کفر بی تو لیا جا ں
خو ب ا ٹھیا ساز مجددی دا گند نیچری دین و چ گھو لیا جاں
عیسی ما ر دے مگر پیا مرزا ہتھ دین ایما ن تھیں د ھو لیا جاں

ظ، ظا لم ا یڈی ا یڈی کو ڑ و ھڈ ے کد ے چک تحریف قر آ ن ما رے
کہے لیلۃ القدر ناں را ت کو ئی الف شہر دا نوا ں ای گیا ن ما رے
سا رے ملک تھا وں تھائیں جڑ ے ہو ئے عز را ئیل اوتھے بیٹھا جان مارے

ع ، عجب غرور نے پٹ د تا کہیں ایہ امت سا ری ہو ئی انّھی
متو فی آ یا پہلو ں را فعک دے ا و تھے اپنے منوں تر تیب منی

ذبح بقر پہلو پچھوں اذ قتلتم کا دیانیا کیہی تر تیب بھّنی
نہیں وا ؤ تر تیب دے وا سطے او یتری لغو اے سب تقریر ظنی

غ، غور دینا ل قر آ ن پڑ ھ تو ں قصے نار یاں تے جنت وا لیاں دے
حشر نشر دے بعد اے نا ر جنت مگر لگ ناں نیچری چا لیا ند ے
اللہ و چہ قر آ ن ہے رد کر دا تیری فتح تو ضیح ازالیا ند ے
مر دے سار نا ئیں دار الخلد مل دا پھٹ تیر یاں جھو ٹھ حوا لیا ند ے

ف ہفکر کرو تسیں چیلیو او دے ا کھا ں مل لئو تے کھو لو کن نا لے
اہدے حا ل مقا ل نو ں خوب د یکھو چھڈ دیو پیغمبری ظن نا لے
گل اوس الو وا لی کرو نا ہیں زندہ آ پ سمجھے رنڈی رن نا لے
حیلہ سا زیاں اہد یاں صا ف د یکھو مو نہوں شور پاؤن دھن دھن نا لے

ق ، قہر پو ے تینوں کا د یا نی کیکی زہر کفرا ندی و نڈ دا ئیں
رد کر ن حد یث رسو ل دی نو ں آ یت قر آ ن دی و نڈ دا ئیں
تیری جیہا ندا رب شیطا ن ہو یا کیو ں نا مو ت شیطا ندی و نڈ دا ہیں

ک کا نیاں کو ڑ ھیا ں منیاں توں نال کو ڑ ھ دے کھا ج بی ہون لگی
د کھ درد تے و مصیبت آ ن لگی لگی دین ایما ن دی ہو ن ٹھگی
نور ظا ہری با طنی دور ہو یا ہا ئے ہا ئے کی رب دی مار وگی
کا لس ظا ہری بی ہو ئی جمع اندر دل سیاہ ہو ئے ا کھ ہووے بگی

ل ، لج نا ئیں تینو ں اک ر تی پیش گو ئی تیں کدو ں صیح کیتی
بھلا کتھے ہے اوہ بشیر تیرا جیدی شا ن دی آ ہی تو ضیح کیتی
عیسی جسم دے نا ل نال چڑ ھن دی تو ں کیھڑی نص دے نا ل تصیح کیتی

م، مولوی شرع دے خادماں نوں توں بی کہیں ملوا نے قلندرا اوئے
بھنگ گھوٹ دا ہڑی صفا چٹ کر کے کسے جانے بیٹھ مچھندرا اوئے
وحی اپنی دخل شیطان کولوں دسے پاک تیرے جیہا چندرا اوئے
اجے اہل سنت بنیں قسم کھا کر پڑے ملحداں دیا پتندرا اوئے

ن ، نال تحقیق توں کدوں کیتا ثابت عیسی ہن نہیں آنائیں
پیش گوئی رسول مقبول دی نے پر ظاہر اپنے ہو جاونائیں
تینوں خبر نئیں استنبول اوتے قبضہ کافراں نے اجے پاوَنائیں
نسل علی دی وچوں امام مہدی مسلماناں دا تاج سہاوَنائیں

و ، ولی شیطاندے سب جھوٹے جیہڑے گل کہندے قسم کھا کہندے
میں ہاں نوح خلیل مثیل عیسی منوں اپنے آپ بناء کہندے
جھوٹھ موٹھ کتاب خداء اندر رائے اپنی نال ملاء کہندے
راسخ قدم نی آوَندے داوَ اندر سن کے ربنا لا تزغ چاء کہندے

ہ ، ہار یا دلی دے وچہ مرزا جدوں چھپن دی کوئی ناں جا پائی
باہر شرم دا مارا نکلے ناں نال رن دے کھیل دا لک مچائی
اوتھوں رات نوں نٹھیا لک چھپکے لوکاں ستیاں تے فرصت ہتھ آئی
جدوں آیا پٹیا لے اسحاق ہوراں اک عام جلسے وچ گت بنائی

لا ، لاہوت دے وچ جا کے پھر بحث دا شور مچایا جی
جدوں تنگ کیتا بو سعید ہوراں سیالکوٹ نوں اٹھ کے دھایا جی
اتھے بولیا تاں سیالکوٹیاں نے بو سعید نوں سد بلایا جی
سچ پہنچیا تاں جھوٹھ نٹھ تریا کوچ والا الہام سنایا جی

ء اصل د جا ل اجے آ وَ نا ں ایں ایہ مثیل مسیح دا آ ن پہنچا
لو کو د یکھنا وقت ہے ابتلاء دا بد عت کفر وا لا لے کے خوا ن پہنچا
اج ہور اک چو دھو یں صدی اندر د یکھو کر ن تحریف قر آ ن پہنچا
کلمہ اشہد میرزا کا د یا نی کا نے کو ڑ ھیا ں تائیں سکھلان پہنچا

ی ، یار اسلام دیا سا تھیاں او ئے میرے نا ل آ کھیں بار بار آ مین
مرزا و چ گمرا ہی دے دور پہنچا اللہ را ہ پا وے کہہ بزار آ مین
پڑ ھے پھیر اشا عۃ السنہ او نو یں کر ے رفع ید ین جہار آ مین
وا ر ے جا ییئے راہ اسلام او تے او چے ہتھ کر کے کہیں یار آ مین

سی حرفی دوم

(نتیجہ فکر: محمد سعد اللہ سعدی لدھیانوی)

الف ، اللہ دی حمد ثناء کر کے اہدے نبی تے بھیج درود میاں
جیڑے حکم تے چا بیاں مڑ ن پچھو ں ملے و چہ بہشت خلود میاں
اوہدے وا سطے اللہ تھوں پنج وا ری روز منگ مقا م محمود میاں
نبی عر ب وا لا تیرا پیشواء جا نیں اللہ نو ں اک معبود میاں

ب بد عتاں ول نہ مو ل جا ئیں بد عت وا لیاندے مند ے حا ل ہو سن
نبی کیہا قیامتوں اگے اگے کو ئی تیہہ کذا ب د جا ل ہو سن
نبی کہن گے اپنے آ پ تا ئیں جھو ٹھے د لا ں دے یہ خیا ل ہو سن
اک کا دیان و چہ د جا ل ہو یا اہدی جیہی جھو ٹھے خا ل خا ل ہو سن

ت، تمام امت او ہد ے بھا نے اپنی غلط فہم، رسو ل بنا دتے
کہے نبی نا ں سمجھ دے پیش گو ئی اینویں لو کا ں نوں لفظ سنا دتے
مینوں کشف و چہ د یکھ کے آ کھ دتا عیسی آ وٗ گا لو ک بہکاء دتے
عیسی سو لی چڑ ھیا مر کے خا ک ہو یا جھگڑے ایس امت و چ پا دتے

ث ، ثبو ت جے مو ت دا کو ئی منگے اگو ں لفظ تو فی دا جھٹ بو لے
را ت وا لی تو فی دا ذکر سن کے کر ے جھوٹھ دا پو تلا بل کھو لے
د غا باز نوں کو ئی نہ گل آ وے پیا دین و چہ نیچری گند کھو لے
منوں گھڑے الہا م اسرار دسے جی کھو ل کے جھو ٹھ طو فا ن تو لے

ج جداں جوا ب نہ کچھ آ وے کہے ضعف دما غ نے مار یا میں
اللہ پا ک نے اوہ مثیل عیسی جو ڑا زرد پہنا او تا ریا میں
بھا ویں بیٹھ کے ا ٹھ نہ سک دا ہاں تا ں بھی کم مر یدا ں دا سا ر یا میں
رن اک انو کھڑی لئے دتی نور دین ڈ با ہو یا تاریا میں

ھ حکم خدا ئی دا ہو یا مینوں ا حمد بیگ دی د ھی جو منگ دا ہاں
نا فر ما ن نہ ایس و چہ سعی کر دے رن پترا ں تو ں جدا ئی منگ دا ہاں
گئی سا ل دی جنتری ر ن بد ھی طا لب دو ستو نو یں پلندا ناں
اک کم دے و چہ دو کا ج ہو ندے سو دا بگڑ دا در شنی گنگدا ناں

خ، خیا ل کر یو ایہ پیش گو ئی دھی وا لے نوں غرض زمین دی اے
اک تھک کے ٹو بے نوں آوٗ آ خر پیاس جنہوں پا نی پین دی اے
طمع د ھمکیاں ایہ نو یں رن خا طر کیو ں مسیح نصرت ایہو دین دی اے
او پر ہیٹھ تیرا دو نوں کھل گئے او توں ر نگ و چو ں تھا لی نین دی اے

د، دس کہاں جھو ٹھیا پا پیا او ئے جیدا توں مثیل کہاوندائیں
تیری وا نگ د نیا و چہ رہا سی اوہ نا لے توں پتر کیہڑ ی ماوندا ئیں
بھا نڈا بھن چکا تیرا میر نا صر گلاں ا یڈ یا ں کا ہنوں بنا وندا ئیں
ہو چکیا فیصلہ آسمانی کیہڑا فیصلہ ہور سناؤندائیں

ز ،ذرا نہ خو ف دل چہ تیرے دشمن پاک رسو ل دے قو ل دا ئیں
جھو ٹھ مو ٹھ کر یں دعوی ایڈا و چ بھل گیا کیڑا کیدے بو ل دائیں
بنیں پت مجازی خدا دا تو ں مار یا ہو یا شیطا ن دے ڈھولدا ئیں
دعوی بحث دا و ڈیاں نا ل کر کے جدوں وقت آ وے پیا ہواہو ندا ئیں

ر ، ر ب دیاں قدر تاں د یکھ لے تو ں و چہ لو دیا نے کہیا خوار ہویا
مرزا صا حب نا ل توں گیا دلی دھی مر گیا سخت لا چار ہویا
او تھے عا لماں نے جدو ں گھیر لیا بحث وا سطے پھر تیار ہو یا
و چہ چا ند نی محل دے د یکھنے نوں جمع آ د می چار ہزار ہو یا

ز ، زور رئیس سب لا تھکے سا را بحث وا لا انتظا م کر کے
بھیجے لین سواری بی نا ل دتی حیلہ سا ز جھو ٹا کو یں گھروں سر کے
شیخ کل نذ یر حسین حضرت بیٹھے منتظر بحث دا د ھیا ن دھر کے
کیتا جھو ٹھ بہا نڑا جھو ٹھڑے نے گھرو ں پیر نہ چکیا مو ل ڈر کے

س، سا ریاں لو کا ں نے جا ن لیا مرزا گفتگو کر ن تھیں بھجدا اے
کچا وعدیاں دا جھو ٹا دعویاں دا خا لی ڈ ھو ل وا نگو ں اینو یں گج دا اے
او تھے جاں تھے جا ن دا خو ف مینو ں دسو ایہ حیلہ کیہڑ ے چج دا اے
اعتقا د گند ے ڈاڈاں ما ر دے دہن دا ؤ بازیاں نا ل ہن کج داا ے

ش، شرع دی گل نوں کرے ٹھٹھے اتوں ولی بن دا وچوں نیچری اے
کھان پین وغیرہ دی کی صورت او تھے عیسی دا جسم جے عنصری اے
لوٹ پوٹ رہندا ہو سدا ہوندا گردش وچہ جے ایہ چرخ چنبری اے
شب قدر تیئں اصلوں رات کجیء لکہ کے وچہ دتی بلی مکری اے

ص، صاف انکار اے فتح اندر براہین دی گل مردود ہوئی
عیسی آؤ جلال دے نال آخر اوہ ساری تفسیر نابود ہوئی
ہوکے ملہم ماموں جو لکھیا سی اج اوہ تحریر بے سود ہوئی
براہین تائید اسلام دی سی چوتھی جلد تے آن مسدود ہوئی

ض، ضعف آیا براہین تائیں جدوں فتح توضیح الہام ہویا
پہلوں عیسی سی جدوں ازالہ آیا او ہو زرد رو مہدی امام ہویا
خبر جنہاں بزرگاں دی آ دیندی ایہو سبھناں دا قائم مقام ہویا
اصل گل دجال دا پیش خیمہ وچہ قادیان ایہ غلام ہویا

ط، طمع تے حرص نے پٹ دتا ظاہر وچ خاصا مسلمان آہا
جدوں مدعی ہو یا مجددی دا مسلماناں نوں نیک گمان ہویا
احتیاط والا پاسا تکدے سن مَنن وچہ نہ کجھ نقصان آہا

....

ظ، ظلم کیتا ایس حد تائیں ظالم مدعی ہویا پیغمبری دا
دیکھو وچہ قرآن ما ینبغی لہ جوڑ وحی دے نال کی شاعری دا
شاعر مومناں باجہ فی کل واد وحی وا لیاں نوں کم منذری دا
کنے خوب مسیح بنائے اپنے دو کھ دور کیتا کیدی اعوری دا

ع، عا لما ں تا ئیں یہود دسے لک بنھ کے عیسی دے مار نے نو ں
کہے رب عیسا ئیاں دا مر ن دیو او ہد ے تھاں میں ہاں کم سا ر نے نو ں
نفی قتل صلیب بل رفعہ اللہ اینہوں پچھو ہے کی جتا ر نے نو ں
کو ن سمجھ دا اے رفع پا پیا او ئے سو لی چا ڑ ھ اد ھ مو یا او تا ر نے نوں

غ، غضب پوے تینو ں مر زیا او ئے مسلما ناں دے نا ل بی د غا با زی
ظا ہر کر یں حما یت اسلا میا ں دی عیسی نبی او تے کر یں تر ک تازی
او ہنوں کد ے تر کھان دا پت دسیں او ہد ے معجز ے کہیں نیر نگ سازی
جے میں چا ہا ں عیسی نا لو ں گھٹ نا ئیں مینو ں ہے مکروہ ایہ کھیل بازی

ف، فن و چہ اپنے ہیں پورا لاہ د تی اے شر م دی سروں لوئی
دا کھی ہتھ نہ پہنچیا تھوہ کو ڑی تیری مر زیا ایہو مثا ل ہوئی
مذ ہب سلف دا آ ہا کتا ب سنت چھڈ تر یا توں سب کی کر ے کو ئی
جا کے شیعاں کو لوں عبقا ت منگیں کر یں صحیح بخاری دی عیب جو ئی

ق، قد ر توں اپنی سمجھ مرزا نبیا نوا لے الہا م سناوندائیں
ظا ہر کر یں ایما ن منا فقا نہ د ھو کے و چہ عوام نوں پا وندائیں
نالے کہیں محدث نبی ہوندا النبی محدث گاوندائیں
نبیاں نا ل رلایا محد ثاں نوں جھو ٹھی توبہ دا شور مچاوندائیں

ک، کذ ب تیرا حدوں لنگ گیا مکتو با ت دے و چہ کی گل تیری
تیرے چیلے ہو ئے انّھے اکھیاں تھیں کیہی دتی ہے اوہناں نوں بھو ت پھیری
کد ے کہن عیسی تینو ں کد ے مہدی چھا گئ اکھا ں اگ کی انہیری
بہت جا ندے ہن تیرا حا ل و چو ں بھو لے بھا لے د یکھیں ذرا نظم میری

ل، لو ہب ہنکار نوں چھڈ دے تو ں مسلما ن ہن صا ف بن جا ء مرزا
دلوں جا ن دے بغض چنگیز خا نی مسلما ں نوں نا ں ستاء مرزا
تیرے بھلے دے وا سطے کہے سعدی باز آ مرزا باز آ مرزا

م،مغل کد فا رسی نسل ہو ئے ایڈے جھو ٹے طو فا ن کیو ں جو ڑ نا ئیں
خبر صا ف اے عیسی دے آ وبندی التعرا ریاں نا ل مرو ڑ نا ئیں
ساہ لین نوں نہیں ہواء اوپر پیا نیچری گند نچوڑ نا ئین

....

ن، نبی کیہا نہیں مو یا عیسی اوہ نے پھر دو جی وار آ وَ نا ئیں
کرو قتل دجال صلیب بھنو آ کے سو راں دا چھون مکاوَنا ئیں
گھراں و چہ پالن جھیڑے کھا ن وا لے گندے کم تھیں او ہناں ہٹا وَنا ئیں
کر یں مسخر ی چیلیاں و چہ بہکے لے کے نا وَں شکار ہنسا وَنا ئیں

و، وقت نئیں آ یا او نیدا دیر ہو ن توں کد ے گھبرا وَ نا ئیں
حشر آ وَ نا ئیں حشر آ وَ نا ئیں دیر ہو ئی دل و چہ شک لیا وَ نا ئین
ایہ شبھے ہن کا فرا ں ملحدا ندے اہنا ں د ھو کھیا ندے مگر جا وَ نا ہیں
بد ھے وقت او پر سا رے کم ہو ند ے اللہ پا ک اتے چھتی پا وَ نا ئیں

ہ ، ہلا ک ہو ئے تیرے جھے جھو ٹے جیھڑ ے رب رسو ل کہا گئے
لو کاں و چہ مشہور اے اج تا ئیں اک بخشی چند بتاء گئے
ابرا ہیم ہاں نو ح ہاں علی ہاں میں کئی تیری وا نگو ں شور پا ء گئے
بد ی تیتھوں بہ وہد کما گئے ، بیجے اپنے دا پھل کھا ء گئے

لا، لا ئقی سب تیری د یکھ چکے برا ہین سی دھوکے دی اک ٹٹی
مسلما ن آ ی تیرے دا وَ اندر دساں دساں رو پیا ندی بھری چٹی

سودا مک چکا لوگ ٹھگ لئے گھر جا وڑیا چک لئی ہٹی
آکے فتح توضیح ازالے لڑ نے رہی سی تیری مٹی ہورپٹی

ء ، استعار ے تیرے مر زیا او ئے تینوں دین ایما ن تھیں پٹ گئے
کو ئی، بنھ رستہ استعا ریاں دا اینوں با طنی بی کھلے گھٹ گئے
مغز کڈ ھیا شرع دا وا نگ تیرے روزہ ہور نماز سب چٹ گئے
سلف صا لحین دا مگر چھڈ نائیں پونجی آ خر ت دی او ھو کھٹ گئے

ی ، یا وری اللہ دی رات د نے پل پل گھڑی گھڑی منگ سعدی
پکی کر یں تو حید خدا ئی دی نوں چلیں شر ع دے را ہ نہ سنگ سعدی
اوس کا نے دے فتنوں دور رہیں چھو ئے اگ نو ناں ترا انگ سعدی
قلم وا ہ اللہ دے راہ اندر د یکھ د یکھ دشمن رہن دنگ سعدی

اہل سنت والجماعت دے اعتقاد دا بیان

وصیت دے طور اوتے

نتیجہ فکر: منشی سعد اللہ مرحوم

اللہ پاک نوں اک معبود جانیں
جیدی خلق ہے زمین آسمان پیارے
اوہنوں منتقم جان تے قہر والا
نالے سمجھ رحیم رحمٰن پیارے
اوہدے سخت عذاب دا خوف رکھیں
لکے ظاہری چھڈ عصیان پیارے

نا امید نا رحمتوں کدی ہوئیں
عفو مغفرت دا رکھیں دھیان پیارے
سورج لہندیوں چڑھے نا جدوں تائیں
بوہا توبہ دا کھلا ہر آن پیارے
کوئی عمل ہووے نیت پاک رکھیں
کریں نال ایمان احسان پیارے
لیکھے آدموں عرب دے نبی تائیں
سبھاں پیاریاں نوں سچے جان پیارے
اللہ ولوں توریت زبور آئی
حق من انجیل فرقان پیارے
بندے اللہ دے پاک فرشتیاں تے
رکھیں صدق دے نال ایمان پیارے
رکھ پاک یقین قیامت اوتے
عمل سب ایس بن رائگان پیارے
نیکی بدی تقدیر خدائی دی اے
ایس وچ کجھ شک نہ آن پیارے
آون قبر دے وچ نکیر منکر
ہوندا بندیاں دا امتحان پیارے
عیسی پھر قیامتوں اگے آؤ
اس گھڑی دا ایہ نشان پیارے
من لین یہود عیسائی اوہنوں

کڈھے کانے دجال دی جان پیارے
عیسی مقتدی مہدی امام ہووے
ایڈی ایس امت دی ہے شان پیارے
پہلاں ہور بی کئی دجال آؤن
دیکھ دیکھ نہ ہوئیں حیران پیارے
دنیا وچ جان بدعتی کرن جھگڑے
تنکڑا پھڑیں حدیث قرآن پیارے
جدوں نبی دا قول صحیح لبھے
کریں اس تے جان قربان پیارے
نہیں اوہ مومن جیہڑا جان دا ہے
میرے سامنے مال تے جان پیارے
اکھاں دل دیاں دے اگے سدا رکھیں
نبی صاحب دا ایہ فرمان پیارے
پچھیں مسئلہ دین دا عالماں توں
جیہڑی گل وچہ ہوویں انجان پیارے
نبی باج نہ کسی دی ہور منیں
ٹکڑے ہون بھاویں استخوان پیارے
ابو بکر تے عمر عثمان حیدر
جانیں دین دے چار ارکان پیارے
بڑے مجتہد دین دے وچ مالک
احمد شافعی ہور نعمان پیارے

اوہناں باجھ بی مجہتد بہت ہوئے
سمجھ دین دی کیتی آسان پیارے
سبھاں دین وچ سعی مشکور کیتی
حق اہناں دے سنگ رضوان پیارے
نفع موموناں مردیاں تائیں دیوے
دعا خیر خالص پن دان پیارے
سکھیں دین جا کے کسی متقی تھیں
مریں پاک ہو کے مسلمان پیارے
سدا وچ دنیا نہیں رہیا کوئی
جاناں اک دن وانگ مہمان پیارے
منگیں رحم تے مغفرت رب کولوں
سعدی واسطے نیک سامان پیارے

سہ حرفی ارڑ پوپو

(از نتیجہ فکر: منشی سعد اللہ لدھیانوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیڑے مدح گو کہن مرزیا تئیں
ایہے خوش آمدی یار تیرے
تینوں جھڑک ملامتاں کرن والے
اوہو مرزیا ہن دوست دار تیرے
نورا حسو مبارکا لنگا حمو
ڈوبو یا رہن ایہ پنج چار تیرے
گھٹ ہوں گے وانگ عباس علی
خیر خواہ دردی غم خوار تیرے

الف، ارڑ پوپو اک قادیانی
پیش گوئیاں دے تیر چلاوندا اے
پیش گوئی دے باج نہ گل کوئی
نویں نویں الہام سناوندا اے
پت جمناں کہے تاں دھی جمے
دوجے حمل دی پھر ٹھہرا وندا اے

اوہ پت موعود بھی جم مریا
پھر اک دے دو بنا وَندا اے

ب، بہت ذلیل تے خوار ہویا
نواں سالاں دی ہور تاریخ پائی
ایس گل نوں بھی باراں سال گذرے
واری اس موعود دی نہیں آئی
جلسے وچہ ہاری اک ہور بازی
آتھم نال جد مرن دی شرط لائی
سعدی دیکھ سلطان دی زندگی نے
پائی سر وچ دیوث دے کھیہ پائی

ت، تاڑ گئے تینوں سمجھ والے
مرزا جفر یا اک رمال ہیں توں
ٹھگیں احمقاں گھٹ دے پوریاں نوں
کیہا پاوَندا مکر دا جال ہیں توں
بنیں کنک بناں کالے منہ والے
کدی لیاوَندا کدے بال ہیں توں
مو من جان دے چودھویں صدی اندر
اوہناں تیہاں چوں اک دجال ہیں توں

ث، ثابتی نال ایمان والے
تینوں مرزیا بہت سمجھا چکے
حیلے بازیاں نال توں رہا نچ دا
بحث گفتگو ول بلاء چکے
سیالکوٹ، لاہور ، پٹیالہ ، دلی
تیرے منہ سارے کھیہ پا چکے
لودیانیوں بھی تینوں کہے سعدی
بھرے جلسے دے وچ بجھا چکے

ج، جم کے گھر مسلمان دے اوئے
مسلماناں دا توں مددگار بنیاں
مسلماناں نے نیک گمان کیتا
خاصہ اچھا تیرا کاروبار بنیاں
تیرے خوب رسالڑے بکن لگے
چنگا کتب فروش تجار بنیا
سعدی کہے او مرزیا غضب کیتیو
نورے کانے دا توں کاہنوں یار بنیاں

ح، حوصلے سب تیرے پست ہوئے
براہین سراج منیر والے

اوہناں دناں تھوں تیری ہوا بگڑی
جدوں ہوئے الہام بشیر والے
پہلوں کڑی جمی پھیر جمیاں اوہ
جدوں مویا تاں عذر تعبیر والے

اوہ سب خوش خبریاں کھسر گیاں
چھنگے رکھ ایہ ورق تقریر والے

خ، خاص مرید عباس علی
وچ صوفیاں نیک نہاد بندہ
اللہ فضل کیتا اوہدے حال اوتے
تیرے دام تھیں ہویا آزاد بندہ
جڑاں پکیاں شاخ آسمان اندر
پٹ گیا اوہ تیری بنیاد بندہ
اللہ پاک اگے کرے عرض سعدی
رہے وچ بہشت اوہ شاد بندہ

د، دماں دا کجھ وساہ نائیں
آہ مونہہ اسلام ول موڑ مرزا
بنیں نبی رسول مسیح مہدی
ایڈ جھوٹھ طوفان نہ جوڑ مرزا

تینوں رہیا ناں خوف عذاب دا اوئے
ناں بہشت دی کجھ لوڑ مرزا
اگے بہت دجال مکار گذرے
توں ہین سبھناں دا عرق نچوڑ مرزا

ذ، ذرہ نہ خوف حیاء تینوں
اینیں گلیں گدڑ نہیں شیر ہیں توں
جھوٹھا اپنے منہ تھیں آپ ہوویں
سچا بنیں پھر ایڈ دلیر ہیں توں
سرو سری تڑی تڑا پینڈیاں تے
مار اب کے بولدا پھر ہیں توں
بے حیاء ہویا ہو سیر کوئی سب تھیں
ودہ مرزا سوا سیر ہیں توں

ر، راستی سچ دے دشمناں اوئے
کدی بھل کے سچ بی بولیا کر
بیت فکر تیرا بیت کفر ہویا
راہ دین ایمان دا ٹولیا کر
کلا بیٹھ اندر گوشے ہو نادم
خوف اللہ دے تھیں کدے رو لیا کر

سعدی کہے او مرزیا مرن آخر
ایڈے ایڈے توں کفر ناں تولیا کر

ز، زور والے کدھر گئے حملے
کدھر گئی اوہ مدد شیطان والی
تیرے دل وچ زعم پیغمبری دا
تدے دین ایمان تھیں ہویا خالی
جتھے کال منگیں اوتھے ساں ہووے
جتھے ساں منگیں ہووے قحط سالی
جنہوں رنج دیویں اوہنوں خوشی لبھے
ہریا بھریا چاہیں سک جائے ڈالی

س، سارے جہان دے دغے بازا
کدھر گئے اوہ قول قرار تیرے
مدد کروں گا دین اسلام دی میں
مسلمان ہوون مدد گار میرے
کیتی اہل اسلام نے مدد تیری
لگن نت وچ کادیان نویں ڈیرے
کھا پی ستوں دیکھے زور سعدی
براہین خاطر لوگ پان پھیرے

ش، شرم حیاء دی لاہ چادر
کڈھے فتح توضیح رسالڑے اوئے
کتھوں کڈھ لیایا شزیاں جلیاں توں
پہلوں جھلک دے آ ئے دوشالڑے اوئے
تیرے کفر نے عمل برباد کیتے
ککھ رہا ناں نیکی دے پالڑے اوئے
سعدی کہے ازالہ ایمان دا ہن
ایہ تیرے آئینے ازالڑے اوئے

ص، صاف ثابت ہویا کفر تیرا
عیسی نبی نوں جد سولی چاہڑیا توں
اوہدی موت دا ہن اشتہار دتا
براہین دا ورق اوہ پاڑیا توں
سعدی مدتاں تھیں تینوں کہے مرزا
کاہنوں آپنا آپ اوجاڑیا توں
رن پت چھڈے نویں ویاہ خاطر
کی کی دھمکیاں دتیاں لاڑیا توں

ض، ضال مضل ہو گیا مرزا
مگر لگ علی گڑھی نیچری دے

اس بڈھے نے آکھیا بچیاندے
کھیل آہے اعجاز پیغمبری دے
سعدی ایس رسالیاں وچہ لکھے
اوہ معجزے شعبدے سامری دے
دعوی وحی الہام دے وچہ ظالم
کرے نال پیغمبراں ہمسری دے

ط، طول تقریر نوں ایڈ دیوے
جھوٹھ موٹھ دا اک طومار بنّھے
رولا پاء ماری مت چیلیاں دی
اکھیں پاء گھٹّا کر لئے انّھے
کادیانی دے مگر قطار چلے
اک دوسرے دے رکھ ہتھ کنّھے
سعدی کہے انھیوں کھوہ اگے
انہاں عقل والے باجھ کون بنّے

ظ، ظلم دی حد نہ رہی کوئی
بنیا بے حیا پت خدا دا اے
ایسا ساک وچ عیسی نوں کرے سانجھی
کی ڈھنگ دیکھو بے حیا دا اے

ٹھگے مورکھاں نوں کہہ کے استعارہ
جیہڑا کم اس قوم ترسا دا اے
اصل وچ کتابیاں کولوں مرزا
لفظ سکھیا نـــحـــن ابـــنـــاء دا اے

ع، عاق بیٹے زن طلاق دتی
احمد بیگ دی دھی بیاہونے نوں
کئی سال غریب نہ کسے بیاہی
بری رسم دا شگن مناونے نوں
زوجہ نال الہام بنا بیٹھا
جگ وچ توں نک وڈھاونے نوں

غ ، غیر ت و شر م دے دشمنا او ئے
زوجـــنـــاکھـــا ہویا الہام تینوں
دیکھ نال تقدیر خدائی دے
چھڈ گئی اوہ کیا ناکام تینوں
کدھر گئی تزویج تجویز تیری
کیتا نفس نے کیہا بد نام تینوں
شابا تینوں سلطان محمد اوئے
برکت مند ہووے دلا رام تینوں

ف، فکر مرزا نئیں آخرت دی
طمع عیش دنیاوی نے پٹیا توں
مسلمان بنیا رہندا سدھر پدھرا
بن کے اڑ پوپو کی گھٹیا توں
پہلوں مدعی مجددی دا آہا
ٹھوٹھا نیچری دا آخر چنیا توں
عیسی بنن خاطر کہیں زرد چادر
زردی مر شدی ہٹیا کٹیا توں

ق، قہر پوے تینوں کادیانی
گل عالماں دی نئیں من دا توں
اہل علم نوں کہیں بد ذات کھوتے
کریں حکم سب نوں حسن ظن دا توں
جہیڑی گل دا لوکاں نوں حکم دیویں
آپے اوس نوں نہیں پہلوں من دا توں

ک، کید تیرے جدوں ہوئے ظاہر
کیہا عالماں نے تینوں کادیانی
وچوں جلسیاں دے نٹھ جائیں
لکھیں گھر بیٹھ کر فیصلے آسمانی

دیویں آپ اعلان مباہلے دا
جدوں کوئی سدے تیری مرے نانی
نال دین اسلام دے دشمنی ہے
اوہو رسم قدیم چنگیز خانی

ل، لج تینوں نئیں آوندی اوئے
عبد الحق دے توں ہتھ دیکھ چکا
پھیر کہیں مباہلہ کرو کوئی
توں نیڑے حیا دے نئین ڈھکا
آتھم اگے الہام دی گپ لاکے
کھادا غضب الہی کیہا مکا
سعدی کہے کیوں مرزیا دلوں تیرے
اوڑ خوف خدائی دا گیا اکا

م، مال حرام دے کھان خاطر
پاک نبیاں نوں نال رلاوندائیں
کیہا مال ہووے کتوں لبھ جاوے
نوکر اپنا بھیج منگاوندائیں
عطر کسبی دا جھوٹھیا ظالما اوئے
عیسی نبی دے کپڑے لاوندائیں

بنیا آپ مثیل نہ اوہناں دا توں
اوہناں تائیں مثیل بناوندائیں

ن، نک وڈھا کے جیوندائیں
منہ کج ذرہ کجھ شرم کر اوئے
اک وار ہوشیار پور جا مرزا
چپھی مار کے چوء وچ ڈب مر اوئے
چھڈ ایہ رمالیاں ہو تائب
غیب دان اللہ کولوں آء ڈر اوئے
پند سعدی دی خالی ہے غرض کولوں
برخور دار بن سوچ کر کن دھر اوئے
ورثیوں پت محروم کرکے
زمین رن دے ناں ویں رہن کیتی
سچ دس کھاں ایہ کاہدا قرض چڑھیا
اوڈی کی سختی تیرے نال بیتی
کیتے ہضم کتاباں دے سیکڑے تیں
کیہی غضب دی مرزیا بھنگ پیتی
پتاں والی نے کی قصور کیتا
نویں ویاہ دی بری جے نہیں سیتی

ہ، ہور ناں معرفت ہوئی حاصل
ایس باجھ دجال دے کھوتیا اوئے
عیسی مر گیا مر گیا کریں ٹین ٹین
علی گڑھی بڈھے دیا طوطیا اوئے
عیسی بن دیاں شرم نہ آئی تینوں
النقوا دادی دیا پوتیا اوئے
سعدی کہے ناں مات بن گل تیری
وچ بحر مردار منہ دھوتیا اوئے

ل، لائق ایسا جمیاں توں سارے
سلف تے شرک دا عیب دھریا
کہین خلق طیور احیاء موتی جنہے
منیاں اوس نے شرک کریا
عیسی نال کیوں دشمنی اڈی
تینوں سولی چاڑھیں تے کہیں ناکام مریا

ک ، کاف نوں میرا کاف نون ربی
آپ لکھن لگا ذرہ نہیں ڈریا
آتھم عیسائی جد نا مریا آکھیں
ایس دے دل وچہ خوف آیا

جدوں اوس نے کیہا میں نئیں ڈریا
اگوں قسم انعام تے زور پایا
پٹی والا رقیب جد رہیا زندہ
جندہ مرزیا آپنے منہ لایا
کوئی قسم نہ کجھ انعام اوسنوں
جھوٹے دل وچ خوف دا پیا سایا

ی ، یار تیرے کرن خوار جنہاں
تینوں نبی رسول بنایا اے
جو کجھ بنیں اوہ کرن تصدیق تیری
تیرا حق طغیان ودہایا اے
سعدی شکر جناب خدائی دی نوں
دھیان جاگیاں نہ ادھر آیا اے
موری وحی الہام دی بند کیتی
ڈاٹ قلم دا ٹھوک کے لایا اے

لطیفہ

روپ عیسی کا ہاں بھرا تو نے
کام دجال کا کیا تو نے
تو نے جیسا کہا سنا ویسا
ہے مثل سچ جیسے کو تیسا

بہت ہیں توں تو رمال ارڑ پوپو
ہے بڑھ کر سب سے دجال ارڑ پوپو
عجب یہ مرسل یزدان بنا ہے
نحوست شیوہ بد فال ارڑ پوپو
نشان و معجزات اس کے نئے ہیں
کتابوں سے ٹھگے مال ارڑ پوپو
ولادت کے ہیں یا مرنے کے اخبار
اڑاتا ہے جو ہر سال ارڑ پوپو
کہا جب ہو گا لڑکا آئی لڑکی
ہوا ایسا کہ بد حال ارڑ پوپو
حیات خصم یا موت پسر کو
سکا ہرگز نہ کچھ ٹال ارڑ پوپو
خداوند عالم ہے نگہبان
نہ بیکا کر سکے بال ارڑ پوپو
بشیر ادبار تجھ کو دے گیا ہے
نہ کر توں اقبال ارڑ پوپو
نہ یوں سعدی کو دھمکا کادیانی
سمجھتا ہوں تری چال ارڑ پوپو

...

فتنہ مرزا نے کرکے یہ برپا
اسم پنج آب با مسمی کیا
لیک آن ذات کو یک آبی شد
تف بر آں کس کو پنج آبی شد
مرزا بھی تو کرتا ہے دعوی
کہ میں ہوں پارسی نسل والا
اس میں نکتہ یہ اس نے ہے رکھا
پانچ میں اک تو پارسی ہو گا

تو بھی مادر سے ذات پوچھ تو لے
اس پہیلی کی اس سے بوجھ تو لے
ذات اپنی تو پہلے ٹھیک کر
پھر کسی کی صفت پہ کی جیو نظر
اف رے کاذب دروغ کے پتلے
سب بیانات تیرے ہیں جھوٹے

بسم اللہ الر حمن الر حیم

مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت

سوال وجواب کے پیرایہ میں

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

مسلمان۔ کادیانی صاحب آپ قرآن کریم کو مانتے ہیں؟

قادیانی: مانتے ہیں۔

مسلمان: اہل اسلام کے عرف میں لفظ قرآن کتنے معنی پر بولا جاتا ہے۔

کادیانی؛ تین معانی پر۔نقوش(ا)اور الفاظ،اور معانی

مسلمان: قرآن مجید کس کا کلام ہے؟

کادیانی: اللہ تعالی کا۔

مسلمان: اللہ تعالی نے کیا اتارا تھا،نقوش یا الفاظ یا معانی یا تینوں،یا ان تین میں سے کون سے دو۔

کادیانی: الفاظ اور معانی اتارے تھے۔

مسلمان: الفاظ کے اتارنے کے کیا معنی ہیں اور معانی کے اتارنے سے کیا مراد ہے؟

کادیانی: الفاظ کے اتارنے کے معنی الفاظ کا سنانا اور پڑھا دینا اور معانی کے اتارنے سے مراد معانی کا سمجھا

دینا۔

مسلمان: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بلا واسطہ قرآن پڑھا اور سمجھا دیا تھا، یا باواسطہ۔

کادیانی: باواسطہ۔

مسلمان: وہ واسطہ کون ہے؟

کادیانی: روح القدس۔

۸۱۱۲۔ مسلمان: روح القدس کس کا نام ہے؟

کادیانی: ایک درجہ کی محبت (۲) خدا کا نام ہے۔

مسلمان: کادیانی صاحب آپ نے یہ جواب بسلامتی حواس دیا ہے؟

کادیانی: ہم اہل اسلام کے عقاید کے منافی (۳) نہیں کہتے۔ جبرائیل ایک ایسی آسمانی روح کا نام ہے جسکا سورج سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے اس روح کا آفتاب سے جدا ہو کر زمین پر آنا ناممکن اور محال ہے۔

مسلمان: جناب پھر ایسی مقید روح کے وحی لے کر آنے کے کیا معنیٰ؟

کادیانی: وحی (۴) ایک خاص درجہ کی محبت خدا کو کہتے ہیں اور اس روح کے آنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح (۵) سورج کی گرمی اور روشنی ہر چیز کی استعداد کے موافق فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح یہ روح فائدہ پہنچاتی ہے اور ہر انسان کے دماغ اور دل پر اس کا اثر اور عکس پڑتا ہے اور میرا یہاں تک ایمان ہے کہ پاگل اور زانیہ عین حالت زنا میں بھی اپنے حصہ کا یہ اثر پا لیتے ہیں۔

مسلمان: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو سارا قرآن بخوبی سمجھا دیا تھا یا کسی بات کے سمجھانے میں کچھ کسر باقی رہ گئی۔ اور محمد ﷺ نے سارا قرآن بخوبی سمجھ لیا تھا یا کسی بات کے سمجھنے میں غلطی بھی واقع ہوئی ہے۔

قادیانی: بعض (۶) باتیں اللہ تعالیٰ بھی بخوبی نہیں سمجھا سکا، اور محمد ﷺ سے بھی بعض باتوں کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی۔

مسلمان: جب بعض قرآن کے سمجھنے میں غلطی واقع ہونے کا آپ اعتراف کر چکے تو باقی کے سمجھنے میں بھی وقوع غلطی کا احتمال پیدا ہو گیا۔ لہذا سارا قرآن پایہ اعتبار سے ساقط ہوا؟

مسلمان: جتنا اور جیسا کچھ قرآن اللہ تعالی کے سمجھانے سے مرزا قادیانی نے سمجھا وہ کسی کو سمجھا بھی گئے یا وہ بھی ساتھ ہی لے کر راہی عالم بقا ہوئے؟

قادیانی: یہ نماز وغیرہ جس پر تعامل پایا جاتا ہے قرین قیاس ہے کہ آپ کی تعلیم سے ہو۔ باقی پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں: جب خود انبیاء(۷) سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے، (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۱)

مسلمان: آپ حدیث کو مانتے ہیں؟

قادیانی: ایک شرط سے مانتا ہوں حدیث کا وہ حصہ جو اخبار اور مواعید اور قصص اور واقعات گذشتہ سے متعلق ہے اس شرط سے قبول کیا جائے گا کہ قرآن کریم کے اخبار وغیرہ سے معارض نہ ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸۶۲)

قادیانی کی اس نئی روشنی کا ماحصل

قرآن شریف محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے نہ اللہ تعالی کا۔ حضرت ﷺ کے دل میں اللہ تعالی کی محبت کا نہایت درجہ کا جوش پیدا ہوا اور ایک ایسی روح آسمانی مجوزہ قادیانی کا جس کا آفتاب سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے وہاں سے چھوٹنا محال ہے نہایت درجہ کا اثر اور عکس حضرت کے دل پر ہمیشہ پڑتا رہا۔ اسی واسطے حضرت ﷺ نے قرآن شریف خود تالیف کر کے خلاف واقعہ اللہ تعالی طرف منسوب کر دیا اور اس میں ایسی آیتیں بھی درج کر دیں جن کا صحیح مطلب خود بھی نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ: یہ شخص اصل میں بانی نیچر کا چور چیلہ ہے اس نے زیر آیت و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ خدا تعالی اور پیغمبر ﷺ میں کوئی ایلچی نہیں ہے اور نبوت مثل دیگر قوی انسانی کے ایک فطرتی چیز ہے اور نبوت اور وحی اور جبریل اور قرآن جو کچھ ہے سب پیغمبر کے دل ہی دل میں سے ہے باہر سے کچھ نہیں آیا۔ وہی بات اس شخص نے چرا کر لکھ دی ہے مگر اپنے منصب تلبیس کی کاروائی کے بعد (۸) اصل میں اسی طرح رہے صحیح دیکھ کر بھی۔

تنبیہ: یہ شخص الفاظ وہی بولتا ہے جو اہل اسلام بولا کرتے ہیں مگر معانی ان کے اور مراد رکھتا ہے اس

کے قرآن کریم کو ماننے کی حقیقت تو خوب کھل چکی اسی طرح دیگر ایمانیات پر اس کا ایمان سمجھ لو مثلاً

مسلمان: آپ خدا تعالی کو مانتے ہیں؟

کادیانی: مانتے ہیں۔

مسلمان: کس طور پر مانتے ہو جس طور پر آپ کا جی چاہے یا جس طور پر خدا تعالی نے خود تعلیم کیا ہے؟

کادیانی: جس طور پر خدا تعالی نے خود تعلیم کیا ہو۔

مسلمان: خدا تعالی نے وہ طور پر آپ کو بلا واسطہ تعلیم کیا ہے یا باواسطہ؟

کادیانی: باواسطہ۔

مسلمان: وہ واسطہ کیا ہے؟

کادیانی: وحی۔

مسلمان: کس کی وحی۔ کیا وہ وحی جو آپ پر نازل ہوتی ہے یا جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔

کادیانی: جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔

مسلمان: اس وحی کے نازل ہونے کے کیا معنی ہیں؟

کادیانی: ایک درجہ کی محبت یا روح مذکور کا اثر اور عکس یا مثلاً

مسلمان: آپ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں؟

کادیانی: مانتے ہیں۔

مسلمان: رسول کس کو کہتے ہیں؟

کادیانی: جس کو وحی آتی ہے۔

مسلمان: وحی کس کو کہتے ہیں؟

کادیانی: ایک درجہ کی محبت کو یا روح مذکور کے اثر اور عکس کو

مسلمان: یہ محبت اور اثر اور عکس غیر رسول پر بھی پڑتا ہے یا نہیں؟

کادیانی: حسب استعداد سب کے دل پر پڑتا ہے۔ بلکہ میرا یہاں تک ایمان ہے کہ پاگل اور زانیہ پر عین حالت

زنا میں (جب....ہوئی ہو) بھی ضرور پڑتا ہے

مسلمان: جناب آپ کا ایمان آپ ہی کو مبارک ہو۔ آپ کے حریف سعدی نے کیا خوب کہا ہے:

و یو م القیا مۃ تر ی الذین کذ بوا علی اللہ و جو ھھم مسودہ

کذب کی عادت ہیں جو اللہ پر ڈا لے ہو ئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
رمل جفاری نہ چھوڑیں گو اٹھائیں ذلتیں
بے حیا کیا جھو ٹ کے سا نچے میں ہیں ڈھا لے ہو ئے

سارے جہان کے جھوٹے مسیحوں
کی تردید کا بے مثال نغمہ

(منشی سعد اللہ لدھیانوی)

ہند کا عیسی جھوٹا ہے ۔ قید سے کانا چھوٹا ہے
کالا کاگ کلوٹا ہے ۔ باغ فتن کا بوٹا ہے
قہر غضب کا ٹوٹا ہے ۔ ہائے نصیبا پھوٹا ہے
حشر نے ما تھا کو ٹا ہے ۔ کفر نے دین کو لو ٹا ہے
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

ڈھول بجا بھئی ڈھول بجا ۔ پنچوں کا ہے بول بجا
کب ہے جھوٹ کا خول بجا ۔ بحث میں ٹال مٹول بجا
خالی کنویں میں ڈول بجا ۔ دلی سے تا کول بجا
لندن لیورپول بجا ۔ کہتا ہے لڑکوں کا غول بجا
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

بول بھلا بھئی بول بھلا ۔ کانے کا خول بھلا
دورن بجتا ڈھول بھلا۔ کونے بہتر ڈول بھلا
تجھ سے مسیح کول بھلا ۔ نکلا ہے یہ جھول بھلا
لال کتڑی کھول بھلا۔ جھوٹے کا کیا مول بھلا
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

مکر کی گٹھڑی کھولی ہے ۔ ہولی ہے بھئی ہولی ہے
پاس کتاب کی جھولی ہے ۔ ہولی ہے بھی ہولی ہے
خاص مریدوں کی ٹولی ہے ۔ ہولی ہے بھئی ہولی ہے
جٹ ہے کوئی تنبولی ہے ۔ ہولی ہے بھئی ہولی ہے
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

منکر ختم رسالت کا ۔ یعنی مہر خاتم نبوت کا
ظاہر دشمن حضرت کا ۔ مصحف رب عزت کا
بانی فسق و بدعت کا ۔ طالب ہے پھر جنت کا

جا ہل ہے یہ بری مت کا ۔ جا ٹ ہے گو یا سنپت کا
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

ٹرّ ٹرّ ٹرّ ٹرّ ۔ بات سمجھ یا بھاڑ میں پڑ
یہاں نہ چلے گی کچھ بڑ بڑ ۔ دہلی ہے یہ یا پٹ پڑ
دور پرے چل ہٹ کے سڑ ۔ گھر میں بیٹھا پا ئے گھڑ
مثل مسیح بنا مکر ۔ شیر کجا و کجا گیدڑ
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹاہے

بحث ہے تیری لا طا ئل ۔ تجھ کو سمجھیں گے لا ئل
قا ئل ہو گا کیا قا ئل ۔ جھو ٹے ہیں تیرے سب قا ئل
توہے نبوت پر ما ئل ۔ چپ ہے پیش ہر سا ئل
تیغ فسق سے ہے گھا ئل ۔ کفر کا پردہ ہے حا ئل
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

بحث سے د یکھو بھا گ چلا با غ سے کالا کا گ چلا
بن سے بڈ ھا نا گ چلا کھیت سے بتھوے کا سا گ چلا
علم سے مو ڑ کے با گ چلا بحر سے ٹوٹ کے جھا گ چلا
بھا گ چلا بے بھا گ چلا ۔ سچ کا ستارہ جا گ چلا
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

کب ہے تو موعود مسیح۔ یہ دعوی ہے کذب صریح
ورنہ بحث میں کر تنقیح ۔ تا ہو مطلب کی توضیح
کانے کے نام کی پڑھ تسبیح ۔ کر نہ مسیح کی ہجو ملیح
ہے یہ بے شک فعل قبیح ۔ کاذب ہے یہ مسیح و فصیح
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

ہند میں نکلا ہے دجال ۔ جسکی چال میں ہے بھونچال
جس کے چیلے ہیں جہال ۔ جسکی برکت سے ہے کال
خوب بچھایا مکر کا جال ۔ ظاہر ہے مخلوق پہ حال
جھوٹی ہے سب قیل و قال ، بچے بچے کا ہے خیال
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

در در در در در ۔ چل دے یہاں جاہل لر
نغمہ میں تیری تال نہ سر ۔ جھوٹ کے باندھے تو نے گر
عبد درہم کب ہے حر ۔ نقد دین کا کیسہ بر
کانا باقی کر کر کر۔ سچ کہتے ہیں حق ہے مــــــــر
جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے ۔ جھوٹے کا دعوی ٹوٹا ہے

شہرت جب مطلوب ہوئی ۔ حکمت سب مسلوب ہوئی
بدعت جب مرغوب ہوئی ۔ سنت سب محجوب ہوئی
بدعت جب محبوب ہوئی ۔ لطنت سب معتوب ہوئی

تم سے خودی منسوب ہو ئی خو ب ہو ئی بھئی خو ب ہو ئی
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

بات ہے تیری جھمیلے کی ۔ حجت طاقت ڈھیلے کی
کھا لے پھلیاں کیلے کی ۔ چیز ہے دلی کے میلے کی
کر تیاری ٹھیلے کی ۔ ٹانگ پکڑ لے چیلے کی
کانی ہے جو کریلے کی ۔ دو کوڑی کم دھیلے کی
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

پیغمبر کی یہ سچ ہے با ت۔تیس ہیں سب د جا ل صفات
ہیں وہ دشمن مخلوقا ت ۔ یعنی مضل جملہ جہات
شا ید تا بع ہیں جنا ت ۔کر تے ہیں جن سے معلو ما ت
وہم سے کیونکر ہو نجا ت ہے شیطا نکے ہا تھ میں ہا تھ
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

کلمہ پڑ ھ کے تو بہ کر ۔ تیری کہا نی ہے گھر گھر
با طن پر کر لیجیئے نظر ۔ مہر ضلالت ہے دل پر
شکل بشر ہو پر ہو ب شر ۔کرنا ہے عقبی کا سفر
موت ہے سر پر مو ت سے ڈر ۔ور نہ کہے گا یوں مسٹر
جھو ٹا ہے بھئی جھو ٹا ہے ۔ جھو ٹے کا دعوی ٹو ٹا ہے

اب دام مکر کسی اور جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

حاشیہ جات۔

ا۔نقوش حرفوں کی شکلیں جو قلم سے لکھی جاتی ہیں اورالفاظ وہ آوازیں جو ان نقوش کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہیں اور جس مراد سے لفظ بولے جاتے ہیں۔اس مراد کو ان لفظوں کے معانی کہتے ہیں

۲۔:اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک عمومی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قوی میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی دل سوزی اور غم خواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ کے نقش پاک میں موجود ہے۔ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔(توضیح المرام۔ص۲۲)

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الہی لوح قلب انسان کو اس قدر گرم کر دیتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔(توضیح المرام۔ص۲۴)

ہے مرکب وہ جہل میں ایسا
جیسے کیچڑ میں پھنس گیا بھینسا
دل ہے مرزا کا یا وہ پتھر ہے
ہے زبان مونہہ میں یا وہ اخگر ہے
وہ مسافر بشکل انسان تھا
لیکن باطن میں پورا شیطان تھا
کیسے عیسی اور اس کے چیلے ہیں
پیٹ بھرنے کے سب جھمیلے ہیں
واہ کیا نام اس نے پایا ہے
جس سے شیطان بھی مسکرایا ہے

۳۔ :اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت ان عقاید سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔(توضیح مرام۔ص۲۹)

۴۔:پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب دیں۔(توضیح المرام ص۳۲۔۳۳)

:مثلاً جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر (سورج) سے تعلق رکھتا ہے اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں نہیں خدمات کے موافق جو اس کی نیر سے لئے جاتے ہیں۔سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو(نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثراندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یادرکھنی چاہیے)لیکن اسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظرف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہوجاتا ہے(توضیح المرام ص ۶۸)

:اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہانوں میں پھیلا ہوا ہے۔جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسروآشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یادرکھنا چاہیے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جرائیلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈکوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد ان کی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنی سے ادنی سرشت میں بھی ہے اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہاں تک کہ ان کی مجانین پر بھی کسی قدر جرائیل کا اثر ہوتا اور فی الواقعہ ہے بھی۔(توضیح المرام۔ص ۸۵)

،۵۔ :اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کی جوڑ سے پیدا ہوجاتی ہے،اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القوی بھی ہے کیونکہ یہ اعلی درجہ کی طاقت وحی ہے،جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذوالافق الاعلی بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو ر أی ما ر أی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہوگیا ہے۔(توضیح مرام۔ص ۲۵۔۲۶)

۶۔:اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ معلوم ہونے کسی نمونہ کے ہوبہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تک تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ہی ظاہر نہ فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کی طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم

بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جاویں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۹۱)

۷۔: سوچتے نہیں کہ ابن مریم یا یک چشم کا لفظ بھی اسی پاک منہ سے نکلا ہے جس سے لمبے ہاتھ کا لفظ نکلا تھا۔ بلکہ لمبے ہاتھ کے حقیقی اور ظاہری معنی مراد ہونے پر تو تصدیق نبوی بھی ہو چکی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے روبرو ہی سرکنڈہ کے ساتھ ہاتھ ناپے گئے تھے اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے تھے اور یہی قرار پایا تھا کہ سب سے پہلے سودہ فوت ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ہاتھوں کے ناپتے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا تھا جس سے اجماعی طور پر سودہ کی وفات تمام بیویوں سے پہلے یقین کی گئی لیکن آخر کار ظاہری معنی صحیح نہ نکلے جس سے ثابت ہوا کہ اس پیش گوئی کی اصل حقیقت آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہیں تھی۔(ازالہ اوہام ص ۳۵ ۷)

۸: اس شخص کے نزدیک اعقل البشر سید الکونین ﷺ اپنے منہ سے ایسے کلمات بھی بولتے تھے جن کا صحیح مطلب خود بھی نہ سمجھتے تھے جیسے اطو لکن یداً ۔منہ سے بولا تو سہی مگر فوت ہونے تک اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے۔تمت

حقو حق

(از منشی سعد اللہ لدھیانوی ؒ

سول اینڈ ملٹری نیوز پریس لودہانہ میں چھپا)

مرزا که بدیں گشت لقب دجالش
صد شکر که حق نمود استیصالش
قد خاب من افتراء بیان حالش
واں حال به قطع قادیانی سالش

نکھیڑا ہویا ہن کی جھوٹھے بولن
ہن ڈا دھے بیشرم جے اس تھیں پچھے بی منہ نہ کھولن

اعوذ با لله السميع العليم من الشيطا ن الر جيم
ان الله لا يصلح عمل المفسدين ۔(یونس)

جادو گراں نوں حضرت موسیٰ آکھیا حشر دہاڑے
کم فسادیا ں دے نوں اللہ پا ک نہ راس اتا رے
جد حق د یکھیا جادو گراں ایمان لیائے آہے
عبدالحق دے آ گے ڈھٹھا مرزا جتاں ڈاہے
(مولانا عبدالحق غزنویؒ کے ساتھ مرزا قادیانی کے مباہلے کی طرف اشارہ ہے۔ بہاء)

قل ان الذين يفترو ن على الله الكذ ب لا يفلحو ن (یونس)
نبی نوں رب فرمایا جیہڑ ے جھوٹھ اللہ پر لاون
آکھ نہ بچ سن اوہ الزاموں اتے مراد نپاون
ا ٹکل ر ملیا ندی بی کد ے کدا ہیں سچ ہو جا وے
مرزا جھو ٹھ اللہ پر لا وے کدی مراد نہ پا وے

و يو م القيا مة تر ى الذين كذ بوا على الله و جو ههم مسوده ۔(زمر)

حشر دہاڑے دیکھ لوین گا توں اے دیکھن والے
اللہ اوپر جھوٹھ جو بولن مونہہ انہاں دے کالے
غضب الٰہی ہن بے وقت ضرورت جد کدی آ وے
ایہاں جیہاں دا ایتھے بی منہ کالا کر دکھلاوے
مرزے نالوں ودھ کسے دا منہ کالا کد ہویا
منہ کالا گل رسا اپنے مونہوں من کھلویا

(مرزا قادیانی نے آتھم سے متعلق موت کی پیش گوئی کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگروہ ۱۵ ماہ میں نہ مرا تو میرا منہ کالا کیا جائے میرے گلے میں رسّا ڈال دیا جائے۔ اس شعر میں اس جانب اشارہ ہے۔ بہاء)

ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون (سجدہ)

بدکاراں نوں اسیں چکھاساں دنیا وچہ عذابوں
وڈے عذاب تھیں ارے بھلا جے مڑن اس کم خرابوں
ربا فضل کرم تھیں دیہہ سعد اللہ نوں توفیقاں
سعی مبارک تے مشکور جو ردّ کرے زندیقاں
نیت خالص قسمت کر تاں چنگے عمل کماوے
بخش ایمان جو بدیاں نوں بھی نیکیاں کر دکھاوے
دوہاں جہاناں وچ بھلیایاں دیئیں بار خدایا
ایتھے اوتھے رحمت دا توں رکھیں سر پر سایا

وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (ملک)

کافر کہسن دوزخ وچہ جے حق اسیں سندے بجھ دے
ناں ہن دو زخیا نو چہ ہندے نا اس اگ وچہ بھجدے
مرزائیو اج حقو حق سنو انصاف کماؤ
مرزے نوں ناں احمد مرسل نبی رسول بناؤ
کھوہ وچہ پیا مثیل مسیح محدث ولی مجدد
نبی بنے نوں کتھے پھوکن اہل حدیث مقلد

اہل اسلام نوں چھڈ کے مرزا تساں خلیل بنایا
پچھوتاسو دھوکھا دیسی او جدوں یاد آیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ پاک نوں سراہاں ۔ یاری اسی دی چاہاں
منگا او ہدیاں پناہاں ۔ کراں اسی نوں سجود میں
جاواں نبی دے قربان ۔ مناں اوسے دا فرمان
جھیڑا لیایا ہے قرآن ۔ بھیجاں اوس تے درود میں
وچہ قادیاں دجال اک اوٹھیا رمال
کتھے مکر والا جال ۔ عیسی مارنے دا شوق ہے
عیسی نبی آپ بنے ۔ سبھو کجھ مہدی سنے
پیش گو ئیاں او تے تنے ۔ گل لعنتاں دا طوق ہے
نور دین ہے مشیر ۔ اوتوں چیلا وچوں پیر
کیتا مرزے نوں اسیر ۔ گل پایا پھاہا نیچری

دھو کا کھان مسلما ن ۔ جیھڑے دین تھیں انجان
پڑھے ظاہراً قرآن ۔ اندر گتی آہا نیچری
دیکھو ذات دا مغول ۔ بنے احمد رسول
دیوے دعویاں نوں طول ۔ زور کفر وچہ لاوَندا
اک بھا ئی لال بیگ ۔ چٹے چو ڑ ھیا ں دی دیگ
اک کھسریاندے نیگ ۔ مردی اپنی چڑھاوَندا
لائی گپ قادیانی ۔ الہام دی نشانی
ایہ نشانی آسمانی ۔ میری دیکھو پیش گوئی ہے
ڈھائی سال درمیان ۔ مر جاوَ سلطان
سوا بر س دا نشا ن ۔ موت آتھے دی ہوئی ہے
کہے کر کے پیش گو ئی ۔ لو کو جے ایہ جھو ٹھی ہو ئی
کہیو جھوٹا سب کوئی ۔ رسا میرے گل پائیو
سولی رکھیو تیار ۔ نالے دیئیو پھٹکار
میری ایہو ہے معیار ۔ کالس ایس منہ لائیو
سچ سیانیاں نے کیہا ۔ شک کسی نوں نہ ریہا
کادیانی ایہا جیہا۔ ارڑ پوپو جبر جنگ ہے
پتر جمنے سناوے ۔ دھی جمے اوت جاوے
کسے مو ت تھیں ڈراوے ۔ سوٹے ہیٹھ راہ دی تنگ ہے
دابہ عالماں نوں دسے ۔ اپنے آپ بٹے رسے
پھیر فتو یا ں تھیں نسے ۔ جیھڑی جھو ٹھیا ں دی چا ل ہے
کھلی اہدی سب ٹھگی ۔ قلم عالماں دی وگی

سلیمانی مہر لگی ۔ کادیانی دجال ہے
سعدی اللہ دا احسان ۔ اوہ وڈا مہربان
رکھ لئے مسلمان ۔ اہدے کفر وا لے پھندیوں
کیتا اہدا منہ کالا ، دتی لعنتاں دی مالا
کرے اجے بی جے ٹا لا ۔ بھلا ایس کموں گندیوں

بر بست چو قادیانی الہامے چند
بازار نمود گرم ایامے چند
کارش ہمہ غش و ہر متاعش کاسد
بدنام کنندہ نکو نامے چند

چوں سوئے مآل کادیانی بینی
قـــد خـــاب مـــن افتـــری عیانی بینی
سلطان بمراد خویش و آتھم زندہ
گمنام نشان آسمانی بینی (بشیرعنموائیل)

(مرزاسلطان محمد ناکح محمدی بیگم زندہ ہے، بشیرعنموائیل جو مظہر الحق و العلا اور کان الله نزل من السماء تھا، کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ بہاء)

حمد اللہ نوں جس نے سر حیا دھرتی انبر تائیں
لکھ صلوۃ سلام محمد پاک پیمبر تائیں

نا لے اوسدے آ ل ازوا ج اصحاباں تا بعداراں
ہور رسولاں نبیاں او تے کہاں سلام ہزاراں
احمد مرسل ختم نبیاں سب قوماں دا ہادی
اوہ بشارت روح اللہ دی، دعا خلیل اللہ دی
ختم نبیاں آیا رحمت فضل ہدایت کارن
رب بھجے جیا خا ص مہانا او ہ ڈبدیاں نوں تار ن
ویریاں نوں اوس بھائی بنایا دیرو کھود ونجائے
اگد ے ٹوٹے اندر ڈگدے باہوں پکڑ بچائے
ہر دم کرئے اللہ پاک دی نعمت دا شکرانا
نبی رؤف ر حیم اوس بھجے جیا کارن اہل ایماناں
جس نے سچیاں خبراں دتیاں فتنیاں کنوں ڈرایا
فتنیاں ویلے دین تے ثابت قدم رہن فرمایا
جو کوئی اوسدیاں خبراں منے اوہ نصیباں والا
عربی ہندی روسی رومی گورا خواہی کالا
آکھیں اوس گھڑی تھیں پہلو ں جھو ٹھے تیہہ اک آ و ن
نبی نہیں کوئی میرے پیچھے پر اوہ نبی کہاون
جھوٹھے کئی مسیح آون گے عیسی خبر سنائی
آخر میں اسمانوں آواں نال جلال خدائی
دجالاں دی بڑی نشانی اج نبوت دعوی
جزئی کلی قسماں ہن سب دھوکھے مکر بھراوا

ایسے جھوٹے نبی کئی ہو گذرے ہن اج تائیں
خوار ہلاک او نہاں نوں کیتا آخر اللہ سائیں
قادیاں وچہ او نہاں دا بھائی اج کل ہور اک آیا
پیش گوئیاں رمالاں والیاں کر کر شور مچایا
آکھے میں ہاں آیا اوہ بشارت عیسی والی
سبہ دجالاں نالوں ودہ کے کیتی اس دجالی
ناؤں غلام احمد پورے سال پنجاہ سدا کے
احمد آپ رسول اوہ بنیا ظالم آخر آ کے
دیکھو قدرت رب دی نالے آپ مسیح سدایا
عیسی دا اوہ فرمودہ کیہا صادق آیا
آپے کیہا نہ چھیتی پاؤ سمجھو اہل ایمانو
مرن جے نان سلطان تے آتھم مینوں جھوٹا جانو
میرے جھوٹھ تے سچ دی لوکو ہوئی ایہ کسوٹی
رنڈی تیہہ ماہاں دیوچہ سلطان دی ہوسی ووہٹی
آتھم نے مر جاناں سوا برس تھیں اگے اگے
چاہگیاں مارن شرطاں لاون چیلے احمق ڈھگے
سنت رب دی کدی نہ بدلی ہن بی ہوئی او نویں
منہ کالا دجال دا ہویا زندے رہے او دونویں
اپنی آپ کسوٹی اوپر خوب گیا آزمایا
اللہ پاک نے فضل کیتا اس صدمیوں دین بچایا

جے کتے ہو ندی موت انہا ندی لکھی تے او مر جا ندے
ایہ دجال خدا بن بہندا جاہل دھوکا کھاندے
وانگ دوپہر ے ظاہر ہویا ہن اسدا منہ کالا
چیلیاں دی بھی اکھاں اگوں لے گیا دھند تے جالا
بعضے دل دے انھے اکھاں میچیں بیٹھے در تے
دور گئے گمراہی وچہ اجیہے مول نہ پرتے
کھول حقیقت اسدی تینوں سچو سچ سناواں
کھسریاں چوہڑیاں پیری دیکھی کیتی ریس بھراواں
دتّا مسلماناں نوں دھوکا مونہوں کلمہ کہہ کے
نوکری چھٹی فیل ہویا مختاری دے وچہ بہہ کے
پہلوں کیہا مجدد ہاں میں پھر محدث بنیا
بنیا آخر مرسل نبی ہلاکو خان دا جنیا
عیسی بنیا مہدی بنیا حارث بنیا آپے
ابنیت دے دعوے ظالم وچہ کتاباں چھاپے
جس نوں کرے ہدایت اللہ سدھے راہ اوہ چلدا
جس نوں اوہ توفیق نہ دیوے گمراہی وچہ گلدا
سنجھ سویرے رات دوپہرے شکر اللہ دا کریئے
منگ دے رہیے اسدا فضل عذابوں اوسدیوں ڈریئے
وعد وعید اوسدے سب سچے کوئی خلاف نہ جاوے
جو ہر شئے پر حاضر ناظر اوہ کد غلطی کھاوے

ناں گل اوسدی بدلے ناں اوہ ظالم بندیاں اتے
اوسدے اگے جھگڑ نہ سکن کافر بھاگاں ستّے
بھیجے کدے عذاب نصیحت کارن نا فرماناں
ڈر کے عبرت پکڑن ہوون شامل اہل ایماناں
بھیجے جدوں ہلاک کرن نوں پھیر عذاب نہ موڑے
بہاویں اوہ ایمان لیاون وچہ سمندر بوڑے
رحمت ویلے رحم کرے تے سختی وقت عذاباں
جس تھیں بدلا لینا چاہے چھیتی کرے حساباں
غیرت والا رب ہے تیرا کرے عذاب اوہ جھبدے
بھانویں رحم اتے غفران بی ہن بے انت اس ربدے
بندیاں تھیں جد چاہے وعدے پورے کرن ہمیشہ
اس تھیں وعدہ خلافی دا پھر کد ہووے اندیشہ
نیکاں نوں انعام ہے بریاں اوپر جیہڑی سختی
در گزرن اس سختی تھیں ہے نیکاں دی کم بختی
جے اندیشہ ہوندا حضرت موسیٰ کدی نہ دیندے
ناں فرعون نوں دیکھ کے پچھے نال دلیری کہندے
میرے نال ہے میرا رب ہدایت مینوں کرسی
یعنی مینوں خوف نہیں کجھ دشمن آپے مرسی
کہن منافق وعدیاں اندر اللہ دھوکا کردا
مومن آکھن سچا وعدہ رب تے پیغمبر دا

مرزا آکھے وعدیاں دے وچ شرطاں رب لکو وے
اوس دا وعدہ ظاہر باطن اک جیہا ناں ہووے
مومن آکھن اہیاں گلاں جھوٹے رلمی کردے
اندر کجھ تے باہر کجھ سناون رکھن پردے
گل کرن وچہ کہڑا سچا ودھ کے اللہ نالوں
ماضی استقبال اوہ جانے واقف سب دے حالول
کافراں کول رسول او نہاندے کھلے نشان لیائے
اپنی عقل او تے اوہ بھلے کفر دے بدلے پائے
دیکھیا جدوں عذاب اساڈا ڈر دے مارے روئے
اللہ واحد منیا کفر تے شرکوں منکر ہوئے
پر اوس ویلے دیکھ کے منن نفع نہ دتا کوئی
اپنے بندیاں نال سدا ایہ سنت رب دی ہوئی
ٹھٹھے باز تے کافر آخر آکے ٹوٹا پاون
وعدہ پہنچیا نفع نہ دیوے رون تے پچھتاون
جد تک وعدہ کرے نہ اللہ دیوے ڈھل سمجھا وے
پر جد وعدہ کردا گھڑی نہ اگے پچھے پاوے
اہل کتاباں دی تحریفاں پچھے مرزا لگا
اللہ نوں پچھتایا دسے عقلوں خارج ڈھگا
ڈبن لگا وچہ سمندر جد فرعون الایا
اسرائیلیاں دے رب اوتے میں ایمان لیایا

سنیا ہوسی ملیا اوس دم کیہا جواب اس فانی
ہن ایمان تے پہلوں مفسد ! کیتی نافرمانی
بال کھنڈ یاں تے مٹی بھریاندی گل خطا نہ جا وے
قسم جے کھان اللہ دی اللہ اونویں کر د کھلاوے
یونس نبی نے قوم اپنی نوں خبر عذاب سنائی
اللہ ولوں حکم نہ آیا نبی شتابی پائی
نبی نوں اللہ سچا کیتا اونہاں عذاب دکھایا
قوم ایمان لیائی خوف اونہاندے دل وچہ آیا
نبی اونہاں دیاں خبراں پچھے بیٹھا اندر جنگل
جھو ٹھا ہو کے ہن میں کیونکر جا نوا ں پھیر او نہاں و ل
پر ناں اتنی خبر اوہ سچے دلوں ایمان لیائے
اللہ مینوں سچا کیتا دکھوں اوہ بچائے
اللہ ختم نبیاں آکھیا ایسا ناں ہو جائیں
جگرا رکھیں ہمت والیا ں وانگوں صبر کمائیں
کافر دکھ جے دیہن تاں بی بری دعا نہ منگیں
میرے کم وچ دخل نہ دیئیں اپنی حد نہ لنگیں
اللہ چا ہے کر ے عذا ب تے چا ہے مو ڑا پا وے
کافر بے شک ظالم ہن پر ہو سی جو اوہ بھاوے
موسی جدوں دعا کیتی فرعونیاں حق عذابوں
ٹلیا اوہ عذاب تے مہلت مل گئی پاک جنابوں

حامی کیتی خامی آتھم قبطیاں نال رلایا

اس نے کدوں دعا کروائی کد مرزے ول آیا

مرزے نوں اوہ جھوٹھا آکھے اول تھیں ہن تائیں

اللہ تے کد ڈردا پھریا ہوریں ہوریں جائیں

انبرسر تھیں نٹھدا کیوں جے اللہ کولوں ڈرا دا

ہے اک اللہ لدیانے، فیروز پور، انبرسر دا

ڈر خونی مرزائیاں دے تھیں گھر دھیاندے آیا

اپنی آپ حفاظت کیتی چوکی پہرہ لایا

گھڑی نہ اگے پچھے ہووے موت نہ ٹلے کدا ہیں

سچ مچ موت جے آئی ہووے دیوے کون پناہیں

نوح نبی دے پت پہاڑین چڑھ کے لیاں پنا ہاں

امر اللہ دیوں بچ ناں سکیا لایاں لاکھاں واہاں

جے کر ہوندا امر اللہ دا آتھم کد بچ سکدا

شہر بشہریں ملکین دیسیں بھانویں نٹھ نٹھ تھکدا

قبطیاں نال ہلاکت وعدہ موسی نے کد کریا

مرزے والیاں انہاں سزاواں دا کد ذمہ بھریا

ڈر اللہ تھیں ایسی تہمت نبیاں سر ناں لاتوں

من گھڑتی تفسیراں کرنے تھیں جاہل باز آتوں

تیرے مرزے آکھیا آتھم مرکے ہاویئے پیئے سی

میرا ایس مقابلہ کیتا ٹھیک سزا ایہہ لے سی

نہیں تاں میرا کالا منہ کر رسا گل وچہ پاؤ
رستے وچہ گھڑیسو مینوں پھیر صلیب چڑھاؤ
قسماں کھا کے آخر آکھیا ہونا ایہ ضروری
زمین آسمان ٹلن پر ہو سی بات اللہ دی پوری
جے میں جھو ٹا نکلاں پائیو ودھ ودھ کے پھٹکاراں
میرے جھوٹھ تے سچ دیاں ایہو پیشگوئیاں معیاراں
دل وچہ ڈریا ، اوہ ، ہن مرزا لا وے جھو ٹھ بہانے
یونس نبی دی قوم دا ایمان ساری خلقت جانے
آتھم اوہو جیہا مسیحی کد ایمان لیایا
کس کافر نے لکے ایمانوں دسو نفع اٹھایا
دل وچہ جیہڑا کرے یقین تے آ کڑ چھڈے نا ہیں
ہے اوہ بے ایمان نہو سی اوس نجا ت کداہیں
سورہ نمل رکوع پہلے آخر رب فرمایا
ساڈے کھلے نشاناں تائیں کافراں سحر بنایا
ظاہر منکر ہوئے تے دل وچ منّ یقین لیائے
بے انصافی خودی تکبر کرکے باز نہ آئے
بے ایماناں جدوں فساد شرارت شوخی کیتی
دیکھ توں آخر نال اونہاں دے کیہی کیہی بیتی
مر زے سوا بر س وچ لائی حد آ تھم دا مرنا
جے آ تھم نہ مرے تاں مر زے دا منہ کا لا کر نا

اللہ پاک دی قدرت دیکھو آتھم اجے نہ مریا
نان ایمان لیایا نا حق ولّ رجوع اوس کریا
دل وچ جے کجھ ڈریا ہوندا مرزے دے گھر جاندا
مرزے نوں بی ٹکرا دیندا بیٹھا پنشن کھاندا
چھ تاریخ ستمبر دی کیوں انبرسر وچ آ کے
پادریاں دا سنگی بندا پٹدا اس دے خاکے
انبرسر مرزائی آکھن آتھم لدّ سدھایا
ایہ تاں پادریاں نے ربڑ دا پتلا کتوں منگایا
آتھم کیتا اگلے دن مرزائیاں نوں شرمندہ
گڈی چڑھ کے ہوکا دیوے، دیکھو میں ہاں زندہ
مرزے نے بی کیوں ناں دسیا جد اوہ دل وچ ڈریا
آخر وقت الہام بنایا جد دیکھیا ناں مریا
آخر وچ کراماتاں دے لکھیا کھلم کھلا
سوا برس وچ مرسی آتھم عنبر سری عبد اللہ
ہاویئے دی تے رجوع بجق دی اوتھے شرط نکوئی
بڈھے دے مرنے دی اس نوں صاف بشارت ہوئی
اکھاں اسدیاں کھل گیاں تے اطمینان بی ہویا
عربی وچ ایہہ دعوی لکھ کے عاماں کنوں لکویا
کوئی آکھے حضرت نے کد ناؤں آتھم دا لایا
ہاویہ لکھی سزا ہے دعوی موت دا کد فرمایا

رجوع بحق دی دیکھو شرط الہامی آکھے کوئی
اوہ ایمان لیایا دلوچہ رحمت رب دی ہوئی
حامی نے تفہیم بنائی دسی اپنی خامی
لعنت حصے خاطر بنیا ایہ مرزے دا حامی
آخر تائیں مرسی مرسی کہندے رہے ایہہ سارے
نال عیسائیاں داڑھی شرطاں لاون رب دے مارے
صاف کہن تاویل دا اس وچہ دخل نہیں ہے کوئی
حضرت اقدس کولوں پچھیا خوب تسلی ہوئی
چھ تاریخ نوں جس دم آیا تار ہے آتھم زندہ
پھر گئی تار گلاں پر سب دے ہر اک سی شرمندہ
چوتھے دن جد مرزے ولوں اک دو ورقی آئی
آتھم دلوچہ ڈریا تاں ناں مریا گل بنائی
کسے نہ پچھیا حضرت موت جے ڈریاں تھیں مڑ جاندی
ڈر کے تساں نہ موڑی کیوں جد موت بشیر ہو راندی
رب تھیں آہے بے ڈر تسیں تے یا بیزار بشیروں
آتھم چنگا رہا تساں تھیں چکیا ناں تدبیروں
اگے نوں بی اوہ کد مریا موت آئی ڈر جاسی
استغفاراں کرکے موتوں جھٹ خلاصی پاسی
اگے سوا برس کی کھوہیا ہن جیہڑا کھوہ لینا
آتھم موت دا نسخہ جانے سہل اس نوں بچ رہنا

منہ تساڈا کالا کر سی پھر ایہ سنت رب دی
ر ب دے ذمے جھوٹھ ہو لا ون پے سی مار غضب دی
ایہ تاں گلاں ہویاں حضرت پر کی کیتا جاوے
مو ت اک گھڑی نہ اگے پچھے ہو ندی ر ب فر ما وے
ہور اک گپ کرا ماتاں وچہ اس جھو ٹے نے لائی
احمد بیگ دی د ھی دا قصہ جانے اک لوکائی
آکھیا مینو ں ملو کواری نہیں تاں ہو کے رنڈی
جد اوہ لالچ وچ نہ آیا ایس مچائی بھنڈی
ڈھائی سال نہ رہو سہاگن جے کتے ہور وہاہی
جا ہل ڈر گئے اس بد شگنیو ں بر سا ں کسے نہ چا ہی
ر ن تے پترا ں نے جد چا ہیا ہور سا ک ہو جا ئے
حضرت اقدس رن طلا قی پتر عاق بنائے
احمد بیگ نے دھی سلطان محمد نال ویاہی
موت جو آئی چار مہینے مگروں ہویا راہی
مرزے آکھیا ایہ میرے الہام دا حصہ ہویا
تیوں برساں دے اندر اندر د یکھو سوہرا مویا
ہن میرا کم لوکاں او تے کد لکیا رہ جاوے
جس دی خا طر دو نہ جاناں نوں اللہ مار گوا وے
ایہ کد جائز رب دعا اک ملحد کافر دی نوں
کر ے قبو ل دعا مقبولاں بندیاں والی وا نگوں

اللہ ظاہر کرے کسے پر اپنا غیب نہ مولے
با جھوں کسے رسول دے جس نوں کرے پسند قبولے
جس نوں بھیجے خلق سدہارن دی کرنے نوں کوشش
نبیاں اتے محدثاں والی اوپر دے کے پوشش
اہل ایمانوں دیکھو اہدی چوری ثابت ہوئی
اہل نفاقاں وانگوں کہے ، رسول نہیں میں کوئی
اللہ پاک دی رحمت دے ایہ سعدی واری واری
وڈے بول منافق دے کیا ظاہر اولٹے مارے
بے شک ایہے وقت دعا اک کافر ملحد والی
رب حکیماں حکمت کیتی رکھی اثروں خالی
بندیاں تائیں ہتھ کرم دا دیکے آپ بچایا
سچ مچ بعضیاں دبدیاں دا تیں بیڑا بنے لایا
جیہڑے بھولے بھالے نکلے اجے نہ اسدے جالوں
اونہاں پر بھی کر کے فضل بچائیں شر دجالوں
اجے نہ مینوں کافر آکھن اوتے چھتی پاؤ
میرے جھوٹھ تے سچ دی سارے ایہ معیار بناؤ
لوگو بس مراد مری ہن اللہ پوری کرسی
ڈھایاں برساں دے اندر سلطان محمد مرسی
جائے سکونت جس دی ہے منحوسہ قریہ فتی
دسے نہ وسدی شالا اجڑ جاوے ایہ کپتی

گھڑ الہا م اوڈیکا ں اندر اٹھ برس میں گالے
ویاہ لے گئے الہامی زوجہ میری فتی والے
فتی فتح محمدی کیتی دیکھ اسدی ہو شیاری
بیت الفکر نے مرزیا تینوں بخشی ذلت خواری
پئی نحوست تیرے اوپر رو رو وقت گزاریں
فا لاں کھو لیں دن تے را تیں جفر تے رمل و چا ریں
فتی نوں منحو س کہیں پر تینو ں شرم نہ آوے
ظالم آ کھیں تا ں بی تیرے مو ہوں سجے سہا وے
ظالم ظالم مونہوں آ کھیں نا لے ماریں دھاہاں
لٹ لیا اس جڑ پٹی نے کر کے لمیاں باہاں
چیلے تیرے با ہوں پھڑ پھڑ آ کھن حضرت اقدس
جان دیہو اس حر ص نوں بیٹھو کر کے صبر چلو بس
تو آکھیں ہن صبر نشانی دیوثاں دی آیا
ایسے خاطر اگے میں خود جھنگا چوڑ کرایا
رن طلاق تے پتر عاق میں ناتہ سن کے کیتے
اوس پرانے ٹبر ہتھوں زہر پیالے پیتے
مومن ایہ دیوثی والا متھے داغ نہ لاوے
ہے دیوث جو اس فریا دوں مینوں کوئی ہٹاوے
زوجـــــــــــــــنک الہام ہویا جد تینوں ملہم ولوں
دیکھیں قابض غیر نہ بو لیں ہیں دیوث اس گلوں

احمد بیگ دے مرنے نے کی تیرا کم سواریا
زوجہ تیری بسے کسے دے بے شرماں ہتیاریا
چار ہزار انعام تو دیویں آتھم قسم کھلاویں
ولیحکم اهل الانجیل دی آیت نوں بھل جاویں
نہی قسم دی وچہ انجیل دے عیسی تھیں جدائی
بے شک ہے معذور نہ کھا وے قسم جے اک عیسائی
ہاں دی ہاں، تے نہیں دی نہیں، لکھی اوس صاف مقرہ
ہاں عیسائی مائل ول اسلام نہ ہو یا ذرہ
توں جانیں اوہ قسم نہ کھاسی اس نوں دیویں قسماں
ہے سلطان محمدی ہیبت کیوں الہامی کھسماں
رن سمہا لیں بیٹھا اوہ توں لب ناں مول ہلاویں
جیوندے جی اوہ مر گیا ہوسی چیلیا نوں پرچاویں
جیوندے جی جے مر گیا ہوندا کر اولاداں جندا
بیہندا تیرا خادم بن کے چھڈ چھڈا کے دھندا
دل وچہ ڈریا اوس نوں آکھیں شرم نہ تینوں آوے
تیرا کالا منہ کرن نوں اوہ اولاد دکھاوے
شرم چہ کنی باشد تا خود جانب مرزا آئد
لعنت بروے از ہر سو بارید کہ باید شائد
لے اپنے منہ منگی لعنت ہن تاں جھوٹھا ہویا
زندہ ہے سلطان محمد جیوندے جی توں مویا

زن خاونداں جدی کراون جادو گر ہتیارے
او سنوں کوئی بگاڑ نہ سکے جس نوں رب سوارے
مرزیا دین اسلام دے اندر جد تیں ایہ پھٹ پائی
عبد الحق دے نال مباہل ہویا شامت آئی
ایہ موافق سنت رب دی فتح ہوئی اسلامی
تیں خود اپنے رملوں پائی بدنامی ناکامی
نویں مسیحی آکھن نقلی عیسی غالب آسی
ایہ نہ جانن بھسّ مسیحی اپنی دے سر پاسی
نویں مسیحیاں نال پرانے عیسائیاں دا دنگا
حکمت رب دی دیکھو کر گیا دوہاندا کھنگا چنگا
لعنت اتے خجالت پائی موت اتے بیماری
دوہاں باطل فرقیاں اتے آئی ذلت خواری
اس دی بحث دا اک نتیجہ ظاہر ہور سناواں
نور ہدایت جھوٹے عیسی مہدی دا دکھلاواں
دین دے اندر اس دجال نے کیتے جیہڑے واہدے
پادریاں نے لگے یوسف چیلا تے اوہ پاہدے
خاطر جنہاں دی امبر سر وچ بحث دے جلسے لائے
فیض اجیہا جاری کیتا اوہو روڑھ گوائے
مرزے دا اک خاص مقرب سالا ماسی جایا
نواں مسیحی فرقہ چھڈ پرانیاں دے ول دھایا

ہن ایہ اوسنوں دلدا کھوٹا تے بد چلن بناوے
پر بدچلنی اوسدی کوئی لکھ کے ناں دکھلاوے
دیکھن والے جانن گھر مرزے دے آہا ریہندا
اللہ جانے ہن کیوں ہے بد چلن اوسنوں ایہ کہندا
چیلا کوئی کدے نہ پچھے اپنے اس رہبر تھیں
جد بد چلنی اسدی دیکھی کڈھیا کیوں نہ گھر تھیں
بیت مبارک وچ کی کری خیانت بے فرمانی
جے اوہ لکھن مناسب ناہیں دسو کجھ زبانی
کیہڑا کافر مومن ہویا اس دے دیکھ رسالے
اس ملحد نے بعضے مومن شکاں دیوچہ گالے
عیسی ہن اسماناں اوپر کی پہنے کی کھاوے
کپڑے اوسدے کون بنے تے کھانا کون پکاوے
سن سن ہسن مول نہ پچھن چیلے کرماں پھٹے
کس نے قلم گھڑی کس گھولے اوہ سرخی دے چھٹے
اک سنوری چیلے دی تساں ٹوپی چھینٹ بنائی
حضرت عرش دے اوتے لال دوات اوہ کتھوں آئی
چیلیاندے وچہ اوہ تبرک شیخی نال دکھاوے
خلوت اندر مٹھی چاپی دا احوال سناوے
وچہ لاہور دے سعدی نال اس چیلے لایا جیھڑا
ابوسعید طـــــال بـــــقـــــاء نے کتیا انت نبیڑا

چیلا آ کھے ایہ کرامت توں کیوں مندا ناہیں
میں آکھاں ایہ گل نہ منن قابل تیرے راہیں
توں ہیں بھولا بھالا مرزے کوئی مکر بنایا
تینوں کلّا دیکھیا تازہ شعبدہ اک دکھایا
یا کسی موری راہو ں چھٹے گھر دے سا تھی سٹّے
یا مڑ ھکے تھیں گلے ہوئے ایہ پرانے چھٹے
چیلا آکھے تو ناں منیں ہیں منکر اولیاواں
کوئی نہ کو ئی ڈھچر ڈھائیں جیھڑ ی گل لیاواں
ابو سعید ہوراں نے آ کھیا چھڈ اس جھگڑے تائیں
ایہ کرامت ہور مریداں تائیں جاء سنائیں
اس چیلے نوں پچھیا میں جے قادیاں تھیں تو آیا
قادیاں دی کجھ خبر سنا تا چیلے ذکر سنایا
بیت الفکر دے اندر مرزا صاحب آ ہے ستّے
مینوں لایا مٹھّیاں بھرن تے چٹّی چادر اتے
تختے بند تے پکھے والا باہروں پکھا کھچے
مرزا جی نوں ہوئی حضوری رب دی نیندر وچے
چادر اوتے چھٹّے لال اچانک نظری آئے
میری ٹوپی کرتے اوپر بی اونویں دسیائے
میں حیرا ن تاں بو لے حضرت چا در موہوں لاہی
مسل مکمل اک مقدمے دی میں کیتی آہی

دستخطاں دی خاطر وچہ حضوری دے اوہ آندی

اللہ پاک نے جھاڑی قلم ایہ سرخی ہے چھٹیاں دی

مجلس وچہ جد پھیرا یہ قصہ پچھیا میں لدیانے

گل نہ میرے نال کرے تے لاوے عذر بہانے

تیرے نال کلام نہ کرساں توں بندہ نفسانی

کتھے رفعت عیسی دے وچ چھیڑی ایہ کہانی

مڑ ناں چھیڑیا اس قصے نوں کیتے ٹال مٹولے

اکثر چیلے ہوئے ایسے گونگے انھے بولے

پر انکار بی کر ناں سکیا ہیبت ایسی چھائی

مجلس وچ ہویا شرمندہ منہ خشکی سر چھائی

سعدی ول ہن آون تھیں بی کر جاوے اوہ ٹالا

بھانویں سدو نٹھے جویں اذانوں نٹھن والا

اپنی حدوں لنگھ کے جیہڑا باہر پیر پسارے

ناجائز پیدائش اوسدی پھٹک پوے ہتیارے

اس مرزائی نویں مسیحی ٹولے لعنت والے

لعنت رب دی آپ قبولی بے غیرت منہ کالے

آپے کہن ایہ ٹل گئی موت ازمائش ساڈی کارن

نالے، رلا ضروری، آکھن نالے، فتح، پکارن

آتھم نوں ایہ ملّو ملّی مڑ مڑ قسم کھلاون

مرزے والی بے شرمی تھیں باز اجے ناں آون

رلا ضروری تے ازمائش ، فتح نمایاں نامے
موہوں کہندے ناں شرما ون دیون جھوٹھ حوالے
فتح مبین دے وعدے آکھن کدی تاں آ تھم مرسی
کدے نہ کدے تا مرزا بھی کوچ ایس جہانوں کرسی
ہے مشہور درخت کتے بے شرم دے اوگیا آہا
خوش ہو بولیا ، بیٹھین گے ہن چھانویں یارا ہا یا
فتح مبین اسلامیاں نوں رب دتی کھلم کھلی
نویں پرانے عیسائیاں پر قہر انھیری جھلی
فتح دے شور آوازے عالم اندر اٹھ کھلوئے
لنگڑے لولے انھے ڈورے بہتے چنگے ہوئے
پر ناں پاسا پرتیا اونہاں بخت جنہاں دے ستّے
سگوں وعد خلافی تہمت لائی اللہ اوتے
ناؤں نبی توحید اتے قرآن دا موہوں لے کے
اس دجال نے عیسی بننا چاہیا بحث وچ پے کے
پنجّی مئی دے جلسے اندر مرزے نے لکھوایا
ڈپٹی صاحب سدھا فیصلہ عقل مری وچہ آیا
سانوں دوہانوں قبر دے نیڑے سٹیا آن بڈھاپے
منگ دعا نشان دکھایئے ممکن ایہ سیاپے
قاصر رہاں نشان دکھاون وقت جے وچ مقابل
سب سزاواں سر پر جھلن دے میں ہوساں قابل

کھا کے قسماں مرزے دعوے رملیاں والا کر یا
تیئوں بیماراں نوں جد دیکھیا عیسی بن کے ڈریا
عیسائیاں نے انّھا لنگڑا گونگا تن لیاندے
آکھیا مرزا صاحب عیسی بنو انہاں دکھیاندے
کچا ہویا اگوں لگا دین جواب الزامی
پادری کچے ہوئے نالے کھلی اس دی خامی
پادریاں دی اکھ دے اندر پھولا اٹھ دکھایا
اپنی انّھی اکھ دا اوسنوں کوئی جواب نہ آیا
ثابت ہویا پادریاں وچ خوبی ناہیں کوئی
مرزے دی بی اکھ نریہل انّھی ثابت ہوئی
اہل اسلام دا جے ناں ہوندا اوہ فتوی تکفیری
مرزے دی اس خجلت دیوچہ ہوندی ساری سیری
خیر جزا فتوی دے ابو سعید خدا تھیں پاوے
اس دجال دے مکر اشاعت وچہ جو کھول دکھاوے
ربا اہل اسلام نوں فتنیوں دجالوں ایس بچایا
اپنے فضل و کرم دا رکھیں ابو سعید تے سایا
فتنیاں تھیں اوہ آپ بچے تے سبھنوں نال بچاوے
سوہنا اجر قیامت دے دن تیرے فضلوں پاوے
عربی وچ دجال نے لکھ کے چھاپے کجھ رسالے
امی نبی بنن دی کوشش کیتی اس منہ کالے

جیہی عربی پڑھیا اوہی لکھ کے ایس دکھائی
طالب علم رہا کجھ مدت جانے سب لوکائی
عربی ہے پنجابی اروی کچی جیہے کچالو
تلے پکوڑے و چ و چ نظم دے پا کے پتے آلو
عیباں بھری عبارت تے مضمون بڑے الحادی
اسود اتے مسیلمہ دی بی کیتی اس استادی
فارسی اردو لکھ نہ سکے عربی لکھ کی جانے
عربی دا بی فاضل بن دا جاہل زور دھگانے
اک قصیدہ فارسی اس نے لکھیا سی الہامی
خوب ازالہ اوس دا ہویا ظاہر ہوئی خامی
جو غیّور، غیور نوں آکھے کلمہ ٹھیک نہ بولے
حیف ہے اوس بے شرم او تے الہامی لب جے کھولے
میّت دا جو قافیہ نصرت ملّت نال لیاوے
یثرب را دادند فضیلت را ایہ فارسی آوے
جس دا ملہم ایہ نہ جانے کس تھیں بندا موتی
ایسے جاہل نے ناحق الہام دی چکی جھوتی
سرے برا ہین اک رباعی تاریخی چھپوائی
تیجے مصرعے دیوچ، ہے، اک وادھو پچر لائی
چو و یہ وزن رباعی دے اوہ کتے نہ تلدا پورا
دیکھو شاعر نویں دا ہویا قادیاں وچ ظہورا

بے اوستادان گھڑ کھنڈ تے ناموزوں طبیعت
شاعر بن بن بیٹھے نالے ملہم وچہ شریعت
شعراں وچ الہام اوس ہو وے جو گل کدی نہوئی
شعر دا اج تک دعویدار نہ ہویا ملہم کوئی
مـــا عـــلـــمـــنـــاہ الشـــعـــر آیا دیکھو وصف نبی دا
نہیں ایہ فن نبی دے لائق مثنوی غزل قصیدہ
اس فن وچ متنبّی جیہے آخر نادم ہوئے
مرزے ورگے جاہل ہن متنبّی اٹھ کھلو ئے
اندر شعر شعور نہ اس نوں دینوں خالی کھیسا
بے اوستادا فخر کرے تے بن بن بیٹھے عیسا
ظاہر دیوچہ آپ بنے بے پیرا بے اوستادا
ناں کجھ شرم جہا نوں اس نوں ناں کجھ خوف خدا دا
آکھے اپنا باپ نہیں روحانی ، لکھے دلیلاں
عیسی لیا یوحنا تھیں بپتسما وچ انجیلاں
اس عیسی دا بھی یوحنا ہے اک علی گڑھ والا
سید احمد نیچریاں دا پیر علی گڈھ والا
اس بپتسما پایا اس دی تہذیبوں تفسیروں
پیٹ بھرن دی خاطر ودھیا چیلا اپنے پیروں
ایہ غلام سداوے اوسدا ہے اوہ اس دا آقا
وچ الہام جدا ہو اوستھیں کھادا ایس تڑاقا

وچ الہام جدا ہور سبھنیں گلین اوسدا ساتھی
دیکھو یارو پونچھل پھس گئی لنگھ گیا سارا ہاتھی
اوس تھیں سکھیا اکثر ایہ تا ویلاں تے تسویلاں
موت تے سو لی عیسی دی ہور عمل الترب دلیلاں
تیز مصالحہ لگا اسنوں بن بیٹھا الہامی
پیر الہاموں منکر چیلا کردا نمک حرامی
جے چا ہیں تشریح اشاعۃ سنت دے وچہ دیکھیں
اللہ پاک ہدایت کرے تے رحمت تیرے لیکھیں
ارحمھم نوں لکھے جو ارحم نال علیھم لاکے
وقت دعا سے لفظ لقومی نوں فی قومی آکھے
اپنے حق وچہ لعنت لفظ علیّ لیا کے پائی
جاہل اس پر بھلن آکھن ، عربی رب سکھائی
درج اشاعت سنت وچ ہن اس دیاں بی تفصیلاں
جے تحقیق دا شوق ہے تینوں اوتھے دیکھ دلیلاں

(شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو خطبہ اور مقاصد دافع الوساوس میں عربی عبارت لکھی ہے اس سے اسکے بعض اتباع اس کا ولی وصاحب الہام ومہبط کلام الٰہی ہونا نکالتے اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے کسی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہیں پائی اور کسی استاد کی عربی میں شاگردی نہیں کی، بایں ہمہ ایسی ادق عربی اس نے لکھ ڈالی ہے تو یہ بجز الہام وتعلیم الٰہی کیونکر ہوسکتی ہے۔اور بعض جہلاء اس سے اس کا عالم متبحر ہونا ثابت کررہے ہیں۔مگر حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا،اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد اور دعوی الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔اس میں بہت سے محاورات والفاظ قادیانی نے ازخود گھڑ لئے ہیں،عرب عرباء سے وہ منقول نہیں۔اور جو اس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں ان میں اکثر صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں۔

اس مقام میں ہم ان اغلاط کا بیان کرتے ہیں جو بعض اہل علم نے بیان کی ہیں مگر اس سے پہلے ایک تمہید کو ضروری سمجھتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس اغلاط گیری ونکتہ چینی سے قادیانی کا عربی سے جاہل اور شرف کلام الہام وکلام الٰہی سے عاطل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ غلطی بڑے بڑے لائق اشخاص سے ہو جاتی ہے اور وہ ان کی لیاقت میں بٹہ نہیں لگاتی۔ خدا تعالی اور اس کے رسول معصوم ومقبول کے بعد کسی شخص کا اپنے کلام میں کوئی غلطی کرنا محل تعجب نہیں بلکہ کسی انسان سے اس کے انسانی کام میں غلطی نہ ہوتو یہ امر موجب تعجب ہے کیونکہ انسان کے لئے سہو ونسیان، جو غلطی کا منشاء ومولد ہے، ایک لازمی امر ہے اور مقولہ اول نـاس اول نـاس اور مقولہ الانسان یسا وق النسیا ن مسلّمہ مقولے ہیں۔

بناء علیہ کسی لائق انسان کے کلام میں مطلق غلطی اسکے علم وفضل وکمال میں نقصان وزوال کا موجب نہیں ہوسکتی۔ بڑے بڑے شاعر امرء القیس اور اس کے ہم سر ایسے گزرے ہیں کہ ان کے کلام میں دوسروں نے غلطیاں نکالی ہیں اور پھر ان کی شاعری غیر مسلّم نہیں ہوئی۔ اور بہت ادیب خطیب ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے محاورات میں لغزش کھائی ہے، پر وہ ان کی منقصت کی موجب نہیں سمجھی گئی۔ لہٰذا غلطی کلام سے متکلم کی بے علمی ونالائقی ثابت کرنے کیلیئے کوئی ایسی شرط یا اصول مقرر ہونا چاہیے جس میں معذرت بالا کی گنجائش نہ ہو

ہمارے نزدیک اور ہر ایک صاحب خبرت وانصاف کے نزدیک وہ شرط یا اصول یہ ہے کہ غلطی جو کمال میں نقصان یا زوال پیدا کرتی ہے وہ ہے جس کا صدور اہل علم وکمال سے عادۃً محال ہو۔ اور اگر وہ معمولی اور ممکن الوقوع ہو تو اس کا وقوع وصدور اس کثرت سے نہ ہو جس کا نمبر فیصدی پچاس سے بڑھ گیا ہو

محال ہونے صدور کی مثال عربی کا ایک بڑا فرضی جملہ ہے. ضـر ب زیـد عـمرو فی الدّار قائم بالخشبۃ . (جس کا ترجمہ ہے کہ زید نے عمرو کو گھر میں کھڑا ہو کر لکڑی سے مارا)۔ اس جملہ میں زید کو جو ضـر ب کا فاعل ہے، زیر سے پڑھنا اور عمرو کو جو مفعول بہ ہے، پیش سے اور دار کو جو فی کا مجرور اور معرف بلام ہے، تنوین اور پیش لگانا اور قـا ئماً کو جو حال ہے زیریں دینا، خشبہ مجرور کو زبر، ایسی اغلاط ہیں کہ ادنی اہل علم سے جس کو کم سے کم نحو کی پہلی کتاب (نحو میر) بھی آتی ہو ان کا صدور محال ہے۔ اور جس کے منہ سے ایسی غلطی نکلے اس کو کسی اہل علم کا اہل علم سمجھنا ناممکن ہے اور جو ایسے شخص کو اہل علم سمجھے وہ خود جاہل وبے علم کہلاتا ہے۔..

اگر کسی کلام کے الہامی ہونے کا دعوی ہو، یعنی اس کو کلام خدا کہا جائے (رسول ﷺ پر اس کے نازل ہونے کا دعوی ہو خواہ کسی قائم مقام رسول پر، جس کو رسول کی مانند معصوم اور غلطی وخطا سے محفوظ سمجھا جائے) تو اس کلام میں مطلق غلطی نہ ہونا شرط ہے اور اس میں ایک غلطی بھی اس کے الہام ہونے کی مبطل ہے۔ الہامی کلام میں فی صدی یا فی ہزار یا فی لاکھ (مثلاً) ایک غلطی بھی ہوگی تو وہ کلام الہامی نہ سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالی جو اس کلام کا متکلم فرض کیا گیا ہے اس سہو اور نسیان سے، جو غلطی کا منشاء ومولد ہے، پاک ہے قال اللہ تعالی و مـا کـــان ربك نسیّـــاً لہٰذا جس کلام میں غلطی ہو، ایک ہی غلطی کیوں نہ ہو، وہ خدائے پاک اور مقدس کا کلام نہیں۔ اس شرط واصول کو ناظرین محفوظ وملحوظ رکھیں گے اور پھر قادیانی کی ان اغلاط کو جو ہم بیان کریں گے، غور وتوجہ سے ملاحظہ کریں گے تو یقین اور ایمان لائیں

گے کہ وہ اغلاط اس قسم (لائق معافی) سے نہیں ہیں کہ وہ قادیانی کے دعویٰ علم وکمال ظاہری و باطنی میں خلل انداز نہ ہوسکیں بلکہ وہ ایسی اغلاط ہیں جو قادیانی کے کمال علم والہام کو خاک میں ملاتی ہیں۔ان میں بہت سی غلطیاں ایسی ہیں کہ ان کا صدور نحو میر جاننے والے سے بھی ناممکن ہے جیسے اسکے لفظ فوہ کو بحالت جر واو سے لانا، یا افعال متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول کو جمع اور دوسرے مفعول کو مفرد لانا، یا مبتداء کو جمع اور اس کی خبر کو مفرد لانا، جس کی مثالیں فہرست آئندہ میں موجود ہیں یا اسکا صفحہ ۱۳ سطر ۸ میں جملہ سئمنا متبحرعاً میں ذوالحال ضمیر سئمنا کو جمع اور اس کے حال متبحر عاً کو مفرد کرنا، یا صفحہ ۱۲ سطر ۵ و ۶ میں صیغ مضارع یقوم ، یخاف ، یبالی کو ان کے شرط ہونے کی حالت میں مرفوع کرنا، جزم نہ دینا، جن کی تصحیح اس نے کسی اہل علم کی اصلاح سے غلط نامہ کتاب میں کی ہے اور اس سے یہ بات جتائی ہے کہ اس کی قلم سے یہ اغلاط اس وجہ سے نکل گئیں تھیں کہ اس کو نحو میر کے مسائل بھی نہیں آتے کیونکہ یہ اغلاط کاتب کی اغلاط نہیں ہوسکتیں۔کاتب اصل لفظ کی جگہ ایسے لفظ تو لکھ دیتا ہے جس کو جاہلانہ شہرت سے صحیح سمجھتا ہو جیسے کسی نے خرّ موسی صعقاً کی جگہ خرّ عیسی لکھ دیا تھا۔کاتب جاہل سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ گو لفظ اس کا ہم شکل نہ ہو، اور اس کے جاہلانہ خیال میں بھی کبھی نہ گزرا ہو اس کی جگہ دوسرا لفظ جیسے متبحر عین کی جگہ متبحرعاً اور یکف کی جگہ یخاف درج کر دیوے، یہ ضرور حضرت مرزا ہی کے اغلاط ہیں۔ آپ کا اصل مسودہ ایک مجلس میں پیش کر کے اس پر آپ سے مباہلہ کرایا جائے تو ضرور چور پکڑا جائے اور جو غلطیاں آپ کی کلام میں معمولی اور اہل علم سے ممکن الصدور ہیں اور اسلئے وہ قابل عفو بھی ہیں جیسے صلابت میں من کی جگہ عن لانا۔وعلی ہذا القیاس، وہ اس حد کثرت کو پہنچ گئی ہیں کہ اس کثرت کے ساتھ کوئی ممتحن خواہ کیسا ہی متاہل ونرم ورحم دل ہو قادیانی کو پاس نہیں کرسکتا اور اہل علم ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا اور ان غلطیوں سے (قسم اول سے، خواہ دوم سے) اس کلام کی نسبت الہام کا خیال کرنا تو ایسا ملیامیٹ ہوتا ہے کہ اس میں کسی اہل عقل وانصاف کو شک وتامل نہیں رہتا۔اسی وجہ سے ہم نے ان اغلاط کی تفصیل وبیان سے تعرض کیا، ورنہ بجز خدا اور رسول کے کون شخص ہے جو غلطی نہیں کرتا۔تمہید ختم ہوئی۔اب چند غلطیاں بیان ہوتی ہیں (صفحات نمبر دافع الوساوس کے ہیں)

ا۔صفحہ ا سطر ۱۰۔۱۱۔ جعلهم شموس الارض و حجج الدين و حرز الايمان (حصون الایمان ہونا چاہیے۔کیونکہ) حرز واحد ہے اور یہ محل محل جمع ہے کیونکہ یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے جس کا مفعول اول ضمیر جمع ہے۔

۲۔۳۔صفحہ ا، سطر ۱۲۔ جعلهم منهلاً لا يغور ومتاعاً لا يبور(مناهل لا تغور و امتعة لا تبور ہونا چاہیے کیونکہ) یہ دونوں جعل کے دوسرے مفعول ہیں اور پہلا مفعول ضمیر جمع ہے۔

۴۔ص ۲۔سطر ۳۔ اخراج غيره عن الحنان (من ہونا چاہیے کیونکہ) خروج واخراج کا صلہ من آتا ہے فخرج منها خائفاً يترقب، اور فا خرجنا منه خضراء۔

۵۔ص ۳۔سطر ۴۔۵۔ اطرد النفوس بين وخدٍ و ذميل (اطرد کی جگہ سیّر ہونا چاہیے کیونکہ) یہ تمام فقرہ بے معنی تک بندی ہے۔اور خاص اطرد جس معنی (چلانے) کیلئے استعمال کیا گیا ہے وہ اسکے معنی نہیں بلکہ وہ لفظ سیر کے ہیں، اور طرد کے منع دفع کرنے، اور دھتکارنے کے ہیں۔اطراد اس دفع کا حکم دینا۔

۶۔۷۔۸۔ص ۳۔سطر ۷۔ ربّا الاشجار حتى استاثر الثمن و تسمّن(استا ثرت بالاثمار و تسمنت ہونا چاہیے کیونکہ

)یہ بھی خلاف محاورہ تک بندی ہے۔ ومعہذا اس میں ضمیر اشجار فاعل، لہذا اس کے افعال استاثرت و تسمنت چاہئیں اور بجائے ثمر، اثمار حرف با سے جو اختصاص پیدا کرے۔

۹۔صفحہ۴سطر۱۷۔ برزوا السّیوف (صلّوا یا ابرزوا ہونا چاہیے کیونکہ) سیف کے لئے صل ہی مناسب ہے اگر مادہ براز ہی کا شوق وذوق تھا تو ابرزوا باب افعال سے متعدی چاہیے تھا، نہ کہ برزوا لازم۔

۱۰تا۱۵۔صفحہ۴سطر۴۔۵۔ فاعطاهم اللّٰه قلباً متقلباً مع الحقّ و لسا ناً متحليا بالصّدق و جناناً خا لياً من الحقد (قلوباً متقلبة و السنة متخلية و اجنانا خا لية ہونا چاہئیں کیونکہ) یہ الفاظ مع اپنی صفات کے اعطی کے دوسرے مفاعیل ہیں اور اس کا پہلا مفعول هم ضمیر ہے لہذا یہ الفاظ بھی بصیغہ جمع چاہئیں۔

۱۶۔صفحہ۴۔سطر۷۔ انهم برهان رسالته (برا هين ہونا چاہیے کیونکہ) یہ اسم ان ضمیر جمع کی خبر ہے، لہذا جمع چاہیے۔

۱۷تا۲۱۔صفحہ۴۔سطر۸۔ كلّ وا حدٍ منهم اوذى و عنّى نى فى ما ولّى و خوّف با لسّيف و السّنا ن ۔ فما وهنوا و ماستكا نوا حتى قضو نحبهم و آ ثروا (فما وهن و ما استكا ن حتى قضى نحبه واثر ہونا چاہیے کیونکہ) ان افعال کے فاعل اور ضمیر هم ثانی کا مرجع كل لفظ مفرد ہے، لہذا افعال بھی مفرد چاہئیں جیسے ان کی نظائر سابقہ اذى و عنى و خوف ہیں اور وہ ضمیر بھی مفرد چاہیے۔

۲۲۔صفحہ۴سطر۹۔ قو م مو جع (مو جعون چاہیے کیونکہ)قو م اسم جمع ہے اس کے صفات وافعال قرآن مجید میں صدہا مواضع میں جمع آئے ہیں، على قو م كافرين ، انّ القوم استضعفو نى وغیرہ

۲۳۔صفحہ۵سطر۸۔ على شرّ هم را صعون (بشرّهم آنا چاہیے کیونکہ)ر صع کا صلہ حرف با ہے۔ رصع به كفر (دیکھو قاموس، منتہی الارب)

۲۴۔صفحہ۶ سطر۵۔ بعقل النا قص (بالعقل ہونا چاہیے کیونکہ) ناقص لغت معرف ہے لہذا اس کا موصوف عقل بھی معرف چاہیے ۔(جلال دین شمس قادیانی نے اس غلطی کو سہو کاتب لکھا ہے۔ کہابسهو ا لكا تب ۔ و الصحيح بعقلهم۔ دیکھو روحانی خزائن۔بہاء)

۲۵۔صفحہ۶۔سطر۸۔ لا تعطيه ا لّا لو حيدٍ (و حيداً ہونا چاہیے کیونکہ) اعطيت کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں۔نحو میر میں ہے اعطيت زيدا در هماً ۔ایسا ہی قرآن شریف میں ہے اعطى كل شئى خلقه ، انا اعطيناك الكو ثر

۲۶۔صفحہ۷سطر۱۱۔۱۲۔ ما كنت ان آبى من امر ربى (ابى امر ربى ،ہونا چاہیے کیونکہ)ابی کا مفعول بلاواسطہ آتا ہے ۔ يأبى اللّٰه ، ابى الشيء يا باه۔

۲۷۔صفحہ۸سطر۱۰۔ بل هم كا لتر ياق لهذه الوباء و حجّة اللّٰه على ا لاشقياء و هم خزنة اسرار الشرع و ما هر الاصول (حجج ،ہونا چاہیے)یہ لفظ هم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے۔

۲۸۔صفحہ۸سطر۱۱۔ اسرا ر الشرع و ماهر ا لاصول (مهره ہونا چاہیے کیونکہ) یہ لفظ بھی هم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے۔ قادیانی نے غلط نامہ میں اس غلطی کو تسلیم کر کے کسی کے بتانے سے اس کی اصلاح کی ہے مگر چونکہ اس کے نظائر حجة وغیرہ کی اصلاح نہیں

کی لہذا یہ عفو کے لائق نہیں۔ اپنے علم سے اس کی اصلاح کرتا تو دوسری نظیر کی بھی اصلاح کرتا۔ محمد حسین۔

۲۹۔ صفحہ ؟۔ سطر ۱۸ سالتهما من رب الارض و السّماء (سالتهما رب الارض ہونا چاہیے) سأل کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں۔

۳۰۔ ص ۱۵۔ سطر ۵۔ بتلك الافتراء (اس کی جگہ بذلك ہونا چاہیے)

۳۱ تا ۳۳۔ ص ۱۵۔ سطر ۶۔ ۷۔ و اللّٰه لو قتِلت جميع صبياني و اولادي و احفادي باعينني و قطعت ايدي و ارجلي (بعيني، و يدي و ارجلي ہونا چاہیے)

۳۴۔ صفحہ ۱۵ سطر ۱۹۔ اسرو کی جگہ سرو ہونا چاہیے۔ وجہ پہلے گزری۔

۳۵۔ صفحہ ۱۶ سطر ۳۔ فاذا هبت نسيم الهام .. فا مِرت (یہاں امِرت بغیر فاء ہونا چاہیے)

۳۶۔ صفحہ ۱۶۔ سطر ۴۔ ۵۔ انّ مع الجدب حِصباً۔ ان مع الجدب حِصباً (خصباً ہونا چاہیے (شمس قادیانی نے حاشیہ میں لکھا ہے: من سهو الكاتب و الصحيح خصباً)

۳۷۔ صفحہ ۱۶۔ سطر ۶۔ حدل الناس (حدل بمعنی قلم ہے، نہ اترنے کی جگہ جو مرزا کی مراد ہے)

۳۸۔ صفحہ ۱۷۔ سطر ۱۔ لم يا ووه (لم يو ووه۔ آوى یا وى لازم فعل ہے۔ او آوى الى ركن شديد۔ اور یہاں متعدی ہے آوى يو وى سے و آوينا هما الى ربوةٍ)

۳۹۔ صفحہ ۱۷۔ سطر ۵۔ من فوه (من في۔ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ فو حالت جر میں في بن جاتا ہے)۔

۴۰۔ صفحہ ۱۷۔ سطر ۱۴۔ اسر اهل الصلاح (سر ہونا چاہیے)

۴۱۔ صفحہ ۱۷۔ سطر ۱۷۔ قبو ليته (قبو له ہونا چاہیے۔ عربی میں قبول خود مصدر ہے۔ اس کو اردو میں یا، وہ تالگا کر اردو فارسی خوان جاہل مصدر بناتے ہیں)

۴۲۔ ۴۳۔ صفحہ ۱۷۔ سطر ۱۶۔ ۱۷ والقوم يمكر ؛ والقوم يريد (يمكرون، يريدون ہونا چاہیے۔

۴۴۔ صفحہ ۲۰۔ سطر ۸۔ قوم يقال له الكفار و ذلك حزب يقال له الاخوان (حزب بھی قوم کی مانند جمع چاہتا ہے حزب بما لديهم فرحون)

۴۵۔ ص ۲۱۔ سطر ۵۔ و من تفوه بكلمة ليس له اصل (لها ہونا چاہیے۔ ہدایت النحو والے بچے بھی جانتے ہیں کہ کلمہ عربی میں مؤنث ہوتا ہے)

۴۶۔ صفحہ ۲۱۔ سطر ۱۳۔ ۱۴۔ و ان كان الامر خلاف ذلك على فرض المحال فنبذنا كله (فنبذناه ہونا چاہیے)

۴۷۔ ص ۲۱۔ سطر ۱۹۔ تدبروا في جوابي (تدبروا جوابي ہو چاہیے کیونکہ) تدبر بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے۔ افلا يتدبرون....

۴۸۔صفحہ۲۲۔سطر۳۔ لا تد خلوا فی علم اللّٰہ (لا تخو ضوا۔ہونا چاہیے کیونکہ) کسی کے کلام میں دخل نہ دینا فارسی محاورہ ہے ۔عربی میں دخل در معقولات کیلئے خوض بولتے ہیں۔

۴۹۔صفحہ۲۲۔ سطر۸۔ ان اك كا ذباً فكفى اللّٰه (كفى بغير فاء ہونا چاہیے)

۵۰۔صفحہ۲۳ سطر۳۔ ار حم علیھم (ارحمھم ہونا چاہیے۔قادیانی نے ہندی محاورہ کا استعمال کر دیا۔

عربی میں رحم یرحم بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔لو رحمنا هم اور ارحمهما۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد۱۵۔ص۳۱۶ تا ۳۲۸ مختصراً)

مرزے دی اک دیکھ کرامت گدھیاں پیر بنایا
ہے مشہور کرامت بلی موتی میہنہ برسایا
جت ڈھچر لائی رکھیا کاؤں دا ناؤں حمامہ
گڈر مور بنے ناں ہرگز دیکھو گیدڑ نامہ
سر خلافۃ وچ بی اپنا شر خلاف مچایا
ہر گلّے دجال نوں عیسی مہدی بننا آیا
مرزے دا نور اینویں حبشی جیوں کافور سدا وے
پنج پکوڑے تل کے پنجہ کہندا ناں شرماوے
اندر وڑ کے وچ رسالیاں عربی لکھ لکھ چھاپی
کوئی کی جانے آپ لکھی یا کسی دی کیتی کاپی
جے الہامی دعوی ہے اک مجلس اندر آوے
جو مضمون اردو وچ دیئے عربی لکھ دکھاوے
شاہد عدل کرامت دے سلطان تے آ تھم ہوئے
ڈھائی برساں رویا پٹیا پر ایہ دو ناں موئے

دجالا در پھٹے منہ ہن چھڈ کرامت دعوے
تینوں کیوں الہامی زوجہ ولوں شرم نہ آوے
جدوں اشاعت اندر شائع ہوئے سوال پچاسی
پئے گئی اس رملی دجال دے گل لعنت دی پھاسی
اونہاں سوالاں دا جد اسنوں کوئی جواب نہ آیا
جھوٹھا ہو کے لعنت دا خود گل وچہ رسّا پایا

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ ،مرزا قادیانی کے خطاب میں فرماتے ہیں:

آپ نے (اپنے) اس خط میں یہ دعوی کیا ہے کہ میں نے نہ اپنی نفسانی طمع اورنکاح کی ذاتی غرض سے، بلکہ دین اسلام کی حقانیت اس کے منکروں اورمخالفوں پر (جومیری برادری اور قرابتیوں میں سے تھے اور وہ مجھ سے آسمانی نشان طلب کرتے تھے) ظاہر کرنے کی غرض سے، یہ پیش گوئی کی تھی کہ اگرمرزا (احمد بیگ) ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دے گا۔کسی اور سے اس کا نکاح کرے گا تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ میں وہ فوت ہوجائے گا۔ان تین برس میں گو تاریخ موت نہیں بتائی گئی مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گزرے گا۔ اوراڑھائی برس کے عرصہ تک اس کا شوہر فوت ہوجائے گا۔اور وہ لڑکی بیوہ ہومیرے نکاح میں آ یگی۔اور یہ سب باتیں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہوکر مشتہر ہوچکی ہیں،اوراس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ اس پیش گوئی کا ایک جزء تو پورا ہو گیا ہے کہ مرزا احمد بیگ مرزا اندکورنے ۷۔اپریل۱۸۹۲ء کواس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔تو ۴ مہینے سے کم عرصہ میں ۳۰ستمبر۱۸۹۲ء کووہ فوت ہوگیا ہے۔ ایسے ہی باقی دو جزوں (اس لڑکی کے شوہر کے فوت ہونے اوراس لڑکی کے میرے نکاح میں آنے) کی امید ہے۔پھرکہا ہے کہ یہ پیش گوئی دوسرے وسائل نجوم رمل وجفر سے نہیں ہوسکتی۔کیونکہ منجموں کی پیش گوئی ایسی نہیں ہوا کرتی جس میں ذاتی فائدہ کے لحاظ سے شرطیں ہوں (جیسا کہ میں شرط نکاح لگادی ہے) اور نہ وہ اس دعوی کے ساتھ ہوتی ہیں کہ میں ملہم اور خدا کی طرف سے ماموراور بھیجا گیا ہوں (جیسا کہ میں نے دعوی کیا ہے) ۔اس دعوی کے ساتھ کوئی منجم یا رمال پیش گوئی کرے تو اس کا سچا ہونا ممکن نہیں ہے۔جس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اگر منجم جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی سچی نکلے تو اس میں اور سچے نبی میں فرق نہیں رہتا اور لوگوں کوصدق نبوت میں اشتباہ ہوجاتا ہے۔

اورنقلی دلائل میں وہ آیت ہے جن میں مومن آل فرعون کے اس قول کی حکایت ہے و ان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعد کم ان الله لا یهدی من هو مسرف کذا ب کہ اگرموسی سچاہے توتم کو (اے فرعونیو) ضرور وہ عذاب پہنچے گا جسکی وہ پیش گوئی کر چکا ہے۔خدا جھوٹے زیادتی کرنیوالے کوراہ نہیں دکھاتا۔یعنی اسکی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا۔

اور وہ آیت جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا ہے

و لو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذ نا منه بالیمین ثم لقطعنامنه الو تین

کہ اگر وہ ایک قول بھی از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے۔ و لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ار تضی من رسو ل کہ خدا تعالی اپنے غیب پر بجز رسول کسی مطلع نہیں کرتا۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کو جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔ اور اس کو غیب پر اطلاع نہیں ہوتی۔ اور اس کی رگ جان کاٹی جاتی ہے۔ اور چونکہ میں گیارہ برس سے دعوی وحی والہام کرتا ہوں اور اب تک مارا نہیں گیا، بلکہ دن بدن میری عزت وقبولیت لوگوں میں بڑھتی جاتی ہے، میرے پچھلے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ آدمی شامل ہوئے تھے اور اس سال ۳۲۷ مخلص واحباب آئے ہیں، اور میری پیش گوئیاں سچی نکلتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں صاحب وحی والہام ہوں اور میری پیش گوئی مذکور الہامی ہے۔ رمل ونجوم جفر سے وہ نہیں ہوئی۔ اب آپ اس پیش گوئی کو الہامی مان لیں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں یہ اعتراف چھاپ دیں کہ جزء پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کادیانی پوری ہوگئی ہے، باقی دو جزء (موت شوہر دختر خسر مذکور ونکاح ثانی آ دختر بہ کادیانی) پوری ہوگئیں تو میں توبہ کروں گا۔ اس اعتراف کو آپ نے اپنے رسالہ میں نہ چھاپا تو پھر آپکے لئے غضب الہی جو آپ کے غضب سے بڑھ کر ہے تیار ہے۔ کیونکہ نشان دیکھنے کے بعد انسان معذور نہیں ٹھہر سکتا۔

یہ آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت کا جس کو آپ نے پراگندہ طور پر مکرر سہ کرر عبارات میں ادا کیا ہے ضبط وشائستگی کے ساتھ خلاصہ ہے۔ اس باضبط وشائستہ پیرایہ میں اس کو اس لئے ادا کیا گیا ہے کہ اس پر ضبط اور آسانی سے یک جا گفتگو ہو سکے۔

میرے نزدیک اور ہر ایک منصف مزاج، حقیقت شناس، سخن رس، ناظر ومناظر کے نزدیک آپ کا یہ ثبوت غیر مکمل ونا کافی ہے۔ کراس ایگزیمینیشن (امتحان جرح) کا محتاج ہے۔ لہذا آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت مذکور پر چند سوالات جرح کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آپ نے کافی وشافی اور صافی دیا تو آپ کا ثبوت مکمل سمجھا جائے گا۔ اور اس وقت آ پ کو اپنے دعوی اور اس کے دلائل کی صحت وتسلیم میں عذر پوچھنے کا استحقاق پیدا ہوگا۔ وہ سوالات یہ ہیں:

سوال اول۔ اس پیش گوئی سے جو غرض آپ نے بیان کی ہے اس غرض کا اظہار آپ نے کب کیا تھا۔ درخواست نکاح کے وقت، یا جب درخواست نامنظور ہوئی، تب یہ غرض بنائی گئی۔ اشتہار متضمن پیش گوئی مذکور اور اشتہار متضمن اظہار غرض مذکور ایک تاریخ کے ہیں یا اشتہار پیش گوئی کی تاریخ آگے اور اشتہار متضمن اظہار غرض کی تاریخ پیچھے۔ ایسا ہے تو غرض وعلت غائی کا جس کا وجود ذہن میں پہلے ہوتا ہے، اظہار پیچھے کیوں ہوا؟

سوال دوم۔ اگر آپ کی کسی تحریر سابق یا لاحق سے یہ ثابت ہو کہ درخواست نکاح کے وقت آپ نے معجزانہ اور مردانہ مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ عاجزانہ وبزدلانہ خوشامد چاپلوسی اور مال کی طمع دہی سے کام لیا ہے۔ اور ۱۸۹۱ء تک (جس میں دوسرے شخص سے اس لڑکی کے نکاح کی تجویز ہوئی تھی) اس طمع دہی کو نہیں چھوڑا، تو پھر آپ اس دعوی کو وڈڈرا (withdraw) کریں گے، یعنی واپس لیں گے یا اس میں کوئی عذر پیش کریں گے۔ پیش کرنا ہو تو اس کو پہلے سے بیان کر دیں۔

سوال سوم۔اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو،جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں،آپ نے پبلک (عام لوگوں) میں شائع کیا تھا؟اوراس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں۔یااس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص لوگوں میں شائع کیا تھا،جیسا کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ امر معلوم ہو چکا ہے۔

سوال چہارم۔جو پیش گوئی کسی شخص کی سچی نکلے وہ بذاتہ وبانفرادہ اس شخص کے ملہم ہونے اور پیش گوئی کے الہام ہونے پر دلیل ہوسکتی ہے۔یا اس کی صداقت کے علاوہ اس شخص میں اور بھی شرائط ہونی ضرور ہیں،جن سے اس کا ملہم اوراس کی پیش گوئی کا الہام ہونا ثابت ہو؟

سوال پنجم۔خواص حقیقت شناس لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جوانبیاء مانا ہے،تو صرف ان کی کسی پیش گوئی کے سچا ہونے سے مانا ہے،یا ان کو نبی ماننے میں ان کے اخلاق دائمی اور مدت العمری راست بازی،رحم دلی،بے غرضی،عفت،عدالت وغیرہ اوران کی اعتقادات و تعلیمات کا بھی لحاظ کیا ہے۔

سوال ششم۔نبیوں کی سبھی پیش گوئی کا سچا ہونا ضروری ہے یا نہیں۔بلکہ بعض کا جھوٹا ہونا بھی ممکن یا واقعہ ہو چکا ہے؟ظنی اور خیالی تعبیر سے سوال نہیں،اس واقعہ کی نسبت سوال ہے جس کی نبی نے قطعی طور پر خبر دی ہو۔

جواب میں شق نفی اختیار کریں تو ایسی پیش گوئی غیر صادق کی مثال نبی آخر الزمان کی پیش گوئی سے بحوالہ کتب اسلامی دیں،کیونکہ اہل کتاب کی نقل وبیان پر اہل اسلام کو اعتماد نہیں ہے۔

ہفتم۔جس شخص کی کوئی پیش گوئی سچی نکلے اور کوئی جھوٹی،وہ سچی پیش گوئی میں ملہم ہوسکتا ہے؟

ہشتم۔ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو،لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو،ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں لاتا ہو،ظلم،ایذا رسانی،بے رحمی،بد خلقی وبدگوئی پر مصر ہو،تو پھر بھی اگر اس کوئی پیش گوئی سچی نکل آوے،اس سچی پیش گوئی میں ملہم،ولی،محدث ومجدد اور خدا کا مخاطب ہوسکتا ہے؟

سوال نہم۔آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اوراس سے پیشتر ایسے لوگ عرب میں موجود تھے جو کاہن کہلاتے تھے اور غیب دانی کے مدعی تھے۔اوروہ بعض پیش گوئیوں میں سچے نکلتے تھے یا نہیں؟

جواب بشق نفی ہو،تو جن احادیث سے ایسے کاہنوں کا وجود ثابت ہوتا ہے،وہ موضوع ہیں یا کچھ اور معنے رکھتے ہیں؟

اوراگر جواب بشق اثبات ہوتو وہ لوگ ان سچی پیش گوئیوں میں ملہم اور خدا کے مخاطب کہلا سکتے ہیں؟

سوال دہم۔ابن صیاد کاہن نے (جس کو آپ دجال سمجھتے ہیں) آنحضرت ﷺ کے دل میں چھپائی ہوئی بات کسی قدر معلوم کر لی تھی یا نہیں؟

جواب بشق اثبات ہو،تو اس صورت میں وہ ملہم وصاحب وحی متصور ہوگا یا کچھ اور

اوراگر بشق نفی ہوتو ان احادیث کی نسبت جن میں ابن صیاد کا بتایا ہوا لفظ د خ منقول ہے،آپ کا کیا خیال ہے۔وہ موضوع ہیں یا اور کچھ معنے رکھتی ہیں؟

سوال یازدہم۔اکثر زمانوں اور ملکوں میں نجومی، رمال،جفری،پنڈت،جوتشی واقعات آئندہ موت وحیات بعض اشخاص کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں۔پنڈت لوگوں کی جنم پتریاں لکھتے ہیں،نجومی زائچے لکھتے ہیں جن میں سال بھر کے واقعات درج کرتے ہیں۔اوروہ

اخباروں میں چھپتے ہیں۔جن میں سے بعض واقع کے مطابق اور سچے نکلتے ہیں۔ان میں وہ ملہم اوران کی سچی پیش گوئیاں الہامی ہوتی ہیں یا کچھ اور؟

سوال دوازدہم ۔اگر وہ اس کے ساتھ جھوٹا دعوی الہام کرلیں یا کوئی اور جھوٹ بولیں یا کسی ذاتی فائدہ کوملحوظ رکھیں اوراس کی نسبت پیش گوئی کرنی چاہیں،تو پھران کی اس قسم کی پیش گوئیاں بند ہوجاویں؟اور پھر وہ کسی پیش گوئی میں سچے نہ نکلیں؟اوراس کی وجہ کیا ہے۔کیا وہ اپنے علم نجوم،جفر وغیرہ کو بھول جائیں۔یااورسبیل سے روکے جاویں۔

سوال سیزدہم ۔طبعی،فلاسفر،سائنس دان،جو پیش گوئیاں کرتے ہیں ان میں سے بعضی سچی نکلتی ہیں یا نہیں؟اوراگر نکلتی ہیں تو کیا وہ لوگ بھی ملہم اوروہ پیش گوئیاں الہامی ہیں؟

سوال چہاردہم ۔روحانیات کی تسخیر وحاضرات سے جو پیش گوئیاں لوگ کرتے ہیں،چنانچہ آج کل کلکتہ کی ایک جماعت تعلیم یافتہ نے آنزیبل بابو کرسٹوداس پال کی روح کو بلاکر یہ پیش گوئی کی ہے کہ جیوری سسٹم میں لفٹنٹ گورنر کوناکامی ہوگی۔اورحضرت مسیح کی روح سے یہ پیشین گوئی کرائی ہے کہ ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی عمر چار برس اور ہوگی اور پرنس آف ویلز ان کے جانشین ہوں گے وغیرہ۔جو اکثر اخباروں میں شائع اورمشتہر ہوئی ہیں۔ان میں سے اگر کوئی پیش گوئی سچی ہوگئی تو کیا وہ جماعت بھی ملہم متصور ہوگی اور پیش گوئیاں الہامی ہوں گی؟

سوال پانزدہم ۔مسمریزم یا عمل الترب کے ذریعہ سے جس تہ پائے میز یا چوکی کو ہلایا جاتا ہے،جس کا آپ نے بھی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں اعتراف کیا ہے،وہ بھی لوگوں کی حیات وممات وغیرہ واقعات آئندہ کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں،چنانچہ لاہور میں اس کا مدت تک گھر گھر مشغلہ رہا،ہرگلی کوچہ میں چرچا ہوا لاہور کے ایک معزز رئیس اور میرے دوست سید رجب علی شاہ صاحب میونسپل کمشنراور پروپرائیٹرامپیریل پریس کے مکان پراورکئی اورلوگوں کے مکانات پر ایسی میزیں تھیں جن سے میرے دوستوں اور احباب نے اپنی آنکھ سے اس کاروائی کو مدت تک دیکھا۔یہ پیش گوئیاں اگر سچی نکلیں تو کیا وہ تہپائے بھی ملہم محدث ومجدد وصاحب وحی کہلائیں گے۔ اوراس تہ پائے سے مسمریزم کے ذریعہ سے یہ کام لینے والے ہندو،مسلمان،عیسائی،ملہم ومحدث کہلائیں گے؟

سوال شانزدہم ۔بعض مسلمان فاسق فاجر زناکار شراب خوراس حالت اوراس وقت میں جب کہ وہ بادہ بسر وآشنا ببر کا مصداق ہوتے ہیں اور بعض کافر بعض اوقات ایسے خواب دیکھتے ہیں جن میں واقعات آئندہ کے حالات ان پر کھل جاتے ہیں کہ فلاں شخص فوت ہوگا،یا فلاں شخص کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا ہوگی،اورفلاں شخص بیمار ہوگا،فلاں چیز ہاتھ آئے گی۔اوران پیش گوئیوں میں وہ سچے نکلتے ہیں۔کیا ان پیش گوئیوں میں وہ لوگ ملہم محدث وغیرہ کہلا سکتے ہیں۔

سوال ہفدہم ۔دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ الہامی کہلاتے ہیں،نہ کاہن نہ نجومی نہ جوتشی نہ طبعی نہ سائنس دان نہ مسمریزر،نہ خواب میں کی روئت بیان کرتے ہیں،بلکہ صرف قرینہ وقیاس وتجربہ اورظن سے ایک شخص کی نسبت پیدائش یا موت یا صحت یا بیماری کی خبر دیدیتے ہیں اور وہ سچی نکل آتی ہے۔کیا وہ بھی آپ کے نزدیک الہامی ہیں اوران کی پیش گوئی الہام ہے؟

سوال ہژدہم ۔بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قیافہ وتجربہ بھی نہیں رکھتے،صرف سادگی سے بے ساختہ ان کے منہ سے ایک آئندہ کی بات نکل جاتی ہے،اوروہ اتفاقاً سچی ہوجاتی ہے،ان میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کولوگ عاجز وناچیز سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ راست

باز ہوتے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کی عاجزی وسچائی کی برکت سے ان کی بات کو پورا، اوران کو سچا کر دیتا ہے،جن کے حق میں آ چکا ہے لـــو اقسم علی اللہ لا برہ کیا وہ لوگ بھی ایسی باتوں میں خدا کے ملہم ومخاطب ہیں؟

سوال نوزدہم۔بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو صفات مذکورہ بالا سے ایک صفت بھی نہیں رکھتے ہیں، بلکہ وہ پرلے درجہ کے جھوٹے، بے حیا اور دلیر ہوتے ہیں، نہ ننگ دنیا رکھتے ہیں اور نہ خوف آخرت۔اور وہ یوں ہی بغیر کسی یقین وظن کے ایک لاف مار دیتے ہیں کہ تیرے گھر بیٹا ہوگا۔یا اگر تو ہم کو کچھ نہ دے گا تو تیرا یہ نقصان ہو جائے گا،جیسا کہ بعض ڈاڑھی منڈے بھیک ماننے والے جوگی فقیر کرتے ہیں،اور خدا کے علم وتقدیر میں اس کا وقوع مقدر ہوتا ہے،تو اتفاق سے ان کے کہنے کے موافق ہو جاتا ہے۔ان کو بھی آپ الہامی اوران کی ایسی پیش گوئی کو الہام کہیں گے؟

سوال بستم۔سیالکوٹ کے ملک شاہ علم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے ہیں اور آپ کو ان سے صحبت وملاقات واستفادہ (شاگردی) کا کوئی تعلق رہا ہے یانہیں ؟

سوال بست ویکم۔بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اوران کے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھے اور آپ کو ان سے صحبت واستفادہ کا تعلق تھا یا نہیں؟

سوال بست ودوم۔فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر میں جو آپ نے ہندسہ اور بعض نقوش لکھے ہیں ان سے کیا مراد ہے اور وہ کس علم کی اصطلاح ہے؟

بست وسوم۔آپ کو مسمریزم یا عمل الترب میں دخل ہے یانہیں۔

اوراگر نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں یہ کیوں دعوی کیا اور کہا ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

بست وچہارم۔اس عاجز کی باون سال کی عمر کو پہنچ کر فوت ہونے کی نسبت آپ نے وہ پیش گوئی جو آپ کے مرید اور آپ کے دوست بیان کرتے ہیں، کی ہے یانہیں؟ کی ہے تو کس عنوان وبیان سے۔

بست وپنجم۔جولڑکا بشیر نام آپ کا فوت ہو گیا ہے،اس کی نسبت آپ نے کسی تحریر یا اشتہار میں لکھا تھا یانہیں، کہ اس میں پسر موعود اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی علامات پائی جاتی ہیں اور یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے۔

بست وششم۔کسی تحریر میں اس بیان علامات سے آپ نے انکار کیا ہے یانہیں؟

بست وہفتم۔اس لڑکے کی نسبت آپ کے کسی حامی نے یہ بھی مشتہر کیا تھا کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہے یانہیں؟

کیا تھا،تو آپ نے اس پر سکوت کیا، یا اس کو رد کیا تھا؟

بست وہشتم۔شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟

اور وہ کس عنوان سے تھی؟

اوراس کی تشہیر کی تھی؟ اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی۔

بست ونہم۔ دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپسی اور دیانند سرستی کی موت کی نسبت جو آپ نے پیش گوئی کی تھی، وہ کس عنوان سے تھی، اوراس کی اشاعت کیونکر ہوئی؟

(ان چار آخری سوالات میں جن پیش گوئیوں کا ذکر ہے،ان میں کوئی مستقل بحث مقصود نہیں، بلکہ اسی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی جناب میں بحث کرنے کے وقت ان سے ضرورت متعلق ہوگی)

سوال سی ام۔ جس شخص کو کسی امر کے چند ساعات کے بعد واقع ہوجانے کا علم ویقین ہو، وہ اس کے ظاہر و ثابت کرنے اور دوسرے کو اس مقابلہ سے عاجز کرنے کے لئے اس امر کے چند دنوں کے بعد واقع ہونے، اور اگر چند دنوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند مہینوں کے بعد اس کے واقع ہونے، اور اگر چند مہینوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند برسوں کے بعد اس کے واقع ہونے کی خبر دے۔ تو اس سے اس کا علم ویقین ثابت ہوتا ہے یا یہ شک یا گمان پیدا ہوتا ہے کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، بلکہ اس نے صرف ظن سے کام لیا اور احتیاط وپیش بندی کر کے ساعات کی جگہ دنوں کو، اور دنوں کی جگہ مہینوں کو، اور مہینوں کی جگہ برسوں کو اختیار کیا۔ اس کو یقین ہوتا تو جس کمتر وقت پر اس امر کا وقوع ہوا ہے، اسی کو بیان کرتا۔

جواب میں اگر شق اول اختیار کی جائے تو اس کی نظیر میں کوئی الہامی پیش گوئی پیش کی جائے جس میں خدا تعالی نے ایک واقعہ قریب الوقوع کی ا بعد مدت کے بعد واقع ہونے کی خبر دیکر اس سے مخالفین اور منکرین پر حجت قائم کی ہو۔ قرآن میں ایسے نظائر تو موجود معلوم ہیں کہ بعید الوقوع واقعہ کے وقوع کی ایسے الفاظ سے خبر دی ہو جن سے اسکا قریب الوقوع ہونا خیال میں آسکے اور اس سے مومنوں کے دل میں تسکین وامید اور مخالفوں کے دل میں دائمی خوف اور غم پیدا ہو، چنانچہ فتح روم کی جو سات یا نو برس کے بعد ہونے والی تھی، لفظ بضع سے، جس سے ادنی تین برس بھی مفہوم ہوتے ہیں، خبر دینا ہے۔ لہذا اس قسم کی نظیر پیش نہ کریں، بلکہ ایسی نظیر پیش کریں جس میں قریب الوقوع واقعہ کی ا بعد مدت میں واقع ہونیکی پیش گوئی مقام تعجیز خصم میں کی گئی ہو۔

اور اگر جواب میں شق ثانی اختیار کریں تو یہ بتا دیں کہ آپ کی اس پیش گوئی میں آپ کے ملہم نے یہ احتیاط وپیش بندی کیوں کی کہ جو واقعہ چار مہینے سے کم عرصے میں واقع ہونے والا تھا، اس کا وقوع تین برس کے عرصہ میں بتایا، باوجودیکہ قریب مدت بتانے میں آپ کا غلبہ اور بزعم آپ کے معجزہ ثابت ہوتا تھا۔ اس احتیاط سے آپ کے ملہم پر یہ گمان واعتراض نہیں ہوتا کہ اس کو چار مہینے کے بعد وقوع اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ علم ہوتا تو عین مقابلے اور تحدی اور اعجاز کے مقام میں اسی قریب مدت کے بعد اسکے وقوع کی خبر دیتا، احتیاط اور پیش بندی سے کام لے کر مہینوں کی جگہ تین سال نہ بولتا۔

سوال سی ویکم۔ دوسرے کشف میں جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ بہت عرصہ نہیں گذرے گا کہ آپ کا خسر فرضی مر جائے گا، اس امر کو آپ نے کسی تحریر مطبوع یا قلمی کے ذریعہ سے مشتہر کیا تھا یا نہیں؟

مشتہر کیا، تو اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

وہ تھوڑا عرصہ جو اس کشف میں بتایا گیا تھا، مہینوں کا تھا یا برسوں کا؟

اگر برسوں کا بتایا گیا تو کیا پھر وہ اس اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا جو شق ثانی جواب سوال نمبر ۳۰ پر وارد ہوا ہے۔ اور اگر وہ مہینوں کا بتایا گیا تھا تو

آپ نے اس کو مقام مقابلہ و تعجیز منکرین میں ظاہر کیوں نہ کیا۔ اور اگر کچھ بھی نہیں بتایا تو اس کشف سے کون سا فائدہ جدید حاصل ہوا، جو پہلے الہام سے نہ ہوا تھا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو پھر کیا یہ کشف لغو نہیں ٹھہرتا۔ کیا اس کشف پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آپ نے اس میں ان جوگیوں کا اقتداء کیا جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ہمسایہ کو یہ کہہ جاتے ہیں کہ اس گھر میں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کو پیش کر کے اپنا سچ ثابت کیا اور نذرانہ لیا، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نے ہمسایہ کو کہہ دیا تھا کہ لڑکی ہوگی۔

آپ نے بھی بعینہ یہ کام کیا ہے کہ ایک الہام میں تین برس کی میعاد ٹھہرا دی، دوسرے کشف میں عنقریب کی خبر دی، پھر جلدی کام ہو گیا تو یہ کہہ دیا کہ ہم نے عنقریب وقوع کی خبر دی تھی، دیر ہو گئی تو تین برس کی مدت کو پیش کیا، جس میں کسی نہ کسی اختیاری تدبیر سے یا اتفاق تقدیر سے ایک شخص کا کام تمام کرنا ممکن ہے۔

سوال سی و دوم۔ آپ کی متمسکہ آیات میں سے پہلی آیت میں جو حضرت موسیٰ کی پیش گوئی کا سچا ہونا بیان ہوا ہے، اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کی کوئی پیش گوئی اتفاقی سچ نکلے وہ ملہم ہوتا ہے؟ کیا بعض اوقات جھوٹے کی بات سچ نہیں نکلتی (چنانچہ سوالات سابق میں پوچھا گیا ہے) پھر یہ آیت اس جھوٹے کو کیونکر ملہم بناتی ہے۔ اور جو اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ مسرف کذاب کو راہ نہیں دیتا، اس کے یہ معنی کس دلیل سے متعین ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا؟ کیونکر جائز نہیں کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ جو شخص اپنی اور (دیگر) باتوں میں جھوٹ بولے، گو مدعی الہام نہ ہو۔ اس کو خدا تعالیٰ وحی والہام سے مشرف نہیں کرتا، اور اسکی بعض پیشگوئیاں الہامی نہیں ہوتیں، گو بوجوہ مذکورہ بالا سچی نکلیں۔ یا یہ معنی ہوں کہ خدا تعالیٰ فرعون کو جو مسرف و کذاب ہے، راستی اور نجات کی راہ نہیں دکھائے گا۔ چنانچہ بیضاوی نے اس کے ایک یہ معنے بھی کئے ہیں۔ عرض بہ فرعون بانہ مسرف کذاب لا یھدیہ اللہ سبیل للصواب و طریق النجاۃ (بیضاوی۔ ج۲)۔

سوال سی وسوم۔ دوسری آیت میں جو افتراء پر ہلاک کرنے کا ڈر سنایا گیا ہے اس کی کوئی حد مقرر ہے کہ جس دن خدا تعالیٰ پر افتراء ہو، اسی دن ہلاکت ہو، یا اس کی ہلاکت کا وقت وسیع ہے؟ قوم نوح نے جو خدا پر شریک کا افتراء کیا تو وہ کتنی مدت کے بعد ہلاک ہوئے۔ فرعون جو خود معبود بن بیٹھا تھا، وہ اس افتراء کے بعد کتنے دنوں میں ہلاک ہوا؟ آپ (مرزا) سے پہلے جن لوگوں نے جھوٹا دعویٰ نبوت والہام کیا تھا، جیسے مسیلمہ وغیرہ، وہ کتنے عرصہ کے بعد ہلاک ہوئے؟ جس دن سے آپ نے نبوت اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے آپ کی صحت اکثر اوقات کیسی رہتی ہے۔ کیا آپ اکثر بیمار نہیں رہتے اور آپ کی ایسی حالت نہیں ہو جاتی جس سے موت نظر آنے لگے۔ کیا ایسے امراض، موت کے و ہلاکت کے مقدمات نہیں ہیں۔

اگر مفتری کا جلد ہلاک ہونا ضروری ہے اور آپ مفتری نہیں، بلکہ سچے ملہم اور ولی ہیں، تو جو لوگ آپ کو مفتری و کذاب کہتے ہیں اور آپ کو کافر سمجھتے ہیں، اور رات دن آپ پر لعنتوں کا مینہ برسا رہے ہیں، جو آپ کے خیال میں یقیناً خدا پر افتراء کرتے ہیں، وہ کیوں جلد ہلاک نہیں ہوتے؟ باوجودیکہ حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ سے منقول ہے من عادی لی ولیاً فقد بارز اللہ بالمحاربۃ و فی

روایۃ فقد آذنتہ بالحرب یعنی خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے لڑنے کو میدان میں نکلا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خداتعالیٰ اس کو جنگ کی اطلاع دیتا ہے۔ اور وہ لوگ کیوں دن بدن برکات وانعامات الٰہیہ کے مورد ہوتے ہیں۔ صحت وعافیت اور قوت میں آپ سے بڑھ کر ہیں۔ اولاد میں بہ نسبت سابق زمانہ عدم مخالفت محل برکت وکثرت ہیں۔ جائز طور پر آمدنی زر میں آپ سے بڑھ کر ہیں؟ ہلاکت کے مقابلے میں دن بدن عزت بڑھنے کا جو آپ نے دعویٰ کیا ہے اس کا موازنہ ومقابلہ اپنی روزافزوں ذلت اور اپنے مخالفین ومکفرین کی روزافزوں عزت سے نہیں کیا لہٰذا اس پر یہ سوالات وارد ہوتے ہیں۔

ہندوستان وپنجاب کے مسلمانوں میں آپ کو حق پر جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا آپ کے مخالفین و مکفرین کو حق پر جاننے والوں کی؟

۱۸۹۱ء کی نسبت ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء میں آپ کے مکفرین کی تعداد زیادہ ہوئی ہے یا تابعین کی۔ جس قدر لوگ آپ کے میلہ حال میں آئے ہیں، کیا وہ مخالفین ومکفرین سے تعداد میں بڑھ کر تھے؟

گذشتہ میلہ سالانہ میں جو لوگ آئے تھے ان میں سے بہت سے لوگ اس سال کیوں نہیں آئے؟

نئے لوگ جو آئے ہیں ان کے مخلص واحباب ہونے پر آپ کی کیا دلیل ہے؟

کیا ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو صرف تماشا دیکھنے یا نکتہ چینی کرنے کو آئے تھے؟ کیا ان میں بعض لوگ ایسے نہ تھے جو آپ کے اشتہار اور پرائیویٹ خطوں سے دھوکہ کھا کر آئے اور بعض صرف روٹی کھانے کو آئے؟ آپ ان سب کے مخلص واحباب ہونے کے مدعی ہیں تو ان کی فہرست پیش کر کے ان کے مخلص ہونے کا ثبوت دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ان میں سے کس قدر آپکے مخالف اور غیر معتقد ثابت ہوتے ہیں۔

جن فقیروں، پیرزادوں کو آپ اپنے رسائل میں بدعتی لکھ چکے ہیں، ان کے سالانہ میلوں اور عرسوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ کیا وہ لوگ بھی آپ کے اعتقاد میں خدا کے نزدیک عزت رکھتے ہیں؟

دھونکل اور ننگا ہے کے میلوں میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یا آپکے میلہ میں؟

سوال سی وچہارم۔ تیسری آیت سے جو آپ نے یہ مطلب نکالا ہے کہ نبی، رسول اور محدث کے سوا کوئی شخص آئندہ کی بات نہیں بتا سکتا، اور جو بتادے وہ ملہم ہوتا ہے۔ اس پر یہ سوالات ہیں۔

غیب کس کو کہتے ہیں۔ کیا جو بات عادی اسباب علم، حساب، نجوم وغیرہ سے معلوم ہو، اسکو غیب کہا جاتا ہے؟

نجومی اپنے علم نجوم سے جو کچھ بتاتے ہیں اس کی نسبت وہ علم ویقین کا دعویٰ کرتے ہیں یا صرف ظن کا؟

نبی کے سوا جو کسی کو الہام ہوتا ہے، اس کے دخل شیطان سے اسی پہرہ وچوکی سے حفاظت ہوتی ہے جس سے نبیوں رسولوں کی وحی کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہے فانہ یسلك من بین یدیہ و من خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم (بے شک خدا، رسول کے آگے اور پیچھے پہرہ رکھتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ خدا کے فرشتوں نے ٹھیک خدا کے پیغام ان کو پہنچا دیئے ہیں، ان میں شیطان نے کچھ دخل نہیں دیا)

مسلمانوں سے آج تک اس بات کا کون قائل ہوا ہے کہ اس آیت کا یہ لفظ، رسول، محدث کو بھی شامل ہے اور محدث بھی ایک رسول ہوتا ہے

اس صورت میں نبی اور غیر نبی کے الہام میں کیا فرق ہے؟

سوال سہ و پنجم۔ ولی و ملہم ہونے کے لئے پابند شریعت ہونا ضروری ہے، یا تارک احکام شرعیہ کا بھی ولی و ملہم ہونا جائز ہے؟

سوال سی و ششم۔ آپ اپنی تمام عمر میں دعوی ولایت والہام سے پہلے اور اس کے بعد خصوصاً دعوی مسیحائی کے وقت سے پانچ وقت مسجد الجماعت میں نماز پڑھنے کے ملتزم ہیں، یا اکثر اوقات مسجد چھوڑ کر مکان پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں؟

سوال سی و ہفتم۔ کیا ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ فجر کی نماز آپ نے ٹھیک وقت نہ پڑھی ہو اور اپنے اتباع و ملازمین پر یہ کہکر خفگی ظاہر کی ہو کہ جو لوگ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ ان کو نماز کے لئے جگا دیا کرتے ہیں، تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ مجھ کو صبح کے وقت نہیں جگاتے۔

سوال سی و ہشتم۔ آپ نے فریضہ حج ادا کیا ہے یا نہیں؟ نہیں کیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا آپ کے دس ہزار روپیہ جائداد کی آمدنی سے آپ پر حج فرض نہیں ہوا؟

یا دعاؤں کی پیدا والی اور مریدوں کی آمدنی سے ایک وقت میں آپ کے پاس پانچ پانچ سو یا اس سے زیادہ روپیہ نہیں آیا جس سے حج فرض ہو جاتا؟

سوال سی و نہم۔ آپ ہمیشہ سے، خصوصاً دو تین سال سے، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟

کسی رمضان میں آپ ایسے بیمار ہوئے ہیں جس میں دو چار میل پیادہ پا سیر نہ کرتے ہوں؟

سوال چہلم۔ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے یا نہیں؟

اور اگر کوئی جھوٹ آپ کی کلام میں ثابت ہو، تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں، اگر وہ سچی نکلے، ولی و ملہم ہو سکتے ہیں؟

سوال چہل و یکم۔ دس ہزار روپیہ کے قریب آمدنی چندہ وغیرہ کے مصارف میں جو آپ نے ساٹھ ہزار مہمانوں اور بارہ ہزار رجسٹری شدہ خطوں کا ذکر صفحہ ۴۷ و ۴۸ رسالہ فتح اسلام میں کیا ہے، اس کا آپ کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

کیا مہمانوں کا کوئی رجسٹر ہے جس میں ان کے نام بقید ولدیت و جائے سکونت وغیرہ درج ہوں۔ اور رجسٹریوں کی رسیدات موجود ہیں؟

ماہواری خطوں کی تعداد تین سو سے سات سو تک اور کل کی تعداد نوے ہزار سے زیادہ جو آپ نے رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں بتائی ہے، اس کا ثبوت آپ کیا دے سکتے ہیں؟ کوئی رجسٹر ہے یا کچھ اور۔

سوال چہل و دوم۔ آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت کوئی پیش گوئی ہشت سالہ میعادی، کی ہے یا نہیں؟

اقبال ہو تو فرمایئے کہ اس کا کیا مضمون و عنوان ہے؟

اور اگر انکار ہو تو اس انکار پر آپ، جس عنوان سے کہا جاوے، قسم کھائیں گے؟

سوال چہل و سوم۔ جن شرائط مندرجہ اشتہار جنوری ۱۸۸۹ء (جو تکمیل تبلیغ کے عنوان سے چھپا ہے) پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، ان شرائط کے خود پابند ہیں؟ خصوصاً شرط دوم و سوم و چہارم و ہفتم و نہم کے۔

اور اگر آپ کا عمل ان کے برخلاف ثابت ہو تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں (اگر وہ سچی نکلے)، ولی و ملہم محدث ہو سکتے ہیں؟

کیا آپ کے خاص مریدان شرائط کے پابند ہیں؟ کیا ان میں ایسے لوگ نہیں جو علانیہ ان شرائط کا خلاف کرتے ہوں، نماز نہ پڑھتے ہوں،

داڑھیاں صفاچٹ یا خش خشی کراتے ہوں، شراب پیتے ہوں، لوگوں کے مال ناجائز طور پر مارتے ہوں، اوران کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف دیتے ہوں، اور آپ کو ان کی ان باتوں کا علم ہو۔

کیا آپ کے بڑے خاص اور بڑے معاون نے خاص آپ کے مکان پر شراب نہیں پی؟ اور آپ نے اس پر مطلع ہو کر اس عذر سے کہ وہ مہمان ہے، اس کی دل آزاری نہیں کی جا سکتی، ترک خفگی و نہی عن المنکر نہیں کی؟

ان حالات کے ثابت ہونے پر آپ کسی سچی پیش گوئی میں ولی و ملہم و محدث ہو سکتے ہیں؟

سوال چہل و چہارم۔ میاں اللہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے سابق ملازم فتح خان کی معرفت دوسو روپیہ یا کم وبیش منگایا۔ وہ کیسا روپیہ تھا؟

اور وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

سوال چہل و پنجم۔ براہین احمدیہ کا چندہ آپ کے ذاتی مصارف میں کچھ صرف ہوا ہے یا نہیں؟

سوال چہل و ششم۔ واپسی قیمت براہین احمدیہ کی بابت جو اشتہار آپ نے اپنے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں چھاپا تھا، وہ ان سب خریداروں اور معاونوں کے پاس، جن سے چندہ وصول کیا تھا، روانہ کیا تھا؟

اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

سوال چہل و ہفتم۔ جس شخص نے آپ سے براہین احمدیہ کا چندہ واپس طلب کیا، اس کو آپ نے بلا عذر واپس کیا، یا اس میں کچھ حیلہ وحوالہ سے کام لیا؟

سوال چہل و ہشتم۔ آپ کے ذاتی مصارف کا گذارہ اس چندہ سے چلتا ہے جو آپ مریدوں اور خریداران رسائل سے لیتے ہیں یا آپ کی آمدنی زمین سے؟

اور اگر وہ گذارہ آمدنی زمین سے ہے تو اس کی تعداد سالانہ کس قدر ہے؟

سوال چہل و نہم۔ پیش گوئی زیر بحث کے متعلق جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے تمہاری طرف رڈ کرے گا (لوٹائے گا) جس کو آپ نے خط میں یقین سے بیان کیا اور اس میں چھ دعاوی کا پایا جانا بتایا، اگر یہ الہام الہی تھا (جو ۱۸۸۸ء میں ہوا تھا) تو پھر آپ نے اس الہام کے برخلاف اس لڑکی کو باکرہ ہونیکی حالت میں اپنے نکاح میں لانے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح نہ ہونے کیلئے مئی ۱۸۹۱ء تک کیوں کوشش کی؟

سوال پنجاہم۔ کیا اس کوشش کو آپ نے اس حد تک نہیں پہنچایا کہ درصورت موقوف اور رڈ نہ کرنے نکاح شخص مذکور کے، اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدی، اور ایک فرزند کو عاق کر دیا؟

کیا کسی سچے ملہم نے اپنے الہام کو جھوٹا کرنے اور واقع نہ ہونے کے لئے ایسی کوشش کی ہے؟ کی ہو تو اس کی نظیر بتائی جاوے۔

ان جملہ سوالات کے جواب میں آپ اگر اپنی کسی تحریر یا اشتہار مطبوع یا قلمی کا حوالہ دیں تو مطبوع تحریر کو باصلہ اور قلمی تحریر کی اپنی دستخطی نقل اس جواب کے ساتھ پیش کریں۔ اور کوئی اپنی تحریر مطبوع یا قلمی جس کو آپ دست آویز بنانا چاہتے ہیں، باقی نہ چھوڑیں۔ اور

یہ تحریر کر دیں کہ میں نے کوئی اپنی دست آویز تحریر یا قی نہیں رکھی ۔اگر موقعہ جواب کے بعد کوئی تحریر ہم پیش کریں گے تو وہ لائق توجہ نہ سمجھی جائیگی ۔

ان جوابات اور آپ کی دست آویزات کے بعد میں آپ کے ثبوت کو کافی اور صحیح سمجھونگا تو بسر وچشم اس کو قبول کرونگا، اور آپ کی پیش گوئی کو الہام اور آپ کو ملہم مان لونگا، ورنہ اس میں جو عذر ہوگا اس کو پیش کرونگا۔ ان شاء الله تعالی

آپ نے میرے سوالات کا تاریخ وصول سے ایک مہینے تک کچھ جواب نہ دیا، یا ان کے جواب کو دوسری طرف بحث لے جا کر ٹلانا چاہا، جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے اور یہی امر (کچھ جواب نہ دینا یا بحث کو دوسری طرف لے جانا) آپ سے وقوع میں آئے گا۔(یہ پیش گوئی بھی ہماری آپ اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ میں لکھ لیں) تو ناظرین منصفین ومبصرین میرے سوالات ہی سے سمجھ جائیں گے کہ آپ کی یہ پیش گوئی الہامی نہیں ۔ومعہذا خاکسار خود ان سوالات کے صحیح اور واقعی جواب تحریر کر کے ان سے ثابت کرے گا کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ۔...

آپ کا اس پیش گوئی کو ایک نشان ظاہر کہنا بھی ایک شرمناک دعوی ہے۔جس پیش گوئی پر اس قدر سوالات جرح وارد ہوں وہ ظاہر نشان کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ۔

اب میں اس خط کو ایک نصیحت پر ختم کرتا ہوں جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔آپ اس لاف زنی اور گیدڑ بھبکی کو چھوڑ دیں ۔کسی پیش گوئی یا الہام یا نشان کا نام نہ لیں ۔اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں، اور نیکی بدی کے قائل ہیں اور مسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں، تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں ۔اور میرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چندروز قیام کریں، آپ کے مصارف سفر وقیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں ۔اور پہلے ان اکاذیب سے جو زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے اب تک آپ سے سرزد ہو چکے ہیں، تائب ہوں یا ان کا صدق ہونا ثابت کریں ۔

پھر اپنے اعتقادات کفر وضلالت وبدعت کا جو فتوی علماء پنجاب وہندوستان میں آپ کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف سے ثابت کئے گئے ہیں، تائب ہوں یا ان کا موافق اسلام وسنت ہونا ثابت کریں، اسکے بعد الہام یا کشف یا کرامت کا دعوی کریں اور اس کا ثبوت دیں ۔....آپ کا ناصح مشفق ۔ ابو سعید محمد حسین عفی عنه ۔..عشرہ اول فروری ۱۸۹۳ء میں اس کو طبع کر کے شائع کیا گیا)

ہے دجال یہودیاں وچوں آیا وچ حدیثاں
عیسی اسیں چڑھایا سولی آکھیا جنہاں خبیثاں
مرزا آکھے بیشک عیسی سولی پر لٹکایا
منکر اس تھیں مـا صلبـوہ جو وچ قرآن دے آیا

اوس کانے دجال دا ہویا ایہ مثیل اس گلے
چیلے اس دے ہوئے یہو دی جو اس پچھے چلے
ہور تعجب دیکھو ایہ نصرانیاں ول بی مائل
اپنی نالے عیسی دی ابنیت دا ہے قائل
وچ ستمبر تے اکتوبر اسلامی تحریراں
مرزا ئیا ں دے گل و چہ پیئا ں لعنت دیاں زنجیرا ں
پادریاں نوں بی تنبیہاں قدر مناسب ہویاں
نا حق جنہا ں کیتیا ں دین اسلا م او تے بد گو ئیا ں
ایہ مرزائی ٹولی لعنت ماری اکھاں پھٹی
اہل اسلام نوں کہے یہودی احمق عقل نکھٹی
کدے کہے ایہ نیم عیسا ئی مر زے نوں نا ں مندے
آ تھم کہن نہ مریا حامی عیسائیاں دے بندے
جائز پیدائش دے آہے جے کر ایہ مرزائی
اوہ حما یت عیسایاں دی کیوں ناں کڈھ د کھائی
کوئی عبارت کوئی فقرہ کر کے نقل دکھاون
و جہ حمایت دی وچ اسدے کو ئی کہہ سمجھاون
مرزے دی تکذیبوں جے کر کہن حمایت ہوئی
ایہ تکذیب حمایت ہے اسلامی تے حق گوئی
اللہ پا ک دی ر حمت دا ہے ایہ سب کجھ شکراناں
منہ دجال دا کالا کیتا خاطر اہل ایماناں

کرد ے ہن سب شکر زبا نوں دلوں رسا لیاں اندر
پنڈی تے لاہور بٹالا کوٹ سیال جلندر
پٹی تے ہوشیار پوری دلی گنگوہ انبالہ
غزنی لکھو کے لودیانہ امبرسر پٹیالہ
اکدھر رب رسول دے وعدے وچ قرآن حدیثا ں
اکدھر کا نیاں لنگڑ یاں دا د جالی ٹول خبیثاں
کیونکر خوار نہ ہووے مرزا غضب ربی جد آوے
ترکی ہوئی تمام کوئی د جالی پیش نہ جاوے
قسمت مارے ہن بی آکھن مہدی عیسی آیا
نور خدا دا ظاہر ہویا رحمت جھنڈا لایا
آکھن اہل اسلام نوں جے ایہہ عیسی انہیں تاں یارو
کرو دعا آسمانوں عیسی اپنا تسیں اتارو
جد تک جھوٹھے کئی مسیح نہ دنیا وچ آ جاون
حضرت عیسی نبی نزول آسما نوں کد فرماون
آکر کانا اوہ مسیح فریبی جس دن اٹھے
پیا را نبی اس کانے نوں آلد دے نیڑے کٹھے
سچیاں خبراں دتیاں مخبر صادق نے فرمایا
دیکھو کھول صحیح حدیثاں دے وچ اینویں آیا
حضرت عیسی تھیں بی وچ انجیل دے آیا ں نقلاں
ہنے بنا یا اک مسیح نو ں عیسی بعض بے عقلاں

قادیاں دیو چ جمیا جایا نسل ولوں چنگیزی
و چ اسلا م اس تیغو ں کیتی اس قلمو ں خونر یزی
عیسی دی اس عمر بڑی و چ د جل کیتا مکاراں
ثابت ہوئی کہن فضیلت اوپر شاہ ابراراں
نوح نبی دی عمر نہ پچھے جا ہل چیلا کوئی
نبی دی عمر تر یٹھہ تیری اسّی کیوں کر ہوئی
وڈی عمر نشان فضیلت دھو کا ہے دجالی
رہڑ ہر ہسن جا ہل چیلے دین ایمانوں خالی
ویل ہلا کت انھیاں نوں نان کھوہ سمجھے نا کھا تا
امن مبارک اونہاں جنہاں ایہ دجال پچھا تا
اول آخر حمد اللہ نوں دن تے رات ہزاراں
پھیر سلام درود نبی دی خا طر نذر گزاراں
یا رب تیر یا ں انعا ما ں دا شکر ادا نا ں ہو وے
عا جز سعدی کتھے تائیں مو تی نظم پرو وے
پیدا کیتا پھیر انسان بنایا بخشیا ایماں
عزت نعمت دتا سب کجھ فضلوں رب رحیماں
ثابت قدم ایمان اسلا م دے او پر مینو ں ر کھیں
ذریت و چ کر یں درستی د یئیں ٹھنڈ ک اکھیں
قبر عذا بو ں دو ز خ بھا ہو ں کر کے فضل بچا ئیں
مر ن جیو ن دے فتنیاں ولو ں امن اما ن لنگھائیں

فتنے شر مسیح دجالوں بخشیں آپ پناہاں
اندر دنیا دین دے ہر دم تیری رحمت چاہاں
امت پاک نبی دے سر پر فضل دا سایہ پائیں
اگلیاں پچھلیاں ساریاں اوپر رحمت جھڑیاں لائیں
اس امت مرحومہ نوں جو انھی کہے ستاوے
تائب ہو کے جے ناں مرے تاں مردا دوزخ جاوے
جیہڑا کہے یہو دیاں عیسی سولی چک چڑھایا
اوسنوں مر گیا کہے بنے خود کریم پاک دا جایا
نیچریاں دے نال دکھاوے ظاہر بے اتفاقی
انھاں دے دلوچ عظمت دین خدا دی رہی نہ باقی
یعنی وانگ کتابیاں گدھے کتابیں لدے آئے
قصے عیسی دیو چہ مرشد اوہو گدھے بنائے
مرزے عیسی بنن لگے نے سچ کر اوہو دکھایا
اپنی غرض کسے احمق نے گدھے نوں باپ بنایا
ختم نبیاں نوں جو آکھے سمجھن تھیں ناقابل
اوس دجال تے بن مریم دی کشف حقیقت کامل
خر دجال اتے یا جوج دی کیفیت ناں سمجھی
ناں اوس دا بے دی ماہیت صاف کما ہی بجھی
جتھے تائین سمجھ انسانی قوت دے وچہ آیا
وحی الٰہی نے اجمالی طور اوپر سمجھایا

ڈو ہنگی تہ اس غیب دی جے نا ں سمجھ سکے پیغمبر
کجھ تعجب نہیں تے نا ں کجھ نقص نبوت اندر
میرے او پر وا ضح ہو یاں ہن اوہ سب تا ویلاں
دلوں گھڑے الہا م بناوے دعوی سنے دلیلاں
آ کھے معجز ے عیسی دے نو ں سا مری وا لا بچھا
عیسی نالوں اپنے تائیں سمجھے افضل اچھا
سو راں قتل تے سو لی بھنن سنکے ہڑ ہڑ ہسے
خلق طہور با ذن خدا نو ں شر ک کمینہ دسے
اپنے کـــــن نوں آکھے تیرا کـــــن جو خطا نہ جاوے
یا رب ایسا ظالم ہر دم ذلت و خواری پا وے
نبیاں وا نگوں بنے الہام تے وحی دے اندر کامل
مــــز قــنـــا هــم کـــل مـمـــز ق وچ کر اس نوں شامل
انــــا انـــز لـــنـــا ه قـــر یبـــا قادیان ول اتارے
در ج کر ے قر آ ن دے گبھے خوا ب اندر جکھ ما رے
قادیاں عزت وچہ مد ینے مکے نال رلائیاں
امی بن بن بیٹھے آ پ دہائی تیری سائیاں
آ کھے عیسی نبی جے آ یا و حی بی اوس ول آ سی
اس قرآن دے نال کتا ب الہامی ہور بنا سی
اس دجال نو ں شر م نہ آ وے و حی دا مینہ بر سا وے
لیکن حضرت عیسی نبی دی و حی نہ اس نوں بھاوے

اس دی سب الہامی نظم تے نثر جے کر ہیئے کٹھی
ہولی ہولی جھو کئے اس نوں تتی ہو وے بھٹھی
مرتضی اتے رسول بنے خود غیبی خبراں دسے
مگروں جھوٹھا نکلے گل وچہ لعنت خواری رسے
معجزیاں تھیں کرے کراہت عمل الترب بنا وے
لومڑی آکھے دا کھ نوں کھٹی اوپڑیا ناں جا وے
ایسا جھوٹھا ایسی خواری دیوچ جم جم جیوے
جد تک جیوے منہ کا لا تے نیلے پیر سدیوے
جیکر تائب ہو وے چھڈے مکر اتے دجالی
ربا توں توّا ب ہیں سب تھیں تیری شان نرالی
اہل العلم نو ں اس د جال دا توں سر کو ب بنا ئیں
اہل ایماناں دیئیں تسلی کر یں قبول دعائیں
اردو دے و چہ مر زے دی گت بہتیا ں خو ب بنا ئی
خاص اشاعت سنت نے کل کیتی حق ادائی

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ۱۸۹۱ء کے شروع سے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کو ردقادیانیت کے لئے خاص کر دیا تھا۔اورانھوں نے اس کی مختلف جلدوں میں قادیانی کے عقائد،دعاوی، اس کی کتب واشتہارات کی تردید دو ہزار سے زائد صفحات پر محیط مضامین لکھے ہیں۔ان مضامین ومقالات کو جو ہم نے تلخیص واختصار کے ساتھ اپنے اس سلسلہ کتب کی مختلف جلدوں میں شامل کر دیا ہے۔ بہاء)

اردو دے وچ گدڑ نامہ ہور شہاب ثاقب
کادیانی دی ہار پنجابی وچ مسیح کاذب

چھ ستمبر ا ٹھ اکتو بر سا ل چو را نو ے وا لے
اس مر زے دی ذلت کا رن پر چے چھپے رسا لے
اسلا می تا ریخ صفر پنج ا ٹھ ربیع الثانی
تیرا سو با را ں و چ جھو ٹا اپنی ہو یا زبا نی
ایہ پنجا بی نظم لکھی ہے میں پنجا بیاں کارن
تا ں مرزا ئی عا ماں ول ا گا ہا ں ہتھ نہ مار ن
مر زے دی تحریرا ں بعضے اگے نو ں جے پڑ ھن
اس دے رد بی ان شا ء اللہ نظرا ں دیو چہ چڑ ھن
ربا کر یں قبو ل تے بخشیں بھلیا ں تا ئیں ہدا یت
تیرے فضل کر م دی نہیو ں کو ئی حد نہا یت
سا ڈے دل بی رکھیں سد ھے جد تیں راہ د کھا یا
ر حمت بخشیں خا ص الخا ص اسا نو ں بار خدایا
سعدی تیرا عا جز بندہ ہر دم رہے سوالی
عفو تے عا فیہ اس نو ں بخشیں دینی جانی ما لی
دو ہا ں جہا نا ں دے و چ عز ت دنیا دین سہا وے
تیری یاد رہے ہر و یلے ہور دھیا ن نہ آ وے
تینو ں حمد درود نبی نو ں آ غا زیں انجا میں
آ مین آ مین کہن فر شتے میں بی آ کھا ں آ میں

ر بنا تقبل منا انك انت السميع العليم

مناجات

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

فر ش زمین بچھا یا تیں بن تھماں چھت آسما ن ر با
قدرت نا ل او پا ئے سا رے جن و ملک انسا ن ر با
تیری قدرت دے قربان ربا
تیری رحمت دے قربان ربا

رنگ بر نگا فر شی زمینی چنیا دستر خوا ن ر با
سور ج چند اسما نی چھت و چ ر کھے روشندا ن ربا
سب دا خا لق نال اندازے سب دا رزق رسا ن ر با
ہکنا ں تا ئیں دو ز خ روزی ہکنا ں خلد جنا ن ر با
کوئی شر یک نہ تیرا او چی اُستھیں تیری شا ن ر با
ناں کو ئی تیرا کم صلا حتوں صا حب سلطا ن ربا
ایسا شاہنشاہ نہ ر کھیں ڈیوڑ ھی نا ں در با ن ر با
عرضاں ہر دم سنیں قبو لیں سا ئل کل جہان ربا
فضل کرم بے او ڑ ک تیرے کی کی گنا ں احسان ربا
نیکی بدی سجھائی بخشیاں اکھاں کن زبان ربا

میں اک بندہ عیبیں بھریا عاجز تے نادان ربا
مولا پاک توں بخشش قدرت والا جانی جان ربا
تینوں مینوں پیدا کیتا بخشیا پھیر ایمان ربا
فضلوں اپنے ذمے لایا میرا پین تے کھان ربا
چنگا کریں بیمار یوں مینوں توں داتا رحمٰن ربا
موتوں پچھے زندہ کرسیں محشر دے میدان ربا
دن انصاف دے تیتھوں چاہاں بخش خطا نسیان ربا
نیکاں وچ رلائیں مینوں دیئیں چنگے سامان ربا
پچھلیاں دے وچہ جاری رکھیں میری صدق لسان ربا
فضلوں کریں توں مینوں وارث نعمت باغ مکان ربا
آخر ویلے دل وچ میرے ہووے تیرا دھیان ربا
طبتم طعمتم سنا چوفیریوں جد میں لگّاں جان ربا
آ تسلی والی جندڑی ہووے تیرا فرمان ربا
توں ہوویں خوش اس جندڑی تھیں تیتھوں خوش ایہ جان ربا
تیرے بندیاں نال بہشتیں لاواں ڈیرا آن ربا
زن فرزنداں چھوٹیاں وڈیاں سنے تیرے مہمان ربا
جتھے اعلی نعمت ہے دیدار تیرا سبحان ربا
ٹھنڈیاں چھانویں نہراں میوے حوراں تے غلمان ربا
خوار قیامت وچہ نہ مینوں کریں تے ناں حیران ربا
مال اولاد نہ رل کے جتھے کوئی پوریاں پان ربا
اتھے اوتھے پاک نبی دا چھڈاں ناں دامان ربا

شر دجالوں قبر عذابوں لنگھاں و چ اما ن ربا
قلب سلیم اوہ بخش جو تیرے پاس پو ے پر وا ن ر با
مینو ں مان ہے فضل تیرے دا ر کھ لئیں میرا ما ن ربا
تیری ر حمت نال ہمیشہ سعدی نیک گمان ربا
تو ں بند یا ں دے ظن پو جا ویں مشکل کر یں اسا ن ربا
بھیج صلوۃ سلام محمد ﷺ پاک او تے ہر آن ربا
آ ل ا صحاباں تابعاں سب پر ر حمت تے ر ضوا ن ربا
تیری قدرت دے قر با ن ر با تیری ر حمت دے قر بان ربا

کادیانی کی بداقبالی

اورتاریخ خاتمہ دجالی

(منشی سعداللہ لدھیانویؒ)

آ ٹھ اکتو بر۱۸۹۴ء کا دن کا دیانیوں کے لئے بڑا ذلت کا دن ہے۔اس لئے کہ سلطان محمد بیگ کی شادی محمدی بیگم سے ۷۔اپریل۱۸۹۲ءکو ہوئی۔مرزا کا دیانی نے کہا تھا کہ سلطان محمد (روز نکاح سے) اڑھائی سال یعنی ۷۔اکتو بر۱۸۹۴ءتک مرجائے گا۔وہ نہ مرا۔ مرزا غلام احمد کا دیانی جھوٹا ہوا۔ ۸۔اکتو بر۱۸۹۴ء کے حوالہ سے مولانا سعداللہ لدھیانوی نے یہ نظم لکھی:

آئی ہے اب کے عجب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی پہ غضب آٹھویں اکتوبر کی
رو سیہ ہو گیا دجال دوبارہ دیکھو
ہے یہ کذاب کہ شاہد ہے ستمبر کی چھٹی
ہے عیاں قدرت رب آٹھویں اکتوبر کی
اور پھر اس کے عقب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی نے ستایا تو بہت لیک ہوئے
دور سب رنج و تعب آٹھویں اکتوبر کی
ہوئے کافور جو کچھ چیلے رہے تھے باقی
جلوہ گر ہو گئی جب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی کی زبان کٹ گئی اپنے منہ سے
ہو گیا مہر بلب آٹھویں اکتوبر کی
ارے مرزائیو نادانو زبان بند کرو
اب ہے کیا شور و شغب آٹھویں اکتوبر کی

اے نام تو حرز بہر جان و دل من
وے احمد تو چوں خمیر آب و گل من
فضل تو اگر نہ رہنمائی کردے
فردوس بریں کجا شدے منزل من
آں ہادی لا نبـــــی بـــــعـــــدی فرمود
مولاش بہ خاتم النبیین بستود

دجال بود هر کہ آنکہ امروز نبی ست
دجل ست ہمیں کہ لفظ جزئی افزود
سعدیا چندانکہ می دانی بگو
حق نشائد گفتن الاّ آشکار
فشکند عہد من الاّ سنگدل
نشنود قول من الاّ بختیار
رفتیم بقادیان کلیسا دیدیم
بیمار ترین خلق عیسی دیدیم
کافر شدہ مدعی ابنیت حق
گردش بسجود چند ترسا دیدیم
یک قاطع نسل و یک مسیحائے زماں
یک مہتر لال بیگیانِ دوران
افتد چو گذر بقادیانت گاہی
ایں خانہ تمام آفتاب ست بخواں
نصیحت کسی سودمند آیدش
کہ گفتار سعدی پسند آیدش

نصیحت سنو ایک مرزائیو
نئے قادیانی مسیحائیو
سنو غور سے اس کو اک بار تم
تفکر کرو مل کے دو چار تم

ہوئے دام تزویر میں کیوں اسیر
سمجھنے لگے قادیانی کو پیر
نہ عیسیٰ ہے یہ اور نہ ان کا مثیل
توجہ سے دیکھو یہ روشن دلیل
نہیں بلکہ یہ اک مسلمان بھی
حدیثیں (۱۲) پڑھو اور قرآن (۱۳) بھی
ہے نفرت (۱۴) اسے ان کے اعجاز سے
لکھا ان کو اک شعبدہ باز تھے
تھے گو سالہ (۱۵) وش معجزے آپ کے
ہدائت میں نمبر نہ کچھ پا سکے
بنا آپ یزداں کا مرسل (۱۶) رسول (۱۷)
ہے وحی نبوت (۱۹) کا ہر دم نزول
سنا اور دیکھا ہے تم نے یہ سب
مگر ہے تمہارا تجاہل غضب
سمجھتے ہو اب بھی مسلمان اسے
دیا اپنا سب دین و ایمان اسے
مسیحائے موعود ہر گز نہیں
یہ دجال ہے اک گدھا بالیقین
کوئی جوتشی یا کہ رمال ہو
نجومی ہو یا صاحب فال ہو

اوڑادے زٹل باز ایسا اگر
کسی کے برے یا بھلے کی خبر
وہ ہو پست ہمت تو ہوگا ضرور
طبیعت کو کچھ رنج یا کچھ سرور
عجب کیا کہ سن کر خبر موت کی
رہا ہی ہو بے چین آتھم کا جی
طبائع کا یہ حال مشہور ہے
کتابوں میں بھی اس کا مذکور ہے

کہ بیماریء وہم ہے لا علاج
نہیں پاس لقمان کے اس کا علاج
جو آتھم کہیں سیر کرتا رہا(۲۰)
فقط کید سے اس کی ڈرتا رہا
پڑا اس پہ کیا رعب اسلام کا
جو کچھ خوف تھا کادیانی کا تھا
کسی اپنے چیلے سے مروا نہ دے
کہیں سازش زہر کروا ندے(۲۱)
اگر حق سے ڈرتا تو کیوں بھاگتا
خدا سے کہیں چھپتا پھرتا تھا کیا
اسے جھوٹا جھوٹا وہ کہتا ہے صاف
گناہ اس کا کیوں کر ہوا یہ معاف

جو وہ ذرہء خیر سے بچ گیا
مرا کیوں نہ جب اس نے یہ شر کیا
کیا اس نے کب حق کی جانب رجوع
ہوا دل میں کب اس کے پیدا خشوع
بجز میرزا کون اس کا گواہ
اور اس میرزا سے خدا کی پناہ
یہ در پردہ دشمن ہے اسلام کا
نہیں خوف حق اس کے دل میں ذرا
یہ کرتا ہے بدنام اسلام کو
سمجھتا ہے فخر اپنے اس کام کو
ہو جب جھوٹا اپنی ہی تحریر سے
ہنسانے لگے لغو تقریر سے

(جیسا ولادت بشیر پر جو خوش خبری کا پرچہ اور انجام مباحثہ پر اپنے لئے سیہ روئی اور سولی وغیرہ کا منظور کرنا۔ لغو تقریر سے اشارہ ہے تقریر دل پذیر بر وفات بشیر کی طرف)

کہ ہو خوب تضحیک اسلام کی
ہے مطلوب شہرت اسے نام کی
اگر نکلے جھوٹ اس کی کوئی زٹل
تو اسلام کے صدق میں کیا خلل
برس اور مہلت بہانے ہیں سب
یہ دجال کے کارخانے ہیں سب

وہ آخر میں لکھے ہیں جو تین دن
نہیں وہ بھی لکھے کسی شرط بن

(یعنی اگر آتھم اپنے معبود کا عجز برس روز اور زندہ رکھنے سے ظاہر کرے تو ہم صرف تین دن کی مہلت دیں گے۔ دجال کیسے فریب کی تقریر لکھتا ہے۔ یاد رکھے مسلمان ایسے فریبوں میں نہیں آتے عیسائیوں نے تو حضرت عیسی کو معبود مان لیا ہے تو کیا کریں گے۔ انبیا علیھم السلام بھی بغیر اطلاع خداوندی کوئی دعوی نہیں کر سکتے۔ آتھم کادیانی جیسا ڈھیٹھ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ چاہے کر دے پھر جھوٹا ہو کر بھی جھوٹا نہ ہو)

نہ آتھم وہ الفاظ منہ سے کہے
نہ دجال پر اس کا کچھ حق رہے
تم اس کی نہ بے جا حمایت کرو
نہ اب اس کی تصدیق کا دم بھرو
کہ اس میں ہے توہین اسلام کی
کرو شرم اسلام کے نام کی
اہانت سے تم دیں کی ڈرتے نہیں
کہ تکذیب کاذب کی کرتے نہیں
پڑا ہو جو بدنام اسلام ہو
ولے قادیانی نکو نام ہے
یہ ہے قول سعدی شیراز کا
تمہارے لئے بوستاں میں لکھا
ہمی میروت عیسی از لاغری
تو در بند آنی کہ خر پروری

....

بدل کر قافیہ تنبیہہ ثالث
یہ لکھتا ہوں کہ ہو بیدار مرزا

نہ دے دشنام زشت اقوا ل مرزا
گر یبا ں میں ذرا منہ ڈا ل مرزا
مسیلم اور مقنع اسود و لا
کئی اور ایسے ہی د جا ل مرزا

(یہ چار دجال گذرے ہیں ان کا مختصر حال گیدڑ نامے کے آخیر میں ہم نے لکھ دیا ہے شائقین وہاں دیکھیں۔ سعداللہ)

ہوا معلوم تاریخ سلف سے
بہت گذرے ہیں تیرے خال مرزا
ارے اسلا م کے دشمن منا فق
ارے سماع اور اکال مرزا
کہاں وہ مہدیء آل محمد
کہاں آلنقوا کی آل مرزا
کہاں عیسیٰ یـــــــفیـــــــض الـــــــمـــــــال والے
کہاں ملحف گدا کنگال مرزا

(حضرت عیسیٰ کے زمان برکت وایمان میں مال اس قدر ہو گا کہ کوئی زکوۃ لینے والا نہ ہوگا۔ اور کادیانی کا گذارہ مانگ کھانے پر ہے)

مسیح و مہدی موعود مت بن
ارے او مسخرے نقال مرزا

سگی کو اپنی ہم سے مت چھپا یوں
پہن کر شیر کی تو کھال مرزا
کمینہ مرسل یزداں بنا تو
ہوئے پیرو ترے جہال مرزا
گنہ یہ سب گناہوں سے ہے بھاری
بنا ہے جس کا تو حمال مرزا
اٹھائے انتظار وحی میں گر
ترے منہ میں گرے پیخال مرزا
یہ منہ مانگی تجھے نعمت ملی ہے
نہ لے لعنت سے منہ پر ڈھال مرزا
اگر عیسائیوں نے رحم کھایا
سخن کو تو تو اپنے پال مرزا
رخ پر نور پر اپنے لگا لے
ذرا سا چونا اور ہڑتال مرزا
سیاہی سے نہ ڈر، رسہ کھنچے گا
تو ہو جائے گا مکھڑا لال مرزا
براہین کے ٹکے کھا کھا کے تو نے
پھلائے خوب اپنے گال مرزا
رسالوں کا بہت سے نام لے کر
کیا اپنا پرایا مال مرزا

ملائے خاک میں فخر و فصاحت
تیرے سودوں نے اے دلال مرزا
تری ہنڈیا میں وہ بادام روغن
ہے خود کامی پہ تیری دال مرزا
طلاق و عاق یوں بے جرم کرنا
ترا ہی کام ہے بد فال مرزا
لگی ہے اس قدر فکر زنِ نو
کہ اب بھاتی نہیں وہ زال مرزا
طمع دی دھمکیاں بھی دیں کہ ہو جائیں
ترے ہوشیار پور سسرال مرزا
عمل جو ہو سکے تو نے کئے پر
ہوا ان کا نہ بیکا بال مرزا
اڑھائی سال سے سلطان محمد
ہے چست و چاق و خوش احوال مرزا
ترے اس کوسنے سے کم نہ ہوں گے
مقرر ہو چکیں آجال مرزا
ہوئے ہیں تین میں سے دو تو پورے
ترے بطلان کے مکیال مرزا

(مرزا سلطان محمد ساکن قصبہ پٹی علاقہ قصور جس نے مرزا صاحب کی مطلوبہ سے حسب الحکم شرع اسلام نکاح کیا ہے اور مرزا قادیانی نے اس کو اڑھائی سال کے اندر مرنے کی دھمکی دی ہے اور اس کو بھی مرگ آتھم کی طرح اپنے معیار صدق وکذب

بتایا۔ یہ اڑھائی سال بھی پورے ہو چکے)

دم آخر سہ مرگی پیش گوئی
خریدا جان کا جنجال مرزا
ملک شہ اور گل شہ تیرے استاد
تھا اک جفار اک رمال مرزا
ہوا ظاہر کہ بیت الفکر میں ہیں
سدا تیرے یہی اشغال مرزا
یقیناً خود غرض خود کام ہے تو
یہ کہتے ہیں تیرے افعال مرزا
نہ کہہ تو اپنی ان خود کامیوں کو
خدا کے ہیں یہ سب اعمال مرزا
جو دیکھے بھائیوں کے حیز، مہتر
ترے منہ سے ٹپکی رال مرزا
کیا تو نے خلاف اہل اسلام
بیان سورہء زلزال مرزا
سلف کی ساری تفسیریں غلط ہیں
خیالی ہیں سبھی بھونچال مرزا
نبی کے معجزے ہیں کھیل بازی
نہ ہے جبریل نے میکال مرزا
مسیحائی کو تیری خوب جانچا
عقائد کی بھی کی پڑتال مرزا

یہ کیا الٹی مسیحائی ہے تیری
ارے بے شرم او بطال مرزا
جدھر جاتا ہے تو آتی ہے آگے
نحوست بہر استقبال مرزا
مخالف کی ہو تیرے عمر لمبی
ترے مطلوب کو لے کال مرزا
خدا کی پیش گوئی کہہ نہ اس کو
ارادے پر ہے وہ فعال مرزا
مرا آتھم نہ اب تک اور گزرا
مہینے تین اوپر سال مرزا
نہ اس عرصے میں وہ ایمان لایا
بس اب بک بک نہ کر محتال مرزا
رجوع قلب کیسا، بن گیا وہ
نصاری کا گرو گھنٹال مرزا
تری تذلیل اور تثلیث بازی
جو ہے کچھ خیر کا مثقال مرزا
اور اس سے ہو گئی غفران آتھم
چلو سب اس کے تم دنبال مرزا
نہ ذکر قوم یونس کر ، کہ یونس
تھے ان کے غایت الآمال مرزا

ترے الہام جھوٹے ہو چکے ہیں
بہ ماضی و زمان حال مرزا
نہیں الہام، ہیں اضغاث احلام
ہے شیطاں کر رہا انزال مرزا
ہیں ختم مرسلان حق محمد
بعہد حال و استقبال مرزا
رسول و مرسل شیطان ہے گر تو
مسلّم ہے ترا ارسال مرزا
چلے گا اب نہ کوئی تیرا افسوں
گلے گی اب نہ تیری دال مرزا
کمال بے حیائی کا نشان ہے
بظاہر تیرا استقلال مرزا
نصاری کے مقابل میں گرا تو
وہی تیرا بھی دیکھا حال مرزا
اگر اب کے بھی مارے تو میں جانوں
پڑا کہتا تھا اک بقال مرزا
تو گر کر چاروں شانے چت زمین پر
ندامت کو رہا ہے ٹال مرزا
شغال و بوم طباخہ کے قصے
ہوئیں شائع تری امثال مرزا

(یہ تین مثالیں گیدڑ نامہ میں عمدہ طور سے مرزا کے مطابق کر کے دکھائی گئی ہیں۔سعداللہ)

نکل آئیں پرانی گدڑیاں بس
وہ مانگے تھے رنگین شال مرزا
دکھا کر کچھ دنوں تائید اسلام
چلا پھر اپنی الٹی چال مرزا
کہ اوہام و وساوس میں بتوضیح
کیا اسلام کا ابطال مرزا
سلف سے تا خلف کوئی نہ چھوڑا
کیا ہر ایک کو پامال مرزا
مسلمان سب ہیں عیسائی یہودی
ترے مذہب میں اے ضال مرزا
ہے تو چنگیز خان کی یادگار ایک
ہلاکو کا پسر قتال مرزا
کہاں تک کینہ چنگیز خانی
مسلمانوں سے اے ختال مرزا
وہ بیت الفکر بیت الکفر تیرا
ہے ضرب کفر کی ٹکسال مرزا
شکست قادیانی فتح اسلام
ہے دینداروں کی قیل و قال مرزا
بہت خوش دیکھ کر ہیں فتح اسلام
مسلمانان با اقبال مرزا

ستمبر کی چھٹی تاریخ پر چ
بٹے چوں عیدیء اطفال مرزا

کہ عبد الحق نے مارا وہ مباہل
بزعم خود نبی مختال مرزا

غضب کے تیر برسے ہر طرف سے
ترا سینہ ہوا غربال مرزا

تیری آنکھوں سے غم کا خون برسا
جگر اور دل ہوئے سیال مرزا

ذلیل ایسا ہوا تو، یہ خدا کے
مسلمانوں پہ ہیں افضال مرزا

اگر مر جاتا اس عرصے میں آتھم
یہ تھا اک موجب اضلال مرزا

ترے چیلے ہوئے ہیں بہرے اندھے
دلوں پر لگ گئے اقفال مرزا

مریض دائمی تو قطب مزّمن
یہ لنگ اعور ترے ابدال مرزا

انہیں میں سیالکوٹی ایک شاعر
تری مجلس کا ہے قوال مرزا

ترے آہنگ بے آہنگ سن کر
لگاتا ہے عجب سر تال مرزا

بنایا اس کو تو نے اپنا حامد
لیا سانچے میں اپنے ڈھال مرزا
ترا خادم ہوا حامد سے خامد
غلامی کا لگا کر خال مرزا
لگا ہے بولنے پیچھے سے اک اور
یہ مدبر کون بد اقبال مرزا
بنے دجالچے دوچار خاصے
تری تصویر بالا جمال مرزا
ارے خامد ترا حارث خلیفہ
ہے شیطان آدمی تمثال مرزا
بڑھی دل میں تیرے بے حد شرارت
خدا کا دیکھ کر امہال مرزا
جو تو نے سرکشی اسلام میں کی
ہوا یوں تیرا استیصال مرزا
نبی سمجھیں نہ اپنی پیش گوئی
یہ کیا اسلام ہے چنڈال مرزا
یہ قفس میں سے لگے اڑنے پرندے
نئے مت ڈھونڈھ اٹھالے جال مرزا
نفاق اب چھوڑ آنکھیں کھول کر دیکھ
سلاسل اور وہ اغلال مرزا
نہ ہو بے باک یوں مرنا ہے آخر

ہے گھڑیاں گن رہا گھڑیال مرزا
قلم کو رو ک لے سعدی کہ اس وقت
ہے غم گیں و پر اضمحلال مرزا

رقیب قادیانی خوب جیتے
جگر خوں حضرت اخنس میں پیتے
بد اقبال اور خامد سیالکوٹی
رہیں دائم جگر کے زخم سیتے

یہ جماعت اے غلام قادیانی آپ کی
چاہتی ہے خوب مل کر خاک اڑانی آپ کی
دشمن دانا ہی اچھا سچ ہے ناداں دوست سے
مدح کے پیرا ئے میں کیا خا ک چھانی آپ کی
اعتقادات و مسائل میں نہیں کچھ گفتگو
گالیاں ہم کو ہیں یا ہے مدح خوانی آپ کی
آپ کے چیلے ہمیں کوسا کریں کچھ غم نہیں
ہم پہ لازم ہے فقط درگت بنانی آپ کی
اس صدی میں آ پ ہیں دجال کاذب با لیقین
یہ نبوت ہے بڑی پکی نشانی آپ کی
دین کے چور آ پ جیسے کم ہوئے ہیں آج تک
رشک دزداں ہو گئی ہے پاسبانی آپ کی

حضرت خناس دجال زماں کیا حال ہے
موت سے بدتر ہوئی ہے زندگانی آپ کی

آپ جس کو موت دیں بڑھ جائے اس کی زندگی
جلد مر جائے ہو جس پر مہربانی آپ کی

موت پر موت آپ کو دی آتھم و سلطان نے
اہل دو زخ سے ہے بڑھ کر سخت جانی آپ کی

ہم نے جھوٹی بات یا گالی نہیں لکھی کوئی
آپ کے ہیں لفظ یا بیتی کہانی آپ کی

نثر جو کچھ مکائد اور عقائد تھے رقم
نظم میں کر دی ہے ہم نے ترجمانی آپ کی

کہتے ہو پیری میں اب اسلا م والے سب ہیں کور
دعوی اسلام میں گزری جوانی آپ کی

کیا نہ تھے النقوا کے تین نورانی پسر
کیا نہ تھی وہ پاک دادی خواہ نانی آپ کی

مہدئے آل محمد بنتے ہیں سید جناب
کیا غلط ہے کچھ نسب چنگیز خانی آپ کی

معجزات عیسوی کیا قابل نفرت نہیں
کیا نہیں یاں مسمریزمی بدگمانی آپ کی

مرسل یزداں نہیں کیا آپ یا احمد رسول
ہے بہ عنوان ازالہ حکمرانی آپ کی

سیالکوٹی خادموں کے اب بھی مرسل ہیں جناب
عذر بدتر از گنہ ہیں سب زبانی آپ کی
آپ پر لعنت ملامت جس قدر ہم سے ہوئی
حارث پنجاب ہم نے شرط مانی آپ کی
زندہ ہے سلطاں محمد اور گذرے تیس ماہ
حضرت کاذب کہاں ہے لن ترانی آپ کی
باکرہ آئے گی ورنہ بیوہ ہو کر آئے گی
دھمکی انـــــــا راودوھــــــــا تھی ڈرانی آپ کی
اب یہ کہیے دل میں ڈر کر ہم سے اس نے دی طلاق
بن سکے جس سے وہ زوجہ بار ثانی آپ کی
نفی استمتاع کیجئے کہیے نا قابل؟ اسے
حیلہ بازی بے حیائی ہے پرانی آپ کی
عام مجمع میں قسم دینے پہ پھر اصرار ہو
گر کرے تکذیب سے قطع لسانی آپ کی
گر نتیجے کی شہادت پیش ہو مانیں نہ آپ
گزری ہے آ لنقوا ام الامانی آپ کی
جب سے عیسی بن کے آئے ساتھ آئی آپ کے
زرد یہ ردائے زعفرانی آپ کی
کر گیا ہلکا بشیر اچھی طرح سے آپ کو
آتھم و سلطان نے کھودی سرگرانی آپ کی

حافظ و ناصر اگر ہو جان کا مولی کریم
کیا ضرر پہنچا سکے نقصان رسانی آپ کی
اہل دیں لا یـــخـــلف الـــمیـــعـــاد سے ہیں جانتے
سر بسر الحاد ہے طرز معانی آپ کی
دن نویں دسویں مہینے کا چھٹا اور آٹھواں
فیل ہونے کی ہے تاریخ امتحانی آپ کی
تار ٹوٹا ہو کہیں تو لگ سکے پیوند اسے
کیا بنے جب سر بسر ٹوٹی ہو تانی آپ کی
انہزام قادیانی کا نہ لکھا کچھ جواب
دیکھتے ہم بھی طبیعت کی روانی آپ کی
فتح اسلام و شکست قادیانی پر ہوئی
زشت تر از صد خموشی خوش بیانی آپ کی
آپ کی تکذیب کا پھل دے گئی ہے آپ کو
اصل ثابت اور فرع آسمانی آپ کی
ہے حرامی جو مغل سے فارسی سید بنے
آپ کو ہے خوار کرتی نکتہ دانی آپ کی
خدمت اسلام سعدی کو یہ حق نے کی عطا
کھول کر لوگوں کو دجالی دکھائی آپ کی

تبصرہ

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
و یوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودہ

یک قاطع نسل و یک مسیحائے زماں
یک مہتراں لال بیگیاں دوراں
افتد چو گذر بہ قادیانت گاہے
ایں خانہ تمام آفتابست بخواں

کذب کی عادت میں جو اللہ پر ڈالے ہوئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
رمل و جفاری نہ چھوڑیں گو اٹھائیں ذلتیں
بے حیا کیا جھوٹ کے سانچے میں ہیں ڈھالے ہوئے

اے اہل اسلام! اے معزز برادران دینی آپ دیکھتے ہیں کہ آج کل فتنہ کادیانی نے پھر سر اٹھایا ہے اور اس چیلے ابلہ فرین تحریروں سے ناواقفوں کو حیران کررہے ہیں۔ اس کادیانی نے زمانہ ابتداء میں کسی قدر

عربی تعلیم پائی چونکہ اس کے استاد ملک شاہ اور گل شاہ علم جفر ورمل میں بھی دخل رکھتے تھے اس نے یہ علوم بھی سیکھے۔ایک فالنامہ لودہانیہ سے بھی نقل کرا کے لے گیا تھا۔عدالت ضلع سیالکوٹ میں محرری اختیار کی۔ جب وہاں نہ نبھی تو استعفادیا اور امتحان قانون کے لئے سر کھپایا۔آخر امتحان مختاری میں فیل ہوا(اخبار وزیر ہند سیالکوٹ ماہ ستمبر۱۸۹۴ء) پیٹ ظالم کی خاطر گھوما پھرا، جب کچھ نہ بنا تو آخر اپنے رشتہ دار بھائیوں کو دیکھ کر کہ ایک بھنگیوں کا لال بیگ، دوسرا ہیجڑوں کا پیر بنا ہوا ہے،اس نے بھی سلسلہ پیری مریدی ہی میں پاؤں رکھنا فری کی چیز سمجھا کہ چلو ہم مسلمانوں ہی کو کھائیں گے۔ بہ امداد رمل الہام بازیاں کریں گے(اس کی مثالیں اکثر شہروں میں موجود ہیں کہ نوکری سے دق آئے ہوئے تو کسی کے مرید بنے اس سے خلافت لے کر پیر بن بیٹھے)اس رمال نے گیارہ بارہ سال ہوئے ایک پسر (بہمہ صفت موصوف حتی کہ گویا اللہ ہی آسمان سے اترا ہے) کی پیشین گوئی کی تھی لیکن اس وقت پیدا ہوئی تو دختر نکلی۔اپنی رمالی سے نہایت شرمندہ ہوا اور بات بنائی کہ میں نے اسی حمل سے لڑکا ہونا نہیں کہا تھا۔اکثر اہل اسلام اور دیگر قوموں نے اس کی بہت ہنسی اڑائی۔ خیر حسب معمول گھر میں پھر امید ہوئی تو خاموش رہا۔مدت معلومہ کے بعد ایک دفعہ لڑکا ہی پیدا ہو گیا تو فوراً ایک پرچہ خوش خبری چھاپ کر شائع کر دیا کہ دیکھو جیسا کہ ہم کہتے تھے اسی طرح سے لڑکا پیدا ہوا ہے مخالفین کو یہ پیشین گوئی ماننی پڑے گی کیونکہ ہم نے جس طرح کہا تھا لڑکا پیدا ہو گیا۔محض جھوٹ ایک اور بولا کہ ہم نے پہلے حمل کے وقت کہا تھا اگر اب نہیں تو اگلے حمل میں ضرور پیدا ہو گا حالانکہ پہلے حمل کے وقت آئندہ حمل کا نام بھی نہیں لیا تھا۔

اہل اسلام پھر بھی چپ رہے کہ پڑا بکے ہمیں کیا؟ایسے رمال ارڑ پوپو ہزاروں پھرتے ہیں،ایک یہ بھی سہی۔لیکن غیرت الٰہی نے برس روز کے اندر ہی اندر،اس کے،گویا اللہ ،کوخاک میں ملا دیا۔پھر تو مخالفوں نے ایسی کی کہ قادیانی کو اس کے سامنے مرگ پسر کا صدمہ بھی ہلکا نظر آیا۔اس وقت تک اس مکار نے اسلام کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ اسلام کا مؤید بن کر دکھلاتا تھا اس لئے مسلمان حتی الوسع اس کی تائید کرتے تھے ۔اس وقت کچھ رویا پیٹا۔ حیلے بہانے کئے۔کبھی کہا دو بیٹوں کی خوشخبری ہم کو ملی تھی ایک تو یہ مرنے والا اور ایک وہ جس نے گویا اللہ ہی بن کر آسمان سے اترنا تھا۔کہیں لکھ دیا کہ نوسال کے اندر اندر ضرور پیدا ہوگا اور یہ گپ لگائی کہ مدت حمل نوسال بھی ہوتی ہے ہم نے غلطی سے اسی جانہار کو وہ لڑکا سمجھ لیا۔خیر جوں توں کر کے وقت

ٹالا۔

براہین احمدیہ جس کے تین سو جز ہونے کی خبر دی تھی وہ پینتیس جزء میں ختم ہوگئی اور پیشگی قیمت کسی سے پانچ روپیہ کسی سے دس، کسی سے پچیس لے کر کھا گیا۔ آخر میر ناصر اس کے خسر شریف کی زبانی معلوم ہوا کہ آگے اور مضمون ہی نہیں ہے۔ باقی کے جزء فی بطن شاعر ہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آگے ایک ورق بھی نہیں ہے تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ آخر دیکھا تو واقع میں یہی سچ نکلا (کیوں نہ ہو گھر کا بھیدی تھا) سراج منیر ایک پیش گوئیوں کی کتاب مشہور کی جس کے خرچ طبع کے لئے سینکڑوں روپئے چندہ کروا کے روغن بادام چڑھا گیا۔ لیکن وہ سراج ذرا بھی نہ ٹمٹمایا۔ وزیر پٹیالہ اور سید احمد خان جیسے معزز لوگوں کو پیش گوئی کی دھمکیاں دیں لیکن انہوں نے اس کے بکواس کی پرواہ بھی نہ کی۔ اس وقت اس کا دعوی صرف یہ تھا کہ میں براہین احمدیہ الہام سے مامور ہو کر لکھتا ہوں اور میں اس صدی کا مجدد ہوں محدث ہوں مجھے الہام ہوتا ہے میں حجرت عیسی کا مثیل بن کر آیا ہوں غرض اس کے ویسے دعاوی بھی مسلمانوں نے برداشت کئے اور ممکن سمجھا کہ شائد اب نہیں تو آخر کبھی نہ کبھی کوئی کام اسلام کی تائید میں اس سے صادر ہوگا۔ یہ غضب ہوا کہ سید احمد خان نیچری نے اپنی تفسیر القرآن میں لکھ دیا کہ حضرت عیسی کو یہودیوں نے سولی چڑھایا پھر وہ اپنی موت سے کہیں مر گئے اور دفن ہوئے۔ ان کے معجزے خلق طیور وغیرہ سب بچوں کے کھیل تھے جیسے بچے مٹی کے جانور چڑیا وغیرہ بنا کر کہا کرتے ہیں: آہاہا میری چڑیا اڑی۔ یوں ہی حضرت عیسی بچپن میں کیا کرتے تھے۔ بڈھے نیچری کو اس میں ذاتی غرض تو تھی نہیں، اسے نہ عیسی بننا تھا نہ الہامی وہ نیچری بات کہہ کر آگے چل دیا۔ قادیانی کے مصاحب خاص نور الدین بھیروی نے اس مضمون کو اپنے پیر و مرشد (اسی قادیانی) کے سامنے پیش کیا کہ حضرت اقدس بہت چوکے سید احمد کو خوب سوجھی تو قادیانی پیر نہیں کہا، نہیں اس نے محنت کی اور کھائیں گے ہم۔ اب کیا بگڑا ہے اچھا ہوا عیسی مر گیا اب ہم خود عیسی بن کر دکھاتے ہیں۔ مصالحہ لگانا ہم کو خوب آتا ہے وہ تو الہام کا مدعی نہ تھا اور ہم ملہم بھی ہیں۔ تقریر وہ بے سر و پا کریں گے کہ پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے بھول جائے۔ جہاں کچھ نہ بن سکے گا الہام کا ڈنکا ایسا لگائیں کہ اگر غیر نہیں تو چیلے چانٹے تو سجدے میں پڑ جائیں گے۔ لیکن ابھی جلدی نہیں چاہیے۔ لوگ سمجھیں گے سید احمد خان کا مضمون چرالیا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد فتح اسلام جو اس کی توضیح مرام تھی لکھ ڈالی اور پھر ایک

کچی اینٹ رسالہ اوہام پاتھ کر رکھ دیا۔اس میں مرسل یزدانی، رسول احمد بشارت عیسی نبی اللہ سب کچھ بن بیٹھا اورحضرت عیسی کے سولی چڑھانے اور مارنے پر وہ زور مارا کہ یہود کمبخت نے بھی کیا کیا ہوگا۔قرآن کے ما صلبوہ کی صاف تکذیب کردی اور لکھ دیا کہ عیسی کو یہودیوں نے ضرور سولی پر چڑھا دیا۔میخیں لگائی گئیں۔ حضرت عیسی کی توفی ہوچکی اور توفی کے معنی صرف مرنا ہی ہیں۔اس لئے حضرت عیسی مر چکے۔پھر نہیں آسکتے میں تھاتو قائم مقام مثیل اب اسامی خالی ہوگئی اور بجائے متوفی مستقل عیسی ہوگیا خدا نے فرمادیا جعلنا ك المسيح ابن مريم جواسی عیسی کے منتظر ہیں وہ اس کو ابھی آسمان سے اتار کر دکھائیں (رسول خدا سے مشرکین عرب کا کہنا اگر تو سچا ہے ابھی قیامت لا کر دکھا دے، اسی کی مثال ہے) معجزات عیسوی کو بازی طفلاں اس کا حقیقی پیرومرشد کہہ ہی چکا تھا اس نے اس پر مصالحہ یپ لگایا کہ مسمریزم یا سحر سامری کا گوسالہ تھا۔مجھ کو اس سے بالطبع نفرت ہے ورنہ ایسی شعبدہ بازیوں میں، میں عیسی سے کم نہ تھا۔چلو چھٹی پائی کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے کہ اگر مسیح ابن مریم تم ہوتو کوئی معجزہ دکھاؤ۔اپنے لئے تو ایسا کن اور اقتداری خوارق تجویز کرتا ہے کہ الہی کام اس سے صادر ہوسکیں۔

حضرت عیسی کے معجزات جو باذن اللہ ہوئے ہیں شرک باری ٹھہرا کران سے منکر ہوجاتا ہے علماء نے بہت سمجھایا خصوصاً حضرت ابوسعید محمد حسین بٹالوی سلمہ اللہ القوی جو پہلے اس پر حسن ظن بھی رکھتے تھے اور دربارہ براہین احمدیہ اس کی تعریف بھی کرچکے تھے کہ میاں جانے دو، باز آجاؤ۔حد سے نہ بڑھو۔لیکن یہ اسامی ایسی کب تھی۔ ہر چند کہا کہ یا تو بٹالہ میں میرے ساتھ مکان پر آؤ اور تنہا گفتگو کر کے تصفیہ کرلو یا مجھے بلاؤ، میں کادیان میں حاضر ہوں گا وہاں بات چیت کرلو۔اس روباہ منش نے ایک نہ مانی (یہ تفصیل ہم اس سلسلہ کتب میں سابقاً نقل کر چکے ہیں۔یہاں متعلقہ مراسلت مابین مولانا بٹالویؒ اور مرزا قادیانی سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں:

۱۶فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو خط لکھا:

مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام موصول ہوئے۔توضیح کو میں نے دیکھا، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کردیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہوگا۔قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہوگا۔مع ہذا میں اسکے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا، اور آپکی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا۔لہذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہوتو جلد ارسال فرماویں۔اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں، میں حاضر ہوکر سننے کو تیار ہوں، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں، اور اگر اس سے

زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں، تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں ۔.... آپ کا خیر خواہ۔ابوسعید محمد حسین

مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔محبت نامہ پہنچا۔چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے۔دورانِ سر اور ضعف بہت ہے، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں۔جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے، اس صورت میں گفتگو عبث ہے۔رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے۔ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا۔اس جگہ آنے کیلئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا۔مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا، وہاں صرف آپکی ملاقات کرنے کا شوق ہے، گفتگو کی ضرورت نہیں۔......غلام احمد

جواباً مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو لکھا:

...میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں۔کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں، تو امرتسر میں آپ سے ملوں۔ممکن ہو تو بتایئے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے۔آپ کا خیر خواہ قدیم۔ابوسعید محمد حسین

جواباً مرزا صاحب نے لکھا:......اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔بعض موانع پیش آگئے ہیں۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔لہذا اطلاعاً آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کیلئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔غلام احمد از قادیان ۲۲ فروری ۱۸۹۱ء)

آخر لدھیانہ، دہلی، لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ وغیرہ میں جو ذلت اٹھائی مفصل ہمارے رسالہ انہزام قادیانی میں دیکھو۔میر عباس علی مرحوم جو اس وقت اسکے اخص مریدین میں سے تھے اس کے مکر کو سمجھ گئے اور علی الاعلان اس سے اپنی تبرا ظاہر کردی اور یہ وہ مرید تھے جن کے حق میں اس کذاب دجال کو یہ الہام ہوا تھا کہ:

اصله ثابت و فرعها فی السماء ۔

یعنی اس کی جڑ قائم ہے اور شاخ آسمان۔اس آسمانی شاخ والے نے دجال کی وہ مٹی خراب کی کہ ایک جہان جانتا ہے (اچھی طرح مٹی پٹ کے چھڑی) مکار آخر قادیان میں جا گھسا۔کچھ عرصہ دبا بیٹھا رہا۔پھر امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ بحث کی ٹھانی۔بحث تو جو تھی سوتھی، اپنے حریف عبداللہ آتھم پیر فرتوت کو دیکھ کر رمال کا رمل پیٹ میں گدگدایا اس کے مرنے کی پیش گوئی ہانک دی۔لکھ دیا کہ اگر آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر مر

کر ہاویہ میں نہ جا پڑے تو کادیانی کا منہ کالا کر کے رسہ گلے میں ڈالو خواہ سولی دو، لعنت بازی کرو۔ مریدوں معتقدوں نے عیسائیوں سے شرطیں لگائیں کہ داڑھی منڈ والیں اگر اختتام ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے آتھم نہ مر گیا ۔ آخر ۶ ستمبر کو عیسائی شوخ استرہ لے کر جو موجود ہوئے کہ آتھم تو زندہ ہے آؤ میاں داڑھی صاف کروالو۔ لیکن مکان میں داڑھی والے کی صفائی تھی۔ ایام مباحثہ میں عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا جس کی یہ شامت کا دیانی کو بھگتنی پڑی۔ ایک مہینہ بعد ۸۔ اکتوبر کو ایک اور آسمانی کوڑا پشت قادیانی پر برسا یعنی مرزا سلطان محمد بیگ (جس نے احمد بیگ ہوشیار پوری کی دختر نیک اختر سے نکاح کر لیا تھا اور کادیانی کا نکاح بذریعہ الہام شیطانی باالفاظ زو جنا کھا یعنی ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا، اس سے کئی برس پہلے ہو چکا تھا) کی مدت سی ماہہ (۳۰ ماہ یعنی ڈھائی سال) بخیر و عافیت پوری ہو گئی۔ کادیانی کہتا تھا کہ اڑھائی سال کے اندر اندر یہ مر جائے گا۔ وہ عورت بیوہ ہو کر مجھ کو پھر ملے گی ان ذلتوں ندامتوں کو چھپانے کے لئے مکار نے عربی کتابیں لکھ لکھا کر یہ دعویٰ کیا کہ مولوی لوگ اگر میرے برابر ہیں تو عربی میں رسالے لکھیں اور لوگوں کا خیال ادھر لگانا چاہا۔ بڈھے آتھم نے آخر مرنا ہی تھا کل نفس ذا ئقة المو ت۔ دو برس اور پورے کر کے مر گیا تو اس رمال نے پھر شور مچایا کہ دیکھا آتھم مر ایا نہ مرا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ آخر مرے گا (مر بے حیا۔ اب وہ کبھی مرتا ہی نہ؟) مولوی میرے ساتھ مباہلہ کر لیں ورنہ مجھ کو دجال کافر کہنے سے باز آ جائیں۔ اگر مباہلہ کریں گے تو برس روز کے اندر سب پر عذاب آئے گا۔ کوئی اندھا کوئی کوڑھی ہوگا کوئی مر جائے گا۔ غرض یہ سال بھر تو گزر جائے گا۔ پھر کچھ اور سہی۔ پنجابی مثل مشہور ہے موہنا او موہنا اگے کی کہونا ہن کی کھوہنا۔ فرعون نے کہا تھا کہ ہامان ایک برج بناؤ میں موسیٰ کے خدا کو اوپر چڑھ کے دیکھ آؤں۔ غرض یہ تھی کہ مکان بننے تک تو لوگ میرے معتقد رہیں گے یہی چال دجال کی ہے ایک نہ ایک بات کھڑی کر لیتا ہے اور اس کے سہارے سے مردوں کو دم دلاسہ دیئے جاتا ہے۔ اس سال میں اگر کسی پر کوئی مصیبت بقضائے الٰہی آ گئی تو کہوں گا میرے مباہلے کا اثر ہے اور جو سلامت رہے ان کو کہوں دل میں ڈر گئے اگر نہیں ڈرے تو قسم کھائیں سال دو سال پھر یوں نکل جائیں گے اتنے عرصہ میں اور صورت سہی۔

کادیانیو! عقل کے اندھو! یہ ہے تمہارا مسیح دجال تم جس کو ملہم مامور مرسل یزدانی وغیرہ بنائے بیٹھے ہو جس کے عیسیٰ بنانے کے لئے جناب عیسیٰ کو مارنے کے درپئے ہوئے۔ سولی پر چڑھائے ہو یہ نہیں جانتے

کس نیاید بزیر سایہء بوم

ور ہما از جہاں شود معدوم

تم کو اس نے بجز اس کے اور وظیفہ نہیں سکھا یا عیسی سو لی پر چڑھ گیا دفن ہوا۔ مرزا ئیو! عیسی سو لی پر چڑھ گیا تمہارا وظیفہ باطنی ہے، اور مر گیا۔ دفن ہوا وظیفہ ظاہری، وظیفہ ظاہری میں لفظ توفی کے محتمل المعانی ہونے سے کسی قدر بظاہر ہاتھ مارنے کو جگہ مل گئی تو ظاہر چلا رہے ہو لیکن وظیفہ باطنی میں ما صلبوہ کی نفی سے تمہارے سب منصوبے نیست و نابود ہو رہے ہیں اندر ہی اندر دل پر ضربیں لگا رہے ہو آخر اسی طرح سے مر رہو گے۔ اگر تم کو تھوڑی سی حرف شناسی بھی ہوتی تو سمجھ لیتے کہ جس طرح مرزا قادیانی ما صلبوہ میں بپاس خاطر یہود و نصاری تحریف لفظی سے باز نہیں آیا لفظ انی متو فیک کی تحریف معنوی سے کب رک سکتا ہے۔ قرآن میں موجود ہے اللہ یتو فی ا لا نفس حین مو تھا و التی لم تمت فی منا مھا ۔ یعنی اللہ لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے اس کو اس کی نیند میں۔ تیس آیتوں کا شور مچاتے ہو اس ایک آیت کو دیکھ لو تم پر کیسی پھٹکار ڈال رہی ہے باقی اسی پر سمجھ لو یہاں لفظ توفی کا معنی ایک جان کا لے لینا ہے خواہ موت سے ہو خواہ نیند سے۔ وفات دینا مارنا ہرگز نہیں۔ کادیانی کو جب الہام ہوا تھا کہ یا عیسی (کادیانی) انی متو فیک، تو مکار نے ترجمہ یوں کیا ہے:

اے عیسی میں تجھے پورا اجر دونگا یا مارونگا۔

اب حضرت عیسی کے لئے صرف مارنا ہی معنی ہو گئے کیونکہ اس وقت مثیل ہی بننا مقصود تھا اور اب اصل عیسی موعود

ز اہل غرض تا سخن نشنوی

مبادا کہ روزے پشیمان شوی

مرزا ئیو! تم تو متو فیک کے معنی ممیتک کہتے ہو اور کادیانی (ازالہ اوہام۔ص ۹۴۳) میں موت کے معنی سولانا اور بے ہوش کرنا بھی مانتا ہے۔ پس معنی آیت یوں ہو گئے کہ اے عیسی میں تجھ کو سلا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ خدا کے لئے آنکھیں کھولو اور دیدہ دانستہ اندھے نہ بنو۔ کیا غضب ہے کہ اوروں کے حق میں

تو موت کا لفظ بہ معنی نیند بے ہوشی وغیرہ ضروری سمجھو،لیکن حضرت عیسی کے لئے محض مار ڈالنا۔ازالہ اوہام ۔صفحہ ۹۲۱ میں تمہارا باوا لکھتا ہے کہ:

اگر کوئی موت اور اماتت کی جگہ جو نینداور بے ہوشی وغیرہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ توفی کا لفظ کہیں دکھادے اس کو بلا توقف ہزار روپیہ دیا جائے گا۔

اور کہیں تو کیا قرآن میں دکھادیا :

و هو الذى يتو فاكم بالليل و يعلم ما جر حتم بالنهار ثم يبعثكم فيه ۔یعنی وہ اللہ ایسا ہے جو رات کے وقت تمہاری توفی کرتا ہےاور تمہارے دن کے کام جانتا ہے۔پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے۔

اس کا دیانی بے شرم نے دینا دلانا تو کیا تھا شرمندہ بھی نہ ہوا اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جاتا ہے۔یہاں تو فی کے معنی بہت واضح طور پر قرآن کریم ہی نے بتلا دیئے کہ سلانا ہیں۔موت کے حقیقی معنی مرنا ہیں نیند بے ہوشی پر لفظ مجازاً بولا جاتا ہےاور تو فی کے معنی روح کو بدن سے الگ کرنے کے ہوئے خواہ نیند میں خواہ موت سے اس کے معنی محض مار ہی ڈالنا کا دیانی کیّا دکا افتراء ہے۔لغت میں تو فی کے معنی پورا پورا لے لینا بھی ہیں۔تفسیر ابن کثیر میں آنخضرت ﷺ کا بخطاب یہود یہ حدیث منقول ہے: ان عيسى لم يمت و هو را جع اليكم قبل يو م القيا مة ۔بے شک حضرت عیسی نہیں مرے اور قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں۔خدا تعالی نے صاف طور پر یہود کی تکذیب کردی کہ انہوں نے نہ حضرت عیسی کو قتل کیا ہےاور نہ سولی ہی دیا ہے بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔اب یہاں یہ حجت کرنا کہ مع الجسد العنصر ی اٹھا لیا،کہاں ہے،محض حماقت ہے ۔یہود مسیح عیسی بن مریم کو مع الجسد سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے یا محض روح کو؟ پس جس کو سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے خدا نے اسی کو اٹھا لیا ہے۔قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ حضرت موسی فرعون کے پاس مع الجسد العنصر ی آئے تھے یا حضرت عیسی کو جسد عنصری والی مچھلی نے مع الجسد العنصر ی نگل لیا تھا۔جب تک یہ لفظ جسد عنصری نہ ہو کیا کسی شخص کو جسد عنصری سمیت چلا گیا یا مر گیا یا ڈوب گیا یا اوپر چڑھ گیا نہ سمجھنا چاہیے؟ خدا ایسے مغالطّوں سے بچائے کہ جو معنی ۱۳۰۰ برس بلکہ ۱۹۰۰ برس سے سمجھے چلے آتے ہیں آج ایک فریبی خودغرض کے کہنے سے چھوڑ کر حضرت عیسی کو یہود کے پہنچے میں

پھنسایا جائے اور سولی پر لٹکایا جائے معا ذ اللہ

پندرہ سو روپیہ لینے کے لئے گنجی چھڑی میں منہ دھلوا لو چونکہ حضرت عیسی کو بحالت نوم اٹھایا گیا تھا قیامت کے دن حضرت عیسی اپنے حق میں تو فیتنی عرض کریں گے اور خاتم الانبیاء اپنے لئے حالت موت وارد ہونے کی وجہ سے۔ کادیانی حضرت عیسی کے لفظ من بعدی کے معنی من بعد مو تی یعنی میرے پیچھے کرتا ہے جہاں حضرت موسی نے اپنی قوم کو آ کر بئس ما خلفتمو نی من بعدی ،فرمایا تھا، وہاں کیا کہے گا۔ اے قوم! تم نے میرے پیچھے بری خلافت ادا کی۔ خدا اس کادیانی کا اور منہ کالا کرے مجمع بحار الا نوار میں جہاں امام مالک کا ایک قول عیسی مر گیا جب کہ وہاں ان کے ایام زندگی بھی سینتیس برس لکھے ہیں جن کو کادیانی تسلیم نہیں کرتا کیا امام مالک کا قول آدھا ہی قابل تسلیم ہے۔ اگر آدھا ضعیف ہے تو آدھے میں زور کہاں سے آ گیا؟

کل صحابہ اور تابعین بلکہ کل فرق اہل اسلام (بجز نیچری معتزلہ جن کو معراج نبوی سے بھی انکار ہے اور جناب عا ئشہ کو بھی، ایسوں ہی نے منکر لکھا ہے حاشا جنابھم عن ذالک) حضرت عیسی کے آسمان پر جانے اور پھر آنے کے قائل ہیں۔ اگر کہیں کوئی قول تو فی کے بمعنائے موت ہونیکی بابت لکھا ہے تو یہ ساتھ ہی لکھا ہے کہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور دوبارہ جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ کادیانی کا اقرار مندرجہ براہین اسی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ لیکن نیچری تعلیم اور شامت خود غرضی نے اس کو پاگل کر دیا۔ اب بے تکی ہانکتا ہے۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی کا بحث کے لئے کہنا کہ مکہ معظّمہ میں کریں گے، تھا تو ٹھیک کیونکہ کادیانی مسیح بن مریم بن ہی چکا تھا، اس کا بیت اللہ میں جانا از روئے حدیث نبوی ضروری تھا اور روپیہ بہت لوگوں کا مارا ہوا ہے حج بھی فرض ہو گا۔ ایک پینتھ دو کاج۔ مولوی صاحب سے بحث بھی ہو جاتی اور عیسویت کا نشان بھی ظاہر ہوتا اور بیت اللہ میں اگر ضرورت پڑ تی دامن پاک پکڑ کر لعنۃ اللہ علی الکا ذبین کہنے کو بھی اچھا موقع تھا زندگی اسّی سال مقرر ہو ہی چکی تھی اسکا اندیشہ ہی نہ تھا۔ بہت ہوتا سو پچاس چابک لگ جاتے۔ شاید دجالی خرمستی نکل جاتی اور توبہ ہی نصیب ہو جاتی۔ جیسا کہ جناب عمر فاروق ؓ کے سامنے صبیغ اسلمی ایسے ہی حجتی کو سر میں چابک کھا کر توبہ نصیب ہو گئی تھی۔ ہم تو کہتے ہیں اگر مولوی صاحب اب بھی مانتے ہوں تو مرزا فوراً چلنے کی ٹھہرائے اور یاد رکھو کہ کادیانی مثیل مسیح

دجال ہے۔کبھی حرمین کے قریب نہ جائے گا اور نہ جا سکے گا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے۔

(یہ تحریر فروری ۱۸۹۷ء کی ہے ، یوں مرزا صاحب کے حج نہ کر سکنے کی یہ پیش گوئی قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی پیش گوئیوں سے پہلے کی ہے۔ یاد رہے کہ ان معانی پر مشتمل پیش گوئی سب سے پہلے شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم نے کی تھی جب انہوں نے مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ وہ:

خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان (مرزا) کا زادراہ خاکسار (محمد حسین) کے ذمہ ہے، جب قصد کریں فوراً نقد وصول کر لیں۔ اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباً دس ہزار روپیہ کی ذاتی جائداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپیہ آنے سے ان پر فرض ہو چکا ہوگا، فارغ ہو کر پورے مسلمان بنیں۔ اس کے بعد اپنے عقاید و مقالات کو علماء حرمین شریفین کے حضور پیش کریں۔

ان علماء نے ان عقاید کو اسلامی عقاید قرار دیا اور آپ (مرزا) کو مجدد وامام وقت و مسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنا لیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم وامام مانے جائیں گے۔ اور آپ (مرزا) کے مخالفین و معارضین، خصوصاً یہ خاکسار اڈیٹر اشاعۃ السنہ (محمد حسین بٹالوی)، جو اس سفر میں آپ کا ہم رکاب ہوگا، بھی آپ کا لوہا مان لے گا۔ پس اب چلنے کی ہی ٹھہراویں۔ اب تو آپ پر حج بھی فرض ہو گیا، اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ ایک شخص آپ کے زادراہ کا ذمہ دار ہو گیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار و قانون جس کو آپ نے بڑے فخر وناز کے ساتھ بیان کیا تھا آپ کے خصم نے مان لیا ہے، اب کیا رہا؟

آپ (مرزا) نے اس تدبیر و تجویز کے تسلیم سے انکار کیا، تو کس ناکس کو یقین ہوگا کہ حرمین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپے نفاق پر مبنی ہے۔ اور آپ کا یہ دعوی کہ مستند علماء حرمین آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں نیز محض کذب ہے جس سے جہلا عوام کی تسخیر آپ کو مدنظر ہے۔ اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرمین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرمین کے فتوی و فیصلہ پر ہر گز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرمین جانے کا قصد نہ کریں گے۔ اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرمین جا کر اور وہاں پر اپنے عقاید جدیدہ ظاہر کر کے وہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں آ سکتے اور اس خوف وعذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے۔ ہمارا خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرمین چلنے کی تیاری کر کے جب چاہیے، زادراہ لیجئے۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵)

بے محل کس لئے یہ آپ بھلا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں
کب یہ ثابت ہوا لوگوں کو برا کہنے سے
وہ سب اچھے ہیں جنہیں لوگ برا کہتے ہیں

ہوتی نقارہ خالق ہے زبان مخلوق
تم نہ بے جا کہو سب جس کو بجا کہتے ہیں
آج کل مرسل یزدانی ہو جس خر کا لقب
نہیں کہتے اسے دجال تو کیا کہتے ہیں

اب چار کامل علامتوں کی سن لو۔

پیش از وقوع بشارتیں اور خوش خبریاں:

اس کی گواہی عنموائیل بشیر ہی دے گیا۔لوگ ابھی بھولے نہیں۔سلطان محمد زندہ موجود ہے قادیانی دلہا بنا بنایا بھی بیٹھا رہ گیا۔

تبلیغ کے لئے امور غیبیہ کی اطلاع رسول کے سوا کسی اور کو دی ہی نہیں جاتی۔کادیانی کے رسول بننے کی یہی تو ایک چال ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے:

و ما کا ن اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشا ء

یعنی اللہ ایسا نہیں کہ تم سب کو غیب کی اطلاع دے دے۔لیکن وہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے۔

عا لم الغیب فلا یظھر علی غیبہ ا حدا ا لا من ار تضی من رسو ل۔

یعنی وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا مگر جس رسول کو اس کیلئے پسند کرے۔

یہ اطلاع امور غیبیہ رسالت کا دعوی ہی ، دعوی رسالت ہے۔کادیانی کو جو امور غیبیہ پر اطلاع ہوئی ، سب غلط نکلی جس سے بجز روسیاہی وندامت کچھ حاصل نہ ہوا۔

دعاؤں کا قبول ہونا واقعات بتلا رہے ہیں۔کون سی دعا قبول ہوئی ہے۔بشیر نہ جیا۔آتھم نہ مرا۔ سلطان محمد جیتا جاگتا کادیانی کو جلا رہا ہے۔

قرآنی دقائق جو کادیانی پر کھلے ہیں ، سب وحی علی گڑھی کا فیض ہے ، یا اپنی خود غرضی کا فسادا اور بہت سا

الحاد وبس۔

مولوی محمد حسینؒ بٹالویؒ نے (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۷ نمبر ۱۱ ص ۳۴۵) میں صاف لکھ دیا ہے کہ:

ہم بجز الہام رسول کسی کے الہام کے قائل نہیں۔ ہم صرف کتاب اللہ اور سنت کے پیرو ہیں۔ غیر نبی کے الہام کو کوئی حجت و دلیل نہیں جانتے۔

مولانا بٹالویؒ نے کادیانی کا ملہم من اللہ ہونا اس کے اس ایمان کی وجہ سے ممکن تصور کیا تھا جو (براہین احمدیہ۔ ص ۴۹۸) پر اس منافق نے ھو الذی ارسل رسولہ با لھد ی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، تفسیر میں یوں ظاہر کیا تھا:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

مولانا محمد حسینؒ کو اس (مرزا) کے ارتداد کی کیا خبر تھی کہ آخر یہ کم بخت مرتد ہو جائے گا اور حضرت عیسی کو مار کر خود ہی عیسی موعود بن بیٹھے گا۔

تمہارے قادیانی کی عربی دانی (اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ ج ۱۵) میں خوب ظاہر کی گئی ہے لیکن تمہارے ماتھے کی پھوٹ کہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔

یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مولوی کے فتوی اور حکم سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اپنے عمل و اعتقاد سے ہوتا ہے۔ مثلاً خاتم الانبیاء کے بعد مرسل یزدانی کہلائے۔ صفائی کشف میں انبیاء سے اپنے لئے زیادتی دکھائے کہ نبی کے معجزات کو سحر سامری ولہو ولعب بتائے۔ خدا تعالی سے اپنا رشتہ ابنیت ملائے انا انز لناہ قر یباً من القا دیا ن جیسے فقرے قرآن میں (قریباً نصف پر) بڑھائے۔ یا رسول اللہ ﷺ کی صحیح و ثابت سنتوں سے دیدہ دانستہ کترائے بعض سنتوں کو ٹھٹھے میں اڑائے۔ یا سلف صالحین کی توہین کرے۔ وغیر ذالک۔

اورنہ بعض احمقوں کی تصدیق سے کوئی خرعیسی بن سکتا ہے

بنما ئے بہ صا حب نظرے گو ہر خود را

عیسی نتوا ں گشت بہ تصدیق خر ے چند

و اللہ یھدی من یشاء الی صرا ط مستقیم ۔

ر بنا لا تزغ قلو بنا بعد ا ذ ھد یتنا و ھب لنا من لد نك ر حمة

انك انت الو ھا ب ۔آمین:

الراقم محمد سعداللہ عفی عنہ مدرس ایم بی سکول لدھیانہ۔ ماہ رمضان ۱۳۱۴ھ فروری ۱۸۹۷ء

کادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو

میں ایک مسلمان کی ثالثی

(منشی سعداللہ لدھیانوی ؒ)

نصرانی: جو یسوع مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا ہمارے گناہوں کی خاطر سولی پر چڑھ گیا دفن ہوا تین دن مدفون رہا، پھر آسمان کو چلا گیا، پھر بادلوں میں سے مثل برق دوبارہ آئے گا۔

کادیانی: اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے اس کو سولی پر چڑھایا، میخیں لگائیں، وہ ایلی ایلی پکارتا رہا۔ کچھ پیش نہ چلی آخر ادھ مواا تارا گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد مر کر قبر میں جا پڑا۔ مجھے وہ وہ قبر معلوم ہے۔

ملعون رہنے کی بابت اس مسلمان کے سامنے کچھ کہنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے معجزوں کے حق میں لہو ولعب شعبدات وعجل سامری کہہ کر اس قوم سے اب تک پیچھا نہیں چھٹا۔ کوئی تو مجھے گستاخ کہتا ہے کوئی اس

گستاخی کے باعث کافر بنتا ہے۔ ہاں ایک اور طریق میں نے نکالا ہے کہ ملعون بھی کہہ سکوں اور شاید مسلمانوں کو برا نہ لگے۔ تمہارا یسوع بے شک ملعون بھی رہا جہنمی بھی ہوا۔ تم اس کو اکلوتا بیٹا کیوں کہتے ہو میں اس کے برابر کا بھائی ہوں۔ بطور استعارہ ایسا ہی استحقاق ابنیت میں بھی رکھتا ہوں بلکہ مجھے اس مستعار باپ نے مسیح ابن مریم ہی بنا دیا ہے چونکہ اب میں اس کا قائم مقام بن کر آیا ہوں لہذا وہ نہیں آ سکتا۔ وہ مر گیا قبر میں جا پڑا۔ نہ اس کے ہاتھ سے کوئی مردہ زندہ ہوا نہ وہ اب زندہ ہو سکتا ہے۔ دوبارہ آنا میرا ہی تھا۔ سو میں آ گیا۔ اس بھید کو نہ خود عیسی سمجھا نہ خود پیغمبر عربی۔ عیسی نے کہہ دیا میں آ ؤنگا پھر عربی نے کہہ دیا عیسی آئے گا۔ اصل بات کوئی نہ سمجھا۔ آن تھا تو ایک قادیانی مغل بچے نے سو یہ عاجز آ گیا۔ خواہ مانو خواہ نہ مانو۔

مسلمان: (کادیانی سے مخاطب ہو کر)۔ او دجال کے پیش خیمے اللہ تبارک وتعالی ان نصاری اور یہود کو صلیب کے بارے میں جھوٹا فرما چکا۔ قرآن میں ما صلبوہ فرما کر صلیب کی نفی کر دی۔ ابن اللہ کہنے والوں کو گمراہوں میں شمار کیا تو پھر بھی ان جھوٹوں کی تصدیق کرتا ہے۔

کادیانی: ارے کیا قرآن قرآن لئے پھرتا ہے، تو قرآن کو کیا جانے۔ تجھے ما صلبوہ کی حقیقت کیا معلوم ہے۔ میں نے بذریعہ الہام معلوم کر لیا کہ یہاں، ما ، یوں ہی لگا ہوا ہے۔ اصل میں صلبوہ ہے۔ بقول کریم بخش ساکن جمال پور حسب کشف سائیں گلاب شاہ، میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں۔

انا انزلناہ قریباً من القادیان ، جو قرآن کے دائیں صفحے میں قریب نصف کے الہامی عبارت موجود تھی، اب کسی قرآن میں نہیں ملتی۔ شاید قادیان کا نام عداوۃً نکال دیا گیا تا کہ ان کے مکے اور مدینے کی طرح اعزاز کے ساتھ یہ نام قرآن میں درج نہ رہے۔

ایسی خرابیاں واقع ہوئی ہیں تو میں بھیجا گیا ہوں۔ دابۃ الارض یاجوج ماجوج دجال وخر دجال کی حقیقت واصل کیفیت اس قرآن کے لانے والے پر بھی نہ کھلی۔

مسلمان: ارے کم بخت! اب تو تیرا نفاق خوب پھوٹ نکلا بے شرم۔ اب بھی تجھ میں جرأت ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہے؟ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں یدفن معی فی قبری ۔یعنی عیسی میرے ساتھ دفن ہوں گے، اور تو کہے ان کی قبر شام میں ہے۔ وجود قبر کے بارے میں تو نصاری کا مصدق بنا اور ان کے دوبارہ

آنے میں (جس کی تصدیق اسلام میں ہو چکی ہے) تو نصاری کا مکذب بنا۔ وجہ یہی ہے کہ تجھے خود عیسی بننا ہے کبھی کہتا ہے کہ مسلمان تو ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر ہیں کبھی خود ہی کہتا ہے ممکن ہے کہ عاجزی؟ جلال و اقبال کے ساتھ بھی (مسیح آئے) اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو (اے دروغ گو دیکھو اپنا ازالہ اوہام ص ۲۹۵) تیرا حافظہ ٹھیک نہیں۔ بس مسلمان اسی عیسی کے منتظر ہیں وہ خونی نہیں۔ دائم المرض کنگال مفت خورہ دغا باز مسیح کو کیا کریں۔ حضرت عیسی کو سخت سست کہنے کا کیا ڈھنگ نکالا ہے۔ اے بدزبان کیا مسلمانوں کا عیسی کوئی اور شخص ہے اور نصاری کا یسوع کوئی اور۔ کم بخت! توبہ کر باز آ

مرزائیو چیلے جو بنایا تم کو
دجال نے کیا ورد سکھایا تم کو
عیسی سولی چڑھ گیا دفن ہوا
ڈر ماصلبوہ سے نہ آیا تم کو

نظم حقانی

مسمی بہ

سرائر کادیانی

(منشی سعداللہ لدھیانویؒ)

و انتصروا من بعد ما ظلموا

اور ایمان والے شاعر بدلہ لیتے ہیں جب ان پر ظالم ظلم کرتا ہے

یا رب نہ غرور خوش بیانی پر ہو
کچھ فخر نہ دل میں نکتہ دانی پر ہو
موجود جو کچھ ہو تیری بخشش سمجھوں
جو آس ہو تیری مہربانی پر ہو
یہ آنکھ جو فیض آسمانی پر ہو
امید خدا کی مہربانی پر ہو
کاغذ کا یہ صفحہ ہو سپر میرے لئے
خامہ مرا حربہ کادیانی پر ہو

دجال کے حق میں گو فضیحت ہے یہ
چیلوں کے لئے مگر نصیحت ہے یہ
سچ بات سے کیوں ہو کادیانی کو رنج
کچھ ہجو نہیں اس کی مدیحت ہے یہ
سعدی سے خفا نہ کادیانی ہونا
دور از رہ بغض و بد گمانی ہونا
سچ کہتا ہوں سن کے آ گ مت بن ظالم
لازم تجھے شرم سے ہے پانی ہونا

جفار ہے یا تو کادیانی رمال
مدت سے سمجھ چکے ہیں تیری ہم چال
یہ پیشہ ہے روسیاہ تجھ کو کرتا
دشنام ہمیں نہ دے مثیل الدجال

تاثیر ہوئی یہ کادیانی تیری
چیلوں نے جو سیکھی بد زبانی تیری
سعدی کو غرض نہیں اذی سے ان کی
اس کو تو فقط ہے گت بنانی تیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کادیانی رافضی بے پیر ہے
کفر اس کی آج کل جاگیر ہے
کرنا اصحاب نبی پر اتہام
کل سلف پر اس کا بدظنی ہے کام
لکھتا ہے نواس کے حق میں خبیث
ہے وہ بانی مبانی حدیث
جس میں ہے ذکر نزول عیسوی
قاتل دجال یک چشم غوی
تھی نہ کچھ گنجائش تاویل یاں
کھول دی طعن صحابی پر زباں
کادیانی کی سنو اک اور لاف
ہے یہ مرویات دیگر سے خلاف
پھر کبھی کہتا ہے تھا یہ کشف و خواب
تجھ سے حق سمجھے ارے خانہ خراب
رافضی نے رفض کے حیلے کیئے
کچھ بخاری میں تعارض بھر دیئے
راویوں پر کی یہ ظالم نے جفا
حافظے کو ان کے لکھا بے وفا

جو روایات آئی ہیں معراج میں
پر تعارض کہتا ہے ظالم انہیں
خود نہ تھی توفیق کی توفیق کچھ
عالموں سے بھی نہ کی تحقیق کچھ
رافضی انوار میں جو لکھ گیا
نقل وہ اس رافضی نے کر دیا
کہتا ہے گزرے ہیں مشرک سب سلف
ہائے کیا پیدا ہوا یہ نا خلف
حضرت عیسی کا وہ خلق طیور
شرک ہے ذات خدا میں بے قصور
یہ خیال مشرکانہ ہے فقط
یہ تو کیا احیائے موتی ہے غلط
مردہ زندہ ہو نہیں سکتا کبھی
ہیں غلط بے ہودہ تفسیریں سبھی
کہتا ہے عیسی چڑھے تھے دار پر
جو مناسب ہو وہ اس مکار پر
حق تو قرآن میں کرے نفی صلیب
یہ کہے سولی پہ لٹکا وہ غریب
رفعت و تطہیر بخشے حق اسے
دے یدِ دشمن میں یہ احمق اسے

کچھ یہودی بھی ہے گر کچھ رافضی
کچھ ہے نصرانی بطور عارضی
قائل ابنیت عیسی ہوا
بانی تثلیث چوں ترسا ہوا
تا کہ ابنیت کا لے خود بھی مقام
کس قدر ظالم ہوا ہے بد لگام
خارجی بھی ہے کہ مہدی بن گیا
میرزا چنگیز خانی ذات کا
مثل حربا رنگ بدلے دم بدم
بھانڈ بھی دنیا میں ہوں گے ایسے کم
کھینچا آخر عیسویت نے وہ طول
بن گیا دجال خود احمد رسول
مدعی مسند پیغمبری
اصل میں دجال ہے یہ نیچری
مرسل یزداں مریدوں کا ہے یہ
دشمن جانی سعیدوں کا ہے یہ
قادیاں کو خود بناتا ہے دمشق
ہے ریاست کا وہاں کی دل میں عشق
لوگ ہیں واں کے یزیدی یہ یزید
دشمن جان حسین و بو سعید

یہ خبر ہے سرور عالم نے دی
قاتل دجال ہیں عیسی نبی
جب دوبارہ اس جہاں میں آئیں گے
دین کی خدمت بجا یہ لائیں گے
کادیانی فتنہ گر کہتا ہے یوں
میں وہی عیسی نبی اللہ ہوں
مجھ پہ وحی آتی ہے مثل انبیاء
وحی میں میری نہیں دخل خطا
حق سے جو حکم انبیاء کو آئے ہیں
انبیاء نے ان میں دھوکے کھائے ہیں
لیکن اس عاجز کی پیشین گوئیاں
ہیں نکلتی سر بسر حسب بیاں
مرگ عنموائیل آتھم کا فساد
اور وہ سلطاں کا جینا با مراد
کادیانی کی تباہی کر گئے
خوب روشن روسیاہی کر گئے
لیک یہ بے شرم باز آتا نہیں
اپنے ان دعووں سے شرماتا نہیں
دیتا ہے دجال ابھی دھوکا ہمیں
طفل موعود آئے گا نو سال میں

نو برس بھی ہو چکے ہیں اب تمام
پر نہ آیا طفل عمنوائیل نام
گرچہ ہیں دو تین اب موجود بھی
ہے فلاں وہ یوں نہیں کہتا کبھی
مارا اس پر میں نے اک ثاقب شہاب
لا سکا یہ جس کے سامنے نہ تاب
ایک گیدڑ نامہ پھر شائع کیا
اشتہار اس کی شغالی کا دیا
لیکن از کاذب صدائے بر نخواست
شد مسلم کاں مثل بروئے بجاست
اور پنجابی میں دو سی حرفیاں
جن میں دجالی کا اس کی تھا بیان
جب ہوا دہلی کا ہنگامہ بپا
انہزام کادیانی بھی چھپا
آتھم و سلطان کا جب قصہ ہوا
اس کا حقو حق میں پھر حصہ ہوا
اس کی شائع ہو گئیں دجالیاں
سر بسر مکاریاں رمالیاں
وہ ستمبر کی چھٹی کے اشتہار
پھر وہ اکتوبر میں ہشتم کی پکار

کادیانی سخت کھسیانا ہوا
غیظ اور غصے سے دیوانہ ہوا
یاوہ گوئی پر دلیری کی بہت
تھا تو گیڈر لیک شیری کی بہت
آتھم و سلطان گو زندہ رہیں
پر مسلمان مجھ کو سچا ہی کہیں
گالیاں لکھ لکھ کے بھیجیں بر ملا
حامد و اقبال کا بھی منہ چلا
ایک ہی تف سن کے حامد بجھ گیا
اس کے بعد اقبال نے پیچھا دیا
گر بہ مسکیں اک اٹھا اور ہے
جس کا مسکن غالباً سنور ہے
نام سے معلوم ہوتا ہے وہی
الغرض چیلا ہے اک کوئی سہی
دل میں سازش آریا سے ہے اسے
ہو گئی ہے ہضم ان کی قئے اسے
رافضی کی روح آئی ورنہ کیا
ہے تناسخ اعتقاد آریا
یہ تناسخ ان کا ہے مانا ہوا
لو یہ مرزائی بھی دیوانہ ہوا

بن کے اس جاہل نے شاعر کیا لیا
قادیانی کا سراپا کھا لیا
ہندو ہندو کو ہے کہتا نابلد
کھا گیا یوں پائے ہندو بے خرد
منع بالتشدید لایا بے شعور
کادیانی جس طرح لفظ غیور
دیکھ لو چیلے گرو کا ایک حال
کیا مشدد بولنے میں ہے کمال
گو تشدید آئے نظّم کے لئے
شاعری ضرّور کرنی چاہیے
گوست بنیا بولتا ہے جائے گوشت
یا جولاہا دوست کو کہتا ہے دوشت
یا ہوا ہے قافیہ چھوٹے کا تنگ
یوں نکالا شاعری کا تازہ ڈھنگ
پائجامہ دھوتی لکڑی ہینگ دال
دیکھئے رائیں کی ہے کیا بول چال
اب گیا ہے بھول اس آواز کو
ٹوکرے میں سبزے کے ساز کو

....

مولیاں لے لو اری کچھ گاجریں
دفع ہو مردار باسی کیا کریں

ساگ لے پالک کا تازہ ساگ لے
تازہ کچھ اوپر ہے اور باسی تلے
بیر لے لو بیر بچوں کے لئے
تول میں گیہوں سے ہیں آدھے دیئے
تو تو رونگا دینے میں دل تنگ ہے
اور تکڑی میں تیری پاسنگ ہے
پہنا پاجامہ وہ لہنگا کیا ہوا
جھاڑیوں میں پھٹ گیا لہنگا بوا
جامنیں لو جامنیں سنور کی
دیکھی اور کھائی نہ ہوں اس طور کی
رہتی ہے بڑیوں کی حاجت گاؤں میں
لالہ بڑیوں کا مصالح دے ہمیں
ہینگ کی پڑیا اک اس میں ڈال دے
اور کالے ماش کی کچھ دال دے

....

بن کے پٹواری بھلا بیٹھا تمام
رہ گئے ہیں یاد کچھ چیزوں کے نام
کرتے اور ٹوپی پہ چھینٹے ڈال کے
کیا ملا او بالکے دجال کے
ایک عورت بھی نہ وہ تجھ کو ملی
پر نہ آیا تیرا منشاء دلی

ہے کہاں وہ وعدہ صبر جمیل
تھی جو تیرے وصل پر کامل دلیل
آرزو وہ خاک ہی ہو کر رہی
بات کیا دجال نے سچی کہی
یعنی اس کو اور ہی اک لے گیا
داغ حرماں تیرے دل کو دے گیا
پیش دستی یاد تھی سلطان کی
آرزو تھی خاک و خون میں مل چکی
فال بنی دیکھئے دجال کی
کھینچ دی تصویر اپنے حال کی
جال میں دجال کے تو پھس گیا
مثل خر دلدل کے اندر دھس گیا
ہم تجھے سمجھا چکے اس وقت بھی
تو نہ سمجھا پر نہ سمجھا اے غبی
عرش پر رکھے تو سرخی کی دوات
سو نکالے رفعتِ عیسی میں بات
کیا وہاں کھاتا ہے کیا پیتا ہے وہ
کیا پہنتا کس طرح جیتا ہے وہ
خوان اس کے سامنے چنتا ہے کون
کون سیتا کپڑے اور بنتا ہے کون

کادیانی سے نہ پوچھے تو مگر
واں وہ سرخی کس نے رکھ دی کھول کر
انگلیوں کو لگ گئی جس کی تری
دیکھتی ہے جس کو چشم عنصری
رنگ ان کپڑوں پہ ایسا چڑھ گیا
آسمان پر کیوں نہ عیسی چڑھ گیا
تف تعصب پر تیرے اور وش؟ خر
کینہ عیسی پہ کیوں باندھی کمر
چار سو کیوں غل مچایا بے حیا
دار پر عیسی چڑھا پھر مر گیا
کیوں ہے تائید نصاری اور یہود
کیوں تنا ہے کفر کا یہ تار و پود
حق کہے اس کو نہیں سولی دیا
بلکہ اس کا رفع ہم نے کر لیا
حق کرے تطہیر سے دل جن کا شاد
تو انہیں سولی چڑھائے نامراد
جانبِ حق رفعت ان کی ہو چکی
تو کہے میخ اس کے ہاتھوں میں ٹھکی
گربہ سنور کی دیکھو یہ گھات
بے محل بے ہودہ بالکل واہیات

تہمت تقلید شخصی دی مجھے
طنز ہندو زادہ کہہ کر کی مجھے
ہجو گوئی کا لگایا اتہام
اصل میں اس کے گرو کا ہے جو کام
میں حقیقت اپنی کرتا ہوں بیان
تا ہو سب پر اصل کیفیت عیاں
میں میرے ماں باپ ہندو تھے سبھی
میں نے پائی کفر سے آزادگی
رحمت حق نے نکالا کفر سے
بن کے ہادی دور ڈالا کفر سے
مل گیا اوستاد ہم نام رسول
میرے مولی سعی کر اس کی قبول
جنت الفردوس میں جا دے اسے
قرب پیغمبر میں ماوی دے اسے
ہے اثر اس کی فقط تعلیم کا
دل میں ایماں میرے قائم ہو گیا
بوستان سعدی شیراز میں
گلشن توحید دکھلایا ہمیں
مصلح الدین سعدی شیراز پر
رحمتیں اللہ کی شام و سحر

لکھ گیا اک شعر میں وہ نیک ذات
قاعدہ کلیہ اک بہر نجات
سعدیا ممکن نہیں راہ صفا
چل سکیں جز پیروی مصطفیٰ
حق نے دی توفیق پھر جیسی جسے
بھر لیا دامن گل توحید سے
مزبلات کفر سے نفرت ہوئی
اور آخر ایک دن ہجرت ہوئی
بہر ایمان میں ہوا گھر سے غریب
نیک بختوں نے کیا مجھ کو قریب
میں تھا عائل مجھ کو حق نے زر دیا
سالک راہ ہدایت کر دیا
دین و دنیا میں عطا کی منفعت
فضل سے بخشے مراغم اور سعۃ
اس لباس کفر سے چھوٹا بدن
جامہ شرعی ہوا ملبوس تن
عقل کی میزان عطا کی پھر مجھے
تا نہ دے دھوکا کوئی کافر مجھے
پاک کھانے بخشے کھانے کے لئے
دال ہوں جو خیر پر ساتھی دیئے

اہل عزت بن گئے سب میرے دوست
و ایں ہمہ فضل و عطا و لطف اوست
میرا دل اسلام پر قائم کیا
اور مذہب اہل سنت کا دیا
اہل بدعت سے کیا بے زار دل
راہ سنت میں ہوا ہشیار دل
صالحوں سے دل میں الفت دے مجھے
دے نہ صحبت اہل بدعت کی مجھے
اولیاء رحمٰن کے بندے جو ہیں
جان و دل سے خاک پا ان کا ہوں میں
ہے جناب حق سے ہر دم التجا
حشر بھی ہمراہ انہیں کے ہو مرا
ہیں جو شیطان اولیاء شیطان کے
سخت بغض و کینہ ہے ان سے مجھے
وہ کہیں اس کو تعصب یا حسد
تا بمقدور ان کو میں کرتا ہوں رد
میرے مولا تو صحیح ادراک دے
سعی مشکور اور نیت پاک دے
جو خطا نسیان ہو تو کر دے معاف
اہل ایمان سے رہوں میں سینہ صاف

کر گناہوں سے مرے تو در گذر
عفو کر اے میرے مولا عفو کر
مجھ سے ردّ کادیانی کر قبول
ہوں مرادات دلی میری حصول
نوکری اچھی ملی عزت ملی
مل گئیں ساری مرادات دلی
اور جو حاجت ہو یا رب کر عطا
بے نہایت ہے تیری سب پر عطا
میں نہ منشی ہوں نہ کوئی مولوی
فضل سے تیرے مگر ہے دل قوی
تیرا عاجز بندہ سعد اللہ ہوں
تیری رحمت سے سعیدوں میں رہوں
و آنچہ از افضال رب اکرم است
علّم الانسان ما لم یعلم است
بر زبانم آمد از القائے حق
مے کنم تحدیث نعمت ہائے حق
من چہ چیزم نیز سعی من چہ چیز
شد ہمہ از رحمت رب عزیز
دور رکھے حق غرور و کبر سے
خود پسندی میں نہ عاجز دل پھسے

صدق و تقوی دارم از حق مدعا
لا تــــزغ یـــــا رب قــــلبـــــی شد دعا
قصہ آزر بہت مشہور ہے
اور انــــــــی ذاھـــــــــب مذکور ہے
ہے دعا لا تـــــخــــزنـــی یـــوم الـــنشـــور
اے مرے ہادی مرے رب غفور
حق نے جب بیٹے کو مومن کر دیا
کیا ضرر دے کفر اسے ماں باپ کا
بالکے دجال کے او پر جفا
مجھ پہ ہندو زادگی کا طعن کیا
اس سے عقبی میں نہیں ہے عیب کچھ
اور نہ دنیا میں کہیں ہے عیب کچھ
ہے غضب آلنقوا زادہ ہو جو
یوں نسب میں اپنی افتادہ ہو جو
فال ناموں سے کرے بد فالیاں
اور دے لوگوں کو فاحش گالیاں
ابن مریم عیسی موعود ہو
آل احمد مہدیء معہود ہو
جانے ایسے پر جفا کو تو ولی
وقت قسمت عقل کچھ تو نے نہ لی

یاد رکھ یہ بات بالکل صاف ہے
گالیاں خود شیوہ اجلاف ہے
حضرت عیسی نے اک دن وقت سیر
تھا کہا خنزیر سے اذھــــب بـــخیـــر
چور کو چوری میں شاغل دیکھ کر
بد گمانی کی تھی اپنی آنکھ پر
ظاہری اعمال سے کیا بن سکے
گر عقائد دل میں ہوں کفار کے
سب عمل اسلام کے کرنا قبول
لیک بننا خود نبی مرسل رسول
لفظ جزئی سے اسے پھر ٹالنا
کفر کو در پردہ اپنے پالنا
وحی میں ہو انبیاء سے ہم سری
بلکہ ان سے بھی دکھانا برتری
گر نہیں یہ کفر پھر ہے کفر کیا
کر نہ یوں بدنام نام اولیاء
کس ولی حق نے یہ دعوی کیا
وحی میں ہوں میں مثال انبیاء
انبیاء کی گو غلط جائے خبر
ہے غلط سے پاک یہ عاجز مگر

مخبر صادق نے ہے فرما دیا
میں ہوں ختم مرسلین و انبیاء
بعد میرے اب نبی کوئی نہیں
جو کرے دعوی ہے جھوٹا بالیقین
تیس دجالوں کے آنے کی خبر
دے گیا وہ ہادی جنّ و بشر
ہوں گے اپنے زعم میں یہ سب نبی
یہ علامت ہے ہر ایک دجال کی
قادیانی کا ہے صاف اس میں بیان
مرتضی ہوں میں رسول غیب داں
ذکر جس کا سورہ جنّ کے اخیر
غیب بارے میں کرتا ہے خبیر؟
گو محدث یہ بڑھاتا ہے وہاں
فن دجالی دکھاتا ہے وہاں
خوب ثابت اور مبرھن ہو گیا
اب ہے دجالی میں اس کی کسر کیا
اس کے سسرے کی شکایت ہے بجا
ہاتھ سے ہے اس کے روتا بر ملا
شعر اس مضمون کے ہیں موزوں کئے
چند ان میں سے نمونہ دیکھئے

....

(مولانا سعد اللہ لدھیانوی مرحوم نے میر ناصر کے چند اشعار نقل کئے ہیں، لیکن ہم یہاں ان کی مکمل نظمیں درج کئے دیتے ہیں۔ بہا)

بد معاش اب نیک از حد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسی دوراں بنے دجال ہیں
ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نے بات میں
ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب
آیت قرآں ہیں گو یا ان کے خواب
سینکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف
کم نہیں ہوتے مگر لاف و گزاف
بات کو ہوتی ہے گنجائش بہت
حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت
مہدی وقت ہے کوئی مشہور

کوئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت
نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان

....

مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ

من نتائج افکار میر ناصر نواب

مرزا صاحب کی دوسری شادی دہلی میں منشی ناصر نواب نقشہ نویس محکمہ انہار کی بیٹی نصرت جہان سے ہوئی تھی۔منشی ناصر بتاتے ہیں کہ: عاجز نے چند امور کیلئے مرزا صاحب سے دعا منگوانے کے لئے خط لکھا،جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ دعا کرو کہ مجھے خدا تعالی نیک اور صالح داماد عطا فرماوے۔اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے،اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالی نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے،ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کرونگا،اور اس نکاح میں برکت ہوگی،اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا،تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ بلفظہ یاد نہیں۔اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں جلدی نہ کریں۔(حیات ناصر۔ص ۷)

اور پھر منشی صاحب نے اپنی بیٹی کی شادی مرزا صاحب سے کردی۔منشی صاحب اور ان اہلیہ ان دنوں حضرت سید عبداللہ غزنوی کے زیر اثر موحدانہ عقائد کے حامل تھے۔چند سال بعد مرزا صاحب نے مسیحیت وغیرہ کے دعوے کئے تو منشی ناصر ان سے بڑی حد تک بدگمان ہوگئے۔ان دنوں انہوں نے میرزا صاحب (اپنے داماد) کے متعلق کچھ شاعری فرمائی جسے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کردیا۔

بعد ازیں یہ عرض ہے اے مسلمین
آج دنیا میں کہیں تقوی نہیں
ہیں دغا میں آج کل سرگرم لوگ
سینکڑوں دنیا میں اب پھیلے ہیں روگ
ہیں دواؤں کے کسی جا اشتہار
کہہ کے گل لوگوں کو دے دیتے ہیں خار
شہد کہتے ہیں مگر دیتے ہیں سم
جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں دم

ظاہری اور باطنی دکاندار
خلق کو کرتے ہیں دھوکہ سے شکار
حافظ و حاجی بہت پھرتے یہاں
حال ہے جن کا زمانہ پر عیاں
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا
ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا
ٹڈی دل کی طرح نکلے ہیں فقیر
مارے مارے پھرتے ہیں حضرات و پیر
ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا
آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک
ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے
گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار
تم پہ رحمت ان پہ ہوگی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے
اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید
شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب
ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مال و دولت کی تلاش
تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
کوئی مل جائے جو دولت کا سبب
ایک دم میں ہوں دلدر پاک سب

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات
گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو
رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض
حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں
ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نہ بات میں
ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں
رہ گئے دنیا میں اب ظاہر پرست
دن بدن ہیں دین میں ہم لوگ پست
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب
اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بد گمانی کا اسے آزار ہے
سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا
دوسرے اپنے کو بدنام کیا

کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا
کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتقاء

چیز کی اپنی کرے تعریف جو
جاننا اس کو نہ تم مردِ نکو

مشک کی خو شبو تو خود اڑتی ہے یار
مالک دکان دے گو اشتہار

آم اور حنظل تو ہوتے ہیں جدا
جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا

آج دنیا مکر سے لب ریز ہے
اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے

کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی
کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی

بدمعاش اب نیک ازحد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے

عیسیء دوراں بنے دجال ہیں
ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں

ظاہری افعال ان کے نیک ہیں
سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں

عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں
مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں

ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے
ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے

جس طرح ہو مال کچھ کھا جایئے
کچھ نیا اب شعبدہ دکھلایئے

عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید
گانٹھ کا پورا کوئی ہووے مرید

ہو کوئی کیسا ہی گر چہ بدمعاش
میوہ زر کی وہ دیدے ان کو قاش
پھر تو مقبول رحمٰن ہے ضرور
ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
متقی ان کو نہ دے تو ہے شقی
جو شقی دے ان کو وہ ہے متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول
کرکے تعریفیں اوڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے ہاتھ کردیں گے دراز
اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا
وہ روا ہو مال یا ہو ناروا
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوۃ
دین داری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لئے
دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں
ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بدمست ہو جاتے ہیں وہ
اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب
آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
نیک رکھتے ہیں گمان وہ نفس پر
ابلہی کا ہے یہی ان کے اثر
گر کوئی روکے تو ہوتے ہیں خفا
دشمن اپنا جانتے ہیں بر ملا

سینکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف
کم نہیں ہوتے مگر لاف و گزاف
ہے اسی دن کے لئے منطق پڑھی
ہے اسی تدبیر سے عزت بڑی
بات کی ہوتی ہے گنجائش بہت
حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت

دیگر

مہدیء وقت ہے کوئی مشہور
کوئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت
نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان
نیک سب اٹھ گئے زمانہ سے
ما بقی میں نہیں رہی ہے جان
حبّ دنیا نے گھیر رکھا ہے
ہے بہت ہی ضعیف اب ایمان
بدعتوں کی بہت ترقی ہے
حد سے باہر ہے کفر اور عصیان
نہیں آتا نظر کہیں اخلاص
ہیں دکھاووں میں لوگ سر گردان
حبّ مولا جہان سے معدوم ہے
حرص دنیا میں پھنس گئے انسان
نہ بچا اس سے مولوی کوئی
نہ کسی اہل دل کو اس سے امان

نہ فقیروں میں صبر باقی ہے
نہ امیروں میں شکر کا ہے نشان
لذت نفس میں وہ ہیں سرگرم
آج کل جو ہیں پیشوائے جہان
مرغ بریان کا شوق ہے ان کو
ہیں ملائک خصائل جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں
لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زمان
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے
ان کی صدقہ پر ہے فقط گذران
جب حقیقت کھلی بزرگی کی
ان کے دیکھے اگر کوئی سامان
ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ
در دولت پہ ہیں کئی دربان
رات دن ہیں عمارتیں بنتیں
مال کرتے ہیں مفت میں ویران
ہائے آتے نہیں نظر وہ لوگ
دیکھنے کو ترس گئے دل و جان
ہر صدی میں ہوئے ہیں اہل الحق
رہبر خلق و صاحب عرفان
دین اسلام جن سے تازہ ہوا
جن سے رونق پذیر تھا ایمان
تھے ازانجملہ ایک عبد اللہ
قامع شرک و بدعت و عصیان
ملک غزنیں کے رہنے والے تھے
ہے جہالت بھرا جو کوہستان

استقامت میں تھے مثال کوہ
کرکے ظلم و ستم تھکے افغان
راہ حق میں اٹھائیں تکلیفیں
نہ پھرے حق سے پر کسی عنوان
ان کو حاصل تھا صبر ایوبی
کرتے تھے شکر خالق سبحان
تھے عبادت میں رات دن مشغول
اور جاری تھی ذکر حق میں لسان
تھے نمونہ سلف کا وہ بے شک
پاک سیرت تھے اور پاک زبان
اپنے مولا پہ ان کو تکیہ تھا
تھے نہ اک ذرہ فکر آب و نان
تھے دعا و نماز میں مصروف
ورد تھا یا حدیث یا قرآن
ان کی صحبت میں تھی عجب برکت
یاد آتا تھا وہاں خدائے جہان
لطف آتا تھا وہاں عبادت میں
روز و شب تھی ترقی ایمان
ذکر مولا کی تھی وہاں کثرت
بات دنیا کی ہو یہ کیا امکان
امر معروف آپ کرتے تھے
پاس آتے تھے ان کے جو انسان
نہی منکر شعار تھا ان کا
فضل مولی سے تھے نہ سخت زبان
ایسے شیریں کلام اور خوش خلق
تھا پر از حکمت ان کا قول بیان

کچھ کسی سے غرض نہ تھی ان کو
بے طمع تھے وہ صاحب عرفان
ان کی محفل میں ذکر عقبےٰ تھا
وہاں نہ ہوتا تھا لغو اور ہذیان
رہ گیا ذکر خیر دنیا میں
کر گئے کوچ اب وہ عالی شان
حق انہیں مغفرت نصیب کرے
جنت خلد میں رہیں شادان
نیک بندے جہاں میں ہیں اب بھی
حق کو رکھتے ہیں جو عزیز از جان
پر مجھے وہ نظر نہیں آتے
دے ملا مجھ کو ان سے یا رحمان
تیری قدرت سے کچھ نہیں ہے دور
مجھ کو مشکل ہے اور تجھے آسان
ناصر اب ختم کر کلام اپنا
حق تری مشکلیں کرے آسان

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ نمبر۱۲ جلد۱۴۔ ص۴۱۷تا۴۲۰)

....

(منشی سعداللہ صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں)

آفریں اے میر ناصر آفریں
اپنے دیں کا حق ہے خیر الناصرین
پردہ در دجال کا تجھ کو کیا
کام اپنے دین کا تجھ سے لیا

ہوتا اس سے یہ تیرا رشتہ نہ گر
کون یوں ہو سکتا تھا اس کا پردہ در
تو ہی تھا جو راز کو افشاء کرے
کام اس خالق کے ہیں حکمت بھرے
تجھ سے بڑھ کر گھر کا بھیدی ہے کہاں
ہے ترا سچی شہادت پر بیان
سب تجھے معلوم گھر کا حال ہے
جانتا دجال کی تو چال ہے
خاص خلوت کے تجھے معلوم راز
اپنی معلومات پر تھا تجھ کو ناز
ہے بہت تیرا ذریعہ معتبر
اندرونی تجھ کو ملتی ہے خبر
کیونکہ صاحب جب کا ٹیلی گرام
برق سے بھی کچھ سوا دیتا ہے کام
تو ہے خود حال براہیں جانتا
ہم نے خود تجھ سے سنا اس کا پتا
تین سو جزء کی براہین جھوٹ ہے
کچھ نہیں لکھا بہ تعین جھوٹ ہے
جلد چہارم کے سوا اب کچھ نہیں
چاہیے زر اور مطلب کچھ نہیں

قیمت اس کی پانچ دس پچیس ہیں
دیکھ لوگن کر یہ جزء پینتیس ہیں
کر کے اللہ کے حوالے یہ کتاب
کیا ٹکا سا دے دیا تم کو جواب
دیکھ لو جلد چہارم کا اخیر
مال مردم اب اسے ماں کا ہے شیر
جلد پنجم کا کوئی وعدہ نہیں
بس یہی کافی ہیں اب بہر یقین
شرط بِد کر برملا کہتا ہوں آج
سچا ہے مرزا تو دکھلائے سراج
کھا گیا لے کے اس پر سینکڑے
اس طمع پر کس طرح پوری پڑے
بیع کیا معدوم کی کرلی حلال
زر کمانے میں ہے یہ صاحب کمال
عیب ذاتی بھی بیان کرتا تھا تو
بے دھڑک سب پر عیاں کرتا تھا تو
تھے ہٹاتے یار تو ہٹتا نہ تھا
ایسے رشتہ پر بھی کچھ کٹتا نہ تھا
نور دیں سے بھی تھی بد ظنی تجھے
ماجرا طرفہ تھا سنایا مجھے

نسخہ ہائے باہ کے قصے ہیں یاد
روغن بادام کا وہ ازدیاد
اہل ایمان جب کہ ایسا حال ہو
کادیانی کیوں نہ پھر دجال ہو
پڑھ کے ظاہر میں تشہد اور نماز
تم کو دھوکا دیتا ہے یوں حقہ باز
اس کے دھوکوں میں نہ ہر گز آؤ تم
سن کے وہ فتوی نہ کچھ گھبراؤ تم
کیا منافق تھے نہ کہتے برملا
تو رسول اللہ ہے یا مصطفیٰ
کیا نمازیں ساتھ وہ پڑھتے نہ تھے
جنگ کو ہمراہ کیا چڑھتے نہ تھے
حق نے فرمایا ہے بے شک تو رسول
پر ہے جھوٹوں کی شہادت نا قبول
آڑ میں ایمان کے بے ایمان ہیں یہ
ان سے بچ بد خواہ دین و جان ہیں یہ
آؤ اب عیسائیو مرزائیو
یعنی ان تثلیثیوں کے بھائیو
باز آؤ چھوڑو اس دجال کو
فال میں رمال کے اے بالکو

اس سے پہلے کیا مسلمان تھے نہ تم
لگ گئی ہے کون سی اب اور دم
ہاں یہ سیکھے ہو کہ عیسی مر گیا
ہاتھ سے اعداء کے سولی چڑھ گیا
کادیانی کا اس میں کیا ہنر
نیچری نے یہ سکھایا پیشتر
میں ہوں عیسی اس قدر ایجاد ہے
اصل میں وہ نیچری استاد ہے
اس نے جو احلام سے حاصل کیا
نیچری نے خود بخود وہ پا لیا
کہتے ہو سید مغل کو ہے غضب
کادیانی مہدی و عیسی ہے اب
بچہ آلنقوا کو ظلم سے
مہد صدیقہ میں تم رکھنے لگے
معجزے عیسی کے عجل سامری
یوسف نجار کی کاری گری
پھر کبھی کہتے ہو تھا تربی عمل
کشف عیسی میں رہا اکثر خلل
وحی کو سمجھے نہ ختم الانبیاء
کادیانی نے وہ اب ظاہر کیا

دابہ کیا چیز ہے دجال کیا
کیا گدھا اس کا ہے اس کی چال کیا
ہندوؤں عیسائیوں کا ردّ بہت
چھپ کے شائع ہو چکا بے حد بہت
فی الحقیقت اب کسی میں جان نہیں
کوئی بسمل سا تڑپتا ہے کہیں
لا یزالون آیا ہے قرآن میں
یوں رہے گا اختلاف ادیان میں
پھر ولو شئنا لآتینا بھی ہے
بات حق القول منی میں ہے
ہے مخالف گر کوئی لکھتا کتاب
اب بھی ملتا ہے اسے مفحم جواب
کس لئے کوئی نئی تصنیف ہو
اور کیوں بے فائدہ تکلیف ہو
فتنہ ترسا فسادِ آریا
عالمان دیں نے باطل کر دیا
گر ہے شوق بحث استفسار دیکھ
شوکت اسلام کا اظہار دیکھ
گر دل بینا ہے کافی ہے نوید
کھل گئے ہیں مذہب ترسا کے بھید

تحفۃ الہند اک صحیفہ ہے عجیب
قوم ہندو کی ہدایت کا سبب
بت شکن کا خلعت زیبا ہے خوب
مذہب ہندو کا مرآۃ العیوب
اس میں ہے اسلام کا دل جوئیاں
ہیں مبرہن دیں حق کی خوبیاں
خلعت شش پارچہ بخشا عجیب
ہو گیا نادم خجل ہندو غریب
اور سوط اللہ ہے عمدہ کتاب
فتنہ اندر منی کا سدباب
الغرض ایسے رسالے ہیں بہت
دین باطل کے ازالے ہیں بہت
حق کے تائیدی مقالے ہیں بہت
باغ جنت کے قبالے ہیں بہت
اور کچھ حاجت نہیں تحریر کی
طبع میں ہاں چاہیے کچھ زیرکی
کافر ان کو پڑھ کے ایماں لاتے ہیں
دین حق کے جلوے ان میں پاتے ہیں
کفر کی ظلمت سے جو گھبرا گئے
امت ختم الرسل میں آ گئے

تھے جو شپر چشم ہیں وہ لا علاج
واں نہیں رکھی ازل سے احتیاج
کادیانی کی کتابیں دیکھ کر
کون کافر آیا راہ راست پر
کر کوئی ہو تو نشاں دے دو کہیں
کیا نشاں دو گے کہیں کوئی نہیں
بلکہ کچھ دین دار کافر ہو گئے
صدق دل سے قادیان میں جو گئے
جس نے مانا ہیں دعاوی اس کے سچ
لگ گیا اس کفر کے کرنے وہ پچ
پھس گئے کچھ بھولے جال میں
پڑ گئے ہیں فتنہ دجال میں
جب دیا جاتا ہے کچھ الزام انہیں
سوجھتے ہیں کیسے عذر خام انہیں
کرتے ہیں تاویل ان اقوال کی
یوں حمایت کر تے ہیں دجال کی
کادیانی مدعی اس بات کا
ہے ہماری وحی معصوم از خطا
دخل سے شیطان کے بالکل ہے پاک
ایسے جھوٹے مفتری کے منہ میں خاک

پیش گوئی ہی مری معیار ہے
اور اسی پر بار بار اصرار ہے
اور چیلوں کی ادھر سے ہے پکار
پیش گوئی پر نہیں دار و مدار
مگر غلط نکلے تو نکلے کیا ہوا
ہم تو ہیں قرآن سمجھنے پر فدا
کیا بیان ہے سورہ زلزال کا
بن گیا نقشہ زمان حال کا
وہ قیامت کا بیان سب جھوٹ ہے
ہے جو تفسیروں میں ہاں سب جھوٹ ہے
ہے جو فی التکویر تعطیل عشار
اس کا باعث ہے یہ دجالی حمار
یہ نئی تفسیر اس کی خوب ہے
جو پرانی ہے وہ سب معیوب ہے
حضرت اخنس کی یہ تجدید ہے
واہ کیا الحاد کی تائید ہے
اور جو نشر صحف کا ہے بیان
ڈاکخانوں کے ہیں یہ چٹھی رساں
نور و احسن دو ملک ہیں اس کے ساتھ
بازؤوں پر جن کے رکھتا ہے یہ ہاتھ

آسماں سے اترے ہیں لے کر اسے
ہیں بٹھاتے عرش کرسی پر اسے
حضرت اقدس مسیحائے زماں
مرسل یزدانی و کہف الامان
اس نے دونوں کو بنایا ہے ملک
وہ کراتے ہیں اسے سیر فلک
ہو گیا ان کا یہی اب ماجرا
من ترا حاجی بگویم، تو مرا
کیا مثل آئی ہے یہ ان پر درست
مدعی ہے سست اور شاہد ہیں چست
کہتے ہیں مرزا کو کافر مت کہو
حق کو سونپو اور مشفق چپ رہو
بے وقوفی کا ہو ان کی کیا علاج
یہ جہالت کا مرض ہے لا علاج
راج پور کے ایک ہیں فدوی کلن
کادیانی کا نہ سمجھے مکر و فن
دور ہی سے بھیجتے ہیں نذر بھینٹ
کادیانی کا کہیں بھر جائے پیٹ
بعض جاہل امر دین سے بے خبر
کہتے ہیں خذ ما صفا و دع ما کدر

کادیانی کے ہیں پیچھے جا رہے
ہیں نجاست میں سے حلوہ کھا رہے
اور پھر کہتے ہیں ہم محتاط ہیں
راہ دیں میں جانب اوساط ہیں
احتیاط اس میں بھلا کیا خاک کی
پاک میں کچھ کھا گئے ناپاک بھی
کادیانی فتنہ نو زائیدہ ہے
کام اس مکار کا پیچیدہ ہے
چاہیے ہر ایک کو اس سے حذر
دیں سے ہیں جو خصوصاً بے خبر
سب پہ لازم اس کی سرکوبی ہوئی
حسب طاقت حق نے ہے جو دی ہوئی
عالم اس کے کفر کو ظاہر کریں
کچھ نہ گیڈر بھبکی اس کی سے ڈریں
تا کہ اس کے داؤ میں آئیں نہ لوگ
پھیلے اس کے کفر و بدعت کا نہ روگ
جن کو فن شعر میں ہو دسترس
غیرت دینی سے بھی رکھتے ہوں مس
مثل حساں ہوں مؤید دین کے
حق سے وہ مورد بنیں تحسین کے

نظم میں لکھ دیں جو اس کا حال ہو
جس سے کشف سیرت دجال ہو
چاہیے لیکن زباں بھی عام فہم
مٹ سکیں لوگوں کے جس سے شک و وہم
ہاتھ سے ہر گز نہ جائے راستی
ہو قلم گویا عصائے راستی
فخر کی اس میں طلب مطلق نہ ہو
مدعا غیر از رضائے حق نہ ہو
نظم ایسی نیزہ ہے دجال پر
ناگہانی مرگ ہے محتال پر
ہوش اڑ جائیں سنے جب بر ملا
اپنے اسرار خفیہ کا پتہ

....

نیچری بھی اس پر پیٹیں تالیاں
واہ مرزا آپ کی رمالیاں
کوچہ و بازار میں ہوں شادیاں
وہ کٹا دیکھو مسیح قادیاں
راستوں پر ہوں یہ خوش الحانیاں
کھل گئیں جھوٹے کی بے ایمانیاں
کادیانی وائے بر ناکامیت
برد سلطاں زوجہ الہامیت

کادیانی پیٹ بیٹھا ہاتھ پاؤں
اب مبارک ہو گیا منحوس گاؤں
گھر میں سلطان کے مبارک بادیاں
ہائے تجھ پر ہیں یہ کیا بے دادیاں

....

ہر طرف سے جب سنے اس شور کو
کادیانی سر بسر مبہوت ہو
گالیاں دے اہل ایماں کو تمام
سب کو لکھے بد نسب نسل حرام
سر دھنے بکواس پر باندھی کمر
سب پہ ظاہر ہو کہ ہے جھوٹا لچر
ایسا بکواسی ولی حق نہیں
جس کو شرم و اتقاء مطلق نہیں
منہ پہ ہیں بازاریوں کی گالیاں
یہ مسیحا کی بد استقلالیاں
ہے جو ہاجی ھــــائــم فــــی کــــل واد
منزل شیطان ہے پاجی نا مراد
راہ دین میں شاعری بھی ہے ہنر
انتصار دین حق ہے سر بسر
ہے غرض دجال کی پردہ دری
جس سے ہو اظہار کذب مفتری

ہے یہ سب تائید دین کا واسطہ
ہجو گوئی سے اسے کیا واسطہ
کفر صادر ہو چکا دجال سے
بے سند کافر نہیں کہتے اسے
ہم جو دیتے ہیں حوالہ دیکھ لو
فتح و توضیح و ازالہ دیکھ لو
اب بھلا توضیح کی توضیح کیا
وہم کیا پھر جب ازالہ ہو چکا
آئینے میں نقش ہیں دجال کے
بن کے اندھے ہو گئے تم بالکے
اب یہ تاویلات ہیں سب چو چلے
ادعا سارے ہیں وہ کھلم کھلے
گر رہا اس پر مصر کافر مرے
ہو مسلمان ان سے گر توبہ کرے
اشتہار تو بہ ہو یوں مشتہر
دعویٰ اب ایسے کبھی ہوں گے نہ پھر
دخل یہاں تقلید کا مطلق نہیں
مسلک اپنا غیر راہ حق نہیں
دل سے ہیں مشتاق تحقیقات ہم
بے سند مانیں نہ کوئی بات ہم

بوحنیفہ شافعی مالک امام
اور احمد رہبر دین ہیں تمام
بوحنیفہ کو نہیں ہم چھوڑتے
فقہ سے ہر گز نہیں منہ موڑتے
ہم وصیت پر ہیں ان کی کاربند
ہے ہمیشہ ہم کو راہ ان کی پسند
رکھتے ہیں پیش نظر قول امام
فاضربوا اور اترکوا قولی مدام
گر نہ ہو معلوم کوئی مسئلہ
عالموں سے پوچھتے ہیں برملا
پوچھتے ہیں کوئی آیت یا حدیث
دین کی ہے قرآن نہایت یا حدیث
جس جگہ اجمال ہے قرآن میں
شرح ملتی ہے حدیثوں سے ہمیں
اہل سنت کا یہ مذہب ہے تمام
تابع راہ ہدایت پر سلام
کچھ معانی میں تردد ہو جہاں
ہے حدیث مصطفیٰ قاضی وہاں
نام قول مصطفیٰ تو نے لیا
اک غزل اس پر سنادے سعدیا

شرح فرقاں ہے حدیث مصطفیٰ
نور عرفاں ہے حدیث مصطفیٰ

مومنوں کے واسطے قرآن کے ساتھ
فضل رحمان ہے حدیث مصطفیٰ

مصطفیٰ کو مثل قرآن جو ملا
وہ مری جاں ہے حدیث مصطفیٰ

جس سے تبیین کلام اللہ ہو
بس وہ تبیاں ہے حدیث مصطفیٰ

جنت الفردوس ہے قرآن ہمیں
باغ رضواں ہے حدیث مصطفیٰ

بے خزاں رہتے ہیں اس کے فصل و باب
کیا گلستاں ہے حدیث مصطفیٰ

دین کے بھوکو چلے آؤ ادھر
دین کا خوان ہے حدیث مصطفیٰ

کشتۂ بدع و ضلالت کے لئے
آب حیواں ہے حدیث مصطفیٰ

حق نے یسّرنا کہا قرآن کو
کیوں کہ آساں ہے حدیث مصطفیٰ

خوان نعمت ہائے قرآن جب بچھے
واں نمکداں ہے حدیث مصطفیٰ

اہل دیں تعمیل قرآن کے لئے
ساز و ساماں ہے حدیث مصطفیٰ
مصطفیٰ جو حکم دیں مانو اسے
حق کا فرمان ہے حدیث مصطفیٰ
منت عظمی ہے قرآن عظیم
اور احسان ہے حدیث مصطفیٰ
اہل بدعت گر کمی بیشی کریں
بہر میزاں ہے حدیث مصطفیٰ
نیچری مرزائیوں کے واسطے
سخت تاواں ہے حدیث مصطفیٰ
لا ورب تابہ تسلیما پڑھو
شرط ایمان ہے حدیث مصطفیٰ
بہر قطع حجت مرزائیاں
اپنی برہاں ہے حدیث مصطفیٰ
اہل بدعت کیوں نہ ہوں ہیبت زدہ
اپنا سلطاں ہے حدیث مصطفیٰ
آؤ سعدی سے سنو مرزائیو
مثل قرآن ہے حدیث مصطفیٰ

رباعیات

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

مرسل تو تجھے بنائیں چیلے چانٹے
تو کفر کے اشتہار ہم پر بانٹے
تیری وہ مثل ہے کادیانی دجال
الٹا چور اٹھ کے محتسب کو ڈانٹے

ثابت تو ہوا ہے کادیانی دجال
چھپ سکتی نہیں ہم سے تری کوئی چال
بہروپیا بن کے دے نہ دھوکا ہم کو
یہ مانا کہ اس فن میں ہے تو اہل کمال

قادیانی کی درخواست بحضور گورنمنٹ پر مختصر ریمارک

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

اے صاحبان دانش! کیا یہ ممکن ہے کہ کادیانی تو انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے الہامات و مکاشفات وغیرہ میں ان سے بڑھ کر ہونے کا مدعی ہو کر جناب ابن مریم علیہما السلام کے معجزات کو شعبدہ بازی اور کھیل بلکہ سامری جادوگر کا گوسالہ لکھ کر، جناب خاتم النبوۃ علیہ السلام و التحیۃ کیلئے دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج کی کیفیت تامہ کا فہم ناممکن اور اپنے لئے ممکن بلکہ ضروری سمجھ کر اس آخری وقت میں نبی اللہ (گو کامل نہ سہی گھٹیا ہی سہی) و مرسل یزدانی بن کر بھی مومن بلکہ مہدی و مسیح موعود بن جائے۔ اور کافہ اہل اسلام ایسے دجال کے کسی کام میں (جس کی علت غائی اسی دجال کا کوئی نفع ہو) بلحاظ مصالح دینی و دنیاوی اس کے شریک نہ ہوں، تو کافر دجال وغیرہ ہو جائیں۔ حاشا و کلا۔

کادیانی اپنے کفر والحاد اور خود غرض ہونے کی وجہ سے جانتا ہے کہ مسلمان میری باتوں کا اعتبار کریں گے ہی نہیں۔ کوئی نیا دھندا شروع کرو۔ اگر وہ شریک نہ ہوں تو ان کو دھمکاؤ کہ اگر تم شریک نہیں ہوتے تو میں تم کو کافر دجال وغیرہ مشتہر کرونگا۔ اس بات کو بھول گیا کہ منافقوں کو ان کی شہادت ایمانی پر خدائے تعالیٰ نے کیا انعام دیا ہے جو آنحضرت ﷺ کو کہتے تھے ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے کہ تو اس کا رسول ہے، لیکن یہ منافق جھوٹے ہیں۔ یعنی جو کچھ زبان سے کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں۔ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ شہادت ادا کرتے ہیں۔

مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اپنے بعد نبوت میرے نام کر دو، میں آپ کا مددگار بن جاتا

ہوں۔تم میری نبوت کی تصدیق کردو۔ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔یہی حال اس دجال قادیانی کا ہے۔ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں لیکن باب نبوت بالکل بندنہیں ہوا۔نبوت مجھے بھی مل گئی ہے اگرچہ ظلی اور جزئی کی پچریں بھی مضبوطی کے لئے لگاتا ہے،لیکن اپنی تعریف میں انبیاء سے سرموفرق نہیں رکھتا۔

اب کہتا ہے کہ میں دفعہ ۲۹۸تعزیرات ہند کی ترمیم کی درخواست محض اعلاء کلمہ دین اسلام اور حمایت حضرت خیرالانام علیہ الصلوۃ و السلام کے لئے چاہتا ہوں اور یہ وہی منافقانہ ادعا ہے۔اگر صدق دل سے ہوتا تو کادیانی پہلے اپنے ان کفریات سے تائب ہونے کا اعلان کرتا،اوراہل اسلام کواپنے اسلام سے مطمئن بناتا تو مسلمان اس کواسلام کا خیرخواہ سمجھ کرکوئی رائے ومشورہ دیتے۔اب تو سب مسلمان یہی کہیں گے کہ کادیانی تو تو جھوٹا ہے، تیری کتابوں میں وہ کفریات اور دعوی ترمیم دفعہ تعزیرات۔کادیانی نے توہین، بدگوئی، بےسند الزام دینے سے کسی کونہیں چھوڑا۔کیا اہل اسلام،کیا غیر اسلام،دشنام دہی اور بدتہذیبی میں مخالفان اسلام سے دوقدم بڑھ کر ہے۔درشت کلامی وسخن سازی کواپنے لئے تو کمال ہنرسمجھتا ہےاور غیروں کے لئے عیب۔

ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دے کراپنے بچاؤ کے لئے یہ توجیہہ کی کہ میں نے اس حیثیت سے گالی دی ہے جس حیثیت سے اس کی ماں ہے،نہ کہ جس حیثیت سے میری۔اسی طرح قادیانی کہتا ہے کہ جس عیسی کو میں برا بھلا کہتا ہوں وہ نصاری کا عیسی ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔

یہ بدزبانی کا نرالا منطقی ڈھنگ ہے۔کسی کوایک خاص حیثیت کے لحاظ سے گالی دے لینا۔ایک اور بندہ خدا کے حق میں لکھتا ہے کہ شائد وہ لڑکا پیٹ ہی میں ہضم ہوگیا،اور یا اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی اس روسیاہی کی وجہ سے اشتہار نہ دیا۔

اس دجال کادیانی کی بے غیرتی دیکھو اپنے بشیر مبشر عنموائل کی (جس نے نوسال بھی گذر گئے اب تک سرنہیں نکالا شائد وہیں تحصیل کمالات میں لگا ہوا ہے) جگہ دختر نکل آنے کی روسیاہی کوایسا بھلا دیا،گویا اس ہونہار نے بے وقت خلاف توقع علی رغم انف دجال پیدا ہوکراس کا منہ کالا کیا ہی نہ تھا۔

ایسے منہ پھٹ، بدلگام، ناعاقب اندیش کوساتھ لے کراس غرض کیلئے کہ لوگوں کو بدگمانی سے بچایا

جائے گورنمنٹ میں جانا خود ملزم بننا ہے۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مِہر را

سبھی کو دھتکار ملے گی۔ کادیانی کا کیا بگڑے گا۔ بقول پنجابی :

چھتی (۳۶) پتاں اک لیہ گئی سہی

الگ کھڑا ہو کر صاف کہدے گا میرا تم پر کچھ زور نہ تھا۔ میں نے تو تم کو بلایا ہی تھا، سو تم نے مان لیا (نہ مانتے) اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنی آپ ہی ملامت کرو۔ فقط

واہ رے بھروپئے کیا کیا بنا
دیکھ پھر تیرے لئے کیا کیا بنا
کادیانی تو عجب صورت کا آدم بن گیا
تھا مثیل اب آپ ہی عیسی ابن مریم بن گیا
معجزوں سے ان کے نفرت کام میں ناکام وہ
پھر مثیل ان کا تو کیسے ٹھوک کر خم بن گیا
فرض سمجھا ان کو سولی پر چڑھانا مارنا
کیوں تو بدخواہ رسول پاک مکرم بن گیا
مدعی ابنیت حق کا ہوا از راہ ظلم
کیا نصاری قوم کا ہم راز ہمدم بن گیا
مرسل یزدانی و مامور رحمانی بنا
ظلم اے ظالم کیا جس سے اظلم بن گیا
حسن ظن سے تجھ کو سمجھا تھا مجدد بعض نے
ہائے اب تو ہادی راہ جہنم بن گیا

تو تو کہتا تھا میں ہوں موسی و داؤد و خلیل
زال دنیا کے لئے افسوس بلعم بن گیا
ہے غضب بوذنجر و آلنقوا کی آل میں
کس طرح آل علی مہدی عالم بن گیا
جس کو تھا عیسی نے من بعدی اسمہ احمد کہا
اے غلام عاق تو خود وہ معظم بن گیا
قابل دید اس کی بے شرمی ہے اے اہل نظر
تھا تو گیڈر خم میں گر کر کیسا ضیغم بن گیا
فن رمالی و کذب قادیانی پر گواہ
قصہ سلطان و عنموائیل و آتھم بن گیا
آتھم فرتوت کے جینے سے مرگ طفل سے
روسیہ مرزا سراپا صورت غم بن گیا
مہر عالم تاب یعنی وہ بشیر ناتواں
جلد ان آنکھوں سے اڑ جانے میں شبنم بن گیا
قادیان میں نغمہ الہام زوجنا کھا
جور سلطانی سے آخر شور ماتم بن گیا
شہر دلی میں بنے جب میرزا حیرت مسیح
کادیانی میرزا حیران و ابکم بن گیا
اے قلم اسفند یار قادیانی کے لئے
فضل حق سے تو بھی اچھا تیر رستم بن گیا

فیل مختاری میں ہو کر قادیانی اس قدر
مصلح قانون و آئین مسلم بن گیا
گوشہ عزلت میں کر کے یاد تعزیرات ہند
دیکھئے کیسا محدث کیسا ملہم بن گیا
خامہ سعدی سے میل سرمہء اہل بصر
کادیانی کے لئے البتہ ارقم بن گیا

کادیانی چہاشد

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

کادیانی چہ سخت جاں شدہء
بہر تیغ قلم فساں شدہء
قادیانت اگر دمشق بود
تو یزیدے بہ قادیان شدہء
بہ حسین بٹالوی زا نرو
بہ سرِ کینہ و زیاں شدہء
آں محمد نشان دہ؟ مہدی
بہ حقش تند و بد زبان شدہ
بہ علی گڈھ ز بحث اسماعیل
زار و بیمار و ناتواں شدہ

نیز در لودیانہ پیش حسین
لا جواب آمدہ دواں شدہ
ہم بہ دلی ز میرزا حیرت
متحیر دروں نہاں شدہ
طبل ھــــل مــــن مبــــارز زدہء
فیل در وقت امتحان شدہ
جلسہ بحث چوں بپا گردید
مورد مرگ ناگہاں شدہء
بیں کہ از ریل و آثر گونہ خویش
چہ رسول و چہ غیب داں شدہ
بہ حیات رقیب و مرگ پسر
مشتہر کاذب جہاں شدہ
برہِ عشق دختر ہوشیار
شصت سالہ چہ نوجوان شدہء
شوہرش را ز مرگ ترسانی
بہ مواعید جاں ستاں شدہء
مگر از مرگ خویش اے مغرور
بے غم و فکر در اماں شدہء
طعن بیوہ بہ عبد حق بزنی
خود پئے بیوہء رواں شدہء

گوئدت ملہم تو زوجـــــــــــــــــنـــــــــــــــاك
تو چو اغیار بر گراں شدہ
ہست آن زوجہ در بر سلطان
کادیانی چران شدہء
گوئیش زندہ مر گیا ہو گا
اے مسیحا چہ خوش بیان شدہء
قسمے ہم چو آتھم ش ندہی
بہ رقیب ایں چہ مہرباں شدہء
بہ غم زندہ ماندن آتھم
سر بسر چرم و استخواں شدہ
بہ صلیب و بہ روسیاہی خویش
از حیاتش تو در ضماں شدہء
گشتہ آ گہہ ازیں کس و ناکس
بہ ستمبر چو نوحہ خواں شدہ
نوبہ نو حیــــــــــــــــــلـــــــــــــــــہا بر انگیزی
گرچہ زاں کہنہ داستاں شدہء
ایں بود بر خجالت تو گواہ
کہ بدشنام ترجمان شدہ
کادیانی بخوان کفر و ضلال
تو بہ دجال ایریاں؟ شدہء

ما ز ناصر شنیدہ ایم کہ تو
بد غلہاش میہمان شدہء
آں براہیں ترا خفیف نمود
چندے از بہر زر گراں شدہء
گوئند اندر عدم سراج منیر
کہ تو بے نور چوں دخان شدہء
لقب تو بجا بود حارث
نہ ازاں رو کہ مرزبان شدہء
حارثے بودہء بہ گلشن دین
برایا خارج از جناں شدہء
ست بچن آریہ دھرم خوانی
بہ یک و نیم شادماں شدہء
گشت باباۓ تو گرو نانک
بہر سکھاں خلف عیاں شدہ
اے تو بے نام و بے نشاں کہ روزے
قائل خارق و نشان شدہ
انبیاء مزمرسٹ در نظرت
تیر کفار را کماں شد
عمل الترب کجا رسول کجا
یہ رسالت چہ بدگماں شدہ

گفتہ بودی مسیح می آید
زاں بدیں صاحب مکان شدہ
چند روزے بکید و زور و فریب
خوش بیان بو دہ کا مران شدہ
پس بہ تقلید نیچری امروز
منکر از رفع آسماں شدہ
سر دارش کشی بقول یہود
باز سوئے اجل کشاں شدہ
مے کنی نفی ماصلبوہ
خصم قرآن مبیں چساں شدہ
شد خداع تو با مسلماناں
ہم صفیر یہودیاں شدہ
معجزاتش عجل جو پنداری
متنفر زوی ازاں شدہ
اے ستمگار افضل از عیسی
بکرامات و عز و شان شدہ
برملا بر سر ازالہ خویش
مرسل خالق یگاں شدہ
پیروان تو اعور و اعرج
ای خوشا عیسی زماں شدہ

زہ چہ مہرودتین پوشیدی
کز مرض ہم چو زعفراں شدہ
آں ملازم کتب فروش مسیح
ہمہ اے دوں پئے دوناں شدہ
حیف کز بہر جیفہء دنیا
تارک عیش جاوداں شدہ
شاہد اینک کتب فروشی تست
در پئے گرمی دکان شدہ
ہاں بیائید اے خریداراں
زانکہ افسردہ دیگراں شدہ
مرحبا نوک خامہ سعدی
بہر دجال چوں سنان شدہ

تذکیرِ نفس و تبشیرِ روح

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

بندے ہے بندگی کا یہی راز دیکھنا
اعمال پر نہ کی جئو کہیں ناز دیکھنا
عجب و ریا سے پاک ہو نیت بحکم شرع
کرنے لگے جو کچھ دم آغاز دیکھنا
تقویٰ رب اگر تیرے اعمال میں ہوا
بہر دخول باب جناں باز دیکھنا
جو راہ حق میں دے سر تسلیم کو جھکا
دونوں جہاں میں اس کو سرفراز دیکھنا
دیدار حق، نعیم مقیم، آگ سے امان
جنت میں چل ظہور فقد فاز دیکھنا
مر جائیو پہ دامن احمد نہ چھوڑیو
یہ امتحاں ہے عاشق جانباز دیکھنا
اس کے سوا نہ عرش پہ کوئی پہنچ سکا
کیا انبیاء حق میں ہے ممتاز دیکھنا

دو ٹکڑے چاند ہو گیا انگلی کے سامنے
اس مہروش کا چرخ پہ اعجاز دیکھنا
تیغ کلام سے ہے مسخر کیا جہاں
میرے حبیب پاک کا انداز دیکھنا
سجدے میں سر ہے لب پہ ہے یـــــا رب امتـــــی
غم خواری و شفاعت و انجاز دیکھنا
زیر لوائے حمد ہیں آدم سے تا مسیح
اس فخر کل کا حشر میں اعزاز دیکھنا
ہجراں میں جل رہا ہوں امید وصال پر
یہ سوز دیکھنا یہ میرا ساز دیکھنا
توحید حق ہے راس عبادات سعدیا
ہو جائے اس میں کوئی نہ انباز دیکھنا

تنبیہ بہر سفیہ

(منشی سعداللہ لدھیانویؒ)

آتا نہیں ستم سے ابھی باز دیکھنا
دجال قادیان کی تگ و تاز دیکھنا
دس لے کے پیش گی دیئے پینتیس جز فقط
وعدہ تھا تین سو کا یہ دمباز دیکھنا

تھیں پیش گوئیاں جو سراج منیر کی
کھا پی کے نقد ان میں اب ایجاز دیکھنا
رسا گلے میں آتھم و سلطان نے کس دیا
ہے بند پیش گوئی کی آواز دیکھنا
کھولی دکان ست بچن و آریہ دھرم
اہل نفاق کی طمع و آز دیکھنا
کل کہہ رہا تھا اتریں گے عیسی جلال سے
اور آج اہل دیں پہ ہے غماز دیکھنا
عیسی سے آپ بنتا ہے افضل علانیہ
اور ان کے معجزوں پہ ہے لماز دیکھنا
گاہ مسمریزم کہتا ہے گاہ عجل سامری
دجال کیا ہے موہن اعجاز دیکھنا
کہتا ہے شرک معجزہ عیسوی کو خر
کیا طعنہ زن سلف پہ ہے طناز دیکھنا
پیرو ہے نیچری کا صلیب مسیح میں
کرتا ہے مجددی پہ پھر ناز دیکھنا
ہو فتنہ گر حمامہ دجال کچھ اگر
فتوائے بو سعید کا شہباز دیکھنا

(یہ فتوی مباحثہ لدھیانہ جولائی ۱۸۹۱ء کے بعد تیار ہونا شروع ہوا، اور برصغیر کے معروف علماء کے دستخط کروانے میں اس پر ایک عرصہ صرف ہونے کے بعد ۱۸۹۲ء میں اسے جاری کیا گیا۔ فتوی کی تیاری کے دوران مرزا صاحب سے دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی

کا مباحثہ ہوا۔اور دیگر مقامات پر بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فاسد عقائد سے رجوع کر لیں تو اس فتوی کو جاری کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔(استفتا حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے تیار کیا تھا،اور اسکا جواب استفتاء سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ نے دیا۔اجراء کے بعد یہ فتوی اشاعۃ السنۃ کی جلد۱۳ میں شائع ہوا تھا۔تمہیدی گذارشات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لکھا):

مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اس سے اہل اسلام کی پبلک میں ایک عام شور برپا ہو گیا اس شور کو مٹانے اور اس دعوی کی توضیح کے لئے اس نے ایک رسالہ توضیح مرام،مشتہر کیا تو اس نے اس شور کی آگ کو اور بھی تیز کر دیا اور خوب بھڑکایا، کیونکہ فتح اسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا،توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا اور علاوہ برآں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا جو عقائد اہل اسلام کے بالکل مخالف ہیں اور عقاید نیچریہ فلاسفہ ہنود اور یہود و نصاری کے عین مطابق وموافق۔

اس رسالے کی اشاعت سے وہ شور بڑھا تو اس کے ازالے کے لئے اس نے ایک اور رسالہ ازالہ اوہام کے بعض حصص و مضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انہوں نے بذریعہ رسائل ومجالس ان کو پبلک میں مشتہر کیا۔ان مضامین نے اس شور کی بھڑکتی ہوئی آگ پر کیروسین آئل (مٹی کا تیل)(kerosene oil) دیا، کیونکہ اس رسالے میں اس نے مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعوی کیا ہے۔رسالت بھی کیسی! جس کی بشارت وشہادت نص القرآن و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد میں آ چکی ہے اور علاوہ برآں بہت سے کفریات کا زہر اگلا۔معجزات حضرت مسیح وغیرہ انبیاء سے بہ تاویل وتحریف انکار کیا۔پھر تو وہ شور عالم گیر ہو گیا اور چاروں طرف سے نعرہ تکفیر ونفرین بلند ہونے لگا۔ان رسائل ثلاثہ سے قادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعت رسالہ توضیح مرام ہی کے وقت مباحثہ سے مباحثہ کا اشتہار بھی دے دیا اور اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد و مقالات میں جن کو وہ کفر و گمراہی سمجھتے ہیں مجھ سے مباحثہ نہ کر لیں تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں اور اس مباحثے کو ایسی پیچیدہ اور مشکل اور ناممکن الوقوع شروط سے مقید کر دیا کہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباحثے کی نوبت پہنچے،جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے اتنے ہی دن طعن وتکفیر سے لوگوں کی زبان بند رہے اور اس کے عقاید ودعاوی کا کچھ اثر اس کے اتباع اور ناواقف مسلمانوں پر ہوتا رہے۔علمائے وقت نے وقتاً فوقتاً اس کی ناجائز شروط کے ابطال اور جائز کی تسلیم واقبال سے مباحثہ کے لئے مستعدی کا اظہار کیا،مگر قادیانی سے بجز گریز وفرار جو اس کا اصل منشاء ومقصود تھا، کچھ ظہور میں نہ آیا، یہاں تک کہ قضاو قدر نے اس کو دوڑنے بھاگنے کے ساتھ جبراً پنجے میں پھنسا دیا اور لدھیانہ کے مقام میں ہمارا اس سے مباحثہ کرا دیا جس کی کسی قدر کیفیت ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد۱۳ میں شائع ہوئی ہے۔

اس مباحثے میں جو اس نے شکست و ہزیمت پائی وہ ناظرین پرچہ جائے مذکور پر مخفی نہ ہوگی، مگر اس کی دلیری اور بہادری دیکھو اور اس پر صد آفرین کہو کہ شکست پا کر بھی وہ دعوی مباحثہ سے دست بردار نہ ہوا اور اشتہار یکم اگست اور اکتوبر ۱۸۹۱ء میں پھر مدعی مباحثہ ہوا اور دہلی جا کر خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور اس پر دہلی جا کر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کی جملہ شروط جائزہ کو منظور کر کے منظوری

مباحثہ کا اشتہار دیا گیا تو پھراس نے مباحثہ سے انکار کیا جس کی تفصیل (ماہنامہ اشاعۃ السنہ) نمبر ا جلد ۱۴ میں ہے۔ مگر پھراس کی شرم وحوصلہ کو دیکھواوراس پر ہزار آفریں کہو کہ دہلی سے بھاگ کر قادیان میں پہنچ کر وہ اس شکست و ہزیمت کو بھول گیا اور ایک آسمانی فیصلہ (جو درحقیقت شیطانی فیصلہ ہے) اس نے لکھ مارا اور اس میں پھر مباحثہ کا مدعی بن بیٹھا اور الٹا گریز اور فرار کا الزام علماء وقت پر قائم کیا۔ اس پر لاہور و سیالکوٹ پہنچ کر اس کا تعاقب کیا اور متعدد نوٹسوں کے ذریعے اس کو مباحثے کی طرف بلایا گیا، مگر وہ میدان مباحثہ میں نہ آیا بلکہ جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا جس کی کیفیت (ماہنامہ اشاعۃ السنہ) نمبر ا تا ۴ جلد ۱۴ میں ہے۔

خاکسار (محمد حسین) ابتداء ہی سے اس کی اس بے جا اور ناممکن الوقوع شروط کو پیش کرنے سے اس کے مباحثہ سے مایوس ہو چکا تھا۔ قطع حجت قادیانی کی غرض سے لدھیانہ کے مباحثہ تک اس کے حق میں تمام علماء اہل اسلام کی رائے ظاہر و مشتہر کرنے سے رکا رہا اور جب لدھیانہ کے مباحثہ کو وہ ناتمام چھوڑ کر بھاگا تو اور بھی مایوسی نے جلوہ دکھایا، تب خاکسار نے بمقام دہلی پہنچ کر ایک استفتاء مرتب کیا جس میں قادیانی کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق وشہادت کے لئے اس کی تصنیفات کی اصل عبارات کو بقید صفحات نقل کر دیا اور اس استفتاء کا جواب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا وشیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے حاصل کیا اور ایک خاص سفراز دہلی تا بقرب کلکتہ و بھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء و فضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا ۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان وپنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا، متداول کیا اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادات وتائیدات کو مرتب کرایا۔ فتوی پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب کا ہو چکا تھا مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف والتواء ہوا کہ اگر قادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علماء وقت نے کفر وضلالت قادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے، کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ چاہتا ہے تو کرے اور اس پیالہ تکفیر وتضلیل کو جو بہ اتفاق علماء اس کے لئے تیار کیا گیا ہے کسی حیلہ سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا دے۔ یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا، یا اگر وہ ان میں موجود ہوں تو ان کا موجب کفر وضلالت نہ ہونا ثابت کر دے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو، جواب فیصلہ آسمانی، میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتوی کو ملتوی کیا۔ مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثہ کا نام لینا بھی چھوڑ دیا لہذا اس فتوی کا اب عام اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ استفتاء میں) اصل سوال یہ ہے کہ عقاید قادیانی مندرجہ سوال اسلامی عقائد ہیں یا نہیں؟ اور ان عقاید میں قادیانی پابند و پیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔ اور ایسے عقائد والا ولی مجدد ملہم محدث ہوسکتا ہے یا وہ ان عقاید کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟ اصل سوال کا جواب جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسینؒ کی طرف سے ہے، صرف یہ ہے کہ یہ عقاید اسلامی نہیں اور قادیانی ان میں عقائد میں پابندی اسلام سے خارج ہے اور ایسے عقاید والا محدث مجدد ملہم ولی نہیں ہوسکتا بلکہ من جملہ دجالین ایک دجال ہے۔

قادیانی اور اس کے اتباع اس فتوی کے جواب میں کہہ رہے ہیں اور کہیں گے کہ جو باتیں ہمارے ذمہ لگائی گئی ہیں ہم نے نہیں کہیں (اور) یہ کہ کہی تو ہیں مگر ان کے معنی اور ہیں (قادیانیوں کی) ان باتوں کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:

ا۔جن باتوں کو قادیانی کے ذمہ لگایا گیا ہے ان کے ثبوت میں ہم نے اصل عبارات قادیانی کو نقل کر دیا ہے، وہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نہ نکلیں اور ان کی نقل میں ہماری غلط بیانی ثابت ہو تو فی عبارت ایک سو روپیہ جرمانہ دینے کو ہک حاضر ہیں، مگر اس امر کا تصفیہ مجرد انکار قادیانی اور اس کے اتباع سے نہیں ہوسکتا۔ان کا یہ انکار محض کذب ہے اور کذب ان کے مذہب اور ہر ایک عمل در آمد کا اصل اصول ہے۔ اس کے تصفیہ کے لئے ایک مجلس کا منعقد ہونا ضروری ہے جس میں ہم ان عبارات کا تصانیف قادیانی میں پایا جانا ثابت کریں اور وہ انکار کی وجہ بتادے اور روز روشن میں آفتاب کو چھپا کر دکھاوے۔

دوسری بات کا جواب (یعنی) معنی کا تصفیہ بھی اسی مجلس میں ہوسکتا ہے۔اسی مجلس میں اگر اس کی عبارات کے وہ ظاہری معنی بشہادت لغت ومحاورہ اہل لسان نہ نکلے جو مفتیوں نے سمجھے ہیں تو اس پر بھی ہم فی عبارت سو روپیہ جرمانہ دینے کو حاضر ہیں۔قادیانی تو ان عبارات کو جو معنی چاہے پہنا سکتا ہے جو شخص خنزیر سے انسان مراد لے اور دمشق سے قادیان وغیرہ، اس کو ایک کلام کے ایسے معنی جو ظاہر کے مخالف اور معنی دربطن شاعر کا مصداق ہوں، بیان کرنا کیا مشکل ہے)

آمادہ مخبری پہ ہے اسلامیوں کی اب
کرتا کیسے ویل میں ہماز دیکھنا
اعلان عام کرتا ہے سعدیء خیر خواہ
دجال قادیاں ہے سخن ساز دیکھنا

مسیح کاذب کے رد میں
لاجواب رسالوں کا اشتہار

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

شہاب ثاقب بر مسیح کاذب:

ایک دجالچے کے اردو قصیدے کا جواب ۲۰ صفحہ میں مع نوٹ وتشریح آخر میں ایک فارسی قصیدہ دجال کے الہامی قصیدہ مندرجہ ازالہ اوہام کا جواب

گیدڑ نامہ:

مثنوی معنوی کے ایک قصہ شغال کا ترجمہ۔

جو دجال حال پر منطبق آتا ہے۔آخر میں ایک شوخ بھٹیاری کا قصہ اور پھر بوم وشیر کی حکایت قابل دید کل ۶۶ صفحہ۔

چودھویں صدی دا جھوٹا مسیح:

ایک دجالچے کی سی حرفی کا جواب دو سی حرفیاں بزبان پنجابی

انہزام قادیانی:

قادیانی کا شکست کھانا دلی پٹیالہ لودہانہ کپورتھلہ جالندھر لاہور سیالکوٹ میں ایک دجالچے کی دعوت

دہلی کا جواب مع اظہار فریب قادیانی درپردہ نشان آسمانی صفحات ۱۴۴۔

حقو حق:

ایک دجالچے کے ہیچو ہیچ کا جواب پنجابی میں بڑی تقطیع ۱۶ صفحات

نظم حقانی مسمی بہ سرائر کادیانی:

بزبان ایک دجالچے کی نصیحت کے لئے لکھی گئی۔ بڑی تقطیع ۸ صفحات۔....

مولف ومشتہر سب کا خیر خواہ محمد سعد اللہ عفی عنہ

مدرس ایم بی ہائی سکول لودیانہ ۲۳ شعبان ۱۳۱۳ھ۔

سول اینڈ ملٹری نیوز پریس لودیانہ

قادیانی دجال کا استیصال

(حصہ نثر)

محمد سعد اللہ سعدی لدھیانوی

بسم الله الرحمن الر حیم

ایک مسلمان اور قادیانی میں سوال و جواب کیونکر ہو سکتے ہیں

مسلمان: قادیانی صاحب اپنا دعوی اپنی زبان سے بیان کرو

قادیانی: میں محدث (بفتح دال مشدد) ہوں۔ مجھے اللہ نے اس صدی کا مجدد بنایا ہے میرے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد پورے ۱۳۰۰ اس پر شاہد ہیں کہ میں تیرھویں صدی کے انجام اور چودھویں صدی کے آغاز پر مجدد ہوں۔

مسلمان: صرف نام سے اعداد کا نکلنا مجدد ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا معلوم آپ اس وقت کے کیا ہیں؟ اگر حساب ابجد سے کوئی دعوی مدلل ہوسکتا ہے تو گزارش ہے کہ آپ کے لئے یہ پورا جملہ جسکے اعداد بھی پورے ہیں بہت درست ہوگا:

غلام احمد قادیانی دجال ہے۔،

(سامعین۔ واہ وا جزاک اللہ! اس مبتداء کی خبر کیسی برجستہ نکالی ہے)

قادیانی: صرف یہی ایک دلیل نہیں۔ بڑی دلیل میری وحی، الہام ہے جو اللہ پاک کی طرف سے مجھ پر بارش کی

طرح برستا ہے ۔

من می زیم بوحی خدائے کہ بامن ست پیغام اوست چوں نفس روح پرورم

مسلمان: انبیاء ورسل علیھم السلام کے سوا کسی کا وحی والہام قطعی نہیں ہوسکتا ممکن ہے ان کے ماسوا کو اس میں کبھی نفسانی، گاہ شیطانی آمیزش سے دھوکا ہو جائے۔

قادیانی: چونکہ میں محدث ہوں میری وحی والہام بھی آمیزش شیطان سے پاک ہے۔

مسلمان: اس پر کوئی دلیل شرعی؟ قرآن وحدیث میں تو محدث کو یہ رتبہ نہیں دیا کہ قرآن میں محدث کا نام بھی نہیں (قادیانی کا ایک اعرج مرید جو آتھم کی جنگ میں قادیانی کا معاون تھا) جھٹ قرآن شریف کھول کر سوہ انبیاء کی آیت ما یا تیھم من ذکر من ربھم محد ث الا استمعوہ و ھم یلعبو ن ۔ پر انگلی رکھ کر سامنے کر دی (قادیانی آنکھ کے اشارے گھورتا ہی رہ گیا) دیکھ تو یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟

مسلمان: کسی قدر حیران ہوکر۔ میاں دیکھوں کہیں جلد باندھتے وقت کوئی کسی کی تحریر تو بیچ میں نہ باندھ دی ہو (دیکھ کر) بھی واہ: اس لفظ کی حرکات پر تو نظر کر لیتے۔ محض حروف ہی کو دیکھ کو بول اٹھے۔ (اس لفظ کا ترجمہ نیچے لکھا ہوا دیکھتے واعظ اسی خوبی پر بنے ہو قادیانی کی قرآن فہمی پر ناز اس لیاقت سے کیا کرتے ہو کہ مرزا قادیانی کے برابر قرآن کوئی نہیں سمجھتا۔ شرم کرو)

قادیانی: جھنجھلا کر! نہیں تم ادھر دیکھو صحیح بخاری میں سورہ حج کی آیت یوں بھی لکھی ہے و ما ار سلنا من قبلك من رسو ل و لا نبی و لا محد ث ا لا اذا.... القی الشیطا ن ۔ یعنی رسول اور نبی اور محدث کا بھی الہام، جب اس مین شیطان دخل دیتا ہے تو دخل شیطان سے پاک کیا جاتا ہے۔

مسلمان: قطع نظر اس سے کہ آیت شریف میں وحی والہام میں دخل کا ذکر ہی نہیں صرف تمنائے ولی، نبی ورسول کا ذکر ہے، یہ تو بتاؤ فبا ی حد یث بعدہ یو منو ن کی تفسیر جو تم نے کی تھی کہ قرآن کے بعد کوئی حدیث قابل تسلیم نہیں اور اشتہار مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں آپ کا یہ دعوی کہ:

قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ وزیادت ہرگز جائز نہیں۔

یہاں یہ دعوی بالکل ردی ہوگیا۔ اب اس بخاری کی روایت (جو ایک صحابی کا قول ہے حدیث نبوی بھی نہیں) قبول کر

کے قرآن میں لفظ بڑھانا بھی جائز کرلیا اور صحیح بخاری، وہی جس کی احادیث معراج نبوی کے تعارض اور عدم وفا وحافظہ روایت جناب (مرزا قادیانی) نے اپنے ازالے کے آخیر میں باِمداد کتب روافض لکھے ہیں سچ ہے:

صاحب غرض دیوانہ بود

قادیانی: کھسیانا سا ہوکر۔ ہائے اس کم بخت نے وہ اشتہار کہاں سے دیکھ لیا میں نے تو دفع الوقتی کیلئے یہ ڈھکوسلا بنایا تھا کہ کسی طرح ابن مریم کا زندہ ہونا اور مکرر آنا لوگوں کے خیال میں مشتبہ ہو جائے لیکن جواب ندارد۔ ندامت نے پانی پانی کردیا۔ دل ہی دل میں پیچ تاب کھا گیا۔

(قادیانی کا شاگرد خاص ہم اعور، و ہم اعرج کہتا ہے) حضرت اقدس (مرزا قادیانی) اس جاہل سے آپ کیا مغز خراشی فرماتے ہیں اور کہیں ضعف دماغ ہو جائے گا جانے بھی دو۔

مسلمان: مسیح صاحب! جب آپ محدث ہیں تو نبی بھی ہیں (توضیح مرام۔ص۱۹)

المحد ث نبی و النبی محد ث ۔یعنی محدث نبی ہوتا ہے اور نبی محدث ہے۔اب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں محدث تو ہوں لیکن نبی نہیں۔ یہ فقرہ کہیں مستی میں نکل گیا تھا؟

قادیانی: بڑی جلدی سے طیش میں آکر من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب (ازالہ اوہام ص۱۷۸)

مسلمان: جس کتاب میں یہ مصرعہ درج ہے اس کے عنوان پر حضور (مرزا قادیانی) مرسل یزدانی بنے بیٹھے ہیں۔ اور پھر اس کے صفحہ ۶۷۳ پر جناب عیسی بن مریم کی بشارت رسو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد کے مصداق خود بدولت بنے ہوئے ہیں۔ یہ دھوکہ وہ کھائے جس نے آپ کے رسالے ازالہ نہ دیکھے ہوں ورنہ دیکھنے والا آپ کا دھوکا کب کھاتا ہے محدث ہونے کے مدعی فی الحال ہو محدث اور نبی کو ایک ہی مانتے ہو وحی و الہام میں انبیاء کی ہم سری بلکہ بعض مکاشفات میں ان سے بڑھ کر ہونے کے مدعی ہو۔ خصوصاً ختم الرسل سے بھی دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج کی کیفیت سمجھنے میں زیادہ قابلیت رکھتے ہو۔اب ادعائے نبوت میں کیا کسر ہے۔انا النبی لا کذ ب نہ لکھا، یوں کہہ دیا: میں محدث ہوں و المحد ث نبی اور یہ تو فرماؤ کہ رسول و نبی اور عامہ خلائق میں بجز وحی کس بات کا فرق ہے؟ بظاہر انـمـا انـا بشـر مثلکم سے ثابت ہے کہ کچھ فرق نہیں بجز یو حی الیّ ،سواس وحی میں آپ ان برگزیدوں سے کسی طرح کم نہیں رہتے۔ آپکے مکاشفات

اور سمجھ حضرت عیسی روح اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہیں؟ آپ کے سامنے حضرت عیسی کے معجزات یوں ہی کھیل تماشا لہو ولعب سامری جادوگر کا بچھڑا۔ پھر یہ سب آپ کے نزدیک قابل نفرت۔ باوجود ان سب باتوں کے حضرت عیسی کو آپ نبی اللہ ہونے دیں اور اپنے لئے باوجود کمالات نبوت سے خالی رہنا گوارا کرتے ممکن نہیں۔ یہ انکار از نبوت محض دھوکا ہے۔ ناصر مرید برملا دعائیں کر رہے ہیں اپنے مرسل کی مدد کرائے خدا۔ حضور کا ازالہ برسر عنوان بزبان حال پکار رہا ہے

توئی مامور رحمان قادیانی مرسل یزدان
توئی مرزا غلام احمد از اولاد چنگیز خان
نذیرے آمدی از جانب حق اندریں دنیا
نکردندت قبول و حق کند صدق ترا تاباں
تو نورے آمدی سر تا بپا ز آلنقوا بیگم
چہ حاصل زیں چنیں روباہ بازی بابیت اے ناداں
تو شیر نیستاں بے حیائی آمدی ز اول
شغالے بودی و شیرے شدی از خم صباغان
چہ باک اندر چنیں عہدت کہ ہر کس دارد آزادی
نبوت جرم تعزیری نباشد نزد قانوں داں
بترس از شور و غوغائے مسلماناں کہ در اسلام
قلندر چوں تو بسیارد نمی ترسد کسے زیشان
رسول احمد نبی اللہ و مرسل چوں بخود گفتی
رسولے نیستم گفتن بود کفر از تو در ایمان
مجدد ہم محدث بودی و حارث شدی آخر
نبی مرسل جری اللہ مسیح و مہدی دوراں

مکن کفران نعمتہا مگر مرسل نیم ہرگز
نبوت را رسالت را مدار اے بے خرد پنہاں
ز چند الہام و وحیت یاز دہ صفحات شد مشحوں
چرا گفتی نیاوردم کتابے از حق سبحاں
سراج خود بکن روشن کتاب مستبیں بنما
بہ جفر و رمل خود خود را رسول غیب داں گرداں
بتائید ہبہ بہر کے دام طمع گستر
کسے را در حق دکتر ز مرگ ناگہاں ترساں
اگر باشد بہ زوجے شاد کام آن دختر نیکو
پس از سی ماہ روئے خود سیہ کن در غم ہجراں
بگو آن زن کہ زوجنکھا الہامش آوردم
بود حسب رضائے من کنوں در قبضہ سلطاں
الا اے قادیانی حق بشنو از سعدی ناصح
کہ الہام تو شد ز احلام نفس و وحیت از شیطان

اصل یوں ہے کہ مضمون سب تحریروں میں ادا ہو چکا ہے مریدوں کے ذہن نشین کر دیا گیا ہے اب لا اله الا الله کے ساتھ قادیانی رسول اللہ لگانا باقی ہے۔

بڈھا آتھم کرسچن تیرے پندرہ ماہ رونے سے بھی نہ مرا۔ پر نہ مرا۔

سلطان محمد اڑھائی برس گذار کر خدا کے فضل سے زندہ ہے۔

عنموائیل بشیر جو جہان کو روشن کرنے آیا تھا تیرے گھر میں اندھیرا کر گیا۔

ان پے در پے کی مصیبتوں نے تجھ کو ادھر کی سوچنے نہ دی ورنہ اب تک کلمہ شہادت میں کبھی کی ترمیم ہوگئی ہوتی۔ جناب رسول خدا ﷺ نے جو قبل از قیامت قریباً تیس کذاب دجالوں کے آنے کی خبر دی ہے ان کا

نشان یہی فرمایا ہے کہ وہ سب اپنے آپ کو رسول سمجھتے ہوں گے۔

یعنی یہ ضرور نہیں کہ اپنے آپ کو ہر جگہ صاف طور پر رسول اللہ کہیں بھی۔ خدا تعالی کے غیب پر مطلع ہونے کے لئے اس آیت عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۔میں بھی رسول بن کر تجھ کو بجز روسیاہی اور کچھ نہ ملا (صفحہ اخیر، کرامات)

چھ ستمبر اور ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے دن تجھ پر وہ لعنت برسی کہ اگر تو توبہ نہ کرے تا قیامت تجھ سے علیحدہ نہ ہوگی۔ ورنہ از روئے احادیث جس عیسی کا مکرر آنا ثابت ہے اس کا نبی اللہ ہونا ضروری ہے اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ لا نبی بعدی کی حدیث صاف کہہ رہی ہے، میرے بعد نبی ہونے والا کوئی نہیں۔ اب اگر وہی عیسی نبی اللہ جو چھ سو برس پہلے نبوت ادا کر چکے ہیں آ جائیں تو حدیث کے ساتھ کوئی تعارض نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اور شخص عیسی نبی اللہ بن کر آئے تو لا نبی بعدی غلط ہو جائے گی۔ یہ شخص تو عیسی موعود بنتا ہے اس لئے نبی اللہ ضرور ہوا اور اس عیسی کے لئے تو کیا کسی کے لئے بھی جزئی نبوت کا تذکرہ کہیں نہیں فرمایا گیا، نبوت، نبوت ہے جزئی اور کلی تیرے اختراعی لفظ ہیں۔ ان کو اپنے گھر رکھ چھوڑ۔ جب تو سب اوصاف نبوت اپنے لئے تجویز کرتا ہے تو کم کس بات میں رہا؟ اس بات کا نام لے۔ یہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شیطان کہے کہ میں زمین وآسمان کا خالق ہوں سب کا رازق ہوں سب کی موت وحیات میرے ہاتھ میں ہے لیکن میں اللہ نہیں ہوں یونہی جزئی الوہیت مجھ میں ہے۔

قادیانی: سلطان محمد سے اب میری تکذیب کرا دو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے وہ ابھی عذاب کے قابل نہیں ہوا۔

مسلمان: او بے حیا بے شرم بد بخت! بتا تو سہی سلطان محمد جو تیری الہامی زوجہ کو شرعی بیوی بنائے بیٹھا ہے اور اس سے صاحب اولاد بھی ہو گیا ہے، تیری کس بات کی تصدیق کرتا ہے؟ خبیث ڈوب مر۔ اس کے اس تصرف پر بھی تو اس کو اپنا مکذب نہیں سمجھتا۔ لعنت اس بے حیائی پر۔ ہاں البتہ وہ تیری بے حیائی کی تصدیق ضرور کرتا ہے۔

قادیانی: دیکھو ایسی سخت کلامی نہ کرو۔ تم گالیاں دیتے ہو بہتان لگاتے ہو اگر تم باز نہ آئے تو ابھی تمہارے حق میں ایک سخت منذر الہام نازل کر دونگا۔

مسلمان: جناب فرمایئے جو گالی یا بہتان سرزد ہوا ہو وہ فرمایئے کیا از روئے الہام زوجنکھا نو دس برس سے وہ عورت آپ کی الہامی زوجہ نہیں ہو چکی۔ کیا اب وہ پانچ برس سے عزیز سلطان محمد کے گھر میں صاحب اولاد نہیں؟

قادیانی: گو یہ سب درست ہے لیکن تم ہم کو کیوں سناتے ہو۔ یہ ذکر سن کر ہماری روح سلب ہوئی جاتی ہے۔ کیا تم کو اس میں مزہ آتا ہے بس ہم سے سخت کلامی نہ کرو۔

مسلمان: نہیں۔ مسیح قادیانی، یہ سخت کلامی حکمت سے خالی نہیں۔ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۲۹۔۳۱) واشگاف اور علانیہ اپنے کفر و کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کو اب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جاتے ہیں اس رسالت و نبوت کے خیال نے تجھ کو مسلمانوں کے نزدیک دجال ثابت کر دیا ہے اور اس سے تو رسول اللہ کی پیش گوئی کا مصداق بن گیا اور قریباً تیس دجالوں میں سے ایک شمار ہوا۔

سب مسلمان یونہی کہیں گے جب تک تو جیتے جی صاف طور پر ان خیالات سے اپنی توبہ شائع نہ کر دے باقی رہا، صلیب مسیح و مرگ مسیح کا قصہ اس کو واقف مسلمان سب جانتے ہیں کہ تو نے یہ سید احمد خان نیچری علی گڑھی کی تفسیر سے چرایا ہے اور نور الدین تیرے بظاہر مرید نے تجھ کو سکھایا ہے البتہ تو نے اس میں خود مسیح و عیسی بننے کے لئے کہیں کہیں کچھ بڑھایا ہے اور نیا لباس پہنایا ہے۔ خدا تعالی تو قرآن میں فرمائے ما صلبوہ یعنی یہودیوں نے عیسی کو سولی نہیں چڑھایا اور تو کہے چڑھایا تو سولی پر جان نہیں نکلی تھی۔ یہ صرف اس لئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی روایت غلط نہ ہو جائے، اور علی گڑھی کی وحی جو بذریعہ نور الدین بھیروی تجھ پر نازل ہوئی ہے آسمانی وحی سے جو بذریعہ جبریل امین محمد رسول اللہ ﷺ پر اتری تھی رد نہ ہو جائے۔ ورنہ کوئی ضرورت اس نفی صلیب کے مقابل اثبات صلیب کی نہ تھی۔ آج تک مسلمانوں میں سے کسی نے حضرت عیسی کا سولی پر لٹکنا بمقابلہ ما صلبوہ نہیں مانا نیچری ناخلفوں کے سوا۔

رہا حضرت عیسی کو تیرا مردہ کہنا اور ان کے بذات خود دوبارہ آنے سے انکار کرنا، اپنی اسی سڑی بسّی بودی براہین کو دیکھ لے جس سے تو نے مسلمانوں کو فریب دیا ہے تیرا صاف اقرار موجود ہے کہ میں ظلی طور پر راہ صاف کرنے آیا ہوں۔ حضرت عیسی قرب قیامت میں جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ یہ وہی براہین ہے

جو تو نے اللہ کی طرف سے ملہم و مامور ہو کر لکھی تھی صحیح بخاری میں انہ لعلم للساعۃ (بے شک وہ عیسیٰ قیامت کے لئے ایک نشان ہیں) کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے جس بخاری کی شہادت سے تو اپنے تئیں محدث بناتا ہے۔ اہل سنت کیلئے تو ایک کافی سند ہے لیکن نیچری اس کو کیوں تسلیم کرنے لگے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ عیسیٰ مرے نہیں وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ تفسیر ابن کثیر دیکھ لے۔ ان روایتوں کے سامنے تیرے احلام کو کون پوچھے؟

قادیانی: کھسیانا ہو کر۔ بس اب زیادہ بک بک نہ کرو۔ اگر کچھ حوصلہ ہے تو سب مسلمان مولوی میرے ساتھ مباہلہ کر لیں۔

مسلمان: مسیح قادیانی غضب کرتا ہے ۔ مرگ آتھم کی پیش گوئی سے چار پانچ روز پہلے امرتسر میں عبدالحق کے ساتھ تیرا مباہلہ ہی ہوا تھا یا کچھ اور؟

قادیانی: ہاں مباہلہ ہی تھا۔

مسلمان: پھر اور مباہلہ کیسا؟ بار بار مباہلہ کیا؟ اب دیکھتا جا، کیا کیا ہوتا ہے۔ کوئی پیش گوئی کر پھر دیکھ مزہ۔ نو سال مقررہ گزر چکے اب عنموائیل ضرور پیدا ہو چکا ہوگا۔ ان لڑکوں میں سے کسی کو مقرر کر دو کہ فلاں وہ عنموائیل بشیر ہے۔ لیکن گھر میں سے پہلے اجازت لے لینا پہلے کی طرح دنگہ فساد نہ ہوتا پھرے۔

قادیانی: یہ مولوی مجھ کو کافر دجال کذاب ملعون دوزخی کہنے سے باز نہیں آتے۔

مسلمان: عبدالحق باز آ گیا؟

قادیانی: نہیں باز تو وہ بھی نہیں آیا۔ وہ بڑا سخت دل ہے۔ میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی (انجام آتھم) پہلے سے بھی تیز ہو گیا۔

مسلمان: ارے بے شرم! تو کتنا بے حیا ہے مباہلے میں اگر بددعا نہیں کی تھی تو کیا دعائے عافیت مانگی تھی؟ کم بخت! پھر کہے گا سخت کلامی کرتا ہے۔

قادیانی: میں نے جھوٹے پر لعنت کی تھی اور کوئی بددعا نہیں کی تھی۔

مسلمان: عبدالحق تیرے نزدیک سچا تھا یا جھوٹا۔

قادیانی: ہاں تھا تو جھوٹا ہی۔

مسلمان: تو پھر تیرے مباہلے نے اس کا کیا بگاڑ دیا کہ تو اب اوروں کو دھمکاتا ہے۔

قادیانی: اگر میں اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں تو اللہ مجھ کو جلدی سے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔ خدا فرماتا ہے: فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا۔ مجھ سے بڑھ کر کون ظالم ہے؟ خدا مجھ کو بیس برس سے مہلت دے رہا ہے۔ اس کی غیرت کیا کہتی ہے

مسلمان۔ اس کی غیرت تو کہتی ہے کہ ابھی تجھ کو نیست کر دے لیکن یا تو رحمت سفارش کر رہی ہے یا غضب دھکے دے رہا ہے کہ تو اچھی طرح کامل طور سے قابل سزا ہو جائے۔ املی لھم ان کیدی متین پڑھ کر دیکھ لے۔

اگر تو سچا ہے تو تیرے مقابلے والے سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ باقی حصہ آیت جس کو تو نے دانستہ حذف کیا ہے او کذب بآیاتہ صاف کہہ رہا ہے۔ اب تو بتا کہ تیرے مقابلے والے جلد کیوں نہیں ہلاک ہو جاتے؟ اور تو کہتا ہے پادریوں کا دجل سب سے بڑا ہے۔ یہی دجال اکبر ہیں ایسا دجل کرتے ہیں جس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اب تو بتا ڈیڑھ ہزار برس سے زیادہ گذر گیا زمین وآسمان تو اس طرح قائم ہیں اور پادری روز بروز دنیاوی حیثیت سے ترقی پر ہیں۔ تیرے دجال اکبر جب ہلاک نہ ہوئے پھر اگر تجھ کو یہ بیس برس مہلت مل گئی تو کیا ہوا کم بخت تو رسول ہی بنا ہے فرعون نے خدا بن کر کتنی مہلت پائی تھی اور اس عیش میں تھا کہ اسکے خاکروب تجھ سے اچھے ہوں گے۔ دور کیوں جائیں ابلیس لعین جو تیرا ملہم اور رسول ساز ہے اور ایسے سب ظلموں کا منبع، اس کو قیامت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے تو بیس پچیس برس کی مہلت سے غرور میں آ گیا۔ یہ تیری بے شرمی ہے۔ جو مہلت مہلت کر رہا ہے جو پیشین گوئیاں تو نے اپنے معیار صدق وکذب قرار دی تھیں وہ جھوٹی ہو چکیں اور تمام جہان نے اس کو نصف النہار کی طرح دیکھ لیا بجز چند شپرہ چشموں کے جنھوں نے آفتاب کی روشنی بھی نہیں دیکھی۔ کوٹلے اور لدھیانہ میں تیرے مرید معتقد مان گئے ہیں کہ ہاں پیش گوئی حسب بیان پوری نہیں ہوئی اب پیچھے سے تو خواہ کتنے ہی پرچے اڑائے تیری ذلت کافی ووافی ہو چکی۔ تیری رگ گردن قطع ہو چکی اب تو اس ذلت میں خواہ اور بیس سال تڑپتا رہ ایک مسلمان سے مباہلہ کر کے تیری یہ نوبت ہوئی ہے۔

اب اور کیا چاہتا ہے۔

قادیانی: بس میں تو اور مولویوں سے ضرور مباہلہ کرونگا۔ کم سے کم دس ہی سامنے آجائیں، برس روز کے اندر ہلاک ہوں گے۔

مسلمان: بے حیا! تیری چالاکیاں ہم خوب سمجھتے ہیں برس روز تو یوں ہی گذر جائیں گے۔ ممکن ہے کہ اس میں سے بعض کی اجل مسمی ہی آجائے۔ کسی کو کوئی اور تکلیف باذن الٰہی پہنچ جائے۔ اس کو تو اپنی طرف منسوب کرے کہ یہ ہمارے مباہلے کا اثر ہے۔ اور جن کو کوئی نقصان نہ پہنچے ان پر بہ تعلیم شیطانی یہ الزام لگا دے کہ دل میں مجھ سے ڈر گئے تھے۔ اس لئے خدا نے عذاب روک لیا۔ تیرا گذشتہ قصہ آتھم سب کو یاد ہے پھر تو ان کو قسمیں دے اور اس طرح دو چار برس اور گذر جائیں۔ آخر تجھے بھی مرنا ہے۔ اگر جلدی مر گیا تو چلو فیصلہ ہوا۔ مرتے کی ٹانگ کون پکڑے گا کہ حضور مخنث ذرا دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے؟ اگر جیتا بھی رہا تو پھر کوئی اور حیلہ سہی۔ آخر اوروں نے بھی مرنا ہے جب کوئی مر گیا تو کہہ دیا دیکھو مرا یا نہ مرا؟ تیری بے حیائی کے مقابلے میں گزارہ مشکل،

فرو ماندہ آواز چنگ از دہل تغلیب کند سیر بر بوئے گل

تیری دروغ گوئی کی کوئی حد نہیں۔ مباحثہ لدھیانہ میں جھوٹ بولا کہ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ قرآن سے حدیث کی تصدیق کیا کرو۔ جب کہا گیا کہ بخاری میں دکھا اور ہزار روپیہ لے، خبیث تو اٹھ کے بھاگ گیا۔ اس میں امام بخاری پر اتہام لگایا جناب رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھا لیکن شرمندہ نہ ہوا۔ تیری روسیاہی کو سارا جہان دیکھ چکا ہے۔

(مباحثہ لدھیانہ میں مرزا قادیانی نے ایک موقع پر اپنی کسی بات کے اثبات میں بخاری شریف کا ایک حوالہ پیش فرمایا جسے مولانا بٹالویؒ نے چیلنج کیا۔ پھر جو ہوا، اس کے متعلق مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا... مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں اس میں کاتب تھا اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی لیکن اس میں اس وقت یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دکھایا کہ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ (سیرۃ المہدی۔ حصہ سوم۔ ص ۵)

اورخودمرزا قادیانی، بخاری والے اس حوالے کے متعلق کہتے ہیں: آپ (بٹالوی) کوتلویح کی عبارت کا ایک حصہ سنا دیا گیا تھا، جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی، اور ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات موجود بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر ناسمجھی کا خیال ہے ...اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ دنیا کے تمام نسخہ جات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں ...مومن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی شہادت رؤیت ماہ رمضان سے تمام دنیا بھر کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہوسکتی۔ بخاری کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔ (روحانی خزائن۔ ازالہ اوہام حصہ دوم۔ ج ۳ ص ۵۷۵)۔ دعویٰ تو یہ تھا کہ یہ بات بخاری شریف میں موجود ہے، لیکن جب مطالبہ کیا گیا تو بخاری کی بجائے تلویح کی بات شروع کر دی۔ بہاء)

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیرا منہ کالا ہو کر گلے میں لعنتوں کا ہار ایسا پڑا تھا کہ اگر اس کو تیری جنگ مقدس کا فوٹو کہیں تو بہت مناسب ہے۔ جا بے غیرت، بے حیا چپ ہو کے بیٹھ۔ کچھ شرم کر روٹی کے لئے اور فن اور فریب تھوڑے ہیں۔ تیرے ہم پیشہ بہت سے ہیں جفار بے شمار ہیں جوتشی پنڈت بکثرت ہیں کیا ایسے دعاوی کئے بغیر ان کو روٹی نہیں ملتی۔ ایسی گیدڑ بھبکیاں کسی مشرک کو سنایا کر مسلمان تو اس پر ایمان رکھتے ہیں:

لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا هو مولانا و علی الله فلیتوکل المومنون

ہمیں تو وہی پہنچے گا جو ہمارے لئے اللہ نے لکھ رکھا ہے وہی اللہ ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسا رکھنا چاہیے۔

قادیانی: مجھے تیرے حق میں ابھی ایک بڑا خوفناک الہام ہوا ہے۔

مسلمان: ہت تیرے الہام کی ...ایسے الہام کو اپنے سیاہ نامہ میں لکھ رکھ۔ تو تو کہتا ہے میں جمالی طور پر آیا ہوں تجھ میں یہ جلال کہاں سے آ گیا۔ شاید تو جلال ہے جا اپنی غذا پیٹ بھر کر کھا اور میں پڑھتا ہوں حسبی الله و نعم الوکیل

قادیانی دجال کا استیصال

(حصہ نظم)

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابن مریم کا محقر بہ حسودی ہے تو
ناقۃ اللہ کا بدخواہ ثمودی ہے تو
قادیانی تیرا عیسی کو چڑھانا سولی
سن کے کہتے ہیں مسلماں کہ یہودی ہے تو

نہ مرا آتھم ترسا یہ سہ ماہ و یک سال
پانچواں سال ہے سلطان کو بھی اے رمال
کادیانی تیرا منہ کر گیا کالا وہ بشیر
بن کے اب مرسل یزداں تو ہوا ہے دجال

کادیانی نہ شکوہ کر نہ گلہ
تھا یہی نظم ناصری کا صلہ

نظم نمبرا

حضرت حق میں تحیات و سجود
مصطفیٰ پر اسکے تسلیم و درود
حمد حق نعت رسو ل حق کے بعد
عرض کرتا اہل ایمان سے ہے سعد
صاف فرماتے ہیں ختم المرسلین
میرے بعد اب ہو نبی کوئی نہیں
ہاں قریباً تیس دجال آئیں گے
جو رسول اللہ نبی کہلائیں گے
کادیانی مرسل یزداں بنا
واہ کیا دجال بے ساماں بنا
دیکھو اس کاذب کی توضیح مرام
خود محدث بن کے کرتا ہے کلام
جو محدث ہو وہ ہوتا ہے نبی
ہے محدث بھی وہی جو شئے نبی

انبیاء کا وحی میں ہم سر بنا
کشف میں ان سے بھی کچھ بڑھ کر بنا
معجزات ابن مریم سے نفور
پھر مثیل ان کا بنے کاذب کفور
خود ہی عیسی کی بشارت بن گیا
مرسل از راہ شرارت بن گیا
دیکھ کر چلتا ہوا یہ چال ہے
اہل دین نے لکھ دیا دجال ہے
قادیانی بن چکا دجال جب
خر نہ کیوں پائے مرید اس کا لقب
پیٹھ پر جن کی یہ رہتا ہے سوار
مل کے ستر ہاتھ کی باندھیں قطار
آگے آگے چیلا اک اعور چلے
ہر طرف سے آئے آواز بلے
کادیانی چیلی اک بولی ہے اور
اس کی ہے پردہ نشینی جائے غور
ناصر مرزا ہے بکواسی یہ ایک مکیں
خواہ بے نصرت بنے سفلہ کمین
جانتا ہوں خوب میں اس کو یہیں
کادیانی پر تھا پہلے نکتہ چین

قبضہ اس کے گھر ہی پر کرنے کو تھا
کادیانی حیلہ گر کا نور دین
تھا لگاتا اس کو بیماری کا عیب
یوں کہ اس کی شاخ بار آور نہیں
اور ہمارے پاس تھا یہ پیٹتا
فتنہ دجال ہے یہ بالیقین
کادیانی کے یہی رکھتا تھا نام
بو مسیلمہ اور دجال لعین
جب وہ تھا خاطب سوئے ہوشیار پور
اس کے دل میں بھر رہا جوش کین
آبرو کھووے نہ بے چاروں کی ہائے
اس کے گھر میں آکے وہ درّ ثمین
اس کو جب سلطان محمد لے گیا
کادیانی رہ گیا اندر بکیں
اس لئے ہے اب یہ دل جمعی کے ساتھ
قادیان میں ہو کے بیٹھا جا گزین
نام کو اپنے چھپاتی خوب ہے
حسن چھپ چھپ کر دکھاتی خوب ہے
چھپ کے پردے میں ہیں کیا نخرے کیئے
مادیء خر کی دولتی دیکھیئے

منہ دکھانے سے ہے کیوں کرتی حذر
ہے یہ خناسی خواصوں میں مگر
خیر خواہ خلق بن کر آئی ہے
نظم اک میراثیانہ گائی ہے
اس حیا والی کے ہے کیا حسب حال
جفت کنجد گر کے کولہو کی مثال
قول اسی کا اس پہ صادق آگیا
اب کسی کو کیا گھبے گی بے حیا
کلمہ پڑھنے کیلئے تھی جو زبان
اس سے بکنے لگ گئی خود گالیاں
لفظ ٹھیک اس سے نہیں ہوتا ادا
کر سکے گی یہ شہادت کیا ادا
نظم حقانی سنے وہ کب گدھی
جس کو ہے تعلیم و الغوا فیہ کی
کادیانی کے سرائے جب سنے
خاص چیلی کیوں نہ پیٹے سر دھنے
کافروں نے ہزل قول فصل کو
خبث باطن سے کہا تھا دیکھ لو
کادیانی چیلی اب کہہ دے اگر
ہزل میری نظم کو بھی کیا ضرر

کرکے الزاموں سے کاذب کو بری
پھر دکھاتی گر یہ اپنی شاعری
دیکھنے والے سمجھتے کچھ کیا
اس سیہ کاری سے اس نے کیا لیا
یہ سگ و خر ، جی میں جو آئے کہے
دیکھ دیکھ آئینے میں نالاں رہے
بھونکتی ہے اپنی صورت دیکھ کر
ہے نظر آتا گہے سگ گاہ خر
سن کے حال عفت آلنقوا
کہہ رہی اوروں کو ہے یوں دوغلا
کھایا ہوگا اس نے مغز اوستاد
باؤلا پن اس کا اب آتا ہے یاد
سب قیاس اس کے ہیں اپنی ذات پر
کوئی کیوں گھبرائے ایسی بات پر
کچھ نہیں اوباش کے کہنے کا رنج
اور نہ اس خفاش کے کہنے کا رنج
کوستی مثل زناں مردوں کو ہے
اور بلاتی پھر جواں مردوں کو ہے
مر نہیں چکتا کہیں کہتی ہے گاہ
کوئی کوڑھی ہو گا پھر بھرتی ہے آہ

منہ پہ برقع اور بنی گم نام ہے
اس پہ پھر دیتی صدائے عام ہے
ہر مخالف کو صدا دیتے ہیں ہم
ہر مکفر کو ندا دیتے ہیں ہم
اس لڑائی کے لئے تیار ہو
صدق دل سے عازم پیکار ہو
منہ چھپائے مثل زن اور جنگ جو
اور پکارے یوں جواں مردوں کو تو
تف ہے تجھ پر اور تیرے اس شور پر
ہے تیری بکواس یہ کس زور پر
کادیانی جو تیرا استاد ہے
لدھیانہ دلی اس کو یاد ہے
ہے فراری ہو چکا جیسے ہو چور
وہ نہیں بھولے گا اس کو تا بگور
اس نے امرتسر میں منہ کی کھائی ہے
روز افزوں جس سے ذلت پائی ہے
خود گلے میں رسہ ہے ڈلوا چکا
اور سیاہی منہ پہ ہے ملوا چکا
اپنے منہ سے خود ہے لعنت پا چکا
ہاویئے میں اپنے پاؤں دبا چکا

بحث میں عیسائیوں کے سامنے
کیا دکھایا تھا نشان ناکام نے
قوم ترسا کے مقابل ہو کے یہ
مابقی عزت رہا ہے کھو کے یہ
پھر مسلمانوں کو بلوانے لگا
شائد اب پھر سر ہے کھجلانے لگا
حمد ہے سب حق رب العالمین
جس نے اس شر سے بچائے اہل دین
خارج از اسلام اگر پہلے سے
کر نہ چکتے عالمان دین اسے
ہوتی بدنامی بہت اسلام کی
جو غرض اصلی تھی اس خود کام کی
شکر ہے اس خالق علام کا
ہے محافظ آپ وہ اسلام کا
کہنہ و نو دونوں عیسائی ذلیل
ہو گئے جس سے نکالی وہ سبیل
ایک بولا میں نشان دکھلاؤں گا
آئے جب بیمار عاجز رہ گیا
دوسرے پر بھی لگا الزام خوب
کھل گئے اس کے بھی ایمانی عیوب
کیا کٹا ہے سینہ دشمن پہ سانپ

مر گیا دشمن بھی نیچے کانپ کانپ
مرزا سلطان محمد کی خبر
عرصہ سی ماہ میں جائے گا مر
گرچہ اس قصے کو پنجم سال ہے
اب تک اپنے گھر میں وہ خوش حال ہے
پر نہ چیلوں نے کبھی اتنا کہا
کیا ہوا الہام زوجـــــنـــــاکھـــــا
کچھ حیا اس سے نہیں بے شرم کو
غیر کے گھر میں وہ زوجہ شاد ہو
یہ نہ بولے اور دیکھے صبح و شام
شرع میں اس بے حیا کا کیا ہے نام
کادیانی بے حیائی کا ہے پیر
پیٹتے ہیں چیلیاں چیلے لکیر
روتے ہیں آتھم کے مرنے کے لئے
اور وہ سلطان خواہ عشرت سے جئے
آتھم آتھم پیٹتے ہیں بے حیا
نام تک لیتے نہیں سلطان کا
کادیانی تو تو تھا دجال ایک
تیری یہ چیلی بھی دجالہ ہے لیک
واہ کیا دجال کی دجالہ ہے
بلکہ سچ پوچھو تو اس کی خالہ ہے

وہ ہے اک رمال یہ رسالہ ہے
اس سے کچھ بڑھ کر بنی محتالہ ہے
ہے بخاری اور عبد اللہ کا نام
لے رہی یہ تا کہ دھوکہ کھائیں عام
ابن قیم ابن تیمیہ کا ذکر
سن کے دھوکہ کھائیں گے بے عقل
سن کے ان ناموں کو سمجھیں گے عوام
قائل ان باتوں کے ہوں گے یہ امام
مردہ وہ عیسی کو ہوں گے جانتے
اور مصلوبی ان کی مانتے
اب نہ خود عیسی مکرر آئیں گے
ہو چکے مدفون کیو نکر آئیں گے
اب جو آئے گا فقط ہوگا مثیل
کادیانی ایک کذاب ذلیل
قادیان کا رہنے والا اک مغول
نسل ہے کی آلنقوا بو الفضول
بن کے آئے گا پیمبر خود غرض
زرد جوڑا منہ پہ زردی مرض
نورے اور حسّو کے کندھوں پر سوار
یہ فرشتے ہوں کے اس کے نابکار

کہہ گیا ایسا ہے کب کوئی بزرگ
خود ہے گھڑتا قادیانی کہنہ گرگ

ہے بزرگوں پر لگاتا اتہام
نیچری سید کا ناشکرا غلام

اس کی تحریروں سے ثابت ہو چکا
کادیانی ہے ولی شیطان کا

پھر یہ چیلی ہے ولی کہتی اسے
جس کو نفرت فعل روح اللہ سے

دیکھئے بچھیا کے باوا کی خری
معجزے عیسیٰ کے عجل سامری

مدعی ہے وحی اور الہام کا
مثل ذات مرسلین و انبیاء

مصطفیٰ کے بعد جو اپنے تئیں
مرسل یزداں لکھے ہے وہ لعین

نظم کے آخر میراثن کی دعا
اپنے مرسل کی مدد کر اے خدا

صاف ناطق ہے کہ وہ دجال ہے
خود نبی بننے کی یہ سب چال ہے

ہوں ولی ہے تو ولی شیطان کا
دین کا دشمن راہزن ایمان کا

سن اری او بے حیا دجالچی
کہتا ہے خود کادیانی لالچی
ایک سو چالیس ازالہ دیکھ لے
اپنے باوا کا قبالہ دیکھ لے
یہ مسیحا کے پھر آنے کا یقین
کچھ نہیں ہے جزو ایمان رکن دین
اس خبر سے پہلے دین ناقص نہ تھا
بعد اس کے کچھ نہ کامل ہو گیا
یعنی اس عیسی ابن مریم کا نزول
دین و ایمان میں عقیدہ ہے فضول
کوئی اس نقال کو مانے نہ گر
طعن اری دجالچی اس پر نہ کر
عالموں سے تو یہ لڑنا چھوڑ دے
حق کے آگے یوں اکڑنا چھوڑ دے
کیوں تجھے شیطان اکساتا ہے یوں
راست اپنا تجھ پہ ظن لاتا ہے یوں
مرسل یزداں جسے کہتا ہے تو
ہے یہ شیطان کادیانی زشت خو
کفر بالطاغوت و ایمان با خدا
لازم و ملزوم ہیں اے پر جفا

کادیانی بالیقین طاغوت ہے
اس سے جو بیعت کرے وہ اوت ہے

مناجات بحضرت قاضی الحاجات

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

اے خدا ایماں پہ رکھ قائم ہمیں
مصطفیٰ کی راہ پہ دائم رکھ ہمیں
فتنہء دجال سے دی جئو امان
سب سے بڑھ کر ہم پہ تو ہے مہربان
جتنے ہوں دجال یا دجالچے
ان کی زد سے دین اور دنیا بچے
ہم کو یاں دل شاد رکھ آباد رکھ
اپنے فرمانوں کا تو منقاد رکھ
عافیت سے رکھ ہمیں دارین میں
دیں مرا دیں دین و ایمان کی ہمیں
دین پر قائم رہیں جب تک جیئیں
وقت رحلت کا سہ وحدت پیئیں

کچھ نہ ابلیس لعین کا بس چلے
تیری رحمت سے ہوں طے سب مرحلے
قبر میں مثل عروس تو سلا
وقت نفخہ مہربانی سے بلا
جب چلیں اٹھ کر تو شاد و سرخرو
تجھ سے ہم راضی ہوں یا رب ہم سے تو
جنت الفردوس میں منزل ملے
دور ہو جائیں سبھی شکوے گلے

نظم نمبر۲

کادیانی کے سب ستالیش خر
اس مسدس کو سن کے ہیں ششدر

زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہے لـــــــم یـــــــمـــــــت حسن سے مختار کی زبانی
قبل از قیامت آنا عیسی کا بار ثانی

چالیس سال آ کر ہو اور زندگانی
ہو جائے ان کے آ گے دجال گل کے پانی
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

ممتاز خلق میں صدیقہ ان کی ماں ہے
عیسی کی یہ فضیلت قرآن میں بیان ہے
ہیں چوتھے آسمان پر ان کا وہ اب مکان ہے
منزل دمشق ہوگا اور منتظر جہان ہے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

معلوم سب کو ہے کیا تھی عمر نو ح و آ دم
ختم الرسل ہیں افضل پھر یہ بھی ہے مسلم
کیا ہے کما ل و نقصان ہو عمر بیش یا کم
زندہ ہیں ابن مر یم زندہ ہیں ابن مریم
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

جب انـــــــہ لـــعـــلـــم لـــلســـــا عة آ چکا ہے
اور ابن مر یم اس میں مر جع ضمیر کا ہے

قول ابوہریرہؓ تشریح مدعا ہے
اب بار ثانی آنے میں شک وشبہ کیا ہے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

قرآن میں و ان مـــن اهـــل لـــکتـــا ب دیکھو
مستقبل مؤکد سمجھو لیـــؤمـــنـــن کو
یاہے اس کے آگے پھر قبـــل مـــو تـــــه کو
عیسی کے زندہ ہونے پر ہیں گوا ہیاں دو
زندہ ہیں ابن مر یم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سب دہلوی محدث ہیں ترجموں میں لکھتے
حسب بیان بالا معنی ان آیتوں کے
ان کادیانیوں کے سب ادعا ہیں جھوٹے
بدظن ہیں انبیاء سے اور صالح سلف سے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مذکور قــــد خــــلــــت میں کب ہے کسی کا مرنا
معنی خـــــــــــلا کا ہے بس اک جا سے ہو گزرنا
معنی اذا خـــــــلــــــوا کا جب مرگئے نہ کرنا
ہاں دیکھ سنت اللہ کو مارنے سے ڈرنا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

دجال کادیانی نے جال اک بچھایا
ہے معنی تـــــــوفـــــــــی مرنا فقط اوڑایا
نفس لم تمت کے حق میں توفی آیا
تقریر بے سر و پا میں اس کو ہے چھپایا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

خود بھی منتظر تھا عیسی بنا نہ تھا جب
اب ان کے ما رنے میں اس کا فقط ہے مطلب
عیسی اور مہدی سے آپ ہو ملقب
اہل الغرض کی باتیں دانا ہیں مانتے کب
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

بلبل نے کیا گلستان میں نغمے ہیں سنائے
معدوم ہی ہما کیوں دنیا سے ہو نہ جائے
الو کے زیر سایہ کوئی کبھی نہ آئے
اس زاغ کا دیانی نے پڑھ کر سب بھلائے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا تھا میں مجدد ہوں سیزدہ صد
آخر بنا نبی اور مرسل رسول احمد
خود بن کے عیسی ان کو کہتا ہے شوخ مرتد
مر کر ہوا وہ مٹی اب کیسی اس کی آمد
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مرزا بطور خفیہ چیلا ہے نیچری کا
مرگ و صلیب عیسی یہ سب اسی سے سیکھا
البتہ اس سے بڑھ کر بن بیٹھا آپ عیسی
وہ تو پرشکم تھا، پر چیلا ہے یہ بھوکا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

زر دار ہے وہ بڈھا اور یہ دیوالیہ ہے
وہ پنشنر اور اس نے ریزائن دے دیا ہے
نقد اس کا سودی اس نے مزرع گرو کیا ہے
پر وعدہ کتب سے عالم کو ٹھگ لیا ہے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا تھا تین سو جزء میری کتاب ہو گی
پینتیس جزء پر لی دس پچیس قیمت اس کی
تھا اک سراج فرضی سادہ دلوں کی دھمکی
روغن پیا بہت سا وہ شمع پر نہ چمکی
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

پاپڑ ہیں کادیانی ہر طرح کے بیلے
الہام و وحی و قانون کیا کیا نہ کھیل کھیلے
ناصر معاون اس کے اٹھے ہیں چند چیلے
گھبرا نہ مومن ان کے تو دیکھ دیکھ میلے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

عیسی سے معجزوں میں یہ سفلہ ہے منافر
اسلامیوں نے اس کو ثابت کیا ہے کافر
اپنے ہی اعتقادوں پر گر ہو مسافر
کس منہ سے ہوگا حاضر پیش خدائے غافر
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مرزائیوں نے ہر سو اک شور ہے مچایا
عیسی یہودیوں نے سولی پہ تھا چڑھایا
قرآن اس کی حق سے تکذیب کرنے آیا
نفی صلیب کرکے رفعت کو ہے جتایا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ان نو مسیحیوں کو انجیل بھی دکھاؤ
عیسی حواریوں سے کہتے ہیں جو سناؤ
تم مثل برق مجھ کو آتا فلک سے پاؤ
جھوٹوں کو دشت و حجرہ میں ڈھونڈنے نہ جاؤ
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

میں ہوں مسیح کہہ کر جھوٹے بہت سے آئیں
جھوٹی کرامتیں اور کچھ شعبدے دکھائیں
بس ہو تو راست کاروں کو بھی کچھ سکھائیں
کر فضل یا الٰہی رکھ دور یہ بلائیں
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

لکھتے ہیں ابن قیم نونیہ دیکھو ان کا
معراج مصطفیٰ کو سوئے فلک ہوا تھا
ہیں چڑھ چکے ادھر ہی کو پہلے ان سے عیسیٰ
ہاتھوں سے جن کے ہو گئے ٹکڑے صلیب ترسا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کیّاد کادیانی دیکھو یہ کیا ہے بکتا
سولی سے عیسیٰ اترا تھا آدھ موا سسکتا
موت اس کو آگئی پھر اب آ نہیں وہ سکتا
مکار خود غرض ہے کیا جعل ساز بکتا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہے مجمع بحار الانوار میں یہ مظہر
عیسیٰ کی لــــم یــــمــــت پر ہے اتفاق اکثر
بیس اور ایک سو پھر پینتیس پر نظر کر
وہ مــا لــم یــمــت کے آگے ہے مــات منکر
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ہیں ساتھ مصطفیٰ کے دو صاحبان عالی
دو چاند ایک سورج چل جھانک دیکھ جالی
عیسیٰ کے واسطے واں چوتھی جگہ ہے خالی
جیتے کو مردہ کہنا بے شک ہے ایک گالی
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

کہتا ہے یوں ازالہ دجال مفتری کا
عیسیٰ کا معجزہ تھا گوسالہ سامری کا
تھا صرف معجزہ یہ کھیل اک فسوں گری کا
کالا کرے خدا منہ مکار نیچری کا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

الہام و وحی مرزا مانند انبیاء ہے
صاف انکشاف اس کا کچھ ان سے بھی ہوا ہے
من نیستم رسول اک دھوکہ نہیں تو کیا ہے
مرزائیو تمہاری عقلوں کو کیا ہوا ہے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

جب کذب و کفر برسیں مکار کی قلم سے
بچتے نہ ہوں نبی جن کی بد گوئی و ستم سے
کیا سود ست بچن سے نہ آریہ دھرم سے
واقف ہیں با فراست سب اسکے پیچ خم سے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

ان کفریات سے ہو جب تک نہ آپ تائب
کیا فائدہ جتانا کفار کے معائب
عیسی نہ بن سکے گا ہرگز بقول صائب
ثابت ہوا شریعت میں خاسر اور خائب
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سلطاں مکین پٹی نے کیا غضب کیا ہے
وہ جام وصل گویا مرزا کا خون پیا ہے
اب پیشین گوئیوں سے منہ اس کا سی دیا ہے
اللہ نے جس کو جتنی دی زندگی جیا ہے
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

مشہور ہو کے برسوں مرزا غلام احمد
بننے لگا رسول اب سر کش بنام احمد
عیسی ہوں جب نصیرِ دینِ ہمام احمد
کہنا جو ان کو دیکھے سعدی سلام احمد
زندہ ہیں ابن مر یم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

سعدی کا یہ مسدس سب کو پسند ہوگا
مرزائیانِ منصف کو سود مند ہوگا
شائع بہ شش جہت یہ ترجیع بند ہوگا
تا گنبد چہارم نعرہ بلند ہوگا
زندہ ہیں ابن مریم با رفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے کادیانی

نظم نمبر ۳

جناب رسالت مآب کی پیش گوئی

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

اہل ایمان ہے یہ قول حضرت خیر الورا
ہادی و غم خوار امت شافع روز جزا
احمد مرسل حبیب حق امام المرسلین
باعث تکوین موجودات و ختم الانبیاء
اس گھڑی سے پہلے جھوٹے تیس دجال آئیں گے
ہو رسول اللہ بننا جن کا اصلی مدعا
یاد رکھو تم نبوت ختم مجھ پر ہو چکی
اب نبی مرسل نہ میرے بعد کوئی آئے گا
اک گروہ ایسا رہے گا میری امت میں مدام
لوم لائم کا نہ جن کے دل میں ڈر ہو گا ذرا
آمر معروف ہونگے حق سے نصرت پائیں گے
راہ حق میں راستی پر پاؤں رکھیں گے جما
اس روش پر آج تک گزرے ہیں تیرہ سو برس
مخبر صادق نے جو فرما دیا ہوتا رہا

اس جہان سے جب ہوئی رحلت رسول اللہ کی
ہو گئیے دجال اسود اور مسیلمہ برملا
یہ مسیلمہ جس کا امت میں لقب کذاب ہے
تھی نبوت اس کی بہر حلت خمر و زنا
عہد میں صدیق ؓ اکبر کے کیا خالدؓ نے قتل
اور اسود ہاتھ سے فیروز کے مارا گیا
شعبدہ بازی کا پھیلایا تھا اس نے دام خوب
سنگ اسود لے گیا کعبے سے وہ کرکے جدا
عیسی اک کہتا تھا مد ثر ہے میرا ہی لقب
غالب آیا شام پر مقتول بھی واں ہی ہوا
اک محمد بن علی کہتا تھا میں بھی ہوں خدا
مردہ زندہ کر تاہوں انجام سولی پر چڑھا
ایک کہتا تھا کہ مجھ میں اتری ہے روح علیؓ
ہے میری بیوی میں روح فاطمہ خیر النساءؓ
ایک شخص اپنے تیئں کہتا تھا میں جبرائیل ہوں
بن کے سید چھٹ گیا جب دست حاکم سے پٹا
ایک کہتا تھا کہ میں ہوں لا نبـــــــــــــــــــــــی حسب حدیث
نام اسنے کر لیا تھا پہلے ہی مشہور لا
ایک عورت تھی جوکہتی تھی ہو ئی نفی نبی
میں نبیہ ہوں نبیہ سے نہیں جائز اباء

زہر کھائی تھی مقنع نے ہوا تھا قید جب
ماہ نخشب کا یہی صناع تھا کانا عطا
اک خلیل اللہ ابراہیم کہلاتا رہا
نوح صاحب فلک اک تھا مدعی طوفان کا
الجھا ہر اک نے کوثر کے مقابل میں گھڑی
چڑھ کے سولی پر عجب عود و عمود اس کو ملا
عیسی موعود میں ہوں مدعی تھا ابن ہود
قادیانی ہی میں گویا یہ دمشقی مسخرا
ابن تیمیہؒ نے اس پر ہوں خدا کی رحمتیں
جس طرح سے چاہیے خوار و ذلیل اس کو کیا
کادیانی کے لئے ہے ابن تیمیہ، حسین (بٹالوی)
مرحبا اے حامی دین پیمبر مرحبا
حق رکھے تجھ کو سلامت با کرامت دیر تک
مومنوں کے سر پہ ہو سایہ ترا ظل ہما
تیری حق گوئی کو روکے لوم لائم کس طرح
حق سے تو منصور ہے پاتا ہے تائید خدا
اہل ایمان کو بچایا فتنہ دجال سے
کردیا سب دور کفر کادیانی کا خفا
نیچری منگول سرسید کا نا شکرا غلام
فارسی الاصل بن کر مہدی سید بنا

عیسیٰ مریم ہوا آلانقوا کی نسل میں
جس کی عفت کا مظہر ہے روضۃ الصفا
شامت اعمال سے ہیں چند چیلے بن گئے
سب نے رکھا طاق نسیاں میں جو کچھ لکھا پڑھا
چند کیّا دین رخ آوردند سوئے قادیاں
دام دجالی نہادند ابلہاں چند را
اس صدی کا میں مجدد ہوں کہا یوں چندر پال
پھر محدث بن کے جوڑا اس پہ اور اک افتراء
جو نبی ہے وہ محدث اور محدث ہے نبی
وحی اور الہام میں دونوں کا ہے اک مرتبہ
و حی و الہامات ہر دو دخل شیطان سے ہیں پاک
خود اسے توضیح میں خوب واضح کر چکا
من پیمبر نیستم لکھنا ہے اک دھوکا فقط
کادیانی ! ہے تیری پیغمبری میں کسر کیا
حق نے کہلایا نبی سے انما یوحی الیّ
دیکھ قرآن میں بشر سب انبیاء تھے مثلنا
انبیاء اور لوگوں میں نہیں جز وحی فرق
کادیانی تو ہی کہہ دے ہو جو کچھ اس کے سوا
غیب کا اظہار بھی غیر از رسل ہوتا نہیں
وحی سے ممتاز ہیں مرسل بہ حصرانما

اس لئے تبلیغ میں معصوم بھی رہتے ہیں وہ
کیونکہ ان کی پیروی میں منحصر ہے اہتدا
پھر خطا پر بھی کبھی رہنے دیئے جاتے نہیں
ان کو ہر دم حضرت سبحان سے آتی ہے ندا
سوء و فحشاء سے بچائے جاتے ہیں وہ مخلصین
حضرت یوسف کے حق میں دیکھ لــــــــو لا ان راء
یاد کر اپنی وہ تفسیر اخیر مرسلات
بعد از قرآن حدیثوں کی طرف ہرگز نہ جا
سورہ حج میں نبی آیا ہے یا لفظ رسول
کادیانی خود غرض لفظ محدث مت بڑھا
انبیاء میں اور اپنے میں دکھا کرکے تمیز
محض خدعت ہے پیمبر نیستم کہنا ترا
جس کی عیسی نے خبر دی میں ہوں وہ ا حمد رسو ل
ہے ازالے میں تیرے چھ سو تہتر پر لکھا
تیرا ابنیت کا دعوی بھی سراسر کفر ہے
کیا نصاری کی ہے ابن اللہ کہنے میں خطا
ان میں بھی فرزند صلبی تو کوئی کہتا نہیں
حق نے کیوں اس بات پر تکفیر کی ان کی بھلا
ہے نصاری سے تیرا جنگ مخنث کس لئے
استعاروں کا ہے استعمال تو بھی مانتا

معجزات انبیاء کو تو کہے لہو و لعب
بلکہ ان پر شعبدہ بازی کا بہتاں بے حیا
کہتا ہے اعجاز عیسی کھیل بازی تھی فقط
سامری کا جس طرح سے سحر وہ گوسالہ تھا
مرسل یزداں مسیح وقت بننے کے لئے
اہل دین میں تو نے اے منحوس ڈالا تفرقہ
ہو گیا ثابت برا ہین سے کہ ہے تو مفت خور
دے کے وعدہ تین سو جز کا ہزاروں کھا گیا
وہ براہین چار جلدوں تک چلی پینتیس جز
اور آخر میں مسلمانوں کو دی تو نے دغا
کہہ دیا بس ہے یہی کافی ہدایت کے لئے
اس سخن سازی پہ سرا میر ناصر ہے گوا
وہ شب قدر مبارک اور عیسی کا نزول
فتح سے بودی براہین ہو گئی مثل ہباء
مدعی تھا تو براہین میں کہ عیسی آئیں گے
نیچری کے چیلے اب کہتا ہے ان کو مرگیا
ان کو اب سولی پہ لٹکاتا ہے تو اے بے ادب
حق نے جن کے حق کی نفی صلیب اشقیا
بہر ذلت دست اعداء میں پھنساتا ہی نہیں
کافروں سے کرتا ہے تطہیر جن کی کبر یا

کیا یہی اسرار معارف میں ہے کامل دست گاہ
ساتھ قرآن کے نہ مانے تو حدیث مصطفیٰ
قابل ایمان نہیں ہے بعد قرآن جو حدیث
تو نے قول مصطفیٰ کو اس میں داخل کر دیا
ہیں عبث تیری کتابیں اور رسالے اشتہار
کون کافر تیری تصنیفات سے مومن ہوا
تحفہ و خلعت ہدیہ اور سوط اللہ دیکھ
سینکڑوں ان سے ہوئے ہیں سالک راہ ہدا
تیری تصنیفات سے مومن بھی کافر ہو گئے
سمجھے تیرا وحی اور الہام مثل انبیاء
لگ گئے کہنے وہ سب عیسی نبی اللہ تجھے
مرسل یزدان کا تجھ کو کردیا ٹائٹل عطا
شامت آئی تیری عبد الحق سے ہو کر مبتہل
وقت پر کیا قدرت حق سے ترا خاکہ اڑا
آتھم و سلطان نے تجھ کو روسیاہی دی عجیب
لعنتوں کا سخت رسّا تیری گردن میں پڑا
چھ ستمبر شور تھا صورت پہ تیری چار سو
کیا عجیب جنگ مقدس کا فوٹو واہ وا

(آتھم سے متعلق مرزا قادیانی کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہونے کے موقع پر جو اشتہارات وغیرہ شائع ہوئے ان کی تفصیل ہم نے تحریک ختم نبوت کی جلد ۱۸ میں دے دی ہے۔ذیل میں مختصرا چند تحریریں نقل کی جاتی ہیں۔ مرتب)

اس موقع پر ایک اشتہار: مسیح کاذب خاکدانی۔مرزا غلام احمد قادیانی،کے عنوان سے مولوی محمد سعد اللہ اور دیگر مسلمانان لودیانہ نے

شائع کیا ہے۔اس کے شروع میں یہ لکھا گیا :

عوام وخواص پر واضح ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مسمی بہ مرزا غلام احمد نے کئی سال سے ایسے ایسے دعاوی وعقائد پھیلائے تھے، جن کے سبب سے علمائے اسلام نے از روئے شریعت اس پر کفر کا فتوی دے کر عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ چندلوگ جو بوجوہ اس کے دام تزویر میں آچکے تھے، اسی طرح پھنسے رہے۔ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں بن بلائے پادریوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے تمہارے ساتھ بحث کروں گا۔اور بعض عقل کے اندھے اس کے ساتھ ہوئے، حالانکہ پادری کلارک صاحب، اس جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ، نے قبل از مناظرہ اہل جنڈیالہ بانیان مناظرہ کو لکھا بھی کہ تم ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جس کو ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے اس مرزا قادیانی کو دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔

لیکن یہ بن بلایا مہمان ان احمق مسلمانوں کے سر ہی چڑھ گیا اور جلسہ مباحثہ میں، مان نہ مان میں تیرا مہمان، جا کودا۔ اپنی خود کلامی وخودغرضی جو اس کے خمیر میں ہے، یہاں بھی وہی اس کے مدنظر تھی یعنی کوئی ایسی تدبیر کروں جس سے میری مسیحیت سرسبز ہو۔اور پیشتر اہل اسلام نے جو مناظرہ اہل کتاب سے کئے ہیں، ان سے میرا مناظرہ عوام کی نظر میں ممتاز ہو جائے۔عیسائیوں کے عقائد باطلہ مثلاً تین خدا، خدا کا بیٹا، کفارہ وغیرہ کا رد کون سی عجیب بات تھی، جواب مرزائی کر کے دکھاتا۔مولوی رحمت اللہ اور پادری فنڈر کے مباحثے میں (یہ مسئلے) خوب طے ہو چکے ہیں۔نئی بات یہ تھی کہ کسی طرح میری مسیحیت کا سکہ جمے۔ چنانچہ فریق ثانی کا مناظر عبداللہ آتھم جو ایک سن رسیدہ پنشن یاب آدمی تھا، ایام مناظرہ میں اس کو بیمار دیکھ کر کذاب قادیانی نے یہ زٹل ہانک دی کہ پندرہ مہینہ تک یہ شخص مر جائے گا۔اور اسکے بعد کئی کتابوں میں اس کی تشہیر خوب واضح طور پر کر دی اور اسکے نہ مرنے کی صورت میں اپنے لئے سخت سزائیں (جو مخالف چاہے) منظور کیں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی دیا جائے، پھانسی پر لٹکایا جاوے، تمام شیطانوں بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جائے، (غرض) میں ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ایک ضعیف العمر آدمی کو ایسی دھمکیاں سخت برا اثر پہنچاتی ہیں۔ادھر مسلمانوں سے مباہلے کی ٹھہرائیکہ مجھے عیسی ومہدی ونبی ورسول مبشر عیسی کیوں نہیں مانتے۔اہل اسلام میں سے ایک مرد صالح عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر وہیں اٹھا اور جناب باری میں قادیانی کے مقابل آ کر اس عجز ونیاز سے جھوٹے پر لعنت کہی کہ اہل بصیرت کی نظر میں جھوٹے پر اس کا اثر اسی وقت نمایاں تھا، اور اس کی قبولیت کے آثار ایک جہان دیکھ رہا تھا۔قادیانی کو یہ روز بد ایسی سخت ذلت ساتھ لے کر پیش آ گیا جو اس نے اپنی لعنت میں جھوٹے کیلئے اپنے منہ سے کہی تھی۔۵، جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۹ ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو یہ گپ قادیانی نے لگائی تھی جس کی مدت اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو پوری ہو چکی۔اس وقت مرزا کی طرف سے یہ عذر ہوا کہ گو ہم اسلام کے مدعی ہیں لیکن یہاں ہماری مراد انگریزی مہینے ہیں۔خیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو وہ بھی ہو چکی۔آدھی رات گذر کر آج ٦ تاریخ کا دن ہے اور آتھم مذکور چنگا بھلا زندہ موجود ہے۔کوئی شخص بن آئی نہیں مر سکتا، خواہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرنے کی کوشش کرے۔ پھر کسی کی تدابیر علمی، عملی، سحر، مسمریزم وعمل الترب وغیرہ سے کیا ہو سکتا ہے۔لودھانہ کے پرانے مسیحی پادریوں نے یہاں کے مرزائیوں (نئے مسیحیوں) کو خوب شرمندہ کیا اور ان کی روزمرہ کی لن ترانیوں پر خوب فضیحت کی کہ وہ منہ چھپا کر اپنے اندر جا گھسے۔ یہ تو ان کو حق تھا جو چاہتے کرتے کیونکہ

قادیانی اپنے لئے سب سزائیں منظور کر چکا ہے،اس کے چیلے بھی اس کے مستحق ہیں ۔ پرانے مسیحیوں نے کچھ بے جا الفاظ بحق اسلام بھی اس خوشی میں آ کر لکھ مارے جو ان کے بے جا تعصب پر دلالت کرتے ہیں ۔اس مباحثہ میں کوئی مسلمان، عیسائیوں کے مقابل نہ تھا۔ تماشائی ہونا اور بات ہے، یوں تو ہندو بھی شریک ہوں گے۔نہائت افسوس ہے کہ قادیانی کا خالہ زاد سالہ جو تھوڑی مدت سے پرانے مسیحیوں میں ملا ہے،اس جھگڑے کا نام مسیحیوں اور محمدیوں کا جنگ مقدس رکھے ۔ یہ خود نیا مسیحی اور مسلمانوں کا فتوی اپنے نئے مسیح کے حق میں دیکھ چکا تھا اور کچھ نہیں تو پادری کلارک کا اشتہار تو دیکھا ہوگا جو اہل جنڈیالہ کیلئے مشتہر ہو چکا ہے۔

اور اس اشتہار کے اخیر میں سعدی لودیانوی کی نظمیں اور غزلیں ہیں جن کو اہل اسلام کمال شوق سے پڑھتے ہیں۔ازاں جملہ چند ابیات یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

در جوّ سماء چند بتابد شررے چند
در باغ بماند شجرے بے ثمرے چند
مرزا توئی الحق فرط اعور دجال
گشتند دوان در پس تو کور و کرے چند
تصدیق نصاری و یہود از عجب نیست
دجالی و دجال دہد شان پرے چند
گرفت یکے در یتیم آ ملے از وے
در سلک غزل سفت جو صائب گہرے چند
بنما بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتوان گشت بتصدیق خرے چند

ایک اشتہار کا عنوان یہ ہے: فتح اسلام بہ شکست قادیانی ناکام

اس کو بھی سعدی لودہانوی و دیگر مسلمانان لودیانہ نے شائع کیا ہے۔اس اشتہار میں قادیانی کے اس عذر مصداق عذر بدتر از گناہ کا جو دو ورقہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ذریعہ سے اس نے شائع کیا ہے، کمال خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے ۔ یہاں اس اشتہار سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

ارے او بے وفا غدار مرزا
ارے پر فتنہ و مکار مرزا
مسیح کاذب و مہدی کذاب
سراپا جھوٹ کے انبار مرزا

تیرا چھوٹا سا منہ اتنی بڑی بات
نہ ہو کیوں کر ذلیل و خوار مرزا
پڑے گی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت
بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا
گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفا مت ہو کہ عبد الحق سے تو نے
طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا
ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ
ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم
وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری
ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحد العین
ترا مداح کج رفتار مرزا
کہاں ہے تیرا نور دین و احسن
فصیح در امد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی
انہیں سے کر تو استغفار مرزا

ایضاً

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی
یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ
تھا تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی
کہ جینا ہو گیا دو بھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس
مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی
یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
ہے رو سیاہ مثل مسیلم و اسود
ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی
جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

اور عیسائیوں نے فتح کے جلوس میں مسٹر عبداللہ آتھم کو ہاتھی پر سوار کرایا۔ باجے بجاتے، ناچتے گاتے عیسائی مرد اور عورت آگے غزل خوانان ہر کوچہ اور گلی بازاروں میں گشت لگاتے تھے

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آکر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائے آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی

جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطان سے ثابت آشنائی آپ کی
ہوگیا ثابت ہے سب اقوال بد سے آپ کے
کر رہا ہے بے شک شیطاں رہنمائی آپ کی
ہے کہاں اب وہ خدا جس کا تمہیں الہام تھا
کس لئے کرتا نہیں مشکل کشائی آپ کی
اپنے پنجہ سے نہیں شیطان تمہیں دیتا نجات
اس کو کب منظور ہے اک دم جدائی آپ کی
تم ہو اس کے اور اب وہ ہے تمہارا یار غار
رات دن کرتا وہی ہے پیشوائی آپ کی
ہم نہ کہتے تھے کہ شیطاں کا کہا مانو نہ یار
کس بلا میں اس نے دیکھو جاں پھنسائی آپ کی
ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار اور دھتکار ہے
دیکھو کیسی ناک میں اب جان آئی آپ کی
خوب ہے جبریل اور الہام والا وہ خدا
آبرو سب خاک میں کیسی ملائی آپ کی
اب بتاؤ ہیں کہاں وہ آپ کے پیرو مرید
جو گلی کوچوں میں کرتے تھے بڑائی آپ کی
کرتے ہیں تعظیم جھک جھک کر تو حاصل اس سے کیا
ڈوم کنجر دہریئے کنجڑے قصائی آپ کی
آپ نے خلقت کے ٹھگنے کا نکالا ہے یہ ڈھنگ
جانتے ہیں ہم یہ ساری پارسائی آپ کی

کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
کر کے منہ کالا گدھے پر کیوں نہیں ہوتے سوار
فیصلے کی شرط ہے مانی منائی آپ کی
داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے
کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی
آپ کے دعووں کو باطل کر دیا حق نے تمام
اب بھی تائب ہو اسی میں ہے بھلائی آپ کی
اب بھی فرصت ہے اگر کچھ عاقبت کی فکر ہے
ہاتھ کب آئے گی یہ مہلت گنوائی آپ کی
سخت گمراہ ہو، نہیں سمجھے مسیح کی شان کو
راہ حق اور زندگی سے ہے لڑائی آپ کی
خاتمہ بالخیر ہوگا اور ہوگے سرخرو
ہو گئی اب بھی مسیح سے گر صفائی آپ کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

لودہانہ کے گلی کوچے میں ہر ایک کی زبان پر یہ نظم تھی:

ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے منحوس نافرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو
رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر
بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا

ہوا بحث نصاریٰ میں بآخر
مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے
ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے
ہوا مدت کا خوب اتمام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشگوئی
جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو
بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کر گیا تھا
ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور
دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
و لیکن تو نہ آیا باز پھر بھی
یہ اس شوخی کا ہے انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو
ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسہ پڑے گا
سیہ رو ہوگا پیش عام مرزا
سزا بھی کم سے کم اتنی تو ہو گی
کہ ہو جاوے تجھے سرسام مرزا
ہے سولی اور پھانسی کار سرکار
رعایا کا نہیں یہ کام مرزا
تو ہے اک انبیاء میں سے بعل
سلف کو دے رہا دشنام مرزا

زمین و آسمان قائم ہیں اب تک
ترے وہ ٹل گئے اعلام مرزا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلماں
کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمد اللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح
کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ہو جا مسلمان
یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

....

جب مہینہ بعد اکتوبر کی آئی آٹھویں
حضرت سلطان سے دیوٹی کا ڈپلوما ملا
مرگ عنموائیل تازہ ان کے جینے سے ہوئی
تیری بیت الفکر میں ماتم ہوا برپا نیا
گذری وہ مدت سوا سال اور اڑھائی سال کی
گزری نو سال اور نہ عنموائیل کا نکلا پتا
کیا تیرے ابلیس ملہم نے کیا تجھ کو ذلیل
مشتہر کروادیا الہام زوجـــــــنـــــــکھـــــــا
خانہ سلطان محمد بیگ آباد اس سے ہے
اور ہے تو حسرت بھری آنکھوں سے کاذب دیکھتا
پیش گوئی سے تیری معیار صدق و کذب تھی
تیرا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا بے امترا

سیزدہ صد نام سے اپنے نکالے فائدہ
بے خبر جملہ نہ پورا کر سکے گا مبتدا
اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا کون ہے
یعنی اک دجال ہے یا ہے مجدد رہنما
گر غلام قادیانی کو کہیں دجال ہے
اس میں تیرہ سو ہیں پورے جملہ ہے پورا ادا
ہیں اگر اعداد ابجد مثبت دعویٰ کہیں
ہو گیا دجال ثابت قادیانی میرزا
قول عیسیٰ دیکھ لو انجیل میں منقول ہے
بادلوں میں سے مثال برق میں پھر آؤنگا
از حسن، ابن کثیر آورد الیکم راجع
ان عیسیٰ لم یمت قول رسول مجتبیٰ
زندہ ہیں عیسیٰ ابن مریم اور وہی پھر آئیں گے
وہ کجا یہ کادیانی فتنہ گر جھوٹا کجا
یا الٰہی شر سے اس دجال کے دیجیو امان
اور اس دجال کے شر سے جو ہے اس سے بڑا
فتنہ موت و حیات وحشت و تنگی گور
اور دوزخ کا عذاب ان سب سے تو ہم کو بچا
یا الٰہی حاملاں عرش بھی آئیں کہیں
ہم زبان اہل ایمان سن کے سعدی کی دعا

لدھیانہ کا عاجز

جناب منشی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم لکھتے ہیں کہ لدھیانے میں ایک عاجز نے پردے میں بیٹھ کر دجال کی حمایت کی تھی، اس کو انہی دنوں میں انعام دیا گیا:

ارے مجحوب بالکل خام عاجز
بہ فن شاعری ناکام عاجز
میری معجز کلامی دیکھ لے تو
مقابل میں تیرا نام عاجز
بنا تو حامی دجال افسوس
ارے کم بخت نافرجام عاجز
حمایت تجھ کو ایک کافر کی سوجھی
کیا شیطان نے کیا الہام عاجز
تیرا مرزا ہے اک دجال جس کے
عیاں ہیں کفر اور آثام عاجز
ملی دجال کی تجھ کو محبت
برائی کو دی وا صمصام عاجز

مسلمان کہہ رہے ہیں ہر طرف سے
ہے بے شک دشمن اسلام عاجز
تیری بے جا حمایت کے صلے میں
ملا ہے یہ تجھے انعام عاجز
بقول عالم و قاضی و مفتی
ہوا ہے اشتہار عام عاجز
اے کافر غلامِ قادیانی
پھنسے ہیں اس کے زیر دام عاجز
وہ تنبیہات صرف اظہار حق ہیں
نہیں ہرگز کوئی دشنام عاجز
یہ ہے نام بزرگان سے تفاوی
ہے بے ہودہ تیرا الزام عاجز
ارے نو مسلمی بھی عیب ہے کچھ
نہ کوئے جہل میں رکھ گام عاجز
شہادت دین کی فضل خدا سے
رہوں دیتا میں تا انجام عاجز
مسلمانوں سے ہو مجھ کو محبت
نہ ہوں دجال کے جو رام عاجز
خلیل اللہ سے افـــــــــــــــــکـــــــــــــــــم سن
میری حجت کا دیکھ اتمام عاجز

تبـــــــــرأ مـــــــــنـــــــــــــــــه توبہ میں ہے مذکور

نہیں یہ رفض پر اقدام عاجز
صحیح آیا نہ تجھ کو نام وہاب
ارے او ذاکر اصنام عاجز
یہ کلمہ ہے غلط تیری زبان پر
نہ بن بدمست پی کر جام عاجز
جو پھر تو نے زبان ناحق ہلائی
تو ہوگا تیرا خوب انجام عاجز
پھنسائی تو نے ناحق ٹانگ اس میں
یہاں تیرا بھلا کیا کام عاجز
جو پوچھیں کیوں ہے عیسی کادیانی
رہے تو وقت استفہام عاجز
اگر ہے کچھ سمجھ یا شرم تجھ کو
یہ ہے کافی پئے افہام عاجز
نہیں دجال سے ڈرتے مسلمان
تجھے ہے جس سے استسلام عاجز
نہ پھنستے جال میں دجال کے تم
جو سنتے سعد کا پیغام عاجز

نظم نمبر۴

افہام وتنبیہ بہ مرزائیاں سفیہ

(منشی سعد اللہ لدھیانوی)

مرزائیو کیا کہتا ہے اسلام تمہارا ، گرتم ہو مسلمان
عیسی پر ہے کیوں سحر کا الزا م تمہارا، کیا یہی ہے ایمان
اس امت مرحو مہ کو اندھی جو بنا ئے ، ٹھٹھے میں ا ڑا ئے
صد حیف وہ مرزا ہے دلا رام تمہارا ، اے فر قہ ناداں
تم صا ف لگے لکھنے اسے مرسل یز دا ں ، ما مور ز رحمٰن
شا ہد ہے یہ گنجینہ اوہام تمہارا، دیکھو سر عنوان
کہتے ہو رسل کو عمل الترب کا عا مل ، نا قص تھے نہ کا مل
دشنا م سے کچھ کم نہیں یہ کام تمہارا، شیطان کے اخوان
جب لـــم یـــمـــت آیا ہو حدیث نبوی میں، کیا اور سند دین
معنا ہی توفی ہے بہت خام تمہارا ، مو جود ہے فرقان
تم مـــا صـــلبـــوہ کو صلبوہ سمجھو غضب ہے، کیا تم سے عجب ہے
مانے نہ اگر لـــم یـــمـــت الہام تمہارا، کا ین نیست بقرآن
وہ رو ح خدا لا ئیں گے تشریف مکرر ، ہے یوں مقدر
کر تے حسن بصری ہیں افہام تمہارا ، خوش انسے ہو یزدان

زور اس پہ ہے سو لی پہ چڑھ گیا عیسی ، اب آ ئیگا پھر کیا
بس ورد یہی ہے سحر و شا م تمہارا ، حیف از را ہ طعناں
کا فر تھے کہا کر تے تھے ابھی لا دے، قیا مت بر وقت ندا مت
عیسی کو اتا رے یہ پیغا م تمہارا ، ہر ایک تھا نا لاں
دی رو سیا ہی آ تھم و سلطان نے تم کو ، د جا ل کے چیلو
شیوہ ہواہر با ت میں دشنام تمہارا ، تہذ یب کے قر باں
تم دا ڑ ھیا ں منڈ وا کے بھی کچھ باز نہ آ ئے ، جو ہر یہ د کھا ئے
کیا ہو تا ہے دیکھیں ابھی انجام تمہارا ، اے بے سر و سا ماں
سلطان سے کہو پو نچھ دے آ کر وہی آ نسو د یکھو یہ رو سیہ
رو تا ہی پڑا مہدی نا کام تمہارا با یاس فراواں
دی جفر نے مرزا کو د غا رمل نے د ھو کا ،کس میں جھو کا
اب آ گیا سور ج بلب با م تمہارا ، کچھ دم کے ہو مہمان
ثا بت ہوا د جا ل ا حا دیث سے بے گر، با زعم نبو ت
پھرکیو ں نہ ہو د جا لجی اب نا م تمہارا ، اے زمرہ غیلاں
مست ہے بد عت ہو مخا لف ہو سلف سے ، بر عکس خلف سے
بھر سکتا ہے کو ثر سے کہاں جام تمہارا، تا ئب نہ ہو گر یا ں
کچھ نظم تم اسلا میو ں کی نذ ر تھے لا ئے ، پر چے تھے چھپا ئے
سعدی کی طرف سے ہے یہ انعا م تمہارا، یوں ہے وہ غز ل خواں

نظم نمبر ۵

تیر باراں بہ سینہ دجال

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

تیر باراں بہ سینہ دجال
ساختش ہم چو صورت غربال

خدائم اندر پناہ دارد عمر دجال قادیانی
کنم ز حق استعارہ ہر دم کہ ایں بلا ئیست نا گہانی
نعوذ باللہ من شرور الغلام فی الکفر مثل دجال
منافقانہ کند باسلام و دین حق دعوی لسانی
سخت بودہ غلام احمد کنوں عقوق از غلامیش کرد
بگفت احمد منم رسولے کہ کردہ عیسی گہر فشانی
محدثم گفت ابتداء بامر دین گشت محدث آخر
رسید تا کفر منزل وے بانبیاء کرد بدگمانی
کہ معجزات مسیح شد شعبدات و لہو و لعب سراسر
من و خیالات روح پر ور مسیح و اندیشہا ئے فانی

ہمیں سے باعث کہ در دلم شد معجزا ت مسیح نفرت
و گر نہ از وے نبو دے کم بفضل خلا ئق و مہربانی
ببیں بقولش کہ مو بمو منکشف نہ گردید بر پیغمبر
ز حال ماجوج و دابہ ہم ز اعور و ایں خر دخانی
منم کہ امروز کا شفم از حقیقت ایں ہمہ خبرہا
چرا کیں کار شد مفوض بہر کہ باشد مثیل و ثانی
مکاشفات مسیح و الہام انبیاء غلط بگوید
کہ پیش گوئی خویش را نیز پے نبردند در معانی
بہ چار صد عاکفان جعلی نبوت حق نمودہ
بکذب شان با زگشت قائل نفاق تا کہ بود نہانی
بسوئی ابنیت حق آید باستعارہ شریک عیسی
بـــاتـــخـــاذ ولـــد نماید بقوم تثلیث ہم عنانی
مثیل عیسی و افضل از وے کہ گو ید اکنوں کجا ست عیسی
قدم نہد تا بہ منبر من ببیں چہ عجب ست سرگردانی
یکی ز امر و ہہ یک ز بھیرہ دو حا میانش فر شت گانش
مریض مہر و ذ تین پوش ست دا ئم از ر نگ زعفرانی
مسیح موعود مہدی وقت فارسی اصل و حارث آمد
نہ از عراق است و نے ز ایرا ن نہ از حجاز آ نچنانکہ دا نی
نہ مادرے وے بتول و مریم نہ ملک او دمشق شامی
تفرج روضۃ الصفا کن کہ حال آلنقوا بخوانی

زنسل چنگیز خان سفاک کاصل او شد چینی
اگرچہ شد قادیانش مسکن ز کیدہا گشتہ کادیانی
بقول وے قادیان گورداسپور جائے یزیدیاں شد
ہم او رئیس یزید طبعاں ازیں سخن در عجب نمائی
چو قادیانش دمشق گردد رئیس آنجا یزید باشد
نہ آں یزیدی کہ فاسقے بو ویل بالحاد و کفر بانی
گہے مثیل مسیح گروہ بغربت ز عجز و انکسارس
نشان مہدی گہے فراز دسیاستش مہر حکمرانی
ہمہ بہ تحریر او بیابی ہر آنچہ گفتم اگر بجوئی
مبالغہ نیست در کلامم کہ آمدہ رستم شاعرانی
ز نیچری علی گڑھی خوا ندہ حر ف مرگ و صلیب عیسی
بر قصہ تجدید دین شد ست ابلہے چساں بانی مبانی
ہنوز برہان تست ناقص یکے نشانہ سہ صد براہین
بہ ہند بال و پرت شکستہ حمامہ سوئے عرب پرانی
توئی کہ گفتی جلال عیسی نزول خواہد نمود آخر
بطور ظل آ مدی ز اکنو ں کہ از وے افضل گہے ہمانی
شکستہایت بفتح روشن بود ز توضیح تو مبرہن
شد است او ہام بر تو غا لب کہ نیچری صاحب نشانی
تراست انکار روز محشر بپااذا الشمس کورت خواں
چگو ز تا ویلہا لیش کر دے پئے مریدان بخوش بیانی

ببیں چسپاں مذہب سلف را عیا ں بہ زلزال رد نمو دی
قولہ مــــا تـــولـــــی آمدز خالق از بہر چوں تو جانی
مباش بے باک و راہ چنیں تلون مکن چو جز ما
متا ع د نیا ئے دوں نیز زد جو سی بآں عیش جا ودانی
نزول رحمت بدل ز خواندن درود بر مصطفیٰ دا نش
ز سجدہ و حمد حق بہ سعدی ست سر بلندی و تر زبانی

(تمت: ۱۱ رمضان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۹۷ء)

سعد اللہ در شحنہ ہند میرٹھ
۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء

ومـــا یستـــوی الاعـــمـــی و البـــصیـــر
ولا الـــظّـــلـــمـــات ولا الـــنّـــور

کہاں وہ مہدی آل محمد
کہاں آلنقوا کی آل مرزا
کہاں عیسی یـــفیـــض الـــمـــال والے
کہاں ملجف گدا کنگال مرزا
مسیح بزرگ آسمانی کہاں
مریض ہوس قادیانی کہاں

کہاں پاک مریم کا لختِ جگر
کہاں بیوہ النقوا کا پسر
کہاں مہدی شرح و صاحب لوا
کہاں گمرہء آل آلنقوا
کہاں وہ مسیحائے دجال کش
کہاں قاعد خانہ بیرائے دہش
کہاں وہ فلک جاہ رفعت مکاں
کہاں یہ دنیّ ساکن قادیان
کہاں جس کی منزل منارہ دمشق
کہاں وہ جسے گھر کی ظلمت پہ عشق
کہاں بندہء مرسل کردگار
کہاں صاحب ابنیّت مستعار
کہاں وہ جو اوروں کے کھو دے مرض
کہاں وہ جسے خود ہوں پورے مرض
کہاں وہ لقب جس کا فیاض مال
کہاں وہ جو پھیلائے دستِ سوال
کہاں وہ تھی دنیا سے نفرت جسے
کہاں یہ زبوں کر دے عشرت جسے
کہاں وہ بنایا نہ تھا جس نے گھر
کہاں یہ جو مشغولِ دیوار و در

ہے اس پر خدا کے غضب کی دلیل
کہ بن بیٹھا اس پاک کا یہ مثیل
ارے تو کہاں اور وہ عیسی کہاں
چہ نسبت زمین است با آسماں
خدا نے جو کی تیری رسّی دراز
بڑھی اور بے باکی و حرص و آز
و املی لھم ان کیدی متین
یہ ساماں ہیں بہر قطع وتین
کہ ہے ڈوبتی بھر کے ظالم کی ناؤ
رہے جب نہ کوئی سہارا بچاؤ
تری عمر ساری ہے اسّی برس
نہیں عیش میں بڑی دسترس
یہ کیا ہے جو لوگوں کے کھائے تو مال
مرض نے ہے تجھ کو کیا پائمال
شتر مرغیاں ہیں تری بے حساب
کہ شاہد ہے اس پر تری ہر کتاب
کبھی تو خدا بنتا ہے بے سخن
ترا کن بھی بالکل خدا کا ہے کن
مگر ابن مریم کا خلقِ طیور
ہے توحید میں موجبِ صد فتور

جہاں ساتھ ہے اس کے اذن خدا
غضب ہے تو اس کو نہیں مانتا
جہاں دعوی ہے وحی و الہام کا
نہیں بولتا ہچکچاتا ذرا
مری وحی بھی انبیاء کی ہے وحی
مجھے پاک اللہ نے دی ہے وحی
کہ اس میں ذرہ دخل شیطان نہیں
پھر اس وحی کی حد و پایاں نہیں
کہ مانند بارش ہے مجھ پر نزول
ترے منہ میں او مفتری خاک دھول
ہے رمالیوں نے ڈبویا تجھے
ارے دین و دنیا سے کھویا تجھے
ملی روسیاہی تجھے بار بار
مگر باز آیا نہ تو زینہار
پسر کا تھا اعلان دختر ہوئی
وہ دختر بھی آخر نہ جانبر ہوئی
پسر پھر جب آیا بڑے زور سے
تو نے پنجاب کو بھر دیا شور سے
کہ دیکھو وہ موعود ہے یہ پسر
تھے ہم دے چکے جس کی پہلے خبر

عقیقے پہ اس کے ہوئی دھوم دھام
ہوا قادیان میں اژدہام
چہک کر بھی بلبل نے دیکھا نہ باغ
ہوا ایک ہی سال میں گل چراغ
وہ منحوس جو نام کا تھا بشیر
ہوا جلد کنجِ لحد میں اسیر
تو دجال نے اور اک چال کی
جڑی اس پہ تاریخ نو سال کی
یہ مرنے ہی والا تھا جو مر گیا
جو ہے رہنے والا وہ پھر آئے گا
پسر گو ہیں دو چار موجود اب
ولیکن ہے دل میں یہ دھڑکا غضب
وہ موعود ان میں کہوں اب کسے
مبادا وہی کل کو پھر چل بسے
سوا سال میں پھر نہ آتھم نہ مرا
نہ کچھ جانبِ حق وہ مائل ہوا
تجھے لعنت و روسیاہی ملی
کہ ہر چار سو سے گواہی ملی
یہ ہے عبدِ حق کی دعا کا اثر
ارے کاذبِ قادیان ڈوب مر
کیا واسطے جس کے بیٹوں کو عاق

زن صاحب اولاد کو دی طلاق
وہ عورت بھی مرزا نہ تجھ کو ملی
ملا خاک میں مدعائے دلی
کیا جس کا ملہم نے تجھ سے نکاح
وہ برسوں سے سلطان کو ہے مباح
مریدو ہے یہ بھی کرامت کوئی
مسیح زمان کی علامت کوئی

فـــــافّ لّـــــکـــــم ثــــــمّ افّ لّـــــکـــــم

ہوئے شرم و غیرت سے بیگانہ تم
ارے قادیانی یہ کیا بات ہے
عجب شرم والی تری ذات ہے
ترے منہ میں دے برملا خاک وہ
کہے تو نہیں شوخ و بیباک وہ
اسے اپنے گھر میں تو واللہ دیکھ
اسے دیکھ اور اس کی اولاد دیکھ
مرے قول میں گر تو سمجھے قصور
کمر باندھ پٹّی نہیں ایسی دور
مرے ساتھ چل سب دکھا دوں تجھے
جو سننے کی ہے وہ سنا دوں تجھے
وہ جعفر کو تیرہ مہینوں کا ڈر
شغالانہ بھبکی تھی اک سر بسر

گیا گزر نصف ۱۹ سو کا مہ جنوری
ملی خاک میں رلی افسوں گری
نہ پہنچی اسے کوئی ذلت نہ رنج
ترے منہ میں خاشاک اے باد سنج
وہ پہلے سے ہے اور آسودہ حال
پڑے تجھ پہ الٹے بہت سے وبال
بہ فضل خدائے حمید مجید
ہے سرکار میں عزت بوسعید
خدا نے کیا اس کو خوش کام و شاد
مربعے ملے چار حسب مراد
ترے باپ دادا زمیں دار تھے
بڑے خیرخواہان سرکار تھے
طفیل ان کے تو آج حارث بنا
ہوئی تیرے حق میں یہ مدح و ثنا
محمد حسین اب زمین دار ہیں
کھٹکتے تری آنکھ میں لار ہیں
انہیں یہ حراثت ہے ذلت مگر
ارے شرم کر شرم کر شرم کر
ہوا اہل عزت میں ان کا شمار
جزاء کیسی او روسیہ جھک نہ مار

کہاں تک گنوں تیرے الہام میں
کہ سر تا بپا افتراء کذب ہیں
گیا ضلع کی تو کچہری میں جب
ہوا تجھ پہ نازل خدا کا غضب
یہ ثابت ہوا ہے تو جھوٹا نبی
ترے ہی قلم سے تری رگ کٹی
ہوئی بولتی بند الہام سے
تو مستعفی اپنے ہوا کام سے
وہاں تو نے تحریر دی اے آشر
کہ اب ایسے الہام ہوں گے نہ پھر
مکدر کہے کشف عیسے کو تو
ترے منہ میں آتا ہے کیا کذب گو
غضب ہے مکدر ہو کشفِ مسیح
ترا کشف ہو لیک صاف و صریح
مسلمان تو کہلائے او بے حیا
لکھے یوں کہ وہ خاتم الانبیا
نہ سمجھے نہ سمجھایا الہام کو
نبی آئے تھے اور کس کام کو
نہ عیسے کو سمجھے نہ دجال کو
نہ اس کے گدھے ریل کی چال کو

مگر تجھ پہ سب منکشف ہو گیا
ارے کچھ تو کر دل میں شرم و حیا
درِ توبہ وا ہے جو تو توبہ کرے
اور آئندہ ان شوخیوں سے ڈرے
تو میرا خدا ہے غفور رحیم
بجھے آب توبہ سے نار حمیم

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء۔ صفحہ۵تا۸)

بمطالعہ شہزادہ عبدالمجید مرزائی لودیانوی بگذرد

(جناب سعد اللہ لدھیانوی کی یہ نظم شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ ۸۔اگست ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔یاد رہے کہ جن اشعار پر !!! کا نشان ہے، وہ عبدالمجید قادیانی کے ہیں جنہیں اس نظم میں مخاطب کیا گیا ہے)

الا مفسر قرآن مشو نہ خود رائی
حدیث مصطفوی خوان بہ چشم دانائی
بیان حق ز بیان رسول اگر فہمی
بہ بحکم انّ علینا بیانہ آئی
حدیث مصطفوی چیست وحی پاک خدا
تو در اطاعت آں جد و جہد بنمائی
عطا شد ست چو قرآن پاک با قرآن
بہ مصطفیٰ ز کرامات و فضل مولائی

جو اس میں ہو متکبر تو پوچھ قرآن میں
نماز و روزہ کی تفصیل ہے کہاں آئی
کہاں ہے قص شوارب ہے ذکر ختنہ کہاں
ممانعت ہے بہ تغییر خلق ایمائی
کہاں ہے لفظ محدث کہاں ہے حرمت خر
گدھا نہ کہا کہ گدھا کھا نے میں ہے رسوائی
حدیث ہی نے کہا ہوتے تھے محدث بھی
حدیث ہی نے خبائث کی شرح فرمائی
اسی طریق سے تفصیل کل ہے قرآن میں
نبی کو وحی خفی نے وہ سب ہے سمجھائی
حدیث گفت بہ شان و شکوہ و جاہ جلال
مسیح بشکند آخر صلیب ترسائی
ابوہریرہؓ بہ الا لیـــــؤمـــــنـــــن بـــــــــہ
زبان کشودہ بہ تفسیر آن بگویائی
بہ ابن ماجہ روایت شدہ کہ گفت مسیح
دوبارہ آمدنم ہست عہد ایفائی
خدائے قبل قیامت مرا کند نازل
برائے کشتن دجال قوم موسائی
نمردہ عیسے و باز آید آمدہ بہ حدیث
بہ گفتہ حسن ز بصری دیدہ بکشائی

رسول گفت کہ من خاتم النبیّنم
کہ نیست ہیچ پس از من رسول بالائی
ز سی دجاجلہ آگاہ کردہ امت را
پئے رسول شدن ہر یکے تمنائی
بہ قادیان شد ازانجملہ یک ستمکارہ
نبی و مرسل یزدان ز قوم مرزائی
چو دور سیز دہم در زمانہ کرد ظہور
کشید فتنہ دجال سر بہ بالائی!!!
ہیں اوسکے نام کے اعداد تیرہ سو پورے
یہ صنعت او س نے ازالہ میں خود ہی دکھلائی
ہوا غلام جو موصوف قادیانی کا
وہ مبتداء ہوا دجال ہے خبر پائی
یہ پورا جملہ نبی بن کے قادیانی نے
خروج اپنے کی تاریخ ہم سے لکھوائی
خروج کردہ بہر گونہ کہ بعد آں کافر
بعشق لعبت تثلیث گشتہ سودائی!!!!
کہ نام محبت انسان و دأب صحبت حق
نتیجہ روح قدس در مرام مرزائی
نہیں جدا کوئی روح القدس یہ ہے تثلیث
جو احمقوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آئی

باتخاذ ولد کرد متہم حق را
باستعارہ ہمان اعتقاد ترسائی
مسیح راہ مرا حاصل ست ابنیت
نگفت ہیچ مریدے چہ ژاژ میخائی
باین خیال کہ اسلام را فرو بخورد
دہن کشادہ مثال نہنگ دریائی!!!
گرفت چنبر اسلام با ستیزہ و کیں
چنانکہ حلقہ زند اژدہائے صحرائی!!!
فسون و جادوئے مکرش قرار دلہا برد
شدہ مسخر او ہرزہ کار ہرجائی!!!
چنان اسیر بدام فریب او جہال
چنانکہ محو تماشا بود تماشائی!!!
متاع دین کہ چو گنجے بہ بعض دلہا بود
بہ برد جملہ بغاوت چوں خواب یغمائی!!!
گروہ بے خبراں خود ستودگان بادے
ستائشس بزنان ہمہ بیکتائی
جماعتے ست فراہم ز اعور و اعرج
کنند بر در وے روز و شب جبیں سائی
ز شور فتنہ تلخ زندگانی خلق
چنانکہ تلخی کام از مواد صفرائی!!!

نفست گفت جمالا منم مثیل مسیح
نمود چندے ازاں رفق مسند آرائی
شریک اس میں یہ عاجز بھی ابتدا سے تھا
جو پیش گوئی مسیحا کے حق میں ہے آئی
کہ وہ تو ہیں مہدی اور ظاہری مصداق
مجھے خدا سے ملی باطنی توانائی
تھے اس درخت کے ہم دونوں پھل مسیح اور میں
و لیک اب ہے مجھے برتری و بالائی
زبان پہ لاؤ نہ اب ذکر ابن مریم کو
ہے اس سے افضل و اعلی غلام مرزائی
کجا مسیح کہ او پا نہد منبر من
ضمیر اس کی یہ کہتے ہوئی نہ شرمائی
کبھی تو لکھتا تھا آئیں گے وہ جلال کے ساتھ
اور آج بکتا ہے گم گشت آں مسیحائی
بنا تھا تو تو جمالی، جلال یہ کیسا
لگا جو بکنے چہ در انتظار عیسائی
تو مدعی تھا کہ عیسی دوبارہ آئیں گے
جہان میں بات یہ مامور ہو کے پھیلائی
اوسے تو لکھتا ہے ظاہر کیا گیا مجھ پر
وہ کون تھا ترا مظہر یہ کس نے سمجھائی

بر وے مشابہت تامہ چساں داری
مسیح رفعت بناکامی و بہ پس پائی
تو کامران و ترقی تست روز افزوں
بایں سخن بہ مریدان کنی دل افزائی
بانکسار و توکل بہ غربت و ایثار
نشان زندگی او لین؟ عیسائی
کجا ست زندگی ثانی مسیح اگر
مسیح مرد و نمانذش کنون مسیحائی
اشارہ کرتا تھا قرآن سوے نزول جلال
خبر وفات کی تفسیر نیچری لائی
ہے احمدیہ لقب ٹھیک تیرے فرقہ کا
کہ یہ ہدایت اسی نیچری سے ہے پائی
ڈبو دیا تجھے تفسیر نیچری نے ارے
طمع کے دام میں ٹھوکر یہ کیا بری کھائی
وہ دابّہ علماء ہیں سو ہیں ترے مکفر
تو کیوں جمے نہ ترے منہ پہ کفر کی کائی
امید نیست کنوں باز ایستادہ شوی
کہ پیر گشتی دناید ز پیر برنائی
گماں بخویش مبر شیر مرد و برنایم
تو روبہی کہ بہ سلطان و زوجہ بر نائی

مگر ز آتھم و پنڈت بزرگ و شیخ و حسین
بگو ز دست رقیبت چسان شکیبائی
چہ غیرتے ست کہ از بہر زوجہ است ترا
بہ خصم شاد بہ بینش دول بیا سائی
وہ کیا وفات پدر ہی سے ہو چکی بیوہ
ارے یہ مرگ پدر کیسی بے سری گائی
چرا جداء ازو باوجود زوجـــــــــــــــــــــــــنك
چو روز و شب ہمہ تن مجو ایں تمنائی
ازین کہ معنی تجدید نو نمودن شد
مجددی و بیک قول خود نمے پائی
گہے محدث گہ حارث و گہے مہدی
گہے مثیل وے و گاہ خود مسیحائی
نصیحتے ختمت اے ولید بوزنجر
زبان طعن بہ عیسے مسیح نکشائی
مغول ہستی و آلنقوا است جدہ تو
آلا دہن بہ محمد منم نیالائی
مگر کہ مہدی آل محمد آمدہ ام
ز نسل مرتضوی نیستی مغل زائی
ہر آنکہ مے شنود حیرتش ہمے گیرد
یکے مغل قرشی شد بہ طرفہ رعنائی

شدی محمد و احمد پس از غلامی وے
یقین کہ ہیچ نہء ہرزہ باد پیمائی
خلیل و آدم و نوح آمدی ہمہ یک جا
گذار بو الہوسی و شکستہ پیرائی
بحکم کـــــل جـــــدیـــــد لـــــذیـــــذ مفتونان
فدائے عشوہ ہر فتنہ کہ میزائی
رسول مدحت سلمان فارسی فرمود
تو از تتاسر کبر بر ثریائی
توئی کہ حارثی و مہدی و امام زمان
بکبر و مفسدہ ہر لحظہ خامہ فرسائی
نہ دین بدست تو چیزے نہ دولت ایمان
مجیب و مہدی و عیسائی بے سرو پائی
یہ بت فروشی ہے بنیاد بت پرستی کی
جو تو نے فوٹو میں تصویر اپنی کھنچوائی
بنا ہے یوں جو بروزی محمد آخر کار
تو صاف نکلا آواگون کا تولّائی
یہ معجزات رسل عیب مسمریزم تھے
بدیں سبب تو ز ایمان و دین معرائی
نہ شد حقیقت دجال و دابّہ معلوم
بہ مصطفٰی کہ ز خوانشت و زلہ بر بائی

نباشد آنچہ بخوانش تو از کجا بخوری
مگر بہ مزیلہ کفر لب بیند ذائی
شدی مثیل مسیحے کہ دیر محبس اوست
تو نیز پا بہ سلاسل بہ قادیان شائی (مسیح الدجال)
ز حلیہ تو کند دور نقص دجالی
مجاور تو بیک چشمی و بیک پائی
وقو بہ کردن از الہام و پیش گوئی ہا
بہ پیش حاکم گورداسپور نہ شرمائی
دجاجلہ ہمہ رفتند و آخری باقیست
تو پیش خیمہ آئی بزور و رعنائی
ایا کہ بہر نجاتت ہمین قدر کافی ست
کہ ایں مسیح و غل بکشدت پذیرائی
بدیں حیات پذیرفتش چہ سود دہد
چو وقت قطع سبب ہا بود تبرائی
جواب بشنوی ازدے فـــلا تـــلـــومـــونـــی
بیاس و غصہ یـــــنـــــفـــــی بقعر تنہائی
کہ ہائی ہائے فلان را نمے گرفتم یار
فغان و نالہ کنی ہردو دست خود خائی
پناہ تست خدایا ز فتنہ دجال
بہ ضعف بندہ عاجز خبیر و دانائی

ترا پرستم و بس آں موعدم گردان
بہ حق وصف رحیمی و شان یکتائی
محمد عربی ہادیم براہ تو بس
کہ در متابعت وی کنم جبیں سائی
پئے صلوۃ و سلام آں چنانکہ فرمودی
بروح پاک وے از ما قبول فرمائی

شہزادہ (عبدالمجید) صاحب اگر اس کا صحیح جواب بھیج دیں، یا کوئی اور ان کا بھائی یا خود ان کا مسیح، تو مبلغ پانچ روپئے انعام پائیں۔ مگر بدکلامی اور کذب سے بچیں۔

لودہانہ۔ ۳۔اگست ۱۹۰۳ء۔

مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ، ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

سبحان اللہ کتنا مضبوط اور مربوط اور ٹھوس اور مدلل اور مفخم کلام ہے۔ مرزا اور مرزائیوں کا کیا منہ ہے کہ ایسا ایک بھی مصرعہ موزوں کرسکیں۔ اگر کوئی صحیح جواب دے سکے تو انعام ہم بھی دیں گے۔ کیوں بھئی مرزائیو، اب کیا دیر ہے۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۔۸۔اگست ۱۹۰۳ء ص۲تا۶)

ازالہ اوہام کے مندرجات پر سعد اللہ کا اردو کلام

(مرزا قادیانی کی تصنیف ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۴ کے مندرجات
کے متعلق منشی سعد اللہ لدھیانوی کا اردو کلام)

قادیانی تجھے اس بات کا جب ہے اقبال
کہ یہ ممکن کہ مسیح آئے بہ اقبال و جلال
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو جائے نزول اس کی دمشق
پھر مسلماں تجھے کیوں نہ کہیں اب دجال
وہ تو موعود نہ ہو اور بنے تو موعود
تو معرا ہو سب اوصاف ہوں اس میں موجود
پھر تو مہدی بھی ہو حارث بھی ہو وہ کچھ بھی نہ ہو
اس کو تسلیم بھلا کون کرے گا مردود
تجھ کو دعوی نبوت بھی جزوی ہی سہی
وحی و الہام میں پھر کسر نہیں کچھ بھی رہی
میں پیمبر نہیں اور لایا نہیں کوئی کتاب
پردہ داری کے لئے تو نے ہے یہ بات کہی
دخل شیطان سے تری وحی منزہ اور پاک
انبیاء سے کہیں بڑھ کر ترا کشف و ادراک

جو قوائے تجھ کو ملیں ختم رسل کو نہ ملیں
کیوں خدا سے نہیں ڈرتا ارے ملحد بے باک
وحی و الہام سے انجام کے صفحات ہیں پر
کیا کتاب اس کو نہیں کہتے ارے احمق لر
قدح ختم نبوت ہے اگر وحی مسیح
قادیانی ہے تری وحی مگر گوز شتر

۱۶۔جولائی۱۹۰۴ء (منقول از شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء)

قطعہ تاریخ ولادت دختر قادیانی

ملقب بشوخ وشنگ لڑکا

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

تئیس جون آئی یہ موسم کا حال ہے
راتیں تو بڑھ رہی ہیں دنوں کو زوال ہے
مرزا جی ایک بھائی مخنث ہے بن چکا
اب لڑکا لڑکی بن گئی یہ کیا محال ہے
بیٹی نہیں یہ بیٹا ہے دھوکہ نہ کھایئے
الہام آپ کا ہو غلط کیا مجال ہے

دھندلا گیا مکاشفہ شاید جناب کا
ی کو الف سمجھ گئے، اتنا خیال ہے
کیوں ایسا غم ہے منہ پہ سیاہی ہے چھا رہی
بے چین ہو رہے ہو طبیعت نڈھال ہے
لڑکا اگر نہ اب کے ہوا لڑکی ہی سہی
بارش سے پہلے آندھی بھی اک نیک فال ہے
جھنجلایئے نہ گھر میں عبث جا کے بار بار
رمل آپ ہی کا آپ کی جان کا وبال ہے
پہلی ہی دھو رہے تھے ہوا اس پہ اور لک
کیسی سیاہ روئی علی الاتصال ہے
ہر سال زخم تازہ لگیں دینے لڑکیاں
اور زخم پہلا آپ کا بے اندمال ہے
آیا ہے گھر میں صورت دختر اگر پسر
ہے چونکہ شوخ و شنگ، یہ شوخی کی چال ہے
ارحام میں جو کچھ ہے وہ خالق ہے جانتا
قرآن سے قادیانیو! کیوں اعتزال ہے
سعدی ہے لایا قطعہ تاریخ ماہ و سال
یہ لیجئے داد دیجئے اگر کچھ کمال ہے
اعداد جمع کیجئے چوبیس جون اور
دختر نما پسر (۱۹۰۴ء) کے یہ جننے کا سال ہے

ایضاً

لڑکی کو حیف مرزا تو نہ کر سکا لڑکا
رمل و نجوم حیلہ کیا کچھ نہیں کیا ہے
بک دیجئے پیشگوئی پوری ہوئی ہماری
کیو ں منہ میں گھنگنیاں ہیں ہو نٹوں کو کیو ں سیا ہے
ہے گرچہ رو سیاہی جیتی رہے خدایا
لڑکا بشیر بھی تو آیا تھا کیا جیا ہے
معجونیں اور مربے حلوائے ریگ ماہی
پھر نو مہینے کیسا خون جگر پیا ہے
سال ولادت اس کا گر آپ چاہتے ہیں
وہ نوٹ بک میں ہم نے تحریر کر لیا ہے
سعدی بھی ہے معلم اس کی سنو ادب سے
اک شوخ و شنگ لڑکا لڑکی بنا دیا ہے
دختر نما پسر اور چوبیس جون (۱۹۰۴ء) اس میں
تاریخ و سال و خوبی سب کچھ دکھادیا ہے

(شحنۂ ہند ضمیمہ ۲۴۔ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶۔۸)

آئینہ کمالات کے مندرجات پر سعد اللہ کا فارسی کلام

جناب منشی سعد اللہ لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ آئینہ کمالات اسلام (دافع الوساوس) کے صفحہ ۲۸ میں مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

یاد کن وقتے کہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقتِ دیگر کآمدی مشتاق وار
یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا
آن جمالے آں رخے آں صورتِ رشک بہار
آنچہ مارا ازدو شیخ شوخ آزارے رسید
یا رسول اللہ پرس از عالم ذو الاقتدار
نام من دجال و ضال و کافرے بنہادہ اند
نیست اندر زعم شان چون من پلیدو زشت و خوار
ہیچ کس را بر منِ مظلوم و غم گین دل نسوخت
جز تو کاندر خواب ہا رحمت نمودی بار بار

اس پر ندائے غیب

مرسل یزداں و عیسیٰ نبی اللہ شدے
باز خواہی ضال و دجالت نخوانند اے حمار
ناصر مرتد چنیں الفاظ دارد بر زباں
اپنے مرسل کی مدد کر اے خدا لیل و نہار
ہیچ ظالم تر نباشد از تو زیر آسماں
افتراء بندی بذات ایزدِ ذو الاقتدار
اہل دین بعد از نصیحت کیف آ سے خواندہ اند
مومنے باشد چگونہ کافرے را غمگسار
عیسیٰ مریم شود آلنقوا زادے چھاں
مہدی آل محمد چوں شود کس از تتار
گاہ خود را فارسی الاصل بودی و گاہ حارثے
گشتی و ذات بہر خود کردی وثار
آنکہ آوردست اخبار از حقیقت بے خبر
و آن حقیقت بر تو اے دجال گردید آ شکار
شعبدات و لہو و عجل سامری شد معجزات
برتر از عیسیٰ نہی خود را از رہ افتخار
امتیاز انبیاء با دیگران ز الہام و وحی
وحی خود را خواندہ ہمتائے وحی آں کبار

صاف ثابت شد کہ دعوائے رسالت میکنی
نیست ایں پوشیدہ پیش موموناں ہوشیار
من رسولے نیستم کاں جائے دیگر گفتہء
ہست رنگ آمیزی دجالی تو بر عذار
اے مسیلم در رسالت چوں شراکت خواست
چوں منافق ایں شہادت ہا ترا آید چہ کار
دعوی تجدید دیں کردی و گر دیدی نبی
واں نبوت را بہ لفظ جزء پوشانی خمار
ایں نبوت در حق خود از کجا آوردہء
چوں نبوت ختم شد بر احمد از پروردگار
بعد از وے کیست کو یابد نبوت از خدا
یافتند ایں منصب از وے بیشتر صد ہزار
گر محدث بودے آن فاروق بودی زیں گروہ
بعد ختم الانبیاء حاجت نماند اینہار
بعض شاں رفتند و بعض آہندہ ایں ہم
بر خر دجالی خود ہم توے کشتی سوار
رشتہء ابنیت خود با خدا پیوستہء
از عبودیت بدل مداری اے ابلیس عار
از غلامی منحرف گشتی و خود احمد شدی
تخم احداث تو سندھی بیباک ؟ کفر آ ورد بار

گفت روح اللہ بعد از من بود احمد رسول
آن رسول احمد منم کردی بعالم اشتہار
اے ستمگر از جلال و از جمال او چہ کاست
تا کنندت بہر تبلیغ رسالت اختیار
مصطفیٰ در خواب و بیداریت نمودست رو
کذب میگوئی بذات جائے خواہی خود بنار
آنکہ تطہیرش نماید حق ز دست کافراں
برسر دارش کشی از دست ایشاں دزد دار
بر خے از ترساد و قدرے آوری از نفس خویش
اہل ایماں را یہودی گوئی اے مردار خوار
می ستائی چوں کن حق کاف و نون
خویش را میدھی اشراک خلق طیر عیسے را قرار
مصطفیٰ نفی صلیب ش کردد ہم اثبات
رفع شاہد تبلیغ وے قرآن بود در ہر دیار
انّ عیسی لم یمت گفت و الیکم راجع
چوں امام عادلے باجاہ و سلطان و وقار
قول او مطلق مجاز و استعارہ ساختی
ایں قدر مغرور گشتی برحیات مستعار
مرگ عموائیل و آتھم زیست سلطان مبیں
چوں کشیدت روسیاہ و خوار و زار اندر حصار

دہ چہ شوخ و شنگ آمد دخترت جائے پسر
میوہء نورس خوشا باشد بہ کہنہ شاخسار
وائے اے رمال پر رمالی و حراشیت
چوں پسر کاری برآمد دخترے زان کشت زار
ایں قدر خوار و خجل باشی و نازاں ہم چناں
بے حیائی تو ببروں باشد از حد شمار
قادیانی ایمن از کید متین حق مباش
جانب اماــــــــــــــــلہــــــــــــــــی اے ہیچ گوش دل گمار
قادیانی را از غیب آمد نداہا بارہا
سعدیا ایں بے سعادت ہیچ نگرفت اعتبار

آئینہ کمالات میں قادیانی اشعار کے جواب میں

منشی سعد اللہ کا فارسی کلام

الا اے قادیانی یاد کن روز قیامت را
چگونہ ترک کردی راہ اسلام و سلامت را
نفاق از دل فگن بگذار شوخی و شرارت را
بدہ در سینہ جا اخلاص و تقوی وطہارت را
بدر کن از دماغ خویشتن زعم نبوت را
مبر در سر چو ترسا رہ خیالات نبوت را

دگر کورانہ می پنداری ایں اجماع امت را
نہ جہل خود نداری با در اخبار شریعت را
مگستر دام دعوئے مسلمان پیئے خوردن
مکن شائع چو تجار فرنگ اعلان بیعت را
بہ صدق دل مریداں مرسل یزدانیت خوانند
عبث سنہفت اے دجال دعوی رسالت را
بہ جز مدئی اریوزی ملتبس دعویء خود سازی
بایں مکر و حیل خدمت کنی اہل بلادت را
ز دجالان موعود آمدی دجالے اے مردک
بلاء و امتحان اہل ایمان و صداقت را
نزول وحی بر خود مثل وحی انبیاء گوئی
صداہا بہر خود داری . منم ما مور دعوت را
و زان الہام و وحی خود سیہ اوراق گردانی
رسولے نیستم، میگوئی اے دجال خدعت را
نیاوردم کتابے حسب عادت ہم غلط گفتی
بلے تبدیل کردن خر دشوار ست عادت را
گزینی جائے ابنیت کنی ترک عبودیت
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

(یہ مصرع مرزا قادیانی کا ہے۔ چونکہ ہر اہل عبادت کو نخوت ابلیس
بنا دیتی ہے اس لئے قادیانی نے عبادت چھوڑ کر ابنیت اختیار کی ہے۔ سعد اللہ)

یہودی باشد آن کو بر صلیب آرد مسیحا
پئے عیسی شدن گشتی مخالف دین و ملت را
ز پیر نیچری مرگ و صلیب عیسی آوردی
نہادی چوں علم بر دوش تجدید امامت را
خداوندا پناہت زیں یہودی کیش عیسی کش
کہ بر روح و رسولت تہمتے بندد اذیت را
چو عجل سامری لہو و لعب گوید با مجازش
بہ حق آں مکرم مے پسندد ایں مزلت را
بخواند انّما الاعمال بالنّیّات باز ازکیں
ہمی بد ذات گوید عالمان نیک نیت را
چو چشم حق شناسی نور عرفان ش نہ بخشیدند
بہ گفت امی و مشرک ازخباثت خیر امت را
اگر عمرے تو ہشتادست(۸۰) یا پانچ و نود(۹۵) سندھی
ز درگاہ خدا کید متین پندار مہلت را
منہ دل در تنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی
مخور بادام روغن جائے روغن عیش و عشرت را
مسلماناں پئے دارین امن و عافیت خوانند
بہ حرص مال و جاہ ایدوں تو می خواہی مصیبت را

(مرزا قادیانی کے درج ذیل شعر کا جواب آگے لکھا ہے:
ہمہ در دور ایں عالم امان و عافیت خوانند
چہ افتاد ایں سر مارا کہ میخواہد مصیبت را)

اگر ممکن بود از سینہء ات برداشتن پردہ
بہ بیند اندراں ہر کس نفاق و خبث طینت را
ز خوف حاکم ضلع آنچناں در باختی زہرہ
کہ گفتی الوداع دائمی رمل و کہانت را
نخواہم در حق کس ہیچ گاہ الہام انذاری
نخواہم بر کسے گاہے دعائے بد اجابت را
بعیسی در رہ تعلیم دین ناکام شد گوئی
بذات وے نہی صد عیب تحصیل فضیلت را
حقیقت ہائے دجال و خر وے بر تو روشن شد
ز فہم مصطفیٰ بر تر گماری آن حقیقت را
شدی دوراز عبادت باوجود قرب عبداللہ(غزنوی)
چہ سود از رہبر کامل تہیدستان قسمت را
مسیح و مہدی و حارث نبی گشتی ولد
گشتی شکم سیرت نمی گردد بہ ہیچ اے چو بہ مترا

(متھرا کے چوبے پرخوری میں مشہور ہیں۔گذشتہ دجالوں میں سے کسی نے صرف عیسی بننے کا دعوی کیا کسی نے صرف مہدی کا،کسی نے صرف نبی کا۔یہ کم بخت سبھی کچھ بن کر،علاوہ براں ابن اللہ بن کر شکم سیر نہیں ہوتا۔سعداللہ)

بشیر ناتواں کانرا تو عنموائیل مے گفتی
کانّ اللہ نازل ز آسماں شد داغ فرقت را
بہ پیش گوئیء ایں بچہ و نیز آتھم و سلطان
سیاہی ہا ز رمالی بہ رخ مالیدہء ترا (پے در پے)

بشیرت دخترے آمد ز بار اولیں پیدا
پسر از بار ثانی آمد آبادی تربت را
برآمد ہفت بر نہ سال و عموائیل نامد باز
بگو اکنو ں چہ داری حیلہ آں نہ (۹) سالہ مدت را
تو شیر نیستان بے حیائی آمدی
ز اول بہ مکر شید و خو نمودی ایں اضافت را
چہ مے سوزی زبہر زوجہ الہامیت ناداں
بد ل گر غیر تے داری بغیرا ن وصل و قر بت را
زنِ الہامیت در خانہ سلطان ست بار آور
چہ مے باشد لقب ہم چوں تو دونِ بے حمیت را
پسر گفتی و پے در پے دو د ختر باز زا ئیدی
بہ بخت و ...گو نث دائما راہ ہست نکبت را
چہ گونہ ابن مریم گشت سندھی بیگ را بنگر
کشادہ آلنقوا در بیوگی باب ولادت را
ز شر فتنہ دجالی سوئے حق پناہ آور
دعا کن سعدیا کو وعدہ فرمود استجابت را

مناجات

(منشی سعداللہ لدھیانویؒ)

الٰہی دور دار از بندہء مسکین ہر آ فت را
براہ خود مدہ از کس رہے سویش مخافت را
شرف دادی بہ اسلامم ز ہدیء احمد مرسل
بہ فضلت با خود آرم در قیامت ایں شرا فت را
عمل ہا ئے مرا در دین و ہم در دین مبا رک کن
بدہ تو فیق نیکی پاک سازم خو ئے و خصلت را
بضا عت ہر چہ در بار م ہمہ مز جاۃ نا کارہ
امید بخشش از فضل تو بس این بے بضاعت را
ازیں دنیا ئے فا نی چو ں بمن وقت رحیل آ مد
ادا سازم بتوحید از زبان و دل شہادت را
چو در گور م نہند ا حبا ب سو ئے خا نہ رو آ رند
دراں وحشت کدہ کن مو نسی من رحم و رافت را
پل دو زخ کہ تیز از تیغ و را ہے بس دراز آ مد
مدد فر ما کہ طے چوں بر ق سازم ایں مسا فت را

محمد را مقامے دہ کہ محمودش لقب کردی
چو سر در سجدہ پیش تو نہند اذن شفاعت را
بہ فضل خویشتن او را فضیلت دہ وسیلت دہ
کہ حکمت شد بہ ہر کس ابتغائے آں وسیلت را
تحیات و سلام از ن بر و حش و آں اصحابش
بہ آن نوعے کہ ماموریم تسلیم و تحیت را
یکے از امتش و از بندگانت آمدہ سعدی
کشادہ دارد ابواب اذن دہ رضوان جنت را
بہ فردوس بریں با بندگانت میہماں باشم
بہ دیدارت نظر بالا کنم اکمال نصرت را

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۔۴)

نظم بر مرزا قادیانی

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

ہر کسے کامروز شد پیغمبرے
الحق آن دجال گشت و کافرے
مے شمارد وحی و الہام خودش
طاہر و برتر ز دخل ہر شرے

قادیانش حسب قول او دمشق
شد یزیدی خصلتاں را مصدرے

(ازالہ اوہام کے صفحہ۷۲ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ قادیان میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ جب مرزا قادیانی وہاں کا کرسی نشین رئیس ہے، تو یزید کیوں نہ ہوا۔ اسی لئے حسینؑ سے افضل بنتا ہے۔ سعداللہ)

پس یزید آمد رئیس ش لا جرم
آنکہ شد کرسی نشین و مہترے
از ہمیں جوید فضیلت بر حسین
کاحمد مرسل جدش اب حیدرے
مرگ عیسی خواند پیر نیچری
بر پیش کردش غرض کور و کرے
بر سر خلق خدا جائے ہما
بفگند تا سایہ بوم و شپرے
حق بہ قراں از صلیبش پاک کرد
زیں دو بے باکاں صلیبش معبرے
قادیانی ! گوہر خود را بہ بیں
بہر پاکاں ایں نباشد منظرے
شرم دار از ابن مریم گشتنت
ایکہ بود آلنقوایت مادرے
مہدی آل محمد چوں شوی
تو کہ میداری پدر بوزنجرے

فارسی الاصل خود آب تو نیست
چوں تو از تاتار داری گوہرے
بن کے یہ سب کچھ ہے پھر حارث بھی تو
الغرض ہیں تیرے طرفہ ماجرے
ایں چنیں بے ہودگی ہا را یقیں
خارج از امکانست از دانشورے
گشتنت عیسی بہ عیسی کشتنت
ہیچ اہل دیں ندارد باورے
گوہر خود بر بِر گوہر شناس
کے شوی عیسی بہ تصدیقِ خرے
بود چوں گوسالہ اعجاز مسیح
دانیش چوں سامری افسوں گرے
قابل نفرت ہوں ان کے معجزے
وضع ہو بے باک رحمت سے پرے
کس زبان سے تو بنا ان کا مثیل
نام جب ہر کام پر ان کے دھرے
کے مثیل عیسی مریم شوی
زوجہ ات غرقِ لباس و زیورے
خانہء عیسی نبود اندر جہاں
تو ہمہ مشغول دیوار و درے

یاد داری بود چوں باریک تر
امتیازت خود بہ کشفی منظرے
اتحادت بود چندان با مسیح
تو و او دو پارہء یک جوہرے
فطرتت باوے تشابہ داشت بس
کز درخت او تو ہم بودی برے
شد مبدل فطرتت اکنوں چناں
بے پری بالاش بے بال و پرے
ان سے افضل اب تو کیسے بن گیا
کیوں نہیں خوف خدا تجھ کو ارے
پائے عیسی ہم نہ بالایش رسد
ایں چنیں آوردی اعلی منبرے
انبیاء تو نے بنائے مزمرسٹ
بے ادب تجھ کو خدا غارت کرے
کے تو مے کردی بایشاں اتہام
گر تو بودی نیک و نیکو مخضرے
جس نے دیکھیں تیری پیشنگوئیاں
اب وہ گیدڑ بھبکیوں سے کیا ڈرے
تو جسے مارے جیئے وہ دیر تک
جس کو زندہ چاہے تو جلد مرے

اور جسے شاداب چاہے خشک ہو
جس کو سوکھیں تو کہے وہ ہوں ہرے
چوں پسر زائی بمیرد زود تر
گر پسر خوانی برآید دخترے
ملہمت گفت آں یکے را شوخ و شنگ
ز آید از وے فتنہ و شور و شرے
شد پسر سی ماہ و حی بینی ہنوز
زو جہء الہامیت با شوہرے
آتھم ترسا دران مدت نہ مرد
بر رگ جانت ازاں صد نشترے
واں نشان ہم لیکھ رام از تو چہ دید
قتل و مرگش ہست امرِ آخرے
بالکوں کو اپنے ہے اس کے سوا
کیا سبق تو نے پڑھایا مسخرے
ابن مریم چڑھ کے سولی مر چکا
میں ہی عیسے ہوں قیامت سے ورے
قائلے بایں ہمہ کائد مسیح
با جلال ظاہر و کرّ و فرے
یک جہ باشد دو ہزار آمد تواں
در ازالہ صفحہ ص ، د ، و رے

انتظار آن مسیح از آسمان
دارد اندر سینہ ہر نیک اخترے
ملحف و مدبر ہے تو کیسا مسیح
مال مردم سے جو پیٹ اپنا بھرے
از سہ صد اجزاء تو دادی سی و پنج (۳۵)
شد براہین حیلہ مجمع؟
اے دغا باز آنچہ گفتی یادکن
لا جرم شد ختم بر پیغمبرے
تو کدامی قسم پیغمبر شدی
در دہانِ گندہ ات خاکسترے
آہ با اسلامیاں کردی فریب
داشتی با خود نبوت مضمرے
ہر رسولے آفتاب صدق بود
ہر رسولے بود مہر انورے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکرم
ہم چو خاکے کاوفتد بر ہر درے
در براہین بود ایمانت چنین
بر ہمہ کس حجتے روشن ترے
اے کہ عیسی را تو باشی خاک در
ہائے مرتدا نہ گشتی ہمسرے
ہمسرے نہ بلکہ از وے بہترے

اے منافق بودی او را چاکرے
ایں فضیلت ہا بہ عیسے جستنت
و ایں رسالت شد بدینت صرصرے
خالی از ایمان و دین بگذاشتنت
پر عفونت مردہ بے جاں پیکرے
دعوی تجدید دین بودت نخست
خویشتن را کردی آخر ابترے
گشتی از ابنیت و تصویر خویش
بت ستاؤ بت فروش و بت گرے
موجب گستاخی و ہتک مسیح
در کف از شرب الیہودت ساغرے
مے کنی تغلیط تفسیر سلف
ناخلف رفتی براہ دیگرے
چوں صبیغ اسلمی باشد ترا
کادیانی حاجت یک عمرے ؓ
کز تو سازد دور الحاد و کجی
درہ آں باشد بہ ؟ سطرے؟
قابل ایماں حدیث مصطفےٰ
نیست نزد تو بہ قرآن اکثرے
وحی عیسی قادح ختم الرسل
داری از الہام و وحیت دفترے

بہر دجال شقیء ایں زماں
خامہ سعدی ست گویا خنجرے
گر چہ یا رب بندہء بے توشہ ام
نیست غم باچوں تو بندہ پرورے
جز تو پیش کس فرد نا یذ سرم
عبد خود را اے تو کافی یاورے
آنکہ از اعلان و خفائے واقف است
ایکہ در علم تو ہر خشک و ترے
چشم بر عفو تو دارم چوں توئی
مستعانے مہربانے داورے
خائف از قہر تو ام دائم ولے
رحمت تست از غضب زور آورے
قابل التّوبِ و غفار الذنوب
مغفرت گردان بہ فرقم مغفرے
زینہار تو ز دجال زماں
سیّما زاں کافر آید اعورے
حرز جان دارم براہ مصطفیٰ
در برے قرآن حدیثش در برے
التجا دارم دراں تاپ و تپش
جامے از دستش کنار کوثرے

جنت خلدت بود سیمانیم
ہم زر صنوانت تبارک افسرے

احمد مرسل بہ نفع ما حریص
بر ما از رحم و رافت غم خورے

آں شہ دنیا و دین کز مقدش
شد زمیں را بر فلک صد مفخرے

سائل و محتاج وے شاہنشہاں
صاحب و خدمت گزارش قیصرے

دست کس نرسید و ہم ترسد بآں
دادہء زیر نگینش کشورے

از من شید اسلامن مے رساں
آنکہ سالار ست و مارا سرورے

ہم بہ ہر یک یک از آدم تا مسیح
وز بریت برگزیدہ معشرے

نیز بر اصحاب و آں آں تمام
رحمت بر ہر یکے دیں گسترے

کار ایشاں بود در راہ خدا
امر معروفے و نہی منکرے

(شحنہ ہندمیرٹھ ضمیمہ ۲۴ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۱تا۴)

شحنہ ہند ۱۹ ۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں سعد اللہ کا اردو کلام

وقـــد یــــصـــدق الــــکـــاذب آتا ہے صادق
مسیحا فلک پر اٹھائے گئے ہیں
پئے قتل دجال اعور یہودی
وہ پھر بھیجنے کو بلائے گئے ہیں
وفات ان کو حق دے گا جب آئیں گے پھر
ابھی موت سے وہ بچائے گئے ہیں
مدینے ہی میں آپ کا ہوگا مرقد
جہاں شاہ خوباں سلائے گئے ہیں
وہ زندہ ہیں گو کافروں کی طرف سے
بہت تیر تکّے چلائے گئے ہیں
مصدق ہوں ان کے مبشر تھے جن کے
مسلمان یہ نکتہ سمجھائے گئے ہیں
ہوا ذائقہ اور ذاقـــــــــــــــــــــت برابر
یہ کیا صرف پڑھ کر گنوائے گئے ہیں
کتابیں پڑھیں بوجھ سے ان کے لیکن
یہ لادے عجب چارپائے گئے ہیں

خــــــلــــــت کو سمجھتے ہیں مــــــاتـــــــت ہمیشہ
لغت بھی نئے ہی سکھائے گئے ہیں

(قد خلت کا ترجمہ مرزا صاحب قد ما تت کرتے ہیں۔سعد اللہ)

جو یوں سنۃ اللہ مــــــــاتـــــــــت کہیں گے
راہ راست سے کیا بھلائے گئے ہیں
ہمیں ان اماموں سے مالک بچائے
جو داعــــی الــــنّــــار پائے گئے ہیں
امامت ہے کیا یاں بہ تخت نبوت
عجب گاؤ تکئے جمائے گئے ہیں
نبی ہیں ازالے میں یزداں کے مرسل
لقب یہ بعنوان لکھائے گئے ہیں
رسول و نبی کیا کہ ابن خدا کا
سبق موحیوں سے پڑھائے گئے ہیں

(انّ الشّیا طین لیوحون الی اولیاء ھم)

کھلے وہ حقائق و اسرار اس پر
جو ختم الرسل سے چھپائے گئے ہیں
سراج و براہین کا نام لے کر
ٹکے پیٹ بھر بھر کمائے گئے ہیں
سقنقور کا حلوا، اور بادام روغن
روپیے یوں ہزاروں اڑائے گئے ہیں

بآں غربت و انکسار و توکل
منار و مکاں کیا چنائے گئے ہیں
وہ آیات و انوار و ایثار سب کچھ
بیاد تنعم بجھائے گئے ہیں
تکلف ذرا دیکھنا مطنجوں کا
کہ واں کھانے کیا کیا پکائے گئے ہیں
مسیحن کے پھر وہ لباس اور زیور
کہ کیا کیا سِلائے گھڑائے گئے ہیں
سقنقور اور جند اور ریگ ماہی
پئے قوتِ باہ لائے گئے ہیں
جو عیسے نے ہرگز نہ دیکھے بھی ہوں گے
وہ حلوہ و معجون کھائے گئے ہیں
مسیح اور میں اک شجر کے ہیں دو پھل
یہ گیت ایک مدت سے گائے گئے ہیں
اور اب کہتا ہے ان کے اعجاز بالکل
تھے مکروہ مجھ سے چھڑائے گئے ہیں
بدیں وجہ عطر زنِ فاحشہ میں
مسیحا کے کپڑے بسائے گئے ہیں
غضب ہے کہ اس پر بھی عیسے بنا کر
خرّ قادیانی دکھائے گئے ہیں

پڑی شامت اعمال کی کس قدر ہے
کہ کعبے کے حج سے ہٹائے گئے ہیں
زمین اپنی جورو کے قبضے میں کردی
تمسک رجسٹر کرائے گئے ہیں
کہ ورثہ نہ کچھ پاسکیں رشتہ والے
جو رستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں
وہ ہشیارپور میں ہوئے کیوں نہ ساعی
جہاں برسوں آنسو بہائے گئے ہیں
ہوئے متفق اہل پٹّی سے کیوں یہ
بس اس کی سزا میں رولائے گئے ہیں
رقیبان پٹّی بایام خبط
بہت دھمکیوں سے ڈرائے گئے ہیں
جو ڈر سے نہ کچھ کام نکلا تو آخر
بڑی محنتوں سے منائے گئے ہیں
نہ منت سے بھی جبکہ وہ باز آئے
تو خطہائے جعلی منگائے گئے ہیں
کہ ثابت ہو جن سے وہ کچھ ڈر گئے تھے
کہوں کیا عجب گل کھلائے گئے ہیں
اڑھائی برس پر بھی دس اور گذرے
مئے وصل سلطان پلائے گئے ہیں

چنے تھے یہ لوہے کہ ایام سختی
بڑی سختیوں سے چبائے گئے ہیں
ترے سر پہ برسوں سے او قادیانی
مصیبت کے پتھر ڈھلائے گئے ہیں
پہ ٹلتے نہیں گو کئی بار پہلے
سیاہی سے مکھڑا رنگائے گئے ہیں
کئی کانے لنگڑے جو چیلے ہوئے ہیں
وہ دامِ طمع میں پھنسائے گئے ہیں
بہت شرم والے جو شرطیں لگا کر
نصاری سے ڈاڑھی منڈائے گئے ہیں
کب اسلام پر ایسے رمالیوں سے
مخالف بھلا کیوں ہنسائے گئے ہیں
خدا بھی بنے تھے نبی اور علی بھی
بہت ایسے دجال آئے گئے ہیں
ثمود آل فرعون عاد اہل مدین
ڈبوئے دھنسائے کھپائے گئے ہیں
یہ ہے دورہء مہدی قادیانی
مسلمان باہم لڑائے گئے ہیں
نیا کوئی فتنہ نہیں سعدیا یہ
کہ بندے صدا آزمائے گئے ہیں

خداوند جبار کر جبر نقصان
وہ پھر دے جو کچھ ہم گھٹائے گئے ہیں
بچا دست و جان رہزن سے ہم کو
جہاں اہل شقوت لٹائے گئے ہیں
یہ ہیں زلزلے کفر و بدعت کے یا رب
ترے بندے عاجز ہلائے گئے ہیں
عنایت سے بھیج ان پہ اک ابر رحمت
جو سر سبز ہو کر سکھائے گئے ہیں
ملے موجب زندگی جام کوثر
جب ایمان سے ہم جلائے گئے ہیں
ہو فردوس میں مرحمت ظل ربی
بہت دور تک جس کے سائے گئے ہیں

آمین یارب العالمین (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء ۔ص ۲ تا ۴)

اجابت دعوت

مرزا غلام احمد قادیانی کے خسر میر ناصر نواب نے ایک نظم بعنوان دعوت الحق لکھی جس کے جواب میں جناب منشی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم نے ایک نظم بعنوان اجابت دعوت لکھی جو یوں ہے:

واہ مسیح کے سسرے ناصر
دین میں خاسر عقل میں قاصر
ہو دجال سے تیری بیعت
اس پر کرے تو حق کی دعوت
یاد ہے جب تو گھبراتا تھا
لڑکی دے کر پچھتاتا تھا
تو دجال تھا اس کو کہتا
پاس ہمارے روتا رہتا
نسخہ بازی کا تھا شاکی
تو ہی ڈوبا شان خدا کی
تجھ میں بھی تصویر پرستی
لعنت حق تھی یوں برستی
مانتا تھا تو حدیث اور قرآن
ختم نبوت پر تھا ایمان

پہلے خاصا مومن تھا تو
کفر کیا پھر تو نے بد گو
پھر ایک بنا تو مومن
کافر ہو گیا آخر لیکن
روز بروز اس میں ہے زیادہ
اب مشکل ہے ترا اعادہ
ہو گئی اہل حدیث سے نفرت
ہو گیا منکر ختم نبوت
بن گیا وہ دجال اب مرسل
سچا ہے آج جو کاذب تھا کل
اوس کو نبی اب تو نے بنایا
کچھ بھی خدا کا خوف نہ آیا
سنتا ہے تقریریں اس کی
بیچتا ہے تصویریں اس کی
کاغذی اس کے بت ہیں بکتے
چھپتے ہیں دجالی نکتے
ایک روپئہ چھ آنے قیمت
ہوتی ہے البدر میں شہرت
اک بت گر اک بیچنے والا
کیا روزی کا ڈھنگ نکالا

میر تیری تصویر پرستی
اور ابھی تو ہوگی سستی
ہے مختار تو اس کے گھر کا
بھیدی جھوٹے پیغمبر کا
ملک و زمین جو تھی دجالی
بیٹی کے نام وہ رہن رکھوالی
دعوت حق یہ تو نے کیا کی
دین کی شرم نہ کچھ دنیا کی
لوگوں کو تیرا یہ بلانا
ہے دجال کے دام میں لانا
پنشن ہو گئی تیری تھوڑی
پیٹ کی خاطر ہے یہ دلیری
طبع براہین کے وہ وعدے
سچ کہہ جھوٹے تھے یا سچے
تو نے ہی کھولا بھید یہ ہم پر
جھوٹا ہے یہ دجال سراسر
مضمون چوتھی جلد سے آگے
لکھا ہے کچھ نہیں جھوٹ ہیں وعدے
تین سو اس کی جزیں بتانا
پیٹ کے بھرنے کا ہے بہانا

لوگو اس کے دم میں نہ آؤ
ہوش کرو دیکھو بچ جاؤ
جب تک تھا معقول گذارا
گھر میں ملتا تھا خاصا چارا
اوس کی نہیں تھی پروا تجھ کو
بلکہ وہ کچھ کھاتا تھا تجھ کو
اب آخر معذور ہوا تو
دین سے اس لئے دور ہوا تو
اوس کی لگا تعریفیں گانے
بیٹھا در پر ڈھول بجانے
دلی میں بھی میر ہی تھا تو
قادیان میں اب میر بنا تو
حلفیہ ظاہر ہے کیا حاصل
ظاہر صورت ہے کیا حاص
وصف ہیں جب دجالوں سے
حاصل رنگت اور بالوں سے
ایسے بال اور رنگت والے
دنیا میں ہیں بہت منہ کالے
کس کام آئیں بال اور رنگت
اوپر سے جب برسے لعنت

لعنت بھی منہ مانگی پائی
جس سے ہے آگاہ ساری خدائی
جھوٹی پیشین گوئیاں کر کے
ہے دجال بچا مر مر کے
رسّا گلے میں اور منہ کالا
ٹوکرا سر پر لعنت والا
جینے کے ہیں کوئی یہ سامان
پر بے شرمی تیرے قربان
جس کے سہارے پر ہیں جیتے
اچھا کھاتے اچھا پیتے
لعنت اس کھانے پینے پر
اس بے شرمی کے جینے پر
کرتا ہے کیا دجال شرارت
دی عیسی نے میری شہادت
نام محمد کا ہے جلالی
میرا ہے احمد نام جمالی
وہ تھا لڑائیاں مارا کرتا
میں ہوں رفق و مدارا کرتا
ذکر جمالی اور جلالی
ہے یہ ایک نئی دجالی

اب جو بنا ہے آپ محمد
کرتا ہے پہلی بشارت کو رد
اپنی کشتی آپ ڈبو دی
شیطانی تزویر ہے بودی
نام تھا پہلے غلام احمد
پھر لے لیا مقام احمد
بن کے مثیل عیسے مریم
اب کم بخت ہے ان سے بھی افضل
ان کے تو حصے میں ناکامی
اور یہ مثیل ہے مرسل نامی
جو الہام رسولوں کے تھے
یہ سمجھا وہ آپ نہ سمجھے
اس کا تو کن ہے کن خدا کا
شرک ہیں لیک اعجاز مسیحا
عیسی بھی تو آنے نہ پائے
اون سے افضل مرسل آئے
ان سے ٹوٹی ختم نبوت
یہ پیدا ہو کچھ نہیں دقت
احمق پھنس گئے اس کی بڑ میں
ماری کلہاڑی اپنی جڑ میں

دین نبی سے کیا تبرّا
خوب دیا دجال نے بھرّا
دیکھو کیسی قسمت پھوٹی
ان پر غضب کی بجلی ٹوٹی
ظالم بنا خدا کا بیٹا
عیسے کو بھی ساتھ لپیٹا
پہلے تھے ایک درخت کے دو پھل
اب ہے ظالم ان سے افضل
دجل فریب دغا اور دھوکا
دل نہیں ایک بدی سے روکا
ہاں یہ سچ ہے کہ نیکوں کی
بعض بروں نے ہے بد گوئی کی
لیکن جس کو برا کہے دنیا
کیا ہے ضرور ضرور ہو اچھا
گر یہ سچ ہے تو سب سے بڑھ کر
چاہیے نیک ابلیس ستم گر
اچھا برا کاموں سے عیاں ہے
ظاہر کب محتاج بیان ہے
ختم رسل کے بعد پیمبر
بننے سے کیا کام ہے بدتر

آپ خدا کا بیٹا بننا
چیلوں سے کہلانا آمنّا
پھر جو مسلمان روکیں اس پر
کافر ان کو بنائے کافر
ناصر میر! بتا دے سچ سچ
بات کی اپنے مت کے جوٗ پچ
کیا تعلیم مسیح یہی ہے
جس پر تو نے دعوت کی ہے
یا کچھ اور بھی ہے! تو کیا ہے
کیا سیکھا ہے تو نے زیادہ
خام طبیعت عقل کے سادہ
عیسا مر گیا مرزا ہے عیسا
کہتے ہیں نیچری ملحد کافر
عیسا مر گیا سولی چڑھ کر
تم ہوئے اس میں ان کے مضاہی
بکتے ہو یوں واہی تباہی
بڑھ کر کیا بات اور نکالی
ہاں یہ میسحیت دجالی
سولی پر لٹکا ہے عیسی
چوروں کے ساتھ ملا ہے عیسی

نیچری بڈھا لکھ گیا ہے سب
جو تم کو الہام ہوا اب
وہ الحاد الہام تمہارا
کچھ شرماؤ دل میں خدا را
مـــــــاصـــــلبـــــو، صـــــلبـــــو ٹھہرایا
کی تحریف اور خوف نہ آیا
گاہ انہیں شام میں دفناتے ہو
پھر کشمیر میں لے جاتے ہو
جھوٹے ہو جھوٹے کا حافظہ کچا
ہے مشہور مقولہ سچا
یا رب ان کے شر سے بچانا
مکاروں کے ضرر سے بچانا
دل سے سنو سعادت مندو
ایک نصیحت رب کے بندو
ختم رسل کا ہے یہ فرمان
جو درماندوں کا ہے درماں
احمد ذی شان مرسل رحمان
جس کا ہدایت نامہ ہے قرآن
مطلبی مدنی اور مکی
جس کی شریعت سب سے پکی

ہے ہر بات یقینی اس کی
حق تعلیم ہے دینی اس کی
ہم پر رؤف رحیم وہ پیارا
جس سے مٹا دکھ درد ہمارا
خیر اندیشی ہے جس کا پیشہ
حق سے صلوۃ و سلام ہمیشہ
اس پر آل اصحاب پر اس کے
یوں ہم کو آگاہ کیا ہے
سب کے لئے اعلان کیا ہے
پچھلے دن سے پہلے پہلے
سب کے دل میں زعم ہو ایسے
میں ہوں نبی رسول کا
یاد رہے یہ تم کو لیکن
میرے بعد نبی نہیں ممکن
ختم نبوت ہو گئی مجھ پر
یعنی حق نے کیا ہے مقرر
آپ کے بعد نہ ہوگا پیدا
کوئی نبوت پانے والا
ہوتا کوئی تو اس کے لائق
سب سے عمر فاروق تھا فائق

جب نہ نبوت پائی عمر نے
پھر کون آئے نبوت کرنے
پہلا ہی کوئی آئے تو آئے
جس کو معین حق فرمائے
ختم نبوت نے فرمایا
ہے یہ صحیح حدیث میں آیا
موسیٰ بھی گر ہوتے جیتے
میرا ہی جام اطاعت پیتے
قبل قیامت عیسیٰ آئیں
اس امت کی شان دکھائیں
اور ان کا آنا پھر ہے ضروری
تا کہ نبوت ہو نہ ادھوری
جیسا ہے ان پہ ہمارا ایمان
لائیں یہود و نصاریٰ ایمان
جب خدمت سے فراغت پائیں
یاں سے پھر رحلت فرمائیں
جن کے مبشر بن کے تھے آئے
قبر میں ہوں ان کے ہمسائے
ہو صدیق و شہید نبی کا
ساتھی بندہ صالح چوتھا

تیس وہ لعنت پانے والے
جھوٹے نبی کہلانے والے
سب سے جھوٹا ان جھوٹوں کا
کانا دجال آخر ہوگا
جب وہ آئے خدا کہلائے
شعبدے کچھ لوگوں کو دکھائے
جاہل دوڑیں اس کے پیچھے
یا رب امن دے اس کے شر سے
کفر ہو لکھا منہ پر ظاہر
جس کو پڑھیں ایمانی ماہر
حشر میں ان پڑھ لوگ بھی جیسے
اپنا عمل نامہ پڑھ لیں گے
عیسیٰ اتریں قتل کو اس کی
چرخ سے فوق منار دمشقی
اور ہو امام مسلمانوں کا
ان سے پہلے زیب مصلا
اس کے پیچھے نماز گزاریں
پھر کانے دجال کو ماریں
دیکھ کے ان کو وہ گلتا جائے
سامنے آنے کی تاب نہ لائے

کھا لے آخر ان کا برچھا
ہو کر رہے نوشتہ پورا
یا رب ان فتنوں سے بچا لے
ہم کو نہ کے جنؤ ہمارے حوالے
ہم ہیں تیرے بندے بچارے
چاہے تو بخشے چاہے مارے
مار سے تیری پناہ ہے تیری
کی جنؤ قبول اک عرض یہ میری
رکھ مجھے اپنے حفظ و امان میں
تجھ سے خوش ہوں دونوں جہاں میں
مجھ میں بل نہیں اور نہ طاقت
کوئی نہ خوبی ہے نہ لیاقت
تو نے وجود عدم سے بخشا
تو نے بنایا میرا نقشہ
پھر ایمان عطا فرمایا
ختم رسل کا بخشا سایہ
بخشی اس کی تابع داری
کیا کروں اس کی شکر گذاری
میں تیرے فرمان کے قربان
اس تیرے احسان کے قربان

ہر دم ہے یہ تمنا جی کی
سنت پر رہوں تیرے نبی کی
گرچہ گناہ خطا اور نسیان
رکھتا ہوں بے حد پایان
دیکھ کے تجھ کو سب سے ارحم
لب پر ہے رب اغفــــــــر و ارحـــــم
صادق مومن مجھ کو بنا کر
خاص خزانے میں سے عطا کر
خالص نیت پاک ارادے
بلا تکلف سیدھے سادے
عرض کی تجھ سے حاجت کیا ہے
دل کا بھید بھی تجھ پہ کھلا ہے
ادعــــــونـــــــی بھی چونکہ ہے فرمان
اور تکبر موجب حرمان
بندگی اس کی ہے متقاضی
مولا چاہیے ہر دم راضی
پس وہ مانگنا مجھ کو سکھا دے
اور طرف کا دھیان چھڑا دے
تو ہی یاد ہو تجھ کو پکاروں
تیرے ہی در پر آہیں ماروں

یوں ہی رہوں جب تک رہوں جیتا
چلوں تو جام شہادت پیتا
میں ہوں اس دم تجھ سے راضی
تو اے مالک مجھ سے راضی
قبر میں جب رکھ جائیں مجھ کو
میرا مونس وحشت تو ہو
آئیں جب کہ نکیر اور منکر
تجھ کو پکاروں آہٹ سن کر
شکل نبی جب سامنے آئے
سعدی تیرا فدا ہو جائے
جائیں سلا کر جیسے دلہن
محشر میں پھر ہو یوں سامان
میرا ہاتھ نبی کا داماں
کوثر کا وہ جام پلا دے
جو دل کی سب پیاس بجھا دے
بندوں میں تیرے ہو کر شامل
جنت میں ہو جاؤں داخل
میں اور سارے لواحق میرے
قرب نبی میں لگائیں ڈیرے
ہوں فردوس میں مہمان تیرے

تیری رحمت سب کو گھیرے
باقی کوئی نہ ہو اندیشہ
ہم سے تو راضی رہے ہمیشہ
جنت خلد میں پائیں بسیرا
ہوتا رہے دیدار بھی تیرا
واں کچھ خوف نہ کوئی غم ہو
تیری حمد و ثنا ہر دم ہو

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶نومبر ۱۹۰۳ء ص۱تا۶)

مسیح قادیانی کی شکویٰ طرازی

بزبان منشی سعداللہ سعدیؔ لودہانوی وحافظؔ شیرازی

بود از قادیاں تا پٹی[1] منحوس منزلہا
نہ آب چشم بنمودم بہ خاک منزلش گلہا
ببوئے نافۂ کا خرمبا زاں طرہ بکشائد
زتاب جعد مشکینش چہ خون افتاد در دلہا

بگوانی رسول اللہ ملہم ہرزماں گوید
بدہ اے بچہ ام تصویر خود با مرداں گوید
رَہَق افزودم احسن ہر چہ من گویم ہماں گوید
بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

قریب آئے ہمارے دن، ہیں اب دنیا سے چلتے ہم
ان الہاموں نے منہ کالا کیا جب سے ہوئے ملہم
بَسو سلطاں محمد گھر میں اپنے عیش سے جم جم
مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چوں ہردم
جرس فریاد می دراد کہ بربندید محملہا

مسیحا ہوکے احمد بیگ کے در پر ہوا سائل
بڑھاپے کا اندھیرا سخت اور رحلت پہ دم مائل
رقیبوں کا در مقصد سے قبضہ نہوا زائل
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا

طمع اور دھمکیاں بھی دیں بہت تزویج کی خاطر
نہایت احتیاط کیں کہ پوشیدہ رہے یہ سر

بڑے دکھ جھیلے اے سعدؔی کروں کیا نفس ہے کافر
ہمہ کارم ز خود کامی بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

یہی حق کرچکے ہوں جائداد اپنی گِرو حافظ
کیا ہے ترک دنیا یوں برائے عفت نو حافظ
نصیحت آپ کی لے کر بیٹھا ہوں تو حافظ
حضور فکر ہمی خواہی از و غافل مشو حافظ
متـــى مـــاتـــلـــق مـــن تهــوى دع الـــدنيـــا واهملهـــا

۱؎ موضع پٹی مرزا سلطان محمد کا مسکن ہے۔ اُس کے حق میں مسیح قادیانی اپنی کتاب کرامات الصادقین کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ ساكن القرية المنحوسة المسمّاة بالفتى ۔فتی پٹی کا معرب بنایا گیا ہے۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد۳۔ نمبر۴۰۔ مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۰/اگست ۱۹۰۶ء ص:۵)

مسبّع لاثانی تحفہ قادیانی

(تضمین بر غزل قدسی از منشی محمد سعد اللہ صاحبؒ سعدی لدھیانوی)

جو نبی بنتا ہے آج اس کی ہے یہ بو لہبی
آخر انجام ہے محشر میں جہنم حصبی
ہے وہ کذاب اشرّ یا کوئی دیوانہ غبی
سخت گستاخی ہے اب حق سے نبوت طلبی
حکم حق ہے کہ نہ ہو بعد ترے کوئی نبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ہے غضب ایک مغل بچہ آلان قوا
بعد عیسی کے ہے ختم الرسل احمد بنتا
خاندان کو بھی نہیں دیکھتا اپنے اندھا
شرم دنیا کی نہیں اس کو نہ کچھ خوف خدا
بے مثل آیا تو خلق خدا میں حقا
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم دادم تو چہ عالی نسبی

سندھی احمد ہوا کہلا کر غلام احمد
اس غلامی سے جو ہو عاق ہے بے شک مرتد
خبر موت و کذب دی زرہ آز و حسد
مورد لعن ہوا اپنی زبانی بے حد
شاعری سے کیا خود اپنی رسالت کو ردّ
نسبت شعر و کہانت نہ نبوت نبود
حق نما آئینۂ انت بامّی و ابی

میں محمد ہوں میں احمد ہوں یہ دعوی ہے ستم
آگ کی قینچی سے ہوں دست و زبان ایسے قلم
ہیں سخن فہم سخن گو تیرے آ گے سر خم
کچھ تعلّیٰ سے اگر ہیں کبھی کر بیٹھے رقم
ہے ہر اک معترف اس باب کا اے فخر و ندم
نسبت خود بہ سگے کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

آیا تصویر پرستی تھا مٹانے اسلام
اپنی تصویر کے بھی اس نے کھرے کر لئے دام
مدعی جب ہوا ابنیت حق کا یہ غلام
زلزلے آئے پڑے قحط وبا ہوگئی عام

رحمت عالمیان ہے تو نہیں اس میں کلام
نخل بستام مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شد شہرہ آفاق بہ شیریں رطبی

رفع عیسی سے غرض کے لئے ہو کر بے باک
منہ میں اپنے بھری انکار کی بدبخت خاک
آز دنیا میں ہوا سلب جو دینی ادراک
کہتا ہے خواب و خیال اس کو بھی ہو جائے ہلاک
رہ گئے چھوڑ کے جبریل امین بھی فتراک
شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

نہ وقوف عربی اور نہ ہندی کا شعور
بن کے پنجاب میں کذاب رسول اور مامور
عربی میں لگا الہام بنانے پر زور (جھوٹ)
کیسا شیطان نے بنایا اسے اندھا مغرور
یہ نہ سمجھا ہے زبان قوم کی مرسل کو ضرور
ذات پاک تو جو در ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

قادیانی ہے عجب! بکم عمی و اصم
کہ جمال اسکو نہ سوجھا ترا فخر عالم
حق نے بھیجا ہے مبشر ترا ابن مریم
تری ہی ذات ہے وہ احمد ہادی امم
تجھ کو حاصل ہیں جمال اور کمالات بہم
من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بو العجبی

حاجت خویش بغیر تو الٰہی نبرم
اے منت بندہ بہ لطفت کہ نرانی ز درم
بدرت سجدہ کناں باد شب و روز سرم
کہ پناہے نبود کز تو بجائے دگرم
آمدہ راغب و راہب بتو با چشم ترم
یارب آں بخش خضوع دلی از فضل و کرم
کہ دعائیم بتو باشد شغل نیم شبی

ہر دم ایمان بزیادت بود از قرآنم
بحدیث نبوی تقویت ایمانم
ربنا صلی علی روح مصطفیٰ خوانم

بزبان نام تو رانم بدلت یک دانم
ارجـــــــــعـــــــــی مژدہ رسانی بلب رضوانم
تو زمن راضی و یا رب ز تو راضی جانم
چوں کنم رحلت ازیں خانہ رنج و تعبی

جب کہ یارب میرا محشر میں نکالیں دفتر
قلم عفو گناہوں پہ مرے جاری کر
ردّ دجال و ثناء و صفت پیغمبر
اقــــــــــــرؤا سب سے کہوں دست یمیں میں لے کر
پھر کہتا ہوا پہنچوں بکنار کوثر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

ہم نے پایہ نہ زمانہ وہ ترا با برکات
دل تڑپتے ہی رہے ہجر میں تیرے دن رات
آفت و فتنہ تھی دجال زماں کی ہر بات
ہوتی کیا کیا نہ رہی سدّ رہ رشد و نجات
اب تو ماذون شفاعت ہے پئے مخلوقات
ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ ز حد مے گذرد تشنہ لبی

قادیانی کی تھی قسمت ہی نہ شاید اچھی
مغفرت گاہ نہ مانگی نہ کبھی توبہ کی
نہ دوا اس نے کوئی تیرے شفاخانہ سے لی
وحی گھڑگھڑ کے شریعت نئی جاری کر دی
نسخہء حق سے ہوئی تیرے شفاءِ سعدی
سیدی انت حبیبی و طبیب القلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

(مرقع قادیانی۔جون ۱۹۰۸ء)

امداد رحمانی فی کشف عقیدہ قادیانی

المقلب بہ

عقائد نبی پنجابی

(مولوی عبدالحی کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ (پنجاب) طبع لاہور۔ جولائی ۱۹۰۹ء)

بسم اللہ الر حمن الرحیم

لکھ لکھ حمد خداوند دا جس جونان کل بنائیاں
وچہ جنگل شہراں پربت نہراں وکھو وکھ وسائیاں
آسمان زمیناں دن چن ستارے قدرت نال بنائے
ہور گھاہ زراعت میوے رنگ برنگے خوب اوپائے
نہ اوہ ہاتھی دندوں ہے نہ تندوے وانگو جانی
نہ رانجھا نہ مرشد صورت نہ مہینوال پچھانی
بلکہ پاک خداوند پاک سبق پکاویں
اس سبقوں نہ لانبھے ہوویں وگدا جنت جاویں

فیر درود رسول اللہ جو نبی اساں ول آیا
ختم نبوت دا پھڑ چھٹا خلقت طرفے دہایا
مل سی مہر نبوت قیامت تیک نبوت تائیں
جو اس پر ختم نہ کرے نبوت سڑ سی دوزخ بھائیں
پھر لکھ درود اصحاباں آل اماماں ساریاں تائیں
ہور کل ایماناں والیاں مولی جنت بخشے جائیں
اس تھیں پچھے نویں پیغمبر والا حال سناواں
کل بھرانواں حال عقیدہ اسدا لکھ دیکھاواں
سنو بھراؤ قادیاں دے وچہ نواں پیغمبر ہویا
اوس مالی بدنی قوت لا کر دین لوکاں دا کھویا
قرآن حدیث خراب کرن تے اسنے زور لگایا
جماعت محمد دے وچہ اس نے بہت تفرقہ پایا
ظاہر کہے قرآن حدیث عقیدہ میرا یارا
وچوں دشمن کرے تاویلاں لعنت دا ونجارا
آکھے میں پیغمبر ختم نبوت ناہیں بھائی
ہن گئی نبوت قرشائی آئی تازی مغلائی
ایہہ مغلائی کوڑی چار دہاڑے فیری پاوے
فر وانگ مسیلمہ عنسی کھا طمانچے نس بھج جاوے
ایسا اگلے دعوے والیاں ہر گز زور نہ لایا
جیسا ظاہر مومن بن کر مرزے ویر کمایا

ہن اصل عقیدہ مرزے والا بھائیاں لکھ دکھاواں
مرزے دی تصنیفوں کڈھ کر صفحے نشان بتاواں
ہور اہل سنت دا مذہب بھی نالے دسّاں بھائیاں تائیں
شاید ایس خناسوں چھٹ کر آون سدّے راہیں

باب اول: درتنزیہہ باری تعالی

فصل اول

عقیدہ اہل سنت درتنزیہہ باری تعالی

چون چگون تھیں پاک خداوند ضد نہ اس دی کائی
نہ جز کل کسی دا ہوندا نہ کس نے ذات رلائی
نہ کسے دا پتر ہے نہ باپ کسی دا سائیں
شریک بھی اوس دا وچہ زمین آسماناں کوئی نائیں
نہ اوہ شکل کسی دی بن کر دنیا اندر آوے
کرے حکومت تختیں چڑھ کر دنیا شاہ سداوے

لا الہ دین کوکاں ماریاں ساری دنیا تائیں
سن کوکاں رب بندے دیاں للکارے کرن ندائیں
اللہ اکبر ہے رب وڈا غیر شریک نہ کائی
نہ عورت نہ پتر دھیاں نہ کوئی ساک ہمراہی
سلف خلف دا مذہب جو مثل خدا دے ناہیں کوئی
جو کوئی مثل ہونے دا دعوی کر سی کافر سوئی
وچہ کتب عقاید لکھیا مثل خدا جو کہے فلاناں
اوہ کافر ہویا مطلقہ عورت کر سی نار ٹھکاناں
اہل توحید خداوند تائیں پاک منزہ جانن
قائم مقام اولاد خدا نہ مثل خدا پچھانن
وچہ اگلے وقت جو اہل اسلاموں بول اجیہی کہندا
اہل شرع دیاں تعزیراں اوہ سر اپنے تے سہندا
ہن مرزے دا اعتقاد سنوں کن لا کر سبھ بھراؤ
ضد تعصب چھوڑو سدھے راہ رب دے ول آؤ

فصل دوم

اعتقاد قادیانی درتنزیہہ باری تعالی

مرزے کیہا خداوند میرا ہاتھی دندوں جانی
وچہ کتاباں اوس دیاں لکھیا ہرگز شک نہ آنی

صفحہ نشان کتاباں بھائیاں عاجز لکھ دکھاوے
تد جانن مرزے نوں تنزیہ ربانیوں بھلا جاوے

اصل الہام مرزا صاحب قادیانی:

رب غفر و رحم من السماء ر بنا عا ج ۔(براہین احمدیہ۔ص ۵۵۵)۔ترجمہ:اے رب میرے بخش مجھ کو اور میرے اوپر رحم کر آسمان سے ہمارا رب عاج ہے۔

اے رب بخش توں مینوں نالے رحم کریں آسمانوں
تے رب اساڈا عاجی ہے سب نال یقین پچھانوں
عاج دے معنی ہاتھی دند یا گوبر دساں بھائیاں
وچہ علم لغت کل ایہو معنی لکھے نال صفائیاں

مرزے دا رب ہاتھی دندوں یا گوبر تھیں بھائی
واہ تنزیہہ ربانی جاتی لعنت پوس خدائی
اس تھیں وڈا مرزے دا اک ہور طوفان سناواں
جس وچہ رب مجسم کر دکھلایا لکھ دیکھاواں

دیکھو توضیح المرام صفحہ ۷۹ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لئے تمثیل کے طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ ....ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تندوے کی طرح اس وجود کی تاریں ہیں جو صفحہ ہستی کے

تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ یہ وہی اعتقاد ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں ....ذریعہ سے ظہور میں لائے گا نہ کسی اور طرح سے۔

توضیح مرام کتاب اندر ہے مرزے نے فرمایا
جو رب خیال طور ہے مینوں وڈا نظری آیا
کئی ہزاراں پیر خدا دے ہتھاں انت نہ کائی
تے چوڑا لماں کوہاں تائیں تندوے شکل بنائی
تے کئی ہزارا ں تا راں نکلیاں رب دے و چو ں بھا ئی
تندوے وانگوں کھلر گیاں مکیں شک نہ کائی
فر حرکت تاریاں کنوں ارادے اپنی کل بھگتاوے
جے تاراں حرکت کرن نہ رب تھیں ... کجھ نہ آوے
دیکھو بھائیو کفر ایہدا رب تندوے شکل بنایا
پھر اس تے صبر نہ آیا اس نوں دوجا کفر ہولایا
پھر آ کھیا کجھ بن حر کت تاراں رب کر سکدا نائیں
ایسا اوس نکما رب بنایا سڑ سی بھائیں
او حی و قیوم جو کرے او کــــــــن تھیں ادا ہوجائے
اوس نوں لوڑ اسباباں ناہیں جمیا کون بتاوے
اس مرزے ایہ کفر ہولائے شرم نہ اس نوں آوے
نہ رب رسو ل دی حا جت اسنوں لو کاں لٹ لٹ کھاوے
وانگ نصاری ایہ بھی رب دا پتر منیاں بھائی
جیسیا وچہ توضیح دے لکھیا چھڈے کسر نہ کائی

پھر توضیح وچہ لکھیا میں ول وحی الٰہی آیا
قائم مقام اولاد دے مینوں میرے رب ٹھہرایا

انت منی بمنزلة اولادی۔ تو مجھ سے قائم اولاد کے ہے

رب کیہا اے مرزیا میرا پتر کوئی نائیں
تینوں میں ہن پت بناواں منکر ہوویں نائیں
شاید مرزے ملہم تائیں آکھیا ہو سی بھائی
میں پتر توں والد میرا شرم نہ مینوں کائی
جے توں میرا والد ہوویں کم میرا ہو جاوے
قادیان وچہ پت رب دا سن کر ہر کوئی میں ول آوے
پھیر چندے لاواں مال ودہاوان دنیا شاہ کہاواں
فرعون وانگوں پھر آکھیں پچھے رب اعلیٰ بن جاواں
فیر ہور اک مرزے کفر ہولایا شرم نہ اس نوں آئے
رب تھیں میں، رب میرے تھیں، ہے بکیا شک نہ کائی

دیکھو کتاب دافع البلاء صفحہ ٦: انت منی و انا منك۔

ترجمہ: کہا خدا تعالیٰ نے اے غلام احمد تو مجھ سے اور میں تجھ سے۔ یعنی تیری ذات میرے میں ہے اور میری تیرے میں ہے

یعنی تو ہیں میرا پتر مرزیا میں ہیں تیرا والد
یا میں پتر توں والد میرا سانجھا رہیا توالد

ہور زیادہ استھیں ودھ کر مرزے کفر ہولائے
وچہ ضمیمے آتھم والے دیکھو تاں شک جائے

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲ میں مرزا صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ میں خدا نے مجھ کو کہا ہے، اے غلام احمد

انت منی بمنزلة توحیدی و تفرید ی ۔

ترجمہ: اے غلام احمد تو مجھ سے قائم مقام توحید میری کے اور تفرید میری کے ہے۔

جس شئے پر مولا قادر ہے اوس مرزا قادر جانوں
جو رب کرے اوہ مرزا کر دا شک مرید نہ آنوں
بھل گئی خلقت رب نوں لبھن وچہ آ سا ناں سا رے
تے رب ہوراں نے قادیاں دیو چہ پا ئے محل چبا رے
مرزے شرم حیا گوایا جو چاہندا سو کردا
اوکھا ہو سی وقت حساباں جان دن آیا فردا
آپے کہے نصاری کافر عیسی پت ٹھہرایا
پھر آپے کو لکھے میں پتر امر ابنیت میں وہ آیا
جد بہت محبت بند ے دی رب اپنے نا ل ہو جا وے
کجھ ہر ج نہیں جو اس دے تائیں بیٹا آ کھیا جا وے
ایہ تثلیث ہے چنگی اس وچہ عیب نہیں ہے کائی
ہن مرزا بیٹا رب بن بیٹھا یا ہویا سودائی

تثلیث نصاری تائیں پہلے مرزے برا بنایا
فر جاتا اس وچہ قدر زیادہ او ہو دعوی چایا
ابن اللہ مرزا دل مرزائیاں دے و چہ جدوں سما یا
پھر مرزے نطفے ار ضی کولوں اپنا آپ چھڑایا
آکھیا میں زمینی نطفیوں پیدا ہویا ناہیں
باپ بناں میں پیدا ہو یا شک نہ کر یں کدا ہیں

دیکھوازالہ اوہام صفحہ ۶۵۹ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پس مثالی صورت کی طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے۔ پھر اگر ابن مریم نہیں تو اور کون ہے۔

مرزے کہیا مثالی صورت دے وچہ سنیو بھائی
میں عیسی بیٹا مریم دا ہاں شک نہ کریو کائی
بن باپوں میں پیدا ہو یا باپ میرا کوئی نائیں
عیسی بیٹا مریم دا سب جانوں میرے تائیں

دیکھوازالہ اوہام صفحہ ۶۷۴ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

پھر جب انسانیت پر فنا طاری ہونے کے وقت ایک ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی جس کا محض خدائے تعالی کے ہاتھ سے تولد ہونا جس کا آسمان پر ابن مریم نام ہے کیوں خدا تعالی کی قادریت اس ابن مریم کے پیدا کرنے سے مجبور ہوسکتی ہے۔ سواس نے محض اپنے فضل سے بغیر وسیلہ زمینی والد

کے اس ابن مریم کو روحانی پیدائش اور روحانی زندگی بخشی۔

دیکھو اوئے مرزائیو گرو تہاڈا کی فرماوے
وچہ ازالے کفر بو لیندا اس نوں شرم نہ آوے
پھر جد انسانیت تے وقت فنا دا ظاہر آیا
تد اک انسان دی لوڑ خداوند ہوئی ایہ فرمایا
جو بڑی ضرورت ہوئی مینو ں بیٹا اک بناواں
نطفے ار ضی وا لے کو لوں اس نوں دور ہٹاواں
بن باپوں میں اس دے تائیں پیدا کر نا چاہیا
ابن مریم ہے نام اس دا میں وچہ آسمان ٹکایا
تد ہ با ہجہ و سیلے با پ دے اس نو ں پیدا کیتا سائیں
ابن مر یم نا م تے قا دیا ں و چ دتیاں اس نوں جا ئیں
دیکھو بھائیو مرزا کیڈ دلیری باتاں کر دا
کیڈا جھو ٹ ہو لا یا اس نے ر ب تھیں نا ہیں ڈر دا
مر نا یاد نہ آوے اس نوں اک دن ہے مر جا نا
اینہاں کو ڑ یان گیا نوا لہ بد لہ اک دن اس نے پا نا
رب کہہ سی اے جھو ٹھیا کیوں توں دعو ی ا یڈا چایا
بیزار ہویوں کیوں نطفے ار ضیوں بن مریم اکھوایا
بن مریم نہ ہیسیں توں او ئے ہے سیں ابن گھسیٹی
کیو ں مادر نوں چھڈ یا توں اس کی بریائی کیتی

تے والد تیرا منیاں ہویا توں کیوں پھڑی بیزاری
میں پاک آ ہا کیوں بیٹا بنیو ں عقل تیری کیوں ما ری
توں کیتی ریس فر نگیاں دی او نہاں عیسی پت بنایا
تے ماں اوس دی جو پاک گنا ہوں عورت ر ب ٹھہرا یا
اینویں توں بن بیٹھوں میرا پتر شرم نہ آئی
مرزائیاں تینوں سچا جاتا توں ہیں پت الٰہی
پھر رب کہے اے مر زیا سنے مریداں دور ہو جاؤ
توں پت بنیو ں تے اینہاں بنا یا دو ز خ ڈیرے لاؤ
مثالی عیسی بننے خاطر مرزے زور لگایا
لکھ کتاباں ہور اخباراں ملکان وچہ ہولایا
غلام مرتضی با پ اس دا ہے جا نن لو کی سارے
عیسی باپ نہ کو ئی پھر کیو ں شلوں نعرے مارے
کیوں پیو تھیں ایہ منکر ہویا لوگو اس سمجھاؤ
یا ہویا ایہ پاگل اس دی جلد دوا کراؤ
یا دنیا لٹن کارن ہویا پیئو تھیں ایہہ انکاری
لٹ لواں پھر پیئو بنا کر کرساں تابعداری
شان عیسی قرآن اندر رب کئی جگہ فرمایا
ماؤں پتر نوں دنیا اندر رب نشان بنایا
نشانی او ہ جو اوس دے وا نگو ہور نہ پائی جاوے
پھر ایہ کیوں تا ویلاں کر کے لو کاں نوں بھر ما وے
باپوں منکر ہونا اس دا عجب نہیں کجھ بھائی

اول آدم بنیاں فر نوح طرفے پھیری پائی
پھر ابراہیم تے یوسف موسیٰ بن لوکاں دکھلایا
پھر عیسیٰ بننے کارن اس نے سارا زور لگایا
آیتاں ہور حدیثاں جو حق حضرت عیسیٰ آئیاں
خود عیسیٰ اس بننے کارن کر تاویل اوڑایاں
فیر اس نے صبر نہ آیا کہے محمد مینوں جانوں
میں دوجی جون محمد بنیاں شک نہ دل وچہ آنوں
فر بھی صبر بھی نہ آیا کہیا کرشن اوتار میں آیا
بن کر میں کرشن پیغمبر ہندواں طرفے وہایا
یعنی مہدیوں عیسیٰ عیسیوں پھر محمد جونے آیا
سنیاں جدوں محمدیاں میں سو سو لتّر لایا
فیر کرشن او تار میں بن کر پرتیا طرف ہنوداں
او نہاں بھی سو پھکڑے لائے منیاں نہ مر دو داں
ہن عزت میری دنیاں دے وچہ دس دی نائیں کائی
لائق ہے گل رسی پا کر مر جاواں ہن بھائی
دھّن مرزا دھّن جمن والی جس ایہ بچہ جایا
نقلاندے وچہ کل نقالیاں اوتے غالب آیا
دعویٰ ایسے قرآن حدیث تے عمل میرے ہیں سارے
تے لم یلد ولم یولد ہیں بیٹھا جا کنارے
لم یتخذ ولدا دیکھو رب نے ہے فرمایا
یعنی میں ہاں پاک اولادوں وچہ قرآن بتایا

رب رسو ل دا خو ف نہ اس نوں اس تھیں بچو بھراؤ

نہ قدر خدا رسول کتاباں جاتا مرزے بھائی

نہ قہر قہاروں ڈریا کفراں والی گھٹڑی چائی

ایسا اگے کوئی نہ گذریا جس ایہ دعوی رچایا

معلوم ہویا جو لٹن کارن اس نے سانگ بنایا

ڈریو ڈریو اس تھیں بھائیو نیڑے اس نہ جاؤ

ایہ اوصاف دجالے رکھ دا اس تھیں بچو بھراؤ

ہن بس کر عبد الحی ہے کافی اتنا دانیاں تائیں

عقیدہ دیکھ مخالف اس دا پویں نہ پچھے راہیں

باب دوم: اوصاف قرآن مجید

فصل اول: عقیدہ اہل سنت نسبت قرآن مجید

الحمد لله الذی انز ل علی عبده الکتا ب و لم یجعل له عو جا۔سب صفت واسطے اللہ کے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور نہیں کی واسطے اس کے کجیائی

سب تعریف اوس اللہ دی جو ما لک دھر ت اسماناں

جس بھے جیا نبی محمد او تے ایہ فر قا ن خزانہ

تے ایس قرآن دے اندر اس نے کیتی نہ انگیائی

جو پڑھ سی اوہ سدھا رہ سی دونی ملے کمائی

یـا ایھـا الـنـاس قد جاء کم بر ھان من ر بکم و انز لنا الیکم نورا مبیناً ۔ترجمہ
اے لوگو آئیں تمہارے پاس تمہارے رب سے دلیلیں اور اتارا ہم نے تمہاری طرف نور

ھو الذ ی انز ل الیك الکتا ب منه آ یا ت محکما ت ھن ام الکتاب و ا خر متشا بھـا ت فـا مـا الـذیـن فی قلو بھم ز یغ فیتبعون ما تشا به منه ابتغا ء الفتنه و ابـتـغـا ء تـا و یـلـه و مـا یعلم تاو یله الا الله و الرا سخو ن فی العلم یقو لو ن آمنا به کل من عند نا و ما یذ کر ا لا او لو ا لا لبا ب۔

ترجمہ: اللہ وہ ذات پاک جس نے اتارا تیری طرف کتاب کو بعض اس سے آیتیں محکم ہیں اور وہی ہیں مغز کتاب اور دیگر متشابہات واسطے طلب کرنے فساد کے اور ان کی تاویل کی اور نہیں جانتا اس کی تاویل کو کوئی سوا اللہ کے اور جو لوگ علم میں ثابت قدم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور یہ تمام ہمارے پروردگار سے ہے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر صاحب عقل

اوہ اللہ جس نے نبی اوتے ہے ایہ کتا ب اوتاری
بعضیاں آیتاں محکم اس وچہ کھلیاں مالک باری
اوہ اصل کتاب احکام الہی آئی بندیاں تائیں
تے آیتاں ہور جنہاں متشابہ آکھیا مولی سائیں
جنہاں دے دل ڈنگے متشابہ دے مگر لگیندے
تاویل تے فتنہ آیتاں تھیں اوہ ہر دم ہیں کریندے
تاویل انہاں دی اللہ باجوں ہور نہ جانے کوئی
جو کوئی ڈھونڈ تاویلاں کردا بھلاّ جانو سوئی

تے اہل علم جو پکے علموں کہن ایمان لیائے
ہر ایک حکم خدا و ند تھیں جو ساڈی طرف پہنچائے
رب نے کہیا نصیحت میری مندا نائیں کوئی
مگر اوہ جنہاں نوں رب تھیں عقل عنا یت ہوئی
مالک لکھیا بندے میرے منن آیتاں تائیں
تے جنہاں ندے دل ڈنگے ہوئے اوہ مندے نائیں
اوہ کر تاویل انہاں دے معنی الٹے ہور بناون
اپنی غرض نکالن وچوں دین ایمان گواون
اہل علم ربانی بعضے اس امت وچہ جیتے
اونہاں محکم تے متشابہ منیاں فتنے طلب نہ کیتے
ہن اہل علم ودیائی مخالف گر تاویلاں پیندے
او نہاں ربدا حکم نہ منیا ں ہر گز دو زخ جا ندے دیند ے
جویں قادیانوالے مرزے ٹھیکہ تاویلاں دا چایا
اپنی غرض نکالن کارن حکم خدا بدلایا

قل لئن اجتمعت الا نس و الجن على ان يا توا بمثل هذا القرآن لا يا تون بمثله و لو كا ن بعضهم لبعض ظهيرا ۔

کہہ اگر انسان اور جن جمع ہو کر اتفاق کریں اس بات پر کہ اس قرآن کی طرح اور قرآن لائیں، نہ لا سکیں گے وہ، اگرچہ بعض انکا بعض کی مدد کرے

جن انسان جے رل کر سا رے مثل قرآن بناون
توں آکھ محمد کدی نہ بنسی بھاویں زور لگاون

جد نفی خدا نے کیتی کون اوہ خاکی مادر جایا
دعویٰ کرے جو میں بھی مثل قرآن، قرآن بنایا
مثل قرآن بناون کارن کتنیاں زور لگائے
اوڑک کجھ نہ بنیاں ہو شرمندے منہ لوکائے
حق قرآن بھراؤ محکم آیتیاں عمل کماؤ
رب سپرد کرو متشابہ مگر نہ اونہاں جاؤ
جد نور مبین ہدایت رحمت سدیا اس نوں بھائی
پھر کون کہے جو گلاں گندیاں کیتیاں پاک الٰہی
توبہ ایہ گل کوئی نہ کہندا مگر جو بھلّا راہوں
اوس خوف الٰہی دلوں نکالیا ردّ ہویا درگاہوں
ایس عقیدے تے جے مویا دوزخ اندر جاوے
اوتھے پولے کھاندیاں وار نہ آوے نکوئی آن چھڈاوے
اے بھائیو نہیں امید حیاتی موت نے پھیرا پانا
اہل سنت دا مذہب پکڑو مگر تاویل نہ جانا

فصل دوم

عقاید قادیانی نسبت پاک کلام ربانی

بابت ایس قرآن عقیدہ مرزے آکھ سناواں
جیویں کتاباں اس دیاں وچہ لکھیا کڈھ دیکھاواں

سنوں بھراؤ مرزے جیہا نہ اگے جمیاں مائی
جس نے اوپر کلام ربانی انگل عیب ٹکائی
معجزے نبیاں دے جو رب نے وچہ قرآن بتائے
اوہ نال ارادے ربدے سبہ اس عمل الترب ٹھہرائے
جتھہ معجزہ ذکر کیتا اس جا گہہ اذن اللہ فرمایا
یعنی معجزہ ایہ پیغمبر والا اذن میرے تھیں آیا
مرزے لفظ باذن اللہ ول تکیا ناہیں بھائی
دتا بدل تاویلوں شعبدہ بازہ لکھ دیکھائی
پھر اس تے صبر نہ آیا مرزے ہور طوفان اٹھایا
رب وچہ قرآن کلاماں گندیاں کیتیاں لکھے ہو لایا

دیکھو ازالہ اوہام میں مرزا صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں:

قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

مرزے آکھیا ایہ قرآن ہے سخت زباناں تولے
فحش بے ہودہ دیکھو کیسا کفاراں نوں بولے
وڈا احمق تھیں احمق بھی جانے ایہ گل بھائی
جو وچہ قرآن دے گندیاں گلاں کیتیاں پاک الٰہی
یعنی وچہ قرآن دے ایسے کلمے لوکیں جانن مندے
بلکہ احمق کند فہم بھی اونہاں جانن گندے

فیر آ کھیا ایس زمانے دیوچہ پایاں جنہاں دانائیاں
او نہاں سخت زبا نی ایس قر آنے سن انگلیاں منہ پایاں
واہ وا مرزیا مسلمانی تیری نظری آئی
یہود نصاری تھیں ودہ چلسوں کسر نہ چھڈی کائی
ایہ قرآن جو نور ہدایت اس وچہ گند بتاویں
نکل گیوں توں دین نبی چوں مسلم اجے کہاویں
واہ وا توں اس نور ہدا یت دی ہے عزت جاتی
دن دن وچہ گمراہی وڑیوں ڈبی تد حیاتی
قرآن اتے اعترا ض نہ مرزے کیتا ہے ایہ بھائی
بلکہ اوپر پاک خداوند جس سبہ خلق اوپائی

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۲۷ میں قادیانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

قرآن شریف میں ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں۔

مرزے کیہا ولید مغیرے نوں رب گالیاں دیوے
جو ظا ہر لفظ قبیح تے گندے وچہ قرآن پڑھیوے
دیکھو بھائیو پاک کلام دے حق مرزا فرماوے
جو اس وچہ گندیاں باتاں قہر الہوں نہ ڈر کھاوے
دسو بھا ئیو ایس عقیدے وا لے تائیں اہل شرع فر ما ون
دائم الحبس تے درّ ے یا اس دیسوں باہر کڈ ھا ون

جے توبہ کرے نہ کافر ہو یا گردن ماریا جاوے
فر حاکم اہل شرع دا اس مرداران وچہ سٹاوے
مسیح رہیا ہن مرزا یا اوہ کافر ہویا بھائی
جد پاک کلام نوں گندا آکھیا فرق نہ رکھیا کائی
اجے بھی مسلمان سداون بھٹہ پیا اوہ ٹولا
ایہ اسلاموں خارج ہوئے مارو سر پر پولا
مرزے نالوں جن چنگے جو سن کر مسلم ہوئے
او نہاں آکھیا اسیں ایمان لیائے کفر دلاں تھیں دھوئے
پر ایسا قرآن نہ سنیا اگے اس تھیں کائی
ایہ طرف ہدا یت سدے لو کاں رحمت بھریا بھائی
نہ اس وچہ فحش تے سخت کلامی بھریا عین صواباں
جس اس پڑھیا اوہو تریا چھٹیا کنوں عذاباں
ایک لنگر رب دا آسماناں تھیں گھلیا رب دا آیا
دھن بھاگ بھلے اوس انس جس نے ایس امام بنا یا
ایہ احسن ہے حدیث بھراؤ جس پڑھیا سو تریا
تے جس نا پڑھیا جانوں گلیا دوزخ اندر وڑیا
دیکھو جنّاں جس دم سنیاں کہیا ایمان لیائے
مر زے نالوں جن چنگے جنہاں دل تھیں کفر گوا ئے
ایہ پڑھ کر صـــــم بـــــکـــــم ہویا پھر بھی صبر نہ آیا
آپ بھی گلیا لوگ بھی گالے حکم خدا بدلایا

مرزے آکھیا قادیاں وچہ رب میتوں نبی بنایا
پیغام الہی مثل نبیاں میری طرفے آیا

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۷ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا تو اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا میرے بھائی صاحب مرحوم غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھتے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریباً من القادیان ۔تو میں نے سن بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔تب انہوں نے کہا یہ دیکھو، لکھا ہوا ہے۔تب میں نے نظر ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان۔

دیکھو کیڈا کوڑ خدا پر مرزے جڑیا بھائی
آکھیا کشفوں بھائی مرتضی ڈٹھا تک نہ کائی
کیا دیکھاں جو بھائی میرا وچہ قبر دے پڑھدا
پھر پڑھ دیاں پڑھ دیاں سنیا چند الفاظ تلاوت کردا
یعنی انا انزلناہ قریباً من القادیان پڑھیا
باغو باغ ہویا دل میرا اس تھیں سن کر اڑیا
جد مردے بھائی کنوں ایہ آیت سنی حیرانی آئی
پھر خود دیکھی لکھی ہوئی شک نہ رہیا کائی

یقین ہویا رب قادیاں تائیں دتی عزت بھاری
مکے ہور مدینے سنگ رلایا مالک باری
دیکھو ہویا دلیر ایہ مرزا رب تھیں ڈر دا ناہیں
وچہ قرآن رلا دے کو ڑاں سڑ سی دوزخ بھائیں
ایہ قرآن محمد تے جو آیا میریو بھائی
اس وچہ آ یت نظر نہ آئی مرزے گھروں بنائی
یا دو قرآن ہو سن ایہ زندیاں خاطر گھلیا سائیں
تے دوجا مردیاں خاطر آیا لیاوے شبہ تدائیں
قر آن جو مر دیاں وا لا شا ید آ یت اس و چہ ہو وے
غلام قادر نوں آکھو جا کر شائد اٹھ کھلووے
یا ہور قبر وچہ بھالو تا اوہ لفظ تسانوں آوے
ایہ کو ڑ طوفان جو رب پر جڑیا شاید دور ہو جائے
تے پاک نبی فرمایا جو رب اتے کوڑ ہولاوے
کہے رب کہیا جو رب نہ آ کھیا، لعنت رب اس آ ئے
و لا تلبسوا الحق والی آیت تائیں دیکھو بھائی
باطل نال نہ حق ملاؤ آکھیا پاک الٰہی
مرزے حق نوں باطل نال ملایا سنیوں لوکو
اوہ دوزخ بنے دوڑیا جاندا جلدی اس نوں روکو
پھر مر زے آ کھیا قو ل میرے نو ں نص صریح پچھا نوں
جو نص صریح تھیں منکر ہویا اس نوں کافر جانوں

مرزا ئی کہن جے کہیا نہ مر زے اوہ بھی کڈ ھ دیکھا واں
جس جگہ ایہ لکھیا مرزے صفحہ نشان بتاواں

اخبار الحکم نمبر ۴۲ جلد ۳ صفحہ ۵ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء
حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) کا الہام نص صریح ہے۔ اور نص کا منکر کافر ہوتا ہے۔

حضرت اقدس قادیانوالے منہ تھیں جو فرماوے
اوہ عین قر آ ن یا مثل قر آ ن پچھا نوں شک نہ آ وے
مرزائیو دیکھو گل اقدس دی مسلم اج کہاؤ
لائق چپنی پانی پا کر سارے ہی مرجاؤ
ظاہر مرزا کہندا میرا قول قرآن پچھانوں
جو قولوں منکر کافر ہویا مسلم اوس نہ جانوں
واہ واہ مرزیاندی دلیری رب تھیں ڈریوں ناہیں
ر ب دے نا ل مقا بل ہو یو ں سڑ سیں دو ز خ بھا ئیں
کیا ایویں ہور امام مجدد گلاں کردے آہے
جیویں توں لک بنھ مخا لف ہویو ں گپے کو ڑ دوڑھا ئے
کون امام جو غلطیاں کڈھ قرآنے اوس د یکھایاں
تے کیہڑا مثل پتر رب بنیا آئیتاں کس پر آئیاں
تے کس نے اگلیاں نبیاں تائیں عیبی کر دکھلایا
تے کس نے مہدی عیسی بن کر دنیا نوں بھرمایا

تے کیہڑا عیسی ہور حسینوں بہتر بنیاں بھائی
تے معجزیاں تھیں منکر کیہڑا کس اخبار چلائی
تے کس نے چھاپ کتا باں تا ئیں ملکا ں وچہ ہو لا یا
تے کون بروزوں نبی محمد بن دنیا وچہ آیا
تے قبضہ خود کس لکھ کر دتا عورت اپنی تائیں
تے کس نے محل چو با رے پا ئے با غ مکا ن سرا ئیں
تے کیہڑا جس نے طاقت ہو ندیاں مکے حج نہ کیتا
تے کیہڑا جس نے چندہ لا کر مال جمع سی کیتا
تیرے جیہا نہ ہویا اگے خلقت وچوں کائی
جو ہویا اس دنیا تن طلاقاں دتیاں بھائی
توبہ کر ہے ویلا مرزیا ورنہ پچھو تاویں
او تھے دنیا کم نہ آ وے تیرے رو سیں تے کر لا ویں
ایہ نا ئی ڈو م بھی رو ون جیہڑ ے تا بع تیرے سا رے
جد بنھ کر مشکاں ڈھوئے جا سن مالک دے در با رے
تابعداراں مرزے دا ہے اڈا قدر ودھایا
نبی ولی بھی پچھے چھڈے رب دا پت بنایا

دیکھو ازالہ اوہام کا صفحہ ۵۳۸ جہاں لکھا ہے:

اقوال سلف وخلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں

سلف خلف دے قول تمامی حجت ہر گز ناہیں
تے میرا قول صحیح تے سچا منوں اس دے تا ئیں

اخبار الحکم نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۰ء میں لکھا ہے:

جس حدیث کو میں صحیح کہونگا وہی صحیح ہوگی اور جو معنی قرآن کے میں کرونگا وہی صحیح ہوں گے۔

مرزے کہیا امام اصحاب جو گذرے اگے پیا رے
اوہ میرے فہم لیاقت تائیں مول نہ پہنچن ہارے
جنہاں رازاں نوں میں سمجھاں اونہاں سمجھ نہ کائی
صرف اوہ معنی ظاہر جانن باطن خبر نہ کائی
میں باطن کل قرآن پچھاناں بہت تمامی جانا
اصحاب امام نہ جانن جس نوں جانے کون ملانا
جس نوں میں صحیح کہاں اس تائیں صحیح پچھانو
تے جسنوں غلط کہاں میں اسنوں غلط تے ساقط جانو
آؤ بھائیو مرزے دی گل کن دھر سنیوں سارے
کیڈا فخروں چوڑا ہویا کیڈے پیر کھلارے
ابوبکر عثمان عمر ہور علی بہادر بھائی
ہور کل امام اصحاب تمامی خبر قرآن نہ کائی
ہور کل مفسر اہل حدیث نہ راز قرآنی پایا
ہور ولیاں قطباں ساریاں تائیں ملکہ فہم نہ آیا
جد اونہاں سمجھ قرآن نہ آئی مرزے کتھوں پائی
شاید اس دے رب عاجی نے اس نوں آن سکھائی
معلوم ہویا جو مرزا معنی کرے کلام ربانی
اوہو رب رسولوں ثابت ناہیں گھڑ دا گپ پچھانی

ایہ کو ڑوں کپے روہڑ ے ہو ئے و چہ صرا فا ں بھائی
کو ڈی جتنا قدر نہ پاون گا ہک نہ بن دا کائی
صراف جنھاں دے ہتھ کسوٹی دین محمد والی
اونہاں مرزے دی ٹکسال ملمے والی کڈھ دکھالی
فر آکھیا اونہاں صرافاں لو کو سنبھل قدم ٹکائیو
ایہ طلائی سکہ بنیاں نیڑے ایس نہ جائیو
اوہ ٹکسال محمد والی اس نے ہے بدلائی
اندر سکہ باہر ملماں اوپر مہر لگائی
پھر مہری سکہ دس لو کاں نوں دینوں ایس بدلایا
دیکھن وچہ اوہ سوہنا مٹھا اندر زہر رلایا
ایہ مہری سکہ اس دا دیکھ نہ بھلیو تسیں بھراؤ
صرا فاں کو لوں کھو ٹ کڈ ھاؤ نیڑے ایس نہ جاؤ
محمد اہل سنت دا نبی قرآن کتاب پچھانوں
مرزا یاں مر زا نبی کتا ب انہاں براہا ن ہے جا نوں

دیکھو اخبار الحکم نمبر ۳۸ جلد ۴ صفحہ ۱۱ مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کہتا ہے:
جس طرح قرآن کریم کی مکی آیتوں میں وعدے اپنے منطوق ومفہوم کے موافق پورے ہو کر اس امر کا قطع ثبوت ٹھہر گئے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اسی نمونہ پر براہین احمدیہ کے الہامات اپنے مفہوم و منطوق کے مطابق نکل کر اس امر کا قطعی ویقینی ثبوت ٹھہر گئے کہ لاریب وہ بھی اسی طرح خداتعالی کا کلام ہے۔

الحکم اندر دیکھو مرزائیو کیسی چھال چلائی
اس چھالو ں اپنے گو ڈے لنگر گیا جہانوں بھائی
اس آ کھیا جدوں قرآنی وعدے پو رے ہو ئے سا رے
ثابت ہویا کتاب الٰہی کون اوتھے دم مارے
ایسے طر ح برہانی وعدے پورے ہوئے بھائی
ایہ بھی حق کتا ب پچھانوں رب دی طر فوں آئی
دیکھو بھائیو مرزے نے برہان ہے آپ بنائی
پھر آکھیا ایہ کتاب آسمانی متھے رب لگائی
وچہ قر آ ن جو وعدے رب نے دتے حضرت تائیں
او نہاں وعدیاں تائیں حضرت او تے پورا کیتا استا ئیں
تے وچہ برہان جو مر زے آ کھیا وعدے رب فر ما ئے
انہاں وچوں اک نہ پورا ہویا بلکہ الٹ دسائے
جے وعدہ رب ہو ندا تا آ تھم و چہ میعا دے مر دا
تے احمد بیگ بھی لڑکی اپنی کتے نکاح نہ کردا
تے عورت اس دی لڑ کا جم دی لڑکی جم دی ناہیں
تے وعدہ دوجے حمل نہ دیندا حکم ہو ندا جے ساہیں
تے احمد بیگ داماد سنے نہ وچہ میعادے مویا
محمد بخش لاہوری بھی نہ موت نشانہ ہویا
تے مولوی محمدحسین بٹالوی نالے تبّتی بھائی
ترا ئی سال انہاندی زند گی رہ سی مر زے نے فرمائی

ایہ وچہ میعاد نہ موئے ہر اک زندہ حمد پکارے
تے مرزا کالا منہ جس عاجی اپنے رستے لارے
فر آکھیا سولاں برس خدا نے میری عمر ودھائی
اجے اگلی تھیں کچھ باقی آہا قبرے فیری پائی
سنگ احمد بیگ دی دختر مرنوں پہلے عقد پڑھاوان
اوہ رب مینوں بخشے اس تھیں اپنا جی پرچاواں
اوہ اجے زندہ مرزا حرص نکاح دی کردا مریا
محمدی ہتھ نہ لگی اوس نوں وچہ حیاتی اڑیا
جے ایہ الہام خدا تھیں ہوندے ہرگز ٹلدے ناہیں
ہر اک اپنے موقعہ اندر قائم کردا سائیں
پر ایہ الہام نہ رب تھیں آئے مرزے دلوں بنائے
یا اسدے رب عاجی نے اس نوں کوشش نال سکھائے
دیکھو حال رسولاں جن پر وحی الٰہی آوے
جو کچھ وعدہ ہو یا گھڑی نہ اگے پچھے پائے
قرآن کتاب اخیری اس تھیں بعد کتاب نہ آوے
ایہ کامل دین تے نعمتاں پوریاں رب سچا فرماوے
ایہ لنگر آساناں تھیں آیا مومن لٹن سارے
پھر اکثر عمل کماون چل بہشتیں کرن گذارے
تے جنہاں دے دلجندرے وجے کفر انکارون بھائی
ایہ کتاب نہ بھاوے اونہاں اس تھیں پھڑن جدائی

جیویں مرنے تے مرزائیاں رل کراھیا متا پکایا
ہن ایہ قرآن پرانا ہویا عمل نہ جائز آیا
پھر اساڈے مر زے نے اک نواں قرآن بنایا
واہ واہ اور قرآن عجیبہ نام برہان ٹکایا
جو کوئی اوس پر عمل کما وے موت طاعون نہ پا وے
د نیا دے و چہ غنی ہو جا وے بھکھہ نہ اس نوں آ وے
شرط عمل جو چندا گھلے ورنہ عامل ناہیں
شرط پوری تے اوہ بھی عامل بنے مرید تداہین
اوہ قید شرع تھیں فارغ ہویا حاجت عمل نہ کائی
اوہ و گدا جنت دے و چہ جا وے روک نہ اس نو ں کا ئی
اس کارن جو درجے اوچے دتے میںنوں سائیں
آدم نوح تے موسی عیسی سدیا میرے تائیں
فر پا ک محمد کر کے میںنوں لو کاں طرف پہونچایا
جو کوئی تابع ہو سی اس دا شان سوایا
کتھے پاک محمد بلکہ ؟ کر شن اوتار بھی بنیاں
تھوڑی کسر رہی فر رب جبار ایہ بنیاں تنیاں
ایس عقیدے والے تائیں کافر شرع بتاوے
جے شا ہ اسلام ہو وے تا اس نو ں او پر دار چڑ ھا وے
کر لئے مرزیا جو کچھ کرنا اوڑک نوں مر جانا
ایہ دو کان نہ جاری رہ سی اوڑ ک خاک سماناں

الیہ الہام شیطانی تیرے نال قرآن رلاویں
توں نال کتا ب الٰہی تلیں شر م نہ دل و چہ لیاویں
ایہ پاک کلام الٰہی اس دی شان گئی آسمانی
توں اس دے نال ملا ویں گپاں جو اہلا م شیطانی
ایہ چن بد ر دے وا نگو ں چمکے روز قیامت تائیں
تیریاں گپاں چار دہاڑے اوڑ ک رہسن ناہیں
اگے تد تھیں کتنے نال قرآن مقابل ہوئے
اوڑ ک کجھ نہ سریا اونہاں ترلے کر کر موئے
او ڑ ک توں بھی او نہاں وانگ شکار اجل بن جا ویں
اپنا بوجھ تے تابعداراں سر دے اوپر چاویں
کر توبہ ایس عقیدے کولوں ورنہ پچھو تاسیں
جد وچہ دربار خداوند مالک حاضر کیتا جاسیں
کتھے گیا مسیلمہ عنسی جنہاں دعوے چائے
قرآن رسول مقابل ہوئے رب نے مار گوائے
ہور کتناں دین قرآن دا اتے حملے کیتے بھائی
رب حملہ او نہاں نہ چلن دتا ساریاں بیخ اٹھائی
اوہ رب نہ بھائے مار گوا ئے ٹر گئے دھکے کھا ندے
او نہاں نا م نشا ن نہ با قی ر ہیا قبریں پئے کر لا ند ے
باہجہ محمد کر ے جو دعوی اوہ دجال بھراؤ
اوس دوزخ والی پھاہی اڈی نیڑے اود نہ جاؤ

ہن بس کر عبد الحی ہے کا فی اتنا بھائیاں تائیں
فر شتیاں بابت جیویں عقیدہ مرزے آکھ سنائیں

باب سوم: بیان عقیدہ اہل سنت بابت فرشتیاں

فصل اول: عقیدہ اہل سنت بابت فرشتیاں

سنو بھراؤ حال فرشتیاں والا لکھ وکھاواں
جیوین نا ل قر آ ن حد یثا ں ثا بت ہد یہ کراں بھرا وا ں
رب ایہ مخلوق بنا کر وچہ آسمان زمین کھلارے
جیویں وچہ قرآن خداوند ذکر کیتا کئی وارے

الحمد لله فا طر السما وات و ا لا ر ض جا عل الملا ئكة رسلاًاو لی اجنحة مثنی و ثلا ث و ر با ع یز ید فی الخلق ما یشا ء ان الله علی کل شئی قدیر ۔

ترجمہ: سب شکر واسطے اللہ کے جو پیدا کرنے والا ہے آسمان کا اور زمین کا اور کرنے والا فرشتوں کا صاحب دودو، تین تین اور چار چار پروں کا۔ زیادہ کرتا ہے پیدائش میں جو چاہتا ہے تحقیق اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔

شکر کرو اوس اللہ دا جس ست آسمان بنائے
تے ست زمیناں دا پانی پر قدرت نال ٹکائے

فر وچہ انہاندے ملک بنائے صاحب پران بھراؤ
بعضیاں دو دو وانگ پرندیاں شک نہ مول لیاؤ
تے بعضیاں تن یا چار بنائے زیادہ کرے جو چاہے
اوہ ہر شئے اوپر قادر خالق اس نوں کون ہٹائے
معلوم ہویا جو ملکاں والی رب مخلوق بنائی
رب دی کرن عبادت نہیں تاثیر کواکب بھائی
شکل اپنی وچہ اکثر رہندے کدی اوہ شکل وٹاون
جد حکم الٰہی ہووے کول پیغمبر رب دے آون

کما قال اللہ تعالیٰ:

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم المكرمين۔ اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما۔ قال سلام قوم منكرون۔ فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين ۔ فقربه اليهم قال الا تاكلون۔ فاوجس منهم خيفة ۔ قالوا لا تخف و بشروه بغلام عليم ۔فاقبلت امرأته فى صرة فصكت وجهها و قالت عجوز عقيم۔ قالوا كذلك قال ربك انه هو الحكيم العليم ۔ قال فما خطبكم ايها المرسلون۔ قالوا انا ارسلنا الى قوم مجرمين ۔ لنرسل عليهم حجارة من طين۔

کیا آئی تیرے پاس بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت کیے گئے ۔جب داخل ہوئے اوپر ابراہیم کے کہا انہوں نے سلام ہے، کہا سلام ہے، تم قوم ناپہچان ہو۔اس کے بعد ابراہیم اپنے گھر کی طرف پھرا۔پس ایک بچھڑا موٹا خوب بھون کران کے پاس لایا، اوران کے آگے رکھا۔تم کیوں نہیں کھاتے ۔تب ابراہیم نے ان سے خوف کیا.کہا مت ڈرہم فرشتے ہیں۔اورخوش خبری دی انہوں نے ابراہیم کوایک لڑکے کی ۔پس ابراہیم کی عورت حیران ہوکراپنے منہ پر ہاتھ مارکر، کہا کہ

میرے گھر کس طرح بیٹا ہوگا اور میں بہت بوڑھی ہوں۔انہوں نے کہا اسی طرح کہا ہے تیرے پروردگار نے۔وہ حکمت والا جاننے والا ہے۔بعدہ ابراہیم نے کہا اے رسولو! تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا ہم لوط کی قوم کی طرف، جو مجرم ہیں، ارسال کیئے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر پتھر کی مار کریں۔

قادیان والے نے فرمایا سنیوں سارے بھائی
فرشتہ ناہیں کوئی ایہ تاثیر ستاریاں آئی
فیر آکھیا جے کر ہے تا کوئی وچہ زمین نہ آیا
نا اوس شکل وٹائی ہرگز پیر زمین نہ پایا
ہن شکل و ٹاکر ملکاں آون بھایاں لکھ دکھاواں
جیویں قرآن حدیثوں ثابت ہدیہ کراں بھراواں
وچہ قرآن کہیا رب اے محمد کیا توں جانے
جو پاس خلیل پروہنے آئے عزت دار سیانے
اونہاں آسلام بلائے ابراہیم جواب الایا
فر جلدی لحم البقر پکا کر اونہاں پاس لیایا
اونہاں نہ کھادا حیرت آئی شاید دشمن ہوون
ایسے کارن طعام میرے نوں نہ کھاندے نہ چھوون
جد ابراہیم نوں خوفوں بھریا دیکھیا ملکاں بھائی
اونہاں آکھیا ابراہیم نوں نہ ڈر توں ہاں اسیں ملک الٰہی
اسیں رب دے گھلے ہوئے تین ول لے سنیہیں آئے
اک پتر تینوں دے سی مولا عزت دانش پائے

جد ملکاں تھیں خوش خبری ابراہیم دی بیوی پائی
میں عورت بڈھی پت کیویں ہو سی منہ پر دھپڑ لائی
ملکاں آکھیا رب تیرے نے اینویں ہے فرمایا
جو چاہے اوہ اوس نوں کردا مشکل اوس نہ آیا
فر ابراہیم نے آکھیا کیوں تسیں آئے ملکاں تائیں
آکھیا لوطیاں پاپیاں طرف گھلیا سانوں سائیں
ہن پتھر مار اونہاں اک نہ چھڈساں باقی
پنڈاں ڈھا ویران کریساں رہ سی کوئی نہ باقی
جد ابراہیم نے سنیاں آکھیا حال کی مسلماناں
ملکاں کہیا نہ غم کر اسیں بچاساں اہل ایماناں
فر ابراہیم تھیں رخصت ہو کر ملک الٰہی سارے
لڑکیاں شکل بنا کر لوط پیغمبر کول سدھارے
نے لوطی آگے سکدے ہن کوئی لڑکا سوہنا آوے
مجلس ساڈی تتی ہووے ہر اک مزہ اٹھاوے
جد لوط دے گھر وچہ سنیاں اونہاں منڈے سوہنے آئے
خوشیوں نچدا بندا ہر اک لوط دے گھر ول جائے
جد جمع ہوئے تے لوط نے آکھیارب تھیں ڈرو بھراؤ
ایہ مہمان آئے گھر میرے عزت اینہاں نہ لاہو
او نہاں آکھیا اسیں نہ مڑ ساں ہن تو کر لے جو کرنا
ایسا مزہ نہیں وچہ دنیا اس تھیں اساں نہ مڑنا

پھر ہو حیران کھلوتا لوط پیغمبر پیش نہ جاوے
انہاں لڑکیاں آکھیا نہ ڈر نبیا کون تیرے ول آوے
دیکھ اونہاں سبھناں دے تائیں پل وچہ مارگواساں
بچہ کچہ کجھ نہ رہسی نام نشان مٹاساں
فر ملکاں رب دیاں اونہاں اوتے پتھر خوب وریائے
کہاون مار تے دوڑن لوطی پیش نہ کوئی جائے
فیر پکڑ فرشتیاں بستیاں اونہاں سو مندیاں کیتیاں بھائی
ہوئیاں ڈھیر مٹی دی دسیاں نام نہ رہیا کائی
ہن کر انصاف بھراؤ دیکھو مرزا منکر ہویا
آکھے ملک نہ دنیا دے وچہ آیا پٹھا مویا
قرآن اندر حق مریم دے وچہ رب سچے فرمایا
مریم پاس فرشتہ شکل بندے دی بن کر آیا

قال اللہ تعالی: فتمثل لھا بشراً سویاً
مریم کے پاس فرشتہ آدمی درست کی شکل بن کر آیا

فیر مریم کہیا پناہ خدا دی کون توں ایتھے آیا
میں ننگی ایتھے نہاون لگی شرم نہ ہرگز لیایا
اس آکھیا اسیں نہیں انسان نہ شہوت ساڈے تائیں
میں تینوں پتر بخشن آیا گھلیا مینوں سائیں
مریم آکھیا کتھوں پتر انگ کسے نہ لایا
نہ بدکاری ہوئی میں تھیں نہ میں عقد پڑھایا

کہیا فرشتے اینویں مریم آکھیا رب نے مینوں
میں باجھ مرد دے مسّ کرن تھیں پتر دیساں تینوں
باپ بنا میں پیدا کرکے لوکاں نوں دکھلاواں
جو میں قادر، نہیں روک کسے دی پیدا کراں جو چاہواں
فتـــــــمثـــــــل تائیں دیکھو صورت بندے بن کر آیا
لے پیغام فرشتہ رب تھیں مریم پاس سدھایا
نال پیراں دے ٹردا ٹردا ملک الٰہی بھائی
مریم دے ول آیا اوس سنایا حکم الٰہی
فر مریم نال فرشتے گلاں کیتیاں وانگ انساناں
حکم الٰہی پورا کرکے ٹر گیا مرد رباناں
اے منکر جے اجے نہ سمجھیں ہور بھی لکھ دیکھاواں
اس عربی بوتل عطری وچوں کڈھ کر تدہ سونگھاواں

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ: ا ذ تستغیثو ن ر بکم فاستجا ب لکم انی ممد کم با لف من الملا ئکۃ مر د فین ۔

ترجمہ: جب تم فریادرسی کرتے تھے اپنے رب سے پس قبول کیا تمہارے لئے تمہارے رب نے اور مدد دی تم کو ساتھ ہزار فرشتوں کے...

اذ یـو حی ر بك الی الملا ئكة انی معكم فثبت الذين آ منوا سالقی فی قلو ب الذين كفروا الر عب فا ضر بوا فوق الا عناق و ا ضر بوا منهم كل بنا ن

ترجمہ: جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کیا اور کہا، اے فرشتو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مومنوں کو خوب مضبوط رکھو۔ یعنی بزدل ....میں بھی کافروں کے دلوں میں خوف ڈال دونگا۔ اے

میرے فرشتو ان کافروں کو ایسی چالاکی سے مارو ...ان کی گردن اور ہاتھ کاٹ ڈالو۔اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی ہے۔

وچہ جنگ بدر جو لڑن فرشتے وی انہاں ول آئی
اے ملکو موموناں ثابت رکھو خوف نہ لیاون کائی
میں کافراندے دل رعبوں بھرساں ڈر ڈر نسن سارے
مارو سر کفاراں اتے تیغاں دے للکارے
اے ملکو رب رسول دے دشمن چن چن مارو سبھے
وچہ میان نہ تیغاں کریو جد تک کافر لبھے
دیکھو بھائی ملک الہی وچہ دنیا دے آئے
رل موموناں نال لڑائی کرکے کٹک کفار بھجائے
وجود فرشتیاں حق پچھانوں وچہ دنیا بھی آون
رب تھیں لے پیغام فرشتے نبیاں طرفے جاون
ہور وچہ حدیثاں ذکر فرشتیاں کئی جاگہ وچہ آیا
جیسا وچہ بخاری مسلم پاک نبی فرمایا

عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ... طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر و لا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ و وضع کفیہ علی فخذیہ ، فقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام۔فقال رسول اللہ ﷺ، الاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و تقیم

الصلوة و توتی الزکوة و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیه سبیلا ۔قال صدقت ۔ فعجبنا له یساله و یصدّقه۔ قال فاخبرنی عن الایمان۔ قال ان تومن بالله و ملائکته و کتبه و رسله و الیوم الآخر و تومن بالقدر خیره و شره۔ قال صدقت۔ قال فاخبرنی عن الاحسان۔ قال ان تعبد الله کانك تراه ۔ فان لم تکن تراه فانه یراك۔ قال فاخبرنی عن الساعة ۔قال ما المسؤل عنها باعلم من السائل۔ قال فاخبرنی عن اماراتها۔ قال ان تلد الامة ربتها، و ان تری الحفاة العراة العالة رعاء الشاء، یتطاولون فی البنیان۔ قال ثم انطلق فلبثت ملیّا ۔ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل۔ قلت الله و رسوله اعلم۔ قال فانه جبریل اتاکم یعلمکم دینکم ۔ رواه مسلم ۔(رقم حدیث۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ کہا اس نے ہم ایک دن حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اچانک ایک آدمی اجنبی ...آیا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور بال نہایت سیاہ تھے ہم کو اس پر کوئی نشان سفر یعنی گرد وغبار نہ معلوم ہوتی تھی اور ہم سے کوئی اس کو پہچانتا بھی نہ تھا یہاں تلکہ حضرت ﷺ کے پاس دوزانوں بیٹھا اور دونوں زانو حضرت کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ حضرت کے زانوؤں مبارک پر رکھ دئے اور سوال کرنا شروع کیا۔ کہا اے محمد خبر دے مجھ کو اسلام سے۔ کہا حضرت ﷺ نے اسلام یہ ہے کہ گواہی دے تو اس بات کی کہ اللہ ایک ہے اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا رسول ہے اور قائم کر نماز کو اور ادا کر زکوۃ کو اور روزے رکھ رمضان کے اور حج کر بیت اللہ کا اگر طاقت رکھتا ہے۔ کہا سائل نے سچ کہا۔ تو راوی نے کہا ہم نے بڑا تعجب کیا اس کے سوال اور تصدیق سے (یعنی سائل وہ ہوتا ہے جو نہیں جانتا اور تصدیق وہ کرتا ہے جو جانتا ہے) پھر اس نے کہا خبر دے مجھ کو ایمان سے کہا حضرت ﷺ نے ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور فرشتوں کے اور کتابوں کے اور رسولوں کے اور دن قیامت کے اور ایمان لا، تو ساتھ تقدیر کے خیر اس کی کے اور شر

اس کی کے۔ کہا اس نے سچ کہا تو نے۔ پھر کہا خبر دیجئے مجھ کو احسان سے۔ کہا حضرت ﷺ نے احسان یہ ہے کہ تو اپنے پروردگار کی ایسی عبادت کرے کہ تو اس کو دیکھتا ہے ورنہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ پھر کہا اس نے خبر دے مجھ کو قیامت کب آئے گی۔ کہا حضرت نے سائل سے مسئول اچھا نہیں جانتا۔ یہ کہہ کر اس نے...خبر دے مجھ کو قیامت کے نشانوں سے۔ کہا قیامت کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ گولی (لونڈی) اپنے مالک کو جنے۔ اور جن پر کپڑا نہ ہوتا تھا اور پاؤں ننگے ہوتے تھے وہ بڑے بڑے محل تیار کریں گے۔ یہ باتیں پوچھ کر وہ سائل چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت ﷺ نے عمرؓ سے کہا کیا جانتا ہے تو وہ کون شخص تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا اللہ اور رسول اچھا جانتے ہیں میں نہیں جانتا پھر حضرت ﷺ نے کہا یہ نو وارد سائل فرشتہ جبریل تھا تمہارے پاس اس لئے آیا تھا کہ تم کو دین کے حکم سکھائے۔ روایت کیا مسلم نے حدیث کو۔

عمر کہیا اسیں پاس نبی دے بیٹھے بھائی
اک بندا رب دا پاس اساڈے آیا شک نہ کائی
اوس کالے وال تے چٹے کپڑے سفروں گرد نہ کائی
تے ساڈے وچوں کوئی نہ جانے کون کوئی ایہ راہی
فر گوڈے اپنے نال نبی دے گوڈیاں بیٹھ ملائے
تے پاک نبی دیاں پٹاں اوتھے اوویں ہتھ ٹکائے
پھر کہیا مسافر حضرت میں کراں سوال تسانوں
کی اسلام ہوندا کس آکھن دسیں پتہ اسانوں
نبی کہیا اسلام گواہی دیویں اک رب سائیں
پھر نبی محمد سچا جانی پڑھیں نمازاں تائیں

روزے رکھ رمضان مہینے نالے دیہہ زکوتاں
حج کریں جے طاقت ہووے رب تھیں لئیں براتاں
پھر آکھیا اس نے سچ کیہا توں اساں حیرانی آئی
اول سائل پھر تصدیقوں واہ وا کہندا بھائی
پھر آکھیا اوس ایمان کی ہندا یا حضرت فرماویں
حضرت آکھیا اول اللہ نال ایمان لیاویں
پھر نال رسولاں ملکاں ہور کتاباں نالے یارا
نیکی بدی اندازہ اس تھیں نالے حشر دہاڑا
پھر آکھیا احسان کی ہندا دسیں پاک نبیا
نبی کہیا کر بندگی رب دی ہو کر صاف صفیا
پھر آکھیا نشان قیامت کیہڑے اے حضرت فرمائیں
حضرت نبی کیہا جاں گولی جمے مالک اپنے تائیں
یعنی گولیاں تھیں اولاد ہوسی پھر اوہ مالک ہو جاسن
مالک بن کر ماواں اوتے اپنا حکم چلاسن
تے ننگے بھکھے محل بناون دنیا شاہ سداون
جدی پشتی دولتانوالے سب غریب ہو جاون
پھر اپنیاں گلاں پچھ نبی تھیں ٹر گیا مرد الٰہی
حضرت آکھیا عمر دے تائیں جانے کون ایہ راہی
عمر کہیا نہ جاناں کون ایہ کتھوں ہے آیا
رب رسول پچھانن اس نوں دسدا مرد پرایا

حضرت آکھیا جبریل فرشتہ سی ایہ بھائی
دینی علم سکھاون کارن گھلیا پاک الٰہی
مسلم والا حضرت عمروںؓ ایہ حدیث لیایا
جو ملک الٰہی ٹردا ٹردا پاس نبی دے آیا
فرشتے آون دنیا تے رب سئے جگہ فرماوے
وچہ حدیثاں آون جاون ملکاں نبی بتاوے
پر جنہاں دے دل جندرے وجے قہر الٰہوں بھائی
انہاں قول محمد بھلا نہ بھاوے ڈبے وچہ گمراہی
اہل سنت دا مذہب ایہو جو ملک الٰہی آون
پیراں نا اوہ ٹردے ٹردے نیکاں طرف سداون
ہن جے کر کہو تا مذہب انہاں مریاں تساں سناواں
مرزے دی تصنیفاں وچوں کڈھ نشان دیکھاواں

فصل دوم

اعتقاد قادیانی بابت نزول برزمین ملائک ربانی وانکار از وجود آن

مرزے قادیاں والے کیہا فرشتہ کوئی نہ آیا
اصلی شکل یا نقلی دے وچہ دنیا پیر نہ پایا

اوہ اپنی جاگہ نہ چھوڑن ہرگز نہ دنیا تے آون
روح ستاریاں دی اوہ جانوں نکوئی شکل وٹاون
ہن ملکاں کنوں ہویا انکاری مرزا قادیاں والا
جیویں کتاباں اس دیاں وچوں دساں کڈھ حوالا

دیکھومرزائیو !توضیح المرام حصہ دوم صفحہ ۲۹۔۳۱ میں تمہارے گروجی مرزاصاحب قادیانی تحریرفرماتے ہیں:

کہ محققین اہل اسلام ہرگزاس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کےساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کرزمین پراترتے ہیں اور یہ خیال بہ بداہت باطل بھی ہے کیونکہ اگر یہی ضرورہوتا کہ ملائک اپنی اپنی خدمات کی بجاآوری کے لئے اپنے اصل وجود کے ساتھ زمین پراترا کرتے تو پھران سے کوئی کام انجام پذیرہونا بغایت درجہ محال تھا۔

حصہ دوم کتاب توضیح تے صفحہ ۲۹ بھائی
مرزے اپنی امت تائیں عقلی بات سنائی
اہل اسلام نہ قائل ملک الٰہی ٹر کر آون
نہ اوہ بندیاں وانگوں ٹر کر پیر زمین تے پاون
جو کہے فرشتے آئے اوس عقیدہ خوب نجانوں
اصلی ایہ جو ملک نہ کوئی قائل ہوا پچھانوں
ہن دسو مرزائیو کیہڑے اہل اسلام اوہ آئے
جیہڑے ملک نہ آنوں قائل مرزا مینوں فرمائے

جے اہل اسلام مراد جماعت نبی محمد جانے
تاں ایہ گل باطل او نہاں عقیدہ آون ملک ربانی
تے جے کر اسلام مراد ہے نیچری یا مرزائی
ایہ بھی ٹھیک نہ کفروں فتوی لگا وچہ خدائی
سچی بات ایہو جو مرزے گھر دا مذہب بنایا
عدم نزول دا قائل اس حزب اسلام ٹھہرایا
اہل اسلام پیارے جنہاں نبی قرآن پچھاتا
اونہاں مرزے والیاں گلاں پولے نال نہ جاتا
قرآن حدیثوں ثابت ملک الٰہی دنیا اندر آئے
اونہاں دلوں بجانوں قول نبی دا منیاں وٹ نہ پائے
ایہ نیچرائی پھر مرزائی قائل ملک نہ کائی
بن اسلامی ظاہر انہاں خلقت بہت پھٹائی

توضیح مرام کے صفحہ ۶۸ میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں۔ انہیں خدمات کے موافق جو اس کے نیر سے لئے جاتے ہیں، سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے، نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے)۔

دیکھو پہلے منکر ہو کر آکھیا ملک نہ آئے
دیگر قول توضیحوں قائل ہو مرزا فرمائے

ملک الٰہی لے سنیہا کول پیغمبر آون
اثر پیغمبر اوتے سٹن شکل نہ مول دکھاون
ایہ گل مرزے والی جانو کوڑی میریو بھائی
نال وجود فرشتیاں آون شک نہ ہرگز کائی
غار حرا وچہ پاس نبی دے ملک الٰہی آیا
اوہ اصلی شکل اپنی وچہ آ پیغام خدا پہنچایا
جد بعد لڑائی خندق کیتی نہاون نبی تیاری
اک اسوار گھوڑے دا آکر عرض حضور گذاری
یا حضرت ہو اسوار شتابی یاراں نوں فرماؤ
اوپر گھڑیاں انہاں یہوداں چل کر گھیرا پاؤ
اسیں تمامی گھوڑیاں اتوں ہرگز لتھے ناہیں
ہیں جبرئیل تے ہور فرشتے گئے اوتھائیں
پھر سن کر نبی فرشتے لے خوش خبری رب تھیں آئے
تے منڈیاں سوہنیاں شکل بنا کر لوطیاں طرف سدھائے
تے مرد شکل بن ملک الٰہی مریم پاس جاں آیا
اوس پتر ہوون دا کل قصہ بن باپوں فرمایا

مرزا صاحب قادیانی توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ میں تحریر کرتے ہیں:

اس وقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھ دیتا ہے۔ تب جیسے اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار

ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب تم نہایت مصفی آئینہ اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو موافق دائرہ مقدار اس آئینہ کے تمہاری شکل کا عکس بلاتوقف اس میں پڑے گا۔ یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا بلکہ اس جگہ رہے گا جہاں رہنا چاہیے صرف اس کا عکس پڑے گا۔

توضیح المرام صفحہ ۳۲۔۳۳ میں مرزا صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب ان کو دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے اور بہ حکمت کاملہ خداوند تعالی زمین کی ہر یک مستعد چیز کو اس کے کمال مطلوب تک پہنچانے کے لئے یہ روحانیات خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔

توضیح مرام کے صفحہ ۳۰ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدا تعالی کی طرف سے مقرر ہے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔

دیگر جگہ توضیح مرام میں مرزا صاحب یوں فصیح لسانی سے گویا ہیں:

جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اسکا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر استعداد اثر ڈال رہا ہے۔ صفحہ ۵

دیکھو کبھی فرماتے ہیں فرشتہ کوئی نہیں، اور کبھی کہتے ہیں ستاروں کی تاثیر ہے کبھی کبھی کہتے ہیں عکسی طور پر اثر پڑتا ہے کبھی کہتے ہیں اپنے ہیڈ کوارٹر کو چھوڑتا ہی نہیں

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شائد کچھ خبط ہو گیا ہے یا ملہم کا یہی حال ہو گا، واہ وا مرزا صاحب قادیانی

تمہارا دین اور نہ ایمان۔ اب تو آمنت با لله و ملا ئکته بھی یاد نہیں رہا۔

مرزے کہیا مثال فرشتیاں تساں سناواں بھائی
جیسا سورج اپنی جاگہ کردا ہے روشنائی
سورج دی تاثیروں ہر شئے دہرتی فائدہ پاوے
ایویں ملکاندی تاثیروں ہر شئے حظ اٹھاوے
مرزے دے نزدیک فرشتہ ہرگز کوئی ناہیں
صرف تاثیر ستاریاں دی ہے بھلا پیا کوراہیں
پھر آکھیا ہر اک ملک الٰہی جس جاگہ وچہ رہندا
اوس جاگہ تھیں اگے پچھے مول نہ اٹھدا بہندا
پھر آکھیا جبریل فرشتہ سورج وانگوں بھائی
سورج اوس دی جاگہ اس وچہ رہندا کر روشنائی
اوس جگہ وچہ بیٹھا کل جہان تاثیر پہنچاوے
اوس جاگہ نوں کدی نہ چھڈے نہ دنیا تے آوے
ہن دسو مرزائیو مرزا سنت عمل کماوے
یا اوہ فلسفیاں معتزلیاں دے وچہ دھسدا جاوے
ملک الٰہی دنیا آون رب رسول بتاندا
تے مرزا قول خدا نبی دا کر تاویل اوڈاندا
پھر اس دے تائیں مہدی ہور مجدد تسیں بناؤ
انصاف کرو مرزائیو مرزے وانگ نہ بھلے جاؤ

سدھا راہ نبے دا جانوں بنھ قطاراں ٹورو
بن تاویل قرآن حدیثاں منوں مکھ نہ موڑو
مرزا اصلی بھل گیو ہے فلسفیاں ول دھایا
عقلی قول انہاند ے لے کر وکھرا مذہب بنایا
فلسفہ تے معتزلی منکر معجزیاں تھیں بھائی
اینویں مرزا تے مرزائی منکر شک نہ کائی
قبر حساب تے حشر نہ ہوسی کل معتزلی کہندے
ایہو قول انہاں مرزا ئیاں سنگ او نہاں دے وہندے
تے ملک نہیں جے ہیں تا دنیا ہر گز پیر نہ پاون
قول ایہو معتزلیاں گر انہاں مرزائی جاون
پھر ایس عقیدے والے تائیں نبی امام ٹھہراؤ
قرآن حدیث دے دشمن تائیں پیش امام بناؤ

باب چہارم درنبوت انبیاء
فصل اول

عقیدہ اہل سنت درنبوت انبیاء

سنو بھراؤ حال رسولاں لکھ کر تساں سناوان
اہل قرآن حدیث دا مذہب واضح کر سمجھاواں

نشان نبوت معجزیاں دے گھلیا اونہاں تائیں
ہور پاک کتاب تے غلبہ قوت ختم نبوت تائیں
نہ اوہ شعبدہ بازی تے نہ ہتھ بناوٹ سی بھائی
بلکہ اوپر صدق نبوت قدرت رب دیکھائی
حقو حق پکاریا اونہاں جیویں اللہ فرمایا
دین اما نت رب دی لوکاں رتی فرق نہ پایا
اوہ چن بدر دے وانگوں چمکے دنیا دے وچہ بھائی
دور کیتا ایہ کفر ہنیرا جس روشنائی پائی
جے جھوٹے عیبی ہوندے رب کیوں نبی بناندا
تے جے کر جھوٹ خدا پر بنھدے پل وچہ مار گواندا
پر ایہ گل مول نہ آہی سب اوہ سچے بندے پیا رے
دے اما نت رب دی لوکاں جنت طرف سدھا رے
اہل سنت ایمان لیاون مذہب نال رسولاں
تے لکھ لکھ صلوتاں آکھن رب دیاں مقبولاں
آدم تھیں تا عیسی تیک پیغمبر جتنے بھائی
ساریاں نال ایمان لیاون جانن نبی الٰہی
تے تابعداری پاک محمد کردے فیر کراندے
تابعداری ہور نبی دی طرف نہ منہ پرتاندے
اس کارن جو نبی اخیری گھلیا مالک سائیں
ختم نبوت ہوئی اس پر شان گیا اس گاہیں

بعد محمد نبی نہ کوئی دنیا دے وچہ آوے
لا نبــــــی بـــــعـــــدی دیکھو پاک نبی فرماوے
حضرت کہیا نبوت میرے پچھے ہرگز ناہیں
جو دعوی کرے نبوت کافر جانوں اس دے تائیں

فصل دوم
عقیدہ قادیانی بابت پیغمبران

ودعوی پیغمبری خود کردن وتوہین کردن پیغمبران

آؤ اوئے مرزائیو جلدی کرکے دیر نہ لاؤ
مرزے دعوی نبی بنن دا کیتا جے سن جاؤ
شاید آکھو اوس نہ آکھیا آؤ تساں بتاواں
مرزے دی تصنیفاں وچوں کڈھ نشان دیکھاواں
نبوت والا دعوی پہلے لکھ دکھاواں بھائیاں
پھر توہین جو نبیاں کیتی لکھاں نال صفائیاں

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۵ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

ھو الذی ار سل رسو لہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کر ہ الکا فرو ن ۔ درحقیقت...مسیح بن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔

وچہ ازالے مرزے آکھیا سنیوں سارے بھائی
مینوں رب رسول بنا کر گھلیا طرف لوکائی
میں سچا دین حقانی لے کر لوکاں طرفے آیا
نام میرا بن مریم کل دنیا پر میرا سایہ
ایہ آیت حق محمد سرور اللہ نے فرمائی
جو نال نبی رب وعدہ کیتا پورا کیتا بھائی
پھر کل عرب نے دین قبولیا فتح نبی نوں آئی
رب دنیا اوپر غلبہ دتا حضرت پاک الٰہی
کل ملکاں وچہ دین نبی نوں غلبہ دتا سائیں
ایہ غلبہ ایویں جاری رہ سی اوڑک دنیا تائیں
تے مرزے آکھیا آیت ایہ حق میرے رب فرمائی
میرے دین نوں قوت دے سی اوپر دین لوکائی
ہن دسو جس دن دا ہے مرزے اس دعوی نوں چایا
کیہڑے دین نے غلبہ پایا کیہڑا دین ودہایا
یہود نصاری ہندو مسلم ہور مذاہب سارے
اگے تھیں ایہ دین نبی دے ہو گئے دشمن بھارے
بلکہ جیہڑے دین نبی وچہ اگے آہے بھائی
انہاں دے وچہ مرزے ویر عداوت ڈہاڈی پائی
دسو کیہڑی قوم ہے اس دے نال ایمان لیائی
تے کیہڑے دیس یا شہر گراں پر اس نے نصرت پائی

ہاں اک دن فوج کشی کر مرزا طرف لاہورے آیا
میں ہاں نبی پیغمبر رب دا لوکاں آن سنایا
جد لوکاں سنیاں جاتا بعد محمد نبی نہ آوے
ایہ جھوٹا پاگل ایسا مارو پھیر نہ پھیری پاوے
فر سیالکوٹ دی طرفے مرزا دہاوا کرکے آیا
لوکیں جانن حال جو گذریا واہ وا غلبہ پایا
ایسے طرح ہزاریں تھائیں مرزے آیاں ہاراں
کھا شکست گھراں نوں پرتیا نالے پیاں ماراں
مہدی ہور مسیح مجدد مرزے مول نہ جانوں
نال نشاناں نہ ثابت ہویا اسے دجال پچھانوں

دیگرالہام مرزا صاحب قادیانی بردعوی نبوت:

توضیح مرام: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے کیونکہ خداوندتعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ہوتا ہے۔

مرزے کہیا محدث ہو میں اس امت ول آیا
جو اوہ بھی نبی خدادا ہوندا وحیوں رتبہ پایا
رب اس نال کلام کریندا غیبی امر بتاوے
وانگ نبیاں وحی الہی اس دی طرفے آوے

سو مینوں اونہاں وانگوں نبی بنا کر گھلیا سائیں
طرف توہاڈی منوں ورنہ جھلو سخت سزائیں
واہ وا نبی اساں ول آیا جو اوس وحی بتائے
ایسا دخل شیطانی اس وچہ اک نہ پوری پائے

دیگر الہام کے موافق، لوح ازالہ اوہام پر لکھا ہوا ہے:

مرسل یزدانی و مامور حضرت رحمانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

واہ مامور تے مرسل دیکھو لوکو مرزا آیا
جس نے ملک پنجاب دے تائیں گھت فساد ہلایا
مامور من اللہ اوہ جس طرفے خبر خدا تھیں آوے
ساڈا امر ضروری خلقت تائیں نبی پہنچاوے
اوہ خبر من اللہ وچہ دنیا دے جلدی روشن ہووے
شک شبہ نہ کوئی کردا ہر کوئی من کھلووے
ایہ خبر اجیہی مرزے تائیں بعد محمد آئی
جس نے وچہ جماعت محمد دیروں دھوم مچائی
یار یاراں دے دشمن سکّے سکّیاں پاس نہ بہندے
چھڈ اطاعت پاک محمد مرزا مرزا کہندے
اگلیاں نبیاندے جو تابع نوروں روشن ہوئے
ایس نبی دے تابع خالی چندے بھر بھر موئے

دیگر الہام بر دعویٰ نبوت۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳۔

خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی

مرزے کیہا کتاب جو رب نے میری طرف اتاری
میرا نام مقرر امتی کیتا اس وچہ باری
پھر نبی بھی اس وچہ آکھیا نال پیاراں پاک الٰہی
میں ہاں نبی نہ جھوٹا جانوں منوں سارے بھائی
جھوٹھا کیوں کہیے سب پاپڑ ویلے اس مغلائی
یا ہن گورے ڈر سی یا رب کہسن ایہ مرزائی

دیگر الہام ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷: ہمارا گروہ سعید ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندہ کو (یعنی مرزا) قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔

ساڈا ٹولہ چنگا جنہاں مرزا نبی پچھاتا
چندے گھلے بن مرزائی ادنا ساڈا جاتا
رب آسماناں والے مینوں کرکے نبی پونچایا
انہاں مرزایاں نے میرا چنگا قدر ودھایا
تھوڑی کسر رہی جے جیواں اوہ بھی کڈھ دکھاواں
مینوں نبی انہاں نے منیا رب بھی کہن مناواں

دیگر الہام بر دعویٰ نبوت۔ انجام آتھم صفحہ ۵۳۔

پاک وہ جس نے اپنے بندہ (مرزا) کو رات میں سیر کرائی

انجام آتھم وچہ دیکھو بھائیو مرزے نے فرمایا
وچہ اک رات دے رب میرے نے مینوں سیر کرایا
سیر محمد کولوں منکر ہویا خواب بنائی
تے اپنا سیر اخباریں چاہڑ ہو لایا کر وڈیائی
سیر آسمان جے کہیے ایہ بھی منن وچہ نہ آوے
کیوں جو سیر محمد نصّوں ثابت خواب بناوے
سیر زمین بھی معلم لوکاں جو اس دے سنگ بیتی
وچہ سلکوٹ یا شہر لاہور جو خدمت خلقت کیتی

الہام دیگر: انجام آتھم صفحہ ۵۵۔
تجھے خوش خبری ہے اے احمد (یعنی مرزا) تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے

خوش خبری تینوں اے احمد توں بھیتی دوست میرا
توں ہر دم ساتھی ہیسن ساتھ نہ چھڈا تیرا
دیکھو کئی ہزار پیغمبر ساتھی کوئی نہ بنیاں
رب قادیان وچہ آ ساتھی لبھا واہ گھسیٹی جنیاں

الہام دیگر: انجام آتھم صفحہ ۵۵: میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا

رب کیہا اے مرزیا تینوں میں امام بناواں
انگریزی جنٹل میناں تائیں تیری طرف جھکاواں
یا اوہ ملاں جو روٹی خاطر پنڈاں وچہ پھریندے
پکڑ قرآن نصیحت کر دے پھر دے بھکھ منگیندے

یا نائی ڈوم تے موچی دھوبی پنڈاں دے وچہ رہندے
ایہ روٹی خاطر پئے تکلیفاں لوکاں طرفوں سہندے
جد ایہ اون انہاں تائیں کھانا خوب کھوائیں
ایہ بھکے مردے کھاسن پھر جو چاہیں سو منوائیں
تے چندے تھیں کجھ حصہ دیویں ملاں جھڑے آون
اوہ لالچ طمعوں بیعت تیری ملکاں وچہ کراون
ایہ عاجز پنڈاں دیوچہ رہندے فاقیوں وٹ چپساں
پیٹ بھراون ٹبر پالن تینوں دیون سیساں
جد بیعت ہوئی لوکاں مرزا پیش امام بنایا
تد مرزے لالچیاں مرزائیاں ہور طوفان ستایا

الہام دیگر انجام آتھم صفحہ ۵۵:
(اے مرزا قادیانی) تو ہمارے پانی میں سے ہے۔

توں پانی ساڈے تھیں ہیں دل وچہ شک نہ لیاویں
میں رب دے پانیوں پیدا ہویا لوکاں آکھ سناویں

ہاں آکھیا مرزے ثابت ہویا رب جماع کریندا
ایسے کارن ابنیت دے دعویوں دم مریندا
توبہ توبہ ایہ گل جھوٹی ایہ الہام شیطانی
اوہ ہر اک عیبوں پاک منزہ لا شریک پچھانی

الہام دیگر انجام آتھم صفحہ ۵۵: خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔

عرشوں رب سنیہاں گھلیا نبی پنجابی تائیں
میں ہر دم تیریاں صفتاں کردا رجّاں ہرگز ناہیں
آدم تھیں تا احمد تائیں نبی جو گذرے بھائی
صفت انہاں ہر جا گہہ لکھی وچہ کلام الٰہی
مرزا بھی ہن گیاں جڑ کر ریس انہاں دی کردا
کھوٹا کھریاں وانگوں وچہ صرافاں نہ تردا

الہام دیگر انجام آتھم صفحہ ۶۸ و ۶۰: نبیوں کا چاند (مرزا قادیانی) آئے گا۔

رب کہیا چن کل نبیاں دا لوکاں طرفے آوے
نبی تمامی مدہم دسّن جاں او چمک دکھاوے
واہ وا چمک دکھائی چندر وچہ پنجابیاں بھائی
وہ بھین بھرا واں خو یشاں یاراں پائی چمک جدائی

جس دن دا اس چن نبیاندے قدم پنجابے پایا
شرم حیا تے زہد سخاوت لوکاں دلوں گوایا
جد زیادہ چمکیا چن نبیاں دا پیا ہنیر جہاناں
کال وباواں خلق اوجاڑی ہو گئے پنڈ ویراناں
یا رب جلدی ایس قمر نوں وچہ کسوف لیاویں
ایسا چن نہ فیر دوبارے دنیا وچہ چڑھاویں
واہ وا چن نبیاندا چڑھیا نام محمد بھائی
اوس کل ہنیرے دنیا وا لے کڈھ گھے کر روشنائی
اوہ چن بدر چمک دا رہ سی روز قیامت تائیں
بدلوں یا کسوفوں اس دا چانن رک سی ناہیں

دیگر الہام مرزا قادیانی: و ما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔
خدا نے کہا میں نے تجھ کو اے مرزا سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر جہان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

میں بھیجیا تینوں رحمت کر کے مرزیا طرف لوکائی
رب کہیا چل جلدی لوکاں وچہ بن نبی الہی
جد آئی رحمت لوکاں کال طاعو نوں خوب ڈرایا
جو چندا بھر سی بیعت کر سی اس نوں خوف نہ آیا
واہ وا رحمت آئی اللہ جلدی ایس گواوے
ایہہ رحمت کوڑی تہّے نالوں سانوں مول نہ بھاوے

الہام دیگر انجام آتھم صفحہ ۷۹: انی مر سلك الی قو م مفسدین۔
میں نے تجھ کو قوم فسادی کی طرف رسول بنا کر ارسال کیا ہے۔

رب کہیا اے مرزیا تینوں میں رسول بناواں
قوم فسادی طرفے تینوں کر کے نبی پونچاواں
آؤ بھائیو مرزا ہو کر نبی تساں ول آیا
نال سب نوں کیوں اوس نے مفسد تساں بنایا
ہاں امتیاں کہندا میرے تائیں سچا نبی پچھانوں
میں کل نبیاں تھیں بہتر ہو کر آیا مینوں جانوں
فر کل نبیاں دے معجزیاں نوں عمل الترب بتا وے
آدم نوح تے ابراہیم تے موسیٰ بھی بن جا وے
پھر عیسیٰ، فیر محمد کہے بروزی ہو میں آیا
فیر کرشن اوتار میں بنیاں لوکاں وچہ ہولایا
فر کہے فرشتے ہر گز ناہیں قبر حساب نہ کائی
قر آن اندر رب گند یا ں گلاں کیتیاں شک نہ کا ئی
فر میں ہاں مہدی عیسیٰ آکھے منّوں میرے تائیں
ہور نشان قیامت سارے منّون ہرگز ناہیں
جد سنیاں اساں رسالت اوسدی جسول اساں بولائے
قرآن حد یث جو اس مخا لف کر تا ویل اوڑاوے
اساں قول اوس دے نوں چاہڑ میزان محمد پر تلوایا
مچھر دے پر جتنا وزن نہ اوس دا نظرے آیا

پھر نالے پرچے چندے والے لکھ کر اوس پہنچائے
اساں جاتا ایہ ہے جھوٹا ایس دکان فریب رسائے
اساں بیعت اوس دی منی ناہیں مفسد اساں بنایا
پھر ایہ الہام شیطانی آپ بنا کر لکھ ہولایا
تے جنہاں بیعت کیتی ہو دل تنگ دلی تھیں کہندا
ایہ چندا ڈوم دی گھوڑ یوں وا نگوں مگروں اساں نہ لہندا
پھر آکھیا چھڈو بیعت اس دی جھو ٹا اس نوں جا نوں
نا ایہ مہدی نا ایہ عیسی ایہ دجال پچھانوں
اساں چند دن چندا بھریا کجھ نہ لبھا سانوں یارو
ایہ نبوت جھوٹی اس دی متھے اوپر مارو

الہام دیگر انجام آتھم صفحہ ۱۱۳:

مجھ کو خدا نے قائم کیا مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔

قائم تے مبعوث نبی کر گھلیا مینوں سائیں
نال میرے اوس گلاں کیتیاں شک شبہ کجھ ناہیں
مبعو ث کلام تے قا ئم ایہ تن صفتاں جس وچہ بھائی
اوہ وڈا نبی پیغمبر جانوں گھلیا پاک الٰہی
جے قا ئم ہو ندا خلقت تھیں کیو ں چھپ کر جھٹ لگا ہندا
بلکہ کل ملکاں وچہ جا کر رب دا حکم سناندا
جے مبعو ث ہو ندا ایہ تنگی لو کاں کنوں نہ ڈر دا
مکے جاندا حج کریندا زہد سخاوت کر دا

ہم کلام جے ہو ندا اس نوں آہا خوف نہ کائی
گلاں اس دیاں مثل صبح دی روشن ہوندیاں بھائی
پر روشن کوئی نہ ہوئی نال تاویلاں کم چلایا
اوڑک جھوٹھا جھوٹھا ہوندا سچا سچا آیا

الہام دیگر: انجام آتھم صفحہ ۱۶۷: خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے۔

مرزے آکھیا روح خدا دا میں وچہ گلاں کردا
روح خدا تھیں آیا میں ول جوڑ نہیں کجھ کردا
ٹھیک خدا دا روح مرزے وچہ گلاں کردا بھائی
تاہیں بغض ودھائی بنی جھوٹھائی شرع گواہی
روح ہوندا تا احمد بیگ دی لڑکی ٹھیک ویاہندا
تے عمر اجے اخباری باقی کیوں چھڈ کر مر جاندا
روح ہوندا تا مہدی عیسی مول نہ بن دا بھائی
لکھ اخباراں ملکیں نا ایہ گھل دا کر وڈیائی
تے نا ایہ مطبع جاری کردا نا اخبار چلاندا
کتب فروشی نا ایہ کردا نہ ایہ چندے لاندا
بلکہ مثل خدا دے پیاریاں چال ایہ چلدا بھائی
دنیا تن طلاقاں دیندا کردا یاد خدائی
تن طلاقاں کہیاں بلکہ ایسا عقد بھڑایا
جو دنیا جمع کرن تے اس نے سارا زور لگایا

واہ وا روح الٰہی مرزے دے وچہ وڑیا بھائی
جس امت پاک محمد اندر پائی آن جدائی
شائد عاجی رب مرزے نوں دتا ہو سی لارا
میرا روح تیرے وچہ مرزیا گلاں کرسی یارا

الہام دیگر بردعوی نبوت ضمیمہ انجام آتھم صفحہ۳۶

جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

جو نا ل بے عز تی میں ول دیکھے مرزے نے فرمایا
اوہ نال بے عزتی رب ول دیکھے مینوں رب جتایا
کر ے قبو ل جو مینو ں کر ے قبو ل خدا اس تائیں
جس دے نبوت مینوں گھلیا شک شبہ کوئی ناہیں
نال بے عزتی کھڑا دیکھے کر ے قبول نہ بھائی
نبی پنجابی سکدیاں پھیری وچہ پنجابے پائی
پھر پیدا رب دے پانیوں ابنیت دا درجہ پایا
پھر قا ئم مقا م او لاد دے اس نوں اس دے رب بنا یا
امام بنایا خلقت دا پھر راتیں سیر کرائی
پھر عر ش او تے تعریفاں کیتیاں اس دیا ں پاک الٰہی
پھر کل پیغمبر تارے کیتے اس نوں چن بنایا
واہ مرزا واہ جمن والی جس ایہ بچہ جایا

امتی ہو کر ایسا دعوی کرے جو یار بھراؤ
اوہ ردّ ہو یا در گا ہوں رب دیوں نیڑے اوس نہ جاؤ
ایہ امتی ہو کر چن نبیاں دا بن دا ہے سودائی
قسم خدا ہے دِس دا مینوں شامت اس دی آئی
ایسے کون قبول کرے جو کرسی جانوں گلیا
اس دے مگر شیطان پیا ہر طرفوں اس نوں دلیا
ایہ امام بدعت دا جو اس کرسی عزت بھائی
اس گویا دین نبی دا پٹن کارن قوت لائی

دیگر الہام، انجام آتھم صفحہ ۸۵: خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں پس ضرور ہے کہ بموجب آیت کریمہ کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی میری فتح ہو۔ (ترجمہ: لکھا اللہ نے میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے)۔

مقابل سبہ مذہباندے کرسی میری فتح الہی
میں نبی خدا دی طرفوں آیا شک نہ جانوں کائی
اس آیت دے موجب ہوسی میری فتح ضروری
میں سنے رسولاں غالب ہوساں مینوں ایہ منظوری
ہن مرزا آپے دھکے نال ہے وڑیا وچہ رسولاں
ایہ امتی عیبی ہو کر کیسی ریس کرے مقبولاں
ٹھیک جے دعوی اس اعتقادوں کافر شک نہ کائی
اس دعوی پر جے کر مریا کافر ہویا بھائی

دیگر بر دعوی نبوت۔ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۷۔

میرے پاس نشان الٰہی بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

مرزے کیہا نشان الٰہی بارش وانگوں بھائی
اوپر میرے رب وساوے شک نہ اس وچہ کائی
ہن مرزا بارش وانگو ں آکھے میں نشان لیایا
کہے کوئی مرزائی قســــــــــمـــــــــــاً کیا نشان دکھایا
کتنے جوتشیاں نے ظنی علموں پتے بتائے
مرزے کولوں اونہاں وانگوں وچہ ظہور نہ آئے
ہاں یہ بتایا آتھم مر سی وچہ میعاد نہ مویا
لڑکا جمے لڑکی ہوئی محمدی عقد نہ ہویا
قادیاں وچہ طاعون نہ وڑ سی رب مینوں فرمایا
طاعون اڈیٹر تائیں پہلے جا سلام بولایا
پھر طاعون نے قادیان اندر کئی دن پیر جمائے
مر زے بھی ڈر باغ دے اندر جا کر ڈیرے لائے
کئی ہزاراں پتے بتائے آکھیا رب فرمائے
جد پورا کوئی نہ ہویا پھر تاویلوں کم چلائے
صرف ایہ مو نہہ دیاں گلا ں جا نوں ہتھ پلے کجھ ناہیں
جے ہو ندا تا ظاہر کر دا اوس نوں کر سی کدائیں
نشا ن ہو ندے رب پا سو ں و چہ کچہری کیوں ایہ جا ندا
ہویا مقدمہ خارج پھر ایہ کیوں اپیل کراندا

گورداسپورے جد وچہ عدالت مجرم بن کر آیا
کیوں نہ دس نشان الٰہی اپنا آپ بچایا
جہلم والے ملاں دے حق کوئی نشان نہ پایا
وچہ کچہریاں رگڑے کیوں نہ لکھ اخبار ہولایا
دیکھو نبی الٰہی جس دم کافر تنگ کریندے
نشان الٰہی اونہاں تائیں ظا ہر آن دکھیندے
حضرت مو سی عا صے تائیں کر کے سپ دکھایا
تے رسّے اذن خداؤں ما رے پھو ک پرند اڑا یا
ہور انّھے لولے اچھے کیتے اذن خدا تھیں بھائی
ہور مر دے زندے امر خداؤں وچہ قرآن گوا ہی
فر پاک محمد کئی ہزار نشان خدا تھیں پائے
جد لو کاں دیکھے حق پچھاتا تا ترت ایمان لیائے
جیسا چن دو ٹکڑے ہویا جانن لوکی سارے
ہور زہری گو شت بو لیا حضرت میٹھو ں رہو کنا رے
مرزے اوئے مرزائیو دسّو کیا نشان دکھایا
شائد لوکیاں شنیاں وانگوں خلوت وچہ فرمایا
ہاں اک اخبار نشان ہے اوس دا اسانوں نظری آوے
جس دی طر فوں لوکاں تائیں دل و چہ خطر ے پا وے
جنٹل مین اوہ پڑھ اخباراں تا بع اس دے ہو ون
جد چند ے لگن اوکھے ہوون بکل پا منہ روون

مرزے بڑی دلیری کرکے وچہ تصنیفاں بھائی
ایہ الہام نبوت اپنی لکھے شک نہ کائی
پھر مرزے نوں ڈر ختم نبوت ہوئی دل وچہ آیا
اس دے توڑن کارن چاہیے حیلہ کجھ اٹھایا
پھر ختم نبوت والی آیت کر تاویل اڈائی
جو کوئی کرے نبوت دعوی کافر جانوں سوئی
پھر اس تھیں پچھے جد لوکاں نے مرزا نبی پچھاتا
تد مرزے نے حسدوں ربدے پیا ریاں مندا جاتا
ہن نبیاں دی توہین جو مرزے کیتی لکھ وکھاواں
وچہ تصنیفاں اس دیاں لکھیا صفحہ نشان بتاواں
شاید دیکھ یا سن کر بھائی سد ھے راہ ول آون
اس بدعت مارے ٹولے طرفے جھاتی مول نہ پاون

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۸، ۶۲۹ ملخصاً

انبیاء جھوٹے ہوتے ہیں ایک بادشاہ کے وقت چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اس میں وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مارا گیا۔

مرزے وچہ ازالے لکھیا سنیوں سارے بھائی
جو نبی الہی جھوٹے ہوندے جانوں شک نہ کائی
جیسا اگلے وقتاں وچہ اک شاہ زمانہ آیا
اس شاہ دے نال کفاراں آکر گھول فساد مچایا

چار سو نبی خدا دے اس دی شا ہی اندر رہند ے
تیری فتح ہو وے گی شا ہا ں شبہ شا ہ نوں کہند ے
پھر شاہ لڑیا سن لشکر وچہ میدان تمامی مارے
او ہ نبی جنہاں خوش خبری د تی جھو ٹے نکلے سا رے
واہ واہ مرزیا نظری آئی تیری مسلمانی
جھو ٹے آ کھ نبیاں تا ئیں اج بھی اہ،ایمانی
اکثر حا ل رسو لاں دا رب وچہ قرآن بتایا
چال چلن سبہ اونہاندا رب واضح کر سمجھایا
اوہ کیہڑی آ یت وچہ رب دسیا بو لیا جو ٹھ رسولاں
ڈر رب تھیں کیو ں دشمن ہو یوں رب دیاں مقبولاں
تے پاک محمد کتھے آکھیا نبیاں جھوٹ الایا
اوہ کڈھ حد یث د کھا ویں جلدی جس و چہ ہے ایہ آ یا

دیکھوازالہ اوہام صفحہ ۶۸۸، ۶۸۹ ملخصاً :حضرت محمدﷺ کی وحی بھی جھوٹی نکلی۔

وحی محمد غلط ہے نکلی مرزا ایہ فرماوے
جو دل چا ہندا بک دا رہندا شرم نہ اس نوں آ وے
جے کر ہے اوہ وحی الٰہی غلط نہ ہو سی بھائی
غلط جے کو ئی آکھے نکلی، کافر شک نہ کائی

دیکھوازالہ اوہام۔صفحہ ۶۹۱۔

حضرت محمد ﷺ کو ابن مریم اور دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت سے وحی الٰہی نے خبر نہیں دی۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو۔ اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج کی عمیق تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی بھی ظاہر فرمائی گئی ہو۔

مرزے آکھیا وحی الٰہی پاک محمد تائیں
عیسی بن مریم دا حال حقیقت دسّے ناہیں
دجال تے اوس دے کھوتے والی خبر نمول بتائی
یاجوج ماجوج تے دابۃ الارض نہ حضرت دسّے بھائی
ایتھیں ثابت ہویا حضرت تائیں خبر نکوئی
کون دجال تے عیسی دابـــــــــــــــــــــــہ خبر یاجوج نہ ہوئی
ہاں حضرت تائیں خبر ہوئی پر مرزا انّہاں ہویا
چھڈ ہدایت پکڑ ضلالت کافر ہو کر مویا
حضرت تائین وحی الٰہی ساریاں خبر بتائی
پھر وچہ حدیث پیغمبر واضح کر امت سمجھائی
ہن جیویں نبی فرمایا حال انہاں دا لکھ دکھاواں
تے وحی نبی نوں جیویں بتایا ہدیہ کراں بھراواں
اوہ حال عیسی بن مریم لکھاں خاطر یاراں
تا جانن مرزا راہوں بھلاّ مارے کوڑ ہزاراں

ذکر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ فی سورۃ مریم:

و اذ کر فی الکتا ب مر یم اذ انتبذ ت من اھلھا مکا ناً شر قیاً فا تخذت من دو نھم حجا باً فا رسلنا الیھا رو حنا فتمثل لھا بشراً سو یاً ..

ترجمہ: اور یاد کر کتاب کے بیچ مریم کا حال جب علیحدہ ہوئے اپنے اہل سے ایک مکان میں جو مشرق کی طرف تھا پس پکڑا اس نے پردے کو یعنی غسل کے لئے۔ پس بھیجا ہم نے اس کی طرف اپنے روح (امین) کو یعنی فرشتہ جبرئیل کو۔ پس وہ فرشتہ ایک درست آدمی کی شکل بن گیا۔ الخ

جد نہاون لگی گھلیا اساں فرشتہ رب فرمایا
جد کول گیا تد اس نے اپنا بندیاں روپ ڈھایا
جد مریم دیکھیا بندا منگ پناہ رب اس فرماوے
میں ننگی نہاون لگی آویں شرم نہ تینوں آوے
پر ملک کہیا اے مریم نہیں میں بندا ملک الٰہی
میں پتر تینوں دیون آیا ستھرا نال صفائی
تد مریم بولی کتھوں پتر نہ میں عقد کرایا
تے نہ بدکاری کیتی ہے میں پتر کتھوں آیا
ملک کیہا بن باپوں پیدا کرساں رب فرماوے
میں قادر قدرت والا جو کچھ چاہاں اوہ ہوجاوے

بن باپوں آدم وانگوں پیدا کر لوکاں دکھلاواں
میں ماں پتر دے تائیں وچہ جہان نشان بناواں
پھر مریم بن مسّ بندے اذن خداؤں حاملہ ہوئی
باہر سدہاری جنیا لڑکا محرم کول نہ کوئی
پھر مریم شر م لوکیں کی کہن گھر ول آ وے نا ہیں
رب کیہا اے مر یم گھر چل خو ف نہ ہر گز کھائیں
جد گھر ول آئی لو کین بات عجیبہ سن کر آئے
آ مریم توں کہندی آلوں مریم آکھ سنائے
میں روزہ ر کھیا مو ل نہ بولاں پچھو لڑ کے تائیں
اوہ سچی بات بیان کریسی جھوٹی کر سی نائیں
اونہاں آکھیا بچہ کیکر بولے لڑکا بولیا بھائی
آکھیا میں ہاں رب دا بندا جانوں سچ گواہی
کتاب دتی اس مینوں نالے مینوں نبی بنایا
میں ہو کر نبی خدا دی طر فوں طرف تہاڈی آیا
با برکت اس کیتا مینوں نالے امر نمازاں
دیاں زکوۃ تے مادر کرساں عزت نال نیازاں
جد لو کاں گلاں سنیاں سب حیرا نی دے وچہ آئے
بولی ایہ ہے سرّ الٰہی بھیت نہ کوئی پائے
پھر کتنیاں آکھیا ایہ عجیبہ قدرت رب وکھائی
تے کتنیاں لوکاں ماں پتر نوں تہمت عیبوں لائی

پھر بعد بلوغت نبی کیتا رب حضرت عیسی تائیں
کتنے لوگ ایمان لیائے کیّاں منیا ناہیں
تے وقت نبوت حضرت عیسی زور حکیماں آیا
لو کاں دے وچہ حکمت جتھوں قدر انہاں نے پایا
جد ایہ حکیم روحانی گھلیا طرف انہاں دے سائیں
جا ندی وار مجرب نسخے دتے (معجزے) اس دے تائیں
اوہ نسخے ایسیاں رو گاندے رب عیسی دتے بھائی
جس وچہ دعویدار حکیماں پیش نہ جاوے کائی
اوہ نسخے معجزیاں لے نشان نبوت آئے
جیسا تیجے وچہ سیپارے اللہ نے فرمائے

قال اللہ تعالی: و ابری الا کمه و الا بر ص و احی المو تی با ذن الله۔

ترجمہ: میں اندھوں کو جو والدہ کے شکم سے اندھے پیدا ہوئے ہیں اور جذامیوں کو اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے اذن سے..الخ

میں اذن خداؤں اچھے کرساں اندھے مادر جائے
تے کوڑھی جنہاں دارو کر کر زور حکیماں لائے
تے مردیاں تائیں زندہ کرساں نال امداد میں باری
جو کجھ کھاؤ گھر وچہ رکھو دسّاں ہر شئے ساری
جد چرچا ہوئی شفا ہووے تد آئے بیمار ہزاراں
پائی شفا ایمان لیائے پڑھیاں استغفاراں

پھر روز بروز توحید زیادہ ہوندی جاوے بھائی
تے کافر سڑ بل کوئلہ ہوون پیش نہ جاوے کائی
آخر انہاں متا پکایا مارو عیسی تائیں
سن عیسی غم کیتا دھیرج دتی اس نوں رب سائیں
ڈر نہ توں اے دوست تینوں اپنی طرف اٹھاووں
تے مکر اونہاں جو میں پر کیتا اونہاں تے الٹا ووں

قال اللہ تعالی: و اذ قال الله یا عیسی انی متوفیك و رافعك الیّ .. الآیه
اور جب کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھ کو قبض کرنے والا ہوں حالت زندگی میں، اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف۔

اے عیسی میں زندہ تینوں اپنے پاس اٹھاواں
مکر اونہاندا اونہاں اتے پاواں تدہ بچاواں
متوفی معنی پورا پکڑن ہر شئے آیا بھائی
یا فوت کریساں بعد نزولوں کیتا عہد الہی
اک شکل عیسی رب کیتا او نہاں اس نوں مار گوایا
تے اللہ حضرت عیسی تائیں اپنی طرف اٹھایا
تا کہے عیسی قتل کیتا نا سولی چاہڑیا بھائی
رب زندہ اپنی طرف اٹھایا وچہ قرآن گواہی

قال اللہ تعالی: و ما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه و کان الله عزیزاً حکیماً۔

نہیں قتل کیا عیسی کو کسی نے اور نہ سولی دیا اس کو۔ لیکن ان کے لئے ایک شخص کی شکل بنائی گئی تھی۔ اور نہیں قتل کیا انھوں نے یہی یقینی، بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ غالب با حکمت ہے۔

نا کسے عیسی ماریا نا کسے اوپر دار چڑھایا
شکل عیسی اک رب نے کیتا اس نوں مار گوایا
بعض نصاری کہندے عیسی سولی اوپر دھریا
بعض نے آکھیا دہریا پر اوہ سولی تے نا مریا
رب نے وچہ قرآن تمامیاں فرقیاں نوں جھٹلایا
جو عیسی ساڈے بندے تائیں کس نے دار چڑھایا
نا کسے قتل کیتا اوس تائیں نا سولی تے آئے
بلکہ آسماناں تے رب نے اپنے پاس بلائے
اس کارن جو غالب ہے جو چاہندا کردا بھائی
تے صاحب حکمت دا ہے مالک اوس نوں روک نہ کائی
معنی رفع اٹھاون اوپر لغوی معنی آئے
پھر اول جیویں قرینہ ہوسی اوویں جاسن پائے
جیویں رفعنا ھم درجات رب نے ہے فرمایا
ظاہر ہے درجات قرینہ ایتھے دیکھو آیا
ورفع ابویہ علی العرش آیت آئی
ماں پیو یوسف تخت چڑھایا عرش قرینہ بھائی
ورفعناہ مکانا علیاً رب فرماوے
مکان علیاً رفع قرینہ حق ادریس بتاوے

ہے قتل قرینہ اتھے پہلے ذکر قتل دا جانوں
فیر قرینہ معنی موڑن موت دا سچ پچھانوں
پھر معنی ایہ ہوئے جو عیسی قتلوں رب بچایا
زندہ نال جسے دے اوس نوں اپنے پاس اٹھایا
پھر قرب قیا مت آ سما ناں تھیں دہرتی اوپر آوے
جیسا وچہ قرآن حدیث خدا رسول بتاوے

قال اللہ تعالیٰ: و ان من اھل الکتا ب الا لیو منن بہ قبل مو تہ
نہیں کوئی اہل کتاب سے یعنی وقت نزدیکی مگر ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے اس کے فوت
ہونے کے (یعنی حضرت عیسی کے فوت ہونے کے جیسا کہ اکثر اصحاب کبار کی یہی تفسیر ہے)

رب کیہا جد عیسی قرب قیا مت دہر تی ا تے آ ون
موت عیسی تھیں پہلے اہل کتاب ایمان لیاون
مــــوتـــــــہ کا مرجع حضرت عیسی ہور نہ جانوں بھائی
اس پر ہے اتفاق اصحاباں جانوں سچ گواہی
جیسا وچہ اصحاباں ابو ہریرہؓ نے فرمایا
موت عیسی تھیں پہلے کوئی انکار نہ مول لیایا
پھر ابو ہریرہؓ یاراں تائیں آکھیا سنوں بھراؤ
عیسی ٹھیک آسماناں اتوں آوے شک نہ لیاؤ

عـن ابـی ھـر یرہ قا ل قا ل رسو ل اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان

ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرہ فاقرؤا ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ۔ رواہ البخاری و مسلم ۔

ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہ ؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس ذات پاک کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ تمہارے بیچ میں عیسی بن مریم نازل ہو کر آوے حکم کرنے والا عدل کرنے والا پس توڑ دے گا صلیب کو یعنی نصاری کو اسلام پر لانا گویا صلیب کا توڑنا ہے اور قتل کریں گے خنزیر کو یعنی نصاری نے جو خنزیر کو حلال کیا ہے وہ شرع محمدی موافق حرام کریں گے اور جو اس کو کھائے گا اس کو سزا دیویں گے بلکہ زندہ خنزیروں کو ہلاک کریں گے)(اور دور کریں گے جزیہ کو) یعنی جو شخص جزیہ دینا قبول کرے اور اپنے دین پر قائم رہے یہ اس کی درخواست قبول نہ کریں گے بلکہ اس کو جبراً اسلام پر لاویں گے (اور اس قدر مال زیادہ ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا) یعنی سوالی بھی غنی مالدار ہو جاویں گے (اور اس وقت ایک سجدہ سب دنیا سے بہتر ہوگا) یعنی اس وقت عبادت الہی کو مال دنیا سے بہتر جانیں گے ۔ بعدہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کے مصداق میں یعنی نزول حضرت عیسی قرب قیامت میں یہ آیت پڑھی روبرو اصحاب کبار کے اور کسی نے انکار نہ کیا (نہیں کوئی اہل کتاب سے) یعنی وقت نزول کے (مگر ضرور ایمان لاوے گا ساتھ اس کے) یعنی عیسی کے (اس کی موت سے پہلے) یعنی عیسی کی موت کے پہلے ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے ۔

بخاری مسلم با اسناد ہے ابوہریریوںؓ لیایا
جو اک دن حضرت یاراں قرب قیامت حال سنایا
قسم خدا جس ہتھ وچہ میری جندڑی نبی بتاوے
جاں قرب قیامت ہوسی عیسی وچہ توہاڈے آوے

اوہ عدلوں نال شریعت میری لوکاں حکم کریسی
تے قوم نصاری جبراً مسلم کرے صلیب توڑیسی
خوک نصاری پھڑ پھڑ سارے مارے کر کر لیراں
جو شرع مخالف کھاوے اس پر جاری کرے تعزیراں
تے جزیہ کسے قبول نہ کرسی کہے اسلام لیاؤ
آؤ دین محمد اندر ورنہ مارے جاؤ
مال زیادہ اتنا ہوسی کرے قبول نہ کوئی
سائل کوئی نہ لبھے جس نوں حاجت منگن ہوئی
اک سجدہ ساری دنیا نالوں بہتر جانن بھائی
کرن عبادت نال محبت دنیا شوق نہ کائی
پھر ابو ہریرہ آکھیا جو چاہو تسیں سناواں
مصداق حدیث رسول اللہ دا وچہ قرآن بتاواں
پھر پڑھیا نہیں کوئی اہل کتاب جاں عیسی مریم آوے
اوہ موت عیسی تھیں پہلے عیسی نال ایمان لیاوے
مطلب ابو ہریرہ دا رب غالب قادر سائیں
زندہ طرف آسمان چڑھایا حضرت عیسیٰؑ تائیں
پھر اوسی زندگی دے وچہ اوس نوں طرف زمین لیاوے
قانون مخالف بھی کر سکدا قدرت رب دکھاوے
پھر زندگی اوپر ابو ہریرہؓ آیت ایہ لیایا
اصحاباں اوس نوں ثابت رکھیا دل انکار نہ پایا

وچہ تفسیر اس آیت حضرت ابن عباسؓ بتاوے
عیسی زندہ قرب قیامت طرف زمین دے آوے
پھر میتک آکھیا یعنی قرب قیامت سائیں
طرف زمین دے لیا کر مارے حضرت عیسی تائیں
ابن عباس کیہا بن مریم ٹھیک زمین وچہ آوے
و انــــه لـــعـــلـــم لـــلســـاعة حق اوس دے رب فرماوے

قال اللہ تعالیٰ: و انه لعلم للسا عة ۔

ترجمہ: اے نبی شک نہ کر اس بات میں کہ تحقیق یعنی عیسی البتہ نشان ہے قیامت کا۔

وچہ سورت زخرف آیت آئی دیکھو رب فرمایا
بڑی نشانی قرب قیامت عیسی مریم جایا
جد آخر دور زمانہ ہو سی پاک رسول بتا وے
آسما ناں تھیں طرف زمین دے حضرت عیسی آ وے

عـن ابـی هـر یرة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ کیف انتم اذا نز ل ابن مر یم من السماء فیکم و اما مکم منکم ا خر جه البیهقی فی کتا به ا لا سماء ۔

ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم کیسے ہو گے جب تم میں عیسی بن مریم آسمانوں سے نازل ہو کر آوے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ یعنی حضرت نے مخاطبوں کو جو اکثر قبیلہ قریش میں سے تھے کہا امام تم میں سے ہو گا یعنی قریش سے۔

ابو ہریرہؓ کرے روایت بیہقی اندر لیایا
کیسے ہو سو حضرت صاحب یاراں نوں فرمایا
جد آسمانوں بیٹا مریم وچہ تساڈے آوے
امام تساڈا وچہ تساڈے ہوسی نبی بتاوے
یعنی جس دن آ سماناں تھیں عیسی نازل ہووے
امام قریشیاں وچوں مہدی پیش امام کھلووے

عن ابن عباس قال قال رسول الله فعند ذلك ينزل اخی عيسى بن مريم من السماء اخرجه ابن عساكر۔

ترجمہ: روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پس جس وقت نازل ہوگا بھائی میرا عیسی بن مریم آسمان سے۔

ابن عساکر ابن عباسوں لیایا سنیو بھائی
جو یاراں وعظ کریندیاں اک دن آکھیا نبی الٰہی
جد نازل دجالیاں لڑدا مہدی وچہ دمشق سدہاوے
اس ویلے بھائی میرا عیسی آسماناں تھیں آوے
جد حضرت عیسی آون نال کفاراں کرن لڑائی
وچہ کفاراں پوے ہزیمت جھلّے جا نہ کائی
پھر کرکے قتل دجال دجالی زیری اپنے آون
کرکے جمع بھراواں اہل ایماناں کول بہاون

پھر دے تسلی ہر اک آکھن خو ف نہ کریو بھائی
قتل ہوئے کل کافر اللہ دل دی آس پہنچائی
پھیر مو من رل کر کرن عبا دت کینہ بغض نہ کوئی
ظلم تعدی کوئی نہ کر سی الفت ہر اک ہوئی
پھر حضرت مہدی دنیا او توں فوت ہو جا وے بھائی
تے حضرت عیسی سن ہمراہیاں کر سی یاد الٰہی

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ینزل عیسی بن مریم الی الا رض فیتزوج و یولد لہ و یمکث کمسا و ار بعین سنۃ ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر وا حد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن الجوزی فی کتا ب الوفا ۔ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نازل ہونگے عیسیٰؑ بن مریم زمین کی طرف پس نکاح کریں گے اور ان کی اولا د ہوگی اور ٹھہریں گے ۴۵ سال ۔(یعنی تمام عمر ان کی قبل نزول اور بعد نزول کے ۴۵ برس کی ہوگی) پھر فوت ہو جاویں گے پس دفن کئے جاویں گے میری قبر میں میرے ساتھ پس وقت حشر اور نشر کے میں اور عیسیٰؑ بن مریم ایک قبر سے باہر آویں گے درمیان حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن جوزی نے کتاب وفا میں۔

عبد اللہؓ بیٹے عمرؓ نے لیا ئے کیہا رسول سہارے
جد اللہ بیٹے مریم دے نو ں طرف زمین اتارے
کرے نکاح اولاد بھی ہو سی برس رہے پنجتالی
پھر فوت ہو جا وے دفن کر ن اس مومن نیک خصالی

قبر میری وچہ دفن کریسن حضرت عیسیٰؑ تائیں
پھر وقت حشر اک قبروں خارج دوہاں کرسی سائیں
ابوبکرؓ تے عمرؓ وچالے قبر نبی دی آئی
جس وچہ حضرت عیسیٰؑ تائیں دفن کریسن بھائی
قرب قیامت عیسیٰ آوے بہت حدیثاں آیاں
خوف اطالت اس جاگہ وچہ بھائیو مول نہ پایاں
ہن دسو خبر عیسیٰ دی نبی دتی یا ناہیں
خبر محمد ہونی ہے یا مرزا پیا کوراہیں
ہاں قسم خدا دی ہوئی وحی خدا تھیں خبر لیایا
اس حال عیسیٰ دا حضرت تائیں سارا آکھ سنایا
پھر مرزا بھلّا راہوں طرف قرآن حدیث نہ آوے
قرآن حدیث مخالف دعوی نال بتا ویل اڈہ لاوے
مثل عیسیٰ دی ہوون مرزے سارا زور لگایا
کے کر بنے مثیل ہتھ پلے عاجز کجھ نہ آیا
ماؤں عیسیٰ اسرائیلی ایہ مغلائی جانوں
اوہ شامی تے ایہ پنجابی کیڈا فرق پچھانوں
پھر معجزے اس دیتوں انہے لولے کو ہڑی اچھے ہوئے
تے بڑے حواری اس عیسیٰ دے کانے لولے ہوئے
تے اس نے حکم خدا توں اک پرندہ بنا اوڑایا
جد ہتھیں کجھ نہ سریا اس نوں عمل الترب ٹھہرایا

عیسی توڑ صلیب نصاری طرف اسلام لیاوے
اس تھیں کس دی ٹٹی جے کر ٹٹی کوئی دکھلا وے
اوہ عیسی خود حاکم کرسی حکم شریعت جاری
ایہ محکوم کچہریاں دے وچہ جاندا ہو کر عاری
عیسی ویلے مال زیادہ ہوسی اتنا بھائی
غنی فقیر تمام تونگر حاجت مال نہ کائی
تے دانہ میوہ دودھ زیادہ ہوسی اوت زمانے
رج رج کھاون رب دے بندے پڑھسن حمد ربانے
ایہ عیسی جد دا ہے ہویا کالاں خلق ستایا
دانہ چارہ ہر شیء مہنگی بھکھیاں خلق دبایا
باہجہ اسلام نہ منتے جزیہ حضرت عیسی بھائی
آکھے سب اسلام لیاؤ ہور نہ منّاں کائی
تے اس عیسی نے اپنی تا بعداراں جزیئے لائے
نا گھلو تد بیعت میریوں خارج حکم سنائے
اوہ عیسی قبر میری وچہ مر کر آوے نبی بتایا
تے اس عیسی نے مر کر قادیاں وچہ ڈیرا لایا
معلوم ہویا اوہ عیسی جس دا وعدہ آوے بھائی
ایہ مرزا اوہ ناہیں ایہ ہے جھوٹھا شک نہ کائی
اس بن مریم دے مان کارن حیلے بہت اٹھائے
پر جنہاں نوں رب رکھے اونہاں جمیاں کوں کٹائے

اول وچہ گلیل دے مرزے عیسی دفن کرایا
پھر نور الدین دے آکھن وچہ کشمیر مزار بنایا
تے پاک محمد گور عیسی آپنی گور بتائی
جد آخر وچہ دنیا دے آ کر مر سی میرا او بھائی
ہن ذکر محمد مہدی خاطر یاراں لکھ دکھاواں
پاک نبی نوں جیسا وحی جتایا آکھ سناواں

ذکر حضرت محمد مہدیؑ

میں اول حلیہ حضرت مہدی بھائیاں لکھ دیکھاواں
حضرت ابن عباسوںؓ مروی ایہ کراں بھراواں
قد میانہ چہرہ روشن چمکے وانگوں تارے
کھلا متھا نک دراز تے اوچا پتلا پیارے
لک پتلا بہروٹے لمبے و نگھرے ہوسن بھائی
موٹیاں اکھاں سر مے بھریاں جمہیاں سوہنا مائی
دند چٹے کلیاں وانگوں سوہنے و تھ او نہانوچہ آ وے
تے چٹے ہتہ سجے پر کالا داغ اک پیا دسیاوے
وہ زبان دی لکنت ہو سی اڑ کر بو لے بھائی
بولن لگا پٹاں تے ہتھ مارے شک نہ کائی

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجل الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطاً وعدلًا کما ملئت ظلماً وجوراً یملك سبع سنین رواہ ابو داؤد۔

روایت ہے ابوسعید خدریؓ سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مہدی میری اولاد سے ہوگا اس کی پیشانی بہت روشن ہوگی اور اس کا ناک درمیان سے اونچا ہوگا زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم اور جور سے پر ہو گئے تھے اور سات برس تک حکومت کر کے دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت کرے گا روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤد نے۔

بو سعید روایت کیتی کہے نبی فرماوے
اولاد میری تھیں مہدی سوہناں چہرا اس سہارے
نک پتلا نمان وچوں اوچا دہرتی عدلوں بھر سی
ظالم ظلم فساد نہ رہ سی عدل اجیہا کرسی
جد ست برس تک شاہی کرسی موت سنیہا آوے
سونپ تمام علاقے رب نوں مہدی لد سدھاوے

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تذهب الدنیا حتی یملك العرب رجل من اهل بیتی یواطئ اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی رواہ ابو داؤد والترمذی۔

ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن مسعود سے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ دور ہوگی دنیا تا کہ مالک ہوگا ایک بندہ اہل بیت میری سے عرب کا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا یعنی محمد، اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا یعنی عبداللہ۔

بن مسعود روایت کیتی وچہ مشکوۃ لیاوے
ختم ہوون دنیا تھیں پہلے پاک نبی فرماوے
اک جنا ں عرب دا مالک ہوسی نسل میری تھیں جانو
میرے نام موافق اس محمد نام پچھانو
میرا باپ عبد اللہ اس دا بھی والد عبد اللہ
فاطمہ دی اولادوں ہوسی اوہ خلیفۃ اللہ
ایہ محمد مہدی بن عبد اللہ ہوسی بھائی
لوکین لبھن لک دا پھرسی حاجت حکم نہ کائی
اوڑک کعبے دے وچہ آ کر بیعت کرسن سارے
ہور کل ملکاں تھیں اسنوں سن کر آون ربدے پیارے
جد اہل ایما ن اکھٹے ہو کر مہدی پاس سدہارن
پھر مہدی سن ہمرا ہیاں نال کفاراں لڑائی پاون
جد مہدی نال کفاراں لڑ دا وچہ دمشق سدہاوے
وقت عصر دے عیسی بھی آسمانوں تھلّے آوے
پھر مہدی عیسی کل دجال دجالیاں مار مکاون
حمد الٰہی پڑھ سن جدوں فراغت کلی پاون
وقت خلافت مہدی بہتی بارش ہوسی بھائی
دانہ میوہ دودہ زیادہ بھکھا رہے نہ کائی
جے سا ئل دو لت مہدی کو لوں آن سوال کرے سی
جتنی سائل چکّے دولت اتنی اس نوں دے سی

پھر آ کھے ہو ر جے چا ہیں پکڑیں سانوں لو ڑ نہ کائی
سانوں رب خزانے غیبوں بخشے بے پرواہی
عدل محمد مہدی دے تھیں خلقت راحت پاوے
انسان حیوان درند پر ندے کوئی نہ کسے ستاوے
بریاں بھگیاڑاں کٹھے چر سن اوس زمانے
گائیاں شیر اکھٹے ہتھیں پکڑن سپ ایانے
الفت وچہ مخلوق الٰہی ہو سی ایڈی بھائی
گویا اک مادر تھیں جائے کینہ ویر نہ کائی
مرزا مہدی بنیاں پر نہ نسل رسولوں آیا
نہ نام محمد بن عبد اللہ نہ ایہ ایمنہ جایا
نہ وقت اس دے و چہ با رش ہو ئی سستی چیز نہ کا ئی
بلکہ دن دن ہر شیء مہنگی بارش بھی کم ہوئی
کالاں خلق دبائی الٹی لوکیں بھکیاں مارے
کتنے وچہ پردیس رولائے کتنے قبریں واڑے
اوہ مہدی لو کاں تائیں دے سی جو کوئی منگن جائے
اس مہدی نے دینا کیسا بلکہ چندے لائے
ٹھیک اوہ مہدی بن عبد اللہ وچہ دنیا دے آوے
ست سا لاں تک شا ہی کر کے او ڑ ک لد سد ھا وے

عن ابی اسحاق قال قال علی رضی و نظر الی ابنہ الحسن قال ان ابنی ھذا سید
کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم

يشبهه فى الخلق و لا يشبهه فى الخلق هكذا فى فتح البيا ن ۔ومشكوة۔

ترجمہ: روایت ہے ابواسحاق سے کہا اس نے فرمایا حضرت علیؓ نے اس حالت میں جو دیکھا حضرت حسن کو، یہ بیٹا میرا سردار ہے جیسا کہ حضرتﷺ نے کہا تھا کہ یہ بیٹا میرا سردار ہے جوانان بہشت کا اور عنقریب اس کی پشت سے ایک مرد پیدا ہوگا جو خلق اس کا رسول اللہﷺ کے خلق کے موافق ہو گا اور پیدائش میں مثل حضرتﷺ کے نہ ہوگا۔اور زمین میں عدل سے پھرے گا۔ یہ حدیث تفسیر فتح البیان اور مشکوۃ میں موجود ہے۔

اک دن دیکھ حسن نوں حضرت حیدر نے فرمایا
ایہ بیٹا میرا سید ہے جیویں پاک نبی فرمایا
پھر علی کیہا اولاد حسن تھیں مرد اک ظاہر ہو سی
خو اص دی وا نگ نبی دی گلان مو تیاں وا نگ پروسی
حسین اولادوں اک روایت ایتے حسنوں آیا
مشکل نہیں دو طرفاں تھیں رب اس دا شا ن و د ھا یا
جو پیئو مہدی دا حسن اولادوں ماں حسینوں آئی
دو اصلوں رب پیدا کیتا مہدی شیر الٰہی
کتنے مہدی جھوٹے پہلے مہدیوں آون بھائی
پر ایہ صفتاں مہدی والیاں اونہاں وچہ نہ کائی
نال فریباں دنیا تائیں لٹ لٹ کھاون سارے
پھر پچھے انہاں محمد مہدی آ ون رب دے پیارے
یا رب جلدی مہدی سچا دنیا وچہ لیاویں
لو کیں مثل حیواناں ہوئے رحمت پھیرا پاویں

یا رب جھو ٹھیاں مہدیاں دنیا بہت ستایا
پاک کلام تیری نوں او نہاں کر تاویل اوڑایا
یا کر انہاں ہدا یت ربا طرف ہدایت آون
یا انہاں نوں سدیں جلدی گو راں طرفے جاون
ذکر مہدی تھیں عبد الحی کر بند قلم دے تائیں
حال دجال جو آون والا بھائیاں لکھ دیکھائیں

ذکر دجال

ہن جیویں دجالوں خبر نبی نوں دتی وحی الہی
تے پاک نبی نے امت تائیں واضح کر سمجھائی
اوہ خبر وحی دی نقل نبی تھیں عاجز لکھ دکھاوے
تو ہین نبی جو مرزے کیتی بھائیاں نوں کھل جاوے

عن ابی عبیدہ بن الجراح قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انہ لم یکن نبی بعد نوح الا و قد انذر الدجال قومہ و انی انذرکموہ ۔ الحدیث ۔ رواہ الترمذی۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے، کہا اس نے ، سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے، حضرت نوح کے بعد کوئی نبی نہیں گذرا مگر ڈرایا اس نے اپنی قوم کو دجال سے اور میں بھی اپنی امت کو ڈراتا ہوں..

میں سنیاں پاک نبی تھیں ابو عبیدہ نے فرمایا
کل نبیاں نے امت اپنی کنوں دجال ڈرایا
میں بھی اپنی امت تائیں کنوں دجال ڈراواں
گھنگھریاں وال تے چھڈ یاں منیاں کانی اکھ پچھانی
ک تے ف ر متھے اس دے لکھیا ہوسی بھائی
ہر پڑھیا ناپڑھیا اس نوں پڑھ سی شک نہ کائی

عن فاطمه بنت قيس قالت سمعت منادى رسول الله ﷺ ينادى الصلوة جامعة فخرجت الى المسجد فصليت مع رسول الله ﷺ فلما قضى صلوته جلس على المنبر و هو يضحك فقال ليكتزم كل انسان مصلاه .. الحديث

ترجمہ: روایت ہے فاطمہ بنت قیس سے کہا اس نے ایک روز سنا میں نے حضرت کی منادی کو جو لوگوں کو آواز دے کر آؤ نماز جامعہ کی طرف۔ پس میں بھی مسجد کی طرف گئی پس نماز پڑھی میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ۔ پس جب حضرت ﷺ نے اپنی نماز کو پورا کیا اور منبر پر چڑھ گئے...فرمایا ہر ایک آدمی تم میں سے اپنی جگہ میں بیٹھا رہے تمہارا بھائی تمیم قوم نصاری سے مسلمان ہو کر آیا ہے اور تم کو اپنی سرگذشت سناتا ہے...الخ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فاطمہ آکھے سنیاں میں اک بندہ کرے آوازاں
آؤ لوکو جلدی حضرت آکھیا پڑھو نمازاں
پھر میں بھی نکلی مومن سارے مسجد طرفے آئے
بعد نماز منبر چڑہ حضرت ﷺ ہسے لوکاں فرمائے

کیا جانوں کیوں میں جمع کیتا ہے مسجد وچہ تسانوں
اوہناں آکھیا اللہ نبی پچھانے خبر نہیں کجھ سانوں
جمع کرن تھیں غرض نہ کائی مینوں نبی بتایا
صرف تمیم نصاری قوموں مسلم ہو اج آیا
اوہ کر دا ذکر دجال جیویں میں اس دی خبر بتائی
اوہ اکھیں دیکھ آ یا ہے اس نوں سن لو سارے بھائی
پھر شروع تمیم ہویا قصے نوں آکھیا سنوں بھراوٗ
میں جو کجھ دیکھیا عین اوہ دساں دل وچہ نہ شک لیاوٗ
میں نال تے یہاں سنگیاں لخم جذاموں چڑھیا بیڑی
وا مخالف بیڑی ساڈی اک مہینہ پھیری
بعد مہینے بیڑی اک جزیرے دے وچہ آئی
اس وچہ دابہ والاں دے وچہ چھپیا ملیا بھائی
اساں آکھیا کون، کیہا جسا سہ نام ہے میرا جانو
ہن جاوٗ گے دائرے دے وچہ بندا اک پچھانو
اوہ بندا ایسا جو کجھ پچھو سارے پتے بتاوے
تمیم کیہا سن گلاں دابے خوف اسانوں آوے
اوڑک دل نوں تگڑا کر کے دائرے نوں چت چایا
جد آئے بندہ موٹا دہشت والا اس وچہ پایا
اوہ نال زنجیراں لوہے والیاں مشکاں بدھا بھائی
اساں ایسی شکل نہ اگے ڈٹھی دہشت سانوں آئی

اساں پچھیا کون تاں آکھیا اول اپنی خبر بتاؤ
تسیں کون ، کیوں ایتھے آ ئے کیہڑ ے دیسو ں آؤ
اساں آکھیا عربی دیس عرب تھیں کیتی سفر تیاری
جد کشتی بحری تے چڑھ بیٹھے آئی ہنیری بھاری
اوڑک اک مہینہ بیڑی ایسی وا چلائی
بعد مہینوں بیڑے دھکے کھاندی ایتھے آئی
اک راہ وچہ دابہ ملیا اس نے تیرا پتہ بتایا
اسیں تیں ول آ ئے دس توں کو ن تے نام کی تیرا آیا
فیر زنجیریں پکڑے ہوئے پچھیا ساڈے تائیں
دسو عربو نخل بیسانی پھل دیوں یا ناہیں
اساں آ کھیا ہاں پھل دیو ن لوکیں ر ج کھجو راں کھا ون
اوس آکھیا اک دن ایسا آ وے اک کھجو ر نہ پا ون
پھر پچھیا عین زند جو چشمہ اس دا حال سناؤ
کیا چشمہ پانی دیندا ہے یا ناہیں جلد بتاؤ
اساں آ کھیا ہاں سب لوکیں اس دے پا نیو ں کھیت پیا ون
ہور خلقت قرب جوار جو رہندی ا تھیں پا نی لیا ون
پھر آکھیا نکلیا نبی امی جو دیس عر ب و چہ آ وے
اساں آ کھیا ہاں اوہ نکلیا و چہ یثر ب ڈیرے لا وے
پھر پچھیا کیا اوہ عربی اس دے نال لڑا ئی پا ون
اساں آ کھیا ہاں پر آ کھیا کو ن دو ہاں تھیں غا لب آ ون

اساں آکھیا نبی محمد اونہاں اتے غلبہ پاوے
وچہ عرب دے دین محمد دن دن ودہ دا جاوے
پھر آکھیا اس نے اے عربو جد دیس عرب وچہ جاؤ
میری طرفوں لوکاں تائیں ایہ پیغام پہنچاؤ
ہے سچا نبی محمد اس دی تابعداری کریو
تے سب دیناں تھیں بہتر دین ایہ اس دے اپر مریو
اے عربو میں ہن اپنا حال تمامی آکھ سناواں
میرا نام مسیح دجال نہ اپنا آپ چھپاواں
اک دن اذن خدا وند دے سی کل زمین پھر یساں
یثرب مکے باہجوں کوئی نہ وستی شہر چھوڑیساں
مکے ہور مدینے ملک الہی پہرہ ہوون
جد میں داخل ہوواں لے تلواراں اٹھ کھلوون
داخل ہوں نہ دیسن مینوں کتنا زور لگاواں
چالی روز زمین وچہ رہ کر اپنا حکم چلاواں
پہلا روز برس دا ہوسی دوجا اک ماہ جانوں
تیجا ہفتے وانگوں باقی چار پہر پچھانوں

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً طلوع الشمس من مغربہا والدجال ودابۃ الارض ۔ مسلم ۔ ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تین چیزیں ظاہر ہوں گی تو اس وقت کسی نفس کو اس کا ایمان نفع

نہ دے گا اگر وہ پہلے ان کے ایمان نہیں لایا یا اپنے ایمان میں کوئی نیک کام نہیں کیا۔

مسلم راہوں با اسناد ہے ابو ہریرہؓ لیایا
تن چیزاں جد ظاہر ہو سن پاک نبی فرمایا
بعد او نہاں تھیں جے کوئی ربدے نال ایمان لیا وے
جو اول نہیں لیایا اوہ قبول نہ کیتا جاوے
اوہ تن چیزاں اول سورج لہند یوں چڑھ سی بھائی
دوجی ہے دجال تریجی دابہ ارض ہے آئی

عن النواس بن سمعان قال ذکر رسول اللہ ﷺ الدجال فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حججیہ دونکم و ان یخرج و لست فیکم . الخ ۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: نواس بن سمعان سے روایت ہے کہا اس نے ذکر کیا ایک دن حضرت ﷺ نے دجال کا۔ پس کہا اے لوگو اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں تمہاری طرف سے اسکے ساتھ جھگڑا کرونگا۔ الخ

نواسؓ صحابی پاک نبی تھیں کرے روایت بھائی
ذکر دجال سنایا اک دن یاراں نبی الٰہی
میرے پچھے راکھا امت میری حق تعالی
شر دجالوں اونہاں تائیں اوہ بچاون والا
سنو بھراؤ مرزے پادریاں دجال بنایا
چار سو اوپر پچانویں صفحہ ازالے دے وچ لیایا
پادریاں دی کثرت وچ حیاتی حضرت آئی
جے ایہ دجال تاں ان یـــــــخــــــرج کیوں آکھیا نبی الٰہی

یــــــــــــــخــــــــــــــرج واحد مذکر غائب فعل مضارع بھائی
تــــــــــــــخــــــــــــــرج لفظ مونث وچہ حدیث نہ آیا کائی
نحوی ذکر جماعت اندر لفظ مونث لیاون
دعوے مرزے دے نوں دیکھو لفظ حدیث جھٹلاون
ایتھے لفظ ہے واحد یعنی اک دجال پچھانو
فعل مضارع اگوں قرب قیامت آوے جانو
ہن کر انصاف بھراؤ جا کر پچھو مرزے تائیں
کیا خبر دجا لوں وحی نبی نوں دتی ہے یا ناہیں
جے کر آ کھے نہیں تا جانوں ردّ ہویا درگاہوں
اوہ خارج دین نبی تھیں ہویا وگی پھٹک الھوں
ہن بس کر عبد الحی ہے کافی اتنا دانیاں تائیں
دابے والا حال وحی جیویں دسیا نبی بتائیں

ذکر دابۃ الارض

حال دا بے دا سنوں بھراؤ کجھ میں لکھ وکھاواں
قرآن حدیث اندر جیوں آیا واضح کر سمجھاواں

قال اللہ تعالیٰ فی سورۃ النمل: و اذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بآیاتنا لا یوقنون۔

وچہ سورت نمل سپارے انّی دے و چہ رب فرمایا
جد دنیا تائیں ختم کرندا چھیکڑ ویلا آیا
اک دابہ زمینوں دنیا دے وچہ ظا ہر میں کر یساں
وا نگ انسا ناں گلاں کر سی طا قت اس نو ں دے سا ں
اوہ آ کھے لوگ نا رب دیاں آ یتا ں نا ل ایما ن لیا ئے
مو من کا فر ر ب دی طر فو ں اسیں نکھیڑ ن آ ئے
اوہ دا بہ ستاں ر نگا ن وا لا ہو سی میریو بھائی
جیسا حضرت ابن عباسوں ؓ ہے روایت آئی

عن ابی ھر یرہ و ابن عمر مر فو عاً ان او ل ا لآ یا ت خر و جا طلوع الشمس من مغر بھا و خرو ج دا بۃ ضحی۔

روایت ہے ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ سے کہا انہوں نے فر مایا رسول اللہ ﷺ نے اول نشانی قیامت کی ظہور میں چڑھنا سورج کا لہندے کی طرف سے اور دوسری نشانی ظاہر ہونا دابہ کا وقت چاشت کے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ابو ہریرہ ابن عمر ایہ پاک نبی تھیں لیائے
نشا ن قیا مت سور ج لہند یوں چڑ ھ سی نبی بتا ئے
اس تھیں پچھے دابہ ارضی ظاہر ہووے
جبل صفا مر وی تھیں حکم خداؤں نکل کھلو وے

عن حذ یفہ بن اسید غفا ری قا ل اطلع النبی ﷺ علینا و نحن نتذ کر فقال ما تذ کرو ن قا لوا نذ کر السا عۃ قا ل انھا لن تقوم حتی ترو اقبلھا

عشر آیا ت فذ کر الد خا ن و الدجال و الدا بۃ و طلوع الشمس من مغر بھا و نزو ل عیسی بن مر یم و یا جو ج ما جو ج ...

ترجمہ: روایت ہے حذیفہ بن اسید غفاریؓ سے کہا رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپس میں باتیں کرتے تھے آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے تھے ہم نے کہا ہم قیامت کی باتیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت نہیں ہوگی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔اور آپ ﷺ نے دخان، دجال، دابہ،طلووع الشمس من مغربہا،اور نزول عیسی ، و یاجوج ماجوج....کا ذکر کیا..الخ

کہے حذ یفہ اک دن ساں میں گلاں کر دے آ ہے
دیکھ اسانوں حضرت صاحب بھی تشریف لیائے
تو پچھیا کیا تسیں گلاں کر دے لو کاں آ کھ سنایا
یا حضرت ذکر قیا مت کر دے تد حضرت ﷺ نے فرمایا
جد تک دہ نشا ن نا ہو ون قیامت مو ل نہ آ وے
اوہ پہلے قیا مت سا ر ے د یکھو پاک نبی فرماوے
دھواں تے د جال تے دابہ سو رج لہند یو ں جا نوں
ہور عیسی آ سما نا ں تھیں اتر ے نال یقین پچھا نوں
تے پاک نبی دیاں دسیاں باتاں مرزے نے بدلائیاں
اپنا مذہب بچاون کارن کر تاویل اوڈایاں
مر زے کیہا دجال نہ کوئی دنیا دے وچہ آوے
ایہ پادری ہیں دجال اسانوں دوجا کوئی دساوے

سورج لہندیوں مول نہ چڑھسی مرزے نے فرمایا
ہن میری امت وچوں مطلب اس دا کسے نہ پایا
ایہ لوکیں سورج نوں لہندی طرف چڑھاون
نہیں ایہ بلکہ لہندیوالے لوک اسلام لیاون
ٹھیک ایہ مطلب مرزے دا امت نہ نے پایا
تے جویں نبی تھیں ثابت ہویا اس پر عمل کمایا
ہن کر انصاف بھراؤ دیکھو مرزا کی فرماوے
تے وچہ حدیث جو پہلے گذری حضرت بتاوے
قرب قیامت ایہ نشانیاں حضرت آکھیا آون
تے ہو مخالف قادیاں والے آکھیا مول نہ آون
پھر کرے خلاف جو پاک محمد مہدی اوس بناؤ
بلکہ لائق ایسے تائیں کفروں فتوی لاؤ
ایہ بگھیاڑ بھکھا وچہ امت آوڑیا ہے بھائی
کجھ پاڑے کجھ زخمی کیتے کجھ نسّے کجھ دہائے

ذکر یاجوج ماجوج

یاجوج ماجوج اولاد یافث اوہ نوح نبی دا جایا
اوہ ظالم بندے کھاندے ظلم کماندے خلق ستایا
جد ذوالقرنین گیا اس دھرتی لوگ ایمان لیائے
پرلے فریاداں لوکیں سارے پاس سکندر آئے

قـا لـوا يـا ذا الـقر نين ان يا جو ج و ما جو ج مفسدو ن فى الا ر ض ۔....

کہف ۔کیا اس قوم نے اے ذوالقرنین تحقیق یاجوج ماجوج فساد کرنے والے ہیں زمین میں ۔

انہاں آ کھیا دو قوماں یاجوج ماجوج انہاں نو کہند ے

انہاں پہا ڑا ں او چیا ں د ے و چہ اوہ تما می رہند ے

ایس در ے تھیں نکلن جو کجھ لبھے کھا کر جاون

ایہو کار ہمیشہ اونہاں سانوں بہت ستاون

جو کجھ منگیں دیساں جے کر ایہ در بند کراویں

للہ سن فریاد اساڈی اجر خدا تھیں پاویں

کیہا سکندر مال نہ حاجت مدد بدنی دیہو

میں انشاء ت بند کریساں فکر مینوں ہن ایہو

پھر شاہ سکندر کوشش کر کے اوہ در بند کرایا

جیویں سورت کہف دے اندر قصہ سا را رب فرمایا

سارا دن اوہ ڈہا ندے ر ہند ے شا م پو ے ٹر جا ون

پہلکے ڈہاساں ایسے طر ح ہمیشاں آ کر دہاون

ایویں بہت زمانہ ڈھاندے رہسن نبی بتایا

اوڑ ک اک دن پٹی جاوے امر خدا جد آیا

سنوں بھراؤ با اسناد نواسوںؓ ترمذی لیاوے

قتل دجالوں پچھے قصہ سارا نبی بتاوے

اذاوحی الله الی عیسی انی قد ا خر جت عبا د ا لی ا لا یدا ن لاحد بقتا لھم

فحـر ز عبادی الی الطور و یبعث الله یا جو ج و ما جو ج و هم من کل حد ب ینسلو ن ۔الحدیث۔

ترجمہ: جب قتل دجال سے حضرت عیسی فراغت حاصل کریں گے اس وقت وحی کرے گا اللہ طرف عیسی کی اے عیسی اب میں ایک مخلوق اپنی مخلوق سے نکالنے والا ہوں وہ بندے ایسے ہیں جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں پس جلدی میرے بندوں یعنی اہل ایمانوں کو پہاڑ طور کی طرف لے چلو۔ پھر حضرت عیسی اہل ایمان کو غار کوہ طور میں پوشیدہ کریں گے۔اس وقت بھیجے گا اللہ تعالی قوم یا جوج ماجوج کو اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑیں گے۔

ترمذی باسناد حدیث لیایا سنیوں بھائی
نواس صحابی کنوں روایت کیتی مرد الہی
نواس کہے اک روز رسول اللہ نے وعظ سنایا
وعظ اندر دجال دا قصہ سارا نبی بتایا
کیہا دجال جاں آ وے عیسی بھی آسمانوں آہا
دجال عیسی نوں سن کر نسّے پچھے عیسی جاندا
باب اللدمکان اندر پھر قتل کر ے اوستائیں
پھر تا بعدارا ں اس دیاں تا ہیں قتل کر ے ہر جا ئیں
جد قتل دجالو ں پا فراغت عیسی ڈیرے آوے
اچانک وحی خدا دا گھلیا عیسی طرفے جاوے
اے عیسی میں ظا ہر کر سا ں ایسیاں بند یا ں تا ئیں
کسے ا ڑن دی نال او نہا ند ی طا قت ہو ندی نا ئیں

انہاں مو مناں تا ئیں جلدی طرف کوہ طور لے جائیں
وچہ غا ر کو ہ طور دے انہاں تا ئیں جلدی چل چھپائیں
پھر مومناں تائیں لیکر عیسی طرف کو ہ طور سد ھا وے
دانہ پانی لے کر غار کوہ طور اندر چھپ جائے
اس ویلے ڈگے کندہ سکندر سارے باہر آون
جیوا ن انسا ن در ند ے جو کجھ سبھے چن چن کھا ون
پہلی فوج یاجوجیاں طرف بحیرہ طبریہ آوے
اس دا پانی کدے نہ مکا اوہ اس آن مکاون
پچھلی فوج یاجوجیاں جد اپڑ آن کھلو سی
آکھن شائد کسے زما نے اس وچہ پانی ہو سی
تے حضرت عیسی سن ہمرا ہیا ں بھکھوں تنگی پا وے
ہزار دینا روں سر گائیں دا بہتر او نہاں دسیاوے
پھر کر دن او نہان یا جو جیا ں اتے پھو ڑا رب ا گا وے
اس پھو ڑے تھیں اکو وا ری مو ت انہاں نوں آ وے
حضرت عیسی سن ہمرا ہیاں غاروں باہر آون
گٹھ زمین نہ خالی مردیاں نال بھری سب پاون
پھر کر ن دعائیں یا رب سا ئیں جلدی انہاں اٹھائیں
ایہ سب مر دے گندے ہو ئے کر یں قبو ل دعا ئیں
پھر ڈا چیاں وا نگ پر ند ے آ کر سبھ مر دار اٹھاون
جتھے چاہے اللہ چا پرندے انہاں اڑاون

پھر اللہ مینہہ وساوے گند او نہاں دا رہڑ دا جا وے
تے حکم کر ے رب دھر تی میوہ دار در خت ا گا ئے
میوا اتنا ہووے اک جماعت انار رجاوے
تے چھلڑ اس دی گر می و یلے چھتری وا نگ بنا وے
پھر حضرت عیسی فو ت ہو جا ون مو من ر ہن مہارے
و چہ رو ضے پا ک نبی دے عیسی دفن کرن رل سا رے
پھر ہوا ایسی وگے مو من اس واؤں مر جاون
تے کافر ہور منافق والوں تنگی مول نہ پاون
اوہ عیسی بن باپوں جمیاں اس دا باپ تے مائی
غارکوہ طور، شا م زمین وچہ جس وچہ عیسی جاوے
ایہ و چہ ملک پنجا ب دے جس و چہ و ڈہ نظر نہ آ وے
اوہ عیسی قوم یاجوج ماجوجوں پچھے مر سی بھائی
ایہ عیسی پہلے مویا روس انگریز نہ مویا کائی
اوس دی قبر مدینے دے وچہ ہو سی نبی بتایا
تے اس عیسی نے قادیاں دے و چہ اپنا گور بنایا
ہن بس کر عبد الحی ہے کا فی اتنا نیکاں بھایاں
راہ نبی دا محکم پکڑ ن کر سن نیک کما یاں
ہن عبد الحی کیت قلم نوں مطلب طرف چلائیں
تو ہین جو مر زے نبیاں کیتی اس نوں توڑ پہنچائیں

ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے

مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا وہ ہرگز نہ مرے گا۔

سنوں بھراؤ مرزے مندا جاتا عیسی تائیں
آکھیا عیسی مردہ کوئی زندہ کیتا ناہیں
تے فرضاً جے کر زندہ کیتا اس دا نام نہ کائی
جو میرے ہتھوں پیا لہ پیوے مرسی مول نہ بھائی
مردے جو اس دے ہتھوں زندہ ہوئے
پہلاں اس نوں پھیر محمد منیاں او نہ موئے
پہلے نال محمد سرور دلوں ایمان لیائے
پھر پی پیا لہ مرزے والا دین ایمان گنوائے
واہ وا اونہاں پیالہ مرزے ہتھوں پیتا بھائی
بغض عداوت والی گھڑی ہر اک سر پر چائی
سود بنکاندا جائز کیتا حجون خلق ہٹایا
صوم صلوۃ زکوتوں سستی کاسا خوب پیایا
تے جہڑے عیسی ہتھوں زندہ ہوئے ایمان لیائے
پھر جدوں محمد سنیاں اونہاں دین نبی وچہ آئے
اونہاں ایسی زندگی ملی قیامت تائیں غلبہ پاون
امر و نہی پر تگڑے ہو کر پورا عمل کماون
جو زندے حضرت عیسی ہتھوں ہوئے نہ اگے بھائی
اوہ دلوں محمدی مول نہ ہوئے ہو گئے اوہ مرزائی

ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

جس قدر مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلی ہیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔

پیش گوئیاں عیسی دیاں نکلیاں بہتیاں غلط بھراؤ
اس قدر نہ ثابت ہویاں دل وچہ شک نہ لیاؤ
کیوں شک کر یئے مرزا امتی ہو کر غلط ٹھہرا وے
جس دے حق و جیہــــــــــــــاً وچہ قرآن خدا فرماوے
جس آیتاں رو شن اللہ دتیاں مدد رو حوں پائی
تے وچہ جہاں نشان بنا کر قدرت رب دکھائی
پھر دے نبو ت اس دے تائیں خلقت طرف پہنچا یا
ہور کئی نشان نبوت او تے لے خلقت ول آیا
ایسے شخصوں پیشین گوئیاں جھوٹیاں ہوون نائیں
جس دعوی جھو ٹیا ں ہو ون کا فر سڑ سی دو زخ بھا ئیں

ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی لکھا ہے: حضرت موسی کی پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیؑ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی ..غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

وچہ ازالے مرزے آکھیا سنیوں سارے بھائی
پیشین گوئی کوئی حضرت موسی وچہ ظہور نہ آئی
اس قدر جو موسی دل وچہ امیداں آیاں
بلکہ اوہ امیداں ناقص کامل مول نہ پایاں
ہاں عیسی نالوں پیشین گوئیاں موسی زیادہ جانو
تے عیسی وا لیا ں اکثر جو ٹھیاں نال یقین پچھانو

موسی والی پیشین گوئی کم غلطی وچہ آئی
عیسے بہتے دو نویں غلطیوں خالی ناہیں بھائی
ہاں مرزے وا لیا ں سچیاں نکلیا ں جا نن لو کی سا رے
پر اس بچھو نوں خوف نا ر ہیا ہر اک نوں ڈ نگ ما رے

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں مرزا قادیانی لکھا ہے: بلکہ اکثر پیش گوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو بھی جن پر وہ وحی نازل ہوتی ہے سمجھ میں نہیں آتے۔

پیش گو ئیاں وچہ ایسے بھیت پو شیدہ ہو ون بھائی
نبیاں نوں بھی پتہ نہ لگا وحی جنہاں پر آئی
یعنی نبی خدا دی طر فوں خلقت طرفے آئے
او ہ نال زبا ن اس قوم دے حکم خدا دی طر فو ں لیا ئے
حکم احکا م تے وعد و عید تے امر نہی سب بھائی
وحی الٰہی کولوں سمجھے لوکاں نوں سمجھائے
دھکے نال نبو ت اونہاں حاصل کیتی نائیں
بلکہ رب امین بنا کر گھلیا اونہاں تائیں
پہلے رب امین بنائے پھر اسرار چھپائے
ایہ گل رب نوں لا ئق نا ہیں کو ڑ یا ں گپ او ڑا ئے
ہاں مر زے دے رب ولوں مر زے و حی اجیہی آ وے
سب بو لیا ں و چہ پیشین گو ئی مر زے آ ن سکھا وے

اس بولی دی مر زے تائیں سمجھ نہ آ وے بھائی
پھر ایہہ اسرار پوشیدہ لکھ ہو لاوے وچہ لو کائی

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ میں مرزا قادیانی کہتا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجاست تا بنہد پاء بمنبرم
میں حسب بشارتاں ہو پیغمبر خلقت طرفے آیا
اوہ کتھے عیسی میرے جیہا نہ اس نے عزت پایا
اوہ کون عیسی جو آ کر میری جا گہ قدم ٹکا وے
میرے قدر برابر مول نہ عیسی تولیا جاوے
ٹھیک نہ تولیا جاوے عیسی نبی خدا تھیں آیا
تے مر زے تائیں دھکا کر مرزائیاں نبی بنایا

انجام آتھم کے صفحہ ۴۱ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:
مریم کا بیٹا کوشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا

سنوں بھراؤ نبی پنجابی کیڈا کفر اوٹھایا
رام چندر تھیں عیسی تائیں بھیڑا اوس بنایا
پت کوشلیا تھیں پت مریم عزت رکھدا نائیں
واہ قدر و جیہاً فی الدنیا دا جاتا سڑسی بھائیں
کوشلیا مائی رام چندر دی مریم عیسی مائی
اوہ مومن اوہ کافر مرزے کافر شان ودھائی

سچی بات ایہو ہر کوئی جنس اپنی ول جاوے
جس ٹولے تھیں ہووے بندا اس ول منہ پرتاوے
و آتینا عیسی بن مریم البینات خدا فرمایا
و ایدناہ بروح القدس بھی حق اس دے وچہ آیا
قرآن اندر کئی جا گہ آیتاں حق اس دے وچہ آیاں
رب انوں بڑا پیغمبر کیتا دے قرآن گواہیاں
مرزے اس دا شان گھٹایا رام چندر تھیں بھائی
اجے بھی اس نوں مہدی عیسی جانوں سب مرزائی
قرآن فضیلت عیسی دے وچہ کو کے دے للکارے
تے رام چندر نوں بہتر جانا مرزے کرماں مارے
پھر کیوں کرو اطاعت اس دی توبہ کرو بھراؤ
مرزا بھلا تسین نہ بھلو اجے بھی سنبھل جاؤ

ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۳ سے ۷ تک حضرت یسوع مسیح کی نسبت مرزا غلام احمد فرماتے ہیں:
شریر، مکار، موٹی عقل والا، بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی اور عملی قوی میں کچا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا، شیطان کا ملہم، اس کے دماغ میں خلل تھا، تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پزیر ہوا تھا، آپ کا کنجریوں سے میلان جدی مناسبت سے تھا، زناکاری کا عطر ایک کنجری سے سر پر ملوایا۔

وچہ ضمیمے مرزے دیکھو شرم حیا گوایا
جو کجھ منہ تھیں چاہیا بکیا دین ایمان اوڈایا

کیہا مسیح شریر مکار تے موٹا عقل پچھانوں
بد زبان تے غصے والا جھوٹا ڈھاڈا جانوں
علم عمل وچہ کچا گالیاں دیون والا آیا
چور شیطان دے پچھے چلنے والا اس نوں پایا
الہام شیطانی ہوون اس نوں خلل دماغ بھی جانوں
تن دادیاں تن نانیاں اس دیاں کرن زنا پچھانوں
خون جنہاں تھیں ایس مسیح پیدائش پائی بھائی
اوہ سب عورتاں وچہ بدکاری بہیاں شک نہ کائی
کنجریاں دے نال محبت جس دی اوس دی جانوں
عطر بھی اک کنجری دا سر پر ملیا سچ پچھانوں
دیکھو مرزے نال مسیح دے کیڈا ویر کمایا
جس نوں رب وجیہا سدیا عیسی ایس پنایا
جے کہے یسوع مسیح نوں آکھیا نہ عیسی نوں بھائی
اوہ ہور یسوع مسیح ہے جس دی کیتی میں برپائی
ایہ بھی ٹھیک نہیں خود مرزا وچہ توضیح لیایا
مراد یسوع مسیحوں میری عیسی مریم جایا
معلوم ہویا جو مرزے جس دی کیتی ہے برپائی
اوہ عیسی بیٹا مریم دا ہے ہور مراد نہ بھائی
تے مرزے آکھیا مثل عیسی میں آیا سچ پچھانوں
جے ایہ مثل ممثل والیاں صفتاں اس وچہ جانوں

مسیح جے انہاں عیباں نال آلودہ ہویا بھائی
ایس مثیل اندر بھی حصہ مثلوں شک نہ کائی
شر یر اوہ ہو ندا جو وچہ لو کاں ویر عداوت پا وے
مکار جو ما ل لو کا ندے مکر فر یبو ں لٹ لٹ کھا وے
موٹی عقل والا اوہ ہو ندا جو منہ آوے کہندا
جتھے جاوے ماراں کھاواں دکھ ہزاراں سہندا
جھوٹھا بد زبان تے گالیاں دیون والا بھائی
اوہ جس اتے شیر شرع دیاں کفروں مہر لگائی
چور اوہ ہو ندا جو وچہ دین خدا دے چوری کر دا
اوہ اتوں مو من وچوں کافر پھڑیا راہ کفر دا
علم عمل وچہ کچا اوہ جس علم نہ ہووے کائی
کتا ب الٰہی کر ے تا ویلاں بن علمو ں اوہ بھائی
شیطا ن پچھے اوہ چلدا جس نوں پھٹک خدا دی نہ آ وے
اوہ رستہ سلف خلف دا چھڈ ے و کھرا مذ ہب بنا وے
الہام شیطا نی جس نوں ہوون جا نن لو کی سا رے
اوہ جو دل چا ہ سو ئے کہندا نصوں ہویا کنا رے
تے جس دا ا صل چنگا او چنگا ہو ندا نبی بتا وے
تے جس دا ا صل مندا اوہ مندا دین نبی بد لا وے
مر زے نال نبیاں مثل کفاراں و یر کمایا
ہجو کر ن وچہ کسر نہ چھڈی رب دا خو ف نہ آیا

انشاء اللہ روز حشر دے اس دا بدلہ پاوے
جد وچہ دربار خداوند عادل حاضر کیتا جاوے
ہن بس کر عبد الحی ہے کا فی اتناں دا نیاں بھائیاں
سلف خلف دا را ہ نہ چھڈن خیراں جنہا ں لکھا ئیاں
سنوں بھراؤ معجزیاں دا حال بھی لکھ دکھاواں
جیویں عقیدہ مرزے والا واضح کر سمجھاواں

باب پنجم: معجزات انبیاء

فصل اول: عقیدہ اہل سنت بابت معجزات انبیاء

اہل سنت دا مذ ہب جو نبی خدا دی طر فوں آ ئے
او نہاں او پرصدق نبو ت اپنے معجز ے آ ن د کھا وے
اوہ معجزہ ر ب دی طر فو ں نہ اوہ کسب بندے دا بھائی
نہ اوہ سحر نہ عمل الترب نہ شعبدہ بازی کائی
بلکہ اوہ انعام الہی نبی خدا تھیں پاوے
جا ں لے کر بھار نبوت وا لا طر فے خلقت جا وے
پھر خلقت طر فے آ کر انہاں ر ب دے حکم سنا ئے
او ہناں سا حر کہہ کر انباء تائیں صا ف انکار لیا ئے

اوہ اپر صدق نبوت لیائے معجزیاندے تائیں
بعضیاں ویکھ ایمان لیاندا بعضیاں منیاں ناہیں
معجزہ اوہ جو ویکھن والا جس اس دیکھے بھائی
لا جواب اجیہا ہووے پیش نہ جاوس کائی
جیویں وقت موسیٰ دے علم سحر وچہ اکثر عالم آئے
اونہاں علم سحر وچہ کئی کرشمے لوکاں نوں دکھلائے
پھر موسیٰ لے کر معجزے رب تھیں طرف اونہاں دی آیا
اوہ ید بیضاء تے عاصا آہا لوکاں آن وکھایا
جد دیکھیا آکھیا نبی نہیں اس عالم سحر پچھانوں
اپنے ساحر کل بلا کر جلدی اس نوں رانوں
پھر ساحر آئے سحروں سوٹے رسّے سپ بنائے
ایسے سحر دکھائے اونہاں خوف دلاں وچہ آئے
پھر رب کیہا نہ ڈر اے موسیٰ سٹ توں عاصے تائیں
جد سٹیا سب سپاں منہ پایا پرتیا خلقت وائیں
ساحر ویکھ ہوئے شرمندے منیاں نبی الٰہی
پڑھ لا الہ الا اللہ تائیں ہو گئے مومن بھائی
ایسے طرح عیسیٰ دے ویلے زور حکیماں آیا
اس بھی وقت رسالت رب تھیں معجزہ ایسا پایا
اندھے مادر جائے کوہڑی لولے گنجے بھائی
حضرت عیسیٰ کنوں شفا ہزاراں آ کر پائی
پھر ویکھ حکیماں آکھیا ایسا نسخہ اساں نہ پایا

جیسا ایس خدا دے بندے باجھ دوا ہتھ آیا
اساں نال یقین تجربے جاتا ایہ ہے نبی الٰہی
پھر پڑھ کلمہ اوہ مومن ہوئے چھڈیا راہ تباہی
تے حضرت پاک محمد ویلے شاعر بہتے آئے
او نہاں نال فصیح لسانی لوکاں دے وچ قدر ودائے
رب معجزہ ایہ قرآن عنایت کیتا حضرت تائیں
جد سنیاں شاعراں کیہا کلام انسان ایہ ہر گز نائیں
جیویں شاعر وڈا ملک عرب وچہ مکے اندر آیا
اس سنیاں ایتھے نبی ہویائی اس بھی شعر بنایا
اک تختی اپنے بوہے اتے اس شاعر جڑوائی
جو شاعر آوے شعر اپنے نوں اس پر لکھی جائے
جے چنگا شعر شاعر دا ہووے لکھدا شعر چنگیرا
جے مندا شعر شاعر دا ہووے لکھدا شعر مندیرا
پھرحضرت آ تختی پر لکھایا انـا اعـطیـنـا ك الـكـو ثـر
اس شاعر تھیں تختی لکھیا مـا هـذا قـول البشـر
انـا اعـطیـنـاك الـكـوثـر شاعرتولیابھائی
کیہا کلام انسان نہیں ایہ ٹھیک کلام الٰہی
فصیح کلام سنے جد اس نے پاس نبی دے آیا
پھر حضرت کنوں قرآن جاں سنیاں ترت ایمان لیایا
اینویں کتنے معجزے پاک نبی تھیں ظاہر آئے
جیویں قمر دو ٹکڑے ہویا وچہ قرآن خدا فرمائے

ہور بکری گو شت زہر آلود بولیا نبی نہ کھائیں
میں وچہ زہر یہودن پایا نیڑے مول نہ جائیں
جد مکیوں ہجرت طرف مدینے کیتی نبی الٰہی
راہ وچہ جاندیاں ڈیرا آیا ام معبد دا بھائی
اوہ بڑی سخیہ آ ہی راہیاں روٹی پانی دیندی
جو کوئی جائے ما حضر تھیں خدمت بہت کریندی
حضرت بھی اس عورت کولوں منگیا جا کر پانی
اس کیہا نہ پانی ہے آ ج و رنہ جان کراں قربانی
پھر بکری بڈہی ڈ ھٹی حضرت پچھیا دودہ ایہ دیندی
اس آکھیا مدت دی ایہ سکّی باہر چر ن نہ وہندی
پھر لے کر اذن رسول اللہ نے ہتھ ہوانے پایا
اوہ لیوا دودھوں بھریا پاک نبی جد ہتھ لگایا
ر ج پا ک نبی سب سا تھیاں پیتا بڈ ھی خوب ر جا ئی
تے بر تن اس دے سب بھر دتے ددہوں نبی الٰہی
پھر اُستھیں پچھے دده دتا اس بکری سال اٹھاراں
کیوں نہ دیوے ہتھ مبارک لگا شاہ ابراراں
وقت لڑائی خندق جابر ٹوپا جو پکائے
دہ سو مرد بولائے آئے سارے نبی رجائے
روز حدیبیہ وقت نماز نہ پانی ملیا یاراں
آ شکایت کیتی حضرت اگے سب ابراراں

تے حضرت پاس اک کاسہ اس وچہ تھوڑا پانی آیا
اس کاسے تے حضرت صاحب سجا ہتھ ٹکایا
انگلیاں وچوں چشمیاں وانگوں پانی ہویا جاری
اوہ انگلیاں بدل رحمت بھریاں فضل کیتا رب باری
پندراں سو اصحاباں سن اسواریاں رج رج پیتا
مشکاں بھریاں سب لشکر نے وضو سبھناں کیتا
پھر دست مبارک کاسے اتوں پاک محمد چایا
اس وچہ پانی اتناں دسیا جتنا اس وچہ آیا
جابر آکھیا حاجت کارن حضرت باہر سدہائے
پردہ کوئی نہ لبھا مینوں حضرت پھر فرمائے
اے جابر ایس درخت دی طرفے جلدی کر کے جاویں
اس آکھیں تینوں نبی بلاندا آویں دیر نہ لاوین
جد جابر جا کر آکھیا مڈھوں اکھڑیا اوہ بھائی
شتر مہاری وانگوں آیا پاس رسول الٰہی
دوجے نوں بھی سدہ لیاویں حضرت نے فرمایا
جابر اس نوں بھی جا آکھیا اوہ بھی جلدی آیا
پھر حضرت وچہ دوہاں دے حاجت بہکر آکھیا جاؤ
آپو اپنی جا گہہ دے وچہ جا کر ڈیرا لاؤ
پھر دونویں لا الہ دیاں بانگاں دیندے اوتھوں دھائے
تے حق محمد نبی اللہ دا کہندے ڈیرے لائے
اینویں کئی ہزاراں معجزے وچہ حدیثاں آئے

وڈا سب تھیں اللہ ست آسماناں سیر کرائے
سیر معراج نبی نوں اللہ ست آسمان کرایا
نا ل جسّے دے وچہ اک را ت دے قدرت کھیل د کھا یا
دو واری ہویا معراج نبی اک قبل نبوت بھائی
ایہ اللہ پا ک نے خوا ب دے اندر حضرت سیر کرا ئی
پھر ابتدا ء نبو ت خواب دے تا ئیں سچا کیتا سائیں
نا ل جسّے دے ست آ سما ن د کھا ئے حضرت تا ئیں
وچہ قرآن خدا فرمایا نال یقین پچھانوں
پاک خدا جس سیر کرا یا بندے اپنے جا نوں
مکے تھیں تا اقصی توڑی وچہ قرآن دے آیا
اقصی تھیں تا ست آسماناں وچہ حدیثاں آیا

سبحا ن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرا م الی المسجد ا لا قصی۔
پاک ہے وہ خدا جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک ایک رات میں۔

پاک خدا جس مکیوں اقصی تائیں سیر کرائی
وہ اک رات دی بندے اپنے پاک محمد بھائی
لفظ عبد دا کرے دلالت جسّے نال سدہائے
جے کر سیر روحی تا لفظ عبد کیوں رب فرمائے
معجزہ خوا ب نہ بن سی کیو ں ہر ایک نو ں خوا باں آ ون
نہ ایہ خرق عادت دا ہوویں نہ دشمن بھوکھاون

وچہ اک را ت نال جسّے دے طرف آ سما نا ں جا ناں
پھر اوسی را ت اندر وچہ دھر تی آ کر ڈیرا لاناں
ایہ خارق عا دت دا ہو سی اس و چہ بند یاں دخل نہ کا ئی
نشان نبوت رب دکھایا بندیاں تائیں بھائی

عن قتاده عن انس بن ما لك عن ما لك ابن صعصه ان نبی الله ﷺ حد ثهم عن ليلة اسری به بينما انا فی الحطيم مضطجعاً اذاتا نی آ ت فشق ما بين هذه الى هذه ۔ الحد يث رواه البخاری و المسلم

انس بن مالک کنوں بخاری مسلم با اسناد لیایا
جو اک سیر معراجی والا یاراں نبی سنایا
بیت اللہ وچہ آہا آیا میں ول مرد الٰہی
اس پیٹ میرے نو ں پا ڑ یا دھنیو ں سینے تا ئیں بھا ئی
پھر تھال سنہری نال ایمانے بھریا مرد لیایا
پانی زمز م تھیں دل دھو کر وچہ اوہ تھال سودھایا
پھر سیوں کر پیٹ میرے نو ں مرد ر با نا ہو یا را ہی
پھر لے براق سفید فر شتہ آیا میں ول بھائی
اسوار ہویا میں اس گھوڑے تھے پھر جبریل الایا
یا حضرت رب بولایا ہے میں لین تسانوں آیا
پھر گھوڑے تیز تراری ما ری طرف آ سمان سد ہا وے
جبریل آمین بھی نالے بوہا جا کھڑکاوے

ملکاں کہیا کون تے تیرے نال ہے کیہڑا بھائی
آکھیا میں جبریل تے نال محمد نبی الہی
جد سنیاں ملکاں نام محمد جلدی بوہا لاہیا
بسم اللہ جیو جم جم آویں قدم آسمانی پایا
آسمان پہلے جد قدم ٹکایا آئے ملک ہزاراں
پڑھن صلوتاں نال محبت اوپر شاہ ابراراں
انبر ول تے اک بندا دسیا حضرت تائیں
پچھیا جبریلا کون ایہ بندا نیک بتلائیں
ایہ بابا آدم کہو سلام ایس جبریل بتایا
پھر حضرت سن کر بابے آدم طرفے منہ پرتایا
کول صفی اللہ دے آ کر کیہا سلام اہیا
آدم کہیا سلام تے رحمت تیں پر نیک نبیا
توں بیٹا میرا ایسا ہویوں ساری دھو نے دھوئے
اول آخر دی وڈیائی کون تیرے تل ہوئے
پھر جبریل لے چڑھیا ور انبر دوجے پر آئے
جبریل کیہا در لاہو دیر نہ کیتی جائے
دربان کیہا ہیں کون کیہا میں جبریل ہاں آیا
تے میرے نال محمد سرور اس نوں رب بولایا
جد سنیاں نام محمد جلدی کھولیا بوہے تائیں
بسم اللہ جیو جم جم آکھیا ملکاں چائیں

پھر نیک دو بندے حضرت ڈٹھے پچھیا کو ن ایہ آ ئے
ایہ عیسی یحی پاک نبی نوں جبریل بتائے
کہو سلام انہاں نوں حضرت آ سلام بولایا
او نہاں دے جوا ب کیہا تیں رحمت تینو ں رب و ڈ یا یا
پھر جبریل تر کے انبر طر فے کیتی دھائی
اونویں ملک ہزاراں آئے ولّی نبی وداہائی
پھر اوتھے حضرت یوسف ڈٹھا پاک رسول الٰہی
کیہا سلام تے رحمت تیں پر اے شا ہ خو با ں بھائی
و علیک السلام اے بھا ئی تین پر رحمت لکھ لکھ وا ری
بسم اللہ توں جم جم آویں حامی خلقت ساری
پھر چوتھے انبر تے جبریل آمین سدھایا
آکھیا جلدی بوہا لاہو پاک محمد آیا
سن نام محمد بوہا لاہیا پاس نبی سب آئے
بسم اللہ توں جم جم آویں ساڈے بخت سوائے
پھر ادریس نبی اٹھ دیکھ رسول سلام بولایا
اس بعد سلام کہیا جی آئیوں بھائی عالی پایا
پھر پنجویں انبر طر فے مو ڑ یاں جبر ائیل موہا راں
آکھیا جلدی بوہا لاہو آئے شاہ ابراراں
بوہا کھول فرشتے کرن دیدار نبی دا آئے
کر ن دے دار تے آ کھن وا ہ وا عالی ر تبہ پائے

پھر پنجویں انبر تے ہارون پیغمبر ڈٹھا بھائی
نال خوشی ہارون نبی پر نبی سلام بولائی
ہارون کیہا و علیک السلام آئے بھا ئی نیک پیا رے
بسم اللہ جیو جم جم آویں تیرے ر تبے بھارے
پھر چھیویں انبر جبریل جاں جا کر ڈیرا لایا
آکھیا ملکو بوہا لاہو شاہ جہاناں آیا
بوہا کھول فر شتیاں آکھیا بسم اللہ لکھ واری
مدت دے تر سن دیاں نوں د کھایوں مالک باری
پھر اوتھے موسی ویکھ نبی جا سلام بولائی
اس بعد جواب سلاموں آ کھیا جی آ ئے ول بھا ئی
جد حضرت موسی کولوں آ گے لنگھے موسی رویا
کسے پچھیا اے مو سی کیوں رو نویں تینو ں کی غم ہو یا
موسی کیہا دیکھ محمد تائیں روون آیا
ایہ لے نبو ت میرے پچھے رب دی طر فوں وہایا
ایہ اپنی امت بہتی میری امتوں جنت پاوے
جو جو کہہ سیں سو سنساں حکم خدا دی طر فوں آوے
تے ایسنوں رب مختاری دتی دیسی روز قیا مت بہا ئی
اس او کھے و یلے دیو چہ اس نوں دیسی ر ب و ڈ یا ئی
و اللہ اعلم میری امت کتنی جنت پاوے
ایسے کارن دیکھ محمد مینوں وزن آوے

پھر جبریل لے چڑھیا انبر ستواں جا کھڑکایا
آکھیا جلدی بوہا لاہو تاج نبیاں آیا
او نہاں بو ہا لا ہیا چائیں چائیں پاس نبی دے آئے
صلی اللہ علیك و سلم ہر اک درود پکائے
کرن زیارت پاک نبی دی کل ملائک آئے
آ کھن شکر خدا جس سکدیاں چہرے ایہ وکھائے
پھر انبر ہفتم تے میں ڈٹھے بیرے نبی بتایا
پروانے خو ب سنہری بیری تائیں اونہاں چھپایا
تے کھڑ یا ں جیڈی بیر اوس بیری پا ک نبی فر ما وے
ہاتھی کناں جیڈی پتر ریشم دا نک دساوے
پھر بیت معمور جو کعبہ وچہ آسماناں ڈٹھا بھائی
نبی کیہا میں ڈٹھا اوس وچہ آون ملک الہی
پھر بھانڈے دو ہتھ لگے میتوں اک شیروں پر پایا
دوجا خمروں شیر والا میں پیتا نبی بتایا
جد پیتا شیر نبی خوش ہو کر آکھیا ملک الہی
چنگا کیتا سن امت توں فطرت رب دی پائی
پھر سیر بہشت تے دوزخ سندا پاک نبی نے کیتا
دوزخ وچہ متکبر ڈٹھے لستاں جنت لیتا
پنجاہ نما زاں وچہ دن را ت دے کیتیاں فرض الہی
موسی پاس جاں آئے پچھیا حکم کی کیتا بھائی

حضرت کہیا پنجاہ نمازاں حکم کیتا میں سائیں
موسیٰ کیہا نہ طاقت رکھن جلدی رب ول جائیں
پھر حضرت جا کر عرض کیتی اے پاک غفور رحیماں
ایہ بھار ودھیرا امت لِسّی ہولا کریں کریماں
رب کیہا اے یار قبول میں کیتیاں تدہ دعائیں
چالی جا کر پڑھن نمازاں امت نوں فرمائیں
پھر موسیٰ پاس جان آئے پچھیا ہن کی رب فرمایا
حضرت آکھیا چالی حضرت موسیٰ پھیر اڑایا
میں خلقت دے وچہ رہ کر ہے آزمایا اونہاں تائیں
ہن دوبارہ تخفیف خدا تھیں منگی، سنگی ناہیں
پھر حضرت سدرہ دے وچہ آ کر کیتیاں بہت دعائیں
رب کہیا دس چھڈیاں باقی امت نوں فرمائیں
پھر حضرت موسیٰ تائیں دسیا موسیٰ نے فرمایا
اے بھائی کر لے حیلہ پھیر نکماں پچھوتایا
اینویں کتنی واری موسیٰ پاک نبی پرتائے
لکھ لکھ رحمت حضرت موسیٰ جس ایہ بھار گھٹائے
پھر حضرت ربوں آ کر آکھیا اے رب مالک سائیں
امت لِسّی بھار ودھیرا رحمت پھیرا پائیں
رب کیہا نہ غم کر دوست خاطر تدھ منظوری
پنج نمازاں حکم امت نوں کر توں پڑھن ضروری

پھر حضرت موسیٰ نے فرمایا اے محمد بھائی
میں لوکاں نوں آزما کر آیا منگ لے اجے رہائی
نبی کیہا ہن مول نہ منگاں شرم خدا تھیں آوے
بہتی واری عرض کرن تھیں میرا دل لسکاوے
فیر اک سنا دے رب دی طرفوں کیتیاں آن آوازاں
پنجاہ نمازاں بدلہ پا سی جو پنج پڑھے نمازاں
ایہ حکم میرا ہن جاری ہویا ہر گز گھٹ سی ناہیں
جو کوئی ترک کریسی لیسی دوزخ وچہ سزائیں
پھر حضرت فجروں پہلے کرکے سیر مکے وچہ آئے
حال تمامی سیراں والے لوکاں آن سنائے
ایہ معجزہ اہل ایماناں سن کر سچا جاتا بھائی
کافر سن کر حیرت اندر کوڑی بات ٹھہرائی
اینویں کتنے معجزے حضرت آئے وچہ حدیثاں
پر ملحد مول نہ منن اونہاں پکڑی چال خبیثاں
ہور کتنے معجزے دیگر نبیاں وچہ حدیثاں آئے
تے کتنے معجزے پاک خداوند وچہ قرآن بتائے
ہن بس کر عبدالحی ہے کافی اتناں دانیاں تائیں
عقیدہ نبی پنجابی والا جلدی لکھ دکھائیں

فصل دوم

عقیدہ قادیانی بابت معجزات انبیاء

دیکھو اشتہار بابت موت لیکھرام مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔

مرزے کیہا جو وچہ قرآن دے معجزے رب فرمائے
ایہ سب مسمریزم تھیں یعنی عمل الترب وں آئے
عمل الترب یعنی ہتھ ناٹک کردے جیویں مداری
معجزے اینویں قرآنی جانوں کھیڈ کیتی رب باری
مسمریزم ہے کسبوں حاصل کر دی خلقت بھائی
تے معجز ے کسبوں حاصل ناہیں ایہ ہے ذات الٰہی
جتھے معجزہ ذکر ہویا اوتھے باذن اللہ بھی آیا
پھر کیوں عمل الترب جو کسبوں معجزے نال رلایا
معجزہ خرق عادت دا جس وچہ بندیاں دخل نہ کائی
اوتھے عقل فکر دی دال نہ گل دی نا پہنچے دانائی
اذن خداؤں معجزہ نبی اجیہا خلق دکھاوے
جس وچہ ویکھن والے حجت پیش نہ کوئی جاوے

جے عمل الترب ایہ ہوندے قطع نہ ہوندی حجت بھائی
بلکہ اس تھیں اعلی عمل الترب دکھاندا کائی
پر ایہ سبھ مرزے دیاں گلاں منن وچہ نہ آون
پانیوں مکھن کدی نہ نکلے بھاویں زور لگاون

مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۸ میں لکھتے ہیں:

سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ دے دیا تھا۔ یہ محض موسی کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا۔

مرزا صاحب نبی پنجابی وچہ ازالے لیایا
کہیا جو سورۃ بقرہ دے وچہ ذکر قتیلوں آیا
جو مردے بوٹی گائیں ماری مردہ زندہ ہویا
اس زندہ ہو کر آکھیا مینوں شخص فلانے کھویا
صرف ایہ عمل الترب تے دھمکی موسی طرفوں بھائی
جو کجھ ہویا ہویا زندہ مول نہ ہویا کائی
ٹھیک اوہ زندہ ہویا سی پر مرزے سمجھ نہ آئی
کذلك یحی اللہ الموتی دے ول نظر نہ پائی
جو کیتا امر خداؤں دھمکی عمل الترب نہ آیا
ان اللہ یأمرکم دیتائیں دیکھو رب فرمایا
پر جس دی اکھ دلے دی انّھی بعد ہدایت سائیں
اوہ عمل نہ کردا کرے تاویلاں پیا اولّین راہیں

دیگر ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲ ۷ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں: حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی اس کا مسمریزم کا عمل ہے۔

وچہ ازالے دیکھو لوکو مرزے نے فرمایا
معجزہ ابراہیم جو رب نے وچہ قرآن بتایا
اس چار جناور کر کے ذبح پہاڑاں تے رکھوائے
پھر لے لے نام بولایاں انہاں سب زندے ہو آئے
ایہ ابراہیم دے عمل الترب وں کارروائی ساری
خلقت نوں ہتھ ناٹک کر کے کھیڈ دکھائی بھاری
واہ وا مرزیا تدھ دلیری رب دا خوف نہ لیاویں
کیف تحی الموتی دے ول نظر نہ ہرگز پاویں
مردے کیویں جیویں اے رب، تے رب نے فرمایا
اے ابراہیم ایمان نہ لیائیوں ابراہیم آلایا
اے رب میں ایمان لیایا لکن دل ٹھہر جاوے
ظاہر ڈیکھن زندہ ہونا صدق ایمان ودہاوے
پھر رب کیہا پھڑ چار جناور کرکے ذبح انہائیں
اوپر چار پہاڑاں انہاں رکھیں پھر بولائیں
پھر امر الہی موافق کرکے ابراہیم بولائے
رب زندے کیتے ابراہیم دے طرفے دوڑے آئے
عمل الترب جے ہوندا رب تھیں کیوں سوال کریندا
بلکہ عمل الترب وں کھیڈاں لوکاں آپ دکھیندا

حاشا للہ ابراہیم نہ علم ہتھ ناٹک جانے
باہجہ الٰہی علموں ابراہیم نہ ہو پچھانے
ابراہیم جو کیتا امر خداؤں کیتا بھائی
خود سازی گپاں مرزے والیاں والا اصل نہ کائی

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲ میں مرزا قادیانی لکھا ہے:

حضرت مسیح کا معجزہ پرندہ بنا کر ان میں پھونک مار کر اڑانا حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم سے ہیں دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والی تھی تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو مٹی کا ایک کھلونا کسی ایک کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

وچہ ازالے اول معجزہ عمل الترب ٹھہرایا
پھر دوجی جاگہ معجزے تائیں عقلی کر دکھلایا
معجزہ حضرت عیسیٰ مثل سلیمان عقلی جانوں
اوہ معجزے عقلی لوکاں دسّن مرزے کیہا پچھانوں
پھر مرزے آکھیا علم تاریخوں ثابت ہویا بھائی
جو اوس زمانے شعبدہ بازی بہت مروج آئی

عجب نہیں ایہ معجزہ عقلی عیسی رب سکھایا
مٹیوں اک کھڈوناں کلا دبانے نال اٹھایا
یا باپ عیسی دا یوسف کم ترکھاناں کردا آیا
اس کم ترکھاناں عیسی تائیں بائی برس سکھایا
اوہ کم کلا دا سکھیا ہویا لوکاں آن دکھایا
اک پرند بنا کر نال کلا دے اوس اوڈایا
کس تاریخوں ثابت وقت نبوت عیسی بھائی
شعبدہ بازی بہت مروج اوس زمانے آئی
ہاں ایہ ثابت جو زور حکیماں اوس زمانے آیا
جالینوس وغیرہ وچہ تشخیص تجربہ پایا
عیسی نوں دے معجزہ وچہ انہاندے گھلیا سائیں
دیکھ حکیماں آکھیا ایسی طاقت بندے ناہیں
قرآن و حدیث نہ آکھن عیسی شعبدہ بازی جانے
جو آیت روشن شعبدہ بازی کہندے شیطان رانے
اساں عیسی تائیں آیتاں روشن دتیاں رب فرماوے
جو آیتاں شعبدہ نال ملاوے لعنت پاوے
تے باپ عیسی دا یوسف رب رسولوں ثابت ناہیں
جو قائل کڈھ قرآن حدیث دکھاوے ساڈے تائیں
مثلہ کمثل آدم دیکھو رب فرمایا
اساں عیسی تائیں والد باہجوں آدم وانگ بنایا

جے باپ ہوندا تا بن مریم کیوں خلقت کہندی بھائی
بلکہ یوسف دا ایہ بیٹا کہندی سب لوکائی
قرآن حدیث دے اندر لفظ ہے بن مریم دا آیا
مرزے بھیڑیاں لیکھاں والے یوسف باپ بنایا
تے کم ترکھاناں کلاں بناون کسبوں حاصل بھائی
تے معجزہ جس وچہ دخل کسی دا ہرگز نائیں کائی
مرزے معجزہ ٹالن کارن حیلہ بہت اٹھایا
کدیں شعبدہ باز تے عامل ترلی کدیں نجار بنایا
پر جھوٹے دے کجھ پلے ناہیں ناحق پیر کھلارے
ضد اپنی نوں چھڈے ناہیں بیٹھا کھاکھاں مارے

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۲ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: جو میں (مرزا) نے مسمریزم طریق کا نام عمل الترب رکھا ہے جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے الہامی نام ہے۔

مسمریزم دا نام جو عمل الترب میں رکھیا بھائی
ایہ الہامی نام ہے جس وچہ عیسی مشق لگائی

دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:
اگر یہ عاجز (مرزا) اس عمل (یعنی مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے قوی امید رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔

عمل الترب نوں ایہ عاجز جے مندا نہ سمجھیندا
عیسی تھیں نہ کم آہا کئی باتاں عجب دکھیندا
مندا کیتا جد ایہ مثل عیسی کے بنیاں بھائی
عیسے جانے ایہ نہ جانے مثل نہ رہ گئی کائی
مرزا ڈھا ڈا بھلا جد ایس دعوی اڈا چایا
تے معجزیاں کراماتاں کولوں پلہ خالی لیایا
عمل الترب نجوم ضروری حاصل ایہ کریندا
ہو ر نہیں تاں جو تش رملوں جفروں حصہ لیندا
پر اس تھیں کجھ نہ سریا نال فریباں کم چلایا
خود سازی لکھ الہاماں تائیں لوکان وچہ ہولایا

دیکھوازالہ اوہام صفحہ ۳۱۰ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل الترب (یعنی مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

بھاویں وچہ بیماریاں جسمی مرزے نے فرمایا
مسمریزم تھیں ہچھا کردا عیسی مریم جایا
پر دینی کمال دے وچہ عیسی ناقص آہا بھائی
اس تھیں روشن قلبی ہرگز کسے نہ پائی
دیکھو مرزا انّھاں ہویا بھل گیا ایہ راہوں
نبی عیسی دا دشمن ہویا وگی پھٹک الہوں

اول معجزہ اذن خداؤں عمل الترب ٹھہرایا
پھر نبی اللہ دے عیسی تائیں ناقص دین بنایا
جد حضرت لے نبوت خلقت طرفے آئے
طرف توحید الٰہی لوکاں تائیں راہ دکھائے
پھر وعظ عیسی جد سنیاں قوم حواری بولے سارے
آمنــا بــاللــہ و اشھد آکھیا انہاندے للکارے
ہور کتنی خلقت سن کے عیسی کنوں تاثیراں پایاں
عیسی سچ رسول الٰہی آکھیا نال صفایاں
یہوداں حضرت عیسی تائیں سن کر منیاں نائیں
اوہ مرزے وانگوں دشمن عیسی ہوئے کوراہیں
ہن بس کر عبد الحی ہے کافی اتنا مومن بھائیاں
دیکھ رسالہ حق ناحق نکھیڑن نال دانائیاں
یا رب دہ توفیق جو سنت اپّر عمل کمایئے
اس بدعت والے ٹولے دے ول جھاتی مول نہ پایئے
اوڑک جایئے کہندے لا الہ نوں دے للکاراں
وچہ جنت داخل ہو یئے بن کر سنگی شاہ ابراراں

عقائدقادیانی خلافِ جمہور اہل سنت

❁ براہین احمدیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

ہمارا خدا عاجی ہے۔(عاجی کے معنی ہاتھی دانت یا گوبر کے ہیں)

❁ توضیح مرام کے صفحہ ۳۳، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۶۷ میں لکھا ہے:

فرشتے کوئی نہیں جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔

❁ ازالہ اوہام صفحہ ۳۔۴۔ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لاویں گے۔

❁ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

حضرت رسول کریم ﷺ خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں

❁۔صفحہ ۲ ٹائٹل ازالہ اوہام پر لکھا ہے: قیامت نہیں ہوگی تقدیر کوئی چیز نہیں۔

❁ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۵ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ عذاب قبر نہیں ہے۔کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔

❁ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۵۷ پر لکھا ہے: محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔

❁ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۵؟ دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا۔

❁ازالہ اوہام ۔صفحہ ۶۸۵ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ دجال کا یہی ریل گدھا ہے اور کوئی نہیں۔

❁صفحہ ۵۰۲۔۵۰۸، ازالہ اوہام میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہوں گے یاجوج ماجوج سے دو قومیں مراد ہیں انگریز اور روسی اور کچھ نہیں۔

❁صفحہ ۵۱۰ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں ۔دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے آخری زمانے میں ان کی کثرت ہوگی۔

❁صفحہ ۵۱۳ ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:
دخان کچھ نہیں ہوگا دخان سے مراد قوم عظیم ہے

❁صفحہ ۵۱۵ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب خلاف اہل اسلام وحدیث بانی اسلام کے تحریر کرتے ہیں آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔

۞صفحہ ۴۷۔ ازالہ اوہام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلی درجہ کا کشف تھا۔

۞صفحہ ۲۵۔ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب قادیانی، بابت قرآن مجید یوں تحریر کرتے ہیں:

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ قرآن شریف جس بلند اور سخت زبانی کے طریق کو استعمال کرتا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف سنا سنا کر کفار کو ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

۞ازالہ اوہام صفحہ ۲۷ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن شریف نے (ولید بن مغیرہ کی نسبت) نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتے ہیں استعمال کیئے ہیں۔

۞صفحہ ۷۴۸ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں۔

۞صفحہ ۲ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ زندہ ہونے والے مر گئے جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا وہ ہرگز نہ مرے گا۔

۞ صفحہ ۷۔ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں صحیح نہیں نکلیں۔

صفحہ ۸۔ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:
حضرت موسی کی پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسی نے اپنے دل میں امید باندھی تھی۔ غایت ما فی الباب یہ کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

اسی طرح بہت عقاید میں مرزا غلام احمد قادیانی نے خلاف کیا ہے کما ھی مستور فی کتبه جس شخص کا ایسا ایسا اعتقاد ہو پھر اس کو مجدد اور مہدی اور مسیح ماننا سراسر جہالت ہے، بلکہ ایسے شخص کو خارج از اسلام سمجھنا اولی الی الصواب ہے۔

تیراں سو ستائی ہجری آہا اس دن بھائی
عقاید نبی پنجابی کولوں فراغت عاجز پائی

☆☆☆

والصلوة و السلام علی سید الا نبیاء محمد و آله و صحبه اجمعین

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوت

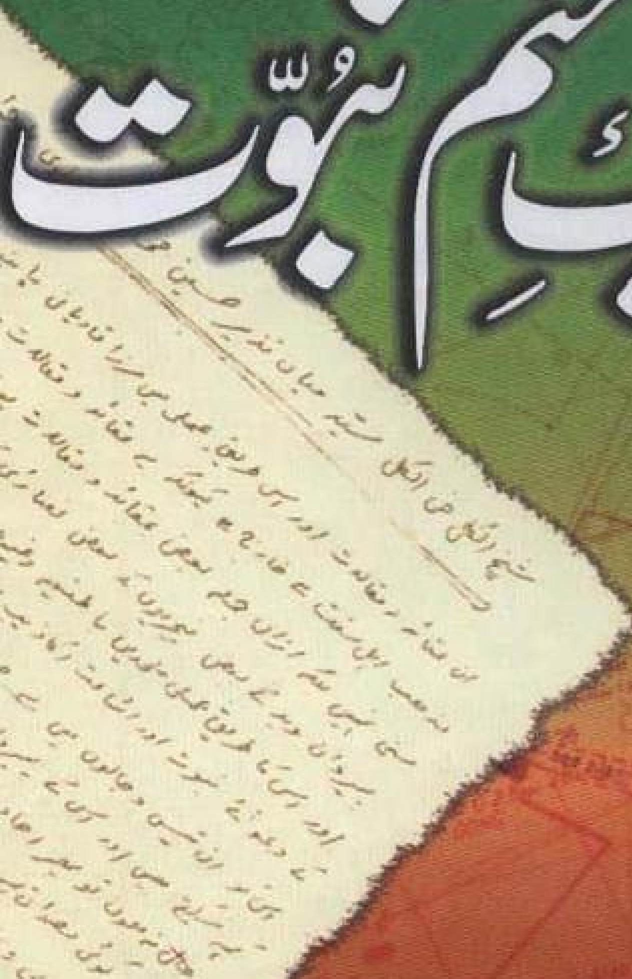

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ بست وششم (۲۶)

(غلام احمد قادیانی کے مباحثے)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست وششم (۲۶)
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۵۷۰
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

فہرست عناوین

مشمولات کتاب کا تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی کی مناظرانہ زندگی کا آغاز ۱۸۶۸ء سے ہوتا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا البشیر احمد نے سیرۃ المہدی صفحہ ۲۳۷۔۲۳۸ جلد اول میں لکھا ہے:

مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں صفحہ ۵۲۰ پر لکھتے ہیں

....مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے، جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گذرے، تب ایک شخص نے مولوی صاحب سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کیلئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے پر یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کرلیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔

نیز مرزا البشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے:

ایک دفعہ قبل دعوی مسیحیت لوگوں نے حضرت مرزا کو محمد حسین بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی وہابی مسائل کی بحث کیلئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس بحث کے سننے کیلئے جمع ہو گیا اور محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کردی اور وہ مرزا صاحب کا جواب سننے کیلئے ہمہ تن انتظار ہو گئے۔ مگر مرزا صاحب نے سامنے سے صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو

کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو قابل اعتراض ہو، اسلئے میں اسکے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق ہے۔ آپکے اس جواب نے جو مایوسی اور استہزاء کی لہر لوگوں کے اندر پیدا کی ہوگی وہ ظاہر ہے مگر آپ نے حق کے مقابل میں اپنی ذاتی شہرت ونام ونمود کی پرواہ نہیں کی، اور ڈر گئے، بھاگ گئے، ذلیل ہوگئے، کے طعن سنتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔ (سیرۃ المہدی۔ ص ۹۱ جلد دوم)

ایک مرزائی عبد القادر (سابق سوداگرمل) نے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، سید نذیر حسین محدث دہلوی سے تحصیل علم کر کے نئے نئے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لیے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لیے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوال رسول ﷺ کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور نا قابل اعتراض ہے۔ لہٰذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچادیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ (سوداگرمل۔ حیاۃ طیبہ۔ لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۴۰-۴۱)

براہین احمدیہ میں اس واقعہ مباحثہ سے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کی اصل عبارت یوں ہے:

۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجیب الہام اردو میں ہوا تھا جس کو اسی جگہ لکھنا مناسب ہے۔ اور تقریب اس الہام کی یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے، جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے، تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں

گذرے، تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کیلئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے پر یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا، اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔

پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کرلیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو، اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔

رات کو خداوند کریم اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۵۲۰)

سیرۃ المہدی اور حیاۃ طیبہ کے حوالوں میں یہ فقرہ:

رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔

نقل نہیں کیا گیا، شائد اس لئے کہ اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے مرزا غلام احمد صاحب کا شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے بحث کرنا پسند نہیں فرمایا، اور بحث ترک کرنے کو پسند فرمایا اور محمد حسینؒ کے موقف کو درست قرار دیا۔

شائد اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے اس واقعہ کے بعد اگلے بائیس برس تک شیخ الاسلام بٹالویؒ سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں کیا حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے جوار میں رہتے تھے، اور اپنے اپنے مسلک پر پختہ تھے۔ یعنی شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ پکے اہل حدیث تھے اور مرزا صاحب قادیانی پکے حنفی مقلد اور پیر طریقت۔ اور حالانکہ ۱۸۸۷ء میں ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ بات مباحثے کے قریب پہنچ گئی، لیکن مرزا صاحب طرح دے گئے، جیسا کہ درج ذیل قادیانی مکتوب بنام شیخ الاسلام بٹالویؒ سے ظاہر ہے:

مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی

حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی۔ اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔ اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے۔ سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ ۵۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔ (مکتوبات احمد۔ جلد ۱۔ ص ۳۰۳۔ ۳۱۰)

اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ شیخ الاسلام مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی ؒ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی تھی: ۱۔ اسراف۔ ۲۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ۔ ۳۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنیکا پہلے تو دفاع کیا ہے، اور پھر کہا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا۔ براہین احمدیہ وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے ان رقوم کو دیگر مدات میں بھی استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنیکا

دفاع کیا ہے کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں۔تاہم شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

۱۸۸۷ء کے گردوپیش مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ صرف ملہم ربانی اور مجدد ہونے کا تھا۔اور مسیح، مہدی، نبی، کرشن وغیرہ ہونے کا کوئی دعویٰ منظر عام پر نہیں تھا۔۱۸۹۰ء کے آخری ہفتوں میں ایک پیر طریقت ہونے کے ناطے اپنے حلقہ مریدین میں انہوں نے ایسی باتیں شروع کیں اور اسی دوران فتح اسلام اور توضیح مرام نامی مختصر رسالے لکھے، اور کاتب سے کتابت کروا کے امرتسر میں واقع ایک پریس میں چھپنے کے لئے دیئے۔یوں مثیل مسیح ہونے کی بات، کاتب، پروف ریڈر، مہتمم مطبع وغیرہ تک پہنچی۔جنوری ۱۸۹۱ء میں جب یہ رسالے مطبع میں زیر طبع تھے،تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو ان کے پروف دیکھنے کا موقع مل گیا اور یوں جو بات کچھ عرصہ سے طیور کی زبانی علمی حلقوں میں گردش کر رہی تھی، تحریری شکل میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے سامنے آ گئی۔انہوں نے فوراً مرزا غلام احمد قادیانی درج ذیل خط لکھا:

لاہور ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب

آپ کا رسالہ فتح اسلام امرتسر میں چھپ ہی رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کر ان کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالیٰ نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً (مثلاً وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ۔نساء) اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے، صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ مسیح بن مریم کو مسیح موعود سمجھنے میں عام اہل اسلام نے غلطی کی ہے اور دھوکہ کھایا ہے۔اور ان احادیث کو، جو مسیح موعود کی نسبت صحاح میں وارد ہیں، غور سے نہیں دیکھا۔ میں نے اس اپنی سمجھ کی تصدیق کے لئے پہلے مولوی عبدالکریم عرف کریم بخش سیالکوٹی کی وساطت سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ اپنے مسیح موعود ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے۔پھر مشفقی مولوی نور

الدین صاحب حکیم جموں کے ذریعہ سے یہ سوال کیا۔ مگران دونوں صاحبوں نے آج تک نہ تو آپ کی طرف سے میرے سوال کا کوئی جواب پہنچایا اور نہ خود کچھ کہا۔ اب میں بارسوم براہ راست آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس دعوی سے کیا آپ کی وہی مراد ہے جو اوپر معروض ہوئی؟ اور وہ آپکے رسالے کے فقرات ذیل سے مفہوم ہوتی ہے:

شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے، اور بے شمار روحیں اسی شوق میں سفر کر گئیں، وہ وقت تم نے پالیا۔ (فتح اسلام۔ مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۱۰)۔

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے۔ (فتح اسلام۔ ص ۱۵)

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (فتح اسلام۔ ص ۱۷)

تیسرا نشان یہ ہے کہ:

وہ برگزیدہ نبی جس پر تم ایمان لانے کا دعوی کرتے ہو، اس پاک نبی نے اس عاجز کے بارے میں لکھا ہے جو تمہاری صحاح میں موجود ہے جس پر آج تک تم نے غور نہیں کی (فتح اسلام۔ ص ۲۳)

یا اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟

وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں۔ زیادہ توضیح کی تکلیف نہ اٹھاویں۔

اور اگر اس دعوی سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔

اس خط کا جواب پا کر میں اس دعوی کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، بذریعہ تحریر ہو یا بواسطہ تقریر۔ امید کہ آپ جواب سے دریغ نہ فرماویں گے۔ اور اگر جواب سے آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے بحکم السکوت فی معرض البیان بیان یہ سمجھا جائے گا کہ اس دعوی سے آپ کی وہی مراد ہے جو خاکسار نے عرض کیا ہے۔ اور اس پر جو کہنا ہے سو کہا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو یا آپ کے اتباع کو کوئی تاویل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ اسی غرض سے اس خط کی نقلیں بعض خاص اتباع جناب کے پاس بھیجی گئی ہیں۔ آپ کا ناصح خیر خواہ: ابوسعید محمد حسین

اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو لکھا:

عنایت نامہ پہنچا۔ عاجز کی طبیعت علیل ہے۔ اخویم منشی عبدالحق صاحب کو تاکید فرماویں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو معمولی گولیاں ارسال فرماویں۔ توجہ سے کہدیں۔ افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے۔ اور آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔ خاکسار غلام احمد ۵ فروری ۱۸۹۱ء

بالفاظ دیگر مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی مسیحیت منظر عام پر آ گیا۔ نتیجتاً علماء اسلام سے ان کی اشتہار بازی شروع ہوگئی۔ ایک دوسرے کو مباحثوں کو چیلنج دیئے جانے لگے، شرائط، مقام اور موضوع مباحثہ کی باتیں ہونے لگی۔ اور بالآخر جولائی ۱۸۹۱ء کے تیسرے عشرے میں لدھیانہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کا مباحثہ ہوا۔ جس کی تفصیلات کتاب ہذا میں دی جارہی ہیں۔

مباحثہ لدھیانہ کے تین ماہ بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے دہلی جا کر مباحثے کا اکھاڑا جمایا۔ اور علماء اسلام سے کم وبیش تین ہفتوں کی اشتہار بازی کے بعد مولانا محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالیؒ سے تحریری مباحثہ کیا۔ جس کی تفصیلات اس کتاب میں دی جارہی ہیں۔

فروری ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب نے ایک مختصر سا مباحثہ مولانا عبدالحکیم کلانوری سے لاہور میں کیا جس انجام وہ تحریر ہوئی جسے اپنے مقام پر نقل کیا جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مسیحیت کی ساڑھے سترہ سالہ زندگی میں علماء اسلام سے یہی تین مباحثے کئے ہیں۔ پہلے اور دوسرے مباحثے کی تفصیلات قادیانی روایت سے بھی موجود ہیں اور مسلمانوں کی روایت سے بھی۔ قادیانیوں نے الحق مباحثہ لدھیانہ، اور الحق مباحثہ دہلی شائع کئے تھے، اور مسلمانوں نے مباحثہ لدھیانہ کو اشاعۃ السنہ میں، اور مباحثہ دہلی کو الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ دونوں مباحثوں کا نتیجہ ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ مرزا صاحب میدان سے بھاگ گئے تھے جیسا کہ ذیل میں اس کتاب کے مشمولات سے واضح ہوگا۔ تیسرے مباحثے میں لکھے جانے والے فریقین کے پرچے ہمیں کہیں سے نہیں مل سکے، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی تحریر پر اکتفا کیا جارہا ہے جس پر مباحثہ ختم ہوا تھا۔

قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پر حسینی تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے علماء اسلام کو مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے شرائط مناظرہ بیان کی تھیں۔مرزا قادیانی کا اشتہار یوں ہے:

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ایسا ہی ملائکہ اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے،قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں اور تدبر سے ان کے مطلب کو سوچیں، یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں،اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں،حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔کسی نے کہا یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بے جا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل آدمی ہیں اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنے والے ہیں،ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان (عوام) کے دلوں پر سخت اثر پڑا اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم،مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔اسی ضرر رسان سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے لہذا اقرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء

کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں شرعی عذر ہو، یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ اس عاجز (مرزا قادیانی) کے یہ دعاوی قال اللہ و قال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کرلیں تا کہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے، سو مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو کمالات علمی میں اول درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کے لئے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریران دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ ہی میں پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائے گا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر ایک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاوے گا۔ اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزء کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف وحقائق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں، مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کھل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے بلکہ میں نے سنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم لیکن یہ اشتہار بہر حال انہیں دیکھنا پڑے گا، اور عوام الناس اگرچہ بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے، مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بے خبر نہیں رہ سکتے لہذا میں نے اتمام حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کھولدیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحیی کی روح کے ساتھ

دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں ۔ یہ خدا تعالی کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا یہ دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں ۔ عقل خداداد بھی اس کی مئوید ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں بے شک حق کو غلبہ ہوگا میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوی قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جل شانہ آپ لوگوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعوی ہرگز قال اللہ وقال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کے لئے مقام وتاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کریں گے تو آپ خدا تعالی کے نزدیک اور نیز راست بازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھہریں گے اور مناسب ہے کہ جب تک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری بحث نہ کرلیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور یہی آیت کریمہ لا تقف ما ليس لك به علم سے ڈریں ورنہ یہ حرکت حیا اور ایمان اور خدا ترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائے گی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے ۔ مولوی شیخ عبید اللہ بتی ۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری ۔ ۲۶ مارچ ۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

(مجموعہ اشتہارات قادیانی ۔ جلد ا ۔ ص ۲۰۲ ۔ ۲۰۴)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اس اشتہار پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ توضیح مرام کے اخیر میں نصیحۃً لکھا بھی گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں (فتح اسلام،توضیح مرام، وازالہ اوہام) کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں (یعنی آپکے ان اقوال پر کوئی رائے ظاہر نہ کریں: ا۔کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنت اللہ اور فطرت، قانون قدرت یا نیچر، کے برخلاف ہے اور خدا کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت کو اور ایمان بالغیب کو تلف کرنا ہے۔توضیح المرام، ص ۹۔۱۰؛ اور۔۲۔مطلق نبوت ختم ومحدود نہیں ہوئی۔صرف نبوت تامہ ختم ہوئی ہے اور نبوت جزئی، جس کا دوسرا نام محدثیت ہے، کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔توضیح۔ص ۱۹؛ اور۔۳۔مسیح اور آپ (مرزا قادیانی) کے دل میں جو قوی محبت ہے اس نے خدا کی محبت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ان دونوں محبتوں کے ملنے سے، جو درحقیقت نر و مادہ کا حکم رکھتی ہیں، تیسری چیز پیدا ہوئی ہے، جس کا نام روح القدس ہے، وغیرہ) مگر وہ (علماء معترضین) آخر تک صبر نہ کر سکے۔یہ عجیب مغالطہ ہے جو:

چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق ہے۔آپ خیالات فاسدہ ومقالات نیچریہ وفلاسفہ ونصاری کا علی رؤس الاشھاد اشتہار کریں اور ان کو اردو زبان میں چھاپ کر ملکوں میں پھیلا دیں اور پھر علمائے وقت سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس پر کچھ نہ بولیں۔اور اپنے ایمانی فرض، انکار وتغییر منکر، کے تارک رہیں اور آپ کے پاس خاطر سے آگ کی لگام تھام کر اپنے منہ پر چڑھا لیں۔اور اس احمق کی نظیر بن جائیں جس نے ایک چالاک چور پکڑا تھا۔اس چالاک چور نے اسے کہا کہ چھوڑ دے میرا پھوڑا دکھتا ہے، تو اس سادہ لوح نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ شاطر رفو چکر ہو گیا۔حضرت مرزا صاحب! اسی قسم کے مغالطات کے ذریعہ آپ نے غیر اقوام سے اپنا الوسیدھا کیا ہے۔مسلمان اور ان کے حق گو علماء ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ آپ کے دھوکہ میں آئیں اور آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے انتظار میں ان

خیالات ومعاملات پر جن کو وہ کفر سمجھتے ہیں ساکت ہورہیں۔

مطالب فتح اسلام اور توضیح مرام کا سمجھ میں آنا دلائل ازالہ اوہام پر موقوف تھا تو آپ نے ازالہ اوہام سے پہلے ان کو شائع کیوں نہ کیا۔ دلیل اور مدعا کو اکٹھا مشتہر کیا ہوتا۔ کیا یہ بھی کسی منصف حق گو اور انصاف پژدہ کا دستور ہے کہ دعوی آج کرے اور اس کے دلائل اگلے سال یا چھٹے مہینے بیان کرے۔ ومعہذا اپنے معترض ومخالف سے یہ درخواست کرے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک (جب وہ دلائل پیش نہ کرے) ساکت رہے۔

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ: اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے (آپ ایسے اختصار پسند اور محافظ اوقات ہیں تو اپنی تصنیفات میں کیوں اس امر کی رعایت نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ میں ایک صفحہ کے مطلب کو دس صفحہ میں ادا کیا ہے ایک مطلب کو کئی کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ بایں ہمہ آپ مباحثہ کو دو ہی تحریروں میں محدود اور ختم کرنے کی وجہ اختصار اور حفظ اوقات بتاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کا عذر و بہانہ ہے اور حقیقت میں آپ کی نیت مغالطہ دہی ہے) کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک ہی پرچہ اسکے جواب میں ہوگا اور وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات حاضرین کو سنائیں جائیں گے (جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بجز ان دو پرچوں کے فریقین میں سے کوئی کچھ نہ کہے اور نہ زبان پر کوئی حرف لائے۔ اور ان دونوں ہی پرچوں کی تحریر سے مباحثہ ختم ہو اور معہذا پہلی تحریر خصم کی ہو دوسری آپ کی چنانچہ خط نمبری ۸ میں منقول ہے۔ آپ نے اس مدعا کو خوب واضح ومشرح کر کے بیان کیا ہے) یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ جس کی مخترع صرف آپ کی ذات ہے۔ آپ سے پہلے (ہمارے علم وگمان میں) یہ کسی مغالطہ دینے والے کو نہیں سوجھا۔ اسی قسم کے مغالطات آپ کی مدۃ العمری کی فتح مندی کے مدار و مناط ہیں۔

ہر شخص جس کو فہم وانصاف اور احقاق حق سے ادنی تعلق ہو۔ یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امور عظام میں منازعت واقع ہو اور بحث ومناظرہ سے ان کا تصفیہ منظور ہو تو وہ صرف ایک سوال وجواب (یا یوں کہیں کہ ایک تحریر اور اس کے جواب سے) ہرگز ہرگز انفصال پذیر اور طے نہیں ہو سکتے اس تحریر کو پیش

کرنے والا خواہ کیسا ہی اوریٹر (قوی التاثیر مقرر) (orator) وسیع النظر مستدل اور معقول ومنقول کا فاضل اجل ہو اور وہ اپنی تحریر میں خواہ کیسے ہی پرزور دلائل سے لکھے، اور اس میں دفع دخل مقدر کردے اور خصم کے دلائل کا کمال وسعت سے جواب دے مگر پھر بھی اسکی طاقت بشری علمی اور خوش تقریری سے یہ امر خارج ہے کہ دوسری تحریر پیش کرنے والے کو (جو اس کا مخاصم ہو) اپنی تحریر میں کوئی غلط اور بے جا بات نہ لکھنے دے اور وہ اس تحریر (ثانی) میں کوئی ایسی بات نہ لکھ سکے جس سے پہلی تحریر کے قوی دلائل اور صحیح بیان میں نافہم وکم علم ناظرین کو دھوکہ اور مغالطہ پیدا ہو سکے۔

کسی بشر سے (خواہ کیسا ہی عالم فاضل ہو) یہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ خدا تعالی نے (جو ہر امر پر قادر ہے اور وہ ہر شخص کے سینہ کی باتوں کو، ماضیہ ہوں یا آتیہ، خوب جانتا ہے۔ اور جس سچائی کو چاہے لوگوں کے دلوں میں ڈال سکتا اور جس مغالطہ سے چاہے ان کو بچا سکتا ہے) اپنی کلام پاک (قرآن مجید وغیرہ کتب) میں ایسا نہیں کیا کہ اپنے صادق و بے عیب کلام میں نادان اور کم فہم لوگوں کے دھوکہ دینے اور شبہ ڈالنے کا امکان باقی نہ رکھا ہو۔

یہ ہوتا تو قرآن مجید پر کوئی مخالف اسلام کسی قسم کا اعتراض نہ کرتا اور بے انصافی اور عناد سے اس کی صحیح اور سچی باتوں میں تعارض وتناقض پیدا کر کے نادان اور نافہموں کو دھوکہ میں نہ ڈالتا اور کسی عالم خادم قرآن کو ان مغالطات کے جواب دینے کا موقع نہ ملتا، حالانکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ملحد اور اسلام کے مخالف قرآن کی بیسیوں باتوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور قرآن کے خادم دن رات ان کے اعتراضات کے جواب وردّ کے درپئے رہتے ہیں (یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے مثال دی گئی ہے۔ اب ہم نئی روشنی پر جان قربان کرنے والوں کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: اعلی عدالتوں میں وکلاء مدعی اور مدعا علیہ میں مباحثہ ہوتا ہے، تو مدعی کا وکیل اپنے دعوی کے دلائل بیان کرتا ہے، پھر مدعا علیہ کا وکیل اس کا جواب دیتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے دلائل بیان کرتا ہے۔ پھر مدعی کے وکیل کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس جواب کا جواب دے اور اس کے دلائل کو توڑے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صرف جانبین کا ایک ایک دفعہ بیان لے کر فیصلہ کیا جائے۔ ہمارے مرزا کا طرز سب سے نرالا ہے۔ نہ تو قرآن کے موافق ہے، نہ قانون

عدالت کے۔ بلکہ آپ کے ہاں صرف ایک ایک دفعہ کے بیان سے مباحثہ ختم ہو کر حکم اخیر صادر ہو جاتا ہے) اور جس حالت میں خداوند عالم قادر مطلق نے (باوجود قدرت و وسعت کے) ایسا نہیں کیا کہ اپنی صرف ایک دفعہ کی کلام سے بے انصاف خصوم کی دہان بندی کر دی ہو اور خادمان قرآن کیلئے اعادہ وتوضیح مرام کی خدمت باقی نہ چھوڑی ہو، تو پھر کوئی بشر اپنی ایک ہی تقریر وتحریر میں ایسا کب کر سکتا ہے؟

اس سے کس و ناکس کو، بشرطیکہ فہم و انصاف رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو شخص اظہار صواب و احقاق حق کے دعوی سے مباحثہ کرنا چاہے اور پھر اپنے خصم سے یہ شرط تسلیم کرائے کہ پہلے وہ صرف ایک تحریر میں اپنا ثبوت پیش کرے، اس کے بعد یہ اس کا جواب تحریر کرے گا اور پھر اس کو ایک لفظ یا ایک حرف بولنے یا کہنے کی اجازت نہ دے گا، وہ درحقیقت احقاق حق واظہار صواب کے لئے مناظرہ ومباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور اس دعوی میں وہ نیک نیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ صرف مجادل اور مفاخر اور بدنیت ہے جو حاضرین وسامعین کو دھوکہ دے کر اپنا بول بالا کرنا اور اپنے خصم پر کوئی مغالطہ دے کر الزام قائم کرنا چاہتا ہے۔ وبس۔

اس شخص کی حمایت میں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ حضار مجلس کیا سبھی ایسے ہوں گے جو اس شخص کے دھوکہ میں آ جائیں گے، اور اگر ہوں بھی تو یہ دھوکہ اس تحریر کے اشتہار اور بعد مجلس اسکے مغالطہ کے اظہار سے رفع ہو سکتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کسی خاص مجلس کے سبھی لوگوں کا ایسا ہونا ممکن ہے کہ وہ اس تحریر کے مغالطات پر بلا اظہار واعلام غیر مطلع نہ ہوں۔ ممکن کیا بہت دفعہ ایسا واقع ہو چکا ہے خصوصاً ان مجالس میں جس کی میجارٹی (majority) میں پارٹی فیلنگ ہو (یعنی اکثر ارکان کو اپنی جماعت کی رائے کی بیوجہ حمایت کا خیال ہو)۔ رہا بعد مجلس بذریعہ تحریرات واخبارات اس مغالطہ کا اظہار واشتہار، سو اگر چہ ممکن ہے مگر یہ اس مجلس کے خیال شکست اور الزام خصم کو اٹھا نہیں سکتا۔ ایک مجلس میں سامعین کے دھوکہ کھا جانے کے سبب جو الزام خصم پر قائم ہو جاتا ہے وہ: آن قطرہ باراں رسید، کا مصداق بن جاتا ہے جس کی پوری تلافی اور اصلاح عادۃً محال ہے و لن یّصلح العطار ما افسده الدّھر ۔اور اگر وہی تحریرات خارج از مجلس مناظرہ اصلاح واحقاق حق کیلئے کافی ہیں تو

پہلے انعقادِ مجلس اور بالمشافہ تحریری مباحثہ کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کام جو آخر کار تحریر سے لینا پڑے پہلے ہی بذریعہ تحریر کیوں نہ لیا جائے؟

اس بیان سے واضح ہے کہ جو آپ نے جانبین سے ایک ایک تحریر ہونے اور پہلے تحریر اپنے خصم کی جانب سے وقوع پانیکی شرط لگائی ہے، یہ کمال درجہ کا مغالطہ ہے اور بد نیتی پر مبنی ہے

اور جو آپ فرماتے ہیں:

میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد عدل ہیں۔،

مرزا صاحب! آپ ایسا نہ کہیں تو آپ کی بات کون سنے؟ مگر ایسا کہنا ایک اور دلیرانہ اور بے باکانہ دھوکہ دینا ہے جس کو صدق وراستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا آپ الحمد سے و الناس تک ہر ایک آیت سے اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اس دعوی میں آپ سچے ہیں تو پہلے قرآن کی پہلی سورت فاتحہ، اور بخاری کی پہلی حدیث انّما ا لاعمال سے یہ دعوی ثابت کریں۔ پھر دوسری آیات واحادیث کو دیکھا جائے گا۔

اور اگر سارے قرآن اور تمام احادیث سے وہ بعض آیات واحادیث مراد ہیں جن سے آپ غلط فہمی سے متمسک ہوئے ہیں تو اس صورت میں سارا قرآن، اور تمام احادیث، کے الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا الہامی اور راست بازوں کی یہ شان ہے کہ ایسی اٹکل پچو باتیں کہہ دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

اگر آپ لوگ جلسہ کیلیئے تاریخ مقام مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے تحریر نہ کریں گے تو آپ خدا کے نزدیک اور راست بازوں کی نظروں میں مخالف حق ٹھہرینگے۔،

مرزا صاحب! مباحثہ کے شائق اور پہلے مدعی آپ ہوئے ہیں لہذا یہ تقرر اور انتظام مجلس آپ کا فرض ہے۔ ومعہذا ہم اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ کے صفحہ ۳۸۸ میں چھاپ چکے ہیں کہ آپ جس دن اور جس مقام میں مباحثہ کرنا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگان ہمان گو۔ جو ایک عام

تقرر ہے۔اس کے بعد ہم بذریعہ تار آپ کو بلا چکے ہیں جس کے جواب میں آپ نے اس شرط کو پیش کیا جس کا بدنیتی اور فساد پر مبنی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ہے۔اس شرط کے ساتھ مباحثہ کا دعوی اور اقبال صریح انکار کے برابر ہے۔اب فرمائیے خدا کے، نیز راست بازوں کی نظروں میں کون شخص مخالف حق ہے؟ اور مباحثہ سے گریز کرنے والا کون ہے؟ آپ کچھ نہ بولیں گے تو ناظرین اور خود انصاف کریں گے۔زمانہ منصفین سے خالی نہیں ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۵ تا ۱۲)

شیخ الاسلام بٹالوی رح اور حکیم نورالدین کا مباحثہ ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رح، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں منقول بالا تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہوگا کہ آپ اور آپکے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نورالدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعوی کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

لاہور۔۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔(نمبر۶۱)۔مجی مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (correspondence) (یعنی خط وکتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی تغلیط کروں۔آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں،مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہو گئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے ،مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں۔میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔جس پر آپ خفا ہو گئے۔اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے۔اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے۔اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آیئے۔یعنی اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو آیئے)۔اب بھی وہی حال ہے تو خیر،اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں۔توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہوگی۔آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں۔ابھی وقت ہے۔اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں ۔پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے۔انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے۔،اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی،اور میں نے ان سے بجز،اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچادیں کہ،آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا۔اس لئے یہ استفسار کیا تھا۔میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا۔اس سے

انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے)، اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں ۔ مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے۔ محمد حسین

اس خط کا جواب جو حکیم نورالدین صاحب نے دیا، ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے۔ جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے۔ ابھی مرزا زندہ ہیں ۔ میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں۔ اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آ گیا ہے۔ اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے۔ میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا۔ مجھے اختیار ہے ۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقائد کی اصلاح کروں ۔ اس سے زیادہ میں اسلئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں (آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں ۔ وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں، اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۳۷۱ جلد ۱۲۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں ۔ آپ کیسے ان کے بااخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے ۔ حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں ۔ اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہو سکیں ۔ مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں، چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں، آپ بھول نہ گئے ہوں گے) نورالدین ۔۳، پھاگن

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔ اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی، اس بلا سے جان بچی۔ مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالی نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح

ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں ۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بہمراہی منشی عبدالحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے ۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے ۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے ۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے ۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آ کر خاکسار کو لاہور میں ملے تو مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں ۔ کل مولوی نور الدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے ۔ ۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہو کر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے ۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم (نور الدین) صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں ۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کیلئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں ۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے ۔

حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے ۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے ۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں ۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے ۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی ۔

مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا۔ اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالباً وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں۔ اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا۔ آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب واحباب ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ، مولوی محمد عبد اللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام و ملازم سر رشتہ تعلیم پنجاب، وغیرہ۔

خاکسار (محمد حسین) مجلس میں پہنچا تو بعد سلام و مزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ:

حافظ (یوسف) صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟

حافظ صاحب نے فرمایا کہ

:اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں۔

اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم (نورالدین) صاحب سے۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ

میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔ اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ حکیم (نورالدین) صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کر نا قبول کرلیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں۔

پھر خاکسار (محمد حسین) نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ وقبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم نورالدین صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۔ محمد حسین: کتاب وسنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (یعنی قرآن وحدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع وقیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

۲۔ محمد حسین: سنت سے وہ اقوال وافعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرت ﷺ کے آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) و تقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

۳۔ محمد حسین: کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ ونظر سنت نبویہ کی مثبت وشاہد ہیں۔

حکیم صاحب: صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

۴۔ محمد حسین: اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہوگا کہ عندالتعارض بخاری کی حدیث مقدم ہوگی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی

جاوے گی۔

حکیم (نورالدین) صاحب: مسلّم ہے۔

۵۔محمد حسین: ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائیگا) اوران کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

حکیم صاحب۔: مسلّم ہے

۶۔محمد حسین: آپ اپنی رائے سے جرح وتعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب: نہیں۔

۷۔محمد حسین: حدیث کی روایت اورراوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو راوی آنحضرتﷺ سے نقل کرتا ہے۔رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۸۔محمد حسین: الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اوران کی تاویل بلا مانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے،اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپیہ سے کوڑی مراد ٹھہرا لے۔و بناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپیہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

حکیم نورالدین صاحب: رسول اللہﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلا انکار انہوں نے عمل میں لاکر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔باقی پیشگوئیوں یا

اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔ (حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں، ان میں جو تاویل کوئی چاہے کرسکتا ہے، مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی، کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب و تخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔ اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل ناجائز ہے۔

حکیم نور الدین صاحب: بہر حال یہ میرا مسلّم ہے۔

۹۔ محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔ اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔

۱۔ معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا)۔

۲۔ ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جا سکے جیسے زید کو انسان)۔

۳۔ اسکے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں:

۱۔ قرینہ کا وجود۔

۲۔ امر محال پر لفظ کا اطلاق۔

۳۔ نفی کی صحت

حکیم نورالدین: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے

(حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول واعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس ،مولوی محمد عبداللہ ومولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ ومناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت واعتبار ہے تو آپ ہی ،حکیم صاحب،اصطلاحات اصول حدیث،مرفوع ،موقوف وغیرہ ، یا اصطلاحات نحویہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب،جن کو آپ مانتے ،سلف صالحین سے ثابت کریں۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز واستعارہ کو استعمال کیا ہے،اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ ،مجاز واستعارہ ،کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر،جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے،کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز واستعارہ کو واپس لونگا،تو اپنے پیر مرزا کے الہامات وتاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز واستعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں ،مسئلہ حقیقت ومجاز میں ،تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن وحدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا،اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ ،وہ سلف صالحین سے نقل وشہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آ کر یہ فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن وحدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کئے ہوں وہ بدعتی وگمراہ وملحد ہے۔اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ وضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ء ص ۳ میں ہوا ہے۔مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم

صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہٰذا انکا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اوران کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خداتعالی طرف سے ایک یہ الہام ہوا

و ان تدعوهم الى الهدى فلن يهتدوا اذاً ابداً ،

یعنی اگر توان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔ دوسرا الہام یہ ہوا:

و يضلّ اللّه الظّا لمين و يفعل اللّه ما يشاء

یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ وتابعین کے پیرو ہیں۔ ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہوجاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔ اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خداتعالی سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے

لكلّ فرعون موسى ۔ یعنی ہر فرعونے راموسی۔

لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خداتعالی سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خداتعالی تمہاری مدد کرے۔ اس پر قائم و مستقیم رکھے)

❁ محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ نے پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلا دلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔ اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلا دلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔ اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

❁ حکیم نورالدین صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر وانکار پیش نہیں کیا اور سکوت سے اس کو تسلیم فرمایا۔

۱۰۔ محمد حسین۔ محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔ اول کی تسلیم جائز نہیں، دوسرے کی جائز ہے

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۱۱۔ محمد حسین: عادت کا خلاف جائز ہے۔ بناء علیہ معجزات انبیاء و کرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر انکا ثبوت ہو۔

حکیم صاحب: یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ و کرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔ مگر اس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔ صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں۔ پھر اس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

۱۲۔ محمد حسین: قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں ہے۔

حکیم نورالدین: ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔

۱۳۔ محمد حسین: آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آگئے ہیں۔ جس قانون قدرت کی دست آویز سے آپ کے پیر اور انکے مرید صحیح احادیث کو ردّ کر رہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کرسکیں گے اور ان احادیث کو ردّ کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

حکیم نورالدین صاحب: میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔ نفس معراج کا اقرار ہے۔ (اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کررہے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں۔ اور خاص کر اپنے استاد مولوی محمد سہارنپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے۔ اور ادھر اپنے پیر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات و مقالات پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔ بلا عذر و

تامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیا لکہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہرگز نہیں۔آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں۔مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

۱۴۔محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

حکیم نورالدین صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں۔(آپ کے جملہ،ممکن ہے،اور پھر اسکے استثنی ،مگر حجت شرعی نہیں،کو خیال میں لائیں۔یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

۱۵۔محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جسکے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو،حکماً مرفوع ہے یا نہیں

حکیم نورالدین صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں۔(اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا۔اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے۔سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال وآثار کی پیروی کرتے اوران کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے۔آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرتﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے،اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

۱۶۔محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب:صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں۔

۱۷۔محمد حسین: نبوت ختم ہوچکی ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب:نبوت تشریعی ختم ہوچکی ہے۔کوئی شخص شرع جدید نہیں لاسکتا۔

۱۸۔محمد حسین: کوئی جدید نبی ہوسکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے۔جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: کوئی بعید نہیں۔ہو(اس میں تو آپ نے حد کردی۔پیروی قرآن وحدیث اور

اتباع سلف صالحین وعام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے۔جس میں وہ سر سید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے، کالون، لوتھر، بابو کیشب، چندر سین اور دیا نند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

۱۹۔محمد حسین: آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے،آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب: خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرادو۔حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی۔خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہو سکتی۔ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہو سکتا،اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں،تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہو سکتی ہے۔آئندہ آپ کو اختیار ہے،جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کر دیں۔حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کر سکے،اور اپنی نوکری پر چلے گئے۔پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول وسوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلا تصرف وتبدل واپس کیا،اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ہم اب بھی حکیم کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کر دیں،اگر گنجائش پاویں۔ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہو سکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدل دیں۔اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہو سکتا،علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں)

۲۰۔محمد حسین: لفظ عیسی بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے۔

حکیم نور الدین صاحب: مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں۔

۲۱۔محمد حسین۔میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال۔جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے،ان کا کیا خیال تھا۔

حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان تتمہ جواب نمبر۲۴ میں عنقریب آئے گا)

۲۲۔محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ وتابعین وغیرہ مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں۔اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اس کی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی۔اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ وتابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

۲۳۔محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے ۔ آیا وہی حضرت عیسی ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسی ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

۲۴۔محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی

....

شیخ الاسلام مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبر۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔اس وقت

جناب مولوی محمد عبد اللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات وجوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں۔ وبناء علیہ وہ اصول وسوالات وجوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائیں گے تو اس پر دستخط کرونگا۔ اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔ صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبد اللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔ اور ان اصول وسوالات وجوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آ گئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔ مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا، جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا، اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔ خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے، اس کو قبول نہ کر سکا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۳ تا ۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر

کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب، ومنشی الٰہی بخش صاحب شامل وحاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال، جیسا کہ سرسید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے، سناتے رہے ۔مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین ومیاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔اور ادھر حافظ صاحب، جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے، کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔اور مزید تفحص وتفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین ومعتقدین سے یہ عذر پیش کرکے کہ:

جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے،

رخصت کے خواستگار ہوئے۔ حاضرین مجلس پر ان کے عذر وتقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا۔ پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے، اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کیطرف کوچ کیا ۔وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا اور وہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا۔ وہاں آپ نے ۱۸۔اپریل تک قیام وآرام فرمایا۔دوپہر ۱۹۔اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلاطلب واجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔اور برطبق، تو مان نہ مان

میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی وطلبی بنام شرکاءِ مجلس تحریر کیئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ ومنجملہ ان اصحاب و احباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔ یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کیئے جوان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات وجوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان واعیان کی جن کے نام نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ: آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور وزیٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز ومباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات وبیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں الحضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج کیا جائے گا۔اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا۔

مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی امیر الدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نورالدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی، اول سے آخر تک حاضر تھا۔خاکسار کے سامنے یہ سوال وجواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب وحکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابوسعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تاکہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض وانکار کی گنجائش نہ رہے۔خاکسار کی یہ گذارش مقبول ومنظور ہوئی اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال وجواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کردونگا۔اب منشی محمد امیر الدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھالیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے۔حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہوکر اور یہ عرض کرکے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجئے گا میں انشاءاللہ حاضر ہوجاؤنگا۔چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔

۱۵۔اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان

سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔ چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کے بعد مکان سے چلا۔ اثنائے راہ میں مولوی صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد، محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

خان بہادر فقیر سید جمال الدین رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت:

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہورہے تھے۔ اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہو جاویں تو پھر دستخط کردونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے۔ راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

شیخ خدا بخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت:

۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔ آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا

مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تار برقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نور الدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو، ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہو تو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔ اپریل کو قریب نو بجے دن کے جو ان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔ میری رائے میں ۹ بجے جو مولوی نورالدین نے گفتگو ختم کی اس میں ضرورت واقعی تھی۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبدالحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔

آخر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کو لکھا کہ مولوی محمد حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔ الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی۔ آخر کار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اور ان کو صحیح مانا گیا، مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے۔ یکم مئی۔ احقر خدا بخش۔

مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم ورکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت:

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر روا قعہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے، میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔ عبدالعزیز۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی اور ان کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اور تھوڑی دیر کے لئے

اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔اور پھر خوف آخرت وننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔اور ان سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ابوسعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔ایسے اعیان ان کو شہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوادیں۔مگر ان کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہینگے یہ مضمون کہلوائیں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز، عمل کر کے تاویل وتوریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل وتوریہ نہ کرسکیں گے۔اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کی حلف میں توریہ جائز نہیں، وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبر ۲۴:

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں، ایک سطر، کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے:

آٹھویں اصل۔(یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول)۔

محمد حسین: آپ (حکیم صاحب) تسلیم کر چکے ہیں کہ:

ا۔احادیث وقرآن کے اصلی معنی (یعنی حقیقی) بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی بلا وجہ قوی

مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دینگے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم والعرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔ اور جواب نمبر ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ، یہ لفظ (مسیح ابن مریم) قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں۔ یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان (صحابہ) سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا، جس کا آپ نے بھی جواب نمبر ۲۳ میں اعتراف کر لیا ہے۔ اس قطعی نتیجہ کے ابطال ومقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسی نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلا وجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے:

این ست جوابت کہ جوابت ندہم

جواب نمبر ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم نورالدین صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کر لیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا، اور پھر اپنی موت سے فوت ہو جانا، تلقین فرماتے رہے تھے، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا، اور صاف فرما دیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا

مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنا دیا

(قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسی بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔

کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔

کئی جگہ لفظ عیسی ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔

کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون۔ ع ۳)

ہم کو ان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم صاحب پر ہے جنہوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دھوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکار ناواقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعوی قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اس مراد کا کوئی مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروقؓ کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اس کو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے:

عن ابی هريره عن النّبیّ ﷺ قال لا تقوم السّاعة حتی يبعث دجّالون

كذا بون قريباً من ثلا ثين كلّهم يزعم انّه رسو ل اللّه ،(مسلم۔ ص۳۹۷)۔

قيل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صياد من الدجّالين الّذين يخرجون فيدعون النّبوّة او يضلون الناس و يلبسون الامر عليهم لا انه المسيح الدجال ۔مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ صفحہ۴۷۹۔

ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ شائد حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعوی کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔

اس وجہ سے معاملہ دجال وابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم: یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمرؓ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔ آنحضرتﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے حج بھی کیا۔ اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنحضرتﷺ نے حضرت عمرؓ فاروق کو روک دیا اور صاف فرمادیا۔ فقال عمر بن الخطاب ذرني يا رسول اللّه ا ضرب عنقه فقال له رسول اللّه ﷺ ان يكن فلن تسلط عليه وان لم يكن فلا خير لك في قتله .(صحیح مسلم۔ص۳۹۸)۔

فقال رسول اللّه ﷺ ان يكن هو فلست صا حبه انّما صاحبه عيسى بن مريم و الا يكن هو فليس لك ان تقتل ر جلاً من اهل العهد (مشكوة۔ ص ٤٧٩)۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیٰ ہوگا۔ اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ ،تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع واتقاء میں جائز ہے کہ

آنحضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اوراس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اوراس میں دجل سے خوب کام لیا ہے۔

وجہ سوم: سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں ، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات وخواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ۔ا۔ وہ مردہ کو زندہ کرے گا۔۲۔اس کے ساتھ دوزخ و بہشت ہوگا۔۳۔اس کی پیشانی پرک ف ریعنی کافر مکتوب ہوگا۔۴۔حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب ومسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔اوراس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امره بعد کبره فروی عنه انّه تاب من ذلك القول ومات بالمدینة و انّهم لما اردوا الصّلوة علیه کشفوا عن وجهه حتی رآ ه الناس و قیل لهم اشهدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنهما یحلفان ان ابن صیادهو الدّجال لا یشکان فیه فقیل لجابر انّه اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّه دخل مکه و کان فی المدینة، فقال و ان د خل

(صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷)

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص وعلامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے

مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے۔ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کر سکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ کتب حدیث کسی اختلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اسکو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے

مباحثہ سے پچھلی کاروائی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ حکیم نورالدین صاحب مباحثہ چھوڑ کر لودہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف صاحب اور میاں رجب الدین صاحب کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا، اس لئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے۔آپ اس الزام سے بری سمجھے جائیں گے۔پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین صاحب اور خواجہ محمد دین صاحب سے کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے کرادی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں

حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔آپ نے جب حکیم (نورالدین) صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہوگئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے۔اور خفت اٹھائیں گے۔اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا، اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔جس پر ہم نے ۱۵۔اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔اپریل ۱۹۸۱ء۔تمہارے ڈی سائیپل (حواری)(disciple) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہوسکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔اپریل کو ہمیں ملا۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کا ن لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔اور نئے مباحثہ

کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اوران کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۴۳ تا ۴۵)

حصہ دوم مباحثہ شیخ الاسلامؒ بٹالوی و حکیم نورالدین

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ میں (بصفحات ۴۱۳ تا ۴۱۶) لکھتے ہیں کہ

میں یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو بارادہ سفر پورب، ریلوے سٹیشن لاہور پہنچا اور (ٹرین کے) ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھ کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ناگاہ حکیم نورالدین جمونی بھیروی تشریف لائے اور بحکم قضا وقدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔میں نے اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجھے دیکھ کر اس کمرہ سے منتقل ہوجائیں، روانگی گاڑی تک پلیٹ فارم ہی پر ٹہلتا رہا۔جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں ٹرین کے کمرہ میں داخل ہوا اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ حکیم صاحب آپ کا مزاج اچھا ہے؟ یہی میرا اسلام تھا اور ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے۔اس کے بعد میں نے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تھا کہ میں نے چاہا تھا کہ حکیم صاحب کے مسکن بھیرہ جاؤں اور ان کو تبلیغ احکام اسلام و دعوت عقائد اسلامیہ کروں۔مگر مجھے اس سے یہ خوف مانع ہوگیا کہ مبادا ان کے مکان پر میرے لئے کوئی فتنہ پیش آجائے۔اس وقت جو آپ کو اس کمرہ میں رونق افروز ہو کر میرے پاس بیٹھے ہیں، تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔اس کے بعد میں نے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد و تعلق تھا۔اسلام، وحدت مذہب محدثانہ، دوستی، ہم وطنی وغیرہ، مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد و تعلق قطع ہوگیا اور تقطعت بهم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔اس کو حکیم صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اسکے بعد میں نے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ ہماری آپ کی بالمشافہ گفتگو ہو، اور مباحثہ جو۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو بمقام لاہور شروع ہو کر ناتمام رہ گیا ہے، پورا ہو۔ مگر ناجائز شروط نے، جو آپ کی طرف سے ہوتی رہی ہیں، یہ موقع نہ آنے دیا۔ اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپ کا ایک جگہ جمع ہونا میسر ہے، آپ اجازت دیں تو میں اس گفتگو کو پورا کرلوں۔

☆حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ ہاں شروع کیجئے۔

☆اس پر خاکسار محمد حسین نے کہا کہ اس مباحثہ (لاہور، ۱۸۹۱ء) میں میرے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں آپ نے اس امر کو تسلیم کیا ہوا ہے کہ

احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اس کی نسبت مجھے یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھتے تھے یا کسی مثیل ابن مریم کو،

اور میرے آٹھویں سوال کے جواب میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ الفاظ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد لینا واجب ہے، جب تک ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہ ہو۔

اور یہ بات بھی مسلم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنی عیسی ابن مریم کے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنی کو سمجھنا آپ نے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں تسلیم کرلیا ہے۔

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بھی عیسی نبی اللہ کے معنے مراد ٹھہرانا واجب ہے، اور یہی معنے صحابہ نے سمجھے ہیں۔ پھر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجھتے ہیں؟ اس کے حقیقی وظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کون سا مانع قطعی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ میری باتیں سن کر حکیم صاحب پر یوں سکوت طاری تھا کہ کان علی رأسہ الطیر کا معاملہ نظر آرہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولے تو میں نے کہا شائد آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری وحقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہوں گے کہ

جب وہ مر چکے ہیں تو پھر اس حدیث سے (جس میں مسیح بن مریم کے آنے کی خبر ہے) بجز مثیل مسیح کے کیا مراد ہو سکتا ہے۔

اس پر حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ ہاں میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے سے قطعی مانع ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت مسیح کے فوت ہو جانے پر کون سی قطعی دلیل ہے۔

حکیم صاحب نے جواب میں آیت: یا عیسی انی متو فیك و را فعك الی (یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ پھر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) پڑھی اور کہا کہ حضرت عیسی کے رفع کو تو آپ بھی مانتے ہیں، پس چاہیے کہ ان کی وفات کو بھی مان لیں کیونکہ آیت میں تو فی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تو فی پہلے ہوئی اور رفع پیچھے۔ اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے جس میں افعال حج کے بیان میں خدا تعالی نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا اور مروہ کے طواف کا پیچھے۔ تو اس سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ شروع طواف صفا سے چاہیے۔ اور آپ ﷺ نے صاف فرمادیا ابدوا بما بدء الله یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جس کا ذکر خدا نے پہلے کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس پر خاکسار نے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ نکال کر حکیم صاحب کو بتایا کہ:

اولاً تو اس آیت میں کسی دلیل سے تو فی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں تو فی معنے وفات کے لئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیت میں تو فی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہو اور وہی مراد لفظ رفع سے ہو۔ چنانچہ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں:

ان التو فی هو القبض یقا ل و فا نی فلا ن درا همی ....
فتـو فیتهـا مـنـه کـما قا ل سلم فلان درا همی الی و تسلمتها منه و قد یکو ن
ایـضاً تو فی منه استو فی و علی کلا الا حتما لین لان اخرا جه من ا لا ر ض
و اصـعا ده الی السماء تو فیا له فا ن قیل فعلی هذا الو جه کا ن التو فی عین
الـرفـع الیـه فیـصر قو له را فعك الی تکرارا ... قلنا قو له انی متو فیك یدل
عـلی حصو ل المتوفی و هو جنس تحته انوا ع بعضها با لا صعاد الی السماء
فلما قا ل بعد و رافعك الی کا ن هذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرا راً ۔
(تفسیر کبیر ج ۲) کہ تو فی کے معنی قبض کرنا ہے۔عرب کے یہ محاورات ہیں:
و فـا نـی فلا ن دراھمی ۔ و او فا نی و تو فیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم
میرے قبضے میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔
جیسے یہ محاورات ہیں سـلـم فـلا ن درا ھـمی الی و سلمتها منه یعنی فلان شخص نے میرے
دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے۔
اور کبھی تو فی بمعنی استو فی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں۔

ان دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھا لے جانا ان کی تو فی ہے۔اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے تو فی بعینہ رفع جسم ہوا۔خدا کا متو فیك فرمانے کے بعد را فعك کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے(جس سے خدا کی شان پاک ہے)اس کا جواب یہ ہے کہ متـو فیك فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔ جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔
پھر جب متو فیك فرمانے کے بعد را فعك فرمادیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

ایسے ہی قاموس،صحاح،صراح،مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ تو فی

کے معنی بیان کیئے ہیں۔اور: ثانیاً،فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ یہاں تو فی سے موت کے معنی مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ تو فی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ اس کا وقوع پہلے ہوا ہے۔ کیونکہ حرف واؤ قرآن اور عام عرب کے محاورہ میں مطلق و معیت کیلئے ہے جس سے سابق (پہلے) لاحق (پچھلے) اور مقارن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ اس میں ترتیب کا لحاظ ہو۔ چنانچہ قاموس میں ہے:

والواؤ المفردة اقسام۔ الاولی العاطفه فتعطف الشی علی مصاحبه فانجیناه و اصحاب السفینة، وعلی سابقه۔ و لقد ارسلنا نوحا و ابراهیم و علی لاحقه و کذالك یوحی الیك و الی الذین من قبلك کہ واؤ مفرد کئی قسم کا ہے، ایک عاطفہ جس کے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔ کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔ جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونے کا بیان۔ کبھی پچھلی چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان، جیسے خدا تعالی کا فرمانا کہ ہم نے تیری طرف وحی کی اور تجھ سے پہلوں کی طرف بھی۔

یہاں پہلوں کا ذکر پیچھے ہوا اور آنحضرت ﷺ کا، جو پیچھے ہوئے، پہلے ذکر ہوا۔ ایسے ہی شرح ملا اور مختصر معانی میں واؤ کے معنی بیان کیئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ تو فی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔

آنحضرت ﷺ نے جو صفا سے طواف شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے حکم طواف میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا ہے۔ اس وجہ پر کوئی شہادت آپ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ آپ ﷺ نے حکم الہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔ اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لئے دیا ہے۔ یہ عام حکم نہیں دیا کہ جو پہلے مذکور ہو اس کو حکم میں مقدم سمجھا

کرو۔ بلکہ اس کے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اس کو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے، مگر وہ حکم ادائی میں وصیت سے مقدم ہے اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے مگر وجود میں وہ مقدم ہیں۔

(صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۴ املاحظہ ہو)

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر حکیم نورالدین نے فرمایا:

اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا تو خداتعالی نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔ خداتعالی کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے کہا کہ ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عیسی کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذاء کا خوف و اندیشہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کی تسلی کے لئے یہ لفظ پہلے فرمادیا، جس سے (اس فرضی صورت میں توفی سے وفات مراد ہو) یہ جتایا کہ اے عیسے تجھے لوگ نہیں ماریں گے، ہم تجھے تیری اپنی موت سے ماریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ میں متوفیك کے یہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذاء کی فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھالیں گے۔

اس پر حکیم نورالدین صاحب نے پوچھا کہ پکڑ اور قتل و ایذاء کے خوف کا کہاں ذکر ہے؟ خاکسار محمد حسین نے بتایا کہ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جس کی تصدیق قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب عیسیؑ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اپنی طرف اٹھالونگا، میں تجھے عنقریب قتل دجال کیلئے بھیجوں گا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس برس زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور دیگر زندوں کو ماروں گا۔ کعب نے کہا، اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسی۔

و اخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رای عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذب، شکی ذالك الی الله فاوحی الله الیه انی متوفیك و رافعك

الی و انی سابعثك علی الاعور الد جا ل فتقتله ثم تعیش بعد ذا لك ار بعاً و عشـرین سنة ثم امیتك میة الحی ؟ . قا ل کعب ذا لك تصدیق حد یث رسو ل الله ﷺ حیث قا ل کیف تهلك امة انا فی اولها و عیسی فی آ خر ها ۔

(در منثور)

اورقرآن کی آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی ،خدانے بچانے کی تدبیر کی ،مثلاً

و مکروا و مکر الله ۔ و الله خیر الما کرین (آل عمرا ن۔ ع ۵)۔

و ما قتلوہ و ما صلبو ہ و لا کن شبه لهم (النساء۔ ع ۲۲)

کہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو شبہ پڑ گیا۔،

یہ سن کر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا آپکی شان نہیں ہے ۔کیا یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے؟ یہ تو کعب احبار کا قول ہے۔ جواباً خاکسار محمد حسین نے عرض کیا کہ میں مستدل نہیں ہوں ،کہ اس خوف کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو۔ میں تو آپ کے دعوی کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اس کی تقویت کے لئے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں ۔آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھاویں ۔میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں ۔ بلکہ میرے لئے یہ احتمال پیدا کرنا کافی ہے کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف ہوگا جیسا کہ ظاہر قرآن اور اس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے ،تب ہی خدا تعالی نے ان کو تسلی دینے کیلئے متـــو فیك کا لفظ پہلے فرمادیا۔آپ مستدل ہیں اور اس آیت سے حضرت عیسے کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متـو فیك کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے تو فی ہونے کے مدعی ہیں ،اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی ، رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیت میں تو فی کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے ہونا عبث اور خالی از فائدہ ہے ۔اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعداء تھا۔اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے لفظ تـو فـی کو

پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے، لہذا آپ ہی کا فرض ہے کہ آپ پہلے لفظ توفی کا معنی موت کے لئے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں، پھر رفع سے پہلے توفی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔اس کی دلیل جو آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اگر توفی کا وقوع رفع کے بعد ہو تو آیت میں توفی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے، اس کے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلی دینے کے لئے توفی کو مقدم کیا ہو، دلیل سے اٹھاویں، نہ یہ کہ ہم سے اس احتمال کی مئوید قطعی دلیل اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پوچھیں۔

حکیم نورالدین صاحب یہ سن کر فرمایا مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔آپ اس بحث کو جانے دیں۔حضرت بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو حکیم نورالدین صاحب کس عذر پر اڑے اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت و عاجز ہوئے۔کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل و ایذاء کا خائف ہونا ناظرین انجیل وقرآن وحدیث وتفسیر پر مخفی ہے؟ اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے؟ ہرگز نہیں۔ان کو یہ شک کیونکر ہوسکتا ہے جس حالت میں مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام اس خوف کو بیان کررہا ہے۔اس نے تو اس خوف کو اس حد تک پہنچا دیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مان لیا، اور آیہ انی متوفیك کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔اور یہ کہہ دیا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔تب خدا نے ان کو وعدہ دیا کہ تو ان کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور یہ قول فرمایا (ان کے ازالہ اوہام کا صفحہ ۳۴۲ و ۳۹۴ ملاحظہ ہو)۔مگر حکیم صاحب نے اس وقت ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد و کانشنس کا خلاف کر کے ایسی بات کہی جو ان کے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچے انکے منہ سے نکل گئی تو اس کی پچ کرتے چلے گئے اور آخر دندان شکن جواب پاکر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ:

اسی گفتگو کے اثنا میں نماز کا وقت آگیا تو حکیم صاحب نے فرمایا نماز مل کر پڑھیں۔آپ تو میری

اقتداءنہیں کریں گے، میں آپ کا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھاویں۔ خاکسار نے نماز پڑھی اور گفتگو سابق کے قطع ہو جانے کے بعد خاکسار نے حکیم صاحب سے کہا کہ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے تو اتنا تو بتا دیں کہ مرزا قادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ ایک بات اپنی کتاب میں لکھتا ہے، اور پھر اس سے صاف منکر ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اس کا خلاف بیان کرتا ہے، اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو میں نے اس کے خلاف کیا ہے اس سے اب میں نے رجوع کیا ہے۔ اور اس میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

اس کی مثال ایک یہ ہے کہ فتح اسلام میں اس نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۳۰ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے۔

دوسری مثال توضیح المرام کے صفحہ ۱۹ میں اس نے آنے والے مسیح کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۲۳ میں اپنے آپ کو مسیح قرار دے کر نبی بھی کہا ہے۔

تیسری مثال توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بعض اشتہارات وتقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔

چوتھی مثال ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۴ میں آیۃ

و مبشراًبرسول یا تی من بعدی اسمه احمد

کو اپنے حق میں بشارت قرار دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے حق میں اس کی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اپنے دافع الوساوس میں اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بشارت قرار دیا ہے۔ (اور اس ہر ایک متعارض بات کو اصل کتابوں سے نکال کر حکیم صاحب کو اسی وقت دکھا دیا)۔

اس پر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا، اب ان باتوں کو ان سے پوچھونگا اور اس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔ اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا، میں تو صرف ان کا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اور اسی سے سبق حاصل کرتا ہوں۔ خاکسار محمد حسین نے کہا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں، مرزا صاحب کی کتابوں

اور تصانیف کو آپ کا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قادیانی تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے۔ مضمون آپ کا ہے، عبارت اس کی۔ آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔ اور آپ نے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ دراصل پیر و مرشد آپ ہیں اور وہ آپ کے مرید و شاگرد ہیں۔ آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے اور اس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں۔ اور سرسید کی تصانیف کے شائق و عاشق و ناظر تھے۔ آپ نے قادیانی کی تصانیف براہین احمدیہ و سرمہ چشم آریہ میں اس قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دعوی الہامات و کرامات دیکھا، تو آپ نے یہ سمجھا کہ اسکے ذریعہ سے مذہب نیچری خوب پھیلے گا۔ پس آپ قادیان پہنچے اور اس سے یہ طے کر لیا کہ تم پیر بنو، میں مرید بنتا ہوں، مسائل اور کتابوں کی عبارات و حوالہ جات میں بتایا کرونگا، ان کی عبارت آرائی آپ کریں اور مذہب نیچری کو پھیلا دیں۔ مرزا قادیانی پہلے سے لا مذہب اور نیچری تھا۔ اس نے اس امر کو غنیمت سمجھا اور یہ طریق اختیار کیا۔ آپ اس کو القاء و الہام کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا۔ آج بھی اس کو کوئی نہ کوئی الہام کرنے کیلئے آپ قادیان جا رہے ہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں اس کے چہرہ سے سبق لیتا ہوں کذب نہیں تو کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ:

میری بات سن کر حکیم نورالدین نے حیران ہو کر کہا یہ بات غلط ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے۔ اس پر حکیم صاحب ساکت ہو گئے۔ اتنے میں امرتسر کا سٹیشن آ گیا تو حکیم صاحب گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہو کر قادیان کو گئے اور خاکسار اسی گاڑی میں پورب گیا۔

مراسلت مابین شیخ الاسلام بٹالوی رحمہ اللہ و مرزا قادیانی

۱۸۹۳ء میں اس مباحثے کی تکمیل کے بعد ہم واپس ۱۸۹۱ء کی طرف چلتے ہیں اور اس مراسلت کا بیان کرتے ہیں جو اپریل ۱۸۹۱ء میں حکیم نور الدین صاحب کے لاہور میں مباحثہ کو نامکمل چھوڑ جانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوئی تھی۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حکیم نور الدین صاحب مباحثہ چھوڑ لاہور سے کرلودہانہ چلے گئے تو خاکسار (محمد حسین) نے دوسرے دن اس پر اطلاع پاکر حافظ محمد یوسف اور میاں رجب الدین کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ (یوسف) صاحب نے بیان کیا کہ حکیم (نور الدین) صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا اسلئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے، آپ اس الزام سے بری سمجھے جائینگے۔

پھر حافظ محمد یوسف صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین سے، کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے، کرادی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس

کارروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں، حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔ میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم نورالدین صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے اور خفت اٹھائیں گے، اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب کی اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کیلئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا، لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا، اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کارروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔ لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔ جس پر ہم نے ۱۵۔ اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام اس مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ تمہارے ڈی سائیپل (حواری) (disciple) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔ اپریل کو ۶ بجے کی

ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔ اپریل کو ہمیں ملا۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔ اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۴۵۔ ۴۶)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا خط درج ذیل ہے:

بخدمت اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا تار، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ، یا آپ آؤ، ورنہ شکست یا فتہ سمجھے جاؤ گے، پہنچا۔

اے عزیز! شکست اور فتح خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونے والا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے؟ جو آسمان پر قرار پا گیا ہے وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کرلیا کہ حبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے (وہ بے بلائے آئے مگر حافظ یوسف کے کہنے پر مناظرہ میں پھنس گئے۔ کیا پھر ان پر واجب نہ تھا کہ وہ مجھ سے اجازت لیتے یا کم از کم اطلاع دیتے کہ میں جاتا ہوں۔ محمد حسین)۔ اصل بات تو اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرالیا ہے (محض خلاف واقع ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوی کو میں نے ٹھہرایا جس وقت حافظ جی کا لاہور میں سراغ بھی نہ تھا، وہ تو اس دن آئے جس دن حکیم صاحب آئے تھے۔ محمد حسین) تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلالیں گے (نہ حافظ یوسف جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے حکیم صاحب کی خدمت میں کوئی شبہ پیش کیا اور نہ انہوں نے

دور کیا۔ سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کیا شبہ تھا جو پیش کیا اور حل ہوا۔ محمد حسین) چونکہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیر الدین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا۔ تب مولوی عبدالرحمٰن تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا (میرا تو بقول آپ کے درمیان قدم ہی نہ تھا اور نہ میں نے مباحثہ کیا، پھر میری کون سی بحث کا طریق ناپسند ہوا۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ نفی مباحثہ کو بھول گئے۔ محمد حسین)۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے (محض دروغ بے فروغ ہے ۔نہ حافظ جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے یا ان کے پیچھے حکیم صاحب سے کوئی شبہ حل کرایا، نہ اس کا شکریہ ادا کیا اور نہ آواز بلند یا آہستہ سے کہا کہ میری تو من کلّ الوجوہ تسلی ہوگئی ہے اب میرے دل میں کوئی شبہ واعتراض باقی نہیں ہے۔ جس وقت آپ مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور موت سے وفات پانے کے دلائل نئے حواریوں کو سنا رہے تھے، اس وقت تو حافظ یوسف وہاں موجود ہی نہ تھے پھر وہ ان کے ختم ہونے پر مصدق کیونکر ہوئے۔ ہاں حافظ جی کے آنے پر جب وہ معہ منشی الٰہی بخش صاحب ۱۲ بجے رات کے قریب آئے تھے آپ نے وہ تقریر نقل کی تھی جو درباب عدم ثبوت قتل مسیح کے ریل گاڑی میں ایک انگریز کے ساتھ آپ کی ہوئی تھی۔ وہ تقریر سن کر بھی حافظ و منشی صاحب وغیرہ حاضرین بجز ایک شخص کے خاموش رہے، نہ اس کے مصدق ہوئے نہ مکذب۔ شکریہ کجا و آواز بلند کجا۔ آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو حافظ جی و منشی الٰہی بخش و منشی عبدالحق سے اس کی تصدیق کرا دیں۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ ہم بھی انہی حضرات میں سے بعض کی تحریری شہادت اپنے بیان کی مصدق حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ مقدس صوفیوں کی آپس میں جنگ ہو۔ وہ حضرات اگر باہم مصالحت کر لیں گے اور بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اپنے بیان سابق کے برخلاف کذب پر آمادہ ہو کر آپ کے بیان کی تصدیق پر متفق ہو جائیں گے تو ہم تینوں کا علیحدہ علیحدہ حلفی اظہار لیں گے اور ان کی اختلاف بیانی سے، جو دروغ گوئی کیلئے لازمی ہے، انکی ناراستی ثابت کریں گے انشاء اللہ۔ اس بیان میں جو آپ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ:

ہم مولوی محمد حسین کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔

یہ صاف مشعر ہے کہ خاکسار کا دوبارہ آنا قرار پاچکا تھا اور اس سے پیشتر ضروری تسلیم کیا گیا تھا۔ وہ ضروری نہ مانا جاتا تو اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس سے آپ کی اور آپ کے حواریوں کی ان باتوں کا کہ:

آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔، اور تم ناحق لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتے ہو؛۔ وغیرہ

کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس مکالمہ ومباحثہ میں میرا دخل نہ تھا تو پھر ان کو میرے آنے کا انتظار کیوں رہا۔ اور پھر اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت کیوں ہوئی۔ محمد حسین)۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کردی یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بلند آواز سے کہا کہ اے حاضرین! میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق ومنشی الٰہی بخش ومنشی امیر دین اور مرزا امان اللہ نے کی اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی، سو ہماری بکلی تسلی ہو گئی۔ آپ بلا جرح تشریف لے جایئے (محض دروغ ہے اور حافظ جی اور منشی الٰہی بخش وغیرہ اس وقت یہ بات نہ بالشرح زبان پر لائے نہ بانقباض خاطر نہ آواز بلند سے نہ آہستہ سے۔ بلکہ اس مجلس میں بجز ایک شخص کے جس کی تصدیق بقول صائب :

دو چیز مے شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

تکذیب کے برابر ہے، کسی نے لب نہیں ہلایا۔ اگر آپ سچے ہیں تو ان تین اشخاص سے جن کا ذکر ہوا ہے حلفی اظہار دلوادیں۔ محمد حسین)

سو انہوں نے ہی بلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا، پھر آپ کا یہ جوش جو تار سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں جبکہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے۔ ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے، کیا

آپ نہیں سمجھتے۔(دوسری طرف غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد، مولوی سرور شاہ قادیانی کی زبانی اس واقعہ کی ایک اور شکل بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ نے کہ جن دنوں مرزا صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ان دنوں میں مولوی نورالدین، مرزا صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔...میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا۔اس نے مولوی (نورالدین) صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے۔مولوی (نورالدین) صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علی وجہ البصیرت مانا ہے۔اس پر باہم بات ہوتی رہی۔آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دونگا حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں۔مولوی (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی۔لیکن ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ مولوی (نورالدین) صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔چنانچہ مولوی صاحب فوراً بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت (مرزا) صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔سیرۃ المہدی۔جلد ا۔ص ۲۷۹۔ بہاء)اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے، صرف تحریری بحث چاہیے (تقریر کا تحریر میں آ جانا اور جو بات کسی فریق کے منہ سے نکلے اس کو فریق ثانی کا لکھ لینا مناسب ہے مگر اس میں یہ قید لگانا کہ بدون تحریر کے کوئی فریق ایک کلمہ زبان پر نہ لاوے، بالمشافہ گفتگو کو فضول ٹھہرانا ہے اور دائرہ گفتگو کو تنگ کرنا۔یہ قید ہو تو فریقین کا گفتگو کیلئے ایک مجلس میں جمع ہونا اور بالمشافہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی تحریری گفتگو غائبانہ بذریعہ تحریرات بھی ہو سکتی ہے۔محمد حسین)اور وہ یوں کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں۔پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے (ان

شروط کا بدنیتی اور دھوکہ پر مبنی ہونا بیان ہو چکا ہے۔اس طرفہ پر آپ نے طرہ یہ چڑھایا ہے کہ اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں، جس کو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء لکھا گیا ہے، ایسی ہی چند شرطیں اور بڑھا دیں۔

۱۔مجلس بحث میں کوئی یورپئن افسر یا ہندو مجسٹریٹ ہو اور چند دیسی پولیس مین بھی ہوں۔

۲۔سوال جواب لکھنے والا کوئی ہندو خوش خط ہو۔

۳۔ہر ایک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔

۴۔آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ ختم ہو۔اس سے زیادہ ہو تو نماز ظہر تک۔

ایسی ہی اس میں بعض اور شروط ہیں۔

ان شروط کو پیش کر کے آپ نے دائرہ مباحثہ کو اور بھی تنگ کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ در حقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے ۔یہ صرف مباحثہ سے جان بچانے کے حیلے بنائے ہیں۔آپ نے یہ سوچ کر ایسی شروط کو پیش کیا ہے کہ ان شروط سے کسی نہ کسی شرط کا فوت ہو جانا ممکن ہے اور اس سے مباحثہ سے ہماری نجات کی امید ہے۔مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یورپئن افسر یا ہندو مجسٹریٹ، جو حاکم ہیں نہ کہ رعایا کے محکوم، اس مذہبی بحث کی مجلس میں شامل ہونا پسند نہ کریں، یا کوئی ہندو خوش خط جو فارسی اردو کے علاوہ عربی لکھنا، جو اس مذہبی بحث میں لازمی امر ہے، نہ جانتا ہو۔شرط سوم و چہارم میں آپ نے یہ بھی جتایا ہے کہ اس بحث سے آپ کو اظہار حق مقصود نہیں صرف بزعم خود الزام خصم مدنظر ہے جو جدال کہلاتا ہے یا اپنے مخاطبوں کا امتحان علم و معلومات جیسے یونیورسٹی میں طلبا کو سوال دے کر حکم دیا جاتا ہے کہ اتنے گھنٹوں میں وہ ان کا جواب دیں تب وہ پاس ہو سکتے ہیں۔اور اگر اظہار حق مقصود ہو تو اس کے کیا معنی کہ وہ اظہار ایک گھنٹہ میں ہو یا آدھ گھنٹہ میں ہو، اور اس کے بعد کوئی حق کہے گا تو وہ زائد المیعاد سمجھ کر ردّ کیا جائے گا۔اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تحریر جوابات اور اختتام مباحثہ کیلئے کوئی حد و مدت مقرر نہ ہو تو سلسلہ فضول گوئی قطع نہ ہو۔ہر شخص مخالف حق جب تک چاہے جو چاہے بکتا رہے۔اس میں اضاعت وقت کے علاوہ یہ بھی ایک نقصان ہے کہ حق ظاہر نہ ہو جو اصل مقصود مباحثہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب خصم مخالف حق اس قسم کی واہیات کہنا شروع کرے تب طالب حق بعض باتوں کا واہی ہونا ظاہر کر کے اس سے اعراض و خاموشی اختیار کرے اور بحث کو موقوف کر دے۔اس سے فضول گوئی کا سلسلہ قطع ہوگا۔اور حق خود بخود سامعین و ناظرین پر ظاہر ہو جاوے گا۔اور اگر اس مجلس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ (party feeling) ہو، یعنی اس کے جمہور ارکان کو ایک جانب طرف داری کا خیال ہو ،تو اظہار حق و قطع سلسلہ فضول گوئی منصف مسلم الطرفین کی منصفی سے ہو سکتا ہے وہ جب خصم مخالف حق کو فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھے گا، اس کو روک دے گا اور اسکے مخاطب حقانی کی حق گوئی کی داد دے گا۔بالجملہ حق پژدہی و قطع سلسلہ فضول گوئی کا یہ طریق نہیں کہ تقریر حق کیلئے وقت اور مقدار اوراق مقرر کر دیں۔اس کا طریق تو یہ ہے کہ کمال وسعت اور آزادی کے ساتھ حق کہدیں اور خصم کو بھی آزادی سے جواب کا اختیار دیں۔پھر اس کا انصاف حاضرین و منصفین سے کرا لیں۔آپ نے اس ضروری اور لازمی شرط منصفی کو تو نظر انداز کیا اور بجائے اسکے فضول اور ناجائز شروط کو پیش کر دیا محمد حسین)

اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں نہ کرے، جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ردّ لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جل شانہ کے فضل و توفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالی امن قائم رکھنے کیلئے انتظام کرادونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپکی طرف سے گریز متصور ہوگی (ناظرین خود انصاف کریں کہ گریز کس کی طرف سے اور کون شخص ایسی شرائط پیش کرتا ہے جو لائق تسلیم اور سہل الوقوع نہیں ہیں۔ اور عذر عدم فرصتی سے صاف انکار کس نے کیا۔ آپ کا خط نمبر ۱۱ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)۔

راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے (نہیں نہیں اول آپ کی طرف سے تحریر ہونی چاہیے کیونکہ آپ مدعی ہیں اور بار ثبوت آپ پر ہے۔ آپ کا خصم تو آپ کا معارضہ کریگا یا مانع یا سائل بنے گا۔ جس کی نوبت آپ کے بعد آنیوالی ہے کتب فن مناظرہ، رشیدیہ وغیرہ، نظر سے نہیں گزریں تو کسی اہل علم سے پوچھ لیں۔ محمد حسین) میرے ان دونوں بیانات کا ردّ ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں (صرف مثیل مسیح کیوں کہتے ہیں آنے والا مسیح کہیں اور لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ صرف آپ کا مثیل مسیح ہونا محل نزاع نہیں ہے۔ سخت نزاع اور شدید بحث کا محل تو آپ کا یہ دعوی ہے کہ مسیح موعود سے، جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر صحاح میں وارد ہے، حضرت عیسی نبی اللہ مراد نہیں بلکہ آپ مراد ہیں جو مثیل مسیح ہونے کے مدعی ہیں۔ یہاں تو آپ نے دعوی وفات مسیح میں بحث ہونے کی آڑ میں دعوی مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے گریز کیا ہے اور ایک سابق خط میں اپنے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے اور اسکے لائق بحث ہونے سے صاف نکار کردیا، ناظرین ان چالوں کو دیکھتے جائیں۔ محمد حسین) اور نیز یہ کہ حضرت مسیح

ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّالرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعاوی کے بطلان کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالی چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔ اور بغیر اس طریق کے جس کی انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کیلئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں (یہ بھی آپ کی دھوکہ آمیز دھمکی ہے جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مخاطب نے اس دھمکی میں آکر ہماری شرط فاسد کو قبول کرلیا تو وہ دام میں آیا اور اگر اس نے جواب سے انکار یا سکوت کیا تو یہ مشہور کیا جائے گا کہ مخاطب نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا اور وہ ہار گیا۔مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کا یہ دھوکہ ہمارے خیال میں آگیا۔نہ ہم نے آپ کی شرط فاسد کو مانا، نہ جواب خط سے سکوت کیا۔اور آپ کے اس خط کا جواب ایسا دیا جو آپ کی شرط کے موافق نہ تھا۔وبایں ہمہ اس کو آپ نے وصول کر کے اپنے اس خط کا آخری ہونا توڑ دیا۔اور ہمارے اس جواب کے جواب میں ایک اور خط بھی لکھ دیا۔اس کا جواب ہم نے خط نمبری ۲۳۵ میں دیا اور پھر اس کی تاکید میں خط نمبر ۲۴۹ ارسال کیا تو ان خطوں کے جواب میں آپ سے کچھ بن نہ پڑا اور وہ الزام سکوت و عجز از جواب جو اس دھوکہ آمیز دھمکی سے آپ ہم پر لگانا چاہتے تھے خدا تعالی نے آپ پر لگا دیا اور آپ پر یہ مصرع صادق آگیا: مرا خواندی و خود بدام آمدی۔محمد حسین) اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں۔اگر پورے اور کامل طور پر بلاکم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اس حالت میں ہی جواب تحریر فرماویں، ورنہ نہیں۔

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۹۔اپریل ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہوگیا (آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ مندرجہ اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا نمونہ ملاحظہ فرماتے تو یہ کلمہ لکھتے ہوئے شرماتے اور یہ خیال فرماتے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہو وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر کیا اعتراض کرسکتا ہے۔اس کارڈ میں یہ الفاظ: اس کو: بصیغہ واحد ، اور: یہ شخص ملہم نہیں، جو آپ کو بالمواجہ نہیں لکھے گئے، محل اعتراض وخلاف تہذیب واخلاق سمجھے گئے ہیں تو ان کا موازنہ، بے حیا و بے ایمان، سے جو آپ کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء سے مستفاد ہیں، اور الفاظ، دغاباز، حرامخور

وغیرہ، جو آپ نے حواریوں سے کہلائے ہیں، سے کریں اور پھر انصاف سے کہیں کہ تہذیب واخلاق کا التزام کس جانب میں ہے۔محمد حسین) آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔آپ بلا رؤیت مرزا پر ایمان لے آئے۔آپ ذرا ایک دفعہ آ کر اس کو دیکھ تو لیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ ۔اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔فقط۔

حضرت مولوی صاحب !من آنم کہ من دانم ،آپ جہاں تک ممکن ہوا یسے الفاظ استعمال کیجئے۔میں کیا ہوں اور میری شان کیا، بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں (یہاں اس وعدہ کا التزام برابر رہا اور رہے گا۔انشاء اللہ تعالی۔دیکھئے آپ نے اور آپ کے حکم رضا وعلم سے آپ کے حواریوں نے ہم کو کس قدر برا کہا ہے۔ہم نے کسی لفظ کا جواب دیا ہے؟نہیں ہرگز نہیں۔آئندہ بھی انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ہم کو خدا تعالی سے امید ہے کہ ہمارا صبر اور آپ کا روز افزوں جور و جفا لوگوں پر اچھا اثر پیدا کرے گا۔اس سے لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ الہامی نہیں ہیں؛ایں شکل برائے اکل است۔محمد حسین) جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی یسمع و یری۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔

خاکسار غلام احمد۔

آج ١٦۔اپریل ١٨٩١ءکو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ٢٠۔اپریل تک آپ کے جواب کے انتظار (میں) رہیں گے۔اگر ٢٠۔اپریل ١٨٩١ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کیا جائے گا۔

فقط مرزا غلام احمد۔بقلم خود۔١٦۔اپریل ١٨٩١ء۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ١٣ مع حواشی مولانا بٹالوی؛اور مکتوبات احمد جلد اول، بغیر حواشی)(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ص ٢٠٤۔٢٠٧)

(اور مرزا قادیانی نے اپنے ایک مرید، مولوی محمد احسن امروہی کو انہی دنوں بھوپال خط لکھا جو یوں ہے: مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ..عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہنچا جزا کم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا یا نہیں اگر نہیں پہنچا تو یہ عاجز بھیج دیوے۔کارڈ واپس ارسال

خدمت ہے۔مولوی محمد حسین نے تار بھیج کر مباحثہ چاہا جب اس طرف سے تیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں باقی سب خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ ۷۔اپریل ۱۸۹۱ء(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

(تیاری کیا ہوئی ؟ حکیم نورالدین صاحب لاہور سے مناظرہ نامکمل چھوڑ کر لدھیانہ بھاگ آئے تھے،اور مولانا نے مرزا صاحب کو لدھیانہ تار دیا کہ حکیم صاحب کو بھیجیں تا کہ نامکمل رہ جانے والے مناظرے کو مکمل کیا جائے ،اگر وہ نہیں آتے تو آپ تشریف لا کر مناظرے کو وہیں سے شروع کریں جہاں حکیم صاحب چھوڑ گئے تھے۔مرزا صاحب نہیں آئے۔بہاء)

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جواباً لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۰۰) جناب مرزا غلام احمد صاحب۔بعد سلام مسنون۔

۱۶۔اپریل کے خط میں جو آپ نے اپنے حواری مولوی نورالدین کے عدم گریز کی وجہ بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس وجہ کی تفصیل میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے ۔میں اس اجمال کی تفصیل اپنے رسالہ میں کرونگا۔انشاءاللہ تعالی ۔اصل مطلب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحریری بحث کے لئے دو شرطیں پیش کی ہیں۔

اول یہ کہ ایک ہی دفعہ فریقین اپنی اپنی تحریرات پیش کریں۔

دوسرے یہ کہ ان تحریروں کے اوراق محدود ہوں۔

ان میں سے جو آپ نے اپنی قدیم عادت تغلیط مخاطب کے مطابق مغالطہ دینا چاہا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں جس کی تشریح اپنے رسالہ میں کروں گا مگر میں آپ کی قطع حجت کی غرض سے ان دونوں شرطوں کو منظور کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ میں ایک ہی دفعہ اپنی تحریر پیش کرونگا اور اس کے اوراق بھی محدود کر دونگا۔مگر دو شرطیں آپ میری بھی منظور کریں (جو نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے بھی میرے خطوط میں معروض ہو چکی ہیں)

اول یہ کہ قبل از مباحثہ تحریری آپ رسالہ ازالہ اوہام میرے پاس بھیج دیں (تمام نہیں تو صرف اسی قدر جس قدر چھپ چکا ہے) تا کہ میں اپنی تحریر میں آپ کے جملہ دلائل کا جواب یک بارگی تحریر کر

سکوں اوران دلائل کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ کرسکوں کہ میں ان کا جواب کس قدر اوراق میں ادا کرسکونگا ۔آپ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ رسالہ آپ کے پاس بیس پچیس روز میں پہنچے گا اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیا جائے گا جو ایک دفعہ ٹوٹ بھی چکا ہے (جیسا کہ آپ کے ایک سابق خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکیم نور الدین کو بھیجا گیا ہے)۔

دوم یہ کہ میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں جیسے کہ آپ کے حواری مولوی نورالدین سے تسلیم کرا چکا ہوں۔

ان دونوں شرطوں کے تسلیم و تعمیل کے بعد آپ جس تاریخ میں اپریل کی چاہیں، لاہور تشریف لائیں میں حاضر ہوں۔ ماہ اپریل میں آپ رسالہ ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو ماہ مئی میں سہی۔اس مہینے میں مجھے سفر درپیش آ گیا (جس کو میں بارہا ظاہر کر چکا ہوں) تو میں جہاں ہونگا وہاں سے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچونگا انشاء اللہ تعالی ۔ چنانچہ اپنے خط نمبری ۱۲۰ میں عرض کر چکا ہوں۔ میرے کارڈ اسمی مولوی محمد احسن صاحب بھوپال میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا موازنہ اپنے الفاظ اشتہار ۲۶ مارچ سے کریں اور انصاف سے کہیں کہ تہذیب کا التزام کس جانب ہے۔اس کی توضیح بھی رسالہ میں ہو گی۔ ابوسعید محمد حسین

ضمیمہ خط نمبر ۲۰۰۔لاہور ۱۸۔اپریل ۱۸۹۱ء۔

خیالی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی

هدا ه الله الصرا ط المستقیم ۔سلا م علی من اتبع الهدی ۔

کل آپ کے خط ۱۶۔اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب ہمدست حامل خط مذکور ارسال کر چکا ہوں، آج اس خیال سے کہ شاید اس خط کے وصول سے آپ انکار کریں جیسے کہ آپ نے میرے مقابلہ میں اپنے حواری کے مباحث ہونے سے انکار کیا ہے اس خط کی نقل بذریعہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں۔ علاوہ براں دو باتیں (جن سے آپ کو ڈھیل دینا اور آپ کی حجت قطع کرنا مقصود ہے) میں اور لکھتا ہوں ان

باتوں کو آپ خط سابق کا ضمیمہ قرار دیں۔

اول یہ کہ اگر آپ مباحثہ کی مجلس میں اصول کی تمہید وتسلیم سے ڈریں اور یہ خیال کریں کہ خدا جانے وہ اصول جو ہم سے تسلیم کرائے جائیں، کیسے سخت مشکل اور ہمارے فہم اور علم سے اجنبی ہوں گے اور بناء علیہ آپ یہ کہیں (جیسے کہ آپ کے حواری نے مجلس مباحثہ میں کہا تھا) کہ خدا جانے ان اصول کی تسلیم سے ہم پر کیا پتھر پڑیں گے، تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں، بشرطیکہ آپ تمہید اصول کو تسلیم کریں۔ اس سے آپ کو ان اصول کے سمجھنے اور ان میں غور کرنے کیلئے کافی مہلت مل جائے گی۔ اور اس ناگہانی ابتلاء سے جس میں آپ کے حواری صاحب مبتلا ہو گئے اور اس سبب سے وہ مباحثہ چھوڑ کر بھاگ گئے نجات ہو گی۔

دوم یہ کہ اگر آپ میری شرط اول کو تسلیم نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام میرے پاس بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنی شرط فاسد (مبنی بر مغالطہ) میں اتنی ترمیم کر دیں کہ پہلے تحریر آپ کی ہو۔ جس میں آپ اپنے دعاوی کے جملہ دلائل درج کریں اس کے بعد میری تحریر ہو جس میں آپ کے دلائل کا جواب ہو۔ اور اگر آپ اپنی اس شرط فاسد میں اتنی ترمیم بھی روا نہیں رکھتے تو اس کی ایسی وجہ معقول بیان کریں جس کو آپ کے مخالف اور موافق سب قبول کر سکیں۔ یا آپ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ میں ایسی مزیت وفوقیت پائی جاتی ہے کہ آپ جو کہیں اس کو اور لوگ کالوحی من السّماء بلا دلیل مان لیں اور جو بات کوئی دوسرا کہے اس کی تسلیم آپ کیلئے جائز نہ ہو، چہ جائے واجب! جو لوگ آپ کو ملہم مانتے ہیں صرف وہی آپ کے خیال ومقال کی نسبت یہ کہتے ہیں آمنّا کلّ من عند ربّنا میں تو آپ کا مرید نہیں ہوں کہ جو آپ کہیں بلا دلیل مان لوں۔ میں نے جو تار دیا تھا وہ اسی مباحثہ کے سلسلہ میں تھا جو آپ کے حواری نے شروع کیا تھا۔ جس کا منشاء صاف یہ تھا کہ جو مباحثہ شروع ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنے حواری کو واپس کریں یا خود تشریف لائیں، نہ یہ کہ آپ نئے مباحثہ کیلئے نئی شروط قائم کریں اور پھر اس کے مقابلہ میں جو شرط خصم پیش کرے اسے تسلیم نہ کریں۔ ان خطوط کا جواب ۲۱ ماہ حال تک نہ

پہنچا تو ان خطوں کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا اور اس پر ناظرین خود غور و انصاف کرلیں گے کہ وا جبی بات ماننے سے کس کو انکار ہے اور گریز از مباحثہ کس نے کیا۔ ابو سعید محمد حسین

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ج ۱۳۔ ص ۵۷۔ ۵۹)

مرزا غلام احمد قادیانی نے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو جواباً تحریر کیا:

بخدمت اخویم مکرم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا، باعث تعجب ہوا۔ آپ نہ تو اظہار حق کی غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں (ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بحث کون نہیں چاہتا اور کون شخص ناجائز شروط پیش کر کے اس سے جان چھوڑا تا ہے اور اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ بحث تو چاہتے ہیں مگر نہ بغرض اظہار حق بلکہ بغرض الزام خصم، تو یہ امر مضمر ہے اس کا تصفیہ بجز اس کے کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم اور آپ قسم کھائیں اور جھوٹے پر لعنت سنائیں اور آیت مباہلہ پر عمل کریں، اگر آپ جائز سمجھیں۔ محمد حسین) اور نہ اس جوش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔ عزیز من (اس لفظ میں اپنی بزرگی کا ادعا ہے مگر معلوم نہیں کہ کس وصف میں آپ بزرگ بنتے ہیں۔ عمر میں یا علم میں یا زہد و تقوی میں جو دعوی نازیبا ہے اور ثناء خویش خود گفتن ...الخ.. کا مصداق۔ محمد حسین) رحمکم اللہ۔

یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا (آپ کا تو دلی منشاء یہی ہے، مگر خدا پورا نہیں کرتا۔ جو الزام آپ دوسروں پر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آپ پر عائد ہو جاتا ہے کما قیل: میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ محمد حسین) مگر آپ ہی کا قول و فعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ کس قدر آپکی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔ افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے (گریز اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جس نے مباحثہ سے جان بچانے کیلئے ناجائز شروط کو پیش کیا اور مخاطب کی جائز شروط کو نہ مانا۔ اب اس امر کا تصفیہ ناظرین خود کرلیں گے کہ ایسا کس نے کیا۔ آپ چاہیں اس امر میں کسی منصف کے سامنے بحث کرلیں آپ کا گریز ثابت نہ ہوا اور منصف مسلّم الطرفین نے اس کو تسلیم نہ کیا تو ہم آئندہ آپ کے ساتھ معارضہ

سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے! ایک بات میں میدان ہاتھ میں آتا ہے اور کیا چاہتے ہیں۔محمد حسین) اور اب آپ کا خط مشت بعداز جنگ کا نمونہ ہے (یہ آپ کی تہذیب، انصاف پسندی،حق طلبی، روحانیت اور انکسار کا نمونہ ہے۔کوئی پوچھے جنگ کب ہوئی اور ختم کب ہوئی، آپ نے جنگ کیلئے ناجائز شروط پیش کیں ادھر سے بھی بعرض چند شروط مقابلہ کیا گیا۔آپ نے نہ شروط کو مانا نہ ان سے انکار کیا بلکہ جواب خط دینا ترک کر دیا، اس کا نام اختتام جنگ ہے تو یہ آپ کی طرف سے ہوا، گریز ہے تو آپ نے کیا ہے برطبق مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، الزام گریز دوسروں پر لگایا۔سوایسے الفاظ سے جس کو ادنی اہل تہذیب وصاحب اخلاق استعمال نہیں کر سکتا چہ جائے مدعیان روحانیت وانکسار وایثار وانوار وغیرہ ۔محمد حسین)۔فضول باتوں کو پیش کر کے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں۔

قولہ (یعنی قول محمد حسین)۔دو باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں، لکھتا ہوں۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت! یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تئیں ڈھیل دے رہے ہیں۔میں نے کب کہا تھا کہ مجھے ڈھیل دیں۔آپ کی آدھی رات کو تار آئی۔میں تیار ہو گیا۔آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے خرچ دے کر بلاتوقف اپنا آدمی روانہ کیا۔بحث منظور کر لی۔سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا مگر آپ تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے (دل سے پوچھئے۔اور خدا سے، لوگوں سے، کسی سے تو شرمایئے۔شروط فاسد کی آڑ بنا کر کون کنارہ کش ہوا، اور اب تک کون کنارہ کش ہے۔میں تو آپ کے گھر کے قریب بھی پہنچا اور آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا پھر آپ نے جج کے کام کا بہانہ پیش کر کے کنارہ کشی کو اختیار کیا۔بایں ہمہ یہ الزام دوسروں پر لگانا آپ ہی کا کام ہے۔محمد حسین)۔اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے؟ اگر میں آپ ہی لاہور میں پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی۔آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپکی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا۔اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہو سکتا۔آپ نے ناگوار طریقہ سے مقابل آنے کی دھمکی تو دی مگر آخر آپ ہی نہ ٹھہر سکے۔کیا اس دعوی کے ساتھ جو آپ کو ہے، یہ گریز آپ کی علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے؟

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید وتسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں تا کہ آپ کو ان کے سمجھنے کیلئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلاء سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول (یعنی قول مرزا)۔ حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں۔ کوئی عقل مند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا اور میں تو آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں (یہاں تو آپ نے اصول اسلام کو لغو کہہ دیا مگر اپنے خط نمبری ۱۱ و ۱۴ میں ان اصول کی تمہید کو تسلیم کو منظور کر لیا۔ معلوم نہیں اس خط میں آپ اس خیال لغویت کو بحکم آنکہ، دروغ گورا حافظہ نہ باشد، بھول گئے۔ یا جو اس خط میں لکھتے ہیں وہ دل سے نہیں کہتے۔ اور آپ کے مذہب کا کوئی اصول نہیں۔ بہر حال آپ نے یہ بات دل سے کہی ہے تو آپ کی تسلیم خط نمبری ۱۱ و ۱۴ لغو ہے اور آپ پر آیت و الّذ ین هم عن اللّغو معرضو ن ،اور آیت لم تقولو ن ما لا تفعلو ن کے خلاف الزام قائم ہے اور اگر وہ تسلیم دل سے ہے، تو آپ کا ان اصول کو لغو کہنا اصول اسلام کو لغو کہنا ہے۔ زیادہ ہم کیا لکھیں۔ محمد حسین) اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے و الّذین هم عن ا للّغو معرضو ن،

نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن اسلا م المرء ترکه ما لا یعنیه۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے۔ سوادنی تامل سے ظاہر ہوگا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعوی کرا دیں (یعنی اس دعوی کے دلائل نہ پوچھیں۔ یہ مسئلہ نہ شریعت اسلام کا ہے نہ فن مناظرہ کا ہے۔ آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ شرع یا فن مناظرہ کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مدعی سے صرف تشخیص دعوی کرائی جائے، اس دعوی پر دلیل اس سے طلب نہ ہو۔ محمد حسین)۔ سو میں نے بذریعہ فتح اسلام وتوضیح مرام اور بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے، اچھی طرح اپنا دعوی بیان کیا ہے اور بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعوی نہیں جو آپ پر مخفی ہو اور وہ دعوی یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ

حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا۔اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا،سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے ذمہ پر کچھ فرض نہیں(کسی دعوی کے مدعی پر دلائل لکھنا فرض نہیں تو پھر کیا اس کے منکر پر فرض ہے۔اس امر کی نہ شریعت مصدق ہے نہ فن مناظرہ۔کتب شریعت میں اتفاقی مسئلہ ہے البیّنة علی المدّعی ،اور رشیدیہ کتاب فن مناظرہ میں بھی المدّ عی من نصب نفسه لا ثبا ت الحکم بالدّ لیل او البیّنة ۔محمد حسین)کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو(یہ آپ کا ایک اور دعوی ہے جو خصم کے نزدیک مسلّم نہیں چنانچہ اس خط کے جواب میں بیان کیا گیا کہ اس میں آپ نے دھوکہ دیا ہے لہذا اس کی دلیل بھی آپ کے ذمہ ہے۔محمد حسین)بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے،جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا۔جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً۔پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں،اور ان کا فوت ہونا تو میں بیان کر ہی چکا تو اب اگر میں آپ سے پہلے لکھوں تو فرمائیے کیا لکھوں؟(اپنے دعوی کے دلائل لکھئے۔محمد حسین)یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے ابطال کے لئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ بھی وفات پا گئے مگر مسیح وفات پانے سے اب تک باقی رہا ہوا ہے۔کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ داب مناظرہ کیا ہے؟(آپ ہی بتلا دیجئے مگر کتاب کے حوالہ سے،ہم نے تو کتب مناظرہ میں یہی پڑھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے،نہ کہ منکر و مانع کے۔محمد حسین)

اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کی فرع ہیں(فرع اب بن گئی۔فتح اسلام،توضیح مرام اور دیگر ابتدائی تحریروں میں اور خط سابق نمبر ۸ وغیرہ میں تو آپ کے مسیح

موعود ہونے کا دعوی اصل ہے۔ مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر تو ان میں تبعاً وضمناً ہے۔ رسالہ توضیح مرام ورسالہ فتح اسلام کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے اگر بھول گئے ہیں۔..اس کی مزید توضیح ہمارے خط نمبری ۳۷۱ کے حواشی میں ہو گی۔ محمد حسین)۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے۔ اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو (اس میں آپ یہ جتاتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے حق گوئی کی امید نہیں رکھتے۔ تب ہی غیر مسلم ثالث کی منصفی تجویز کرتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کو و من یشاقق الرّسول من بعد ما تبيّن له الهدی و يتّبع غير سبيل المومنين نولّه ما تولّى و نصله جهنم و ساء ت مصيراً سے ڈرنا مناسب ہے۔ محمد حسین) اور اخویم حکیم مولوی نور الدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے (یہ دعوی میں نے کب کیا ہے اور مناظرہ واقع ہونے کیلئے میرا ابلانا کہاں شرط ہے۔ حافظ یوسف کے کہنے سے وہ آئے اور ان ہی کے کہنے سے وہ مناظرہ میں پھنس گئے۔ پھر ان کا بلا اطلاع خاکسار جانا فرار نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین) جنہوں نے بلایا انہوں نے مولوی موصوف سے اپنی پوری تسلی کرالی اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ اعراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔ اس لئے خدا تعالی نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا۔ یہ مولوی صاحب کی راست بازی کی کرامت ہے جس نے یہ مصرعہ سچا کر دیا:

مرا خواندی وخود بدام آمدی

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے (محض دروغ ہے۔ ازالہ اوہام پچیس جزء سے زیادہ بتایا جاتا ہے اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے اس کا ایک جزو بھی پورا منقول نہیں ہوا۔ پھر

اکثر مقابل اقل کہاں صادق آیا۔ سبحان اللہ یہ دعوی تقدس اور یہ سفید جھوٹ اور دھوکہ دہی۔ محمد حسین)۔ اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔ اور میں ابھی ثابت کر چکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔ عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔ لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اور حق طلبی ہے۔

بالآخر ایک مثال بھی سنیئے۔ زید ایک مفقود الخبر ہے۔ جس کے گم ہونے پر مثلاً دوسو برس گذر گیا۔ خالد اور ولید کا اس کی حیات اور موت کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ درحقیقت زید فوت ہو گیا لیکن ولید اس خبر کا منکر ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بارثبوت کس کے ذمہ ہے؟ کیا خالد کو موافق اپنے دعوی کے زید کا مرجانا ثابت کرنا چاہیے یا ولید زید کا اس مدت تک زندہ رہنا ثابت کرے؟ کیا فتوی ہے؟

راقم خاکسار۔ غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء

(نوٹ اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جس پر بارثبوت ہے اس کی طرف سے ثبوت دینے کے لئے پہلے تحریر کرنا چاہیے)۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۵۹ تا ۶۵ مع حواشی ؛ مکتوبات احمد۔ ج ا۔ ص ۳۲۶۔ ۳۲۹۔ مکتوب نمبر ۱۳۔ بغیر حواشی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس خط کو مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔ مگر خاکسار کے خط نمبری ۷ ۲۰ کو جس کا یہ خط جواب ہے، شائع و مشتہر نہ کیا۔ شائد الہامیوں کو جائز ہو گا۔ عام انصاف کا تو یہی قانون ہے کہ جس تحریر مخاطب کا جواب دیں اس کو بھی نقل کریں تاکہ ناظرین کو دونوں میں موازنہ وانصاف کا موقع ملے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ ص ۶۵)

شیخ الاسلام مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۲۵) لاہور ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ و ھداہ۔ سلام علی من اتبع الھدی۔

آپ کا خط ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں نے مسرت سے پڑھا اور اس سے میں از بس ممنون ہوا۔

آپکی اس قسم کی مجادلانہ و معاندانہ اور مغالطہ آمیز تحریرات مجھے یہ یقین دلاتی جاتی ہیں کہ آپ اپنے دعاوی جدیدہ کے اظہار و اشتہار میں خطاء اجتہادی نہیں کرتے، بلکہ دیدہ دانستہ حق کا خلاف کرتے اور عمداً لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ تار و پود جو ایک مدت سے آپ نے پھیلا رکھا ہے اس سے مقصود صرف نام آوری و دنیا طلبی ہے۔ ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر مے طلبی۔ حق گوئی اور حق پژدہی آپ کا اصلی فرض اور اقصی غرض نہیں ہے لہذا آپ آئندہ بھی ایسی ہی تحریرات کے ارسال سے مجھے سرفراز فرمائیں گے تو میرے اس یقین کو اور بڑھا ئینگے اور مجھے اپنا ممنون بنا ئینگے۔ اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ میں کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ اس خط میں بطور تمثیل آپکے چند مغالطات معاندانہ کو ذکر کرتا ہوں۔

آپ لکھتے ہیں:

میں آپ کے ان اصول کو محض لغو سمجھتا ہوں۔

اس میں اپنے عناد و جدال کو ایسا مبرھن کیا ہے کہ اس میں کسی اہل علم و طالب حق کے لئے مجال مقال نہیں رکھی۔ کوئی اہل علم جس کو حق طلبی سے ادنی تعلق ہو اور پابندی اسلام کا دعوی، ان اصول کو (۱۔ کتاب وسنت حجج اتفاقیہ ہیں۔ ۲۔ ظواہر نصوص سے بلا دلیل عدول کرنا جائز نہیں۔ ۳۔ محسوس نیچر، جس کو نیچری لوگ خدا کی قدرت کا قانون سمجھتے ہیں، واقعی خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں، ایسے ہی اور وہ اصول جو آپ کے حواری سے مجلس مباحثہ میں تسلیم کرائے گئے ہیں) لغو نہیں کہہ سکتا، اور نہ امور متنازعہ فیہا سے بے تعلق یا غیر ضروری ٹھہرا سکتا ہے۔ ان اصولوں کو لغو اور ضرورت سے خارج کہنا اس شخص کا کام ہے جس کو حق اور اصول اسلام سے کام نہ ہو بلکہ اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو دین قویم بنانا

چاہتا ہو۔ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک مسلمان سے، جو عالم ہو اور آپکا مرید نہ ہو، اس دعوی کی تصدیق کرادیں۔

آپ لکھتے ہیں:

میں نے اپنا دعوی بیان کر دیا کہ میں مثیل المسیح ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں، سواس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ امکانی طور پر مان چکے ہیں۔ رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے پر فرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو بلکہ مسلسل طور پر حضرت آدم سے یہ طریق جاری ہے کہ جو پیدا ہو گا ایک دن مرے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ اب میں آپ سے پہلے کیا لکھوں۔،

اس میں آپ نے کئی وجہ سے حق کا خلاف کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا:

اول دھوکہ یہ دیا کہ خاکسار کو آپ نے اپنے مثیل مسیح ہونے کا قائل بنادیا حالانکہ میں نے آپ کے مثیل مسیح ہونے کو امکانی طور پر بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف آپ کے بعض الہامات کا، جن میں مثیل مسیح ہونے کا الہام شامل نہیں ہے، امکان تسلیم کیا ہے (گو میں اب اس امکان کا بھی قائل نہیں رہا۔ آپ کی مجادلانہ ومعاندانہ تحریرات نے وہ امکان میرے خیال سے اٹھا دیا ہے۔ محمد حسین) آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو میرا وہ قول نقل کریں جس میں میں نے آپ کا مثیل مسیح ہونا امکانی طور پر مانا ہے۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ صرف تسلیم امکان کو مثبت مدعا سمجھ لیا، حالانکہ کوئی عاقل صرف امکان سے وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ مثلاً زید اگر یہ دعوی کرے کہ میں بادشاہ یا فلاسفر ہوں اور کوئی شخص اس کا امکان مان لے، تو اس سے اس کا بادشاہ یا فلاسفر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ اس تسلیم امکان کے سبب اپنے دعوی کے ثبوت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

تیسرا دھوکہ یہ کہ ابن مریم کے فوت ہونے کا اعتقاد بحکم سنت اللہ اور بہ شہادت کتاب اللہ مسلّم ٹھہرا کر اس کو ثبوت سے مستغنی قرار دیا۔ اس سے اگر آپ کا یہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد صرف ہمارے

نزدیک مسلّم ہے، گو اور مسلمانوں کے نزدیک مسلّم نہیں، تو ایسی حالت میں آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے سے بری نہیں ہو سکتے ، کیونکہ آپ کا اعتقاد دوسرے مسلمانوں کا مسلّمہ نہیں ہے اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ تمام مسلمان اس اعتقاد کو مانتے ہیں تو یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع سلف صالحین سے اس وقت تک کوئی مسلمان ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک شخص کا سلف صالحین سے نام لیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ پھر اس انوکھے دعوی کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا آپ کا فرض کیوں نہیں ہے؟ اور فن مناظرہ کی کون سی کتاب ہے جو آپ کو اس دعوی کے ثبوت پیش کرنے سے سبک دوش کرتی ہے؟ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک کتاب کی شہادت پیش کریں۔ اپنے دعوی کا ثبوت پہلے پیش کرنے کی درخواست آپ سے اسی صورت میں ہوئی ہے کہ آپ اپنی ناجائز شروط کو (کہ تحریرات مباحثہ جانبین سے صرف دو ہی ہوں۔ پہلے ہماری طرف سے ہو پھر آپ کی طرف سے) قائم رکھیں۔ اب اگر آپ ان شروط فاسد کو واپس لیں اور منصب ادعاء چھوڑ کر سائل یا مانع بنیں تو میں اس دعوی کا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ وجود عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے، ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں۔

چوتھا دھوکہ یہ کہ سنت اللہ اور آیت کتاب اللہ کو موت مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ سنت سے مراد آپ کی نیچر ہے اور اس تقریر سے آپ کا مسلمان کو یہ جتانا مدنظر ہے کہ ایک شخص کا اٹھارہ سو برس تک زندہ رہنا نیچر کے برخلاف ہے۔ لفظ نیچر آپ نے اسلئے نہیں کہا کہ آپ کا چھپا اعتقاد نیچریت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ اس تقریر میں آپ نے یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ خدا کی ایک سنت کو جو اموات میں جاری ہے آپ نے ظاہر کیا اور اس سنت کو جو اس نے مسیح کے زندہ رکھنے میں قائم کی ہے نظر انداز فرمایا۔ آیت کے ذکر میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہرگز نہیں کہ اس وقت تک جو پیدا ہوا وہ فوت ہو چکا۔ اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ ہر شخص کیلئے موت کا ہونا لازمی ہے، جو حضرت مسیح کو جب وہ دنیا میں آئیں گے، نیز شامل ہوگا۔

خط حال و سابق میں آپ لکھتے ہیں کہ: حکیم صاحب آپ کے بلانے سے کب لاہور میں آئے

کہ پھر بلا اجازت جانے سے فراری متصور ہوئے اور آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔

یہ تو میں نے بھی نہیں کہا کہ وہ میرے بلانے سے لاہور میں آئے۔صرف اسی مضمون کا تار دیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو شروع کر کے بھاگے۔اگر میرا یہ بیان غلط ہے اور گفتگو میں میرا قدم ہی نہ تھا تو آپ کے راست باز ہونے میں کیا شک ہے۔آپ سچے تو ہیں، ذرا اس پر قسم بھی کھالیں اور وہ آیت مباہلہ پڑھیں جو مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں۔مرزا صاحب! آپ کی ایسی ہی باتوں نے، جو محض خلاف واقعہ ہیں، مجھ کو یقین دلایا ہے کہ آپ ملہم نہیں ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ:

آدھی رات کو تار آیا تو بلا توقف آدمی روانہ کیا اور ازالہ اوہام کے اکثر اوراق آپ دیکھ چکے ہیں۔

ان فقرات میں ایک بھی سچا ہے تو اس پر قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں۔فرمایئے تار کس وقت آپ کو ملا، اور آدمی کس وقت روانہ ہوا؟ اور ازالہ اوہام کے اوراق کس قدر ہیں؟ اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے کس قدر اوراق منقول ہیں؟ اکثر یا اقل؟ کیا ملہمین یا صادق القول مومنین کی یہ شان ہے کہ ایسی خلاف واقع باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔

اخیر میں جو آپ نے مثال لکھی ہے، اس میں بھی آپ دھوکہ دینے سے رک نہیں سکے۔حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں ان کے وجود و حیات میں کسی قدیم مسلمان کا اختلاف نہیں صرف آپ بہ تقلید ملاحدہ یورپ جو مسیح کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد لیتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد ہے۔پھر یہ دعوی زندگی اس مفقود الخبر کی حیات کی نظیر کیونکر ہوسکتا ہے۔اس مثال میں آپ کئی صورت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اول: مسیح علیہ السلام کا معلوم الوجود والحیات کو مفقود الخبر شخص کی نظیر قرار دینا۔دوم۔ان کی حیات کو جو متفق علیہ اہل اسلام ہے محل اختلاف قرار دینا۔سوم۔انکی موت کی تجویز کو ایک معمولی اور قابل تسلیم موت کی مانند ٹھہرانا۔حضرت مسیح کی سچی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دس برس سے زندہ و موجود اور

بحکم مشاہدہ مسلّم الحیاۃ چلا آیا ہے۔اس کی نسبت ایک شخص نے خبر دی کہ پانچ برس ہوئے کہ وہ مر گیا ہے۔اس شخص کا دعوی ان لوگوں کے سامنے جو دس برس سے اس کو زندہ دیکھتے چلے آئے ہیں لائق سماعت نہیں اور اس شخص کا فرض ہے کہ اس کی موت کو بدلائل ثابت کرے جن سے ان لوگوں کی رویت و مشاہدہ کی غلطی ثابت ہو۔

یہ تو آپ کے جدال وعناد کا ثبوت اور مخالطات کا جواب ہے۔اب میں اپنے خط نمبری ۲۰۷ کی اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا اور اس کا جواب چاہتا ہوں جس سے آپ نے چشم پوشی کی ہے۔ آپ میرے تار کے مضمون کو غور سے پڑھیں اور اس مباحثہ کو جس کے سلسلہ میں تار دیا گیا ہے پورا کریں اور اپنے حواری کو واپس بھیجیں یا خود تشریف لا کر اس کا اتمام کریں۔نئ شروط فاسدہ پیش کر کے نیا مباحثہ قائم نہ کریں۔شروط فاسدہ کی تسلیم وتحقق محال ہے اور ایسی شروط والے مباحثہ کا وجود بھی ناممکن ہے۔آپ کی ان شروط کو پیش کرنے سے لوگ یقیناً جان لیں گے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔اسی وجہ سے آپ ان شروط کو پیش کرتے اور ان کی آڑ میں مباحثہ سے جان بچاتے ہیں۔آپکا ناصح ابوسعید محمد حسین۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۶۵ تا ۷۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں:

اس خط کا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور ہمارے خطاب وجواب سے سکوت اختیار کیا جس سے عام نظروں میں آپ کا عجز وہزیمت کا الزام قائم ہوگیا۔مگر اس سکوت پر آپ سے صبر نہ ہوسکا اور آپ نے

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہرچہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست

بر هرزه است تکیہ بچون و چرا کنند

پر عمل نہ کیا اور اپنی جگہ اپنے حواریوں کو، جو برا نہ کہنے سے اندیشہ رکھتے ہیں، نہ برا سننے سے، کھڑا کر دیا اور اپنے خط نمبری ۸ کو مع اس کے جواب منجانب خاکسار نمبر ۲۲۵ کے ضمیمہ اخبار پنجاب سیالکوٹ ۲۵۔اپریل میں چھپوایا۔اور اس پر اڈیٹر کی قلم سے خوب نمک مرچ چھڑکوایا۔اس پر خاکسار نے مرزا صاحب کے نام رقیمہ ذیل لکھا:

(نمبر ۱۴۹) لاہور ۲۶۔اپریل۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ و ھداہ۔ سلام علی من اتبع الھدی۔

۱۔میرے خط نمبری ۲۲۵ مورخہ ۲۲۔اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب دیجئے۔منتظر ہوں۔

۲۔آج ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲۵۔اپریل میری نظر سے گذرا۔اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۶۔اپریل ۱۸۹۱ء منقول ہے اور اس پر اعتماد کر کے آپ کے وکیل اڈیٹر نے یہ لکھا ہے کہ: مولوی محمد حسین صاحب کو اگر اپنی بات پر اس قدر اصرار ہے تو وہ اس مضمون کی حافظ محمد یوسف، منشی امیر الدین، منشی عبد الحق، منشی الٰہی بخش، اور مرزا امان اللہ کی دستخطی تحریر شائع کریں کہ مولوی نور الدین ان سے شکست کھا کر بھاگ گئے۔

میں اس کے جواب میں آپ کے وکیل اڈیٹر کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آئندہ ان کو یا کسی اور نئے وکیل کو کسی امر میں مخاطب کرونگا۔انشاء اللہ تعالی۔صرف آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں اور انہی حضرات کی شہادت پر آپ کے دعوی کی بنا اور آپ کے وکیل کا اعتماد ہے تو آپ ہی ان حضرات میں سے تین شخصوں حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش اور منشی عبد الحق سے میرے سوالات ذیل کا حلفی جواب لے کر ارسال کریں۔اسی سے مقدمہ شکست و ہزیمت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔اگر ان حضرات ثلاثہ نے بالاتفاق میرے سوالوں کا جواب اثبات (لفظ ہاں یا نعم) سے دیا تو میں آپ کے بیان کو صحیح مان لوں گا اور اپنے دعوی شکست دہی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔

۱۔حکیم نورالدین صاحب نے رخصت کی رات جوتقریر درباب وفات مسیح کی تھی،اس تقریر میں اول سے آخرتک یہ تینوں صاحب موجود تھے۔

۲۔اس تقریر کے اختتام پر ان تینوں صاحبوں نے حکیم (نورالدین) صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا تھا کہ ہماری من کل الوجوہ تسلی ہوگئی ہے۔اوراب ہمارے دل میں کوئی شبہ واعتراض باقی نہیں رہا۔

۳۔ان تینوں صاحبوں کا اب یہ اعتقاد ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں بذات خودتشریف نہیں لائیں گے جیسا کہ تم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔اورموعود مسیح جن کے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے آپ ہی ہیں۔

۴۔ان سوالات کے جواب کے ساتھ آپ حافظ محمد یوسف کے اس خط کی نقل بھی ارسال فرماویں جس کا ذکرآپ کے خط ۱۶۔اپریل (۱۸۹۱ء) میں ہے اوراس کا مضمون آپ نے یہ نقل کیا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دوتین روز کے لئے ٹھہرالیا ہے تا ان کے روبروہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرالیں اوراس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلالیں گے۔ابوسعید محمد حسین (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد۱۳۔ص۷۱۔۷۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں:

اس کے جواب میں آپ نے پھروہی سکوت اختیار کیا اور ہماری کسی بات کا جواب نہ دیا۔مہربانی فرما کرلکھا،تو اس مضمون کا کارڈ لکھا جس سے جواب خط سے انکاراور آئندہ کے لئے گفتگو سے اعراض وفرار پایا جاتا ہے۔وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم (نمبر۱۰)۔

مجی اخویم مولوی صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز کوکوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے۔اس عاجز کے دعوی کی بناء الہام پرتھی مگرآپ ثابت کرتے کہ قرآن اورحدیث اس دعوی کے مخالف ہے اور

پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک سچے ہو جاتے اور بقول آپ کے میں اس الہام سے توبہ کرتا۔لیکن خدا جانے آپ کو کیا فکر تھی جو آپ نے اس راہ راست کو منظور نہ کیا خیر اب ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کیجئے۔لوگ خود دیکھ لیں گے۔

والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد۔جلد اول۔ص ۳۳۰؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے لکھا ہے:

اس کارڈ کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو گونہ بند کر دیا تھا۔اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے۔آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی میں علماء لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن کو بھی مخاطب فرمایا۔مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا،اسلئے جو خطوط اس موقعہ پر مرزا صاحب نے لکھے انہیں بھی درج سلسلہ کرتا ہوں۔

(مکتوبات احمد۔ج ا۔ص ۳۳۰)

اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی اس خط (نمبر ۱۰) کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کارڈ کے ذریعہ ہم سے تو آپ نے پیچھا چھوڑایا اور سلسلہ مباحثہ و مراسلہ کو بزعم خود قطع کیا۔مگر از آنجا کہ جدال ...آپ کی طینت میں کوٹ کوٹ کر بھر رہا ہے لہذا اس قطع و تفصی (خلاصی) پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور نچلا نہ بیٹھا گیا اور بقول اسد:

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

لودہانہ کے علماء سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو چندروز کا مشغلہ سمجھ کر اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں ان کو مدعو مباحثہ کیا (یہ وہی اشتہار ہے جس کی شروط کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔محمد حسین،

اور اسے ہم متفرقات میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)۔اس میں میرے دوست مولوی محمد حسن رئیس لدھانہ کو بھی مخاطب کیا۔ان کے خطاب میں بدقسمتی سے آپ کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ ان کو اختیار رہو گا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل مقرر کر دیں۔ ہر چند یہ اشتہار آپ نے میرے پاس نہ بھجوایا بلکہ تمام لاہور والوں میں صرف اس کا ایک قطعہ پہونچا اور کانفی ڈنشل (مخفی) (confidential) رہا۔مگر آخر حاجی محمد دین کے ذریعہ سے وہ اشتہار خاکسار کی نظر سے بھی گذر گیا جس پر یہ شعر عاجز کے خیال میں آیا۔

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی
بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

اس اشتہار نے اس شعر کے مطابق خاکسار کے نائرہ اشتیاق مباحثہ کو جو مرزا جی کے خط نمبر ۱۰ سے وہ دب گیا تھا مشتعل کر دیا اور اس وقت مجھے وہ سفر ہندوستان جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے نیز درپیش تھا بناء علیہ خاکسار نے مولوی محمد حسن صاحب کے نام رقعہ مندرجہ ذیل تحریر کیا۔

(خط نمبر ۳۲۳)۔لاہور ۸۔مئی ۱۸۹۱ء۔مجی مولوی محمد حسن صاحب۔السلام علیکم

آج میں نے مرزا قادیانی کا آخری اشتہار دیکھا (یہ اشتہار اس خط کے آخر پر باریک خط میں نقل کیا جا رہا ہے۔بہاء)۔اس میں آپ کو لکھا ہے کہ چاہو تو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ ایسی شرطیں بھی لگا دی ہیں جو جلد وقوع میں نہ آئیں۔میری رائے ہے کہ آپ ان کو (مرزا جی کو) اس مضمون کا رقعہ لکھیں کہ ۹ مئی کی صباح کو ابوسعید محمد حسین بارادہ پٹیالہ،لودہانہ پہنچیں گے۔آپ ان سے بات چیت کر سکیں گے تو آپ میرے مکان پر تشریف لے آویں۔آپ نہ آسکیں تو ہم ان کو آپ کے مکان پر لے آویں گے اور اس مجلس میں جس کو آپ چاہیں شامل کر لیں اور شروط کو جن کا تحقق سر دست دشوار ہے پیش نہ کریں وہ اس امر کو منظور کریں تو بندہ گفتگو کے لئے حاضر ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔

(قادیانی اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء:

چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب مولوی محمد صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی مشتاق احمد صاحب مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز (غلام احمد قادیانی) سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے..اور اس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے ہم بحث کے لئے تیار ہیں لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے سے ہر یک کو حاضرین وغائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے، ناچار ایک اور طریق سہل، وآسان تجویز کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتداء ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لدھیانہ کی نظر انہیں پر ہے۔سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔اب انکے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کرلیں گے۔ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں اور ان سے اس سختی کے وقت میں دست گیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور وسعت معلومات کا دعوی بھی بہت ہے اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہ دین صاحب سے درخواست کرادیں اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودہانہ ہیں کہ جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی ہیں اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کردیں...مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں اور اگر دوسرے ان کی وکالت منظور کریں تو وہی بحث کے لئے قدم آگے بڑھاویں ہمیں بہرحال منظور ہے۔... واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیے تا بوجہ

تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہوسکیں اور دور سے آنے والے پہنچ سکیں، یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد لودہانہ محلّہ اقبال گنج ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ص ۲۷۰۔۲۷۳)

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بقول دوست محمد قادیانی:

لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک مرید اور دست و باز و مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں؟ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام نہیں۔ اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لئے اصرار سے کہا جانے لگا تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں۔ میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں لدھیانہ، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے لیکن مباحثہ کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔ (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰)

دوست محمد قادیانی نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مرزا صاحب کے مباحثہ کی بات بھی چلی لیکن شرائط پر سمجھوتہ نہ ہوسکا اور مباحثہ کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی:

دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا۔ لیکن مولوی محمد حسین کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر کے ان سے خط و کتابت کرنے کے علاوہ حکیم نورالدین صاحب سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔ اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچا دیا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں (تاریخ احمدیت ج ۲۔ص ۲۴۷)

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کے لودھانہ پہنچ جانے کے بعد خاکسار بھی ۹ مئی کی صبح کو لدھیانہ پہنچ گیا اور جاتے ہی مولوی محمد حسنؒ لدھیانوی کو مرزا جی کے پاس بطور سفارت بھجوایا۔ اور انہی کی طرف رقعہ مندرجہ ذیل لکھوا کر ان کے ہاتھ میں دیا (خاکسار نے اپنی طرف سے اسلئے نہ لکھا کہ مرزا جی خاکسار سے سلسلہ مراسلت و مخاطبت قطع کر چکے تھے۔ محمد حسین) اور یہ کہدیا کہ آپکی سفارت کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب کہیں وہ تحریر میں لاویں، زبانی کوئی پیام و کلام مسموع نہ ہوگا۔ وہ رقعہ چونکہ خاکسار ہی نے لکھوایا تھا لہذا اپنے رجسٹر خطوط کا نمبر اس پر لگایا اور جو خط اس کے جواب میں مرزا کا آیا اس پر بھی انکے سلسلہ خطوط کا نمبر لگایا گیا۔ وہ خط یہ ہے:

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۳۶۹)۔

بخدمت شریف مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے کہ آپ نے اشتہار مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں مجھے مخاطب فرمایا ہے کہ آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل کریں۔ بناء علیہ میں مکلّف ہوں کہ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین حسب اتفاق وارد لدھیانہ ہیں جو آج ہی ۱۱ بجے کی ٹرین میں پٹیالہ تشریف لے جائیں گے۔ آپ اس وقت ان سے مباحثہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لاویں اور ان سے گفتگو کریں اور باقی شروط کو جو متعلق انتظام ہیں آپ جانے دیں کیونکہ اپنے مکان پر انتظام کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جناب مولوی صاحب گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے جناب کو بھی اختیار ہے جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں۔ اور متنازعہ فیہ آپ کا یہ دعوی ہوگا کہ مسیح جس کے آنے کی احادیث میں خبر ہے وہ آپ ہیں۔ خاکسار محمد حسن۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳۔ ص ۷۴۔ ۷۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے جواباً مولانا محمد حسن لدھیانویؒ کو لکھا:

مخدومی ومکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عاجز بسر وچشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی مانتا ہوں (اب تمہید اصول کو آپ مان گئے حالانکہ ایک سابقہ خط میں اس کو لغو قرار دے چکے تھے۔ یہ تسلیم صحیح اور دل سے ہے تو انکار سابق سے آپ کا عناد اور استخفاف اصول اسلام ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر وہ انکار صحیح اور دل سے تھا تو اس تسلیم سے آپ پر التزام لغو کا الزام قائم ہوتا ہے۔ محمد حسین)۔ چند سوال آپ کی طرف سے، چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر مجوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہوگا۔ کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے (الہام وفات مسیح کے مبنی اور اصل ہونے کے معنی در بطن قائل ہیں۔ اصل ومبنی ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ دعوی مسیح موعود ہونے کا اس الہام وفات مسیح سے نکالا گیا ہے تو یہ محض بناوٹ ہے۔ آپ کو صرف وفات مسیح کا الہام ہوتا اور اس الہام سے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی نکالتے تو آپ یہ بات کہہ سکتے تھے۔ اور جس حالت میں

ان دونوں امر کی نسبت آپ الہام کے مدعی ہیں، اور یہ دونوں امراز قسم اخبار ہیں، جن میں ایک پسین گوئی دوسرا پیشین گوئی، نہ از قسم انشاء، امر یا نہی، تو امر دوم کا امر اول پر مبنی اور اول کا اصل اور دوم کا فرع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ یہ تو دونوں جداگانہ اور مستقل الہام ہیں جن میں سے ایک میں ایک امر گزشتہ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، دوسرے میں امر آئندہ کی نسبت خبر ہے کہ آنے والا مسیح جس کی خبر احادیث میں وارد ہے، تو (یعنی مرزا) ہے۔ یا ایک زمانہ کے بعد ہوگا، جب مسلمان تجھے تسلیم کرلیں گے، جن میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح بن مریم کی وفات ثابت و مسلّم ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر مسیح موعود آپ ہیں۔ کیوں جائز نہیں کہ درصورت وفات مسیح ابن مریم، مسیح موعود کوئی اور ہو۔ اس صورت میں آپکو مسیح موعود ہونے کیلئے دلائل قائم کرنے پڑیں گے۔ صرف وفات مسیح سے آپ اپنا مسیح ہونا ثابت نہ کرسکیں گے۔ اور اگر مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا یہ الہام کہ آنے والے مسیح آپ ہیں، غلط ہو۔ اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں تو رہیں وہ کسی اور کام کیلئے ہونگے۔ جس مسیح کے نزول کا احادیث صحاح ستہ میں ذکر ہے اور ان کے عالی شان کارناموں، قطع صلیب، وضع جزیہ، قتل خنازیر وغیرہ، کا ان احادیث میں بیان ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔ آپ یہ بات نہ بھی کہیں تو کوئی اور نیچری آپ کا حواری یہ بات کہہ سکتا ہے و بناء علیہ صرف حیات مسیح کے ثبوت سے اس دعوی کا، آپ کریں یا کوئی اور نیچری، ابطال نہیں ہوسکتا بلکہ اس دعوی کے ابطال کے لئے دلائل پیش کرنے کی حاجت رہتی ہے۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں الہامات اور دعاوی میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے کی فرع نہیں ہوسکتا مگر اس بات کے سمجھنے کیلئے علوم عقلیہ میں مداخلت بکار ہے۔ صرف جعلی اور خیالی الہاموں کے زور سے یہ سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اور اگر الہام وفات مسیح کے اصل و مبنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ الہام وفات الہام مسیح موعود ہونے کی شرط ہے جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۱۲ میں آپ کے قلم سے نکل گیا ہے تو اس پر اس خط کے حواشی میں بحث ہوگی انشاء اللہ۔ محمد حسین) ۔ جب یہ بناء ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود ٹوٹ جاوے گا، اصل امر وہی ہے۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آنمکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر یک شخص حاضر ہوسکے (کیوں حضرت! یہ گریز نہیں، کنارہ کشی نہیں، فرار نہیں، ہزیمت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور اس کام سے بڑھ کر اہم اور ضروری کون سا کام آپ کو اس دن پیش آ گیا تھا؟ مسیح ہو جانے، اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے

بڑھ کر کوئی کام آپ کے لئے تھا تو آپ اس کو بیان کریں تا کہ ناظرین کو آپکے اس عذر کا محض حیلہ و بہانہ نہ ہونا ثابت ہو۔ بعد عید، شنبہ کا دن آپ نے اس لئے مقرر کرانا چاہا تھا کہ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ہمارا مناظر، یہ خاکسار، پٹیالہ کو تیار ہے اور وہ شنبہ تک لدھیانہ میں رہ نہیں سکتا۔ محمد حسین)۔ خاکسار غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد۔ ج ا ص ۳۳۱؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ خط کا نمبر ا ا ص ۷۵۔۷۶، جلد ۱۳)

جواباً شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نے مولوی محمد حسنؒ لدھیانوی سے لکھوایا:

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء (نمبر ۳۷۰)۔ جناب مکرم مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون گزارش ہے۔ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ مسیح کے فوت ہونے کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو اب دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ بیان اشتہار کے مطابق دونوں دعاوی میں بحث کرنے کو مستعدر ہیں اور ہماری اس تجویز کو، کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، منظور کر لیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں بحث کریں۔ ہاں آپ اپنے دوسرے دعوی سے دست بردار ہو جائیں اور اس امر کو بذریعہ تحریر ظاہر کریں تو ہم آپ کے اسی اول دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ احقر محمد حسن عفا اللہ عنہ

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۸)

جواباً مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا محمد حسن لدھیانویؒ کو لکھا:

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی

یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ: مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے (قادیانی تذکرہ اڈیشن چہارم ۔ص ۱۴۸) (مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں: یہ الہام ابھی گھڑا گیا ہے۔اس سے پہلے تحریروں میں اس کا نام ونشان نہیں ۔اصل الہام یہ ہوتا تو فتح اسلام، توضیح مرام، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی مشتہرہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء، اور آپ کے جملہ خطوط اسمی خاکسار میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ان تحریرات میں تو پہلا اور اصل الہام یہی بیان کیا گیا ہے کہ: آنیوالا، یا موعود مسیح، میں ہوں۔وفات حضرت مسیح کا ذکر تو منجملہ تحریرات مذکورہ بعض تحریرات میں اس کے بعد ضمناً وتبعاً ہوا ہے اور بعض میں اس سے تعرض ہی نہیں۔چنانچہ حاشیہ خط نمبری ۱۷۔۳ میں بہ نقل عبارت سامی ثابت کیا جائے گا۔یہ الہام اصل تھا تو ان تحریرات میں اس کو اصل واول کیوں قرار نہیں دیا گیا۔کہیں اس کو اصل قرار دیا گیا ہے تو بتائیں کس تحریر میں؟ اور کب؟ حضرت! یہ من گھڑت الہام مشت بعداز جنگ کا نمونہ ہے۔آپ نے ہم پر ناحق یہ الزام لگایا تھا۔خدا تعالی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے دیا کہ آپ نے دعوی مسیحائی اور اسکے دلائل سابقہ کو مشتہر کرنے کے ایک مدت کے سکوت کے بعد یہ ایک نیا ہتھیار اٹھایا جس میں آپ کا وار خطا گیا۔ہم نے اس کے مقابلہ میں یہ بات ثابت کر دکھائی کہ یہ اصل الہام نہیں ہے۔من گھڑت ہے۔محمد حسین) سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔اب ظاہر ہے اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہوگا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالی نے میرے دعوی کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے (یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں، ابھی گھڑا گیا ہے اور اگر ہم اس من گھڑت کو الہام فرض کریں اور خدا کی طرف سے مان لیں تو بھی اس سے وفات مسیح کا شرط اور آپ کے دعوی یا الہام مسیح موعود ہونے کا مشروط ثابت نہیں ہوسکتا۔اس الہام میں کوئی ایسا حرف شرط مذکور نہیں ہے اور نہ مقدر ہوسکتا ہے جس سے یہ شرطیت ثابت ہو اور اگر ترتیب عبارت سے اور خبر وفات مسیح کے اولاً پیشگوئی مسیح موعود ہونے ثانیاً مذکور ہونے سے یہ شرطیت نکالی گئی ہے تو محض بے خبری وناواقفی پر مبنی ہے۔ترتیب ذکری سے مذکور اول کا شرط اور مذکور دوم کا مشروط ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔اور حرف، اور، یا، واو، عاطفہ اس ترتیب کے مثبت نہیں ہوتے۔کسی اہل علم سے پوچھ لیں اگر اس بات کو سمجھ نہ سکیں۔اس شرطیت کو ثابت کرنے کے لئے اور الہام ہے تو اس کو پیش کریں مگر یاد رکھیں کہ جو من گھڑت الہام اس شرطیت کے ثبوت میں پیش کریں گے اس سے ہم بحول اللہ وقوتہ

شرطیت ثابت نہ ہونے دیں گے آپ جو مثال چاہیں پیش کر کے دیکھ لیں ۔ یہ ہماری لیاقت کا اثر نہیں بلکہ آپ ہی کے ان الہامات کی کرامت ہے۔آپ کے دونوں الہام اس قسم سے ہیں کہ ان میں ایک کا دوسرے کے لئے شرط ہونا بحکم عقل ممکن نہیں اور کوئی عاقل سلیم الحواس اول کو دوسرے کے لئے شرط نہیں ٹھہرا سکتا۔اس کی وجہ صاف اور صریح یہ ہے کہ شرط، جس سے کسی امر کے وقوع کو مشروط کیا جائے، کا متکلم یا مخاطب کے نزدیک شکی ہونا ضروری ہے۔اور جو امر یقیناً واقع اور موجود ہو اس کے وجود سے کسی واقعی امر کو مشروط و معلق نہیں کیا جا سکتا۔اور آپ کا وہ الہام جس کو آپ نے پہلا الہام قرار دیا ہے ایک ایسے امر کے متعلق ہے جو اس الہام کی رو سے یقیناً واقع اور متحقق ہو چکا ہے اور اس کے وقوع اور وجود میں اس الہام کے ملہم، بزعم جناب خدا تعالی، اور اس کے مخاطب، خود بدولت، کو شک نہیں ہے، لہذا اس امر واقعی اور متحقق الوقوع سے دوسرے الہام کو جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کی پیش گوئی ہے مشروط و معلق کرنا اور مثلاً یوں کہہ دینا، کہ اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر مسیح موعود تو ہے یا ہو جائیگا، جب مسلمانوں میں تسلیم کیا جائے گا، جائز نہیں ہے اور کسی عاقل سلیم الحواس سے اس کا صدور ممکن نہیں۔کوئی عاقل سلیم الحواس آفتاب کے نصف النہار کو پہنچنے کے وقت، اگر مخاطب و متکلم دونوں شپر چشم نہ ہوں اور آفتاب کی رؤیت و وجود میں شک نہ رکھتے ہوں، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر آفتاب نکلا ہے تو فلاں امر واقع ہے یا ہو جائے گا۔کوئی ایسا کہے تو اس کو مالیخولیایا...ہسٹیریا میں مبتلا سمجھا جائے گا۔آپ علوم عقلیہ کو مری ہوئی کیڑی کی مانند جانتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۳ میں لکھ چکے ہیں، و بناء علیہ ان علوم سے واقف نہیں تو کیا کتب نحو میں بھی نظر نہیں رکھتے یا بھول گئے ہیں۔محمد حسین)اور بحکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعوی میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا۔ماسوا اس کے میرے دعوی مثیل مسیح میں کسی پر جبر و اکراہ تو نہیں کہ خواہ نخواہ اس کو قبول کرو۔صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس پر مسیح بن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے پھر وہ خدا تعالی سے ڈر کر میری صحبت میں رہ کر میرے دعوی کی آزمائش کرے(فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کو آپ نے جبراً قبول کرانا چاہا اور اس سے انکار کرنے والوں کو خوب ڈرایا دھمکایا ہے۔چنانچہ اس کے صفحہ ۱۰ میں آپ اپنا مسیح موعود ہونا بیان کر کے صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں: پس ہر ایک (اس میں آپ نے یہ قید نہیں لگائی کہ جس پر حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہو) کو چاہیے کہ اس سے (یعنی آپ کے مسیح موعود ہونے سے) انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔دنیا کے لوگ جو تاریک اور اپنے پرانے خیالات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا تعالی اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اسی سلسلہ میں اور اسی دعوی مسیحائی کے بعد آپ صفحہ ۵۷۔۵۸ میں اسی رسالہ کے لکھتے ہیں:

جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔

مگر اس مقام میں آپ لوگوں کو اپنے مسیح ہونے کی تسلیم وعدم تسلیم میں آزادی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

میں اپنے مسیح موعود ہونے کے تسلیم وقبول پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ جس پر مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو وہ میری صحبت اختیار کر کے میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی آزمائش کرے۔

جو تخویف وترہیب فتح الاسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اب اگر اس آزادی کو دل سے سمجھا جائے تو وہ دھمکی فتح الاسلام کی لغو بلکہ کذب ٹھہرتی ہے اور اگر وہ دھمکی دل سے ہے اور کچھ صحت واصلیت رکھتی ہے تو یہ آزادی صرف دھوکہ دہی ہے۔ بہرحال وہ دھمکی اور یہ آزادی دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ اور دونوں میں سے ایک ضرور آپ کے صدق مقال اور استقامت حال کو بٹہ لگاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ایک میں غلطی یا خطا کا اقبال کر لیں تو اس الزام سے آپ بری ہوسکتے ہیں۔ مگر یہ آپ سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کیونکہ اس سے آپ کے خیال باطل وادعا عاطل، قطعیت الہامات، کو بٹہ لگتا ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا کہ آپ کی اس قسم کے مغالطات پر خاموش رہیں اور آپ کے دھوکے لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ محمد حسین۔ ص ۸۲۔۸۳۔ ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ حاشیہ)اب ظاہر ہے کہ پھر وفات وحیات پر قرعہ پڑا (یہ تب ہوتا جب آپ کا مسیح موعود ہونا الہام وفات مسیح سے مستنبط ہوتا یا وہ اس کے فرع اور یہ اس کی شرط ہوسکتا۔ ان باتوں کا بطلان حواشی سابق میں ظاہر ہو چکا ہے۔ محمد حسین)۔ بہرحال یہی امر حقیقی اور طبعی طور پر مبحوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھہرتا ہے (ایسا تھا تو پہلے تحریرات میں کیوں اس کو مبحوث عنہ قرار نہ دیا۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید)۔

ماسوا اس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے، جو آپ کے دل میں ہے وہ اس بحث سے بھی بخوبی

حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لونگا اور توبہ کرونگا (توبہ تو آپ مدت کی کر چکے ہیں اور بنا بر بیان حافظ محمد یوسف اس دعوی مسیح موعود ہونے پر خلوت میں پچھتاتے اور افسوس ظاہر کر چکے ہیں مگر برطبق:

استاد مرا گفتی کہ تو توبہ مکن
من کنم دل نکند من چہ کنم

آپ کا دل نہیں مانتا کہ اس توبہ کا اظہار و عام اشتہار دیں۔ کیونکہ اس میں کساد بازاری متصور ہے اور دکان بند ہوتی ہے۔ یہی سوچ کر آپ اپنے خط نمبری ۳ و نمبری ۵ میں فرما چکے ہیں کہ یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے۔، پھر اس مقام میں اس علم و اعتقاد سے توبہ کرنے کا وعدہ فقرہ بازی اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہوا؟ محمد حسین)۔ اب حضرت! اس سے زیادہ کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کے دل کو آپ سمجھاوے۔

مکرر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اگر بغیر کسی جرح قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلّم ٹھہرے گا تو بھلا پھر کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے۔ لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں گے تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کیلئے آپ پیش کریں (یہ قید آپ نے ان احادیث صحیحہ کی ردّ و انکار کے لئے لگائی ہے جن میں حضرت مسیح کے حلیہ میں کسی قدر لفظی اختلاف و ظاہری تعارض پایا جاتا ہے جیسے ایک حدیث میں آپ کا رنگ گندم گوں ہونا مذکور ہے دوسری میں سرخ ہونا، مگر آپ کو یہ معلوم نہیں، اور کیونکر معلوم ہو جب آپ حدیث کے کوچہ سے آشنا نہیں، کہ یہ تعارض اٹھایا گیا ہے۔ اور گندم گوں ہونا اور سرخ رنگ ہونا باہم یوں متوافق ہو سکتے ہیں کہ گندم گونی سرخی کے ساتھ ہو، چنانچہ لاکھوں اشخاص ایسے نظر آتے ہیں کہ گندم گوں ہونے کے ساتھ سرخ رنگ بھی ہیں۔ آپ نے امام الآئمہ ابن خزیمہ کا یہ قول نہیں سنا کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں دیکھتا جو صحیح اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے مروی ہوں اور وہ آپس میں متعارض رہیں

یعنی جمع نہ ہوسکیں۔جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے۔میں ان کو باہم متوافق کر دوں۔

و قد روینا عن محمد بن اسحاق ابن خز مه ا لاما م انّه قال لا اعرف انه روی حدیثان عن النّبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عندہ فیاتینی به لالف بینهما۔علوم الحدیث المشهو ر بمقد مہ ابن الصلا ح)اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں تو منصفین ترازوئے انصاف لے کر خود جانچ لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔

والسلام علی من اتبع الہدی۔راقم میرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد۔ج اص ۳۳۲؛اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ اص ۷۹۔۸۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اسکا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن لدھیانوی کی طرف سے لکھوایا:

(نمبر ۱۷۳)لودہانہ۔۹ مئی۔مکرمی جناب مرزا صاحب۔

بعد از سلام مسنون گزارش ہے:

۱۔آپ نے یہ الہام کسی رسالہ میں بایں الفاظ وترتیب نقل نہیں کیا۔کہیں منقول ہے تو بتائیے۔

۲۔اس الہام کے الفاظ سے اگر اس کو تسلیم کرلیا جاوے تو نہ شرطیت ثابت ہے،نہ دونوں الہاموں کا تلازم۔

۳۔آپ نے جملہ تحریرات واشتہارات میں یہ دونوں مستقل دعوی کئے ہیں (اپنے رسالہ فتح الاسلام میں جو آپ کے دعوی کا مفتح ہے چار صفحات،نمبر ۱۰،۱۵،۱۷،۲۳،میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان چاروں صفحات میں کہیں آپ نے یہ دعوی نہیں کیا،جس کو اب اصل دعوی بتایا جاتا ہے،کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔اس رسالہ میں صرف ایک اور جگہ،صفحہ ۳۵،میں حضرت مسیح کے فوت ہونے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور مستقل دعوی بلکہ اس اجنبی بیان کے ضمن میں کہ لوگ میرے ساتھ باستہزاء پیش آویں تو کوئی افسوس کا مقام نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے نبیوں سے بھی ٹھٹھا ہوا ہے۔،اور اس کی تنظیر میں ذکر ہوا اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت

سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔، اور اس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں بھی ایک تمثیل کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ روح بلا جسم اٹھائی گئی یا معہ جسم اور نہ اس میں اور بیان صفحہ ۲۵ میں کہیں یہ تصریح ہے کہ ان دو مقاموں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ الہام ہے یا الہام مسیح موعود ہونے کی شرط یا اس کا مبنی واصل ہے۔ ان دو مقاموں کے سوا اس رسالہ میں حضرت مسیح کی موت کا کہیں ضمنی اور تبعی و تمثیلی ذکر بھی نہیں ہے۔ اور آپ کے دوسرے رسالہ توضیح مرام میں ایک جگہ بصفحہ ۸ حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور بیان الہام اور نہ بطور دعوی بلکہ دعوی عدم نزول حضرت مسیح ابن مریم کے ثبوت پر ایک دلیل کے ضمن میں بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے بصفحہ ۷ عیسائیوں پر ان کے قرار داد اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہ الزام قائم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بہشت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو بہشت میں داخل ہوتا ہے وہ پھر اس سے خارج نہیں ہوتا۔ پھر بصفحہ ۸ لکھا ہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بہ تصریح کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے۔، اور اس کے مقابل دعوی مسیح ہونے کو بالاستقلال بیان کیا اور اس کو الہام قرار دیا ہے چنانچہ شروع رسالہ میں بصفحہ ۱ لکھا ہے: اور نیز یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب الہام واعلام الٰہی یہی عاجز ہے۔، ان دونوں مقام کے بیان کو ادنی توجہ وانصاف کے ساتھ دیکھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا اصل اور پہلا اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح دعوی عدم نزول حضرت مسیح کی دلیل کا ایک جزو یا مقدمہ ہے وبس۔ اور آپ کی تیسری تحریر، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی جو پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ہے، میں بھی اصل اور پہلا الہام اسی دعوی مسیح موعود ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔ اور دعوی وفات مسیح کو اس الہام کے بعد بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی والہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔ سو میں الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مسیح سمجھتا ہوں جس کو دوسرے غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں... لیکن میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔، اور اپنی چوتھی تحریر، اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اور پانچویں تحریر، اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں گو دعوی وفات حضرت مسیح کو آپ نے اولاً، اور دعوی مسیح موعود ہونے کو ثانیاً ذکر کیا ہے مگر اس ذکر و بیان میں ایسا کوئی لفظ یا حرف

آپ کی قلم سے نہیں نکلا جس سے دعوی اول کا اصل یا شرط ہونا اور دعوی دوم کا فرع یا مشروط ہونا ثابت ہو، بلکہ ان دونوں تحریروں میں یہ دونوں دعوے آپ نے مستقل طور پر کئے ہیں۔ اور دونوں کی نسبت الہام ہونے کا دعوی آپ کی کلام میں موجود ہے۔ اور آپ کے جملہ خطوط میں جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ میں شائع ہوئے ہیں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر و نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ہمارے اس استفہام انکاری کے مقابلہ میں کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں؟ آپکا یہی دعوی و اقرار مستمر رہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اپنے خط نمبر اول میں آپ نے یہ مجمل اقرار کیا ہے۔ اور خط نمبری ۶ میں آپ نے یہ فرمایا ہے: مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں ۔، اور آپ کے خط نمبر ۸ و ۹ میں جو نمبر ۳ جلد ۱۳ میں منقول ہیں، گو وفات حضرت مسیح کا ذکر بھی ہوا ہے مگر اس کو بھی آپ نے اصل اور پہلا دعوی قرار نہیں دیا۔ بلکہ پہلا دعوی آپ کا وہی مسیحائی ہے۔ اور دعوی وفات مسیح دوسرا دعوی جو علاوہ یا ضمیمہ جس کو بلفظ نیز، اور، ساتھ ہی اس کے، شروع کیا ہے، ہے۔ خط نمبر ۸ میں آپ یہ کہتے ہیں: میں مثیل مسیح ہوں اور نیز حضرت مسیح بن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔، اور خط نمبر ۹ میں لکھتے ہیں: میں مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔، آپ کی ان تصریحات و عبارات کو جن کا خلاف پہلے کہیں نہیں پایا گیا۔ احمق سے احمق اور بلید سے بلید، بشرطیکہ وہ کچھ انصاف و ایمان رکھتا ہو اور آپ کی حبّ میں اندھا نہ ہو گیا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا پہلا اور اصل اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح اصل اور اول دعوی نہیں ہے۔ اور جو الہام اس مقام میں گھڑ لیا اور اس کو اصل قرار دیا ہے، تحریرات سابقہ میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ محمد حسین) بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی آپ کا پہلا دعوی ہے۔ اب آپ اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں تو صاف الفاظ سے کہیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔ اس اقرار کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ اولاً آپ دعوی وفات مسیح کو دلائل سے ثابت کریں۔ پھر ہم اس دعوی میں کلام کریں گے۔

انشاء اللہ۔ خاکسار محمد حسن

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۸۵ تا ۸۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کا جواب دینے سے مرزا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں بار بار کیا لکھوں۔اور ایک ہی بات کا اعادہ کہاں تک کروں۔اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ہمارے جواب وخطاب سے سکوت کیا جس سے اکثر احباب اولی الالباب فریقین کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحائی سے گریز،اور ادعاء مباحثہ سے فرار اختیار کیا لہذا آئندہ مباحثہ موقوف ہوا۔آخر جب بعض احباب سکنائے ریاست پٹیالہ نے آپ کے پاس پہونچ کر اس گریز وفرار کے سبب آپ کو منفعل کر کے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے کرہاً وجبراً پھر مباحثہ پر اپنے آپ کو آمادہ کیا۔اور ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں دعوی مسیحائی میں مباحثہ کرنے کو منظور کیا ۔مگر اس میں بھی ایک راستہ گریز کا رکھ لیا اور یہ تحریر کر دیا کہ درمیانی شروط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز پیشتر ہوگا۔اور اپنی مراسلت ماقبل ۲۷ مئی کو اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ میں چھپوا دیا اور اس میں ایک تو دیانت وامانت کا کام کیا کہ ہمارے آخری خط نمبری ۱۷و ۳۲ کو نہ چھپوایا ۔دوسرا تہذیب وروحانیت کا کام کیا کہ اڈیٹر اخبار سے خوب تبرا کہلایا اور آئندہ کی مخالفت پر زیادہ تبرہ کہنے کا ڈر سنایا۔

ہر چند آپ کے دو دفعہ کے فرار (پہلی دفعہ آپ نے خط نمبری ۱۰ میں فرار اختیار کیا،دوسری دفعہ ہمارے خط نمبر ۱۷و۳ کے جواب میں اعراض فرما کر اور حامل رقعہ کو یہ کہہ کر کہ ایک ہی بات کا میں کہاں تک اعادہ کروں۔محمد حسین) اور تین ہی دفعہ کی تبرا بازی (پہلی دفعہ اشتہار ۲۶ مارچ میں،دوسری دفعہ رسالہ قول فصیح میں،دیکھو اس کا صفحہ ۳و۵ وغیرہ۔تیسری دفعہ ضمیمہ اخبار سیالکوٹ میں۔محمد حسین) پر آپ اس امر کے مستحق نہ تھے کہ آپ کے دعوی مباحثہ کی اجابت کی جاتی،یا کسی مضمون کی آپ سے خط وکتابت عمل میں آتی،مگر صرف مسلمانوں کی نصیحت اور ہدایت اور آپ کے مغالطات سے ان کی صیانت کی نیت سے آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کیا گیا۔اور ۲۹ مئی کو خط متضمن منظوری مولوی محمد حسن کے نام لکھا گیا۔اور اس میں آپ کے گریز کا راستہ بھی بند کر دیا گیا۔اور یہ معروض ہوا کہ جو شرائط اب مباحثہ سے ایک دن

پہلے طے کرنا چاہتے ہیں وہ آپ سے طے کرلیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے عذر سے پھر فرار وقوع میں آوے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ج ۱۳ص ۸۹۔۹۰)

وہ خط مرزا صاحب قادیانی اسمی مولوی محمد حسن لدھیانوی کا یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس عاجز کی گذارش یہ ہے کہ اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔میں نے اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا (محض دروغ ہے۔سچے ہو تو بتاؤ کس خط میں، کس تحریر میں؟ محمد حسین) کہ میرا مسیح ہونے کا دعویٰ مبنی بر الہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالیٰ ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے۔

ہاں! مسیح کی وفات وحیات کا مسئلہ گو میرے الہام کا اصل الاصول ہے (مطلبش دربطن قائل) مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعویٰ مؤخر الذکر خود ہی ٹوٹ جاتا ہے (بالکل غلط اور مغالطہ ہے۔محمد حسین) لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت کو محرف کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے منکر ہیں اور اس کے خلافِ اجماع معنی کرتے ہیں۔اور یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور ملائکہ کو صرف قوتیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں (جو کچھ محبی منشی سعد اللہ نے لکھا ہے آپ کی کلام میں موجود ہے۔پھر دعویٰ بہتان سراسر طوفان نہیں تو کیا ہے۔محمد حسین)۔یہ عاجز اسی طرح ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ وقال الرسول سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا گروہ ان کو مانتا ہے (محض کذب وصریح مغالطہ ہے۔سلف صالحین سے ایک شخص بھی آپ کے مخترعات کا قائل نہیں۔محمد حسین) سو اس وقت مجھے خیال ہے کہ میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے (نہیں نہیں، آپ کے مخترعات کا خدا ناصر نہیں

ہے وہ اپنے دین کا ناصر ہے۔محمد حسین)۔ مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیے۔لہذا مکلّف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی کہ مسیح موعود میں بحث کی جائے (آنچہ دانا کند کند ناداں، لیک بعداز خرابی بسیار۔محمد حسین) مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں ۔ میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا۔درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہوجائے لیکن بحث سے دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیے تاکہ لوگ جو شکوک شبہات میں غرق ہوگئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط واشتہارات میں بلالوں اور تا اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو اور ہر روز کا جھگڑا طے ہوجائے۔آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دے دیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرمادیں۔والسلام۔

خاکسار غلام احمد۔۲۷مئی ۱۸۹۱ء۔

(مکتوبات احمد۔ج ۱۔ص ۳۳۳۔۳۳۴ مکتوب نمبر ۱۷؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱۔۹۳ مکتوب نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جواب خاکسار نے محبی مولوی محمد حسن لدھیانوی سے لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کے خط مورخہ ۲۷مئی (۱۸۹۱ء) سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو اطلاع دی گئی۔مباحثے کیلئے آپ جو تاریخ مقرر کریں گے اس پر مولوی صاحب کو تیار سمجھیں۔لیکن شرائط کیلئے جو آپ نے لکھا ہے کہ، درمیانی شرائط کا تصفیہ ایک دن پہلے ہوجائے ، وہ اس کو منظور نہیں کرتے۔وہ کہتے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ بھی پہلے ہوجانا چاہیے اور ابھی بذریعہ تحریر شرائط کو ٹھیک کرلینا چاہیے۔اسلئے گزارش ہے کہ:

ا۔میرے مکان پر بحث ہو۔اپنے مکان پر انتظام کا میں خود ذمہ ہوں۔

۲۔تحریر طرفین اپنے اپنے ہاتھ سے کریں یا کوئی نویسندہ مقرر کریں اس میں اختیار ہے۔

۳۔اپنا دعوی مع دلائل پیش کریں،اوراس پر جانب ثانی جو جواب دینا چاہیں دیں۔

۴۔ختم بحث وکلام کیلئے کوئی حاضرین سے منصف ہو جائے کسی کی منصفی منظور نہ ہوتو جوفریق چاہے کلام قطع کردے اور منصفی کو ناظرین پر چھوڑ دے۔

آپ جو شرائط اور مناسب سمجھیں،اس سے اطلاع دیں یا ان میں کوئی تغیر وتبدل چاہیں تو لکھیں۔

۵ جون ۱۸۹۱ء۔خاکسار محمد حسن عفا اللہ عنہ۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ص ۹۴۔۹۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے جواباً مولانا محمد حسن لدھیانوی ؒ کو لکھا:

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔شرائط مندرجہ ذیل ہونی چاہییں۔

ا۔جلسہ بحث آپ کے مکان پر ہو اور امن قائم رکھنے کے لئے تمام انتظامات آپ کے ذمہ ہوگا۔یہ بات قریب یقین کے ہے کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہو جاویں گے۔ایسا مکان تجویز کرنا آپ ہی کے ذمہ ہوگا۔میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپیئن افسر اس جلسے میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے۔بغیر حاضری کسی یورپیئن کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپیئن افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرما دیجئے کہ میں کامل انتظام گروہ مفسد خیال لوگوں کا کرلونگا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپیئن افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔اس صورت میں میں یہ شرط چھوڑ دونگا پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔ بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق کے اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کر کے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں، دوسرے کو لکھا دیوے۔ کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا ہے اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کی جائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں پہنچتیں کیونکہ ان میں تحریف کاتب کا عذر ہو سکتا ہے(بعد تصدیق وملاحظہ یہ عذر ناممکن ہے۔محمد حسین)

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہییں۔ جو صاحب اول لکھے ایک زائد پرچہ ان کا حق ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کر لیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں (یہ امر آپ نے اب منظور کیا۔خط نمبر ۹ میں اس سے اصرار کے ساتھ انکار تھا۔ یہاں سے آپ کی وقعت رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔محمد حسین) جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی، ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلا توقف دی جاوے (جب تحریر کا دستخطی ہونا قرار پایا تو پھر شرط دستخط کے کیا معنی۔آپ کی رائے کو ناظرین دیکھیں۔محمد حسین) اور پھر جلسہ عام میں وہ پرچہ باآواز بلند سنا دیا جاوے۔

۵۔اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا دخل نہ ہوگا۔ نہ تصریحاً، نہ اشارۃً، نہ کنایۃً۔اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہ لکھا جاوے تا کہ تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہ ہو (یہ صرف بہانہ اور بناوٹی علت ہے۔کتاب سے نقل پیش کرنے میں تکلف کیا ہے اور تصنع کیسا؟ منصفین انصاف کریں۔محمد حسین)۔لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دے کر پھر اسے کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کا بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی تمہیدی امور وہ بھی پیش کرے (یہ بھی بعد از خرابی بسیار منظور ہوا۔خط نمبر ۹ میں تو آپ اصول تمہیدی کو لغو کہہ چکے ہیں۔آپکی متانت اور استقلال رائے کو دیکھنا چاہیے۔محمد حسین)۔مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی

امور ایک ایک پر چہ پر تحریری طور پر پیش ہونگے ۔ ایسے پر چہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا کہ جو پہلے لکھ رکھا وہی پیش کر دے لیکن دوسری تمام تحریر رو برو جلسہ کے ہوگی ۔ کوئی تحریر اپنے گھر سے لکھی ہوئی پیش نہیں کی جائے گی ۔

۷ ۔ بحث صبح کے چھ بجے سے دن کے گیارہ بجے تک ہوگی اور اگر ایک جلسہ کافی نہ ہوگا تو پھر دوسرے جلسے میں اور اگر دوسرا بھی کافی نہ ہو تو تیسرے دن تک ہوسکتی ہے ۔

۸ ۔ پرچوں کی تحریر کا وقت مساوی ہونا چاہیے ۔

۹ ۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے ہمیں اطلاع ہونی چاہیے کیونکہ اس بحث کے دیکھنے کیلئے دور دور سے لوگ آنے والے ہیں ۔

۱۰ ۔ بحث جلسہ عام میں ہوگی (یہ عبث تکرار ہے شرط اول میں عموم جلسہ آ گیا ہے ۔ محمد حسین) اور یہ عاجز اپنے دوستوں کو اطلاع دینے کے لئے ایک اشتہار چھاپ کر شائع کرے گا اور فریق ثانی کا اختیار ہوگا ، چاہے وہ بھی اشتہار شائع کرے یا نہ کرے ۔

۱۱ ۔ حاضرین کی منصفی کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں فریق کی تحریریں اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے رکھی جائیں گی ۔ تب عام طور پر خود انصاف کر لیں گے

راقم ۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ ٦ جون ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد ۔ ج ا ص ۳۳۵ ۔ ۳۳٦ ۔ مکتوب نمبر ۱۸ ؛ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ٩٦ تا ۹۷ مکتوب نمبر ۱۴)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مولوی محمد حسن لدھیانویؒ سے یہ جواب لکھوایا :

مکرمی جناب مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ خط مورخہ ٦ جون ۱۸۹۱ء میں جو شروط جناب نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر شروط فاسدہ ہیں (جن سے آپکا مناظرہ سے گریز ثابت ہوتا ہے ۔ آپ کو مناظرہ منظور نہیں تو ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں صاف انکار کیوں نہیں کرتے ۔ محمد حسین)

آپ کی پہلی شرط کہ مکان چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور پھر ذمہ داری خاکسار کی طرف

سے ہو، نا قابل قبول شرط ہے۔ میں نے صرف اپنے مکان میں ذمہ داری کا وعدہ کیا ہے اور میرے مکان میں جس قدر آدمیوں کی گنجائش ہے جناب کو معلوم ہے۔ پھر میں اس شرط کو کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔ آپ میری تحریر سابق کے خلاف یہ شرط بڑھاتے اور چھ سات ہزار کی جمیعت کا مکان تجویز کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور خود ہی ذمہ دار امن اس اژدہام کے بنیں۔ یورپئن افسر کو بلاویں یا پولیس سے کام لیں، اور اگر خاکسار کی ذمہ داری منظور خاطر سامی ہے تو آپ اس بے فائدہ اور عسیر الوقوع شرط کو جانے دیں اور صرف چند آدمی (جیسا کہ جناب خط میں لکھتے ہیں) ہمراہ لے کر خاکسار کے مکان پر آنا منظور فرماویں۔ مگر پہلے ان آدمیوں کی فہرست مرتب کر کے میرے پاس بھیج دیں یا (اگر منظور نہ ہو) تو خاص ان کی طرف سے فساد وقوع میں نہ آنے کے آپ ذمہ دار ہوں۔ جانب ثانی کی جمیعت کا مجھے اختیار ہے، میں چاہوں اور مطمئن نہ ہوں تو ایک کو بھی اپنے مکان میں نہ آنے دوں، اور چاہوں تو چند معزز ذی وقار اشخاص کو جن کی طرف سے مطمئن ہوں آنے دوں۔ اس صورت میں جناب کو اس مضمون کی دستاویز دے سکتا ہوں کہ اس جانب سے کوئی شخص شر وفساد نہ کرے گا۔

شرط نمبر دوم میں جب کہ فریقین کی تحریرات کا پڑھا جانا اور ان پر فریقین کے دستخطوں کا ثبت ہونا آپ نے تجویز کیا ہے، تو پھر تحریف کا امکان کہاں رہتا ہے۔ ومعہذا حسب درخواست آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ (یہ شرط بھی ایک گریز کا بہانہ تھا مگر ہم نے ڈھیل دینے کی غرض سے اس کو منظور کر لیا۔ محمد حسین) آپ کی تیسری اور ساتویں شرط کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اور کوئی اہل علم قبول نہ کرے گا (کیونکہ وہ صریح مغالطے پر مبنی ہیں اور گریز کا ایک بہانہ۔ ایسی شروط کو وہ شخص پیش کرے گا جس کو مباحثہ منظور نہ ہو گا۔ محمد حسین)۔ جناب من! ایسے مشکل مسائل کی بحث کا دو دو سوال و جواب میں اور محدود اوقات وایام میں طے ہونا عادتاً محال ہے۔ مباحثہ سے مقصود تحقیق واظہار حق ہے نہ مغالطہ۔ ہمارے اور ہر ایک منصف طالب تحقیق کے نزدیک نہ ایام کی تعیین ہونی چاہیے نہ تعداد سوالات وجوابات۔ بلکہ جس قدر سوال وجواب فریقین چاہیں اور جس قدر ایام میں مباحثہ تمام ہو، کیا جاوے جب تک کوئی فریق کہنے سننے

کی گنجائش پاوے کہتا سنتا جائے۔اور جب وہ دیکھے کہ فریق ثانی کج بحثی کرنے لگا ہے،جس کے جواب سے تعرض ضروری نہیں تو وہ اس وقت اپنی کلام کو قطع کردے اور انصاف کو سامعین وناظرین پر چھوڑ دے۔

شرط پنجم میں جو آپ نے لکھا ہے کہ فریقین جو کچھ لکھیں زبانی یاد سے لکھیں، کتاب کی طرف رجوع نہ کریں، قابل قبول نہیں (یہ شرط آپ کے گریز پر روشن دلیل ہے۔آپ سے اس شرط کا ایفاء ممکن ہے کیونکہ آپ کا علم صرف خیالی ہے۔لہذا جو کچھ آپ کے خیال میں آتا ہے اس کو آپ تحریرات میں درج کردیتے ہیں اور کسی کتاب سے شہادت پیش نہیں کرتے۔چنانچہ آپکے رسائل فتح الاسلام وتوضیح المرام اس پر شاہد ہیں۔آپ کے مقابل اس امر کو جائز نہیں سمجھتے اور کوئی بات ایسی پیش کرنا نہیں چاہتے جس پر عبارت کتاب کی شہادت نہ ہو۔وہ اس شرط کو کیونکر پورا کرسکتے ہیں۔محمد حسین)۔مقابل اپنی تحریر میں کوئی ایسی بات لکھنا نہیں چاہتے جس میں ان کا سلف سے کوئی امام نہ ہو۔لہذا ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات پر شہادت کتب پیش کریں اوران کتابوں کی عبارتیں نقل کریں۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید بڑی بڑی کتب حدیث وتفسیر وفقہ واصول کو اول سے آخر تک کوئی شخص بر زبان یاد نہیں رکھتا۔پس وہ آپ کی اس شرط کو کیونکر منظور کریں۔آپ اس شرط پر اصرار کریں گے تو کافہ اہل علم کے نزدیک جو ثبوت دعوی کے لئے کتب سلف کی عبارات کی شہادت ضروری سمجھتے ہیں اور تحریری وتقریری مناظرات میں عبارتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں، مصر علی خلاف الحق متصور ہونگے کیونکہ علم منقول یعنی دین میں نقل بکار ہے نہ محض خیالی اور عقلی باتیں۔

آپ کی شرط ہشتم محض تحکم ہے۔جناب من! یہ کسی یونیورسٹی کا امتحان نہیں کہ چند سوالات کئے گئے اوران کیلئے وقت مقرر کیا جائے۔مباحثہ اور مناظرہ میں ایک شخص مدعی ہو تو اس کو اثبات دعوی میں پرزور دلائل کیلئے اس قدر وقت بکار ہے کہ اسکے مقابل مانع کو جو صرف لا نسلم کہہ کر سکوت اختیار کرسکتا ہے اس وقت کا عشر عشیر بھی بکار نہیں اور دو مدعیوں میں سے بھی ممکن ہے کہ ایک کا دعوی تھوڑے ثبوت کا محتاج ہو اور دوسرے کا زیادہ ثبوت طلب ہو۔بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود بھی

اس شرط کو ترک فرماویں گے۔

شرط یازدہم بھی خلاف انصاف ہے۔ مجلس مناظرہ میں اگر کوئی منصف نہ ہو تو کم از کم شروط مسلمہ کی پابندی کرانے والا کوئی حکم تو ضرور چاہیے۔... صرف آپ کی خاطر ہم اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔

شروط فاسدہ کو جناب واپس لیں اور بجائے ان کے شرائط صحیحہ کو تسلیم کر لیں تو اس امر کو... خط اسمی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ظاہر کریں اور وہ خط خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ جس پر جناب مولوی صاحب تاریخ مناسب مقرر فرما کر میری معرفت جناب کو اطلاع دیں گے۔

۱۳ جون ۱۸۹۱ء لودہانہ خاکسار محمد حسن عفی اللہ عنہ)۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ صفحہ ۹۷۔۱۰۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن لدھانوی کو دیا ہے اس میں شرط اول کی ترمیم سے انکار کیا اور اپنی اسی شرط پر اصرار کا اظہار فرمایا۔ باقی شرائط کی ترمیمات کی نسبت سکوت اختیار کیا اور یہ بہانہ پیش کر دیا کہ باقی.... جس قدر اس عاجز سے کیں وہ آن مکرم سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسین سے ہیں، ان کو منظور ہوں یا نامنظور ہوں وہ اپنی قلم سے اطلاع دیں اور جب تک وہ خود اطلاع......

(کاغذ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے اس صفحہ ۱۰۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اسلئے یہ نقل نامکمل ہے۔ بہاء)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۰۰)

مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء

مابین شیخ الاسلام بٹالویؒ و مرزا قادیانی

طویل خط و کتابت کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تحریری مباحثہ ہوا جو بارہ روز تک جاری رہا۔ اس مباحثہ کی تفصیلات حضرت مولانا بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۴ تا ۳۲۶، اور جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۳ تا ۳۵۲ سے نقل کی جا رہی ہیں اور ضرورت کے مطابق قادیانی مطبوعہ مباحثہ الحق لدھیانہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ روئداد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے متکلم کے صیغے میں بیان کی تھی، ہم نے متکلم کو غائب میں تبدیل کر کے اسے نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس مباحثے میں ایک شرط یہ تھی کہ مباحث، فریق ثانی یا محتسب فریق ثانی کے سامنے پرچے لکھیں۔ غائبانہ اور علیحدگی میں نہ لکھیں۔ اس شرط پر حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کی طرف سے پورا عمل ہوا۔ انہوں نے سب پرچے مرزا صاحب کے سامنے بیٹھ کر لکھے، اور جس وقت مرزا صاحب موجود نہ ہوئے، ان کے وکیل کے سامنے ایک جلسہ میں لکھ کر اس کے ہر ایک صفحہ پر اس کے دستخط کرائے گئے۔ مرزا صاحب نے اس شرط کو یوں توڑا کہ اپنے حرم سرا میں بیٹھ کر آخری پرچہ لکھا۔ جب اس پر حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے خط مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ آپ کے آدمی کو (جو تحریر وصول کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ پر آیا تھا) کہا گیا تھا کہ جس طرح تمہاری مرضی ہو، لکھا جاوے، اس نے منظور کیا کہ میں باہر بیٹھتا ہوں آپ گھر میں بیٹھ کر لکھیں۔ حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ جو معاہدہ ہم سے ہوا تھا، ہمارے قاصد کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا۔

اس مباحثہ کی شرائط میں یہ بھی شامل تھا کہ جب تک امور پیش شدہ کا تصفیہ نہ ہو، تحریرات فریقین

جاری رہیں، اور فریقین اپنی اپنی تحریر کی نقل فریق مقابل کو دیں۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس شرط کا بھی خلاف کیا اور اپنی آخری تحریر کی نقل دینے سے انکار کیا اور مباحثہ کو بلا فیصلہ، ناتمام موقوف کیا۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ پہلے تو مرزا صاحب نے سب کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم نقل آپ کے پاس بھیج دیں گے اور جب دوسرے دن بذریعہ رقعہ نقل کا مطالبہ ہوا تو آپ نے اس عذر سے نقل دینے سے انکار کیا کہ تم نے شروط مقررہ کا جلسہ میں خلاف کیا تھا، اس لئے تمہارا اب یہ حق نہیں رہا کہ تم کو نقل دی جاوے، اور مرزا صاحب نے بحکم: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، یہ نہ سوچا کہ اگر بقول ان کے میں نے شروط کو توڑا تھا تو وہ پہلے دن سے توڑا، یا خاص آخری جلسہ میں وعدہ نقل دینے سے پہلے توڑا تھا، اور وعدہ اس کے بعد ہوا۔ پھر وہ وعدہ اس جرم متقدم سے کیونکر واجب الایفاء نہ رہا؟ نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۶۳ میں مرزا صاحب نے اس نقل نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جس حالت میں یہ عاجز بحث تمہیدی ختم کر چکا تھا تو پھر مولوی (محمد حسین) صاحب کو جواب تحریر کرنے کا کیوں موقع دیا جاتا؟ اگر وہ جواب تحریر کرتے تو پھر میری طرف سے بھی جواب الجواب چاہیے تھا۔ اس صورت سے یہ سلسلہ کب اور کیونکر ختم ہوتا؟ اس وجہ کے بیان کے وقت مرزا صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب تک فریق مخالف اختتام منظور نہ کرتا، تمہیدی بحث کیسے ختم ہو سکتی تھی؟

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نقل نہ دینے سے جو مرزا صاحب سے خلاف ورزی شرط مقررہ ہوئی، یہ ان کے خاص مریدوں پر بہت شاق گذری اور انہوں نے آپ کی مذمت بھی کی۔ اور سچ پوچھو تو میر عباس علی لدھیانوی (جو قادیانیت میں حکیم نورالدین بھیروی قادیانی کے بعد اعلیٰ ترین مقام ومرتبے کے حامل تھے) کا آپ سے الگ ہونا، اسی دن سے اور اسی خلاف ورزی کے سبب سے شروع ہوا تھا۔ اور آپ کے کئی معتقدوں پر اس نقل نہ دینے سے یہ امر کھل گیا کہ آپ اپنی اس تحریر (ہشتم) کے جواب سے ڈرتے ہیں، اور جواب الجواب دینے سے قاصر ہیں۔ اور اسی وجہ سے مباحثہ کو بند کر چکے ہیں۔

ایک وجہ مرزا صاحب کے معتقدین کے منحرف ہو جانے کی یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مباحثہ کے بعد ایک جھوٹا بیان اخبار نور افشان لودہانہ ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء میں اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں شائع کر دیا کہ مولوی محمد حسین اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے۔ ڈپٹی دلاور علی شاہ صاحب

ایکسٹرااسسٹنٹ کمشنر لودہانہ، بحکم ڈپٹی کمشنر آپ کو ریل پر سوار کر آئے، لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم صادر نہیں ہوا، بلکہ میری چٹھی کے جواب میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو بمتابعت قانون سرکاری، لودہانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسا کہ دیگر رعایا تابع قانون سرکاری کو حاصل ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے دو جھوٹ بولے:

ایک یہ کہ ابوسعید محمد حسین بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر، لودہانہ سے نکالے گئے اور ریل پر پہونچائے گئے،

دوسرا یہ کہ اس قسم کا حکم لودہانہ سے چلے جانے کا آپکی نسبت کوئی نہیں ہوا۔

دوسرا جھوٹ تو مرزا صاحب کے نام، ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی اسی چٹھی سے ثابت ہے جو جس کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جس میں اس نے مرزا صاحب کو لدھیانہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کو اخراج از لدھیانہ کا حکم نہ ہوا ہوتا تو وہ اپنی چٹھی میں اپنے والد کی خدمات ۱۸۵۷ء کا ذکر کر کے اپنے لئے قیام لودہانہ کی اجازت کیوں چاہتے؟

پہلا جھوٹ اس خط سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت مولانا بٹالویؒ کے نام ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی طرف سے بجواب ان کی چٹھی کے موصول ہوا، جس میں انہوں نے مضمون اخبار نور افشان دیکھ کر ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا واقعی کوئی حکم ایسا میری نسبت ہوا ہے، اس سرکاری خط کی نقل یہ ہے:

مولوی محمد حسین کو بجواب ان کی درخواست مورخہ ۱۶، ماہ حال اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے سٹیشن تک نہیں پہونچائے گئے۔

اس خط کی وصولی کے بعد اڈیٹر نور افشان نے تو اس بیان قادیانی کی تکذیب کر دی۔ مگر مرزا قادیانی اور اس کے گروہ کو اپنی دروغ گوئی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ کے پرچوں کو پڑھتے ہوئے درج ذیل امور کا ملحوظ خاطر رکھنا مناسب ہوگا۔

امر اول۔ یہاں مرزا قادیانی اور انکے اتباع کے خطاب میں کسی قدر سختی (مگر واجبی) سے کام لیا گیا ہے۔ شاید یہ امر کچھ لوگوں کو پسند نہ ہو۔ لیکن اگر وہ ہماری تحریرات متعلقہ قادیانی کی غرض واصول کو غور و تامل

سے ملاحظہ فرمائیں گے اور اسلامی ہدایت و اغلظ علیھم کو نظر تدبر سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ اس سختی پر معترض نہ ہونگے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی غرض حسب ہدایت آیت مذکورہ یہ ہے کہ قادیانی کے عقائد و مقالات مستحد ثہ سے (جو باتفاق علماء پنجاب و ہندوستان کفر وضلالت قرار دیئے گئے ہیں اور ان عقائد و مقالات کی پیروی سے عوام و بعض ناواقف خواص کے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے) ان عوام و خواص کو کفر وضلالت سے بچائیں۔اس غرض کو پورا کرنے اور اس ہدایت کی تعمیل کے لئے انہوں نے الفاظ مثل کفر و کافر و کذب و کذاب و دجالیت و دجال کا استعمال کرنا نا گزیر خیال کیا ہے۔اور بجائے ان الفاظ کے قادیانی کے عقائد باطلہ کی نسبت، غلط یا غیر صحیح یا خطاء وغیرہ الفاظ کا استعمال کرنا کافی نہیں سمجھا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اگر عوام و خواص کو کفر وضلالت سے روکنے کے لئے، ہمارے الفاظ کے سوا اور الفاظ کو کافی سمجھا جائے تو ان الفاظ سے ہمیں بادلیل آگاہ کریں، ہم آئندہ انہیں الفاظ سے ان لوگوں کو مخاطب کیا کریں گے۔

جو لوگ قادیانی کے معتقد یا حامی ہو کر بے جا سختی کا اعتراض کریں، ان کی خدمت میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے گذارش کی تھی کہ وہ حضرات پہلے قادیانی کی کلام کو غور وانصاف سے ملاحظہ کریں، اس میں اگر ہمارے مستعملہ الفاظ سے نو حصہ زیادہ سخت الفاظ ہوں، تو ہم کو اس کے دسویں حصہ کے استعمال میں معذور رکھیں۔قادیانی تو مدعی روحانیت و نبوت اور ولایت عظمی ہے۔وہ اس قسم کے الفاظ دس گنا استعمال کر چکا ہے، تو پھر وہ لوگ علماء ظاہر کے لئے ان کے دسواں حصہ کا استعمال کیوں روا نہ رکھیں؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی کلام میں اس قسم کے الفاظ مستعمل ہونے سے انکار ہو تو وہ ہماری کلام میں جس لفظ کو زیادہ سخت سمجھیں اس کی نشان دہی کریں۔ہم اس لفظ کا قادیانی کی کلام میں اپنی کلام کی نسبت دس گنا زیادہ مستعمل ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔نیز وہ حضرات، مرزا قادیانی کے ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ سے ۳۶ تک ملاحظہ کریں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ واقعی امر کا نیک نیتی سے اظہار سخت گوئی خلاف تہذیب نہیں ہے۔اس مقام میں ازالہ اوہام کے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں:

پہلی نکتہ چینی ۔اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔

اما الجواب .... بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے ۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کا لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دشنام اور سبّ وشتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے، کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں، یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سبب سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں، بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدا تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم و ما تعبدو ن حصب جهنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریه قرار دینا اور تمام رزیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا، یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں و اغلظ علیهم نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اشداء علی الکفار نہیں کہا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں

میں کرسی نشین تھے، ان کر یہہ اورنہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرام زادے ہو، حرام کار ہو، شریر ہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریا کار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟

اس کے بعد (مرزا غلام احمد قادیانی نے) ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک قرآن اور انجیل کے سخت الفاظ کی تفصیل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ سخت گوئی اور گالیاں نہیں، بلکہ حق گوئی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس کلام کو دیکھ کر قادیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو مرزا قادیانی کے حق میں علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق واجازت سے اور کمال نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، ہرگز سخت گوئی، خلاف تہذیب نہ کہیں گے، بلکہ سراسر حق گوئی اور مسلمانوں کی خیرخواہی تسلیم کریں گے، اور ان کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور دیگر علماء کے حق میں وہ فیصلہ آسمانی اور دافع الوساوس و دیگر تصانیف میں شائع کر چکا ہے، فحش گالیاں قرار دیں گے۔ اور مرزا قادیانی کے اس اصول و بیان کو ازالہ اوہام کی حد جواز سے ان کو خارج تسلیم کریں گے۔

امر دوم۔ مرزا قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ چھپوایا تو اس کے اکثر پرچوں کو الٹ پلٹ کر دیا، سوال کچھ ہے اور اس کا جواب کچھ اور لگا دیا۔ ناظرین اس کے مطبوعہ مباحثہ کو ہماری تحریر سے مقابلہ کر کے ملاحظہ میں لائیں گے تو اس سے قادیانی کے دجال وکذاب ہونے کا یقین فرمائیں گے۔

تمہید ختم ہوئی اب مباحثہ کے پرچے ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی پہلی تحریر

میں آپ کے چند عقائد و خیالات پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔مگر اس سے پہلے چند اصول کی تمہید ضروری ہے۔آپ اجازت دیں تو میں ان اصول کو پیش کروں۔۲۰۔جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی تحریر

آپ کو اجازت ہے، بخوشی پیش کریں، لیکن اگر یہ عاجز مناسب سمجھے گا تو آپ سے بھی اصول تمہیدی دریافت کرے گا۔۲۰۔جولائی۔۱۸۹۱ء۔ مرزا غلام احمد

(یہاں تو ان اصول کو پیش کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ خود بھی اس قسم کے اصول پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، مگر بعد از فرار و شکست یابی، ان اصول کو بے ہودہ و لایعنی کہا جاتا ہے۔ناظرین اس سے ان حضرات کے صدق وانصاف کا اندازہ کریں۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی دوسری تحریر

میرے ان اصول کو جن کو میں رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نمبر ایک جلد ۱۳ میں بیان کر چکا ہوں اور ان کو آپ کے حواری حکیم نور الدین نے تسلیم کیا ہے، آپ بھی تسلیم کرتے ہیں یا کسی اصول کی تسلیم میں عذر ہے؟

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری تحریر

مجھے ان اصولوں کی اطلاع نہیں۔مجھے بتلائے جائیں، تب ان کی نسبت اطلاع دونگا۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔غلام احمد (قولہ اطلاع نہیں، یہ محض کذب ہے اور ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے ان اصول کو نہ

دیکھا ہو۔رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱، ۲، ۳۔جلد ۱۳ آپ کے پاس پہنچا اور وہ آپ کے جواب وخطاب میں ہے۔پھر کیا امکان تھا کہ آپ رسالہ مذکور کو نہ دیکھتے۔آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء میں میرے ان اصول کو لغو قرار دیا ہے،جس سے ثابت ہے کہ آپ کو ان پر اطلاع ہوئی ہے، ورنہ آپ ان کو لغو نہ کہتے۔اور اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ ہم نے قبل از اطلاع ان کو لغو کہا تھا،تو اس سے آپ کی ایمان داری اور راست شعاری کو بٹہ لگتا ہے کہ ایک امر کو قبل از علم ،لغو کہہ دیا۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تیسری تحریر

وہ اصول یہ ہیں۔ان میں سے جس اصول کی نسبت آپ کو تسلیم یا عدم تسلیم ظاہر کرنا ہو،آپ ظاہر کریں۔چونکہ رسالہ چھپا ہوا ہے اس لئے ان اصول کے دوبارہ تحریر میں لانے کی حاجت نہیں۔آپ ایک ایک اصول پر یکے بعد دیگرے کلام کریں (رسالہ مذکور میں سے اصول پڑھ کر سنانا شروع کئے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ رسالہ مجھے دیدیں میں خود ان اصول کو دیکھتا اور ان کی نسبت اپنی رائے لکھتا ہوں)۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تیسری تحریر

کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے، جس امر میں احادیث نبویہ کے معنے جو کئے جاتے ہیں،کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنے بطور حجت شرعیہ قبول کئے جائیں گے (معنی حدیث سے سوال نہ تھا۔صرف صحت حدیث سے سوال تھا جو الفاظ سے متعلق ہے نہ معانی سے۔معانی ہمیشہ الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔جس حدیث کے الفاظ صحیح ہوں،اس کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں اور وہ قرآن شریف کے موافق و مطابق کئے جا سکتے ہیں اور جس حدیث کے الفاظ غیر صحیح ہوں،اس کے معنی باوجود کہ بجائے خود صحیح و مطابق قرآن ہوں، قابل اعتبار نہیں ہوتے۔اور وہ اپنے الفاظ کے تابع ہو کر غیر صحیح و نا قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔لہذا ہر ایک منصف و طالب حق کا فرض ہے کہ جب وہ کسی حدیث سے تمسک کرنا چاہے،تب پہلے اس کی صحت الفاظ کی تحقیق کرے۔پھر اس کے معانی کی طرف رجوع کرے،جو بصورت صحت الفاظ صحیح و موافق قرآن ہو سکتے ہیں۔مرزا قادیانی نے جو بحث صحت الفاظ کو چھوڑ کر پہلے ہی سے صحت معانی کی طرف رجوع کیا ہے تو اس سے اس کا مقصود احقاق حق نہیں ہے،بلکہ بحث سے خروج اور احقاق حق سے گریز اس کا مقصود ہے۔ناظرین اسی ایک امر کو توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو اس سے مرزا قادیانی کے خروج از بحث و شکست و فرار کا یقین کریں گے انشاء اللہ تعالی۔جو لوگ قادیانی کے اس

جواب کو، جس سے بڑھ کر اس نے تمام مباحثہ میں ہمارے اصل سوال کا جواب نہیں دیا، ہمارے سوال کا کافی جواب سمجھتے ہیں، وہ اس منصفانہ اصول کو پیش نظر رکھیں تو یقین کریں کہ قادیانی نے ہمارے سوال کا شروع مباحثہ سے اخیر تک جواب نہیں دیا۔ ہمارا سوال صحت الفاظ حدیث سے ہے۔ مرزا قادیانی کا جواب صحت معانی کے متعلق ہے۔ و نیز اس کا جواب ایک شرطی جواب ہے کہ اگر کسی حدیث کے معنی قرآن کے موافق پائیں گے تو اس کو صحیح سمجھیں گے ورنہ موضوع قرار دیں گے. اور ہمارا مطلوب قطعی جواب ہے جو اگر اور مگر سے ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ تصریح چاہتا ہے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی احادیث، خواہ ان کو اس شرطی اصول روایت مجوزہ قادیانی سے پرکھا جائے یا اصول روایت محدثین سے، سب کے سب صحیح ہیں یا نہیں ہیں۔ اور یہ جواب مرزا قادیانی کی کلام میں اول سے آخر تک صاف وصریح طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ جا بجا اس کے بیان سے گریز وفرار وخروج از بحث پایا جاتا ہے۔ جس کی یہ پہلی دفعہ ہے۔ محمد حسین) لیکن جو معنے نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے، ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنے کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین کے موافق ومطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل پر قادر نہیں ہوسکیں گے، تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے۔ (موضوع قرار دینے کی تجویز کو آپ آئندہ جوابات میں خاص کر صحیح بخاری ومسلم کی نسبت بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ ناظرین مرزا صاحب کے اقوال اور ہمارے نوٹوں کو توجہ سے دیکھتے جائیں۔ پھر انصاف سے کہیں کہ آپ بخاری ومسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتے یا نہیں؟ اور آپ کا اقرار اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء کہ میں صحیحین کو بسروچشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، دل سے ہرگز نہیں کیا گیا۔ محمد حسین) کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلے میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے۔ اور مسئلہ اچھی طرح کھل جاوے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہے، مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہے فبای حدیث بعدہ یومنون ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ سو آیات متذکرہ بالا کی رو سے ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث نبوی کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے (آیہ کریمہ فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون کا ترجمہ مرزا قادیانی نے جو ان الفاظ سے کیا: تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے، کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ تو اس میں انہوں نے یہ جتانا چاہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حدیث نبوی کا حکم خود قرآن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آیات قرآن کے ہوتے ہوئے کسی

حدیث نبوی کو نہ مانو۔ اوراس معنے کے بیان سے اپنا ملحد و محرف قرآن ہونا ثابت کردکھایا ہے۔ اس آیت میں لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی اورالہام الٰہی ہے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کے لغوی معنے، بات چیت، مراد ہے جس کو اصطلاحی معنے حدیث نبوی وحی خفی سے یہاں تعلق نہیں۔ اللہ تعالی اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ خدا کی آیات چھوڑ کر اورکس بات بات پر ایمان لائیں گے۔ اس بات سے خاص کر آنخضرت ﷺ کی حدیث مراد ٹھہرانا، یا اس بات سے عام باتیں مراد ٹھہرا کر آنخضرت ﷺ کی حدیث کو ان میں داخل وشامل سمجھنا، اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ آنخضرت ﷺ کی حدیث وحی خفی والہام الٰہی اور معنی آیات میں داخل نہیں، جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا۔ اورقرآن مجید کی وہ آیات جن میں ارشاد ہے کہ آنخضرت ﷺ جو تمہیں دیں، تم قبول کرو اور جس سے روکیں اس سے باز آؤ ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا ۔الحشر۔ اورارشاد ہے آنخضرت ﷺ جو کچھ، دین میں، فرماتے ہیں، وہ وحی سے کہتے ہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے ما ینطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی ۔ النجم ۔ ع ۱ ۔اس اعتقاد کے کذب وضلالت ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۵، ۳۴۱ و ۶۰۱ میں خود اقرار کیا ہے کہ قرآن کے کوئی معنی عام محاورہ قرآن کے مخالف اپنے دل سے گھڑ لینا الحاد وتحریف ہے۔ اس کے اس اقرار وشہادت سے بھی اس کی اس جرأت کا کہ یہ قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد ہے، الحاد وتحریف ہونا ثابت ہے کیونکہ قرآن مجید کے جس مقام میں لفظ حدیث استعمال ہوا ہے اس سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی کہلاتی ہے، مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے حدیث کے لغوی معنے، بات، مراد ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں، حدیث، الحدیث، حدیثاً، بائیس مقامات میں وارد ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ نساء۔ رکوع ۲۰۔ فلا تقعدوا معهم حتى یخوضوا فی حدیث غیره ۔آیات قرآن سے انکار وہنسی کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کوئی اور بات کریں۔

۲۔انعام۔ رکوع ۸۔ و اذا رئیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم حتى یخوضوا فی حدیث غیره اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں ٹٹول (کرید) کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر و یہاں تک کہ وہ اور بات میں ٹٹول کریں۔

۳۔ اعراف۔ رکوع ۲۳۔ فبای حدیث بعده یومنون ہماری بات کو چھوڑ کر کس بات میں ایمان لاویں گے۔

۴۔کہف۔ ع ۱۔ ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفاً شائد تو افسوس سے اپنا گلا گھونٹ ڈالے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے

۵۔طہ۔ ع ۱۔ و هل اتاك حدیث موسى اور کیا تجھے موسی کی بات، یعنی حکایت، پہنچی ہے۔

۶۔لقمان۔ ع ۱۔ و من الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ۔بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کی باتیں، یعنی قصے کہانیاں، خریدتے ہیں، اس لئے کہ بن سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکا دیں۔

۷۔احزاب۔ ع ۷۔ و اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا و لا مستانسین لحدیث آنخضرت ﷺ کے گھر جب بلائے جاؤ، اس وقت جاؤ، پھر کھانا کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو، آپس کی باتوں میں جی لگاتے نہ ٹھہرے رہو۔

۸۔ زمر۔ع۳۔ اللہ نزل احسن الحد یث کتا باً متشا بھاً مثا نی تقشعر منہ جلود الذین یخشو ن ر بھم ۔ ثم تلین جلود ھم و قلو بھم الی ذکر اللہ ۔خدا تعالیٰ نے اچھی بات اتاری، کتاب آپس میں ملتی۔ دہرائی گئی، جولوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں ان کی کھال کے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں، پھراللہ کی یاد کی طرف ان کے پوست، اور دل نرم ہوجاتے ہیں۔

۹۔جا ثیہ۔ع۱۔ فبا ی حد یث بعد اللہ و آ یا تہ یو منو ن ۔پھر اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کس بات کو مانو گے۔

۱۰۔زاریات ع۲۔ ھل اتا ک حد یث ضیف ابرا ھیم المکر مین ۔کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟

۱۱۔طور۔ع۲۔ فلیاْ توا بحدیث مثلہ ان کا نوا صا دقین۔وہ سچے ہیں تو ایسی ہی کوئی بات لے آویں۔

۱۲۔واقعہ۔ع۱۔ افبھذا الحد یث انتم مد ھنو ن۔کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔

۱۳۔نجم۔ع۳۔ افمن ھذا الحد یث تعجبو ن۔کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

۱۴۔القلم۔ع۱۔ ذر نی و من یکذ ب بھذا الحد یث۔چھوڑ دے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو۔

۱۵۔مرسلت۔ع۲۔ فبا ی حد یث بعدہ یو منو ن ۔اس کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۱۶۔ نازعات۔ع۱۔ ھل اتا ک حد یث موسی ۔کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی۔

۱۷ ۔بروج۔ع۱ ۔ ھل اتا ک حد یث الجنود ۔کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی۔

۱۸۔غاشیہ۔ع۱۔ ھل اتا ک حد یث الغا شیہ۔کیا تجھے ڈھانکنے والی، یعنی قیامت، کی بات پہنچی۔

۱۹۔نساء۔ع۶۔ ولا یکتمو ن اللہ حد یثاً ۔اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے۔

۲۰۔نساء۔ع۱۱۔ فمال ھو لا ء القوم لا یکادو ن یفقھو ن حد یثاً ۔ ان کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ ایک بات بھی سمجھتے نہیں لگتے۔

۲۱۔یوسف۔ع ۱۱۔ ما کا ن حدیثاً یفتری ۔یہ بناوٹی بات نہیں۔

۲۲۔تحریم۔ع۱۔ و اذ اسر النبی الی بعض ازوا جہ حد یثا ۔جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات۔

ان مقامات میں سے کسی جگہ لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی جو وحی خفی والہام الٰہی ہوتی ہے، مراد نہیں۔آخری آیت میں گو حدیث کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہوئی ہے، مگر اس سے بھی اصطلاحی حدیث نبوی وحی الٰہی مراد نہیں بلکہ لغوی حدیث، بات، مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے جی سے، نہ وحی الٰہی سے، ایک بیوی کو کہدی تھی کہ میں اپنے حرم ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یا ایک بیوی کے پاس جا کر شہد نہ پیؤں گا۔ جو خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس پر یہ آیت اتری کہ اے نبی تو خدا کے حلال کو حرام کیوں کرتا ہے۔

اس عام محاورہ قرآن کے مخالف مرزا قادیانی کا قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد لینا اپنے اقرار واصول کے مطابق الحاد وتحریف قرآن کا مرتکب ہونا ہے۔قادیانی کے اتباع اس الحاد وتحریف پر بھی اس کی اتباع سے دست بردار نہ ہوں تو پھر ان کی ہدایت کی کوئی صورت وامید نہیں ہے۔ و من لم یجعل اللہ لہ نوراْ فما لہ من نور۔محمد حسین)

اور آپ کے دوسرے امر مندرجہ صفحہ ۱۹۔اشاعۃ السنہ کی نسبت علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ

اس کا جواب اس میں آ گیا ہے، یعنی جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ہم اس امر کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیت شریف فبای حدیث بعدہ یومنون وہ حدیث قولی یا فعلی، قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسر وچشم اس کو قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے۔ اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف کھلے کھلے طور پر ہمیں مخالفت معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ ایسی حدیث کو ترک کر دیں گے۔ کیونکہ حدیث کا پایہ، قرآن کریم کے مرتبہ اور پایہ کو نہیں پہنچتا۔ قرآن کریم وحی متلو ہے اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام بلیغ کیا گیا ہے جو احادیث کے اہتمام کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ اکثر احادیث غایت درجہ مفید ظن ہے اور ظنی نتیجہ کے منتج ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث تواتر کے درجہ پر بھی ہو، تاہم قرآن کریم کے تواتر سے اس کو ہرگز مساوات نہیں (ظنی یا قطعی ہونے احادیث سے سوال نہ تھا، صرف صحت یا عدم صحت احادیث سے سوال تھا۔ لہذا جواب میں صرف صحت یا عدم صحت کا بیان چاہیے نہ ظنیت وقطعیت کی بحث۔ یہ دوسری دفعہ آپ نے بحث سے خروج کیا۔ محمد حسین)۔ بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ راقم خاکسار غلام احمد ۔۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحؒ کی تحریر چہارم

آپ کی کلام میں میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں ہے (مرزا قادیانی کی تقلید ومحبت میں اندھے حواری، مباحثۃ الحق لدھیانہ مطبوعہ قادیانی میں اس کے جواب کو قطعی جانتے اور ہمارے انکار قطعیت پر حیرت ظاہر کرتے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ علم سے تو یہ لوگ پہلے ہی عاری وبے بصیرت تھے، رہا فہم سو مرزا قادیانی کی بیعت کر کے اس کی نذر کر چکے ہیں۔ لہذا وہ اس قدر نہیں سمجھ سکتے کہ لفظ ،اگر، حرف شرط ہے۔ اور یہ حرف شرط مرزا کے جواب میں موجود ہے، جو اس کو قطعی نہیں ہونے دیتا۔ جواب قطعی وہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی شرط کے ہست یا نیست کا بیان ہو، لہذا ہمارے سوال کا جواب قطعی یہ ہے کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح و لائق عمل ہیں۔ یا سب کی سب غیر صحیح وموضوع ہیں۔ یا بعض صحیح اور بعض غیر صحیح۔ جس کا مرزا کی کلام میں اول سے آخر تک کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ محمد حسین) آپ نے قبولیت اور حجیت حدیث یا سنت کی ایک شرط بتائی ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط اس حدیث یا سنت میں جو کتب حدیث خصوصاً صحیحین میں (جن کا ذکر اصل سوم میں ہے، اور یہاں سے خاکسار نے اصل سوم

منجملہ اصول مندرجہ صفحہ ۱۹ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کوشامل بحث کر دیا ہے اور آئندہ سوالوں وجوابوں میں خاص کر صحیحین کی حدیثوں سے بحث کی ہے۔محمد حسین) پائی جاوے، متحقق ہے یا نہیں ۔ و بناء علیہ وہ حدیث یا سنت جو ان کتب میں ہے، شرعی حجت ہے یا نہیں ۔علاوہ براں اس کلام میں آپ نے جو شرط حجیت وقبولیت بیان کی ہے وہ شرط قانون درایت ہے نہ قانون روایت ۔اب آپ بیان کریں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین جن کا ذکر اصل سوم میں ہے مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں ۔اوران کتابوں کی احادیث بلا وقفہ ونظر واجب العمل والاعتقاد ہیں، یا ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بلا تحقیق صحت بحسب اصول روایت عمل واعتقاد جائز نہیں (اس سوال جواب اعتقاد کی بنا امام ابن الصلاح اوران کے موافقین کے مذہب پر ہے جو احادیث صحیحین کو قطعی نظری جانتے ہیں اور موجب اعتقاد سمجھتے ہیں ۔ہم کو اس مقام میں اس مذہب کی حمایت وتائید مقصود نہیں ۔ ہماری بحث صرف صحت احادیث صحیحین میں ہے، جس کو آپ قطعی صحت مانیں خواہ ظنی ۔قادیانی نے جملہ احادیث صحیحین کی ظنی صحت کا بھی نہ اقبال کیا اور نہ صاف انکار ۔اور ہمارے اس سوال کے جواب میں قطعی صحت سے انکار کی بحث کو چھیڑ دیا اور خروج از مبحث کیا جس ذکر آگے آئیگا ۔محمد حسین)۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء ۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر چہارم

مولوی صاحب کا جواب سن کر میں عرض کرتا ہوں کہ میرے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث خواہ وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی ،اس شرط سے ہم کسی خاص معنوں میں جو بیان کئے جاتے ہیں، قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کی رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق ومطابق ہو (یہاں سے آپ بخاری ومسلم کی طرف متوجہ ہوئے ،اوران کی احادیث کو موضوع قرار دینے پر آمادہ ہو بیٹھے ہیں ۔ بخاری ومسلم پر آپ کا یہ پہلا کھلا حملہ ہے ۔محمد حسین)۔اب آپ کے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین ،مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں؟ اوران کتابوں کی احادیث بلا وقفہ واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر عمل واعتقاد جائز نہیں ۔(یہ صاف اقرار ہے کہ آپ نے میرے سوال کا مطلب سمجھ لیا ہے مگر افسوس کہ اخیر بحث تک اس کا قطعی جواب نہ دیا ۔ جو کچھ کہا اس میں خروج از بحث کہا ۔محمد حسین) اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ چونکہ حدیثوں کا جمع ہونا ایسے یقینی اور قطعی طور سے نہیں ہے جس سے انکار کرنا کسی

طور سے جائز نہ ہو، اور جس پر ایمان لانا ایسے پایہ اور مرتبہ کا ہو جیسا کہ قرآن کریم پر ایمان لانا۔ لہذا ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روائت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقین دیں، جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حدیثیں غایت کار مفید ظن ہیں تو ہم کیونکر روایت کے رو سے بھی ان کو وہ مرتبہ دے سکتے ہیں جو قرآن کریم کا مرتبہ ہے۔ جس طور سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس طریق پر ہی نظر ڈالنے سے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ہم اس یقین کے ساتھ ان کی صحت روایت پر یقین لاویں کہ جو قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی ہے، لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء کے برخلاف ہے، تو کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت کی حالت میں قرآن کریم کو اپنے ثبوت میں مقدم قرار دیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں، یہ ایک دھوکہ دینے والا قول ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کے ماننے میں جو مرتبہ یقین کا ہمیں حاصل ہے وہ مرتبہ قرآن کریم کے ثبوت سے ہم وزن ہے یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مرتبہ ثبوت کا قرآن کریم کے مرتبہ ثبوت سے ہم وزن ہے تو بلا شبہ ہمیں اسی پایہ پر حدیث کو مان لینا چاہیے۔ مگر یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اکثر احادیث مفید ظن ہیں۔ و الظن لا یغنی من الحق شیئاً ۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس قسم کی قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی ﷺ کی طرف سے ہیں اور تمام الفاظ وحی سے ہیں تو اس قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہوگا۔ اور خود حدیثوں کا تعارض جو ان میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں۔ پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں۔ کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ ثبوت کی رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی قرینہ پر حدیثیں بھی ہیں؟ (یہ میرے سوال کا، جس کو مرزا صاحب خود نقل کر چکے ہیں، جواب نہیں ہے۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ دو امر کا بیان ہے جو خارج از بحث ہیں: امر اول یہ کہ احادیث صحیحین، قرآن کے برابر قطعی و یقینی صحیح نہیں ہیں، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے تیسری دفعہ خروج از مبحث کیا۔ امر دوم یہ کہ جو حدیث صحیحین قرآن کے موافق نہ ہو، وہ لائق قبول نہیں ہے، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے چوتھی دفعہ خروج از مبحث کیا۔ ناظرین اس جواب کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اس میں ان دو امروں خارج از بحث کے بیان و مؤیدات کے سوا کچھ نہ پائینگے۔ محمد حسین) پھر

جبکہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں (مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے، اس کا ادعاء تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہیں کیا۔ ہاں مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلیٰ مرتبہ صحت ہے، اسی کا دعوی احادیث صحیحین کے حق میں ہم نے کیا ہے اور وہی اہل اسلام میں مسلّم ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا قادیانی بھی منافقانہ طور پر اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو مانتے ہیں۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہیں۔ تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہیے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثیں صرف ظن کے مرتبہ تک ہیں، بجز چند حدیثوں کے، تو اسی طرح ہمیں ان کی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہیے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں (اس تحقیق کو مرزا قادیانی کا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد و نقصان کے ساتھ آپ کا اشتہار یکم اگست میں صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہیں تو کیا ہے؟ یہ آپ کا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ان کے درمیانی راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی (ہو چکی ہے، مگر مرزا قادیانی اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ چکے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک ملہم شخص صحیح حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے (اشاعۃ السنہ میں نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے اور نہ یہ تصریح ہے کہ ان اکابر، مثل شیخ اکبر، کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے۔ بلکہ اشاعۃ السنہ میں صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنہ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہیں ہے ... اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محمل وہی احادیث معلوم ہوتی ہیں جن کی صحت میں اختلاف ہو، لہٰذا اس عبارت اشاعۃ السنہ کو اس مقام میں پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ محمد حسین) اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیونکر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن مان لیں گے۔ ہاں یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی۔ لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں جب کہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں نہ یقینی طور پر، تو پھر یقینی طور پر ان کا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں۔ (یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہیں، اب آپ کے صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر مرزا کا پانچواں حملہ

ہے۔اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہوتو اس کا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہم نے کہی ہے، نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔محمد حسین)

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن ومخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی، وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا شبہ وہ طریق ظنی ہے اور ان کی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعائے باطل ہے۔ دنیا میں جو اس قدر مخالف فرقے اہل اسلام میں ہیں، خاص کر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبوں کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی ہے کہ یہ احادیث ظنی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر حدیثیں ان کو ملی ہوں گی مگر ان کی رائے میں وہ حدیثیں صحیح نہیں تھیں (مرزا قادیانی کی اس تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے وقت میں موجود تھیں۔ بعد میں ایک پرچے میں مرزا صاحب نے لکھا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت میں صحیح بخاری موجود تھی۔اس کو پڑھنے اور دیکھنے کے وقت قادیانی کے کذب وجرئت ومغالطہ کا اندازہ کریں۔محمد حسین) بھلا آپ فرما دیں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں، تو کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کے روایتی ثبوت کے رو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں (تحریر نمبر ۸ میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہیں اور ان کی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رائے وفہم معانی وتاویل وترجیح پر مبنی ہے۔صرف آپ ہیں جو بعد اتفاق اہل سنت انکاری ہوئے ہیں۔اور احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ ان کے انکار سے کفر لازم آئے جمہور علماء بظن غالب ان کو صحیح جانتے ہیں اور امام ابن الصلاح اور ان کے ہم خیال نظری یقینی کہتے ہیں۔لہذا ان کے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کو دعوی نہیں ہے۔محمد حسین)۔اور جب کہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پائیں گے (ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی ۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو۔حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اس حیلہ سے حدیث کو موضوع بنانا چاہتے ہیں۔جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار بناتے ہیں اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہیں جس کا جواب انہیں کئی بار دیا گیا ہے۔یہ احادیث صحیحین پر ان کا آٹھواں حملہ ہے۔محمد حسین) اور صریح

طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکیں گے، تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کر دیں گے یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے۔ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہے کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید اور عمرو کے وضعی قرار دیں گے (بلا خوف زید و عمرو کیوں کہتے ہیں۔ بلا خوف خدا کہیں۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف و معارض قرآن کہنے سے آپ کی غرض یہی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دیں، سو ان کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ وہ بخاری و مسلم کی احادیث کو موضوع کہیں گے۔ یہ ان کا احادیث صحیحین پر نواں حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ بلا شبہ آپ کا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے کسی طور سے قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہوں، نماز میں بجائے کسی سورت کے ان کو نہیں پڑھ سکتے (اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث عین قرآن اور وحی متلو نہیں، نہ یہ کہ حدیث واجب العمل نہیں۔ اور یہ تو ہم نے بھی نہیں کہا کہ حدیث عین قرآن ہے اور بجائے قرآن اس کو نماز میں پڑھ سکتے ہیں۔ صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے پھر اس بات کے کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے۔ محمد حسین) اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور پر سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں، اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں (لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ میں مرزا صاحب نے بیان کی ہے اس مراد سے احادیث متعلقہ ابن صیاد، دجال اجتہادی نہیں ہو سکتیں۔ اس کی تفصیل آئندہ ہوگی۔ محمد حسین)، ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں، جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں۔ دونوں حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے۔ تو آپ ﷺ چپ رہے، ہرگز انکار نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت ﷺ کا قسم کھانا ہے، اور پھر ابن عمرؓ کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور پھر جابرؓ نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن

صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے، جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہؓ کی حدیث تمیم داریؓ والی جو اسی مسلم میں موجود ہے، صریح اس کے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں (احادیث صحیح مسلم میں وجود تعارض کا دعوی کرنا، جو مرزا قادیانی کے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے، احادیث صحیح مسلم پر دسواں کھلم کھلا حملہ ہے اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے۔ جس حدیث میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تمیم داریؓ کے مخالف و معارض نہیں اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس پر قسم نہیں کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون قسم پر سکوت کیا۔ ان کی قسم اور آنحضرت ﷺ کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال کہنے پر تھا۔ جس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ ایسا ہی حضرت جابر کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے۔ اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ رہا حضرت ابن عمر کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا۔ سو یہ حضرت ابن عمر کا اپنا قول موقوف ہے، جو حدیث صحیح تمیم داری وغیرہ کا معارض نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ سے جو مرزا صاحب نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے سے ڈرتا ہوں، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، جس کا ثبوت مرزا صاحب سے طلب کیا گیا تو اخیر تک کچھ نہ بتلایا اور جو کہا ان میں افتراء سے کام لیا ہے۔ تحریرات فریقین نمبر ۶ و ۷ ملاحظہ ہوں۔ اور قادیانی کا یہ دعوی بھی محض کذب ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہوگیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔ صحیح مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ مرزا قادیانی سے اس کا ثبوت طلب کیا گیا تو اس نے بھی کوئی پتہ نہیں دیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہو۔ جو کہا اس سے مرزا صاحب کا اور بھی کذب ثابت ہوا۔ اس کا مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۷ میں ہے۔ محمد حسین)۔

(نواب) صدیق حسن صاحب، جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے، ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ میں ضعیف قرار دیتے ہیں

(یہ محض کذب و افتراء ہے اور یہ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع و احباب کے دجال و کذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہیں دی اور نہ حدیث تمیم داری کی تضعیف کی ہے، اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۱۶ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کے باب میں صحابہ سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عمر و ابوسعید خدری و قسم حضرت عمر بحضور آنحضرت ﷺ نقل کئے ہیں۔ پھر صفحہ ۴۱۷ میں صاحب فتح الباری حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اس باب میں نص، یعنی بیان واضح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد کے باب میں متردد رہنا، یعنی حضرت عمر کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی اور اگر یہ اور ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں ہے، تمیم داری کا قصہ سننے سے پہلے تھا۔ اور پھر جب تمیم داری

ؓ سے آنحضرت ﷺ نے اس کا حال سن لیا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ دجال موعود وہی شخص ہے جو جزیرہ میں محبوس ہے۔ اور تمیم داری اس کو دیکھ آیا ہے۔ پھر حدیث تمیم داری کی نسبت فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی راوی صرف فاطمہؓ بنت قیس ہی نہیں ہے، بلکہ ابو ہریرہ و عائشہ و جابر بھی اس حدیث کی روایت میں فاطمہ کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر ان اصحاب کی روایات حدیث تمیم داری کو کتب محدثین سے نقل کر کے ان کا صحیح و حسن ہونا محدثین سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم سے پوری حدیث تمیم داری نقل کر کے صفحہ ۴۱۸ میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال کہن سال بڈھا ہے۔ پھر اس حدیث کی سند کی صحت نقل کر کے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال اکبر جو اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا، ابن صیاد کے سوائے کوئی اور شخص ہے۔ اور ابن صیاد من جملہ دجالین کذابین، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال ہے۔ اور جو لوگ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے انہوں نے قصہ تمیم داری نہ سنا تھا۔ پھر صفحہ ۴۱۹ میں اس کے مؤیدات فتح الباری سے نقل کر کے کہا ہے:

اینست ملخص کلام فتح الباری وحاصلش اصح بودن دجال غیر ابن صیاد ست بوجہ آنکہ اعور باشد واز یہود باشد ودر یہود بہ ساکن بود الی غیر ذالک۔ واحادیث ابن صیاد ہمہ محتمل ست وحدیث جساسہ نص ست، پس مقدم باشد ودر اشاعۃ گفتہ ومؤید مرجح بودن او غیر ابن صیاد است زیرا کہ قصہ تمیم داری متاخرست از قصہ ابن صیاد پس ہم چو ناسخ۔

ہم چو ناسخ یعنی ناسخ کی مانند یعنی اس کو بے اعتبار کرنے والا، یہ اس لئے کہا ہے کہ حقیۃً نسخ اخبار میں نہیں ہوتا، ناسخ کی مانند اس لئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جن سے اس کے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا، بے اعتبار و کان لم یکن کر دیا۔

باشد برائے او ونیز وقت اخبار آنحضرت ﷺ بآنکہ دجال در بحر شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق برآید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بودی فرمود کہ وی در مدینہ است ونتواں گفت کہ ایں صرف بآں جہت نفرمود کہ مبادا اورا بکشند وخبر داد بانجام کار زیرا کہ قتل شخصی قبل از اجلے او نمے تواند شد۔ ومقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسی بن مریم علیہ السلام ست واگر ہم چنیں مے بود بیان نمی کرد آنحضرت ﷺ صنفی خوارج را، صنفی وبمعنی اصل۔

یہ کلمہ بعض خارجیوں کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے اصل، یعنی نسل سے، ایسے لوگ پیدا ہوں ہوں گے جو دین سے خارج ہوں گے، محمد حسین)۔ بہر حال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں، جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔

(مرزا قادیانی کا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ان احادیث کو جن میں ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے، باہم متعارض و متخالف جانتے ہیں اور بناء علیہ حدیث تمیم داری کو جس میں ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے، غلط و موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس تعارض اور غلطی کا وہ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نہ روتے اور ماتم نہ کرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث میں ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہٰذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہیں۔ ان کا ایسا نہ کہنا اور برخلاف اس

کے ان احادیث کے تعارض پر نوحہ کر کے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے کہ اس حدیث کو وہ غلط موضوع جانتے ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم پر ان کا گیارہواں حملہ ہے۔

مرزا قادیانی کی اس مصیبت پر، جس پر وہ رونا روتے ہیں، تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت ان کی خیالی مصیبت ہے، نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت میں تمیم داری کی حدیث میں اور ان احادیث میں، جن میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے، کوئی تعارض نہیں۔ حضرت عمرؓ و حضرت جابرؓ نے تو ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو مسیح دجال کہا ہے سو یہ ان کا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا؟ محمد حسین)

ماسوا اس کے تمیم داری کی حدیث میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داریؓ نے دیکھا تھا، کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثیں صاف صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ پہلی حدیث میں تو آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہیں، تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مر گئے ہوں۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے کہ دونوں حدیثوں کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماویں کہ ہم کیونکر ان دونوں کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہیں۔ پس اب بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح کہیں۔ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ جس قدر بعض احادیث میں تعارض وتخالف پایا جاتا ہے اس کے بیان کرنے کیلئے تو ایک رسالہ چاہیے مگر اس جگہ اسی قدر کافی ہے۔

(یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار، صاف اقبال ہے کہ مرزا قادیانی صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہیں جانتے اور جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہیں وہ منافقانہ اقرار ہے، ان کا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار بار ان کے منہ پر آتا ہے۔ یہ ان کا احادیث صحیح مسلم پر بارہواں حملہ ہے۔ اس مصیبت باردوم پر دوبارہ قادیانی کی تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت بھی ان کی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ اور جن احادیث ثلاثہ صحیح مسلم میں یہ ذکر ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا، وہ حدیث تمیم داری کی معارض ومخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں ان ساکنین مدینہ یا زمین عرب کا جو اس وقت تک پیدا ہو چکے تھے، حال وفات بیان ہوا ہے، نہ کل زمین کے ساکنین بحر وجزائر کا۔ اور حدیث تمیم داری میں جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین میں نہیں بلکہ سمندر کے ایک مشرقی جزیرہ میں ہے۔ پھر ان احادیث میں اور حدیث تمیم داریؓ میں تعارض کہاں ہوا؟ ان احادیث میں زمین سے خاص زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض (مائدہ۔ ع ۵) میں زمین سے مراد محاربین کا وطن ہے، اور اس زمین سے نکال دینے

سے ان کو جلاوطن کرنا مراد ہے۔

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنی کرتے ہیں اور بناء علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضرؑ و حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ اور ابلیس کا مستثنیٰ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ، سو برس والی، احادیث سے بعض شاذ و نادر محدث لوگوں نے حضرت خضرؑ کی موت پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ ان میں زمین کے باشندوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضرؑ دریا میں رہتے تھے، یا ان احادیث میں عام لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن سے حضرت خضر مخصوص و مستثنے ہیں

و قد احتج بهذا الاحاديث من شذ من المحد ثين فقا ل الخضر ميت۔ و الجمهور على حيا ته كما سبق في با ب فضا ئله و يتا و لو ن هذه ا لا حا ديث على انه كا ن على البحر لا على ا لا ر ض او انها عا م مخصص ۔(شرح مسلم۔ ج ا ص ۳۱۰)۔

اور قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے:

لا يبقى ممن هو على ظهر ا لا ر ض احد لمن ترو نه او تعر فو نه عند مجيئه او المراد ار ضه التي نشاء بها و منها بعث كجز يرة العر ب المشتمله على الحجاز و تها مه و نجد فهو على قو له تعا لى او ينفوا من ا لا ر ض اى بعض الارض التي صدر ت .... فيها فليست الف لام للاستغراق و بهذا يند فع قو له من استد ل بهذا الحد يث على مو ت الخضر كا لمئو لف او يحتمل ان يكو ن الخضر غير هذه الارض... و لئن سلما ان الف لام للا ستغراق فقوله احد عموم يحتمل ان على وجه ا لا ر ض الجن و الانس و الخضر... يد خلها التخصيص با دنى قر ينه ۔(قسطلانی۔ ج ا ص ۲۰۴)

کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نہ رہے گا، یہ مراد ہے کہ جن کو تم دیکھتے ہو۔ یا جب وہ تمہارے سامنے آویں تو تم اس کو پہچان لو، وہ لوگ فوت ہو جائیں گے۔ یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہو جائیں گے جس میں آپ پیدا ہوئے اور نبی ہو کر آئے، یعنی جزیرہ عرب جس میں حجاز تہامہ نجد تینوں حصہ شامل ہیں۔ اس صورت میں یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا قول خداوندی ہے کہ محاربین زمین سے نکال دیئے جائیں، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاویں جس میں ان سے جرم بغاوت صادر ہوا۔ اس صورت میں الف و لام استغراق کے لئے نہیں ہے۔ یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو۔ اس تقریر سے ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضر کی موت پر استدلال کرتے ہیں، رد ہوتا ہے کیونکہ ان کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت خضرؑ زمین عرب میں نہ تھے اور اگر ہم یہ بھی بطور فرض مان لیں کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خضرؑ اس سے مستثنے ہیں۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے:

و قيل اراد النبی ﷺ با لا ر ض البلدة التی هو منها و قا ل تعا لی الم تكن ار ض الله واسعة يـريد المد ينة کہ اس حدیث میں زمین سے وہ شہر، مدینہ، مراد ہے جس میں آنحضرت ﷺ موجود تھے۔ چنانچہ اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی؟ مدینہ مراد ہے۔

اور بخاری کی بعض شروح میں ہے کہ اس حدیث میں زمین کا لفظ کہنے سے ملائکہ اور حضرت عیسیٰؑ جدا ہوئے۔ بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر جمہور محدثین اس کے مخالف ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضر مخصوص ہیں۔ یا یہ کہ اس میں زمین والوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضرؑ دریا میں ہیں۔ ہاروت ماروت کے موجود ہونے سے بھی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ وہ دونوں بشر نہیں۔ ایسا ہی ابلیس کے موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے۔ عینیؒ نے کہا ہے کہ بہت باوجہ جواب یہ ہے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ و حضرت خضرؑ اس امت سے نہیں ہیں اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہیں۔

قـو لـه ظهـر ا لا ر ض احتراز عن الملا ئكة و عيسى عليهم السلام و احتج به البخا رى و غيره علـى مـو ت خضر و الجمهور على خلافه و اجا بوا با نه عا م مخصو ص البعض او كا ن فى البحر و لا يـعتـر ض بهـا رو ت و مـا روت لانهما ليسا ببشر و كذا الجوا ب فى ابليس قا ل العينى ا لا و جه ان يقا ل المراد لمن هو على ظهر ا لا ر ض امة اجا بته كا نت او دعوة و عيسى و خضر ليسا دا خلين فى ا لا مة و الشيطا ن ليس من بنى آ دم ۔

مرزا قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح میں زبانی یہ تقریر کی تھی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نہ رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے سوال قیامت کے جواب میں فرمائی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مرجانے کی خبر دی گئی ہے۔، یہ بات آپ نے اپنے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بھی زبانی کہی تھی اور اس کی تصدیق کے لئے مشکوۃ کے صفحہ ۴۷۲ میں ایک حدیث دکھا کر اس کا مطلب یہ سمجھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نہ رہے گا۔ اس کے بعد زبانی تقریر میں قادیانی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں بنتا کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہو جانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ قیامت تب ہی قائم ہوگی جب کہ تمام زمین پر کوئی زندہ نہ رہے۔

اس تقریر میں قادیانی نے حاضرین مجلس کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا خوب ثابت کیا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نہ رہے گا۔ سوال قیامت کا جواب ہرگز نہیں ہے۔ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد کوئی زمین پر زندہ رہتا۔ اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں تخلف ہوتا۔ اور قیامت کا ہنگامہ برپا نہ ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ یہ قول تو آپ ﷺ نے سوال قیامت کے جواب سے اعراض وانکار کر کے فرمایا تھا۔ لوگوں نے آپ سے وقت قیامت سے سوال کیا۔ آپ نے جواب میں وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور صاف فرما دیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہیں۔ یہ علم تو خدا تعالیٰ ہی سے

مخصوص ہے۔ ہاں میں یہ بات قسم سے کہتا ہوں کہ جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہو چکے ہیں، وہ سو برس کے بعد زندہ نہ رہیں گے

اصل حدیث یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ میں ہے، وہی حدیث مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۴ منقول ہے :

عن جابر بن عبد الله سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تساء لونی عن الساعة و انما علمها عند الله و اقسم بالله ما علی الارض من نفس منفوسة تاتی علیها مائة سنة و هی حیه یومئذ

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل قرن، ہم عصر لوگ، سو برس تک فوت ہو جائیں گے، نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مر جائیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ لوگ جو آپس میں سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتیں کرتے ہیں اس میں وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کے معنے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں وہ سو برس کے بعد نہ رہیں گے، جس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ آپ ﷺ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا

قال ابن عمر فوهل الناس فی مقالة رسول الله ﷺ تلك فیما یتحدثون من هذه الاحادیث عن مائة سنة و انما قال رسول الله ﷺ لا یبقی ممن هو الیوم علی ظهر الارض احد یرید بذلك ان ینخرم ذالك القرن (صحیح مسلم۔ص۳۱۰)۔

یہ قول ایک جلیل الشان صحابی ابن عمر کا بھی اس باب میں نص ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں تھا۔ اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا، بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود ہے۔ اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہ ہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہو جانا مراد ٹھہرانا ضروری نہ ہوا۔ کیونکہ یہ تو بقول مرزا قادیانی اسی صورت میں ضروری تھا جب کہ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا، اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا۔

لفظ قرن کو، جس کے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمر مقصود حضرت رسالت تھا، دیکھا جائے تو اس سے بھی تمام زمین کے لوگوں کا مراد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اہل قرن وہی لوگ کہلاتے ہیں جو آپ ﷺ سے شرف صحبت وملاقات رکھتے تھے، نہ تمام دنیا کے لوگ۔ حدیث مشہور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قرن والوں کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے۔ پھر ان کو جو ان کے قریب ہوں، پھر ان کو جو اس سے متصل ہوں۔ اور اس قول سے ان تینوں زمانوں کے تعامل عام کو حجت ٹھہرایا ہے۔ کیا اس حدیث میں ان تین زمانوں کے تمام دنیا کے لوگوں کو، یورپ میں ہوں خواہ ایشیا میں یا امریکہ وچین وغیرہ میں آنحضرت ﷺ نے بہتر کہا؟ اور ان کے تعامل کو حجت ٹھہرایا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۲۸ میں نہایہ جزری سے نقل کیا ہے :

قرنه اصحابه علی الصحیح و قیل قرنه ما بقیت عین رئته و الثانی ما بقیت عین راءت من راه و الثالث کذالك ولثالث ابناء ابنائهم۔ و قیل کل طبقة مقترنین فی وقت و الصحیح ان قرنه

اصحابه و الثانی التابعون و الثالث تابعوهم و قد ظهر ان مدة ما بین البعثة الی آخر من مات من الصحابة ماة و عشرون بالتقریب و ان نظر الی وفاته کان ماة اما قرن التابعین فان اعتبر من سنة ملة کان نحو خمسین فظهر ان مدة القرن مختلف باعتبار اعمار اهل کل زمان و اتفق ان اخر اتباع التابعین من عاش الی عشرین و ماتین و فیه ظهر البدع ظهوراً ناشیاً و اطلقت المعتزلة السنتها و رفعت الفلاسفة رئوسها

کہ آنحضرت ﷺ کا قرن بنا برقول صحیح آپ کے اصحاب تھے۔ بعض کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ دوسرا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ ایسا ہی تیسرا۔

اور اسی مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۴ میں طیبی سے نقل کیا ہے:

قرنه اصحابه و الثانی ابناء هم

کہ آپ ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب تھے، دوسرا قرن ان کے بیٹے، تیسرا قرن ان کے پوتے۔

بعض کا قول ہے کہ قرن وہ لوگ ہیں جو کسی وقت میں ملے ہوں۔ مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب ہیں، دوسرا قرن تابعین کا تیسرا قرن تبع تابعین کا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریباً ایک سوبیس برس ہوتے ہیں اور اگر آنحضرت ﷺ کے سال وفات سے، جس سے ایک مہینہ پیشتر آپ نے وہ قول سو برس تک کسی کے زندہ نہ رہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ تصریح موجود ہے، حساب کیا جاوے تو ایک سو برس ہوتے ہیں۔ تابعین کا قرن اس سو برس کے بعد شمار کیا جائے تو تقریباً ستر برس تک ختم ہوتا ہے اور تبع تابعین کا قرن اس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریباً پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہر ایک زمانہ والوں کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعی دوسوبیس ہجری تک زندہ رہا ہے۔ اس کے بعد بدعت وفساد کا عام شیوع ہو گیا۔ معتزلہ نے زبان کو کھولا اور فلاسفہ نے سر اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قرن سے جس کے گزر جانے کی بقول حضرت ابن عمرؓ، آنحضرت ﷺ نے اس قول میں خبر دی تھی، صحابہ مراد ہیں۔ جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین میں رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس قول میں ان ہی کے فوت ہونے کی خبر دی تھی، نہ تمام دنیا کے لوگوں کی۔ آپ کے قرن سے ساری دنیا کے لوگوں کو مراد ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مشہور میں جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بھی تمام دنیا کے لوگ مراد لینا اور ان کا بہتر ہونا اور ان کے تعامل کا حجت ہونا لازم آئے گا جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی فن حدیث سے ناواقف ہو کر ناحق دخل در معقولات دیتا ہے اور احادیث صحیحہ کے غلط معنے کر کے ان کو باہم متعارض ٹھہراتا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ محمد حسین) اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے طور

سے یقینی الثبوت ہوتیں تو یہ خرابیاں کاہے کو پڑتیں (جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بارہا دیا گیا۔ ان میں تعارض کا عدم وقوع بھی ظاہر کیا گیا۔ مرزا صاحب قادیانی بار بار اسی بات کا اعادہ کرتے اور خروج از مبحث کا ارتکاب عمل میں لائے ہیں جس کی پانچویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں آپ کے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں (پورا چھوڑ، ادھورا جواب بھی نہیں دیا، اور نہیں بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کی رو سے صحیح ہیں یا سب کی سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جس کا کوئی حصہ بھی مرزا قادیانی کی تمام کلام میں پایا نہیں جاتا) کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ حدیثیں بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہیں، اس لئے وہ بجز شہادت و موافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اس کے حجت شرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں (احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن سے مشروط نہیں۔ وہ احادیث بلا مراجعت قرآن واجب العمل ہیں اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہیں۔ محمد حسین) اور قانون روایت کی رو سے ان کا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہوسکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے (یہ ہم پایہ ہونا کس نے کہا اور کس نے اس سے سوال کیا؟ یہ چھٹی دفعہ مرزا صاحب نے مبحث سے خروج کیا کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث و سوال نہ تھا۔ محمد حسین) سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔

۲۱۔ جولائی ۱۸۹۱ء۔ مرزا غلام احمد

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریر پنجم

(اس تحریر کے متعلق قادیانی روایت یہ ہے کہ یہ پرچہ ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مختصر سا پرچہ تھا جو محمد حسین ہی کے پاس رہ گیا ہوگا۔ تاہم انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ محمد حسین نے یہ پرچہ ان کے حوالے نہیں کیا۔ ایسا ہوتا تو جب مرزا قادیانی کے آخری پرچے کے بارے میں مولانا نے کہا کہ تم نے یہ پرچہ ہمیں نہ دے کر شرائط مباحثہ کی خلاف ورزی کی ہے، تو مرزا صاحب کہتے کہ تم تو یہ جرم پہلے ہی کر چکے ہو۔ ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب؟ دراصل اس پرچہ میں شیخ الاسلام مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے کچھ سوال مرزا صاحب پر وارد کئے ہیں۔ جن کا جواب وہ دے نہیں سکے۔ اس لئے اصل سوالات کو غائب کر کے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے رہے اور اپنے اتباع پر ظاہر کیا کہ میں نے ایک مدلل تحریر لکھی ہے۔ بہاء)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اس پرچہ میں لکھتے ہیں:

آپ (مرزا) نے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہیں دیا اور نہ فرمایا کہ احادیث کا قانون

روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہوں تو مقبول ورنہ مردود، یعنی پیمانہ صحت کیا ہے اور اصول روایت کی رو سے احادیث صحیحین صحیح ہیں یا نہیں؟ مگر آپ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو، بخاری و مسلم کی کیوں نہ ہو، صحیح و لائق قبول نہیں جانتے جب تک کہ اس کا مطابق قرآن ہونا ثابت نہ ہو۔ (ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض مرزائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب تم کو اس مفہوم کا علم و اعتراف ہے تو پھر کیوں کہتے چلے گئے ہو کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس کے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت مرزا قادیانی سے اسی مقام میں یہ سوال کیا گیا کہ: ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہاں کہہ دو۔ تو اس نے اس کے جواب میں ہاں نہیں کہا۔ لہذا سوال و استفسار کا حق رہا۔

جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم مرزا قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے، مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے تاکہ عوام کو اس کا منکر صحت صحیحین ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہو۔ سو اگرچہ اس نے یہ صریح اقرار نہیں کیا، مگر بار بار کا مفہوم و اشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا۔ اسی وجہ سے ہم نے تحریر نمبر ۸ میں اس کو یقیناً منکر صحت صحیحین ٹھہرا دیا اور اس پر جو حکم مناسب تھا، لگایا۔ محمد حسین) و بناء علیہ ان کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہیں لگاتے کہ وہ صحیح ہیں یا موضوع ہیں۔ اور نہ یہ تفصیل و تشقیق کر سکتے ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے، فلاں موضوع، بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال، جن کی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہیں۔ آپ کے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف ہاں کہہ دیں اور اسکے ساتھ یہ بھی فرما دیں کہ اس اعتقاد و بیان میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے اور آپ سے پہلے کون اس کا قائل ہے؟ اس کا مطلب کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں (ناظرین خیال رکھیں کہ ہم نے کس اعتقاد و بیان میں قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے اور قادیانی نے جواب میں کس مسئلہ میں اپنے لئے امام کا ہونا غیر ضروری ہونا بتایا ہے۔ محمد حسین)

نمبر ۲۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے برابر سمجھتے ہو۔ اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کن الفاظ سے آپ نے یہ مطلب سمجھا ہے۔

نمبر ۳۔ آپ نے یہ دعوی کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بعض احادیث اجتہادی فرمائی ہیں، کیا اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الہی نہیں ہے، یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو فرمائیے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم اجتہادی سے ہیں یا نہیں۔

نمبر ۴۔ آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ابن صیاد، دجال معہود ہے، اس پر کتب حدیث میں کہاں

شہادت پائی جاتی ہے جس سے اجماع ثابت ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔

نمبر ۵۔ آپ نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں۔ کتب حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے۔

نمبر ۶۔ آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اسکی تصحیح نقل کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اس امر کی نسبت میں نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے۔

ان سوالات کا آپ جواب دیں گے تو آپ کے طولانی جواب پر مفصل بحث ہوگی۔ بلا حصول جواب سوالات مذکورہ اس پر تفصیلی بحث نہیں ہوسکتی۔ ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر پنجم

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ آئمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہوں نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے کہ وہ راویوں کے حالات پر نظر ڈال کر باعتبار ان کے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت فہم اور باعتبار ان کی قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جن کا ذکر اس جگہ موجب تطویل ہے۔ کسی حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہیں۔ مگر ان کا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ ثبوت کامل تک پہنچ گئی ہے جس میں امکان غلطی کا نہیں، بلکہ ان کا مطلب صحیح کہنے سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال ان کے ان آفات اور عیوب سے مبرا ہے جو غیر صحیح حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو (جس قدر ثبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل ومکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔ رہی مرزا صاحب کی قید عدم امکان غلطی ہو، یہ محض دھوکہ ہے۔ عمل کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے اور حدیث صحیح باوجود امکان غلطی، واجب العمل ہے۔ اور صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہ ہوں تو ان کی صحت پر قسم کھانے سے کفارہ لازم آوے، حالانکہ یہ کفارہ لازم نہیں ہے۔ ان کتابوں کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے کیونکہ امت اپنے اتفاق میں معصوم

ہے،اس کا بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔محمد حسین)۔غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے،اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں،تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ وحج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں،تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس۔بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے (نماز،روزہ،حج،زکوۃ وغیرہ اعمال کے اتفاقیہ ارکان گو تعامل سے ثابت ومعلوم ہیں مگر ان کے اختلافی اجزاء ومسائل تعامل سے ثابت نہیں۔ان کا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔حدیث نہ ہوتو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ان پر تعامل پایا جاتا تو ان میں اختلاف واقع نہ ہوتا۔مرزا قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور ان کو یقینی ٹھہراتا ہے،تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال میں پائے جاتے ہیں۔اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ اور اس کے حواشی میں ہوگی۔محمد حسین)۔اگر فرض کرلیں کہ یہ فن حدیث دنیا میں پیدا نہ ہوتا،پھر بھی یہ سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے،یا نماز نہیں پڑھتے تھے،یا زکوۃ نہیں دیتے تھے (مرزا قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ احادیث وہی نہیں کہلاتیں جو کسی کتاب میں جمع ہوں اور لکھی بھی جا چکی ہوں۔صدر اول میں تو احادیث زبانی روایت کی جاتی تھیں اور سینوں میں محفوظ تھیں۔اور ان ہی حدیثوں کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز،روزہ وحج،زکوۃ وغیرہ اعمال وارکان اسلام بجالاتے اور کسی وقت میں وہ احادیث سے مستغنی نہیں ہوئے۔حدیث نہ ہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہ ہوتا۔تعامل کیسا اور کس کا؟ محمد حسین) ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو یک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں،تو بے شک یہ درجہ یقین وثبوت تام جو اب ان میں پایا جاتا ہے،ہرگز نہ ہوتا (ان اعمال کے جملہ ارکان ومسائل کا یقین ثبوت آپ کو ہوگا۔مسلمان تو عموماً ان کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ تجویز کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے،یعنی ثبوت بظن غالب۔یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں ایک فریق دوسرے کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتا۔محمد حسین) سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہیں۔اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔وہ تو طبعی طور پر ہر یک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی

نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں (خواہ مخواہ کیوں موضوع کہیں گے، آپ کوئی وجہ نکال کر موضوع قرار دیں گے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتھ لگ گئی ہے، جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار دے کر موضوع قرار دے دیا۔ جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو آپ نے مخالف قرآن وتوحید قرآن قرار دے کر موضوع قرار دیدیا ہے۔ محمد حسین) بلکہ میں ہر یک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہو تو میں بسر وچشم اس کو قبول کرونگا۔ بلکہ اگر مخالفت بھی ہو تو کوشش کرونگا کہ وہ مخالفت اٹھ جائے۔ لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آ گیا ہوگا، یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اس کے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہوں گے۔ مگر اب تک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھ کو ملی ہو جس کی میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کر سکا، بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالی نے اس تعارض کے دور کرنے کے لئے بھی میری مدد فرمائی ہے (جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن مرزا قادیانی کرتے اور اس کو خدا کی مدد سمجھتے ہیں وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے۔ وہ اگر ان احادیث کی نسبت، جن کو بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے، صاف یہ کہدیں کہ یہ احادیث موضوع ہیں، تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ ہو۔ مسلمان ان کو اس دعوی میں مبتدع سمجھیں اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا علماء اسلام سے دریافت کرلیں۔ مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان مرزا صاحب کی کلام میں ان احادیث کی قرآن سے تطبیق دیکھتے ہیں اور ایسے ایسے معانی سنتے ہیں جو زمانہ حضرت رسالت سے اس وقت تک کسی مسلمان کے خیال میں نہیں آئے تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہیں اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو، جو ابتداء سے آج تک مسلمانوں میں متوارت چلے آئے ہیں، حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر ان سے انکاری ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد وباطنی ہو جائیں گے۔ اور صوم وصلوۃ کے ظاہری معانی سے بھی انکار کریں گے۔ اس کی تمثیلات فتوی تکفیر مرزا اور ریویو میں بکثرت بیان ہوئی ہیں۔ اس مقام میں ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین میں آیا ہے کہ مسیح آئیں گے تو وہ خنازیر کو قتل کریں گے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خنزیر پالنے اور اس کو کام میں لانے کو موقوف کردیں گے۔ موجودہ خنزیروں کو قتل کا حکم دیں گے اور آئندہ خنزیر رکھنے سے لوگوں کو روک دیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست وسیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہیں ہے، اور ان کا اپنا حکم تو خاص قادیان کے ایک محلّہ میں بھی نہیں چلتا۔ حکم کیسا، انہیں تو اپنی جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ قادیان میں سر چھپا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ میں رہے۔ پھر مسیح موعود بنیں تو کیونکر بنیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے پہلے اس حدیث کے معنے کو بگاڑا اور اس لائق کر دیا کہ ان کے بے علم اتباع کی نظر میں ان کا مخالف قرآن ہونا دکھائی

دے، اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ حضرت مسیح جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ اور چوہڑے اور سانسی، جو پنجاب میں ایک قوم ہے جو چوہڑوں کی طرح مردار کھاتے ہیں، گھنڈ یلے اور شکاری کتے آپ کے ساتھ ہوں گے پھر ان معنے کے مخالف قرآن ہونے کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ معنے نبی کی شان کے برخلاف ہیں، جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کی رو سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پھر اس حدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ اس حدیث میں خنزیر سے مراد خنزیر صفت انسان مراد ہیں اور قتل سے انکا مغلوب کرنا۔ اور اس معنی سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہوسکتی ہے۔ دیکھو توضیح مرام ص۱۳ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ وغیرہ۔ اس تاویل وتطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہیں وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہہ اڑا رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے حق میں جو زمانہ رسالت سے اس وقت تک اسکے ظاہری معنی مراد سمجھتے چلے آئے ہیں، یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیروں کا شکار کھیلنے اور چوہڑوں اور چماروں اور کھنڈیلوں اور کتوں کو ساتھ لے کر جنگلوں میں دوڑتے پھرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ و احمقانہ خیال سمجھنے لگے ہیں۔ جسکا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر میں بھی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لیں گے۔ اور اصل خنزیر کو حلال سمجھ کر نوش جان فرمائیں گے۔

اس اصول پر وہ نماز و روزہ وحج و زکوۃ کی نصوص کی وہ تاویلیں کریں گے جو فتوی تکفیر مرزا میں باطنیہ سے منقول ہوئی ہیں۔ اس وقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اڑا رہے ہیں۔ چند روز بعد جب اصول تاویل قادیانی ان کے خیال میں استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا، تو وہ آیات قرآن کے ظاہری معانی پر ان کو دوسری آیات اور تعلیم قرآنی وتقدس رحمانی کے برخلاف سمجھ کر قہقہے اڑائیں گے اور ان ظواہر سے انکار کرینگے۔ اس انکار ظواہر آیات کی پٹری بھی ان کے پیغمبر قادیانی نے جما دی ہے۔ اور آیات لیلۃ القدر و سجود آدم و معجزات مسیح از قسم احیاء موتے وخلق طیور وغیرہ کے ظاہری معانی کو خلاف تعلیم قرآنی وتقدس رحمانی و برخلاف حقائق نفس الامر یہ قرار دے کر ان کی تاویل کر دی ہے اور یہ انکار ان کا حدیث نبوی کے ظاہری معانی میں محدود ومحصور نہیں رہا۔ ظواہر حدیث کو تو انہوں نے ظنی ہونے کے بہانہ سے نشانہ بنایا ہے، ظواہر قرآن کو اس حیلہ سے اڑانا شروع کر دیا ہے کہ وہ ظواہر دوسری آیات کے مخالف ہیں، اور تعلیم قرآنی وتقدیس رحمانی کے منافی ہیں، جس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تطبیق وتاویل آپ کے اتباع میں مسلم ہوگئی تو مرزا اور مرزائی جملہ نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ کے ظواہر وحقائق سے منکر اور پکے اور پورے باطنی وملحد ہو جائیں گے۔ محمد حسین) **ہاں میں دعوی نہیں کرسکتا کہ میں ہر ایک تعارض کو دور کرسکتا ہوں کیونکہ جو حقیقی اور واقعی تعارض ہوگا اس کو میں کیوں کر دور کرسکتا ہوں یا کوئی اور شخص کیونکر دور کرسکتا ہے** (یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک صحیحین کی بعض احادیث میں حقیقی اور واقعی تعارض بھی موجود ہے جس کو نہ آپ دور کرسکتے ہیں، نہ ان کے زعم میں کوئی اور شخص۔ اور تعارض آپ کے نزدیک وضع وتحریف کی علامت ہے۔ چنانچہ اپنی تحریر نمبر ۴ وغیرہ میں آپ بیان کر چکے ہیں۔ ان دونوں مقدمات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیحین میں مرزا صاحب کے نزدیک بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا تیرہواں حملہ ہے۔ محمد حسین)۔

اور آپ نے جو مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ جو تعارض ابن صیاد والی حدیث اور گرجا والے دجال والی حدیث میں پایا جاتا ہے، اس تعارض کے ماننے میں کون تمہارے ساتھ ہے؟ (میں نے یہ سوال نہیں کیا، اور جو اس سوال کے جواب میں آپ نے کہا، وہ بھی بے محل ہے۔ اور جس عبارت ریویو سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ آپ کے مدعا سے اجنبی ہے۔ اس عبارت میں آیہ وحدیث کے ہوتے تقلید کو غیر ضروری بتایا گیا ہے اور آپ کا دعویٰ تعارضی احادیث ابن صیاد اور دجال محض باطل خیال ہے، احادیث نبویہ سے اس پر شہادت نہیں پائی جاتی۔ محمد حسین)

اس سوال سے میں متعجب ہوں کہ جس حالت میں مدلل اور موجہ طور پر میں تعارض کو ثابت کر چکا ہوں تو پھر میرے لئے ضرورت کیا ہے کہ میں کسی کی سلف میں سے تقلید ضروری سمجھوں۔ اور آپ بھی تو ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۳۱۰ میں اس بات کو قبول کر چکے ہیں کہ بلا تقلید غیری استدلال منع نہیں۔ چنانچہ آپ اس صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین جو باوجود ترک تقلید کے خوگر ہیں بلاواسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے تمسک نہیں کرتے اور جو بلاواسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرے اس کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ میرے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے مرتبہ صحت سے برابر سمجھتا ہوں، یہ مجھے آپ کی فحوائے کلام سے خیال گذرا تھا۔ اگر آپ کا یہ منشاء نہیں ہے اور آپ میری طرح احادیث کا مرتبہ صحت، قرآن کریم کے مرتبہ صحت سے متنزل سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کو امام قرار دیتے ہیں اور محک صحت احادیث ٹھہراتے ہیں، تو پھر میری غلطی ہے کہ میں نے ایسا خیال کیا (حدیث صحیح کا مرتبہ ثبوت میں قرآن کے مساوی نہ ہونا تو میں نے ظاہر کیا تھا مگر قرآن کا محک صحت احادیث صحیحہ ہونا مرزا صاحب نے اپنی طرف سے ملا کر مجھے ان دونوں باتوں کا قائل قرار دیا اور اس میں اپنی دجالیت کا ایک ثبوت پیش کیا ہے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ احادیث صحیحہ کا معیار صحت، اصول روایت ہیں اور احادیث صحیحہ، ثبوت صحت کے بعد خود بخود موافق قرآن ہو جاتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کی صحت کو قرآن سے نہیں پہچانا جاتا۔ ممکن ہے کہ ایک حدیث کا مضمون قرآن کے مطابق ہو اور وہ حدیث صحیح نہ ہو۔ محمد حسین) لیکن اگر آپ درحقیقت قرآن کریم کا اعلیٰ مرتبہ مانتے ہیں اور اس کو واقعی طور پر محک صحت احادیث قرار دیتے ہیں اور اس کی مخالفت کی حالت میں کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تو پھر تو آپ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ پھر اس لمبی چوڑی تکرار سے فائدہ کیا ہے؟

اور یہ جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہاد سے کیا مطلب ہے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس جگہ اجتہاد سے مراد، اس عاجز کی، اجتہاد فی الوحی ہے، کیونکہ یہ تو ثابت ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت وحی مجمل میں اجتہادی طور پر دخل دیا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ تفسیر اور تشریح جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے صحیح اور سچی ہوتی تھی اور بعض اوقات غلطی بھی ہو جاتی تھی چنانچہ اس کی نظیریں بخاری اور مسلم میں بہت ہیں (اس قول میں مرزا قادیانی نے عجیب تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے، اس کی جملہ تلبیسات وتحریفات نصوص قرآن وحدیث کا اصل اصول یہی امر ہے جو اس قول میں اس نے اختیار کیا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے دعوی یہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی مجمل میں اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔ جو جملہ مجملات وحی متلو، قرآن مجید، اور وحی غیر متلو، حدیث شریف، کو شامل ہے اور اس دعوی سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ قرآن کی جو آیت مجمل ہے یا احادیث نبویہ سے جو حدیث مجمل ہے، وہ محل اجتہاد ہے اور اس میں غلطی ہوسکتی ہے۔ اسی نظر سے قادیانی نے اپنی تحریر نمبر۴ میں یہ دعوی کیا تھا کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں۔ اس وجہ سے ان میں باہم تعارض ہوگیا ہے، جس پر ہم نے اپنی تحریر نمبر ۵ میں معنے اجتہاد سے سوال کیا تھا۔ اسی کا جواب مرزا قادیانی نے اس قول میں دیا ہے جس کا مطلب اس کے مضمون تحریر نمبر۴، اور ازالہ اوہام کا مضمون صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۷ وغیرہ ملا کر یہ ہوا: بعض آیات واحادیث کی وحی آنحضرت ﷺ کو مجمل ہوتی۔ آنحضرت ﷺ اپنے اجتہاد سے اس کی تفسیر وتشریح فرماتے۔ اور اس میں غلطی بھی کیا کرتے۔ اسی وجہ سے ان میں تعارض واقع ہوگیا۔ اور احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد وحضرت مسیح اسی قسم سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس باب میں کچھ مجمل وحی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی تشریح وتفسیر اپنے اجتہاد سے کر کے وہ حدیثیں فرمادی ہیں۔ اور ان میں غلطی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض واقع ہوگیا ہے۔،

اس عام دعوی، وحی مجمل قرآن وحدیث کو آپ ﷺ کا اجتہاد سے تفسیر کرنا اور اس میں غلطی کا مرتکب ہونا، پر جو دو دلیلیں مرزا قادیانی نے پیش کی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے دو خواب ہیں، چنانچہ آئندہ ان کی تشریح ہوگی، اور نبی کا خواب گو ایک خاص قسم کی وحی ہے، جس کی تعبیر اجتہاد سے ہوسکتی ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے، مگر اس خاص قسم کی وحی کو محل اجتہاد وغلطی ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی وحی مجمل قرآن وحدیث کی تفسیر آنحضرت ﷺ اجتہاد سے فرماتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔

دعوی تو مرزا صاحب نے عام کیا کہ ہر ایک وحی مجمل قرآن وحدیث میں آنحضرت ﷺ اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کے مرتکب ہوتے، اور دلیل خاص ایک قسم، خواب، میں آنحضرت ﷺ کا اجتہاد وغلطی کرنا پیش کیا، اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔ مسلمان اور غیر مسلم سبھی عقلاء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب کو ایسے اتباع مل گئے ہیں جو عقل سے بھی اب کوئی تعلق نہیں رکھتے، جیسا کہ نقل کو پہلے ہی آپ کی بیعت کر کے سلام کہہ چکے ہیں۔ لہذا آپ بے دھڑک وبلا پابندی نقل وعقل جو چاہتے ہیں، کہہ دیتے ہیں اور وہ آمنا کل من ربنا کہہ کر اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب دو تین خوابوں کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کے اجتہاد و خطا کو ہتھکنڈا بنا کر انہیں کی دست آویز سے جس پیش گوئی قرآن وحدیث کو چاہتے ہیں، وحی مجمل قرار دیتے ہیں اور اس کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کا ایک غلط نتیجہ ٹھہرا کر اس کے ظاہر معانی کو بے کار و بے اعتبار ٹھہراتے اور اپنی تاویل کا محل بنا لیتے ہیں۔ اور نصوص قرآن وحدیث کو زیر و بالا کر دیتے۔ اور ان کے مرید اس کو حقائق و معارف سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اہل اسلام کو یہ بتاتے ہیں کہ اسلام میں مجملات قرآن حدیث کا کیا حکم مقرر و مسلم ہے۔

اسلام و مسلمانوں میں مجملات قرآن وحدیث کا یہ حکم مسلم و مقرر ہے کہ جس مخزن و مخرج سے مجمل کا صدور ہوتا ہے اسی مخزن و مخرج سے اس کا بیان صادر ہوتا ہے، یعنی وحی الٰہی و نص شارع سے جس کو اجتہاد اور اجتہادی غلطی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی کتاب اصول فقہ حسامی میں لکھا ہے:

و ضد المفسر المجمل و هو ما اند حمت فيه المعا نی فا شتبه المراد به اشتبا ها لا يد رك ا لا ببيا ن من المجمل كآ يت الر بوا و حكمه التو قف فيه علی اعتقا د حقيقة المراد به الی ان ياتيه البيا ن (حسامی۔ص٦)

مفسر کی ضد مجمل ہے، جس کی مراد میں کثرت معانی کے سبب ایسا اشتباہ واقع ہو جو بلا بیان شارع رفع نہ ہو جیسے آیت ربوا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا جائے جب تک کہ شارع سے بیان وارد نہ ہو۔

آیہ ربو کے مجمل ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رباء عربی زبان میں ہر ایک بڑھوتری کو کہا جاتا ہے اور کوئی بیع ایک جانب کی بڑھوتری سے خالی نہیں۔ لہذا یہ معنی لغوی ربو کے اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے۔ اور وجوہات سے بڑھوتری مراد لیں تو ان میں کثرت وجوہات کے سبب اشتباہ واقع ہے۔ اور کسی خاص وجہ کی بڑھوتری مراد نہیں لی جا سکتی۔ لہذا اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا گیا۔ یہاں تک کہ شارع ﷺ نے اس کی مراد کو خود بیان کر دیا اور صاف فرما دیا کہ چھ چیزوں گندم، جو، نمک، کھجور، سونا، چاندی، کا اپنی ہم جنس سے مبادلہ ہو تو اس میں ایک جانب کی بڑھوتری رباء ہے۔ تو وہ اشتباہ رفع ہوا۔ اس بیان نبوی کی نسبت کوئی مسلمان یہ تجویز نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان اجتہاد سے فرمایا ہے، جس میں خطا کا احتمال ہے۔ بلکہ بالاتفاق یہی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ بیان وحی الٰہی سے ہوا ہے۔ جس کو شریعت کہا جاتا ہے۔ اور اس بیان میں آپ ﷺ کو شارع تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں کتاب وسنت میں اور بہت ہیں۔ کتاب اللہ کی اور تمثیلات کا کوئی شائق ہو تو تفسیر اتقان مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۰۸ میں دیکھے۔ اور احادیث کی تمثیلات کتب احادیث میں۔

نبی کے خواب کے مجملات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی تعبیر وحی الٰہی پر موقوف نہیں، وہ اجتہاد سے بھی ہو سکتی ہے۔ نبی کا خواب گو ایک قسم کا وحی ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم اور بخاری کی حدیث میں آیا ہے:

رئو يا الانبياء و حی۔ رواه ابن ابی حا تم مر فوعاً و البخاری من قو ل عبيد بن عمر

مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی خوابوں کی اجتہاد سے تعبیر کی اور اس میں بعض جگہ غلطی بھی ظاہر ہوئی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی مجمل وحی منامی کا حکم عام مجملات قرآن وحدیث سے متغائر ہے۔ اس میں اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔ اور شرع اور وحی سے ورود بیان کی تعبیر خواب میں ضرورت نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی وحی منامی کے چھیالیسویں حصہ، مومنوں کے خواب، میں جس کو بخاری کی حدیث نبوی میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے روئیا المو من جز ء من ستة و ار بعین جزءٌ من النبوة (بخاری۔ص ۱۰۲۵) اجتہاد سے تعبیر کو جائز رکھا گیا ہے اور اگر اس قسم کی وحی کی تعبیر بھی بیان شارع پر موقوف رکھی جاتی تو اس کے جزء (چھیالیسواں حصہ) میں بھی اس بیان شارع کے کسی جزء کی ضرورت ہوتی۔اور چونکہ یہ ناممکن امر ہے کہ ہر ایک مومن کی سچی خواب کی تعبیر کا کوئی حصہ بیان شارع میں پایا جائے، لہذا اس کے کل یعنی منامی وحی نبوی میں بھی اس بیان کی ضرورت کو اٹھایا گیا اور اجتہاد سے اس کی تعبیر کو جائز رکھا گیا۔

الحاصل خاص خواب کا حکم اور ہے، عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور۔مرزا قادیانی، مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ عام وحی مجمل قرآن وحدیث کو خواب کے حکم میں ٹھہرا کر جس آیت، حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل قرار دے کر اجتہادی غلطی کا محل قرار دیتا اور اس میں جو تاویل چاہتا ہے، کرتا ہے۔

یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ملحدانہ اصول کا ابطال ہے۔اب اس باطل اصول کے بداثر سے ان احادیث کو بری کیا جاتا ہے جن کو اس اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر مرزا قادیانی نے خواب یا تعبیر ٹھہرا کر محل اجتہاد و غلطی اجتہادی و نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یعنی احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد خصوصاً حدیث تمیم داری جس کو خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر۴ میں نشانہ بنایا ہے۔

پس واضح ہو کہ جن احادیث میں دجال کی آمد کی خبر ہے ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں کسی قسم کا اجمال ہو یا احادیث ابن صیاد سے اس کا تعارض ہو، یا اس میں آنحضرت ﷺ کے خواب کی حکایت یا کسی خواب کی تعبیر ہو۔یا اس کا خلاف مشاہدہ میں آیا ہو جس سے ثابت ومفہوم ہو کہ وہ اجتہادی تعبیر تھی جو خلاف واقعہ نکلی بلکہ وہ احادیث اپنے منطوق ومفہوم والفاظ وسیاق سے صاف بتا رہی ہیں کہ ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے جو حالات بیان کئے ہیں وہ آپ ﷺ کے چشم دید واقعات ہیں، جو بمشاہدہ عینی بوحی الٰہی آپ پر منکشف ہوئے ہیں۔اور ان احادیث میں کسی قسم کا تعارض وتخالف نہیں ہے۔

احادیث متعلقہ ابن صیاد کا احادیث دجال سے متعارض نہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے اور احادیث دجال کا آپس میں متعارض نہ ہونا ریویو، ازالہ اوہام مرزا قادیانی میں ثابت کیا جائے گا۔اور حدیث تمیم داری ہماری تحریر نمبر ۸ میں منقول ہے اس مقام میں چند احادیث متعلقہ آمد دجال نقل کی جاتی ہیں جو ابطال عموم دعوی قادیانی کے لئے کافی ہیں۔ناظرین بتائیں کہ ان میں کسی قسم کا اجمال یا ان کا خواب یا تعبیر ہونا، یا ان کا اجتہادی ہونا، کس لفظ سے مفہوم ہوتا ہے؟

عن عبد الله بن عمر قا ل قا م رسو ل الله ﷺ فی الناس فا ثنی علی الله بما هو اهله ثم ذكر الد جا ل فقا ل انی لا نذ ر كموه و ما من نبی الا و قد انذره قو مه و لاكنی سا قول لكم فيه قو لاً لم يقله نبی لقو مه انه اعور و ان الله ليس باعور (بخاری۔ص ۱۰۵۵ ومعناہ فی مسلم۔ص ۴۰۰)۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روائت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔خدا کی تعریف کے بعد آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا نہ ہو، ولیکن میں اس کے حق میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے نہیں کہی، وہ یہ ہے کہ وہ دجال کانا ہوگا اور خدا تعالی کانا نہیں۔

عن انس بن مالك ما بعث نبی الا انذر امتہ الاعور الکذاب و ان ربکم لیس باعور و ان بین عینیہ مکتوب کافر ۔(بخاری ص ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰ و فیہ یقرء کل مومن کاتب و غیر کاتب) ۔

حضرت انسؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی نبی نہیں ہے جس نے اس کانے کذاب سے نہ ڈرایا ہو، اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔اس کانے کذاب کی دو آنکھوں کے مابین ك ف ر لکھا ہوگا جس کو ہر ایک مومن پڑھا ہوا ہو، یا ان پڑھ، پڑھ لے گا۔

عن حذیفہ عن النبی ﷺ قال فی الدجال ان معہ ماء و نارا فنارہ ماء بارد و مائہ نار ۔ (بخاری ص ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰) ۔و فیہ فاما ادرکن احد فلیأت النہر الذی یراہ نارا فلیغمر۔

حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ پانی بھی ہوگا، آگ بھی ہوگی۔سواس کی آگ (واقعہ میں) پانی ہوگا اور پانی (واقعہ میں) آگ۔پس اگر کوئی اس کو پائے تو جو آگ نظر آوے اس میں غوطہ لگائے۔

و عن ابی سعید الخدری قال حدثنا رسول اللہ ﷺ یوماً حدیثاً طویلاً عن الدجال فکان فیما حدثنا قال یاتی و ھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المدینہ فینتھی الی بعض السباخ التی تلی المدینۃ فیخرج الیہ یومئذ رجل ھو خیر الناس او من خیر الناس فیقول اشھدانك الدجال الذی حدثنا رسول اللہ حدیثہ فیقول الدجال اراَیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ اتشکون فی الامر فیقولون لا قال فیقتلہ ثم یحییہ فیقول حین یحییہ و اللہ ماکنت فیك قط اشدبصیرۃ منی الآن فیرید الدجال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ ۔(مسلم ص۴۰۴۔ بخاری۔ص۱۰۵۶)

حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو ایک دن دجال کے حق میں ایک لمبی حدیث سنائی اس میں یہ ذکر بھی تھا کہ دجال پر شہر مدینہ کے دروازوں میں داخل ہونا حرام کیا جائے گا، وہ مدینہ کے متصل بعض شور میں پہنچے گا تو اس کی طرف ایک شخص نکلے گا جو اس دن تمام لوگوں سے بہتر ہوگا (علما کہتے ہیں وہ خضر ہوں گے، لو یہ ایک اور مصیبت مرزا قادیانی پر نازل ہوئی وہ حیات حضرت مسیح کو ناممکن سمجھتا تھا، یہاں ایک اور بھی غیر معمولی زندہ پیر نکل آئے) وہ شخص دجال کو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی بات ہم مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہوئی ہے۔دجال اپنی ذریات کو کہے گا بتاؤ اگر میں اس شخص کو مار ڈالوں اور پھر زندہ کروں تو تم کو میرے معاملہ میں کچھ شک رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں۔پھر وہ اسکو قتل کرے گا پھر زندہ کریگا تو وہ شخص کہے گا کہ مجھے جیسا اس وقت (یعنی تیرے افعال دیکھ کر) تیرے دجال ہونے کا یقین حاصل ہوا ہے، ایسا یقین پہلے حاصل نہ تھا۔پھر وہ اس کو (دوبارہ) مارنا چاہے گا تو اس پر قدرت نہ پائے گا۔

عن انس بن مالك قال قال النبی یجئی الدجال حتی ینزل فی ناحیۃ المدینۃ ترجف المدینۃ ثلث رجفات فیخرج الیہ کل کافر و منافق (بخاری۔ص۱۰۵۵ نمبر۱۲۴۷۔مسلم۔۴۰۵)

حضرت انس کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دجال آئے گا تو مدینہ کی ایک جانب اترے گا۔اس وقت مدینہ میں تین دفعہ زلزلہ واقع ہوگا جس سے ہر ایک منافق و کافر جو مدینہ میں ہوگا، نکل کر دجال کے پاس چلا جاوے گا۔

ان احادیث کے الفاظ اور سیاق اور محل بیان (موقعہ خطبہ) صاف بتا رہے ہیں کہ ان احادیث میں جو حالات دجال، آنحضرت ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ آپکے چشم دید حالات ہیں۔ اوران احادیث کے الفاظ وسیاق وسباق میں کوئی تصریح یا اشارہ پایا نہیں جاتا کہ یہ خواب کی حکایت یا خواب کی تعبیر ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان میں فرمایا ہے وہ ظن واجتہاد سے کہا ہے۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ ان احادیث میں پایا جاتا ہے نہ کسی اور حدیث میں۔

اب ہم ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان احادیث کو اپنے اس باطل اصول کے شکنجہ میں کیوں کر پھنسایا اور کس تحریر میں ان کو خواب ٹھہرا کر اجتہادی و نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اور اس کا جواب کیا ہے جس سے ان کی احادیث کے خواب ہونے سے برات ہو۔

پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے ایک تو مسلم کی حدیث دمشقی روایت نواس بن سمعان سے دجال کے حق میں آنحضرت کا لفظ کانی اشبہ بعبد العزی جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں گویا دجال کو عبدالعزی سے تشبیہ دے رہا ہوں، لے لیا اور اس لفظ کو اس امر کا مشعر ٹھہرایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کو حقیقۃً نہیں دیکھا تھا بلکہ کشف یا خواب کی حالت میں دیکھا تھا، تب ہی لفظ گویا فرمایا۔

دوسری بخاری کی وہ حدیث لے لی ہے جو اس کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں مروی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دجال کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا،

اس حدیث کے بیان خواب اور حدیث نواس بن سمعان کے لفظ، گویا، کے مشعر کشف یا خواب ہونے سے اس نے یہ نکال لیا ہے کہ نواس بن سمعان کی تمام حدیث اور حضرت مسیح اور دجال کی جملہ احادیث خواب ومکاشفات ہیں جو تعبیر وتاویل کے محتاج ہیں، نہ حقائق واقعیہ۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۳ میں حدیث نواس بن سمعان کے لفظ مذکور سے استدلال کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو حضرت عیسی اور دجال کی نسبت امور معلوم ہوئے تھے وہ حقیقت میں سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے، جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل وتعبیر رکھتے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مسلم نے بیان کی ہے، جس کا اس وقت ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ تمام پیش گوئیاں مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا صالحہ کی طرح بالتزام قرائن محتاج تعبیر ہیں خود آنحضرت ﷺ کے بیانات مقدسہ شاہد ہیں۔ پھر اس کی تمثیل وتائید میں صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵ میں بخاری کی حدیث مذکور متضمن خواب طواف دجال نقل کر کے صفحہ ۲۰۷ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ: ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ یہ درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں، جن کی تعبیر وتاویل کرنی چاہیے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے، سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دجال اپنے ظہور کے وقت میں فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھرے گا۔ اس کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ جلی قلم سے کہا ہے کہ اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں، ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت مسیح دجال کے طواف کرنے کو ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اس کی تاویل کر دی جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے۔ پھر جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزو کی تعبیر کی گئی تو پھر کیا وجہ کہ

باوجود موجود ہونے قرائن قویہ کے دوسری جزو کی تعبیر نہ کی جائے۔اس کے بعد صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجال کے طواف کوایک کشفی امر سمجھ کراس کی ایک روحانی تعبیر کردی ایسا ہی جناب خاتم الانبیا ﷺ نے کئی مقامات میں ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، جب تک من جانب اللہ قوی اور یقینی معنے اس کے معلوم نہ ہوں، میں ظاہر پر حمل نہیں کرسکتا۔پھراس کی تمثیل میں ایک حدیث صحیح بخاری کی صفحہ ۵۵۱ سے یہ نقل کی ہے۔آنحضرت ﷺ کو خواب میں بی بی عائشہ دکھائی گئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے۔تسپر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا۔دوسری حدیث خواب میں مقام ہجرت دیکھنے کی ہے جس کا بیان آگے ہوگا۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تقریر پر تزویر ہے جس میں اس نے احادیث متعلقہ دجال اور حضرت مسیح کو اپنے اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر خواب قرار دیا ہے۔اب اس کا جواب ناظرین سنیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے اس کا حاصل مطلب و ماحصل وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دو تین خوابوں کو ہتھ کنڈا بنا کر ان کے ذریعے سے جس آیت یا حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل اور خواب یا مکاشفہ محتاج تشریح وتاویل بنا دیتا ہے۔اوراسکا جواب بھی گذر چکا ہے کہ یہ محض مغالطہ اور صاف دھوکہ ہے۔بعض احادیث میں جو آنحضرت ﷺ کی خاص خوابوں کا بیان ہے وہ جملہ احادیث نبویہ متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو وحی مجمل اور خواب نہیں بنا سکتا۔اور دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔اور خاص خواب کا حکم اور ہے اور عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور ہے۔مگر اس مقام میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مغالطات مسلمانوں پر ظاہر کرنے کی غرض سے اس جواب کی تشریح کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کا حدیث نواس بن سمعان کے لفظ کـــانی بمعنی گویا کو مشعر کشف یا خواب کہنا، پھر کشف اور خواب دونوں کو یکساں محتاج تعبیر وتاویل کہنا، پھر اس لفظ کی شہادت سے تمام حدیث نواس کو ایک کشف یا خواب قرار دینا مغالطہ در مغالطہ ہے۔

اس میں ایک مغالطہ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی رویت دجال کو خواب تجویز کرنا ہے جو محتاج تعبیر ومحل تاویل ہوتا ہے۔دوسرا مغالطہ اس خواب کے ساتھ لفظ، یا کشف، ملا دینا تاکہ ناظرین کو یہ متوہم ہو کہ وہ کشف بھی خواب میں ہی ہوگا۔یا یہ کشف بھی خواب کی طرح محتاج تعبیر وتاویل ہوا کرتا ہے۔چنانچہ آگے چل کر یہ بات اس نے بتصریح بھی کہدی ہے۔یہ دونوں مغالطے اس ایک تجویز سے دفع ہوسکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے بحالت بیداری دجال کی اصل صورت دکھائی ہو جیسے آپ ﷺ کی سیر بیت المقدس کو اہل مکہ کے نہ ماننے کے وقت بیت المقدس کی اصل صورت آپ کو دکھائی تھی۔آپ مکہ کے مقام حجر میں بیت المقدس کو بچشم خود دیکھ رہے تھے اور کفار قریش کو اس کے پتے بتاتے جاتے تھے۔

قـال رسـول الـلـه لـمـا كـذ بتني قريش قمت في الحجر فجلى الله لى البيت المقدس فطفقت اخبرهم عن آياته و انا انظر اليه ۔ متفق عليه (مشکوۃ۔ص۲۴۲)۔بخاری حدیث نمبر۳۸۸۶

یا جیسے حضرت عمر فاروق کو خطبہ کی حالت میں کئی منزلوں کے فاصلہ پر ایک امیر لشکر (ساریہ نامی) کی (جولڑائی میں بے موقع کھڑا ہونے کے سبب شکست پا چکا تھا) صورت وحالت خدا تعالی نے دکھادی تو آپ نے اسی حالت خطبہ میں چلا کر یہ بات کہی کہ اے

ساریہ پہاڑ کو پس پشت لے۔اور ادھر ساریہ کو خدا تعالی نے یہ آواز سنادی تو اس نے پہاڑ کو پس پشت لے کر جنگ کی اور فتح پائی۔

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشاً و امر علیه ر جلا یقال له سا ریة فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا سار یة الجبل فقدم رسو ل من الجیش فقا ل یا امیر المومنین لقینا عدو نا فهز مو نا فا ذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فا سند نا ظهور نا الی الجبل فهز مهم الله تعا لی ۔(مشکوۃ۔ص۵۳۸)۔

یہ روئت عینی اور کشف بحالت بیداری ہوا تھا جو کسی تاویل کا محل اور تعبیر کا محتاج نہیں سمجھا گیا اور زمانہ صحابہ سے اس وقت تک اہل اسلام کے نزدیک اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا۔پھر کیوں جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دجال کو دیکھنا بھی ایسا ہوا ہو۔اور جو آنحضرت ﷺ نے اس روایت کے بیان اور صورت دجال کی تشبیہ کے وقت بلفظ کا نی یعنی گویا ،تردد ظاہر فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ رویت اس تشبیہ و بیان کے وقت سے پہلے کسی وقت ہوئی ہو اور بوقت تشبیہ، دجال کی پوری صورت آپ کے یاد و خیال سے جاتی رہی ہو۔اس لئے کا نی ،گویا، کا لفظ فرمایا۔

اس میں تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ قادیانی نے اس رویت صورت دجال کا وقوع خواب یا کشف میں تجویز کر کے جملہ مضامین حدیث دمشقی روایت نواسؓ بن سمعان کو خواب یا کشف قرار دے دیا۔حالانکہ اس حدیث کے واقعات واحکام و ہدایات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ وہ خواب یا کشف نہیں بلکہ واقعات خارجیہ واحکام نفس الامر یہ ہیں۔

اس میں ایک ہدایت یہ ہے کہ جو شخص دجال کو پاوے وہ اس کے سامنے سورہ کہف پڑھے۔وہ دجال کے فتنے سے اس کی محافظ ہوگی۔ایک واقعہ آئندہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب دجال نکلے گا چالیس روز زمین پر ٹھہریگا جس میں ایک دن برس روز کا ہوگا۔

اس کو صحابہ نے ظاہری معنی پر محمول کر کے ایک واقعہ آئندہ خارجی سمجھا تو اس پر آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا کہ کیا برس روز کے دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔تو اس کے جواب میں یہ حکم ہوا کہ کافی نہ ہوں گی، بلکہ اوقات پنجگانہ کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنی ہوں گی۔یعنی نماز صباح سے چھ یا سات گھنٹہ کے بعد نماز ظہر پھر تین یا چار گھنٹہ کے بعد نماز عصر پھر دو یا تین گھنٹہ کے بعد نماز مغرب پھر ایک دو گھنٹہ کے بعد نماز عشا۔پھر آٹھ دس گھنٹہ کے بعد نماز فجر۔وعلی ہذا القیاس۔اسی قسم کے واقعات واحکام اس حدیث میں اور بیان ہوئے ہیں جن کو کوئی صاحب ہوش وحواس سلیمہ خواب نہیں کہہ سکتا۔وہ بیان خواب ہوتا تو اسکے سامعین اصحاب اس پر اس قسم کے سوالات نہ کرتے اور نہ آنحضرت اس کے متعلق یہ احکام ہدایات فرماتے۔

اور مرزا قادیانی کا حدیث طواف دجال سے استدلال بھی مغالطات کا مجموعہ ہے۔اس میں ایک مغالطہ تو قادیانی نے یہ دیا ہے کہ اس ایک واقعہ خواب سے جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو خواب بنا دیا اور یہ کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو جو امور حضرت عیسی اور دجال کی نسبت معلوم ہوئے ہیں وہ سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے۔اس کا جواب گذر چکا ہے کہ حدیث طواف دجال میں ایک واقعہ خواب بیان ہوا ہے،اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دجال اور مسیح کے باب میں فرمایا ہے،وہ سب کا سب اس واقعہ خواب کا بیان یا تعبیر ہے۔یہ بات نہ اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے نہ کسی اور حدیث میں پائی جاتی ہے۔اور نہ عقل اس کی مجوز ہے۔کیا جو شخص ایک دفعہ زید کو (مثلاً) خواب میں دیکھے اور پھر وہ زید کے حالات واقعیہ وسوانح عمری (کہ وہ عمرو کا بیٹا ہے اور خالد کا باپ

اور وہ تجارت پیشہ ہے، دہلی میں دس برس رہا۔کلکتہ میں ۵۰ برس اور سال آئندہ وہ بمبئی جانے والا ہے وغیرہ) بیان کرے تو ان واقعات و حالات کو سن کر کوئی عاقل، سلیم الحواس یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی خواب کی تعبیر کا بیان ہے۔ ہرگز نہیں۔

اور اس میں دوسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ مکاشفات رویاء صالحہ کی مانند محتاج تعبیر ہیں۔اس کا جواب گذر چکا ہے کہ مکاشفات بحالت بیداری محتاج تعبیر نہیں ہوتے۔اور وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوتے ہیں جیسے مکاشفہ بیت المقدس ومکاشفہ جنگ ساریہ وغیرہ

تیسرا مغالطہ حدیث طواف دجال کو نقل کر کے قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔اس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے پیش تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی ہے جو کسی کے نزدیک ظاہر معنی پر محمول نہیں، مگر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح خواب ہیں اور ظاہری معنی پر محمول نہیں۔اس کا جواب بھی سابق میں ادا ہو چکا ہے کہ بے شک حدیث طواف دجال ایک خواب ہے، جو ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح (جن میں واقعات خارجیہ ومشاہدات عینیہ واحکام عملیہ کا بیان ہے اور ان کو کوئی مسلمان خواب یا تعبیر خواب نہیں کہہ سکتا) خواب یا تعبیر خواب ہوں اور ظاہری معانی پر محمول ہوں۔

چوتھا مغالطہ حدیث طواف دجال کی تعبیر کرنے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا قلم جلی سے یہ لکھنا ہے کہ:

کہاں ہیں وہ علماء جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں۔

اس میں آپ نے وہی (تیسرا) دھوکہ دیا ہے کہ پیش تو ایک حدیث خواب طواف دجال کی اور اس سے ان سب حدیثوں کا جو دجال اور حضرت مسیح کے باب میں وارد ہیں، ظاہر پر محمول نہ ہونا اور ان کی تاویل کا کفر نہ ہونا، نکال کر علماء پر اعتراضی سوال قائم کر دیا۔اس کا جواب بھی وہی ہے کہ کوئی عالم ایسا نہیں کہ حدیث طواف دجال کو ظاہر پر حمل کرتا ہو اور اس کی تعبیر وتاویل کو کفر والحاد سمجھتا ہو۔مرزا غلام احمد قادیانی کو جو علماء وقت کافر وملحد کہتے ہیں تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی تاویل کے سبب نہیں کہتے، بلکہ اس لئے کافر وملحد کہتے ہیں کہ وہ دیگر نصوص قطعیہ قرآن واحادیث میں (جن میں احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح بھی شامل ہیں) تاویل وتحریف کرتے ہیں اور بلاوجہ قوی ومانع قطعی ان کے ظاہری معانی کو چھوڑ جاتے ہیں جو ملحدین باطنیہ کا شیوہ ہے۔

پانچواں مغالطہ مرزا قادیانی کا تاویل طواف دجال کو ذکر کر کے یہ کہنا ہے کہ جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزء کی تعبیر کی گئی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسری اجزاء کی تعبیر نہ کی جاوے۔اس میں مرزا قادیانی نے حدیث طواف دجال کو ایک جزء ٹھہرا دیا ہے اور دوسری احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو دوسرے اجزاء۔اور ان سب روایات کو ایک حدیث قرار دیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

اس کا جواب بھی جوابات سابقہ میں ادا ہوا اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ محض کذب قادیانی ہے۔حدیث طواف دجال خاص ایک وقت کا واقعہ ہے، جن کو دوسری احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح سے کوئی اتحاد نہیں ہے۔نہ وہ اس کے اجزا ہیں، نہ ایک دوسرے کا جز، نہ جانبین کسی تیسری حدیث کا جزء۔

اخیر تقریر میں جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے کئی مقامات میں فرمادیا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں ان کو ظاہر معانی پر حمل نہیں کر سکتا جب تک من جانب اللہ اس کے قطعی اور یقینی معنے معلوم نہ ہوں۔

یہ بھی مرزا صاحب قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو بھی دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جو تاویل وتحریف نصوص قرآن و حدیث کا ملحدانہ اصول اس نے بیان کیا ہے وہ خود آنحضرت کا فرمودہ ہے لہذا اس میں کسی مسلمان کو جائے کلام نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ملحدانہ اصول اور قول ہرگز نہیں فرمایا اور نہ مکاشفات عینیہ حالت بیداری کو اپنے ظاہری معنے پر حمل کرنے سے کہیں انکار یا توقف وتردد ظاہر فرمایا ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر محض افتراء کیا ہے۔ اس کذب صریح و بہتان قبیح کے ثبوت میں جو حدیثیں مرزا صاحب نے پیش کی ہیں ان میں یہ ملحدانہ قول واصول نہیں پایا جاتا۔ پہلی حدیث میں صرف یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عائشہ صدیقہ خواب میں دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا۔ تو دیکھو اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف ایک خواب کے ظاہری معنے مراد ہونے میں اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے، نہ اس کو تمام خوابوں کی نسبت عام اصول وقانون بنایا ہے اور نہ خواب کے سوا مکاشفات حالت بیداری کی نسبت اس میں کچھ ارشاد ہے۔ پھر قادیانی نے جو اس خاص خواب کی تعبیر میں آپ ﷺ کے متردد ہونے سے وہ عام ملحدانہ اصول نکال لیا اور اس کو آپ ﷺ کا قول قرار دیا ہے۔ یہ آپ ﷺ پر افتراء اور کذب محض نہیں تو کیا ہے؟

دوسری حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا خواب میں اپنے ہجرت کی جگہ کو دیکھنا اور پھر تعبیر میں وہم کرنا بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی نہ قادیانی کے اصول ملحدانہ کا نام ونشان ہے، نہ بجز خواب مکاشفات خارجیہ حالت بیداری کا حکم پایا جاتا ہے۔

بالجملہ مرزا صاحب نے جو کچھ اس تقریر پر تزویر میں کہا ہے وہ از سرتا پا کذب ومغالطہ ہے۔ اس سے احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کا خواب اور محتاج تعبیر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح، قادیانی کے ملحدانہ اصول کے اثر سے بری ہیں۔ وہ احادیث وحی مجمل اور اجتہادی اور خواب اور ظاہری معنے سے مصروف ومحتاج تعبیر ہرگز نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ اپنی معانی میں نصوص ہیں اور ظاہری معانی پر محمول ہیں۔ محمد حسین) اور حدیث **فذھب وھلی** بھی اس کی شاہد ہے (یہ حدیث بخاری میں ہے جس کا پورا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں درخت خرما ہیں۔ پس میرا وہم اس طرف گزرا کہ وہ زمین یمامہ ہے یا موضع ہجر ہے۔ ناگاہ وہ مدینہ نکلا۔ عن النبی ﷺ رئیت فی المنام انی اھا جر من مکه الی ار ض بھا نخل فذھب و ھلی انھا یما مة او ھجر فا ذا ھی مد ینه ۔(بخاری۔ نمبر ۳۶۲۲)۔ اس حدیث کو ناظرین بنظر غور وانصاف ملاحظہ کریں اس میں خاص ایک واقعہ خواب کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کو وہم ہوجانا بیان ہوا ہے۔ اس سے عام وحی مجمل قرآن وحدیث کا محل اجتہاد و غلطی ہونا ثابت نہیں ہوتا، جس کا مرزا قادیانی نے تحریر نمبر ۵ میں دعوی کیا ہے، اور نہ اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ قول پایا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں اس کو ظاہر پر حمل نہیں کر سکتا جیسا کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۰ میں دعوی کیا ہے۔ قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا ہے۔ محمد

حسین)

اورآنحضرت ﷺ کا ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف بعزم طواف کعبہ سفر کرنا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے۔زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں (یہ اجتہاد یا اس میں غلطی آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ایک خواب کی تعبیر میں بعض صحابہ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے اصحاب کے پاس بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر میں یہ سمجھ لیا کہ اسی سال آپ مکہ فتح کریں گے اور اس میں داخل ہو کر طواف کریں گے اور جب آنحضرت ﷺ اس سال بعزم عمرہ وزیارت کعبہ و بحکم حکمت الہی، جس کا ظہور بیعت الرضوان سے ہوا، نہ بنا بر تعبیر خواب خود، مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے روکے گئے تو وہ صحابہ اپنی تعبیر کی غلط فہمی سے آپ پر معترض ہوئے کہ کیا آپ ہم کو نہ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے۔اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا۔اس پر آپ نے ارشاد کیا کہ پھر تم ضرور، ایک نہ ایک دن، اس میں داخل ہو گے۔اور اس کا طواف کرو گے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہی جواب دیا اور ان لوگوں کو مطمئن کیا جب ان کے سامنے یہ اعتراض پیش ہوا

و قد کان اصحاب رسول الله خرجوا و هم لا یشکون فی الفتح لرئیا راها رسول الله(معالم التنزیل)۔، قال عمر قلت له ﷺ او لیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف به و عند الواقدی انه ﷺ کان رای فی منامه قبل ان یعتمر انه دخل هو و اصحابه البیت فلما راوا تاخیر ذالك شق علیهم قال علیه السلام بلی فاخبرتك انا ناتیه العام هذا قال عمر قلت لا قال فانك آتیه و تطوف به قال عمر فاتیت ابا بکر فقلت او لیس کان یحدثنا انا سناتی البیت و نطوف به قال ابو بکر بلی افاخبرك علیه السلام انك تاتیه العام هذا قال عمر قلت لا۔ قال فانك آتیه و مطوف به (قسطلانی۔ ج ٤)

یہ صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی اور تفسیر معالم التنزیل کے بیان کا خلاصہ ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اس خواب کی تعبیر میں جو غلطی ہوئی ہے وہ آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی۔وہ بعض صحابہ کے فہم کی غلطی تھی آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبر نے ان کی غلطی ان پر ثابت کر دی اور اس غلطی سے آپ ﷺ کی بریئت ظاہر کی۔مرزا قادیانی نے جو اس غلطی کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کی غلطی قرار دیا ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔محمد حسین)

پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا صحابہ کا کہاں اجماع تھا؟ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اجماع مسلم کی حدیث سے جو ابی سعید الخدریؓ سے بیان کی ہے، ثابت

ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ابن صیاد کہتا ہے کہ لوگ کیوں مجھے دجال معہود کہتے ہیں؟ اب ظاہر ہے کہ اس وقت کہنے والے صرف صحابہ تھے اور کون لوگ تھے جو اس کو دجال کہتے تھے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحابہ کوئی ایسی بڑی جماعت نہیں تھے جن کے اجماع کا حال معلوم ہونا محالات میں سے ہوتا۔ بلکہ ان کا اجماع بباعث وحدت مجموعی ان کی کے بہت جلد معلوم ہو جاتا تھا (یہ محض کذب ہے یا صریح مغالطہ۔ اس حدیث میں نہ اجماع صحابہ کا بیان ہے اور نہ وہ اجماع اس کے کسی لفظ سے مستنبط و مفہوم ہو سکتا ہے۔ ابن صیاد کے ان الفاظ سے کہ لوگ مجھے دجال سمجھتے ہیں، یہ اجماع مستنبط نہیں ہو سکتا۔ ہاں بجائے لوگ، سبھی لوگ بولتا، تو ابن صیاد کے بڑے بھائی اور اس کو سچا جاننے والے مرزا قادیانی کو اجماع استنباط کرنے کا موقع ملتا اور جس حالت میں اس نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور بہت سے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال نہ کہنا کتب حدیث میں ثابت و موجود ہے۔ تو پھر قادیانی کا اس قول ابن صیاد کے تمسک سے دعوی اجماع کذب یا مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) پھر تین صحابیوں کا قسم کھانا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صاف اجماع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت منقول نہیں (اس قول میں مرزا قادیانی نے ایک صریح جھوٹ بولا ہے اور ایک مغالطہ دیا ہے۔ اس کا صریح جھوٹ تین صحابہ، حضرت عمرؓ، حضرت جابرؓ و حضرت ابن عمرؓ، جن کا نام وہ تحریر نمبر ۴ میں بتا چکا ہے، کو اس بات کا قائل بنانا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ حالانکہ ان حضرات ثلاثہ سے صرف ایک ابن عمر ہیں جنہوں نے ابن صیاد کو مسیح دجال کہا ہے۔ باقی حضرت عمرؓ و حضرت جابرؓ نے تو اس کو صرف دجال کہا ہے، جس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، نہ دجال معہود۔ اور اس کا مغالطہ صرف تین صحابہ کے، بزعم خود، اتفاق کو اجماع قرار دینا ہے حالانکہ صحابہ میں صرف تین یا دس بیس صحابہ کا اتفاق، شرعی اجماع نہیں کہلاتا۔ مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہوگا۔ محمد حسین)

پھر بعد اس کے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ ایک جماعت کا ایک بات کو باتفاق مان لینا، یہی اجماع کی حقیقت ہے جو صحابہ میں بآسانی محقق ہو سکتی تھی اگرچہ دوسروں میں نہیں (یہ بھی کذب یا مغالطہ ہے، ایک جماعت کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا، بلکہ اجماع اتفاق کل کا نام ہے۔ اور کل میں ایک شخص کا خلاف بھی مانع انعقاد اجماع ہے۔ اس کا ثبوت بھی ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)

اور یہ جو آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے پر ڈرتے تھے سو واضح ہو کہ وہ حدیث مشکوۃ میں بحوالہ شرح السنۃ موجود ہے اور اصل عبارت حدیث کی یہ ہے

فلم یزل رسول اللہ ﷺ مشفقاً انه هو الدجال

(اس سوال وجواب کے بیان میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا شیوہ کید ومغالطہ پورا ظاہر کیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ ناظرین اس کا بیان توجہ سے سنیں۔ نہ ہم نے اس سے دریافت کیا تھا کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اور نہ اس نے صرف ابن صیاد کے دجال ہونے سے آنحضرت ﷺ کے فعل ڈرنے کا دعوی کیا تھا۔ تا کہ اس کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا۔ اس نے تو تحریر نمبر۴ میں آنحضرت کے قول کا دعوی کیا اور یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ جس پر اپنی تحریر نمبر۵ میں، میں نے سوال کیا کہ آپ (مرزا) نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، کتب حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے۔ اس سوال کے جواب میں مرزا قادیانی نے اخیر مباحثہ تک نہیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول فلاں فلاں کتب حدیث میں ہے۔ بلکہ اول تو ہمارے سوال کو بدلا دیا۔ اور ہم کو بہلانا چاہا۔ اور بجائے سوال ثبوت قول نبوی، سوال ثبوت فعل نبوی (خوف کرنے کا) ہماری طرف سے قائم کیا۔ اور اس کے جواب میں حدیث شرح السنہ کو ثبوت فعل میں پیش کر دیا اور اس چالا کی سے یہ ثابت کر دیا کہ مخاطب کو دھوکہ دینے اور اس کا سوال اس کو بھلا دینے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ تحریری مباحثہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ایسی بات زبانی کہیں تو حاضرین مجلس سے کوئی تو اس کو سمجھ لے اور ایسی بات کو واپس لینے پر آپ کو مجبور کرے۔ طوالانی تحریروں میں ایسی باتیں پڑی جاتی ہیں تو غالباً ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اور آپ کا داؤ چل جاتا ہے۔ پھر جب کہ آپ کی اس بھول بھلیاں کو ہم نے سمجھ لیا اور آپ کے اس جواب کا اپنی تحریر نمبر۶ میں یہ جواب دیا کہ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں۔ بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کے فہم میں آتا ہے، کہ آپ ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟ تو مرزا صاحب نے تحریر نمبر۶ سے یہ کہنا شروع کیا کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، تب ہی اس نے آپ ﷺ سے یہ فعل نقل کیا کہ: آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، جسکا جواب تحریر نمبر۷ میں مفصل دیا گیا ہے۔

اس مقام کے بیان سے اور بیان ہائے تحریرات آئندہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ قول کہ: میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ سے کسی کتاب حدیث میں مروی ومنقول نہیں ہے۔ اور نہ قادیانی نے اس قول کا ثبوت کسی کتاب کی نقل سے پیش کیا ہے۔ اس قول کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں اس نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے ان احتمالات سے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ قول فرمایا ہوگا، یا صحابی نے آپ کے اشارہ سے یہ قول سمجھ لیا ہوگا، ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ جن کے مقابلہ میں ایسے احتمال بھی موجود ہیں جن سے ممکن وقرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد سے ایسے معاملات کئے جن سے آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد سے ڈرنا صحابی کے خیال میں آیا۔ جیسے آنحضرت ﷺ کا چھپ کر ابن صیاد کے حالات دیکھنا اور اس کا امتحان کرنا وغیرہ، جو ہماری تحریر نمبر۷ و۸ میں بیان ہوئے ہیں، تو اس صحابی نے کہدیا کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد سے ڈرتے تھے۔ لہذا اس کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ کہ: میں ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا۔ اور

صحابی نے اس کو آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا۔ محمد حسین)

اور آپ نے جو دریافت فرمایا تھا کہ بعض اکابر کا قول اشاعۃ السنہ میں کہاں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ بعض موضوع حدیثیں کشف کے ذریعہ سے صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور صحیح موضوع ٹھہر سکتی ہیں۔ سو وہ قول ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۰ میں موجود ہے، جس میں آپ نے بتائید اپنے خیالات کے شیخ ابن عربی صاحب کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو اس فن کے لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں ان کے نزدیک موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔ (اس سوال کے جواب میں بھی مرزا صاحب نے تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ نہ ہمارا سوال پورا نقل کیا ہے اور نہ اس کا جواب پورا دیا ہے۔ ہمارا سوال تحریر نمبر ۵ میں ہے اور آپ کا دعوی تحریر نمبر ۴ میں، جس پر وہ سوال کیا گیا تھا۔ ناظرین انصاف سے کہیں کہ ہمارا صرف یہی سوال تھا؟ اور اس کا یہی جواب ہے؟ محمد حسین)

اب اگرچہ میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ایمانی طور پر آنمکرم کا یعنی آپ کا یہی عقیدہ ہے لیکن میں آپ کے فحوائے بیان سے سمجھتا ہوں، بلکہ ہر یک تدبر کرنے والا سمجھ سکتا ہے، کہ امکانی طور پر ضرور آپ کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر یہ امر بکلی آپ کے عقیدہ سے باہر نہ تھا تو پھر اس کا ذکر لغو ٹھہرتا ہے جو آپ کی شان سے بعید ہے (اب آپ کو سوجھا کہ ہمارا جواب، پورا جواب نہیں تو آپ کو برطبق مثل مشہور چور کی داہڑی میں تنکا، یہ کھٹکا ہوا کہ اس سوال میں یہ امر بھی تو درج تھا کہ کشف سے احادیث کو صحیح وموضوع قرار دینے کی نسبت مولف رسالہ اشاعۃ السنہ نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے؟ جس کا ہم نے کوئی جواب نہیں دیا، تو آپ نے تنکا نکالنے کو یہ کہا ہے کہ اگرچہ اس امر کی نسبت آپ نے اپنا اعتقاد ظاہر نہیں کیا مگر آپ کے فحوائے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کا عقیدہ اس کے موافق ہوگا، ورنہ وہ قول آپ کے مئویدات میں مذکور نہ ہوتا۔ اس کا جواب ہم نے اپنی تحریر نمبر ۶ و ۷ میں مفصل دیدیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث کی تصحیح وتضعیف سے ہم نے اشاعۃ السنہ میں اتفاق نہیں، بلکہ اختلاف ظاہر کر دیا تھا۔ اور اس قول کی نقل سے ہمارا اور ہی مقصود تھا جس سے اس قول کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ ہماری نقل اس صورت میں لغو ٹھہرتی ہے کہ اس کی نقل سے کوئی اور مقصود نہ ہو اور جس حالت میں اس قول کے نقل سے اور مقصود اسی پرچہ اشاعۃ السنہ میں، جہاں یہ قول منقول ہے، بیان ہو چکا ہے تو پھر اس کی نقل بلا اعتقاد کو لغو ٹھہرانا خود لغو کہنا ہے۔ محمد حسین) انسان جس کسی کا قول یا مذہب اپنے ریویو میں بطور نقل کے ذکر کرتا ہے وہ اپنے مئویدات دعوی اور رائے کے مد میں لاتا ہے اور یا اس کے رد کی غرض سے، لیکن صاف ظاہر ہے کہ آپ اس قول کو اپنے مئویدات دعوی کے ضمن میں لائے ہیں چنانچہ

آپ نے بغیر اس کے ایسے دعوی کی تائید کیلئے ایک بخاری کی حدیث بھی لکھی ہے کہ محدث کا الہام دخل شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں تو آپ نے کھلے طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ آپ اسی قول کے حامی ہیں، گو ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر ضرور حامی ہیں (اس حدیث کی نقل وتسلیم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ کا موضوع ہونا، ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ ہمارے نزدیک جو محدث ہونے کا دعوی کرے اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ کو کشف کے ذریعہ سے موضوع کہے وہ محدث نہیں، شیطان ہے، ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو، محمد حسین) اور میرے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کیونکہ میرا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیثیں اگرچہ صحیح ہی ہوں، لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں (اس قدر کیوں؟ یہ مقدار کس نے مقرر کر دی۔ اور اس امر میں کہ احادیث صحیحہ کا مرتبہ ظن یا غالب ظن سے زیادہ نہیں، کس نے آپ سے نزاع کی تھی؟ اور یہ مسئلہ آپ سے کس نے پوچھا تھا جس پر آپ کو اس مقدار کے بیان وتقرری کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے اس بیان اور تقرری میں ناحق وبلا ضرورت خروج از بحث کیا جس کی ساتویں دفعہ ہے۔ محمد حسین) سوان حدیثوں کی حقیقی صحت کا پرکھنے والا قرآن مجید ہے (حقیقی صحت کے لفظ سے اگر مرزا صاحب کی مراد قطعی صحت ہے، تو اس کے پرکھنے کے لئے قرآن معیار نہیں ہوسکتا۔ جو حدیث ظنی ہے وہ موافقت قرآن کی حالت میں بھی ظنی رہے گی۔ موافقت مضمون قرآن اس کو قطعی نہ بنائے گی۔ اور اگر موافقت مضمون قرآن، موجب صحت یا قطعیت ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ ایک موضوع حدیث جس کا مضمون قرآن کے موافق ہو، صحیح اور قطعی ہو۔ جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اور اگر اس قطعی صحت کا مطلب کچھ اور در بطن قائل ہے تو اس کے اظہار پر اس میں گفتگو کی جائے گی۔ محمد حسین) اور قرآن مجید جس قدر اپنے محامد اور اپنے کمالات بیان کرتا ہے، ان پر نظر غور ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے تئیں اپنے ماسوا کی تصحیح کے لئے محک ٹھہرایا ہے، اور اپنی ہدایتوں کو کامل اور اعلی درجہ کی ہدائتیں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ وہ اپنی شان میں فرماتا ہے:

فیھا کتب قیمة ۔ فصلناه علی علم ۔یھدی به الله من اتبع ر ضوا نه سبل السلا م و یخر جھم من الظلما ت الی النور ۔ و یعلمکم ما لم تکو نوا تعلمو ن ۔

قل ان ھد ی الله ھو الھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل و لا یشقی ۔

لا یا تیه البا طل من بین ید یه و لا من خلفه ۔فمن یکفر با لطا غو ت و یئومن با لله فقد استمسك با لعر وة الو ثقی لا ا نفصام لھا ۔

ان ھذا القر آ ن یھدی للتی ھی اقوم ۔ ان فی ھذا لبلا غاً لقو م عا بد ین ۔ و انه لحق

مبین ۔حکمة با لغه ۔ تبیا ناً لکل شیء رو حا من امر نا ۔ نور علی نور ۔انز ل الکتا ب
با لحق و المیزا ن ۔ هدی للناس و بینا ت من الهدی و الفر قا ن ۔ انه لقر آ ن کر یم
فی کتا ب مکنو ن۔ فصلناه علی علم ۔انه لقول فصل لا ریب فیه ۔
و ما انز لنا علیك الکتا ب ا لا لتبین لهم الذین اختلفوا فیه هدی و ر حمة لقوم
مومنو ن۔ قل نز له روح القدس من ر بك لیثبت الذ ین آ منوا و هدی و بشری
للمسلمین ۔ هذا بیا ن للناس و مو عظة للمتقین .با لحق انز لناه و با لحق نز ل ۔
قل هو للذ ین آ منوا هدی و شفاء۔ ما کا ن حد یثاً یفتری ۔

اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے ان آیات میں کئی قسم کی خصوصیتیں اور صفتیں قرآن کریم کی بیان فرمائی ہیں ۔ازانجملہ ۔ا۔ یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے ۔۲۔وہ مفصل کتاب ہے ۔۳۔ وہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے کہ جو خدا تعالی کی رضا مندی کے اور دارالسلام کے طالب ہے ۔۴۔ وہ ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور نامعلوم باتیں سکھاتا ہے ۔۵۔ ہدایت اس کی ہدایت ہے ۔۶۔ باطل اس کی طرف کسی طور سے راہ نہیں پا سکتا ۔ ۷۔جس نے اس سے پنجہ مارا، عروۃ وثقی کو پنجہ مارا ۔۸۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلاتا ہے ۔۹۔ وہ حق الیقین ہے ظن اور شک کی جگہ نہیں ۔۱۰۔ وہ حکمت بالغہ ہے، اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے ۔۱۱۔ وہ حق ہے ۔ یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کے لئے محک بھی ہے ۔۱۲۔ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے ۔۱۳۔ وہ قرآن کریم ہے، کتاب مکنون ہے ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ صحیفہ فطرت میں اس کی تعلیمیں منقوش ہیں ۔ یعنی اس کی تعلیم فطرتی ہے جیسا کہ فرمایا فطرة الله التی فطر الناس علیها۔ ۱۴۔ وہ قول فصل ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں ۔۱۵۔ وہ اختلاف کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے ۔۱۶۔ وہ ایمانداروں کیلئے ہدایت وشفا ہے ۔

اب فرمائیں کہ یہ عظمتیں اور خوبیاں جو قرآن کریم کی نسبت بیان فرمائی گئیں ہیں احادیث کی نسبت ایسی تعریفوں کا کہاں ذکر ہے (ان صفات وخصوصیات میں ایک خصوصیت بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ قرآن، احادیث نبویہ کی صحت وقطعیت کے لئے معیار ومحک ہے ۔ ناظرین غور وانصاف سے ان خصوصیات وصفات کو ملاحظہ کریں اور دادانصاف

دے کر کہیں کہ ان آیات کے نقل و بیان سے قادیانی نے خروج از مبحث کیا ہے۔جس کی یہ آٹھویں دفعہ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۱ میں آپ نے قرآن کا سچ کی شناخت کے لئے محک ہونا بیان کیا ہے سووہ آیات میں سے کسی کا ترجمہ نہیں ہے۔ ہوتا، تو بھی احادیث صحیحہ نبویہ سے اس کا کچھ تعلق نہ ہوتا۔ حدیث صحیح نبوی بذات خود حق ہے۔ وہ صحت وثبوت کے بعد اپنے حق ہونے کے ثبوت میں کسی اور کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے ایک جگہ متعدد آیات کے الفاظ یکجا لکھ کر تاثر دیا ہے کہ وہ ایک آیت ہیں اور ان کا ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا ہے۔ جب کہ وہ ایک آیت نہیں ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کا تصرف ہے۔جس شخص کا الفاظ قرآن کے حفظ وضبط میں یہ حال ہو وہ قرآن کے حقائق و معارف خاک بیان کرے گا۔ لاہور کے مباحثہ میں جو مولوی عبدالحکیم کلانوری سے ہوا تھا، مرزا قادیانی نے آیات قرآن کو غلط پڑھا۔ ایک کتاب حدیث کی عبارت پڑھی تو غلط پڑھی۔ جس سے حاضرین کو یقین ہوا کہ آپ ایک رکوع قرآن شریف اور ایک حدیث صحیح نہیں پڑھ سکتے۔، اور قرآن پاک کی عظمتوں اور خوبیوں کا منکر کون مردود ہے۔ اور اس سے بحث ونزاع کس کو ہے۔ مرزا قادیانی نے ناحق بلاضرورت ان خوبیوں کو بیان کیا۔ اور تحصیل حاصل اور خروج از مبحث کا ارتکاب کیا۔ یہ نویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)

پس میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح پر نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آپ کی اس قسم کی نکتہ چینیاں کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ سے اوپر ہوا نہیں، لہذا آسمان پر کسی زندہ کا جانا ممکن نہیں۔ بناء علیہ آنحضرت ﷺ کا جسمانی معراج اور حضرت مسیح کا جسم سے آسمان پر عروج ممکن نہیں ہے۔ مسیح ؑ سمانوں پر ہیں تو وہاں کیا کھاتے ہوں گے، اور آپ کے بال بڑھ گئے ہوں گے اور اگر حضرت جبریل امین بذات خود زمین پر نازل ہوں تو سورج، جو ان کا ہیڈ کوارٹر ہے، فاسد اور معدوم ہو جائے، اور حضرت مسیح نے واقعہ میں کوئی جانور نہیں بنایا اور کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اور کوئی کوہڑی اور اندھا اچھا نہیں کیا۔ وہ صرف مسمریزم کا عمل کیا کرتے یا اپنے باپ یوسف نجار سے سیکھے ہوئے کام نجاری سے کلیں اور کھلونے بناتے، اور ان چیزوں کے ظاہری معنی مراد لینا عقل وایمان وتوحید قرآن کے مخالف ہیں، وغیرہ وغیرہ، نیچریوں کی طرح نکتہ چینی نہیں تو آپ بیان کریں کہ پھر کس صحابی یا تابعی یا امام ومجتہد قرون ثلاثہ سے اس قسم کی نکتہ چینی قال اللہ و قال الرسول پر مروی ہے

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے رجل قضی علی نفسہ اپنے نفس پر خود ہی فیصلہ کیا اور صحیح فتوی لگایا۔ اسی نظر سے کہ ایسے نکتہ چینی کرنیوالے ان کے اعتراف سے ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کو علماء اسلام ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ محمد حسین

) بلکہ میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالی کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے، اس سب پر ایمان لاتا ہوں

(محض کذب اور ابلہ فریبی ہے۔ مرزا صاحب گو ان الفاظ پر جو خدا ورسول نے فرمائے ہیں، ایمان رکھتے ہیں مگر ان معانی پر جو ان الفاظ سے خدا ورسول نے مراد رکھے ہیں، اور زمانہ رسالت سے اس وقت تک مسلمانوں میں وہ مراد خدا ورسول تسلیم کی گئی ہے، وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے۔ اور لفظی ایمان، جو آپ رکھتے ہیں، نیچری بھی رکھتے ہیں۔ وہ ملک جبریل وحی نزول وغیرہ الفاظ زبان پر لاتے اور ان کو مانتے

ہیں بایں ہمہ وہ ان کے اقرار لسانی کے بموجب ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، تو پھر مرزا صاحب کیوں خارج نہ ہوئے؟ محمد حسین)

صرف عاجزی اور انکساری سے کہتا ہوں (یہ عاجزی دلی اور مخلصانہ نہیں بلکہ لفظی اور منافقانہ ہے۔ مصداق بیت صائب

سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست

صائب درون پنبہ نگر مپسند دانہ را

اور ظاہری اور لفظی عاجزی بھی بعض تحریروں میں ہے۔ اپنی بعض تحریروں میں تو آپ نے درشتی اور سخت گوئی اس وسعت سے اختیار کی ہے کہ اس سے صحابہ تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور عامہ مسلمین قرون اولی سے لے اس وقت تک نہیں چھوٹے۔ آپ ان لوگوں کو اعتقاد حیات و معجزات مسیح کی سزا میں مشرک و احمق و بے حیا و بے ایمان لکھ چکے ہیں۔ کیا عاجزی و انکساری اسی کا نام ہے۔ یہ تو پر لے سرے کی رعونت و تکبری ہے۔ ہمارے اس بیان کے تصدیق مطلوب ہو تو نمبر ۴ جلد ہذا (اشاعۃ السنہ) کا صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ ملاحظہ کریں اور فیصلہ آسمانی اور اشتہار مطبوعہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں اس وقت کے علماء کے حق میں گالیاں دیکھیں۔ محمد حسین) **کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے** (محض کذب ہے اور صریح مغالطہ۔ ہر چند قرآن کریم رتبہ ثبوت میں حدیث سے مقدم ہے۔ مگر حدیث صحیح اپنے منصب و خدمت تشریح و تفسیر میں قرآن سے مقدم ہے۔ حدیث نہ ہو تو قرآن مجید کے بہت سے احکام سمجھ میں نہ آویں اور نہ وہ دستور العمل ہو سکیں۔ محمد حسین) **اور احادیث کی صحت، عدم صحت پر کھنے کے لئے وہ محک ہے** (غلط محض و مغالطہ ہے چنانچہ بارہا بیان ہوا ہے۔ مرزا صاحب بار بار ایک ہی بات کا اعادہ کرتے ہیں ہم کہاں تک اس کے جواب کا اعادہ کریں۔ محمد حسین) **اور مجھ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مامور کیا ہے** (اشاعت نہیں، آپ قرآن کا اخمال اور اماتت چاہتے ہیں۔ کیا قرآن کی یہی اشاعت ہے کہ اس کے معجزات کے حقائق مشہورہ متوارثہ کو مٹا دیں اور اس کے اخبار اور پیش گوئیوں کو نیست نابود کرنا چاہیں جو آپ کر رہے ہیں، مگر آپ خوب یاد رکھیں کہ خدا قرآن کا محافظ خود ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اور وہ اپنے نور کو آپ پورا کرنے والا ہے اگرچہ منکر ناخوش ہوں و الله متم نوره و لو کره الکافرون ۔ محمد حسین) **تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشاء قرآن کریم کا ہے، لوگوں پر ظاہر کروں اگر اس خدمت گذاری میں علمائے وقت کا میرے پر اعتراض ہو اور وہ مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں ان پر کچھ افسوس نہیں کرتا، بلکہ خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ انہیں وہ بصیرت عطا فرمادے جو مجھے عطا فرمائی ہے۔ نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں** (آپ نیچریوں کے شاگرد اور اس گھرانے کے فیض یاب ہیں: بابا کے یہاں سے کون لایا۔ جس نے پایا یہیں سے پایا، اور پھر مدعی عداوت؟ نمک خوردن اور نمک دان شکستن، اسی کا نام ہے۔ حضرت آپ نے جو عقائد باطلہ ظاہر کئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں، اور وہ سولی چڑھائے گئے ہیں، اور ان کے معجزات مسمریزم کا اثر تھا، وغیرہ، اس میں سربسر، سید احمد خان کی زلہ ربائی اور کاسہ لیسی کی ہے۔

چنانچہ حواشی تحریر نمبر ۸ میں تفصیل وتشریح سے ثابت کیا جائے گا۔ پھر آپ کا یہ دعوی کہ نیچری کا اول دشمن میں ہوں، اس خاندان کا کفران نعمت نہیں تو کیا ہے۔ اس خاندان کے متوسلین خصوصاً امرتسر و گجرات کے ساکنین کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ ایسے ناشکر و عاق شاگرد سرسید احمد کو آپ لوگ سرسید کا خلیفہ سمجھ کر اس سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، یہ سرسید احمد کی حق تلفی و ناشکری ہے، اور بڑے افسوس اور کمال شرم کی بات ہے۔ سرسید احمد، قادیانی کا یہ کلمہ سنیں اور پھر قادیانی کے حق میں آپ لوگوں کے حسن عقیدت پر مطلع ہوں تو یقیناً آپ لوگوں سے دل سے ناخوش ہوں۔ گو فرط مروت سے بظاہر کچھ نہ کہیں۔ آپ لوگ یہ تو سوچیں کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے، جو سرسید سے حل نہیں ہوا، اور اس کو قادیانی نے حل کر دیا ہے، جس کی وجہ سے آپ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ایسا کوئی عقدہ بیان نہ کرسکیں تو خیال فرماویں کہ پھر سرسید احمد خان کو چھوڑ کر اس کا اتباع آپ کے لئے کب زیبا ہے۔ محمد حسین) **اور ضرور تھا کہ علماء میری مخالفت کرتے، کیونکہ بعض احادیث کا یہ منشا پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علمائے وقت اس کی مخالفت کریں گے۔ اسی کی طرف مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے آثار القیامۃ میں اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس وقت کے اہل الرائے کہیں گے، یعنی خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الھدی ۔غلام احمد۔ ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء**

(یہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔ کسی حدیث میں یہ پایا نہیں جاتا کہ حضرت مسیح آئیں گے تو علماء وقت ان کی مخالفت کریں گے۔ اور نہ نواب صدیق حسن مرحوم ومغفور نے کتاب آثار قیامہ میں یہ بات کہی ہے۔ حضرت مجدد سرہندی نے بھی مکتوبات کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ نہیں کہا کہ علما وقت حضرت مسیح کو اہل الرائے سے کہیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے جیسا کہ آپ نے ان سے نقل کیا اور اس کو مسیح موعود کا خاصہ سمجھ کر اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ مجدد صاحب نے اس مقام میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات او را علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنت دانند۔

اس قول میں مجدد صاحب کی صاف تصریح ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے مجتہدات پر انکار کریں گے وہ ان کو کتاب وسنت دونوں کے مخالف قرار دیں گے، نہ قرآن کے موافق اور صرف حدیث کے مخالف۔ یہ مرزا کے کذب کا ثبوت ہے۔ اب ان کا مغالطہ سنئے کہ انہوں نے صرف الزام مخالفت حدیث کے مورد ہونے سے اپنا مسیح ہونا نکال لیا اور اس مغالطہ سے ناواقف مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کو اس روشن بات کے دیکھنے سے اندھا کرنا چاہا ہے کہ حدیث بلکہ قرآن کے ہزاروں مخالف ہر زمانہ میں گذر چکے ہیں، اور علماء وقت ان کو منکر وملحد وبے دین کہتے چلے آئے ہیں۔ پھر وہ کیا صرف اس الزام مخالفت کا مورد ہونے سے مسیح بن گئے؟، ہرگز نہیں۔

ہم ان ناواقف مسلمانوں کو اس مغالطہ سے بچانے کی غرض سے آگاہ کرتے ہیں کہ مسیح کا خاصہ صرف یہی نہیں جو مرزا نے ان کا خاصہ قرار دیا ہے، بلکہ ان کی خواص وعلامات وہ برکات ومعجزات ہیں جو قرآن اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔اورزمانہ نزول قرآن سے اس وقت تک اہل اسلام میں مسلم چلے آئے ہیں۔اور مرزا کی ذات میں ان خواص وعلامات کا نام ونشان نہیں۔بلکہ مسیحی صفات و خواص برکات کے اضداد ان میں موجود ہیں جن کی نظر سے انہیں ضد المسیح کہنا واجب ہے۔حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے، کوہڑی اچھے کئے۔مرزا صاحب خود ہمیشہ مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔جن کی نظر سے ان کے حواری آپ کی شان میں بلسان حال یہ کہہ رہے ہیں

جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے بے زار ہے
مژدہ باد اے مرگ، عیسی آپ ہی بیمار ہے

حضرت عیسی ایسے اخلاق مجسم تھے کہ خنزیر پاس سے نکلا تو اس کو سلام سے مخاطب کیا۔مرزا صاحب ایسے بدخلق وبدگو ہیں کہ مسلمانوں کو کتے اور خنزیر کا خطاب دیتے ہیں۔دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷ وغیرہ۔حضرت مسیح برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے، امرزا صاحب ناحق وناکردہ گناہ مسلمانوں کو گالیاں دیتے ہیں۔اشتہار ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء وفیصلہ آسمانی ملاحظہ ہو۔لہذا ممکن نہیں کہ ان اضداد صفات مسیح کے ساتھ، صرف اس خیالی الزام کے سبب وہ مسیح بن بیٹھیں۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحؒ کی تحریر ششم

آپ نے بایں ہمہ تطویل، میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہ دیا اور آپ کی (اس) کلام میں وہی اضطراب واختلاف پایا جاتا ہے جو پہلی کلام میں موجود ہے۔

۱۔آپ شرط صحت کو، جو آپ کے خیال میں ہے، پیش نظر رکھ کر صاف صاف الفاظ میں دو حرفی جواب دیں کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم بلاتفصیل صحیح وواجب العمل ہیں، یا بلاتفصیل غیر صحیح وناقابل عمل، یا ان میں تفصیل ہے۔یعنی بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح وموضوع۔اس کے ساتھ آپ یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے اپنی تصانیف میں کسی حدیث صحیح بخاری ومسلم کو غیر صحیح وموضوع کہا ہے یا نہیں؟

۲۔آپ نے جو میرے سوال کا کہ سلف میں آپ کا کون امام ہے، جواب دیا ہے، وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔میں نے ابن صیاد کی نسبت وہ سوال نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کے اس اعتقاد کی نسبت سوال کیا تھا کہ صحت احادیث کا معیار قرآن ہے اور جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ موضوع ہے۔اب بھی آپ فرما دیں کہ صحت

احادیث کا معیار، توافق قرآن کو ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا امام کون ہے۔

۳۔اجماع کی تعریف میں جو آپ نے کہا ہے، یہ کس کتاب اصول وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔تین چار صحابہ کے اجماع کو علمائے اسلام سے کون شخص اجماع قرار دیتا ہے۔

۴۔شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرتﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی فہم میں آیا ہے۔اس قول صحابی کو آنحضرتﷺ کا قول قرار دینا آپﷺ پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟

۵۔اشاعۃ السنۃ میں جو میں نے محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اس کی نسبت کیا میں نے آخر ریویو میں بصفحہ ۳۴۵ ظاہر نہیں کیا کہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔اس صفحہ میں کیا یہ عبارت درج نہیں کہ:

یہی جتانا اس امر سوم کے بیان سے ہمارا مقصود تھا اس سے اس امر کا اظہار مقصود نہیں ہے کہ ہم خود بھی اس الہام کو حجت و دلیل جانتے ہیں اور غیر ملہم کو کسی ملہم غیر نبی کے الہام پر عمل کرنا واجب سمجھتے ہیں۔نہیں ہرگز نہیں۔ہم صرف کتاب اللہ وسنت کے پیرو ہیں اور اسی کو حجت و دستور العمل اور عام راہ جانتے ہیں، نہ خود الہامی ہیں نہ کسی اور کشفی الہامی غیر نبی کے، متقدمین سے ہو خواہ متاخرین سے، متبع اور مقلد ہیں۔

پھر مجھ کو اس قول ابن عربی کا امکانی قائل بنانا مجھ پر افتراء نہیں تو کیا ہے۔

آیات قرآن، جو آپ نے نقل کی ہیں ان، کو امر متنازعہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔میں اس امر کو اپنے تفصیلی جواب میں بیان کروں گا جب سوالات مذکورہ کا جواب پاؤنگا۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر ششم

آپ نے پھر میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے آپکے سوال کا جواب صاف نہیں دیا۔ میں حیران ہوں کہ میں کن الفاظ میں اپنے جواب کو بیان کروں، یا کس پیرایہ میں ان گذارشوں کو پیش کروں تا آپ اس کو واقعی طور پر جواب تصور فرمائیں (پیرایہ تو آپ کو معلوم ہے اور الفاظ بھی مخفی نہیں۔ الفاظ صرف ہست یا نیست ہیں۔ اور پیرایہ یہ کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ہیں یا نہیں۔ یا بعض صحیح ہیں بعض غیر صحیح۔ مگر ان الفاظ اور اس پیرایہ میں جواب دینا آپ کو مشکل ہے اس لئے آپ حیران اور یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح یا موضوع بناتے ہیں، تو آپ کے دام افتادہ آپکے دام سے نکلتے ہیں۔ اور اگر جملہ احادیث صحیحین کو صحیح مانتے ہیں تو آپ کے جملہ خیالات و مقالات مثلاً یہ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور آنے والے مسیح وہ نہیں، آپ ہیں وغیرہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کتب کی حدیثوں میں ان خیالات کا صریح خلاف موجود ہے۔ اس حیرت وتردد میں آپ کا اس سانپ کا سا حال وخیال ہے جو چھپکلی کو منہ میں لے کر یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو کھاتا ہوں تو کوہڑی بنتا ہوں، چھوڑتا ہوں تو کلنکی کہلاتا ہوں، جس کی پنجابی زبان کی اس مثل میں حکایت ہے: کھائے تاں کوہڑی، چھڈے تاں کلنکی۔ محمد حسین)

آپ کا سوال جو اس تحریر اور پہلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم، صحیح، واجب العمل ہیں یا غیر صحیح و نا قابل عمل۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے منہ سے یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ یہ سب کتابیں صحیح اور واجب العمل ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو غالباً آپ خوش ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ اب میرے سوال کا جواب پورا پورا آ گیا (آپ یہ اقرار نہ کریں، اور کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح و موضوع قرار دیں، تو اس میں بھی ہم خوش ہیں۔ آپ یہ بات صاف طور پر کہہ کر دیکھیں ہم اس پر کیسی مسرت ظاہر کرتے ہیں، اور اس سے کیا نتائج نکالتے ہیں۔ محمد حسین) لیکن میں سوچ میں ہوں کہ کس شرعی قاعدہ کے رو سے ان تمام حدیثوں کو بغیر تحقیق و تفتیش کے واجب العمل یا صحیح قرار دے سکتا ہوں۔ طریق تقوی یہ ہے کہ جب تک فراست کاملہ اور بصیرت صحیحہ حاصل نہ ہو، تب تک کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کی نسبت حکم نافذ نہیں کیا جائے اللہ جلشانہ فرماتا ہے

لا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع و البصر و الفواد کل اولئك کا ن عنه مسئو لًا

(اس صورت میں تقوی کا طریق یہ ہے کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور لا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کہا جائے، جونصف العلم کہلاتا ہے۔اور نہ یہ کہ اقبال کریں نہ صاف انکار اور ادھر ادھر کی باتوں میں جواب کو ٹلا دیں، جیسا کہ آپ کر رہے ہیں اور اگر اس قول سے یہ مقصود ہے کہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح کہنا بے بصیرتی ہے، تو یہ محدثین سلف وخلف پر جوان احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں، تعریض وطعن ہے۔محمد حسین)

سوا گر میں دلیری کر کے اس معاملہ میں دخل دوں اور یہ کہوں کہ میرے نزدیک جو کچھ محدثین خصوصاً امامین بخاری اور مسلم نے تنقید حدیث میں تحقیق کی ہے اور جس قدر احادیث وہ اپنی صحیحوں میں لائے ہیں وہ بلاشبہ بغیر حاجت کسی آزمائش کے صحیح ہیں۔تو میرا ایسا کہنا کن شرعی وجوہات ودلائل پر مبنی ہوگا؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ تمام آئمہ حدیثوں کے جمع کرنے میں ایک قسم کا اجتہاد کام میں لائے ہیں اور مجتہد کبھی مصیب اور کبھی مخطی بھی ہوتا ہے۔جب میں سوچتا ہوں کہ ہمارے بھائی مسلمان موحدین نے کس قانون قطعی اور یقینی کی رو سے ان تمام احادیث کو واجب العمل ٹھہرایا ہے؟ تو میرے اندر سے نور قلب یہی شہادت دیتا ہے کہ صرف یہی ایک وجہ ان کے واجب العمل ہونے کی پائی جاتی ہے کہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ علاوہ اس خاص تحقیق کے جو تنقید احادیث میں آئمہ حدیث نے کی ہے۔وہ حدیثیں قرآن کریم کی کسی آیہ محکمہ اور بینہ سے منافی اور متغائر نہیں ہیں اور نیز اکثر احادیث جو احکام شرعی کے متعلق ہیں تعامل کے سلسلہ سے قطعیت اور یقین تام کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ورنہ اگر ان دونوں وجوہ سے قطع نظر کی جائے تو پھر کوئی وجہ ان کے قطعی الثبوت ہونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ہاں یہ ایک وجہ پیش کی جائے گی کہ اسی پر اجماع ہو گیا ہے، لیکن آپ ہی ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ میں اجماع کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اجماع اتفاقی دلیل نہیں ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

> کہ اجماع میں اولاً یہ اختلاف ہے کہ یہ ممکن، یعنی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ بعضے اس کے امکان کو ہی نہیں مانتے۔پھر ماننے والوں کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا علم ہوسکتا ہے یا نہیں۔ایک جماعت امکان علم کی بھی منکر ہے۔امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں یہ اختلاف بیان کر کے فرمایا ہے کہ انصاف یہی ہے کہ بجز اجماع صحابہ، جبکہ مومنین اہل اجماع بہت تھوڑے تھے اور ان سب کی معرفت تفصیلی ممکن تھی، اور زمانہ کے اجماعوں کے حصول علم کی کوئی سبیل نہیں۔اسی کے مطابق کتاب حصول المامول میں ہے جو کتاب ارشاد الفحول شوکانی سے ملخص ہے۔اس میں کہا ہے:

جو یہ دعوی کرے کہ ناقل اجماع ان سب علماء دنیا کی، جو اجماع میں معتبر ہیں، معرفت پر قادر ہے، وہ دعوی میں حد سے نکل گیا اور جو کچھ اس نے کہا، اٹکل سے کہا۔ خدا امام احمد بن حنبل پر رحم فرمائے کہ انہوں نے صاف فرما دیا ہے کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔

(ریویو کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں اجماع کے متعلق اختلاف علماء اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے شرعی حجت اور معتبر سمجھا گیا ہے تو پھر الہام غیر نبی محل اختلاف ہونے کے سبب کیوں نامعتبر ہو۔

یہ غرض عبارت منقولہ قادیانی کے ماقبل و مابعد میں بتصریح بیان کی گئی ہے۔ اس عبارت کے ماقبل صفحہ ۳۳۰ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ کے کہا ہے ۔اس الہام کے متفق علیہ نہ ہونے سے اس کا بے اعتبار ہونا اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ اعتبار کا مدار اتفاق پر نہیں ہے۔ یہ ہو تو کوئی امر اختلاف، لائق اعتبار نہ ہو، حالانکہ مسائل دین اسلام کا حصہ اختلافی، حصہ اتفاقی سے بڑھ کر ہے۔ اور ہر ایک فریق اس حصہ اختلافی کو معتبر اور قابل عمل سمجھتا ہے۔ درآنجا، ادلہ اربعہ میں انحصار دلائل شرعیہ کے مسئلہ ہی کو دیکھو۔ کیا یہ چاروں دلیلیں اتفاقی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ان میں دو دلیلیں، کتاب وسنت تو اتفاقی ہیں۔ اور دو باقی اجماع و قیاس اختلافی ہیں۔ اس کے بعد وہ عبارت مرقوم ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۳۲ میں کہا ہے۔

پھر جب اختلاف کے سبب اکثر مسائل شرعیہ، خصوصاً ادلہ اربعہ میں حصر دلائل شرعیہ کا مسئلہ، بے اعتبار نہ ہوئے، تو اختلاف کے سبب الہام کیوں کر بے اعتبار ہو سکتا ہے۔

یہ عبارات ماقبل و مابعد عبارت منقولہ مرزا قادیانی صاف پکار رہی ہیں کہ مؤلف رسالہ اشاعۃ السنہ کے نزدیک اجماع کی نسبت وہ اختلافات جو عبارات منقولہ قادیانی میں بیان ہوئے ہیں، لائق لحاظ و اعتبار نہیں ہیں۔ اور اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے حجت شرعی اور معتبر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عبارت کی نقل و بیان میں وہی کام کیا ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو لے لیا اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا۔ یعنی اس عبارت کا ماقبل و مابعد اڑا دیا اور صرف درمیانی عبارت متضمنہ اختلافات متعلقہ اجماع کو نقل کر کے مولف رسالہ اشاعۃ السنہ کو اس کا قائل و مصدق بنا دیا۔ اور ناظرین کو یہ جتایا کہ مولف رسالہ اشاعۃ السنہ وجود اجماع اور اس کے حصول علم سے اور حجت ہونے سے منکر ہے۔ پھر احادیث صحیحین کی صحت پر دعوی اجماع کیوں کرتا ہے۔ محمد حسین)

اب میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بخاری و مسلم کی احادیث کی نسبت جو اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے یہ دعوی کیوں کر راستی کے رنگ سے رنگین سمجھ سکیں (چونکہ جو کچھ مرزا صاحب نے اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اس میں دجالیت سے کام لیا ہے۔ تو اب ان سوالات کا موقع نہیں رہا۔ ہمارے نزدیک اور ہر ایک محقق قائل اجماع کے نزدیک وہ دعوی درست ہے اور راستی کے رنگ سے رنگین۔ عبارات فقہا و محدثین اس اجماع کی مثبت و مصدق تحریر نمبر ۸ میں منقول ہوں گی۔ محمد حسین) حالانکہ آپ اس

بات کے قائل ہیں کہ صحابہ کے عہد کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا (یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔خاکسار ہرگز اس بات کا قائل نہیں ہے کہ عہد صحابہ کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا، بلکہ بہت صریح کہہ چکا ہے کہ اجماع باوصف محل اختلاف ہونے کے حجت ولائق اعتبار ہے۔محمد حسین)۔ بلکہ آپ امام احمدؒ صاحب کا قول پیش کرتے ہیں کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے (امام احمدؒ کے اس قول سے ہم نے اپنی رضا تسلیم ظاہر نہیں کی۔اور اس کی نقل کرنے سے جو غرض ہے وہ پہلے بیان ہوچکی ہے۔ امام احمد کا یہ قول لائق تسلیم ہے تو اس کا محمل ومتعلق اختلافی اور اڑتے پڑتے اجماع ہیں جن کی سند وثبوت کا پتہ نہیں، نہ وہ اجماع جن کی سند وثبوت پر اتفاق ہو، جیسا کہ احادیث صحیحین پر اجماع ہے۔محمد حسین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخاری ومسلم کی صحت پر بھی ہرگز اجماع نہیں ہوا۔ چنانچہ واقعی امر بھی ایسا ہی ہے کہ بہت سے فرقے مسلمانوں کے بخاری اور مسلم کی اکثر حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے (یہ محض کذب ہے۔اتفاقی احادیث صحیحین کو کوئی مسلمان، جس کے قول کا اجماع واختلاف میں لحاظ ہو، غیر صحیح نہیں جانتا۔اور بعض احادیث سے ان کا عمل نہ کرنا دیگر وجوہات اجتہادیہ پر مبنی ہے۔محمد حسین) پھر جب کہ ان حدیثوں کا یہ حال ہے تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرط کے وہ تمام حدیثیں واجب العمل اور قطعی الصحت ہیں۔ایسا خیال کرنے میں دلیل شرعی کون سی ہے۔کیا قرآن کریم میں (پھر مرزا صاحب نے قطعی صحت کی طرف رجوع کیا اور گیارہویں بار مبحث سے خروج کیا۔قرآن کریم یا آنحضرتﷺ کے وصایا میں خاص بخاری ومسلم کا نام لے کر حکم بیان ہوتا، تو ان کی احادیث سے انکار پر آپ کو اور دیگر مبتدعین کو جو بخاری مسلم کو نہیں مانتے قطعی کافر کہا جاتا۔

آپ کو اور دیگر منکرین بخاری ومسلم کو تو اس انکار کے سبب صرف فاسق ومبتدع کہا گیا ہے۔پھر آپ آیت یا وصیت نبوی کیوں پوچھتے ہیں۔

آیات قرآن اور وصایا نبویہ میں عموماً احادیث صحیحہ کے قبول کرنے کا حکم وارد ہے اور ان احادیث میں بخاری ومسلم داخل ہیں۔اس عموم کے ترک عمل وانکار قبول سے صرف فاسق ومبتدع ہونے کا فتوی لگایا جاسکتا ہے۔محمد حسین) ایسی کوئی آیت پائی جاتی ہے کہ تم بخاری اور مسلم کو قطعی الثبوت سمجھنا اور اس کی کسی حدیث کی نسبت اعتراض نہ کرنا، یا رسول اللہﷺ کی کوئی وصیت تحریری موجود ہے جس میں ان کتابوں کو بلالحاظ کسی شرط اور بغیر توسط محک کلام الٰہی کے واجب العمل ٹھہرایا گیا ہو۔ جب ہم اس امر میں غور کریں کہ کیوں ان کتابوں کو واجب العمل خیال کیا جاتا ہے، تو ہمیں یہ وجوب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے حنفیوں کے نزدیک اس بات کا وجوب ہے کہ امام اعظم صاحب کے، یعنی حنفی مذہب کے تمام مجتہدات واجب العمل ہیں (علماء محققین حنفی مذہب کا یہ قول نہیں اور نہ اس پر ان کا عمل ہے۔وہ لوگ سبھی مجتہدات حضرت امام

ابوحنیفہ پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے بعض مجتہدات چھوڑ کر نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہیں یا اقوال دیگر آئمہ مذہب حنفی پر۔آپ نے ناحق یہ الزام اہل حدیث کی طرف سے حنفیہ پر قائم کیا اور ان کو اہل حدیث سے لڑانا چاہا۔محمد حسین)
لیکن ایک ادنی شخص سوچ سکتا ہے کہ یہ وجوب شرعی نہیں بلکہ کچھ زمانہ سے ایسے خیالات کے اثر سے اپنی طرف سے یہ وجوب گھڑا گیا ہے جس حالت میں حنفی مذہب پر آپ لوگ یہی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ نصوص بینہ شرعیہ کو چھوڑ کر بے اصل اجتہادات کو محکم پکڑتے اور ناحق تقلید شخصی کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو کیا یہی اعتراض آپ پر نہیں ہوسکتا (اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ، صحیحین کی احادیث کو صحیح ماننے میں کسی نص بین، آیت یا حدیث کے مخالف نہیں ہیں۔ پھر ان پر یہ اعتراض تقلید مقابل نصوص بینہ، جو حنفیہ پر مرزا صاحب نے ناحق کیا ہے، کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔اس اعتراض کے دعوی میں مرزا نے دروغ گویم برروئے تو، پر عمل کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔محمد حسین) کہ آپ بھی کیوں بے وجہ تقلید پر زور مار رہے ہیں (یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اجماع امت کی پیروی ہے جو ایک دلیل شرعی ہے۔محمد حسین) حقیقی بصیرت اور معرفت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ ہمیشہ آپ لوگ بیان کرتے تھے کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دیا جاوے، اب کیوں آپ مقلدین کے رنگ پر تمام احادیث کو بلاشرط صحیح خیال کرتے ہیں اس پر آپ کے پاس شرعی ثبوت کیا ہے۔(احادیث صحیحین کی صحت باجماع امت ثابت ہے تو تمام احادیث صحیحین کو صحیح ماننا ہمارے اس بیان کے کہ جو حدیث صحیح ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، مخالف نہیں ہے۔ بلکہ عین مطابق و موافق ہے۔محمد حسین) کہاں سے امام محمد (بن) اسماعیل، اور مسلم کی معصومیت ثابت ہوگئی ہے (اس قول میں بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔مسلمانوں نے امام بخاری اور امام مسلم کو معصوم سمجھ کر ان کی احادیث کو صحیح نہیں مانا، بلکہ تمام امت محمد یہ کو، جن کا ان کی کتابوں کی صحت پر اجماع ہے، معصوم مان کر ان کے اجماع کی شہادت سے ان کتابوں کی احادیث کو صحیح مانا ہے۔اور امت محمد یہ اپنے اتفاق میں معصوم ہے۔محمد حسین) کیا آپ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ جسکو خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے فہم قرآن عطا کرے اور تفہیم الہی سے وہ مشرف ہو جائے اور اس پر ظاہر کر دیا جائے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت سے فلاں حدیث مخالف ہے (کوئی حدیث صحیح، قرآن کے مخالف نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو جو یہ تفہیم ہوتی ہے کہ بعض احادیث قرآن کے مخالف ہیں، تو یہ تفہیم شیطان کی طرف سے ہے۔نہ خدا کی طرف سے۔محمد حسین) اور یہ علم اس کا کمال یقین تک پہونچ جائے تو اس کے لئے یہی لازم ہوگا کہ حتی الوسع اول ادب کی راہ سے اس حدیث کی تاویل کر کے قرآن شریف سے مطابق کرے۔اور اگر مطابقت محالات میں سے ہو اور کسی صورت ہو نہ سکے تو بدرجہ لاچاری اس حدیث کو

غیر صحیح ہونے کا قائل ہو (بخاری و مسلم کو غیر معصوم قرار دے کر ان کی احادیث کا مخالف قرآن ہونا تجویز کر کے ان احادیث کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے جو بخاری و مسلم پر مرزا کا تیرہواں حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم بحالت مخالفت قرآن شریف، حدیث کی تاویل کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ سراسر الحاد اور کفر ہوگا (یہ کفر والحاد مرزا صاحب ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، جو صحیحین کو اصح الکتب مان کر پھر اس کی بعض احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کے چھوڑنے پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والے مسلمان کے نزدیک تو ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو قرآن کے مخالف ہو۔ محمد حسین) کہ ہم ایسی حدیثوں کی خاطر سے کہ جو انسان کے ہاتھوں سے ہم کو ملی ہیں اور انسان کی باتوں کا ان میں ملنا، نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے، قرآن کو چھوڑ دیں (یہاں مرزا قادیانی نے اپنا ملحد و دجال و منکر قرآن ہونا ثابت کیا ہے۔ قرآن بھی تو حضرت زید بن ثابت وغیرہ انسانوں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ لکھا لکھایا عالم بالا سے نہیں اترا۔ بناء علیہ مرزا قادیانی کے نزدیک قرآن میں بھی انسانی باتوں کا ملنا نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ محمد حسین) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عز اسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے۔ اور اصل منشاء بعض آیات کا مع ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر کرتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ اب میں اس خداداد نعمت کو کیونکر چھوڑ دوں اور جو فیض بارش کی طرح میرے پر ہو رہا ہے کیونکر اس سے انکار کروں (میں مرزا کو یقین دلاتا ہوں اور خود یقین رکھتا ہوں جس پر میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ خذلان ان کا شامل حال ہے، اور شیطان ان پر مسلط ہے۔ وہی اس قسم کے ملحدانہ خیالات ان کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تفہیم اور اس کا الہام والقاء اس جیسے شخص کے حق میں احاطہ امکان سے خارج ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جھوٹے بدکاروں کے پاس شیاطین آتے اور وہی ان کے دل میں ایسی باتیں القاء کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم۔ انعام۔

کہ شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں خیال ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے لڑیں اور جھگڑیں

ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین علی کل افاک اثیم

میں بتادوں کہ شیطان کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ان لوگوں پر اترتے ہیں جو بڑے جھوٹے ہیں اور بدکار۔ محمد حسین)

اور یہ بات جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمائی ہے کہ اب تک کسی حدیث بخاری و مسلم کو میں نے موضوع قرار دیا ہے یا نہیں۔ سو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث بخاری یا مسلم کو

ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا بلکہ اگر کسی حدیث کو میں نے قرآن کریم سے مخالف پایا، تو خدا تعالی نے تاویل کا باب میرے دل پر کھول دیا ہے (بہت سی احادیث صحیحین کو مرزا صاحب موضوع کہہ چکے ہیں۔جیسا کہ گذر چکا۔محمد حسین)

اور آپ نے یہ سوال جو مجھ سے کیا ہے کہ صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے۔میری اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اس بات کا بار ثبوت میرے ذمہ نہیں، بلکہ میں تو ہر ایک ایسے شخص کو جو قرآن کریم پر ایمان لاتا ہے، خواہ وہ گذر چکا ہے یا موجود ہے، اسی اعتقاد کا پابند جانتا ہوں کہ وہ احادیث کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم کو میزان اور معیار اور محک سمجھتا ہوگا۔کیونکہ جس حالت میں قرآن کریم خود یہ منصب اپنے لئے تجویز فرماتا ہے اور کہتا ہے

فبای حد یث بعده یو منو ن۔

اورفرماتا ہے قل ان هدى الله هو الهدى

اورفرماتا ہے فاعتصموا بحبل الله جميعاً

اورفرماتا ہے هدى للناس و بينات من الهدى

اورفرماتا ہے انز ل الكتا ب با لحق و الميزان

اورفرماتا ہے انه لقول فصل لا ريب فيه

تو پھر اس کے بعد کون ایسا مومن ہے جو قرآن شریف کو حدیثوں کے لئے حکم مقرر نہ کرے (ان آیات کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ان آیات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوی سے کہ حدیث صحیح کی صحت کا محک قرآن ہے، کیا تعلق ہے؟ محمد حسین) اور جبکہ وہ خود فرماتا ہے کہ یہ کلام حکم ہے اور قول فصل ہے اور حق و باطل کی شناخت کے لئے فرقان ہے اور میزان ہے، تو کیا ایمان داری ہوگی کہ ہم خدا تعالی کے ایسے فرمودوں پر ایمان نہ لاویں۔اور اگر ہم ایمان لاتے ہیں تو ہمارا ضرور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہم ہر ایک حدیث اور ہر یک قول کو قرآن کریم پر عرض کریں (اس عرض کا قرآن یا حدیث میں کہیں حکم نہیں۔اور اس بات میں جو حدیث مرزا صاحب نے نقل کی ہے وہ موضوع ہے اور اس عرض و موافقت مضمون قرآن سے صحت حدیث ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔بعض موضوعات کا مضمون بھی قرآن کے موافق ہوتا ہے۔محمد حسین) تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ واقعی طور پر اسی مشکوۃ وحی سے نور حاصل کرنے والے ہیں جن سے قرآن نکلا ہے یا اس کے

مخالف ہے۔سو چونکہ مومن کے لئے یہ ایک ضروری امر ہے کہ قرآن کریم کو احادیث کا حکم مقرر کرے، اس لئے ثبوت اس بات کا کہ سلف صالحین نے قرآن کریم کو حکم مقرر نہیں کیا، آپ کے ذمہ ہے، نہ میرے ذمہ (مرزا صاحب قادیانی نے یہ عجیب طریق اختیار کر رکھا ہے کہ جس دعوی کا ثبوت نہ ہو سکے اس دعوی کو بدیہی واتفاقی ومسلم کل بنا دیا اور بار ثبوت اپنے اوپر سے ٹلا دیا۔اس طریق کا ابطال یہ ہے کہ یہ ادعا ان کا محض دروغ ہے۔ان کے خصم کو اس قسم کے دعوی میں یہ کلام ہے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں پس مرزا کا فرض ہے کہ وہ کوئی قائل بتائیں ورنہ دروغ گو سمجھے جائیں گے۔بے شک وبلا ریب مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم، ہدایت ہے، حبل اللہ ہے، قول فصل ہے، اور جو کچھ اس کے شان میں خداتعالی نے فرمایا ہے اس پر مسلمانوں کا ایمان ہے مگر کسی آیت قرآن میں یہ بیان نہیں ہوا کہ قرآن مجید، صحت احادیث صحیحہ کا معیار ومحک ہے۔اور جس حدیث کا مضمون قرآن کریم کے موافق نہ ہو وہ حدیث لائق تسلیم نہیں ہے۔محمد حسین) اس جگہ مجھے یہ افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کا مرتبہ بخاری اور مسلم کے مرتبہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ اگر کوئی حدیث کسی کتاب کی بخاری ومسلم کی کسی حدیث سے مخالف اور مبائن پڑے اور کسی طور سے تطبیق نہ ہو سکے تو آپ صاحبان فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔مگر کمال افسوس کی جگہ ہے کہ یہ مذہب قرآن کریم کی نسبت آپ اختیار کرنا نہیں چاہتے (مرزا صاحب کی یہ بات کذب اور بہتان ہے۔اہل حدیث، صحیح بخاری کا رتبہ صحت، رتبہ کتاب اللہ کے بعد مانتے ہیں، نہ اس کے برابر۔ اور کسی حدیث غیر صحیحین کو صحیحین کی مخالفت کے سبب غیر صحیح قرار نہیں دیتے۔بلکہ اس حدیث کی صحت ثابت ہو تو اس کو حدیث صحیحین کے موافق کرتے اور ان میں باہم تطبیق دیتے ہیں مرزا صاحب نے جو کچھ اس بات میں کہا ہے اس میں افتراء کر کے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔محمد حسین) اور اجماع کی نسبت جو آپ نے دریافت فرمایا ہے تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ ابن صیاد، جو مسلمان ہو گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں۔اس کی شہادت میں کوئی استثنا نہیں، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ماسوا اسکے حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کا یہ مذہب ہو گیا تھا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہید جال معہود ہے۔اس صورت میں دوسرے صحابیوں کا خاموش رہنا صریح اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اس مذہب کو مان چکے ہیں اور اگر ان کی طرف سے کوئی مخالفت اور انکار ہوتا تو وہ انکار ظاہر ہو جاتا۔پس صحابہ کے اجماع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ بالخصوص حضرت عمر کا آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کرنا کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صریح دلیل اجماع پر ہے (نہ تمام صحابہ نے یہ کہا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اور نہ دوسرے صحابہ نے اس پر سکوت کیا، اور نہ

حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال معہود ہونے پر قسم کھائی۔ نہ حضرت ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ محمد حسین) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ سے اکیلے نہیں ہوتے تھے، اور غالباً جس وقت حضرت عمرؓ نے قسم کھائی ہو گی اس وقت بہت سی جماعت صحابہ کی موجود ہوگی۔ پس ان کی خاموشی اجماع پر دلیل ہے (جماعت صحابہ کی خاموشی کا جواب پہلے ہو چکا۔ ایک جماعت کے سکوت یا اتفاق کا اجماع نہ ہونا بھی بیان ہو چکا۔ محمد حسین)۔

پھر آپ نے بیان فرمایا ہے کہ شرح السنہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ سو حضرت اس کے جواب میں اس قدر کافی ہے کہ آپ لوگوں کے نزدیک تو صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے، گو منقطع ہے صاف ظاہر ہے کہ صحابی، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں کر سکتا (دیکھو دجال کی چال۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کی اس قولی حدیث کا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، جس کو مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا تھا، پتہ پوچھا تھا۔ مرزا نے اس کے جواب میں جابر بن عبداللہ صحابی کے اس قول کو کہ آنحضرت، ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے شرح السنہ سے نقل کر دیا۔ جس پر ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اب مرزا صاحب نے کہا ہے کہ صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے۔ اور شرم و حیا کو کام میں لا کر یہ خیال نہ کیا کہ مطلق حدیث سے یا ہر قسم کی حدیث سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث سے سوال تھا۔ اور ہر ایک قسم کی حدیث تو موضوع بھی ہوتی ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں یہی کہا ہوتا کہ گو وہ حدیث جو ہم نے بیان کی ہے وضعی اور ہماری بناوٹی ہے، مگر آخر یہ بھی تو ایک قسم کی حدیث ہے۔ محمد حسین)۔ اور ڈرنے کی بات ایسی ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحۃً بیان نہ فرماتے تو صحابی کی کیا مجال تھی کہ خود بخود آنجناب پر افتراء کر لیتا۔ بلاشبہ اس نے سنا ہوگا تب ہی تو اس نے ذکر کیا۔ سو جو کچھ اس نے سنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے ظاہر نہیں۔ لیکن ایک بچہ کو بھی سمجھ آ سکتا ہے کہ اس نے ضرور سنا، تب ہی بیان کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ افتراء نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔ کیا آپ اس صحابی پر حسن ظن نہیں رکھتے اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ بغیر سننے کے اس نے کہہ دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس نے خیال ظاہر کیا، میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے مافی الضمیر پر اس کو کیا علم تھا جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحتاً آپ ظاہر نہ فرماتے (یہ افتراء کون کہتا ہے؟ جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خوف کی حالت کو دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ کلمہ فرما دیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ آنحضرت کی طرف تو انہوں نے کوئی قول منسوب نہیں کیا۔ پھر افتراء کیونکر ہوا؟ اور ہم حسن ظن رکھتے ہیں تب ہی تو یہ تجویز کرتے

ہیں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی حالت خوف کو سیکھا تو اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ محمد حسین)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اور آخر میں، میں نے لکھ دیا ہے کہ ہم الہام کو حجت اور دلیل نہیں جانتے۔ اس کے جواب میں بادب ملتمس ہوں کہ آپ اگر اس قول کے مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے (ناحق کیوں؟ جس غرض سے ہم نے وہ قول نقل کیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس کے نقل کرنے سے اس کے مضمون سے اتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ محمد حسین) غایت کار آپ کی کلام میں تناقض ہوگا، کیونکہ اول صاف تسلیم کر آئے ہیں کہ الہام ملہم کے لئے حجت شرعی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے آپ تو صاف طور پر مان چکے ہیں بلکہ بحوالہ حدیث بخاری بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ الہام محدث کا شیطانی دخل سے منزہ کیا جاتا ہے، ماسوا اس کے میں اس بات کے لئے آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ الہام کو حجت سمجھ لیں۔ مگر یہ تو آپ اسی ریویو میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ ملہم کے لئے وہ الہام حجت ہو جاتا ہے۔ سو میرا دعوی اسی قدر سے ثابت ہے۔ میں بھی آپ کو مجبور کرنا نہیں چاہتا (اس آخری کلام میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ یہاں بحث وسوال اس امر کا نہ تھا کہ الہام غیر نبی حجت ہے یا نہیں؟ جس کا یہ کلام جواب ہوسکتا۔ خاکسار کا سوال تو یہ تھا کہ میں نے شیخ اکبر کے اس قول کو کہ کشف کے ذریعہ سے بعض احادیث موضوع اور بعض غیر صحیح ٹھہر سکتی ہیں، مؤلف اشاعۃ السنہ نے کب صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی نسبت اپنا توافق رائے کہاں ظاہر کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر نمبر ۵ میں مرزا نے یہ دیا تھا کہ آپ کے نزدیک وہ قول لائق تسلیم نہ ہوتا تو اس کو کس غرض سے نقل کیا جاتا۔ اس کا جواب تحریر نمبر ۶ میں خاکسار نے یہ دیا کہ اس قول و نقل سے جو غرض ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں بیان ہو چکی ہے۔ اور وہاں اس قول کے مضمون سے ہم نے اپنا خلاف صاف طور پر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا ہے کہ ہم الہام غیر نبی کو حجت و دلیل شرعی نہیں جانتے، جس کو مرزا قادیانی نے اس مقام میں نقل کیا ہے، لہٰذا اس کے جواب میں میں قادیانی کا اب ان امور کو پیش کرنا کہ: ۱۔ اس قول کے آپ مخالف ہوتے تو اس کو کیوں نقل کرتے؟ ۲۔ اور الہام آپ کے نزدیک ملہم کے حق میں تو حجت ہے۔ ۳۔ اور محدث کا الہام دخل شیطانی سے منزہ ہے۔ ۴۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے۔ ۵۔ آپ کو میں اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتا ۔۔، سوال و جواب متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور ان امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مؤلف اشاعۃ السنہ نے الہام کے ذریعہ احادیث صحیحہ کے موضوع اور موضوعہ کے صحیح ہو سکنے کو رسالہ میں تسلیم کیا ہے۔ اور اسی کے ثبوت کا مرزا قادیانی سے مطالبہ ہوا)۔

جولائی ۱۸۹۱ء غلام احمد بقلم خود

(مرزا قادیانی کی تحریر نمبر ۶ ختم ہوئی اس تحریر کو معہ اس کے نوٹوں اور حواشی کے ناظرین توجہ سے پڑھیں گے تو یقین کریں گے کہ اس تحریر میں بھی اس نے ان دو پرانی باتوں خارج از بحث کے کہ: جس حدیث کا مضمون قرآن کے مخالف ہوگا، وہ صحیح و لائق قبول نہیں، اور حدیث صحیح

بھی ہوتو وہ رتبہ صحت میں قرآن کے برابر نہیں، اور کچھ نہیں کہا۔اور ہمارے اس سوال کا کہ بخاری مسلم کی جملہ احادیث صحیح ہیں، یا غیر صحیح، یا مخلط، کوئی قطعی اور صاف جواب نہیں دیا۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر ہفتم

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔آپ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ سے ان کتب کی صحت تسلیم کرانا چاہتا ہوں اور آپ اس تسلیم کو صحیح نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو ایک غلط اصول فرضی وخیالی اجماع پر مبنی قرار دیتے ہیں۔پھر صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں، یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔جب تک آپ ایسے صریح الفاظ میں اس مطلب کو ادا نہ کریں گے اس سوال کے جواب سے سبک دوش نہ ہوں گے، خواہ برسوں گزر جائیں۔آپ حدیث

ان من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه

کو پیش نظر رکھ کر خارج از سوال باتوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیں اور دو حرفی جواب دیں کہ:

ا۔صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں، یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔

۲۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو موضوع نہیں کہا (لفظ موضوع آپ کے کلام میں غیر صحیح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور غیر صحیح بمعنی موضوع، اس وجہ سے آپ کا بعض احادیث کو ضعیف کہنا، موضوع کہنے کی مانند ہے اور بعض احادیث کی نسبت تو آپ نے صاف اور صریح لفظ موضوع استعمال کیا ہے۔چنانچہ متن میں اس کی تفصیل ہے اور بعض حواشی میں بعض تمثیلات گذر چکی ہیں۔محمد حسین) اور یہ امر کمال تعجب کا موجب ہے کہ آپ جیسے مدعیان الہام ایسی بات خلاف واقعہ کہیں۔آپ نے رسالہ ازالہ اوہام میں دمشقی حدیث کی نسبت کہا ہے۔

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔اب انصاف سے فرماویں کہ اس حدیث صحیح مسلم کو آپ نے ضعیف قرار دے دیا ہے یا نہیں۔

اور اگر آپ یہ عذر کریں کہ میں صرف ناقل ہوں، اس کو ضعیف کہنے والے امام بخاری ہیں، تو آپ تصحیح نقل کریں اور صاف فرماویں کہ امام بخاری نے فلاں کتاب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے یا کسی اور امام، محدث سے نقل کریں کہ انہوں نے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے، ورنہ آپ اس الزام سے بری نہیں ہوسکیں گے کہ آپ نے صحیح مسلم کی حدیث کو ضعیف قرار دیا اور پھر اس اپنی تحریر میں اس سے انکار کیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ میں آپ فرماتے ہیں: اب بڑے مشکلات یہ درپیش آتے ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں، جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہے ہیں، تو یہ حدیثیں موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔ اور اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں، صرف دوسرے صحیفوں میں ہوتیں، تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاس خاطر کرکے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے، مگر اب مشکل تو یہ آپڑی کہ ان ہی دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس حدیث کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح۔ تب ہم کو عقل خداداد یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں، انہیں صحیح سمجھنا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے مسلم کی اس حدیث کو جس میں یہ بیان ہے کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا ، یہ کہہ کر اڑا دیا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہے جس میں یہ وارد ہے کہ یہ دجال مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ ایسا ہی آپ نے صحیحین کی ان احادیث کو اڑایا ہے جن میں دجال کے ان خوارق کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں اور اس کے کہنے سے زمین شور، سرسبز ہو جائے گی، وغیرہ۔ پھر آپ کا اس مقام میں یہ کہنا کہ میں نے صحیحین کی کسی حدیث کو موضوع یا غیر صحیح قرار نہیں دیا اور احادیث کے صحیح معنے بیان کرنے میں خدا میری مدد کرتا ہے، خلاف واقعہ نہیں تو کیا ہے۔

آپ صحیحین کی حدیث کو موضوع جانتے ہیں اور ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔ پھر اس اعتقاد کو جو طولانی تقریروں اور ملمع سازیوں سے چھپاتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ جن باتوں کو آپ چھاپ چکے ہیں وہ کب چھپتی ہیں۔

۳۔آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں امام کی نشان دہی کا بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے۔اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہرایک مسلمان احادیث کی تصحیح کا معیار قرآن کو سمجھتا ہے۔

میں آپ کے اس دعوی کا بھی منکر ہوں اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان، جن کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے، اس بات کا قائل نہیں ہے۔آپ کم سے کم ایک مسلمان کا علماء سلف سے نام لیں جو آپ کے خیال کا شریک ہو اور اگر باوجود ان دعاوی کے آپ پر بار ثبوت نہیں ہے تو آپ یہ امر کسی منصف سے (مسلمان ہو یا غیر مذہب) کہلاویں۔

اس باب میں جو آیات آپ نے نقل کی ہیں ان کو آپ کے دعاوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کی تفصیل، جواب تفصیلی میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالی۔

۴۔اجماع کے باب میں میرے کسی سوال کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ براہ مہربانی میرے سوال پر نظر ثانی کریں اور ان باتوں کا جواب دیں کہ: اجماع کی تعریف جو آپ نے لکھی ہے کس کتاب میں ہے۔اور بعض صحابہ کے اتفاق کو کون شخص اجماع سمجھتا ہے۔،سکوت کل، کا جو آپ نے دعوی کیا ہے یہ بھی محتاج نقل وثبوت ہے۔آپ بہ نقل صحیح ثابت کریں کہ حضرت عمرؓ وغیرہ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو اس وقت جملہ اصحاب یا فلاں فلاں موجود تھے اور انہوں نے اس پر سکوت کیا۔یا وہ قول جس صحابی کو پہنچا اس نے انکار نہ کیا۔یہ بات غالباً اور ہوں گی کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ایسے دعاوی عظیمہ میں آئمہ نقل سے نقل بکار ہے، نہ صرف تجویز عقل۔

اجماع کے باب میں جو کچھ آئمہ سے منقول ہے وہ آپ کی تحریر میں موجود ہے۔پھر تعجب ہے کہ اس پر آپ کی توجہ نہ ہوئی۔اور صرف اٹکل سے آپ نے کاربراری کی۔

۵۔مضمون حدیث شرح السنۃ کے متعلق آپ نے بڑے زور سے دعوی کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے کا خوف کرتا ہوں اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کہ ہمیں: اس کے حال میں بھی اشتباہ ہے یعنی اس کے دجال ہونے کا ہم کو خوف ہے ان اقوال کا آپ نے آنحضرت ﷺ کو یقیناً قائل قرار دیا ہے۔اب آپ کہتے ہیں کہ صحابی نے

آنخضرت ﷺ سے سنا ہوگا، تب ہی آنخضرت ﷺ کی طرف اس امر کو منسوب کیا ہوگا کہ آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اب انصاف کو اور صدق و دیانت کو پیش نظر رکھ کر فرماویں کہ احتمال موجب یقین ہوسکتا ہے؟ کیا یہ امکان نہیں کہ آنخضرت ﷺ کے ان معاملات سے جو ابن صیاد کی نسبت بارہا وقوع میں آئے، جیسے اس کا امتحان کرنا، یا چھپ کر اس کے حالات معلوم کرنا وغیرہ، جن کا صحیحین میں ذکر ہے، اس صحابی کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آنخضرت ﷺ اس کو دجال سمجھتے تھے۔ اس امکان و احتمال کے ساتھ جو حسن ظنی بحق صحابی پر مبنی ہے، کیا یہ یقین ہوسکتا ہے؟ کہ اس صحابی نے آنخضرت ﷺ کو وہ باتیں کہتے ہوئے سنا جو آپ نے برخلاف واقعہ آنخضرت ﷺ کی طرف منسوب کیں۔ اور بلا حصول یقین آنخضرت ﷺ کو ان اقوال کا قائل قرار دینا اور بلا کھٹکا یہ کہہ دینا کہ آپ ایسا فرماتے تھے، جائز ہے؟ اور مسلمانان سلف سے یہ امر وقوع میں آیا ہے؟ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا نام بتلاویں جس سے یہ جرأت ہوئی ہو۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ قول ابن عربی کے آپ مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے اور اس کے ذکر سے آپ کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ مفہوم میری عبارت کے صریح منطوق کے، جو میں نے نقل کی ہیں، برخلاف ہے لہذا لائق لحاظ و التفات نہیں ہے اور وہ آپ کو الزام افتراء سے بری نہیں کرسکتا۔ اور نہ میری وہ تصریحات جو میں نے محدث کی نسبت کی ہیں آپ کو اس الزام سے بری کرسکتے ہیں۔ میری کسی تصریح یا کلام میں قول ابن عربی کی تصدیق و تائید پائی نہیں جاتی اور میرا صریح اظہار کہ، میں الہام غیر نبی کو حجت نہیں سمجھتا کتاب و سنت کا پیرو ہوں نہ کسی الہامی کشفی کا مقلد، صاف شاہد ہے کہ آپ نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ رہا الزام تعارض و اظہار خلاف عقیدت سو اس کا جواب اسی صفحہ اشاعت السنۃ میں موجود ہے کہ میں نے ان اقوال ابن عربی وغیرہ کو اس غرض سے نقل کیا ہے کہ الہام کو حجت ماننے میں صاحب براہین منفرد نہیں ہے اور یہ مسئلہ ایسا نیا اور انوکھا نہیں جس کا کوئی قائل نہ ہو۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ میں نے ان اقوال کو نقل کرنے سے صاحب براہین کو تفرد سے بچانا چاہا تھا، نہ یہ جتانا کہ میں بھی ایسے الہاموں کو لائق سند سمجھتا ہوں۔

آپکی تحریرات میں بہت سے مطالب زائد اور خارج از بحث ہوتے ہیں، جن سے میں عمداً تعرض نہیں کرتا۔ ان سے تعرض اس تفصیلی جواب میں کرونگا جو بعد طے ہونے امور مستفسرہ کے قلم میں لاؤ نگا۔

بالفعل میں آپ کو پھر اپنے سوالات سابقہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی بنظر تحفظ اوقات فریقین میرے سوالات کا صاف اور مختصر الفاظ میں جواب دیں اور زائد باتوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ میں بنظر آپ کی رفع تکلیف کے پھر اپنے سوال کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

اول۔ آپ صراحت کے ساتھ کہیں کہ جملہ احادیث صحیحین، صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ غیر صحیح اور موضوع، یا مختلط ۔ اور اب تک آپ نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع یا ضعیف نہیں کہا۔

دوم۔ قرآن کو صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں جملہ مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، یا کوئی امام آئمہ سلف۔

سوم۔ اجماع کی تعریف اور یہ امر کہ چند اصحاب کا اتفاق شرعاً اجماع کہلاتا ہے اور حضرت عمر وغیرہ کے ابن صیاد کو دجال (دجال بھی وہ جو موعود ہے کیونکہ اسی سے ہم کو انکار ہے) کہنے کے وقت جملہ اصحاب موجود تھے یا فلاں فلاں۔ اور اس پر انہوں نے سکوت کیا اور یہ سکوت فلاں فلاں آئمہ حدیث نے نقل کیا۔

چہارم۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب، آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی حکم یا خیال منسوب نہ کرتے جب تک کہ وہ آپ سے (کوئی بات) سن نہ لیتے۔ اور آنحضرت ﷺ کے وقائع اور قضایا سے کوئی امر استنباط کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرتے جیسے بعض صحابہ سے منقول ہے:

قضی بالشفعۃ الجار

(یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ اس نسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیے، یا اس کی مانند کوئی اور لفظ۔ محمد حسین) یا یہ کہ صرف خیال استنباط سے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ فرما دیتے کہ آپ نے ایسا ارشاد کیا ہے۔

پنجم۔ میری اس منطوق کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپ کے خیال میں ہے و بناء علیہ میں ابن عربی کا مصدق ہوں۔ اور آپ اس دعوی میں صادق ہیں۔ فقط۔

ابوسعید محمد حسین۔ ۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔

حضرت مولوی صاحب! آپ پھر سہ کرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ: صاف الفاظ میں کہنا چاہیے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں، بلکہ ان میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں۔ یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ آپ اس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔ فقط (یہ تصریح وتکرار کے ساتھ مرزا قادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اس کا جواب صاف الفاظ میں مطلوب ہونے کا اعتراف ہے۔ محمد حسین)

اما الجواب: پس واضح ہو کہ احادیث کے دو حصہ ہیں۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آگیا ہے۔ یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے، جس میں ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں (لفظ ضرورت محاورہ اہل علم میں دو معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک بمعنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت۔ مگر یہاں اس لفظ کے دونوں معنی صحیح نہیں ہوسکتے۔ محمد حسین) سو ایسی حدیثیں تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے نہیں ہوئی، اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کے وثوق اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل اسلامی ہے۔ سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں (یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے، مرزا صاحب نے قطعی وظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق خروج از مبحث کیا، جس کی یہ بارہویں دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلایا اور اپنے ناظرین ومعتقدین کو اصل بحث مطلوب بھلا کر دوسری طرف لے جانا چاہا۔ محمد حسین) ۔ لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے سے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے

بڑھ کر خیال نہیں کرتا (ان فقرات کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ مرزا نے اپنی تحریر ہشتم میں ان کا خلاف کیا ہے اور تعامل کے تین مراتب یقین بنا کر سوم مرتبہ ظن غالب کو کہا ہے۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہوسکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہیں وہ یقینی اور قطعی طریق نہیں، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے (اصل میں ہے اوازش کا لفظ ہے جس کا مطلب دربطن مرزا غلام احمد قادیانی ہے شاید اس کی مراد لفظ آویزش ہے۔ محمد حسین) وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے (ان شروط واوصاف راوی کے بیان سے مرزا نے یہ جتایا ہے کہ فن حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی ان کا گذر نہیں ہوا۔ تقوی کی صفت، نیک چلنی وصداقت وغیرہ صفات کی جامع اور اس پر حاوی ہے۔ پھر اس صفت کے ساتھ نیک چلنی وصداقت کو کیوں ذکر کیا ہے ۔سلامت فہم کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ فہم راوی میں غلطی نہ ہو اور اس معنی کو سلامت فہم شرط روایت نہیں ہے ۔ یہ امر ہم نے اپنی تحریر ہشتم میں مرزا صاحب کو جتایا تو انہوں نے اپنی تحریر ہشتم میں اس کا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے ۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب میں ثابت کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ طہارت سے ظاہری مراد وضوو غسل وتیمّم وغیرہ ہی ہوسکتا ہے، سو کسی کے نزدیک روایت حدیث میں شرط نہیں ۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے، نہ بوقت ادائے وروایت حدیث، شرط ہے۔ محمد حسین) اور ان تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رویئت کا رکھتا ہے، پہونچنا، حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ ایسی حدیثوں کی نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے ۔ کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ اس کے مضمون کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجھ کو حاصل ہے ۔ اگر آپ حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہوں تاہم میں یہ خیال کروں گا کہ آپ ایک پرانے خیال اور عادت سے متاثر ہو کر ایسی جرأت پر آمادہ ہو گئے ہیں، ورنہ آپ کو بصیرت کی راہ سے ہرگز قدرت نہیں ہوگی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی کی نسبت دلائل شافیہ، جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکیں، پیش کر سکیں (جس قدر اطمینان عمل کے لئے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ میں حاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب اس کوچہ سے نابلد ہیں اس لئے اس کو محال جانتے ہیں ۔ اور احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت اطمینان لائق عمل حاصل ہے اور اس پر قسم جائز ہے ۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں، وہ حسب استفاضا اور بقدر اپنے فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں، لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں (پھر قطعی وظنی کی بحث کو ناحق مرزا صاحب نے چھیڑا اور خروج از

مبحث اختیار کیا جس کی یہ تیرھویں دفعہ ہے۔ یہاں انہوں نے ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرایا ہے اور اپنی تحریر ہشتم میں اس کا خلاف کیا اور ظن غالب کو یقین کا ادنی مرتبہ ٹھہرایا۔ محمد حسین) اس لئے میرا مذہب بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے، جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں، بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔ لیکن ہر حالت میں کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا (اس مقام میں مرزا صاحب نے احادیث بخاری و مسلم کی ظنی صحت تو مان لی ہے لیکن پھر ان احادیث کے مخالف قرآن ہونے کی صورت میں ان کو موضوع کہنے پر مستعدی کا اظہار کر کے آئندہ رد احادیث صحیحین کے لئے راستہ نکال لیا۔ جو احادیث صحیحین پر آپ کا چودھواں حملہ ہے، مگر ایک شبہ، مخالفت قرآن، کی آڑ میں، جس کے وقوع کو آپ نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کیا ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ کے صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ میں آپ کی عبارات منقول ہیں۔ محمد حسین) اور میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حدیثوں کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی معیار ہمارے پاس نہیں۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روائت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لئے معیار مقرر کیا ہے، لیکن کبھی انہوں نے دعوی نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے (ان کا یہ دعوی طشت از بام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کو اصول روایت سے صحیح ہو جانے کے بعد امتحان صحت کے لئے قرآن پر عرض نہ کرتے، اور یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ حدیث بحکم اصول روایت، صحیح ہو تو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی، چہ جائے کہ قرآن کے مخالف ہو۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

اللہ تعالی، قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا

یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تو اس کی اچھی طرح تفتیش کر لی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے (مرزا صاحب کا اس آیت کو صرف امکان صدور کذب وغیرہ کی نظر سے ثقہ و عادل محقق الثقہ والعدالۃ راویوں پر لگانا اور ان کو فاسق بنانا اور صدق کو معصوم میں منحصر کرنا، اپنے فسق کا اقرار اور چھپے رفض کا اظہار کرنا ہے، مسلمان اہل سنت تو ظاہر العدالت راوی کی روایت کو راست اور صحیح سمجھتے ہیں اور امکان صدور کذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہیں کرتے۔ اپنی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی نے صحیح احادیث کے راویوں میں امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے اس کا جواب اس تحریر کے حواشی میں ہوگا انشاء اللہ۔ محمد

حسین)لہذ ا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھیں تاان حدیثوں کومرتبہ یقین کامل تک پہونچائیں،لیکن وہ تحقیقات میسرنہیں آسکی (جس قدر کامل تحقیقات صحت حدیث کے لئے بکار ہے وہ میسر وحاصل ہوچکی ہے،مرزاصاحب فن حدیث سے جاہل ہونے کےسبب بار باریقین کامل کالفظ زبان وقلم میں لاتے ہیں،صحت احادیث کے لئےظن غالب ،جس کے حصول کومرزاصاحب مان چکے ہیں، کافی ہے۔محمد حسین) کیونکہ اگرچہ صحابہ کی حالات روشن تھےاوران لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا،لیکن درمیانی لوگ جن کونہ صحابہ نے دیکھا تھااورنہ آئمہ ان کی اصلی حالت سے پوری اوریقینی طور پرواقف تھے،ان کے صادق یا کاذب ہونے کے حالات یقینی اورقطعی طور پرکیونکرمعلوم ہوسکتے ہیں (اس قول مرزامیں صحابہ کے حالات کواورآئمہ حدیث تک احادیث کوپہنچانے والے راویوں کے حالات کوروشن اوریقینی کہاہے،اوران دونوں گروہ کے درمیان کے راویوں کے حالات کومرزانے غیریقینی ومشتبہ بتایاہے۔اور یہ ایسا کذب اورخلاف واقعہ قول ہےجس کی نہ قرارداد محدثین سے موافقت ہوسکتی ہے، نہ مرزاقادیانی کےاپنےقول واعتقاد سے۔

قادیانی کےاپنےقول واعتقادسےاس کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سےدوسطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہیں ہےاورامکانی طور پرصدورکذب وغیرہ ذنوب ہرایک سے،بجز نبی،ممکن الوقوع ہے،اور یہ بھی وہ کہہ چکا ہے کہ امکان کذب قطعیت ویقین کا مخالف ہے۔پھراس کاصحابہ اورآئمہ حدیث تک احادیث کوپہنچانے والے راویوں کےحالات کویقینی قرار دینا، اپنی سابق قرارداد کےمخالف نہیں تواورکیاہے؟

اوراس قول کے وقت قادیانی نےاس قول واعتقادسےرجوع کیااوراس کوغلط سمجھاہےتوپھرجیسےصحابہ وآئمہ حدیث تک رواۃ کےحالات باوجودامکان صدورکذب وغیرہ ذنوب،قطعی ویقینی ہیں،ویسےہی درمیانی لوگوں کےحالات باوجوداس امکان کےیقینی ہونے چاہئیں۔کیونکہ ان کےحالات کی تفصیل وبیان،حالات صحابہ و رواۃ آئمہ حدیث سےکم نہیں ہے۔جس قدرکوئی صحابہ کےحالات میں تفصیل کرےاسی قدرہم سےدرمیانی راویوں کےحالات کی تفصیل سن لے۔

قراردادمحدثین سےاس قول قادیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ محدثین کےنزدیک جس قدرتفصیل حالات درمیانی راویوں کی ہوچکی ہےاس قدران لوگوں کےحالات کی تفصیل نہیں ہوئی جوآئمہ حدیث سےنیچےکےلوگ ہیں اورانہوں نےآئمہ حدیث تک حدیثوں کوپہونچادیاہے۔ان میں بعض توایسےہیں جن کےحالات قلم بندہی نہیں ہوئےاوران کواکثرلوگ نہیں جانتےاوربعض ایسے ہیں جن کےحالات قلم بندہوئےہیں مگروہ بہت تھوڑی تفصیل سےبیان ہوئےہیں۔ہم ان لوگوں میں سےجنہوں نےاپنی تصانیف کے ذریعہ سےآئمہ حدیث تک حدیثوں کوپہنچادیاہے،صرف ایک شخص مئولف مشکوۃ کےحالات اوران لوگوں میں سےجوکتب حدیث کوآئمہ حدیث سےبطورسندروایت کرتےچلےآئےہیں،چندراویوں کےحالات قادیانی اوراس کےحواریوں سےپوچھنااورسنناچاہتےہیں۔

اگر مرزا قادیانی اور اس کے تمام اعوان وانصاران لوگوں کے حالات آئمہ حدیث اور صحابہ کے درمیانی راویوں کے حالات کا عشر عشیر بھی بیان کریں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جس قدر چاہیں انعام لیں۔اور اگر وہ ان کے حالات اس قدر نہ بتا سکیں تو اس بات کو تسلیم کریں کہ قادیانی نے ان کے حالات کے علم وتفصیل کی نسبت جو دعوی کیا ہے، وہ محض کذب ہے اور بے خبری و جہالت پر مبنی ہے۔اور ان لوگوں کے بیان حالات کو درمیانی راویوں کے بیان حالات سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو سو سے دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نقل وصحت روایت کا مدار آئمہ حدیث اور ان کی مشہور تصانیف ہیں، جنکے اوپر کے راویوں کے حالات ایسی تفصیل ووضاحت سے معلوم ہو چکے ہیں کہ گویا وہ چشم دید حالات ہیں۔اور آئمہ حدیث سے نیچے کے راویوں کے حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں ہے اور اس وقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے، نہ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تھا۔امام ابن الصلاح جو ساتویں صدی میں گزر چکے ہیں اپنی کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں:

اذا و جد نا فیما یر وی من اجزا ء الحد یث و غیرها حد یثاً صحیح الاسناد و لم نجده فی احد الصحیحین و لا منصو صاً علی صحته فی شیء من مصنفات آ ئمة الحد یث المعتمده المشهوره فا نا لا نتجا سر علی الجزم بصحته فقد تعذر فه هذا الاعصار الاستقلا ل با درا ك الصحیح بمجرد اعتبار ا لاسا نید لا نه من اسناد من ذا لك ا لا و تجد فی ر جا له من اعتمد فی روا یته علی ما فی کتا به ... عما یشتر ط فی التصحیح و من الحفظ و الضبط و ا لاتقا ن قا ل ا لا مر اذا فی معر فة الصحیح و الحسن الی الاعتماد علی ما نص علیه آ ئمة الحد یث فی تصا نیفهم المعتمدة التی بین فیها الشهرتها من التغیر و التحر یف و صار معظم المقصود اول .. من الا سا نید ... عن ذالك ابقاء سلسله ا لاسناد التی خصت بها هذها لا مه زا د ها الله شر فا ۔

اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو عبارت آئندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوہ (جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں) شرح مشکوۃ کے مقدمہ میں جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتداء میں سید شریف جرجانی کے نام سے ملحق ہے، فرماتے ہیں:

اعر ض الناس فی هذه الاعصار عن مجموع ا لشرو ط المذ کورة و اکتفوا من عدا لة الرا وی با ن یکو ن مستورا ومن ضبطه بو جود سما عه مثبتاً ... مو ثو ق به و روا یة من اصل موا فق لاصل شیخه ذا لك لا ن الحدیث الصحیح و الحسن وغیرهما قد جمعت فی کتب ا لآ ئمة فلا یذهب شیء عن جمعهم و القصد با لسما ع ابقا ء السلسلة

فی الاسناد المخصوص بھذہ الامہ

کہ ان زمانوں میں محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے منہ پھیر لیا ہے اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے کہ وہ مستور الحال ہو، یعنی اس کا کوئی عیب معلوم نہ ہو اور اس کے ضبط حدیث سے اس قدر پر اکتفا کیا ہے کہ اس کی روایت ایسے دستخطوں سے لکھی ہوئی ہو جس پر اس کا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اس لئے ہوا کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث میں جمع ہو چکی ہیں اس سے کوئی حدیث فوت نہیں ہوتی اور اس وقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلہ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو اس امت کا خاصہ ہے یعنی اس وقت اسناد اور حالات راویوں کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں۔

اور اگر آئمہ حدیث کے نیچے کے راویوں کے حالات اور ان کے اور صحابہ کے درمیانی راویوں کی نسبت زیادہ مفصل و مبین ہوتے تو محدثین پچھلے زمانوں میں اسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نہ کرتے، بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اس کو اور فراخ کرتے اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوا۔

امام ابن الصلاح کے قول سے حضرت امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر میں کیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں بھی تصحیح احادث بنظر اسانید حسب بصیرت واہلیت کے لئے ممکن ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانوں کی نسبت پچھلے زمانوں میں راویوں کے حالات زیادہ مفصل و مشروح ہو چکے ہیں اس لئے ان زمانوں میں تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو اس قول میں دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے۔ نہ قرارداد محدثین سے اس کی موافقت ہو سکتی ہے نہ مرزا قادیانی کے اپنے قرارداد و اعتقاد سے۔ محمد حسین) سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بغیر ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں (مباحثہ لدھیانہ مطبوعہ قادیانی کے الفاظ یوں ہیں: باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں۔ اور ہمارے پاس جو قادیانی کا قلمی پرچہ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: کسی قدر تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان لفاظ کو کاٹ کر قادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے: کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں۔ اور یہ مرزا صاحب ہی کا ایمان یہ گواہی دیتا ہو گا کہ صحیحین کی حدیثیں تاریکی میں ہیں۔ مسلمانان اہل سنت کا ایمان تو یہ فتوی دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی، منافی صحت، سے باہر ہیں۔ اس بارہ میں عبارات فقہاء و محدثین ہماری تحریر نمبر ۸ میں ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) اور ان کی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت خبروں کی طرح ان کی نسبت صحت کا دعوی کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر واللہ اعلم کہہ دیوے۔ اور جو شخص ان حدیثوں کی نسبت واللہ اعلم بالصواب نہیں کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلا شبہ جھوٹا ہے۔ خداوند کریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے، اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جس قدر علم حاصل ہو۔ پھر اس سے زیادہ اگر کوئی سوال کرے تو اللہ اعلم با

لــصــوا ب کہہ دینا چاہیے (ان الفاظ سے مرزا صاحب نے اپنے جھوٹ کو کسی قدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دھوکہ کے ملمع سے ناواقف مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے۔ان کو بظاہر یہ کہا ہے کہ جس قدر روشنی ویقینی ،ثبوت وصحت تام کا دعوی قرآن کی نسبت ہوسکتا ہے اس قدر احادیث صحیحین کی نسبت نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ وشکی ہے۔اور یہ سراسر دھوکہ ومغالطہ ہے۔ کیونکہ صحت وثبوت کا مرتبہ صرف ایک وہی نہیں ہے جو قرآن کو حاصل ہے، تاکہ احادیث صحیحین میں اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے ان کی صحت میں شک واشتباہ لازم آوے۔ بلکہ قرآن سے اتر کر صحت وثبوت کے مرتبہ سات اور ہیں جن میں اعلی وارفع مرتبہ صحیحین کی متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی مراتب اور احادیث کو حاصل ہیں۔طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

و تتفـا وت در جـا ت الـصـحـيـح بـحـسب قوة شرو طه و ضعفها ۔ و اول من صنف فی الصحيح .... الامام البخاری ثم مسلم و كتا با هما اصح الكتب بعد كتاب الله العزيز ۔،، و اعـلـى اقسـا م الصحيح ما اتفقا عليه ثم ما انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما كـا ن على شر طهما و ان لم يخر جا ه ثم على شر ط البخاری ثم على شر ط مسلم ثم ما صحه غيرهما من ا لا ئمة فهذه سبعة اقسا م ۔

ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے۔اس کا خلاصہ ترجمہ یہ کہ درجات صحیح قوت شروط کی نظر سے متفاوت ہیں،سب سے اعلی درجہ بخاری مسلم کی اتفاقی حدیث ہے۔ پھر جس کو صرف بخاری لایا ہے، پھر وہ جس کو صرف مسلم لایا ہے۔ پھر وہ جو ان دونوں کی شروط پر ہے مگر ان کی کتاب میں نہیں۔ پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہے پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہے، پھر وہ جس کو کسی اور نے صحیح کہا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے کہ ان سب مراتب ہفتگانہ صحت سے آنکھ بند کر کے صحت وثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کر کے اس سے ان کی صحت کا شکی ومشتبہ ہونا نکال لیا۔ اور صحیحین پر یہ پندرھواں حملہ کیا۔اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۸ میں اس نے اس کا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل، جن میں احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بھی اس نے داخل وشامل کردیا ہے، عـلـی اختلاف المرا تب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کرلیا ہے، چنانچہ عنقریب ناظرین کو اس کی تحریر سے معلوم ہوگا،مگر اس وقت اس دجال کو بحکم:

دروغ گورا حافظہ نہ باشد،

یہ خیال نہ آیا اور یاد نہ رہا کہ میں نے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے، جو قرآن کو حاصل ہے۔ پھر میں ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیوں تسلیم کرتا ہوں۔ یا یہ کہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے،جس بات سے کوئی دام میں آوے اس سے اس کو دام میں لاتا ہے،اور اس میں اختلاف اپنے اقوال کا بھی کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا۔اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جو قول کسی نظر میں پڑے گا وہ اس کے دام میں آجائے گا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام میں۔ سبھی لوگ سبھی اقوال کہاں دیکھتے ہیں کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کریں گے۔محمد حسین)

سو میں آپ کی خدمت میں کھول کر گذارش کرتا ہوں کہ میں حصہ دوم حدیثوں کی نسبت خواہ وہ حدیثیں بخاری کی ہوں یا مسلم کی، ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہیں (قطعی ہونے سے سوال نہ تھا، اور نہ جواب میں اس سے تعرض کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب اس قطعیت کے ذکر وتعرض سے بار بار خروج از بحث کرتے ہیں جس کی یہ چودھویں دفعہ ہے۔ محمد حسین) اگر میں ایسا کہوں تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں۔ ہاں اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو تو پھر میں اس کی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤں گا (مرزا صاحب کا یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین انہیں مخالف قرآن معلوم ہوگی، جیسے احادیث متعلقہ حضرت مسیح، و دجال ہیں، جن کو آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ میں اور تحریر نمبر ہشتم میں مخالف قرار دے چکے ہیں، تو اس کو موضوع کہنے کے لئے آپ مستعد و تیار ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا سولہواں حملہ ہے۔ محمد حسین)

اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیوں محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ اس کا جواب میں بار بار یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور میزان اور قول فصل اور ہادی ہے اگر اس کو محک نہ ٹھہراؤں تو اور کس کو ٹھہراؤں (اس پرچہ میں ہم نے یہ سوال کہیں نہیں کیا، اور جو جواب مرزا صاحب نے دیا ہے وہ بھی کوئی نیا جواب نہیں۔ اس میں پچھلی ہی باتوں کا اعادہ ہے۔ چنانچہ اس جواب میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہے جو ایک حاشیہ سابق میں کر آئے ہیں۔ محمد حسین) کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہیے۔ جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار دیتا ہے اور صاف الفاظ میں فرماتا ہے:

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفر قوا

کیا اس حبل سے حدیثیں مراد ہیں؟ (احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن سے جدا اور اس کے مخالف نہیں تو وہ بھی حبل اللہ میں داخل ہیں اور ان سے تمسک بعینہ قرآن سے تمسک ہے۔ محمد حسین) پھر جس حالت وہ اس حبل سے پنجہ مارنے کیلئے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔

پھر فرماتا ہے:

و من اعر ض عن ذکری فا ن لہ معیشۃً ضنکاً و نحشرہ یوم القیا مۃ اعمی

یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکے مخالف کی طرف مائل ہو تو اس کیلئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائے گا۔

اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائیں (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں ہوتی تو پھر یہ رجوع بحدیث رجوع بقرآن ہے، نہ اعراض از قرآن۔ محمد حسین) اور پھر مخالفت کی حالت میں ہی اس کو مان لیں اور اس تخالف کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہیں اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے:

فا ستمسك با لذی او حی الیك انه لذ کر لك و لقو مك

یعنی قرآن کو ہر ایک امر میں دست آویز پکڑ، تم سب کا اسی میں شرف ہے کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑو اور اسی کو مقدم رکھو۔ اب ہم مخالفت قرآن اور حدیث (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں بلکہ موافق اور اس کے اجمال کی مبین ہوتی ہے تو دست آویز حدیث عین دستاویز قرآن ہے اور عین شرف جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ محمد حسین) کے وقت میں قرآن کو دستاویز نہ پکڑیں تو گویا ہماری یہ مرضی ہوگی کہ جس شرف کا ہم کو وعدہ دیا گیا ہے، اس شرف سے محروم رہیں۔ اور یہ فرماتا ہے و من یعش عن ذکر الر حمن نقیض له شیطا ناً فهو له قرین یعنی جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو چیز اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے، اور حق سے اس کو پھیرتا ہے اور نابینائی اسکی نظر میں آراستہ کرتا ہے اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا۔

اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کر لیں جو صریح قرآن کے مخالف ہو تو گویا ہم چاہتے ہیں کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جائے اور اپنے وساوس میں ہمیں گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔ اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائیں۔ اور یہ فرماتا ہے:

الله نزل احسن الحد یث کتا باً متشا بهاً. مثا نی تقشعر من جلود الذ ین یخشو ن ر بهم ثم تلین جلود هم و قلو بهم الی ذکر الله ۔

یعنی ذا لك الکتا ب کتاب متشا به یشبه بعضه بعضاً لیس فیه تنا قض و لا اختلاف مثنی فیه کل ذکر لیکو ن بعض الذکر تفسیر البعضه تقشعر منه جلو د الذین یخشو ن ربهم یعنی سیتو لی جلا له و هیبته علی قلو ب

العشاق لتقشعر جلودهم من كما ل الخشية و الخوف يجا هدو ن فی طاعة الله لیلاً و نها راً بتحريك تا ثيرا ت الجلا لية و تنبيها ت قهر ية من القر آن ثـم يبـد ل الـلـه حا لتهم الى التلذذ فيصير ا لطاعة جزو طبيعتهم و خا صة فـطـرتهـم فتـلـين جلو د هم و قلو بهم الى ذكر الله ۔ يعنى يسيل الذكر فى قلو بهم كسيلا ن الماء و يصدر منهم كل امر فى طاعة الله بكمال السهو لة و الـصـفـا لیـس فيه ثقل و لا تكلف و لا ضيق فى صدورهم بل يتلذذو ن بـامتثـا ل امـر الـهـم و يـجـدو ن لذة و حلا و ة فى طا عة مولهم و هذا هو الـمـنتهى الـذى يـنتهى اليـه امـر الـعا بدين وا لمطيعين و يبد ل الله آلامهم باللذات ...

(اس آیت اوراس کی تفسیر سے، جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے، گو یہ ثابت ہے کہ قرآن کی بعض آیات، بعض کی تفسیر ہیں، مگراس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔ اور مرزا نے خود بھی اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا، بلکہ دبی زبان سے یہ اقرار کرلیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لئے احادیث سے بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اوراس آیت یا پہلی چار آیتوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحت احادث کا معیار قرآن شریف ہے۔ پھران آیات کواس مدعا کے ثبوت کے لئے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا حاصل وتطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیت کی تفسیر میں جو آپ نے حالات باطنی کی جو تشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے، جس کو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے، نہ آپ کے جواب سے۔ لہذا اس کے بیان سے آپ نے پندرہویں دفعہ خروج از مبحث کا ارتکاب کیا و معہذا آپ نے اس میں ارتکاب سرقہ کیا۔ کیونکہ اس تشریح کا مضمون تو آپ نے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا ہے مگران کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ یہ جتایا ہے کہ یہ آپ کا ایجاد وطبع زاد ہے۔

ونیز اس تشریح میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہیں اوراس میں کذب محض سے کام لیا۔ آپ کو خشیت وہیبت الٰہی ومعارف وحقائق قرآنی سے کیا تعلق؟ اطاعت وعبادت وذکر سے کیا نسبت؟ اور جو یہ باتیں آپ قرآن سے نکالتے ہیں، ان کو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ ومنافقانہ مفتریات ہیں نہ معارف قرآنیہ ونکات۔ آپ کی اطاعت وعبادت وذکر کا یہ حال ہے کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہیں رہا۔ آپ سے اورد ذکر کیا ہوگا۔ نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ سبحان الله و الحمد لله کہنا آپ کو نصیب نہیں ہوتا۔ آپ کو دس ہزار روپیہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے، مگر کبھی زکوۃ نہیں دی۔ اب تک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ بازاری اور فحش اور عامیانہ گالیوں سے آپ کا قلم وزبان نہیں بچ سکتے۔ آپ کا رسالہ شحنۂ حق و فیصلہ

آسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ آسمانی وغیرہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ جلد ۱۲و۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو اس بیان کی پوری تصدیق وتائید کرینگے۔ ایسے اعتقادات واخلاق وعبادات وطاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہوں تو پھر وہ معارف یقیناً رحمانی نہیں، شیطانی ہونگے۔ محمد حسین)

اب ان تمام محامد سے جو قرآن کریم اپنی نسبت فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اور اس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعہ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی حدیثوں کا محتاج ہے۔ بلکہ صرف ایسے امور جو سلسلہ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں اور ماسوا ان امور کے جس قدر امور ہیں ان کی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہاں باوجود اس تفسیر کے حدیثوں کی رو سے بھی عوام کے سمجھانے کے لئے جو لا یمسہ کے گروہ میں داخل ہیں زیادہ تر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن جو اس امت میں الا المطہرون کا گروہ ہے وہ قرآن کریم کی تفسیروں سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے (ان فقرات میں مرزا قادیانی نے پہلے تو قرآن کا اپنی تفسیر میں احادیث کا محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ میں اس کو تعامل کا جو احادیث متعاملہ وسنن متوارثہ میں پایا جاتا ہے محتاج بنایا۔ یہ مرزا کے الفاظ ہیں جو اس کی تحریر نمبر ۸ میں ہیں، تیسرے فقرہ میں دبی زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا، چوتھے فقرہ میں پھر حقیقۃً ان کا مفسر قرآن نہ ہونا ظاہر کیا۔

اس سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو میں کہونگا کہ میں نے حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے کب انکار کیا ہے، اور ایسا ہی آپ سے وقوع میں آیا ہے، اپنی تحریر نمبر ۸ میں ہم نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن وحدیث وآثار ثابت کیا تو اس کے جواب میں اپنی تحریر نمبر ۸ میں مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کہاں اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہیں۔ الخ

اور اگر جانب ثانی نے اس کا ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑایا جائے گا جن کو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہم اس کے اس کلام سے اس کی غرض ومقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اس کو الزام دے سکتے ہیں۔ اس کے پہلے فقرہ کی رو سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہیں، چنانچہ تحریر نمبر ۸ میں ہم سے وقوع میں آیا ہے، اور اس کے تیسرے فقرہ کی نظر سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے کا قائل بنا کر اس پر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہیں جو نزول مسیح وغیرہ میں قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ میں جو قادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ میں اپنا مفسر آپ ہونا ان میں حدیثوں کی طرف محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے، وہ محض غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادات ہیں جو

حالات برزخ اور وقائع حشر ونشر وصفات بہشت ودوزخ میں وارد ہیں۔ان کی تفصیل وتفسیر جو احادیث میں وارد ہے،اور اہل اسلام کے مختلف فرقوں میں وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہیں وہ قرآن میں کہیں نہیں ہیں۔مرزا وہ تفاصیل وتفاسیر،قرآن سے نکال دے تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہم سے پانچ روپیہ انعام لے۔ورنہ ندامت کے ساتھ ان فقرات ۲ و۴ کو واپس لے۔قادیانی اور اس کے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو نا قابل تفسیر قرآن بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کیلئے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو نا قابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ وحشر ونشر واحوال جنت و اہوال دوزخ مہمل بیکار ہو جائے گی۔محمد حسین) **لیکن اس امر کا زیادہ لکھنا چنداں ضروری نہیں** (اس بات میں جو کچھ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے وہ کونسا ضروری امر تھا۔اس کے بیان میں بھی آپ نے خروج از اصل بحث ومطلب کہا۔جس کی یہ سولہویں دفعہ ہے۔اور ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت میں قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے کیونکہ مخالفت معلوم وثابت ہو جائے تو پھر عرض کی کیا حاجت ہے۔عرض تو قائلین عرض کے نزدیک بھی قبل از علم مخالفت وموافقت ہونا چاہیے۔مرزا صاحب کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخن فہمی میں ایسے طاق ہیں کہ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔اور پھر یہ دعوی کہ الہام وتفہیم الہی میرے شامل حال ہے اور روح القدس ان کا رہبر ہے۔ لا حول و لا قوۃ۔محمد حسین) **چنانچہ یہ امر ایک مشکوۃ کی حدیث** سے بھی حسب منشا بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علیؓ فاخبرته فقال وقد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول الله ﷺ یقول الا انها ستکون فتنة قلت ما المخرج منها یا رسول قال کتاب الله فیه خبر ما قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم ما بینکم وهو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه الله و من ابتغی الهدی فی غیره اضله الله و هو حبل الله المتین.... من قال به صدق و من عمل به اجرو من حکم به عدل و من دعا الیه هدی الی صراط مستقیم ۰

(جامع الترمذی۔ حدیث نمبر ۲۹۰۶)

یعنی روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں،جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے،گذرا۔سو میں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے،حضرت علی

ؓ کے پاس گیا اوران کو یہ خبر دی۔حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کی خوض میں مشغول ہیں (اس بات کا ہماری تحریر ہشتم میں کافی جواب دیا گیا ہے یہاں ناظرین دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے لفظ احادیث سے مراد احادیث نبویہ لیا ہے، جو ایک تحریف ہے اوراس تحریف سے اس نے وہ نتیجہ نکالا ہے جو اگلے حاشیے میں ہے۔محمد حسین) اورقرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ۔تب حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا ،یعنی دینی امور میں لوگوں کوغلطیاں لگیں گی اوراختلاف میں پڑیں گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے تب میں نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے رہائی کیوں کر ہوگی ۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب کے ذریعہ سے رہائی ہوگی ۔اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جوتم میں تنازعات پیدا ہوں گے ان کا ان میں فیصلہ موجود ہے۔وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں ۔جو شخص اس کو جباروں میں سے ترک کرے گا خدا تعالیٰ اس کو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اوراسکو حکم نہیں بنائے گا ،خدااس کو گمراہ کرے گا۔وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جس نے اس کی رو سے حکم کیا ،اس نے عدالت کی اور جس نے اسکی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف بلایا۔ رواہ الترمذی و الدارمی

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث میں صاف اورصریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس امت میں فتنہ ہوجائے گا اورلوگ طرح طرح کے مذہب نکال لیں گے اورانواع اقسام اختلافات اس امت میں باہم پڑ جائیں گے۔تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کے لئے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا ،جو شخص اس کو محک اور معیاراورمیزان قرار دے گا وہ بچ جائے گا اور جو شخص اس کو محک قرار نہیں دے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں۔کیا یہ حدیث بآواز بلند نہیں پکارتی کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہیں ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رو سے کرنا چاہیے۔

(اس نتیجہ کا ماخذ ومولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک اس حدیث میں لفظ احادیث سے احادیث نبویہ، جو وحی غیر متلو ہوتی ہے، مراد نہیں۔ بلکہ احادیث کے لغوی معنی لوگوں کی باتیں ہیں، جو وہ اس وقت کررہے تھے۔اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے اور لفظ حدیث کے لغوی کی معنی تفصیل وتشریح تحریر قادیانی نمبر

سوم کے حواشی میں ہوچکی ہے۔محمد حسین) ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام میں تہتر فرقہ ہو گئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز کی حدیثیں پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیتا ہے (یہ محض غلط و مغالطہ ہے۔جو اختلاف امت محمدیہ کے بہتر فرقوں نے فرقہ اہلسنت و جماعت سے کیا ہے وہ احادیث کی طرف رجوع کرنے پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑ کر قرآن سے تمسک کرنے پر مبنی ہے، جیسا کہ آج کل مرزا قادیانی کر رہا ہے۔

معتزلہ جو معافی گناہوں کے لئے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ اس انکار پر ان آیات قرآن سے تمسک کرتے ہیں جن میں قیامت کے دن شفاعت نہ ہونے کا ذکر ہے لا بیع و لا خلة و لا شفاعة ۔بقرہ۔ع ۲۴ ۔اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اس میں یہ صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت ﷺ خدا کے اذن سے شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جو مشرک نہ ہو اور آپ ﷺ کی شفاعت آپ کی امت یعنی مسلمان گنہ گاروں کیلئے ہے۔تو وہ انکار شفاعت سے بچ جاتے۔

استا ذن علی ر بی فی دارہ فیو ذن لی علیه فا ذا را یته وقعت سا جداً فید عنی ما شاء الـلـه ان یـد عنی فیقو ل ارفع محمد راسك و قل تسمع اشفع تشفع متفق علیه ۔ مشکوۃ ص ۴۸۰ ۔

اور آیات نفی شفاعت کے یہ معنی کرتے کہ وہ کافروں سے مخصوص ہیں جن کیلئے خدا تعالی اذن شفاعت نہ دے گا اور نہ انبیا ان کیلئے شفاعت کرینگے۔

شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہیں وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں:

لا تد ر که ا لا بصار و هو ید ر ك ا لا بصار ۔انعام۔ع ۱۳

کہ خدا تعالی کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔اور اگر وہ اس باب میں اس حدیث کی طرف رجوع کرتے:

قـا ل جـر یـر بـن عبد الله کنا عند النبی ﷺ اذ نظر الی القمر لیلة البدر فقا ل اما انکم سترو ن ر بکم کما تر و ن هذا لا تضا مو ن فی رو یته ۔(بخاری نمبر ۵۷۳)۔

کہ تم خدا کو ایسا دیکھو گے جیسا چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو...تو خدا کے دیدار کے قائل ہو جاتے اور اس آیت کے معنی یہ کرتے کہ دنیا کی آنکھیں خدا کو نہیں دیکھتی یا اس کے کنہ کو نہیں پاسکتیں۔

خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ اس تکفیر پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

و من یقتل مو مناً متعمداً فجزائه جهنم خا لداً فیها ۔ نساء ع ۱۳، ۔

اور اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ:

قـا ل رسـو ل الله و یخر ج من النار من قا ل لا اله ا لا الله و فی قلبه وزن ذرة من خیر

فقال ابو عبد الله قال ابان حد ثنا قتاده حد ثنا انس عن النبی ﷺ من ایمان مکان خیر (بخاری۔ص۱۱)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائے گا اور بہشت میں داخل ہوگا۔ تو خوارج مومن کو گناہ کے سبب خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیت کے معنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اس کے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا،

معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیاء سے منکر ہیں تو وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں:

و لا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول

کہ خدا تعالی اپنے غیوب پر بجز رسول کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے اور ان میں بہت سے مواقع پر غیر نبی کا بعض امور پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا (جیسے حضرت عبداللہ، والد جابر کا جنگ احد میں سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع ہونا۔ یا حضرت عمر کا کئی منزلوں کے فاصلہ سے حضرت ساریہؓ کے جنگ میں بے موقع کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ) اور دیگر برکات وکرامات کو دیکھتے تو الہامات وکرامات اولیاء اللہ کے قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیت سے مفہوم ہوتی ہے، اس حالت وکیفیت پر جس سے انبیاء مطلع کئے جاتے ہیں، یعنی وحی بحراست ملائکہ پر محمول کرتے۔

عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل۔ فقال ما ارانی الا مقتولاً فی اول من یقتل من اصحاب النبی ﷺ و انی لا اترك بعدی اعز علیّ منك، غیر نفس رسول رسول الله ﷺ، و ان علیّ دیناً فاقض و استوص باخواتك خیرا، فاصبحنا فکان اول قتیل ۔ (بخاری۔ حدیث نمبر ۱۳۵۱)

و عن ابن عمر ان عمر بعث جیشا و امر علیهم رجلاً تدعی ساریة بینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فهزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظهرنا الی الجبل فهزمهم الله تعالی ۔ رواه البیهقی (۔ مشکوة)

اس کے نظائر اور بہت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہائے ضالہ سے جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں فرقہ ہائے اہل سنت اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے رہے کہ وہ ان مسائل میں احادیث کی طرف رجوع کر کے قرآن کا وہ مطلب سمجھتے ہیں جو اس کے شارح ومفسر احادیث سے ثابت ومفہوم ہوتا ہے۔ اور وہی مطلب قرآن اس امت کے سلف صحابہ نے سمجھا ہے اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت رکھا گیا۔ اس نام میں سنت سے مراد آنحضرت ﷺ کا قول وفعل وتقریر ہے جس کا دوسرا نام حدیث قولی وفعلی وتقریری

ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جن کے اقوال افعال وتقریرات کتب حدیث میں مروی ہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت اور آئندہ بھی اس ضلالت سے وہی شخص بچے گا جو ذوالوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھے گا اور جو شخص احادیث کو چھوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر ناروا، وفہم نارسا سے کچھ قرار دے گا وہ یقیناً گمراہ ہوگا اور سیدھا جہنم کو جائے گا۔ اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا:

انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ (سنن دارمی)

کہ جو لوگ قرآن کی متشابہ آیتیں پیش کریں ان کو احادیث سے پکڑو کیونکہ حدیث والے قرآن خوب جانتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے ایک دن ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن میں اس حدیث کا خلاف ہے، تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت ﷺ کی حدیث پڑھتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں قرآن پیش کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، جنہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے، تجھ سے بڑھ کر قرآن جاننے والے تھے۔ یعنی یہ حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ ﷺ نہ فرماتے۔

وعن سعید بن جبیر انہ حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال رجل فی کتاب اللہ ما یخالف ھذا۔ قال الا ارانی احدثک عن رسول اللہ وتعرض فیہ بکتاب اللہ۔ کان رسول اللہ ﷺ اعلم بکتاب اللہ منک ۔ (دارمی)

اور اسی نظر سے امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے، چنانچہ امام شعرانی نے منہج میں نقل کیا ہے:

اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ

کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس حدیث پڑھی جارہی تھی، ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا ان احادیث کو چھوڑو۔ اس پر حضرت امام نے اس کو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن نہ سمجھتے:

دخل علیہ مرۃ رجل والحدیث یقرء عندہ فقال الرجل دعونا عن ھذہ الاحادیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لولا السنۃ ما فہم احدنا القرآن۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو اس وقت قرآن، قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقاء وجہلاء کو دام میں لا رہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے کہ لوگ قرآن کی ذوالوجوہ آیات کے جو معنی چاہیں کریں اور اصلی دین قدیم وصراط مستقیم کو جس پر اہل سنت وجماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چھوڑ کر ملحد و مرتد ہوجائیں اور کم سے کم اہل بدعت وضلالت تو بنیں۔ ورنہ درحقیقت اس کو قرآن سے بھی کوئی اعتقاد نہیں ہے۔ قرآن کو وہ لائق اتباع سمجھتا تو اس کی متعدد آیات متعلقہ معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھ کر کیوں ترک کرتا؟ محمد حسین)

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ خود حنفیوں کے بخاری ومسلم کی تحقیق احادیث پر کس قدر اعتراض ہیں تو اس

حالت میں کون فیصلہ کرے؟ آخر قرآن ہی ہے کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندوں کو بچاتا ہے اور اسی عروہ وثقی کے پناہ سے سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہیں (حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے چنانچہ ہماری تحریر ۸ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ مرزا میں کچھ شرم وحیا ہے تو بتاوے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے اور وہ کیا ہے۔ محمد حسین)

اور آپ نے جو یہ دریافت فرمایا ہے کہ اس مذہب میں تمہارا کوئی دوسرا ہم خیال بھی ہے؟ تو اس میں یہ عرض ہے کہ تمام لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے، وہ سب میرے ساتھ شریک ہیں۔ اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ بھی شریک ہیں۔ (قرآن مجید کو عام مسلمان حکم، رہنما، مہیمن، فرقان وغیرہ جانتے ہیں۔ مگر خاص کر ان باتوں کے فیصلہ کیلئے جو لوگ اپنی رائے سے کریں اور ان میں ان کا باخود ہا اختلاف ہو، نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت پر کھنے کیلئے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہیں، اور وہ ہمیشہ موافق ومثل قرآن ہوتی ہے، نہ مخالف قرآن۔ مرزا صاحب بار بار یہ دعوی تحریر میں لاتے ہیں تو ہم کو بھی بار بار اس کا یہی جواب دینا پڑتا ہے۔ محمد حسین)

اور جن لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونے والا ہے، اس سے خروج بجز ذریعہ قرآن کریم ممکن نہیں، وہ لوگ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (اس حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ حدیث صحیح کے فتنہ سے بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہیں ہے۔ یہ مطلب مرزا صاحب نے لفظ حدیث کے معنی میں تحریف والحاد اختیار کر کے نکالا ہے لہذا اس حدیث کے بیان کرنے والے، گو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہوں، آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ محمد حسین)۔ اور عمر فاروق جس نے کہا تھا حسبنا کتاب اللہ وہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (عمر فاروق کے قول مذکور کے یہ معنی نہیں کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے، چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ لہذا حضرت عمر بھی آپ کے ساتھ نہیں۔ محمد حسین) اور دوسرے بہت سے اکابر ہیں جن کے ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

تفسیر حسینی میں زیر تفسیر و اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونوا من المشرکین لکھا ہے کہ کتاب تیسیر میں شیخ محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کر لو، اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہوگی، ورنہ نہیں۔ سو میں نے اس حدیث کو کہ

من ترك الصلوة متعمدا فقد کفر قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال سے اس بارے میں فکر کرتا رہا تو مجھے یہ آیت ملی و اقیموا الصلوة و لا تکونوا من المشرکین ۔اب چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ پہلوں میں سے کسی ایک کا نام لو جو قرآن کریم کو محک ٹھہراتا ہو، سو میں نے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کر دیا، تو اب آپ کو ضد چھوڑ کر مان لینا چاہیے (صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث من ترك الصلوة کی صحت لفظی کو قرآن سے پرکھا ہے اور نہ اس کو عام اصول ٹھہرایا ہے چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں بہ تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔لہذا یہ دونوں صاحب بھی مرزا قادیانی کے موافق نہیں ہیں اور ان کے قول وفعل سے مرزا کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔اب انہی کو مناسب کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔محمد حسین) اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ میں ہیں (شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور پھر جملہ احادیث پر، جس میں صحیحین داخل ہیں، بلکہ خاص مقصود بالحکم ہے، مرزا صاحب کے شکی (مشکوک) ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں، یہ صحت صحیحین پر ان کا سترھواں حملہ ہے۔محمد حسین) فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کے ثبوت، کامل درجہ تک نہیں پہنچا سکیں (وہ تحقیقاتیں مثبت صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن، جو ایک موضوع حدیث کو بھی حاصل ہے، ان کو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔محمد حسین) اس صورت میں اس محک مقدس سے ان کی تصحیح کیلئے مدد نہ لیں تو گویا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کاملہ کے درجہ تک پہونچ سکیں۔

میں متعجب ہوں کہ آپ اس بات کے ماننے سے کیوں اور کس وجہ سے رکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لئے محک ومعیار ٹھہرایا جائے۔کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں، کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ (یہاں مرزا صاحب لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں۔اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں مان چکے ہیں کہ ہمیں قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اس کا اقبال ہے۔آپ کی تحریر نمبر ۵ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)

آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری ومسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔اب ان کو بہر حال آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب العمل ہو گیا ہے (حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو تو مرزا صاحب قادیانی بارہا مان چکے ہیں۔اپنے اشتہار کیم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں جلی قلم سے لکھ چکے ہیں کہ میں صحیحین کو مانتا ہوں بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔انہیں شک ہے تو وجوب اعتقاد میں ہے نہ وجوب عمل میں جو ظنیات پر بھی جائز ہے۔پھر یہ سوال معاندانہ ہے؟ یا وہ

اقبال منافقانہ؟ بینوا توجرو۔اس کے جواب میں جوشق اختیار کریں گےاس سے مرزا صاحب کی قلعی کھل جائے گی۔محمد حسین)

دنیا میں حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہیں، وہ اس اجماع سے منکر ہیں۔ ماسوا اسکے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے۔اور قرآن کریم پر بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے۔اب اگرچہ اس بات پر تو ہمارا ایمان ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے، لیکن اس بات پر ہم کیوں کر ایمان لے آویں کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک وشبہ کے واجب العمل ماننی چاہیے۔یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح سے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا؟ (یہ مرزا صاحب کا بخاری و مسلم کو شکی ومشتبہ کہنا اوران کے واجب العمل ہونے ہر ایمان نہ لانے کا اقراری ہونا، صاف یقین دلاتا ہے کہ جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں انہوں نے وجوب عمل کا اقرار کیا ہے، وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت وہ ان کتابوں کی جملہ حدیثوں کو واجب العمل نہیں سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط و بے دلیل امر جانتے ہیں۔یہ صحیحین پر ان کا اٹھارہواں حملہ ہے۔محمد حسین)

تفسیر فتح العزیز میں فلا تجعلوا لله انداداً و انتم تعلمو ن کے تحت لکھا ہے:

چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک و کفرست اطاعت غیر او تعالی نیز بالاستقلال کفرست ومعنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او درگردن اندازد وتقلید او لازم شمارد باوجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالی (یہ کھلم کھلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہیں کیونکہ وہ اس تسلیم وصحت میں غیر خدا کی اطاعت کرتے ہیں، جس میں حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی ہے۔کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثیں مخالف قرآن ہیں۔یہ بخاری و مسلم پر مرزا قادیانی کا انیسواں حملہ ہے جس میں اس نے بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو بھی شامل کرلیا ہے۔محمد حسین)

اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط میں، جو آپ ہی کے نام ہے، جو لاہور کی گول سڑک کے باغ میں آپ نے مجھے دیا تھا، قرآن کریم کی نسبت چند سطریں اسی امر کی تائید میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

فقیر را از ابتداء حال میلان بکلام رب عزیز بود و دعا کردم کہ یا الہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود بریں عاجز باز کنید۔سالہا شد و معصیت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میرفتم بلوا میشد ودل تنگ شد ناگاہ القاشد قد نری تقلب و جھك فی السماء فلنولینك قبلة تر ضا ھا بعدازاں رد بقرآن شد و آیاتیکہ درباب بوجھہ بقرآن بود القاء شد مانند اتبعوا ما انزل الیکم و لا

تتبعوا من دو نه اولیاء وامثال آن تا بحدے کہ یک روز دیدم کہ قرآن مجید پیش روئم نہادہ شد القاء شد ھذا کتا بی ھذا کتا بی و ھذا عبادی فا قرء وا کتا بی علی عبادی

پس یہ آیت کہ مولوی صاحب اپنے القاء کی رو سے ذکر فرماتے ہیں کہ اتبعوا ما انز ل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کی طرف ہونی چاہیے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دو نہ میں داخل دیکھے تو اس سے منہ پھیر لیوے (حضرت شیخنا و مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کے خط میں یہ تصریح کجا، اشارہ بھی نہیں پایا جاتا کہ آنخضرت ﷺ کی حدیث صحیح من دو نہ میں داخل ہے۔ صحیحین کو اور دوسری کتب کی احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکھتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئے تھے۔ کسی حدیث صحیحین کو انہوں نے مخالف قرآن دے کر من دو نہ میں کبھی داخل نہیں کیا۔ یہ امر ان کے احباب و اصحاب و اولاد میں سے کسی نے ان سے نقل نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے ان پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین)

پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں، بلکہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں نے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ بخاری نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، اور اس کا ضعیف ہونا اور بات۔ اور چونکہ دمشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اس کے متعلق کی حدیثیں بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں مگر اس طولانی حدیث کو چھوڑ دیا ہے ، اس لئے بوجہ تعلقات خاصہ اس حدیث کے جو دوسری حدیثوں سے ہیں بے شک ہرگز نہیں ہوسکتا کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہیں، بلکہ ذہن اسی بات کی طرف انتقال کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی رائے میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (ہماری تحریر نمبر ۸ میں بتفصیل ثابت ہے کہ ضعیف و موضوع ہونا مرزا کے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہیں۔ محمد حسین) سو یہ میری طرف سے ایک اجتہادی امر ہے، اور میں ایسا ہی سمجھتا ہوں اس کو موضوع ہونے سے کچھ تعلق نہیں اور یہ بحث اصلی مبحث سے خارج ہے، اسلئے میں اس میں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپ کا اختیار ہے جو چاہیں رائے قائم کریں، پر کھنے والے خود میری اور آپ کی رائے میں فیصلہ کرلیں گے، میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

اور پھر آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دے کر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے۔ میری

اس تمام کلام کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم یا بخاری کو موضوع قرار دے دیا ہے (یہی مطلب ہے اور مرزا صاحب نے اچھے طور سے احادیث صحیحین متعلقہ دجال کو موضوع قرار دیا ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)۔ بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اگر تناقض کو دور نہ کیا جائے تو پھر دونوں طور کی حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ماننا پڑے گا۔ سو میرے اس بیان میں فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہیں کہ درحقیقت بلا ریب فلاں حدیث موضوع ہے، بلکہ میرا تو ابتداء سے مذہب یہی ہے کہ اگر حدیث کی قرآن قریم سے کسی طور سے تطبیق نہ ہو سکے تو وہی حدیث موضوع ٹھہرے گی یا وہ حدیثیں جو سلسلہ تعامل کے متواترہ حدیثوں سے یا جو ایسی حدیثوں سے مخالف ہوں جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتھ کثرت اور قوت رکھتی ہیں، وہ موضوع ماننی پڑے گی۔ اگر میں کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹھہرالوں اور آپ اس کو موافق قرآن کر کے دکھلا دیں تو میں اگر فرض کے طور پر اس کو موضوع بھی قرار دوں، تب میں عندالتطابق اپنے مذہب سے رجوع کر لوں گا، میری غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے۔ ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے (احادیث سلسلہ تعامل سے مرزا صاحب قادیانی کی مراد وہ احادیث ہیں جو متعلق عمل ہیں، جن میں احادیث متعلقہ فروعات اختلافی بھی داخل و شامل ہیں، ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی حجت ماننا اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو، کہ ازانجملہ احادیث نزول مسیح وخروج دجال ہیں، مخالف قرآن قرار دے کر غیر قطعی قرار دینا، مرزا صاحب ہی کا کام ہے، جو نہ قطعی و یقینی کے معنی جانتے ہیں، نہ تفاوت مراتب احکام وعقائد سے واقف ہیں۔ اس امر کی تشریح اس کی تحریر نمبر ۸ کے جواب میں ہم کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔ محمد حسین)۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ ان باتوں کے ذکر کو جانے دیں اور اس ضروری بات پر توجہ کریں کہ کیا ایسی حالت میں جب کہ ایک حدیث، صریح قرآن کریم کے مخالف ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ میں آپ پر اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کھا سکے میں اس کو ہرگز من جانب رسول کریم یقین نہیں کروں گا جب تک کوئی مجھ کو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہیں۔ ہاں سلسلہ تعامل کی

حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں کوئی علمائے سلف میں سے تمہارے ساتھ نہیں، سو حضرت میں تو حوالہ دے چکا، اب ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

پھر آپ مجھ سے اجماع کی تعریف پوچھتے ہیں (میں نے مرزا سے یہ نہیں پوچھا کہ ان کے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال تھے:۱۔تعریف اجماع جو آپ نے کی، وہ کس کتاب میں ہے۔۲۔بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔۳۔باقی صحابہ کے سکوت پر نقل کی شہادت کہاں ہے۔ مرزا صاحب نے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو بھلا دینے کی نیت سے جواب سوالات میں پہلی باتوں کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کو اس کا سوال بھلا دینا، اور اس کو دوسری طرف لے جانا، آپ ہی پر ختم ہے۔ مگر: بہر رنگے کہ مے آئی شناسم، کے مصداق ہم مرزا قادیانی کی بھول بھلیوں میں نہیں پھنسے، دیکھو تحریر نمبر ۸ میں اسکے اس جواب کی کیسی خبر لی گئی ہے۔محمد حسین)

میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے اس رائے کے، مخالفت ظاہر نہ فرماویں، تو یہ بھی اجماع ہے۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ ایسے صحابہ نے جو امیر المومنین تھے، ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی رائے ظاہر کی، اور آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے۔ اور پھر اسی امر کے بارے میں ابن عمرؓ نے بھی قسم کھائی اور جابر نے بھی اور کئی اور صحابیوں نے بھی رائے ظاہر کی، تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہ بھی اجماع ہے۔ اور کون سی اجماع کی تعریف مجھ سے آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں، تو آپ جس قدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمیں کھا کر اس کا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے، یا بغیر قسم کے اس بارے میں شہادت دی ہے، دونوں قسم کی شہادتیں بالمقابل پیش کریں، اور اگر آپ نہ پیش کرسکیں تو آپ پر من کل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہو گیا تھا، کیونکہ اگر انکار پر قسمیں کھائی جاتیں تو ضرور وہ بھی نقل کی جاتیں۔ آنحضرت ﷺ کا قسم کو سن کر چپ رہنا، ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام صحابہ کی شہادت سے کامل تر شہادت ہے۔ پھر اگر یہ چیڑ پھاڑ فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان سے اپنا ڈرنا

ظاہر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام باتیں تصریح سے ثابت نہیں ہوتیں، اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں (یہ مسلّم ہے، مگر جو بات آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے ثابت ہو، اس کو صریح قول نبوی قرار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جاتا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا۔ ان کی تحریرات نمبر۴ و۵ اور ہماری تحریرات نمبر۵ و۶ و۸ ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) جس حالت میں صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت ﷺ بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے، اس بات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا، جیسا کہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں کوئی دانا خیال کرسکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی اور اس لمبی مدت میں کبھی آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ سے نہیں فرمایا تھا۔ جس حالت میں آنحضرت ﷺ آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور میں بھی ڈراتا ہوں، تو اس صورت میں کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو ڈر آنحضرت ﷺ کے دل میں مخفی تھا، وہ کبھی اس مدت میں کسی صحابی پر ظاہر نہیں کیا (آنحضرت ﷺ کے دل میں کس دجال کا خوف تھا، اور مرزا نے اس کو کس کا خوف بنا دیا۔ پھر اس کا ظہور لازمی ٹھہرا دیا، بے شک آپ ﷺ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے، اور لوگوں کو اس سے ڈراتے رہے، مگر وہ دجال آپ ﷺ کے نزدیک ابن صیاد ہرگز نہ تھا، وہ ہوتا تو آپ ﷺ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجال موعود ہے، اس سے میں ڈرتا ہوں اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہیں۔ اور اسکی علامات ایسی بیان فرمائیں جن کا ابن صیاد میں نام ونشان بھی پایا نہ جاتا تھا، جیسے اسکے ساتھ آگ و پانی کی نہریں ہونا، اور اس کا ایک آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دینا وغیرہ، جو نہ صرف صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔ بلکہ وہ دجال اور ہے جسکا تفصیلی حال آپ ﷺ نے صحیح حدیثوں میں فرمادیا ہے اور وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، محمد حسین)۔ ماسوا اس کے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کر کے اس کا قائل ٹھہرتا ہے، ایسا ہی اپنے اشارات و ایمائات اور حالات سے اس کو ادا کر کے اس کا قائل قرار پاتا ہے (ہاں قرار پاتا ہے، مگر اس معنے کو کہ وہ اس کا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے، نہ اس معنے کہ اس نے یہ بات بتصریح کہدی اور فرمادی ہے۔۔۔ اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو مرزا صاحب سے وقوع میں آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو بقول مرزا صاحب ابن صیاد کے دجال ہونے کی نسبت صرف اشارہ کیا تھا، مگر اس اشارہ کو صریح قول نبوی سے تعبیر کر کے مرزا صاحب خود ہی اپنی تحریر نمبر۵ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ ہی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، اور مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں بھی لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کیوں فرماتے کہ ہمیں اس، یعنی ابن صیاد، کے حال میں ابھی شک و اشتباہ ہے۔ ان فقرات میں مرزا کا اشارہ نبوی کو جو اس کے نزدیک، نہ نفس الامر اور واقع میں، ثابت تھا، قول نبوی سے تعبیر کرنا، اور اس تعبیر کے لئے اتنی لمبی عبارت از خود بنالینا، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو پھر معلوم نہیں افتراء کس جانور کا نام ہے۔ محمد حسین)

سو یہ کون سی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ کو مفتری تجویز کرتے ہیں۔آپ کو ڈرنا چاہیے، انسان جو بے وجہ اپنے بھائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالی کی جناب میں اس لائق ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اس پر کرے۔

خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے کہ اگر لم یزل کا لفظ حدیث میں صحیح اور مطابق واقعہ ہے، تو اس کا مصداق مجرد نگرانی حالات ہرگز نہیں ٹھہر سکتا مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں زید کو دس بارہ برس سے برابر دیکھتا ہوں کہ وہ دہلی جانے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس میں دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اس بات کا ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو، یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائے رکھنا جس کا ادا کرنا زبان کا کام ہے، صریح اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مدت میں کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر آپ ابن عربی کے مخالف تھے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کیا، باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپکے کلام کا آپ کے ابتدائی بیان میں یہ صریح منطوق بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ابن عربی کے مئوید ہیں۔اگر آپ مئوید نہیں تو آپ نے صحیح بخاری کی حدیث کیوں نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ محدث بھی نبی مرسل کی طرح ہے

(تائید صرف الہام ومحدثیت کے ثبوت و وجود کی ہے، نہ اس امر کی کہ ملہم ومحدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے، اور نہ اس امر کی کہ اگر کسی کو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور من جانب اللہ ملہم ہے۔ایسا شخص تو یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔دیکھو ہماری تحریر نمبر ۸۔محمد حسین)

اور آپ نے کیوں محمد (بن) اسماعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محدث کی وحی نبی کی طرح دخل شیطان سے منزہ کی جاتی ہے۔اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہیں مانتے تو گذشتہ راصلوۃ، ابھی اقرار کردیں کہ میں محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونے والی نہیں سمجھتا۔تعجب ہے ایک طرف تو آپ بخاری بخاری

کرتے ہیں اور ایک طرف اس کے برخلاف چلتے ہیں۔ پھر جب کہ آپ کا بخاری پر ایمان ہے کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں تو اس صورت میں تو آپ کو ابن عربی سے اتفاق کرنا پڑے گا کیونکہ اگر کسی محدث پر یہ کھل جائے کہ فلاں حدیث موضوع ہے اور وہ بار بار کی وحی سے اس پر قائم کیا جائے تو کیا آپ حسب منشاء بخاری یہ اعتقاد نہیں کریں گے کہ محدث کو وہ حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جب کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے تو میں نے آپ پر کیا افتراء کیا۔

حضرت مولوی صاحب! آپ ایسے الفاظ کو کیوں استعمال کرتے ہیں، اتقوا اللہ کے مضمون کو کیوں اپنے دل میں قائم نہیں کرتے۔ مفتری، ملعون، دین سے خارج ہوتے ہیں۔ اجتہادی طور پر کسی بات کو کسی نہج سے گو غلط ہی سہی، سمجھ لینا اور چیز ہے اور عمداً ایک واقعہ معلومۃ الحقیقت کے برخلاف لکھنا یہ امر اور ہے (اجتہاد نہیں محض کذب ہے۔ محمد حسین)

آپ کے خلاصہ سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ میں اس طرح سے کہ جیسے حنفی لوگ اماا عظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہیں، بخاری ومسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ ان کی صحت کو ظن کے طور پر مانتا ہوں اور الغیب عند اللہ کہتا ہوں (آپ کو ظن صحت کہاں ہے، آپ تو صحت صحیحین کو مشکوک ومشتبہ قرار دے چکے ہیں ۔جیسا کہ پہلے حواشی میں گذر چکا۔ محمد حسین)۔ مجھے ان کے بارے میں رویت کی مانند علم نہیں ہے۔ اگر کسی حدیث کو مخالف کتاب اللہ پاؤنگا تو بغیر تطبیق اور فیصلہ کے ہرگز اس کو قول رسول کریم نہیں سمجھوں گا (حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت تجویز کرنا اور اس شرط سے اس کے قول رسول ہونے سے انکار کرنا، یہ کہنے کے برابر ہے کہ حدیث صحیحین سب کی سب صحیح نہیں ۔اور یہ صحیحین پر مرزا صاحب کا بیسواں حملہ ہے۔ محمد حسین) گو حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور قرآن کے معیار ٹھہرانے میں پہلے عرض کر آیا ہوں، اور سب کچھ بیان کر چکا ہوں، حاجت اعادہ نہیں ہے۔ فقط۔

خاکسار غلام احمد.. جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحؒ کی تحریر ہشتم

افسوس آپ نے پھر بھی میرے اصل سوال کا صاف اور قطعی جواب نہ دیا اور نہ فرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہیں، یا جملہ موضوع ہیں، یا مختلط، یعنی بعض صحیح ہیں بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپ نے شروع تحریر میں نقل کر دیا جس سے یہ گمان کہ آپ نے مطلب سوال نہ سمجھا ہو، رفع ہو گیا۔ ہر چند آپ نے یہ بات تصریح سے کہدی ہے کہ اگر میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نہ پاؤں گا تو اس کو موضوع قرار دونگا، کلام رسول نہ سمجھونگا اور اپنے پرچہ نمبر۴ میں آپ صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کتابوں کے وہ مقامات جن میں تعارض ہے، تحریف سے خالی نہیں۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں، جس کو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالہ اوہام میں جو میرے پرچہ نمبر۷ میں منقول ہوئے ہیں، آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہیں مگر اب اپنے پرچہ نمبر۷ میں آپ اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہیں کہ: جو کچھ میں نے وہاں کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض و عدم موافقت و مطابقت وہ احادیث موضوع ہیں۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہیں ہے۔، باوجودیکہ ان مقامات میں آپ نے یہ شرط نہیں لگائی، بلکہ ان احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پھر ان کو موضوع قرار دیا ہے (مرزا صاحب قادیانی کے جوابات ہمارے سوالات کے مقابلے میں بعض رؤساء لودہانہ نے سنے تو اس کی نظیر میں ایک رئیس نے چشم دید حکایت بیان کی۔ اس حکایت کو اس مقام میں نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔ رئیس مذکور نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کے ایک کمان افسر یورپئن صاحب تھے، جو رات کو دو گھنٹہ دربار کرتے تھے اور اس میں اپنی فوج کی معروضات اور رسالے کے یومیہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سردار کی اونٹنی کھوگئی۔ کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے رات کے دربار میں اونٹنی کے مالک سردار سے کہا کہ سردار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجھے آپ صرف تین باتوں کا جواب دیں اور کچھ نہ فرماویں۔ یہ اسلئے کہ کمان افسر کو اس بات کا علم تھا کہ سردار صاحب بڑے باتونی ہیں، وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دیں گے۔ وہ تین باتیں یہ تھیں۔ اونٹنی کس پڑاؤ پر کھوئی گئی اور کس تاریخ اور وقت۔ سردار صاحب نے تمہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی میں نے ۳۵۰ روپئے کو خریدی تھی اور اس کے عوض ۵۰۰ مانگے جاتے تھے۔ کمان افسر نے کہا سردار صاحب میں نے یہ بات آپ سے نہیں پوچھی، جو میں نے پوچھا ہے اس کا

جواب دیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ حضور وہ اونٹنی میں نے بیکانیر کی منڈی سے خریدی تھی اس پر کمان افسر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہاں حضور جواب دیتا ہوں، وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی تھی، اس پر کمان افسر نے پھر وہی عذر کیا کہ سردار صاحب اور تکلیف نہ کریں صرف میرے سوالات کا جواب دیں۔ اس پر بھی سردار صاحب نے ان تینوں سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی اونٹنی کے وقائع عمری شمار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دربار کا وقت مقررہ گذر گیا اور ان سوالات ثلاثہ کا جواب نہ دیا۔ محمد حسین) آپ کو میرے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالہ اوہام کی تصریحات مذکورہ پرچہ نمبرے سے انکار کر جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس سوال کے دونوں شق جواب میں پھنستے ہیں اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہیں کر سکتے۔

اگر آپ یہ شق اختیار کریں کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہیں تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث آپ کے عقاید مستحدثہ جدیدہ کے صریح خلاف ہیں۔ ان احادیث کو صحیح مان کر آپ کا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم وثابت نہیں رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپ نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحین کو بلا وقفہ ونظر صحیح تسلیم کرنا اندھا پن اور تقلید بلا دلیل ہے۔

اور اگر آپ یہ شق جواب اختیار کریں کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع، یا ازاں جملہ بعض صحیح اور بعض موضوع ہیں، تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہلحدیث جن کے بعض عوام آپکے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں، آپ سے بے اعتقاد ہوتے ہیں، اور کفر یا فسق اور بدعت کا فتوی لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں دیتے، صرف شرطی طور پر کہتے ہیں کہ اگر کتاب بخاری ومسلم کی احادیث کو موافق قرآن نہ پاؤنگا تو میں ان کو موضوع قرار دونگا، ورنہ مجھے بخاری ومسلم سے حسن ظن ہے، میں خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت وبلا ضرورت انکی احادیث کو موضوع قرار دینا ضروری نہیں سمجھتا، ضرورت ہو گی، یعنی قرآن سے انکی موافقت نہ ہو سکی، تو موضوع قرار دونگا۔

آپکے اس شرطی جواب پر مجھے حق واختیار حاصل ہے کہ میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ کروں۔ ولیکن اب میری یہ امید کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں گے، قطع ہوگئی ہے اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ میرے اس مطالبہ پر بھی آپ ۲۶ صفحہ یا اس سے دو چند ۵۲ صفحہ میں ایسی ہی لا یعنی اور فضول باتوں کا

اعادہ کریں گے جو اس وقت تک مکرر، سہ کرر تحریر کر چکے ہیں، جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہیں گے، اور کہہ رہے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت مسیح اقدس کس قدر طولانی تحریرات کرتے ہیں اور کتنے صفحہ کاغذات پر کرتے ہیں اور بیسیوں آیات قرآن تحریر فرمائے جاتے ہیں اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکو پیش نظر ہے، مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے، مجھے اس بحث کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم کام دامن گیر ہیں۔ لہذا اب میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہیں کرتا اور ناظرین وسامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہوں، جن نتائج کے جتانے کی غرض سے میں اب تک آپکے جواب پر نکتہ چینیاں کرتا رہا ہوں۔

میرا یہ مقصود نہ ہوتا تو جو بات میں آپ کے پرچہ نمبر۳ کے جواب میں لکھ چکا تھا کہ آپ نے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط احادیث صحیحین میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ وبناء علیہ وہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا اور اسی کے جواب دینے پر آپ کو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ کی نہ سنتا، کیونکہ ہر شخص جس کو فن مناظرہ سے ادنی مس ہو، یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کوئی اپنے مناظر ومخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے، وبناء علیہ کوئی اصول پیش کر کے اس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہیں یا نہیں، تو اس کے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرے یا اس سے انکار کرے۔ اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اس کا فرض نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں اور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا مقابل، صاحب تمہید، اس کی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے ممہد واصول پر دلائل قائم کرے۔

آپ نے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہیں کی، مگر ان اصول کا خلاف ثابت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ سو بھی ایسے طور پر کہ اصل سوال سے غیر متعلق اور فضول باتوں میں خامہ فرسائی شروع کر دی۔ اس صورت میں مجھ پر لازم نہ تھا کہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دیتا، یا اس پر کوئی سوال کرتا۔ مگر اسی غرض سے اب تک آپکے جوابات کے متعلق خدشے وسوالات کرتا رہا ہوں کہ آپ کی کلام سے وہ نتائج پیدا ہوں جن کو میں عام اہل اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اس غرض سے میں اب آپ کی تحریرات حال وسابقہ

پر تفصیلی نکتہ چینی کرتا ہوں جس کا وعدہ اپنی تحریرات سابقہ میں دے چکا ہوں ۔ اس نکتہ چینی میں بالاستقلال تو آپ کا پرچہ نمبرے نشانہ ہوگا مگر اس کے ضمن میں آپ کی جملہ تحریرات سابقہ کا جواب آجائے گا۔ بحول اللہ و قوتہ۔

آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں ۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے۔ اس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں ۔ یہ حصہ بلاشبہ صحیح ہے مگر اس کی صحت روایت کی مدد سے نہیں ، بلکہ تعامل کے ذریعہ سے ہے۔ دوسرا وہ حصہ جس پر تعامل نہیں پایا گیا۔ یہ حصہ یقیناً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار صرف اصول روایت پر ہے اور اصول روایت سے صحت کا ثبوت اور کامل اطمینان نہیں ہوسکتا ۔ ہاں اس حصہ کی قرآن کریم سے موافقت ثابت ہو تو یہ بھی یقیناً صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اس قول سے ثابت ہے اور یہی جتانا اس وقت مدنظر ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایت اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں ، اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ ضروریات دین اصطلاح علماء اسلام میں کس کو کہتے ہیں؟ اور تعامل کی کیا حقیقت ہے؟ اور وہ جملہ احادیث معاملات و احکام سے متعلق کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اہل اسلام کے نزدیک اصول تصحیح روایت کیا ہیں؟ خاکسار ہر ایک امر سے آپ کو اور دیگر ناواقف ناظرین کو مطلع کر کے یہ جتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوسکتا۔

پس واضح ہو کہ ضروریات دین وہ کہلاتے ہیں جو دین سے ضرورۃً یعنی بداہۃً اور بلانظر و فکر معلوم ہوں ، نہ وہ امور جن کی طرف دین کی ضرورت یعنی حاجت متعلق ہو۔ ضرورت سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنخضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنیٰ نہیں ہوتی ۔ آنخضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت و ضرورت کے متعلق ہے۔ اس صورت میں دوسرا حصہ احادیث جس کو آپ یقیناً صحیح نہیں جانتے ، ضروریات دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضروریات سے میری مراد وہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر جملہ احکام معاملات و عقود کو ضروریات میں شامل کرنا غلط قرار پاتا ہے ۔ احکام متعلقہ معاملات بلکہ عبادات جملہ ایسے نہیں جو بداہۃً دین سے ثابت ہوں ۔

کسی حکم یا امر پر تعامل کی صورت یہ ہے کہ وہ حکم عام لوگوں کے عمل میں آجائے، اس کی مثال ہم احکام شرع سے صرف ان اتفاقی امور کو ٹھہرا سکتے ہیں جو جملہ اہل اسلام میں علی سبیل الاشتراک عمل میں آگئے ہیں۔ یعنی نماز یا حج یا صوم کے اتفاقی ارکان بلالحاظ ان کے قیودات وخصوصیات کے کہ نماز رفع یدین والی ہو یا بلا رفع اوراس میں ہاتھ سینہ پر باندھے جاویں یا زیر ناف یا ارسال یدین ہو و علی ھذا القیاس اوران کے قیود اور خصوصیات کا لحاظ کیا جائے تو ان پر تعامل کا ادعا محض غلط ہے۔ اور کوئی فریق یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ ہمارا طریق تعامل عام اہل اسلام سے ثابت ہے۔ ان امور پر تعامل عام ہوتا تو اس میں اختلاف ہر گز واقع نہ ہوتا، جو آپ کے نزدیک وضع وعدم صحت کی دلیل ہے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ احادیث کا حصہ متعلقہ عبادات و معاملات تعامل سے ثابت ہے، محض ناواقفی پر مبنی ہے۔

اوراگر تعامل سے آپ کی مراد (اس تحریر کے جواب میں آپ نے تحریر نمبر ۸ میں تعامل کی تشریح کی اس سے آپ کے یہی مراد ثابت ہوتی ہے۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ محمد حسین) خاص خاص فرقوں یا شہروں یا اشخاص کا تعامل ہے۔ اوراس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہیں تو آپ پر سخت مصیبت پڑے گی، کیونکہ یہ تعامل خاص ہر ایک قوم وشہر ومذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو، تو چاہیے کہ جملہ احادیث مختلفہ جن پر یہ تعامل ہائے خاص خاص پائے جاتے ہیں، یقینی اور صحیح ہوں، اور یہ امر نہ صرف آپ کے مذہب کے بالکل مخالف ہے، بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے۔

اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہیں جو آپ نے قرار دیا ہے کہ وہ توافق قرآن ہے یا تعامل امت، بلکہ وہ اصول شروط صحت ہیں جن کا مدار چار امور ہیں۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ وعدم علت۔ ان شروط میں جو آپ نے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے، یہ بھی آپ کی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے۔ فہم معانی ہر ایک حدیث کی روائت کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ خاص کر اس حدیث کے لئے شرط ہے جس میں بالمعنی حکایت ہو اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ سے نقل کردے اس میں راوی کے فہم معانی کو کوئی شرط نہیں ٹھہراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے جواب میں شائد آپ یہ کہیں گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے مقتدا سید احمد خاں نے کہا ہے تو آپکو اس پر اہل

اسلام جوفن حدیث سے واقف ہیں محض ناواقف کہیں گے۔

(سرسید احمد خان کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔سرسید کی اقتداء کا ثبوت درج ذیل ہے:

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کیلئے موافقت قرآن کو شرط ٹھہرانے میں مرزا صاحب قادیانی نے سرسید احمد خان کی کاسہ لیسی کی ہے۔اس مسئلہ ہی کی کیا خصوصیت ہے، جو بات بھی آپ نے تمام مسلمانوں کے برخلاف اسلام میں نکالی ہے اس میں سرسید کی متابعت وشاگردی اختیار فرمائی ہے۔اس مسئلہ میں جو مرزا نے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہیں ہے ۔اب ناظرین ان کے پیرومرشد سرسید احمد کا کلام سنیں اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ مطابقت کرلیں۔

سرسید احمد خان نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰ جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ میں مضمون نمبر ۶۱ بعنوان اقسام حدیث شائع کیا ہے۔اس کی تمہید میں آپ نے کہا ہے: انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم وتجربہ کا کمال بہت کچھ اس کے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔اوہام مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اس کے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کردیتی ہے۔اسلئے جو لوگ مسلمانوں کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب وشائستگی پر بحث کرتے ہیں ان کو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزوں کے مانع خیال کئے جاتے ہیں ناگزیر ہوتا ہے۔۲۔منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہیں جن کی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثوں پر بھی ہوتی ہے ۔۳۔مسلمانوں میں یہ ایک عام خیال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی حدیث میں آئی ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔مگر اس بات پر خیال نہیں جاتا کہ جب ہم یہ بات سنں کہ فلاں بات کسی حدیث میں ہے تو اول اس بات کی بھی تحقیق کرلیں کہ آیا وہ حدیث بھی معتبر ہے یا نہیں۔اور درحقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ ہے یا نہیں۔۴۔غالباً لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔اور جو کچھ کہ اگلے علماء تحقیق کر کے لکھ چکے ہیں وہی احادیث محققہ ہیں۔اب ہمارے لئے صرف اتنی بات کا جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہے اور علماء نے اس کو صحیح لکھا ہے۔۵۔ہمارا بھی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہیں ہے۔بلکہ ہم ان ہی حدیثوں کی نسبت جو کتب حدیث میں مندرج ہیں یہ بات دیکھنی چاہتے ہیں کہ ان میں کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ کی ہے ۔اور کون سی ان کی نہیں، بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کرلیں۔پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء نے بیان کئے ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس کے بعد سرسید احمد خان نے ایک قسم حدیث بالمعنی بیان کیا ہے۔یعنی وہ حدیث جس کو راوی نے آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو بلکہ اپنے الفاظ سے آنحضرت ﷺ کی مراد کو بیان کیا ہو۔دوسرا قسم حدیث درحکم مرفوع ،یعنی وہ حدیث جس کو بتصریح آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جا سکتا ہو، آنحضرت ﷺ سے مسموع قرار دے کر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو، گیارھویں قسم حدیث معنعن ،یعنی وہ جس کو راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہو، بارھویں قسم حدیث مئونن ،یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے بلفظ ان نقل کیا ہو، اور دیگر اقسام حدیث موقوف ،مقطوع ،معلق ،مرسل یا منقطع ،بعض ،مدلس ،مضطر۔۶۔اس کے بعد کہا ہے یہ بارہ قسمیں حدیث صحیح کی (یہ غلط ہے۔قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح ولائق

دست آویز نہیں سمجھتے۔ بلکہ ضعیف و نا قابل اعتماد قرار دے چکے ہیں۔اور ان اقسام کی حدیثوں کو وہ کتب حدیث ملتزم الصحتہ کے مقاصد میں نہیں لائے۔محمد حسین) جو ہم نے بیان کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہے گا کہ ان میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے اور ان میں سے کسی کا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں۔

پھر آپ (سر سید احمد خان) فرماتے ہیں: ۷۔علماء متقدمین نے جو کچھ رائے اس کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے،کوئی حدیث یا حکم من جانب شارع اس پر نہیں۔پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن ان کی طرف رکھیں۔مگر ایسا کرنے میں بالکل اندھے نہ ہو جاویں۔اور کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثوں کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں پس وہ اصول یہ ہے۔اول۔یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں۔اگر ہو تو ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہیں۔،اس کے بعد سر سید نے چھ اصول اور بیان کئے ہیں جو نیچری اصول ہیں۔اور پھر کہا ہے: ۸۔اقسام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب میں یہاں تک کہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں۔پس ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اسی قدر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلاں حدیث کی کتاب میں،(مثلاً بخاری میں یا مسلم میں، کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صاف لے چکے ہیں) مندرج ہے، حدیث نبوی کہنا نہیں چاہیے بلکہ ان اصول ہفت گانہ سے اس کا امتحان کرنا لازم ہے۔اس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری اترے اس وقت اس کی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکھنا چاہیے۔کیونکہ اس امتحان کے بعد بھی اس سبب سے کہ اس حدیث کی روائت بھی اسی قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے۔راقم سید احمد۔

اس کلام کا فقرہ اول تمہیدی ہے۔باقی فقرات میں جو کہا گیا ہے۔وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کلام میں موجود ہے۔فقرہ دوم و سوم میں جو احادیث کو غلط و نا معتبر کہا گیا ہے اور ان کے درحقیقت قول و فعل و تقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے، یہ بات مرزا صاحب بخاری و مسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہیں۔اور ان احایث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کر چکے ہیں۔فقرہ چہارم پنجم و ہفتم و ہشتم میں راویان حدیث کی نسبت حسن ظن و ادب کا بھی اظہار کیا ہے اور ان کے اصول روایت اور تحقیق کو مان کر ان کی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے و مع ہذا ان احادیث کے بلا تحقیق صحیح مان لینے کو اندھا پن قرار دے کر موافقت قرآن سے ان کی صحت کا امتحان ضروری ٹھہرایا ہے۔یہ بات مرزا غلام احمد قادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ و تحریر آئندہ نمبر ۸ میں پایا جاتا ہے۔فقرہ ہشتم میں اور فقرہ ششم کے آخر میں جو ان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ بھی مرزا کی ہر ایک تحریر میں موجود ہے۔

ناظرین تحریرات قادیانی کو بغور و توجہ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین و ایمان لائیں گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے کے بہانہ سے رد کرنا، مرزا قادیانی نے سر سید احمد سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس باب میں اس نے کہا ہے وہ سر سید احمد ہی کا اوگلچہ ہے۔رہا بیان اس امر کا کہ سر سید احمد خان کی ان باتوں کا جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کی تقلید و شاگردی کی ہے، کیا جواب ہے۔سو اس مکان میں اجنبی ہے۔یہ بیان ہمارے مضمون حدیث نبوی اور نیچری و عیسائی میں جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد پنجم کے متعدد نمبروں میں (۲ تا ۵) میں درج ہے،شائع و مشتہر ہو چکا ہے۔ناظرین ان نمبروں کو ملاحظہ فرماویں گے تو جان لیں گے کہ ان تمام

باتوں میں سرسید احمد خان نے دھوکہ کھایا اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو دھوکے کے گرداب میں ڈال دیا۔

یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت ومخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں سرسید احمد خان کے شاگرد ہونے کا ثبوت ہے۔اب چند اور مسائل مخالفہ اسلام میں مرزا صاحبقادیانی کا شاگرد سرسید احمد خان ہونا ثابت کرنے کی غرض سے بطور تمثیل تصانیف سرسید احمد خان اور تصانیف مرزا قادیانی سے ذکر کئے جاتے ہیں۔اور رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان مسائل کے مواضع جواب کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔

ا۔اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینے اور اس کی دست آویز سے عقائد اسلام کو رد کرنے کا مسئلہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سرسید احمد خان سے لے کر توضیح المرام صفحہ ۵ و ۶، ازالہ اوہام، ص ۴۵ و ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے۔جن کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۱۳ میں بضمن فتوی تکفیر منقول ہیں۔سرسید احمد خان نے یہ مسئلہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵، تہذیب نمبر ۲ جلد ۶۔تہذیب ماہ رجب ۸۶ ھ میں بیان کیا تھا۔اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ج ۶، نمبر ۸ ج ۲، نمبر ۱۱ و ۱۲ ج ۳ و نمبر ۸ ج ۴ میں بیان ہوا۔اس آخری نمبر یعنی نمبر ۸ ج ۴ میں یہ ثابت کیا گیا کہ نیچر کوئی مشخص ومقرر امر نہیں ہے۔اس کا تقرر وتشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ میں ثابت کیا ہے اور اس کے صفحہ ۱۳ سے ۲۴ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات وتجارب کو خدا کی قدرت کا قانون ومعیار ٹھہرانا کمال درجہ کا کفر وبے ایمانی وبے ادبی ہے۔اور اس کے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کئے ہیں جسکو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہیں ہیں۔

۲۔مرزا غلام احمد قادیانی نے سرسید احمد خان سے حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور واحیائے موتی وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنے اور ان کو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینے کا مسئلہ لیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۲۴۴ وغیرہ میں بیان کیا، اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں منقول ہیں۔اور جلد ۱۴ کے متعدد نمبروں میں جواب دیا گیا ہے۔

۳۔مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کا مسئلہ سرسید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام صفحات ۳۷۱ سے ۳۸۲ تک بیان کیا۔سرسید احمد خان نے اسے تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۲۳ سے ۴۵ تک بیان کیا تھا۔اور اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳، اور ۱۴ میں اس کا جواب ہوا ہے (ان دونوں حوالوں کی عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالہ میں منقول ہیں۔ناظرین اصل ازالہ اوہام قادیانی و تفسیر سید احمد خان میں ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین لائیں گے کہ قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ہر چند انجیلوں میں بھی واقعہ صلیب کا قصہ مذکور ہے مگر اس قصہ میں جو اکاذیب کا نمک مرچ قادیانی نے ملایا ہے، وہ نہ انجیلوں میں ہے، نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب میں ہے، وہ صرف سرسید احمد خان ہی کی تفسیر میں ہے۔اور اسی سے اس نے اخذ کیا ہے۔مگر اس کو کسی قدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دے دیا ہے۔آپ کے ایک حواری مبارک علی سیالکوٹی نے اشاعت عام رسالہ ازالہ اوہام سے پہلے اس کے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان رد وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ اوہام کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجھ کر اس کی تفصیل کو سرسید ہی کی بعینھا عبارت والفاظ سے نقل کر دیا اور یہ جتایا کہ آپ کے پیر ومرشد نے بھی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا۔

۴۔حضرت مسیح کے حق میں جو قرآن میں و ما صلبوہ فرمایا گیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے، نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے ۔ یہ مضمون مرزا غلام احمد قادیانی نے سر سید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۸ پر بیان کیا جس کی عبارت یہ ہے:

قرآن کریم کا منشاء و ما صلبوہ سے یہ ہرگز نہیں کہ وہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا، یعنی قتل کرنا، اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکھا۔

سر سید احمد خان نے تفسیر القرآن صفحہ ۴۵ جلد ۲ میں یوں لکھا تھا:

و ما قتلوہ و ما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے، اور دوسرے سے کمال کا، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اس وقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور سر سید احمد خان کی اصل عبارات ہیں اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۱ میں ہے اور تفسیر سرسید کے صفحہ ۴۳ ج ۲ میں ۔ان عبارات میں جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہ ہونا بیان کیا ہے، یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں نہیں پایا جاتا۔قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی کی اور یہ بات فرمادی ہے کہ و ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ چاروں انجیلوں میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کا ذکر ہے، مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ان چاروں میں تصریح ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دے دی اور اس کی تجہیز و تکفین دستور یہود کے مطابق ہوئی۔

انجیل متی کے باب ۲۷ میں ہے

۵۰۔تب یشوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا... جب شام ہوئی یوسف نامی ...ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔اس نے پلاطس کے پاس جا کر لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی۔اور ایک پہاڑی پتھر قبر کے منہ پر ڈھلکا کے چلا گیا۔

اور انجیل مرقس کے باب ۱۵ میں ہے۔

۳۷۔تب مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا....۴۳۔یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جا کر یشوع کی لاش مانگی ۔۴۴۔تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلا کر پوچھا، کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا۔ جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلا دی اور اس نے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسے اتار کے اس کپڑے میں کفنایا (تا آخر مطابق بیان سابق)

اور انجیل یوحنا باب ۲۳ میں ہے:

۴۶۔ اور یشوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا۔ ۵۷۔ جب شام ہوئی یوسف نامی آرمینیا کا ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کے لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی

اور انجیل یوحنا باب ۱۹ میں ہے:

۳۰ تب یشوع نے سر جھکا کے جان دی.. ۳۷۔ لیکن انہوں نے آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھید دی۔ ۴۰۔ پھر انہوں نے یشوع کی لاش لے کر سوتی کپڑے میں خوشبوؤں کے ساتھ، جس طرح دفن کرنے میں یہودیوں کا دستور ہے، کفنایا۔ ۴۱۔ اور جس جگہ کہ اس نے صلیب دی تھی ایک باغ تھا اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی جس میں کوئی نہ دھرا گیا تھا۔ سو انہوں نے یشوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث وہیں رکھا، کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی۔

ان تصریحات ونصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سر سید نے آنکھ بند کر کے اپنی تفسیر میں مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کا۔ اور دلیری و بہادری کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ کسی کتاب سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کی حضرت عیسے کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ پھر ان کی تقلید وپیروی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو اندھا کر کے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سر سید احمد خان نے کہا تھا سو کہا، اور اس کے ساتھ ایک اور دلیری کر کے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچھ آپ نے دروغ بے فروغ ملایا ہے وہ انجیلوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور خوف خدا وننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ چاروں انجیلوں میں تو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت ہو جانا، پھر دستور یہودیوں کے مطابق کفنایا ودفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا ہے، پھر میرا جھوٹ کب تک چھپا رہے گا۔ کوئی انجیلوں کو نکال کر دیکھے گا تو مجھے کیا کہے گا؟

مرزا غلام احمد قادیانی میں کچھ شرم وحیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلوں میں پایا جانا نہ بتاتا۔ صرف یہ کہتا کہ میں نے سید احمد کی تفسیر میں ایسا پایا ہے اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں اس کا اثر نہیں دیکھا۔ مگر اس کو شرم کہاں؟ اور سر سید احمد خان کی شاگردی کا اظہار کرنے کی جرئت کہاں؟ وہ تو سر سید احمد خان کے کام سے اپنا نام کرنا، اور خود استاد بننا چاہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کی اتباع سے عار وانکار کرتا ہے، اور نمک خوردن ونمک دان شکستن، پر پورا کاربند ہو رہا ہے۔ مگر خدا نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے ہر کس وناکس کو بتا دیا کہ یہ سر سید کا چور ہے اور ان کا شاگرد ہے مگر ناشکرا۔

۵۔ صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینے کا عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سر سید احمد خان سے لے کر فتح الاسلام، توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں بیان کیا اور اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں بضمن

فتوی منقول ہیں۔سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۴۶ سے ۵۰ میں بیان کیا۔اور اشاعۃ السنہ نمبر ۲۔۳۔۴ جلد ۱۴ اشاعۃ السنہ میں اس کا جواب ہے۔

۶۔آیہ و ان من اھل الکتا ب الا لیئو منن بہ میں ایمان سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہونے کا عقیدہ، مرزا غلام احمد قادیانی نے سرسید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۶۹ سے ۳۷۶ میں لکھا کہ کسی کو ان گروہوں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں۔(ص ۳۷۵ ازالہ اوہام)۔اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان پر جو ہم نے اہل کتاب کے حالات کی نسبت ظاہر کئے ہے ایمان نہ رکھتا ہو (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۴)۔اور سرسید احمد خان نے یہ مضمون اپنی تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۱۶۵ میں بیان کیا۔اصل عبارت یوں ہے: یہ ہی نہیں کوئی اہل کتاب سے یقین کرے ساتھ اس کے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانے کے قبل اپنے مرنے کے یعنی بعد مرنے کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت مسیح کا مرنا غلط تھا۔

ان کا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ کے شروع کے نمبروں میں ہے۔یہاں مرزا غلام احمد قادیانی اور سرسید احمد خان کی عبارتیں کیسی صاف بتا رہی ہیں کہ ان میں سے اول الذکر، ثانی سے مسروق یا ماخوذ ہے۔اور اس آیت کی تاویل وتحریف میں مرزا صاحب قادیانی نے سرسید احمد کی شاگردی کی ہے۔پھر مرزا قادیانی کی اس جرئت کو ملاحظہ کرو کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۶ میں یہ ادعا سراسر افتراء کیا ہے کہ ان معنی کا انکشاف مجھے بذریعہ الہام ہوا ہے۔ہم کہتے ہیں سچ ہے، یہ الہام ہوا ہے مگر خدا تعالی کی طرف سے نہیں، بلکہ سرسید احمد خان اور ان کی تفسیر سے یا معلم الملکوت کی طرف سے۔کما قال اللہ تعالی: و ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ئھم ۔اور قال اللہ تعالی یو حی بعضھم الی بعض زخر ف القول غروراً

۷۔یہ مضمون کہ روح القدس، جبریل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اور انسان کامل کی محبت کے تلقی سے متولد ہوتی ہے، مرزا صاحب قادیانی نے سرسید احمد خان سے اخذ کیا اور توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں کہا ہے: ان دو محبتو ں کے ملنے سے جو در حقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے:

یہ کیفیت دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین بولتے ہیں اس کا نام شدید القوی بھی ہے اس کا نام ذوالافق الاعلی بھی ہے۔

سرسید احمد خان نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد اول ص ۴۹ میں یوں بیان کیا تھا:

ان باریک باتوں پر غور کرنے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اس کا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا تعالی کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوی کو جو خدا تعالی نے اپنی مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے۔جن میں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔پہاڑوں کی قوت صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق

کی قوت جذب و دفع۔غرض تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں۔اور جو مخلوقات میں نہیں، وہی ملائک یا ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا ہے۔

۸۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ وغیرہ انبیاء وصلحاء جو ملائکہ کی صورتیں دیکھتے ہیں یا ان کی آوازیں سنتے ہیں، یہ ان کی خیالی صورتیں ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی نے توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ میں یوں بیان کیا:

جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے۔یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکھ دیتا ہے۔تب جس نے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب آئینہ تم اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو تمہاری شکل کا عکس اس میں پڑے گا، یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور سر، گردن سے ٹوٹ کر الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

پس جب جبریل جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے بھی نام سے موسوم کرنا چاہیے ،محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے، تب یہ قوت خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دل میں یکساں نہیں ہوتی۔

اور سرسید احمد خان نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲ میں یوں بیان کیا:

تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کرے گا۔ اس لئے یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتیں تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ایسی حالتوں میں اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شئے کا دکھلائی دینا، ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔

اس عبارت سرسید احمد خان میں اور مرزا قادیانی کی عبارت میں گو اس خیالی صورت کے جو انبیاء وصلحاء دیکھتے تھے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے میں دونوں عبارتوں کا اتفاق ہے۔ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی

مصدق عبارات کا، گوکسی قدر اختلاف ہے مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے میں دونوں کا اتفاق ہے۔اس سے ناظرین سمجھ لیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مضمون نمبر ۷ و ۸ سرسید احمد سے لیا ہے مگر اسکی ادا کے طرز بیان کو بدل دیا ہے۔

۹۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ کو جسم سے معراج نہیں ہوا، قادیانی سرسید سے اخذ کر کے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ وغیرہ میں بیان کیا۔اور سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ بابت شعبان ۹۱ ھ میں بیان کیا تھا۔اس مسئلہ کے اخذ وشاگردی میں شاگرد صاحب استاد سے بڑھ گئے۔استاد نے تو دوراندیشی سے کام لیا اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال ونا ممکن قرار نہیں دیا تھا۔اور اس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن وحدیث واقوال بعض صحابہ سے، جو اس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہیں، استدلال کر کے اپنے اصل مذہب اور اس کی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈال دیا تھا، مگر شاگرد صاحب کوتاہ اندیشی سے کھل کھیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن ومحال قرار دے کر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اس کے مبطل ہوئے ہیں۔استاد سرسید احمد خان کا اصل کلام جو پرچہ مذکور میں ہے، یہ ہے:

> نسبت معراج رسول خدا ﷺ کے تین مذہب ہیں۔اول مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی ہے، نہ جسمانی۔دوسرا مذہب چند اکابر دین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملاء اعلیٰ تک روحانی۔تیسرا مذہب عام جو سب میں مشہور ہے کہ بتمامہ معراج جسمانی تھی۔میری یہ رائے ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب میں نے اختیار کیا ہے۔

شاگرد صاحب کا اصل کلام، جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے مگر اس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کے معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے، یہ ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ مذکور میں ہے:

> ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی....ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (یہ لفظ آنحضرت ﷺ کے جسم شریف ولطیف کی نسبت اسی کے منہ سے نکل سکتا ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی مطلق تعظیم نہ ہو۔محمد حسین) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ایسی کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے، آسمان کی سیر کر سکتا ہے....اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے کیسی نیچرل وجوہات سے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنحضرت ﷺ کے لئے تجویز کیا ہے اس میں اپنا حصہ بھی رکھ لیا۔اور صاف یہ دعوی کیا ہے کہ ایسا معراج کشفی مجھے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ ۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً ۔ اس کلام کو دیکھ کر بھی کوئی شخص آپ کے نیچری ہونے میں شک ظاہر کرے تو سمجھا جاوے گا کہ وہ خود نیچری ہے۔ جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

۱۰۔ یہ مضمون کہ بنی اسرائیل کا مقتول جس کا ذکر آیت و اذ قتلتم نفساً فادارئتم میں ہے، درحقیقت زندہ نہیں ہوا تھا، مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں یوں بیان کیا ہے:

قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہو گیا تھا۔اور واقعی طور سے قالب میں جان پڑ گئی تھی۔ بلکہ اس آیت پر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کر کے چھپا دیا تھا اور بعض، بعض پر تہمت خون لگاتے تھے۔سو خدا تعالی نے اصل مجرم کے پکڑنے کیلئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کر کے اس کی بوٹیوں کو اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ تھا ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں۔تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جاوے۔اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی، تا چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے۔لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص یہ ہیں کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ کسی سچائی کو ضائع نہ کریں۔اور ہر یک حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے اس کو خدا تعالی کی طرف سے سمجھیں۔علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے ۔(تا آخر صفحہ)۔

اس مضمون کو سرسید احمد نے تفسیر القرآن ج ا صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ وغیرہ میں بیان کیا تھا جس کے بعض فقرات یہ ہیں:

اللہ تعالی نے حضرت موسی کے دل میں یہ بات ڈالی تا کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور ان ہی میں قاتل بھی ہے، مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں۔ جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بہ سبب یقین اپنی بے گناہی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے، مگر اصل قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ میں اس قسم کی باتوں سے دل میں ہوتا ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنے کا۔اور اس وقت معلوم ہو جائے گا۔اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بہت سے چور معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلا خوف کرتے ہیں، نہیں کر سکتے۔پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی ۔اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

اس مسئلہ کے اخذ میں بھی شاگرد (مرزا قادیانی) صاحب اپنے استاد سے بڑھ گئے۔استاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تھا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الہی کیا گیا تھا وہ صرف ایک دھمکی تھی، شاگرد صاحب نے

اس پردہ کو نا کافی سمجھ کر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تھا، جو نئی روشنی، نئی تہذیب والوں کی نظروں میں خوش نما معلوم ہوا۔ مگر اس سبقت کے ساتھ جو انہوں نے اپنے استاد پر دھمکی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہیں، اس میں استاد کی ناشکری اور کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو میں نے سر سید ہی سے سیکھا ہے۔ پھر ان کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا ناشکری نہیں تو کیا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اس آیت کی تاویل وتحریف کے وقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو یاد نہ آئی، مگر اس سے ان کی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تو صرف بھول ہے جو بڑے بڑے استادوں سے ہو جاتی ہے۔ اس بھول پر مرزا کا ان کو بے علم و بے نصیب کہنا اور اس بات پر جو ان ہی سیکھی ہوئی ہے فخر کرنا، ہرگز مناسب نہ تھا۔

اس عبارت کے آخر میں مرزا صاحب نے علم مسمریزم یا عمل الترب کو عظیم الشان کہا ہے اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں جس کی اصل عبارت فتوی تکفیر مرزا میں منقول ہے، مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے۔ اس سے مرزا صاحب قادیانی نے مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نباشد، کو سچ کر دکھایا اور یہ جتایا ہے کہ علم عمل الترب کی نسبت آپ کو کچھ واقفیت اور دلی یقین نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس کے متعلق آپ نے کہا ہے، اس میں لاف زنی کی ہے، اور کذب سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قلم سے اس کے متعلق کہیں کچھ نکل گیا کہیں کچھ۔

ان امثلہ کے نظائر قادیانی کے کلام میں اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کو اس پرچہ میں شمار کرنا دریا کو کوزہ سے ناپنا ہے۔

جیسے قادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا کہ اگر وہ جسم کے ساتھ آسمان پر ہیں تو کبھی سوتے، کبھی جاگتے ہوں گے۔ دنیوی طعام وشراب پیتے کھاتے ہوں گے۔ اوقات ضرورت میں پاخانہ پیشاب کرتے ہوں گے، اور ناخن اور بال کٹواتے ہوں گے۔ اس کے لئے کوئی چارپائی بستر ہوگا وغیرہ، دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۷ وغیرہ

اور تفسیر لیلۃ القدر میں یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے، نہ درحقیقت کوئی رات۔ (فتح الاسلام۔ صفحہ ۵۴)۔

اور تفسیر سورہ والشمس میں اس کا یہ کہنا کہ ناقۃ اللہ سے نفس انسانی مراد ہے اور سقیا سے یاد الٰہی اور معارف کا چشمہ۔ (توضیح المرام۔ ص ۶۵)

اور تفسیر علامات قیامت میں اس کا یہ کہنا کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۳)۔

اور دخان سے یہ قحط مراد ہے جو اس وقت ملک میں پڑا ہوا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۱۱)

اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ میں اسلام کا پھیلنا مراد ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص 515)۔

اور خروج یاجوج ماجوج سے روس وانگریز کا باہم جنگ کرنا مراد ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۸)۔

اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۴۹ و ۴۹۵)۔

اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۴۲ وغیرہ)۔

اور ان چیزوں کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑانا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے:

مولوی صاحبان کوشش کر کے کوئی یاجوج ماجوج کا آدمی یا دجال کے جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے

آویں۔ پھر کیا بات ہے۔سب مان جائیں گے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی آسمان پر زندہ ہیں۔اور مفت میں فتح ہو جائے گی۔حضرات اب ہمت کیجئے۔کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو بھی پکڑ یئے۔حوصلہ نہ ہاریں۔آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں۔ابن تمیم کی حدیث کو مسلم میں پڑھ کر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگا یئے۔یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔بچشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلا یئے تو خوب ہے۔انگریزوں نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا۔آپ اس ناکارہ کام میں ہی کامیابی دکھلا یئے۔شائد ان لوگوں میں کسی کا پتہ چلے

بہر کا رے کہ ہمت بستہ گردد

اگر خارے بود گل دستہ گردد

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خیر اسی میں ہے کہ ان بے ہودہ خیالات سے باز آجاویں......یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے۔اسلام کا ایسا خاکہ کھینچ کر نہ دکھلا یئے جس پر بچہ بچہ ہنسی کرے۔غور کر کے سوچئے کہ یہ کروڑ ہا انسان جو صد ہا برسوں سے زندہ فرض کئے گئے ہیں، جواب تک مرنے میں نہیں آتے۔کس ملک، کس شہر میں رہتے ہیں۔تعجب ہے کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کھل گئی، اور پہاڑوں اور جزیروں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور تفتیش کرنے والوں نے یہاں تک اس تفتیش کو کمال تک پہنچا دیا جو ایسی آبادیاں جو ابتداء دنیا سے معلوم نہ تھیں وہ اب معلوم ہو گئیں۔مگر اب تک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کے کروڑ ہا انسانوں کا پتہ نہیں ملتا۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۸ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ:

اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔اگر افریقہ کے ریگستان، یا عرب کے صحرا نشین امیوں اور بدوؤں میں یا سمندر کے جزیروں کے اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بے سروپا باتیں پھیلائیں تو شائد آسانی سے پھیل سکیں، لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہیں، تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز نہیں پھیلا سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگوں کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں، بطور ہدیہ بھیج سکتے ہیں۔جن لوگوں کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قویٰ میں ترقی دیدی ہے، وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کریں گے جس میں سراسر خدا تعالیٰ کی توہین اور اس کی توحید کی اہانت اور اس کے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔

کتابی اصول اور توحید کو مرزا صاحب نے صرف مسلمانوں کو دام میں لانے کے لئے شامل کر لیا ہے۔آپ کا اصل استدلال اسی قانون قدرت یعنی نیچر سے ہے۔لہذا اسی کے ذکر پر اکتفاء آپ کو مناسب تھا۔جو حالات دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ کتابی اصول و توحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہیں۔اس کی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث میں ہو گی انشاءاللہ تعالیٰ۔اور حدیث کے راوی صحابی کا نام ابن تمیم نہیں جیسا کہ قادیانی نے لکھا ہے بلکہ تمیم ان کا نام ہے۔مرزا قادیانی خود تو حدیث سے جاہل محض ہے، حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتیں نقل کر دیتا ہے۔پس جو خیال میں آیا سو لکھ مارا۔یہ حدیث تمیم داری کی مع ترجمہ

اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے نمبر ۸ میں منقول ہے۔

اور ناظرین خیال فرماویں کہ اس مقام میں اس حدیث کے مضمون پر قادیانی نے کیسی ہنسی اڑائی ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اس ہنسی اڑانے کیلئے احادیث متعلقہ دجال و ابن صیاد و یاجوج ماجوج میں اس نے بہت سی باتیں خارج از قیاس از خود ملادی ہیں۔ جیسے اس کا کہنا کہ یہ کروڑہا انسان یاجوج ماجوج صدہا برسوں سے زندہ ہیں، مرنے میں نہیں آتے۔ اور ابن صیاد اور دابۃ الارض بھی زندہ موجود ہیں، جن کا کسی حدیث میں ذکر نہیں اور نہ کوئی مسلمان قائل ہے، اس طعن و تمسخر کے ساتھ اسکا یہ کہنا کہ میں نیچری نہیں ہوں، کیونکہ نیچریوں کے دل میں حدیث کی عظمت نہیں۔ اور میں حدیث کو مانتا ہوں اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، کذب و نفاق اور مسلمان کو دام میں لانے کے لئے ایک جال نہیں تو کیا ہے؟

ایسے ہی بے حد و بے شمار نظائر تصانیف قادیانی میں اور بھی پائے جاتے ہیں جو بعینہا یا ان کا اصول سرسید احمد کے کلام میں موجود ہے۔ ان نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ قادیانی نے جو نئی بات نکالی ہے، وہ سرسید احمد سے لی ہے اور اس میں ان کی شاگردی اختیار کی ہے، گو بعض باتوں میں شاگرد نے استاد پر سبقت حاصل کرلی ہے۔

قادیانی نے جو سرسید احمد کی شاگردی و پیروی سے انکار کیا اور اپنی تحریر نمبر پنجم میں کہا ہے کہ نیچریوں کا اول دشمن میں ہوں۔ تو اس کی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی ہے کہ آپ سرسید احمد کے کام سے اپنا نام چاہتے ہیں۔ اور شاگرد ہوکر استاد کہلانے کے فکر میں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ نے یہ خیال کیا کہ سرسید احمد اور ان کے پیروان بہ نظر مذہب مسلمانوں میں بدنام ہیں۔ لہذا ہم ان کے پیرو و شاگرد کہلا کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں نہیں لا سکتے۔ یہ سوچ کر آپ نے ان کے اصول و مسائل کو سرگرمی کے ساتھ رواج دیا، مگر ان کے شاگرد و پیرو ہونے سے انکار مناسب سمجھا۔ بلکہ کہیں کہیں ان کی مخالفت و عداوت کا اظہار بھی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ تحریر نمبر ۵ میں آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں آپ کا سرسید کو اشارۃً علم عمل الترب سے بے نصیب کہنا ہے۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۵ میں تمام نیچریوں کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ ان کے دلوں میں قال اللہ وقال الرسول کی عظمت نہیں اور یہ لوگ حدیثوں کو نہیں مانتے۔

ولیکن عقل و حیا سے کام لے کر مرزا صاحب قادیانی نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اصول نیچر کی پیروی و موافقت کے ساتھ آپ کی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے۔ جس قدر طعن و توہین و استہزاء بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام میں پایا جاتا ہے، سرسید احمد خان اور ان کے اتباع کی کلام میں اس کا عشر عشیر بھی پایا نہیں جاتا، اور جن باتوں میں آپ نے سرسید احمد خان کی شاگردی و پیروی اختیار کی ہے، ان کے اظہار و بیان میں آپ نے سرسید احمد خان کو پیچھے چھوڑ دیا اور سبقت کا علم بلند کیا۔ مثلاً

۱۔ سرسید احمد نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تھا۔ آپ نے ان کو مار کر یا زندہ درگور کر کے ان کا عہدہ خود چھین لیا۔ اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دے دیا۔

۲۔ سرسید احمد خان نے تو معجزات مشہورہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا اور ان کو مسمریزم کا اثر قرار دیا تھا۔ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمریزم قرار دے کر ایک مکروہ و قابل نفرت فعل ٹھہرایا اور خود حضرت مسیح سے بڑھ کر یا اس کے برابر یہ عمل مسمریزم کر

دکھانے کا دعوی کیا۔

۳۔سرسید احمد نے تو منصب نبوت کو وسیع کر کے اوروں (جیسے کالون۔لوتھر۔اور بابو کشب چندر سین وغیرہ) کا نبی ہونا تجویز کیا تھا۔مرزا صاحب قادیانی نے ختم نبوت کو توڑ کر خود دعوی نبوت ورسالت کیا۔اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن و مبشـــــراً برسول یا تی من بعد ی اسمه احمد ہونا مشتہر کر دیا

پھر اس سبقت کے ساتھ آپ کا انکار شاگردی وپیروی سرسید احمد خان سے کیا فائدہ بخش ہوسکتا ہے،اور اس سے آپ کا نیچری ہونا کب چھپا رہ سکتا تھا۔ان باتوں نے عام لوگوں کی نظروں میں آپ کو سرسید احمد خان کا مرشد،جیسا کہ آپ چاہتے ہیں،بنا دیا۔اوران کو سرسید احمد کا ذکر بھلا دیا۔مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہیں رکھتے اور الفضل للمتقدم کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔اور اس لئے اب تک سرسید احمد کو آپ کا استاد اور آپ کو ان کا شاگرد مان رہے ہیں،عام لوگوں کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔

اس بحث وبیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شائد یہ نتیجہ نکال لے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے،اگر یہ سرسید احمد خان کی کلام میں بعینہ یا باصلہ موجود ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی صاحب،سرسید احمد خان کے شاگرد اور خلیفہ ٹھہرے،پھر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیوں نہ کریں۔اور کھلے خزانہ عیسائی مرزائی کیوں نہ کہلاویں۔مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دھوکہ کھانا ہے۔اس لئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ وہ دو شرطوں کا پابند ہو،ان میں سے ایک شرط کا بھی وہ خلاف کرے گا تو ہرگز خلیفہ نہیں کہلائے گا

اول یہ کہ وہ اس کی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔اس کی پیروی کا منکر اور اس کے مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔کیونکہ اس صورت میں وہ اس کا باغی کہلاتا ہے،نہ کہ خلیفہ۔،دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس کے اصول کا پابند رہے۔ان کی مخالفت نہ کرے۔کیونکہ درصورت مخالفت اصول وہ اس کا خلیفہ نہیں کہلاتا۔بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجھا جاتا ہے۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور ان کی اضداد موجود۔وہ سرسید احمد خان کی پیروی ونیابت کا منکر اوران کے مقابلہ کا مدعی اوران کے اصول جدیدہ کی پیروی کے ساتھ اس بات کا مدعی ہے کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہیں۔سرسید احمد تو ان سے محض بے نصیب ہیں۔اوران کے اصول کے مقابلہ میں وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بھی ہاتھ مارتا ہے جو اصول مذہب سرسید احمد کے مخالف ہیں۔اور اس سے وہ تناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہو رہا ہے۔مثلاً

ا۔ وہ معجزات انبیاء کا منکر ہے،مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے انبار وطومار تجویز کر رہا ہے۔۲۔وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اس کے متعلقات ولوازم کو خلاف قانون قدرت (نیچر)،وغیر معمولی سمجھ کر اس سے منکر ہے،مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کر رہا ہے و علی ہذا القیاس۔

اسی وجہ سے ان کے پیرومرشد سرسید احمد خان نے اپنے پرچہ میں اس کے الہامات کے برخلاف ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس الہام کی تجویز میں وہ اصول سرسید کی پیروی سے خارج ہو گیا اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بن گیا ہے۔اس لئے وہ سرسید احمد خان کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔اب اتباع سرسید احمد کو،اگر وہ ان کے سچے اتباع ہیں،ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس مخالفت وبغاوت کے ساتھ صرف بعض اصول جدیدہ میں اس کے پیرو سید ہو جانے کے سبب اس کو سرسید احمد کا

خلیفہ سمجھیں اوراس کی اتباع وپیروی کوسرسید احمد خان کی پیروی اتباع قرار دیں۔قطع نظر اس سے ان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سا نیچر ل عقدہ ہے جوسرسید سے حل نہیں ہوا،اوراس کوقادیانی نے حل کر دیا ہے۔پھر پیرومرشد کو چھوڑ کر شاگرد کی مریدی کا دم بھرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔محمد حسین)

سلف نے احادیث نبویہ کوبعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں شک راوی موجود ہے۔اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف میں حکایت بالمعنے کا رواج ہوتا تو دوہم معنی لفظوں کو جیسے لفظ مومن اور مسلم ہے،شک سے بلفظ مومن او مسلم روایت نہ کیا جاتا۔اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ واصول حدیث میں ہے۔اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ میں بھی ہے۔آپ ان کوملاحظہ فرماویں۔

آپ شروط صحت کی تحقیق وثبوت کوشکی فرماتے ہیں۔وبناءً علیہ صرف اصول روایت کومثبت صحت قرارنہیں دیتے۔یہ امربھی فن حدیث سے آپ کی ناواقفی کا مثبت ہے۔مہربان من،شروط کے تحقیق وثبوت میں محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے کہ اس سے علم طمانیت حاصل ہوجاتا ہے۔محدثین نے ہرایک راوی کے تحقیق حال میں کہ وہ کب پیدا ہوا،کہاں کہاں سے سفر کرکے اس نے حدیث حاصل کی،کس کس سے حدیث سنی،کس کس نے اس سے حدیث سنی،کون سی حدیث میں وہ متفرد رہا۔کس حدیث میں اسے وہم ہوگیا ہے۔کس شخص نے اسکی حدیث کو بلحاظ تحقیق شروط،صحیح کہا،کس نے ضعیف قرار دیا ہے وغیرہ،دفتروں کے دفتر لکھ دیئے ہیں۔وبناء علیہ ہرایک حدیث کی نسبت جسکو آئمہ حدیث خصوصاً امامین ہمامین،بخاری ومسلم نے صحیح قرار دیا ہے،اور عام اہل اسلام نے اسکو صحیح تسلیم کرلیا ہے،ظن غالب صحت حاصل ہوجاتا ہے۔بلکہ ابن الصلاح وغیرہ آئمہ حدیث کے نزدیک شیخین کی اتفاقی حدیث جس پرکسی نے کچھ کلام نہیں کیا،مفید یقین ہے۔آپ یقین کو مانیں،خواہ نہ مانیں،ظن غالب سے توانکارنہیں کرسکتے،کیونکہ اپنی تحریرات میں اس کا اقرار کرچکے ہیں۔

اس پر جوآپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اعتراض کیا ہے،وہ بھی آپ کی اصول دین سے ناواقفی پرمبنی ہے۔مہربان من،ظن غالب عملیات میں لائق اعتبار ہےاور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات میں جہاں ظن کے اتباع سے ممانعت وارد ہےاس سے اعتقاد کے متعلق ظن مراد ہے،کیا آپ کو یہ مسائل معلوم نہیں یاکسی عالم سے نہیں سنے کہ اگر نماز میں بھول ہوجاوے کہ رکعت ایک

پڑھی یا دو؟ تو نمازی تحری کرے اور جو ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ یا اگر وضو کے ٹوٹ جانے میں شک واقع ہو تو ظن غالب پر عمل کرے، اسی وجہ سے جملہ علمائے اسلام کا، حنفی ہیں یا شافعی، اہل حدیث ہیں خواہ اہل فقہ، اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے، حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے، نہ مثبت یقین۔ اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علماء اسلام نے، جن میں مقلد و مجتہد و فقیہ و محدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اور ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں، لہذا ان کے مضمون پر اعتقاد بھی واجب ہے۔ اور اکابر آئمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھا لے کہ جو احادیث صحیحین میں ہیں، وہ صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اس قسم میں وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

حضرت امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے:

اتفق العلماء علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری و مسلم و تلقتھما الامة بالقبول و کتاب البخاری اصحھما صحیحاً و اکثرھما فوائد و معارف ظاھرة و غامضة و قد صح ان مسلماً کان ممن یستفید من البخاری و یعترف بانه لیس له نظیر فی علم الحدیث و ھذا الذی ذکرنا من ترجیح کتاب البخاری ھو المذھب المختار الذی قاله الجماھیر و اھل الاتقان و الحذق و الغوض علی اسرار الحدیث۔

(مقدمہ شرح مسلم ص۵)

کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر، صحیح بخاری و مسلم ہیں۔ ان کتابوں کو امت محمدیہ نے قبول کر لیا ہے۔ ان دونوں میں سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد و معارف ظاہرہ اور پوشیدہ میں بڑھ کر ہے اور یہ بات صحت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم، امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تھا کہ علم حدیث میں بخاری کا کوئی نظیر نہیں۔ یہ بات جو ہم نے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے، یہی جمہور علماء کا، جو حدیث کے خوب ماہر ہیں اور اس کی باریکیوں

میں غوطہ زن، پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں فرمایا ہے:

اما جا مع البخاری الصحیح فا جل کتب ا لاسلا م و افضلها بعد کتا ب الله و هواعلی فی وقتنا (یعنی سنة ثا لث عشر بعد سبع ما ة و من ثلاثین سنة یفر حو ن العلماء بعلم سما عه فکیف الیو م فلو ر حل شخص لسما عه من الف فر سخ لما ضا عت ر حلته

کہ صحیح بخاری، قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابوں سے اجل و افضل ہے۔ وہ ہمارے وقت (۷۱۳ھ) میں بڑے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اس کی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہیں۔ پھر وہ فخر آج کیونکر نہ ہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اس کا سفر ضائع نہ ہوگا۔

علامہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے:

و اما تا لیفه یعنی البخاری فا نها سارت مسیر الشمس و دارت فی الد نیا فما جحد فضلها ا لا الذی یتخبطه الشیطا ن من المس و اجلها و اعظمها الجامع الصحیح۔ (قسطلانی۔ج ا۔ص ۴۱) کہ امام بخاری کی تالیفات دنیا میں پھیل رہی اور وہاں پھرتی ہیں جہاں آفتاب پھرتا ہے۔ ان کی بزرگی کا منکر وہی شخص ہوگا جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہوگا۔ ان تصانیف میں سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے کتاب البدایۃ والنہایۃ میں فرمایا ہے کہ:

و کتا به الصحیح یستسقی بقر ئته الغما م و اجمع علی قبو له و صحته ما فیه اهل ا لاسلا م کہ کتاب صحیح بخاری کی قرأت کے وسیلہ سے بارش کی دعا جاتی ہے، اور اس کی احادیث کی صحت وقبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ (حجة الله البا لغه۔ص ۱۳۹ میں) فرماتے ہیں:

اما الصحيحان فقد اتفق المحد ثو ن على ان جميع ما فيهما من المتصل المر فوع صحيح با لقطع و انهما متوا ترا ن الى مصنفيهما و انه كل من يهون امر هما فهو مبتد ع متبع غير سبيل المئو منين

کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی مرفوع متصل حدیثیں یقیناً صحیح ہیں، اوراس پر کہ یہ کتابیں اپنے مصنفوں تک تواتر کے ساتھ پہنچ چکی ہیں اوراس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ جو شخص ان کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے، مومنوں کی راہ کے خلاف چلنے والا۔

اورصاحب دراسات نے (دراسات اللبيب ـص ۲۷۹) فرمایا ہے:

و كو نهما اصح كتا ب فى الصحيح المجرد تحت اديم السماء و انهما اصح الكتب بعد القر آ ن العزيز با جماع من عليه التعويل فى هذا العلم الشريف قاطبة فى كل عصر و اجما ع كل فقيه رد يف و موا فق۔

کہ ان دونوں کتابوں کا قرآن کے بعد تمام کتابوں سے جو آسمان کے نیچے ہیں صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثوں پر مشتمل ہونا، ہر زمانہ کے جملہ علماء کے (جن پر اس علم حدیث میں اعتماد ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق ومخالف کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے۔

امام ابن الصلاح ؒ نے مقدمہ ابن الصلاح میں فرمایا ہے:

و هذا القسم يعنى المتفق عليه مقطوع بصحة و العلم اليقينى النظرى واقع به خلافاً لقو ل من نفى ذا لك متحجاً. با نه لا يفيد ا لا الظن و انما تلقته ا لا مة با القبول لا نه يجب عليه العمل با لظن و الظن قد يخطى و قد كنت اميل الى هذا و احسبه قو ياً ثم با ن لى ان المذ هب الذى اختر نا ه اولاً هو الصحيح لا ن ظن من هو معصو م من الخطاء لا يخطى و الا مة فى اجماعها معصو مة من الخطا و لهذا كا ن الا جماع المبنى على الا جتهاد حجة مقطوعاً بها و اكثر اجماعات العلماء كذا لك

کہ بخاری و مسلم کی اتفاقی حدیثیں یقینی صحیح ہیں ۔ اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت کے متعلق حاصل ہے۔ اس میں اس شخص کو خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے اس دلیل سے متمسک ہو کر کہ اس قسم کی حدیثیں مفید ظن ہیں اور امت نے اسی وجہ سے ان کو قبول کیا ہے، کہ ظن پر عمل کرنا اس کے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے ۔ میں بھی اس مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کو قوی سمجھنے لگا تھا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ جو مذہب میں نے پہلے اختیار کیا تھا وہی صحیح ہے کہ اس قسم کی حدیثیں قطعی ہیں کیونکہ امت محمدیہ میں اس قسم کی حدیثوں کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے میں معصوم ہے اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا وہ (عصمت امت اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے۔ باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے:

قد قال امام الحرمین لو حلف انسان بطلاق امرئته ان ما فی کتابی البخاری و مسلم مما حکما بصحته من قول النبی ﷺ لما لزمته الطلاق و لا حنثة لاجماع علماء المسلمین علی صحتهما (مقدمه شرح مسلم ص ٦)

کہ امام الحرمین نے کہا ہے کوئی آدمی اگر یہ قسم کھالے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی یہ طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ اس قسم میں وہ جھوٹا ہوگا کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آپ (مرزا قادیانی) کا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہیں مانتے (یہ تعداد بھی معلوم نہیں کس ملک کے حنفیوں کی ہے۔ ہندوستان میں تو حنفیوں کی یہ تعداد نہیں ہے۔ ۱۸۹۱ء کے ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہیں جن میں حنفی، اہل حدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہیں ۔محمد حسین) یہ محض ایک عامیانہ بات ہے۔ عامی لوگ جن کی تعداد مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے بخاری کو نہ مانتے ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہے۔ عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے انکار نہیں کرتے۔ آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین یا متاخرین سے نام بتا دیں، جس نے صحیح بخاری یا صحیح

مسلم کی احادیث کو غیر صحیح یا موضوع کہا ہو۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے احادیث صحیح بخاری کو ان پر اطلاع پا کر چھوڑ دیا، یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔آپ یہ نہیں جانتے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی؟ مہربان من، امام اعظم ڈیڑھ سوسنہ ہجری میں انتقال کر کے داخل فردوس ہوئے۔اور صحیح بخاری دوسوسنہ ہجری کے بعد تالیف ہوئی۔صحیح بخاری، امام صاحب رحمہ اللہ کے وقت میں تالیف ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھ پر رکھ لیتے۔امام شعرانی میزان کبری جلدا کے صفحہ ۷۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں:

و اعتقا د ناو اعتقا د کل منصف فی ا لا مام ابی حنیفه بقر ینة ما رو ینا انفا منه من ذم الرا ئی و التبری منه و من تقدیمه النص علی القیاس انه لو عاش حتی دو نت احا دیث الشریعة بعد ر حیل الحفا ظ فی جمعها من البلا د و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك كل قياس كا ن قا سه وكا ن القياس قل فی مذ هب كما قل فی مذ هب غيره با لنسبة اليه لكن لما كانت ادلة الشريعة مفر قة فی عصره مع التا بعين و تابع التا بعين فی المدائن و القری و الثغور كثر القياس فی مذ هبه با لنسبة الی غيره من الآئمة ضرورہ لعدم و جود النص فی تلك المسا ئل التی قا س فيها بخلا ف غيره من الآئمة فا ن الحفا ظ قد ر حلوا فی طلب ا لا حا ديث و جمعها فی عصر هم من المدا ئن و القری و دو نو ها فجا د بت ا حا ديث الشريعة بعضها بعضاً۔ فهذا كا ن سبب كثرة القياس فی مذ هبه و قلته فی مذا هب غيره

کہ ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابوحنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جوان سے درباب مذمت رائے واظہار برائت از رائے ہم نقل کر چکے ہیں اور بشہادت اس امر کے کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے، یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک، جو حفاظ حدیث کے مختلف شہروں اور سرحدوں کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئیں، زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔

اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے) کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور انکے مذہب میں قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور آئمہ کے مذہب میں جن کو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تھی، کم ہوا ہے۔ ولیکن چونکہ ان کے زمانہ میں شریعت کے دلائل (حدیثیں) تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور گاؤں اور سرحدوں میں متفرق تھیں، لہذا انکے مذہب میں قیاس کی کثرت ہوئی، اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل میں جس میں انہوں نے قیاس کیا ہے ان کو حدیثیں نہ ملی تھیں اور دیگر آئمہ کا حال اس کے برخلاف رہا کیونکہ ان کے زمانہ میں حفاظ حدیث نے حدیثوں کی طلب اور جمع کرنے کیلئے شہروں اور گاؤں کے سفر کئے لہذا، ان کے زمانہ میں حدیثیں جمع ہوگئیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مذہب میں قیاس زیادہ ہوا اور دیگر اماموں کے مذہب میں کم ہوا۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابوحنیفہؒ کے بعد تالیف ہوئیں۔ امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے۔ اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہیں:

فلو ان الا مام ابا حنيفه ظفر بحديث من مس فرجه فليتوضا، لاخذ بها (میزان شعرانی ص۱۲ ج۱)۔ اگر امام ابوحنیفہ اس حدیث پر اطلاع پاتے تو اس کو قبول فرماتے کہ جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے، وہ وضو کرے۔

واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کم مرتبہ کتب سنن میں ہے۔ اس تحقیق سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا وقفہ ونظر واجب العمل سمجھنا تقلید بے دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ان دلائل واصول کا اتباع ہے جو تصحیح حدیث میں مرعی رکھے گئے ہیں۔ اجماع مخالفین وموافقین جس کو مخالف وموافق نقل کرتے ہیں ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے۔ آپ اجماع کے لفظ سے گھبراتے ہیں تو اس کی جگہ تلقی وتداول امت کو، جو تعامل وتوارث کا ہم وزن ہے، قبول کریں اور یقین کے ساتھ مان لیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جملہ فرقہائے اہل سنت کا عمل واستدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے مطابق کیوں مذہب اختیار نہ کرلیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ

خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے۔ یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ کتب اصول وفروع میں نظر نہیں رکھتے ۔آپ فتح القدیر کو جو حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے یا برہان شرح مواہب الرحمٰن کو جو عرب وعجم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، ایک دو روز مطالعہ کر کے دیکھیں کہ ان میں کس عزت وادب کے ساتھ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے، اس کو ضعیف سمجھ کر اختلاف کیا ہے یا اس کے معانی میں اختلاف کر کے یا دیگر وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پر کھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھ کر ہمارے پاس معیار نہیں، محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹھہرایا ہے، مگر انہوں نے اس کو کامل معیار نہیں کہا، اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالہ بتایا ہے۔ اور اس دعوی کی تائید میں متعدد تحریروں میں متعدد آیات کو ذکر کیا ہے۔ جن میں قرآن مجید کے محامد علمیہ وفواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے۔

مہربان من! محدثین کیا، کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا معیار قرآن کریم کو نہیں ٹھہراتا اور یہ نہیں کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پرکھنی ہو تو اس کو قرآن کریم کی موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دیں، بلکہ معیار تصحیح وہ قوانین روایت ٹھہراتے ہیں کہ از انجملہ کسی قدر بیان ہو چکے ہیں، اس کی وجہ معاذ اللہ ثم عیاذاً باللہ یہ نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا حکم ومہیمن نہیں، یا وہ امام حبل المتین نہیں، کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہیں سمجھتا۔ اور اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ سخت کافر ہے۔ ابوجہل کا بڑا بھائی، نہ چھوٹا۔ کیونکہ ابوجہل نے تو قرآن مجید کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا، یہ کافر قرآن پر ایمان لا کر اس کو اپنا نہیں بناتا، اور حکم نہیں سمجھتا۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان ہو۔ آپ نے ناحق وبلاضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب میں پیش کیا، جن میں قرآن مجید کے محامد علیہ وارد ہیں، اور ان کی بے ضرورت نقل وبیان سے اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا، بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹھہرانے اور اس باب میں اصول روایات کی طرف رجوع کرنے کے دو وجہ ہیں۔

ایک وجہ یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہوں وہ خود بخود قرآن مجید کے موافق ہوتی ہیں اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں۔ قرآن امام ہے اور وہ احادیث، خادم قرآن اور اس کی

وجوہات کی مفسر ومبین، اوران وجوہات معانی قرآن کے جوکم فہم وقاصر الفکر لوگوں کے خیال میں متعارض معلوم ہوتی ہیں، فیصلہ کرنے والی ہیں۔ جس حالت میں ایک حدیث صحیح، دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی اوران کی باہمی تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الآئمہ ابن خزیمہؒ سے منقول ہے:

لا اعرف انه روی عن النبی ﷺ حدیثا ن باسنا د ین صحیحین متضادین فمن کا ن عنده فلیا تینی به لأو لف بینهما.

تو پھر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجھتا ہے وہ نافہم ہے اور اپنی نافہمی سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام ومحدثین وفقہاء ایسے نہیں ہیں کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجھیں۔ اس لئے ان کو تصحیح حدیث کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اس کا امتحان کریں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت، قوانین روایت سے ثابت کرتے ہیں اور بعد تسلیم صحت وحصول فراغ از تصفیہ صحت، اس حدیث کی قرآن سے تطبیق کرتے ہیں، وہ بھی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اس کی خادم ومفسر ومترجم وفیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف درنظر اشخاص قاصر الانظار رہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا، اس کی صحت کا موجب ہوتو اس سے لازم آتا ہے کہ موضوع حدیثیں، اگران کے مضامین صادق اور قرآن کے مطابق ہوں، صحیح متصور ہوں جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اس کے مقابلہ میں جو آپ نے کہا ہے کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے، حدیث اس کی مفسر نہیں ہو سکتی۔ اس سے بھی آپ کی ناواقفیت اصول ومسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم ومفسر قرار دیا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید میں بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہیں کہ وہ بلا تفصیل صاحب حدیث ﷺ کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کی سمجھ میں نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل ٹھہرائے جا سکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو لو۔ قرآن میں اس کی نسبت صرف یہ ارشاد ہے اقیموا الصلوۃ اور کہیں اس کی تفسیر نہیں ہے کہ نماز کیونکر قائم کی جائے۔ صاحب الحدیث آنحضرت ﷺ (فداہ ابی وامی) نے قولی وفعلی حدیثوں سے بتایا کہ نماز یوں پڑھی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجھ اور عقل میں آیا۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے

ثابت ہے۔اس پر سوال کیا جائے گا کہ تعامل کب سے شروع ہوا اور جس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس نے بتایا؟ اس کے جواب میں اخیر یہی کہو گے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل کن کن صورتوں پر ہوا ہے، اتفاقی پر یا اختلافی پر؟ صرف اتفاقی صورتوں میں اس کو منحصر کرو گے تو آپ کو نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ اختلافی صورتوں پر تعامل کا دعوی کرو گے تو اختلاف موجب تساقط ہوگا۔ یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا جو آپس میں متوافق ہو سکتی ہیں

اب ہم ایک دو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کو تعامل کا اشتباہ نہ ہو۔ قرآن کریم نے حرام جانوروں کو (جیسے خنزیر و منخنقه وغیرہ) حرام فرما کر ان کے سوا دیگر جانوروں کو حلال کر دیا اور فرمایا ہے:

قل لا اجد فیما او حی الی محر ماًعلی طاعم یطعمه ا لا ان یکو ن میتة او د ماً مسفو حاً (تو کہہ دے میں اس وحی میں جو میری طرف ہوئی ہے کسی کھانے والے مردار یا خون جاری کے سوا کچھ حرام نہیں پاتا)

نیز: و هو الذی خلق لکم ما فی ا لا ر ض جمیعاً
(خدا وہ ہے جس نے تمہارے واسطے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا ہے)۔

اور بعض جانوروں کی حرمت کا بیان اپنے خادم، حدیث یا صاحب الحدیث ﷺ کے حوالے کر دیا۔ و بناء علیہ اس نے ظاہر کر دیا ہے کہ علاوہ ان جانوروں کے جن کی حرمت کا بیان قرآن میں ہے، گدھا اور درندے حرام ہیں۔ اب فرمایئے اس حکم گدھے اور درندوں کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود کہاں فرمائی ہے۔ اس پر وقوع تعامل کا بھی آپ دعوی نہیں کر سکتے۔ گدھے وغیرہ درندوں کی حرمت کا اعتقاد یا اس کے استعمال کا ترک کوئی عمل نہیں ہے۔ جس پر تعامل کا ادعا ہو سکے۔ حدیث کو یہ خدمت تفسیر و فیصلہ وجوہات، قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے اور صاحب الحدیث ﷺ نے بھی اپنی کلام میں جس کو حدیث کہا جاتا ہے، اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ما آ تاکم الرسو ل فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا کہ جو کچھ (حکم) تمہیں رسول دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

اس مضمون کی آیات قرآن میں اور بہت ہیں مگر ہم آپ کی طرح ان سب کو شمار کر کے تطویل کلام نہیں کرنا چاہتے۔ (آیت زیر نظر میں فرمایا گیا ہے) اے مسلمانوں جو کچھ رسول ﷺ تم کو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لے لو اور جس سے روکے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن میں نہ ہو، اس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد قرآن کی ہدایت وشہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گوندھنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث میں وارد ہے، قرآن میں داخل قرار دیا تو اس پر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن میں کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس حالت میں لعنت حدیث میں وارد ہے تو بحکم آیت و ما آتاکم الرسول فخذوہ ...یہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روائت ہے:

عن عبد الله قال لعن الله الوا شمات و المتو شمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله قال فبلغ ذالك امرءة من بنى اسد يقال لها ام يعقوب و كانت تقرء القرآن فاتته فقالت بلغنى عنك انك لعنت الواشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله فقال عبد الله و مالى لا العن من لعن رسول الله ﷺ و هو فى كتاب الله عز و جل فقالت المرئة لقد قرئت ما بين لوحى المصحف فما وجدته فقال لئن كنت قرءته لقد وجدیته قال الله عز و جل ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا ۔ (صحیح مسلم ج۲ص ۲۱۵)

کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم گودتی (گودنا۔ سوئی وغیرہ سے جسم کی کھال میں سوراخ کر کے اس میں سرمہ وغیرہ رنگ بھرنا) ہیں اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی اور کرواتی ہیں خوبصورتی کے لئے وہ خدا کی پیدائش میں تبدیلی چاہتی ہیں۔ یہ قول ابن مسعود کا بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑھی ہوئی تھی پہنچا تو وہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجھ سے پہونچی ہے کہ تو ایسی

عورتوں کولعنت کرتا ہے۔ وہ بولے میں ایسی عورتوں کولعنت کیوں نہ کروں جن کورسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہواور وہ لعنت قرآن میں بھی ہو۔ وہ بولی میں نے تو قرآن مجید سب کا سب پڑھا اس میں تو کہیں یہ لعنت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا تو قرآن کو پڑھتی تو اس میں یہ آیت پاتی و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا یعنی رسول جو حکم دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

جناب صاحب الحدیث ﷺ نے اسی ارشاد قرآنی کے موافق ارشاد کیا ہے:

عن المقدام بن معدی کرب قال قال رسول اللہ ﷺ الا، انی او تیت القرآن و مثلہ معہ، الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول: علیکم بھذا القرآن فما وجدتم من حلال فاحلوہ و ما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ۔ ... الا لا یحل لکم الحمار الاھلی و لا کل ذی ناب من السباع و لا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا و من نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ۔

(رواہ ابو داؤد۔ نمبر ٤٦٠٤)

حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سن رکھو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے۔ سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا، اپنی چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو تم قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو، حدیث میں ہو، اس کو نہ مانو) (حالانکہ جس چیز کو رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے)۔ سن رکھو تمہارے لئے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی امان و پناہ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز، بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو، ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں ورنہ اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی مقدار خود بخود ان کے مال

سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

فی هذا الحد یث تو بیخ و تقریع ینشاء من غضب عظیم علی تر ك السنة و ما عمل با لحد یث استغناءً عنها با لکتا ب ۔ اس حدیث میں بڑی زجر وملامت ہے، جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی، اس شخص کیلئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پرواہ ہو جائے۔

اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے۔یعنی حدیث ان وجوہات واختلافات قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگوں کے خیال میں آتی ہیں۔ پھر امام یحی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے:

قا ل السنة قا ضیة علی القر آ ن و لیس القر آ ن بقا ض علی السنة

(سنن دار می ۔ص ۷۷)

کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔قرآن، حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔،یعنی حدیث، قرآن کی وجوہات واختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔اور قرآن ایسا نہیں کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے، نہ مخدوم کا۔

اور دارمی (دارمی ۔ص۷۹) نے حسان سے نقل کیا ہے:

قا ل کا ن جبریل ینز ل علی النبی با لسنة کما ینز ل علیه با لقر آ ن کہ جبریل آنحضرت ﷺ پر حدیث لے کر بھی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا کہ قرآن لے کر آتے۔یعنی جبریل جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن اتارتے، ویسے ہی حدیث۔

اور سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے:

انه حد ث یو ماً بحدیث عن النبی ﷺ فقا ل الر جل فی کتا ب الله ما یخالف هذا قا ل الا ارا نی احد ثك عن رسول الله ﷺ و تعر ض فیه

بکتاب الله کا ن رسول الله اعلم بکتا ب الله منك (سنن دارمی ص ۷۹)

کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کی تو ایک آدمی بولا قرآن میں اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعیدؒ نے فرمایا میں تجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث سناتا ہوں تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تجھ سے بڑھ کر قرآن مجید جاننے والے تھے (یعنی آنحضرت ﷺ یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجھ کر فرمائی ہے۔ قرآن میں اس کا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیوں فرماتے)۔

حضرت امام شعرانیؒ نے منہج البین میں کہا ہے:

اجتمعت ا لا مة علی ان السنة قا ضية علی کتا ب الله ۔ (منهج شعرا نی) ک ہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث، قرآن مجید کی وجوہ مختلف کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔

ان آیات قرآنی واقوال نبوی وآثار سلف کے مقابلے میں جو حدیث آپ نے تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ وہ حدیث زندیقوں یعنی چھپے مرتدوں کی بنائی ہوئی ہے اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کرلیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی مبطل ومکذب ہے۔ ہم اس حدیث کی رو سے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہیں تو بحکم آیہ و ما آ تا کم الرسو ل وغیرہ اس کو موضوع پاتے ہیں۔ یہ بات میں صرف اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ آئمہ محدثین اور فقہاء اصولیوں کی کتابوں میں پاتا ہوں۔

کتاب تلویح میں ہے:

و قد طعن فیه المحد ثو ن با ن فی روا یة یز ید بن ربیعه و هو مجهو ل و تر ك فی اسناده واسطة بین ا لا شعث و ثوبا ن فیکو ن منقطعاً و ذکر یحی بن معین انه حدیث و ضعه الز نادقة (تلویح ۔ص ۲۲۹)

کہ محدثین نے اس حدیث کو اس وجہ سے مطعون کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجہول الحال تھا اور اس کی سند میں اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے ۔لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور یحی بن معین نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو زندیقوں نے

وضع کیا ہے۔یعنی ازخود گھڑ لیا ہے۔

مولانا بحرالعلومؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے:

قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشيخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلوا عن المقال و قال بعضهم قد وضعه الزنادقة و ایضاً هو مخالف لقوله تعالی ما آتاکم الرسول فخذوه فصحة هذا الحديث يستلزم وضعه و رده فهو ضعيف مردود۔

کہ صاحب سفر السعادۃ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں۔بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔یعنی ازخود بنالیا ہے۔اور نیز یہ اس قول باری کے مخالف ہے جس میں فرمایا ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، لے لو۔پس اگر اس حدیث کو صحیح مان لیں تو اس سے بھی اس کا موضوع ومردود ہونا لازم آتا ہے(یعنی اس حدیث کو صحیح مان کر اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اس کے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا اور اس کے مضمون کو رد کردیا)

حضرت ابن طاہر حنفی، صاحب مجمع البحار کہتے ہیں:

و ما اوردوه الاصوليين من قوله اذا روی عنی حديث فاعرضوه علی كتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه ردوه، قال الخطابی وضعته الزنادقه و يدفعه حديث انی اوتيت الكتاب و ما يعدله و يروی و مثله و كذا قال الصنعانی و هو كما قال۔ انتهی (تذكره ابن طاهر)

ان اصولیوں نے جو آنحضرت ﷺ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اس کو قرآن پر عرض کرو، پس اگر وہ اس کے موافق نکلے تو اس کو قبول کرو، اور اگر مخالف نکلے تو رد کردو۔اس کی نسبت خطابی نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اس کو گھڑ لیا ہے۔اور اس کو

آنحضرت ﷺ کا وہ قول رد کرتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور وہ چیز جو اس کے برابر یا اس کی مانند (یعنی حدیث)۔ ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی، فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں:

حدیث اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ وان خالفہ ردوہ قال الخطابی و ضعتہ الزنادقۃ و یدفعہ انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ و کذا قال الصنعانی قلت و قد سبقھما الی نسبتہ الی الزنادقۃ ابن معین کما حکاہ الذھبی علی ان فی ھذا الحدیث الموضوع نفسہ ما یدل علی ردہ لانا اذا عرضناہ علی کتاب اللہ خالفہ ففی کتاب اللہ عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا۔ و نحوہ من الآیات۔(تذکرہ موضوعات۔ شوکانی۔ ص ۱٦٦)۔

اس قول کی نسبت جو اصولیوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے، خطابی نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے اور اس کو وہ قول رسول خدا، رد کر رہا ہے (جو پہلے گزرا) ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے اور ان دونوں سے پہلے یحیٰ بن معین نے اس کو زندیقوں کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے ان سے نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں خود اس حدیث موضوع کا مضمون اس کو رد کر رہا ہے، کیونکہ ہم نے اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف نکلا کیونکہ قرآن میں صاف آچکا ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو قبول کرو۔

اور جو حدیث حارث اعور آپ نے پیش کی ہے وہ بھی اولاً صحیح نہیں، جس کتاب مشکوۃ سے آپ نے وہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس کا جرح موجود ہے۔ جس کو آپ نے سرقہ وخیانت سے نقل نہیں کیا۔ اس میں منقول ہے:

قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ مجھول فی الحارث مقال

ایسا ہی تقریب التہذیب میں حارث اعور کو مجہول کہا ہے۔

اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے بتفصیل نقل کریں تو ایک دفتر ہو جائے۔ یہ اعور بھی ایک دجال تھا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح تسلیم کرلیں تو اس کے وہ معنی نہیں جو آپ نے بطور تحریف کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث کو چھوڑ کر محض رائے والی باتوں میں خوض کریں تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث و آثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے و بناء علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن وحدیث دونوں کے اتباع سے متصور ہے، نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ احادیث کا ترجمہ حدیثوں سے کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ روئے زمین پر ایسا کوئی مسلمان نہ ہو گا جو اس کلام میں احادیث سے نبوی حدیثیں مراد لیتا ہو۔

یہاں احادیث سے مراد، لوگوں کی باتیں ہیں، جو اس کے لغوی معنی ہیں۔ اور بہت سی احادیث نبویہ میں یہ لغوی معنے پائے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

ایا ك و الظن فا ن الظن اکذ ب الحد یث

یعنی ظن سے بچو، ظن جھوٹی بات ہے۔

ایک حدیث میں ذکر ہے:

کفی با لمر ء کذ باً ان یحد ث بکل ما سمع

کہ آدمی کو جھوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کردے۔

یعنی صحیح وغیر صحیح کی تمیز و تحقیق نہ کرے۔

یہاں بھی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔ جس حدیث میں بوقت قضا حاجت دو شخصوں کی آپس میں باتیں کرنے سے ممانعت وارد ہے، اس حدیث میں بھی لفظ یحد ثا ن بولا گیا ہے۔ کیا ان سب احادیث میں حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہیں (قرآن کریم کے محاورہ میں بھی لفظ حدیث بات چیت کے معنی میں بولا گیا ہے)

آپ نے اس حدیث اعور کے معنے میں تحریف کرنے کے وقت یہ غور نہ کیا کہ حدیث کے لغوی معنی کیا ہیں۔ یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیا۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے جو آپ نے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ والثبوت کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل نہ ہو، وہاں قرآن کریم کو کافی سمجھیں گے، کیونکہ اس صورت میں یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم میں اس کا بیان کافی نہ ہوا ہو۔ قرآن میں اس کا بیان نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ضرور اس کی تفصیل پائی جاتی۔ اس پر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کرے، یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی تمام عمر میں اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگوں کی روایات کو قبول کیا ہے، اور ان روایات سے مستغنی ہو کر عمل کتاب اللہ کو کافی نہیں سمجھا۔ اس کی تفصیل ہمارے ضمیمہ جات ۱۸۷۸ء میں بخوبی ہو چکی ہے اس مقام میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اول۔ قرآن مجید میں بیٹی کی وراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے۔ اس حکم قرآنی کے مفسر یا یوں کہیں کہ مخصص آنحضرت ﷺ کی یہ احادیث ہیں:

گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جس کی دست آویز سے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ زہرا کو آنحضرت ﷺ کے خالص مال سے ورثہ نہ دیا، باوجودیکہ انہوں نے مطالبہ بھی کیا۔

آنحضرت ﷺ نے بیٹی بیٹے وغیرہ وارثوں کو اس حالت میں محروم الارث ٹھہرایا ہے جب کہ وہ مورث کو قتل کر دیں یا وارث و مورث کے مذہب میں اختلاف ہو جاوے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان احادیث کو قبول فرمایا اور ان پر عمل کیا اور ان احادیث سے مستغنی ہو کر آیت میراث کے عمل پر اکتفا نہ کیا۔

۲۔ قرآن مجید میں ان عورتوں کو جن کا نکاح مرد پر حرام ہے، شمار کر کے فرمایا ہے:

احل لکم ما وراء ذا لکم

یعنی ان عورتوں کے سوا جن کا حکم حرمت نکاح قرآن میں بیان ہوا ہے، سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس حکم قرآن کی تفسیر یا یوں کہیں کہ تخصیص میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کے نکاح میں ہونے کی حالت میں نکاح میں نہ لائی جائے۔ چنانچہ فرمایا:

لا تنکح المر أة علی عمتها و لا علی خالتها

آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی داخل وشامل ہیں اس حدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے اور اس کو مخالف قرآن سمجھ کر اس کے عمل سے استغنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہیں کیا۔

فاضل حبیب اللہ قندھاری نے کتاب مغتنم الحصول میں کہا ہے:

ان الصحابة خصصوا و احل لکم ما وراء ذالکم بلا تنکیح المر أة علی عمتها و لا علی خالتها و یو صیکم اللہ فی او لا دکم بلا یر ث القا تل و لا یتوا ر ثا ن اھل الملتین و نحن معشر ا لا نبیاء لا نر ث و لا نو ر ث

کہ صحابہ نے اس آیہ کے حکم کو جس میں ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں اس حدیث سے مخصوص البعض ٹھہرایا ہے جس میں ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کریں اور آیت میراث کے حکم کو اس حدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپس میں وارث نہ ہوں، اور نبی کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک بادیہ نشین راوی کی اس حدیث کو قبول فرمایا جس میں بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا، باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہیں بناتا، کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اس کی عورت نہیں رہتی۔ وبناء علیہ حضرت عمرؓ فاروق کی رائے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہیں مگر جب آپ کو حدیث مذکور معلوم ہوئی تو اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا۔ ترمذی میں ہے:

کا ن عمر ابن الخطا ب یقول الدیة علی العا قلة و لا تر ث المرأة من دیة زو جھا شیئاً حتی قا ل له الضحا ك بن سفیا ن کتب الی رسو ل اللہ ﷺ ان ور ث امر ئة اشیم الضبا بی من دیة زو جھا فر جع عمرؓ۔

(رواہ الترمذی و ابو دائود)

کہ حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے کہ خون بہا عصبات وغیرہ وارثوں پر ہے۔اور عورت اپنے شوہر کے خون بہا سے وارث نہیں ہوتی، یہاں تک کہ ضحاک ؓ بن سفیان نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وارث بنا، تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

۴۔دیت جنین کی حدیث کو دو شخصوں کی روایت وشہادت سے آپ نے قبول کیا اور اس باب میں قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفانہ فرمایا۔ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے:

عن هشام عن ابيه ان عمر بن الخطاب انشد الناس من سمع النبی ﷺ قضى فی السقط فقال المغيرة انا سمعته قضى فی السقط فقال المغيرة انا سمعته قضى فی السقط بغرة عبد او امة قال ائت من يشهد معك على هذا فقال محمد بن مسلمه انا اشهد على النبی ﷺ بمثل هذا ۔ رواه البخاری ۔ و زاد ابو دائود فقال عمر بن الخطاب الله اكبر لو لم اسمع بهذا لقضينا بغير هذا

کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا کسی نے اس بچہ کا حکم رسول اللہ سے سنا ہے جو ماں کے پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہؓ نے ہاں میں نے سنا ہے آپ نے اس کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس بات کا گواہ ہے۔محمدؓ بن مسلمہ بولے ہاں میں گواہ ہوں۔ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ بولے اللہ اکبر، ہم یہ حکم نہ سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

۵۔سبھی انگلیوں کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث آپ نے قبول فرمائی باوجودیکہ آپ کی رائے اس میں یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کی دیت نو (۹) اونٹ ہونی چاہیے، بیچ والی اور اس کے ساتھ والی سبابہ کے ۱۲، اونٹ انگوٹھے کے ۱۵۔اونٹ جو بظاہر ان کے مختلف قوتوں اور مقداروں کی نظر سے انصاف اور عدل معلوم ہوتی ہے مگر آپنے حدیث سنی تو قبول فرمائی، اور قرآن سے اسکے مطابق کرنے کی کچھ

پرواہ نہ کی۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے:

عن النبی ﷺ قال ھذہ ھذہ یعنی الخنصر و الا بھام سواء

(یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہیں)

اور مسلّم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

و ترک عمر رائیہ فی دیت الاصابع و کان رائہ فی الخنصر و البنصر تسعا و فی الوسط و فی المسبحۃ اثنا عشر و فی الابھام خمسۃ عشر کل ذالک فی التیسیر قال الشارح و کذا ذکر غیرہ و الذی فی روایت البھیقی انہ کان یری فی المسبحہ اثنا عشر و فی الوسطی ثلاثہ عشر بخبر عمر و بن حزم فی کل اصبع عشر من الابل۔

کہ حضرت عمرؓ نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں ترک کر دیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کا خون بہا نو اونٹ، بیچ والی اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ، انگوٹھے کے پندرہ۔ ایسا ہی کتاب تیسیر میں ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ ایسا ہی اوروں نے ذکر کیا ہے، مگر بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے اور بیچ والی کے تیرہ اونٹ۔ اس رائے کو آپ نے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک انگلی کا خون بہا دس اونٹ مقرر کیے ہیں۔

اس مضمون کی اور بہت مثالیں ہیں مگر ہم آپ کی طرح تطویل پسند نہیں کرتے۔ ان امثلہ کو دیکھ کر کس و ناکس بشرطیکہ ادنیٰ فہم و انصاف رکھتا ہو ہرگز نہ کہے گا کہ حضرت عمرؓ نے جو فرمایا ہے کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہم کو حاجت نہیں اور قرآن اس کی جگہ کافی ہے، اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن میں نہ پائی جائے وہ لائق قبول نہیں۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس مسئلہ میں سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہ ہو وہاں قرآن کافی ہے۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکھا جائے تو اس سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں مگر اس کی بحث تفصیلی میں تطویل ہوتی ہے، (کیونکہ اس میں

شیعہ سنیوں کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت ہے، ذکر کرنا پڑتا ہے)، جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے۔

امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپ نے ایک یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تفتیش کرو۔ یہ دلیل بھی آپ کی ناواقفی پر ایک دلیل ہے۔ احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہیں اور ان کی عدالت ثابت و متحقق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابوں کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتھ صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔

امام حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری (صفحہ ۴۴۴) میں فرماتے ہیں:

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راوی کان مقتضی بعدالته عنده و صحة ضبطه و عدم غفلته و لا سیما ما انضاف الی ذالك من اطلاق جمهور الآئمة علی تسمیة الکتابین بالصحیحین و هذا المعنی لم یحصل لغیر من خرج عنه فی الصحیحین فهو نهایت اطباق الجمهور علی تعدیل من ذکر فیهما . هذا اذا اخرج له فی الاصول فاما ان اخرج له فی المتابعات و الشواهد و التعالیق فهذا یتفاوت درجات من اخرج له فی الضبط و غیره مع حصول اسم الصدق لهم و حینئذ اذا وجدنا لغیره فی احد منهم طعنا فذالك الطعن للتعدیل لهذا الامام فلا یقبل الا مبین السبب مضرا بقادح یقدح فی عدالت هذا الراوی و فی ضبطه مطلقاً او فی ضبطه الخبر بعینه لان الاسباب الحاملة للآئمة علی الجرح متفاوتة منها ما یقدح و منها ما لا یقدح و قد کان الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح هذا جاز القنطرة یعنی بذلك انه لا یلتفت الی ما قیل فیه قال الشیخ ابو الفتح القشیری فی مختصره و هکذا نعتقد و به اقول و لا یخرج عنه الا بحجة ظاهرة و بیان شاف یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه

۔من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیة کتا بیھما با لصحیحین و من لوا زم ذا لك تعدیل روا تھا ۔ قلت فلا یقبل الطعن فی احد منھم ا لا بقا د ح وا ضح،

کہ ہرایک منصف کو یہ جان لینا چاہیے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اس کے نزدیک اس کے عادل ہونے اور اس کے ضبط کے صحیح ہونے اور اس کے غافل نہ ہونے کا مقتضی ہے، خصوصاً اس حالت میں کہ اس امر کے ساتھ جمہور علماء کا ان دو کتابوں کے صحیح کہنا ملا یا جائے، یہ معنی ان راویوں میں پائے نہیں جاتے جن سے صحیحین میں روایت حدیث نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کو صحیح کہنا ان کے راویوں کے عادل ہونے پر جمہور علماء کا پرلے سرے کا اتفاق ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان راویوں سے اصل روایات میں روایت کی گئی ہو اور اگر انکی روایات اصل روایات کے شواہد و متابعات میں ہو تو پھر ان راویوں کے درجات ضبط وغیرہ مختلف ہیں یعنی بعض اعلی بعض ادنی، و معہذا راست گو ہونے کا نام ان سب راویوں پر صادق آتا ہے۔ جب یہ قرار پایا تو جب ہم کسی اور محدث کا کوئی طعن و اعتراض ان کتابوں کے کسی راوی کے حق میں پائیں گے تو یہ طعن مصنف کتاب کے اس راوی کو عادل کہنے کے مقابل ہوگا۔ سو بلا بیان سبب طعن جو مفسر ہو اور اس راوی کے عادل ہونے کو توڑ سکے، یا اس کے ضابط ہونے میں خلل انداز ہو، مقبول نہ ہوگا کیونکہ اسباب طعن جو موجب جرح سمجھے جاتے ہیں مختلف ہوتے ہیں، بعض قدح ضبط و عدالت کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے (لہذا اس کا بیان تفصیل سے ضروری ہے) شیخ ابوالحسن مقدسی اس شخص کے حق میں، جس سے کتاب صحیح میں روایت ہو چکی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل کے اس پار اتر گیا ہے، یعنی اس کے حق میں کسی کا طعن سنا نہ جائے گا۔ شیخ ابوالفتح قشیری اپنی مختصر میں فرما گئے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں، اس سے بجز دلیل روشن اور بیان شافی کے جو محدثین کے بالاتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکھے عدول نہ کیا جائے گا۔ میں (صاحب فتح الباری) کہتا ہوں پس ان راویوں میں کسی کا طعن و جرح بلا بیان سبب جو قادح عدل وضبط

نہ ہو، مقبول نہ ہوگا۔

اس کے مقابلہ میں جو آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے لکھا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے۔ جس میں فعلی صدور کذب مانع قبول واعتبار ہے نہ امکانی۔ اور اگر امکانی کذب بھی مانع قبول واعتبار ہوتا، تو خدا تعالیٰ کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نہ کرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہ دیتا و اشھدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ، اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشھداء یعنی ان لوگوں کو گواہ بناؤ جن کو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ ان کے عدل و استقامت کے اچھا سمجھو۔ بلکہ صاف یہ فرماتا کہ ہر معاملہ میں نبی معصوم کو گواہ کر لیا کرو کیونکہ امکان کذب وغیرہ جو بقول آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے بجز نبی معصوم کے، ہر ایک گواہ میں موجود ہے۔ اور امید ہے کہ یہ بات آپ بھی نہ کہیں گے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہیں، پھر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیوں نا قابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ آپ کے ایسے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فن حدیث کے کوچہ سے بالکل ناآشنائی ہے۔ آپ کو کتب حدیث پر اتفاقی نظر بھی نہیں پڑی۔ صحیح مسلم کا صفحہ ۶ اگر آپکی نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہرگز اس آیت سے اپنے دعوی پر استدلال نہ کرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویوں یا ناقلوں کے ظاہری صدق وعدالت کا حال معلوم نہ ہو تو ان کو بلا تحقیق قبول نہ کرو، نہ یہ کہ جن کا صدق وعدالت تم کو ثابت ہو ان کو نقل وروایت میں اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب ممکن ہے بلا تحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۶ میں ہے:

و اعلم وفقك الله ان الوا جب على كل احد عر ف التميز بين صحيح الروا يا ت و سقيمها و ثقا و ت النا قلين لها من المتهمين ا ن لا يروى منها الا ما عرف صحت مخا ر جه و الستا رة فى نا قليه و ان يتقى منها عن اهل التهم و المعا ند ين من اهل البد ع و الد ليل على ان الذ ى قلنا من هذا هو

اللازم دو ن ما خالفه قول الله تبارك و تعالى ذكره يا يها الذ ين آ منوا ان جاء كم فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قو ماً بجها لة فتصحبحوا على ما فعلتم نا دمين ۔ و قال جل ثنائه ممن ترضو ن من الشهداء۔ و قال و اشهدوا ذوی عدل منکم ۔ فدل بماذكرنا من هذه ا لآ ی ان خبر الفاسق سا قط غير مقبو ل و ان شهادة غير العدل مردودة و الخبر ان فارق معناه معنى الشها د ت فی بعض الوجوه فقد يجتمعا ن فی اعظم معا نيهما اذ كا ن خبر الفا سق غير مقبو ل عند اهل العلم كما ان شهادته مردودة عند جميعهم

تو جان لے، خدا تعالی تجھے توفیق دے، کہ ہر شخص پر جو صحیح و غیر صحیح روایات میں ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں تمیز رکھتا ہو، یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جس کے مخرج (جہاں سے وہ حدیث نکلی اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اس کے راوی کا مستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے اس پر دلیل وہ قول خداوندی ہے جس میں یہ ذکر ہے۔ اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔ اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے کہ جن گواہوں کو تم پسند کرو اور وہ قول جس میں فرمایا ہے دو گواہ عادل کو گواہ بناؤ، ان آیتوں سے ثابت ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے، مقبول نہیں ہے۔ اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے اور خبر اگرچہ بعض اوصاف میں شہادت سے متفارق ہے مگر بڑی بھاری اوصاف میں وہ دونوں متفق ہیں، کیونکہ فاسق کی خبر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی شہادت نامقبول ہے۔

میرے اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید کو احادیث صحیحہ کا معیار صحت ٹھہرانے میں آپ کا کوئی شخص امام یا موافق ہے، جو آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن کو امام جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرے موافق ہیں اور خاص کر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی میرا موافق ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو حديث من ترك

الصلوة متعمداً فقد کفر کوقرآن پر عرض کیا اورتیس سال کے بعد اس کو آیت اقیموا الصلوۃ و لا تکو نوا من المشر کین کے مطابق پایا تو اس حدیث کو قبول کیا۔

اس کے پہلے حصہ کا جواب تو سابقاً گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کا قرآن کو امام ماننا اور اس پر ایمان لانا، یہ نہیں چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اس کو قرآن پر عرض نہ کریں قبول نہ کریں۔ بلکہ وہ ایمان ان کو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اس کی صحت کا بقوانین روایت ثابت ہو، فوراً قبول کریں اور اس کو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں، صرف قرآن مجید کو کافی سمجھ کر اس حدیث سے استغنا نہ کریں۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے اور حدیث من ترك الصلوة متعمداً کو قبول نہ کیا جب تک کہ اس کو آیت اقیموا الصلوۃ کے مطابق وموافق نہ پایا،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے دو وجہ سے دھوکہ کھایا ہے، یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہیں ٹھہرایا کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے، اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہ ہو، اس کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ ان کی کلام میں اس عام اصول کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے صرف اس ایک حدیث من ترك الصلوة کو کتاب اللہ پر عرض کیا۔ اور اگر اس حدیث کے سوا اور احادیث کو بھی انہوں نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے، تو آپ یہ امر ان سے بنقل صحیح ثابت کریں، ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے کہ آپ جزء واقعہ کو عام اصول بناتے ہیں، اور خود دھوکا کھاتے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس پر اگر یہ سوال کرو کہ ان کے نزدیک یہ اصول تصحیح روایت عام مقرر نہ تھا، تو انہوں نے اس حدیث من ترك الصلوة کو قرآن پر کیوں عرض کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت معنی میں ان کو کچھ شک ہوگا، اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ عمل کیا، یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت و عدم شک انہوں نے حصول مزید طمانیت کے لئے ایسا کیا، اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کر لیا۔ اس کے

جواب میں اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے، اس صورت میں یہ اصول گویا آنحضرت ﷺ کا مجوزہ اصول ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا، بلکہ زندیقوں، چھپے کافروں کی بناوٹ ہونا، سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اس حدیث کو آیت اقیموا الصلوۃ کے موافق نہ کرلیا تھا تب تک اس کو غیر صحیح یا وضعی سمجھا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نہ کیا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تھے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اس کا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہیں تو اس احتمال کو دلیل سے اٹھاویں اور بنقل صریح ثابت کریں کہ شیخ طوسی تیس سال تک اس حدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجھتے رہے یا اس کی صحت میں متردد و متوقف رہے۔ اس احتمال کو بدلائل اٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر آپ کا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اس پر یہ درخواست کرنا کہ میں نے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتادیا، اب آپ ضد چھوڑیں۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبت العرش ثم انقش

آپ شیخ محمد اسلم طوسیؒ سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا، یا تیس سال تک خاص کر حدیث من ترك الصلوۃ کی صحت میں متوقف رہنا، ثابت کریں۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہیں۔ یہ نہ ہوسکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کریں۔ پھر ہم شیخ طوسی سے ان امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نہ رہیں گے۔ اور اس حدیث کو جس کا مضمون خود ایک اصول ہے، تسلیم کرکے اپنے انکار سے رجوع کریں گے۔ و الله ثم با لله، ثم با لله، و کفی با لله شهیدا و کفی با لله و کیلاً۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نہ کرسکیں یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نہ کریں تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار و ضد چھوڑ دیں۔ زیادہ ہم کیا کہیں۔

۵۔ آپ لکھتے ہیں کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان

ہے، کچھ شک میں ہیں؟ یہ کمال دھوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں میرا یہ اقرار کہ میں قرآن کو امام جانتا ہوں اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہیں سمجھتا، نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افتراء ہے، جس سے مقصود صرف اپنے بے علم مریدوں کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتانا ہے کہ یہ شخص قرآن کو نہیں مانتا۔ اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ جو شخص قرآن کو حکم و امام نہ مانے، وہ کافر ہے۔ اب پھر کہتا ہوں کہ قرآن ہمارا حکم، امام، میزان، معیار، قول فیصل وغیرہ ہے، مگر اپنے غیر پر، یعنی لوگوں کے باہمی اختلافات و تنازعات پر جو رائے پر مبنی ہوں اور حدیث صحیح تو خادم و مفسر قرآن اور وجوب عمل میں مثل قرآن ہے، وہ اس سے مخالف و منازع نہیں، اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن اس کی صحت کا حکم و معیار و محک کیونکر ہوسکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق، خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالو۔ قرآن و حدیث صحیح ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں تو پھر ایک دوسرے کے محک و معیار ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، ضعیف ہونا اور ہے۔ اور میں نے صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کے ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، جس کو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس قول میں ایک تو آپ نے دھوکہ دیا ہے۔ دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔ دھوکہ یہ کہ یہاں آپ ضعیف اور موضوع میں فرق کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہ ہو، وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج، نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تحریرات نمبر ۲ وغیرہ میں ایسی حدیثوں کو کبھی موضوع کہتے ہیں کبھی غیر صحیح و ضعیف، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی اصطلاح میں موضوع و ضعیف ایک ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بھی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجھتے ہیں اور اپنے ازالہ اوہام میں اس کی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہیں۔ لہذا وہ آپ کے نزدیک موضوع ہے، نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہاں اپنے اس اعتقاد کو چھپا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جس ناواقفی کا آپ نے اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے

آپ نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، صحیح سمجھتے تو وہ اس کو ضرور اپنی کتاب میں لاتے۔ یہ بات وہی شخص کہے گا، جس کا حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی گزر نہ ہوا ہو۔ امام بخاری نے بہت سی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور یہ فرمادیا ہے کہ میں نے ان کو بخوف طوالت ترک کر دیا ہے۔

صحیح بخاری کے مقدمہ (صفحہ ۶) میں ہے:

و روی من جهات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح بستة عشر سنة خرجته من ست مائة الف حدیث و جعلته حجة بینی و بین الله و روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانی واقف بین یدیه و بیدی مروحة اذب عنه فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنه الکذب۔ فهو الذی حملنی علی اخراج الصحیح۔ و روی عنه قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول

امام بخاری سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال میں جمع کیا ہے اور وہ کتاب چھ لاکھ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالی کے سامنے میری دست آویز ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ان کو پنکھا کر رہا ہوں۔ میں نے بعض تعبیر دانوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ دور کر رہا ہے۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا۔ امام بخاری سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثوں کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔

امام بخاری سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے دولاکھ حدیثیں غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہیں۔ باوجودیکہ صحیح بخاری میں چار ہزار احادیث منقول ہیں، جس سے ثابت ہے کہ مزید چھیانوے ہزار حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے جن کو وہ اپنی کتاب میں نہیں لائے۔

و جملة ما فی الصحیح البخاری من الا حا دیث المسندة سبعة آلاف و ماء تان و خمسة و سبعون حدیثاً با لا حا دیث المکررة و بحذف المکررة نحو اربعة آلاف ۔کذا ذکر النووی فی التھذیب و الحافظ ابن حجر فی مقدمة فتح الباری کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کی تعداد سات ہزار دوسو ۷۵ ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کریں اور اگر مکرر کو چھوڑ دیں تو کل چار ہزار حدیثیں ہیں ایسا ہی امام نووی ؒ نے تہذیب میں اور ابن حجر ؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق ؒ نے مقدمہ شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری ؒ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح:

و نقل عن البخاری انه قال حفظت من الصحاح مائة الف حدیث و من غیر الصحاح ماء تی الف ۔ (مقدمه شرح مشکوة ۔ص ٦)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ پھر امام بخاری کا ترک روائت حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔

حضرت امام مسلم ؒ نے خود اپنی کتاب میں بہت سی احادیث کو، جن کو وہ صحیح سمجھتے ہیں، ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ مقدمہ شرح مشکوۃ میں ہے:

قال مسلم الذی اوردت فی هذا الکتاب من الا حا دیث صحیح ۔ و لا اقول ان ما ترکت ضعیف (مقدمه شرح مشکوة۔ ص ٦)

کہ امام مسلم ؒ نے کہا ہے جو حدیث میں اس کتاب میں لایا ہوں وہ صحیح ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو میں نے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب میں نہیں لایا) وہ صحیح نہیں۔

امام مسلم ؒ نے خود اپنی کتاب صحیح میں فرمایا ہے:

و لیس کل شیء عندی صحیح و ضعته هنا (یعنی فی کتا به الصحیح) و انا و ضعت هنا ما اجمعوا علیه ۔(صحیح مسلم۔ ج ۱ ص ۱۷۲)۔

یہ نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح تھی وہ میں نے اس کتاب میں جمع کر دی ہے۔ میں نے اس میں وہی حدیث جمع کی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق تھا (یعنی جس حدیث کی صحت میں اختلاف تھا وہ میں نے کتاب میں نقل نہیں کی۔ گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)

اب دل میں سوچ کر انصاف سے کہیں کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ آپ اٹکل پچو ایسی باتیں کہہ کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ فن حدیث سے آپ کو کوئی تعلق اور کچھ مس نہیں۔ اس الزام دہو کہ دہی و ناواقفی کو آپ مانیں خواہ نہ مانیں، آپ کی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے، جس کے ماننے سے آپ کو بھی انکار نہیں، کہ حدیث دمشقی صحیح مسلم کو آپ نے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپ کے اعتقاد مخفی، توہین صحیحین، کے اظہار کے لئے اس مقام میں اسی قدر بس ہے۔ اہل حدیث جو آپ کے پنجہ میں گرفتار ہیں آپ کے اس قول واقرار سے یقین کریں گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس پر جو فتوے لگائیں گے وہ مخفی نہیں ہے۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ ازالۃ الاوہام میں احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کی نسبت میں نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا کہ وہ موضوع ہیں، بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر ان کے باہمی تناقض کو دور نہ کیا جائے گا تو ایک جانب کی حدیثوں کو موضوع ماننا پڑے گا۔ یہ آپ کی محض حیلہ سازی ہے۔ جس مقام میں آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا وہاں شرط تناقض بیان نہیں کی، بلکہ بڑے زور سے پہلے ان کا تعارض ثابت کیا ہے پھر ان پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک ان احادیث میں تناقض و تعارض متحقق ہے۔ وبناءً علیہ وہ احادیث آپ کے نزدیک موضوع ہیں۔ ہاں آپ نے ان احادیث میں کچھ کچھ تاویلیں بھی کی ہیں، جن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بفرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہیں۔ آپ کی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک صحیح نہیں، موضوع ہیں۔ اور اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائیں تو پھر وہ آپ کے نزدیک تاویلات سے ماول ہیں۔ یہ مطلب آپ کی ان عبارات ازالہ اوہام سے، جو ہم اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکے ہیں اور جن میں بلا شرط آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے، صاف ثابت ہے۔ آپ اس کے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی حال میں سچے ہیں تو اس مضمون کی عبارت نقل کریں، جس

میں پہلے آپ نے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح مان لیا ہو۔ پھر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو کہ ان احادیث کی تاویل نہ کی جائے تو یہ موضوع ٹھہرتی ہیں۔ آپ اپنی کتاب سے یہ تصریح نکال دیں گے تو ہم آپکو اس الزام سے، کہ آپ نے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، بری کر دیں گے۔ ورنہ کس و ناکس کو یقین ہو گا کہ درحقیقت آپ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو موضوع ٹھہرا چکے ہیں، مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے ان کو موضوع کہنے سے انکار کرتے ہیں تاکہ عوام آپکو منکر احادیث نہ کہیں اور اہل سنت سے خارج نہ کریں۔

۷۔ آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) لکھتے ہیں، میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے کے اس رائے کی مخالفت ظاہر نہ فرمائیں، سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ و جابرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہا، تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہ رہا ہو گا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں تو بتا دیں کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آنحضرت ﷺ نے سکوت کیا ہے اور یہ ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات میں آپ نے میرے سوالات کا کہ: ۱۔ یہ تعریف اجماع جو آپ نے لکھی ہے وہ کس کتاب میں ہے۔ ۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے۔ ۳۔ سکوت صحابہ پر نقل صحیح کی کہاں شہادت پائی جاتی ہے، اس کو نقل کریں، غالباً، اور ہو گا، (وغیرہ الفاظ) سے کام نہ لیں۔ کچھ جواب نہ دیا اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہیں سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہیں۔ یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی غرض سے ان کے جواب سے، جو آپ کے دعاوی کے مبطل ہیں، چشم پوشی کرتے ہیں۔

اب میں ان سوالات کا پھر اعادہ نہیں کرتا، کیونکہ میں آپ سے جواب ملنے کی امید نہیں رکھتا، اور بجائے اس کے آپکی باتوں کا خود ایسا جواب دیتا ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپکی

ناواقفی پر مبنی ہے، اور وہ میرے سوالات کا جواب نہیں۔

آپ نے اپنے پرچہ نمبر ۵ وغیرہ میں تین شخصوں کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا، جو محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہیں اجماع کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے، جن میں ایک شخص بھی متفرد و مخالف نہ ہو، اتفاق کا نام ہے۔

توضیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدوں کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ ھو اتفاق المجتهدين امة محمد ﷺ فی عصر علی حكم شرعی۔ کتب اصول میں یہ بھی مصرح ہے کہ: خلا ف الوا حد ما نع ایک مجتہد بھی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو اجماع متحقق نہ ہوگا۔

مسلّم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

قيل اجماع ا لا كثر مع ندرة المخا لف اجماع كثير كغير ابن عباس اجمعوا على القول با لعو ل و غير ابى موسى ا لا شعرى اجمعوا على نقض النو م الو ضوء و غير ابى هر يره و ابن عمر اجمعوا على جواز الصوم فى السفر .. و المختار انه ليس با جماع لا نتفاء الكل الذى هو منا ط العصمة

کہ بعض علماء قائل ہیں کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت میں اجماع سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب کا اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جس کے حصہ نکالے گئے ہوں بڑھ جاویں تو اس عدد کو بڑھایا جائے، اور ابو موسی اشعری کے سوا اور سب لوگوں کا قائل ہونا کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور ابو ہریرہ و ابن عمر کے سوا اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق کرنا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعاً اجماع نہیں کہلاتا کیونکہ یہ اتفاق کل نہیں جو عصمت کا مدار ہے۔

نیز اس میں ہے:

لا ينعقد ا لا جماع باهل البيت و حد هم لا نهم بعض ا لا مة خلا فاً للشيعة

(مسلّم الثبوت) کہ صرف اہل بیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض مجتہدین امت ہیں۔ شیعہ کو اس میں خلاف ہے جو اس کو اجماع سمجھتے ہیں۔

نیز اس میں ہے:

و لا ینعقد با لخلفاء ا لا ربعة خلا فاً لا حمد ا لاما م ۔(مسلّم الثبوت)

صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا اس میں امام احمد کا خلاف ہے۔

سکوت باقی اصحاب سے آپ نے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہیں دیا بلکہ الٹا ہم سے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے۔ یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نہ تھا مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہیں، آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کر کے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنے والے ایک ابوسعید خدریؓ صحابی تھے، ان سے صحیح مسلم میں منقول ہے:

عن ابی سعید قال صحبت ابن صیا د الی مکة فقال لی ما قد لقیت من الناس یزعمون انی د جال الست سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انه لا یولد له قال قلت بلی۔ قال فقد ولد لی ۔ او لیس سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا ید خل المدینه و لا مکة قلت بلی ۔ قال فقد و لدت بالمد ینة و ها انا ارید مکه قال ثم قال لی فی آ خر قو له اما و ا للہ ا نی لا علم مو لده و مکا نه و این هو فلبسنی (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷)

ابوسعیدؓ کہتے ہیں میں مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ ہو کر چلا تو اس نے کہا مجھے لوگوں سے کیا تکلیف پہونچی ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں دجال ہوں۔ تو نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے ہیں دجال لا ولد ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے۔ پھر وہ بولا کہ میں تو صاحب اولاد ہوں۔ پھر بولا کیا تو نے آنحضرت ﷺ یہ نہیں سنا کہ دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے ۔پھر وہ بولا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ کو جا رہا ہوں۔ ابوسعید نے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی کلام کے آخر میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں پیدا ہوا اور اب وہ کہاں ہے۔ یہ کہ کر اس

نے مجھے شبہ میں ڈال دیا۔

حضرت ابوسعیدؓ خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف مشعر ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال موعود نہ سمجھتے تھے بلکہ اس میں ان کو لبس یعنی شبہ تھا۔

دوسرے حضرت تمیم داری ؓ ہیں، جو دجال کو اپنی آنکھ سے ایک جزیرہ میں مقید دیکھ کر آئے تھے، چنانچہ صحیح مسلم (صفحہ ۴۰۴) میں ہے:

و فی روایة فاطمة بنت قیس قالت سمعت نداء المنادی رسول الله ﷺ ینادی الصلوة جامعة فخرجت الی المسجد فصلیت مع رسول الله ﷺ فی صف النساء الذی یلی ظهور القوم فلما قضی رسول الله ﷺ صلوته جلس علی المنبر و هو یضحك فقال لیلزم كل انسان مصلاه ثم قال اتدرون لم جمعتكم قالوا الله و رسوله اعلم۔ قال انی و الله ما جمعتكم لرغبة و لا لرهبة و لكن جمعتكم لان تمیم الداری كان رجلاً نصرانیا فجاء فبایع و اسلم و حدثنی حدیثاً وافق الذی كنت احدثكم عن مسیح الدجال حدثنی انه ركب فی سفینة بحریة مع ثلثین رجلاً من لخم و جذام فلعب بهم الموج شهراً فی البحر ثم اوفوا الی جزیرة فی البحر حین تغرب حین مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینة فدخلوا الجزیرة فلقیتهم دابة اهلب كثیر الشعر لا یدرون ما قبله من دبره من كثرة الشعر فقالوا و یلك ما انت قالت انا الجساسة قالوا و ما الجساسة قالت یا ایها القوم انطلقوا الی هذا الرجل فی الدیر فانه الی خبركم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلاً فرقنا منها ان تكون شیطانة قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیه اعظم انسان رئیناه قط خلقا و اشده و ثاقاً مجموعة یداه الی عنقه ما بین ركبتیه الی كعبیه بالحدید قلنا و یلك ما

انت قال قد قدرتم علی خبری فا خبرو نی ما انتم ۔ قا لوا نحن اناس من العر ب رکبنا فی سفینة بحریة فصا د فنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شھراً ثم او فینا الی جز یر تك ھذہ فجلسنا فی اقر بھا فد خلنا الجزیرۃ فلقینا دا بة اھلب کثیر الشعر لا ندری ما قبله من دبرہ من کثرۃ الشعر فقلنا و یلك ما انت فقا لت اناالجسا سة قلنا و ما الجساسة قا لت اعمدوا الی ھذا الرجل فی الدیر فا نه الی خبر کم با لاشواق فا قبلنا الیك سرا عاً و فز عنا منھا و لم نامن ان تکو ن شیطا نة فقا ل اخبرو نی عن نخل بیسا ن قلنا عن ای شا نھا تستخبر قا ل اسئلکم عن نخلھا ھل یثمر قلنا له نعم قا ل اما انھا یو شك ان لا تثمر قا ل اخبرو نی عن بحیرۃ طبریة قلنا عن ای شانھا تستخبر قا ل ھل فیھا ماء قا لوا ھی کثیرۃ الماء قا ل اما ان مائھا یو شك ان یذ ھب قا ل اخبرو نی عن عین زغر قا لوا عن ای شا نھا تستخبر قا ل ھل فی العین ماء و ھل یز رع اھلھا بماء العین قلنا له نعم ھی کثیرۃ الماء و اھلھا یز رعو ن من ما ئھا ۔ قا ل اخبرو نی عن نبی الامیین ما فعل قا لوا قد خر ج من مکه و نز ل یثر ب قا ل اقا تله العر ب قلنا نعم قا ل کیف صنع بھم فاخبر نا ہ انه قد ظھر علی من یلیه من العرب و اطاعو ہ قال قا ل لھم قد کا ن ذا ك قلنا نعم قا ل اما ان ذا ك خیر لھم ان یطیعو ہ و انی مخبر کم عنی انی انا المسیغ الد جا ل و انی اوشك ان یوئذن لی فی الخروج فاخر ج فا سیر فی ا لا ر ض فلا ادع قریة ا لا ھطبتھا فی ار بعین لیلة غیر مکه و طیبة فھما محر متا ن علی کلتاھما کلما ار دت ان اد خل و و حدۃ او وا حداً منھما استقبلنی ملك بیدہ السیف صلتا یصد نی عنھا و ان علی کل نقب منھا ملا ئکة یحرسونھا قا لت قا ل رسو ل اللہ ﷺ و طعن

بمخصرته فی المنبر هذه طیبة هذه طیبة هذه طیبة یعنی المدینة الا هل کنت حدثتکم ذالك فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث تمیم انه وافق الذی کنت احدثکم عنه و عن المدینة و مکه الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو و اومی بیده الی المشرق قالت فحفظت هذا من رسول الله

کہ فاطمہؓ بنت قیس سے روائت ہے کہ میں نے آنحضرتﷺ کے موذن کی آواز اذان سنی تو میں مسجد کی طرف نکلی اور میں عورتوں کی صف میں جو مردوں کی پیٹھ پیچھے ہوئی جا ٹھہری۔ جب آنحضرتﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے یہ فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے۔ وہ بولے اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ تو آپﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں ترغیب (رغبت دلانے) ترہیب (ڈرسانے) کے لئے نہیں بلایا، بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہوگیا ہے اور اس نے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق وموافق ہے جو میں تمہیں دجال کی بابت سنایا کرتا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ جو بنی لخم و بنی جذام سے تھے، ایک جہاز میں سوار ہوا۔ موج بحر نے ایک مہینہ تک ان کے جہاز کو خراب کیا اور پھرایا۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کی طرف پناہ گزیں ہوئے اور ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر ایک جزیرہ میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور سا ملا جس کو اہلب کہتے ہیں۔ اس کے بالوں کی کثرت کے سبب اس کا منہ اور پیچھا نظر نہ آتا تھا۔ وہ بولے تجھے خرابی تو کون ہے۔ وہ بولا میں جساسہ ہوں۔ وہ بولے کیسا جساسہ۔ اس نے کہا اس صومعہ (گرجا) میں چلو وہاں ایک آدمی تمہاری خبروں کا مشتاق ہے۔ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی بھوت یا چڑیل ہو۔ مگر ہم جلدی سے اس صومعہ میں گئے تو ایک اتنا بڑا آدمی جس کے برابر ہم نے کبھی کوئی نہ دیکھا تھا، نظر آیا، جس کے ہاتھ گردن سے جکڑے ہوئے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کے زنجیروں

سے باندھا ہوا ہے۔ہم نے اس کو کہا تجھے خرابی تو کون ہے۔وہ بولا تم میری خبر پر تو قادر ہو چکے۔تم بتلاؤ تم کون ہو۔ہم بولے ہم عرب کے لوگ ہیں۔ہم ایک جہاز پر ایسے وقت میں سوار ہوئے جب کہ موجوں کا زور تھا۔موج بحر نے ہم کو ایک مہینہ تک خراب کیا۔پھر ہم اس جزیرہ پر آ لگے تو ہم کو یہ جانور ملا (پھر جو اس سے سوال جواب ہوئے ان کو بیان کیا)، پھر کہا ہم تیری طرف جلدی سے آ گئے اور ہم ڈرے تھے کہ تو کوئی بھوت ہوگا۔وہ بولا (موضع) بیسان کے باغ خرما کا کیا حال ہے۔وہ پھل دیتا ہے؟ ہم بولے ہاں دیتا ہے۔وہ بولا ایک وقت عنقریب ایسا آئے گا کہ وہ پھل نہ دے گا۔ پھر اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا حال بتلاؤ۔ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے۔وہ بولا عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا پانی جاتا رہے گا۔پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال بتاؤ۔ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے جس سے لوگ کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔وہ بولا امیوں (عرب کے ان پڑھوں) کے نبی کی مجھے خبر دو۔اس کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا آپ ﷺ مکہ سے نکلے اور مدینہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔وہ بولا ملک عرب نے ان سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں کی ہے۔وہ بولا پھر ان کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا کہ آپ اپنے پاس والے عربوں پر غالب آ گئے ہیں اور وہ ان کے تابع ہو گئے ہیں۔وہ بولا، کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ ہم نے کہا، ہاں ایسا کیا ہے۔وہ بولا سن رکھو ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ آپ کے مطیع ہو جائیں اور میں تمہیں اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں۔مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو میں نکلونگا اور تمام زمین پر پھر جاؤنگا۔کوئی گاؤں نہ چھوڑونگا جس میں چالیس رات کے عرصہ میں نہ اترونگا، بجز مکہ اور طیبہ کے، کہ وہ دونوں مجھ پر حرام کئے گئے ہیں۔جب میں ان دوشہروں میں داخل ہونا چاہوں گا، فرشتہ تلوار ہاتھ میں کھینچے ہوئے میرے سامنے آئے گا اور مجھے روک دے گا۔ان کے ہر ایک پھاٹک پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔آنحضرت ﷺ نے اپنی چھڑی کو (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) منبر پر مارا اور فرمایا کہ طیبہ (جس کا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔طیبہ یہی ہے۔طیبہ یہی ہے۔یعنی

مدینہ۔سن رکھو، کیا میں تمہیں یہ حدیث دجال کی سنایا نہ کرتا تھا۔لوگوں نے کہا ہاں بیشک آپ سنایا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا مجھے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اس حدیث کے موافق ہے جو میں تم کو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تھا۔سن رکھو کہ وہ دریاے شام یا یمن میں نہیں وہ تو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔فاطمہ اس حدیث کی راوی کہتی ہیں یہ حدیث میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی اور یاد رکھی ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری ؓ نے دجال کو آنکھ سے دیکھا، پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ قول ابن عمرؓ کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجھتے۔

آپ نے اس حدیث کا ضعف ایک دوست کے حوالے سے نواب صدیق حسن خان مرحوم سے نقل کیا ہے۔اس کا جواب ہم اس وقت دیں گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کریں گے۔

تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمرؓ کے منہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے:

فقلت لبعضهم هل تحد ثو ن انه هو قال لا و الله قا ل قلت كذ بتني و الله لقد اخبر ني في بعضكم انه لن يمو ت حتى يكو ن اكثر كم ما لاً و ولداً فكذا لك هو زعموا اليو م ۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں ابن صیاد کو دو دفعہ ملا۔(ایک دفعہ) میں اس سے ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ کیا تم یہ باتیں کرتے ہو کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔وہ بولے بخدا ہم یہ باتیں نہیں کرتے۔میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تم میں سے بعض لوگوں نے خبر دی تھی کہ دجال تب مرے گا جب کہ تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والا ہو جائے گا اور وہ ان کے خیال میں آج ایسا ہی ہے۔

یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے بعض لوگوں کو (جن سے ان کے معاصر اصحاب مراد ہیں) کہا، کیا تم

کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے، تو وہ بولے بخدا ہم نہیں کہتے ۔ میں نے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ بخدا تمہیں سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہو کر مرے گا اور وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ، حضرت ابن عمرؓ کے معاصر، دجال نہیں جانتے تھے اور ان کے سامنے ان کی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف ابن عمرؓ ہی کا ایسا قول تھا جس میں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے، کیونکہ جابر وحضرت عمرؓ کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے، بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اس کا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمرؓ کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہیں گے؟

آپ کے حواری حکیم نورالدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ (مباحثہ لاہور میں) کے جواب میں اس اختلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ آپ نے بڑا غضب ڈھایا کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کرلیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کرلیا ہوتا۔

اخیر میں جو آپ نے قول فاروقی پر آنحضرتﷺ کے سکوت کا دعوی کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو آنحضرتﷺ کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا اور اس پر قسم کھائی تھی، اس میں یہ تصریح نہ کی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جس کے آنے کی آنحضرتﷺ نے علامات خاصہ بیان کرکے خبر دی تھی اور جملہ انبیاء سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا۔ لہذا ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ہے جن کے خروج کی آنحضرتﷺ نے خبر دی ہے۔

اس صورت میں آنحضرتﷺ کا سکوت آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے، کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہ ہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ۔

ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں کہا ہے:

قیل لعل عمر اراد بذا لك ان ابن صیاد من الد جا لین الذین یخر جو ن فیدعو ن النبوۃ و یضلو ن الناس و یلبسو ن ا لا مر علیهم

بعض کا قول ہے کہ شاید حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے، جو قیامت سے پہلے نکلیں گے اور نبوت کا دعوی کریں گے اور لوگوں کو بہکائیں گے اور ان پر دین کو مشتبہ کریں، ایک دجال ہے۔

اس پر شائد آپ اعتراض کریں کہ جابرؓ کے قول ابن صیاد الدجال میں جو حضرت عمرؓ کی طرف بھی منسوب ہوا ہے، لفظ دجال پر الف ولام بتا رہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہے نہ کہ کوئی دجال۔ اور علماء معانی وبیان نے کہا ہے کہ خبر معرف با لا م ہو تو اس کا مبتداء میں قصر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے آخری دجال مراد نہ لیں بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹھہرائیں تو اس صورت میں بھی خاص دجال کی طرف الف ولام کا اشارہ ہوسکتا ہے۔

رہا جواب قصر سو یہ ہے کہ خبر معرف بلام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمرؓ کے قول المسیح الدجال ابن صیاد میں ہے۔ تو بے شک و بلا اختلاف خبر کا مبتداء پر قصر ہوتا ہے مگر درصورتیکہ خبر مئوخر ہو تو اس کا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔ صاحب کشاف نے فائق میں اس سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹیؒ نے مطول کے حاشیہ میں کہا ہے:

ما ل صا حب الکشا ف الی التفر قة بینهما حیث ذکر فی الفا ئق ان قولك الله و هو الد هر معناه انه ا لجا لب للحوا د ث لا غیر الجا لب و قولك الد هر هو الله معنا ہ ان الجا لب با لحوا د ث هو الله لا غیر ہ۔

صاحب کشاف ان دونوں صورتوں میں فرق کی طرف مائل ہوا ہے، چنانچہ فائق میں اس نے لکھا ہے کہ الله هو الد هر (جس میں خبر معرف باللام موخر ہے) کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ حوادث زمانہ کا لانیوالہ ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ حوادث نہ لائے۔ اور الد هر هو الله (جس میں خبر معرف باللام مقدم ہو) یہ معنی ہیں کہ خدا ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا کے اور کوئی حوادث لانے والا نہیں ہے۔

بناءً علیہ لا م الـــد جـــا ل سے قصر ثابت نہیں ہوتا۔ لام کو عہدی کہو، خواہ جنسی۔ اور قول جابرؓ یا حضرت عمرؓ کے معنے یہ بنتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کچھ اور، یہ معنے نہیں کہ دجال وہی ہے نہ کوئی اور۔ مگر ان

باتوں کے سمجھنے کے لئے علم ادب ومعانی وبیان میں دخل بکار ہے۔آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمرؓ نے دجال سے تیس دجالوں میں سے ایک دجال مراد رکھا تھا،کسی دلیل سے اٹھاویں اوراس کے صریح الفاظ سے ثابت کریں کہ دجال سے ان کی مراد آخری دجال تھا،تو پھراس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ آنحضرتﷺ نے حضرت عمرؓ کو جب انہوں نے ابن صیاد کوقتل کرنا چاہا تھا یہ فرمادیا تھا کہ ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی،اس کے قاتل عیسے ہیں۔چنانچہ صحیح مسلم میں ہے :

فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللہ اضرب عنقه فقال له رسول اللہ ﷺ ان یکنه فلن تسلط علیه و ان لم یکنه فلا خیر لك فی قتله

کہ حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہﷺ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن ماردوں تو آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو،تو اس کے قتل پر ہرگز مسلط نہ ہوگا،اگر وہ نہیں تو اس کا قتل بہتر نہیں۔

شرح السنۃ کی روایت میں یوں آیا ہے:

ان یکن هو.فلست صاحبه انما صاحبه عیسی بن مریم و ان لا یکن هو فلیس لك ان تقتل رجلا من اهل الذمه (ص۔۴۷۱)

کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو،تو اس کا قاتل نہیں،اس کا قاتل عیسے بن مریم ہے اور اگر یہ وہ نہیں تو تجھے نہیں پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کوقتل کرے جو مسلمانوں کی امان وپناہ میں ہے۔

اس قول آنحضرتﷺ سے صاف ثابت ہے کہ آپﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کواس خیال سے انہوں نے بالفرض ظاہر کیا ہو یا دل میں رکھا ہو(کہ ابن صیاد دجال موعود ہے)روک دیا اور بناءً علیہ اس کے قتل سے منع کردیا۔اس قول نبوی کے کتب حدیث میں موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا کہ آنحضرتﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا،اسی شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ آپ نے جو کچھ اس باب میں کہا ہے وہ فن حدیث،اصول فقہ،علم

معانی و بیان و ادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

۸۔آپ لکھتے ہیں کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہیں۔

۱۔اس امر کی نسبت اسکے اشارات پائے جانے سے بھی اسکو قائل بنایا جاتا ہے

۲۔آنحضرت ﷺ کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہنا، احتمالی امر نہیں۔آپ ﷺ نے زبان سے ڈر سنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لم یز ل کا لفظ فرمایا

۳۔آنحضرت ﷺ اور سبھی انبیاء دجال سے ڈراتے آئے ہیں۔

۴۔ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبھی زبان سے بتایا ہوگا۔

۵۔اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے حالات سے آپ ﷺ کا ڈرنا صحابی نے سمجھ لیا تھا، تو بھی احتمال ہے کہ زبان سے سنا ہو۔اور لفظ لم یز ل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔اس صورت میں آپ کا مجھ کو مفتری کہنا بے جا ہے ۔

اس سے آپ کا افتراء سابق اور پختہ و متیقن ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ خطاءً نہیں کہا، عمداً افتراء کیا ہے اور اس پر آپ کو اب تک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔محدثین نے بیان کیا ہے کہ جو شخص روایت حدیث میں غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پھر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط العدالت ہو جاتا ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بھی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے، تب آپ کے حق میں مفید ہو جب صحابی آنحضرت ﷺ کو اس قول کا قائل بناتا، جس کا قائل آنحضرت ﷺ کو آپ نے بنا دیا ہے۔صحابی نے آپ ﷺ کو قائل قول مذکور نہیں بنایا، بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پھر اس کہنے سے آپ کو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بھی قائل بنایا جاتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ میں حلال ہے جس صورت و پیرایہ میں آپ نے فرمایا ہو۔اشارۃً ہو تو اشارۃً ۔صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔آپ ﷺ نے فرمایا اتقوا عنی ا لا ما علمتم فمن کذ ب علی متعمداً فیتبوا مقعده من النار

آپ کی کتب حدیث میں نظر ہوتو آپ کو معلوم ہو کہ آنحضرتﷺ کے اصحاب آپ سے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپ نے نہ فرمایا ہوتا اور اگر ان کو اصل لفظ حضرت رسالت میں شک واقع ہو جاتا تو شک و تردد کے ساتھ الفاظ فرماتے۔ آپ نے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آنحضرتﷺ نے وہ الفاظ فرمائے ہیں، جو آپ نے نقل کئے ہیں اور اب تک اس کا علم و یقین نہیں صرف خیالی احتمال ہے، پھر آپ نے اس لفظ کو آنحضرتﷺ کی طرف منسوب کیا تو یہ بجز افتراء عمدی اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۔ آنحضرتﷺ کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمال کون کہتا ہے، وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس امر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہدیا کہ آنحضرتﷺ ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ہمیشہ یا لم یزل کو یہ لازم نہیں ہے کہ آپ زبان سے بھی فرمادیا کرتے کہ میں ڈرتا ہوں۔

۳۔ پہلے انبیاء اور آنحضرتﷺ نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے، مگر اس سے یہ بات نکالنا کہ آپ ﷺ نے ابن صیاد کو دجال کہکر ڈرایا، آنحضرتﷺ پر ایک اور افتراء ہے۔ دجال سے ڈرانا، ابن صیاد سے ڈرانا نہیں ہے۔ خدا سے ڈرو۔ آنحضرتﷺ پر افتراء نہ کرتے جاؤ۔

۴۔ تیاری دہلی کی مثال میں آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکھے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کر آتا ہے اور اسی حالت میں آخری برس تک وہ رہا ہے تو اس کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان پر کبھی نہ لاوے۔

ہم سے ایک اور مثال سنیئے۔ ایک شخص مدت العمر نمازوں اور دعاؤں میں زاری کرتا رہے، احکام شریعت کا پابند ہو، خدا کا اور بندوں کا حق تلف نہ کرے۔ اس کی نسبت کس و ناکس، بشرطیکہ فاتر الحواس نہ ہو، یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا تعالی سے ڈرتا ہے گو وہ منہ سے کبھی نہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

۵۔ ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے خصم منکر کو پہنچتا ہے کہ وہ اس احتمال سے تمسک کر کے بحکم: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال، مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہیں تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہیں۔

۶۔ افتراء آپ کی قدیم سنت ہے۔ ان افتراؤں کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہیں۔ آپ نے ازالہ

اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث: کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کا ترجمہ کیا تو اس میں اس سوال وجواب کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے، کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

آپ نے عمداً رسول اللہ ﷺ پر افتراء نہیں کیا تو بتائیں کہ اس حدیث کے کس طریق یا وجہ میں یہ سوال وجواب وارد ہیں؟

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں آپ نے دجال موعود کے محل نزول میں اختلاف علماء بیان کیا تو اس میں علماء اسلام پر یہ افتراء کیا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس میں اترے گا، نہ دمشق میں، بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اترے گا۔ آپ اس قول کے بیان میں مفتری نہیں تو بتادیں کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس میں اتریں گے نہ دمشق میں۔ آپکے ان افتراؤں سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی میں سچے نہیں اور جو تار و پود آپنے پھیلا رکھا ہے وہ سب افتراء ہے۔

۹۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور بخای کی یہ حدیث اپنے رسالہ میں نقل کر چکے ہیں کہ محدث کی بات میں بھی شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ بخاری پر آپ کا ایمان ہے تو اس حدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپ کے نزدیک مسلم ہے پھر میں نے کیا افتراء کیا۔

اس میں آپ نے مجھ (محمد حسین) پر ایک اور افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ مہربان من! میں صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہوں اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری میں محدث کی شان میں مروی ہے، میں ایمان رکھتا ہوں اور معہذا یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ جو شخص محدث کہلائے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے، وہ محدث نہیں ہے، شیطان کی طرف سے مخاطب ہے۔ واقعی محدث وملہم وہی شخص ہے جس کی تحدیث والہام، الہام قدیم قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔ اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوی کرے، اور اس کے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتوں نے کہا ہے، یا خدا نے الہام کیا ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ صحیحین کی حدیثیں موضوع ہیں، میں اس کو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ شیطان مجسم سمجھتا ہوں۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بن کر کہے کہ مجھے الہام ہوا کہ قرآن مجید خدا کا

کلام نہیں ہے، جس کو امید ہے آپ بھی محدث تسلیم نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہیں، آپ کے دعوی محدثیت کو قبول نہیں کرتے۔ کیا وہ اس انکار سے اس حدیث بخاری کے منکر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کو مغالطے نہ دو۔ یہ آپ کی کلام کا مختصر جواب ہے، جس سے آپ کے مغالطات اور ناواقفی اور دہوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہو گیا۔ بعض مطالب پرچہ آخری اور پرچہ ہائے سابق کے جوابات ونتائج کو بخوف تطویل عمداً چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے۔ ان باتوں کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ بلا بیان ان باتوں کے وہ مدعا حاصل نہ ہوتا۔ ان باتوں کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپ نے اصل سوال کا جواب نہ دیا۔ اور ان باتوں کے بیان سے جن کا جواب ہم نے دیا ہے، جواب کو ٹلایا۔ آئندہ آپ اپنی طرز تحریر اور تطویل اور دفع الوقتی کو بدل دیں، تا اس طرف سے بھی اسی قسم کی باتوں سے قلم کو روک لیا جائے گا۔ اور اس تحریر کے جواب میں آپ نے پھر وہی روش اختیار کی تو آپ دیکھ لیں گے اس طرف سے بھی ایسا سلوک ہو گا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش کو بدل دیں، اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطروں میں دیں، جتنی سطروں میں میرا سوال ہے۔ میں سر دست جواب با دلائل نہیں چاہتا، مجرد جواب کا طالب ہوں۔ جس وقت میں کسی مسئلہ میں آپ سے بحث و دلائل کا طالب ہوں گا، اس وقت آپ تفصیلی بحث کریں۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دیں کہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ موضوع نا قابل عمل، یا مختلط ہیں جن میں بعض صحیح ہوں اور بعض موضوع۔ اس سوال کا جواب دو حرفی آپ نے دیا تو پھر میں اور سوال کرونگا اور اسی طرح اختصار آپ نے مد نظر رکھا تو ایک دن میں مباحثہ ختم ہو گا ان شاء اللہ آئندہ اختیار ۔ کما تدین تدان۔

ابو سعید محمد حسین۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء

قادیانی کی تحریر ہشتم، اور شیخ الاسلام کا تبصرہ بمنزلہ جواب

(یہ وہ تحریر ہے جس کو مرزا قادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ میں پڑھ کر سنایا اور اس پر مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر فرار اختیار کیا تھا۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اس نے اس جلسہ میں تو اقرار کیا تھا، مگر گھر پہنچ کر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس تحریر کو چھاپ کر مشتہر کیا، تب بھی اس کو ہمارے پاس نہ بھجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سال ہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اس کے پاس پہنچتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اس نے گویا ہم سے بحث وخطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہم سے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا، لہذا ہم بھی اب اس کو اس تحریر میں اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور اس کی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکھنا چاہتے ہیں وہ بغرض مباحثہ ومطالبہ جواب نہیں لکھتے، بلکہ صرف اپنے ناظرین کو اس کی دھوکہ بازیوں اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ تحریر کرتے ہیں، جن سے ان کو معلوم ہو کہ قادیانی در پردہ زندیق ہے۔ اس وجہ سے اس کی اصل تمام عبارت یا اس کے پورے مضمون کی نقل سے تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے ترک بحث وخطاب کی حالت میں اس امر کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اس کی تمہیدی تحریر کو، جس میں اس نے ہماری تحریر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے، بعینہ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔ محمد حسین)

حضرت مولوی صاحب! میں نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہوں کہ جس سوال کے جواب کو میں کئی دفعہ آپ کی خدمت میں گذارش کر چکا ہوں۔ وہی سوال آپ بار بار بہت سی غیر متعلق باتوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اچھی طرح میری تحریرات پر غور بھی نہیں کیا اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان امور کا بھی الزام میرے پر لگاتے ہیں جن کا میں قائل نہیں ہوں (آپ کے کلام سے صاف نکلتا ہے کہ آپ ان باتوں کے قائل ہیں مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھ سکتے، لہذا ممکن ہے کہ آپ دل سے قائل نہ ہوں۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہیں آپ کے دل کو چیر نہیں سکتے۔ محمد حسین)۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ برعایت اختصار پھر آپ کو اپنے عقیدہ اور مذہب سے، جو حدیثوں کے بارہ میں رکھتا ہوں، اطلاع دوں (آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا۔ سو آپ نے اب تک صاف صاف جواب ظاہر نہیں کیا۔ محمد حسین)

سو مہربان من! آپ پر ظاہر ہو کہ میں اپنی تحریر چہارم و پنجم میں بہ تفصیل وتصریح بیان کر چکا ہوں (

تحریر چہارم دراصل پنجم ہے اور پنجم دراصل ہفتم ۔آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نمبروں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔محمد حسین) کہ احادیث کے دو حصہ ہیں ۔ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں آ گیا ہے، یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لا ریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہیں ۔سو اگر چہ میں صحیحین کی حدیثیں اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بینہ قران ان کو صحیح سمجھ سکوں لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں، چنانچہ اپنی تحریر کے نمبر پنجم میں بتصریح لکھ چکا ہوں ۔اگر سلسلہ تعامل کی حدیثوں کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو تو میں اس کو تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں حجت قوی ہیں اور قرآن کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنی ہیں ۔دیکھو تحریر نمبر پنجم بجواب آپ کی تحریر کے ۔آپ میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام لیتے تو بے ہودہ اور غیر متعلق باتوں سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے ۔میں نے کب اور کہاں یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متوارثہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونوں اس بات کی محتاج ہیں کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائیں ۔ بلکہ میں نمبر مذکور میں صاف لکھ چکا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث ما نحن فیه سے خارج ہیں۔

اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور امرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں (ان فقرات والفاظ میں مرزا صاحب نے تعامل و احادیث محل و متعلق تعامل کے ساتھ محکم و قوی و لا ریب و حجت قوی کی قیدیں لگا کر اپنے کلام کا مطلب ہر ذی فہم و شعور پر یہ ظاہر کیا ہے (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپکی مراد وہ احادیث ہیں جو قطعی و یقینی الثبوت ہیں اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف پایا نہیں گیا ۔اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنی ہیں ۔باقی سب احادیث جن پر اتفاقی تعامل پایا نہیں گیا، وہ محتاج عرض قرآن ہیں ۔اسی وجہ سے آپ کو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا جو ممانعت و شم اور حرمت خرد درندگان کے باب میں وارد ہیں ۔اور وہ اعتقادیات میں سے ہونے کے سبب محل تعامل نہیں ہو سکتیں ۔آپ نے اپنی کلام کا مفہوم خود نہیں سمجھا اور الٹا غیر متعلق بات کہنے اور غیر لازم الزام دینے کا ہم پر اعتراض کیا ہے۔محمد حسین) اور علی قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر داخل رہی ہیں، ۔وہ ہر گز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے ۔اور

اگران کے ذریعہ کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو اس سے انکار نہیں، (عملیات سے اگر مسائل اتفاقی متعلق عمل مراد ہیں۔ چنانچہ لفظ قر ناً بعد قر ن و عصراً بعد عصر کا اشارہ ہے تو اس کلام کا وہی مطلب ہے جو آپ کی تحریرات نمبر پنجم و ہفتم (یا بقول آپ کے نمبر چہارم و پنجم) کا مطلب ہے۔ لہذا اس صورت میں آپ پر وہی الزام قائم ہوتا ہے جو ان تحریرات کے مضمون پر قائم ہوا ہے کہ اس سے ان جملہ احادیث متعلق عمل کا (جن پر اتفاقی عمل اور تعامل عام اہل اسلام پایا نہیں گیا) بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر اس سے عملیات اختلافیہ مراد ہیں تو یہ آپ نے اب نیا پہلو بدلا ہے۔ یہ بات آپ کی پچھلی تحریرات کے الفاظ سے کسی صاحب فہم وفراست صحیحہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ومعہذا یہ بات کسی اسلامی مذہب میں صحیح نہیں سمجھی گئی کہ ہر ایک حدیث سے، جس کے عمل میں اختلاف پایا گیا ہو تعلیم قرآن پر زیادتی جائز ہے۔ یہ ملحدانہ بات آپ ہی کے قلم سے نکلی ہے۔ محمد حسین) ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں، کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: و نـز لنا عليك الكتا ب تبيا نا لكل شی ءیعنی ہم نے تیرے پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ اور نیز فرماتا ہے ما فر طنا فی الكتا ب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں کی۔

لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور اس کے مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں، بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں۔ سو ایسے لوگوں کیلئے جو استخراج واستنباط معارف قرآن پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہیں ہو سکتے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج واستنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ ملی ہیں بلا تامل و توقف قبول کرلیں۔ اور جو لوگ وحی ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور ا لا الـمطهـر و ن کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارت قرآن کریم کی تفصیل ہے۔ سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن ان پر کھل جاتا ہے اور نیز ان آیات بینات کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے جو اللہ جل شا نہ نے فرمایا ہے: جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں علماء ظاہر بھی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں، تا ان کی تکذیب لازم نہ آوے۔ لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت وموافقت احادیث صحیحہ اور

قرآن کریم کےاور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے، وہ علماء ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی۔ بلکہ بعض تو قرآن کو ناقص و ناتمام خیال کرتے ہیں، جن غیر محدود صداقتوں اور حقائق اور معارف پر قرآن کریم کے دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے، اس سے وہ منکر ہیں اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے ہیں جس میں صاف صاف اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔

(ان فقرات میں مرزا قادیانی نے عجیب روباہ بازی کی ہے۔اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ مسائل دین کی تعلیم میں قرآن کریم کامل وکافی ہے،کوئی صداقت اس سے باہر نہیں۔ پھران تفاصیل احکام کا جو احادیث میں پائے جاتے ہیں،اور وہ تفاصیل یقیناً قرآن میں نہیں، بلکہ قرآن سے باہر ہیں وجود تسلیم کرلیا ہے۔پھراس کے برخلاف ان تفاصیل میں قرآن سے زوائد نہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ونیز علماء ظاہر و مجتہدین اسلام کا ان تفاصیل احکام کو(جو احادیث میں وارد ہیں) قرآن سے نکالنے پر قادر نہ ہونا بیان کر کے ان کے مقابلہ میں گروہ انبیاءاور اولیاء ولایت عظمی کے قادر ہونے کا دعوی کیا ہے۔مگراس کے بعد ان انبیاء و اولیاء کا مبلغ علم ومنتہی قدرت و ما بہ الفرق بتایا،تو صرف یہ بتایا کہ ان کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی تعلیم قرآن سے زائد نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات واشارات قرآن کی تفصیل ہے۔حالانکہ اس بات کے معلوم ہونے اور اس پر ایمان لانے میں اس نے بعد میں علماء ظاہر کو بھی ان کے ساتھ شریک کرلیا ہے۔ان انبیاء و اولیاء کا خاصہ یہ نہیں بتایا کہ وہ ان تفاصیل کو قرآن سے نکال سکتے ہیں،جس کا پہلے دعوی کیا تھا،اور نیز علماء ظاہر کا اس بات پر جو انبیاء و اولیا مانتے ہیں، ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔مگر پھراس کے برخلاف ان علماء کے اس بات سے منکر ہونے اور آیات قرآن کا مکذب ہونے کا دعوی کیا ہے۔

اس روباہ بازی اور اختلاف بیانی سے مرزا قادیانی کا مقصود لوگوں کو اشتباہ میں ڈالنا۔اور اس اشتباہ کے ذریعہ سے ان کو اصل مطلب سے دور لے جانا ہے۔ جو دجالیت کا ایک خاصہ وخاص شیوہ ہے،اور اپنے لئے گریز وفرار کی ایک راہ رکھ لینا۔تا کہ اگر کوئی ایک بات پر معترض ہو(مثلاً کوئی کہے کہ قرآن تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں۔یا اولیاء و انبیاء زمانہ حال کے قرآن سے ان تفاصیل کو نکالنے پر قادر نہیں۔یا علماء ظاہر قرآن میں مجملات واشارات احکام پائے جانے سے منکر نہیں ہیں) تو وہ اس کے مقابلہ میں دوسری بات کو پیش کر سکے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے قرآن کو تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں کہا۔ بلکہ صرف اجمالات و اشارات پر مشتمل بتایا ہے۔اور اولیاء و انبیاء زمانہ حال کو قرآن سے ان تفاصیل کے نکالنے پر قادر نہیں بتایا۔وہ صرف اس بات کو جانتے ہیں کہ تفاصیل احادیث کا اجمال قرآن میں موجود ہے۔ اور علماء ظاہر کو بھی اس بات کے ماننے سے منکر نہیں بتایا بلکہ قائل و مومن ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی ان باتوں کا عکس کہے تو اپنی کلام سے اس کا عکس نکال دے۔محمد حسین)

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم میں ایک علیحدہ حصہ بتصریح

بیان کر دیا ہے اور میرے نمبر پنجم کے پڑھنے سے ظاہر ہو گا کہ میں نے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، بلکہ ان میں مراتب متفاوتہ کا قائل ہوں جیسا کہ میرے نمبر پنجم میں یہ عبارت ہے: کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ حسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔ یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک، جس کو ظن غالب کہتے ہیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں (جس کو پنجم کہتا ہے) صاف کہا ہے کہ: میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک کہ انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک درجہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں۔ اب اس کے برخلاف وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس تحریر میں سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، یہ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اس ایک درجہ یقین کے بیان کے ساتھ اس نے اس تحریر میں لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی بھی بول دیا تھا، جس سے از راہ روباہ بازی اس نے یہ ٹھہرالیا تھا کہ اگر کوئی ایک درجہ یقین کے لفظ سے میرے مخالف نتیجہ نکال کر احادیث محل اختلاف کو جو یقینی نہیں ہیں، پیش کر کے مجھے الزام دے گا تو میں یہ عذر کر دونگا کہ لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی کہکر میں نے یہ جتا دیا تھا کہ یقین جو احادیث محل تعامل میں پایا جاتا ہے کئی مرتبہ و درجہ رکھتا ہے۔ از انجملہ ادنی درجہ ظن غالب کا ہے۔ جو احادیث محل اختلاف میں پایا جاتا ہے۔ لہذا ان احادیث سے الزام مجھ پر عائد نہیں ہو سکتا۔ مگر بدقسمتی سے لفظ حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی کے ساتھ اس کی قلم سے لفظ درجہ یقین بھی نکل گیا تھا، جس سے ہر کس و ناکس کو بشرطیکہ فہم و حواس سلیمہ رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو تفاوت مراتب یقین لفظ، حسب استفاضہ، و، بقدر فیض یابی، سے سمجھ میں آتا ہے وہ تفاوت ایسا نہیں کہ یقین کو اپنے درجہ سے اتار کر درجہ ظن سے پہنچاوے۔ اور ظن غالب کو یقین کا ایک درجہ بنا دے۔ بلکہ وہ تفاوت مراتب یقین حدود یقین کے اندر ہے۔ اور سب مراتب متفاوتہ درجہ یقین میں شامل اور اس کے نیچے داخل ہیں۔ کوئی مرتبہ ایسا نہیں کہ وہ درجہ ظن میں اتر آیا ہو۔ لہذا اب قادیانی کا اپنے اس لفظ درجہ یقین کو بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد، بھول کر یا دیدہ دانستہ لوگوں کو وہ لفظ فراموش کرا کر لفظ، حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی، کے تفصیل تین مراتب سے جن میں سے ادنی درجہ ظن ہو کرنا، اور عقل و حیا کو استعفاد دے کر ان الفاظ کی تشریح میں یہ کہنا: یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جس کو ظن غالب کہتے ہیں۔ ایک ایسی روباہ بازی ہے جس کو سابق روباہ بازی چلنے نہیں دیتی۔ اس کے الفاظ، درجہ یقین، سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نظر نہیں آتا جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو، لہذا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول، اس کے قول سابق کی تشریح ہو سکے۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ میں ظن اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرا چکا ہے، پھر وہ اپنے قراداد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنی درجہ کیونکر ٹھہرا سکتا ہے۔ محمد حسین)

لیکن وہ تمام حدیثیں بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور

صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں (یہاں تو مرزا صاحب قادیانی نے احادیث متعلقہ عمل کا دونوں جہت (تعامل اور صحت روایت) سے قوت پا کر یقینی ہونا بیان کیا ہے اور سابقاً تحریر چہارم میں صاف کہا ہے کہ ان احادیث کا یقینی ہونے کا موجب صرف تعامل ہے اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد حسین) مگر ایسی احادحدیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں صرف اخبار گزشتہ وقصص ماضیہ یا آئندہ ہیں جن کو نسخ سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو میں اس تحریر سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے کسی پرچہ میں ان دوسرے حصہ کی احادیث کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہیں رکھا، بلکہ ابتدائے تحریر سے ہر جگہ حدیث کے نام سے یاد کیا ہے، جس سے میری مراد واقعات ماضیہ واخبار گزشتہ یا آئندہ تھیں اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث بکلی فرضیت تعامل سے باہر رہ جاتی ہیں وہ یہی واقعات واخبار وقصص ہیں جو تعامل کے تاکیدی سلسلہ سے باہر ہیں (قصص آئندہ میں حضرت مسیح کے نزول اور دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی کی چوٹ کے محل ہیں ایسے ہی وہ قصص ان میں داخل ہیں جو احوال حشر ونشر و برزخ کے متعلق ہیں، جن کو عمل سے تعلق نہیں بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہیں۔ مرزا قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا کہ ان سب قصص کو صرف اس وجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہیں، درجہ صحت واعتبار سے ساقط کر دیا اور احادیث متعلقہ عمل کو، گو ان کے عمل میں اختلاف ہو، صرف عمل (گو اختلافی ہو) سے قوت یاب سمجھ کر ان کو ایسا قطعی ویقینی وبلا ریب ثابت قرار دیا کہ ان کی دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کر دیا ہے اور عقل وفہم سے کام لے کر یا دوسرے اہل عقل وفہم وفراست کی پیروی کر کے اتنا خیال نہ کیا کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور ان کو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھہرانے میں اس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اس کی نظر میں ان احادیث کو قطعی اور یقینی اور عمل میں قرآن کے مساوی بنا دیا ہے اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد میں جن کو وہ قصص کہتا ہے پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اپنی یا پرائی عقل سے کام لیتا تو فوراً جان جاتا کہ وہ چیز قرارداد وقبولیت اہل اسلام ہے جو ان احادیث متعلقہ عمل پر ان کے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے اور وہ چیز اس قرارداد وقبولیت میں ان لوگوں پر یہ حسن ظنی ہے کہ اگر وہ حدیثیں صحیح نہ ہوتیں تو ان لوگوں کے عمل میں نہ آتیں اور یہ قرارداد وقبولیت بعینہا بلکہ بدرجہ اعلیٰ واقوی ہے، احادیث متعلقہ اعتقاد میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہل سنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا اور اپنے اعتقادیات میں داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھہرایا ہے۔ جو ان کے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان احادیث کی قبولیت میں ان پر یہ حسن ظنی بطریق اولیٰ واجب ہے کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتیں تو وہ ان کو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ میں داخل نہ کرتے۔ اس وجہ سے یہ احادیث، احادیث متعلقہ عمل سے بڑھ کر لائق قبول واعتبار ہیں۔ اور نہ

یہ خیال کیا کہ ان احادیث کو قرآن اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت وتعارض نہیں تو پھر ان کے نسخ کی تجویز کی کیا ضرورت ہے۔ محمد حسین) اور ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ بحث احکام کے اختلافات کی وجہ سے شروع نہیں کی گئی اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں، جس طرح سارے اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم واحادیث صحیحہ وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں، اسی طرح میں بھی مانتا ہوں (لفظ احکام اور واجب العمل کہکر آپ نے یہ جتایا ہے کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن وحدیث سے ثابت ومستنبط ہیں، ماننے میں آپ مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ بلکہ ان عقائد سے منکر ہیں، از انجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے جو قرآن سے مستنبط ہے اور حدیث میں مصرح ہے مگر از راہ روباہ بازی اس انکار کو آپ نے اس مقام میں صاف الفاظ میں ظاہر نہیں کیا، تاکہ تمام مسلمانوں میں آپ کے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو۔ مگر خدا تعالی نے آپ کا پردہ پھاڑ دیا۔ اور ہماری قلم سے آپ کی کلام کا مطلب ظاہر کر دیا۔ اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبطہ قرآن وحدیث سے انکار آپ کا مقصود نہیں ہے تو پھر لفظ عمل وحکم کیوں بولا، اس کے ساتھ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات میں اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیوں نہ کیا اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے، آپ نے کیوں انکار کیا اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹھہرا کر کیوں رد کر دیا اور جو آپ نے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے، یہ آپ کے دعوی نبوت کے برخلاف ہے۔ اور نیز آپ کے اس دعوی کے مخالف ہے جو قبل ازیں کر چکے ہیں کہ: جس مقام معرفت دقائق وحقائق دین کو آپ پہنچے ہوئے ہیں، اس مقام تک مجتہدین کی رسائی نہیں ہوئی۔ اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) میں ثابت ہے کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہیں مانتا اور اس میں اس کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمی کے ولی ہو کر اور اس مقام معرفت کو جہاں مجتہدین پہنچ نہ سکیں، پہنچ کر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہو سکتے ہیں؟ اور آپ کا یہ اعتراف، فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے تو پھر وہ دعوی نبوت و ولایت عظمی، فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ الغرض ان دونوں دعاوی متناقض میں آپ سچے نہیں ہو سکتے۔ دعوی نبوت وولایت عظمی میں سچے ہیں تو دعوی تسلیم وتقلید قیاسات مجتہدین میں جھوٹے ہیں۔ اس میں سچے ہیں تو اس میں جھوٹے ہیں۔ محمد حسین) صرف بعض اخبار گزشتہ و مستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے، بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف ٹھہرتی ہیں (یہ کہنا کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں، محض مغالطہ ودھوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے۔ محمد حسین) بلکہ دوسری احادیث کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں، مغائر ومبائن قرار پاتی ہیں۔ سو در اصل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جن کے نسخ کی نسبت کوئی

سلف وخلف میں سے قائل نہیں، کوئی باسمجھ انسان ایسا نہیں جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جن میں حضرت عیسی کی وفات کا ذکر ہے، حدیثوں سے منسوخ ہوچکی ہیں۔ یا یہ عقیدہ ہو کہ حدیثیں اپنی صحت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ بلکہ اس راہ میں بحالت انکار بجز اس طریق کے مجال کلام نہیں کہ یہ کہا جائے کہ وہ آیتیں پیش کرو ہم حدیثوں سے مطابق کردیں گے۔

سوائے حضرت مولوی صاحب! آپ ناراض نہ ہوں کاش آپ نے دیانت وامانت کو مدنظر رکھ کر وہی طریق مقصود اختیار کیا ہوتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں، ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کرچکا ہوں؟ اور اگر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی؟ کیا کسی ایسی چیز کو حرام یا حلال کرنا احکام میں سے نہیں؟ اور کیا احکام اکل وشرب کے تعامل الناس سے باہر ہیں؟ اور پھر آپ نے لعنت علی الواشمات و المتو شمات کی بھی حدیث پیش کر دی اور آپ کو کچھ خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں جن کیلئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔ آپ سچ کہیں کہ ان تمام غیر متعلق باتوں سے آپ نے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا یا کچھ اور کیا؟ لوگ منتظر تھے کہ اصل بحث کے سننے سے جس کا ایک دنیا میں شور پڑ گیا ہے، فائدہ اٹھاویں اور حق اور ناحق کا فیصلہ ہو۔ لیکن آپ نے نکمی اور فضول اور بے تعلق باتیں شروع کردیں۔ شائد ان باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے ہوں گے جن میں اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہیں، لیکن میں سنتا ہوں کہ حقیقت شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے اور آپ کی مناظرانہ لیاقت کا مادہ انہوں نے معلوم کرلیا کہ کہاں تک ہے بہر حال چونکہ آپ اپنے اس دھوکہ دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام میں سنا چکے ہیں اس لئے میں مواضع مناسب سے آپ کے اقوال قولہ، اقول کے طرز پر بیان کرتا ہوں تا منصفین پر کھل جائے کہ کہاں تک آپ نے دیانت وراستی وتہذیب اور طریق مناظرہ کا التزام کیا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

قولہ۔ آپ نے میرے سوال کا جواب صاف اور قطعی نہیں دیا کہ احادیث جملہ صحیح ہیں یا جملہ موضوع یا مختلط۔

اقول۔ حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث کا جو تعامل کے سلسلہ سے یا یوں کہو کہ سنن متوارثہ متعاملہ سے باہر ہے صرف ظن کے درجہ پر ہے اور یہی میرا مذہب ہے اور چونکہ اس حصہ سے جو

اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم میں سے ہے، نسخ بھی متعلق نہیں اسلئے درحالت مخالفت نصوص بینہ قرآن قابل تسلیم نہیں۔ اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی بین قرآن سے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی یا موضوع قرار پائیگی

قولہ۔ صحیح بخاری و مسلم میں کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکتی ہے؟

اقول۔ بیشک حصہ دوم کے متعلق کئی حدیثیں ایسی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں، کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے (یہ بھی محض قادیانی کا کذب ہے۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے احادیث اس اشارہ کی تصریح کرتی ہیں۔ پھر مخالفت کیسی۔ اور تجویز نسخ کے کیا معنی۔ اور مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے۔ محمد حسین) اور صحیحین کی بعض حدیثیں اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اسی بات کا مقر ہے۔ اور نصاری کا یونی ٹیرین (unitarian) فرقہ بھی اسی بات کا قائل ہے، اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب ان مخالف حدیثوں کی، جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلاشبہ موضوع ٹھہریں گی (یہ بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک روباہ بازی ہے۔ وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح و موضوع وضعیف قرار دے چکا ہے۔ چنانچہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہی اس کی تقریر کا نتیجہ ہے مگر اس مقام میں وہ ان کے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چھوڑ کر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے، جو علماء اسلام کرتے ہیں، انکار کا مدعی بن بیٹھا ہے، جس سے اس نے یہ جتایا ہے کہ میں صحت ان احادیث کی تو مانتا ہوں، اس میں تمام مسلمانوں کا مخالف نہیں ہوں۔ ہاں صرف میں اس کے معنے وہ نہیں کرتا جو علماء کرتے ہیں۔ اور اگر یہ امر جو اس نے یہاں جتایا ہے اس کے دلی اعتقاد کے مطابق ہے تو اس کا فرض ہے کہ جو اس کی کلام میں جا بجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے اس کے غلط ہونے کا اشتہار دے اور آئندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے کہ یہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ صحیح ہیں، ان کی صحت میں مجھے کسی قسم کا شک واشتباہ اور عام مسلمانوں سے خلاف نہیں۔ میں صرف ان احادیث کے معانی میں عام مسلمانوں سے مخالف ہوں، ظاہری معانی کو چھوڑ کر تاویلی معنے کرتا ہوں۔ اور اگر یہ اشتہار واعتراف اس سے وقوع میں نہ آوے تو قادیانی کے دام افتادہ اس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھیں۔ محمد حسین) اور خود وہ حدیثیں پکار پکار کر بتلا رہی ہیں کہ ابن مریم کا لفظ ان میں حقیقت پر محمول نہیں، لیکن اس زمانہ کے اکثر مولوی صاحبان اور خاص کر آپ کی مرضی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن سے ان کی تطبیق نہ دی جائے گو وہ بوجہ اس مخالفت کے موضوع ہی ٹھہر

جائیں۔آپ کا دعویٰ تطبیق کا ہے لیکن اس فضول دعویٰ کو کون سنتا ہے جب تک آپ اس بحث کو شروع کر کے تطبیق کر کے نہ دکھلائیں۔

ایسا ہی کئی اور حدیثیں بھی ہیں جن میں سخت تعارض باہمی پایا جاتا ہے۔مثلاً بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں جو معراج کی حدیث بروائت مالک لکھی ہے وہ دوسری حدیثوں سے جو اسی بخاری میں درج ہیں، بالکل مختلف ہے۔صرف نمونہ کے طور پر دکھاتا ہوں کہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا لیکن بخاری کے صفحہ ۴۷۱ میں ابوذر کی روایت سے بجائے موسیٰ کے ابراہیم کا چھٹے آسمان پر دیکھنا لکھا ہے۔اور پھر وہ حدیث بخاری کی جو باب صلوۃ میں ہے اور نیز امام احمد کی مسند میں بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں تھا اور اسی پر اکثر صحابہ کا اتفاق بھی ہے، لیکن بخاری کی حدیث صفحہ ۴۵۵ میں جو مالک کی روایت سے ہے اور نیز بخاری کی وہ حدیث جو شریک بن عبداللہ سے ہے، صاف بیان کر رہی ہیں کہ وہ اسراء یعنی معراج نیند کی حالت میں تھا۔اور تینوں حدیثوں میں محل نزول جبریل مختلف لکھا ہے کسی میں عند البیت اور کسی میں اپنا گھر ظاہر کیا ہے، اور شریک کی حدیث میں قبل ان یوحی کا لفظ بھی درج ہے، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیغمبری سے پہلے معراج ہوا تھا، حالانکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اسراء بعد بعثت ہوا ہے، تبھی تو نمازیں بھی فرض ہوئیں۔اور خود حدیث بھی بعد البعثت پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں جبریل کا قول ابواب السماء کے اس سوال کے جواب میں کہ ابعث ؟ نعم لکھا ہے۔ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں ہوا ہے اسی وجہ سے کبھی موسیٰ کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور کبھی ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

ماسوا اس کے معراج کے متعدد ماننے میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض احکام ناقابل تبدیل اور مستمرہ کا فضول طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے اور حکیم مطلق کو ایک لغو اور بے ضرورت تنسیخ کا مرتکب قرار دے کر پھر پشیمانی کے طور پر پہلے ہی حکم کی طرف عود کرنے والا اعتقاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر قصہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوا ہے جیسا کہ احادیث کا تعارض دور کرنے کیلئے جواب دیا جاتا ہے، تو پھر اس صورت میں یہ اعتقاد پیدا ہونا

چاہیے کہ مثلاً پہلی دفعہ کی معراج کے وقت میں نمازیں پچاس فرض کی گئیں اوران پچاس میں تخفیف کرانے کیلئے کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ اوراپنے رب میں آمدورفت کی۔ یہاں تک کہ پچاس نماز سے تخفیف کرا کر پانچ منظور کرائیں اور خدا تعالی نے کہہ دیا کہ اب ہمیشہ کیلئے غیر مبدل یہ حکم ہے کہ نمازیں پانچ مقرر ہوئیں۔اورقرآن پانچ کیلئے نازل ہوگیا۔ پھر دوسری دفعہ کی معراج میں یہی جھگڑا، پھرازسرنو پیش آ گیا،تو خدا تعالی نے پھرنمازیں پچاس مقرر کیں اورقرآن میں جوحکم وارد ہو چکا تھااس کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھااورمنسوخ کر دیا۔مگر پھرآنحضرت ﷺ نے پہلی دفعہ کے معراج کی طرح پچاس نمازوں میں کچھ تخفیف کرانے کی غرض سے کئی دفعہ حضرت موسیٰ اوراپنے رب میں آمدورفت کر کے نمازیں پانچ مقرر کرائیں اور جناب الٰہی سے ہمیشہ کیلئے یہ منظوری ہوگئی کہ نمازیں پانچ پڑھا کریں اورقرآن میں یہ حکم غیر متبدل قرار پا گیا۔لیکن تیسری دفعہ کے معراج میں وہی پہلی مصیبت پھر پیش آ گئی اور نمازیں پچاس مقرر کی گئیں اورقرآن کریم کی آیتیں جوغیر متبدل تھیں، منسوخ کی گئیں ۔پھرآنحضرت ﷺ نے بہت سی دقت اور بار بار کی آمدورفت سے پانچ نمازیں منظور کرائیں مگر منسوخ شدہ آیتوں کے بعد پھرکوئی نئی آیت نازل نہ ہوئی۔

اب کیا یہ سمجھ آ سکتا ہے کہ خدا تعالی ایک دفعہ تخفیف کر کے پھر پانچ سے پچاس نمازیں بنادے اور پھر تخفیف کرے اور پھر تخفیف کر کے پچاس کی پانچ ہو جائیں۔اور بار بارقرآن کی آیتیں منسوخ کی جائیں اور حسب منشاء نأت بخير منها او مثلها اورکوئی آیت ناسخ نازل نہ ہو۔درحقیقت ایسا خیال کرنا وحی الٰہی کے ساتھ ایک بازی ہے۔جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھاان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح تعارض دور ہو،لیکن ایسی تاویلوں سے ہرگز تعارض دورنہیں ہوسکتا، بلکہ اوربھی اعتراضات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ایسا ہی اورکئی حدیثوں میں تعارض ہے۔

قولہ ۔آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں۔اول وہ حصہ جوتعامل میں آ چکا ہے جس میں وہ تمام ضروریات دین اورعبادات اور معاملات اوراحکام شرع داخل ہیں دوسراوہ حصہ جوتعامل سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ حصہ یقینی طور پرصحیح نہیں ہےاوراگرقرآن سے مخالف نہ ہوتو صحیح تسلیم ہوسکتا ہے۔اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ فن حدیث اوراصول روایات اورقوانین درایت سے محض ناواقف ہیں اورمسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔

اقــول ۔آپ کا یہ ثابت کرنا اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ علاوہ حدیث دانی کے سخن فہمی کا بھی آپ کو بہت سا ملکہ ہے۔ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے جو کچھ اپنی پہلی تحریروں کے نمبر چہارم وپنجم میں بیان کیا ہے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کیلئے ایک عام فہم عبارت ہے۔اسی لئے میں نے اہل حدیث کی اصطلاح سے کچھ سروکار نہیں رکھا کیونکہ جو مضمون جلسہ عام میں پڑھا جائے وہ حتی الوسع عوام کے فہم اور استعداد کے موافق ہونا چاہیے ، نہ کہ ملاؤں کی طرح لفظ لفظ میں اپنے علم کی نمائش ہو۔اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فی الواقع احادیث کے دو ہی حصے ہیں۔ایک وہ جو احکام اور ایسے امور سے متعلق ہیں جو اصل اسلام اور تعامل سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو حکایات اور واقعات اور قصص اور اخبار ہیں جنکا سلسلہ تعامل سے کچھ ایسا ضروری تعلق قرار نہیں دیا گیا۔سو میں نے ضروریات دین کے لفظ سے انہی امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔اور آپ اپنی حدیث دانی دکھلانے کیلئے اس صاف اور سیدھی تقریر پر بے جا مواخذہ کرنا چاہتے ہیں اور ناحق ضروریات کے لفظ کو پکڑ لیا ہے۔کیا آپ کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ ہر ایک شخص اپنے لئے اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ اگر ضروریات سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنی نہیں رہتی۔آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت اور ضرورت کے متعلق ہے۔لیکن افسوس کہ آپ دانستہ حق پوشی کررہے ہیں۔آپ خوب جانتے ہیں کہ اخبار و قصص کو جو امر متنازعہ فیہ ہے،سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں۔جو کچھ ہمیں مسلمان بننے کے لئے ضرورتیں ہیں وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول سے حاصل ہیں اور وہی احکام تعامل کی صورت میں عصراً بعد عصر صادر ہوتے رہتے ہیں۔مسلم اور بخاری میں کئی جگہ بنی اسرائیل کے قصے اور انبیاء اور اولیاء اور کفار کی بھی حکائتیں ہیں جن پر بجز خاص خاص لوگوں کے، جو فن حدیث کا شغل رکھتے ہیں، دوسروں کو اطلاع تک نہیں اور نہ حقیقت اسلامیہ کی تحقیق کیلئے ان کی اطلاع کچھ ضروری ہے۔سو وہی اور اسی قسم کے اور امور ہیں جن کا نام میں احادیث مجردہ رکھتا ہوں، سنن متوارثہ کے نام سے انہیں موسوم نہیں کرتا۔اور وہی ہیں جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں اور مسلمانوں کو تعامل کی حدیثوں کی طرح ان کی کوئی بھی ضرورت نہیں۔اگر اسی مجلس میں بعض قصص بخاری یا

مسلم کے حاضر الوقت مسلمانوں سے دریافت کئے جائیں تو ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے نکلیں گے جن کو وہ تمام حالات معلوم ہوں۔ بلکہ بجز کسی ایسے شخص کے جو اپنی معلومات کے بڑھانے کی غرض سے دن رات احادیث کا شغل رکھتا ہے اور کوئی نہیں ہے، جو بیان کر سکے۔ لیکن ہر یک مسلمان ان تمام احکام اور فرائض کو جو ہم پہلے حصہ میں داخل کرتے ہیں عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں یا کبھی کبھی کرنے کیلئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں۔ جن امور کی مواظبت و مداومت بلافتور و اختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں، اور جس قدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں وہ بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ پر ہیں مثلاً رفع یدین و عدم رفع یدین جو دونوں طرح کا تعامل چلا آتا ہے۔ ان دونوں طوروں سے جو تعامل قرن اول سے آج تک کثرت سے پایا جاتا ہے، اس کا درجہ زیادہ ہوگا اور بایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے، بلکہ ان دونوں عملوں کی تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ہفت قرأت کی طرح طرق ادائے صلوۃ میں رفع تکلیف امت کے لئے وسعت دے دی ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نمبر اول سلسلہ تعامل احکام ہے وہ اختلاف سے بکلی محفوظ ہے کوئی مسلمان اس بات میں اختلاف نہیں رکھتا کہ فریضہ صبح دو رکعت ہیں اور مغرب کی تین۔ الخ۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا تبصرہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس تمہید اور اس کی مئوید تفصیل میں مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے کہ:

میں اپنے مخاطب (مرزا قادیانی) کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم و پنجم میں دے چکا ہوں کہ صحیحین کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہیں اور ان میں فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین و عدم رفع یدین داخل ہیں،

بے چون و چرا صحیح و مقبول ہیں کیونکہ عمل سے (گو اختلافی طور پر ہو) وہ قوت پا کر قطعی ہو چکے ہیں، ان احادیث کو قرآن سے پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بظاہر مخالف قرآن ہوں تو بھی مقبول ہیں اور ان احادیث سے تعلیم و احکام قرآن پر زیادتی بھی جائز ہے اور جو صحیحین کی حدیثیں متعلق عمل نہیں ہیں، ان کے اگر یہی ظاہری معنی ہیں جو علما بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح نہیں، بلکہ موضوع ہیں اور لائق قبول و اعتبار نہیں ہیں، کیونکہ ان کو عمل سے قوت نہیں پہنچی، اس لئے وہ ظنی ہیں اور ان کی صحت پر کھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا، پھر ان کا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہیں موضوع ہے، اور احادیث متعلقہ نزول مسیح کے بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہیں اسلئے مخالف قرآن ہیں کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے اور قرآن کریم قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے (یہ الفاظ بعینہ مرزا قادیانی کے ہیں)

ہم کہتے ہیں اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو ضلالت و الحاد میں پھنسانا چاہا ہے۔ اول تو اس کے اس بیان تمہید کا اس کی تحریر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر میں نام و نشان نہیں اور اگر، ۲۔ بالفرض یہ بیان ان تحریرات میں ہے تو یہ ہمارے اصل سوال کا قطعی کامل جواب نہیں ہے۔ اور ۳، یہ اس سوال کا جواب ہے تو یہ اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت جماعت کی رو سے صحیح جواب نہیں، بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو اصول مذہب اسلام و سنت سے بالکل مخالف ہے۔

ہماری اس تجویز کی پہلی شق کا ثبوت

مرزا قادیانی کی تمہید اور اس کی مئوید تفصیل کی فضول و نا معقول و بلا طائل طول باتوں سے چشم پوشی کر کے اصل مطلب کی طرف دیکھا جاتا ہے تو وہ پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہیں۔

اول۔ یہ کہ احادیث تعامل سے اس کی مراد احادیث متعلق عمل ہیں جن میں اعمال اتفاقیہ (جیسے نماز، روزہ، وغیرہ) و اختلافیہ (مثل رفع یدین و آمین بالجہر) سب داخل ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلا ریب ویقینی صحیح وثابت اورواجب العمل ہیں۔

سوم۔ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت وقطعیت حاصل ہوئی ہے،ایک تعامل سے دوسرے صحت روایت سے

چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح وقوی وقطعی الثبوت ہیں کہ ان کی صحت پرکھنے کیلیئے ان کو قرآن پر پیش کرنا اور قرآن سے ان کی موافقت ثابت کرنا ضروری نہیں، بلکہ وہ بظاہر مخالف قرآن بھی ہوں تو وہ واجب القبول و العمل ہیں،اوران احادیث کی روسے قرآن مجید کی تعلیم واحکام پرزیادتی بھی جائز ہے۔

پنجم۔ان احادیث کے قطعی ویقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہیں۔اعلی، جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔اوسط،جس سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے عمل میں اختلاف چلا آیا ہے،مگر جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک کثرت ہے۔

ادنی،جس سے وہ احادیث محل اختلاف مراد ہیں جن کی جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک قلت ہے

اس تیسرے مرتبہ یقین کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ بھی کہدیا ہے کہ اس کو ظن غالب کہتے ہیں اور عقل انصاف حیا کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگر چہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہےاور میں نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کو یقین کے مقابلہ میں ذکر کیا اوراس کا مقابل بنایا ہے۔پھر وہ یقین کی ایک قسم کیونکر ہوسکتا ہے؟

مگر شائد وہ اس وجہ سے بے فکر و بلاخوف ہوکر ایسی باتیں کہدیتا ہے کہ اہل عقل وانصاف سے مجھے کیا کام؟ جن لوگوں سے مجھے کام ہے اور وہ میرے دام میں آچکے ہیں، وہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں۔لہذا میں جو کچھ ان کو کہوں گا، دن کو رات یا رات کو دن، وہ بے چون وچرا اس کو مان لیں گے اور اس کے شکریہ میں فلوس مقررہ بھیج دیں گے اہل عقل وانصاف جو چاہیں کہا کریں۔

ان پانچوں امور یا دعاوی میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس پر مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم یا کسی اور تحریر میں تصریح کی ہو، یا اس کی طرف اس کا اشارہ پایا گیا ہو۔دیگر تحریرات میں تو وہ ان کے بیان کا خود مدعی نہیں ہوا،تحریر نمبر چہارم وپنجم میں ان کے بیان کا مدعی ہوا ہے لہذا ان دونوں تحریروں کی عبارات اس مقام میں نقل کر کے ناظرین پر قادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے۔

نقل تحریر چہارم قادیانی واثبات مخالفت مضمون آن، بمضمون تمہید آن بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو قادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ مندرجہ رسالہ الحق میں اس کو نمبر چہارم قرار دیا ہے وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ بصفحہ ۲۵۵ اور مباحثہ الحق میں بصفحہ ۲۱ مندرج ہے)

ان کا (یعنی محدثین کا) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے، ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے، جو مفید ظن ہے اور اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ، حج وزکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلیں کہ یہ فن دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو پھر بھی سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے؟ ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو ایک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقینی الثبوت تام کا جواب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ وغیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہیں اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر ایک

مذہب کولازم ہوتا ہے۔ میرا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثیں اگر وہ صحیح بھی ہوں لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں سوان حدیثوں کی حقیقی صحت پر کھنے والا قرآن شریف ہے۔'

اس تحریر نمبر پنجم (یا بقول قادیانی نمبر چہارم میں) مرزا صاحب نے تعامل اور احادیث محل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہیں کہا اور اس عبارت میں امور یا دعاوی خمسہ مذکورہ کا نام ونشان کہیں پایا نہیں جاتا، بلکہ ان کا خلاف موجود ہے۔ امر اول وپنجم کے برخلاف اس عبارت میں قادیانی نے تعامل قطعی اور یقینی وتام ثبوت کی تمثیل میں صرف اتفاقی احکام واعمال نماز وحج، زکوۃ کو ذکر کر کے یہ جتایا ہے کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہیں جن پر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے اور ان کو یقینی وثبوت تام کا درجہ حاصل ہے۔ اور امر دوم وسوم کے برخلاف اس نے علم احادیث کو ظنی ومفید ظن کہا ہے اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے اور روایت کو اس اثر میں محض بے دخل ٹھہرایا ہے۔ اور امر چہارم وپنجم کے برخلاف اس نے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ میں ٹھہرا کر ان سب کو امتحان صحت کیلئے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھہرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا۔

اب ناظرین انصاف سے کہیں، ان تصریحات وعبارات کے ساتھ اس کا یہ کہنا کہ جو کچھ میں تمہید میں کہہ رہا ہوں وہ تحریر نمبر چہارم میں کہہ آیا ہوں، کذب محض اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہے؟

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم کادیانی واثبات مخالفت مضمون آن،

بمضمون تمہید آن کذاب لاثانی

واضح ہو کہ جس اپنی تحریر کو مرزا قادیانی نے تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے اور مباحثہ مندرجہ الحق میں اس کو نمبر پنجم کہا ہے وہ درحقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ وغیرہ جلد ۱۳۔ اور نمبر ۵ جلد ۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا)

اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل واحادیث کہا ہے، وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴ میں بصفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ مندرجہ الحق میں بصفحہ ۱۳۱ وغیرہ منقول ہے):

احادیث کے دو حصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔ یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں۔ سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کی وثاقت واعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔ سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے سے ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا، اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئیں ہیں وہ یقینی اور قطعی الثبوت طریق نہیں ہے، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے۔ اور ان تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ ثبوت پر، جو حکم روایت کا رکھتا ہے، پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے۔ سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ بحسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں۔ غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ تک ہیں۔ اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں۔ بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں، بعض بباعث محروم رہنے کے اس

تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔ لیکن اس حالت میں، میں حدیث کو، جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو، موضوع قرار نہیں دے سکتا۔

ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے مقرر کیا، لیکن کبھی انہوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب و غیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے، لہذا رواۃ کے حالات صدق و کذب و دیانت و خیانت کے پرکھنے کیلئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی، تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی، لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی۔ سو ہر ایک منصف اور ایماندار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے، کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہیں۔ اور فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتیں..... میری غرض تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثوں کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے، ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کرسکتا ہوں، کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ میں صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلاوجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی اس کو میں، من جانب رسول کریم ﷺ یقین نہیں کرونگا۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس عبارت میں بھی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید قادیانی کا نام ونشان پایا نہیں جاتا بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑھ کر ان امور کا خلاف اس میں موجود ہے۔

امر اول و پنجم کے برخلاف اس میں احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین و کامل ثبوت مقرر کیا ہے اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جن کو تعامل سے تعلق نہیں) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھہرایا۔ اس کی

عبارت میں حصہ اول کی نسبت الفاظ: ایک مرتبہ یقین، کامل ثبوت؛ وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں۔اوراس کے مقابلہ میں حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ وہ مرتبہ ظن سے بڑھ کر نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہیں وغیرہ۔

ہر چند حصہ اول کی نسبت اس نے ایک لفظ بحسب استفاضہ وبقدر فیض یابی بھی بول دیا ہے ولیکن چونکہ وہ لفظ اس نے مقابلہ ظن وغالب ظن بولا ہے لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا وہ ضرور ایک یقین ہی کا درجہ ہوگا، اس سے ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہو سکے گا، جیسا کہ اس نے اب تمہید میں ادنی درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔

اورامر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا، اور صاف کہد یا کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے وہ روایت سے اور راویوں کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے اور نہ اس فن کی تحقیقاتیں قطعی اور یقینی ہیں، اور نہ وہ ثبوت کامل کی مثبت ہوسکتی ہیں، بلکہ وہ صرف تعامل کی وجہ سے وبس۔

امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ: احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں،۔ گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہفتم) قادیانی سے ظاہری اتفاق ہے، مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) سے کلی اختلاف ہے۔ الفاظ امر چہارم تمہید میں مرزا قادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ ظنیات سے ہیں، ان میں شامل کر لیا ہے۔اور پھر ظن کو ایک ادنی مرتبہ یقینی قرار دے کر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ میں داخل کر کے یقین بنالیا ہے۔مگر مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) میں احادیث متعلق تعامل کو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی قیدیں لگا کر ان احادیث سے مخصوص کر دیا ہے جو محل اتفاق ہیں، اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسے احادیث متعلقہ حکم فرضیت صلوۃ، صوم یا عدد رکعات ہیں۔لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) کا یہ فیصلہ ہے کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہیں اور وہ بلاشبہ اور بلا ریب قطعی ویقینی ہیں اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں، وہ محتاج عرض قرآن نہیں ہیں، باقی سب احادیث جنکے عمل وترک میں اختلاف ہے اور اس وجہ سے وہ رتبہ صحت وثبوت کامل تک نہیں پہنچیں، اور وہ بلاشبہ قطعی ویقینی نہیں، وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہیں۔اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید کے صریح مخالف ہے۔

اس بیان سے ہماری تجویز کی شق اول ثابت ہوئی اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے تمہید میں بیان کیا ہے اس کی تحریر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کا نام ونشان نہیں، بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ہماری تجویز کی دوسری شق کا جواب

فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی کا بیان تمہید اس کی تحریر نمبر چہارم وپنجم میں موجود ہے، تاہم اس بیان میں ہمارے سوال کا جواب کامل وقطعی نہیں ہے۔ اس بیان میں گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح وقطعی الثبوت وواجب العمل مان لیا ہے، مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہیں بلکہ متعلق قصص واخبار ہیں (جیسے احادیث نزول مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے کہ اگر ان کا مضمون موافق قرآن ہوگا تو ان کو صحیح تسلیم کیا جائے گا، مخالف ہوگا تو موضوع قرار دیا جائے گا۔ پھر اس امر کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کہ احادیث متعلقہ نزول مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافق قرآن ہے۔ وبناءً علیہ صحیح وواجب التسلیم ہے۔ یا وہ مضمون مخالف قرآن ہے، لہذا وہ احادیث موضوع ہیں۔ بلکہ ان کی نسبت شتر مرغی اختیار کر کے دورخی بات کہی ہے کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہیں، ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہیں، اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہیں ان معنی کی نظر سے وہ صحیح اور موافق قرآن ہیں۔ جس پر اس سوال کی جگہ ہے کہ ان احادیث کے معانی واقع اور نفس الامر میں مراد شارع ﷺ ایک ہی ہوں گے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ ومسلمہ مراد شارع ٹھہراتے ہیں) یا تاویلی وتحریفی (جو از روئے الحاد وباطنیت خود بدولت مراد لیتے ہیں) پس اگر آپ کی رائے واعتقاد میں ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہیں جو آپ نے گھڑ لئے ہیں اور وہ آپ کے خیال میں قرآن مجید کے موافق ومطابق ہیں تو آپ کو جزم ویقین کے ساتھ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہیے، اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہیے کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہیں اور یہ قرآن مجید کے عین مطابق وموافق ہیں اور اس موافقت قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح وقطعی واجب القبول ہیں۔ اور

ان معنے کے یقین صحت اوراس یقین صحت معنی کی نظر سے یقین صحت احادیث مذکورہ کے ساتھ آپ کا ان احادیث کوظاہری معنی کی نظر سے (جو آپ کے نزدیک صحیح نہیں) موضوع کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ کہنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی آیت قرآن کے ایک معنی کو یقیناً صحیح ومراد خداوندی سمجھے اور دوسرے معنی کو غلط قرار دے اور پھر کسی شخص کے دوسرے معنی کی تجویز پر یوں کہے کہ اگر اس آیت سے دوسرے معنے مراد ہیں تو یہ آیت قرآن کی آیت نہیں ہے، بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جو قرآن میں ملایا گیا ہے۔

اس شرطی نفی وانکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہیں کرسکتا۔ بلکہ ہرکس ذی ہوش وحواس اس شرطیہ طور پر منکر آیت قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح ومتعین ہیں جو تیرے خیال میں ہیں اور دوسرے معنے غلط ہیں تو تجھے جزم ویقین کے ساتھ ان معنی کی صحت کا دعوی کرنا اور بناء علیہ آیت کو آیت قرآن اور اس کا جزء سمجھنا واجب ہے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا۔

ایسا ہی مرزا غلام احمد قادیانی پر یہ الزام قائم ہوسکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث نزول مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین ومتیقن جو تمہارے خیال میں ہیں تو ان احادیث کو نقارہ کی آواز سے صحیح ماننا تم پر واجب ہے، نہ ظاہری معنے کی نظر وشرط سے (جن کو تم صحیح نہیں سمجھتے) ان کو موضوع قرار دینا یا ان دونوں معنے کی نظر سے صحت احادیث میں شک وتردد ظاہر کرنا اور یوں کہنا کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہیں تو یہ موضوع ہیں اور اگر تاویلی مراد لیں تو صحیح ہیں۔ مرزا قادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو، بتاؤ اب بھی اس جواب کو قطعی اور صحیح وکامل کہو گے؟ قادیانی کی محبت میں جو اندھے اور کانے ہورہے ہیں وہ اب بھی اس جواب کو قطعی اور کامل کہیں تو محل تعجب وافسوس نہیں مگر صحیح وسلیم الحواس ناظرین وسامعین سے تو امید کامل ہے کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھ کر یا سن کر قادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی وناکامل قرار دیں گے اور اس سے مرزا قادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کریں گے اور اس کو اس جواب کی نظر سے شترمرغ یا روباہ صفت سمجھیں گے اور اس قسم کی باتوں سے اس کی شعبدہ بازی کا یقین کریں گے۔

ہماری تجویز کی تیسری شق کا ثبوت

یہ بھی بطور فرض محال، فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی نے جو جواب دیا ہے یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے ولیکن یہ جواب اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت و جماعت کی رو سے صحیح نہیں ہے، بلکہ ملحدانہ جواب ہے کیونکہ اس جواب میں احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ ان کے عمل و ترک میں اختلاف ہو، قطعی صحیح اور بلاریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے اور اجمال و اشارات قرآن کی تفسیر و تفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے اور ان احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہوں مشتبہ و شکی، اور بلا شہادت و موافقت قرآن ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ اور اس رتبہ سے گرایا ہے کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کریں۔ یا اس کے اجمال و اشارہ کی تفسیر و تفصیل کرسکیں۔ اور یہ محض ملحدانہ اصول ہے جس سے احادیث متعلقہ عقائد کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہیں، ردّ و ابطال اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے کتاب اللہ کا نسخ متصور ہے۔ اور یہی اس اصول کی تمہید و تقریر سے مرزا قادیانی کا مقصود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ فروعات اختلافیہ کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے دست آویز بنا کر کتاب اللہ پر زیادتی کر لے، جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور عقائد متفق علیہ اہل سنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید و صفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض روح، عذاب قبر، سوال منکر نکیر) و حالات محشر (علامات قیامت، حشر، اخبار و احداث و عبور پل صراط، حساب، وزن اعمال) و نعیم جنت (دیدار خدا و حور و قصور، انہار و اشجار) و آلام جہنم (طوق و اغلال وغیرہ) چاہے خیر باد کہکر ملحد و زندیق و نیچری بن جائے، اور اس پر مرزا قادیانی کی یہ دلیل پیش کرے کہ یہ احادیث متعلق عمل نہیں صرف قصص و اخبار کے متعلق ہیں۔ لہذا ان کی صحت شکی و مشتبہ ہے اور بلا شہادت و موافقت قرآن ان کو قبول کرنا جائز نہیں اور قرآن میں ان تفاصیل کا نام و نشان نہیں۔ اس میں مجملاً احوال برزخ و قیامت کا بیان ہے جس پر ان احادیث کے بیان سے زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ حدیثیں اس لائق نہیں کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر و تفصیل بن سکیں کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کے قوی اور بلاریب سلسلہ میں نہیں آئیں۔ اور اس آفتاب کی روشنی سے فیض یاب نہیں ہوئیں۔

اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت اس ملحدانہ اصول کے دونوں جزء کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے مگر ان کو قطعی ویقینی الثبوت نہیں کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے ان کو مرتبہ ظن میں جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات میں ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۶ میں بیان ہوا اور آئندہ بھی ہوگا، اسلام میں ایسا کوئی شخص آج تک نہیں ہوا جو اختلافی مسئلہ فرعی کو یقینی وقطعی و بلا ریب، قوی کہے۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث عمل سے بڑھ کر واجب القبول قرار دے۔ وہ احادیث جو اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت میں قطعی و یقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہیں، دواوین اسلام، کتب حدیث و کتب عقائد میں ان احادیث اور ان سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث اور ان مسائل کی نسبت محدثین و آئمہ کلام کا دعوی شہرت و تواتر ہے۔ وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی نہ سمجھتے تو ان احادیث اور ان مسائل کو عقائد اسلامیہ میں ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ان میں مسلم و متفق چلا آتا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات پر اعتماد جائز نہیں اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے اور اس مسئلہ پر ان کا نصوص کتاب اللہ سے استدلال و استشہاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے:

سیقول الذین اشرکوا لو شاء الله ما اشرکنا و لا آباءنا و لا حرمنا من شیء۔ کذالك کذب الذین من قبلهم حتی ذاقوا باسنا قل هل عندکم من علم فتخرجوه لنا۔ ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون۔

(انعام۔ ع ۱۸)۔ شتاب منکر کہیں گے خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ، اور نہ ہم کسی چیز کو (اپنی طرف سے) حرام بناتے۔ ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا، یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا، تو ان سے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر) کوئی یقینی سند ہے جس کو نکال سکو۔ تم تو ظن ہی کے پیچھے لگتے اور اٹکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا:

و ما یتبع اکثرهم الا ظنا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ان الله علیم

بما يفعلون ۔ (یونس۔ ع ٤) ان میں بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں اور ظن حق کا کام کچھ نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہیں۔

پہلی آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے کہا ہے اس آیت میں ظن کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے خصوصاً اعتقادی مسائل میں، شائد یہ ممانعت اس موقع پر ہو جہاں ظن کے مقابلہ میں کوئی یقینی امر ہو، کیونکہ آیت کا مورد نزول ایسا موقع ہے۔

لفظ شائد قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے کہ الفاظ قرآن کے عموم کا اعتبار ہے نہ خاص مورد نزول کا، اور یہ امر بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اور اسی کے موافق علمائے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔ لہذا اس آیت میں ہر ایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد میں ممانعت ہے۔ اس کو اس ظنی امر سے (جس کے مقابلہ میں کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور بیضاوی نے دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں یقین حاصل کرنا واجب ہے، اس میں ظن وتقلید پر اکتفا جائز نہیں۔ خدا کا یہ فرمانا کہ خدا جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈرانا ہے۔

ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر میں نواب صدیق حسن نے فتح البیان میں لکھا ہے۔

کرخی نے کہا ہے اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے اور ظن وتقلید کو کافی سمجھنا جائز نہیں کیونکہ دین یقین ہی بتاتا ہے اور اسی یقین سے حق واضح ہوتا ہے اور ظن اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اور اس سے حق معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ظن کسی امر حق میں کام نہیں دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔ اس میں حق سے علم مراد ہے۔

اور حضرت امام رازیؒ نے فرمایا ہے:

مسائل اعتقادیہ یقینیہ میں ظن پر اعتماد جائز نہیں،

امام سیوطیؒ نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان میں نقل کر کے فرمایا ہے:

تجھے یہ کلام اس امام کا اس باب میں بس ہے۔

بحر العلوم لکھنوی ؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے:

اعتقاد ظن سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اعمال میں ظن پر بھی عمل جائز ہے۔

علامہ تفتازانی ؒ نے تلویح میں فرمایا ہے:

اعتقادی مسائل اکے دکے راویوں کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

علامہ ہارون ؒ نے ناظورۃ الحق میں لکھا ہے:

تو جان چکا ہے کہ باب اعتقاد میں ظن وقیاس جاری نہیں ہوتا اور اعتقاد، اجتہاد اور لوگوں کی رائے سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس میں حق قطعی ہوتا ہے جس میں اختلاف متصور نہیں۔

ملا علی قاری ؒ نے شرح فقہ اکبر میں بجواب اس قول علاء الدین قونوی کے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور سے عذاب اٹھایا جاتا ہے، پھر وہ قیامت تک عود نہیں کرتا، فرمایا ہے:

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عقائد کے باب میں یقینی دلائل معتبر ہیں، نہ اکے دکے راویوں کی حدیثیں، جو ظنی ہوتی ہیں۔ ہاں جبکہ وہ کئی طریق (راویوں) سے مروی ہوں اور تواتر معنوی کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ بھی قطعی ہو جاتی ہیں۔

اور حضرت ملا علی قاری ؒ نے سم القوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے۔

اہل علم وصاحب فہم یہ بات جانتے ہیں کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے، نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ میں کام دیتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے کافروں کی مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں، اور ظن حق سے کام نہیں دیتا، تو اس سے منہ پھیر لے، جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہیں چاہتا وہی ان کی سمجھ کی حد ہے، تیرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے اور جو اس کی راہ پر ہے۔ اور اس باب میں آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے، ان لوگوں کے نزدیک جن کو علم ہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق ؒ نے تکمیل الایمان میں فرمایا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں

آپ نے فرمایا ہے:

شیخ علاء الدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ است مے گوید کہ آنچہ برمن ظاہر میشود، اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام درقبور و وجود ایشاں در وے بوجہیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان درقبور ہمبریں وجہ از مسائل فروع نیست۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا رود وبمشاہدہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال پذیرفتہ وفانی شدہ وعود آن حیات رادلیلی قطعی وحجت ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد۔

یہ ان حضرات کی عبارات وتصریحات کا ترجمہ ہے اور اصل عبارات ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۹ میں منقول ہیں۔ ان تصریحات واستدلالات کے ساتھ ان حضرات محدثین ومتکلمین ومفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب میں بیان کیا اور ان پر احادیث مذکورہ سے تمسک واستدلال کیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو حد شہرت وتواتر تک پہنچی ہوئی جانا اور قطعیات میں شمار کیا ہے۔ اور اگر وہ ان احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اور ان عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہیں، ظنیات خیال کرتے ہیں، تو تصریحات بالا کے ساتھ وہ ان عقائد کو اسلامی وسنی عقائد نہ ٹھہراتے اور اپنی کتب حدیث وتفسیر وعقائد میں ان پر ایمان لانے کی رغبت نہ دلاتے۔

یہ جو ہم نے کہا ہے اس میں محض ظن واستنباط سے کام نہیں لیا۔ اور صرف ان حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج واثبات نہیں کیا۔ ان آئمہ نے تصریح وتوضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت وتواتر کا دعوی کیا اور صاف کہہ دیا ہے کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہیں۔

فتوی علمائے پنجاب وہندوستان بحق میرزا قادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳، اشاعۃ السنۃ) میں علماء متکلمین ومفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ متکلمین کے مزید اقوال دیکھنے ہوں تو شرح عقائد و شرح مقاصد میں ملاحظہ کریں۔ اس مقام میں بعض محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں احادیث متعلقہ نزول مسیح وخروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

امام شوکانیؒ رسالہ توضیح میں احادیث نزول مسیح کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

فهذه تسعة و عشرو ن حديثاً تنضم اليها احا ديث آ خر ذكر فيها نزو ل عيسى منها ما هو مذ كور فى احا ديث الد جا ل و منها ما هو مذ كور فى احاديث المنتظر و تنضم الى ذلك ايضاً ا لآ ثار الواردة عن الصحا بة فلها حكم الر فع اذ لا مجا ل للا جتهاد فى ذا لك فمنها عن ابى هريره عند ابن ابى شيبه، و منها عنه ايضاً ، ذكرة فى كنز العما ل ، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن ابن عباس ذكره فى الكنز ، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن عبد الله بن عمر ذكره ابن ابى شيبه، و منها عن ابن مسعود ذكره فى كنز العما ل، و جميع ما سقنا ه با لغ حد التوا تر كما لا يخفى على من له فضل اطلاع فتقرر بجميع ما سقناه فى هذا ان الاحاديث الواردة فى المهدى المنتظر متوا ترة و الا حا ديث الواردة فى الد جا ل متوا ترة و الاحاديث الواردة فى نزول عيسے ممتوا ترة و فى هذا المقدار كفا ية لمن له هدا ية ۔(حجج عن التو ضيح)

کہ یہ انتیس حدیثیں ہیں جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہوسکتی ہیں۔جن میں حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے۔ازانجملہ بعض وہ ہیں جو احادیث متعلقہ دجال کے ضمن میں مذکور ہیں۔بعض ایسی ہیں جو احادیث مہدی موعود کے ضمن میں مذکور ہیں اوران کے ساتھ صحابہ کے آثار واقوال بھی شامل ہوسکتے ہیں جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسی احادیث کے بیان میں اصحاب کے اجتہادو رائے کا دخل نہیں ہوسکتا۔ازانجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی کتاب میں،ایک اوراس کی حدیث کنز العمال میں ہے۔اس میں ان کی ایک اور حدیث ہے۔وازانجملہ ایک حدیث کنز العمال میں ابن عباسؓ سے ہے،اس میں ایک حدیث ان کی اور ہے۔ازانجملہ عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہےو ازانجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جو کنزالعمال میں ہے۔یہ سب حدیثیں جن کو ہم نے بیان کیا ہے،مل کر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ہماری اس نقل و بیان

روایات سے ثابت ہوا کہ جو احادیث مہدی موعود کے باب میں وارد ہیں وہ متواتر ہیں اور جو دجال کے حق میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے متعلق وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں۔ اس قدر بیان میں اس شخص کے لئے کفایت ہے جس کو ہدایت حاصل ہے۔

اور نیز امام شوکانیؒ نے توضیح میں کہا ہے کہ:

و اما الا حا دیث الواردة فی الد جا ل فا لذی اذ کره هنا مائة حد یث ثم سردها بقو له ا لا ول و الثا نی الی آ خر الما ئة ثم قال و اقتصر علی هذا المقدار فلیس المراد هنا الا بیا ن کو ن احا دیث خرو ج الدجال متوا ترة و المتوا تر یحصل با لبعض مما سقناه و قد بقیت احا دیث و آ ثار عن جماعة من الصحا بة ترکنا ذکر ها و وقفنا علی هذه الما ئة الحد یث التی اشر نا الیها و الی من خر جها (حجج عن التو ضیح)

کہ دجال کے باب میں جو احادیث وارد ہیں، ازانجملہ جو اس مقام میں ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ سو احادیث ہیں۔ پھر ان کو نام بنام ذکر و شمار کیا اور اس کے بعد فرمایا۔ اب ہم کو چاہیے کہ اسی قدر پر بس کریں۔ اس سے ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہے کہ احادیث دجال متواتر ہیں اور تواتر صرف بعض احادیث سے، جو ہم نے بیان کیں ہیں، حاصل و ثابت ہو سکتا ہے اور ہنوز بہت سی احادیث و آثار صحابہ باقی ہیں، جنکے ذکر کو ہم نے ترک کر دیا ہے اور ان ہی سو احادیث کے بیان پر وقفہ کیا ہے۔

اور نیز امام شوکانیؒ نے توضیح میں کہا ہے:

ورد السوا ل من بعض ا لاعلا م عن ا لا حا دیث الواردة فی هو لاء هل هی متوا ترة ام لا ؟ فا قول اما الا حا دیث الواردة فی المهدی فا لذی امکن الو قو ف علیه منها خمسو ن حدیثاً ثم صرد ها لقوله ا لاول و الثانی الی آخر الخمسین ثم قال فهذه خمسو ن حد یثاً فیها الصحیح و الحسن و

الضعيف المنجبر و هی متواترة بلا شك و لا شبهة بل يصدق و صف التواتر علی ما هو دونها علی جميع الاصطلاحات المجردة فی الاصول و .. هنا انتهی الكلام علی الاحاديث الواردة فی المهدی و اما الآثار عن الصحابة المصرحه بالمهدی فهی كثيرة الی ان ذكر ثمانية و عشرين ثم قال فهذة ثمانية و عشرون اثراً لها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فی مثل ذالك ۔ (توضيح علی ما فی الحجج)

کہ بعض علماء اعلام نے سوال کیا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جو احادیث وارد ہیں، وہ متواتر ہیں یا نہیں ۔اس کے جواب میں ، میں کہتا ہوں کہ جو احادیث امام مہدی کے باب میں وارد ہیں، ازانجملہ جن احادیث سے لوگوں کا واقف ہونا ممکن ہو وہ پچاس ہیں ۔ پھر ان احادیث کو از اول و دوم تا آخر پچاس تک بیان کیا ۔ پھر کہا یہ پچاس حدیثیں ہیں جن میں سے کوئی صحیح ہے، کوئی حسن ہے، کوئی ضعیف جس کے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے، اور وہ بلا شک وشبہ متواتر ہیں، بلکہ یہ صفت تواتر تو ان سے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے ۔ یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے، رہے آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو بتصریح بیان کرتے ہیں، سو بہت ہیں پھر ان کو اٹھارہ تک شمار کیا، پھر کہا یہ اٹھارہ آثار ہیں جو احادیث مرفوعہ کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہیں ہوسکتا۔

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال اور اس قسم کی اور احادیث کی نسبت علماء محدثین و متکلمین کو تواتر کا دعوی ہے اور یقینی صحیح جانتے ہیں اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہیں ان کو وہ اسلامی وسنی عقائد ٹھہرا چکے ہیں اور ان کے مقابلہ میں مسائل فرعیہ اختلا فیہ کو ظن اور ان کے متعلق احادیث کوظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جواب وبیان میں ان سب کا خلاف کیا اور ان کے قرارداد کی رو سے اسلام وتسنن کا خلاف کیا اور اس میں الحاد سے کام لیا، لہذا اس کا یہ جواب اسلامی وسنی اصول کی رو سے صحیح

جواب نہیں ہے۔اس مخالفت اصول اسلام وتسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے اور خود اپنے آپ کا مخالف،اس کے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلم عقلاء ہے کہ یقین اعلی رتبہ ہے اور ظن ادنی۔اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلی رتبہ ہے،ظنیات سے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔اور عمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنی ہے اور اس کے توابع میں سے ہے،ظن سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیسا کہ قرارداد اسلام وتسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت ویقینی صحیح قرار دینے کیلئے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے، نہ مفید ظن) لائق لحاظ واعتبار ٹھہرایا ہے۔اور حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی قرار دینے کے لئے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے اور وہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار و ناقابل لحاظ ٹھہرایا ہے۔اور اس میں اعلی کو ادنی اور ادنی کو اعلی ٹھہرایا ہے اور مرجوح کو راجح کیا اور راجح کو ساقط کر دیا۔جو عقلاء جہان کے برخلاف ہے۔

قادیانی جواب کے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب میں پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی ویقینی الثبوت بنانے کے لئے قرارداد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھا اور قبول کیا۔اور ان کی نسبت حسن ظن کو قائم رکھ کر یہ خیال وفرض کرلیا کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) ان پر پایا نہ جاتا۔مگر بعد میں حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کیلئے اس قرارداد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق

اعتقاد رکھنے اوران سے مستخرجہ مسائل کو بالا تفاق قبول کر کے عقائد اسلامی وسنی قرار دینے میں وقوع میں آئی ہے) رد کر دیا اور نا قابل قبول ٹھہرایا۔ اوران کی نسبت حسن ظنی کو قائم نہ رکھا اوران کے حق میں یہ نیک ظن نہ کیا کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتیں تو علماء اسلام خصوصاً اہل سنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر وچشم کیوں قبول کرتے۔ اوران سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی وسنی کیوں ٹھہراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح وقطعی سمجھنے اور ان کے ظاہری معانی مراد ٹھہرا کران کو اسلامی وسنی عقائد ٹھہرانے میں ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا، اوران کے علم وفہم ودین پر برا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے یعنی پہلے ان کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا اوراس میں علماء پر حسن ظن رکھنا، پھران کے قرارداد کو (جو اتفاق کے ساتھ اعتقاد کے متعلق پائی گئی ہے) رد کرنا اوراس میں ان پر بدگمانی کرنا قادیانی میں کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی، تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا، بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اوراقوال وقرارداد علماء سے بد اعتقاد ہے (چنانچہ اس کے لفظ لفظ سے مستفاد ہے، اوراس کی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ، گو عمل کے متعلق ہیں ،خواہ اعتقاد کے متعلق، برملا وعلی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونوں کے قرارداد کو لغو ونا قابل اعتبار قرار دیتا۔ اوراگر وہ احادیث نبویہ واقوال وقرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے (جیسا کہ اس کا ظاہری دعوی ہے، اوراس کے ناواقف دام افتادہ لوگوں کا اس کی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ، گو متعلق عمل ہیں خواہ متعلق اعتقاد، قبول کرتا، اوران کی نسبت قبولیت وقرارداد کا، عمل سے وقوع میں آئی ہے، خواہ اعتقاد سے، لحاظ کرتا اور عمل اعتقاد دونوں میں ان پر حسن ظنی رکھتا۔ یہ مقتضائے حیا وعقل نہیں ہے کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے ،اوران کے متعلق علمائے اسلام کی عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے اوراس میں ان پر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہیں سمجھتا اوران کے متعلق ان کی اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہیں کرتا۔ اوراس میں ان پر حسن ظنی نہیں رکھتا۔

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب میں جو قادیانی نے مخالفت اصول اسلام و تسنن و عقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے تو اس کا سبب ومنشاء یہ ہے (جو اس کے ہر ایک قول وکردار سے مفہوم ہوتا ہے ، و اللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ درحقیقت وہ کسی مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے اور نہ اسلامی اصول دلائل کتاب وسنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب ودین قائم کرنا چاہتا ہے۔مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دام میں لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء واظہار کے ساتھ ناممکن ہے،لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان واظہار میں شتر مرغی وروباہ بازی اختیار کرتا ہے اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا ہے اور جس ہتھیار سے کام نکلے، اسے کام میں لاتا ہے۔کبھی زور شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار،کبھی آیات قرآنیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار،کبھی اجماع سے استدلال ،کبھی اس کو کورانہ کہہ کر اس کے ردّ کا اقبال۔وعلی ہذا القیاس۔ پھر فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال وانکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروانہیں کرتا اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے۔پس جس جال میں جو کوئی پھنسا، وہی غنیمت ہے۔مقابلہ اور موازنہ کرنے والے، پھر پیچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ،شاذ ونادر ہوتے ہیں۔..

اس جرأت وخیال سے وہ ایک مقام میں جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے، دوسرے مقام میں اس کا اقرار کر لیتا ہے۔اور جس بات کا اقرار کیا ہو، اس سے انکار کر جاتا ہے، اور جو بات نہ کہی ہو، اس کے کہنے کا جھوٹا مدعی بن جاتا ہے، اور جو بات کہہ چکا ہے اسکے کہنے سے منکر ہو جاتا ہے۔اس کی ایک مثال اس کا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ جواب میں تحریر نمبر چہارم وپنجم میں دے چکا ہوں حالانکہ ان تحریرات میں اس کا نام ونشان نہیں۔ایک اور عام فہم مثال اس مقام میں ذکر کی جاتی ہے ۔

رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب قادیانی نے لیلۃ القدر کے حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے اور اس کی نسبت صاف اور کھلے الفاظ سے یہ بات کہدی ہے:

اس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۰ میں اور متعدد تحریروں میں اس نفی سے انکار کیا اور بضمن سوال و

جواب یہ کہا ہے:

سوال ۔لیلۃ القدر کے اور معنے کر کے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔

اما الجواب ۔معترض صاحب نے اعتراض سے لوگوں کو دہوکہ دیا ہے۔اس جگہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہیں وہ بھی مسلم و بجا ہیں اور ساتھ ان کے یہ بھی معنے ہیں۔اور دونوں معنوں میں کچھ منافاۃ نہیں ۔قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے اور بطن بھی اور صدہا معارف اس کے اندر پوشیدہ ہیں پس اگر اس عاجز نے تفہیم الہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے تو کہاں سمجھا گیا کہ پہلے معنوں سے انکار کیا ہے۔

ناظرین اس عبارت ازالہ اوہام اور اس عبارت فتح الاسلام کا مقابلہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی کا لیلۃ القدر کے رات ہونے سے عبارت فتح اسلام میں انکار اور اس انکار سے عبارت ازالہ اوہام میں انکار،اور رات ہونے کا اقرار ہمارے دعوی کا مصدق اور اس کی ایک صریح و صحیح مثال ہے یا نہیں ۔ایسی صریح مثالیں اور بہت ہیں۔ازانجملہ بعض کا بیان مرزا قادیانی کے تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آئندہ نوٹوں میں ہوگا ۔ ان شاء اللہ تعالی۔

مضمون تمہید قادیانی پر ہمارے اس تبصرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے تمہید میں جو دعوی کیا ہے کہ اس نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ہمارے اصل سوال کا جواب دیدیا ہے وہ،

محض کذب وخلاف واقع ہے۔

اگر اس جواب کا ان تحریرات میں ادا ہونا فرض کر لیا جائے تو وہ ہمارے سوال کا قطعی وکامل جواب نہیں ہے۔

اور اگر اس جواب کو قطعی و کامل جواب فرض کرلیا جائے ،تو وہ جواب اصول اہل اسلام و تسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے، بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے ۔

مرزا صاحب قادیانی نے ایک دفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا،اور نہ ہم نے اپنی کسی تحریر میں ایک بات بھی غیر متعلق پیش کی ہے۔جس بات کو مرزا صاحب غیر متعلق سمجھتے ہیں یعنی احادیث ممانعت وشم ،وحرمت خرد درندگان سے ان پر الزام ، وہ غیر متعلق نہیں۔مرزا صاحب قادیانی کی عبارات پر ہم حواشی کی

صورت میں نوٹ لکھتے آئے ہیں اور یہاں بتاتے ہیں کہ تعامل کو جوانہوں نے قطعی ویقینی و بلا ریب اور احادیث محل تعامل کوقطعی ویقینی الثبوت و بلا ریب کہا ہےتو اس سے مجھے ہی نہیں، ہرکس وناکس کو جو الفاظ قطعی و یقینی و بلاریب کے معنی جانتا اور سمجھتا ہے، یہی سمجھ میں آیا کہ ان احادیث سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جن پر امت محمدیہ کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے۔ اوران میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور وہی احادیث آپ کے نزدیک اس لائق ہیں اور یہ رتبہ رکھتی ہیں کہ وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں اوران کی تسلیم صحت، موافقت قرآن پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کا مضمون مخالف قرآن بھی ہو، تو وہ لائق تسلیم ہے اور وہی احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کرسکتی ہیں اور وہی احادیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہیں اور جو حدیث ایسی قطعی ویقینی و بلاریب صحیح نہ ہو وہ بلا شہادت موافقت قرآن، لائق تسلیم نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہے۔ بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، جس پر آپ کو درندوں کی حرمت اور گدھے کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا تھا کہ گدھے اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے کہ اس پر تعامل ہو ہی نہیں سکتا، چہ جائے کہ تعامل قطعی ہو۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمت خر و درندگان ہے، نہ متعلق عمل و مع ہذا یہ حدیث معنے ان آیات قرآن کریم کی شارح و مفسر ہے جن میں بیان ہے کہ بجز مردار وخون وخنزیر تم پر کوئی جانور حرام نہیں اور جو کچھ زمین میں خدا تعالی نے پیدا کیا ہے وہ تمہارے لئے مباح ہے۔ اس حکم حرمت خر و درندگان میں قرآن اپنا مفسر نہیں ہوا۔ پھر اس کی تائید وشہادت میں کہا گیا تھا کہ یہ خدمت تفسیر قرآن، حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، وہ تم لے لو۔ پھر اس آیت کی تفسیر وتشریح میں قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا کہ انہوں نے اس آیت کی رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی میں وارد ہے، داخل قرآن اور اس کا ایک حکم سمجھا۔ باوجود کہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے، متعلق عمل نہیں تا کہ یہ محل تعامل ہو سکے۔ اب ناظرین انصاف سے کہیں، یہ دونوں حدیثیں (حدیث حرمت خر و درندگان وحدیث حرمت وشم) قادیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث جس پر تعامل قطعی و یقینی پایا نہ گیا ہو، مفسر قرآن نہیں ہوسکتی اور اس کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، پورا تعلق رکھتی ہیں اور اس دعوی میں اس کو پورا الزام دیتی ہیں، یا یہ اجنبی وغیر متعلق احادیث ہیں؟ اور یہ بھی داد دیں کہ اس الزام کے

جواب میں اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یہ احادیث متعلق احکام ہیں اور احکام تعامل میں داخل ہیں اور میں احادیث تعامل کو محل نزاع سے خارج کر چکا ہوں اور ان کو قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کرنے والی مان چکا ہوں۔ایک طرفہ روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں ناظرین اولاً یہ غور کریں کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہیں، نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیوں کر ہوسکتی ہیں؟ ثانیاً یہ غور کریں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ میں ہر ایک حکم یا عمل کو محل نزاع سے خارج کیا اور اس کو مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، یا تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب اور اس کے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلا ریب صحیحہ ثابت کو۔

ادنی غور وتوجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی نے احادیث قطعی الثبوت کو جو تعامل قطعی ویقینی اور بلا ریب کا محل ومتعلق ہیں، خارج از محل نزاع کہا۔اور مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، نہ ہر ایک عمل یا حکم کو اور نہ ہر ایک حدیث متعلق عمل کو۔اور احادیث متضمنہ خر ودرندگان وحرمت وشم تو مطلق عمل وتعامل کا محل نہیں۔ وہ صرف اعتقاد حرمت اشیا مذکورہ کے متعلق ہیں۔لہذا ان احادیث سے قادیانی پر پورا اور باموقع الزام ہوتا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا تو اس الزام کو مان لیتا۔الٹا یہ الزام نہ دیتا کہ غیر متعلق حدیثوں کو پیش کیا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کو اصل مباحثہ سننے کا انتظار تھا۔شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کا رفع انتظار خوب کیا۔اخیر تک اصل جواب کی طرف رجوع نہ کیا۔ادھر ادھر کی باتوں، قطعی، ظنی، تعامل وغیرہ میں بحث مقدمات کو پھنسا رکھا۔نہ مقدمات کو ختم ہونے دیا نہ بحث مقصود حیات وممات کی طرف رجوع کرنے دیا۔آپ کے اس مناظرہ سے بہت سے حق شناس حقیقت رس لوگوں نے آپ کی دیانت اور مناظرانہ لیاقت وراستی وتہذیب کا خوب اندازہ کرلیا۔اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آپ کو جھوٹا اور فریبی اور دھوکہ باز سمجھ کر آپ کا اتباع ترک کیا۔ازانجملہ اس مقام میں زیادہ لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب صوفی مرحوم لدھیانہ ہیں، جو پہلے آپ کے خلیفہ تھے، پھر اس مناظرہ میں آپ سے بے اعتقاد ہوکر آپ کی اتباع سے بےزار ہوئے۔ایک دوسرے سادہ لوح میر ناصر نواب ہیں جو آپ کے خسر ہیں

اور وہ آپ کے دھوکہ میں آکر آپ کے مرید ہو گئے تھے۔ اور آخر اسی مباحثہ کو دیکھ کر ایک مجلس عام جامع مسجد پٹیالہ میں تائب ہوئے اور مظہر ہوئے کہ مجھے باوجود خاص تعلق، مرزا قادیانی کی دھوکہ دہی کا یہ علم نہ تھا جو مباحثہ لودہانہ کے دیکھنے سے حاصل ہوا۔

اور آخر میں مولانا بٹالویؒ، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ

پہلے تو آپ نے قطعی ویقینی وبلاریب وغیرہ کی قیدیں لگا کر احادیث تعامل ان ہی احادیث کو بتایا تھا جن کو اب نمبر اول قرار دیتے ہیں۔ اب رفع یدین وعدم والی حدیثوں تک کو ان احادیث تعامل میں شامل کر لیا۔ مگر یہ اخیر ہتھیار بھی آپ کا کام نہ آیا، خطا گیا۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اولاً یہ تفصیل اور اس قسم کے اور مضامین تمہید آپ کی سابق تحریرات کے مخالف ہیں۔ ثانیاً اس تفصیل کے ساتھ بھی یہ جواب ہمارے سوال کا جواب قطعی نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً قطعی ہو بھی، تو یہ جواب اصول اسلام کے برخلاف ہے، اور خاص کر یہ تفصیل آپ کی خود مبطل ومکذب ہے کیونکہ جس حالت میں احادیث اختلافی، صرف اختلافی عمل کے سبب سے قطعی اور قرآن پر عرض ہونے سے مستغنی اور قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کی مثبت ہوسکتی ہیں، تو احادیث اعتقاد متعلق نزول حضرت مسیح وغیرہ اتفاقی تسلیم وقبولیت کے سبب ان سے بڑھ کر اور بدرجہ اولی قطعی و مستغنی و مفسر قرآن و مثبت زیادت ہوسکتی ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی تمہید پر تبصرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ان کے پرچہ ہشتم کے اصل اصول کی بیخ کنی ہو گئی۔ اور حاجت باقی نہیں رہی کہ اب اس تحریر کے اقوال تفصیلیہ پر کچھ نوٹ کئے جاویں۔ تاہم اسکے علم، دیانت، راست بازی اور سلامت روی کی مزید قلعی کھولنے کی غرض سے من جملہ ان اقوال چند اقوال پر نوٹ کئے جاتے ہیں و با للہ التو فیق

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ ان نوٹوں میں پہلے ہم اپنی تحریر نمبر ہشتم کے اس فقرہ کا حوالہ دیں گے جس کا مرزا صاحب نے کچھ جواب دیا ہے، پھر ان کے جواب کو بعینہ یا اس کا خلاصہ نقل کریں گے۔ پھر اس پر مناسب نوٹ دیا جائے گا انشاء اللہ تعالی۔

ہمارا قول نمبر ایک۔

آپنے میرے سوال کا جاب صاف اور قطعی نہیں دیا (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۸)

مرزا قادیانی کا جواب۔

حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم سے ہیں اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی کے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی، یا موضوع قرار پائیگی (مباحثہ مطبوعہ قادیانی۔ص ۸۱)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔

نوٹ متعلق تمہید میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ جواب ہمارے سوال کا قطعی جواب نہیں ہے۔ اس جواب میں حرف اگر اور یا اس کے قطعی ہونے میں مانع ہیں۔ مرزا قادیانی ان احادیث کو صحیح سمجھتا ہے تو صحت کا صاف اقراری ہو۔ پھر تاویل کا مدعی ہوکر اصول شرط تاویل کی پابندی سے ان میں تاویل کرے اور اگر ان کو غیر صحیح سمجھتا ہے تو برملا ان کو رد کرے۔ موضوعات میں تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس کو یہ دونوں باتیں اختیار کرنی مشکل ہیں اگر وہ ان کو صحیح کہے تو پھر ان کے ظاہری معانی ماننے پڑتے ہیں کیونکہ ان کی تاویل کی (جو قادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہیں جاتی۔ اور اگر ان کو برملا غیر صحیح کہتا ہے تو اس سے اس کے الحاد و نیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔ اس وجہ سے اگر اور یا کا لفظ کہہ کر اس نے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچالیا۔ اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو کہ فرمایا: میں تو جواب دے چکا ہوں

ہمارا قول نمبر ۲۔

صحیح بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض، موضوع ٹھہر سکے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۹)

مرزا قادیانی کا جواب۔

بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثیں ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہی حدیثیں جونزول ابن مریم کے متعلق ہیں کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے اور صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔ اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرنا بعد قرن اس بات کا مقر ہے اور نصاری کا یونی ٹیرین فرقہ بھی اس بات کا قائل ہے اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب اگر ان مخالف حدیثوں کی جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلا شبہ موضوع ٹھہریں گی۔ ایسی کئی حدیثیں اور بھی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کی حدیث معراج۔ پھر اس کے تعارض کی چار وجہ بیان کیں۔

ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث میں جو بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں ہے آنحضرت ﷺ کا حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۱۷۴ میں ہے، چھٹے آسمان پر بجائے موسے، حضرت ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث سے جو باب الصلوۃ میں ہے، معراج کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۵۵ میں ہے، بیان ہے کہ معراج نیند میں ہوا تھا۔

تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث میں محل معراج، جہاں فرشتہ آنحضرت ﷺ کو لینے آیا تھا، آپ کا گھر بیان ہوا ہے، دوسری حدیث میں بیت اللہ کے نزدیک۔

چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث میں وقت معراج قبل وحی و پیغمبری بیان ہوا ہے، جو دوسری احادیث کے مخالف ہے، بلکہ خود اس حدیث کے الفاظ مابعد کے مخالف ہے جن میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت مبعوث ہوئے اور نمازیں فرض ہوئیں۔

ان اختلافات کو بیان کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں واقع ہوا ہے، اسی وجہ سے کبھی حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور کبھی حضرت ابراہیم کو، تو

یہ تاویل رکیک ہے، کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے، جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز سے لازم آتا ہے کہ دو تین بار نمازیں پہلے پچاس پچاس فرض ہوئیں پھر منسوخ ہو کر پانچ پانچ ہوئیں، جو ایک بازیچہ، کھیل اور لغو ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی نے پہلے حکم سے پشیمان ہو کر دو دفعہ دوسرا حکم دیا۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

اس جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث بخاری و مسلم پر بیسواں کھلم کھلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے۔ ہر چند احادیث متعلقہ نزول حضرت عیسی کو موضوع قرار دینے میں اس نے ذرا سی شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے۔ مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے میں کسی شرط کی آڑ نہیں رکھی، اور بزعم خود بڑے زور شور سے ان کا باہم متعارض و متخالف ہونا ثابت کر کے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔

پھر مرزا صاحب قادیانی کا اپنی تحریر پنجم میں یہ کہنا کہ:

بعض احادیث صحیحین میں جو تعارض پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے خدا نے میری مدد کی ہے۔

اور تحریر نمبر ہفتم میں اس کا یہ کہنا:

میں نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہیں دیا۔

اور اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ کہنا:

میں ان کتابوں کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہوں۔

یہ سب منافقانہ چال نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حملہ میں قادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کیلئے اس نے تین دعوے کئے ہیں۔

ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔

دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔

تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قر ناً بعد قر ن اس بات کا مقر ہے

یہ تینوں دعاوی جھوٹ ہیں۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ فیصلہ قطعی کجا، ظنی طور پر بھی نہیں ہوا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین میں اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے، اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب تک وہ مردہ ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ان تینوں دعاوی کا جو ثبوت اپنی تحریرات (ازالہ اوہام وغیرہ) میں پیش کیا ہے، اس میں محض کذب سے کام لے کر کم علم لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی میں بضمن نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ ہو چکی ہے۔ اور پوری تفصیل آئندہ اس جواب کے تتمہ میں ہو گی ان شاء اللہ تعالی۔

اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید میں جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاری کا اس نے پیش کیا ہے، وہ بے شک مرزا صاحب کے اصلی دلائل ہیں، جن پر اس کا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے، مگر یہ دلائل ان ہی لوگوں کیلئے موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جو اس کی طرح معتقدات یہود و نصاری کے پیرو ہوں۔ خود ابن اللہ کہلاویں یا کسی اور کو ابن اللہ سمجھیں۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اس کے معتقد ہوں یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت و نصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہوں۔

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتوں کو، جن کی قرآن وحدیث میں تصدیق نہیں ہوئی، لائق تسلیم نہیں سمجھتے۔ اور حدیث و لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم (اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا۔ اس کی شرح اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) کے پابند ہیں۔ ان کے اعتقاد وایمان کی رو سے کوئی اعتقاد یہود و نصاری کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہیں ہو سکتا۔ تفصیل کے لئے اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۱۰ جلد ۱۱ میں مضمون احکام توریت وانجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کیلئے جو اختلافات وجوہ اربعہ قادیانی نے بیان کئے ہیں، ان کے بیان میں وہ اپنے خیال میں دور کی کوڑی لایا ہے اور یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہو سکتے ہیں، مگر یہ خیال اس کی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ان اختلافات کو اہل حدیث کا بچہ بچہ جو مشکوۃ تک نظر رکھتا ہو، جانتا ہے۔ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث میں اور بیان کی گئی ہیں جو فتح الباری میں منقول ہیں۔مگر ان سب وجوہات کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کر دیا ہے اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔قادیانی خود تو کوچہ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے ،حکیم نورالدین نے جو کچھ اس کو حواشی صحیح بخاری سے بتایا، اس نے نئی بات سمجھ کر طمطراق کے ساتھ اس کو نقل کر دیا۔اس مقام میں ان چاروں وجوہات اختلاف کا، جو قادیانی نے بیان کی ہیں، جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ اختلاف کا جواب

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کو آنحضرت ﷺ کے چھٹے اور ساتویں آسمان پر، دونوں جگہ، دیکھنے میں درحقیقت کوئی مخالفت نہیں اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت وموجب نہیں ہو سکتا۔جائز وممکن ہے کہ دونوں حضرات کو آپ نے دونوں جگہ، چھٹے آسمان اور ساتویں آسمان پر دیکھا ہو اور ان دونوں آسمانوں پر دونوں حضرات اپنے جسمانی وجود سے موجود ہو گئے ہوں۔وہ حضرات عالم برزخ میں ہیں، جو ایک روحانی عالم ہے۔جس میں ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجھول الکیفیہ کا وقوع مستبعد نہیں۔ نیز محدثین کرام نے بتایا ہے کہ جائز ومحتمل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر پایا، مگر ان کی اس فضیلت کی نظر سے کہ، وہ خدا سے ہم کلام ہوئے ہیں، آپ نے ان کو ساتویں آسمان تک ساتھ لے لیا اور وہ تواضعاً آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ جاتے وقت ان کو چھٹے آسمان پر پایا، آتے وقت ساتویں آسمان میں دیکھا۔ایسا ہی حضرت ابراہیم کو پہلے چھٹے آسان پر، پھر ساتویں پر پانا ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بخاری کی حدیث شریک کی شرح میں جس میں حضرت ابراہیم کو

چھٹے آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے۔ فرمایا ہے:

و قد قد منا ان حدیث ابی ذر یوا فقه لکن المشهور فی الروا یة ان الذی فی السا بعة هو ابرا هیم و اکد ذا لك فی حد یث ما لك بن صعصعة با نه کا ن مسنداً ظهره الی البیت المعمور قمع التعدد لا اشکا ل و مع الاتحاد فقد جمع با ن موسی کا ن فی حا لة العرو ج فی السا دسة و ابرا هیم فی السابعة علی ظا هر حد یث ما لك بن صعصعة و عند الهبو ط کا ن فی السا بعة لا نه لم یذکر فی القصة ان ابرا هیم کلمه فی شیء مما یتعلق بما فر ض الله علی امته من الصلوة کما کلمه موسی و السماء السا بعة هی اول شیء انتهی الیه حا له الهبو ط فناسب اینکو ن موسی بها لا نه هو الذی خا طب فی ذا لك کما ثبت فی جمیع الروایا ت و یحتمل ان یکون لقی موسی فی السا دسه فا صعد معه الی السا بعة تفضیلاً له علی غیره من اجل کلا م الله تعا لی و ظهرت فا ئده ذا لك فی کلا مه مع المصطفی فیما یتعلق با مر امته فی الصلوة و قد اشار النووی الی شیء من ذا لك و العلم عند الله تعا لی ۔

(فتح الباری۔ ج ۱۳ ص ۴۰۱)

کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابی ذر کی حدیث اس کے موافق ہے، ولیکن مشہور روایت یہ ہے کہ ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم ہیں۔ اس امر کو مالک بن صعصعہ کی حدیث میں یوں مؤکد کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم، بیت المعمور کی طرف پشت کی ٹیک لگائے ہوئے تھے (جو ساتویں آسمان میں ہے) پس اگر واقعہ معراج کو متعدد کہیں تو (اس اختلاف کی وجہ سے) کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کو ایک ہی واقعہ قرار دیں تو اس سے اختلاف کو اس طور پر رفع کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ حالت عروج میں چھٹے آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم ساتویں میں۔ جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔ اور ساتویں آسمان سے اوپر جا کر واپس آنے کے وقت موسیٰ ساتویں آسمان میں تھے، کیونکہ کسی حدیث

میں یہ نہیں آیا کہ عدد نماز کی کمی میں جو گفتگو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ حضرت ابراہیم سے ہوئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے، اور اوپر سے نیچے کو اترنے کے وقت ساتواں آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ کا وہاں ہونا مناسب ہے کیونکہ جملہ روایات میں ان ہی سے اس باب میں آنحضرت ﷺ کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں، خود ساتھ لے کر صعود فرمایا ہو جس کا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نماز کے باب میں وہ گفتگو کی۔ اس باب میں امام نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے اور حقیقی و اصلی علم خدا تعالیٰ کو ہے۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ابوذر کی شرح میں کہا ہے:

و فی الصحیحین من حدیث مالك بن صعصعه و فی السابعة ابراهیم و هو مخالف لروایة انس عن ابی ذر انه و جد ابراهیم فی السادسه و کذا جاء فی صحیح مسلم و اجیب بان الاسراء ان کان مرتین فلا اشکال، و ان کان مرة فیکون اولاً راه فی السادسة ثم ارتقی معه الی السابعة۔

(عمدة القاری)

کہ مالک بن صعصہ کی روایت میں حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے اور یہ حدیث ابوذر کے، جس میں چھٹے آسمان میں ان کو دیکھنا بیان ہوا ہے، مخالف ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واقعہ معراج دو دفعہ ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اور اگر ایک دفعہ ہوا ہے تو یہ ہوگا کہ پہلے حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے:

و قد استشکل رویة الانبیاء فی السموات مع ان اجسادهم مستقرة فی القبور بالارض و اجیب بان ارواحهم تشکلت بصور اجسادهم او احضرت اجسادهم لملاقات ﷺ تلك اللیلة تشریفاً له و تکریماً

(قسطلانی۔ ج ٦ ص ٣٢٠)

کہ انبیاء کے آسمانوں پر دیکھے جانے سے یہ شبہ کیا گیا ہے کہ ان کے اجسام تو قبروں میں زمین کے اندر مدفون ہیں، پھر وہاں آسمانوں پر کیونکر دیکھے گئے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکے ارواح ان کے جسموں کی صورت سے متشکل ہو گئے، یا یہ کہ ان کے اجسام بعینھا آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کو وہاں حاضر کئے گئے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے۔

ان عبارات میں جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے اس پر مرزا قادیانی کی تقریر سابق میں دو اعتراض ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء بعد موت اپنی جگہ سے حرکت وانتقال نہیں کرتے جس کو وہ ہمارے جواب مذکور پر بھی وارد کرسکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس تجویز سے تعدد نسخ نماز لازم آتا ہے جو ایک بازیچہ (کھیل) ولغو موجب پشیمانی خدا تعالی بنتا ہے۔

اس میں سے اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن میں، جو عرب میں نازل ہوا ہے، تو ایسی کوئی آیت نہیں جس سے انبیاء کا بعد موت جکڑے رہنا ثابت ہو۔ ہاں قادیانی قرآن مورد نزول انا انزلناہ قریباً من القادیان میں کوئی ایسی آیت ہو تو مسلمانوں کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہیں۔ مسلمانوں کے قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرتا تو اس میں اس کی تحریف وتصرف کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج میں صاف آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی وحضرت ابراہیم و غیرہ انبیاء کو بیت المقدس میں بھی دیکھا اور ان انبیاء نے نماز میں آنحضرت ﷺ کا اقتداء کیا اور حضرت موسی کو قبر میں نماز پڑھتے اور وادی ازرق میں لبیک کرتے دیکھا۔ اور مع ہذا آسمانوں پر بھی ان کو دیکھا۔ جس سے علماء اسلام نے یہی سمجھا ہے کہ زمین آسمان دونوں جگہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ فقد رایتنی فی جماعۃ الانبیاء فاذا موسی علیہ السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوئۃ

و اذا عیسی بن مریم علیه السلام قا ئم یصلی اقر ب الناس شبهاً به عروة بن مسعود الثقفی، و اذا ابرا هیم علیه السلام قا ئم یصلی اشبه الناس به صا حبکم یعنی نفسه فحا نت الصلوة فا ممتهم ۔ (مسلم ج ١ ص ٩١) و عند احمد من حد یث ابن عباس فلما اتی النبی ﷺ المسجد ا لاقصی قا م یصلی فا ذا النبیو ن اجمعو ن یصلو ن معه ۔ (قسطلا نی ج ٦)

کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ میانہ قد ہیں جیسے شنوءۃ قوم کے لوگ۔ اور میں نے عیسیٰ بن مریم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ میں ہوں، پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سبکو نماز پڑھائی، امام احمد کی روائت میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ ﷺ کا اقتداء کیا۔

حضرت امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:

قا ل القا ضی فا ن قیل کیف رای موسی یصلی فی قبره و صلی رسول الله با لا نبیاء ببیت المقدس و و جد هم علی مراتبهم فی السماوات و سلموا و رحبوا به فا لجوا ب انه یحتمل اینکو ن رو یة موسی فی قبره عند الکثیب ا لا حمر قبل صعود النبی ﷺ الی السماء و فی طریقه الی بیت المقدس ثم و جد موسیٰؑ قد سبقه الی السماء و یحتمل انه را ی ا لا نبیاء صلوة ا لله و سلا مه علیهم و صلی بهم علی تلك الحا ل لا ول ما را هم ثم سا لوا و ر حبوا به او یکو ن اجتما عه معهم و صلوته و رو یة موسی بعد انصرافه و ر جو عه عن سدرة المنتهی ۔ (شرح مسلم۔ ص ٩٦)

کہ قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز

پڑھتے کیونکر دیکھا اور آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو بیت المقدس میں نماز کیونکر پڑھائی، حالانکہ ان کو بحسب مراتب آسمانوں پر پایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محتمل ہے کہ حضرت موسیٰ کو قبر میں سرخ تودہ ریگ کے پاس، آسمانوں کی طرف جانے سے پہلے دیکھا ہو، اور بیت المقدس کے راستہ میں۔ پھر حضرت موسیٰ آنحضرت ﷺ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو پہلے دیکھا تو نماز پڑھائی پھر انہوں نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیاء کو آنحضرت کا نماز پڑھانا اور حضرت موسیٰ کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

اما الذین صلوا معه فی بیت المقدس فتحتمل علی الارواح المتمثلة و یحتمل الاجساد و یحتمل انه احضرت اجسادهم فی بیت المقدس لملاقات ﷺ ثم رفعوا علی السماء۔ (لمعات)

کہ جن انبیاء نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی، ان کے ارواح متشکل ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مجسم ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے (اصلی) جسم بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے حاضر کئے گئے ہوں پھر وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اس ڈھکوسلہ کو کہ انبیاء بعد موت ایک جگہ سے نہیں ہلتے، گویا وہاں جکڑے ہوئے ہیں (معاذ اللہ)، کون سنتا ہے۔ اور اس دعویٰ بلا دلیل سے احادیث نبویہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب۔

تعدد معراج کو اگر یوں مانا جاوے کہ پہلے خواب میں یہ معراج ہوا، پھر بیداری میں، چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب میں مفصل بیان ہوگا۔ تو پھر تعدد نسخ نماز اعتراض قادیانی کا مورد نہیں ہو سکتا۔ اس صورت

میں پہلا حکم ایک تمہیدی اور مثالی حکم بنتا ہے، دوسرا اصلی اور واقعی اوراس خواب کی تعبیر۔ گویا پہلے خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو معراج خواب میں دکھایا کہ ہم ایسا حکم کریں گے۔ پھر معراج بیداری میں ویسا کر دکھایا۔ علاوہ بریں تعدد نسخ بحکم عقل ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ اوراس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالی نے پہلے حکم پر پشیمان ہوکر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہوسکتا ہے، تو چاہیے کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مطلق نسخ کو موجب پریشانی ٹھہرا کر اس سے انکار کرے، اوراپنے چھپے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے جس میں نسخ کو خلاف تقدس سمجھا گیا ہے، اوراس وجہ سے قرآن میں وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ قادیانی کے در پردہ پیرومرشد حکیم نورالدین نے رسالہ فصل الخطاب لمقدمۃ قرئۃ فاتحہ الکتاب کے خاتمہ میں اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اوراس سے پہلے ان کے پیرو مرشد آنریبل سرسید احمد خان نے اس کا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ پر اعتراض کی آڑ میں شکار کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد نسخ کو ویسا ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ مطلق نسخ کو، اور نسخ کو پہلے حکم سے پشیمانی اوراس کی غلطی پر مبنی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو اس حکیمانہ تبدیلی کی نظیر خیال کرتے ہیں جو حکیم حاذق سے وقوع میں آتی ہے کہ پہلے وہ ایک مریض کے حق میں ایک نسخہ کو مناسب سمجھتا ہے اور پھر جب اس کی حالت بدل جاتی ہے، تو اس نسخہ کو منسوخ کر کے اس کے بدلے دوسرا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور جب پھر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے، تو اس دوسرے نسخہ کو منسوخ کر کے پھر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے علم وکمال میں کچھ فرق نہیں لاتا اور پشیمانی کا موجب نہیں ہوتا۔ اوراس پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی میں پشیمان وحیران ہوا ہے۔ بلکہ اس کے علم وکمال وتجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد نسخ کی مثال احکام اسلام میں قبلہ کا نسخ ہے کہ پہلے کعبہ شریف، مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہاں یہودیوں کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہوکر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پھر جب یہودیوں کی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس وناکس پر ظاہر ہوگیا، تو پھر برعایت اصلاح حال عرب، استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا اور کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث وتفسیر واصول میں ہے۔ اس مقام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ یہ دونوں اعتراض مرزا قادیانی کے لچر و پوچ ہیں۔ اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہیں اور اختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لئے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہم نے دیا ہے، وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہوسکتا ہے اور اس پر مرزا قادیانی کا اعتراض اول وارد نہیں ہوتا، اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام ایک ہی واقعہ میں مختلف مواضع میں دیکھے گئے ہوں۔ لہذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہیں کہ اس امکان و احتمال کے ساتھ احادیث میں ظاہر اختلاف مواضع دیکھ کر احادیث میں تعارض کا مدعی ہو کر ان کو موضوع قرار دے۔ یہ جرأت قادیانی سے ہوئی تھی جس کو حدیث سے دلی عناد و انکار ہے۔

دوسری وجہ اختلاف کا جواب

معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے اور بحالت خواب بھی درست۔ اور ان دونوں میں کوئی مخالفت و تعارض نہیں ہے۔ جائز و ممکن ہے کہ پہلے یہ معراج خواب میں ہوا اور وہ معراج بیداری کیلئے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر حالت بیداری میں معراج ہوا ہو۔ جو اس خواب کی تعبیر و تصدیق ہو اور یہ بھی جائز و ممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کی حالت طاری ہو اور وسط میں بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے کہ معراج صرف بیداری میں ہوا ہو اور بعض احادیث میں جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے اس سے امور عالم بالا میں استغراق اور اس حالت استغراق سے افاقہ اور عالم دنیوی کی طرف توجہ مراد ہو۔

علامہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے:

و الجمهور على ان وقوعها فى ليلة وا حدة فى اليقظة بجسده المكر م ﷺ و قيل وقع ذا لك مرتين مرة فى المنا م تو طيه و تمهيداً و مرة فى اليقظة

(قسطلا نی ج ٦ ص ٢٢٧) کہ جمہور قائل ہیں کہ اسراء بیت المقدس تک اور معراج آسمانوں تک دونوں یک بارگی ایک رات میں بیداری کی حالت میں جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ بعض قائل ہیں کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ خواب میں بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری میں۔

الثابت فی الروایات انه کان فی الیقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشکال و الا فیتحمل هذا مع قوله آخر الحدیث و استیقظ و هو فی مسجد الحرام علی انه کان فی طرفی القصة نائماً و لیس فی ذالك ما یدل علی کونه نائماً فیها کلها۔ (قسطلانی۔ ج ١٠ ص ٥٠٥)

یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے کہ عام روایتوں میں ہے کہ معراج بیداری میں ہوا۔ سو اگر ہم تعدد معراج کے قائل ہوں تو پھر کوئی اعتراض و اختلاف باقی نہیں رہتا، یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ خواب میں معراج ہوا، ایک دفعہ بیدای میں۔ اور اگر ہم تعدد کے قائل نہ ہوں تو اس لفظ نیند سے اور جو آخر حدیث میں اس سے بیدار ہونے کا ذکر ہے، یہ مراد ہونا محتمل ہے کہ آپ ﷺ اول اور آخر اس واقعہ کے نیند میں تھے، اور یہ کہیں نہیں پایا گیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اور

ای استیقظ من نومة نامها بعد الاسراء او انه افاق مما کان فیه مما خاطر باطنه من مشاهدة الملاء الاعلی فلم یرجع الی حال بشریه الا و هو نائم اور یہ بھی قسطلانی (ص ٥٠٨۔ جلد ١٠) میں ہے کہ آخر حدیث میں جو بیدار ہونے کا ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس نیند سے بیدار ہوئے جو بعد واپسی آپ پر طاری ہوگئی تھی یا یہ مراد ہے کہ جس مشاہدہ عالم بالا میں آپ مستغرق تھے اس سے افاقہ میں آ کر حالت بشریت کی طرف ایسے وقت رجوع فرمایا کہ آپ سوتے تھے۔

ای افاق مما کانه فیه فانه کان اذا اوحی الیه یستغرق فیه فاذا انتهی رجع الی حالته الاولی فکنی عنه بالاستیقاظه (فتح الباری ج ١٣ ص ٤٠١)

اور فتح الباری میں کہا ہے کہ آپ ﷺ کو اس حالت استغراق سے افاقہ ہوا جس میں آپ مستغرق تھے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کی طرف وحی ہوتی آپ اس میں مستغرق ہو جاتے۔ وہ حالت ہو چکی تو آپ نے پہلی حالت کی طرف رجوع کیا اسی کو کنایۃً بیدار ہونا کہا گیا ہے۔

قال الکرمانی ثبت فی الروایات الآخر ان الاسراء کان فی الیقظة و اجاب بقوله ان قلنا بتعدده فظاهر و ان قلنا باتحاده فیمکن ان یقال کان فی اول الامر و آخره فی النوم و لیس فیه ما یدل علی کونه نائماً فی القصة کلها .(عمدة القاری)

اور عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں کہا ہے کہ کرمانی نے فرمایا ہے اکثر روایات میں ثابت ہو چکا ہے کہ معراج بیداری میں تھا، پھر خود اس حدیث کا جس میں نیند کا ذکر ہے یہ جواب دیا ہے کہ اگر تعدد واقعہ معراج کے قائل ہوں تو ظاہر ہے (وہ پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا) اور اگر ایک واقعہ کے قائل ہوں تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ اول اور آخر واقعہ میں سو گئے تھے اور یہ کہیں نہیں آیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اس امکان واحتمالات کے ساتھ کسی مومن وقائل حدیث سے ممکن ومتصور نہیں کہ خواب اور بیداری کے الفاظ دیکھ کر ان احادیث کے تعارض کا مدعی ہو کر ان احادیث کو موضوع کہہ دے۔ یہ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا۔ جو اس سے وقوع میں آیا، جس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ درحقیقت صحیحین کا منکر اور حدیث کا دلی دشمن ہے۔

تیسری وجہ اختلاف کا جواب

محل معراج ونزول فرشتہ جو آنحضرت ﷺ کے گھر اور بیت الحرام دونوں کو کہا گیا ہے اس میں بھی کوئی مخالفت نہیں۔ جائز وممکن ہے کہ فرشتہ پہلے آپ کے گھر میں آیا ہو پھر جب آپ حرم میں تشریف لائے تو وہاں حاضر ہو گیا ہو۔ بلکہ اگر ایک دو مقام میں اور بھی آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوتے تو وہاں بھی فرشتہ کا جانا ممکن

تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعحضها وانا فی الحطیم و فی بعضها بینا اذا عند البیت و فی بعضها فرج سقف بیتی و انا بمکة و فی بعضها استربه فی شعب ابی طالب و فی بعضها فی بیت ام هانی و هو اشهر۔ و الجمع بین هذه الاقوال علی ما ذکره فی فتح الباری انه بات فی بیت ام هانی و بیتها فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتها و اضاف البیت الی نفسه الشریفة لبیتوته فیه فنزل الملك فاخرجه من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملك فاخرجه من المسجد۔

(لمعات) کہ معراج کے مکان کی تعیین میں روایات کا اختلاف ہے۔ بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے، بعض میں حجر کا، بعض میں بیت اللہ کا، بعض میں آپ کے گھر کی چھت سے فرشتہ کے آنے کا۔ بعض میں ابوطالب کی شعب کا (یہاں تک) کہ بعض میں ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر کا۔ ان سب کو فتح الباری میں یوں باہم متوافق کیا ہے کہ آپ اس رات امام ہانی کے گھر میں تھے جو ابو طالب کے شعب میں تھا اسی گھر کی چھت چیر کر فرشتہ آیا تھا، اسی کو آپ نے اپنا گھر کہا کیونکہ اس میں آپ رہتے تھے۔ پھر فرشتہ آپ ﷺ کو مسجد الحرام میں لے گیا۔

هكذا فی المرقاة و زاد فیه فاخرجه من البیت الی المسجد و کان مضطجعاً و فیه اثر النعاس ثم اخرجه من الحطیم الی باب المسجد۔

ملا علی قاری نے ایسا ہی مرقاۃ میں بیان کیا ہے، اس میں یہ زیادہ ہے کہ گھر سے فرشتہ آپ کو مسجد میں لایا، اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تھا، پھر حطیم سے (جس کو حجر بھی کہتے ہیں) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہاں سے براق پر سوار کرایا۔

اور جب کہ ان سب مواضع میں فرشتہ کا آنا یوں ممکن و محتمل ہے، تو پھر اس ظاہری اختلاف کی نظر سے ان کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا، مومن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز مرزا قادیانی کے، جو

منکر حدیث ہے، کس طرح ہوسکتا ہے۔

چوتھی وجہ اختلاف کا جواب

درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے، اور جو شریک کی حدیث میں قبل از وحی کا لفظ وارد ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا، حاشا و کلا ۔ بلکہ اس حدیث میں صریح الفاظ کے ساتھ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا تو اس وقت وہ آپ کو پوچھ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کو نہ دیکھا، یہاں تک کہ پھر کسی اور شب کو آیا اور اس وقت آپ کو آسمان پر لے گیا۔ ان دونوں شب میں جو فاصلہ تھا اس کے تعیین میں اختلاف ہے۔ سات سے لے کر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جائے، تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا اس شب میں وہ آپکو پوچھ کر چلا گیا۔ اس شب معراج نہیں ہوا، معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگوں نے شریک کی اس روایت میں لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا، اور شریک کو اس کے بیان میں متفرد اور دوسرے راویوں کا مخالف کہا ہے، انہوں نے اس حدیث کے اس جملہ کی طرف کہ فرشتہ اس رات آپ کو پوچھ کر چلا گیا اور پھر نظر نہ آیا، توجہ وغور سے نہیں دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا اور دھوکہ کھایا اور جن لوگوں نے اس جملہ کو توجہ سے پڑھا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ شریک نے اس لفظ کے بیان میں کوئی غلطی نہیں ۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ میں شریک متفرد بھی نہیں اور راویوں نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس لفظ کو ان روایات سے جن میں معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان ہوا ہے، کوئی مخالفت نہیں، کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہیں ہے۔

اس مقام میں اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کئے جاتے ہیں اور خطوط وحدانی (بریکٹس) میں اس کی شرح میں بعض اقوال منقول ہوتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شریک کی اس میں کوئی

غلطی نہیں، بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی میں ہے:

جاء ثلاثه نفر لم اقف علی اسمائهم صریحاً لکنهم من الملائکة لاکن فی روایة میمون بن سیاه عند الطبری فاتاه جبریل و میکائیل۔ قبل ان یوحی الیه۔ و هو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ایهم هو، محمد و قد روی انه کان نائماً معه حینئذ عمه حمزه بن عبد المطلب و ابن عمه جعفر بن ابی طالب۔ فقال اوسطهم هو خیرهم فقال آخرهم و لابی ذر عن الکشمینی فقال احدهم ای احد النفر الثلاثه خذوا خیرهم للعروج به الی السماء فکانت تلك اللیلة ای فکانت تلك القصة الواقعة تلك اللیلة ما ذکرها فلم یرهم ﷺ حتی نوه لیلة اخری لم یعین المدة بین اللیلتین فیحتمل علی ان المجیء الثانی کان بعد ان یوحی الیه و حینئذ وقع الاسراء و المعراج و ان کان بین المجیئین مدة فلا فرق بین ان یکون تلك المدة لیلة واحدة او لیالی کثیرة او مدة سنین وبهذا یحصل الجواب عما استشکله الخطابی و ابن حزم و عبدالحق و عیاض و النووی من قبل قوله قبل ان یوحی الیه و نسبتهم روایة شریك الی الغلط لان المجمع علیه ان فرض الصلوة کانت لیلة الاسراء فکیف یکون قبل الوحی و ان شریکاً تفرد بذلك فارتفع الاشکال کذا قرره ابن حجر ... اما دعوهم تفرد شریك فقال الحافظ ابن حجر انه قد وافقه کثر بن خنیس عن انس کما اخرجه سعید بن یحی الاموی فیما یری قلبه و تنام عینه و لا ینام قلبه وکذالك الانبیاء تنام اعینهم و لا تنام قلبهم فلم یکلموا حتی احتملوه فوضعوه عند زمزم۔ الحدیث۔ (بخاری۔ ص ۱۱۲، قسطلانی۔ ج ۱۰ ص ۵۰۵)

تین شخص (میں ان کے نام پر مطلع نہیں ہوا، میمون بن سیاہ کی روایت میں جو طبری نے نقل کی ہے جبریل و میکائیل کا نام آیا ہے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے ایسے وقت میں آئے کہ آپ ﷺ مسجد الحرام میں سوتے تھے، ان میں سے اول بولا، ان (سونے والوں) میں محمد کونسا ہے (ایک روائت میں ہے اس وقت آپ کے ساتھ دو آدمی اور سوتے تھے ایک آپ کے چچا حمزہ دوسرے آپ کے چچازاد بھائی جعفر)۔ ان ملائکہ سے بیچ والا بولا، محمد وہ ہے جوان میں سے بہتر ہے۔ پس اخیر والا بولا (کشمینی کی روایت ہے ان میں سے ایک بولا) اس بہتر کو لے لو (یعنی آسمان پر لے جانے کو)۔ پس اس رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا (یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے۔ ان دو دفعہ کے بیچ کی مدت مقرر نہیں ہوئی۔ پس یہ قرار دیا جائے گا کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا اور اس وقت سیر معراج کا وقوع ہوا۔ ان دو دفعہ کے آنے میں کچھ مدت تھی تو اس مطلب میں کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ وہ مدت ایک رات کی ہو یا کئی راتوں کی یا چند برسوں کی۔ اس مطلب سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا جواب ادا ہوا۔ جو ان کو لفظ قبل از وحی سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس لفظ کے بیان میں انہوں نے شریک کو غلطی پر کہا، وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج میں فرض ہوئی تھی، پھر معراج قبل از وحی کیونکر ہوسکتا ہے۔ اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے اور کسی نے یہ لفظ نہیں بولا، یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہو گیا۔ ایسا ہی حافظ ابن حجر نے تقریر کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثیری خنیس بھی لایا ہے، چنانچہ یحی بن سعید اموی نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے، (یعنی شریک اس میں متفرد نہیں ہے) وہ فرشتے اس حالت میں آئے کہ آپ کا دل بے دار تھا اور آنکھ خواب میں تھی، دل خواب میں نہ تھا۔ ایسا ہی اور انبیاء کرام کا حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتے۔ تب وہ فرشتے کچھ نہ بولے۔ آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گئے۔ اور زمزم کے پاس لے جا کر رکھا۔ (تا آخر حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کو اوپر لے جانے کا بیان ہے)

ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۹ میں کہا ہے:

و اما ما ذكره بعض الشراح انه كا ن بين ا لليلتين اتاه فيها الملا ئكة سبع و قيل ثما ن و قيل عشر و قيل ثلا ثه عشر فيحمل على ارادة السنين لا كما فهمه الشا ر ح المذ كور انها ليا ل

کہ ان دونوں راتوں میں مدت فرق بعض نے سات بعض نے آٹھ بعض نے نو بعض نے دس بعض نے تیرہ بیان کئے ہیں۔جس سے سال مراد ہیں نہ راتیں جیسا کہ بعض شراح نے سمجھا ہے کہ ان اعداد سے راتیں مراد ہیں۔

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے:

قيل ان هذا كا ن اسرا ء المنا م قبل الوحى و اما اسراء اليقظة فبعد النبوة و قيل بل الو حى ههنا مقيد و ليس با لو حى الذ ى هو مبدء النبوة و المراد قبل ان يو حى اليه فى شا ن الاسراء فاسرى فجاءةً من غير تقدم اعلا م (زاد المعاد۔ ج ١ ص ٢٤) و قيل المراد به قبل ان يو حى اليه بيا ن الصلوة (قسطلا نى۔ ج ١٠ ص ٥٠٥)

کہ قبل از وحی خواب کا معراج تھا اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے۔بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہیں جو مبدء نبوت ہے، بلکہ خاص کر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے یا وہ وحی جو حکم نماز میں وارد ہوئی ہے۔ان تاویلات کو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے، مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل وحی کو معراج سے تعلق ہی نہیں (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے اور آئمہ حدیث نے اس کو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔

بالجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسی طرح اعتراض کا محل نہیں ہے۔نہ یہ اور روایات کے مخالف ہے، نہ اس کا راوی اس کے بیان میں متفرد ہے۔لہذا اس لفظ کی نظر سے اس حدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دے کر موضوع ٹھہرانا مرزا قادیانی ہی کا کام ہے جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔مومن متبع سنت سے اس دعوی موضوعیت پر جرأت نہیں ہوسکتی۔

تکلم ابن حزم و القاضی عیاض و غیر هما علی حدیث هذا و انتصر له جماعة منهم ابو الفضل بن طاهر فصنف فیه جزءً ... ما یتعلق به مستوقی عند الکلام علیه انشاء الله تعالی فی موضعه (مقدمه فتح الباری)

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کی حدیث کے بعض الفاظ پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہیں جن کے ایک جماعت محدثین نے کہ ازانجملہ ایک ابوالفضل بن طاہر ہیں، حدیث شریک کی نصرف و مدافعت میں کھڑے ہوکر کافی جواب دیئے ہیں۔ مگر یہ جرأت کسی محدث سے نہیں ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کی حدیث کو دوسری احادیث کے معارض و مخالف ٹھہرا کر ان سب کو موضوع قرار دیا ہو۔ محدثین سلف میں سے جس نے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے، اس نے صرف اسی لفظ کو شریک کے اغلاط سے خیال کرلیا۔ اصل حدیث اور اس کے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہیں کیا، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے عمل میں آیا۔

ہمارا قول نمبر ۳

آپ (مرزا قادیانی) لکھتے ہیں احادیث کے دو حصہ ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۲)

مرزا قادیانی کا جواب

میں نے اصطلاح اہل حدیث سے سروکار نہیں رکھا۔ ہر شخص اپنی اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے۔ میں نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول ہیں جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک مسلمان ان تمام احکام کو عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں، یا کبھی کبھی کرنے کے لئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔ بخلاف قصص و اخبار کے جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں، مسلمانوں کو ان کے علم و اطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جن کو وہ قصے یاد و معلوم ہوں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

اس جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے سراسر جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دیا ہے۔ضروریات دین سے احکام متعلق عمل کو مراد لیا اوران سب احکام کے جاننے اورعمل میں لانے کومسلمان ہونے کیلئے ضروی شرط ٹھہرایا، اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا اوران احکام عملیہ کے مقابلہ میں احادیث متعلقہ عقاید ایمانیہ اسلامیہ سنیہ کو محض قصص واخبار ٹھہرا کرضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا اوران کے جاننے ماننے کوغیر ضروری بتایا۔اوراکثر مسلمانوں کوان عقائد سے بے خبر قرار دیا۔اوران چھ دعاوی میں ایسا کذب ومغالطہ سے کام لیا کہ سچ کوان کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا۔ضروریات دین سے مرزا قادیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت وضرورت دینی ہیں تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑھ کر اور پیشتر ان ضروریات میں داخل وشامل ہیں۔مرزا قادیانی نے ضروریات دینیہ میں صرف عملیات کوداخل کرنے اوراعتقادیات کوخارج کرنے میں دوجھوٹ کاارتکاب کیا ہے:

ان اعتقادیات کو جاننا اور ماننا ایسا ضروری اور مسلمان بننے کا لازمہ ہے کہ ویسا احکام عملیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔عقائد اسلامیہ سنیہ کا جاننا ہر ایک مسلمان سنی کوضروری ہے، بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کو ہر ایک مسلمان کا جاننا ضروری وشرط اسلام نہیں۔ بلکہ خاص کر اسی مسلمان کواس حکم کا جاننا ضروری ہے جواس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔مثلاً ایک شخص فقیر ہےاور وہ صرف ادائے نماز کے لائق ہے،تو اس پر اس حکم نماز کا جاننا اوراس پر عمل کرنا ضروری ہے۔اور جب وہ زکوۃ کے لائق مال دار ہو جائے،تب اس پر احکام متعلقہ زکوۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کر لے،تو اس وقت اس پر حج کے احکام کا جاننا لازم ہوتا ہے۔اور جب وہ تجارت کرنے لگے تو اس وقت اس پر احکام تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ایسے ہی اور ہزاروں بلکہ بے شمار احکام ہیں جن کا قبل از وقت تمام مسلمانوں کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

اوراعتقادیات کا یہ حال ہے کہ مسلمان کہلانے کیلئے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے، لازم

ہے کہ وہ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کو مانے اور قیامت پر اور موت کے بعد جسموں کے ساتھ اٹھائے جانے اور محشر میں حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مومنوں کے بہشت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں داخل ہونے کا یقین رکھے۔ اور سنی بننے کیلئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے، اہل بیت نبوی کی محبت جزء ایمان ہے، قبر کا عذاب برحق ہے، اور اہل توحید گناہ گاروں کیلئے آنحضرت ﷺ کی شفاعت برحق ہے و علی هذا القياس

بہت سے اعتقاد ہیں جو احکام عملیہ نہیں کہلاتے اور اس لئے وہ سلسلہ تعامل میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مرزا قادیانی نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانوں کے لئے غیر ضروری بتایا اور اس کے مقابلہ میں بے شمار احکام متعلقہ حج وزکوۃ و بیع، شرا، وہبہ، طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی اس نے دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اعتقادیات مذکورہ ایسے ہیں جن سے ہزار مسلمان اور سنیوں میں سے دس نہ جانتے ہوں اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہیں جن کو ہزار مسلمانوں سے صرف دس بیس جانتے ہوں گے۔ مرزا نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانوں کو واقف اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے میں بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اپنی نئی اصطلاح مقرر کرنے کا مرزا قادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے، مگر دو شرط سے۔ ایک یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے اس کو استعمال میں لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے، اور یہ بتادے کہ فلاں اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس اصطلاح میں اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف نہ کرے جس فن یا مذہب یا جماعت میں دخل دہی کا مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔ اور وہ شخص جو ان شروط کا خلاف کرتا ہے، اس پر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح میں بکری کا نام خنزیر مقرر کر کے اس کو حلال کہدے اور یہ دعوی کرے کہ دین اسلام میں خنزیر حلال ہے تو اس پر دو الزام قائم ہوں گے۔

۱۔ تو نے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے۔

۲۔ اس اصطلاح سے تو نے اصطلاح دین اسلام کا جس نے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے

،خلاف کیا۔لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

مرزا قادیانی نے اعتقادیات اسلامیہ سنیہ کو ضروریات دین سے خارج کرنے میں بعینہ یہی کام کیا ہے۔اس نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں ضروریات دین کا لفظ بولا، تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نہ کیا۔جس پر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہوا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم میں اس پر وارد کیا گیا۔اب اس نے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہیں۔تو اب اس پر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کی قرارداد کے مخالف ہے، کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات سے بڑھ کر دینی ضرورت وحاجت کا متعلق سمجھتے ہیں۔ایسا ہی مرزا قادیانی نے دیگر نئ اصطلاحات میں کام کیا ہے جس کا بیان قول مابعد اور اقوال آئندہ میں ہوگا۔ ان شاء الله تعالی۔

ہمارا قول نمبر۴

آپ (مرزا قادیانی) نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھہرایا ہے۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب

میں محدثین کا متبع اور شاگرد ہو کر گفتگو نہیں کرتا، تا میرے لئے ان کی اصطلاحوں کا پابند ہونا ضروری ہو، میں الہی تفہیم سے گفتگو کرتا ہوں۔سلامت فہم سے میری اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ راوی کے دماغ میں کوئی آفت کا دخل نہ ہو وہ فاسد العقل، مخبوط الحواس، نیم مجنوں، مدہوش نہ ہو۔تم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی حدیث صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے ان کے معانی سمجھنے سے بکلی بے نصیب تھے، یہ کم فہمی ہے۔جو شخص اس قدر بھی فہم نہیں رکھتا کہ جو بات وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے وہ کس زبان میں ہے، عربی میں یا ترکی میں یا انگریزی میں یا عبری میں، اس کی تبلیغ کیا خاک کرے گا۔تم نے یہ دعوی کیا ہے کہ احادیث بعینها الفاظ سے منقول ہیں، یہ محض فضول ہے۔یہ ہوتا تو مثلا احادیث معراج میں یہ اختلاف کیوں پڑتا، کہ کبھی موسی کو چھٹے آسمان پر کہہ دیا، کبھی ابراہیم کو، تم نے امام ابوحنیفہ کی تحقیر کی اوران کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ حدیث نبوی کے پانے سے محروم رہے اور

ان کا قیاسی اٹکلوں پر گذارہ رہا ہے۔(دیکھوص ۸۱۔۸۵ مباحثہ لدھیانہ طبع قادیانی)

اس جواب پر ہمارا نوٹ

اس جواب میں بھی مرزا غلام احمد نے محض کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔اس نے اپنی تحریر پنجم میں راویوں کی شرائط میں ایک سلامت فہم کو (جو صحت کی مترادف ہے اور اس کی ضد مقابل غلط فہمی ہے) شمار کیا تھا۔ہم نے اس کے جواب میں تحریر ہشتم میں کہا تھا کہ فہم معانی حدیث مطلق شرط روایت نہیں بلکہ خاص کر اس حالت میں شرط ہے کہ راوی، حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔تا کہ اس صورت میں مطلب حدیث میں وہ غلطی نہ کرے۔

مرزا قادیانی نے اس سیدھی بات کو بتنگڑ بنا دیا اور اس کو یہ کہنا قرار دیا کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے، وہ ان الفاظ کے معانی سے ایسے نا آشنا و بے نصیب تھے جیسے ایک عربی شخص ہندی انگریزی ترکی اور عبرانی الفاظ کے معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔اور اس افتراء میں مرزا صاحب نے لعنة الله علی الکاذبین کا کچھ لحاظ نہ کیا۔پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعل سازی یہ گھڑ لیا کہ اس سے سلامت ہوش وحواس وعدم خبط وجنون و مدہوشی مراد ہے، نہ فہم معانی۔اور شرم دنیا و خوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کے معنی کس و نا کس، محدث ہو خواہ صرف لغت عرب کا واقف ہو، یہی سمجھتا ہے کہ فہم معانی میں غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔اور اس لفظ سے سلامت حواس و ہوش وعدم جنون کے معنے نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے نہ عام لغت عرب سے واقف۔اور یہ اصطلاح میں نے اگر خدا تعالی کی شاگردی سے مقرر کی تھی تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اس کا ظاہر کرنا، اور ایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا میرا فرض تھا۔ورنہ مجھ پر وہ دونوں اعتراض وارد ہوتے ہیں جو نوٹ سابق میں بیان ہوئے ہیں ۔علاوہ بر اں اس لفظ سے میری (مرزا کی) یہی مراد تھی تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ضروری نہ تھا۔جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہو پھر قوت حافظہ کا سلامت ہونا اس کیلئے لازم ہے۔لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت حافظہ

کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس وقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تھا، بلکہ فہم معانی احادیث میں غلطی نہ کرنا مراد تھا جس پر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ناظرین منصفین سے عموماً اور مرزا قادیانی کی اتباع سے خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا طرفداری کو یک سو کر کے داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ مرزا قادیانی کے لفظ سلامت فہم کے وہ معنی صحیح ہیں جو اس نے اب گھڑ کر بیان کئے ہیں، یا وہ معنی جو ہم نے سمجھے اور بیان کئے ہیں۔ اور ہمارے اس قول کے کہ فہم معنے ہر ایک حدیث کیلئے روایت کی شرط نہیں ہے۔ کیا وہ معنی ہیں کہ جو قادیانی نے افتراء کئے ہیں کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل بے نصیب تھے اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے، ان کی نسبت وہ اس قدر بھی فہم نہ رکھتے تھے کہ وہ الفاظ عربی ہیں یا ترکی یا انگریزی وغیرہ یا یہ معنے (جو ہم نے بیان کئے ہیں) کہ ہر ایک حدیث کے معانی کو راوی حدیث کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہیں ہے۔ بلکہ خاص اس حدیث کے الفاظ کے معانی کو سمجھنا، شرط روایت ہے جس کے الفاظ کے معانی کو وہ بیان کرے۔ اور یہ جائز و ممکن ہے کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کے غریب ونادر وقلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجودیکہ وہ صاحب زبان ہو، اور لغت عرب سے واقف، نہ سمجھے اور اس وجہ سے وہ ان الفاظ کو بعینہا نقل کر دے۔ ناظرین انصاف سے کام لیں تو امید ہے کہ ہم کو ڈگری دیں گے اور مرزا قادیانی کو بہتانی اور جعل ساز کہیں گے۔

ہم اپنے اس قول اور اس کے صحیح معنے کی تائید میں اقوال محدثین واصولین سے شہادت پیش کرتے ہیں تا کہ منصفین کو داد انصاف دیتے وقت وہ اقوال مدد دیں۔

و الضبط اینکو ن متقیظاً حا فظاً غیر مغفل و لا ساہ فی حا لتی التحمل و الاداء فا ن حد ث عن حفظه ینبغی ا ن یکو ن حا فظاً و ان حد ث عن کتا به ینبغی ا ن یکو ن ضا بطة له و ان حد ث با لمعنی ینبغی ا ن یکو ن عارفاً بما یختل به المعی و لا یشر ط الذکورة و الا لحر یة و لا العلمبفقهه و غریبه و لا البصر و لا العدد (رسا له اصول طیبی)۔

طیبی نے رسالہ اصول حدیث میں بیان میں کہا ہے کہ ضبط راوی سے یہ مراد ہے کہ راوی بیدار مغز

ہو، صاحب حافظہ ہو، نہ غافل ہو اور نہ بھولنے والا۔ اگر حفظ روایت کرے تو چاہیے کہ اس کو یاد رکھتا ہو اور اگر کتاب سے دیکھ کر روایت کرے تو چاہیے کہ اس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو (یعنی وہ غلطی وتغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے تو چاہیے کہ اس غلطی سے واقف ہو، جس سے معنے میں خلل واقع ہو، اور روائت حدیث کے لئے یہ شرط نہیں کہ راوی مرد ہو (یعنی عورت بھی ہوسکتی) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنی غلام بھی ہوسکتا ہے) اور نہ یہ کہ اس کو اس حدیث کی فقہ (یعنی مسائل خفیہ مستنبطہ) کا علم ہو اور نہ یہ کہ وہ اس کے غریب (نادرالاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو، اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو (یعنی نابینا بھی ہوسکتا ہے) اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہوں)۔

حنفیہ کے ایک امام، شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف وتحقیق نے غایۃ التحقیق میں کہا ہے لم ینقل عن احد من السلف اشرا ط الفقه فی الراوی کہ راویوں کا فقیہ ہونا، یعنی معانی خفیہ حدیث کو سمجھنا شرط روائت نہیں۔

اور بعض الفاظ غریب ونادرالاستعمال حدیث کے معنے سے بے خبر ہونا بڑے بڑے آئمہ حدیث و غریب سے مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنی پوچھے تو آپ نے جواب دیا کہ اصحاب الغریب (یعنی ان لوگوں سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہیں) پوچھو، میں پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں اٹکل سے کچھ کہوں اور خطا میں پڑوں

رو ینا عن المیمو نی قا ل سئل احمد بن حنبل عن حر ف من غر یب الحد یث قا ل سلوا اصحا ب الغریب فا نی اکره ان تکلم فی قو ل رسو ل الله با لظن فا خطی (علوم الحد یث ۔ ابن الصلا ح)

اور

و بلغنا عن التا ر یخی محمد بن عبد الملك قا ل حد ثنی ابو قلا به عبد الملك بن محمد قا ل قلت للا صمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول الله ﷺ الجار احق بسقبه فقا ل انا لا افسر حد یث رسو ل الله ﷺ و لا کن

العرب تزعم ان السقب اللزدق ثم ان غير واحد من العلماء صنفوا فی ذالك ..... النضر بن شميل و ابو عبيده معمر بن المثنی و ابو عبيد القاسم بن سلام و ابو سليمان الخطابی (علوم الحديث۔ ابن الصلاح، مختصراً)

عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا کہ آنحضرتﷺ کے قول کہ ہمسایہ اپنے سقب کا حق دار ہے، کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں آنحضرتﷺ کی حدیث کی کوئی تفسیر نہیں کرتا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ عرب سقب اس کو کہتے ہیں جو ملا ہوا ہو۔

یہ اقوال ان آئمہ کے ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں بیان کئے ہیں۔ پھر کہا ہے کہ غریب الفاظ حدیث میں جن لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں وہ امام نضر بن شمیل ہیں اور امام ابوعبیدہ معمر بن مثنی وابوعبید قاسم بن سلام اور امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔

اس بیان سے مرزا کے دو کذب ومغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنی کرنے میں ان سے سرزد ہوئے ہیں۔ اب آپ کے باقی دو کذب ومغالطوں کی کیفیت ناظرین سنیں۔

صحابہ کے حدیث نبوی کو بالفاظ روائیت کرنے کا مدعی میں ہی نہیں ہوں، یہ دعوی بہت سے علماء نے کیا ہے جن میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی کلام سے مرزا صاحب بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم میں متمسک ہوئے ہیں۔ اور اس دعوی پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہیں جن میں انہوں نے دو لفظوں کو باوجود ہم معنی یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا۔ علامہ تفتازانی (جن کی کلام کے غلط معنی سمجھ کر اس کی دست آویز سے مرزا صاحب نے صحیح بخاری میں حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوی کیا ہے) اپنی کتاب تلویح کے صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں:

اما ثانيا فلان الظاهر من حال عدول الصحابة نقل الحديث بلفظه و لهذا نجد فی كثير من الاحاديث شك الراوی و انما استفاض النقل بالمعنی عندالعلماء لتقرر الحديث بالرواية و التدوين۔ (تلويح۔ ص ۲۵۵) کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تھا کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بہت

سی احادیث میں (دوہم معنی لفظوں کو) صحابہ کا شک کے ساتھ بیان کرنا پاتے ہیں۔ اگر وہ روایت بالمعنی کرتے تو ان الفاظ کے بیان میں وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا کرتے۔ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا تو علماء میں تب مروج ہوا جب کہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔

علامہ سندھی نے دراسات میں فرمایا ہے:

و من شدة اعتنا ئهم فی حفظ الا لفا ظ شكهم و ترددهم بين اللفظين و عدم اقتصا د هم على ا حد هما حتى ظن ذا لك من الد ليل على عدم صحة النقل با لمعنى فی ا للفظين المتقا ر بين جداً فی المعنى كما فی حديث عبد الله بن مسعود فی صلوة الو سطى ملاء الله اجوا فهم و قبورهم نا راً او حشى الله اجوا فهم و قبورهم نا راً.. (دراسات۔ ص ۱۸۲) کہ حفظ الفاظ حدیث میں صحابہ کے کمال توجہ پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے دوہم معنے لفظوں کے بیان میں شک وتردد ظاہر کیا اور ان میں سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ ان کے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہی نہیں، چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے میں لفظ ملاء اللہ او حشی اللہ شک سے وارد ہے (جس کے معنے پر کرنے کے ہیں)

اس کے بعد علامہ سندھیؒ نے امام ابن عبد البرؒ سے اس فعل ابن مسعودؓ سے عدم جواز روایت بالمعنے نکالنے کا جواب نقل کیا ہے، اور ان الفاظ کی مثالیں حدیث میں بہت پائی جاتی ہیں۔ ازانجملہ بخاری کی بصفحہ ۱۴۴ حدیث کسوف میں لفظ مومن یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھ مروی ہیں۔

اس دعوی کے مقابلہ میں جو مرزا قادیانی نے حدیث معراج میں آنحضرت ﷺ کا کبھی موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اس کو روایت کے بالفاظہا مروی نہ ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے، یہ اس کا محض مغالطہ ہے۔ نوٹ سابق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی مخالفت نہیں، یہ دونوں حضرات چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الآئمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین وتحقیر کا الزام جو مرزا صاحب نے خاکسار پر لگایا ہے اوران کے حق میں یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے اور قیاسی اٹکلوں پر ان کا گذارہ رہا، مجھ پر بہتان لگایا ہے اور سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت امام الآئمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے اور ناحق تہمت کرنے والے پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی ۔ قادیانی سچا ہے تو اس پر آمین کہے۔ خاکسار نے حضرت امام صاحبؒ کی نسبت صرف اتنا کہا تھا کہ اگر صحیح بخاری، امام صاحب کے وقت میں ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھوں پر رکھ لیتے ۔ پھر اس کی تائید وتصدیق میں امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کردی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے وقت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس لئے آپ کو دوسرے اماموں کی نسبت احادیث کم پہنچیں ۔اسی وجہ سے آپ نے قیاس کیا۔ یہ بات نہیں کہ آپ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کیا، جیسا کہ امام کے معترضین اور مخالفین سمجھتے ہیں۔

اصل کلام خاکسار وعبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ میں اور قادیانی کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۴۹ میں ناظرین ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ وہ کلام خاکسار وعبارت شعرانی، امام ابوحنیفہ کی مدح وتعریف کی مثبت ہے یا ان کی توہین کی موجب۔ خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح وتعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، امام شعرانی کی عبارت بھی آپ کی مدح وتعریف وحمایت ہی میں فرمائی گئی ہے۔ اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۷۱ میزان کبری، امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کر کے کہا ہے کہ اس فصل میں اس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے، پھر کہا کہ یہ کلام اس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے، اور اپنے دین میں دلیر ہے، گفتگو میں پرہیز گار نہیں اور خدا تعالی کے اس قول سے غافل ہے جس میں ارشاد ہے کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر وتیار ہے۔ پھر امام شعرانی نے امام ابوحنیفہ کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے آپ کا رائے سے بے زار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۷۲ میں وہ عبارت فرمائی ہے جس کو قادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ اس مدعا وغرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہیں۔

ہمارے زمانہ کے سرآمد حنفیہ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر میں اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید میں لائے ہیں کہ:

و ما اتباعه الاحاديث والآثار خلاف ما يظنه الظانون انه يقيس على خلاف الحديث فيدل عليه ما اورده فى الميزان الى ان نقل عبارتها. ثم قال ومطالعة الميزان لهم نافع ولاوهامهم دافع (النافع الكبير۔ ص ۱۸)

حضرت امام ابوحنیفہ احادیث وآثار کے متبع تھے، حدیث کے مقابلہ پر قیاس نہ کرتے تھے۔ (پھر اس عبارت کو نقل کر کے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ) یہ عبارت ان بدگمانوں کے لئے جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے میں قیاس کرنے والہ سمجھتے ہیں، نافع ہے اور ان کے اوہام کے دافع ہے۔

اس عبارت میزان میں اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام میں امام صاحب کی مدح اور برئت پر اس سے تمسک واستدلال نہ کیا جاتا۔

مرزا قادیانی نے اس الزام واتہام توہین امام صاحب سے حنفیوں کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے الٹا نتیجہ نکلا۔ اس کا دجال ہونا ثابت ہوا، کسی نے اس کو اپنا دوست نہ سمجھا، بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان وپنجاب نے اسے اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اس کے معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہو کر ہر شہر و دیار میں قادیانی پر نعرہ لعنت بلند کیا اور ہر جلسہ اور معرکہ میں اس کے مکفرین کا ساتھ دیا اور اس افتراء میں وہ خسر الدنيا والآخرة کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۵

شائد آپ کہیں کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوئی ہیں جیسا کہ آپکے مقتداء سید احمد خان نے کہا ہے، جس کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب

سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ صحابہ حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتے۔ مگر ان کی روایتوں پر اعتماد کرنے کیلیئے سلامت فہم ضروری شرط ہے، کیونکہ اگر فہم میں بباعث پیرانہ سالی، یا اختلال دماغ کوئی آفت پیدا ہوجاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہیں۔ اس صورت میں تو الفاظ میں بھی شک پڑتا ہے کہ شائد اختلال دماغ کے سبب سے اس میں بھی کچھ تصرف ہوگیا ہو۔ قرآن کریم کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ محجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہیں یا بعض احکام میں ان کے ناسخ ہیں (یہاں مرزا صاحب یہ لکھنا بھول گئے ہیں یا آپ کا کاتب بھول گیا کہ درحقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہیں اور نہ زوائد) اور زوائد بیان کرتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہیں۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کرے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کتاب اللہ میں نہ پاوے گا تو پھر کس چیز پر۔ تب اس نے کہا کہ پھر حدیث پر۔ الخ) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک امر دین درج ہے، کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ لہذا الحق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا اس کے مخالف ہو، وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وحی غیر متلو کی رو سے وہ مسائل قرآن سے مستخرج و مستنبط کیئے گئے ہیں۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص و اخبار) ہے، ان کو پرکھنے کے لئے قرآن محک و معیار ہے یعنی جو حدیث قرآن میں نہیں یا اس کی مخالف ہے وہ موضوع ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس میں آپ نے تین دعوی کیئے ہیں۔

ایک یہ کہ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ اس دعوی کا کذب ہونا ہم بیان کرچکے ہے۔ ہم نے

ثابت کیا ہے کہ قادیانی، سید احمد کا شاگرد ہے، اس نے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اس کو سر سید احمد سے بعینہ و باصلہ لیا ہے۔ ہاں اس شاگردی کے ساتھ وہ سر سید سے بڑھ گیا ہے اور اس کا مقابل بن بیٹھا ہے، جس کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

دوسرا یہ دعوی کہ صحابہ کی مرویات پر اعتماد کرنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ مختل الحواس تو نہیں ہو گئے تھے۔ اس دعوی میں اس نے بہت غضب ڈھایا اور دھوکہ دیا ہے، اور یہ بندوبست کرنا چاہا ہے کہ جس حدیث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اس کو اس بہانہ سے کہ اس کا راوی صحابی مخبوط الحواس ہو گیا تھا، رد کر دیا جائے۔ اس دعوی کے کذب و مغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلم ہے۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں فرمایا ہے:

و الثانية لصحابة بامرهم خصيصة و هي انه لا يسئل عن عدالته احد منهم بل ذالك امر مرفوع عنهم لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب و السنة و اجماع من يعتد به في الاجماع (علوم الحديث، ابن الصلاح) کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے کہ ان کی عدالت سے سوال نہ ہو۔ یہ سوال ان سے اٹھایا گیا ہے، کیونکہ وہ بلا تفصیل بحکم کتاب وسنت واجماع عادل ہیں، پھر اس پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات مرزا قادیانی خود لکھ چکا ہے کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے جبکہ ہوش وحواس قائم ہوں۔ اس کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۷۸ میں اس کی تحریر نمبر ہشتم میں یہ عبارت موجود ہے:

آپ (محمد حسین) اپنے بیان میں راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے ہیں اور صفت عدل، صفت سلامت کی تابع ہے۔ اگر سلامت فہم میں آفت ہو، صفت درست فہمی میں اختلال راہ پاوے تو پھر کسی کے قول وفعل میں عدل قائم نہیں رہ سکتا۔

اس کلام واعتراف کے ساتھ پھر اسی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی مرویات پر تب ہی اعتماد کیا جاوے گا جب کہ ان کی فہم میں سلامت ہو، یعنی اختلال نے راہ نہ پائی ہو، یہ کہنے کے برابر ہے کہ وہ سب عادل نہ تھے، ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مختل الحواس ہو کر ساقط العدالت ہو چکے تھے۔ اور یہ بات

قرار دادا اہل اسلام کے مخالف ہے اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے میں قادیانی نے قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کا متضمن ٹھہرایا ہے اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بنا کر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرایا کہ قرآن میں ان کا مضمون پایا نہیں جاتا۔ ومع ہذا برطبق مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون اور و اللہ لا یھدی القوم الفاسقین یہ دو فقرے بھی اس کی قلم سے نکل گئے۔ ۱۔ احادیث، مجمل اشارات قرآن کی شارح ہیں۔ ۲۔ احادیث صحیحہ، قرآن سے باہر نہیں، کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔

لہذا اس کے دعوی سوم کے ابطال کیلئے ہم کو زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں صرف ان ہی دو فقروں کے دست آویز سے یہ کہنا کافی ہے کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن میں پایا جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ قرآن میں ان امور کا بیان موجود ہے، مجمل ہو خواہ مفصل۔ جس آیت میں اس تفصیل کا ذکر ہے اس میں تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل ہوتی ہے۔ قرآن میں پانچ جگہ یہ لفظ تفصیل آیا ہے، جہاں مطلق بیان ہی کے معنے مراد ہیں (جو مرزا صاحب کی قلم سے بھی بعد لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہیں)، تفصیل مقابل اجمال مراد نہیں۔ اور جو قرآن کا بیان اجمال ہے اس کی تفصیل وشرح حدیث صحیح نے کر دی ہے ۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے اور اس کی مثال حکم ممانعت وشم ہے جو حدیث میں وارد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو اس وجہ سے داخل قرآن قرار دیا ہے کہ وہ قرآن کے اس مجمل وعام حکم کے کہ:.جو کچھ تمہیں رسول دے، لے لو اور جس چیز سے روکے، اس سے رک جاؤ۔، داخل وشامل ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ میں مفصل بیان ہوا، بناء علیہ، احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال جن کو مرزا قادیانی نے قصص واخبار بنا کر خارج از قرآن ومخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار کیا ہے، قرآن میں داخل ہیں اس سے باہر نہیں۔ قرآن مجید نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتوں میں مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ کی تفصیل وتعیین کر دی ہے۔ لہذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلافیہ کو تو اس

اصول سے قرآن میں داخل اوراس کے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کرلیا اوران احادیث کو پر کھنے کے لئے محتاج قرآن نہیں ٹھہرایا، مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھ کر صحیح اور قطعی ہیں، قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا۔ اس میں اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔

ہمارا قول نمبر ٦

آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ احادیث پر اعتراض کیا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ ج ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

مرزا قادیانی کا جواب

میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث پر اعتراض ہے جو ادلہ قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہوں (الحق مباحثہ لدھیانہ، ص۔ ۹۲)

اس جواب پر ہمارا نوٹ

یہ محض کذب ہے۔ جس مقام میں مرزا غلام احمد صاحب نے اس آیہ سے تمسک کر کے احادیث کو ظنی اور نا قابل وثوق ٹھہرایا ہے، اس مقام میں عموماً الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے اور ان میں تعارض تجویز کر کے ان میں وقوع تحریف کا دعوی کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعوی سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہیں کیا ۔ ناظرین اصل عبارت اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۸ میں ملاحظہ کریں۔

ہمارا قول نمبر ۷

علماء کا، حنفی ہوں یا شافعی، اہل حدیث ہوں یا اہل فقہ، اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب

العمل ہے۔(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ ج لد۱۴ ص ۱۹۲)۔

مرزا قادیانی کا جواب

حنفیوں شافعیوں کا یہ مذہب نہیں کہ مخالفت قرآن کی حالت میں خبر واحد واجب العمل ہے۔حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہیں رکھتے۔شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہیں رکھتے۔آپ نے کس سے سن لیا کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد بہر حال واجب العمل ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

سنی سنائی باتیں کرنا آپ (مرزا) ہی کا کام ہے، جو نہ کتابوں میں نظر رکھتے ہیں نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔آپ کا علم لدنی (خیالی) ہے اور معلم و استاد حکیم نورالدین۔انہوں نے جو کچھ کہا آپ نے مان لیا۔ہم تو ایسی بات کوئی نہیں کہتے جو کسی کتاب میں نہ ہو، آپ جس کتاب اصول سے چاہیں ہم یہ مسئلہ آپ کو نکال دیتے ہیں۔مثلاً کتاب توضیح میں ہے:

الثا لث یو جب غلبة الظن اذا اجتمع الشرا ئط التی اذ کر ها و هی کا فية لو جو ب العمل ۔ (تو ضیح۔ ص ٣٠٤)

تیسری (خبر واحد) مفید ظن ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے۔

الجمهور ذهبوا الی انه یو جب العمل دو ن العلم ۔ (تلو یح ۔ ص ٣٠٤)

جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ (خبر واحد) عمل کو واجب کرتی ہے نہ یقین و اعتماد کو۔

اس مقام میں ہم نے صرف اتنا ہی دعوی کیا تھا۔سو اس کا ثبوت دے دیا۔رہا یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے یا نہیں، اور وہ کتاب اللہ کے معارضہ میں مقبول ہے یا نہیں؟ سو اس مقام میں اجنبی ہے۔ہمارے نزدیک احادیث محل نزاع (متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال وغیرہ) کتاب اللہ کے مخالف

نہیں، بلکہ عین موافق ومطابق ہیں ۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ میں مذکور ہوا۔لہذا اس مقام میں ہم کو اس مسئلہ کے بیان اور مذاہب کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی ۔

مرزا قادیانی نے جو اس باب میں شافعیوں کا مذہب نقل کیا اس میں بھی کذب سے کام لیا ہے اور اپنی بے علمی کا اظہار کیا ہے۔امام شافعی کتاب اللہ کے عام کی خبر واحد سے تخصیص،اور اس طور سے قرآن پر زیادتی کو جائز رکھتے ہیں، چنانچہ توضیح تلویح میں بتفصیل بیان ہوا ہے:

و لکن عند الشا فعی هو دلیل فیه شبهة فیجوز تخصیصه بخبر الوا حد و القیاس ای تخصص عا م الکتا ب بکل واحد من خبر الوا حد و القیاس ۔

(تو ضیح تلو یح، ص ۷۱)

ہمارا قول نمبر ۸

اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علمائے اسلام نے ،جن میں مقلد حنفیہ ومحدث سب داخل ہیں ،اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں ۔،اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ مسلم چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے اس حدیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے موافق مذہب کیوں اختیار نہ کیا؟ ،تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے یا بعض وجوہات ترجیح پر۔آپ فتح القدیر وبرہان ملاحظہ کریں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ سے ۲۰۱ تک)

مرزا قادیانی کا جواب

یہ سفید جھوٹ ہے۔اگر علمائے متقدمین کے نزدیک بخاری مسلم کی حدیثیں بغیر کسی عذر، نسخ وغیرہ کے، بہرحال واجب العمل ہوتیں تو وہ بھی آپ کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ،رفع یدین کرتے ۔آپ کا یہ کہنا کہ وہ دوسرے طور پر معنے کرتے ہیں، دوسرا جھوٹ ہے ۔ وہ تو صریح منسوخ یا ضعیف قرار دیتے ہیں ۔

آپ سچے ہیں تو لودہانہ کے علماء سے شہادت دلائیں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

کسی پر صرف منہ سے جھوٹ بولنے کا دعوی کرنا آسان ہے مگر انسان اور مرد میدان وہ ہے جو اپنے دعوی کو ثابت کردے۔ آپ انسان اور مرد میدان ہیں تو ان اپنے دونوں دعووں کو حنفیہ کی کتابوں سے حنفی علماء کے مجمع میں ثابت کریں۔ یہ نہ ہوسکے (اور ہرگز نہ ہوگا۔ آپ میدان میں نہ نکلیں گے۔ اور نہ کسی کتاب سے متقدمین حنفیہ کے اس کا ثبوت پیش کریں گے) تو اس باب میں مباہلہ کریں۔ میدان میں آویں اور قسموں کے ساتھ کہیں کہ بعض حنفیوں نے بعض احادیث صحیح بخاری کے برخلاف عمل کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی تاویل و معانی میں اختلاف کیا ہو یا دیگر وجوہات سے ان کی معارض حدیثوں کو ترجیح دی ہو۔ یہ بات جھوٹ ہو تو قائل پر خدا کی لعنت ہے۔

خاکسار محمد حسین نے اپنے بیان میں دو دعوی کیئے ہیں۔ از انجملہ اول دعوی کے ثبوت میں اقوال علماء محدثین وفقہاء صفحہ ۱۶۵ سے ۲۰۰ تک جلد ۱۴، اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکا ہے۔ اور دوسرے دعوی کے ثبوت کے لئے فتح القدیر اور برہان شرح مواہب الرحمٰن کا حوالہ دے چکا ہے۔ اس ثبوت خاکسار کو اہل اسلام کی پبلک کافی نہ سمجھے تو میں اور ثبوت دینے کو مستعد ہوں اور مرزا قادیانی مباہلہ چاہے تو میں اس کیلئے بھی حاضر ہوں۔

دعوی ضعف کے ساتھ لفظ منسوخ کو جو مرزا قادیانی نے ملا دیا، اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ بے شک بعض احادیث صحیحین کو بعض حنفیہ نے منسوخ قرار دیا ہے، مگر کسی حدیث کے منسوخ ہونے سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ نسخ تو آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے جس سے کوئی مسلمان یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ وہ آیات ضعیف ہیں، یعنی ان کا قرآن سے ہونا ثابت نہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے جب دیکھا کہ کسی حدیث بخاری کو حنفیوں کا ضعیف قرار دینا تو مجھ سے ثابت نہ ہوسکے گا، تو اس کے ساتھ بعض اور منسوخ کے لفظ لگا دیئے۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمان اس

دھوکہ میں نہ آئیں گے۔وہ جانتے ہیں کہ منسوخ ہونے سے ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ہمارا قول نمبر۹

ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ص ۱۹۴)

مرزا قادیانی کا جواب

ابن الصلاح کا قول حجت نہیں ۔اس کا قول حجت ہے،تو چاہیے کہ ان لوگوں کا قول بھی حجت ہو جنہوں بخاری ومسلم کی حدیثوں میں قدح کیا ہے۔تلویح میں لکھا ہے(یہ پوری حدیث پہلے نقل ہوچکی ہے۔یہ وہ حدیث ہے جس کو قادیانی نے تحریر نمبر ۷ میں صحیح سمجھا ہے اوراس کی دست آویز سے حدیث کوقرآن پر عرض کرنا ضروری ٹھہرایا تھا۔اب بخاری پر جرح وقدح کرنے کی حرص سے اس حدیث کا علامہ تفتازانی کی تقلید سے موضوع ہونا مان لیا۔یہ شتر مرغی یا روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) کہ بخاری میں یہ حدیث یکثر لکم الا حادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث اعرضوہ علی کتاب اللہ ۔ الخ (یعنی جو صاحب تلویح کے نزدیک مجروح وموضوع ہے۔محمد حسین) مسلم کی شرح نووی میں شریک کی حدیث میں (جو بخاری ومسلم میں ہے) قبل ان یوحی الیہ کا لفظ غلط لکھا ہے،نووی نے شرح مسلم میں حدیث اقض بینی و بین ھذا الکاذب کا جھوٹا ہونا تجویز کیا ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ

ابن الصلاح یا کسی اور شخص کا قول بلا دلیل تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔بلکہ جس قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہواسی کو تسلیم کیا،کرایا جاتا ہے۔قول ابن الصلاح کی دلیل،صحت صحیحین پر اجماع امت ہے۔جس کو مخالفین وموافقین نے نقل کیا ہے۔اس اجماع سے قطعیت صاف ثابت ہوتی ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں خود مان چکے ہیں کہ وہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ

یقین کرتے ہیں۔اس اظہار یقین کے بعد انہیں ابن الصلاح کا قول ماننے سے کب عذر ہوسکتا ہے۔

اب ان لوگوں کے اقوال کو دیکھا جاتا ہے جنہوں نے صحیحین کی حدیثوں پر جرح وقدح کیا ہے۔وہ بے وجہ وبلا دلیل نکلے تو پھر وہ کیونکر لائق تسلیم ہوسکتی ہے۔تلویح میں جو حدیث یکثر لکم الاحادیث پر جرح کیا گیا ہے،صحیح بخاری اس جرح سے یقیناً پاک ہے۔وہ حدیث موضوع صحیح بخاری میں نہیں ہے۔بلکہ وہ زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۴ ص ۲۰۹ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔صاحب تلویح نے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور اس پر جرح کیا ہے،تو اس میں صحیح بخاری یا اس کے مصنف کو نشانہ نہیں بنایا اور نہ یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔مرزا قادیانی نے جو کہا ہے کہ تلویح میں لکھا ہے کہ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے،، یہ سفید جھوٹ ہے۔تلویح میں یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔بلکہ تلویح میں اس حدیث کے رد کرنے اور موضوع قرار دینے کے بعد یہ فقرہ لکھا ہے:

ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الا نقطاع او کون احد رواتہ غیر معروف ۔جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ بخاری کا اس کو اپنی صحیح میں لانا اس کے منقطع اور اس کے راوی کے غیر معروف ہونے کے مخالف نہیں۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول ملا خسرو محشی تلویح کتاب کشف کے مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے،رد وجواب ہے۔صاحب تلویح اس کے جواب میں گویا یہ کہتے ہیں کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری میں ہے،تو بھی صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ منقطع وغیر متصل ہے اور اس کا راوی غیر معروف ہے۔

قولہ ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الا نقطاع اقول فیہ رد علی صاحب الکشف حیث قال ان الامام ابا عبد اللہ محمد بن اسماعیل اورد ھذا الحدیث فی کتابہ ۔(ص ۸۶)۔

صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کرکے اس کا یہ جواب دیا ہے۔خود اپنے علم یا رویئت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان نہیں کیا۔

مرزا قادیانی نے یہ لفظ کہ بخاری میں یہ حدیث ہے از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کر کے اس پر افتراء کیا۔ مباحثہ لدھیانہ کے جلسہ آخیر میں اسے اس کذب پر متنبہ کیا گیا تو اس نے اور اس کے ایک کاسہ لیس نے اس کے جواب میں عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور جھوٹ کا ملمع چڑھا دیا۔ مرزا قادیانی نے کہا: ظاہر کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحدیث علی القرآن) بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابلہ پر یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری، جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان، میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر ناسمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلی عدم لازم نہیں آتا۔ جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویئت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے، اور آپ کو یہ دعوی نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے، قلمی وغیر قلمی، آپ دیکھ چکے ہیں۔ اگر ثانی الحال کوئی نسخہ قلمی نکل آوے، جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مؤمن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے، اور فقط ایک مومن کی شہادت رویئت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی، صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی (ازالہ اوہام)

اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب ہوتا تو اسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جب کہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت اس کی رویئت صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد مل کر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری میں دیکھی تھی۔ (ازالہ اوہام)

(ایسا ہی مرزا قادیانی کے ایک مرید نے الحق مباحثہ لدھیانہ کے حاشیہ میں لکھا ہے)۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے وہ سراسر کذب و مغالطہ ہے۔ علامہ تفتازانیؒ نے کتاب تلویح میں اس حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اس میں علامہ تفتازانیؒ نے نہ اس حدیث کا بخاری میں موجود ہونا بیان کیا ہے، نہ اس حدیث کے متعلق اپنی رویئت ظاہر کی ہے۔ اور نہ اس حدیث کے بخاری میں ہونے کی شہادت دی ہے۔ اس کا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے

قول کا جواب ہے۔اب قادیانی کے اکاذیب ومغالطات دیکھیں کہ

پہلے اس فقرہ کا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے علامہ پر افتراء کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کی رویئت کا جھوٹا دعوی کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کو اس بیان کا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، گواہ بنایا ۔

پھر اس کی تائید میں یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ ایک شخص کی رویئت ہلال رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، جو علی الاطلاق کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔

پھر دوسرے علماء کے اس دعوی رویئت پر سکوت کو شہادت بنا دیا۔

جو شخص تلویح کے اس مقام کو دیکھے گا ، وہ صاف یقین کرے گا کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، صاف جھوٹ ہے۔علامہ تفتازانی نے نہ یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، نہ یہ کہا ہے کہ میں نے اس میں خود دیکھی ہے۔اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری میں پائے جانے کی نسبت شہادت ہے، نہ اور علماء کا اس پر سکوت اس کی شہادت ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ شائد کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہوگی ،اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث موضوع وافتراء کفار کا صحیح بخاری میں ہونا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کسی نسخہ قرآن میں یا صحیح بخاری میں شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے اگر کوئی یہ کہد ے کہ ایک نسخہ قلمی قرآن میں اس مضمون کی آیت ہے کہ خنزیر حلال ہے اور صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخہ میں اس مضمون کی حدیث میں نے دیکھی ہے،تو اس کے جواب میں مسلمان یہی بات کہیں گے کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، اور کوئی شخص بجز قادیانی یہ تجویز نہ کرے گا کہ شائد کسی قلمی نسخہ میں یہ آیت وحدیث ہو۔

ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، کیونکہ اس حدیث کا موضوع وافتراء ہونا اور اس کے مضمون کا مخالف ومعارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے۔

اس بیان سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ حدیث ایسی موضوع وافتراء کفار ہے تو علامہ تفتازانی نے نہ سہی ،

صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیوں سمجھا اور علامہ نے اسکے جواب میں صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بخاری میں اس کے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیوں نے اس کو اس کتاب میں وارد کر کے اس سے کیوں استدلال کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا، اس نے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور یہ امر غیر واقع و مستبعد نہیں ہے۔ بہت سے ایسے اکابر گذرے ہیں جن کو خاص خاص فنون کا شغل و تعلق رہا ہے، جن میں ان کو امامت کا درجہ بھی حاصل ہوا، لیکن دوسرے فنون کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت میں جو خاص خاص فنون میں ان کو حاصل تھا، خلل انداز نہیں سمجھا گیا۔ اس کی تائید میں ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہیں جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کریں گے جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت یہ ہے جو تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی سے منقول ہے:

نوح۔ الجامع لجلالته فی العلم ترك حديثه۔ و كذا لك شيخه مع عبادته۔ فكم من امام فی فن مقصر من غيره كسيبويه مثلاً امام فی النحو و لا يدری ما الحديث و وكيع امام فی الحديث و لا يعرف العربية و كابی نواس راس فی الشعر عری من غيره و عبد الرحمن بن مهدی امام فی الحديث لا يدری ماالطب قط و محمد بن الحسن راس فی الفقه لا يدری ما القرئة و كحفص امام فی االقرئت تالف فی الحديث و للحرب رجال يعرفون بها (ملخص طبقات ذهبی) نوح کی نسبت کہا ہے کہ وہ جامع اور علم میں جلیل الشان تھا۔ متروک الحدیث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جو ایک فن میں امام تھے، دوسرے میں قاصر۔ جیسے سیبویہ نحو میں امام تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ حدیث کیا چیز ہے اور وکیع حدیث میں امام تھے، علم ادب نہ جانتے تھے۔ ابونواس شعر میں رئیس تھے اور دیگر فنون سے عاری۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی

حدیث میں امام تھے اور نہ جانتے کہ طب کیا ہے۔ اور امام محمد بن حسن فقہ کے امام تھے اور نہ جانتے تھے علم قرأت کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قرأت میں امام تھے، حدیث سے خالی۔ چنانچہ کہا گیا ہے لڑائی کیلئے مخصوص لوگ ہوتے ہیں جو اس سے پہچانے جاتے ہیں۔

خاص شہادت یہ ہے کہ مفسرین اور فقہاء اصولین اپنی کتابوں میں بہت سے ایسی احادیث لائے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں اور اس امر کو محدثین اور ان فقہاء نے جن کو علم حدیث میں دخل ہے، بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طیبی شارح مشکوۃ نے رسالہ اصول حدیث میں کہا ہے:

ولوا ضعون الحديث اصناف و اعظمهم ضرراً من انتسب الى الزهد فوضع احتساباً و وضعت الزنادقه ايضاً جملا ثم نهضت جهابذة الحديث بكشف عوارها و محو عارها و الحمد لله و قد ذهب الكرامتيه و الطائفة المبتدعه الى جواز وضع الحديث فى الترغيب و الترهيب و منه ماروى عن ابى عصمة نوح بن ابى مريم انه قيل له من اين لك عن عكرمة عن ابن عباس فى فضائل القرآن سورة سورة فقال انى رئيت الناس قد اعرضوا عن القرآن و اشتغلوا بفقه ابى حنيفه و مغازى محمد بن اسحاق فوضعت هذه الاحاديث حسبة ۔ و قد اخطا المفسرون فى ابداعها فى تفاسيرهم الا من عصمه الله و مما ادعوا فيها انه قال ﷺ حين قرء و مناة الثالثة الاخرى ، تلك الغرانيق العلى و ان شفاعتهن لترجى۔ و لقد اشبعنا القول فى ابطاله فى باب سجدة التلاوة و كذا ما اورده الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث فاعرضوا على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه فردوه قال الخطابى وضعه الزنادقة و يدفعه قوله انى قد اوتيت الكتاب و ما يعدله و يروى اوتيت الكتاب و مثله معه ۔

حدیثیں وضع کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں از انجملہ بہت ضرر رساں وہ لوگ ہیں جو زاہد کہلاتے ہیں، انہوں نے بامید ثواب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور زندیقوں نے بھی حدیثیں وضع کی ہیں ۔ پھر ماہرین حدیث کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ان کے عیب کھول دیئے اور اس ننگ کو جوان احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تھا، مٹا دیا۔ کرامتہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے) اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثوں کو وضع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو ابو عصمہ نوح بن مریم سے منقول ہے کہ اس کو کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس جو فضائل قرآن میں عکرمہ عن ابن عباس کی حدیثیں ہیں، یہ تو نے کہاں سے لی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور امام ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے جنگ ناموں میں مشغول ہیں، تو میں نے خدا کے لئے یہ حدیثیں از خود بنائیں۔ بے شک تمام مفسرین نے، بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے بچا لیا، خطا کی کہ ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ اور منجملہ موضوعات، وہ حدیث ہے جن کو مفسرین، تفاسیر میں لائے ہیں۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ آنحضرتﷺ نے سورہ نجم میں و مناۃ الثالثہ الاخری پڑھا تو اس کے بعد تلك الغرانیق العلی و ان شفاعتھن لترجی بھی ان کی زبان سے نکل گیا۔ ہم نے اس روایت کے ابطال میں باب السجدہ تلاوۃ میں بتفصیل بحث کی ہے۔ و از انجملہ وہ حدیث موضوع ہے جس کو اصولی اپنی کتابوں میں لائے ہیں کہ جب کوئی حدیث مجھ سے روائت ہو تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو، موافق ہو تو قبول کرو، ورنہ رد کر دو۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس کو چھپے زندیقوں نے وضع کیا اور اس کو آنحضرتﷺ کا یہ قول رد کرتا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کی مثل۔

اس مضمون کے اور بہت سے محدثین سے اقوال ہیں جن میں انہوں نے ان احادیث موضوعہ کو نقل کرنے والے مفسرین کے حق میں کہا ہے، فلیسوا من اھل ھذا الشان کہ وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے ۔

شیخ عبدالحق محدث احادیث ہدایہ کی نسبت شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

وکتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمۃ اللہ علیہ در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ است۔

مرزا قادیانی شائد ان اقوال کے ذریعہ بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کرے اور یہ کہے کہ ان میں فقہاء و اصولیین کی تنقیص وتوہین پائی جاتی ہے۔مگر وہ یاد رکھے کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابوحنیفہ میں اس کو کامیابی ہوئی ہے، ویسی ہی اس اشتعال میں ہوگی ۔خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہیں کہ ان اقوال میں مفسرین و اصولیین وفقہاء کی توہین نہیں ہوتی۔ہوتی تو اکابر حنفی علماء مثل شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے۔

شریک کی حدیث میں لفظ قبل ان یوحی کا غلط ہونا، جو امام نووی سے مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے،اس کا جواب پہلے منقول ہو چکا ہے کہ یہ شریک کی غلطی نہیں بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے

وکم من عائب قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفہم السقیم

حدیث اقض بینی و بین ھذا الکاذب کا جھوٹا ہونا، جو مرزا قادیانی نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے، اس میں اس نے کذب وخداع سے کام لیا ہے۔امام نوویؒ ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے۔امام نوویؒ نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہ ہو سکے اور باب تاویل بند ہو جائے تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائے گا۔مگر آگے چل کر اسی مازری نے یہ بھی نقل کر دیا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے تو اس لفظ کی تاویل ہو سکتی ہے اور اس کو بیان کیا۔

اس مقام میں امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس سے ناظرین کو قادیانی کے کذب کا یقین ہو۔امام نوویؒ نے شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۹۰ میں کہا ہے:

قال المازری ھذا اللفظ وقع لا یلیق ظاھرہ بالعباس و حاش لعلی ان

يکو ن فيه بعض هذه ا لاو صا ف فضلاً عن کلها و لسنا نقطع با لعصمة ا لا للنبی ﷺ ولمن شهد له بها لکنا ما مورو ن بحسن الظن با لصحا بة و نفی کل ر ذيله عنهم ۔ و اذا انسدت طرق تا ويلها ، نسبنا الکذ ب الی رواتها قا ل و قد حمل هذا المعنی بعض الناس علی ان ازال هذه للفظة من نسخته تو ر عا عن اثبا ت مثل هذا و لعله حمل الو هم علی روا ته قال المازری و اذا کا ن هذا اللفظ لا بد من اثبا ته و لم نصف الوهم الی رواته فاجود ما حمل عليه انه صدر من العباس علی جهة ا لا دلا ل علی ابن اخيه لا نه بمنز لة ابنه و قا ل ما لا يعتقده و ما يعلم براة ذمة ابن اخيه منه و ما .. قصد بذ لك ردعه عما يعتقد انه مخطی فيه و ان هذا الاوصاف يتصف بها لو کا ن يفعل ما يفعله عن قصد و ان عليا کالايرا ها ا لا مو جبة لذا لك فی اعتقا ده و هذا کما يقو ل الما لکی شارب النبيذ نا قص الدين و الحنفی يعتقد انه ليس بناقص فکل وا حد بحق فی اعتقا ده و لا بد من هذا التا ويل لا ن هذه القضية جرت فی مجلس فيه عمر و هو الخليفه و عثما ن و سعد و زبير و عبد الر حمن و لم ينکر احد منهم هذا الکلا م مع تشدد هم فی انکار المنکر و ما ذا لك ا لا لا نهم فهمو بقرينة الحا ل انه تکلم بما لا يعتقد ظا هره مبا لغة فی الز جر قا ل الما ز ری و کذالك قو ل عمر انکما جئتما ابا بکر فر ايتماه کا ذباً آ ثماً غا دراً خا نياً و کذا لك ذکر عن نفسه انهما را ياه کذا لك و تا ويل هذا علی نحو ما سبق و هو ان المراد انکما تعتقدان ان الوا جب ان نفعل فی هذه القضية خلاف ما فعلته انا و ابو بکر فنحن علی مقتضی رئيکما لو اتينا و نحن معتقدا ن ما تعتقد انه لکنا بهذه الاوصاف ۔

کہ مازری نے کہا کہ یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے جو بظاہر معنے حضرت عباسؓ کے مناسب حال نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی شان اس سے پاک ہے کہ یہ اوصاف ان میں ہوں۔ اور ہم کو بجز نبی ﷺ کے، یا اس شخص کے جس کے حق میں نبی ﷺ نے شہادت دی ہو، کسی کے معصوم ہونے کا یقین نہیں۔ ولیکن ہم تمام صحابہ کے حق میں حسن ظن رکھنے اور ان کی نسبت برے خصائل کی نفی کرنے پر مامور ہیں، جب باب تاویل بالکل بند ہو جائے تو ہم راوی کی طرف کذب کو منسوب کریں گے۔ بعض لوگوں نے اس لفظ کے یہی معنی (ظاہری) سمجھے تو اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ دیا۔ شائد اس نے یہ سمجھا ہو کہ ان الفاظ کے بیان میں راوی کو وہم ہو گیا ہے۔ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا ضروری ہے اور ہم راوی کو وہم سے موصوف نہیں کرتے، تو اس کی عمدہ تاویل یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند سمجھ کر یہ الفاظ زبان سے کہہ دیئے ہیں۔ مگر ان کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ حضرت علیؓ ایسے ہیں۔ شائد ان کا مقصود (ان الفاظ سے) یہ تھا کہ حضرت علیؓ اس خیال سے رک جائیں جس خیال میں وہ حضرت عباسؓ کے نزدیک خطا پر تھے۔ اور یہ مقصود تھا کہ اگر حضرت علیؓ دیدہ دانستہ وہ خطا کرتے ہیں تو ویسے ہیں۔ گو حضرت علیؓ اپنے خیال میں ایسے نہ تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مالکی مذہب والا، شیرہ انگور یا کھجور پینے والے کو ناقص الدین کہے، جس کو حنفی اپنے خیال میں ناقص الدین نہیں سمجھتا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک شخص اپنے خیال میں حق پر ہے۔ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ، جو خلیفہ وقت تھے، اور حضرت عثمانؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ کے سامنے پیش ہوا، ان میں سے کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا، باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے میں ان کو تشدد تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بقرینہ حال یہ سمجھا کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لیتے۔ مازری نے کہا ایسا ہی (یعنی اسی معنے سے) حضرت عمر کا ان دونوں (حضرت علی و حضرت عباس) کو یہ کہنا ہے کہ تم ابوبکرؓ کے پاس آئے تو تم نے انکو کاذب، گنہگار، غادر اور خائن سمجھا، ایسا ہی اپنی نسبت ان کا خیال بیان کیا۔ اسکے معنی بنا بر تاویل مذکورہ بالا یہی ہیں کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیھا میں واجبی امر وہ تھا جو تمہارا

خیال ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہم تمہارے خیال میں کاذب وغادر وخائن ہیں۔

اس کلام نووی کو دیکھ کرناظرین دادانصاف دیں کہ امام نووی نے ان الفاظ کوراوی کا کذب قرار دیا ہے یاان کی تاویل کر کے ان الفاظ کوصحیح وثابت ٹھہرایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ اپنی گذارشات کا اختتام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ہم نے تحریر ہشتم قادیانی کے اقوال کا اول سے نہم تک بطور تمثیل کذب ودھوکہ ظاہر کیا ہے۔اس تفصیل سے مرزا قادیانی کا کذاب ودھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے اوراس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ آئندہ اقوال میں بھی اس نے اسی کذب ودھوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اورناظرین غورکریں کہ جس شخص کواس کا مقابل ومبارز چتھاڑے یا پچھاڑے، وہ پھراس کے مقابلہ کا مدعی ہو،تواس کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر پھراس نے چتھاڑا، یا پچھاڑا تواس وقت اسے مزیدلوگوں کے سامنے (جو پہلے حاضر نہ تھے) ذلت اٹھانی پڑے گی مگر یہ خیال اوردوراندیشی اسی شخص کو ہوتی ہے جو کچھ حیارکھتا ہو۔اورجن کو نہ خوف آخرت ہواور نہ ننگ وحیادنیا۔وہ سودفعہ لتاڑاور چتھاڑ کھاتے ہیں اور پھر مقابلے کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ہم نے بہت لوگ ایسے دیکھے ہیں جو مار کھائے جاتے ہیں اور مارنے والے کو کہتے جاتے ہیں کہ یک دفعہ پھر مارا ور دیکھ تماشا۔

آنحضرتﷺ نے فرمایاہے ان من مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحيي فاصنع ما شئت جس کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے: بے حیاباش وہرچہ خواہی کن

اب اگرکوئی پوچھے کہ اس کا مصداق کون ہے تو وہ مرزاصاحب کا اشتہاریکم اگست ۱۸۹۱ء ملاحظہ کرنے کے علاوہ انہی کے ایماء پر جاری ہونے والا ان کے مریدوں کا درج ذیل اشتہار دیکھے جو حافظ محمد یوسف ضلعدارنہر اور منشی عبدالحق اکونٹنٹ وغیرہ کی طرف سے جاری ہوا،اورضمیمہ ریاض ہند ۲۲۔اگست ۱۸۹۱ء کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔

مباحثہ دہلی

مابین غلام احمد قادیانی و محمد بشیر سہسوانی

مباحثہ لدھیانہ کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دہلی جا کر اکھاڑہ جمالیا، اور اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اپنے دادا کی عمر کے عالم دین سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے مباحثہ کے لئے چیلنج بازی کی۔ سید صاحب کی ان دنوں ۹۰ سال کے لگ بھگ تھی، اور بڑھاپے سے وابستہ عوارض کا شکار تھے۔ اس عمر میں عموماً حافظہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے، اور مناظروں مباحثوں میں تو استحضار کی شدید ضرورت رہتی ہے کہ فوراً جواب دینا ہوتا ہے اور جواب میں دیر ہو جانے، یا وقت پر ضروری بات یا حوالہ یاد نہ آنے سے بعض اوقات سچے ہونے کے باوجود شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مرزا صاحب نے خیال کیا کہ اپنے ہم عمر شیخ الاسلام بٹالوی سے پنجہ آزمائی کر کے تو نتیجہ دیکھ لیا، اب ایک ایسے بوڑھے (جسے وہ خود اپنی ایک تحریر میں مخبوط الحواس کہتے ہیں) کو للکارنا چاہیے جس کا پورے ہندوستان میں نام ہے۔ قریہ قریہ، بستی بستی اس کے شاگرد ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے فیصلہ کیا کہ اس شخص سے مباحثے کی چیلنج بازی کرتے ہیں۔ ہار جاؤں گا تب بھی کوئی بات نہیں، کہ ایک شیخ الکل محدث سے شکست کھائی ہے جو بذات خود ایک اعزاز ہے۔ اگر جیت گیا تو ساری دنیا میں ڈنکا بج جائے گا۔ اور کسی وجہ سے مباحثہ نہ بھی ہو پایا، تب بھی محض اشتہار بازی سے دام کھرے ہو جائیں گے کہ لوگ کہیں: دیکھو یہ مرزا قادیانی کتنا بڑا مناظر و مباحث ہے کہ شیخ الکل کے منہ آنے کی جرأت کر رہا ہے۔

الغرض اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی میں مرزا صاحب نے خوب ہلڑ مچایا۔ اور سید نذیر حسین محدث، مرزا

صاحب کے مطالبے پر جامع مسجد دہلی تشریف لے گئے لیکن مباحثہ نہ ہوسکا کہ مرزا صاحب دامن بچا گئے تھے ۔اس کے بعد جناب مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ان کا مباحثہ طے ہوا۔ جناب سہسوانی، بھوپال سے اس مباحثے کیلئے دہلی تشریف لائے اور طے ہوا کہ دونوں فریق پانچ پانچ پرچے لکھیں گے۔ لیکن مرزا صاحب تین پرچوں کے بعد دہلی سے یہ کہہ کر چلے آئے کہ میں مسافر ہوں، اب زیادہ قیام کی مجھے گنجائش نہیں ہے۔

مولانا محمد بشیر بھی بھوپال میں مقیم اور ملازم تھے۔ وہ مرزا صاحب کی دعوت مباحثہ کے جواب میں مسافرانہ دہلی تشریف لائے تھے۔ جب مباحثے میں مرزا صاحب کو اپنا ناطقہ بند ہوتا نظر آیا تو میزبانی کے آداب بھول کر دہلی سے چلے آئے۔ بعد میں اس مباحثے کی کاروائی، یعنی فریقین کے پرچوں کو جناب محمد بشیر نے بھی شائع فرمایا تھا اور قادیانی حضرات نے بھی۔

قادیانی ورود دہلی بروایت چودھویں صدی کا مسیح

مرزا صاحب قادیانی کے ورود دہلی اور اشتہار بازی، اور مباحثے کی کیفیت ہم: چودھویں صدی کا مسیح سے، بالاختصار نقل کرتے ہیں۔ حکیم مظہر حسن لکھتے ہیں:

آج دہلی کے کوچہ و بازار کیا، ہر در و دیوار پر اشتہار چسپاں ہیں، اور ہر ایک کی پیشانی بقلم جلی بنام نامی اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سے مزین ہے، کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے اور کوئی بہ جواب اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ گویا دہلی کے دیوار و در کاغذی پیرہن سے ملبوس ہیں، مرزا غالب کے اس شعر کے معنی آج حل ہوئے۔

ایک مختصر سا کمرہ ہے، نہایت آراستہ ہے مگر سادگی کے ساتھ۔ اس میں ایک بزرگ فرشتہ خصلت، ملائک سیرت، متبرک صورت، نورانی چہرہ، ضعیف و ناتوان مگر اظہار حق رشد و ہدایت کے واسطے چاق و چوبند گویا کمر بستہ ہیں۔ قال اللّٰہ و قال الرّسول کے سوا گفتگو نہیں۔ قرآن و

حدیث کے شیدا، دنیا و مافیہا کی کوئی آرزو نہیں۔ علماء فضلاء کا مجمع، رؤساء امراء کا جرگہ گرد زیب دہ مجلس ہے، مگر سب مؤدب سر جھکائے، قالب بے جان کی طرح تصویر کی صورت بنائے، خاموش بیٹھے ہیں۔ محفل میں سکوت کا عالم ہے، بزرگ کے ہاتھ میں کاغذ ہے جس پر بدستخط خاص کچھ ارقام فرماتے ہیں۔ ضعف پیری کے باعث قلم قابو میں نہیں، ہاتھ کہا نہیں مانتے، مگر بایں ہمہ لکھنے میں مصروف ہیں۔ کچھ دیر بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا لیجئے یہ رقعہ لکھ دیا ہے

حاضرین جلسہ نے سر گریبان تفکر سے اٹھا کر ہمہ تن گوش ہو کر: ارشاد

مولانا صاحب (یعنی بزرگ):۔ (بآواز بلند) یہ لکھ دیا ہے:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالی

(راوی: خوب! یہاں بھی مرزا صاحب قادیانی موجود ہیں)

مولانا صاحب: (نے لکھا ہے:)

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کے رسائل سے آپ کے ادعا ہائے نامشروع شائع و ذائع ہو چکے تھے کہ پرسوں ایک اشتہار جس کے اوائل میں تجدید ایمان و انابت ظاہر کی ہے اور آخر میں اپنے خیالات فاسدہ اور توہمات باطلہ مندرج ہیں نظر سے گذرا چونکہ آپ کو خود ان عقاید و خیالات اپنے کی نسبت رفع شکوک کا ادعاء ہے اور آپ نے اس عاجز سے بھی رفع شبہ کی استدعا کی ہے لہذا میں بذریعہ رقعہ ہذا آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ بے تکلف میرے غریب خانہ پر آ کر حسب شرائط مقررہ خود، سواء موجودگی ایک انگریز کے، جو میرے اختیار میں نہیں، اور نہ احقاق حق میں اس کی ضرورت ہے اپنا شک و شبہ رفع کر لیں۔ کسی نوع کا خیال دل میں نہ لائیں اگر یہاں کے آنے میں آپ کو کچھ عذر ہو تو آج سے چوبیس گھنٹہ کے اندر اطلاع فرمائیں تا کہ یہ عاجز اپنے تعلیم دادہ اشخاص میں سے ایسے شخص کو آپ کے پاس بھیج دے کہ اس سے انشاء اللہ آپ کے سب طرح کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ محمد نذیر حسین۔ یکم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

(ہمارے ناظرین اب تو خوب سمجھ گئے ہوں گے یہ حضرت فرشتہ صورت کون بزرگوار ہیں۔ جناب فیض مآب

محدث دہلوی سیدنا ومولانا استاد عرب وعجم شمس العلماء حضرت شیخ الکلؒ)۔

مولانا صاحب: (حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کر کے) اب کون صاحب اس کو لے جائیں گے؟

حاضرین: جس کو ارشاد ہو۔

غرض نواب سعید الدین احمد خان خلف الصدق نواب ضیاء الدین احمد خاں رئیس لوہارو اور جناب حکیم عبدالمجید خان خلف الصدق حکیم محمود خان، اور مولوی عبدالمجید واعظ اور جناب محمد احمد خلف حاجی عبدالعزیز سوداگر اس کار کے واسطے بمشورہ حاضرین جلسہ منتخب ہوئے اور جس مکان پر مرزا صاحب فروکش تھے یہ اصحاب اربعہ پہونچے اور بعد اطلاع باریاب ہوئے۔ السلام علیکم۔

مرزا قادیانی: وعلیکم السلام! آیئے حضرات، مزاج شریف۔

مولوی عبدالمجید: مولانا (یعنی شمس العلماء حضرت شیخ الکل) نے یہ رقعہ آپکی خدمت میں بھیجا ہے۔

مرزا قادیانی: (تحیر اور پریشان خاطر سے کچھ سکوت کے بعد نامہ لیا اور پھر الٹ پلٹ کر دیکھا اور پڑھا پھر ایک آہ سرد کھینچ کر)، نہیں ، یہ امر مجھ کو منظور نہیں کہ امن قائم رکھنے کیلئے کوئی افسر انگریز جلسہ میں نہ ہو۔

نواب سعید الدین: مرزا صاحب بحث اصلاح حال اور صیانت عن الضلال کیلئے ہوتی ہے خدا نخواستہ کسی سے کسی کی عداوت نہیں، تاہم اس امر کے ذمہ دار ہم ہیں۔ اور آپ کو تحریر دستخطی اور مہری اپنی دئے دیتے ہیں انشاءاللہ آپ کو کسی نوع کا گزند نہ پہنچے گا۔

مرزا قادیانی: نہیں صاحب، یہ ہرگز نہیں۔

(راوی: کیونکر راضی ہوتے ان کو یہ امر معلوم تھا کہ آج کل دہلی میں مسٹر چوئس ڈپٹی کمشنر ہیں اور یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے لدھیانہ میں ان کے مناظرہ کو بند کر دیا تھا۔ وہ یہاں دہلی جیسے بڑے شہر میں کب اجازت دیں گے۔ اور صاحب بہادر مرزا صاحب کے حال سے واقف ہیں۔ مرزا صاحب کے اس اصرار کا یہی اسرار ہے کہ نہ وہ اجازت دیں گے اور نہ مباحثہ ہوگا۔ جان بچی لاکھوں پائے)

مرزا قادیانی: لوگ مجھے ناحق بدنام کرتے ہیں صرف ایک مسئلہ حیات مسیح میں مجھے انکار ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کی وفات ہوگئی ایسے اختلافی مسئلہ کی بہت سی نظیریں اصحاب رسول اللہ ﷺ میں

موجود ہیں مگر کوئی کسی سے نہ جھگڑتا تھا۔مجھ سے کیوں لوگوں کو بیجا اور بیوجہ خلاف واختلاف ہے اور ولایت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور مجھ کو دعوی ہے تو کون سا استعجاب ہے۔

مولوی عبدالمجید: مرزا صاحب اگر آپ کو دعوی ولایت ہو تو میں سب سے پہلے کہتا ہوں اشھد انك ولـــیّ ۔مسلمانوں میں جہاں ہزاروں ولی ہوئے ہیں، ایک آپ بھی سہی۔ہم کو آپکی ولایت میں انکار واصرار کی کوئی ضرورت نہیں لیکن آپ تو دعوت نبوت اور وہ بھی بقید مسیح موعود کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: میں نے تو نبوت کا دعوی نہیں کیا، نہ مسیح موعود ہونے کا ضروری اور لازمی دعوی ہے، یہ تو وفات مسیح پر منحصر ہے۔

مولوی عبدالمجید: توضیح مرام میں آپ نے صریح دعوی کیا ہے اور اسی پرچہ میں مسیح ہونے کا قطعی اور یقینی ادعاء ہے۔

مرزا قادیانی: کہاں؟

مولوی عبدالمجید: ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کے پرچہ میں یہ موجود ہے (اور اشتہار دکھایا)

مرزا قادیانی: مجھے محدثیت کا دعوی ہے نہ نبوت کا۔

مولوی عبدالمجید: آپ نے صاف صاف لکھا ہے کہ میں نبی ہوں۔

مرزا قادیانی: مرزا صاحب کون قسم کا نبی؟ آپ نہیں سمجھے۔

مولوی عبدالمجید: یہ امر آخر ہے، ایک شاعر تھا جب اس سے کہا جاتا کہ تیرے اس شعر کے معنی کیا ہیں ،تو جواب دیا کرتا کہ میں نے اس میں ابھی معنے ڈالے ہی نہیں۔آپ کا ایسا وہ کیا مضمون ہے جس کے معنی ہی کوئی نہیں سمجھ سکتا، کیا آپ کی عبارت بھی المعنی فی بطن الشاعر ہے۔

مرزا قادیانی: یہ تو فی بطن کتاب ہے فی بطن شاعر نہیں، آپ کو گفتگو کی کیا ضرورت ہے آپ کیوں گفتگو کرتے ہیں آپ میری کتابیں دیکھیں۔

مولوی عبدالمجید: دو وجہ سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ایک تو یہ کہ آپ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا۔دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے توضیح مرام میں لکھا ہے کہ جو کوئی میری نبوت کو نہ مانے گا وہ

مستوجب عذاب ہوگا۔

مرزا قادیانی: اس عذاب کے اور معنی ہیں۔

مولوی عبدالمجید: تو میرا وہی قول صادق ہوگیا المعنی فی بطن الشّا عر

مرزا قادیانی: پھر یہ تو راست ہے، تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

مولوی عبدالمجید: الحمدللہ یہ تو میرے قول کی آپ تائید کرتے ہیں اس لئے باوجود تصنیف کے مصنف سے گفتگو کی ضرورت ہے آپ بیان فرمایئے کہ آپ کے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے

مرزا قادیانی: آپ وفات مسیح میں گفتگو کیجئے۔

مولوی عبدالمجید: میں تو ہر امر میں گفتگو کے لئے موجود ہوں مگر یہ مسئلہ آپ کے دعوی کی ایک دلیل ہے۔ دعوی نبوت مفید مسیح موعود ہونے کا ہے۔ پھر بحث ثبوت دعوی میں اول ہونی چاہیے نہ کہ دلیل میں۔ فرض کرو اگر مسیح فوت ہوگئے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ پھر وہ مسیح موعود آپ آئیں گے بعد وفات مسیح بھی آپ کو اپنے دعوے کے ثبوت کی ضرورت ہے۔

نواب سعید الدین: مرزا صاحب بل تو اپنا بل، دوسرے کے ضعف سے آپ کے دعوے کو کیا فائدہ؟ آپ اپنے دعوے کی قوت بیان کیجئے۔ حضرت مسیح مر گئے یا زندہ ہیں آپ کو کیا؟ آپ اپنی مسیحائی کا ثبوت دیں۔ ہر نبی نے اپنی نبوت اپنی ہی دلیل کی قوت سے ثابت کی ہے۔ معجزہ دکھائے، برہان لائے، ہدایت کی۔ کسی دوسرے کے مرنے جینے پر کسی نبی نے اپنی نبوت کا حصر نہیں رکھا۔ میاں جھگڑا کیوں بڑھاتے ہو؟ ایک کرشمہ دکھا دو پھر گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔

حاجی محمد احمد: مرزا صاحب آپ ایمان سے کہتے ہیں کہ مسیح فوت ہوگئے۔

مرزا قادیانی: بے شک میں ایمان سے کہتا ہوں۔

حاجی محمد احمد: میں نے بہ تقلید آپ کے اس مسئلہ کو مان لیا کہ مسیح فوت ہوگئے۔ اب آپ اپنے مسیح ہونے کا ثبوت بیان فرمایئے۔

مرزا قادیانی: لکھ دیجئے۔

حاجی محمد احمد: بہتر۔

مرزا قادیانی: (نے قلم دوات اٹھائی پھر تامل کر کے) کیا لکھو گے؟

حاجی محمد احمد: یہی کہ میں نے بہ تقلید مرزا صاحب وفات مسیح کو تسلیم کیا، گناہ وثواب مرزا صاحب کی گردن پر۔

مرزا قادیانی: یہ لکھو کہ میں صدق دل سے ایمان لایا اور قرآن وحدیث سے سمجھ کر تسلیم کیا کہ مسیح فوت ہو گئے۔

حاجی محمد احمد: لا حول ولا قوّۃ الّا با للّٰہ العلیّ العظیم ایسے شیطانی دھوکہ میں کون آئے گا میں تو پہلے کہہ چکا ہوں میں مولوی مناظر نہیں قرآن حدیث سے ابھی سمجھ نہیں۔ آپ کی تقلید سے لکھتا ہوں۔

مرزا قادیانی: میں نے کتاب میں لکھا ہے اس میں سمجھ کر ایمان لے آؤ۔

حاجی محمد احمد: کتاب کے سمجھنے والوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم پر فتوی کفر والحاد لگائے ہیں۔ کہتے ہو تو اس کو تسلیم کر لوں۔

مرزا قادیانی: تو جانے دو۔

مولوی عبدالمجید: ہاں حضرت آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت آپ کے دعوی نبوت کا بقید مسیح موعود ہے تو بیان کیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ بحث وفات مسیح میں گریز کرتے ہیں۔

مولوی عبدالمجید: الحمد للہ کہ اس وقت میرے منہ سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب نہیں نکلا۔ آپ لوگوں کی بدتہذیبی کی شکایت کرتے ہیں اور خود ایسے کلمہ منہ سے نکالتے ہیں۔

مرزا قادیانی: معاف کیجئے بیساختہ میرے منہ سے یہ بات نکل گئی دل دکھا نیکی نیت سے نہیں کی۔

مولوی عبدالمجید: میں مواخذہ نہیں کرتا بلکہ اجازت دیتا ہوں کہ آپ جو چاہیں مجھ کو کہہ لیں مگر اصل

مطلوب میں گفتگو کریں۔

مرزا قادیانی : میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا آپ میرے دوست ہیں۔

مولوی عبدالمجید: میں آپ کا دشمن نہیں لیکن آپ کے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت چاہتا ہوں دوستانہ طور پر سمجھا دیجئے۔

مرزا قادیانی: آپ مجھے معاف کیجئے۔

(یہ کہہ کر تحریر جواب رقعہ میں مشغول ہو گئے اور بعد تحریر حاضرین جلسہ کو سنایا)

حکیم عبدالمجید: جب حضرت میاں صاحب (شیخ الکل) آپ کی سب شرطیں منظور کرتے ہیں، سوائے ایک انگریز کے، پھر آپ کو ایسا لکھنا بے جا ہے۔

مرزا قادیانی: نہیں افسر انگریزی کا ہونا جلسہ بحث میں واسطے امن کے ضرور ہے۔

حکیم عبدالمجید: امن میں کچھ خلل نہیں یہاں صدہا مذہبی مناظرے ہوئے، خدا کے فضل سے کسی جلسہ میں صورت دیگر ظاہر نہیں ہوئی۔ آج تو آپ ایک افسر انگریز کے طلب گار ہیں کل کہیں گے کہ لفٹننٹ گورنر کو بلواؤ۔ یہ کیونکر ممکن ہے اور احقاق حق کے لئے اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔

مرزا قادیانی: بے شک ضرورت ہے۔

حاجی محمد احمد: اچھا آپ نے اشتہار دیا اور مناظرہ کے مستدعی ہوئے تو آپ ایک درخواست بھی دے دیں۔

مرزا قادیانی: نہیں میں تو نہیں دینے کا۔ وہ ہی دیں کہ وہ رئیس دہلی ہیں۔

حکیم عبدالمجید: بہتر ہے ایک درخواست ہم جناب میاں صاحب سے لکھوائیں گے ایک آپ لکھ دیں دونوں دے دی جائیں گی۔

مرزا قادیانی: میں درخواست نہیں لکھنے کا، اور نہ بے موجودگی افسر انگریز گفتگو کرونگا۔ میری بہت سی پولٹیکل مصلحتیں اس میں پنہاں ہیں جن کو میں مفصل آپ پر ظاہر نہیں کر سکتا۔

حاضرین جلسہ (۶۰ یا ۷۰ کس): تو مناظرہ سے صاف انکار ہے۔

مرزا قادیانی :تم یہی سمجھ لو۔

(اس کے بعد اپنا رقعہ صاحبان موصوفین کو دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ رقعہ مرزا صاحب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔نحمدہ ونصلی ۔حضرت مکرمی اخویم مولوی صاحب مولوی نذیر حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہونچا مجھے بسروچشم منظور بلکہ عین مدعا اور مراد ہے کہ مسئلہ وفات وحیات مسیح ابن مریم میں آپ سے بحث ہو اور اس بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا حضرت ابن مریم فی الحقیقت بجسد العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ موجود ہیں اور ان کا زندہ ہونا قرآن کریم کی آیات صریحۃ الدلالت سے اور تائید اس کی احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ فوت ہو چکے ہیں اگر وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو پھر کوئی دوسری بحث کرنا عبث ہے اور اس صورت میں میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا خود باطل ہو جاوے گا۔ وجہ یہ کہ اس کی بنا وفات مسیح ابن مریم پر ہے لیکن اگر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بہ اتفاق ثابت نہ ہو سکا کہ وہ زندہ بجسدہ العنصری برخلاف دوسرے انبیاء کے آسمان پر موجود ہیں تو پھر بوجہ اس قرینہ قویہ کے یہ سمجھا جائے گا کہ آنے والا ابن مریم موعود اس امت سے پیدا ہوگا اس صورت میں اگر آپ یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار شائع کردیں گے کہ اب ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اسی امت میں سے مسیح موعود آنے والا تو پھر اس عاجز سے مسیح موعود کی نسبت ثبوت طلب کر سکتے ہیں لیکن اس بحث میں امن قائم رکھنے کے لئے آپ کی طرف سے یہ بندوبست ہونا چاہیے کہ کوئی افسر انگریز خاص اسی خدمت حفظ امن کے لئے مامور ہو کر جلسہ بحث میں تشریف رکھتا ہو اور بحث تحریری ہو۔ اور ہر ایک فریق اپنے ہاتھ سے سوال جواب لکھے اور اپنے دستخط کے بعد فریق ثانی کو اصل تحریر دستخطی اپنی دے دیوے۔ فریقین کے مکان پر بحث نہ ہو بلکہ ٹاؤن ہال یا کسی دوسرے ثالث کے مکان پر ہو۔

والسلام۔ خاکسار۔ غلام احمد ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

راوی: خوب

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

یہ تو بہت جلد بلکہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو گیا۔ مرزا صاحب نے آپ ہی دعوی کیا اور خود ہی جواب دعوی تنقیح اور ثبوت داخل کر کے بحث کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اب فقط حضرت شیخ الکل کے ذمہ ہے کہ وہ اپنا عقیدہ کسی اخبار کے ذریعہ شائع کرا دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی وقت پیدا بھی ہوگا۔ پھر مرزا صاحب اپنے دعوی نبوت اور مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کر دینگے۔ ہمارے خیال میں تو اس کا

فیصلہ بھی ساتھ کے ساتھ ہو جائے تو اچھا ہے پھر دوبارہ تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔

ہم کو کیا جو اس میں دخل دیں۔ مگر ہمارے خیال میں تو یہ اس سے بآسانی طے ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ الکل اپنا عقیدہ بذریعہ کسی اخبار کے شائع کر دیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت سے پیدا ہوگا، تو ظاہر ہے اس صدی کے سر پر دعوی عیسی موعود ہونے کا کسی نے نہیں کیا اور تواتر سے ثابت ہے کہ عیسی موعود کا آنا ضروری ہے اور مرزا کی گواہی آسمان اور زمین اور قرآن حدیث پکار پکار کر دے رہے ہیں گو (نوری جامہ کی طرح) کسی کو محسوس نہ ہو یا نظر نہ آئے اس پر مرزا کے الہام اور پیش گوئی موجود اس سے زیادہ ثبوت اور کیا خدا کہنے آئے گا فیصلہ ہوا مسئلہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام وہ فیصلہ ہو گیا۔ ثبوت نبوت بقید مسیح موعود کا یہ فیصلہ ہو گیا۔ ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

دہلی میں قادیانی کی اشتہار بازی

حکیم مظہر حسن لکھتے ہیں:

صبح کا وقت ہے، اکتوبر کا شروع مہینہ، اعتدال کا موسم، نہ گرمی کی شدت نہ سردی کی چنداں شکایت۔ میونسپل کمیٹی کے ملازموں نے سڑک کوچہ و بازار کو خش و خاشاک سے پاک کر دیا ہے۔ سقے چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ جمنا کی طرف پری چہرہ مہوشاں کے غول کے غول خوب صورت زرد و سفید ریشمی اور سوتی باریک باریک ساڑھیاں باندھے چھوٹی چھوٹی برچی لوٹیاں اور گڈویاں ہاتھ میں لئے چھم چھم کرتے ہنسی مذاق اڑاتے جاتے ہیں، پازیب کی چھنکار سے شور قیامت برپا اور رفتار ناز کی ہر ایک ٹھوکر پر فتنہ اٹھتا ہے دل عشاق کو پامال کرتے جا رہے ہیں اور کوئی کوئی اشنان سے واپس آرہے ہیں اور مسجدوں سے نمازی نماز صبح سے فراغت پا کر باہر نکل رہے ہیں اور چاندنی محل کی طرف رخ ہے۔

دیکھیں تو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ صفائی تو حسب مراد ہو گئی ہے۔ فرش فروش ہو رہا ہے۔ شامیانہ

لٹکائے جارہے ہیں۔شہزادہ ثریا جاہ بہ نفس نفیس سرگرم آراستگی مکانا ور درستی سامان میں اور مولوی عبد المجید معہ چند عمایدشہر شہزادہ ممدوح کی معیت میں کمربستہ ہیں اور جوق جوق مردمان جمع ہوتے جاتے ہیں اور بیٹھتے جاتے ہیں۔بھئی آج کیا سامان ہے۔شہزادہ صاحب کے یہاں کوئی تقریب شادی ہے؟ ہزارہا آدمیوں کا ہجوم اس وسیع مکان میں جس میں بیس پچیس ہزار کی گنجائش ہے،آج تل رکھنے کوجگہ نہیں۔چلوتو کسی سے دریافت کریں۔

(مولوی صاحب سے)حضرت آپ بتاسکتے ہیں؟

مولوی عبدالمجید: آپ نے دہلی کے ہر درودیوار پرنظر کی ہوگی۔

راوی: جی ہاں سارا شہر آج کل کاغذی پیرہن سے ملبس ہے۔

مولوی عبدالمجید: ٦۔اکتوبر کا اشتہار قادیانی صاحب اور ۷۔اکتوبر کا جواب آپ نے دیکھا ہوگا۔

(محفل میں ہلچل واقع ہوئی اور آدمیوں نے راستہ چھوڑا،تعظیم کو کھڑے ہوئے حضرت میاں صاحب کے تشریف لانے کا شوروغل ہوا)

میاں صاحب (مسند پر جو پہلے سے آراستہ ہوچکی تھی،تکیہ کے سہارے متمکن ہوئے،سانس،جوضعف اور کبر سنی کی وجہ سے چڑھ گیا تھا،درست کر کے حاضرین کو خطاب کر کے پوچھا):۸تو بج گئے ہوں گے؟

حکیم عبدالمجید (اور ڈپٹی الہی بخش پنشنر،نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ وغیرہ چندصاحبان نے گھڑی جیب سے نکال کرکہا):ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔

میاں صاحب:اوہو،اورادھر سے کچھ خبرنہیں آئی؟

حضرت میاں صاحب۔کوئی حجت باقی نہ رہ جائے آخرانہوں نے آنا تو ہےنہیں۔

مولوی عبدالمجید:اشتہار قادیانی مطبوعہ ٦۔اکتوبر کا جواب۔۷۔اکتوبر کومن جانب مولوی ابوسعید محمد حسین چھپ کرشائع ہواتو فوراًاس کا ایک پرچہ مولوی عزیزالحسن کی وساطت سے قادیانی صاحب کی خدمت میں بھجوایا گیا جومولوی صاحب نے قادیانی صاحب کے دست خاص میں دیا۔

۹۔اکتوبر کوشام سے پہلے مولوی ابوسعید کومولوی عبدالحق کی ملاقات کیلئے ان کے مکان پر (جوقادیانی

کی فرودگاہ کے قریب ہے) پہنچنے کا اتفاق ہوا، تو وہاں انہوں نے مزید احتیاط کی نظر سے قادیانی کے ایک حواری امیر علی شاہ کو بلایا، اور چند اشخاص کے سامنے ان کو وہ جواب دیا۔ دوسرے دن شام کے قریب تک اس جواب کے مضمون سے قادیانی صاحب کا انکار ظاہر و مشتہر نہ ہوا تو اس سے سمجھا گیا کہ قادیانی صاحب نے مضمون جواب کو پسند کر کے ۱۱۔ اکتوبر کو چاندنی محل میں حاضر ہو جانا اور مولوی ابوسعید محمد حسین سے گفتگو کرنا منظور کر لیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اشتہاروں اور خطوں میں اپنے شرائط کے مسلّم ہو جانے کے بعد صرف فریق ثانی کی خواہش اور طلبی پر حاضر ہو جانا قبول کر لیا تھا۔ اور کسی تحریر یا اشتہار میں بعد تسلیم شرائط خود اپنے حاضر ہو جانے کو دوبارہ اطلاع یا منظوری یا کسی اور شرائط سے مشروط و متعلق نہ کیا تھا۔ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں آپ لکھتے ہیں اگر شرائط مذکورہ با لا منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤنگا۔

اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں (جس میں آپ نے مولوی محمد حسین کو بھی اپنا مخاطب اور مناظر بتایا ہے)

فرماتے ہیں، اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری (یعنی بجز حاضری افسر یورپین) تمام شرطیں اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء قائم رہیں گی۔ ان فقرات میں منظوری شروط کے بعد حاضری کی آپ کی طرف سے صاف منظوری ہے اور بعد منظوری کے دوبارہ اطلاع منظوری یا کسی اور شرط کی تشریح نہیں۔ مع ہذا تکمیل احتیاط اور قطع حجت کی نظر سے ۱۰۔ اکتوبر کو آپکو اس امر کی اطلاع دی گئی کہ آپکی شروط مسلّم ہو جانے سے آپ کو حاضری مجلس مباحثہ پر راضی سمجھ کر چاندنی محل میں جلسہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر تشریف لاویں اور آئندہ کوئی نیا عذر پیش نہ کریں اور اس مضمون کا ایک خط بھی منجانب مولوی ابوسعید صاحب آپ کے نام لکھوایا گیا۔ جس کو عاجز اور میاں عبدالحق سوداگر وغیرہ نے آپ کی خدمت میں پہنچایا۔

نقل خط۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب زاد عنایتہٗ

بعد سلام مسنون واضح رائے شریف ہو کل کے اشتہار میں جو مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال

میں اطلاع دی تھی آج بہ اتفاق چاندنی محل قرار پا گیا وہ مکان اس قدر وسیع ہے کہ جس میں ہزاروں آدمی کی گنجائش ہے اور جناب شاہزادہ مرزا ثریا جاہ بہادر و دیگر رؤساء شہر وہاں موجود ہوں گے اطلاعاً تحریر کیا آپ وہیں تشریف لاویں۔مکرر یہ چند یورپئین صاحب بھی تشریف لاویں گے اور پولیس اپنا فرض منصبی (اقامت حفظ امن) کے ادا کرنے کیلئے حاضر رہیں گے چونکہ فرش فروش کیلئے بہت روپئہ صرف ہوگا ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف نہ لاویں اس کی اطلاع خاص وعام کو دی گئی ہے۔

ابوسعید محمد حسین وابومحمد عبدالحق

اس خط کے جواب میں آپ نے ٦۔ اکتوبر کے عہد کو توڑ دیا۔اور یہ نیا عذر پیش کیا کہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ نہ کرونگا بلکہ خاص جناب میاں صاحب مولوی سید نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ہاں مولوی ابوسعید ان کے معاون رہیں،میاں صاحب کہیں بھول جائیں تو وہ بتا دیں اور اگر میاں صاحب خاص اپنے ہاتھ سے تحریر سوال جواب نہ کریں تو ابوسعید صاحب ان کی تقریر کو تحریر میں لاویں۔اسی طرح مولوی عبدالحق بلکہ اور دو چار علماء ان کو مدد دیں تو مضائقہ نہیں۔اس مضمون کا ایک خط بھی میاں صاحب کے نام کا خاکسار کو دیا جس کا جواب میں نے پہلے تو خود ہی میاں صاحب کی طرف سے زبانی دے دیا۔اوران کا وہ عذر توڑ دیا کہ آپ مولوی ابوسعید محمد حسین سے مباحثہ کرنے سے گھبراتے ہیں تو آئیں میاں صاحب سے بحث کرلیں۔ہم میاں صاحب کو وہاں لائیں گے اور وہ ہی آپ سے بحث کریں گے۔پھر جناب میاں صاحب کی طرف سے وہ اشتہار ٦۔اکتوبر جس میں سبھی شرائط قادیانی کو قبول کیا گیا ہے ان کے پاس بھجوادیا۔

ٹن ٹن کی آواز گھنٹہ گھر کی گھڑی کی کان میں آئی سب صاحبان نے گھڑیاں نکال کر دیکھا،۹ بجے۔

اس وقت چار پانچ ہزار آدمیوں کا مجمع چاندنی محل میں جمع ہے اور عمائدین شہر اور رؤساء اور علماء فضلاء شہر حاضر ہیں پتہ کھڑکا اور گردن اٹھا کے دیکھا۔ذرا آہٹ ہوئی اور جھانکا ہر ایک شخص ہمہ

تن چشم بنا ہوا چشم براہ ہے وقت مقرر گذر گیا اور مرزا کی تشریف آوری کا انتظار بدستور ہے۔

شہزادہ ثریا جاہ: بھائی ہم تو شل ہو گئے۔

نواب صاحب۔ واللہ آنکھیں آ گئیں، مگر وہ نہ آئے۔

ممتاز الدولہ (رئیس بھوپال): سبحان اللہ کیا کہا ہے سادہ کلام میں بھی شاعری۔

حکیم صاحب: کیوں نہ ہو یہ تو آپ کا ورثہ آبائی ہے۔

ڈپٹی الٰہی بخش: یہ خبر ہوتی تو کھانا کھا کر آتے۔

سید سلطان مرزا: ہندوستانیوں میں وقت کی قدر اور پابندی نہیں۔

شہزادہ خورشید عالم: درست فرمایا جناب نے۔

حکیم احمد سعید: آپ گھاس کھا گئے ہیں، مرزا نے اپنا کوئی وعدہ وفا کیا ہے، جواب آجاتے۔

حکیم ناصر: ناحق کا انتظار ہے وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے

حکیم حسن رضا: جب آپ لوگ مرزا صاحب کے عہد و پیمان اور قول و قرار سے واقف تھے تو اس سر دردی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ناحق کی تضیع اوقات۔

دیگر حاضرین: (معزز و معتمدان و روساء بہ اتفاق) میاں تا بہ دروازہ باید رسانید کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔ قرار پایا کہ کوئی صاحب مرزا صاحب کی خدمت میں جائیں اور پیغام لے جائیں۔

شہزادہ صاحب: میری سواری بند گاڑی لے جائیں۔

(حاجی نور احمد، منشی قمر علی گاڑی میں سوار ہوئے۔ مرزا صاحب کی فرودگاہ پر داخل)

مرزا صاحب: مجھ کو جواب اشتہار ۶۔ اکتوبر جس میں مکان تاریخ کی تقرری ہے اب تک نہیں ملا

(اور ایک رقعہ اپنے حواری غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ کے ہاتھ بھیجا

نقل رقعہ: بخدمت جناب مخدوم سید محمد نذیر حسین صاحب سلّمہ اللّٰہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ افسوس کہ اس عاجز سے بحث کے بارہ میں کوئی امر قرار پانے سے پہلے خود بخود مشہور کر دیا گیا کہ فلاں مقام پر بحث ہو گی حالانکہ طریق دیانت یہ تھا کہ جب تک صاف اور کھلے کھلے طور پر یہ تصفیہ نہ ہو جاتا کہ وفات حیات مسیح میں بحث ہو گی اور جب تک آپ اپنے خاص دستخطی رقعہ سے قبول شرائط کی اطلاع نہ دیتے اور مشورہ سے تاریخ

قرار نہ پاتی، تب تک اشتہار جاری نہ کیا جاتا۔ مگر میرے گمان میں ہے کہ سب کارستانیاں بالا بالا ظہور میں آئی ہیں اور غالبًا آپکو ان باتوں کی خبر بھی نہ ہوگی، لہذا آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اگر درحقیقت آپ اس بات پر مستعد ہیں جو اظہار حق کیلئے اس عاجز سے بحث کریں گے تو آپ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماویں کہ کل شرائط مندرجہ ذیل آپ کو منظور ہیں اور وہ شرائط یہ ہیں

ا۔ بحث صرف مسئلہ حیات اور وفات مسیح ابن مریم کے بارے میں ہوگی اور کوئی دوسرا امر خلط بحث کی طرح درمیان میں نہیں آئے گا صرف حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار ہوں میں مسافر اور اکیلا ہوں اور لوگ خونی آنکھ سے دیکھ رہے اور بٹالوی صاحب مجھے کافر دجال اور بے ایمان الفاظ سے یاد کرتے ہیں یہ آپ اپنے ہاتھ کی تحریر سے مجھے مطمئن کر دیں کہ ہر ایک ہاتھ اور زبان کے روکنے کے آپ ذمہ دار رہیں گے اور کوئی خلاف تہذیب امر اور بے جا حرکات کسی سے سرزد ہوئیں تو اس کی جواب دہی آپ کے ذمہ ہوگی یہ صاف اور کھلی تحریر سے قرار کرنا چاہیے تا میرے پاس سند رہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں اول ہر فریق تحریر کر کے حاضرین کو بلند آواز سے سنا دے اور ایک نقل اپنے بیان کی دستخط کے بعد دوسرے فریق کو دے دیں اور دوسرا فریق اس کا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے اور ایک نقل فریق ثانی کو دے دے۔ اگر یہ تمام شرطیں آپ منظور کر لیں اور اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھ کر تینوں شرطوں کی منظوری سے مجھے اطلاع دیں تو پھر میں حاضر ہو جاؤنگا۔

والسلام علی من اتبع الہدی۔ مرزا غلام احمد ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

حاضرین جلسہ: (مضمون رقعہ کو سن کر) یہ مرزا صاحب کا حیلہ گریز ہے بوجوہات ذیل:

ا۔ جس حالت میں جواب اشتہار ۶۔ اکتوبر چھپ کر دہلی کے ہر گلی کوچہ میں شائع و مشتہر ہو چکا ہے اور چار معتبر ذریعوں سے وہ قادیانی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے تو پھر اس کے بھیجنے سے قادیانی کا انکار کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

۲۔ جب کہ وہ جواب قادیانی کو پہنچ چکا ہے اور اس میں جملہ شروط قادیانی کو بلا چون و چرا تسلیم کیا گیا ہے (جس پر انہوں نے اشتہار میں حاضری کا وعدہ دیا ہوا ہے) تو پھر قادیانی صاحب سے دوبارہ منظوری کا حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

۳۔ جب اس خط میں پہلی شرائط کے سوا کوئی نئی شرط نہیں ہے بلکہ ان ہی شرائط کا اعادہ ہے جن کو جواب اشتہار ۲۔ اکتوبر میں تسلیم کیا گیا تھا تو پھر ان شرطوں کے اعادہ کی کیا ضرورت تھی

ان وجوہات سے تقریباً کل جماعت نے اس پر اتفاق کیا کہ اس خط کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔اور قادیانی کا مناظرہ سے گریز قرار دے کر جلسہ برخاست کیا جائے۔

نواب سید سلطان مرزا: نہیں ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ ان کی آخری حجت کو بھی قطع کیا جائے اور اس خط کا جواب دیا جائے کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں آپ تشریف لائیں۔

نواب سعید الدین: میرا بھی اس پر صاد ہے۔

دیگر حاضرین: بہت بہتر تا بدروازہ بائد رسانید

(رقعہ لکھا گیا اور بدست حاجی محمد احمد صاحب و نور احمد و حواریان قادیانی صاحب بھیجا گیا۔ نقل رقعہ:

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب

بعد سلام مسنون آپ کا رقعہ مورخہ ۱۱۔ اکتوبر بدست غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ وصول ہوا جس میں تین شرطیں حسب ذیل ہیں: ۱۔ بحث صرف حیات و وفات مسیح میں ہو۔ ۲۔ امن قائم رکھنے کے لئے آپ ذمہ دار رہیں گے۔ ۳۔ فریقین اپنے اپنے ہاتھ سے تحریر کریں۔

بجواب تحریر ہے کہ تینوں شرطیں منظور ہیں اس قدر ترمیم کے ساتھ کہ راقم بسبب پیرانہ سالی کے اپنے ہاتھ سے نہیں تحریر کر سکتا جس کو کہ آپ اپنے رقعہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں تسلیم کر چکے ہیں۔ یہاں سب انتظاری ہیں اظہار حق و احقاق حق کے لئے جلد تشریف لائیے۔ ورنہ معلوم ہوگا کہ آپ وقت ٹالنا چاہتے ہیں۔ الراقم العاجز۔ سید محمد نذیر حسین)

حاجی محمد احمد: (نے) مرزا صاحب کی خدمت میں رقعہ پیش کیا۔

مرزا قادیانی: نہیں صاحب میں نہیں جاؤنگا، مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ (اور رقعہ بھی تحریر کیا)۔

حاجی محمد احمد: (تسلی اور وعدہ اطمینان دے کر) آپ کی حفاظت کے واسطے شہزادہ صاحب کی محفوظ سواری موجود ہے اور ابھی ان کے چار سوار حفاظت کے واسطے اور آ سکتے ہیں اور مجلس میں پولیس موجود ہے اور جلسہ میں معزز رؤساء اور مجسٹریٹ شامل ہیں...

مرزا قادیانی: نہیں صاحب مجھ کو اطمینان نہیں۔ میری جگہ میرا یہ رقعہ متضمن انکار لے جائیے

مکرمی حضرت مولوی سید نذیر حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا رقعہ پہنچا۔ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ آج جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے اور میں دیکھتا ہوں

کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدے کا اندیشہ ہے اور ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے، لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر، ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریز ذمہ داری سے اطلاع دیدیں کہ مولوی سید نذیر حسین بحث کریں گے اور امن قائم کرنے کے ذمہ وار ہو چکے ہیں اور یہ بھی التجا اور درخواست کریں گے کہ ڈپٹی کمشنر بہادر بھی اپنی طرف سے امن قائم رکھنے کیلئے کچھ مدد کریں یا آپ سے دریافت کر کے اطمینان کر لیں بعد اطلاع صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر آپ کو با قاعدہ اطلاع دی جائے گی پھر ایک تاریخ مقرر ہو کر اسی تاریخ کا اشتہار شائع کر کے جلسہ ہوگا اس اشتہار میں فریقین کے دستخط ہوں۔ العبد مرزا غلام احمد قادیانی۔۱۱۔اکتوبر۱۸۹۱ء

(مرزا صاحب کا رقعہ جلسہ میں پڑھا گیا۔سن کر سب خاموش ہو گئے۔کچھ دیر سناٹے کا عالم رہا)

مولوی عبدالمجید: آپ صاحبوں کو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو مناظرہ سے گریز ہے اور اس مجلس میں وہ ہرگز آنا نہیں چاہتے اور نہ مباحثہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔اب پورے طور سے ناامیدی ہو گئی کہ مرزا صاحب نہ خود تشریف لائیں گے اور نہ مباحثہ کریں گے اس واسطے ان کے عقاید ان کی تصانیف میں ہیں اور ان ہی کے الفاظ میں حاضرین جلسہ کے روبروئے پیش کرتا ہوں:

۱۔مطلق نبوت ختم نہیں ہوئی نہ من کل الو جوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے، اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزی طور پر وحی اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا (توضیح مرام۔ص۹)

۲۔خاکسار محدث ہے المحد ث نبی یعنی محدث بھی نبی ہوتا ہے۔(توضیح مرام۔ص۹)

۳۔کسی بشر کا (آنحضرت ﷺ ہوں یا مسیح) آسمان پر چڑھنا اترنا سنت اللہ اور فطرت (یعنی قانون قدرت) کے خلاف ہے۔اور خدا تعالی کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت اور ایمان بالغیب کا تلف کرنا ہے۔(توضیح مرام۔ص۹۔۱۰)

۴۔روح القدس، روح القدس، شدید القوی، ذوالافق الاعلی جن کا شرع میں ذکر وارد ہے، وہ

انسان ہی کی ایک صفت ہے، جو خدا کی محبت اور اس کے محبوب انسان کی محبت کے باہم ملنے سے متولد ہوتی ہے۔ان دونوں محبتوں اوران کے متولد نتیجہ (روح القدس) کا مجموعہ پاک تثلیث ہے۔ (توضیح مرام۔ص۲۴)

۵۔مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں (یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں)۔(توضیح مرام۔ص۲۷)

۶۔ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں، یا سیدھے طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں۔دراصل ملائکہ ارواح کواکب اور ستارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے (توضیح مرام۔ص۳۲،۳۶، ۳۸،۳۹وغیرہ)

۷۔جبریل جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) نہایت روشن حیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے ان کی تصویر ان کے دل میں (یعنی انبیاء) منقوش ہو جاتی ہے۔(توضیح مرام۔ص ۶۸،۷۰،۸۵وغیرہ)

۸۔آیت متضمن ذکر سجدہ آدم میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں ہے بلکہ ملائک کا انسان کامل کی خدمت بجالانا اور اس کی اطاعت کرنا مراد ہے (ص۴۹توضیح مرام) (یعنی سجدہ آدم کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ مرزا صاحب مسجود ومخدوم ملائک ہیں)۔

۹۔لیلۃ القدر سے رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کے ہم رنگ ہے اور وہ بھی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گذر جانے سے ہزار مہینے کے بعد آتا ہے۔(فتح اسلام۔ص۵۴)

۱۰۔پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارہ میں انبیاء سے بھی امکان غلطی ہے۔تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔(ص ۱۳۔قول الفصیح)

اب ذرا غور وانصاف کریں کہ اہل اسلام کے یہی اعتقاد ہیں جو مرزا صاحب نے لکھے ہیں اور انہیں اعتقادوں کے ظاہر کرنے کو اللہ تعالی نے ان کو بھیجا ہے یہ بھی الہام مرزا صاحب کو ہو رہا ہے۔

یہ تو ملحدوں کی پرانی گھڑت ہے جیسا کہ مرزا کی قلم سے نکلیں ۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس کو الہام کہا جائے کوئی الحادی بھی ہوتی مگر نئی ہوتی تو بھی الہام کا شبہ ہوسکتا تھا بفحوائے فا لھمھا فجو رھا مگر ان سڑی بھسی گھڑتوں کو کون دل کا اندھا کہے گا مدت ہوئی کہ علماء اسلام اسکی دھجیاں اڑا چکے ہیں مگر الحمدللہ اس وقت آپ لوگوں پر معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب پر الزام نہیں لگایا گیا ہے بلکہ جو اعتقاد انہوں نے لکھے ہیں یہ ان کا اظہار کیا گیا ہے۔

تقریر ختم ہوئی اور حاضرین جلسہ سے خصوص علماء دین جو اس جلسہ میں شامل تھے رائے لی گئی۔ کل علماء دین نے بالاتفاق مرزا صاحب کے الحاد اور تکفیر پر اپنی رائے ظاہر کی اور فتوی تحریر ہوا۔ علماء کے دستخط اور مواہیر ثبت کرائی گئیں ۔ جلسہ برخاست ہوا۔

جنابِ شیخ کا نقشِ قدم

تغیر وعدہ جاناں میں سو سو بار آتا ہے
کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہے

حکیم مظہر حسن لکھتے ہیں:

(۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو منشی غلام قادر صاحب اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور امیر علی شاہ حواریان مرزا صاحب، حضرت مولانا شیخ الکل کی خدمت میں پہنچے اور خط مرزا صاحب قادیانی کا پیش کیا)

مولانا شیخ الکل : مجھ کو اس قدر فرصت نہیں کہ اس کو پڑھوں اور اس کا جواب دوں ۔ مولوی ابوسعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید کے پاس آپ لے جائیں، وہ اس کو پڑھ کر جواب لکھ دیں گے۔ آپ وہی جواب مرزا صاحب کو دے دینا، وہ جواب میری طرف سے تصور فرمائیں۔

(موصوفان، مولوی صاحبان موصوفین کے پاس گئے اور خط مذکور پیش کیا۔

خلاصہ رقعہ مرزا صاحب

۱۱۔اکتوبر کے جلسہ میں بوجہ خوف میں حاضر نہ ہو سکا۔اب پولیس وغیرہ کا میں نے اپنے طور پر انتظام کرلیا ہے۔۱۸۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو آپ گفتگو کے واسطے تیار رہیں۔

مولانا شیخ الکل کی طرف سے حاشیہ جواب خط پر تحریر ہوا:

میری طرف سے آپ کی تحریر کا جواب مولوی ابوسعید صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب دیں گے، مجھ کو اپنے خطاب سے معاف رکھیں۔

جواب خط مرزا صاحب

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

ازخاکسار عبدالمجید بخدمت گرامی مرزا غلام احمد......

جناب کا مقصود احقاق حق نہیں ہے،اس کے بعد آپ نے ٦ تاریخ کا اشتہار ۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پھر مشتہر کیا اور ان میں جناب میاں صاحب کے خط اور حاملین رقعہ کی گفتگو اور اپنے انکار کا بالکل ذکر نہیں کیا(جو دیانت اور انصاف سے مراحل دور ہے)اور اس اشتہار میں یہ چند باتیں اور بڑھا دیں:

۱۔مولوی سید محمد نذیر حسین مجھ کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد اور اپنے حنفی بھائیوں کو بدعتی اور امام ابوحنیفہ کو علم حدیث سے بے خبر قرار دیتے ہیں و ھذا بھتان عظیم

۲۔مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب کی گفتگو سے اعراض

۳۔افسر انگریزی کی عدم موجودگی کے جلسہ میں بحث منظور ہے۔

۴۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے درخواست مناظرہ

۵۔درخواست شیوع حلفی اشتہار

٦۔ہدایت پر تواضع وعاجزی وانکسار

۷۔حضرت میاں صاحب کی مسجد میں حاضری کا اقرار

اگرچہ بعد معائنہ اس اشتہار کے آپکے حال وقال پر زیادہ واقفیت ہوگئی تھی مگر برائے اطمینان خلق

اور اتمام حجت اس اشتہار کی تحریر کے بموجب ایک اشتہار بمنظوری شرائط قطعی شائع کر دیا گیا گو آپ مسجد میں آنے کا اقرار کر چکے تھے تاہم جناب شہزادہ ثریا جاہ کو تکلیف دی گئی اور ان کا مکان چاندنی محل جس میں ۱۳ ہزار آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش ہے لیا اور بموجب اجازت و وعدہ مشتہرہ آپ کے اشتہار ۲، ۶، اکتوبر ۱۸۹۱ء، یوم یک شنبہ کو جلسہ مقرر کر دیا اور یہ حلفی اشتہار اول مرتبہ آپ کو بدست مولوی عزیز الحسن بھیجا گیا دوسری دفعہ خود مولوی محمد حسین آپ کے آدمی امیر علی شاہ سیالکوٹی کو دے آئے تیسری مرتبہ خاکسار نے امیر علی شاہ کو دیا، چوتھی مرتبہ مولوی محمد دین آپ کو دے آئے اور احتیاطاً ۱۰۔ اکتوبر کو ایک خط بھی قلمی یہ خاکسار و مولوی عبدالحمید و مولوی عبدالغنی، عبدالحق سوداگر وحاجی نور احمد دے آئے جس کے جواب میں پھر آپ نے کچھ حیلہ حوالہ لکھا جس کا جواب اسی دن شام کو یہ خاکسار قریب مغرب بمراہی مولوی عبدالحمید آپ کے مکان پر دے آیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے شب کو یہ خاکسار پھر آپ کے پاس گیا اور آپ نے پھر کچھ لکھا جس کو صاف کرتے ہوئے چھوڑ آیا اور آپ کے آدمیوں نے کہا تھا کہ ہم صبح کو بہت سویرے پہنچا دیں گے ۔مگر وہ تحریر نہ آئی اور نہ وقت مقررہ پر باوجود بار بار تاکید کے آپ تشریف لائے۔ آخر کار آپ کے واسطے شہزادہ صاحب بہادر کی سواری اور تین آدمی حاجی نور احمد و سید قمر علی و سید آغا حسین لینے گئے اس پر بھی آپ تشریف نہ لائے (ان تحریرات اور تقریر کا اعادہ کیا گیا ہے جو پہلے تحریر ہو چکی تھی) لاچار ایک بجے جلسہ برخاست کر دیا گیا اب جو عام شہر میں آپ کی حق گوئی کا قصہ گھر گھر پھیل گیا تو آپ نے یہ رقعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جناب شیخنا کے نام ارسال فرمایا اس سے وہ دھبہ جو آپ کے دامن پر لگ چکا ہے دھویا نہیں جا سکتا۔ کیا اس خط سے وہ وعدہ خلافیاں جو آپ سے وقوع میں آئیں دور ہو سکتی ہیں؟ کیا اشتہار ۲، ۶، اکتوبر ۱۸۹۱ء اور درمیان کی کاروائی جس میں آپ نے مجلس مناظرہ میں آنے سے انکار کیا ہے آپ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں؟ کیا ان رقعات میں آپ کا انکار موجود و مرقوم نہیں ہے۔ پھر اب کیا ممکن ہے کہ اس خط سے یا دوبارہ دعوی مناظرہ پر یہ دھبہ دھویا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ معہذا اگر آپ کو کچھ گفتگو کا خیال ہے تو ہم لوگ حاضر و موجود ہیں۔ جب اپنی ذمہ داری کے ساتھ

مکان وغیرہ کا انتظام کر کے اطلاع دیں اور ہم سے جس کو آپ پسند کریں وہ آپ سے گفتگو کیلئے حاضر ومستعد ہے۔ جناب شیخنا وشیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین کی شان اس سے ارفع اعلی ہے۔ آپ سہ بارہ گفتگو کے لئے تکلیف دیں بلکہ آئندہ آپ کسی قسم کی خط وکتابت سے مولانا صاحب سے نہ کریں۔ جو کہنا اور لکھنا ہو ہم سے کہیں اور ہم کو لکھیں۔ آپ نے اپنے خط کے اخیر میں ایک نئی شرط اور بڑھائی ہے اس کا اور دیگر شرائط ضروریہ کا تصفیہ پبلک کی رائے سے ہوگا۔ ان شروط کو جلسہ میں پیش کیا جائے گا جس امر پر کثرت رائے ہوگی اس کو ماننا پڑے گا بذریعہ تحریر ان شروط کا تصفیہ ناممکن ہے۔ عبدالمجید۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

(مولوی ابوسعید محمد حسینؒ کی جانب سے) خاکسار کا بھی اس جواب پر صاد ہے اور اس پر یہ مستزاد ہے کہ آں قطرہ بہ ایران رسید، اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اب ہزاروں دعوی کریں اور بیسیوں خط لکھیں وہ الزام گریز آپ سے اٹھ نہیں سکتا۔ معہذا آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو جب چاہیں ہم سے مناظرہ کر لیں۔ جناب شیخنا وشیخ الکل سے اب مناظرہ کا نام لینا موجب شرم ہونا چاہیے۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

یہ خبر پھر شہر میں مشتہر اور گھر گھر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے پھر مناظرہ کا اقرار کر لیا۔

۱۸۔ اکتوبر کی صبح سے ہر گلی کوچہ میں ہلڑ مچا ہوا تھا، جوق در جوق اور غول غول مردمان مولوی عبدالمجیدؒ کے مکان پر آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

۱۔ کہیے جناب آج مناظرہ ہوگا قبلہ۔

مولوی صاحب: بھائی صاحب میں خود انتظار میں ہوں، ابھی تک کوئی خبر نہیں نکلی۔

۲۔ مولانا صاحب! فرمائیے کیا بات قرار پائی۔ وقت اور مکان مناظرہ کیلئے کون دن مقرر ہوا؟

مولوی صاحب: ابھی تک مرزا کی طرف سے کوئی خبر یا اطلاع نہیں آئی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

(مولوی صاحب لوگوں کے سوال و جواب سے تنگ آ کر ایک بجے کے قریب لوگوں کے ساتھ اٹھ کر مطبع فاروقی میں گئے اور بہ معیت میاں محمد صاحب منصرم مطبع مذکور مرزا صاحب کو رقعہ بھیجا:

بخدمت گرامی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دام لطفہ

بعد سلام کہ سنت اسلام ہے کہ واضح رائے عالی ہو، احقر حاضری سے تو بسبب کوتوالی کے پہرہ کے جو جناب نے اپنے مکان پر لگا رکھا ہے معذور ہے۔ ۱۸۔ اکتوبر یوم شنبہ کو آپ نے لکھا تھا کہ مکان اور انتظام کر کے گفتگو کرونگا۔ صبح سے انتظار ہے کہ اگر آج بھی کوئی سبب خاص مانع ہے تو براہ نوازش مطلع فرمائیں۔ اور امید ہے کہ آپ احقر کے اشتہار ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کے جواب باصواب سے بھی محظوظ فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ خاکسار آپ کا خادم محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی ۱۸، اکتوبر ۱۸۹۱ء از دفتر مطبع انصاری دہلی)

مرزا صاحب: (بعد ملاحظہ خط ایک اشتہار مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میاں محمد صاحب کو دے کر) مولوی صاحب سے کہدیں یہی آپ کا جواب ہے۔

راوی: ہم کو وہ اشتہار باوجود تلاش نہیں ملا، مگر اس کا خلاصہ جس کی سرخی یہ ہے

ہم تو سمجھے تھے لکھے گا کوئی بات لطیف
پر تیرا نامہ تو ایک شور کا دفتر نکلا

(یہی فقرات سبّ وشتم جو مولانا صاحب کی نسبت ہیں، ہماری نظر سے گذرا اور خلاف تہذیب اور خارج از مطلب سمجھ کر قلم انداز کیا گیا)۔

جامع مسجد دہلی میں جلسہ عام

حکیم مظہر حسن لکھتے ہیں:

آج دہلی کی جامع مسجد میں بڑا مجمع ہے۔ ایسا تو کبھی جمعہ کیا، جمعۃ الوداع میں بھی نہیں ہوتا۔ مسجد کے اندر اور صحن میں سیڑھیوں تک آدمی ہی آدمی ہیں، جگہ کی تنگی کے سبب نظر بھی دخل نہیں پاتی۔ آج جمعہ بھی نہیں منگل ہے، مسلمانوں کے سوا اور قوم کے آدمی بھی نظر آتے ہیں۔ جمعہ کا تو وقت بھی

گذر چکا اور آدمی جمع ہیں، اور لوگ دوڑے چلے آرہے ہیں۔ مسٹر ہائیڈ سٹی سپرنٹنڈنٹ اور سید بشیر حسین انسپکٹر اور ایک بڑی جماعت پولیس کی وردی ڈالے، ہتھکڑی حمائل کیئے، ڈنڈا ہاتھ میں لئے موجود ہیں۔ الٰہی خیر! آج کیا ہے؟ ٹن ٹن گھنٹہ گھر کی گھڑی نے دو بجائے۔ حضرت مسیح موعود، مہدی مسعود دو فرشتوں (حواریوں) کے کاندھے پر ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں پر قدم مبارک رکھا، اور حواری اردگرد (چاند کے گرد ستاروں کی طرح) ہجوم کیئے ہوئے اور اوپر چڑھے۔ مرزا صاحب آئے، کے شور کی آواز سے مسجد گونج گئی۔ مسجد میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ لوگ زیارت کے واسطے گرد ہیں.. ابھی نظارہ زیارت سے سیر نہ ہوئے تھے کہ گھڑی نے تین بجائے، ابھی چار نہیں بجے تھے کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی اور ایک طرف آدمیوں میں ہل چل پیدا ہوئی۔ آدمیوں کو چیر کر راستہ کیا گیا، حضرت مولانا استاد عرب و عجم شمس العلماء جناب شیخ الکل تشریف لائے اور علماء وفضلاء عمائد شہر ورؤساء نجیبہ وامراء وانصار... پیشتر ہی موجود تھے۔ مولانا صاحب کا تشریف لانا تھا کہ اقامت کہی گئی، جماعت کے ساتھ چار ہزار آدمیوں نے نماز عصر ادا کی، مگر حضرت مسیح زمان معہ حواریان امام کے آگے بیٹھے رہے پھر بعض مسلمین نے ان حضرات کو شرکت جماعت کے کہا مگر یہ سب کے سب اسی طرح بیٹھے رہے۔

(مرزا صاحب اور ان کے خدام ظہر وعصر جمع کر کے باجماعت پڑھ آئے تھے ۔ضمیمہ پنجاب گزٹ ۱۴ نومبر ۱۸۹۱ء)

بعد ادائے نماز عصر جناب مولوی عبدالمجید وسید بشیر حسین انسپکٹر پولیس ونواب سعید الدین احمد خان منجانب مولانا صاحب (حضرت شیخ الکل) مرزا صاحب کے پاس گئے۔

انسپکٹر صاحب: حسب قرارداد مولانا صاحب آپ لکھ دیں اگر جناب مولانا صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کردیئے تو میں توبہ اسی مجمع میں کرونگا۔

مرزا قادیانی: (خاموش رہے)

حواریین: (گھبرا کر اور کھڑے ہوکر) ایک سال کے بعد توبہ کریں۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر جناب مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو۔

حاضرین جلسہ: (چند آوازیں) یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا (سید نذیر حسین) صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا، یا درد سر ہو گیا، تو (مرزا) توبہ نہیں کریں گے۔

ظریف: چلو نومبر کے مہینے میں تبدیلی موسم کی وجہ سے نزلہ وزکام تو ایک طبعی امر ہے اور اس پیرانہ سالی عمر میں تو لابدی:

پیراں نمے پرند مریدان مے پرانند

سٹی سپرنٹنڈنٹ: ہنس کر یہ تو کوئی کام کی بات نہیں۔ آپکی اس بات کو کوئی بھی منظور نہیں کر سکتا۔

مولوی عبدالمجید: صاحب ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ بموجب تحریر مولانا نذیر حسین آپ اپنے عقاید کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کرینگے یا نہیں؟ ہم بات بڑھانا نہیں چاہتے نہ وقت ٹالنا۔

صاحب بہادر: (مرزا صاحب اور ان کے اعوان سے) تم لوگ کیوں بات بڑھاتے ہو، ایک بات مختصر کہو کہ ہم کو یہ بات منظور ہے کہ نہیں۔

مرزا قادیانی: ہم صرف حیاۃ و مماۃ مسیح میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔

مولوی عبدالمجید: اس مسئلہ حیات و ممات میں بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپ کے بہت سے عقاید خلاف اہل اسلام ہیں اور بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے۔ آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں یا نہیں۔

صاحب بہادر و دیگر رؤسا: بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے۔

مرزا قادیانی: (وہی معمولی جواب) نہیں ہم تو حیات و ممات مسیح میں بحث کریں گے۔

مولوی عبدالمجید: پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے؟

صاحب بہادر: آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں۔ فرض کیا کہ مسیح مر گئے، تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ آپ کو مسیح سمجھا جائے بہر صورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔

مرزا قادیانی: خاموش، جواب ندارد۔

مولوی عبدالمجید: (بلند آواز سے صاحبو! خاموش) ہم ہر مسئلہ میں گفتگو کیلئے تیار ہیں آپ کے پاس اگر کوئی شرعی برہان ہے تو لائیے (بہت بلند آواز سے) ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صادقین

غلام قادر حواری: (صاحب سپرنٹنڈنٹ سے) دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔

صاحب بہادر۔ کیوں نہ سنائیں؟

خواجہ یوسف (وکیل علی گڈھ من جانب مرزا صاحب، مولوی صاحب سے): حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے؟

مولوی عبدالمجید: اگر توبہ کرے، ہمارا بھائی ہے۔

خواجہ یوسف: میں ابھی ان سے توبہ نامہ لکھوائے لیتا ہوں وہ لکھ دیں گے کہ جو کچھ قرآن وحدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی عبدالمجید: اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: (توبہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے تھے)

مولوی عبدالمجید: یہ تو مرزا پہلے ہی لکھ چکے ہیں، لکھنا تو یہ چاہیے کہ جو عقاید خلف اہل اسلام میں نے فتح الاسلام اور توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔

خواجہ یوسف: مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔

مولوی عبدالمجید: اچھا مرزا صاحب ہم سے گفتگو کرلیں کہ یہ عقاید خلاف قرآن وحدیث ہیں یا نہیں ۔ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی: ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقاید کا ثبوت پیش کریں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب تسلیم کریں، یا حلف سے انکا خلاف قرآن وحدیث بیان کریں، تو آپ توبہ کریں۔

مرزا قادیانی: ہم تو حیاۃ ومماۃ مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ: یہ جلسہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے ہی ہو رہے ہیں۔ جب آپ ثبوت دعوی نہیں کرتے تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے۔

نواب سعید الدین: (اراکین جلسہ سے) اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل پیش کریں۔

مرزا قادیانی: (زبان کو ہونٹوں پر پھیر کر اور ایک گھونٹ پانی کا پی کر) ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔

اراکین جلسہ: اگر آپ گفتگو اور فیصلہ سننا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں، خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔

خواجہ یوسف: میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔

مولوی عبدالمجید: آپ سنائیں گے ہم ہر ایک جملہ کا رد کر دیں گے

سپرنٹنڈنٹ: (خواجہ صاحب کو روک کر) آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ (اور مولوی عبدالمجید سے کہا) آپ لوگوں کو پکار کر کر دیں، رخصت۔ سب لوگ جاؤ۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

مولوی عبدالمجید: صاحبو! جلسہ برخاست، مرزا صاحب اپنے دعوی کا ثبوت نہیں بیان کرتے۔

سپرنٹنڈنٹ: مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخاست

انسپکٹر: (مولانا صاحب کی خدمت میں آ کر) جلسہ برخاست۔ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے

پھر انسپکٹر صاحب اور سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے اب بیٹھنا بے کار ہے۔

مرزا صاحب کو صاحب بہادر پولیس کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا مسجد میں سناٹا ہو گیا

ا۔افسوس آج بھی لوگ محروم ہی گئے مگر آج تو بہت بری ہوئی مرزا صاحب آج پھنس کیسے گئے۔ یہ تو دم میں آنے والی اسامی نہیں تھی۔ ایک مہینہ ہو گیا اشتہار بازی بھی ہوتی رہی مگر مقابلہ پر ایک دفعہ بھی آتے نہ دیکھا ۔جن کی کہ مزید تیاریاں ہوئیں۔

۲۔اس سے پہلے جو اشتہار جاری ہوا تھا اس میں میاں صاحب نے انکار کر دیا تھا۔مرزا صاحب دھوکہ میں آ گئے کہ شاید وہ نہ آئیں۔تو پھر میدان ہمارے ہاتھ رہ جائے گا۔مگر میاں صاحب نے بایں ہمہ پیرانہ سالی اور ضعیف العمری کے کوئی حجت باقی نہیں رکھی۔

۳۔آج تو مرزا صاحب کے منہ پر زردی، چہرہ پر مردنی چھا گئی، ہونٹوں پر خشکی کے مارے پپڑیاں جم گئی تھیں، خشک زبان سے بولا بھی نہیں جاتا تھا۔دل میں تو بہت پچھتائے ہوں گے میں کہاں آ پھنسا۔اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مار لی۔جاتی بلا اپنے گلے ڈال لی۔

۴۔میاں آج تو جس حالت سے گئے ہیں تمام عمر ہی یاد رکھیں گے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آتے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

۵۔میاں ایسی کیا ضرورت تھی۔یہ لوگ دیوانہ بھی ہو گئے۔آزمودہ را آزمودن جہل است۔جب مرزا نے ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ، ہمیشہ مناظرہ کو ہزار بات اور ہزار حیلہ سے نکال کر ٹال دیا، اب کیا امید تھی۔اور کس بھروسہ پر لوگ بھاگے چلے آتے ہیں۔اپنے اوقات عزیز کی تضیع کرتے ہیں۔

۶۔تم نے سنا ہوگا اور اشتہارات تو دہلی کی دیواروں پر لگے دیکھے ہوں گے قطع حجت کے واسطے کہ عوام دھوکہ میں نہ پڑ جائے۔میاں صاحب نے مرزا صاحب کی ہر ایک درخواست کو منظور کیا۔اس مرتبہ یہ درخواست تھی کہ اگر میاں صاحب بحث کرنا نہیں چاہتے تو میرے دلائل وفات مسیح ایک مجلس میں اللہ جل شانہ کی تین قسم کھا کر یہ کہہ دیجئے کہ دلائل صحیح نہیں جس سے عوام لوگ یہ سمجھیں گے کہ گویا جناب شیخ الکل مرزا صاحب سے مناظرہ نہیں کرتے۔اس کا جواب حضرت مولانا صاحب نے بذریعہ رقعہ بمنظوری شرائط مرزا صاحب کو لکھا کہ آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔

خط وکتابت درمناظرہ

نحمدہ و نصلی علی نبیہ الکریم۔

بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد قادیانی سلمہ

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب
ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

بعد از سلام مسنون مدعا یہ ہے کہ آپ کا اشتہار مورخہ ۱۷۔ اکتوبر، ۱۸۔ اکتوبر کو میرے پاس پہنچا۔ اس میں ۲۔ اکتوبر و ۶۔ اکتوبر کے اشتہار سے علاوہ کلمات مہذبانہ صرف ایک بات زیادہ ہے کہ مجمع عام میں آپ اپنے ثبوت دعوی میں آیات صریح الدلالت قرآنیہ اور احادیث صحیح پیش کریں اور عاجز اس سے اقرار یا انکار کرے۔ لہذا یہ ایک ایسی بات ہے جس نے ہم کو آپ کی آزمائش کے لئے پھر آمادہ کیا کہ عاجز آپ کی اس بات کو بھی آزما دیکھے کیونکہ آپ کی دو باتوں کی آزمائش ہو چکی۔

اول یہ کہ ۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے استدعاء رفع شکوک کی تھی جس کے واسطے ۵۔ اکتوبر کو آپ کو لکھا تھا کہ آپ آن کر حسب شرائط قرار دادہ خود رفع شکوک کر لیں، مگر آپ ثابت قدم نہ نکلے۔

دوسرے ۶۔ اکتوبر کے اشتہار میں آپ نے مناظرہ کے واسطے درخواست کی، جس کے لئے ۱۱۔ اکتوبر بروز یک شنبہ قرار پا کر جلسہ منعقد ہوا۔ مزید برآں کہ عین وقت جلسہ کے جو کچھ آپ نے کیا عاجز نے محض اظہاراً للحق قبول کیا مگر آپ تشریف نہ لائے۔

اب تیسری بات جو آپ نے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں لکھی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے عاجز خالصاً للہ آپ کی استدعا کے موافق اطلاع دیتا ہے کہ آپ کل بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو ۳

بجے دن کے جامع مسجد میں آ کر اپنے عقاید محدثہ (جو آپ کی تالیف میں مندرج ہیں اوران کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے اور جن کی وجہ سے علماء اہل سنت نے کفر والحاد کے فتوی لکھے ہیں) بیان کریں اگر یہ عقاید آپ نے کتاب وسنت سے موافق قاعدہ مقررہ علماء اسلام مجمع عام میں میرے روبرو ثابت کر دیئے تو واللہ باللہ مجھ کو کسی قسم کا عذر قبول کرنے میں نہ ہوگا اور اگر ان عقائد الکلمات مذکورہ کا ثبوت بدلائل کتاب وسنت نہ دیا تو میں تین قسم سے کیا سو قسم کے ساتھ انکار ورد کر دونگا۔لیکن ان میری قسموں کا معاوضہ آپ کو یہ کرنا ضرور ہوگا کہ آپ اسی مجمع عام میں تائب ہو جاویں اور عقائد مذمومہ اپنے کے چھوڑ دینے میں کچھ حیلہ حوالہ نہ کریں اور آئندہ کے واسطے ایک حلفی اقرار لکھ دیں کہ میں گاہے ایسے عقائد باطلہ کا اظہار نہ کرونگا۔ہاں آپ دعا ایک سال نہیں بلکہ تازندگی کرتے رہیں۔اور جب ظہور اجابت ہو رجوع کا اختیار ہے۔اگر علاوہ جامع مسجد کے کوئی اور جگہ آپ نے تجویز کر رکھی ہے تو حاملین رقعہ ہذا سے کہدیں عاجز وہاں آ جائے اور وہی مقام مشتہر کر دیا جائے کہ خلائق حیران نہ ہو۔مکرر آنکہ یہ تیسری دفعہ حسب استدعاء وتحریر آپ کے جلسہ قرار دیا گیا ہے اگر آپ نے کوئی عذرو حیلہ کیا تو مسموع نہ ہوگا۔والسلام

جواب منجانب مرزا صاحب قادیانی

بگرامی خدمت حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب

بعد سلام مسنون واضح ہو، آپ نے میرے ۱۷۔اکتوبر کے اشتہار کے جواب میں حضرت مسیح کی حیات کے متعلق قسم کھانے اور اس امر میں میری آزمائش کرنے کا ارادہ کیا ہے مگر یہ رقعہ اس قسم کا پیچیدہ ہے کہ یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کی توضیح کی جائے میں آپ کو پھر یاد دلاتا ہوں اور وہ عبارت اشتہار کی نقل کرتا ہوں تاکہ آپ کو خوب یاد رہے کہ آپ کو کس امر کے متعلق اور کس طریق پر قسم کھانی ہے۔وہ الفاظ یہ ہیں،اگر آپ کسی طرح بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں تمام میرے دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جل شانہ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور

صحیح اور یقینی امر یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح اور قطعیی الدلالۃ سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں اور میرا عقیدہ بھی ہے، تب میں آپ کی اس حق پوشی پر آسمانی فیصلہ کے لئے دعا کرونگا اور اگر ایک سال تک اس کا کوئی کھلا کھلا آپ پر اثر ظاہر نہ ہوا تو میں ضرور صدق دل سے توبہ کرونگا، آپ ان الفاظ کو خوب یاد رکھیں اور انہیں الفاظ کے ساتھ آپ کو قسم کھانی ہو گی اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی شخص کو یا آپ کو میرے تقریر کرنے یا تحریر سنانے کے عرصہ میں بولنے کا اختیار نہ ہوگا میری تقریر یا تحریر کو تمام وکمال سننے کے بعد آپ قسم کھائیں گے۔غرض اس معاملہ میں آپ کو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر کے الفاظ کی پوری پابندی لازم ہوگی۔

علاوہ اس کے جو آپ نے بہت باتیں مسئلہ حیات وممات مسیح ابن مریم کے علاوہ تحریر کر کے رقعہ کی پشت پر بھیجے ہیں ان پر میں ہر طرح بحث تحریری کے لئے کسی اور جلسہ میں جو آپ مقرر کریں طیار ہوں۔ یہ جلسہ جو میرے اشتہار مذکور کے جواب میں آپ نے مقرر کیا ہے صرف حیات ووفات مسیح کے متعلق ہے، اور صرف اس امر کے متعلق میں نے آپ کو قسم کھانے کی تحریک کی ہے اور یہ بھی اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو تحریری بحث اس کے متعلق کریں۔ان جملہ امور کے گوش گذار کرنے کے بعد میں آپ کو مطلع کرتا ہوں میں آج انشاءاللہ تعالی جامع مسجد میں وقت مقررہ پر حاضر ہو جاؤنگا ۔اگر آپ انہیں شرطوں کے موافق بحث کے لئے یا قسم کھانے کے لئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو بواپسی مجھ کو اطلاع دیں یعنی مجھ کو اس امر سے مطلع فرماویں کہ میں حسب منشاء آپ کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ئمیں بحث کرنا چاہتا ہوں یا قسم کھانا چاہتا ہوں۔تا کہ آپ کا رقعہ بطور سند رکھا جائے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ ثانی مولانا نذیر حسین صاحب بجواب مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ

بعد سلام مسنون مدعا یہ ہے میں تم کو کل خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں اس کے خلاف ایک حرف بولنے کا آپ کو مجاز نہ ہوگا اس میں کوئی پیچیدہ بات نہیں لکھی گئی ہے تمام مضمون صریح وصاف ہے اس کو پیچیدہ کہہ کر حیلہ حوالے کرنا یہ تمہاری اس موقع سے پہلو تہی کرنا ہے آپ نے میرا قسم کھانا ایک امر پر چاہا تھا میں نے اس کے ساتھ چند امور شامل کر دیئے باقی امور کی شمولیت کے موقع پر ملتوی رکھنا جس میں آپکی درخواست شیءزائد قبول ہوئی، کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اوراس زیادتی میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ جب فیصلہ قسم پر قرار پایا تو پھر ایک امر اور چند امور پر قسم کھانا مساوی ہے اور تقریباً مساوی وقت چاہتا ہے لہذا اول آپ کو میری قسم پر اقرار توبہ کا اس مجمع میں لکھنا ہوگا پھر میری طرف سے آپ کے عقائد سنائے جائیں گے پھر ہر عقیدہ پر آپ کو ایک مرتبہ صریحۃ الدلالۃ یا حدیث صحیح پیش کرنی ہوگی اور قسم پر فیصلہ پر ہوگا۔ اوراس مجلس میں یہ اختیار آپ کو ہرگز نہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کچھ بولیں جب تک میری طرف سے سوال نہ کیا جائے۔ اورسوال کے بعد بھی آپ کو اسی قدر بولنا ہوگا جس قدر آپ سے پوچھا جائے۔ زائد از مطلوب اگر آپ بولیں گے تو فوراً روک دیئے جائیں گے اور یہ آپ کی صریح پہلو تہی اور حیلہ جوئی سمجھی جائیگی۔ یہ عاجز وقت معینہ پر مسجد میں جائیگا انشاءاللہ تعالی۔ آپ بپابندی تحریر امروز و دیروز ضرور آویں اور میری دونوں تحریریں۔ مرقومہ ۱۹۔ ۲۰، اکتوبر سنداً ضرور ساتھ لاویں۔

الراقم سید محمد نذیر حسین۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

سہسوانی قادیانی مباحثہ

حکیم مظہر حسن لکھتے ہیں:

دہلی کے ہر فرد و بشر، اعلی و اسفل، صغیر و کبیر، مرد و زن، خاص و عام کی زبان پر مسیح موعود کا تذکرہ ہے

جہاں دیکھو یہی ذکراذکار ہے اور اشتہاروں نے تو وہ کام کیا کہ چار دانگ خلائق میں ہند سے لے تا شام وروم بمبئی مدراس یورپ میں دھوم مچادی۔ مہدی سوڈان نے گو جان دے دی تمام ممالک میں تہلکہ مچا دیا تھا اس کو یہ شہرت نصیب نہ ہوئی۔ اس کو فقط تعلیم یافتہ اخباروں کے شائق جانتے تھے۔ مگر ان سے جاہل و عالم ہر فرقہ کا انسان واقف ہو گیا عرب و عجم میں شہرت ہو گئی۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ خیر باشد کیساتھ، مگر شہرت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔

اب مسیح موعود کا دہلی میں قیام ہے۔ ایک مکان میں مختصر سا فرش ہو رہا ہے، ایک مسند پر تکیہ لگائے مسیح موعود اور چاند کے گرد ستاروں کی طرح حواری موجود ہیں۔ دروازہ پر پولیس کا پہرہ کھڑا ہے۔ مکان کے گرد چند کنسٹیبل کمر بستہ لیس ڈنڈا ہاتھ میں لئے پھر رہے ہیں۔

مرزا صاحب اپنے فضائل اور خوارق عادت پیش گوئیوں کا ذکر اور الہاموں کا بیان فرما رہے ہیں۔ حواری ہاں میں ہاں ملا کر آمنا وصدقنا کا کلمہ سنا رہے ہیں۔ مرزا صاحب خوشی کے مارے پھول کر کپا ہو رہے ہیں۔

حواری: حضرت اقدس وہ میدان مارا کہ باید و شاید۔

۲۔ شیخ الکل حضور سے ڈر گئے۔ قسم کھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۳۔ رعب میں دب گئے۔ خدا کی قسم منہ پر ہوائیاں اڑتی تھیں، رنگ زرد گویا ہلدی پھری ہوئی تھی۔

۴۔ اگر قسم کھا لیتے تو دیکھ لیتے کیا ہوتا؟ سال ہی خیریت سے گذر جاتا۔

خوش آمدی: ہوں، سال کی بھی ایک ہی کہی، مسجد ہی میں غضب الٰہی نازل ہو جاتا، گھر پہنچنے کی نوبت نہ آتی، پتھر برسنے لگتے۔

۲۔ بھائی تم سچ کہتے ہو، آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا سا تو نظر آنے لگا تھا۔

۳۔ دیکھا تو میں نے بھی تھا بلکہ مجھ کو اس میں فرشتے بھی نظر آتے تھے۔

۴۔ خدا کے مرسل کا کہنا کبھی ٹل سکتا ہے؟ اور مرسل بھی وہ جس کا خدا خود محکوم۔

سید صاحب: وہ خود بھی اپنے نبی سے وعدہ کر چکا ہے ادعو نی استجب لکم

خادم: حضور وہ حاجی محمد احمد صاحب سوداگر حضور کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔

مسیح : آنے دو (اور جو حواری ادھر ادھر پھر رہے تھے، جھٹ آن بیٹھے)

حاجی محمد احمد: السلام علیکم۔

مسیح: وعلیکم السلام۔ مزاج بخیر

حاجی محمد احمد: الحمد للہ (مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھائے)

مسیح زمان (نے مسکرا کر ہاتھ اٹھایا) کیا آج کوئی اور پیغام لائے ہیں؟

حاجی محمد احمد: پیغام سے خالی تو نیاز مند نہیں آیا۔

مسیح (کچھ گھبرا کر): کیا میاں (نذیر حسین) صاحب کا کوئی پیغام ہے؟

حاجی محمد احمد: نہیں بلکہ بھوپال سے ہے۔ (یہ کہہ کر ایک خط پیش کیا)

مسیح موعود: اس کا جواب آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ آپ تشریف لے جائیے۔ اس کو دیکھ کر اور جواب لکھ کر بھیج دونگا۔

حاجی صاحب رخصت ہوئے اور حضرت مسیح زمان نے لفافہ کھول کر خط پڑھنا شروع کیا

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرحیم حامداً و مصلیاً مسلما۔ربنا لا تز غ قلو بنا بعد اذ هد یتنا و هب لنا من لد نك رحمة انك انت الو ها ب

اما بعد : السلا م علیکم

جناب مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء، ومورخہ ۶۔ اکتوبر سنہ مذکور جو بمقابلہ جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں دیکھنے میں آئے۔ معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا؟ لیکن یہ خاکسار محض بہ نظر احقاق حق وابطال باطل کے لئے صرف حق تعالی کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرہ کیلئے تیار ہے اور شروط..مندرجہ اشتہار ۶۔ اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرط ثالث میں تھوڑی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں اگر اس بحث وفات میں غلطی پر نکلا تو دوسرا

دعوی خود چھوڑ دونگا، اس قدر اس میں اور اضافہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسی میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے مرا، اصل دعوی یعنی عدم نزول حضرت عیسی اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ بعد ختم بحث وفات عیسیٰ کے ان دونوں امور میں بلا عذر بحث ضرور کی جاوے گی اور جو کوئی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا۔ اور نزول عیسی صرف ثبوت وفات مسیح سے باطل متصور نہ ہوگا۔ آپ کا دعوی جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے وہ بھی تو دعوی عدم نزول عیسی اور دعوی آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ و السّلا م علی من اتّبع الھدی ۔

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ از بھوپال محلّہ گوجر پورہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

(سہسوانی قادیانی خط و کتابت آگے چل کر بروایت مولانا سہسوانی منقول ہے۔ اس لئے یہاں ترک کی جارہی ہے۔ بہاء)

خط و کتابت کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اور مولانا سہسوانی کی بحث شروع ہوئی۔ چودھویں صدی کا مسیح میں لکھا ہے:

بحث شروع ہوئی اور مولوی صاحب نے پانچ آیتیں قرآن کریم اور حیات مسیح کی بحث میں لکھ کر حاضرین کو سنا کر دستخط کر کے مرزا صاحب کو دیں۔

مرزا قادیانی: میں مجلس بحث میں جواب نہیں لکھ سکتا میں لکھ رکھونگا، آپ لوگ دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: یہ معاہدہ کیخلاف ہے ان میں نقض عہد ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی: میری طبیعت اچھی نہیں آپ کل دس بجے آئیں۔

حاجی محمد احمد: افسوس آپ کی جملہ شروط منظور کی گئیں، مگر

مرزا قادیانی: (دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر) مجھ کو دوران سر ہو گیا۔ اب زیادہ گفتگو کی طاقت نہیں رکھتا۔

جلسہ برخاست ہوا۔ (اگلے روز، مرزا صاحب بزبان حال کہہ رہے تھے) برے پھنسے۔ اب کوئی تدبیر مخلصی کی نہیں۔ مختلف رقعوں میں شروط میں تغیر و تبدل کیا۔ عام جلسہ ہونے سے روکا۔ چلتے ہوئے جواب لکھنے سے انکار کیا۔ مگر بلا کی طرح اچھا پلٹا، کوئی صاحب غیرت ہوتا تو نام نہ لیتا یہ حضرت پہلے موجود۔

اب مولوی محمد بشیر مردانہ میں بیٹھے ہیں اور مرزا صاحب زنانخانہ سے برآمد نہیں ہوتے۔

حاجی محمد احمد: مولوی صاحب اب جانے دو، ان حضرت کی تو یہی عادت ہے ھل من مبارز پکارتے ہیں جب کوئی خم ٹھوک کر مقابلہ پر آیا تو پیچھے کو ہٹ گئے۔

مولوی محمد بشیر: حضرت! بندہ تو ان کے دروازہ کی اینٹیں اکھاڑ کر اٹھے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے ہر ایک رقعہ میں دو شرطیں بڑھائیں، مگر میں نے تسلیم کے لفظ کو ایسا پکڑا کہ انکار ہی نہیں کیا۔

۱۔ حیات مسیح کا ثبوت۔

۲۔ بحث مرزا کے مکان پر۔

۳۔ جلسہ عام نہ ہو، دس آدمی ساتھ لاؤ۔

۴۔ شیخ بٹالوی اور عبدالمجید ساتھ نہ آئیں۔

۵۔ پرچوں کی تعداد پانچ ہوں۔

ہر چند کہ ان سب شروط کا قبول کرنا نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی مگر محض اس خیال سے کہ مرزا کو کوئی راہ یا حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے یہ سب باتیں منظور کیں پھر کل کا معاملہ کہ پرچہ لے کر سر پکڑ کے بیٹھ گئے کہ میں جواب مجلس مناظرہ میں نہیں لکھ سکتا کل ۱۰ بجے آئیں۔ اور اب زنانخانہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اب اخیر تک پہنچائے بغیر اٹھ چلنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

حاجی محمد احمد: پھر بیٹھے رہیے وہ (مرزا) تو باہر آتے نہیں، مکان کا بیع نامہ آپ کے نام نہیں لکھا گیا، اگر جبراً نکلوا دیا جائے، تو عزت رہ جائے گی، یہ اخلاق مسیحی ہے جو آپ دھرنا مار کر بیٹھے ہیں۔ باہر پولیس کا پہرہ موجود ہے مداخلت بے جا میں ماخوذ نہ ہو جایئے گا۔

مولوی محمد بشیر: یہ سب قبول، مگر بات کو ایک طرف کئے بغیر اٹھنا قبول نہیں۔

خادم۔ حضرت اقدس امام ہمام فرماتے ہیں ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔

حاجی محمد احمد: مولوی بھی خوش تو بہت ہوئے ہوں گے اب اور فرمایئے۔ کچھ اور بھی حسرت ہے۔

مولوی محمد بشیر: تو ہم جائیں یا بیٹھے رہیں۔

خادم (اندر سے واپس آ کر) آپ تشریف لیجائیں جب جواب طیار ہوگا اسوقت آپکو بلا لیا جائیگا۔

(دو بجے مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو جواب سنا کر دستخط کر کے دیا، اور فرمایا کہ مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ مکان پر لے جائیں۔

یوں چھ دن بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ تین پرچہ مولوی صاحب کے اور تین پرچہ مرزا صاحب کے ہوئے اور بحث ناتمام رہ کر سلسلہ بحث منقطع ہوا)

مرزا صاحب: مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں رہی۔ میرے خسر بیمار ہیں۔

(مولوی محمد بشیرؒ نے ایک مضمون پہلے سے بہ نظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ اس امر پر متضمن تھا کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی۔ مرزا صاحب کی موجودگی میں پڑھ کر سنا دیا گیا۔ یہ احتمال اول یہ ہیں اس پر کہ ان کے پاس اس مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے انہوں نے دو سدیں بنا رکھی ہیں ایک بحث حیات ووفات مسیح دوسری نزول مسیح۔ جب دیکھا کہ ایک سد، جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی، ٹوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد دوسری سد کی، جو ضعیف ہے، نوبت پہنچے گی، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا، وہاں کچھ بھی نہیں ہے، تو قلعی کھل جائے گی، اس لئے فرار مناسب ہے۔ مرزا صاحب نے اسی دن یہ سفر درست کیا اور راتوں رات تاروں کی چھاؤں روانہ ہوئے۔ صبح کو مکان خالی، نہ پولیس کا پہرہ، نہ مکان کے اندر کوئی خادم یا حواری نظر آتا ہے۔ مولوی محمد بشیر صاحبؒ کچھ روز بعد بھوپال واپس گئے)۔

(منقول از چودھویں صدی کا مسیح)

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح

حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ نے مباحثے کی روداد بعنوان الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح ۱۳۰۹ھ شائع فرمائی۔ اس مباحثے میں مرزا صاحب قادیانی نے سارا زور اس بات پر لگایا تھا کہ سورہ نساء کی آیت وان مّن اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ۔ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً (اور اس کے مرنے سے پہلے پہلے سب اہل کتاب اس کو مان جائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کی شہادت دے گا) میں موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہیں یا اہل کتاب میں سے کوئی۔ حضرت مولانا سہسوانی ؒ کا موقف تھا کہ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے، اور مرزا صاحب قادیانی کو اس سے انکار تھا۔ اور ساتھ ہی مرزا صاحب نے کہا تھا کہ فریقین (یعنی سہسوانی اور مرزا قادیانی) کے:

پرچے شائع ہو جائیں گے تو فریقین کے سچ جھوٹ کا فیصلہ لوگ خود کر لیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے، چوتھے قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد نے قرآن پاک کا جو ترجمہ کیا ہے، اس میں سورہ نساء کی مذکورہ آیت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر اس کی موت سے پہلے یقیناً اس پر ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

(ترجمہ قرآن از مرزا طاہر احمد قادیانی۔ طبع ربوہ۔ ۲۰۰۰ء ص ۱۶۳)۔

یہ ترجمہ شھد شاھد مّن اھلھا کی تعبیر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور اس کی گدی کے وارث نے مباحثہ دہلی کے ۱۰۹ سال بعد حضرت مولانا سہسوانی ؒ کے حق میں اور اپنے دادے کے خلاف علی رؤس الاشہاد فیصلہ سنایا۔ اس ترجمے کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کے مباحثہ دہلی کے تمام پرچے،

اور حیات مسیح کے خلاف اور وفات مسیح کے اثبات پر ان کے سب مقالات حرف غلط کی طرح مٹ گئے ہیں۔

یاد رہے کہ اس سے قبل قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد اس آیت کے ترجمہ میں لکھ چکے ہیں:

اہل کتاب میں سے ایک بھی نہیں جو اس (واقعہ) پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاتا رہے، اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ (تفسیر صغیر از مرزا محمود احمد۔ص ۱۳۶)

اور مرزا محمود احمد کے ماموں میر محمد اسحاق اس آیت کے ترجمہ میں یوں لکھ چکے ہیں:

اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر البتہ ضرور ایمان لاوے گا اس (واقعہ قتل پر) پہلے موت اپنی کے اور بروز قیامت وہ (مسیح) ہوگا خلاف ان کے گواہ۔

(ترجمہ قرآن از میر محمد اسحاق قادیانی۔ص ۱۴۹)

مرزا محمود احمد اور میر محمد اسحاق کے تراجم کو سامنے رکھ کر قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی کا کیا ہوا ترجمہ پڑھئے اور دیکھئے کہ حق کس طرح بالآخر آشکار ہوا ہے۔اب مولانا سہسوانی کی زبانی اس مباحثے کی روداد ملاحظہ فرمایئے۔۱۳۰۹ء میں بار اول شائع ہونے والی روداد کا ٹائٹل پیج کچھ یوں تھا:

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح

مشتمل بر کیفیت مناظرہ دہلی جو مابین حامی سنت سید المرسلین قامع اساس مبتدعین فاضل عدیم النظیر مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مثلیت مسیح کے حیات ووفات حضرت مسیح ابن مریم کے باب میں واقع ہوا۔

در مطبع انصاری واقع دہلی باہتمام مولوی محمد عبدالمجید صاحب حلیہ طبع پوشید سنہ ۱۳۰۹ھ

مقدمۃ الکتاب

مولانا سہسوانیؒ مقدمۃ الکتاب میں لکھتے ہیں:

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان بمقام دہلی واقع ہوا۔ مرزا صاحب نے دہلی میں آ کر دو اشتہار، ایک مطبوعہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء، دوسرا مطبوعہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بمقابلہ جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلی مدظلہم العالی کے شائع کئے اور طالب مناظرہ ہوئے، اور وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین وسنت وازالہ الحاد وبدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار مرزا صاحب کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا اور اس جواب میں مرزا صاحب کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی۔ مرزا صاحب نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں:

اول: یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔

دوسری: یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق، مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دے۔

تیسری: یہ کہ اول بحث، حیات مسیح علیہ السلام میں ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جائے تو مرزا صاحب مسیح موعود کا دعوی چھوڑ دیں گے۔ اور اگر وفات ثابت ہو، تو مرزا صاحب کا اصل دعوی عدم نزول حضرت عیسیؑ اور مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا، پھر حضرت مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جائے گی۔ اور جو شخص ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا۔

جب تصفیہ شرائط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب ایماء مرزا صاحب کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانزدہم ماہ مذکور.. دہلی میں داخل ہوا۔ اور مرزا صاحب کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا صاحب نے مختلف رقعوں کے

ذریعہ سے شروط میں تبدیلی ذیل فرمائی:

حیات مسیح کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا ۔

بحث اس عاجز (مرزا) کے مکان پر ہو۔

جلسہ عام نہیں ہوگا اور صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں، آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ (محمد حسین) بٹالوی اور مولوی عبدالمجید (دہلوی) ساتھ نہ ہوں ۔

پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

ان سب شروط کا قبول کرنا، نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی، مگر محض اس خیال سے کہ مرزا صاحب کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے، یہ سب باتیں منظور کی گئیں ۔بعد اس کے تاریخ نوزدہم ربیع الاول (۱۳۰۹ھ) بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔

خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر مجلس بحث میں پانچ ادلہ حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا صاحب کو دیدیئے ۔ مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد ومخالفت شروط کا دیا مگر مرزا صاحب نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا۔ آپ لوگ کل دس بجے آیئے۔

ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے، تو مرزا صاحب مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا صاحب باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا اس وقت آپ کو بلا لیا جائے گا۔

پھر غالباً دو بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ مکان پر لے جائیں ۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک سلسلہ بحث جاری رہا۔

چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا صاحب کے، مرزا صاحب نے پہلی ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا، اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے، اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ متضمن تھا اس امر پر

کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد و مخالفت شروط ہوئی، مرزا صاحب کی موجودگی میں سب حاضرین کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا صاحب کو الزام دیتے تھے مگر مرزا صاحب نے ایک نہ سنی اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے تشریف لے گئے۔

مرزا صاحب کے یہ افعال اول دلیل ہیں کہ ان کے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے دو سدّیں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ایک بحث حیات و وفات مسیح، دوسرے نزول عیسی۔ جب دیکھا کہ ایک سدّ جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی، ٹوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد دوسری سدّ کی جو ضعیف ہے، نوبت پہنچے گی، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا، وہاں کچھ ہے ہی نہیں تو قلعی کھل جائے گی، اس لئے فرار مناسب سمجھا۔

بعد انقطاع مباحثہ اور چلے جانے مرزا صاحب کے احقر دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ بھوپال ہوا۔

اب بنظر فائدہ عام یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل نقل ان رقعوں اور پرچوں کے جو مباحثہ کے متعلق ہیں، ادلہ حیات مسیح پر جو مرزا صاحب کے مباحثہ میں پیش کئے گئے ہیں، اور نیز دیگر ادلّہ واضح طور پر عام فہم عبارت میں لکھ دیئے جائیں تا کہ ہر خاص و عام سمجھ سکے۔ اور مرزا صاحب کی طرف سے جو اعتراضات ان پر ہوئے وہ بھی بطور خلاصہ لکھ دیئے جائیں۔ اور مرزا صاحب نے جو اپنی اخیر تحریر (سوم) میں دو دلیلیں وفات کی لکھی ہیں وہ، اور جو کچھ جواب اس کا خاکسار نے لکھا اس کا بھی خلاصہ لکھ دیا جائے۔ اللّٰھم انت عضدی و نصیری و بك احول

دلیل اول: حیات مسیح کے باب میں سورہ نساء کی یہ آیت ہے:

و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً۔

اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یوں کیا ہے:

ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بہ عیسی پیش از مردن عیسیؑ و روز قیامت باشد عیسی

گواہ برایشان۔

فائدہ میں لکھا ہے: مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰؑ راالبتہ ایمان آرند۔

شاہ رفیع الدین صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے:

اور جو زندہ ہے کتاب والوں میں سے سو اس پر ایمان لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا۔

فائدہ میں یہ لکھا ہے: حضرت عیسیٰؑ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے۔

یہ آیت قطعیۃ الدلالت حیات مسیح پر ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ موته کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہے دوسرا یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی مرے نہیں، لیؤمنن کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے سب نحویوں کا، اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں، اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں، مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا ہے اور ماضی کے معنی لینا بالبداہت باطل ہے کیونکہ ایسا مضارع جس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو بمعنی ماضی نہیں آتا ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

اور ایسا ہی به کی ضمیر کو خواہ عیسیٰؑ کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف، اگرچہ اول ہی صحیح ہے مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔ مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔

دوسرے قول پر، یعنی اگر ضمیر موته کی اہل کتاب کی طرف پھیری جائے، ہمارا مطلب حاصل

ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ بـــــہ کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے۔اگر آنحضرتﷺ یا اللہ کی طرف پھیرتے ہو، تو یہ باطل ہے تین وجوہ سے:

اول یہ کہ سب ضمیریں واحد کی جو اس سے قبل و بعد آئی ہیں بالا جماع حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں۔پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بہ کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہو۔ فان النّصوص تحمل علی ظواھرھا و صرف النّصوص عن ظواھرھا بغیر صارف قطعی الحاد ۔اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

دوم: ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرتﷺ مخاطب ہیں اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرتﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں،وہ یہ ہیں یسئلك ان تنزل الیك من قبلك ۔اگر یہ ضمیر آنحضرتﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا لیؤمنن بك ۔علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرتﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جاوے۔اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں وہ یہ ہیں ، فعفونا ، آتینا ، قلنا ، اخذنا ، حرمنا سنؤتیهم ۔اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا لیؤمنن بی ، یا ، لیؤمنن بنا ، اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی نہیں۔ و من یدعی فعلیه البیان۔

سوم۔اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسیٰؑ کا نہ ہوگا اور حالانکہ قبل و بعد حضرت عیسیٰؑ کا قصہ مذکور ہے۔اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

پس ثابت ہوا کہ بہ کی ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰؑ کی طرف عائد ہے۔

بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی موته کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں طرف حضرت عیسیٰؑ کے۔پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر موته بھی راجع ہو طرف حضرت

عیسیٰؑ کے اورصرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں و من یدعی فعلیه البیا ن ۔

پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰؑ کے لازم آیا۔.... یہ محذور اس سے ناشی ہو کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف پھیری گئی پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر موته کا طرف کتابی کے باطل ہے ۔پس متعین ہوا کہ ضمیر موته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے و هو المطلو ب

دوسری وجہ اس بات کی کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے، یہ ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو لیؤمنن میں ہے، کیا مراد ہے۔آیا وہ ایمان جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور وہ جو شرعاً غیر معتدبہ و غیر نافع ہے جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اس کے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے، اس لئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتدبہ اور نافع ہے مگر جہاں قرینہ صارفہ قطعیہ ہے چند مقامات بطور نظیر لکھے جاتے ہیں۔

بقرہ : یؤمنو ن بالغیب ؛ یؤمنو ن بما انز ل الیك ؛ لا یؤمنو ن ؛آ منا با للہ ؛ ما هم بمؤمنین ؛ یخا دعو ن الله و الذین آ منوا ؛ و اذا قیل لهم آ منوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آ من السفهاء ؛ و اذا لقوا الذ ین آ منوا قالوا آ منا ؛ فاما الذ ین آ منوا فیعلمو ن .. الحق من ر بهم ؛ وآ منوا بما انز لت ؛ ان الذین آمنوا و الذ ین ها دوا و النصاری و الصا بئین من آ من با لله ؛ ا ذا لقو الذین آمنوا قا لوا آ منا ؛ و الذ ین آمنوا و عملوا الصا لحا ت ؛ و اذا قیل لهم آ منوا بما انزل الله قا لوا ؟ نؤمن بما انز ل علینا ۔ ان کنتم مؤمنین ؛قل بئسما یا مر کم به ایما نکم ان کنتم مو منین ؛ و لو ا نهم آمنوا و اتقوا ؛ یا ایها الذ ین آ منوا لا تقو لوا را عنا ؛ و من یتبد ل الکفر با لا یما ن ؛لو یر دو نکم من بعد ایما نکم ؛ او لئك یؤمنو ن به؛ و ارزق اهله من الثمرات من

آمن بالله ؛ قولوا آمنا بالله؛ فان آمنوا بمثل ما آمنتم به ؛ ما كان الله ليضيع ايمانكم؛ يا ايهاالذين آمنوا استعينوا بالصبر و الصلوة؛ والذين آمنوا اشد حباً لله؛ يا ايها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم؛ و لكن البر من آمن بالله؛ يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام؛ و اليؤمنوا بى؛ يا ايها الذين آمنوا ادخلوا فى السلم ؛ و ... من الذين آمنوا ؛ والذين آمنوا معه ؛ ان الذين آمنوا والذين هاجروا ؛ و لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا و لعبد مومن؛ و بشر المؤمنين؛ من كان منكم يؤمن بالله؛ ان كنتم مؤمنين؛ فمنهم من آمن؛ و يؤمن بالله؛ الله ولى الذين آمنوا ؛ قال او لم تؤمن؛يا ايها الذين آمنوا لاتبطلوا ؛ولا يؤمن بالله؛ يا ايها الذين آمنوا انفقوا ؛ ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات؛ يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و ذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين؛آمن الرسول بماانزل اليه من ربه و المؤمنون كل آمن بالله

پس ظاہرایمان سے وہ ایمان ہے جوقبل زھوق روح کے ہوتا ہےاورصرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائزنہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجودنہیں۔ و من يدعى فعليه البيان ۔

علاوہ اس کے اس وقت لفظ قبل کوظاہر معنی سےصرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لیناپڑے گا اورکوئی صارف قطعی یہاں موجودنہیں ہے و من يدعى فعليه البيان ۔اس وقت بجائے قبل موته کے عند موته یا حين موته یا وقت موته کہنا مقتضائے حال تھااس سےعدول کرنے کی کیاوجہ ہے۔

یامرادلیؤمنن میں ایمان سے مرادوہ ہےجوقبل زہوق روح کے ہوتا ہےپس اس صورت میں یا یہ حکم عام ہے ہرکتابی کے لئےتو کذب صریح حق تعالی کےکلام میں لازم آتا ہےکیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہاہزاراہل کتاب مرتے ہیں اوراپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی کو معتدبہاورنافع ہےنہیں لاتے، تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا ۔

اورکسی خاص زمانہ کےاہل کتاب کے لئے یہ حکم ہےتوقید قبل موته کی لاطائل ہوتی ہے۔یہ کلام

توبعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ:

آج میں نے اپنی موت سے پہلے نماز پڑھ لی؛

آج میں نے اپنی موت سے پہلے کھانا کھالیا؛

آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا؛

آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔

ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے ایسا ہی اللہ تعالی کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے تعالی اللہ عما یقولہ الظالمون۔

مرزا صاحب خود بھی اپنی کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہوا اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اس کی وجہ بیان کریں کہ توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں کیوں حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیری۔

اب بدلیل تحقیقی والزامی ثابت ہوگیا کہ مرجع ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰؑ ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح قطعاً ثابت ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہ ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرھم اسی طرف گئے ہیں۔ فتح الباری میں ہے ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ حدیث بخاری ومسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا یہی قول ہے ابن عباسؓ سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اس کے برخلاف جو روایت ان سے ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں مرقوم ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالکؒ وحسن بصریؒ وقتادہؒ و عبدالرحمٰنؒ بن زید بن اسلم وغیر واحد کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے، چند احتمالات مفسرین نے اس کے معنی میں لکھے ہیں، پس یہ آیت کیسے قطعی الدلالۃ ہوسکتی ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے دیا گیا کہ آیت کا ذوالوجوہ ہونا اور اس کے معنی میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیۃ نہیں ہے کیونکہ ہم نے سب وجوہ واحتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی وقطعی سے باطل کر دکھایا ہے۔ دوسرا

اعتراض یہ ہوا کہ اثر ابن عباسؓ وقرأت ابی بن کعبؓ اس پر دال ہے کہ مرجع موته کا کتابی ہے نہ حضرت عیسیٰؑ۔اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ اثر وقرأت مجروح ہیں، احتجاج کے لائق نہیں ہیں، چہ جائے کہ صارف قطعی ہوں۔ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابو حذیفہ ہے۔یہ ابو حذیفہ یا موسی بن مسعود ہے یا یحی بن ہانی بن عروہ کا شیخ۔ پہلا سیّ ءالحفظ ہے دوسرا مجہول ہے اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح الیسار؟ مکی ہے وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں۔دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر وخصیف واقع ہیں۔روایات عتاب کی خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد طیالسی ہے وہ کثیر الغلط ہے۔ہزار احادیث کی روایت میں اس نے خطا کی۔قرأت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب وخصیف واقع ہیں۔عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں۔

دلیل دوم۔سورہ نساء کی یہ آیت ہے:

و ما قتلواه یقیناً بل رفعه الله الیه وکان اللّٰه عزیزاً حکیماً

شاہ ولی اللہ صاحب اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وبیقین نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت اورا خدا تعالی بسوئے خود وہست خدا غالب استوار کار

شاہ رفیع الدین اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اور نہ مارا اس کو بیقین بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا

شاہ عبدالقادر نے یوں ترجمہ کیا ہے:

اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے طرف اپنے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

فائدہ میں لکھتے ہیں: فرمایا کہ اس کو ہرگز نہیں مارا حق تعالی نے اس کی ایک صورت ان کو بنادی اس صورت کو سولی پر چڑھایا۔انتہی ملخصاً

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع رفعه کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہیں اور مراد مرجع سے قطعاً روح

مع الجسد ہے کیونکہ موردِ قتل روح مع الجسد ہے نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر وما قتلوہ و ما صلبوہ یقیناً سے بھی مراد قطعاً روح مع الجسد ہے اور جس کے قتل کا یہود دعوی کرتے تھے اسی کے قتل و صلب کی نفی اور رفع کا اثبات حق تعالی کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ رفعہ سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفعہ کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل رفع روحہ ،صرفِ نص لاظاہر سے ہے اور صرف النص عن الظاہر بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر متحقق ہے و من یدعی فعلیہ البیا ن ۔اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بل رفعہ میں بل اضرا ب کا ہے۔ پس وہ رفع مراد ہونا چاہیے جو مقابل ہو قتل کا۔ یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور رفع روحانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ تعالی کی راہ میں قتل ہوتے ہیں ان کیلئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ و ھو المطلوب۔

اور یہ بات بھی اس کی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے۔ ایک حضرت عیسیٰؑ دوسرے حضرت یونسؑ ۔اس تخصیص کی کیا وجہ ہے، رفع روحانی کو تو کچھ ان دو نبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے۔ یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عامہ صالحین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباسؓ جس کے رجال، رجال صحیح ہیں، اور حکماً وہ مرفوع ہے رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی عبارت آئندہ نقل کی جائے گی ۔ فانتظر

مرزا صاحب قادیانی نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں اس وعدے کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے یا عیسی انی متوفیك و رافعك الیّ ۔

گویا مرزا صاحب نے آیت یا عیسی انی متوفیك و رافعك الیّ کو صارف ٹھہرایا ظاہر معنی وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے۔ لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ توفّی سے مراد قطعاً موت ہو اور یہ متوقف اس پر ہے کہ حقیقی معنی توفّی کے موت کے ہوں بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ توفّی کا استعمال جس جگہ بمعنی موت قرآن مجید

میں آیا ہے وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفّی کے اخذ الشیء وافیاً کے ہیں یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگر چہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے مگر اب میری رائے یہ ہے کہ آیت بھی قطعی الدلالۃ ہے۔

حیات مسیح کی تیسری دلیل سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہے:

و مکروا و مکر الله و الله خیر الماکرین ۔اذ قال الله یا عیسی انی متوفّیك و رافعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة ۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ:

....خدا قوی تر است از ہمہ بدسگالاں آنگاہ کہ گفت خدا۔اے عیسی ہرآئینہ برگیرند توام و بردارندہ توام بسوئے خود و پاک کنندہ توام از صحبت کسانی کہ کافر شدند گردانندہ و تابعان توام بالائے کافراں تاروز قیامت

شاہ رفیع الدین نے یوں ترجمہ کیا ہے:

اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔جس وقت کہا اللہ نے اے عیسی تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے الا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کرینگے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ:

اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں سے اوپر قیامت کے دن تک

فائدہ میں شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں:

یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے، توریت کے حکم کیخلاف بتاتا ہے۔ اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسی کے یار سرک گئے۔ اس شتابی میں حق تعالی نے حضرت عیسی کو آسمان پر اٹھالیا اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ توفّی کے اصلی وحقیقی معنی اخذ الشّیء وافیاً کے ہیں جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی وفخر رازی وغیرھم نے لکھا ہے۔ عبارات ان کی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی۔ اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اس کی تحریر چہارم میں بیان کی گئی اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے ومن یدعی فعلیه البیان۔ اس لئے اصل وحقیقی معنی یعنی اخذ الشّئی وافیاً مراد لئے جاویں گے اور انسان کا وافیاً لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جائے۔ وھو المطلوب۔

یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر۔ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے اس کا قطعی الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرا دیا۔

اگر کہا جائے کہ توفّی اس وقت عین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالی کا ورافعك تکرار ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ توفّی کا لفظ چونکہ بمعنی موت ونوم بھی آتا ہے اس لئے لفظ رافعك سے تعیین مراد مقصود ہے۔ اب تکرار نہ ہوئی جیسا کہ آیت ثمّ بعثنا کم من بعد موتکم میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے اسلئے کہ بعث، اغمار و نوم سے بھی ہوتا ہے اور جیسا کہ حتی یتوفهن الموت میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے ہے۔

چوتھی دلیل: سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے:

وکنت علیهم شهیداً مّا دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیهم۔

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:

وبودم برایشاں نگاہبان مادامیکہ درمیان ایشاں بودم پس وقتیکہ برگرفتی مراتو بودی نگہبان برایشاں۔

فائدہ میں لکھتے ہیں: یعنی برآسمان بردی

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور تھا میں اوپر ان کے شاہد جب تک میں رہا بیچ ان کے پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ:

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی خبر رکھتا تھا ان کی۔

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیتمیں گذری یعنی معنی حقیقی توفّی کے اخذ الشّئی وافیاً ہیں اور صرف حقیقت سے مجاز کی طرف بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا یعنی رافعك آیت سابقہ میں موجود ہے ۔مخفی نہ رہے کہ حق تعالی نے آیت انی متوفّیك و رافعك الیّ میں توفّی و رفع کو جمع کیا ہے اور بل رفعه اللّٰه الیه میں رفع پر قصر کیا ہے اور فلمّاتوفّیتنی میں توفّی پر قصر کیا ہے۔اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ توفی و رفع ایک چیز ہے، مقصود زیادت لفظ سے صرف تعیین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو بھی قطعی الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالی نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہونا اس ہیچمدان پر ظاہر فرمایا۔

الحمد للّٰه علی ذلك

پانچویں دلیل۔ سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے:

و یکلّم النّاس فی المهد و کهلا و من الصّالحین ۔

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:

وسخن گوید با مردماں درگہوارہ ووقت معمری و باشد از شائستگان۔

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:

اور وہ باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ:

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا، اور نیک بختوں میں سے ہوگا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تیس ہے بعض کے نزدیک بتیس اور بعض کے نزدیک تینتیس اور بعض کے نزدیک چالیس۔ علامہ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

اولھا ثلاثون و اثنتان و ثلاثون او ثلث و ثلاثون او اربعون و آخرھا خمسون او ستون ثمّ یدخل فی سنّ الشیوخة۔

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے:

اول سن الکھولة ثلاثون و قیل اثنان و ثلاثون و قیل ثلث و ثلاثون و قیل اربعون آخر سنھا خمسون و قیل ستون ثمّ یدخل الانسان فی سنّ الشیخوخة۔

اور ہم مامور ہیں اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف ردّ کریں۔ قال اللہ: فان تنازعتم فی شئی فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول۔ موافق اس کے اب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں، تو حدیث ابوہریرہؓ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یفنی شبابہ۔ رواہ مسلم۔ اور حدیث ابوسعید خدری و ابوہریرہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ ان لکم ان تشبوا فلا تھرموا ابداً، رواہ مسلم۔ نمبر ۲۸۳۷ اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی

ثابت ہے کہ ۳۳ برس کی عمر کے ہوں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے، اس کے ثبوت کے لئے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت کافی ہے:

فانّہ رفع ولہ ثلاث و ثلا ثون سنۃ فی الصحیح و قد ورد فی حد یث فی اھل الجنۃ انّھم علی صورۃ آدم و میلاد عیسی ثلث و ثلا ثین سنۃ ۔

اور تفسیر ابن کثیر میں سورہ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت ..اصحاب الیمین کے مرقوم ہے:

و روی الطبرانی و اللفظ لہ من حد یث حماد ... عن علی بن زید بن جدعان عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرہ قال قال رسولاللّٰہ ید خل اھل الجنۃ جرداً مرداً بیضاء... ابناء ثلث و ثلا ثین ھم علی خلق آدم ستون زراعاً فی عرض سبعۃ اذرع و روی التر مذی من حد یث ابی دا ئود الطیالسی عن عمران بن القطان عن قتادہ عن شھر بن حوشب عن عبد الر حمن بن غنم عن معاذ بن جبل انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال ید خل اھل الجنۃ الجنۃ جرداً مرداً .. ثلث و ثلا ثین سنہ ثمّ قال حسن غر یب قال ابن و ھیب .....

پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۳۳ برس کا سن سن شباب ہے نہ سن کہولت ورنہ فنا شباب اہل جنت لازم آتا ہے و ھو خلاف ما ثبت بالا حا دیث الصحیحہ ۔پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ سن شباب میں اٹھائے گئے نہ سن کہولت میں۔علاوہ اصل معنی کہل کے من .. الشیب و رأیت ایجا لہ ہیں جیسا کہ قاموس وصراح وغیرہ میں ہے کہ کہل وہ شخص ہے جس کے بالوں میں سفیدی مخلوط ہو جائے اور دیکھی جائے اس کے لئے بزرگی۔اور اقوال مختلفہ جو اول میں کہولت میں منقول ہیں وہ فی الواقعہ مختلف نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف قوی اشخاص پر۔جو اعلی درجہ کی قوت رکھتا ہے اس کا اول سن کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے۔اختلاف زمانہ کو اختلاف قوی میں بہت دخل ہے۔جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے اس قدر قوی ضعیف ہوتے جاتے ہیں۔اس پر مشاہدہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ ناطق ہیں،ان میں سے

حدیث ابی ہریرہؓ جو مرفوع و متفق علیہ ہے فلم یزل الخلق ینقص بعدہ حتی الآن - یہ عمدہ صورت ہے اقوال مختلفہ میں توفیق کی۔

بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی لیکن آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری و مسلم میں انسؓ سے روایت ہے:

و توفّاہ علی رأس ستین سنة و لیس فی رأسه و لحیته عشرون شعرة بیضاء وعن ثابت قال سئل انس عن خضاب رسول الله فقال انه لم یبلغ ما یخضب لو شئت....

حضرت عیسیٰؑ آپ ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس زمانے کے قوی بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہوں گے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ ۳۳ برس کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ کے بالوں میں سفیدی مخلوط ہو گئی ہو...

... ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ جس سن میں حضرت عیسیٰؑ اٹھائے گئے ہیں وہ سن شباب تھا نہ سن کہولت۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کہل کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں، صحیح بخاری اور قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں تو ہے و قال مجاھد الکھل الحلیم جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے فبشّرناہ بغلام حلیم۔ اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں کما فی الصراح۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم سے جو آہستگی اور بردباری کے معنی میں ہے۔ اس کا جواب مرزا صاحب قادیانی نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں کہتا ہوں کہ فتح الباری میں ہے:

و قد قال ابو جعفر النّحاس ان هذا لا یعرف فی ا للّغة و انّما الکهل عند هم من ...الاربعین او قاربها و قیل من جا وز الثلا ثین و قیل ابن ثلث و ثلا ثین....

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کہل کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس اور نہ کشاف میں۔اور کہل کے معنی جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ شباب اور کہولت میں تضاد ہے...اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔

چھٹی دلیل سورہ زخرف (٦١) کی یہ آیت ہے

و انّه لعلم للسّا عة۔ فلا تمترنّ بها و اتبعو ن۔ هذا صرا ط مستقیم

ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی:

ہر آئینہ عیسیٰ نشان است قیامت راپس شبہ نہ کنید در قیامت و بگو یا محمد پیروی من کنید ایں است راہ راست۔

شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ:

اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہیں پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری، یہ ہے سیدھی راہ۔

ترجمہ شاہ عبدالقادر، دہلوی:

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکہ نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے

فائدہ: حضرت عیسیٰؑ کا آنا نشان ہے قیامت کا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و قوله سبحانه و تعالی و انه لعلم للسّاعة تقدم تفسیر ابن اسحاق انّ المراد من ذلك ... عیسی علیه السلا م من ا حیاء المو تی و ابراء الا کمه وا لا بر ص

و غیر ذلك من الاسقام و فی هذا نظر و ابعد منه ما حکاه قتاده عن الحسن البصری و سعید بن جبیر ان الضمیر فی و انّه ، عائد علی القرآن بل الصحیح انّه عائد علی عیسی فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذلك نزوله قبل یوم القیامة کما قال تبارك و تعالی و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته ای قبل موت عیسی علیه الصّلوة والسّلام ثمّ یوم القیامة یکون علیهم شهیدا و یؤیّدهذا المعنی القرأة الاخری و انّه لعلم للسّاعة ای امارة و دلیل علی وقوع السّاعة قال مجاهد و انّه لعلم للسّاعة ای آیة للسّاعة خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامة و هکذا روی عن ابی هریره و ابن عباس و ابی العالیة و ابی مالك و عکرمة والحسن و قتاده و ضحاك و غیرهم و قد تواترت الاحادیث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عیسی قبل یوم القیامة اماماً عادلاً و حکماً مقسطاً ۔

۔ اور بھی اس میں ہے و قال الامام احمد حدثنا هاشم ..

بیضاوی میں ہے:۔

و انّه ، و ان عیسی لعلم للسّاعة لان حدوثه و نزوله من اشراط السّاعة یعلم به .... ولان احیاءه الموتی یدل علی قدرة اللّٰه علیه و قریء العلم ای علامة و لذکر علی تسمیة ما یذکر به ذکرا و فی الحدیث ینزل عیسی اعلی ثنیة بالارض المقدسة ۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے:

و انّه و ان عیسی لعلم للسّاعة ای انّه بنزوله شرط من اشراطها و تسمیة ... یجدونه بغیر اب او باحیاء الموتی دلیل علی صحة البعث الّذی هو معظم ما ینکره الکفرة من الامور الواقعة فی السّاعة ۔

جلالین میں ہے: و انّه ای عیسی لعلم للسّاعة لعلم بنزوله ۔

جمل میں ہے: و المعنی و ان نزوله علامة علی قرب السّاعة ۔

تفسیر مدارک میں ہے: ای و ان نزوله علم للسّاعة ۔

تفسیر جامع البیان میں ہے:

و انّه عیسی لعلم للساعة ای علامتها فانّ نزوله من اشراطها

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ انــہ کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں۔ایک یہ کہ وہ عاید ہے طرف حضرت عیسیٰؑ کے۔دوسرا یہ کہ وہ عاید ہے طرف قرآن مجید کے۔تیسرا یہ کہ وہ عاید ہے طرف آنحضرت ﷺ کے۔احتمالین اخیرین بالبداہت باطل ہیں کیونکہ قرآن مجید و آنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں بخلاف حضرت عیسیٰؑ کے کہ ان کا ذکر قبل و بعد موجود ہے۔پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع انّــہ کا حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

اب یہاں تین احتمالات ہیں: یا نزول مقدر مانا جاوے، یا معجزات یا حدوث۔احتمالین اخیرین صحیح نہیں اوران کی عدم صحت کی وجہ تحریر اول خاکسار میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔علاوہ اس کے یہ دونوں احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہیں اور نزول کے مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے۔اول حدیث ابن عباسؓ جس کو امام احمدؒ نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔دوسری حدیث حذیفہ بن الاسید غفاریؓ،

قـال اطـلـع النّبیّ ﷺ علینا و نحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر السّاعة قـال انّهـا لـن تـقـوم حتّی تـروا قبلها عشر آیات فذکر الدّخان و الـدّجـال و الـدّابة و طـلـوع الشّـمـس من مـغـربها و نزول عیسی بن مریم. الحدیث ۔ رواه مسلم ۔

ودیگر احادیث صحیحہ بخاری و مسلم وغیرھما کہ جو بکثرت نزول عیسیٰؑ میں وارد ہوئی ہیں اور یہی قول ابن عباسؓ و ابو ہریرہؓ و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی وغیرھم کا ہے اور سب مفسرین

نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔

یہ دلیل اگر قطعی نہیں تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں اور خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے نشان قیامت ٹھہرایا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو، وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ، شک مت کرو ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں، آنحضرت ﷺ وابن عباسؓ وابو ہریرہؓ ومجاہد وابو العالیہ وابو مالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک و سدی وسائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسی سمجھا ہے جہالت کا الزام لگانا ہے۔ اعا ذنا اللّٰہ منه

اور مرزا صاحب قادیانی کا یہ کہنا کہ:

اگر نزول مسیح مراد لیا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ الخ،

نہائت ہنسی کے لائق ہے۔ مرزا صاحب آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلا تمترنّ بھا میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبب۔ پس نزول عیسیٰؑ کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا قیامت میں نہ شک کرنے کا اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہے پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ پس قیامت میں شک نہ کرو۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسی قطع نظر اس سے کہ اللہ نے اس کے علم ساعۃ ہونے کی خبر دی ہے کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے، ہاں حق تعالی کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسی، علم ساعۃ ہے البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ اگر قیامت کا وقوع نہ ہو، تو نزول عیسی کا علم ساعۃ ہونا

باطل ہوا جاتا ہے۔ پس عیسیٰؑ کا علم ساعت ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالی نے اس کی خبر دی ہے ، بے شک سبب ہے عدم امتراء بالقیامۃ کا، اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سببیت کا بنظر نفس ذات اپنی کے سبب نہیں ہے مابعد کا لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالی نے اس ماقبل کی خبر دی ہے وہ سبب ہے مابعد کا۔

سورہ بقرہ میں ہے: الحقّ من رّبك فلا تكوننّ من الممترين ۔یہاں مراد استقبال کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالی کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہوسکتا۔

سورہ آل عمران میں ہے: الحق من رّ بك فلا تكن من الممتر ين۔

سورہ نساء میں ہے:

انّما المسيح عيسى بن مريم رسول الله و كلمته القاها الى مر يم و رو ح منه فآ منوا با لله و رسله و لا تقولوا ثلا ثه انتهوا هو خير لكم

سورہ شعراء میں ہے: انّى لكم رسول اللّه فا تّقوا اللّه

سورہ فاطر میں ہے: انّ الشّيطا ن لكم عدوّ فاتخذوه عدوّا ۔

سورہ حم سجدہ میں ہے:

قل انّما انا بشر مّثلكم يو حى اليّ انّما الهكم اله واحد فاستقيموا اليه و استغفروه

سورہ تغابن میں ہے:

زعم الّذين كفروا ان لّن يّبعثوا ۔قل بلى و ربّى لتبعثنّ ثم لتنبئونّ بما عملتم۔ و ذلك على اللّه يسير۔ فآ منوا با للّه و رسوله و النّور الذى انز لنا۔

سورہ کوثر میں ہے: اعطينا ك الكوثر۔ فصلّ لربك و انحر

ساتویں دلیل: سورہ حشر کی آیت ہے:

و ما آ تا کم الرّسو ل فخذوه و ما نہا کم عنه فا نتهوا

شاہ ولی اللہ دہلوی کا ترجمہ:

وہر چہ بدہد شمارا پیغامبر بگیرید وہر چہ منع کند شمارااز اں باز ایستید

شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ:

اور جو کہ دیوے تم کو رسول پس لے لواس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ:

اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کا تواتر مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم کیا ہے ان میں سے ہے حدیث متفق علیہ حضرت ابو ہریرۃؓ کی:

قال قال رسول اللّٰه و الّذی نفسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مر یم حکماً عد لاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجز یة و یفیض المال حتّی لا یقبله ا حد حتی تکون السّجدة الوا حدة خیر من الدّ نیا وما فیها ثم یقو ل ابو هر یره فا قرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب ا لّا لیؤمننّ به قبل مو ته .. ا لآ یه ۔

ترجمہ۔ کہا ابو ہریرۃؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ بے شک قریب ہے یہ کہ اترے گا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہو کر پھر توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا سؤر کو اور موقوف کرے گا جزیہ کو اور بہے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی، یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا و مافیہا سے۔ پھر کہتے تھے ابو ہریرۃؓ پس پڑھو تم اگر چاہو تم یہ آیت و ان من اهل الکتا ب ....یعنی اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ تحقیق وہ ایمان لاوے گا عیسیٰؑ پر قبل مرنے ان کے۔

تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسی بن مریم ہیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت عیسی (اصل) مراد ہیں مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں و النّصوص تحمل علی ظواھر ھا و صرف النّصوص عن ظواھر ھا بغیر صارف قطعی الحاد ۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔

پس ان احادیث سے نزول خود حضرت عیسیؑ کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔ اگر کہا جائے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول حضرت عیسی بن مریم ثابت ہوتا ہے اور مقصود ثبوت حیات تھا پس تقریب تمام نہ ہوئی، تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود بالعرض ہے۔ پس اگر نزول موقوف حیات پر ہے اور مستلزم ہے حیات کو، تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہو گیا، پس حیات ثابت ہوئی و ھو المطلو ب فی ھذا المقا م۔ اور اگر نزول حیات کو مستلزم نہیں ہے تو اگرچہ حیات ثابت نہ ہوئی لیکن جو مقصود بالذات تھا یعنی نزول خود حضرت عیسیؑ وہی ثابت ہو گیا جس کے لئے حیات عیسی ثابت کی جاتی تھی پس اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

آٹھویں دلیل: صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے:۔

عن ابن عباس قال خطب رسول اللّٰہ ﷺ فقال یا ایھا النّاس انکم محشورو ن الی اللّٰہ حفاۃ و عرا ۃ... ثمّ قال کما بد أ نا اوّل خلق نعیدہ وعداً علینا انّا کنا فاعلین .. الخ ۔ ثمّ قال الا وان اول الخلائق یکسی یوم القیامۃ ابرا ھیم الا و انہ ... بر جال من ا متی لیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما ا حدثوا بعدك. فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم فیقال انّ ھؤلا ء لم یزا لوا مر تد ین علی اعقا بھم منذ فارقتھم ۔

روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے، پس فرمایا اے لوگو بے شک تم جمع

کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کئے۔ پھر پڑھی یہ آیت کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فا علین الی آخرالایۃ۔ پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ اور بے شک لائے جاویں گے چند مرد میری امت میں سے، پھر لے جاویں گے ان کو بائیں طرف۔ پھر میں کہوں گا، اے رب یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔ پس کہا جائے گا بے شک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں انہوں نے بعد تیرے۔ پس کہوں گا میں مانند کہ کہا بندہ صالح (یعنی عیسیٰ) نے و کنت علیھم شھیدا .. الخ۔ پس کہا جاوے گا کہ بے شک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑا تو نے ان کو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی ساتھ قول حضرت عیسیٰؑ کے اور یہ نہیں فرمایا کہ فاقول ما قال العبد الصّالح، یعنی پس میں کہوں گا جو کہا بندہ صالح نے۔ اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ہوتی ہے نہ عینیت۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے توفّی اور حضرت عیسیٰؑ کے توفّی میں مغائرت ہے نہ عینیت۔ اور آنحضرت ﷺ کے توفّی تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی توفّی بذریعہ موت کے نہیں ہوئی بلکہ بذریعہ رفع واصعاد کے ہوئی جو مشابہ وہم شکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل۔ اثر ابن عباس ہے جو حکماً مرفوع ہے۔ فتح البیان میں ہے:

اخرج سعید بن منصور و النسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰہ ان یّرفع عیسی الی السّماء خرج الی اصحابہ و فی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیھم من عین البیت و رأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یّکفر بی اثنی عشرۃ مرۃ بعد ان آمن بی ثمّ قال ایّکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی فیکون معی فی درجتی فقال شاب من

احد ثهم سناً فقال له اجلس ثم اعاد عليهم ثم قام الشّاب فقال ا جلس ثمّ اعاد عليهم فقام الشّاب فقال انا ، فقال انت ذاك. فالقى عليه شبه عيسى و رفع عيسى من روزنة فى البيت الى السّماء و جا ء الطّلب من يهود فاخذوا الشّبه فقتلوه ثمّ صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشر مرّة بعد ان آ من به و افترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة كان اللّه فينا ما شاء ثمّ صعد الى السماء فهؤلا ء اليعقوبيه. و قالت فر قة كان فينا ابن اللّه ما شا ء ثمّ رفعه اللّه اليه و هؤلا ء النسطوريه. و قا لت فرقة كان فينا عبد اللّه و رسوله و هؤلا ء المسلمون. فتظاهر ت الكافرتان على المسلمة فقتلوا فلم يز ل الاسلام طامساً حتّى بعث اللّه محمّدا ﷺ فا نزل اللّه عليه فآ منت طا ئفة من بنى اسرائيل يعنى الطائفة التى آمنت فى زمن عيسى و كفرت طائفة يعنى التى كفرت فى زمن عيسى فايّدنا الّذين آمنوا فى زمن عيسى با ظهار محمّد دينهم على دين الكا فر ين . قال ابن كثير بعد ان سا قه بهذا اللفظ عند ابن ابى حا تم قال ثنا ا حمد بن سنان ثنا ابو معا وية عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فذ كروه و هذا اسناد صحيح الى ابن عباس و صدق ابن كثير فهؤلا ء كلّهم من رّجال الصحيح و ا خر جه النّسائى من حديث ابى كر يب عن ابى معا و ية بنحوه

: روایت کیا سعید بن منصور ونسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے کہا انہوں نے جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھاوے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف ، نکلے حضرت عیسیٰؑ اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے حواریوں میں سے۔ پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے ان کے پانی ٹپکتا تھا۔ پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا مجھ پر۔ پھر فرمایا کہ کون ہے تم میں سے کہ ڈالی جائے اس پر شبیہہ میری

۔ پھر قتل کیا جاوے وہ میری جگہ اور ہو میرے ساتھ میرے درجہ میں ۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمروں میں سے ۔ پس فرمایا واسطے اسکے بیٹھ جا۔ پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا۔ پھر کھڑا ہوا وہی جوان ۔ پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا۔ پھر کھڑا ہوا وہی جوان ۔ پس کہا اس نے میں ۔ پس فرمایا کہ تو وہی ہے ۔ پس ڈالی گئی اس پر شبیہ عیسیٰ کی اور اٹھائے گئے عیسیٰ روشن دان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف ۔ اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے ۔ پس پکڑ لیا انہوں نے شبہ کو پس قتل کیا اس کو پھر سولی پر چڑھایا اس کو۔ پس کفر کیا ساتھ ان کے بعض ان کے نے بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا ان پر ۔ اور متفرق ہو گئے تین فرقے ۔ پس کہا ایک فرقہ نے رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف، پس یہ یعقوبیہ ہیں ۔ اور کہا ایک فرقہ نے تھا، ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور یہ نسطوریہ ہیں ۔ اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اس کا، یہ مسلمان تھے ۔ پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر، پس قتل کیا ان کو پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو پس اتاری اللہ نے ان پر یہ آیت فآمنت طائفة من بنی اسرائیل یعنی پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ۔ پس تائید کی ہم نے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ نے ان کے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اس کے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے نزدیک ابن ابی حاتم کے کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے حدیث کی ہم کو ابو معاویہ نے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباسؓ سے پس ذکر کیا اس کو اور یہ سند صحیح ہے ابن عباسؓ تک اور سچ کہا ابن کثیر نے پس یہ کل رجال رجال صحیحین میں سے ہیں اور روایت کیا اس کو نسائی نے حدیث ابی کریب سے انہوں نے معاویہ سے مثل اس کے۔

کہتا ہوں میں اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا تو سب رجال، رجال بخاری و مسلم کے ہیں سوائے

منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کے حکماً مرفوع ہونے پر یہ عبارت سخاوی کی دال ہے:

قال شیخنا فیه انّ ابا هريرة لم يكن يا خذ عن اهل الكتا ب و ان الصّحابی الّذی يكون كذلك اذا اخبر بمالا مجال الرأی و الا جتهاد فيه يكون للحد يث حكم الر فع ۔ انتهی ۔

و هذا ليقتضی تقييد الحكم بالرفع بصدوره عن من لم يا خذ عن اهل الكتاب۔ انتهی۔

اور بھی اس میں ہے و اصرح منه منع ابن عباس .... لو وافق كتابنا و قال لا حا جة و كذا نهی عن مثله ابن مسعود و غيره من الصحابة ۔

دسویں دلیل: حدیث مرسل حسن کی تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و قا ل ابن ابی حا تم حد ثنا ابی حد ثنا ا حمد بن عبد الر حمن حد ثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابيه حد ثنا الر بيع بن انس عن الحسن انه قا ل فی قوله تعا لی انی متو فيك يعنی وفاة المنام رفعه الله فی منا مه قال الحسن قا ل رسو ل اللّه لليهود انّ عيسی لم يمت و انّه را جع اليكم قبل يو م القيا مة ۔

(کہا حسن نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ رجوع کرنے والے ہیں تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے)۔

اگر کہا جاوے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے۔

اول یہ کہ حضرت حسن بصریؒ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال ابن جر ير حد ثنا يعقو ب حد ثنا ابن عليه حد ثنا ابو رجاء عن

الحسن و ان من اهل الکتا ب ا لا لیؤمنن به قبل مو ت عیسی و اللّٰه انّه لحیّ الآن عند اللّٰه و لکن ا ذا نز ل آ منوا به اجمعو ن ۔

پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل حسن کے نزدیک قوی ہے و الاّ قسم نہ کھاتے ۔ دوم تہذیب میں ہے

و قا ل یو نس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انك تقول قا ل رسو ل اللہ ﷺ و انك لم تد رکه قا ل یا ابن ا خی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنه قبلك و لو لا منز لتك عنی ما اخبر تك فی... لما تری وکا ن فی عمل الحجا ج کل شیء سمعتنی اقول قال رسو ل الله ﷺ فهو عن علی بن ابی طا لب غیر انی فی زما ن لا استطیع ان ا ذ کر علیاً ۔

نیز تہذیب میں ہے:

قال محمد بن ا حمد بن محمد بن ابی بکر المقد می سمعت علی بن المد ینی یقو ل مر سلات یحی بن ابی کثیر شبه الر یح ومر سلات الحسن البصری التی روا ھا عنه الثقا ت صحا ح اقل ما یسقط منها

خلاصہ میں ہے:

قال ابو زرعه کل شیء قال الحسن قا ل رسو ل الله ﷺ و جد ت له اصلاً .... خلا ار بعة ا حا دیث ۔

جامع ترمذی کی کتاب العلل میں ہے:

حد ثنا سوار بن عبد اللّٰه العنبری قال سمعت یحی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول اللّٰه ﷺ ا لا وجدنا له ا صلاً ا لّا حد یثاً او حد یثین ۔

سوم یہ مرسل معتضد ہے ساتھ تین آ ثار ابن عباس کے ۔ ایک بیان میں کیفیت رفع عیسی کی ، دوسرا تفسیر آیت و ان من اهل الکتا ب ا لّا لیؤمنن به قبل مو ته میں، تیسرا تفسیر آیت و انه لعلم

للسّا عة میں، کما تقدم۔ اوران آثار میں سے دو کے رجال، رجال صحیحین ہیں اور ایک حکماً مرفوع ہے اور ایک کو بعض مخرجین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے ساتھ اثر ابو ہریرہؓ کے جو سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو مسنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے ساتھ آیت و ان مّن اهل الكتا ب ا لّا ليؤمننّ به قبل مو ته اور دیگر آیات شریفہ کے جو اثبات حیات کے لئے بیان کی گئی ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔

الفیہ میں ہے: لكـن ا ذا صح لـنـا مـخر جه مسند او مرسل يخر جه من ..
يروى عن رجال الاول نقبله ۔

سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں: و كـذا يـعتـضد بما ذكر مع مذ هب الشا فعی
كما سيأتی من موا فقة قو ل الصحا بی او فتوى عوا م اهل العلم ۔

پس اس مرسل کے قوی و قابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ تلک عشرۃ کاملہ۔ یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنخضرت ﷺ کے وقت سے لے کر اس زمانہ تک صحابہ و تابعین و تبع تابعین و فقہاء اہل حدیث و عامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسی آسمان پر زندہ مع الجسد موجود ہیں یہ کوئی نہیں کہتا کہ وہ مردہ ہیں اگرچہ اہل اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر موت طاری ہوئی یا نہیں، جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور یہی صحیح ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالی نے پھر زندہ کر کے مع الجسد اٹھا لیا۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں پس جو مذہب مرزا صاحب نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔

مولانا سہسوانی فرماتے ہیں: اب یہاں سے شروع کی جاتی ہے نقل ان رقعوں کی جو مباحثہ دہلی کے متعلق طرفین سے لکھے گئے۔

فریقین کے رقعہ جات

حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات مؤرخہ ۲۔ اکتوبر و مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جو بمقابلہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں دیکھنے میں آئے۔ معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا مگر یہ خاکسار محض بنظر احقاق حق و ابطال باطل صرف حق تعالی کی نصرت پر اعتماد کر کے آپ کے ساتھ مناظرے کے لئے تیار ہے اور شروط مسلّمہ مندرجہ اشتہار ۶۔ اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرط ثالث میں تھوڑی سی ترمیم چاہتا ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ خود ہی حلفاً اقرار کرتے ہیں کہ اگر میں اس بحث وفات عیسی میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعوی خود چھوڑ دونگا اس میں اور زیادہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات عیسی میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے میرا اصل دعوی یعنی عدم نزول حضرت عیسی اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا بعد اختتام بحث وفات عیسی کے ان دونوں امور میں بھی بلا عذر بحث کی جائے گی اور جو کوئی بھی طرفین میں سے عذر کرے گا تو گریز پر حمل کیا جائے گا اور نزول حضرت عیسی صرف ثبوت وفات عیسی سے باطل متصور نہ ہوگا۔ آپ کا دعوی جو تمام اہل اسلام کے مخالف سمجھا جاتا ہے وہ تو یہی دعوی عدم نزول عیسی اور دعوی آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔...

المعلن خاکسار محمد بشیر عفی عنہ از بھوپال محلّہ گوجر پورہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب مرزا صاحب قادیانی

مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے بحث ہو۔ اس بحث

کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اوراس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز کرنا سمجھا جائے گا۔

رقعہ مرزا صاحب قادیانی موسومہ حاجی محمد احمد

مکرمی اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ

...حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات وفات مسیح ابن مریم میں بحث کرنا بدل و جان منظور ہے۔پہلی بہر حال یہی بحث ہوگی بعد اس کے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کرلیں۔ بحث تحریری ہوگی، ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سناوے گا۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۱۵۔اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ اول از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

جناب مرزا غلام احمد صاحب...

خاکسار حسب طلب جناب کے آ گیا ہے اور جناب کی سب شروط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں۔آپ تاریخ و وقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے تاکہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہو۔...محمد بشیر عفی عنہ۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اول

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ.....

مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور خط آمدہ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے

آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو سو الحمد للہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا لیکن بحث تحریری ہوگی تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات مسیح پر بحث ہوگی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم

جناب مرزا صاحب..

دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱۔ اکتوبر وصول ہوا آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گذارش ہے کہ آپ اس وعدہ کا ایفاء ضرور فرمایئے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہوگی خاکسار پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اول مسئلہ حیات و وفات میں بحث ہوگی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا، یہ بھی بسر و چشم قبول کرتا ہوں اور اس کے بعد نزول حضرت مسیح میں بحث کی جائے گی من بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے اس کو تسلیم فرما چکے ہیں...

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔

جواب رقعہ دوم

مکرمی اخویم مولوی صاحب...کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی

صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہوگا صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔ اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ ....مرزا غلام احمد ۔ ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

جواب رقعہ سوم (جو گم ہو گیا)

جناب مولوی صاحب ...میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچے میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہی بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو ۔

مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳ ۔اکتوبر ۱۸۹۱ء ۔ص ۲۷۔ (الحق الصریح۔ص ۱ تا ۲۷)

اور پھر فریقین میں مباحثہ ہوا جس کے متعلق مرزا غلام احمد کے فرزند مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

مولوی محمد بشیر صاحب کے ساتھ مباحثہ ہوا جس میں باہم فیصلہ ہوا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے لیکن جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مولوی بشیر صاحب کی طرف سے اب وہی پرانی دلیلوں کا جو غلط ثابت کی جا چکی ہیں، اعادہ ہو رہا ہے اور وہ کوئی نئی دلیل پیش نہیں کرتے، تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ کو آگے جاری رکھنا تضیع اوقات کا موجب ہے

تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن و تمسخر کی پرواہ نہیں کی۔

(سیرۃ المہدی ص ۹۰۔۹۱ جلد دوم)

اور مولانا محمد بشیر سہسوانی لکھتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم : الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید الھا دین و علی آلہ واصحابہ الراشدین المھد یین ۔ اما بعد

بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے سب شرطیں اور ضدیں مرزا صاحب کی منظور کیں اور مرزا صاحب نے پھر بھی اپنے تحریر و تقریر کے خلاف کیا۔ حضرات سامعین و ناظرین آپ کو یاد رہے کہ مجھ کو مرزا صاحب نے بوساطت حاجی محمد احمد صاحب طلب کیا۔ میں آیا تو مرزا صاحب نے تحریری بحث کی شرط کی۔ میں نے منظور کی۔ مرزا صاحب نے پہلے مجمع عام میں بحث کا وعدہ کر کے پھر اپنے مکان پر تخلیہ کی قید لگائی وہ بھی میں نے منظور کی۔ پھر اس تخلیہ میں بھی یہ شرط کی کہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نہ ہوں میں نے اتماماً للحجۃ یہ بھی قبول کیا، حالانکہ یہ امر نہ مجھ کو زیبا تھا نہ مرزا صاحب کے لئے قابل اظہار تھا۔ مرزا صاحب نے گفتگو تحریری بالمواجہ ٹھہرائی تھی مگر جس وقت میں نے اپنا دعوی ان کے مکان پر لکھ کر پیش کیا، تو کہا اس کو چھوڑ جاؤ، کل دس بجے جواب دونگا۔ میں نے یہ بھی منظور کیا۔ اور دوسرے دن دس بجے مرزا صاحب کے مکان پر گیا اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا مرزا صاحب کو اطلاع کرائی گئی تو خود نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی پورا لکھا نہیں گیا، دو پہر کو آنا۔ مرزا صاحب نے خود ہی اپنی تحریر میں لکھا تھا کہ جانبین کی پانچ پانچ تحریریں ہوں گی تاکہ بحث میں طول نہ ہو، میں نے یہ بھی منظور کیا، مگر ہنوز میری اور مرزا صاحب کی تیسری تحریر ہے اور آپ بحث ختم کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے ذمہ بار ثبوت تھا، باوجود ادعاہائے چناں وچنیں میرے ذمہ رکھا۔ میں نے یہ بھی منظور کیا اور ثبوت حیات مسیح قرآن و حدیث سے پیش کیا۔ مرزا صاحب نے نہ اس کو قبول کیا

اور نہ اسکا جواب حسب قاعدہ مناظرہ دیا بلکہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا جس سے عموماً ناظرین اور سامعین نتیجہ بحث سمجھ سکتے ہیں ۔ آخر میں یہ بھی کہنا نامناسب نہیں سمجھتا کہ قطع بحث باوجود ان تمام امور مذکورہ بالا کے مرزا صاحب ہی کرتے ہیں اور اپنے تمام رقعات کو ردّی کرتے ہیں جن میں یہ وعدہ لکھ چکے ہیں کہ اول بحث وفات و حیات مسیح میں ہوگی، پھر نزول مسیح میں اور تیسری بحث میرے (مرزا) مسیح موعود ہونے میں، جو کوئی ان میں انکار کرے اس کی گریز متصور ہو گی ۔ پس سب صاحب ایماناً اور انصافاً کہہ دیں کہ فی الواقع مرزا صاحب اپنے خیالات اور مقالات اور ایفاء وعدہ میں کس قدر سچے اور پکے اور مضبوط و قائم ہیں ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔(مرزا صاحب کو جواب تحریر سوم کے لینے پر اصرار کیا گیا لیکن حضرت نے نہ مانا مجبوراً خاکسار کی طرف سے یہ مضمون بعینہ سنایا گیا اس پر بھی مرزا صاحب نے....اور کچھ جواب نہ دیا اور رات کو روانہ ہو گئے)

(منقول از،الحق الصریح)

مولانا محمد بشیر سہسوانی کا پہلا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّحیم ۔

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد

ارباب علم و دین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعوی جناب مرزا صاحب کا، مسیح موعود ہونے کا ہے لیکن جناب ممدوح کے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات و وفات مسیحؑ میں منظور کیا گیا ہے، اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب جناب مرزا صاحب کا مدعی کا ہے لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلّہ حیات مسیح تحریر کرے اور اس میں بحث صعود و نزول وغیرہ کا خلط نہ کیا جائے۔

فاقول بحول اللّٰہ وقوّتہ وما توفیقی الّا بہ علیہ توکّلت والیہ انیب

جاننا چاہیے کہ دلیلیں حیات مسیح کی پانچ آیتیں ہیں۔ دلیل اول یہ ہے۔

و ان مـن اهـل الكتا ب الاليؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً۔ (نساء-١٦٠)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمننّ میں نون تا کید کا آیا ہے اور نون تا کید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ ماضی اور حال کی تا کید کیلئے نون نہیں آتا ہے۔ ازہری تصریح میں لکھتا ہے:

ولا یـؤکدبهماالماضی لفظاًومعنی مطلقاًلانّهما یخلصان مد خولهما للاستقبال و ذلك ینافی المعنی۔

اور دوسری جگہ لکھتا ہے:

ولا یجوز تاکیده بهما اذاکان منفیاً اوکان المضارع حالًا کقرأة ابن کثیر ۔ لا قسم بیوم القیا مة ۔ و قول الشّاعر

یمینا لا بغض کل امرءٍ یز خرف قولًا و لا یفعل

فـاقسـم فـی الآ یة و البـغـض فی البیت، معناهما الحال الدخول اللا م علیهما وانّما یؤکدا بالنّون لکونها تخلص الفعل للاستقبال وذلك ینافی الحال۔

فوائد ضیائیہ میں ہے:

تـخـتـص ای نـون بـالفعل المستقبل فی الامر و النّهی والاستفهام و التمنی و الـعـرض والـقسـم وانّـمـا اختـصـت هذه النّو ن بهذه المذکورا ت الدّا لّة علی الطّلب دو ن الماضی و الحال لا نّه لا یوکّد ا لا ما یکو ن مطلو باً۔

عبدالحکیم، تکملہ میں لکھتے ہیں:

لانّ الـنّـو ن تـخـلـص المضارع للاستقبال فکرهوا الجمع بین حر فین لمعنی واحد فی کلمة وا حدة

مغنی میں ہے:

ولا یـؤکـد بهما الماضی مطلقاً و اما المضارع فان کان حالًا لم یؤکد بهما وان

كان مستقبلاً اكد بهما وجوباً فی نحو واللّٰه لاکیدن اصنا مکم ۔

شیخ زادہ، حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں:

و اعلم الاصل فی نون التّاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیه معنی الطّلب کالامر والنّهی والاستفهام والتمنی والعرض نحو اضربن زیداً ولاتضربن وهل تضربنّه ولیتك تضربنّ مثقلة و مخففة واختص بما فیه معنی المطلب لان ّوضعه للتّاکید و التّاکید انما یلیق بمایطلب حتی یولد ویحصل فیغتنم هو بوجد ان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانّه قد وجد و حصل فلا یناسبه التاکید و اختصّ بالمستقبل لانّ الطلب انّما یتعلّق بما لم یحصل بعد لیحصل وهو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولهما و المستقبل الّذی هو خبر محض لا تلحق نون التّاکید بآخره الا بعد ان ید خل علی اول الفعل ما یدل علی التاکید کلام القسم و ان لم یکن فیه معنی الطّلب لا نّ الغالب ان المتکلّم یقسم علی مطلوبه ۔

اور ایسا ہی بلاخلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے۔

قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بھی نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کیلئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا۔ اس مقام پر چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے۔

فامّا یأتینکم مّنّی هدیً فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحز نو ن۔
(بقرہ۔ ۳۸)

اور فلنو لّینّك قبلةً تر ضاها ۔ (بقرہ۔۱٤٤)

اور ولنبلونّکم بشیء مّن الخوفِ و الجوعِ و نقصٍ مّن الاموال والانفسِ و الثمرا ت ۔(بقرہ ۔ ١٥٦)

سورہ آل عمران میں ہے:

و اذ اخذ اللّه میثاق النّبیین لمآ آتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ به و لتنصرنّه (آل عمران۔۸۲)

اور لتبلونّ فی اموالکم و انفسکم ولتسمعنّ من الّذین اوتو الکتاب من قبلکم ومن الّذین اشرکوا اذی کثیراً (آل عمران ۔ ۱۸۷) ۔

اور و اذ اخذ اللّه میثاق الّذین اوتو الکتاب لتبیننّه للنّاس ولا تکتمونه ۔ الآیة ۔ (آل عمران۔ ۱۸۸)

اور فالّذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لا کفّرنّ عنھم سیاٰتھم ولادخلنّھم جنّت تجری من تحتھا الانھار (آل عمران۔ ۱۹۶)

سورۃ نساء میں ہے ولاضلنّھم ولامنّینّھم ولامرنّھم فلیبتّکنّ آذان الانعام ولآمرنّھم فلیغیرنّ خلق اللّه ۔ (نساء)

سورہ مائدہ کے رکوع گیارہ میں ہے:

لتجدنّ اشدّ النّاس عداوة لّلّذین آمنوا الیھود والّذین اشرکوا و لتجدنّ اقربھم مودّة لّلّذین آمنوا الّذین قالوا انّانصاری (مائدہ ۔۸۲)

سورہ مائدہ کے تیرہویں رکوع میں ہے:

یا ایّھا الّذین آمنوا لیبلونّکم اللّه بشیء من الصّید تناله ایدیکم و رماحکم۔

سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے:

لیجمعنّکم الی یوم القیامة لا ریب فیه۔ (انعام ۔ ۱۲)

سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے:

فلنسئلنّ الّذین ارسل الیھم و لنسئلنّ المرسلین۔فلنقصّنّ علیھم بعلم وما کنّا غائبین (اعراف۔ ٦۔٧)

سورہ اعراف کے رکوع ۱۴ میں ہے:

لا قطّعنّ ایدیکم و ارجلکم من خلاف ثم لاصلّبنکم اجمعین۔ (اعراف ۔۱۲٤)

سورہ اعراف کے رکوع ۲۱ میں ہے:

و ا ذ تاذّن ر بّك لیبعثنّ علیهم الی یوم القیامة من یّسومهم سوء العذا ب

سورۃ ابراہیم کے دوسرے رکوع میں ہے ولنصبر نّ علی ما آ ذیتمو نا۔۔

سورہ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں ہے:

و قال الّذ ین کفروا لرسلهم لنخرجنّکم من ارضنا او لتعودنّ فی ملتنا۔

فاوحے الیهم ربّهم لنهلکنّ الظّالمین۔ و لنسکننّکم الا رض من بعد هم ۔

سورہ نحل کے رکوع ۱۳ میں ہے:

ولیبینن لکم یو م القیامة ما کنتم فیه تختلفو ن ۔

اوراسی میں ہے: و لتسئلنّ عمّا کنتم تعملو ن ۔

اسی میں ہے:

من عمل صالحاً من ذکر او انثی وهو مؤمن فلنحیینّه حیوة طیّبةً و لنجزینّهم ۔

بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے:

و قضینا الی بنی اسرا ئیل فی الکتاب لتفسدنّ فی ا لارض مرّتین و لتعلنّ علوّا کبیراً۔

سورۃ حج کے چھٹے رکوع میں ہے:

و لینصر نّ اللّه من ینصره۔ انّ اللّه لقویّ عزیز ۔

سورہ نور کے ساتویں رکوع میں ہے:

وعد اللّه الّذین آمنوا منکم وعملوا الصّالحا ت لیستخلفنّهم فی الارض کما

استخلف الّذین من قبلھم ولیمکّننّ لھم دینھم الّذی ارتضی لھم و لیبدّ لنّھم من بعد خوفھم امناً۔

سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں ہے:

لا عذّ بنّہ عذا باً شدیداً او لاذبحنّہ او لیاتینّی بسلطانٍ مّبین۔

سورۂ عنکبوت کے ساتویں رکوع میں ہے:

و الّذ ین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا۔

سورہ محمد کے ۴ رکوع میں ہے:

و لتعرفنّھم فی لحن القول

سورہ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے:

قل بلی و ر بی لتبعثنّ ثم لتنبئون بما عملتم۔

سورہ انشقاق میں ہے:

لتر کبنّ طبقاً عن طبقٍ

اگر جناب مرزا صاحب قادیانی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کیلئے یقینی طور پر آیا ہو تو کوئی عبارت کتاب نحو کی جس میں تصریح امر مذکور کی ہو، تو میں اپنے اس مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم کرلوں گا۔

بعد اس کے تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا:

اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی ، مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰؑ سے۔

اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنے والہ ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔

یہی ایک معنی اس آیت کے موافق محاورہ عرب وقواعد نحو اور محاورہ کتاب وسنت کے صحیح ہیں۔

اوراس کے ما عدا جتنے معنی ہیں سب غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بنا پر لیؤ منن کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا۔ وہ چار معانی ہیں۔

اول وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہے اور معنی یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰؑ پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی نزع روح کے وقت اس تقدیر پر لیؤ منن کا خالص استقبال کے لئے نہ ہونا ظاہر ہے، اس لئے یہ معنی باطل ہیں۔

دوسرے معنی وہ ہیں جو جناب مرزا صاحب نے کشفی طور پر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ میں لکھے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ:

ہر اہل کتاب ہمارے اس بیان مذکور بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے، ایمان رکھتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مر گیا۔ فقط۔

یہ معنی بھی، بسبب اس کے کہ اس تقدیر لیؤ منن خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے، باطل ہیں اور اس معنی کشفی کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں مگر ان کو اس بحث سے علاقہ نہیں ہے اس لئے ہم ان کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ انشاء اللہ تعالی ان وجوہ کا ذکر ازالہ اوہام کے رد میں بسط بسیط کیا جائے گا۔

تیسرے وہ معنی ہیں جو جناب مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ:

مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک وشبہ کے یہود ونصاری کے دلوں میں چلے آتے ہیں۔ فقط۔

یہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤ منن اس تقدیر پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا بلکہ ماضی کے لئے ہو جاتا ہے۔

چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی (جن کے متعلق مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

حبی فی اللہ مولوی مبارک علی صاحب ..اس عاجز کے استاد زادہ ہیں ۔ان کے والد، حضرت مولوی فضل احمد مرحوم ایک بزرگ وار عالم باعمل تھے۔مجھ کو ان سے از حد محبت تھی کیونکہ علاوہ استاد ہونے کے وہ ایک باخدا اور صاف باطن اور زندہ دل اور متقی اور پرہیز گار تھے۔(ازالہ اوہام۔ص ۸۱۷)۔

نیز مرزا قادیانی کہتے ہیں:

ایک دفعہ میرے استاد مرحوم مولوی فضل احمد صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا.... (ازالہ اوہام۔ص ۸۷۸)۔

اوراسی ازالہ اوہام میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسی بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔تب خدا تعالی خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لے لیا اور اس بندے کا نام ابن مریم رکھا.تب وہ وجود روحانی پا کر خدا تعالی کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالی نے اپنے ماسوا سے اس کو موت دے کر اپنی طرف اٹھا لیا اور پھر ایمان اور عرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا۔سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا ...پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔(ازالہ اوہام حصہ دوم۔ص ۶۵۹)۔پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟ (ازالہ اوہام۔دوم۔ص ۶۵۹۔۶۶۰)۔(اور خود ہی دو مرتبہ ازالہ اوہام میں مولوی مبارک علی کے والد مولوی فضل احمد کو اپنا استاد لکھ چکے ہیں۔بہاء)۔مرید مخلص مرزا صاحب نے القول الجمیل کے صفحہ ۲۸ میں لکھے ہیں، وہ یہ ہیں:

اوران اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مرجانے سے پیشتر ہی تسلیم کرے۔فقط۔

اس عبارت کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے، یعنی یہ جملہ انشائیہ ہے جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل

اس پر قرینہ ہے، تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس مقام پر غلط فاحش کا مصدر رہوا کیونکہ لیؤمننّ میں لام مکسورہ، لام الامر سمجھا ہے، حالانکہ قرآن خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں لام مفتوحہ، لام تاکید ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے، یعنی یہ جملہ خبریہ ہے، تو اس وقت لیؤمننّ خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔ اس لئے یہ معنی غلط ہوئے۔ اور وہ معنی اس آیت کے جو خاکسار نے اول بیان کئے، سلف میں سے ایک جماعت کثیر اسی طرف گئی ہے۔ ان میں سے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور ابو مالکؒ اور حسن بصریؒ وقتادہؒ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

حدّثنا ابن بشار حدّثنا عبد الرّحمن عن سفیا ن عن ابی حسین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتا ب الا لیؤمننّ به قبل موته . قال قیل موت عیسے بن مر یم قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلك قال ابو مالك فی قوله ا لّا لیو منّن به قبل موته قال ذلك عند نزو ل عیسی بن مر یمؑ لا یبقی احد من اهل الکتاب الّا آ من به و قال الضّحاك عن ابن عباس و ان من اهل الکتا ب ا لّا لیؤمننّ به قبل موته یعنی الیهود خاصةّ وقال الحسن البصری یعنی النجا شی و اصحابه روا هما ابن ابی حا تم و قال ابن جبیر حدثنی یعقو ب حد ثنا ابن علیة حدثنا ابو ر جاء عن الحسن و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته قال قبل موت عیسی و انّه لحیّ الآن عند اللّه و لکن اذا نز ل آ منوا به اجمعون و قال ابن ابی حاتم حدّ ثنا ابی حدّ ثنا علی بن عثمان ا للا حقی حدّ ثنا جر یریة بن بشیر قال سمعت رجلاً قال للحسن یا ابا سعید قول اللّه عزّ و جلّ وان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به

قبل موته قال قبل موت عیسے انّ اللّه رفع الیه عیسی وھو باعثه قبل یوم القیامة مقاماً یؤمن به البرّ و الفاجر و کذا قال قتاده عبد الر حمن بن زبیر بن اسلم و غیر واحد و ھذا القول ھو الحقّ کما سنبیّنه بعد با لدّلیل القاطع انشاء اللّه و به الثّقه و علیه التّکلا ن ۔

اور ابو ہریرہ کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے۔مخفی نہ رہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس معنی پر جس کو ہم نے صحیح اور حق کہا ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۶۸ اور صفحہ ۳۶۹ میں چار اعتراض کئے ہیں۔ان سب کا مسکت جواب بفضلہٖ تعالی ہمارے پاس موجود ہے۔

اعتراض اول:۔آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں، یا مسیح کے بعد، برابر ہوتے رہیں گے۔اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔فقط۔

جواب اس کا بدو وجہ ہے۔اول یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقیلہ موجود ہے جو آیت کو خاص زمانہ مستقبل سے وابستہ کرتا ہے۔دوم یہ کہ اس تعمیم کے موافق آپ کے معنی اول جو ازالہ اوہام میں لکھے گئے ہیں، بھی باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں ان سب اہل کتاب کو بھی شامل ہے جو مسیح کے وقت میں ان کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے۔حالانکہ ان کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا قبل اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا غیر متصور ہے اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنی بھی باطل ہوئے جاتے ہیں۔

و ھذا غیر خفی علی من له ادنی تأمّل

اعتراض دوم: احادیث صحیحہ بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے منکر خواہ اہل کتاب یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے۔فقط۔

جواب اس کا بدو وجہ ہے:۔

اول، یہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آویں گے بلکہ آیت میں تو صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے۔ پس ہوسکتا ہے کہ جن کفار کا علم الٰہی میں مسیح کے دم سے کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو، ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔

دوم، ہوسکتا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی۔ جیسا کہ آپ کے دونوں معنے کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہے بلکہ یقین مراد ہے۔

اعتراض سوم۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ مسلّمہ ہے کہ دجال بھی اہل کتاب میں سے ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ فقط

اس کا جواب بھی انہیں دو وجہوں سے ہے جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں، اعادہ کی حاجت نہیں۔

اعتراض چہارم۔ مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے، پھر قیامت آئے گی۔ اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آجاویں گے۔ فقط

یہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ کیا مرزا صاحب یہ نہیں خیال فرماتے کہ یقیناً دنیا میں ابتداء ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے کہ کوئی کافر نہ تھا۔ پھر یہ کفار جواب تک موجود ہیں کہاں سے آگئے۔ جیسے یہ کفار ہوگئے ایسا ہی بعد عیسیٰؑ کے بھی ہو جائیں گے۔

دلیل دوسری۔ یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے و یکلّم النّاس فی المهد و کهلاً وّ من الصّا لحین۔ (آل عمران۔ ٤٧)

اس آیت سے علماء نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے:

و بـه استدلّ على انه عليه السّلام سينزل من السّماء لما انه عليه السلام رفع قبـل التكهل قال ابن عباس ارسله اللّه تعالى و هو ابن ثلا ثين سنة و مكث فى رسالته ثلاثين شهراً ثم رفع اللّه تعالى اليه ۔

تفسیر کبیر میں ہے:

قـال الـحسيـن بـن الفضل وفى هذه الآية نصّ فى انّه عليه الصّلوة والسّلام سينزل فى الارض ۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

و به استدلّ على انه سينزل فانّه رفع قبل ان اكتهل۔

تفسیر جلالین میں ہے: يفيد نزوله قبل الساعة لانّه رفع قبل الكهولة

تفسیر معالم میں ہے:

وقيـل لـلحسين بن الفضل هل تجد نزول عيسى فى القرآن قال نعم قوله و كهلاً وهو يكتهل فى الدّنيا و انّما معناه و كهلاً بعد نزول من السّماء ۔ انتهى

یہ آیت اگرچہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالہ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر بانضمام آیت

و ان مّن اهل الكتاب الا ليؤمننّ به (نساء ١٦٠)

کے قطعی الدلالۃ ہو جاتی ہے اور اس بنا پر ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے جیسا کہ کلام فی المهد ایک آیت اور معجزہ ہے ایسا ہی کلام فی الكهولة معجزہ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام و شراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے، ورنہ کلام فی الکہولۃ تو سب ہی کیا کرتے ہیں حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔

دلیل سوم۔ سورۃ نساء میں ہے:

و ما قتلوه يقيناً بل رّفعه اللّٰه اليه و كان اللّٰه عزيزاّ حكيماّ (نساء ۔ ۱۵۸۔۱۵۹)

یہ آیت بھی فی نفسھا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر اس سے رفع الرّو ح مع الجسد ہے کیونکہ ما قتلوہ اول وثانی اور ما صلبوہ کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے۔ پس یہ امر دال ہے اس پر کہ مرجع رفعہ کے ضمیر منسوب کا بھی روح مع الجسد ہے علی الخصوص جب آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ اس کے ساتھ ضم کی جاوے تو یہ بھی قطعی الدلالت ہو جاتی ہے۔

دلیل چہارم۔ سورۃ زخرف میں ہے:

وانّہ لعلم للسّاعۃ فلا تمترن بھا و اتبعون ھذا صرا ط مستقیم(زخرف ٦١)

یہ آیت بھی فی نفسھا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر یہی ہے کیونکہ ارجاع ضمیر انّـہ کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق وسباق ہے۔ پس ضرور مرجع حضرت عیسےؑ ہوئے۔ اب یہاں تین احتمال ہیں، یا حدوث مقدر مانا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول۔ اول باطل ہے اس لئے کہ ہمارے آنحضرتﷺ کا حدوث علامت قریبہ قیامت کے ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے

بعثت انا و السّاعۃ کھا تین

پس حضرت عیسی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے کیونکہ معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالی میں برابر ہیں تخصیص معجزات عیسویہ کی کیا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہے خاص کر جب کہ آیت و ان من اھل الکتاب جو قطعی الدلالۃ ہے اور احادیث صحیحہ بخاری ومسلم اس کی تفسیر میں واقع ہوگئی ہیں تو اس حیثیت میں یہ آیت بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہوگئی۔

دلیل پنجم۔آیت وما آتاکم الرّسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا (حشر۔۷)
ہے جو موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کا تواتر تو جناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم فرمایا ہے ان میں سے حدیث متفق علیہ ابوہریرہ کی ہے:

قال قال رسول الله ﷺ والّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان یّنزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یفیض المال حتی لایقبله احد حتی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدّنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرہ : فاقرأو ان شئتم، و ان من اھل الکتاب الّا لیؤ منن به قبل موته ۔ الآیة ۔ ۰ بخاری ۳۴۴۸
معنی حقیقی ابن مریم کے عیسی بن مریم ہیں اور صارف یہاں کوئی موجود نہیں بلکہ آیت و ان من اھل الکتاب اس معنی کی تعیین کر رہی ہے۔پس نزول عیسے متعین ہو گیا۔اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال ابن ابی حاتم حدّثنا ابی حدّثنا احمد بن عبد الرحمن حدّثنا عبد اللّٰه بن جعفر عن ابیه حدّثنا الرّبیع بن انس عن الحسن انّه قال فی قوله تعالی انّی متوفّیك یعنی وفاة المنام رفعه اللّٰه فی منامه قال الحسن قال رسول اللّٰه ﷺ للیھود انّ عیسی لم یمت و انّه راجع الیکم قبل یوم القیامة
یہ حدیث اگر چہ مرسل ہے لیکن وان من اھل الکتاب اسکی صحت کی عاضد ہے۔
یہ اخیر چار آیات اگر چہ ہر واحد،ان میں سے بنفسہا دلیل قطعی حیات مسیحؑ پر نہیں مگر تاہم بہ نسبت ان تیس آیات کے جو مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں واسطے اثبات وفات حضرت مسیح کے لکھی ہیں، یہ آیات قوی الدلالۃ حیات مسیح پر ہیں۔باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب قادیانی نے تیس

آیات واسطے اثبات وفات مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں۔سوان کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہ آیات تین قسم کی ہیں۔

اول وہ جن میں لفظ توفّی بالتخصیص حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے۔

دوم وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی ہیں۔

سوم وہ آیات کہ نہ ان میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً۔صرف جناب مرزا صاحب نے ان سے محض اجتہاداً استنباط وفات کیا ہے۔

قسم اول کا جواب یہ ہے کہ بعد فرض وتسلیم اس کے کہ لفظ توفّی کے معنی حقیقی موت وقبض روح کے ہیں اور دوسرے معنی مجازی ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته سے جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے حیات عیسی ثابت ہوگئی تو اب یہ آیت صاف ہو گئی آیات مذکورہ کے معنی حقیقی سے اس لئے آیات توفّی معنی مجازی پر محمول کی جاویں گی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہو سکتے ہیں وہ اخذ تام وقبض ہے جس کو اردو میں پورا لینا کہتے ہیں اور توفّی کا استعمال اخذ تام وقبض لغت سے ثابت ہے۔

قاموس میں ہے:و اوفی علیه اشرف وفلاناً حقّه اعطاه وافیاً توفّاه و اوفاه فاستوفاه و توفّاه

اور صحاح میں ہے: اوفاه حقه و وفاه بمعنی ای اعطاه حقّه وافیاً و استوفی حقّه و توفّاه

مصباح المنیر میں ہے:و توفّیته واستوفیته بمعنی ۔

مجمع البحار میں ہے:و استوفیت حقی ای اخذته تاماً

صراح میں ہے :ایفاء گزاردن حق کسے بتمام ویقال عنہ اوفاہ حقہ ووفاہ استیفاء توفی تمام گرفتن حق

قسطلانی میں ہے:التوفی اخذ الشّیء وافیاً والموت نوع منه

اور دوسرے معنی مجازی انامت ہیں جن کو اردو میں سلانا کہتے ہیں اور توفّی بمعنی انامت،قرآن

مجید سے ثابت ہے۔فرمایا اللہ تعالی نے سورہ زمر میں:

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسك الّتی قضی علیھا الموت و یرسل ا لاخری (الزمر ۔ ٤٢)

اورفرمایا سورہ انعام میں:وھوالّذی یتوفّاکم باللّیل ویعلم ما جرحتم با لنّھار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجلٍ مّسمّی۔ (انعا م ۔ ٦٠)

اور قسم دوم کا جواب بعد تسلیم عمومات کے یہ ہے کہ آیت و ان من اھل الکتاب جو قطعی الدلالۃ ہے ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ فی نفسھا ان معانی کے محتمل ہیں جو جناب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں لیکن آیت و ان من اھل الکتا ب جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہے ان احتمالات کو رد کرتی ہے،لہذا وہ معنی باطل ہوئے۔صحیح معانی ان آیات کے وہ ہیں جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت و ان من اھل الکتا ب کے۔اور جواب تفصیلی ان آیات کا جن کو مرزا صاحب نے واسطے ثبوت وفات پیش کیا ہے ازالہ اوہام کے جوا ب میں انشاء اللہ بہ بسط بسیط لکھا جاوے گا۔ ١٩ ربیع الاول ١٣٠٩ھ۔بروز جمعہ۔محمد بشیر عفی عنہ

مرزا غلام احمد قادیانی کا پہلا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّحیم ..... امّا بعد

چونکہ مولوی محمد بشیر صاحب نے اس عاجز سے سلسلہ بحث کر کے بارادہ اثبات حیات مسیح ابن مریم ایک طولانی تقریر لکھی ہے اس لئے میرے پر بھی واجب ہوا کہ اظہار حق کی غرض سے اس کا جواب لکھوں۔

سو پہلے میں صفائی بیان کے لئے اس قدر لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب

موصوف کا خیال ہے، یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ دعوی کا ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کسی کی وفات یا حیات کی نسبت جھگڑا ہو تو مدعی اس کو قرار دیا جائے گا جو امور مسلّمہ فریقین کو چھوڑ کر ایک نئی بات کا دعوی کرے۔ مثلاً یہ بات فریقین میں مسلّم ہے کہ عام قانون قدرت خدا تعالی کا یہی جاری ہے کہ اس عمر طبعی کے اندر اندر جو انسانوں کیلئے مقرر ہے ہر ایک انسان مر جاتا ہے اور خدا تعالی نے بھی قرآن کریم کے کئی مواضع میں اس بات کو بتصریح بیان کیا ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

و منكم من يتوفّى و منكم من يردّ الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيئاً۔ (الحج ۔ ٥) یعنی تم پر دو ہی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ بعض تم میں سے قبل از پیرانہ سالی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ صاحب علم ہونے کے بعد محض نادان ہو جاتے ہیں۔

اب اگر خلاف اس نصّ صریح کے کسی کی نسبت یہ دعوی کیا جائے کہ باوجود اس کے کہ عمر طبعی سے صدہا حصے زیادہ اس پر زمانہ گذر گیا مگر وہ نہ مرا، اور نہ ارذل عمر تک پہنچا اور نہ ایک ذرہ امتداد زمانہ نے اس پر اثر کیا، تو ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا اس شخص کے ذمہ ثبوت ہوگا جو ایسا دعوی کرتا ہے یا ایسا عقیدہ رکھتا ہے، کیونکہ قرآن کریم نے تو کسی جگہ انسانوں کے لئے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ بعض انسان ایسے بھی ہیں جو معمولی انسانی عمر سے صدہا درجہ زیادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زمانہ ان پر اثر کر کے ان کو ارذل عمر تک نہیں پہنچاتا اور ننكّسه فى الخلق کا مصداق نہیں ٹھہراتا۔ پس جب کہ یہ عقیدہ ہمارے آقا و مولی کی عام تعلیم سے صریح مخالف ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اس کا مدعی ہو، ثبوت اسی کے ذمہ ہے۔ غرض حسب تعلیم قرآنی عمر طبعی کے اندر اندر مر جانا اور زمانہ کے اثر سے مختلف حصوں میں گونا گوں تغیرات کا لحاظ ہونا، یہاں تک کہ بشرط زندگی ارذل عمر تک پہنچنا، یہ ایک فطرتی اور اصلی امر ہے، جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے جس کے بیان میں قرآن کریم بھرا ہوا ہے۔ سو جو شخص اس اصلی امر کے مخالف کسی کی نسبت دعوی کرتا ہے اثبات دعوی اس

کے ذمہ ہے۔ مثلاً زید جو تین سو برس سے مفقود الخبر ہے اس کی نسبت دو شخصوں کی کسی قاضی کی عدالت میں یہ بحث ہو کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ اب تک زندہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کرے گا جو خوارق عادت زندگی کا قائل ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔

اب ہمارے اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ دراصل ہمارے ذمہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وفات جو ہر یک انسان کے لئے حد مقررہ فطرت تک ایک طبعی امر ہے اس کا ثبوت دیں بلکہ ہمارے فریق مخالف کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ ایک شخص حد مقررہ فطرۃ اللہ تک فوت نہیں ہوا، بلکہ دراصل اب تک زندہ ہے اور صدہا برس کے مرور زمانہ نے اس پر ذرہ اثر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں کئی انبیاء وغیرہ کا ذکر کر کے ان کی موت کا کچھ بیان نہیں کیا، تو کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ بلکہ زندگی کسی کی جب ہی ثابت ہوگی کہ جب زندگی کا ثبوت دیا جائے گا ورنہ موت وحیات کے ترکِ ذکر سے موت ہی سمجھی جائے گی۔

اب جب کہ یہ بات فیصلہ پا چکی ہے کہ ہمارے ذمہ یہ بار ثبوت نہیں کہ مسیح ابن مریم جو اوروں کی طرح انسان تھا، وہ کیوں اور انسانوں کی طرح عمر طبعی کے دائرے کے اندر اندر فوت ہو گیا، بلکہ حضرت مولوی صاحب کے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ مسیح ابن مریم انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک برخلاف نصوص عامہ قرآنیہ وحدیثیہ و برخلاف قانون فطرت مرنے سے بچا ہوا ہے اور زمانہ نے اس پر اثر کر کے ارذل عمر تک بھی نہیں پہنچایا۔ تو اب دیکھنا چاہیے کہ مولوی صاحب نے اس بارہ میں کیا ثبوت دیا ہے اور کن آیات قطعیۃ الدلالۃ اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ کے کھلے کھلے منطوق سے اس عظیم الشان دعوی کو بپایہ ثبوت پہنچایا ہے۔

سو واضح ہو کہ مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ دلیل پیش کی ہے کہ سورۃ نساء کی یہ آیت کہ و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔ حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی پر شاہد ناطق ہے اور چونکہ حضرت مولوی صاحب کے دل

میں یہ دھڑ کا تھا کہ یہ آیت تو ذوالوجوہ ہے اور تمام مفسر کئی کئی معنے اس کے کر گئے ہیں اور کسی مبسوط تفسیر میں اس کو ایک ہی معنی میں محدود نہیں رکھا گیا، لہذا حضرت مولوی صاحب نے اس کو قطعیۃ الدلالت بنانے کے لئے بہت سی کوشش کی ہے اور پوری جانفشانی سے ناخنوں تک زور لگایا ہے لیکن افسوس کہ وہ اس قصد میں ناکام رہے اور قطعیۃ الدلالت نہ بنا سکے بلکہ اور بھی شبہات ڈال دیئے۔

مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہو جائے، یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ لیؤمنن میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر کئی ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال کے لئے ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس تفتیش میں ناحق وقت ضائع کیا کیونکہ اگر فرض کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ لیؤمننّ استقبال کے ہی معنی رکھتا ہے پھر بھی کیونکر یہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعی الدلالۃ ہو سکتی ہے ۔کیا استقبالی طور پر یہ دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔ اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الّا لیؤ منّ به قبل موتهم جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آویں گے۔ اب دیکھئے کہ قبل موته کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کی طرف پھیرتے تھے، دوسری قرأت سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح کی طرف نہیں بلکہ اہل کتاب فرقہ کی طرف پھرتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے، اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنی زیادہ تر قبول کے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہ ہوں۔ آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یہ آیت جسکی دوسری

قرأت آپکے خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے آپ نے جو نون ثقیلہ کا قاعدہ پیش کیا ہے وہ سراسر مخدوش اور باطل ہے۔ حضرت! ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لئے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں۔ اگر چہ یہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے، تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں، لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنی قائم رہے ہیں یا حال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشترا کی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کی طرح مراد لئے گئے ہیں۔ یعنی ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہاء تک بلا انقطاع برابر چلا گیا۔ پہلی آیات کی نظیر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

ولنولّینّك قبلةً ترضا ها فولِّ وجهك شطر المسجدِ الحرا م ۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال ہی مراد ہے کیونکہ بمجرد نزول آیت کے بغیر توقف اور تراخی کے خانہ کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہو گیا یہاں تک کہ نماز میں ہی منہ پھیر دیا گیا۔ اگر یہ حال نہیں تو پھر حال کس کو کہتے ہیں۔ استقبال تو اس صورت میں ہوتا کہ خبر اور ظہور خبر میں کچھ فاصلہ بھی ہوتا۔ سو آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہم تجھ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں جس پر تو راضی ہے، سو تو مسجد حرام کی طرف منہ کر۔

اور ایسا ہی یہ آیت و انظر الی الهك الّذی ظلت علیه عا كفاً لنحرّ قنّه ۔ الخ ، یعنی اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب ہم اس کو جلاتے ہیں۔

اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر بعد زمان کا ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو یہ کہے کہ میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں، سو لے مجھ سے دس روپیہ، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اس نے استقبال کا وعدہ کیا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ سب کاروائی حال میں ہی ہوئی۔

اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر اشترا کی طور پر مشتمل ہیں، ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں:

پہلی یہ آیت والّذین جا ھدوا فینا لنھد ینّھم سبلنا ۔جولوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اورکریں گے ہم ان کو اپنی راہ دکھلا رہے ہیں اور دکھلائیں گے۔صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جا ئے تو اس سے معنی فاسد ہو جائیں گے اور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وعدہ صرف آیندہ کے لئے ہے اور حال میں جو لوگ مجاہدہ میں مشغول ہیں یا پہلے مجاہدات بجالا چکے ہیں وہ خدا تعالی کی راہوں سے بےنصیب ہیں۔ بلکہ اس آیت میں عادت مستمرہ جاریہ دائرہ میں ازمنہ ثلاثہ کا بیان ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہماری یہی عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتے ہیں۔کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں بلکہ سنت مستمرہ دائرہ سائرہ کا بیان ہے جس کے اثر سے کوئی زمانہ باہر نہیں۔

دوسری یہ آیت کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا و رسلی یعنی خدا مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوتے رہیں گے۔

یہ آیت بھی ہر ایک زمانہ میں دائرا ور عادت مستمرہ الہیہ کا بیان کر رہی ہے، یہ نہیں کہ آئندہ رسول پیدا ہوں گے اور خدا انہیں غالب کریگا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی زمانہ ہو حال یا استقبال یا گزشتہ، سنت اللہ یہی ہے کہ رسول آخر کار غالب ہی ہو جاتے ہیں۔

تیسری آیت یہ ہے:

من عمل صالحاً مّن ذکرٍ او انثی و ھو مؤمن فلنحیینّہ حیوۃً طیّبۃً و لنجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (النحل ۔ ۹۷)

یعنی ہماری یہی عادت اور یہی سنت ہے کہ جو شخص عمل صالح بجالا وے، مرد ہو یا عورت ہو اور وہ مومن ہو، ہم اس کو ایک پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اس سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔

اب اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبلہ سے وابستہ کر دیا جائے تو گویا اس کے یہ معنی ہوں گے

کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آئندہ اگر کوئی نیک عمل کرے تو اس کو یہ جزا دی جائے گی۔ اس طور کے معنوں سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالی نے آیت کے نزول کے وقت تک کسی کو حیات طیبہ عنایت نہیں کی تھی۔ فقط یہ آئندہ کے لئے وعدہ تھا۔ لیکن جس قدر ان معنوں میں فساد ہے وہ کسی عقل مند پر مخفی نہیں۔

چوتھی آیت یہ ہے و لینصرنّ اللّٰہ من یّنصرہ انّ اللّٰہ لقویّ عزیز۔ (حج۔ ٤٠)
یعنی وہ جو خدا تعالی کی مدد کرتا ہے خدا تعالی اس کی مدد کرتا ہے۔
اب حضرت دیکھئے آیت کے لفظ لینصرنّ کے آخر میں نون ثقیلہ ہے لیکن اگر اس آیت کے یہ معنی کریں کہ آئندہ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہماری مدد کرے گا تو ہم اس کی مدد کریں گے تو یہ معنی بالکل فاسد اور خلاف سنت مستمرہ الہیہ ٹھہریں گے کیونکہ اللہ جل شانہ کی قدیم سے اور اسی زمانہ سے کہ جب بنی آدم پیدا ہوئے یہی سنت مستمرہ ہے کہ وہ مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ یوں کیونکر کہا جائے کہ پہلے تو نہیں مگر آئندہ کسی نامعلوم زمانہ میں اس قاعدہ کا پابند ہو جائے گا اور اب تک تو صرف وعدہ ہی ہے عمل درآمد نہیں۔ سبحانہ ھذا بھتان عظیم

پانچویں آیت یہ ہے والّذین آمنوا وعملوا الصّالحات لندخلنّھم فی الصّالحین۔ (عنکبوت۔ ٩)۔ یعنی ہماری یہی سنت مستمرہ قدیمہ ہے کہ جو لوگ ایمان لاویں اور عمل صالح کریں، ہم ان کو صالحین میں داخل کرلیا کرتے ہیں۔
اب حضرت مولوی صاحب دیکھئے کہ لندخلنّھم میں نون ثقیلہ ہے لیکن اگر اس جگہ آپ کی طرز پر معنی کئے جائیں تو اس قدر فساد لازم آتا ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ یہ قاعدہ آئندہ کے لئے باندھا گیا ہے اور اب تک کوئی نیک اعمال بجالا کر صلحاء میں داخل نہیں کیا گیا۔ گویا آئندہ کے لئے گنہگار لوگوں کی توبہ منظور ہے اور پہلے اس سے دروازہ بند رہا ہے۔

سوآپ سوچیں کہ ایسے معنی کرنا کس قدر مفاسد کا مستلزم ہے۔حضرت! قرآن کریم میں اس کے بہت نمونے ہیں کہ نون ثقیلہ کے ساتھ مضارع کو بیان کر کے ازمنہ ثلاثہ اس سے مراد کئے گئے ہیں ۔مجھے امید ہے کہ آپ اس سے انکار کر کے بحث کو طول نہیں دیں گے کیونکہ یہ تو اجلی بدیہات میں سے ہے، انکار کی کوئی جگہ نہیں۔

اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خالص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسر قدیم وجدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمننّ کے لفظ میں حال کے معنی بھی کرتے ہیں۔معالم وغیرہ تفسیریں آپ کو معلوم ہیں حاجت بیان کی نہیں۔وہ لوگ بھی تو آخر قواعد دان اور علم ادب اور محاورہ عرب سے واقف تھے۔کیا وہ آپ کے اس قاعدہ سے بے خبر رہے۔اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسی ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لاوے گا۔یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔اول تو آپ سے آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کا مطالبہ ہے اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے، نزول سے کہاں سمجھا جاتا ہے جو آسمان سے نزول ہو۔خدا تعالی نے فرمایا ہے انزلنا الحدید کہ ہم نے لوہا اتارا۔ہم نے لباس اتارا۔ہم نے چار پائے گھوڑے گدھے وغیرہ اتارے۔کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ سب آسمان سے ہی اترے تھے۔کیا کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ سب درحقیقت آسمان سے ہی اترے ہیں۔پھر ہم نے تسلیم کیا کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں نزول کا لفظ آیا ہے مگر حضرت میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس لفظ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔مسافر کے طور پر جو شخص دوسری جگہ جاتا ہے اس کو بھی نزیل ہی کہتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیات موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں، اٹھا نہیں سکے، بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کیا ۔آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور لیؤمننّ کے لفظ

کی تعمیم بدستور قائم رہی۔ اب فرض کے طور اگر آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ حضرت عیسے کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے نزول کے بعد ہزار ہا لوگ کفر کی حالت میں مریں گے۔ اب اگر آپ ان کفار کو جو کفر پر مر گئے، مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوی پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے۔ حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا ان کا لکھا ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا کہ کفر پر تو مریں گے مگر ان کو حضرت عیسی کی رسالت پر یقین ہوگا۔ کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ یقین مراد ہے۔ ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے۔ اور صرف عن الظاھر کیلئے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیے۔ جب کہ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت قطعی الدلالت کیونکر ہوگی۔ اگر آپ لیؤمنن سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لیں گے تو آپ کے مخالف کا حق ہوگا کہ وہ حقیقی معنی مراد لیوے۔ آپ کو سوچنا چاہیے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت کیا ٹھہری۔ ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بدبخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل سے یقین کر جاتے ہیں۔ حضرت موسی کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے و جحدوا بها واستيقنتها انفسهم (النمل۔ ١٤) یعنی انہوں نے موسی کے نشانوں کا انکار کیا لیکن ان کے دل یقین کر گئے۔ اور ہمارے سید و مولا نبی ﷺ کی نسبت فرماتا ہے يعرفونه كما يعرفون ابناء هم یعنی کافر لوگ جو اہل کتاب ہیں، ایسے یقینی طور پر اس کو شناخت کرتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ پس اگر ایمان سے مراد ایسا ہی ایمان ہے جو

و جحدوا بها واستيقنتها انفسهم

کا مصداق ہے تو پھر ہمارے علماء نے کیوں شور مچا رکھا ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔ بلاشبہ قرآن شریف کا یہ منشاء نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس تاویل کو خود رکیک سمجھ کر

اسی وجہ سے دوسرا جواب دیا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے اور اس زمانہ سے پہلے کفر پر مرنے والے کفر پر مریں گے۔ اب حضرت آپ انصافاً فرماویں کہ ان معنوں سے جو آیت لیؤمنن کی نسبت آپ بیان فرماتے ہیں موافقت ہے یا مخالفت۔ ابھی آپ قبول فرما چکے ہیں کہ مسیح کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے اور اب آپ نے اس قبول کردہ بات سے رجوع کر کے یہ نئے معنی نکالے کہ نزول کے بعد ضروری نہیں کہ تمام کفار ایمان لے آویں بلکہ بہتیرے کفر پر بھی مریں گے۔ حضرت! آپ اس جگہ خود سوچیں کہ ان کا حرف کل اہل کتاب کو ایمان داروں میں شامل کرتا ہے یا کسی کو باہر رکھتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو یہ لفظ بے کار اور غیر مؤثر ٹھہرتا ہے۔ اول ،تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر رکھا پھر آپ نے زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔ تو پھر اس لفظ لانے کا فائدہ کیا تھا اور یہ تاویلیں آپ کو کسی حدیث یا آیت سے ملیں یا حضرت کا اپنا ہی ایجاد ہے۔

یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں شاید خدا تعالیٰ انہیں کا اثر آپ کے دل پر ڈالے اللہ جل شانہ فرماتا ہے

یـا عیسی انی متوفّیك و رافعك الی و مطهّرك من الّذین کفروا وجاعل الذ ین اتبعوك فو ق الذین کفروا الی یوم القیا مة (آل عمرا ن۔ ٥٥)

اب دیکھئے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار کے باقی رہیں گے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ درمیان میں کوئی ایسا زمانہ بھی آوے کہ کفار بالکل زمین پر سے نابود ہو جائیں۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

فـاغـرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیا مة (مائدہ۔ ١٤) یعنی قیامت کے دن تک ہم نے یہود و نصاریٰ میں عداوت ڈال دی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے بھی

ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جائے تو پھر عداوت کیونکر قائم رہے گی۔ حضرت ان نصوص صریحہ بینہ سے تو صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کفر کو اختیار کرنے والے قیامت کے دن تک رہیں گے۔ پھر اس کے یہ معنی کیوں کر ٹھہر سکتے ہیں۔ کچھ سوچ کر جواب دیں۔

دوسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ

یکلّم النّا س فی المھد و کھلا (ال عمران۔ ٤٦) اور آپ کہل کے لفظ سے درمیانی عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں اور یہی معنی قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں موجود ہیں، اور سیاق وسباق آیات کا بھی انہی معنوں کو چاہتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس کلام سے مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خوردسالی کے زمانہ میں کلام کر کے اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا پھر ایسا ہی جوانی میں بھر کر اور مبعوث ہو کر اپنی نبوت کا اظہار کرے گا۔ سو کلام سے مراد وہ خاص کلام ہے جو حضرت مسیح نے ان یہودیوں سے کیا تھا جو یہ الزام ان کی والدہ پر لگاتے تھے اور جمع ہو کر آئے تھے کہ اے مریم تو نے یہ کیا کام کیا۔ پس یہی معنی منشاء کلام الٰہی کے مطابق ہیں اگر ادھیڑ عمر کے زمانہ کا کلام مراد ہوتا تو اس صورت میں یہ آیت نعوذ باللہ لغو ٹھہرتی، گویا اس کے یہ معنے ہوتے کہ مسیح نے خوردسالی میں کلام کی اور پھر پیرانہ سالی کے قریب پہنچ کر کلام کرے گا اور درمیان کی عمر میں بے زبان رہے گا۔ مطلب تو صرف اتنا تھا کہ دو مرتبہ اپنی نبوت پر گواہی دے گا۔ منصف کے لئے ایک بخاری کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ پھر جس حالت میں آپ خود مانتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں اور جس آیت کا سہارا اس کو دیا گیا تھا وہ آپ کی مخالف ثابت ہوگئی تو پھر یہ آیت جو خود آپ کے اقرار سے قطعیۃ الدلالت نہیں کیا فائدہ آپ کو پہنچا سکتی ہے۔

تیسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ سورہ نساء میں ہے

وما قتلوہ یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه وکان اللّٰه عزیزاً حکیماً

آپ اس میں بھی قبول کرتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں مگر باوجود اس کے آپ کے

دل میں یہ خیال ہے کہ اس رفع سے رفع مع الجسد مراد ہے، کیونکہ ما قتلوہ وما صلبوہ کے ضمیر کا مرجع بھی روح مع الجسد ہے۔ لیکن حضرت آپ کی یہ سخت غلطی ہے۔ نفی قتل اور نفی مصلوبیت سے تو صرف یہ مدعا اللہ جل شانہ کا ہے کہ مسیح کو اللہ جل شانہ نے مصلوب ہونے سے بچالیا اور آیت بل رفعه اللّٰه اليه اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور اس آیت کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھنے کے لئے اس آیت کو بغور پڑھنا چاہیے جس میں رفع کا وعدہ ہوا تھا اور وہ آیت یہ ہے:

يا عيسى انى متوفّيك ورا فعك اليّ ۔ حضرت اس رافعك اليّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا تھا یہ وہی وعدہ ہے جو آیت بل رفعه اللّٰه اليه میں پورا کیا گیا۔ اب آپ وعدہ کی آیت پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ اسکے پہلے کون لفظ موجود ہیں، تو فی الفور آپ کو نظر آجائے گا کہ اس سے پہلے انی متوفّيك ہے۔ اب ان دونوں آیتوں کے ملانے سے جن میں سے ایک وعدہ کی آیت اور ایک ایفاء وعدہ کی آیت ہے آپ پر کھل جائے گا کہ جس طرز سے وعدہ تھا، اسی طرز سے وہ پورا ہونا چاہیے تھا۔ یعنی وعدہ یہ تھا کہ اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس سے صاف کھل گیا کہ ان کی روح اٹھائی گئی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی اٹھائی جاتی ہے نہ کہ جسم۔ خدا تعالی نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جو لوگ موت کے ذریعہ سے اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، اس قسم کے الفاظ ان کے حق میں بولے جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالی کی طرف اٹھائے گئے یا خدا تعالی کی طرف رجوع کر گئے جیسا کہ اس آیت میں ہے ۔

يا ايتها النّفس المطمئنّه ارجعی الی ربّك را ضيةً مّرضيةً ۔فادخلی فی عبادی وا د خلی جنّتی (فجر ۔ ۲۷ ۔ ۳۰)

اور جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے انا لله و انا اليه را جعو ن

چوتھی دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

و انّہ لعلم للسّا عۃ فلا تمتر ن بھا (ز خر ف ۔ ٦١) اس جگہ بھی آپ مان گئے ہیں کہ یہ آیت آپ کے مطلب پر قطعیۃ الدلالت نہیں ہے لیکن میں آپ کو محض للہ یاد دلاتا ہوں کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں بات یہ ہے کہ مسیح کے وقت میں یہودیوں میں ایک فرقہ صدوقی نام تھا جو قیامت سے منکر تھے پہلی کتابوں میں بطور پیشین گوئی کے لکھا گیا تھا کہ ان کو سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپ کے ہوگی اور یہ ان کیلئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ جل شانہ دوسری آیت میں فرماتا ہے و لنجعلہ آ یۃً للنّاس (مریم ۔ ٢١) ۔اس جگہ النّاس سے مراد ہی صدوقی فرقہ ہے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود تھا چونکہ توریت میں قیامت کا ذکر بظاہر کسی جگہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے یہ فرقہ مردوں کے جی اٹھنے سے بکلی منکر ہو گیا تھا۔ اب تک بائیبل کے بعض صحیفوں میں موجود ہے کہ مسیح اپنی ولادت کی رو سے بطور علم الساعۃ کے ان کیلئے آیا تھا۔ اب دیکھئے اس آیت کو نزولِ مسیح سے تعلق کیا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ مفسرین نے کس قدر جدا جدا طور پر اس کے معنے لکھے ہیں۔ ایک جماعت نے قرآن کریم کی طرف ضمیر انّہ کی پھیر دی ہے کیونکہ قرآن کریم سے روحانی طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں اور اگر خواہ مخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کیلئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے، نشان قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا، تم باوجود اپنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوئے؟ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ۔ شک مت کرو ہم نے دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی۔

دلیل پنجم آپ نے بیان فرمائی ہے کہ حدیث بخاری و مسلم میں مسیح کے نزول کے بارے میں لکھا ہے اور ابو ہریرہ نے اس تقریب پر فرمایا ہے:

فاقرء وا ان شئتم و ان من اھل الکتا ب... الخ ۔

حضرت! یہ کچھ دلیل نہیں۔نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے اور فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں اور ابو ہریرہ نے فاقرأوا ان شئتم میں شک کا لفظ استعمال کیا ہے حضرت ابو ہریرہؓ وہی صحابی ہیں جو حدیث دخول فی النار کو سن کو اس دھوکہ میں پڑے رہے جو ہم میں سے سب سے آخر مرنے والہ دوزخ میں پڑے گا، پیش گوئی کو اجتہادی طور پر سمجھنے میں انبیاء نے بھی غلطی کھائی۔ فذھب وھلی کی حدیث آپ کو یاد ہوگی، پھر ابو ہریرہؓ نے اگر غلطی سے پیش گوئی کے الٹے معنی سمجھ لئے تو کیا حجت ہوسکتی ہے۔

پھر آپ ابن کثیر سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حسن سے روایت ہے کہ ان عیسی لم یمت و انّہ راجع الیکم یہ حدیث مرسل ہے پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی ماسوا اس کے یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت عیسیٰ کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے پھر کیونکر سند کے لائق ہے۔

بعد اس کے آپ نے میرے دلائل وفات مسیح پر جرح کیا ہے۔ یہ جرح سراسر آپ کی عدم توجہ پر دلالت کری ہے میں اس وقت ایسے دلائل پیش کرنا نہیں چاہتا۔آپ کے دلائل حیات مسیح کا فیصلہ کرکے پھر پیش کرونگا۔ (غلام احمد قادیانی)

مولانا محمد بشیر سہسوانی کا دوسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم .. اما بعد

واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور اصل اور عمدہ بحث خاکسار کی تحریر میں نون تاکید کی ہے۔ جناب مرزا صاحب نے اس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ ان عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں، کچھ جرح کی۔فقط۔

اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیحؑ پر آیت اولی ہے میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہے۔ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جناب مرزا صاحب کو چاہیے کہ اصل بحث، آیت اولی کی رکھیں دوسری ابحاث کو تبعی واسطرادی تصور فرمائیں۔فقط۔

قولہ (قادیانی)۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بارثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو۔

اقول (محمد بشیر)۔اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول۔ یہ کہ جب حسب ارشاد آپ کے بارثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔

دوم۔ بارثبوت وفات کا آپ کے ذمہ نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعوی کیا ہے کہ مسیحؑ دنیا میں نہ آویں گے اور جو دلیل اس پر پیش کی ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور جو کوئی وفات پا چکتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں جاتا ہے وہ جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کو ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بارثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔

سوم۔ آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب نمبر ۱۲ میں لکھا ہے۔

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو (اے مرزا) آیا ہے۔ سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعوی ہے۔ اس لئے بارثبوت وفات آپ کے ذمہ ہے۔ بالجملہ بارثبوت وفات دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے۔ ایک اس حیثیت سے کہ یہ اصل دعوی آپ کا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ مسیح موعود ہونے کے دعوی کی دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے۔

چہارم۔ اگر بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے تو یہ کام عبث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلّہ وفات مسیح توضیح مرام وازالہ اوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قولہ (قادیانی)۔ مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہوجاوے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ لیؤمننّ میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کیلئے کردیتا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ اس قاعدہ کو جدید کہنا نہایت محل استبعاد ہے۔ اگر مرزا صاحب میری ہی تحریر کو غور سے پڑھ لیتے تو معلوم ہوجاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبدالحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میزان خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بہ معنی استقبال کردیتا ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہوگیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ خاکسار کی اصل دلیل اتفاق آئمہ نحات کا ہے اس قاعدہ پر، اس کا جواب مرزا صاحب نے مطلق نہیں دیا۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کے لئے البتہ لکھی گئی ہیں۔ مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کو توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں۔

قولہ (قادیانی)۔ کیا استقبال کے طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہیں ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔ مخفی نہ رہے کہ اس معنی کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے یعنی نزول آیت کے قبل کا زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ۔ اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے کیجئے گا، تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ امر زمانہ حال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اگر

کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے ان کو ایمان پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف، جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید و تحریص سے وہی اہل کتاب منتفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں، نہ وہ جو پہلے مر چکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں تھے۔ اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ اختیار جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو یہی وعید و تحریض ان اہل کتاب کی حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں۔ اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا۔ یعنی بجائے لیؤمننّ کے لفظ یؤمن اختیار کیا جاتا۔ یعنی یوں کہا جاتا

وان من اهل الکتاب الّا لیؤمن به قبل موته ۔

یہ عبارت ایسی عمدہ ہے کہ اس میں وعید و تحریض جو مطلوب ہے، وہ بھی حاصل ہے اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہے اور اختصار بھی حاصل ہے یعنی لام و نون نہیں۔ پس قرآن مجید کی بلاغت جو حدّ اعجاز کو پہنچ گئی ہے خلاف ہے کہ ایسی عبارت کو چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمننّ اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ اور یہ سب محذور خالص معنی استقبال پر حمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

محصل کلام اس مقام پر یہ ہے کہ معنی دوم آیت کے بہر تقدیر باطل ہیں۔ اگر خالص استقبال پر محمول کیجئے تو کلام الٰہی جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ چکا ہے بلاغت سے گرایا جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے۔

قولہ (قادیانی)۔ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے الّا لیو منّن به قبل موتهم

اقول (محمد بشیر)۔ اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ اس قرأت کی بنا پر بھی معنی دوم صحیح نہیں ہوتے ہیں کیونکہ لیؤمننّ کو یا تو خالص استقبال پر محمول کیا جائے گا، تو کلام حق تعالیٰ جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ گیا ہے، بلاغت سے نازل ہو جاتا

ہے۔اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیھا نحاۃ کے۔

دوم یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنی کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنی ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لاوے گا اور یہ معنی، معنی اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔اس طرح پر کہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسے علیہ السلام مراد لیا جاوے۔

سوم۔ یہ کہ یہ قرأت غیر متواترہ ہے اور قرأت غیر متواترہ عموماً قابل احتجاج نہیں ہے۔ بلکہ جب بسند صحیح متصل منقول ہو۔اور یہاں سند متصل صحیح اس کی مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمائی ۔مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس کی سند بیان فرماویں اور اس کے سب رجال کی توثیق کریں۔ و دونہ خرط القتاد۔

چہارم۔ یہ کہ مرزا صاحب نے قبل موتہ کی ضمیر توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں، جو الہامی ہیں، حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع کی ہے اور یہ قرأت اس خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے۔مرزا صاحب قادیانی یہ تو خیال فرماویں کہ وہ معنی کہ جس کی تصحیح وتقویت کے وہ آپ درپئے ہیں اور یہ محض بغرض توڑنے دعوی اس خاکسار کے ہے وہ خود نفس الامر میں ان کے نزدیک غیر صحیح ہیں۔کیونکہ اس تقدیر پر استدلال ان کا موت مسیح پر آیت و ان من اھل الکتا ب سے مطلق غیر صحیح ٹھہرتا ہے۔پس کیا یہی مقتضائے دیانت وانصاف ہے کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر میں غیر صحیح جانتے ہیں اس کو بمقابلہ خصم صحیح بنادیں۔یہ تو مناظرہ نہ ہوا محض مجادلہ ٹھہرا۔

قولہ (قادیانی)۔پہلی آیات کی نظیر یہ کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولنولّینّك قبلةً ترضاها فولّ وجهك شطر المسجد الحرام (بقرہ۔ ۱۴۴) اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال مراد ہے۔

اقول (محمد بشیر) قرآن مجید میں فلنولّینّك ہے نہ ولنولّینّك جیسا کہ مرزا لکھتے ہیں۔یہاں ارادہ حال محض غلط ہے بلکہ یہاں خالص مستقبل مراد ہے۔بچند وجوہ:

اول یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے: فولّ وجهك و اصرف وجهك شطر المسجد الحرا م۔و نحوہ عبدالحکیم و اصر ف وجهك کے تحت میں لکھتے ہیں:

و لم يجعله من المتعدى الى المفعو لين بان يّكو ن شطر مفعوله الثانى لان تربته بالفاء و كو نه انجاز ا للوعد بان اللّه تعا لى يجعل النّبىّ متقبلا القبلة او قريباً من سمتها بان يأمر بالصّلوة اليها يناسبه ان يكو ن النّبىّ ما موراً بصرف الوجه اليها لا بان يجعل نفسه مستقبلاً ايّاها او قر يباً من جهتها۔

اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالی نے اپنے قول فلو لّينّك میں وعدہ فرمایا۔اور فولّ وجهك کے ساتھ اس کا انجاز کیا۔

دوم یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جائے تو فلنو لّینك کے یہ معنی ہوں گے: پس البتہ پھیرتے ہیں ہم تجھ کو۔اور پھیرنے سے یہ تو مراد ہی نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کے قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھرنے کا حکم کرتے ہیں۔اس تقدیر پر قول اللہ تعالی کا فـولّ وجهك زائد ولا طائل ہوگا۔

سوم۔یہ کہ شاہ ولی اللہ، وشاہ رفیع الدین، وشاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے ۔عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے:

پس متوجہ گردانیم ترا بآں قبلہ کہ خوشنود شوی۔

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: پس البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کو کہ پسند کرے اسکو۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے: سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہو۔

قولہ (قادیانی)۔اور ایسا ہی یہ آیت و انظر الى الهك الّذى ظلت عليه عا كفاّ لنحرّقنّه (طه۔۹۷)

اقول (محمد بشیر) ارادہ حال اس آیت میں غلط ہے، بدو وجہ۔

اول یہ کہ آیت میں وعید ہے اور جس چیز کی وعید کی جاتی ہے وہ اس کے بعد متحقق ہوتی ہے۔پس استقبال یہاں متعین ہوا۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ سے معنی استقبال واضح ہیں۔عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے:

البتہ بسوزانیم آنرا پس پراگندہ سازیم آنرا۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: ابھی جلادیں گے ہم اس کو پھر اڑا دیں گے ہم اس کو۔

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: ہم اس کو جلا دیں گے پھر بکھیر دیں گے۔

ان دونوں آیتوں میں جو مرزا صاحب نے حال کے معنی سمجھے تو منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے، ایک استقبال قریب دوسرا استقبال بعید۔ مرزا صاحب استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجھ گئے ہیں۔

واضح ہو کہ آپ نے جو آیات مذکورہ میں سے بعض کو حال پر اور بعض کو استمرار پر محمول کیا ہے اس میں آپ متفرد ہیں اور محض اپنی رائے سے فرماتے ہیں یا سلف وخلف امت میں سے کسی نے یہ معنی کئے ہیں۔ بیّنوا تو جروا

قولہ (قادیانی)۔ اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمرار کے طور پر مشتمل ہیں، ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ پہلی یہ آیت:

و الّذ ین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت۔ ۶۹)

اقول (محمد بشیر) اس میں کلام ہے بدو وجہ:

اول یہ کہ یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں، مقصود بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب نے آیت و ان من اھل الکتاب کے معنی دوم کی تائید میں تصحیح خالص استقبال کی، کی ہے حالانکہ اہل کتاب کا زہوق روح کے وقت ایمان لانا امر مستمر ہے خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ تعیین استقبال کرتے ہیں۔ لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

وآنانکہ جہاد کردند در راہ ما البتہ دلالت کنیم ایشاں را براہ ہائے خود

عبارت شاہ رفیع الدینؒ یہ ہے: اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھا دیں گے ہم

ان کوراہیں اپنی۔

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے:

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ دوسری یہ آیت کتب اللّٰه لا غلبنّ انا و رسلی۔

اقول (محمد بشیر) یہاں ارادہ استمرار قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین بدو وجہ۔

اول یہ کہ بیضاوی میں لکھا ہے کتب اللّٰه فی اللّوح لاغلبنّ انا و رسلی بالحجّة۔ ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جب لکھا ہے اس وقت اور اس سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے کیونکہ غلبہ کے لئے غالب و مغلوب ضروری ہے۔ اس وقت نہ رسل تھے نہ ان کی امت تھی۔ یہ سب بعد ان کے ہوئے ہیں۔

دوم۔ تراجم ثلاثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

حکم کرد خدا البتہ غالب شوم من و غالب شوند پیغمبران من۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آؤں گا میں اور پیغمبر میرے۔

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے:

اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہوں گا اور میرے رسول۔

قولہ (قادیانی)۔ تیسری آیت یہ ہے:

من عمل صالحاً من ذکر او انثی و ھو مؤمن فلنحیینّه حیوةً طیبةً و لنجزینّھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ۔(نحل۔ ۹۷)

اقول (محمد بشیر)۔ اس آیت میں بھی استقبال مراد ہے، بچند وجوہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے:

ھذا وعد من اللّٰه تعالی فمن عمل صالحاً وھو العمل المتابع لکتاب اللّٰه

و سنّة نبيّه ﷺ من ذكر او انثى من بنى آدم و قلبه مؤمن باللّٰه و رسوله و ان هذا العمل المعمور به مشروع من عند اللّٰه بان يّحى اللّٰه حيوةً طيبةً فى الدّنيا و ان يجزيه با حسن ما عمله فى الدار ا لآ خر ة ۔ انتهى ۔

اور جس کا وعدہ ہوتا ہے وہ چیز وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے۔

دوم ۔تراجم ثلاثہ سے استقبال معلوم ہوتا ہے۔لفظ شاہ ولی اللہؒ کا یہ ہے:

ہر کہ عمل نیک کردمرد باشد یا زن واو مسلمان است ہر انیہ زندہ کنمش بزندگانی پاک۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

جو کوئی کرے اچھا مردوں سے یا عورتوں سے اور وہ ہو ایمان والا، پس البتہ زندہ کریں گے ہم اس کو زندگی پاکیزہ۔

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے:

جس نے کیا نیک کام ،مرد ہو یا عورت ہو، اور وہ یقین پر ہے تو اس کو ہم جلا دیں گے ایک اچھی زندگی۔

قولہ (قادیانی)۔ چوتھی آیت یہ ہے و لینصرنّ اللّٰه من ينصره انّ اللّٰه لقوىّ عزيز (حج ۔ ٤٠)

اقول (محمد بشیر) یہاں استقبال مراد ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین وانصار سے ہے ۔

قال البيضاوى و قد انجز وعده بان سلط المهاجرين والانصار على صناديد العرب واكاسرة العجم و قيا صرتهم و اورثهم ارضهم و ديارهم ۔

اور جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ میں استقبال مصرح ہے۔

عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے:

والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را کہ قصد نصرت دین وے کند

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

اور البتہ مدد دیوے گا اللہ اس کو کہ مدد دیتا ہے اس کو۔

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے۔

اور اللہ مقرر مدد دے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی۔

قولہ (قادیانی)۔ پانچویں آیت یہ ہے والّذین آمنوا وعملوا الصّالحات لندخلنّھم فی الصّالحین (عنکبوت۔ ۹)

اقول (محمد بشیر) یہاں بھی مستقبل مراد ہے۔ بدو وجہ:

اول یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ دیا جاتا ہے وہ وقت وعدہ کی متحقق نہیں ہوتی ہے بعد کو پائی جاتی ہے۔

دوم، تراجم ثلاثہ اس پر دال ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ کی یہ ہے:

وآنانکہ ایمان آوردند کارہائے شائستہ کردند البتہ درآریم ایشاں را درزمرہ ءشائستگان۔

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے:

اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کرینگے ہم ان کو بیچ صالحوں کے

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے:

اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں۔

آپ کا محذور جب لازم آوے کہ یہ بیان ہو عادت کا، بلکہ یہ تو وعدہ ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خاص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ بالا معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں سب میں مراد صرف مستقبل ہے نہ حال اور نہ استمرار۔

قولہ (قادیانی) ۔اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم و جدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمننّ کے لفظ کے حال کے معنی بھی کرتے ہیں ۔

اقول (محمد بشیر) ۔ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہے، محتمل ہے کہ ان کی مراد استقبال ہو، جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں ۔کیا استقبال کے طور پر دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے ۔دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے ۔اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر اس دوسرے معنی کا ردّ قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا ۔تو جواب یہ ہے کہ بے شک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ ردّ نہ ہو سکے گا بلکہ اس کا ردّ منوط ہوگا امر آخر پر جس کا ذکر اوپر ہو چکا ۔یعنی یہ کہ اس صورت میں کلام الٰہی اعلیٰ درجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے ۔ فلیتأمّل فانّه احرى با لتأمّل ۔

قولہ (قادیانی) ۔اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا ۔یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ... (الی قوله) ...اور پھر اس قول کو ما نحن فيه سے تعلق کیا ہے ۔

اقول (محمد بشیر) اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا ۔میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں ۔میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہ معنی جو میں نے اختیار کئے ہیں اس طرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہے اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے ۔چنداں غور کا بھی محتاج نہیں ہے ۔

قولہ (قادیانی) ۔واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں، اٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا ۔

اقول (محمد بشیر) میرے ادلّہ کا قوی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ۔پس یہ آپ کا فرمانا بجائے خود نہیں ہے

قولہ (قادیانی) ۔آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا ۔

اقول (محمد بشیر)۔آپ نے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب ھباءً منبثاً ہو گیا

قولہ (قادیانی)۔اور لیؤ منن ؔ کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔

اقول (محمد بشیر)۔جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قائم رہی۔

قولہ (قادیانی)۔اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنی لئے جاویں کہ حضرت عیسی کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔آپ نے اس معنی کی تقریر میں جو میرے نزدیک متعین ہیں تھوڑی سے خطا کی ہے۔آیت کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے،سب مسلمان ہو جائیں گے۔مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد اوران کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہو گا کہ اس وقت کے اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے اور ابو مالکؒ کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے ذرا غور سے ملاحظہ فرمایئے۔

قولہ (قادیانی)۔آپ تسلیم کر چکے ہیں...(الی قولہ)....پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے

اقول (محمد بشیر) حضرت من!اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا اس لئے میں پھر اس تقریر کا اعادہ کرتا ہوں۔امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آ جائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا۔

حاصل میری کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے:

اول یہ کہ آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے نزول کے فوراً بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیح اور قبل موت مسیح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔پس احادیث صحیحہ اس کی منافی نہ ہوئیں کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنے والے ہوں گے وہ پہلے مریں گے،باقی ماندہ سب ایمان لے آویں گے۔

دوم یہ کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی ۔ اس تقدیر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے اس معنی کے معارض نہیں ٹھہرتی ہیں ۔ الحاصل مقصود دفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنی اور احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے ۔ آپ معلوم نہیں کہ کہاں سے کہاں چلے گئے ۔ غور کر کے جواب لکھا کیجئے ۔

اب انصاف سے غور فرمایئے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو لفظ بے کار اور غیر مؤثر ٹھہرتا ہے، کیسا بے محل ہے کیونکہ جس زمانہ کے لئے یہ حصر کیا گیا ہے اس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہ فرمانا کہ اول تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا ۔ پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ ہی کیا تھا، محض بے موقع ہے کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا بلکہ یہ تو مقتضی نون ثقیلہ ولفظ بعد موته کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے ۔ اور ایسا ہی آپ کا یہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوی پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے، محض بے ربط ہے ۔ کیونکہ خاکسار اس مقام پر نہ مدعی ان کے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہے ۔ مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت واحادیث کے سمجھا ہے ۔ اس امر کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد خاص حکیم نور الدین اور مولوی سید محمد احسن امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے ۔

قولہ (قادیانی) ۔ یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں ... (الی قوله) .. اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار باقی رہیں گے ۔

اقول (محمد بشیر) اس میں کلام ہے، بدو وجہ:

اول یہ کہ آیت و ان من اھل الکتاب (نساء ۔ ۱۵۹) میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت

حضرت عیسیٰؑ کے سب اہل کتاب مومن ہو جائیں گے۔ پس یہ آیت مخصص ہے آیت و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ (آل عمران۔ ۵۵) کی۔

دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے

فاغرینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ (مائدہ۔ ۱۴) اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت کے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر باقی رہے گی۔

اقول (محمد بشیر) یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ مخصص اس کی آیت

وان من اھل الکتاب ہے

قولہ (قادیانی)۔ دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے :

یکلّم النّاس فی المھد و کھلاً ۔(آل عمران۔ ۴۶)

اقول (محمد بشیر) کھل کے معنی میں فی الواقع اہل لغت نے اختلاف کیا ہے، اسی واسطے اس آیت کو قطعیّۃ الدّلالۃ لذاتھا نہیں کہا گیا، بلکہ قطعیّۃ الدّلالۃ لغیرھا کہا گیا، یعنی بانضمام آیت وان من اھل الکتاب جو قطعیۃ الدلالت ہے، یہ بھی قطعی ہو جاتی ہے اور آپ نے جو شبہ وان من اھل الکتاب کے قطعیۃ الدلالت ہونے میں کیا ہے وہ بالکل مرتفع ہو گیا۔

قولہ (قادیانی)۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کھـــــل کے معنی جوان مضبوط کے ہیں۔

اقول۔ (محمد بشیر) عبارت بخاری کی یہ ہے: وقال مجاھد الکھل الحلیم، آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کس طرح سمجھا جاتا ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا ہے یہ وہی وعدہ تھا جو آیت

بل رفعه اللّٰہ میں پورا کیا گیا۔

اقول (محمد بشیر)۔مسلّم ہے کہ آیت انّی متوفّیك و رافعك میں جو وعدہ تھا وہ آیت بل رفعه اللّٰہ میں پورا کیا گیا۔لیکن انّی متوفّیك میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اول میں لکھ چکا ہوں اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

قولہ (قادیانی)۔نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے۔

اقول (محمد بشیر) آپ کو نزول عیسی بن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اول میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم جس کے معنی حقیقی عین ابن مریم ہے موجود ہے اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

قولہ۔اور فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں۔

اقول (محمد بشیر) فہم ابو ہریرہ کو میں حجت نہیں کہتا، استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے۔

قولہ۔یہ حدیث مرسل ہے پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی۔

اقول (محمد بشیر) اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا صرف تائید کیلئے لائی گئی ہے

قولہ (قادیانی)۔یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے۔

اقول (محمد بشیر) آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمایئے تاکہ اس میں نظر کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلّم ہے و من یدعی فعلیه البیان۔

محمد بشیر عفی عنہ۔۲۵۔اکتوبر ۱۸۹۱ء

مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّحیم ..... امابعد

واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر نے اپنے جواب الجواب میں باوجود اس کے کہ اپنے ذمہ بار ثبوت حیات مسیح ؑ قبول فرما چکے تھے پھر اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وفات ابن مریم ؑ کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ کی طرف سے یہ مستقل دعوی ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں ۔اور اصل امر آپ کے الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اگر آپ کے ذمہ بار ثبوت نہیں تھا تو یہ عبث کام آپ نے کیوں کیا کہ توضیح مرام وازالہ اوہام میں دلائل وفات مسیح بہ بسط بیان کئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنی استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر متنازعہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔سو وہ اپنے پہلے اقرار سے ہی پکڑا جاتا ہے اور اس مؤاخذہ کے لائق ٹھہر جاتا ہے کہ جس امر کو وہ کسی دوسری صورت یا دوسرے وقت اور مقام میں آپ ہی مانتا اور قبول کرتا تھا،اب اس سے کیوں انکار کر کے ایک مستحدث اور نئے دعوی کی طرف رجوع کر گیا ہے۔سو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے پہلے اقرار سے منحرف ہو کر ایک نئے اور جدید امر کا دعوی کرتا ہے اور اسی وجہ سے بار ثبوت اس پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے منہ کے اقرار سے ہی اپنی جدت دعوی کا قائل ہوتا ہے۔یعنی اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہوا ہوتا ہے کہ یہ دعوی اس کا نیا ہے اور اس کے اس قدیم اقرار سے قطعاً مخالف ہے جس سے اب بھی اس کو انکار نہیں ۔اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسی عدالت میں دعوی کرتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے دو ہزار روپیہ قرضہ لینا ہے اور خود اس بات کا اقرار کر دیتا

ہے کہ فلاں تاریخ میں نے اس کو بطور قرضہ روپیہ دیا تھا اور اس تاریخ سے پہلے میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں تھا اور یہ میرا دعوی نیا ہے جو فلاں تاریخ سے پیدا ہوا۔ سو اسی وجہ سے وہ مدعی کہلاتا ہے اور ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ بعد اس اقرار کے کہ فلاں تاریخ سے پہلے فلاں شخص میرا قرض دار نہیں تھا، پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعوی کرتا ہے کہ فلاں تاریخ سے وہ میرا قرضدار ہے ۔ پس اس سے عدالت اسی وجہ سے ثبوت مانگتی ہے کہ وہ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتا ہے اور اس کے دعوی میں ایک جدت ہے جس کا وہ آپ ہی قائل ہے کیونکہ وہ خود قبول کر چکا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب کہ وہ شخص، جس کو اب مقروض ٹھہرایا گیا ہے، مقروض نہیں تھا۔ سو اس اقرار کے بعد انکار کر کے وہ اپنی گردن پر آپ بارِ ثبوت لیتا ہے۔ غرض واقعی اور حقیقی طور پر اسی شخص کو مدعی کہتے ہیں جو ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کر کے پھر اسی بات کا انکار کرتا ہے اور بارِ ثبوت اس پر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے اقرار کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ تمام عدالتیں اسی اصول محکم کو پکڑ کر مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز کرتے ہیں اگر یہ اصول مدنظر نہ ہو تو ایسا حاکم اندھے کی طرح ہوگا اور اس کو معلوم نہیں ہوگا کہ واقعی طور پر مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون ۔

خلاصہ کلام یہ کہ مدعی ہونے کی فلاسفی یہی ہے جو ہم نے اس جگہ بیان کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ بارِ ثبوت اسی پر ہوگا جو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی ہو، یعنی ایسی حالت رکھتا ہو کہ ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں برخلاف اس اقرار کے بیان کرے۔

اب اس معیار کو مدنظر رکھ کر ہر یک منصف دیکھ لے کہ کیا واقعی طور پر حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں اس عاجز کا نام مدعی رکھنا چاہیے؟ یا حضرت مولوی محمد بشیر اور ان کے ہم خیال مولوی سید محمد نذیر حسین وغیرہ حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں مدعی ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو ہم مدعی کی تعریف ابھی بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ حقیقی اور واقعی مدعی کے لئے ایسی حالت کا پایا جانا ضروری ہے کہ ایک صورت میں ایک بات کا علی وجہ البصیرت ہمیشہ کے لئے اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اس بات کا انکار کرے، یہ تعریف میرے پر صادق نہیں آسکتی۔ کیونکہ میرا بیان

تو اس طرز پر نہیں کہ پہلے حضرت مسیح ابن مریم کی یہ غیر طبعی حیات قبول کر کے پھر اس سے انکار کر گیا ہوں۔ تا بوجہ جدّت دعویٰ اور مخالفت پہلے اقرار کے بارِ ثبوت میرے پر ہو؟ لیکن مدعی ہونے کی یہ تعریف حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے گروہ پر صادق آتی ہے کیونکہ پہلے ان کو اب تک اس بات کا اقرار ہے کہ یہ حیات مسیح کی، جس کی نسبت دعویٰ ہے، ایک غیر طبعی حیات ہے جو اللہ تعالیٰ کے عام قانون قدرت اور دائمی سنت اللہ سے مغائر و مخالف پڑی ہوئی ہے اور نہ صرف سنت اللہ کے مخالف بلکہ نصوص صریحہ بینہ قطعیہ قرآن کے بھی مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم نے جو عام طور پر انسان کی بے ثباتِ ہستی کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے وہ یہی ہے جو انسان اپنی عمر طبعی کی حد کے اندر مر جاتا ہے اور اگر جوانی اور درمیانی حالت میں نہیں تو ارزل عمر تک پہنچ کر اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور زمانہ اس پر اثر کر کے اور انواع اقسام کے تغیرات اس پر وارد کر کے ارذل عمر تک اس کو پہنچاتا ہے یا وہ شخص پہلے ہی مر جاتا ہے۔ اس اقرار کے بعد مولوی صاحب موصوف اور ان کے گروہ کا یہ بیان ہے کہ مسیح ابن مریم جو انسان تھا اور انسانوں میں بلا کم و بیش داخل تھا اب تک نہیں مرا بلکہ صدہا برس سے زندہ چلا آتا ہے، بڈھا بھی نہیں ہوا اور نہ ارزل عمر تک پہنچا، اور نہ زمانہ نے کچھ بھی اس پر اثر کیا۔ سو مولوی صاحب موصوف نے پہلے جس بات کا اقرار کیا تھا اسی بات کا پھر انکار کر دیا، اس لئے حسب قاعدہ متذکرہ بالا حقیقی اور واقعی طور پر وہ مدعی ٹھہر گئے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقی اور واقعی طور پر مدعی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ کسی امر کی نسبت ایک صورت میں اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اسی امر کا انکار کر دے۔ کیا مولوی صاحب فقہ کے قوانین پر نظر ڈال کر یا دنیوی عدالتوں کے مقدمات پر نگاہ کر کے کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ کسی شخص کو حقیقی طور پر مدعی تو کہا جائے مگر وہ اس تعریف سے باہر ہو۔ اور اگر اس عاجز نے مسیح ابن مریم کی وفات پر دلائل لکھے ہیں یا اس کی وفات کی نسبت اپنا الہام بیان کیا ہے تو اس کو حقیقی طور پر مدعی ہونے سے کیا تعلق ہے۔ وہ تمام دلائل تو محض بطریق تنزل لکھے گئے جیسے ایک مدعا علیہ کسی مدعی کا افتراء ظاہر کرنے کے لئے کسی عدالت میں ایسی سند پیش کر دیوے جس سے اور بھی اس مدعی کی پردہ دری ہو تو کیا اس سے یہ سمجھا

جائے گا کہ درحقیقت اس پر وہ تمام ثبوت پیش کرنا واجب ہوگیا۔ جو ایک واقعی مدعی پر واجب ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس مسئلہ شناخت مدعی و مدعا علیہ پر نظر غور نہیں کی۔ حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو قاضیوں اور حکام اور علماؤں کو دھوکوں اور لغزشوں سے بچاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوی تو کر دیا کہ ہم حیاتِ جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے لیکن بحث کے وقت اس دعوی سے نومیدی پیدا ہوگئی اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔ لہٰذا مولوی صاحب کو یاد رہے کہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں حقیقی اور واقعی طریق عدالت یہی ہے کہ جو شخص حیات غیر طبعی مسیح ابن مریم کا مدعی ہے اسی پر واجب ہے کہ وہ آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے حضرت مسیح کی حیاتِ جسمانی ثابت کرے اور اگر ثابت نہ کر سکے تو یہ اول دلیل ہوگی کہ مسیح فوت ہوگیا۔ بلاشبہ قوانین عدالت کی رو سے حقیقی اور واقعی طور پر آپ مدعی ہیں کیونکہ طبعی اور مسلّم امر کو چھوڑ کر ایک ایسا عقیدہ آپ نے اختیار کیا ہے جس کا ماننا اور قبول کرنا محتاج دلیل ہے۔ لیکن کسی انسان کا اپنی عمر طبعی تک مر جانا، اور صدہا برس تک زندہ نہ رہنا محتاج دلیل نہیں بلکہ اس کے مرنے پر قانون قدرت اور سنت اللہ خود محکم دلیل ہے۔ غور فرماویں کہ اگر مثلاً کسی مفقود الخبر کی اٹھارہ سو برس تک خبر نہ ملے کہ وہ مرا ہے یا نہیں؟ تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اب تک زندہ ہے؟ اور کیا شریعت غرّ احمدیہ کسی تنازع کے وقت اس کی نسبت وہی احکام صادر کرے گی جو ایک زندہ کی نسبت صادر کرنے چاہییں۔

پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن اور حدیث سے نومید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمننّ کے نون ثقیلہ پر زور مارا ہے اور جمہور مفسرین اور صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے جس کے فقط یہی ایک معنے ہو سکتے ہیں کہ حضرت عیسے کے نزول کے بعد کسی خاص زمانہ

کے لوگ سب کے سب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اپنی اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی جو قال اللّٰہ اور قال الرّسول سے باہر نہیں جائیں گے، اور نہ ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ صرف اور نحو ایک ایسا علم ہے جس کو ہمیشہ اہل زبان کے محاورات اور بول چال کے تابع کرنا چاہیے اور اہلِ زبان کی مخالفانہ شہادت ایک دم میں نحو و صرف کے بناوٹی قاعدہ کو ردّ کر دیتی ہے۔ ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعدِ صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی اور کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف یا نحو کو ترک نہ کریں اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ اللہ اور رسول اور صحابہ کرام ایک صحیح معنے ہم کو بتلا دیں۔

نحو اور صرف کے قواعد اطراد بعد الوقوع ہے اور یہ ہمارا مذہب نہیں کہ یہ لوگ اپنے قواعد تراشی میں بکلی غلطی سے معصوم ہیں۔ اور ان کی نظریں ان گہرے محاورات کلام الٰہی پر پہنچ گئی ہیں جس کے آگے تلاش اور تتبع کا دروازہ بند ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بھی ان کو معصوم نہیں سمجھتے ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان ھذا ن لساحران (طٰہٰ۔ ٦٣) بھی آیت موجود ہے لیکن کیا آپ نظیر کے طور پر کوئی قول عرب قدیم کا پیش کر سکتے ہیں جس میں بجائے ان ھذین کے ان ھذا ن لکھا ہو۔ کسی نحوی نے آج تک یہ دعوی بھی نہیں کیا کہ ہم قواعد صرف و نحو کو ایسے کمال تک پہنچا چکے ہیں کہ اب کوئی نیا امر پیش آنا یا ہماری تحقیق میں کسی قسم کا نقص نکلنا غیر ممکن ہے۔ غرض التزام قواعد مخترعہ صرف و نحو کا حجج شرعیہ میں سے نہیں۔ یہ علم محض از قبیل اطراد بعد الوقوع ہے اور ان لوگوں کی معصومیت پر کوئی دلیل شرعی نہیں مل سکتی۔ خواص علم لغت ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ افسوس کہ ہماری صرف و نحو کے قواعد مرتب کرنے والوں نے بہت جلد ہمت ہار دی اور جیسا کہ حق تفتیش کا تھا بجا نہیں لائے۔ اور کبھی انہوں نے ارادہ نہیں کیا اور نہ کر سکے کہ ایک گہری اور عمیق

نظر سے قرآنی وسیع المفہوم الفاظ کو پیش نظر رکھ کر قواعد تامہ کاملہ مرتب کریں اور یوں ہی ناتمام اپنے کام کو چھوڑ گئے۔ ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہم کسی طرح قرآن کو ان کا تابع نہ ٹھہراویں بلکہ جیسے جیسے خواص وسیع المفہوم قرآن کریم کے الفاظ کھلنے چاہییں اسی کے مطابق اپنی پرانی اور ناتمام نحو کو بھی درست کرلیں۔

یہ بھی یادرکھنے کے لائق ہے کہ ہر یک زبان ہمیشہ گردش میں رہتی ہے اور گردش میں رہے گی جو شخص اب ملک عرب میں جاکر مشاہدہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کس قدر پہلی زبانوں سے اب عربی زبان میں فرق آ گیا ہے یہاں تک کہ اقعد کی جگہ اگد بولا جاتا ہے۔ایسا ہی کئی محاورات بدل گئے ہیں۔اب معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں صرف ونحو کے قواعد مرتب کرنے کے لئے توجہ کی گئی وہ زمانہ کس قدر آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے فرق کر گیا تھا اور کیا کچھ محاورات میں تبدل واقع ہو گیا تھا۔ نحوی اور صرفی اس بات کے بھی تو قائل ہیں کہ باوجود ترتیب قواعد کے ایک حصہ کثیرہ خلاف قیاس الفاظ اور خلاف قیاس ترتیب الفاظ کا بھی ہے جس کی حد ابھی غیر معلوم ہے جو ابھی تک کسی قاعدہ کے نیچے نہیں آسکا۔

غرض یہ صرف اور نحو جو ہمارے ہاتھ میں ہے صرف بچوں کو ایک موٹے قواعد سکھلانے کے لئے ہے۔اس کو ایک رہبر معصوم تصور کرلینا اور خطا اور غلطی سے پاک سمجھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو بجز اللہ ورسول کے کسی اور کو بھی معصوم قرار دیتے ہیں۔اللہ جل شانہ نے ہمیں یہ فرمایا ہے

فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ۔یعنی اگر تم کسی بات میں تنازع کرو، تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف ردّ کرو اور صرف اللہ اور رسول کو حکم بناؤ۔نہ کسی اور کو۔

اب یہ کیونکر ہو سکے کہ ناقص العلم صرفیوں اور نحویوں کو اللہ اور رسول کو چھوڑ کر اپنا حکم بنایا جائے کیا اس پر کوئی دلیل ہے۔تعجب کہ متبع سنت کہلا کر کسی اور کی طرف بجز سرچشمہ طیبہ مطہرہ اللہ رسول کے رجوع کریں۔آپ کو یاد رہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں یا ہمہ وجوہ متمم ومکمل ہیں۔اگر آپ کا یہ مذہب ہے تو اس مذہب کی تائید میں تو کوئی آیت قرآن

کریم پیش کیجئے یا کوئی حدیث صحیح دکھلایئے ورنہ آپ کی یہ بحث بے مصرف فضول خیال ہے حجت شرعی نہیں۔

میں ثابت کرتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کررہا ہے۔ اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔ حضرت! انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں۔ آپ حدیث اور قرآن کو چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لیؤمننّ به میں غلطی کرتے رہے۔ ابھی میں انشاء اللہ القدیر آپ پر ثابت کروں گا کہ آیت لیؤمننّ به آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعی الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتوی لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کردیا جائے۔ ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور کوئی تقوی شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعوی میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی ﷺ معصوم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانه هذا بهتان عظيم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں۔ سو واضح ہو کہ کشاف، صفحہ ۱۹۹ میں لیؤمننّ به کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے:

جملة قسمية واقعة صفة لموصوف محذوف تقديره و ان من اهل الكتاب احد الّا ليؤمننّ به قبل موته بعيسى و بانّه عبد اللّه و رسوله يعنى اذا عاين قبلان تزهق روحه حين لا ينفعه ايمانه لانقطاع وقت التكليف و عن شهر بن حوشب قال لى الحجاج آ ية ما قرأتها الّا تخالج فى نفسى منها يعنى هذه

ا لآية انی اضر ب عنق الاسیر من الیهود والنصاری فلا اسمع منه ذلك فقلت ان الیهودی اذا حضره الموت ضر بت الملائكة دبره و وجهه و قالوا یا عدوّ اللّه اتاك عیسے نبیّاً فكذ بت به فیقول آ منت انّه عبد نبی و یقول للنّصرانی اتاك عیسے نبیاً فزعمت انّه اللّه او ابن اللّه فیؤمن انّه عبد اللّه ورسوله و عن ابن عباس انه فسره كذلك فقال له عكرمة فان اتاه رجل فضرب عنقه ۔ قال لا تخر ج نفسه حتی یتحرك بها شفتیه قال عكر مة و ان خرّ من فوق بیت او احترق او اكله سبع، قا ل یتكلم بها فی الهواء لا تخر ج روحه حتی یؤمن به و تدلّ علیه قرأة ابی الا لیؤمنن به قبل موتهم بضمّ النّون علی معنی و ان فهم احد الا لیؤمنن قبل موتهم ۔ و قیل الضمیر ان العیسی یعنی و ان فهم احد الا لیؤمنن یعنی قبل موت عیسے اهم اهل الكتب الذین یكونو ن فی زمان نزوله ، روی انه ینز ل فی آخر الزّمان فلا یبقی احد من اهل الكتب ا لا یومن به حتی تكو ن حالة واحدة و هی ملة الاسلا م و قیل الضّمیر فی به یر جع الی اللّه تعالی و قیل الی محمد ﷺ ۔

ترجمہ۔یعنی لیؤمننّ بہ جملہ قسمیہ ہےاور آیت موصوف محذوف کے لئے صفت ہےاور محذوف کوملانے کےساتھ اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے۔اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنی جس وقت جان کندن کا وقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا۔ اورشہر بن حوشب سے روایت ہے کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہے کہ جب کبھی میں نے اس کو پڑھا تو اس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذرا، یعنی یہی آیت،اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لئے دیا جاتا ہےاور میں یہود ونصاری کی گردن مارتا ہوں اور میں اس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسیٰ پر ایمان لایا۔ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات

یہ ہے کہ جب یہودیوں پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اس کی تکذیب کی۔ پس وہ کہتا ہے کہ اب میں عیسیٰؑ پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے۔ اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسیٰؑ نبی آیا اور تو نے اس کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ تب وہ کہتا ہے کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس نے ایک موقع پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دی جائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسیٰؑ کی نبوت کا اقرار کرے گا۔ تب ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلے گی جب تک اس کے لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہولے۔ پھر عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ گھر کی چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اس کو کھا لیوے، تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسےؑ کا اس کو موقع ملے گا؟ تب ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں اقرار کرے گا۔ اور جب تک یہ اقرار نہ کر لے تب تک اس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیؤمننّ به قبل موتهم ۔ بضمّ النّو ن ۔یعنی دوسری قرأت میں بجائے قبل موته کے قبل موتهم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں به اور موته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھرتی ہیں جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسےؑ کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان کی نبوت پر ایمان لے آویں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر به کی اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے حضرت محمد ﷺ کی طرف ضمیر به کی پھرتی ہے۔

پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے:

ذهب کثیرو ن بل اکثرون الی انّ الضّمیر فی آ یة الّا لیؤمننّ به یعود الی اهل الکتب و یؤیّد هذا ایضاً قرأة من قر أ قبل موتهم ۔

یعنی بہت سے لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الّا لیؤمننّ به

میں بہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی مؤید قرأت قبل مو تھم ہے
پھر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

و المعنی ما من الیهود و النّصاری احد الا لیؤمننّ قبل موته بعیسی و بانّه عبد اللّه و رسوله و روی ان الضّمیر فی به یرجع الی اللّه او الی محمّد ﷺ و الضّمیر الثّانی الی الکتابی

یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاری میں سے کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسی پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ کی طرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔
ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیؤمننّ به یہ تفسیر کی ہے:

والمعنی ما من الیهود والنّصاری احد الا لیؤمننّ بان عیسی عبد اللّه و رسوله قبل ان یموت و یؤیّد ذلك ان قری ء ا لا لیو مننّ به قبل موتهم وقیل الضّمیران لعیسی

یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاری میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسے پر ایمان نہ لاوے اور قبل مو تهم کی قرأت انہیں معنوں کی مؤید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسی کی طرف پھرتی ہیں۔
اور تفسیر مظہری زیر آیت لیؤمننّ به ...کے لکھا ہے:

روی عن عکرمه ان الضمیر فی به یرجع الی محمد و قیل را جعة الی اللّه عز وجل و المآل وا حد فانّ الایمان باللّه لا یعتد مالم یؤمن بجمیع رسله و الایمان بمحمد ﷺ یستلزم الایمان بعیسی۔ قبل موته ۔ ای قبل مو ت ذلك الاحد من اهل الکتاب عند معائنة ملائکة العذا ب عند الموت حین لا ینفعه ایما نه هذا روا یة علی بن طلحه عن ابن عباس قال فقیل لا بن عباس

ارأيت ان خرّ من فوق البيت قال يتكلم فی الهواء فقيل ارأيت ان ضرب عنقه قال تلجلج لسا نه و الحا صل انه لا يمو ت كتا بی حتی يؤ من با للّه عزّ و جل و حده لا شر يك له و انّ محمداً ﷺ عبده و رسوله و ان عيسی عبد اللّه ورسوله قيل يؤمن الكتابی فی حين من الاحيان ولو عند معاينة العذاب ۔ و قال الضميران لعيسی والمعنی انه ا ذا نز ل آمن به اهل الكتاب اجمعون ولا يبقی احد الا ليؤمننّ به وهذا التّاويل مروی عن ابی هريرة امكن كونه مستفاداً من هذه الآية و تاويل الآية بارجاع الضمير الثانی الی عيسی ممنوع انما هوزعم من ابی هريرة ليس ذلك فی شیء من ا لاحاديث المرفوعة و كيف يصح هذا التاويل مع ان كلمة ان من اهل الكتاب شامل للموجودين فی زمن النبی ﷺ البتة سواء كان هذا الحكم خاصاً بهم اولاً فان حقيقة الكلا م للحال ولا و جه لان يّراد فر يق من اهل الكتاب يوجدون حين نزول عيسیؑ فالتاويل الصحيح هوالاول و يؤيّده قرآ ن ابی بن كعب اخرج ابن المنذر عنابی هاشم و عروة قال فی مصحف ابی بن كعب و ان من اهل الكتاب ا لا ليؤمننّ به قبل موتهم

ترجمہ۔عکرمہ سے روایت ہے آیت ليو منن به میں به کی ضمیر حضرت محمد ﷺ کی طرف پھرتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی طرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے اور محمد ﷺ پر ایمان لانا عیسیٰ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔اور قبل موته کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے گا جب کہ اس کو ایمان کچھ فائدہ نہیں دے گا۔یہ علی بن طلحہ کی روایت ہے ابن عباسؓ سے۔علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس کو کہا گیا کہ اگر کوئی چھت سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لائے گا۔ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا

کرے گا پھر پوچھا گیا کہ اگر کسی کی گردن ماری جاوے تو وہ کیونکر ایمان لاوے گا تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفاظ جاری ہو جائیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مرے گا جب تک اللہ جل شانہ اور محمد ﷺ اور عیسی پر ایمان نہ لاوے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتابی فی حین من الا حیان ایمان لائے گا۔ اگرچہ عذاب کے معاینہ کے وقت ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ضمیریں عیسی کی طرف پھرتی ہیں اور یہ معنی لیتے ہیں کہ جب عیسی نازل ہوگا تو تمام اہل ملل اس پر ایمان لے آئیں گے اور کوئی منکر باقی نہ رہے گا اور یہ تاویل ابو ہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیؤمننّ به سے یہ معنی جو ابو ہریرہ نے خیال کئے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل موته کی ضمیر عیسی کی طرف کسی طرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابو ہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہے باوجودیکہ کلمہ ان موجودین کو بھی تو شامل ہے یعنی ان اہل کتاب کو جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے۔ خواہ یہ کلمہ خاص ہو یا خواص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کیلئے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کوئی وجہ اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کئے جائیں جو حضرت عیسی کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی ضمیر به کی عیسی کی طرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی قرأت ابی بن کعب مؤید ہے جس کو ابن امنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی اور وہ قرأت یہ ہے و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موتهم یعنی اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد ﷺ اور عیسی پر ایمان لاویں گے۔ اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے۔

اب دیکھئے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی الله عنهم یہی تاویل ليؤمننّ به کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد ﷺ اور عیسی کی طرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موته اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتهم کس قدر وثوق سے ثابت ہوتی ہے۔

پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کی طرف سے ہے اور بلاشبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کر کے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کی صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کے نحوی قواعد کی صحابہ کو خبر نہ تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسا صحابی جس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا۔ آپ پر قرأت قبل موتهم کا بھی وثوق کھل گیا اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب بھی یعنی قبل موتهم کامل درجہ پر ثابت نہیں، تو کیا آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت ليؤمنّ به پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا۔ کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالت ہے۔

یا اخی اتّق اللّٰہ !

ولا تقف ما ليس لك به علم۔انّ السّمع و البصر و الفؤا د كلّ او لئك كان عنه مسئولًا ۔ (بنی اسرا ئیل ۔ ٣٦) ۔

اور جب ان روایتوں کے ساتھ وہ روایتیں بھی ملا دیں جن میں انّی متوفّيك کے معنی مميتك لکھے ہیں جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت، کہ کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے اور کوئی سات گھنٹہ تک ان کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ سے ظاہر ہے، تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہوتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔

غرض آپ کا نور قلب شہادت دے سکتا ہے کہ جس قدر میں نے لکھا ہے آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لئے کافی ہے۔ قطعیۃ الدلالت اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال

پیدا نہ ہو سکے، مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کیے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیـــــل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔ عام رائے تفسیروں کی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتھم کے موافق معنے کرنے چاہیے اور ضمیر بـہ کو نہ صرف حضرت عیسی کی طرف بلکہ ہمارے نبی ﷺ اور اللہ جل شانہ کی طرف پھیرتے ہیں، اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔ برائے خدا خوف الٰہی کو ہاتھ سے نہ دیں۔ آپ کے منہ کی طرف صدہا آدمی دیکھ رہے ہیں اس زمانہ میں تمام لوگ اندھے نہیں فریقین کے بیانات شائع ہونے کے بعد پبلک خود فیصلہ کرلے گی لیکن جن لوگوں کے دلوں پر آپ کی رائے کا اثر پڑے گا اس کے ذمہ وار اور اس کے مواخذہ کے جواب دہ آپ ٹھہریں گے۔ اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کرلیا جائے تو نعوذ باللہ بقول آپ کے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑتا ہے۔ اور قرأت قبـل مـوتهـم کو خواہ نخواہ افتراء قرار دینا پڑے گا۔ اور آپکے نحویوں کو معصوم عن الخطا ماننا پڑے گا۔ آپ تو اللہ، رسول کے متبع تھے، سیبویہ اور خلیل کے کب سے متبع ہو گئے۔

اب میں آپ کے اقوال باقی ماندہ کو بطرز قولہ، اقول کے رد کرتا ہوں۔

قولہ (محمد بشیر) ایسے معنی کرنا فاسد ہے کہ یہ کہا جائے کہ کوئی اہل کتاب میں ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا کیونکہ یہ معنی نفس الامر میں تینوں زمانوں پر شامل ہیں۔

اقول (قادیانی) جب کہ یہ معنی ابن عباس اور عکرمہ اور علی بن طلحہ وغیرہ صحابہ و تابعین کرتے ہیں اور قرآن ابی بن کعب انہی معنوں کے مطابق ہے، تو کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے؟ اور کیا صدہا مفسرین بلکہ ہزارہا جواب تک یہ معنے کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے؟ جب تک ان ہزاروں اکابر کا نام آپ قطعی طور پر جاہل نہ قرار دے دیں، تب تک آپ کے یہ معنی جس میں آپ منفرد ہیں، کیونکر قطعی بن سکتے ہیں۔ کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو ان معنوں سے خالی ہے یا جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم رکھا۔ تیرہ سو برس کی

تفسیریں اکٹھی کرواوران پر نظر ڈال کر دیکھو، کیا کوئی بھی آپ کی طرح ان معنوں کو ناجائز ٹھہراتا ہے۔ بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کوخفیف ٹھہراتے ہیں۔

قولہ (محمد بشیر) قبل موتهم کی قرأت پر بھی معنی دوم صحیح نہیں ہوتے اور یہ قرأت ہمارے معنی کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لائے گا اور یہ معنی اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول مسیح مراد لیا جائے گا۔

اقول (قادیانی)۔ حضرت اس قرأت سے مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی۔ آپ تو قبل موته کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسیح کی موت سے پہلے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اب جب کہ قبل موته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیری گئی تو مسیح کی زندگی جس کا ثابت کرنا آپ کا مدعا تھا کہاں اور کن الفاظ سے ثابت ہوئی؟ مجرد ایمان لانے میں تو بحث نہیں۔ بحث تو اس امر میں ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے یا نہیں؟

قولہ (محمد بشیر) قرأت قبل موتهم غیر متواترہ ہے۔

اقول (قادیانی) ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی سند پیش کر دی ہے۔ ابن عباس بھی اسی موافق کہتے ہیں جمہور علماء کا اسی کو مقدم رکھتا آیا ہے یعنی اسی کے مطابق معنے کرتا چلا آیا ہے۔ پس اسی قدر ثبوت آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت توڑنے کے لئے کافی ہے۔ بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو۔ تفسیر مظہری کا بیان آپ سن چکے ہیں۔ الہامی معنے جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں اگر چہ وہ بجائے خود ایک معنی ہیں چونکہ آیت ذوالوجوہ ہے اس لئے جب تک سخت تعارض نہ ہو ہر یک معنے قبول کے لائق ہیں۔

قولہ (محمد بشیر) آیت فلنولینك میں پڑھنے سے یہ مراد نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کر قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھیرنے کا حکم کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ و شاہ

رفیع الدین وشاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے۔مگر مستقبل قریب ہے۔

اقول (قادیانی) آپ اس بات کے تو قائل ہو گئے کہ یہ مستقبل بعید نہیں ہے بلکہ قریب ہے اور ایسا قریب کہ ایک طرف حکم ہوا اور ساتھ ہی اس کے عمل بھی ہو گیا، تو گویا آپ ایک صورت سے ہمارے بیان کو مان گئے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں اور نہ زمانہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ٹھہر سکے، بلکہ وقت مقدار غیر قار کا نام ہے۔ پھر حال اپنے معنوں کی رو سے کیونکر متحقق ہو کیونکہ جب زمانہ غیر قار ہے تو ماضی کے بعد ہر دم استقبال ہی استقبال ہے۔لیکن جب حال بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہرگز حقیقی نہیں لئے جاتے کیونکہ حقیقی معنوں کا مراد رکھنا محال ہے۔اس وقت تک کہ ہم حال کا لفظ زبان پر جاری کریں، کئی باریک حصے زمانہ کے گذر جاتے ہیں ۔پھر حال کا وجود کہاں اور کیونکر متحقق ہے؟ بلکہ حال سے مراد مجازی طور پر وہ زمانہ لیا جاتا ہے جو ہماری نظر کے سامنے واقع ہے جو کسی دوسرے حصہ زمانہ میں تصور نہیں کیا گیا۔اس صورت میں تو ہماری اور آپ کی نزاع لفظی ہی نکلی اور جس زمانہ کا نام ہم حال رکھتے ہیں اسی کا نام آپ نے مستقبل رکھ لیا۔اور اتفاق رائے سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ہاں اگر آپ کے نزدیک کوئی زمانہ حقیقی معنوں کی رو سے بھی حال ہے تو پہلے مہربانی فرما کر وقت کی تعریف فرمایئے۔میں تو ابتداء سے یہ سنتا آیا ہوں کہ وقت کی تعریف یہی ہے کہ الوقت مقدار غیر قار یعنی وقت اسی مقدار کا نام ہے جس کو ذرہ قرار نہیں ۔اب جب کہ وقت کو قرار نہیں تو حقیقی طور پر حال کیونکر پیدا ہوا۔آپ سوچ کر جواب دیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ صاحبوں کا ترجمہ جو آپ نے پیش کیا ہے یہ ہمارے مضر نہیں جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں۔اور آیت و انظر الی الهك (طه ۔ ۹۷) میں وہی ہماری طرف سے جواب ہے جو اس میں جواب ہے۔

قولہ (محمد بشیر) و الّذین جا هدوا فینا لنهدینّهم سبلنا (عنکبوت ۔ ۶۹) استمراری معنی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس جگہ عادت مستمرہ کا بیان کرنا مقصود نہیں ۔ یہ تو صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔

اقول (قادیانی)۔ یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے بلکہ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ یہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے ہی خاص ہے اور اس نعمت سے وہ لوگ بے نصیب ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں یا حال میں مجاہدہ میں لگے ہوئے ہیں۔ حضرت یہ وعدہ بھی استمراری ہے جو ازمنہ ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ ضد نہ کیجئے اور خدا تعالی کے بندوں کو اس کے قانون قدرت سے جو مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مترتب ہوتی ہے محروم تصور نہ فرمائیے۔ ورنہ مطابق آپ کے معنوں کے ہر یک زمانہ جو حال کے نام پر موسوم ہوگا اس نعمت سے بکلی محروم قرار دینا پڑے گا۔ مثلاً ذرا غور کر کے دیکھئے کہ اس آیت کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گذر گیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ برطبق مضمون اس آیت کے ہر یک جو اس عرصہ میں مجاہدہ کرتا رہا ہے وہ وعدہ لنھدینّھم سے حصہ مقسومہ لیتا رہا ہے اور اب بھی لیتا ہے اور آئندہ بھی لے گا۔ پھر آپ اس آیت کے استمراری معنوں سے جو ازمنہ ثلاثہ پر اپنا اثر ڈالتی چلی آئی ہے کیونکر منکر ہوتے ہیں۔

یہی میرا بیان باقی آیات پیش کردہ میری کے متعلق ہے علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں، پبلک خود فیصلہ کر لے گی۔

اور یاد رکھنا چاہیے یہ ترجمے کوئی توقیفی نہیں ہیں۔ آپ کے نون ثقیلہ ہرگز آپ کو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے جس کی آپ کو خواہش ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔ حضرت عیسی کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے۔

اقول (قادیانی) حضرت آپ کیوں تکلّفات رکیکہ کر رہے ہیں آپ کے ان تکلّفات کو کون تسلیم کرے گا۔ قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے کہ سلسلہ کفر کا بلا فصل قیامت کے دن تک قائم رہے گا اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ سب لوگ ایک ہی مذہب پر ہو جائیں اور اختلاف کفر اور ایمان اور بدعت اور توحید کا درمیان سے اٹھ جائے۔ چنانچہ اس اختلاف کو اللہ تعالی قرآن کریم میں ضروری الوجود انسانوں کی فطرت کے لئے قرار دیتا ہے اور کفر کا تخم قیامت تک قائم رہنے کے لئے یہ آیات

صریحۃ الدلالت ہیں جو پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں یعنی: وجاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة (آل عمران۔ ۵۵)۔ اور

فاغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة (مائدہ۔ ۱۴)

اب آپ دیکھئے کہ ان آیات سے ہی آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤمننّ به کا کس قدر باطل ثابت ہوتا ہے۔ ہر یک طرف سے آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی آپ پر زد ہے، پھر بھی آپ اس خیال کو نہیں چھوڑتے۔ آپ نے جب دیکھا کہ مسیح کے دم سے بہت لوگ کفر پر مریں گے تو آپ پہلے دعوی سے کھسک گئے لیکن آیات موصوفہ بالا سے آپ کسی طرح پیچھا چھڑا نہیں سکتے۔ آپ نے جو اس بارے میں جواب دیا ہے خود منصف لوگ دیکھیں گے حاجت اعادہ کی نہیں۔

قولہ (محمد بشیر)۔ آپ پر واجب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ حلیم کے لفظ سے جوان مضبوط کیونکر سمجھا جاتا ہے۔

اقول (قادیانی) حضرت حلیم وہ ہے جو یبلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے کیونکہ خورد سال کے کچے اعضاء شدت اور صلابت کے ساتھ بدل جاتے ہیں قاموس بھی ملاحظہ ہو اور کشاف وغیرہ بھی اور بالغ عاقل کے لئے بھی یہی لفظ آیا ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔ انی متوفّیك میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔

اقول (قادیانی) غیر مسلّم ہے تو میرے اشتہار ہزار روپیہ کا جواب دیجئے جو ازالہ اوہام کے آخر میں ہے کیونکہ اس اشتہار میں غیر ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔

قولہ (محمد بشیر)۔ نزول عیسی ابن مریم سے آپ کو انکار ہے۔

اقول (قادیانی) جب کہ عیسی ابن مریم کی حیات ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسی کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہو سکتے ہیں و اطلاق اسم الشّیء علی ما یشابهه فی اکثر خواصه و صفاته جائز حسن (تفسیر کبیر ص ۶۸۹)۔ جب آپ حیات مسیح کو ثابت

کر دکھائیں گے تو پھر ان کا نزول بھی مانا جائے گا، ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد اس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔

قولہ۔(محمد بشیر) آپ بخاری کی وہ حدیث مرفوع متصل بیان فرمایئے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات ثابت ہوتی ہے۔

اقول (قادیانی) میں تو وہ حدیث ازالہ اوہام میں لکھ چکا اور آخری پرچہ میں تنزلاً ثبوت وفات کے وقت وہ حدیث بھی لکھونگا، ابھی تو دیکھ رہا ہوں کہ آپ مسیح کی حیات کے بارے میں کون سی آیت قطعی الدلالت پیش کرتے ہیں۔افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔

فقط میرزا غلام احمد۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کا تیسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ حامداً مصلیاً مسلماً ۔

قولہ (قادیانی)۔میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنی استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بارِ ثبوت کسی امر متنازع فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور پر ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔

اقول (محمد بشیر) یہاں کلام ہے، بچند وجوہ:۔

اول یہ کہ آپ قبل ادعاء میسحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے۔

دوم خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے ایماناً اس کا جواب دیجئے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیح وفات پا چکے، بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا یا قبل اس کے۔اگر بعد پیدا ہوا ہے، تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعوی نیا ہے جو

وقت الہام کے پیدا ہوا، اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجھ کو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعوی کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھ کو یہ خیال ہے کہ مسیح فوت ہو گیا۔ پس اس وجہ سے آپ سے ثبوت مانگا جاتا ہے کہ آپ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتے ہیں۔ اور اس دعوی میں ایک جدت ہے جس کے آپ خود قائل ہیں۔ اور اگر قبل سے یہ خیال تھا تو اس خیال کا یقین قانون قدرت یعنی سنت اللہ و آیات قرآن سے آپ کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں؟

بر تقدیر اول آپ نے قبل الہام مذکور براہین وغیرہ میں اس کو کیوں نہیں ظاہر فرمایا اور اپنے پرانے باطل خیال پر باوجود یقین بطلان کے کیوں اڑے رہے؟

اور بر تقدیر ثانی بعد الہام کے اس خیال کا یقین آپ کو حاصل ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو صرف ایک ظنی یا شکی یا وہمی بات پر اصرار خلاف دیانت ہے اور اگر بعد الہام کے یقین اس خیالی وفات کا آپ کو حاصل ہوا تو ظاہر ہے کہ مفید یقین اس وقت آپ کا الہام ہوا نہ سنت اللہ و آیات قرآن کریم، اور آپ کا ملہم ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اس تقدیر پر آپ پر واجب ہے کہ پہلے اپنا ملہم ہونا ثابت کیجئے پھر ہر الہام کا حجت ہونا ملہم و غیر ملہم پر ثابت کیجئے۔ بعد اثبات ان دونوں امر کے دعوی وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونے کا پیش کیجئے۔ بغیر اس کے آپ کا دعوی وفات مسیح و مسیح موعود ہونے کا عند العقلاء ہرگز لائق سماعت نہیں ہے۔

سوم۔ اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر وفات مسیح پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی آپ کا ان کو صریحہ بینہ قطعیہ کہنا باطل ہے اور بر تقدیر اول لازم آتا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ سب صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمین الی یومنا جو حیات مسیح کے قائل ہیں اعاذنا اللہ منہ کافر ہوں اور آپ خود بھی جس زمانہ میں اعتقاد حیات مسیح کا رکھتے تھے، کافر ہوں کیونکہ منکر نصوص صریحہ بینہ قطعیہ کا کافر ہوتا ہے۔

چہارم آپ نے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے یہ محض اپنی رائے سے بیان کی ہے یا کوئی دلیل کتاب

اللہ وسنت رسول اللہ اس کے لئے ہے۔ یہ نہ سہی کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا محدث یا کسی فقیہہ کا اس کے ثبوت کے لئے پیش کیجئے۔

پنجم یہ تعریف مدعی کی، مخالف ہے اسکے جس کو علماء مناظرہ نے لکھا ہے، رشیدیہ میں ہے:

والمدّعی من نصب نفسه لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الجزی الّذی تکلّم به من حیث انّه اثبات بالدّلیل او التّنبیه

مولانا عصام الملۃ والدین نے شرح رسالہ عضدیہ میں لکھا ہے:

المدّ عی من یفید مطابقة النّسبة الوا قع

اور یہ دونوں تعریفیں آپ پر صادق آتی ہیں اور آپ کی تعریف مخالف ہے ان دونوں تعریفوں کے۔

قولہ (قادیانی)۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوی تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے لیکن بحث کے وقت اس دعوی سے ناامیدی پیدا ہوگئی اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ آپ کا سوءظن ہے اور ہر مسلم مامور ہے اپنے بھائی کے ساتھ حسنِ ظن کرنے کے لئے، چہ جائے کہ آپ سا شخص مدعی الہام ومجددیت ومسیحیت۔ آپ کو بالاولی حسنِ ظن چاہیے۔ میں نے صرف ایک امر نفس الامری کا اظہار کر دیا ورنہ میں تو بار ثبوت حیات اپنے ذمہ لے چکا ہوں اور اس کا ثبوت ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی بنا پر آپ کے روبرو پیش کیا گیا مگر افسوس کہ آپ نے اس قاعدہ اجماعیہ کے انکار میں کچھ حیاء کو کام نہ فرمایا۔

اب میں اس قاعدہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں بفضلہٖ تعالی میرا دعوی حیات مسیح آپ کے اقرار سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ آپ نے توضیح المرام وازالہ اوہام میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کی، طرف حضرت عیسیٰؑ کے راجع ہے۔ اب آپ چاہے قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو مانیئے نہ مانیئے، ہر طرح میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ یا تو آپ لیؤمنن کو بمعنی استقبال

لیجئے گا یا بمعنی حال یا بمعنی استمرار یا بمعنی ماضی۔

شق اول میں تو میرے مطلوب کا حاصل ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

شق ثانی، اول تو بدیہی البطلان ہے، سوا اس کے مطلوب اس سے بھی حاصل ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت میں سب اہل کتاب حضرت عیسی پر قبل ان کی موت کے ایمان لاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ زمان نزول آیت تک زندہ تھے اور رفع یقیناً اس سے پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ زندہ اٹھائے گئے۔ وھوالمطلوب۔

شق ثالث، اول تو بدیہی البطلان ہے۔ سوا اس کے اس شق مدعا کا ثبوت شق اول سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ سب اہل کتاب زمانہ گزشتہ وحال واستقبال میں حضرت عیسیٰؑ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ ماضی وحال میں زندہ تھے اور استقبال میں بھی ایک زمانہ تک زندہ رہیں گے۔ رفع کے وقت زندہ تھے۔

(شق) رابع باطل ہے اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو، بمعنی ماضی کہیں نہیں آیا۔ آپ قواعد نحو کو مانتے ہی نہیں ایسے مضارع کا بمعنی ماضی آنا قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت کیجئے۔ و دونہ خرط القتاد۔

افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحویہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اس کو آپ تسلیم نہیں کرتے اور اگر آپ کے مسلّمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہے تو بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ یہ امر اول دلیل ہے اس بات پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب ملحوظ نظر نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی) پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن وحدیث سے ناامید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمننّ کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ ان من اھل الکتاب صریح وبین ہے اور نون ثقیلہ کا بمعنی استقبال کر دینا اس کے قطعیہ میں مخل نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔اور جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہوگئی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔یہ قول غلط محض ہے جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین نے اس آیت کو ہرگز بمعنی حال یا استمرار نہیں لیا ہے۔اگر سچے ہو تو ثابت کرو۔رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر کتابی کی طرف راجع کی ہے اس سے معنی حال یا استمرار لینا کسی طرح لازم نہیں آتا۔سوائے آپ کے کوئی اہل علم ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔علاوہ ازیں اس تقدیر پر بھی استقبال ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ قال اللہ وقال الرسول سے باہر نہیں جائیں گے۔

اقول (محمد بشیر)۔ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو قال اللّٰہ میں جاری کرنا قال اللّٰہ سے کسی کے نزدیک خارج ہونا نہیں۔یہ صرف آپ کا اجتہاد ہے جس کا ثبوت آپ نہیں دے سکتے بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا کیونکہ آپ خود ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ میں اس کے مرتکب ہوئے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے:

وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلمّا تو فّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے:

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم ء انت قلت للنّا س ۔الخ (مائدہ۔۱۱۶) ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔انتھی

اتأ مرو ن النّاس با لبرّ و تنسو ن انفسکم و انتم تتلو ن الکتا ب ا فلا تعقلون ۔(بقرہ۔۴۴)

قولہ (قادیانی)۔اور نہ ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔

اقول (محمد بشیر)۔آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں، بھلا صاحب اس

قاعدہ کے جاری کرنے سے ان بزرگوں کی عزت و مرتبت میں معاذ اللہ کس طرح نقصان آسکتا ہے؟ ان کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے؟ یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے، آپ اپنے ساتھ ان بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ ہمارے اوپر اللہ و رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ اس پر کافی و کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے، تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف و نحو کو ترک نہ کریں۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ بھی آپ کی سراسر مغالطہ دہی پر مبنی ہے۔ کافی و کامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلّم ہے و وجهه مرا نفاً۔ فتذكر۔ علاوہ اس کے آپ نے جو باوجود نہ کھلنے معنی آیت کے اور عدم شہادت اکابر مومنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحو یہ اجماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو الزام علوم لغت و صرف و نحو و معانی اصول فقہ و اصول حدیث سے، جو کہ خادم کتاب سنت ہیں، دیا جاوے گا تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کی علم و دیانت سے خلاف ہے کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہم کو الفاظ قرآن و حدیث کے موافق لغت و محاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے ورنہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ امر فی زماننا غیر ممکن ہے کہ خود عرب جا کر ہر لغت و محاورہ اور جمیع قواعد صرف و نحو و معانی وغیرہ کی تحقیق کی جاوے۔ پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے، تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے۔ اور اگر ایک بھی آپ قبول نہ کریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا۔

یا تو لغت صرف و نحو و معانی و اصول فقہ و اصول حدیث کی اجماعی باتوں کو تسلیم کرنے کا اقرار کیجئے۔ یا

بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کر کے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمائیے

اور جو کچھ اول علموں میں آپ کو ترمیم کرنا ہو وہ کر لیجئے ۔اس کے بعد مباحثہ کیجئے تا کہ آپ کی مسلّمات سے آپ کو الزام دیا جاوے، ورنہ موافق اس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دے سکتا۔

قولہ (قادیانی)۔آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان ھذا ن لساحرا ن آیت موجود ہے۔

اقول (محمد بشیر) اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے۔عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کی جاتی ہے:

و ھذا ن اسم انّ علی لغة بلحارث ابن کعب فانّھم جعلوا الالف للتّثنیة و اعربوا المثنی تقدیراً وقیل اسمھاضمیر الشان المحذوف و ھذانلساحران خبرھا وقیل ان بمعنی نعم و ما بعد ھا مبتداء و خبر فیھما ان اللام لا یدخل خبر المبتداء و قیل اصله انه ھذا ن لھما ساحرا ن فحذ ف الضمیر و فیه ان المؤکد با للام لا یلیق به الحذ ف ۔

قولہ (قادیانی) جس میں بجائے ان ھذا ن کے ان ھذ ین لکھا ہو۔

اقول (محمد بشیر) یہ خطائے فاحش ہے۔صواب یہ ہے کہ جس میں بجائے ان ھذین کے ان ھذان لکھا ہو۔

قولہ۔(قادیانی) آپ کو یاد ہوگا کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں یا بہمہ وجوہ متمم ومکمل ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔یہ بات اگر قواعد اختلا فیہ کی نسبت کہی جائے تو مسلّم ہے،لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے، کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جا کر فی زماننا تحقیق لغت وقواعد صرف ونحو غیر ممکن۔پس پابندی قواعد کی باقی نہ رہے گی ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن وحدیث کے معنی کرے گا آپ کو چاہیے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جلد اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت وقواعد صرف ونحو موافق قرآن وحدیث کے

اپنے اجتہاد سے بنا کر جلد شائع کیجئے تا کہ انہی قواعد کے بنا پر آپ سے بحث کی جاوے۔

قولہ (قادیانی)۔ قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ سبحا نك هذا بهتا ن عظيم (النور ۔ ۱۶)

قولہ (قادیانی)۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی۔

اقول (محمد بشیر)۔ آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے۔ فافهم ۔

قولہ (قادیانی)۔ ابھی میں انشاء اللہ تعالی یہ آپ پر ثابت کردونگا کہ آیت ليؤمننّ به آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعية الدلالة ٹھہر سکتی ہے جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتوی لکھا جاوے۔ اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اس میں داخل کر دیا جائے۔

اقول (محمد بشیر) توضیح مرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت و ان من اهل الكتا ب الّا ليؤمننّ به قبل موته بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔

صفحہ ۸ میں مرقوم ہے:

اور قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکر نہیں لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے۔

حاشیہ میں وہ تین آیتیں آپ نے لکھی ہیں ان میں سے آیت

و ان من اهل الكتا ب بھی ہے ۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں ہے:

غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں ہے:

چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ان من اهل الكتا ب ا لا ليؤمننّ به قبل مو ته ۔

جاننا چاہیے کہ آپ کی یہ تقریر بادنی تغیر آپ پر منعکس ہو جاتی ہے۔تقریر اس کی یہ ہے کہ آیت لیؤ منن کے وفات مسیح پر اس وقت صریحۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی جہالت پر فتوی لکھا جاوے نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کیا جاوے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

قولہ (قادیانی)۔اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

اقول (محمد بشیر) یہ طعن بادنی تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں بلکہ جو آپ نے طعن کی ہے،اس سے اشد ہے۔یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ آیت و ان من اهل الكتاب موت مسیح پر دلالت کرتی ہے اور آپ کے بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریحی ہے۔پس کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کی وفات پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ایک نے بھی نہیں۔

قولہ (قادیانی)۔کشاف صفحہ ۱۹۹ میں لیؤمنن به کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے ....

اقول (محمد بشیر)۔اس عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مفسرین نے قطعیۃ الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی اس کے معنی لکھے ہیں لیکن مفسرین کا قطعی الدلالۃ تصریح نہ کرنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا۔آپ کے نزدیک انّی متوفّيك اور لمّا توفّيتنی قطعیۃ الدلالت ہے موت حضرت عیسی علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسی کی موت کیلئے قطعی الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے۔کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثروں نے ضمیر موته کی کتابی کی طرف راجع کی ہے اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک آیت و انّی متوفّيك و آیت فلمّا توفّيتنی قطعیۃ الدلالۃ ہے وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے :

و قال الاکثرو ن المرا د با لوفاۃ ھھنا النو م ۔

اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت و ان من اھل الکتاب دلیل صریح ہے وفات مسیح پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں رائحہ بھی نہیں ہے۔ نہ برتقدیر اس قول کے جس کو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور نہ برتقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابل ہے۔ اس کے بعد آپ نے عبارت مدارک اور بیضاوی و تفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا ترجمہ کر کے اوراق کو بڑھایا ہے اور حالانکہ ان سب سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہوا۔ سوائے اس کے ضمیر موتہ میں اختلاف ہے اور اوپر ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف معانی قطعیت و دلالت صریحہ کے مخالف نہیں۔ ورنہ چاہیے کہ آپ سے ادلہ وفات آیت انّی متوفّیك اور آیت فلمّا توفّیتنی اور آیت وان من اھل الکتا ب ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں و ھو خلاف ما ادعیتم ۔

اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول

و کیف یصحّ ھذا التّاویل ما ان کلمۃ ان من اھل الکتا ب شامل للموجو دین فی زمن النّبیّ ﷺ البتہ سواء کان ھذا الحکم خاصاً بھم اولا فان حقیقۃ الکلام المحال ولا وجہ لان یرا د بہ فریق من اھل الکتاب یو جدو ن حین نزول عیسی علیہ السلام

مخدوش ہے اور مخالف ہے عامہ تفاسیر کے، کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اس تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جائے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور یہی وجہ ہے اس امر کی کہ اہل کتاب سے ایک فریق خاص مراد لیا جاوے۔

اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے

ا خر ج ابن المنذر عن ابی ھاشم و عر وۃ قال فی مصحف ابی بن کعب و ان من اھل الکتا ب ا لا لیؤمننّ بہ قبل موتھم

مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں۔ ابن کثیر نے اس قرأت کو اس

طرح پر روایت کیا ہے

حد ثنی اسحاق بن ابرا ھیم ابن حبیب الشھید حد ثنا عتا ب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ان من اھل الکتا ب الا لیؤمننّ به قبل مو تھم ۔

اس میں دوراوی مجروح ہیں۔اول خصیف ۔دوم عتاب ابن بشیر۔

خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا ہے:

صدو ق سیّء الحفظ خلط بآ خرہ رمی بالارجاء

میزان میں ہے:

ضعفه احمد و قال ابو حا تم تکلم فی سو ء حفظه و قال احمد ایضاً تکلم فی الارجاء وقال عثمان بن عبد الرحمان رأیت علی خصیف ثیا باً سو داًکا ن علی بیت الما ل ۔ انتھی ملخصاً

عتاب کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے:

قال احمد اتا عن خصیف بمنا کیر ارا ھا من قبل خصیف قال النّسائی لیس ھذا لك فی الحدیث و قال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه و قال علی ضر بنا علی حدیثه ۔ انتھی ملخصاً

قولہ (قادیانی) اور بلاشبہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔عموماً یہ بات غلط ہے۔ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ شذوذ دیگر علل خفیفہ غامضہ قادحہ سے خالی ہو البتہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اور ابھی واضح ہوا کہ اس کی سند میں دو رجال مجروح ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔اب فرض کے طور پر اگر قبول کرلیں کہ اگر ابن عباسؓ اور علی ابن طلحہؒ اور عکرمہؒ وغیرہ صحابہ ان معنوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابیؓ بن کعب بھی یعنی قبل موتھم کامل درجہ پر

ثابت نہیں تو کیا آپ کے دعوی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمننّ به پر اس کا کچھ بھی اثر ٹھہرا ۔کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالۃ ہے۔

اقول (محمد بشیر) ۔نہ صحابہ کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا۔ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موته میں البتہ منقول ہیں،اس سے البتہ قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے،اس کے نظائر کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔ من شاء فليرجع اليها ۔علاوہ اس کے اس بنا پر آپ کے ادلّہ وفات میں سے آیت انّی متوفّيك آیت فلمّا توفّيتنی و آیت و ان من اهل الكتاب بھی نہ قطعیۃ الدلالت ٹھہرتی ہے نہ صریحۃ الدلالۃ ۔کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں فما هو جوا بكم فهو جوا بنا

قولہ (قادیانی) ۔مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کئے ہیں۔

اقول (محمد بشیر) یہ کذب صریح ہے۔تحریر اول میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے اس سے ابن عباس ؓ وابو مالک وحسن بصری ی وقتادہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابو ہریرہ کا اس معنی کو قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہیں اور بھی ابن کثیر میں ہے:

و اولى هذه الاقوال بالصّحة القول الاوّل و هو انه لا يبقى احد من اهل الكتاب بعد نزول عيسى عليه السلام الّا آمن به قبل موت عيسى ولا شكّ انّ هذا الّذی قاله ابن جرير هو الصّحيح المقصود من سباق الآی فی تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى و صلبه و تسليم من سلم لهم من النّصارى الجهلة ذلك ۔ انتهى

قولہ (قادیانی) اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر

آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کرلیا جاوے نعوذ باللہ بقول آپ کے ابن عباسؓ جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑے گا۔

اقول (محمد بشیر) میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابہ وتابعین وغیرھم سے منقول ہیں، اور وہی قاعدہ جو عامہ مسلمین کا معمول رہا ہے، لکھے ہیں۔ البتہ آپ کے مسائل مخترعہ کی بنا پر سارے صحابہ کو جاہل ماننا پڑتا ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابي -

علاوہ اس کے اول صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح معنی حال کی نہیں ہے ان کا کلام معنی مستقبل پر بھی محمول ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ تحریر اول میں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے وہ اس امر میں خطا پر ہیں یہ کوئی مقام استبعاد نہیں۔ آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں۔

قولہ (قادیانی)۔ اور قرأت قبل موتھم کو خواہ نخواہ افتراء قرار دینا پڑے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔ خواہ نخواہ چہ معنے دارد۔ قرأت مذکور فی الواقع ضعیف ہے لائق احتجاج نہیں کما مرّ بيانه آنفاً۔

قولہ (قادیانی)۔ کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ ہزارہا جواب تک یہ معنی کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔

اقول (محمد بشیر)۔ سراسر مبنی سوءفہم پر ہے معنی مذکور کا فساد اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنی تو سراسر موافق ہیں قاعدہ نحو کے کیونکہ اس معنی پر تو مضارع صریح بمعنی استقبال کیا گیا ہے ذرا سوچ کر جواب دیجئے۔

قولہ (قادیانی) کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو ان معنوں سے خالی ہے جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا... (الى قوله) ...بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر)۔ دو بڑی تفسیریں معتبر پرانی پیش کرتا ہوں ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر۔ کہ ان دونوں نے معنے مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنی کو ضعیف کہا، بلکہ صحت کی تصریح کی

ہے۔پس اس مقام پر کذب اس قول کا کالشّمس فی نصف النّہار ظاہر ہوگیا۔

قولہ۔(قادیانی) حضرت اس قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکراور کہاں ثابت ہوئی ۔(آپ نے)تو قبل موته کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرنی تھی۔

اقول (محمد بشیر)۔یہ قول بھی سوءفہم پر مبنی ہے۔میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح بن مریم کی زندگی ثابت ہے۔میں نے صرف یہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنی کے نہیں۔ بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے نہ اثبات دعوی وبینهما فرق ۔

قولہ (قادیانی)۔ہم نے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی اسناد پیش کردی ہیں۔

اقول(محمد بشیر)۔سند میں جو جرح ہے وہ میں نے اوپر بیان کردی۔ فتذکر

قولہ(قادیانی) بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے جوان معنوں کی صحت پر معترض ہو۔

اقول(محمد بشیر)۔تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہیں۔

قولہ(قادیانی) الہامی معنی جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں

اقول(محمد بشیر) یہ محض غلط ہے کیونکہ الہامی معنی کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موته کی راجع طرف عیسی کے ہے اور معنی مذکور کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موته کی راجع طرف کتابی کے ہے۔پس سخت تعارض وبیّن تخالف موجود ہے۔مجھ کو سخت تعجب ہے آپ کی دیانت سے کہ آپ باوجودیکہ ضمیر موته کا مرجع عیسی ہونا اپنی کتب میں تسلیم کر چکے ہیں اور آیت و ان من اهل الكتاب کوصریحۃ الدلالت وفات عیسی پر کہتے ہیں پھر اس اقراری حق سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور جحدوا بها و استيقنتها انفسهم کی وعید سے نہیں ڈرتے۔

قولہ(قادیانی) کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں ہے۔

اقول۔(محمد بشیر) یہ امر مسلّم ہے بے شک زمانہ، نام مقدار غیر قار کا ہے اور حال ایک فرد ہے زمانہ کا،اور حد حقیقی حال کی باعتبار عرف کے یہی ہے کہ تکلم فعل کے پہلے زمانہ کا تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے

بعد کا زمانہ مستقبل ہے، اور تکلم فعل کے مبداء سے منتہی تک زمانہ حال ہے۔ اس بنا پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہیں ہوسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہے زمانہ تکلم فلنولّینک سے۔ پس اس کے استقبال ہونے میں کیا شک ہے۔

قولہ (قادیانی) جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں

اقول (محمد بشیر)۔ فرق نہ کرنا درمیان مستقبل قریب و حال کے محصلین سے بعید ہے جیسا کہ ماہر علم نحو پر بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی)۔ یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے مگر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ وعدہ آنیوالے لوگوں کے لئے خاص ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ یہ کس نے کہا کہ یہ وعدہ آنے والے لوگوں کے لئے خاص ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ایفاء زمانہ آئندہ ہی میں ہوسکتا ہے، نہ حال میں۔ اور اس بات میں جو آپ نے طول کیا ہے اس کو اصل مطلب سے کچھ علاقہ نہیں اور ہم کو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہیں کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے۔ صرف بحث اس میں ہے کہ یہ سنت اللہ ان آیات وعد و وعید سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری آیات دلیل ہیں۔

قولہ (قادیانی) اب دیکھئے کہ ان آیات سے بھی آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیؤ منن بہ کا کس قدر باطل ثابت ہوتا ہے

اقول (محمد بشیر)۔ آیات منافی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیؤمننّ کے نہیں، بلکہ آیت لیؤمننّ آیات مذکورہ کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

قولہ۔ حلیم وہ ہے جو یبلغ الحلم کا مصداق ہو۔

اقول۔ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے فرمایا اللہ تعالی نے فبشرناہ بغلام حلیم۔ اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں کما فی الصّراح۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس مقام پر ماخوذ حلم سے ہو جو آہستگی و بردباری کے معنی میں ہے کما فی

الصّرا ح ۔

قاموس میں ہے و الحلم بالکسر ا لاناۃ و العقل جمعہ احلا م و حلوم و منہ ام تا مر ھم احلا مھم و ھو حلیم جمع حلماً و احلا ما ۔

قولہ۔ (قادیانی) جب کہ عیسی بن مریم کی حیات ہی ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہو رہی ہے، تو عیسی کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہو سکتے ہیں؟

اقول ۔(محمد بشیر) اس کلام میں بدو وجہ شک ہے۔اول یہ کہ آیت و ان من اھل الکتا ب سے آپ کے اقرار سے صراحتاً موت ثابت ہے کیونکہ آپ نے توضیح المرام وازالہ اوہام میں اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ عیسی کی طرف راجع ہے اور بعد اقرار اس امر کے حیات کا اقرار لازم آتا ہے کمامرّ تقریرہ بحیث لا یحوم حولہ

دوم بر تقدیر موت بھی نزول خود حضرت عیسی کا نہ محال ہے اور نہ محال عادی۔اور جو چیز محال عادی و عقلی نہ ہو اور مخبر صادق اس کی خبر دے تو اس سے انحراف جائز نہیں اور احادیث صحیحہ میں نزول عیسی کی خبر متواتر موجود ہے۔

قولہ (قادیانی)۔جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائیں گے تو پھر ان کا نزول بھی مانا جائے گا۔

اقول (محمد بشیر)۔اس میں کچھ ملازمت نہیں۔ بر تقدیر وفات بھی نزول کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معقول نہیں ہے۔

قولہ (قادیانی) ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے ان سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے۔

اقول (محمد بشیر)۔ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے احادیث نزول کے دیگر احادیث بھی بخاری میں ایسی ہیں جن میں ابن مریم کا ذکر کر کے اس سے مراد اس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔پس آپ کو چاہیے کہ براہ عنایت ان احادیث کو نقل فرمایئے تا کہ اس میں نظر کی جاوے کہ وہاں مثیل مراد لیا گیا ہے یا نہیں۔

قولہ (قادیانی)۔افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔

اقول (محمد بشیر)۔افسوس کہ باوجود اس کے کہ آپ کے اقرار سے حیات مسیح آیت و ان مــن اھل الکتاب سے صراحۃً ثابت ہوگئی، پھر بھی آپ ایسا فرماتے ہیں انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعو ن ۔ و الی اللّٰہ المشتکی۔

اب سنئے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا۔اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنے والہ جواب دیا جاتا ہے۔آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہیں تو اسی کا جواب دیں اور جواب ترکی بترکی سے تعارض نہ کریں۔ایسا کریں گے تو یقیناً سمجھا جائے گا کہ آپ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے اور احقاق حق سے آپ کو غرض نہیں ہے، وہ جواب یہ ہے کہ

میں نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے ان جملہ دلائل کو جن کو میں اس وقت پیش کرنا چاہتا ہوں یک بارگی قلم بند کرکے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میرا اصل متمسک اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے اور اس کے قطعیۃ الدلالت کے ثبوت میں قواعد نحویہ اجماعیہ کو پیش کیا۔آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہوتے تو اس کے جواب میں دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرتے۔یا تو میرے جملہ دلائل و جوابات سے تعرض کرتے اور ان میں سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے۔یا صرف میری اصل دلیل سے تعرض فرماتے، اس کے سوا کسی بات کے جواب سے معترض نہ ہوتے۔آپ نے پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری۔ بلکہ میری اصلی دلیل کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کیا مگر ان کو بھی ادھورا چھوڑا، اور بہت سی باتو ں کا حوالہ آئندہ پر چھوڑا، اور ان کے مقابلہ میں اپنے دلائل احادیث بخاری وغیرہ کے بیان کو بھی آپ نے آئندہ پرچہ پر ملتوی کیا، اور جو کچھ بیان کیا، ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ میں ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکہ کھائیں اور خواص ناخوش ہوں۔اس کی مثال آپ کی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہیں ہیں۔صاحب من! جس حالت میں، میں خود مدعی ہوکر دلائل پیش کر چکا تھا تو آپ کو اس بحث کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا۔ لہذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔

تیسری مثال یہ ہے کہ آپ نے چند تفاسیر کی عبارات واقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کر کے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ وتابعین مسئلہ حیات وفات مسیح میں آپ کے موافق اور ہمارے مخالف ہیں اور یہ محض مغالطہ ہے۔ کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ اس وقت زندہ نہیں ہیں۔

چوتھی مثال آپ کا عوام الناس کو یہ جتانا ہے کہ نون یؤمنن کو استقبال کے لئے ٹھہرانا تمام صحابہ و مفسرین کو جاہل قرار دینا ہے جو سراسر آپ کا دھوکا و مغالطہ ہے۔

آپ کی اس قسم کی باتوں کا میں تین دفعہ تو جواب ترکی بترکی دے چکا آئندہ بھی یہی طریقہ جاری رہا تو اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جائے گی اور آپ کے اتباع میں آپ کی جواب نویسی ثابت ہو جائے گی۔ مگر اس میں مسلمانوں کا یہ حرج ہوگا کہ ان پر نتیجہ بحث ظاہر نہ ہوگا اور آپ کا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہو چکے ہیں اور اعتقاد وفات مسیح میں خطا پر ہیں اور بات کو ادھر ادھر لے جا کر ٹلا رہے ہیں۔ لہذا آئندہ آپ کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مدنظر ہو تو زائد باتوں کو چھوڑ کر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود و محصور کریں۔

اور جو میں بہ شہادت قواعد نحویہ اجماعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال سے مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے، اس کا جواب درصورت تسلیم قواعد نحویہ اجماعیہ دو حرفی دیں کہ تمام قواعد نحوی بے کار و بے اعتبار ہیں یا خاص کر یہ قاعدہ غلط ہے، اور اس کو فلاں شخص نے غلط قرار دیا ہے، اور اس کی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال عرب

عرباء سے یہ دلیل ہے، اور بجائے اس کے قاعدہ صحیحہ فلاں ہے۔

یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنی گھڑ سکتا ہے۔

اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کے تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلاں دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتوں اور معنی سے بھی جو بیان کیے گئے ہیں حاصل ہوسکتا ہے۔

اور اگر مجرد اختلاف مفسرین تفسیر آیت میں اسی تخصیص کا مبطل ہوسکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپ کے نزدیک لائق استدلال واستناد ہیں تو آپ مفسرین صحابہ وتابعین کے ان اقوال کو جو درباب حیات مسیح وارد ہیں، قبول کریں یا ان کے ایسے معنی بتاویں جن سے وفات مسیح ثابت ہو۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جہان کے مفسرین اور جملہ صحابہ وتابعین ہمارے ساتھ ہیں۔ ان میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ مسیح ابن مریم اب زندہ نہیں ہیں۔ آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ ثابت کردیں کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں تو ہم دعوی حیات مسیح سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے ایک ہی بات میں بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے اب اگر آپ یہ ثابت نہ کرسکے تو ہم سے جملہ مفسرین وصحابہ وتابعین کے اقوال سنیں جن کو ہم آئندہ پرچہ میں نقل کریں گے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ عام ناظرین تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے نتیجہ بحث نکالیں گے۔ آپ سے ہم کو امید نہیں رہی کہ آپ اصل مدعا کی طرف آئیں گے اور زائد باتوں کو چھوڑ کر صرف دو حرفی جواب دیں جو اس منصفانہ جواب میں آپ سے طلب کیا گیا ہے۔

محمد بشیر عفی عنہ۔ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا تیسرا پرچہ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّحیم ۔ .... امّا بعد

اے ناظرین! آپ صاحبوں پر واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسی بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔اب اے ناظرین یہ عاجز آپ صاحبوں کی خدمت میں صاف اور سہل اور مختصر طور پر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے دعوی کا اپنے تین پرچوں میں کیا ثبوت دیا اور میری طرف سے اس ثبوت کے باطل اور ہیچ اور لغو محض ہونے پر اپنے اس تیسرے پرچہ تک کیا کیا ثبوت پیش ہوا تا آپ لوگ خود منصف بن کر دیکھ لیں کہ کیا درحقیقت مولوی صاحب نے کسی قطعیۃ الدلالت آیت سے جیسا کہ ان کا دعوی تھا حضرت مسیح ابن مریم کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ثابت کر دکھایا ہے یا وہ ایسے قطعی ثبوت پیش کرنے سے ناکام رہے اور کوئی ایسی آیت پیش نہ کر سکے کہ جو یقینی اور قطعی طور پر حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر دلالت کرتی ہو اور بنظر تحقیق کوئی دوسرے معنے مخالف ان معنوں کے اس سے نکل نہ سکتے ہوں۔

سو میں آپ صاحبوں کو سناتا ہوں کہ اول حضرت مولوی صاحب نے اپنے اس دعوی کی تائید میں کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں پانچ آیتیں اپنی طرف سے پیش کی تھیں۔ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔یعنی یہ کئی احتمال رکھتی ہیں اور قطعیۃ الدلالت نہیں ہیں اور تمام مدار اپنے دعوی کا اس آیت پر رکھا کہ جو سورت نساء میں موجود ہے اور وہ یہ ہے و ان من اھل الکتا ب ا لا

لیؤمننّ بہ قبل موتہ (نساء۔ ۱۵۹) مولوی صاحب اس آیت کو حضرت عیسی کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنی ہیں کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ جو عیسی پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ اور چونکہ اب تک تمام اہل کتاب، کیا عیسائی اور کیا یہودی، حضرت عیسی پر سچا اور حقیقی ایمان نہیں لائے بلکہ کوئی ان کو خدا قرار دیتا ہے اور کوئی ان کی نبوت کا منکر ہے اس لئے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسی کو اس زمانہ تک زندہ تسلیم کر لیا جائے جب تک کہ سب اہل کتاب اس پر ایمان لے آویں۔

مولوی صاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہیں کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اس کے ہیں کسی دوسرے معنے کا احتمال اس میں ہرگز نہیں اور اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ گویا بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کتنے معنی اس آیت کے کئے ہیں مگر وہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ کیوں صحیح نہیں؟ اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اس جگہ لیؤمنن کا صیغہ نون ثقیلہ کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسی کا کسی آئندہ زمانہ میں نازل ہونا قبول کر کے پھر اس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسی پر ایمان لے آویں گے اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اس کے مخالف معنی کئے ہیں اور قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیر دی ہے یہ معنی ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہیں۔ کیوں مخالف ہیں؟ اس وجہ سے کہ ایسے معنوں کے کرنے سے لفظ لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے مخصوص نہیں رہتا۔ سو مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولوی صاحب کو معلوم ہیں، انہیں معلوم نہیں تھے اس لئے وہ ایسی صریح غلطی میں ڈوب گئے جو انہیں وہ قاعدہ یاد نہ رہا جس پر تمام نحویوں کا اجماع اور اتفاق ہو

چکا تھا بلکہ انہوں نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعاً ان کی فطرت کے لئے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مولوی صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیویں۔ اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے کس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباسؓ کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے۔ یعنی قبل موتھم۔ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے۔ یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس وہ کیا ابن عباسؓ کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔ یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباسؓ کے یہ معنی نحوی قاعدہ کے مخالف ہیں۔ اور قرأت قبل موتھم کسی راوی کا افتراء ہے۔ ابن عباسؓ اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مولوی صاحب یا کسی اور کا (کیا) حق (ہے) کہ ان بزرگوں پر ایسا الزام رکھ سکے جن کے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو ان کے محاورات اور ان کے فہم کے تابع ٹھہرانا چاہیے نہ کہ ان کی بول چال اور ان کے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولوی صاحب اپنی ضد کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے اور ابن عباسؓ اور عکرمہ کو نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہراتے ہیں اور قرأت ابی بن کعب کو بھی، جو قبل موتھم ہے، بکلی مردود اور متحقق الافتراء خیال کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ صرف ان کے دعوی سے ہی یہ ان کا بہتان قابل تسلیم نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں کیونکہ جب تک ابن عباسؓ اور عکرمہؒ کے مخالفانہ معنوں کا احتمال صحت باقی رہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے تب تک مولوی صاحب کے معنے باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو انہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں، یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیت کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنے کو توڑ دے۔ لیکن مولوی صاحب نے اب تک ابن عباسؓ اور عکرمہ کے معنوں اور قبل موتھم کی قرأت کو توڑ کر نہیں دکھلایا۔ ان کا توڑنا تو صرف ان دو باتوں میں محدود تھا۔ اول یہ کہ مولوی صاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت کر دیتے کہ ابن عباسؓ اور عکرمہؒ ان کے اجماعی قاعدہ نحو سے بکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہوں نے سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظر انداز کر دیا۔ دوسرے مولوی صاحب پر یہ بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتھم کے راوی کا صریح افتراء ثابت کرتے اور یہ ثابت کر کے دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔ مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔

ناظرین متوجہ ہو کر سنو! اب میں اس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہوں کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباسؓ اور عکرمہؒ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنی، جو مخالف مولوی صاحب کے معنوں کے ہیں، غلط ٹھہرائے جاویں اور قبول کیا جاوے کہ یہ تمام اکابر اور بزرگ مولوی صاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمداً یا سہواً باہر چلے گئے تو پھر بھی مولوی صاحب کے معنی قطعیۃ الدلالت نہیں ٹھہر سکتے۔ کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟ اس کی وجوہ یہ ہیں:

اول۔ یہ کہ مولوی صاحب کے ان معنوں میں کئی امور ہنوز قابل بحث ہیں جن کا وہ یقینی طور پر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور نہ ان کا ایک ہی معنوں پر قطعیۃ الدلالۃ ہونا بپایہ ثبوت پہنچا چکے ہیں۔

ازانجملہ ایک یہ کہ اہل کتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے، بیان فرمایا گیا ہے اور ہر ایک ایسی آیت کا جس میں اہل کتاب کا ذکر

ہے وہی مصداق اورشان نزول قرار دیئے گئے ہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسی پر ایمان لے آئیں گے۔

ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے یقین مرجع لیؤمننّ به میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنهم سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔ ہاں خاتم الانبیا ﷺ پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسی کو بہ کی ضمیر کا مرجع ٹھہرایا جائے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کر کے صرف حضرت عیسی کی رسالت اور عبدیت کا قایل ہو لیکن ساتھ اس کے ہمارے سید ومولی حضرت محمد ﷺ کی رسالت سے قطعاً منکر ہو، تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ ضمیر بہ کی حضرت عیسی کی طرف آپ کے معنوں کی رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کر لیتے اس میں حضرت عیسی بھی داخل ہیں لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی ﷺ کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنی فاسد ہوتے ہیں۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑے گا کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی ﷺ ہیں۔ اس صورت میں موته کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اور اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ ایسے معنوں سے لیؤمنن کا لفظ استقبال کے خالص معنوں میں کیونکر رہے گا، تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ جیسے آپ کے معنوں میں رہا ہوا ہے۔ اس وقت ذرہ آپ متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اس قادر سے مدد چاہیں جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور نازل کرتا ہے۔

حضرت سنئے! آپ اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ ایک زمانہ قبل موت عیسی کے ایسا آئے

گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیاء ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہوجائے گا۔ اب حضرت! اللہ جلّ شانہ سے ڈر کر فرمایئے کہ کیا آپ کے قطعیۃ الدلالت ہونے کا دعوی بکلی نابود ہو گیا، یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماویں کہ آپ کی طرز تاویل میں کون سی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل میں وہ نہیں پائی جاتی۔ ناظرین! برائے خدا آپ بھی ذرا سوچیں۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماویں۔ اے ناظرین آپ لوگ جانتے ہیں کہ کئی دن سے مولوی صاحب سے یہی بحث لگی ہوئی تھی اور فقط اسی بات پر ان کی ضد تھی کہ لفظ لیؤمنن ّلام اور نون ثقیلہ کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے۔ اور مولوی صاحب اپنے گمان میں یہ سمجھ رہے تھے کہ خالص استقبال صرف اس طور کے معنے کرنے سے متحقق ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیریں اور اس کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ اور اب اے بھائیو! میں نے ثابت کر کے دکھلا دیا کہ خالص استقبال کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسیٰ کی طرف ضمیر بہ ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنی ہی فاسد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ فقط عیسیٰ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے اس طرز پر یہی ہیں کہ ضمیر بہ کی ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھیری جائے اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف۔ اور آنحضرت ﷺ کے ضمن میں خود حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء سب ہی آجائیں گے۔

نام احمد نام جملہ انبیاء است
چونکہ صد آمد نود ہم نزد ماست

بھائیو! برائے خدا خود سوچ لو کہ ان معنوں میں اور حضرت مولوی صاحب کے معنوں میں

خالص مستقبل ہونے میں برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بھائیو! میں للہ آپ لوگوں کے سمجھانے کے لئے پھر دہرا کر کہتا ہوں کہ مولوی صاحب آیت لیؤ منّ به کے معنی یوں کرتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسی کی موت سے پہلے سب کے سب ان پر ایمان لے آئیں گے اور میں حسب روایت حضرت عکرمہ ؓ جیسا کہ معالم وغیرہ میں لکھا ہے، مولوی صاحب کی ہی طرز پر یہ معنی کرتا ہوں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ بھائیو! برائے خدا ذرہ نظر ڈال کر دیکھو کہ کیا خالص استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں برابر کا درجہ ہے یا ابھی فرق رہا ہے۔ اب بھائیو! انصافاً دیکھو کہ ان معنوں میں بہ نسبت مولوی صاحب کے معنوں کے کس قدر خوبیاں جمع ہیں۔ وہ اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر به کے تعیین مرجع میں ہوتا تھا وہ اس جگہ نہیں ہوسکتا۔ قرأت شاذہ اس تاویل کی مؤید ہے۔ اور بایں ہمہ خالص استقبال موجود ہے۔ اب اے حاضرین مبارک! مولوی صاحب کے دعوی قطعیت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ مگر تعصب اور طرف داری سے خالی ہو کر غور کرنا۔

مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلوں پر کیا تھا۔ چار دلیلوں کو تو انہوں نے خود چھوڑ دیا اور پانچویں کو خدا تعالی نے حق کی تائید کر کے نیست و نابود کیا۔ جاء الحق و زھق الباطل ۔ انّ الباطل کان زھوقاً

اب اے حاضرین! اے خدا تعالی کے نیک بندو! سوچ کر دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کر کے نگاہ کرو کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب کا کیا دعوی تھا؟ یہی تو تھا کہ آیت لیؤ منّ به کے وہ سچے اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں جن میں لفظ لیؤ منن کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحوں کے صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کے لئے لکھ مارے کہ نون ثقیلہ مضارع کے آخر مل کر خالص مستقبل کے معنوں میں لے آتا ہے۔ اسی دھن میں مولوی صاحب نے ابن عباس ؓ کے معنوں کو قبول نہیں کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنی بھی نحویوں کے اجماعی عقیدہ کے

برخلاف ہیں سو ہم نے مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباسؓ کے معنوں کو پیش کرنے سے موقوف رکھا اور روایت عکرمہ کی بنا پر وہ معنی پیش کئے جو خالص مستقبل ہونے میں بکلی مولوی صاحب کے معنوں سے ہم رنگ اور ان نقصوں سے مبرا ہیں جو مولوی صاحب کے معنوں میں پائے جاتے ہیں ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح پر ایمان لانے کے وقت ہمارے سید و مولا خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے ۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کیلئے حضرت مسیح کو آسمانوں کے دارالسرور سے اس دارالابتلاء میں دوبارہ لایا جائے ۔ مثلاً دیکھئے کہ جو لوگ بقول آپ کے آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں گے یا اب ایمان لاتے ہیں کیا ان کے ایمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ خود تشریف لے آویں ۔ پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانے کے لئے بھی دوبارہ ان کا دنیا میں آنا ضروری نہیں اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے میں کچھ تلازم نہیں پایا جاتا ۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لیؤمننّ بہ کو خواہ مخواہ عیسیٰؑ کی طرف ہی پھیرنا چاہیں باوجود اس فساد معنی کے جس کا نقصان آپ کی طرف عاید ہے ۔ ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسےٰؑ پر ایمان لے آویں گے ۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے میں آپ کے معنی کے ہم رنگ ہیں کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ابھی تک وہ زمانہ نہیں آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسی یا ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لے آئے ہوں ۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ میں اب تک یہ پیش گوئی موافق ان معنوں کے چلی آتی ہے ۔ اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگی یہاں تک کہ آپ پیچھا نہیں چھوڑا سکیں گے جن باتوں کو آپ اپنے پرچوں میں قبول کر بیٹھے ہیں انہیں کی بنا پر میں نے یہ تطبیق کی ہے ۔ اور جس طرز سے آپ نے آخری زمانہ میں اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے اسی طرز کے موافق میں نے آپ کو ملزم کیا ہے ۔ اور اسے خالص استقبال کے موافق خالص استقبال

پیش کر دیا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذوالوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے

قال ابن جریر اختلف اهل التّاویل فی معنی ذلك فقال بعضهم معنی ذلك و ان من اهل الکتا ب ا لّا لیؤمننّ به قبل موته .. یعنی قبل مو ت عیسی و قال آ خرون یعنی بذلك و ان من اهل الکتاب لیؤمننّ بعیسی قبل موت الکتابی ذکر من کان یو جه ذلك الی انّه اذا عاین علم الحق والباطل ۔ قال علی بن ابی طلحه عن ابن عباس فی الآیة قال لا یموت یهودی حتی یؤمن بعیسی و کذا روی ابو دا ؤد الطیالسی عن شعبة عن ابی هارون الغنوی عن عکرمة عن ابن عباس فهذه کلّها اسانید صحیحه الی ابن عباس و قال آخر و ن معنی ذلك و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ بمحمّد قبل مو ت الکتا بی ۔

یعنی اس آیت کے معنی میں اہل تاویل کا اختلاف چلا آیا ہے۔کوئی ضمیر قبل موته کی عیسی کی طرف پھیرتا ہےاور کوئی کتابی کی طرف اور کوئی به کی ضمیر حضرت عیسی کی طرف پھیرتا ہےاور کوئی آنحضرتﷺ کی طرف۔پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو، یہ شہادت تو انہوں نے بڑی بسط سے بیان کر دی ہے کہ اس آیت کے معنے اہل تاویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں۔اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اب بعد اس کے کسی قدر بطور نمونہ مسیح ابن مریم کی وفات پر دلائل لکھے جاتے ہیں۔واضح ہو کہ قرآن کریم میں یا عیسی انی متوفّیك و را فعك الیّ (آل عمرا ن ۔ ٥٥) موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن میں توفّی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔یعنی اس قبض روح میں جو موت کے وقت ہوتا ہے۔دو جگہ قرآن کریم میں وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے لیکن اس

جگہ قرینہ قائم کر دیا ہے جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنے توفی کے موت لئے ہیں۔ اور جو نیند کی حالت میں قبض روح ہوتا ہے وہ بھی ہمارے مطلب کے مخالف نہیں کیونکہ اس کے تو یہی معنی ہیں کہ کسی وقت تک انسان سوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اپنے تصرف میں لے لیتا ہے اور پھر انسان جاگ اٹھتا ہے۔ سو یہ وقوعہ ہی الگ ہے اس سے ہمارے مخالف کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ بہرحال جب کہ قرآن میں لفظ توفّی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالیٰ کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جا بجا موت ہی معنی لئے ہیں، تو بلا شبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالت ہو گیا۔ اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس میں بھی تفسیر آیت فلمّا توفّیتنی کی تقریب میں متوفّيك کے معنی مميتك لکھا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع میں ایک ترتیب طبعی واقع ہے ہر یک مومن کی روح پہلے فوت ہوتی ہے پھر اس کا رفع ہوتا ہے اسی ترتیب طبعی پر یہ ترتیب وضعی آیت کی دلالت کر رہی ہے کہ پہلے انّی متوفّيك فرمایا اور پھر بعد اس کے رافعك کہا اور اگر کوئی کہے کہ رافعك مقدم اور متوفّيك مؤخر ہے، یعنی رافعك آیت کے سر پر اور متوفّيك فقرہ جاعل الذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے ثم منزلك الی الارض سو یہ ان یہودیوں کی تحریف ہے جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے کیونکہ اس صورت میں اس آیت کو اس طرح زیر و زبر کرنا پڑے گا۔

یا عیسی انی رافعك الی السّماء و مطهّرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامه ثم منزلك الی الارض و متوفّيك

اب فرمائیے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔ یہودی بھی تو ایسے ہی کام کرتے تھے کہ اپنی رائے سے اپنی تفسیروں میں بعض آیات کے معنی کرنے کے وقت بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو مؤخر کر دیتے تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے کہ یحرّفون الکلم عن مواضعه (مائدہ۔ ۱۳) ان کی تحریف ہمیشہ لفظی نہیں تھی بلکہ معنوی بھی تھی۔ سو ایسی

تحریفوں سے ہر یک مسلمان کو ڈرنا چاہیے۔ اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ وہ دکھلائیے۔ غرض آیت یا عیسی انی متوفّیك میں اگر قرآن کریم کا عموم محاورہ ملحوظ رکھا جائے اور آیت کو تحریف سے بچایا جائے تو پھر موت کے بعد اور دوسرے معنی کیا نکل سکتے ہیں؟ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آیت میں رافعك الیّ وارد ہے رافعك الی السّماء وارد نہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ روح کوئی مکانی چیز نہیں بلکہ اس کے تعلقات مجھول الکنہ ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک تعلق روح کا قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کشف قبور کے وقت ارباب مکاشفات پر وہ تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب قبور اپنی اپنی قبروں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان سے صاحب کشف کے مخاطبات و مکالمات بھی واضح ہو جاتے ہیں یہ بات احادیث صحیحہ سے بھی بخوبی ثابت ہے۔ صلوۃ فی القبر کی حدیث مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ مردے جوتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں اور السلام علیکم کا جواب دیتے ہیں۔ باوجود اس کے ایک تعلق ان کا آسمان سے بھی ہوتا ہے اور اپنے نفسی نقطہ کے مکان پر ان کا تمثّل مشاہدہ میں آتا ہے اور ان کا رفع مختلف درجات سے ہوتا ہے۔ بعض پہلے آسمان تک رہ جاتے ہیں بعض دوسرے تک بعض تیسرے تک لیکن موت کے بعد رفع روح بھی ضرور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح اور آیت لا تفتح لھم ابواب السّماء (اعراف) صریح اشارہ کر رہی ہے۔ لیکن ان کا آسمان پر ہونا یا قبروں میں ہونا ایک مجھول الکنہ امر ہے۔ عنصری خاکی جسم تو ان کے ساتھ نہیں ہوتا کہ خاکی اجسام کی طرح ایک خاص اور حیز اور مکان میں ان کا پایا جانا ضروری ہو۔ اسی وجہ سے خدا تعالی نے رافعك الیّ فرمایا رافعك الی السّماء نہیں کہا کیونکہ جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں وہ خاص طور پر کسی مکان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے بلکہ فی مقعد صدقٍ عند ملیكٍ مّقتدر (القمر۔ ۵۵) ہوتے ہیں یعنی اگر ان کا کوئی خاص مکان ہے تو یہی مکان ہے کہ خدا کے قرب کا مکان ہو جو حسب استعداد ان کو ملتا ہے۔ اب جب کہ قرآن کریم میں رافعك الیّ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش

آتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں ۔تو کیا خدا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا رافعك الی کا مصداق ہو جائے ۔ بلکہ اس جگہ روحانی رفع مراد ہے جس کا حسب مراتب ایک خاص آسمان سے تعلق ہے۔ بخاری میں حدیث معراج کی پڑھو اور غور سے دیکھو۔اب خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام وجوہات کے رو سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں بلاشبہ آیت انّی متوفّیک حضرت عیسیٰ کی وفات پر قطعیۃ الدلالت ہے۔عموم محاورہ قرآن شریف کا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت سے متوفّیك کے معنی ممیتك لکھے ہیں اور بخاریؒ نے کسی صحابی کی روایت سے کوئی دوسرے متوفّیك کے معنی ہرگز اپنی صحیح میں نہیں لکھے اور نہ مسلمؒ نے لکھے ہیں ۔ بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے ۔اسی بنا پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔اب اگر یہ آیت حضرت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالت نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوط ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیے تا آپکو ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے۔

دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اسی غرض سے لایا ہے کہ تا یہ ظاہر کرے کہ لمّا توفّیتنی کے معنی لمّا امتّنی ہے اور نیز اسی غرض سے اس موقع پر ابن عباسؓ کی روایت سے متوفّیك ممیتك کی بھی روایت لایا ہے تا ظاہر کرے کہ لمّا توفّیتنی کے وہی معنی ہیں جو انّی متوفّیك کے معنی ابن عباسؓ نے ظاہر فرمائے ہیں ۔اس مقام پر بخاری کو غور سے دیکھ کر ادنی درجہ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ توفّیتنی کے معنی امتنی ہیں یعنی تو نے مجھے مار دیا۔اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار موجود ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلمّا توفّیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی

استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسی کے حق میں مستعمل تھا، تو کیا اس بات کو سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ویسا ہی مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور مفہوم آیات میں کسی طور پر تحریف جائز نہیں۔ اور جو کچھ اصل منشاء اور اصل مفہوم اور اصل مراد ہر یک لفظ کی ہے اس سے عمداً اس کو اور معنوں کی طرف پھیر دینا ایک الحاد ہے جس کے ارتکاب کا کوئی نبی یا غیر نبی مجاز نہیں ہے اس لئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نبی معصوم بجز حالت تطابق کلی کے جو فی الواقع مسیح کی وفات سے اس کی وفات کو تھی لفظ فلمّا توفّیتنی کو اپنے حق میں استعمال کرسکتا اور نعوذ باللہ تحریف کا مرتکب ہوتا۔ بلکہ ہمارے سید و مولا ﷺ امام المعصومین و سید المحفوظین نے (روحی فداہ سبیلہ) لفظ فلمّا توفّیتنی کا نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انہیں مقررہ معینہ معنوں کے ساتھ اپنے حق میں استعمال کیا ہے کہ جیسا کہ وہ بعینہ حضرت عیسی کے حق میں وارد ہے۔ اب بھائیو اگر حضرت سیدنا و مولانا بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور فوت نہیں ہوئے اور مدینہ میں ان کا مزار مطہر نہیں، تو گواہ رہو کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ ایسا ہی حضرت عیسی بھی آسمان کی طرف بجسدہ العنصری اٹھائے گئے ہوں گے اور اگر ہمارے سید و مولے و سید الکل ختم المرسلین افضل الاولین والآخرین اول المحبوبین والمقربین درحقیقت فوت ہو چکے ہیں تو آؤ خدا تعالی سے ڈرو اور فلمّا توفیتنی کے پیارے لفظوں پر غور کرو جو ہمارے سید و مولی ﷺ نے اپنے میں اور اس عبد صالح میں مشترک بیان کئے جس کا نام مسیح ابن مریم ہے۔ بخاری اس مقام میں سورہ آل عمران کی یہ آیت انّی متوفّیك کیوں لایا اور کیوں ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ متوفّیك ممیتك اس کی وجہ بخاری کے صفحہ ۶۶۵ میں شارح بخاری نے یہ لکھی ہے :

هذه الآية متوفّيك من سورة آل عمرا ن ذكر ههنا لمناسبة فلمّا توفّيتني

یعنی یہ آیت انّی متوفّیك سورت آل عمران میں ہے اور بخاری نے جو اس جگہ اس آیت کے ابن عباس سے یہ معنی کئے کہ متوفّیك ممیتك تو اس کا یہ سبب ہے کہ بخاری نے فلمّا توفّیتنی کے معنی کھولنے کے لئے بوجہ مناسبت یہ فقرہ لکھ دیا ورنہ آل عمران کی آیت کو اس جگہ ذکر

کرنے کا کوئی محل نہ تھا۔

اب دیکھئے شارح نے بھی اس بات کو قبول کرلیا ہے کہ امام بخاری انّی متوفّیك ممیتك کے لفظ کوشہادت کے طور پر بہ تقریب تفسیر آیت فلمّا توفّیتنی لایا ہے اور کتاب التفسیر میں جو بخاری نے ان دونوں متفرق آیتوں کو جمع کر کے لکھا ہے تو بجز اس کے اس کا اور کیا مدعا تھا کہ وہ حضرت عیسی کی وفات خاص رسول اللہ ﷺ کے قول سے ثابت کر چکا ہے۔ اب جب کہ اصح الکتاب کی حدیث مرفوع متصل سے جس کے آپ طالب تھے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہوئی اور قرآن کی قطعیۃ الدلالت شہادت اس کے ساتھ متفق ہوگئی اور ابن عباسؓ جیسے صحابی نے بھی موت مسیح کا اظہار کر دیا تو اس دوہرے ثبوت کے بعد اور کس ثبوت کی حاجت رہی۔

میں اس جگہ اور دلائل لکھنا نہیں چاہتا میری کتاب ازالہ اوہام موجود ہے آپ اس کو رد کر کے دکھلا دیں۔ خود حق کھل جائے گا۔ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے اب آپ کسی طور سے ان کو زندہ نہیں کر سکتے

اب میں نے حضرت! اصل مدعا کا فیصلہ کر دیا۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب میری اور آپ کی تحریریں شائع ہوں گی منصف لوگ خود دیکھ لیں گے۔ آپ نے ایک ذوالوجوہ آیت کو جس کے قطعی طور پر ایک معنی ہرگز قائم نہیں ہو سکتے قطعیۃ الدلالۃ ٹھہرانا چاہا تھا۔ میں نے اس طرح کہ جیسے دن چڑھ جاتا ہے آپ کو دکھلا دیا کہ وہ آیت حضرت عیسی کی زندگی پر ہرگز ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اس کے ضمیروں میں ہی کس قدر گڈ مڈ پڑا ہوا ہے۔ کوئی کسی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کسی طرف۔ نہ حال کے ایک معنی ٹھہر سکتے ہیں اور نہ خالص استقبال کے ایک معنی۔ پھر وہ قطعیۃ الدلالت کیوں کر ہوگئی؟ کیا قطعیۃ الدلالت اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کی ضمیر خدا تعالی کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید و مولا نبی عربی خاتم الانبیاء کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف، جب کہ تعین مرجع میں ہی ابتداء سے یہ تفرقہ چلا آیا ہے اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب ہیں اور پھر بقول آپکے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں۔ تو پھر انصافاً فرمایئے کہ باوجود ان سب آفتوں

کے یہ آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ٹھہرے گی۔ قرآن کریم کے کئی مقامات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔ پھر یہ تاویل کہ کسی وقت قیامت سے پہلے پہلے کل اہل کتاب مسلمان ہو جائیں کس طور سے صحیح ٹھہر سکتی ہے کیا کوئی اور بھی آیت اپنے کھلے کھلے اور بیّن منطوق سے اس بات کی مصدق ہے کہ ضرور ہے کہ آخری وقت میں قیامت سے پہلے تمام اہل کتاب مسلمان ہو جائیں۔ قرآن کریم کی نصوص بیّنہ قطعیۃ الدلالت کو محض ایک ذوالوجوہ اور متشابہ آیت پر نظر رکھ کر رد کر دینا دیانت کا کام نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ متشابہات کا اتباع وہ کرتے ہیں جن کے دل میں کجی ہے اور صراط مستقیم کے پابند نہیں ہیں۔ پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباس واقع موت کے قائل ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں اور امام بخاری خود اپنا مذہب یہی ظاہر کرتے ہیں تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف پھر سکتی ہے۔ اور میں نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کر دیا ہے۔ طالب حق کے لئے کافی ہے۔

پھر آپ اپنے پرچہ کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جہان کے مفسرین و جملہ صحابہ وتابعین مسیح ابن مریم کی موت سے منکر اور حیات جسمانی کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہو گا ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔ کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے اور ابن عباس کا قول اس کی تائید میں ذکر کیا ہے آپ کے پاس اس پایہ کی کوئی حدیث ہے جس کے الفاظ متنازعہ فیہ کے بارے میں ابن عباس جیسے صحابی کی شرح ہی ہو تو وہ حدیث آپ کو شائع کرنی چاہیے اور جیسا کہ اصح الکتب بخاری میں ابن عباس سے انی متوفیك کی شرح انّی ممیتك منقول ہے بھلا ایسی اصح الکتب میں سے کسی اور صحابی کے حوالہ سے متوفّیك کے کوئی اور معنی بھی تو ثابت کر کے دکھلا دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بخاری تنقید میں اول درجہ پر ہے اور وہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات بیان کر چکا ہے اور اس کے صفحہ ۶۶۵ میں ایک جلیل الشان صحابی ابن عمر

رسول اللہ متوفیك کے معنی ممیتك بتلا رہا ہے اور جو آنکھیں رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ امام بخاری اس آل عمران کی آیت کو برموقعہ تفسیر فلما توفیتنی کیوں لایا، اور ابن عباس کا قول کیوں پیش کیا، اور آیت فلما توفیتنی کو کتاب التفسیر میں کیوں درج کیا؟ میں نے صحابی کیا، جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمودہ بھی آپ کے سامنے رکھدیا اور صحابی بھی پیش کر دیا۔ آپ اگر سچے ہوں تو اسی کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں جس سے مسیح کی زندگی جسمانی ثابت ہوتی ہو۔ لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیؤمنن ّکی طرح کوئی ذوالوجوہ اور مجوب المفہوم حدیث پیش کر دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمننّ کے متعلق چندروز کسی قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا۔ اور آخر آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ هباءً منثورا کی طرح نابود ہوگئیں۔

حضرت آپ ناراض نہ ہوں اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔ اب جب کہ آپ کے اول درجہ کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا آخر میں یہ کیفیت نکلی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں کچھ جان ہوگی۔ اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جا چکے ہیں میری طرف سے بھی تین پرچے ہو گئے۔ اب یہ چھ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہییں۔ پبلک خود فیصلہ کرلے گی کہ میں نے آپ کے دلائل پیش کردہ کو توڑ دیا ہے یا نہیں۔ اور آپ کی پیش کردہ آیت کیا درحقیقت قطعیۃ الدلالت ہے یا ذوالوجوہ۔ بلکہ آپ کے طور پر معنی کرنے سے قابل اعتراض ٹھہرتی ہے یا نہیں۔ چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے۔ اس لئے یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔ یہ پھر یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جوحق کی مؤید ہو پیدا ہو

جائے گی۔تو اس تصفیہ کے لئے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں لیکن اس تحریری بحث کے لئے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں۔جبکہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہوسکتی ہے۔میں مسافر ہوں۔اب مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔

(غلام احمد قادیانی)

تیسرے پرچے کی آخری سطور بتا رہی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے دلائل ختم ہو گئے تھے اور اپنے پرچے کے جواب میں مولانا محمد بشیر صاحب کے دلائل سننے کا بھی انہیں حوصلہ نہیں رہا تھا۔اور انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ اس پرچے کا جواب مجھ قادیان یا لدھیانے بھیج دیا جائے تو میں اس کا جواب ارسال کر دوں گا۔ دہلی میں مزید قیام ان کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن دور رہ کر بھی تو مباحثے کو جاری رکھا جا سکتا تھا۔وہ فرماتے کہ میں بوجہ مجبوری واپس جا رہا ہوں لیکن مباحثے کو تا اختتام (یا جانبین کے پانچ پانچ پرچے پورے ہونے تک) بذریعہ ڈاک جاری رکھوں گا۔

مرزا صاحب قادیانی مناظرے،مباحثے عموماً بغیر حکم اور ثالث کے کیا کرتے تھے۔اور کہتے تھے کہ عوام خود فیصلہ کر لیں گے کہ کون جیتا اور کون ہارا۔اس مباحثے کا انعقاد دہلی میں ہوا تھا،اور کافی شور شرابا بھی رہا۔دہلی کے سب مسلمان اس مباحثے کی کاروائی ملاحظہ کر رہے تھے۔کوئی مرزائی بتائے کہ اس مباحثے کے بعد کتنے اہل دہلی مرزا صاحب پر ایمان لائے یا ان کے معتقد ہوئے۔

دوسری طرف ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ دہلی کی زمین بہت سخت ہے ۔مرزا صاحب قادیانی دہلی سے بھاگ نکلے تھے۔یہاں سسرالی عزیز ہونے کے باوجود ۱۹۰۵ء تک دوبارہ ادھر نہ آئے۔اور ۱۹۰۵ء میں بھی مزاروں کی زیارتیں وغیرہ ہی کرتے رہے اور مولانا محمد بشیر کے چوتھے پرچے کا جو الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح میں عرصہ ۱۴ برس سے شائع شدہ تھا،مرزا صاحب کوئی جواب لکھ کر نہ لائے جب کہ مولانا محمد بشیر ان دنوں دہلی میں ہی مقیم تھے۔

نیز ہمیں یہ بھی بتایا جایا جاتا ہے کہ قادیانیت میں مرزا صاحب کے اخص ؒ مرید صوفی میر عباس علی

لدھیانوی مباحثہ دلی کے بعد مرزائیت سے تائب ہو گئے تھے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عوام کا فیصلہ یہی تھا کہ مرزا صاحب قادیانی، مباحثے میں شکست سے دوچار ہوئے ہیں۔

ذیل میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کا چوتھا پرچہ ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کا چوتھا پرچہ

(یعنی مولانا سہسوانی کی تحریر چہارم جو بعد انقطاع مناظرہ ۱۳۰۹ھ میں لکھی گئی)

الحمد للّٰہ الّذی ھدانا للاسلام و ماکنّا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ۔ و الصّلوۃ و السّلام علی سیّدنا محمّد و علی آلہ و صحبہ اجمعین ۔

قولہ (مرزا قادیانی): امابعد اے ناظرین آپ صاحبوں پر واضح ہے کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسی بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔

اقول (محمد بشیر): حضرت مسیح بن مریم کا زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہونا اگرچہ میرے نزدیک حق ہے مگر ابھی تک مرزا صاحب کے مقابلہ میں یہ دعوی میں نے نہیں کیا۔ بالفعل جو دعوی مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا گیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں مرزا صاحب نے یہ تدلیس دعوی کی شاید اس غرض سے کی ہے کہ آیت و ان من اھل الکتاب سے تو صرف حیات ثابت ہوتی ہے نہ خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور نہ آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہونا و ھذا بعید من التقوی و الدیانۃ

قولہ (قادیانی): پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم

خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا یعنی کئی احتمال رکھتے ہیں اور قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہیں۔

اقول (محمد بشیر): مخفی نہ رہے کہ قطعی الدلالۃ کی دو قسمیں ہیں ایک قطعی الد لا لۃ لذاتھا اور دوسری قطعیۃ الد لالۃ لغیر ھا۔ پہلی آیت تو قطعیۃ الد لا لۃ لذا تھا ہے اور دوسری آیات قطعیۃ الدلالۃ لغیر ھا ہیں یعنی بضمن آیت و ان من اھل الکتا ب۔ اور اس امر کی تصریح پہلی ہی تحریر میں خاکسار کر چکا ہے۔ پس مرزا صاحب کا عموماً اور مطلقاً یہ قول کہ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا، محض افتراء بہتان ہے کیونکہ جس اعتبار اور حیثیت سے ان کو میں نے قطعی کہا ہے اس اعتبار سے میں نے ان کو ہرگز نہیں چھوڑا۔ میں ان کو اب بھی قطعی کہتا ہوں۔

قولہ: اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ صحابی نے اس کے مخالف معنی کئے ہیں؟

اقول: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے سوا ابن عباسؓ کے دوسروں نے بھی اس کے مخالف معنی کئے ہیں حالانکہ تفاسیر معتبرہ میں سوا ابن عباسؓ کے دوسرے کا قول منقول نہیں و من یدعی فعلیہ البیا ن۔ اگر کہا جائے کہ ابی بن کعب کی قرأۃ میں قبل موتھم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن کعب کے نزدیک بھی معنی آیت کے وہی ہیں جو ابن عباسؓ کے نزدیک ہیں تو جواب یہ ہے کہ اس قرأۃ سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معنی آیت کے ابی بن کعبؓ کے نزدیک بھی وہی ہوں جو ابن عباسؓ سے منقول ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اہل کتاب موجودہ زمانہ حضرت عیسیٰؑ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائیں گے نہ یہ کہ نزع روح کے وقت ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لاتا ہے اور مجرد موتہ کی ضمیر کتا بی کی طرف عائد کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک یہ معنی ہوں کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے نزع روح کے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے بلکہ محتمل ہے کہ ان قائلین کی یہ مراد ہو کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد ہر کتابی ان پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تصریح اسکے

خلاف کی کردی ہے

قولہ: مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس ؓ اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے۔

اقول: ظاہراس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں سے ہیں، حالانکہ یہ غلط محض ہے۔عکرمہ تو تابعین میں داخل ہے۔علاوہ اس کے یہ قول دلالت کرتا ہے اس پر کہ سوائے ابن عباس ؓ اور ابی بن کعب ؓ کے اور صحابہ نے بھی یہ معنی کئے ہیں حالانکہ یہ بھی غلط محض ہے و من یدعی فعلیه الاثبات

قولہ: اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے جس کی رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباس ؓ کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأۃ شاذہ بھی موجود ہے۔

اقول: مخفی نہ رہے کہ ابن عباس سے جو معنی منقول ہیں اس سے ابن عباس پر الزام نحوی غلطی کا نہیں لگایا جاتا ہے بلکہ اس معنی کے رد کی اور وجوہ ہیں۔حاصل یہ ہے کہ جو معنی ابن عباس سے منقول ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔اول یہ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے خواہ زمانہ ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں مگر وہ ایمان لاتا ہے حضرت عیسیٰ ؑ پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت دوم یہ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے جو زمانہ نزول آیت میں زندہ موجود تھے مگر وہ ایمان لاوے گا حضرت عیسیٰ ؑ پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔

پہلے معنی کے موافق الزام نحوی غلطی کا آتا ہے نہ دوسرے معنی کے موافق۔پس محتمل ہے کہ ابن عباس نے دوسرے معنی مراد لئے ہوں۔پس الزام نحوی غلطی کا ان کی طرف عاید نہ ہوگا۔ہاں جو لوگ کلام ابن عباس سے پہلے معنی سمجھے ہیں جیسے نووی، صاحب تفسیر مظہری وغیرھما ان پر البتہ الزام نحوی غلطی کا عائد ہوگا۔رہی یہ بات کہ کوئی اور بھی وجہ ہے کہ جس کی رو سے ابن عباس ؓ کے یہ معنی رد کے لائق ہیں، تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباس ؓ کے یہ معنی علاوہ ضعیف روایت کے قابل تسلیم نہیں بچند وجوہ۔اول، وہ وجہ جو تحریر دوم میں خاکسار نے بیان کی ہے اور مرزا صاحب

نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس کا کچھ جواب نہیں دیا پس بمقتضائے، السکوت فی معرض البیان بیان کے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اس کو تسلیم کرلیا۔محصل اس کا یہ ہے کہ اس معنیٰ کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔اب آیت کو اگر خالص استقبال کے لئے لیجئے گا تو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ امر زمانہ ماضی وحال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں اگر بجائے لیؤمنن لفظ یومن یا آمنون اختیار کیا جاتا تو وعید اور تحریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہوتی اور اختصار بھی۔پس قرآن مجید کی بلاغت جو حد اعجاز کو پہنچ گئی ہے اس کے خلاف ہے کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمنن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ابہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ۔

دوم وہ وجہ ہے کہ جس سے سب معانی کا بطلان جو ہمارے مدعا کے مثبت نہیں ہیں ثابت ہوتا ہے خواہ وہ معانی ہوں جو اگلے مفسرین نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک لکھے ہیں خواہ وہ جو اس زمانہ میں مرزا صاحب اور ان کے اتباع نے اختراع کئے ہیں یا آئندہ قیامت تک کوئی اختراع کرے،اور یہ وجہ میرے نزدیک اقوی الوجوہ ہے اخیر تحریر کے لئے میں نے اس کو رکھ چھوڑا تھا اگر مرزا صاحب خلاف معاہدہ کے مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر دہلی سے نہ چلے جاتے تو ان شاء اللہ چوتھی یا پانچویں تحریر میں ذکر اس کا ضرور کرتا،اب میں اس کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی دو حال سے خالی نہیں،یا تو راجع ہے طرف حضرت عیسیٰؑ کے تو مطلوب حاصل ہے یعنی ثبوت حیات مسیحؑ ،خواہ لیومنن کو استقبال کیلئے خاص کیجئے یا نہیں۔بر تقدیر استقبال تو ثبوت مدعا ظاہر ہے اور بر تقدیر حال،قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت تک حضرت عیسیٰؑ زندہ تھے جو زمانہ رفع عیسیٰؑ سے چھ سو برس سے زائد کے بعد آیا ہے،اور اس زمانہ کے بعد وفات پر کوئی دلیل نہیں ہے،پس حیات ثابت ہوئی۔اور بر تقدیر استمرار قطع نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے ثبوت مدعا اظہر من الشّمس ہے اور لیؤمنن کو ماضی کیلئے لینا قطع

نظر اس احتمال کے صحت وفساد سے صریح البطلان ہے کیونکہ ایسا فعل مضارع جس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو کہیں بمعنی ماضی نہیں آیا ہے و من یدعی فعلیه البیان۔ اوریا ضمیر قبل موته کی طرف راجح طرف کتابی کے ہے۔ پھر یہاں تین احتمالات ہیں یا تو ضمیر به کی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے، پس ضمائر ماقبل یعنی ضمائر و ما قتلوه و ما صلبوه؛ فیه ؛ منه ؛ به ؛ و ما قتلوه ؛ بل رفعه ؛ به ، یہ سب آٹھ ضمائر راجع ہوئے طرف حضرت عیسیٰؑ کے اور ضمیر مابعد یعنی ضمیر یکون بھی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے اور صرف نص کا ظاہر سے بلا صارف قطعی جائز نہیں کما تقرر فی الاصول و الکلام۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ اگر کہا جائے کہ بعض ضمائر ماقبل یعنی ضمیر الیه راجع طرف اللہ تعالیٰ کے ہے نہ طرف عیسیٰؑ کے، تو جواب یہ ہے کہ یہاں صارف موجود ہے۔ اثر ابن عباسؓ صارف قطعی ہو نہیں سکتا ہے کیونکہ اول تو حدیث موقوف حجت ہی نہیں ہے چہ جائے کہ قطعی ہو، دوم اس اثر کا معارض دوسرا اثر ابن عباس کا صحیح موجود ہے:

قال ابن کثیر فی تفسیره (ج ۱ ص ۵۷۶) ذکر من قال ذلك حدثنا بن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سلیمان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته قال قبل موت عیسی ابن مریمؑ و قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلك۔

اس اثر کے سب رجال، رجال صحیحین ہیں۔

سوم، اثر مذکور کی رواۃ مجروح ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ اثر چند طرق سے منقول ہے۔ پہلا طریق یہ ہے: حدثنا ابو حذیفه حدثنا سهیل عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله: الا لیومنن به قبل موته ، کل صاحب کتاب لیومنن بعیسی، قبل موته : قبل موت صاحب الکتاب و قال ابن عباسؓ لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه حتی یومن بعیسی (تفسیر ابن کثیر۔ ج۱۔ص۵۷۶)۔

اول راوی ابوحذیفہ ہے۔ یہ ابوحذیفہ یا موسی بن مسعود ہے یا شیخ ہے یحی بن ہانی بن عروہ کا۔

موسی بن مسعود کا حال یہ ہے، تقریب (راوی ۷۰۱۰۔تقریب التہذیب ص ۵۵۴) میں ہے:

صدوق سئی الحفظ و کان یصحف ،من صغار التاسعة ما ت سنة عشرين او بعد ها و قد جاوز التسعين و حد يثه عند البخاری فی المتا بعا ت ۔

میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ہے:

تكلم فيه احمد و ضعفه الترمذی و قال ابن خز يمة لا يحتج به و قال عمرو بن علی لا يحد ث عنه من يبصر الحد يث وقال ابو ا حمد الحا كم ليس بالقوی عند هم و قال ابرا هيم بن يعقو ب سمعت احمد يقول كان سفيان الذ ی يحد ث عنه ابو حذ يفه ليس هو سفيان الذی يحد ث عنه الناس و قال ابو حا تم صدوق معروف با لثوری كان سفيان لما نزل البصرة ينفذه فی حوا ئجه ولكن كان يصحف ۔

اور یحی بن ہانی بن عروہ کا شیخ مجہول ہے ۔تقریب صفحہ ۴۰۱ میں ہے:

ابو حذ يفه منسو ب شيخ يحی بن ها نی بن عر وة مجهول من السادسة

اور طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی واقع ہے، وہ مدلس ہے۔

تقریب صفحہ ۱۹۱ میں ہے: و ربما يد لس من السا دسة ۔

میزان جلد ۲ ص ۵۱۵ میں ہے:

قال يحی القطان لم يسمع التفسير كله من مجا هد بل كله عن القا سم بن ابی بذة ۔

اور عنعن مدلس کا مقبول نہیں ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے: حد ثنا ابن حميد حد ثنا ابو تميلة يحی بن واضح حد ثنا حسين بن واقد عن يز يد النحوی عن عكرمة عن ابن عباس قا ل لا يمو

ت اليهـودی حتـی یشهد عیسی عبد الله و رسوله و لو عجل علیه با السلا ح
(ابن کثیر ص ۵۷۷ ج ۱)۔

پہلا راوی اس کا محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔ تقریب صفحہ ۲۹۵ میں ہے:

محمد بن حمید بن حیا ن الرازی حا فظ ضعیف ۔

کاشف میں ہے:

مـحـمـد بن حمید الرازی الحـافظ عن یعقو ب بن بشیر کثیر المنا کیر و قال البخاری فیه نظر و قال النسا ئی لیس ثقة ۔

خلاصہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ میں ہے:

کذ به الکو سج و ابو زرعة و صا لح بن محمد و ابن فرا ش ۔

میزان الاعتدال صفحہ ۵۳۰ جلد ۳ میں ہے:

مـحـمـد بن حمید الرازی الحـافظ عن یعقو ب القمی و ابن المبارك من بحور الـعـلـم و هـو ضعیف قال یعقوب بن شیبه کثیر المنا کیر و قال البخاری فیه نـظـر و کـذ بـه ابو زرعة و قال فضلك الرازی عند ابن حمید خمسو ن الف حد یث ولا ا حد ث عنه بحرف و روی محمد بن شاذان عن اسحاق الکوسج قـال قـرأ عـلیـنـا ابن حمید کتا ب البخاری عن سلمة فقلت اقرأه علیه ابن حـمیـد یـعنی عن سلمه فیتعجب علی و قال سمعه محمد بن حمید منّی و عن الـکـو سج قال اشهد انه کذا ب و قال صا لح جزرة کنا نتهم ابن حمید فی کل شـئـی یـحـد ثنا ما رأیت اجرء علی اللّٰه منه کان یاخذ احادیث النّاس فیقلب بـعـضـه علی بعض و قال ابن فرا س ثنا ابن حمید و کان و اللّٰه یکذب و جاء عـن غیـر واحـد ان ابـن حـمیـد کـا ن یسرق الحد یث و قال النسا ئی لیس بثـقة و قـال صـا لـح الـجذ ری ما ر أیت احذ ق با لکذ ب من ابن حمید و من

ابـن الشـاذ كـو فـی و قـال ابو علی النیشا بوری قلت لا بن خز یمة لوحد ث الا سـنـاد عن ابن حمید فان احمد بن حنبل قد احسن الثناء علیه قال انه لم یـعـرفـه و لـو عـرفه کما عر فناه لما اثنی علیه اصلاً و قال ابو ا حمد الغسال سـمـعـت فـضـلك الـرزای یـقـول دخـلـت عـلـی محمد بن حمید و هو یر کب الاسانید علی المتون ۔

تیسرا طریق یہ ہے (تفسیر ابن کثیر۔ج ۱ ص ۵۷۷):

حـد ثـنـی اسحاق بن ابرا هیم بن حبیب بن الشهید حد ثنا عتاب بن بشیر عـن خـصیف عـن سـعیـد بن جبیر عن ابن عباس و ان من اهل الکتا ب الا لیـومننّ به قبل موته قال هی فی قرأة ابی قبل موتهم لیس یهودی یمو ت ابداً حتی یومن بعیسی الحد یث کذا

اس میں راوی عتاب بن بشیر ضعیف ہے اور وہ خصیف سے روایت کرتا ہے اور اس کی خصیف سے منکر ہیں۔ کاشف میں ہے:

قال ا حمد ا حا دیثه عن خصیف منکر ة ۔

ایسا ہی خلاصہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں ہے ۔

اور اس طریق میں دوسرا راوی خصیف ہے اور وہ بہت مجروح ہے،

تقریب صفحہ ۹۲ میں ہے:

الخصیف بالحاء المهملة مضعرا ابن عبد الر حمن الجوزی ابو عون صدوق سیٔ الحفظ خلط بآ خره و رمی با لار جاء من الخا مسة

کاشف میں ہے:

خـصیف بـن عبـد الرحمن الجوزی ابو عو ن مولی بنی امیه عن سعید بن جبیـر و مـجاهد و عنه (اصل میں لفظ عن ہے۔ داؤد ارشد) سـفیـان و ابن فضیل صدوق

سیّی الحفظ ضعفه ا حمد ۔

میزان جلد ا صفحہ ۶۵۳ میں ہے:

ضعفه ا حمد و قال مر ة لیس بقوی و قال ابو حا تم تکلم فی سوء حفظه و قال ا حمد ا یضاً تکلم فی الا ر جاء ۔

چوتھا طریق یہ ہے:

روی ابو دا ؤد الطیالسی عن... وشعبه عن ابی هارو ن الغنوی عن عکر مة عن ابن عباس ۔

اس میں راوی سلیمان بن داؤد الطیالسی ہے اس نے بہت احادیث کی روایت میں خطا کی ہے۔

تقریب صفحہ ۱۳۳ میں ہے:

سلیمان بن دا ؤد بن الجارود ابو دا ؤد الطیا لسی البصری ثقه حافظ غلط فی ا حا دیث من التا سعة ۔

میزان (جلد ۲ صفحہ ۲۰۳) میں ہے:

قا ل ابرا هیم بن سعید الجوهری ا لحافظ اخطاء ابو دا ؤد فی الف حد یث و قا ل ابو حا تم ابو دا ؤد محد ث صدوق کثیر الخطا ء و قا ل محمد بن المنهال الضریر کنت اتهم ابا دا ؤد و قال لی لم اسمع من ابن عون ثم سا لت بعد سنة اسمعت من ابن عون قال نعم نحو عشرین حد یثاً

پانچویں طریق میں علی بن ابی طلحہ راوی ہے اس نے ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی ہے اور یہ راوی بھی ضعیف ہے اور قرأۃ شاذہ ابی بن کعب بھی صارف قطعی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک عتاب بن بشیر، دوم خصیف۔ اگر کہا جائے کہ آیت انّــــی متــوفّیك و رافعك الیّ (آل عمران آیت ۵۵) اور آیت فلـمّـا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیهم (المائدۃ آیت ۱۱۷) اس کی صارف قطعی ہے، تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کی بحث تحریر ہذا کے

آخر میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی۔اور اگر ضمیر بـــہ کی عائد کی جائے طرف اللہ تعالی یا محمد رسول اللہ ﷺ کے تو ان دونوں تقدیروں پر آیت و ان من اهل الکتا ب الّا لیومننّ به قبل موته (نساء آیت ۱۵۹) کو حضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ اجنبیت محض ہے اور حالانکہ ماقبل و مابعد میں بیان حضرت عیسیٰؑ کا ہے اور اجنبی کلام کا وسط قصہ میں بغیر کسی فائدہ کے لانا نظم قرآن کو بلاغت سے گرانا ہے۔علاوہ اس کے ان دونوں تقدیروں کے ابطال کے اور وجوہ بھی ہیں (جو مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں) پس کتـــا بـــی کی طرف ضمیر کے راجع کرنے میں تین احتمالات تھے وہ تینوں باطل ہو گئے۔پس متعین ہوا کہ قبل موته کی عائد طرف حضرت عیسیٰؑ کے ہے اور اس پر اور بھی دلیل ہے

(جو مقدمہ میں بیان ہوئی ہے) اور یہ امر باطل ہے ابن عباس کے معنی مذکور کا وهو المطلو ب

وجہ سوم،لیـؤمـنـنّ میں ایمان کا لفظ واقع ہے اور یہ لفظ سارے قرآن مجید و احادیث میں اس ایمان کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو شرعاً نافع و معتد بہ ہے یعنی ایمان قبل زہوق روح۔کسی ایک جگہ بھی قرآن و حدیث میں بغیر قرینہ صارفہ کے ایمان باس کے لئے نہیں آیا۔پس ظاہر ایمان سے ایمان قبل الباس ہے اور صرف آیت کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور بالا ظاہر ہوا کہ اثر ابن عباسؓ اور قرأت شاذہ ابی بن کعبؓ مطلق صارف ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہے چہ جائے آنکہ صارف قطعی ہو اور ابن عباسؓ کے معنی مذکور کے موافق ایمان سے ایمان باس مراد ہے۔

چہارم،ابن عباسؓ کے معنی مذکور کے موافق قبـل مو تـه کی قید لغو ہوتی ہے کیونکہ اس تقدیر پر مـو ته کی ضمیر کتـابی کی طرف عائد ہو گی اور ظاہر ہے کہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔یہ قید اس تقدیر پر کلام الٰہی کو ایسا لغو کئے دیتی ہے جیسا فارسی کا یہ شعر:

دنداں تو جملہ در دہان ست

چشمان تو زیر ابروان ست

پنجم: ابن عباس کے اس معنی کے موافق صرف لفظ قبل کا ظاہر معنی سے لازم آتا ہے کیونکہ ظاہر قبل موته کا عام ہے اس سب زمانہ کو شامل ہے جو موت سے پہلے ہے اور مقصود زمانہ زہوق روح ہے اس پر بجائے قبل موته کے عند موته یا وقت موته یا حین موته مناسب تھا۔

ششم: یہ معنی ابن عباس کے مبنی ہیں روایت مذکورہ پر اور روایت مذکورہ کے سب طرق ضعیف ہیں۔ کما مرّ آنفاً

قولہ (قادیانی): فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے، یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس کیا وہ ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔

اقول (محمد بشیر): اگر چہ حدیث ضعیف تائید کے لئے کافی ہے لیکن ظاہر نص قرآنی یہ ہے کہ ضمیر بــه ، و موتــه کی عائد طرف حضرت عیسیٰؑ کے ہے اور صارف نص کا ظاہر سے قطعی چاہیے اور روایت اس قرأۃ کی قطعی نہیں ہے۔

قولہ: ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ میں نہیں آتا۔

اقول: میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ پر ہرگز یہ الزام نہیں دیا ہے یہ تو عوام کو فریب دینے کیلئے آپ کی چالا کی ہے، خدا سے ڈریئے اور ایسے افتراء سے پرہیز کیجئے۔ میں نے تو صرف ابن عباسؓ کی ایک روایت کو ضعیف وغیر معتبر کیا ہے اور اسی کے ایک معنی پر اعتراض کیا ہے کہ اس معنی کی بنا پر مخالفت قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی لازم آتی ہے پس کیا ضرور ہے کہ بر تقدیر ثبوت اس روایت کے ابن عباسؓ کی وہی مراد ہو، ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد دوسرے معنی ہوں جو اوپر مذکور ہوئے۔ ہاں دوسرے معنی کو بھی ادلہ سے میں نے رد کیا ہے مگر اس کو الزام مخالفت قاعدہ نحویہ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ بالجملہ میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؒ پر ہرگز الزام نحوی قاعدہ سے بے خبری کا نہیں دیا ہے میں نے صرف تین کام کئے ہیں۔ ایک تکلم کیا ہے اس روایت کے رواۃ میں۔ دوسرے اس

روایت کے ایک معنی پر الزام دیا ہے مخالفت قاعدہ نحو یہ کا، تیسرے اس روایت کے دوسرے معنی کو باطل کیا ہے بادلہ قاطعہ صریحہ۔ اور ان امور میں سے کوئی امر سبب طعن نہیں ہوسکتا ہے۔

قولہ: اگر وہ اپنے معنوں کو قطعی الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں کیونکہ جب تک ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ کے مخالف معنوں میں احتمال صحت باقی ہے اور ایسا ہی گو قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب کے ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے، تب تک مولوی صاحب کے معنی باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔ ناظرین آپ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو ان ہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں، یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیۃ کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنوں کو توڑ دے۔

اقول (محمد بشیر): مخفی نہ رہے کہ اس ناچیز نے اللہ تعالی کی توفیق سے وہ تمام معانی جو مخالف میرے مدعا کے مباحثہ ہذا کے زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے دلائل شافیہ سے توڑ دیئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک مفسرین نے اس آیت کے دو ہی معنی لکھے ہیں و لا ثالث لھما۔ ایک یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف عاید کی جائے۔ عام اس سے کہ بہ کی ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف عاید ہو یا اللہ تعالی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب مآل کا ایک ہے یعنی آئندہ زمانہ میں ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اللہ تعالی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔ یہی معنی میں نے اختیار کئے ہیں اور یہی مثبت حیات مسیح ہیں۔ دوسرے یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہو، عام اس سے کہ بہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف پھرے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرے یا حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف، مآل ایک ہے، یعنی ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت اللہ تعالی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے، اس معنی کو مع دونوں احتمالوں کے خاکسار نے باطل کر دیا اور مرزا صاحب سے اس کا کچھ جواب نہ ہوسکا اور وہ تین معانی جو مرزا صاحب اور ان کے اتباع کے مخترعات سے تھے وہ بھی باطل کر دیئے کہ جن کا کچھ جواب مرزا صاحب کی طرف سے نہ

ہوسکا۔ پھر ایک تقریر آپ کے مسلمات کی بنا پر ایسی لکھی گئی ہے جس سے سارے معانی جو مخالف میرے دعوی کے ہیں، عام اس سے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک کسی مفسر نے لکھے ہوں یا حال کے زمانہ میں کسی نے ایجاد کئے ہوں یا آئندہ قیامت تک کوئی ایجاد کرے، باطل ہو گئے اور آپ سے اس کا کچھ جواب نہ ہوسکا۔ اب تحریر ہذا میں ایک دلیل تحقیقی طور پر ایسی لکھی گئی ہے جس سے معانی ماضیہ موجودہ و آیتہً و تمام احتمالات عقلیہ جو مخالف میرے دعوی کے ہیں قطعاً باطل ہو جاتے ہیں اس دلیل کا تحریر چہارم یا پنجم میں لکھنے کا ارادہ تھا مگر چونکہ مرزا صاحب مباحثہ نا تمام چھوڑ کر فرار کر گئے لہذا نوبت لکھنے کی نہ آئی اس لئے تحریر ہذا میں لکھی گئی

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مبار كاً فيه على حق الحق و ابطل البا طل فما ذا بعد الحق ا لا الضلا ل

اب ناظرین باانصاف، انصاف سے فرمائیں کہ احتمالات معانی مخالفہ کا توڑنا مافوق اس کے متصور ہے جیسا کہ حق تعالی نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کے واسطے توڑ کر ظاہر کر دیا۔

قولہ: مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔

اقول: مسلّم ہے کہ بکلی اثر سے روک نہیں سکتا مگر صارف قطعی ہونے سے روکتا ہے، بغیر صارف قطعی صرف نصوص عن الظواہر جائز نہیں۔

قولہ: امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اقول: امام بزرگ نے تو صرف یہی کہا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں، یہ تو نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کے ساتھ ظاہر نص قرآنی کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ فا ین هذا من ذا ك

قولہ: اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بہ باعث ضعف راویوں کے قابل جرح یا مرسل یا منقطع الاسانید ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔

اقول: یہ سب بے اعتبار محض اور موضوعات تو نہیں ہیں لیکن صارف قطعی بھی نہیں ہوسکتیں۔

قولہ (قادیانی): ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اہل کتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرتﷺ کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے ...الی قولہ... پھر مولوی (محمد بشیر) صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں۔

اقول: دلیل اس پر یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ و موته کی حضرت عیسی کی طرف ہی عائد ہیں اور کوئی یہاں صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور اصول وکلام میں ثابت ہے کہ النصوص تحمل علی ظواهرها و صرف النصوص عن ظواهرها الحاد

قولہ (قادیانی): ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع لیومنن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔

اقول (محمد بشیر): قطعی ثبوت یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ کی عائد ہے طرف حضرت عیسیٰ کے اور کوئی صارف یہاں متحقق نہیں ہے۔ و قد مرّ تفصیله ۔ فتذکر۔

قولہ: کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیاءﷺ کی طرف پھرتی ہے۔

اقول: ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں داخل ہیں حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ اس روایت کی سند اگرچہ عکرمہ تک نہایت صحیح ہے مگر یہ قول تابعی مخالف ہے ظاہر نص قرآنی کے اور قول تابعی صارف نص کا ظاہر سے ہو نہیں سکتا ہے۔ علاوہ اس کے اس تقدیر پر و ان من اهل الکتاب الا لیومننّ به قبل موته کو حضرت عیسیٰ کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ اجنبیت محضہ ہے حالانکہ ماقبل و مابعد میں ذکر حضرت عیسیٰ کا ہے اور اجنبی کے ساتھ بلا فائدہ فصل خلاف بلاغت ہے۔ بالجملہ اس معنی کے رد کیلئے بھی وہ دلیل تحقیقی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں جو سارے معانی واحتمالات مخالفہ کو رد کرتی ہے، کافی ہے۔

قولہ: اور یہ روایت قوی ہے کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔

اقول: بعد نزول مسیح ابن مریم کے مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات ہے اس لئے کہ بعد نزول کے حضرت مسیح، خاتم الانبیاء ﷺ کے متبع ہو کر رہیں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پس مسیح پر ایمان لانا مستلزم ہے خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے کو اور خاتم الانبیاء پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

قولہ: اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیاء ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئینگے جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہو جائیگا۔

اقول (محمد بشیر): یہ معنی باطل ہیں بچند وجوہ :

اول یہ کہ ظاہر قرآن یہ ہے کہ ضمیر بـه و موته کی راجع طرف حضرت مسیح کے ہے اور صارف قطعی یہاں کوئی موجود نہیں ہے اور بغیر صارف قطعی صرف النص عن الظاہر غیر جائز ہے۔

دوم۔ قبل موته کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے کیونکہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے ایمان بعد الموت متصور نہیں اس وقت اسی قدر کہنا کافی تھا و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به ۔

سوم یہ کہ آیت و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔(النساء ۱۵۹)۔ میں ضمیر يكون قطعاً حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے اور ضمیر عليهم کا مرجع یقیناً وہ اہل کتاب ہیں جن کے ایمان لانے کا ذکر اس آیت میں ہے اور گواہ ہونا جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انکے ایمان لانے کے زمانہ میں زندہ موجود ہوں۔

چہارم۔ اگر ضمیر بـه کی آنحضرت ﷺ کی طرف ہوتی تو واجب تھا کہ بـه کی بجائے بك ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کیلئے ماقبل اس آیت کے ضمیر خطاب کی ہے قال اللہ تعالی : يسئلك اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتاباً من السّماء (النساء ـ۱۵۳) اور مابعد یہی ضمیر خطاب کی ہے قال اللہ

تعالی : لکن الرّا سخون فی العلم منھم و المؤمنون یؤمنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك (نساء:۱۶۲) وقال اللہ تعالی: انّا او حینا الیك (نساء:۱۶۳) وقال اللہ تعالی: و رسلاً قد قصصنھم علیك من قبل و رسلاً لم نقصصھم علیك (نساء۱۶۴)۔وقال اللہ تعالی : لکن اللّٰہ یشھد بما انزل الیك (النساء:۱۶۶)...

پنجم، جب ضمیر بہ و مو تہ کی غیر عیسیٰؑ کی طرف راجح ہوئی تو اس کو کچھ علاقہ حضرت عیسیٰؑ کے قصہ سے نہ ہوا اور حالانکہ ماقبل و مابعد حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے پس درمیان میں بلا فائدہ کلام اجنبی کا لانا خلاف بلاغت ہے۔

ششم، روایت عکرمہ کے یہ معنی جو آپ نے کہے ہیں اس کے لئے کوئی سلف نہیں۔خود عکرمہ کا لفظ بھی صراحتاً اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔ابن کثیر (جلد اص ۵۷۷) میں ایک روایت ہے قال عکر مۃ لا یموت النصرا نی و لا الیھودی حتی یؤ من بمحمد ﷺ ۔اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے کے وقت آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتا ہے یعنی زہوق روح کے وقت۔پس وہ معنی جو آپ نے بیان کئے ہر گز صحیح نہیں ہو سکتے ہیں۔بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے وہی دلیل تحقیقی جو اوپر لکھی گئی، کافی ہے۔

قولہ: اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لیو منن بہ کو خوانخواہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ہی پھیرنا چاہیں تو باوجود اس فساد کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھرا سکے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے ...(الی قولہ)...اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگا۔

اقول: یہ معنی بھی آپ کے باطل ہیں بچند وجوہ :

اول یہ کہ اس معنی پر صرف نص کا ظاہر سے لازم آتا ہے بغیر صارف کے کیونکہ ظاہر نص یہی ہے کہ

ضمیر قبل موته کی راجع ہے طرف عیسیٰؑ کے اور صارف قطعی کوئی یہاں پایا نہیں جاتا ہے۔

دوم، قبل موته کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے کیونکہ ایمان لانے والا اپنے مرنے سے پہلے ہی ایمان لاتا ہے ایمان بعد الموت تو متصور ہی نہیں، اس وقت یہ کلام مجانین کا سا کلام ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے مرنے سے پہلے نماز پڑھ لی ہے اور مرنے سے پہلے کھانا کھا لیا اور مرنے سے پہلے کچہری گیا اور مرنے سے پہلے سبق پڑھا و قس علی هذا ۔ تو کیا اس کو کوئی شخص عاقل سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔

قولہ: پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑے بسط سے بیان کر دی ہے کہ اس آیت کے معنی اہل تاویل میں مختلف ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اقول: اگرچہ اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے مگر مجرد اختلاف، قطعیۃ کو ردّ نہیں کر سکتا ہے۔ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ وموته کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف عائد ہے اور اس ظاہر سے کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں بلکہ الحاد ہے اور بقیہ احتمالات و معانی کو تحقیقی و الزامی دونوں طور پر بفضلہٖ تعالی باطل کر کے ہم نے دکھلا دیا ۔ الحمد لله علی ذلك حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه كما يحب و يرضى

قولہ: واضح ہو کہ قرآن میں یا عیسی انّی متوفّیك و رافعك الیّ (آل عمران۔۵۵) موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن میں توفّی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے یعنی اس قبض روح میں جو موت کے وقت ہوتا ہے۔ دو جگہ قرآن مجید میں وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے لیکن اس جگہ قرینہ قائم کر دیا ہے جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنی توفّی کے موت ہی ہیں۔

اقول: یہ کلام دو امر پر دال ہے

اول یہ کہ توفّی کے معنی حقیقی موت ہی ہیں اور دیگر مجازی ہیں۔

دوم یہ کہ موت کے ارادہ کیلئے قرینہ قائم نہیں کیا جاتا اور دیگر معنی کیلئے قرینہ قائم کیا جاتا ہے ۔

اور یہ دونوں مسطور فیہ ہیں۔ بیان اسکا یہ ہے کہ توفی کے اصل معنی نہ موت کے ہیں نہ اس قبض روح کے جو موت کے وقت ہوتا ہے بلکہ اصل معنی اس لفظ کے قبض بتمامہ کے ہیں۔

بیضاوی میں ہے: و التّوفّی اخذ الشئی وافیاً و الموت نوع منه ۔

اور بھی بیضاوی میں ہے : فان اصله قبض الشئی بتمامه

تفسیر ابوالسعود میں ہے: التّوفّی اخذ الشئی وافیاً و الموت نوع منه

تفسیر کبیر میں ہے: التّوفی اخذ الشّیء وافیاً و الموت نوع منه

اور بھی اسی میں ہے: التوفّی جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے: و اصله قبض الشیء بتمامه

تفسیر کبیر میں ہے : فثبت انّ الموت النوم یشترکان فی کون کل واحد منها توفیاً للنفس

قسطلانی میں ہے: و التّوفّی اخذ الشیء وافیاً و الموت نوع منه۔

اور موت ونوم کو توفّی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اخذ الشّئی پایا جاتا ہے۔ پس معنی حقیقی واصل موضوع لہ توفّی کا یہ معنی کلی ہیں اور موت ونوم وغیرہا معنی حقیقی وموضوع لہ کے افراد ہیں اور علم اصول و بلاغت میں ثابت ہوا ہے کہ وہ لفظ جو ایک معنی کلی کیلئے وضع کیا گیا ہے جب بعض افراد میں استعمال کیا جائے گا تو یہ استعمال مجازی ہوگا اور وہ بعض افراد معنی مجازی قرار پائیں گے بلا قرینہ صارف وہ معنی کلی ہی سمجھے جائیں گے اور بعض افراد کیلئے قرینہ کی ضرورت ہوگی اسی لئے قرآن مجید میں جہاں توفّی کا لفظ بمعنی موت آیا ہے وہاں قرینہ قائم کیا گیا ہے جیسا کہ نوم کیلئے قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے خود ازالہ اوہام میں صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۲ تک تیئس مقامات

قرآن مجید کے لکھے ہیں جن میں لفظ توفّی بمعنی موت آیا ہے انہی کو ہم نے بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب جگہ قرینہ قائم ہے۔وہ مقامات حسب تفصیل ذیل ہیں:۔

مقام اول: سورہ نساء جزء۴۔ حتی یتوفّا ھنّ الموت ۔(اس کو مرزا صاحب نے یوں نقل کیا ہے: ثمّ یتوفاھن الموت)۔ یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے مراد اخذ الشّئی وافیاً ہے نہ موت۔ ورنہ لفظ موت بے کار ہے اور اگر لفظ موت قرینہ تعیین موت کا ٹھہرایا جائے تو معلوم ہوا کہ توفی کے معنی موت سمجھنا محتاج قرینہ ہے۔

مقام دوسرا: سورہ آل عمران جزء۴۔ و توفّنا مع الا برار پر یہاں مع الابرار قرینہ ہے ارادہ موت کیلئے۔و ھذاظاھر

مقام تیسرا: سورہ سجدہ میں ہے قل یتوفاکم ملك الموت الذی و کّل بکم ۔یہاں لفظ ملك الموت قرینہ ہے ارادہ موت کے لئے۔

مقام چوتھا: سورہ نساء جزء۵ میں ہے: ان الذین توفا ھم الملا ئکۃ ظا لمی انفسھم ۔ یہاں لفظ ملائکہ قرینہ موجود ہے۔

۵۔سورہ مومن۔ فامّا نر ینك بعض الّذی نعد ھم او نتوفّینّك فا لینا یرجعون۔ یہاں لفظ امّا ،اور ،او، جو کلمہ حصر ہے قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۶۔سورہ نحل جزء۱۴۔ الذین تتو فا ھم الملا ئکۃ ظالمی انفسھم

۷۔ نیز اس (سورہ نحل) میں ہے الّذین تتوفا ھم الملا ئکۃ طیبین۔

(مرزا صاحب نے تتو فا ھم کی جگہ توفھم لکھا ہے)۔ یہاں لفظ ملائکہ بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت کا۔

۸۔حسب تحریر مرزا صاحب سورہ بقرہ جزء۱ میں ہے، یتوفون منکم ۔ یہ مقام خاکسار کو نہیں ملا(یہ مقام سورہ بقرہ آیت ۲۳۴ میں ہے اور اس میں وہی قرینہ ہے جس کا بیان آگے نمبر ۹ میں آ رہا ہے۔محمد داؤد ارشد)

۹۔سورہ بقرہ جزء۲ میں ہے : و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازوا جاً یتربّصن

بانفسهنّ اربعة اشهر وعشراً ۔یہاں لفظ و یذ رون ازوا جاً یتربّصن بلکہ سارے احکام جواس مقام پر مذکور ہیں قرینہ ہیں ارادہ موت پر۔اسی سورہ و پارہ میں دوسری جگہ ہے

و الّـذ ین یتوفّو ن منکم و یذرو ن ازوا جاً وصیّةً لّازواجهم متا عاً الی الحول غیـر اخـرا ج (بقرہ آیت ۲۴۰) ہے۔یہاں بھی لفظ یـذ رو ن اور سارے احکام قرینہ ہیں ارادہ موت پر۔مخفی نہ رہے کہ آٹھویں مقام میں شاید سہو کاتب سے ازالہ اوہام میں بجا ۲ (دو) کے ۱ (ایک) لکھا گیا ہے۔

مقام دسواں: سورہ انعام جز ۷ میں ہے: حتی ا ذا جاء ا حد کم المو ت تو فته ر سلنا و هم لا یفرطو ن ۔یہاں لفظ موت ورسل قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام گیارھواں: سورہ اعراف جز ۸ میں ہے: حتـی ا ذا جـاء تهـم رسـلـنـا یتوفّونهم ۔ یہاں لفظ رسل بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۲۔سورہ اعراف جز ۹ میں ہے: توفّنا مسلمین ۔یہاں سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۳۔سورۃ توبہ جز ۱۰۔ یتوفّی باوجود تلاش کے خاکسار نے نہیں پایا (ازالہ اوہام ص ۳۳۱ میں سہو کاتب سے انفال کی بجائے التوبہ درج ہے جیسا کہ حاشیہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۶۸ میں عبدالحی ناظر اشاعت ربوہ نے صراحت کی ہے۔اوراس میں جان کندن کے وقت ملائکہ کا کفار کو عذاب کرنا، قرینہ، موجود ہے۔محمد داؤد ارشد)

۱۴۔سورہ محمد جز ۲۶۔ فکیف اذاتو فتهم الملا ئکة یضربو ن و جوههم و ادبارهم ۔ یہاں لفظ ملائکہ اور یضربون و جو ههم و اد بارهم قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۵۔یونس ۱۱ جز۔ و اما نرینك بعض ا لّذ ی نعد هم او نتوفینك فا لینا مر جعهم ۔ یہاں کلمہ حصر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۶۔سورۃ یوسف جز ۱۳۔ تـوفّـنـی مسلماً و الحقنی با لصّالحین ۔یہاں حالت دعا ولفظ مسلماً و الحقنی با لصّالحین قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۷۔سورہ رعد۔آیت ۴۰۔ و ان مّا نر ینك بعض الذی نعد هم او نتو فینك یہاں کلمہ

حصر دلیل ہے ارادہ موت پر۔

۱۸۔سورہ مومن جز ۲۴۔ و منکم من یتوفی من قبل ۔یہاں ماقبل اس کا یعنی ثمّ لتبلغوا اشدّکم ثم لتکونوا شیو خاً قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

۱۹۔سورہ مومن جز ۲۴۔ او نتو فینك ۔ازالہ اوہام میں یہاں دو غلطیاں ہیں۔اول بجائے پارہ ۲۴ کے پارہ ۱۴ لکھا ہے، دوم یہ آیت پہلے ہو چکی ہے یہاں مکرر لکھی گئی ہے۔

مقام بیسواں۔نحل جز ۱۴۔ و اللّٰہ خلقکم ثم یتوفّا کم و منکم من یردّ الی ارذل العمر۔یہاں ومنکم من یرد الی ارذل العمر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام اکیسواں؛ حج ۔جز ۱۷۔ و منکم من یتوفی ومنکم من یردّ الی ار ذل العمر ۔ یہاں و منکم من یرد الی ا ر ذل العمر قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام بائیسواں۔سورۃ زمر۔جز ۲۲۔ اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها ۔یہ آیت اول دلیل ہے مرزا صاحب کے خلاف مطلوب پر، یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ توفّی کا لفظ موت ونوم دونوں کیلئے آتا ہے اور دونوں استعمالوں میں قرینہ کی حاجت ہے۔ موت کیلئے یہاں قرینہ لفظ حین مو تها ،اور نوم کے لئے و التی لم تمت فی منامها موجود ہے ۔

مقام تئیسواں۔ الانعام۔جز ۷۔ و هو الذی یتو فا کم با للیل یہاں توفّی سے نوم مراد ہے اور قرینہ لفظ با للیل ہے یہاں سے بخوبی ثابت ہوا کہ لفظ توفّی کا موضوع لہ معنی کلی یعنی اخذ الشئی وا فیاً ہے اور موت اور نوم کے معنی کیلئے قرینہ کی حاجت ہے۔پس جب تک کوئی قرینہ قطعیہ قائم نہ ہوگا تو اسکے معنی کلی سے صرف نہ کیا جائے گا کیونکہ النصو ص تحمل علی ظواهر ها و صرف النصو ص عن ظواهرها الحاد قاعدہ مقررہ ہے اور یہ بھی اپنی جگہ ثابت ہوا ہے کہ

اللفظ یحمل علی الحقیقة ما لم یصرف عنها صارف۔

قولہ : بہرحال جب کہ تمام قرآن میں لفظ توفّی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالی کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جا بجا موت ہی کے معنی لئے ہیں تو بلا شبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالۃ ہو گیا۔

اقول (محمد بشیر): اس میں کلام ہے بدو وجہ۔ اول یہ کہ اگرچہ لفظ توفّی قرآن واحادیث میں بہت جگہ موت کے معنی میں آیا ہے مگر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں کہ قرینہ وہاں قائم نہ کیا گیا ہو اور معنی حقیقی ہونا موت کا جب ثابت ہو کہ کوئی ایسی جگہ قرآن وحدیث میں آپ بتائیے کہ بلا قیام قرینہ یقینی طور وہاں موت مراد ہو۔ دوم یہ کہ یہ آیت ذو الوجوہ ہے اور مفسرین قدیماً وحدیثاً اسکے معنی میں چند تاویلات لکھتے چلے آتے ہیں اور جو معنی آپ نے کہے وہ کسی نے نہیں کہے ہیں۔ اور جب آپ نے آیت و ان من اهل الكتاب کا اس وجہ سے کہ وہ ذو الوجوہ ہے قطعیۃ الدلالۃ ہونا تسلیم نہیں کیا حالانکہ وہ معنی بھی تفسیروں میں موجود ہیں جو احقر نے بیان کئے۔ پس آیت انی متو فيك کو جو ذو الوجوہ ہے اور آپ کے مخترعہ معنی ایک تفسیر میں بھی نہیں لکھے ہیں، یعنی مخترع کو قطعی الدلالۃ کہنا بڑی جسارت وجرأت ہے حدیث اذا لم تستحی فا صنع ما شئت (بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب ۵۴۔ الحدیث ۳۴۸۳، ۳۴۸۴۔ یعنی جب تم کو شرم نہیں تو جو چاہے سو کرو) کو یاد کر لیجئے۔ اور وعید من فسر القرآن برأيه فليتبوّأ مقعده من النار (یعنی جو قرآن کی تفسیر اٹکل سے کرے وہ اپنی جگہ دوزخ میں سمجھ لے)(ترمذی کتاب التفسیر باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأيه، بالفاظ مختلفۃ، الحدیث ۲۹۵۰، ۲۹۵۱۔ وابوداؤد کتاب العلم باب الكلام فی كتاب الله بلا علم۔ الحدیث ۳۶۵۲۔ سند ضعیف ہے اور جو الفاظ مؤلف مرحوم نے نقل کئے ہیں ان الفاظ سے یہ روایت غزالی نے احیاء العلوم، ج ا ص ۳۸ میں ذکر کی ہے اور علامہ عراقی نے ترمذی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے مگر المغنی عن حمل الاسفار، ج ا ص ۳۸۔ ترمذی میں یہ روایت تو موجود ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔ مولانا سہسوانی نے فقط الفاظ نقل کئے ہیں حوالہ وغیرہ نہیں دیا۔ اوران الفاظ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔ داؤد ارشد) کا بھی لحاظ رکھے۔ اب ہم اس آیت کے ذو الوجوہ ہونے کے لئے چند تفاسیر کی عبارت نقل کرتے ہیں:

تفسیر معالم میں ہے:

و اختلفوا فی معنی التوفی منها قال الحسن والکلبی و ابن جر یج انّی قابضك و را فعك من الدّنیا الیّ من غیر موت بد نك یدل علیه قوله تعالی فلمّا توفّیتنی اے قبضتنی الی السّماء وانا حیّ لانّ قو مه انّما تنصروا بعد رفعه لا بعد موته فعلی هذا للمتوفی تاویلان ا حد هما انّی را فعك الیّ وا فیاً لم ینا لوا منك شیئاً من قولهم توفّیت منه کذا و کذا و استوفیته اذا اخذ ته تا ماً ۔ و الآخر انّی متسلمك من قولهم توفیت منه کذا ای تسلمته و قال الر بیع بن انس المراد با لتّوفّی النّوم وکان عیسی قد نام فرفعه اللّٰه نا ئماً الی السّماء معنا ها انی منیمك و را فعك الیّ کما قال اللّٰه تعا لی و هو الّذی یتوفّا کم باللیل ای ینیمکم وقال بعضهم المراد بالتوفّی الموت و روی علی بن طلحة عن ابن عباسؓ انّ معناه انّی ممیتك یدل علیه قوله تعا لی قل یتوفّا کم ملك الموت فعلی هذا له تا ویلان۔ ا حدهما ما قاله وهب تو فّی اللّٰه عیسی ثلاث ساعات من النّهار ثمّ ا حیا ه و رفعه اللّٰه الیه قال محمد بن اسحاق انّ النّصاری یزعمون انّ اللّٰه تعالی توفّاه سبع ساعا ت من النّهار ثمّ احیاه و رفعه الیه والآخر ما قاله الضحا ك و جماعة ان فی هذه الآیة تقدیماً و تاخیراً و معناه انّی را فعك الیّ و مطهّرك من الّذین کفروا و متو فّیك بعد انزالك من السّماء۔

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ بعض نے متــو فیك کے معنی یہ کئے ہیں کہ تجھ کو زندہ اٹھالونگا اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ نیند میں اٹھالونگا اور بعض نے یہ تفسیر کی کہ موت چکھا کر زندہ اٹھالونگا۔

تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۶۶ میں ہے:

اختلف المفسّرون فی قوله تعالی انّی متوفّیك و را فعك الیّ ، فقا ل

قتاده و غیره هذا من المقدم و المؤخر تقدیره انّی را فعك الیّ و متوفّيك يعنی بعد ذلك و قال علی بن ابی طلحه عن ابن عباس انّی متوفيك ای مميتك و قال محمد بن اسحاق عمن لا يتهم عن و هب بن منبه قال تو فاه اللّه ثلاث ساعات من اوّل النهار حين رفعه اللّه قال ابن اسحاق و النصاری يزعمون انّ اللّه توفّاه سبع ساعات ثمّ احياه قال اسحاق بن بشير عن ادريس عن و هب اماته اللّه ثلاثه ايّام ثمّ بعثه ثمّ رفعه قال مطر الوراق انّی متوفّيك فی الدّنيا و ليس بوفات موت وكذا قال ابن جرير توفيه هو رفعه و قال الاكثرون المراد بالوفاة هنا النوم كما قال اللّه تعالی : و هو الّذی يتوفّاكم بالليل.. الآية ـ و قال : اللّه يتوفّی الانفس حين موتها و الّتی لم تمت فی منامها۔ الآية ـ و كان رسول الله ﷺ يقول اذا قام من النّوم الحمد للّه الّذی احيانا بعد ما اماتنا۔ الحديث ـ

حاصل ترجمہ اس کا بھی وہی ہے جو اوپر گزرا۔ غرض مرزا صاحب قادیانی کے معنی سلف میں سے کسی نے نہیں کئے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے :

يا عيسی انّی متوفّيك، ای مستوفی اجلك و مؤخرك الی اجلك المسمّی عاصماً ايّاك من قتلهم او قابضكم من الارض من توفيت الیّ او متوفّيك نائماً اذ روی انه رفع نائماً او مميتك عن الشّهوات العائقة عن العروج الی عالم الملكوت و قيل اماته اللّه سبع ساعات ثمّ رفعه الی السّماء و اليه ذهب النّصاری ـ

کشاف جلد ا صفحہ ۳۶۶ میں ہے:

انّی متوفّيك ای مستوفی اجلك و معناه انّی عاصمك من ان يقتلك الكفار و

مؤخرك الى ا جل كتبته لك و مميتك حتف انفك لا قتلاً بايد يهم و را فعك الیّ الی سما ئی و مقر ملا ئكتی و مطهّرك من الّذ ین كفروا من سوء جوا رهم و خبث صحبتهم ۔ وقيل متوفّيك، قابضك من الا رض من توفيت مالی علی فلا ن اذا استوفيته ۔ و قيل مميتك فی وقتك بعد النّزول من السّماء و رافعك الآن ۔و قيل متوفی نفسك بالنّوم من قوله و الّتی لم تمت فی منامها و را فعك و انت نا ئم حتی لا يلحقك خوف و تستقيظ و انت فی السماء امن مقر ب۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انّی متوفّيك ونظيره قوله تعالی حكاية عنه فلما توفّيتنی كنت انت الرّقيب عليهم و اختلف اهل التّاويل فی ها تين الآيتين علی طريقين۔ ا حد هما اجراء الآية علی ظاهرها من غير تقديم ولا تاخيير فيها۔ و الثّا نی فر ض التقديم و التاخير فيها۔ اما الطر يق الا ولی فبيا نه من و جوه ۔

الاوّل معنی قوله انّی متوفّيك ای انّی متمّم عمرك فحينئذ توفيك ؟ فلا اتركهم حتی يقتلوك بل انا را فعك الی سمائی و مقرّبك بملا ئكتی و ا صونك عن ان يّتمكنّوه من قتلك و هذا تاويل حسن ۔ و الثّانی متوفّيك ای مميتك وهو مروی عن ابن عباس و محمد بن اسحاق قالوا و المقصود ان لا يصل اعداه من اليهود الی قتله ثمّ انّه بعد ذلك اكرمه بانّ رفعه الی السّماء ثمّ اختلفوا علی ثلا ثه اوجه احدها قال وهب توفّی ثلاث ساعا ت ثمّ رفع ، ثانيها قال محمد بن اسحاق توفّی سبع ساعا ت ثمّ ا حياه اللّٰه و رفعه۔ الثّالث : قال الرّبيع بن انس انّه تعالی توفّاه حين رفعه الی السّما ء قال تعالی: اللّه يتوفّی الا نفس حين موتها والّتی لم تمت فی منا مها ۔ الو جه الرابع فی تا ويل ا لآية انّ الوا ؤ فی قو له متوفّيك و را فعك لا يفيد التّر تيب

فـالآ یة تـد لّ انّـه تـعـالـی یـفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل و متی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدّ لیل و قد ثبت با لدلیل علی انّه حیّ و ورد الخبر عـن الـنّبی ﷺ انّی سینزل و یقتل الدّ جال ثمّ انّه یتوفّاه بعد ذ لك ۔ الوجه الخامس فی التّاویل ما قاله ابوبکر الواسطی وهو ان لمراد انّی متوفّیك عن شهـوا تك و حـظـوظ نـفسك ثـمّ قـال و را فـعك الیّ و ذ لك لان من یصرف ایـنـا؟؟ عما سوی اللّه لا یکو ن له و صول الی مقام معرفة اللّه وایضاًفعیسی لـمـا رفع الی السّماء صار حا له کحال الملا ئکة فی زوا ل الشّهوة و الغضب و الاخـلاق الـذ میمة ۔ و الوجه السّادس ان التّوفّی ا خذ الشئی وافیاً و لما علم ان مـن الناس من یخطر ببا له انّ الّذی رفعه اللّه و رو حه لا جسده ذکرهذا الـکلا م لیدل علی انه علیه الصّلوة و السّلا م رفع بتمامه الی السّماء بروحه و بجسده و یدلّ علی صحة هذا التاویل قوله تعالی وما یضرو نك من شئی ۔ و الـو جـه السابع انّی متوفّیك ای اجعلك کا لمتو فّی لانّه اذا رفع الی السّماء و انـقطع خبره و ا ثره عن ا لارض کان کالمتوفّی و اطلاق اسم الشئی علی ما یشـابـه فـی اکثـر خوا صه و صفا ته جائز حسن ۔ الوجه الثّامن المتوفّی هو القبض یقال و فانی فلان درا همی و اوفانی و توفینا منه کمایقال اسلم فلا ن درا همی الیّ و تسلمنا منه

و قد یکون ایضاً توفّی بمعنی استوفی و علی کلا الو جهین کان ا خرا جه من ا لارض و اصـعـاده الـی السّـمـاء تـو یـاً لـه ۔ فان قیل فعلی هذا الو جه کان التّـوفّـی عیـن الـرفـع الیه فیصیر قوله و را فعك الیّ تکرار ، قلنا قو له: انّی متـوفّیك یدلّ علی حصول التّو فّی و هو جنس تحته انوا ع بعضها بالموت و بـعـضهـا بـالاصـعـاد الی السّماء فلما قا ل بعده و را فعك الیّ کا ن هذا تعیینا

للنوع و لم يكن تكراراً ۔ الوجه التا سع ان يقدر فيه حذ ف المضا ف و
التقدير متو فى عملك بمعنى مستو فى عملك و را فعك الیّ ای رافع عملك الیّ
و هو كقو له اليه يصعد الكلم الطيب و المراد من هذه الآ ية انه تعا لی بشره
بقبو ل طا عته و اعما له و عر فه ان ما يصل اليه من المتا عب و المشاق فی
ثمثية ؟؟ دينه و اظهار الشر يعة من الاعداء فهو لا يضيع اجره و لا يهدم
ثوابه فهذه جملة الو جوه المذكوره على قو لمن يجر ی الآ ية رلى ظاهرها
الطر يق الثا نی و هو قو ل من قا ل لا بد فی الآ ية من تقديم و تا خير من
غير ان رفعه حياً و الواو لا يقتضی التر تيب فلم يبق ا لا ان يقو ل فيها
تقديم و تاخير و المعنى انی را فعك و مطهر ك من الذين كفروا و متو فيك
بعد انزا لی ايا ك فی الد نيا و مثله من التقديم و التا خير كثير فی القر آن و
اعلم ان الو جوه الكثيرة التی قد منا هاتغنی عن التزا م مخا لفة الظا هر و
الله اعلم ۔

(خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں دس اقوال ہیں جو سب کے سب مرزا صاحب کے معنی کے مخالف ہیں۔ جنہوں نے متو فيك کے معنی موت کے کئے ہیں انہوں نے ساتھ ہی را فعک کے معنی رفع جسمانی اور حیات مسیح کی تصریح کر دی ہے)

فتح البیان میں ہے:

قال الفراء انّ فی الكلا م تقد يماً و تاخيراً تقديره انّی را فعك و مطهّرك بعد
انزا لك من السّماء قال ابو زيد متوفّيك قابضك و قيل الكلا م على حاله من
غير ادعاء تقديم و تاخير فيه؟ و المعنى كما قال فی الكشّاف مستوفی ا جلك
و معناه انّی عا صمك من ان يقتلك الكفّار و مؤخّر اجلك الى ا جل كتبته
لك و مميتك حتف انفك لا قتلاً بايديهم عن مطر الوراق قال متوفّيك من

الدنيا ليس بوفاة موت و انّما احتاج المفّسرون الى تا ويل الوفاة بما ذكر لانّ الصحيح انّ اللّه تعالى رفعه الى السّماء من غير وفاة كما رجحه كثير من المفسّرين و اختاره ابن جرير الطبرى وجه ذلك انه قد صح فى الا خبار عن النّبى ﷺ نزوله و قتله الدجال و قيل انّ اللّه سبحانه توفّاه ثلاث ساعات من نهار ثمّ رفعه الى السّماء وفيه ضعف وقيل المراد با لوفاة هنا النوم و مثله : هو الّذى يتوفّا كم بالليل، اے ينيمكم و به قال كثيرون و قيل الواو فى قوله و رافعك لا تفيد الترتيب لانها المطلق الجمع فلا فر ق بين التقديم و التا خير قا له ابن البقاء قال ابو بكر الواسطى المعنى انّى متوفّيك عن شهوا تك و حظو ظ نفسك و هذا با لتحر يف اشبه منه با لتفسير

یہاں سے ذوالوجوہ ہونا اس آیت کا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو معنی مرزا صاحب نے کہے وہ کسی مفسر نے نہیں لکھے۔ مفسرین کے دو ہی مذہب اس باب میں ہیں۔ یا تو یہ کہ زندہ اٹھائے گئے۔ یا یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو مار پھر زندہ کیا اور زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ کسی کا مذہب نہیں کہ وہ اب بھی مردہ ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے تفسیر انّی متوفّیك کی انّی ممیتك کے ساتھ کی ہے تو جواب یہ ہے کہ اہل تفسیر نے ابن عباسؓ کے اس قول کی تاویل کی ہے اور تاویل ضروری ہے اس کہ وہ اثر ابن عباسؓ کے (اور آیت و انه لعلم للسّاعة کی تفسیر خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ ابن عباس سے موقوفاً ومرفوعاً نقل ہوچکی ہے۔ پس جب ان تین آیتوں میں ابن عباسؓ رفع جسمانی ونزول کو پکار رہے ہیں تو پھر تفسیر ممیتك کی جس میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے مرزا صاحب کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ تین اثر ابن عباسؓ کے صریح بتلا رہے ہیں کہ ابن عباسؓ حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہ بھی کہ ان کے نزدیک آیت متو فّیك و را فعك میں ترتیب زمانی نہیں) کے جو بسند صحیح مروی ہیں اس اثر کے معارض (یعنی جب اس کو مرزا کے فہم کے مطابق لیا جائے) ومخالف ہیں۔

اول وہ جو ابن کثیر وغیرہ میں مرقوم ہے عن ابن عباس وان من اهل الكتاب

الالیؤ مننّ به قبل موته قال قبل موت عیسی ابن مر یم علیه السلا م (یعنی سب اہل کتاب حضرت عیسی کے مرنے سے پہلے ایمان لے آویں گے)،اوراس کی سنداوپر مرقوم ہوئی۔

دوم وہ جو فتح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے:

ا خـر ج سـعیـد بـن منصور و النسا ئی و ابن ابی حا تم و ابن مردویه عن ابـن عبـاس قـال لمّا اراد اللّٰه ان یرفع عیسی الی السّماء خرج الی ا صحا به و فی البیت ا ثنا عشر ر جلاً من الحوا ر یین فخر ج علیهم من عین فی البیت و رأسه یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مر ةً بعد ان آ من بی۔ ثمّ قال ا یّکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی و یکون معی فی در جتی فقام شاب مـن ا حـد ثهـم سناً فقال له اجلس۔ ثمّ اعاد علیهم فقام الشّا ب فقال اجلس۔ ثمّ اعاد علیهم فقام الشّاب فقال انا۔ فقال انت ذا ك۔ فالقی علیه شبه عیسی و رفـع عیسـی مـن روزنة فـی البیـت الـی السّماء قال و جاء الطّلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثمّ صلبوه فکفر به بعضهم اثنی عشر مرةً بعد ان آمن بـه و افتـراقـوا ثـلـث فـر ق فـقـالـت طائفة کان اللّٰه فینا ما شـاء ثمّ صعد الی السّـمـاء فهؤلاء الیـعقوبیه و قالت فرقة کان فینا ابن اللّٰه ما شاء ثمّ رفعه اللّٰه الیــه و هـؤلا الـنسـطـوریــه و قـالـت فـرقة فینا عبداللّٰـه و رسولـه وهؤلا ء الـمسـلـمون۔ فتظاهرت الکافرتان علی الملةفقتلوها فلم یزل الاسلا م طا مساً حتّـی بـعـث الـلّٰه محمد ﷺ فانزل اللّٰه علیه فآمنت طائفة من بنی اسرائیل یـعـنـی طـائفةالتی آمنت فی زمن عیسی و کفر ت طائفة الّتی کفرت فی زمن عیسـی فـایّـدنـا الـذیـن آمنوا فی زمن عیسی با ظهار محمد دینهم علی دین الـکـافرین قال ابن کثیر بعد ان سا قه بهذا ا للفظ عند ابی حا تم قال حد ثنا احـمـد بـن سـنـان حد ثنا ابو معاویه عن الاعمش عن المنها ل بن عمر عن

سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکرہ و ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس و صدق ابن کثیر فھؤلاء کلّھم رجال الصحیح وا خرجہ النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویہ بنحوہ و قد رویت قصة علیہ السلام من طرق بالفاظ مختلفة و ساقھا عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر علی صفة قریبة مما فی الانجیل (اسکا ترجمہ پہلے گذر چکا۔خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابن عباسؓ آیت رفعہ اللّٰہ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ اٹھالیا)

یہاں سے تاویل کی ضرورت ثابت ہوئی اب اگر کوئی کہے کہ اگر چہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے مگر مرزا صاحب نے سب وجوہ واحتمالات باطل کر دیئے اس طرح پر کہ معنیٰ حقیقی توفّی کے موت کے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ توفی معنیٰ حقیقی موت کے ہرگز نہیں بلکہ معنیٰ حقیقی اخذ الشّیء وافیاً ہیں اور موت معنیٰ مجازی توفّی کے ہیں۔اسی واسطے جس جگہ قرآن مجید وحدیث میں توفّی بمعنی موت آیا ہے تو وہاں قرینہ قائم ہے۔علاوہ اسکے آیت و ان من اھل الکتاب میں بھی جتنے احتمالات ہمارے مخالف تھے سب ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ الزامی وتحقیقی طور پر باطل کر دیئے۔خواہ وہ احتمالات ہوں کہ زمان نزول آیت سے آج تک مفسرین لکھتے چلے آئے ہیں خواہ وہ جو مرزا صاحب اوران کے اتباع نے فی زماننا تراشے ہیں،خواہ وہ جو قیامت تک آئندہ نکالے جاویں۔پس اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

قولہ(قادیانی):اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس میں بھی تفسیر آیت فلما توفّیتنی کی تقریب میں متوفیک کے معنی ممیتك لکھا ہے۔

اقول(محمد بشیر):جواب اس کا بدو وجہ کے۔

اول یہ کہ یہ روایت معارض ومخالف ہے ان دوروایتوں صحیح کے جن کا ذکر اوپر ہوا،اسی ضرورت سے علمانے اس روایت کو مأول کیا۔

دوم راوی اس کا علی بن طلحہ ہے۔قسطلانی میں ہے:

و قـال ابـن عبـاس فيمارواه ابن ابی حا تم من طريق علی بن طلحه عنه فی قو له تعا لی يا عيسی انّی متوفّيك ، معنا ہ مميتك

اور علی بن ابی طلحہ کو ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہے اور ضعیف ہے۔ تقریب میں ہے:

عـلـی بـن ابـی طـلـحـه سا لم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس و لم يره ، من السّا دسه صدوق قد يـخطی ۔

خلاصہ میں ہے:

عـن ابن عبـاس مر سلاً و عن مجا هد و القا سم و عن هثور بن يز يد و معمر و الثوری قال ا حمد له اشياء منكرا ت و قا ل القسوی ضعيف

کاشف میں ہے: قا ل ا حمد له اشياء منكرا ت

میزان میں ہے:

قال ا حمد بن حنبل له اشياء منكرا ت و قال د حيم لم يسمع علی بن ابی طلحه التفسير عن ابن عباس انتهی ملخصاً

اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس سے مراد بخاری کی وہ احادیث مرفوعہ ہیں جو سند کے ساتھ بخاری اپنی صحیح میں لاتا ہے نہ تعالیق۔ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

و بـمـا تـقـدم تـايد حمل قول البخاری ما اد خلت فی كتابی ا لاّ ما صح علی مـقـصـوده بـه و هـو الاحـاديـث الـصحيحة المسند ة دون التعا ليق و الآثار الموقوفة علی الصّحا بة فمن بعد هم و ا لاحا ديث المترجم بها و نحو ذا لك ۔

قولہ: اور اگر کوئی کہے کہ را فـعـك مقدم اور متـوفيك موخر ہے یعنی را فـعـك آیت کے سر پر اور متوفيك فقرہ جـاعـل الـذين اتبعو ك فو ق الذين كفروا کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے ثـم مـنـز لك الـی الار ض ۔ سو یہ ان یہودیوں کی طرح تحریف ہے جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے کیونکہ اس صورت میں آیت کو اس طرح پر زیر وزبر کرنا پڑے گا

یـا عیسی انّـی را فعك الی السّماء و مطهرك من الّذین کفروا و جا عل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة ثمّ منز ل الی الار ض و متوفّیك

❁ اقول: ایک جماعت سلف میں سے اس تقدیم وتا خیر کی قائل ہوئی ہے ان میں سے ہیں ابن عباس وضحاک وقتادہ وفراء وغیرھم۔ضحاک وقتادہ وفراء کا قائل تقدیم وتا خیر تو مصرح ہے اور ابن عباس کا اس لئے کہ ابن عباسؓ سے تفسیر متوفیك، ممیت ك مروی ہے اور حالانکہ موت قبل الرفع معارض ہے اثر ینِ صحیحین کے جو ابن عباس سے منقول ہوئے تو وجہ توفیق جنہیں؟؟ ہے مگر یہی قول بالتقدیم والتا خیر۔پس اب یہ کہنا کہ یہودیوں کی طرح تحریف ہے ان سب سلف پر تحریف کا الزام لگانا ہے۔ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مرزا صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباسؓ وقتادہ وضحاک وفراء وغیرھم جلیل الشان اکابر کو یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دیویں۔ان اکابر پر یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دینا میری سمجھ میں نہیں آتا،آپ نے جو کچھ ان بزرگوں کی عزت ومرتبہ کا پاس نہ کیا جو تفسیر قرآن کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔علاوہ اس کے مجرد تقدیم و تا خیر موجب تحریف نہیں ہے موجب تحریف وہ تقدیم وتا خیر ہے جو خلاف قواعد اس زبان کے ہو جس میں وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے نظائر کتاب اللہ میں نہ پائے جاتے ہوں اور کوئی دلیل اس پر نہ ہو اور اس تقدیم میں تا خیر میں کوئی قاعدہ موافق علم بلاغت کے نہ ہو اور یہاں چاروں امور غیر متحقق ہیں۔خلاف قاعدہ تو اسلئے نہیں کہ (واؤ) لغت عرب میں ترتیب کے لئے نہیں آتا ہے ۔مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے۔نظائر اس تقدیم وتا خیر کے بکثرت قرآن مجید میں موجود ہیں۔تفسیر کبیر میں ہے و مثله فی التقد یم و التاخیر کثیر فی القر آن (یعنی جیسا کہ اس آیت میں تقدیم وتا خیر معنوی ہے ایسا ہی قرآن کریم میں بہت جگہ ہے) دلیل اس پر آیت و ان من اهل الکتاب الالیـومـنـن به قبل مو ته ۔واثر ابن عباس جو حکماً مرفوع ہے،موجود ہے۔اس تقدیم وتا خیر میں فائدہ موافق علم بلاغت کے یہ ہے کہ چونکہ کفار درپئے قتل وصلیب تھے اس لئے تـوفّـی جو واقع میں بعد رفع ہونے والی تھی اس کا ذکر اہم تھا۔مقصود یہ کہ ہم تم کو تمہاری اجل معلوم کے وقت ماریں

گے، کفار تم کو قتل نہ کر سکیں گے، ان کے قتل سے ہم تم کو بچائیں گے۔ اور بالفرض اگر یہ معنی آپ کے نزدیک خطا تھے، تو تخطیہ کافی تھا، الزام تحریف ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو اور دیگر بزرگو ں کو کمال سوءادب ہے۔ اعا ذ نا اللّٰہ منه

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

قولہ: اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتی ہے ...الی قولہ...تو کیا خدا تعالی دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے، تا دوسرے آسمان میں ہونا را فعك اليّ کا مصداق ہو جائے۔

اقول: اس اشکال کو خصوصیت رفع جسمانی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اشکال تو رفع روحانی پر بھی وارد ہوتا ہے اور تقریر اس کی بعینہ یہی ہے جو آپ نے کی، یعنی احادیث صحیحہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں، تو کیا خدا تعالی دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا را فعك الی کا مصداق ہو جائے۔ اور حل اس اشکال کا یہ ہے کہ فوقیت و استواء علی العرش کی صفت اللہ تعالی کے لئے با دلہ کتاب وسنت ثابت ہے اور کیفیت اس کی مجہول ہے۔ پس فوق السماوات وعرش کی طرف اٹھانا اللہ تعالی کی طرف اٹھانا ہے اس سے اللہ تعالی کا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہونا کہاں لازم آتا ہے۔ یہ جواب تو موافق مذہب سلف کے ہے جو آیات صفات میں تاویل نہیں کرتے اور موافق خلف کے وہ تاویل ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے۔ لفظ بیضاوی یہ ہے: الی محل کرا متی و مقر ملا ئکتی۔ شیخ زادہ اس کے تحت میں لکھتا ہے:

لما کان ظاهر ا لآية ،شعراً بکو نه تعالی متمکناً فی مکان یستعلی علیه بین انّ المراد برفعه رفعه الی مکان رفیع الّا انّه عبر عن رفعه اللّٰه برفعه الی نفسه تشریفاًلذ لك المکان و تعظیماً کما قال ابراهیم علیه السلا م انّی ذا هب الی ربّی و انما ذهب علیه السلا م من العرا ق الی الشّا م و یسمّی الحجا ج

زوار اللّٰہ و المجاورون جیران اللّٰہ ،کل ذلك لتعظیم الاماکن و تفخیماً فکذا ھذا۔

قولہ: یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ خدا تعالی کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہوسکتے۔اس بنا پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔

اقول: اوپر ہم نے ثابت کر دیا کہ جس مقام پر توفّی کے معنی موت کے آئے ہیں وہاں قرینہ موجود ہے جو علامت مجاز کی ہے پس مجھے جھوٹا اشتہار دینا تو منظور نہیں لیکن میں یہ سچا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر آپ قرآن مجید میں توفّی بمعنی موت کے بغیر قرینہ مقالیہ یا حالیہ کے ایک جگہ بھی ثابت کر دیں تو میں آپ کو اس دعوی میں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح پر صادق مان لونگا، پھر اس میں بحث رہے گی کہ کوئی دوسری آیت قطعیۃ الدلالۃ اس کے معارض ہے یا نہیں۔

قولہ: اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالۃ نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیے۔

اقول: دلائل مذکورہ بالا کا تو جواب بفضلہٖ تعالی ہوگیا، رہے دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام ان کا جواب بھی انشاءاللہ تعالی جلد ہونے والا ہے۔فا ننتظر

قولہ: تو آپ کو ایک ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے

اقول: تعجب کہ آپ باوجود ادعائے مسیحیت خاکسار کو طمع روپیہ وشہرت کی دیتے ہیں خاکسار کی تو یہ دعا ہے کہ حق تعالی مجھے اور آپ کو اور سب اہل اسلام کو طمع روپیہ وشہرت سے بچائے۔

قولہ: دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اس غرض سے لایا ہے کہ تا ظاہر کرے کہ : لما توفّیتنی کے لما امتنی ہے ..الی قولہ...اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہوگئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار ہے پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں

مستعمل تھا تو کیا اس بات کے سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ایسا ہی حضرت مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔

اقول: اس مقام پر یا تو آپ نے بڑا مغالطہ کھایا ہے یا دیا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ لفظ صحیح بخاری کا یہ ہے فاقول کما قال العبد الصّالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّ قیب علیھم ۔ یہاں کاف تشبیہہ ہے جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر حضرت ﷺ یوں فرماتے: فاقول ما قال العبد الصالح، تو استدلال آپ کا درست ہوتا جب حضرت ﷺ نے کاف تشبیہہ اس پر داخل کیا تو یہ دلیل مغایرت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے توفی اور حضرت عیسیٰؑ کے توفی میں ایک مشابہت تو ہے مگر عین نہیں ہے حضرت عیسیٰ کی توفی تو بطور اصعاد ہوئی اور حضرت ﷺ کی توفّی بطور موت سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کی زبان سے کیسا لفظ نکلوایا کہ جس سے حیات مسیح میں شبہ کرنیوالوں کے شبہ کا استیصال کلی ہو گیا۔ الحمد للّٰہ علی ذلك حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے قول سورہ مائدہ میں یوں حکایت کی ہے ما قلت لھم ا لّا ما امرتنی به ان اعبدوا اللّٰہ ربّی و ربّکم ۔ یہاں حضرت عیسیٰ نے کما امرتنی نہیں کہا۔ پس معلوم ہوا کہ ما امر تنی اور کما امرتنی میں فرق ہے، ایسا ہی ما قال العبد الصالح اور کما قال العبدالصا لح میں فرق ہے۔ و من لم یفرق بینھما فقد اخطأ خطأ فاحشاً ۔ پس یہ استدلال آپ کا اوھن من نسج العنکبو ت نکلا۔ الحمد للّٰہ علی ذلك ۔

قولہ: کیا قطعیۃ الدلالۃ اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کے ضمیر خدا کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید ومولا نبی عربی خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف اور کوئی حضرت عیسیٰؑ کی طرف اور کوئی قبل موته کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف۔

اقول: اوپر ثابت ہوا کہ کتابی کی طرف قبل موته کی ضمیر پھیرنا باطل ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنا متعین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر قبل موته حضرت عیسیٰؑ کی طرف

اثبات مدعیٰ کیلئے کافی ہے۔ضمیر بــــہ کی خواہ حق تعالیٰ کی طرف پھیری جائے یا آنحضرت ﷺ کی طرف یا حضرت عیسیٰؑ کی طرف، اختلاف ضمیر به قطعیة میں کچھ مخل نہیں ہے۔

قولہ: اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی یہی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب ہیں۔

اقول: جتنے احتمالات مخالف مطلوب ہیں ان سب کا ابطال اوپر ہو چکا ۔ فتذ کر

قولہ: پھر بقول آپ کے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں

اقول: منتہاء اس زمانہ کا تو لفظ قبل مو ته سے سمجھا جاتا ہے اور مبدء قرینہ حالیہ سے، یعنی بعد نزول حضرت عیسیٰؑ بالجملہ وہ زمانہ بعد نزول وقبل الموت کے درمیان ہوگا، اس سے بڑھ کر اور کیا تعیین ہوگی۔ علاوہ اس کے زمانہ کا عدم تعیین قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں مخل نہیں ہوسکتا ہے دیکھو قیامت کا زمانہ کوئی معین نہیں ہے حالانکہ نصوص دالہ علی القیامۃ قطعی ہیں۔

قولہ: قرآن کریم کے کتنے مقامات سے ثابت ہوا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔

اقول: آپ نے اس باب میں اپنی تحریر اول میں دو آیتیں لکھی ہیں ایک:

و جاعل الّذين اتّبعوك فوق الّذين كفروا الى يوم القيا مة

دوسری ۔ و اغر ينا بينهم العداوة و البغضاء الى يوم القيا مة۔

پہلی آیت کا خاکسار نے اپنی تحریر دوم میں دو طرح پر جواب دیا۔ اول یہ کہ آیت و ان مـن اهل الكتـاب ا لّاليومننّ به قبل مو ته ،اس کی مخصص ہے۔ دوم، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ عام مخصوص البعض ہے۔ اور دوسری آیت کا یہ جواب دیا کہ یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ آپ نے اپنی تحریر دوم سوم میں اس جواب پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور پھر بار بار ان ہی آیات کو جن کا جواب ہو چکا ہے لکھے جاتے ہیں۔ یہ امر داب مناظرہ کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جواب

میرا صحیح تھا تو استدلال ان آیات کے ساتھ ترک کرنا واجب تھا اور اگر غیر صحیح تھا تو اس کے عدم صحت کی وجہ لکھنا واجب تھی اور اگر صرف یہ ہی وجہ ہے کہ آیت و ان من اھل الکتاب ذوالوجوہ ہے قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہے اس لئے مخصص نہیں ہوسکتی ہے، تو جواب یہ ہے کہ اوپر ہم نے آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا دلیل الزامی و تحقیقی سے ثابت کر دیا۔ فتذکر۔ علاوہ اس کے ان دونوں آیتوں کی دلالت اس معنی پر کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے، صرف آپ کا فہم ہے یا سلف وخلف میں سے کسی نے یہ معنی بھی لکھے ہیں؟ اگر کسی نے لکھے ہیں تو سند لائیے، اور اگر صرف آپ کا فہم عالی ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ آپ تو فہم معانی آیات میں بہت خطا کیا کرتے ہیں۔ دیکھئے اسی آیت:

اغرینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ، میں بینھم کا مرجع آپ نے یہود ونصاری کو تحریر اول میں ٹھہرایا ہے حالانکہ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ مفسرین نے اس کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اصل مرجع اس کا نصاری کے فرقے ہیں، سیاق قرآن مجید بھی اسی پر دال ہے کیونکہ اس سے قبل یہ آیت ہے انّ الّذین قالوا انا نصاری اخذنا میثاقھم فنسوا خظاً مما ذکروا بہ۔ مطلب پہلی آیت کا یہ ہے کہ میں تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھونگا، یعنی وقت وعدہ سے لے کر قیامت تک جس زمانہ میں یہ دونوں پائے جاویں گے (اسی محاورہ کے مطابق صحیح بخاری میں حضرت عمر کا یہ قول ہے لا اقضی قضاء غیر ذلك حتی تقوم الساعۃ یعنی میں قیام قیامت تک سوائے اس کے کچھ فیصلہ نہیں کرونگا یعنی جب تک میرا وجود ہے۔ بموجب فہم مرزا صاحب کے اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ اور مخاطبین قیامت تک) تیرے تابعدار غالب رہیں گے نہ یہ کہ ان دونوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔ اور مطلب دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہم نے نصاری کے فرقوں میں عداوت ودشمنی لازم کردی ہے قیامت تک یعنی جس زمانہ میں یہ فرقت پائیں جاویں گے تو ان میں عداوت بھی رہے گی، نہ یہ کہ ان سب فرقوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔ اس معنی کی مؤید وہ حدیث ابوہریرہؓ ہے جس کو باسناد صحیح امام

احمد وابوداؤد نے روایت کیا ہے:

قال الحافظ فی الفتح و روی احمد و ابو داؤد باسناد صحیح من طریق عبد الرحمن بن آدم عن ابی ہریرہ مثلہ مرفوعاً و فی ہذا الحدیث ینزل عیسی علیہ ثوبان ممصران فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یدعو الناس الی الاسلام و یہلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلّہا الّا الاسلام و تقع الامنۃ فی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل و تلعب الصّبیان بالحیات و قال فی آخرہ ثم یتوفّی و یصلّی علیہ المسلمون ۔ (خاص ترجمہ اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عیسی جب نازل ہوں گے تو اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ رہے گا پھر حضرت عیسیٰؑ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے)

قولہ: پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباسؓ واقعہ موت کے قائل ہیں۔

اقول: وہب ومحمد بن اسحاق اگر چہ واقعہ موت کے قائل ہیں مگر اس امر کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالی نے پھر زندہ کر کے مع الجسد ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے بھی حیات ثابت ہوئی۔ اور ابن عباس کا واقعہ موت کا قائل ہونا کہیں مصرح نہیں، ہاں تفسیر متوفیک کی ممیتک البتہ ان سے منقول ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعہ موت کے وہ قائل ہیں۔ محتمل ہے کہ وہ آیت میں مانند قتادہ وضحاک وغیرہ کے تقدیم وتاخیر کے قائل ہوں بلکہ راجح یہی ہے بدلیل اثرین صحیحین کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ علاوہ اس کے آپ کے نزدیک لفظ ممیتک کا دلیل موت حقیقی پر نہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں مصرح ہے اور ابن عباسؓ کی اس روایت میں جو جرح ہے وہ اوپر بیان کی گئی۔

قولہ (قادیانی): اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں۔

اقول (محمد بشیر): یہ غلط محض ہے کیونکہ حدیث صحیح البخاری میں صرف یہی ہے اقول کما قال العبد الصّالح ۔ پس کاف تشبیہ دلالت تغائر مقولین پر کرتا ہے نہ عینیت پر۔ اور تغائر میں دو احتمال ہیں۔ یا تو لفظی یا معنوی۔ لفظی کی صورت یہ ہے کہ مثلاً آنحضرت ﷺ لفظ توفیتنی نہ

فرماویں بلکہ بجائے اس کے لفظ امتـــنـــی فرماویں اور معنوی کی یہ صورت کہ آنحضرت ﷺ لفظ توفّیتنی ہی فرماویں مگر لفظ توفّیتنی سے امتنی مراد لیں۔ دونوں تقدیر پر موتِ مسیح پر شہادت مفقود ہے۔

قولہ: اور امام بخاری خود اپنا مذہب بھی یہ ہی ظاہر کرتے ہیں۔

اقول: امام بخاری نے ہرگز اپنا یہ مذہب ظاہر نہیں کیا۔ سبحانك هذا بهتان عظيم ۔البتہ امام بخاری نے سورہ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔ و قال ابن عباس متوفّيك مميتك ۔اور اسی سورۃ کی تفسیر میں باب وكنت عليهم شهيداً مّا دمت فيهم فلمّا توفّيتنى كنت انت الرّ قيب عليهم و انت على كل شىء شهيد ، میں حدیث ابن عباسؓ لایا ہے جس میں یہ لفظ ہے فاقول كما قال العبد الصالح و كنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم فلمّا توفّيتنى كنت انت الر قيب عليهم ۔اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں بلکہ امام بخاری کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں۔

دلیل اس پر یہ ہے کہ بخاریؒ نے کتاب احادیث الانبیاء میں اپنا قول نزول عیسی ابن مریم لکھا ہے ابوذر کی روایت میں بغیر لفظ باب کے ہے اور غیر ابوذر کی روایت میں باب ہے (دیکھو صحیح بخاری باب نزول عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس باب میں امام بخاریؒ نے دو حدیثیں لکھی ہیں۔ان میں سے پہلی حدیث ابوہریرہؓ کی و الّذى نفسى بيده ليو شكن ان ينزل فيكم ابن مريم ، جس میں یہ لفظ موجود ہے:

ثمّ يقول ابو هريره و اقرأو ان شئتم : و ان مّن اهل الكتا ب الّا ليومننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔

امام بخاری کا اس حدیث کو لانا دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ حضرت مسیح، امام بخاری کے نزدیک زندہ ہیں۔

قولہ: تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف پھر سکتی ہے۔

اقول: اوپر ہم نے دلیل الزامی و تحقیقی سے ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف پھرتی ہے نہ کتابی کی طرف۔ اگر ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف ہو تو مراد ایمان سے یا وہ ایمان ہے جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے، تو لفظ قبل موتہ محض بے محل ہے بجائے اس کے حین یا عند یا وقت چاہیے، یا وہ ایمان جو اس سے پہلے ہوتا ہے، یعنی ایمان نافع و معتد بہ، تو اس وقت قبل موتہ کی قید لاطائل ہوتی ہے، کلام الٰہی کو معاذ اللہ سفہاء کا کلام بنا دیتی ہے۔

قولہ: اور میں نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کر دیا ہے۔

اقول: مخفی نہ رہے کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ہمارے مدعا کے اثبات کیلئے صرف یہ ہی امر کافی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہو ، لیؤمنن کو خالص مستقبل کے کیلئے لیجئے یا نہ لیجئے خالص مستقبل کی بحث تو صرف اس لئے کی گئی تھی کہ بغیر مستقبل کے معنی فاسد ہوتے ہیں اور فساد معنی در صورت حال و استمرار ظاہر ہے۔ اور احتمال ماضی تو صریح البطلان ہے۔

قولہ: اگر آپ کے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہو گا ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔

اقول: سب مفسرین کو جن میں صحابہ میں سے ابن عباسؓ و ابو ہریرہؓ اور من بعد الصحابہ میں سے حسن بصری و ضحاک و ابن جریج و ربیع بن انس و قتادہ و مطر وراق و ابو مالک و عبدالرحمٰن بن زید ابن اسلم و وہب بن منبہ و محمد بن اسحاق و ابن جریر و ابن کثیر اور صاحب تفسیر در منثور، و کشاف و معالم التنزیل و بیضاوی و مدارک وغیرھم سب داخل ہیں ان سب کو عامی و بے خبر کہنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ نہ اللہ تعالی آپ کے ساتھ ہے اور نہ اس کا رسول۔ بلکہ اللہ تعالی اور

رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ہیں۔

قولہ: کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے..الی قولہ....لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیومنن کی طرح کوئی ذوالوجوہ اور مجوب المفہوم حدیث پیش کر دیں۔

اقول: ان سب امور کے جواب سے بفضلہ تعالی ہم فارغ ہو گئے الحمد للّٰه علی ذلك ۔

اب ہم اس مقام پر اپنی دلیل کا آپ کی دلیل سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ سب اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے کہ آپ کی دلیل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر آپ کی دلیل کی ترجیح کی یہ وجہ ہے کہ توفی سے ظاہر موت ہے تو ہم ابھی اوپر ثابت کر آئے کہ ظاہر آیت و ان مّن اھل الکتاب الّا لیومنن به قبل موته سے حیات ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ انّی متوفّیك کی تفسیر جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث بخاری میں اس طرح فرمائی ہے کہ فاقول کما قال العبد الصّالح، تو میں کہتا ہوں کہ حدیث بخاری میں تفسیر و ان مّن اھل الکتاب ،کی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے

و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیھا،

کیونکہ اس حدیث سے صاف خود حضرت عیسی کا نزول جسمانی ثابت ہوتا ہے اور نزول فرع صعود کی ہے، تو ثابت ہوا کہ صعود بھی جسمانی ہوا۔ پس یہ حدیث صعود جسمانی کے اثبات کے لئے کم نہیں ہے۔ حدیث فاقول کما قال العبد الصالح سے اثبات وفات کے لئے اگر کہا جاوے کہ حدیث نزول بسبب معارضہ آیت انّی متوفّیك کے مصروف عن الظاہر ہے تو ہم کہیں گے کہ حدیث: فاقول کما قال العبدالصّالح بھی بسبب معارضہ آیت و ان مّن اھل الکتاب کے مصروف عن الظاہر ہے۔ اگر وجہ ترجیح یہ ہے کہ بخاری میں ہے کہ ابن عباس ؓ نے متوفیك کی تفسیر ممیتك کی ہے تو بخاری میں ہے کہ ابو ہریرہ ؓ نے و ان مّن اھل الکتاب کی

ایسی تفسیر کی ہے کہ جس سے قطعی حیات ثابت ہوتی ہے۔

اب ہماری دلیل کی وجہ ترجیح سنیئے۔ ہم نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف ہے جس سے قطعاً حیات ثابت ہے اور آپ سے لفظ توفی کا بمعنی موت حقیقی ہونا ثابت نہ ہوسکا کیونکہ مدار اس کا اس امر پر ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں کہ وہاں بلا قیام قرینہ موت مراد ہو۔ و انی لکم ھذا ؟

حدیث والّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم، صاف نزول جسمانی پر دلالت کرتی ہے اور آیت انّی متوفّیك اس کے معارض نہیں ہے بخلاف فاقول کما قال العبد الصالح کے کہ یہ وفات پر مطلق دلالت ہی نہیں کرتی کیونکہ اس میں لفظ تشبیہ موجود ہے اور بفرض دلالت آیت و ان من اھل الکتاب اس کی معارض وصارف عن الظاہر ہے ۔اور تفسیر ابن عباس (اور جب بسند صحیح ابن عباس سے رفع بہ جسد عنصری اور نزول ثابت ہے اور واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق موت سے کوئی منکر نہیں تو کسی قسم کا تخالف ہی نہ رہا) پر تفسیر ابو ہریرہ کو دو طرح پر ترجیح ہے۔ اول تو تفسیر ابن عباس کو بخاری تعلیقاً لایا ہے اور تفسیر ابو ہریرہ کو مسنداً۔ دوم یہ کہ راوی تفسیر ابن عباسؓ کا علی بن طلحہ ہے اور وہ مجروح ہے۔ بالجملہ ہماری دلیل کو آپ کی دلیل پر تین وجہوں سے ترجیح ہے۔

قولہ: آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمننّ کے متعلق چندروز کس قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا اور آخر آپ کا دعوی قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا۔

اقول: آیت کے متعلق بحث میں بنظر احقاق حق جو وقت صرف ہوا، اس کو ضائع کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ میں تو اللہ تعالی کے فضل سے امید اجر رکھتا ہوں آپ کو نہ ہو تو نہ سہی۔ اور ظاہر بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا ثابت ہو گیا اور حجت آپ پر اور آپ کے اتباع پر تمام ہوگئی۔ حجت الزامی تو آپ پر عین مناظرہ ہی میں تمام ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ تحریر چہارم یا پنجم میں بحث تحقیقی بھی جو تحریر ہذا میں لکھی گئی ہے لکھی جاتی مگر آپ اس کے خوف سے پہلے ہی خلاف معاہدہ وشرط

مباحثہ ناتمام چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

قولہ: اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ ھباءً منثوراً کی طرح نابود ہوگئیں۔

اقول: سبحانك هذا بهتان عظیم ۔وہ کون کلمہ حصر کا ہے اگر آپ سچے ہیں تو ارشاد فرمایئے ۔میرے پاس بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی ادلہ سوائے ان پانچ کے موجود ہیں (جن کو مقدمہ میں لکھا ہے)۔ان پانچ میں سے ایک کی تو قطعیۃ میں نے ثابت کر دی جس کی قطعیت کا دعوی کیا گیا تھا اور باقی ادلہ گو قطعی نہ سہیں مگر ادلہ ظنیہ تو ہیں، ظنی طور پر اثبات مدعی کے لئے کافی ہیں۔دلیل ظنی کا منکر اگرچہ کافر نہیں مگر مبتدع تو ہے۔

قولہ: حضرت آپ ناراض نہ ہوں۔اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔

اقول: آپ اپنے وقت کو اس مباحثہ میں ضائع سمجھتے ہیں تو آپ کا وقت ضائع ہوا ہوگا لیکن حضرت من! اس کا سبب میں نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب آپ کا پہلے سے باطل پر ہونا اور بعد تبیین وظہور حق کے اس کا نہ تسلیم کرنا ہے۔آپ اگر پہلے سے سوچ لیتے یا بعد ظہور حق کے تسلیم کر لیتے تو یہ وقت آپ کا ضائع نہ ہوتا۔میں بھی آپ کے اس قول سے اتفاق کرتا ہوں کہ فی الواقع آپ کا وقت ضائع ہوا عنداللہ اسلئے کہ بعد ظہور حق کے باطل پر آپ اڑے رہے اور عندالناس اس لئے کہ آپ کو شکست فاش اس مباحثہ میں ہوئی کہ زبانی عذر بارد مرض خسر صاحب خود کا کر کے پہلے ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر چل دیئے ذلك هو الخسران المبين ۔اور میرا وقت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضائع نہیں ہوا بلکہ میرے مخالف پر حجت تمام ہوگئی اور مجھ کو ناصر حقیقی نے فتح نمایاں نصیب کی ۔الحمد لله علی ذلك ۔اور چونکہ احقر نے حتی الوسع اس مناظرہ کو محض احقاق حق کیلئے کیا، ریا و سمعہ یا کسی اور غرض دنیوی ونفسانی کے ساتھ مشوب ہونے سے اس کو بقدر استطاعت بچایا و الله علی ما نقول و کیل اسلئے مجھ کو اپنے رب سے امید قوی ہے کہ اس کا اجر آخرت میں انشاءاللہ تعالیٰ مجھے ملے گا و ما توفیقی الا بالله و لا حول و لا حول قوة الا بالله

قولہ: اب جب کہ آپ کے ان اول درجہ کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا آخر میں یہ کیفیت نکلی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں جان ہوگی۔

اقول: یہاں سے آپ نے تمہید گریز کی شروع کی ہے اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانچ ادلہ جو سرسری طور سے جلسہ واحدہ میں بالمشافہ لکھوا کر آپ کو دیئے گئے اور اس جلسہ میں ان کا جواب آپ سے نہ ہو سکا اور مہلت آپ نے طلب کی اور شرط بالمشافہ تحریر کو آپ نے حذف کر دیا اور غائبانہ جو جواب آپ نے لکھا وہ سراسر باطل اور ہیچ اور لغو محض اس لئے آپ کو یہ دھڑکہ پیدا ہوا کہ ان ادلہ سرسری کے جواب میں تو یہ حال ہے پس اگر دوسرے ادلہ جو اطمینان سے لکھے جاویں گے تو اس کا جواب دہ میں کیوں کر ہو سکونگا۔ اور جب بحث حیات و وفاۃ میں جس کو میں اپنی دلیل قوی سمجھتا تھا یہ حال ہے تو بحث نزول و بحث مسیح موعود میں کیا حالت گزرے گی۔ اس لئے آپ نے ذلت فرار کو اختیار فرمایا مگر یہ خیال نہ کیا کہ یہاں تو فرار کر کے اپنی جان بچالی لیکن رب السماوات والارض سے جان بچا کر کہاں جایئے گا اگر آپ کو کچھ حیا و غیرت یا خوف حق تعالیٰ کا ہے تو پھر آپ دہلی میں تشریف لایئے اور مباحثہ حیات و وفات کو حسب معاہدہ و شرط تمام کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں موافق عہد و شرط کے مباحثہ کیجئے اور پھر موافق وعدہ کے مباحثہ اپنے مسیح موعود ہونے میں۔ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو ضرور یہ ابحاث آپ کو پورے کرنے چاہیے۔ ورنہ یہی علامت آپ کے مسیح کاذب ہونے کے لئے کافی سمجھی جاوے گی فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدت للکافرین۔

مخفی نہ رہے کہ آپ دنیا پر یہ ظاہر کیا ہے کہ خاکسار نے پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا مگر یہاں آپ کے اقرار سے ثابت ہوا کہ آپ کے گمان میں میرے پاس دوسرے دلائل بھی موجود ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ قصداً بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے کچھ کلمات سخت یہاں آپ کو لکھے ہیں مگر وہ کلمات آپ کے کلمات طیبہ کے مقابلہ و موازنہ میں کچھ سخت نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمایئے گا تو موازنہ کر کے دکھا دیا جائے گا با ایں ہمہ اس قدر سختی بھی

میں اپنی جبلت کے خلاف سمجھتا ہوں ۔ میں گمان کرتا ہوں کہ حق تعالی نے مجھ سے اس حکمت و مصلحت سے یہ لکھوائے ہیں کہ آپ غیرت میں آ کر پھر تینوں ابحاث کے لئے تیار ہو جاویں گے تو آپ کا دجل وتمویہ کھل جاوے گا۔

قولہ: اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جا چکے ہیں میری طرف سے بھی تین پرچے ہو گئے ۔اب یہ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہییں پبلک خود فیصلہ کر لے گی۔

اقول: جب مباحثہ ابھی ناتمام ہے تو پبلک کیسے فیصلہ کر سکتی ہے۔

قولہ: چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں۔تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے، اس لئے یہی پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔

اقول: یہ عجیب آپ کا انصاف ہے آپ اپنے رقعہ مورخہ ۲۳۔اکتوبر میں لکھ چکے ہیں:

اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے پانچ پرچوں تک کی احقر کو اجازت دی تھی اور مدعی بھی احقر کو بنایا تھا اور طبعی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ کا پرچہ ایک کم ہونا چاہیے۔

آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی مورخہ ٦ جون ۱۸۹۱ء میں خود لکھا ہے: پرچے پانچ ہونے چاہئیں جو صاحب اول لکھیں ایک پرچہ زائد ان کا حق ہے۔

اس خاکسار نے اول لکھا ہے اسلئے ایک پرچہ زائد میرا حق ہے اور آپ کا ایک پرچہ کم ہونا چاہیے۔

پس احقر کو پانچ کی اجازت ہوئی تو آپ کو چار کی ۔اب اگر اس سے کم پر مقرر کرنا منظور تھا تو اس کی تین صورتیں تھیں ۔یا تو ہر واحد کو مستقل کم کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں تو مناظرہ متصور نہیں کیونکہ احد المناظرین مثلاً اگر دو تحریروں پر قصد کرنا چاہتا ہے اور دوسرا تین پر یا احد المناظرین

تین پراور دوسرا چار پر یا احدالمناظرین چار پراور دوسرا پانچ پر، تو مناظرہ کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اجتماع اضداد محال ہے۔ اور اگر احدالمناظرین کو اختیار دیا جاوے نہ دوسرے کو، تو ترجیح بلامرجح خلاف عدل ہے، یا دونوں کو باتفاق رائے کم پر قصر کرنے کا اختیار ہے یہی شق متعین ہے اور یہ آپ نے اختیار نہیں کی۔ اگر آپ کو میری تین تحریروں پر قصر کرنا تھا تو آپ کو دو امر واجب تھے۔ اول یہ کہ قبل قطع مباحثہ تراضی طرفین حاصل کر لیتے۔ دوم جس تقدیر پر احقر تین پرچوں پر راضی ہوجاتا تو آپ اپنے دو ہی پرچے رکھتے تیسرا نہ لکھتے۔ جب آپ نے دو واجبوں کا ترک کیا تو اب نقض معاہدہ ومخالفت آپ سے صادر ہوئی اسلئے اب مجھے عقلاً وشرعاً وقانوناً آپ کی اخیر تحریر کے جواب لکھنے کا اختیار باقی رہا۔ ہاں جو تحریرات مباحثہ میں ہوئی ہیں وہ ان شاءاللہ تعالیٰ بجنسہ محفوظ رہیں گی اس میں کچھ کم وبیش نہ کیا جاوے گا۔ علاوہ اس کے وفات کی دلیل آپ نے اخیر پرچے میں لکھی اور وہ لکھ کر آپ چل دیئے اور احقر کو مطلق موقع جواب کا نہ دیا۔ کیا یہی انصاف ہے۔ اگر آپ کو تیسرے پرچہ پر قطع بحث منظور تھی تو دلیل وفات دوسرے ہی میں لکھ دی ہوتی۔ کیا مسیح موعود کی ایسی دیانت ہونی چاہیے۔ ہاں مسیح کاذب کیلئے یہی زیبا ہے۔

سوائے اس کے آپ تحریر اخیر میں چند امور کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر فیصلہ کر لیں۔ انتھی

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباس اور عکرمہ کے کون سی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کون سی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالۃ اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے۔

تیسری جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب فرمائیے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے؟ انتہی

چوتھی جگہ لکھا ہے:

اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ دکھلائیے۔انتہی

پانچویں جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے:

آپ اگر سچے ہیں تو اس کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں۔

ان مقامات میں چند امور کا آپ مطالبہ کر رہے ہیں اور یہاں ارشاد ہے کہ :

یہی پرچے بلا کم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کریں۔

یہ اجتماع المتخالفین کیسا ہے۔

قولہ: یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں۔

اقول: یہ غلط محض ہے اور دعوی بلا دلیل اور کذب صریح ہے، عقل ونقل کے مخالف، کیونکہ میرے بیانات کا ختم ہونا آپکو کیسے معلوم ہوا؟ علاوہ اس کے ابھی تک اس خیال سے کہ یہ مقدمہ آپ کے مسلمات سے ہے کہ قبل موت کا مرجع حضرت عیسیٰؑ ہیں دلیل تحقیقی اس پر قائم نہیں کی گئی تھی، آپ کے مسلمات پر بنا رکھی گئی تھی۔اور یہ ارادہ تھا کہ اگر آپ مطالبہ دلیل تحقیقی کا کریں گے تو دلیل تحقیقی بیان کی جاوے گی۔سو آپ نے صفحہ ۴ تحریر اخیر میں مطالبہ تو کیا اور جواب کا انتظار آپ نہیں کرتے۔ کیا یہی طبعی طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہونا ہے۔یہ تو صریح ظلم ہے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔علاوہ اس کے باوجود مطالبہ آپ نے کسی پرچہ میں دلیل وفات مسیح تحریر نہیں فرمائی، ہاں پرچہ اخیر میں دو دلیلیں لکھی ہیں تو اب مہلت آپ جواب کی نہیں دیتے۔ کیا یہی طبعی طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہونا ہے۔اس سے صریح آپ کی چالاکی معلوم ہوتی ہے

۔آپ کو کتمان حق و دجل وتمویہ مقصود ہے اظہار صواب و احقاق حق ہرگز مطلوب نہیں اگر احقاق حق منظور ہوتا تو ایسے امور کا ارتکاب آپ ہرگز نہ کرتے آپ اگر سچے ہیں تو پھر دہلی میں آ کر مباحثہ حیات و وفات کو ختم کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں پھر اپنے مسیح موعود ہونے میں بحث کیجئے ورنہ آپ مسیح کاذب تصور کئے جاویں گے۔

قولہ: اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو، پیدا ہو جائیگی تو اس تصفیہ کے بعد آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بحث کر سکتے ہیں۔

اقول: یہ امر معاہدہ وشرط کے خلاف ہے کیونکہ آپ تین رقعوں میں تحریر فرما چکے ہیں کہ:

پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث ہوگی، اس کے بعد نزول مسیح ابن مریم میں اور عاجز کے مسیح موعود ہونے میں،

یہ قید جواب آپ نے زیادہ کی ہے یعنی اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی، انتہی۔ کسی رقعہ میں نہیں تحریر فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دفع الوقتی مقصود ہے احقاق حق سے کچھ کام نہیں۔ بھلا یہ تو فرمایئے کہ وہ پبلک کون ہوگی اور وہ ثالث کون ہونگے۔ اگر میری جماعت نے فیصلہ کیا تو آپ اس کو تسلیم نہ کریں گے اور آپکی جماعت نے فیصلہ کیا میں اس کو تسلیم نہ کرونگا۔ پھر وہ فیصلہ کرنے والی جماعت کون ہوگی۔ میرے نزدیک اگر جماعت پر ہی فیصلہ رکھا جاوے تو یہ شکل عمدہ معلوم ہوتی ہے کہ میری چاروں تحریریں اور آپ کی تین تحریریں ایک جماعت کے سامنے پیش ہوں کہ ان میں دو آدمی میرے مذہب کے میری پسند کے موافق ہوں اور دو آدمی آپ کے مذہب کے آپ کی پسند کے مطابق اور ایک وہ شخص ہو کہ نہ میری جماعت میں داخل ہو اور

نہ آپ کی جماعت، جیسے کوئی عیسائی عالم یا کوئی آریہ سماج عالم یا کوئی نیچری عالم مانند سید احمد خان صاحب وغیرہ کے اور اس کا منتخب کرنا بھی ہم دونوں کے اتفاق سے ہو۔ پھر کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے اس کے سوا اور کسی طرح پر کسی جماعت کا فیصلہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتا۔

قولہ: لیکن اس تحریری بحث کیلئے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں جب کہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔

اقول: یہ امر بھی معاہدہ وشرط کے خلاف ہے کیونکہ معاہدہ وشرط یہ ہے کہ تحریری بحث بالمشافہ ہو، ورنہ آپ کا دہلی میں آنا عبث تھا اور مجھ کو دہلی میں طلب فرمانا بھی عبث۔ اگر آپ پہلے سے یہ سوچ لیتے تو مجھے اور آپ دونوں کو دہلی کے جانے کی تکلیف کیوں کرنی پڑتی۔ پس آپ کی اس تحریر سے ہر منصف مزاج بخوبی آپ کی گریز تسلیم کرلے گا اور غالباً آپ کو بھی اس تحریر کے بعد جس سے صریح گریز ٹپک رہی ہے پشیمانی ہوئی ہوگی اور آئندہ آپ کسی سے مناظرہ کا نام نہ لیں گے اور نہ کوئی اہل علم آپ کو بایں پریشان خیالی مناظر بنانا چاہے گا جب تک کہ آپ کے حیلہ جوئیوں کا پورا بندوبست نہ کرلے۔

الحمد لله اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين و صلى اللّٰه على خير خلقه محمد وعلى آله و اصحابه اجمعين ۔

(حق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح۔طبع دہلی ۱۳۰۹ھ)

مباحثہ مابین مرزا قادیانی ومولانا کلانوری

مرزا بشیر احمد قادیانی نے اپنے والد کے متعلق لکھا ہے:

۱۸۹۲ء کے شروع میں آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) پھر عازم سفر ہوئے اور سب سے پہلے لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں ۳۱ جنوری کو آپ کی ایک پبلک تقریر ہوئی، اور مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری کے ساتھ ایک مباحثہ بھی ہوا، جو ۳ فروری ۱۸۹۲ء کو ختم ہوا۔ لاہور سے آپ سیالکوٹ اور سیالکوٹ سے جالندھر اور جالندھر سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور لدھیانہ سے آپ واپس قادیان تشریف لائے۔ اس طرح آپ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد کے ابتدائی سفروں کا اختتام ہوا۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ ص ۹۲)

مذکورہ بالا پبلک تقریر کے متعلق جو اشتہار مرزا صاحب قادیانی نے چھپوایا تھا، وہ یوں ہے:

عام اطلاع

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دور کرنے کے لئے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، کواکب کو ملائک قرار دیا ہے، معجزات اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سوان بے جا الزامات کے رفع دفع کیلئے یہ تقریر سنائی جائے گی اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں، اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سنائی جائے گی۔

لہذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی

تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں، وہ اس تقریر کے سننے کے لئے چونا منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن تشریف لاویں۔ اور واضح رہے کہ اس جلسہ میں کسی قدر اس طریق فیصلہ کے بارے میں تقریر ہوگی جو انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ خدا تعالی سچّوں کی تائید میں خود آسمان سے اس فیصلہ کو ظاہر کرتا ہے تا جھوٹے چالاک زبان دراز کو ملزم اور ساکت اور ذلیل کرے۔ فقط۔ والسلام علی من اتبع الہدی

المطلع۔ میرزا غلام احمد قادیانی ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۳۱۱۔۳۱۲)

رئیس قادیان میں مولانا رفیق دلاوری نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس سفر کی داستان یوں بیان کی ہے:

مرزا صاحب قادیانی (لاہور میں) ابھی ستانے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا پیغام مباحثہ، پیام اجل کی طرح آ پہنچا۔ اس بم نے ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور مباحثہ سے انکار کر دیا گیا۔ لیکن بایں ہمہ انکار واعراض دوسری مجلسوں میں مناظرہ کرنے کی شیخیاں بھی بگھارتے رہے۔ یہ سن کر مولوی محمد حسین بٹالویؒ نے تین دوسرے علماء لاہور کی طرف سے بھی مباحثہ کا نوٹس بھجوا دیا جسے مرزا صاحب قادیانی نے لینے سے انکار کر دیا۔ مولوی (محمد حسین) صاحب نے وہی نوٹس چھپوا کر مرزا قادیانی صاحب (کی اقامت گاہ کے) دروازے پر چسپاں کر دیا۔

یہ دیکھ کر مرزا صاحب قادیانی نے قیام لاہور کو موجب خسران سمجھا اور رات کو نو بجے سیالکوٹ چلے گئے۔ تاہم وہاں بھی پرائیویٹ جلسوں میں دعوی مباحثہ کو نہ چھوڑا۔ اس لئے ۷ فروری کو لاہور سے ایک اور نوٹس ان کے نام بھجوایا گیا۔ لیکن ۲۱ فروری ۱۸۹۲ء تک اس کا کوئی جواب نہ آیا، تو مولوی محمد حسین بٹالویؒ خود سیالکوٹ جا پہنچے۔ یہ سننا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے رات کی گاڑی سے

وہاں سے بھی کوچ کر دیا۔ (رئیس قادیان۔جلد۲۔ص۷۷)

مولانا رفیق دلاوری مزید لکھتے ہیں کہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سیالکوٹ سے روانگی سے قبل معززین شہر کا ایک وفد مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ مولوی محمد حسین بٹالویؒ سے ایک آدھ مناظرہ کرتے جائیے۔مگر مرزا صاحب نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ مولوی محمد حسین مجھے کافر سمجھتے ہیں، اور مجھے گالیاں دیتے ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ جن گالیوں کا آپ کو کھٹکا ہے، اگر وہ مجلس مناظرہ میں دی گئیں تو وہ سو روپیہ فی گالی جرمانہ دینے کو تیار ہیں۔مگر مرزا صاحب تیار نہ ہوئے۔

اس پر ملک قطب الدین خان ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے مباحثہ کی یہ تجویز نکالی کی فریقین جدا جدا بیٹھیں، اور اپنے سوال و جواب تحریری پیش کریں۔وکلاء اور بیرسٹروں کی ایک جماعت موجود ہو، جو پیش کئے جانے سے پیشتر دیکھ لے کہ یہ سوال یا جواب جائز و موزوں ہے یا نہیں۔اور اگر وہ غیر موزوں یا مبحث سے خارج ہو تو راقم کو واپس کر دے، اور اس کو ملزم قرار دے۔

مرزا صاحب قادیانی اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے اور یہ کہہ کر ریلوے سٹیشن کا راستہ لیا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے۔مگر سیالکوٹ سے چل کر کپورتھلہ پہنچ گئے جہاں ان کی کوئی زمین نہیں تھی۔ (رئیس قادیان، ج۲۔ص۷۷۔۷۸)

مرزا غلام احمد کپورتھلہ پہنچے تو مولانا بٹالوی نے ایک اشتہار چھپوا کر مسلمانان کپورتھلہ کے پاس بھیج دیا جس میں قادیانی صاحب کو مناظرے کی دعوت دی گئی تھی۔اس پر مرزا صاحب کپورتھلہ سے نکل کر جالندھر چلے گئے۔جالندھر میں مسلمانوں نے مولانا بٹالوی کو آنے اور مرزا صاحب سے مناظرہ کرنے کا لکھا، تو مولانا بٹالویؒ نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے دریافت کر لو، اگر وہ تیار ہوں تو میں معاً پہنچتا ہوں۔

مرزا صاحب قادیانی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے میدان مناظرہ میں اترنے سے انکار کر دیا۔اس

پر جالندھر سے ماسٹر فتح الدین خان اور حاجی بدرالدین صاحبان نے مولانا بٹالویؒ کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ مرزا صاحب قادیانی نے آپ سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۱۴ صفحہ ۱۰۔۱۲۔(رئیس قادیان حصہ دوم صفحہ ۷۸)۔

فروری ۱۸۹۲ء میں ہونے والے قادیانی، کلانوری مباحثے کی روداد مولانا رفیق دلاوری یوں بیان کرتے ہیں:

جب مرزا غلام احمد قادیانی جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے تو لاہور کے ایک اہل علم مولانا عبدالحکیم کلانوری ان کی قیام گاہ واقعہ چونا منڈی ان سے ملنے چلے آئے۔اور ان کے دعوی محدث ہونے، جو ان کے بقول ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی ہوتا ہے، پر بحث شروع کر دی۔

مرزا صاحب نے تجویز کیا کہ اس پر باقاعدہ مناظرہ ہونا چاہیے جو تحریری ہو۔

مولانا کلانوری تحریری بحث کے خلاف تھے کہ اس میں وقت بہت صرف ہوتا ہے اور فریقین کے ایک مقام پر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان کا کہنا تھا کہ ہم دونوں آمنے سامنے ہیں، زبانی بحث کر کے کیوں نہ فیصلہ کر لیں۔

مرزا صاحب کو تحریری بحث پر اصرار رہا تو مولانا بھی اس پر مان گئے موضوع بحث یہ تھا:

محدث کسی حیثیت سے نبی ہوتا ہے یا نہیں؟

مرزا صاحب قادیانی مدعی تھے کہ وہ ایک حیثیت سے نبی ہوتا ہے۔

تحریری بحث شروع ہوئی۔ابھی مولانا کلانوری کی طرف سے تیسرا پرچہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔مولانا نے مطالبہ کیا کہ انہیں تحریر لکھ کر دی جائے۔اس سے آگے کی بات مرزا صاحب (کے مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ا۔ص ۳۱۲۔۳۱۴) سے نقل کی جاتی ہے:

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعوی نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہو گیا جو عبارت درج ذیل ہے۔

المرقوم ۳ فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳ رجب ۱۳۰۹ھ

العبد: برکت علی وکیل چیف کورٹ۔ محی الدین صوفی، خاکسار رحیم بخش، فضل دین، رحیم اللہ، ابو یوسف محمد مبارک علی۔ حبیب اللہ

الحمد لله و الصلوة و السلام على رسو له خا تم النبيين

اما بعد: تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام، و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے، یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان لفظوں کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا، مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے مکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے

عن ابی هر یره قا ل قا ل النبی ﷺ قد كا ن فيمن قبلكم من بنی اسرا ئیل

رجا ل یکلّمو ن من غیر ان یکو نوا انبیاء فا ن یك فی امتی منهم ا حد فعمر

(صحیح بخاری جلد اول ص ۵۲۱۔ پارہ ۱۴ ۔ با ب مناقب عمر) ۔ ،

تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دل جوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہوسکتا ہے۔سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔

اور نیز عنقریب یہ عاجز (مرزا) ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط کے ساتھ تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت والجماعت خیال کرتے ہیں۔

سو میں ان شاءاللہ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دونگا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کردونگا۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مولف رسالہ توضیح مرام وازالۃ الاہام۔۳ فروری ۱۸۹۲ء

☆☆☆

والصلوۃ و السلام علی سید الا نبیاء محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

و الحمد للہ رب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی۔محمد بہاءالدین۔۲۸۔دسمبر ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سليما ن و انه بسم الله الر حمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و ہفتم (۲۷)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

منکوحہ آسمانی (۱)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست وہفتم (۲۷)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین
صفحات	۴۰۰
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

انه من سلیما ن و انه بسم الله الر حمن الر حیم

مشمولات کتاب کا تعارف

آج اس پیش گوئی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی چچا زاد بہن کی بیٹی (مسماۃ محمدی ہوشیار پوری) سے شادی کی غرض سے کی تھی۔ اس شادی کے لئے مرزا صاحب قادیانی کا کہنا تھا کہ یہ آسمان پر ہو چکی ہے اور زمین پر اس کے وقوع کے لئے انہوں نے سلسلہ جنبانی انیسویں صدی کے نویں عشرے سے شروع کر رکھا تھا۔

اس لڑکی کی شادی اس کے ماں باپ نے کسی اور جگہ کرنے کا فیصلہ کیا، تو مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ اس لڑکی (مسماۃ محمدی ہوشیار پوری) کا ہونے والا شوہر روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اور لڑکی کا باپ تین سال کے اندر مر جائے گا۔ اور یہ لڑکی (مسماۃ محمدی) بیوہ ہو کر ان کے نکاح میں آ جائے گی۔

لڑکی کا شوہر (مرزا سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور) اڑھائی سال میں نہ مرا، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ کوئی بات نہیں، اگر وہ اڑھائی سال میں نہیں مرا تو کیا ہوا، وہ بہر حال مرے گا، اور میری زندگی میں مرے گا، اور یہ لڑکی (مسماۃ محمدی) ان کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اور مخالفین کو للکار للکار کر فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو میں بھی زندہ ہوں اور وہ لڑکی بھی ابھی زندہ ہے۔ بس ذرا انتظار کرو۔ میرے جیتے جی وہ لڑکی، قادیانی حرم کی زینت ضرور بنے گی۔ ایسا نہ ہوا تو مجھے جھوٹا سمجھا جائے۔

اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہو گئے اور لڑکی (جو مرزا سلطان محمد بیگ سے شادی کے بعد محمدی بیگم کے نام سے معروف ہو چکی تھی) اپنے خاوند کے گھر آباد اور اس کے بچوں کو جنم دیتی رہی۔ اور مرزا

صاحب قادیانی کی الہامی پیش گوئیوں کا منہ چڑاتی، اور الہامی دعاوی کے سر میں خاک ڈالتی رہی۔

اور چونکہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہہ رکھا تھا کہ یہ پیش گوئی ان کے صدق و کذب کا معیار ہے، اور اس خاتون سے زمین پر ان کی شادی نہ ہو، تو انہیں دجال سمجھا جائے، اس لئے جو بات بعض علماء، مرزا صاحب کی زندگی میں کہے جا رہے تھے کہ:

یہ شخص دجال و کذاب ہے، اس لئے اس کی کوئی پیش گوئی سچی ہو ہی نہیں ہو سکتی،

اب سبھی نے کہنا شروع کر دیا کہ:

چونکہ اس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی ہے، اس لئے یہ اپنے ہی مقرر کردہ معیار سے کذاب و دجال ثابت ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے مہدویت و مسیحیت و نبوت، مجددیت، اور امام الزمان ہونے کے دعاوی جھوٹے ہیں۔

اور اس موضوع پر بہت سی تحریریں منظر عام پر آئیں۔

المختصر، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی نے ۱۸۸۶ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک کئی روپ دھارے ہیں:

ابتداء یہ کہا گیا کہ محمدی سے ان کا نکاح آسمان پر ہو گیا ہے، اور اب زمین پر بھی ہو جائیگا۔

جب ہوشیار پوری بیگوں نے رشتہ دینے سے انکار کیا، تو مرزا قادیانی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح ان کا انکار اقرار میں بدل جائے۔ اور پیش گوئی کے یقینی وقوع پر زور دیتے رہے۔

جب ہوشیار پوری بیگوں نے اپنی لڑکی کی کسی اور جگہ منگنی اور شادی کی باتیں شروع کیں، تو مرزا صاحب قادیانی نے فرمانا شروع کیا کہ: وہ پیش گوئی یہ ہے کہ وہ لڑکی (مسماۃ محمدی) باکرہ یا ثیبہ، کسی بھی حالت میں ان کے نکاح میں آئے گی۔

جب محمدی کی شادی مرزا صاحب قادیانی کی بجائے ایک اور شخص سے ہو گئی، تو فرمایا کہ:

میری پیش گوئی میں یہ بات شامل ہے انا رادوھا الیك، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (محمدی) پہلے کسی اور جگہ جائے گی، وہاں سے واپس تمہارے پاس آئے گی۔

نیز فرمایا کہ اس کا ہونے والا خاوند روز نکاح سے اڑھائی سال بعد مر جائے گا۔

جب محمدی کی مرزا سلطان محمد سے شادی کو اڑھائی سال گذر گئے، اور سلطان محمد نہ مرا، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:

سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور، دل میں ڈر گیا ہے، اس لئے پیش گوئی موخر ہوگئی ہے، لیکن میری شادی محمدی سے ضرور ہوگی۔ بھلے ذرا دیر سے۔

پھر مرزا صاحب قادیانی چل دیئے، تو پیش گوئی کا باب ہی بند ہوگیا، معتقدین نے تاویلات شروع کر دیں اور مسلمانوں نے اس کے کذب کا یقین کرتے ہوئے اس موضوع پر کھل کر لکھا اور خوب لکھا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی الہامی پیش گوئی کے یہ مختلف مراحل یا روپ ہیں۔ پہلے مرحلے میں جن لوگوں نے پیش گوئی اور مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت کی، وہ اس میدان کے سابقون الاولون ہیں۔ ان کا یقین واعتماد، کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی جھوٹی ہے، بعد والوں کی نسبت زیادہ ہے۔

دوسرے مرحلے میں لکھنے اور تگ ودو کرنے والوں کا یقین واعتقاد اپنے سے بعد والوں (یعنی تیسرے مرحلے میں لکھنے والوں کی) کی نسبت زیادہ ہے۔

اس سے اگلے مرحلے میں لکھنے والوں کا یقین واعتقاد اپنے سے بعد والوں کی نسبت زیادہ ہے۔

پہلے مرحلے میں جن لوگوں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی کی مخالفت کی، ان میں (عیسائیوں کے علاوہ) مسلمانوں میں سے محمدی بیگم کے ماں باپ اور نانی وغیرہ ہیں، جنہوں یہ رشتہ دینے سے انکار کر کے مرزا صاحب قادیانی کے منہ پر کہہ دیا کہ وہ ان کے الہام اور پیش گوئی کو جھوٹا جانتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خوش آمد، درآمد کرتے رہے اور تخویف وتہدید سے کام لیتے رہے لیکن وہ لوگ تاعمر اپنے اس موقف پر قائم رہے کہ (مرزا قادیانی) تم جھوٹے ہو۔

ان سابقون میں ہوشیار پوری بیگوں کے علاوہ منشی محمد رمضان کا ذکر خود مرزا صاحب قادیانی کے ایک خط میں ملتا ہے جس نے اس پیش گوئی کے سامنے آتے ہی ایک اخبار کے صفحات میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی پر تنقیدی مضمون لکھا تھا۔ ہمیں منشی محمد رمضان صاحب کی یہ تحریر دیکھنے کو نہیں ملی، لہذا اسے قارئین کی

نذر نہیں کرسکتے، اور نہ ہی ہمیں منشی صاحب کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوسکی ہیں۔

اس دور میں مرزا صاحب قادیانی کی پہلی بیوی، اور ان کے دونوں بڑے بیٹے سلطان احمد اور فضل احمد بھی اس پیش گوئی کے مخالفین میں شامل ہیں۔ فضل احمد مالی طور پر کافی تنگ دست تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ دو بیویوں کا شوہر تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے حواری خاص حکیم نورالدین کے ذریعے اس کی اچھی ملازمت کے لئے کوشش کروا کے اسے ہموار کرنے کی کوشش کی تھی، تاکہ وہ اپنے سسرالی رشتہ داروں میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے مسماۃ محمدی سے ان کی شادی کی راہ ہموار کرا دے۔ لیکن مرزا فضل احمد نے اپنے باپ کو جھوٹا الہامی یقین کرتے ہوئے کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی اہلیہ اول نے بھی اس شادی کے لئے کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔ بلکہ مخالفت کر کے ظاہر کر دیا کہ وہ آپ کو الہامی نہیں سمجھتی تھی، اور آپ کی پیش گوئی کو جھوٹا سمجھتی تھی۔

اسی طرح آپ کا بڑا بیٹا سلطان احمد، جو ان دنوں لاہور میں نائب تحصیل دار تھا، نے بھی اپنے باپ اور اس کی الہامی پیش گوئی کی مخالفت کی، اور مسماۃ محمدی کی سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور سے شادی کروانے کی تجویز و تحریک میں وہ پیش پیش رہا۔ نتیجتاً مرزا صاحب قادیانی نے اسے عاق اور محروم الارث کر دیا۔

اس مرحلے پر ردّ قادیانیت میں ایک اور نام سامنے آتا ہے جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ ہے مسماۃ محمدی بذات خود۔ اگر محمدی کا ایمان و ایقان مرزا صاحب قادیانی اور ان کے الہامی ہونے پر، اور اس پیش گوئی کے الہامی اور سچا ہونے پر ہوتا، تو وہ اپنے والدین سے کہہ سکتی تھی کہ بھلے تمہیں مرزا قادیانی کسی وجہ سے پسند نہ ہو، لیکن میں تو اسی سے شادی کرونگی۔ بہتر ہے کہ تم خود اپنے ہاتھوں یہ کام کر دو، ورنہ میں خود ایسا کرلوں گی۔ لیکن اس خاتون نے نہ تو والدین کے سامنے ایسی کسی خواہش کا اظہار کیا، نہ خود کوئی قدم اٹھایا، بلکہ اپنے خاندان کے بزرگوں کی سرپرستی میں سلطان محمد آف پٹی سے شادی کر کے علی رؤس الاشھاد واضح کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی کو جھوٹا اور انہیں ان کے دعوی الہام میں کاذب سمجھتی ہیں۔

محمدی بیگم، کا یہ موقف اور یقین و ایقان سلطان محمد آف پٹی سے شادی کے بعد بھی قائم و دائم رہا۔ شادی کے چھ ماہ بعد اس کا باپ مرزا احمد بیگ فوت ہوا، جسے مرزا صاحب قادیانی کہتے تھے کہ ان کی پیش گوئی

کے مطابق فوت ہوا، نیز اس کے خاندان پر بقول مرزا قادیانی دیگر مصائب اور تکلیفیں بھی آئیں، جو کسی بھی ڈھلمل یقین کا اعتماد متزلزل کرنے کے لئے کافی ہوسکتی تھیں۔لیکن یہ خاتون پورے خلوص واعتماد اور یقین کے ساتھ اپنے خاوند مرزا سلطان محمد آف پٹی کی وفادار رہی۔مرزا غلام احمد صاحب کے بلند بانگ دعاوی مثل:

میں رئیس قادیان ہوں، اتنی زمینوں کا مالک ہوں، اتنی کتابوں کا مصنف ہوں اور میری کتابیں چھپنے سے بھی پہلے بک جاتی ہیں، لاکھوں مریدوں کی جان و مال اور عزت وآبرو کا مالک ہوں، میرے ایک اشارے پر گھڑی بھر میں میرے مرید لاکھوں روپیہ میرے لئے جمع کر سکتے ہیں، میرے پاس پیسہ ہی پیسہ ہے، میں نے اپنی بیوی نصرت بیگم کو زیورات سے لاد رکھا ہے، کیا ہوا ذرا ضعیف العمر ہوں، لیکن پچاس مردوں کے برابر طاقتور ہوں، مجھے ۸۰ سال بلکہ ۹۵ سال زندگی کی نوید دی گئی ہے، وغیرہ

ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے باہر نکالتی رہی۔اگر محمدی بیگم کے ایمان میں ضعف ہوتا یا وہ مرزا صاحب قادیانی کو سچا الہامی جانتی، تو کسی بھی مرحلے پر اپنے خاوند سلطان محمد سے کنارہ کر کے مرزا قادیانی کے پاس آسکتی تھی۔خلع لے سکتی تھی، مرزائیت قبول کرنے کا اعلان کرسکتی تھی، اور اس بنا پر اس کا نکاح سلطان محمد سے فسخ ہوجاتا، اور مرزا قادیانی کا راستہ صاف ہوجاتا۔لیکن اللہ کی اس بندی کے ایمان میں تزلزل نہیں آیا اور مرزا صاحب قادیانی مدۃ العمر اس کے التفات کے لئے سسکیاں لیتے اور آہیں بھرتے اور دعائیں کرتے رہے۔تا آنکہ مئی ۱۹۰۸ء میں حصول مدعا میں ناکام ونامراد رہ کر اپنے کذاب ودجال ہونے پر اپنی ہی مہر ثبت کر گئے۔

اگلے مرحلے پر حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نظر آتے ہیں۔۱۸۹۳ء کے آغاز میں، جب کہ مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ کی شادی مرزا سلطان محمد آف پٹی سے ہوچکی تھی، اور مرزا صاحب کا آسمانی سسر یعنی محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری فوت ہوگیا تھا، اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی اس مرحلے پر تھی کہ

روز نکاح (یعنی ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء) سے ڈھائی سال کے اندر اندر سلطان محمد مرجائے گا اور انـــا

راد و ھا الیك پر عمل ہوگا کہ محمدی بیوہ ہوکر اس کے نکاح میں آجائے گی،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا صاحب قادیانی کو لکھے جانے والے ایک خط میں (جو بعد میں طبع ہوکر پبلک دستاویز بن گیا) مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو چیلنج کیا اور فرمایا کہ:

چونکہ تم جھوٹے ہو، اس لئے تمہاری پیش گوئی بھی جھوٹی ہے۔ اگر تم اس کے الٹ ثابت کرنا چاہتے ہو، تو میرے ۸۵ سوالات مندرجہ مکتوب کا صحیح جواب دو۔

جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ساکت ومبہوت ہوکر رہ گئے، تو عوام اہل اسلام کے ساتھ عام علماء کرام کو بھی اللہ تعالی نے گویا زبان عطا فرمادی اور انہوں نے اس موضوع پر لکھنے کا آغاز کر دیا۔ شاعروں نے مرزا قادیانی اور اس کی پیش گوئی کا شعروں میں تیاپانچا کیا، اور نثر نگاروں نے نثری تحریروں میں مرزا صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس دور کے کارکنان تحریک میں سے مولوی خدا بخش واعظ، منشی سعد اللہ لدھیانوی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بسلسلہ مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی لکھا اور خوب لکھا۔

اس کے بعد کے مرحلے میں بسلسلہ منکوحہ آسمانی جو لوگ نثر ونظم کے میدان میں سامنے آئے ان میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی، منشی الٰہی بخش لاہوری، قاضی عبدالاحد خان پوری، مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی، مولانا ابو الحسن سیالکوٹی، وغیرھم شامل ہیں۔

اس کے بعد کے مرحلے میں حکیم مظہر حسن، قاضی عبدالاحد خان پوری، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی، مولانا سید محمد علی مونگیری، بابو پیر بخش لاہوری وغیرہ شامل ہیں۔

مختلف مراحل میں وجود میں آنے والی جو تحریریں ہمیں ملی ہیں، انہیں یہاں نقل کیا جائے گا اور چونکہ یہ بنیادی طور پر ایک ہی موضوع پر ہیں، اور ایک ہی قسم کی قادیانی تحریروں کے تناظر میں وجود میں آئی ہیں، اس لئے قارئین کو جا بجا تکرار بھی نظر آئے گا لیکن: ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مشاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ قارئین کو اس بات کا اندازہ بھی ہو جائے گا کہ بنیادی کام کن بزرگوں نے کیا ہے، اور کن بزرگوں نے اس بنیاد پر عمارت کھڑی کی ہے، اور کن بزرگوں نے اسے رنگ وروغن اور نقش ونگار

سے آراستہ کیا ہے۔

اس کتاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہارات مثل: اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء وتتمہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء، اشتہار اکتوبر ۱۸۹۴ء بابت منکوحہ آسمانی، اشتہار انعامی چار ہزار، اشتہار بابت لیکھرام، اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ضروری عبارات نقل ہوئی ہیں۔

نیز مرزا قادیانی کی درج ذیل کتابوں سے ضروری تحریریں نقل کی گئی ہیں: ازالہ اوہام، آسمانی فیصلہ، دافع الوساوس، شہادۃ القرآن، کرامات الصادقین، انوار الاسلام، انجام آتھم، سراج منیر، حجۃ اللہ، کتاب البریہ، ایام الصلح، تریاق القلوب، اربعین نمبر ۲، اربعین نمبر ۴، تحفہ غزنویہ، تحفہ گولڑویہ، نزول المسیح، اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، تذکرۃ الشہادتین، براہین احمدیہ جلد پنجم، حقیقۃ الوحی، مکتوبات احمدیہ وغیرہ

مسلمانوں کی جن کتب ورسائل سے اخذ ونقل ہوئی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶، ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۷، ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ (شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی)، کلمہ فضل رحمانی (قاضی فضل احمد لدھیانوی)، الہامات مرزا (شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری)، عصائے موسی (منشی الہی بخش لاہوری)، اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی، السیف المسلول (قاضی عبدالاحد خان پوری)، تازیانہ عبرت (مولوی کرم الدین جہلمی)، سیف چشتیائی (پیر مہر علی شاہ گولڑوی)، ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ (مولانا احمد حسن شوکت)، مثنوی معیار الحق المبین (مولوی خدا بخش واعظ)، بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی (مولانا ابوالحسن سیالکوٹی)، چودھویں صدی کا مسیح (حکیم مظہر حسن صدیقی)، راست بیانی بر شکست قادیانی، البیان فی حقیقت مرزا غلام احمد وسید احمد خان، (مولوی امام الدین گجراتی) افادۃ الافہام (مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی)، معیار المسیح (حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی)، المسیح الدجال، ذکر الحکیم عرف کانا دجال (ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی)، فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی (حکیم حافظ محمد دین)، مرقع قادیانی (شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری) وغیرہ۔

زیر نظر جلد کی پروف ریڈنگ بھی میں خود ہی کی ہے اور چونکہ اپنی کمپوزیشن کی پروف ریڈنگ بہت مشکل کام ہے، اس لئے اس میں غلطیاں بھی کافی ہوں گی جن کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

والسلام: محمد بہاء الدین

مرزا قادیانی ہوشیار پور میں

چلہ کشی کی غرض سے ۱۸۸۶ء میں کچھ عرصہ کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی ہوشیار پور تشریف لے گئے، جیسا کہ آپ اپنے مخلص مرید منشی رستم علی کو اپنے ۱۳ جنوری ۱۸۸۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ تعالی... عنایت نامہ پہنچا۔ خداوند کریم آپ کو خوش وخرم رکھے۔ حال یہ ہے کہ اس خاکسار نے حسب ایماء خداوند کریم بقیہ کام رسالہ (سراج منیر) کے لئے اس شرط سے سفر کا ارادہ کیا ہے کہ شب وروز تنہا ہی رہے، اور کسی کی ملاقات نہ ہو۔ اور خداوند کریم جل شانہ نے اس شہر کا نام بتا دیا ہے کہ جس میں کچھ مدت بطور خلوت رہنا چاہیے۔ اور وہ ہوشیار پور ہے۔ آپ کسی پر ظاہر نہ کریں کہ بجز چند دوستوں کے اور کسی پر ظاہر نہیں کیا گیا..

.خاکسار غلام احمد (مکتوبات احمد ج ۲ ص ۴۶۸)۔

اور ۱۸ جنوری ۱۸۸۶ء کے خط میں منشی رستم علی صاحب کو لکھتے ہیں:

عنایت نامہ پہنچا اس وقت روانگی براہ راست ہوشیار پور تجویز ہو کر کل انشاء اللہ یہ عاجز روانہ ہو جاوے گا۔ خاکسار غلام احمد۔ (مکتوبات احمد۔ جلد ۲ ص ۴۶۹)۔

۲۶ جنوری ۱۸۸۶ء کے خط میں مرزا صاحب، منشی صاحب کو لکھتے ہیں:

یہ عاجز بروز جمعہ بخیر وعافیت ہوشیار پور پہنچ گیا ہے اور طویلہ شیخ مہر علی صاحب میں فروکش ہے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں کہ خداوند کریم جل شانہ یہ سفر مبارک کرے..

والسلام۔ خاکسار غلام احمد (مکتوبات احمد۔ جلد ۲ ص ۴۶۹)

اور ۲۸ جنوری کے خط میں مرزا صاحب، منشی رستم علی صاحب کو لکھتے ہیں:

یہ عاجز ہوشیار پور بخیریت پہنچ گیا ہے۔ یاد نہیں رہا، پہلے بھی اس جگہ آ کر آپ کو اطلاع دی یا نہیں۔ اس لئے مکرر آپ کی خدمت میں لکھا گیا۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے جلد تر اس کام کو انجام تک پہنچاوے۔ اور یہ عاجز شیخ مہر علی صاحب رئیس کے مکان پر اترا ہے۔

.. خاکسار غلام احمد۔ (مکتوبات احمد۔ جلد۲ ص۷۰۴)۔

اور ۱۱۔ فروری ۱۸۸۶ء کے خط میں مرزا قادیانی، منشی رستم علی صاحب کو لکھتے ہیں:

ابھی تک مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ کب تک اس شہر (ہوشیار پور) میں رہوں۔

اور ۱۱۔ مارچ ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب اپنے مرید منشی رستم علی کو لکھتے ہیں:

اب یہ عاجز قادیان جانے کیلئے تیار ہے اور انشاء اللہ منگل کو روانہ ہوگا۔ خاکسار غلام احمد۔

۱۱ مارچ ۱۸۸۶ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم ص۱۲۔۱۴)۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اس کے بعد جلد ہی قادیان پہنچ گئے تھے کیونکہ آپ کا اشتہار واجب الاظہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء قادیان ہی سے جاری شدہ ہے۔

ہوشیار پور میں اپنے قیام کے دوران دوسرے کاموں کے علاوہ مرزا صاحب قادیانی نے ایک اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں لکھتے ہیں:

آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، بر عایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ (سراج منیر) میں مندرج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی پہلی پیش گوئی بالہام اللہ تعالی و اعلامہ عز و جل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزّ اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہء قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے (... پہلے پیش گوئی .. عنموائیل کی ہے۔ پھر لکھا ہے) پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی

نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (قادیانی اشتہار۔۲۰ فروری۱۸۸۶ء)(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلدا۔ص۱۰۲)

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے آئینہ کمالات اسلام (یعنی دافع الوساوس) میں (فروری۱۸۹۳ء) میں باردگر بھی نقل کیا تھا، جو یوں ہے۔

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

آج ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، بر عایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے(... پہلے پیش گوئی۔عمنوائیل کی ہے۔پھر لکھا ہے) پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔اگر وہ توبہ نہ کریں تو خدا ان پر بلاء پر بلاء نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا۔اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا (یہ ایک پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیش گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ ہے، اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا، تو تین برس کے عرصہ بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا، اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔سو اس جگہ اجڑے ہوئے گھر سے وہ اجڑا ہوا گھر مراد ہے۔حاشیہ از مرزا قادیانی) (یاد رہے کہ یہ حاشیہ اس وقت لگایا گیا جب محمدی بیگم کی شادی ۷۔اپریل۱۸۹۲ء کے روز مرزا سلطان محمد سے ہو چکی تھی، اور اس کا والد مرزا احمد بیگ ستمبر۱۸۹۲ء میں فوت ہو چکا تھا۔بہاء)

(مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں: محمدی بیگم، مرزا غلام احمد صاحب کی چچا زاد بہن عمر النساء بیگم کی لڑکی ہے یعنی مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین وغیرہ کی حقیقی بھانجی ہے، ہماری تائی یعنی بیوہ مرزا غلام قادر، محمدی بیگم کی سگی خالہ ہیں، گویا مرزا احمد بیگ جو محمدی بیگم کا والد تھا مرزا امام الدین وغیرہ کا بہنوئی تھا...مرزا غلام احمد کی اپنی حقیقی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا محمد بیگ کے ساتھ بیاہی گئی تھی مگر وہ جلد فوت ہو گیا۔ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۷۳) اور ایک ڈراونا گھر برکتوں سے بھر دے گا...اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں، وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مرینگے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا...

الراقم خاکسار غلام احمد مولف براہین احمدیہ۔ ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء۔ مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس قادیان ۱۸۹۳ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا۔ ص ۱۰۰، ۱۰۲) (اس اشتہار میں جو حاشیہ پر جو قادیانی نوٹ ہے، وہ ۱۸۸۶ء کا نہیں بلکہ اشتہار کی طبع دوم کے موقع پر مرزا صاحب قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں لگایا ہے۔ بہاء)

نہ تو مرزا صاحب قادیانی کا ایک اور شادی کرنا معیوب تھا، نہ چچا زاد بہن کی بیٹی سے شادی کرنا خلاف اسلام تھا، اور نہ ہی ۴۷ سال کی عمر میں ایک حدیثة السن لڑکی سے شادی کرنا ہی کوئی عجوبہ بات تھی، لیکن ایسے کاموں کے لئے الہامات کی آڑ لینا لوگوں کی نظروں میں کھٹکنے لگا۔

منشی محمد رمضان کی تنقید

قادیانی اشتہار فروری ۱۸۸۶ء کی طبع دوم ۱۸۹۳ء کو یہیں چھوڑ کر واقعات کے تسلسل کی خاطر ہم ذرا پیچھے چلتے ہیں۔ فروری ۱۸۸۶ء میں جب خواتین مبارکہ سے مرزا صاحب کی شادیوں کی پیش گوئی سامنے آئی اور لوگوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب قادیانی، جن کی حال ہی میں دہلی کی نصرت جہان سے دوسری شادی ہوئی تھی، اب مزید شادیوں کیلئے الہامات کی آڑ لے رہے ہیں، تو بعض حلقوں میں ان کی زندگی کے اس پہلو پر تنقید شروع ہو گئی۔ مسلمانوں میں سب سے پہلی تحریر منشی محمد رمضان نامی شخص کی سامنے آئی جیسا کہ مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی ۳ مارچ ۱۸۸۶ء کے خط میں اپنے مرید خاص منشی رستم علی صاحب کو لکھتے ہیں:

عنائت نامہ پہنچا۔اب کوئی پہلا اشتہار موجود نہیں اس لئے بھیجنے سے مجبوری ہے۔اور یہ عاجز آپ کے لئے اکثر دعا کرتا ہے جس کے آثار کی بفضلہٖ تعالی دین و دنیا میں امید ہے۔مضمون محمد رمضان کا پنجابی اخبار میں اس عاجز نے دیکھ لیا ہے کہ

ناچار فریاد خیزد از درد

کا مصداق ہے۔خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۳ مارچ ۱۸۸۶ء (مکتوبات احمد۔جلد۲۔ص ۱۷۴)

منشی محمد رمضان کی اس تحریر کے بعض مندرجات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک اور جگہ نقل کئے ہیں جہاں انہوں نے فرمایا ہے:

.....ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا من جانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔جس نے ارسطو کا ورکس دیکھا ہوگا، حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک ٹھیک بتلا سکتا ہے ..

اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ منشی محمد رمضان صاحب نے تہذیب سے گفتگو نہیں کی، بلکہ دینی مخالفوں کی طرح جا بجا مشہور افترا پردازوں سے اس عاجز (مرزا قادیانی) کو نسبت دی ہے، اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ

اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی،

اس پیش گوئی پر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ الہام کئی قسم کا ہوتا ہے۔نیکوں کو نیک باتوں کا، اور زانیوں کو عورتوں کا۔ہم اس جگہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ناظرین منشی صاحب کی تہذیب کا آپ اندازہ کرلیں۔ (اشتہار محک اخیار و اشرار ستمبر ۱۸۸۶ء۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج۔اول۔اشتہار نمبر ۳۵۔ ص ۱۳۰۔منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اول ستمبر ۱۸۸۶ء)

قادیانی بنام نورالدین

ادھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو دوسری شادی سے قبل اپنی حالت مردمی کے کالعدم ہونے کا اقرار کرتے تھے، شادی کے بعد کسی خاص دوا کے استعمال سے پچاس مردوں کے برابر ہو جانے، اور زوجہ ثانی کی موجودگی میں خواتین مبارکہ کے شدت سے آرزومند ہو گئے تھے، اپنے مرید حکیم نوردین صاحب بھیروی قادیانی کو لکھتے ہیں:

مخدومی ومکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت ایک اشتہار در بارہ ازالہ اوہام مخالفین آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ چونکہ آپ تشبہ فاروقی کے مدعی ہیں اور یہ عاجز بھی بغایت درجہ آپ پر حسن ظن رکھتا ہے، اور اپنا مخلص اور دوست جانتا ہے، اس لئے آپ کی طرف تعلق خاطر رہتا ہے۔ جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے جو اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں۔ اور بحکم وا ما بنعمت ربك فحدث تحدیث نعمت کا ثواب حاصل کروں۔ سو آج آپ سے بھی، جو میرے مخلص دوست ہیں، ایک واقعہ پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الظاہر و الباطن، تم کو عطا کیا جائے گا۔ اس کا نام بشیر ہوگا۔

سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت جہان) سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ

ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔

اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے

۔تین ان میں سے تو آم کے پھل تھے۔مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا، وہ اس جہان کے پھلوں سے نہیں۔اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل، جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے، وہی مبارک لڑکا ہے۔کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جب کہ ایک طرف پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے و الله اعلم بالصواب

ان دنوں میں اتفاقاً نئی شادی کے لیے دو شخصوں نے تحریک کی تھی۔مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت اور محتاجگی اور بے عزتی ہے۔اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو۔اور دوسری کی نسبت اشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے، وہ برعائت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارساطبع سے پیدا ہوسکتا ہے۔ و الله اعلم بالصواب

اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا؟ ان کے ابطال میں ایک دوست (میر عباس علی لدھیانوی) نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جاوے۔کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازلی نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہو رہے ہیں۔اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔ و اللہ یفعل ما یشاء و ھو علی کل شیء قدیر۔از قادیان ۸۔جون ۱۸۸۶ء۔

خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(مکتوبات احمد۔ ج۲ص۱۲۔۱۳) (یہ بھی چیک کرو) (مکتوبات احمدیہ ج۵ نمبر۲ص۵۔۶،قادیانی تذکرہ ۱۱۲۔۱۱۳)

قادیانی مرتب مکتوبات احمدیہ،اس خط کے بارے میں لکھتا ہے:

یہ خط نہایت اہم ہے،اور بعض عظیم الشان پیش گوئیاں اس کے اندر موجود ہیں۔

سب سے اول یہ کہ خدا تعالی آپ کو چار بیٹے دے گا اور ایک ان میں عظیم الشان ہوگا۔

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی الہام الٰہی سے نہیں بلکہ خود حضرت (مرزا قادیانی) کا یہ خیال تھا کہ شائد وہ موعود لڑکا تیسری بیوی سے ہو جس کو واقعات نے بتایا کہ وہ دراصل اسی پہلی اہلیہ سے جس کو خدا تعالی نے ام المومنین ہونے کا شرف اور عزت بخشی، پیدا ہونے والا تھا (مرزا کی پہلی بیوی بھی تو ام المومنین (مرزائیین) ہے کہ وہ مرزا قادیانی ۱۸۹۱ء تک بیوی رہی اور اس لحاظ سے وہ مرزائیوں خاص کر سابقین مرزائیوں کی ماں ہے۔ نیز یہاں مسئلہ بشیر عنوائیل کا نہیں ہے کہ وہ نصرت بیگم کے بطن سے ہوگا یا کسی اور خاتون کے بطن سے، بلکہ اس اولاد کا مسئلہ ہے جس کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسیح آئے گا تو شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ نصرت جہان سے مرزا صاحب کی شادی جس وقت ہوئی تھی اس وقت مرزا صاحب پر مسیحیت کا خبط سوار نہیں ہوا تھا، وہ عام مسلمانوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسی ابن مریم آسمان پر زندہ ہیں اور اپنے وقت پر نزول فرمائیں گے۔ ء مرزا صاحب نے مسیح کے مثل یا موعود مسیح ہونے کا دعوی ۱۸۹۰ء۔ ۱۸۹۱ء میں کیا ہے اور اس دعوی کے بعد کوئی عورت ان کے نکاح میں نہیں آئی، اور جب ۱۸۹۱ء کے بعد کوئی عورت ہی ان کے نکاح میں نہیں آئی تو اولاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ بقول مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ کا ارشاد یوں ہے کہ نکاح ہوگا اور اولاد ہوگی، یہ نہیں فرمایا کہ نکاح ہو چکا ہوگا جس سے اولاد ہوگی، یا بغیر نکاح کے بن ماں کے معجزانہ طور پر مسیح کے ہاں اولاد ہو جائے گی۔ بہاء)

جہاں تک واقعات نے ثابت کیا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کا نہ تھا اس سے مراد دراصل یہ تھی کہ ایک لڑکا تو پیدا ہوگا مگر وہ فوت ہو جائے گا جیسا کہ صاحبزادہ مبارک احمد۔ اس سے سبز اشتہار کی حقیقت بھی ظاہر ہوگئی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسے سبز رنگ پر کیوں شائع کیا تھا۔ پھر ایک اور امر نہایت صفائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود فی الحقیقت خدا کی جانب سے مامور ہو کر آئے تھے اور آپ کے الہامات خدا کا کلام ہی تھے آپ کو ان پر کامل یقین تھا اور یہ بھی کہ انبیاء جس طرح الہامات اور پیش گوئیوں کی تعبیر اور تعیین میں قبل از وقت خطاء اجتہادی کر جاتے ہیں حضرت مسیح موعود بھی اس کلیہ سے مستثنی نہ تھے۔ آپ کو فرزند موعود کے متعلق اوائل میں اجتہادی غلطی لگ رہی تھی کہ شاید وہ تیسرے نکاح سے پیدا ہوگا مگر واقعات نے بتایا (لیکن تیسرا نکاح ہونا تو اجتہادی غلطی نہیں بلکہ الہامات تھے وہ کیوں غلط ہوئے۔ بہاء) کہ ایسا نہیں مقدر تھا اور اس التباس

کو دور کرنے کے لئے خدا تعالی نے اس پیش گوئی کو ہی منسوخ کر دیا(کہاں اور کب منسوخ کیا۔مرزا صاحب تو ساری عمر اس خاتون کی یاد میں آہیں بھرتے رہے۔اور ان کی موت کے بعد ان کے جانشین حکیم نورالدین نے بھی فرمایا کہ پیش گوئی موجود ہے،اور موجود رہے گی،اور جب بھی کسی آئندہ وقت میں مرزا غلام احمد صاحب کے لڑکے درلڑکے درلڑکے کی شادی،محمدی بیگم کی لڑکی درلڑکی درلڑکی سے ہوگی،پیش گوئی واقعہ ہو جائے گی۔نیز اگر بفرض محال یہ سمجھ لیا جائے کہ پیش گوئی منسوخ کردی گئی تو پھر اس حدیث کا کیا بنے گا جسے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی صداقت کے نشان کے طور پر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسیح آئے گا تو یتزوج و یولد له هو گا۔ اگر پیش گوئی منسوخ ہوگئی تو کیا یہ حدیث بھی منسوخ ہوگئی۔اگر حدیث کو منسوخ تصور کرلیا جائے تو یہ آنحضرت ﷺ کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے کہ آپ ﷺ تو ایک بات فرماتے ہیں کہ مستقبل میں ہوگی،اور قادیانی حضرات فرماتے ہیں کہ ہونی تو تھی لیکن اب نہیں ہو گئی۔بہاء)اور قضائے معلق کو بھی مبرم بنا دیا۔پھر اس خط کی بنا پر اور واقعات کی تائید سے حضرت ام المومنین کا مقام شرف ظاہر ہوتا ہے۔غرض یہ مکتوب گوناگوں امور مہمہ پر مشتمل ہے اور ہمارے ایمانوں کو تازہ کرنے والا۔عرفانی (مکتوبات احمد ج ۲ ص ۱۴) (مکتوبات احمدیہ۔جلد ۵ نمبر ۲۔ص ۷۔۸)

اور دو ہفتے بعد حکیم نورالدین صاحب کو جناب مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب۔

عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا تھا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتلا دیتا ہے۔اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لیے اشارہ غیبی ہوا ہے، تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے۔اور حکم الٰہی سے گریز کسی جگہ نہیں۔مگر بالطبع کارہ ہے۔اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔

بہر حال عاجز نے یہ عہد کرلیا ہے کہ کیسا ہی موقعہ پیش آوے جب تک اللہ تعالی کی طرف سے صریح حکم سے اس کے لئے مجبور نہ کیا جاؤں تب تک کنارہ کش رہوں۔کیونکہ تعدد ازدواج کے بوجھ اور مکروہات از حد زیادہ ہیں اور اس میں خرابیاں بہت ہیں اور وہی لوگ ان خرابیوں سے بچے رہتے

ہیں جن کو اللہ جل شانہ اپنے ارادہ خاص سے اور اپنی کسی خاص مصلحت سے اپنے خاص اعلام والہام سے اس بارگراں کے اٹھانے کے لئے مامور کرتا ہے۔تب اس میں بجائے مکروہات کے سراسر برکات ہوتے ہیں۔آپ کے نوکری چھوڑنے سے بظاہر دل کو رنج ہے مگر آپ نے کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی۔ خاکسار غلام احمد ۲۰ جون ۱۸۸۶ء۔مکتوبات احمد (۲ص ۱۵) (مکتوبات احمدیہ۔ج ۵ نمبر ۲)

نوٹ از مرتب مکتوبات احمدیہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کو ایک تیسرے نکاح کے متعلق بعض بشارات ملی تھیں یعنی ان میں پایا جاتا تھا کہ ایک تیسرا نکاح ہوگا۔چنانچہ اس کے متعلق ایک تحریک بھی ہوئی۔وہ نکاح کی تحریک اور پیش گوئی دراصل ایک نشان تھا جو ایسے خاندان کے لئے مخصوص تھا جو آپ کے ساتھ تعلقات قرابت بھی رکھتے تھے مگر خدا تعالی سے دور ہی نہ تھے، گو نہ منکر تھے۔اس لئے خدا تعالی نے اس ذریعہ سے ان پر اتمام حجت کیا۔

حضرت حکیم الامۃ کو آپ نے بشارات سے اطلاع دی۔جہاں تک میرا علم ہے حضرت حکیم الامۃ اس امر پر آمادہ تھے کہ اپنی لڑکی حضرت کو دے دیں بشرطیکہ وہ قابل نکاح ہوتی۔(اگر اس وقت حکیم صاحب کی کوئی قابل نکاح لڑکی نہ تھی تو مرزا صاحب کو دینے پر آمادگی کے کیا معنی؟ جس چیز کا وجود ہی نہیں اس کے لین دین کا کیا مطلب؟ بہاء) حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس خط کے ذریعہ تصریح فرمائی کہ آپ اپنے احباب کو قبل از وقت بعض الہامات سے اطلاع کیوں دیتے تھے اور وہ ایک ہی غرض ہے کہ ان کی ایمانی قوت ترقی کرے۔

دوسرے اس خط سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ذاتی طور پر تیسرے نکاح کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ کارہ ہونا صاف لکھا ہے (لیکن مرزا صاحب ایسی خواتین سے نکاح کرنے سے کارہ تھے جو بدصورت ہوں یا جن کی قسمت میں محتاجی اور ذلت ہو۔اس کے برعکس مرزا صاحب کسی معزز خاندان کی صاحب مال و جمال خاتون کی تلاش میں تھے۔بہاء) اور یہ بھی آپ نے عہد کر لیا تھا کہ اگر خدا تعالی کی طرف سے بذریعہ صریح حکم مجبور نہ کیا جاؤں نکاح نہیں کرونگا۔اس سے ان لوگوں کے تمام اعتراضات دور ہو جاتے

ہیں جونعوذ باللہ آپ پر نفس پرستی کا اسی طرح الزام لگاتے ہیں جس طرح آریہ اور عیسائی آنحضرت ﷺ پر لگاتے ہیں۔عرفانی (مرزا صاحب کا اس وقت، آپ ﷺ سے آقا وغلام کا رشتہ تھا۔اسی لئے ان کا نام غلام احمد تھا۔جب انہوں نے غلامی چھوڑ کر: محمد خود اتر آئے ہیں قادیان میں، کا مظہر و مصداق بننا چاہا تو آقا وغلام کا رشتہ بدل کر آقا اور مفر ور غلام کا ہو گیا۔ بہاء) (مکتوبات احمدیہ۔ج ۵۔نمبر۲ص ۸۔۹)

مرزا صاحب کے مریدین کی ان توجیہات وتشریحات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم آگے چلتے ہیں کیونکہ ان توجیہات کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں اور تحریک ختم نبوت کے لٹریچر میں علماء اسلام نے جابجا ان کی قلعی کھولی گئی ہے۔

جنوری، فروری ۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی کے مطالبے اور معززین خاندان کے انکار کے بعد مرزا صاحب کا عروسِ نو کا شوق دھیما نہیں پڑا، بلکہ انہوں نے لڑکی کے والد اور دیگر معززین خاندان کو خطوط لکھنے شروع کر دیئے جن کا انہوں نے برا منایا اور مرزا قادیانی کی اس درخواست کو پبلک میں لے آئے۔ بنابریں مرزا صاحب نے بھی اپنے الہامات اور پیش گوئیوں کا تانتا باندھ دیا کہ یہ ہوگا تو وہ ہوگا، یہ نہیں ہوگا تو وہ ہوگا، وہ نہیں ہوگا تو یہ ہوگا، اور انجام کار چچازاد بہن کی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح نہ ہونے سے میرا دجال ہونا علی رؤس الاشہاد ثابت ہو جائے گا۔اس موضوع پر مرزا صاحب کے الہامات، ارشادات، تحریرات کو ان کی طبعی ترتیب پر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

قادیانی اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا
قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہو گا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

اخبارنورافشاں دس مئی ۱۸۸۸ء میں جواس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کوصاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہےاورایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی سے سیاہ کیا ہے۔یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دویا تین بیویاں جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کوزنا اورحرام کاری خیال کرتے ہیں۔کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جزوسلسلہ میں یہ دقت آپڑتی ہے کہ ایک جوروعقیمہ اورنا قابل اولادنکلتی ہے۔اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازواج مکرر سے ہی قائم ودائم چلی آتی ہے۔اگرایک سے زیادہ بیوی کرنامنع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی....

(اس کے بعد قادیانی نے اشتہار کے صفحہ ۳ تک اخبارنورافشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کوشہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔اس کے بعد صفحہ ۴ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے (اخبار) نورافشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اورقریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اورطریقہ اسلام سے انحراف اورعناد رکھتے تھے،اوراب بھی رکھتے ہیں۔چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جوچشمہ نورامرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا،یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔

ان کونہ محض مجھ سے،بلکہ خدااوررسول سے بھی دشمنی ہے۔اوروالداس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محواوران کے نقش قدم پردل وجان سے فدا،اوراپنے اختیارات سے قاصروعاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردارہورہاہے۔اوراپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتاہےاوروہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔اور ہر باب میں اس کے مدارالمہام اوربطورنفس ناطقہ

کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔

غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں۔ اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متوتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا، جس کو خدا تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ

اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم

سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا ۔اوران تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔

لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا۔اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک،اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا (تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔حاشیہ از مرزا غلام احمد قادیانی)۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے:

كذّبوا بآياتنا وكانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردّها اليك لا تبديل لكلمات الله ۔ انّ الله فعّال لّما يريد ۔ انت معی وانا معك ۔ عسى ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔سو خدا تعالی،ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں،تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں،اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں،لیکن آخر خدا تعالی کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے

اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالی کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا، اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی (یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ہم پر ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کو آپ شہرت دی۔ حاشیہ از مرزا قادیانی) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا۔ جن کے لئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا، اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا، اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی۔ بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردّ وانکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔ اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی۔ یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے، شدت غیظ وغضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا۔ اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ میں دس ہزار مرد عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے۔ اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفانہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا، اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جا بجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔

اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افتراء کرنا شروع کیا، تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔

بد خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔ اور نیز یہ پیش گوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر

کی ہے، بلکہ مرزا امام الدین ونظام الدین اوراس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھ رام پشاوری اورصدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیش گوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔

اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیش گوئی اس پیش گوئی کا ایک شعبہ تھی، یایوں کہو کہ یہ تفصیل اوروہ اجمال تھی اوراس میں تاریخ اورمدت ظاہر کی گئی اوراس میں تاریخ اورمدت کا کچھ ذکر نہ تھا اوراس میں شرائط کی تصریح کی گئی اوروہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھ دار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ میں کی ہے جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیش گوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یانو برس کی تھی تواس پرنفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تواور کیا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار: غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

(مرزا صاحب قادیانی بتاتے ہیں کہ انہوں نے ۱۸۸۳ء میں پیش گوئی فرمائی کہ:

ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ستمبر ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ ۱۸۸۳ء میں کی جانے والی پیش گوئی کواس پر چسپاں کرنے کا کیا مطلب ہے۔ نیز یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جب احمد بیگ کے مرنے کی پیش گوئی کی تھی اس کے الفاظ کیا تھے، برادری میں، یا قریبی خاندان سے، یا اپنے خاندان سے۔اوراحمد بیگ کہا تھا یا صرف احمد وغیرہ۔

جب ہم پنڈت لیکھ رام کی تکذیب براہین احمدیہ کے صفحات ۱۵۶ تا ۱۶۳ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت لیکھ رام نے مرزا صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی کا بایں الفاظ تذکرہ کیا تھا:

ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب (قادیانی) کوالہام ہوا تھا کہ ان کے گھر میں سے عنقریب ایک احمد مرجاوے گا کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد، چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔ اورسادہ لوحی سے (مرزا صاحب قادیانی نے) یہ بات مشہور بھی کرادی مگر آج تک (یعنی بوقت تحریر تکذیب براہین احمدیہ) باوجود گذرنے ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا۔اور (تینوں یعنی مرزا غلام احمد، مرزا سلطان احمد اور مرزا سلطان احمد) بدستور زندہ ہیں

دروغ آدمی را کند شرمسار۔ مگر جس کو ہو روسیاہی سے عار

اس عبارت سے جس کی تردید مرزا صاحب کی طرف سے سامنے نہیں آئی ، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس پیش گوئی کا نشانہ آپ کے اپنے گھر قادیان میں کسی کو ہونا تھا، نہ کہ ہوشیار پور میں کسی کو۔ بہاء)

اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اور اشتہار دیا جو بعنوان ذیل ہے:

تتمہ اشتہار۔ دہم جولائی ۱۸۸۸ء

۱۔ اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللّٰہ ، اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدائے تعالی ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیش گوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔

۲۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت ، مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دے۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدائے تعالی نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے ، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی (ان کا اس رشتہ سے بشدت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پرستی کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے غیر حقیقی ماموں سے نکاح کرنا حرام قطعی سمجھتے

ہیں اور اگر سمجھایا جائے تو بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں اسلام اور قرآن سے کچھ غرض واسطہ نہیں۔سو خدا تعالی نے نشان بھی انہیں ایسا دیا جس سے ان کے دین کے ساتھ ہی اصلاح ہو،اور بدعت اور خلاف شرع رسم کی بیخ کنی ہو جائے تا آئندہ اس قسم کے لئے ایسے رشتوں کے بارے میں کچھ تنگی اور حرج نہ رہے۔حاشیہ از مرزا قادیانی)۔سب ضرورتوں کو خدا تعالی نے پورا کر دیا تھا،اولاد بھی عطا کی۔اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا،اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔(مرزا صاحب کن ضرورتوں کے پورا ہونے کی بات کر رہے ہیں۔۱۸۸۶ء میں جب محمدی والی پیش گوئی کی گئی، اس وقت مرزا صاحب کی اولاد تو بس وہی تھی جو پہلی بیوی سے تھی،دوسری بیوی سے ایک لڑکی شائد پیدا ہو کر مر چکی تھی،اور کوئی لڑکا نصرت جہان بیگم سے نہ تھا۔اگر پہلی اولاد کو مرزا صاحب اپنی ضرورتوں کا پورا ہونا اور اولاد کا عطا ہونا قرار دے کر مزید شادی سے استغناء ظاہر کر رہے ہیں تو پھر نصرت جہان بیگم سے شادی کیوں کی۔بہاء) پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے،تا خدائے تعالی اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلا وے۔(یہ شادی نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالی کا ان منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلانے کا ارادہ نعوذ باللہ پورا نہیں ہوا؟ مرزا صاحب قادیانی یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔بہاء) اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔

برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر ہو جائے گی۔اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں،نہیں اتریں گی۔اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔والسلام علی عباد اللہ المومنین۔ خاکسار غلام احمد۔از قادیان ضلع گورداسپور۔پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

(قہری نشانوں میں سے کسی قدر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی درج ہے اور جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ و مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے،سنایا گیا تھا جس کی عبارت یہ ہے۔ر أیت ھذہ المرأة و اثر البکاء علی وجھھا فقلت ایتھا المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك و المصیبة نازلة علیك یموت و یبقی منه

كـلا ب متـعـددة - حاشیہ از مرزا قادیانی)(اصل اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر علیحدہ شائع ہوا تھا اور اس کی نقل آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۱۔تا ۲۸۸ پر بھی درج ہے۔مرتب اشتہارات قادیانی)

فضل احمد کو رام کرنے کی کوشش

منکوحہ آسمانی (مسماۃ محمدی) کے حصول کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چومکھی لڑائی لڑ رہے تھے۔ایک طرف عیسائیوں سے لے دے ہورہی تھی۔دوسری طرف مسلمان معترضین کے بھی لتّے لئے جارہے تھے، ساتھ ہی منکوحہ آسمانی کے عزیز و اقارب سے نامہ و پیام ہورہے تھے، دھمکیاں بھی چل رہی تھیں، اور لڑکی کے عزیزوں کو ممنون احسان کرنے اور زیر بار لانے کی کوششیں بھی ہورہی تھیں تا کہ ان کا انکار، اقرار میں بدلا جاسکے۔

منکوحہ آسمانی سے رشتے کے مخالفین میں مرزا صاحب قادیانی کے اپنے دونوں بڑے بیٹے شامل تھے، ان میں سے مرزا فضل احمد کی بیوی، منکوحہ آسمانی کی قریبی رشتہ دار تھی (مرزا احمد بیگ کی بہن کی بیٹی یعنی محمدی بیگم کی پھوپھی زاد بہن تھی)۔درج ذیل خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے بیٹے کی مخالفت ختم کروانے یا منہ بند کرانے کے لئے اس کی اچھی نوکری کے لئے کوشاں تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ فضل احمد ریاست جموں کی طرف ۲۰ روپئہ ماہوار پر ملازم تھا۔اسکی دو بیویاں تھیں۔ایک مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ لدھیانہ (جہاں ۱۸۹۱ء میں بوقت تحریر مکتوب، مرزا غلام احمد صاحب مقیم تھے) میں تھی۔دوسری قادیان میں۔لدھیانہ میں موجود اپنی بہو (یعنی فضل احمد کی بیوی عزت بی بی سے) مرزا غلام احمد نے اس کی ماں (یعنی اپنی سمدھن) کے نام خط لکھوایا تھا کہ اگر محمدی بیگم سے مرزا کی شادی نہ کرواؤ، تو مجھے طلاق مل رہی ہے اور مجھے لے جاؤ۔

اور مرزا صاحب نے ایک خط میں جو لکھا ہے کہ میں نے حکیم نور الدین کو لکھ دیا ہے کہ وہ فضل احمد کو کہہ دے کہ بیوی کو طلاق دینا ہوگی، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا بیٹا فضل احمد ان دنوں جموں وغیرہ میں ملازم تھا اور حکیم صاحب کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالا جارہا تھا۔اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رئیس قادیان کی مالی حالت یہ تھی کہ اس کا بیٹا ۲۰ روپئے ماہوار پر گھر سے دور ملازمت کررہا تھا، اور اخراجات

پورے نہ ہونے کا رونا رورہا تھا۔ مرزا صاحب قادیانی کی جائیداد وغیرہ اس کے کسی کام نہیں آرہی تھی۔ اور اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب، اپنے بیٹے فضل احمد کو اچھی نوکری دلوا کر اسے اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتے کہ وہ اپنی بیوی سے کہہ کر اس کی ماں کو مجبور کرے کہ محمدی بیگم کی شادی مرزا صاحب سے کر دی جائے۔

......درج ذیل خط پر تاریخ نہیں لکھی گئی، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کے نام یہ خط بھی اسی دور کا ہے جب کہ مرزا صاحب محلّہ اقبال گنج لدھیانہ میں مقیم تھے؛ لکھا ہے:

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم .. معلوم نہیں اب آنمکرم کی طبیعت کیسی ہے۔ خدا تعالی اپنے فضل وکرم سے جلد تر شفا بخشے۔ اس عاجز کو آنمکرم نے قادیان کی سڑک پر لیکھ رام کے اشعار دیئے تھے، ان کی طرف خیال کرنا ایسا فراموش ہوگیا کہ کبھی یاد نہ آیا۔ آنمکرم نے ایک دو مرتبہ لکھا بھی تھا پھر بھی بھول گیا۔ ان انشاء اللہ القدیر بقیہ مضمون جلد ختم کر کے اس طرف متوجہ ہونگا۔ بباعث علالت طبع و دورہ مرض حافظہ میں بہت قصور ہوگیا ہے۔ دو تین روز سے اس قدر دورہ مرض ہوا کہ ضعف بہت ہوگیا اور کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مطبع سے بار بار مطالبہ ہے کہ بقیہ مضمون بھیجنا چاہیے مگر طاقت نہیں کہ کچھ لکھ سکوں۔

فضل احمد کا خط نہایت غایت درجہ کی التجا سے آیا تھا کہ مولوی صاحب کی خدمت میں سفارش کریں کہ کوئی نوکری میرے گذارہ کے موافق کرا دیں۔ ۲۰ روپیہ میں اپنے عیال کا گذارہ نہیں کر سکتا۔ سو اگرچہ مصلحت وقت تاحال آنمکرم کو بہتر معلوم ہوگا لیکن اگر کچھ ہرج نہ ہو، اور مصلحت کے برخلاف نہ ہو، اور کچھ جائے اعتراض نہ ہو، اور آنمکرم کچھ اس کی معاش کے لئے اس سے بہتر تجویز کر سکیں تو کر دیں، اگرچہ ابھی تک اس کا چال چلن تاحال قابل اعتراض ہے مگر شائد آئندہ درست ہوجاوے۔ ابرار اخیار جو متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں کبھی مطابق آیت کریمہ و کان ابوھما صالحاً پر عمل کر لیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم پر نظر غور ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دو

لڑکوں کے لئے حضرت خضرؑ نے تکلیف اٹھائی اصل میں وہ اچھے چال چلن کے ہونے والے نہیں تھے بلکہ غالباً وہ بد چلن اور خراب حالت رکھنے والے علم الٰہی میں تھے۔ لہذا خدا تعالی نے بباعث اپنی ستاری کی صفت کے ان کے چال چلن کو پوشیدہ رکھ کر ان کے باپ کی صلاحیت ظاہر کر دی اور...ایک خوشی کی وجہ سے دو بیگانوں پر رحم کر دیا۔ امید ہے کہ اپنی روانگی کے پہلے اس عاجز کو ضرور مطلع فرماویں گے۔

اس قدر لکھا تھا کہ پھر نہایت عاجزی سے فضل احمد کا خط آیا ہے کہ خدمت میں مولوی صاحب کے میری نسبت ضرور لکھیں۔ آنمکرم اس کو بلا کر اطلاع دیویں کہ تیری نسبت وہاں سے سفارش لکھی ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کسی کو اس کی نسبت سفارش کر دیں کہ وہ سخت حیران ہے اس کی ایک بیوی تو میرے پاس اس جگہ ہے اور ایک قادیان میں ہے۔

خاکسار۔ غلام احمد۔ لودہانہ محلّہ اقبال گنج (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۷)

اس بیٹے کو ایک دوسرے طریق سے لاچار کرنے کی غرض سے اسی حواری خاص حکیم نور الدین کو، جو جموں میں مقیم و ملازم تھے، مرزا صاحب قادیانی نے ایک مرتبہ لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا۔ اب بفضلہ بشیر احمد بکلّی تندرست ہے۔ میں نے صرف اس حالت میں تشریف آوری کے لئے تکلیف دینا چاہا تھا کہ جب وہ سخت بیمار تھا لیکن اب خدا تعالی نے اپنے فضل و کرم سے کامل تندرستی بخش دی۔ سو اب کچھ تردد نہ کریں۔ انشاء اللہ القدیر کسی اور وقت ملاقات ہو جائے گی..(میرے بیٹے) فضل احمد نے جو آنمخدوم کو اپنے رشتہ داروں (یعنی سسرالی عزیزوں۔ بہاء) کو پہنچانے کیلئے روپیہ دیا تھا اب اس جگہ اسکے رشتہ داروں کی ایسی حالت ہے کہ ناگفتہ بہ (یہی وہ لوگ تھے جن سے مرزا قادیانی محمدی بیگم کے رشتے کے طلب گار تھے)۔ ان لوگوں کا مفصل حال انشاء اللہ کسی اور موقعہ پر گذارش خدمت کرونگا۔ وہ نہ صرف مجھ سے ہی عداوت رکھتے ہیں بلکہ علانیہ اللہ و رسول سے برگشتہ

ہیں، اسلئے روپئہ پہنچانے کیلئے آپکا یا میرا واسطہ بننا ہرگز مناسب نہیں۔ بلکہ کسی وقت فضل احمد ملے تو اس کا روپئہ اسکے حوالہ کریں کہ وہ اپنے طور پر جس طرح چاہے پہنچا وے۔غرض آپ اس روپئہ کواپنی معرفت ہرگزنہ پہنچاویں کسی وقت جب ملے تووہ روپئہ اس کے حوالے کردیں اورعذرظاہرکردیں۔والسلام۔

خاکسارغلام احمدازقادیان ضلع گورداسپور ۱۸۔اگست ۱۸۸۸ء (مکتوبات احمد۔ج۲۔ص ۶۹)

غلام احمد بیگ بابت مرزا امام الدین

مرزاامام الدین، مرزاغلام احمد قادیانی کے چچازاد بھائی، اورمحمدی بیگم کے حقیقی ماموں تھے۔اور محمدی بچپن میں اپنی والدہ (یعنی مرزاامام دین کی ہمشیرہ) کے ہمراہ ہوشیار پور سے قادیان اپنے ننھیال آکر اپنے ماموں کے پاس رہا کرتی تھی۔اس کی شادی کے معاملے میں بھی اس کا کافی عمل دخل تھا،لیکن وہ مرزاغلام احمد کی محمدی سے شادی کے خلاف تھا۔اسے ہموار کرنے کی غرض سے مرزاغلام احمد اسے ممنون احسان کرنا چاہتے تھےاورمعلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایک نہایت عمدہ گھوڑا تھا جسے وہ اچھی قیمت پر بیچنا چاہتے تھے۔ ادھرمرزاغلام احمد کے حواری حکیم نورالدین ریاست جموں میں راجہ کے حکیم تھےاوراس حیثیت سے راجہ اوراور اسکے مقرب رئیسوں سے میل ملاپ رکھتے تھے۔مرزاغلام احمد نے اپنے چچازاد بھائی (یعنی محمدی کے حقیقی ماموں) کے گھوڑے کوحکیم نورالدین صاحب کے ذریعہ اچھی قیمت پرفروخت کے لئے حکیم صاحب کوخطوط لکھے۔ ایک خط یوں ہے:

پرسوں میری طرف سے آپ کے نام گھوڑے کی سفارش کے لئے ایک خط روانہ ہوا تھا۔وہ خط میرے اقارب میں سے مرزاامام دین میرے چچازاد بھائی نے بالحاح مجھ سے لکھوایا تھا۔ہرچند میں جانتا تھا کہ اس کا لکھنا غیرموزوں وغیرمحل ہے،مگرچونکہ مرزاامام الدین صاحب دراصل میرے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں،اورمیں چاہتا ہوں کہ ان کی ایمانی حالت خداتعالی درست

کر دے اور خیالات فاسدہ سے چھڑا دے، اس لئے ان کی دل جوئی کی غرض سے لکھا گیا ہے۔...

خاکسار غلام احمد از قادیان ۔۵ مارچ ۱۸۸۷ء۔(مکتوبات احمد۔ج۲ص۳۰)

اسی سلسلے کا ایک اور خط یوں ہے:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب...

اس خط کی تحریر سے مطلب آپ کو ایک تکلیف دینا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرزا امام دین صاحب، جو میرے چچازاد بھائی ہیں، ایک بیش قیمت گھوڑا ان کے پاس ہے جو خوش رفتار اور راجوں رئیسوں کی سواری کے لائق ہے۔اب وہ اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ ایسے گراں قیمت گھوڑوں کو عام لوگ خرید نہیں سکتے اور رئیس خود ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں، لہذا مکلّف ہوں کہ آپ براہ مہربانی رئیس جموں یا اس کے کسی بھائی کے پاس تذکرہ کر کے جدوجہد کریں کہ تا مناسب قیمت سے وہ گھوڑا خرید لیں۔ اگر خریدنے کا ارادہ ان کی طرف سے پختہ ہو جائے تو گھوڑا آپ کی خدمت میں بھیجا جاوے۔ضرور کوشش بلیغ کے بعد اطلاع بخشیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۳۔ مارچ ۱۸۸۸۔ (مکتوبات احمد۔ج۲ص۶۴)۔

غلام احمد بیگ بنام احمد بیگ

مرزا غلام احمد بیگ قادیانی اپنی چچازاد بہن کے شوہر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو لکھتے ہیں:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا

فرماوے (یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ کیا مرزا قادیانی کی دعا کہ مرزا احمد بیگ کو ایک اور بیٹا عطا ہو جو صاحب عمر ہو، قبول ہوئی؟ بہاء) اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے، اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے، اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور

اپنے دین کی مدد کرے گا۔ (دین کا اس پیش گوئی سے تعلق جوڑ کر مرزا صاحب اسلام کی تضحیک کا سبب بن رہے ہیں اور بنے ہیں کیونکہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی جب کہ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ خدا تعالی اس پیش گوئی کو پورا کر کے اپنے دین کی مدد کرے گا اور دشمنوں، عیسائیوں کو پیش گوئی پورا کر کے رسوا کرے گا۔ بہاء)

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے، ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے، ایمان لاتا ہے۔ اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ (زمین پر یہ شادی نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر یہ امر نہیں ٹھہرا تھا، اور مرزا صاحب اس امر کا آسمان پر ٹھہر جانا قرار دے کر جھوٹ بول رہے تھے اور افتراء علی اللہ کا ارتکاب کر رہے تھے۔ بہاء)) خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے (چونکہ یہ شادی نہیں ہوئی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اللہ تعالی نے اس شادی کا الہام ہی نہیں کیا تھا، بصورت دیگر مرزا صاحب کی اس دعا کا ردّ ہونا تسلیم کرنا ہوگا کہ خدا تعالی احمد بیگ کے دل میں وہ بات ڈال دے جس کا الہام اس نے انہیں یعنی مرزا قادیانی کو کیا ہے۔ بہاء)۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

(اس خط میں مرزا صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ اگر کسی دوسری جگہ نکاح کرو گے تو یہ بیوہ ہو کر میرے پاس آئے گی۔ ہاں یہ کہا کہ عیسائی وغیرہ منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ خوش ہوں، لیکن اللہ اپنے دین کی مدد کرے گا اور پیش گوئی چونکہ الہامی ہے، ضرور پوری ہوگی۔۔ اب چونکہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اس لئے مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی اپنے دین کی صداقت کے ثابت کرنے کے لئے اسے سچا کرے گا، جھوٹ اور افتراء علی اللہ نکلا۔ یعنی اللہ تعالی نے کبھی یہ بات مرزا صاحب سے نہیں فرمائی تھی بلکہ وہ مفتری علی اللہ تھے۔ بہاء)

غلام احمد بیگ بابت محمد بیگ

مرزا غلام احمد قادیانی کی منکوحہ آسمانی کے ایک بھائی کا نام محمد بیگ تھا، جو بیمار تھا، اور مرزا غلام احمد صاحب (جو حکیم ابن حکیم تھے) اپنے آسمانی سالے اور اس کے گھر والوں کو زیر بار احسان کرنے کے لئے اسکا علاج کر رہے تھے۔ لیکن وہ ٹھیک ہونے میں نہ آتا تھا۔ دوسری طرف اس کے گھر والے حکیم نور الدین صاحب کی طبی قابلیت وحذاقت کے بڑے معترف تھے جوان دنوں جموں میں راجہ جموں کے ہاں ملازم تھے۔ گھر والوں کی خواہش تھی کہ اس لڑکے کا علاج حکیم صاحب کریں۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے حواری خاص کو لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالی۔

دس روپے پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ کتاب فتح اسلام کسی قدر بڑھائی گئی ہے اور مطبع امرتسر میں چھپ رہی ہے اس لئے جب تک کل چھپ نہ جائے روانہ نہیں ہوسکتی۔ امید کہ بیس روز تک چھپ کر آجائے گی۔

دوسری ضروری طور پر یہ تکلیف دیتا ہوں کہ مرزا احمد بیگ کا لڑکا جو میرے عزیزوں میں سے ہے، جن کی نسبت وہ الہامی پیش گوئی کا قصہ آپ کو معلوم ہے کچھ عرصہ سے بمرض بحت الصوت مریض ہے.. حنجرہ پر کچھ ایسا مادہ پڑا ہے کہ آواز پورے طور پر نہیں نکلتی۔ یعنی آواز بیٹھ گئی ہے۔ میں نے موافق قاعدہ علاج کیا تھا۔ اب تک کچھ فائدہ نہیں ہو۔ اس کی والدہ کو آپ پر بہت اعتماد ہے اور آپ کے دست شفا پر اسے یقین ہے۔ اس نے بصد منت ولحاح کہلا بھیجا تھا کہ مولوی صاحب کی طرف لکھو کہ وہ کوئی عمدہ دوائی تیار کر کے بھیج دیں۔ بلکہ پہلے یہ چاہا تھا کہ اس لڑکے کو جس کا نام محمد بیگ ہے، آپ کی خدمت میں بھیج دیں، مگر میں نے مناسب سمجھا کہ بالفعل بذریعہ خط آپ کو تکلیف دی جائے۔ حلق میں سے پانی بہت آتا ہے۔ صبح کے وقت ریزش پختہ نکلتی ہے۔ کھانسی بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے دماغ سے نوازل گرتے ہیں۔ آپ ضرور کوئی عمدہ نسخہ ارسال فرمائیں۔ اس

بے چارے کے اچھے ہو جانے سے ان کو آپ کا بہت احسان مند ہونا پڑے گا۔اور پہلے بھی آپ کے بہت معتقد ہیں۔اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ کے علاج سے لڑکا اچھا ہو جائے گا۔آپ خاص طور پر مہربانی فرمائیں۔ خاکسار غلام احمد۔۲۰ دسمبر ۱۸۹۰ء

(مکتوبات احمدیہ۔ج ۵ نمبر ۲ ص ۸۳)

بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد حکیم نورالدین صاحب نے تجویز کیا ہوگا کہ محمد بیگ کو میرے پاس بھیج دیا جائے تا کہ میں اسے اپنے پاس رکھوں اور علاج کروں۔(اور شائد یہ بھی خیال ہوگا کہ اس کے میرے پاس رہنے کی وجہ سے مرزا صاحب قادیانی سے اس کی بہن کے نکاح کے لئے راہ بھی ہموار بھی کرسکوں گا۔بہاء)۔مرزا غلام احمد نے نتیجتاً اپنے آسمانی سالے محمد بیگ کو جموں بھجوا دیا، جہاں حکیم نورالدین صاحب نے اس کا علاج شروع کر دیا۔بعد کے ایک قادیانی خط معلوم ہوتا کہ وہاں سے مرزا غلام احمد کو محمد بیگ نے اپنے علاج معالجہ اور طعام وقیام کی کیفیات سے آگاہ کرتے ہوئے شکوہ کیا کہ اسے مناسب خوراک نہیں دی جاتی۔غالباً اس کا شکوہ اس بنا پر تھا کہ ایک طرف تو پچاس سالہ مرزا قادیانی کے لئے (جو اس وقت دو بیویوں کا شوہر ہے) اس کی حدیثۃ السن کنواری بہن کا رشتہ مانگا جارہا ہے اور دوسری طرف اپنے آسمانی سالے کا کماحقہ اعزاز واکرام نہیں کیا جارہا، اور اس کے نخرے اٹھانا تو ایک طرف، اسے کھانا بھی ضرورت کے مطابق نہیں دیا جاتا۔بنا بریں درج بالا خط کے چند ہفتوں کے بعد ایک مکتوب میں مرزا صاحب قادیانی، اپنے مرید وحواری حکیم نورالدین صاحب کو لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب

.......محمد بیگ کی طبیعت شاید ابھی بدستور ہے (یعنی خراب ہے۔بہاء)۔وہ لکھتا ہے کہ مولوی (نورالدین) صاحب تو کسی طور سے مجھ سے فرق نہیں کرتے، مگر لنگر خانہ میں بعض وقت بھوک کے وقت مجھ کو روٹی نہیں ملتی۔شاید آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے دیر سے روٹی ملتی ہے۔چونکہ وہ لڑکا ہے، ایسی عمر میں اکثر لوگوں کو کھانے پینے میں ہی خیال رہتا ہے، اس لئے مکلّف ہوں کہ چندروز کے قیام میں خاص طور پر اس کی خبر رکھیں۔اور اگر اس کا جموں میں ٹھہرنا چنداں ضروری نہ ہو، تو پھر تسلی اور مدارات کے ساتھ دوا دے کر اس کو اس طرف رخصت کر دیں۔اس کی نوکری اس حالت میں ہو سکتی

ہے کہ حالت صحت اس کام کے لائق ہو۔آئندہ آپ جیسا مناسب سمجھیں عمل میں لاویں۔میں نے سنا ہے کہ میرے رسالہ کے دیکھنے سے مولوی عبدالجبار (غزنوی) بہت افروختہ ہوئے۔

خاکسار غلام احمد ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء (مکتوبات جلد ۵ نمبر ۲ ص ۸۷۔۸۸)

بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بیگ نے ہی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کہا کہ اپنے حواری خاص حکیم صاحب سے کہیں کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر جموں میں اسے محکمہ پولیس میں بھرتی کرادیں۔اس لئے حکیم نورالدین کو ایک خط میں مرزا صاحب قادیانی یوں رقم طراز ہیں:

محمد بیگ لڑکا جو آپ کے پاس ہے آنمکرم کو معلوم ہوگا کہ اسکا والد مرزا احمد بیگ بوجہ اپنی بے سمجھی اور حجاب کے اس عاجز سے سخت عداوت اور کینہ رکھتا ہے۔اور ایسا ہی اسکی والدہ بھی۔چونکہ خدا تعالی نے بوجہ اپنے بعض مصالح کے اس لڑکے کی ہمشیرہ کی نسبت وہ الہام ظاہر فرمایا تھا کہ جو بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکا ہے (یعنی اس کے ساتھ آسمانی نکاح کا الہام ۔ بہاء) اس وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں حد سے زیادہ جوش مخالفت ہے۔اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ امر جس کی نسبت مجھے اس شخص کی ہمشیرہ کی نسبت اطلاع دی گئی ہے کیونکر اور کس راہ سے وقوع میں آئے گا۔اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نرمی کارگر نہیں ہوگی۔ویفعل اللہ مایشاء۔لیکن تاہم کچھ مضائقہ نہیں کہ ان لوگوں کی سختی کے عوض میں نرمی اختیار کر کے ادفع بالتی ھی احسن کا ثواب حاصل کیا جائے۔ اس لڑکے محمد بیگ کے کتنے خط اس مضمون کے پہنچے کہ مولوی (نورالدین) صاحب پولیس کے محکمہ میں مجھ کو نوکر کرادیں۔

آپ براہ مہربانی اس کو بلا کر نرمی سے سمجھادیں کہ تیری نسبت انہوں (مرزا قادیانی) نے بہت کچھ سفارش لکھی ہے،اور تیرے لئے جہاں تک گنجائش اور مناسب وقت ہوا،کچھ فرق نہ ہوگا۔

غرض آن مکرم میری طرف سے اسکے ذہن نشین کر دیں کہ وہ تیری نسبت بہت تاکید کرتے ہیں۔

اگر محمد بیگ آپ کے ساتھ (جموں سے لدھیانہ) آنا چاہے،تو ساتھ لے آویں۔

خاکسار غلام احمد از لودیانہ محلّہ اقبال گنج ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۱۰۱۔۱۰۲ء)

(یہ وہی موقع ہے جب اپریل ۱۸۹۱ء میں حکیم صاحب، اپنے پیر مرزا صاحب قادیانی کو ملنے جموں سے لدھیانہ آئے تھے، اور اسی دوران وسط اپریل میں انہوں نے لاہور میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ سے مباحثہ بھی کیا تھا جسے وہ نامکمل چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بہاء)

طلاق وعقوق

قادیان اور جموں میں آسمانی سالے محمد بیگ ہوشیار پوری کا علاج معالجہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مرض کا علاج نہ کر سکا، اور منکوحہ آسمانی کے لواحقین نے خود مرزا صاحب قادیانی کے اپنے بیٹوں کے مشورے اور صلاح سے مسماۃ محمدی کی نسبت پٹی کے مرزا سلطان محمد بیگ سے کر دی۔ اس پر مرزا صاحب قادیانی کے صبر وضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے۔ اور آپ نے درج ذیل اشتہار جاری فرمایا:

لا یحب الجھر با لسوء من القول الّا من ظلم و کا ن اللہ سمیعاً علیماً

اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین

علی ملة ابرا ھیم حنیفاً

چوں بدندان تو کرمے اوفتاد

آں نہ دندانی بکن اے اوستاد

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی عزیز میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے (یعنی مرزا صاحب، محمدی بیگم سے اپنی شادی کو خدا تعالیٰ طرف سے مقدر اور قرار یافتہ کہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کنواری یا بیوہ کوئی بھی صورت ہو، اس کا زیر دام آنا ٹھہر چکا ہے۔ بہا)۔

چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔

اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا لڑکا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنھوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں (مرزا سلطان محمد نسبی لحاظ سے مرزا غلام احمد کے بڑے بیٹے تھے۔ مرزا صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر لاولد تھے اور انہوں نے سلطان محمد کو اپنا متبنی بنایا ہوا۔ اور مرزا غلام قادر کی وفات پر ان کی جائداد میں حصہ دار ہو کر مرزا غلام احمد کے شریک ہو گئے تھے۔ مرزا غلام قادر کی زندگی سرکاری ملازمت میں گزری تھی اور ان وفات کے موقع پر حکومت نے ان کے وارثوں کو خط لکھا تھا، جسے مرزا غلام احمد نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا، کہ ہم مرزا غلام قادر کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کا صلہ مناسب موقع اس کے خاندان کے کسی فرد کو دیا جائے گا۔ میرزا سلطان محمد مناسب دینی تعلیم یافتہ تھے اور ان کے ایک دو مضمون اس دور کے اخبار منشور محمدی میں شائع بھی ہوئے تھے جو میرے پاس موجود ہیں۔ میرزا غلام قادر کی موت کے بعد مرزا سلطان محمد نے نائب تحصیل داری کا امتحان دیا تو مرزا غلام احمد سے درخواست کی کہ ان کے امتحان میں پاس ہونے کی دعا فرمائیں۔ مرزا غلام احمد اپنے اس بیٹے کو اپنا شریک سمجھتے تھے اور دونوں میں تعلقات کی نوعیت شریکوں کی طرح تھے جس کا مظاہرہ مرزا غلام احمد کے اس عدالتی بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۱۹۰۱ء میں اس مقدمے میں دیا جو قادیانی لٹریچر میں مقدمہ دیوار کے نام سے معروف ہے۔ مرزا غلام احمد نے بتایا ہے کہ مرزا سلطان احمد کے آدمی انہیں اس کنویں سے پانی نہیں لینے دیتے جو سلطان احمد کے قبضے میں ہے۔ مرزا غلام احمد اور سلطان احمد کے تعلقات میں خرابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزا صاحب نے اپنی بیوی، سلطان احمد، کی والدہ کو معلقہ بنا چھوڑا تھا، اس کے نان ونفقہ کا اہتمام بھی سلطان احمد کے ذمہ تھا اور اسی کے مکان میں وہ رہتی تھی، شائد ایسی ہی وجوہات تھیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے بیٹے کی امتحان میں کامیابی کی دعا سے انکار کر دیا۔ دعا نہ کرنے کے واقعہ کو قادیانی لٹریچر میں مرزا غلام احمد کے استغنا وغیرہ کا مظاہرہ قرار دیا گیا ہے، جو اس لئے درست معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا دوسرا بیٹا فضل احمد جموں میں آپ کی سفارش سے حکیم نور دین نے ملازم کرایا تھا اور پھر اس کی بہتر ملازمت کے لئے بھی آپ حکیم نور دین سے درخواست کرتے ہیں کہ کوشش کر کے زیادہ تنخواہ والی ملازمت دلوا دیں، اسی طرح اپنے آسمانی سالے محمد بیگ کی ملازمت کیلئے بھی حکیم نور الدین کو نہ صرف لکھتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ محمد بیگ کو بتا دیں کہ تمہاری ملازمت کے لئے مرزا صاحب بہت سفارش کر رہے ہیں۔ بہاء) اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔

اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کاروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور غرض تھی، امر ربی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا مگر اس کام کے مدار المہام وہ

لوگ ہو گئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں، ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤنگا، اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا، اور بکلی مجھ سے بے زاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا، لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا۔

(محمدی بیگم سے شادی ہونے یا نہ ہونے میں مرزا صاحب نے دین کو کہاں سے ٹپکا دیا۔ بہاء) اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔

اول یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی (اپنی ماں، جسے اس کے خاوند نے معلقہ بنا رکھا ہے، کو عزت واحترام سے اپنے پاس رکھنا، دین کی مخالفت ہے، یا اپنی بیوی کو معلقہ بنائے رکھنا دین کی مخالفت ہے۔ بہاء) اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہو گی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اور اس نادان نے نہ سمجھا کہ خداوند قدیر و غیور اس دین کا حامی ہے اور اس عاجز کا بھی حامی۔ وہ اپنے بندہ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اگر سارا جہان مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت سے مجھ کو تھام لے گا کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔ (اگر محمدی بیگم سے شادی مرزا قادیانی کی حمایت تھی، تو ظاہر ہے کہ عمر بھر مرزا صاحب اس حمایت کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھے رہے، آنکھیں پتھرا گئیں، لیکن حمایت نمودار نہیں ہوئی۔ اس شادی کے نہ ہونے کا مطلب مرزا صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں یہی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی، مرزا قادیانی کا حامی نہیں تھا، اور نہ خدا اس کا تھا، نہ مرزا صاحب خدا کے تھے، اور نہ ہی رحمت خداوندی نے مرزا صاحب کا ہاتھ تھاما تھا۔ بہاء)

دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔

سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا، سو جب کہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو (اصل مجرم تو محمدی بیگم اور اس کے والدین تھے، جو مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کی مخالفت کر رہے تھے اور مرزا صاحب کے دشمنوں کو اس پر ہنسا رہے تھے۔ اگر مرزا سلطان احمد سے اس بنا پر رشتہ توڑنا ضروری تھا، تو محمدی اور اس کے والدین سے کیوں رشتہ جوڑنے کی منتیں کی جا رہی ہیں۔ بہاء) لہذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والدلڑکی کی بھانجی ہے اپنی بیوی کو اسی دن سے جو اس کو نکاح کی خبر ہو اور طلاق نہ دیوے، تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی۔ اور کسی نیکی بدی رنج راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی، کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے اور مومن دیوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقوی
قطع رحم بہ از مودت قربے

والسلام علی من اتبع الھدی ۔ المشتھر۔ مرزا غلام احمد لودیانہ۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء (حقانی پریس لودیانہ) (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا۔ ص ۲۱۹۔ ۲۲۱)

بات تو محمدی بیگم سے رشتے کی تھی، اس میں نصرت یا مخالفت دین کا معاملہ کہاں سے نکل آیا کہ اس اشتہار کے عنوان میں نصرت دین لکھ مارا۔ اور غصے میں قرآنی احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو گئے کہ قطع رحمی کرتے ہوئے اپنی اولاد کو عاق اور محروم الارث کر دیا۔ باپ کے ترکے میں بیٹوں کا حصہ ایک نص قرآنی کی بنا پر ہے

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربين... ...

یاد رہے کہ اس وقت مرزا صاحب قادیانی کو دعوی نبوت بھی نہیں تھا کہ لا نورث والی حدیث کے پیچھے چھپ سکتے۔ اور مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا سلطان محمد کے نکاح کے بعد، مرزا فضل احمد اور مرزا سلطان محمد سے کچھ تعلق رکھنا ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے اور مومن دیوث نہیں ہوتا۔ لیکن مرزا صاحب قادیانی نے یہ نہیں سوچا کہ قرآنی احکام کی خلاف وزری کر کے کوئی شخص کیسے مومن رہ سکتا ہے۔

غلام احمد بیگ بنام علی شیر بیگ

تاہم اس اشتہار کے دو روز بعد مرزا غلام احمد بیگ قادیانی نے اپنے ایک اور قریبی عزیز مرزا علی شیر بیگ کو یوں خط لکھا:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض اللہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح

ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔ (مسماۃ محمدی کی شادی سلطان محمد سے ہو جانے کا مطلب مرزا صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کے نہیں تھے، اور خدا نے ان کی مدد نہیں فرمائی۔ بہاء)

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا۔ کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز

ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کروگے اور یہ ارادہ اس کا بند کرادوگے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔اور فضل احمد کو جو، اب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا ۔اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔۴ مئی ۱۸۹۱ء

اس خط میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (

پرانا) رشتہ مت توڑو۔

اور خود پرانے رشتے توڑ رہے ہیں، یعنی عزت بی بی جو فضل احمد سے شادی سے پہلے رشتے میں اس کی بہن تھی، اس کے دونوں رشتے تڑوا رہے ہیں، خود اپنے بیٹوں کو عاق کر کے رشتے توڑ رہے ہیں، اپنی سال خوردہ بیوی (دو جوان بیٹوں کی ماں، اور دو یا تین بہوؤں کی ساس) سے رشتہ توڑ کر طلاق دے رہے ہیں۔

اور پھر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ

جن کو میں خویش سمجھتا تھا وہ رشتہ نہیں دے رہے،

اس کا مطلب یہ ہے کہ بقول خود آپ دہریوں، مخالفین اسلام، وغیرہ کے خویش ہیں۔ اور ان سے رشتہ لے کر ان دہریوں مخالفین اسلام کو جائیداد دینے کے وعدے کر رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکی ان کے بچوں کی ماں بنے، اور ان کی وراثت حاصل کریں۔

اس خط میں مرزا صاحب خوب خوش آمد درآمد کر رہے ہیں علی شیر بیگ کو، ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتے ہیں۔ لیکن عمومی طور پر مرزا صاحب قادیانی پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ مسماۃ محمدی کے عزیز واقارب اور معززین خاندان دہریئے ہیں، اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، یہ ہیں اور وہ ہیں۔ وغیرہ۔ مرزا صاحب کی یہ تحریر ان کے ایسے پروپیگنڈے سے نہ صرف ہوا نکال دیتی ہے بلکہ اس بات کو واضح بھی کرتی ہے کہ ان کا اس رشتے سے انکار اس لئے تھا کہ اپنی لڑکی کے لئے مرزا صاحب کے رشتے کو دونوں کی عمروں میں بڑے فرق کی وجہ سے مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ وہ شائد اس لئے بھی اس رشتے کو نا مناسب خیال کرتے تھے کہ مرزا صاحب پہلے سے نہ صرف شادی شدہ ہیں، بلکہ ان کا ایک بیٹا محمدی بیگم کی عم زاد کا شوہر ہے۔ اور شائد اس لئے بھی اس رشتے کو نا مناسب خیال کرتے تھے کہ مرزا صاحب کے مالی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ دو تین بیویوں اور ان کی اولادوں کے اخراجات برداشت کر سکیں، کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ ان کا بیٹا فضل احمد گھر سے دور جموں میں بیس روپیہ ماہوار کی ملازمت پر مجبور ہے۔ پردیس میں بیس روپے کی ملازمت سے وہ خود کیا کھاتا پیتا ہوگا، کیا بچاتا ہوگا، اور اپنے دور رہنے والی دو بیویوں کی کیا کفالت کرتا ہوگا۔ اگر مرزا صاحب قادیانی ایسے ہی رئیس قادیان ہوتے، تو ان کی لڑکی عزت بی بی اپنے خاوند کے پاس آرام و

آسائش کی زندگی بسر کر رہی ہوتی۔

الغرض مرزا غلام احمد صاحب، اپنے بیٹے فضل احمد کی بیوی یعنی عزت بی بی، جوان دنوں مکمل طور پر مرزا صاحب قادیانی ہی کی دست نگر تھی، اور خود مرزا صاحب قادیان چھوڑ کر لدھیانہ میں قیام پذیر تھے جہاں قیام وطعام کے اخراجات شائدان کے مرید اٹھا رہے تھے، کی والدہ کو خط لکھا کہ تم سلطان محمد سے محمدی کا نکاح رکواؤ، ورنہ عزت بی بی واپس آرہی ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

غلام احمد بیگ بنام والدہ عزت بی بی

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (مسماۃ محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا، اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر

وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ (ایک طرف تو مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسرے سے ہونا بھی ان کی الہامی پیش گوئی ہے، پھر خود ہی اس الہام کی ایسی تیسی کر رہے ہیں اور اس شادی کو رکوانے یعنی الہام کو غلط کروانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ گویا انہیں خود بھی یقین تھا کہ انہوں نے جو کچھ محمدی بیگم سے نکاح کے سلسلے میں کہہ رکھا ہے وہ کسی الہام کی بنا پر نہیں ہے۔ اور اگر وہ واقعی الہام کی بنا پر ہے تو وہ رحمانی الہام نہیں بلکہ شیطانی الہام ہے۔ بہاء)

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ (مرزا صاحب نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ جس دن محمدی کا نکاح سلطان محمد سے ہوگیا، اسی روز ثابت ہو جائے گا کہ انا را دو ہ الیك والی پیش گوئی جس میں اس کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کی بات کی گئی ہے، الہامی نہیں ہے۔ بہاء) راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

اس خط کے ساتھ اس بے زبان بے چاری عزت بی بی سے بھی اس کی والدہ کے نام رقعہ لکھوایا کہ مجھ پر رحم کرو، میرا سہاگ بچانا ہے تو مسماۃ محمدی ادھر بھیجو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتیں تو پھر مجھے واپس لے جاؤ۔ رقعہ یوں ہے:

عزت بی بی بنام والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب قادیانی) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو، تا کہ اس کو لے جائے۔

الہامی یقین دہانی در ازالہ اوہام بابت منکوحہ آسمانی

مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام میں، جو ۱۸۹۱ء کے ربع دوم کی تصنیف ہے، لکھتے ہیں:

ہر یک نبی کو خدا تعالیٰ یہ دن دکھاتا ہے۔ اول وہ کوئی وعدہ بشارت اپنے نبی کو دیتا ہے اور پھر جب وہ نبی اس وعدہ پر خوش ہو جاتا ہے تو ابتلاء کے طور پر چاروں طرف سے ایسے موانع قائم کر دیتا ہے کہ جو نومیدی اور ناکامی پر دلالت کرتے ہوں۔ بلکہ قطع اور یقین کی حد تک پہنچ گئے ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کو بدر کی لڑائی میں فتح و نصرت کی بشارت دی، اور دوسری طرف جب لڑائی کا وقت آیا تو پھر پتہ لگا کہ مخالفوں کی اس قدر جمعیت ہے کہ بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کو سخت کرب و قلق ہوا، اور جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کیں کہ یا الٰہی اس گروہ کو فتح بخش۔ اور اگر تو فتح نہیں دے گا اور ہلاک کر دے گا تو پھر قیامت تک کوئی تیری پرستش نہیں کرے گا۔

سو یہ الفاظ درحقیقت اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ آنحضرت ﷺ پیش گوئی کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے، بلکہ حالات موجودہ کو خلاف مراد دیکھ کر خدا تعالیٰ کے غنائے ذاتی پر نظر تھی۔ اور اس کی جلالی ہیبت سے متاثر ہو گئے تھے۔

اور درحقیقت ہر ایک جگہ جو قرآن شریف میں نبی کریم کو کہا گیا ہے کہ تو ہمارے وعدہ میں شک مت کر، وہ سب مقامات اسی قسم کے ہیں جن میں بظاہر سخت ناکامی کی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں، اور اسباب مخالفہ نے ایسا رعب ناک چہرہ دکھلایا تھا جن کو دیکھ کر ہر یک انسان ضعف بشریت کی وجہ سے حیران ہو جاتا ہے۔ سو ان وقتوں میں نبی کریم کو بطور تسلی دہی کے فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے مگر بباعث ضعف بشریت شک مت کر یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے اور

معنے ہوں گے۔ راقم رسالہ ہذا (مرزا غلام احمد قادیانی) اس مقام میں خود صاحب تجربہ ہے۔
عرصہ تین برس کا ہوا ہے کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے، خدائے تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو، لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا ۔(محمدی سے مرزا غلام احمد کی شادی نہ ہونے کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ جس نے مرزا قادیانی پر ظاہر کیا تھا کہ محمدی انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی، وہ خدا تعالی نہیں بلکہ کوئی اور تھا۔ اور مرزا صاحب اس یقین دہانی کو اللہ تعالی سے منسوب کر کے افتراء علی اللہ کے مرکب ہو رہے ہیں۔ بہاء)
اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ (یہ بھی افتراء علی اللہ کے سوا کچھ نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے یہ باتیں فرمائی ہوتیں تو ان کے پورا ہونے میں کون رکاوٹ ڈال سکتا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرمائی تو اللہ تعالی ہی نے تھیں لیکن بعد میں بعض وجوہ ایسے پیش آ گئے کہ شادی نہ ہو سکی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا خدا قادر مطلق، علی کل شیء قدیر نہیں، قادر مطلق اور علی کل شیء قدیر تو وہ ذات ہوئی جس نے ایسے وجوہ پیدا کر دیئے جن سے شادی میں رکاوٹ پڑ گئی۔ یا خدا عالم الغیب نہیں ہے کہ کوئی بات فرماتے وقت اسے معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں اس کا خلاف ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔ بہاء) چنانچہ اس پیش گوئی کا مفصل بیان مع اس کی میعاد خاص اور اس کے اوقات مقرر شدہ کے اور مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا ہے، اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔
اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے، اور کل جنازہ اٹھنے والا ہے۔

تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شائداس کے معنی اور ہوں، جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا:

الحق من ربك فلا تكو نن من الممترين

یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے،تو کیوں شک کرتا ہے۔سواس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کوقرآن کریم میں کہا کہ تو شک مت کر۔سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیت ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے، جیسے یہ وقت تنگی اورنومیدی کا میرے سر پر ہے۔اور میرے دل میں یقین ہوگیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آ جاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالیٰ تازہ یقین دلانے کے لیے ان کو کہتا ہے کہ تو کیوں شک کرتا ہے اور مصیبت نے مجھے کیوں ناامید کردیا تو ناامید مت ہو۔ (ازالہ اوہام حصہ اول، قادیانی خزائن۔ج ۳۔ص ۳۰۴۔۳۰۶)

مرزا صاحب قادیانی ۱۸۹۱ء میں اس واقعہ کو یاد کررہے ہیں جس کی طرف میرے خیال کے مطابق ۴ مئی ۱۸۹۱ء والے قادیانی مکتوب میں اشارہ ہے۔کہ بیگم مرزا علی شیر بیگ نے کہا:

مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔...،

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اتنے بیمار ہو گئے تھے کہ موت سامنے نظر آنے پر وصیت بھی کر دی گئی تھی (وہ وصیت کہاں ہے؟ آپ کے ملفوظات خطوط، الہامات اور تذکرہ، وغیرہ میں تو اسکی جھلک نظرنہیں آتی۔بہاء) مرزا صاحب قادیانی بتاتے ہیں کہ چونکہ موت سامنے نظر آرہی تھی اس لئے دل میں خیال آیا کہ محمدی بیگم سے شادی والا الہام،اپنے حقیقی معنوں پرنہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہوگا،جیسا کہ مرزا قادیانی کی موت کے بعد مرزائیوں نے کہا کہ اس سے مراد انگریز قوم کا قادیانی دائرے میں آنا ہے، یا یہ کہ اس کا مطلب مرزا قادیانی کے کسی لڑکے یا پوتے،پڑپوتے وغیرہ کا محمدی بیگم کی لڑکی یا لڑکی درلڑکی وغیرہ سے نکاح ہے۔

لیکن اس مایوسی کے وقت میں الہام ہوا الحق من ر بك فلا تكو نن من الممتر ين ،محمدی بیگم سے نکاح ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی حقیقت ہے، کہ اس کی سوائے اس خاص عورت کے ساتھ تمہارے نکاح کے اور کوئی تاویل وتوجیہہ نہیں ہوسکتی۔یہ خاتون تمہارے حبالہ عقد میں اپنی اور تمہاری موت

سے پہلے آ کر رہے گی۔

شاید اسی یقین دہانی کے باعث مرزا صاحب قادیانی نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب انہیں کوئی پرواہ نہیں، اس کا نکاح کہیں بھی کر دو، اس نے گھوم پھر کر یہیں آنا ہے۔ اور اس سے شادی کرنے اور کروانے والے اپنی خیر منائیں کیونکہ میرے اور اس خاتون کے درمیان جدائی ڈالنے والی تمام روکیں اٹھ جائیں گی، یعنی نکاح کروانے والا بھی نہیں رہے گا اور نکاح کرنے والا بھی جلد ہی لقمہ اجل بن جائے گا۔ اور یہ روکاوٹیں دور ہونے کے بعد: کچے دھاگے سے بندھی آئے گی سرکار چلی۔

منکوحہ آسمانی در آسمانی فیصلہ

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے علماء اسلام کو مخاطب کر کے آسمانی فیصلہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس رسالے کے صفحہ ۴۰ میں اپنی منکوحہ آسمانی کو یوں یاد کیا:

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں (یاد رہے کہ یہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کا ہے اور مرزا صاحب یا ان کے کاتب نے اسے دہم جولائی ۱۸۸۷ء لکھ دیا۔ بہاء) جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے:

و یسئلو نك ا حق هو قل ای و ر بی انه الحق و ما انتم بمعجز ین۔

زو جنا کها لا مبد ل لکلما تی ۔

و ان یروا آ یا ته یعر ضوا و یقو لوا سحر مستمر۔

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔

(اسکے بعد مرزا صاحب قادیانی نے کچھ ہندسے لکھے ہیں جو یوں ہیں):

۲۸_۲۷_۱۴_۲_۲۶_۲_۳۸_۱_۲۳_۱۵_۱۱

۱_۲_۲۷_۱۴_۱۰_۱_۲۸_۲۷_۴۷_۱۶_۱۱_۳۴_۱۴_۱۱_

۷_۱_۵_۳۴_۲۳_۳۴_۱۱_۱۴_۷_۲۳_۱۴_۱۰_۱_

۱۴_۵_۲۸_۷_۳۴_۱_۷_۳۴_۱۱_۱۶_۱_۱۴_۷_۲_۱_۷_۵_۱_۱۴_۲_

۱۴_۲_۲۸_۱_۷_

والسلام علی من فهم اسرا ر نا و اتبع الهدی

اور ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کے روز مرزا احمد بیگ کی بیٹی محمدی کی شادی مرزا سلطان محمد سے ہوگئی اور وہ محمدی سے محمدی بیگم بن گئیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی کی مرزا سلطان محمد سے شادی کے بعد جن علماء اسلام نے مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کی تغلیط میں قلم اٹھایا، ان میں سر دفتر شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا اسم گرامی نظر آتا ہے۔ (بعد ازاں بہت سے اکابرین نے اس موضوع پر لکھا ہے جیسا کہ ہم بیان کرتے جائیں گے)۔ مولانا بٹالوی کی تحریر ان کے ماہنامہ اشاعت السنہ میں موجود ہے اور اس کا کچھ حصہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب دافع الوساوس (آئینہ کمالات اسلام) اور مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد دوم، اور مکتوبات احمدیہ میں بھی موجود ہے۔ اس تحریر کا باعث مرزا صاحب قادیانی کی وہ مراسلت ہے جو سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخطوں سے مزین فتوی تکفیر قادیانی کے اجراء کے بعد مرزا صاحب قادیانی نے مولانا محمد حسین بٹالوی سے شروع کی تھی کیونکہ اس فتوی کے مستفتی شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ تھے، اور اس فتوی پر ہندوستان کے طول و عرض کے علماء اسلام کے تائیدی دستخط بھی انہوں نے ہی بھاگ دوڑ کر کے حاصل کئے تھے۔ اس لئے مرزا صاحب قادیانی، شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ ہی کو اس فتوی کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔

قادیانی بنام بٹالوی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۳۱۔دسمبر۱۸۹۲ء کو ایک خط بنام شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی بایں الفاظ لکھتے ہیں:

نحمدہ و نصلی بخدمت شیخ محمد حسین صاحب ابوسعید بٹالوی

میں افسوس سے کہتا ہوں کہ میں آپکے فتوی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے۔اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتداءنہیں کرسکا۔لیکن چونکہ آپ کی نسبت ایک منذر الہام مجھ کو ہوا، اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں، جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے بنی نوع انسانوں سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب و جوار کے بھی میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آجائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں۔اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہمدردی کے لئے کیا کروں۔آخر مجھے دل کے فتوی نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی الحق کے لئے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں۔کیا تعجب ہے کہ اسی تقریب سے خداتعالی آپ پر فضل کر دیوے اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔

سو عزیز من! آپ خداتعالی کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔وہ بڑا قادر ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خداتعالی ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطر میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھ کو نہ دی۔لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لئے اپنی جان اور عزت سے دست

بردار ہو گیا۔ اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لئے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے، اور بسا اوقات محض خدا تعالی کے خوف سے اپنے والد اور بھائی کے برخلاف گواہی دی۔ اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گذر گئی ہے، مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا، تو پھر میں خدا تعالی پر کیوں جھوٹ بولتا۔ اور اگر آپ کو یہ خیال گذرے کہ یہ دعوی کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے، تو اس کے جواب میں بادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے۔ اگر آپ مولویانہ جنگ وجدل کو ترک کر کے چند روز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالی آپ کی تمام غلطیاں نکال دے گا اور مطمئن کر دے گا، اور اگر آپ کو اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخر علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہ تعالی اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں۔ اس شائع کرنے کے لئے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے۔ میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں۔ ربنا افتح بیننا و بین قو منا با لحق و انت خیر الفا تحین۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء

بٹالوی بنام قادیانی

جواباً شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے

سلام علی من اتبع الهدی

آپ کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء میں نے تعجب سے پڑھا۔ میں آپ کی گیڈر بھبکیوں سے نہیں ڈرتا، بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں اور ان کے مقابلہ میں یہ آیات قرآن پیش کرتا ہوں

ا تحا جو نی فی الله و قد هدا ن ۔

ولا اخا ف ما تشر کو ن به الا ان یشاء ر بی شیئا وسع ر بی کل شیء علما ۔ افلا تتذ کرو ن ۔ و کیف اخا ف ما اشر کتم و لا تخا فو ن انکم اشر کتم با لله ما لم ینز ل به سلطا نا ۔ فا ی الفریقین احق با لا من ان کنتم تعلمو ن۔

و الذ ین آ منوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم ا لا من و هم مهتدو ن

(حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے کہا کیا تم مجھ سے خدا کی بابت جھگڑا کرتے ہو۔ بے شک اس نے مجھے ہدایت کی ہے۔ میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم نے خدا کا شریک بنا رکھا ہے لیکن میں خدا سے ڈرتا ہوں وہ مجھے کچھ ضرر پہنچانا چاہے تو پہنچا سکتا ہے وہ اپنے علم سے ہر چیز پر وسعت رکھتا ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔ میں ان سے کیوں ڈروں جن کو تم نے شریک خدا بنا رکھا ہے جس کی خدا نے کوئی سند نہیں اتاری۔ بتاؤ ہم دونوں فریق میں سے کون امن کا مستحق ہے اگر کچھ جانتے ہو۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا وہی امن میں ہیں اور وہی راہ پانے والے)

قادیانی صاحب! میں قرآن اور پہلی کتابوں کو، اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو، اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو، سچا جانتا اور مانتا ہوں۔ اور اس کا یہ لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں کیونکہ آپ کے عقائد، آپ کی تعلیمات، آپ کے اخلاق و عادات، پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں۔ لہذا ان کتابوں دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹ اور آپ کو گمراہ سمجھوں، جس پر آیات ذیل دلائل ہیں و من یکفر با لطا غو ت و یئو من با لله فقد استمسك با لعروة الو ثقی (جس نے طاغوت سے انکار کیا اور خدا پر ایمان قائم رکھا، اس نے مضبوط رسی کو ہاتھ میں لیا) و قد امروا ان یکفروا به (ان کو حکم ہوا ہے کہ وہ طاغوت سے کفر کریں)۔ قد کا نت لکم اسوة حسنة فی ابرا هیم و الذ ین معه اذ قا لوا لقو مهم انا برا ء منکم و

مما تعبدو ن من دو ن الله کفر نا بکم و بداء بینا و بینکم العدا وۃ و البغضاء ابداً حتی تو منوا با للہ و حدہ (تم کوابراہیم اوراس کے ساتھ والوں کی پیروی اچھی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور تمہارے معبودوں سے جو خدا کے سوا ہیں ...)

عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام وادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزء ہے۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا، مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیش گوئی کی، اوراس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں۔ علی الخصوص ۱۸۹۰ء سے، جب سے آپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی مشتہر کیا ہے، اس سے آپ کی کوئی تحریر، کوئی تقریر، کوئی خط، کوئی تصنیف خالی نہیں ہے۔ اس پر قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سال ہاسال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے اوران کو دھوکہ دینے میں ایسا دلیر ہو، وہ خدا پر یہ افتراء کرنے سے، کہ میں ملہم ہوں اور مجھے الہام ہوا ہے کہ فلاں شخص مجھے بیٹی نہ دے گا تو ہلاک ہو جائیگا اور فلاں شخص مجھے مسیح نہ مانے گا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا، کس طرح رک سکتا ہے اوراس دعوی الہام میں کیونکر سچا سمجھا جاسکتا ہے۔

آپ اس قسم کے تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں (یہ دعوی آپ نے سالانہ میلہ کے جلسہ میں برملا کیا تھا۔ اوران الہامات کے واقعی الہام ہونے کا۔ محمد حسین) میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا، اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی۔ ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بیّن الصدق سمجھتے ہیں مثلاً دیانند سرستی کی موت کے متعلق الہام، یا شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام، یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام، یا آپ کے آئندہ

اور فرضی خسر کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام، و امثـــا ل ذا لك ۔ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں، ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔

تین نہ سہی، چلو ایک ہی، اپنے خیالی الہام اخیر کا جس کو آپ نے اپنے جلسہ میلہ سالانہ میں اپنے معتقدوں اور دام افتادگان میں، جو اکثر عوام بے علم تھے، اور خواص خود غرض نیچری اور بعض تماشائی، جن کو تحقیق اصل حال سے کوئی غرض نہ تھی، بڑی شدومد سے بیان کیا تھا، واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔آپ مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں۔

اپنے دریائے رحمت کے جوش وجنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے، اس میں آپ نے اپنی سنت قدیم کذب ودہوکہ دہی سے کام لیا ہے۔آپ کو رحمت سے کیا نسبت۔رحمت اور ہم دردی کا تو آپ میں مادہ ہی نہیں۔آپ کے افعال وحرکات وکلمات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ آپ پرلے سرے کے بے رحم، خود غرض، جانی ونفسانی آدمی ہیں۔آپ کی زبان، اور حجاج بن یوسف کی تلوار، دونوں توام ہیں۔آپ نے اپنے مسلمان مخالفین اور معترضین کو اس حالت اور اس وقت میں جب کہ آپ ان کو مخدومی، اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے، بے حیا، بے ایمان، درندہ، منہ سے جھاگ نکالنے والا، کتا۔ کـلـب یـمـو ت علی کـلـب، سفلہ۔کمینہ، وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہم دردی یہی معنی رکھتی ہے؟

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپئہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت میں اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کے منہ کو دیکھ رہے ہیں۔کیا ہم دردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی، تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت وبرکت کے آثار دکھائیں۔آپ نے کبھی ہاں نہ کی

۔ایک دفعہ میں نے آپ کو یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے مخالف ومنکر اچھے رہے کہ آپ ان کو نشان آسمانی دکھانے کے لئے انعام کے وعدہ پر بلاتے ہیں، ہم موافقین کو بلا وعدہ انعام بھی نہیں بلاتے ۔تو آپ ہنس کر چپ ہو گئے ۔ پھر جب آپ نے مسیح ہونے کا دعوی کیا، تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا، تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لودہانہ میں جا براجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جما کرنا جائز اور بحث کو ٹلانے کی شروط سے پناہ گزین ہوئے ۔پھر جب بمقام لودہانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو گفتگو پر مجبور کیا تو آپ نے اس باامن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر مخاصمانہ اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا اور دہلی پٹیالہ، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع اتہام وا کاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی و بدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا، اس بے رحمی ونفسانی کاروائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ بھائی بھائی سے اور دوست دوست سے الگ ہو گیا۔کیا رحمت وہمدردی کا یہی اثر ہے۔

آپ میں رحمت وہمدردی کا شمہ اثر بھی ہوتا تو جس وقت میں نے اپنا خلاف آپ کے دعوی مسیحائی سے ظاہر کیا تھا، آپ فوراً مجھے اپنی جگہ بلاتے یا غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے (جیسا کہ پہلے بھی آپ سے وقوع میں آتا رہا اور کم سے کم تین دفعہ آپ نے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر رابطہ اتحاد ظاہر کیا تھا)، اور اس صورت سے اپنے دعوے جدیدہ کو ثابت کر دکھاتے ۔اب جو آپ نے یہ خط ارسال فرمایا ہے، یہ بھی آپ کی خودغرضی اور نیت فساد سے خالی نہیں ۔اس میں خودغرضی یہ ہے کہ آپ کے مرید آپ کو نیک نیت اور اپنے دعوی میں ثابت قدم اور مقابلہ مخالفین کیلئے مستعد سمجھیں ۔نیت فساد کی یہ ہے کہ جانب ثانی سے جواب ترکی بہ ترکی ملے تو اس سے بٹالہ کے مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔

یہ آپ کے دعوی الہام وراست بازی وخیر خواہی ورحمت کا جواب ہے۔اب میں آپ کی اس درخواست کا کہ خاکسار آپ کے اور آپ کے تابعین کے الہامات ومنامات سے ڈر کر آپ کے پاس پہنچے اور آپ کا مطیع ہو جاوے یا آپ کو ان ڈرانے والے الہامات ومنامات کی اشاعت کی

اجازت دے، جواب دیتا ہوں۔

آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا، اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کی نسبت آپ سے کچھ دریافت کروں، تو اس نظر سے آنا فضول ہے ۔ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے۔لہذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت وحاجت باقی نہیں۔ ہاں آپ کو کچھ شک واشتباہ ہوتو آپ جس وقت چاہیں، حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں۔ دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپکی تسلی کی جاویگی انشاء اللہ

اور اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے نشان آسمانی دکھائیں گے، تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے۔جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا، مومن کا کام نہیں۔ اور اگر وہ کچھ چالاکی اور شعبدہ بازی سے بذریعہ مسمریزم وغیرہ دکھا بھی دے تو اس پر اعتماد کرنا مخالف اسلام ہے۔اس بات کو آپ بھی اپنے اشتہار میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب کھولوں، کیونکہ میرے خیال میں آپ کو مسمریزم وغیرہ میں بھی دخل نہیں۔اور آپ کے پاس جو ہتھیار اور دام تزویر ہے وہ صرف زبان کی چالاکی اور فقرہ بندی ہے ۔لیکن مجھے اس صورت میں قادیان پہنچنے میں یہ اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے اور اس سے اپنے الہام کو، کہ یہ شخص باون برس کا ہو کر فوت ہو جاوے گا (جس کو آپ کے حواری اور دوست میاں چٹو ریشم فروش اور میاں رجب الدین لاہور وغیرہ آپس میں پھیلا رہے ہیں) سچا کر دکھائیں گے (گو واقع میں کبھی سچا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں باون برس کی عمر پوری کر چکا ہوں۔ ۷ محرم ۱۲۵۶ھ میری پیدائش ہے اور اب ۱۳۱۰ھ گذر رہا ہے) اور کم سے کم میری آبروریزی کی تدبیر کریں گے۔پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹرڈ ہو، اٹھا دیں۔

آپ نے اس تحریر ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کے پاس بھیجا جاوے گا۔اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گزاری کا یہاں کرتا ہے، وہاں بیٹھ کر کرے گا۔درصورت عدم منظوری شرط مذکور، میں قادیان نہیں آ سکتا۔اس صورت میں جو آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات ومنامات کے جو میری نسبت ہوئے ہیں،اجازت چاہی ہے اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعوی الہام میں کذاب ہیں۔خدا کے الہام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اول تو جو الہام کسی نبی یا ولی کو کسی شخص کے ڈرانے کے لئے ہوتا ہے اس کی اشاعت وتبلیغ اس الہام کا عین مدعا ہوتا ہے۔اور اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں ہوتی تو آپ اپنے ہی ملہم سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع کروں یا نہ کروں؟ اور اگر کرونگا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا؟ آپ کے اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہو۔اور میرے اور میرے عزیزوں اور اقارب کی دل شکنی ہو اور ان کو رنج پہنچے۔ چنانچہ پہلے بھی آپ نے اس قسم کے الہام میری نسبت شائع کئے ہیں۔ومعہذا آپ قانونی گرفت کا بھی اندیشہ رکھتے ہیں اور حکام وقت کو اپنے ملہم کی نسبت زبردست سمجھتے ہیں۔لہذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں روک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات کو جہاں تک کہ قانون ان کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔اور اپنے ملہم کو کمزور اور ڈرپوک (جو حقیقتاً خدا تعالی نہیں بلکہ معلم الملکوت ہے) اور حکام وقت سے مغلوب سمجھ کر اسکے حکم کی تعمیل کو حکام وقت کے قانون کے تابع رکھیں۔اس کا آپ نے خلاف کیا تو آپ کو کورٹ میں پھر کسی اور آرام گاہ میں آنا پڑے گا۔آپ کے پچھلے الہامات والفاظ بھی میری نگاہ میں ہیں اور انکی نسبت تدارک کا ارادہ بھی ہنوز ملتوی نہیں ہوا۔میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالی سے مجملات کی تفصیل

پوچھ سکتے ہیں اور معہذا ابنی نوع سے ہم دردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعویٰ کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم وقطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں، معلق ہے تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے آپکی شناخت کی توفیق دے اور آپکا تابع کر دے۔ اور مجھ سے وہ عذاب اٹھا لے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں اور اس نبی رحیم کی سنت پر عمل کریں جس کو اس کی قوم نے مار کر خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا تھا اور یہ کہتا تھا اللهم اغفر لقو می فا نهم لا يعلمو ن اور نیز آنحضرتﷺ کی اس سنت پر عمل کریں کہ جب آپکے پاس ملک الجبال نے حاضر ہو کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اسلئے آپکے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپکے منکروں اور مخالفوں کو پہاڑ کے نیچے کچل دوں تو آپﷺ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کی توحید پکاریں گے۔ اور اگر خدا تعالیٰ آپکو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم وقطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دست بردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت وولایت ثابت کریں اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی، اور اگر آپ اپنی اس دھمکی پر مصر رہے تو طالب حق اور منصف جان لیں گے کہ آپ اس دعوت وانذار میں فریب کرتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

میں اخیر میں یہ بھی کہتا ہوں اور آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق ودین اسلام کرے گا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کرے گا۔ اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا، آپ کا

ڈرانا دھمکانا عبث وفضول ہے۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ میں آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو اپنے اسلام کا جزء سمجھتا ہوں۔لہذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آئیں اور حق کے تابع ہوجائیں۔آئندہ اختیار ہے۔ و ما علینا الا البلاغ المبین

الراقم ابوسعید محمد حسین۔یکم جنوری ۱۸۹۳ء

قادیانی بنام بٹالوی

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے جواباً لکھا گیا:

آپ کا رجسٹری شدہ خط ۴ جنوری ۱۸۹۳ء کو مجھ کو ملا اگرچہ آپ کا یہ خط جو کذب اور تہمت اور بے جا افتراؤں کا ایک مجموعہ ہے اس لائق نہیں تھا کہ میں اس کا کچھ جواب لکھتا، فقط اعراض کافی تھا۔لیکن چونکہ آپ نے اپنے خط کے صفحہ ۲ و ۳ میں اس عاجز کی تین پیش گوئیوں کا ذکر کرکے بالآخر اس تیسری پیش گوئی پر حصر کر دیا ہے جو نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۶ء اور نیز میرے اشتہار مشتہرہ دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اور آپ نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس الہام کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے آپ کے عقائد و تعلیمات کو مخالف حق اور آپ کو بداخلاق اور گمراہ سمجھنے میں غلطی کی، اس لئے اس عاجز نے پھر آپ کی حالت پر رحم کرکے آپ کو اس الہامی پیش گوئی کے ثبوت کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھا۔وہ پیش گوئی، جیسا کہ آپ خود اپنے خط میں بیان کر چکے ہیں، یہی تھی کہ اگر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دیوے اور کسی اور سے نکاح کر دیوے، تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی، بلکہ یہ بنیاد تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں سے مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا، اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے۔اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ

ﷺ کو علانیہ گالیاں دیتا تھا۔اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا۔اور نشانوں کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم وصلوۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔سو خدا تعالی نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔سو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا۔خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں، اور ایسی پیش گوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ، جو غیر سے ہو، وابستہ کر دیا گیا، اور موت کی حد مقرر کر دی گئی۔انسان کا کام نہیں ہے۔چونکہ یہ الہامی پیش گوئی صاف بیان کر رہی تھی کہ مرزا احمد بیگ کی موت اور حیات اس کی لڑکی کے نکاح سے وابستہ ہے، اس لئے پانچ برس تک، یعنی جب تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا گیا، مرزا احمد بیگ زندہ رہا اور پھرے۔اپریل ۱۸۹۲ء کو احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کر دیا اور بموجب پیش گوئی کے تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چوتھے مہینے میں جو ۳۰ ستمبر تھی، فوت ہو گیا۔اور اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر چہ روز نکاح سے موت کی تاریخ تین برس تک بتلائی گئی ہے مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ بہت کچھ عرصہ نہیں گزرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نکاح اور موت میں صرف چار مہینے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہا۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ ے۔اپریل ۱۸۹۲ء کو نکاح ہوا اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو میرزا احمد بیگ اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔اب ذرا خدا تعالی سے ڈر کر کہیں کہ یہ پیش گوئی پوری ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر آپ کے دل کو یہ دھڑکا ہو کہ کیونکر یقین ہو کہ یہ الہامی پیش گوئی ہے، کیوں جائز نہیں کہ دوسرے وسائل نجوم ورمل وجفر وغیرہ سے ہے، تو اس کا یہ جواب ہے کہ منجموں کی اس طور کی پیشگوئی نہیں ہوا کرتی، جس میں اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ سے اس طور کی شرطیں ہوں، کہ اگر فلاں شخص ہمیں بیٹی دے تو زندہ رہے گا، ورنہ نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ بہت جلد مر جائے گا۔اگر دنیا میں کسی منجم یا رمال کی اس قسم کی پیش گوئی ظہور میں آئی ہے تو اس کے ثبوت کے ساتھ پیش کریں۔ علاوہ اس کے اس پیش گوئی کے ساتھ اشتہار میں ایک دعوی پیش کیا گیا، یعنی یہ کہ میں خدا تعالی کی

طرف سے آیا ہوں اور مکالمہ الہیہ سے مشرف ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور میری صداقت کی نشانی یہ پیش گوئی ہے۔اب آپ اگر کچھ بھی اللہ جل شانہ کا خوف رکھتے ہیں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی پیش گوئی جو من جانب اللہ ہونے کے لئے بطور ثبوت کے پیش کی گئی ہے، اسی حالت میں سچی ہوسکتی تھی کہ جب درحقیقت یہ عاجز من جانب اللہ ہو کیونکہ خدا تعالی ایک مفتری کی پیش گوئی کو جو ایک جھوٹے دعوے کے لئے بطور شاہد صادق بیان کی گئی، ہرگز سچی نہیں کرسکتا۔ وجہ یہ کہ اس میں خلق اللہ کو دھوکہ لگتا ہے۔جیسا کہ اللہ جل شانہ خود مدعی صادق کے لئے یہ علامت قرار دے کر فرماتا ہے

و ان يك صا دقاً يصبكم بعض الذی يعد کم

(اگر وہ سچا ہے تو تم کو وہ عذاب پہنچے گا جس کا وہ ڈرسناتا ہے)۔

اورفرماتا ہے و لا يظهر علی غيبه احداً الا من ار تضی من رسو ل

(خدا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز رسول کے جس کو وہ پسند کرتا ہے)۔

رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں، پس اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کے لئے ایک مسلمان کے لئے یہ دلیل کافی ہے جو من جانب اللہ ہونے کے دعوی کے ساتھ یہ پیش گوئی بیان کی گئی ہے، اور خدا تعالی نے اس کو سچا کر کے دکھلا دیا۔اور اگر آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل مفتری ہو اور سراسر دروغ گوئی سے کہے کہ میں خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ اور مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں اور میرے صدق کا نشان یہ ہے کہ اگر فلاں شخص مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا اور کسی دوسرے سے نکاح کر دے گا، تو نکاح کے بعد تین برس تک بلکہ اس سے بھی بہت قریب فوت ہو جائے گا۔اور پھر ایسا ہی واقعہ ہو جائے تو برائے خدا اس کی نظیر پیش کرو، ورنہ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد اس انکار اور تکذیب اور تکفیر سے پوچھے جاؤ گے۔خدا تعالی صاف فرماتا ہے

ان الله لا يهدی من هو مسرف كذا ب (خدا حد سے بڑھنے والے، جھوٹے کو راہ نہیں دکھاتا)۔

سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو اپنے دعوی میں کاذب ہو، اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔

شیخ صاحب ! اب وقت ہے۔ سمجھ جاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن شیخی پیش نہیں جائے گی، اور اگر کوئی نجومی یا رمال یا جفری اس عاجز کی طرح دعوی کر کے کوئی پیش گوئی دکھلا سکتا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو اور چند اخباروں میں چھپوادو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہیں کر سکو گے اور ایسا نجومی ہلاک ہوگا۔ خدا تعالی تو اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر وہ ایک قول بھی اپنی طرف سے بناتا تو اس کی رگ جان قطع کی جاتی۔ پھر یہ کیونکر ہو کہ بجائے رگ جان قطع کرنے کے اللہ جل شانہ اس عاجز کو جو آپ کی نظر میں کافر، مفتری، دجال، کذاب ہے دشمنوں کے مقابل پر یہ عزت دے کہ تا دعوی میں پیش گوئی پوری کرے۔ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالی نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالی پر یہ افتراء کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے، اور خدا تعالی اس کی رگ جان نہ کاٹے، بلکہ اس کی پیش گوئیوں کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور نادم اور لاجواب کرے۔ اور آپ کی تکفیر کا نتیجہ یہ ہو کہ آپ کی تکفیر سے پہلے تو کل ۷۵۔ آدمی سالانہ جلسہ میں شریک ہوں۔ اور بعد آپ کی تکفیر اور جانکاہی اور لوگوں کے روکنے کے ۳۲۷۔ احباب اور مخلص جلسہ اشاعت حق میں دوڑے آویں۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ میں اس خط کو انشاء اللہ چھاپ کر شائع کر دوں گا اور مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لئے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ مناسب ہے کہ آپ بھی اشاعۃ السنہ میں میرے اس خط کو شائع کر دیں اور یہ بات بھی ساتھ لکھ دیں کہ آپ کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ خود منصف لوگ دیکھ لیں گے کہ وہ عذر صحیح یا غلط ہے۔ الراقم غلام احمد۔

مکرر یہ کہ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوی میں صادق ہوں، نہ مفتری ہوں نہ دجال نہ کذاب۔ اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالی صدی کے سرے پر بھی بجائے ایک مجدد کے، جو اسی کی طرف سے مبعوث ہو، ایک دجال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں، میں ان کا کیا علاج کروں۔ میں اس بیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے

غم میں مبتلا ہوتا ہے، اس ناشناس قوم کے لئے سخت اندوہ گین ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر، ذوالجلال خدا، اے ہادی ورہنما! ان لوگوں کی آنکھیں کھول اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی کیونکہ میں اسی کی طرف سے ہوں اور اسی کی طرف بلاتا ہوں (مولانا بٹالوی وغیرھم نے کبھی یہ نہیں مانا کہ محمدی بیگم سے نکاح کی مرزا کی یہ پیش گوئی درست نکلی، اس کا مطلب ہے کہ مرزا نے جو یقین ظاہر کیا تھا کہ اس کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی اور مخالفین اس کی صداقت کے قائل ہوجائیں، وغیرہ غلط نکلا، اللہ تعالی نے اس کی دعائیں قبول نہیں فرمائیں اور اسے اس کے یقین میں جھوٹا ثابت کیا۔ بہاء)۔ یہ سچ ہے کہ اگر میں اسی کی طرف سے نہیں ہوں اور ایک مفتری ہوں تو وہ برے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا کہ جو صادق کو دی جاتی ہے۔ میں نے جو ایک پیش گوئی جس پر آپ نے میرے صادق اور کاذب ہونے کا حصر کر دیا آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ یہی میرا صدق اور کذب کی شناخت کے لئے ایک کافی شہادت ہے، کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا تعالی کذاب اور مفتری کی مدد کرے، لیکن ساتھ اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس پیش گوئی کے متعلق دو پیش گوئی اور بھی ہیں، جن کو میں اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع کر چکا ہوں، جن کا مضمون یہی ہے کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے میری طرف رد کرے گا۔ اب انصاف سے دیکھیں کہ نہ کوئی انسان اپنے حیات پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی نسبت دعوی کر سکتا ہے کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا اور یا فلاں وقت تک مر جائے گا، میری اس پیش گوئی میں نہ ایک، بلکہ چھ دعوے ہیں۔

۱۔ اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

۲۔ پھر نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

۳۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

۴۔ پھر اس لڑکی کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔

۵۔ پھر اس وقت تک کہ میں اس لڑکی سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

٦۔ پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر، باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔

اب آپ ایماناً کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیش گوئی اس کی سچی ہو جانے کی حالت میں انسان کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر اگر اس پیش گوئی پر جو لڑکی کے باپ کے متعلق ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پوری ہوگئی، آپ کا دل نہیں ٹھہرتا تو آپ اشاعۃ السنہ میں ایک اشتہار حسب اپنے اقرار کے دیدیں کہ اگر یہ دوسری پیش گوئیاں بھی پوری ہو گئیں، تو میں اپنے ظنون باطلہ سے توبہ کروں گا اور دعوی میں سچا سمجھ لوں گا۔ اور ساتھ اس کے خدا تعالی سے ڈر کر یہ بھی اقرار کر دیں کہ ایک تو ان میں سے پوری ہوگئی۔ اور اگر اس پیش گوئی کے پورا ہو جانے کا آپکے دل پر زیادہ اثر نہ ہو، تو اس قدر تو ضرور چاہیے کہ جب تک اخیر ظاہر نہ ہو، کف لسان اختیار کریں۔ جب ایک پیش گوئی پوری ہوگئی تو اس کی کچھ تو ہیبت آپ کے دل پر چاہیے۔ آپ تو میری ہلاکت کے منتظر اور میری رسوائی کے دنوں کے انتظار میں ہیں، اور خدا تعالی میرے دعوی کی سچائی پر نشان ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ مانیں تو میرا آپ پر کیا زور ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسان اپنے اوائل ایام انکار میں بباعث کسی اشتباہ کے معذور ٹھہر سکتا ہے، نشان دیکھنے پر ہرگز معذور نہیں ٹھہر سکتا۔ کیا یہ پیش گوئی جو پوری ہوگئی کوئی ایسا اتفاقی امر ہے جس کی خدا تعالی کو کچھ بھی خبر نہیں۔ کیا بغیر اس کے علم اور ارادہ کے ایک دجال کی تائید میں خود بخود یہ پیش گوئی وقوع میں آ گئی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مدعی کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی توریت کی۔ اگر آپ میں انصاف کا کچھ حصہ ہے اور تقوی کا کچھ ذرہ ہے تو اب زبان بند کر لیں۔ خدا تعالی کا غضب آپ کے غضب سے بہت بڑا ہے۔

ما یفعل اللہ بعذا بکم ان شکر تم و آ منتم ۔ و السلام علی من اتبع الھدی

الراقم عاجز غلام احمد۔

بٹالوی بنام قادیانی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی طرف سے اسکا جواب باین الفاظ دیا گیا۔

لاہور ۹ جنوری ۱۸۹۳ء مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لاوے۔ سلام علی من اتبع الھدی

آپ کا دوسرا خط بلا تاریخ میں نے ۷ جنوری ۱۸۹۳ء کو بٹالہ میں لاہور روانگی کے وقت وصول پایا۔ اس لئے میں اس کا جواب بٹالہ میں نہیں دے سکا، اب دیتا ہوں۔

اس خط کے مطالعہ سے مجھے مسرت حاصل ہوئی اور امید ہوگئی کہ اب آپ کے الہامات کی حقیقت کھلے گی اور آپ کے ملہم ہونے کی کیفیت جو مدت سے عوام پر مخفی و مشتبہ تھی، کس و ناکس پر جو فہم و توفیق دیا گیا ہو، ظاہر ہو جاوے گی۔

اس خط میں پھر آپ رحم و غم خواری کے مدعی ہوئے اور اس کے مقابلے میں خاکسار پر افتراء پردازی کا دعوی قلم میں لائے ہیں آپ واقعی ملہم اور غمخوار ہوتے تو میرے خط کے جواب میں صرف اپنی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی کا الہامی ہونا ثابت کرتے۔ ان فضول دعاوی۔ رحم۔ و غم خواری اور بے جا و ناحق تہمت افترا پردازی سے مشغول نہ ہوتے۔ یہ چھیڑ چھاڑ بلا سود آپ کے دعوی رحم و الہام و ہمدردی کی تکذیب کرتی ہے۔ آپ کے دعوی رحم و ہمدردی کا مفصل جواب میں اپنے پہلے خط میں دے چکا ہوں اب آپ کی طرح اس کا اعادہ نہیں کرتا۔

بہتان افتراء پردازی کا جواب یہ ہے کہ آپ میرے خط کی ایک بات کا خلاف واقعہ اور افتراء ہونا ثابت کریں۔ کسی مجلس میں، جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں، اور تین منصف غیر جانبدار، اس کا ثبوت پیش کریں۔ یہ جرأت نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہو سکے گی۔ یہ پیش گوئی بھی اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ پر لکھ رکھیں۔ محمد حسین) تو بذریعہ تحریر اس کا ثبوت دیں جس کو تین منصف مسلم الفریقین غلبہ

رائے سے مان لیں ۔تو میں صرف اسی ایک امر سے آپ کا حق پر ہونا، اور آپ کے مقابلہ میں اپنا غلطی کرنا مان لونگا اور آئندہ آپ کا مقابلہ چھوڑ دونگا۔

لو ایک ہی بات میں مدت کا جھگڑا طے ہوتا ہے، اور میدان آپ کے ہاتھ آتا ہے۔ یہ نہ ہوسکے تو آئندہ بے جا و ناحق تہمتوں اور دروغ گوئی سے اپنے آپ کو روکیں، جن سے آپ پر سوء ظنی زیادہ بڑھتی ہے اور آپ کے دعوی الہام کی تکذیب ہوتی ہے۔

قادیانی صاحب! میں سچ کہتا ہوں اور اس پر خدا تعالی کی قسم، جس مضمون و عنوان کے ساتھ آپ چاہیں، کھانے کو حاضر و مستعد ہوں، کہ مجھے جس قدر آپ سے بدگمانی ہوئی ہے اس کا قوی سبب آپ کی دروغ گوئی وافتراء پردازی و دھوکہ دہی ہے جس سے آپکی کوئی تحریر خالی نہیں ۔آپ اس بدگمانی کو دور کرانا چاہتے ہیں تو آئندہ اس کذب سے کف لسان اختیار کریں، مطلب کی بات کا جواب راستی سے دیا کریں۔

آپ کی پیش گوئی متعلقہ موت خسر فرضی کے الہامی ہونے کی نسبت جو مجھے عذر ہے اس کا اظہار و بیان بحکم اصول مناظرہ و قانون عدالت و دیانت تب ہی مجھ پر واجب ہوتا، جب آپ کی طرف سے اس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا بپابندی اصول مناظرہ و قانون عدالت و دیانت، ثبوت گزرتا ۔مگر ہنوز آپ سے یہ امر وقوع میں نہیں آیا تو پھر اس عذر کے پوچھنے کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔

آپ نے اس خط میں یہ دعوی کیا ہے کہ میں نے نہ اپنی نفسانی طمع اور نکاح کی ذاتی غرض سے، بلکہ دین اسلام کی حقانیت اس کے منکروں اور مخالفوں پر (جو برادری اور قرابتیوں میں سے تھے اور وہ آسمانی نشان طلب کرتے تھے) ظاہر کرنے کی غرض سے، یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر مرزا (احمد بیگ) ہوشیار پوری اپنی بیٹی اس عاجز کو نہ دے گا، کسی اور سے اس کا نکاح کرے گا تو روز نکاح سے تین برس کے عرصہ میں وہ فوت ہوجائے گا۔ان تین برس میں گو تاریخ موت نہیں بتائی گئی مگر دوسرے کشف سے معلوم ہوا کہ کچھ بہت عرصہ نہیں گزرے گا۔اور اڑھائی برس کے عرصہ تک اس کا شوہر فوت ہوجائے گا۔اور وہ لڑکی بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔اور یہ سب باتیں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء

میں درج ہوکر مشتہر ہوچکی ہیں،

اوراس پیش گوئی کے الہامی ہونے کا یہ ثبوت دیا ہے کہ اس پیش گوئی کا ایک جزءتو پورا ہو گیا ہے کہ مرزا اندکو رنے ۷۔اپریل۱۸۹۲ءکواس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا،تو ۴ مہینے سے کم عرصہ میں۳۰ستمبر۱۸۹۲ءکووہ فوت ہو گیا ہے۔

ایسے ہی باقی دو جزوں (اس لڑکی کے شوہر کے فوت ہونے اوراس لڑکی کے میرے نکاح میں آنے) کی امید ہے۔ پھر کہا ہے کہ یہ پیش گوئی دوسرے وسائل نجوم رمل و جفر سے نہیں ہوسکتی کیونکہ منجموں کی پیش گوئی ایسی نہیں ہوا کرتی جس میں ذاتی فائدہ کے لحاظ سے شرطیں ہوں (جیسا کہ میں نے شرط نکاح لگادی ہے) اور نہ وہ اس دعوی کے ساتھ ہوتی ہیں کہ میں ملہم اور خدا کی طرف سے ماموراور بھیجا گیا ہوں،اس دعوی کے ساتھ کوئی منجم یا رمال پیش گوئی کرے تو اس کا سچا ہونا ممکن نہیں ہے۔جس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اگر منجم جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی سچی نکلے تو اس میں اور سچے نبی میں فرق نہیں رہتا اور لوگوں کو صدق نبوت میں اشتباہ ہو جا تا ہے۔

اورنقلی دلائل میں وہ آیت ہے جن میں مومن آل فرعون کے اس قول کی حکایت ہے

و ان يك صـا دقاً يصبكم بعض الذى يعد كم ان الله لا يهدى من هو مسرف كذا ب ۔کہ اگر موسی سچا ہے تو تم کو(اے فرعونیو)ضرور وہ عذاب پہنچے گا جس کی وہ پیش گوئی کر چکا ہے ۔خدا جھوٹے،زیادتی کرنے والے کوراہ نہیں دکھا تا۔یعنی اس کی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا۔

اوروہ آیت جس میں آنحضرتﷺ کی نسبت فرمایا ہے

و لو تقول علينا بعض الاقا ويل لا خذ نا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين کہ اگر وہ ایک قول بھی از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔

اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے:

و لا يـظهـر على غيبه احد ا لا من ارتضى من رسو ل ۔کہ خدا تعالی اپنے غیب پر بجز رسول کسی مطلع نہیں کرتا۔رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی، اور اس کو غیب پر اطلاع نہیں ہوتی، اور اس کی رگ جان کاٹی جاتی ہے۔ اور چونکہ میں گیارہ برس سے دعوی وحی والہام کرتا ہوں اور اب تک مارا نہیں گیا، بلکہ دن بدن میری عزت وقبولیت لوگوں میں بڑھتی جاتی ہے، میرے پچھلے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ آدمی شامل ہوئے تھے اور اس سال ۳۲۷ مخلص و احباب آئے ہیں، اور میری پیشگوئیاں سچی نکلتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں صاحب وحی و الہام ہوں اور میری پیش گوئی مذکور الہامی ہے۔ رمل ونجوم جفر سے وہ نہیں ہوئی۔ اب آپ اس پیش گوئی کو الہامی مان لیں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں یہ اعتراف چھاپ دیں کہ جزء پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی قادیانی پوری ہوگئی ہے، باقی دو جزء (موت شوہر دختر خسر مذکور ونکاح ثانی آن دختر بہ قادیانی) پوری ہوگئیں تو میں توبہ کروں گا۔ اس اعتراف کو آپ نے اپنے رسالہ میں نہ چھاپا تو پھر آپ کیلئے غضب الہی جو آپ کے غضب سے بڑھ کر ہے تیار ہے کیونکہ نشان دیکھنے کے بعد انسان معذور نہیں ٹھہر سکتا۔

یہ آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت کا جس کو آپ نے پراگندہ طور پر مکرر سہ کرر عبارات میں ادا کیا ہے، ضبط وشائستگی کے ساتھ خلاصہ ہے۔ اس باضبط وشائستہ پیرایہ میں اس کو اس لئے ادا کیا گیا ہے کہ اس پر ضبط اور آسانی سے یک جا گفتگو ہو سکے۔

میرے نزدیک اور ہر ایک منصف مزاج، حقیقت شناس، سخن رس، ناظر ومناظر کے نزدیک آپ کا یہ ثبوت غیر مکمل و ناکافی ہے۔ کراس ایگزیمینیشن (امتحان جرح)(cross examination) کا محتاج ہے۔ لہذا آپ کے دعوی اور اس کے ثبوت مذکور پر چند سوالات جرح کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آپ نے کافی وشافی اور صافی دیا تو آپ کا ثبوت مکمل سمجھا جائے گا۔ اور اس وقت آپ کو اپنے دعوی اور اس کے دلائل کی صحت وتسلیم میں عذر پوچھنے کا استحقاق پیدا ہوگا۔ وہ سوالات یہ ہیں۔

جرح بر قادیانی

سوال اول: اس پیش گوئی سے جو غرض آپ نے بیان کی ہے اس غرض کا اظہار آپ نے کب کیا تھا۔ درخواست نکاح کے وقت، یا جب درخواست نامنظور ہوئی، تب یہ غرض بنائی گئی۔ اشتہار متضمن پیش گوئی مذکور اور اشتہار متضمن اظہار غرض مذکور ایک تاریخ کے ہیں یا اشتہار پیش گوئی کی تاریخ آگے اور اشتہار متضمن اظہار غرض کی تاریخ پیچھے۔ ایسا ہے تو غرض وعلت غائی کا جس کا وجود ذہن میں پہلے ہوتا ہے، اظہار پیچھے کیوں ہوا؟

سوال دوم: اگر آپ کی کسی تحریر سابق یا لاحق سے یہ ثابت ہو کہ درخواست نکاح کے وقت آپ نے معجزانہ اور مردانہ مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ عاجزانہ وبزدلانہ خوشامد چاپلوسی اور مال کی طمع دہی سے کام لیا ہے۔ اور ۱۸۹۱ء تک (جس میں دوسرے شخص سے اس لڑکی کے نکاح کی تجویز ہوئی تھی) اس طمع دہی کو نہیں چھوڑا، تو پھر آپ اس دعوی کو وِدڈرا (withdraw) کریں گے، یعنی واپس لیں گے یا اس میں کوئی عذر پیش کریں گے۔ پیش کرنا ہو تو اس کو پہلے سے بیان کر دیں۔

سوال سوم: اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو، جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں، آپ نے پبلک (عام لوگوں) میں شائع کیا تھا؟ اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں۔ یا اس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص لوگوں میں شائع کیا تھا، جیسا کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ امر معلوم ہو چکا ہے۔

سوال چہارم: جو پیش گوئی کسی شخص کی سچی نکلے وہ بذاتہ وبانفرادہ اس شخص کے ملہم ہونے اور پیش گوئی کے الہام ہونے پر دلیل ہو سکتی ہے۔ یا اس کی صداقت کے علاوہ اس شخص میں اور بھی شرائط ہونی ضرور ہیں، جن سے اس کا ملہم اور اس کی پیش گوئی کا الہام ہونا ثابت ہو؟

سوال پنجم: خواص حقیقت شناس لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جو انبیاء مانا ہے، تو صرف ان کی

کسی پیش گوئی کے سچا ہونے سے مانا ہے، یا ان کو نبی ماننے میں ان کے اخلاق دائمی اور مدت العمری راست بازی، رحم دلی، بے غرضی، عفت، عدالت وغیرہ اوران کی اعتقادات وتعلیمات کا بھی لحاظ کیا ہے۔

سوال ششم: نبیوں کی سبھی پیش گوئی کا سچا ہونا ضروری ہے یانہیں۔ بلکہ بعض کا جھوٹا ہونا بھی ممکن یا واقعہ ہو چکا ہے؟ظنی اورخیالی تعبیر سے سوال نہیں،اس واقعہ کی نسبت سوال ہے جس کی نبی نے قطعی طور پر خبر دی ہو۔

☆ جواب میں شق نفی اختیار کریں تو ایسی پیش گوئی غیر صادق کی مثال نبی آخرالزمان کی پیش گوئی سے بحوالہ کتب اسلامی دیں، کیونکہ اہل کتاب کی نقل و بیان پراہل اسلام کواعتمادنہیں ہے۔

☆ ہفتم: جس شخص کی کوئی پیش گوئی سچی نکلے اورکوئی جھوٹی، وہ سچی پیش گوئی میں ملہم ہوسکتا ہے؟

☆ ہشتم: ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو،لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو، ناجائز مال اجرت زناوغیرہ کام میں لاتا ہو،ظلم، ایذارسانی، بے رحمی، بدخلقی وبدگوئی پرمصر ہو،تو پھربھی اگراس کی کوئی پیش گوئی سچی نکل آوے، اس سچی پیش گوئی میں ملہم، ولی، محدث ومجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے؟

☆ سوال نہم: آنحضرتﷺ کے زمانہ میں اوراس سے پیشتر ایسے لوگ عرب میں موجود تھے جو کاہن کہلاتے تھےاورغیب دانی کے مدعی تھے۔اوروہ بعض پیش گوئیوں میں سچے نکلتے تھے یانہیں؟

☆ جواب بشق نفی ہو،تو جن احادیث سے ایسے کاہنوں کا وجود ثابت ہوتا ہے، وہ موضوع ہیں یا کچھ اور معنے رکھتے ہیں؟

☆ اوراگر جواب بشق اثبات ہوتو وہ لوگ ان سچی پیش گوئیوں میں ملہم اور خدا کے مخاطب کہلا سکتے ہیں؟

☆ سوال دہم: ابن صیاد کاہن نے (جس کو آپ دجال سمجھتے ہیں) آنحضرتﷺ کے دل میں چھپائی ہوئی بات کسی قدر معلوم کر لی تھی یانہیں؟

☆ جواب بشق اثبات ہو، تو اس صورت میں وہ ملہم وصاحب وحی متصور ہوگا یا کچھ اور

☆ اور اگر بشق نفی ہو تو ان احادیث کی نسبت جن میں ابن صیاد کا بتایا ہوا لفظ د خ منقول ہے، آپ کا کیا خیال ہے۔ وہ موضوع ہیں یا اور کچھ معنے رکھتی ہیں؟

☆ سوال یاز دہم: اکثر زمانوں اور ملکوں میں نجومی، رمال، جفری، پنڈت، جوتشی واقعات آئندہ موت وحیات بعض اشخاص کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ پنڈت لوگوں کی جنم پتریاں لکھتے ہیں، نجومی زائچے لکھتے ہیں جن میں سال بھر کے واقعات درج کرتے ہیں۔ اور وہ اخباروں میں چھپتے ہیں۔ جن میں سے بعض واقع کے مطابق اور سچے نکلتے ہیں۔ ان میں وہ ملہم اور ان کی سچی پیش گوئیاں الہامی ہوتی ہیں یا کچھ اور؟

☆ سوال دواز دہم۔ اگر وہ اس کے ساتھ جھوٹا دعوی الہام کرلیں یا کوئی اور جھوٹ بولیں یا کسی ذاتی فائدہ کو ملحوظ رکھیں اور اس کی نسبت پیش گوئی کرنی چاہیں، تو پھر ان کی اس قسم کی پیش گوئیاں بند ہو جاویں؟ اور پھر وہ کسی پیش گوئی میں سچے نہ نکلیں؟ اور اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا وہ اپنے علم نجوم، جفر وغیرہ کو بھول جائیں۔ یا اور سبیل سے روکے جاویں۔

☆ سوال سیز دہم: طبعی، فلاسفر، سائنس دان، جو پیش گوئیاں کرتے ہیں ان میں سے بعضی سچی نکلتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر نکلتی ہیں تو کیا وہ لوگ بھی ملہم اور وہ پیش گوئیاں الہامی ہیں؟

☆ سوال چہاردہم: روحانیات کی تسخیر وحاضرات سے جو پیش گوئیاں لوگ کرتے ہیں، چنانچہ آج کل کلکتہ کی ایک جماعت تعلیم یافتہ نے آنریبل بابو کرسٹوداس پال کی روح کو بلا کر یہ پیش گوئی کی ہے کہ جیوری سسٹم میں لفٹننٹ گورنر کو ناکامی ہوگی۔ اور حضرت مسیح کی روح سے یہ پیشین گوئی کرائی ہے کہ ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی عمر چار برس اور ہوگی اور پرنس آف ویلز ان کے جانشین ہوں گے وغیرہ۔ جو اکثر اخباروں میں شائع اور مشتہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی پیش گوئی سچی ہوگئی تو کیا وہ جماعت بھی ملہم متصور ہوگی اور پیش گوئیاں الہامی ہوں گی؟

☆ سوال پانز دہم: مسمریزم یا عمل الترب کے ذریعہ سے جس تہ پائے میز یا چوکی کو ہلایا جاتا ہے،

جس کا آپ نے بھی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں اعتراف کیا ہے، وہ بھی لوگوں کی حیات و ممات وغیرہ واقعات آئندہ کی نسبت پیش گوئیاں کرتے ہیں، چنانچہ لاہور میں اس کا مدت تک گھر گھر مشغلہ رہا، ہر گلی کوچہ میں چرچا ہوا لاہور کے ایک معزز رئیس اور میرے دوست سید رجب علی شاہ صاحب میونسپل کمشنر اور پروپرائیٹر ایمپیریل پریس کے مکان پر اور کئی اور لوگوں کے مکانات پر ایسی میزیں تھیں جن سے میرے دوستوں اور احباب نے اپنی آنکھ سے اس کاروائی کو مدت تک دیکھا۔ یہ پیش گوئیاں اگر سچی نکلیں تو کیا وہ تہ پائے بھی ملہم ومحدث ومجدد وصاحب وحی کہلائیں گے۔اور اس تہ پائے سے مسمریزم کے ذریعہ سے یہ کام لینے والے ہندو، مسلمان، عیسائی، ملہم ومحدث کہلائیں گے؟

☆ سوال شانزدہم: بعض مسلمان فاسق فاجر زنا کار شراب خور اس حالت اور اس وقت میں جب کہ وہ بادہ بسر وآشنا ببر کا مصداق ہوتے ہیں اور بعض کافر بعض اوقات ایسے خواب دیکھتے ہیں جن میں واقعات آئندہ کے حالات ان پر کھل جاتے ہیں کہ فلاں شخص فوت ہوگا، یا فلاں شخص کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا ہوگی، اور فلاں شخص بیمار ہوگا، فلاں چیز ہاتھ آئے گی۔اور ان پیش گوئیوں میں وہ سچے نکلتے ہیں۔کیا ان پیش گوئیوں میں وہ لوگ ملہم محدث وغیرہ کہلا سکتے ہیں۔

☆ سوال ہفدہم: دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ الہامی کہلاتے ہیں، نہ کاہن نہ نجومی نہ جوتشی نہ طبعی نہ سائنس دان نہ مسمریزم، نہ خواب میں کی رؤیت بیان کرتے ہیں، بلکہ صرف قرینہ وقیاس وتجربہ اور ظن سے ایک شخص کی نسبت پیدائش یا موت یا صحت یا بیماری کی خبر دیدیتے ہیں اور وہ سچی نکل آتی ہے۔کیا وہ بھی آپ کے نزدیک الہامی ہیں اور ان کی پیش گوئی الہام ہے؟

☆ سوال ہژدہم: بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قیافہ وتجربہ بھی نہیں رکھتے ،صرف سادگی سے بے ساختہ ان کے منہ سے ایک آئندہ کی بات نکل جاتی ہے، اور وہ اتفاقاً سچی ہوجاتی ہے، ان میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو لوگ عاجز وناچیز سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ راست باز ہوتے ہیں۔خدا تعالی ان کی عاجزی وسچائی کی برکت سے ان کی بات کو پورا، اور ان کو سچا کر دیتا ہے، جن

کے حق میں آچکا ہے لـو اقسـم عـلـی الله لا بره کیا وہ لوگ بھی ایسی باتوں میں خدا کے ملہم و مخاطب ہیں؟

☆ سوال نوز دہم: بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو صفات مذکورہ بالا سے ایک صفت بھی نہیں رکھتے ہیں، بلکہ وہ پرلے درجہ کے جھوٹے، بے حیا اور دلیر ہوتے ہیں، نہ ننگ دنیا رکھتے ہیں اور نہ خوف آخرت ۔اور وہ یوں ہی بغیر کسی یقین وظن کے ایک لاف مار دیتے ہیں کہ تیرے گھر بیٹا ہوگا۔ یا اگر تو ہم کو کچھ نہ دے گا تو تیرا یہ نقصان ہو جائے گا، جیسا کہ بعض ڈاڑھی منڈے بھیک ماننے والے جوگی فقیر کرتے ہیں، اور خدا کے علم و تقدیر میں اس کا وقوع مقدر ہوتا ہے، تو اتفاق سے ان کے کہنے کے موافق ہو جاتا ہے۔ ان کو بھی آپ الہامی اور ان کی ایسی پیش گوئی کو الہام کہیں گے؟

☆ سوال بستم: سیالکوٹ کے ملک شاہ علم نجوم یا رمل میں کچھ دخل رکھتے ہیں اور آپکو ان سے صحبت و ملاقات و استفادہ (شاگردی) کا کوئی تعلق رہا ہے یا نہیں؟

☆ سوال بست و یکم: بٹالہ کے مولوی گل علی شاہ اور ان کے بعض متعلقین علم جفر میں دخل رکھتے تھے اور آپ کو ان سے صحبت و استفادہ کا تعلق تھا یا نہیں؟

☆ سوال بست و دوم:۔ فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر میں جو آپ نے ہندسہ اور بعض نقوش لکھے ہیں ان سے کیا مراد ہے اور وہ کس علم کی اصطلاح ہے؟

☆ بست و سوم: آپ کو مسمریزم یا عمل الترب میں دخل ہے یا نہیں۔

☆ اور اگر نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں یہ کیوں دعوی کیا اور کہا ہے کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

☆ بست و چہارم: اس عاجز کی باون سال کی عمر کو پہنچ کر فوت ہونے کی نسبت آپ نے وہ پیش گوئی جو آپ کے مرید اور آپ کے دوست بیان کرتے ہیں، کی ہے یا نہیں؟ کی ہے تو کس عنوان و بیان سے۔

☆ بست و پنجم: جو لڑکا بشیر نام آپ کا فوت ہو گیا ہے، اس کی نسبت آپ نے کسی تحریر یا اشتہار میں لکھا تھا یا نہیں، کہ اس میں پسر موعود اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی علامات پائی جاتی ہیں اور یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے۔

☆ بست و ششم: کسی تحریر میں اس بیان علامات سے آپ نے انکار کیا ہے یا نہیں؟

☆ بست و ہفتم: اس لڑکے کی نسبت آپ کے کسی حامی نے یہ بھی مشتہر کیا تھا کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہے یا نہیں؟

☆ کیا تھا تو آپ نے اس پر سکوت کیا، یا اس کو رد کیا تھا؟

☆ بست و ہشتم: شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کی رہائی کی نسبت آپ نے قطعی پیش گوئی کی تھی؟

☆ اور وہ کس عنوان سے تھی؟

☆ اور اس کی تشہیر کی تھی؟ اور وہ کس ذریعہ سے ہوئی تھی۔

☆ بست و نہم: دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپسی اور دیانند سرستی کی موت کی نسبت جو آپ نے پیشگوئی کی تھی، وہ کس عنوان سے تھی، اور اس کی اشاعت کیونکر ہوئی؟

(ان چار آخری سوالات میں جن پیش گوئیوں کا ذکر ہے، ان میں کوئی مستقل بحث مقصود نہیں، بلکہ اسی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی جناب میں بحث کرنے کے وقت ان سے ضرورت متعلق ہوگی)

☆ سوال سی ام: جس شخص کو کسی امر کے چند ساعات کے بعد واقع ہو جانے کا علم و یقین ہو، وہ اس کے ظاہر و ثابت کرنے اور دوسرے کو اس مقابلہ سے عاجز کرنے کے لئے اس امر کے چند دنوں کے بعد واقع ہونے، اور اگر چند دنوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند مہینوں کے بعد اس کے واقع ہونے، اور اگر چند مہینوں کے بعد اس کے وقوع کا علم ہو تو چند برسوں کے بعد اس کے واقع ہونے کی خبر دے۔ تو اس سے اس کا علم و یقین ثابت ہوتا ہے یا یہ شک یا گمان پیدا ہوتا ہے کہ اس کو اس کا علم نہ تھا، بلکہ اس نے صرف ظن سے کام لیا اور احتیاط و پیش بندی کر کے ساعات کی جگہ دنوں کو، اور دنوں کی جگہ مہینوں کو، اور مہینوں کی جگہ برسوں کو اختیار کیا۔ اس کو یقین ہوتا تو جس کمتر وقت

پر اس امر کا وقوع ہوا ہے، اسی کو بیان کرتا۔

☆ جواب میں اگر شق اول اختیار کی جائے تو اس کی نظیر میں کوئی الہامی پیش گوئی پیش کی جائے جس میں خدا تعالی نے ایک واقعہ قریب الوقوع کی ا بــعــد مدت کے بعد واقع ہونے کی خبر دیکر اس سے مخالفین اور منکرین پر حجت قائم کی ہو۔ قرآن میں ایسے نظائر تو موجود و معلوم ہیں کہ بعید الوقوع واقعہ کے وقوع کی ایسے الفاظ سے خبر دی ہو جن سے اس کا قریب الوقوع ہونا خیال میں آ سکے اور اس سے مومنوں کے دل میں تسکین و امید اور مخالفوں کے دل میں دائمی خوف اور غم پیدا ہو، چنانچہ فتح روم کی جو سات یا نو برس کے بعد ہونے والی تھی، لفظ بضع سے، جس سے ادنی تین برس بھی مفہوم ہوتے ہیں، خبر دینا ہے۔ لہذا اس قسم کی نظیر پیش نہ کریں بلکہ ایسی نظیر پیش کریں جس میں قریب الوقوع واقعہ کی ا بعد مدت میں واقع ہونے کی پیش گوئی مقام تعجیز خصم میں کی گئی ہو۔

☆ اور اگر جواب میں شق ثانی اختیار کریں تو یہ بتا دیں کہ آپ کی اس پیش گوئی میں آپ کے ملہم نے یہ احتیاط و پیش بندی کیوں کی کہ جو واقعہ چار مہینے سے کم عرصے میں واقع ہونے والا تھا، اس کا وقوع تین برس کے عرصہ میں بتایا، باوجودیکہ قریب مدت بتانے میں آپ کا غلبہ اور بزعم آپ کے معجزہ ثابت ہوتا تھا۔ اس احتیاط سے آپ کے ملہم پر یہ گمان و اعتراض نہیں ہوتا کہ اس کو چار مہینے کے بعد وقوع اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ علم ہوتا تو عین مقابلے اور تحدی اور اعجاز کے مقام میں اسی قریب مدت کے بعد اسکے وقوع کی خبر دیتا، احتیاط اور پیش بندی سے کام لے کر مہینوں کی جگہ تین سال نہ بولتا۔

☆ سوال سی و یکم: دوسرے کشف میں جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ بہت عرصہ نہیں گذرے گا کہ آپ کا خسر فرضی مر جائے گا، اس امر کو آپ نے کسی تحریر مطبوع یا قلمی کے ذریعہ سے مشتہر کیا تھا یا نہیں؟

☆ مشتہر کیا تو اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

☆ وہ تھوڑا عرصہ جو اس کشف میں بتایا گیا تھا، مہینوں کا تھا یا برسوں کا؟

اگر برسوں کا بتایا گیا تو کیا پھر وہ اس اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا جو شق ثانی جواب سوال نمبر ۳۰ پر وارد ہوا ہے۔ اور اگر وہ مہینوں کا بتایا تھا تو آپ نے اس کو مقام مقابلہ و تعجیز منکرین میں ظاہر کیوں نہ کیا۔

اور اگر کچھ بھی نہیں بتایا تو اس کشف سے کون سا فائدہ جدید حاصل ہوا، جو پہلے الہام سے نہ ہوا تھا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو پھر کیا یہ کشف لغو نہیں ٹھہرتا۔ کیا اس کشف پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آپ نے اس میں ان جوگیوں کا اقتداء کیا جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ہمسایہ کو یہ کہہ جاتے ہیں کہ اس گھر میں لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر اگر لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں کو بتائی ہوئی خبر کو پیش کر کے اپنا سچ ثابت کیا اور نذرانہ لیا، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نے ہمسایہ کو کہہ دیا تھا کہ لڑکی ہوگی۔

آپ نے بھی بعینہ یہ کام کیا ہے کہ ایک الہام میں تین برس کی میعاد ٹھہرا دی، دوسرے کشف میں عنقریب کی خبر دی، پھر جلدی کام ہو گیا تو یہ کہہ دیا کہ ہم نے عنقریب وقوع کی خبر دی تھی، دیر ہوگئی تو تین برس کی مدت کو پیش کیا، جس میں کسی نہ کسی اختیاری تدبیر سے یا اتفاقی تقدیر سے ایک شخص کام تمام کرنا ممکن ہے۔

☆ سوال سی و دوم: آپ کی متمسکہ آیات میں سے پہلی آیت میں جو حضرت موسی کی پیش گوئی کا سچا ہونا بیان ہوا ہے، اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کی کوئی پیش گوئی اتفاقی سچ نکلے وہ ملہم ہوتا ہے؟ کیا بعض اوقات جھوٹے کی بات سچ نہیں نکلتی (چنانچہ سوالات سابق میں پوچھا گیا ہے) پھر یہ آیت اس جھوٹے کو کیونکر ملہم بناتی ہے۔ اور جو اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ خدا تعالی مسرف کذاب کو راہ نہیں دیتا، اس کے یہ معنی کس دلیل سے متعین ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے مدعی الہام کی پیش گوئی کو پورا نہیں کرتا؟ کیونکر جائز نہیں کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ جو شخص اپنی اور (دیگر) باتوں میں جھوٹ بولے، گو مدعی الہام نہ ہو۔ اس کو خدا تعالی وحی والہام سے مشرف نہیں کرتا، اور اس کی بعض پیش گوئیاں الہامی نہیں ہوتیں، گو بوجوہ مذکورہ بالا سچی نکلیں۔ یا یہ معنی ہوں کہ خدا تعالی فرعون کو جو مسرف وکذاب ہے، راستی اور نجات کی راہ نہیں دکھائے گا۔ چنانچہ بیضاوی نے اس کے ایک یہ معنے بھی کیئے ہیں:

عرض بہ فرعون بانہ مسرف کذاب لا یھدیہ اللہ سبیل للصواب و

طریق النجاۃ (بیضاوی۔ج۲)۔

☆سوال سی وسوم: دوسری آیت میں جو افتراء پر ہلاک کرنے کا ڈرسنایا گیا ہے اس کی کوئی حد مقرر ہے کہ جس دن خدا تعالی پر افتراء ہو، اسی دن ہلاکت ہو، یا اس کی ہلاکت کا وقت وسیع ہے؟ قوم نوح نے جو خدا پر شریک کا افتراء کیا تو وہ کتنی مدت کے بعد ہلاک ہوئے۔ فرعون جو خود معبود بن بیٹھا تھا، وہ اس افتراء کے بعد کتنے دنوں میں ہلاک ہوا؟ آپ (مرزا قادیانی) سے پہلے جن لوگوں نے جھوٹا دعوی نبوت والہام کیا تھا، جیسے مسیلمہ وغیرہ، وہ کتنے عرصہ کے بعد ہلاک ہوئے؟ جس دن سے آپ نے نبوت اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے آپ کی صحت اکثر اوقات کیسی رہتی ہے۔ کیا آپ اکثر بیمار نہیں رہتے اور آپ کی ایسی حالت نہیں ہو جاتی جس سے موت نظر آنے لگے۔ کیا ایسے امراض، موت کے وہلاکت کے مقدمات نہیں ہیں۔

☆ اگر مفتری کا جلد ہلاک ہونا ضروری ہے اور آپ مفتری نہیں، بلکہ سچے ملہم اور ولی ہیں، تو جو لوگ آپ کو مفتری وکذاب کہتے ہیں اور آپ کو کافر سمجھتے ہیں، اور رات دن آپ پر لعنتوں کا مینہ برسا رہے ہیں، جو آپ کے خیال میں یقیناً خدا پر افتراء کرتے ہیں، وہ کیوں جلد ہلاک نہیں ہوتے؟ باوجودیکہ حدیث قدسی میں خدا تعالی سے منقول ہے

من عادی لی ولیاً فقد بارز الله بالمحاربة وفی روایة فقد آذنته بالحرب۔

یعنی خدا تعالی فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے لڑنے کو میدان میں نکلا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالی اس کو جنگ کی اطلاع دیتا ہے۔ اور وہ لوگ کیوں دن بدن برکات وانعامات الہیہ کے مورد ہوتے ہیں۔ صحت وعافیت اور قوت میں آپ سے بڑھ کر ہیں۔ اولاد میں بہ نسبت سابق زمانہ عدم مخالفت، محل برکت وکثرت ہیں۔ جائز طور پر آمدنی زر میں آپ سے بڑھ کر ہیں؟

ہلاکت کے مقابلے میں دن بدن عزت بڑھنے کا جو آپ نے دعوی کیا ہے اس کا موازنہ ومقابلہ اپنی

روز افزوں ذلت اور اپنے مخالفین ومکفرین کی روز افزوں عزت سے نہیں کیا۔ لہذا اس پر یہ سوالات وارد ہوتے ہیں۔

☆ ہندوستان و پنجاب کے مسلمانوں میں آپ کو حق پر جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا آپ کے مخالفین ومکفرین کو حق پر جاننے والوں کی؟

☆ ۱۸۹۱ء کی نسبت ۱۸۹۲ء میں آپ کے مکفرین کی تعداد زیادہ ہوئی ہے یا تابعین کی۔ جس قدر لوگ آپ کے میلہ حال میں آئے ہیں، کیا وہ مخالفین ومکفرین سے تعداد میں بڑھ کر تھے؟

☆ گذشتہ میلہ سالانہ میں جو لوگ آئے تھے ان میں سے بہت سے لوگ اس سال کیوں نہیں آئے؟

☆ نئے لوگ جو آئے ہیں ان کے مخلص واحباب ہونے پر آپ کی کیا دلیل ہے؟

کیا ان میں ایسے لوگ نہ تھے جو صرف تماشا دیکھنے یا نکتہ چینی کرنے کو آئے تھے؟ کیا ان میں بعض لوگ ایسے نہ تھے جو آپ کے اشتہار اور پرائیویٹ خطوں سے دھوکہ کھا کر آئے اور بعض صرف روٹی کھانے کو آئے؟ آپ ان سب کے مخلص واحباب ہونے کے مدعی ہیں تو ان کی فہرست پیش کر کے ان کے مخلص ہونے کا ثبوت دیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ان میں سے کس قدر آپکے مخالف اور غیر معتقد ثابت ہوتے ہیں۔

☆ جن فقیروں، پیرزادوں کو آپ اپنے رسائل میں بدعتی لکھ چکے ہیں، ان کے سالانہ میلوں اور عرسوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ کیا وہ لوگ بھی آپ کے اعتقاد میں خدا کے نزدیک عزت رکھتے ہیں؟

☆ دھونگل اور نگاہے کے میلوں میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یا آپکے میلہ میں؟

☆ سوال سی و چہارم: تیسری آیت سے جو آپ نے یہ مطلب نکالا ہے کہ نبی، رسول اور محدث کے سوا کوئی شخص آئندہ کی بات نہیں بتا سکتا، اور جو بتا دے وہ ملہم ہوتا ہے، اس پر یہ سوالات ہیں:

☆ غیب کس کو کہتے ہیں۔ کیا جو بات عادی اسباب علم، حساب، نجوم وغیرہ سے معلوم ہو، اس کو غیب کہا جاتا ہے؟

☆ نجومی اپنے علم نجوم سے جو کچھ بتاتے ہیں اس کی نسبت وہ علم ویقین کا دعوی کرتے ہیں یا صرف ظن کا؟

☆ نبی کے سوا جو کسی کو الہام ہوتا ہے، اس کے دخل شیطان سے اسی پہرہ وچوکی سے حفاظت ہوتی ہے جس سے نبیوں رسولوں کی وحی کی حفاظت ہوتی ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد ہے فا نه یسلك من بين يد يه و من خلفه رصدا ليعلم ان قد ابلغوا رسا لا ت ر بهـــم ۔(بے شک خدا، رسول کے آگے اور پیچھے پہرہ رکھتا ہے تا کہ وہ جان لے کہ خدا کے فرشتوں نے ٹھیک خدا کے پیغام ان کو پہنچا دیئے ہیں، ان میں شیطان نے کچھ دخل نہیں دیا)

مسلمانوں سے آج تک اس بات کا کون قائل ہوا ہے کہ اس آیت کا یہ لفظ رسول، محدث کو بھی شامل ہے اور محدث بھی ایک رسول ہوتا ہے؟ اس صورت میں نبی اور غیر نبی کے الہام میں کیا فرق ہے؟

☆ سواال سہ وپنجم: ولی وملہم ہونے کے لئے پابند شریعت ہونا ضروری ہے، یا تارک احکام شرعیہ کا بھی ولی وملہم ہونا جائز ہے؟

☆ سوال سی وششم: آپ اپنی تمام عمر میں دعوی ولایت والہام سے پہلے اور اس کے بعد خصوصاً دعوی مسیحائی کے وقت سے پانچ وقت مسجد الجماعت میں نماز پڑھنے کے ملتزم ہیں، یا اکثر اوقات مسجد چھوڑ کر مکان پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں؟

☆ سوال سی وہفتم: کیا ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ فجر کی نماز آپ نے ٹھیک وقت نہ پڑھی ہو اور اپنے اتباع وملازمین پر یہ کہکر خفگی ظاہر کی ہو کہ جو لوگ اہل اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ ان کو نماز کے لئے جگا دیا کرتے ہیں، تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ مجھ کو صبح کے وقت نہیں جگاتے۔

☆ سوال سی وہشتم: آپ نے فریضہ حج ادا کیا ہے یا نہیں؟ نہیں کیا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

☆ کیا آپ کے دس ہزار روپیہ جائداد کی آمدنی سے آپ پر حج فرض نہیں ہوا؟

☆ یا دعاؤں کی پیدا والی اور مریدوں کی آمدنی سے ایک وقت میں آپ کے پاس پانچ پانچ سو یا

اس سے زیادہ روپیہ نہیں آیا جس سے حج فرض ہو جاتا؟

☆سوال سی ونہم: آپ ہمیشہ سے، خصوصاً دو تین سال سے، ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟

☆کسی رمضان میں آپ ایسے بیمار ہوئے ہیں جس میں دو چار میل پیادہ پا سیر نہ کرتے ہوں؟

☆سوال چہلم: آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہے یا نہیں؟

☆اور اگر کوئی جھوٹ آپ کی کلام میں ثابت ہو، تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں، اگر وہ سچی نکلے، ولی و ملہم ہو سکتے ہیں؟

☆سوال چہل ویکم: دس ہزار روپیہ کے قریب آمدنی چندہ وغیرہ کے مصارف میں جو آپ نے ساٹھ ہزار مہمانوں اور بارہ ہزار رجسٹری شدہ خطوں کا ذکر صفحہ ۴۷ و۴۸ رسالہ فتح اسلام میں کیا ہے، اس کا آپ کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

☆کیا مہمانوں کا کوئی رجسٹر ہے جس میں ان کے نام بقید ولدیت و جائے سکونت وغیرہ درج ہوں ۔اور رجسٹریوں کی رسیدات موجود ہیں؟

☆ماہواری خطوں کی تعداد تین سو سے سات سو تک اور کل کی تعداد نوّے ہزار سے زیادہ جو آپ نے رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں بتائی ہے، اس کا ثبوت آپ کیا دے سکتے ہیں؟ کوئی رجسٹر ہے یا کچھ اور۔

☆سوال چہل و دوم: آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت کوئی پیش گوئی ہشت سالہ میعاد کی، کی ہے یا نہیں؟

☆اقبال ہو تو فرمائیے کہ اس کا کیا مضمون و عنوان ہے؟

اور اگر انکار ہو تو اس انکار پر آپ، جس عنوان سے کہا جاوے، قسم کھائیں گے؟

☆سوال چہل وسوم: جن شرائط مندرجہ اشتہار جنوری ۱۸۸۹ء (جو تکمیل تبلیغ کے عنوان سے چھپا ہے) پر آپ لوگوں سے بیعت لیتے ہیں، ان شرائط کے خود پابند ہیں؟ خصوصاً شرط دوم وسوم و چہارم وہفتم و نہم کے۔

☆اور اگر آپ کا عمل ان کے برخلاف ثابت ہو تو پھر آپ کسی پیش گوئی میں (اگر وہ سچی نکلے)، ولی وملہم ومحدث ہو سکتے ہیں؟

☆ کیا آپ کے خاص مریدان شرائط کے پابند ہیں؟ کیا ان میں ایسے لوگ نہیں جو علانیہ ان شرائط کا خلاف کرتے ہوں، نماز نہ پڑھتے ہوں، داڑھیاں صفاچٹ یا خش خشی کراتے ہوں، شراب پیتے ہوں، لوگوں کے مال ناجائز طور پر مارتے ہوں، اوران کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف دیتے ہوں، اور آپ کو ان کی ان باتوں کا علم ہو۔

☆ کیا آپ کے بڑے خاص اور بڑے معاون نے خاص آپ کے مکان پر شراب نہیں پی؟ اور آپ نے اس پر مطلع ہو کر اس عذر سے کہ وہ مہمان ہے اس کی دل آزاری نہیں کی جاسکتی، ترک خفگی ونہی عن المنکر نہیں کی؟

☆ان حالات کے ثابت ہونے پر آپ کسی سچی پیش گوئی میں ولی وملہم ومحدث ہو سکتے ہیں؟

☆ سوال چہل و چہارم: میاں اللہ دیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے سابق ملازم فتح خان کی معرفت دوسو روپیہ یا کم وبیش منگایا۔ وہ کیسا روپیہ تھا؟

☆اور وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

☆سوال چہل وپنجم: براہین احمدیہ کا چندہ آپ کے ذاتی مصارف میں کچھ صرف ہوا ہے یا نہیں؟

☆ سوال چہل وششم: واپسی قیمت براہین احمدیہ کی بابت جو اشتہار آپ نے سرمہ چشم آریہ میں چھاپا تھا، وہ ان سب خریداروں اور معاونوں کے پاس، جن سے چندہ وصول کیا تھا، روانہ کیا تھا؟

☆اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں؟

☆سوال چہل وہفتم: جس شخص نے آپ سے براہین احمدیہ کا چندہ واپس طلب کیا، اس کو آپ نے بلا عذر واپس کیا، یا اس میں کچھ حیلہ وحوالہ سے کام لیا؟

☆سوال چہل وہشتم: آپ کے ذاتی مصارف کا گذارہ اس چندہ سے چلتا ہے جو آپ مریدوں اور خریداران رسائل سے لیتے ہیں یا آپ کی آمدنی زمین سے؟

☆ اور اگر وہ گذارہ آمدنی زمین سے ہے تو اس کی تعداد سالانہ کس قدر ہے؟

☆ سوال چہل ونہم: پیش گوئی زیر بحث کے متعلق جو آپ کو بتایا گیا تھا کہ خدا تعالی اس عورت کو بیوہ کر کے تمہاری طرف رد کرے گا (لوٹائے گا) جس کو آپ نے خط میں یقین سے بیان کیا اور اس میں چھ دعاوی کا پایا جانا بتایا، اگر یہ الہام الٰہی تھا (جو ۱۸۸۸ء میں ہوا تھا) تو پھر آپ نے اس الہام کے برخلاف اس لڑکی کو باکرہ ہونے کی حالت میں اپنے نکاح میں لانے اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح نہ ہونے کیلئے مئی ۱۸۹۱ء تک کیوں کوشش کی؟

☆ سوال پنجاہم: کیا اس کوشش کو آپ نے اس حد تک نہیں پہنچایا کہ درصورت موقوف اور ردّ نہ کرنے نکاح شخص مذکور کے، اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدی، اور ایک فرزند کو عاق کر دیا؟

☆ کیا کسی سچے ملہم نے اپنے الہام کو جھوٹا کرنے اور واقع نہ ہونے کے لئے ایسی کوشش کی ہے؟ کی ہو تو اس کی نظیر بتائی جاوے۔

ان جملہ سوالات کے جواب میں آپ اگر اپنی کسی تحریر یا اشتہار مطبوع یا قلمی کا حوالہ دیں تو مطبوع تحریر کو بـــاصلـہ اور قلمی تحریر کی اپنی دستخطی نقل اس جواب کے ساتھ پیش کریں۔ اور کوئی اپنی تحریر مطبوع یا قلمی جس کو آپ دست آویز بنانا چاہتے ہیں، باقی نہ چھوڑیں۔ اور یہ تحریر کر دیں کہ میں نے کوئی اپنی دست آویز تحریری باقی نہیں رکھی۔ اگر موقعہ جواب کے بعد کوئی تحریر ہم پیش کریں گے تو وہ لائق توجہ نہ سمجھی جائے گی ۔

ان جوابات اور آپ کی دست آویزات کے بعد میں آپ کے ثبوت کو کافی اور صحیح سمجھونگا تو بسر وچشم اس کو قبول کرونگا، اور آپ کی پیش گوئی کو الہام اور آپ کو ملہم مان لوں گا، ورنہ اس میں جو عذر ہوگا اس کو پیش کرونگا۔ ان شاء اللہ تعالی

آپ نے میرے سوالات کا تاریخ وصول سے ایک مہینے تک کچھ جواب نہ دیا، یا ان کے جواب کو دوسری طرف بحث لے جا کر ٹلانا چاہا، جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے اور یہی امر (کچھ جواب نہ دینا یا بحث کو دوسری طرف لے جانا) آپ سے وقوع میں آئے گا۔ (یہ پیش گوئی بھی ہماری آپ اپنی پیش گوئیوں کے حاشیہ

میں لکھ لیں۔محمد حسین) تو ناظرین منصفین ومبصرین میرے سوالات ہی سے سمجھ جائیں گے کہ آپ کی یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔ ومعہذا خاکسار خود ان سوالات کے صحیح اور واقعی جواب تحریر کر کے ان سے ثابت کرے گا کہ یہ پیش گوئی الہامی نہیں۔

آخر خط میں جو آپ نے لکھا ہے کہ اس پیش گوئی کے ایک جزء کی اپنے رسالہ میں تصدیق کرو ۔اور باقی دو جزوں کے پورے ہونے پر آپ کو ملہم ماننے اور توبہ کرنے کا وعدہ چھاپ دو، ورنہ غضب الٰہی تیار ہے۔ یہ بڑی شرمناک گیدڑ بھبکی ہے۔ میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ میں ایسی گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ اس ڈرنے کو شرک جانتا ہوں اور آپ کو کذاب اور گمراہ سمجھتا ہوں، اور اس اعتقاد کو لوازم اسلام وایمان سے سمجھتا ہوں، بایں ہمہ آپ نے پھر ایک گیدڑ بھبکی سنا دی اور کچھ شرم نہ کی۔شرم وحیا کی بات یہ ہے کہ آپ اس پیش گوئی کا الہامی ہونا ثابت کرتے۔ پھر اس کے مقابلہ میں میری تسلیم یا ردّ کے منتظر رہتے اور جب یہ بحث ختم ہوتی تب وہ ڈر سنانے ....

اب میں آپ کی اس گیدڑ بھبکی کے مقابلہ میں کہتا ہوں کہ اولاً تو مجھے اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی، کہ آپ کا خسر فرضی فوت ہوگیا ہے۔اور اگر بالفرض وہ فوت ہوگیا ہے اور آئندہ اس کی بے چاری لڑکی کا شوہر بھی فوت ہو جائے، اپنی موت سے مرے یا آپ اس کو زہر دلوا دیں (خدا، اس کو آپ کے شر سے بچاوے اور دیر تک عافیت سے زندہ رکھے)، اور پھر وہ بے چاری خود بخود ڈر کر یا آپ کے کسی اور دھوکہ میں آکر آپ کے نکاح میں آجاوے۔تو پھر بھی میں آپ کی اس پیش گوئی کو الہام نہ مانونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بلکہ اس کو الہام ماننے والے کو (اگر وہ آپ کے اخلاق، عادات، اعتقادات وحالات جن کی طرف سوالات مذکورہ میں اشارہ ہوا ہے، واقف ہو کر مانے گا) کافر ومشرک وکم سے کم احمق اور دین سے بالکل بے خبر کہوں گا۔

آپ کا اس پیش گوئی کو ایک نشان ظاہر کہنا بھی ایک شرمناک دعوی ہے۔جس پیش گوئی پر اس قدر سوالات جرح وارد ہوں وہ ظاہر نشان کہلا سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

اب میں اس خط کو ایک نصیحت پر ختم کرتا ہوں جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔آپ اس لاف زنی اور

گیدڑ بھبکی کو چھوڑ دیں۔کسی پیش گوئی یا الہام یا نشان کا نام نہ لیں۔اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں،اور نیکی بدی کے قائل ہیں اور مسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں،تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں۔اور میرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چند روز قیام کریں،آپ کے مصارف سفر و قیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں۔اور پہلے ان اکاذیب سے جو زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے اب تک آپ سے سرزد ہو چکے ہیں،تائب ہوں یا ان کا صدق ہونا ثابت کریں۔

پھر اپنے اعتقادات کفر و ضلالت و بدعت کا جو فتوی علماء پنجاب و ہندوستان میں آپ کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف سے ثابت کئے گئے ہیں،تائب ہوں یا ان کا موافق اسلام وسنت ہونا ثابت کریں،اسکے بعد الہام یا کشف یا کرامت کا دعوی کریں اور اس کا ثبوت دیں۔

جس شخص کے اخلاق و عادات اور اعتقادات کا یہ حال ہو جو آپ کا ہے،اس کا ولی،ملہم،صاحب کرامت ہونا ممکن ہی نہیں ہے،اگر چہ وہ بظاہر ایسا نظر آوے کہ وہ ہوا میں اڑ جاتا ہے،آگ کھا جاتا ہے،دریا پر سوکھے پاؤں چلتا ہے۔آپ کو زیادہ خبر نہ ہو تو ایک چھوٹا رسالہ ما لا بد منه ملاحظہ کریں۔آئندہ اختیار۔ و ما علینا الا البلا غ المبین ۔

آپ کا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین عفی عنه

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ جواب ۹ جنوری ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا۔پھر ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء کی مجلس وعظ میں،جس میں ایک حواری قادیانی میاں کرم الہی معلم اطفال لاہور بھی موجود تھا،پڑھا گیا۔اس کے بعد امرتسر میں منشی محمد عمر داروغہ نہر کی مسجد میں ایک جماعت علماء کے سامنے پڑھا گیا اور پسند ہوا۔پھر یہ سنا گیا کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر کو چھپوا دیا ہے،لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس تحریر کو بھی چھاپ کر اس کے پاس بھیجا جائے۔مگر اس اثنا میں خاکسار کو محمد احسن امروہی کے تعاقب کے لئے بٹالہ جانا پڑا۔اور وہاں اس کی لیت ولعل وگریز از مباحثہ کے سبب دس دن ٹھہرنا پڑا۔آخر جب محمد احسن امروہی نے بٹالہ میں مجھ سے گفتگو کرنے سے گریز ظاہر کیا،تب لاہور آنا ہوا۔اس وجہ سے اس خط کے طبع ہونے میں توقف ہوا۔(اور بالآخر عشرہ اول،فروری ۱۸۹۳ء میں اس کو طبع کر کے شائع کیا گیا۔بہاء)

جواب جرح اور جواب الجواب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۹ میں) بتاتے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی پر ہمارے سوالات جرح میں سے مرزا صاحب قادیانی نے صرف ایک سوال (نمبر ۲۴) کا قطعی جواب دیا ہے جو دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ میں درج ہے کہ:

میں (مرزا) نے آپ کی نسبت باون سال کی عمر کو پہونچ کر فوت ہونے کی پیش گوئی ہرگز نہیں کی۔

اس جواب کے ساتھ مرزا صاحب قادیانی نے ہمیں دو گالیاں بھی سنادی ہیں۔ گالیوں سے قطع نظر کر کے ہم مرزا صاحب قادیانی سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ لاہور میں ایک مجلس میں آنا منظور کریں۔ اس میں آپ کے ان چھپے حواریوں کے، جو یہ پیش گوئی آپ کی طرف سے ظاہر کر چکے ہیں، اظہار و بیان پر ثقات کی شہادت کو پیش کیا جائے گا۔ وہ شہادت سچی اور شرعاً معتبر ثابت ہوئی تو آپ پر جھوٹ کا الزام قائم ہو جائے گا یا آپکے ان حواریوں پر۔ بہرحال ہمارا جھوٹا کہیں نہ جائے گا۔ آپ بنیں یا آپ کا کوئی حواری۔

بشق دوم آپ کا ان حواریوں سے بے زار ہونا آپ کے دعوی ولایت و مسیحائیت و مجددیت کو بٹہ لگائے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جن چار سوالات کا غیر صریح جواب دیا ہے ان میں سوال نمبر ۶، اور ۷ شامل ہیں۔

☆ سوال نمبر ۶ کے جواب میں دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۰ میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ اس سوال سے معترض نادان کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس عاجز کی کوئی پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ تو آسان ہے، معترض پر واجب ہے کہ ایک جلسہ مقرر کر کے وہ الہام اس عاجز کا پیش کرے جو بقول اسکے نفس الہام میں غلطی ہو۔

☆ سوال نمبر ۷ کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ

اے مجوب نادان (محمد حسین) اس عاجز کی کوئی پیشگوئی آج تک جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تین ہزار کے قریب اب تک سچی نکلی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

ازیں چہ بہتر؟ آپ جلسہ میں تشریف لانا منظور کریں تو روز کا جھگڑا طے نہ ہو جائے۔

مرزا صاحب! جلسہ میں آنا تو آپ کے لئے موت سے بدتر ہے، کیونکہ اس میں آپ کی قلعی کھلتی ہے۔ جب ادھر سے جلسہ کے لئے بلایا جائے گا تو آپ ایسی شروط پیش کریں گے جن سے انعقاد جلسہ دشوار بلکہ محال ہو جائے۔ یہ بات سچ نہیں تو آپ منظوری حاضری جلسہ سے اطلاع دیں۔ پھر مقام و تاریخ مقرر کر کے آپ کو بلایا جائے گا اور اس جلسہ میں ثابت کیا جائے گا کہ تین ہزار کجا، تین بلکہ ایک بھی پیش گوئی آپ کی الہامی اور سچی نہیں۔ جو پیش گوئی آپ نے اس وقت تک کی ہے اس میں کذب اور فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس امر کی تصدیق ہمارے ناظرین کو ہمارے اس کلام سے ہو جاوے گی جو آپ کی چند پیش گوئیوں کی نسبت ہم کر چکے ہیں۔

اس چیلنج کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہماری جرح کے سوال نمبر ۸ کا جواب بھی دیا ہے جس کا تعلق سوال نمبر ۴۴ سے ہے، اور صفحہ ۶۰۰ دافع الوساوس میں کہا ہے:

آپ جیسے نابکار مفتریوں نے انبیاء پر بھی الزام لگائے تھے۔ حضرت ابراہیم پر جھوٹ کی تہمت اور حضرت موسےؑ و حضرت عیسےؑ پر مال حرام کی ۔

اور اس سے پہلے صفحہ ۵۹۷ دافع الوساوس میں اس کی تشریح یوں کی ہے:

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بے ہودہ اور شرم ناک کام تھے۔ جیسا کہ

حضرت موسیٰ کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے مصرف میں لانا۔ اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ، جو حلال وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا۔ اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا

جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔ .

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس تشریح سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ اللہ دیا نامی تائب طوائف کا مال اس نے لیا تھا تو وہ بھی اسی قسم سے تھا جو بظاہر نادانوں کی نظر میں ناجائز اور برا تھا مگر درحقیقت اس میں دقیق سرّ (بھید) تھا جیسے حضرت عیسے کے عطر مذکور کو استعمال کرنے میں سرّ (بھید) تھا۔ پھر اس سرّ (بھید) کی تشریح میں اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۱۰۶ میں آپ نے ایک اصول بیان کیا اور کہا:

دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالی کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے ۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ اور یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ قہری تجلی نازل فرماوے ، بات ایک ہی ہے۔ اسی طرح خضر کے کاموں کے مانند (خضر کا ایک نابالغ لڑکے کو مادینا، یا ایک کشتی کی تختی اکھاڑ دینا۔ محمد حسین) ہزاروں امور ہوتے ہیں جو انبیاء اور محدثین پر ان کی خوبی ظاہر کی جاتی ہے اور وہ ان کاموں کے لئے مامور کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے کاموں میں جو لوگ عجلت سے مخالفانہ دخل دیتے ہیں وہی ہیں جو ہلاک ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم وحضرت موسی علیہما السلام کے قول وفعل سے تو مرزا قادیانی کے فعل استعمال مال حرام کو کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ قادیانی کے استعمال مال حرام کے جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی ۔ اور حضرت ابراہیم وحضرت موسی کے قول وفعل کے راست و درست ہونے کے وجوہات ظاہر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو تین باتیں کہی تھیں ان کے حقائق ومحامل صحیحہ موجود ہیں لہذا وہ حق اور درست ہیں، گو ناواقف کی نظر میں بحسب ظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہیں۔ (حضرت ابراہیم نے فرمایا تھا کہ: ا۔ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ یعنی وہی اس کا سبب ہوا۔ اس نے مجھے غصہ میں ڈالا تو میں نے اس سبب سے اس کو توڑا۔ یا یہ کہ تمہارے خیال میں یہ کچھ کرسکتا ہے تو اس نے توڑا ہے۔ یا یہ کہ اگر یہ بولتے ہیں تو اس نے توڑا ہے۔ وعلی ہذا القیاس، ۲۔ میں بیمار ہو

جاؤں گا، یعنی تمارے میلے میں جانے سے گناہ کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا۔۳۔سارہ میری بہن ہے۔یعنی دین اور ایمان میں بہن ہے ۔محمد حسین)

اور حضرت موسی کا مصریوں کے برتن مستعار لے کر کام میں لانا، اس وجہ سے تھا کہ مصری حضرت موسی کے حربی تھے اور حضرت موسی اور ان کی قوم کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے۔ بناءً علیہ ایسے حربیوں اور موذیوں کا مال حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے مباح تھا، جس جائز ذریعہ سے وہ چاہتے، لے سکتے تھے۔

لہذا ان دونوں حضرات کے ان اقوال وافعال کی دست آویز سے آپ (مرزا قادیانی) کا اپنے فعل کو جائز کرنا اور اس کو اپنی نظیر قرار دینا مسلمانوں کو ایک صاف دھوکہ دینا ہے۔ ہاں حضرت مسیح کے فعل کی وہ صورت جو آپ نے بیان کی ہے وہ صورت آپ کے فعل سے ملتی اور مشابہت رکھتی ہے مگر اس صورت کے بیان میں بھی آپ نے کذب سے کام لیا ہے۔ پھر اس سے استدلال کر کے اپنے فعل کو صحیح کرنے سے ان کو سخت دھوکہ دیا ہے اور درحقیقت نہ وہ صورت، واقعی صورت ہے اور نہ وہ آپ کے فعل کے جواز پر شرعی دلیل ہوسکتی ہے جس کی تفصیل وجوہات ذیل سے کی جاتی ہے۔

اول۔ اناجیل اربعہ میں جو قصہ عطر بیان ہوا ہے اس میں یہ تصریح یا اشارہ کہیں پایا نہیں جاتا کہ جس عورت نے وہ عطر حضرت مسیح کو ملا تھا، وہ فاحشہ یعنی رنڈی یا کنچنی تھی۔ اور اس کی ساری کمائی حرام کی تھی، یا خاص کر وہ عطر مال حرام سے تھا جیسا کہ مرزا قادیانی نے دعوی کیا اور اس میں افتراء سے کام لیا ہے۔

انجیل متی باب ۲۶ میں ہے کہ جس وقت یسوع، شمعون کوڑھی کے گھر میں تھا ایک عورت سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر اس کے پاس لائی جب وہ کھانے بیٹھا، اس پر ڈالا۔

ایسا ہی انجیل مرقس کے باب ۱۴ میں ہے: اس کو صرف ایک عورت کہا گیا ہے اس کو فاحشہ اور اس کے مال کو حرام نہیں کہا گیا۔

انجیل لوقا کے باب ۷ آیت ۳۶ میں اس کو گناہ گار کہا گیا ہے۔جس کے اطلاق سے انجیل کی رو سے کوئی بشر خالی نہیں، زنا کار یا حرام کی کمائی والی اس میں بھی نہیں کہا گیا۔

انجیل یوحنا میں اس عورت کا نام مریم بتایا گیا ہے جو حضرت مسیح کی ایک شاگرد کا نام ہے۔اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاحشہ نہ تھی (کیونکہ حضرت مسیح کی شاگرد عورت کا فاحشہ ہونا عادۃً ناممکن ہے۔محمد حسین) جس کا پیشہ حرام کاری اور اسکا مال زنا کی کمائی ہو۔

مرزا قادیانی نے اس عورت کو فاحشہ اور اس کے عطر کو حرام کی کمائی لکھنے میں افتراء سے کام نہیں لیا تو پہلے اس بیان کی سند بتاوے، پھر اس صورت کو اپنے فعل کی نظیر بنائے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ کسی انجیل میں (جو شائد قادیان میں نازل ہوئی ہو جیسا کہ قادیان میں قرآن نازل ہوا جس کے حق میں انــا انز لناه قر یباً من القا دیا ن وارد ہے) اس عورت کو فاحشہ اور اس کی تمام کمائی یا خاص کر اس عطر کو مال حرام کہا ہو، تو پھر بھی اس انجیل کا ایسا بیان جس کی تصدیق قرآن اور حدیث میں نہ ہوئی ہو، کیونکر لائق اعتماد اور صحیح متصور ہوسکتا ہے۔ممکن ہے کہ وہ قصہ تحریف کا نتیجہ ہو جس پر اس قصہ کے بیان میں اناجیل اربعہ کا اختلاف شاہد ہے۔اور مرزا قادیانی خود اناجیل کو محرف اور کایا پلٹ قرار دے چکا ہے۔اس باب میں جو اہل اسلام کا خیال و مقال ہے اس کی تفصیل تو اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں بخوبی ہوچکی ہے۔اس مقام میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اعتقاد و قول براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۲۔۳۳۰ (حاشیہ) سے نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> اس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہیے کہ خدائے بے مثل و مانند اور کامل کی کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہوجانیکے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے، بلکہ الٰہی نشان تو یک طرف رہے معمولی راستی اور صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانش مند متکلم کے کلام میں ہونے چاہیں، انجیل کو نصیب نہیں۔کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو، خدا کی ہدایت کو، خدا کے نور کو، اپنے ظلماتی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے۔ایک دنیا کا کس نے خون کیا؟ انہیں تالیفات اربعہ نے۔جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفس امارہ جھکتا گیا اسی طرف ترجمہ کرنے کے وقت ان کے الفاظ بھی جھکتے گئے، کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔غرض انجیل کی

ہمیشہ کا یا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے، اور خدا بھی اس کی تعلیم موجودہ کی رو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولد اور تجسم اور موت سے پاک تھا، بلکہ انجیل کی تعلیم کی رو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے، یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں، اور آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جو ازلی اور قدیم تھا، بالکل بدل گیا اور ہمیشہ قیوم اور غیر متبدل رہ کر آخر کار تمام قیومی اس کی خاک میں مل گئی، ماسوائے اس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی، بلکہ متی وغیرہ نے بہت سی باتیں اس کی لوگوں سے سن سنا کر لکھی ہیں اور لوکا کی انجیل میں تو خود لوکا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا، ان سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے۔ پس اس تقریر میں لوکا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں، کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی؟ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں، پھر وہ نبی کیونکر ہوا؟ بہر حال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ اپنے سب بیان کی رو سے الہامی ہیں اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ غرض اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ پتے داری گاؤں کی طرح کچھ خدا کا، کچھ انسان کا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس قول واعتقاد کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اس صورت قصہ کو اگر وہ انجیل میں پائی بھی جائے، کیونکر دست آویز بنا سکتا ہے اور اپنے فعل کو اسکی نظیر بنا کر اس کو کیونکر جائز کر سکتا ہے؟

وجہ سوم۔ یہ بھی فرض کیا اور بطور محال مان لیا کہ اس صورت واقعہ عطر کے بیان میں اناجیل اربعہ متفق ہیں اور ان کا یہ بیان تحریف وتصرف سے خالی ہے، تو پھر بھی یہ صورت احکام اسلام کے مقابلہ میں لائق دست آویز وتمسک نہیں ہے۔ اسلام میں صاف آچکا ہے کہ حرام سے بچو اور حلال کھاؤ اور قرآن میں ارشاد ہے ایمان والو طیبات وحلال کھاؤ

یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم کلوا مما فی الارض

حلا لًا طیباً

اورآنحضرتﷺ نے فرمایا:

الحلال بیّن و الحرا م بیّن و بینهما مشتبها ت لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبها ت استبرء لد ینه (متفق علیه) کہ حلال بھی ظاہر ہےاورحرام بھی ظاہراوران کے بیچ میں ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے، جوان سے بچ گیا اس نے اپنے دین کو بچالیا۔

قال رسو ل الله ثمن الکلب خبیث مهر البغی خبیث رواه مسلم (مشکوة)

آپ ﷺ نے فرمایا کتے کا دام پلید ہے۔زانیہ کی اجرت خبیث ہے ۔

نهی رسو ل الله عن کسب الا مة حتی یعلم من این هو (ابو دائود)

کہ آپﷺ نے کسبی کی کمائی (کام میں لانے) سے منع کیا ہے جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آئی،یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اسکو جائز ذریعہ سے ملی ہے۔

اس حکم اسلام کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا اپنے فعل کو جائز بنانے کے لئے اس صورت سے (اگر وہ انجیل میں آچکی ہو اور صحیح وثابت بھی ہو) دست آویز کرنا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک کب جائز ہے؟

مرزا قادیانی کو قرآن اور حدیث اور دین اسلام سے اپنے فعل کے جواز کی دلیل نہ ملی تو اس نے حکم اسلام کے مقابلہ میں ایسی کتابوں (جن کو وہ محرف وغیر محفوظ سمجھتا ہے) کی ایک بات اس میں جھوٹ ملا کر اپنی دلیل بنالی۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہیں ہے۔نہ اسلام کا، نہ عیسائی مذہب کا اور نہ وہ کسی کتاب آسمانی کی قید میں ہے، نہ قرآن وحدیث کی قید میں اور نہ انجیل کی۔اور جس سے کام نکلے،نکال لیتا ہے اور جوداؤ چلے چلا لیتا ہے۔اپنے اس فعل شنیع کی تصحیح اور اس کے سرّ (بھید) عقلی کی تشریح کے لئے جو اس نے اصول بیان کیا ہے کہ:

نافرمان انسان کا مال اور اس کی جان اس کے ملکیت سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔پھر خدا جس کو (رسولوں کو خواہ کسی اور کو) چاہتا ہے ان کی جان و مال کا مالک بنا دیتا ہے اور اس

کے ہاتھ سے اس کو تلف کرا دیتا ہے۔

یہ اصول ریلیے جیئس (مذہبی) (religious) نظر کے علاوہ پولیٹکل نگاہ سے بھی غور و توجہ ناظرین کے لائق ہے۔ اس اصول کا ماحصل یہ ہے کہ نافرمان بردار انسان کا مال اور اس کی جان صرف نافرمانی کے سبب غیر معصوم و غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے اس کی جان کو مار دینا اور اس کے مال کو تلف کر دینا جائز و مباح ہو جاتا ہے۔ یہ اصول اسلام کے دیگر اصولوں اور دلائل قرآن حدیث سے بالکل مخالف ہے۔ اسلام نے صرف کفر یا فسق کو کفار یا فساق کے جان و مال کے غیر معصوم اور مباح ہونے کا موجب نہیں ٹھہرایا۔ یہ ہوتا تو عہدی اور ذمی کافروں کا مال اور خون مباح ہو جاتا۔ حالانکہ نصوص قرآن و حدیث کے حکم سے ان کے جان اور مال ویسے ہی مسلمانوں پر حرام ہیں جیسے مسلمانوں کے مال و جان۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد میں ہو چکے ہیں۔

اور کفر سے اتر کر نافرمانی، جو فسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، تو کسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمان برداری کا اعلی درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق (جو کفر سے کم تر ہے) سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہو سکتے ہیں؟ معلوم نہیں مرزا قادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے۔ اسلام میں تو اس کا کہیں اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔

منکوحہ آسمانی در قادیانی دافع الوساوس

ازالہ اوہام کے بعد اپنی اگلی بڑی کتاب آئینہ کمالات اسلام (جس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے) میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مبارک وہ لوگ جو صادق ہیں کیونکہ انجام کار فتح انہیں کی ہے

پرچہ نور افشاں دہم مئی ۱۸۸۸ء کے دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ اس پرچہ کے اڈیٹر نے اس عاجز

کا ایک خط جو ایک پیش گوئی پر مشتمل ہے اپنے اس پرچہ میں درج کر کے کس قدر بدزبانی کے ساتھ زبان کھولی تھی اور کیا کیا بے جا اور خلاف تہذیب اور گندے لفظ اس عاجز کے حق میں بولے تھے یوں تو ان پادری صاحبوں پر کچھ بھی افسوس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ صداقت سے دشمنی کرنا اور انکار اور توہین سے پیش آنا ان کا قدیمی شیوہ ہے لیکن اس وقت ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس الہامی پیش گوئی کو انہوں نے نفسانی منصوبہ اور انسانی افتراء قرار دے کر اپنی عادت کے موافق زبان درازی کی تھی اس کا انجام کیا نکلا کیا انجام کار وہ انسانی افتراء ہی ثابت ہوا یا خدا تعالی نے جو سچ کا حامی ہے۔

سو واضح ہو کہ اس عاجز کا وہ خط جو دہم مئی ۱۸۸۸ء کو پرچہ نور افشان میں چھپا ہے اس کی عبارت جو پیش گوئی کے متعلق ہے اخبار مذکور کے ص ۲، ۳ میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی نسبت یہ ہے

خدا تعالی نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دے گا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہو۔ یہ دونوں طرف برکت اور موت کی ایسی ہے جن کو آزمانے سے میرا صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے (اب جس طرح چاہو آزمالو) میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالی چاہتا ہے کہ میرے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے۔

یہ وہ خط ہے جو نور افشان ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں شائع ہو چکا ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ اگر دوسری جگہ نکاح ہوا تو پھر اس کا نتیجہ تمہارے لئے موت ہوگا نہیں تو بجائے موت کے برکت ہوگی۔ اور ستمبر ۱۸۹۲ء کو یہ پیش گوئی پوری ہوئی یعنی خدا تعالی نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو اس جہان سے اٹھا لیا۔ اب ادیٹر نور افشان کو ذرا صبر کر کے غور کرنی چاہیے کہ پیش گوئی کا پورا ہو جانا بموجب ہدایت توریت (استثنا ۱۸:۱۸) صادق کی نشانی ہے یا کاذب کی۔ طالب حق کے لئے تو اسی قدر خدا تعالی کا

نشان کافی ہے اور باطل پرست کو کوئی نشان فائدہ نہیں دے سکتا جب تک وہ آخری نشان ظاہر نہ ہو جس کا نام جہنم ہے۔ ہر یک طالب حق کو چاہیے کہ دہم مئی ۱۸۸۸ء کے پرچہ نور افشان کو دیکھ کر اس پیش گوئی کے ساتھ پادریوں کو ملزم کرے۔

اب ہم مناسب سمجھ کر اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اس کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے بدظن بھائی بھی اس طرف توجہ کریں کہ یہ امور انسان کی طرف سے ہیں یا رب السماوات کی طرف سے۔ اس وقت ابھی موقع ہے کہ ضد سے باز آ جائیں جو شخص صادق سے لڑتا ہے وہ اس سے نہیں بلکہ خدا تعالی سے لڑتا ہے۔ و السلام علی من اتبع الھدی

بسم الله الر حمن الرحمن الر حیم ۔ نحمده و نصلی ۔ یا معین بر حمتك نستعین

(خزائن ۵۔ دافع الوساوس۔ص ۲۷۹....)

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا
قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نور افشاں دس مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی سے سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دو یا تین بیویاں جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا اور حرام کاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جز و سلسلہ میں یہ دقت

آ پڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور نا قابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔...

تحقیق سے ظاہر ہوگا کہ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لئے یہ فعل کیسا زبردست ممد و معین ہے خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے اور جس حق کا مطالبہ مردی اپنی فطرت کی رو سے کرسکتا ہے وہ اسے بخشتا ہے ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کے لئے مجبور ہوتا ہے مثلاً ایک مرد کی ایک بیوی تغیّر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے بے کار معطل ہو جاتی ہے لیکن اگر مرد بدشکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے ہاں اگر مرد اپنی قوت مردمی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کی رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کرسکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ وار اور کاربرار نہیں ہوسکتی اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کے لئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے بعض اسلام کے مخالف نفس امارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو ان میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلّم النبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کو اقرار ہے کہ حضرت مسیح کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل

جڑھ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو، نہ تین، بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کی مانند سمجھتے ہیں اور پر خبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعوی محبت مسیح رکھتے ہیں جاننا چاہیے کہ بیبل کے رو سے تعدد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی شامل ہیں عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مہر لگا دی ہے۔اے ناخداترس عیسائیو! اگر ملہم کے لئے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے تو پھر کیا تم داؤد جیسے راست باز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے یا سلیمان جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کر دو گے۔کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہر دم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن خوش نودی یا ناخوش نودی کی تفصیل کے بارے میں احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔وہ غیرت تمند اور نہایت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا، لوط کی قوم پر پتھر برسائے، فرعون کو معہ تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کر دیا، کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پا کر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا، بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔کیا آپ کے خدا کو الہام اتارنے کے لئے کوئی اور آدمی نہیں ملتا تھا۔یا بہت سی جورواں کرنے والے ہی اس کو پسند آ گئے (انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔مرزا قادیانی) یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جورواں کر کے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سے سب سبقت لے جا کر تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوست الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت

وہ ہے جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو خدا تعالیٰ کا بندہ سے محبّ اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے وہ کیا ہے؟ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے اسی روح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کلام مومن سنتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں اب ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں یہ پاک روح ان میں سے کس کو دی گئی ہے کیا کسی پادری میں یہ پاک روح یا یوں کہو کہ روح القدس پائی جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بلاتے بلاتے تھک بھی گئے کسی نے آواز تک نہ دی نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے اس کا مفہوم الہام کے ذریعے سے ہمیں بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رخ بھی نہ کیا پادری لوگ مدت سے الہام پر مہر لگا بیٹھے تھے اب جب مہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کھل گئی لہذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مہر ٹوٹنے کا دوسرے الہام کی نقل مکانی کا۔ سو نور افشاں کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے جو ذبولی دق کی طرح لاعلاج ہے۔

(اس کے بعد مرزا قادیانی نے اشتہار کے صفحہ ۴ تک اخبار نور افشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ ۴ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۶ء کے نور افشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔

ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں۔ اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا، جس کو خدا تعالی نے

اس پیرایہ میں ظاہر کردیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اوران کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اوران تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والداس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا (تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ حاشیہ ازمرزا) (والد اس عورت کا نکاح سے چوتھے مہینے مطابق پیش گوئی فوت ہو گیا یعنی نکاح ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا اور وہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو بمقام ہوشیار پور گذر گیا۔ مرزا قادیانی)۔ اوران کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے:

كذّبوا بآياتنا وكانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردّها اليك لا تبديل لكلمات الله ۔ انّ الله فعّال لّما ير يد ۔ انت معى وانا معك ۔ عسى ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی، ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف

واپس لائے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں،اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں،لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی (یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ہم پر ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کو آپ شہرت دی۔حاشیہ از مرزا قادیانی)اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا جن کے لئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت رد و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے شدت غیظ و غضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ میں دس ہزار مرد عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفانہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جابجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے

اپنے مادہ کے موافق بے جا افتراء کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہوگیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا اور نیز یہ پیش گوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھ رام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیش گوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیش گوئی اس پیش گوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھ دار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ میں کی ہے جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیش گوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے والسلام علی من اتبع الھدی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

(آئینہ کمالات اسلام میں اس کے بعد مرزا قادیانی کا خط ۳۱ دسمبر ۱۸۹۲ء والا بنام مولانا بٹالوی مندرج ہے۔ بہاء)

نیز مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیش گوئی میں نہ ایک، بلکہ چھ دعویٰ ہیں:

اول (محمدی بیگم کے کسی اور شخص کے ساتھ) نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

دوم۔ (کسی اور کے ساتھ) نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

سوم۔ پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا، جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم۔ اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔

پنجم۔ اس وقت تک کہ میں اس لڑکی سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

ششم۔ پھر آخر بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔ (قادیانی خزائن۔ج۵ص۳۲۵۔آئینہ کمالات اسلام)

آئینہ کمالات اسلام (دافع الوساوس) میں مرزا قادیانی، عربی میں رقم طراز ہیں:

اذ اصطفانی ربی لتجدید دینه و اظهار عظمة نبیه و نشر ریّا یا سمینه (ﷺ) و امرنی لدعوة الخلق الی دین الاسلام و ملة خیر الانام و رزقنی من الالهامات و المکالمات و المخاطبات و المکاشفات رزقاً حسناً و جعلنی من المحدثین فبلغ هزا الخبر و هذه الدعوة و هذه الدعوی ابنا عمی و کانوا اشد کفراً بالله و رسوله و المنکرین لقضاء الله و قدره و من الدهریین فاشتعل غضبهم حسداً من عند انفسهم فطغوا و بغوا و استدعوا الآیات استهزاءً و قالوا لا نعلم الهً یکلم احداً او یقدر امراً او یوحی الی رجل و ینبیء عن شیء ان هو الا مکر مستمر ... و کتبوا کتاباً کان فیه سب رسول الله ﷺ وب کلام الله تعالی و انکار و جود الباری عز اسمه۔ و مع ذالك طلبوا فیه آیات صدقی منی و آیات و جود الله تعالی و ارسلوا کتابهم فی الآفاق و الاقطار و اعانوا بها کفرة الهند و عتو عتواً کبیراً ما سمع مثله فی الفراعنة الاولین۔ فلما بلغنی کتابهم الذی کان قد صنفه کبیرهم فی الخبث و العمر .... فغضب اسفا و نظرت فاذا الکلمات کلمات تکاد السماوات یتفطرن منها۔ فتحدرت عبرات من مذارف مآقی۔ و تصعدت زفراتی الی التراقی و غلب علیّ بکاء و انین فغلقت الابواب و دعوت الرب الوهاب و طرحت بین یدیه و کررت امامه ساجداً و قرمت الی نصرته متضرعا و فعلت ما فعلت بلسانی و جنانی و عینای ما لا یعلمها الا رب العالمین۔ و قلت یا رب یا رب انصر عبدك و اخذل اعداءك

استـجبـنـى يـا رب استجبنى ۔ ا لا م يستهزء بك و برسولك و حتام يكذ بو ن كتـا بك و يسبـون نبيك بـر حـمتك استغيث يا حى يا قيو م يا معين ۔ فر حم ربـى عـلـى تـضـر عـا تـى و زفـراتـى و عبـرا تى و نـا دا نى و قال انى ر أيت عـصيـانهـم و طـغيـا نهـم فسوف اضر بهم بانوا ع ا لآ فا ت ابيد هم من تحت السمـا وا ت و ستـنـظـر ما افعل بهم و كنا على كل شىء قا درين ۔ انى ا جعل نسـا ء هم ارا مل و ابنا ء هم يتا مى و بيو تهم كر بة ليزوقوا طعم ما قا لوا و ما كسبـوا و لـكـن لا اهـلـكهـم دفـعة وا حـدـة بل قليلاً قليلاً لعلهم ير جعون و يـكـونـون من التوا بين ان لعنتى نـازلة عليهم و على جد را ن بيو تهم و على صـگيـر هـم و كبيـر هم و نسا ئهم و ر جا لهم و نز يلهم الذى د خل ابوا بهم و كلهم كا نوا ملعو نين ۔ ا لا الذين آ منوا و عملوا الصا لحا ت و قطعوا تعلقهم منهم و بعدوا من مجا لسهم فا ولئك من المر حو مين ۔

هـذه خـلا صة مـا الهـمنى ر بى فبلغت رسا لات ر بى فما خا فوا و ما صدقوا بـازا دوا طـغيا نـاً و كفراً و ا ظلموا يستهز ؤن كـاعداء الدين ۔ فخا طبنى ر بى و قـا ل انـا سـنر يهم آ يا ت مبكية ۔ و ننز ل عليهم همو ماً عجيبة ۔ و امرا ضاً غر يبة ۔ و نجعل لهم معيشة ضنكا و نصبّ عليهم مسا ئب فلا يكو ن لهم ا حد من النا صرين

فـكـذ لك فـعل الله تعا لى بهم و انقض ظهو ر هم با ثقا ل الهمو م و الد يو ن و الـحـا جا ت و انز ل عليهم من انواع البلايا و ا لآ فا ت ۔ و فتح عليهم ابوا ب الـمـو ت و الـوفـات ۔ لـعـلـهم ير جعون او يكو نون من المتنبهين و لكن قست قلوبهم فما فهموا و ما تنبهوا و ما كا نوا من الخا ئفين ۔ و لمّا قرب وقت ظهور الآية اتـفـق فى تلك ا لا يا م ان وا حداً من اعزّا عذتهم الذى كا ن اسمه ا حمد

بيك اراد ان يملك ار ض ا خته التى كان بعلها مفقود الخبر من سنين۔ و كان هـو ابن عمى و كا نت ا لار ض من ملكه فما ل ا حمد بيك ان يخلص ا لار ض مـن ايـدى ا ختـه و يستـخلصها ۔ و ان يستخر جها من قبضتها ثم يقتنصها و ارادت هـى ان تهبهـا و تـمـن عـلـى ا خيهـا و كـنـا لها ور ثاء جميعاً على سواء فـرضـى ابـناء عمى لو جه بهذا بما كا نت اختهم تحته و بما كا نوا له اقربين ۔ كـذ لك ۔ نـعـم قـد كان لى حق غا لباً عليهم و لا جل ذ لك ما كا ن لهم ان يهبوا الار ض قبـل ان ار ضـى و اكـو ن مـن الـرا ضيـن ۔ فجا ئت امر أة ا حمد بيك تـطرح بين يدى لا تر ك حقى و ار ضى بهذة الهبة و لا اكون من المنا زعين ۔ فـكـدت ارحـم عـليهـا و اهـب ا لار ض لهـا تـا ليفاً لقلوبهم لعلهم يتو بو ن و يـكـونـو ن مـن المهتدين ثم خشيت شر ا لا ستعجا ل ۔ فى ما ل الغا ئب الذى هـو مـفـقـود الـخبـر و الـحـا ل ۔ فـخو فنى تبعة اثماره و ما فيه من الو با ل ۔ فـاسـحسـنـت استـفتاء العليم الحكيم ۔ و ترقب اعلا م الر ب الر حيم لا كو ن برياً من غصب حق غا ئب و لا اكو ن من ضيمى كقا ئب ۔ و ا خر ج من الذين يـظلمو ن شر كا ء هم و يتركو نهم كخا ئب ۔ و كا نوا فى حقو قهم را غبين ۔ و لا يـخا فو ن ان يا خذو هم مفا جين۔ فار تد عت عن الهبة ار تداع المر تا ب ۔ و طـو يـت ذكـره كـطـى السجل للكتا ب ۔ و كنت لحكم الله من المنتظرين ۔ و كـنـت اظـن ان هـذا يـو شك ان يكو ن و ما كد ت ان ا ظن انها قضية قد اراد الـلـه بهـا ابتـلاء قـوم كـا نـوا مـن الـمـعتدين ۔ الذين غلبت عليهم المجو ن و الـخـلاعة و الا باحة و الد هرية و التحقوا بالكفار بل كا نوا اشد كفرا منهم و كا نوا قو ماً فا سقين ۔ فقلت لا مر أة ا حمد بيك ما كنت قا طعاً امرا حتى اؤامر الـلـه تـعا لى فار جعى الى خد ر ك و بلغى ما سمعتِ ابا عذر ك ۔ و ستجد نى

انشاء الله من المخلصين ۔ فذ هبت و اتی بعلها یسعی فالح علیّ کا لمضطرین ۔ و کا ن یخبط کخبط المصا بین ۔ حتی ابکاہ کر بته ۔ و ذوت سکینته ۔ وفاء الی التضرع و الاقشعرار ۔ و کا ن ا حشاء ہ قد التهبت بطوی العقا ر ۔ و کا ن یتنفس کا لمخنو قین ۔ و وجد ته بو جدہ المتها لك کانّ الهم یسجد له الغم یفیح د مه و یصو ل علیه الحز ن کمغتا لین ۔ فلما ر أیت صغوہ و حز نه قد بلغ مرا تب کما له ۔ ا خذ نی التحنن علی حا له ۔ و اشفقت علی عینه و مبکاها ۔ و قصدت ان ار یه ید النصرة و جدوا ها ۔و عدوا ها فاسرعت الی تسلیته کالموا سین فقلت له و الله ما زا غ قلبی و ما ما ل ۔ و ما انا من الذین یحبو ن الما ل ۔ بل من الذین یتذ کرون المآ ل و ا لآ جا ل ۔ و لست شحیحاً علی النعم کا لذین کا لنعم ۔ و اننی ار حم علیك و ساحسن الیك و اعلم ان انفس القر با ت تنفیس الکر با ت ۔ و امتن اسبا ب النجاة ۔ موا ساة ذوی الحا جا ت ۔ و کنت لنصرتك من المتأهبین و لکن ایم الله لقد عا هد ت الله علی اننی لا امیل الی امرٍ فیه شبهة ۔ و لا ا ضع قد ماً فی مو ضع فیه زلة و لا اتلو المتشا بها ت حتی اوا مر ر بی فیها فا لآ ن افعل کذ لك و ار جوا من الله خیراً فلا تکو نن من القا نطین ۔ و انی ار ی ان المؤامرة اقرب للتقوی لا ن الوارث مفقود و ما نتیقن انه ما ت او هو حیّ مو جود فلا یجو ز ان یستعجل فی ما له کما ل المیتین گا لاولی ان تقصر عن القیل و القا ل ۔ حتی اوا مر ر بی عا لم الغیب ذا الجلال ۔ واستقری سبل الیقین ۔ قا ل ما منی خلاف فلا یکن لو عدك ا خلاف قلت کل وعدی مشرو ط بامر رب العا لمین ۔ فذ هب و کا ن من و جد ہ الذی تیّمه کا لمعتلین ۔ فتیممت حجر تی ۔ و التزمت زاویة بقعتی ۔ اتجشم الی الله تعالی لیظهر علیّ امرہ ۔ و یفلق حب

الـحـقيـقة من نوا تها و يرى لبأ الا مر و قشره ۔ فو الله ما امسكت ريثما يعقد شسع ۔ او يشدّ نسع۔ اذا لوسن اسرى الى آ ما قى ۔ و الهمت من الله الباقى ۔ و انبِـئـت مـن ا خبـار مـا ذهـب و هـلـى قط اليها ما كنت اليها من المستدنين ۔ فـاوحـى الـله الىّ ان ا خطب صبيه الكبيرة لنفسك ۔ و قل له ليصا هر ك اولاً ثم ليقتبس من قبسك ۔ و قل انى امر ت لا هبك ما طلبت من ا لا ر ض و ار ضاً ا خرى معها و احسن اليك باحسا نا ت ا خرى على ان تنكحنى ا حدى بناتك التـى هـى كبير تها و ذ لك بينى و بينك فان قلبت فستجد نى من المتقبلين ۔ و ان لـم تـقبـل فا علم ان الله قد ا خبر نى ان انكا حها ر جلاً آ خر لا يبا ر ك لهـا و لا لك فـا ن لـم تز د جر فيصب عليك مصا ئب و آ خر المصا ئب مو تك فتـمـو ت بعد النكا ح الى ثلث سنين ۔ بل مو تك قريب و ير د عليك و انت من الـغـا فـلـيـن ۔ و كـذ لك يـمـو ت بعلها الذى يصهير زو جها الى حو لين و ستة اشهـر ۔ قـضـاءً مـن الـلـه فـا صـنـع ما انت صا نعه و انى لك لمن النا صحين ۔فعبس و تو لى و كان من المعرضين۔ ثم كتبت اليه مكتو باً با يماء منا تى ۔ و اشــار ـة ر هـمـا نى۔ و نقمت فيه بسم الله الر حمن الر حيم اما بعد فا سمع ايها الـعـزيـز مـا لك اتـخذت جدّى عبثاٍ و حسبت تبرى خبثاً ۔ و و الله ما ار يد ان اشق عليك و ستجد نى ان شا ء الله من المحسنين ۔ و ها انا اكتب بعهد موثق فا نك ان قلبت قو لى على ر غم انف قبيلتى فا فر ض لك حصّة فى ار ضى و خـمـيـلـتـى ۔ و يـر تـفع الخلا ف و النزا ع بهذه الو صلة من بيننا و يصلح الله قـلـوب شـعـبـى و عـشـيـرتـى ۔ و فـى كـل مـنيتك اقتفى صغو ك و ازيل قشفك فتكون من الفا ئز ين ، لا من الفائز ين (اى الها لكين)

و الحق و الحق اقو ل انى اكتب هذا المكتو ب بخلو ص قلبى و جنا تى ۔ فان

قبلت قو لی و بیا نی فقد صنعت لطفاً الیّ ۔ و کا ن لك ا حسا ناً علیّ ۔ و معروفاً لدی فا شکر ك و ادعوا زیادة عمر ك من ار حم الرا حمین ، و انی اقیم معك عهدی ۔ انی اعطی بنتك ثلثا من ار ضی و من کل ما ملکته یدی ۔ و لا تسئلنی خطة ا لا اعطیتك ایا ها و انی من الصادقین ۔ و لن تجد مثلی فی رعا یة الصلة و مودة الا قا رب و حقو ق الو صلة وتجد نی نا صر نوا ئبك و حا مل اثقا لك فلا تضیّع وقتك فی ا لا با ء و لا تستنکر و لا تکو نن من الممترین ۔ و ها انا کتبت مکتو بی هذا من امر ر بی لا علن امر ی فا حفظ مکتو بی هذا فی صندو قك فا نه من صدوق ا مین ۔ و الله یعلم اننی فیه صادق و کل ما وعدت فهو من الله تعالی و ما قلت اذ قلت و لکن انطقنی الله تعا لی بالها مه ۔ و کا نت هذه و صیة من ر بی فقبضتها ما کا ن لی حاجة الیك و الی بنتك و ما ضیق الله علیّ و النساء سوا ها کثیرة و الله یتو لی الصا لحین۔ فلا تنظر الی مکتو بی بعین ا لار تیا ب ۔ فا نه کتبته بامحا ض النصح و التزا م الصدق و السوا ب ۔ و دع الجدا ل و انتظر ا لآ جا ل ۔ فا م مضی الر جل و ما حصحص الصدق فا جعل هبلاً فی جیدی و سلا سل فی ار جلی و عذ بنی بعذا ب لم یعذ ب به ا حد من العا لمین ۔ کنتم قد طلبتم آیة من ر بی فهذه آ یة لکم انه یا خذ المکر ین من مکان قر یب و یختار ما کان اقرب التعذیبا ت فی حقهم و اد نی من افها مهم و اشد ا ثراً فی اعرا ضهم ۔۔ و اجسا مهم لیری المحتا لین ضعفهم و یکسر کبر الضا ئمین ۔ هذا ما کتبت الی ا حمد بیگ فی سنة ١٣٠٤ فاعرض و ابی و سکت و بکت و عا ف و صلتی و صلتی و ضاق ذر عاً من نمیقتی و کا ن من العا دین ۔ و معه عا دانی قو می و عشیرته الذین کا نوا اقربین ۔ و کا نوا یعا فو ن ان یزوّجوا بنا تهم

اقا رب مثلی او یز وّجوا امرءّ تحته امرأة ا خری و کا نت بنته هذه الخطو بة جـا ریة حد یثة السن عذراء و کنت هینئذ جاوزت الخمسین۔ و کا ن جذوة المعادات متطایرة و نـا ر ها ملتهبة۔ فز ین القدر لنصبه و وصبه هذه الموانع فـی عیـنیـه فـصـار مـن المرتـدعین ۔ و کان یعلم سدقی و عفتی بالله ثقتی و مـقتـی و لـکن غلبت علیه الشقوة و انساه غا هة تباهتی فکان من المنکرین الـمـر ضین و ما عرا نی حزن من ذلك ا لا نکار ۔ بل فر حت فر هة المطلق من الا سـار ۔ و هـزـة المو سر بعد ا لاعسار و کنت کتبت الیه با یماء الله القهار فـعـلـمت ان الله اتم هجته علیه و علی عشیرته و لم یبق له الا عتذار و علمت انـه سیـجـعـل کـلـما تی حسراتٍ علی قلو بهم فسیذ کرو نها با کین ۔ ثم غلب قـلبه ذعر و ضجر و فجعه الها می فمکث کمس سنین لا یزو ج ا هداً بنته و لا یـخـطـب خیـفة مـن وعیـد الله و صا ر کا لمتشحطین ۔ فلما انکحها فما مضی علیه ا لا قر یباً من ستة اشهر ا لا و قد ا خذه الله و سلط علیه دا ءً کا لار ضة و فـو ضه الی قبضته المر ضة و عر که الوعکة الی ان اذ هب حواسه ا لا نف ۔ واستشـفـعـه التـلـف حتـی نـضی عنه قدر الله ثو ب المحیاد سلمه الی ابی یـحـی و مـا ت بـمیتةٍ مـحسرة و نـارٍ تطلع علی افئدةٍ و ر حل بالکر بة و انعم الـغـابر و کم حسرا ت فی بطو ن المقا بر ۔ و ان فی هذا الآ یا ت للمنکرین ۔ و عـرا ا هـلـه و اقا ر به ضجر و مسیبة ۔ کا نوا یضر بو ن و جو ههم من و با ل الـدر خـمیـن و هـم الذین کا نوا یقو لو ن ما نعلم ما الله ۔ ان هی ا لا حیا تنا الدنیا نمو ت و نهیا و ما نـحن بمبعو ثین ۔ فو جدوا و جداً عظیماً لفوت لقیاه ۔ و انـقـطـاع ۔ سـقیـاه ۔ و بـما رأ و ا ان الالها م قد ار ی سناه ۔ و ترا ئت من کشف سـاقـه سـاقـاه ۔ و ظهـر ت مـن بـد ء امـره مـنتها ه ۔ فکا نوا مع حز نهم

متـخـوفيـن ۔ مـا تـمـضـمـضت مقلتهم بنو مها فی تلك ا لا يا م ۔ و لا تمخضت ليـلتهـم عـن يـو مهـا لـغلبة هذا الظلا م ۔ و ا حلهم نز يل المصا ئب فا حضروه شـوا ـة الكبد و ما ء ا لا نين ۔ فلما بلغهم نـحی الحما م و وعی ا للا طمات علی و جـو ههـم و الـحـا طـمـات ها مهم بذ كر الر احل عن المقام ۔ انثالوا الی عقوته مـوجـفيـن ۔ و الـی دو يـرتـه الـخـر يبة موضفين ۔ فاسلوا الغرو ب ۔ و عطوا الجيوب و صكوا الخدود و شجوا الرؤس و كا نت النساء قلن فی نيا هتهم قد ا صبـح اليـو م عـدو نـا الـذی انبـأنـا قبل الوقت من السادقين فتفكروا ايها الـطـلا ب اهـذا ا ضـغـا ث ا حلا م ا هذا افتراء انسا ن ۔ و اسألوا اهل المتو فی الذين يتند مو ن فی انفسهم و يبكو ن علی ميتهم و يقو لو ن يا و يلنا انا كنا خـا طـئيـن و هـنّانی ر بی و قا ل انا مهلكو بعلها كما اهلكنا ابا ها و راودو ها اليك ۔ الـحـق من ر ب فلا تكو نن من الممترين ۔ و ما نوخّره ا لا لا جل معدود قـل تـر بصوا ا لا جل و انی معكم من المتر بصين و اذا جا ء وعد الحق ! هذا الـذی كـذ بتـم بـه ام كـنتـم عـميـن ۔ هـذا مـا بشر ت من ر بی فالحمد لله رب العالمين ۔ (دا فع الوساوس ۔ آ ئينه كما لا ت اسلا م۔ ص ٥٦٧۔٥٧٦)

اس طویل عربی تحریر میں مرزا صاحب نے بہت سی دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ میری عمر پچاس سال سے متجاوز ہے اور جس لڑکی کا رشتہ مانگ رہا ہوں وہ کم سن چھوکری ہے

وَ ھی حديثة السن و انا متجاوز علی الخمسين

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷۴)

منکوحہ آسمانی درقادیانی شہادۃ القرآن

دافع الوساوس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے منکوحہ آسمانی والے معاملے کو اپنی کتاب شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں بھی ذکر کیا۔ چنانچہ اس کے صفحہ نمبر ۷۹۔۸۰ میں کہا ہے:

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔

خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔

سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔

یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔اور پھر داماداس کا جواس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔اور پھر یہ کہ اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں

(شہادۃ القرآن۔ص ۷۹۔۸۰۔یہ کتاب ۲۲ستمبر ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے).

قادیانی اشتہار اکتوبر ۱۸۹۴ء بابت منکوحہ آسمانی

۶۔اکتوبر ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب قادیانی نے منکوحہ آسمانی کے معاملے سے متعلق ایک اشتہار شائع فرمایا (مرزا صاحب نے غلطی سے اس اشتہار پر ۶ستمبر کی تاریخ ڈال دی تھی۔تاہم بعد کے ایک اشتہار میں اس غلطی کی وضاحت کر دی کہ اشتہار ۶۔اکتوبر کا ہے) جو مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد ۲ صفحہ ۳۹ وغیرہ پر موجود ہے۔اشتہار یوں ہے:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد
کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی،اس کی حقیقت

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان نہیں اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصہ تھے پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات اور اس کی دوسری مصیبتوں کے تھی اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔یہ دونوں حصے ایک ہی پیش گوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے۔چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور جیسا کہ پیش گوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کے بعد

اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کی ہرج اور تکالیف مالی اور کئی ناکامیاں دیکھ کر آخر مقام ہوشیار پور میں میعاد کے اندر وفات کی اور اس حصہ پیش گوئی کی نسبت میاں شیخ بٹالوی نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیش گوئی تو پوری ہوگئی مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیش گوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ اگر میعاد مقررہ میں پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوا تو اس پر وہی لوگ اعتراض کریں گے جن کو خدا تعالیٰ کی ان سنتوں اور قانون سے بے خبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بے باک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کر لیں۔ یہی سنت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سنت مستمرہ اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہ کی ہے جس کا ذکر اس کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے اس لئے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سنت اللہ کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ کوئی الہام اس سنت اللہ کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں دائمی طور پر پائی جاتی ہے (نوٹ: اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتب بھری ہوئی ہیں کہ عذاب کی پیش گوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہے جیسا کہ یونس نبی کا قصہ اس پر شاہد ہے جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی لیکن حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی ﷺ تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں ملے گی اور نہ کسی ربانی کتاب میں اس کا پتہ ملے گا کہ کسی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی

طرف رجوع کیا ہواور پھر بھی ان پر پتھر برسے ہوں یا کسی اور عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں اور اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہوتو پیش کرے اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربانی کتاب سے پیش نہیں کر سکے گا پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں ۔مرزا قادیانی) وجہ یہ کہ ہر ایک الہام کے لئے کتاب الٰہی بطور امام اور مہیمن کے ہے اور ضرور ہے کہ الہام اپنے امام کی سنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہوسکتا۔

اب اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ یہ پیش گوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا وعدہ بھی بطور عذاب کے وعدہ تھا کیونکہ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جو دختر احمد بیگ مسمی سلطان محمد سے بیاہی گئی ،اس کا والد اور اس کے اقارب اور عزیز بہت دے دین تھے اور تکذیب حق میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور ایک ان میں سخت دہریہ تھا جو اسلام سے مرتد ہو کر اسلام کے مکالف اشتہار چھپاتا اور خدا تعالی کے پاک دین کی بے ادبیاں کرتا تھا اور دوسرے سب اس کے موفق اور محبّ تھے سوایسا اتفاق ہوا کہ ایک مرتبہ اس نے اشتہار چھپایا اور اسلام کی بہت توہین کی اور اس عاجز سے اسلام کی صداقت کے لئے نشان چاہا اور آنخضرت ﷺ کے معجزات پر ٹھٹھا کیا اور دوسرے اس سے الگ نہیں ہوئے بلکہ اس کے ساتھ رہے اس لئے خدا تعالی نے چاہا کہ ان کو وہ نشان دکھلا وے جس سے وہ ذلیل ہوں پس اس نے اس تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ

کـذ بـوا بـآ یـا تـنـا و کـا نوا بها یستهزؤن فسیکفیکهم الله و یر د ها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ر بك فعا ل لما یں ید

یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانون کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا سو خدا ان کے شر کو دور کرنے کے لئے تیرے لئے کافی ہوگا اور انہیں یہ نشان دکھلائے گا کہ احمد بیگ کی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا۔یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے منشا کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔سو خدا تعالی کی طرف سے یہ اس

قوم کے لئے نشان تھا جو بے باکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے اور اس الہام کی تفصیل یعنی فقرہ فسیکفیکھم اللہ کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر روز نکاح سے وفات دے گا اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں احمد بیگ میعاد کے اندر یعنی روز نکاح سے چھ ماہ بعد وفات پا گیا اور اس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔ ویسا ہی اس کے بے دین اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پہنچ گیا لیکن اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا اور نہ صرف اس کے دل پر بلکہ اس کے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیش گوئی میں بیان کی گئی ہو اور ایک ان میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو وہ جو دوسرا باقی ہے اس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ایک ہی موت کے دونوں نیچے تھے۔ پس جو زندہ رہ گیا وہ جب ایسی موت کو دیکھتا ہے ایک ایسا جانکاہ غم اس کو پکڑ لیتا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے یعنی وہ بھی قریب قریب میت ہی کے ہوتا ہے سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیش گوئی کا ایک جز تھی دوسری جز والے کا کیا حال ہوا ہوگا گویا وہ جیتا ہی مر گیا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنے توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے۔ سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں اور سلطان محمد اور اس کے اقارب اس لئے مجرم ٹھہر گئے کہ انہوں نے یہ گناہ کیا کہ ان کو ہم نے بار بار بوساطت بعض مخلصوں اور نیز خطوط کے ذریعہ سے بہت کھول کر سنا دیا تھا کہ یہ پیش گوئی ایک قوم سرکش کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تم ان کے ساتھ مل کر ویسے ہی مستوجب عذاب مت بنو مگر چونکہ وہ بھی

سخت دل اور دنیا پرست تھے اس لئے انہوں نے نہ مانا اور اسی طرح ٹھٹھہ اور ہنسی کی اور اپنی بے باکی سے اس رشتہ سے دست کش نہ ہوئے مگر احمد بیگ کی وفات کے بعد ان کے دلوں پر سخت رعب طاری ہوا اور انہوں نے ربانی پیش گوئی کے خوف وغم کو کسی قدر اپنے دلوں پر غالب کر لیا اور اگر چہ سخت دل بہت تھے لیکن احمد بیگ کے مرنے نے ان کی کمر توڑ دی اور اسی وجہ سے ان کی طرف سے عذر اور پشیمانی کے خط بھی پہنچے اور جب کہ وہ اپنے دلوں میں بہت ڈرے اور سخت ہراساں ہوئے پس ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے موافق تاریخ عذاب کو کسی اور موقع پر ڈال دے یعنی ان دنوں پر جب کہ وہ لوگ اپنی حالت بے باکی اور تکبر اور غفلت کی طرف کامل طور سے رجوع کر لیں کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سو ان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر نہ کیا جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنی پاک کلام کی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤنگا اور تجھے دونگا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دونگا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔ اب اس عظیم الشان پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سے قہری قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھا لے گا۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جو قریباً سات برس سے شائع ہو چکی ہے اور اس وقت سے بذریعہ اشتہارات شائع ہے جب کہ احمد بیگ کی دختر کا سلطان محمد سے ناطہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ کسی کی خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ ناطہ ہوگا۔ سو خدا نے اور روکیں تو اس عورت کے نکاح کے بعد اٹھا لیں یعنی احمد بیگ اور اس کی دو ہمشیرہ کو جو سخت مانع تھے

اس دنیا سے اٹھالیا باقی جو کچھ خدا تعالی کرے گا لوگ دیکھیں گے۔ یہ نشان ہے جو ایسے لوگوں کو دیا جا ئے گا جو ہماری قوم اور کنبہ سے خدا سے اور خدا کے دین سے منکر اور اس غفلت خانہ سے محبت لگائے بیٹھے ہیں لیکن اب بہتیرے جاہل اس میعاد گذرنے کے بعد ہنسی کریں گے (جاننا چاہیے کہ اسلامی پیش گوئیاں بھی منجملہ سماوی علوم کے ایک عظیم الشان علم ہے جو ربانی کتاب کی سنتوں اور قانون سے باہر نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کریں ان پر فرض ہے کہ پہلے ربانی کتاب کا علم ان کو حاسل ہو کیونکہ وہ پیش گوئیاں الٰہی کتاب کے زیر سایہ چلتی ہیں۔ مرزا قادیانی) اور اپنی بدنصیبی سے صادق کا نام کاذب رکھیں گے لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالی کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے کیا کوئی زمین پر ہے جو ان کو روک سکے؟ بدبخت انسان بدظنی کی طرف جلدی کرتا ہے اور حلیم طبیعت اور عمیق فکر کے ساتھ نہیں سوچتا۔

اے بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ لعنتیں بھیجو۔ ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغگو رکھو۔ لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آ گئی۔ سو اب جو چاہو لکھو تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے ضرور تھا کہ تمہیں ابتلاء میں ڈالے اور تمہاری آزمائش کرے تا تمہارے جھوٹے دعوے فہم اور فراست اور تقوی اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیش گوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ لیکن قرآن بتلا رہا ہے کہ ایسی پیش گوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم سے ہوتی ہیں لہذا ان کی تبدل اور تغیر کی وجوہ پیدا ہونے کے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں یہی سنت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے پس ہر ایک پیش گوئی جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہوگی ضرور ہے کہ وہ اسی سنت کے موافق ہو جو خدا تعالی کی کتابوں میں قرار پا چکی ہے اور اس زمانہ میں اس

سے یہ فائدہ بھی متصور ہے کہ جو علوم ربانی دنیا سے اٹھ گئے تھے پھر لوگوں کی نظر ان پر پڑے اور معارف قرآنی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیش گوئی ظاہر ہو بلکہ ساتھ اس کے معارف بھی تازہ ہو جائیں اور پیش گوئی کے متعلق جو دقیقہ معرفت ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیش گوئی اسی قوم کے ڈرانے کے لئے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا اسی وجہ سے خدا تعالی نے اس پیش گوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس جب کہ یہ پیش گوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالی عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کے رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقع ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور جب کتاب انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لئے ضرور تھا کہ خدا تعالی عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کی رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقع ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ فسق اور کفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور جب کتاب الہی میں ایک صریح سنت موجود ہو جس کی رعایت بہر حال ضروری ہے تو الہام میں یہ ضروری نہیں ہوگا کہ شرط کے طور پر اس سنت ک ذکر کیا جائے کیونکہ الہام ہمیشہ کتاب الہی کا تابع اور اس کی شرائط کا پابند ہے اور ممکن نہیں کہ صحیح اور حق الہام اس کے برخلاف ہو پس اگر الہام میں ایک بات کا شرط کے طور پر صریح ذکر موجود ہو یا نہ ہو لیکن اگر اس بات کا کلام الہی میں صریح ذکر

موجود ہے اور وہ سنت اللہ ہے تو بموجب آیت کریمہ و لن تجد لسنة الله تبدیلاً وہ سنت اللہ اگر اس کا موقعہ الہامی پیش گوئی میں پیدا ہو جائے تو ضرور پوری ہوگی اور ممکن نہ ہوگا کہ اس کے برخلاف الہام ظاہر ہو سکے (یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے کہ سنت اللہ کے مخالف یعنی اس عادت اللہ کے مخالف جو ربانی کتابوں میں قرار پا چکی ہے کوئی الہام ظاہر نہیں کر سکتا چاہیے کہ رائے لگانے سے پہلے اس بات پر خوب زور سے بحث کرلو پھر رائے لگاؤ ورنہ وہ رائے سراسر ملحدانہ ہوگی۔ مرزا قادیانی) مثلاً اگر کسی الہام میں عذاب کے طور پر کسی سرکش انسان کے لئے وعدہ ہے کہ وہ فلاں تاریخ تک مرے گا اور اس کا مرنا عذاب کے طور پر ہوگا اور الہام میں کوئی اور شرط بصراحت موجود نہیں یعنی یہ نہیں بیان کیا گیا کہ اگر وہ سرکشی کے طریق کو چھوڑ دے گا تو عذاب ملتوی ہو جائے گا۔ سو اگر ایسے الہام کی میعاد میں وہ شخص جس کی نسبت الہام ہے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے دل پر اس الہام الٰہی کی عظمت ڈال لے تو سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ وہ عذاب کا وقت ٹل جاتا ہے اور دوسرے وقت پر عذاب جا پڑتا ہے۔ یعنی جب پھر سرکشی کی طرف رجوع کرے تو عذاب نازل ہو جاتا ہے اور یہ تاخیر عذاب ایک مہلت دہی کے طور پر ہوتی ہے۔ پس اگر وہ شخص اس تاخیر عذاب کی وجوہ بکلی اپنے سر سے اٹھا لیوے مثلاً اگر کافر ہے تو سچ مچ مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے ظل امان میں آ جاتا ہے۔ پھر اگر کبھی مرتا بھی ہے تو عذاب سے نہیں بلکہ موت مقدر کی ضرورت کے باعث سے مرتا ہے لیکن اگر سرکشی کو اور ان تمام امور کو جو اس کی سرکشی پر شاہد اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مخالف ہوں چھوڑنا نہ چاہے اور سچی اطاعت سے دور رہے تو پھر اس عذاب سے بچ نہیں سکتا جو اس کے لئے مقدر ہے۔ یہ تعلیم قرآن اور خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کی ہے اور اسی کے نیچے وہ تمام الہامات ہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں اور کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ بظاہر مخالف ہو تو اس کے صحیح معنی وہی ہوں گے جو اس سنت اللہ کے موافق ہوں۔ پس یہی ربانی الہامات کی اصل حقیقت اور سچی فلاسفی ہے جس کے ماننے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا لیکن دنیا میں بہتیرے ایسے یاوہ گو اور احمق ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے

کہ اگر کسی الہام میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میعاد مقرر ہو تو ضرور وہ میعاد اپنے وقت مقررہ پر پوری ہونی چاہیے مگر ایسے لوگ اپنی بے وقوفی اور حماقت کی وجہ سے نہایت ہی قابل رحم ہیں۔ وہ نہیں سمجھے کہ پیش گوئیوں کا خدا تعالیٰ کی کامل صفات اور ربانی کتاب کے موافق ظاہر ہونا ضروری ہے جب کہ وہ نہایت ہی رحیم و کریم و حلیم ہے اور ڈرنے والے کو ایسے طور سے نہیں پکڑتا جیسا کہ سخت دل اور بے باک کو پکڑتا ہے اور سچی توبہ اور صدقہ اور خیرات سے عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس کے وعدے اور اس کی پیش گوئیاں اس کی صفات کے مخالف نہ ہوں۔ اور یہ بات تو عام لوگوں کے لئے ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں کو غور سے نہیں دیکھتے لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم میں تدبر کرسکتے ہیں اور ان الٰہی سنتوں کے واقف سے نہیں ڈرتے اس لئے ان کی پردہ دری کے لئے ایک اور انتظام کی ضرورت ہے (اس انتظام کی اس لئے ضرورت ہے کہ بعض ملحدین جن کے سیاہ دل ہیں ضرور یہ کہیں گے کہ اب اپنے بچاؤ کے لئے یہ باتیں بنالی ہیں، لہٰذا واجب ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کریم اور آثار نبویہ کی رو سے کیا جائے اور مومن کو چاہیے کہ ہر یک مقدمہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رد کرے۔ اور ہر ایک امر میں خدا کی کتاب کو معیار بناوے اور جو شخص قرآن اور رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور کوئی اور راہ ڈھونڈھے تو وہ وہی ہے جو بے ایمان اور حیلہ ساز ہے۔ مرزا قادیانی) اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم ان میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو، اور اس کا یہ دعویٰ ہو کہ کوئی ایسی الہامی پیش گوئی جس میں عذاب موت کے لئے کوئی تاریخ مقرر کی گئی ہو، اس تاریخ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت اور سنت قدیمہ نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے، دوسرے وقت پر جا پڑے تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے سنیں، اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں، تا ہم کتاب اور سنت اور پہلی

سماوی کتابوں کے دلائل شافیہ اپنی تائید دعوی میں ان کے سامنے پیش کر دیں، پھر اگر وہ قبول کرلیں تو چاہیے کہ حیا اور شرم کر کے آئندہ ایسی پیش گوئیوں کی تکذیب نہ کریں بلکہ خود مؤید اور مصدق ہو کر دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں، اور خدا تعالی سے ڈریں اور تقوی کا طریق اختیار کریں۔ اور اگر ان نصوص اور دلائل سے منکر ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں ہو سکا اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں، تو ہم ان کے لئے دو سو روپیہ نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں کہ وہ اسی جلسہ میں تین مرتبہ بدیں الفاظ قسم کھائیں کہ:

اے خدا قادر ذوالجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچوں کی حمایت کرتا ہے، میں تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کچھ دلائل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں، اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے تاخیر کر دے، بلکہ ایسی پیش گوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں۔ اور اے قادر خدا، اگر تو جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور حق کے برخلاف کہا ہے تو مجھے ذلت اور دکھ کے عذاب سے ہلاک کر اور جس کی میں نے تکذیب کی ہے اس کو میری ذلت اور میری تباہی اور میری موت دکھا دے۔

اور اس دعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے۔ اور تین مرتبہ دعا ہو گی اور تین مرتبہ ہی آمین۔ اور بعد اس کے بلا توقف اس قسم کھانے والے کو دو سو روپیہ نقد دیا جائے گا۔ اور ہم واپسی کی شرط نہیں کرتے۔ ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی سخت موذی عذاب الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو، اور لوگ عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آویں، اور شیاطین کے پنجہ سے مخلصی پاویں۔ لیکن اگر کوئی اب بھی باز نہ آوے اور بے جا تکذیب سے زبان بند نہ کرے، تو وہ صریح ظالم اور خدا تعالی کی کتاب سے منہ پھیرنے والا ہے۔

پس حق کے طالبوں کو چاہیے کہ ایسے دروغ گو اور مفسد کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں، کیونکہ اس نے سچائی کی طرف رخ نہیں کیا اور دانستہ جھوٹ کی پیروی کی۔

اس سے زیادہ ہم کیا لکھیں اور کیا کہیں اور کس طور سے ایسے دلوں کو سمجھاویں جو دانستہ حق سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اگر ہمارے مخالف سچے ہیں تو اس طریق فیصلہ کو قبول کریں، ورنہ جو لوگ صاف اور سچے فیصلہ سے انکار کریں اور تکذیب سے باز نہ آویں تو ان پر نہ انسان بلکہ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ راقم غلام احمد از قادیان۔ ٦ ستمبر ١٨٩٤ء مطبوعہ ریاض ہند پریس

(یاد رہے کہ اس اشتہار کی صحیح تاریخ ٦۔ اکتوبر ١٨٩٤ء ہے۔ بہاء)

اشتہار انعامی چار ہزار میں منکوحہ آسمانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اشتہار ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابل ٢٧۔ اکتوبر ١٨٩٤ء کو شائع کیا تھا اور مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد٢ کے صفحات ٩٠ تا ١١٦ پر منقول ہے۔ اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا:

انہیں (آتھم کو) اس پیش گوئی سے پہلے جوان کی نسبت کی گئی تھی (١٥ ماہ میں موت کی) خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی پیش گوئی کی گئی تھی جس کو اڈیٹر نور افشان نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ ان کو خوب یاد ہوگا کہ انہیں ایام انعقاد مباحثہ (امرتسر ١٨٩٣ء) میں اس پیش گوئی کا پورا ہونا بذریعہ ایک خط کے ان پر ظاہر کر دیا گیا تھا۔ پس اسی سبب سے اس پیش گوئی (١٥ ماہہ) کا غم ان (آتھم) کے دل پر بہت ہی غالب ہوا کیونکہ وہ نمونہ کے طور پر ایک پیش گوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے... پیش گوئی (١٥ ماہہ) کے پورے ہونے کا احتمال آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیش گوئی کا پورا ہونا مجھ سے سن چکے تھے (مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد کی نسبت ایک ہی پیش گوئی تھی اور احمد بیگ کی نسبت جو ایک حصہ پیش گوئی کا تھا وہ نور افشاں میں بھی شائع ہو چکا تھا غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور تمام عزیزوں کے لئے سخت ہم وغم کا موجب ہوا چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ٦۔ اکتوبر ١٨٩٤ء میں جو غلطی سے ٦ ستمبر ١٨٩٤ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کر دیا ہے۔ پس اس دوسرے حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات

کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی۔مرزا قادیانی)(نوٹ:احمد بیگ کے داماد کا قصور یہ تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا۔پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی۔اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کے لئے ان کو فہمائش کی گئی تھی یہ سراسر افتراء ہے بلکہ ابھی تو ناطہ بھی نہیں ہو چکا تھا جب کہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی اور اشتہار تو کئی برس پہلے شائع ہو چکے تھے۔مرزا قادیانی) جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ انذار اور تخویف کی پیش گوئیوں میں یہی سنت اللہ ہے کیونکہ خدا کریم ہے اور وعید کی تاریخ کو توبہ اور رجوع کو دیکھ کر کسی دوسرے وقت پر ٹال دینا کرم ہے اور چونکہ اس ازلی وعدہ کے رو سے یہ تاخیر خدا کریم کی ایک سنت ٹھہر گئی ہے جو اس کی تمام پاک کتابوں میں موجود ہے اس لئے اس کا نام تخلف وعدہ نہیں بلکہ ایفائے وعدہ ہے کیونکہ سنت اللہ کا وعدہ اس سے پورا ہوتا ہے بلکہ تخلف وعدہ اس صورت میں ہوتا کہ جب سنت اللہ کا عظیم الشان وعدہ ٹال دیا جاتا مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔مرزا قادیانی) اور اس پیش گوئی کی کیفیت میرے اشتہارات اور پرچہ نور افشان میں پڑھ چکے تھے.......

اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیش گوئیوں کو پورا کر دے گا اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔

ر بنا افتح بيننا و بين قو منا بالحق و انت خير الفا تحين

اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر وعلیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز (مرزا) کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں، تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندے براہیم کے ساتھ اور اسحاق کے ساتھ اور اسماعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر

الانبیاء محمد ﷺ کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کرڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔

لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا

انت و جيه فی حضر تی اختر تك لنفسی؛

اور تو وہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا يحمد ك الله من عر شه؛

اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسی الذی لا یضاع وقته؛

اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا الیس الله بکا فٍ عبده؛

اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امر ت و انا او ل المو منین؛

اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی و انا معك

تو میری مدد کر اور میری حمایت کے لئے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلو ب فا نتصر ۔راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔ ریاض ہند امرتسر (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد۲)

یہ بڑی جامع دعا ہے۔ مرزائی بتائیں کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ نہیں؟ اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر محمدی بیگم سے میری (مرزا قادیانی) شادی نہ ہو تو میں مردود ملعون دجال جھوٹا ہوں اور پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں ہے اور درج بالا الہامات بھی خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ گویا میں مفتری علی اللہ ہوں۔

نیز مرزا صاحب نے کہا انی مغلوب فا نتصر ۔ کہ محمدی بیگم سے میری شادی نہیں ہو رہی، اس لئے میں مغلوب ہو گیا ہوں ۔ تو میری مدد فرما، یہ شادی میری کروادے، تاکہ مجھے فتح اور غلبہ نصیب ہو۔

محمدی بیگم سے شادی نہ ہو سکنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب قادیانی تاعمر مغلوب رہے، وہ فتح یاب نہیں ہوئے، اور خدا تعالی نے کی ان کی فتح و نصرت کی دعاء قبول نہیں فرمائی۔

اس پس منظر میں مرزائی حضرات غور فرمائیں کہ جب وہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے تمام مخالفوں پر غالب رہا کرتے تھے اور غالب رہے، وغیرہ، ان کے یہ دعاوی کس قدر خلاف واقعہ ہیں۔

کرامات الصادقین میں منکوحہ آسمانی

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے رسالہ کرامات الصادقین میں لکھا ہے:

و بشر نی بفتو حا ت و آ یا ت و کرا ما ت و منّ علیّ بتأییده المبین ۔ فمنها ما وعـدنی ر بی فی عشیر تی ا لا قربین انهم کا نوا یکذ بو ن بآ یا ت الله و کـا نوا بها یستهزؤون و یکفرون بالله و رسو له و قا لوا لا حا جة لنا الی الله و لا الی کتـا بـه و لا الـی رسـو لـه خـا تم النبیین و قالوا لا نتقبل آ یة حتی یـریـنـا الله آ یة فی انفسنا و انّا لا نو من بالفرقا ن و لا نعلم ما الرسا لة و ما الا یـمـا ن و انّـا من الکا فر ین ۔ فدعوت ر بی بالتضرع و ا لا بتها ل و مددت الیـه ایـدی السؤا ل فا لهمنی ر بی و قا ل سأریهم آ یة من انفسهم و ا خبر نی و قا ل انی سأجعل بنتاً من بنا تهم آ یة لهم فسمّا ها و قا ل انها ستجعل ثیبة و یمو ت بعلها و ابو ها الی ثلا ث سنة

قا ل انّها (عبارت اسی طرح ہے۔نوٹ از مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ) سیجعل ثیبة و یموت بعلها و ابـوهـا الـی ثـلاث سـنة مـن یـوم النکا ح ثمّ نرد ها الیك بعد مو تهما و لا یـکـون ا حـد هـما من العا صمین ۔ و قا ل انّا را دأو ها الیك لا تبد یل لکلمات الـلـه ان ربك فـعـال لـما یر ید ۔ فقد ظهر ا حد وعدیه و ما ت ابو ها فی وقت موعود فکو نوا لوعده ا لآ خر من المنتظرین ۔ فتا ملوا فی هذا تا مل المنتقد و انـظـروا بـالـمصبا ح المتّقد هل هو فعل الله تعا لی او کید المفترین ۔ و هل یجوز ان ان یستجیب الله دعاء ملحد کا فر کما یستجیب دعا المقبو لین و

كيف يخفى امر ر جل يميت الله لا جل اعزا زه و اجلا له ر جلين و يجعله فى انبائه الغيبية من الصادقين ـ ان الله لا يظهر على غيبه ا حداً ا لا من ار تضى من رسو ل الذى ار سله لا صلا ح الخلق فى زىّ ا لا نبياء و المحد ثين ـ

(حا شيه : و اسم بعلها سلطان محمد ابن محمد بيك و محمد بيك ابن نظا م الدين و اسم عم بعلها محمود بيك و هم سكا ن قر ية منحو سة المسماة فتّى فى ضلع لا هور ـ و اسم ابيها مرزا ا حمد بيك و توفى بعد الها مى هذا فى ميعاد ا لا لها م ـ و اما بعلها سلطان محمد فحىّ و بقى من ميعاد مو ته قر يباً من السنة ـ ر بنا افتح بيننا و بين قو منا بالحق و انت خير الفا تحين ـ مرزا قادیانی۔ اصفر۱۳۱۰ھ)

(اخیر صفحہ سرورق کرامات الصادقین۔قادیانی خزائن ج ۷ص۱۶۲۔۱۶۳)۔

یعنی خداتعالی نے کہا کہ وہ عورت یعنی مرزااحمد بیگ کی لڑکی مسماۃ محمدی (جس کے نکاح میں آنے کے مرزا صاحب قادیانی کوالہام ہوتے تھےاور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی) بیوہ ہوجائے گی۔اس کا خاونداوراس کا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندراندر مرجائینگے۔پھرہم (خداتعالی) اس کوتیرے (مرزا قادیانی کے) پاس (نکاح میں) لے آئینگے اوران دونوں میں سےاس کی حفاظت کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ واقعات آئندہ نے ثابت کردیا کہ مرزاصاحب قادیانی مفتری علی اللہ تھے۔ایسی باتیں اللہ تعالی سے منسوب کررہے تھے جو جوخدائی الہام سے نہیں تھیں کیونکہ مرزاصاحب قادیانی تاعمراس عورت کے آرزومندرہےاوردعائیں بھی کرتے رہے ہوں گے۔محمدی بیگم سے شادی کاالہام مرزاصاحب قادیانی کو اولاً۱۸۸۶ء میں ہوا۔اور جب آپ نے یہ رشتہ اپنے لیےطلب کیااس وقت لڑکی نابالغ چھوکری تھی۔اس کے بعد کئی مرتبہ اس الہام کی توثیق کے الہامات ہوئے۔لیکن جوں جوں وقت گزرتا جارہاتھا لوگوں کے اعتراضات بڑھتے جارہے تھے۔لوگ کہتے تھے کہ ایک کم عمرلڑکی کا بڑی عمر کے آدمی سے نکاح نہیں ہوگا۔اور مرزاصاحب کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نکاح کے امکانات مزیدکم ہوتے جارہے تھے۔دوسری طرف مرزاصاحب نے اپنے الہامات اوردعاوی کی صداقت کواس شادی سے وابستہ کررکھاتھا۔اس ماحول میں جب

لوگوں کا طعن و تمسخر مرزا صاحب کے لیے نا قابل برداشت ہوتا ہوگا تو کیا وہ اللہ تعالی سے دعا نہیں کرتے ہوں گے کہ اے اللہ تو نے اس شادی کا الہام کر کے مجھے جس مصیبت میں ڈال دیا ہے اس سے نکالنے کا بھی انتظام فرما۔ اور اس شادی کے موانع دور فرما دے۔ وغیرہ۔ بعد کے واقعات نے تا ہم ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کی ایسی دعائیں بھی شرف قبولیت سے محروم رہی ہیں۔

منکوحہ آسمانی در انوار الاسلام قادیانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء والے اشتہار انعامی چار ہزار کی عبارت اپنے رسالہ انوار الاسلام میں بھی درج فرمائی تھی اور دعوی کیا کہ یہ منکوحہ آسمانی ان کے نکاح میں ضرور آئے گی ۔ اگر ایسا نہ ہوا تو انہیں دجال و کذاب سمجھا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیش گوئیوں کو پورا کر دے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا۔ اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔

ربنا افتح بیننا و بین قو منا بالحق و انت خیر الفا تحین۔

اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کا اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں، تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو، اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے، اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم کے ساتھ اور اسحاق کے ساتھ اور اسماعیل کے ساتھ اور یعقوب کے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ اور داؤد کے ساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد ﷺ کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی، تو مجھے فنا کر ڈال۔ اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر، اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا، اور تمام دشمنوں کو خوش کر، اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ لیکن اگر

تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا انت وجیہ فی حضرتی اختر تك لنفسی اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یحمدك الله من عرشه اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا یا عیسیٰ الذی لا یضاع وقته اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا الیس الله بکاف عبده اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قل انی امرت وانا اول المئومنین اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے انت معی وانا معك تو میری مدد کر اور میری حمایت کے لیے کھڑا ہو جا۔ و انی مغلوب فانتصر۔ راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء۔

(انوار الاسلام۔ قادیانی خزائن۔ ج۹ ص۱۲۴۔۱۲۵)۔

منکوحہ آسمانی در انجام آتھم

۱۸۹۶ء میں لکھی جانے والی کتاب انجام آتھم کے ایک حاشیے میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

پرچہ شحنہ ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۸۹۶ء کے پہلے صفحہ میں ہی ایک نامہ نگار صاحب نے اس عاجز کی پیشگوئی آتھم وغیرہ کی نسبت کچھ نکتہ چینی کر کے اخیر پر اپنا نام انصاف طلب لکھا ہے۔ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ کوئی شخص انصاف طلب یا انصاف کا خواہاں ہو۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اکثر لوگ حق پسند اور انصاف طلب کہلا کر پھر جلدی سے انصاف کا خون کر دیتے ہیں اور قبل اس کے جو کسی بات کی تہ تک پہنچیں اور کسی اصل حقیقت کو دریافت کریں رائے ظاہر کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ۔ پھر ایسی رائے جو صرف سرسری اور سطحی خیال سے پیدا ہوئی ہو کیونکر غلطی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ ناچار وہ اپنی شتاب کاریوں کی وجہ سے قابل شرم غلطیوں میں پڑتے ہیں اور پھر اپنی غلطی کی پچ میں ایسا تعصب پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا ممکن ہے کہ اس سے رجوع کر سکیں اگرچہ سچائی روز روشن کی طرح کھل جائے۔ بہرحال صاحب انصاف طلب کی خدمت میں ان کے بعض کلمات کا جواب دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

قولہ (انصاف طلب) میرزا صاحب کے موافقین اور مخالفین نے پرلے درجہ کی افراط اور تفریط کی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں قرآن شریف کو مانتا ہوں نماز پڑھتا ہوں روزے رکھتا ہوں اور لوگوں کو اسلام سکھاتا ہوں اس کو کافر کہنا زیبا نہیں۔ مگر ایک عالم کے رتبہ سے بڑھا کر پیغمبری تک پہچانا بھی نہیں۔

اقول: صاحب انصاف طلب کے بیان میں یعنی ان کے پہلے ہی قول شریف میں تناقض پایا جاتا ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ بہت ہی حق پسند بن کر نہایت مہربانی فرماتے ہیں کہ مسلمان کو کافر کہنا زیبا نہیں، اور پھر دوسری طرف اسی منہ سے میری نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ گویا میری جماعت درحقیقت مجھے رسول اللہ جانتی ہے۔ اور گویا میں نے درحقیقت نبوت کا دعوی کیا ہے۔ اگر راقم صاحب کی پہلی رائے صحیح ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں تو پھر یہ دووسری رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں خود نبوت کا مدعی ہوں اور اگر دوسری رائے صحیح ہے تو پھر وہ پہلی رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا کہ میں مسلمان ہوں...

قولہ (یعنی انصاف پسند نامہ نگار شحنہ ہند): حضرت اقدس میرزا صاحب نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار اپنی بیش بہا اور لاثانی کتاب شھادۃ القرآن میں درج فرمایا ہے (یعنی آتھم اور احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی پیش گوئی اور لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش خبری)۔ اب ناظرین خود بخود سمجھ لیں گے کہ وہ سچا دعوی ہے یا دروغ بے فروغ،

اقول (یعنی مرزا قادیانی)۔ میں کہتا ہوں کی لیکھ رام کی پیش گوئی کی میعاد تو ابھی بہت باقی ہے، سو اس کا ذکر پیش از وقت ہے، ہاں آتھم اور احمد بیگ اور داماد احمد بیگ کی نسبت جو پیش گوئی تھی اس کی میعاد گزر چکی ہے۔ درحقیقت یہ دو پیش گوئیاں تھیں۔ ایک آتھم کی موت کی نسبت دوسری احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کی نسبت۔ سو آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بروز شنبہ فوت ہو گیا۔ اور ایک آنکھیں رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ پیش گوئی کے مطابق اس کی موت ہوئی...

باقی رہی احمد بیگ کی موت اور اس کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی سو احمد بیگ تو پیش گوئی کی

میعاد کے اندر فوت ہو گیا جس سے ہمارے کسی مخالف کو انکار نہیں۔ گویا پیش گوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رہا داماد اس کا، سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از وقت مر گیا۔ اور اس بات کو کون نہیں سمجھ سکتا کہ جب ایک ہی پیش گوئی دو شخص کی موت کی خبر دیوے اور ایک ان میں سے مر جائے تو دوسرے پر اس موت کا طبعاً و فطرتاً اثر پڑ جاتا ہے۔ سو اس جگہ ایسا ہی ہوا لہذا سنت اللہ کے موافق جس کا ذکر ہم بار بار لکھ چکے ہیں اس وعید کی میعاد میں تخلف ہو گیا۔.....

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آ جائے گی (اب کیا شک باقی رہ گیا، کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں چل بسے اور سلطان محمد زندہ تھا۔ بہاء) اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالی ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کر دے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے۔ اور وقتوں میں تو کبھی استعارات کا بھی دخل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بائیبل کی بعض پیش گوئیوں میں دنوں کے سال بنائے گئے ہیں (لیکن یہاں تو اب مرزا صاحب کی موت معیار ٹھہر گئی، دن یا سال نہیں۔ اور صاف کہہ دیا گیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میری موت آ جائے گی اور سلطان محمد زندہ ہو گا۔ وغیرہ۔ بہاء) جو بات خدا کی طرف سے ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو نہیں روک سکتا۔ ذرا شرم کرنی چاہیے کہ جس حالت میں خود احمد بیگ اسی پیش گوئی کے مطابق میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور وہ پیش گوئی کے اول نمبر پر تھا تو پھر اگر خدا کا خوف ہو تو اس پیش گوئی کے نفس مفہوم میں شک نہ کیا جائے، کیونکہ ایک وقوع یافتہ امر کی یہ دوسری جزء ہے... فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالی مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں (کیوں اشتہار دے؟ منکوحہ آسمانی کو اپنے بدستور قبضے میں رکھنا، کیا اس بات کا اظہار نہیں ہے کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں اور تمہاری پیش گوئی کو بھی جھوٹا سمجھتا ہوں۔ کیا ہر سال اس منکوحہ آسمانی کے بطن سے ایک بچہ حاصل کر لینا اس بات کا اشتہار نہیں ہے کہ میں تمہیں اور تمہاری پیش گوئی کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اگر سچے ہو تو اس خاتون کو

میرے نکاح سے نکال لے جاؤ۔

اور پھر اشتہار کی صورت میں مرزا صاحب یہ نہیں کہتے کہ ایک ماہ، دو ماہ، یا سال، دو سال میں، سلطان محمد مر جائے گا، بلکہ فرماتے ہیں کہ اشتہار آ جائے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ اس کی موت کے لئے کتنی میعاد مقرر کرتے ہیں۔ جو ایک، دو، تین، چار عشرے بھی ہو سکتی ہے۔ واہ مرزا جی واہ۔ بہاء)...اس پیش گوئی میں تین شخصوں کی موت کی خبر دی گئی تھی، سو ان میں سے دو تو فوت ہو چکے۔ صرف ایک باقی ہے، سو اس ایک کا انتظار کرو۔ اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی نہ آ جائے کہ اس کو بے باک کر دیوے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اور اس کو بے باک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو اور اس پیش گوئی میں عربی کے الفاظ یہ ہیں:

كذبوا بآياتنا و كانوا بها يستهزؤن فسيكفيكهم الله و يردها اليك لا تبديل لكلمات الله ۔ ان ربك فعال لما يريد۔

اگر کوئی اسی بات میں خوش ہے کہ مجھ سے ٹھٹھا کرے تو میں اس میں بھی ناخوش نہیں کیونکہ صادقوں اور راست بازوں کے ساتھ مجھ سے پہلے بھی ٹھٹھا کیا گیا ہے۔ پھر بہت جلد ٹھٹھا کرنے والے نابود ہو گئے اور کوئی نہ بتلا سکا کہ کہاں گئے۔

و انی باعین الله هو يراني و من يكذبني و اعلم منه انه لا يضيعني و لا يخزيني فويل للذين كفّروني و لعنوني و سبّوني و شتموني و كذبوا كلماتي و لم يحيطوا بها علماً فالموت كان خيرا لهم من هذا لو كانوا يعلمون ۔ مرزا قاديانی ۔(انجام آتھم حاشیہ ص۔۲۵۔۳۲)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عربی میں علماء کے نام ایک طویل مکتوب لکھا اور اس کا فارسی میں ترجمہ بھی خود ہی فرمایا۔ اس مکتوب میں اپنی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہ مکتوب ان کی کتاب انجام آتھم میں شامل ہے۔ فرماتے ہیں:

ثم العلماء اوسعوني سبّاً ۔ و اوجعوني عتباً۔ في ختن احمد و قالوا انه ما

ما ت فی المیعا د کما وعِد فی ا لا لها م و اکِّد۔ بل نجد ہ ببخت اسعد ۔ و عیش ار غد ۔ و ما نری ا ثراً فیه من ضعف المر یرة۔ و لا عسراً فی افتراء المیرة ۔ و انه حیّ سا لم الی ھذا الحین ۔

اما الجوا ب : فا علم ان ھذا ا لا لها م کا ن مشتملاً علی الشعبتین ۔ شعبة فی مو ت ا حمد و شعبة فی ختنه الذی جعله کقرة العین ۔ فا تم الله شعبة او لی فی المیعا د۔ و ما ت ا حمد کما اخبر نی فی الھا م رب العباد۔ و تلظّی اقا ر به من ھمّ مو ته ۔ و قد لا حت لك تفا صیل فو ته ۔ فلا بدّ لك ان تقرّ بصدق ھذہ الشعبة بالیقین۔

و اما لاشعبة الثا نیة التی تتعلق بختنه و فو ته ۔ فلا یختلج فی صدر ك تاخیر مو ته ۔ فا نه امر لا تفهمه ا لا بعد ا لا حا طة علی الواقعا ت ۔ فا ذا فهمت فیظهر علیك خطا ء ك کا لبد یها ت ۔ و تقرّ بانّ الشیطا ن انسا ك طریق الحق و الحقیقة ۔ و بعّد ك عن الصرا ط و الطر یقة ۔ و ارا د ان تلحقك بالغاوین ۔

فا لآ ن نقص علیك القصه لتطلع علی الحقیقة و تجد منها الحصّة۔ و لتکو ن من المستبصرین ۔ فا علم انّ زو جة ا حمد و اقر بها من عشیر تی و کا نوا لا یتخدو ن فی سبیل الدین و تیر تی۔بل کا نوا یجترؤن علی السیئا ت و انواع البد عا ت ۔ و کا نوا فیها مفر طین ۔ فا لھمت من الر حمن انه معذ بهم لو لم یکو نوا تا ئبین ۔ و قا ل لی ر بی انهم لم یتو بوا و لم یر جعوا فننز ل علیهم ر جساً من السما وا ت ۔ و نجعل دار ھم مملوة من ا لا را مل و الثیّبا ت (فارسی میں ارامل کا ترجمہ نہیں کیا) و نتو فیهم ابا تر مخذو لین (اس کا تر جمه بهی نهیں) ۔ و ان تا بوا و ا صلحوا فنتو ب علیهم با لر حمة ۔ و نغیر ما ار د نا من العقوبة ۔

فیظفرو ن بما یبتغو ن فر حین ۔ فنصحت لھم اما ماً للحجۃ ۔ و قلت استغفروا ر بکم ذی المغفرۃ ۔ فما سمعوا کلما تی و زا دوا فی معا دا تی ۔ فبدء لی ان اشیع ا لا شتھار فی ھذا ا لبا ب ۔ لعلھم یتقون و یر جعو ن الی طرق الصوا ب ۔ و لعلھم یکو نو ن من المستغفر ین۔

فا شعت ا لا شتھار ۔ و انا فی ھشیار ۔ فنبذوہ وراء ظھور ھم غیر مبا لین ۔ و کا ن ذ لک او ل ا لا شتھا را ت فی ھذہ المقدمۃ و البوا قی التی اشعت بعد ھا فھی لھا کا لا نباء المفصلۃ المسرحۃ و کا لتفصیل للعبارا ت المجملۃ السا بقۃ ۔ و انت تعلم انّ وعید ذ لک ا لا شتھار کا ن مشرو طاً بشر ط التو بۃ ۔ لا کالعقوبۃ القطعیۃ الوا جبۃ النا زلۃ ۔ من غیر المھلۃ ۔ و ان شئت فاقرء اشتھاراً منی طبع فی غو صفٍ من السنوا ت المسیحیۃ ۔ لغضف کبر ھذہ الفئۃ البا غیۃ ۔ فلما لم ینتھوا بھذا ا لا شتھار ، و لم یتر کوا طر یق التبار ۔ فکشف اللہ علیّ اموراً لتلک الفئۃ ۔ و انا بین النو م و الیقظۃ ۔ و کا ن ھذا الکشف تفصیل ذ لک الا لھا م فی المرّہ الثا نیۃ

و بیا نہ انی کنت ار ید ان ار قد ۔ فاذا تمثلت لی ام زو جۃ ا حمد۔ و ر ئیتھا فی شا نٍ احز ننی و ار جد ۔ و ھوا نی و جد تھا فی فز ع شد ید عند التلا قی و عبرا تھا یتحدّر ن من المآ قی ۔ فقلت ایتھا المر ء ۃ تو بی تو بی فانأ البلاء علی عقبک ۔ ای علی بنتک و بنت بنتک ۔ ثم تنز لت من ھذا المقا م ۔ فھّمت من ر بی انہ تفصیل ا لا لھا م السا بق من اللہ العلام۔ و القی فی قلبی فی معنی العقب من الدّیا ن۔ ان المراد ھھنا بنتھا و بنت بنتھا لا ا حد من الصبیا ن ۔ و نفث فی رو عی انّ البلا ء بلا ء ا ن ۔ بلا ء علی بنتھا و بلا ء علی بنت البنت من الر حمن ۔ ا نھما متشا بھا ن من اللہ ا حکم الحا کمین (قد سمع منی ھذا

الكشف بمقا م هشيار پور قبل ،وت ا حمد بل قبل اشاعة واقعات كلها ر جل من و لد شيخ سالح غز نوى ـ و كما تعلم كا ن هذا الر جل ابن تقى ـ و نسيت اليو م اسمه ـ و اعرف و جهه ـ لعلّ اسمه عبد الر حيم او عبد الوا حد على ا ختلا ف الخيا ل ـ و ا ظن انه لا ينكره عند السوا ل ـ و الله يعلم ما فى البا ل ـ و هو اعلم ما فى صدور العا لمين ـ و معه اشهاد آ خرو ن كا نوا هنا ك حاضر ين ـ و اظنّ ان ا حداً منهم كا ن با بو الهى بخش اكو نٹنٹ الملتا نى ـ و محمد يعقوب اخ الحا فظ محمد يو سف و معه محمد يو سف و كثير من المسلمين ـ و عفا الله عنى ان كنت اخطاء ت فى ذكر ا حد منهم ـ فا نى لست ا حصيهم باليقين و قد مضى على هذا ا حدى عشرة من سنين۔ این کشف رابمقام ہوشیار پور پیش از مردن میرزا احمد بیگ بلکہ پیش از اشاعت ایں ہمہ واقعات شخصے از من شنیدہ بود کہ از پسران مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم است وچنانکہ میدانی ایں شخص پسر پرہیزگارے بود۔ وامروز نام او فراموش کردم۔ وروئے اومی شناسم شاید نام او عبدالرحیم یا عبدالواحد بود کہ ذہن بسوئے ایں ہردو خیال انتقال میکند۔ وگمان میدارم کہ او پرسیدن عندالسوال انکار نخواہد کرد۔ آئندہ اوراتعالی حال دل بہتر می داند، وبااو گواہانے دیگر نیز ہستند کہ درآنجا حاضر بودند۔ وگمانم چنیں است کہ یکے از ایشاں بابوالٰہی بخش اکاؤنٹنٹ ملتانی است۔ ودوم محمد یعقوب اک الحافظ محمد یوسف وخود محمد یوسف نیز ہست ودیگر اکثرے از مسلمانان نیز ہستند،۔ واگر من در ذکر نام احدے خطا کردم پس خداتعالی مرا معاف دارد۔ چرا کہ من بالیقین این نام ہا نشمردم۔ وبرین واقعہ یازہ سال گزشتہ اند) و اذا ر جعت لتفتيش لفظ العقب الى اللغا ت العر بية فا ذا فرا ستى صحيحة مطا بقة بالمعا نى المر ويأة ـ فشكر ت الله مو يّد الملهمين۔

فا لحا صل ان الله صرّح فى هذا الكشف ما اراد من نوع التخو يف و الانذار ـ و اشار الى انّ ا لآ فة على زو ج ا حمد و بنتها من الله القهار ـ و مع ذ لك حثّ على التو بة و ا لا ستغفار ـ و او مى به انّ العذا ب يو خّر بالتضر ع و الرجو ع الى الغفار ـ و لا يحل الغضب ا لا عند ا لا با ء و ا لا جتراء و الاعتداء ـ و من تا ب و استغفر فله حظ من ر حمة حضرة الكبر يا ء ـ و لا يأخذه عذا ب مهين ، ا لا بعد العود الى سير الفا سقين فاشعت هذا الكشف با لا شتهار كما اشعت الها مى قبله لهدا ية ا لا حرار ـ ثم ا زا مضى عليه ملّى

من الز ما ن الهِمت فيهم مرة ثا لثة من الله الدّيا ن ۔ و تجلی هذا ا لها م کا لنور فـی الظهور ۔ و رفع الحجب کلها من السر المستور ۔ و کا ن هزا شر حاٍ مبسو طاً لـلا لها ما ت السا بقة ۔ و تفصیلاً للکلم المجملة الکشفیة و بیا ناً وا ضحاً للسا معین

و بیـا نـه انّ الـلـه خا طبنی فی عشیر تی المعتدین ۔ و قا ل کذّبوا بآ یا تی و کانوا بها مستهز ئین ۔ فسیکفیکهم الله و یر د ها الیك ۔ لا تبد یل لکلما ت الله ۔ ان ر بك فـعـا ل لما یر ید ۔ فا شا ر فی لفظ فسیکفیکهم الله الی انه یردّ بنت احـمـد الیّ بعد ا هلا ك الما نعین و کا ن ا صل المقصود ا لا هلا ك و تعلم انه هـو الـمـلا ك ۔ و امـا تز و یجها ایأا ی بعد ا هلا ك الها لکین و الها لکا ت فهو لاعـظـا م ا لآ یة فـی عیـن الـمـخلوقا ت ۔ بـادرا ج المشکلا ت المعضلا ت ۔ او لحکم اخری من عا لم المغیبا ت۔ او لر حمٍ علی المصابین و المسا با ت ۔ فا نه یـضـع الـمـر هم بعد الجر ح ۔ و یعطی الفر ح بعد التر ح ۔ و لا یر ید ان یجیح عباده المستضعفین ۔ و من از ید منه جو داً و ر هماً و هو ار حم الرا حمین

و انـی اجـد اشـارـةً فـی ا لا شتهـا ر ا لا و ل فـی هـذا البا ب ۔ من الله الرا حم الـوهـاب ۔ فا نه قفی بذ کر ر حمته بعد ذکر عقو با ت نا ز لة علی هذه الفئة و بعد ذکر ارا ملهم و مسا ئبهم المتفرقة ۔ فخا طبنی بنهج کانّه یشیر الی الر حم عـلیهـم فـی ا لا یا م ا لآ تیة ۔ فقا ل یبا ر کك الله ببر کا ت مستکثرة ۔ و یعمر بك بیـت مـخـرأب و یملأ بل من بر کا ت دار مخو فة ۔ فهذه اشارة الی زما ن یأتی علیهم بعد زما ن ا لآ فا ت ۔ عند وصلة مقدرة مو عودة فی ا لا شتهارات ۔ و تتم یو مئذ کلمة ر بنا ۔ و تسود و جو ه عدا نا ۔ و یظهر امر الله و لو کانوا کا ر هین ۔ و ان الله گا لب علی امره و ان الله یخزی قو ماً فا سقین ۔ فا هلك

كـمـا وعـد نـى فسيـكـفيـكهـم ار بـعة منهم بعد تز و يجها۔ و عا ث فيهم ذئب الآفات عقب تز ليجها۔ كما لا يخفى على المطلعين ۔و انه ا هلك ابا ها و عمأتها و جدّتها و كا ن كل ا حد من الغا لين المعتدين ۔ و الآ ن ما بقى ا لّا وا حد من الهـا لكين ۔ فا نظروا الى حكم الله كيف اتى ا لار ض من اطرا فها و انتظروا سا عة يو فى فيها شظا فها انه لا يبطل قو له و انه لا يخزى قو ماً ملهمين

و اعـلـم ان حـر ف الـفـا ء عـلـى لـفـظ فسيـكفيكهم الله من الر حمن بعد ذكر تكذيب اهل الطغيا ن ۔ كا ن اشارة الى انّ العذا ب لا ينز ل ا لا عند التكذ يب و الـعـدوا ن ۔ فلما كذ كوا بعد التز ويج و قا موا با لا ستهزا ء و آ ذو نى با نوا ع ا لا يذا ء ۔ فا ما ت الله ابا ها ا حمد و بدّل ضحكهم بالبكاء و غشيهم من الغم مـا غشـى قـو م يـو نـس عند ايتاء آ ثار العذا ب ۔ و القا هم مو ت الما ئت و كوف نفس الكتن فى انوا ع ا لا ضطرا ب ۔ و لمّا بلغ نسا ء هم نعى موت احمد ۔ و كـنّ من قبل كر جل اكفر و اكند ۔ عططن جيو بهن ۔ و اسلن غرو بهن۔ و صككن خدود هن ۔ و تذ كّرن عنو د هن ۔ و ها جت البلا بل ۔ و انقضّ عليهن مـن الـمـصـا ئـب الـوا بـل ۔ و اهتزت ا لار ض تحت اقدا مهن ثم تمثيل مو ت الـكتـن فـى او هـا مهـن ۔ و طفقن يقلن و الد موع تجرى من العيو ن ۔ هذا ما وعد الر حمن و صدق المر سلو ن

فـا لـحـا صـل ان هؤلاء او جسوا فى انفسهم كيفة ۔ و ظنّوا انّ كتنهم سيمو ت كما ما ت صهره عقوبة ۔ فا نهما كا نا غر ضين مقصو دين فى الهام وا حد ۔ و كـا ن مـو ت ا حد هما للآ خر كشا هد ۔ و من المقتضى الفطرة ا لا نسا نية انها تـقيـس با لا حوا ل المو جو دة للا شياء على ا حوا ل اشياء ا خرى تضا هيها بـنـحـوٍ مـن الا نـحـا ء ۔ فتـفهـم ان واقـعا ت آ تية ۔ ليست ا لا كمثل نظا ئر ها

المشهو دة ۔ و تستنبط ا لا حکا م المنتظرة من ا لا حکا م الوا ر دة۔ و کذ لك جر ت عا دة المتو سمین۔ فلما انکشف علی عشیر تی بمو ت ا حمد النظیر و بد ء المثل الکبیر ۔ فخا فوا خو فاً کثیراً مع اکثار البکا ء ۔ و نسوا طر یق التمسخر و ا لا ستهزا ء ۔ و ز مت السنهم و صا روا کا لمبهو تین ۔ و تنصّلوا من هفو تهم ۔ و تندّموا علی فو هتهم ۔ و خضعت اعنا قهم کا لمصا بین ۔

وقد علمت انّ هذا ا لا لها م کا ن لا نذار هذه العشیرة ۔ و کا ن الوعید و شرطه لتلك الفئة ۔ و ما کا ن لکتنهم د خل فی هذه القصه ۔ ثم لیس من المعقول ان یظن ان قلب کتنهم بقی علی الجر أة السا بقة مع معا ئنة مو ت صهره الذی کا ن شر یکه فی نباء الهلا کة بل شهد الشا هدو ن انه خا ف خوفاً شد یداً بعد هذه الواقعة و کا د ان تز هق نفسه بعد سما ع هذه المصیبة ۔ و خشی علی نفسه و حسب النکا ح آ فة من ا لآ فا ت السما ویة ۔ و ان کنت فی شك فا سئل العا ر فین النا ظرین

فا لحا صل انهم لمّا تخوّفوا بعد مو ت ا حمد ۔ و خوّف هلا کة کل ا حد ارجد ۔ فکا ن حقّهم ان ینتفعوا بشر ط ا لا لها م ۔ فا ن العذا ب کا ن مشرو طاً لا حکماً قطعیاً کما هو و هم العوا م ۔ فا سئل اهل ا حمد ما جر ی علی زو جه الار ملة بعد مو ته فی المیعاد۔ و کیف صبت علیها مصا ئب و هجم الهمو م علی الفوا د ۔ و ما بقی لها ثما ل و لا نویّ و لا متکفل ا لاو لا د ۔ و قعدت کالمسا کین بعد کو نها کا لفیأا د ۔ و کیف سمعت نعیه بعین عبری ۔ و قلب علی جمر الغضا ۔ و کیف جر ی علیها ما جر ی ۔ ثم ا کلها خو ف مو ت الختن بعد هذا النآ د ۔ و انفد ت ایا م المیعا د با لار تعاد ۔ و کذ لك فز عت امها و اخوا تها و ذبن فی فکر مو ت الکتن ۔ و شر بن کا سا ت الحز ن ۔ و جعلن

عـمـر ن اوقـا تهـن بالصلوة و الدعوا ت ، و الصيا م و الصدقا ت ۔ و ما ر قا ء لهـن مـن الهمّ دمعة۔ و تمثل لهن لختنهن فی کل وقت منیأة ۔ فا سئل اهل هذه القر ية ان کنت من المرتا بين ۔

فـا لـحـا صـل انهم لمّا تا بوا تا ب الله عليهم با لر حمة و المغفرة کما هی سنة قديمة من السنن ا لا لهية ۔ فا نه لا يلخی شر ط وعيده و ير ك طر يق المعدلة و لا يـظـلـم كـا لـمعتدين ۔ و عليك ان تقرء اشتها را تی السا بقة ۔ و تجمع فی نـظـر ك الـمـقا ما ت المتفرقة ۔ فا ذا فعلت ذ لك فتصل الی نتيجة صحيحة ۔ و تـطّـلع علی شرو ط صريحة ۔ و تنجوا من طر يق الخطاء و الخا طئين ۔ و قد علمت ان اشعت فی هذا ا لا مر اشتها را ت ثلاث فی ا لاوقا ت المتفر قة ۔ و ما کا ن الها م فی هذه المقدمة ، ا لا کا ن معه شر ط کما قرئت عليك فی التذکرة السـا بـقة ۔ الـم تـنبـأوا بـمـا اشـعت فی السنوا ت الما ضية ۔ فا ين تذ هبو ن کالطاغية او الرا غية ۔ و لا تفکرو ن کا لعاقلين۔

ثـم مـا قـلـت لکم ان القضية علی هذا القدر تمت ۔ و النتيجة ا لآ خرة هی التی ظهـر ت ۔ و حـقيقة النبأ عليها ختمت ۔ بل ا لا مر قا ئم علی حا له ۔ و لا يردّه احـد بـا حتيـا لـه ۔ و الـقدر قدر مبر م من عند الر ب العظيم ۔ و سيا تی وقته بـفضل الله الکر يم فو الذی بعث لنا محمد ن المصطفی ۔ و جعله خير الرسل و خيـر الـوری ان هـذا حـق فسـوف تـری ۔ و انـی ا جـعـل هذا النبـأ معيـار الـصـدقـی اوکـذ بـی ۔ و مـا قـلـت ا لا بعد ما انبئت من ر بی ۔ و ان عشير تی سيـرجـعـون مـرـة ا خـر ی الـی الفساد ۔ و يتزا ئدو ن فی الخبث و العنا د ۔ فيـنـزل يـو مـئذ ا لا مر المقدر من رب العبا د ۔ لا را د لما قضی۔ و لا ما نع لما اعـطـی ۔ و انی ارا هم انهم قد ما لوا الی سير هم ا لا ولی ۔ و قست قلو بهم کما

هی عادة النوکی۔ و نسوا ایا م الفز ع و عا دوا الی التکذ یب و الطغوی فسینز ل امر الله اذا ر أی انهم یتزا ئدو ن ۔ و ما کا ن الله ان یعذب قو ماً و هم یخا فو ن ۔

فا علموا ایها المکذ بو ن الغا لون ان صدقنا سیشرق کذ کا ء فی الضیاء ۔ و زور کم یفشوا الی ضوا حی الزوراء ۔ اتمنعو ن ما ارا د الله ذو العزة و العلا ء ۔ ایبلغ مکر کم الی زری السماء ۔ فکیدوا کلّ کید کا ن عند کم و لا تمهلو ن فی ا لا یذا ء ۔ ثم انظروا الی نصرة رب العا لمین ۔ یا حسرةً علی علماء هذا الزمان۔ ما بقی فیهم نور فراسةٍ و غا ض درّ ا لا معا ن۔ سمّعنا هم فلا یسمعون ۔ و قرینا هم فلا یقبلو ن ۔ و لا یقرؤن کتبی ا لّا کا ر هین ۔ و یفرّون منا مستنفرین۔......

ان قصّه یو نس فی کلا م الله القدیر دلیل علی انه قد یؤخر عذا ب الله من غیر شر ط یو جب حکم التا خیر ۔ کما ا خِّر فی نبأ یو نس بعد التشهیر ۔ فکیف فی نبأ یو جد فیه شر ط شر ط الر جو ع ۔ ففکر با لخضو ع و الخشوع۔ و لا تنس حظك من التقوی و الدین ۔ و ان قصّه یو نس مو جو دة فی القر آ ن و الکتب السا بقة و ا لا حا دیث النبویة و لیس هنا ك ذکر شر ط مع ذکر العقو بة ۔ و ان لم تقبل فعلیك ان تر ینا شر طاً فی تلك القصة ۔ فلا تکن کا لا عمی مع و جود البصارة ۔ و اعلم ان الشر ط لمن یکن ا صلاً فی القصة المز کورة ۔ و لا جل ز لك ابتلی یو نس و صا ر من المو مین ۔ و نز لت علیه الهمو م۔ و ا خذه الضجر المز مو م ۔ هتی استشرف به التلف ۔ و نسی کل بلا ء سلف ۔ و ظنأ انه من المفتنین ۔ فما کا ن سبب افتنا نه ا لا انه استیقن انّ العذا ب قطعیّ لا یردّ ۔ و انه سیقع فی المیعاد کما یودّ ۔ فا نقضی

الـميـعـا د و مـا استـنـثـى مـن الـعذا ب ر يحاً ۔ و ما استغشى لبا ساً مر يحاً۔ فـاضجره هذا ا لا د كا ر و استهو ته ا لا فكا ر ۔ و كا ن ر أى القو م غا لين فى المراء متسا رعين با لا با ء فحسب انه من المغلو بين ۔ فقا ل لن ار جع اليهم كـذا بـا ۔ و لـن اسمع لعن ا لا شرار و ما ر أى طر يقاً يختا ره فا لقى نفسه فى البـحـر الـذ خـا ر ۔ فتداركه ر حم ر به و التقمه الحو ت بحكم الله الجبار ۔ و رأى ما ر أى بقلبٍ حز ين ۔ فمن المعلو م انه لو كا ن شر ط فى نزو ل العذا ب لـمـا ا ضطر يو نس الى هذا ا لا ضطرا ب ۔ و ما فرّ كا لمتند مين۔ ا ماتقرء كتب الا ولـيـن ۔ وقـول خـا تـم الـنبيين ۔ اتجد فيها ا ثراً من الشرط فا خر ج لنا ان كنت من الصا دقين

فا لآ ن ما ر أيك فى انباء قيّد ت بشر ط الر جو ع و التو بة ۔

بازعلماءمرادر بارہ داماد میرزا احمد بیگ ہوشیار پوری بسیار بدگوئی کردند۔ وتمبرزنش؟ ہادل مراایذاء دادند۔ وگفتند کہ دامادِ احمد بیگ در میعاد پیش گوئی نمردہ است ۔ وایں برخلاف آں وعدہ تاکیدی است کہ درالہام بود۔ بلکہ اورابہ بخت نیکتر وعیش فراخ ترمی یابیم ۔ وہیچ اثرے ازضعف طبیعت وتنگی تحصیل رزق نمی بینم ۔واوتاایں وقت زندہ سلامت موجوداست ۔

اماالجواب: پس بداں کہ ایں الہام بردوشاخ مشتمل بود۔شاخ اول آں در بارہ موت میرزا احمد بیگ ہوشیار پوری بود۔وشاخ دوم در بارہ مرگ داماد کہ ہم چوقرۃ العین اورابود۔پس شاخ اول راکہ موت احمد بیگ است در میعاد پیش گوئی باتمام رسانید وصدق آں ظاہر کرد۔ واحمد بیگ مطابق الہام خدا تعالی وفات یافت۔ودل اقارب اوازموت اوبسوخت۔وتفصیل وفات یافتن اوبرتو ظاہراست۔ پس تراایں امرضروری افتاداست کہ بصدق شاخ اول اقرارکنی

واماشاخ دوم کہ متعلق بداماداحمد ومردن اوست پس سینہ تراایں نگیرد کہ چرادرموت اوتاخیرشد۔زیر آنکہ ایں امرے است کہ ایں راجزاحاطہ برواقعات نتوانی فہمید۔وچوں فہمیدی پس برتو خطائے تو

ظاہر خواہد شد۔ واقرار خواہی کرد کہ شیطان ترا راہ حق وحقیقت فراموش کنانیدہ است واازراہ حق دور انداختہ است۔ وارادہ کردہ است کہ ترا بگمراہاں آمیزد۔

پس اکنوں ایں قصہ برتو میخوانیم۔ تا برحقیقت مطلع شدی وازاں حصہ یابی۔ وتا از جملہ صاحبان بصیرت شوی۔ پس بداں کہ زنِ احمد بیگ ودیگر اقارب او از قبیلہ من بودند وعادت شان بود کہ او شاں درراہ ہائے دین طریقہ من اختیار نمی کردند بلکہ بربدی ہا وگوناگوں بدعت ہا دلیری می کردند۔ واز حد درگزشتہ بودند۔ پس خدا تعالی الہام یافتم کہ اگر اوشاں تائب نشدند او آنانرا درعذاب گرفتار خواہد کرد۔ ومرا پروردگار من گفت کہ اگر ایں مردم توبہ نکردند ونہ از بدروشنی؟ (روشی) ہا باز آمدند۔ پس ما برایشاں از آسمان عذاب نازل خواہیم کرد۔ وخانہ اوشان راز بیوگان پرخواہیم کرد، واگر توبہ کردند و اصلاح خود نمودند پس ما برحمت سوئے شان رجوع خواہیم نمود، وارادہ عقوبت را تبدیل خواہیم کرد۔ پس آنچہ میخواہند بخوشی خاطر خوہند دید۔ وایشاں را برائے اتمام حجت نصیحت کردم وگفتم کہ از خدائے بخشندہ مغفرت بخواہید۔ پس سخن من نشنید ند ودر دشمنی افزودند۔ پس دردلم آمد کہ دریں بارہ اشتہارے شائع کنم۔ شائد ایں مردم بترسند وبسوئے راہ صواب رجوع کنند۔ وشاید از خدا تعالی آمرزش بخواہند۔

پس اشتہار را شائع کردم۔ ومن دراں وقت درشہر ہوشیار پور بودم۔ مگر اوشاں آن اشتہار را بہ لا پروائی پس پشت خود انداختند۔ وآں اول اشتہار بود کہ دریں مقدمہ شائع کردم۔ وباقی ہمہ اشتہارات کہ بعدزاں شائع کردم تفصیل آن اجمال بود۔

وتو میدانی کہ وعدہ عذاب آں اشتہار مشروط بشرط توبہ بود۔ نہ مثل آں سزائے کہ قطعی باشد وبغیر توقفے ومہلتے فرود آید۔ واگر بخواہی آن اشتہار من بخواں کہ در۱۸۸۶ء یک ہزار وہشت صد وہشتاد وشش مسیحی برائے شکستن کبر آں گروہ باغی جاری کردہ بودم۔ پس ہرگاہ اوشان بدیں اشتہار از بدی ہائے خود باز نیامدند وطریق ہلاکت را نگذاشتند۔ پس خدا تعالی برائے ایں گروہ چند امور دیگر مبرھن ظاہر کرد۔ ومن دراں وقت درحالتے بودم کہ بین بین خواب وبیداری می باشد۔ وایں کشف تفصیل

آن الہام بمرتبہ دوم بود۔

وبیان آں این است کہ من ارادہ خفتن می داشتم کہ ناگاہ مادر زن احمد بیگ درحالت کشفی برمن متمثل شد۔ واورادرحالے دیدم کہ مرغم گین کردو بدن من بلرزانید۔ وآن ایں است کہ وقت ملاقات اورا درخوف شدید یافتم۔ ودیدم کہ اشک ہائے او ازچشمان او رواں ہستند۔ پس گفتم کہ اے زن توبہ کن توبہ کن کہ بلا برعقب تو نازل شدنی است۔ یعنی بلا بر دخترِ تو ودختر دختر تو فرود آمدنی است۔ باز ازیں مقام کشفی فرودآمدم۔ واز خدائے خود فہمانیدہ شدم کہ ایں تفصیل الہام سابق است

ودربارہ معنی عقب دردل من انداختند کہ مراد ازاں ایں جادختر آن زن کہ زوجہ احمد بیگ است ودختر آں دکتر است نہ احدے از پسران۔ ودرضمیر من دمیدند کہ بلائے کہ درعبارت کشف مذکوراست آں دو بلا ہستند بلائے بردختر مذکوریعنی زوجہ احمد بیگ است وبلائے دیگر بردختر دختر است۔ وآں ہردو بلا باہم مشابہت میدارند (زن احمد بیگ کا خاوند تو مرا، لیکن زن احمد کی دختر کا خاوند تو نہیں مرا۔ بہاء) وچوں برائے تفتیش لفظ عقب سوئے لغت عرب رجوع کردم۔ پس آں الہام خود مطابق بیان کتب لغت عرب یافتم۔ پس خدائے ملہم راشکر کردم

پس حاصل کلام ایں است کہ خدا تعالی دریں کشف تصریح آں انذار وتخویف کرد کہ درارادہ او بودو اشارت فرمود کہ آفت برزنِ احمد بیگ ودختر احمد بیگ است۔ وباوجود ایں انذار سوئے توبہ و استغفار رغبت داد۔ واشارت کرد کہ درصورت توبہ واستغفار درعذاب تاخیر خواہد شد۔ وغضب الہی صرف دروقت بے باکی ونافرمانی نازل خواہد شد۔ وہرکہ توبہ کند حصہ از رحمت خواہد یافت۔ و در عذاب مبتلا نخواہند شد۔ مگر دراں صورتے کہ باز سوئے سیرت ہائے فاسقاں عود کنند ۔

پس این کشف را باشتہار شائع کردم۔ ہم چناں کہ الہام پیشین را برائے ہدایت آزاد منشاں شائع کردہ بودم پس چوں برشائع کردن ایں اشتہار مدتے از زمانہ گذشت دربارہ آں مردم بمرتبہ سوم مرا الہام شد۔ وایں الہام درظہور مانند نور تجلی کردو ہمہ حجاب ہا کہ برراز پوشیدہ بود از میان برداشت۔ و این الہام برائے الہامات سابقہ بطور شرحے بود مبسوط، وبرائے کشوف مجملہ تفصیلے بود واضح

وبیاں آں این است کہ خداتعالی مرادر بارہ قبیلہ من مخاطب کرد وگفت کہ ایں مردم مکذب آیات من ہستند وبدانہا استہزاء می کنند۔ پس من ایشاں را نشانے خواہم نمود۔ وبرائے تو ایں ہمہ را کفایت خواہم شد، وآن زن را کہ زن احمد بیگ را دکتر است باز بسوئے تو واپس خواہم آورد (اصل عربی میں اس لڑکی کا ذکر نہیں۔ بہاء) یعنی چونکہ او از قبیلہ بباعث نکاح اجنبی بیرون شدہ باز بتقریب نکاح تو بسوئے قبیلہ رد کردہ خواہد شد (اصل عربی میں نہین) در کلمات خداوند وعدہ ہائے او ہیچ کس تبدیل نتواند کرد۔ وخدائے تو ہر چہ خواہد آن امر بہر حالت شدنی است ممکن نیست کہ در معرض التواء بماند پس خداتعالی بلفظ فسیکفیکھم اللہ سوئے ایں امر اشارہ کرد کہ او دختر احمد بیگ را بعد از میرانیدن مانعان بسوئے من واپس خواہد کرد۔ واصل مقصود میرانیدن بود۔ وتو میدانی کہ ملاک ایں امر میرانید ن است وبس۔ واما تزویج آن زن با من بعد ہلاک کردن ہلاک شوندگان۔ پس آں مشکل الوقوع مشکلات اند کہ برائے بزرگ کردن نشان در چشم مردم داخل نشان کردہ شدہ۔ یا برائے حکمت ہائے دیگر کہ خدا میداند یا بطور رحم بر مصیبت زدگان چرا کہ او بعد از زخم رسانیدن مرہم می نہد وبعد از غمگین کردن فرحت بخشد ونمی خواہد کہ بکلی استیصال بندگان کمزور کند واز ورحیم تر وکریم تر کیست۔

ومن در اشتہار اول در بارہ رحم الہی کہ خدائے کہ رحم کنندہ وتوبہ پذیرندہ است اشارتے مے یابم۔ چرا کہ او بعد ترسانیدن ایں مردم وذکر بیوگان ایشان ومصیبت ہائے ایشاں ذکر رحمت خود آوردہ است۔ پس مرا بطرز مخاطب کرد کہ گویا او بسوئے این امر اشارہ میفرمائد کہ در آخر ایام بران مردم رحم خواہد کرد۔ پس گفت کہ خداتعالی ترا برکتہائے بسیار برکت یافتہ خواہد کرد وتبو یک خانہ ویران آباد کردہ خواہد شد وتبو یک خانہ ویراں از برکت ہا پر کردہ خواہد شد کہ خانہ ترسانندہ وخوفناک است یعنی از غایت وحشت وویرانی کہ در دست از دیدن آن مردمان را خوف می آید۔ پس اشارت بسوئے آن زمانہ است کہ بر ایشاں بعد زمانہ آفات کواہد آمد۔ نزد آن پیوندے کہ مقدر ودر اشتہارات وعدہ دادہ شدہ است۔ وآن روز کلمہ پروردگار ما با تمام خواہد رسید وروئے دشمنان سیاہ خواہد شد وامر خدا ظاہر شد اگر چہ اوشاں کراہت کنندگان باشند وخدا بر امر خود غالب است۔ وخدا قوم فاسقاں را رسوا می

کند۔ پس خدا تعالی چنانکہ درآیت فسیکفیکھم اللہ وعدہ کردہ بود چار کس راازایشاں بمیرانید۔ وبراوشاں بعدایں پیوند اجنبی گرگ آفات بتاخت چنانچہ برواقفان پوشیدہ نیست چراکہ خداتعالی پدرآں زن موعودرا وہردوعمہ اوراو مادر مادراورا کہ بیخ فساد بودند بمیرانیدوازآناں صرف شخصے واحد ماندکہ بروحکم ہلاکت است۔ پس بسوئے حکمت ہائے خداتعالی نظر کنید کہ چگونہ دریں پیشگوئی ازاطراف شروع کرد۔ پس انتظارآں روزکنید کہ درآں سختی آن بکمال خواہدرسید۔ چراکہ اوقول خود راباطل نمی کند وملہمان خودرارسوانمی گرداند۔

وبدانکہ حرف فاء کہ برلفظ فسیکفیکھم اللہ واقع است ایں سوئے ایں امراشارہ بودکہ عذاب در صورت تکذیب وغلودرتکذیب واقع خواہدشد۔، پس چوں اآں مردم بعدنکاح کردن دختر خود بر تکذیب کمر بستند وبگونہ گوں گفتار ہامراایذادادند۔ پس خدا تعالی پدرآن زن موعود فیہ رایعنی احمد بیگ راحسب وعدہ درمیعادپیش گوئی بمیرانید۔ ووقت مردن احمد بیگ آں غم واندوہ قوم او رارسید کہ قوم یونس رابعددیدن نشان ہائے عذاب رسیدہ بود۔ واوشاں راموت احمد بیگ وبعدزاں اندیشہ موت دامادخوددرگونا گوں بیقراری ہاانداخت۔ وچوں زنان اقارب احمد بیگ راخبرموت احمد بیگ رسید۔ وقبل ازاں مثل شخصے بودند کہ سخت منکرو ناشکرگزارباشد۔ گریبان خودرا دریدند۔ و اشک ہا ئخو دریختند۔ ورخسار ہائے خودرامجروح کردند۔ وگمراہی خودرایاد کردند۔ واندوہ ہادردلہا جوشیدند۔ وازمصیبت ہاباران عظیم برایشاں فروافتاد۔ وزمین زیرقدم ہائے ایشان بلرزید۔ باز موت دامادوروہم ہائے ایشان متمثل شد۔ وشروع کردند کہ میگفتند بحالتیکہ اشک ازچشمہاءرواں بود ۔ کہ ایں ہماں وعدہ است کہ خداتعالی کردہ بودوفرستادہ خدارا است گوبرآمد۔

پس حاصل کلام این است کہ ایں مردم دردل خودخوف رابطور پنہاں نشانیدند وگمان کردند کہ داماد اوشاں نیزخواہدمرد چنانکہ خسراوبمرد۔ چراکہ آں ہردونشانہ الہام واحد بودند۔ وموت یکے ازایشاں برائے موت دیگربطور گواہ بود۔ وایں تقاضائے فطرت انسانی است کہ آں براحوال اشیاء موجودہ احوال آں اشیاء راقیاس می کند کہ بداں اشیاء مشابہت می دارند

پس می فہمد کہ واقعات آئندہ بالضرور مثل آں واقعات ظاہر خواہند شد کہ بظہور پیوستند ۔ چرا کہ دراں ہر دو مشابہت درمیان است ۔ واحکام منتظرہ راازاحکام واردہ استنباط می کند و عادت صاحبان فراست برہمیں رفتہ ۔ پس ہرگاہ بر قبیلہ من از موت میرزا احمد بیگ نظیرے ظاہر شد ۔ ومثالے بزرگ پیدا گشت ۔ پس بسیار ترسیدند وگریہ ہا کردند ۔ وطریقہ تمسخر وخندیدن را فراموش نمودند ۔ وبر زبان شان لگام دادہ شدہ ومثل مبہوتاں شدند ۔ وازلغزش گناہ خود بیزاری جستند وازگفتہ خود پشیمان شدند ۔ وگردن شان ہم چو مصیبت زدگان بخمید ۔ وتو دانستہء کہ ایں الہام برائے ترسانیدن ہمیں قبیلہ بود ۔ وایں وعید وشرط ایں وعید برائے ہمیں گروہ بود ۔ ودرین مقدمہ داماد اوشاں راہیچ دخلے نبود ۔ بازاین امر ہم معقول نیست کہ دل داماد اوشاں بعد مشاہدہ موت خسر خود بردلیری سابقہ قائم ماندہ باشد حالانکہ آن ہر دو شریک یک پیش گوئی بودند ۔ بلکہ گواہان گواہی دادہ اند کہ او بعد از واقعہ موتِ خسر خود بغایت درجہ ترسید ۔ ونزدیک بود کہ جان او بعد از شنیدن این حادثہ برآید ۔ وبرجان خود بترسید ونکاح را آفتے از آفات آسمانی انگاشت ۔ واگر تو دریں شک داری پس از آناں پرس کہ شناسندگان حقیقت وبینندگان حال اند

پس حاصل کلام ایں است کہ چوں اوشاں از موت میرزا احمد بیگ بترسیدند ۔ وموت او ہر یکے راازایشاں بترسانید ۔ ولرزانید ۔ پس ایں حق اوشاں بود کہ از شرط الہام منتفع شوند ۔ چرا کہ عذاب مشروط بود نہ حکمی قطعی ۔ چنانکہ وہم عوام است ۔ پس خویشان احمد بیگ متوفی راپرس کہ بعد از مردن او در میعاد برزوجہ بیوہ او چہ ماجرا گذشت ۔ وچگونہ مصیبت ہا برور یختند وغمہا بردل ہجوم کردند ۔ وہیچ پناہ و رفیق ومہتمم کار ومتکفل اولا داو را نماند ۔ وہم چو عاجزان ومسکینان بعد زانکہ بخوشی خراماں می رفت فرونشت ۔ وچگونہ خبر موتِ او رابچشم گریاں ودل بریاں شنید ۔ وچگونہ بروگذشت آنچہ گزشت باز او راخوف مردن داماد بعد ازیں سختی بخورد ۔ وایام میعاد مردن داماد را بلرزہ بدن گزرانید ۔ وہم چنیں مادراو وہمشیرگان او درفکر موتِ داماد بگداختند وجامہائے اندوہ بنوشیدند ۔ وشروع کردند کہ اوقات خود رابنماز ودعا وروزہ ہا وصدقہ ہا معمور ساختند ۔ واشک شاں از غم باز نہ ایستاد ۔ وبرائے داماد شان ہر

دم موت نصب العین شان بود۔ پس مرد مان ایں ده راازحال شان پرس اگر ترا در بیان ما شکے است۔

پس حاصل کلام ایں است کہ چوں آں مردم سوئے خدا تعالی رجوع کردند خدا تعالی بہ رحمت و مغفرت رجوع کرد۔ چنانکہ آن سنت قدیمہ کدا تعالی است۔ چراکہ اوشرط وعید خودرا باطل نمی کندو طریق عدالت را فرونمی گذارد۔ وہم چو ظالمان از حد تجاوزنمی کند۔ وبر تو لازم است کہ تو آں اشتہارات من بخوانی کہ سابق شائع کردل شده اند۔ ولازم است کہ ہمہ؟ مقامات متفرقہ را در نظر خود جمع کنی۔ پس ہرگاه کہ چنیں کنی پس بالضرورتا نتیجہ صیحہ خواہی رسید۔ وبرشروط صیحہ اطلاع خواہی یافت واز طریق خطا وخطا کاران نجات خواہی یافت۔ وترا معلوم است کہ دریں امر سہ متفرق اشتہارات شائع کرده ام۔ ودریں مقدمہ ہیچ الہامے نبود کہ با آں شرطے نبود۔ چنانکہ در تذکرہ سابقہ نزدتو بیان نمودم۔ آیا آنچہ دراشتہارات سابقہ شائع کردم ازاں شمارااطلاعے نشد۔ پس ہم چو گوسپندان یاشتران کجامی روید۔ وہم چوعاقلان فکرنمی کنید

بازشما این نگفتہ ام کہ ایں مقدمہ برہمیں قدر با تمام رسید۔ ونتیجہ آخری ہماں است کہ بظہور آمد۔ و حقیقت پیش گوئی برہماں ختم شد۔ بلکہ اصل امر برحال خود قائم است۔ وہیچ کس با حیلہ خوداورارڈ نتواند کرد۔ وایں ازخدائے بزرگ تقدیر مبرم است۔ وعنقریب وقت آں خواہد آمد

پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد ﷺ رابرائے ما مبعوث فرمود۔ واورا بہترین مخلوقات گردانید۔ کہ ایں حق است وعنقریب خواہی دید۔ ومن ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار می گردانم۔ و من نگفتم الاّ بعدزانکہ ازرب خود خبر داده شدم۔ وبہ تحقیق قبیلہ من عنقریب باردوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد۔ ودرخبث وعناد ترقی خواہند نمود۔ پس آں روز امر مقدار ازخدا تعالی نازل خواہد شد۔ ہیچ کس قضاء اورارد نتواند کرد۔ وعطائے اورامنع نتواند نمود۔ ومن می بینم کہ اوشاں سوئے عادت ہائے پیش میل کردم اند۔ ودل ہائے شان سخت شدشانکہ عادت جاہلاں است۔ وایام خوف رافراموش کردند۔ وسوئے زیادتی وتکذیب عودنمودند۔ پس عنقریب امر خدابرایشاں نازل خواہد شد چوں خواہد

دید کہ ایشاں درغلوخودزیادت کردند۔ وخدا قومے راعذاب نمی کند چوں می بیند کہ ایشاں می ترسند پس بدانید اے مکذبان وغلوکنندکان کہ صدق من ہم چوآفتاب روشن خواہد شد۔ ودروغ شما تا کنار ہائے بغداد منتشر خواہد شد۔ آیا شما آنچہ خدا خواستہ است آں رامنع می کنید۔ آیا مکر شما تا بلندی آسمان خواہد رسید۔ پس ہر مکرے کہ میدارید بمن کنید۔ ومرا مہلت ندہید۔ باز نصرت خدا تعالی را بہ بینید۔

اے حسرت بر علماء ایں زمانہ ہیچ نور فراست درایشاں نماند وشیر فکر کردن ایشاں فرورفت ما ایشاں راشنوانیدیم پس نشنیدند۔ ودعوت کردیم پس قبول نکردند۔ وکتاب ہائے مرانمی کوانند۔ مگراز روئے کراہت۔ واز مابنفرت می رمند......

پس حاصل کلام ایں است کہ قصہ یونس بریں امر دلیل است کہ گاہے عذاب الٰہی بغیر شرطے کہ در پیش گوئی مذکور باشد تاخیری پذیرد۔ چنانچہ درپیش گوئی یونس کہ ہیچ شرطے نمی داشت تاخیر عذاب شد ۔پس چگونہ تاخیر عذاب درچنیں پیش گوئی کہ درو شرط رجوع مندرج است قابل اعتراض متصور تواند شد، پس از روئے خضوع وخشوع فکر کن وحصہ خودرا کہ در تقوی ودیں میباید فراموش مکن۔ وقصہ یونس درقرآن شریف وکتب سابقہ وواحادیث نبویہ موجود است۔ ودرآنجا باذکر عقوبت ذکر ہیچ شرطے موجود نیست۔ واگر قبول نکنی پس برتو واجب است کہ دراں قصہ مارا شرطے بنمائی۔ پس باوجود بصارت ہم چونابینا مشو۔ وبدانکہ درقصہ مذکور ہرگز شرطے نبود۔

وبرائے ہمیں یونس علیہ السلام راابتلاء پیش آمد ومورد ملامت گردید۔ وبروغمہا وارد شدند۔ وتنگی دل او راگرفت۔ حتی کہ حالت اوتا بموت رسید وہر بلاء گزشتہ راخاموش کرد۔ وگمان کرد کہ درفتنہ عظیم افتادہ است وسبب بلائے او بجز این ہیچ نبود کہ او یقین کرد کہ عذاب قطعی است کہ ردنخواہد شد۔ وبالضرور چنانکہ خواہش اوست درمیعاد واقع خواہد شد۔ پس میعاد گزشت۔ واز عذاب ہیچ بوئے نشمید۔ ونہ لباس راحت رسانندہ راپوشید۔ پس یاد ایں واقعہ دل اوراتنگ کرد۔ وفکر ہا او رافروافگند۔ وقوم را دیدہ بود کہ درخصومت غلومی کنند۔ ودرانکار پیش قدمی ہامی نمایند۔ پس دانست کہ من مغلوبہ شدم۔ پس گفت کہ من ہرگز درحالت کذاب قرارداد شدن سوئے اوشاں نخواہم رفت۔ ولعن طعن شریراں

نخواہم شنید۔ وہیچ راہے ندید کہ آں را اختیار کند۔ ناچار خویشتن را بدریا درانداخت۔ پس رحمت الہی تدارک اوفرمود و بحکم او خدا تعالی ماہی اورا دراندرون کودفرو برد۔ و بدل غم ناک دید آنچہ دید۔ پس این معلوم است کہ اگر درنزول عذاب شرطے بودے۔ پس یونس تابدیں بے قراری حالت خود را نہ رسانیدی۔ وہم چو شرمندگان نگریختے ،آیا کتب پیشینیاں نمی خوانی وقول خاتم الانبیاءﷺ را نشنیدہ۔آیا دراں کتابہا نشانے از شرط می بینی۔ پس اگر صادق ہستی برائے ما آن شرط را برون آرد ما را بنما۔ پس اکنوں رائے تو دراں پیش گوئی ہا چیست کہ بشرط رجوع وتوبہ مقیداند۔

(انجام آتھم۔ص ۲۱۰۔۲۲۸۔)

۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب قادیانی نے علماء اسلام کے مواخذات سے تنگ آ کر انہیں مباہلے کا چیلنج دیا اور اس چیلنج پر مشتمل ایک طویل اشتہار شائع کیا جو قادیانی مجموعہ اشتہارات جلد دوم میں موجود ہے۔ یہ اشتہار مرزا صاحب کی مشہور تصنیف انجام آتھم (قادیانی خزائن جلد ۱۱) میں بھی شامل ہے۔ اس اشتہار میں مرزا صاحب اپنی منکوحہ آسمانی کو یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كذ بوا بآ يا تي و كا نوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم الله و ير د ها اليك

(شیخ محمد حسین بٹالوی کا یہ اعتراض ہے کہ الہام کا یہ فقرہ کہ یـر د هـا اليك خلاف محاورہ ہے کیونکہ رد کا لفظ اس صورت میں آتا ہے کہ ایک چیز اپنے پاس ہو پھر چلی جائے اور پھر واپس آوے۔ لیکن افسوس کہ اس کو باعث کمی واقفیت علم زبان کے معلوم نہیں کہ یہ لفظ ادنی تعلق کے ساتھ بھی استعمال ہو جاتا ہے اس کی کلام عرب میں ہزاروں مثالیں ہیں جن کے لکھنے کا اس مقام میں موقعہ نہیں چونکہ اس جگہ قرابت قریبہ تھی اور نزدیک کے رشتہ کے تعلقات نے اپنے پاس کے حکم میں اس کو کیا ہوا تھا اس لئے خدا تعالی نے ایسا لفظ استعمال کیا جو ان چیزوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو اپنے پاس سے چلی جائیں اور پھر واپس آویں۔ ہاں اس جگہ یہ نہایت لطیف اشارہ تھا کہ خدا تعالی نے یر دھا کا لفظ استعمال کیا تا معلوم ہو کہ اول اس کا اپنے پاس سے بے تعلق لوگوں میں جانا ضروری ہے پھر واپس آنا تقدیر میں ہے۔ فقط۔ مرزا قادیانی)

(محمدی پہلے کب پاس تھی؟ وہ تو ہوشیار پوری تھی۔ اور قادیان اپنے ماموں امام الدین کے پاس اپنی والدہ کے ہمراہ کبھی آجاتی تھی جب اس کا باپ احمد بیگ بسلسلہ پولیس ملازمت گھر سے دور ہوتا تھا۔ امام الدین اور غلام احمد

آپس میں عم زاد تھے لیکن ایک دوسرے کے سخت مخالف، اور دونوں ایک دوسرے کو دشمن اسلام سمجھتے تھے۔ آپس میں مقدمہ بازی بھی تھی۔ آپس میں ہمسائیگی کے باوجود باہم مقدمہ مقدمہ بازی تھی۔ بنابریں محمدی کا بچپن میں کبھی کبھار قادیان آکر اپنے حقیقی ماموں امام الدین کے گھر میں رہنے کا مطلب یہ لینا کہ وہ مرزا غلام احمد کے پاس تھی، پھر سلطان محمد سے شادی کی وجہ سے دور چلی گئی، کس طرح درست ہوسکتا ہے، وہ تو امام الدین کے پاس تھی۔ اور اگر راد و ھا کے معنی اس کی واپسی سلطان محمد سے کرنا ہے تو پھر اس کی واپسی مرزا غلام احمد کے پاس کیوں کر سمجھی جاسکتی ہے، وہ امام الدین کے پاس واپسی ہوگی، اس کی بہن والدی محمدی کے پاس، یا ان لوگوں کی مرضی کے کسی شخص سے اس کی شادی کی صورت ہو جائے گی۔ پاس ہونے، پھر چلے جانے، پھر نکاح کے ذریعہ پاس آجانے کا یہ الہام کسی طرح بامعنی نہیں بنتا ہے۔ بہاء)

امر من لدنا انا کنا فاعلین ۔ زوجنا کها ۔ الحق من ربك فلا تكونن من الممترين لا تبديل لكلمات الله ۔ ان ربك فعال لما يريد۔ انا رادوها اليك۔ يوم تبدل الارض غير الارض ۔

اذا نفخ فی الصور فلا انساب بينهم انما يؤخرهم الی اجل مسمی اجلٍ قريب ۔ يا تی قمر الانبياء و امرك يتاتّی ۔ هذا يوم عصيب ۔

توجهت لفصل الخطاب ۔ انا رادوها اليك ۔ ان استجارتك فاجرها و لا تخف سنعيدها سيرتها الاولی۔ انا فتحنا لك فتحاً مبيناً

يا نوح اسر رؤياك ۔ و قالوا متی هذا الوعد۔ قل انّ وعد الله حق ۔ انت معنی و انا معك ۔ و لا يعلمون الّا المسترشدون ۔ لا تيئس من روح الله ۔ انظر الی يوسف و اقباله ۔

انھوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھہ کیا۔ سو خدا ان کے لئے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والا مت ہو خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس

کوروک سکے ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔اس دن زمین دوسری زمین سے بدلائی جائے گی۔ جب سور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ ان میں باقی نہیں رہے گا۔خدا ان کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے۔نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا سارا کام ہو جائے گا۔یہ سخت دن ہے۔آج میں فیصلہ کرنے کے لئے متوجہ ہوا۔ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے۔اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈھے تو پناہ دے دے اور مت خوف کر ہم اس کی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے۔ہم نے تجھ کو کھلی کھلی فتح دی۔اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔اور کہا لوگوں نے کہ یہ وعدہ کب ہوگا۔کہہ خدا کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں۔خدا کے فضل سے نومید مت ہو۔یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔

اشتہار مباہلہ مندرجہ انجام آتھم ص ۴۵ تا ۲۷ (مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ۲ ص ۲۷۶۔۲۷۸)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک الہام ہے:

شاتان تذبحان یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔

جب مسماۃ محمدی کے والد مرزا احمد بیگ مر گئے،تو مرزا صاحب نے اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس الہام کے معنی اور تفسیر اور تشریح خود یوں کی:

دو بکریاں ذبح کی جائیں۔پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد (جس سے کرشن جی کی آسمانی منکوحہ بیاہی ہوئی ہے) ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم۔صفحہ ۵۷)

اسی کتاب میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے کئی سال پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے۔اور وہ الہام یہ ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة۔ یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة۔ یا احمد اسکن انت و زوجك الجنة ۔اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا ہے۔اور تین نام اس عاجز کے

رکھے گئے۔ پہلا نام آدم۔ یہ وہ ابتدائی نام ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا(یعنی مرزا صاحب قادیانی کی پہلی زوجہ جنت میں جائے گی،مرزا قادیانی کی نبوت کے انکار کے باوجود۔تو پھر مرزا صاحب اورانہیں نبی ماننے والے کہاں ہوں گے؟ بہاء)۔پھر دوسری زوجہ کے وقت نام مریم رکھا کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔جس کو مسیح سے مشابہت ملی (کیا مرزا صاحب کے بیٹے مثیل مسیح ہیں یا خود مرزا صاحب اس مریم نامی زوجہ کے فرزند ہیں؟) اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدظنیوں کا ابتلاء پیش آیا (کیا نصرت بیگم پر بھی بدظنیاں کی گئی تھیں اور ان کی نوعیت کیا تھی؟ بہاء)۔اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ استعمال کیا گیا۔اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔(کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ زوجہ کسی احمد نام کے فرد سے متعلق ہوگی،جیسا کہ اس کے باپ کا نام احمد تھا)۔یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سرّ (بھید) اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام سے جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔

(انجام آتھم۔ص ۳۳۸۔قادیانی خزائن ج ۱۱)

نیز مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد له ۔یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ۵۳؛ قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

اور ضمیمہ انجام آتھم (صفحہ ۵۴) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ایک حمد اور تعریف ہوگی۔

مرزا صاحب نے اس تیسری زوجہ کے ساتھ اپنی تعریف وحمد کو منسلک کر دیا تھا۔ اور جب یہ زوجہ ہی نہ ملی تبھی تو آپ عمر بھر حمد وتعریف سے محروم رہے، اور موت کے بعد سے مسلسل مضحکہ اطفال بنے ہوئے ہیں۔

تھوڑا آگے چل کر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

و ان لـم يـعصمك الناس فيعصمك الله من عنده و يعصمك الله من عنده و ان لـم يـعـصمك الناس۔ و اذ يمكر بل الذى كفتر ۔ اوقد لى يا ها ما ن ۔ لعلى اطلع الـى الـه مـوسـى و انى لا ظنه من الكا ذ بين۔ تبت يدا ابى لهب و تب۔ ما كا ن ان يـد خـل فيهـا ا لا خـا ئـفـاً۔ و ما اصا بك فمن الله ۔ الفتنة ههنا فا صبر كما صبر او لو العزم ۔ ا لا انها فتنة من الله ليحبّ حبا جماً۔

حبّـا من الله العزيزا لا كر م ۔ عطاءً غير مجذوذ ۔ شا تا ن تذ بحا ن۔ و كل من عليها فا ن...

ترجمہ از مرزا قادیانی۔ یعنی خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں۔ وہ زمانہ یاد کر کہ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا۔ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ کہے گا کہ میں اس کے خدا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ یعنی با خدا ہونے کا دعوی سراسر کذب ہے، کوئی تعلق خدا تعالی سے نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہو گیا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہو گئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا اور ہاتھ جو کسب معاش کا ذریعہ ہیں نکمے ہو جائیں گے یعنی اس پر فقر و فاقہ کی مصیبت نازل ہوگی اور اپنے مقاصد میں ناکام رہے گا اور رسوا ہو جائے گا۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص

کے دعوی اسلام اور مولویت کے لائق نہ تھا کہ تکفیر اور تکذیب پر جرأت کرتا اور اس نازک مقدمہ میں چالاکی کے ساتھ دخل دیتا۔ ہاں یہ چاہیے تھا کہ صحت نیت اور خوف دل کے ساتھ اپنے شکوک رفع کراتا۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص کے منصوبوں سے جو کچھ تجھ کو ضرر پہنچے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب یہ تکفیر اور تکذیب کرے گا تو اس وقت ملک میں ایک بڑا فتنہ برپا ہوگا۔ وہ فتنہ انسان کی طرف سے نہیں بلکہ تیرے خدا نے یہی چاہا تا وہ تجھ سے نہایت درجہ کی محبت کرے کیونکہ ہر ایک اصطفاء ابتلاء کے بعد ہوتا ہے۔ خدا کی محبت بڑے قدر کے لائق ہے کیونکہ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ کریم ہے۔ پس جس سے وہ محبت کرے گا اس کی تمام امیدیں کامیابی کا انجام رکھتی ہیں اور اس کی یہ عطا غیر منقطع ہے۔ اس کے بعد یوں ہوگا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد میرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تم سست مت ہو اور غم مت کرو کیونکہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر یک چیز پر قادر ہے اور پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے جھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے یعنی کامل عزت اور قبولیت عطا کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کا تمام گناہ کا بخش دینا اس محاورہ پر استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ پر راضی ہو جائے اور پھر فرمایا کہ خدا اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔ وہ اس کو ان تمام الزاموں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جاتے ہیں اور وہ بندہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے۔

ان پیش گوئیوں میں علاوہ اور پیش گوئیوں کے جوان کے ضمن میں بیان کی گئیں دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی احمد بیگ اور اس کے داماد کی طرف اشارہ ہے۔ الخ (انجام آتھم ضمیمہ۔ ص ۵۵۔۵۷)

(احمد بیگ تو چلو مر گیا، اور یوں مرزا صاحب کی ایک بکری ذبح ہوگئی، لیکن دوسری بکری یعنی اس کا داماد سلطان محمد تو تقسیم ہند تک زندہ رہا اور مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے سینوں پر مونگ دلتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ تقسیم ہند ہی بعد سہی، مر تو گیا، اور یوں پیش گوئی پوری ہو گئی۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی جاہلانہ باتوں کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا؟ بہاء)

اشتہار بابت لیکھرام میں منکوحہ آسمانی کا ذکر

انجام آتھم کے کچھ عرصہ بعد مرزا صاحب قادیانی نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان ہے:

لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات

یہ طویل اشتہار ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء کے بعد کا اشتہار ہے اور قادیانی مجموعہ اشتہارات جلد دوم کے صفحہ ۳۴۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اس اشتہار میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:.....

احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی پیش گوئی جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ تین برس کی میعاد میں فوت ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اور مصیبتیں بھی دیکھے۔ چنانچہ اس نے اس اشتہار کے بعد اپنے پسر کے فوت ہونے کی مصیبت دیکھی اور پھر اس کی ہمشیرہ عزیزہ کی وفات کا ناگہانی واقعہ اس کی نظر کے سامنے وقوع میں آیا اور بعد اس کے وہ تین سال کی میعاد کے اندر خود بمقام ہوشیار پور فوت ہو گیا (حاشیہ: اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھلایا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔ مرزا قادیانی) (قادیانی مجموعہ اشتہارات۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۰)

منکوحہ آسمانی در قادیانی سراج منیر

اسی سال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سراج منیر کے نام سے اپنا ایک رسالہ شائع کیا جس میں میں لکھا تھا:

احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی پیش گوئی

جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ تین برس کی میعاد میں فوت ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اور مصیبتیں بھی دیکھے چنانچہ اس اشتہار کے بعد اپنے پسر کے فوت ہونے کی مصیبت دیکھی اور پھر اس کی ہمشیرہ عزیزہ کی وفات کا ناگہانی واقعہ اس کی نظر کے سامنے وقوع میں آیا اور بعد اس کے وہ تین سال کی میعاد کے اندر بمقام ہوشیار پور فوت ہو گیا۔ (حاشیہ: اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت۔ اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے کہ یہ شرط تھی توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھلایا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملے سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجود کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے)۔

(سراج منیر۔ ص ۳۴۔ قادیانی خزائن جلد ۱۲۔ ص ۳۵)

منکوحہ آسمانی در قادیانی حجۃ اللہ

مئی ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب قادیانی نے حجۃ اللہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ۔اس رسالے میں اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی ؒ کومخاطب کر کے مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد (سلطان محمد) اب تک زندہ ہے۔ سو میں کہتا ہوں اے نابکار قوم کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ اور کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا؟ سن اور سمجھ کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے۔ ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق۔ سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتی۔ اور یہ اعتراض جو تم کرتے ہو نئے نہیں۔ نوشتوں کو پڑھو کہ پہلے بدفہم لوگوں نے بھی ایسے ہی اعتراض نبیوں پر کئے ہیں۔ تمہارے دل ان سے مشابہ ہو گئے اور تمہارا یہ کہنا:

میعاد کے اندر وہ کیوں فوت نہیں ہوا؟،

یہ تمہاری بے ایمانی یا نا سمجھی ہے۔ الہام تو بی تو بی فان البلاء علی عقبك میں صاف توبہ کی شرط تھی۔ اور یہ الہام احمد بیگ اور اس کے داماد دونوں کے لئے تھا کیونکہ عقب لڑکی اور لڑکی کی اولاد کو کہتے ہیں اور یہ احمد بیگ کی بیوی کی والدہ کو خطاب تھا کہ تیری لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر خاوند مرنے کی بلا ہے۔ اگر توبہ کرو گی تو تاخیر موت کی جائے گی پس احمد بیگ کی زندگی کے وقت کسی نے اس الہام کی پرواہ نہ کی اور جب احمد بیگ فوت ہو گیا تو اس کی بیوہ عورت اور دیگر پسماندوں کی کمر ٹوٹ گئی وہ دعا اور تضرع کی طرف بدل متوجہ ہو گئی جیسا کہ سنا گیا ہے کہ اب تک احمد بیگ کے داماد کی والدہ کا کلیجہ اپنے حال پر نہیں آیا۔ سو خدا دیکھتا ہے کہ وہ شوخیوں میں کب آگے قدم رکھتے ہیں پس اس وقت وعدہ اس کا پورا ہو گا جب یہ سب کچھ پورا ہو گا تب نہ میں بلکہ ہر ایک دانا تم پر لعنت بھیجے گا کیونکہ تم نے خدا کا مقابلہ کیا۔ (حجۃ اللہ۔ قادیانی خزائن، جلد ۱۲ ص ۱۵۹)

منکوحہ آسمانی در قادیانی کتاب البریہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر عیسائیوں نے ایک مقدمہ قائم کیا جس کے بعد مرزا صاحب نے کتاب البریہ تصنیف فرمائی تھی۔اس کتاب میں کئی جگہ حیلوں بہانوں سے آپ نے منکوحہ آسمانی کو یاد فرمایا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اور محمد حسین (بٹالوی) کا میری پیش گوئیوں پر یہ جرح کہ کوئی الہامی پیش گوئی اس صورت میں سچی ہو سکتی ہے جب کہ اس کے ساتھ کی تمام اور پیش گوئیاں سچی ثابت ہوئی ہوں۔ یہ فی الواقع سچ ہے۔ مگر محمد حسین کا یہ خیال کہ گویا بعض پیش گوئیاں میری جھوٹی نکلی ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میری کوئی پیش گوئی جھوٹی نہیں نکلی۔آتھم کی نسبت جو پیش گوئی تھی اس میں صاف ایک شرط تھی،اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت بھی توبی تو بی کے الہام کی شرط تھی،اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ ان دونوں شرطوں کے موافق وہ دونوں پیش گوئیاں پوری ہوئیں...

احمد بیگ کے سامنے کوئی خوفناک نمونہ نہ تھا،اس لئے وہ نہ ڈرا،اور شرط سے فائدہ نہ اٹھایا،اور پیش گوئی کے موافق جلد فوت ہو گیا۔مگر اس کے بعد اس کے عزیزوں نے احمد بیگ کی موت کا نمونہ دیکھ لیا اور بہت ڈرے۔لہذا شرط سے فائدہ اٹھالیا ان اللہ لا یخلف المیعاد۔

اور اگر کوئی شرط بھی نہ ہوتی اور جس کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے رجوع کرتا اور ڈرتا یا اس کے عزیز جو اصل مخاطب پیش گوئی کے تھے رجوع کرتے اور ڈرتے،تب بھی خدا تعالی عذاب میں مہلت دے دیتا،جس طرح یونس نبی کی امت کو مہلت دی حالانکہ اس کی پیش گوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ خدا نے ابتداء سے وعید کے ساتھ یہ شرط لگا رکھی ہے کہ اگر چاہوں تو وعید موقوف کروں اسلئے قرآن میں یہ تو آیا ہے کہ: ان اللہ لا یخلف المیعاد،

اور یہ نہیں آیا کہ :ان الله لا یخلف الوعید ۔

(قادیانی خزائن ۱۳۔ کتاب البریہ۔ص ۴۱)

نیز مرزا صاحب قادیانی اس کتاب میں ایک حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ پیش گوئی (احمد بیگ کے داماد والی) بھی شرطی تھی، جس کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔یعنی احمد بیگ (والد مسماۃ محمدی) میعاد کے اندر فوت ہو گیا، اور اس کے مرنے پر اس کے عزیزوں نے نہایت درجہ خائف اور ترساں ہو کر شرط کو پورا کیا۔اور ضرور تھا کہ شرط کے موافق ظہور میں آتا۔مگر یہ بھی ضرور ہے کہ دلوں کے سخت ہونے پر خدا کے اصل ارادہ کی پیشگوئی کے مطابق تکمیل ہو جائے جیسا کہ آتھم کی پیش گوئی میں بھی شرط بھی پوری ہوئی اور آخر موت کی سزا بھی ملی۔غرض ساری کی ساری پیش گوئی پوری ہوئی

(کتاب البریہ حاشیہ۔ص ۱۷۴)

ایک اور حاشیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ دونوں پیش گوئیاں بڑی صفائی سے پوری ہو گئیں سلطان محمد یعنی احمد بیگ (والد محمدی) کا جو داماد ہے اس کی نسبت جو پیش گوئی تھی اس میں احمد بیگ اس کا خسر بھی شامل تھا اور پیش گوئی میں شرط توبہ تھی۔چنانچہ احمد بیگ نے شوخی اور تکذیب پر اصرار کیا اس لئے میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔دیکھو یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی رہا اس کا داماد سو احمد بیگ کی موت نے ان سب پر لرزہ ڈال دیا اور لرزاں اور ترساں ہو گئے اس لئے خدا نے اس کے داماد سلطان محمد کو کسی اور وقت تک مہلت دے دی۔اور آتھم بھی الہامی شرط کی وجہ سے اور اخفائے شہادت سے بموجب ہمارے الہام کے مر گیا۔ (کتاب البریہ ص ۱۸۸۔حاشیہ)

ایک اور حاشیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

یہ بھی کس قدر جھوٹ ہے کہ احمد بیگ (والد مسماۃ محمدی) کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ احمد بیگ پیش گوئی کی میعاد میں فوت ہو گیا اور بڑی صفائی سے پیش گوئی پوری ہوئی۔ (کتاب البریہ حاشیہ ۲۸۶)

منکوحہ آسمانی در قادیانی ایام الصلح

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری... جس کے عزیز اور لواحقین اسلام سے ٹھٹھا کرتے تھے اور بعض سخت مرتد ان میں سے قرآن شریف کی سخت تکذیب کر کے اور اسلام پر زبان بدکھول کر مجھ سے تصدیق اسلام کا نشان مانگتے تھے اور اشتہار چھپواتے تھے، سوخدا نے انہیں یہ نشان دیا کہ احمد بیگ عزیز ان کا چند موتوں اور مصیبتوں کے دیکھنے کے بعد تین برس کے اندر فوت ہو جائے گا۔ سوایسا ہی ہوا اور وہ میعاد کے اندر فوت ہو گیا تا معلوم کریں کہ ہر ایک شوخی کی سزا ہے (حاشیہ: یہ پیش گوئی بھی مشروط بہ شرائط تھی اور ضرور ہے کہ اس وقت تک اس کا دوسرا حصہ معرض توقف میں رہے جب تک خدا تعالی کی نظر میں اسباب نقض شرائط کے جمع ہوں۔ مرزا قادیانی)۔ (ایام الصلح۔ ص ۱۰۱)

منکوحہ آسمانی در قادیانی تریاق القلوب

۱۸۹۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے کہ

بکر و ثیب

جس کے یہ معنی ان کے آگے، اور نیز ہر ایک کے آگے، میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالی کا ارادہ ہے کہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔

چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا (نصرت بیگم سے شادی کے ساتھ۔ بہاء) اور اس وقت بفضلہ تعالی چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۷۵)

منکوحہ آسمانی اور اس کی ممکنہ سوتن

مرزا غلام احمد صاحب کے امام الصلوۃ مولوی کریم بخش عرف عبدالکریم سیالکوٹی کا کہنا ہے:

حضرت (مرزا قادیانی) کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے (یعنی نصرت سے شادی کے بعد بکر، کنواری، والا حصہ پورا ہو چکا اور عنقریب سلطان محمد فوت ہوگا اور پھر محمدی سے شادی ہو کر ثیب، بیوہ، والا حصہ پورا ہوگا۔ اور یوں مرزائیوں کی خوشی کا سامان ہوگا۔ بہاء)، حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ (نصرت بیگم) نے بار بار رو کر دعائیں کی ہیں۔ اور بار ہا خدا تعالی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے (کراہت کرتی ہے تو خود مرزا صاحب کی زوجہ اول کی سوتن کیوں بنیں۔ بہاء)، مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال وابطال ہو۔

ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت (مرزا قادیانی) نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں۔ آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپکے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں، خواہ میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ (الحکم قادیان ۱۹۰۰ء ۱۷ جنوری۔ ص ۹)

منکوحہ آسمانی در الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء

مرزا غلام احمد قادیانی کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کہتے ہیں:

رات اس فضول مضمون کا تذکرہ ہوا جو کسی امام دین لاہوری نے اخبار عام میں ابھی شائع کیا ہے کہ اس نے احمد بیگ (والد مسماۃ محمدی) والی پیش گوئی پر اعتراض کیا ہے۔

فرمایا (مرزا قادیانی نے) اگر کوئی شخص خدا تعالی کے خوف سے غور کرے کہ چار شخصوں کی موت کی نسبت ہماری پیش گوئی تھی جن میں سے تین ہلاک ہو چکے ہیں اور ایک (داماد مرزا احمد بیگ) باقی ہے تو اس کی روح کانپ جائے گی کہ کس دلیری سے اور کیوں وہ اعتراض کر سکتا ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا تعالی کے مصالح اس میں ہیں۔

پھر فرمایا (مرزا قادیانی نے کہ) خدا تعالی کی عادت ہے کہ راست بازوں کے مخالفوں کی عمریں بھی ان کے کارخانہ کی رونق کے لئے لمبی کر دیتا ہے۔ خدا تعالی قادر تھا کہ ابوجہل اور اس کے امثال پر مکہ معظّمہ میں یک جا اور ناگہاں بجلی پڑ جاتی اور بہت بڑی ایذاء پہنچانے سے قبل ان کا استیصال ہو جاتا۔ مگر ان کا تارو پود درہم برہم نہ ہوا جب تک بدر کا یوم نہ آیا۔ اگر ایسی ایسی کاروائیاں جلد جلد پوری ہو جائیں تو نبی بہت جلد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے، اور وہ گرمی ہنگامہ کیونکر رنگ آرائے چہرہ ہستی ہو جس کے قیام کے بغیر طرح طرح کے علوم و حکمتیں بروئے کار نہیں آسکتیں۔

فرمایا (مرزا قادیانی نے کہ) خدا تعالی صادق کو نہیں اٹھاتا جب تک اس کا صادق ہونا آشکارا نہ کر دے اور ان الزاموں سے اس کی تطہیر نہ کر دے جو ناعاقبت اندیش اس پر لگاتے ہیں۔

اس پر پھر آپ نے کل کی اپنی رؤیا سنائی۔ فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ محمود کی والدہ آئی ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک جوتی ہے۔ اور مجھ سے کہتی ہیں یہ نئی جوتی آپ پہن لیں۔ اور پھر میرے ہاتھ میں دیکر کہا یہ جوتی آپ کے لئے ہے، پہن لیجئے، دشمن زیر ہے (یعنی سلطان محمد ابھی مر جائے گا، محمدی بیگم تمہیں مل جائے گی کیونکہ معاشرے کے ایک طبقے میں بیوی کو پاؤں کی جوتی بھی سمجھا جاتا تھا)

(الحکم قادیان ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۱۔۲)

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پیش گوئی چار افراد کے مرنے کی تھی، جن میں سے تین مر چکے ہیں۔ اور حال یہ ہے، کہ سبھی جانتے ہیں کہ آتھم پیش گوئی کی مدت میں نہیں مرا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اس کا مرنا ستمبر ۱۸۹۴ء میں قرار دیا تھا، اور وہ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد مرا جیسا کہ ہر ایک انسان کو کبھی نہ کبھی مرنا ہی ہے۔ اور یوں اس کے متعلق قادیانی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

لیکھ رام کے خارق عادت عذاب کی پیش گوئی تھی، وہ چھری سے قتل ہوا۔چھری سے قتل ہونا کوئی خارق عادت بات نہیں ہے، اور عذاب تو وہ ہے جو زندہ رہتا اور بھگتتا۔موت کو تکالیف سے چھٹکارا سمجھا جاتا ہے، ویسے بھی شیخ الاسلام مولانا محمد حسین نے اسے چیلنج کر رکھا تھا کہ آؤ کسی میدان میں ثابت کرو کہ وہ تمہاری پیش گوئی کے مطابق مرا ہے لیکن مرزا صاحب چیلنج قبول کرنے سے نے انکار کر دیا تھا۔

تیسرا فرد احمد بیگ تھا جس نے پیش گوئی کے مطابق روز نکاح محمدی بیگم وسلطان محمد سے تین سال میں مرنا تھا۔اس پیش گوئی کا مفہوم یہ تھا کہ روز نکاح سے سلطان محمد ڈھائی سال میں مرے گا۔احمد بیگ تین سال میں۔یعنی پہلے باری سلطان محمد کی تھی جس نے ڈھائی سال میں مرنا تھا، اور پیش گوئی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی موت کے بعد، اور پیش گوئی کی تین سال کی مدت میں سے جو وقت بچتا، سال یا دوسال یا چھ مہینے، ان میں احمد بیگ نے مرنا تھا۔اگر یوں نہیں تھا تو پیش گوئی یوں ہونا چاہیے تھی کہ سلطان محمد اور احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے۔پھر جو کوئی بھی پہلے مرتا ٹھیک ہوتا، جو بعد میں مرتا ٹھیک ہوتا۔لیکن پیش گوئی میں دی ہوئی ترتیب جو کچھ بتا رہی ہے مرزا صاحب ملحوظ نہیں رکھ رہے ہے۔یوں احمد بیگ کی موت بھی پیشگوئی کے مطابق نہیں ہوئی کیونکہ سلطان محمد تو ابھی زندہ تھا۔

پھر مرزا صاحب قادیانی کا یہ کہنا کہ صادق اس وقت تک نہیں مرتا جب تک ثبوت نہ مل جائے، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ سلطان محمد کے مرنے اور محمدی بیگم سے شادی تک مرزا صاحب نہیں مریں گے۔اگر ایسا ہوا تو وہ صادق نہیں ہوں گے۔

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں نہ سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہوکر مرزا صاحب کے ہاں بیوی بن کر آئی۔ اور مرزا صاحب چل بسے۔اس کا کیا مطلب ہے؟

ویسے کسی قادیانی نے اس مرزائی خواب کی کیا عمدہ تعبیر فرمائی ہے جس نے نصرت جہان، سیدزادی، جو مرزائیوں کے نزدیک ام المرزائیین ہے، یعنی اپنی ماں کو بھی مرزا صاحب قادیانی کے پاؤں کی پرانی جوتی بنا دیا ہے۔وہ بے چاری اس تعبیر کو سن کر یہ مصرعے گنگناتی ہوگی:

یہ جانتی اگر تو لٹاتی نہ گھر کو میں، اور، اس مرزائیت میں عزت سادات بھی گئی۔

منکوحہ آسمانی در قادیانی اربعین نمبر۲

مرزا صاحب قادیانی اپنی اربعین نمبر۲ میں منکوحہ آسمانی اوراس پیش گوئی کے ناقدین کی بابت اپنے چند الہامات یوں نقل کرتے ہیں:

كذ بوا بآ يا تنا و كا نوا بها يستهز ؤن ۔ فسيكفيكهم الله و ير د ها اليك۔
لا مبـد ل لكلما ت الله ۔ و ان وعد الله حق و ان ر بك فعا ل لما ير يد ۔ قل اى
و ر بى انه لحق و لا تكن من الممتر ين ۔ انا زو جنا كها۔
انما امر نا اذا ار د نا شيئاً ان نقو ل له كن فيكو ن ۔

اورحاشیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: یہ پیش گوئی اس نکاح کی نسبت ہے جس پر نادان مخالف جہالت اور تعصب سے اعتراض کرتے ہیں کہ زو جنا ك کے کیا معنی ہوئے؟
حالانکہ فقرہ یر دّھا الیك سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اس عورت (مسماۃ محمدی) کا جانا اور پھر واپس آنا شرط ہے۔اور بعد اس کے مرتبہ زو جنا ك ہے کیونکہ اول وہ صورت قرابت قریبہ کی وجہ سے قریب تھی پھر وہ دور چلی گئی (وہ قرابت قریبہ کیا تھی؟ یہی نا کہ وہ چچازاد بہن کی بیٹی، یعنی رشتے میں آپ کی بھانجی تھی۔کیا سلطان محمد سے اس کی شادی کے بعد یہ قرابت قریبہ ٹوٹ گئی اور یہ رشتے کی بھانجی والا رشتہ ختم ہو گیا تھا؟ بہاء) پھر دور چلی گئی اور پھر واپس آئے گی۔اور یہی معنی ردّ کے ہیں۔ (اربعین نمبر۲ ص۳۴)

منکوحہ آسمانی در اشتہار ۱۵دسمبر ۱۹۰۰ء و قادیانی اربعین نمبر۴

مولوی الٰہی بخش لاہوری کے ذکر میں ایک جگہ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:
منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کی کتاب عصائے موسیٰ مجھ کو ملی، جس میں میری ذاتیات کی نسبت

محض سوءظن سے اور خدا کی بعض سچی اور پاک پیش گوئیوں پر سراسر شتاب کاری سے حملے کئے گئے ہیں۔ وہ کتاب جب میں نے ہاتھ سے چھوڑی، تو تھوڑی دیر کے بعد منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہوا

یـریـدون ان یـروا طـمثك و الـله یرید ان یریك انعا مه ا لانعا مات المتوا تره انت منی بمنزلة اولادی و الله وکیل و ربك فقلنا یا نار کو نی بردا ان الله مع الذین اتقوا و الذین هم یحسنون الحسنی۔

ترجمہ۔ یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں، اور خدا چاہتا ہے کہ اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں، دکھلائے۔ اور خون حیض سے تجھے کیوں کر مشابہت ہو وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنا دیا، اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ اس لیے تو مجھ سے بمنزلہ اولاد کے ہے۔

یعنی بچوں کا گوشت پوست خون حیض سے ہی پیدا ہوتا ہے، مگر وہ خون حیض کی طرح ناپاک نہیں کہلا سکتے۔ اس طرح تو بھی انسان کی فطرتی ناپاکی سے جو لازم بشریت ہے اور خون حیض سے مشابہ ہے، ترقی کر گیا ہے۔ اب اس پاک لڑکے میں خون حیض کی تلاش کرنا حمق ہے وہ تو خدا کے ہاتھ سے غلام ذکی بن گیا اور اس کے لیے بمنزلہ اولاد کے ہے، اور خدا تیرا متولی اور پرورندہ ہے۔ جس آگ کو اس کتاب عصائے موسیٰ نے بھڑکانا چاہا ہے ہم نے اس کو بجھا دیا ہے۔

اہانت کیلیے منشی (الٰہی بخش) صاحب کو دو ہی راہیں سوجھی ہیں۔ ایک یہ کہ جس قدر کتابوں کا (میں یعنی مرزا قادیانی نے) وعدہ کیا تھا وہ سب شائع نہیں کیں۔ (منشی صاحب نے) یہ خیال نہ کیا کہ اگر کچھ دیر ہو گئی تو قرآن شریف بھی تو ۲۳ برس میں ختم ہوا۔ آپ کو بدنیتی پر کیونکر علم ہو گیا (مرزائی کتابوں کی قرآن شریف سے کیا نسبت؟ اور قرآن شریف تو ۲۳ برس مکمل ہو ہی گیا تھا، مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کی بقیہ ۴۵ جلدوں میں سے ایک جلد بھی سواصدی گزر جانے کے باوجود کہیں نظر نہیں آئی۔ جب کہ مرزا صاحب ان لاموجود جلدوں کی قیمت کے پیسے بھی کھا کر ہضم کر چکے ہیں جب کہ قرآن شریف کی ایک آیت کو بھی آنحضرت ﷺ نے فروخت نہیں کیا تھا۔

براہین احمدیہ اور قرآن کریم کا معاملہ تو: چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک، والا ہے۔ بہا)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ اس کا جواب تو یہی ہے لعنة الله علی الکاذبین ۔

اسی طرح احمد بیگ کے داماد کے متعلق شرطی پیش گوئی ہے۔ اگر کچھ ایمان باقی ہے تو کیوں شرط کی انتظار نہیں کرتے ۔ (یعنی ۱۹۰۰ء تک مرزا صاحب اس نکاح کے وقوع ہونے کا یقین دلا رہے ہیں، اور مخالفوں سے کہہ رہے ہیں کہ ایمان ہے تو انتظار کیوں نہیں کرتے ۔ اب اس تحریر کو ایک سو بارہ سال گذر چکے ہیں، مرزا صاحب تو ہیں نہیں جن سے پوچھا جائے کہ اور کتنا انتظار کرنا ہوگا۔ بہاء)

منشی الٰہی بخش صاحب نے جھوٹے الزاموں اور بہتانوں اور خلاف واقعہ کی نجاست سے اپنی کتاب عصائے موسیٰ کو ایسا بھر دیا ہے جیسا کہ ایک نالی اور بدرو گندے پانی سے بھر جاتی ہے۔ یا جیسا کہ سنڈاس پاخانہ سے ۔ اور خدا سے بے خوف ہو کر میری عزت پر افتراء کے طور پر سخت دشمنوں کی طرح حملہ کیا۔ وہ یقیناً سمجھ لیں کہ یہ کام انہوں نے اچھا نہیں کیا اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ان گالیوں سے زیادہ نہیں جو حضرت موسیٰ کو دی گئیں اور حضرت مسیح کو دی گئیں اور ہمارے سید محمد ﷺ کو دی گئیں ۔ افسوس انہوں نے آیت ویل لکل همزة لمزة کے ویل کے وعید سے کچھ بھی اندیشہ نہیں کیا اور نہ انہوں نے آیت لا تقف ما لیس لك به علم کی بھی کچھ بھی پرواہ کی۔ وہ بار بار میری نسبت لکھتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دے دی کہ میں آپ کے افتراء کی وجہ سے کسی انسانی عدالت میں آپ پر نالش نہیں کرونگا۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں نہ صرف انسانی عدالت میں نالش نہ کروں گا بلکہ میں خدا کی عدالت میں بھی نالش نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے اور قابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں اور مجھے ناکردہ گناہ کا دکھ دیا ہے اس لیے میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کر دے۔ ا لا لعنت الله علی الکاذبین ۔ (تو کیا مرزا صاحب کی موت سے پہلے سلطان محمد مر گیا تھا، اور کیا محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی ہو گئی تھی۔ بہاء) اس کے متعلق قطعی اور

یقینی طور پر مجھ کو ٦ دسمبر ١٩٠٠ء روز پنج شنبہ یہ الہام ہوا:

بر مقام فلک شدہ یارب۔ گرامیدے دہم مدار عجب۔ بعد ١١ انشاء اللہ۔

میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں (اربعین نمبر۴ میں یہ اشتہار منقول ہے اور وہاں، گیارہ دن کے بعد گیاراں ہفتے، بھی لکھا ہے۔ بہا۔) یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لیے اس مدت میں ظاہر ہوگا، جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کے کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں دریا خشک ہو سکتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک کہ پورا نہ ہو لے۔ (١٩٠٠ء کے بعد گیارہ برسوں میں مرزا صاحب کی بریت کا کون سا نشان ظاہر ہوا؟ کیا سلطان محمد مر گیا اور محمدی بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آ گئی، یا کیا سلطان محمد نے محمدی کو طلاق دے دی اور وہ مطلقہ ہو مرزا صاحب کے پہلو میں جا بیٹھی۔ کوئی مرزائی بتائے تو سہی کہ آخر کیا ہوا؟ کیونکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالی نے گیارہ سال کی مدت بھی پوری نہیں کرنے دی اور مرزا صاحب اس اشتہار کے صرف ساڑھے سات سال بعد ہی دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔
ویسے اس الہام سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کے ابھی مرنے کے ارادے نہیں تھے، وہ ٩٥ سال عمر والے الہام و کشف پر پورا یقین رکھتے تھے، اس لئے ان کی منصوبہ بندی طویل مدت کو محیط تھی۔ تاہم اس سیانے کوّے سے ایک غلطی ہو ہی گئی کہ لفظ گیارہ کو گول مول کرنے کی غرض سے گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال کے الفاظ تو فرما دیئے، لیکن گیارہ صدیوں کے الفاظ کو اس الہام کے جال میں پھنسانے سے چوک گئے، کیوں کہ بایں صورت کم از کم اگلے ایک ہزار سال تک مرزائی کہہ سکتے تھے کہ ایمان ہے تو انتظار کرو کیوں کہ مرزا صاحب نے ١٩٠٠ء میں گیارہ صدیاں اپنی بریت کے نشان کے انتظار کا کہا تھا۔ بہاء)

اور منکر کہتا ہے کہ فلاں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ اے سخت دل! خدا سے شرم کر۔ وہ تمام پیش گوئیاں پوری ہو گئیں اور یہ زمانہ نہیں گزرے گا جب تک باقی ماندہ حصہ پورا نہ ہو جائے۔ (معلوم نہیں یہاں لفظ، زمانے، سے مرزا صاحب کی کیا مراد ہے۔ کیونکہ اس تحریر کو ایک سو بارہ سال گذر چکے لیکن پیش گوئی متعلقہ محمدی بیگم کا باقی ماندہ حصہ، یعنی محمدی کی مرزا صاحب سے شادی کا ہونا، پورا نہیں ہوا؟ بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی زمانے کے لفظ سے اپنی زندگی کا دورانیہ مراد لیتے ہیں، کہ میری زندگی میں اس پیش گوئی کا بقیہ حصہ پورا ہو جائے گا یعنی یہ شادی ہو جائے گی خواہ اس وقت منکوحہ کے منہ میں نہ دانت ہوں نہ پیٹ میں آنت)

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ٣ ص ٣٧٥۔ ٣٨٠ حاشیہ۔ اشتہار قادیانی ١٥ دسمبر ١٩٠٠ء)

یہاں مرزا صاحب قادیانی کہہ رہے ہیں کہ جو پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں ان کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کیوں کرتے ہو۔ بلکہ چپ کر کے دیکھتے رہو کہ آخر کار یہ پوری ہو کر رہیں گی۔

اب کوئی پوچھے کہ جس شخص کے بارے میں پیش گوئی ہو کہ وہ اڑھائی سال میں مر جائے گا، اور وہ شخص اڑھائی سال میں نہ مرے، تو اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا انتظار کرنے کا اب کیا مطلب رہ گیا؟ وقت تو گزر گیا۔ مدت ختم ہو گئی۔ کھیل ختم ہو گیا اور پیسہ ہضم۔ پیش گوئی جھوٹی ہو گئی۔

ویسے مرزا صاحب قادیانی انتظار کا کہہ رہے تھے، تو کوئی پوچھے کہ انتظار سے بھی کیا ملا؟

احمد بیگ کا داماد سلطان محمد تو مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں مرا ہی نہیں۔ بلکہ تقسیم ہند کے بعد لاہور میں مرا۔ یعنی انتظار کے باوجود مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی جھوٹی ہی نکلی۔

اور مرزا صاحب قادیانی کہتے کہ ہیں مجھے یقین ہے کہ میری موت اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک منشی الٰہی بخش لاہوری صاحب کے لگائے ہوئے اعتراضات دور نہیں ہو جاتے۔

منشی الٰہی بخش صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی جن پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے پر اعتراض کیا تھا وہ کبھی بھی پوری نہیں ہوئیں۔ نہ سلطان محمد، مرزا صاحب کی زندگی میں مرا، اور نہ محمدی بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں آئی۔

اب مرزائی بتائیں کہ کیا مرزا صاحب قادیانی ابھی تک زندہ ہیں؟ اگر زندہ ہیں تو حکیم نورالدین کس کی خلافت کرتے رہے ہیں؟

ویسے اگر مرزا صاحب قادیانی ابھی زندہ بھی ہوں، تو محمدی بیگم سے ان کی شادی تب بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ اب تو محمدی بیگم مر چکی ہے۔

اور اگر بفرض محال اس شادی کا ہونا ٹھہر ہی جائے، تو سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بارات کہاں جائے گی؟ محمدی بیگم اور اس کے والدین تو منکرین مرزا ہونے کے باعث مرزائیوں کے عقیدے کے مطابق دوزخ میں ہیں۔

(یہ بھی معلوم رہے کہ محولہ بالا اربعین میں مرزا صاحب قادیانی نے یہ بھی لکھا تھا:

(میں نے اپنا ارادہ یہ ظاہر کیا تھا کہ اس رسالہ اربعین کے چالیس اشتہار جدا جدا شائع کروں ۔اور میرا خیال تھا کہ میں صرف ایک ایک صفحہ کا اشتہار یا کبھی ڈیڑھ صفحہ یا غائت کار دو صفحہ کا اشتہار شائع کرونگا اور یا کبھی شائد تین یا چار صفحہ کا اتفاق ہو جائے گا۔لیکن ایسے اتفاقات پیش آگئے کہ اس کے برخلاف ظہور میں آیا اور نمبر، دو،اور تین اور چار رسالوں کی طرح ہو گئے ۔ چنانچہ اس رسالہ کی قریباً ستر صفحہ تک نوبت پہنچ گئی اور درحقیقت وہ امر پورا ہو چکا جس کا میں نے ارادہ کیا تھا اس لئے میں نے ان رسائل کو صرف چار نمبر تک ختم کر دیا اور آئندہ شائع نہیں ہوگا۔جس طرح ہمارے خدائے عزوجل نے اول پچاس نمازیں فرض کیں پھر تخفیف کر کے پانچ کو بجائے پچاس کے قرار دے دیا۔ اسی طرح میں بھی اپنے رب کریم کی سنت پر ناظرین کے لئے تخفیف تصدیع کر کے چار کو بجائے چالیس کے قرار دیتا ہوں ۔..اربعین نمبر ۴ ص ۱۲) ۔ نیز یاد رہے کہ چار اور چالیس کو برابر قرار دینے والے اسی کلیے کے تحت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کی پانچ جلدوں کو موعودہ پچاس جلدیں قرار دے کر مکمل براہین (پچاس جلدوں پر مشتمل) کی پیشگی قیمت ہضم کی تھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ان احادیث کا مضحکہ اڑاتے ہیں جن میں پہلے پچاس اور پھر حضرت موسی علیہ السلام کی درخواست سے بار بار بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر پانچ کروانے کا ذکر ہے۔اور یہاں اپنی نااہلی ،ناکامی ،ارادوں کی ناتمامی پر پردہ ڈالنے کے لئے اسی حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ اللہ تعالی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں چار کو چالیس کے برابر قرار دیتا ہوں۔بہاء)

قادیانی کے عدالتی بیان میں منکوحہ آسمانی

جولائی ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب قادیانی کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں حاضری دینا پڑی۔

دوران مقدمہ اپنے عدالتی بیان میں مرزا صاحب لکھاتے ہیں:

اللہ تعالی حاضر ہے میں سچ کہوں گا۔میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے (یعنی ساٹھ سال سے کم ہے۔ بہاء)...ایک چاہ پرانا ہے جو سلطان احمد پسرم کے مکان کے دروازہ کے آگے ہے چھ سات سال سے میں نے ایک چاہ اپنے زنان خانہ میں سہولت زنان خانہ کیلئے بنایا ہے۔سقہ بہت سا پانی نہیں دے سکتا۔اس وقت بھی زنان خانہ میں پچاس ساٹھ عورتیں ہیں۔ جو چاہ متصل دروازہ مکان

سلطان احمد (بن مرزا غلام احمد قادیانی) کے ہے عرصہ سے ہمارے مصرف میں نہیں آتا۔ ہمارے آدمی پانی لینے جاویں تو سلطان احمد کے آدمی روکتے ہیں۔

سلطان احمد کا خاص کوئی آدمی نہیں ہے اس کی پہلی بیوی مرگئی ہے، اب امام الدین مدعا علیہ کی بیٹی اس کی بیوی ہے، اور امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے جو میرے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی ہے۔ روکنے والی وہی امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے، و بسازش امام الدین روکتی ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ممانعت سنی ہے۔ میں نے خود امام الدین کی ہمشیرہ کی زبانی سنا ہے کہ یہ لوگ میرے بھائی امام الدین و نظام الدین کے دشمن ہیں اور میرا رشتہ بھائیوں سے ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ اس چاہ سے پانی بھریں ان کو روک دو۔ میں نے اس کو بہت دفعہ کہتے سنا ہے۔ سلطان احمد مجھ سے مخالفت رکھتا ہے۔ ایک وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ وہ مرزا غلام قادر کا متبنی بنایا گیا تھا، اور میری نصف جائداد کا شریک کیا گیا تھا۔ اب وہ اسی میں مصلحت دیکھتا ہے کہ تائی کے ساتھ موافقت رکھے ...(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۷)۔

کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ عموماً صبح کے وقت ہی جاتا ہوں، شام کو کبھی شاذ ونادر ہی جاتا ہوں۔ میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ بھی میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصولوں کے مطابق اس کیلئے چہل قدمی مفید ہے۔ ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے۔ خادم عورتوں سے مراد خدمت گار عورتیں ہیں۔ پندرہ سولہ عورتیں ہیں۔ چند فارغ خدمت گاروں کو ساتھ لے لیتی ہیں۔ یہ بات عام نہیں ہے بلکہ علاج کے لئے ہے ...

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے۔ وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے (یعنی وہ امام الدین کی قریبی یعنی اس کی ہمشیرہ زادی ہے، غلام احمد کی چچازاد ہمشیرہ کی بیٹی ہے اور امام دین کی سگی ہمشیرہ کی۔ بایں صورت کس کا رشتہ محمدی سے قریب کا ہے، مرزا امام دین کا یا مرزا غلام احمد کا۔ اور جب امام دین، غلام احمد کا دشمن ہے اسے کافر کہتا ہے تو شادی کے معاملے میں محمدی بیگم امام دین کے پاس ہوگی نہ کہ غلام احمد کے پاس۔ غلام احمد کا رشتہ تو ایسا ہے کہ دونوں کی شادی باہم جائز ہے جب کہ امام دین کیلئے وہ محرمات میں شامل

ہے۔قریبی کس کی ہوئی؟ انــا راد وهـا اليك کا ترجمہ مرزا غلام احمد یہ کیا کرتے کہ وہ تمہاری پاس تھی، پھر تمہارے پاس سے لے جائے گی، پھر وہ تمہارے پاس لوٹائی جائے گی۔رشتہ داری کی مندرجہ بالا صورت میں وہ شادی سے پہلے مرزا غلام احمد کے پاس کیسے ہوئی، جب کہ امام الدین سے اس کا رشتہ بھی زیادہ قریبی تھا اور جب وہ شادی سے پہلے قادیان میں آ کر رہا کرتی تھی تو اپنے اسی حقیقی ماموں مرزا امام دین کے پاس رہا کرتی تھی، اور امام دین اور غلام احمد کی تو آپس میں دشمنی تھی۔ اس لئے محمدی کی مرزا غلام احمد سے قربت کا سوال نہیں اٹھتا، جو محمدی کی سلطان محمد سے شادی کے بعد اس کا غلام احمد سے دور ہو جانا قرار دیا جائے۔بہاء)

جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے۔وہ عورت (مسماۃ محمدی) میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا، جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے۔وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑیگا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔

پیش گوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی۔ اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی۔اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا، اور خصوصاً شوہر پر پڑا۔جو پیشگوئی کا ایک جزء تھا۔انہوں نے توبہ کی (کیا سلطان محمد وہ مرزائی ہوا؟ کیا اس نے محمدی کو طلاق دی؟ اگر نہیں تو، توبہ کا کیا مطلب؟ بہاء) چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی۔

عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔

امید کیسی؟ یقین کامل ہے۔یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

اشخاص ذیل کی نسبت موت کا الہام تھا: عبداللہ آتھم، لیکھرام، احمد بیگ، سلطان محمد۔

ان میں سے صرف سلطان محمد زندہ ہے۔عبداللہ آتھم اگر چہ ظاہری نگاہ میں میعاد کے اندر نہیں مرا، مگر اسکی نسبت شرطیہ الہام تھا چونکہ اس نے ظاہری میعاد کے اندر توبہ کر لی اس کو مہلت دی گئی۔ اسکے بعد اس نے اخفاءِ حق کیا، پھر میرے اشتہار کے بعد وہ بہت جلد مر گیا۔اب آتھم کہاں ہے اسے لاؤ۔احمد بیگ اپنی میعاد کے اندر مر گیا۔لیکھرام بھی میعاد کے اندر مر گیا...

بعض علماء نے میری نسبت کفر کا فتوی دیا ہے اور بہتوں نے مجھے قبول کیا ہے اور ان میں سے بھی جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا بعض توبہ کر کے میرے پاس آتے جاتے ہیں۔تم کلامہ

اس قادیانی بیان کی بابت اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی نے اپنے اخبار میں لکھا ہے:

مرزا صاحب کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی۔چنانچہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا:

اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر ہنسی کی جاتی ہے..الخ،

تو خصوصیت کے ساتھ ناظرین میں سے ہمارے اکسٹرا اسسٹنٹوں پر بہت بڑا اثر پڑا۔وہ بڑی حیرت کے ساتھ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ایسا ہی جب ڈسٹرکٹ جج نے یہ سوال کیا کہ کیا امید ہے کہ وہ (محمدی) پھر آپ کے نکاح میں آئے گی۔اسکے جواب میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے جس لب ولہجہ میں یہ فرمایا کہ:

امید کیا ہوتی ہے یقین کامل ہے کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی،

تو اس کا بھی ایک خاص اثر پڑا۔غرض اس انداز کو ہم بیان نہیں کر سکتے اور اس اثر اور جوش کی تصویر نہیں دکھا سکتے جو اس وقت ظاہر ہو رہا تھا... مرزا صاحب (بعد بیان) ایک مجمع کثیر کے ساتھ عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔آپ اس قدر خوش تھے جس کی کوئی حدو پایان نہیں۔

فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آ گیا ہے اگر ہم ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے اور آرزو رکھتے کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہو جائے اور اس طرح پر تین ڈپٹی

گواہ ہو جاویں تو کبھی بھی نہ ہوتا۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔اب عدالت کے کاغذات سے کون اس کو مٹا سکے گا۔

جب یہ پیشگوئی پوری ہوگی، کیا ان ڈپٹیوں پر اس کا اثر نہ پڑے گا۔ضرور ہی پڑیگا۔جیسے لیکھ رام کی پیش گوئی کی بہت شہرت ہوئی تھی اسی طرح اسکی شہرت ہوگئی۔اور یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہوگئی۔

اس کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی اور اس خوشی کے متعلق بار بار حضرت (مرزا قادیانی) ذکر کرتے رہے ..(نوٹ: عدالت میں ڈپٹی گنگا رام، مرزا ظفر اللہ خان صاحب اور منشی عبدالشکور صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنران بھی موجود تھے)۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

اسی عدالتی بیان کے متعلق اڈیٹر الحکم نے تین ہفتے بعد لکھا کہ گورداسپور میں بعد از مقدمہ، مرزا صاحب نے فرمایا:

آج عدالت میں سلطان محمد کے معاملہ کو پیش کیا گیا کہ وہ زندہ ہے۔میں کیا کروں، کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں،اور کون سا طریق اختیار کروں، جو ان کو سمجھا سکوں۔یہ لوگ نہ میرے پاس آتے ہیں ،نہ میری باتوں کو سنتے ہیں،اور نہ ان کو خدا تعالی کے قوانین پر اطلاع ہے،اور نہ علم ہے۔

وہ نہیں دیکھتے کہ چار شخصوں کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جن میں سے تین مر گئے اور اب صرف ایک باقی ہے،اور وہ بھی پیش گوئی ہی کے موافق اب تک زندہ ہے۔

اس پیش گوئی کے غلط ہونے کا اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب سلطان محمد سے پہلے میں مر جاؤں یا وہ عورت مر جائے (اور پھر یہی ہوا کہ مرزا قادیانی، سلطان محمد اور محمدی سے عشروں پہلے مر گئے۔بہا)۔لیکن جب خدا تعالی نے اسی طرح پر مقدر کیا ہے کہ وہ عورت بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے اور یہ کبھی نہیں ٹلے گا، کیونکہ خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں پھر کیوں یہ لوگ صبر سے انتظار نہیں کرتے۔میں آپ سے سچ کہتا ہوں جیسا کہ آج میں نے خان بہادر خدا بخش صاحب کے سامنے عدالت میں کہا کہ آج مجھ پر ہنسی کی جاتی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس کا اثر پڑے گا اور وہ وقت ہنسی والوں کے

لئے شرمندگی کا ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان۔۳۱۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

حاصل یہ کہ اس مقدمہ میں جو مرزا صاحب قادیانی کے اپنے شریکوں کے ساتھ تھا، مرزا صاحب کے کذب کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ اس مقدمہ میں بیان دیتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ محمدی بیگم سے شادی کی انہیں امید ہی نہیں بلکہ یہ اٹل بات ہے۔ یہ شادی ہو کر رہے گی، کوئی اسے ٹال نہیں ہوسکتا۔ یعنی مرزا سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور ان کی زندگی میں مرے گا۔ مسماۃ محمدی بیگم بیوہ ہوگی، اور پھر میرے نکاح میں آئے گی۔

اور مرزا صاحب قادیانی کے کہنے کے مطابق اب یہ پیش گوئی عدالتی کاغذات میں درج ہوگئی ہے جہاں سے کوئی مخالف اسے ختم نہیں کرا سکتا، اور بڑے بڑے سرکاری افسران اس پیش گوئی کے گواہ بن گئے ہیں، اور یہ کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی، تو مخالف شرمندہ ہوں گے۔ وغیرہ۔

نیز مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا تھا کہ ابھی تک (۱۹۰۱ء تک) میں بھی زندہ ہوں، وہ عورت بھی زندہ ہے، اس لئے مجھ پر کوئی اعتراض نہ کرو، اور انتظار کرو۔

پھر لوگوں نے انتظار کیا، گواہ سرکاری افسروں نے انتظار کیا، عدالتی کاغذات میں وہ پیش گوئی مرزا صاحب قادیانی کو للکارتی رہی، ان کی منکوحہ آسمانی، مرزا سلطان محمد کے بچے جنتی رہی۔ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب راہی ملک عدم ہوگئے، نہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرزا سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم، مرزا قادیانی کی زندگی میں بیوہ ہوئی، نہ مرزا صاحب قادیانی کو ثیب (بیوہ) سے ہم کنار ہونا نصیب ہوا۔

منکوحہ آسمانی در قادیانی تحفہ غزنویہ

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں لکھی جانے والی کتاب تحفہ غزنویہ میں (جو غزنوی علماء امرتسر کے خلاف لکھی گئی تھی) ایک جگہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

میاں عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار نکالا ہے جو درحقیقت مولوی عبدالجبار اور ان

کے بھائیوں کی طرف سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس اشتہار میں جس قدر سخت بیانی اور ٹھٹھا اور ہنسی ہے جو قدیم سے طریق سفہاء کا ہے اس کو ہم خدا تعالیٰ کے عدل کے سپرد کر کے اصل باتوں کا جواب دیتے ہیں و باللہ التو فیق

یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پر مشتمل ہے۔ اول میاں عبدالحق نے بعض گزشتہ نشانوں اور پیش گوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ جو عنقریب پوری ہونے کو ہیں، پیش کر کے عوام کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا پوری نہیں ہوئیں۔

مثلاً وہ اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ ڈپٹی آتھم اور احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد (سلطان محمد) والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئیں۔ مگر ہمیں تعجب ہے کہ مولوی کہلا کر پھر ایسا گندہ جھوٹ بولنا ان لوگوں کی طبیعت کیونکر گوارا کر لیتی ہے۔ کس کو معلوم نہیں کہ یہ دونوں پیش گوئیاں رجوع الی الحق اور توبہ کی شرط کے ساتھ مشروط تھیں۔ مگر احمد بیگ بباعث اس کے کہ اس کی نظر کے سامنے کوئی ہیبت ناک نمونہ موجود نہیں تھا اس شرط سے فائدہ اٹھا نہ سکا اور پیش گوئی کی منشاء کے موافق عین میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کی موت نے صفائی سے پیش گوئی کی ایک ٹانگ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ احمد بیگ وہ شخص تھا جس کی موت نے مخالف مولویوں میں برا ماتم پیدا کیا اور محمد حسین نے لکھا کہ یقیناً اس شخص کو علم نجوم آتا ہے جس کی پیش گوئی ایسی صفائی سے پوری ہوگئی۔

مگر احمد بیگ کے داماد اور اس کے والدین اور اقارب نے جب یہ ہولناک نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ قبل از مردن، مردہ سمجھ لیا گیا اس لئے جیسا کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اس مشاہدہ سے بہت رجوع الی اللہ ان کے دلوں میں پیدا ہوا اور بعض نے مجھ کو خط لکھے کہ تقصیر معاف کریں ان کے گھروں میں دن رات ماتم شروع ہوا اور صدقہ خیرات اور نماز روزہ میں لگ گئے اور اس گاؤں کے لوگ عورتوں کا رونا اور چیخنا سنتے رہے۔ غرض وہ تمام زن و مرد خوف سے بھر گئے اور یونس کی قوم کی طرح اس عذاب کو دیکھ کر توبہ اور صدقہ اور خیرات میں مشغول ہو گئے پھر سوچ لو کہ ایسی حالت میں ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کیا معاملہ ہونا چاہیے تھا۔

ایسا ہی ڈپٹی آتھم بھی احمد بیگ والے نشان کو سن چکا تھا اور بذریعہ اخبارات اور اشتہارات کے یہ نشان لاکھوں انسانوں میں مشہور ہو چکا تھا اس لئے اس نے بھی پیش گوئی کے سننے کے بعد خوف اور ہراس کے آثار ظاہر کئے لہذا پیش گوئی کی شرط کے موافق خدا نے تاخیر ڈال دی کیونکہ شرط خدا کا وعدہ تھا اور وہ اپنے وعدہ کے برخلاف نہیں کرتا۔ یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاری اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنی عذاب کی پیش گوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے جیسا کہ یونس نبی کی چالیس دن کی پیش گوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی ٹل گئی اور نینوا کے رہنے والے جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے ان میں سے ایک بچہ بھی نہ مرا اور یونس نبی اس خیال اور اس ندامت سے کہ میری پیش گوئی جھوٹی نکلی اپنے ملک سے بھاگ گیا۔ اب سوچو کیا یہ ایمان داری ہے کہ اس اعتراض کرتے وقت اس قصہ کو یاد نہیں کرتے اور اس جگہ حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ قال لن ارجع الیھم کذابا یعنی یونس نے کہا کہ اب میں جھوٹا کہلا کر پھر اس قوم کی طرف ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اگر حدیث پر اعتبار ہے تو درمنثور میں اس موقع کی تفسیر میں حدیثیں دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کی بائبل پر اعتبار ہے تو یونہ نبی کی کتاب کو دیکھو آخر کسی وقت تو شرم چاہیے بے حیائی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اس ناانصافی اور ظلم کا خدا تعالی کے پاس کیا جواب دو گے کہ تم لوگوں نے سو پیش گوئی صفائی سے پوری ہوتے دیکھی اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور ایک دو پیش گوئیاں جن کو تم لوگ اپنی جہالت سے سمجھ نہ سکے جو مشروط بشرائط تھیں ان پر شور مچا دیا۔ مگر یہ شور مجھ سے اور میری پیش گوئیوں سے خاص نہیں ہے بھلا کسی ایسے نبی کا نام تو لو جس کی بعض پیش گوئیوں کی نسبت جاہلوں نے شور نہ مچایا ہو کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔

میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ وعید یعنی عذاب کی پیش گوئیوں کی نسبت خدا تعالی کی یہی سنت ہے کہ خواہ پیش گوئی میں شرط ہو یا نہ ہو تضرع اور توبہ اور خوف کی وجہ سے ٹال دیتا ہے اس پر صرف یونس کا قصہ ہی گواہ نہیں بلکہ قرآن اور حدیث اور تمام نبیوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالی جب کسی کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا ہے اور اس پر کوئی بلا نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ بلاء دعا اور توبہ

اور صدقات سے ٹل سکتی ہے۔اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی جو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے اگر اپنے اس ارادہ پر کسی نبی یا رسول یا محدث کو مطلع کر دے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیش گوئی کہلاتا ہے ۔پس جب کہ مانا گیا ہے کہ وہ ارادہ دعا اور صدقہ اور خیرات سے ٹل سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس ارادہ کی کسی ملہم کو اطلاع بھی دی گئی نہیں ٹل سکتا۔....

افسوس کہ نادان لوگ خدا تعالی کے وعدہ اور اس کی وعید میں کچھ فرق نہیں سمجھتے ۔وعید میں دراصل کوئی وعدہ نہیں ہوتا صرف اس قدر ہوتا ہے کہ خدا تعالی اپنی قدوسیت کی وجہ سے تقاضا فرماتا ہے کہ شخص مجرم کو سزا دے اور بسا اوقات اس تقاضا سے اپنے ملہمین کو اطلاع بھی دے دیتا ہے ۔پھر جب شخص مجرم توبہ اور استغفار اور تضرع اور زاریہ سے اس تقاضا کا حق پورا کر دیتا ہے تو رحمت الہی کا تقاضا غضب کے تقاضا پر سبقت لے جاتا ہے اور اس غضب کو اپنے اندر مجوب و مستور کر دیتا ہے یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ عذا بی ا صیب به من اشاء و ر حمتی وسعت کل شیء ۔ (اعراف ۱۵۷)یعنی ر حمتی سبقت غضبی ۔اگر یہ اصول نہ مانا جائے تو تمام شریعتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ (تحفہ غزنویہ۔قادیانی خزائن۔ج ۱۵ صفحہ۔۵۔۶۔۷)

اسی کتاب میں آگے چل کر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد کی نسبت ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ اس پیش گوئی کی دو ٹانگیں تھیں ایک احمد بیگ کی موت کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق ۔سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ مدت ہوئی کہ پیش گوئی کی منشاء کے موافق فوت ہو چکا ہے اور اس کی قبر ہوشیار پور میں موجود ہے۔

رہا اس کا داماد سو پیش گوئی کی شرط کی وجہ سے اس کی موت میں تاخیر ڈال دی گئی اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیش گوئی شرطی تھی پھر جب احمد بیگ شرط سے لا پرواہ رہ کر مر گیا تو اس کی موت نے اس کے داماد اور دوسرے اقارب کو یہ موقع دیا کہ وہ ڈریں اور شرط سے فائدہ اٹھائیں ۔سو ایسا ہی ہوا اور احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق جو شرطی الہام تھا اس کی یہ عبارت تھی:

ايها المر اة تو بی تو بی فان البلاء علی عقبك

چنانچہ مجھے یاد ہے کہ یہ الہام قبل از وقت بمقام ہوشیار پور شیخ مہر علی کے مکان پر بحاضری حافظ محمد یوسف یا منشی محمد یعقوب و نیز بحاضری منشی الٰہی بخش صاحب آپ کی جماعت میں سے ایک شخص کو جس کا نام عبدالرحیم (غزنوی) تھا یا عبدالواحد (غزنوی) تھا سنایا گیا تھا اور بعد میں یہ الہام چھپ بھی گیا تھا۔ غرض یہ پیش گوئی شرطی تھی جیسا کہ آتھم کی پیش گوئی شرطی تھی اور اگر وہ شرطی نہ بھی ہوتی تاہم بوجہ وعید ہونے کے یونس نبی کی پیش گوئی سے مشابہ ہوتی اور خدا کی باتوں کا صبر سے انجام دیکھنا چاہیے نہ شرارت سے اعتراض۔ (تحفہ غزنویہ۔ص ۲۳۔۲۴)

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

پھر میاں عبدالحق (غزنوی) نے یہ کاروائی کی ہے کہ یہ عذر کر کے جس کا ابھی ہم نے جواب دیا ہے اپنی طرف سے ٹھٹھے اور ہنسی سے ایک نشان مانگا ہے، اور اس ٹھٹھے میں گذشتہ منکرین سے کم نہیں رہے کیونکہ عرب کے لوگوں نے اس قسم کے ہنسی اور ٹھٹھے سے کبھی نشان نہیں مانگا کہ فلاں صحابی کی ٹانگ کمزور ہے وہ درست ہو جائے، یا اس کی کسی آنکھ میں بصارت نہیں وہ ٹھیک ہو جائے۔ ہاں مکہ کے لوگوں نے یہ نشان مانگا تھا کہ: آنحضرت ﷺ کا گھر سونے کا ہو جائے، اور اس کے اردگرد نہریں بھی جاری ہوں، اور نیز یہ کہ آپ ان کے دیکھتے ہوئے آسمان پر چڑھ جائیں، اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر سے اتر آئیں، اور خدا کی کتاب ساتھ لاویں، اور وہ اس کو ہاتھ میں لے کر ٹٹول بھی لیں تب ایمان لائیں گے۔

اس درخواست میں اگرچہ جہالت تھی لیکن میاں عبدالحق کی طرح ایذا دینے والی شرارت نہ تھی۔...

میاں عبدالحق کا ایسے اقتراحی نشان مانگنے میں کچھ قصور نہیں بلکہ حسب منشاء آیت تشابہت قلوبھم ان کی طبیعت ہی ان بدبخت کفار کے مشابہ واقع ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول نہیں کرتے تھے، اور اپنی طرف سے اختراع کر کے درخواستیں کرتے تھے کہ ایسے ایسے نشان دکھاؤ۔

لیکن اگر افسوس ہے تو صرف یہ ہے کہ ان لوگوں نے مولوی کہلا کر ہنسی ٹھٹھا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ جو شخص عبدالحق (غزنوی) کے اشتہار کو غور سے پڑھے گا اس کو قبول کرنا پڑے گا کہ انہوں نے اخویم مولوی عبدالکریم (سیالکوٹی) کا

شرارت اور بے ادبی سے ذکر کر کے ان کی ٹانگ کی درستی یا آنکھ کی نظر کی نسبت جو نشان مانگا ہے، یہ ایک اوباشانہ طریق پر ٹھٹھا کیا ہے، جو کسی پرہیزگار اور نیک بخت کا کام نہیں ہے۔ پلید دل سے پلید باتیں نکلتی ہیں اور پاک دل سے پاک باتیں۔ انسان اپنی باتوں سے ایسا ہی پہچانا جاتا ہے جیسا کہ درخت اپنے پھلوں سے۔ جس حالت میں اللہ تعالی نے قرآن شریف میں صاف فرمادیا کہ لا تنا بزوا بالالقاب

یعنی ایسے نام مت رکھو جوان کو برے معلوم ہوں تو پھر برخلاف اس آیت کے کرنا کن لوگوں کا کام ہے۔ لیکن اب تو نہ ہم عبدالحق پر افسوس کرتے ہیں، نہ اس کے دوسرے رفیقوں پر، کیونکہ ان لوگوں کا ظلم اور ناانصافی اور دروغ گوئی اور افتراء حد سے گذر گیا ہے۔

اسی اشتہار کو دیکھ لو کہ کس قدر جھوٹ سے کام لیا ہے۔ کیا کسی جگہ بھی خدا تعالی سے حیا کی ہے۔ چنانچہ ہم بطور نمونہ بطرز قولہ واقول اس ظالم شخص کے جھوٹوں کا ذخیرہ لکھ دیتے ہیں جو اسی اشتہار میں اس نے استعمال کئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

مرزا بارہا متفرق مواضع کے مباحثات میں شرمندہ اور لاجواب ہوا اور ہر مجمع میں خائب اور خاسر اور نامراد رہا...

مباہلہ میں کما حقہ علی رؤس الاشہاد رسوا اور ذلیل ہو کر قابل خطاب اور لائق جواب علماء عظام اور صوفیہ کرام نہیں رہا....

کیا آتھم اور داماد احمد بیگ اور آپ کے فرزند موعود کا کوئی نتیجہ ظہور میں آیا...

اے نئے عیسائیو اور نیا گرجا بنانے والو ہم ایک سہل اور نہایت آسان طریق بتلاتے ہیں۔

اقول (یعنی مرزا): اے حد سے بڑھنے والے کیا ان مسلمانوں کا نام عیسائی رکھتا ہے جو اسلام کے حامی اور زمین پر حجت اللہ ہیں۔ اگر مسلمان تیرے جیسے ہی ہوتے تو اسلام کا خاتمہ تھا۔ پھر اس کے بعد آپ نے تمسخر اور ٹھٹھے سے مولوی عبدالکریم صاحب کا ذکر کیا ہے، اور نشان یہ مانگا کہ:

مولوی صاحب موصوف کو جو ایک ٹانگ میں کچھ کمزوری ہے

اور ایک آنکھ کی بصارت میں خلل ہے یہ دونوں عارضے جاتے رہیں۔

اوراس ذکر سے اصل غرض آپ کی صرف ٹھٹھااورہنسی ہے اور یہ مقولہ محض ان کافروں کی طرح ہے جونعوذ باللہ آنحضرتﷺ کوابتر کہتے تھے اور یہ نشان مانگتے تھے کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو اس کے لڑکے جس قدر مر گئے ہیں ان کو زندہ کر دے۔

ہم اس ٹھٹھے کا ابھی جواب دے چکے ہیں۔ظاہر ہے کہ انسان بوجہ اپنی انسانیت کے کسی نہ کسی نقص سے خالی نہیں ہوتا،اور ہمیشہ امراض آفات بھی لاحق رہتے ہیں۔عزیز واقارب بھی مرتے ہیں۔ لیکن کوئی شریف نشان مانگنے کے بہانہ سے اس طرح پر دل نہیں دکھاتا۔یہ قدیم سے رذیلوں اور سفیہوں کا کام ہے۔اور ہمارے ملک میں اس قسم کا ٹھٹھا ہنسی اکثر مراسی کیا کرتے ہیں۔ہمیں نہیں معلوم کہ میاں عبدالحق نے کیوں یہ طریق اختیار کیا ہے۔ بھلا اگر ابھی کوئی میاں عبداللہ غزنوی پر چند ایسے اعتراض کر دے کہ اگر وہ ملہم تھا تو اس کو چاہیے تھا کہ اپنے فلاں فلاں ذاتی نقص دور کرتا، اور لوگوں کو یہ نشان دکھلاتا،تو مجھے معلوم نہیں کہ غزنوی صاحبان کیا جواب دیں گے۔

اے عزیز اگر تم دوسرے کو اس طرح پر دکھ دوگے تو وہ تمہارے باپ اور مرشد تک پہنچے گا۔پس ان فتنہ انگیز باتوں سے فائدہ کیا ہو۔ (تحفہ غزنویہ۔ص۲۷)

منکوحہ آسمانی در تحفہ گولڑویہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے خطاب میں ستمبر ۱۹۰۲ء میں تحفہ گولڑویہ لکھی۔ چونکہ پیر صاحب نے بھی اپنی سیف چشتیائی میں مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیشین گوئی کا ذکر اور ردّ کیا تھا اس لئے اپنی جوابی کتاب میں مرزا صاحب قادیانی نے بھی اپنی منکوحہ آسمانی کو فراموش نہیں کیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

بار بار احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے۔اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبیﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی

یا مثلاً حضرت مسیح کی صاف اور صریح پیش گوئیوں کا کبھی کسی کے پاس نام تک نہ لے اور بار بار ہنسی ٹھٹھے کے طور پر لوگوں کو یہ کہے کہ کیوں صاحب کیا وہ وعدہ پورا ہو گیا جو حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہوں گے جو میں پھر واپس آؤنگا۔

یا مثلاً شرارت کے طور پر داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنے کی پیش گوئی کو بیان کر کے پھر ٹھٹھے سے کہے کہ کیوں صاحب کیا یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح بادشاہ بھی ہو گئے تھے اور داؤد کا تخت ان کو مل گیا تھا۔

شیخ سعدی بخیل کی نسبت سچ فرماتے ہیں

ندارد بصد نکتہء نغز گوش
چو زحفت بہ بیند بر آرد خروش

یہ نادان نہیں جانتے کہ پیش گوئی ایک علم ہے اور خدا کی وحی ہے۔ اس میں بعض وقت متشابہات بھی ہوتے ہیں، اور بعض وقت ملہم تعبیر کرنے میں خطا کرتا ہے جیسا کہ حدیث ذھب و ھلی اس پر شاہد ہے۔ پھر احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) کا اعتراض کرنا اور احمد بیگ کی وفات کو بھول جانا، کیا یہی ایمان داری ہے۔ اس جگہ تو پیش گوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹوٹ گئی اور ایک حصہ پیش گوئی کا یعنی احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہو جانا حسب منشائے پیش گوئی صفائی سے پورا ہو گیا اور دوسرے کی انتظار ہے مگر یونس نبی کی قطعی پیش گوئی میں کون سا حصہ پورا ہو گیا؟ اگر شرم ہے تو اس کا کچھ جواب دو۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۶۷۔۶۸)

پیش گوئی کی ایک ٹانگ ٹوٹنے کی بات مرزا صاحب قادیانی کرتے ہیں جس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی ماندہ پیش گوئی اب لنگڑی ہو گئی ہے۔ اور قابل غور بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جو کن فیکون کے مالک تھے اور کہا کرتے تھے کہ جدھر تیرا (یعنی مرزا) کا منہ ادھر میرا (یعنی خدا کا)۔ اور جو کہا کرتے تھے کہ وہ خدا سے اگر دن میں سو بار بات کریں، تب بھی خدا ان کی بات کا جواب دیتا ہے، ایسے طاقت ور، مقتدر اور محبوب و مقبول ربانی، مرزا صاحب قادیانی ایک لنگڑی لولی پیش گوئی کے مقابلے میں ڈھیر ہو گئے۔

منکوحہ آسمانی در نزول المسیح

اپنی کتاب نزول المسیح میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں بذریعہ الہام مشتہر کیا گیا تھا کہ احمد بیگ ہوشیار پوری اگر اپنی لڑکی (محمدی) کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرے گا، تو تین سال کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اور اس سے پہلے اس کے کئی اور عزیز فوت ہوں گے۔ چنانچہ اس لڑکی (محمدی) کے دوسری جگہ نکاح کے بعد ایسا ہی ہوا کہ احمد بیگ جلد میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس سے پہلے کئی ایک اور اس کے عزیز فوت ہوئے۔ ہاں اس پیش گوئی کے تین حصوں سے ابھی ایک باقی ہے اور قابل انتظار ہے مگر چونکہ تینوں حصے پیش گوئی کے ایک ہی الہام میں تھے اس لئے دو کے پورا ہونے نے پیش گوئی کی سچائی ظاہر کر دی۔ (پیش گوئی نمبر ۵۹ ۔نزول المسیح ۔قادیانی خزائن جلد ۱۸ ص ۵۷۴)۔

(یاد رہے نزول المسیح نامی کتاب مرزا صاحب قادیانی نے اپنی زندگی میں چھپوائی لیکن تقسیم نہیں ہوئی، ویسے ہی پڑی رہی۔ پھر حکیم نورالدین نے ٹائٹل پیج چھپوا کر موت مرزا کے بعد ۲۵۔ اگست ۱۹۰۹ء کو پہلی بار شائع کی تھی۔ بہاء)۔

مرزا صاحب قادیانی بھی کیسے فن کار ہیں کہ محمدی ابھی ان کے نکاح میں نہیں آئی، اور کہے جا رہے ہیں کہ پیش گوئی سچی ہو گئی۔ بھلے آدمی! اگر احمد بیگ مر جائے، اس کا سارا کنبہ دریا برد ہو جائے، بلکہ سارا ملک برباد ہو جائے، پیش گوئی کی صحت پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے جب تک مطلوب و مقصود (مسماۃ محمدی) حاصل نہ ہو۔ احمد بیگ وغیرہ کے مرنے کے باوجود محمدی کا مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں نہ آنا، تو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کنبے کے بچ رہنے والے افراد اپنے عزیزوں کی اموات کے باوجود مرزا صاحب قادیانی کو کاذب اور اور ان کی پیش گوئی کو غیر الہامی جانتے تھے اور ان اموات کو اتفاقیہ اور معمول کی باتیں سمجھتے تھے۔

منکوحہ آسمانی در اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح

اعجاز احمدی وہ کتاب ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کو دعوت دی تھی کہ وہ قادیان آئیں اور پیش گوئیوں کو جھوٹا ثابت کریں، اور انعام حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی مرزا صاحب قادیانی نے دعوی کیا تھا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس مقصد کے لئے کبھی قادیان نہیں آئیں گے۔ اس دعوت اور چیلنج کا جو انجام ہوا، اس سے قطع نظر کر کے، یہاں مرزا صاحب کی ان باتوں کو درج کرتے ہیں جو انہوں نے منکوحہ آسمانی والے معاملے کے ضمن میں ارقام فرمائی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وعید کی پیش گوئیاں جیسا کہ آتھم یا احمد بیگ کے داماد کی پیش گوئی ایسی پیش گوئیاں ہیں جن کی قرآن اور توریت کی رو سے تاخیر بھی ہو سکتی ہے اور ان کا التواء ان کے کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ خدا اپنے وعید کے روکنے پر اختیار رکھتا ہے جیسا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ یونس نبی کی پیش گوئی جو عذاب کے لئے تھی اس کے ساتھ کوئی شرط توبہ وغیرہ کی نہیں تھی تب بھی عذاب ٹل گیا اور کوئی مسلمان یا عیسائی نہیں کہہ سکتا کہ یونس جھوٹا تھا۔ دیکھو کتاب یونہ نبی اور در منثور۔

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹۔ص ۱۱۱۔۱۱۲)

جب احمد بیگ کے داماد کا ذکر کرتے ہیں تو ہرگز لوگوں کو نہیں بتلاتے کہ ایک حصہ اس پیش گوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو چکا ہے یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور دوسرا حصہ قابل انتظار ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتلاتے کہ پیش گوئی وعید کے متعلق اور نیز شرطی تھی جیسا کہ الہام

تو بی تو بی فان البلاء علی عقبك

سے ظاہر ہوتا ہے جو کئی دفعہ شائع ہو چکا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسی موت کے بعد جو احمد بیگ کی موت تھی خواف دامن گیر ہونا ایک طبعی امر تھا۔ پس اسی خوف سے دوسرے حصہ کے پورے ہونے میں تاخیر ہوگئی جیسا کہ وعید کی پیش گوئیوں میں عادت اللہ ہے مگر یہ بد اندیش مخالف ان امور کا کبھی ذکر

نہیں کرتے اور یہودیوں کی طرح اصل صورت حال کو مسخ کر کے ایسے طور سے تقریر کرتے ہیں جس سے جاہلوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیں بلکہ ان لوگوں نے تو یہودیوں کے بھی کان کاٹے کیونکہ یہ لوگ تو بات بات میں افترا سے کام لیتے ہیں جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے موضع مدّ کی بحث میں یہی کاروائی کی اور دھوکا دے کر کہا کہ دیکھو اس شخص نے اپنی ایک پیش گوئی میں لکھا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا مگر لڑکی پیدا ہوئی اور بعد میں لڑکا پیدا ہو کر مر گیا اور پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

اب ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر تمہارے بیان میں کوئی بے ایمانی اور جھوٹ نہیں تو تم وہ الہام پیش کرو جس میں خدا خبر دیتا ہو کہ ضرور اب کے دفعہ لڑکا پیدا ہوگا یا یہ خبر دیتا ہو کہ لڑکی کے بعد پیدا ہونے والا وہی موعود لڑکا ہے نہ اور کوئی۔ اگر ہم نے یہ خیال بھی کیا ہو کہ شاید یہ لڑکا وہی ہے تو ہمارا خیال کیا چیز ہے جب تک کھلی کھلی وحی الٰہی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس کے خیال سے یہ گمان کیا تھا کہ یمامہ کی طرف میری ہجرت ہوگی مگر وہ خیال صحیح نہ نکلا اور آخر مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ اور اگر پیش گوئی میں یہ ضرور تھا کہ پہلے حمل سے ہی وہ لڑکا پیدا ہوگا تو وحی الٰہی میں یہ الفاظ ہونے چاہیے تھے مگر کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ وحی میں کوئی ایسا لفظ تھا۔ دیکھو آنحضرت ﷺ کی نسبت بنی اسرائیل کے کئی نبیوں نے پیش گوئیاں کی تھیں کہ وہ پیدا ہوگا مگر بہت سے نبیوں کے آنے کے بعد سب کے آخر میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے۔ اب کیا کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ان نبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں کیونکہ آنحضرت ﷺ موسیٰ کے بعد پورے دو ہزار برس گزرنے کے بعد پیدا ہوئے حالانکہ توریت کی پیش گوئی کی رو سے یہودی خیال کرتے تھے کہ وہ نبی جلد پیدا ہو جائے گا۔ اور ایسا نہ ہوا بلکہ درمیان میں کئی نبی آئے۔ پس ایسے اعتراض یا تو دیوانہ کرتا ہے اور یا نہایت درجہ کا خبیث انسان جس کو خدا کا خوف نہیں۔

یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مدّ کے مباحثہ میں پیش کی تھیں ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ گئی ہے وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے، پیش نظر نہیں رکھتے اور ہر ایک اعتراض ان

کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ (اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ نے ثابت کرنا ہے کہ پیش گوئی جھوٹی ہے۔ لہذا اسے بولنا تقریر کرنا اپنے دلائل پیش کرنا ہے، اور مرزا صاحب قادیانی کو سننا ہے۔ نہ کہ مرزا صاحب کو تقریر کرنا اور مولانا ثناء اللہ کو سننا۔ مرزا صاحب نے بار ثبوت مولانا ثناء اللہ پر رکھا تھا اس لئے بولنا بھی انہیں ہی چاہیے تھا اور مرزا صاحب کو سننا، یا پھر جب کہیں کوئی شبہ ان کے دل میں پیدا ہو، یا اعتراض اٹھے تو دوسطری رقعہ میں لکھ کر مولانا کے روبرو پیش کرنا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ مولانا کے قادیان تشریف لے جانے پر مرزا صاحب کوئی ایسی مجلس ترتیب دیتے جس میں فریقین کی تعداد مساوی ہوتی اور چند لوگ غیر جانبدار بھی ہوتے مثلاً ہندو، یا سکھ، یا عیسائی، یا حکومت کے نمائندے۔ اور اس مجلس میں مرزا صاحبقادیانی بیٹھتے اور مولانا امرتسری اپنا موقف بیان کرتے، کسی بات پر اختلاف ہوتا تو مرزا صاحب قادیانی دوسطری اعتراض پیش کرتے اور مولانا امرتسری جواب دیتے۔ مقررہ وقت کے بعد حاضرین سے رائے لی جاتی کہ مولانا نے اپنا موقف ثابت کر دیا ہے یا نہیں۔ اور اکثریت کی رائے پر فیصلہ ہو جاتا۔ ویسے مولانا امرتسری نے قادیان جا کر مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کو تو عملاً غلط ثابت کر دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ قادیان نہیں آئیں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے آپ کے وہاں پہنچنے پر حدود قادیان کی بحث نہیں چھیڑی کہ قادیان سے ان کی مراد وہ گلی محلّہ ہے جس میں ان کا دولت خانہ ہے، اور اس گلی یا محلے سے باہر کا علاقہ، جہاں مولانا مقیم تھے اور جہاں سے خط ارسال کیا گیا تھا، وہ جگہ قادیان نہیں کہلا سکتی۔ بہاء)

لیکن اس تفتیش کے وقت منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب کے لئے ٹھہراویں۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخر ان کی موت کفر پر ہو گی۔

افسوس یہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے انبار در انبار ان کے دامن میں جھوٹ کی نجاست ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ عیسائی کہا کرتے تھے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے لئے قرآن شریف میں فتح کی پیش گوئی کی گئی تھی تو آپ ﷺ نے جنگیں کیوں کیں اور دشمنوں کو حیلوں تدبیروں سے قتل کیوں کیا۔ آج اسی قسم کے اعتراض یہ لوگ پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ احمد بیگ کی

لڑکی (محمدی) کے لئے ان کے تالیف قلوب کے لئے حیلوں سے کیوں کوشش کی گئی اور کیوں احمد بیگ کی طرف ایسے خط لکھے گئے۔مگر افسوس کہ یہ دونوں یعنی عیسائی اور یہ نئے یہود یہ نہیں سمجھتے کہ پیش گوئیوں میں جائز کوشش کو حرام نہیں کہا گیا۔جس شخص کو خدا یہ خبر دے کہ فلاں بیمار اچھا ہو جائے گا اس کو منع نہیں ہے کہ وہ دوا بھی کرے کیونکہ شائد دوا کے ذریعہ سے اچھا ہونا مقدر ہو۔غرض ایسی کوشش کرنا نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ممنوع ہے نہ اسلام میں۔

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹۔ص ۱۱۶۔۱۱۸)

منکوحہ آسمانی در تذکرۃ الشہادتین

اکتوبر ۱۹۰۳ء میں لکھی جانے والی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں مرزا صاحب قادیانی منکوحہ آسمانی کو یوں یاد کرتے ہیں:

رہا احمد بیگ کا داماد (سلطان محمد) پس ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی دو شخصوں کی نسبت تھی۔ایک احمد بیگ کی، دوسری اس کے داماد کی نسبت۔(نہیں، یہ پیش گوئی محمدی بیگم سے نکاح کے متعلق تھی۔بہاء) سو ایک حصہ اس پیش گوئی کا میعاد کے اندر ہی پورا ہو گیا یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور اس طرح پر ایک ٹانگ پیش گوئی کی پوری ہو گئی۔

اب دوسری ٹانگ جو باقی ہے، اس کی نسبت جو اعتراض ہے، افسوس کہ وہ دیانت کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا۔اور آج تک کسی معترض کے منہ سے میں نے یہ نہیں سنا کہ وہ اس طرح پر اعتراض کرے کہ اگرچہ اس پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اور ہم بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ وہ پورا ہوا، مگر دوسرا حصہ اب تک پورا نہیں ہوا۔بلکہ یہودیوں کی طرح پورا ہونے والا حصہ بالکل مخفی رکھ کر اعتراض کرتے ہیں۔کیا ایسا شیوہ ایمان اور حیا اور راست بازی کے مطابق ہے؟

اب قطع نظر ان کی خائنانہ طرز گفتگو کے جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی بھی آتھم کی پیش گوئی کی طرح

مشروط بشرط ہے۔یعنی یہ لکھا گیا تھا کہ اس شرط سے وہ میعاد کے اندر پوری ہوگی کہ ان دونوں میں سے کوئی شخص خوف اور خشیت ظاہر نہ کرے۔سو احمد بیگ کو یہ خوفناک علامت پیش نہ آئی اور وہ پیش گوئی کو خلاف واقعہ سمجھتا رہا۔مگر احمد بیگ کے داماد اور اس کے عزیزوں کو یہ خوفناک حالت پیش آ گئی، کیونکہ احمد بیگ کی موت نے ان کے دلوں پر ایک لرزہ ڈال دیا۔جیسا کہ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ سخت سے سخت انسان نمونہ دیکھنے کے بعد ضرور ہراساں ہو جاتا ہے۔سو ضرور تھا کہ اس کو بھی مہلت دی جاتی۔

سو یہ تمام اعتراضات جہالت اور نابینائی اور تعصب کی وجہ سے ہیں، نہ دیانت اور حق طلبی کی وجہ سے۔جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں، کیا اگر ایک یا دو پیش گوئیاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کی سمجھ میں نہ آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیش گوئیاں صحیح نہیں۔

میں یہ بات حتمی وعدہ سے لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ عیسائی ہو خواہ بگفتن مسلمان، میری پیشگوئیوں کے مقابل پر اس شخص کی پیش گوئیوں کو جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتے ہیں صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے تو میں اس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں ۔مگر ثابت کرنے کا یہ طریق نہیں ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے کہ قرآن کریم نے حضرت عیسی کو نبی مان لیا ہے اور یا اس کو نبی قرار دے دیا ہے۔کیونکہ اس طرح پر تو میں بھی زور سے دعوی کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا بھی گواہ ہے،تمام قرآن شریف میں کہیں یسوع کا لفظ نہیں ہے مگر میری نسبت منکم کا لفظ موجود ہے،اور دوسری علامات موجود ہیں۔بلکہ اس جگہ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف سے قطع نظر کر کے محض میری پیش گوئیوں اور یسوع کی پیش گوئیوں پر عدالتوں کی عام تحقیق کے رنگ میں نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ان دونوں میں سے کون سی پیش گوئیاں یا اکثر حصہ ان کا بحکم عقل کمال صفائی سے پورا ہو گیا اور کون سا اس درجہ پر نہیں۔یعنی یہ تحقیقات اور مقابلہ ایسے طور سے ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف سے منکر ہو تو وہ بھی رائے

ظاہر کر سکے کہ ثبوت کا پہلو کس طرف ہے۔

ما سوا اس کے مجھے افسوس آتا ہے کہ ہمارے مخالف مسلمان تو کہلاتے ہیں لیکن اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں۔ اسلام میں مسلّم امر ہے کہ جو پیش گوئی وعید کے متعلق ہو، اس کی نسبت ضروری نہیں کہ خدا اس کو پورا کرے۔ یعنی جس پیش گوئی کا یہ مضمون ہو کہ کسی شخص یا گروہ پر کوئی بلا پڑے گی اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالی اس بلا کو ٹال دے جیسا کہ یونس کی پیش گوئی کو جو چالیس دن تک محدود تھی ٹال دیا۔ لیکن جس پیش گوئی میں وعدہ ہو، یعنی کسی انعام اکرام کی نسبت پیش گوئی ہو وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ خدا تعالی نے یہ فرمایا ہے: ان اللہ لا یخلف المیعاد مگر کسی جگہ یہ نہیں فرمایا: ان اللہ لا یخلف الوعید، پس اس میں راز یہی ہے کہ وعید کی پیش گوئی خوف اور دعا اور صدقہ خیرات سے ٹل سکتی ہے تمام پیغمبروں کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ اور دعا اور خوف اور خشوع سے وہ بلا جو خدا کے علم میں ہے جو کسی شخص پر آئے گی وہ رد ہو سکتی ہے۔ اب سوچ لو کہ ہر ایک بلا جو خدا کے علم میں ہے اگر کسی نبی یا ولی کو اس کی اطلاع دی جائے تو اس کا نام اس وقت پیش گوئی ہوگا جب وہ نبی یا ولی دوسروں کو اس بلا سے اطلاع دے اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ بلا ٹل سکتی ہے۔ پس ضرورۃً یہ نتیجہ نکلا کہ ایسی پیش گوئی کے ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے جو کسی بلا کی پیش خبری کرے ۔(تذکرۃ الشہادتین۔ص۴۳۔ ۴۵)

منکوحہ آسمانی اور اجتہادی غلطی

۵۔۶ فروری ۱۹۰۴ء کے مرزا صاحب قادیانی کے مجلسی حالات میں اڈیٹر بدر نے لکھا ہے:

کسی صاحب نے لودھیانہ سے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کے مخالفین کا یہ اعتراض لکھا کہ شاتان تذبحان کا الہام اب شہزادہ عبداللطیف کے بارے میں لکھا گیا ہے، وہ قبل ازیں کسی تصنیف میں مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد پر چسپاں ہو چکا ہے۔

اس پر آپ (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ اگر ہم سے اجتہادی غلطی ہو جاوے تو حرج کیا ہے۔ اجتہاد اور شئے ہے اور تفہیم الہی اور شئے۔ اگر ہم نے ایک معنی اپنی رائے اور فکر سے کر دیئے، تو آخر اپنے وقت پر خدا تعالی نے اصل اور حقیقی معنی بتلا دیئے اس الہام میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں

عسی ان تحبوا شیئاً و ھو کرہ لکم

اب دیکھنا چاہیے کہ کیا احمد بیگ جیسے منکرین کی زندگی ہمارے محبوبات سے تھی یا مکروہات سے۔ اگر ہماری کوئی غلطی ہو، تو اس میں تنقیح طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسی غلطیاں انبیاؤں سے ہوتی رہیں کہ نہیں جیسے کہ خواب میں ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کو انگور کا خوشہ دیا، تو آپ نے اس سے یہ معنی سمجھے کہ ابو جہل کسی وقت مسلمان ہو جاوے گا، لیکن وہ تو مسلمان نہ ہوا، آخر عکرمہ اس کا بیٹا جب مسلمان ہوا تو خواب کے معنی پورے طور پر سمجھ میں آئے ۔(اخبار بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء ص ۴)

اس مثال سے کیا مرزا صاحب قادیانی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے کسی بیٹے کی شادی محمدی بیگم سے ہوگی؟ اور جو انہوں نے اس سے مراد اپنی شادی، محمدی بیگم سے سمجھ رکھی ہے وہ ان کی اجتہادی غلطی ہے؟

منکوحہ آسمانی در براہین احمدیہ جلد پنجم

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ جلد پنجم ۱۹۰۵ء کے گرد و پیش کی تصنیف فرمائی ہے لیکن آپ نے ابھی اسے شائع نہیں کروایا تھا کہ ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہو گئے۔ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد ۱۹۰۹ء میں پہلی مرتبہ طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں مرزا صاحب قادیانی نے منکوحہ آسمانی والے معاملے کو سوال و جواب کے انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

سوال ہوا: کیا احمد بیگ کی لڑکی کا قصہ مرزائی الہامات کی رونق کو دور نہیں کرتا؛

اقول (مرزا) اے معترض صاحب! کیا پہلے بے ہودہ اعتراضات کی ندامت آپ کے لئے کچھ تھوڑی تھی کہ اس لغو اعتراض کی ندامت کا بھی آپ نے حصہ لے لیا۔ اب آپ کان کھول کر سنئے کہ

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے اور دونوں شرطی تھے۔ایک حصہ شرطی طور پر احمد بیگ کی وفات کے متعلق تھا یعنی اس میں یہ پیش گوئی تھی کہ اگر وہ خداتعالی کی قرارداد شرطوں کا پابند نہ ہو تو تین برس پورے ہونے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا اور نہ صرف وہی بلکہ اس کے ساتھ اور کئی موتیں اس کی اقارب کی ہوں گی پس چونکہ وہ شوخی کی راہ سے کسی شرط کا پابند نہ ہوسکا اس لئے خدا نے اس کو میعاد پوری ہونے سے پہلے ہی اس جہان سے اٹھا دیا اور کئی موتیں اور بھی ساتھ ہوئیں۔مگر دوسرا حصہ پیش گوئی کا جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت تھا اس میں اس وجہ سے تاخیر ڈال دی گئی کہ باقی ماندہ لوگوں نے شرط کے مضمون سے اپنے دلوں میں خوف پیدا کیا اور بہت ڈرے اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر دو شخص کے موت کی نسبت کوئی پیش گوئی ہو اور ایک ان میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو طبعاً دوسرے کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔پس یہ تو ضروری امر تھا کہ احمد بیگ کے داماد کا گروہ احمد بیگ کی موت کو دیکھ کر اپنے دلوں میں بہت درتا سو خدا نے اپنے وعدے کے موافق جب ان لوگوں کا خوف دیکھا تو داماد (سلطان محمد) کی وفات کے متعلق جو پیش گوئی تھی اس میں تاخیر ڈال دی۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم۔قادیانی خزائن جلد ۲۱۔ص ۱۸۰)

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اور بعض نادان کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی وہ نہیں سمجھتے کہ یہ پیش گوئی بھی عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کی طرح شرطی تھی اور اس میں خداتعالی کی وحی اس کی منکوحہ کی نانی کو مخاطب کر کے یہ تھی توبی توبی فان البلاء علی عقبك یعنی اے عورت توبہ کر، توبہ کر، تیری لڑکی کی لڑکی پر بلا آنے والی ہے۔

سو جب خود احمد بیگ اس پیشگوئی کے مطابق جس کی یہ پیش گوئی ایک شاخ ہے میعاد کے اندر فوت ہو گیا تو جیسا کہ انسانی سرشت کا خاصہ ہے سب متعلقین کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور وہ ڈرے اور تضرع کیا۔اس لئے خدا نے اس پیش گوئی کے ظہور میں تاخیر ڈال دی۔اور یہ تو شرطی پیش گوئی تھی جیسا کہ عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت بھی شرطی پیش گوئی تھی جس کی وفات پر قریباً گیارہ برس

گذر گئے مگر یونس نبی نے اپنی قوم کے ہلاک ہونے کی نسبت پیش گوئی کی تھی اس میں تو کوئی شرط نہ تھی مگر وہ قوم بھی توبہ واستغفار سے بچ گئی ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ وعید کی پیش گوئیاں توبہ واستغفار سے تاخیر پذیر ہوسکتی ہیں بلکہ منسوخ ہوسکتی ہیں جیسا کہ یونس کی قوم کی نسبت جو ہلاک کرنے کا وعدہ تھا صرف توبہ سے ٹل گیا۔ مگر افسوس اس زمانہ کے یہ لوگ کیسے اندھے ہیں کہ بار بار ان کو کتاب اللہ کے موافق جواب دیا جاتا ہے اور پھر نہیں سمجھتے۔ کیا ان کے نزدیک یونس سچا نبی نہیں تھا؟ جس کی پیش گوئی بغیر کسی شرط کے تھی اور قطعی پیش گوئی تھی کہ چالیس دن میں اس کی قوم عذاب سے ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم ہلاک نہ ہوئی۔ مگر اس جگہ تو ایسا اعتراض آتا نہ تھا جیسا کہ حضرت یونس کی پیش گوئی پر آتا تھا اس جگہ تو عبداللہ آتھم اور احمد بیگ اور اس کے داماد (سلطان محمد) کی موت کی نسبت شرطی پیش گوئیاں تھیں۔ تعجب ہے کہ چار پیش گوئیوں میں سے تین پیش گوئیاں پوری ہو چکیں اور عبداللہ آتھم اور احمد بیگ اور لیکھرام مدت ہوئی کہ پیش گوئیوں کے مطابق اس جہان سے گذر گئے پھر بھی یہ لوگ اعتراض سے باز نہیں آتے۔

اور یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے طرح طرح کی امید دینے سے کیوں کوشش کی گئی۔ نہیں سمجھتے کہ وہ کوشش اسی غرض سے تھی کہ وہ تقدیر اس طور سے ملتوی ہو جائے اور وہ عذاب ٹل جائے۔ یہی کوشش عبداللہ آتھم اور لیکھرام سے بھی کی گئی تھی۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی پیش گوئی کے پورا کرنے کے لئے کوئی جائز کوشش کرنا حرام ہے۔ ذرہ غور سے اور حیا سے سوچو کہ کیا آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف میں یہ وعدہ نہیں دیا گیا تھا کہ عرب سے بت پرستی نابود ہوگی اور بجائے بت پرستی کے اسلام قائم ہوگا۔ اور وہ دن آئے گا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہوں گی جسکو چاہیں گے دیں گے اور خدا یہ سب کچھ آپ کرے گا۔ مگر پھر بھی اسلام کی اشاعت کے لئے ایسی کوشش ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی خواب دیکھے اور اس کی کوشش سے وہ خواب پوری ہو سکے تو اس رؤیا کو اپنی کوشش سے پوری کر لینا چاہیے۔ (قادیانی خزائن جلد ۲۱۔ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۳۷۰۔۳۷۹)

منکوحہ آسمانی در سفرِ نامہ دہلی ۱۹۰۵ء

۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب قادیانی کچھ عرصہ کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ اس سفر اور قیام دہلی کے حالات مرتب کر کے اڈیٹر الحکم قادیان نے اپنے اخبار میں شائع کئے۔ اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں:

عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالی سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ انّا نبشّرك بغلامٍ حسین یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا جو اب تک زندہ ہے اور باعث میرے دعوی مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا، اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے یعنی شرم پت اور ملا وامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا، اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ ۲۰ سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد نے کہا کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب ہے کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے تقریباً تین برس کے بعد جیسا کہ ابھی لکھتا ہوں دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کئے۔...

تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جسکو میں کئی دفعہ اپنے مخالفوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے بکر و

ثیب ۔جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالی چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

.. تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرم پت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی ۔ یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گذر چکا تھا جب کہ مجھے دق کی بیماری ہوگئی تھی ..

یہ الہام ہوا تھا: ہر چہ باید نوعروسے را ہمہ سامان کنم ۔یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے ...ایک ابتلاء اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں تھی (جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی،، جو حکیم ابن حکیم تھے، ریاست جموں کے شاہی حکیم اور اپنے حکیم الامت نور الدین بھیروی کو لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب ...عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ دواء معلومہ سے آں مخدوم سے کچھ فائدہ محسوس نہ ہوا۔ شائد کہ یہ وہی قول درست ہو کہ ادویہ کو ابدان سے مناسبت ہے ۔بعض ادویہ بعض ابدان کے مناسب حال ہوتی ہیں اور بعض دیگر کے نہیں ۔ مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے، کہ چند امراض سستی و کاہلی و رطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے ہیں ۔ایک مرض مجھے نہایت خوف ناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔ شاید قلت حرارت غریزی اس کا موجب تھی ۔وہ عارضہ بالکل جاتا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دواء حرارت غریزی کو بھی مفید ہے اور منی کو بھی غلیظ کرتی ہے۔ غرض میں نے تو اس میں آثار نمایاں پائے ہیں۔و اللہ اعلم و علمہ

احکم ۔ اگر دوا موجود ہو اور آپ دودھ اور ملائی کے ساتھ کچھ زیادہ قدر شربت کر کے استعمال کریں تو میں خواہش مند ہوں کہ آپ کے بدن میں ان فوائد کی بشارت سنوں ۔کبھی کبھی دوا کی چھپی چھپی تاثیر بھی ہوتی ہے کہ جو ہفتہ عشرہ کے بعد محسوس ہوتی ہے ۔ چونکہ دوا ختم ہو چکی ہے اور میں نے زیادہ زیادہ کھالی ہے اس لئے ارادہ ہے کہ اگر خدا تعالی چاہے تو دوبارہ تیار کی جائے ۔لیکن چونکہ گھر میں ایام امید ہونے کا کچھ گمان ہے جس کا میں ذکر بھی کیا تھا ۔ابھی تک وہ گمان پختہ ہوتا جاتا ہے ،خدا تعالی اس کو راست کرے ۔اس جہت سے جلد تیار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔مگر میں شکر گزار ہوں کہ خدا تعالی نے دوا کا بہانہ کر کے بعض خطرناک عوارض سے مجھ کو مخلصی عطا کی .....خاکسار غلام احمد ۔١٩ جنوری ١٨٨٧ء ۔(مکتوبات احمد ج ٢ص ٢٠ ۔مکتوب نمبر١٠ ۔)

ایک اور خط میں مرزا صاحب اپنے حکیم الامت کو لکھتے ہیں :افسوس کہ مجھے آپ کے حزن واندوہ کی تفاصیل پر اطلاع نہیں ملی اور نہ شدت مرض سے مطلع ہوں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے ۔اگر مناسب تصور فرمائیں تو اس عاجز کو اپنے ہموم وغموم کا ہم راز کریں ۔....غلام احمد از قادیان ۔١٣ فروری ١٨٨٧ء ۔ (مکتوبات احمد ۔ج ٢ص ٢٦)

اگلے خط میں مرزا صاحب ،حکیم نور الدین صاحب کو لکھتے ہیں :

عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کو غور سے پڑھا ۔جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالی کی ان کریمانہ قدرتوں کو ،جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور جو میرے پروارد ہو چکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا...البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے ۔جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو ۔جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں ۔آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا ۔اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا ۔خاکسار غلام احمد از قادیان ۔٢٢ فروری ١٨٨٧ء (مکتوبات احمد ۔ج ٢ص ٢٧) ۔

ایک اور خط میں مرزا صاحب اپنے حکیم الامت کو لکھتے ہیں :

ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہیں ،جن کا نام مرزا محمد یوسف بیگ ہے ۔انہوں نے کئی دفعہ ایک معجون بنا کر بھیجی ہے جس میں کچلہ مدبّر داخل ہوتا ہے ۔وہ معجون میرے تجربہ میں آیا ہے کہ اعصاب کے لئے نہایت مفید ہے ۔اور امراض رعشہ اور فالج اور تقویت دماغ اور قوت باہ کے لئے اور نیز تقویت معدہ کے لئے فائدہ مند ہے ۔مدت سے میرے استعمال میں ہے ۔اگر آپ اس کو استعمال کرنا قرین مصلحت سمجھیں تو میں کسی قدر جو میرے پاس ہے بھیج دوں ۔٢٣ جنوری ١٨٨٨ء ۔(مکتوبات احمد ج ٢ص ٥٧) ۔

ایک خط بایں الفاظ منقول ہے : ازطرف عاجز عائذ باللہ غلام احمد بخدمت اخویم مخدوم مکرم حکیم نور الدین

عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کو غور سے پڑھا ۔جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالی کی ان کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور جو میرے پروارد ہو چکی ہیں ،تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے، اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے، اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اسے معلوم ہو جاوے کہ کیوں کر وہ نا امیدی سے امید پیدا کر سکتا ہے۔ غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر و کریم و رحیم ہے۔ البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے۔ جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا...غلام احمد از قادیان ۲۲ جنوری ۱۸۸۸ء۔ (مکتوبات احمد ج ۲ ص ۵۴ مکتوب نمبر ۳۵) اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلایا ہے جیسے اخویم مولوی نور الدین اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ، مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں، ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے.....

غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی وہ مجھے دی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے ...میں اس زمانہ میں اپنی کمزوی کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا..

قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیش گوئی ہے الحمد لله الذی جعل لكم الصهر و النسب ترجمہ۔ وہ خدا سچا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے

..دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہوگئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے جو مشاہیر اکابر سادات دہلی میں سے ہیں... یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہان ہے۔ یہ تفاول کے طور اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہانوں کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے..

میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سادات سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اسی پر الہام الہی نے تواتر کے ساتھ مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے۔ (سفرنامہ دہلی۔ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)

الہام نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بتایا ہے کہ تم خاندان مغلیہ سے نہیں ہو، اس لئے تمہارا مرزا اور مغل ہونے کا دعوی درست نہیں ہے۔ اس کے باوجود مرزا صاحب قادیانی ساری عمر اپنے نام کے ساتھ سبھی تحریروں میں مرزا لکھتے، اور الہام کی نافرمانی کرتے رہے۔

ویسے مرزا امام دین بھی اسی خاندان سے تھا، جسے مرزا غلام احمد صاحب بنی فاطمہ اور بنی فارس کے خون سے مرکب کہتے ہیں، مرزا نظام الدین بھی اسی خاندان سے تھا، محمدی بیگم بھی اسی خاندان سے تھی، مرزا احمد بیگ بھی اسی معجون مرکب خاندان سے تھا۔ مرزا فضل احمد بھی اسی خاندان سے تھا جس کا مرزا غلام احمد نے جنازہ بھی نہیں پڑھا اور ظاہر ہے کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک جہنمی تھا، مرزا احمد بیگ، مرزا امام الدین، مرزا نظام الدین، مرزا احمد بیگ وغیرہ کی طرح۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اس خاندان میں کتنے (بزعم مرزا غلام احمد قادیانی) جہنمی ہوئے؟ کیا ایسا خاندان بھی قابل فخر ہوسکتا ہے؟

منکوحہ آسمانی در حقیقۃ الوحی قادیانی

مسلمانوں کے خلاف لکھی گئی اپنی آخری بڑی تصنیف حقیقۃ الوحی (جو مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی) میں مرزا صاحب قادیانی اپنی منکوحہ آسمانی کو، جو چھوکری سے ترقی کر کے ایک درجن کے قریب چھوکرے چھوکریوں کی ماں بن چکی تھی، یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض نادان کہتے ہیں کہ فلاں فلاں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، اور اپنی جہالت سے ایک دو پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ شریر آدمی پہلے نبیوں کے وقت میں ایسا ہی کرتے آئے ہیں، مگر وہ آفتاب پر تھوکنا چاہتے ہیں اور اپنے جھوٹ اور افتراء سے اپنی بات کو رنگ دے کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ان کو خدا تعالی کی سنت کی خبر نہیں۔ ان کو خدا تعالی کی کتابوں کا علم نہیں یا کسی کو علم ہے اور محض شرارت سے ایسا کہتا ہے۔ ان کے نزدیک گویا یونس نبی بھی جھوٹا تھا جس کی قطعی پیش گوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی پوری نہ ہوئی۔ مگر میری دو پیش گوئیاں جن کو وہ بار بار پیش کرتے ہیں یعنی آتھم اور احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) کی نسبت وہ اپنے شرائط کے لحاظ سے پوری ہوگئی ہیں (بات تو محمدی بیگم سے شادی کی تھی۔ مرزا صاحب خوامخواہ اسے الجھاتے ہیں۔ احمد بیگ مر گیا تو کیا ہوا، محمدی بیگم کو دیکھو وہ کہاں ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے حرم میں ہے یا مرزا سلطان محمد کے بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ بہاء) کیونکہ ان کے ساتھ شرطیں تھیں۔ ان شرطوں کے لحاظ سے تاخیر ہوئی۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ وعید کی پیش گوئیوں میں ضروری نہیں ہوتا کہ وہ پوری ہو جائیں۔ اس پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے اور میں اس بارہ میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کی تفصیل میں میری کتابیں بھری پڑی ہیں۔ آتھم تو بموجب پیش گوئی کے فوت ہو گیا اور احمد بیگ بھی بموجب پیش گوئی کے فوت ہو گیا۔ اب اس کے داماد کی نسبت روتے ہیں، اور وعید کی پیش گوئیوں کی نسبت جو سنت اللہ ہے اس کو بھول جاتے ہیں۔ اگر شرم اور حیا اور انصاف ہے، تو دو فردیں بنا کر ایک فرد میں وہ پیش گوئیاں

لکھیں جوان کی دانست میں پوری نہیں ہوئیں اور دوسری فرد میں وہ پیش گوئیاں ہم تحریر کریں گے جن سے کوئی انکارنہیں کرسکتا۔تب ان کومعلوم ہوگا کہ وہ ایک دریا کے مقابل پر جونہایت مصفا ہے ایک قطرہ پیش کرتے ہیں جوان کے نزدیک مصفی نہیں۔

غرض یہ امر سوچنے کے لائق ہے کہ صرف دو پیش گوئیوں پر ان کا اتنا ماتم اور سیاپا ہے مگر اس جگہ ہزار ہا پیش گوئیاں پوری ہوگئیں ہیں۔اور کئی لاکھ انسان ان کے گواہ ہیں۔اگر ان کو خدا کا خوف ہے تو کیوں ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔اس طرح تو یہودی بھی اب تک لکھتے ہیں کہ اکثر پیش گوئیاں حضرت عیسی کی پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ بارہ حواریوں کے بارہ تختوں کی پیش گوئی اور اسی زمانہ میں ان کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی وغیرہ (حاشیہ: حضرت موسی کی توریت میں یہ پیش گوئی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کوملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں پہنچائیں گے مگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی حضرت موسی بھی راہ میں فوت ہوئے اور بنی اسرائیل بھی راہ میں مرگئے صرف ان کی اولاد وہاں گئی۔ایسا ہی حضرت عیسی کی پیش گوئی کہ بارہ تخت ان کے حواریوں کوملیں گے وہ پیش گوئی بھی غلط نکلی۔اب موسی اور عیسی دونوں کی نبوت سے دست بردار ہوجاؤ۔سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں قد یو عد و لا یو فی یعنی کبھی وعدہ دیا جاتا ہے اور اسکا ایفاء نہیں ہوتا۔پھر وعید کی شرطی پیش گوئیوں پر اس قدر شور مچانا کس قدر بے علمی پر دلالت کرتا ہے۔مرزا قادیانی) (قادیانی خزائن جلد۲۲۔حقیقۃ الوحی۔ص۱۷۶۔۱۷۷)

اسی کتاب میں آگے چل کر مرزا غلام احمد اپنے سابق مرید ڈاکٹر عبدالحکیم کے خطاب میں لکھتے ہیں:

عبدالحکیم خان نے اپنے رسالہ المسیح الدجال میں دوسرے مخالفوں کی طرح عوام کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ گویا میری پیش گوئیاں غلط نکلتی ہیں۔چنانچہ جو پیش گوئی عبداللہ آتھم کی نسبت تھی اور جو پیشگوئی احمد بیگ کے داماد کی نسبت تھی اور جو ایک پیش گوئی مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے بعض رفیقوں کی نسبت تھی،ان سب کو بیان کر کے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔

مگر میں ان پیش گوئیوں کی نسبت بارہا لکھ چکا ہوں کہ وہ سنت اللہ کے موافق پوری ہو چکی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی۔ص۱۸۵)

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی شرطی تھی اور شرط کے الفاظ جو ہم اشتہارات میں پہلے سے شائع کر چکے ہیں یہ تھے

ایتها المر أة تو بی تو بی فا ن البلاء علی عقبك

یہ الہامی الفاظ ہیں اور اس میں مخاطب اس عورت کی نانی ہے جس کی نسبت یہ پیش گوئی ہے۔ اور ایک مرتبہ میں نے یہ الہام مولوی عبداللہ (غزنوی) صاحب کی اولاد میں سے ایک شخص کو بمقام ہشیار پور قبل از وقت سنایا تھا۔ شاید ان کا نام عبدالرحیم (غزنوی) تھا یا عبدالواحد (غزنوی) تھا۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے اے عورت توبہ کر، توبہ کر، کیونکہ تیری لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے۔ (محمدی کی ماں اور محمدی پر بلاء آنے والی ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ محمدی پر کیا بلا آئی؟ اس کی شادی ہوئی، اس نے ہنسی خوشی اپنے خاوند کے ساتھ زندگی گذاری، وہ کبھی مرتد نہیں ہوئی، اس نے طویل عمر پائی اور اولاد کی نعمتوں سے سرفراز ہوئی۔ آخر کیا مصیبت آئی؟ اس کے باپ احمد بیگ کی وفات کو اس پر مصیبت قرار دینا مرزا صاحب کی دھاندلی ہے کیونکہ یہ ایک معمول کی موت تھی۔ کسی لڑکی کے باپ کا ایسے وقت میں فوت ہونا جب کہ وہ اس کی پرورش کر چکا ہو، اور اس کے بعد کسی صاحب وجیہہ اور صاحب حیثیت نوجوان سے اس کا نکاح کر چکا ہو، کیونکر لڑکی کے لئے بلاء قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہاء)، اور اس پیش گوئی میں احمد بیگ اور اس کے داماد کی خبر دی گئی تھی چنانچہ احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا (تعجب ہے کہ جو لوگ احمد بیگ کے داماد کا بار بار ذکر کرتے ہیں کبھی وہ یہ زبان پر نہیں لاتے کہ اس پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے کیونکہ احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا ہے اگر ان میں کچھ دیانت ہوتی تو یوں بیان کرنا چاہیے تھا کہ اس پیش گوئی کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اور دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ مگر تعصب بھی ایک عجیب بلا ہے کہ انصاف کے لفظ کو زبان پر نہیں آنے دیتا۔ مرزا قادیانی) اور اس عورت کی لڑکی پر بلا آ گئی کیونکہ وہ احمد بیگ کی بیوی تھی اور احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا۔ یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۷؛ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۱۹۵)

اسی کتاب میں مرزا صاحب قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں:

پھر سوچنا چاہیے کہ احمد بیگ کی نسبت جو میری تکذیب کے لئے کمر بستہ تھا اور دن رات ہنسی اور ٹھٹھا کرتا تھا کس صفائی سے پیش گوئی نے اپنا ظہور کیا اور وہ میعاد کے اندر محرقہ تپ سے ہوشیار پور کے شفاخانہ میں فوت ہوگیا اور اس کے اقارب میں اس کی موت سے تہلکہ برپا ہوا یہ وہی احمد بیگ ہے جس کے داماد کی نسبت اب تک ہمارے مخالف ماتم اور سیاپا کر رہے ہیں کہ کیوں نہیں مرتا اور نہیں جانتے کہ دائیں ٹانگ تو اس پیش گوئی کی احمد بیگ ہی تھا جس نے اچانک اپنی جواناں مرگ مرنے سے ثابت کر دیا کہ پیش گوئی سچی ہے اور پھر جیسا کہ پیش گوئی میں لکھا تھا کہ احمد بیگ کی موت کے قریب اور موتیں بھی اس کے عزیزوں کی ہوں گی وہ امر بھی وقوع میں آگیا اور احمد بیگ کا ایک لڑکا اور دو ہمشیرہ انہیں ایام میں فوت ہو گئے۔ تو اب ہمارے مخالف بتلاویں کہ فقرہ آیت یصبکم بعض الذی یعدکم اس پر صادق آیا یا نہیں۔ پس جب کہ میری بعض وعید کی پیش گوئیوں کی نسبت خود ان کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کمال صفائی سے پوری ہو گئیں تو پھر باوجود اسلام کے دعوت کے کیوں یہ آیت ممدوحہ ان کے مدنظر نہیں رہتی یعنی یصبکم بعض الذی یعد کم کیا پوشیدہ طور پر ارتداد کے لئے طیاری تو نہیں۔

اور یہ کہنا کہ پیش گوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لئے کوشش کی گئی اور طمع دی گی اور خط لکھے گئے، یہ عجیب اعتراض ہیں۔ سچ ہے انسان شدت تعصب کی وجہ سے اندھا ہو جاتا ہے کوئی مولوی اس بات سے بے خبر نہ ہوگا کہ اگر وحی الٰہی کوئی بات بطور پیش گوئی ظاہر فرماوے اور ممکن ہو کہ انسان بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق کے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کا پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے اور آنحضرت ﷺ کا خود اپنا فعل اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور پھر حضرت عمر کا ایک صحابی کو کڑے پہنانا دوسری دلیل ہے اور اسلام کی ترقی کے لئے بھی قرآن شریف میں ایک پیش گوئی تھی پھر کیوں اسلام کی ترقی کے لئے جان توڑ کوشش کی گئی تھی۔ یہاں تک کہ مولفۃ القلوب کے لئے کئی لاکھ روپیہ دیا گیا اور اس جگہ تو زمین وغیرہ کے لئے اصل تحریک خود

احمد بیگ کی طرف سے تھی۔ (حقیقۃ الوحی۔ص۱۹۰۔۱۹۱)۔

نیز مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایسا ہی محض تعصب اور جہالت سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) کی نسبت بھی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور دیانت کا یہ حال ہے کہ اس اعتراض کے وقت احمد بیگ کا نام بھی نہیں لیتے کہ اس پر کیا حقیقت گذری اور محض خیانت کے طور پر پیش گوئی کی ایک ٹانگ مخفی رکھ کر دوسری ٹانگ پیش کر دیتے ہیں اور دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اس پیش گوئی کی دو شاخیں تھیں ایک شاخ احمد بیگ کی نسبت اور دوسری احمد بیگ کے داماد کی نسبت۔

سو احمد بیگ پیش گوئی کے مطابق میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کے مرنے سے اس کے وارثوں کے دلوں کو بہت صدمہ پہنچا اور خوف سے بھر گئے اور یہ تو انسانی سرشت میں داخل ہے کہ جب دو شخص ایک ہی بلا میں (جو وارد ہونے والی ہو) گرفتار ہوں اور ایک ان میں سے اس بلا کے نزول سے مر جائے تو جو شخص ابھی زندہ ہے وہ اور اس کے وارث سخت خوف اور اندیشہ میں پڑ جاتے ہیں چونکہ یہ پیش گوئی شرطی تھی (اس پیش گوئی میں شرطی الہام یہ تھا جو اسی زمانہ میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے ايتها المرأة توبى توبى فان البلاء على عقبك یعنی اے عورت توبہ کر، توبہ کر، کیونکہ بلا تیری لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر نازل ہونے والی ہے پس اس کی لڑکی پر تو بلا نازل ہوئی کہ اس کا خاوند مرزا احمد بیگ مر گیا لیکن احمد بیگ کی وفات کے بعد بوجہ خوف اور دعا اور صدقہ خیرات کے لڑکی کی لڑکی اس بلا کے نزول سے اس وقت تک بچائی گئی جو خدا تعالی کے علم میں ہے۔ مرزا قادیانی)

(اس حاشیے میں مرزا صاحب بھی احمد بیگ کی موت کو محمدی کے لئے بلا قرار نہیں دے رہے، بلکہ اس کی بلاء اس کے خاوند کی ہونے والی موت قرار دیتے ہیں، جو احمد بیگ کی موت کے بعد صدقہ خیرات وغیرہ کی وجہ سے ٹل گئی تھی۔ لیکن مرزا صاحب ابھی تک یہی فرما رہے ہیں کہ محمدی بے فکر مت ہو جانا، یہ بلا آ کر رہے گی۔ اب اس کا کیا کریں کہ تقسیم ہند تک تو یہ بلاء محمدی بیگم پر نہیں آئی جب کہ اس کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اور مرزا صاحب قادیانی کو قبر کی آغوش میں استراحت فرماتے ہوئے چار عشرے گذر چکے تھے۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ پینسٹھ ستر سالہ بیوہ عورت درجن بھر بیٹیوں اور پوتے پوتیوں کو لے ساتھ کر ۱۹۵۰ء میں قادیان پہنچ جاتی تو مرزا صاحب کی قبر سے کیا آواز آتی؟ یہی نا کہ

وہ آئی ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

سرہانے میرزا آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے
اٹھ گئے تشنہ لب دنیا سے تو پانی برسا
جل گیا دل تو ملے آگ بجھانے والے

اور جو مرزائی یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی فلاں پیش گوئی محمود کے ہاتھ سے پوری ہوئی کیونکہ بیٹا بھی باپ ہی کا مثل اور قائم مقام ہوتا ہے، ایسے لوگ بتائیں کہ اگر ۱۹۵۰ء میں محمدی بیگم مع لاؤلشکر قادیان پہنچ جاتی تو مرزا محمود احمد، اس نحیف و نزار محمدی بیگم کو اپنے حبالہ عقد میں لے کر انا رادو ھا الیك والی پیش گوئی کی تکمیل کا سامان کرتے۔

نیز یہ بھی بتایا جائے کہ اگر مرزا محمود اپنے باپ کی خاطر یہ قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتے تو مرزا قادیانی کی اس تحریر کا کیا جواب ہوگا جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ہے کہ مسیح شادی کرے گا اور اس شادی سے اس کی اولاد ہوگی، کیونکہ اس وقت کی محمدی بیگم، عجوز عقیم سے کسی طرح کم نہ تھی۔ بہاء) جیسا کہ آتھم کی شرطی تھی اس لئے جب احمد بیگ کے مرنے سے وہ لوگ سخت خوف اور اندیشہ میں پڑ گئے اور دعائیں کیں اور صدقہ و خیرات بھی کیا اور بعض کے خط عجز و نیاز کے بھرے ہوئے میرے پاس آئے جواب تک موجود ہیں تو خدا تعالی نے اپنی شرط کے پورا کرنے کے لئے اس پیش گوئی میں بھی تاخیر ڈال دی۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت جا بجا شور مچاتے ہیں اور صد ہا رسالوں اور اخباروں میں اس کا ذکر کرتے ہیں کبھی ایک دفعہ بھی شرافت اور راست گوئی کے لحاظ سے پورے طور پر پیش گوئی کا ذکر نہیں کرتے اور کبھی کسی رسالہ میں نہیں لکھتے کہ اس پیش گوئی کی دو شاخیں تھیں ایک شاخ ان میں سے میعاد کے اندر پوری ہو چکی ہے یعنی احمد بیگ کی موت، بلکہ ہمیشہ اور ہر محل اور ہر موقع اور ہر مجلس میں اور ہر رسالہ اور ہر اخبار میں احمد بیگ کے داماد کو ہی روتے ہیں اور جو مر گیا اس کو نہیں روتے۔ یہ شرافت اور دیانت اس زمانہ کے مولویوں کے ہی حصہ میں آ گئی ہے۔

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۸۷۔۳۸۸)

اصل کتاب حقیقۃ الوحی میں منکوحہ آسمانی کے ذکر سے مرزا صاحب قادیانی کا جی نہ بھرا، تو اس کتاب کے تتمہ میں بھی آپ نے اس حکایت دلآویز کا دفتر کھول لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

یونس نبی کی پیش گوئی میں تو کوئی شرط بھی نہیں تھی پھر خدا نے قوم کا تضرع اور گریہ وبکا دیکھ کر عذاب کو ٹال دیا۔اسی طرح مولوی ثناءاللہ صاحب احمد بیگ کے داماد کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ پیشگوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا اور ان کو معلوم ہے کہ وہ پیش گوئی دو شاخوں پر مشتمل تھی ایک شاخ احمد بیگ کی نسبت تھی سو احمد بیگ عین پیش گوئی کے مطابق میعاد کے اندر فوت ہو گیا سو افسوس کہ ثناءاللہ اور دوسرے مخالف احمد بیگ کی وفات کا ذکر بھی نہیں کرتے اور دوسری شاخ کا ذکر کرتے ہیں یعنی یہ کہ اس کا داماد اب تک زندہ ہے (یادرہے کہ مولوی ثناءاللہ نے صرف ان پیش گوئیوں پر اعتراض نہیں کیا بلکہ محض افتراء کے طور پر جو نجاست خوری میں داخل ہے میری پیش گوئیوں پر اور بھی حملے کئے ہیں مگر چونکہ خدا تعالی تازہ بتازہ جواب دے رہا ہے اس لئے اس کے افتراؤں کی کچھ بھی پروا نہیں۔مرزا قادیانی)

یہ ہے دیانت ان لوگوں کی کہ جو سچائی ظہور میں آ گئی اس کو چھپاتے ہیں اور جس کی ابھی انتظار ہے اس کو بصورت اعتراض پیش کر دیتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ احمد بیگ اور اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی آتھم کی پیش گوئی کی طرح شرطی تھی اور شرط کے الفاظ جو شائع ہو چکے یہ ہیں:

ایتها المر أة تو بی تو بی فا ن البلاء علی عقبك اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ بلا تیری دختر اور دختر کی دختر پر ہے۔یہ خدا کا کلام ہے جو پہلے سے شائع ہو چکا ہے پھر جب کہ احمد بیگ کی موت نے جو اس پیش گوئی کی ایک شاخ تھی اس کے اقارب کے دلوں میں سخت خوف پیدا کر دیا اور ان کو خیال آیا کہ وہ دوسری شاخ بھی معرض خطرہ میں ہے۔کیونکہ ایک ٹانگ اس پیش گوئی کی میعاد کے اندر ٹوٹ چکی تھی۔تب ان کے دل خوف سے بھر گئے اور صدقہ خیرات دیا اور توبہ استغفار میں مشغول رہے،تو خدا تعالی نے اس پیش گوئی میں بھی تاخیر ڈال دی۔اور جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں ان لوگوں کے خوف کی وجہ یہ تھی کہ یہ پیش گوئی نہ صرف احمد بیگ کے داماد کی نسبت تھی بلکہ خود احمد بیگ کی موت کی نسبت بھی تھی۔اور پہلا نشانہ اس کا وہی تھا بلکہ مقدم بالذات وہی تھا۔پھر جب احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور کمال صفائی سے اس کی نسبت پیش گوئی پوری ہو گئی،تب اس کے اقارب کے دل سخت خوف سے بھر گئے۔اور اتنے روئے کہ ان کی چیخیں اس قصبہ کے

کناروں تک جاتی تھیں۔اور بار بار پیش گوئی کا ذکر کرتے تھے۔اور جہاں تک ان سے ممکن تھا توبہ اور استغفار اور صدقہ خیرات میں مشغول ہوئے۔تب خدائے کریم نے اس پیش گوئی میں بھی تاخیر ڈال دی (یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے پورے ہونے کے لئے کوشش کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو قرآن شریف سے بے خبر ہیں اور یا اندر ہی اندر جامہ ارتداد پہن لیا ہے۔اے نادانو! خدا نے پیش گوئیوں کے پورے کرنے کے لئے کوششوں کو حرام نہیں کیا۔کیا تم کو وہ حدیث بھی یاد نہیں جس میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک پیش گوئی کے پورا کرنے کے لئے ایک صحابی کو سونے کے کڑے پہنا دیئے تھے اور یہ بھی حدیث ہے کہ اگر کوئی رؤیا دیکھو اور اس کو خود پورا کر سکتے ہو تو اپنی کوشش سے اس خواب کو سچی کر دو۔مرزا قادیانی)۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۱۳۱۔۱۳۲)

اس پر بھی جی نہ بھرا، تو آگے چل کر مرزا صاحب یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں:

رہا معاملہ احمد بیگ کے داماد کا۔سو ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ وہ پیش گوئی دو شاخوں پر مشتمل تھی۔ایک شاخ احمد بیگ کی موت کے متعلق تھا دوسری شاخ اس کے داماد کی موت کے متعلق تھی اور پیش گوئی شرطی تھی۔سو احمد بیگ بوجہ نہ پورا کرنے شرط کے میعاد کے اندر مر گیا اور اس کے داماد نے اور ایسا ہی اس کے عزیزوں نے شرط پورا کرنے سے اس کا فائدہ اٹھالیا۔یہ تو لازمی امر تھا کہ احمد بیگ کی موت سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا کیونکہ پیش گوئی میں دونوں شریک تھے اور جب دو شریکوں میں سے ایک پر موت وارد ہوگئی، تو انسانی فطرت کا ایک ضروری خاصہ تھا کہ جو شخص اس پیش گوئی کا دوسرا نشانہ تھا اس کو اور اس کے عزیزوں کو موت کا فکر پڑ جاتا جیسا کہ ایک ہی کھانا کھانے سے جو دو آدمیوں نے مل کر کھایا تھا ایک ان میں سے مر جائے تو ضرور دوسرے کو بھی اپنی موت کا فکر پڑ جاتا ہے۔سو اسی طرح احمد بیگ کی موت نے وہ خوف باقی ماندہ شخص اور اس کے عزیزوں پر ڈالا کہ وہ مارے ڈر کے مردہ کی طرح ہو گئے۔انجام یہ ہوا کہ وہ بزرگ خاندان جو بانی اس کام کے تھے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔

اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست

ہے۔مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ

ا یتھا المرأة تو بی تو بی فانّ البلاء علی عقبك

پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔ شیطانی وساوس سے الگ ہو کر اس کو سوچنا چاہیے کیا یونس کی پیش گوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں بتلایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب نازل نہ ہوا حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے اپنا ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ڈال دے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲۔۱۳۳ قادیانی خزائن۔ج ۲۲ص ۵۷۰)

منکوحہ آسمانی اور حکیم نور الدین

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب قادیانی کی رخصتی ہو گئی تو ان کی طرف سے باب تاویلات بھی بند ہو گیا۔ ان کی زبان وقلم خاموش ہو گئی۔ محمدی بیگم اپنے خاوند مرزا سلطان محمد کے گھر آباد رہی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہجر و فراق کے صدمات سہتے سہتے اپنی موت کے ساتھ اس پیش گوئی کی تکذیب اور اپنے دجال ہونے کی تصدیق کر کے چلتے بنے۔ ان کے مریدوں نے اپنے پیر کے حکم (کہ اگر یہ شادی نہ ہو تو مجھے دجال سمجھا جائے) سے روگردانی کرتے ہوئے منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کی تاویلات کا نیا باب کھول دیا، اور اس مہم کی سربراہی مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی حکیم نور الدین صاحب نے فرمائی جنہوں نے اپنے پیر کی موت کے چند ہی روز بعد ایک خطاب عام میں فرمایا:

ایک لڑکی (محمدی بیگم بنت احمد بیگ) کے متعلق کہ اس سے آپ (مرزا) کی شادی ہو گی، اور ایک عورت

(محمدی بیگم زوجہ منظور محمد) سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا، اور پانچویں اولاد کی بشارت پر جو اعتراض ہیں، ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گا ہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے، اور گاہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے۔ تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔ حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالی زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصّلوۃ و آتوا الزّکوۃ۔ اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور انکے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں (اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر حکیم صاحب لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین، اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں، تو احمد بیگ کی لڑکی، یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت (مرزا) کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی (محمدی) نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد للّٰہ رب العالمین (ریویو آف ریلی جنز جلد ۷ نمبر ۷۔ ص ۲۷۶۔۲۷۹)

منکوحہ آسمانی در اشاعۃ السنہ جلد ۱۶

قارئین آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زبان وقلم سے مسماۃ محمدی سے ان کے نکاح کی پیش گوئی، اور اس کے پیچ وخم، اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کے بڑھتے ہوئے اضطراب، اور دعاوی اور تحدیوں کا حال ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اور ان کے خلیفہ اول حکیم نورالدین کی زبانی پتہ چلا لیا ہے کہ مرزا صاحب جب رخصت ہوئے، مسماۃ محمدی ان کے حبالہ عقد میں نہیں تھی۔ بلکہ چاروں طرف یہی شور تھا کہ اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دجال وکذاب ہونے پر اپنی مرگ ناگہانی سے

مہر ثبت فرما دی ہے۔ اور ان کے خلیفہ ان کی اولاد در اولاد میں سے کسی لڑکے کی شادی مسماۃ محمدی کی لڑکی در لڑکی سے مستقبل میں کسی وقت ہو جانے کی باتیں کر رہے ہیں۔

ادھر مرزا صاحب قادیانی فرمایا کرتے تھے کہ محمدی کی شادی اس کے کفو میں نہیں ہوئی، ضرور ٹوٹے گی اور اس کے کفو کے ساتھ (خود خود بدولت کے ساتھ) ضرور ہوگی۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر سلطان محمد، مسماۃ محمدی کا کفو نہیں تھا، تو اس سلطان محمد (اور مسماۃ محمدی) کی لڑکی، در لڑکی، مرزا صاحب کے لڑکے، در لڑکے کی کفو کیسے ہو سکتی ہے۔

نیز مرزا صاحب قادیانی کی محمدی بیگم سے شادی کے نتیجے میں وہ اولاد پیدا ہونا تھی جس کی پیش گوئی بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ نے یتزوج و یولد کے الفاظ سے فرمائی ہوئی ہے۔ اب مرزا صاحب کی (مثلاً) اٹھارویں پشت میں اگر کسی لڑکے کی شادی سلطان محمد اور محمدی کی اٹھارویں پشت میں کسی لڑکی سے ہو جائے تو کیا ان کی اولاد پر بھی قادیانی حضرات، آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کو چسپاں کریں گے۔

اس معاملے کو یہیں چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں اور اس لٹریچر کی جانب کی رخ کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کی تردید و تکذیب میں مسلمانوں کی طرف سے وجود میں آیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے خطوط بنام قادیانی ہم سابقاً نقل کر چکے ہیں جو ۱۸۹۳ء کے آغاز میں لکھے گئے تھے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی درج ذیل تحریر ان کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۶ میں نظر آتی ہے:

فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

مرزا سلطان محمد ہم سے آشفتہ نہ ہوں اور یہ اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہماری منکوحہ (محمدی بیگم بنت احمد بیگ ہوشیار پوری) کو قادیانی کی زوجہ بنایا اور قادیانی کو اس کا شوہر اوّل ٹھہرا کر ہم کو شوہر ثانی

قرار دیا۔(مولانا کہتے ہیں کہ) یہ جرأت ہم نے نہیں کی، یہ گستاخی قادیانی ہی سے ہوئی ہے ہم تو صرف ناقل ہیں نقل کفر،کفر نباشد آپ نے بھی سنا ہوگا۔ہاں آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ قادیانی نے ہماری منکوحہ (محمدی بیگم) کو اپنی زوجہ کب اور کہاں بنایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو دفعہ اس نے یہ جرأت کی ہے۔پہلی مرتبہ ۱۸۸۸ء میں بضمن اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور دوسری مرتبہ ۱۸۹۱ء میں بضمن فیصلہ آسمانی۔

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں قادیانی نے آپ کی اہلیہ کی نسبت یہ الہام گھڑ کر شائع کیا تھا فسیکفیکھم الله و یردّھا الیك جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تجھ سے ٹھٹھا کرنے والوں کو خود سنبھال لے گا اور اس عورت کو تیری طرف پھر لاوے گا،واپس لائے گا۔عربی کے لفظ ردّ یا اس کے ترجمہ پھر لانے، یا واپس لانے ، کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز پہلے کسی کے پاس ہو، پھر جدا ہونے کے بعد اس کے پاس آجاوے۔عربی کے الفاظ قرآن میں ایسے بہت ہیں جن کے یہی معنی ہیں آیات لرادّك الی معاد ۔ انارادوہ الیك ۔ فرددناہ الی امّہ کے معنی کسی سے پوچھیں یا مترجم قرآن میں ان کے معنی دیکھ لیں۔

اردو میں اس مضمون کا یہ شعر پڑھو

جا کے گلزار سے صیاد پھر آیا الٹا
کیا نصیبا ہے تیرا بلبل شیدا الٹا

جس سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں کہ صیاد پہلے اس باغ میں تھا جس میں وہ پھر آیا۔

فیصلہ آسمانی کے صفحہ اخیر کے حاشیہ میں مرزا قادیانی نے آپ کی زوجہ عفیفہ کی نسبت یہ الہام گھڑا اور شائع کیا ہے۔یسئلو نك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ وما انتم بمعجز ین۔ زوّجنا کھا لا مبدّ ل لکلما تی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ نکاح یا پیشگوئی متعلق نکاح حق ہے؟ تو کہہ دے بخدا وہ حق ہے،اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔خدا کی بات کوئی بدلنے والا نہیں۔

اس میں قادیانی ے صاف تصریح سے کہد یا کہ اس عورت سے اللہ تعالی نے میرا نکاح کر دیا ہوا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالی نے ام المؤمنین حضرت زینبؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا تھا اور قرآن میں اس کو نقل فرمایا۔ لہذا پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا نکاح حضرت زینبؓ سے خود نہیں پڑھا، بلکہ خدا تعالی کے پڑھے ہوئے نکاح کو کافی سمجھا۔ پس اگر بحسب ادعاء قادیانی، آپ کی زوجہ سے خدا تعالی نے اس کا نکاح کر دیا ہوا ہے تو پھر اس کے خیال میں آپ کی منکوحہ کے زوجہ قادیانی ہونے میں کیا کسر رہی؟ کیا خدا تعالی کا پڑھا ہوا نکاح، ملّا وقاضی کے پڑھے ہوئے نکاح سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔

ہم نے قادیانی کے اسی قول وادعاء کی نظر سے اس محمدی بیگم کا پہلا شوہر قادیانی کو اور دوسرا آپ (یعنی سلطان محمد) کو کہا ہے۔ اس پر آپ کو آشفتگی ہو، تو آپ قادیانی پر مؤاخذہ کریں کہ وہ کیوں آپ کی زوجہ کو اپنی زوجہ قرار دیتا ہے، خاکسار کو ناقل سمجھ کر معاف رکھیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے اتباع کو اگر یہ جوش آوے کہ ایک عورت فراش غیر کو مرزا صاحب قادیانی کی زوجہ بنا کر اس کیلئے شوہر ثانی کیوں تجویز کیا؟ تو وہ بھی انہی حضرت (مرزا قادیانی) سے کہیں کہ اپنے ان الہامات میں اس عورت کو (جو فراش غیر ہے) کیوں اپنی زوجہ بنایا،؟ اور ان لوگوں سے ہم کو شرمندہ کرایا جو ہمیں کہتے ہیں کہ تمہارے مسیح کی زوجہ دوسرے شوہر کے گھر میں بس رہی ہے۔

اس بیان کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد بیگ (ساکن پٹی علاقہ قصور، پنجاب) کی نسبت قادیانی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر وہ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لائے گا تو تاریخ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں وہ فوت ہو جائے گا۔ اور اسکے مرنے کے بعد خدا تعالی اس خاتون کو میری طرف واپس لائے گا۔ پیشگوئی کی اصل عبارت اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے:

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا
قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہو گا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

(اس کے بعد مرزا قادیانی نے شروع اشتہار سے صفحہ ۲ تک اخبار نور افشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ ۲ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اسکی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہیہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا

تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی۔اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہوکر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں۔اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کر لینا چاہیے۔سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا، جس کو خدا تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر

کیا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے

كذّبوا بآياتنا وكانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردّها اليك لا تبديل لكلمات الله ۔ انّ الله فعّال لّما يريد ۔ انت معي وانا معك ۔ عسى ان يبعثك ربّك مقاماً محموداً

یعنی انہوں نے ہمارے نشان کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار رہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔

یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں، اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالی کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ (شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس کے بعد مرزا قادیانی نے اخبار نور افشاں کے اس اعتراض کا کہ: اگر یہ الہام خدا کی طرف سے تھا تو اس کو پوشیدہ کیوں رکھا۔ اپنے خطوں میں اس کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کیوں کی، ایسا واہی جواب دیا ہے جو عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اخیر میں کہا ہے کہ) یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی یعنی آٹھ یا نو برس کی تھی۔ تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

شیخ الاسلام مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور

وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہٰذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا بلکہ بے قرار ہو کر ناجائز وسائل وتدبیروں کے درپے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے مرزا احمد بیگ (اپنی فرضی زوجہ کے والد) کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب وترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب و ترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں پہلے خطوں کی بھی تصدیق پائی جاتی ہے۔ لکھا ہے:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا۔ اور میں آپ کو ایک غریب مزاج اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو میں آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گذرے گا، مگر میں محض للّٰہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور آپکے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا، دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اور رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا چاہیے، ذلیل کیا چاہیے، روسیاہ کیا چاہیے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اسکا ہوں تو ضرور مجھے بچائے گا۔ اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے

بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھ کولڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو ایک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کیلئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کیلئے سب یک سو ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے، مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی لینی چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے رہے، میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا تعالی بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو، خدا سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بیشک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں مانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ ہم اس کیلئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا۔

یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں، اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے آپکی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ لیں تو پھر جیسا کہ آپ کا خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا۔ اور اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔

اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے۔ اور یہ ارادہ اس کا بند کرو گے تو میں بدل و جان

حاضر ہوں۔اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کروں گا۔اور میرا مال اس کا مال ہوگا۔

لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھالیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں۔اور گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ورنہ مجھے خدا تعالی کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے رشتہ ناتے توڑ دونگا۔اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب ناتے رشتے ٹوٹ گئے۔یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔واللہ اعلم۔

الراقم۔ خاکسار غلام احمد۔لودیانہ اقبال گنج ۴مئی ۱۸۹۰ء۔

جب مرزا علی شیر بیگ بھی قابو میں نہ آئے تو قادیانی نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے بچوں کو(جو مرزا احمد بیگ کے خیر خواہ وصلاح کار تھے) گھورنا اور ڈرانا شروع کیا۔عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کر دینے کا۔اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اس کے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو،تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جاوے گا۔تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔اور اس کے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے۔ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف واقرار تخویف (ڈرانے) وخطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ۴ میں فرماتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔خط پر خط بھیجے گئے،ان سے کچھ نہ ڈرا۔پیغام بھیج کر سمجھایا،کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔بلکہ وہ سب گستاخی واستہزاء میں شریک ہوئے۔سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن

کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

شیخ الاسلام بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔ اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہو گیا۔

اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضا وقدر و تقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

ہر چند ہم نے قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح و نیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی وجفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔ یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہو سکتی۔ جواب میں مرزا قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے:

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں

کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

ا۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالی ہمیشہ آخر کار جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے (گو ایک وقت تک ان کے چہرہ پر حمرة الخجل ،ندامت کی سرخی رہے) لہذا سات اپریل ۱۸۹۲ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئی، مرزا سلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش وخرم رہا۔ اور اس نکاح سے ان کو خدا نے ولد صالح بھی عطا کیا جس سے قادیانی کی دروغگوئی اور ذلت اور رسوائی اسلامی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اس کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر وہ اس ذلت اور رسوائی کو بھی شیر مادر کی طرح نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اور اس نوجوان (سلطان محمد) کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے جہان کے

بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی۔

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی، اسکی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بے ہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا امر مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگرچہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی۔

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہو گا۔ میعاد میں پورا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف و حزن وارد ہوا تھا۔ اس لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔ مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی)۔

عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے، اور ان میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔ بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہو گا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، جن میں انہوں نے اپنی توبہ و استغفار کا حال لکھا ہے۔

سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت و معلوم ہے کہ خدا تعالی موقت و موعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے۔لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔اس سنت الٰہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری، اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں۔اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (مرزا قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں۔پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں، وہ باطل ہیں تو ہم دوسو روپئہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں) یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے۔اب اس پر ہمارے ریمارکس سنیں۔

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیشگوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی، یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا۔وہ نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر مرزا قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے خط مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۲ء اور اس کے مضمون شہادت القرآن منقول صفحہ ۱۸۷ کے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس الہام و پیش گوئی کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس واپس آنا ہے۔موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹ ہے۔

نمبر۲ میں جو قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کر لیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتادے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

نمبر۳ میں جو مرزا صاحب قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید نقشہ نویس راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد سے اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا یہ سوال وجواب بالفاظ ذیل ہوئے

سوال: مرزا غلام احمد کے الہام سے آپکے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔

جواب۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟

اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان، پھر نوجوان، پھر انگریزی خواں، پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپیہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

نمبر۴ میں جو مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض دروغ ومغالطہ ہے۔ عقلمند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقلمند اس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، مرزا احمد بیگ کی موت سے مرزا سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں۔

اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد وقبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اوران خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ، مقیم لاہور) سے خاکسار نے

اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار واظہار کیا کہ: ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں۔

اوران کی یہ روایت قادیانی کی تائید وتصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔

وجہ اول کہ ان خطوں میں بقول قادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور وتوبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنحالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی قادیانی کا مرتکب اوراصل مباشر خودمرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جوصرف معاون ومشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور وتوبہ اصل مباشر کے انکار واصرار کے مقابل کان لم یکن وناقابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ واستغفار مرزا غلام احمد قادیانی کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اورغیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اوروہ قادیانی کے چھپے حواری (مددگار) اور ذو الوجھین (دورخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر ومددگار بن جاتے ہیں۔ ان کی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اوران کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اورانہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں۔ اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد ومولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا۔ تو باوجودیکہ عاجز ولاجواب ہوگئے مگر پھر بھی ان باتوں میں قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایت اسلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ: جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً واحساناً بلامعاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم (فضل الٰہی) صاحب نے علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تاکہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم (فضل الٰہی) صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔ لہٰذا ان کی روایت وشہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

☆ مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی ونقلی دلیلیں بیان کر کے جو مرزا قادیانی نے کہا ہے:

کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنیٰ درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے۔ آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔ پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا

سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔ تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الٰہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنالیا۔

نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان (اشاعۃ السنہ کی) اس جلد میں ہو چکا ہے۔

۶۔ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے، اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں ،حاضر ہے۔ مگر اس پر انعام دوسوروپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسوروپیہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جواز قسم مال نہ ہوگا۔ اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈرسنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں ۔زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔ اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ پہلے معروض ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام وشرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اور اس پر وہی دوسوروپیہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں، انعام لیں۔ مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ و لامذہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسوروپیہ تو کجا، دوروپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

☆ اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔ وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا

چاہتے ہیں، یہ کہیں اوراس پر قسم کھا جائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا تعالی کے موعود موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور و تعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔ میرے ایمان و کانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب وراجح ہیں۔ اور اشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح ومغلوب ہیں۔

اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہو گیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافرہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد و کانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ و عذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

وہ بھی طرح انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔ اوران کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔

اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اوران کو ہمارے دلائل و جواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی: الہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر، دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتے ہیں، قلم بند کرا کر ہمارے

پاس بھیج دیں اور ہم سے ان کا جواب لیں۔ پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ ومقابلہ کر کے اس کے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ، مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ

۱۔اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اور ایک غنیم دشمن اسلام (مرزا قادیانی) پر اسکی فتح یابی کا شکرانہ

۲۔لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ

۳۔حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

۴۔فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر قادیانی کی راست بیانی

کا پورا جواب لکھوائیں۔ اور پھر اس کا جواب ہم سے لکھوا کر ان میں موازنہ ومقابلہ کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب کو غالب اور اشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں، تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اور اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔ اور اس کے صلہ میں دو ہزار روپئہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپئہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا اپنا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرا لیں، جیسا کہ جواب براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے۔

یہ بات مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرئت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ: خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے، کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہے اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

نمبر ے میں آپ نے منکوحہ آسانی (محمدی بیگم) کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی۔ لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ایسی پیش گوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح

میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔ لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ آخر میں لکھتے ہیں کہ ان تشریحات سے مرزا غلام احمد قادیانی کی راست بیانی اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے، اب داد انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالی توفیق انصاف دے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۱۷۹۔ ۱۹۶)

منکوحہ آسمانی در اشاعۃ السنہ جلد ۱۷

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی سترھویں جلد میں لکھتے ہیں:

گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرزا جی کو موقوفی جنگ کا اعلان دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ مرزا جی نے اس کو غنیمت نہ سمجھا۔ اور پھر بھی ہر ایک تحریر و تصنیف میں ہم کو نشانہ بنایا۔ وتو اپنے خیال میں ہم کو مخاطب کرنے میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں مگر درحقیقت اس میں ان کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی چالاکیوں اور کاری گریوں کی حقیقت کھولنے والا (محض خدا کے فضل و توفیق والقاء سے نہ اپنی ذاتی لیاقت یا علمیت سے) ہمارے معاصرین علمائے میں اس خاکسار جیسا ان کے خیال میں بھی کوئی نہیں ہے اور اس امر کا وہ انجام آتھم وغیرہ کے صفحہ ۲۴۱ وص ۲۵۱ وغیرہ تصانیف میں بتصریح اظہار و اقرار کر چکے ہیں کہ: ہمارے مخالفوں اور نکتہ چینوں کا رأس و رئیس یہی شخص ہے باقی سب اس کی شاخیں وفروعات ہیں۔، (مرزا قادیانی کی عبارت یوں ہے:

وکان فی ھذہ الدیار تسعة رھط من الاشرار وکانوا مفسدین فی الارض ولا ینتھجون مھجة الخیار وما کانوا صالحین و وجدتھم فی الکبر والاباء کالجملة المتناسبه الاجزا او کامراض

متشابهة فی الخبث والایذاء ورئیت کانهم من المعادین المعتدین فمنهم رجل امر تسری یقال له رسل بابا انه امرء لا یعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة الذین اشرت الیهم رجیل یقال له اصغر۔ وانه یزعم فی محافل واملاء فسیعلم کیف یجعل من الاصغرین ....

ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جارغوی یقال له محمد حسین وقد سبق الکل فی الکذب والمین وانه ابی واستکبر واشاع الکبر واظهر حتی قیل انه امام المستکبرین ورئیس المعتدین ورائس الغاوین هو الذی کفرنی قبل ان یکفر الآخرون....

فیا ایها الشیخ والمفتری البطال الم یان لك ان تتوب وتلین البال.... ثم اعلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال ان الثمانیة الذین هم ثمار عودك و وقود وقودك الذین ادخلوا فی التسعة المخاطبین فمنهم شیخك الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی عبد الحق رئیس المتصلفین ثم عبد الله التونکی ثم احمد علی السهارنپوری من المقلدین ثم سلطان المتکبرین الذی اضاع دینه بالکبر و التوهین ثم الحسن الامروهی الذی اقبل علی اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضی کالذئاب۔ وآخرهم الشیطان الاعمی والغول الاغوی یقال له رشید الجنجوهی وهو شقی کالامروهی ومن الملعونین فهولاء تسعة رهط کفرونا او سبونا وکانوا مفسدین۔ فایها الشیخ انی اعلم انك رئیس هذه الثمانیةوکمثل امام لتلك الفئة الباغیة وهم لك کالتلا میذ فی الغوایة او کالمسحورین۔

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۹۱-۱۰۵، روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی اصغر، مولوی محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالحق حقانی، پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی، مولوی احمد علی سہارنپوری، مولوی سلطان الدین جے پوری، مولوی محمد حسن امروہی، مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اوران بزرگوں کو مرزا صاحب نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو، تم ان کے رئیس ہو۔ اوراس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔ تم امام متکبراں ہوں، تم رئیس تجاوز کنندگان ہو، تم گمراہوں کے سردار ہو اور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔)

بایں ہمہ ہم کو بار بار چھیڑنا اور ہم سے اپنی حقیقت کھلوانا کون سی دور اندیشی اور عقل مندی کی بات

ہے۔ وہ تو صاحب غرض ہیں ان کے اتباع میں بھی کوئی ایسا عقل منداور دور اندیش نہیں ہے جوان کو یہ ضرر سمجھاوے اوراس نقصان سے ان کو بچاوے۔ اس دفعہ ہم کوانہوں نے چھیڑا تو ہم نے مضمون خطبہ اور مضمون متعلق قتل لیکھ رام اوراس مضمون زیر رقم میں ان کی حقیقت کو کیسا کھولا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب لعلکم تتقون ۔ وہ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، تو ہم بھی حاضر ہیں اوراس شعر مرزا غالب پر مجبوراً عمل کرنے کو تیار ہیں

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اور یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اس چھیڑ چھاڑ میں صرف حسرت ہی نہ ہوگی وصل بھی ہوگا اور خدا تعالی سے اجر وثواب بھی ملے گا۔

اس جنگ کی موقوفی پر ہم کو تین امر باعث ہوئے تھے جن کی نسبت اب خدا تعالی نے ہم کو طریق ارشد وسبیل احسن کا القاء فرمایا ہے لہذا اس چھیڑ چھاڑ پر خدا تعالی سے اجر کی امید ہے۔

امر اول یہ کہ ہم مرزا جی کے تمام اصول وفروع کی بیخ کنی کر چکے تھے اور وہ اپنی تصانیف جدید میں ان ہی اسول وفروع کا بار بار تکرار اور اعادہ کرتے تھے (جیسے بے دیانت عطار ایک ہی عرق یا صرف پانی مختلف رنگ اور صورتوں کی بوتلوں میں ڈال کر مختلف ناموں عرق گلاب، عرق نیلوفر، عرق بادیان کے نام سے بیچتے اور لوگوں کے مال مارتے ہیں) لہذا ان کے رد وجواب سے تعرض کرنے کو ہم تحصیل حاصل اور ایک امر لغو و لا طائل سمجھ بیٹھے تھے جو محل اجر وثواب نہیں ہوتا۔ امر دوم یہ کہ آئندہ ہم کو دوسرے مخالفین اسلام و سنت خیر الانام سے مقابلہ کی مہم درپیش تھی اور میرزا جی کے جواب میں مصروف رہنا اس مقابلہ سے مانع نظر آتا تھا۔

امر سوم یہ کہ میرزا جی دن بدن بدگوئی اور دشنام دہی میں ترقی کرتے جاتے تھے گویا آپ کی نبوت کے معراج کا آپ کا یہی فعل ہو گیا تھا اوراس سے طبیعت میں ایک اشتعال پیدا ہوتا تھا جو گا ہے انتقام یسیر بقدر عشر عشیر یا اس سے بھی کم تر کا باعث ہوتا تھا۔ گو وہ الفاظ سے نہ تھا جو مرزا جی کے حصے

میں آئے ہوئے اوران کے رجسٹری کرائے ہوئے ہیں بلکہ ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جو قوم کی طرف سے بطور خطاب اور ٹائٹل کے ان کو ملے ہوئے تھے جیسے دجالکذاب کافرملحد وغیر۔اور یہ امر نفس اور اخلاق کے لئے مضر ہوتا تھا اور بعض صلح پسند اور اخلاق مجسم دوستوں پر بھی شاق اور ناگوار گذرتا تھا۔

اب خدا تعالی نے ان تینوں سے امر اول و دوم کی نسبت تو یہ جو سوجھایا اور القاء فرمایا ہے کہ اس کے رسائکل کے جواب میں مثل سابق تفصیل وتطویل کو چھوڑ دو، اور مختصر الفاظ میں دوحرفی جواب دے دیا کرو، اوراس کی دلیل اور تفصیل کا حوالہ و پتہ اپنی سابق تصانیف سے دے دیا کرو کیونکہ وہ اب کوئی ایسی بات نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہے جس کا تفصیلی اور بادلیل جواب تمہاری سابق تصانیف چار پانچ سال میں نہ دیا گیا ہو۔

اورامر سوم کی نسبت یہ ہدایت ربانی ہوئی ہے کہ اس کی گالیوں کی آواز سنوتو کان بند کرلو اوران کا جواب نہ بقدر عشر عشیر دو نہ اقل قلیل۔اور شرعی خطابات کافر دجال وغیرہ سے اوس کو یاد نہ کرو۔وہ تمغے قوم کی طرف سے اس کومل چکے ہیں تمہارے...کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔اور جب وہ کوئی ایسی بات کہے جس کو تمارے محبوب ومرغوب دین سید المرسلین سے تعلق ہو تو اس کے جواب میں اور اس محبوب کی حمایت متصور ہو تو اس کو سنو اوراس کا جواب دو۔ورنہ اس شاعر کے قول پر عمل کرو جو پنے محبوب کی دھن میں کہتا ہے

اذا قيل لی يا عبد ها لسميع

تمہد ختم ہوئی اب ان رسائل اربعہ کا اسی طرز سے جواب دیا جاتا ہے بحو ل الله و قو ته

جواب رسالہ انجام آتھم:

یہ رسالہ ۳۲ صفحہ میں ہے اوراس کا اصل اصول اوراعلی مقصود تو گالیاں ہیں،شیطان،ملعون،بےحیا، بدذات فرقہ مولویاں،ظالم مولویو،تم نے ب ایمانی کا پیالہ پیا ہے وغیرہ۔اس اصلی مقصود کی تبعیت و طفیل میں صرف ایک بات یہ کہی ہے کہ عبداللہ آتھم مر گیا جس سے میری پیش گوئی پوری اور سچی ہوئی ہے۔

میری پہلی پیش گوئی میں وقوع موت کے لئے عبداللہ آتھم کے رجوع بحق نہ کرنے کی شرط تھی۔اور وہ شرط پہلی میعاد پندرہ ماہ میں پائی گئی تھی کیونکہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی کی ہیبت سے ڈر گیا تھا اور یہی اس کا حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔اور ڈر جانے سے قطعی موعود وموقت عذاب بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام سے ٹل گیا تھا جس کا ذکر قرآن وحدیث اور بائیبل کی کتاب یونہ میں پایا جاتا ہے۔اور یہ عذاب موت عبداللہ آتھم تو پہلے ہی سے مشروط بشرط عدم رجوع بحق (یعنی خوف) تھا۔اس لئے وہ عذاب اس میعاد میں جس میں وہ ڈرتا رہا وقوع میں نہ آیا

دوسری پیش گوئی، میں نے بذریعہ اشتہارات انعام ایک ہزار تا چار ہزار میں یہ کردی کہ اگر عبداللہ آتھم ڈر جانے سے انکار پر قسم نہ کھائے گا تو...جواب اس کی موت ہو جانے سے پوری ہوگئی،

الجواب۔حضرات گالیوں کا جواب تو حسب ہدایت ربانی یہی دیا جاتا ہے

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ بحسب دعوی و بزعم خود خدا کے ملہم محدث مخاطب مہدی مسعود، مسیح موعود، رسول احمد، مبشر بلسان عیسی بن مریم، خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے باپ، آپ یہ گالیاں نہ دیں تو اور کون دے (خدا کے بیٹے ہونے کا دعوی آپ نے توضیح مرام کے ص ۲۲ میں کیا اور خدا کا باپ ہونا آپ کے اس الہام سے ثابت ہوتا ہے جس میں اپنے بیٹے کو کان اللہ نزل من السماء کہا اور وہ آپ کے رسالہ انجام آتھم میں منقول ہے۔باقی دعوے آپ کے اکثر تصانیف میں ہیں۔احمد رسول ہونا ازالہ اوہام میں)۔یہ تو آپ کے منصب اور شان سے کم ہیں اور اس قدر قلیل سے آپ کے عالی درجہ کی قیمت وصول نہیں ہوئی کچھ اور بھی فرماویں اور قیمت بڑھاوے

ہر دو عالم قیمت خود گفتہء
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پہلی پیش گوئی کے صادق ہونے کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالی کا قطعی موعود (موقت) عذاب ڈر جانے سے کبھی نہیں ٹلا۔ اور حضرت یونس کی قوم سے قطعی عذاب کا صرف ڈر جانے سے ٹل جانا جو قرآن وحدیث اور یونہ کی کتاب میں پایا جانا آپ نے بیان کیا ہے اس میں آپ نے راستی سے کام نہیں لیا۔ جو ایک نبی راست باز کے لئے لازمی امر ہے۔ ہمارے اس دعوی کی دلیل اور اس امر کی تفصیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے صفحہ ۱۱ تک ۵۸ صفحہ میں ہو چکی ہے۔

آپ کا اس تفصیل سے اغماض کرنا اور اپنے ردّ شدہ دعوی کو بلا دلیل خاکسار کے مقابلہ میں دوبارہ پیش کرنا آپ کے منصب نبوت ورسالت سے (جس کے لئے حیا وغیرت ایسی لازمی صفت ہے جیسے کفر کے لئے بے غیرتی اور بے حیائی) نہایت مستبعد ہے۔ آپ اولاً ہمارے دلائل کا اور اپنے دلائل کے جوابات کا جواب دیں، پھر یہ دعوی منہ سے نکالیں کہ ڈر جانے سے قطعی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ عبداللہ آتھم ڈر گیا تھا اور آپ کی پیش گوئی میں موت واقع ہونے میں یہ شرط موجود تھی کہ وہ نہ ڈرے۔ سو اس کا جواب ہم رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۶ کے صفحہ ۴۷ وغیرہ اور رسالہ نمبر ۴ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۱۱ سے ۱۱۷ تک دے چکے ہیں۔ اس جواب سے بھی آپ کا اغماض کرنا اور پھر اسی ردّ شدہ بات کا اعادہ کرنا، آپ کے دعوی نبوت یا محدثیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ایسا ہی آپ نے جو دوسری پیش گوئی میں خبر موت عبداللہ آتھم دے دینے کا وعدہ کیا ہے، اس میں بھی آپ نے راستی سے، جو ایک نبی یا محدث کے لوازم ذاتیہ سے ہے، کام نہیں لیا۔ آپ کے ان اشتہاروں میں جن کا صفحہ ۱ و ۲ رسالہ انجام آتھم میں آپ نے اقتباس کیا ہے کہیں تصریح نہیں ہے کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے انکار کرے تب بھی وہ ایک خاص میعاد میں مر جائے گا۔ آپ کے اصل اشتہاروں کے ان فقرات میں جن کو آپ نے نقل کیا ہے موت اور اس کی میعاد کا ذکر نہیں۔ موت کو آپ اب اپنی طرف سے ان بریکٹس (خطوط وحدانی) میں درج کر کے گویا ان الفاظ میں آپ موت کے معنی ڈال رہے ہیں۔

آپ سچ پوچھیں اور انصاف سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عبداللہ آتھم کی یہ موت جو میعاد ایک سال

سے پہلے واقع ہوئی ہے آپ کی دوسری پیش گوئی کی مکذب ہے نہ مصدق ۔ کیونکہ آپ نے اس پیش گوئی میں یہ کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم کھائے گا کہ میں اس پیش گوئی کی ہیبت سے نہیں ڈرا، تب وہ ایک سال کے عرصہ میں مارا جائے گا۔ جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی صورت میں وہ مارا نہ جائے گا۔ پھر وہ باوجود قسم کے نہ کھانے سے مارا گیا۔ تو اس سے اس پیش گوئی کا مضمون جھوٹا ہوا، نہ سچا۔

یہی باتیں آپ نے اپنے خسر فرضی مرزا احمد بیگ کے فوت ہو جانے اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے فوت ہونے کی نسبت کہی ہیں جن میں راستی وحق گوئی آپ سے چھوٹ گئی۔

ہم نے مرزا احمد بیگ کے متعلق باوجود اس کے فوت ہو جانے کے آپ کی پیش گوئی کے پورے نہ ہونے کے ثبوت میں آپ سے ۸۵ سوال جرح کئے ہیں جو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا و ۲ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۳۸ تک شائع ہو چکے ہیں جس سے ہر صاحب فہم وانصاف کو ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور اگر وہ پوری ہوتی بھی تو بھی یقیناً الہامی نہ سمجھی جاتی۔

اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر جو آپ نے عذرات کئے ہیں کہ وہ بھی ڈر گیا اور ڈر جانے سے عذاب ٹل جایا کرتا ہے، گو قطعی وغیر مشروط ہو۔ اس کا جواب رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۷۹ سے ۱۹۶ تک ایسا دیا گیا ہے جس میں آپ کو چون و چرا کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر آپ کا اس جواب سے چشم پوشی کرنا، اور اپنے پرانے دعاوی کو بلا دلائل ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا، آپ کے دعوی نبوت یا محدثیت کے مخالف ہے جس کے لئے غیرت وحیا ایک لازمی امر ہے۔

(یادرہے کہ ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی سترھویں جلد ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ۔۱۳۱۲ھ کی ہے، لیکن ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی ہے کیونکہ اس کے آخری چند صفحات میں مرزا قادیانی کے رسالہ انجام آتھم کا مختصر جواب لکھا گیا ہے اور یہ رسالہ ۱۸۹۶ء میں لکھا گیا تھا۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۷۔ص ۳۷۶۔۳۸۲)

منکوحہ آسمانی در کلمہ فضل رحمانی

قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب انجام آتھم کے ردّ میں قلم اٹھایا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی شائد ۱۸۹۷ء میں لکھنا شروع کی تھی جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں قاضی صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی بابت منکوحہ آسمانی کا پوسٹ مارٹم بھی کیا تھا۔ اور بعض ایسے خطوط شائع فرمائے جو قبل ازیں عوام کی نظروں سے اوجھل تھے۔ بعد ازاں قاضی فضل احمد صاحب کی کتاب سے یہ خطوط رد قادیانیت میں لکھی جانے والی کئی کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔

قاضی فضل احمد صاحب پیش گوئی بابت منکوحہ آسمانی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک عجیب قصہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک الہام مشتہر کیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی صاحبزادی میرے ساتھ مقدر ہے۔ لڑکی کے اولیاء کو نا منظور ہوا تو آپ نے چند لطائف الحیل وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہ ہوئے چونکہ مرزا احمد بیگ مدعی مسیحیت کی زوجہ کے رشتہ دار تھے اس لئے مدعی مسیحیت نے اس کو اور اپنے دیگر رشتہ داروں کو وضعداری سے بلکہ صاف لفظوں میں دھمکا کر مجبور کیا کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ نہ ہونے دیں اور جس طرح ممکن ہو روک کر میری طرف مائل کریں۔ جب ان سے یہ کاروائی نہ ہوسکی تو اپنی پہلی نیک بخت بیوی اور اس کے لائق فرزندوں سے ناراضگی ظاہر کر کے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کی دھمکی میں یہ لکھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے گا تو میری وراثت سے ایک دانہ نہ پاوے گا وغیرہ۔ ایسی دھمکی سے مرزا صاحب کی غرض یہ تھی کہ فضل احمد کی منکوحہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیر زادی تھی اس کو طلاق ملنے سے احمد بیگ اور اس کے دیگر قرابت داروں کو رنج پہنچے گا جس سے مرزا کی الہامی تائید کو مؤید ہو جائیں گے اور مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کا عقد مرزا غلام احمد کے ساتھ ہو جانے سے ان کے الہام کی تصدیق ہو جاوے گی۔ جس کی تصدیق ذیل کے خطوط (جو مرزا قادیانی کی قلم کے لکھے ہوئے ہیں) سے بوجہ

احسن ہو جاوے گی۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

اس جگہ مرزا صاحب کے خاص دستخطی خطوط جو مجھے ایک دوست شیخ نظام الدین پنشنر راہوں کی معرفت مرزا علی شیر، سمدھی مرزا صاحب سے ملے ہیں درج کرتا ہوں جس سے مرزا صاحب کی مسیح موعودی اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ان خطوں کے ملاحظہ سے ناظرین معلوم کرلیں گے کہ مرزا صاحب کیا ہیں۔کوئی ادنی اور جاہل مسلمان بھی ایسانہیں کرے گا اور نہ کرسکتا ہے۔یاد رہے کہ احمد بیگ کی زوجہ مرزا قادیانی کی تایازاد ہمشیرہ ہے۔مرزا علی شیر کی لڑکی عزت بی بی، فضل احمد پسر مرزا قادیانی کی زوجہ ہے۔اب مرزا محمد حسن ساکن راہوں کے خط سے معلوم ہوا کہ باوجود بہت بہکانے کے بھی فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اس لئے فضل احمد کو بھی مرزا صاحب نے الگ کردیا

(ایک خط میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں):

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب

ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے ۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں ۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی ۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں ۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں ۔ خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں

سکتا۔خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے۔اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہوتو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔۱۷جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

(ایک خط یوں ہے)۔ مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالی کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا۔کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا

اوران کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہوسکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ

دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔ راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

(مرزا صاحب کا ایک خط یوں ہے)

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔

اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری

کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

(مرزا غلام احمد نے ایک خط اپنی بہو عزت بی بی زوجہ مرزا فضل احمد سے اس کی والدہ کے نام بایں الفاظ لکھوایا:)

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب قادیانی) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا، پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اس کو (لدھیانہ سے) لے جائے۔

مرزا قادیانی کے خطوط اوران کے مضامین کی تصدیق سے متعلق خطوط

درج بالا قادیانی خطوط کے مضامین کی تصدیق کے لئے قاضی فضل احمد لدھیانوی نے مرزا صاحب کے رشتہ داروں کے خطوط نقل کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

بندہ مسکین محمد حسین عفی عنہ راہون۔ ۴۔ اگست ۱۸۹۸ء

نحمدہ و نصلی۔ حضور من السلام علیکم۔ ورود اعزاز نامہ سے مشرف وممتاز فرمایا۔ اب اصل ماجرا عرض کرتا ہوں۔ جس روز بندہ نے حضور کی خدمت میں خط لکھا اس سے اگلے روز قادیان سے میرے حضرت کا فرمان فیض بنیان معہ ایک نقل بیعنامہ رجسٹری شدہ کے شرف صدور لایا جو بجنسہ ارسال حضور ہے۔

۲۔ قادیانی نے اپنی جائیداد جدی میں سے ایک باغ اپنی منکوحہ کے نام رہن کر دیا ہے اور اس کے عوض اس سے زیور اور کرنسی نوٹ لئے ہیں۔ چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار کے نوٹ۔ ہر ایک عقل

مند سوچ سکتا ہے کہ یہ کام اس مرزا نے فقط اس غرض سے کیا ہے تا کہ دوسرے لڑکے جو پہلی بیوی سے ہیں محروم ہو جائیں۔ بھلا خیال تو فرماویں کہ زیور اور نوٹ بیوی کہاں سے لائی۔ آیا وہ اس کے والدین کی کمائی ہیں؟

دوسری، بعد لکھنے بیع نامہ کے مرزا صاحب نے وہ زیور کیا کیا؟ بیوی ہی کو دے دیا ہو گا۔ یہ فقط ایک دھوکہ تھا۔ حضور پر پہلے بھی روشن ہے کہ مرزا صاحب کے والد صاحب مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ہمارے حضرت مرزا شیر علی کی حقیقی پھوپھی تھی۔ اور علی ہذا القیاس مرزا غلام احمد کی بڑی بیوی بھی ہمارے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہے جو عرصہ سے فوت ہو گئی ہے اور اس کے بطن سے دو بیٹے ہیں۔ بڑے کا نام سلطان احمد ہے جو ملتان کے ضلع میں تحصیل شجاع آباد میں تحصیلدار ہے اور چھوٹے کا نام فضل احمد ہے جو حضرت صاحب کا داماد ہے۔ مرزا غلام احمد کے ایک بھائی ان سے بڑے اور تھے جن کا نام غلام قادر تھا وہ بے اولاد تھے۔ انھوں نے سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب کو اپنا متبنی کر لیا۔ لہذا کل جائداد میں نصف مرزا غلام احمد اور نصف سلطان احمد حصہ دار ہوئے۔ اب فضل احمد چھوٹا بیٹا مرزا کی جائیداد کا حسب حصہ حق دار ہے کیونکہ مرزا کی دوسری بیوی سے جس کے نام باغ رہن کیا گیا ہے شاید دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اب فضل احمد کو اس جدی حصہ سے محروم کرنے کے لئے مرزا صاحب نے یہ حیلہ کیا ہے کہ باغ بیوی کے نام رہن کر دیا۔ باقی جائیداد کا کوئی اور بندوبست کرے گا۔ خیر حضور کو یاد ہو گا کہ مرزا کے دونوں خط خود علی شیر اور ان کی بیوی کے نام ہیں۔ انہیں حضور نے پڑھا ہو گا : کہ اگر فضل احمد نے میرے کہنے سے اپنی منکوحہ دختر مرزا شیر علی کو طلاق نہ دیا تو وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔

مرزا صاحب اسی امر میں ساعی رہے کہ میرے ہر دو بیٹے اور مرزا علی شیر اور ان کی زوجہ جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھیں اپنے بھائی سے لڑ بھڑ کر ناطہ پر راضی کریں تا کہ میرا الہام سچا ہو۔ مرزا صاحب علی شیر کی ہمشیرہ یعنی اپنی بڑی بیوی کو انہوں نے ناراض ہو کر الگ کر دیا ہوا تھا۔ کہ اس نے کچھ نمایاں کام نہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان احمد (کے ساتھ تھیں) چونکہ ان متعلقین نے مرزا صاحب کی

کچھ بھی مدد نہ کی لہذا ان سب کو الگ کر دیا اور کھانا پینا گفتگو بالکل ترک کر دیا۔ بلکہ یہ لوگ مرزا صاحب کی الہامی جورو کے نکاح میں شریک ہوئے..اور اس کو مخبوط الحواس سمجھ کر جلدی اس امر میں کوشش کر کے اس کا نکاح موضع پٹی میں ایک لڑکے مسمی مرزا سلطان محمد سے کرا دیا۔ اور مرزا صاحب اپنے ایک خط میں فرما چکے ہیں کہ: اس نکاح کے شریک میرے دشمن ہونگے۔

افسوس مرزا کی عقل پر، الہامی بات اور بندوں پر مخالفت کے سبب غصہ

چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد

خیر فضل احمد نے مرزا صاحب اپنے والد کی عدول حکمی کی کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا اسی لئے فضل احمد اور اور متعلقین سے قطع تعلق کر بیٹھے ہیں۔

لہذا بعد مفصل حال کے عرض ہے کہ نقل رہن نامہ رجسٹری شدہ ارسال حضور ہے اس کو بھی درج کتاب فرماویں۔ حضرت صاحب نے یہ وثیقہ کی نقل حکم نامہ کے ساتھ بندہ کو بھیجی ہے اور بایں الفاظ لکھا ہے: وثیقہ کا کاغذ بھیجا جاتا ہے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لو اور اصل کاغذ کورٹ انسپکٹر (قاضی فضل احمد) صاحب کی خدمت میں بغرض اندراج کتاب بھیج دو۔

باسمہ سبحانہ مخدوم مکرم بندہ حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ..

آپ کا نوازش نامہ معہ دو کاپی کتاب کلمہ فضل رحمانی شرف صدور لایا اور مشکور فرمایا ۔

جناب من! مرزائی گروہ کی معلومات سے صاف پایا جاتا ہے کہ انکو اپنے پیغمبر کے حالات اندرونی معلوم نہیں اسی لئے دھوکہ میں کتنی بڑی موٹی بات سے انکار کر دیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بندہ خدا اگر فضل احمد ان کا کوئی بیٹا نہ ہو، تو مجھے اس کے بیٹے بنانے کی خواہ نخواہ کچھ ضرورت ہے۔ جو کچھ کہ خطوط مرزا قادیانی میں درج ہے اس میں ایک سرمو فرق نہیں۔ میں بھی باشندہ اسی ضلع کا ہوں مجھے خود اس کا علم ہے کہ مرزا سلطان احمد فرزند کلاں مرزا صاحب اور بندہ ایک ہی ماہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں محکمہ پولیس گورداسپور میں ملازم ہوئے تھے اور اکٹھے قواعد پریڈ کرتے رہے اور وہ

میرے نہایت دوست ہیں پھر محکمہ پولیس کو چھوڑ کر سول میں ملازم ہو گئے تھے۔ مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں حقیقی بھائی پہلی بیوی سے ہیں جس کو مرزا صاحب نے ناراض ہو کر الگ کر رکھا تھا۔ اب عرصہ دو ماہ سے ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا فضل احمد، مرزا صاحب قادیانی کا فرزند دل بند ہے جس نے باوجود سخت دھمکانے مرزا صاحب کے اور خوف دلانے محروم الارث کرنے کے اپنی بیوی کو جو مرزا شیر علی صاحب کی دختر ہے طلاق نہ دی جس کا نتیجہ مرزا صاحب نے حسب وعدہ خود یہ دکھلایا کہ ان کو محروم کرنے کے لئے اپنی جائیداد کو پانچ ہزار میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھ دیا جس کی نقل رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔ زیادہ طویل تحریر سے کچھ فائدہ نہیں۔

اب میں دو خط مرزا محمد حسین ساکن راہوں ضلع جالندھر تلمیذ و مرید حضرت مرزا شیر علی سمدھی مرزا غلام احمد قادیانی آپ کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجتا ہوں جس سے ایسی تسلی ہو جاوے گی کہ چون و چرا کرنے کی بھی نوبت نہ ہوگی۔ مجھے نہایت افسوس ہے اور ساتھ ہی تعجب ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی لوگوں کے دماغ میں ایسی ضد بھر گئی ہے کہ جب کسی کو مخالف دیکھتے ہیں تو اس کو بھی دھمکی ایک سال کی پیش گوئی اس کی موت کی بابت دیتے ہیں۔ اس بات کو میں اپنی کتاب میں بھی درج کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب نے کبھی یہ دعا نہ کی کہ میرے مخالف بقول ان کے راستہ پر آ جائیں۔ جب غصہ میں آئے یہی پیش گوئی کی کہ وہ ۱۵ ماہ مرے گا، وہ ایک سال میں مرے گا۔ مزہ تب تھا کہ مرزا صاحب کی دعا سے لیکھ رام مسلمان ہوتا۔ پادری ہنری کلارک اسلام لاتا۔ ماسٹر مرلی دھر مسلمان ہوتے۔ عبداللہ آتھم ایمان قبول کرتے۔ مرزا امام الدین بیگ برادر کلاں مرزا برے نہ بنتے۔ مرزا صاحب کی اولاد بھی مرزا صاحب کو قبول کر لیتی قادیان کے لوگ بھی ایمان لے آتے۔ اتنی شوراشوری اور صرف ۳۱۳ مرید وہ بھی ڈھلمل یقین۔ مرزا صاحب کی الہامی جورو جس کا نکاح مرزا کے خدا نے آسمان پر کیا تھا، مرزا کے دیکھتے دیکھتے اور ان کے خدا کی موجودگی میں دوسرے شخص مرزا سلطان محمد ساکن پٹی علاقہ لاہور کے گھر میں آباد شاد اور صاحب اولاد نہ ہوتی۔ افسوس۔

میں نے اپنی کتاب میں مرزا صاحب کو کافر، کذاب، مخالف بزرگان اسلام، مسلمانوں کا دشمن، عبدالدینار وغیرہ وغیرہ خارج از اسلام لکھ دیا ہے۔ میری کتاب کا پچھلا حصہ جس میں توہینات انبیاء، دعوی نبوت عقاید اعمال مرزا صاحب کے درج ہیں، صاف ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب بموجب اقوال خود کافر اور نائب دجال وغیرہ ہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے اور ویسا ہی مرزا صاحب کو جانتا ہوں۔ ان کا دعوی مسیح موعود اور مہدی مسعود اور مجدد وغیرہ کا بالکل لغو اور جھوٹ ہے۔ پس جو مرزائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ فضل احمد مرزا صاحب کا کوئی بیٹا نہیں، وہ مرزا صاحب سے اس بات کا انکار لکھوا دے یا مرزا صاحب خود ان خطوط کا انکار کر کے اشتہار دیں کہ یہ خطوط جھوٹے اور جعلی ہیں اور پھر اپنی موت کے بارہ میں ایک سال یا جتنا مناسب سمجھیں، اقرار شائع کریں اگر وہ سچے ہیں، مگر وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کی ان خطوط سے جو میں بھیجتا ہوں اور بھی تسلی ہووے گی اور مرزا صاحب اور مرزائی بخوبی نادم ہوں گے۔

مرزائی لوگوں کو شرم آنی چاہیے، میں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے اور جو کتاب میں بدلائل لکھا ہے ۔مرزا صاحب یا ان کے حوارین ایک دفعہ نہیں، بیس دفعہ پیش گوئی کرتے پھریں اور میعاد بھی لگا لیں، بندہ ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا۔ مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں سے عبداللہ آتھم کو تو مار چکے ۔اپنی الہامی جورو کے خاوند کو مار چکے۔ مرزا امام الدین کو مار چکے۔ پادریوں، آریوں کو مار چکے۔ اگر مرزا صاحب ایسا کر چکے ہیں، تو سچے ہیں ورنہ وہ ہی کذاب۔ جب یہ حالت ہے تو مسلمانوں کو موت کی پیش گوئی کی دھمکی دینا ہیچ ہے۔ پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ہی مارا ہوتا۔ یا مولوی عبدالحق امرتسری کو فنا کیا ہوتا۔ کیا شرم کی بات ہے، خدا کا خوف کرنا چاہیے ۔

مخلص من! مرزائیوں کی ایسی ویسی باتوں پر امید ہے کہ آپ بالکل خیال نہ فرمائیں گے نہ فرمایا ہے ۔میں انشاءاللہ کبھی کوئی بات بلا تحقیق درج نہیں کرتا نہ کرونگا اور نہ کی ہے۔ مجھے مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انہوں نے تمام جہان کے بزرگوں، مولویوں اور انبیاؤں کو گالیاں دے کر عام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں میں ملازم سرکار ہوں، مجھے

کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا کیا ضرور۔ بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی حفاظت کی غرض سے کتاب لکھ دی ہے خدا جس کو ہدایت دیوے تمام دنیا ایک طرف مرزا صاحب ایک طرف ....

نیازمند فضل احمد عفی عنہ از لودہانہ ۱۱ستمبر ۱۸۹۸ء

از بندہ مسکین محمد حسین راہون ۳۱۔مئی ۱۸۹۸ء

جناب من السلام علیکم: افتخار نامہ فیض شمامہ بدر کی طرح شرف ورود لایا۔ بندہ کے دل و جان کو سرفرازی سے سراپا روشن فرمایا۔ شافی مطلق جل شانہ بحرمت رسول مقبول ﷺ آنخضور کو صحت کلی عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

۱۔ حضرت مرشد مرزا صاحب علی شیر دام فیوضہ قادیان ہی کے باشندے ہیں اور مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ مرزا غلام مرتضی کے گھر میں ان کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ غلام احمد کی پہلی بیوی میرے حضرت کی حقیقی ہمشیرہ ہیں جن کے بطن سے دو فرزند بڑا سلطان احمد اور چھوٹا فضل احمد ہے۔ اول الذکر تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں تحصیل دار ہے اور فضل احمد کو مرزا صاحب علی شیر کی بیٹی بیاہی ہوئی ہے۔ گو مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے فضل احمد کو ہر طرح چاپلوسی کی اور جائداد سے بے تعلق کر دینے کی دھمکی بھی دی مگر اس نے ہرگز طلاق دینا منظور نہ کیا۔ اور وہ اپنے باپ کا سخت مخالف ہے اور اپنی بیوی سے ہر طرح راضی وخوشی ہے۔ بڑا بیٹا بھی مخالف ہے مرزا سے۔ ہاں مرزا صاحب نے اپنی بڑی بیوی ان دونوں کی والدہ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے اور مرزا صاحب علی شیر اپنے بھائی کے ہاں قادیان ہی میں رہتی ہے۔ مرزا غلام احمد اور ہمارے حضرت کے مکان میں صرف ایک دیوار ہی ہے، بندہ خود قادیان جا کر دیکھ آیا ہے۔ ایک طرف وہ رہتے ہیں ایک طرف وہ ۔اور حضرت صاحب مرزا علی شیر کی ہمشیرہ کا نان نفقہ (سلطان محمد کرتا ہے؟)

۲۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ ہمارے حضرت کے نکاح میں تھی جو کئی سال سے انتقال کر گئیں۔ جن کی بیٹی کے بارے میں مرزا کا الہام ہے۔

۳۔شاید حضور نے ایک شخص خا کی شاہ باشندہ راہون کا ملاحظہ فرمایا ہوگا جو مرزا غلام احمد کے معتقد اور مرزا صاحب کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کے قدم بقدم چلنے والا ہے۔وہ چند مہینے ہوئے راہوں میں آیا اور اس نے مرزا صاحب کے مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونیکی بابت بڑی وعظ کی اور آ کر شہر والوں کے اعتقاد میں فرق ڈالا۔اس شخص کو بندہ نے مرزا کا سارا حال سنایا کہ مرزا کے دستخطی خطوط میرے حضرت کے پاس ہیں اور ہم تو اس کو بڑا امکار اور کذاب جانتے ہیں۔بندہ نے حضرت کی خدمت میں نیاز نامہ بطلب خطوط لکھا چونکہ حضرت عرصہ ڈیڑھ سال سے راہوں میں تشریف نہیں لائے تھے بندہ کی عرض پر مع ہرسہ خطوط تشریف لائے۔خا کی شاہ پہلے ہی چلتا ہوا۔راہوں میں یہ ہرسہ خطوط سب رؤساء کو دکھائے گئے جس سے مرزا کا مکر وفریب اظہر من الشّمس ہوگیا، جب حضور کا فرمان طلبی ہرسہ خطوط کا صادر ہوا تھا اور معرفت چچا صاحب نظام الدین بندہ کو ملا تھا اس وقت میرے حضرت رڑکی مغلاں میں جو راہون سے چھ کوس کے فاصلہ پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے فرمان کو پڑھ کر بندہ خود جا کر ہرسہ خطوط بڑے اصرار سے لایا تھا۔وہ فرماتے تھے کہ کہیں گم نہ ہو جائیں۔آج کل وہی خا کی شاہ قادیان میں ہے۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خط جلدی راہوں سے میرے پاس روانہ کردو، اس لئے بندہ نے حضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ طلبی خطوط کا لکھا تھا۔شاید آنحضرت نے اسی خا کی شاہ کو دکھلانے ہوں گے۔آپ بلا اشتباہ ان خطوط کو مشتہر فرما دیں۔بندہ حضور کو یقین دلاتا ہے کہ حضرت مرزا علی شیر صاحب ہرگز اس پائے کے آدمی نہیں کہ حق کی مخالفت کریں۔حضرت حاجی محمود جالندھری نقشبندی کے خلیفہ ہیں اور اس وقت ان کی نظیر کا درویش باخدا کم ہوگا۔شائد حضور نے بھی جالندھر پولیس میں آنحضرت کی زیارت کی ہوگی۔جس وقت خط میں رڑکی سے لینے گیا تھا تو انہوں نے اس وقت بھی مجھے تاکیداً فرمایا تھا کہ دیکھنا کہیں گم نہ ہو جائیں اور لدھیانہ سے واپس آنے کے بعد رجسٹری کرا کر ہمارے پاس بھیج دینا۔بندہ نے عرض کی کہ بہت خوب۔

۴۔ لہذا اب اخیری عرض یہ ہے کہ ہرسہ خطوط یا تو بسبیل ڈاک یا کسی خاص معتبر کے ہاتھ لفافے

میں بند کر کے روانہ فرماویں۔اور کسی طرح کا شک وشبہ اپنے خیال مبارک میں نہ لاویں۔ بندہ نے مفصل سب حال عرض کر دیا ہے۔اب بندہ کو بھی انشاء اللہ امید ہے کہ حضور کے کل شبہات دور ہو جاویں گے۔

از بندہ مسکین مرزا محمد حسین عفی عنہ۔ جامع فضائل وکمالات روحانی وایمانی مولانا مولوی صاحب وعلیکم السلام: اشتہارات مرسلہ آنحضور معہ اعزاز نامہ پہنچے۔

حضور نے اپنے اخلاق بزرگانہ وطبع کریمانہ سے اس قدر اس عاجز کو ممنون احسان فرمایا ہے جس کا بیان مالا کلام ہے. البتہ اللہ تعالی اس کے عوض میں اپنی رحمت کاملہ سے آنحضور پر رحمت فرماوے اور اپنی درگاہ عالیہ سے حضور کو اپنے خاصوں کے زمرہ میں منسلک فرماوے۔ آمین۔ بحرمت سید عالم سرور بنی آدم ﷺ، حضور کے اشفاق نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزائیاں بھائی صاحب فضل احمد کو مرزا غلام احمد کا بیٹا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور دختر مرشدنا حضرت مرزا علی شیر صاحب منکوحہ اخویم مرزا فضل احمد کو مرزا صاحب کی بہو ہونے سے بھی منکر ہیں۔ یہ انکار ان حضرات کی لاعلمی پر دال ہے۔ یہ احقر بھی حضور ہی کا فقرہ لکھتا ہے کہ افسوس ہے کہ مرزائیوں کو اپنے پیغمبر کے گھر کا حال بھی معلوم نہیں۔ بندہ نے جو کچھ پہلے عریضوں میں حالات عرض کئے ہیں بوجہ ہم قوم ہونے کے یہ جس طرح معلوم ہیں اس میں ہرگز کچھ بھی غلطی نہیں ہے جو صاحب اس کو غلط کہیں انہیں ان معاملات سے بے خبری ہے۔ کسی اور مرزا صاحب کے رشتہ دار سے اگر یہ امر دریافت کیا جاوے تو وہ بھی اسی طرح بیان کریں گے۔ مرزا صاحب خود بھی فضل احمد کے بیٹا ہونے سے انکار نہیں کر سکتے اگرچہ نکاح میں کوشش نہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض ہیں۔ مرزا صاحب سے ان کے معتقدین دریافت کرلیویں۔

مرزا سلطان احمد وفضل احمد کی والدہ یا دوسرے الفاظ میں ہمارے حضرت صاحب کی حقیقی ہمشیرہ کو مرزا صاحب نے طلاق تو نہیں دی مگر ان کو جب سے ان کی الہامی زوجہ کا نکاح سلطان محمد

سکنہ پٹی سے ہوا، الگ کر چھوڑا تھا۔ کسی قسم کا تعلق خرچ وغیرہ کا نہیں رکھا تھا۔ مرزا سلطان احمد اپنے بیٹے کے مکان میں ان کی والدہ شریفہ آ گئی تھیں۔ بالکل آمد ورفت کلام باہمی بند رہی حتی کہ چند ماہ کا عرصہ ہوا اس مرحومہ نے اس جہان سے رحلت کی۔ بندہ قادیان جا کر اخیر جنوری ۱۸۹۳ء میں یہ امر بچشم خود دیکھ آیا تھا اور وفات تک وہ اسی طرح گذر گئیں۔ کسی طرح سے مرزا صاحب نے ان سے صفائی نہیں کی بلکہ مجھے کامل امید ہے کہ ان کی تجہیز وتکفین میں بھی مرزا صاحب شریک نہیں ہوں گے کیونکہ اسی نکاح سے سب رشتہ داروں سے موصوف نے قطع تعلق کر دیا ہے ادھر مرزا صاحب حضرت خواجہ محمد علی شیر سے اور ادھر مرزا نظام الدین وکمال الدین سے (مرزا امام الدین پیر خاکروباں کے بھائی ہیں) رشتہ ناطہ مرگ شادی پر آمد ورفت بند ہے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے پوری واقفیت سے لکھا ہے اور یہ عین ٹھیک ہے اس سے زیادہ اور کیا عرض کروں۔ ایک بات بندہ پھر عرض کریگا وہ کیا کہ مرزا صاحب اپنی بڑی بیوی صاحبہ کے جنازہ پر تشریف لے گئے ہیں یا نہیں۔ اوپر کی سطروں میں بندہ نے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے۔

دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے نکاح سے مرزا سلطان احمد صاحب تادم مرگ اپنی والدہ مرحومہ کے خرچ کے متکفل رہے اور مرزا صاحب نے انہیں کچھ مدد نہیں دی۔

دستاویز رہن

کتاب کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۱۳۲ ۔ ۱۳۳ پر وہ دستاویز ہے جس کے ذریعہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی جائداد اپنی اہلیہ نصرت بیگم کے پاس رہن رکھا تھا۔ قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان نے وارثوں کو ان کے حقوق غصب کرنے کی نیت سے کل جائداد اپنی بیوی نصرت جہان بیگم کے نام رجسٹری کر دی، جن کی نقل یہ ہے:

منکہ مرزا غلام احمد خلف مرزا غلام مرتضی مرحوم قوم مغل ساکن رئیس قادیان تحصیل بٹالہ کا ہوں..

برضا ورغبت خود بدرستی ہوش وہواش خمسہ اپنی ..اراضی مذکورہ کومعہ درختاں مثمرہ وغیر مثمرہ موجودہ باغ واراضی زرعی ...ودیگر حقوق داخلی وخارجی متعلقہ محض بعوض پانچ ہزارروپیہ سکہ رائجہ نصف جن کے ۲۵۰۰ ہوتے ہیں بدست مسمات نصرت بیگم زوجہ خود رہن وگروی کردی ہے اور روپیہ میں بتفصیل ذیل زیورات ونوٹ کرنسی نقدمرتہنہ سے لیا ہے۔...قرار یہ ہے کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن مرہونہ سے نہیں کراؤنگا بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زررہن دوں تب فک الرہن کروالوں گا بعدانقضائے میعاد بالایعنی ۳۱ سال کی بتیسویں سال میں مرہونہ بالاان ہی روپیہ پر بیع بالوفا ہوجاوے گا اور مجھے دعوی ملکیت کا نہیں رہے گا...

بنابراں رہن نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔

المرقوم ۲۵ جون ۱۸۹۸ء بقلم قاضی فیض احمد ۱۹۴۹ء۔العبدمرزا غلام احمد بقلم خود۔

گواہ شد مقبلاں ولد حکیم کرم الدین صاحب بقلم خود۔

گواہ شد نبی بخش نمبردار بقلم خود بٹالہ حال وارد قادیان

اسکے بعد کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۱۳۴ پر اس دستاویز پر محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی لاہور کا تبصرہ ہے جو درج ذیل ہے:

اگر مرزا صاحب کو :اسپ وزن شمشیر وفادار کہ دید۔کی خبر ہوتی تو ہرگز اپنی عورت کے نام رجسٹری نہ کراتے۔مرزا صاحب نے خواہ کتنا ہی لطائف الحیل طمع دینوی سے نصرت بیگم کوراضی کرنے کی کوشش کی۔جب مرزا کو کچھ روپیہ کی ضرورت آ بنی تو اس نے ایک چھلہ تک نہیں دیا کہ مرزا صاحب کے وقت بے وقت کام آ تا، بلکہ اس نے زیورات کے عوض جناب سے تمام باغات زمین وغیرہ رہن وگروکرالی اور رجسٹر کرالی۔کیا یہ سب باتیں اس کی اطاعت کی ہیں۔نہیں ہرگز نہیں اس نے ایسے شخص کا فر بلکہ اکفر کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا۔پس جب گھر کا یہ حال ہورہا ہے تو دوسروں پر کیا شکایت۔

اول ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو زیور مالیتی پانچ ہزار روپیہ کے عوض باغات واراضی

وغیرہ اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم کے پاس گرو، رہن رکھ کر رجسٹری کرادی ہے تو یہ زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس آپ کے دیئے ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر آپ کے ہی تھے تو کیا آپ کو بوقت ضرورت اس سے عاریتا ...نہ تھا۔ اگر تھا تو اس کے عوض اس قدر اراضی باغات کا یہ گرونامہ رجسٹری کرادینا دوسری بیوی سے فضل احمد وسلطان احمد صاحب کے حقوق کو زائل کر دینے کا منشا ظاہر نہیں کرتا۔... اس جہان سے گم ہوتے ہی ڈھائی منٹ میں یہ رجسٹری منسوخ ہو جاوے گی۔ مرزا صاحب کیا خدا کا یہی حکم تھا کہ حقداروں کے حقوق چھین کر دوسروں کو دیئے جائیں۔

دوم آپ کو (کون سی ایسی؟) ضرورت تھی کہ آپ نے یہ کام بھی خلاف شرع کیا

سوم جبکہ آپ اس قدر مالدار ہیں، اور مثیل مسیح ہیں کس طرح سچا سمجھا جاوے

جب کہ خود مسیح جس کی مثیل آپ بنتے ہیں فرماتے ہیں:

پرندوں کے لئے تو بسیرا کرنے کے لئے جگہ ہے مگر ابن آدم (یعنی مسیح) کے لئے کوئی جگہ نہیں کہ وہ سر چھپا سکے۔

چہارم۔ اگر آپ نصرت جہان بیگم سے زیورات مالیتی پانچ ہزار لے لیتے اور اس کے عوض باغات زمین وغیرہ نہ عائد ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس جھگڑے کو اپنی حین حیات مطابق شرع محمدی کیوں فیصل نہیں کیا۔

پنجم۔ جو اراضی و باغات آپ نے نصرت بیگم کے پاس گروی رہن کر دی ہیں اس کی آمدنی وخرچ وغیرہ آپ کی تحویل میں رہے گا یا نہیں۔ اور آپ اس کام کی انجام دہی کے عوض کچھ ماہانہ لیا کریں گے یا نہیں۔ اگر لیں گے تو بیوی کے نوکر کہلائیں گے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں نہیں۔

ششم۔ اگر یہی خدمت کوئی دوسرا انجام دے تو آپ کی اجازت درکار ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں؟

ہفتم۔ باغ کے پھل وغیرہ کو آپ اپنی بیوی کی بلا اجازت حاصل کریں گے یا نہیں۔ اگر حاصل کریں گے تو کیوں؟

غرض کہ مرزا صاحب کو رتی رتی پھل پھول بشرط اجازت لینی پڑے گی ورنہ حرام کھائیں گے۔
ملا محمد بخش قادری مینجر اخبار جعفر زٹلی لاہور

منکوحہ آسمانی دراشاعۃ السنہ جلد ۱۸

قاضی فضل احمد صاحب کی تحریر درکلمہ فضل رحمانی کے بعد منکوحہ آسمانی کی بابت ایک اہم تحریر حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کی ان کے اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۸ میں نظر آتی ہے۔ شیخ الاسلام بٹالوی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ساتھ ۶۴ صفحات کا ضمیمہ منسلک کیا ہے جس میں انہوں نے اکثر پچھلے دعاوی کا اعادہ کیا ہے کہ میں نے تین ہزار نشان آسمانی دکھائے ہیں۔ مثلاً

۱۔ میری پیش گوئی سے مرزا احمد بیگ مرا۔

۲۔ میری پیش گوئی سے اس کا داماد (آپ کی منکوحہ آسمانی کا شوہر ثانی) بھی مر جاتا، مگر وہ ڈر گیا تھا اس لئے بچ گیا۔ آئندہ وہ بھی مر جائے گا۔

۳۔ میری پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آتھم مرا۔

۴۔ مجھے فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس پیش گوئی کے مطابق میرے ہاں تین لڑکے محمود، بشیر اور شریف پیدا ہوئے ہیں۔ اب چوتھا ہوگا جو تین کو چار کرے گا۔ اور اس سے وہ پیش گوئی پوری ہوگی۔

۵۔ مجھے الہام ہوا تھا یا احمد فاضت الرحمة من شفيتك (اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمے تیرے لبوں پر جاری کئے گئے ہیں)۔ اس پیشگوئی و الہام کے مطابق میں نے کئی عربی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کا مقابلہ کوئی مولوی نہیں کرسکتا۔

۶۔ مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ تو مشہور ہو جائے گا اور لوگ دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ اس پیش

گوئی کے مطابق ساٹھ ہزار اشخاص سے زیادہ میرے پاس آئے ہیں اور آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مرید ہو گئے ہیں۔

ایسی ہی اور پرانی لن ترانیاں آپ نے ہانکی ہیں، اور دونئی ہانکی ہیں:

ا۔سکھوں کو دعوت اسلام کی غرض سے میں نے ایک کتاب ست بچن لکھی ہے، جس سے سولہ لاکھ سکھوں کی ہدایت کی امید ہے۔

۲۔جلسہ اعظم مذاہب میں اپنے مضمون کے غالب رہنے کی میں نے پیش گوئی کی تھی جو پوری ہوئی۔ سب سے بڑھ کر میرا ہی مضمون لوگوں کو پسند آیا۔حتی کہ شیخ محمد حسین بٹالوی بھی اسروز طوعاً و کرہاً قائل ہو گئے کہ یہ تمام تاثیر خدا کی طرف سے تھی اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا۔

اور تیسری یہ حرکت (مرزا قادیانی نے) کی ہے کہ اس ضمیمہ کے صفحہ ۵ سے ۷ تک حضرت مسیح (علی نبینا و علیہ السلام) کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں کہ: وہ موٹی عقل کا آدمی تھا، جھوٹ بھی بولا کرتا تھا، لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا، ان سے مار کھاتا تھا، اس کے حسب نسب میں یہ خلل تھا کہ اس کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار کسبیاں تھیں۔

جواباً شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی کے پچھلے دعاوی اور پرانی لن ترانیوں کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ جیسا کہ نمبر اول کا ہم نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ سے ۳۸ تک پچاسی سوال کے ضمن میں جواب دیا۔ اور جلد ۱۷ کے صفحہ ۳۸۲ میں اور جلد ۱۸ کے صفحہ ۶۲ وغیرہ میں بھی وہ جواب موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ میعاد پیش گوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا۔

نمبر ۲ کا جواب تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۸۱ سے ۱۸۶ تک دیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ قادیانی کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ اور وہ محمدی بیگم کے ساتھ زندگی گذار رہا ہے اور اگر وہ واقعہ میں ڈر گیا ہے تو بھی وہ پیشگوئی جھوٹی ہو گئی ہے۔

نمبر ۳ کا جواب تفصیلی اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱ تک اور جلد ۱۷ میں بصفحہ ۳۸ دیا ہے کہ وہ

پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی ہے۔

نمبر۴ کا جواب اسی صفحہ میں دیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ایسی جھوٹی ہوگئی ہے کہ آئندہ بھی اس کے سچا ہونے کا وقت نہیں رہا۔

نمبر۵ کا جواب نمبر۱۲ جلد۱۵، اشاعۃ السنہ میں مفصل دیا گیا ہے کہ قادیانی کی عربی، عربی نہیں۔ اسی لئے کوئی عالم اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ قادیانی کو عربی دانی کا دعوی ہے تو میدان میں نکلیں اور بالمشافہ جوہر دکھلاویں اور ہماری اس نکتہ چینی کا جواب دیں جو ہم نے ان کی عربی پر کی ہے۔

اس مقام میں اس جواب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ہزار کی تعداد تو آپ (مرزا قادیانی) نے فتح الاسلام میں بتائی تھی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب ۱۸۹۷ء میں بھی وہی تعداد بتائی ہے حالانکہ آپ کو روز افزوں ترقی مہمانوں کا دعوی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس تعداد کے بیان میں جھوٹ بولا ہے۔ اپنے مریدوں کی تعداد کہیں آپ آٹھ ہزار بتاتے ہیں کہیں دس ہزار ۔ اور ان کی فہرست آئینہ کمالات میں شائع کی تو اس میں صرف تین سو کے لگ بھگ نام درج کئے ہیں۔ اور زیر نظر ضمیمہ میں صرف تین سو تیرہ ہی ذکر کئے ہیں یہ اختلاف بھی آپکے کذب پر دلیل ہے آپ کی نئی لن ترانیوں میں سے پہلی کا جواب یہ ہے کہ اس رسالہ ست بچن سے جو سکھوں کو ہدایت ہوگی، اس کا نمونہ آپ نے اشتہار (۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء) میں خوب دکھایا ہے کہ راج اندر سنگھ اڈیٹر خالصہ گزٹ نے اس رسالہ کو پڑھ کر آنخضرت ﷺ پر طعن کیا ہے۔ اسی پر باقی ماندہ سکھوں کی ہدایت یابی کا قیاس ہوسکتا ہے۔ ان گالیوں کا (جو سکھ دے رہے ہیں یا آئندہ دیں گے) ثواب آپ ہی کے نامہ اعمال میں داخل ہوگا کیونکہ آپ نے ان کے پیشوا (گورونانک) ہندو کو مسلمان کہہ دیا (جو مسلمان کو یہودی اور نصرانی کہنے کے برابر ہے) تو انہوں نے آنخضرت ﷺ کو برا کہا۔ گویا آپ نے برا کہا۔

کسی مسلمان پر اس رسالہ کی ہدایت کا اثر ظاہر ہوگا تو یہی ہوگا کہ در پردہ تو وہ مسلمان کہلائے گا اور ظاہراً ہندوؤں کے سے کام کرے گا۔ جیسے آپ کے باوا، اور ولی اور سکھوں کے گرونانک کرتے رہے کہ تمام عمر ہندوؤں میں رہے، ہندو کہلائے، علانیہ مسجدوں اور مسلمانوں کی مجالس میں نمازوں

اور جماعتوں میں شامل نہ ہوئے، علانیہ حج نہ کیا، روزہ نہ رکھا، زکوۃ نہ دی۔ اگر بقول آپ کے کچھ کیا تو خفیہ کیا (جس کی عہد سلاطین اسلام میں، جوان کا زمانہ تھا، کچھ ضرورت نہ تھی)۔ معہذا وہ آپ کے نزدیک مسلمان اور ولی علیہ الرحمۃ کہلانے کے مستحق ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ جو شخص آپ کے اس رسالہ کو حق جان کر ان کو مسلمان مان لے، وہ ظاہر میں نماز روزہ چھوڑ کر مسلمانوں کی مجلسوں و مسجدوں سے علیحدہ ہو کر دہوتی باندھ کر، مالا ہاتھ میں لے کر مونچھیں بڑھا کر، سر پر کیس رکھا کر، واہ گرو، واہ گرو کہتا ہوا کسی بونگہ یا دھرم سالہ میں جا پڑیگا۔ اور پھر دل سے مسلمان کا مسلمان کہلائے گا۔

☆ دوسری لن ترانی کا جواب یہ ہے کہ کسی اہل علم مسلمان نے آپ کے مضمون کو پسند نہیں کیا، گو علوم دین سے جاہلوں صرف انگریزی اردو خواندوں نے اس کو پسند کیا ہو۔ اور خاکسار نہ تو آپ کے مضمون پڑھنے کے وقت یا اپنا مضمون سنانے کے سوا کسی اور وقت اس جلسہ میں گیا، اور نہ آپ کا مضمون سنا، اور نہ اس کی نسبت وہ کلمہ کہا جس کو آپ نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

☆ تیسری حرکت حضرت مسیح کو دشنام دہی کی جو آپ سے اس ضمیمہ انجام آتھم میں ہوئی ہے، حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر تلوار سے کاٹ کر آپ کو مردار کرتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں ہے۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں، سلطنت غیر اسلامی ہے۔ اسکے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں۔ اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری، جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ وطفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں، وہ بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں، حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں، اب آپ شوق سے جس قدر چاہیں حضرت مسیح کو یا کسی اور نبی کو گالیاں دیں، کوئی پوچھنے پکڑنے والا نہیں۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۸۔ ص ۹۰ تا ۹۵)

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں ان پیشگوئیوں پر بحث کرنے سے تو یہ لوگ جان چھوڑاتے ہیں مگر موقعہ لاف زنی پر انہیں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ ہمارے مخالف تو ان کا دروغ

ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ہم ان دلائل کا جواب تو کچھ نہیں دیتے پھران پیشگوئیوں کو زبان یا قلم پر کیو ں لاتے ہیں۔الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، کے مصداق پیشگوئیوں کے منکروں اور مخالفوں کو شرماتے اوران پر جھنجھلاتے اور یہ فرماتے ہیں۔چنانچہ محمد احسن امروہی قادیانی نے صیانۃ الناس کے صفحہ ۲۰۔۲۱ میں لکھا ہے کہ

آتھم اور سلطان محمد کے متعلق پیشگوئیوں کے صدق کی نسبت واضح طور پر علی منہاج النبوّت و علی منہاج المسلمین صدہا اشتہارات اور متعدد رسائل میں بہ حجت و برہان بیان کیا گیا مگر آپ مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔ان دونوں پیشگوئیوں میں وہی تاویل کی جاتی ہے جو علی منہاج النبوۃ ہے یعنی و یعلّمك من تاویل الاحادیث۔

☆ شیخ الاسلام مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ سلطان محمد کی موت کی جو تاویل کی جاتی ہے وہ تاویل الاحادیث حضرت یوسف کی نظیر ہو تو وہ مرزا کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیں گے اور قلم توڑ دیں گے۔ جو صدہا اشتہار اور متعدد رسائل قادیانیوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں ان میں وہ تاویل مجھے نظر نہیں آئی، آپ میدان میں اتریں اور سے ثابت کریں کہ وہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے۔مباحثہ سے اگر قسم کھالی ہے یا الہام میں اس کی ممانعت آچکی ہے تو آپکے پیرومرشد کیلئے ہے، نہ کہ آپ (محمد احسن) کیلئے۔بس آپ دیر نہ کریں غریب خانہ پر تشریف لاویں اور جتنا عرصہ گفتگو رہے، یہیں رہیں اور یہیں دونوں وقت ماحضر تناول فرماویں۔گفتگو کے وقت صرف یہ خاکسار ہوگا اور آپ۔اور جانبین کے بیان کو قلم بند کیا جائے گا۔اگر میدان آپ کے ہاتھ میں رہا تو اس کا نتیجہ او پر تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر آپ سے ثابت نہ ہوسکا کہ یہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے تو آپ کو مرزا کا اتباع چھوڑنا پڑے گا، یا اپنے بے علم ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا۔(اشاعۃ السنہ جلد ۱۸)

منکوحہ آسمانی در الہامات مرزا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر دراشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے بعد منکوحہ آسمانی کی بابت جو اہم تحریر ہمارے سامنے ہے، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کی رقم فرمودہ ہے، اور ان کے رسالے الہامات مرزا میں شامل ہے۔

الہامات مرزا بار اول ۱۹۰۱ء میں طبع ہوئی۔ ۱۹۰۴ء میں اس کا تیسرا اڈیشن اضافات کے ساتھ طبع ہوا۔ اور ۱۹۲۸ء میں اس کا چھٹا اڈیشن طبع ہوا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نورالدین بھیروی کی زیرنگرانی لکھی جانے والی قادیانی کتاب آئینہ حق کا جواب بھی ہے، جو مرزا قادیانی کی موت کے بعد لکھا گیا تھا، اس لئے اس کے مضامین میں ان عبارتوں کا شناخت کرنا ذرا مشکل ہے جو باراول کے طبع میں شامل تھیں، یا جو باردوم طبع کے موقع پر اضافہ ہوئی تھی، یا جو بارسوم کے طبع میں اضافہ شدہ ہیں، یا جو بارششم کے طبع میں اضافہ شدہ ہیں۔ تاہم ایسی عبارات جن میں مرزا قادیانی کی موت واقع ہوچکنے کی بات ہوگی انہیں چوتھے، پانچویں یا چھٹے طبع کا اضافہ سمجھنا چاہیے، اور جن میں مرزا صاحب کی حقیقۃ الوحی کے اقتباسات ہوں گے انہیں طبع سوم کے بعد کے اضافات سمجھنا چاہیے۔ ہمارے پاس طبع سوم اور طبع ششم کے نسخے ہیں اور درج ذیل بیان انہی دونوں کو اکٹھا کر کے تیار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

پیش گوئی متعلق سلطان محمد

محمدی بیگم سے نکاح سے متعلق پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہوا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔ گو اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔

اس پیش گوئی میں محمدی بیگم سے نکاح والا حصہ دراصل مقصود اصلی ہے اور مرزا سلطان محمد سے متعلق حصہ اس کی تمہید اور دراصل دفع مانع ہے ۔کیونکہ آسمانی نکاح کا بہت مانع سلطان محمد ہوا اور اخیر تک رہا۔ اس لئے بلحاظ اصول فطرت مانع کے اٹھانے پر توجہ کا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی توجہ اس مانع کی طرف ایسی ہوئی کہ اس بے چارے دلہا کو اپنی غضب آمیز نگاہ کا شکار بنایا ۔یہ اس کی قسمت تھی کہ بچ کر نکل گیا۔

اس پیش گوئی سے متعلق جو اشتہار ہے، ہم پہلے اسے نقل کرتے ہیں ۔زاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتائیں گے۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا
قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہو گا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر

باب میں اس کے مدار الہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں ۔غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوٴنگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے

كـذ بـوا بآياتنا و كانوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم اللّٰه و يردها اليك ۔ لا تبـد يل لكلمات اللّٰه ۔انّ ربك فعّال لما ير يد ۔ انت معى و انا معك۔ عسى ان يبعثك ربك مقاماً محمو داً

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ:

یہ اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح ولائح ہے کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتا۔

صاف بتلا رہا ہے کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے، مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ شہادت القرآن (ص۷۹) میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج (یکم اگست ۱۹۰۴ء بوقت طبع اڈیشن سوم، الہامات مرزا) تک زندہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی اپنی زندگی میں تو سلطان محمد کی موت کی بابت امیدیں دلاتے رہے یہاں تک کہ رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس پیش گوئی کے دو جزو بتا کر ایک جزو متعلق موت مرزا احمد بیگ والد مسماۃ کا پورا ہونا لکھ کر دوسرے جزو یعنی خاوند منکوحہ آسمانی کی بابت لکھتے ہیں:

یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (موت مرزا سلطان محمد) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص۵۴)

مرزا سلطان محمد کی زندگی کی وجہ سے جب چاروں طرف سے مرزا صاحب قادیانی پر اعتراضات ہوئے تو ان کا ایک ایسا صاف بیان شائع ہوا جس سے صاف بیان نہیں ہوسکتا۔ فرمایا:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔... جو بات خدا کے علم

میں ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ (انجام آتھم حاشیہ۔ ص ۳۱)

ناظرین اس سے زیادہ کون سا بیان واضح ہو سکتا ہے کہ خود صاحب الہام اقرار کرتا ہے کہ میری موت اگر اس (مرزا سلطان محمد) کی زندگی میں آئی تو میں جھوٹا سمجھا جاؤنگا۔

بس یہ اقرار مع پیش گوئی کے مرزا صاحب کی صداقت یا بطالت جانچنے کو کافی ہیں مگر ہمارے مرزائی دوست بھی کچھ ایسے پختہ کار ہیں کہ کوئی نہ کوئی عذر نکال ہی لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا سلطان محمد کا ایک خط شائع کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کو بزرگ جانتا ہوں۔ اس خط کو اس دعوی کی سند میں پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد دل سے مرزا صاحب کا معتقد ہو گیا تھا اس لئے وہ نہ مرا۔

اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے بیانات کے سامنے یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ممکن ہے مخالف نے بطور استہزاء یا معمولی اخلاقی نرمی سے یہ فقرہ لکھ دیا ہو۔

ناظرین! آپ ذرا غور کیجئے کہ مرزا سلطان محمد تو اس لئے مرزا قادیانی کی زد میں آیا تھا کہ اس نے مرزا جی کی آسمانی منکوحہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اور نکاح کر کے پھر حسب منشاء مرزا جی چھوڑا بھی نہیں۔ یہ کیا حسن اعتقاد ہے کہ منکوحہ کو روک رکھا اور مانع بنا رہا۔ جب جرم پر اصرار ہو، تو زبان سے عقیدت کا اظہار کیا فائدہ دے سکتا ہے؟

اس کے لئے اس کی اپنی ایک تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس کی نقل یہ ہے:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس کی پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔ سلطان محمد ساکن پٹی ۔۳ مارچ ۱۹۲۳ء

مرزا سلطان محمد صاحب کو خدا جزائے خیر دے۔ کیسا شریفانہ کلام کیا، مختصر مضمون میں سب کچھ بھر دیا۔ پیش گوئی سے نہیں ڈرا۔ پیش گوئی کی تصدیق نہیں کی۔ کیا ہی شریفانہ انداز میں سب کچھ کہہ دیا مگر بازاری لوگوں کی طرح بدکلامی نہیں کی۔

احمدی دوستو! مرزا سلطان محمد آج یکم مئی ۱۹۲۸ء (بوقت اڈیشن ششم الہامات مرزا) کوپٹی ضلع لاہور میں زندہ ہے، مزید تشفی کے لئے اس سے ملواور مرزا صاحب آنجہانی کا ان کو پیغام پہنچاؤ کہ میرے

مجنوں! تیرا کیا حال ہوا میرے بعد

مرزا صاحب قادیانی نے ایک دفعہ لکھا تھا:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت۔ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے کہ یہ شرط تھی توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سوافسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے اپنا منہ دکھلایا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملے سے ہی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔ سو وہ لوگ سخت احمق اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجود کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔ (سراج منیر۔ حاشیہ ص ۳۳)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا، نماز روزہ کا پابند ہو گیا، اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب، علم کے مدعی، ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں، بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے۔ یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے، ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہو گا، تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ ہم آتھم

کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا، چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

پیش گوئی متعلق محمدی بیگم

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے متعلق ابتدائی بیان اوپر گذر چکا ہے۔اس کی تکمیل میں مرزا صاحب قادیانی کا مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد له ۔یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ۵۳)

ناظرین! اب کس کی مجال ہے کہ بعد فیصلہ نبوی اس پیشگوئی کی نسبت کوئی برا خیال ظاہر کرے بلکہ ہر مومن کا فرض ہے کہ فیصلہ نبویہ علی صاحبها افضل الصلوۃ و التحیة پر آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین کہہ کر ایمان لائے۔اس لئے ہم تو ایمان لے آئے کہ مسیح موعود کی علامت بے شک یہ ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے حق میں بھی ایسا ہوا؟

آہ! مرزا صاحب اور ان کے مرید زندگی میں تو اس کی امیدیں ہی دلاتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہوا کیا، فریقین (ناکح، منکوحہ) زندہ ہیں پھر ناامیدی کیا؟ نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا۔لیکن جوں جوں مرزا صاحب پر بڑھاپا غالب آتا گیا اس امر میں مرزا صاحب کو ناامیدی غالب آتی گئی تو آپ نے اس کے انجام

پرنظر رکھ کرایک نئی طرح ڈالی جو آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں۔فرماتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۸۷)

یہاں تک تو ہمارا کوئی نقصان نہیں تھا، تاخیر پڑ گئی تو خیر بحکم دیر آید درست آید، انجام بخیر ہوتا تو ہم بھی معترض نہ ہوتے، مگر یہاں تو حالت ہی دگرگوں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو خود ہی اس پیش گوئی کے وقوع میں ایسا تردد ہوا کہ اسی کتاب حقیقۃ الوحی کو شائع کرنے سے پہلے اسی کتاب کے دوسرے مقام پر آپ نے اس تاخیر کے ساتھ فسخ بھی لگا دیا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے۔مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ

ا یتھا المرأۃ تو بی تو بی فانّ البلاء علی عقبک ۔

پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔کیا آپ کو خبر نہیں کہ

یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت

نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲)

ناظرین! یہاں پر تو پہلے کی نسبت ایک لفظ اور بڑھایا ہے۔پہلے حوالہ میں صرف تاخیر تھی اب فسخ بھی بڑھا دیا ہے مگر دورنگی کو نہیں چھوڑا۔آہ! کس آن بان سے کہتے ہیں نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔پورا یقین نہیں۔

حضرات! آپ لوگ جو عرصہ سے اس نکاح کے ولیمہ کی دعوت کے منتظر ہوں گے اس عبارت میں فسخ کا لفظ سن کر سن ہو گئے ہوں گے اور آپ لوگوں کے منہ سے شاید یہ شعر نکلا ہوگا:

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال

اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

حکیم نورالدین قادیانی نے اپنے رسالہ آئینہ حق نما میں یہی عبارت نقل کر دینی کافی سمجھی ہے۔ اسی عبارت سے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفوں کو ڈانتے ہیں کہ تم لوگ کیسے ہو کہ ایسے خدا کو مانتے ہو جو وعدہ عذاب ٹال نہیں سکتا۔ ہمارا خدا تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ وعدہ کر کے پورا نہ کرے تو بھی کوئی اس کو پوچھنے والا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ یہ نکاح تو عذاب نہ تھا، بلکہ یہ نکاح تو بقول آپ کے ان کے حق میں بڑی خیر و برکت کا موجب تھا، اس کو عذاب سے کیوں تعبیر کرتے ہو اور اس کو ٹلاتے کیوں ہو۔ کیا نبی کی حرم محترم بننا عذاب ہے؟

اور سنیئے! چونکہ بقول آپ کے پیغمبر خدا ﷺ نے اس نکاح کو مسیح موعود کی علامت قرار دیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵۳) تو چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اس نکاح کے بغیر ہی انتقال فرما گئے ہیں، کیا ہمارا حق ہے کہ بوجہ ہم مقررہ علامت نہ پائے جانے کے مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت اپنا اعتقاد یوں ظاہر کریں:

رسول قادیانی کی رسالت
حماقت ہے جہالت ہے بطالت

اس پیش گوئی نے قادیانی مشن کے بڑے بڑے ممبروں کو متوالا بنا رکھا ہے وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کہ اس دیوانگی میں ان کو نہ تضاد کا علم رہتا ہے نہ تناقض کا۔ ایک بڑے جوشیلے کارکن (قاضی اکمل قادیانی) لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اس الہام کے سمجھنے میں غلطی کھائی (تشحیذ الاذہان۔ مئی ۱۹۱۳ء ص ۲۲۴)۔

لیکن ہمارے مخاطب حکیم صاحب نے اس نکاح کی بابت نہ غلطی کا اعتراف کیا، نہ فسخ کا اظہار کیا، بلکہ نکاح صحیح رکھا، مگر نہ رکھنے سے بدتر۔ آپ ان آیات کو نقل کرتے ہیں جن میں خدا تعالی نے زمانہ رسالت کے موجودہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ یہ کیا، وہ کیا، حالانکہ ان کے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا۔ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں:

اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبہ میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کا عصبہ نہیں۔ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد لله رب العالمین ۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ج ۷۔شمارہ ۷۔ص ۲۷۹)

حکیم نورالدین صاحب قادیانی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرزا سے نکاح نہیں ہوا تو مرزا غلام احمد صاحب کے لڑکے، لڑکے در لڑکے، لڑکے در لڑکے۔ لڑکے در لڑکے تا قیامت اور ادھر منکوحہ آسمانی کی لڑکی درلڑکی، لڑکی درلڑکی، لڑکی درلڑکی، لڑکی درلڑکی تا قیامت ان میں کبھی نہ کبھی رشتہ ضرور ہو جائے گا۔ واہ! کیا کہنے ہیں۔ بات تو خوب سوجھی۔ (الٹ بھی تو ہوسکتا ہے، محمدی بیگم کے لڑکے درلڑکے درلڑکے کا نکاح مرزا صاحب قادیانی کی لڑکی کی لڑکی درلڑکی درلڑکی سے، یا مرزا کے لڑے کی لڑکی درلڑکی... سے بھی تو ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں حکیم صاحب کی تشریح کا کیا بنے گا۔ بہاء)

حکیم صاحب! آپ کی کوشش سے بات تو بن جاتی مگر اس کا کیا علاج ہو کہ جناب مرزا صاحب، جن کی تصدیق کیلئے آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں، اس نکاح کو خاص اپنی علامت صداقت بتا رہے ہیں اور حضور سرور کائنات ﷺ فخر موجودات کے دستخط بھی اس علامت پر کرا چکے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ۔ص ۵۳) اس لئے وہ آپ کی چلنے نہیں دیں گے۔ رہی آپ کی عقیدت، سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کا متزلزل نہ ہونا کونسا کمال ہے۔ قرآن مجید میں پہلے ہی پارے میں اس کی تصدیق ملتی ہے: ختم اللّٰہ علی قلو بھم۔

مرزا صاحب قادیانی پر اس بارے میں اعتراض ہوا تو آپ نے اس کو اعتراض اور جواب کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ غور سے سنیئے!

اعتراض: مسماۃ محمدی بیگم کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب ۔ وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے اول دوسری جگہ بیاہی جائے ۔ سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں:

فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیك یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائی جائے ۔ پس محمدی (بیگم) اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی ۔ پس اس صورت میں ردّ کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئیگی ۔ سو ایسا ہی ہوگا۔

(الحکم قادیان ۔ ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲)

خلیفہ صاحب آپ کی خلافت یہی فتوی دیتی ہے کہ اپنے رسول، ہاں اپنے مسیح موعود، ہاں مہدی مسعود اور کرشن گوپال جی کی تصریحات کے خلاف آپ تاویل کریں۔

حکیم صاحب علماء کا عام اصول ہے تـاویـل الـکلا م بما لا یر ضی به قا ئله باطل (کسی کلام کی ایسی تاویل کرنی جو متکلم کے خلاف منشاء ہو، غلط ہے) فرمایئے آپ کی دیانت امانت یہی شہادت دیتی ہے کہ آپ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کی ان کے خلاف تاویل کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ پیش گوئی ایسی صاف ہے کہ زیادہ لکھنے سے ہمارا قلم رکتا ہے اس لئے ناظرین کے حوالے کرتے ہیں ۔ ہاں اتنا کہنے سے نہیں رک سکتے کہ مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق جتنی کوششیں کیں شائد ہی کسی کام کے لئے کی ہوں ۔ بہت سے خطوط متضمن ترغیب و ترہیب مسماۃ کے وارثوں کو لکھے مگر افسوس کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔

گو یہ پیش گوئی مرزا جی کے الفاظ میں غلط ہوئی تاہم وہ ایک معنی سے سچے ہیں ۔ کون نہیں جانتا کہ

عورتوں کو سوکن کے ساتھ جو رنج ہوتا ہے وہ طبعی ہے اس لئے غالباً نہیں بلکہ یقیناً یہ بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی حرم محترم اپنی سوکن کے نہ آنے کے لئے دست بدعا ہوں گی۔ خدا نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ولایت گھر کی گھر میں رہی۔ خاوند نہیں تو بیوی ہی ولی سہی۔ مرزاجی کے دوستو! مرزاجی کی الہامی شکست کی باعث زیادہ تر انکی حرم محترم ہیں کوئی اور نہیں

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزاجی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سیرشتہ داروں کو اس نکاح سے متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔

☆ مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ (خط سابقاً نقل ہو چکا ۔بہاء)

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

☆ مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

☆ مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

☆ عزت بی بی بطرف والدہ (سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نقل خطوط کے بعد فرماتے ہیں:

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزاجی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بھی عموماً بقول حافظ شیرازی

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دِگراں قرآن را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزاجی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی

ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔

مرزا صاحب قادیانی اور مرزائی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ سلطان محمد دل میں ڈر گیا تھا وغیرہ، ڈرنے کی وجہ سے وعید ٹل جایا کرتی ہے اس لئے اس کی موت مؤخر ہوگئی۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ نے اس موضوع پر بھی الہامات مرزا میں قلم اٹھایا ہے اور بتایا کہ یہ دعوی بھی درست نہیں۔ آپ نے قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا:

حکیم نورالدین صاحب آئینہ حق نما صفحہ ۷۵ میں لکھتے ہیں کہ آتھم نے رجوع کیا، اس لئے موت سے بچ رہا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جب کہ پیش گوئی میں یہ شرط ہے کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے تو سزائے موت سے بچایا جائے، اس کا بچ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے رجوع کیا۔

کیا ہی عالمانہ دلیل ہے کہ مخالف کو معتقد کی جگہ فرض کر کے لکھی گئی ہے۔ جناب یہ اس شخص کے نزدیک صحیح ہوسکتی ہے جو مرزا قادیانی کا معتقد ہو، بات بات پر مرحبا، صلّ علی کہنے کا عادی ہو۔ لیکن جو شخص دیکھتا ہے کہ رجوع بھی محسوس نہیں ہوا اور آتھم موت سے بچ بھی رہا تو کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ یہ پیشگوئی سرے سے غلط ہے، اسے کیا مطلب کہ وہ اس کی تاویلات گھڑے۔ حکیم صاحب کی اصطلاح میں اس کا نام مصادر علی المطلوب ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ سزائے موت سے بچ جانا رجوع کی دلیل ہوسکتی ہے لیکن اس صورت میں جب آپ کسی قطعی دلیل سے یہ ثابت کردیں کہ ان دو مفہوموں، رجوع اور سزائے موت میں انفصال حقیقی ہے کہ تیسرے کا دخل نہیں۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں ہمارا حق ہے کہ ہم تیسری صورت کے قائل ہوں۔ یعنی نہ اس نے رجوع کیا، نہ موت سے مرا، بلکہ الہام سرے سے غلط تھا، اور یہی صحیح ہے۔

لیجئے ہم آپ کی خاطر یہ بھی مان لیتے ہیں اور فرض کئے لیتے ہیں کہ آتھم آپ کی پیشگوئی ہی سے ڈرا اور محض اسی لئے ڈرا کہ اس نے پیش گوئی کو خدائی الہام اور آپ کو سچا ملہم سمجھا۔ تاہم اس کا یہ سمجھنا رجوع الی الحق نہیں ہوسکتا۔ اور اس قابل نہیں کہ عذاب میں تاخیر کا موجب ہو۔ افسوس آپ

مجددتو بنتے ہیں لیکن علم حدیث سے ایسے مانوس ہیں جیسے برہمن گائے کے گوشت سے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس حدیث کو کسی کتاب سے نقل کرتے ہیں چونکہ علم میں پورا تبحر اور قادر الکلامی نہیں، علاوہ اس کے صاحب الغرض مجنون بھی صادق ہے، اس لئے عموماً ترجمے غلط، مضامین اغلاط ہوتے ہیں (مثال کے طور پر اما مکم منکم اور کسوف خسوف والی حدیثیں موجود ہیں جن کی تفصیل کو تطویل چاہیے)۔

سنئے ہم آپ کو صحیح بخاری سے ایک حدیث سناتے ہیں:۔

عن سعد بن معاذ انّه كان صديقا لّا مية بن خلف و كان اميه اذا مرّ بالمدينة نزل على سعد و كان سعد اذا مرّ بمكة نزل على امية ۔ فلمّا قدم رسول اللّٰه ﷺ المدينة انطلق سعد معتمراً فنزل على امية بمكة فقال لامية انظر لى ساعة خلوة لعلّى ان اطوف بالبيت فخرج به قريباً من نصف النّهار فلقيهما ابو جهل فقال يا ابا صفوان من هذا معك؟ فقال هذا سعد۔ فقال له ابو جهل الا اراك تطوف بمكة آمنا و قد آويتم الصباة و زعمتم انكم تنصرونهم و تعينونهم اما و اللّٰه لو لا انك مع ابى صفوان ما رجعت الى اهلك سالماً ۔فقال له سعد و رفع صوته عليه اما و اللّٰه لئن منعتنى هذا لامنعنك ما هو اشدّ عليك منه طريقك على المدينة۔ فقال له امية لا ترفع صوتك يا سعد على ابى الحكم سيد اهل الوادى۔ فقال سعد دعنا عنك يا امية فو اللّٰه لقد سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول انهم قاتلوك۔ قال بمكة؟ قال لا ادرى۔ ففزع لذلك امية فزعاً شديداً فلمّا رجع امية الى اهله فقال يا امّ صفوان الم ترى ما قال لى سعد قالت و ما قال لك۔ قال زعم انّ محمداً (ﷺ) اخبرهم انّهم قاتلى فقلت له بمكه قال لا ادرى فقال امية و اللّٰه لا اخرج من مكه فلما كان يوم بدر استنفر ابوجهل النّاس قال ادركوا عيركم فكره امية ان يخرج فاتاه ابو جهل فقال يا ابا صفوان انك متى ما

يرا ك الناس قد تخلفت و انت سيد اهل الوادى تخلفوا معك فلم يزل به ابو جهل حتّى قال اما ا ذ غلبتنى فو اللّه لا شترين اجود بعير بمكه ثمّ قال اميه يا ام صفوا ن جهز ينى فقالت له يا ابا صفوا ن و قد نسيت ما قال لك ا خوك اليثربى قال لا و ما اريد ان اجو ز معهم الا قريباً فلما خر ج امية ا خذ لا ينزل منز لًا الّا عقل بعيره فلم يزل بذلك حتى قتله اللّه ببدر

(بخارى كتا ب المغازى - با ب ذكر النبى من يقتل ببدر- ج ٢ ص٥٦٣ -حد يث ٣٩٥٠)

مختصر مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ سعدؓ بن معاذ اپنے ایک دوست امیہ بن خلف کے پاس مکہ میں اترا کرتے تھے جو مشرک تھا۔ایک دفعہ سعد کو کعبہ شریف میں ابو جہل نے طواف کرتے دیکھا اور امیہ کو ڈانٹا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر میں جگہ دے کر آرام سے طواف کراتے ہو۔سعدؓ نے بھی برابر کا جواب دیا۔اس پر امیہ نے سعدؓ سے کہا خاموش رہو یہ اس شہر کا سردار ہے۔سعدؓ نے امیہ سے کہا اللہ کی قسم میں نے آنحضرتﷺ سے سنا ہے کہ کسی دن مسلمانوں کے ہاتھ سے تو نے قتل ہونا ہے۔امیہ نے کہا مکہ میں؟ سعدؓ نے کہا میں نہیں جانتا۔پس امیہ سن کر سخت گھبرایا۔امیہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ میں مکہ سے کہیں باہر نہیں نکلونگا۔جب بدر کی لڑائی کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں کو جمع کیا اور امیہ سے کہا کہ اگر تیرے جیسے رئیس کو لوگ پیچھے ہٹا ہوا دیکھیں گے تو تیرے ساتھ وہ بھی ہٹ رہیں گے۔آخر ابو جہل کے جبر سے اس نے ہاں کر دی تو اسکی بیوی نے اسے یاد دلایا کہ تیرا مدنی دوست سعدؓ جو تجھے کہہ گیا تھا تو اسے بھول گیا۔امیہ نے کہا میں تھوڑی دور تک ان کو رخصت کرنے جاؤنگا چنانچہ وہ جس منزل پر ٹھہرتا اپنے اونٹ کو قابو رکھتا کہ موقع پا کر جلد واپس جا سکے۔آخر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

کہیے! امیہ بن خلف دل سے آتھم سے زیادہ ڈرا، یا نہیں اور پھر باوجود اس خوف اور دلی یقین کے اس کے حق میں کیا کہا جاوے گا کہ اس نے رجوع بحق کیا۔کیا امیہ سے انذاری پیش گوئی متخلف ہوئی۔نیز کہیے کہ آپ نے اس حدیث کو کبھی دیکھا؟ اور دیکھ کر اس پر غور بھی کیا؟ اور اس

وقت سے پہلے اس کا کوئی جواب بھی گھڑا؟۔

ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسے التوا ءیا رفع کے لئے اس عذاب سے ڈر جانا اور خاص کر ایسا ڈرنا جیسا کہ آتھم ڈرا، ہرگز کافی نہیں۔مرزا قادیانی ہمیشہ حضرت یونسؑ کی قوم کا حوالہ دیا کرتے تھے مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے۔اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائیداور مرزا قادیانی کی تردید کرتا ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

فلو لا کانت قریۃ آمنت فنفعھا ایما نھا الّا قوم یونس۔ لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدّنیا و متّعناھم الی حین (یونس:۹۸)(تو کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی ہوتی جس کو ایمان سے نفع بھی ہوتا مگر یونس کی قوم۔جب وہ ایمان لا چکے تو ہم نے یہ ذلت کا عذاب ان سے دنیا میں دور کر دیا اور ایک وقت تک ان کو آسودگی سے متمتع کیا)

اس آیت میں صاف اور صریح مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئے۔پس عبداللہ آتھم بھی ایمان لے آیا ہوتا تو آپ کی وہ عزت جو ستمبر ۱۸۹۴ءکو ہوئی تھی، کیوں ہوتی؟ (الہامات مرزا مصنفہ مولانا امرتسریؒ)

منکوحہ آسمانی در عصائے موسیٰ

منشی الٰہی بخش لاہوری اپنے زمانے میں ملہم ربانی کہلاتے تھے۔ابتداء وہ سید عبداللہ غزنوی مرحوم سے فیض یافتہ تھے۔ان کی وفات کے بعد وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے، جو ان دنوں ایک پیر طریقت کے طور پر مشہور تھے، کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔مرزا صاحب قادیانی نے جب براہین احمدیہ لکھی تو اس کی اشاعت میں انہوں نے مخلصانہ حصہ لیا کیونکہ اس وقت کے مسلمانوں کے خیال میں یہ کتاب اسلام کی حمایت میں لکھی جا رہی تھی۔مرزا صاحب نے جب دعوی مسیحیت وغیرہ کیا تو منشی صاحب نے اس دعوی کو تسلیم تو نہیں

کیا لیکن مرزا صاحب سے ارادت کا تعلق بدستور قائم رکھا۔ بعد میں جب مرزا صاحب کا کفر طشت از بام ہو گیا تو منشی صاحب، مرزا صاحب کے حلقے سے باہر نکل آئے اور جب مرزا صاحب نے ۱۸۹۹ء ایک مختصر رسالہ ضرورۃ الامام کے نام سے لکھا تو جواب میں منشی صاحب نے ایک ضخیم کتاب عصائے موسیٰ کے نام سے لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے مختصراً منکوحہ آسمانی والے معاملے کا بھی ذکر کیا۔ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر و تصانیف ابتدائی و سابقہ نرمی و ملائمت سے مظہر نسبت عبودیت ہیں جیسا کہ منشی محمد رمضان کے درباره الہام نکاح و منشی نبی بخش ملازم ریلوے کی بجائے لڑکا لڑکی پیدا ہونے کے اعتراض و سخت و سست کہنے پر بھی مرزا صاحب قادیانی نے سوا دعا کہ اے قادر مطلق ان کو آنکھیں بخش سمجھ عطا کر نیکی کی توفیق دے، زیادہ نہیں کہا، اور پھر حال کی تحریر و تصانیف جو مملو علو و بلندی ہیں جیسا کہ غریب کم زبان خادمان قرآن مجید و احادیث مولویان کو بھی غول الاغوی، مضل، ملعون کہہ کر بس ہی نہیں کرتے خود شاہد صادق ہیں۔

ایک جگہ منشی الٰہی بخش صاحب لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ کے داماد کی وفات والی میعاد بھی مدت ہوئی گذر چکی ہے جس کے بعد اس کی منکوحہ نے مرزا صاحب قادیانی کی زوجیت میں داخل ہونا تھا جس کے متعلق شہادت القرآن میں بصفحہ ۸۰ مرزا صاحب قادیانی نے تحریر فرمایا ہے کہ:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد اس تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیاء و اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی خاطر اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں

جوانسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔

اوراس پیشگوئی کو بہت ہی عظیم الشان کرامتوں کا مجموعہ فرمایا۔لیکن بخلاف اشتہار و تفہیم مرزا قادیانی اب بجائے گیارہ ماہ کے چھ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے کہ اللہ کے فضل سے معاملہ اسی طرح ہے۔بموجب ارشاد باری اذا جاء اجلھم لا یستا خرون ساعةً وّلا یستقد مون۔ ما تسبق من امةٍ اجلھا و ما یستاخرون کہ الٰہی میعاد تو آگے پیچھے ہرگز نہیں ہوتی۔ اورایک نہ ایک دن آخر سب نے مرنا ہی ہے۔لیکن اس میں مرزا اپنی تحریر واصرار پر توجہ و خیال کریں کہ کس زور سے اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب اور نہایت درجہ کا مقبول خدا ومنجانب اللہ و صادق ہونے کا معیار قرار دیا تھا اوراب اس میعاد کو گذرے ہوئے کتنی مدت گذر چکی ہے۔

ایک جگہ منشی الٰہی بخش صاحب عصائے موسیٰ میں لکھتے ہیں:

ایں دعاء شیخ نے چوں ہر دعا ست

فانی است و دست او دست خدا است

کا ظہور اور ثبوت بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔دست او دست خدا است،اگر تھا تو عبداللہ آتھم والی میعاد، پٹی والے داماد مرزا احمد بیگ کی میعاد، شیخ مہر علی کے مقدمہ کی میعاد، امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی میعاد، وغیرہ مقررہ مشتہرہ مرزا صاحب کوئی تو پوری ہوتی۔ نیز اپنے فرزند موعود بشیر کی نسبت باوجودیکہ دعائیں ملاء اعلیٰ میں شور ڈالنے والی، آسمانوں میں دردناک غلغلہ پیدا کر کے ملائک میں اضطراب ڈالنے والی، تقدیریں بدلنے والی ہونے میں کچھ فرق و کمی نہیں ہوئی۔(اس بیٹے کے علاج کے لئے مرزا صاحب نے اپنی امت کے حکیم،نورالدین بھیروی کو جموں سے بلانا چاہا تھا،جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا۔اب بفضلہٖ بشیر احمد بکلّی تندرست ہے۔میں نے صرف اس حالت میں تشریف آوری کے لئے تکلیف

دینا چاہا تھا کہ جب وہ سخت بیمار تھا لیکن اب خدا تعالی نے اپنے فضل وکرم سے کامل تندرستی بخشی دی۔سواب کچھ تردد نہ کریں۔انشاء اللہ القدیر کسی اور وقت ملاقات ہوجائے گی...والسلام۔خاکسار غلام احمد ازقادیان ضلع گورداسپور ۱۸۔اگست ۱۸۸۸ء۔ (مکتوبات احمد۔ج ۲۔ص ۶۹)

اور وہ لڑکا نہیں بچا، جیسا کہ تقریباً ڈھائی ماہ بعد لکھے جانے والے ایک خط میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالی...میرا لڑکا بشیر احمد تئیس روز بیمار رہ کر آج بقضائے رب عزو جل انتقال کر گیا..اس واقعہ سے جس قدر مخالفین کی زبانیں دراز ہوں گی اور موافقین کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا...والسلام خاکسار۔۴ نومبر ۱۸۸۸ء (مکتوبات احمد ج ۲ ص ۷۱)

آتھم کی موت کے واسطے تو اعتکاف میں مریدین کی جماعت سمیت آہ وزاری ونالہ وبیقراری کو بزعم خود آسمان وملائک تک پہونچایا گیا، رسالدار میجر سردار بہادر کے پانچ سو روپیہ تو اسی شرط اور قسم پر ہی لئے تھے کہ کوئی دقیقہ جدوجہد وغیرہ کا باقی نہ رکھا جائے گا۔بشیر فرزند کی صحت کیلئے نہ فقط دعاؤں وتوجہ کی گرمی بلکہ تمام میسر آمدہ دواؤں کی حرارت بھی پہونچائی گئی لیکن آسمان کو درد تک نہ پہنچا۔ پٹی والے معاملے کی حسرت ویاس سے اب تک دن رات جو مرزا صاحب کا جو حال ہے وہ روشن ہے بلکہ خواب بھی اسی کے آتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو مرزا صاحب نے پٹی سے اشتہار آنے کا خواب اپنا بیان کیا تھا، پھر فرماویں کہ دست او دست خدا، کیسا ہوا؟ کیا دست خدا ایسا ہی ہوتا ہے کہ گریہ وزاری وفکر واپس طلبی اجرت کی بے قراری کی فریاد پر خیال ہی نہیں کرتا اور تقدیروں کو نہیں بدلتا۔اور ارادوں کو دوسرے رنگ میں نہیں کرتا؟ مسلمان تو اس کے قائل نہیں بلکہ ان کا تو یہ دین وایمان ہے کہ اللہ عزوجل عموماً سب مخلوق پر اور خصوصاً اپنے فرمان بردار اور خالص بندگان پر نہائت ہی مہربان رحیم وکریم اور اخلاص وانابت والی جائز دعاؤں کو ہرگز ردّ نہیں فرماتا بلکہ ان بندگان کی یہاں تک رعایت فرماتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو ان کی قسم پوری کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ربّ اشعث مد فوع بالا بواب لو اقسم علی اللّٰہ لا برّہ

(بہت پراگندہ بال ہیں جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے، اگر وہ اللہ تعالی پر قسم کریں تو اللہ ان کو حانث نہیں کرتا، یعنی ایساہی کرتا ہے جیسا وہ کہتے ہیں)

ایک مقام پر منشی الٰہی بخش صاحب رقم طراز ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے (ضرورۃ الامام میں) کہا ہے:

مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو مدت مدید کے بعد بھی مطلع نہیں کیا گیا۔ کئی امور کی معیادیں گذر کر عرصہ دراز منقضی ہو گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی نے سال ہا سال کے بعد ایام الصلح میں بعض امور میں اپنے سہو ونسیان کا خود اقبال فرمایا ہے۔ عبداللہ آتھم والی تفہیم موت پندرہ ماہ ختم ہونے کے شاید چند ساعات ہی پہلے مرزا نے شرط رجوع کی طرف رجوع فرمایا تھا۔ اگر مرزا فرماویں کہ وہ وسوسہ شیطانی نہ تھا، تاکہ ہم کو مطلع کیا جاتا، تو پھر خود ہی انصاف فرمائیں کہ وہ تفہیم موت والی جس پر مرزا صاحب اور کل جماعت قائم و جمی رہی بلکہ شرطیں لگاتے رہے، کیوں اسی طرح پوری نہ ہوئی ؟ اور اخیر پر آپ کو دوسرے پہلو یعنی شرط رجوع کو پکڑ کے دفع الوقتی کی خاطر ایک حیلہ بنانا پڑا۔ یہ خیال رہے کہ یہاں نفس الہام پر اعتراض نہیں بلکہ تفہیم مقررہ و مشتہرہ مرزا صاحب پر ہے جس کے واسطے آپ کی جماعت زور شور سے دعائیں کرتے رہے اور پھر بھی اس کے برخلاف ہی ظہور میں آیا۔ یہاں غرض میعاد پندرہ ماہ اور مرزا صاحب کے جملہ، بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے، کے موازنہ سے ہے۔ علی ہذا القیاس، پیش گوئی دختر مرزا احمد بیگ والی کو بارھواں سال ہے، کیونکہ اشتہار کی تاریخ دہم جولائی ۱۸۸۸ء ہے مگر باوجود اتنے سالوں کے توقف کی بھی اب تک اس کی غلطی یا عقدہ یا پیچ پر مرزا صاحب کو اطلاع نہیں ہوئی۔ دیگر امور بھی کئی ہیں جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا۔ پس جب یہ حال ہے تو مرزا صاحب کا یہ فرمانا کیسا ہوا کہ ان کو بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ رد قادیانیت میں عصائے موسیٰ ایک انتہائی مفید کتاب تھی۔ اور چونکہ یہ مرزا صاحب کے ایک سابق ارادت مند، راز دار، بزرگ نے لکھی تھی، اس لئے قادیانی حضرات اس کے جواب سے عاجز آئے ہوئے تھے۔ ایک کھسیانا قادیانی اپنے عجز کا اعتراف کرنے کی بجائے لکھتا ہے:

بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ منشی الٰہی بخش اینڈ کو کی کتاب عصائے موسیٰ کا جواب اب تک کیوں نہیں دیا گیا۔ تعجب کی بات ہے کہ اس کتاب کا جواب ایسا ہو چکا ہے جس کا جواب منشی الٰہی بخش اور ان کے رفیق قیامت تک نہ دے سکیں گے جو لوگ ابھی تک اس سے ناواقف ہیں وہ پھر ان سے مطالبہ کریں۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب اور رفیق نے عصائے موسیٰ میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

اول اپنے الہامات، دوم حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی ذات پر کچھ نکتہ چینیاں۔

الہامات کے متعلق تو خود منشی صاحب اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ وہ سب ظنیات کا مجموعہ ہے۔ ایک بھی الہام ایسا نہیں جس پر یقین کا ایک حرف بھی زبان پر لاسکیں، اس لئے وہ الہامات تو یوں جاتے رہے ۔ باقی رہی ذاتی نکتہ چینیاں، اس کے متعلق ہم اتنا پوچھتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا اعتراض اور نکتہ چینی پیش کریں جو اس سے پہلے کسی اولوالعزم نبی پر نہ کی گئی ہو اور اگر وہ ثابت نہ کرسکیں اور نہ کرسکیں گے لو کان بعضھم لبعض ظھیرا تو دانش مند خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ پھر عصائے موسیٰ میں باقی رہ کیا گیا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

عصائے موسیٰ کا جواب دینے سے معذوری کا اظہار کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ کہہ دیا جائے کہ اس میں یا تو منشی الٰہی بخش کے الہامات ہیں، یا مرزا صاحب قادیانی پر نکتہ چینیاں۔

بھلے آدمی! مرزا صاحب قادیانی کی کتابوں میں کیا ہے؟

یا تو ان کے الہامات ہیں یا دوسروں پر نکتہ چینیاں۔

اگر منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری (جسے خود مرزا صاحب قادیانی ایک سچا ملہم ربانی سمجھتے ہیں، اور حکیم نور الدین بھی انہیں مفتری علی اللہ نہیں جانتے، یعنی صادق سمجھتے ہیں) کے الہامات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں، تو مرزا صاحب کی باتوں کا جواب دینے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے جنہیں عامہ اہل اسلام مفتری اور کذاب سمجھتے تھے۔ اور جہاں تک مرزا صاحب پر ذاتی نکتہ چینیوں کا جواب نہ دینے کی ضرورت نہ ہونے کی بات کی گئی ہے تو ذرا غور کریں:

مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر اگر حج نہ کریں تو ان پر اعتراض کیوں نہ ہو؟ جب کہ آنحضرت ﷺ نے

فرمایاہے کہ مسیح حج یا عمرہ کے لئے حجاز آئے گا۔

مرزا صاحب قادیانی کی محمدی بیگم سے شادی نہ ہونے اور محمدی بیگم سے ان کی اولاد نہ ہونے پر مسلمان کیوں اعتراض نہ کریں؟ جب کہ بقول مرزا صاحب، جناب رسالت مآب ﷺ فرما چکے ہیں کہ مسیح دنیا میں آکر شادی کرے گا اور اس نکاح سے اس کی اولاد ہوگی۔ اور ادھر مرزا صاحب قادیانی نے دعوی مسیحیت کے بعد نہ کوئی شادی کی، نہ ایسی شادی سے ان کی اولاد ہوئی۔ یاد رہے کہ سلطان احمد کی والدہ اور محمود احمد کی والدہ سے مرزا صاحب قادیانی کی شادیاں ان کے دعوی مسیحیت سے برسوں قبل ہو چکی تھی۔

نیز یہ کہنا کہ وہ کون سا اعتراض ہے جو مرزا صاحب قادیانی پر ہو سکے لیکن گذشتہ انبیاء پر نہ ہو سکے، اس لئے بھی غلط ہے کہ دنیا کی کم وبیش نصف آبادی انبیاء گذشتہ کو نہیں مانتی۔ اس اصول کی رو سے ایسے ہندوؤں، بدھوں، جینیوں، دہریوں، کمیونسٹوں، سکھوں، چینیوں، جاپانیوں، کے لئے مرزا صاحب قادیانی کے پیغام میں کچھ بھی نہیں رہتا، جب کہ دوسری طرف مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ہے کہ وہ امام الزمان ہیں۔ یعنی سب کیلئے پیشوا ہیں۔

منکوحہ آسمانی در اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی

قاضی عبدالاحد صاحب خان پوریؒ، مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ اور میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ دینی علوم کی تحصیل کے بعد انہوں نے حکیم نورالدین بھیروی سے طب پڑھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب نہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی مسیحیت سامنے آیا تھا اور نہ حکیم صاحب دائرہ قادیانیت میں شامل تھے بلکہ مسلمانوں کے حلقوں میں ایک اچھے عالم فاضل اور مستند حکیم کے طور پر جانے جاتے تھے۔

جب مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کا سلسلہ شروع کا تو حکیم صاحب ان سے وابستہ ہو گئے۔ قاضی

عبدالاحد خان پوری تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن کے طور پر سامنے آئے اور آپ نے مرزا صاحب پر جاری ہ نے والے فتوی تکفیر (۱۸۹۱ـ۱۸۹۲ء) پر دستخط بھی فرمائے ہیں۔ بعد میں جب مرزا صاحب قادیانی نے مارچ ۱۹۰۱ء میں الصلح خیر کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا تو قاضی عبدالاحد صاحب خان پوری نے اس کا جواب اظہار مخادعت قادیانی کے عنوان سے دیا۔ اس کتاب میں آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کا تذکرہ بھی فرمایا۔ آپ نے لکھا:

اقول: اور خدا تعالی نے کہاں تم جیسے بے ایمانوں مفتریوں سے وعدہ کیا ہے، اور کیا اس کی دلیل ہے۔ اب بھی بے حیائی کو نہیں چھوڑتا۔ کیا وعدہ موت آتھم کا بھول گیا، کیا وعدہ منکوحہ آسمانی نے تمہارا منہ کالا نہیں کیا جس وعدہ میں لا تبدیل لکلمات اللہ تھا وغیرہ وغیرہ کہ حد حصر سے تجاوز کر گئے ہیں۔

لطیفہ: ایک شہدے کو ایک مجلس سے بے عزت کر کے لوگوں نے نکال دیا۔ وہ کہنے لگا کیا چوتیا مجلس ہے ہم بڑی بڑی عظیم الشان مجلسوں سے بے عزت ہو کر نکالے گئے ۔ یہ کیا وعدہ ہے کہ بڑے بڑے شدومد کے ساتھ وعدے ہوئے اور خلاف ہوا سچ ہے

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

فائدہ: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ غریب پریشان بالوں والا غبار آلودہ گمنام مومن بھی اگر خدا پر قسم کھائے تو اللہ عزوجل پاس خاطر اس کی کے، اس کو سچا کرتا ہے اگر چہ اس کے ساتھ وعدہ سابق اور الہام نہ ہو۔

... اور مرزا صاحب قادیانی کو ڈپٹی عبداللہ آتھم کے بارہ میں الہام سے وعدہ ہوا، چنانچہ مرزا صاحب جنگ مقدس میں بایں الفاظ لکھتے ہیں:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں

ہر سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں ۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے ۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے ۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے ۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں ۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا اس میں زمین و آسمان ٹل جاویں گے پر اس کی باتیں نہیں ٹلیں گی ۔

اور منکوحہ آسمانی کے حق میں یہ الہام ہوا ۔ زو جنا کھا لا مبد ل لکلمات اللہ دیکھ مرزا ایسی ایسی پکی قسمیں کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے، پھر وقت پر اللہ عزوجل اس کو جھوٹا اور روسیاہ ذلیل کرتا ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا مفتری اور کافر مرتد ہے، کیونکہ اگر ایمان رکھتا تو کبھی خدا اس کو اس قدر ذلیل نہ کرتا ۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے اس کے کاذب اور کافر ہونے کی ۔ فا عتبروا یا او لی الا لبا ب

قولہ: اور میں نے انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو ۔

اقول: تم اور تمہارے حواری جب بک بک کے منہ میں جھاگ آ گئی اور تھک گئے اور اللہ عزوجل و ملائکہ کے نزدیک مبغوض و مقبوح و ملعون ہوئے و بحکم ثم یوضع لہ البغضاء فی الا ر ض تمام لوگوں کے نزدیک مخذول و مطرود ہوئے ملعونین اینما ثقفوا ا خذوا کا مصداق بن گئے ۔ معاملہ و برتاؤ تم سے روکا گیا ۔ عورتیں چھینی گئیں ۔ مردے خراب و بے جنازہ پھینکے گئے ۔ مال و آبرو کا نقصان روپیوں کی آمدنی میں خلل آ گیا، بحدیکہ مردوں کے خیرات کا مال تیجا ساتواں چہلیہ اور مردے کے کپڑے یہاں راولپنڈی سے قادیان بھیجے گئے اور مردہ یہاں بے خیرات چھوڑا گیا کہ خیرات قادیان بھیج دی ہے ۔ اور نہ مسجدوں میں جا سکو، نہ مجلسوں میں، اور بحکم س نلقی فی قلو ب الذین کفروا الر عب تمہارے دلوں میں رعب قہر الرجال ڈالا گیا ۔ اور یہ سب اس سبب سے ہوا کہ تم نے اللہ کے پاک بندے عیسیٰؑ پر سخت ظلم کیا ۔ تو اب آگے تم کیا کر سکتے

ہو؟..لاچار ہوکر درخواستیں صلح کی شائع کرو اور گھر بیٹھے بیٹھے انتظام کرتے رہو۔اور قسم قسم کے فریب ودجالیت بناتے جاؤ۔اب مسلمان تمہارے دام میں نہیں پھنسیں گے۔انشاءاللہ

لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین ۔

اب تو واقعہ لاہور نے تمہارا کام ہی تمام کردیا ہے اور پیر صاحب موصوف نے بحکم

لکل فرعون موسی و لکل دجال عیسی

آخری فیصلہ کردیا اور روئداد چھپ گئی۔اب تم خاطر جمع ہو جاؤ اور تسلی فرماؤ،نہ ہم کوئی تمہارا رد لکھتے ہیں اور نہ کوئی اشتہار مصالحت کا کبھی تمہاری نسبت نکالیں گے جب تک تمہاری طرف سے ہماری دونوں شرطوں کی قبولیت ومنظوری کا مفصل اشتہار نہ نکلے اور علی رؤس الاشہاد تم تائب و نادم نہ ہو۔

(اظہار مخادعت قادیانی۔مؤلفہ قاضی عبدالاحد خانپوری۔مطبع چودھویں صدی راولپنڈی)

منکوحہ آسمانی در السیف المسلول

قاضی عبدالاحد صاحب خان پوری نے رد قادیانیت میں ایک کتاب السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول المقلب بہ سوط الابرار علی متنِ الاشرار بھی لکھی جو ایجرٹن پریس راولپنڈی سے طبع ہوکر شائع ہوئی تھی۔اس کتاب میں قاضی صاحب نے لکھا:

عبداللہ آتھم کے بارے میں (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنی جنگ مقدس میں لکھتا ہے میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے۔روسیاہ کیا جاوے۔میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ

ضرور ایسا کرے گا،ضرور کرے گا،ضرور کرے گا،اس میں آسمان زمین ٹل جائیں گے پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی۔

زمین وآسمان تو نہ ٹلے لیکن کہ آپ بدمعاش کا الہام شیطانی ٹل گیا اور پادری عبداللہ آتھم کی موت اس تاریخ سے ٹل گئی اس پیش گوئی کے ہندو مسلمان عیسائی مرزائی اور..سب منتظر تھے اور اس ملعون اسلام نے بھی بہت سا سامان چاول گھی وغیرہ اس خوشی کے واسطے کہ میری جفری جوتشی اور نجومی پیش گوئی ٹھیک نکلے گی جمع کر رکھا تھا مگر جب چھٹی ستمبر کی آدھی رات کو تار آیا کہ پادری عبداللہ آتھم صحیح وسلامت جیتا جاگتا ہے

غضب تھی تجھ پر ستمگر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی
تیرے حریف کو فیروز پور سے لائی
یہ ریل ہے جو تیرا خر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا
تیرے مریدوں پر محشر چھٹی ستمبر کی
یہ لودیانہ میں مرزائیوں کی حالت تھی
کہ جینا ہو گیا دوبھر چھٹی ستمبر کی
سوا برس کے تھے امیدوار سب مایوس
مرید اعرج و اعور چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کذاب نے منہ کی کھائی
یہ کہتے پھرتے تھے گھر گھر چھٹی ستمبر کی

ہے رو سیاہ مثل مسیلم و اسود
ملاحدہ کا وہ رہبر چھٹی ستمبر کی
یہ قادیانی کی تذلیل کس لئے تھی
جو نہ تھا مباہلہ کا اثر چھٹی ستمبر کی

....

پڑے گی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت
بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہوکے گھر جا کر دکھانا
گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا
خفا مت ہو کہ عبد الحق سے تو نے
طلب کی تھی یہی پھٹکار مرزا
نشانہ کیسا اس تیر دعا کا
ہوا تیرے جگر سے پار مرزا
تجھے روتے ہی گذرے پندرہ ماہ
ہوئی حالت یہ تیری زار مرزا
ولے پھر بھی نہ مرنے پایا آتھم
وہ ہے پہلے سے بھی طیار مرزا
رگ جان کاٹنے آیا تھا تیری
ستمبر کی چھٹی کا تار مرزا
کہاں ہیں سیالکوٹی واحد العین
ترا مداح کج رفتار مرزا

کہاں ہے تیرا نور دین و احسن
فصیح درا مد طرار مرزا
مصیبت ہر طرف سے تجھ پہ آئی
انہیں سے کر تو استغفار مرزا

ایسا ہی احمد بیگ کی لڑکی کے واسطے (مرزا صاحب قادیانی نے) بہت ہی کوشش کی کہ کسی طرح نکاح میں آجاوے، زمین دینے کی اور اور کئی طرح کی سازشیں کیں۔ جب پہلی بیوی اور لڑکوں نے چاہا کہ وہ لڑکی کسی اور کو دے دی جائے، تب بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹوں کو محروم الارث کر دیا۔ اور الہام بازی شروع کی۔ چنانچہ یہ الہام تراشا کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے

زو جنا کھا لا مبد ل لکلما ت اللہ

یعنی ہم نے وہ عورت تجھ کو نکاح کر دی، اللہ کی باتوں کو کوئی نہیں بدلا سکتا تھا۔ اور کہا کہ وہ... مجھ کو مل جاوے گی خواہ وہ کنواری خواہ بیوہ ہو کر۔ اب (اڑھائی سال جس میں مرزا سلطان محمد نے مرنا تھا کی) مدت سے وہ میعاد بھی گذر گئی ہے اور سلطان احمد اس عورت سے خوب لطف اٹھا رہا ہے اور دھڑا دھڑ بچے جنا رہا ہے اور مرزا قادیانی دیکھ رہا ہے اور کرے تو کیا کرے۔ تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

پس بعض بے وقوف نہیں سمجھتے کہ ہم دیوث بے عزت اور لعنتی کی امت بن رہے ہیں

اسی طرح اس پیش گوئیاں اس دجال کی گوزشتر سے بھی کم وقعت والی اور جھوٹیاں ہیں ایک بھی ایک صحیح نہیں نکلی۔ پھر کبھی مجدد، کبھی محدث ملہم، کبھی رسول و نبی، کبھی خدا کا بیٹا، کبھی نامبارک اپنے بچے کو کانّ اللہ نزل من السماء، کبھی خود خدا کا بیٹا، کبھی رسول اللہ ﷺ کی غلطیاں غلط فہمیاں نکالتا، کبھی عیسی کو قتل کرا کر صلیب پر چڑھا کر خود عیسی موعود مثیل مسیح، کبھی احمد مبشر، کبھی کیا اور کبھی کیا بنتا ہے

فلعنة اللہ علیہ و علی اعوانہ

نیز قاضی عبدالاحد خان پوری صاحب فرماتے ہیں:

نعوذ باللہ من الخذلان خداوند کریم نے ایسا سلوک کسی ادنی مسلمان بلکہ کافر کے ساتھ

بھی بہت کم کیا ہوگا جیسا کہ اس دجال کذاب کے ساتھ کیا تمام جہان کا ملعون ہر طرف سے لعنتوں کی بارشیں اور طرح طرح کی رسوائیوں ذلتوں اور پھٹکاروں کی باڑیں، حتی کہ عبداللہ آتھم کے مقدمہ میں اپنے منہ سے بے ایمان ملعون روسیاہ ہر سزا اٹھانے کو تیار ہوا، اور کہا کہ مجھ کو ذلیل کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے....

اور منکوحہ آسمانی جس کے حق میں یہ الہام ہوا زوجنا کہا لا مبدل لکلمات الله، اس سے اور شخص عیش اور لطف اڑا رہا ہے اور تمہارا بے غیرت رسول دیکھ رہا ہے۔ اور عنموائیل جس کے حق میں کانّ اللہ نزل من السماء احتلام ہوا تھا، وہ بار بار تمہارے رسول کا منہ کالا کرتا مرا...۔ مخلوق کے سامنے بھی روسیاہ مطرود و منحوس اور خالق کے نزدیک بھی مقبوح ملعون ہوا لیکن افسوس کہ تم کو نہ عقل نہ دین نہ شرافت جبلی جس سے سمجھو یا غیرت کرو اگر تم کو کہا جاوے کہ یہ دریا ہے تو ضد سے کہو گے نہیں سراب ہے۔ کما قیل :

لو قلت هذا البحر قال مكذبا
هذا السراب يكون بالقيعان

او قلت هذا الشمس قال مباحثاً
الشمس لم يطلع الى ذا لآن

او قلت قال الله قال رسوله
غضب الخبيث و جاء بالكتمان

او حرف القرآن عن موضوعه
تحريف كذاب على القرآن

(السيف المسلول فی نحر شاتم الرسول المقلب به سوط الابرار علی متنِ الاشرا)

منکوحہ آسمانی در تازیانہ عبرت

مرزا صاحب اوران کے مریدوں کی مولوی کرم دین صاحب جہلمی سے مقدمہ بازی ہوئی اور جہلم اور گورداسپور کی عدالتوں میں کئی برس تک فریقین پیشیاں بھگتتے رہے۔ان مقدمات کی روداد کو بعد میں مرتب کر کے تازیانہ عبرت کے نام سے تازیانہ عبرت کے نام سے چھپوایا گیا تھا۔اس کتاب میں ایک جگہ مولوی کرم الدین صاحب نے لکھا ہے:

عقیدہ نمبر ۱۴ میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰؑ ایک اولوالعزم مقتدر رسول سے افضل ہونے کا کھلے طور پر دعوی کیا ہے حالانکہ کوئی شخص غیر رسول، رسول سے افضل نہیں ہوسکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف، زاہد صاحب کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت و کتاب ہو، اور جس کے فضائل پر قرآن شاہد ہو۔اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو۔اورادھر افضلیت کے مدعی (مرزا قادیانی) کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو، اور مسیحیت کا دعویدار دیکھ دیکھ کر خون جگر کھا رہا ہو اور آسمانی عدالت میں اس کی اس قدر بھی شنوائی نہ ہو کہ وہاں سے عزرائیل (ملک الموت) ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیج کر اس کے رقیب کو فوراً عالم برزخ کی جوڈیشل حوالات میں دیا جا کر اپنے برگزیدہ نبی (معاذ اللہ) کی منکوحہ اسکو واپس دلائی جائے۔

مرزا جی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو، کون عقل مند ہوگا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت و معجزہ تسلیم کر لے۔آپ گڑ گڑا کر دعا مانگو اور رو رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلد تر بموجب الہام آپ کو عطا ہو۔ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کر کے آنجہاں چل دیں اور آپکی دلی آرزو آپ کے ساتھ ہی خاک میں مل جائے۔(تازیانہ عبرت)

منکوحہ آسمانی در سیف چشتیائی

پیرمہر علی شاہ گولڑوی نے ردّ قادیانیت میں نہایت قابل قدر کام کیا ہے اور ۱۹۰۲ء میں لکھی جانے والی ان کی کتاب سیف چشتیائی بہت مشہور ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ پیر صاحب نے ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے متعلق شائع ہونے والا ایک مضمون نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

اجی مرزا صاحب بس رہنے دیجئے۔ خلق اللہ تیس سال تک آپ کے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے۔

۱۔ کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کیلئے آپ نے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد۔

۲۔ عبداللہ آتھم کیلئے از حد گڑ گڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا۔

۳۔ ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کیلئے ہزار آہ وزاری کی مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

۴۔ لیکھرام کیلئے ہر چند سر پٹکا مگر اس کی موت نے آخر آپ کو ہی مشتبہ کیا۔

۵۔ آسمانی منکوحہ کیلئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہوگیا مگر حسرت ہی رہی۔

۶۔ کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کیلئے بہتیرے جوڑ توڑ کئے مگر وہ بیمار رہ کر چل بسی۔

۷۔ اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دنیا کے لئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا۔

۸۔ جس قدر مباحثے آپ نے کئے شکست ہی کھا کر بھاگے۔ اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں۔

۹۔ جن لوگوں نے آپکو بالمقابل دعا کرنے کیلئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے

۱۰۔ ہمیشہ آپ نشان دکھانے کیلئے میعاد مقرر کرتے رہے۔ مگر آخر ندامت ہی اٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کے لئے میعاد مقرر ہے۔

۱۱۔ آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا۔

۱۲۔ آپ نے کہا سب خلقت مجھے قبول کرلے گی۔ مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

۱۳۔ آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر دعوی سے لکھی۔ لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔

۱۴۔ آپ نے منشی الہی بخش کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کرکے الہام شائع کیا۔ بفضلہٖ اب گیارہ ماہ قریب الاختتام ہیں۔ مگر ان کی عصائے موسی نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم برہم کردیا۔

۱۵۔ پیر مہر علی شاہ کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر انکی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت رہی

۱۶۔ آپ نے عرصہ سے مینار بنانا چاہا، مگر ہنوز روز اول۔

۱۷۔ آپ نے انگریزی رسالہ شائع کرنا چاہا مگر اب تک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی ہے۔

۱۸۔ آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

۱۹۔ سینکڑوں اشخاص کیلئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے۔ دعا کرنے سے تعلق پیدا کرنا چاہیے وغیرہ۔

مرزا جی! کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں۔ پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (سیف چشتیائی)

اسی کتاب میں پیر صاحب گولڑہ نے منکوحہ آسمانی کے ذکر کے ضمن میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رسالے الہامات مرزا سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے۔ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ رسالہ الہامات (مرزا) کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے:

مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت
اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق پیشگوئی

اس پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔ اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔ پہلے ہم اس پیش گوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں۔ ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا
قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر

باب میں اس کے مدار الہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش ۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی ۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی ۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے ۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی ۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تاہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہو گا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑ یگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاؤ نگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذّبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزؤن ۔ فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیک ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔انّ ربك فعّال لما یرید ۔ انت معی و انا معك۔ عسی ان یّبعثك ربّك مقاماًمحموداً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ۔

اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اور اشتہار دیا جو بعنوان ذیل ہے:

تتمہ اشتہار۔ دہم جولائی ۱۸۸۸ء

۱۔ اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللّٰہ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدائے تعالی ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیش گوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت، مجھے میرے الہام اور دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں۔ اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ وناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدائے تعالی نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالی نے پورا کر دیا تھا، اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا، اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدائے تعالی اس کنبہ کے منکرین کو

عجوبہ قدرت دکھلا وے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اوران بلا
ؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔لیکن اگر وہ رد کریں توان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو
متنبہ کرے۔ برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الو
جوہ صلاحت پذیر ہو جائے گی۔اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریں گی۔اور قہر کا نشا
ن وہی ہے جو اشتہار میں زکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔و السلا م علی عبا د
الله المو منین ۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

یہ دونوں اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح ولائح ہیں۔کسی مزید توضیح یا تشریح کی
حاجت نہیں رکھتے۔صاف بتلا رہے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (مرزا احمد بیگ اور
اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان
دونوں کی موت کی تاریخ ہے،مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔
رسالہ شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً
گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔چنانچہ لکھا ہے۔
مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد
آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے،قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے ۔

(شہادۃ القرآن۔مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۷۹)

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا میں
رہنے کی اجازت نہ تھی۔مگر افسوس کہ وہ مرزا صاحب کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۰۱ء
تک زندہ ملتان کیمپ میں ملازم ہے۔مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے۔
انہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیش گوئی کا پورا کر لینا تو
ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔آپ فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے۔ ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت، اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے، یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی۔ اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے منہ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں۔ اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔ (سراج منیر)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا، نماز روزہ کا پابند ہو گیا، اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔

ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے۔ یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے، ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا، تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ ہم آتھم کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا، چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو

مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سے رشتہ داروں کو اس نکاح سے متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔

- مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

- مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

- مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

- عزت بی بی بطرف والدہ (خط سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے بھی عموماً بقول حافظ شیرازی

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دِگراں قرآن را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی اور یہ بھی ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔ (منقول از الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ طبع اول)

پیر مہر علی صاحب گولڑویؒ فرماتے ہیں:

ناظرین خدارا انصاف! کیا ایسی ہی پیش گوئیاں کرنیوالے کو مطابق الا من ارتضی من رسول .. کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے، جیسا کہ قادیانی صاحب اس اشتہار میں بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۸ کہ

۱۔ محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے

۲۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔

۳۔رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔
۴۔مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔
۵۔وہ بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔
۶۔انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔
۷۔اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاویں۔ انتھی بعبارتہ

امروہی صاحب کیا یہ پیش گوئیاں اور دعائیں مشتے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔اگر پیش گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا فرمان خاتم النبیین ﷺ کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو بھی سکتا ہے؟ (سیف چشتیائی۔ص ۷۱ تا ۷۹)

منکوحہ آسمانی در ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ

میرٹھ سے مولانا احمد حسن شوکت، شحنہ ہند کے نام سے ایک اخبار نکالتے تھے۔۱۹۰۱ء میں آپ نے رد قادیانیت کی غرض سے اس اخبار کا ایک ہفتہ وار ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا۔ یہ ضمیمہ چار سال تک جاری رہا اور اس میں رد قادیانیت کے موضوع پر گراں قدر مضامین شائع ہوئے جو کم وبیش خود مولانا احمد حسن میرٹھی ہی کے قلم سے ہوتے تھے۔تاہم اکا دکا مضامین بعض دوسرے اہل علم کے قلم سے بھی ہیں جو اس دور میں تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں شمار ہوتے تھے۔ذیل میں اس ضمیمہ کے ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کے شماروں سے چند مضامین نقل کئے جا رہے ہیں جن میں مرزا صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی کے معاملے پر یا تو بحث ہوئی ہے یا کسی حد تک اس کا ذکر ہوا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

غیب دانی

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

پیش گوئی کرنے والا یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں غیب دان ہوں، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ چونکہ یہ صفت خاص خدا تعالی کی ہے لہذا کسی نبی نے ایسا دعوی نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے بڑی زجر وتوبیخ کے ساتھ ممانعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے صاف فرمایا کہ میں نہیں جانتا قیامت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ یہ کام نجومیوں رمالوں سادھو بچوں کا ہے جو اسی حیلے سے روٹی کماتے ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کیا مرزا جی ایسے چلتے پرزوں سے کم ہیں۔ کم کیا معنی چند بالشت بڑھے ہوئے ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ نجومیوں اور رمالوں کی اٹکل کا تیر تو کبھی لگ بھی جاتا ہے، مگر مرزا جی کے تمام تیر تکے ہوائی رہے۔ نشانے پر ایک بھی نہ لگا۔ مگر دھوکہ دہی ہو رہی ہے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ ایک جھول میں دعوی تو تھا نر (بیٹے) کا، مگر نکلی مادین (بیٹی)۔ اس کی تاویل گھڑی کہ میں نے یہ کہاں کہا تھا کہ اسی گابھ میں کنوتیاں بدلتا، ٹاپیں مارتا، راتب مانگتا، آٹھوں گانٹھ کمیت برآمد ہوگا۔ آسمانی باپ نے کچھ تیغہ نہیں کر دیا کہ نر (لڑکا) اسی جھول میں ہو، دوسری میں نہ ہو۔ یہ خاصہ تو صرف آسمانی باپ (مرزا ادیانی کے الہام کنندہ) کا ہے کہ ایک ہی جھول نکال کر عنین ہو گیا، اور مجبور ہو کر مجھے (یعنی مرزا قادیانی کو) لے پالک بنایا۔ مگر میرے دم خم ایسے نہیں کہ بس ایک جھول میں پر پرزے گر جائیں۔ دیکھ لو میں نے دوسرے جھول میں کیسا ڈینگرا سال کا سا پورا نکلوایا۔ آسمانی منکوحہ والی پیشین گوئی تو ایسی پوری ہوئی ہے کہ باید وشاید۔ اندھوں کو نظر نہیں آتی۔ قاضی فلک نے نکاح پڑھایا۔ زہرہ اور مشتری نے سہرہ گایا۔ فرشتوں میں مبارک سلامت ہوئی۔ بس وہ میرے نکاح میں آ گئی کسی کو دکھائی نہ دے تو اس میں میرا کیا قصور۔ اس کے جتنے انڈے بچے ہوئے اور ہوں گے وہ سب میرے ہیں۔ اور میرے ہی کہلائیں گے۔ میں منہ میں گٹکا لے کر اور آنکھوں سے الوپ انجن ہو کر ہر شب وہاں وارد ہو جاتا ہوں میں سب کو دیکھتا ہوں مجھے کوئی نہیں دیکھتا اور خود منکوحہ کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مجھے یہ لٹکا روح القدس سے ملا ہے۔ اگر کسی میں روح القدس کے فیضان کی کیفیت (نعوذ باللہ) بی بی مریم سے پوچھ لے اور تصدیق کر لے۔ میری

پیشین گوئی کا مطلب یہ تھا کہ نکاح آسمان میں ہوگا، زمین پر اس کا ظہور نہ ہوگا دیکھ لوایسا ہی ہوا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵۔ ۶)

مرزا جی کے الہامات

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسین میرٹھی لکھتے ہیں:

انبیاء علی نبینا و علیھم الصلوۃ و السلام پر جو مسلسل اور منضبط الہامات من جانب اللہ ہوئے ہیں وہ انسانوں کے لئے تہذیب وتمدن سیاست وملک داری اصلاح نفوس الغرض دینی اور دنیوی مستحکم قوانین بن گئے ہیں۔ یہاں تک کہ سلاطین کو جدید قوانین کی وضع و اجراء سے مستغنی کر دیا ہے۔ موجودہ سلطنتیں بھی انہیں قوانین پر چل رہی ہیں، اور جب ان سے انحراف کیا جائے گا ضرور خرابیاں پیدا ہوں گی، جیسا کہ ہم بعض ممالک خصوصاً ممالک اسلامیہ کی حالت دیکھ رہے ہیں۔

توریت وانجیل اور زبور بھی انسانوں کی اصلاح کے مضبوط قوانین ہیں، مگر ان پر عمل متروک ہوگیا۔ دنیا خودسر بن گئی۔ جس طرح مسلمان قرآن پر عمل نہیں کرتے اسی طرح یہودی توریت پر اور عیسائی انجیل پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن اس سے الہامی کتابوں میں نقص نہیں آسکتا۔ اور تمام مذاہب والے معترف بقصور ہیں کہ ہم نے اپنی آسمانی کتابوں کو چھوڑ دیا۔ اتنا جگرا اور گردہ کسی کا نہیں کہ اپنی آسمانی کتاب یا آسمانی مذہب کو ناقص اور قابل اصلاح بتائے۔ یورپ میں حد درجہ لا مذہبی اور فسق و فجور پھیلا ہوا ہے، مگر جب انجیل کا نام آئے گا تو ہر عیسائی سر جھکا دے گا۔ ایک پکا مسلمان کیسا ہی فاسق وفاجر ہو، مگر جب قرآن کا نام آئے گا تو کانپ اٹھے گا اور نادم ہوگا۔ ایک سنی مسلمان جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنے گا تو کھڑا ہو جائے گا۔ ایک مرزا جی ہیں کہ حدیث کا انکار اور قرآن مجید کی آیات مسخ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو یہ فرمائیں کہ لو کان موسی حیاً لما وسعہ الا اتباعی یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرے اتباع پر مجبور ہو جاتے۔ مگر مرزا جی، حضرت موسیٰؑ سے بھی بڑھ گئے کہ جو شخص ان کو نبی نہ مانے زندیق اور کافر اور واجب القتل ہے۔ اور جب کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو گالیاں دی جاتی ہیں اور ان کو فاسق وفاجر بتایا جاتا ہے، تو اسی سے سمجھ لیجئے کہ ان کے دل میں

دیگر انبیاء کرام کی کیا وقعت ہے۔ کیونکہ نبی سب برابر ہیں۔قرآن مجید نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ آنحضرت ﷺ تو یہ فرمائیں کہ لا تخیروا فی انبیاء اللہ یعنی ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو، اور مرزا جی بعض انبیاء پر سبّ وطعن کریں۔

گفتگو الہام میں تھی ۔اگر مرزا جی کے تمام الہامات کو جمع کیا جائے تو فرمایئے ان سے کیا نتیجہ نکلے گا۔ دینی یا دنیوی قانون تو کیا مرتب ہوگا، ہر فقرہ مہمل اور بے معنی ہونے میں مجذوب کی بڑ سے کم نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ خودستائی اور خودغرضی انسانوں کو پاگل بنا کر چھوڑتی ہے۔تمام الہامات میں مرزا جی اپنی ہی بھٹئی کرتے ہیں۔ پھر بھی بے معنی الحکم میں کبھی کبھی ایک آدھ فقرہ یا جملہ شائع ہوتا ہے جس کو الہامی بنالیا جاتا ہے۔ ہم شرطیہ کہتے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے گا تو خود مرزائیوں کو شرم معلوم ہوگی کہ کیا جھک مارا ہے۔اور ایک مبصر اور عقل مند آدمی قہقہہ لگائے گا کہ مرزائی امت کے لئے یہی آسمانی اور دینی اور دنیوی قوانین کا مجموعہ ہے جو اس پر الہام ہوتا تھا تاکہ لوگوں کو سمجھائے اور ہدایت عامہ کی تبلیغ کا فرض پورا کرے۔

مرزا جی عجیب الخلقت نبی ہیں کہ مادری زبان تو اردو اور الہام ہو عربی میں۔ بھلا ہندوستان میں عربی زبان سمجھنے والے کتنے ہیں۔مسخرے باپ (مرزا کے الہام کنندہ) نے یہ نہ سمجھا کہ لے پالک (مرزا قادیانی) اپنا فرض نبوت کیوں کر ادا کرے گا۔

پچھلے ہفتے الحکم میں یہ الہامی فقرہ شائع ہوا :انی صادق صادق صادق

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کتنا مہتم بالشان فصیح و بلیغ بے مثل فقرہ ہے۔ایک گدھا بھی ڈھینچوں ڈھینچوں کر کے کہہ سکتا ہے کہ: انی ناھق ناھق ناھق۔ اور ایک خاوند بھی اپنی ناشزہ جورو سے دق ہو کر کہہ سکتا ہے کہ: انتِ طالق طالق طالق ثلاثا۔ لیکن جب آسمانی منکوحہ نے مرزا جی کو طلاق دے دی، تو ان کے بیٹے یعنی آسمانی باپ کے پوتے (مرزا فضل احمد) نے باوصف حد درجہ زور ڈالنے اور عاق کرنے کی دھمکی دینے کے اپنی بیوی کو بجائے یہ کہنے کہ انتِ طالق طالق طالق ثلاثا، یہ کہا کہ انتِ فوادی انتِ راحتی ، انت سرور قلبی انتِ نور مقلتی روحی فداك ۔اس نے بلاوجہ ناکردہ گناہ بی بی کو طلاق دینا گوارا نہ کیا۔ بھلا جب آسمانی دادا کا الہام خود پوتے نے نہ مانا، تو بقیہ امت سے کیا امید ہے کہ وہ

لے پالک کا حکم مانے گی اور بروزی اور ظلی نبوت اور موعود مسیحیت و مسعود مہدویت کو دنیا میں پھیلائے گی۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ٦۔، ٧ فروری ١٩٠٣ء ص ٦۔٧)

تازہ بے معنی الہام

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

٧ فروری ١٩٠٣ء کے الحکم میں آسمانی باپ کا یہ پھڑکتا تازہ بتازہ الہام شائع ہوا ہے کہ لا یموت احد من رجالکم ۔مگر معنی سمجھنے میں خود لیپالک (مرزا قادیانی) کی سٹی گم ہے چنانچہ خود ہی بیان کیا ہے:

اس کے حقیقی معنی کہ تمہارے مردوں میں سے کوئی نہ مرے گا، تو ہو نہیں سکتے کیونکہ موت تو انبیاء تک کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی زندہ رہنا ہے، مگر اس کے مفہوم کا پتہ نہیں شائد کوئی اور معنی ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ آسمانی بغلول ایسا گول مٹول ڈھول کے اندر پول الہام ہی کیوں کرتا ہے جس کے معنی خود اس کا کلونٹا لے پالک (مرزا قادیانی) بھی نہیں سمجھ سکتا۔ معلوم ہوا کہ الہام کے معنی سمجھانے کو بھی الہام کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا کسی نبی پر ایسا الہام ہوا جس کے سمجھنے کو قوت منتظرہ باقی رہی ہو۔ لے پالک کے نزدیک جو الہام گورکھ دھندا ہو، اور میخون اور ناخنوں اور دانتوں اور دہان بے دندان کے زور لگانے سے بھی نہ کھل سکے مناسب ہے کہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) سے سمجھ لیا کرے کیونکہ وہ باپ بیٹے دونوں کے گورگڑھے سے خوب واقف ہے۔ بھلا دنیا میں ایسا کلام کون سا ہے جو مجدد کی سمجھ میں نہ آئے، وہ تو بے معنی کلام کو بھی بامعنی کر سکتا ہے۔ لیجئے سنئیے:

یہ الہام طاعون کے متعلق ہے جس کو آسمانی باپ نے لیپالک کی لینڈوری میں بھیجا ہے اور جو اس کا بڑا بھاری تمغہ ہے۔ مرزائیوں میں سے تو اب تک کسی پر اس کا دست شفقت پھرا نہیں یعنی خاص دارالامان قادیان میں تو کیا پنجاب کے کسی شہر اور حصے اور گاؤں میں بھی کوئی مرزائی نہیں مرا، اور لوگوں نے غل مچایا کہ خاص قادیان میں اتنے کیس ہوئے تو یہ مخالفوں بداندیشوں کا نرا طوفان بہتان ہے۔ البتہ اب آسمانی باپ عورتوں پر اسلیئے غضب ناک ہے کہ آسمانی منکوحہ جو عورتوں کی جنس سے لیپالک کے ہتھے نہیں چڑھی۔ اور کسی

نے اس کے رونے پیٹنے بلبلانے اور چیخنے چلانے ایڑیاں رگڑنے پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔ پس آسمانی باپ نے یہ غضب ناک الہام کیا کہ لا یموت احد من رجالکم بل یمتن نسائکم کلھن یعنی تمہارے مردوں میں سے ایک بھی نہ کرے گا بلکہ تمہاری تمام عورتیں مریں گی، کیونکہ عدمی مفہوم سے وجودی مفہوم نکلتا ہے، اور ضد سے ضد یعنی نقیض سے نقیض کا علم ہوجاتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تمہارے مردوں میں سے صرف ایک یعنی مرزا قادیانی قیامت تک نہ مرے گا اس کے سواموت سب کا سلفہ کرجائے گی۔ اس صورت میں الہام یوں ہے لا یموت احد من رجالکم اعنی مرزا کیونکہ مرزا قادیانی ہمیشہ لوگوں کی اموات کی پیش گوئی کرتا ہے اور مخالفوں میں سے جب کوئی مرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اعلان دیتا ہے کہ میری مخالفت نے اس کو ہلاک کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا اپنی زندگی کا ٹھیکہ ابدالاباد تک لے کر دنیا میں آیا ہے بھلا ایسے صاف اور صریح معنی میں باپ بیٹے دونوں کیوں کر گھن چکر ہوگئے۔ بس جی بس بافندگی معلوم شد۔ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص۶)

مہدیوں اور مسیحوں کا ڈربہ کھل گیا

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

لیجئے جناب! ملک جاوا علاقہ امانی میں ایک اور مہدی صاحب عالم بالا سے تشریف کا گٹھا کاندھے پر لاد کر کھٹ سے آبراجے ہیں، اور دنیا کو اپنی مہدویت کی دعوت دیتے ہیں، اور شعبدے (معجزے) دکھانے کے بھی مدعی ہیں۔ آج کل مہدیوں اور مسیحیوں کی بم پھوٹ گئی ہے۔ لندنی مسیح، فرانسیسی مسیح، سومالی مہدی، جاوائی مہدی۔ اور قادیانی مرزاجی تو خیرنال مسیح موعود بھی ہیں اور مہدی مسعود بھی اور امام الزمان بھی اور بروزی نبی بھی اور خاتم الانبیاء بھی۔ الغرض سن گنوں پورے اور تمام کمپونڈ اجزاء کے سیرپ اور معجون ہیں، اور باقی سب کے سب ادھورے ہیں۔ یعنی اگر کوئی مسیح ہے، تو مہدی نہیں اور مہدی ہے تو مسیح نہیں۔ پھر دنیا سب کو چھوڑ کر مرزاجی پر کیوں ایمان نہیں لاتی۔ لوگ بالکل اندھے ہیں اور ایشیا اور افریقہ سے بڑھ کر یورپ اندھا ہورہا ہے۔ کیا معنی کہ مرزاجی اپنے بروز وخروج کی تبلیغ کتابوں اور رسالوں اور تصویروں کے ذریعہ سے کامل طور پر کر

چکے ہیں۔ اپنی تمام مجموعی صفات کا آئینہ دکھا چکے ہیں۔ غضب ہے نا کہ یورپ پھر بھی لندنی مسیح اور فرانسیسی مسیح پر لٹو ہے جنہوں نے کوئی شعبدہ کوئی کرشمہ نہیں دکھایا، اور قادیانی مسیح، خدا جھوٹ نہ بولائے تو کوئی ڈیڑھ سو معجزے (لوگوں کی موت کی بال باندھی پیشین گوئیاں) دکھا چکا ہے۔ پیشین گوئیوں کی ٹھیک میعاد کے درمیان کے بیچوں بیچ کے اندر کوئی نہ مرا، تو کیا ہوا، آخر مرا تو سہی۔ مرزا جی پیش گوئی نہ کرتے، تو نہ آتھم مرتا نہ لیکھ رام مرتا۔ لوگوں کی عقل کا چراغ تو ہو گیا ہے گل۔ پیش گوئی کے لئے یہ ہرگز لازم نہیں کہ ٹھیک وقت پر ہو۔ ہاں شرط یہ ہے کہ برس، پانچ برس، دس برس، بیس برس میں ہو اور ضرور ہو۔ ہزاروں لاکھوں میں ہو، بیچ کھیت ہو، باون تولے پاؤ رتی ہو۔ دیکھ لو مرزا جی کی آسمانی منکوحہ بی بی کو جو ایک ظالم نے غصب کر لیا تھا تو مرزا جی نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی، تو وہ دس برس، بیس برس میں ضرور پوری ہو گی اور ان کا رقیب ایک نہ ایک دن ضرور مرے گا ،۔ بھلا مامور من اللہ کی پیش گوئی اور خالی جائے۔ اچھی کہی۔

اب بتایئے مذکورہ بالا مہدیوں اور مسیحوں میں سے کسی نے بھی ایسے روشن اور چمکتے ہوئے معجزات آج تک دکھائے۔ پیشین گوئی اگرچہ نجومیوں رمالوں سادھو بچوں کا کام ہے، مگر جب مامور من اللہ کوئی پیش گو ئی کرے گا خواہ وہ جھوٹی ہو یا سچی، ضرور معجزہ کہلائے گا۔ وہ آسمان میں پوری ہو جاتی ہے مگر اندھوں کو نظر نہیں آتی اور پیشین گوئی نہ بھی پوری ہو، تو اس سے کسی نبی کی نبوت میں فرق نہیں آتا۔ پیشین گوئی دوسری چیز ہے اور نبی ہونا دوسری چیز۔

ماشاء اللہ مرزا جی کے دلائل بہت معقول ہیں مگر عملی طور پر سب مہدیوں اور مسیحوں کے کھرے کھوٹے کو آگ پر تپانا چاہیے۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ یعنی تمام مہدی میدان میں اتریں اور اپنے اپنے کرتب دکھائیں جو کرتبوں میں کامل نکلے وہی مہدی اور مسیح تسلیم ہو۔ اور اگر سب ناقص اور جھوٹے نکلیں تو ایک ایک کو پھانسی پر لٹکایا جائے، یا لوہے کے پنجروں میں قید کر کے کسی جزیرہ میں بھیجا جائے کہ پھر واں سے واپس نہ آسکیں اور دنیا ان کے کید سے محفوظ رہے۔

ہر ایک جھوٹا اور مکار مہدی اور مسیح دیکھ رہا ہے کہ اس کے چند رقیب سامنے موجود ہیں، اور سب کے سب ایک ہی دعوے کے مدعی ہیں۔ حالانکہ مہدی اور عیسی متعدد نہیں ہو سکتے۔ بہرنہج ایک ہی ہو گا، مگر بے

ایمانی اور شرارت اور دھین دھونکڑی دیکھئے کہ ان بدمعاشوں اور دنیا کے لوٹنے والوں کو ذرا شرم نہیں آئی کہ ہم کیا جعل سازی اور دغا بازی کر رہے ہیں۔ اور نہ ان حمقاء کو شرم آتی ہے جو ان کے دام تزویر میں پھنس کر الو کے پٹھے بن گئے ہیں۔ اور احمقوں کا جتنا گروہ مرزا جی کی مٹھی میں ہے، اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ لندنی اور فرانسیسی اور افریقی اور جاوی مسیحوں اور مہدیوں کی پتلون اور بنیان میں ہے۔ پس وحشی اور مہذب دونوں ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور کسی میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں رہا۔

وہ (جھوٹے مہدی اور مسیح) خوب جانتے ہیں کہ ساری کاروائی خود ان کے کانشنس کے خلاف ہے اور ان کا کامل یقین ہے کہ محض خودغرضی اور جلب منفعت کے لئے ہم یہ ٹھیٹر تیار کر کے اسٹیج پر تماشا دکھا رہے ہیں تاکہ طفلانہ طبیعت کے حمقاء سے تکے سیدھے کریں۔ بہرحال چند روز میں عقدہ کھل جائے گا، سب کے سب سر پکڑ کر ٹسوے نہ بہائیں تو ہمارا ذمہ: حاصل نہ ہوا بجز ندامت۔ کس تخم کو خاک میں ملایا

اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۱۰۔ ، ۸ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۴۔۵)

سعد اللہ لدھیانوی کی نظم

مولانا سعد اللہ لدھیانوی کی ایک نظم شحنۂ ہند کے ضمیمے میں شائع جس میں انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کی مختلف پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا صاحب کو:

پسر کا تھا اعلان دختر ہوئی
وہ دختر بھی آخر نہ جانبر ہوئی
پسر پھر جب آیا بڑے زور سے
تو پنجاب کو بھر دیا شور سے
کہ دیکھو وہ موعود ہے یہ پسر
تھے ہم دے چکے جس کی پہلے خبر
عقیقے پہ اس کے ہوئی دھوم دھام

ہوا قادیان میں اژدہام
چہک کر بھی بلبل نے دیکھا نہ باغ
ہوا ایک ہی سال میں گل چراغ
وہ منحوس جو نام کا تھا بشیر
ہوا جلد کنجِ لحد میں اسیر
تو دجال نے اور اک چال کی
جڑی اس پہ تاریخ نو سال کی
یہ مرنے ہی والا تھا جو مر گیا
جو ہے رہنے والہ وہ پھر آئے گا
پسر گو ہیں دو چار موجود اب
ولیکن ہے دل میں یہ دھڑکا غضب
وہ موعود ان میں کہوں اب کسے
مبادا وہی کل کو پھر چل بسے
سوا سال میں پھر نہ آتھم نہ مرا
نہ کچھ جانبِ حق وہ مائل ہوا
تجھے لعنت و روسیاہی ملی
کہ ہر چار سو سے گواہی ملی
یہ ہے عبدِحق کی دعا کا اثر
ارے کاذبِ قادیان ڈوب مر
کیا واسطے جس کے بیٹوں کو عاق
زن صاحب اولاد کو دی طلاق

وہ عورت بھی مرزا نہ تجھ کو ملی
ملا خاک میں مدعائے دلی
کیا جس کا ملہم نے تجھ سے نکاح
وہ برسوں سے سلطان کو ہے مباح
مریدو ہے یہ بھی کرامت کوئی
مسیح زمان کی علامت کوئی
فـــــافّ لّــــکـــــم ثـــــمّ افّ لّـــــکـــــم
ہوئے شرم و غیرت سے بیگانہ تم
ارے قادیانی یہ کیا بات ہے
عجب شرم والی تری ذات ہے
ترے منہ میں دے برملا خاک وہ
کہے تو نہیں شوخ و بیباک وہ
اسے اپنے گھر میں تو واللہ دیکھ
اسے دیکھ اور اس کی اولاد دیکھ
مرے قول میں گر تو سمجھے قصور
کمر باندھ پٹّی نہیں ایسی دور
مرے ساتھ چل سب دکھا دوں تجھے
جو سننے کی ہے وہ سنا دوں تجھے

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۵تا۸)

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں

عنوان بالا کے تحت حکیم محمد الدین صاحب امرتسری کا ایک مضمون شائع ہوا، جس کے آخر میں انہوں نے مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کے معاملے کا بایں الفاظ ذکر ہے:

مرزا جی کا صاحبزادہ فضل احمد نوجوان ۱۵ مارچ کو مر گیا جس کی بابت مرزا جی نے مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۳۹ بیٹا پیدا ہونے کا الہام تھا بجائے پیدا ہونے کے جوان بیٹا مر گیا۔ گو مرزا جی کو افسوس نہ ہو، اس لئے کہ مرحوم نے ان کی آسمانی منکوحہ کے دلانے میں امداد نہ کی تھی، یعنی ان کو بیوی دلانے کے لئے اپنی بیوی کو طلاق نہ دی تھی نیز والد ماجد (مرزا جی) کو پاگل کہا کرتا تھا جو واقعی ہے۔

المشتہر۔ حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنہ امرتسر چوک لوہ گڈھ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۰۳ء

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳۔ ۶)

پیشین گوئیاں پیشانی کا دھبا بن گئیں

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

ہم (مرزا قادیانی کی) معمولی پیشین گوئیوں کی بارہا حقیقت کھول چکے ہیں مگر قادیانی مرزا جی ان میں بھی ہیٹے ہی نکلے اور کیوں نہ نکلتے عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ مفتری علی اللہ کی تحریر اور تقریر خود مفتری کے لئے سواد الوجہ فی الدارین بن جاتی ہے۔

سینکڑوں نجومی لال پوتھیاں لئے، سینکڑوں رمال قلم دان اور قرعہ یا کعبتین بغل میں دبائے، کوڑی پیسہ روٹی ٹکڑا مانگتے پھرتے ہیں، کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ آپ نے باوصف ادھورے رمال اور ادھ کچرے نجومی ہونے کے چونکہ نبوت کا دعوی کیا ہے، لہذا مسلمانوں پر آپ کی مزاج پرسی فرض ہوگئی ہے۔ پھر نجومیوں اور رمالوں کی اٹکل کا تیر تو کبھی کبھی نشانے پر لگ بھی جاتا ہے، مگر آپ کی ساری پیشین گوئیاں اناڑی کے تیر کی طرح ہوا میں اڑ گئیں۔ پھر بھی وہی دم خم ہے کہ سب پوری ہوئیں۔ کیا بے چاری حیا کو قادیان سے بالکل ہی

دیس نکالا دے دیا ہے۔

پہلی پیشین گوئی یہ تھی کہ مغلانی کے حمل کے اصطبل سے کنوتیاں بدلتا ہوا ایک عراقی نر نکلے گا۔ مگر افسوس: چودم برداشتم مادہ برآمد

دوسری دفعہ آپ نے جند بیدستر اور سقنقور اور ریگ ماہی کے حلوے کھا کر اور کچاچا کرے۔ اگست ۱۸۸۷ء کو اعلان دیا کہ ان کے ضرور بالضرور اور پرضرور رضاضرور کے عین مین لڑکا ہوگا، اور یہی بشیر موعود ہے۔ یوں کرے گا، اور ووں کرے گا۔ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا۔ اور جیسا تیسا ہوگا تمام شاہان روئے زمین اس سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور خود لے پالک کا آسمانی باپ فخر کرے گا کہ کیسا کلونٹا ڈٹینگر پوتا پیدا ہوا۔ گویا دادا ہی بروزی طور پر پوتے کے قالب میں ڈھل کر آئے گا۔

مگر یہ نرم چارہ تھوڑے ہی دنوں میں اجل کا لقمہ بن گیا۔ مرزا جی پھر بھی بھیگی بلی نہ بنے، اور باوصف آسمانی تھپڑ کھانے کے پیش گوئیاں کرنے سے نہ چوکے۔ سقنقوری اور جند بیدستری معجون کا اپھان جو اٹھتا ہے تو جھٹ سے مشتہر کر دیا کہ خود آسمانی باپ نے آسمان میں میرے نکاح کا لگّا فلان مسماۃ (محمدی بنت احمد بیگ) سے لگا دیا۔ اور یہ نکاح بہت سی برکتوں کا اسٹور ہوگا۔ دیکھو مرزا جی کا خط مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ صفحہ ۱۰ رسالہ مسیلمہ قادیانی کا مکر شیطانی یا نکاح آسمانی کا راز نہانی مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر۔

اور پیش گوئی کی کہ اگر کوئی اور شخص اس سے نکاح کرے گا تو ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔

یہ میعاد اگست ۱۸۹۴ء میں ختم ہوگئی اور خالق اناث و ذکور وازواج نے اس مسماۃ کو ایک نوجوان شخص (مرزا سلطان محمد) کے حوالے کیا۔ اب میرا شیر مرزا جی کی چھاتی پر مونگ دل رہا ہے، اور ان کے ارمانوں کا دلیا کر رہا ہے۔ کوئی نصف درجن بچے تو نکال چکا ہے۔ خدا نے چاہا تو چند روز میں درجن بھر بچے ہو جائیں گے۔ ہاں مرزا جی چونکہ آواگون کے قائل ہیں اور اپنی بروزی یا استدراجی نبوت پر ان کا ایمان ہے، تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ (محمدی بیگم) جورو تو درحقیقت میری ہے مگر میں نے نیوگ کے موافق بچے نکلوانے کو اپنے رقیب کے سپرد کر رکھی ہے کیونکہ میری کمر میں اب بوتا نہیں رہا اور رجولیت ریشہ خطمی بن گئی ہے۔ اور میں نے یہ قانون اپنے بعض مریدوں کی بیگمات کے لئے بھی بوجہ موجود ہونے رگ شیطانی کے نیوک کے لئے جاری کر دیا ہے۔ اور

اس کی سند بعض اخبارات اور ضمیمہ شحنہ ہند سے مل سکتی ہے۔

اگر بعض مرزائی کہیں کہ مرزا جی تو نیوگ کے مخالف اور آریوں پر معترض ہیں، تو جواب یہ ہے کہ مرزا جی جس امر کو اوروں کیلئے برا سمجھتے ہیں اس کو اپنے لئے باعث فخر و شیخی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مسیح علیہ السلام کی جانب فحش کو منسوب کیا، اور خود کو ان کا مثیل بلکہ عین بنایا۔ اخباروں اور اشتہاروں میں تقوی اور طہارت اور صداقت کی ڈینگ ماری، مگر خود جھوٹ کے پتلے اور مکر کے فوٹو بن گئے۔ یہی حال نیوگ کا ہے۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بیوہ ءالنقوا کی آل ہونے کے باعث خود نیوگ کی نسل سے ہیں۔ گویا نیوگ ان کے نیچر میں یوں مل گیا ہے جیسے زعفرانی حلوے میں ریگ ماہی کا ست۔ کیونکہ ان کے جد امجد اور ولی کھنگر چنگیز خان نے جس کا خمیر بدھ کے مذہب سے تھا اسی نیوگ کی بدولت جنم لیا تھا۔ اور مرزا جی کو اول اول اسی بنا پر عیسی مسیح کے مثیل بننے کا خبط سوجھا تھا کہ ان کی دادی بی بی آلنقوا بیوہ نے کسی شخص سے بچے جنے تھے۔ شاید انہیں حالات پر قیاس کر کے مصنف کتاب عصائے موسی نے مرزا جی کو ولید بن مغیرہ کا مثیل سمجھ کر آیت لا تطع کل حلاف مهين کو ان پر چسپاں کیا ہے۔

پچھلے دنوں اعجاز احمدی میں پیش گوئی کی کہ مجھے پانچویں لڑکے کا وعدہ دیا گیا ہے حالانکہ بجائے نر کے مادہ (دختر) پیدا ہوئی۔ دوم اولاد نرینہ کی تعداد میں جو اضافہ ہونے کی پیش گوئی کی تھی بجائے اس کے کہ اضافہ ہوتا ایک جوان کماؤ بیٹا سال کا پورا جس کے سہارے پر مرزا جی آسمانی منکوحہ کے تعشق میں اس کو اپنے حق میں بڑی بھاری فتح بنائیں گے کہ فرزند ارجمند نے مرزا جی کا حکم نہ مانا اور اپنی زوجہ کو طلاق نہ دی لہذا سزا پائی۔ وہ کہیں گے کہ چندروز میں میرے رقیب کی بھی باری ہے۔ ابھی تو ذرا ٹپکا ٹپکی شروع ہوئی ہے ذرا تیل دیکھئے تیل کی دھار دیکھئے، رقیب مرے اور ضرور مرے اور پھر آسمانی منکوحہ میرے ہتھے چڑھے اور ضرور چڑھے۔ اور جب خود مورث اعلی آسمانی باپ نے نکاح پڑھ دیا تو کیوں میرے قبضہ میں نہ آئی۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳۔ ۵)

مرزا جی کا آسمانی نشان

مولانا صوفی محمد عبدالحق سرہندی لکھتے ہیں:

قاضی اشفاق حسین وکیل درجہ اول ریاست پٹیالہ ساکن سرساوہ نے مرزا صاحب کو لکھا کہ میری والدہ بعارضہ فالج بیمار ہیں، اگر آپ کی دعا سے صحت یاب ہو جاویں، تو میں تمام عمر آپ کی خدمت میں صرف کرونگا، اور اکثر خلق خدا کو ہدایت نصیب ہوگی۔ مگر بصورت دیگر مجھے آپ سخت سے سخت مخالفوں میں شمار کریں

اس کا جواب مرزا قادیانی کے حواری کی قلم سے جو کچھ تحریر ہوا، ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قولہ: قادیان یکم مئی۔

اقول: مرزا قادیانی اور مرزا کے حواری خود تصدیق کر رہے ہیں کہ ہم کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ورنہ بسم اللہ اور اسلامی تاریخ اور مہینہ لکھا جاتا۔

قولہ: معجزات کا اقتراح (یعنی سوال) کبھی کسی مامور سے سعید الفطرتوں اور صدیقوں نے نہیں کیا۔

اقول: نہ معلوم یہ مسئلہ کس لال کتاب کا ہے۔ قرآن حدیث تو اس امر کے ثبوت میں مملو ہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام نے معجزات اور کرامات دکھلائے، بلکہ خود انبیاء کرام نے بھی نشان دیکھنے کے لئے اللہ تعالی سے سوال کئے۔ دیکھو قصہ ابراہیمؑ۔ و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی۔

اور قصہ عزیرؑ، و ذکریاؑ، و موسیٰؑ، و قصہ من وسلوی، و قصہ سوال نزول مائدہ جو قرآن میں بالتشریح موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد یہ انبیاؑ وصلحاء وحواریین سعید الفطرت وصدیق نہ تھے؟

قولہ: خدا تعالی صدیقوں کو خود ہزاروں نشان، ایمان کے بعد دکھلا دیتا ہے۔

اقول: اگر نشان کا دکھانا ایمان سے مشروط ہے، تو عرصہ تیس سال سے یہ دعوی کیسا ہے کہ اگر مخالفین نشان آسمانی دیکھنا چاہیں تو قادیان آکر دیکھیں۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

قولہ: نشان مانگنے والے ہمیشہ شقی اور بےنصیب رہے اور راست بازوں کے منہ سے خطرناک القاب سنے۔

اقول: یہ اعتراض آپ کا پہلے حضرت ابراہیمؑ وحضرت موسیٰؑ وحضرت عزیرؑ پر ہوا۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میل او در طعنہ پا کان برد

دوسرے یہ کلام آپ کا دروغ بے فروغ ہے۔قصہ نزول مائدہ ان کی شہادت دے رہا ہے اور احادیث نبوی میں ایسے کئی قصے ہیں۔بیہقی میں قصہ سوسمار موجود ہے کہ ایک اعرابی نے لات وعزی کی قسم کھا کر کہا تھا کہ جب تک آپ اس بریان سوسمار کو زندہ نہ کردیں اور یہ ایمان نہ لاوے، میں ایمان نہ لاؤنگا۔پس آنحضرت ﷺ نے سوسمار کو پکارا، اوس نے کہا لبیك و سعديك اور ایمان لایا۔اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر فوراً ایمان لایا۔شفائے قاضی عیاض میں حضرت عمرؓ سے بھی اس کو روایت کیا ہے۔اور روایت دارمی میں ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ جب تک فلاں درخت ایمان نہ لاوے گا، میں ایمان نہ لاؤنگا۔چنانچہ وہ درخت آپ کے ارشاد سے آیا، اور ایمان لایا، اور اعرابی بھی یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لایا۔

ایسی ہزاروں مثالیں سیرت نبوی میں موجود ہیں۔اور قصہ قوم حضرت یونسؑ بالتشریح قرآن شریف میں مذکور ہے۔اور حضرت عیسی علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر بادشاہ کا معہ اپنے ارکان کے ایمان لانا۔یہ سب بعد مانگنے اور دیکھنے نشان کے سعید الفطرت ہوئے یا نہیں لعنة الله على الكا ذ بين ۔

اگر آپ کے پاس کچھ ہوتا، تو سائل پر اتمام حجت کرتے۔آپ کے دعوی تو محض فریب اور جھوٹ ہیں۔مامور پر یہ تکلیف نہیں کہ مخالفین یا نشان مانگنے والوں کی آئندہ سعادت وشقاوت پر کاربند ہو۔یہ تو علم غیب خدا تعالی ہی کو ہے۔مامور پر یہ فرض ہے کہ وہ علم جو اس کو دیا گیا ہے، پہنچادے اور وہ نشانات جو اتمام حجت کے لئے اس کو مرحمت ہوئے ہیں، دکھلا کو مخالفین کو عاجز کردے۔تاکہ حجت اللہ تمام ہو۔

اور خطرناک القاب قرآن شریف میں تو معلوم نہیں ہوتے شاید قادیانی قرآن میں نازل ہوئے ہوں گے۔

قولہ: حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تائید میں خدا تعالی نے سینکڑوں نشان دکھلائے۔کتابوں میں موجود ہیں۔لاانتہی مخلوق گواہ ہے۔

اقول: وہ ہزاروں سینکڑوں نشانات کیا بیت الفکر قادیان کے اندر دکھائے گئے۔کیا یہ وہی نشانات پیش گوئی موت آتھم، وتزویج مسمات محمدی بیگم، وپیدائش فرزند ارجمند ہیں، جن کا فوٹو ہم نے اپنے رسالہ مظہر نعت کے

اخیر میں اچھی طرح کھینچ دیا ہے، اور جن کے جھوٹ ہونے کی کل مخلوق خدا گواہ ہے۔ مگر سچ ہے: بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔ اور اپنی کتابوں میں لکھ کر خوش ہونا اس شعر کا مصداق ہے

ثنائے خود بخود گفتی نمی زیبد ترا صائب
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

ایک تو نشان دکھلایا ہوتا کہ آپ: کار مرداں روشنی گرمی است کے مصداق ہوتے، اور: کار دوناں حیلہ و بے شرمی است، کے نہ ہوتے۔

قولہ: آپ ان کی طرف استخفاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نیا سوال کرتے ہیں۔ یہ امر خدا تعالی کی سنت کیخلاف ہے۔

اقول: جھوٹوں کو ہمیشہ استخفاف کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، آپ تعجب کیوں کرتے ہیں؟ جس امر کا وجود کتاب وسنت سے ثابت ہوگیا وہ سوال نیا اور سنت اللہ کے خلاف ہے؟ برعکس نہند نام زنگی کافور

قولہ:۔ ہم دونوں گواہ موجود ہیں جو بے شمار نشان دیکھ چکے ہیں۔ ایک سلیم الفطرۃ کا دل کس طرح گوارا کرتا ہے کہ ہماری تکذیب کرے۔ (الحکم قادیان۔ یکم مئی ۱۹۰۲ء)

اقول: مرزائیوں کا گواہ ہونا خواجہ کا گواہ ڈڈو کی مثل ہے۔ کوئی سلیم الفطرت آپ جیسے کاذبین کی ہرگز ہرگز تصدیق نہ کرے گا۔ ہاں وہ شخص جس کے دل پر غلبہ شیطانی ہوجائے۔

و السلام علی من اتبع الھدی راقم محمد عبدالحق سرہندی ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸۔۲۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۲)

شیطانی اور رحمانی رگ

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

مرزا جی کے دام میں جو نادان شکار پھنستا ہے اور پھر چند روز میں رگ وریشہ سے واقف ہوکر اڑ جاتا ہے تو حماقت مٹانے کو مرزا جی یہ کہتے ہیں کہ اس میں شیطانی رگ تھی جو میری رحمانی رگ سے مل گئی تھی، گویا بعد

میں رحمانی رگ پر شیطانی رگ غالب ہوگئی۔اور آسمانی باپ نے جو رشتہ قائم کیا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا۔

لیپا لک (مرزا قادیانی) کو تو شیطانی رگ کا کیا علم ہوتا، مسخرے آسمانی باپ (مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) کو بھی علم نہ ہوا۔ یہ تو نہیں کہتے کہ اپنا ہی قصور تھا، یعنی اس پر تار و پود اچھی طرح نہ تنا تھا۔مکڑی کا جالا بھی مکھی پر بخوبی نہیں تنا جاتا، تو دام سے نکل جاتی ہے، یہ تو انسان تھا۔مگر معلوم ہوا کہ مرزا جی کا دام تزویر تار عنکبوت سے بھی زیادہ لچر اور سست ہے۔جب راز فاش ہوا تو جو شکار دام سے نکل جاتے ہیں۔ان کا تو کبھی ذکر بھی نہیں ہوتا کیو نکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ دوسرے شکار بھی نکل جائیں گے، مگر جو شکار پھنستے ہیں ان کے پھنسنے کی ڈونڈی ضرور پٹتی ہے۔شاید مرزا جی کو یہ امید ہوتی ہے کہ وہ پھر پھنسیں گے یا بظاہر اڑ گئے ہیں مگر در حقیقت پھنسے ہوئے ہیں، جیسے آسمانی منکوحہ جو بظاہر حبالہ نکاح میں نہیں آئی، مگر دراصل مرزا ہی کے نکاح میں ہے۔پس بیعت فسخ کرنے والوں کا نام اسی وجہ سے نہ تو مشتہر کیا جاتا ہے، نہ رجسٹر سے ان کا نام خارج ہوتا ہے، اور دو لاکھ مریدوں کی تعداد میں برابر محسوب ہوتے رہتے ہیں۔اور جب تک لیپا لک آسمانی باپ کے پاس نہ جائے گا برابر محسوب ہوتے رہیں گے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزائیوں کی بڑی تعداد اصل لم سے واقف ہو کر بدظن ہوگئی ہے بلکہ بیعت فسخ کر چکی ہے مگر بظاہر اقرار نہیں کرتی۔ یہ خوف رہتا ہے کہ لوگ مطعون کریں گے کہ کیا سمجھ کر بیعت کی تھی اور کیا سمجھ کر اب فسخ کی۔ایسے لوگ بے شک ضعیف الایمان ہیں ورنہ سچے مومنوں کا یہ کام ہے کہ جب ان کو اپنی غلطی پر آگاہی ہو، تو کھلم کھلا اس کا اظہار کریں اور جناب باری میں توبہ و استغفار کر کے اپنے کو مزکی اور اطیب بنائیں۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۲)

رویت اور آسمانی و قدرتی نشان

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

....آسمانی قدرتی نشان ہر شخص ہر وقت دیکھتا ہے اور ربنا ما خلقت هذا باطلاً پر ایمان رکھتا ہے اور ہر ذی روح اور غیر ذی روح قادر مطلق اور فاطر برحق کے وجود اور قدرت و صنعت کاملہ کا مقر ہے یسبح له من فی السماوات و من فی الارض مرزا جی اس سے بڑھ کر کیا دکھا سکیں گے اور نہ

ان کے دکھانے کی کوئی ضرورت ہے۔اور دکھائیں گے بھی تو دیکھی ہوئی شئے کو جو محض فضول اور عبث اور تحصیل حاصل ہے۔البتہ جن کی آنکھیں بوالہوسی اور اعجوبہ پرستی سے چوپٹ ہیں اور دن دہاڑے آنکھیں مانگتے پھر تے ہیں اور جن کو حق و باطل نور و ظلمت کچھ نظر نہیں آتا ان کو دکھائیں۔ مرزا جی تو پورے مداری بھی نہیں۔ پھنک ایک، پھنک دو، کا تماشا دکھانے بھی بیٹھے ہیں۔مداریوں کی شعبدہ بازیوں کا راز کھل نہیں سکتا مگر مرزا جی کے کید کا راز طشت از بام ہوگیا اور دنیا طلبی اور حب جاہ کا پاکھنڈ سب پر کھل گیا۔

البتہ مقدمات کے دو نشان بڑے بھاری ہیں جن میں سے ایک تو دنیا نے دیکھ لیا دوسرے کے دیکھنے کی باری ہے مگر مرزا جی کے نزدیک تو نشان قدرت وہی ہے جو ان کی کامیابی دکھائے اور جو ناکامی دکھائے وہ قدرت کا نشان نہیں بلکہ دجالی یا شیطانی نشان ہے۔آتھم کے نہ مرنے اور آسمانی منکوحہ کے وصل سے محروم رہنے کا قدرتی نشان نہ تھا لیپا پا لک کے نزدیک تو وہ نشان معتمد اور مستند ہے جو آسمانی باپ دکھائے اور آسمانی باپ کبھی اپنے لیپا لک کی ناکامی کا نشان نہیں دکھاتا۔پس ان کو قدرت الٰہی کے نشان سے کیا مطلب۔خواہ کیسی ہی متواتر ناکا میاں ہوں مگر مرزا ہرگز ان کا اقرار نہ کریں گے، کیونکہ ایسے اقرار سے بروزیت و مسیحیت باطل ہوتی ہے۔پس مرزا جی کا خدا تو وہی ہے جو کامیاب کرتا ہے ناکامیاب کرنے والا ہرگز ان کا خدا نہیں ورنہ وہ ناکامی کا اقرار کر تے نادم ہوتے،فرعونی دعووں سے توبہ کرتے۔اب غور کرنا چاہیے کہ شرک اور الحاد کے اور کیا سینگ ہوتے ہیں۔خوب یاد رہے کہ قدرت الٰہی اپنے منکروں مشرکوں اور ملحدوں کو ہرگز کامیابی کا نشان نہیں دکھاسکتی و مادعا الکا فرین الا فی ضلا ل ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۸)

مرزا جی کے نزدیک انبیاء معصوم نہیں

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

چونکہ مرزا جی کی کوئی پیشین گوئی سچی نہیں ہوئی اور رمالوں اور نجومیوں سے بھی ہیٹے نکلے،لہذا ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۷ اور ۶۹۲ میں اپنی طرح تمام انبیاء کو کذاب اور خاطی بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں،

اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو

منکشف نہ ہوئی نہ دجال کے گدھے کی حقیقت کھلی نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی، نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ کے طرز بیام میں اجمالی طور سے سمجھایا گیا ہوتو کچھ تعجب کی بات نہیں۔اور اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہوجائیں تو شان نبوت پر کچھ حرف نہیں،۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جب آپ کی پیشین گوئیاں پوری نہ ہوئیں اور عبداللہ آتھم میعاد کے مابین نہ مرا، اور آسمانی منکوحہ سے پیشین گوئی کیخلاف بغل گرم نہ ہوئی، تو لاطائل تاویلات کیوں کی گئیں کہ عبداللہ آتھم کے دل میں خوف طاری ہوگیا تھا۔یعنی وہ دل میں مرزائی بن گیا تھا اور آسمانی منکوحہ کبھی نہ کبھی ہتھے چڑھے گی، اور ام المرزائین کے شکم سے اب اگر خلاف پیشین گوئی لڑکی ہوئی تو آئندہ لڑکے کے آنے کا سد باب نہیں ہوگیا، نہ دروازہ پر قفل ٹھکانہ تیغہ ہوگیا آئندہ کبھی نہ کبھی سال کا سا پورا ضرور نکلے گا گویا پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی اصرار ہے دنیا سے جنگ و جدل ہے رسالے شائع ہوتے ہیں کہ ان معنوں سے پیشین گوئی ضرور پوری ہوگئی۔

ان جھوٹی تاویلوں پر اڑے رہنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی تو اپنی پیشین گوئیوں میں جھوٹے نہیں ہاں انبیاء جھوٹے ہیں،۔ ہر پیشین گوئی کے جھوٹے ہونے پر تاویلات کا دریا بہایا گیا ہے، کبھی اقرار نہیں کیا گیا کہ فلاں پیشین گوئی درحقیقت غلط نکلی اور آسمانی باپ نے لیپا لک کو دھوکا دیا کسی پیشین گوئی کے غلط ہونے پر مرزا جی کے پھوٹے منہ سے یہ کلمہ نہیں نکلا کہ انبیاء نے بھی اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے میں نے کی تو کیا بھس میں خر دجال نے منہ مارا۔ ہاں بعد میں جھوٹے کا خدا نے منہ کالا کر دیا اور جھک مار کر اپنے منہ پر تھپڑ مارنا اور اقرار کرنا پڑا کہ میری پیشین گوئیاں اسلیئے غلط ہوئیں کہ انبیاء کی پیشین گوئیاں بھی غلط ہو چکی ہیں۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے۔کیا اجماع امت میں سے کسی کو آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی میں کبھی شک واقع ہوا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی اور آپ کی نبوت پر معاذ اللہ کسی نے حرف گیری کی ہے حالانکہ دنیا کو مرزائی پیشین گوئیوں کے غلط ہوجانے کا کامل یقین ہے۔ یہ ہے جھوٹا، ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا مجھ جیسی جھوٹی ہوجائے پس اگر مرزا اپنے ساتھ انبیاء کو جھوٹا بنائے تو کسی مسلمان کو برا نہ ماننا چاہیے اگر انبیاء کی پیشین گوئیاں اور معجزات غلط ہو

نے لگیں تو ان میں اور عام انسانوں میں کیا فرق رہے اور دنیا کیوں ان کا کلمہ پڑھے۔.... (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۵۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

سعد اللہ لدھیانوی کی ایک نظم

مولانا سعد اللہ لدھیانوی کی ایک طویل نظم ضمیمہ شحنہ ہند میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے مرزا قادیانی کے فریبی افعال واعمال پر تبصرہ کیا اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے

زمین اپنی جورو کے قبضے میں کردی
تمسک رجسٹر کرائے گئے ہیں
کہ ورثہ نہ کچھ پاسکیں رشتہ والے
جو رستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں
وہ ہشیار پور میں ہوئے کیوں نہ ساعی
جہاں برسوں آنسو بہائے گئے ہیں
ہوئے متفق اہل پٹّی سے کیوں یہ
بس اس کی سزا میں رولائے گئے ہیں
رقیبان پٹّی باایام خبطت
بہت دھمکیوں سے ڈرائے گئے ہیں
جو ڈر سے نہ کچھ کام نکلا تو آخر
بڑی محنتوں سے منائے گئے ہیں
نہ منت سے بھی جبکہ وہ باز آئے
تو خطہائے جعلی منگائے گئے ہیں
کہ ثابت ہو جن سے وہ کچھ ڈر گئے تھے

کہوں کیا عجب گل کھلائے گئے ہیں
اڑھائی برس پر بھی دس اور گذرے
مئے وصل سلطان پلائے گئے ہیں
چنے تھے یہ لوہے کہ ایام سختی
بڑی سختیوں سے چبائے گئے ہیں
ترے سر پہ برسوں سے او قادیانی
مصیبت کے پتھر ڈھلائے گئے ہیں
پہ ٹلتے نہیں گو کئی بار پہلے
سیاہی سے مکھڑا رنگائے گئے ہیں

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸۔کتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۸ جلد ۲۲و ۲۴۔ص ۲ تا ۴)

مرزا جی کا فریب

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب اپنی پیشین گوئیوں کے غلط اور جھوٹ ہونے پر بڑی بڑی تاویلوں کے ساتھ اڑ جائیں گے اور حوالہ دیں گے کہ انبیاء کی پیشین گوئیاں بھی تو غلط ہوگئی ہیں لیکن انبیاء کی سچی پیشین گوئیوں کا کبھی ذکر تک نہ کریں گے وجہ یہ ہے کہ سچے سچوں کی باتوں کا ذکر کرتے ہیں اور جھوٹے جھوٹوں کی باتوں کا۔فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

مگر مذکورہ بالا تاویلیں بھی محض ظاہری ہیں ورنہ بھلا آتھم کی نسبت اور آسمانی منکوحہ سے عقد ہو جانے کی جو پیشین گوئی تھی اس کو اب تک صحیح قرار دیتے ہیں بھلا اس اندھے پن کا کیا جواب ہے گویا ایک جانب اقرار اور دوسری جانب انکار۔اس کے یہ معنی ہوئے کہ نبی سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی اور میں سچا نبی بھی ہوں اور جھوٹا بھی۔کوئی پوچھے انبیاء تو محض صدق سے پہچانے گئے ہیں چودھویں صدی کا نبی اپنی فطرت میں لا

جواب ہے کہ کذب سے بھی پہچانا جاتا ہے پھر خوبی یہ ہے کہ انبیاء کا تو صدق (معجزات وغیرہ) بھی فطرت کے خلاف اور مرزاجی کا کذب بھی داخل فطرت بلکہ عین فطرت۔ لعنة الله على الكا ذبين ۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۔۸نومبر۱۹۰۴ء نمبر۴۲ جلد۲۲و۲۴ص۸)

مرزا صاحب اپنے عیوب انبیاء کے سر تھوپتے ہیں

عنوان بالا کے تحت مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں:

جب پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں تو مرزاجی لا طائل تاویلوں سے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں اور غلط ہو جانے کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ آتھم اور آسمانی منکوحہ والی اور مقدمات میں فتح یابی کی جو پیشین گوئی کی ناظرین کے اب تک نصب العین ہیں حالانکہ مرزا اور مرزائی یہی کہے جاتے ہیں کہ مولوی کرم الدین کو شکست ہوئی اور ہم کو ہر طرح فتح ملی ہے۔ اس دروغ گوئم برروئے تو، کا کیا علاج۔ سچ ہے، بے حیا باش وہر چہ خواہی کن ۔ پھر انکار بھی ہے اور اقرار بھی۔ یعنی پیشین گوئیاں غلط بھی ہیں اور صحیح بھی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ پھر یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ میری پیشین گوئیاں غلط ہو گئیں تو کیا ہوا، انبیاء کی پیشین گوئیاں بھی غلط ہو گئی ہیں خود آنحضرت ﷺ کی فلاں پیشین گوئی اور فلاں خواب یا کشف ومشاہدہ غلط ہو گیا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ میں ہی جھوٹا نہیں ہوں بلکہ انبیاء بھی معاذ اللہ جھوٹے تھے۔ حالانکہ کسی نبی کی کوئی پیشین گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی۔ یہ انبیاء پر سراسر بہتان ہے۔...(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸دسمبر۱۹۰۴ء نمبر۴۶،جلد۲۲و۲۴ص۳۔۴)

منکوحہ آسمانی در معیار الحق المبین

مولوی خدا بخش واعظ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی کارکنوں میں سے تھے۔ آپ نے فصل الخطاب لرد مسیح الکذاب نامی منظوم کتاب اس وقت لکھی تھی جب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری یا قاضی فضل احمد یا پیر مہر علی شاہ جیسے نمایاں کارکن ابھی تحریک کے میدان میں وارد نہیں ہوئے تھے۔ انیسویں صدی کے پہلے عشرے کے ابتدائی برسوں میں آپ نے معیار الحق المبین کے نام سے پنجابی زبان میں ایک مثنوی موزوں فرمائی جس

میں آپ نے منکوحہ آسمانی والے معاملے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ہور اک پیش گوئی لکھیوس جو احمد بیگ دی جائی
رب مینوں بتلایا جا سی تیرے نال نکاحی
ملک نکاح آسمانی پڑھیا ایڈی گپ سنائی
جے کر باپ ایہدے نے میرے باجھ کتے پر نائی
باپ مریسی نالے مر سی اس دا اوہ جوائی
اوڑک طرف میری مڑ آوے میری بنی لوگائی
اوہ ہن گھر خاوند دے وسے رب اولاد دلاوے
پر مرزے دیوث تائیں ہے شرم اجے نہ آوے
احمد بیگ دی اک بھنویں فضل احمد گھر آ ہی
پتر فضل احمد نوں کیتا تا مرزے سودائی
مامی تیری عورت دی نے مرزے بات بھنوائی
چاہیے اوہدی بینویں تینوں دے طلاق تراہی
پت کہیا بن عذروں جائز نا طلاق ایہائی
جو توں عذر سناویں اس وچہ اوہدا قصور نہ کائی
تا پت اتے غصہ آیا جو اس ورثہ ساہی
باغ زمین نواب ناصر دی دھی نوں دہی تہائی
گروہ نامہ لکھ دتا اولاد محروم مکائی
ایسے ظلم کماوے جیہڑا کیہہ اوہدی اولیائی
مرزے دے جے پلے ہوندی کوئی کرامت بھائی
مردہ زندہ لنگا بھینگا چنگا کردا کائی

بھیڈا نوں کسے پچھیاں حوراں جانوں انہاں کہائی
سانوں لوکی حوراں آکھن حال اینویں اس دا ہی
بن بن بہے مسیح تے مہدی اوہو حال ایہائی
ایسے نفسانی لوکاں نوں کدوں ملے اولیائی
رلدے پھر دے فتح الدین نوں ٹکڑا لبھ گیائی
چھیلدار شورے لگ لمبیں اس دی مت گوائی
واعظ بس کریں گپے دی چنگی گپ اڑائی
رب توفیقاں دیندا تینوں تیں وچہ نہ وڈیائی

منکوحہ آسمانی در بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی تلمیذ سید نذیر حسین محدث دہلوی نے تقریباً پانچ ہزار اشعار پر مشتمل پنجابی زبان میں بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی ایک کتاب لکھی ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ دوم پر تاریخ تکمیل ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ درج ہے، جو شائد ۱۹۰۴ء کے مطابق ہے۔ لیکن کتاب کے متن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا بیشتر حصہ ۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۱ء میں لکھا گیا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں یہ کتاب بار دوم طبع ہوئی تھی، لیکن طبع بار اول کا پتہ نہیں چلتا۔ خیال ہے کہ مکمل کتاب بار اول ۱۹۰۴ء میں طبع ہوئی ہوگی۔ اس کتاب میں منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس رہن کی اس دستاویز پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے جس کی رو سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی جائداد تیس سال کے لئے اپنی بیوی کے پاس گروی رکھائی تھی۔

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی فرماتے ہیں: قال القادیانی : فاوحی اللہ الیّ ان اخطب صبية الكبيرة لنفسك . (ملخصاً۔تبلیغ)۔

حکم ہویا ہے مینوں یعنی رب دا حکم پہونچاواں

وڈی بیٹی اس دی اس تھیں میں اپنے کارن چاہاں
آکھاں اس نوں وڈی بیٹی اپنی مینوں دیوے
جو کج چاہے اس دے بدلے سب کجھ میں تھیں لیوے
زمیاں تے املاک وغیرہ جو منگے سو پاوے
بخشاں اس نوں اتنی دنیا انت حساب نہ آوے
منے کہنا میرا نہ اوہ جیکر بھلا ہویا
دیوے بیٹی ہوری تائیں جانو فر اوہ مویا
عقدوں پچھوں خاوند اس دا ڈھائی سال نہ جیوے
ہے تقدیر الٰہی اینویں نہ ایہ وقت ٹلیوے
جے کر فرضاً گذرے مدت خالی اینویں ساری
نہ ہو فانی خاوند اس دا مر کر نال خواری
گل وچہ میرے رسہ پا کر کھینچیں میرے تائیں
رسوا کرنا مینوں ہر جا شہریں ہور گرائیں
پیریں میرے سنگل پا کر ایسا ماریں مینوں
اگے کدی نہ ہوئی ہووے ایسی مار کسی نوں
نہ پیغمبر مرسل ملہم ایسا ہویا کوئی
کیتی ہووے اگے جس نے ایسی پیشین گوئی
جھوٹا ہوواں جے کر رسہ گل میرے وچہ پاؤ
کہیا ہووے پیریں میرے سنگل پا کھچواؤ
عیب کرے خود نسبت اس دی اللہ دے ول کر دا
قہر غضب اللہ تھیں بالکل ذرہ مول نہ ڈر دا

اللہ گویا نائی اس دا لوکاں نوں سمجھاوے
دھیاں دیو مرزے تائیں وحی حکم پہونچاوے
ملہم اس دے الہاماں دا ناحق رولا پایا
کیوں نہ اس نے پیو اس دے نوں الہاموں سمجھایا
لازم ہے سی ملہم ایہ گل دل اس دے وچہ پاندا
تا اوہ اپنی وڈی بیٹی مرزے نوں کرواندا
اس دے خاوند مارن دی جد قدرت اس نوں آ ہی
کیوں نہ اس دی بیٹی جبراً مرزے نوں کروائی
جانوں مارن دی ہے قدرت یعنی جس دے تائیں
عقد کراون تے فر کیوں اوہ قدرت پاوے نائیں
عقد نکاح جے ملہم اس دا اس دے نال کراندا
اکو گل وچہ سارا جھگڑا اس دا طے ہوجاندا
عقد نکاح خود ملہم اوس دا ہوری نال کرایا
وین سیاپا الہاماں دا مرزے دے گل پایا
ملہم ہے کوئی ویری اس دا اس نوں پیا ٹھگاوے
جھوٹے دے الہامی لارے جی اس دا پرچاوے
اس دے نال حقیقت اندر کیتی اس ٹھگ بازی
لغو اکارت ہے اس دی ایہ سب حیلہ سازی
غرض معین مدت اس دی گذر گئی جد ساری
خصم نہ اس دا مویا جگ وچہ ہوئی بہت خواری
غوغا ہویا دنیا اندر ہر جا خبراں گیاں

جھوٹا ہویا جھوٹا مرزا ملکیں دھماں پیاں
جائز ہے ہن مرزے تائیں گھرتھیں پھڑ منگوا وے
حسب اجازت اس دی رسہ گل اس دے وچہ پاوے
کالا کر کے منہ اس دا کھوتے تے چڑھواؤ
تاڑی اس دے پچھے لا کر شہران وچہ پھراؤ
ہے مکار کوئی ایہ جوگی گھر گھر پھر نے والہ
ٹنڈ پھڑاؤ اک ہتھ اس دے دوجے وچہ پیالہ
ہے دیوث بڑا ایہ بھارا غیرت اس نوں ناہیں
دتی ہے منکوحہ اپنی اس نے غیراں تائیں
شرم نہ آوے اس نوں بالکل نہ غیرت اس تائیں
غیرت ہوندی جے کر اس نوں مردا ڈب کتھائیں
عام اجازت جد خود ہے اس دتی لوکاں تائیں
جو چاہو سو آکھو اس نوں ڈکا ہن کجھ ناہیں
اس جھوٹے دی ہے ایہ فرضی بے شک پیشین گوئی
اگلی وانگوں ایہ بھی بے شک جھوٹی باطل ہوئی

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی نے رہن کی دستاویز بھی نقل کی ہے۔لکھا ہے

جناب مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان نے وارثوں کو ان کے حقوق غصب کرنے کی نیت سے کل جائداد اپنی بیوی نصرت جہان بیگم کے نام رجسٹری کردی۔رہن کی دستاویز کی نقل یہ ہے:

منکہ مرزا غلام احمد خلف مرزا غلام مرتضی مرحوم قوم مغل ساکن رئیس قادیان تحصیل بٹالہ کا ہوں..

برضا ورغبت خود بدرستی ہوش وہواش خمسہ اپنی ..اراضی مذکورہ کومعہ درختاں مثمرہ وغیر مثمرہ موجودہ باغ واراضی زرعی ...ودیگر حقوق داخلی وخارجی متعلقہ محض بعوض پانچ ہزار روپیہ سکہ رائجہ نصف

جن کے ۲۵۰۰ ہوتے ہیں بدست مسمات نصرت بیگم زوجہ خود رہن وگروی کردی ہے اور روپیہ میں بتفصیل ذیل زیورات ونوٹ کرنسی نقد مرتہنہ سے لیا ہے۔...

قرار یہ ہے کہ عرصہ تیس سال تک فک الرہن مرہونہ سے نہیں کراؤنگا۔ بعد تیس سال مذکور کے ایک سال میں جب چاہوں زرِ رہن دوں تب فک الرہن کروالوں گا۔ بعد انقضائے میعاد بالا یعنی ۳۱ سال کی بتیسویں سال میں مرہونہ بالا ان ہی روپیہ پر بیع بالوفا ہو جاوے گا اور مجھے دعوی ملکیت کا نہیں رہے گا... بنابراں رہن نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔ المرقوم ۲۵ جون ۱۸۹۸ء بقلم قاضی فیض احمد ۱۹۴۹ء العبد مرزا غلام احمد بقلم خود۔ گواہ شد مقبلاں ولد حکیم کرم الدین صاحب بقلم خود۔ گواہ شد نبی بخش نمبردار بقلم خود بٹالہ حال وارد قادیان

ایسا رہن نہ سنیا ڈٹھا دنیا وچہ کتھائیں
نہ کوئی ہویا اج تک جس ایہ کیتا مکر کدائیں
صورت ایہ اس اپنے دل تھیں فرضی عجب بنائی
اگے اس تھیں دنیا اندر نظری مول نہ آئی
اپنا ہی سب زیور اس دا اپنا ہی سب گہنا
اپنی عورت تائیں دینا آپے فر مڑ لینا
اول اپنا زیور اس دے آپ حوالے کیتا
فرضی صورت رہن بنا کر فر خود واپس لیتا
جے کر زیور ہے ایہ اس دا خود اس مکر بنایا
جے کر نصرت دا ہے زیور اس نے کتھوں پایا
اس گل دی خبر تمامی پہونچی وچہ سنساراں
نقل اس دی ہے شائع ہوئی ہر جا وچہ اخباراں
جو دیکھے یا جو ہے سندا حیرت اندر آوے

ہو حیران انگشت تعجب دنداں اندر لاوے
کی سر اس دے آئی دسے ایسی مشکل بھاری
گروی کیتی ہے جس کارن اس ملکیت ساری
کیوں فر مدت اس دی اس نے ہے تیہ سال ٹھہرائی
کہڑی ایسی مشکل اس نوں دسو اگے آئی
بھی ایہ کتھو ں جاتا اس نے تیہ سالاں تک جیوے
اتنی طول حیاتی اس دی لمبی عمراں تھیوے
اپنی عمراں جد ایہ جھوٹا اسّی سال ٹھہرا وے
کی ممکن فر تیہ سالاں تھیں پچھوں زمین چھوڑا وے
جے کر اس نوں اصل ضرورت جائز ہندی کائی
ملک زمیناں گہنے دھر دا ہور کسی ہتھ بھائی
جھوٹا ہے ایہ ذاتی حاجت اس نوں بالکل نائیں
مکر بنایا اس نے اس دا جاسی مکر ازائیں
اصل حقیقت اس دی تینوں کھول سناواں ساری
ورثاء دا حق مارن کیتی ہے اس مکاری
دو بیٹے نے وڈے اس دے پہلی عورت وچوں
وار ث جو ہن اس دے نصفی اس دے مر نے پچھو ں
ہے نارا ض انہاں نوں چا ہے ایہ محروم ٹھہرا وے
تر کہ اس دا تاں انہاں نوں پچھوں ہتھ نہ آوے
آسمانی منکوحہ دی جد اس نوں وحی آئی
مانع ہو ئے اس نوں اس تھیں دونویں بیٹے مائی

غصہ کھا کر ایس انہاں تھیں اپنا عاق ٹھہرایا

پرچہ چھاپ عقوق انہاں دا دنیا وچہ پھیلایا

دتی ایس طلاق نکاری پہلی عورت تائیں

گھر تھیں کڈھی اس ظالم نے ہے اوہ باجھ گناہیں

غرض فریبی ثابت ہویا مرزا وڈا بھارا

مکر کیتا ہے بے شک اس نے جانے عالم سارا

کیوں جائز فر مرزے تائیں پیغمبر اکھوا وے

کی ممکن ہے ٹھگ فریبی پیغمبر بن جاوے

قال النّبی ﷺ لکل غا در لواء عند .... یو م القیا مۃ رواہ مسلم۔ نبی ﷺ نے فرمایا واسطے ہرایک فریبی کے ایک نشان ہوگا اس کی دبر کے نزدیک دن قیامت کے

یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا ہو سی روز حشر دے

ہر ہر ٹھگ فریبی کارن جھنڈا پاس دبر دے

ہے ایہ مکر فلاں کریدا اچی ملک پکارے

رسوا ہو سی ٹھگ فریبی لوکاں اندر سارے

مرزے دا ہن چھڈو پچھا توبہ کرو مرزائیو

ہے ایہ ٹھگ فریبی بھارا پاس نہ اس دے جائیو

ہے وچہ فقہ حدیث کتاباں لکھیا بہتی جائیں

گروی چیزوں نفع اٹھانا بالکل جائز ناہیں

کیوں فر پیدا وار زمین وی اس دے نام کرا وے

اپنی عورت تائیں کیوں سود حرام کھواوے

مرزا جے پیغمبر ہندا کیوں ایہ مکر بناندا

ورثاء تائیں متروکہ تھیں کیوں محروم ٹھہراندا
وارث نوں ترکہ اپنے تھیں جو محروم ٹھہرا وے
اللہ اپنی رحمت کولوں اوس نوں دور ہٹاوے
جو کوئی دور ہویا رحمت تھیں ردّ ہویا درگاہوں
کی ممکن پیغمبر ہووے اوہ مردود الاہوں
حج ہے فرض ہو یا سراس دے کیوں نہ سر تھیں لا وے
کیوں نہ جھوٹا طاقت ہوندی مکے دے ول جاوے

منکوحہ آسمانی در چودھویں صدی کا مسیح

حکیم مظہر حسن نے مرزا صاحب قادیانی کی سوانح ان کی زندگی میں ناول کے انداز میں لکھی تھی جسے مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے پریس میں طبع کروا کے شائع عوام کیا تھا۔منکوحہ آسمانی والے معاملے کا تعلق چونکہ مرزا صاحب قادیانی کی سوانح حیات سے بہت گہرا ہے،اس لئے آپ نے اپنی کتاب میں اسے بھی شامل کیا اور مختلف ابواب کے تحت اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ چنانچہ لکھا ہے:

قادیانی کی نکاح سوم کیلئے تڑپ

چو جامہ چرمیں شرم صحبت نادان
زیرا کہ گراں باشد تن گرم ندارد
از صحبت نادان تبرت نیز بگوئم
خویشے کہ تونگر شد و آرام ندارد
زین ہر دو تبروان تو شہی را کہ در اقلیم
با خنجر خونریز دل نرم ندارد

زین ہر سہ تر نیز شنو با تو بگویم
پیرے کہ جوانی کنہ و شرم ندارد

ہائے تو کب تک ستائے گی اے نامراد محبت، اے خانہ خراب عشق، تیرا برا ہو، تو کیا شئے ہے محبت آپ کیا پیارا نام ہے۔ نہیں نام ہی پیارا نہیں اس کی ابتدا ہی نہایت خوش گوار ہے

رندی وخراباتی درعالم شباب اولی
مگر ہائے ناکامی ہمیں تو شباب کبھی آیا ہی نہیں

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

چالیس سال کی عمر میں ہی حالت مردمی کالعدم تھی (تریاق القلوب ص ۳۵ سطر ۱۳) ضعف دماغ اور ذیابیطس مہلک مرض مستزاد اوراب تو پیری وصد عیب کے مصداق

سن شریف پنجاہ و شش
نازم بایں ریش و فش

اگر کسی پر یہ راز فاش ہوا تو کیا حالت ہوگی

ایک نظر دکھا کے گھائل کیا قتل ہی کر ڈالا پھر منہ نہ دکھایا

ہیں ہیں! میں کیا کہتا ہوں وہ شریف اور پاکدامن باعصمت صاحب عفت لڑکی کمسن ان نامحرموں میں کیونکر آسکتی ہے۔ شاہد بازاری تو ہے نہیں۔ اورابھی اس کو خبر ہی کیا ہے، سن تمیز اور بلوغ کو بھی نہیں پہنچی۔ ہائے ظالم تیری کس ادا نے مجھ گرگ باراں دیدہ سرد وگرم زمانہ چشیدہ کو بیک نظر از خود رفتہ دین و دنیا سے بے گانہ کر دیا۔

پیری میں آہ کٹتی ہے مر مر کے زندگی
بجھ بجھ کے پھر بھڑکتی ہے شمع سحر کی لو

کاش تو میری ہوتی، یا اپنی صورت دکھا کر یہ روز سیاہ مجھ کو نہ دکھاتی، مجھ کو کیا خبر تھی:

لگتے ہی ہو گیا جگر کے پار
تیر مژگان نے زود کام کیا

اس سفر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا اسی واسطے تقدیر کشاں کشاں وہاں لے گئی تھی۔ افسوس!

کھو بیٹھے کوئے یار میں ہم جا کے دوستو
ناموس ننگ و غیرت و صبر و قرار و دل

دل ہے کہ سینہ میں تنور کی طرح جلتا ہے۔ آنکھ ہے کہ دریا کی طرح جاری، کسی کروٹ کسی پہلو آرام نہیں۔

ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

پاؤں کی آہٹ سے چونک کر، آہا کون ہیں، شاہ جی؟

شاہ جی: آج حضور کی طبیعت کیسی ہے؟ حضور کے حال سے اضطراب اور پریشانی ہویدا ہے۔

مرزا قادیانی: کچھ اختلاج قلب سا معلوم ہوتا ہے۔ دل میں درد ہے اور قلب بلیوں اچھلتا ہے۔ دیکھو نہ کرتہ کے باہر قلب کی حرکت محسوس ہوتی ہے۔

شاہ جی: حضور کو یہ مرض دورہ کے طور پر ہو جاتا ہے، حکیم صاحب کو اطلاع کروں

(بدون اس کے کہ کچھ جواب ملے، فوراً واپس ہوئے اور حکیم صاحب کو اطلاع کی کہ حضرت کی طبیعت سخت ناساز ہے اور بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے)۔

حکیم صاحب: (نہایت پریشانی کے لہجہ میں گھبرا کر) خیر باشد! کیا حال ہے؟ کچھ بیان تو کرو۔

شاہ جی: وہی اختلاج القلب، دل میں درد بتلاتے تھے۔

حکیم صاحب: (اضطراب اور پریشان حالی میں مرزا صاحب کے حضور حاضر ہوکر) حضور کے مزاج اقدس۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ ہمارا تو مدار زندگی حضور کے قدموں کے ساتھ ہے۔

بتوں کے ظلم اور جور جفا سے ہا ہا
مسیحا کو بھی دیکھا جاں بہ لب ہے

مرزا قادیانی: خلاف معمول قلب میں چبھن معلوم ہوتی ہے، دل بیٹھا جاتا ہے، سانس بند ہوتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل کو سینہ میں کوئی ملتا ہے، دل ہے کہ بلیوں اچھلتا ہے، نہ بیٹھے آرام ہے نہ لیٹے تسکین۔ نیند آجائے تو شاید کچھ سکون ہو جائے، مگر یہ محال بلکہ ناممکن ہے۔

حکیم صاحب: (نے فوراً مفرح یاقوتی، جو ساتھ لائے تھے عرق کیوڑہ اور بید مشک کے ساتھ دیا۔ کچھ دل کو تسکین ہوئی)۔

مرزا قادیانی: (چادر کو منہ پر کھینچ کر) اچھا اب مجھ کو آرام معلوم ہوتا ہے۔ آپ بھی آرام کیجئے۔

حکیم صاحب: (مودبانہ) بہت بہتر! اگر نیند آجائے تو فھو المراد ورنہ میں دوا بھیجتا ہوں اس میں سے تھوڑی دوا نوش فرمالیجئے، آنکھ لگ جائے گی۔

مرزا قادیانی: (کچھ دیر چارپائی پر چپکے رہ کر) اف! آج تو نیند ہی حرام ہوگئی (وضو کر کے مصلے پر بیٹھے۔

وصل اس بت کا نہ ہو اگر سالک
آج کی رات عبادت ہی سہی

دو رکعت نماز پڑھی۔ بیٹھا بھی نہیں جاتا۔

اے مصحفی بتوں میں ہوتی ہے یہ کرامت
دل پھر گیا نہ تیرا آخر خدا سے دیکھا

نہ نیند آتی ہے، نہ بیٹھا جاتا ہے۔ سرہانے سے کتاب اٹھا کر دو چار ورق الٹ پلٹ کر رکھ دی)۔

خدایا یہ معاملہ کیا ہے، تو ہی عزت و آبرو کا نگہبان ہے۔ اگر بیتابی نے ایسے ہی پاؤں پھیلائے تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ غیر لوگ تو گئے جھولہ میں اور آئندہ کی رجوعات بھاڑ میں، جو مرید پھنس گئے ہیں اور اب موجود ہیں ان کا بھی بھروسہ نہیں کہ رہیں۔ (کروٹ لے کر:

اے خضر اتنے دن تیرے کیونکر بسر ہوئے
ہم سے تو رات کٹ نہ سکی انتظار کی

چارپائی پر بیٹھ کر اور سر پکڑ کر) یا ارحم الراحمین! کیا کروں۔ دائم مرض کے سبب بدن میں ہلنے کی طاقت نہیں، ذیابیطس ضعف دماغ اور دوران سر میرے ہمزاد کی طرح جان کے ساتھ جائیں گے۔ اب بڑھاپے میں عشق اور کیا معنی اور عشق بھی ایک نادان لڑکی کا۔

نادان ہے کم سن ہے بہت عمر ہے تھوڑی
ان کو تو وفا کیسی ، جفا بھی نہیں آتی

لا حول و لا قوة الا بالله العظیم ہمت ہارنی عشق میں انجام کار سوچنا عقل کے خلاف ہے

دلا! نا امید مت ہو وصل سے اسکے کہ عاشق کو
مزے ہیں سو طرح کے عالم امید واری میں

آخر ہماری برادری میں بھی قریب رشتہ داری ہے۔میں بھی کچھ چوہڑا نہیں چمار نہیں، خدا کی عنایت سے عزت میں دولت میں شہرت میں امارت میں کچھ زیادہ ہی ہوں۔دوسرے قرابت قریبہ، پھر سلسلہ جنبانی کیوں نہ کی جائے،لڑکی کے باپ کو خط لکھا جائے۔لڑکی کی ماں بھی ہماری چچیری بہن ہے، کسی کو کان وکان بھی خبر نہ ہوگی:

مزا ہے ہو وے گر چپکے ہی چپکے مدعا حاصل
کسی نے کر لیا معلوم راز دل تو کیا حاصل

یہ نامراد برادری کے جھگڑے تنازعہ ایسے ہیں قریبی عزیزوں کو دور کر دیتے ہیں غیر کیا دشمن بنا دیتے ہیں۔فضل احمد (مرزا کے چھوٹے بیٹے کا نام) کی بیوی کی معرفت سلسلہ جنبانی کی جائے تو مصلحت ہے۔پہلے عزت بی بی کے باپ مرزا علی شیر سے اس معاملہ میں مشورہ کیا جائے (عزت بی بی، مرزا فضل احمد کی بیوی ہے۔مرزا علی شیر، مرزا غلام احمد کی بیوی کا حقیقی بھائی، مرزا فضل احمد کے ماموں اور عزت بی بی کے باپ ہیں)

(یہ رات جو روز حشر سے طولانی اور حسرت عشاق سے لایعنی ہے بڑی مشکل سے کاٹی، پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی)۔

شاہ جی (نو وارد): یہ دوا کی شیشی حکیم صاحب نے دی ہے اس کو نوش جان فرمالیجئے نیند آ جائے گی۔

مرزا قادیانی: (شیشی میں سے ایک گلاس میں ڈال کے نوش فرمایا اور فوراً آنکھ بند ہوگئی اور خراٹے لینے لگے

صبح کو جب آفتاب برآمد ہوا کمرہ کا دروازہ کھلا ایک خاتون حیا چالیس پچاس برس کا سن وسال، سفید سادہ لباس زیب تن کئے ہوئے روبرو آئی۔یہ مرزا صاحب کی اہلیہ ہیں، چارپائی کے پاس کھڑی ہوکر)

خاتون: کیوں خیریت تو ہے؟ نماز صبح کا وقت اخیر ہوا اور آپ اٹھے نہیں۔رات نصیب اعداء کیا طبیعت ناساز رہی؟

مرزا قادیانی: ہاں رات اختلاج قلب کی شکایت رہی۔

بیوی: اللہ رحم کرے۔ یہ نامراد بیماری نہیں جاتی ہے۔ ہمیشہ دورہ ہوتا ہے۔ علاج کرنا تھا۔ تم خود حکیم اور حکماء مکان پر رہتے ہیں، خدا نہ کرے شیطان کے کان بھرے۔

مرزا قادیانی: علاج سے تو میں بھی غافل نہیں۔ ہاں خوب یاد آیا، میں نماز پڑھ لوں، تم سے ایک معاملہ میں مشورہ کرنا ہے۔

بیوی: الٰہی خیر! مجھ سے کیا مشورہ ہے؟ کبھی آگے نہ پیچھے۔

مرزا قادیانی: احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی بیٹی محمدی کی ابھی کہیں نسبت وغیرہ تو نہیں ہوئی؟

بیوی: نہیں، (مسکرا کر) کیا اس سے نکاح کا ارادہ ہے؟

مرزا قادیانی: ہاں ہم کو الہام ہوا ہے۔ کہ اس کا نکاح ہمارے ساتھ مقدر ہو چکا ہے۔

بیوی: (ذرا آشفتہ ہو کر، ناک بھوں چڑھا کر) پھر کر لو۔

مرزا قادیانی: مگر تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔

بیوی: جب خدا نے مقدر کر دی تو اس کا روکنے والا کون؟ اور کسی کی امداد کی ضرورت کیسی؟

مرزا قادیانی: (غصہ کے لہجہ میں) تم تو بگڑ کر یہ باتیں کرنے لگیں (پھر نرم آواز سے) ہم کو تو تم سے بڑی امید تھی کہ اپنے بھائی مرزا علی شیر کی معرفت یہ معاملہ بہ آسانی درست کرا دو گی۔

بیوی: اے چلو ہٹو بھی۔ تمہیں تو بڑا ابھس ہوا ہے۔ میرے بھی سفید چونڈہ میں تھکواؤ گے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ اپنی سفید داڑھی کی طرف دیکھو۔ اور ابھی بیاہ کی ہوس۔ کہاں دس بارہ برس کی نادان لڑکی، پوتیوں کے ہان کی (پوتیوں کی ہم عمر) اور کہاں تم؟ تم کو شرم نہیں آتی؟ ایک تو ہی کیا جوڑوں کا باڑہ بھرو گے۔ ایک شادی کو تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں۔ کیا ہر سال نیا نکاح ہوگا

زن تو کن اے خواجہ در ہر بہار
کہ تقویم پارینہ نہ آید بکار

مرزا قادیانی: خدا کا حکم اسی طرح ہے۔ خدا کے ماموراس کے حکم کیخلاف کسی لائم کی ملامت اور طاعن کے طعن

سے ڈر کر کوئی کام نہیں کرتے۔

بیوی: میرے سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ میں کس منہ سے کہہ سکتی ہوں، آخر وہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ ایک بی بی جوان جس کے نکاح کو دو برس بھی نہیں ہوئے، گھر میں موجود۔ اور خدا نہ کرے کچھ بانجھ نہیں، بیمار نہیں، بدشکل نہیں، بے تمیز نہیں، دہلی کی رہنے والی، کم ذات نہیں، سیدانی ہے۔ دوسری بیوی کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ تو تقویم پارینہ بڈھیا ہو کر پوتے پوتیوں والی ہوئی، اب تیسری شادی کی تجویز ہے وہ بھی بیوی کی معرفت (کہ اپنے بھائی سے کہو کہ وہ سعی کرے) جس کے دو جوان بیٹے لائق موجود ہیں۔

(مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ نے کہ جس دن میں قادیان بیاہی ہوئی پہنچی تھی اسی دن مجھ سے چند گھنٹے قبل مرزا سلطان احمد اپنی پہلی بیوی یعنی عزیز احمد کی والدہ کو لے کر قادیان پہنچے تھے۔ اور عزیز احمد کی والدہ مجھ سے کچھ بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور والدہ نے بیان کیا کہ فضل احمد کی شادی مرزا سلطان احمد بھی کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۱

نیز مرزا بشیر احمد کہتے ہیں: بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے... سلطان احمد کی پہلی بیوی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھی اور حضرت صاحب اسکو اچھا جانتے تھے۔ سلطان احمد نے اس بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاح ثانی کر لیا تھا۔ اسکے بعد عزیز احمد کی والدہ جلد ہی فوت ہو گئی۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۲۱۲۔ بہاء)

مرزا قادیانی: جو اس معاملہ میں جان توڑ کر کوشش نہیں کریگا وہ خدا کا دشمن ہے، اور گویا وہ خدا کے ارادہ کو روکتا ہے هذا فراق بيني و بينك

بیوی: جب خدا کا ارادہ ہے تو بندہ کون روک سکتا ہے۔

بیوی چلی گئی۔ ہمارے حضرت اقدس تدبیر میں کامیاب نہ ہوئے تو مرزا احمد بیگ کو خط لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دیگا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا۔ اور اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور مصیبت اور موت ہوگی ۔ یہ دونوں طرف موت کے ایسے ہیں جن کو آزمانے کے بعد صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے اب جس طرح چاہو آزمالو میری برادری کے لوگ مجھ سے ناواقف ہیں اور خدا تعالی چاہتا ہے ہمارے کاموں کو ان پر بھی ظاہر کرے۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۲۔ اصل خط نور افشان مطبوعہ ۱۰ مئی

۱۸۸۸ء میں چھپا ہے۔ (چودھویں صدی کا مسیح)

ایک اور باب میں مظہر حسن صاحب لکھتے ہیں:

ایک بڑے پھاٹک دار دروازہ سے گذر کر اور ایک وسیع میدان صحن کا طے کر کے وسطی مکانات کے آگے، دائرہ نما ایک برآمدہ انگریزی کوٹھی کی وضع کا بنا ہوا ہے، اسکے دروازوں کے اوپر کچھ پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ گملے پھولوں کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ برآمدہ کے وسط میں ایک چارپائی پر سفید بستر کے اوپر کوئی شخص فربہ اندام، میانہ قد، لال داڑھی، سرخ وسفید چہرہ کا رنگ، تکیہ پر سر اور سر کے نیچے دونوں ہاتھ، چت لیٹا ہوا، ایک ٹانگ کھڑی ہے دوسری ٹانگ، ٹانگ پر رکھے ہوئے لمپ کی روشنی مدہم کی ہوئی، برآمدہ سے باہر صحن میں بہت سے آدمی پڑے ہیں، برآمدہ والے مکان کے دونوں بغلوں میں مکانات ہیں جن کی روش اور حیثیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کوئی سرائے ہے، اور وہ شخص جو برآمدہ میں پڑا ہے کوئی مسافرانہ طور پر اس مکان میں عارضی یا کرایہ پر رہتا ہے، مگر اپنی طبیعت کے مذاق کے موافق خوب آراستہ اور سجایا ہوا ہے۔

چلیں دیکھیں، ہیں یہ تو کچھ آپ ہی آپ باتیں کرتا ہے۔ کوئی پاس تو ہے نہیں مگر کسی فکر میں محوِ خیال ہے۔

ہائے ناکامی واحسرتا! نہ رات کو چین نہ دن کو آرام ہے، دل کو خبر نہیں کیا چیز ہے جو اندر ہی اندر ملے ڈالتی ہے۔ سینہ میں میٹھا میٹھا درد محسوس ہوتا رہتا ہے۔ رات کو کسی پہلو اور کسی کروٹ آرام نہیں، دن کو سوائے اس ادھیڑ بن کے اور کچھ کام نہیں، افشائے راز کے خوف سے اس بارہ میں جان توڑ کے کوشش نہیں کی جاتی۔ نامحرموں کا ذکر کرنا غیرت نہیں چاہتی۔ اندرونی کاروائیوں میں بالکل ناکامی رہی، خدا جانے یہ بڑھاپے کا عشق کیا رنگ لائے گا۔

کون پھرتا ہے؟

خادم: حضور میں ہوں، کیا ارشاد ہے۔

حضرت: کیا بات تھی جو تم لوگ تذکرہ کر رہے تھے ہوشیار پور سے آدمی آنے کا، اور احمد بیگ کی لڑکی کی شادی کا

(ہمارے ناظرین اب تو سمجھ گئے ہوں گے یہ صاحب ہمارے ناول کے ہیرو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں)۔

خادم: حضور ہوشیار پور سے آدمی آئے تھے، وہ ذکر کرتے تھے کہ مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی کی شادی عنقریب

ہونے والی ہے۔

حضرت: کہاں اور کس سے؟

خادم: کوئی پٹی گاؤں ہے ضلع لاہور میں، وہاں سے برات آئے گی۔اور کوئی مرزا سلطان محمد نامی شخص ہے، اس کے ساتھ نکاح ہوگا۔

حضرت: (یہ سنتے ہی سن ہوگئے، کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں ۔بے ساختہ مرزا محمد رفیع سودا کا یہ شعر زبان سے نکلا)

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس
پر جو خدا دکھائے تو لاچار دیکھنا

ہائے افسوس دعا میں بھی کچھ اثر نہیں رہا، جو تدابیر کیں الٹی پڑیں۔ پہلے تو دعا تیر بہدف فرمایا کرتے تھے، بجلی کی طرح کوندتی تھی، بڑا بھروسہ تو اسی پر تھا، کیا عشق میں سب نے ساتھ چھوڑ دیئے ہیں؟ نہیں نہیں عاشق کی آہ تو خالی نہیں جاتی، جذبہ کامل ہونا چاہیے، پہلے ان کے وارثوں کو سمجھاؤ، ڈراؤ، اگر نہ مانیں تو خدا کی طرف رجوع لاؤ، دیکھو تو کیا ہوتا ہے:

جذبہ عشق جو ہوئے گا تو انشاء اللہ
کچے تاگے میں چلی آئے گی سرکار بندھی

مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کردو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا جائے گا ۔تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آجاؤ اور اس کے وارثوں کو بھی خطوں کے ذریعہ دھمکایا ۔

میرِ ناصر نواب کی نظمیں

ادھر غنچہ کھلکھلایا اور خورشید خاوری نے اپنا رخ زیبا آب وتاب کے ساتھ دکھایا، ادھر مہر سپہر امامت و نیر اعظم افق رسالت حضرت مسیح زمان مہدی دوران جناب مرزا صاحب قادیانی زنان خانہ سے برآمد ہوئے، مریدان عقیدت کیش حواریان خیر اندیش مصاحب ورفیق پہلے ہی سے اپنے اپنے پایہ اور مرتبہ سے ڈٹے ہوئے لیس تھے، تعظیم کو کھڑے ہوئے اور فرشی سلام ہوا۔

مصاحب: مزاج بخیر۔صبح کی نماز تو بیت الفکر میں ادا ہوئی۔

حواری: حضور کی خواب بھی نماز ہے۔جو دم ہے عبادت میں شمار ہوتا ہے۔دنیا پرست مولویوں کی نماز ریاءاور شب بیداری سے حضور کی خواب ناز بھی اللہ تعالی کے نزدیک افضل واولی ہے۔

مرید: اس میں کیا شک ہے، مردان خدا کو ہر دم وہر لحظہ قرب الٰہی حاصل ہے، زاہد خشک کی تمام عمر کی عبادت ان کے ایک دم کے برابر نہیں۔

اتنے میں خادمان باسلیقہ ستھری ستھری چاء کی پیالیاں نہایت خوبصورتی کے ساتھ سجائی ہوئیں سامنے لائے۔ گنگا جمنی ستھری روپہلی کٹوریاں اور بیش بہا جرمن سلور کی چمچیاں آب وتاب کے ساتھ پاس رکھی ہوئی۔مرزا صاحب نے دست مبارک سے اٹھا اٹھا کر رفقاء اور مصاحبین کی طرف سرکائیں۔ ہر ایک نے شکریہ ادا کیا، گھونٹ گھونٹ گرما گرم دودھیا چاءدار چینی اور الائچی کی لپٹیں اٹھتی ہوئی کا پینا شروع کیا۔

حواری: ہم نے مہاراجہ جموں کے ہاں کشمیری باورچیوں کی بنائی ہوئی چائے پی ہے مگر نعوذ باللہ یہ بات اس میں کہاں؟

خوش آمدی: یہ تو حضرت اقدس کا اعجاز ہے کچھ چائے تھوڑی ہے۔

۲۔ایسی چائے تو بادشاہوں کے یہاں بھی نہیں بنتی۔ یہ نسخہ کوئی الہامی ہے اور یہ ذائقہ نشان آسمانی حضور اقدس کی غلامی کے تصدق میں ہم لوگوں کو بھی نصیب ہو گیا، ورنہ ہم کہاں اور یہ نعمت عظمی غیر مترقبہ کہاں؟

۳۔یہ بہشتی چائے ہے، نعماء جنت۔انسان کی بنائی ہوئی تو نہیں۔کیوں حضرت! بہشت ہی سے نہیں آئی؟

مرزا قادیانی :

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

جنت کیا شئے ہے و فیھا ما تشتھیه الانفس و تلذّ الاعین اللہ کی نعمتوں کا نام جنت ہے، اپنے بندوں کو وہ ہر ایک جگہ جنت دیدیتا ہے، جو اسکے مخلص بندے ہیں انکو وہ لذت عطا کر دیتا ہے۔

حاضرین: حق ہے حق ہے۔سبحان اللہ، صل علی، کیا ارشاد ہوا ہے۔اتنے میں ایک خادم نے جھک کر آہستہ سے

کچھ عرض کیا۔حضرت کے چہرہ منور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ہوائیاں اڑنے لگیں، زردی سی چھا گئی۔مردنی سی آ گئی ،منہ زرد،لب پر آہ سرد۔ہونٹوں پر خشکی سے پپڑیاں جم گئیں،زبان پر کانٹیں کھڑی ہو گئیں،بے اختیار اشک جاری،حزن واضطراب کی حالت طاری ہو گئی،عنان ضبط واستقلال ہاتھ سے نکل گئی،ہر چند دل کو روکا،طبیعت کو سنبھالا،مگر توبہ! جنون عشق کہیں روکے سے رکتا ہے،بے ساختہ زبان پر آیا

آہ و نالہ ہے وہی اور وہی رونا ضیغم

پر اثر نالہ و فغاں میں کہاں ہے کہ جو تھا

مرزا قادیانی:نہایت درد کے ساتھ آہ کھینچ کر انّا للّٰه و انّا الیه راجعون کہہ کر کھڑے ہو گئے۔کچھ درد سر محسوس کرتا ہوں،شاید دوران سر کا دورہ ہو۔آپ صاحب بھی اپنے کام میں لگئے گا

مرزا صاحب الفکر میں داخل۔افسوس کوئی تدبیر درست نہ بیٹھی،نہ دعا نے اثر دکھایا،نہ عمل نے کچھ عمل کیا،نقش لکھے،تعویذ پھونکے برسوں یا ودود پڑھا۔خود نعل در آتش ہو گئے

کھنچ گیا میری طرف سے اور اس قاتل کا دل

واہ واہ جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

جو تدبیر کی الٹی پڑی،جو عمل کیا،خلاف اثر دکھایا،کہ اس بت کا دل تک نہ پسیجا،نہ اسکے ورثاء کے دل کو مسخر کیا، بلکہ ضد نے پتھر بنا دیا۔ہر چند الہام سے بھی ڈرایا مگر اس لڑکی کا باپ عجب ضدی انسان ہے،کچھ بھی خیال میں نہ لایا۔اپنے متعلقین کو بھی بہتیرا دھمکایا سمجھایا،مگر اس کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کچھ نہ نکلا۔بیوی سے تو پہلے ہی کچھ ایسا انس اور ارتباط نہ تھا مگر جوان اور لائق بیٹے سے قطع تعلق کرنا پڑا۔اگر اسکی ماں کو طلاق دی تو بڑا بیٹا بھی خوش نہ ہو گا اس سے بھی گویا قطع رحم کرنا پڑا۔دونوں بیٹوں میں علیحدگی ہوئی۔مخالفین میں مضحکہ ہوا،اور جس قدر وہ ہنسی اڑائیں وہ کم ہے۔موجودہ رفقاء اور رشتہ داروں میں بھی رنجش اور آزردگی کا سبب یہی نامراد عشق ہے۔

ایک کاغذ اٹھا کر دیکھنے لگے،الٹا پلٹا پھر رکھ دیا،اور پھر اٹھایا اور پھر رکھ دیا،پھر اٹھا کر پڑھنے لگے ،الٰہی یہ کیا بوالعجبی ہے :

یار اغیار ہو گئے واللہ کیا زمانے کا انقلاب ہوا

جن لوگوں کی خاطر اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالا، تمام دنیا کو اپنا دشمن بنایا، جو مال محنت مشقت اور جانفشانی سے اکٹھا کیا تھا وہ ان کی آسائش اور آرام کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا، رات دن خوشنودی اور رضامندی کو ہر ایک کام پر مقدم رکھا آج وہ بھی ہمارے خلاف اور دشمن ہیں۔

اب دیکھئے میر (ناصر) صاحب نے یہ نظم لکھی ہے۔کوئی ان ہی سے پوچھے بھائی تم کو کیا تکلیف پہنچی؟ تمہاری کسی خاطر داری مدارات میں آسائش میں آرام میں عزت میں توقیر میں فرق آ گیا؟ کس چیز میں کمی واقع ہوئی؟ ان کی بیٹی کی خاطر تواضع میں کوئی کوتاہی ہوئی؟ ان کی محبت میں موانست میں کچھ نقص واقع ہوا، اسلام میں دوسرا نکاح منع نہیں، حرام نہیں۔

آخر ان کی بیٹی سے جب نکاح کیا تھا اس سے پہلے بھی بیوی تھی، اولاد تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس نکاح کے بعد پہلی بیوی کی قدر و منزلت کم ہوگئی تھی تو اس کے حسین ہونے کا سبب تھا۔

ان کی لڑکی تو نوجوان ہے، صاحب تمیز ہے، اور اگر اس کے بعد تیسرا نکاح ہو، تو بھی اس کی محبت اور الفت میں کمی کیوں واقع ہوسکتی ہے؟ عدل سے کام لیا جا سکتا ہے۔ طبقہ نسواں تو سلف سے ناقص العقل شمار کیا گیا ہے مگر یہ مرد ذی شعور صاحب تجربہ جہاندیدہ ہوکر عورتوں کے ہم خیال ہو گئے۔ ہم کو امید تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھا بجھا کر اس کی رنجش کو دور کریں گے، برخلاف اس کے وہ خود ایسے بگڑے کہ جھٹ ایک بڑی نظم لکھ ماری، اگر یہ نظم کسی ہمارے دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور ضرور لگے گی اور غالبًا ن کے پاس پہنچ بھی گئی ہوگی۔ اگر یہ شیخ بٹالوی کے ہاتھ چڑھ گئی تو غضب ہوگیا وہ فوراً اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کر کے مشتہر کر دے گا۔

(ملاحظہ فرمایئے)

مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ

من نتائج افکار میر صاحب خسر ثانی حضرت مسیح زمان مہدی دوران

بعد ازیں یہ عرض ہے اے مسلمین
آج دنیا میں کہیں تقوی نہیں

ہیں دغا میں آج کل سرگرم لوگ
سینکڑوں دنیا میں اب پھیلے ہیں روگ
ہیں دواؤں کے کسی جا اشتہار
کہہ کے گل لوگوں کو دے دیتے ہیں خار
شہد کہتے ہیں مگر دیتے ہیں سم
جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں دم
ظاہری اور باطنی دکاندار
خلق کو کرتے ہیں دھوکہ سے شکار
حافظ و حاجی بہت پھرتے یہاں
حال ہے جن کا زمانہ پر عیاں
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا
ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا
ٹڈی دل کی طرح نکلے ہیں فقیر
مارے مارے پھرتے ہیں حضرات و پیر
ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا
آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک
ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے
گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار

تم پہ رحمت ان پہ ہوگی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے
اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید
شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب
ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مال و دولت کی تلاش
تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
کوئی مل جائے جو دولت کا سبب
ایک دم میں ہوں دلدر پاک سب
قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات
گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو
رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض
حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں
ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
کچھ نہ صحبت میں اثر نہ بات میں
ڈالتے ہیں ہم کو وہ آفات میں

رہ گئے دنیا میں اب ظاہر پرست
دن بدن ہیں دین میں ہم لوگ پست
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب
اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بد گمانی کا اسے آزار ہے
سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا
دوسرے اپنے کو بدنام کیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا
کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتقاء
چیز کی اپنی کرے تعریف جو
جاننا اس کو نہ تم مردِ نکو
مشک کی خوشبو تو خود اڑتی ہے یار

مالک دکان دے گو اشتہار
آم اور حنظل تو ہوتے ہیں جدا
جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا
آج دنیا مکر سے لب ریز ہے
اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے
کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی
کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی
بدمعاش اب نیک ازحد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسیء دوران بنے دجال ہیں
ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں
سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں
مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے
ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے
جس طرح ہو مال کچھ کھا جایئے
کچھ نیا اب شعبدہ دکھلایئے
عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید
گانٹھ کا پورا کوئی ہو وے مرید

ہو کوئی کیسا ہی گر چہ بد معاش
میوہ زر کی وہ دیدے ان کو قاش
پھر تو مقبول رحمٰن ہے ضرور
ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
متقی ان کو نہ دے تو ہے شقی
جو شقی دے ان کو وہ ہے متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول
کر کے تعریفیں اوڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے ہاتھ کر دیں گے دراز
اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا
وہ روا ہو مال یا ہو ناروا
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوۃ
دین داری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لئے
دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں
ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بد مست ہو جاتے ہیں وہ
اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب

آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
نیک رکھتے ہیں گمان وہ نفس پر
ابلہی کا ہے یہی ان کے اثر
گر کوئی روکے تو ہوتے ہیں خفا
دشمن اپنا جانتے ہیں بر ملا
سینکڑوں کرتے ہیں گو وعدے خلاف
کم نہیں ہوتے مگر لاف و گزاف
ہے اسی دن کے لئے منطق پڑھی
ہے اسی تدبیر سے عزت بڑی
بات کی ہوتی ہے گنجائش بہت
حیلہ سازی میں ہے آسائش بہت

دیگر

مہدیء وقت ہے کوئی مشہور
کوئی بنتا ہے عیسی دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت
نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان
نیک سب اٹھ گئے زمانہ سے
ما بقی میں نہیں رہی ہے جان
حبّ دنیا نے گھیر رکھا ہے
ہے بہت ہی ضعیف اب ایمان

بدعتوں کی بہت ترقی ہے
حد سے باہر ہے کفر اور عصیان
نہیں آتا نظر کہیں اخلاص
ہیں دکھاووں میں لوگ سرگردان
حبّ مولا جہان سے ہے معدوم
حرص دنیا میں پھنس گئے انسان
نہ بچا اس سے مولوی کوئی
نہ کسی اہل دل کو اس سے امان
نہ فقیروں میں صبر باقی ہے
نہ امیروں میں شکر کا ہے نشان
لذت نفس میں وہ ہیں سرگرم
آج کل جو ہیں پیشوائے جہان
مرغ بریان کا شوق ہے ان کو
ہیں ملائک خصائل جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں
لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زمان
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے
ان کی صدقہ پر ہے فقط گزران
سب حقیقت کھلے بزرگی کی
ان کے دیکھے اگر کوئی سامان
ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ

در دولت پہ ہیں کئی دربان
رات دن ہیں عمارتیں بنتیں
مال کرتے ہیں مفت میں ویران
ہائے آتے نہیں نظر وہ لوگ
دیکھنے کو ترس گئے دل و جان
ہر صدی میں ہوئے ہیں اہل الحق
رہبر خلق و صاحب عرفان
دین اسلام جن سے تازہ ہوا
جن سے رونق پذیر تھا ایمان
تھے ازانجملہ ایک عبد اللہ
قامع شرک و بدعت و عصیان
ملک غزنیں کے رہنے والے تھے
ہے جہالت بھرا جو کوہستان
استقامت میں تھے مثال کوہ
کرکے ظلم و ستم تھکے افغان
راہ حق میں اٹھائیں تکلیفیں
نہ پھرے حق سے پر کسی عنوان
ان کو حاصل تھا صبر ایوبی
کرتے تھے شکر خالق سبحان
تھے عبادت میں رات دن مشغول
اور جاری تھی ذکر حق میں لسان

تھے نمونہ سلف کا وہ بے شک
پاک سیرت تھے اور پاک زبان
اپنے مولا پہ ان کو تکیہ تھا
تھے نہ اک ذرہ فکر آب و نان
تھے دعا و نماز میں مصروف
ورد تھا یا حدیث یا قرآن
ان کی صحبت میں تھی عجب برکت
یاد آتا تھا وہاں خدائے جہان
لطف آتا تھا وہاں عبادت میں
روز و شب تھی ترقی ایمان
ذکر مولا کی تھی وہاں کثرت
بات دنیا کی ہو یہ کیا امکان
امر معروف آپ کرتے تھے
پاس آتے تھے ان کے جو انسان
نہی منکر شعار تھا ان کا
فضل مولی سے تھے نہ سخت زبان
ایسے شیریں کلام اور خوش خلق
تھا پر از حکمت ان کا قول بیان
کچھ کسی سے غرض نہ تھی ان کو
بے طمع تھے وہ صاحب عرفان
ان کی محفل میں ذکر عقبےٰ تھا

وہاں نہ ہوتا تھا لغو اور ہذیان
رہ گیا ذکر خیر دنیا میں
کر گئے کوچ اب وہ عالی شان
حق انہیں مغفرت نصیب کرے
جنت خلد میں رہیں شادان
نیک بندے جہاں میں ہیں اب بھی
حق کو رکھتے ہیں جو عزیز از جان
پر مجھے وہ نظر نہیں آتے
دے ملا مجھ کو ان سے یا رحمان
تیری قدرت سے کچھ نہیں ہے دور
مجھ کو مشکل ہے اور تجھے آسان
ناصر اب ختم کر کلام اپنا
حق تری مشکلیں کرے آسان

(اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ ج ۱۴۔ص ۴۱۷ تا ۴۲۰)

(میر ناصر نواب کہتے ہیں: عاجز نے چند امور کے لئے مرزا صاحب سے دعا منگوانے کے لئے خط لکھا جن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ دعا کرو کہ مجھے خدا تعالی نیک اور صالح داماد عطا فرماوے۔ اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالی نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کرونگا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ یہ آپ کے خط کا خلاصہ بلفظہ یاد نہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور رد کرنے میں جلدی نہ کریں۔ حیات ناصر۔ص ۷)

ایک باب میں مظہر حسن صاحب مرزا سلطان محمد کی شادی کا حال بایں الفاظ لکھتے ہیں:

ایک نہایت وسیع اور فراخ مکان ہے۔فرش فروش سے آراستہ، بلور کے جھاڑ سو سوبتی کے روشن کئے ہوئے لٹک رہے ہیں۔ چہار طرف ہانڈی اور فانوس جل رہے ہیں اور لمپ اور دیوار گیروں سے رات دن سے زیادہ روشن ہے۔..دس بجے کے قریب ایک شخص مشعل ہاتھ میں لئے آیا۔اس کے پیچھے ایک مختصر سی جماعت نے آکر دولہا کو جوڑا پہنایا، سہرا باندھا، مبارک سلامت کا شور اٹھا، اور گائنوں نے اسی وقت تازہ بتازہ نو بنو سہرہ بنا اور گا کر سنایا

مرزا سلطان محمد تیرے سر پر سہرا
ہو مبارک کہا زہرہ نے سنا کر سہرا
گوندہ کر پھولوں کا اور طشت میں رکھ کر بھیجا
باغ فردوس سے رضوان نے سجا کر سہرا
سلکِ گوہر سے بنا سر پہ جو باندھا تیرے
ہو گیا عکس سے چہرے کے منور سہرا
سر پہ دستار سے دستار پہ زریں طرہ
افشاں پیشانی پہ پیشانی کے اوپر سہرا
کیا ستاروں میں چناں اور چنیں ہے باہم
تو نے افشاں کو چھوڑایا جو اٹھا کر سہرا
نظر بد سے پہنچنے نہ تجھے پائے گزند
باندھئے سورہء و النون کو پڑھ کر سہرا
ہار دلہن کے لئے پھولوں کا لائیں حوریں
اور ملائک پئے نوشہ ز گل تر سہرا
خاطر عیسی موعود ہے ماشاء اللہ

مطرب چرخ جو گاتا ہے فلک پر سہرا
ان کی منکوحہ کشفی کے جو ہے عقد کا دن
لائے خورشید و قمر گوند کر اختر سہرا
مدتوں دائم و قائم ہو قران السعدین
خضر نے باندھا ہے اخلاص سے آ کر سہرا
عیسی عہد کی پوری ہو یہ پیشین گوئی
سایۂ حفظ خدا ہو ترے سر پر سہرا
ہر بلا سے رہے محفوظ تو از فضل خدا
لائیں شعرا تری اولاد کا کہہ کر سہرا

اور پھر ادھر سے بری پری کا سامان دلہن کے گھر کو چلا کئی خوان جوڑوں سے سجائے ہوئے اور زیورات سنہری روپہلی موقعہ سے لگائے ہوئے اور کئی سوچا ئناں (گھڑی) قنداور میسوں وغیرہ سے پر لوگوں کو کندھوں پر رکھ کر پنجشانہ اور مشعلیں ساتھ ساتھ بھیجے گئے جب دولہن کے گھر یہ سامان پہنچا ڈومنیوں نے سینی گائیں، دولہ کو اندر بلایا، لونہ گائے، ٹونکے کئے۔ صبح کے قریب قاضی آیا اور اجاب وقبول کیا۔ بہ تعیین مہر شرعی محمدی نکاح پڑھا گیا

راوی۔ ناظرین کو پوشیدہ نہ رہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی بڑی لڑکی محمدی بیگم کی شادی کے واسطے مرزا سلطان محمد بیگ آئے ہوئے ہیں اور یہ اس برات کا سامان ہے۔

صبح بیٹی والوں نے بھی بڑے فراخ حوصلہ سے جہیز دیا اور دلہن کو رخصت کیا، ڈومنیوں نے پاؤنی گا کر ایسا رلایا کہ آنکھیں کبوتر کی طرح لال ہو گئیں کوئی بشر نہ تھا جس کی آنکھ سے اشک جاری نہ تھا۔

جناب مظہر حسن صاحب ایک باب میں یوں رقم طراز ہیں:

نکاح آسمانی کی تاویل اور بٹالوی تبصرہ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ادھر صبح ہوئی اور سورج کی کرنوں نے اپنا سنہری عکس دیواروں کی چوٹیوں اور درختوں کے پتوں پر ڈالا۔ اور روشنی نے اپنا قبضہ کیا ادھر حضرت اقدس امام ہمام مسیح وقت مہدی دوراں عشرت کدہ خاص میں برآمد ہوکر دربار عام میں رونق افروز ہوئے۔ مصاحب باتوفیق ورفقاء طریق اور خوش آمدی لنگر کے ٹکڑے کھانے والے مرید پیروں کو بے پر کے اڑانے والے پہلے سے منتظر چشم براہ حاضر تھے۔ سلام ومجرا ادا ہوا۔ نعت ومناقب نظم ونثر حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی شان میں پڑھی گئی اپنے اور بے گانے اپنے اپنے پایہ اور ٹھکانے سے جاگزیں ہوئے دربار عام منعقد ہوا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ مرزا صاحب نے پہلے ذکر رقیب ہی چھیڑا۔

مرزا قادیانی: بہت لوگ دریافت کرتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد سلطان محمد ساکن پٹی کی نسبت جو پیش گوئی تھی اسکی میعاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان بھی نہیں۔ اس لئے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے پہلا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے ساتھ۔ اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا۔ یہ دونوں حصہ ایک ہی پیش گوئی اور ایک الہام میں داخل تھی۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہوگیا اور جیسا کہ پیش گوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیش گوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کے حرج اور تکالیف مالی اور ناکامیاں دیکھیں۔ اور اس حصہ کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنے اشاعۃ السنہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ پیش گوئی تو پوری ہوئی مگر الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے دشمن بھی انکار نہ کرسکے کہ اس پیش گوئی کا

نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا

حاضرین جلسہ: آمنا و صدقنا۔ اس میں کیا شک ہے؟ ہر کہ شک آرد کافر گردد

غیر: حضرت جی! مرزا احمد بیگ کا مرنا تو عجائبات سے نہیں بلکہ ایک امر طبعی ہے اور ہر ایک ذی روح کے واسطے بحکم کلّ من علیھا فان ایک دن آنا ہے گفتگو تو یہ ہے کہ احمد بیگ کی وفات آپ کی پیش گوئی کا نتیجہ نہیں، یہ آپ کا نرالا ڈھکوسلا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں اس پیش گوئی کے کسی حصہ کے پورا ہونے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ جلد ۱۵ نمبر ا ص ۲۵ میں بسوال سوم مولانا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ

اس اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو جس میں آپ نے یہ تینوں پیش گوئیاں درج کی ہیں آپ نے پبلک میں شائع کیا تھا، اور اس کا کیا ثبوت آپ دے سکتے ہیں، کہ اس کو چھاپ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور پرائیویٹ طور پر خاص خاص آدمیوں میں شائع کیا تھا جب کہ آپ کے بعض اشتہارات کی نسبت یہ معلوم ہو چکا ہے۔

اس سوال سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ اشتہار جس میں یہ پیش گوئی درج ہے احمد بیگ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ اس صورت میں آپ ہی فرماویں کہ آپ کی پیش گوئی کی بنیاد اور الہام کی وقعت کیا ہے۔ جب کہ وہ بعد وقوع ظاہر کیا گیا۔ دوسرے حصہ سلطان محمد داماد احمد بیگ یا رقیب خود کی بابت جو پیش گوئی ہے خواہ الہام سے اور کچھ اور۔ حصہ اول مرقومہ جناب کی نسبت یہ کسی کو سوال ہے اور یہ اس کو نتیجہ آپ کی پیش گوئی کا کوئی شخص سمجھتا ہے۔ جب تک کہ آپ ثابت یہ کر دیں کہ احمد بیگ کی وفات کی نسبت پیش گوئی اس کی وفات سے پہلے پبلک میں شائع ہو چکی تھی۔ اب آپ سے ان کے نکاح آسمانی اور آپ کی محبوبہ و مطلوبہ کے زوج ثانی کی وفات کی بابت سوال ہے، جواب تک پوری نہیں ہوئی۔

مرزا قادیانی: اس سے کہہ دو کہ خاموش بیٹھا ہماری تقریر سنے جاوے، اور کچھ گفتگو دخل در معقولات نہ کرے ورنہ محفل سے:

پا بدست دگرے دست بدست دگرے

نکلوا دیئے جاؤ گے۔

حوار یین: آپ سنتے نہیں کہ حضور کیا فرماتے ہیں۔ خاموش۔ دم درکش، ورنہ ہم کو مجبوراً تعمیل ارشاد میں آپ سے برا نہ بننا پڑے۔

غیر: ہم کو کیا غرض؟ ہم نے ایک حق بات کہی تھی اگر یہاں سچ بولنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور اس جرم میں گلے کٹتے ہیں، تو لیجیئے ہمارا سلام۔

مرزا قادیانی: باقی رہا وہ حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ میعاد مقررہ میں پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوگا۔ تو اس پر وہی لوگ اعتراض کرینگے جن کو خدا تعالی کی ان سنتوں اور قانون سے بے خبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں، جن کے ذریعے سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے اور ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرز سے ہوتی ہیں اگر وہ لوگ عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادت کی طرف پھر رجوع کر لیں۔ یہی سنت اللہ ہے کہ قرآن اور دوسری انہی کی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے..

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیے کہ یہ پیش گوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی اور موت کا بطور عذاب کے وعدہ تھا...

پس خدا تعالی نے تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ :

کذّبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزؤن فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ انّ ربّك فعّال لما یرید۔

یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا، سو خدا ان کی شر دور کرنے کو،

تیرے لئے کافی ہوگا۔اورانہیں یہ نشان دکھائیگا کہ احمد بیگ کی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی۔اور خدااس کوپھر تیری طرف واپس لائے گا۔یعنی وہ آخر تیرے نکاح میں آئے گی۔اور خداسب روکیں درمیان سے اٹھادے گا،خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔تیرارب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کووہ اپنی منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔سوخدا کی طرف سے یہ اس قوم کے لئے نشان تھا۔ جو بے باکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔فقرہ فسیکفیکھم اللّٰہ کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ معلوم ہوئی کہ خدااحمد بیگ کونکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گااوراس کے داماد کواڑھائی سال کے اندر...

احمد بیگ نکاح سے چھ ماہ بعدفوت ہوگیااوراس نے اس ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کوسنایا گیا تھا۔اورایسے ہی اس کے بے دین اقارب کواس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پرپہنچ گیا لیکن اس کا داماد جواڑھائی سال کے اندرفوت نہ ہواتواس کی یہی وجہ تھی جواس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جواحمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی،ایک شدیدخوف اورحزن اس کے دل پروارد ہوگیا۔ وغیرہ...

چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دوخط ہمیں بھی پہنچے۔جوایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنی توبہ اوراستغفار کا حال لکھا ہے۔سوان تمام قرائن کودیکھ کرہمیں یقین ہوگیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اورانذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں...جوخوف اور رجوع سے دوسرے وقت پرجاپڑتی ہیں۔جیسا کہ تمام قرآن اس پرشاہد ہے۔لیکن نفس اس پیشگوئی کا یعنی اس عورت کااس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جوکسی طرح ٹل نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔پس اگرٹل جاوے توخداتعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔سوان دنوں کے بعد جب خدا تعالی ان لوگوں کے دلوں کودیکھے گا کہ سخت ہوگئے ہیں،اورانہوں نے اس ڈھیل اورمہلت کا قدرنہ

کیا، جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنے پاک کلام کی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

میں اس عورت کو اسکے نکاح کے بعد واپس لاؤنگا اور تجھے دونگا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دونگا جو اس حکم کے نفاذ میں مانع ہوں۔

اب اس عظیم الشان پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سے قہری عذاب دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھائے گا وغیرہ وغیرہ۔...

اس کے بعد جو اس سے انکار کرے۔ ان کو صلواتیں سنا کر ایک لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب، اور مولوی رشید احمد صاحب کو مقابلہ پر پکار کر ایک ڈانٹ بتلائی ہے۔

معتقدین وخوش آمدی: سبحان اللہ! صل علی کیا کیا نکات فرمائے ہیں جو دل کے اندھے اور ختم اللّٰہ علی قلو بھم کے مصداق ہیں، وہ کیا خاک سمجھیں گے؟

(نکاح آسمانی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک قادیانی نے لکھا ہے:

اسی قسم کے اعتراض نبی کریم ﷺ کی پاک ذات پر دریدہ دہن آریہ اور عیسائی بھی کیا کرتے ہیں...اس نکاح کے متعلق جب تک خود مسیح موعود اور موعودہ عورت زندہ ہیں کسی قسم کا اعتراض کرنا کھلی بے حیائی ہے۔ الحکم قادیان ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۳۔ اور اب تو پیمانہ ہے نہ ساقی، اس لئے اعتراض کا جواب نہ دینا بے حیائی شمار ہوگا۔ بہاء)

(حکیم مظہر حسن کہتے ہیں) ہم اپنے ناظرین کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کی مجلس وعظ کے کمرہ کی آج پھر سیر کراتے ہیں۔ مولانا ممدوح معہ چند عمائد شہر اور متبحر علماء اور طلباء کے معمول کے موافق رونق افروز ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا مصنفہ ایک رسالہ انوار الاسلام روبرو پڑا ہے اور اس کے چند اوراق ہاتھ میں ہیں۔ حاضرین کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

از سخنے کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

قادیانی کی فرضی وخیالی زوجہ مرزا احمد بیگ مرحوم کی دختر نیک اختر کے شوہر ثانی (بخیال مرزا جی) مرزا سلطان محمد بیگ ساکن پٹی علاقہ قصور ضلع لاہور کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جس تاریخ کو وہ قادیانی کی زوجہ مذکورہ اپنے نکاح میں لائے گا اس تاریخ سے اڑھائی برس کے عرصہ تک وہ فوت ہو جائے گا اور اسکے مرنے کے بعد پھر خدا تعالی اس زوجہ قادیانی کو قادیانی کی طرف واپس لائے گا اصل عبارت یہ ہے جو اس کے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء سے نقل کی جاتی ہے

ایک پیش گوئی قبل از وقوع کا اشتہار

(سابقاً نقل ہو چکی۔ بہا)

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) از آنجا کہ پیش گوئی یا الہام صرف شیطانی القاء تھا اور اس وجہ سے قادیانی اس پیشگوئی کے مضمون اور وعدہ پر دل سے مطمئن نہ تھا اور خوب جانتا تھا کہ میں نے ایک شکار کیلئے جال پھیلایا ہے، جو ہاتھ پاؤں مارنے کے بغیر دام میں آنا نہایت مشکل ہے، لہذا اس نے اس وعدہ پر صبر وسکوت اختیار نہ کیا۔ بلکہ بیقرار ہو کر ناجائز وسائل وتدبیروں کے درپئے ہو گیا۔ پس پہلے تو اس نے احمد بیگ کو ڈرانا اور پھسلانا شروع کیا۔ اور کئی خط متضمن ترغیب وترہیب کے ذریعہ سے اس کو دام میں لانا چاہا۔ اور جب وہ قابو میں نہ آیا تو پھر اس کی ہمشیرہ کو جو قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی خوش دامن تھی، ڈرانا اور پھسلانا چاہا اور اس کے نام ایک خط رجسٹری شدہ متضمن ترغیب وترہیب روانہ کیا۔ وہ عورت بھی جوان مرد نکلی، تو پھر اس کے شوہر کے نام اسی مضمون کا خط لکھا۔ جب وہ صاحب بھی قابو نہ آئے تو قادیانی نے اپنی پرانی بیوی اور بچوں کو جو احمد بیگ کے صلاح کار تھے، گھورنا اور ڈرانا شروع کیا۔ عاجز اور ضعیف العمر بیوی کو طلاق دینے کا ڈر سنایا اور بچوں کو عاق اور لاوارث کر دینے کا۔ اور ادھر فریق ثانی ناکح اور اسکے وارثوں کو دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا۔ مرزا سلطان محمد بیگ کو یہ لکھا کہ تم اس تعلق کو قطع کر دو، تمہارا نکاح دوسری جگہ کرا دیا

جاوے گا۔تمہاری جوانی پر مجھے رحم آتا ہے تم اس ارادہ سے باز آؤ۔اور اسکے وارثوں کو متعدد خطوں کے ذریعہ ڈرایا اور دھمکایا۔مگر وہ لوگ بھی اپنے خیال پر قائم و مستحکم رہے۔ان کے نام کے خطوط کو اس مقام میں نقل کرنے کی ہم گنجائش نہیں دیکھتے اور بجائے اس کے قادیانی کے اعتراف واقرار تخویف (ڈرانے) وخطوط نویسی کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔آپ اپنے اشتہار چار ہزار کے نوٹ صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:۔

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔خط پر خط بھیجے گئے،ان سے کچھ نہ ڈرا۔پیغام بھیج کر سمجھایا،کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا۔بلکہ وہ سب گستاخی واستہزاء میں شریک ہوئے۔سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے ۔

مگر چونکہ وہ الہام محض کذب تھا (اگر اس میں صدق کا دخل ہوتا تو قادیانی اس کو سچ بنانے کیلئے بیوی کو طلاق دینے اور بیٹوں کو عاق کرنے اور بہو کو بیٹے سے طلاق دلوانے جیسے مکروہات کا مرتکب نہ ہوتا) لہذا اس کا کوئی ناجائز حیلہ کارگر نہ ہوا۔اور سات تاریخ اپریل ۱۸۹۲ء کو قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح ثانی مرزا سلطان محمد سے ہوگیا۔اس نکاح سے چار مہینے کے بعد مرزا احمد بیگ نے حسب مقتضائے قضاو قدر تقاضاء عمر رحلت کی تو قادیانی نے متعدد تحریرات میں دعوی کیا کہ اسکی موت میری پیش گوئی کا اثر ہے اور آئندہ سلطان محمد کیلئے بھی موت تیار ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں) ہر چند ہم نے مرزا قادیانی کی ان باتوں کا دندان شکن جواب دے دیا اور اس پر پچاسی سوالات جرح کر کے اس کو مجروح و نیم بسمل بلکہ مردہ کر دیا۔ ان سوالات میں ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسی پیش گوئیاں نجومی وجفری، جوتشی بھی کیا کرتے ہیں جو بعض اوقات سچی نکلتی ہیں۔یہ پیش گوئی الہامی نہیں ہوسکتی۔جواب میں قادیانی سے بجز سکوت کچھ بن نہ پڑا۔مگر تھوڑے عرصہ بعد پھر سرک پڑا اور مرزا احمد بیگ کی موت کو اپنے الہام کا نتیجہ قرار دے کر اس سے مرزا سلطان محمد اور ان کے بہی خواہان اہل اسلام کو ڈرانے لگ گیا چنانچہ رسالہ شہادۃ

القرآن مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ نمبر ۸۰ میں اس نے کہا ہے۔

پھر ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشگوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں، ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خداتعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو، خدا تعالی اس کی خاطر سے اسکے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو، بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں وہ پیشگوئی جو مسلمان کی قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر وہ دختر کلاں تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اورظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں .

وازآنجا کہ خدا تعالی ہمیشہ جھوٹوں کا منہ کالا کرتا ہے گوایک وقت تک ان پر حمرة الخجل (نادم کی سرخی) رہی۔ لہذا سات اپریل ۱۸۹۳ء سے اڑھائی سال کی مدت گذر گئے مرزا سلطان محمد زندہ صحیح وسالم خوش وخورم رہا۔ اوراس نکاح سے ان کو خدا تعالی نے ولد صالح بھی عطا کئے جس سے قادیانی کی دروغ گوئی اور ذلت اور رسوائی تمام دنیا پر ظاہر ہوئی اوراس کی پیش گوئی جھوٹی نکلی مگر اے حضرات قادیانی بڑا صاحب حیاوحوصلہ وہاضمہ ہے کہ وہ اس ذلت اور رسوائی کو شیر مادر کی طرح کر کے نوش فرما کر ہضم کر گیا۔ اوراس نوجوان کی عدم وفات پر اس نے ایسی راست بیانی کی جس نے تمام جہان کے بے شرموں اور جھوٹوں کو مات کر دیا۔ ٦۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اس نے عنوان ذیل کی ایک تحریر شائع کی:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اوراس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیش گوئی کی تھی اس کی حقیقت

اس تحریر میں چونکہ قادیانی نے حسب عادت قدیم تطویل بلا طائل کی ہے اور پورے آٹھ صفحہ میں بے ہودہ سرائی کی ہے لہذا ہم اس کی پوری عبارت کے نقل کرنے کی اس مقام میں گنجائش نہیں پاتے۔ صرف اس کا خلاصہ مطلب ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں

۱۔ اس پیش گوئی کے دو حصے ہیں۔ پہلا اور بڑا مرزا احمد بیگ کی وفات تھی۔ دوسرا حصہ اس کے داماد مرزا سلطان محمد بیگ کی وفات۔

۲۔ پہلا حصہ پورا ہو گیا۔ جس کا اقرار صاحب اشاعۃ السنہ نے بھی کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر چہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی مگر یہ الہام سے نہیں، بلکہ نجوم یا رمل وغیرہ سے کی گئی تھی

۳۔ دوسرا حصہ گو میعاد میں پورا نہیں ہوا مگر بعد میعاد پورا ہوگا۔ میعاد میں پورا نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بھی آتھم کی طرح ڈر گیا تھا۔ بلکہ اس کے دل پر شدید خوف وحزن وارد ہوا تھا۔ اس

لئے وعدہ عذاب موت کو خدا نے میعاد سے ٹلا دیا۔

۴۔مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے پر دو دلیلیں ہیں۔ایک عقلی دوسری نقلی (روایتی)۔عقلی یہ کہ جب ایک پیشگوئی میں دو شخصوں کے مرنے کی خبر دی جاوے،اوران میں سے ایک شخص مطابق پیشگوئی فوت ہو جاوے تو اس سے دوسرے کا ڈر جانا لازمی امر ہے۔بناء علیہ خبر پیشگوئی کے مطابق مرزا احمد بیگ کے مر جانے سے سلطان محمد بیگ ایسا ڈر گیا ہوگا کہ گویا وہ جیتا ہی مر گیا۔

نقلی (روایتی) دلیل یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد بیگ کے بزرگوں کی طرف سے ہمیں دو خط پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندہ لاہور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے،جن میں انہوں نے اپنی توبہ واستغفار کا حال لکھا ہے۔

سوان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی۔

۵۔مرزا سلطان محمد بیگ کے ڈر جانے سے اس عذاب موت کا ٹل جانا تو اس پیش گوئی میں بطور شرط مذکور نہ تھا۔مگر یہ ربانی کتابوں کی تعلیم سے ثابت ومعلوم ہے کہ خدا تعالی موقت وموعود عذاب موت کو لوگوں کے ڈر جانے سے اپنے وقت سے ٹلا دیا کرتا ہے۔اور یہ خدا تعالی کی قدیم سنت ہے۔لہذا اگر کسی خبر و پیشگوئی میں اس کا ذکر بطور شرط نہ بھی ہو تو بھی خدا تعالی اس کا لحاظ کرتا ہے اور اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۶۔اس سنت الٰہی سے مولوی عبدالجبار امرتسری،اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ابوسعید محمد حسین واقف ہیں۔اگر وہ اس سے انکار کریں تو وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں مجھ (قادیانی) سے اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ سنیں اور صرف دو گھنٹے تک مجھے انکے بیان کرنے کی مہلت دیویں۔پھر اگر ان کا یہ خیال ہوگا کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں، تو ہم دوسو روپیہ انعام دیں گے اگر وہ قسم کھا کر کہدیں گے کہ وہ دلائل باطل ہیں اور خدا تعالی کی عادت نہیں ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خوف سے تاخیر ڈال دیتا ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں) یہ مرزا صاحب قادیانی کے آٹھ صفحہ کے پورے مطالب کا خلاصہ ہے اب ناظرین اس پر ہمارے ریمارکس (تشریحات) سنیں:

نمبر اول میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس پیش گوئی کا بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی یہ اس لئے فرمایا ہے کہ احمد بیگ مر چکا تھا، نہ مرتا تو یہی چھوٹا حصہ ہو جاتا۔

مگر قادیانی کے اصل الہام اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۴۵، اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے خط ۴ مئی ۱۸۹۳ء اور اس کے مضمون صفحہ ۸۰ شہادت القرآن منقول صفحہ ۱۸۷ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے ملاحظہ سے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ بڑا حصہ اس کا اور اصل مقصود الہام منکوحہ آسمانی قادیانی کا اس کے پاس آنا ہے۔ موت مرزا احمد بیگ تو اس کا ایک چھوٹا حصہ اور ایک ذریعہ یا زینہ ہے۔ اس کو بڑا حصہ قرار دینا مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹ ہے۔

☆ نمبر ۲ میں جو مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ پہلے حصہ کے پورا ہونے کا صاحب اشاعۃ السنہ نے اعتراف کرلیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی سچا ہے تو بتا دے کہ اشاعۃ السنہ کا یہ اعتراف کس صفحہ میں مرقوم ہے۔ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۹ جلد ۱۵ نمبر ۲ میں تو اس کے وقوع سے لاعلمی ظاہر کی گئی ہے۔

☆ نمبر ۳ میں جو قادیانی نے مرزا سلطان احمد بیگ کا ڈر جانا بیان کیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے۔ ہم نے ایک دوست (منشی محمد سعید راولپنڈی) کی معرفت مرزا سلطان محمد بیگ سے اس امر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں ڈر جانے سے انکار کیا یہ سوال و جواب بالفاظ ذیل ہوئے:

سوال: غلام احمد کے الہام سے آپ کے دل پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا آپ ڈر گئے تھے یا نہیں۔

جواب۔ مرزا صاحب کو میں جھوٹا اور دروغ گو جانتا ہوں اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گذار ہوں۔ سلطان محمد بیگ بقلم خود۔

ناظرین! کیا آپ جانتے ہیں کہ درصورت انکار خوف مرزا سلطان محمد بیگ سے قادیانی نے قسم کا مطالبہ بوعدہ انعام ایک ہزار لغایت چہار ہزار کیوں نہیں کیا، جیسا کہ آتھم سے کیا تھا؟ اس کی وجہ ہم سے سنیں۔ قادیانی کو خوب یقین تھا کہ سلطان محمد مسلمان، پھر نوجوان، پھر انگریزی خواں،

پھر پولیس والوں کا صحبتی اور متعلق ہے، وہ اپنے سچے انکار پر فوراً قسم کھا کر روپئہ وصول کرے گا۔ آتھم کی طرح بڈھا اور ضعیف القلب عیسائی نہیں کہ وہ سچی قسم سے بھی ڈر جائے گا۔

☆ نمبر۴ میں جو سلطان محمد کے ڈر جانے پر عقلی دلیل بیان کی ہے وہ محض دروغ ومغالطہ ہے۔ عقل مند انسان اگر کسی پیشگوئی کرنے والے کو جھوٹا جانتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار اگر وہ کسی شخص کی موت کی نسبت پیش گوئی کرے، اور پھر وہ شخص فوت بھی ہو جاوے، تو وہ عقل منداس موت کو پیش گوئی کا اثر نہیں سمجھتا اور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بناء علیہ، احمد بیگ کی موت سے سلطان محمد کا ڈر جانا لازمی اور ضروری نہیں ۔

اور جو نقلی (روایتی) دلیل بیان کی ہے۔ وہ ہرگز لائق اعتماد وقبول نہیں کیونکہ اس روایت کے راوی اور ان خطوں کے کاتب حکیم فضل الٰہی (متوطن کوٹ بھوانی داس ضلع گجرانوالہ، مقیم لاہور) سے خاکسار نے اپنے فرودگاہ لاہور میں بلا کر حال دریافت کیا تو انہوں نے چند اشخاص کے سامنے اقرار واظہار کیا کہ، ان خطوط کا کاتب میں ہی ہوں ،۔اوران کی یہ روایت قادیانی کی تائید وتصدیق میں درج ذیل تین وجہ سے لائق اعتماد نہیں۔

وجہ اول کہ ان خطوں میں بقول مرزا قادیانی وحسب بیان حکیم صاحب مرزا سلطان محمد بیگ کا کوئی اعتراف قصور وتوبہ درج نہیں۔ جو کچھ ہے ان کے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ واز آنحالیکہ قصور نکاح ثانی زوجہ آسمانی مرزا قادیانی کا مرتکب اور اصل مباشر خود مرزا سلطان محمد بیگ ہیں، نہ ان کے بزرگ جو صرف معاون ومشیر ہیں۔ لہذا وہ اعتراف قصور وتوبہ اصل مباشر کے انکار واصرار کے مقابل کان لم یکن وناقابل اعتبار ہے۔

وجہ دوم یہ کہ مرزا سلطان محمد نے اپنی اس تحریر میں جو ہمارے سوالات کے جوابات میں انہوں نے ارسال کی ہے، اس سے بھی انکار کیا ہے کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کوئی خط متضمن توبہ واستغفار مرزا غلام احمد قادیانی کے نام بھیجا ہو۔ لہذا ان خطوں کا اعتراف قصور وتوبہ باوجودیکہ وہ غیر مباشر کا اعتراف ہے، اور غیر راقم کی قلم سے لکھا ہوا ہے، لائق اعتبار نہیں۔

وجہ سوم یہ کہ اس اعتراف توبہ کے ناقل وکاتب حکیم فضل الٰہی ہیں اور وہ قادیانی کے چھپے حواری اور ذو الوجھین (دورخے) ہیں۔ مسلمانوں کی جماعت میں وہ جب آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں قادیانی کا حواری نہیں ہوں، اور جب قادیانی کے حواریوں اور مریدوں سے خلوت کرتے ہیں تو ان کے ہم صفیر و مددگار بن جاتے ہیں انکی اس دوسری حالت پر سردست تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں

پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ ان کے خاص مذہبی جلسوں اور کمیٹیوں کے ممبر ہوتے ہیں اور ان کی بعض مذہبی مجلسیں انہی کے خاص اہتمام سے اور انہی کے خاص مکان پر ہوتی ہیں۔ اس کی تصدیق چاہو تو حافظ فضل احمد و مولا بخش کا اشتہار مباحثہ جو حکیم صاحب ہی کے مکان کے پتہ سے جاری کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ وہ وقتاً فوقتاً قادیانی کے عقائد کفریہ کی تائید وتصدیق کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو دفعہ خاکسار کے فرودگاہ پر آئے اور عقائد قادیانی کے حامی بنے۔ ایک دفعہ اس بات کا ثبوت لے کر آئے کہ جو قادیانی نے ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے، یہ کفر نہیں۔ دوسری دفعہ اس امر کا ثبوت آپ نے پیش کیا کہ جو قادیانی نے آیت ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد کو اپنے اوپر لگایا ہے، یہ کفر نہیں۔ جب ہم نے ان باتوں کا کفر ہونا ان کے سامنے ثابت کیا، تو باوجودیکہ عاجز ولاجواب ہو گئے مگر پھر بھی ان باتوں میں مرزا قادیانی کی تائید کرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس لاجواب ہونے کے بعد شیخ محی الدین واعظ انجمن حمایتا سلام کے نام اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ :

جو قادیانی نے اپنے آپ کو مرسل یزدانی لکھا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔،

اور اس کی تفصیل میں پورا مرزائی بن کر دکھا دیا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ قادیانی کے حواریوں اور اس کا مذہب پھیلانے والوں کو تبرعاً واحساناً بلا معاوضہ مالی مدد دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ (ساکن موضع بدوملہی) قادیانی کی تائید میں برسر بازار وعظ کہتا پھرتا تھا، اس کو حکیم (فضل الٰہی) صاحب نے

علی رؤس الاشہاد دو روپیہ دیئے تا کہ اور لوگ بھی ان کی تقلید کریں اور اس کو مالی مدد دیں۔

ان وجوہات ثلاثہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب، قادیانی کے حواری ہیں۔لہذا ان کی روایت و شہادت قادیانی کی تائید میں مقبول نہیں۔

☆ مرزا سلطان محمد کے خوف پر عقلی و نقلی دلیلیں بیان کر کے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے:

کہ ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی،

یہ بھی محض جھوٹ ہے اور بناء فاسد علی الفاسد ۔آپ کو یہ یقین یا کم سے کم ظن غالب یا ادنی درجہ کا وہم بھی اس کا گذرتا تو آپ ۶۔اکتوبر۱۸۹۴ء سے پہلے اس مضمون کا اشتہار جاری کرتے ۔آپ اشتہار جاری کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ اپنی محبوبہ زوجہ کا حمل اور مبغوضہ زوجہ کی طلاق اور اولاد کو عاق کرنے کے اشتہار سے نہیں رک سکے۔پس اگر ان کو کچھ بھی اشارہ عالم بالا سے ہوتا، یا آپ کا ملہم (معلم الملکوت) آپ کو القاء کرتا یا واقعہ میں آپ کو کوئی خط بزرگان سلطان محمد کی طرف سے ملتا تو آپ ضرور اس کا اشتہار کر دیتے۔تاریخ وفات مرزا سلطان محمد گذر گئی اور اس کی صحت کے ساتھ زندگی آپ کی شرمندگی کا موجب ہوئی، تب آپ نے اپنے ایک چھپے حواری (حکیم فضل الہی) کی مدد سے یہ ڈھکوسلہ بنالیا۔

نمبر ۵ میں جو آپ نے ڈر جانے سے الٰہی وعدہ عذاب کے ٹل جانے کو سنت قدیم خداوندی قرار دیا ہے، یہ بھی محض کذب ہے جس کا کافی بیان اس جلد (اشاعۃ السنہ) میں ہو چکا ہے۔

۶۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ نمبر ۶ میں جو آپ نے ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قسم اس بیان پر چاہی ہے، اس قسم کیلئے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں، حاضر ہے۔مگر اس پر انعام دوسو روپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسو روپیہ کے آپکے مسلمان ہو جانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے۔اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جو از قسم مال نہ ہوگا۔اس کا اظہار آپ کے عقائد کفریہ سے تائب ہونے سے انکار کے بعد کیا جائے گا۔

قسم کے نادرست ہونے پر آپ مجھے کوئی ڈرسنانا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد تین دن مقرر کریں۔ زیادہ میعاد مقرر کریں گے تو اس کو منظور نہ کیا جائے گا۔اور کمی میعاد کا آپ کو اختیار بھی دیا گیا ہے چنانچہ کسی اور جگہ معروض ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں کہ اور اگر آپ درج بالا انعام و شرط سے میری قسم منظور نہ کریں تو بالمقابل قسم پیش کریں اور اس پر وہی دوسو روپیہ جو آپ نے تجویز کئے ہیں، انعام لیں۔مگر میں آپ کے ان حواریوں کی جن کو میں آپ کی مانند دہریہ ولا مذہب جانتا ہوں، قسم ہرگز منظور نہ کرونگا (آپ اور وہ لوگ دوسو روپیہ تو کجا، دو روپیہ پر بھی قسم کھانے کو تیار ہو جائیں گے) بلکہ میں

اولاً محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی قسم چاہتا ہوں۔وہ انہی الفاظ سے، جو آپ مجھ سے کہلانا چاہتے ہیں، یہ کہیں اور اس پر قسم کھائیں کہ

میں (محمد علی) نے ان دلائل فریقین کو جو خدا کے موعود موقت عذاب کے ٹل جانے یا نہ ٹلنے کی بابت قادیانی کے اشتہارات اور اشاعۃ السنہ کے مضامین میں بیان ہوئے ہیں، غور و تعمق سے ملاحظہ کیا ہے۔میرے ایمان و کانشنس conscience کی شہادت سے قادیانی کے دلائل غالب و راجح ہیں۔ اور اشاعۃ السنہ کے دلائل مرجوح و مغلوب ہیں۔

اور مجھے موازنہ دلائل سے یقین ہو گیا ہے کہ خدا تعالی اپنے موقت و موعود عذاب موت کو لوگوں کے سچے مسلمان ہو جانے سے، بلکہ جھوٹے ایمان لانے سے، بلکہ کافر رہ کر کسی قدر ڈر جانے سے، ٹلا دیا کرتا ہے۔

اس بیان میں میں اپنے دلی اعتقاد و کانشنس کے خلاف کرتا ہوں تو خدا تعالی مجھے ایسے دکھ و عذاب سے ہلاک کرے جو کسی جھوٹے پر نہ ہوا ہو۔

محمد علی خان بہ تسلیم کذب قادیانی اس قسم سے انکار کریں تو دوسرے درجہ پر حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر اسی تفصیل سے قسم کھائیں۔

وہ بھی انکار کر جائیں تو بدرجہ سوم منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ لاہور قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ چہارم منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ قسم کھائیں۔

وہ بھی انکاری ہوں تو بدرجہ پنجم سید فتح علی شاہ ڈپٹی کلکٹر نہر قسم کھائیں۔

یہ لوگ چونکہ عربی و دینی علوم میں دخل نہیں رکھتے لہذا ان میں سے ہر ایک کو عربی عبارات کا مطلب سمجھنے کیلئے محمد احسن امروہی کو اپنے ساتھ شریک کرنا ضروری ہوگا۔اوران کو بھی ان کے ساتھ قسم کھانی پڑے گی۔اگر یہ لوگ قادیانی کے پچھلے اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہوں اور انکو ہمارے دلائل وجواب کے مقابلہ میں کمزور سمجھیں تو وہ قادیانی سے درخواست کریں کہ وہ اپنے دعوی ،الٰہی وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے پر، دیگر قوی دلائل جو وہ دو گھنٹہ میں بیان کرنا چاہتے ہیں،قلم بند کرا کر ہمارے پاس بھیج دیں اور ہم سے انکا جواب لیں۔پھر جانبین کے دلائل کا موازنہ ومقابلہ کر کے اسکے دلائل کو غالب پاویں تو اسی تفصیل اور اسی ترتیب سے قسم کھائیں اور قادیانی کو وہی انعام دلوائیں۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی،مرزائی اکابرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر وہ دلائل وعدہ عذاب موت کے ٹل جانے کے علاوہ قادیانی سے جملہ الزامات مندرجہ مضامین اربعہ

۱۔ اشاعۃ السنہ کی کیفیت سالانہ اورایک غنیم دشمن اسلام (قادیانی) پراسکی فتح یابی کا شکرانہ

۲۔لعنت اللہ علی الکاذبین مع تکملہ

۳۔حرامزادہ سے متعلق ایک سوال اوراس کا جواب

۴۔فرضی زوجہ قادیانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر مرزا قادیانی کی راست بیانی،

کا پورا جواب لکھوائیں۔اور پھراس کا جواب ہم سے لکھوا کران میں موازنہ ومقابلہ کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب کو غالب اوراشاعۃ السنہ کو مغلوب سمجھیں،تو اس پر بھی اسی ترتیب سے اوراسی تفصیل سے قسم کھائیں۔اوراس کے صلہ میں دو ہزار روپیہ انعام قادیانی کو دلوائیں۔ اس دو ہزار روپیہ کی کفالت چاہیں تو ہمارا نیا مکان (دیوان خانہ) مکفول کرالیں،جیسا کہ جواب

براہین احمدیہ کے انعام میں اپنی زمین مکفول کراتے تھے ۔

یہ بات مرزا قادیانی نے نہ مانی اور جواب مضامین اربعہ مذکور کے لکھنے کی جرئت نہ کی اور اس کے موجودہ اشتہارات کے دلائل پر مطمئن نہ ہونے کے سبب ان لوگوں نے قسم نہ کھائی تو عام مسلمان جان لیں کہ، خوف سے موعود عذاب موت ٹل جانے ، کے دعوی پر مرزا قادیانی اور اس کے اتباع مذکورین کو یقین وطمانیت نہیں ہے اور اس دعوی میں وہ ہٹ دھرمی کر رہے ہیں اور دیدہ دانستہ دھوکہ دے رہے ہیں۔

نمبر ۷ میں آپ نے منکوحہ آسمانی کی واپسی کی پھر پیش گوئی کی ہے لیکن اس کی کوئی میعاد نہیں بتائی لہذا یہ پیش گوئی آپ کے کسی دعوی الہام یا مسیحائی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ایسی پیشگوئی اگر کوئی آپ کی موجودہ منکوحہ کی نسبت کر دے کہ آپ کے مرنے کے بعد وہ اس کے نکاح میں آوے گی، تو اس سے آپ اس کو ملہم یا مسیح وغیرہ ہرگز نہیں کہیں گے۔لہذا مناسب ہے کہ اگر اس پیش گوئی سے آپ اپنا کوئی دعوی الہام یا مسیحائی وغیرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی میعاد مقرر کریں ورنہ اس کو ابھی ڈھانکے رکھیں۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۶۔ص ۱۷۹۔۱۹۶) (چودھویں صدی کا مسیح)

منکوحہ آسمانی در راست بیانی برشکست قادیانی

۱۹۰۰ء لاہور میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مرزا قادیانی کے نہ ہونے والے مباحثے کی قادیانی روایت کی تنقید میں مولانا امام الدین گجراتی نے عنوان بالا کے تحت ایک کتاب لکھی تھی، اس کتاب میں مولانا گجراتی لکھتے ہیں:

ہمارا ارادہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تمام چھوٹی بڑی پیش گوئیوں پر ایک کتاب لکھیں مگر اس وقت ہم ان کی وہ تین عظیم الشان پیش گوئیاں درج کرتے ہیں جن پر ان کو فخر و ناز اور ان کی نبوت کا دار و مدار

ہے گو کہ نبوت کے ثبوت میں پیش گوئیاں کچھ چیز نہیں ہیں۔

پیش گوئی اول: مرزا قادیانی (شہادۃ القرآن۔ص۷۹۔۸۰ میں) لکھتے ہیں:

منشی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشین گوئی یعنی موت جس کی میعاد مورخہ ۵ جون ۱۸۹۳ء سے شروع ہوتی ہے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ تقریباً یارہ ماہ باقی رہ گئے ہیں تمام پیش گوئیاں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء واماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کرسکتا خصوصاً ایسے موقعہ پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔........

دوسری پیشین گوئی، اس شخص کے لئے جو مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے عقد کرنے والا تھا کیونکہ مرزا قادیانی کا الہام زوجنا کہا اسی لڑکی کے حق میں تھا یعنی جو شخص اس لڑکی سے نکاح کرے گا تاریخ عقد سے اڑھائی سال کے اندر مر جاوے گا اوائل میں (دیگر پیشینگوئیوں کی طرح) اس پیشین گوئی کے پورا کرانے کے لئے بھی مرزا قادیانی نے حد سے زیادہ قلم وزبان کا زور لگایا اور جان توڑ کوششیں کیں کسی بزرگ نے جو مرزا قادیانی کے حالات وتصانیف سے کامل واف ہے ایک مفصل کتاب موسوم بہ کلمہ فضل رحمانی لکھی ہے اور اس میں ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کو پورا کرانے میں ناخنوں تک کا زور لگایا اور آخر میں مرزا قادیانی کے قلم کے لکھے ہوئے خطوط اس میں درج کئے جو مذکورہ بالا لڑکی کے رشتہ داروں کے نام ہیں۔ وہ ہیں تو قابل دید مگر افسوس ہے کہ اس جگہ گنجائش نہیں۔

مرزا قادیانی کے الہام کے حساب سے ان نوجوان کی (فرضی) موت کے صرف چھ ماہ باقی رہے تھے کہ ایک بارات میں دوستوں کی مجبوری سے ہم کو گوجرانوالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے میزبانوں نے مہمانوں کی خاطر داری کے لئے جو احباب منتخب کئے تھے ان میں اڑھائی سال کے اندر فرضی موت سے مرنے والا نوجوان (مرزا سلطان بیگ) بھی موجود تھا اور بوساطت ایک دوست کے نوجوان مذکور سے راقم کی ملاقات ہوئی مجھے خیال تھا کہ وہ بے چارہ حیران و پریشان ہوگا کیونکہ قانون قدرت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ کسی شخص کو جان جانے کا خوف دلایا جائے تو خواہ وہ کیسا ہی دلیر اور من چلا ہو مگر فکر اور حیرانی ضرور لاحق ہو جاتی ہے اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے اندیشوں اور خدشوں میں سرگردان رہتا ہے ہزاروں مخلوق نے ایسے فکروں میں پڑ کر حفظ امن کی ضمانتیں اور مچلکے سرکاری عدالتوں میں کرائے ہیں مگر نہیں، وہ نوجوان کچھ متفکر نہ تھا بلکہ زیادہ ہشاش بشاش تھا اس سے حسب ذیل مکالمہ ہوا:

راقم: سلام علیک۔

نوجوان۔ وعلیکم السلام

راقم: مزاج شریف۔

نوجوان۔ الحمدللہ

راقم: مجھے آپ کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی فرمایئے آپ ان دنوں حیران تو نہیں رہتے۔

نوجوان: کیوں جناب یہ کیسے، میں تو خدا کی عنایت سے اچھا ہوں۔

راقم: خدا تعالیٰ آپ کو حوادث دوران و آسیب اخوان الزمان سے محفوظ رکھے۔ میں نے جناب غلام احمد کی کتابوں میں ایک پیش گوئی پڑھی ہے جو غالباً آپ کے بارے میں ہے۔

نوجوان: ہوں! بھلا یہ بھی کوئی حیرانی کی بات ہے؟ کیا کوئی شخص کسی کے کہنے سننے سے مرجاتا ہے۔ جب تک اس کی قسمت میں جینا لکھا ہے

اگر در حیاتت نوشت است بہر
نہ مارت گزاید نہ شمشیر و زہر

راقم: مرزا قادیانی نے تو اپنے الہاموں میں پر لے درجہ کا زور دیا ہے کہ اگر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے والا تاریخ عقد نکاح سے اڑھائی برس کے اندر اندر مر نہ جاوے تو پھر میری کسی بات پر اعتبار نہ کرو اور مجھ سے زیادہ کذاب و مفتری کسی کو نہ جانو۔

نوجوان۔ سنو صاحب! اگر اس لڑکی سے عقد کرنے والا کوئی غیر قوم کا آدمی ہوتا تو کیا مجال تھی کہ عقد کے پاس بھی بھٹکتا۔ بلکہ مرزا قادیانی سے خائف ہو کر عقد کا نام بھی زبان پر نہ لاتا مگر ہم ٹھہرے ذات بھائی جو ایک دوسرے کی تہ سے بخوبی واقف ہیں۔ اور آپس کی حکمت عملیوں کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ مرزا قادیانی واقعی ایک اچھے منشی ہیں اور پولیٹکل معاملات میں ان کے ذہن خداداد کو اس حد تک رسائی ہے کہ باید و شاید۔ مگر الہام کیا؟ مرزا قادیانی نے پہلے ہمارے بزرگ مرزا احمد بیگ کو خوب دھمکایا پھر اپنے بڑے بیٹے اور ان کی والدہ کو اس کام پر آمادہ کیا پھر چھوٹے بیٹے مرزا فضل احمد کے سسرال میں اپنی قلم کے لکھے ہوئے خطوط بھیجے کہ اگر اس لڑکی کے عقد میں میری مدد نہ کرو گے تو مرزا فضل احمد تمہاری لڑکی کو چھوڑ دے گا اور اس میں تمہاری جگ ہنسائی ہوگی اور اگر فضل احمد اس کو طلاق نہ دے گا تو میں اس کو فرزندی سے عاق کر دوں گا مگر ان دھمکیوں کی کسی نے ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی اور مرزا قادیانی کو ہر طرف سے ناکامی ہوئی۔

راقم: ہم نے سنا تھا کہ اس کے علاوہ اور بھی قسما قسمی کوششیں ہوئی تھیں۔

نوجوان: یہ سچ ہے میرے پاس مرزا قادیانی کے مریدوں کے جتھے بطور سفارت آئے اور کہا کہ تم نیک آدمی اور شریف زادے ہو اور مرزا غلام احمد قادیانی ایک ولی اللہ اور کامل فقیر ہیں اور فقیر کے لنگ میں ہاتھ ڈالنا خوب نہیں اس لڑکی کو علیحدہ کر دو اور ہم سے عہد لے لو کہ ہر طرح آپ کی مدد کریں گے اور کوئی اس سے عمدہ ناتہ آپ کے لئے تجویز کر دیں گے۔ ورنہ یقین ہے کہ آپ سا حسین نوجوان مسلمان بھائی مسیح موعود امام وقت کی بد دعا سے مر جاوے گا۔

راقم: اس سفارت کا نتیجہ کیا ہوا؟

نو جوان ۔ ہیچ! کیا کوئی بے موجب اور خلاف حکم خدا و رسول اپنی بیبیوں کو علیحدہ کر سکتا ہے؟ کون احمق ایسی دل فریب باتوں میں آتا ہے۔

اس پیش گوئی کی میعاد میں جب صرف ڈیڑھ ماہ یا اس بھی کم رہ گیا اور نو جوان معہ اپنی اہلیہ راولپنڈی میں مقیم تھا تو حکیم مولوی نورالدین کے ایک شاگرد نے جو مرزا قادیانی سے بیعت کر کے مشلک ہو گیا تھا ایک احدالعین حواری کو اس مضمون کا خط لکھا:

مجھے سخت اندیشہ ہے کہ مثل دیگر پیش گوئیوں کے یہ پیش گوئی بھی وقوع میں نہ آوے کیونکہ عقد کرنے والا نو جوان تو بھلا چنگا ہے۔ بال بھر بھی ہراس نہیں۔

تو حواری کیا جواب دیتا ہے کہ اے عزیز اس نو جوان نے رجوع بحق کر لیا ہے (کیا پہلے کافر تھا) اور بذریعہ خطوط اس لڑکے کے خویش واقارب مرزا قادیانی کے حضور روتے اور گڑگڑاتے ہیں (سفید جھوٹ) پس عجب نہیں کہ پیش گوئی کی میعاد بڑھ جائے۔ چونکہ آپ نے دریافت کیا ہے اس لئے یہ کانفی ڈنشل خط آپ کو لکھا گیا۔،

یہ خط جب راولپنڈی پہنچا تو مکتوب الیہ نے ان دشنام اور سخت الفاظ کی فہرست تیار کی جو نو جوان کی زبان سے مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے حق میں نکلی تھیں اور جن معتبر اشخاص کی حاضری میں یہ سخت کلمات ایک دردمند دل سے نکلے تھے ان کے نام بھی فہرست میں درج کئے اور واحدالعین کو جتایا کہ نو جوان کا تو یہ حال ہے اور آپ فرماتے ہیں اس کی طرف سے رجوع بحق کے خطوط آرہے ہیں ۔ رجوع بحق کس جانور کا نام ہے اور یہ اس کی کیسی نرالی فلاسفی ہے جو آپ نے چھانٹی ہے۔ آپ راولپنڈی تشریف لاویں اور جو کچھ میں نے اپنے خط میں لکھا ہے اس کی تصدیق کر لیں اس کا جواب حواری مذکور نے کچھ نہ دیا اور دے ہی کیا سکتا تھا اس مقام پر چند باتیں غور طلب ہیں:

ا۔ معافی اور رجوع بحق کا کیا ثبوت ہے؟ اگر ذرہ بھر بھی نو جوان یا اس کے رشتہ داروں کی طرف سے لب جنبانی ہوتی تو مرزا قادیانی جو رائی کو پہاڑ اور قطرہ کو سمندر بنا کر دکھانے والے ہیں کتابوں

پر کتابیں اور اشتہاروں پر اشتہارات لکھ مارتے مگر خاموش رہنا پڑا۔

۲۔بی بی متنازعہ کس کے پاس ہے اور کس کے بال بچے اس کے پاس ہیں؟ یقیناً نوجوان کے پاس اور اسی کی اولاد۔

۳۔الہام کی نسبت کیا خیال کیا جاوے جو زو جنا کھا کے مضمون کا مرزا قادیانی پر نازل ہوا تھا

۴۔اگر رجوع بحق ہو گیا تھا تو مرزا قادیانی کی موجودہ بی بی (نصرت) اپنی سوت کے لئے کیوں دعائیں مانگ رہی ہے۔(دیکھو سیرت المسیح موعود۔ص ۳۲)

کہا جاتا ہے کہ کیا مرزا قادیانی وفات پا گئے ہیں یا وہ عورت مر گئی ہے جس پر اب تک بھی امید کی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے عقد میں آوے گی۔ یہ مرزا قادیانی کی جماعت کے اکثر ممبروں کے مقولے ہیں مگر بادنی تامل صاف ظاہر ہے کہ اڑھائی برس تو گذر چکے اور آئندہ کسی زمانہ میں مرزا قادیانی اس سے نکاح کر بھی لیں تو کیا فائدہ۔ جب کہ وہ بوڑھے ہوتے جاتے ہیں اور رجولیت املی کے پتوں پر ڈنڈ پیل رہی ہے (راست بیانی بر شکست قادیانی)

منکوحہ آسمانی در البیان

مولوی امام الدین سر سید احمد خان سے متاثر تھے اور مرزا قادیانی کے مخالف۔ آپ نے البیان فی حقیقت مرزا غلام احمد و سید احمد خان، کے عنوان سے ایک کتاب جولائی ۱۹۰۶ء میں تصنیف فرمائی اور اس میں دیگر باتوں کے ساتھ مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ آپ لکھتے ہیں:

جن نشانات کو مرزا صاحب نے بطور تحدی مسلمانوں کے مقابلہ میں پیش کر کر منہ کی کھائی ہے ان میں سے بھی صرف ایک نشان کا جس پر آپ کی نبوۃ یا مسیحیت کا دارومدار تھا اعادہ کیا جاتا ہے۔

اس قاتل الہام یا خونی پیش گوئی کا مرزا صاحب اپنی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۸۰۔۸۱ میں یوں ذکر فرماتے ہیں:

اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے ۲۱ستمبر ۱۸۹۳ء سے گیارہ ماہ باقی ہیں (حضرت! اب تو گیارہ ماہ چھوڑ ۱۳ برس بھی گذر چکے جو انسان کی عمر کا ایک معقول حصہ ہے جس میں آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور مردوں سے باتیں کرنے لگتا ہے اور احمد بیگ ہوشیار پوری کا داماد بمعہ اپنی زوجہ اور بال بچوں کے زندہ موجود ہے) یہ پیشگوئیاں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں (بے شک یہی باعث ہے کہ خدا نے ایک بھی پوری نہیں کی) ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں (آپ ہی خدا کے لئے انصاف کریں) کیونکہ احیا و اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں (آمنا و صدقنا) اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے اس کے دشمن کو ہلاک نہیں کرسکتا خصوصاً ایسے موقعہ پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دے (آپ کے اس مقولہ نے آپ کا من جانب اللہ نہ ہونا روز روشن کی طرح بتادیا ہے) اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل گردانے۔ (سعدی کہتا ہے: دگر رہ چہ حاجت کہ گویدکست۔ ہمیں شرم ساری عقوبت بس است) سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں ہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں (حق ہے) سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے (بہت اچھا مگر ڈھائی برس تو کب کے گذر چکے)

پھر تھوڑی دور آگے چل کر (مرزا قادیانی) یوں ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانوں کے لئے میرے صادق اور کذب کا معیار فقط یہی پیش گوئی ہے اگر درست نہ آئے تو میرے گلے میں رسا ڈالا جائے۔ (گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد معدلت مہد کے زیر سایہ رہ کر یہ بات کسی کے اختیار میں نہیں ہے) مجھے ذلیل اور خوار کیا جائے (کچھ حاجت نہیں) اور میری کسی بات کا بھی اعتبار نہ کیا جاوے (ہم آپ کے مقرر کردہ معیار سے آگے نہیں بڑھیں گے)

پھر مرزا صاحب .. اگست ۱۹۰۱ء کو جب ایک جج کے مقدمہ میں اس پیش گوئی کے آٹھ سال بعد عدالت گورداسپور میں طلب کئے گئے اور آپ پر سوالات جرح ہوئے تو ان کے جواب میں حسب ذیل لکھوایا:

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور یہ ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کتاب فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے (اخبار الحکم ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴)

مرزا صاحب نے مثل دیگر پیش گوئیوں کے اس پیش گوئی کے لئے بھی زیادہ قلم و زبان کا زور لگایا اور جان توڑ کوششیں کیں اور اس لڑکی کے ولیوں کو دردناک خطوط لکھے مگر بے سود اور لا حاصل اگرچہ وہ خطوط کتاب فضل رحمانی اور ضمیمہ شحنہ ہند میں شائع ہو چکے ہیں مگر ہم ناظرین کی سہولت کے لئے ان خطوط کو اس مقام پر نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

- مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ (سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

خاکسار غلام احمد۔۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

- مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہ اللہ تعالی۔(سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

الراقم۔ خاکسار غلام احمد۔لودیانہ اقبال گنج ۔۴ مئی ۱۸۹۰ء۔

- مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی (سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

- عزت بی بی بطرف والدہ (سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

اس حسین نوجوان کا نام غالباً سلطان محمود مرزا ہے جس کا اس لڑکی (محمدی) کے ساتھ عقد ہوا جب کہ مرزا جی کے الہام کے حساب سے اس نوجوان کی موت سے صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے تو ایک براتی کے طور پر دوستوں کی مجبوری سے ہم کو شہر گوجرانوالہ میں جانے کا اتفاق ہوا ہمارے میز بانوں نے مہمانوں کی خاطر داری کے لئے جو احباب منتخب کئے تھے ان میں وہ (اڑھائی سال کے اندر فرضی موت سے مرنے والا) نوجوان بھی موجود تھا، اور ایک دوست کی وساطت سے راقم کی نوجوان مذکور سے ملاقات ہوئی۔ مجھے خیال تھا کہ وہ بے چارہ حیران و پریشان ہوگا کیونکہ عام قاعدہ قانون

قدرت ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کی جان جانے کا خوف دلایا جائے تو خواہ وہ کیسا ہی دلیر اور من چلا کیوں نہ ہو فکر اور حیرانی ضرور ہی اس کے لاحق ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے اندیشوں اور خدشوں میں سرگردان رہتا ہے گو کہ اس کی جان جانے کی بابت سرسری طور پر یا کسی مصلحت سے ہی کیوں نہ کہا جاوے ہزار ہا مخلوقات نے ایسے ہی فکروں میں پڑ کر حفظ امن کی ضمانتیں اور مچلکے سرکاری عدالتوں میں کرائے ہیں وغیرہ، مگر نہیں وہ نوجوان کچھ متفکر نہ پایا گیا بلکہ ہشاش بشاش اور تازہ بہ تازہ نو بہ نو تھا اور راقم نے اس سے حسب ذیل مکالمہ کیا

راقم: سلام علیک مرزا صاحب

نوجوان: وعلیکم السلام

راقم: مزاج شریف

نوجوان: الحمدللہ

راقم: خدا تعالی آپ کو خوش رکھے مجھے آپ کے دیکھنے کی کمال درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ فرمایئے آپ حیران تو نہیں رہتے؟

نوجوان: کیوں جناب یہ کیسے، میں تو خدا کی عنایت اور فضل و کرم سے اچھا ہوں۔

راقم: خداوند تعالی آپ کو حوادث دوراں ہر آسیب اخوان الزمان سے محفوظ رکھے۔ میں نے جناب مرزا صاحب قادیانی کی کتابوں میں ایک پیش گوئی پڑھی ہے جو غالبًا آپ کے حق میں ہے۔

نوجوان: ... یہ بھی کوئی حیرانی کی بات ہےء؟ کیا کوئی شخص کسی کے کہنے سننے سے مرجاتا ہے؟ جب تک اس کی قسمت میں جینا لکھا ہے جیسا کہ سعدی فرماتے ہیں:

اگر در حیا تت نوشت است بہر۔ نہ مارت گزاید نہ شمشیر و زہر

راقم: مگر مرزا جی نے تو اپنے الہاموں میں پرلے درجے کا زور دیا ہے کہ اگر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے والا شخص تاریخ عقد سے اڑھائی برس کے اندر اندر مر نہ جاوے تو پھر میری کسی بات کا اعتبار نہ کرو اور مجھ سے زیادہ کذاب اور مفتری کسی کو نہ جانو۔ وغیرہ۔

نوجوان: سنو صاحب! اگر اس لڑکی کے ساتھ عقد کرنے والا کوئی غیر قوم کا آدمی ہوتا تو کیا مجال تھی کہ اس کام کے پاس تک بھی پھٹکتا بلکہ مرزا جی سے خائف ہو کر اس کام کا نام تک اپنی زبان پر نہ لاتا۔ مگر ہم ذات بھائی تو ایک دوسرے کی تہہ سے واقف ہیں اور ایک دوسرے کی حکمت عملیوں کا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ مرزائے قادیانی واقعی ایک اچھے منشی ہیں اور پولیٹکل معاملات میں ان کا خداداد ذہن اس قدر رسائی رکھتا ہے کہ شائد و باید مگر الہام کیا؟ جناب مرزا صاحب نے پہلے ہمارے بزرگ وار مرزا احمد بیگ کو خوب دھمکایا اور پھر اپنے بڑے بیٹے اور ان کی والدہ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ پر چھوٹے بیٹے مرزا فضل احمد کے سسرال میں خط لکھے کہ اگر اس لڑکی کے عقد والے معاملہ میں میری مدد نہ کرو گے تو مرزا فضل احمد تمہاری لڑکی کو طلاق دے دے گا اور اسمیں تمہاری جگ ہنسائی ہوئی۔ ورنہ میں فضل احمد مزکور کو اپنی فرزندیسے عاق کر دوں گا وغیرہ مگر ان دھمکیوں کی کسی نے ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی اور مرزا جی کو ہر ایک طرف سے ناکامی ہوئی۔

راقم: ہم نے سنا تھا کہ اس کے علاوہ اور بھی قسما قسم کی کوششیں اس بارے میں ہوئی ہیں۔

نوجوان: یہ سب سچ ہے میرے پاس مرزا جی کی جماعت کے مریدان کے جتھے بطور سفارت آئے اور مجھ کو اس طرح پر کہا کہ تم ایک نیک آدمی اور شریف زادے ہو مرزا غلام احمد صاحب اولیاء اللہ اور کامل فقیر ہیں۔ اور فقیر کے لنگ میں ہاتھ ڈالنا خوب نہیں ہے۔ اس لڑکی کو اپنے سے علیحدہ کر دو اور ہم سے عہد لے لو کہ ہم ہر طرح سے آپ کی مدد کریں گے اور کوئی اور اس سے بھی عمدہ ناطہ آپ کے لئے تجویز کر دیں گے ورنہ یقین ہے کہ آپ سا حسین نوجوان مسلمان بھائی حضرت مرزا جی مسیح موعود اور امام وقت کی بددعا سے مر جاوے۔

راقم: پھر اس سفارت کا نتیجہ کیا ہوا؟

نوجوان: ہیچ۔ کیا کوئی بے موجب اور برخلاف حکم خدا و رسول اپنی بی بیوں کو اپنے سے علیحدہ کر سکتا ہے۔ ایسا کون احمق ہے جو اس قسم کی دل فریب باتوں میں آجاوے؟ جزاک اللہ

ایک اور واقعہ بھی اس پیش گوئی کے متعلق قابل تحریر ہے۔ اس پیش گوئی کی میعاد کے پورا ہونے کو

جب کہ صرف ڈیرھ ماہ یا اس سے بھی کم عرصہ باقی رہ گیا اور یہی نوجوان جس کا اوپر ذکر ہوا بمعہ اپنی اہلیہ راولپنڈی میں مقیم تھا، تو حکیم مولوی نورالدین صاحب کے ایک شاگرد نے جس کو جناب مسیح موعود کی بیعت کا شرف حاصل ہوکر پرانا اور مشکک ہوگیا تھا ایک واحدالعین حواری کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھے سخت اندیشہ لگ رہا ہے کہ مثل دیگر پیش گوئیوں کے یہ پیش گوئی بھی شاید معرض وقوع میں نہ آئے کیونکہ وہ نوجوان عقد کرنے والا تو بھلا چنگا ہے بلکہ اس کی مزاج پر ایک بال بھر بھی ملال دکھائی نہیں دیتا۔

تو حواری مذکور کیا جواب دیتے ہیں کہ اے عزیز اس نوجوان نے رجوع بحق کر لی ہے اور بذریعہ خطوط اس لڑکی کے خویش واقارب مرزا صاحب کے حضور میں روتے اور گڑگڑاتے ہیں (سفید جھوٹ) پس عجب نہیں ہے کہ پیش گوئی مذکور کیہ میعاد اور بھی بڑھ جائے چونکہ آپ نے دریافت کیا ہے یہ اس لئے کافی ڈنشل خط آپ کو لکھا گیا ہے۔فقط۔

یہ خط جب راولپنڈی پہنچا تو اس کے مکتوب الیہ نے ان دشنام اور سخت الفاظ کی ایک فہرست تیار کی جو اس نوجوان کی زبان سے بحق مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے نکل رہی تھیں۔ اور جن معتبر اشخاص کی حاضری میں یہ سخت کلمات ایک دردمند دل سے نکلے تھے ان کے نام بھی فہرست مذکور میں درج کئے۔ اور پھر واحدالعین مذکور کو جتایا کہ اس نوجوان کا تو یہ حال ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ اس کی طرف سے رجوع بحق کے خطوط آرہے ہیں۔ رجوع بحق کس جانور کا نام ہے۔ اور یہ اس کی کیسی نرالی فلاسفی ہے جو آپ نے چھانٹی ہے آپ راولپنڈی میں تشریف لاویں اور جو کچھ میں نے اپنے خط میں لکھا ہے اس کی تصدیق کرلیں۔

اس کا جواب حواری موصوف نے کچھ نہیں دیا اور اگر سچ پوچھو تو اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اس مقام پر چند باتیں دریافت طلب ہیں:

ا۔ معافی اور رجوع بحق کا کیا ثبوت ہے؟ اگر ذرہ بھر بھی اس نوجوان یا اس کے رشتہ داروں کی طرف سے لب ہلائی جاتی تو جناب مرزا صاحب جو ایک کلوخ کو ایک پربت پہاڑ اور ایک قطرہ کو

سمندر بنا کر دکھانے والے ہیں کتابوں پر کتابیں اور اشتہاروں پر اشتہار نہ لکھ مارتے مگر خاموشی اختیار میں لانی پڑی۔

۲۔بی بی متناعہ کس کے پاس ہے؟اور کس کے بچے اس کے پاس ہیں؟ یقینی طور پر اوسی نوجوان کے پاس اور اسی نوجوان کی اولاد۔

۳۔اوس الہام کی نسبت کیا خیال کیا جاوے جو زوجنا کھا کے مضمون کا مرزا جی پر نازل ہوا تھا کہا جاتا ہے کہ کیا مرزا جی وفات پا گئے ہیں یا وہ عورت مرگئی ہے۔جس پر اب تک بھی امید کی جاتی ہے کہ مرزا صاحب کے عقد میں آوے گی۔یہ مرزا جی کی پاک جماعت کے اکثر ممبران کے مقولے ہیں حالانکہ مرزا جی اپنی لاثانی کتاب موسوم بہ انجام آتھم میں صاف بتا چکے ہیں کہ نوجوان کی طرف سے رجوع بحق ہو چکا ہے(دیکھو اشتہار مرزا جی جو اخبار شحنہ ہند کے جواب میں مرزا جی نے تحریر کیا ہے)

خیر ہمیں اس سے کیا مطلب؟ ہم تو اس بات کو دیکھنا چاہتے تھے کہ اڑھائی برس گذر چکے ہیں یا ابھی کچھ عرصہ باقی ہے۔ہم اسکا جواب لئے بنا صبر نہیں کریں گے :

ہاتھ توڑیں جائیں گے یا کھولیں گے نقاب

گورداسپور کی عدالت کے سامنے آپ نے اقرار کیا تھا کہ وہ (محمدی) میرے نکاح میں آوے گی مگر اب تو آپ کو دوسری دنیا سے پیغام آرہے ہیں۔اور بقول مولوی احمد حسن صاحب شوکت اڈیٹر شحنہ ہند،رجولیت املی کے پتوں پر ڈنڈ پیل رہی ہے،ادھر منارہ اور بہشتی قبرستان تیار ہو رہا ہے وغیرہ

کیوں جناب مرزا صاحب! یہی نشانات ہین جن پر آپ کو ناز ہے اور یہی نشانات ہیں جن کے سواء فطرتی دین یا دین اللہ اس تیرھویں صدی میں آ کر لعنتی ہو گیا ہے۔یہی نشانات ہیں جن پر آپ کے مشن کا انحصار ہے۔کیا اسی نشان کو ہم آپ کی طرف سے مسلمانوں کے سامنے پیش کریں اگر لامحالہ وہ عورت آپ کے ساتھ بیاہ کر لیتی تو اسلام کا کیا بن جاتا۔ہر زمانہ میں مسلمانوں کی لاکھوں شادیاں ہوتی ہیں اگر آپ کو ضعیف العمر سمجھ کر لڑکی کے ولیوں نے ناطہ دینے سے انکار کیا تو اس سے اسلام کا بگڑ گیا۔کیا زمانہ سلف کے منکرین کے سامنے انبیاء ایسے ہی نشانات بطور تحدی پیش کیا

کرتے تھے پس اگر رسالت ایسی ہوتی ہے جس طرح آپ کی ہے تو سلام ایسی رسالت پر۔

مرزا جی کے مرے اب اس پیش گوئی کو سچا بنانے کے لئے شائد یہ کوشش کریں کہ اس عورت کی اولاد سے مرزا صاحب کی اولاد کے ساتھ رشتہ جوڑیں مگر اس تاویل کو وہی لوگ تسلیم کریں گے جو فطرتی طور پر چغدیت کو اپنے ساتھ اس دنیا میں لائے ورنہ جسکے سر میں ایک ذرہ بھر بھی دماغ اور عقل ہے وہ پیش گوئی مذکورہ کے الفاظ کے زور پر غور کرے گا

مرزا صاحب کے اکثر مرید ہم کو سخت سست الفاظ سے یاد کریں گے اور بعض تو مغلظ گالیاں دیں گے جیسے اڈیٹر الحکم وغیرہ مگر ہم کو اس کی ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں ہے خداوند تعالی خوب جانتا ہے کہ ہمیں مرزا صاحب کے ساتھ کوئی ذاتی عناد یا خانگی رنجش نہیں ہے بلکہ ہمارا صرف یہی مدعا ہے کہ وہ سب مسلمانوں (کواندھے نہ سمجھیں؟) بلکہ ایسے دلائل سے اپنی رسالت کو پیش کریں جس کے ساتھ ہی کوئی روشن دلیل بھی ہو فرض کرو کہ جس طرح آپ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن مجید اب پرانی کتاب ہوگئی ہے اور اسلام میں کچھ جان باقی نہیں ہے تیرہ کروڑ مسلمان گمراہی پر ہیں وغیرہ مگر کیا آپ کی مذکورہ بالا ابلہ فریبیاں قابل تسلیم ہیں؟ ہرگز نہیں

کس نیاید بزیر سایہ بوم

در ہما از جہاں شود معدوم

دنیا کا ایک قاعدہ ہے کہ ایک دمڑی کی چیز خریدنی ہو تو اس کو ہزاروں دفعہ ٹھوک بجا کر دیکھتے ہیں پس کیا حال ہوگا سب سے پیاری چیز مذہب کا جس پر انسان کی دونوں جہان کی زندگی کا دارومدار ہے۔کیا فطرت یا آزادی کو فروخت کر کے غلامی خریدی جاوے جو سراسر لعنت ہے۔فتدبر۔

(البیان فی حقیقت مرزا غلام احمد وسید احمد خان۔مؤلفہ مولوی امام الدین صاحب گجراتی۔۱۹۰۶ء روزگار پریس راولپنڈی)

منکوحہ آسمانی در افادۃ الافہام میں

حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی اپنی مشہور کتاب افادۃ الافہام میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جس کو اشتہار میں شائع کیا تھا:

خدا تعالی قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کرو اور انکو کہہ دے کہ.. یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہے..اور اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑ ھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا..اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے مقرر کر رکھا ہے..کہ اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۱ص ۱۵۷۔۱۵۸)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نکاح کی بابت بڑا ہی زور لگایا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خدا کی طرف سے پیام پہنچا دیا کہ اگر نکاح نہ کر دے گا تو چناں ہوگا اور چنیں ہوگا۔مگر اس بزرگ نے ایک نہ مانی۔اس کے بعد مرزا احمد بیگ کے نام خط لکھا:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ...آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے....مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے ۔سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔..اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں

کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں ...اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے .. ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو ..میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل دعا کرتے ہیں ۔..آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کیلئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں .. اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

خاکسار غلام احمد ۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

مرزا غلام احمد قادیانی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے آسمان پر ان کو کہہ دیا ہے کہ نکاح تمہارے ہی ساتھ ہوگا اور اس لڑکی کے حصول کے لئے سلسلہ جنبانی کرو۔ معلوم نہیں باوجود اس کے کیوں اتنی عاجزی اور خوش آمد کر رہے ہیں اور پادریوں کا کیوں خوف لگا ہوا ہے کہ ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا ۔اب ان کی پریشانی کا حال اور سنیئے ۔ اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ کے نام یہ خط لکھا:

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں ۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں ۔..عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے ۔اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے ۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں ..اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی ۔..میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو ۔خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش

میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ کہیں یہ شخص مرتا بھی نہیں ..آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کولڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔..راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

البتہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اس بے کسی کی حالت میں ان کے سمدھی کو ضروری تھا کہ ان کی عاجزی پر رحم کھا کر ان کو سنبھال لیتے مگر معلوم نہیں کہ انہوں قصداً سختی اختیار کی، یا یہ سمجھ لیا تھا کہ جب خدا نے خبر دی ہے کہ مرزا قادیانی کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوگا، تو مداخلت کی ضرورت ہی کیا ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اس اظہار بے کسی اور عاجزی کے ساتھ اگر اتنا فرما دیتے کہ الہام کا ذکر برائے نام صرف دھمکی کے لئے تھا اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں تو ضرور مرزا قادیانی کے صدق کا اثر ان کے دل پر پڑتا اور رحم آ جاتا اور تعجب نہیں کہ طرف ثانی بھی اس خیال سے کہ ایک بڑا شخص توبہ کر رہا ہے اگر خدا کے واسطے نہیں تو اپنی تعلّی ہی کے واسطے ضرور قبول کر لیتے بہر حال مرزا قادیانی کا مقصود تو حاصل ہو جاتا۔

مرزا قادیانی لڑکی کے قرابت داروں کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو انہوں نے صرف خدا اور رسول ہی کی رضامندی اور دین کے واسطے یہ کام کیا۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ناحق کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے فرمایا کہ تمہارے نکاح میں وہ لڑکی آئے گی، تم سلسلہ جنبانی کرو۔ اس فقرے نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ یا حکام کو جب کوئی بات منظور ہوتی ہے تو اس کے آثار ہی کچھ اور ہوتے ہیں کہ وہ کام

بغیر پورا ہوئے رہ نہیں سکتا۔ چہ جائے کہ خالق عالم چاہے اور کسی کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہو اور اثر ہو تو ایسا کہ وہ کام کبھی نہ بننے پائے۔ اگر خدا تعالی کو مرزا غلام احمد قادیانی کا (محمدی سے) نکاح منظور ہوتا تو گھر بیٹھے مخالفین آ کر اپنی طرف سے پیام کرتے۔ دوسروں پر اثر ہونا تو درکنار خود مرزا قادیانی کے دل پر اس الہام کا کوئی اثر نہیں۔عیسائی ہندو اور دشمنوں کی طرف سے ان کو اپنی ذلت و خواری اور روسیاہی کا کچھ ایسا تصور جما ہے کہ الہام تو کیا، خدا بھی یاد نہیں آتا۔قسمیں کھا کھا کر ایک ایک سے لجاجت اور عاجزی کر رہے ہیں کہ اس وقت کو سنبھال لو۔اب ارباب دانش اپنے وجدان سے کام لیں کہ مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں کہ خدا تعالی بے پردہ ہو کر اس صفائی سے ایسے مکالمے کرتا ہے کہ دوسروں پر حجت قائم ہو سکے۔کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر اسی طرح ان کو الہام ہوا کرتے ہیں اور خود خدا سے سننے پر بھی ان کو اس قدر تر دد رہا کرتا ہے، تو پھر قرآن پر ان کو کیا ایمان اور تصدیق ہوگی؟ کیونکہ وہ تو صرف خبر ہے، کچھ خدا سے انہوں نے سنا ہی نہیں۔اور اگر سنتے بھی تو کیا ہوتا، وہی تر دد رہتا جو اس الہام میں ہے۔غرض ان قرائن سے ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ الہام خدا تعالی پر تہمت ہے، اور خدا پر تہمت کرنے والے کی تائید اور جھوٹے نبی کی مدد باعث عذاب الٰہی ہے۔اس لئے انہوں نے صرف دین داری کے لحاظ سے بغض للهی پر عمل کیا۔ورنہ دنیا داری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی پیام نہ تھا، کیونکہ لاکھوں روپئے کی جائداد اور آمدنی کس کو نصیب ہو سکتی ہے۔ان لوگوں پر ہزار آفرین ہے کہ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے دنیا کے لحاظ سے دین کو برباد نہیں کیا۔اس موقع میں ان کے دین کی شکایت بالکل بے موقع ہے۔

مرزا قادیانی نے سمدھی کی تحریر پر کفایت نہ کر کے سمدھن صاحبہ کے نام بھی یہ خط لکھا:

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر

یہ ارادہ موقوف کراؤ۔...اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔..طلاق نامہ..کا مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں...اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا..مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا، اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہیگا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

بیچاری سمدھن صاحبہ کی مصیبت کا حال بیان سے خارج ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی سفارش کرتی ہیں تو غضب الٰہی کا خوف ہے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور اگر نہیں کرتیں تو بیٹی بیوہ ہوئی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں پر لڑکیوں کے بے شوہر ہونے کا کس قدر غم ہوتا ہے۔ مگر سبحان اللہ کیسی ایمان دار با خدا اور مستقل مزاج بی بی ہیں کہ خوف الٰہی کے مقابلے میں اپنی لڑکی کی بیوگی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا، اور صاف کہہ دیا کہ بے شک فضل احمد (ہماری بیٹی کو) طلاق دے دے، ہم راضی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مرزا احمد بیگ کے خط میں لکھا ہے کہ رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو، حالانکہ مرزا قادیانی کے ساتھ ان کا کوئی ایسا رشتہ نہ تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی اس تحریر سے مستفاد ہے، کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار تھا، اگر کوئی قرابت ہوتی تو یہ مقام اس کی تصریح کا تھا کہ، باوجود یہ کہ میں تمہارا بھانجا بھتیجا ہوں، پھر کیوں دریغ کیا جاتا ہے۔ اور کوئی رشتہ نہ ہونے کی تصریح خود اسی خط میں موجود ہے کہ مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ نے صاف کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے، ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص (قادیانی) کیا بلا ہے۔ یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ غرض کہ ایک فرضی رشتے (مولانا انوار اللہ خان مناسب معلومات نہ ہونے کے باعث ہوشیارپوری

بیگوں سے مرزا صاحب قادیانی کی رشتہ داری کو فرضی قرار دے رہے ہیں۔ قارئین اس کی تصحیح کر لیں۔ فریقین کے درمیان قریبی رشتہ داری تھی، جس کی وضاحت ہماری اس کتاب میں جا بجا ہوئی ہے۔ مختصراً یہ کہ محمدی، مرزا غلام احمد کی چچازاد بہن کی بیٹی تھی، بہاء) کو توڑنے پر تو فرماتے ہیں کہ خدا سے خوف کرو اور اپنے فرزند کو صاف فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو طلاق مغلظہ دے دو۔ حالانکہ نفس طلاق کا ابغض الاشیاء ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ اس پر طلاق مغلظہ بدعی جس کی قباحت احادیث صحاح میں مذکور ہے۔

حیرت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بیچاری بہو کا کیا قصور تھا۔ اگر باوجود باپ کی موجودگی کے پھوپھی کو ولایت ہوتی، تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ اقتداری کام میں قصور کیا گیا۔ مگر جب بھی ماں کے قصور کی سزا بیٹی کو دینا اور خوش دامن کا غصہ داماد پر نکال کر اس کو محروم الارث کر دینا نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً۔ اللہ فرماتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر:۷)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس فرضی قرابت کو توڑنے پر تو خوف الٰہی یاد دلایا، اور خود کتنے واقعی رشتے توڑ رہے ہیں؛ زوجیت، مصاہرت، ابنیت، اور نام کو بھی خوف الٰہی نہیں۔ حالانکہ نسبی رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیا زبان سے کہہ دینے سے ابنیت باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہی زبان سے کہہ دینا مفید ہوتا تو متبنّٰی کو حصہ دلایا جاتا حالانکہ حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے:

و ما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلك قولكم بافواهكم

عصائے موسیٰ صفحہ ۲۳۱۔۲۳۲ میں (منشی الٰہی بخش لاہوری نے) لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن کر دیا.. اور ایسا ہی پہلی اولاد پسروں کو بلا دلیل شرعی عاق کر دیا۔ بی بی کی خاطر اور نفسانی خواہش سے قرآن کی مخالفت کرنا خدا پرستی سے کس قدر دور ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ للرّجال نصيب ممّا ترك الوالدان (نساء:۷) یعنی ماں باپ کے ترکے میں لڑکوں کا ایک حصہ ہے،

اور مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں میرا لڑکا میراث سے ایک پیسہ اور ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اس پیرانہ سری میں مرزا جی کو یہ کیونکر گوارا ہوا کہ اگر اپنی دلہن نہ آئے تو اپنا لڑکا بھی ہر قسم کے عیش و

عشرت سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا جائے ۔ بی بی سے دائمی مفارقت ہو۔ ماں باپ اوراولاد میں تفرقہ عظیم پڑے ۔کھانے کو ایک دانہ نہ ملے، خانہ بربادی ہو۔کیا اولیاء اللہ قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کے ایسے مطیع ہوا کرتے ہیں۔پھراپنی بہو کی طرف سے ان کی والدہ کوخط لکھوایا :

اگرتم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔اگرنہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔

اس خط پر مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ نوٹ رقم فرمایا: اگر نکاح رک نہیں سکتا، پھر بلاتوقف (فضل احمد کی بیوی) عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دوتا کہ اس کو لے جائے۔

غرض کہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ تدبیریں کی گئیں۔احتمال مطلب براری پر خود مرزا غلام احمد نے متعدد خطوط لکھے، اوروں سے لکھوائے، خوش آمدیں کیں، مسجدوں میں دعائیں کرائیں، خدا کی طرف سے اپنا ذاتی سنا ہوا پیام پہنچایا کہ اس لڑکی کا نکاح اپنے ہی سے ہوگا، اور اگر نہ ہوگا تو خاندان تباہ ہوجائے گا۔اور یہاں تک عاجزی کی کہ اگر یہ نکاح نہ ہو، تو میں ذلیل ہوں گا۔ میرا منہ کالا ہوگا۔عیسائی ہنسیں گے۔ ہندوخوش ہوں گے۔اور یہ بھی دھمکی دی کہ اللہ ورسول کے دین کی ذلت ہوگی، وغیرذالک۔مگرکوئی تدبیر مفید نہ ہوئی، اورآخراس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان محمد بیگ کے ساتھ ہو ہی گیا جس کو تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور وہ اب تک صحیح وسالم موجود ہے۔چنانچہ الہامات مرزا صفحہ ۵۷۔۵۸ میں مولانا ثناءاللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ:

وہ (یعنی مرزا سلطان محمد) مررزا غلام احمد قادیانی کے سینے پر مونگ دلتا ہوا زندہ ہے اوراسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرہ اور صلوتیں سناتا ہے۔،

اس کاروائی میں مریدوں پر عجیب مصیبت ہوگی۔ پیر کی نسبت تو یہ خیال کرہی نہیں سکتے کہ بشارت الٰہی اورسلسلہ جنبانی کی خبر خداتعالی طرف سے جھوٹ دی تھی ۔مرزا غلام احمد قادیانی تو اس جھوٹ سے بری ہوگئے مگراس کے ساتھ ہی خدا تعالی کی طرف ذہن منتقل ہوا ہوگا کہ اس کے کیا معنی کہ بشارت بھی دی گئی، اورطرف ثانی پرحکم بھی بھیج دیا، اوراعلان شائع کرنے کی اجازت بھی ہوگئی،

جس سے تمام عیسائی ہندو مسلمان ہمہ تن گوش ہو گئے کہ اب مبارک باد کے نعرے قادیان میں بلند ہوتے ہیں۔مگر وہاں کیا تھا،صدائے برنخواست کا مضمون صادق آ گیا اور طرفہ یہ کہ صرف سعی سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں، یہاں سعی بلیغ سے بھی کچھ کام نہ نکلا، اور وہ بشارت اور حکم بے کار گیا ۔عجیب گومگو کی بات ہے۔خدا تعالی اگر بشارت اور حکم نہ دیتا تو مرزا غلام احمد قادیانی کو اتنی پریشانی اٹھانی نہ پڑتی، اور نہ اس قدر رسوائی ہوتی۔اعلی درجہ کے مرید تو آخر کچھ بات بنا ہی لیتے ہونگے مگر ضعیف الایمان لوگوں کی تو مٹی خراب ہوگئی۔معلوم نہیں کہ خدا تعالی کے اخبار میں کیسی کیسی بدگمانیوں کا موقع ان کو مل گیا ہوگا اور قرآن سے ایمان کس طرح ہٹ گیا ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

مرزا سلطان محمد الہامی مدت (روز نکاح سے اڑھائی سال) میں اس وجہ سے نہیں مرا کہ اور پیش گوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے ان میں یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی..اور اس واقعے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں، اور مارے ڈر کے کلیجے کانپ اٹھے۔پس ضرور تھا کہ اس درجے کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا۔سو وہ لوگ احمق کاذب ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کا انتظار ہے۔(سراج منیر۔ص ۳۳ حاشیہ)

مرزا سلطان محمد بیگ کی موت کے انتظار میں بجائے ڈھائی سال، چودہ پندرہ سال تو گذر گئے۔اب اگر انتظار ہے تو صرف موت کا ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی موت کا بھی انتظار ہو گا۔مگر اس میں پیش گوئی کے کسی پہلو کو دخل نہیں ہے، یہاں کلام اس میں ہے کہ بدیہی طور پر یہ پیش گوئی پوری کیوں کر ہوگئی۔اس پیش گوئی میں تو مرزا غلام احمد قادیانی نے شرط نہیں لگائی تھی کہ سلطان محمد بیگ توبہ کریں گے تو میعادی موت ٹل جائے گی۔البتہ عبداللہ آتھم کی موت میں یہ شرط تھی۔مگر یہ دونوں واقعے مستقل اور علیحدہ ہیں جن میں کوئی تعلق نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں جو پہلے الہامات میں شائع ہو چکا ہے وہی کافی ہے یعنی ڈپٹی عبداللہ آتھم والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پیش گوئی کسی کی موت پر مرزا قادیانی کرتے ہیں اگر وہ مدت مقررہ پر نہ مرے،تو یہ سمجھا جائے کہ اس نے توبہ کر لی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسی پیش گوئیوں پر جرأت کیا کرتے ہیں۔سنا جاتا تھا کہ کسی نجومی نے اعلان دیا تھا کہ میں اپنی زوجہ کی تائید سے جو پیش گوئی کرتا ہوں،وہ کبھی جھوٹ نہیں نکلتی۔اس کا سرّ (بھید) یہ تھا کہ مرد جو کہتا،اس کے خلاف عورت کہتی۔مثلاً اگر مرد کہتا کہ آج پانی برسے گا،تو عورت کہتی نہیں برسے گا۔غرض ایک کا قول ضرور صحیح نکلتا مرزا قادیانی نے ایسی تدبیر نکالی کہ کسی دوسرے کی تائید کی بھی ضرورت نہ رہی۔مدت کتنی گذر جائے کہہ دیا جائیگا کہ توبہ کی وجہ سے وہ مدت ٹل گئی ۔..ان کی جرأت اور ڈھٹائی لطف کے قابل ہے کہ جس پیشگوئی کی نسبت خود فرماتے ہیں:

کہ دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہوگا جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ہزارہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد بصدق دل دعا کرتے ہیں۔،

ایسی عظیم الشان پیش گوئی کی مدت معینہ گذر جانے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر پوری ہوگئی اسلئے کہ آتھم کے جیسا انہوں نے بھی توبہ کر لی۔اس لئے نہ مرے۔دس لاکھ آدمیوں کے مقابلے میں ایسی بات کہنی معمولی غیرت وحیا والے کا کام نہیں۔کاش مرزا غلام احمد قادیانی الہام کے وقت ملہم سے پوچھ لیتے کہ حضرت اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم والے الہام کے بعد جیسی رسوائی ہوئی اور بجائے اس کے تصدیق کرنے والوں میں ترقی ہو،بہت سے مرید مرتد ہوگئے،اگر اس پیش گوئی میں بھی وہی بات ہے تو میں اس الہام سے معافی چاہتا ہوں۔کسی میرے دشمن پر یہ الہام فرمایا جائے تاکہ اس کی رسوائی دیکھ کر میں خوش ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت پیش گوئی میں کس لحاظ سے رکھی گئی۔اگر واقع میں ان کی عمر اتنی ہی باقی تھی جس کو کشف سے مرزا صاحب قادیانی نے معلوم کیا تھا،تو یقیناً

کشف کی غلطی ثابت ہوگئی اور توبہ اس میں کچھ مفید نہیں۔اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے:

اذا جاء اجلهم لا يستا خرون سا عةً وّ لا يستقد مون (اعراف:۳۴)۔

اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی طرف سے مقرر کی تھی تا کہ معلوم ہو کہ لوگوں کی موت و حیات میں ان کو دخل ہے،تو ڈھائی سال کی کیا ضرورت تھی۔ کہہ دیتے کہ ادھر نکاح ہوا اور ادھر دولہا مر گیا۔اور اگر خدا نے خبر دی تھی تو ان کے خدا کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔ جب معجزہ اپنے نبی کا دکھانا منظور تھا تو مفصل خبر دیتا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو ڈھائی سال میں مر یگا،اور کرلے تو دس سال یا بیس سال میں ۔افسوس ہے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ساتھ اپنے خدا کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

خاص طور پر غور کرنے کا یہاں یہ مقام ہے کہ مرزا قادیانی نے جو کھلے الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا اور اگر دوسرے کے ساتھ نکاح ہو تو ڈھائی سال تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائے گا۔

پھر نہ مرزا غلام احمد قادیانی سے اس لڑکی (محمدی بنت مرزا احمد بیگ) کا نکاح ہوا، نہ اس مدت معینہ میں (سلطان محمد۔ بہاء) کا انتقال ہوا۔اب اس سے کیا سمجھا جائے۔کیا فی الحقیقت خدا نے ان کو یہ خبریں دی ہوں گی، یا وہ مرزا قادیانی کی تراشی ہوئی ہیں۔جب ہم خدا تعالی کی شان پر اور مرزا قادیانی کی کاروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدا تعالی پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے،مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے،خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کی ہے۔

اس سے یہ امر بھی مبرہن ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے۔اور صرف جھوٹ ہی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا،غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکہ کھا کر یقین کر لیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے۔

جب تک مدت مذکورہ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہراً

مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھہرائی ہے، تو ممکن بلکہ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور کسی کو مجال نہ تھی کہ چون و چرا کرے کیونکہ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ہندو، پادری وغیرہ ساکت بلکہ اس فکر میں تھے کہ یہ پیش گوئی پوری ہو جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ غرض ہزاروں آدمی تین سال سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا قادیانی اس مدت میں خوش تھے کہ تین برس تک تو عیسویت بغیر کھٹکے چل جائیگی۔ اس کے بعد اگر زندگی باقی رہے تو کوئی بات بنالی جائے گی اور بے وقوفوں کو دھوکہ دینا کون سی بڑی بات ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرما دیا کہ بھائیو! ان لوگوں نے توبہ کر لی ہے اسلئے بچ گئے۔ خوش اعتقادوں نے یہ سن کر پھر دھوکہ کھائے اور کسی نے اس کو نہ سمجھا۔ ورنہ دریافت کر لیتے کہ حضرت! خدا نے آپ کے ذریعہ سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ نکاح نہ کر دیں تو تین سال میں ان کو سزائے موت ہوگی۔ اور انہوں نے تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا۔ یہاں تک کہ مدت بھی گذر گئی اور اس کے بعد بھی اسی نافرمانی میں اڑے ہوئے ہیں کہ مرزا قادیانی کے خدا کی بات تو ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی۔ اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسخ کر کے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آپ کے ساتھ (محمدی کا) نکاح کر دیتے۔

جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اس موقع میں قسم کھائی، حضرت عیسیٰؑ کی موت کے باب میں بھی لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہہ دیا ہے کہ عیسیٰؑ مر گئے۔

اس قسم کے معاملات میں مرزا قادیانی کی قسموں کا حال پورے طور پر نہ کھلتا تھا، مگر خدا تعالیٰ کی قدرت سے ایک معاملہ ایسا در پیش ہو گیا کہ بہ مجبوری ان کو ایسے امر میں قسم کھانے کی ضرورت ہوئی جس سے تمام قسموں کی حقیقت کھل جائے۔ سوچا تو یہ تھا کہ یہ قسم کچھ کام کر جائے گی اور لوگ اس کا اعتبار کر کے نکاح کر دیں گے مگر معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا کہ وہی قسم وبال جان ہو گئی اور کل قسموں کا حال اس نے کھول دیا۔

ہر دین میں قسم ایک بھاری چیز سمجھی جاتی ہے کہ کوئی جاہل بھی جھوٹی قسم کھانے پر جرأت نہیں کرتا

اوراس کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور ہمارے دین میں تو اس پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔اب اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کی قسموں کا یہ حال ہوتو ان کے تمام دعووں کا کیا حال ہوگا۔

عن عمرا ن بن حصین قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من حلف علی یمین مصبورۃ کا ذ باً فلیتبوأ بو جھہ مقعدہ من النار۔ (ابو داؤد باب التغلیظ فی الیمین الفاجرۃ) یعنی نبی ﷺ نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

باوجود یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر قوائے نفسانیہ کی اصلاح ان کی ب تک نہ ہوئی۔دیکھئے اپنے نکاح کے واسطے کتنے لوگوں سے قطع رحمی انہوں نے کی،حالانکہ اس باب میں یہ حدیثیں وارد ہیں:

عن ابی ھر یرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الرحم سجنۃ من الرحمن فقال اللّٰہ من وصلك و صلتہ و من قطعك قطعتہ۔ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ۔ و عن جبیر ابن مطعم قال قال رسو ل اللہ لا ید خل الجنۃ قا طع ر حم ۔(متفق علیہ ۔کذا فی المشکوۃ با ب البر و الصلۃ)

یعنی جو شخص قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور خدا سے تعلقات اس کے قطع ہو جائیں گے اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی تعلق حق تعالی سے تھا بھی تو اس کاروائی سے منقطع ہو گیا اور یہ حدیث بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نبوت تو کیا ان کی ولایت بھی نہیں بلکہ وہ جنت سے روک دیئے گئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے غصے سے اپنی اولاد کو جو محروم الارث کر دیا،اس میں سراسر خدا تعالی کے کلام کی مخالفت کی۔خدا تعالی فرماتا ہے:

یو صیکم اللّٰہ فی اولاد کم، للذّ کر مثل حظّ الانثیین (نساء:۱۱)

للرّجال نصیب مّمّا تر ك الوا لدان (نساء:۷)

دیکھئے حق تعالی اولاد کا حصہ مقرر کر کے بلفظ وصیت ارشاد فرماتا ہے کہ ہر حصے دار کا حصہ دیا کرو۔مگر

مرزا غلام احمد قادیانی نے شاید یہ سمجھا کہ یوصیکم اللّٰہ کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے، اور خود مسلمان تو ہیں ہی نہیں، اس لئے خطاب سے خارج ہیں، کیونکہ نبوت کی طرف ترقی کر گئے ہیں۔ مگر یہ خیال ایک جہت سے صحیح نہیں، اس لئے کہ جب ہمارے نبی ﷺ کے امتی ہونے کا دعوی ہے، تو اس خطاب میں بھی شریک ہونا چاہیے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی سمدھن کے بھائی صاحب نے حدیث شریف البغض للّٰہ پر عمل کر کے مرزا قادیانی کو لڑکی نہیں دی، حالانکہ شرعاً ان کو اس کی ضرورت تھی اس کا مواخذہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی بہو بیٹے سمدھن اور سمدھی سے ایسے طور پر کیا کہ ان کی عمر بھر کیلئے کافی ہے اور خدا کے ارشاد و لا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر: ۷) کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اب اہل انصاف غور کریں کی کلام الٰہی کی انکے نزدیک کچھ بھی وقعت ہے؟

جب مقتدائے قوم نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امتیوں کا کیا حال ہو۔ ان کے استدلال کے لئے کافی ہے کہ ہمارے نبی (مرزا صاحب) غصے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اب یہ کون پوچھتا ہے کہ مرزا قادیانی کا غصہ بجا تھا، یا بیجا، جس کی وجہ سے قرآن چھوڑ دیا گیا۔ اور ظاہر تو بے جا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نکاح کی وجہ سے فرزند محروم الارث کر دیئے گئے جس سے بڑی دلیل ان کی امت کہ یہ مل گئی کہ بے جا بات پر بھی غصہ آ جائے تو قرآن ترک دینا اور نیز قوائے شہوانیہ کے غلبے سے مرتکب گناہ کبیرہ یعنی قطع رحمی وغیرہ ہونا ایک مسنون طریقہ ہے جس پر انکے نبی (مرزا قادیانی) کا عمل ہے۔ جب قرآن کریم کا یہ حال ہو کہ غلبہ قوائے شہوانیہ وغضبانیہ سے متروک العمل ہو جائے تو حدیث کو کون پوچھے۔ اس کی تو پہلے ہی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے توہین کر دی ہے۔ اب دیکھئے اس الہام سے کتنے امور مستفاد ہیں: جھوٹ، خدا پر افتراء، قطع رحمی، ظلم کو قسم کے ساتھ موکد کرنا، جھوٹی قسم کھانا، الہام بنالینا، بے گناہ سے مواخذہ، طلاق بدعی کا حکم، وارث کو محروم الارث کر دیا، وغیرہ۔

جب ایک پیش گوئی میں اتنی کاروائیاں ہوں تو سمجھ سکتے ہیں کہ کل کا کیا حال ہوگا، اور اپنی غرض کے لئے خدا کی طرف سے جھوٹا پیغام پہنچانے میں تو ان کا رسول اللہ ہونا کس قدر بدیہی البطلان ہے۔

(افادۃ الافہام مصنفہ مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی)

منکوحہ آسمانی در معیار المسیح

حافظ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف نے درج بالا عنوان کے تحت ایک کتاب ردقادیانیت میں تحریر فرمائی جس میں آپ نے مرزا غلام احمد کی آسمانی منکوحہ والی پیشگوئی پر بھی بحث فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ﷺ نے عیسی بن مریم کہا ہے، نہ کہ مثیل اس کا اور اترنے کے معنی بلندی سے اترنا، نہ کہ زمین میں میں سے پیدا ہونا اور جو کہ فرمایا اس کی تعریف میں حاکم عادل ہوگا، آپ فرمایئے کہ مرزا جی نے کون سا حکم اور کون سا عدل کیا ہے وہ تو ساری عمر انگریزوں کے محکوم رہے۔ اب ان کے عدل کا حال سنیئے۔ ہم وہ خطوط نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے پاس بھیجے تھے ان کے دیکھنے سے مرزا صاحب کا پورا روشن ہو جائے گا چنانچہ مرزا جی کا پہلا خط یہ ہے:

❁ مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ (سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

❁ مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب (سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

❁ مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی (سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

❁ عزت بی بی بطرف والدہ (سابقاً نقل ہو چکا۔ بہاء)

پس خان صاحب آپ کو بخوبی عدل مرزا صاحب کا ان خطوط سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ پس میں بھی کچھ جتا دیتا ہوں اگرچہ ہندی کے چندے کی کچھ ضرورت نہ تھی مگر مکتوب الیہ میرا چنداں لائق نہیں۔ سنیئے صاحب اگر کچھ قصور تھا تو مرزا احمد بیگ کا تھا اس کی بہن کا کچھ بھی قصور نہ تھا۔ اچھا

بالفرض مانا کہ اس نے بھائی کو بھائی نہ سمجھا یا اس کی بیٹی کا کیا قصور کہ وہ بے چاری مطلقہ ہو کر اپنے حصہ زوج سے شرعاً محروم کی جائے اور فضل احمد بے چارے پر یہ سزا کہ اس بے گناہ کو اگر طلاق نہ دے تو اس کو عاق کیا جائے اور ایک دانہ اور ایک پیسہ بھی مرزا صاحب کی وراثت سے اس کو نہ ملے (یہی تو دجال کی نشانیوں میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کی نہ مانے گا تو اس کے ہاتھ میں ایک فلوس تک نہ رہے گا)۔ ایسا شہوت پرست نہ کہیں دیکھا نہ سنا۔ خصوصاً نبی آخر الزمان کہلانے والا بایں صفت موصوف نہیں ہوسکتا (نعوذ باللہ من ذلك) اور دیکھئے صاحب رشتہ ناطہ توڑنے والے کو قرآن شریف اور احادیث میں کن لفظوں سے پکارا گیا ہے اور کن گروہ میں شامل کیا گیا ہے اور کیا سزا اس پر ہے:

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض و تقطعوا ارحا مكم ۔اولئك الذين لعنهم الله فا صمهم و اعمى ابصار هم ۔ افلا يتد برو ن القرآن ام على قلو ب اقفا لها ۔ ان الذين ارتدوا على اد با رهم بعد ما تبين لهم الهدى الشيطان مو لى لهم و املى لهم ۔

ترجمہ: پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور توڑو قرابتیں اپنی۔ یہ لوگ جنہیں لعنت کی ہے ان کو اللہ نے پس بہرا کر دیا ان کو اور اندھا کر دیا آنکھوں ان کی کو کیا پس نہیں فکر کرتے بیچ قرآن کے کیا او پر دلوں کے قفل ہیں ان کے تحقیق جو لوگ پھر گئے او پر پیٹھوں اپنی کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوا واسطے ان کے ہدایت شیطان نے زینت دلائی ہے واسطے ان کے اور ڈھیل دلائی دی ہے واسطے ان کے۔

اس آیت سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ خدا تعالی نے بڑی لعنت کی ہے ایسے کام کرنے والوں کو اور مفسد قرار دیا ہے۔ یہ آیت جو نقل کی گئی ہے سپارہ ۲۶ سورۃ محمد کے تیسرے رکوع میں ہے۔ اور دوسری ایک اور آیت:

ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی و ینھی عن الفحشاء و

المنکر و البغی یعظکم لعلکم تذ کرون ۔

تحقیق اللہ تعالی حکم کرتا ہے ساتھ عدل کے اور احسان کے اور دینی قرابت والوں کے اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نا معقول سے اور سرکشی سے نصیحت کرتا ہے تم کو تا کہ تم نصیحت پکڑ و۔

یہ خدا کا فرمان صاف صاف ہے کہ عدل کرو اور احسان کرو اور صلہ رحمی کرو اور برے کاموں سے بچو جب قطع رحمی کی بنا ایک شہور پرستی پر مبنی ہو تو کیسی فضیحت ہے اگر آپ فرماویں کہ مرزا صاحب کی درخواست شہوت رانی کے لئے نہیں تھی وہ خدا کا حکم تھا اور خدا نے ان کا نکاح آسمان پر کیا تھا اس لئے مرزا صاحب تبلیغ احکام الہی کرتے تھے تو اس حکم خدا کے پورے نہ ہونے سے سب باتیں درہم برہم ہو گئیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو الہام ربانی نہیں ہوا، بلکہ شیطانی ہوا۔ اور الہام شیطانی کے بارہ میں خدا نے خود قرآن شریف میں فرمایا ہے چنانچہ یہ آیت:

هل انبئكم على من تنزل الشيا طين ۔ تنزل على كل افاك ا ثيم ۔ يلقون السمع و اكثرهم كا ذبو ن ۔

ترجمہ: کیا بتلاؤں میں تم کو اوپر کس کے اترے ہیں شیطان اترتے ہیں اور ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے رکھتے شیطان کان اپنے اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو الہام مرزا صاحب کو ہوا تھا جھوٹا نکلا۔ ایسی اور بہت سی آیات ہیں کہ صلہ رحمی کو محمود اور قطع رحمی کو مردود قرار دیتی ہیں اور کئی حدیثیں بھی لکھتا ہوں۔

قال رسول الله ﷺ ما من ذنب ا خرى ان يجعل الله لصاحبه العقوبة فى الد نيا مع ما يؤخره فى الارض من ابغى و قطعت الرحم ۔ رواه الترمذى و ابو دا ؤد ۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں کوئی گناہ لائق تر اس بات کے کہ جلدی کرے اللہ تعالی صاحب گناہ کو عذاب دنیا میں باوجود ذخیرہ کرنے اس کے بیچ آخرت کے نکل جانے سے اطاعت امام سے اور کاٹنے ناطے کے سے۔

وعن عبد اللہ بن ابی اوفی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تنزل الرحمۃ علی قوم فیھم قاطع رحم ۔ رواہ البھیقی فی شعب الایمان ۔

ترجمہ: اور روایت ہے عبداللہ بن ابی اوفی سے کہ کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے نہیں اترتی رحمت اس قوم پر کہ اس میں کاٹنے والا ہوتا ہے ناطے کا۔

ایسی اور بہت سی احادیث ہیں جن کے معنی یہی ہیں۔ آپ کو اس تحریر سے عدل مرزا کا بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا۔ ایسا عدل جو قرآن اور حدیث کے مخالف ہو اس کو ظلم کہا جاتا ہے نہ کہ عدل پھر اسی حدیث ابو ہریرہ میں جو نزول عیسی میں لکھی گئی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ عیسی بن مریم صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے یعنی سوائے ایمان کے اور کوئی وجہ سبب امان کا نہ ہوگا۔ پس فرمایئے کہ آپ کے مرزا نے کتنے عیسائی مسلمان کئے اور کتنے غیر مذاہب والوں کو اسلام پر لائے۔

دوسری حدیث نزول عیسی میں یہ ہے:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی ارض فیتزوج و یولد و یمکث خمس و اربعون سنۃ ثم یموت فیدفن ... قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر ۔ رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء ۔

ترجمہ۔ روائت ہے عبداللہ بن عمر سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسی بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہریں گے زمین میں پینتالیس (۴۵) برس پھر وصال فرمائیں گے عیسی پس دفن کئے جائیں نزدیک میرے پس اٹھوں گا میں اور عیسی ابن مریم ایک مقبرہ میں درمیان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے۔

پس اس حدیث کی رو سے بھی سندھی بیگ، عیسی بن مریم نہیں بن سکتا۔ حضرت ﷺ نے اس حدیث میں عیسی بن مریم کہا ہے جو آسمان سے زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس زمین پر رہیں گے اگر ان مرزا صاحب کا جب سے یہ پیدا ہوئے ہیں زمانہ نزول تصور کیا جائے تو اسّی (۸۰)

نوے(۹۰) برس کے مابین ہوگا اور اگر ان کے دعوی میعاد مقرر کیا جائے تو ۴۵ سال سے بہت کم، یہ دونوں صورتیں مخالف پڑتی ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے اسی حدیث میں فرمایا ہے کہ جب وہ اتریں گے تو نکاح کریں گے۔ آپ فرمایئے کہ آپ کے عیسی بعد دعوی نبوت کتنے نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے مگر کامیاب نہ ہوئے، اور اسی حدیث میں ہے کہ وہ مر کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے ۔اور اس کے رفع شک کے لئے فرمایا کہ ہم اٹھیں گے بھی ایک مقبرہ سے مزید براں یہ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے درمیان سے، حالانکہ مرزا صاحب قادیان میں مدفون ہیں۔ اگر ان سب احادیث اور آیات کے تاویلاً کچھ اور معنی لئے جائیں جو اصل کے مخالف ہوں تو خلاف جمیع امت مرحومہ کا آتا ہے کیونکہ نہ کسی اصحاب نے یہ معنی تاویلی ملحوظ رکھے ہیں اور نہ اجماع امت کا اس پر ہے (مرزا صاحب اس آیت کی رو سے جہنمی قرار دیئے جاتے ہیں و من يشا قق الرسو ل من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المو منين نو له ماتو لى و نصله جهنم و ساء ت مصيرا ۔ترجمہ: اور جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئے واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کے مخالف راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اسکو جدھر متوجہ ہوا اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری ہے جگہ پھر جانے کی۔ بہاء)

(معیار المسیح)

☆☆☆

و صلى الله على خير خلقه محمد و آله و صحبه اجمعين

فقیر بارگاہ صمدی ۔محمد بہاء الدین۔ ۲۸ دسمبر ۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم الله الر حمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و ہشتم (۲۸)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

منکوحہ آسمانی (۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ بست وہشتم (۲۸)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین
صفحات	۳۵۴
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منکوحہ آسمانی در المسیح الدجال

مرزا غلام احمد قادیانی کے سابق مرید ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے جب ردّ قادیانیت کا کام شروع کیا تو انہوں نے جگہ جگہ جا کر لیکچروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پھر انہوں نے تحریری محاذ پر بھی خوب کام کیا۔ ان کی ایک کتاب کا نام المسیح الدجال ہے جس میں آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی پر بھی بحث کی ہے ۔۱۹۰۷ء میں شائع ہونے والی اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالحکیم لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد اور لڑکی کی نسبت پیش گوئی

قادیانی اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کا اقتباس:

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا
قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے ایک موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا اور تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگا۔ جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی

اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے انّا زو جنا کھا ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا

كذ بوا بآ يا تنا و كا نوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم اللّٰه و يردّها اليك لا تبديل لكلمات اللّٰه انّ ربك فعّال لما يريد انت معى و انا معك عسى ان يّبعثك ر بك مقا ماً محمو داً ۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔تو میرے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب تجھے وہ مقام ملے گا جس میں تیری تعریف کی جاوے گی۔

رسالہ شہادت القرآن میں (مرزا قادیانی نے) اس کی میعاد ۲۱ ستمبر ۱۸۹۲ء سے قریباً گیارہ مہینہ باقی بتلائے ہیں، اس لئے ۲۱۔اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا احمد بیگ کا داماد فوت ہونا چاہیے تھا مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک (۱۹۰۶ء) زندہ ہے اور بدستور مرزا کا مخالف ہے۔ پہلے نان کمشن افسر تھا۔ اب کمیشن افسر ہے۔مرزا قادیانی نے ظاہری اسباب میں بھی اس نکاح کے لئے بڑی کوششیں کیں چنانچہ جب مرزا کو خبر ملی کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی اور جگہ کرنے والا ہے، تب ۴ مئی ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک طویل خط بڑے زور شور سے مرزا علی شیر بیگ کے نام لکھا جو یوں ہے:

❁ مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب (سلسلہ ہذا کی جلد ۲۷ میں سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

❁ اسی تاریخ کو ایک خط عزت بی بی کی والدہ کے نام لکھا جو یوں ہے: (سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

❁ تیسرا خط اسی مضمون کا مرزا نے اپنی بہو سے لکھوا کر اس کی والدہ کی طرف بھیجا:

(سابقاً نقل ہو چکا۔بہاء)

✿ چوتھا خط مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کو اسی مضمون پر لکھا۔

مگر مرزا تمام تدابیر میں ناکام رہے اور ان کی آسمانی منکوحہ اب تک مرزا سلطان محمد کے تحت میں ہے جس کو ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء تک فوت ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر مرزا اس میں بھی یہی کہتے ہیں کہ احمد بیگ تو مر گیا، اور اس کا داماد سلطان محمد خوف اور توبہ کی وجہ سے بچ گیا۔ کیا سلطان محمد مرزا کا مرید ہو گیا اور ان کی آسمانی منکوحہ کو چھوڑ کر مرزا کے حوالہ کر دیا ہے؟ اور الہام کا اصل جزء یعنی محمدی کا مرزا کے نکاح میں آنا پورا ہو گیا؟ جو تمام قضیہ کی بنیاد ہے اور جس کی الہام میں یہ الفاظ تھے:

انّا زوّجنا کھا فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّ ھا الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔انّ ربك فعّال لما یرید ۔ کہ اللہ ان سب کے مقابلہ پر تیرے واسطے کافی ہوگا اور اس کو تیری طرف واپس لے آئے گا اللہ کے الفاظ بدل نہیں سکتے تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے قدرت حق کا عجب ایک تماشہ ہوگا کیونکہ اس کے معنی یہی ہیں کہ آپکی آسمانی منکوحہ دوسرے انسان کے تحت میں ہے اور گیا رہ بچہ جن چکی ہے۔ (منقول از المسیح الدجال)

منکوحہ آسمانی در ذکر الحکیم عرف کانا دجال

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے اگست ۱۹۰۷ء میں اپنا رسالہ ذکر الحکیم عرف کانا دجال، شائع کیا تو اس میں بھی مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کو فراموش نہیں کیا۔ آپ نے لکھا:

۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت الہامات شائع کئے:

انا زوجنا کھا ہم نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔

فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّ ھا الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ انّ ربك فعّال لما یرید ۔اللہ ان کے مقابلہ پر تجھے کفایت کرے گا اور اس کو تیرے پاس واپس لائے گا۔ اللہ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بے شک تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔

مگر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی جائے گی تو اس کا خاوند روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور اس کا والد تین سال تک اور ان کے گھر پر تنگی اور تفرقہ اور مصیبت پڑیں گے۔ پھر ۱۸۹۲ء میں اس لڑکی کا نکاح سلطان محمد سے ہوا جس کو پیش گوئی کے مطابق ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء کو فوت ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک (۱۹۰۷ء) زندہ ہے۔ پہلے ایک سپاہی تھا ان نان کمیشن افسر ہے اور اس بیوی سے کئی بچے ہو چکے ہیں ۔مرزا احمد بیگ ضرور تین سال کے اندر فوت ہوا باقی تمام دعوے خاک میں مل گئے۔

۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی، ملا محمد بخش اور ابوالحسن تبتّی کی ذلت اور عذاب کی بابت بڑے زبردست الفاظ میں پیشگوئی کی کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ میں وہ سخت ذلیل ہوں گے اور عذاب شدید میں مبتلا۔ تب وہ اپنے کئے پر پچھتائینگے۔ اللہ کے عذاب سے کوئی ان کو بچا نہ سکے گا۔ مگر وہ آج اگست ۱۹۰۷ء تک سلامت اور باعزت موجود ہیں (مولانا سید ابوالحسن تبتّی ۱۳۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ بہاء)۔

منکوحہ آسمانی در فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی

حکیم حافظ محمد دین آف ضلع لاہور نے ردقادیانیت کے موضوع پر اپنی کتاب: فیصلہ قرآنی، تکذیب قادیانی لکھی، تو اس میں مختصراً منکوحہ آسمانی کا ذکر بھی آ گیا۔ حکیم محمد دین صاحب لکھتے ہیں:۔

مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوتے ہیں۔ لیکن اظہر من الشّمس ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات جھوٹے ہوتے ہیں اس امر کی تصدیق کے لئے شہادت ان کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین سلطان العارفین المشہور لال بیگ چوہڑوں کے پیر جو کہ وہ اپنی کتاب گل شگفت صفحہ ۱۸ بابت الہام مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

میں مرزا امام الدین حقیقی چچازاد بھائی ملہم کاذب قادیانی کا ہوں اور اس کے چال چلن سے ابتداء سے آج تک بخوبی واقف ہوں، غیر کو کیا خبر ہے۔ اس خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہتا ہوں جو

عالمین ہے کہ جس قدر اسکے دعاوی الہامات ہیں سب غلط اور لچر پوچ ہیں اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا تو میں اس کا پیرو ہوتا۔ جس مکر کو مکار پورا کرنا چاہتے ہیں تو چار مکار متفق ہوکر پورا کرتے ہیں۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ہم طوالت کے لئے سب عبارت نہیں لکھ سکتے، صرف تین الہام جو مرزا امام الدین سلطان العارفین رسالہ گل شگفت میں لکھتے ہیں ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

سنو الہام کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا، اور نام اس کا انموائیل ہوگا، اور وہ ایسا ہوگا، اور ایسا ہوگا، تمام جہان کو فیضان اس کا پہنچے گا۔

بفضل خدا بجائے انموائیل کے انموائیلی ہوگئی۔ پھر مجدد (مرزا غلام احمد) صاحب نے پہلوئے مکر بدل کر جواب دیا کہ میں نے اس حمل سے نہیں کہا تھا۔

دوسرے حمل سے لڑکا تو پیدا ہوا، اور پھر دو چند اس لڑکے کی تعریف لکھی، یہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔

وہ بھی لڑکا تین سال زندہ رہ کر مر گیا اور ملہم صاحب کو شرمندہ کر گیا۔

پھر الہام ہوا کہ عبداللہ آتھم صاحب فلانے مہینے اور فلانے روز مرے گا۔ اگر اس روز نہ مرے گا تو میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے پھانسی دلایا جائے۔

وہ (آتھم) بھی بفضل خدا اس تاریخ پر نہ فوت ہوا، اور چاروں طرف سے لعنت اللہ علی الکاذبین کی بارش ہونے لگی تو آٹھ روز تک شرمندہ ہوکر گھر سے نہ نکلا۔

پھر الہام ہوا مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی میری زوجہ بنے گی۔ اگر وارثان لڑکی دوسری جگہ نکاح کریں گے تو وہ خاوند اس کا تین سال میں مرے گا (اڑھائی سال میں مریگا۔ بہاء) اور وہ پھر میری زوجہ بنے گی۔

وارث لڑکی آدمی عقل مند تھا اس نے اس کو جھوٹا سمجھ کر موضع پٹی مغلاں میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔

بفضل خدا وہ لڑکی اب صاحب اولاد ہے، اور اپنے خاوند کے گھر آباد ہے۔

پھر ایک لڑکے ہندو ساکن قادیان کو کہا گیا کہ تیری نسبت الہام نازل ہوا کہ دو برس کے عرصہ میں اگر تو مسلمان ہوگیا تو بہتر ورنہ مر جائے گا۔

یہ بھی الہام بفضل خدا جھوٹا نکلا اور صدہا الہام ایسے جھوٹے اور لغو ہیں اور پوچ ہیں۔ اگر ان کو تفصیل سے لکھا جائے تو گویا ایک دفتر چاہیے۔

(حکیم محمد دین صاحب فرماتے ہیں) ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں: کیا حضور سچے مدعی ہیں یا مرزا امام الدین صاحب جو کہ وہ بالمیکی اور لال بیگی اور سلطان العارفین اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔

ناظرین اصل میں پنجاب خراب ہے۔ اگر کوئی شخص ایک کام کرنے لگتا ہے، تو بیسیوں اور بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں، گو ان کو فائدہ ہو یا نہ ہو مگر دوسرے کے کام میں ہرج ہو ہی جاتا ہے۔ دور نہ جایئے پہلے مرزا غلام احمد نے صاحب نے دعوی مجددیت کیا، پھر آپ کے حقیقی چچا زاد بھائی مرزا امام الدین لال بیگ بن کر چوہڑوں کے پیر بن بیٹھے۔ پھر مرزا غلام احمد نے دوسرا دعوی مہدویت کر لیا حالانکہ پہلے بھی دعوی مہدویت ایک شخص سوڈانی نے کیا ہوا تھا۔ اب کوئٹہ اور کابل میں مدعی مہدویت سنے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کیا وہ مدعی سچے ہیں یا آپ؟ (فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی)

منکوحہ آسمانی در مرقع قادیانی

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ:

ہم نے مسیح موعود کو کیا دیکھ کر قبول کیا

کے عنوان سے ایک طویل مضمون قادیانی اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء میں نکلا ہے جو کئی ایک نمبروں میں ختم ہوا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ دو فقروں میں ہے جو مرزائی راقم ہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے دعوی کا دار و مدار آ کر آخر کار اسی مرکز پر ٹھہرتا ہے کہ یہ تمام اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے اور کہ اسلام میں یہ طاقت موجود ہے کہ اس کی پیروی کرنے

سے اس کا ایک سچا پیرو وحی والہام سے مشرف کیا جا سکتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس پہلو کو اختیار کریں جو اصل الاصول اور نتیجہ خیز پہلو ہے (الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء۔ ص ۷ کالم ۲)

مرزائی راقم مضمون کی یہ تقریر دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو یہ کہ اسلام میں یہ برکت ہے۔ بہت خوب ہمیں اس سے تو بحث نہیں۔ دوسرا حصہ جو آپ کی اصل مراد ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب اس کا زندہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی ہمیشہ اسلام کا نمونہ اپنے وجود بے جود ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ (دیکھو تریاق القلوب۔ ص ۵۴؛ قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۲۴۹)

پس اس دوسرے حصہ پر ہماری بحث ہوگی، یعنی اس امر پر کہ مرزا صاحب واقعی مورد الہام و وحی ہیں۔ لیکن اس بحث سے پہلے ہم ناظرین کو ایک خوش خبری سناتے ہیں کہ مرزائی جنگ کا صحیح نقشہ جو ہم نے آج سے سالہا سال پہلے پبلک میں پیش کیا تھا جس کو اس وقت مرزائیوں نے غلط سمجھا تھا، راقم مضمون نے اسی کو صحیح سمجھا ہے۔ وہ نقشہ ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھ دیا تھا کہ مرزائی مباحث میں زور صرف اس بات پر ہونا چاہیے کہ مرزا جی کے الہامات صحیح ہیں یا غلط؟ اس کا نتیجہ بھی یہی بتلایا تھا کہ اگر مرزا جی اپنے الہامات میں سچے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ پھر جو کچھ وہ فرمائیں یا کسی آیت کی تفسیر کرینگے وہی صحیح ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے الہامات میں کاذب ہیں تو گو بعض فروعی مسائل میں وہ حق بجانب ہوں یا ان کا پہلو قوی ہو تو بھی وہ مسیح موعود یا مہدی مسعود نہیں ہو سکتے۔ الحمد للہ کہ ہمارا پیش کردہ نقشہ آج مرزائی کیمپ میں بھی منظور ہو گیا۔

الحمد للہ کہ موضوع بحث تو مقرر ہو گیا، اس لئے سڑک صاف ہے۔ پس اب ہم ناظرین کو خوش خبری سناتے ہیں کہ اس موضوع میں ہمارا ایک زبردست رسالہ ہے جس کا نام ہے، الہامات مرزا۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے الہامات کا وہ مدلل خاکہ اڑایا ہے کہ آج تک نہ مرزا قادیانی سے نہ کسی مرزائی سے اس کا جواب بن پڑا ہے۔ اس جگہ ہم بطور نمونہ مرزا جی کے الہامات کا نقشہ بتلاتے ہیں۔ غور سے سنئیے!

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں یوں تو بقول ان کے سینکڑوں تک پہنچتی ہیں مگر وہ عموماً اسی قسم کی

ہیں جو گذشتہ ایام میں اخبار جامع العلوم مراد آباد کے شوخ مزاج اڈیٹر نے ایک پنڈت جی کی نسبت کی تھیں کہ صبح اٹھتے ہی پنڈت جی کو پائخانہ پیشاب کی حاجت ہوگی۔ پنڈت جی کھانا کھائیں گے تو سیدھا ان کے معدہ میں اتر جائے گا۔ غرض مرزا جی کی پیش گوئیاں بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں۔ مگر چند ایسی بھی ہیں کہ ان کو مرزا صاحب خود بھی اپنے لئے مدار صدق وکذب جانتے اور بتلاتے ہیں ۔بہتر ہے کہ ان پیش گوئیوں کی فہرست مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بتلادیں۔ مرزا صاحب رسالہ شہادۃ القرآن میں عبداللہ آتھم، پنڈت لیکھ رام، مرزا احمد بیگ اوراس کے داماد کی نسبت پیش گوئیوں کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:

یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اوران میں وہ پیشگوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت عظیم الشان ہے (شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی۔ص۸۰؛ قادیانی خزائن ج۶ص۳۷۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ اوران کے داماد والی پیش گوئی کو مسلمانوں سے متعلق بتلایا ہے۔ گو ہمارا حق ہے کہ ہم سب پیش گوئیوں کی جانچ کریں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے اس تقریر میں صرف ایک ہی پیش گوئی کو ہمارے حصہ میں دیا ہے اس لئے ہم بھی سردست اسی ایک کو بطور نمونہ جانچتے ہیں۔

شکر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہوا ہے۔ آپ اپنے رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

قال انّها (عبارت اسی طرح ہے۔ ثناءاللہ) سیجعل ثیبة و یموت بعلها و ابوها الی ثلاث سنة من یوم النکاح ثمّ نردها الیك بعد موتهما و لا یکون احدهما من العاصمین۔ (اخیر صفحہ سرورق کرامات الصادقین۔قادیانی خزائن ج۷ص۱۶۲)۔

یعنی خدا نے کہا کہ وہ عورت یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی (جس کے نکاح میں آنے کے مرزا صاحب کو الہام ہوتے تھے اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی) بیوہ ہو جائے گی اس کا خاوند اوراسکا باپ روز نکاح سے تین سال

کے اندر اندر مر جائینگے۔ پھر ہم (خدا) اس کو تیرے (مرزا قادیانی کے) پاس (نکاح میں) لے آئینگے اور ان دونوں میں سے اسکی حفاظت کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔

اس تحریر میں مرزا صاحب قادیانی نے مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد (سلطان محمد) کی موت یوم نکاح سے تین سال تک بتلائی ہے۔اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ اس پیش گوئی کی آخری تاریخ کیا ہے ۔شکر بلکہ صد شکر ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیں اس امر کی تحقیق کرنے سے بھی سبک دوش کر دیا۔ آپ اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے،

(شہادۃ القرآن۔ص ۷۹؛ قادیانی خزائن۔ج ۶ص ص ۳۷۵)

یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ احمد بیگ کا داماد ۲۱۔اگست ۱۸۹۴ء کو دنیا میں نہ رہنا چاہیے تھا۔مگر ناظرین کس حیرت سے سنیں گے کہ باوجودیکہ میعاد کو ختم ہوئے آج ۲۱۔اپریل ۱۹۰۸ء۔کو تیرہ سال سات ماہ مدت گذر چکے ہیں مگر وہ جوان آج تک زندہ سلامت ہے جس کی زیست کی خبر یں سن سن کر مرزا جی اندر ہی اندر کڑھتے ہیں۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی وحی اور الہام کا نمونہ جو آپ حضرات نے دیکھ لیا۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ راقم مضمون مرزا جی کی بگڑی ہوئی وحی کو کیونکر سنوارتا ہے۔لیکن وہ یاد رکھے

تروح الی العطار تبغی شبابھا

ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

(ایک بڑھیا عورت وسمہ لینے کو جارہی تھی کہ سر کے بالوں کو سیاہ کرے ایک شوخ طبع شاعر نے اسے دیکھ کر یہ شعر پڑھا کہ عطار کے پاس جوانی کا ساز و سامان لینے چلی ہے۔ بھلا جو زمانے کے اثر سے خراب ہو چکا ہے اسے عطار کیا سنوارے گا)۔

یہ شعر مرزا صاحب اور اس کے ماننے والوں کے حق میں بہت مفید ہے۔ ہم دعویٰ سے کہتے

ہیں کہ کوئی پیش گوئی مرزا صاحب نے ایسی نہیں کی جو پیش از وقت صاف بتلائی ہو پھر اس کا وقوعہ بھی اسی طرح ہوا ہو۔اور جن کا وقوعہ بتلایا جاتا ہے وہ ایسی گول مول ہیں کہ موم کی ناک سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ہم اس بات اس امر کے ثابت کرنے کے لئے بفضلہٖ تعالی کافی مصالحہ رکھتے ہیں اچھا ہوا کہ نامہ نگار مذکور نے یہ پہلو خود ہی اختیار کیا۔(مرقع قادیانی۔اپریل۔مئی ۱۹۰۸ء)

آسمانی نکاح

مرزا غلام احمد کی موت کے بعد،حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اپنے مرقع قادیانی کے اکتوبر ۱۹۰۸ء کے شمارے میں منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی کی جو مٹی خراب ہوئی ہے،خدا کسی کی نہ کرے،لیکن تاہم حکیم نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب برابر ڈٹے ہوئے جواب دے رہے ہیں اور حدیث نبوی فاصنع ما شئت کی تصدیق کر رہے ہیں۔

پہلے ہم اس پیش گوئی کے متعلق مرزا صاحب کے اصلی الفاظ دکھاتے ہیں،اس سے بعد ان دونوں حضرات اور ان کے ماتحتوں کی تاویلات سنا کر جواب دیں گے۔

یہ مشہور قصہ ہے کہ مرزا صاحب نے احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت پیغام نکاح دیا تھا۔ جب انہوں نے کسی وجہ سے انکار کیا،تو آپ نے الہام شائع کیا کہ یوم نکاح سے تین سال تک لڑکی کا والد اور خاوند مر کر لڑکی میرے پاس بیوہ ہو کر نکاح میں آئیگی چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں

قال انها سيجعل ثيبة و يموت بعلها و ابو ها الى ثلث سنة من يو م النكا ح ثم نر د ها اليك بعد مو تهما انا را دو ها اليكلا تبد يل لكلما ت الله

(کرامات الصادقین سرورق صفحہ اخیر)یعنی خدا نے کہا کہ اس عورت کے نکاح کے روز سے اس کا خاوند اور باپ تین سال میں مر کر تیرے پاس بیوہ ہو کر آوے گی،ہم اس کو ضرور تیرے پاس لاویں گے خدا کے حکموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

یہ کہہ کر مرزا صاحب لکھتے ہیں: فانتظروا ھذہ الانباء المذکورۃ فانھا معیار لصدقی و کذبی یعنی مخالفو! تم ان خبروں کے منتظر رہو میرے صدق وکذب کے لئے یہی معیار ہیں (اگر واقع یوں ہی ہوا تو میں سچا، اور نہ ہوا تو میں جھوٹا)

گو مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کے لئے میعاد سہ سالہ لگائی تھی جو حسب بیان مرزا صاحب ستمبر ۱۸۹۳ء کو گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی (دیکھو شہادت القرآن از مرزا ص ۸۰) جس کی میعاد اگست ۱۸۹۴ء کو ختم ہو چکی، لیکن مرزا اور مرزائی یہی کہتے رہے کہ جب تک دونوں فریق (مرزا قادیانی اور آسمانی منکوحہ) زندہ ہیں، نکاح سے مایوسی کیوں ہو۔ آخر نکاح ہو کر رہے گا۔

خدا کی شان اسی گھمنڈ میں تھے کہ اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے۔ اب تو اس کا جواب اور بھی مشکل ہو گیا۔ اس لئے اس سوال کے جواب میں قادیانی پارٹی کی جو گت ہوئی ہے، خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ ایک دوسرے کے برخلاف کہتے ہیں اور جیسا کہ بھاگتوں کے ہوش نہیں ہوتے، ان کو بھی سر پیر کی خبر نہیں۔ ایک کہتا ہے آسمان پر نکاح فسخ ہو چکا تھا، دوسرا اس کو بحال رکھ کر اس کے وقوعہ کا دیگر صورت میں منتظر ہے۔ ہم ان پاگلوں کی بکواس ناظرین کو انہی کے الفاظ میں سناتے ہیں۔

اڈیٹر بدر لکھتا ہے:

حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھ دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اب اس (نکاح) کو منسوخ کر دیا ہے۔ (بدر قادیان ۱۱ جون ۱۹۰۸ء)

ایسا ہی مولوی محمد احسن امروہی بھی یوں رقم طراز ہیں:

پیش گوئی نکاح کا جواب کافی وشافی حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۰، اور تتمہ صفحہ ۱۳۲ میں لکھ دیا ہے اس کو دیکھ لو۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی ۱۹۰۸ء۔ ص ۲۵۲)

یہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ نکاح فسق ہو گیا تھا، اور اس فسخ کی شہادت مرزا صاحب قادیانی کی تحریروں میں دکھاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ ناظرین کو مرزا صاحب قادیانی کی تحریر دکھائی جائے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۰ پر مرزا جی لکھتے ہیں:

سوچنا چاہیے کہ احمد بیگ کی نسبت جو میری تکذیب کے لئے کمر بستہ تھا اور دن رات ہنسی اور ٹھٹھا کرتا تھا، کس صفائی سے پیش گوئی نے اپنا ظہور کیا اور وہ میعاد کے اندر محرقہ تپ سے شفاخانہ میں فوت ہوگیا، اور اس کے اقارب میں اس کی موت سے تہلکہ برپا ہوا۔ یہ وہی احمد بیگ ہے جس کے داماد کی نسبت اب تک ہمارے مخالف ماتم اور سیاپا کر رہے ہیں کہ کیوں نہیں مرتا۔ اور نہیں جانتے کہ دائیں ٹانگ تو اس پیش گوئی کی احمد بیگ ہی تھا جس نے اپنی جوانا مرگ مرنے سے ثابت کر دیا کہ پیش گوئی سچی ہے، تو پھر جیسا کہ پیش گوئی میں لکھا تھا کہ احمد بیگ کے موت کے قریب اور موتیں بھی اس کے عزیزوں میں ہوں گی، وہ امر بھی وقوع میں آ گیا اور احمد بیگ کا ایک لڑکا اور ہمشیرہ انہیں ایام میں فوت ہوگئیں، تو اب ہمارے مخالف بتلاویں کہ فقرہ آیہ یصبکم بعض الذی یعدکم اس پر صادق آیا یا نہیں۔

عبارت مذکورہ سے کیا ثابت ہوا؟ یہ کہ ٹاں ٹاں فش۔ اب سنئے تتمہ صفحہ ۱۳۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے درست ہے، مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ کہ

ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے دورنگی دکھائی ہے۔ نکاح فسخ ہوگیا، یا تاخیر میں پڑ گیا۔ مگر ہم اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۷ سے دکھاتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں سے وہاں صرف تاخیر لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو پس خدا نے ان کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔

اس کلام بے نظام میں مرزا نے جو کچھ کہا ہے ناظرین کے سامنے ہے ایک ہی کتاب میں تاخیر لکھی اسی کتاب کے دوسرے مقام میں فسخ اور تاخیر دونوں لکھ دی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کیوں ایسا کیا؟ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ گو مرزا جی کے دام افتادہ عقل کے دشمن ہوں مگر مرزا جی تو بڑے ہوش منداور عاقل تھے اس لئے جوں جوں گذرتے تھے مرزا جی کو نکاح سے مایوسی ہوتی جاتی تھی جب تک آپ نے صفحہ ۱۸۷ کا مضمون لکھا تھا تو کچھ امید تھی لیکن کتاب پوری کر کے اس کے تتمہ کے صفحہ ۱۳۲ تک پہونچے تو تاخیر کے ساتھ فسخ کا لفظ بھی بڑھا دیا اور مشہور مثل کو سچا کر دیا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔لیکن دانا جانتے ہیں کہ:

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مرزائیو! یہی تمہارے نبی کے پرزور الہامات تھے جن کا سر ہے نہ پیر۔ایمان سے (اگر رکھتے ہو) کہنا یہی وہ تحدی والے الہام ہیں کہ فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔کیا یہ وہی مثل نہیں جو کسی رند کی مشہور ہے کہ، بادل آتا ہے تو میں کہتا ہوں برسے گا، اور میری بیوی کہتی ہے کہ نہیں برسے گا۔آخر دو میں سے ایک سچا ہوتا ہے۔بہر حال ولایت گھر میں رہتی ہے۔

مرزائیو! آؤ اب ہم تمہیں ایک روشن دالان میں لے چلیں دیکھو مرزا جی کا اصول ہے کہ:

ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معدوم نہیں سمجھتے۔ہمیں ملزم کرنے کے واسطے ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیے اجتہادی غلطی رسولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔(تریاق القلوب۔ص ۱۴)

پس بتلاؤ نکاح کے متعلق تو الہام تھا فسخ یا تاخیر کے متعلق محض مرزا کا اپنا خیال اور اجتہاد ہے ورنہ کوئی الہام ہوتا تو دورنگی کیوں ہوتی کہ فسخ ہو گیا یا تاخیر پڑ گئی۔پس الہام کے مقابلہ میں ایسا اجتہاد بلکہ محض پیش بندی کا خیال ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔سنتے ہو یا نہیں؟

مولوی محمد احسن صاحب نے اس تاویل میں تو نکاح کے فسخ کا پہلو اختیار کیا ہے مگر دوسری تاویل میں نکاح کو بحال رکھ کر یہ تاویل کی ہے کہ خواب میں نکاح دیکھنا بڑے منصب پر دلالت کرتا ہے

نتیجہ یہ کہ مرزا کو بڑا منصب عطا ہوا کہ مرزا کے مرنے کا ذکر تمام اخباروں میں ہوا۔

(ریویو آف ریلی جنز، بابت جولائی ۱۹۰۸ء۔ص ۲۵۳)

بے حیائی تیرا آسرا۔ ناظرین! بغور دیکھیں کہ دجالی پارٹی کیسی کیسی حرکت مذبوحی کرتی ہے کہاں الہام اور کہاں خواب اور کہاں تعبیر آج تک تو دجال اکبر مخالفوں کو کہتا رہا کہ میری اس پیش گوئی کے منتظر رہو اسکے اجزاء الگ الگ کر کے مزے لیتا رہا (دیکھو شہادت القرآن ص ۸۰۔۸۱) اس کے عزیزوں کو خطوط لکھتا رہا۔ یہاں تک لکھا کہ اگر یہ واقع نہ ہوا یعنی نکاح نہ ہوا تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۴)

مگر آخر مولوی محمد احسن صاحب امروہی کی زبانی بات کھلی تو یہ کہ یہ ایک خواب تھا جس کو عربی میں احلام کہتے ہیں مگر ہم اس کے ساتھ اضغاث کا لفظ بڑھا کر اضغاث احلام نام رکھتے ہیں بس اب اتنی ہی نزاع باقی ہے سو اس کے ثبوت کے لئے ہم مفصلہ ذیل حوالے پیش کرتے ہیں۔

جون ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب پر سوال وارد ہوا کہ آپ کی آسمانی منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ ہوا تو آپ نے فرمایا: (دیکھو الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲) وحی الہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے لفظ یہ ہیں سیکفیکھم اللہ و یردھا الیك۔ یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کریگا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائیگا

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائی جاوے پس چونکہ محمدی ہمارے اقارب میں سے بلکہ قریب خاندان میں سے تھی۔ یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی۔ یعنی احمد بیگ کی پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے پہلے وہ ہمارے پاس تھی پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی سو ایسا ہی ہوگا۔

مرزائیو ایمان سے کہنا اگر ہم کہیں کہ: من چہ گویم تنبورہ من چہ گوید

تو تم لوگ خفا تو نہ ہو گے۔ خیر یہ تو تاویلات ان دو ماتحتوں (اڈیٹر بدر اور احسن صاحب) کی تھیں۔ اب سنئیے خلیفہ حکیم نورالدین کی آپ جو فرماتے ہیں وہ ایک نرالی ادا ہے۔ کیوں نہ ہو، آخر آپ ہیں کون؟

خلیفہ صاحب نے آیات قرآنی جن میں بنی اسرائیل کو ان کے سلف کی بدکاریوں پر الزام دیئے گئے ہیں پیش کر کے لکھا ہے کہ اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن مجید پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں۔ میں نے بارہا میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد لله رب العالمین ۔
(ریویو آف ریلی جنز۔ جولائی۔ ۱۹۰۸ء۔ ص ۲۷۹)۔

ناظرین یہ ہے رأس المجانین کی مجنونانہ بڑ۔ بہر حال اس میں حکیم صاحب کو تسلیم ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوا حالانکہ پہلے دو وکیلوں نے فسخ پر زور دیا تھا۔ خیر اس کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کے حضرت اقدس کی کی ہوئی سناتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت دجال اکبر اس پیشگوئی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

جب یہ پیش گوئی (نکاح والی) معلوم ہوئی ... تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا الحق من ر بك فلا تکو نن من الممتر ین ۔ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ سو اس وقت مجھ پر یہ کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن کریم میں کہا کہ تو شک مت کر سو میں نے سمجھ لیا کہ در حقیقت یہ آیت ایسے نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نا امیدی کا میرے پر ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۹۸)

ناظرین! بغور دیکھئے کہ ان دو خبطیوں کی تحریروں میں کہاں تک موافقت ہے۔ بڑا خبطی تو اس پیش گوئی کو ایسا یقینی جانتا ہے کہ سخت بیماری میں بذریعہ الہام متنبّی کیا جاتا ہے کہ شک نہ کر تیرا نکاح ضرور ہوگا۔ بھلا اگر یہ مراد ہوتی کہ مرزا کی اولاد، در اولاد کا مسماۃ مذکور کی اولاد، در اولاد سے نکاح ہو گا تو مرزا کو مرنے کے وقت اس پیش گوئی کی فکر کیوں ہوئی۔

مرزائیو! عقل کے دشمنوں! سنتے ہو؟ آؤ ہم تمہیں اور بھی کچھ سنائیں۔ گو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے کان تو ہیں، مگر تم سنتے نہیں۔ تاہم غور سے سنو۔ دجال اکبر اس نکاح والی پیش گوئی کی شہادت میں بزعم خود جناب رسالت مآب ﷺ کی حدیث شریف پیش کرتا ہے۔ غور سے سنو۔ لکھتا ہے کہ:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۳)

مرزائیو! الیس فیکم رجل رشید۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں جو اتنا تو سوچے کہ بڈھے خبطی نے اس پیش گوئی کے متعلق کیسی کیسی تشریحیں کر کے تمہارے لئے کیسے کیسے گڑھے کھود رکھے ہیں اور یہ راس المجانین تمہیں کس قعر جہنم میں ڈال رہا ہے۔ تمہارا گروجس پیش گوئی کو اپنی ذات خاص کے لئے کہتا ہے، اس سے اولاد ہونے کا امیدوار ہے، بلکہ اپنی امیدواری پر حدیث کو شہادت میں پیش کرتا ہے، خلیفہ صاحب اس کو اینچ پینچ کر کے اس کی اولاد در اولاد کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر ایک طرف ہی وسعت نہیں کرتے بلکہ دونوں طرف یعنی مرزا کی اولاد در اولاد میں سے کوئی اور مسماۃ کی اولاد در اولاد میں سے کسی وقت کسی کی شادی ہو جائے گی۔ واہ

سبحان اللہ! یہی معنی ہیں

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

او مرزائیو! آؤ ہم تمہیں ایک اور بات سنائیں۔ سنو قادیانی کرشن کیا کہتے ہیں: ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۷)

پس اب تم خود ہی سوچ لو کہ یہ دونوں بلکہ تینوں (اڈیٹر بدر، احسن امروہی اور راس المجانین) تم کو مرزا کے خلاف تاویلیں سنا سنا کر کس گڑھے میں گرا رہے ہیں۔ تم اگر سچے مرزائی ہو تو ان کی ایک نہ سنو، بلکہ مرزائی الہامات کے وہی معنی صحیح سمجھو جو خود اعلیٰ حضرت (مرزا قادیانی) نے کئے ہیں۔

(مرقع قادیانی۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

منکوحہ آسمانی در صحیفہ محبوبیہ

۱۹۰۸ء مرزا غلام احمد قادیانی کی بے نیل و مرام موت کے بعد حکیم نور الدین بھیروی ان کے جانشین ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں حیدر آباد دکن میں سیلاب آیا تو حکیم صاحب نے اس سیلاب کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی قرار دیا اور نظام دکن کو قادیانیت قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے صحیفہ آصفیہ کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس رسالے کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی پر بھی بحث کی اور لکھا:

آغاز کتاب (صحیفہ محبوبیہ) میں حوالہ منقولہ از رسالہ شہادت القرآن میں (مرزا صاحب قادیانی کی) تین پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ ایک کا بیان تو ہو چکا، دوسری کا بیان شروع ہوتا ہے۔

دوسری پیش گوئی سے ہماری مراد اس جگہ منکوحہ آسمانی والی ہے جس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی نے بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر الگ الگ اجزاء بتلائے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اس (پیش گوئی متعلقہ نکاح آسمانی) کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تما واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔ (شہادت القرآن۔ ص ۸۱)

(یہاں مرزا صاحب قادیانی نے یہ نہیں بتایا کہ، تا اس نئی بیوی سے ان کی اولاد نہ ہو جائے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی پیش گوئی موجود تھی کہ نصرت بیگم کے بعد بھی مبارک خواتین سے ان کا نکاح ہوگا اور اولاد ہوگی۔ بہاء)

اس پیش گوئی کی میعاد سہ سالہ پوری ہو گئی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جان ضغطے میں آئی تو آپ بڑی خفگی کے لہجے میں معترضین کو ڈانٹ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ طیبہ یہ ہیں:

سو چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ ساری باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جاوے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے۔

سنو! اور یاد رکھو! کہ میری پیش گوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں میں ان کا نمونہ نہ ہو۔ بے شک یہ لوگ میری تکذیب کریں۔ بے شک گالیاں دیں۔ لیکن اگر میری پیش گوئیاں نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کے نمونہ پر ہیں تو ان کی تکذیب انہیں پر لعنت ہے۔ چاہیے تھا کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔ کیا یونس کا قصہ

انہیں یاد نہیں کہ کیونکر وہ عذاب ٹل گیا جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں۔ اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہ کے لئے یہ نشان تھا اس کے مرنے کے بعد پیش گوئی سے ایسے متاثر ہوئے تھے کہ اس پیش گوئی کا نام لے لے کر روتے تھے اور پیش گوئی کی عظمت دیکھ کر اس گاؤں کے تمام مرد و عورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی تھیں کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں تھے جب تک ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گزر گئی پس اس تاخیر کا یہی سبب تھا جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا۔ خدا کے الہام میں جو توبی توبی ان البلاء علی عقبك ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی۔ اور الہام کذبوا بآیاتنا اس شرط کی طرف ایماء کر رہا تھا۔ پس جب کہ بغیر کسی شرط کے یونس کی قوم کا عذاب ٹل گیا تو شرطی پیش گوئی میں ایسے خوف کے وقت میں کیوں تاخیر ظہور میں نہ آتی۔ یہ اعتراض کیسی بے ایمانی ہے جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ میں نے نبیوں کے حوالے بیان کر دیئے، حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے رکھ دیا، مگر یہ نابکار قوم ابھی تک حیا اور شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔ یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء (یعنی آسمانی نکاح کی تنفیذ) پوری نہ ہوئی تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا اس لئے تمہیں یہ ابتلاء پیش آیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص۵۳۔۵۴)

اسی مقام کے حاشیہ پر مزید تائید کے لئے مرزا صاحب قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، اس میں کچھ خوبی نہیں، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد

سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (حاشیہ ص ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم)

ناظرین! عبارات مرقومہ بالا میں کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟ صاف صاف الفاظ میں اظہار مدعا ہے اور کھلے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ ایسا نہ ہونے سے میں تمام بدوں سے بدترین ہونگا۔

زندگی میں وعدے تو ہوتے رہے مگر آخر بقول: بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ خاتون معلومہ ابھی تک (یعنی ۱۹۰۹ء میں) زندہ سلامت ہے اور مرزا صاحب قادیانی ہمیشہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مرزا جی کے دوستو! مرزا صاحب قادیانی کا حوالہ مذکورہ بالا:

میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

دیکھ کر ہمارے ساتھ یہ کہنے میں اتفاق کر سکتے ہو کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آپ لوگ الہامی نہیں مانتے، نہ مانیں مگر ان کی لیاقت اور ہوشیاری کی تو آپ کو داد دینی ہوگی خصوصاً جب ہم ان کے واقعات آپ لوگوں کو بتلاویں گے تو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

مرزا صاحب قادیانی نے دیکھا کہ باوجود میرے مختلف حیلوں کے نکاح میں کامیابی نہیں ہوئی ،تو آپ نے ایک اور چال نکالی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا، یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے انکے اس خوف اور اسقدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۷)

اس مقام میں تو تاخیر ہی لکھی، مگر کتاب مذکور کے خاتمہ تک پہونچتے ہوئے آپ کے قوی بھی

غالباً کمزور ہوگئے ہوں گے اس لئے اس کتاب کے تتمہ میں آپ یوں گویا ہوئے کہ:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا، یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتها المرأة تو بی تو بی فا ن البلاء علی عقبك پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۱۳۳۔۱۳۴)

اللہ اکبر! کہاں اتنا زور کہ اس کے عدم وقوع پر میں (مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ میں) ہر ایک بد سے بدتر ہونگا، پھر اسی پر قناعت نہیں بلکہ حضور سید الانبیاء ﷺ فداہ ابی وامی کی ذات والا صفات پر بھی بہتان لگانے کی کوشش کی کہ آپ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ: نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

سبحان اللہ! اسی کو کہتے ہیں: کوہ کندن وکاہ برآوردن

حکیم نورالدین صاحب! آپ تو حکیم ہیں، مولوی ہیں، مناظر اور مصنف ہیں، کیا ایسی ہی پیش گوئیوں سے مخالفوں پر حجت قائم ہوسکتی ہے؟ کہ ایک وقت میں تو بڑے زور شور سے کہا جاوے کہ یہ ہوگا، وہ ہوگا، نہ ہو، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہوں گا، مگر آخر کار خاتمہ اس پر ہو کہ یہ حکم منسوخ یا ملتوی ہو کر بعد موت منسوخ ہی ٹھہرا۔ سچ ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
ومن عهدها الا يدوم لها عهد

ہاں یاد آیا کہ حکیم نورالدین صاحب اس نکاح کو نہ منسوخ کہتے ہیں نہ ملتوی، بلکہ اس کی ایک اور ہی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اے مردہ دل مخوش پئے ہجو اہل دل
جہل و قصور تست نفہمی کلام شاں

ایک لڑکی کے متعلق کہ اس سے آپ کی شادی ہوگی، اور ایک عورت سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا، اور پانچویں اولاد کی بشارت پر جو اعتراض ہیں ان کا للـــہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گا ہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے اور گا ہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے، تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے؟ حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ۔ اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں۔

(اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین، اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی۔ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت (مرزا قادیانی) کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی۔

و الحمد للہ رب العالمین۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۷۶۔۲۷۹)

ماشاءاللہ! کیا معقول جواب ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ قیامت تک مرزا جی کی اولاد میں سے یا افراد امت میں سے کسی کا آسمانی منکوحہ کی اولاد در اولاد سے نکاح ہو گیا تو بھی پیش گوئی سچی ہے۔ کیوں نہ ہو، آخر آپ حکیم ہیں فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ۔ اس جواب کی معقولیت میں تو شک نہیں، مگر افسوس ہم اس کے سمجھنے ہی سے قاصر نہیں بلکہ الہامی تصریحات کے بھی اس کو خلاف پاتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا قول ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ نکاح میری زندگی میں ہوگا بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ بموجب حدیث شریف اس زوجہ سے میری اعجازی اولاد ہوگی۔ ہاں یہ بھی مرزا جی کا قول ہے کہ: ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے

مخالف کہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی ۔ص ۷)

اسی اصول کے مطابق آپ (یعنی حکیم نورالدین) نے ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور آریہ کانفرنس میں مرزا جی کے مضمون میں الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے مکرر سہ کرر کہا تھا کہ میرا ترجمہ کسی طرح حجت نہیں ہوگا بلکہ اصل ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کرے گا۔ جب ترجمہ کرنے میں آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا اور آپ نے باوجود عربی دانی کے اپنے ترجمہ کو بھی ہیچ قرار دیا تو اب آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ صاحب الہام کی تصریح کے مخالف تشریح اور تفسیر کریں؟

حکیم صاحب! آیئے! میں آپ کو مرزا صاحب کا ایک اور کلام سناؤں۔ افسوس آپ قادیان میں رہ کر مرزا قادیانی کے ارشادات سے محروم رہتے تھے اور ہم دور رہنے والے مستفیض ہوتے تھے۔

مرزا صاحب کی زندگی میں یہ سوال پیش ہوا تھا۔ پس وہ سوال اور مرزا جی کا جواب سنئے۔ غور سے نہیں بلکہ ایمان سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سنیئے۔ ۳۰ جون ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم میں مرزا جی کا ایک خط کسی کے جواب میں چھپا ہے اس میں مذکور ہے:

اعتراض پنجم: مسماۃ محمدی کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا۔ اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب: وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے سو یہ پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں سیکفیکھم اللہ و یر د ھا الیك ۔یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا اس کو تیری طرف لائے گا۔ جاننا چاہیے کہ رد کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے ۔پس چونکہ محمدی اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچا زاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی۔ پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی۔ اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی۔ سو ایسا ہی ہوگا (الحکم مذکور کالم۲ ص ۲)

مرزا جی کے دوستو! عبارت مرقومہ بالا غور سے سمجھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے داؤ گھات سے بے خبر ہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے رازوں سے اس قدر واقف ہیں کہ تم کو اس کا علم نہیں

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستان پھر بھی

منکوحہ آسمانی اور منشی اللہ دتا

جھنگ سے منشی اللہ دتا صاحب

کرشن قادیانی کا دعوی نبوت ورسالت

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

(قادیانی) اربعین نمبر۳ کے صفحہ۲۳ میں ہے: و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔

صفحہ۲۵ پر اس کا ترجمہ ہے: ہم نے دنیا پر رحمت کے لئے تجھے (اے مرزا) بھیجا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی بذریعہ الہام بمقابلہ آیت قرآن محمدﷺ کی طرح رحمت للعالمین ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ شاید وہ طاعون وغیرہ کی پیش گوئیاں بھی اسی واسطے کرتے ہیں۔

اربعین نمبر۳ صفحہ۳۶ میں ہے: و ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى،

صفحہ۳۷ میں ترجمہ ہے: اور یہ (مرزا) اپنی طرف سے نہیں بولتا جو کچھ کہتے ہیں یہ خدا کی وحی ہے۔

قرآن مجید میں جیسا رسول خداﷺ کی ہر بات کو خدا تعالی کی وحی کہا گیا ویسا ہی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بذریعہ الہام ہر ایک بات کو خدا کی وحی کہتے ہیں مگر: چہ نسبت خاک را با عالم پاک

منشی اللہ دتا صاحب مزید لکھتے ہیں:

اب میں مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں سے چند سوالوں کے جوابوں کا طلب گار ہوتا ہوں۔

اے مرزائیو! اگر مرزا صاحب قادیانی کا یہ دعوی کہ: میری ہر بات خدا تعالی کی وحی ہے،

تمہارے نزدیک درست ہے، تو سوال یہ ہیں:

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ عنقریب تمام ہندو مسلمان ہو جائیں گے۔ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا۔

(بوقت تحریر مضمون ہذا) اس بات کو عرصہ گیارہ بارہ سال کا گذر چکا ہے۔

۱:اس عرصہ میں خاص قادیان میں کتنے ہندو مسلمان ہوئے ہیں؟

۲:اور تمام ہندوستان کے ہندوؤں کے مسلمان ہونے میں کتنا عرصہ باقی ہے؟

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

۱۸۸۷ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں تمہارے نکاح میں آوے گی۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۸ میں لکھا ہے کہ:

سخت بیماری کی حالت میں میرے دل میں پہلے الہام کے باعث یہ خیال ہوا کہ اب تک مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے میرا نکاح کیوں نہ ہوا، شائد پہلا الہام میں نے غلط سمجھا ہے، تو دوسرا الہام ہوا الحق من ربك فلا تكونن من الممترين یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے اور تو کیوں شک کرتا ہے۔

۳۔آسمانی فیصلہ (جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے) میں، مرزا صاحب قادیانی یوں لکھتے ہیں:

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں (یاد رہے کہ یہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کا ہے اور مرزا صاحب یا ان کے کاتب نے اسے دہم جولائی ۱۸۸۷ء لکھ دیا۔ بہاء) جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے

و يسئلو نك ا حق هو قل اى و ر بى انه الحق و ما انتم بمعجز ين۔

زو جنا كها لا مبد ل لكلما تى ۔

و ان يروا آ يا ته يعر ضوا و يقو لوا سحر مستمر ۔

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔

میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے

(اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی نے درج ذیل ہندسے لکھے ہیں:

۲۸۔۲۷۔۱۴۔۲۔۲۶۔۲۔۳۸۔۱۔۲۳۔۱۵۔۱۱

۱۔۲۔۲۷۔۱۴۔۱۰۔۱۔۲۸۔۲۷۔۴۷۔۱۶۔۱۱۔۳۴۔۱۴۔۱۱۔

۷۔۱۔۵۔۳۴۔۲۳۔۳۴۔۱۱۔۱۴۔۷۔۲۳۔۱۴۔۱۰۔۱۔

۱۴۔۵۔۲۸۔۷۔۳۴۔۱۔۷۔۳۴۔۱۱۔۱۶۔۱۔۱۴۔۷۔۲۔۱۔۷۔۵۔۱۔۱۴۔۲۔

۱۴۔۲۔۲۸۔۱۔۷۔

والسلام علی من فهم اسرا ر نا و اتبع الهدی)(نشان آسمانی)(بہاء)

۴: اگر سچ مچ ہی خدا تعالی نے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح اس عورت کے ساتھ باندھ دیا تھا تو پھر بغیر طلاق اور بغیر موت مرزا صاحب اس عورت کی شادی دوسرے شخص کے ساتھ کیوں ہوئی؟

۵۔ اور اس عورت کی شادی ہو جانے کے بعد مرزا قادیانی نے اشتہار میں ظاہر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اس عورت کا خاوند (سلطان محمد) ماہ نومبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا۔ مگر یہ بھی غلط نکلا کیونکہ آسمانی منکوحہ کا دوسرا خاوند (یعنی سلطان محمد) میعاد مقررہ کے اندر فوت نہ ہوا، بلکہ وہ اب تک (۱۹۰۵ء کی بات ہے) خدا کے فضل سے زندہ ہے۔

۶۔ اور اربعین نمبر۲ میں جس کو مرزا قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں تصنیف کیا ہے، لکھتے ہیں کہ یر د ها الیك

اور حاشیے میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: یـر د ها الیك سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اس عورت کا جانا اور واپس آنا شرط ہے۔۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۲ برس کے عرصہ میں ایک عورت کے شوق میں چند الہام لکھے جو غلط ہی نکلے، ناحق صادق خدا پر جھوٹ بولا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔۱۵ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۹)

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری (۱)

شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ

کرشن قادیانی اور پنڈت گردھاری لال

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

آج ہم ان دونا مور مخبروں کی خبر رسالہ کا مقابلہ ذرا تفصیل سے کرنا چاہتے ہیں اس مقابلہ میں جہاں ان دونوں کی باہمی نسبت معلوم ہو سکے گی اس خیال خام کا دفعیہ بھی ہو جائے گا جو بعض لوگ اپنی نادانی سے کرشن قادیانی کو بھی نجومی سمجھ کر ان کے الہاموں کو القاء الہی تو نہیں مگر منجموں کی سی خبر مظنو نا لصدق مانا کرتے ہیں ہمارے خیال میں مرزا صاحب کو منجم کہنا بالکل غلط ہے بلکہ مرزا صاحب قادیانی کو نجوم کے کوچہ سے بھی واقفی نہیں۔ناظرین ذرا تفصیل سے سنیں۔

ماہ فروری کے متعلق پنڈت گردھاری لال لاہوری نے اپنی جنتری میں مندرجہ ذیل احوال لکھے ہیں:

اس ماہ کی ۱۴، ۱۶ کو آسمان ابر محیط اور ۱۴، ۲۰، ۲۱ کو آسمان ابر محیط بادل کی گرج اور خفیف بارش، اور ۲۷، ۲۸ کو آسمان گرد آلود ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں کو پنڈت جی نے شمار میں نہیں لیا ان دنوں میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی۔یعنی ۱۷، ۱۸ کو نہ تو بارش ہوگی نہ ابر محیط ہوگا حالانکہ ۱۷، ۱۸ کو پنجاب میں بڑے زور کی بارش ہوئی ۱۹ کو بجائے خفیف بارش کے سخت بارش ہوئی اور ایسے سخت اولے پڑے کہ کوئی فرد انسانی ایسا نہ ہوگا جو حواس باختہ نہ ہوا ہو۔۲۰، ۲۱، ۲۷، ۲۸ کو آسمان بالکل صاف رہا اور دھوپ خوب چمک کر لگی جس سے فرمان قرآنی صاف ثابت ہو گیا لا یعلم الغیب الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔لیکن باوجود اس کے ہم پنڈت جی کی اس امر میں داد دیتے ہیں کہ وہ اپنی پیش گوئیوں کو کھلم کھلا پبلک میں شائع کر دیتے ہیں تا کہ ہر ایک کو رائے لگانے کا موقع مل سکے۔پھر مزید قابل داد بات یہ ہے کہ اس پیشگوئی کو اپنی حساب دانی کا نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ الہام ربانی یا القاء رحمانی مگر ہمارے کرشن جی کہتے تو سب کچھ ہیں مگر ہوتا کچھ بھی نہیں۔ایک تو آپ کے الہامات بھی تمام کے تمام سبحان اللہ کیا کہتے ہیں، کسی استاد نے جو اپنے محبوب سے درخواست کی ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

وہ درخواست شاید کرشن جی نے کہیں سن لی ہے اس لئے جو بات ہے گول ہے جو ادا ہے نرالی ہے

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

نمونہ کے طور پر ہم اس جگہ مرزا صاحب کرشن قادیانی کا ایک بڑا زبردست الہام پیش کرتے ہیں جس کو وہ بار بار اپنے لئے سند لایا کرتے ہیں۔ آپ کا الہام ہے شاتان تذبحان یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ ایک زمانہ تھا جب آپ کے فرضی خسر یعنی آسمانی منکوحہ کے والد جس کے ساتھ آپ کا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے مگر آج تک باوجود صدہا کوششوں کے ہنوز یہی کہتے ہیں:

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

یعنی مرزا احمد بیگ مرحوم جب مر گئے، تو اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس الہام کے معنی اور تفسیر اور تشریح خود یہ کی کہ:

دو بکریاں ذبح کی جائیں۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد (جس سے کرشن جی کی آسمانی منکوحہ بیاہی ہوئی ہے) ہے۔ (انجام آتھم ضمیمہ صفحہ ۵۷)

(مرزا صاحب قادیانی کی پوری عبارت یوں ہے:

و ان لم یعصمك الناس فیعصمك اللہ من عندہ و یعصمك اللہ من عندہ و ان لم یعصمك الناس۔ و اذ یمکر بل الذی کفتر۔ اوقد لی یا ھا ما ن۔ لعلی اطلع الی الہ موسی و انی لا ظنہ من الکا ذ بین۔ تبت یدا ابی لھب و تب۔ ما کا ن ان ید خل فیھا ا لا خا ئفاً۔ و ما اصا بك فمن اللہ۔ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر او لو العزم۔ ا لا انھا فتنۃ من اللہ لیحبّ حبا جماً۔ حبّا من اللہ العزیزا لا کر م۔ عطاءً غیر مجذوذ۔ شا تا ن تذ بحا ن۔ و کل من علیھا فا ن...

ترجمہ از مرزا قادیانی۔ یعنی خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خدا تجھے بچائے گا اگر چہ لوگ نہ بچائیں۔ وہ زمانہ یاد کر کہ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا۔ اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ کہے گا کہ میں اس کے خدا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ یعنی با خدا ہونے کا دعوی سراسر کذب ہے، کوئی تعلق خدا تعالی سے نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہو گیا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہو گئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا اور

ہاتھ جو کسب معاش کا ذریعہ ہیں نکمے ہو جائیں گے یعنی اس پر فقر و فاقہ کی مصیبت نازل ہوگی اور اپنے مقاصد میں ناکام رہے گا اور رسوا ہو جائے گا۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص کے دعوی اسلام اور مولویت کے لائق نہ تھا کہ تکفیر اور تکذیب پر جرأت کرتا اور اس نازک مقدمہ میں چالاکی کے ساتھ دخل دیتا۔ ہاں یہ چاہیے تھا کہ صحت نیت اور خوف دل کے ساتھ اپنے شکوک رفع کراتا۔ اور پھر فرمایا کہ اس شخص کے منصوبوں سے جو کچھ تجھ کو ضرر پہنچے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب یہ تکفیر اور تکذیب کرے گا تو اس وقت ملک میں ایک بڑا فتنہ برپا ہوگا۔ وہ فتنہ انسان کی طرف سے نہیں بلکہ تیرے خدا نے یہی چاہا تا وہ تجھ سے نہایت درجہ کی محبت کرے کیونکہ ہر ایک اصطفاء ابتلاء کے بعد ہوتا ہے۔ خدا کی محبت بڑے قدر کے لائق ہے کیونکہ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ کریم ہے۔ پس جس سے وہ محبت کرے گا اس کی تمام امیدیں کامیابی کا انجام رکھتی ہیں اور اس کی یہ عطا غیر منقطع ہے۔ اس کے بعد یوں ہوگا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد میرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تم سست مت ہو اور غم مت کرو کیونکہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور پھر فرمایا کہ ہم نے تجھے جھلی کھلی فتح دی ہے یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تا کہ تیرا خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے یعنی کامل عزت اور قبولیت عطا کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کا تمام گناہ کا بخش دینا اس محاورہ پر استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ پر راضی ہو جائے اور پھر فرمایا کہ خدا اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔ وہ اس کو ان تمام الزاموں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جاتے ہیں اور وہ بندہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے۔

ان پیش گوئیوں میں علاوہ اور پیش گوئیوں کے جو ان کے ضمن میں بیان کی گئیں دو بکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی احمد بیگ اور اس کے داماد کی طرف اشارہ ہے۔ الخ۔ انجام آتھم ضمیمہ۔ ص ۵۵۔۵۷) (احمد بیگ تو چلو مر گیا، اور یوں مرزا صاحب کی ایک بکری ذبح ہوگئی، لیکن دوسری بکری یعنی اس کا داماد سلطان محمد تو تقسیم ہند تک زندہ رہا اور مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے سینوں پر مونگ دلتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ تقسیم ہند ہی بعد سہی، مر تو گیا، اور یوں پیش گوئی پوری ہوگئی۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی جاہلانہ باتوں کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا؟ بہاء)

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں) باوجود اس تشریح اور تفسیر کے ناظرین حیران ہوں گے کہ کرشن جی (یعنی مرزا قادیانی) انہی دو بکریوں کو اپنے دو کامل مریدوں پر لگاتے ہیں جو (بقول ان کے) کابل میں مروائے گئے تھے چنانچہ کتاب تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:

ذکر اس پیش گوئی کا جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۱ میں درج ہے مع اس پیش گوئی کے جو براہین کے صفحہ ۵۱۰ میں مندرج ہے یعنی وہ پیش گوئی جو صاحبزادہ مولوی محمد عبد اللطیف اور میاں عبد الرحمٰن کی شہادت کی نسبت ہے اور وہ پیش گوئی جو میرے محفوظ رہنے کی نسبت ہے واضح ہو کہ براہین احمدیہ

کے صفحہ پانچ سودس اور صفحہ پانچ سو گیارہ میں یہ پیش گوئیاں ہیں:

و ان لم یعصمك الناس یعصمك الله من عنده یعصمك الله من عنده و ان لم یعصمك الناس شا تا ن تذ بحا ن۔

اس پیش گوئی کے متعلق آپ نے اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر یوں لکھا ہے کہ:

یہ پیش گوئی مولوی عبداللطیف صاحب اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے

چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حیرانی ہے کہ مرزا جی کے الہاموں کو کوئی دوسرا شخص کیا سمجھ سکتا ہے جب کہ خود بدولت کو بھی ان کی سمجھ نہیں۔ اگر ہے تو دانستہ اپنے دام افتادہ حمقاء کی آنکھوں میں مٹی نہیں، کنکر ڈالتے ہیں۔

مرزائیو! ایمان سے کہنا جب ضمیمہ انجام آتھم میں تم نے ان دو بکریوں کو خریدا تھا تو اس وقت ان کے داموں میں تم مرزا احمد بیگ وغیرہ کو دے کر سبک دوش ہو گئے تھے۔ مگر تمہیں کیا معلوم تھا کہ یہ دو بکریاں تم لوگوں کو ایسی گراں بہا پڑیں گی کہ یہ دام تمہارے دیئے ہوئے ردی ہو جائیں اور تم کو اس کی قیمت میں اور دوڈبل دینے ہوں گے۔ ابھی کیا معلوم آئندہ کو کہاں تک نوبت پہنچے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

لطیفہ یہ ہے کہ پہلی دو بکریاں یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کا داماد (مرزا سلطان محمد) آپ کے مخالف ہیں، مگر دوسری دو بکریاں آپ کی مرید ہیں۔ اور الہام کی گولائی دونوں کو سما سکتی ہے۔ کیوں نہ ہو:

لطف پر لطف ہے املاء میں میرے یار کے یار
حائے حطی سے گدرح لکھتا ہے ھوز سے ہمار

کرشن پینتھیو! بتلا سکتے ہو کہ یہ الہام دیوانہ کی بڑ سے کچھ زیادہ وقعت رکھتے ہیں:

اگر اب بھی نہ تم مانو تو پھر تم سے خدا سمجھے،

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۔۲)

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ:

مرزا قادیانی کا انتقال

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانیء ما نیز جاودانی نیست

شعر مذکور میں جو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے وہ اس موقعہ کے لئے ہے جب کسی شخص کی دشمنی کسی سے ذاتی عناد اور شخصی بغض پر ہو لیکن جس شخص سے عداوت کی بنا مذہبی اختلاف یا اس کا دینی فساد ہو اس کی نسبت خوشی کرنے سے قانون اور شریعت منع نہیں کرتی۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابوجہل کے مرنے کے موقع پر حضور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا تھا: مات فرعون هذه الامة یعنی امت محمدیہ کا فرعون مرگیا قرآن مجید میں کفار کی ہلاکت پر فرمایا گیا ہے

فقطع دابر القوم الذين ظلموا فالحمد لله رب العالمين ۔

اس لحاظ سے آج کوئی شخص مرزا صاحب کے انتقال پر خوشی کرے تو کوئی ایسا قابل ملامت نہیں مگر ہم کو مرزا صاحب کے انتقال پر اس لئے خوشی نہیں بلکہ ایک اور وجہ سے ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے خاص میرے متعلق ایک اشتہار دیا تھا جو مرزا صاحب قادیانی اور مجھ ہی میں نہیں بلکہ مرزا صاحب کے تمام مشن کے فیصلے کے متعلق کافی ہے۔

اشتہار کا مضمون کسی شرح یا حاشیہ کا محتاج نہیں بلکہ اپنا مضمون آپ صاف بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب اور ثناء اللہ میں سے جو پہلے مرے گا وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہے۔

گو اس قاعدہ کو خاکسار نے تسلیم نہ کیا ہو مگر مرزا صاحب پر تو اس اشتہار سے اقبالی ڈگری ہے بلکہ

ایجاد کردہ اصول ہے پس اس اصول کو مدنظر رکھ کر ناظرین کو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ سناتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قادیانی جو حرم محترم کی علالت کی وجہ سے لاہور تبدیل آب و ہوا کے لئے گئے ہوئے تھے ۲۶ مئی کو خود ہی علیل ہو کر چند گھنٹوں میں راہی ملک بقا ہوئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اسٹیشن لاہور پر حکیم نورالدین کو کہتے سنا کہ مرض اسہال سے مرے ہیں ۔۴ بجے صبح کے مرض لاحق ہوا۔۶ بجے زبان بند ہوگئی۔دس بجے انتقال ہوگیا۔

معتقدین کی آنکھوں میں اندھیرا ہوگیا۔اور مخالفین کو خوشی ہوئی کیوں نہ ہو جب کہ دنیا کا عام قاعدہ ہی یہ ہے جو عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے کہا ہے:

بذا قضت الایام ما بین اھلھا

مصائب قوم عند قوم فوائد

یعنی دنیا میں دستور ہی چلا آیا ہے کہ ایک قوم کی مصیبت پر دوسری قوم کو فوائد ہوتے ہیں۔افسوس کہ میں اس روز اعظم گڈھ سے امرتسر کو آتا ہوا ریل کے سفر میں تھا ورنہ عجب نہیں کہ جس وقت جنازہ آپ کا اسٹیشن امرتسر پر آیا تھا، خاکسار بلند آواز سے کہتا کہ:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اور آپ کے خلیفہ راشد حکیم نورالدین صاحب کو مرزا جی کا اشتہار (آخری فیصلہ۔اپریل ۱۹۰۷ء) دکھا کر پوچھتا کہ مرزا صاحب نے جلدی کیوں کی ابھی تو میں زندہ ہوں پھر وہ کیوں چل دیئے ایسے بے وفائی بھی کیا۔ ایسے مسیح ایسے مہدی ایسے کرشن ایسے ابن اللہ اور یہ بے مروتی۔آہ

قتل عاشق کسی معشوق سے دور نہ تھا

پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

الحمدللہ کہ مرزا صاحب میرے مقابلہ پر اپنے کذب اپنے افتراء اپنے دجل غرض اپنے بہمہ صفات موصوف ہونے پر مہر کر گئے جس کی بابت میں ان کا مشکور ہوں اور اس احسان کے عوض میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں

بخش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر
خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعوی کیسا

ہاں یاد آیا کہ مرزا صاحب کے انتقال کے وقت سے یہی نہیں کہ بموجب اشتہار مرقومہ آپ کے مشن اور آپ کی نبوت کو صدمہ پہنچا بلکہ کئی ایک اور اسباب بھی ایسے جمع ہو گئے ہیں جو فرداً فرداً قادیانی مشن کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

منجملہ آسمانی منکوحہ کا نکاح ایک عظیم الشان امر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کی برادری میں ایک لڑکی تھی جس کا والد ہوشیار پور کا رہنے والا تھا اسکے والد کو مرزا صاحب نے پیغام نکاح دیا مگر بوجوہات مختلفہ وارثان معصومہ نے انکار کر دیا۔اس پر مرزا صاحب نے ان کو دھمکایا کہ اگر تم نے اس لڑکی کو اور کسی جگہ بیاہ دیا،تو یہ بیوہ ہو کر بھی میرے پاس آئے گی۔چنانچہ رسالہ کرامات الصادقین کے اخیر صفحہ پر لکھا

قال و بموت بعلها و ابو ها اله ثلژ سنه من یو م النکا ح ثم نر دها الیك بعد مو تهما

میرے خدا نے مجھے بذریعہ الہام کہا ہے کہ اس عورت کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک مرجائیں گے اور ان کے مرنے کے بعد اس عورت کو ہم تیری (مرزا کی) طرف پھیر لائیں گے۔

اس پیشین گوئی کے متعلق جب کبھی سوال ہوا تو یہی جواب ملا کہ میں کیا مر گیا ہوں۔میری زندگی میں ضرور مسمات مذکورہ میرے نکاح میں آئے گی۔مگر افسوس کہ آج اس امید کا بھی خاتمہ ہو گیا اور مرزا صاحب یہ شعر پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جون ۱۹۰۸ء۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ۔ج ۵ نمبر ۳۱۔ص ۱۔۲)

منکوحہ آسمانی اور ابوالمسیح احمد دین سیالکوٹی

مولانا مولوی ابوالمسیح احمد الدین سیالکوٹی ایک مکتوب بنام حکیم نورالدین میں لکھتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمده ونصلى على رسوله الكريم۔

میرے قدیم مکرم و معظم مولوی نورالدین صاحب بعد ما وجب۔

مرزا صاحب کی وفات پر از آفات و ممات مملو از حسرات پر میرے سامنے آپ کا بت کھڑا ہو گیا اُس وقت جو مکالمہ ہوا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور آپ سے استفسار کیا جاتا ہے کہ آیا واقعی اُس بت نے جو جواب دیئے وہ آپ کے ہی ہیں یا نہیں۔ قبل اس کے کہ میں مکالمہ بیان کروں اپنا نام و پتہ بتانا اور اُس خواب کا جو آپ نے بمقام جموں میرے پاس بیان کیا تھا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا نام احمد دین ہے۔ کنیت میری ابوالمسیح ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ صدر کچہری ضلع سیالکوٹ میں ایک مثل خوان ہوں بس اتنا ہی پتہ کافی ہے۔ ہاں جب مسیح (اللهم اعذنا شره) پیدا ہوا تھا یعنی مدعی مسیحیت بنا تھا اُس وقت بھی میں نے سخت مخالفت کی تھی، اور آپ سے خط و کتابت ہوئی تھی۔ اب پھر جب وہ مر گیا ہے تو پھر آپ ہی سے اُس کے متعلق کارسپانڈنس شروع کی جاتا ہے لعلك تزكى او تذكر فتنفعك الذكرى آپ کا خواب یہ تھا:

”میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جماعت ایک صاف سیدھی سڑک کے اوپر جا رہی ہے میں بھی اُس جماعت کے ساتھ ہوں اور سڑک پر آرام و سلامتی سے جا رہا ہوں میں نے اپنے دائیں بائیں طرف جو نظر اٹھائیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جنگل بیاباں اور لق دق سنسان میدان پڑا ہے میں نے ارادہ کیا کہ اس ویرانہ کی سیر بھی کروں چنانچہ اُس سیدھی سڑک سے نیچے اتر کر میں ویرانہ میں چلا گیا مگر اپنی نظر بار بار اُس صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کی طرف ڈالتا ہوں جب ذری دور فاصلہ پر چلا جاتا ہوں تو پھر جھٹ سے قافلہ سے آملتا ہوں۔ جنگل کی سیر بھی کرتا جاتا ہوں اور دل میں یہ خطرہ بھی ہے کہ خدانخواستہ کہیں قافلہ سے بالکل الگ نہ ہو جاؤں اور جنگلی درندے نہ پھاڑ کھائیں۔

غرض کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ اب قافلہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں اور خطرناک حالت ہو چلی ہے تو اُس دم جنگل کا راستہ چھوڑ کر ہمہ تن اس طرف مصروف ہو جاتا ہوں کہ قافلہ کو جا پکڑوں چنانچہ میں بفضلہٖ تعالیٰ اس قافلہ کے ساتھ جا ملتا ہوں اسی طرح کرتا چلا جاتا ہوں کبھی جنگل میں نکل جاتا ہوں اور کبھی پھر قافلہ کو آملتا ہوں۔ غرض اسی تگا پو میں تھا کہ جاگ اٹھا۔''

یہ ہے آپ کا خواب جس کے الفاظ خاص خاص تو آپ کے ہیں اور باقی میری بہرحال مطلب وہی ہے جو آپ نے بیان کیا تھا۔ میں نے آپ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فرقہ اہل السنۃ کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جاؤنگا۔ گو کبھی کبھی اہل السنۃ کی راہ چھوڑ کر دل سے نہیں بلکہ صرف ظاہری طور پر۔ اہل ضلالت کا راستہ بھی اختیار کر لیتا ہوں بہرحال نتیجہ نیک ہے کیوں کہ نیت صحیح ہے۔

میں نے اُسی دم آپ سے کہا تھا کہ مولانا صاحب ممکن ہے کہ آپ عین اُس حالت میں جب جنگل میں سیر کر رہے ہوں آپ کو کوئی درندہ اچانک قابو کر لیوے اور آپ اُسی جنگل میں ہلاک ہو جاویں اور قافلہ آپ کی کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے اُس خواب سے یہ سبق حاصل کریں کہ آپ جنگل کی سیر کا خیال تک نہ کریں اور ہر دم صراط مستقیم پر چلنے والے قافلہ کے ساتھ ساتھ رہیں۔

بہرحال میں آپ کی خواب کے نتیجہ کی انتظار میں تھا کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس مسیح کاذب (جو بلا شک وشبہ وادی ضلالت کا رہبر کامل تھا) کے جنگل اور اُس جنگل کے سبز باغ کو دیکھ دیکھ کر حیران نہ ہوں گے بلکہ اپنی خواب کے موافق اُسکی تبعیت چھوڑ کر اہل السنۃ کی شمولیت کو اپنا فرض عین سمجھیں گے مگر افسوس ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' میں نے آپ کی خواب کا دوسرا پہلو اختیار کیا اور سمجھ بیٹھا کہ بس آپ گئے اور سیدھی سڑک پر اب آنے کی توفیق آپ کو نہ ملے گی۔ الحمد للہ کہ مسیح کاذب ٹھیک سنۃ اللہ کے مطابق اپنی جھوٹی پیشگوئیاں بدستور سابق ادھوری نامکمل اور جھوٹی کی جھوٹی چھوڑ کر مرگ مفاجات اور اپنی منہ مانگی بیماری ہیضہ سے بفحوائے آیت لا یستطیعون توصیة ولا الی اهلهم یرجعون مر گیا اور ان دنیوی فانی آرام وآسائش کو چھوڑ کر عذاب خلد وآلام جاودانی کا شکار ہو گیا۔ آپ میرے پرانے مہربان اور سچ پوچھو تو میں واقعی دل سے آپ کا خیر خواہ ہوں گو آپ کی نجات سے مایوس ہو گیا تھا مگر اب پھر امید بندھ گئی ہے کیوں کہ آپ کے بت نے مجھ

سے گفتگو کر کے میری مایوسی دور کردی ہے۔ مکالمہ یہ ہے:

احمد: ارے بت! تو مجھے بتا تو سہی کہ احمد بیگ کی دختر مرزا صاحب کے نکاح میں کسی حالت میں بھی نہیں آئی۔ مرزا جھوٹا ہے یا سچا۔

بت: میں ملہم نہیں ہوں الہام کے الفاظ کے معنی ملہم ہی بتا سکتا ہے۔

احمد: ملہم در گور ہے۔ اب ہم تو اُس سے پوچھ نہیں سکتے۔ یہ تو نکیرین کا کام ہے۔

بت: مگر الہام میں صاف درج ہے کہ ہم نے اُس عورت کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ نکاح آسمان پر ہوا تھا نہ کہ زمین پر۔ ملہم نے جدلی کر کے اس نکاح آسمانی کو نکاح زمینی سمجھ لیا حالانکہ آسمانی نکاح ہے۔ پس دنیا میں اگر نکاح نہ بھی ہوا تو پھر کیا ہوا۔

احمد: مرزا صاحب تو اسی دھن میں مر گئے کہ مرنے سے پیشتر کبھی نہ کبھی میرے ساتھ نکاح ہو گا۔ کیا کبھی بھی اُس کے ملہم نے اُسے یہ تنبیہ نہ کی کہ خبردار آسمانی نکاح کو زمینی نکاح مت سمجھو۔ زمینی نکاح تو کسی دوسرے شخص سے ہو گا۔ ہاں آسمان پر فرشتوں میں یہ تیری ہی زوجہ کہلاتی ہے۔

بت: یہ مرزا صاحب کی غلطی تھی۔ ہاں ایک اور مطلب بھی ہو سکتا ہے یعنی یہ کہ ہم لوگ جو مرزا صاحب کے تابع ہیں مرزا صاحب کے ناتمام کام کو تمام کریں گے۔

احمد: تو کیا تم مرزا کی آسمانی زوجہ کو جو تمہارے قول کے مطابق ام المرزائین ہے نکاح میں لانا چاہتے ہو۔

بت: ہاں انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوئی عیب کی بات نہیں کیوں کہ فی الحقیقت فرشتوں میں وہ زوجہ مرزا صاحب ہے نہ کہ انسانوں میں۔

احمد: خیر کچھ ہی ہو ارے بت یہ تو بتا کہ یہ پیشگوئی جسے دنیا میں ہی پوری کرنے کے در پے رہتا تھا پوری ہوئی یا جھوٹی ثابت ہوئی۔

بت: مرزا صاحب کے اپنے خیال و وہم و اعتقاد کے مطابق تو واقعی جھوٹی نکلی ہے مگر جو معنی میں نے وضع کئے ہیں ان کے مطابق تو پیشگوئی ابھی پوری ہونے والی ہے گو مرزا صاحب کے بعد پوری ہو۔

احمد: اے بت اب تو توبہ کر تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تو مرزا صاحب کی اپنی متعقد فیہ پیشگوئی کو توڑ پھوڑ کر کچھ اور کا

اور بناڈالے۔خدا کا خوف اور شرم اور انصاف کہاں ہے

بت: میری توبہ۔خدا سے ڈر کر میں کہتا ہوں کہ مرزا جھوٹا تھا مرزا جھوٹا نکلا ہے۔

احمد: وہ پانچواں پسر کہاں ہے جس کی پیشگوئی مرزا صاحب نے بڑی زور سے کی ہوئی ہے۔

بت: پانچواں چھوڑ کر اُس کا چوتھا پسر بھی مر گیا۔زیادہ کیا کہوں۔یہ بھی جھوٹی پیشگوئی نکلی مرزا نے ہمارا منہ کالا کر دیا ہے۔

احمد: ارے بت ہیضہ کی بیماری سے کون مرا کس کی زندگی میں مرا۔مولوی ثناءاللہ امرتسری یا مرزا صاحب۔

بت: اجی اب تو کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔مرزا ہی اپنے اعتقاد کے موافق صادق کی زندگی میں صادق کے سامنے ہیضہ کی بیماری سے مر گیا۔مولوی ثناءاللہ صاحب ہی صادق نکلے مرزا صاحب کاذب نکلے۔

احمد: ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کی مخالفت میں مرزا صاحب پیشگوئی کی کہ خدا اپنی خدائی ظاہر کرے گا اس طرح پر کہ اُس نے میری عمر زیادہ کر دی ہے اور ڈاکٹر کی پیشگوئی کی میعاد گذار کر وہ مجھے ماریگا اور ڈاکٹر ہی کو میرے روبرو زندگی میں ذلیل وخوار کر کے ہلاک کرے گا ارے بت اب کیا ہوا۔

بت: مرزا ہی جھوٹا نکلا اب آپ مجھے چھوڑ دیں۔ہماری کمیٹی ہونے والی ہے دیکھیں وہ ان پیشگوئیوں کی کیا تاویل کرتے ہیں۔جو میرے دل نے فیصلہ کیا ہے وہ تو یہی ہے۔ہاں کمیٹی کی تاویل بھی دیکھنی ضروری ہے اُسکے فیصلہ کے بعد پھر آپ سے ملاقات ہوگی۔فقط

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۰۸ء ص:۷-۹)

منکوحہ آسمانی اور عبداللہ احمدی پٹیالوی

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ

خلیفہ قادیانی جواب دے

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

اخبار وطن میں ایک چٹھی چھپی ہے جو درج ذیل ہے:

ایک احمدی کا لطیف خط بخدمت جناب اڈیٹر صاحب اخبار وطن لاہور۔ تسلیم۔

بعض مخالفین جماعت احمدیہ اپنی کوتاہ نظری سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود کی بہت سی پیش گوئیاں پوری ہونے سے رہ گئیں مگر یہ صرف جماعت احمدیہ کے نور ایمان کے امتحان کے لئے ایسا ہوا ہے کہ بعض پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور اب حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ سے پوری ہوں گی۔ مثلاً منارہ کی تعمیر، براہین احمدیہ کی تکمیل وغیرہ۔ البتہ دو تین پیش گوئیوں کے پورا ہونے سے بحسب ظاہر کسی قدر اشکال معلوم ہوتا ہے منجملہ اس کے زلزلۃ ساعہ کی پیش گوئی ہے مگر ان معترضین کم فہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت اقدس کا درحقیقت انتقال نہیں ہوا، اور جب یہ زلزلہ آئے گا جس کی خبر دی گئی ہے تو قبر شریف میں حضرت اقدس کو اس کا کامل احساس ہوگا۔ دوسری اہم پیش گوئی مرزا احمد بیگ کی بیٹی کے نکاح کے متعلق ہے اور غالباً یہ پیش گوئی بھی اس طرح پوری ہو جائے گی کہ حضرت حکیم الملہ خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین اس سے نکاح فرمائیں گے اور بجوائے احکام سنت حضرت ام المومنین بعد انقضائے مدت عدت حضرت حکیم الملۃ خلیفۃ المسیح کے نکاح میں آجائیں گی، اور غلام حلیم ان کے بطن سے پیدا ہوگا۔ اس طریق پر انشاء اللہ یہ پیش گوئی بھی پوری ہو کر رہے گی۔ پھر مخالفین جو خدا کی باتوں سے ٹھٹھا اور تمسخر کرتے ہیں پشیمان اور نادم ہوں گے اور ان کو خدا کی قدرت کا دوسرا ہاتھ نظر آئے گا جس کی بابت حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں مفصل ذکر کیا ہے۔ عبداللہ احمدی از پٹیالہ دروازہ شیرانوالہ

خلیفہ صاحب قادیانی سے استفسار ہے کہ کیا یہ تجویز صحیح ہے؟

یعنی واقعی ایسا کرنے کا آپ لوگوں کا ارادہ ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد جواب سے اطلاع دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ۔ ص ۹)

منکوحہ آسمانی اور عبدالعزیز قلعوی

مولانا عبدالعزیز آف قلعہ میہاں سنگھ ضلع گجرانوالہ:

قادیانی اور اس کے الہامات

کے عنوان سے لکھتے ہیں:

میں یقیناً کہتا ہوں اور حلفاً بیان کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جس قدر الہامات مبشرہ یا منذرہ اپنی زندگانی میں بذریعہ اشتہارات یا کتب شائع کئے، وہ سب کے سب جھوٹے نکلے۔ اور کیوں نہ جھوٹے نکلتے جب کہ اللہ تعالی اپنے کلام مقدس میں فرماتے ہیں:

و قد خاب من افتری یعنی مراد کو نہیں پہنچا جس نے جھوٹ باندھا۔

چنانچہ مرزا قادیانی، مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے بارہ میں نامراد رہے، اور یہ حسرت دل ہی میں لے کر چلے گئے۔ بہتیرے الہامات سنائے لیکن کوئی پورا نہ ہوا۔ پہلے آپ نے کہا تھا کہ میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اور اللہ تعالی نے مجھے بشارت دی ہے قد زو جنا کھا۔ ازاں بعد اس کے رشتہ داروں کی طرف خطوط عاجزانہ طور پر لکھتے رہے کہ میرے ساتھ محمدی بیگم کا نکاح کر دو۔ چنانچہ وہ سب خطوط کلمہ فضل رحمانی میں چھپ کر ہدیہ ناظرین ہو چکے ہیں۔

پھر جب سلطان محمد پٹی والا سے اس کا نکاح ہو گیا، تو آپ نے ایک الہام منذر شائع کر دیا جس کی یہ عبارت تھی و یموت بعلھا الی ثلاث سنین یعنی اس کا خاوند تین سال تک مر جائے گا۔

جب اس کا خاوند اللہ کے فضل سے تین سال گذار کر خوش و خرم نظر آیا، تو پھر لوگوں نے مرزا صاحب پر اعتراض کیا کہ وہ تو مرا نہیں اب کیا جواب ہے۔ تو آپ نے کہا میں ابھی زندہ ہوں اور احمد بیگ کی لڑکی بھی زندہ ہے، کسی وقت نکاح میں آ جائے گی۔ اور آپ کے مریدوں نے بھی یہی جواب معترضین کو دیئے۔ چنانچہ

میں نے ایک قصیدہ بایئہ شحنہ ہند کے ضمیمہ میں جون کے مہینہ میں طبع کرایا تھا اور یہ اعتراض کیا تھا

چرا نہ دختر احمد بہ عقد او آمد
کہ بود زوجہء سلطان مرد حقانی

تو اس کے جواب میں ایک قصیدہ الحکم اخبار میں شائع ہوا جس میں مجھے مخاطب کر کے لکھا تھا:

مسیح و دختر احمد چو زندہ اند ہنوز
چرا بعقدِ سماوی ازو بحیرانی

اب میں اس (مرزائی) شاعر سے پوچھتا ہوں کہ اب کیا حیرانی کا موقع نہیں کہ مرزا صاحب تشریف لے گئے اور نکاح میں نہ آئی؟

شاید یہ جواب دیوے کہ جب نکاح آسمان پر پڑھا ہوا ہے، تو مرزا صاحب کے گھر میں وہاں جا کر آباد ہوگی (احمد بیگ اور محمدی بیگم، مرزا قادیانی کے انکار میں مرے۔ سو وہ بقول مرزا قادیانی جہنمی ہیں۔ اور مسلمانوں کے نزدیک یعنی محمدی اور اسکے والد کے نزدیک مرزا قادیانی جہنمی ہیں، اس صورت میں دونوں کا نکاح کیونکر اور کہاں ہوگا؟ بہاء)

مجھے مرزائیوں سے سخت تعجب ہے کہ باوجود جھوٹا ہونے مرزا قادیانی کے اس کو مورد وحی و الہام سمجھتے رہے بلکہ خود مرزا صاحب قادیانی اپنے آپ کو مسیح ابن مریم و امام حسین سے افضل لکھتے رہے چنانچہ آپ نے دافع البلاء میں لکھا تھا:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اعجاز احمدی میں یہ شعر ہے

و قالوا علی الحسنین فضل نفسہ
اقول نعم و اللہ ربی سیظہر

اور بہتیرے اشعار مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں ہیں جن سے مرزا صاحب قادیانی کی تعلیٰ کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔

علاوہ اسکے قرآن دانی بھی آپ پر ختم تھی۔ قرآن کی آیات کو اپنے اوپر خواہ مخواہ چسپاں کرتے تھے

۔ چنانچہ قصہ ذوالقرنین کو اپنے پر لگایا۔ دیکھو لیکچر لاہور جو ستمبر میں وہاں دیا، اس میں لکھتے ہیں کہ:

خدا نے مجھے ذوالقرنین کے نام سے پکارا۔

افسوس! کیا کفار سائلین نے اس وقت حضرت محمد ﷺ سے مرزا قادیانی کی بابت سوال کیا تھا کہ بتاؤ مرزا کون ہوا؟ اور اسکا قصہ کس طرح سے ہے؟ اور اللہ تعالی نے صیغہ ماضی سے اس قصہ کو بیان کیا۔ سبحان اللہ قرآن دانی مرزا صاحب پر ختم تھی۔ جیسا مرزا غلام احمد نے قرآن سمجھا آج تک کسی نے اہل علم سے نہیں سمجھا اور ہم دعا کرتے ہیں کہ ایسی سمجھ بھی کسی کو نہ ملے۔ اگر مرزائی لوگ مرزا صاحب قادیانی کی قرآن دانی کی بابت مجھ سے سوال کریں گے تو میں اس کی تحریف اس کی کتابوں سے نکال کر پیش کردونگا۔

ایک نظیر مجھے مرزا قادیانی کی قرآن دانی کی اور یاد آئی۔ اور وہ یہ ہے کہ دابہ کے معنی کبھی آپ نے علماء ٹھہرائے، اور کبھی دابہ کی تعبیر نبی سے کی، اور کبھی طاعون کے کیڑے سے۔

شاید آپ کے الہام کرنے والے کو پھر خیال آتا ہوگا کہ شاید یہ معنی صحیح ہوں گے یا یہ ہوں گے۔ جیسے کسی نے کسی سے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کنز (کاف پر زبر)۔ اس نے کہا غلط کہتے ہو۔ اس نے کہا کنز (کاف پر پیش) پھر اس نے ڈانٹا تو اس نے کہا کنز (ك كے نیچے زیر) ۔ سو ایسا ہی مرزا صاحب قادیانی کے الہام کا حال ہے بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ اس میں کنز (کاف پر زبر) تو صحیح تھا، اور اس الہام میں ایک معنی بھی صحیح نہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ اگست ۱۹۰۸ء ص ۸)

منکوحہ آسمانی اور رفعت اللہ شاہ جہانپوری

مولانا رفعت اللہ خان شاہجہان پوریؒ

مرزا کے نشانات

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

میرزا جی کی پیش گوئی احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم کی نسبت جو کچھ تھی، وہ ہم انہی کے

الفاظ میں لکھتے ہیں:

اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ پھر ان دنوں میں جو زیادہ تفریع اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی ہے.. انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لائے گا... اور انجام کار اس کی لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔

(قادیانی اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

تعجب ہے کہ اس لڑکی کا نکاح بھی ہو گیا اور بیس اکیس برسیں ہونے آئیں، مگر اس کا خاوند اب تک نہ مرا، اور مرزا قادیانی کی اڑھائی سالہ الہامی پیش گوئی اب تک پوری نہ ہوئی۔ جب مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں اعتراض کیا گیا کہ حضرت آپ کا رقیب زندہ ہے اور الہامی منکوحہ اسی کے تصرف میں ہے، تو یہ جواب دیا کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی یہ بات ٹل نہیں سکتی۔

ایک جگہ بلکہ متعدد رسالوں اور اخباروں میں یہ خیال نہایت مضبوطی سے ظاہر کیا ہے اور یہی خیال مرزائیوں کا بھی تھا۔ وہ کل عبارتیں اگر نقل کی جائیں تو ایک رسالہ چاہیے بعض قول یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

اعتراض پنجم۔ مسماۃ محمدی کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

جواب: وحی الہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول بیاہی جائے۔ سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ، دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الہی کے یہ لفظ ہیں۔ فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا بھی اس کو تیری طرف لائے گا۔ (الحکم ۳۰ جون ۱۹۰۵ ص ۲ کالم ۲)

والہام بکر و ثیب ۔کے معنی،خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دوعورتیں تیرے نکاح میں لائے گا۔

ایک بکر ہوگی دوسری ثیب ۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۲ کالم ۲)۔

مرزائیو! بیوہ سے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح کب ہوا؟

ذوالفقار علی مرزائی لکھتا ہے:

نکاح میں ناکامیابی تو جب کہنا روا ہے جب فریقین میں سے کوئی مرجاوے۔

(الحکم قادیان ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۵)

کہو مرزائیو! اب بھی ناکامیابی ہوئی یا نہیں۔

باوجود ایسی صاف تحریروں کے مرزائی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ ایک صاحب بدر میں اس نکاح کا جواب لکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے متعلق حضرت اقدس (مرزا صاحب قادیانی) نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں خود لکھ دیا تھا کہ خدا نے اب اس کو منسوخ کر دیا ہے۔

اول تو مرزا صاحب قادیانی کا یہ مذہب نہیں کہ وحی اور الہام میں ناسخ ومنسوخ ہوتا ہے،

دوم یہ کہ حقیقۃ الوحی مرزا صاحب قادیانی کی اخیری تصنیف ہے، جب آپ نکاح سے مایوس ہوئے تو گول مول الفاظ لکھنے لگے کہ بعد میرے مرید تاویلیں کرلیں۔

سوئم یہ کہ مرزائی بچہ نے دھوکہ دینے کو پتہ اور نشان نہ دیا کہ عبارت منقولہ کس صفحہ پر ہے کہ اس کو دیکھا جاتا۔

چہارم یہ کہ عبارت منقولہ حقیقۃ الوحی سے بھی منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا، صرف اتنا ثابت کرسکتے ہیں کہ خدا کی قدرت ہے خواہ منسوخ کردے یا کسی اور وقت پر ٹال دے۔ اور یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے کہ نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

ہم نے مانا خدا تعالیٰ میں قدرت تو سب طرح کی ہے، مگر وہ وعدہ کیخلاف تو نہیں کرتا۔ جب کہ خدا نے مرزا جی کا نکاح عرش پر پڑھا دیا اور الہام سے خبر دے دی تو وعدہ خلافی چہ معنی دارد۔

دوسرے یہ کہ مرزا جی کو اپنے الہام پر خود یقین نہیں، ورنہ وعدہ نکاح پر اخیر وقت تک جمے رہتے۔ یہکیا کہ منسوخ ہوگیا۔ٹل گیا۔ بھلے آدمی ایک پہلو اختیار کر۔ مگر ایسی صورت میں تاویل..کہاں۔

پنجم یہ کہ عبارت منقولہ الہامی نہیں ہے، مرزا جی کا اپنا اجتہاد ہے۔ اور نکاح کی بابت الہام۔ الہام میں شک نہیں اور اجتہاد جائز ہے۔ پھر اجتہادی عبارت سے الہام کس طرح ردّ ہوسکتا ہے۔ اور مرزا صاحب کا بھی یہ مذہب ہے۔ اگر وہ انکار کریں تو ہم ہزار موقع دکھا سکتے ہیں۔

پانچواں لڑکا:

مرزا جی کو الہام ہوا تھا کہ میرے ہاں پانچواں لڑکا ہوگا (۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء کا الحکم دیکھو) مگر وہ ہنوز در بطن مادر کا حصہ ہے۔ اس کی بابت اڈیٹر بدر لکھتا ہے۔

> پانچویں لڑکے کے متعلق بھی حضرت اقدس (مرزا قادیانی) خود فیصلہ فرما چکے ہیں کیونکہ یہ الہام دیر سے تھا کہ خدا نے مجھے ایک پانچویں لڑکے کی بشارت دی اور جب صاحبزادہ محمود احمد کے ہاں لڑکا ہوا تو حضرت (غلام احمد قادیانی) نے فرمایا تھا کہ یہ کہ یہی وہ پانچواں لڑکا ہے کیونکہ پوتا بھی لڑکا ہی ہوتا ہے (مرزا غلام احمد کا پوتا یعنی سلطان احمد کا بیٹا عزیز احمد بھی تو موجود تھا وہ کیوں پانچواں لڑکا شمار نہیں ہوا۔ پھر اس کا باپ سلطان احمد موجود تھا، کیا وہ پانچواں لڑکا نہیں تھا۔ بات تو مرزا غلام احمد قادیانی کے لڑکوں کی تھی، نصرت بیگم کے لڑکوں کی نہیں۔ بہاء)

اس کا جواب یہ ہے کہ پوتے کو لڑکا کہنا بھی مرزا قادیانی کا اجتہاد ہے اور لڑکے کی بابت الہام تھا۔ پھر اجتہاد سے ظاہری معنوں میں کیوں تاویل کی جائے، بلکہ مرزا صاحب کے کسی دوسرے الہام سے یہ بات دکھائی جائے کہ مراد لڑکے سے پوتا ہے، تو قابل تسلیم ہو۔

اب مرزا صاحب قادیانی کی جوتیوں کے غلام جواب کم از کم اتنا تو لکھا کر کہ لکھتے وقت تیری تسکین ہو جایا کرے۔ یہ کیا ہٹ دھرمی ہے کہ جواب پر خود ہی تیرا اطمینان نہ ہو، تو دوسرے کو کیسے اطمینان ہوسکتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا جواب پر تیرا اطمینان ہوگیا تھا، تو پھر اخیر میں عبارت ذیل کیا جھک مارنے کو لکھی تھی کہ

انشاءاللہ یہ پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہوگی۔

اگر پہلا جواب صحیح ہے تو اخیری قول گوزِ شتر ہے، ورنہ پہلا جواب غلط ہے۔ رہا پیش گوئی کا پورا ہونا یہ تو معلوم، مگر ہم کو شکوک ضرور پیدا ہو گئے۔ سچ کہنا کیا کچھ امید ہے یا معاملہ دیگر ہے۔

مولانا ثناءاللہ فاضل کی نسبت موت کی پیش گوئی:

مولانا ثناءاللہ صاحب کی نسبت لعنتی دجال نے لکھا تھا کہ ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، وہ یہ کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما اور سچا فیصلہ یہ کہ جو تیری (خدا) کی نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔

ناظرین خدا لگتی کہنا، کیا یہ صاف الفاظ نہیں۔ کیا ان میں تاویل ممکن ہے۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی زندہ ہے۔ بولو سراٹھاؤ، کیا شیر پنجاب (ثناءاللہ) دنیا سے اٹھ گیا۔ اگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ مرزا قادیانی فی النار ہوا، تو پھر کیوں توبہ نہیں کرتے۔ کیوں ضد پر کمر باندھی ہے۔ کیوں ہر طرح کی بے جا تاویلیں کی جاتی ہیں کہ جن کو سن کر جی متلاتا ہے، سننے والوں کو شرم آتی ہے۔ ضرورۃً ہم وہ تاویلیں جو اخبار بدر میں پیش کی گئی ہیں اپنے الفاظ میں نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو

نمبر۱۔ مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ مولوی ثناءاللہ صاحب میرے سامنے مریں گے پیش گوئی نہ تھی

نمبر۲۔ مرزا نہ ہلاک ہوئے نہ فنا۔ کیونکہ ان کا سلسلہ قائم ہے۔ ہلاک وہ ہوتا ہے جس کا سلسلہ مٹ جائے۔

نمبر۳: مولوی ثناءاللہ صاحب خود جھوٹے ہو گئے کیونکہ آپ نے مباہلہ منظور نہیں کیا تھا۔

نمبر۴۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کے سب اڈیٹر نے نوٹ دیا تھا کہ جھوٹے کی عمر لمبی ہوتی ہے لہذا خدا نے موافق قول مخالف کے اس کی عمر دراز کر کے اس کو جھوٹا کر دیا،

بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں مرزا قادیانی کہتا ہے:

ثناءاللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اسکی بنیاد رکھی گئی ہے ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے

(بدر مذکور۔ص ۷ کالم ۲)

ناظرین عبارت مذکورہ کو دیکھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ دعا پیش گوئی ہے یا نہیں، جب خدا تعالیٰ نے اس کے قبول کرنے کا الہام کیا تو پیش گوئی اور کیا ہوگی۔

جواب نمبر ۲۔ مرزائیو کہاں تک تاویلوں سے کام لو گے۔ یاد رکھو تم تاویلیں کرتے کرتے تھک جاؤ گے، مگر ہم جواب سے نہیں رک سکتے بہتر ہے اگر تم کو لفظ ہلاک اور فنا سے نفرت ہے تو ہم یہ الفاظ نہیں لکھیں گے آؤ دوسرے لفظ سے فیصلہ کرلیں مرزا ہلاک ہوا نہ فنا بلکہ صادق کے سامنے دنیا سے اٹھ گیا۔ اب توبہ کرنے میں کیا عذر ہے اگر یقین نہ ہو تو دجال صاحب کا فیصلہ سنو:

جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔

او کانے دجالیو! کیا اب بھی تاویل کرو گے کیا کاذب (مرزا غلام احمد قادیانی) صادق (مولانا ثناءاللہ امرتسری) کی زندگی میں دنیا سے نہیں اٹھا۔ اگر نہیں اٹھا تو لاؤ دکھاؤ ، دنیا کے کس کونہ میں پوشیدہ ہے۔

رہا یہ فقرہ کہ جس کا سلسلہ قائم ہے وہ زندہ ہے ورنہ مردہ، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ تمہارا پیر بار ہا لکھ چکا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب و مولانا سید نذیر حسین صاحب میرے سامنے جھوٹے ہو کر ہلاک ہو گئے۔ اگر تمہارا یہ اصول صحیح ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دونوں بزرگوار زندہ ہیں، ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ اس کا سلسلہ موجود ہے، اور انشاءاللہ موجود رہے گا۔ اس صورت میں بھی مرزا غلام احمد جھوٹا ثابت ہوگا۔

جواب نمبر ۳۔ یہ مسلّم ہے کہ مرزا غلام احمد نے دعا کی تھی، اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے کہ وہ دعا بقول مرزا مقبول ہوگئی، بلکہ یہ کہ وہ خدا ہی کے حکم سے تھی۔ جب ایسا ہے تو شیر پنجاب کی منظوری یا عدم منظوری سے تعلق کیا رہا۔

یہ عجیب لطف ہے کہ مرزا قادیانی تو دعا کرے، اور صدق و کذب کا اسے معیار ٹھہرائے۔ اور پھر یہ بھی شائع کرے کہ یہ حکم خدا کی طرف سے تھا، اور میری دعا مقبول ہوگئی۔ اور خود ہی اس کی جھپٹ میں فی النار ہو جائے، مگر مرزائی بعد کو جواب دیں کہ فاضل امرتسری نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔ تو کیا کوئی عقل مند تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک صادق کی دعا جو قبول ہو جانے کے کاذب کے انکار سے ردّ ہو سکتی ہے۔ اور اگر فی الحقیقت وہ فیصلہ، فیصلہ نہیں رہا تھا تو بڈھے خبطی نے اعلان کیوں نہ دیا۔ کیوں مخلوق خدا کو گمراہی کے گڑھے میں جان

کرگرادیا شرم شرم شرم۔

جواب نمبر۴: یہ ہے کہ مرزا قادیانی تو لکھتا ہے کہ جھوٹے کی عمر لمبی نہیں ہوتی، اور اہل حدیث کے سب ادیٹر کا قول ہے کہ جھوٹا لمبی عمر نہیں پاتا، اور اڈیٹر الحکم کا قول ہے کہ بموجب نوٹ سب اڈیٹر اہل حدیث کے خدا نے فیصلہ کیا اور جھوٹے کی عمر دراز ہوئی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اس قول میں کہ، جھوٹے کی عمر لمبی نہیں ہوتی، جھوٹا ہوا۔ اب مرزائی سب اڈیٹر اہل حدیث کی بیعت کریں۔

سب اڈیٹر اہل حدیث کے نوٹ کو مرزا کے فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں اول تو مرزا قادیانی تحریر کر چکا تھا کہ جو چاہو لکھو یہ فیصلہ تو آخری گویا قطعی ہے۔

دوئم یہ کہ سب اڈیٹر بھی اپنے قول میں سچا ہے کیونکہ مرزا نے بہت لمبی عمر پائی بقول مرزائیوں کے وہ ۷۵ سال کا ہو کر مرا اور عرصہ تک مخلوق کو گمراہ کرتا رہا اور مرزا بھی اپنے اس قول میں سچا ہوا کہ کاذب صادق کے سامنے فی النار ہوا۔ اور اگر مرزائی سب اڈیٹر ہی کے نوٹ سے فیصلہ چاہتے ہیں، تو بہتر ہے چشم ماروشن دل ما شاد۔ فی الحال تو شیر پنجاب کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جائیں اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کریں جب آپ کی عمر مرزا کی طرح لمبی ہو جائے اور رسالت کا دعوی بھی کر لیں تو پھر ان کو کاذب کہہ دینا اگر ہم زندہ رہے تو تمہاری شرکت کریں گے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۸۔۹)

منکوحہ آسمانی اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی اپنے مکتوب بنام اڈیٹر اخبار اہل حدیث میں لکھتے ہیں:

جناب اڈیٹر صاحب :

تسلیم مضمون ذیل اپنے اخبار میں شائع فرما کر پبلک کو مشکور فرماویں۔ والسلام خاکسار عبدالحکیم

ایک شہاب ثاقب

اعلان الحق کی تیسری اڈیشن لکھی جا چکی، اور نصف سے زیادہ طبع بھی ہو چکی تھی کہ عزیز میاں

محمد صاحب کا خط مورخہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء مجھے موصول ہوا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ آج صبح میاں منظور محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا جس کا نام محمدی بیگم تھا۔

یہ وہ معرکہ آراء عورت ہے جس کی نسبت مرزا غلام احمد قادیانی نے اگست ۱۹۰۶ء کے اخبارات الحکم البدر اور ریویو وغیرہ میں یہ پیش گوئی شائع کی تھی کہ اس کا ایک لڑکا ہوگا جس کے نام یہ ہیں:

۱۔ عالم کباب، یعنی اس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کباب ہو جائیگا، تباہ ہو جائیگا۔ گویا کہ دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔

۲۔ شادی خان۔ بشیر الدولہ۔ یعنی اس کی پیدائش ہماری جماعت کے واسطے موجب شادی و ترقی دولت و اقبال ہوگی۔

۳۔ کلمۃ اللہ خان، اور، اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز۔ یعنی ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔

پھر مئی ۱۹۰۸ء کے اخبارات میں مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کی نسبت یہ پیش گوئی شائع کی

حم و الکتا ب المبین

یعنی محمدی بیگم (زوجہ منظور محمد) کے وجود سے بہت سے نشانات ظاہر ہوں گے۔

مگر افسوس وہ بے وقت فوت ہوگئی۔ مرزائیوں کو اس کے وجود سے کوئی نشان دیکھنے نہ ملے۔ نہ عالم کباب ہی پیدا ہوا، جس کے پیدا ہوتے ہی تمام دنیا کباب ہو جاتی، اور مرزائیوں کی فتح اور شادی ہوتی، بقول نقاش (ظفر علی خان ان دنوں نقاش کے قلمی نام سے لکھا کرتے تھے۔ بہاء) یہ ایک چار نالی سرنگ تھی اور عالم کباب کا پیدا ہونا اس کو آگ دینا تھا۔ بس آگ لگتے ہی یہ تمام دنیا کو اڑا دیتی اور مرزائی کل دنیا کے مالک بن بیٹھتے۔

مجھے (یعنی عبدالحکیم کو) اس عورت کی نسبت الہامات ذیل ہوئے تھے یعنی:

۱۔ مرزا قادیانی کے کنبہ میں سے ایک بڑی معرکہ آراء عورت مرے گی۔ مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۸۔

یہ الہام بہت سے اردو اخبارات میں شائع ہوا تھا مثلاً اہل حدیث پیسہ اخبار وطن، وکیل، دیش اپکارک، آریا گزٹ وغیرہ، اور میرے رسائل اعلان الحق میں بکثرت شائع ہو چکا ہے۔

۲۔۲۴مئی ۱۹۰۸ءکومیں نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں میں نے ایک لومڑ کو مارا تھا، پھر دو چیلوں کو مارا۔ پھر الہاماً اس کی یہ تعبیر معلوم ہوئی تھی کہ لومڑ سے مراد مرزا قادیانی ہے اور دو چیلوں سے مراد ایک تو اس کی بیوی (نصرت جہان) اور دوسری عالم کباب کی ماں (محمدی بیگم زوجہ منظور محمد) ہے۔

یہ خواب معہ تعبیر الہامی پیسہ اخبار اور اعلان الحق میں بکثرت شائع ہو چکا ہے۔ایک چیل تو مر چکی (یعنی محمدی زوجہ منظور محمد) دوسری باقی ہے۔

جولائی ۱۹۰۸ءمیں مجھے مرزائیوں کی نسبت الہام ذیل بھی ہو چکا ہے:

مرزائی کارخانہ اگر چہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے، مگر اب یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہے گا اور ان پر ایک شہاب ثاقب گریگا۔

مئی ۱۹۰۸ءکے الہامات ہیں:

مرزائی اٹھتے وے اور بہتے وے پھر رہے ہیں فبا ؤا بغضب علی غضب و للکا فرین عذا ب مهين ۔

۹۔اکتوبر کی رات کو میں نے ایک طویل خواب دیکھا جس میں میں قادیان پہنچا اور مولوی نورالدین اور چند اور مرزائیوں کو دیکھا اور ایک نہایت ہی موثر اور پرزور تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:

نورالدین سے میں نے سوال کیا کہ کیا آپ نے میرے برخلاف بددعا شائع کی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ آپ نے بڑا ہی غضب ناک کام کیا۔ آپ کب تک خدا سے منقطع اور محض ایک ایک فوٹو گرافک مشین بنے رہیں گے۔

کاش اب بھی کوئی راست باز سمجھے اور مردم پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرے۔

و ما علينا الا البلا غ المبين ؛ خاکسار عبدالحکیم خان۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۰۸ء ص ۵)

منکوحہ آسمانی اور ظفر علی خان

مولانا ظفر علی خان کی ایک تحریر نقاش کے قلمی نام سے ۱۹۰۷ء میں اہل حدیث کے ایک شمارے میں شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے افسانوی انداز میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ورفقاءہ کی ایک غبارے میں پرواز کا حال بیان کیا تھا۔ جب حکیم نورالدین خلیفہ قادیان گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے، تو حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے

حکیم نورالدین گھوڑے سے گرے اور نقاش کی پیش گوئی پوری ہوئی

کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھا:

حکیم نورالدین صاحب ۱۸ نومبر کو گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے ان کو آنکھ کے پاس سخت زخم پہنچا جس کا اقرار آپ کا خادم بدران الفاظ میں کر چکا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین جمعہ کے روز (۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء) خان محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی بدکنے سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے ابرو کے اوپر ایک زخم آیا ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں۔ (بدر قادیان۔۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء)

مرزا جی کے مرید دعوی کرتے ہیں کہ حکیم صاحب کے اس گرنے کی پیش گوئی مرزا جی نے کی تھی مگر یہ دعوی ان کا بالکل جھوٹ ہے کیونکہ وہ اس کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ حکیم جی، مرزا جی کی پیش گوئی سے نہیں بلکہ نقاش کی پیش گوئی کی وجہ سے گرے ہیں۔ وہ پیش گوئی نقاش نے اپنے اس مضمون میں کی تھی جو اہل حدیث (امرتسر) میں، نزول مسیح قادیانی یکم اپریل ۱۹۱۰ء، کے عنوان سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔ جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ حکیم الامت تاریخ بالا میں غبارہ سے گریں گے اور ان کو ایسی چوٹ لگے گی کہ ان کی آنکھ زخمی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے اصل الفاظ یہ تھے: حکیم الامت کی آنکھ میں ایک کھپچی گھس گئی

اور ڈھیلا پچی ہو گیا (۲۸ جون ۔ ۱۹۰۷ء)

گو یا اس پیش گوئی اور اس کے عنوان کے الفاظ کا جامع مطلب یہ تھا کہ حکیم صاحب (۱) یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو جب کہ حاضر باشان قادیان دار الامان ہوں گے (۲) غبارہ سے منارۃ المسیح پر اترتے ہوئے گر پڑیں گے اور اس صدمہ جانکاہ سے آپ کی ایک آنکھ نکمی (۳) ہو جائے گی۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا نقاش کی یہ پیش گوئی واقعی پوری ہو گئی ہے، اور اسے سچی کہتے ہوئے کوئی اعتراض تو عائد نہیں ہو سکتا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی منہاج نبوت مرزائیہ کے رو سے بالکل صحیح اور لا ریب سچی ہے لہذا اس کی تصدیق میں مرزائیوں کو ہرگز کلام نہ ہونا چاہیے۔ غیروں کو ہو تو ہو اور نہیں کیا کوئی اپنا سر کھائے کیونکہ اس میں قابل غور (یا عوام کو اس پیش گوئی کے وقوع میں شبہ ڈالنے والے) تین امر ہیں جن پر ہم نے نمبر لگائے ہیں ۔

پس سنیئے کہ منہاج نبوت قادیانی کی رو سے پیش گوئی اگر وقت مقررہ سے پیچھے جا پڑے تو پیش گوئی کی سچائی میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ دعوی کی دلیل یہ ہے کہ جب آتھم پندرہ ماہ کے اندر (جو قادیانی پیش گوئی میں اس کی موت کی میعاد مقرر تھی) نہ مرا اور مقررہ مدت سے دو سال بعد فوت ہوا تو مرزا جی نے اس شبہ کو یوں رفع کر دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں آتھم پندرہ ماہ میں اگر نہیں مرا تو دو سال بعد سہی آخر مر تو گیا۔ ہماری پیش گوئی کی صحت میں اس سے کوئی حرج نہیں آیا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۵)۔ نقاش کی پیش گوئی بھی بجائے یکم اپریل کے ۱۸۔ نومبر کو ظہور پذیر ہوئی تو کوئی عیب نہیں۔ مدت کا کیا ذکر، آخر پیش گوئی کا وقوع تو ہو گیا، خواہ ۷ ماہ بعد ہی ہوا۔

امر دوئم کی تصدیق کے متعلق قادیانی نبوت میں ہم کو جلی قاعدہ ملتا ہے کہ پیش گوئی کی ایک ٹانگ پوری ہو جائے تو ساری پیش گوئی کو سچا سمجھنا چاہیے چنانچہ جب آپ نے منکوحہ آسمانی کے باپ اور خاوند کے متعلق تین سال کے اندر اندر مرنے کی پیش گوئی شائع کی مگر اسکا خاوند اس مدت کو گذار کر آج تک نہ مرا تو مرزا جی نے فرما دیا کہ پیش گوئی کی دائیں ٹانگ تو احمد بیگ تھا جس کے مرنے سے

ہماری پیش گوئی بموجب یصبکم بعض الذی یعدکم سچی ہوگئی (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۰) پس اسی طرح نقاش کی پیش گوئی کی ایک ٹانگ حکیم الامت کا گرنا تھا جو بموجب قاعدہ بالا مرزائیہ کے پیش گوئی کے سارے حصہ کا مصدق ہے خواہ آپ گھوڑی سے ہی گرے لیکن گرے تو سہی۔ گرنے میں تو کسی کو کلام نہیں جیسے مرزا احمد بیگ کا داماد آج تک نہیں مرا اور اس کی موت کی پیش گوئی دائیں ٹانگ کے ٹوٹ جانے (یعنی احمد بیگ کے مرجانے سے) سے صحیح ہوگئی اسی طرح حکیم الامت گو غبارہ سے نہ گرے لیکن یہ نقاش کی پیش گوئی تو اپنی دائیں ٹانگ (یعنی حکیم الامت کا محض گرنا) کے واقع ہوجانے کی وجہ سے بالکل صحیح اور سچی ہے۔

اب باقی فیصلہ طلب ایک ہی بات رہ گئی۔ اس کے حل کرنے کا سہل قاعدہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بلا کسی دلیل اور قرینہ کے جب غلام (احمد) کے معنی آقا (احمد) تھے اور دمشق کے کے معنی قادیان کر لئے ہیں تو پھر اسی قابل قدر اصول مرزائیہ کو ملحوظ رکھ کر ہر شخص نقاش کی پیش گوئی کے لفظ، آنکھ، کے معنی بلا کسی مزید غور اور تامل کے، ابرو، کرسکتا ہے اور پھر قادیانی مسیح کے کسی خادم کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ سنت مرزائیہ پر عامل ہونے کا دعویدار ہو کر اس پیش گوئی کے وقوع میں کوئی شک یا کسی قسم کا اعتراض کرے۔

مرزا جی کے حواریو! اور حکیم الامت کے جاں نثار فدائیو! سنتے ہو، یہ ہیں منہاج نبوت مرزائیہ کی کرشمہ سازیاں۔ خفا نہ ہونا کیونکہ آپ ہی کے موضوعہ سنہری اصولوں سے یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اس میں ہماری کوئی اختراع نہیں بلکہ: عطائے تو بلقائے تو۔

اب نقاش صاحب نے بھی اگر اپنے لئے مسیحیت ومہدویت کا یا اس سے بڑھ چڑھ کر کوئی دعوی کرنا ہو تو ان کے واسطے یہ اچھا موقع ہے کیونکہ وہ مرزا جی کے منہاج نبوت سے بالکل صادق مصدوق اور سچی پیش گوئی کرنے والے ثابت ہوگئے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری (۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ:

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

اگر چہ قادیانی مشن کے بانی مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی نے اپنے صدق وکذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جس کا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بہر حال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن وحدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے دیگر علماء مبلغین میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے مرزا صاحب چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے اس لئے مرزا صاحب قادیانی اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی۔ اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا صاحب کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح۔

آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب قادیانی کی عبارت میں یہ ہے:

هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ۔
یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا (براہین احمدیہ، جلد۴ص ۴۹۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ ھو الذی ..کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نا منظور ہے۔ پس غور سے سنئے:

الف ۔حضرت مسیح زندہ ہیں۔

ب ۔دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

ج ۔حضرت مسیح موعود جب دوبارہ آوینگے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔

د۔ان کے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب قادیانی) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلی حضرت فضیلت مآب مرزا غلام غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر ۔اب سنئے حدیث کی تشریح

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتز و ج و یو لد لہ یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ جناب موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی میرے نکاح میں آئے گی بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے ۔اس لئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (انجام آتھم ضمیمہ،ص ۵۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔مرزا صاحب کی مسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے۔

نتیجہ: کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ جناب مرزا صاحب قادیانی بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ ساری عمر اس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب یا ان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اور حال کا جواب دے گی، یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرما دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری (۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ:

مولوی کبیر الدین احمد قادیانی لکھنؤ سے لکھتے ہیں:

با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست:

صاحب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو اپنی کم فہمی سے لفظ نبی کے سمجھنے میں حسب قواعد عربیہ دھوکا لگا ہے، نہ یہ کہ قادیانی وفد نے مولانا شبلی صاحب کو قادیان سے چل کر لکھنو جا کر دھوکہ اور مغالطہ دیا۔ البتہ یہ دعوی خاص دھوکہ دینا، آپ ہی کا کام ہے کہ عوام الناس کے ارادے کو امر خیر سے روکنا اور ادھر ادھر کے دو اشعار سنا دینا۔ ماسوائے اس کے مولانا شبلی صاحب ایک دانا معمر راست باز انسان ہیں اور پھر اصطلاح محدثین ماہرین اور فقہائے کاملین کی کتابوں کی سیر کئے ہوئے ایسے طفل مکتب اور گبرو بھی تو نہیں کہ کسی کے دھوکہ دہی اور سفسطہ پردازی میں آجاویں۔ کیا ہم مولانا شبلی صاحب کے اس سوال پر کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، یہ کہہ دیتے کہ ہاں جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی ایک صاحب کتاب پیغمبر مستقبل عیسی آنے والے ہیں، تب غالباً اہل حدیث کو چین آتا کہ جو قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو، کیونکہ رسول کو علم بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ باری جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس خیر امۃ میں ایسے بشر ہوتے رہے جن کو الہام الہی سے مشرف کیا گیا۔ دہلی میں بھی ایک انبیاء کی گلی مشہور ہے، معلوم نہیں تو کیوں قادیان نے کیا قصور کیا تھا کہ جو وہاں نبی نہیں ہوسکتا۔ چونکہ مرزا صاحب الہام الہی سے مشرف ہوئے اور آپ کو آئندہ

کی خبریں بھی بطور پیش گوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں..پس ایسے شخص کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں تطبیق دلیل اوپر مدعا کے یہ آیہ کریمہ ہے اہل حدیث غور کریں

یا بنی آدم اما یا تینکم رسلی یقصو ن علیکم آ یا تی فمن اتقی و اصلح فلا خو ف علیھم و لا یحز نو ن (اعراف) (اخبار بدر قادیان۔۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس قادیانی محرر کی باتوں کا جواب کئی جگہ ہماری اس کتاب میں منقول ہو چکا ہے۔قادیانی حضرات کے ریکارڈ کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی رہتی تھی، کہ سینکڑوں بار جواب سننے کے باوجود گلے ہوئے نوالے چباتے رہتے تھے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب قادیانی غیب کی خبریں دیتے رہے اور وہ پوری ہوتی رہیں، تو اس کی تردید ان دو محمدی بیگموں سے متعلق الہامی خبروں (پیش گوئیوں) سے ہوسکتی ہے جن کا ذکر قادیانی لٹریچر میں ہی موجود ہے۔

ایک محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری، کہ مرزا صاحب نے ان سے اپنی شادی کی الہامی خبر دی تھی، لیکن وہ آپ کے نکاح میں نہیں آئی۔

اور دوسری محمدی بیگم زوجہ منظور محمد جس کے متعلق مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی کی تھی کہ اس کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام عالم کباب وغیرہ ہوگا۔جیسا کہ لکھا ہے:

۱۴ جون ۱۹۰۶ء: میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان کے ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔۱۔کلمۃ العزیز۔۲۔کلمۃ اللہ خان۔۳۔وارڈ۔۴۔بشیر الدولہ۔۵۔شادی خان۔۶۔عالم کباب۔۷۔ناصر الدین۔۸۔فاتح الدین۔۹۔ ھذا یو م مبا ر ك

(اخبار بدر قادیان ۲۱ جون ۱۹۰۶ء ص ۳)

لیکن پیر منظور محمد قادیانی اور اس کی بیوی محمدی بیگم کے ہاں اللہ تعالی نے بیٹی عطا فرما دی۔اس پر اڈیٹر بدر نے لکھا:

میاں منظور محمد کے گھر میں ایک ایسے لڑکے کے پیدا ہونے کے متعلق جو پیش گوئی تھی کہ اس

کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی اور اس تباہی کو ہنوز اللہ تعالی نے اور پیچھے ڈال دیا ہے یعنی انکے گھر میں فی الحال لڑکی پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت منظور ہے، تب بالفعل میاں منظور محمد کے گھر میں لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوگی، اور لڑکا بعد میں ہوگا مگر ضرور ہوگا۔ دیکھو بدر ۱۴ جون ۱۹۰۶ء۔ (بدر۔قادیان۔ ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۲)

لیکن پھر مرزا صاحب چل بسے، محمدی بیگم زوجہ منظور محمد بھی چل بسی، منظور محمد بھی چل بسا، لیکن بشیر الدولہ، شادی خان، عالم کباب وغیرہ وغیرہ عدم سے وجود میں نہ آیا۔ یعنی مرزا صاحب کی الہامی غیبی خبریں جھوٹی نکلیں۔ پھر بتایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے نبی ہیں کہ ان پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی تھیں اور وہ صحیح نکلتی تھیں۔

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری (۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ :

قادیانی خلیفہ سے فیصلہ کن سوال

کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

۷۔اپریل کے اہل حدیث میں چند سوال خاص بخدمت خلیفہ قادیان کئے تھے خیال تھا کہ جواب ملے گا مگر افسوس نہ خلیفہ بولے نہ انکے آرگن قادیانی اخبارات نے توجہ کی۔ کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے یقین نہیں کہ ہمارے آج کے سوال کا جواب بھی مل سکے، مگر: جائے امید خالی نیست

آج ہم جو سوال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسا نہیں کہ اس میں کسی منطقی صغرے کبرے سے کام لینا پڑے بلکہ وہ مضمون بالکل صاف ہے پس خلیفہ اور ان کے حواری غور سے سنیں۔

مرزا صاحب کو جو الہام ہوا تھا کہ مسمات محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، اس پیش گوئی کو حضور نبوی میں رجسٹر کرانے کے لئے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵۳)

خلیفہ صاحب! انصاف شرط ہے کہ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی صرف مرزا ہی کی نہیں بلکہ بقول مرزا قادیانی، خودسرور کائنات فخر موجودات علیه التحية و الصلوة کی بھی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا مطلب (بقول مرزا قادیانی) یہ ہے کہ مسیح موعود کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری) ضرور نکاح میں آئیگی۔ اب جہاں تک کسی صاحب کی دیانت اور امانت کام دیتی ہے مضمون صاف ہے کہ اس امر کے واقع نہ ہونے سے دونوں پیش گوئیوں پر زد پڑتی ہے۔ پس مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت کریں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ دونوں (مرزا صاحب قادیانی، اور بقول مرزا قادیانی، آنحضرت ﷺ) تکذیب سے بچ جائیں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ایسے متین سوال کے جواب میں بھی مثل سابق کسی جیل زادے سے گالیاں دلوانے پر قناعت کی تو قادیانی مشن کی حقیقت اہل دانش پر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء ص۲۔۳)

منکوحہ آسمانی اور شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری (۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر چہ قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے صدق و کذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جس کا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بہر حال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن و حدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے۔ دیگر علماء مبلغین میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے، مرزا صاحب قادیانی چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے۔ اسلئے مرزا صاحبقادیانی اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی۔ اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا صاحب کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح۔

آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب کی عبارت میں یہ ہے:

هو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ۔ج ۴۔ص ۴۹۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ هو الذی ارسل ..کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نامنظور ہے۔ پس غور سے سنئے:

الف۔ حضرت مسیح زندہ ہیں۔

ب۔ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

ج۔ مسیح موعود جب دوبارہ آویں گے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔

د۔ ان کے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب قادیانی) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلی حضرت فضیلت مآب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر۔ اب سنئے حدیث کی تشریح:

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتزو ج و یو لد له یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔

جناب (مرزا قادیانی) موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی (محمدی بنت مرزا احمد بیگ)

میرے نکاح میں آئے گی۔ بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔
اسلئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی اس پیشگوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔فرماتے ہیں: اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (انجام آتھم ضمیمہ ص ۵۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔ مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔ مرزا صاحب کی مسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے۔

کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ مرزا بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ ساری عمر اس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب یا ان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اور حال کا جواب دے گی یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرما دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

منکوحہ آسمانی اور ابوسعید محمد شریف

جناب ابوسعید محمد شریف آف پھیروچیچی، قادیانیوں سے ایک مناظرے کی روداد بیان کرتے ہیں:

موضع پھیروچیچی میں جو مرزا صاحب قادیانی کا حواری رحمت علی ہے، اوس نے یہ کلمہ موضع بھٹیاں میں مولوی عبدالحکیم صاحب کے سامنے کہا تھا کہ

مولوی صاحب! مناظرہ میں اگر ہمارے مولوی لاجواب بھی ہوجائیں گے اِدھر کا کعبہ اودھر آجائے تو بھی میں مذہب مرزائی نہ چھوڑونگا۔

مرزائیو! سچ ہے نہ؟ کل اناء يترشح بما فيه ۔

اسی ہٹ پر مرزا صاحب آنجہانی دارفانی سے چل بسے، اور اپنے الہامات کی طرح طرح کی تاویلیں کیں جن کو سمجھدار آدمی نہیں مان سکتا اور نکاح آسمانی کی حسرت دل میں لے گئے جیسا ہمارے ایک قومی شاعر نے کہا ہے ۔

نکاح آسمانی کا کیا اعلان مریدوں میں
ولیکن اس نکاح کی بھی رہی حرص و ہوا باقی
نکاح آسمانی سے رہا محروم بے چارا
وہ دل میں لے گیا حسرت الٰی یوم الجزاء باقی
غرض اوس کی ہوئی نہ پیشگوئی ایک بھی پوری
کہ اس میں مطلقاً یارو نہ تھا صدق و صفا باقی
صداقت کا نشاں اوس میں نہ تھا حلفاً میں کہتا ہوں
رہا دنیا میں اب اس سے ہے کذب و افترا باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۴۔ مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء ص: ۷-۸)

منکوحہ آسمانی اور مولانا محمد علی مونگیری

فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی: حصہ اول

(حکیم محمد یعسوب لکھتے ہیں کہ مولانا ابواحمد رحمانی (مولانا محمد علی مونگیری) کے فیصلہ آسمانی: میں مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذب ہونے کی وہ دلیلیں پیش کی گئی ہیں جن کا فیصلہ من جانب خدا ہوا ہے۔اس کے تین حصے ہیں۔ہرایک حصہ ایک مستقل رسالہ ہے اور علیحدہ علیحدہ چھپا ہے۔پہلا حصہ سوا پانچ جز میں دوسری مرتبہ امرتسر میں چھپا ہے۔دوسرا حصہ پہلی مرتبہ چار جز دو ورق مطبع مجیدی کان پور میں چھپا ہے۔ تیسرا حصہ پونے نو جزء میں امرتسر میں چھپا ہے۔ان میں سب سے اول دوسرا حصہ چھپا۔جس وقت یہ شائع ہوا تو مرزائیوں میں کھلبلی مچی اور خلیفۃ المسیح قادیانی سے جواب لکھنے کی درخواست کی گئی۔قادیانی خلیفہ حضرت مولف فیصلہ آسمانی کے علم وفضل سے کسی قدر واقف تھے اس لئے وہ تو دم بخود ہو گئے ان کی ہمت تو سامنے آنے کی نہ ہوئی مگر مریدوں کے پھنسا رہنے کے لئے قادیانی مربی عبدالماجد بھاگلپوری کو جواب کے لئے آمادہ کیا تاکہ جواب میں جو کچھ ذلت ہو وہ انہیں کی ہو ہم بدنام نہ ہوں۔قادیانی مربی نے خلیفہ صاحب کے حکم کی تعمیل کسی خاص وجہ سے کی مگر اس جواب نے قادیانی مربی کا بھرم کھول دیا اور جس قدر ان کی ناواقفی اور کم علمی اور بد دیانتی اس رسالے سے ظاہر ہوئی اس کا وہم وگمان بھی اس سے پہلے نہ تھا۔اس رسالہ کی اصل باتوں کا جواب تو حضرت مولف فیصلہ آسمانی (محمد علی) کے رسالوں میں موجود ہے جسے حق کی طلب ہو وہ رسالہ تنزیہہ ربانی، معیار صداقت اور فیصلہ آسمانی حصہ سوم غور سے ملاحظہ کرے.....نمونہ القاء ربانی۔صحیفہ رحمانیہ ۱۱۔۱۲۔ص ۲۱۰۔۲۱۱۔احتساب قادیانیت جلد ۵)(مولانا مونگیری کے رسائل نقل کرتے ہوئے میں نے کہیں کہیں حسب ضرورت محو و اثبات اور روایت بالمعنی سے کام بھی لیا ہے۔اور جابجا موزوں حواشی کا اضافہ کیا ہے۔بہاء)

مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (ابواحمد رحمانی کے نام سے) لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرب قیامت کی علامتوں میں ایک علامت یہ ہے کہ ہر ذی رائے اپنی ہی رائے پر فخر کرے گا اور اسے بڑی سمجھے گا۔مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی عقل رکھتے ہیں وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگیں گے۔اب اس کے بہت مراتب ہیں، اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ نہایت کم فہم اپنے تئیں بڑا فہمیدہ سمجھتے ہیں۔بہت کم علم اپنے تئیں دین کا بڑا ماہر خیال کر رہے ہیں۔گم راہ ہیں اور اپنے کو ہادی کہہ رہے ہیں۔اب جس کے دل میں کبر کے تخم نے اس سے زیادہ نشو ونما کیا وہ اپنے تئیں مجدد و امام کہنے لگا۔اگر اس سے بھی زیادہ اس نے ترقی کی تو اس نے مہدی اور عیسی ہونے کا دعوی کر دیا۔اور یہ کچھ ہندوستان ہی پر منحصر نہیں، یورپ میں

بھی کئی جگہ مسیحیت کا دعوی کرنے والے موجود ہیں، اور بہت لوگ ان کے ماننے والے بھی ہو گئے ہیں۔

ہندوستان میں مرزا غلام احمد ساکن قادیان پنجاب ہیں۔ان کے قلب میں بہت زیادہ مادہ پایا جاتا ہے...کیونکہ وہ اسی قدر نہیں کہتے کہ میں امام وقت یا مجدد وقت ہوں، بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ نہایت عظیم الشان تقدس کا دعوی کرتے ہیں۔یعنی اولوالعزم رسول ہونے کا۔اور صراحت کے ساتھ بعض انبیاء سے اپنے تئیں افضل کہتے ہیں۔بعض باتوں میں حضرت سید المرسلین ﷺ سے بھی نعوذ باللہ اپنے تئیں بڑھ کر سمجھتے ہیں۔مثلاً خر دجال وغیرہ کی حقیقت کما ینبغی آنحضرت ﷺ پر منکشف نہیں ہوئی تھی مرزا قادیانی پر ہوئی۔

اور حضرت عیسی کی نسبت تو صریح اہانت کے کلمات لکھے ہیں۔

یہ بھی دعوی ہے کہ مجھ پر منکشف ہوا کہ بالیقین میں خدا ہوں۔

اور یہ بھی الہام ہوا کہ کن فیکو ن کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔

یہ باتیں میرے نزدیک شریعت حقہ محمدیہ کے بالکل خلاف ہیں اور دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت اسلام نے اس خطرناک راہ کو اختیار کر لیا ہے اور یہ بھی خوف ہے کہ کچھ اور مسلمان بھی اس ہلاکت میں پڑیں۔

اس دعوی پر توجہ کرنے والے اور نہایت دل سے خیال کرنے والے امت محمدیہ میں تین گروہ ہو سکتے ہیں۔ا۔اولیائے امت۔۲۔علمائے امت۔۳۔عامہ مومنین امت۔

اور حضرت مسیح اور حضرت مہدی کے آنے کی خبریں حدیثوں میں اس قدر آئی ہیں اور مشہور ہیں کہ ہر خاص وعام جانتا ہے مگر شاذ ونادر، اور بہت سے سچے مسلمان ان کے منتظر ہیں۔خصوصاً اس نازک وقت میں کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی ہر طرح کی حالت نہایت خراب بلکہ معرض زوال میں ہو رہی ہے، ایسے وقت میں حضرت مسیح کے آنے کا مژدہ نہایت ہی مسرت بخش ہو سکتا ہے۔مگر ہر ایک گروہ نے یہ بھی معلوم کیا ہے اور تاریخ کی کتابیں بھری ہیں کہ اس کے قبل بھی کتنوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا، اور بعض نے مسیح ہونے کا بھی دعوی کیا۔اور ہر ایک نے اپنے خیال کے موجب سچائی کی دلیلیں پیش کیں۔اور بہت ماننے والوں نے انہیں مان بھی لیا۔مگر اس وقت تک بالاتفاق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سب جھوٹے تھے۔اس لئے ہر ایک گروہ امت محمدیہ کو ضرور ہے کہ اب جو ایسے عظیم الشان امر کا دعوی کرے، اسے وہ نہایت سچے معیار سے جانچیں جس سے وہ جانچ

سکتے ہیں،اور سچائی اور غیر سچائی کو معلوم کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں اس کے معلوم کرنے کے لئے بھی تین طریقے ہیں۔

اول وہ جو مخصوص اولیائے امت سے ہے کہ وہ اللہ تعالی ان کے قلب میں ایسا نور عنایت کرتا ہے جس کے ذریعے سے وہ بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔خصوصاً انسان کی اچھی یا بری حالت کو بخوبی جان سکتے ہیں جن کو اللہ تعالی سے رابطہ قوی ہے وہ تھوڑے تامل سے معلوم کر لیتے ہیں کہ فلاں شخص کو اللہ تعالی سے ایسا رابطہ ہے۔حضرت مسیح اور مہدی کی حالت ان پر ہرگز چھپی نہیں رہ سکتی۔مگر اب وہ وقت ہے کہ ایسی بات منہ سے نکالنا ایک مضحکہ ہے،اس لئے میں اسے زیادہ نہیں لکھنا چاہتا،اور ان حضرات کو معذور سمجھتا ہوں کیونکہ گولر کے اندر کا کیڑا اسی گولر کو آسمان اور زمین خیال کرتا ہے،اس سے زیادہ اس کا حوصلہ نہیں ہوسکتا۔اس وقت ظاہر بینی کا زور شور سے دورہ ہے۔امور باطنیہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں،اس لئے اس کے انکار سے وہ معذور ہیں۔الغرض اس گروہ میں سے کسی نے مرزا قادیانی کو برگزیدہء خدا بھی نہیں مانا اور حضرت مہدی و مسیح تو بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔

دوسرا طریقہ معلوم کرنے کا دلیل ہے،یعنی آثار و حدیث میں جو علامتیں ان حضرات کے وجود کی ہیں وہ جن میں پائی جاتی ہیں وہ مسیح و مہدی ہوں گے۔یہ طریقہ علمائے امت سے مخصوص ہے۔وہ جانتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ جن روایتوں میں حضرت مسیح اور امام مہدی کے آنے کا ذکر ہے ان میں ان کی علامتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ان میں سے کوئی علامت مرزا غلام احمد قادیانی میں نہیں پائی گئی۔مگر اس طریقے میں بہت جھگڑے ہیں۔

اول تو ان حدیثوں کے صحیح اور غیر صحیح ہونے میں (قادیانیوں کا) جھگڑا۔ پھر اس کے معنی میں جھگڑا۔

پھر یہ جھگڑا کہ جن مسیح کے آنے کا وعدہ ہے وہ وہی ہیں جو پہلے آ چکے ہیں یا کوئی دوسرے ہوں گے۔

ان سب کے علاوہ ان باتوں کے سمجھنے والے خاص اہل علم ہی ہو سکتے ہیں،اور اس طریقے سے عام کو فائدہ نہیں ہوسکتا ہے۔اور پھر یہ طریقہ اس قدر طول وطویل ہے کہ اس کے لکھنے کے لئے دفتر عظیم چاہیے ،اس لئے میں اس طریقہ کو بھی اس وقت چھوڑتا ہوں۔البتہ ایک مختصر بات عام فہم کہنا چاہتا ہوں،اسے ملاحظہ

کیا جائے۔

حضرت مسیح کے آنے کی خبر جناب سید المرسلین ﷺ نے دی، اور صحابہ اور تابعین اور تمام علمائے دین نے اس پر یقین کیا۔اس سے ظاہر ہے کہ بڑی مہتم بالشان خبر ہے۔اور نہایت ظاہر ہے کہ یہ اہتمام اور شان صرف اسی وجہ سے ہے کہ ان کی ذات مقدس سے دینی فائدہ بہت کچھ ہوگا۔مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت ان کی برکت سے درست ہو جائے گی۔صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں بغض و عداوت نہ رہے گا۔روپئے پیسے کی یہ کثرت ہوگی کہ کسی مسلمان کو ہدیہ اور تحفہ لینے کی طرف توجہ نہ ہوگی۔دنیا بھر میں دین اسلام کو غلبہ ہوگا۔

ان میں سے کسی بات کا شائبہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود سے نہیں پایا گیا۔بلکہ سب باتیں برعکس ہیں۔غور سے دیکھا جائے کہ مسلمانوں میں کس قدر بغض وعداوت ہے۔کس قدر افلاس ہے۔اور دنیا میں کس قدر تفرق ادیان ہے۔اور پھر یہ کہ اسلام کس قدر ضعیف ہو گیا ہے۔

اور اگر قادیانی جماعت یا کوئی صاحب ان حدیثوں پر نظر نہ کریں، یا کچھ بے تکے معنی لگائیں، تو اس قدر فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے آنے سے اسلام کو اور مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوا؟

میں نہایت یقین اور زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ باوجود نہایت کوشش کے کوئی عیسائی مسلمان نہیں ہوا۔کوئی دہریہ ایمان نہیں لایا۔کوئی ہندو، کوئی آریہ یا کوئی اور مذہب والا اسلام سے مشرف نہیں ہوا۔ہاں دنیا میں جو تخمیناً چالیس کروڑ مسلمان شمار کئے جاتے تھے وہ سب کافر و مردود ہو گئے (اس کے ثبوت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند نے خاص رسالہ لکھا ہے تشحیذ الاذہان جلد ۶ ش ۴ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء میں ملاحظہ کیا جائے) ان میں صرف چند ہزار یا کئی لاکھ مسلمان رہ گئے۔سابق کے لحاظ سے اس کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود سے اسلام ایسا غریب ہوگیا کہ گویا مٹ گیا اور مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت جو خراب تھی اسے روز بروز ترقی ہے۔

اس پر طرہ یہ ہوا کہ جس قدر مرزا قادیانی کو ترقی ہوئی، اسی قدر امراض عامہ طاعون وغیرہ کو ترقی ہوئی۔یہاں تک کہ کسی سال امن عافیت سے لوگ نہیں بیٹھ سکتے۔پھر جن کی ذات سے اسلام کی اور مسلمانوں

کی یہ حالت ہو جائے، انہیں کون ذی عقل مسلمان مسیح مان سکتا ہے؟ خدا کے لئے اس میں تھوڑا سا تامل کرو۔

مرزائی جماعت کے لوگوں کو مرزا قادیانی کی حیات میں بھی دیکھا اور ان کے حالات سنے۔ اور اب انہیں انتقال کیئے بہت تھوڑا زمانہ ہوا ہے، مگر ان میں صلاح وتقوی کا نشان نہیں پایا۔ ان کی صورت ان کی حالت یہ کہہ رہی ہے کہ ان کے قلب تک شریعت محمد یہ کا نور نہیں پہنچا...حالانکہ وہ اپنے تئیں امام وقت اور رسول وقت کا صحبت یافتہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کہتے ہیں۔ اگر مرزا غلام احمد اپنے دعوی میں سچے ہوتے، تو انکے صحبت یافتہ زمانہ کے لوگوں سے نرالا ڈھنگ رکھتے کہ ہر طرف سے قبولیت کی نگاہ ان پر پڑتی۔ مگر حالت برعکس ہے۔

تیسرا طریقہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جو شخص ایسے عظیم الشان امر کا مدعی ہوا ہے، اس کے ذاتی حالات کو معلوم کریں۔ اور اس میں عاقلانہ طور سے انصاف کے ساتھ نظر کریں، اور اس کے اقوال وافعال کو منہاج نبوت پر جانچیں۔

یہ طریقہ ایسا ہے کہ ہر ایک ذی فہم اس سے کام لے سکتا ہے۔ اور خاص وعام اس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ اگر اس کے حالات ایسے نہ ہوں، جیسے بزرگ مقدس حضرات کے ہونے چاہییں، تو پھر کسی دلیل اور کسی نشان کے تلاش کی حاجت نہیں ہے۔ اسے سمجھ لیں کہ یہ اپنے دعوی میں کاذب ہے۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سچائی میں سب سے اول درجہ رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ذرہ بھی سچائی میں گرا ہوا پائیں، تو اس سے اجتناب کریں۔ میں نے اس رسالہ میں اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے کہ خاص وعام اس سے مستفید ہوں اور بذات خود فیصلہ کرسکیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں کہ: ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۸)۔

اس لئے میں نے ان کی پیش گوئیوں پر نظر کرنا مناسب سمجھا، اور پیش گوئیوں میں سے اس پیش گوئی کو اختیار کیا جو ان کے نزدیک نہایت ہی عظیم الشان ہے، اور جس کی شرح سے ان کے ذاتی تقدس کا حال طالب حق نہایت روشن دلیل سے معلوم کر سکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالہ شہادۃ القرآن سے ظاہر ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی

کے نکاح کے متعلق جو مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی ہے وہ بہت ہی عظیم الشان ہے اس لئے میں اسی کا ذکر نا مناسب سمجھتا ہوں۔

چونکہ عظیم الشان نشان کا سترہ برس تک امتحان رہا، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کی نسبت مختلف طور سے الہامات ہوتے رہے ہیں۔ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا، نکاح اس لڑکی سے آسمان پر ہو گیا، (تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۱۳۳۔قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

اس وجہ سے وہ لڑکی منکوحہ آسمانی کے لقب سے مشہور ہے۔

اب میں ان واقعات کے بیان کرنے سے پہلے نہایت زور اور سچائی سے کہتا ہوں کہ اس منکوحہ آسمانی کی نسبت جو واقعات ہوئے ہیں اور جو باتیں ان کی زبان اور قلم سے نکلی ہیں اور جو حالتیں اس سے ظاہر ہوئی ہیں وہ اس عظمت اور مرتبت کے بالکل برخلاف ہیں جس کا دعوی مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے تقدس کی تو بڑی شان ہے، اور اولیاء اللہ بلکہ ادنی ولی کو بھی دنیا کی کسی چیز سے ایسا تعلق نہیں ہو سکتا جیسا تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک معمولی عورت سے ہوا، اور اس کی وجہ سے بہت سی خلاف شان باتیں ان سے ہوئیں۔

میں نہایت سچائی اور خیر خواہی سے برادران اسلام کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس قصہ کے متعلق واقعات پر جو سچا طالب حق نظر کرے گا اس کی قوت ممیّزہ، اس کی انصاف پسندی بے اختیار کہہ اٹھے گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوی میں بالکل جھوٹے ہیں۔اور جن کے دلوں پر تعصب کا پردہ پڑا ہے اور جو اپنی غلطی اور نافہمی اور کم علمی سے پھنس کر اب بے جا غیرت اور اپنی بات کی پیچ اور ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو گئے ہیں، یا ان کو اور کوئی مخفی دنیاوی فائدہ اس میں حاصل ہوتا ہے، ان سے ہمارا خطاب نہیں ہے۔ہم کو امید ہے کہ بہت سے گم گشتہ بہت سے متحیر و پریشان اس تحریر سے ہدایت پائیں گے اور ان کے دلوں کو کامل تسلی ہو گی۔

اس رسالہ کا نام فیصلہ آسمانی رکھا گیا ہے اور تین حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے حصہ میں خاص منکوحہ آسمانی کا ذکر ہے اور دوسرے و تیسرے حصہ میں اس کے متعلقات کا اور ضمناً ان کے کذب کی اور باتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔

اس عظیم الشان پیشین گوئی کے غلط ہونے کے باوجود جو باتیں خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اور ان کے مریدین نے بنائی ہیں اور انہیں جواب قرار دیا ہے، ان کا غلط اور محض غلط ہونا بطور اجمال اور تفصیل ہر طرح ان تین حصوں میں بیان کیا گیا ہے۔ خاص منکوحہ آسمانی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا جواب اسی حصہ میں پورے طور سے دیا گیا ہے۔ پھر تیسرے حصہ میں اس کی زیادہ تفصیل کر دی گئی ہے اور اس قدر لکھا گیا ہے کہ کسی طالب حق کو دیکھنے کے بعد مرزا قادیانی کے کاذب ہونے میں تامل نہیں ہوسکتا۔

اب بعض حق پوش حضرات کا یہ کہہ دینا کہ یہ وہی پرانی باتیں ہیں جن کا جواب دیا گیا ہے، ناواقفوں کو دھوکہ دینا ہے۔ میں نہایت استحکام اور یقین سے کہتا ہوں کہ اس غلط پیشین گوئی کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ یہ پیشین گوئی بلاشک وشبہ یقیناً غلط ہوئی، اور جو کچھ اس کے جواب میں باتیں بنائی جاتی ہیں وہ محض غلط ہیں۔ ان کی غلطی آفتاب نیم روز کی طرح روشن کر دی گئی ہے، اور مرزا قادیانی کے وہ اقوال نقل کر دیئے گئے جن سے تمام جوابات غلط ہو جاتے ہیں۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کی یہ نہایت روشن دلیل ہے اور ایسی دلیل ہے کہ عام وخاص سب اسے خوبی سمجھ سکتے ہیں اس لئے اس کو پیش کیا گیا اور پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے غلط ہونے کا اقرار کریں، اور بموجب آسمانی کتابوں کے مرزا قادیانی کو کاذب مانیں، یا ہماری باتوں کا جواب دیں۔ مگر ہم بالیقین کہتے ہیں کہ جواب نہیں دے سکتے۔ قادیانی جماعت خوب سمجھ لے کہ یہ عوام کا مناظرہ نہیں کہ کبھی یہ کہہ دیا اور کبھی وہ کہہ دیا، کوئی بات طے نہ ہوئی اور عوام مشتبہ ہو کر رہ گئے۔ الغرض اس بحث کے طے ہونے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جس بحث کو چاہیں قادیانی جماعت کے ذی علم پیش کریں اس طرف سے جواب دیا جائے گا اور ان شاء اللہ ایسا جواب دیا جائے گا کہ آنکھیں کھل جائیں گی۔

ہمارے مخاطبین ذرا نظر اٹھا کر دیکھیں کہ دنیا میں کس قدر مذاہب باطلہ ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور اہل حق نے ان کے ردّ میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پھر کیا اس مذہب کے ماننے والوں نے کسی اہل حق کی سنی اور حق کو قبول کیا۔ ہرگز نہیں اور شاذ ونادر کا اعتبار نہیں۔ خیال کیا جائے کہ تثلیث پرستی کیسی بدیہی البطلان چیز ہے، مگر اس کے ماننے والے اپنی جان دے دیتے ہیں مگر اپنا مذہب اور اپنا عقیدہ نہیں چھوڑتے۔ پھر کیا ان کی پختگی اور اپنے خیال سے نہ ہٹنا ان کے مذہب کی حقانیت اور سچائی کی دلیل ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس

کی یہ وجہ ہے کہ جن کے لئے شقاوت ازلی نے ہاویہ میں جانے کا فیصلہ کر دیا ہے جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے وہ حق بات کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

ملاحظہ کیا جائے کہ دہریہ اور لا مذہب کی ہدایت کیلئے اصحاب مذہب نے بہت کوشش کی۔ پھر کیا وہ اپنے خیال سے کچھ بھی ہٹے؟ کبھی نہیں۔ دیکھو اس وقت یورپ میں کس زور شور سے لا مذہبی پھیل رہی ہے اور اس کا نمونہ ہندوستان میں بھی شروع ہو گیا ہے۔ عیسائی ہنود آریہ کے راہ راست پر لانے کے لئے مسلمانوں نے بہت کچھ کوشش کی۔ سچائی اور حقانیت کو بہت کچھ روشن کر کے دکھلایا۔ دین حق کے ثبوت میں اور باطل کے ابطال میں بہت کتابیں لکھیں۔ مگر یہ بتایئے اور خوب تحقیق کر کے جواب دیجئے کہ کتنے آریہ، ہندو، عیسائی مناظرہ کی کتابیں دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ غالباً دس بیس کا نام بھی آپ سارے ہندوستان میں نہ بتائیں گے۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مریدین کی کوشش کو ملاحظہ کیجئے کہ ان کے جواب میں کتنے رسالے اور اشتہارات لکھ کر شائع کئے۔

عیسائیوں سے مناظرہ بھی کیا۔ ایک رسالہ انگریزی میں ماہوار تمام یورپ و ہند میں برسوں سے شائع ہو رہا ہے۔ اب مسیح جدید کے مقلد فرمائیں کہ کتنے قدیم مسیحی مرزا قادیانی پر ایمان لائے اور کتنے آریہ قادیانی ہوئے؟ واقف کار حضرات خوب جانتے ہوں گے کہ اتنی کوشش پر بھی دس بیس آریہ یا عیسائی ان کے مناظرہ سے قادیانی نہیں ہوئے بلکہ ان کی مسیحیت اور نبوت کی زندگی ہی میں خاص ان کے وطن پنجاب میں عیسائی اور آریہ کی ترقی بہت کچھ ہوئی، اور ان کے خلیفہ (حکیم نورالدین) اور حواریین کے روبرو ہو رہی ہے۔ اور کس قدر الحاد و زندقہ اور گمراہی اور تفرق ادیان کا زور و شور ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد ایسی حالت رہے گی؟

ذرا آنکھیں کھول کر احادیث صحیحہ کو دیکھو۔ اگر حق طلبی کی نظر سے دیکھو گے اور کج روی سے بچو گے تو مثل آفتاب کے تم پر روشن ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوے میں ہرگز سچے نہیں ہیں (محمدی بیگم والی پیش گوئی پر بحث مرزا قادیانی کی زندگی اور مرنے کے بعد مختلف انداز کی ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں چونکہ کسی بھی لمحے امکان تھا کہ سلطان محمد رخصت ہو جاتا، عورت بیوہ ہو جاتی، اور مرزا قادیانی سے شادی ہو جاتی، اس لئے اس وقت اس پیش گوئی کو جھوٹا کہنا اس یقین کا

مل کی بنا پر تھا کہ مرزا قادیانی کو الہام نہیں ہوتے، اور جو دعوی وہ الہام سے کرتا ہے وہ جھوٹے ہوتے ہیں، اس لئے یہ پیش گوئی بھی جھوٹی ہے، اور مرزا قادیانی کے نکاح میں وہ عورت نہیں آئے گی۔ انکار باطل اور تثبیت حق کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ تھا جو ان لوگوں کو مل گیا جنہوں نے ابتداء ہی سے اس پیش گوئی کے کذب کا اعلان کر دیا تھا مثل مولانا بٹالویؒ، اور بعد میں مولانا بٹالویؒ کی متابعت میں دیگر حضرات مثل مولانا ثناء اللہ، پیر مہر علی شاہ۔۔ اور مرزا کی موت کے بعد چونکہ واضح ہو چکا تھا کہ زندگی بھر مرزا قادیانی کی شادی محمدی بیگم سے نہیں ہو سکی اور پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو چکی ہے، اس وقت اس پیش گوئی کی تغلیط و تکذیب پر لکھنا یا کہنا ثانوی درجے کی اہمیت کا حامل ہے۔ اس وقت صرف قادیانی مغالطوں اور تاویلوں کا جواب اس بات کا مظہر تھا کہ قادیانی حضرات ناواقفوں میں پروپیگنڈہ نہ کر سکیں بلکہ لوگوں کو بتا دیا جائے کہ پیش گوئی جسے شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے حیات مرزا میں غیر الہامی قرار دیا تھا، واقعتاً غیر الہامی ثابت ہو چکی ہے اور اسے الہامی کہنے والا اپنے دعوی الہام میں جھوٹا ہے۔ بہاء)

افسوس یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی کافر کو مسلمان نہ کیا البتہ بہت سے مسلمانوں کو گمراہ کر دیا اور تیرہ سو برس کے مسلمین کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ حاصل یہ ہوا کہ دنیا میں جو منکر اور کافر تھے وہ تو ویسے ہی رہے اور جو مسلمان تھے مرزا قادیانی نے انہیں بھی کافر کر دیا۔ نزول مسیح کا یہ نتیجہ ہوا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی نے جو کام کیا ہے وہ نہایت عظیم الشان ہے، ایسا کام پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ وہ یہ کہ انہوں نے ساری دنیا کو کافروں سے بھر دیا، ہندو سکھ عیسائی بدھ دہریے وغیرہ تو پہلے ہی کافر تھے، مسلمانوں کو انہوں نے کافر بنا دیا، اور اپنے ماننے والوں کو اسلام سے نکال کر کافر کر دیا۔ یعنی مرزا قادیانی کی برکت سے دنیا میں ایک بھی مسلمان باقی نہ بچا۔ بہاء)

اس تمہید کے بعد اصل قصہ کو ملاحظہ کیجئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے قرابت مندوں میں ایک لڑکی تھی جس کا نام محمدی ہے۔ وہ ان کے پسند آ گئی اور منظور نظر ہو گئی۔ مگر وہ قرابت مند مرزا قادیانی کے اس دعوی اور تقدس کے نہایت مخالف تھے، اس لئے مرزا قادیانی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ نکاح کا پیغام بھیجیں۔ اول تو مرزا قادیانی بوڑھے (زیادہ مناسب الفاظ میں مرزا صاحب کو ادھیڑ عمر کہا جا سکتا ہے، کیونکہ جب پیش گوئی پہلی مرتبہ سامنے آئی، مرزا صاحب کی عمر چھیالیس سینتالیس برس کی تھی۔ بہاء) اور اہل و عیال والے تھے، اس پر مذہبی مخالفت ہو، گویا پھر تو کریلا اور نیم چڑھا ہو گیا۔ اب کیا امید ہو سکتی تھی کہ لڑکی کے والدین اس رشتہ کو قبول کریں۔

کچھ عرصہ تک تو مرزا قادیانی کو اس کے اشتیاق میں دم بخود رہنا پڑا، مگر حسن اتفاق سے اس لڑکی کے والد مرزا احمد بیگ کو ایک ضرورت مرزا غلام احمد قادیانی سے پیش آئی اور وہ بھی مالی ضرورت جس کا ذکر آئے گا۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی کو موقع ملا اور وحی و الہام کی بھرمار شروع ہوئی۔ پہلے نکاح کا پیغام بڑے شان سے

بھیجا گیا۔ الہامی پیام تھا۔ اس کے قبول کرنے پر بہت کچھ ترغیبیں دی گئیں، اور انکار کی تقدیر پر خوفناک باتوں سے ڈرایا گیا۔ مگر اس کے والدین اور اس کے دوسرے اقرباء نے نہایت مضبوطی اور حقارت سے انکار کیا۔ اور اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے پڑھا دیا۔ سلطان محمد بیگ اس کا نام ہے۔

مگر جس طرح طالب دلدادہ کو کسی وقت محبوب اور مطلوب کے ملنے سے مایوسی نہیں ہوتی، اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے نکاح کے بعد بھی مایوسی نہیں ہوئی۔ اور ان کی قوت متخیلہ نے یہ خیال پختہ کیا کہ اس (محمدی) کا میاں (مرزا سلطان محمد) مرے گا اور بیوہ ہو کر یہ لڑکی میرے نکاح میں آئے۔

اس پختہ خیال کو وہ الہام سمجھے۔ اور الہام کا غل مچانا شروع کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہوگی اور میرے نکاح میں آئے گی۔ کسی وقت خیال عالی زیادہ بلند ہوا، تو یہ فرمادیا کہ خدا تعالی نے آسمان پر میرا نکاح اس سے کردیا ہے۔ یہاں وہ قصہ قابل ذکر ہے جو انگریزی اخباروں میں شائع ہوا ہے کہ ولایت لندن میں یا اس کے قریب ایک انگریز نے عیسی ہونے کا دعوی کیا، اور بہت سے لوگ اسے مان چکے ہیں۔ اور ایک ایسا عمدہ اور بڑا گرجا بنوایا ہے کہ لندن میں اس کی نظیر نہیں۔ اس سے ایک نوجوان لیڈی پھنس گئی۔ اس کے لڑکا ہوا۔ رجسٹرار نے لیڈی سے دریافت کیا کہ تیرا نکاح کب ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ عالم ارواح میں خدا تعالی نے نکاح پڑھایا ہے۔ پھر وہ عیسی بلائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ تمہاری بیوی تو فلاں ہے۔ یہ کیسی؟ جواب دیا کہ یہ روحانی بیوی ہے، اور وہ جسمانی ہے۔ رجسٹرار ان جوابوں سے بہت ناخوش ہوا۔ اور ان دونوں کو بہت برا خیال کیا۔ مدعی نبوت نے قیافہ سے اس کا خیال معلوم کر کے اس سے کہا کہ چل کر ہمارا چرچ دیکھو پھر کچھ کہنا۔ وہ گیا۔ جب دیکھ کر لوٹا تو اس کا وہ بدخیال نہ رہا اور عقیدت مند ہو گیا۔

ان دونوں کے جواب مرزا قادیانی کے جوابوں سے کم مرتبہ نہیں۔ اور مرزائیوں کی حالت اس رجسٹرار کے بہت مشابہ ہے، اگر انصاف سے دیکھا جائے۔

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے اپنے الہام کا یقین لوگوں کو دلانا چاہا اور اپنے مخالفین کو نہایت خوفناک دھمکیوں سے ڈرایا۔ مگر لڑکی کے والدین اور دوسرے اقرباء ایسے مستحکم اور قوی الایمان تھے کہ نہ کسی لالچ میں آئے، نہ کسی دھمکی سے ڈرے، نہ ان کے الہاموں کی کچھ

پرواہ کی۔ اور مرزا قادیانی اس لڑکی کی تمنا اور آرزو میں دست حسرت ملتے ہوئے قبر میں تشریف لے گئے، اور آرزو پوری نہ ہوئی۔ اس لڑکی کا میاں (مرزا سلطان محمد) اس وقت تک موجود ہے۔ دس بارہ اولادیں اس کی ہو چکی ہیں۔

حضرات ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پیشین گوئی کو نہایت ہی عظیم الشان بتایا ہے۔ اس قدر عظمت اور کسی پیش گوئی کی مرزا قادیانی نے بیان نہیں کی۔ اگرچہ بعض اور پیشین گوئیوں کو عظیم الشان کہا ہے مگر اس کی عظمت کو انتہا مرتبہ کا بیان کیا ہے، کیونکہ اسے نہایت ہی عظیم الشان کہا ہے۔

اردو کے محاورہ میں یہ جملہ اس مقام پر بولا جاتا ہے جہاں نہایت اعلیٰ مرتبہ کی عظمت بیان کرنی منظور ہوتی ہے۔ اس لئے میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس میں پورے طور سے غور کروں اور اس کے متعلق جس قدر باتیں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواریین کی ہمیں ملیں، ہم طالبین حق کے روبرو پیش کریں تاکہ ہر ایک پر مرزا صاحب قادیانی کی حالت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن کی آنکھوں میں بینائی دی ہے وہ خوب دیکھ لیں اور صداقت پر ایمان لا کر خدا کا شکر بجالائیں۔ اور جو بینائی سے محروم ہیں یا دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے وہ اپنے حال زار پر واویلا کریں، اور خدا سے ڈریں جس نے صداقت کے ماننے اور بطالت سے بچنے پر نجات کا مدار رکھا ہے۔

اس پیش گوئی کی تفصیل میں تین امروں پر غور کرنا نہایت ضروری ہے:

اول: یہ کہ مرزا قادیانی کو نکاح کے پیام کا موقع کیونکر ملا اور کس طرح انہوں نے پیام دیا۔

۲۔ یہ کہ انکار کے بعد کیا کیا تدبیریں مرزا قادیانی نے کیں تاکہ لڑکی کے اعزہ انکار سے باز رہیں لڑکی ہمارے پاس آئے۔

۳۔ اس بات میں نہایت غور و انصاف کی ضرورت ہے لڑکی کے نکاح کا معاملہ تھا مرزا قادیانی نے اس قدر طول دیا اور اشتہارات شائع کئے اعزہ و اقرباء کو خطوط لکھے اور بالآخر جب وہ ناکام اور بے نیل و مرام رہے تو اپنے دو بیٹوں کو عاق کر دیا اور سابقہ بی بی (بیوی) کو طلاق دے دی۔ ان سب باتوں پر نظر کرنے سے کیا حالت معلوم ہوتی ہے آیا یہ پایا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی بزرگ اور مقدس شخص ہیں یا یہ کہ نفسانی خواہش کے نہایت تابع اور خدا

اور رسول کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے والے۔

اس تحریر کے بعد ناظرین کو دو امروں کی طرف اور بھی زیادہ توجہ دلاتا ہوں:

اول: یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ان اقوال پر کامل نظر کریں جو ان کی زبان قلم سے اس پیش گوئی کی نسبت وقتاً فوقتاً نکلے ہیں۔ اور کس کس طرز سے انہوں نے یقین دلایا ہے کہ اس کا ظہور میرے وقت میں ہو گا جس میں کسی طرح چون و چرا کو مجال نہیں ہے اور پھر اس کا ظہور نہ ہوا اور اس کے متعلق تمام الہامات اور سارے بیانات غلط ثابت ہوئے۔

دوسرا: امر یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو تدبیریں انہوں نے کیں اور جو خطوط وغیرہ انہوں نے لکھے اور جو جو کلمات مہذبانہ انہوں نے مخالفین کے لئے استعمال کئے ان میں انصاف دلی سے غور فرماتے جائیں۔ میں نہایت سچائی سے کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی قوت ممیّزہ بے اختیار بول اٹھے گی کہ جس کے ایسے حالات ہیں وہ ہرگز خدا سے دلی رابطہ نہیں رکھتا اور مجدد اور نبی ہونا تو بڑی بات ہے۔ یہ دوسرا امر بہت زیادہ غور کے قابل ہے۔

پہلے امر کا بیان (یعنی مرزا قادیانی نے نکاح کا پیام کس طرح کیا):

سب سے اول پیامی خط جو مرزا غلام احمد قادیانی کا ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشان میں چھپا ہے اس کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۹ میں کیا ہے۔ اس کے بعد ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو گورداسپور سے جو اشتہار شائع کیا ہے وہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۱ سے ۲۸۸ تک میں لکھا ہے۔ اور اس کی نقل یعقوب علی نے اپنے رسالہ آئینہ حق نما کے صفحہ ۱۳۷ وغیرہ میں کی ہے۔.... اس کا عنوان ہے:

ایک پیش گوئی پیش از وقوع کا اشتہار

اس کے بعد دو شعر ہیں:

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا
قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہو گا

جھوٹ اور حق میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

(اوراشتہار یوں ہے۔ بہا:

اخبار نورافشاں دس مئی ۱۸۸۸ء میں جواس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی سے سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں وہ دو یا تین بیویاں جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں بلکہ اس فعل کو زنا اور حرام کاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک بیوی سے ہمیشہ کے لئے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جز وسلسلہ میں یہ دقت آپڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور نا قابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازواج مکرر سے ہی قائم ودائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی....

(اس کے بعد قادیانی نے اشتہار کے صفحہ۳ تک اخبار نورافشان پر لے دے کی جس میں اس پیش گوئی کو شہوت پرستی قرار دیا گیا تھا۔ اس کے بعد صفحہ۳ میں کہا ہے)

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے (اخبار) نورافشان میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔

ان کو نہ محض مجھ سے، بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا باعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا، اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمان بردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہر باب میں اس کے مدارالمہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کیلئے ہو رہے ہیں۔ تبھی تو نقارہ بجا کر اسکی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل ودانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی ۔غلام حسین عرصہ ۲۵ سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام سرکاری کاغذات میں درج کرادی گئی تھی ۔اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں ۔چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا، تاہم اس ہبہ پر راضی ہوکر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں ۔اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے لیکن خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب باری میں استخارہ کرلینا چاہیے ۔سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا، جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کردیا۔

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔

لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا۔اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک، اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا (تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی واقعہ اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔حاشیہ از مرزا قادیانی)۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی۔اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا

۔اور بے دینوں کو مسلمان بناویگا۔اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے:

کذّبوا بآیاتنا وکانوا بھا یستھزئون ۔ فسیکفیکھم اللہ و یردّھا الیك لا تبدیل لکلمات اللہ ۔ انّ اللہ فعّال لّما یرید ۔ انت معی وانا معك ۔ عسی ان یبعثك ربّك مقاماً محموداً ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔اور وہ پہلے سے ہنسی کررہے تھے۔سو خدا تعالیٰ، ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہوجاتا ہے۔تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام

تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں، اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں، لیکن آخر خدا تعالی کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدا تعالی کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا، اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی (یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ہم پر ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سر بستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کو آپ شہرت دی۔ حاشیہ از مرزا قادیانی) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا۔ جن کے لئے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا، اور یقین تھا کہ والداس دختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا، اس لئے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گریز کی۔ بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردّ وانکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں۔ اور گو ہم شائع کرنے کے لئے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی۔ یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے، شدت غیظ وغضب میں آکر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا۔ اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ میں دس ہزار مرد عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے۔ اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا، اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جا بجا پڑھا گیا اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔

اب جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بیجا افتراء کرنا شروع کیا، تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔

بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔ اور نیز یہ پیش گوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے، بلکہ مرزا امام الدین ونظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھ رام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیش گوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔

اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیش گوئی اس پیش گوئی کا ایک شعبہ تھی، یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور وہ اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھ دار آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ میں کی ہے جب کہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جب کہ یہ پیش گوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جب کہ اس کی یہ

لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی صداقت کا کس قدر جوش ہے اور کیسا یقین ہے۔ بایں ہمہ اتنا گمان غلط ثابت ہوا مگر پھر بھی حضرات مرزائی ان کی صداقت کے قائل رہے۔ حیرت ہے۔

الغرض ان اشعار سے اصلی غرض جو مرزا صاحب قادیانی کی ہے وہ تو ہر فہمیدہ سمجھ سکتا ہے، مگر ظاہر میں ان الفاظ کے عام معنی ہیں۔ یعنی انجام ظاہر ہونے سے مرزا غلام احمد قادیانی کو ذلت ہو یا ان کے مخالفین کو، اب تو دنیا اس کے انجام کو جان چکی اور جو صاحب نہ جانتے ہوں وہ جان لیں کہ اس پیش گوئی کا انجام یہ ہوا کہ پوری نہ ہوئی، اور مرزا صاحب قادیانی اپنے قول کی رو سے رسوا ہوئے۔

اس کے بعد کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس لڑکی کا پیام کیا تھا اور اس لڑکی کے ماموں نے ان سے آسمانی نشان طلب کیا تھا۔ یعنی لڑکی کے ماموں وغیرہ مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے منکر تھے۔ جب انہوں نے رشتہ کی درخواست کی تو انہوں نے کہا ہوگا اگر تم اپنے دعوے کو ثابت کرو تو ہم رشتہ کر سکتے ہیں، ورنہ جھوٹے نبی کو لڑکی دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ اس میں شبہ نہیں کہ لڑکی کے اعزہ نہایت ہی پختہ مسلمان اور کامل الاعتقاد تھے کہ نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی وجاہت وثروت پر انہوں نے نظر کی، نہ ان کی ہر قسم کے ترغیبوں کی پرواہ کی، نہ ان کی ترہیبوں سے انہیں کچھ خوف وہراس ہوا۔

مرزا غلام احمد قادیانی ان کی استقامت اور دینداری کی وجہ سے ان سے نہایت خفا ہیں اور اسی اشتہار میں ان کی شکایت کر کے لکھتے ہیں کہ:

مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کیلئے دعا بھی کی گئی تھی سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا اپنے ایک ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۵)

اس کی شرح یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا چچازاد بھائی غلام حسین صاحب جائداد تھا مگر بہت عرصہ سے مفقود الخبر ہوگیا تھا، اور سوائے بیوی اور مرزا قادیانی کے کوئی اس کا وارث نہ تھا (مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین

بھی غلام حسن کے چچازاد بھائی تھے، اس لئے جس حیثیت میں مرزا غلام احمد اس کے وارثوں میں سے قرار دیئے جاتے ہیں، نظام الدین اور امام الدین بھی وارثوں میں شمار ہونے چاہییں۔ بہاء) اس عرصہ میں کسی طور سے اس کی بیوی کا نام اس کی جائیداد پر چڑھ گیا۔ یہ عورت مرزا احمد بیگ، محمدی بیگم کے والد کی ہمشیرہ تھی۔ اس وجہ سے مرزا احمد بیگ نے چاہا کہ ہماری ہمشیرہ اس جائداد کو ہمارے بیٹے کے نام منتقل کر دے۔ وہ آمادہ تھی، مگر مرزا غلام احمد قادیانی اس کے بڑے شریک تھے۔ بغیر ان کی مرضی کے وہ جائداد منتقل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے احمد بیگ نے ان کی طرف رجوع کیا۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی تمنا پوری کرنے کا نہایت عمدہ موقع ملا۔ اس لئے فرماتے ہیں:

ہماری عادت بڑے کاموں میں استخارہ کرنیکی ہے اسلئے استخارہ کر کے جواب دینگے۔ پھر متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا، وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کا وقت آ پہنچا تھا (آئینہ کمالات ص ۲۸۶)

(اس جملہ پر نظر کی جائے کہ اس نشان کے ظہور کے وقت کو نہائت قریب بتا رہے ہیں جس سے خلیفہ نور الدین والی تاویل غلط ہو جاتی ہے) پیام کے لئے کس زور کی تمہید ہے۔ اہل حق کے دیکھنے کے قابل یہ امر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی دیرینہ خواہش دلی کو کس عمدہ پیرایہ میں ظاہر کرتے ہیں اور لڑکی کے والد مرزا احمد بیگ سے کہتے ہیں:

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا۔

یعنی تم اپنی لڑکی کا نکاح ہمارے ساتھ کر دو، ہم جائداد تمہارے بیٹے کے نام کرا دیں گے۔ اس الہامی پیام سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ اس لڑکی کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی سے ہو۔ اس امر کو خیال رکھ کر اس کے انجام پر غور کریں کہ کیا ہوا۔ اور پھر فرمائیں کہ یہ الہام کیونکر سچا ہو سکتا ہے؟

ذرا غور کیجئے کہ اگر مرضی خدا ایسی ہی ہوتی اور اس کے حکم سے مرزا غلام احمد قادیانی نکاح کا پیغام کرتے تو ممکن تھا کہ اس کا ظہور نہ ہوتا، اور ان کے نکاح میں وہ لڑکی نہ آتی؟ نہیں نہیں۔ بلکہ ضرور ان کے نکاح میں آتی، اور مرزا قادیانی کبھی اپنی اس تمنا سے محروم نہ رہتے۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کو یہ الہام ہوا، تو رحمانی الہام نہ تھا۔ بلکہ اس معاملہ میں جس قدر الہامات ہوئے اسکی بنیاد شیطانی الہام پر ہوئی

اس کے علاوہ ہم حضرات مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ جو رحمۃ للعالمین کا ظل ہو، اور جو اپنے کو

فنافی الرسول بتائے، اس کی یہی شان ہونا چاہیے کہ اعزہ واقرباء سے سلوک ومروت کرنے کیلئے یہ شرط کرے کہ اپنی کنواری، کم عمر لڑکی، ایک بوڑھے شخص کو دو، جسے ایک عالم برا اور کذاب کہہ رہا ہے۔ ذرا خدا سے ڈر کر ان دونوں باتوں کا جواب دیجئے گا، اور جلدی سے اس کو خدا کا حکم نہ کہہ دیجئے گا اوپر کے مضمون پر خیال رکھئے گا

یہاں تک تو مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا تعالی کا حکم سنایا اور ایک معقول جائداد کی طمع اور ترغیب دی۔ مگر اسی پر بس نہیں ہے اور بھی سنیئے۔ فرماتے ہیں: یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔

اب جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں، یہ تو خوش کرنے کی ترغیبیں تھیں۔ اب وہ تہدید اور خوف دلانا بھی سنئے، جو انکار کرنے پر متعلق ہے۔ فرماتے ہیں:

> لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک، اور ویسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر میں تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ ایضاً

یہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے بزعم خود پوری دانشمندی سے کام لیا ہے۔ یعنی انکار کرنے کی تقدیر پر خود اس لڑکی کو ڈرایا، اس کے والدین کو، اس کے اقرباء کو، اور جو اس سے نکاح کرے اس کو۔ اور پھر ہر طرح کا خوف دلایا، جان کا، مال کا، مصیبت کا، باہم تفرقہ کا، غرض کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا۔

مقصود یہ ہے کہ اتنے گروہ میں کوئی تو ضعیف القلب ضعیف الایمان ہوگا، اور دوسروں کو آمادہ کرے گا۔ مگر یہ حضرات ایسے قوی الایمان نکلے کہ کسی نے پرواہ بھی نہ کی۔ اور افسوس کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دل کی تمنا دل ہی میں رہی۔ ہاں اس لڑکی کو صرف اس کے انجام کے برا ہونے سے بہت ڈرایا تھا۔ مگر عمر کے درمیانی حصہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید اسے خیال ہوتا کہ عمر کے اکثر حصہ میں تو مزے کریں گے انجام دیکھا جائے گا اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی اس خیال کو بھی اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

> درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ ایضاً

دور اندیشی سے کیسے عام الفاظ میں خوف دلایا ہے، تاکہ جس قسم کی کراہیت یا کم وبیش غم پیش آئے

مرزا صاحب قادیانی کی صداقت معلوم ہو۔ اگر ایسے ہی باتوں کا نام پیش گوئی اور کرامت ہے تو ہر ذی فہم و فراست کرسکتا ہے پھر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ان دنوں جو زیادہ تصریح کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لائے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا۔ ایضاً

(یہ پہلا موقع ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی نے الہامی طور سے اس لڑکی (محمدی) کے نکاح میں آنے کا یقین ظاہر کیا ہے)۔ سابق الہام سے تو خدا تعالی کی صرف مرضی معلوم ہوئی تھی، اس الہام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لڑکی کا مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آ جانا ضرور ہے، کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ انجام میں وہ لڑکی خاص مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اس میں کوئی اور شرط اور کوئی قید نہیں۔

یہ بیان ایسا صاف اور صریح ہے کہ اس میں تاویل کو کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی (مرزائیوں کو شائد یہ تاویل نہیں سوجھی کہ شادی کا وعدہ اور یقین اسی وقت تک تھا جب کہ محمدی ایک لڑکی تھی، جب وہ لڑکی نہ رہی، بلکہ ایک مکمل عورت بن گئی، شادی ہوگئی، اور خود اس کے لڑکے لڑکیاں ہوگئیں، تو وہ خود لڑکی نہ رہی۔ جب وہ لڑکی نہ رہی تو شادی کس سے ہوتی؟ یوں شادی والا معاملہ ختم ہو گیا۔ بہاء) پھر یہ کہ اس الہام کی توضیح اور تقدیر مبرم ہونا مختلف اوقات میں مختلف طور سے انجام آتھم وغیرہ میں مرزا صاحب قادیانی بیان کیا ہے جس سے نہایت واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ یہ پیش گوئی خاص مرزا قادیانی کی ذات سے متعلق ہے اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی نے اپنے عربی الہام کا جو ترجمہ بیان کیا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے وہ ترجمہ یہ ہے:

خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا (دوسرا موقع جس میں نہایت زور سے یقین ظاہر کیا ہے کہ وہ لڑکی خاص مرزا قادیانی کے نکاح میں ضرور آئے گی) کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں لیکن آخر کار خدائے تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے

سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

اس عبارت میں دو جملے ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نہایت صفائی سے الہام الٰہی پھر بیان کرتے ہیں کہ احمد بیگ (ہوشیار پوری) کی بڑی لڑکی (محمدی) خاص میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اسے نہ کوئی شرط روک سکتی ہے اور نہ کسی دوسری وجہ سے یہ بات ٹل سکتی ہے۔ وہ جملے یہ ہیں:

۱۔ ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔

یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نکاح میں مانع پیش آئیں گے مگر وہ سب موانع دور ہوں گے اور انجام کار وہ لڑکی خاص مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔

۲۔ خدا تعالیٰ تمہارا مددگار رہو گا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔

اس جملے میں بھی وہی مطلب ہے کہ انجام کار وہ لڑکی مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔ اگرچہ درمیان میں موانع پیش آئیں، مگر انجام میں وہ سب موانع دور ہوں گے، اور اس لڑکی سے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح ہوگا۔ اسے نہ کوئی شرط روک سکتی ہے، نہ اس کے شوہر کا گریہ وزاری اس کا مانع ہو سکتا ہے۔

اصل مطلب کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اس الہام پر اور اس کے مطلب کے سمجھنے پر نہایت وثوق ہے۔ اسلئے وہ تمام جوابات غلط ہو جاتے ہیں جو اس جھوٹی پیشین گوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے دیئے جاتے ہیں ان جوابات کو دیکھو اور اس بیان میں غور کرو۔

اس اشتہار کے بعد پھر کچھ مضمون ان کے خیال میں آیا اس لئے پانچ روز کے بعد ہی اس اشتہار کا تتمہ ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو شائع کیا (دلی اضطراب کا تقاضا بھی یہی ہے) تتمہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ میں جو یہ الہام درج ہے:

> فسیکفیکھم اللہ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے لوگوں کو جو اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیش گوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں خبر نہیں ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔

۲۔ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت، مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی۔اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دے۔وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔پس خدائے تعالی نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی (ان کا اس رشتہ سے بشدت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پرستی کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے غیر حقیقی ماموں سے نکاح کرنا حرام قطعی سمجھتے ہیں اور اگر سمجھایا جائے تو بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں اسلام اور قرآن سے کچھ غرض واسطہ نہیں۔سو خدا تعالی نے نشان بھی انہیں ایسا دیا جس سے ان کے دین کے ساتھ ہی اصلاح ہو اور بدعت اور خلاف شرع رسم کی بیخ کنی ہو جائے تا آئندہ اس قسم کے لئے ایسے رشتوں کے بارے میں کچھ تنگی اور حرج نہ رہے۔حاشیہ از مرزا قادیانی)۔سب ضرورتوں کو خدا تعالی نے پورا کر دیا تھا، اولاد بھی عطا کی۔اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا، اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔(مرزا صاحب کن ضرورتوں کے پورا ہونے کی بات کر رہے ہیں۔۱۸۸۶ء میں جب محمدی والی پیش گوئی کی گئی، اس وقت مرزا صاحب کی اولاد تو بس وہی تھی جو پہلی بیوی سے تھی، دوسری بیوی سے ایک لڑکی شائد پیدا ہو کر مر چکی تھی، اور کوئی لڑکا نصرت بیگم سے نہ تھا۔اگر پہلی اولاد کو مرزا صاحب اپنی ضرورتوں کا پورا ہونا اور اولاد کا عطا ہونا قرار دے کر مزید شادی سے استغناء ظاہر کر رہے ہیں تو پھر نصرت بیگم سے شادی کیوں کی۔بہاء) پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدائے تعالی اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔(یہ شادی نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالی کا ان منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلانے کا ارادہ نعوذ باللہ پورا نہیں ہوا؟ مرزا صاحب یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔بہاء) اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے

اوران بلاؤں کودفع کر دیوے جونزدیک چلی آتی ہیں۔لیکن اگر وہ رد کریں توان پرقہری نشان نازل کر کے ان کومتنبہ کرے۔

برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر ہو جائے گی۔اور وہ بلائیں جوعنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریں گی۔اورقہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جوتتمہ ہذا میں درج ہے۔و السلام علی عباد اللہ المومنین ۔خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

(قہری نشانوں میں سے کسی قدر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی درج ہے اور جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الہی بخش صاحب اکونٹنٹ و مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے سنایا گیا تھا جس کی عبارت یہ ہے:

رأیت ھذہ المرأۃ و اثر البکاء علی وجھھا فقلت ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک و المصیبۃ نازلۃ علیک یموت و یبقی منہ کلاب متعددۃ ۔ حاشیہ از مرزا قادیانی)

(اصل اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر علیحدہ شائع ہوا تھا اور اس کی نقل آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۱۔تا ۲۸۸ پر بھی درج ہے۔مرتب اشتہارات قادیانی)

دس جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کنبے کے لوگوں کو بہت کچھ دھمکی دی تھی،اس تتمہ میں اسی مضمون کا اعادہ زیادہ شاندار الفاظ میں کیا ہے جن سے ضعیف القلب زیادہ متردد اور پریشان ہو سکتے ہیں۔اس کے سوا اس تتمہ میں جس صفائی کے ساتھ منکرین پر عقوبت کو عام کیا ہے ایسے صفائی سے اصل اشتہار میں نہیں ہے۔اور بڑی وجہ اس اضافہ کی اس عبارت سے یہ سمجھی جاتی ہے کہ اشتہار میں لڑکی کے والدین کو جوڈرایا ہے اور خوف دلایا ہے وہ صرف نکاح نہ کرنے کی وجہ سے اس کے بعد ان کے خیال میں آیا کہ لوگ اس پر اعتراض کریں گے کہ یہ کون سی بزرگی اور تقدس ہے کہ اگر کوئی شخص انہیں لڑکی نہ دے تو خواہ مخواہ اس پر مصیبتیں آئیں جیسی وہ بیان کر رہے ہیں۔

اے صاحب کوئی دینی وجہ نہ سہی،لڑکی نہ دینے کے لئے اس قدر عذر کافی ہے کہ تم بوڑھے ہو،تمہاری بیویاں اور جوان لڑکے موجود ہیں،نوجوان کم عمر کنواری لڑکی کا تمہیں دینا دقت اور خطرہ سے خالی نہیں۔اس

اعتراض کے اٹھانے کے لئے تتمہ میں بیان کرتے ہیں کہ وہ مصیبتیں جوان پر آئیں گی وہ ان کی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے آئیں گی فقط انکار ہی اس کا سبب نہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں کہ ان کی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت اس انکار سے پہلے بھی تھی یا انکار کے بعد ہی وہ بے دین اور بدعت کے حامی ہوئے۔ اگر پہلے سے تھی تو اس سے پہلے بھی کبھی انہیں اس قسم کی تنبیہ اور تہدید کی ہوتی۔ آپ کے خطوط سے تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے وہ اقارب انکار سے پہلے ایسے نہ تھے کیونکہ آئندہ وہ خط نقل کیا جائے گا جو اسی مرزا احمد بیگ کو لکھا ہے اس میں آپ نے انہیں مکرمی، اخویم، لکھا ہے۔ اور نہایت ظاہر ہے کہ کوئی بزرگ مقدس انسان کسی بے دین حامی بدعت کو اپنا مکرم بھائی نہیں کہہ سکتا۔ اس کے علاوہ اس کے مضمون میں یہ جملہ بھی ہے:

آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل آپ سے بکلی صاف ہے۔۔ (کلمہ فضل رحمانی۔ص ۱۲۳)۔

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری پہلے بے دین اور حامی بدعت نہ تھے، ورنہ کسی دیندار کا دل بے دین سے بکلی صاف نہیں ہوسکتا، اور بزرگ کاملین تو مامور ہیں کہ بے دینوں کو برا سمجھیں۔ جیسا کہ دعائے قنوت میں ہے و نخلع و نترك من يفجرك. اوران کی بے دینی کی وجہ سے ان کے دل میں غبار رہے۔

بھائیو! مرزا غلام احمد قادیانی خدائے علیم کے علم کو درمیان میں دے کر اپنی دلی صفائی ظاہر کر رہے ہیں۔ جب مرزا صاحب قادیانی اس زور سے اپنی صفائی ان سے بیان کر رہے ہیں تو ان کے دین دار ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ البتہ مرز قادیانی ہی کو دیندار نہ خیال کیا جائے اور خط کے مضمون کو دنیا سازی ہی پر محمول کیا جائے، تو یہ مطلب ہوگا کہ دل میں تو انہیں بے دین جانتے ہیں مگر انہیں نرم کرنے کے لئے اپنا مکرم اور بھائی کہا ہے، اور اپنا دل ان سے صاف بتایا ہے۔ یعنی یہ بین جھوٹ اس غرض سے بولے ہیں کہ مرزا احمد بیگ نرم ہو کر نکاح کر دینے پر راضی ہو جائیں۔ اب اہل انصاف مرزا قادیانی کی ان باتوں کو ملاحظہ کر کے ان کی سچائی اور دینداری دیکھ لیں۔ افسوس کہ قادیانی جماعت ایسی روشن باتوں کو بھی نہیں دیکھتی مرزا قادیانی کی صداقت اور عدم صداقت کا فیصلہ کے لئے صرف اسی پیش گوئی کے حال میں غور کرنا کافی ہے۔

اب مرزا قادیانی، احمد بیگ وغیرہ اپنے اقارب کی شکایت اس طرح کرتے ہیں:

ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۱۶۱)

مرزا قادیانی! آپ کے کنبے والوں کا قصور نہیں ہے آپ اور آپ کے معتقدین یقین کرلیں کہ آپ کی حرکات، آپ کے سکنات آپ کی باتیں آپ کا چلن۔ اہل حق پر ظاہر کررہا ہے کہ آپ فریب خوردہ یا بڑے دکاندار ہیں۔ تحریروں میں اس قدر مبالغہ مخالفین پر اس قدر گالیوں کی بھرمار اور فحش اور بدزبانی کی بوچھاڑ کہ خدا کی پناہ اپنے آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں (الہام تو احمد بیگ کے گھر لڑکی کی تلاش میں جاتا تھا لیکن وہ لڑکی نظر نہیں آتی تھی۔ سلطان محمد کے گھر جاتا تھا تو وہاں ایک عورت اپنے بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف نظر آتی تھی، اور کوئی لڑکی وہاں نہ پاکر مایوسی کے عالم میں مرزا صاحب قادیانی کے پاس آجاتا تھا کہ حضور نہ لڑکی ہوشیار پور میں ہے نہ پٹی میں، اب میں کیا کروں؟ بہاء)

(مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا اصلحاء اور اولیاء کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔ اور مرزا افضل احمد کا جنازہ خود نہیں پڑھا، اسے کافر بے دین نافرمان سمجھتے تھے اور اسے عاق کررکھا تھا۔ اگر مرزا صاحب درست کہتے ہیں تو وہ صالح نہیں اور اگر جھوٹ کہتے ہیں تو جھوٹا ویسے ہی صالح نہیں ہو سکتا۔ بہاء) پھر ایک مرتبہ دس دس رسالوں میں اخباروں میں غل مچ رہا ہے اپنی جھوٹی باتوں کی تاویلوں میں اوراق سیاہ ہورہے ہیں پھر ایک تحریر میں نہیں متعدد رسالوں میں بار بار لکھا جارہا ہے اور کسی میں کوئی قید بڑھا دی اور کسی میں کچھ اور کہیں کہہ دیا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے بھلا اس مبالغہ اور جھوٹ کا کیا ٹھکانہ ہے (ہمارے اس بیان سے ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مرزا قادیانی قرآن کا غلط حوالہ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے بھی حیرت ہے مگر میں صداقت کے اظہار پر مجبور ہوں اگر کوئی ذی علم قادیانی اس کا ثبات چاہے تو میں موجود ہوں علانیہ طور سامنے آکر دریافت کرے پھر وہ حیرت کی نظر سے دیکھے گا کہ اس قسم کی غلط بیانیاں کس قدر انہیں دکھائی جاتی ہیں مگر ایک غلطی کے فیصلے کے بعد دوسری غلطی دکھائی جائے گی۔ اگر خداداد انصاف ان کے دل میں ہے تو بہت جلد مرزا قادیانی کی غلطیوں کا انبار وہ اپنے سامنے دیکھیں گے اور متحیر ہوں گے) انبیاء کرام اور اولیاء کی شان تو بہت اعلیٰ اور ارفع ہے یہ روش تو کسی متین دیندار کی بھی نہیں ہوسکتی ہاں بعض انبیاء سے کسی وقت ایسا ہوا ہے کہ تنگ آکر غصہ آگیا کچھ کہہ دیا (وہ بھی اپنی ذاتی اغراض میں نہیں) پھر وہی بردباری اور اعرض عن الجاھلین پر عمل ہے اور تحمل سے کام لے رہے ہیں اور مخلوق کی ہدایت میں مشغول ہیں اور خودستائی اور خود

ستائی سے علیحدہ ہیں اور قادر توانا محض اپنی قدرت سے ان کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ قادیانی مولویوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا ہے کہ ان باتوں کو وہ بھی نہیں دیکھتے اور علانیہ جھوٹ کے گرویدہ ہیں سچ ہے اس غنی حکیم کی عجیب شان ہے:

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر

یہ جو فرمایا: بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔

اے جناب! آپ نے کون سا نشان دکھلایا، سوائے زبان درازی کے؟

اسی اشتہار میں آپ لکھ چکے ہیں کہ لڑکی کے قرابت مندوں نے آسمانی نشان مجھ سے مانگا میں نے اس کے لئے دعا کی وہ دعا قبول ہو کر تقریب قائم ہوئی کہ اس لڑکی سے نکاح ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ پیام نکاح سے پہلے کوئی نشان نہیں دکھایا گیا، اور جس نشان کے لئے دعا قبول ہوئی اس کا حال یہ ہوا کہ مرزا قادیانی انتظار کرتے کرتے قبر میں تشریف لے گئے اور آغوش لحد سے ہم کنار ہو گئے، مگر وہ نشان آسمان سے نہ اترا۔ اور آسمانی نکاح جس کو خدا تعالی نے (معاذ اللہ) پڑھا دیا تھا، جس کی نسبت بار بار توجہ اور مراقبہ کیا گیا، اور یہی معلوم ہوا کہ ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی، اور برسوں اس بات پر کامل یقین رہا، آخر میں ناامید ہو کر یہ کہا گیا کہ وہ نکاح فسخ ہو گیا (یہ تو بتائیے کہ اگر ان کی بھلائی کے لئے اس پیش گوئی کا ظہور ہوا تھا تو ان کے توبہ کرنے سے اس کا فسخ کیوں ہو گیا جیسا کہ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳ میں کہہ رہے ہیں۔ توبہ کی وجہ سے تو ان پر بھلائی کا ظہور ہونا چاہیے تھا۔ ذرا غور کر کے جواب دیجئے)۔

اب غور کرنے کا مقام ہے اہل انصاف فرمائیں کہ جب وہ عظیم الشان نشان جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا تھا ظہور میں نہ آیا تو اور نشانوں کا ذکر فضول ہے کیونکہ اس نشان عظیم الشان کے غلط ہو جانے سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی بات مرزا غلام احمد قادیانی کے کہنے کے مطابق ہو گئی تو وہ امر اتفاقی ہوا۔ دنیا کے بہت امور کسی کے موافق کسی کے مخالف ہوا کرتے ہیں اور شب و روز اس کا تجربہ ہو رہا ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے انہیں کے بھلائی کے لئے، انہیں کے تقاضے سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے اگر ان میں کچھ نور ایمان ہوتا اور کانشنس ہوتا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۱۔ ص ۱۶۱)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر خدا تعالی کی طرف سے اس پیش گوئی کا الہام ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس کا ظہور نہ ہوتا۔ اے صاحب! ضرور ہوتا۔ زمین و آسمان ٹل جاتے مگر پیش گوئی کا ظہور ہوتا۔ مگر دنیا نے برسوں انتظار کر کے دیکھ لیا کہ اس کا ظہور نہ ہوا اور یقین کر لیا کہ یہ الہام خداوندی نہ تھا، ورنہ ضرور ہوتا۔ کیونکہ خدا کا وعدہ تھا اور اس قادر کریم کا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ ما یبدل القول لدیّ (ق:۲۹) اسی اصدق الصادقین کا ارشاد ہے۔ پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک جو وعدہ دیا تھا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا کہ خدا تعالی اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلا وے (یہ دوسرا مقام ہے جس میں تامل کرنے سے حکیم نور الدین کی توجیہہ محض غلط ٹھہرتی ہے جس کا ذکر اس کے تتمہ میں لیا گیا ہے) اگر وہ قبول کریں تو برکت و رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔

خاکسار غلام احمد۔ از قادیان پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۱۔ ص ۱۶۲)

یہ کہنا کہ ہمیں اس رشتہ کی ضرورت نہ تھی ایسی دنیا سازی ہے کہ اس کے راستی کے خلاف ہونے میں کوئی حق پسند تامل نہیں کر سکتا۔ بھائیو! مرزا صاحب قادیانی نے جس کے لئے غالباً بیس برس کوشش کی اور کس کس طرح کی تدبیریں کیں اور ذلتیں اٹھائیں، کیا یہ سب باتیں بلا ضرورت تھیں؟

میں بالیقین کہتا ہوں کہ مرزا صاحب قادیانی کی حالت، ان کے اقوال، ان کے خطوط جو انہوں نے

اپنے اقرباء کواس غرض سے لکھے ہیں، ان کی ضرورت پر کامل شہادت دیتے ہیں۔ ذرا انصاف سے ملاحظہ کیا جاوے کہ مرتے دم تک اس کے نکاح کی ان کو تمنا رہی ،اور جس طرح عشاق کو معشوق کے وصال سے کبھی مایوسی نہیں ہوتی اور محال صورتوں میں بھی اسے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ سب موانع کسی دن دور ہو جائیں گے اور ہم وصال سے کامیاب ہوں گے، یہی حال مرزا قادیانی کا رہا۔ ان کے خطوط جو آئندہ نقل کئے جائیں گے ان سے معلوم ہوگا کہ مرزا قادیانی نے اس مدعا کے حصول کے لئے اپنے منکرین اعزہ سے کیسی کیسی منت کی ہے۔ عقل صریح کہہ رہی ہے کہ بغیر ضرورت ایسی عاجزی اور منت صرف اس کے طلب میں کسی شریف بلند حوصلہ عالی ظرف سے کبھی نہیں ہوسکتی۔

اب یہ خیال کیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے باوجود ایسے عظیم الشان دعوی تقدس کے اس مضمون کے خط کیوں لکھے۔ اسے میں کیا کہوں؟ اہل پنجاب تجربے کار اس کا فیصلہ خود کر سکتے ہیں۔ بعض نیک دل صالح بھی دلدادہ ہوکر پریشان ہوئے ہیں، مگر زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ جس منت اور زاری اور پکی دنیا داری کے خطوط مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھے ہیں یہ مضمون نہ کوئی سچا دلدادہ لکھ سکتا ہے، نہ کوئی بزرگ کسی دنیا دار کے سامنے ایسے خوش آمدانہ الفاظ لکھ سکتا ہے۔

انبیاء کرام نے دین کے لئے تدبیریں کی ہیں، مگر ایسی مداہنت اور اہل دنیا کی خوش آمد ہرگز نہیں کی۔ خصوصاً ایسے لوگوں کی جنہیں خود بے دین کہہ چکے ہوں۔ بزرگوں کی یہ شان ہرگز نہیں ہوسکتی۔ یہ کہنا کہ یہ خواہش اس لئے ہے کہ منکرین کو عجوبہ قدرت دکھائیں، اس بات کا نمونہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی ہر طرح کی خواہش کو ایسے طرز سے پورا کرنا چاہتے ہیں کہ خواہش بھی پوری ہو اور مشتہرہ تقدس میں بٹہ بھی نہ آئے۔

کوئی منصف یہ تو کہے کہ اگر ایک غریب قدیم رشتہ دار کی لڑکی مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آجاتی تو کوئی عجوبہ قدرت کا ظہور ہوتا۔ بعض اوقات تھوڑے سے طمع یا اس خیال سے کہ ہماری لڑکی خوب آرام سے رہے گی، بڑے بڑے خاندانی شرفاء اپنی لڑکیاں غیر خاندان میں دیتے ہیں، جسے اکثر خاندانی نہایت معیوب سمجھتے ہیں۔ پھر اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی بے انتہاء ترغیبوں اور ترہیبوں کی وجہ سے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی لڑکی دے دیتا، تو اس میں عجوبہ پن کیا ہوتا؟

اس کے علاوہ یہ تو فرمایئے کہ منکرین کو عجوبہ قدرت دکھانا اسی پر منحصر تھا کہ ایک کم عمر کنواری لڑکی ان کے نکاح میں آئے۔کوئی دوسرا طریقہ قدرت الٰہی کے دکھانے کا نہیں تھا؟

قادیانی حضرات کچھ تو ان باتوں پر غور کریں (بعد میں تو وہ کم عمر کنواری بھی نہ رہی، بلکہ کئی بچوں والی ایک بیاہتا خاتون خانہ بن چکی تھی، اس کے بیوہ ہونے کے بعد اس کے ساتھ شادی ہو جانا کون سا عجوبہ قدرت ہوتا۔ بہاء) پھر نظر لوٹا کر دیکھیں مرزا صاحب قادیانی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے اولاد دی تھی اس کی بھی خواہش نہ تھی، مگر اس کے بعد ان کے خیالات جو ان کے اشتہاروں سے ظاہر ہوتے ہیں وہ تو پورا یقین دلاتے ہیں کہ انہیں اولاد کی بھی خواہش تھی، اور ہونا چاہیے تھی کیونکہ پہلی اولاد تو ان کے مخالف تھی، اور انجام کار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انہیں عاق ہی کر دیا تھا تو ایک طرح بے اولاد تھے۔ ان اشتہاروں کا نقل کرنا تو کتاب کو طول دینا ہے صرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

لڑکے کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی

فروری ۱۸۸۶ء میں بڑے زور شور سے ایک لڑکے کی بشارت کا دعویٰ کیا گیا اور بڑے بھاری اس کے لقب اور خطاب تھے کہ وہ اللہ کا نور ہے، کلمۃ اللہ ہے، اور کیا ہے بس کانّ اللہ نزل من السماء ہے (قادیانی تذکرہ ص ۱۳۸۔۱۳۹ طبع سوم) (یعنی دنیا میں اس کا آنا ایسا ہے کہ گویا اللہ آسمان سے اتر آیا۔ جب بیٹا گویا خدا ہے، تو باپ کا کیا مرتبہ ہوگا)

اس کے بعد ۱۸۔ اپریل کو ایک اشتہار اسی مضمون کا دیا۔ اور کس کس طرح کے اس کے رنگ بدلے۔ مگر باوجود اس زور کی بشارت اور پیشین گوئی کے کچھ نہ ہوا۔ بجز اس کے کہ مخالفین اسلام کو مضحکہ کا موقع ملا اور انہوں نے خوب مضحکہ اڑایا۔

مرزا قادیانی کی تمنائے دلی نے اس تضحیک پر بھی متوجہ نہ ہونے دیا، اور پھر تیسرے ہی برس اسی مضمون کا اعلان دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کا دل اولاد کی خواہش سے لبریز ہے اور عمدہ اولاد چاہتے ہیں اور یہی غلبہ خواہش امید کی جانب کو اس قدر غالب کر دیتا ہے کہ اس کے ہونے کا انہیں یقین ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ ان پر قوت خیالیہ بہت غالب ہے، اس لئے وہ اس کو الہام سمجھتے ہیں اور پیش گوئی کہا کرتے

ہیں۔اگر اتفاقیہ ان کا یہ خیال مشیت الٰہی کے مطابق ہو گیا تو پھر کرامت اور نشان کا غل مچ گیا اور اگر یہ خیال مشیت الٰہی کے خلاف ہے تو اس کا ظہور نہ ہوا اور مرزا قادیانی نے اس کی تاویل میں باتیں بنانا شروع کیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ کئی پیشین گوئیاں ان کی غلط ہو گئیں۔ بھائیو! میں یہ نہیں کہتا کہ اچھی اولاد کی خواہش بری چیز ہے۔ یا غلبہ خواہش سے امید کی جانب کا غالب ہو جانا، اسے الہام الٰہی سمجھ لینا کوئی اختیار کی بات ہے۔ مگر مکرر تجربہ کے بعد بھی فوراً اپنے خیالات کا اعلان نہایت زور وشور سے کرنا، اور جب اس کا ظہور نہ ہو، تو نہایت بے جا اور محض بے سر و پا تاویلیں کرنا اختیاری امر ہے، اور بہت برا ہے۔ کیونکہ مخالفین اسلام کو نہایت مضحکہ کا موقع ملتا ہے۔

اور پیشین گوئی کے پورا نہ ہونے کے جواب میں یہ کہنا کہ بعض وقت پیشین گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے اور اس کے ظہور کا صحیح وقت معلوم نہیں ہوتا، یا کسی وجہ سے اس کا ظہور ملتوی کر دیا جاتا ہے، محض دھوکہ یا کم علمی کا نتیجہ ہے۔ انبیاء کرام کو وحی والہام کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے اس میں غلطی کا احتمال ہرگز نہیں ہوسکتا (شفائے قاضی عیاض اور اس کی شرح ملاحظہ ہو) البتہ اجتہاد میں غلطی ہوسکتی ہے، مگر ایسی غلطی بھی بہت کم ہوتی ہے۔ اور جس وقت ہوتی ہے تو اس کے اعلان اور اثر مرتب ہونے سے پہلے انہیں آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسی کوئی غلطی کسی نبی کی ثابت نہیں ہوسکتی کہ برسوں اس غلطی پر اصرار اور وثوق کامل کسی نبی کا رہا ہو، اور اس کا اعلان دیتے رہے ہوں، اور پھر وہ غلط ثابت ہوئی ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ امر شان نبوت کے بالکل خلاف ہے۔

یہ ایک طویل تحقیق ہے اگر خلیفۃ المسیح چاہیں گے (افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب تو چل بسے اور اس کا جواب نہ دیا۔ اب کوئی دوسرا ذی علم قادیانی اس کے جواب میں قلم اٹھائے پھر اپنی غلطی کا تماشا دیکھے۔ حضرت نوح کی ایک غلط فہمی اکثر قادیانی بیان کرتے ہیں مگر وہ ان کی محض غلطی ہے حضرت نوح سے وحی کے معنی سمجھنے میں غلط فہمی ہرگز نہیں ہوئی اس کی تفصیل دوسرے مقام پر کی گئی ہے) (یہ فٹ نوٹ شائد اس کتاب کی طبع دوم میں ہوگا کیونکہ حکیم نورالدین کی موت کے بعد کا نوٹ ہے۔ جب کہ طبع اول یا اصل کتاب فیصلہ آسمانی تو شائد ۱۹۱۲ء میں شائع ہو چکی تھی اگر چہ معلوم ہوتا کہ اس پر مصنف کا نام نہیں لکھا گیا تھا جبھی تو قادیانی مبصر کہتا ہے کہ مصنف چھپا ہوا ہے سامنے کیوں نہیں آتا۔ نیز مصنف نے ہمیں یہ کتاب براہ راست کیوں نہیں بھیجی۔ یہ شکوہ تو بےلکل بے جا تھا کیونکہ کتاب بھیجنے کا کوئی وعدہ نہیں تھا، جب کہ مرزا صاحب قادیانی تو وعدہ کر کے بھی نہیں بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ حقیقۃ الوحی کا حال ہے کہ وعدہ تھا مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھیجنے کا، لیکن نہیں بھیجی۔ پھر قادیانی مبصر کہتا ہے کہ میں ادھر سے سنا ہے کہ فیصلہ آسمانی لکھی گئی ہے۔ بھلا اس کا جواب دینے کے لئے اسے حاصل

کیوں نہیں کیا گیا، جس نے بتایا ہے اس کے پاس ہوگی، اس سے لے لو نہیں تو قیمتاً منگوالو۔ پھر کتاب نہ بھیجنے کی شکایت تو تب درست ہو جب قادیانی حضرات، مولانا محمد علی مونگیری کو اپنی کتابیں بلا قیمت بھیجتے ہوں، کیا مرزا صاحب قادیانی کی سب کتابیں اور حکیم نورالدین کی کتابیں اور محمد احسن امروہی کی کتابیں اور دیگر قادیانیوں کی کتابیں خانقاہ مونگیر والوں کو بلا قیمت بھیجی جاتی تھیں، جو ان سے شکوہ کیا جارہا ہے۔ مونگیر میں قادیانیوں کے کتنے ہی افراد ہیں جو دن رات وہاں مسلمانوں سے مناظروں میں مشغول رہتے ہیں ان کے پاس کتاب ہو گی ان سے منگوالو۔ کوئی ہزاروں لاکھوں روپیہ کی تو نہیں زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ کی ہوگی۔ اور پھر وہ شخص جس کے خطوط بنام محمد علی مونگیری، قادیانی اخبار میں چھپ رہے ہیں جن سے قادیانیوں کا یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہم محمد علی مونگیری کو چیلنج دے رہے ہیں مباحثہ کی دعوت دے رہے ہیں، لیکن محمد علی مونگیری صاحب پلہ نہیں پکڑاتے اور فرار ہوئے جاتے ہیں، ان کے پاس یہ کتاب ہوگی، وہ جواب دے دے یا قادیان بھیج کر قائدین سے جواب لکھوائے۔ اس طرح کے خطوط قادیانی اپنے پبلک کو خوش کرنے اور مطمئن رکھنے کے لئے لکھا اور شائع کیا کرتے تھے۔ ورنہ سیدھی سی بات ہے کہ جب مولانا محمد علی مونگیری نے ایک کتاب لکھ دی ہے شائع کر دی ہے تو ادھر ادھر کی باتوں کی بجائے اس کتاب کا جواب لکھو۔ بہاء) تو ہم انشاء اللہ محققانہ طور پر اس کو مفصل بیان کر دیں گے مگر پہلے وہ کسی نبی کی ایسی غلطی یقینی طور سے ثابت کر کے دکھائیں۔ قادیانی مولف القاء نے جو منہاج نبوی بیان کیا ہے وہ محض غلط ہے اس غلطی کے اظہار میں خاص رسالہ لکھا گیا ہے (اس کا نام اغلاط ماجد یہ ہے جو عبداللطیف رحمانی کا مرتب کردہ ہے)

یہاں تک تو دہم جولائی کا اشتہار اور اس کے تتمہ کا مضمون اور اس کی کچھ شرح تھی۔ اب میں آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس اشتہار کو آپ مکرر دیکھ کر یہ خیال کریں کہ کتنی باتیں ہیں جن کا یقین مرزا قادیانی نے تمام مسلمانوں کو دلانا چاہا ہے، اور انجام میں وہ باتیں محض غلط ثابت ہوئیں۔ ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے اور غور فرماتے جایئے کہ منہاج نبوت ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟ جس حضرت کی یہ حالت ہو ان کی نبوت کی دلیلیں قرآن وحدیث میں مل سکتی ہیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو۔ اب وہ باتیں ملاحظہ کیجئے:

ا۔ نشان آسمانی کے لئے دعا کی گئی، وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی۔ یعنی لڑکی کے اقرباء نشان آسمانی (کوئی کرامت) مانگتے تھے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے لئے دعا کی کہ کوئی نشان ظاہر ہو۔ اللہ تعالی نے اس دعا کو قبول کیا اور اس کا ظہور اس طرح ہوگا کہ وہ لڑکی ان کے نکاح میں آئے گی۔

جب وہ لڑکی مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں نہ آئی، تو معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا غلط تھا کہ دعا قبول ہوئی۔

اب نکاح سے انحراف کرنے اوراس کے مزاحم ہونے پر مرزا غلام احمد قادیانی نے جو وعیدیں اور اپنے لئے جو بشارتیں اور محمدی بیگمبنت مرزا احمد بیگ کے نکاح میں آنے کا قطعی فیصلہ جو اس اشتہار میں بیان کیا گیا ہے، وہ ملاحظہ ہو:

۲: لڑکی کا انجام نہائت خراب ہونا۔۳۔ درمیان میں بھی اس کے لئے کراہت کے امر پیش آنا۔۴۔ جس سے وہ بیاہی جائے گی اس کا اڑھائی سال میں مرجانا۔٦۔ان پر تنگی کا آنا۔۷۔ان پر مصیبت آنا۔۸۔تین سال کے اندر لڑکی کے والد کا مرجانا۔

پندرہ برس سے زیادہ گذر گئے وہ لڑکی بخیر وعافیت ہے، اور چین سے زندگی بسر کر رہی ہے۔اس کا شوہر بخیر وخوبی زندہ ہے۔اس کے اقرباء پر تنگی اور مصیبت نہیں آئی، اور اللہ تعالی کا کوئی قہری نشان ان پر نازل نہ ہوا۔اور یوں کسی کی نانی دادی کا مرجانا اور کسی قدر رنج والم پیش آجانا دنیا میں ہر ایک کو ہوا ہی کرتا ہے۔اگر ہوا ہوتو اسے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی کا نتیجہ کوئی عقل مند نہیں کہہ سکتا (ویسے مرزا صاحب خود بھی تنگی ترشی میں رہے، مصیبتیں بھی آتی رہیں، مقدمات کی پریشانیاں بھی رہیں، صحت کے مسائل سے دوچار رہے، گھر بار چھوڑ کر باغ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔پھر باغ کو بھی رہن رکھنا پڑا، مالی تنگی تو ان اشتہاروں اور اعلانوں سے ظاہر ہے جو چندوں کے لئے شائع ہوتے رہتے تھے، اور اولاد بھی مرتی رہی، فضل احمد مرا۔بشیر اول مرا، عصمت ہیضہ سے مری، مبارک مرا، چچازاد بھائی مرزا امام الدین مرا، وغیرہ، دہلی میں بے عزت ہوئے، جامع مسجد دہلی سے بمشکل نکلے، لاہور میں لوگ اس بالاخانہ پر چڑھ گئے جہاں مرزا صاحب گوشہ نشین تھے، امرتسر میں لوگوں نے پتھر مارے اور ایک جوتا بھی رسید ہوا، وغیرہ۔بہاء) پیش گوئی کا نتیجہ اسی وقت کہہ سکتے ہیں کہ کوئی غیر معمولی اور نہایت تباہ کن اثر ظاہر ہوا کیونکہ وہ تتمہ مذکور میں کہہ رہے ہیں کہ ان پر قہری نشان نازل ہوگا۔قہری نشان وہی ہوسکتا ہے جس کے ظاہر ہونے سے بے اختیار لوگ کہہ اٹھیں کہ یہ سختی اور خرابی فلاں پیشین گوئی کا نتیجہ ہے۔مگر ایسا نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا۔

مرزا احمد بیگ کا مرجانا اگر پیش گوئی کے مطابق مان لیا جائے تو یہی ثابت ہوگا کہ سترہ باتوں میں سے ایک سچی ہوئی۔پھر ایسی پیش گوئی کرنے والا تو شائد دنیا میں کوئی نہ نکلے گا کہ اس کی بہت سی پیش گوئیوں میں ایک بھی صحیح نہ نکلے گو اتفاقیہ طور سے سہی۔

۹۔نویں بات وہ ہے جس کے وقوع کا اور سچ ہونے کا دعوی اس زور اور استحکام سے کیا گیا ہے جس سے زیادہ زور لگانا اور مخلوق کو یقین دلانا ممکن نہیں ہے۔ اشتہار مذکور میں تو دو جگہ اردو میں صاف صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی نے مقرر کر رکھا ہے (مرزا صاحب قادیانی کا یہ فقرہ حقیقت الوحی کے اس جواب کو محض غلط ثابت کر رہا ہے کہ ظہور نکاح کے شرط تھی اور شرط کے پائے جانے سے نکاح فسخ ہو گیا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو) کہ وہ مکتوب الیہ (حکیم نورالدین وغیرہ اپنے مرشد کے کلام کو غور سے ملاحظہ کریں کہ کس صراحت سے اس منکوحہ کی تخصیص خاص اپنے لئے کر رہے ہیں اس کو مثل اقیموا الصلوۃ کے ٹھہرانا کیسا اندھیر ہے تمام قادیانی جماعت کی آنکھوں پر کیسا پردہ پڑا ہے؟ جن چیزوں میں زمین وآسمان کا فرق ہو جن کا فرق آفتاب کی طرح روشن ہوان دونوں کو حکیم صاحب یکساں بتاتے ہیں افسوس۔اس کی تفصیل تتمہ میں ہوگی) (یہ تیسرا موقع ہے جس میں مرزا قادیانی اپنا یقین ظاہر کر رہے ہیں کہ مسماۃ محمدی میرے نکاح میں آئے گی) دختر کلاں (محمدی) کو اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ اور تیسری مرتبہ اسی مضمون کا اعادہ عربی الہام میں ہے۔ پھر اسی مضمون کی تکرار مرزا غلام احمد قادیانی نے اشتہاروں میں اور خطوط میں اور رسالوں میں اس قدر کی ہے کہ میں صحیح تعداد اس وقت بیان نہیں کر سکتا۔

۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں حقانی پریس لدھیانہ میں اشتہار نصرت دین طبع کرایا اس میں لکھتے ہیں:

مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالی کی طرف سے یہی مقدر اور اقرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ (مرزا محمود اس قول کو دیکھیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں کہ اس کے بعد جو مرزا قادیانی نے بار بار کہا ہے کہ وہ لڑکی لوٹ کر میرے پاس آئے گی یہ پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ یہ مقولہ اس وقت کا ہے جب اس کے اول نکاح سے مایوس ہو چکے ہیں پہلا قول یہی ہے جو یہاں نقل کیا گیا اور آئندہ ازالہ اوہام سے نقل کیا جائے گا۔) ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالی بیوہ کر کے اس کو میری طرف لاوے (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ا۔ص ۲۱۹)۔

اشتہار کا مضمون تو معلوم ہوا، خطوط کا ذکر آئندہ آئے گا جن میں مرزا قادیانی نے اس الہام کی سچائی پر قسم کھائی ہے۔ مگر خدا تعالی کی رحمت واسعہ نے سچائی کو نہایت صفائی سے مخلوق پر ظاہر کر دیا اور مرزا احمد بیگ کی لڑکی ان کے نکاح میں نہ آئی۔ دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوا، اور اس وقت تک اسی کے نکاح میں ہے، اور مرزا قادیانی کو مرے ہوئے تین برس سے زائد ہو گئے

۱۰۔ان کا یہ مقولہ ہے کہ: بے دینوں کو مسلمان بنائے گا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ا۔ص ۱۵۸)

یعنی وہ لڑکی (مسماۃ محمدی) جب مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آئے گی تو بہت سے مخالف بے دین ایمان لائیں گے۔ جب وہ لڑکی نکاح میں نہ آئی، تو یہ لکھنا بھی غلط ٹھہرا کہ اس کے نکاح میں آنے سے بے دین مسلمان بنیں گے۔

۱۱۔اسی اشتہار کے آخر میں ہے:

گو اول میں احمق لوگ بدگوئی کرتے ہیں لیکن آخر میں خدا کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے۔

اس کا غلط ہونا بھی اظہر من الشّمس ہو گیا۔اس معاملہ میں نہ خدا کی مدد ان پر ہوئی، نہ ان کے مخالف شرمندہ ہوئے۔ بلکہ مرزا صاحب قادیانی شرمندگی کا داغ قبر میں اپنے ساتھ لے گئے۔

اور یہ بھی یقین کر لیں کہ اس معاملہ میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی اور اگر صاف وصریح اور تاکیدی مضمون میں تاویلیں چلیں، تو پھر دین کوئی چیز نہ رہے گا۔اور قرآن وحدیث کے صاف اور صریح معنی کو ہر نفس پرست جدھر چاہے گا پھیر لے گا۔

۱۲۔اسی اشتہار کا آخری جملہ یہ ہے: اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔،

اس کا غلط ہونا تو آفتاب کی طرح چمک رہا ہے کہ ہر طرف سے صدا آرہی ہے کہ مرزا قادیانی کی ایسی عظیم الشان پیش گوئی غلط نکلی اور مرزا صاحب قادیانی کاذب ہوئے۔

یہ بارہ باتیں تو ان کے اصل اشتہار (دہم جولائی ۱۸۸۸ء) میں تھیں۔اب اس کے تتمہ کو دیکھئے۔اس میں پانچ باتیں اپنے مخالفین کے لئے کہتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالی ان پر قہری نشان نازل کرے گا۔

بھلا جس پر خدا تعالی کا قہری نشان ہو، اس کا کیا حال ہوگا۔

۲۔اللہ تعالی اس سے لڑے گا۔

۳۔انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔

۴۔وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب قادیانی اس کا بھی یقین دلانا چاہتے ہیں کہ

۵۔ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ا ص ۱۶۰)

الغرض اشتہار مذکور میں اور اس کے تتمہ میں سولہ پیش گوئیاں تھیں اور ایک قبولیت دعا کا اظہار تھا۔ یہ سترہ خبریں مرزا غلام احمد قادیانی نے دی تھیں۔ اس میں سے سولہ کا غلط ہونا تو اظہر من الشّمس ہو گیا۔ البتہ ایک مرزا احمد بیگ کے مرنے میں گفتگو ہے۔ اس کی تشریح حصہ دوم میں آئے گی اور دکھایا جائے گا کہ یہ پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔

مقام انصاف ہے جس کے بیسیوں اشتہاروں میں سے ایک اشتہار میں سولہ باتیں غلط ثابت ہوں اور صریح جھوٹ نکلیں، اسے مجدد وقت اور نبی مانا جائے؟

بھائیو! کچھ تو غور کرو۔

اب بغرض اتمام حجت کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے نصوص قطعیہ اور توریت مقدس سے ثابت ہے کہ اگر مدعی نبوت کی ایک پیش گوئی بھی جھوٹی ثابت ہو جائے تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر جس کے سولہ جھوٹ ایک اشتہار میں ایک معاملہ کے متعلق ثابت ہو جائیں، تو اسے کیا کہا جائے گا۔ انصاف سے جواب دو۔ کیا ایسے شخص کو بزرگ اور مقدس کہہ سکتے ہیں؟

الحاصل صرف اس اشتہار کا مضمون اور اس کا نتیجہ مرزا صاحب قادیانی کی حالت معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسی سے ان کا سچا یا جھوٹا ہونا اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے۔

اس اشتہار کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اس پیشین گوئی کا ذکر اپنی کتاب ازالہ اوہام (اس کتاب کا نہایت عمدہ جواب مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی نے دیا ہے، افادۃ الافہام اس کا نام ہے) میں کیا ہے جس میں نہایت شد و مد سے الہامی طور سے اپنا یقین ظاہر کیا ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی اور ضرور آئے گی۔

میں اس عبارت کو نقل کرتا ہوں تا کہ ناظرین معلوم کریں کہ اس پیش گوئی کے سچے ہونے پر انہیں کس قدر وثوق تھا اور اسے کیسی باعظمت اور مہتم بالشان سمجھتے تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری (مرزا غلام احمد قادیانی خود بھی زبان عام میں گاماں بیگ ہی تھے، بہاء) کی دختر کلاں انجام کار تمہارے

نکاح میں آئے گی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن (۲) آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا کہ (۳) خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ اور (۴) ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس (۵) کام کو ضرور پورا کرے گا۔ (۶)۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے (اتنی عبارت میں مرزا قادیانی کے چھ جملے ہیں جو سب نہایت صراحت سے ظاہر کر رہے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح خاص مرزا قادیانی سے ہوگا اس کے ظہور کے لئے کوئی شرط نہیں اگر کوئی شرط ہے تو وہ شرط ضرور پوری ہوگی اس کے بعد وہ نکاح میں آئے گی کوئی شرط یا کوئی دوسری بات اسے روک نہیں سکتی۔ بھائیو! خدا کے لئے غور کرو اور اپنی جانوں پر رحم کر کے صریح کذب سے ہاتھ اٹھاؤ) چنانچہ اس پیشین گوئی کا مفصل بیان معہ اس کی میعاد خاص اور اوقات مقرر شدہ اور معہ اس کے ان تمام لوازم کے جنھوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا ہے اشتہار دہم جولائی میں مندرج ہے اور وہ اشتہار عام طور پر طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے جس کی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی کہ اگر یہ پیش گوئی پوری ہو جائے تو بلاشبہ یہ خدا تعالی کا فعل ہے اور یہ پیش گوئی ایک (مرزا قادیانی کے ان جملوں پر تھوڑا تامل کرنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ اس پیشین گوئی کے غلط ہونے کے بعد جو باتیں خلیفہ نورالدین اور دوسروں نے بتائی ہیں وہ محض غلط ہیں) سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے جنھوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں اور ہر ایک کو جو ان کے حال سے خبر ہوگی وہ اس پیش گوئی کی عظمت کو خوب سمجھتا ہوگا۔ ہم نے اس پیش گوئی کو اس جگہ مفصل نہیں لکھا، تا بار بار کسی متعلق پیش گوئی کی دل شکنی نہ ہو لیکن جو شخص اشتہار پڑھے گا وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون اس پیش گوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے اور اس بات کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اسی اشتہار سے ملے گا کہ خدا تعالی نے کیوں یہ پیش گوئی بیان فرمائی اور اس میں کیا مصالح ہیں اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

(پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں) اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (یہ عبارت بھی مکرر دیکھی جائے کس صفائی سے آفتاب کی طرح روشن کر رہی ہے کہ اس پیش

گوئی سے مقصود یہی ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی اس کے سوا کچھ اور مقصود بتانا محض غلط اور مرزا قادیانی کے کلام کے بالکل خلاف ہے اور اس الہام نے غلط فہمی کے احتمال کو بھی اٹھا دیا) جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء سے پوری نہیں ہوئی، تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا (یہ وہ الفاظ ہیں جنھوں نے مرزا قادیانی کے مریدوں کو بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو ان کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی اس کی نسبت یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا الہام تو صحیح ہے لیکن مرزا قادیانی کو اس کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی مگر افسوس اس قدر خیال نہیں کرتے کہ جس الہام کی تشریح اور توضیح بار بار کی توجہ اور الہام کی گئی ہو جس میں غلط فہمی کے خیال کو غلط بتا دیا ہو اور اس کے مطلب میں شک کرنے کو تاکید سے منع کیا ہو پھر وہاں بھی غلط فہمی اور خطائے اجتہادی بتائی جائے۔ کیسا غضب ہے اور کیسا صریح مرزا قادیانی کو جھوٹا کہنا ہے، مگر جماعت مرزائیہ کی عقل کیسی جاتی رہی ہے کہ انہیں سچا ثابت کرنے کے لئے ایسی باتیں بناتے ہیں کہ وہ باتیں بھی انہیں جھوٹا ثابت کرتی ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے۔ افسوس ان کی تیرہ درونی پر۔ اس کے سوا یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ غلط فہمی کی کوئی حد ہے اور اس کے معنی سمجھنے میں غلطی ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس کی تشریح قاضی عیاض نے شفا میں اچھی طرح کی ہے اگر علم ہو تو اس میں دیکھو اور بالخصوص ایسے الہام میں جو برسوں ہوتا رہا ہو اور اس کے صحیح سمجھنے پر بھی الہام ہوا ہو اور اس کے غلط فہمی پر مرزا قادیانی کی روسیاہی ہوتی ہو۔ میں نہایت استحکام سے یقینی طور پر کہتا ہوں کہ نبی سے ایسی غلطی کا ہونا غیر ممکن ہے کہ برسوں اس پر قائم رہے، اور بڑے زور شور سے اپنا یقین ظاہر کرتا رہے، پھر آخر میں رسوا ہو۔ اگر ایسے الہام میں بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے تو پھر اس کی کسی بات پر اعتبار نہیں ہو سکتا جس الہام میں اسے نبی ہونے کی خبر دی گئی ہے اس میں غلط فہمی نہ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ جب دونوں الہام تکرار اور استحکام میں یکساں ہوں۔ غرض یہ قول مرزا قادیانی کے سب دعووں کو غلط کر دیتا ہے) تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا الحق من ربك فلا تكونن من الممترين یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ سو اس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے

رسول کریم کو قرآن میں کہا کہ، تو شک مت کر۔ سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیت ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نومیدی کا میرے پر ہے اور میرے دل میں یقین ہو گیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آجاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالی تازہ یقین دلانے کے لئے ان کو کہتا ہے کہ تو کیوں شک کرتا ہے اور مصیبت نے تجھے کیوں نو امید کر دیا، تو نو امید نہ ہو۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۹۶۔۳۹۹)

اب اس عبارت میں ذیل کے جملے ملاحظہ کیجئے:

۱۔ کوشش کرینگے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ (یعنی وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی)

۲۔ خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔

۳۔ ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا۔

۴۔ اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔

۵۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

ان پانچ جملوں کو دیکھا جائے کس زور سے اس کا نکاح میں آنا مرزا صاحب قادیانی بیان کر رہے ہیں اور یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اس کے ظہور کے لئے کوئی شرط نہیں، اس نکاح کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

اس بیماری میں جو اس پیشین گوئی کے ظہور میں تردد ہوا تھا، وہ بھی دور کر دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ اس کے ظہور میں تردد نہ کر، اس کا ظہور ضرور ہوگا مرزا قادیانی کو الہام کے نہ سمجھنے کا خیال ہوا تھا، وہ بھی دور کر دیا گیا

اب اس میں اجتہادی غلطی کا بتانا، اس الہام کو متشابہات میں سے سمجھنا، مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا کہنا ہے۔ اگر کچھ خوف خدا ہے تو اس میں غور کرو۔ اگر زیادہ تمہارے سمجھ میں نہ آئے تو اسے بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ یہ پانچوں جملے جو میں نے ابھی نقل کئے ہیں یہ تو علانیہ جھوٹے ہو گئے۔ ان کے جھوٹے ہونے میں تو تردد نہ رہا۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ان جملوں کو جھوٹا کہو یا نکاح فسخ ہونے کو غلط سمجھو۔

۶۔ وہ الہام جھوٹا ہوا جو انہیں سخت بیماری میں ہوا تھا۔

غرض کہ اس نکاح کے نہ ہونے سے بیان مذکور سے ۲۲ جھوٹ مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام کے

یہاں تک ثابت ہوئے۔

اب حضرات مرزائیوں کو اختیار ہے کہ انہیں مرزا صاحب قادیانی کی طرف منسوب کریں، یا خدا تعالی کی طرف (نعوذ باللہ) مگر یہ ضرور انہیں ماننا ہوگا جس طرح یہ یقینی الہامات مرزا صاحب قادیانی کے غلط ہو گئے اسی طرح انکے مسیح موعود ہونے کا الہام بھی غلط اور محض غلط ہے۔ دونوں الہاموں کی حالت یکساں ہے۔

ان الہاموں کے غلط ہونے کے علاوہ ایک اور غلط بیانی لائق ملاحظہ ہے۔ خیال فرمایئے اسی ازالہ اوہام کی منقولہ عبارت میں لکھتے ہیں کہ

جو شخص اشتہار پڑھے گا وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون اس پیش گوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔

حالانکہ محض غلط ہے۔ اشتہار نقل ہو چکا ہے، اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ پیش گوئی کا مضمون انسانی طاقت سے باہر ہے۔ کسی کا نکاح میں آجانا، کسی کا مرنا، کسی کا پیدا ہونا، کسی پر مصیبت کا آنا، ایسی چیزیں ہیں جن کی خبر رمال نجومی وغیرہ کثرت سے دیا کرتے ہیں، ان میں سے بعض جھوٹی ہو جاتی ہیں اور بعض سچی نکلتی ہیں۔

اب جماعت مرزائیہ اور خصوصاً خلیفۃ المسیح فرمائیں کہ اس اشتہار میں کون سی بات ایسی ہے جو رمال، نجومی، کاہن نہیں بتاتے۔

اے بھائیو! اب تو رمال نجومی کے پیش کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ اب تو عیاں ہو گیا کہ جو کچھ مرزا صاحب قادیانی نے کہا تھا وہ غلط تھا۔ کیونکہ وہ پیش گوئی غلط ہوگئی اور جتنے بیانات اس کے متعلق تھے وہ سب غلط ثابت ہوئے۔

پھر کیا اب بھی کوئی سمجھ دار، خدا تعالی سے ڈرنے والا مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا مان سکتا ہے؟

جن حضرات کو مرزا قادیانی کے حالات سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا ہو، وہ آئندہ بیان کو غور سے دیکھیں۔

ناظرین! جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے حواریین کی نہ آسمان پر شنوائی ہوئی، ہزاروں دعائیں کرتے کرتے تھک گئے، نہ زمین والوں نے ان کی طرف توجہ کی، تو مجبور ہو کر بعض اعزہ کو اور

لڑکی کے والد کو عاجزانہ خط لکھے، جو لائق دید ہیں۔ جن سے مرزا صاحب قادیانی کی حالت پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ ایک خط یوں ہے۔

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالی کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔ (مسماۃ محمدی کی شادی سلطان محمد سے ہو جانے کا مطلب مرزا صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کے نہیں تھے، اور خدا نے ان کی مدد نہیں فرمائی۔ بہاء)

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا۔ کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عز

ت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کرا آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتارہ گیا، ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جو، اب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔ راقم خاکسار غلام احمد از

لودہیانہ اقبال گنج ۔۴مئی ۱۸۹۱ء

جن صاحب کے نام یہ خط لکھا گیا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سمدھی ہیں اور ان کی بیوی یعنی مرزا قادیانی سمدھن احمد بیگ کی بہن ہیں۔ان کی بیٹی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا فضل احمد کو بیاہی ہے اس خط میں کئی باتیں قابل غور ہیں:

۱۔جو لوگ مرزا قادیانی کے اس نکاح کے مخالف ہیں اور نکاح نہیں کرتے یا کرنے سے روکتے ہیں مثلاً احمد بیگ اور اس کے خاص اعزہ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔

۲۔مرزا قادیانی نے مکرر ظاہر کیا کہ محمدی سے نکاح نہ ہونے پر ان کی ذلت وخواری موقوف ہے یعنی اگر محمدی میرے نکاح میں نہ آئی تو میں (مرزا قادیانی) ذلیل اور روسیاہ ہونگا۔

اس کلام سے نہایت روشن ہے کہ اس پیش گوئی کے لئے کوئی ایسی شرط نہ تھی جس کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی پر روسیاہی کا داغ نہ آئے،اگرچہ پیشین گوئی پوری نہ ہو۔الغرض جب وہ عورت نکاح میں نہ آئی تو مرزا قادیانی اپنے قول کے بموجب ذلیل وروسیاہ ہوئے اور اللہ تعالی نے انہیں روسیاہی سے نہ بچایا۔

۳۔احمد بیگ نے اپنی لڑکی کا رشتہ کردیا عنقریب وہ نکاح کرنے والے ہیں،

کی روشنی میں اب مرزا غلام احمد قادیانی اس کی بہن اور اس کے بہنوئی سے بار بار نہایت زور سے تحریک کرتے ہیں کہ اس کا نکاح نہ ہونے دو،اور مقابلہ اور لڑائی کر کے اسے روک دو۔اور ان کے قول وقرار کو فسخ کرا کے مجھ سے نکاح کرادو۔اب یہاں مرزا صاحب قادیانی کئی امر نامشروع کے مرتکب ہوئے۔

۱۔یہ کہ بہن کو بھائی سے لڑنے کے لئے کہتے ہیں۔

۲۔یہ کہ ایک بھائی مسلمان ایک شخص سے قول وقرار کر چکا ہے اور اس کے ایفاء کے لئے وہ تیار ہے،مرزا صاحب قادیانی اس پختہ اقرار کو توڑ دینے اور تڑوا دینے پر اصرار کر رہے ہیں اور بالتصریح او فوا با لعهد ان العهد كـا ن مسؤلا (بنی اسرائیل:۳۴) کے خلاف تعلیم دے رہے ہیں۔البتہ جماعت مرزائیہ اپنے مذہب کے بموجب یہ کہہ سکتی ہے کہ جب خدا تعالی ہی اپنے عہد و وعدہ کا پابند نہیں،نہایت پختہ عہد کر کے پورا نہیں کرتا،پھر اس کا رسول بھی اسی کا پیرو ہے:　　　وزیرے چنیں شہر یارے چناں

۳۔ بیٹے کا عاق کرنا بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک کوئی شرعی بات ہے جس کی وجہ سے وہ بیٹا وراثت سے محجوب ہو جائے حالانکہ شریعت محمدیہ میں عاق کرنا موانع ارث میں نہیں ہے۔ اب یا تو مرزا غلام احمد قادیانی شرع محمدی کے مسئلے سے ناواقف تھے، یا شریعت محمدیہ کے خلاف جدید حکم نافذ کیا ہے اور بیٹے کے عقوق کو مانع ارث ٹھہرایا۔

۴۔ رشتہ ناطے کے توڑنے سے دوسروں کو منع کیا اور خلاف حکم خداوند ٹھہرایا مگر خود رشتہ ناطہ توڑنے کے لئے قسم کھاتے ہیں یعنی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے رشتہ توڑ دیں گے اگر تم خلاف شریعت امر کرنے میں ہمارے معین و مددگار نہ ہو گے۔

۵۔ ان باتوں کے علاوہ اب میں حق پرستوں کی خدمت میں منت سے کہتا ہوں کہ اس مضمون میں غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی اپنے سمدھی کو کیسی اسلامی غیرت دلا رہے ہیں۔ اپنی رسوائی دکھلا رہے ہیں اور پھر اس نکاح سے روکنے کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ پھر مضطرب ہو کر عاجزی سے فرما رہے ہیں کہ آپ کو لکھتا ہوں کہ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو خط لکھیں کہ دوسری جگہ عقد کرنے سے باز آ جائے۔

اس اضطراب اور عاجزی کو دیکھئے اور اس الہام کے دعوی کو ملاحظہ کیجئے جس پر قسم کھا رہے ہیں اور نہایت شدت اور بے تہذیبی کے ساتھ اپنے جزم و یقین کا اعلان کر رہے ہیں پھر ایک بار نہیں مکرر سہ کرر بار ہا۔

بھائیو! کیا اب بھی شبہ رہ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی الہام کے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔ انہیں الہام ہرگز نہیں ہوا۔

یہاں ہمیں کوئی پہلو نہیں ملتا ہے جس سے ہم مرزا صاحب قادیانی کو قصداً غلط بیانی سے بچائیں، بلکہ اس کہنے پر مجبور ہیں کہ لوگوں میں نبی بننے کو، اور ڈرا کر مطلب نکالنے کو، الہام کا دعوی زور شور سے کیا، اور خانگی طور سے عاجزی اور مطلب براری کی تدبیریں کیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی سمجھتے ہوں گے کہ خانگی خطوط کو کون دیکھے گا، اور کس پر ظاہر ہو گا؟ اعلان کو ہر شخص دیکھے گا۔ پھر ان دھمکیوں اور تدبیروں سے مطلب نکل آیا تو کام بن گیا، اور لوگوں میں پیش کرنے کو نبوت کی ایک دلیل ہاتھ آ گئی۔ اس لئے پہلے سے اسے عظیم الشان نشان مشہور کیا۔ انہیں اپنی تدبیروں پر یقین

تھا کہ میں کامیاب ہونگا۔اور ظاہر ہے کہ لڑکی کے والدین قرابت مند تھے۔اور بقول انہیں کے مرزا قادیانی کچھ چوہڑے چمار نہیں تھے،صاحب ثروت صاحب جاہ تھے،پھر انکار کی کیا وجہ۔

مگر خدا تعالی کو بہت سی خلقت کو گمراہی سے بچانا تھا،اس لئے ان کے قرابت مندوں کے ایمان کو پختہ کردیا،وہ کسی لالچ میں نہ آئے کسی دھمکی سے نہ ڈرے۔

٦۔ یہ امر لحاظ کے لائق ہے کہ بعض امور شریعت محمدیہ کے خلاف کررہے ہیں (مرزا قادیانی کے جب رشتہ کا پیام کو احمد بیگ نے منظور نہیں کیا،اس نے سلطان محمد سے نکاح ٹھہرادیا،اس کے بعد پھر اس سے پیام نکاح کرنا خلاف شریعت ہے) اور دوسروں کو خلاف کرنے کا اشتعال دے رہے ہیں۔ملاحظہ کیجئے۔اپنی سمدھن کو کہتے ہیں کہ اگر سخت مقابلہ کرکے اپنے بھائی کو سمجھاتیں تو کیوں نہ سمجھتا،بھائی سے سخت مقابلہ کرنے کے لئے اشتعال ہورہا ہے۔

پھر سمدھی صاحب کو لکھتے ہیں کہ اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کردیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کرکے روک دیں۔بھلا یہ کوئی انسانیت ہے کہ بھائی اپنی لڑکی کا رشتہ کرچکا،نکاح کے لئے عہد وپیمان مستحکم ہولیا،یہاں تک کہ تاریخ نکاح کی معین ہوگئی،اب بھی سمدھن صاحبہ کو بڑے زور سے اشتعال ہورہا ہے کہ بھائی سے لڑے اور اس عہد وپیمان کو تڑواوے،اوران سے نکاح کرادے۔

بھائیو! کچھ تو انصاف کیجئے۔کیا نبی کی یہی شان ہے اور مسیح موعود کی یہی پہچان ہے کہ بھائیوں بہنوں میں لڑائی کراوے،اور ایک شخص سے قول قرار شرعی ہوچکا ہے اور حسب دستور طرفین کا کچھ صرف بھی ہو لیا ہے،یہ سب کچھ خیال نہ کرے اور عہد وپیمان شرعی کو توڑ کر آپ سے نکاح کراوے۔

اے مرزائیو! منہاج نبوت یہی ہے۔انبیاء کرام کی یہی روش ہے؟ ذرا خدا تعالی کا خوف کرکے اس کا جواب دو۔

پھر اسی پر قناعت نہیں،کچھ اور بھی فرمارہے ہیں۔کہتے ہیں،

اگر ایسا نہ کروگی تو مجھے خدا کی قسم ہے کہ ہمیشہ کے لئے تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا اور فضل احمد اگر میرا وارث بننا چاہتا ہے تو آپ کی لڑکی کو گھر میں نہ رکھے گا۔(یعنی طلاق مغلظہ دے دے گا)۔

میرے پیارے بھائی! ذرا غور کرو۔ایک عورت کی خواہش میں یا اپنی پیشین گوئی کے سچا کرنے کے

لئے قطع رحم کی قسم کھائی جاتی ہے۔ میاں بی بی میں جدائی کرائی جاتی ہے۔ پھر کون میاں بیوی؟ ایک لائق بیٹا اور نیک بخت عفیفہ بہو۔ اور پھر بلاقصور۔ اگر بہو کا ماموں یا دوسرا شخص کہنا نہیں مانتا، تو اگر قصور وار ہیں تو وہ ہیں، غریب بہو اور بیٹے نے کیا کیا، جوان میں جدائی کرائی جاتی ہے؟

اگر بیٹا (بیوی کو) جدا نہ کرے تو اسے وراثت سے محرومی کی دھمکی دی جاتی ہے۔ کیا نبی یا برگزیدہ خدا سے ایسا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ وہ لائق نفرت کام ہے جسے شریعت اور عقل دونوں نہایت برا بتاتے ہیں۔

(بڑا لطف تو یہ ہے) کہ اسی خط میں مرزا قادیانی لکھ رہے ہیں: پرانا رشتہ مت توڑو خدا سے ڈرو۔

اس جملہ سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی رشتہ توڑنا گناہ ہے بری بات ہے۔ اس لئے خدا سے ڈرار ہے ہیں۔ مگر خود اسی گناہ کے ارتکاب پر تیار ہیں اور اپنے خاص ذی رحم پر ظلم کرنے پر آمادہ ہیں۔

اے حق کے جاں نثارو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا تعالی کے برگزیدہ جن کو وہ اپنے خطاب اور الہام سے نوازتا ہے، وہ ایسے ہی ناخدا ترس ہوتے ہیں؟ ایسے شخص حضرت رحمة للعالمین کا ظل ہو سکتے ہیں؟ جس کا دعوی مرزا قادیانی کر رہے ہیں۔ ذرا سوچ کر فرمایئے۔

یہ خط تو سمدھی صاحب کے نام تھا، ایک دوسرا خط سمدھن صاحبہ کو بھی اسی مضمون کا لکھا ہے۔ اسے بھی ملاحظہ کیجئے:

> ...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (مسماۃ محمدی بیگم) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا، اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا جس کا یہ

مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ (ایک طرف تو مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسرے سے ہونا بھی ان کی الہامی پیش گوئی ہے، پھر خود ہی اس الہام کی ایسی تیسی کررہے ہیں اور اس شادی کو رکوانے یعنی الہام کو غلط کروانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ گویا انہیں خود بھی یقین تھا کہ انہوں نے جو کچھ محمدی بیگم سے نکاح کے سلسلے میں کہہ رکھا ہے وہ کسی الہام کی بنا پر نہیں ہے۔ اور اگر وہ واقعی الہام کی بنا پر ہے تو وہ رحمانی الہام نہیں بلکہ شیطانی الہام ہے۔ بہاء)

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ (مرزا صاحب نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ جس دن محمدی کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا، اسی روز ثابت ہو جائے گا کہ انا رادوہ الیک والی پیش گوئی جس میں اس کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کی بات کی گئی ہے، الہامی نہیں ہے۔ بہاء) راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

(اس خط کے ساتھ اس بے زبان بے چاری عزت بی بی سے بھی اس کی والدہ کے نام رقعہ لکھوایا کہ مجھ پر رحم کرو، میرا سہاگ بچانا ہے تو مسماۃ محمدی ادھر بھیجو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتیں تو پھر مجھے واپس لے جاؤ۔ رقعہ یوں ہے):

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب قادیانی) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلاتوقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دوتا کہ اس کو لے جائے۔

اس خط (مرزا صاحب بنام سمدھن) کا مضمون بھی وہی ہے جو اس سے قبل کے خط میں ہے۔مگر مجھے یہ دکھانا ہے کہ انصاف پسند حضرات مرزا قادیانی کی تحریر کو اور اس کے مضمون کو غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تحریر عامیانہ معمولی اہل غرضوں کی سی ہے یا اس میں کچھ بھی تہذیب اور متانت اور تقدس کا شائبہ ہے؟ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ کوئی مہذب دیندار صاحب متانت بار بار اس طرح قسم کھا سکتا ہے جس طرح مرزا قادیانی کھا رہے ہیں۔اور وہ بھی کسی جائز امر پر نہیں بلکہ رشتہ ناطہ توڑنے پر جو شریعت محمدیہ میں جائز نہیں،اور خود بھی اسے برا بتاتے ہیں۔ بیٹے کو محروم الارث کر رہے ہیں اس وجہ سے کہ اگر وہ بلاقصور اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور طلاق بھی وہ جو شریعت محمدیہ میں مکروہ ہے یعنی تین طلاق ایک ہی مرتبہ دینا،کوئی قادیانی کسی نبی کی یا کسی بزرگ کی سوانح عمری میں ایسی باتیں دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تقدس کی شان ایسی باتوں سے منزہ ہے یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ ان خطوں سے مرزا صاحب قادیانی کا اضطراب کس قدر ظاہر ہوتا ہے اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالی نے قلب مطمئنہ عنایت فرمایا ہے انہیں ایسے اضطراب سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ اب مجھے اس قدر اور کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس خط میں چند حکم نافذ کئے ہیں جو شریعت محمدیہ کے خلاف ہیں:

پہلا یہ کہ اگر احمد بیگ اپنی لڑکی سے ہمارا نکاح نہ کرے تو فضل احمد ہمارا بیٹا ان کی بھانجی (عزت بی بی) کو طلاق دیدے گا۔ میں یہاں دریافت کرتا ہوں کہ اس کہنے سے فضل احمد پر طلاق کا دینا فرض یا واجب ہو گیا تھا یا نہیں؟

اگر فرض یا واجب ہو گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بلاقصور کسی وقت اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دینا فرض ہو جاتا ہے۔ یہ حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔اور اگر فرض واجب نہ ہوا تھا،اگر فضل احمد اس پر عمل نہ کرے اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دے،تو گنہگار نہیں ہوسکتا اور کسی سزا کا مستحق ہوسکتا ہے،پھر اسے ترکہ سے محروم کر دینا شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام سے ایک حکم ثابت ہوتا ہے جو شریعت محمدیہ کے خلاف ہے اور ایسا حکم ہے کہ کوئی سلیم العقل شریف الطبع اسے پسند

نہیں کرسکتا۔

دوسرا یہ کہ اگر فضل احمد طلاق نہ دے تو عاق کیا جاوے، اور ایک پیسہ وراثت کا اسے نہ ملے، اس پر بہت زور ہے اور ایک ہی خط میں مکرر لکھا ہے۔ اس حکم کی نسبت مجھے یہ کہنا ہے کہ بیٹے کو عاق کرنا اور وراثت سے اسے محروم کر دینا شریعت محمدیہ کا مسئلہ تو نہیں ہے۔ کیا موانع ارث میں عاق کرنا بھی کوئی مانع ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی خلاف شریعت محمدیہ یہ تشریعی حکم اپنی طرف سے دے رہے ہیں۔

ان دونوں حکموں کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر بیٹا اپنی بیوی کو بلاقصور طلاق نہ دے، تو اولاد کے لئے جو حکم خداوندی ہے اسے ہم نہ مانیں گے، اور بیٹے کو محروم الارث کر دینگے اس پر بہت زور ہے اور بار بار جتاتے ہیں۔

حضرات مرزائی انصاف سے فرمائیں کہ ایسے ہی احکام منہاج نبوت کے مناسب ہیں؟

یہاں سے مرزائیوں کا یہ کہنا بھی غلط ہو گیا کہ نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے، مرزا قادیانی کی نبوت ظلی ہے تشریعی نہیں۔ حالانکہ بیان مذکور سے معلوم ہوا کہ مرزا جی نے تشریعی حکم نافذ کئے۔ اور جب کسی قسم کی نبوت ختم نہیں ہوئی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرات مرزائی جناب رسالت حضرت سید المرسلین ﷺ کو (نعوذ باللہ) خاتم النبیین نہیں مانتے۔ آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ اس خط کا آخری جملہ یہ ہے کہ:

جس دن (محمدی کا) نکاح ہوگا، اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

یہ بالکل غلط ثابت ہوا کیونکہ اس لڑکی کا نکاح دوسرے (مرزا سلطان محمد) سے ہو گیا اور ان کے بیٹے (فضل احمد) نے اپنی بیوی (عزت بی بی) کو طلاق نہ دی۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ محض قیاس سے مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ جس دن اس لڑکی (محمدی) کا نکاح (مرزا سلطان محمد سے) ہوگا، اس دن عزت بی بی کا نکاح (مرزا فضل احمد سے) باقی نہ رہے گا۔ اور قیاس کی وجہ ظاہر ہے کہ بیٹا اپنے باپ کا کہنا مانے گا، وراثت کی طمع بھی کچھ ہوگی۔ اس وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے حکم لگا دیا، مگر وہ قیاس غلط نکلا۔

بھائیو! اسی پر قیاس کرلو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جس طرح یہاں قیاس سے خبر دی تھی ایسی ہی اور خبریں اور پیش گوئیاں کیا کرتے تھے۔ اگر اتفاقیہ کوئی بات ہوگئی، اسے آسمانی نشان کہنے لگے۔ اور جو نہ ہوئی تو

تاویلیں چلیں، اگرچہ وہ کیسی ہی بے تکی ہوں، ماننے والے مان ہی لیتے ہیں۔عیاں راچہ بیان۔مرزائیوں کی حالت معائنہ کرلی جائے کیسی کیسی پیش گوئیاں غلط ہوئیں اور ایسی صریح غلط ہوئیں کہ جائے دم زدن نہ رہی، مگر حضرات مرزائی ایسی صریح حق بات کو بھی نہیں مانتے اور محض بیہودہ باتیں بناتے ہیں۔

مذکورہ خطوط کے بعد بھی مرزا قادیانی نے اس لڑکی کے والد کو خط لکھا۔اس خط میں توجہ کے لائق یہ امر ہے کہ مرزا احمد بیگ کو کس ادب اور تعظیم کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور اس لڑکی کے نکاح میں آنے کا وثوق کس زور کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالی ....

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر ومطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے

عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے، اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے، اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

(مولانا سید محمد علی مونگیری لکھتے ہیں)...اب میں حق پسند حضرات کو تین باتوں کی طرف زیادہ توجہ دلاتا ہوں جو اس خط سے ظاہر ہو رہی ہیں۔

ایک بات یہ کہ پیشین گوئی سے مقصود یہی تھا کہ احمد بیگ کی لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔ یہ کہنا محض غلط ہے کہ وہ لوگ بے دین تھے۔ان کی ہدایت مقصود تھی کیونکہ وہ اس قدر دیندار اس خط سے معلوم ہوتا ہے جس کی انتہا نہیں ہے کیونکہ مسیح موعود اپنے ابتداء خط میں اسے اپنا مکرم اور بزرگ لکھ رہا ہے۔ پھر اس سے اس قدر دلی محبت اور خلوص رہا ہے کہ اس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ پھر اس سے کمال عاجزی اور ادب سے التماس کرتا ہے جس طرح نہایت چھوٹا اپنے بڑے بزرگ سے کرتا ہے۔

غرض کہ تین طریقے سے مرزا صاحب قادیانی یعنی مسیح موعود انہیں اپنا مکرم اور بزرگ بتا رہے ہیں اور اپنے خلوص و محبت کا اظہار کر رہے ہیں، انہیں بے دین کہنا سخت بے دینی ہے۔اب اگر مرزا قادیانی ہی دوسری جگہ انہیں بے دین لکھیں، تو انہیں کی بے دینی ثابت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مرزا قادیانی دکھا رہے ہیں کہ انبیاء ایسے بے دین اور جھوٹے ہوتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

دوسری بات، یہ بھی یقینی طور سے ثابت ہوا کہ جس لڑکی کا پیام نکاح مرزا صاحب قادیانی نے کیا اور جس کی نسبت انہیں قطعی الہام ہوا کہ یہ تیرے نکاح میں آئے گی وہ خاص محمدی بیگم، مرزا احمد بیگ کی ہی لڑکی ہے۔کسی وقت اور کسی طرح اس الہام کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ مرزا قادیانی کے اولاد کے سلسلہ میں یا ان کے مریدین کے سلسلہ میں کسی کا نکاح محمدی بیگم سے یا اس کی اولاد کے سلسلہ میں کسی سے ہو جائے تو یہ پیشین گوئی پوری ہو جائے گی۔کوئی انسان ہوش و حواس کی حالت میں یہ معنی نہیں کہہ سکتا کئی وجہ سے:

ایک یہ کہ مرزا احمد بیگ کو اپنا عزیز سمجھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ میری یہ پیش گوئی دس لاکھ آدمیوں میں مشہور ہو چکی ہے۔اگر تم نکاح نہ کرو گے تو اتنے لوگوں میں میری ذلت ہوگی۔ یہ ذلت اسی وقت کی جا سکتی تھی کہ خاص مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوتا۔

دوسرے یہ کہ پادریوں کے انتظار اور ان کے پلہ بھاری ہونے سے خود بھی ذلت کے خوف سے ڈر رہے ہیں اور ڈرا بھی رہے ہیں۔یعنی اگر تم نے اپنی لڑکی نہ دی اور میری پیش گوئی غلط ہوگئی، تو پادریوں کا پلہ

بھاری ہو جائے گا۔

یہ مضمون بھی قطعی طور سے کہہ رہا ہے کہ وہ عظیم الشان پیش گوئی یہی ہے کہ مسماۃ محمدی سے خاص مرزا غلام احمد قادیانی ہی کا نکاح ہوگا۔ اولاد سے کچھ واسطہ نہیں، اور نہ ہدایت مقصود ہے۔ نہایت ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی کا نکاح اس سے نہ ہوا، تو اس میں شبہ نہیں کہ جو پادری منتظر ہیں ان کا پلہ ضرور بھاری ہو جائے گا۔ اور مرزا صاحب قادیانی کے بعد کوئی پادری اس پیش گوئی کا منتظر نہیں رہ سکتا، اور اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر ان پلہ ضرور بھاری ہو جائے گا۔

تیسرے یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی، مرزا احمد بیگ کو لکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے پورا کرنے میں تم معاون بنو، تا کہ خدا تعالی کی برکتیں تم پر نازل ہوں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی سے کر دے۔ یہ کہنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اولاد سے اور محمدی بیگم کی اولاد سے نکاح ہو جائے تو بھی پیشین گوئی پوری ہو جائے گی محض غلط ہے، مرزا قادیانی کا یہ قول غلط کہہ رہا ہے۔

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ کاتب رسالہ یہ کیا لکھنے لگا۔ کون عاقل ایسا سمجھ سکتا ہے کہ یہ پیش گوئی یوں بھی پوری ہو سکتی ہے کہ محمدی بیگم کی کسی اولاد کا رشتہ مرزا قادیانی کے کسی منتسبین سے ہو جائے۔

میں کہتا ہوں آپ تعجب نہ کریں۔ اس وقت یہی مطلب پیش گوئی کا بیان ہو رہا ہے، اور کوئی جاہل یا معمولی شخص نہیں کہتا بلکہ وہ حضرت کہہ رہے ہیں جنہیں خلیفۃ المسیح وحکیم الامت کا خطاب دیا جاتا ہے۔ جن کے نام پر علیہ الصلوۃ والسلام جاتا ہے۔ اس لئے مجھے اس بیان کی حاجت ہوئی اور پہلے بھی مکرر اشارہ کر چکا ہوں اور آئندہ بھی کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی

تیسری بات جس کا فیصلہ خط کی عبارت سے آپ حضرات کر سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو پیام نکاح کے وقت اپنا الہام بیان کیا تھا، اور پھر قسم کھا کر کہا تھا کہ محمدی میرے نکاح میں آئے گی، اور آخر کار اسی جگہ رشتہ ہوگا، یہ محض غلط تھا کہ یہ مضمون صاف کہہ رہا ہے کہ یہاں الہام کا دعوی کرنا ایک حکمت عملی تھی اور اس کے والدین پر دباؤ ڈالنا مقصود تھا۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو الہام ہوتا کہ اس لڑکی کا نکاح ان سے ہوگا اور پھر وہ الہام بھی ایسا قطعی اور یقینی تھا جس میں انہیں ذرا بھی شبہ نہیں ہے، اور نہ اس کے معنی اور مطلب سمجھنے

میں انہیں تردد ہے، نہ اس میں کوئی قید اور شرط ایسی ہے جس سے اس کا نکاح میں آنا رک جائے اور آخر کار وہ نکاح میں نہ آئے، ایسے الہام کے بعد تو ان کے قلب میں خطرہ بھی نہیں آتا کہ ہماری الہامی پیش گوئی کے خلاف ہوسکتا ہے اور پادریوں کے پلہ بھاری ہونے کا احتمال ہے اس لئے بحکم لا تبدیل لکلمات اللہ انہیں اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا یقین کامل ہونا چاہیے تھا۔ مگر ان کا بیان تو صاف کہہ رہا ہے کہ انہیں پادریوں کے پلہ بھاری ہونے کا خوف ہے، اور اپنی جماعت کی ذلت سے ڈر رہے ہیں، اور دوسروں کو ڈرا رہے ہیں۔ ایسے الہام کے بعد تو وہ اطمینان سے بیٹھتے۔ لڑکی کے والد کو اگر کچھ لکھتے تو یہ لکھتے کہ دیکھولڑکی ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی تم اس وقت انکار کر کے کیوں انجام میں ندامت و پشیمانی اٹھانے کی کوشش کر رہے ہو۔ مگر اس کے برخلاف اسکے بعد بھی مناسب اور غیر مناسب تدبیریں اور جا بجا ایسی کوششیں کیں جن سے ظاہر ہو گیا کہ انہیں الہام ہرگز نہیں ہوا تھا محض جھوٹی دھمکیوں اور حکمت عملی سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے اور اپنی دلی آرزو کے پورا کرنے کے درپئے تھے۔

خطوط اور اس کے نتائج دیکھنے کے بعد ایک اور کاروائی بھی قابل ملاحظہ ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی ایک قدیم بیوی ضعیفہ تھیں جو اکثر حصہ عمر میں مرزا قادیانی کی خدمت گذار رہی تھیں۔ ان کے دو بیٹے تھے مرزا سلطان احمد بیگ، اور مرزا فضل احمد بیگ۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان تینوں پر زور ڈالا کہ منکوحہ آسمانی کے نکاح میں تم بھی ہمارے ساتھ کوشش کرو۔ مگر انصاف کا مقام ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیوی (وہ بھی پہلی بیاہی ہوئی) اپنی سوکن کے لانے میں کوشش کرے۔ یہ ایسا ہے کہ کسی عاشق سے کہا جائے کہ تم ایسی کوشش کرو کہ تمہارا رقیب ہمارے پاس آئے اور ہم اپنا جان و مال اس کے حوالہ کریں اور تم دور سے دیکھو اور ترسو۔

غرض اس بیوی نے اس میں کوشش نہیں کی۔ بیٹوں کے اوپر ماں کا حق زیادہ ہے بہ نسبت باپ، اسلئے بیٹوں نے ماں کی حکم برداری کی۔ اس پر مرزا غلام احمد قادیانی نے خفا ہو کر ۲ مئی ۱۸۹۱ء کو حقانی پریس لدھیانہ میں اشتہار چھپوایا:

لا یحب الجھر بالسوء من القول الّا من ظلم و کان اللہ سمیعاً علیماً

اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین

علی ملة ابراهیم حنیفاً

چوں بدندان تو کرمے اوفتاد
آں نہ دندانی بکن اے اوستاد

ناظرین کو یاد ہو گا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آ جانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی عزیز میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے (یعنی مرزا صاحب، محمدی بیگم سے اپنی شادی کو خدا تعالیٰ طرف سے مقدر اور قرار یافتہ کہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کنواری یا بیوہ کوئی بھی صورت ہو، اس کا زیر دام آنا ٹھہر چکا ہے۔ بہا)۔ چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔

اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا لڑکا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔

اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کاروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور غرض تھی، امر ربی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا مگر اس کام کے مدار المہام وہ لوگ ہو گئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں، ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا، اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا، اور بکلی مجھ سے بے زاری ظاہر کی۔

اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا، لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا۔

اول یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہوگی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اور اس نادان نے نہ سمجھا کہ خداوند قدیر وغیور اس دین کا حامی ہے اور اس عاجز کا بھی حامی۔ وہ اپنے بندہ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اگر سارا جہان مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت سے مجھ کو تھام لے گا کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔

دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔

سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا، سو جب کہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے۔ اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۱۸۹۱ء ہے عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری

طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی بیوی کو اسی دن سے جو اس کو نکاح کی خبر ہو اور طلاق نہ دیوے، تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی وقرابت وہمدردی دور ہو جائے گی۔ اور کسی نیکی بدی رنج راحت شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی، کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے اور مومن دیوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقوی
قطع رحم بہ از مودت قربے

والسلام علی من اتبع الھدی۔ المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

کیسا عمدہ عنوان ہے اور اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ بیوی سے اور بیٹوں سے قطع تعلق کرتے ہیں اور تمام اشتہار دیکھنے سے کوئی دین کی مخالفت ان کی معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ قادیانی اپنے بڑے بیٹے سلطان احمد کے دو گناہ بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو۔

مرزا غلام قادیانی اپنے بڑے بیٹے پر اتنا بڑا الزام رکھتے ہیں، مگر یہ نہیں بتاتے کہ دین کی کیا مخالفت کی؟ کیا نماز نہیں پڑھی، روزہ نہیں رکھا، رشوت لی، مسلمانوں سے فریب کر کے روپیہ حاصل کیا، نامحرم عورت کو تکا، کیا کیا؟ کچھ نہیں فرماتے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم نے جو منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کا اعلان بڑے زور شور سے دے رکھا ہے، اور ہمارا بیٹا چاہتا ہے کہ جہاں اس لڑکی کی نسبت اس کے والدین نے کی ہے، وہیں ہو، تو اگر ایسا ہی ہوا، اور وہ لڑکی ہمارے نکاح میں نہ آئی، تو مخالفین کا حملہ ہوگا اور مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹا کہیں گے۔

بھائیو! ذرا غور کرو۔ بیٹا باپ کے خانگی حالات سے بخوبی واقف ہے۔ اور ہر طرح کی سمجھ رکھتا ہے۔

جب وہ ان خیالات کو پیش نظر کرتا ہے، اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ایسے عظیم الشان دعوی کو دیکھتا ہے، تو اس کی عقل سلیم اور تمیز صحیح یہی کہتی ہے کہ باوا جان اپنے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔ اب اس کی کمال دین داری ہے کہ اس جھوٹ میں باپ کا شریک نہیں ہوتا، اور باپ کے ترکہ وغیرہ کا بھی خیال نہیں کرتا۔ (شادی کی صورت میں مرزا قادیانی نے کسی متوفی کی جائداد میں سے اپنا حصہ محمد بیگ کے نام کرنا تھا۔ اگر شادی نہ ہوتی تو وہ حصہ مرزا قادیانی کے پاس رہتا، اور مرزا قادیانی کے بعد اس کے وارثوں کے پاس آتا جن میں سلطان احمد وغیرہ بھی شامل تھے کیونکہ ابھی عاق نہیں ہوئے تھے۔ بہاء)

عجب نہیں یہ بھی اسے خیال ہو کہ باوا جان نے جس پیش گوئی کو اپنے لئے عظیم الشان قرار دے رکھا ہے وہ اگر ظہور میں نہ آئے تو شائد والد صاحب متنبہ ہو کر اپنے دعوی سے تائب ہوں اور سچے مسلمان ہو جائیں جیسے پہلے تھے، تو یہ امر اس کی نہایت خیر خواہی اور دین کی پابندی تھی۔

دوسرا گناہ مرزا قادیانی، صاحبزادہ موصوف (سلطان احمد) کا یہ بتاتے ہیں کہ مجھے جو اس کا باپ ہوں ناچیز قرار دیا، اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی،

البتہ اس میں شبہ نہیں کہ باپ کو ناچیز ٹھہرانا گناہ ہے۔ مگر جب باپ کے افعال اور ان کے خیالات ناچیز ہوں، اور بیٹا سمجھے کہ ہمارا باپ مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے۔ اگر اتفاقیہ یہ نکاح ان کے حسب خواہ ہو گیا تو بہت خلق گمراہ ہو جائے گی۔، اس وجہ سے وہ مامور تھے کہ باپ کیخلاف کریں۔ اور اس خلاف شرع امر کی وجہ سے انہیں ناچیز سمجھیں۔

اور اب تو یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ ان کا بیٹا (سلطان احمد) حق پر تھا اور مرزا قادیانی کے سب دعوی غلط تھے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی تمام عمر کوشش کرتے کرتے تھک گئے۔ اور یہی کہتے رہے کہ آخر کار یہ لڑکی (مسماۃ محمدی بیگم) میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ چنانچہ اشتہار مذکور میں بھی یہی دعوی ہے۔ اور ازالہ اوہام میں تو یہ دعوی بڑے زور سے کیا ہے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی اس جہان سے تشریف لے گئے اور وہ لڑکی ان کے نکاح میں نہ آئی: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب اس میں کیا شبہ رہا کہ دین اسلام پر اگر مخالفوں کا حملہ کرایا ہے، تو خود مرزا صاحب قادیانی نے کرایا، اور اسلام کی ہتک کی تو مرزا قادیانی نے کی۔

الہام کا اس قدر غل مچایا کہ احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی، اور اخباروں میں اشتہاروں میں اس قدر شور کیوں کیا کہ دنیا میں مشہور ہو گیا، کہ مرزا قادیانی اپنی نبوت کے ثبوت میں عظیم الشان نشان دکھانا چاہتے ہیں، اور یہ بھی یقینی الہام بیان کرتے ہیں کہ ضرور ایسا ہی ہوگا، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جب ایک مدت دراز تک انتظار کے بعد بھی اس کا ظہور نہ ہوا، اور امید منقطع ہو گئی، تو اب فرمایئے کہ اگر اسلام کی ہتک کرائی تو مرزا غلام احمد قادیانی نے کرائی یا کسی دوسرے نے؟

مرزا قادیانی اپنے دوسرے بیٹے فضل احمد کا کوئی قصور نہیں بیان کرتے بجز اس کے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیتا۔

بھائیو! اصل بات یہ ہے کہ اس لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ ہو گیا، اور عنقریب اس کا نکاح ہونے والا ہے اس لئے مرزا قادیانی مضطرب ہیں۔ لڑکی کے والدین اور دیگر اعزہ کی بہت خوش آمد کی، مگر ناکام رہے۔ اب گھر میں آ کر غصہ نکالا اور بیوی صاحبہ کو طلاق دی اور بیٹوں کو عاق کیا۔

اب یہاں یہ امر دیکھنے کے لائق ہے کہ اس اشتہار میں تو وہ ظاہر کرتے ہیں کہ بیٹے اور بیوی چونکہ دین کے مخالف ہیں، اس لئے ان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں اور کوئی امر مخالفت کا نہیں بیان کرتے بجز اس کے کہ مرزا قادیانی کے نکاح میں وہ کوشش نہیں کرتے بلکہ مخالفین کے شریک ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس اعلان کی بنا اگر سچائی پر ہے اور واقعی ایسے مخالف دین سے وہ قطع تعلق کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے بہت سے مریدین سے قطع تعلق کا اعلان کرنا چاہیے تھا جنہیں احکامات شریعت محمدیہ سے کچھ واسطہ نہیں۔ اکثر منہیات شرعیہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور جھوٹ جو اسلام کے بالکل خلاف ہے ان کا شعار ہے۔ پھر جو ان کے اقارب ان کے صریح مخالف ہیں جن کو اس اشتہار کے بعد خطوط لکھتے ہیں (جن کی نقل اوپر دی گئی) انہیں دیکھئے کہ اس میں کس قدر تملق اور میل کی باتیں ہیں۔ اشتہار نصرت دین مرقومہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء کا ہے۔ اور اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ کو ۴ مئی کو خط لکھا ہے اس میں انہیں لکھتے ہیں کہ میں آپ کو نیک آدمی خیال کرتا ہوں اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔

شیر علی بیگ بھی اسی گروہ میں ہیں جو چاہتے تھے کہ اس لڑکی کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہو۔ یعنی جو

جرم ان کے بیٹے مرزا سلطان احمد نے کیا تھا، جس کی وجہ سے وہ مخالف دین قرار پائے، وہی جرم ان کے سمدھی کا ہے۔ مگر انہیں نیک خیال اور اسلام پر قائم مرزا قادیانی سمجھتے ہیں۔

اور ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء کو مرزا احمد بیگ کو خط لکھا ہے جو لڑکی کا والد ہے جن سے جولائی ۱۸۸۸ء میں مرزا قادیانی نے نکاح کا پیام دیا، اور پھر اس طرح کہ خدا تعالیٰ کا حکم انہیں پہنچایا مگر اس نے ایک نہ سنی، اور دوسری جگہ رشتہ کر دیا۔ باوجود یہ کہ اس نے اس قدر سخت مخالفت کی مگر اسے مرزا قادیانی مخالف دین نہیں کہتے بلکہ...نہایت ہی محبت اور خلوص کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:

میں نہیں جانتا کہ میں کن طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔

ان الفاظ میں جس قدر محبت اور خلوص کا اظہار ہوتا ہے اس کی کچھ انتہا نہیں ہے اب میں انصاف پسند حضرات سے دریافت کرتا ہوں کہ اس مضمون کی بنا اگر سچائی پر ہے یعنی مرزا قادیانی جو اس قدر محبت و خلوص کا اظہار کر رہے ہیں وہ واقعی ہے تو سلطان احمد ان کے بیٹے نے مرزا احمد بیگ سے زیادہ کیا قصور کیا تھا جو اسے مخالف دین ٹھہرا کر اسے قطع تعلق کا اشتہار دیا اور احمد بیگ سے اس قدر محبت اور خلوص ہے۔ حالانکہ احمد بیگ لڑکی کے باپ تھے۔ لڑکی کے دینے یا نہ دینے کا اختیار انہیں تھا۔ جب اس نے لڑکی نہ دی تو دین کی مخالفت اگر کی تو احمد بیگ نے کی سلطان احمد غریب نے اگر کچھ کیا ہوگا تو صرف اس کی تائید ماں کی اطاعت کے خیال سے کی ہوگی۔

بھائیو! ایسی ہی باتیں مرزا قادیانی کی صداقت اور راست بازی کا نمونہ ہیں ان دونوں باتوں کے مقابلہ کرنے سے اظہر من الشّمس ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اسلام اور سچائی سے کچھ واسطہ نہیں ہے جس وقت اور جس شخص سے جیسا موقع ہو، ویسا کام انہوں نے اس وقت اور اس شخص سے کیا، خواہ وہ جھوٹ ہو خواہ سچ جیسا کہ اس وقت کے پکے دنیا دار معاملہ پرداز کیا کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کے کلام میں بہت تعارض ہے افسوس ہے کہ ایسے عظیم الشان تقدس کا دعویٰ اور اس قدر دنیا سازی کا برتاؤ۔ یہاں پھر میں یہ کہونگا کہ جس طرح یہ باتیں ان کی دنیا سازی کی تھی۔ ایسا ہی اس الہام کے دعوے کو سمجھنا چاہیے جو انہوں نے اس نکاح کے بارے

میں کیں۔

اگر انہیں الہام ہوتا اور اس کے ہونے کا ایسا ہی یقین ہوتا جیسا انہوں نے ازالہ اوہام وغیرہ میں ظاہر کیا ہے تو نہ مرزا احمد بیگ کی خوش آمد کرتے، نہ خلاف مروت و متانت بیٹے اور بیوی صاحبہ سے قطع تعلق کرتے، بلکہ اپنے کامل یقین الہام پر بیٹھے رہتے۔ اور سمجھتے کہ جب وہ لڑکی ہمارے نکاح میں آجائے گی تو سب درست ہو جائیں گے۔ مگر یہ باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مضطر ہیں۔ کہیں غصہ سے کام نکالنا چاہتے ہیں، کہیں نرمی سے۔ غصہ کے اظہار کے لئے تو انہیں عمدہ دوطرفی پہلو ہاتھ آ گیا تھا جس میں دباؤ بھی تھا اور عوام پر تقدس کا اظہار بھی، اور اپنے سمدھی اور مرزا احمد بیگ سے جو دنیا سازی انہوں نے کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خط کے اظہار کا انہیں گمان نہ تھا اس لئے دلی حالت ظاہر کر دی۔

برادران اسلام متوجہ ہوں اور دلی توجہ فرمائیں۔ آپ نے منکوحہ آسمانی کا حال معلوم کیا، اور مرزا قادیانی کے بیان سے یہ بھی آپ کے ذہن نشین ہو گیا کہ اس منکوحہ آسمانی سے جب رشتہ کا پیام کیا گیا ہے اسے مرزا قادیانی بحکم خدا کہتے ہیں۔ پھر اس کے نکاح میں آنے کا الہام مرزا قادیانی کو ایسا قطعی اور یقینی ہوا کہ مرزا قادیانی اس پر قسم کھاتے ہیں، اور بار بار اشتہاروں میں شائع کرتے ہیں۔ اور اس زور کے الفاظ میں اس کے وقوع کو بیان کرتے ہیں جس سے زیادہ زور لگانا میرے خیال میں ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ ان کا الہام محض غلط تھا کیونکہ وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں کسی وقت نہیں آئی۔ بلکہ مرزا سلطان محمد بیگ سے بیاہی گئی اور آخر تک اسی کے نکاح میں رہی اور مرزا صاحب قادیانی دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب ایسا عظیم الشان الہام جو برسوں بار بار ہوتا رہا، اور ان کا نہایت کامل یقینی دعویٰ غلط ہو گیا، تو دوسرے الہامات اور خبروں پر کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے؟

کون فہمیدہ ان کے مسیح موعود ہونے کے الہام کو قابل اعتبار سمجھ سکتا ہے۔ اس میں، اس میں کیا فرق ہے۔ یہ الہام وہ ہے جس کے غلط ہو جانے سے بہت سے دعویٰ اور الہامات مرزا قادیانی کے غلط ہو گئے۔ تیئس الہامات کا شمار تو میں نے کر دیا تھا، اسکے بعد ناظرین پر چھوڑ دیا وہ خود شمار کر لیں۔ یہ دعویٰ ہیں جن کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یوں فرمایا ہے کہ انجام کار ایسا ہی ہو گا۔ وہ باتیں غلط نکلیں اور کہنے

کے مطابق ان کا ظہور نہ ہو،اس لئے ان کا کوئی الہام قابل اعتبار نہ رہا۔اس کے علاوہ توریت کی صریح شہادت کے بموجب مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹے مدعیان نبوت میں یقینی طور پر داخل ہیں۔توریت کی کتاب استثناباب ۱۸میں ہے:

وہ نبی جوایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا،تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں،تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہےاور وہ جواس نے کہا ہے واقع نہ ہو،یا پورا نہ ہو،تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے،

But the prophet which shall presume to speak a word in my name, which I have not commanded him to speak, or that shall speak in the name of other gods, even that prophet shall die.

And if thou say in thine heart, how shall we know the word which the Lord hath not spoken.

When a prophet speaketh in the name of the Lord, if the thing follow not, nor come to pass, that is the thing which the Lord hath not spoken, but the prophet hath spoken it presumptuously: thou shall not be afraid of him. (Deuteronomy 18:20-22)

اس مقدس کلام سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول یہ کہ جھوٹے نبی کے لئے حکم الٰہی یہ ہے کہ قتل کردیا جائے یعنی جو نبوت کا دعوی کرے اور یہ دعوی اس کا غلط ثابت ہو،تو وہ قتل کردیا جائے۔

دوم،جھوٹے نبی کی شناخت یہ ہے کہ اس کی پیش گوئی پوری نہ ہو۔یعنی اگر وہ کسی بات کی خبر دے اور اس کے مطابق اس کا ظہور نہ ہو،تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سچے نبی کی کوئی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہوسکتی (مرزا قادیانی نے جو حضرت یونس کی پیش گوئی کو بڑے زورشور سے ذکر کرکے لکھا ہے کہ ان کی پیشین گوئی بلاشرط تھی اور قوم کی گریہ وزاری سے اس پیشین گوئی کا ظہور نہ ہوا،محض غلط ہے اول تو الہامی پیش گوئی کا ثبوت نہیں ہے اگر ہے تو صرف اس قدر ہے کہ عذاب آئے گا وہ آیا مگر جب وہ پورا ایمان لے آئے تو عذاب ہٹ

گیا) یعنی اللہ تعالی کسی نبی سے کوئی وعدہ کرے یا کسی بات کی خبر دے اس کا ہونا ضرور ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی وجہ سے وہ پیشین گوئی ٹل جائے اور اس کا ظہور نہ ہو۔ اب اگر سچے نبی کی پیشین گوئی کسی وجہ سے پوری نہ ہو تو سچے اور جھوٹے میں امتیاز نہ رہے اور خدا تعالی کی معیاد غلط ہو جائے (اس کی کامل تفصیل اس رسالہ کے تیسرے حصہ میں کی گئی ہے اور متعدد آیتیں مع ان کی تفسیر کے نقل کی گئی ہیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے وعدے میں خلاف نہیں ہوسکتا اور نہ وعدے میں پوشیدہ شرطیں ہوسکتی ہیں) قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا چنانچہ سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے:

فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله (ابراہیم:۴۷)

یعنی ایسا گمان نہ کر کہ اللہ تعالی اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔

دوسری جگہ نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا ہے کہ: لن يخلف الله وعده (الحج:۴۷)

یعنی اللہ تعالی اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

اب برادران اسلام غور کریں کہ نہایت صفائی سے قرآن مجید اور توریت مقدس اور عقل سلیم سب ایک زبان ہو کر شہادت دے رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوے میں سچے نہیں تھے اور ان کا دعوی محض غلط تھا۔ اگر سچے ہوتے تو یہ دعوے ضرور پورے ہوتے۔ اب جو کلام الہی کی شہادت بینہ کو نہ مانے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا جانے اسے اختیار ہے۔ وما علينا الا البلاغ المبين

اگر کلام الہی پر تمہاری نظر نہیں، تو دنیا کی حالت کو دیکھو۔ دنیا کے عقلاء میں بھی یہ بات مسلّم ہے کہ اگر گواہ کے بیان میں ایک بات بھی جھوٹ ثابت ہو جائے، تو پھر اس گواہ کا کوئی بیان لائق اعتبار نہیں رہتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس قدر دعوے اور الہام غلط ثابت ہو جائیں اور ان کے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی غلط نہ ہو۔

جماعت قادیانیہ مرزائیہ خدا کے لئے کچھ تو غور کرو۔ کیا اس کا جواب دے سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ غیر ممکن ہے و لو كان بعضكم لبعض ظهيراً۔

اس کے بعد دوسری بات بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تحریر سابق سے جس قدر غلط بیانیا

ں مرزا صاحب قادیانی کی ثابت ہوئی ہیں، اور جو ان کی ذاتی حالت خطوط واشتہارات سے معلوم ہوئی ہے، وہ کسی بزرگ اور مقدس شخص کی ہوسکتی ہے؟

میں کہتا ہوں کہ آپ کا وجدان آپ کی صداقت کی حق طلبی اگر کچھ ہے، تو بے اختیار یہی کہے گی کہ ہر گز نہیں ہوسکتی۔ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اگر خدا تعالی کے کسی برگزیدہ بندہ کو ایسا یقینی الہام ہو، اور وہ بندہ اپنے ایسے یقین کو اس زور کے ساتھ بیان کرے جیسا مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا، تو وہ الہام کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ منکوحہ آسمانی کے متعلق مرزا قادیانی نے اللہ تعالی کی طرف بہت باتیں منسوب کی تھیں جن کی حالت اوپر بیان کی گئی مگر چونکہ یہ ان کے خیال میں عظیم الشان نشان تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی اس کی بشارت سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

> اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ۔ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ۔ ص ۵۳)

افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دل میں منکوحہ آسمانی (مسماۃ محمدی) کا خیال اس قدر بس گیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے تو اس کی تصدیق سمجھتے ہی تھے، رسول اللہ ﷺ کے کلام مبارک سے بھی اس کی تائید سمجھنے لگے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

اس قدر رہتا ہے مجھ کو آپ کی باتوں کا دھیان
جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی

رسول اللہ ﷺ نے کچھ فرمایا ہو مگر مرزا قادیانی یہ سمجھے کہ میری منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کی خبر ہے۔

خیراب اس طرف آپ توجہ کیجئے کہ روایت میں حضرت مسیح کی نسبت مذکورہ الفاظ آئے ہیں جن کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی منکوحہ آسمانی کی بشارت سمجھی ہے۔ یہاں سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا جس طرح متواتر الہامات ربانی سے انہیں معلوم ہوا، اور اس کا یقین انہیں ایسا ہی تھا جیسے توحید ورسالت کا انہیں یقین تھا۔ اسی طرح اس کی تصدیق جناب رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے ان کے نزدیک ہے۔

دوسرے یہ کہ منکوحہ آسمانی اور اس کی اولاد کی نسبت جو مرزا قادیانی کو الہام ہوا تھا اس سے مقصود خاص نکاح تھا۔ یعنی مرزا قادیانی کا نکاح مسماۃ محمدی سے ہوگا اور اس کے بطن سے وہ خاص بیٹا ہوگا جس کی تعریف کی انتہاء نہیں۔

اس خصوصیت کا ان کے کلام سے ظاہر ہونا کئی وجہ سے ہے:

اول کہ یہ نکاح مسیح موعود سے ہوگا۔ مسیح موعود ان کے خیال کے بموجب وہی تھے۔ اس لئے نکاح سے مقصود معمولی نکاح نہیں ہے، بلکہ وہ خاص نکاح ہے جو مرزا قادیانی کا معجزہ اور نشان ہوگا۔ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ محمدی کا نکاح خاص مرزا غلام احمد قادیانی سے ہو۔ اور اگر مرزا قادیانی کی اولاد یا کسی مرید کا یا کسی مرید کے اولاد کا نکاح محمدی کی اولاد سے کسی وقت ہو جائے، تو یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نشان نہیں ہوسکتا۔ ایسے نکاح ہوا ہی کرتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

یہی حالت اولاد کی ہے کہ وہ بھی خاص بیٹا مراد ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے نطفہ سے مراد ہے۔

آخر میں مرزا قادیانی نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے اپنے خیال میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ باتیں ضرور ہوں گی۔ یعنی محمدی بیگم سے میرا نکاح ضرور ہوگا، اور اس سے اولاد بھی ضرور ہوگی۔

یہاں مجھے پہلے تو یہ کہنا ہے کہ حکیم نور الدین صاحب للہ وباللہ فرمائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس بیان سے ان کا وہ قول مردود ہوگا یا نہیں کہ نکاح اور اولاد کی خبر عام ہے۔ یعنی مرزا قادیانی سے نکاح ہو یا ان کے کسی متعلقین کا مسماۃ محمدی سے یا اس کی اولاد سے ہوجائے تو الہامی خبر صحیح ہوجائے گی۔

بھائیو! مرزا صاحب قادیانی نہایت صفائی سے اس خبر کو خاص کر رہے ہیں، اور حکیم نور الدین

صاحب الہام کا مطلب صاحب الہام کے خلاف بتا رہے ہیں۔ اور ایک وقت حکیم صاحب خود کہہ چکے ہیں کہ الہام کا وہی مطلب صحیح ہے جو صاحب الہام بیان کرے۔ غرض کہ حکیم نورالدین صاحب کی بناوٹ سے پہلے بھی ہم ثابت کر دی تھی اور یہاں انہیں کے قول سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔

اس کے بعد یہ کہتا ہوں کہ طالبین حق اس بیان کو ملحوظ رکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کے اس بیان کو دیکھیں جو حقیقۃ الوحی میں ہے کہ

اس نکاح کا ظہور شرط پر موقوف تھا اور جب شرط پوری کر دی گئی تو نکاح فسخ ہو گیا یا جس طرح حضرت یونس کی پیشین گوئی کا ظہور نہیں ہوا تھا اس کا بھی نہ ہوا۔

اب خیال کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے پہلے تو کہا کہ ہمارے اس نکاح کے ظہور میں آنے کی اور اس سے اولاد ہونے کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ وہ نکاح فسخ ہو گیا یا حضرت یونس کی پیشین گوئی کی طرح اس کا ظہور نہ ہوا۔

اس کا اصل یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد غلط ہو گیا (نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ)

بھائیو! ذرا غور کرو حضرت سرور انبیا ﷺ پر کیسا صریح جھوٹ کا الزام لگا رہے ہیں؟ اور مخالفین اسلام کو اعتراض کا موقع دے رہے ہیں اور پھر اپنے آپ کو ان کا وارث اور ظل بھی کہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان پیچدار یا معارض باتوں پر لوگ نظر نہیں کرتے اور اندھے ہو کر انہیں مان رہے ہیں۔

اب میں نہایت استحکام سے کہتا ہوں کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ بیان محض غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خاص نکاح کی اور ان کے اولاد کی خبر دی۔ الفاظ حدیث کی شرح آگے بیان کی جائے گی، اس وقت میں دو باتیں کہنا چاہتا ہوں:

ایک یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ بیان بھی ان مخصوص بیانات میں ہے جہاں مرزا قادیانی نے خاص اپنا نکاح محمدی سے ہونا بڑے زور سے ظاہر کیا ہے بایں ہمہ مرزا صاحب قادیانی کا وہ الہام یا وہ خیال غلط ثابت ہوا؟

دوسرے ان کا یہ کہنا غلط ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی، کیونکہ دنیا نے دیکھ لیا کہ کوئی بات پوری نہ ہوئی۔

اب خلیفۃ المسیح اور ان کے پیرو فرمائیں کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی عظیم الشان غلطی ہے یا نہیں؟ اگر غلطی ہے تو تسلیم کریں کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہ تھے۔ یہ ان کا دعوی غلط تھا۔ اور یہ بھی کہہ دیں کہ جب مرزا صاحب قادیانی کے الہامات غلط نکلے اور ایسی عظیم الشان غلطی ظاہر ہوئی تو سیاہ دل کون ٹھہرا؟

جماعت قادیانی، یا ان کے مقابل جن کی حقانیت عالم پر روشن ہوگئی؟

اے جماعت مرزائیہ ذرا انصاف کرو کہ مرزا قادیانی کے کلام سے یہ کیسا صریح الزام جناب رسول اللہ ﷺ پر عاید ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی اور غلط ثابت ہوئی۔ معاندین اسلام علانیہ آنحضرت ﷺ کے قول کو جھوٹا کہہ سکتے ہیں اور قادیانی جماعت اس کا کچھ جواب نہیں دے سکتی۔ مگر افسوس ہے اور نہایت افسوس ہے کہ حضرات مرزائی باوجود دعوی اسلام کے کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح ہو مرزا صاحب قادیانی کو الزام سے بچایا جائے اگرچہ اللہ کے رسول ﷺ پر الزام آئے۔

حدیث کا جملہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے نقل کیا ہے اور کہاں سے کہاں لے گئے ہیں اس کی شرح مختصر ملاحظہ ہو۔

حضرت عیسی پہلے جب تشریف لائے تھے تو ان پر زہد کا غلبہ زیادہ تھا، اس لئے آپ نے کوئی سامان دنیا میں عمدگی سے رہنے کا نہیں کیا تھا۔ اسی لئے آپ نے نکاح بھی نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام جب دوسری مرتبہ دنیا میں آئیں گے تو نکاح کریں گے کیونکہ شریعت محمدیہ کے پیرو ہوں گے۔ اور دوسرا جملہ جو ارشاد ہوا ہے اس میں بھاری امر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

اس وقت کے بعض کوتاہ اندیش اور بعض وہ حضرات جو باوجود کم عقل ہونے کے اپنے تئیں نہایت فہمیدہ سمجھتے ہیں وہ حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے کو محال سمجھتے ہیں اور بعض وقت اعتراض کرتے ہیں کہ ضعیفی کی وجہ سے ان کی بری حالت ہوگئی ہوگی۔ ان کے بال ناخن بہت زیادہ ہوگئے ہوں گے ایسے نادانوں کے لئے اس حدیث میں اشارہ ہوا کہ انحطاط اور تغیر

حالت عالم دنیا کا خاصہ ہے جو اس عالم سے گذر گیا اور اس قادر و توانا کی عجیب قدرت نے اسے عالم تک پہنچا دیا جو اس عالم سے وراء، وہاں ان تغیرات کا پتہ نہیں جو یہاں شب و روز دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح جس قوت اور جس صفت سے دنیا سے اٹھائے گئے نزول کے وقت اسی حالت پر ہوں گے۔ یہ نہ سمجھو کہ اس قدر کبر سنی کی وجہ سے اس قابل نہ رہیں گے کہ ان کی بیوی کی اولاد نہ ہو یہ اشارہ ہے يتزوج و يولد له میں۔ جس وقت اس کا ظہور ہوگا اس وقت دیکھنے والے دیکھیں گے۔،

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو بے تکے جوڑ گانٹھے ہیں وہ علاوہ غلط ہونے کے حدیث کے الفاظ سے انہیں کوئی ربط نہیں۔ اہل علم اسے خوب جان سکتے ہیں۔ (مرزا صاحب متوفيك و رافعك میں تقدیم و تاخیر کہنے والوں کی محرفین میں شمار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ دونوں الفاظ کے درمیان واؤ ترتیب کی ہے۔ یہاں يتزوج و يولد میں واؤ کو ترتیب کی نہیں مانتے۔ کیونکہ ترتیب کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا، شادی ہوگی اور بچے ہوں گے۔ لیکن جس طرح کا ترجمہ وہ یہاں کر رہے ہیں اس کے مطابق تو اولاد پہلے ہونی چاہیے اور شادی بعد میں۔ بہاء)

اس وقت مرزا صاحب قادیانی کا ایک اور الہام یاد آیا، اس کا ذکر بھی مناسب ہے تاکہ مرزا قادیانی کے جھوٹے الہاموں کا انبار دیکھ کر طالبین حق متنبّی ہوں اور جو حضرات غلطی سے گمراہی میں پھنس گئے ہیں وہ سچائی کی راہ اختیار کریں۔

مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا اور وہ الہام یہ ہے:

يا آدم اسكن انت و زوجك الجنة ـ يا مريم اسكن انت و زوجك الجنة۔ يا احمد اسكن انت و زوجك الجنة ۔

اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا۔ اور تین نام اس عاجز (مرزا قادیانی) کے رکھے گئے۔

پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے جب کہ خدا تعالی نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا۔

پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا گیا کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جس حضرت مسیح سے مشابہت ملی۔ اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلاء پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدظنیوں کا ابتلاء پیش آیا۔

اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سرّ اس وقت خدا تعالی نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۴)

بھائیو! مرزا صاحب قادیانی کے الہامات اور پیش گوئیوں کو ملاحظہ کرو اور ان کے مفاتیح اور اسرار کو دیکھو کہ اپنے خیالات خام کو کس عظمت سے بیان کرتے ہیں، اور واقعی حالت کیا ہے۔ ابھی مرزا صاحب قادیانی کے اشتہار نصرت دین سے معلوم ہولیا ہے کہ پہلی بیوی اشتہاری مطلقہ ہوچکی، اور کسی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی بے دینی کی وجہ سے۔ جب بے دینی کی وجہ سے پہلی بیوی اشتہاری زوجہ سے اشتہاری قطع تعلق ہوگیا، تو پہلا الہام غلط ہوگیا۔ کیونکہ اب مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کو معیت نہیں ہوسکتی۔ نہایت ظاہر ہے کہ رسول جسے بے دین ٹھہرا کر علیحدہ کر چکا، اور وہ اپنی اس بے دینی پر برابر قائم رہی، پھر وہ جنت میں کیونکر اس رسول کے ہمراہ رہ سکتی ہے۔ اس لئے وہ الہام غلط ثابت ہوا۔

تیسری بیوی جس کے انتظار میں مرزا قادیانی اس عالم سے تشریف لے گئے اس نے تو مرزا قادیانی کو ایسا رسوا اور بدنام کیا جس کی انتہا نہیں۔ جس کی شرح اوپر ہم کر چکے ہیں اور آئندہ بھی کچھ اور لکھی جائے گی۔

حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اس منتظرہ بیوی سے محروم رہے، اور کسی وقت ان کے نکاح میں نہ آئی تو اس تیسرے الہام کی غلطی میں کیا شبہ رہا۔

حضرات اب کچھ اور ملاحظہ فرمائیں۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات ختم ہوئے تو مجبور ہوکر فرماتے ہیں کہ: وہ نکاح فسخ ہوگیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۱۳۳)

مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ اس الہام (یعنی یا احمد اسکن انت ..) کا کیا جواب۔ جب وہ کسی وقت

شرعی بیوی نہیں ہوئی، اور وہ جو آپ عالم خیال میں اس کا غیر شرعی نکاح ہوا تھا وہ بھی (قابل دریافت یہ امر ہے کہ نکاح کا فسخ محمدی بیگم کے نکاح سے پہلے ہوا یا بعد میں اگر سلطان محمد سے نکاح ہونے سے قبل ہی مرزا قادیانی کا آسمانی نکاح فسخ ہو گیا تھا تو مرزا قادیانی اس فسخ شدہ نکاح اور دوسرے کی بیوی پر اس قدر زور کیوں لگا رہے تھے اور اگر مرزا قادیانی کا آسمانی نکاح مرزا سلطان محمد کے نکاح کے بعد فسخ ہوا تو اللہ تعالی نے مرزا قادیانی کی منکوحہ آسمانی دوسرے کو کیوں دلوادی اور باوجود اس وعدہ کے کہ ہم پھر اس کو تمہاری طرف لوٹا دیں گے کیوں نہ لوٹایا اور نعوذ باللہ بالآخر نہ لوٹا سکا اور مجبور رہا۔ قادیانی نبی کی بیوی کا نکاح فسخ ہی کرنا پڑا اور اس کا کچھ خیال نہ فرمایا کہ اس فسخ میں شیخ چلی کا بنا بنایا گھر ہی نہیں بڑتا بلکہ نبی روسیاہ ہوگا ذلیل ہوگا مخالفین اسلام کا پلہ بھی بھاری ہوگا وغیرہ۔ بھائیو! خدا سے ڈرو اور کچھ تو سمجھو۔ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ایک عالم کو غلطی پر قرار دے کر ایک لحظہ کے لئے یہ بھی تو سمجھو کہ مرزا قادیانی سے بھی غلطی ہوسکتی ہے یا نہیں اگر تاویل کرو تو معنوں پر قیاس فرماؤ ورنہ اس سے زیادہ جھوٹ پر کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ مرتضی حسن) فسخ ہو گیا تو یہ عربی الہام قطعاً غلط نکلا اور معلوم ہوا کہ خدا کی طرف سے نہ تھا اور اس کی عظمت بڑھانے کے لئے یہ جو کہا کہ یہ ایک چھپی پیش گوئی ہے جس کا سرّ اس وقت خدا تعالی نے مجھ پر کھولا، محض غلط ثابت ہوا۔

غرض یہ کہ کئی الہاموں کا جھوٹا ہونا اس وقت ظاہر ہو گیا اور ایک الہام اور بھی انہیں میں شامل کر لیجئے وہ ہے تیسری بیوی کے وقت میں حمد و تعریف کا ہونا بیان کرتے ہیں جب وہ تیسری بیوی ہی ان کے آغوش میں نہ آئی تو تعریف کیا ہوتی بلکہ ہر طرف سے بدنامی کا غل ہے جس کے کان ہیں وہ سن رہا ہے۔

دوسری بیوی (نصرت جہان) کی حالت مجھے نہیں معلوم، اس لئے اس کی نسبت زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ اس قدر کہنا کافی ہے کہ دو جھوٹوں کے درمیان میں۔

اب میں پہلے حصہ کو ختم کرتا ہوں اور دوسرا حصہ شروع کرتا ہوں جس سے اس کی زبان سے ان کے بار بار اقرار سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کے علم خصوصاً تفسیر دانی اور تاریخ دانی کی حالت بھی معلوم ہو جائے گی اور اہل حق ذی علم جان لیں گے کہ جس علم میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تمام عمر صرف کی اس میں بھی انہوں نے ایسی غلطیاں کیں کہ حیرت ہوتی ہے

و اللہ المو فق و المعین و آ خر دعوا نا ان الحمد للہ رب العا لمین

تتمہ فیصلہ آسمانی حصہ اول

(جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت کا کامل فیصلہ ہے)

حامداً و مصلیاً۔

حصہ اول میں مرزا قادیانی کی منکوحہ آسمانی یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کے متعلق الہامات لکھے گئے اور ان کا غلط ہونا اظہر من الشّمس کیا گیا مگر ایک امر کا ذکر رہ گیا، اس لئے اس وقت لکھا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جب اس لڑکی کا انتظار حد سے زیادہ کر چکے، اور دس بارہ اولاد بھی پہلے خاوند سے اس کے ہوئی، تو اب مایوسی کی حالت پیدا ہوئی۔ مایوسی کے اسباب تو بہت تھے۔ شائد اپنی موت کا خیال آیا ہو، اور یہ کہ وہ لڑکی کثیر الاولاد ہو چکی، اب اگر اس کا خاوند مر بھی گیا تو بھی اس کا نکاح میں آنا مشکل ہے کیونکہ جو بیوہ صاحب اولاد ہو جاتی وہ (عموماً) دوسرا نکاح نہیں کرتی۔ اور اکثر تو یہی ہے کہ جس کے دس بارہ اولاد ہو وہ دوسرا عقد کرے یہ بہت بعید ہے۔ اس لئے مرزا صاحب قادیانی اپنے آخری وقت کی تصنیف میں لکھتے ہیں:

> یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اس وقت شائع کی گئی تھی اور یہ کہ ایتھا المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ص۱۳۲۔۱۳۳)

طالبین حق ملاحظہ کریں کہ منکوحہ آسمانی (مسماۃ محمدی) کے نکاح میں آنے کا کس قدر زور شور برسوں رہا اور کس قدر وثوق اور یقین اس پر ظاہر کیا گیا۔ مگر آخر میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نکاح فسخ ہو گیا۔ افسوس اور سخت افسوس اس پر ہے کہ بعض پڑھے لکھے بھی ایسی بدیہی بناوٹ کو جواب مان رہے ہیں اور ذرا بھی غور نہیں کرتے، یا خدا سے نہیں ڈرتے۔ اب اس بناوٹ کی تشریح ملاحظہ ہو۔

یہ جواب کئی طور سے غلط ہے۔منکوحہ آسمانی کی نسبت دوقسم کی پیش گوئیاں ہیں۔

ایک یہ کہ منکوحہ آسمانی (مسماۃ محمدی)،مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آئے گی اور ضرور آئے گی۔ اس کے لئے کوئی شرط اور قید مرزا صاحب قادیانی نے اس سے پہلے کسی وقت بیان نہیں کی۔

دوسری پیش گوئی یہ کہ مرزا احمد بیگ اور اس کا داماد (سلطان محمد) یعنی اس (مسماۃ محمدی) کا باپ اور اس کا شوہر تین برس کے اندر مر جائیں گے (مرزائی یہ کہنا بھول گئے کہ مرزا سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور تو روز نکاح کے ڈھائی سال بعد مر گیا تھا اور بعد میں جو محمدی بیگم کا گھر والا بنا ہوا تھا وہ دراصل مرزا غلام احمد کا بروز یا مثیل تھا، اور ڈھائی سال کے بعد ہونے والی باقی ساری اولاد اسی بروز کی تھی، بہاء)

یہ پیش گوئی پہلے تو بلا قید مشتہر ہوئی۔دہم جولائی ۱۸۸۸ء کا اشتہار اور ان کا تتمہ ملاحظہ ہو۔اس کے بعد وہ جملہ بڑھایا گیا ہے (انجام آتھم۔ص۲۱۳) ملاحظہ کیا جائے اور حقیقۃ الوحی۔صفحہ ۱۸۷،اور انجام آتھم صفحہ ۲۱، وغیرہ میں مرزا قادیانی مذکورہ جملہ کو احمد بیگ کے داماد کی نسبت بیان کرتے ہیں مگر تتمہ حقیقۃ الوحی کے آخر میں مجبور ہو کر منکوحہ آسمانی کی نسبت بھی کہہ دیا۔مگر یہ کہنا ایسا ہی غلط اور بے جوڑ ہے جیسے کوئی روز روشن کو شب تاریک کہہ دے۔اور غلط ہونے کی وجوہ یہ ہیں۔

منکوحہ آسمانی کے متعلق مرزا صاحب قادیانی نے علیحدہ الہام بیان کئے ہیں ان میں یہ قید نہیں۔ انہوں نے اپنے الہامات کا ذخیرہ جو دکھایا ہے ان میں الہام کے عربی الفاظ مع ترجمہ کے یہ ہیں:

کـذ بـوا بآ یا تی و کا نوا بها یستهز ؤن فسیکفیکهم الله۔ و یر دها الیك۔ امر مـن لـد نـا۔ انـا کـنـا فـا عـلـیـن۔ زو جـنـا کهـا۔الحق من ر بك فلا تکو نن من الـمـمترین ۔لا تبد یل لکلما ت الله ان ر بك فعا ل لما یر ید انا رادو ها الیك ..

تو جهت لفصل الخطا ب انا را دو ها الیك

انہوں نے میری نشانیوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا،سوخدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا۔

۱۔اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔۲۔یہ امر (واپس لانا) ہماری طرف سے ہے۔۳۔اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔۴۔بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔۵۔تیرے رب کی طرف سے سچ

ہے، تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ ۶۔ خدا کے حکم بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ ۷۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔ ۸۔ آج میں فیصلہ کرنے کے لئے متوجہ ہوا ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے۔

(انجام آتھم۔ ص ۶۰۔ ۶۱)

یہ اردو ترجمہ اور عربی الہامات مرزا غلام احمد قادیانی کے ہیں۔ ان میں بلا شرط اور بغیر کسی قید کے منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا بیان ہوا ہے۔ اور اس کے وقوع میں آنے کو اس زور سے بیان کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ اس سے زیادہ یقین دلانے کا کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے آٹھ جملوں پر ہندسہ دیا ہے، انہیں غور سے ملاحظہ کیا جائے کہ کس قدر تاکیدات سے اور مختلف عنوان سے اس پر اعتماد دلایا ہے کہ منکوحہ آسمانی تیرے نکاح میں آئے گی۔

اس کی کچھ تشریح بھی سنئے۔ بقول مرزا قادیانی تین مرتبہ تو خدا تعالی نے یہ خبر دی کہ ہم اسے واپس لائیں گے اور چوتھی مرتبہ کہا کہ واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا۔ اس جملے کو ماضی کے صیغہ سے فرمایا تا کہ اس کا ہونا یقینی معلوم ہو۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ زیادہ اطمینان کے لئے کہا گیا کہ یہ سچا وعدہ تیرے پروردگار کی طرف سے ہے، اس میں شک نہ کر۔

ایسے سخت وعدوں کے ساتھ نسخ و فسخ کا احتمال تو کسی ایمان دار کو تو نہیں ہو سکتا، اور اگر کسی کو احتمال ہو تو پانچویں اور چھٹے جملہ نے یقینی طور سے اٹھا دیا، کیونکہ ان کا صریح مطلب یہ ہے کہ اس عورت کو ہم تیرے پاس واپس لائیں گے، یہ کسی طرح نہیں بدل سکتا، اور کسی کی قوت اور کسی کی عاجزی اسے روک نہیں سکتی، وہ ضرور تیرے نکاح میں آئے گی (ان باتوں کے بعد یہ کہہ دینا کہ یہ نکاح فسخ ہو گیا، اعلانیہ اپنے الہاموں کو سخت جھوٹا کہنا ہے)

ما یبدل القول لدی و ما انا بظلام للعبید۔ اس کے بعد یہ کہہ دینا کہ وہ نکاح فسخ ہو گیا کس قدر بناوٹ ان کی ہے، ان کے کذب کو ثابت کرتا ہے اور ان کے تمام الہامات اور وحی کو بے کار بتاتا ہے۔

بھائیو! اگر اس پر بھی مرزا قادیانی کو کاذب نہ مانیں تو خدائے تعالی و تقدس پر نعوذ باللہ کیسے سخت کذب کا دھبہ آتا ہے۔ یعنی اول تو بغیر تاکید کے یوں ہی وعدہ کرنا، اور اسے پورا نہ کرنا کس قدر اس کی شان

کے نازیبا اور نقص ہے۔ پھر اس پر اس تاکید اور اصرار کے بعد اس کے خلاف کرنا تو ایسا ہے کہ کوئی بھلا آدمی بھی اس کے خلاف نہیں کرسکتا، اور اس قادر قدوس کی تو بہت بڑی شان ہے۔

افسوس کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا تعالی کی شان اور عظمت کو انسان سے بھی کم سمجھ لیا اور قرآن مجید کے نصوص قطعیہ پر ذرا بھی خیال نہ کیا۔ بھائیو! ان اللہ لا یخلف المیعا د نص قطعی ہے۔ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بلا شبہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، اس لئے یقین کرلو کہ اگر مذکورہ الہام خدا تعالی کی طرف سے ہوتا تو وہ کسی طرح نسخ وفسخ نہیں ہوسکتا تھا، وہ ضرور ہوکر رہتا۔ اور اگر حکیم (نوردین) صاحب یا کوئی اور خدائے قدوس کو جھوٹا مان کر مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا کرنا چاہیں تو غیر ممکن ہے۔ جو خدا کسی وقت بھی جھوٹ بولے، تو اس کے رسول اور اس کی باتیں کسی طرح لائق اعتبار نہیں ہوسکتیں، اور تمام کارخانہ نبوت ورسالت سب درہم برہم ہوجاتا ہے اور کسی کو دعوی ہو تو ثابت کرے۔

۲۔ جس الہامی جملہ کو مرزا صاحب قادیانی ظہور نکاح کے لئے شرط کہتے ہیں اور اس کا مخاطب منکوحہ آسمانی کی نانی کو بتاتے ہیں اور اس کا ترجمہ (حقیقت الوحی۔ ص ۱۸۷ پر) اس طرح بیان کرتے ہیں۔

اے عورت توبہ کر، توبہ کر، کیونکہ تیری لڑکی اور تیری لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے۔

اب اہل علم ملاحظہ کریں کہ مذکورہ بالا جملہ نہ بلحاظ لفظ کے شرط ہوسکتا ہے نہ بلحاظ معنی کے۔ اس کی تشریح کے لئے اول یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس جملہ میں اس لڑکی کی نانی سے کیوں خطاب کیا گیا۔ وہ توبہ کے لئے کیوں خاص کی گئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہی بانی فساد اور سخت مخالف تھی اور انکار نکاح کی بانی، اور مرزا قادیانی کو برا سمجھتی تھی۔ اس لئے اس سے توبہ کے لئے کہا گیا اور ڈرایا گیا کہ اگر توبہ نہ کرے گی تو اس کی لڑکی پر اور اس کی نواسی پر بلا آئے گی۔

اب مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ اس نے اور اس کے گروہ نے توبہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ قصور معاف ہو، اور بلا دور ہو۔ مگر مرزا قادیانی اس کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ آسمانی نکاح فسخ ہوگیا۔ اس کو توبہ کا نتیجہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ اس کے نکاح کا ظہور اس کے لئے اور اعزا کے لئے سخت بلا اور آفت جان مان لیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرزا قادیانی اقرار کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص ہوں کہ اس لڑکی کا

میرے نکاح میں آنا اور اس کا نکاح ظاہر ہونا بڑی بلا تھی۔ مگر اس سے پہلے دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں مشتہر کر چکے ہیں کہ اس نکاح سے ہر قسم کی برکتیں نازل ہوں گی۔ اور اس وعدے کو الہامی بتایا ہے۔

الغرض یہ جواب اس مشتہر الہام کے مخالف ہے۔ اس لئے حضرات مرزائیوں کو اسے غلط ماننا ضرور ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ جواب ظاہر کرتا ہے کہ وہ حرمان و یاس کے صدمہ سے بدحواس ہو گئے ہیں۔ پھر ایک صدمہ نہیں بلکہ عظیم الشان دو صدمے ہیں۔ اول تو برسوں کے انتظار کے بعد بھی دلی مقصود تک رسائی نہ ہوئی دوسرے یہ کہ مخلوق میں بڑی بھاری رسوائی ہوئی۔ اس میں بدحواس ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر حواس درست ہوتے تو توبہ کی وجہ سے نکاح کا فسخ ہونا بیان نہ کرتے، اور پھر وہ نکاح جسے خدا نے پڑھایا ہوا اور خدا کا وہ وعدہ تاکیدی جس کی نسبت خاص طور سے الہام ہوا کہ خدا کی باتیں بدلا نہیں کرتیں۔

(۳) اس کے علاوہ جس جملے کو مرزا قادیانی ظہور نکاح کی شرط بیان کرتے ہیں اس کے نزول کی حالت انہوں نے انجام آتھم۔ صفحہ ۲۱۳۔ ۲۱۴ پر بیان کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت سخت منکر اور مخالف تھی اس لئے اسے تہدید کی گئی اور توبہ کا حکم دیا گیا۔ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ظہور نکاح کے لئے کوئی شرط ہے۔ اور اگر ان کی خاطر اس شرط کو بھی مان لیا جائے، تو یہ کہنا کہ اس نے یا اس کے گروہ نے شرط کو پورا کیا، محض غلط ہے۔ کیونکہ اس کا توبہ کرنا یہ تھا کہ جس گناہ کی وجہ سے اسے اس قدر تنبیہ ہوئی اس سے تو وہ توبہ کرتی (یعنی مرزا قادیانی کے انکار سے) اور انہیں سچا مسیح موعود مانتی۔ مگر یہ ہرگز نہیں ہوا۔ اور کسی عزیز کے مر جانے سے رونا دھونا توبہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس گناہ سے باز آنا اور اس پر نادم ہونا توبہ ہے جس کی وجہ سے تنبیہہ کی گئی تھی۔ جس طرح حضرت یونس کی قوم نے کیا تھا کہ عذاب دیکھ کر حضرت یونس پر ایمان لے آئی تھی اور انہیں تلاش کرتی تھی مگر وہ چلے گئے تھے۔ جب وہ نہ تھے تو وہ سب یہاں تک کہ بادشاہ بھی اپنی توبہ کے اظہار کے لئے ٹاٹ پہن کر میدان میں جا کر اپنے سابق انکار پر بہت روئے اور اللہ سے عاجزی وزاری کر کے اس گناہ کی معافی چاہی۔ اس وقت ان کے اختیار میں اسی قدر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ حضرت یونس کی قوم کا ایمان لانا قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ سورہ یونس میں ہے :

لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی ۔(یونس:۹۸)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یونس کی قوم ایمان لے آئی تو میں نے اس پر سے ذلت کے عذاب کو اٹھا دیا۔ مگر یہاں جو عورت منکر تھی اور جن کے لئے توبہ کا حکم ہوا، وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ہرگز ایمان نہیں لائی۔ وہ بدستور سابق منکر رہی۔ کوئی ان کے پاس تک نہیں گیا۔ کسی نے ان کی حقانیت کا اقرار نہیں کیا۔ پھر یہ کہنا کہ انہوں نے توبہ کی، کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

الحاصل منکوحہ آسمانی کے نکاح کو کسی شرط پر موقوف بتانا اور پھر اس شرط کا پورا ہونا اور اس کے پورا ہونے سے نکاح کا فسخ ہوجانا، یہ تینوں باتیں غلط ہیں اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ ان کے الہامات اسے غلط بتا رہے ہیں۔

۴۔ مذکورہ جواب کی غلطی کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی متردد ہیں اور کہتے ہیں کہ نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اس کی وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ آسمان پر ہوا اور دنیا میں اس کے ظہور کے لئے نہایت تاکیدی الہامات ہوئے، اب اس کے فسخ کی اطلاع بھی آسمان سے ہونا چاہیے۔ مگر مرزا صاحب اس کی اطلاع میں تردید بیان کر رہے ہیں۔ یعنی فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اب حضرات مرزائی فرمائیں کہ آسمانی اطلاع جس علام الغیوب کی طرف سے آتی ہے اسے بھی کسی وقت گذشتہ یا آئندہ کے واقعات میں تردد اور شک ہوتا ہے؟ جسے مرزا قادیانی ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ قدوس واقعی علام الغیوب ہے کوئی بات اس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی تو یہ تردید کیسی؟

اور اگر مرزا قادیانی کا اجتہاد اور خیال ہے تو اس مقام پر کسی طرح لائق اعتبار نہیں ہوسکتا کیونکہ جس کی طرف سے نکاح ہوا ہے اس کے ہاتھ میں اس کا فسخ کرنا ہے۔ وہاں کسی کی اجتہاد کو دخل نہیں ہے۔

الغرض یہ تردید تو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتی مرزا قادیانی کا قول ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پہلی پیش گوئیاں بھی غلط نہ ہوں اور آئندہ کیلئے موقع رہے، کیونکہ امید موہومہ انہیں ہوگی کہ اگر اس کا خاوند مرے اور شاید نکاح میں آجاوے تو اس وقت کے لئے دوسرا جملہ فرما دیا۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تار پود سے کیا نفع ہوا۔ اس کہہ دینے سے کہ نکاح فسخ ہوگیا وہ الہامات جو اس حصہ میں نقل کئے گئے ہیں اور جن کا کذب

ظاہر کیا گیا ہے سچے ہو جائیں گے؟ وہ یقین جو مرزا قادیانی نے بڑے شدومد سے بار ہا اپنے نکاح ہونے پر ظاہر کیا ہے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا؟ وہ سیاہی جس سے وہ بہت سے اوراق اسی مضمون میں سیاہ کر چکے ہیں دھل جائے گی؟ غیر ممکن ہے۔

اور الہامات کے علاوہ جو الہام اوپر نقل کیا گیا ہے اور اس کا دیکھنا کافی ہے۔ ناظرین ان الہامات کو مکرر دیکھیں۔ اس کہہ دینے سے کہ نکاح فسخ ہو گیا، مرزا قادیانی کذب کے الزام سے بچ نہیں سکتے۔

۵۔ یہ تو فرمائیے کہ آسمان پر جو نکاح پڑھایا گیا تو بحکم الٰہی اور بمشیت الٰہی پڑھایا گیا یا اس کے خلاف آپ نے پڑھوالیا؟ اگر خدا کے حکم اور اس کی مرضی سے تھا تو خدائے علیم کو یہ علم نہ تھا کہ یہ لوگ شرط کو پورا کریں گے؟ اگر علم تھا تو یہ فضول حرکت جو مخالفین اسلام کے لئے باعث مضحکہ کیوں ہوئی؟ خواب میں یا کشف میں جس طرح کہو نکاح پڑھانا کیوں دکھایا گیا اسی طرح بار بار کی توجہ سے یہ الہام کیوں ہوا کہ:

خدا تعالیٰ اس لڑکی کو ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا،

جب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ شرط کو پورا کریں اور اس نکاح کا ظہور نہ ہوگا تو بار بار کی توجہ میں ایسا غلط الہام کیوں ہوا؟

الحاصل مرزا غلام احمد کی ان باتوں سے خدا قدوس پر ضرور الزام آئے گا حضرات مرزائی اس کہنے پر مضطر ہیں کہ یا تو مرزا قادیانی کا قول یہ خدا تعالیٰ پر افتراء ہے یا مرزا قادیانی کا خدا عالم الغیب اور دانشمند نہیں؟ (نعوذ باللہ) افسوس مرزا اپنی باتوں کے بنانے میں بہت کوشش کرتے ہیں مگر ان کا حال اس شعر کا مصداق ہے:

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ادھڑا تو یہ ٹانکا

قول مذکور کے بعد مرزا قادیانی نے کچھ اور بھی کہا ہے اس کی حالت روشن کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اسی تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ میں ہے: کیا آپ کو خبر نہیں کہ یمحو اللہ مایشاء و یثبت

مرزا غلام احمد قادیانی اس آیت کو پیش کر کے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ آسمان پر نکاح پڑھا بھی گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو محو اثبات کا اختیار ہے۔ جس کو چاہے

اس کا ظہور کرے اور جس کو نہ چاہے باوجود وعدے کے اس کو ظاہر نہ کرے۔اس کے خلاف کرے کوئی اس کا روکنے والا نہیں۔

یہ تو ان کے جواب کی تقریر ہے اب میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے ایسی آیت پیش کی ہے جس کی شرح میں بڑا رسالہ لکھا جائے تو اس کی تفصیل کما حقہ سمجھ میں آئے مگر میں مختصراً کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں عموم کے ساتھ جہاں مشیت خداوندی کا ذکر ہے وہاں صرف اس کی عظمت اور قدرت کا اظہار ہے اس سے کسی واقعہ خاص پر استدلال کرنا محض نادانی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء (آل عمران:۱۲۹)۔

اب اگر کوئی کافر اس آیت کو پیش کر کے یہ کہے کہ قرآن کی رو سے بخشش اور عذاب میں مسلمان اور کافر یکساں ہیں جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب کرے۔ یا اس طرح ارشاد ہے:

اما الذین سعِدوا ففی الجنة خالدین فیھا ما دامت السماوات و الارض الا ما شاء ربك ۔(ھود:۱۰۸)

اس آیت سے اس پر کوئی دلیل پکڑے کہ بعض سعید ازلی ہمیشہ جنت میں نہ رہیں گے تو یہی کہا جائے گا کہ قرآن پر اس کی نظر نہیں ہے۔ وہ اس کے اطلاقات اور محاورات سے محض ناواقف ہیں۔ یہی ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں کہتے ہیں اور اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح اس کا یہ ارشاد ہے کہ جسے چاہے اللہ مٹا دے اور جسے چاہے رہنے دے۔ اسی طرح اس کا ارشاد ہے:

لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں جو کہہ دیا اس کا ہونا ضرور ہے۔

ایسا ہی دوسرا ارشاد ہے مایبدل القول لدیّ ہمارے یہاں کی باتیں نہیں بدلا کرتیں۔

یعنی ہماری باتوں میں محو و اثبات نہیں ہوتا۔ یعنی قدرت تو اسے سب کچھ ہے جو چاہے وہ کرے مگر کرتا وہی ہے جو اس کی عظمت وشان کے لائق ہے۔ وہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ اس لئے وہی کرے گا جس میں کوئی عیب اس کی ذات پر نہ آئے۔

پھر کیا وعدے کر کے پورا نہ کرنا خصوصاً بار بار وعدہ کر کے اور اس کے پورا کرنے کا کامل وثوق اور

یقین دلا کر پھر اس کا پورا نہ کرنا کوئی عیب نہیں ہے؟ ضرور عیب ہے اور بہت بڑا عیب ہے۔ کوئی انسان ہوش و حواس کی حالت میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ پھر کیا جماعت مرزائیہ اس کو پسند کرتی ہے کہ قرآن شریف سے خدا کی ذات میں بہت بڑا عیب ثابت کرے؟ اگر پسند نہیں کرتے تو کس لئے مرزا قادیانی کو قرآن کا ماہر اور خدا کا رسول مان رہے ہیں، وہ تو علانیہ طور سے خدا پر عیب لگانا چاہتے ہیں۔

یہ تو تھی عقلی تقریر جسے عالم و جاہل سب اس کی تصدیق کر سکتے ہیں، اب قرآن مجید کی بعض آیتیں بھی ملاحظہ ہوں جن سے اظہر من الشّمس ہوتا ہے کہ وعدہ خداوندی میں محو و اثبات ہرگز نہیں ہوتا وہ آیتیں یہ ہیں

۔اللہ تعالی فرماتا ہے: لا یخلف الله وعده و لکن اکثر الناس لا یعلمون (روم:۶)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ہیں۔

مرزا قادیانی اس کے خلاف کہہ رہے ہیں۔ یعنی اللہ تعالی وعدے کے خلاف کرتا ہے۔ اب اس آیت کی رو سے مرزا قادیانی کس گروہ میں ٹھہرے جماعت مرزائیہ انصاف کرے۔

۲۔ لن یخلف الله وعده (الحج:۴۷) اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔

جس کو عربیت سے واقفیت ہے، وہ جانتے ہیں کہ لن آئندہ نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ اس لئے آیت کا مطلب ہر ایک ماہر یہی کرے گا کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔

۳۔ ان الله لا یخلف المیعاد (آل عمران:۹)

اس آیت میں بھی تاکید کے ساتھ ارشاد ہوا کہ جس بات کا اللہ تعالی وعدہ کرے اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اب اگر اللہ تعالی وعدے کر کے محو کر دے اور پورا نہ کرے تو یہ آیتیں جھوٹی ہو جائیں گی (نعوذ باللہ)

۴۔ فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله (ابراہیم:۴۷)

یہ گمان مت کر کہ اللہ اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ خلافی کرے (یعنی یہ نہیں ہوسکتا)

حسب دعوی مرزا قادیانی یہ آیت زیادہ صراحت سے کہہ رہی ہے کہ اگر مرزا قادیانی اپنے دعوی میں سچے ہیں تو ان سے جو وعدہ خداوندی ہوا اس کے خلاف نہیں ہوسکتا پھر وعدہ نکاح کے پورا نہ ہونے کے جواب میں آیت یمحو الله ..پیش کرنا اس آیت کے بالکل خلاف ہے۔ یہاں یہ امر خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ آیت

اس امر میں نص قطعی ہے کہ مرزا قادیانی نبی یا رسول نہیں ہیں کیونکہ ان کے اقرار کے بموجب خدا نے ان سے بہت سے وعدے کئے مگر وہ پورے نہ ہوئے ان میں سے ایک وعدہ منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کا تھا اور کیسا مستحکم وعدہ کہ خدا تعالی نے بتاکید فرمایا کہ اس میں شک نہ کرنا جملہ فلا تکو نن من الممتر ین کہ اس میں کوئی شرط نہیں ہوسکتی اس کا ظہور ہر طرح ہونا چاہیے تھا مگر مرزا قادیانی کے مرتے دم تک اس کا ظہور نہ ہوا اگر وہ خدا کے رسول ہوتے تو بموجب تصریح اس آیت کے وہ وعدہ ضرور پورا ہوتا اور جب وہ وعدہ پورا نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ وہ خدا کے رسول نہیں تھے (اس وعدہ کے پورا نہ ہونے کی وجہ مرزائی حضرات یہ بیان کرتے ہیں کہ اس وعدہ کا پورا ہو نا موقوف تھا ایک وعید کے پورا ہونے پر۔ یعنی اس کے شوہر کے مرنے پر، اور اس کا شوہر اپنے خسر کے مرجانے پر بہت خوف زدہ ہوگیا تھا۔ اور سنت اللہ ہے کہ خوف سے وعید ٹل جاتی ہے۔ اس لئے اس کے شوہر کے باب میں جو وعید تھی وہ ٹل گئی۔ اور جب وعید ٹل گئی اور اس کا شوہر نہ مرا، تو نکاح کا وعدہ بھی پورا نہ ہوا۔ یہ ایسی جاہلانہ باتیں بنانا اور انہیں مان کر دل کی تسلی کر لینا مرزا پرستوں کا ہی کام ہے، اس کے وجوہ یہ ہیں۔

ا۔ اس وعید کا پورا ہونے یعنی اس کے شوہر کے مرنے کی کیا ضرورت تھی؟ نہایت خوف زدہ ہوگیا تھا تو ایمان لے آیا ہوتا، اور طلاق دے کر خود مرزا قادیانی سے آکر کہا ہوتا کہ میں نے علیحدہ کر دیا آپ نکاح کر لیں۔

۲۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کی بیوی یعنی محمدی اپنے شوہر سے لڑ کر یا خوش آمد کر کے اس سے طلاق لے لیتی۔ اور اگر مفت طلاق نہ دیتا تو مرزا قادیانی سے کچھ لے کر اسے دیتی اور خلع کراتی۔

یہ صورتیں ایسی تھیں کہ مرزا قادیانی کے سب الہامات بھی صحیح ہوتے اور بغیر وعید پورا ہونے کے نکاح کا وعدہ بھی پورا ہوجاتا)

اگر خلیفۃ المسیح خفا نہ ہوں تو میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ ان نصوص قطعیہ کے بعد بھی آپ جملہ یعد و لا یو فی (یعنی خلیفہ قادیانی بعض پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے کے جواب میں کہتے ہیں کہ یعد و لا یو فی یعنی خدا وعدہ کرتا ہے اور بعض وقت پورا نہیں کرتا) پیش کر سکتے ہیں؟ ذرا خوف خدا کو دل میں لا کر جواب دیجئے گا، اس مضمون کی آیتیں اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں مگر ثبوت مدعا کے لئے اسی قدر کافی ہیں کیونکہ ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے۔ پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: نکاح عرش پر ہوا، یا آسمان پر، مگر آخر وہ سب کاروائی شرطی تھی ۔ شیطانی وساوس سے الگ ہو کر اس کو سوچنا چاہیے۔

اس کے جواب میں ہم اس کہنے پر مجبور ہیں کہ برائے خدا جماعت مرزائیہ اغوائے شیطانی سے

علیحدہ ہوکر بیان سابق پر غور کرے۔اور فیصلہ آسمانی کو اچھی طرح سے دیکھے۔اگر انصاف کا شائبہ بھی اس کے قلب میں ہوگا تو بے اختیار کہہ دے گی کہ مرزا قادیانی کے اقوال اس کے شاہد ہیں کہ منکوحہ آسمانی کا ان کے نکاح میں آنا یقینی تھا۔اس میں کوئی شرط نہ تھی اور اس وقت جس الہام کو شرط کہا گیا ہے وہ اس کے لئے کسی طرح شرط نہیں ہوسکتا۔

پھر لکھتے ہیں کیا حضرت یونس کی پیش گوئی نکاح پڑھنے سے کم تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ۴۰ دن تک اس قوم میں عذاب نازل ہوگا،مگر عذاب نازل نہ ہوا، حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔پس وہ خدا جس نے ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کردیا تھا کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی وقت پر ٹال دے؟

اس قول میں مرزا قادیانی نے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا ہے اور ایک نہیں کئی جھوٹ ہیں۔

۱۔حضرت یونسؑ کی پیش گوئی نکاح والی پیش گوئی کے مثل ہے یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ یہ دعویٰ محض غلط ہے آئندہ اس کی تشریح کی جائے گی۔

۲۔یہ کہنا آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ حضرت یونس کی قوم پر چالیس دن تک عذاب ہوگا۔اس فیصلہ کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے، نہ کسی صحیح حدیث میں، نہ توریت و انجیل میں کوئی قطعی روایت ہے۔پھر یہ قطعی فیصلہ کس طرح معلوم ہوا؟ جب اس فیصلہ کا ذکر آسمانی کتابوں میں نہیں ہے، احادیث صحیحہ میں اس کا پتہ نہیں، تو اس کے جھوٹے ہونے میں کیا تردد ہوسکتا ہے؟ اب اگر کسی غیر معتبر روایت میں اس کا ذکر ہو تو اسے کوئی ذی علم مسلمان فیصلہ آسمانی نہیں کہہ سکتا۔

۳۔یہ کہنا کہ یونس کی پیشین گوئی شرطی نہ تھی، غلط ہے۔کیونکہ اول تو قطعی طور سے الہامی پیشین گوئی کا ثبوت ہی نہیں ہے۔پھر شرطی اور غیر شرطی کیسی؟ اور اگر بعض روایتوں سے پیشین گوئی کا ثبوت ہوتا ہے، تو شرطی ہونے کا ثبوت بھی بعض روایتوں سے ہوتا ہے۔غرض کہ قطعی طور پر کہہ دینا کہ حضرت یونسؑ کی پیش گوئی میں شرط نہ تھی محض غلط ہے۔

اب اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔نکاح والی پیشین گوئی اور حضرت یونسؑ کی پیشین گوئی میں آسمان و

زمین کا فرق ہے اس کے وجوہ ملاحظہ کئے جائیں۔

ا۔نکاح والی پیش گوئی قطعی اور یقینی ہے، حضرت یونسؑ کی پیشین گوئی یقینی نہیں۔بعض نہایت ضعیف روایت میں اس کا ذکر آیا ہے اس لئے دونوں کو یکساں قرار دینا غلط ہے۔

۲۔منکوحہ آسمانی کے لوٹ آنے کی خبر تاکید کے ساتھ اللہ تعالی نے دی انا کنا فا علو ن فرمایا حضرت یونس سے ایسا نہیں گیا۔

۳۔اسی امر کی نسبت یوں الہام ہوا کہ اس عورت کا آنا حق ہے اس میں شک نہ کرنا۔حضرت یونسؑ سے اس طرح کہنے کا ثبوت نہیں ہے۔

۴۔ اس وعدہ کی نسبت خدا تعالی کا الہام ہے کہ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔یعنی اس وعدے کا (محمدی سے نکاح کا) پورا ہونا ضرور ہے۔کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ حضرت یونسؑ سے بھی یہ صراحت کی گئی تھی؟ ہرگز نہیں یہ بات تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں ہے۔

۵۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ بارہا کی توجہ سے یہ الہام ہوا کہ خدا تعالی اس لڑکی کو ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔حضرت یونسؑ نے نزول عذاب کے لئے ایسا یقین کسی وقت بیان نہیں کیا۔

مرزا قادیانی کے یہ اقوال ثابت کرتے ہیں کہ منکوحہ آسمانی کے نکاح کا ظہور ہونا نصوص قطعیہ کے خلاف ہے جو ابھی نقل کی گئی ،اور حضرت یونسؑ کی پیش گوئی کا ظہور نہ ہونا کسی آیت قرآنی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ کہیں نہیں ہے کہ حضرت یونس کو قطعی خبر دی گئی تھی کہ تیری قوم پر ضرور عذاب آئے گا۔اگر حضرت یونس کو الہامی اطلاع ہوئی تو اس قدر ہوئی کہ اگر یہ قوم ایمان نہ لائے گی تو اس پر عذاب آئے گا جیسا کہ اور انبیاء کی امت پر عذاب آیا؟ کیا ہے مرزا صاحب قادیانی کا بار بار یہ کہنا کہ حضرت یونس کی پیش گوئی میں شرط کی تصریح نہ تھی محض نافہمی یا فریب دہی ہے۔جو شرط میں نے بیان کی اس کا ہونا تو ضرور ہے طریقہ ہدایت اور عقل اس کی کامل شہادت دیتی ہے کہ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم سے یوں ہی کہا ہوگا اور روایتیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ حضرت یونسؑ نے اسی طرح کہا تھا جس طرح میں نے ابھی بیان کیا۔

۶۔مرزا قادیانی نے اس (محمدی کے) نکاح میں آنے کی قسم کھائی ہے۔حضرت یونسؑ نے کسی وقت نزول عذاب پر قسم نہیں کھائی۔نہایت ظاہر ہے کہ کوئی بھلا آدمی قسم اسی بات پر کھاتا ہے جس کا اس کو کامل وثوق ہوتا ہے اور آئندہ ہونے والی بات پر وہی سچی قسم کھا سکتا ہے جس کو اللہ کی طرف سے یقینی اطلاع ہو۔اب ایسی یقینی اطلاع کے بعد اس کا ظہور نہ ہونا اس کا یقین دلاتا ہے کہ یا تو وہ اطلاع شیطانی تھی تاکہ مرزا کو رسوا کرے یا ایسی تھی جیسی اس وقت اہل دنیا اپنا مطلب نکالنے کے لئے قسم کھایا کرتے ہیں۔الغرض مرزا قادیانی کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر سخت الزام ہے اور حضرت یونسؑ کی پیش گوئی پر یہ الزام نہیں ہوسکتا۔

۷۔حضرت یونسؑ کی پیش گوئی شرطی تھی۔یعنی انہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب آئے گا اس شرط کا ہونا بدیہی ہے اور سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ منکرین سے اسی طرح کیا جاتا ہے اگرچہ یہ امر ایسا بدیہی ہے کہ اس پر کسی روایت اور قول کی حاجت نہیں مگر میں کمال وثوق کے لئے بعض روایتیں پیش کرتا ہوں۔پہلی روایت شیخ زادہ محشی بیضاوی حضرت یونسؑ کے قصہ میں لکھتا ہے

.....اللہ نے یونس پر وحی کی کہ اپنی قوم سے کہیں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب آئے گا یونس نے یہ پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا اور ان کے انکار کے بعد ان کے پاس سے چلے گئے

دوسری روایت روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۷۷ میں ہے

...اللہ نے یونسؑ پر وحی کی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب آئے گا اس پر بھی وہ ایمان نہ لائے اس کے بعد یونس چلے گئے جب ان کفار نے ان کو نہ دیکھا تو اپنے انکار پر نادم ہوئے اور حضرت یونس کی تلاش کی مگر وہ نہ ملے

تفسیر کبیر میں بھی ایسا ہی ہے۔ملاحظہ کیا جائے کس صراحت سے شرط کا ذکر کیا گیا مگر مرزا قادیانی نے شور مچا رکھا ہے کہ حضرت یونس کی پیش گوئی میں شرط نہ تھی۔یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یونسؑ کے جانے کے بعد ہی وہ اپنے انکار پر نادم ہوئے اور ان کی تلاش میں جا نکلے۔اس سے ظاہر ہے کہ ان کے جانے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان ڈالا اور انہوں نے اپنے انکار سے توبہ کی اور اپنا ایمان ظاہر کرنے کے لئے ان کی تلاش میں نکلے۔الغرض حضرت یونس کی پیش گوئی میں شرط کا ہونا عقلی طور سے بھی ظاہر

ہے ا،ورنقل بھی اس کی شہادت دیتی ہے،اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی میں شرط نہیں۔

میرا مقصود یہ ہے کہ منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کے لئے کوئی شرط مرزا قادیانی نے پہلے نہیں بیان کی تھی،اوراب آخر میں جس الہام کو وہ شرط بیان کرتے ہیں وہ شرط نہیں ہوسکتا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر کے وقت مرزا صاحب کے حواس درست نہ تھے۔ ذرا اس پر غور کیا جائے کہ محمدی سے تو نکاح ہو، اور اس کے ظہور کے لئے اس کی نانی سے شرط کی جائے۔ ایں چہ معنی دارد۔

اورشرط کیا، کہ وہ توبہ کرے۔ کیونکہ جس الہام کوشرط کہا جاتا اس کے الفاظ یہی ہیں یــــا ایتهــــا المرأة توبی توبی ...

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ جب اس نے اوراس کے گروہ نے توبہ کرلی،تو نکاح فسخ ہوگیا۔

یہ عجیب شرط تھی کہ اس کے پورا ہونے سے معاملہ الٹ گیا۔ یعنی اس کے پورا کرنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ نکاح کا ظہور ہوتا، کیونکہ تمام اہل علم جانتے ہیں کہ شرط کے پائے جانے کے بعد مشروط کا پایا جانا ضرور ہے۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی اس کے الٹ کہتے ہیں کہ شرط کے پورا کرنے سے نکاح فسخ ہوگیا یہ اختلال بدحواسی نہیں تو کیا ہے؟

اس کے علاوہ اس پر غور کیا جائے کہ ظہور نکاح کے الہام میں تو بار بار وعدہ کرکے اور نہایت وثوق دلا کر کہا گیا کہ وہ تیرے نکاح میں آئے گی، اس میں شک نہ کر۔ پھر اس کے بعد مخالفین کو ایسا حکم کیا جاتا ہے کہ اگر وہ بجالائیں تو نکاح کا ظہور نہ ہو، اس جملہ کو اگر شرط کہا جائے گا تو بجز اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے؟

اور جب یہی مطلب ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی مرزا قادیانی کو فریب دیتا ہے (نعوذ باللہ) یعنی مرزا قادیانی سے تو نکاح کے ظاہر ہونے کا نہایت پختہ وعدہ کرتا ہے اور ان کے مخالفین کو ایسا حکم دے رہا ہے کہ اس کے بجالانے سے نکاح کا ظہور نہ ہو۔

بھائیو! ان باتوں پر کچھ تو غور کرو اسے یقین کرلو کہ مرزا قادیانی کا الہام اس دلیل میں ہے کہ ظہور نکاح کے لئے کوئی شرط نہیں ہوسکتی اس کو ہم نے نہایت روشن طریقے سے ثابت کر دیا اور فیصلہ آسمانی میں نہایت روشن نو دلیلیں بیان کی گئی ہیں کہ مرزا قادیانی کا یہ جواب محض غلط ہے بایں ہمہ اس نکاح کا ظہور نہ ہونا

مرزا قادیانی کے کذب کی روشن دلیل ہے انہیں الہام ربانی ہرگز نہیں ہوا صرف مطلب براری کے لئے انہوں نے الہام کا ہونا ظاہر کیا ہے اگر یہ نہ مانا جائے تو خدا قدوس کا جھوٹ بولنا اور فریب دینا ہوگا۔ تعالی الله عن ذلك علوا كبيراً۔

۷۔ حضرت یونسؑ کے چلے جانے کے بعد ان کی قوم ایمان لے آئی تھی اب اس میں اختلاف ہے کہ صرف ان کے چلے جانے سے ڈر گئی اور ایمان لے آئی، یا عذاب کے آثار دیکھنے کے بعد ایمان لائی، اور ان کے ایمان لانے کی شہادت قرآن شریف میں موجود ہے۔ ایک آیت تو اوپر نقل ہو چکی ہے دوسری آیت سورۃ صافات میں اس طرح ہے:

و ارسلناه الى مأة الف او يزيدون فا منوا فمتعنا هم الى حين ۔(صافات: ۱۴۷)۔ ہم نے یونس کو ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ کی طرف بھیجا وہ لوگ ایمان لے آئے اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ایک مدت تک (یعنی موت کے وقت تک) انہیں دنیا کا فائدہ اٹھانے دیا۔

جب نص قطعی سے ان کا ایمان ثابت ہے، تو کسی روایت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ ایمان لے آئے تھے تو ان پر سے عذاب کا ٹل جانا نہایت بجا تھا۔ مرزا قادیانی کے مخالفین یعنی اس لڑکی کی نانی وغیرہ کبھی ایمان نہیں لائی۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے؟

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ احمد بیگ کے مرنے سے وہ لوگ اس قدر روئے اور خوف زدہ ہوئے۔ نمازیں پڑھنے لگے۔ اور یہ ہوا اور وہ ہوا۔ یہ سب مرزا قادیانی کا زور تحریر ہے، جیسے ان کی عادت ہے اور کچھ نہیں۔ گھر کے سرپرست کے مرنے کے بعد رونے پیٹنے کا اکثر معمول ہے۔ کہیں کہیں زیادہ کسی کے دل میں خوف بھی ہوا ہو، یہ بھی معمولی بات ہے کہ موت کے بعد گھر والوں کے دل میں خوف خدا کچھ نہ کچھ آ جاتا ہے اس کی موت کو یاد کر کے نماز روزہ زیادہ کرنے لگے ہوں، تو اس کا نام ایمان لانا مگر اس کو دوسری طرف پھیر دینا اور بہت زیادہ کر کے دکھانا ایسا صریح جھوٹ ہے جس میں کوئی فہمیدہ شک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر انہیں مرزا قادیانی کی پیش گوئی کی وجہ سے اس قدر خوف و ہراس ہوا تھا جیسا مرزا قادیانی نے بار بار بیان کیا ہے تو مرزا قادیانی ان کے پاس موجود تھے، کہیں چلے نہیں گئے تھے۔ ان پر ایمان لے آتے، ان سے اپنا قصور معاف

کراتے۔مگر نہ کوئی ایمان لایا، نہ اپنا قصور معاف کرایا، بدستور مخالف رہے۔

یہ بین دلیل ہے کہ معمولی طور سے ان کا رونا دھونا خوف و ہراس تھا۔اسی طرح ہم اور بھی فرق دکھا سکتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی میں اور حضرت یونس کی پیش گوئی میں بہت بڑا فرق ہے۔حضرت یونس کی قوم سے عذاب کا دور ہو جانا مطابق عقل کے اور موافق شرط کے ہوا۔اور مرزا قادیانی کی منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا کسی طرح مطابق عقل اور موافق شرط کی نہیں ہوسکتا۔اس کے وجوہ جس قدر بیان کئے گئے ہیں وہ بہت کافی ہیں، طول دینے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ قول میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چالیس روز تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا محض غلط ہے۔فیصلہ ہونا اور بات ہے اور ڈرانا اور بات ہے۔یوحنا نبی کی کتاب باب چہارم سے ظاہر ہے کہ حضرت یونس نے عذاب کی پیش گوئی کی تھی خود انہیں یقین نہ تھا کہ عذاب ضرور آئے گا اور ۴۰ روز کی مدت کو آسمانی فیصلہ بتانا وہی مرزا قادیانی کی معمولی بے باکی ہے ورنہ عذاب آنے کی مدت میں مختلف روائتیں ہیں بعض میں ایک دن ہے بعض میں ۳ دن اور بعض میں ۴۰ دن ہیں۔

کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک روایت پر ایسا یقین کرلیا جائے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھ رہے ہیں۔اب تو آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ مرزا قادیانی کا جواب ہر طرح غلط ہے اور منکوحہ آسمانی کی پیش گوئی کے جھوٹی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔اب اگر مرزا قادیانی کے جواب کی غلطی کا انکشاف اور زیادہ منظور ہے تو فیصلہ آسمانی کا تیسرا حصہ دیکھنا چاہیے۔الغرض مرزا قادیانی کے جوابات محض غلط ثابت ہوئے اور اس قسم کی غلطی ثابت ہوئی کہ ان کی کوئی بات لائق اعتبار نہ رہی۔اس لئے ان کے کسی مرید کی بات کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر میں ان کے خلیفہ کی حالت کو بھی نمونہ کے طور پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں اس لئے ان کے جواب بھی حالت دکھاتا ہوں۔

خلیفۃ المسیح کے جواب کا غلط ہونا

عجب نہیں کہ جناب خلیفۃ المسیح قادیان کے پیش نظر بعض ایسے امور ہوں جو میں نے بیان کئے، اس

لئے وہ مرزا قادیانی کے جواب کو پسند نہیں کرتے ، دوسرا جواب دیتے ہیں۔ اور پسند نہ کرنا میں اس وجہ سے کہتا ہوں کہ خلیفہ صاحب بہت زور سے کہہ چکے ہیں کہ صاحب الہام کے کلام کے معنی وہی صحیح ہیں جو صاحب الہام خود بیان کرے۔ باوجود اس خیال کے خلیفہ صاحب نے یہاں صاحبِ الہام کے کلام کو چھوڑ کر دوسری توجیہہ ایسی کی جس سے صاحب الہام یعنی مرزا قادیانی کا قول غلط ٹھہرتا ہے۔ ان کی توجیہہ صحیفہ محبوبیہ میں اس طرح منقول ہے:

> ایک لڑکی (محمدی بنت مرزا احمد بیگ) کے متعلق کہ اس سے آپ (مرزا قادیانی) کی شادی ہوگی اور ایک عورت (محمدی زوجہ منظور محمد قادیانی) سے زلازل سے پہلے ایک لڑکا ہوگا اور پانچویں اولاد کی بشارت پر اعتراض ہے۔ ان کا اللہ وباللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز یہ ہے کہ مخاطب سے گاہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے، گاہے وہ اور اس کا جانشین اور اس کی اولاد، بلکہ اس کا مثل مراد ہوتا ہے (اس کی مثال) اللہ تعالیٰ زبان نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ ۔اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کے مثل ہیں۔

خلیفہ قادیانی جس تفصیل سے کتب سماویہ کا طرز بیان کررہے ہیں ہم بغرض اختصار تسلیم کرتے ہیں مگر یہ فرمائیں کہ یہاں تو خطاب میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یہ لفظ تو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ عام مخاطبین پر حکم کیا جائے یہ تو اپنے صریح معانی کے لحاظ سے عام ہے اور شامل ہے جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کی تمام امت کو۔ منکوحہ آسمانی کی نسبت کسی وقت مرزا قادیانی کے الہام میں ایسا عام لفظ نہیں آیا ہے اس منکوحہ کی نسبت برسوں الہامات ہوتے رہے مگر اسی خصوصیت کے ساتھ مثلاً کہ یہ عورت تیرے نکاح میں آئے گی۔ کسی وقت اس طرح الہام ہے، خدا تعالیٰ اس لڑکی کو ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔، جس نبی مکرم کی وحی میں اقیموا الصلوۃ آیا ہے اس نے کسی وقت نہیں فرمایا ہے کہ یہ حکم اس عاجز کے لئے ہے۔ کبھی عربی میں یوں الہام ہوا سیر دھا الیک یعنی اللہ اس لڑکی کو لوٹا کر تیرے پاس لائے گا۔ ان خطابوں سے اقیموا الصلوۃ کو کیا نسبت ہے جو آپ اسے مثال میں لائے ہیں۔

کیا آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ کتب سماویہ میں ایسے خطابات خاصہ کا استعمال کرکے عام مخاطب

مراد لیا ہے؟ (اس مضمون کو دیکھ کر ایک صاحب نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے ولا تقل لهما اف و لا تنهر هما یہاں واحد کا صیغہ بولا گیا ہے اور خطاب عام مسلمانوں سے ہے میں نے کہا کہ کتب معانی اور بلاغت کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ معلوم ہو جائے کہ خطاب کس کس طرح بلغاء کرتے ہیں اس آیت میں اگر چہ حکم عام ہے مگر یہ عموم اس لئے نہیں ہے کہ واحد کا صیغہ بول کر عام کو خطاب کیا ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ہر امتی سے جداگانہ خطاب ہے جس حکم میں نہایت تاکید مقصود ہوتی ہے وہاں ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ جب کوئی رئیس اپنے نوکروں پر ضروری حکم کرنا چاہتا ہے تو ہر ایک کو بلا کر کہہ دیتا ہے کہ تجھے یہ کام کرنا ہوگا یا اپنے کسی خاص کو بھیجتا ہے کہ ہر ایک سے کہہ دو قرآن مجید میں اللہ نے اپنے رسول سے کہا کہ ہر ایک کو یہ حکم سنا دو۔ اس لئے مخاطب ہر ایک امتی ہے خواہ اس وقت موجود ہو یا آئندہ امت میں داخل ہو مگر جب امتی سے خطاب کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم عام ہو گیا) ہر گز نہیں۔ اگر ایسا ہو تو کلام خدا غلط ہو جائے اس پر خوب غور کیجئے گا۔ خیر یہ گفتگو تو بلحاظ الفاظ اور استعمال کے تھی اب میں کہتا ہوں کہ ان الہاموں کے خطاب کو عام کرنا خود مرزا صاحب کے اقوال کے خلاف ہے مثلاً اس وقت ان کے تین الہام بیان کئے گئے۔

تیسرے الہام کی شرح میں مرزا قادیانی کہتے ہیں لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکی کو غیر کفو میں چلی گئی ہے یعنی اس کا نکاح غیر کفو میں ہوا ہے اب وہ لوٹ کر اپنے کفو میں آئے گی یعنی میرے نکاح میں۔ میں اس کا کفو ہوں۔

یہ الہام اور اس کی شرح صاف کہہ رہی ہے کہ یہ خطاب خاص ہے عام نہیں ہو سکتا کیونکہ لوٹ کر اپنے کفو میں آجانا خاص احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت ہو سکتا ہے اور اگر وہ لوٹ کر مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آئی تو پھر کفو میں لوٹ کر آنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بالفرض اگر محمدی کی لڑکی مرزا قادیانی کے لڑکے سے بیاہی جائے تو بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ محمدی یا اس کی بیٹی اپنے کفو میں آگئی، محمدی کا نہ آنا تو ظاہر ہی ہے اس کی وہ بیٹی سلطان محمد کی اولاد ہے اور سلطان محمد کو مرزا قادیانی غیر کفو بتا رہے ہیں اور اولاد کا کفو باپ کے لحاظ سے ہوتا ہے اس لئے وہ لڑکی مرزا قادیانی کے کفو میں نہیں ہے اب نکاح ہونے کے بعد یہ کہیں گے کہ مرزا قادیانی کا لڑکا غیر کفو میں گیا اور محمدی کی لڑکی غیر کفو میں آئی۔ دوسرا الہامی قول اور ملاحظہ کیجئے جو حکیم صاحب کی تاویل کو غلط بتا رہا ہے اس سے پہلے لکھا گیا ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی سے آسمان پر نکاح ہوا تھا مگر وہ نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا اب آسمان پر خاص مرزا قادیانی سے محمدی کا نکاح ہوا تھا کسی مفہوم کلی کا نہیں ہوا تھا جس میں مرزا قادیانی کے تمام متعلقین بھی شامل ہوں اور پھر وہ فسخ ہو گیا اگر خلیفہ صاحب کا قول صحیح ہو تو نکاح کے فسخ ہونے اور تاخیر

میں پڑنے کے کوئی معنی نہیں بنتے کیونکہ بقول خلیفہ صاحب جس وقت مرزا قادیانی کے متعلقین میں سے کسی کا نکاح محمدی کی اولاد سے ہوجائے تو الہام صحیح ہوگیا اس کے لئے کوئی حد نہیں ہے کوئی وقت نہیں ہے پھر تاخیر میں پڑنا یا فسخ ہوجانا چہ معنی دارد؟

الغرض جب مرزا قادیانی اسے فسخ ہوجانا یا تاخیر میں پڑنا بتارہے ہیں تو خلیفہ صاحب کا خطاب کو عام کہنا مرزا قادیانی کے قول کے صریح مخالف ہے۔

یہاں دو قولوں کی مخالفت دکھائی گئی اور پہلے حصہ میں بہت کچھ ہے وہاں دیکھئے ان خلیفہ صاحب کو کیا حق ہے کہ اپنے مرشد کے خلاف معنی بیان کریں اب اگر اسی پر اصرار ہے تو فرمائیں کہ منکوحہ آسمانی کے متعلق جو الہامات ہیں وہ ایسے ہی عام ہیں جیسے اقیموا الصلوۃ کا حکم ہے تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ جس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہر مسلمان کو ہر زمانہ میں ہے نبی بھی اس میں شامل ہیں تو نکاح میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے؟ اور اس کا جو نتیجہ ہے وہ صاف ظاہر۔اور فطرت کے سراسر خلاف ..جس طرح نماز ہر مسلمان پڑھتا ہے اور تاویل کر کے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا نکاح محمدی سے ہوا اور ان کے متعلقین کا محمدی کی اولاد سے ہوا اس وقت اقیموا الصلوۃ کی مثال صحیح ہوسکتی ہے۔اب اس کی تفصیل پر آپ خود ہی غور کریں کہ کہاں تک نوبت پہنچتی ہے؟

دوسری صورت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا نکاح محمدی بیگم سے ہوجائے یا ان کے متعلقین میں سے کسی کا نکاح محمدی کی اولاد سے ہوجائے تو اسی قدر صداقت الہام کے لئے کافی ہے؟ مگر اس کی مثال خلیفہ صاحب اقیموا الصلوۃ سے دیتے ہیں تو اب اس حکم خداوندی کے معنی انہیں یہ کرنا ہوں گے کہ اگر اس حکم خداوندی کی تعمیل رسول اللہ ﷺ نے کردی تو تعمیل ہوگئی اب امت کو ضرور نہیں ہے اور اگر امت میں سے کوئی اس کی تعمیل کردے تو کافی ہے سب کے لئے ضروری نہیں جب تک ان دونوں معنوں میں سے ایک خلیفہ جی اختیار نہ کریں اس وقت تک یہ مثال ان کی صحیح نہیں ہوسکتی اب وہ فرمائیں کہ انہوں نے کون سے معنی مراد رکھے ہیں، تاکہ قرآن دانی ان کی معلوم ہو۔

افسوس حکیم نورالدین نے اپنا علم وفضل بھی مٹی کردیا باطل پرستی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے غضب ہے کہ

ایسے بے ہودہ اور شرم ناک جواب کو قرآن جواب کہا جاتا ہے افسوس! الغرض ہر فہمیدہ معلوم کر سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ان الہاموں میں خطاب عام کسی طرح نہیں ہو سکتا اور نہ خلیفہ صاحب کی مثال اس مقام پر صحیح ہو سکتی ہے بلکہ اس کے ماننے سے شرم ناک بات پیش آتی ہے۔

آگے چل کر حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں: جب مخاطب میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی ہے۔،

ہمارے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ ہر جگہ مخاطب میں اس کی اولاد وغیرہ داخل نہیں ہو سکتی اور بالخصوص یہاں داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور جب مرزا قادیانی نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ اس خطاب میں فقط احمد بیگ کی بڑی لڑکی ہی مراد ہے اس کی اولاد مراد نہیں ہے جس کا بیان ہو لیا تو اب خلیفہ صاحب کا قول لائق توجہ نہیں ہو سکتا۔ پھر فرماتے ہیں:

کیا آپ کے علم الفرائض میں بنات البنات کو حکم بنات کا نہیں مل سکتا۔،

نہیں مل سکتا۔ بنات ذوی الفروض میں ہیں اور بنات البنات ذوالارحام ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے۔،

کیا مرزا قادیانی کی اولاد مرزا کے عصبہ نہیں۔،

حکیم صاحب یہاں ترکہ تقسیم نہیں ہوتا کہ اس کا عصبہ ہونا کام آئے۔ یہاں حکم خداوندی یا اطلاع خداوندی کا ذکر ہے۔ جس کے لئے حکم ہو اور جس کے لئے اطلاع ہو۔ یہ ضرور نہیں کہ جو بشارت باپ کے لئے ہو وہ بیٹے کے لئے ہی ہو۔ مرزا قادیانی تو نہایت زور سے برابر کہتے رہے کہ احمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی اور بارہا اس کا اظہار کیا اس کو مشتہر کیا اور اس کو خدا تعالیٰ کا قول بیان کیا برسوں یہی کہتے رہے کسی وقت عموم اور شمول کا شائبہ بھی ان کے کلام میں نہیں پایا گیا پھر حکیم صاحب کیوں اس کے خلاف پر زور دے رہے ہیں اور اپنی قابلیت میں بٹہ لگا رہے ہیں۔

خلیفہ قادیان کی ایک اور تقریر (یہ تقریر عبدالحکیم کے رسالہ اتمام الحجہ میں منقول ہے) بھی اس کے متعلق دیکھی اسے دیکھ کر تو فرقہ باطنیہ کی توجیہیں یاد آ گئیں اسی طرح وہ بھی خدا اور رسول کو الزام دیتے ہیں اور کتاب اللہ

کے خلاف کہا کرتے ہیں اور ان باتوں کو خدا کے اسرار بتاتے ہیں خلیفہ قادیان کی ساری تقریر کو نقل کرنا فضول ہے اس میں دو باتیں اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کو ان کی اصلی حالت سے اطلاع دی جائے۔

ا۔خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:

حضرت نبی کریم ﷺ نے کسری اور قیصر کی کنجیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ مجھے دی گئی ہیں مگر آپ نے وہ کنجیاں نہ دیکھیں کہ چل دیئے۔غرض یہ کہ اسی طرح مرزا قادیانی نے بعض پیش گوئیاں کیں اور پوری نہ ہوئیں کہ مرزا قادیانی چل دیئے ایسی باتوں میں اللہ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔۲۔حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا یعد و لا یو فی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔

یہ حکیم نورالدین صاحب کے اقوال ہیں جنہیں دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے کہ وہ کس بلند آسمان پر تھے اور اب کس تاریک غار میں جا گرے۔مرزا قادیانی کی شغف محبت نے ان کے دل و دماغ کو بےکار کر دیا اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قلب سے ظلمت کے پردہ کو ہٹائے۔افسوس ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی محبت میں وہ خدا اور رسول خدا پر الزام لگا رہے ہیں اور اسے اسرار خدا بتاتے ہیں۔

حکیم صاحب اگر ایسی صریح غلط باتیں بھی اسرار خدا کہہ دینے سے مان لینے کے لائق ہو جائیں تو پھر کسی باطل پرست اور گمراہ کے مقابلہ میں آپ زبان نہیں کھول سکتے کیونکہ وہ اپنی سب گمراہی کی باتوں کو اسرار بتا کر آپ کو بند کر دے گا اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حکیم صاحب کی حالت بیان کرتا ہوں حکیم صاحب کہتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے کسری اور قیصر کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئی ہیں۔

بھائیو! مجھے ان کی دیانت داری پر نہایت افسوس ہے کہ ایسے معرکہ کی بات اور حکیم نورالدین صاحب ایسے گول الفاظ میں بیان کر رہے ہیں جس سے ناواقف بڑے دھوکے میں پڑ سکتے ہیں کسی چیز کا ذکر کرنا مختلف طور سے ہو سکتا ہے۔

آیا حضرت انور جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خواب کا ذکر فرمایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے یا اللہ تعالی کی مدد اور نصرت بینہ کا خیال کر کے حضور ﷺ نے اپنا قیاس اور فراست ظاہر فرمائی ہے یا الہام خداوندی

بیان فرمایا یعنی یہ کہ خدا کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ مجھے کنجیاں دی گئیں؟

اور پھر اس الہام کی صداقت پر کتنی مرتبہ اپنا یقین ظاہر فرمایا اور کسی وقت اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے آپ نے قسم بھی کھائی یا نہیں اور حضور انور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے یا نہیں کہ اگر اس کا ظہور نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں (معاذ اللہ) اس کا ظہور میری صداقت کا معیار ہے (مرزا قادیانی کی اس عظیم الشان پیش گوئی میں یہ سب باتیں ہیں۔ پہلے پیام نکاح میں اپنا الہام مرزا نے بیان کیا پھر نکاح میں آنے کا وعدہ خداوندی ظاہر کیا پھر بار بار اس پر اپنا یقین اور کامل اعتماد ظاہر فرمایا جن کا ذکر ہو چکا ہے۔اور حاشتہ میں وہ مقامات بتائے گئے ہیں اور احمد بیگ کے خط میں قسم بھی کھائی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ احمد بیگ کا داماد اگر میرے رو برو نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے بیان میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہے حکیم صاحب صرف اسی قدر کہتے ہیں کہ کنجیوں کا ذکر فرمایا پھر وہ ذکر فرمایا تو خواب کی حالت کا تھا۔اب نہیں معلوم ہوا کہ اس خواب کی تشریح اور تعبیر کیا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کچھ بیان نہیں فرمایا۔ پھر ایسی مجمل بات پیش کر کے کوئی انصاف پسند مرزا قادیانی سے الزام کو اٹھا نہیں سکتا)

حکیم صاحب یہ کچھ بیان نہیں کرتے بلکہ مجمل الفاظ لکھ کر مرزا قادیانی سے الزام اٹھانا چاہتے ہیں حکیم صاحب کے بیان سے ناواقف یہی سمجھیں گے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کی تھی کہ قیصرو کسری کے خزانہ کی چابیاں دی جائیں گی مگر اس کا ظہور نہیں ہوا اسی طرح منکوحہ آسمانی کی نسبت مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ وہ نکاح میں آئے گی مگر نہیں آئی غرض کہ الزام اگر ہے تو دونوں پر برابر ہے (نعوذ باللہ استغفر اللہ) چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حکیم صاحب یہ آپ نے کہاں کا جوڑ کہاں لگایا اگر مرزا قادیانی کے غلبہ محبت میں قصداً ناواقفوں کو دھوکا دیا ہے تو منتقم حقیقی کے حوالہ ہے اور اگر غلطی ہے آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تو سمجھ لیجئے جس قصہ کو آپ نے گول الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا خواب ہے اور اس کا بیان صحیح حدیثوں میں اس طرح ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں گذشتہ شب کو سو رہا تھا

بینا انا نائم اتیت خزائن الارض (بخاری باب وفد بنی حنیفہ۔ مسلم کتاب الرؤیا:۵۹۳۶)

حدیث میں صرف اسی قدر خواب کا ذکر ہے حضور انور ﷺ نے اپنا خواب بیان فرما کر اس کی تعبیر میں یا اس کی شرح میں کوئی لفظ نہیں فرمایا۔

یہ عاجز اور حدیثوں پر نظر کر کے مختصر شرح اس خواب کی کرتا ہے خزانہ زمین کی کنجیاں یا تمام زمین کا

خزانہ ایسا تھوڑا تو نہیں ہوسکتا کہ حضور انور ﷺ کے دست مبارک میں آ جائے۔

اس لئے اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ صورت مثالیہ کنجیوں کی یا خزانہ کی حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی اور فرشتہ نے کہا کہ یہ سب آپ کی امت کے لئے ہے اس مطلب کی تائید بہت سی حدیثوں سے ہوتی ہے جن میں حضور انور ﷺ نے اپنے صحابہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے کہ تم ملک فارس اور روم کو فتح کرو گے اور ان کا خزانہ اللہ کی راہ میں صرف کرو گے، ایک روایت اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ صحابہ سے پیش گوئی فرماتے ہیں کہ:

یفتح اللہ لکم ار ض فارس و ار ض الرو م و ار ض حمیر قیل و من یستطیع الشا م مع الرو م ذوا ت القرو ن فقا ل و اللہ لیفتحھا لکم یستخلفکم فیھا

(امام احمد طبرانی وغیرہ)

فارس اور روم اور حمیر کے ملک پر اللہ تمہیں فتح دے گا بعض صحابہ اس پر متعجب ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت، روم سے کون لڑسکتا ہے تو حضور ﷺ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ تمہیں ضرور اس پر کامیاب کرے گا اور تم اپنا خلیفہ وہاں بٹھاؤ گے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے کشف کی حالت بیان فرمائی (کنز العمال ج ٦) کہ میں نے کسری اور روم کے شہروں کو دیکھا اور جبریل نے کہا آپ کی امت ان پر قابض ہوگی۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ کسی اور قیصر مریں گے اور ان کے بعد پھر کوئی کسری اور قیصر نہیں ہوگا اور ان کے خزانوں پر تم قابض ہوگے اور تم اللہ کی راہ میں صرف کرو گے۔

جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

و الذی نفسی بیدہ لتفقن کنو ز ھما فی سبیل اللہ (تر مذی با ب ما ء اذا ذھب کسری فلا کسری بعدہ) یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسری اور قیصر کے خزانے تم اللہ کی راہ میں صرف کرو گے یا صرف کئے جائیں گے۔

حکیم صاحب! جناب رسول کریم ﷺ کی یہ پیش گوئیاں صاف کہہ رہی ہیں کہ خواب میں فرشتہ نے

خزانے کی کنجیاں پیش کر کے بغرض مسرت آپ سے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے صحابہ یا آپ کی امت کا ہے اور بالفرض اگر اس وقت نہیں کہا تو دوسرے وقت آپ کو اس کی شرح الہام سے معلوم ہوئی اور آپ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی اور اس کا ظہور حسب ارشاد آپ ﷺ کے ہوا۔ کیا یہ روایتیں آپ کی نظر سے نہیں گذریں؟ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے خواب کی یہ تعبیر نہ تھی کہ ان کنجیوں کا میں مالک ہوں اور اگر یہی تعبیر ہے تو بھی نہایت صحیح ہے کیونکہ خزانے کی کنجیاں بادشاہوں کے پاس نہیں رہتیں، خزانچیوں کے پاس رہتی ہیں سلاطین انہیں دیکھتے بھی نہیں اور نہ انہیں اس کی ضرورت ہے کیا اس کی وجہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بادشاہ خزانہ کا مالک نہیں ہرگز نہیں جناب رسول اللہ ﷺ سلطان دارین ہیں آپ ﷺ کو کنجیاں کے دیکھنے کی حاجت نہیں ہے آپ کے خزانچیوں صحابہ نے دیکھیں اور ان کے قبضہ میں آئیں اور آپ کے ارشاد کے بموجب اس خزانہ کو انہوں نے صرف کیا چونکہ آپ ان کے ہادی اور مرشد تھے آپ ہی کی وجہ سے وہ خزانہ صحابہ کے قبضہ میں آیا اس لئے دو وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خزانہ حضور ﷺ کے قبضہ میں آیا ایک یہ کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ ہوا اس کا ثواب حضور کو ایسا ہی ملا جیسا کہ حضور ﷺ اپنے مملوک خزانہ کو صرف کرتے اور آپ ﷺ کو ثواب ملتا دوسرے یہ کہ وہ خزانہ اللہ کی راہ میں سرف ہوا اور تمام مسلمانوں کو یعنی اس وقت کی پبلک کو فائدہ ہوا یہ بعینہ بادشاہ کا فائدہ ہے اگر اس طور کی ملک خواب میں دکھائی گئی تو عجب نہیں بہت خواب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ظاہری معنی سے ان کی تعبیر بالکل مخالف معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں: خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں، خوابوں کی تعبیر میں کبھی موت سے مراد صحت اور صحت سے مراد موت ہوتی ہے۔

اب اگر رسول اللہ ﷺ کے خواب کی یہ تعبیر ہو کہ آپ کے جانشین اس خزانہ کے مالک ہوں گے تو نہایت ظاہر ہے۔

الغرض خواب کو پیش کر کے اس کے ظاہری لفظوں سے استدلال پیش کرنا صحیح نہیں ہے مگر الحمدللہ ہم نے دکھا دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نہ ایسی پیش گوئی کی جس کا ظہور حسب ارشاد نہ ہوا ہو نہ آپ کا کوئی خواب غلط ثابت ہوا مگر حکیم صاحب اپنے مرشد کی غلط پیش گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ

پر الزام لگانا چاہتے ہیں مرزا قادیانی نے بھی تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ میں اسی قسم کا الزام لگایا ہے (استغفر الله نعوذ بالله) جس کا حاصل یہ ہے کہ، حدیبیہ کی پیش گوئی وقت انداز کردہ پر پوری نہ ہوئی۔

حالانکہ یہ محض افتراء ہے۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ میں کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کا وقت اپنے انداز سے معین کر دیا ہو اور وہ پیش گوئی اس وقت پر پوری نہ ہوئی یہ بالکل غلط ہے مرزا قادیانی اپنے اوپر سے الزام دفع نہیں کر سکتے اس لئے حضرت سرور انبیا ﷺ پر الزام لگا کر عوام کا منہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ناظرین خوب یاد رکھیں کہ حدیبیہ کی پیشین گوئی میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کوئی وقت اپنے انداز سے بیان نہیں فرمایا اس کی تفصیل دوسری جگہ کی جائے گی۔

حکیم صاحب خدا کے لئے کچھ تو انصاف کیجئے کہ مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی میرے نکاح میں آئے گی، کس زور شور سے کی ہے۔ اور کتنی مدت تک اس کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ اور کس کس طرح سے انہوں نے اس پر اپنا یقین ظاہر کیا ہے۔ یہاں تک کہ عدالت کے اجلاس میں حاکم (مجسٹریٹ) نے دریافت کیا کہ آپ کو امید ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی آپ کے نکاح میں آئے گی۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی کہتے ہیں: امید کیسی یقین ہے (منظور الہی۔ ص ۲۴۵)، اور پھر چل دیئے اور اس کی صورت دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی۔

اسی طرح اس کے میاں (مرزا سلطان محمد) کے لئے پیش گوئی کی کہ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔ جب وہ نہ مرا تو کیسی کیسی بے ہودہ اور غلط باتیں بنائی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اس کے بعد اسی کے لئے دوسری پیشین گوئی کی گئی اور کہا گیا کہ اسے مہلت دی گئی ہے مگر میرے سامنے اس کا مرنا تقدیر مبرم ہے اگر وہ نہ مرے اور میں مر جاؤں تو میں جھوٹا ہوں۔ (حاشیہ انجام آتھم۔ ص ۳۱)

مرزا صاحب قادیانی کو مرے ہوئے کئی برس ہو گئے اور اس کا خاوند (مرزا سلطان محمد) اب تک زندہ ہے۔ غرض کہ یہ دوسری پیش گوئی بھی جھوٹی ہوئی پھر ایسی جھوٹی پیشین گوئیوں کے مقابلہ میں یا ان پر پردہ ڈالنے کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کا خواب پیش کرتے ہو اور پھر اس میں دخل دے کر جناب رسول اللہ ﷺ پر الزام لگا کر اپنی برأت کرنا چاہتے ہو افسوس کیا یہی دیانت ہے مگر بحمد اللہ اس خواب کی بھی سچائی ظاہر کر دی گئی

دوسری بات حکیم صاحب کی یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہ قول نقل کرتے ہیں یعد و لا یو فی اور بعض جگہ یو عد و لا یو فی لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالی وعدہ کرتا ہے اور بعض مرتبہ پورا نہیں کرتا۔

حکیم صاحب آپ کے علم کو کیا ہو گیا جو مضمون قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کے خلاف ہے جس کے ماننے سے خدائے قدوس پر الزام آتا ہے اسے آپ مان رہے ہیں قرآن مجید کی متعدد آیتیں نقل کی گئی ہیں جن سے قطعی طور سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی کے وعدے اور وعید میں خلاف نہیں ہو سکتا اس کے خلاف سنت اللہ بتانا محض غلط اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے۔ پھر کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ نصوص قرآنیہ کے خلاف عقیدہ رکھ کر اور خدائے قدوس پر الزام لگا کر حضرت محبوب سبحانی کی پناہ میں جائیں اور ان کے کلام سے سند پیش کریں۔ یہ خیال خام ہے۔ نصوص قطعیہ کے خلاف ان بزرگان کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضرت محبوب سبحانی نہایت بلند پایہ کے بزرگ ہیں۔ وہاں مسکر و شطحیات کا بھی پتہ نہیں ہے۔ آپ نہایت ہی شریعت کے متبع ہیں۔ آپ کبھی قرآن کے خلاف نہیں فرما سکتے۔ آپ کی شان اس سے نہایت اعلی ہے۔ البتہ یہ حضرات جہاں مراتب ولایت اور عارفین کی حالت بیان کرتے ہیں، اسے وہی سمجھ سکتے ہیں، جن پر کم وبیش وہ حالتیں گذری ہیں۔ جو ان حالتوں سے محض ناآشنا ہیں وہ انہیں ہرگز نہیں سمجھ سکتے اسی لئے ان کے کلام کو سند میں پیش کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ حضرت شیخ کا یہ جملہ ان کی کسی کتاب میں میں نے نہیں دیکھا اور نقل کرنے والے نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے اگر فتوح الغیب میں ہے تو بتائیں کون سے مقالہ میں ہے البتہ ان کا یہ ارشاد ہے فح یجو ز ان یعِده الله و لا یظهر و علیه و فاع یعنی مقام فنا میں عارف کو اس قدر محویت اور از خود رفتگی ہوتی ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ اس سے وعدہ کرے اور اس کے ایفاء کی اسے خبر نہ ہو۔

شیخ اس کے وقوع اور فعلیت کو ہرگز نہیں کہتے بلکہ عارف کی کمال محویت کے سمجھانے کے لئے امکانی صورت فرض کر کے مثال دیتے ہیں عرفائے کاملین عاشقان خدا ہیں اور چاشنی چشیدہ محبت اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ عاشق اپنے محبوب کے مسرت بخش وعدے سے کس قدر محظوظ اور مسرور ہوا کرتا ہے اور پھر اس کے پورا ہونے کے انتظار میں اس کی عجب حالت رہتی ہے اور جب اس کا محبوب اس وعدے کو پورا کرتا ہے تو خوشی کے

مارے یہ پھولے نہیں سماتا مگر یہ عرفاء ایسے از خود رفتہ اور مدہوش ہو جاتے ہیں کہ اس کے وعدے اور ایفاء کی بھی انہیں خبر نہیں رہتی۔اس کی تفصیل دوسرے مقام پر کی جائے گی (یہ قول فتوح الغیب کے مقالہ ۵۶ میں ہے اور اس کی صحیح عبارت اسی طرح ہے جس طرح اس میں لکھی ہے یعنی یظھر باب فتح یفتح سے ہے باب افعال سے نہیں ہے جیسا کہ حکیم نور الدین صاحب سمجھتے ہیں اور وفا اس کا فاعل ہے۔میرے پاس قلمی نسخہ نہایت صحیح اور معرب ہے اور اس میں اسی طرح ہے۔دوسرا نسخہ مطبوعہ مصر ہے اس میں بھی ایسا ہی ہے وہ اگرچہ معرب نہیں ہے مگر وفاء کے بعد الف اس میں نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یظھر مجرد ہے اور وفاء اس کا فاعل ہے ایک نسخہ مطبوعہ لاہور اس میں بھی وفا کے بعد الف نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ وفا یظھر کا فاعل پر حرکات غلط دیئے ہیں) غرض کہ حضرت شیخ کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت وعدہ خلافی کرتا ہے۔

تنبیہ۔حکیم صاحب کی شغف محبت ناجائزہ قابل ملاحظہ ہے کہ مرزا قادیانی نے جو بڑے زور شور سے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی وعدہ کرتا ہے کہ۔۱۔احمد بیگ کی لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی اور۔۲۔ ایک ایسا عجوبہ لڑکا تجھے دیا جائے گا گویا اللہ آسمان سے اتر آیا۔۳۔قادیان میں طاعون نہ آئے گا

مگر ان وعدوں کا ظہور نہ ہوا۔نہ وہ لڑکی نکاح میں آئی۔نہ اس عجوبہ لڑکے کا ظہور ہوا۔نہ قادیان طاعون سے محفوظ رہا۔اب مرزا قادیانی جھوٹے ہوئے جاتے ہیں اس لئے حکیم نور الدین صاحب اس کا جواب دینے میں مضطر ہوئے اور غلبہ محبت امر حق کو قبول کرنے نہیں دیتا بلکہ آمادہ کرتا ہے کہ جس طرح ہو مرزا قادیانی کو اس الزام سے بچانا چاہیے اگرچہ خدا پر اور اس کے رسول پر الزام آئے،اس لئے پہلے جواب تو ایسا دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر الزام آیا کہ فلاں پیشین گوئی یا خواب آپ ﷺ کا سچا نہیں ہے (نعوذ باللہ) اور دوسرے جواب میں خدا تعالیٰ پر الزام ہے کہ وہ قدوس ہو کر وعدہ خلافی کرتا ہے یعنی مرزا قادیانی سے اس نے وعدے کئے اور پورے نہ کئے اور دوسرے جواب میں ایک بڑے بزرگ کو سند میں پیش کرتے ہیں مگر ظاہر ہو گیا کہ ان کی غلط فہمی تھی۔

مسلمانو! مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ کے یہ جوابات ہیں اور یہ ان کے اقوال ہیں اب تم ہی انصاف کرو کہ صدی مجدد اور وقت کے مسیح ایسے شخص ہو سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ چشم بصیرت عنایت کرے اور ایسی ناجائزہ محبت سے محفوظ رکھے۔ و اللہ الموفق و المعین و الحمد للہ رب العالمین

مضمون اخبار بدر

نکاح والی پیش گوئی

قادیانی اخبار بدر ۸۔اگست ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر جس قدر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے جواب خود آنحضور کی تصانیف وافادات میں بیّن طور پر موجود ہوتے ہیں۔ بلکہ علی العموم جس جگہ پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے اسی جگہ اس کا جواب موجود ہوتا ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اول تو ہم لوگ آنحضور (مرزا قادیانی) کی کتابیں اور افادات بہت کم پڑھتے ہیں۔ ہماری جماعت میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جنھوں نے آنحضور (مرزا قادیانی) کی کل تصانیف واشتہارات کو اول سے آخر تک غور سے پڑھا ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ایسے لوگ بالکل مفقود ہیں۔نہیں نہیں، مگر نسبتاً بہت ہی تھوڑے ہیں اور یہ اعتراضات قریباً ہر ایک احمدی پر کئے جاتے ہیں۔پس اگر ہم کسی موقعہ پر اس وجہ سے کہ ہم لوگ آنحضور (مرزا غلام احمد) کی تصانیف وتحریرات کو بہت کم پڑھتے ہیں، معترض کو لاجواب نہ کرسکیں اور اس پر حقیقۃ الامر نہ کھولنے سے قاصر رہیں تو یہ ہماری اپنی کوتاہی کی سزا ہے۔

پھر اعتراض کرنے والا شخص پیش گوئی کے پورا ہونے کے معیاروں کو نظر انداز کرنا چاہتا ہے اور ایسے طریق پر ان کا پورا ہونا چاہتا ہے جو اس کے خانہ زاد معیار کے مطابق ہو، اگرچہ اس سے تمام انبیاء کرام اور قرآن کریم کی صاف صاف تکذیب ہی کیوں نہ لازم آئے۔ اور معترض کے اس بے جا اقتراح کو تسلیم کرکے ہم لوگ بھی باوجودیکہ قرآن کریم کے مقرر کردہ معیاروں سے بفضل خدا آگاہی رکھتے ہیں کوئی خانہ زاد جواب گھڑنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ سخت غلطی ہے۔ اگر قرآن کریم کے مقرر کردہ معیاروں کے اندر رہیں تو ہمیں ان بے جا اعتراضوں پر دبنا نہ پڑے، اور نہ ہمیں اپنے پاس سے جواب گھڑنے پڑیں۔ کیا قرآن کریم میں نہیں لکھا

یصبکم بعض الذی یعد کم

کیا یہ آیت قرآن میں نہیں ہے

قالوا یا نوح قد جادلتنا فاکثر جدالنا، فائتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین۔ قال انما یاتیکم به الله ان شاء و ما انتم بمعجزین

کیا یونس کی پیش گوئی ان کی قوم پر جس رنگ میں پوری ہوئی تھی اس سے یہ سارے اعتراضات رفع نہیں ہو جاتے۔ یا کہ اس کا ذکر ہی قرآن کریم میں نہیں ہے اور کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے؟

احمد بیگ کے داماد کی بابت پیش گوئی پر جو اعتراض انجام آتھم صفحہ ۳۱ کی بنا پر کیا گیا ہے اس کا جواب تو وہیں دوسرے صفحہ میں ایسا صاف موجود ہے جسے سن کر ہمارے مخالفوں کو شرمندہ ہونا چاہیے اور وہ جواب یہ ہے:

اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آ جائے کہ اس کو بے باک کر دیوے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اور اس کو بے باک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔ (حاشیہ انجام آتھم۔ص ۳۲)۔

پھر اسی صفحہ میں (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالی مقرر کرے، اگر اس سے اس کی موت کی تجاوز کرے، تو میں جھوٹا ہوں۔ ورنہ اے نادانوں صادقوں کو جھوٹا مت ٹھہراؤ کہ روسیاہی کے ساتھ مر جاؤ گے۔ (حاشیہ ص ۱۳۲ انجام آتھم)

اس سے ثابت ہوا کہ جب تک وہ (سلطان محمد) از سر نو بے باکانہ و مکذبانہ اشتہار نہ دے، تب تک ضرور ہے کہ اس وعید کی موت تھمی رہے اور ممکن نہیں کہ وہ وعید کی موت مرے جب تک کہ وہ یہ شرط پوری نہ کرے۔ پس چونکہ اس (سلطان محمد) نے شرط پوری نہ کی اس لئے ممکن نہ تھا کہ مشروط پایا جاتا۔ یعنی وہ وعید کی موت سے مرتا۔ یہی نہیں کہ اس نے یہ شرط پوری نہیں کی بلکہ، انجام یہ ہوا کہ وہ بزرگ خاندان جو بانی اس کام کے تھے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲) جس

نے شرط تو بی تو بی پوری کر کے پیش گوئی کی صداقت ثابت کر دی۔

اب ہمیں معترضین مہربانی فرما کر جواب دیں کہ کیوں انہوں نے سلطان محمد سے اشتہار نہیں دلوایا اور اس طرح سے آنخضور (مرزا قادیانی) کی پیش گوئی کو پورا کیا۔ آنخضور نے یہ پیش گوئی نہیں کی کہ سلطان محمد کی وعید کی موت (حضرت اقدس کی زندگی میں اس کا مرنا) نہیں آ سکتی جب تک کہ وہ مکذبانہ اشتہار والی شرط پوری نہ کرے (چنانچہ اس شرط کے نہ پورا ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کی زندگی میں نہیں مرا اور بحمد اللہ پیش گوئی پوری ہوئی) اگر انہیں یقین نہیں تھا کہ پیش گوئی الہام کی بنا پر کی گئی ہے تو انہیں چاہیے تھا کہ شرط کو پورا کر کے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کرتے اب تو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اس پیش گوئی کو پورا کیا اور خدا کی باتیں پوری ہوئیں

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ میں بھی اسی پیش گوئی کو دہرایا ہے اور تیسرے نکاح کی پیش گوئی اور سلطان محمد کی وعیدی موت کی پیش گوئی کو بتصریح ایک ہی پیش گوئی قرار دیا ہے یعنی نکاح ثالث والی کوئی الگ پیش گوئی نہیں، وہی داماد احمد بیگ والی پیش گوئی جس کی شرط صفحہ ۳۲ میں مذکور ہو چکی ہے پس جب وہ پوری ہوگئی تو یہ بھی پوری ہوگئی کیونکہ یہ کوئی الگ پیش گوئی نہیں تھی۔ رقم، العبد محمد اسماعیل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان ۔ (بدر ۸۔ اگست ۱۹۱۲ء ص ۶)

اڈیٹوریل اخبار بدر

فیصلہ آسمانی

قادیانی اخبار بدر کے اڈیٹر مفتی محمد صادق قادیانی نے ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء کا اڈیٹوریل یوں لکھا:

آسمانی باتوں کی مثالیں بہت کچھ دنیوی حالات سے ملتی ہیں۔ جب کوئی سرکاری سپاہی کسی گاؤں میں جاتا ہے، تو ضرور ہے کہ وہ کسی ظالم اور بدکاروں کے واسطے خوف، اور کسی مظلوم اور نیکوکاروں کے واسطے خوشی کا موجب ہو۔ بدکار اس سے بھاگتے ہیں، گالیاں سناتے ہیں۔ اور بدکاروں کے

مظہر گاؤں کے کتے سب سے اول اس پر بھونکنا شروع کرتے ہیں۔ بلکہ عوام کو اس کے آنے کی خبر بھی اسی سے لگتی ہے۔

یہی حال روحانی مامورین کے آنے کے وقت ہوتا ہے۔ ہر ایک متکبر جفا کار اس کے مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اپنے گھمنڈ میں جوش مارتا ہے کہ اسے کچل ڈالے۔ مگر پورا نے شیطان کی طرح آخر اس کا اپنا ہی سر کچلا جاتا ہے۔ ایسا ہی تمام انبیاء کے وقت ہوتا آیا ہے، اور یہی واقعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں بھی ہوا۔ سب سے پہلے تو پنجاب کے ہی علماء اٹھے۔ کسی نے یہاں سر نکالا اور کچلا گیا، کوئی وہاں اٹھا اور مارا گیا۔ کوئی چند روز ابال کھا کر سوڈا واٹر کی جھاگ کی طرح ٹھنڈا ہو کر بیٹھ گیا۔ سب نے باری باری اپنا حصہ پورا کیا۔

آج کل یہ جوش بہار کے علاقہ میں بہت ابال کھا رہا ہے۔ وہاں کسی مولوی نے جو بہ سبب بزدلی اور نامردی کے اپنا نام ظاہر کرنے سے ڈرتا ہے، ایک رسالہ چھاپا ہے جس کا نام فیصلہ آسمانی رکھا ہے۔ یہ تو کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ ایک نسخہ اس رسالے کا یہاں بھی بھیج دیتا، اسواسطے ہمیں اس کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر آئے دن کے اشتہارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ تر مرزا احمد بیگ والی پیش گوئی کا ذکر کیا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ اور بہار کے ناواقف لوگوں کی نگاہ میں وہ رسالہ گویا معلومات عجیبہ کا ذخیرہ ہے۔ آئے دن اس کے متعلق اشتہارات نکلتے ہیں کہ آؤ مرزائیو! جواب دو۔ کوئی اشتہار مونگیر سے نکلتا ہے، کوئی بھاگل پور سے، کوئی دربھنگہ سے، غرض عجب طوفان بے تمیزی کھڑا ہو رہا ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ جن کتابوں پر اعتراض کرتے ہوئے یہ رسالے لکھے جاتے ہیں ان کو تو کوئی پڑھتا ہی نہیں اور اعتراضوں کو خوب گھوٹا جاتا ہے۔ ان لوگوں کی مثال وہ ہے کہ مجھے ایک انگریز عورت ملی، کہنے لگی کہ اسلام میں لکھا ہے کہ عورتوں کی روح نہیں ہوتی وہ بہشت میں نہ جائیں گی۔ میں نے پوچھا کہاں لکھا ہے۔ تو وہ ایک پادری کی کتاب اٹھا لائی۔ میں نے یہ اسلام کی کتاب نہیں پادری کی کتاب ہے۔ اسلام کی کتاب قرآن شریف ہے۔ ایک قرآن شریف منگوا کر اسے وہ آیات دکھائی گئیں جن میں عورتوں کے نیک اعمال کمانے اور مثل مردوں

کے جزائے خیر پانے کا ذکر ہے۔تب وہ شرمندہ ہو کر قائل ہوئی۔

سو یہی حال ہمارے غیر احمدی لوگوں کا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب کی کتابیں تو پڑھتے نہیں اور اگر کسی نے ان پر کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ ضرور پڑھ لیتے ہیں۔اصل کو پڑھتے نہیں،اوراس کافر عورت سے بھی زیادہ ڈھیٹ ہیں کیونکہ وہ تو اپنی غلطی معلوم کر کے شرمندہ ہوگئی مگر یہ کبھی شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔

کس دلیری سے جھوٹ بولا جاتا ہے کہ احمد بیگ والی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی حالانکہ احمد بیگ پیش گوئی کی میعاد مقررہ کے اندر سب سے اول مر گیا،اور وہی پچھلوں کے واسطے توبہ واستغفار اور گریہ زاری کا موجب ہو کر ان کی بچاؤ کا موجب ہوا۔حضرت مرزا صاحب کسی کے ہلاک ہونے میں خوش نہ تھے۔مخالفین کی سخت دلی نے ان کو ایک تماشہ دکھایا۔جب وہ گھبرائے اور رونے چلانے لگے اور مخالفت چھوڑ دی تو اصل مطلب حل ہوا۔بقیہ عذاب کو خدا نے معاف کیا۔اگر اسی کا نام وعدہ خلافی ہے تو پھر بڑے وعدہ خلاف تمہارے خیال میں قیصر جارج ہوں گے جن کی سرکار نے کسی کو دس سال کی قید دی تھی اور کسی کو پانچ سال کی اور کسی کو دو سال کی اور کارونیشن کے دنوں میں ہنوز ان کی قید کے وعدہ کے دن پورے نہ ہوئے تھے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ہمارے اندھے مخالف مولویوں کے نزدیک تو شاید یہ بھی وعدہ خلافی ہوگی مگر دنیا کے کتے ہیں یہاں تو نام لیتے ڈرتے ہیں کہ کہیں سرکاری مہمانی کی روٹی نہ کھانی پڑ جائے۔لیکن یاد رکھیں کہ دنیا روزے چند ہے آخر خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔وہاں ان کو پتہ لگے گا کہ جو سلوک احمد بیگ کے پس ماندگان کے ساتھ ہوا،وہ ان کے ساتھ نہ ہو تو اچھا ہے یا ان کے معاملہ میں کسی درگذر سے کام نہ لیا جائے تب یہ خوش ہوں گے۔

الغرض احمد بیگ والی پیش گوئی پوری ہوئی اور ضرور ہوئی۔بعض اس کے مطابق ہلاک ہوئے ،بعض نے توبہ اور نرم دلی سے فائدہ اٹھالیا۔لیکن میں فیصلہ آسمانی کے گمنام یا بے نام مولوی اور اس کے ساتھ ڈھولک بجانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ اچھا تم یہ بتلاؤ کہ ہر ایک کام دنیا میں کسی فائدے اور غرض کے واسطے ہوتا ہے تم جو اس بات پر زور دیتے ہو کہ یہ پیش گوئی تمہارے خیالات

کے مطابق پوری ہوتی، بالفرض اسی طرح پوری ہو جاتی تو کس فائدے اور کس نتیجے کے واسطے؟ اس کے اس رنگ میں پورا ہو جانے سے تمہاری کون سی غرض پوری ہو جاتی۔ پیش گوئیوں کا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اس کو پورا ہوتا ہوا دیکھ کر لوگ ایمان لائیں اور نجات پائیں مگر جن ضدی بے ایمان لوگوں نے صد ہا باتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر ایمان کی طرف رخ نہیں کیا، ان سے یہ امید کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس بات کو اپنے خیال کے مطابق پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر مان لیں گے اگر وہ ماننے والے ہوتے تو لیکھ رام کی موت، ڈپٹی آتھم کا بچنا پھرنا، چراغ دین جمونی کی ذلت کی موت، مقدمات میں فتوحات آسمانی گولے کا نشان، کوریا میں جاپانی سلطنت، تقسیم بنگال کی منسوخی، اور صد ہا ایسے نشانات ان کو راہ راست پر لانے کے واسطے کم نہ تھے مگر جب خدا نے دیکھا کہ ان کے واسطے ڈرانا نہ ڈرانا نشان دکھانا، یا نہ دکھانا برابر ہو رہا ہے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا والی بات ان پر صادق آئی (حالانکہ محمدی والی پیش گوئی شائد ان سب مذکورہ معاملات سے پہلے کی ہے۔ یعنی معاملہ الٹ ہونا چاہیے تھا۔ بہا) اگر ان لوگوں میں ذرا بھی انصاف اور حق کی محبت ہوتی تو وہ پہلے قرآن اور احادیث کی پیش گوئیوں کی تصدیق کرتے حضرت مسیح موعود نے جو نشان دکھائے ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے۔ تب خدا ان پر رحم کرتا۔ اور جو بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی وہ بھی خدا انہیں سمجھا دیتا۔ صرف اعتراض کر لینا کچھ شئے نہیں۔ عیسائی اور آریہ ہزاروں اعتراض اسلام اور بانی اسلام پر کرتے ہیں۔ مگر وہ جھوٹے ہیں۔ اور ایسا ہی خدا کے مسیح (مرزا قادیانی) کے ساتھ دشمنی کرنے والے بھی جھوٹے ہیں۔ وقت قریب ہے کہ خدا تمہیں یہودیوں کی طرح ذلت کے گڑھے میں گرائے جہاں سوائے رونے اور دانت پیسنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اپنے دل سے فیصلہ آسمانی گھڑ کر اپنے جی کو خوش کر لینا اور بات ہے، مگر سچا آسمانی فیصلہ خود ظاہر ہے کہ ایک شخص نے خدا سے حکم پا کر دنیا کو پیغام راستی اور نیکی کا دیا۔ زمانے کے علماء اور کبراء نے اس کی مخالفت کی۔ عداوت ذلت اور ہلاکت کے لئے سارا زور لگایا، مگر اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اس نے سب پر فتح پائی اور دشمنوں کے دیکھتے دیکھتے چار لاکھ کی جماعت کا سردار بن گیا۔ یہ ہے آسمانی

فیصلہ جو خدا نے کر کے دکھلا دیا۔ اور اس وعدے کو پورا کیا کہ میں اپنے رسولوں کی نصرت کرتا ہوں۔ اب تم اپنے گھر میں بیٹھے ہزار آسمانی فیصلے لکھو، تمہارے منہ کی پھونکوں سے خدائی نور بجھ نہیں سکتا۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۴۔۵)

تنزیہہ ربانی

درج بالا قادیانی تحریروں کے جواب میں مولانا محمد علی مونگیری نے ابو احمد رحمانی کے قلمی نام سے تنزیہہ ربانی تحریر فرمائی اور اس میں لکھا:

برادران اسلام اور بالخصوص جماعت مرزائیہ سے آرزو کے ساتھ کہتا ہوں کہ میری خیر خواہانہ گذارش کو دلی توجہ سے سنیں۔ مذہب اسلام میں پہلی ہی صدی سے مختلف فرقے نکلنا شروع ہو گئے تھے اور برابر ہوتے رہے اور اب بھی وہی حال ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھئے جس زمانہ میں جس نے جو دعوی کیا ہے اس کے ماننے والے ضرور ہوئے ہیں اور نہایت زور سے مانا گیا ہے۔ نویں صدی کے آخر میں سید محمد جون پوری نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور تیرھویں صدی میں محمد علی بابی نے فارس میں بھی دعوی کیا۔ انکے ماننے والے اس وقت تک کثرت سے موجود ہیں اسی طرح چودھویں صدی میں مرزا قادیانی نے دعوی کیا ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی اپنے نشانات اور معجزات کا دعوی کرتے ہیں ان سبھوں نے کیا ہے کیونکہ بغیر نشان دیکھے لوگ معتقد نہیں ہو سکتے۔ اب وہ نشانات کیسے تھے، یہ ایک بحث ہے جس میں عقلاء اور فہمیدہ حضرات کو نہایت دور اندیشی اور غور سے کام لینا چاہیے ممکن ہے کہ پہلے غلطی سے مان لیا ہو۔ مگر سخت خطرناک معاملہ ہے اگر واقعی غلطی ہے تو دائمی زندگی میں مصیبت اٹھانا ہے (اللھم احفظنا) اس لئے تحقیق کرنا اور دردمند مخالف کی باتوں کو غور و انصاف سے معلوم کرنا نہایت دانش مندی ہے۔ اس تحریر کا باعث محض ان کی بہی خواہی ہے آپ اسے غور سے ملاحظہ کریں۔ جماعت مرزائیہ کے حضرات کو دیکھا جاتا ہے کہ کسی خیر خواہ کی بات کو

بھی اچھی طرح نہیں دیکھتے اور موافق کی بالکل غلط اور بے سروپا باتوں سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ ذرا خیال تو کریں کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعوی اور اپنے نشانات کے اعلان میں بے انتہاء کوشش کی۔ عربی فارسی اردو انگریزی میں بہت رسالے اور اشتہارات ساری دنیا میں شائع کیئے۔ مگر اس کا نتیجہ دیکھئے کیا ہوا؟ کوئی عیسائی، کوئی آریہ، کوئی ہندو وغیرہ مسلمان نہیں ہوا۔ چند مسلمانوں میں سے انہیں مانا ان میں دو چار اہل علم سنے جاتے ہیں ان کے خلاف سینکڑوں علماء تو یہیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ عرب فارس وغیرہ کے علماء کی تعداد تو بہت کچھ ہے ان کی تحریریں ہر جگہ پہنچی ہیں مگر کسی نے انہیں نہیں مانا۔ اب ہزاروں علماء کو بے دین اور متعصب کیسے مان لیا جائے اور دو چار کو اس کثیر جماعت پر کیونکر ترجیح دی جائے؟ جو خرابی آپ سینکڑوں ہزاروں علماء میں مانتے ہیں کیا وجہ ہے کہ اس قسم کی خرابی دو چار دس بئس علماء میں نہیں ہو سکتی۔ اس قلیل تعداد کا غلطی میں پڑ جانا عجب نہیں اور ان کے مقابل میں ہزاروں کا غلطی میں پڑ جانا قیاس سے باہر ہے... پھر کیسے اعلانیہ صریح اقوال مرزا قادیانی کے آپ کے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں جن سے ہر فہمیدہ انہیں کاذب یقین کر سکتا ہے مگر آپ خیال بھی نہیں کرتے بلکہ خدا پر عیب لگانا بہت آسان سمجھتے ہیں اس بات سے کہ مرزا قادیانی پر عیب لگایا جائے اور انہیں کاذب کہا جائے۔ میں نہایت دردمندی سے کہتا ہوں کہ فیصلہ آسمانی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نہایت تحقیق اور مسلمانوں کی محض بہی خواہی کے لئے لکھا گیا ہے اور اس کی باتوں کا جواب نہیں ہو سکتا آپ انصاف سے ملاحظہ کریں۔ بعض حضرات نے اس کے بعض مضامین کے جواب میں کچھ لکھا تھا اس کی حالت اس رسالہ میں ملاحظہ کی جائے

واللہ الموفق۔ مسلمانوں کا خیر خواہ۔ ابو احمد رحمانی

بسم الله الر حمن الر حيم۔ نحمده و نصلى على رسو له الكر يم

مذہب حقہ اسلام میں بہت گروہ گزرے ہیں وہ سب اسی قرآن مجید وحدیث کے ماننے والے تھے اور اب بھی ہیں۔ مگر جب ان کے مسائل وعقائد پر نظر کی جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ بعض نے ایسے کفریہ اور خدا و رسول پر عیب لگانے والے عقاید کیونکر اس مقدس کتاب سے نکالے۔ عقاید

وغیرہ کی کتابوں کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا اور کسی وقت یہ خیال ہو جاتا تھا کہ بزرگوں نے شائد کسی مخالف سے سن کر لکھ دیا ہے ایسا عقیدہ کون مسلمان رکھ سکتا ہے۔ غرض کسی وقت یہ بدگمانی بزرگوں سے ہوتی تھی مگر اب گروہ قادیانی کی حالت معائنہ کر کے یہ بدگمانی بالکل جاتی رہی کیونکہ ان کے بعض عقاید ایسے ہی ہیں اور پھر وہ اسی قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اور قدرت خدا نظر آتی ہے وہ مقدس مذہب اسلام جس کے برگزیدہ بانی نے خلاف گوئی اور جھوٹ کو گویا مبائن اسلام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا گروہ قادیانی کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک خدا بھی جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے اور اپنے اس عقیدہ کو قرآن پاک سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افتراء پر آسمان و زمین اگر شق ہو جائیں تو عجب نہیں۔ مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی کہ جب وہ ذات پاک جو تمام عیبوں سے پاک ہے، جھوٹ بولے وعدہ خلافی کرے (نعوذ باللہ) تو پھر سچا کون ہوسکتا ہے اور وعدہ کا پورا کرنے والا کسے کہہ سکتے ہیں جب وہی ذات اقدس اس عیب سے پاک نہیں ہے تو اس کے ماننے والے اور اس پر ایمان لانے والے اس کے رسولوں کو کیونکر سچا مان سکتے ہیں اور اس کے وعدوں سے کس طرح دل کو خوش کر سکتے ہیں اور اس کے وعدوں سے ڈرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ کیونکہ ہر جگہ ان کا یہ خیال ہوگا اور نہایت صحیح خیال ہوگا کہ جو کچھ کہا گیا ہے یا کہا جاتا ہے اس کی صداقت پر کیا اطمینان ہے جب ان کی ہر بات میں محو و اثبات ہے تو کیا وجہ ہے کہ رسول کی رسالت محو نہ ہو اس خیال کے بموجب ہوسکتا ہے کہ پہلے کسی کو رسالت کا مرتبہ دیا گیا ہو اور پھر محو کر دیا ہو یا کر دے۔ جو وعدے اس نے ایمان داروں سے کئے ہیں ان کے پورا ہونے پر کیونکر اطمینان ہوسکتا ہے کیونکہ اس جماعت کے عقیدے کے بموجب خدا تعالی اکثر وعدے (۱) پورے نہیں کرتا اس لئے اس کے تمام وعدے مشکوک ہو گئے بلکہ ہر وعدے پر غالب گمان یہی ہوگا کہ یہ پورا نہ ہوگا کیونکہ وعدہ پورا نہ ہونے کا پلہ بھاری ہے یہ بھی خیال رہے کہ قادیانی جماعت کا صرف یہی خیال نہیں ہے کہ خدا تعالی جس طرح ہر بات پر قدرت رکھتا ہے وعدہ پورا نہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وعدے خلافیاں وہ کرتا ہے مرزا قادیانی سے

کتنے وعدے اس نے کئے مگر پورے نہ کئے چنانچہ منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کا نہایت پختہ وعدہ کیا اور برسوں اس کے ظہور کا یقین دلایا گیا اور اس کے ضمن میں بہت سے وعدے اور وعیدیں تھیں مگر کسی کا ظہور نہ ہوا اس کی تفصیل فیصلہ آسمانی میں شرح مسطور ہے۔

ناظرین! قادیانی حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالی سارے وعدے پورے نہیں کرتا جسے چاہتا ہے پورا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یعنی پورے نہیں کرتا۔ اس کے ثبوت میں تین آیتیں انہوں نے اس وقت تک پیش کی ہیں جو میری نظر سے گذری ہیں۔

۱۔ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت۔ ۲۔ یصبکم بعض الذی یعدکم۔

۳۔ قالوا یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فأتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین۔ قال انما یأتیکم بہ اللہ ان شاء و ما انتم بمعجزین

پہلی آیت کو مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں پیش کیا ہے پھر پہلی اور دوسری آیت مونگیر کے اشتہار میں دیکھی گئی جس کا نام نشان آسمانی ہے۔ اسکے بعد ۸۔ اگست ۱۹۱۲ء کے اخبار بدر قادیان میں دوسری اور تیسری آیت دیکھی، مگر اس آیت کی شرح و مطلب تو کیا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ آسمانی کے چھپنے کے بعد قادیانیوں میں ہلچل مچ گئی اور کئی شخصوں نے یہ رسالہ حکیم نورالدین قادیانی کے پاس بھیجا اور جواب کی خواہش کی اور اصرار کے ساتھ اس پر بدر کے مذکورہ پرچہ میں بہت مختصر مضمون نکلا جس کا عنوان یہ ہے

نکاح والی پیش گوئی

اس میں پہلے تو یہ دعوی کیا گیا ہے کہ جس قدر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے جواب خود آنحضور (مرزا قادیانی) کی تصانیف میں بیّن طور سے موجود ہوتے ہیں۔ یہ مضمون اس طرح بیان کیا ہے کہ ناواقف اور معتقدین یہ سمجھیں گے کہ مرزا قادیانی کی یہ ایک بڑی کرامت ہے مگر جو حضرات مرزا قادیانی کی حالت سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعوی کی زندگانی میں

عمر کا زیادہ حصہ تحریر میں گذارا ہے اور مضمون میں اکثر اپنی بڑائی اور دوسروں کی مذمت ہے۔ اسی کے مختلف شعبے اور متعدد عنوان ان کے رسالوں میں موجود ہیں اسی میں ایک شعبہ یہ ہے کہ جو اعتراضات ان پر کئے گئے ہیں یا جو ان کے خیال میں آئے ہیں ان کے جواب دینے کی کوشش انہوں نے کی ہے اور کوئی دقیقہ اس میں اٹھا نہیں رکھا۔

ایک طرز ان کے بیان کا یہ ہے کہ ایک امر کو انہوں نے اکثر مختلف اور متضاد صورت میں بیان کیا ہے اور کہیں کوئی قید زیادہ کر دی ہے، کہیں کوئی لفظ بڑھا دیا ہے۔ اعتراضات سے بچنے کے لئے اور عوام کے سمجھانے کے لئے یہ عمدہ پہلو ہے۔ جب کسی نے کسی بات پر اعتراض کیا تو فوراً اس کا مخالف قول انہیں دکھا دیا، یا اس میں کوئی قید یا شرط نکال کر پیش کر دی۔ عوام کے تسکین کے لئے اس قدر کافی ہے۔ اب یہ کہ اصل بات کی تہہ کو پہنچنا اور اس کے تمام اقوال مختلفہ کو ملا کر نتیجہ نکالنا ہر ایک کا کام نہیں، مگر بایں ہمہ یہ کہنا کہ ہر اعتراض کا جواب ان کی تحریر میں بیّن طور سے مذکور ہے بالکل غلط ہے۔ اور اعتراضوں کے علاوہ نکاح والی پیش گوئی ایسی ہے کہ اس کا تذکرہ اور اس کے متعلق اعتراضات اور جوابات پندرہ بیس برس تک بڑے زور شور سے ہوتے رہے ہیں۔ اسی کے متعلق ابھی تکذیب قادیانی میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب ان کی تحریر سے دکھایا جائے۔

الغرض یہ اسی قسم کا مبالغہ ہے جس کی تعلیم مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کو دی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو جوابات انہوں نے دیئے ہیں وہ کیسے ہیں؟ آیا اہل کمال کی توجہ کے لائق ہیں۔ اس سے مرزا قادیانی کا تبحر علمی اور وسعت نظری اور کمال دین داری معلوم ہوتی ہے، یا اس کے برعکس معاملہ ہے۔ جس کے دل میں کچھ خوف خدا ہے اور جس کے قلب میں ذرا بھی انصاف نے جگہ پائی ہے، اور علم سے اسے بہرہ ہے، وہ اس تحریر کو اور خاکسار (محمد علی مونگیری) کی دوسری تحریروں کو غور سے ملاحظہ کرے۔ اس پر ان کی اور ان کے جوابوں کی پوری حالت معلوم ہو جائے گی۔ مرزا قادیانی کو قرآن دانی کا بڑا دعوی تھا اور اب ان کے خلیفہ (نورالدین) کو دعوی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالی نے قرآن پڑھا دیا ہے۔ مگر افسوس ہے اور سخت افسوس ہے کہ قرآن شریف کی متعدد آیتوں

سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قدوس متین کے وعدے ٹل جاتے ہیں، وہ اکثر اوقات وعدہ خلافی کرتا ہے اس کا پاک کلام جھوٹ کے نجاست سے ملوث ہوتا ہے (استغفر اللہ۔ آسمان وزمین پھٹ جائیں مگر ایسا نہیں ہوسکتا)

تین آیتیں اس پیشین گوئیوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں (ان آیتوں کا مختصر مطلب یہ ہے۔ ۱۔ محو و اثبات کی دو قسم ہیں۔ عام یعنی تمام کائنات اور مقدرات کے محو و اثبات پر اسے قدرت ہے جو چاہے وہ کرے مگر کرتا وہی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہے، اور خاص یعنی جزوی محو اثبات مثلاً بعض وقت بندے کے گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نیکی لکھ دیتا ہے کسی کی عمر کم ہے پھر زیادہ کر دیتا ہے۔ اس قسم کے محو اثبات بہت ہوا کرتے ہیں۔ ۲۔ حضرت موسی نے فرعون سے دنیا و آخرت کی وعیدیں بیان کیں اسے آخرت پر تو ایمان ہی نہ تھا، اس لئے وہ وعیدیں تو اس کے خیال میں مضحکہ تھیں۔ ایک شخص جو اسی کے گروہ کا تھا اور پوشیدہ طور سے حضرت موسی پر ایمان لایا تھا اس نے فرعون کو اس کے خیال کے بموجب سمجھایا کہ اگر موسی سچے ہیں تو بعض وعیدیں، یعنی دنیاوی، تو تجھے ضرور پہنچے گی۔ قرآن مجید میں اسی کا مقولہ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ سمجھنا کہ خدا کے کل وعدے پورے نہیں ہوتے سخت غلطی ہے۔ ۳۔ اس آیت میں غلط فہمی غالباً لفظ ان شاء سے ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح نے جو منکرین سے کیں تھیں ان کے ظہور کے لئے وہ جلدی کر رہے تھے اس پر حضرت نوح نے جواب دیا کہ خدا اگر چاہے گا تو وعیدوں کو جلد ظاہر کر دے گا، اور ہونا تو ضرور ہے۔ یہ وہ مطلب ہے جو قرآن کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے) مگر تشریح نہیں کی گئی کہ ان سے کس طرح جواب ہو گیا اس لئے ہم بھی سکوت کرتے ہیں اور صرف اس قدر کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے مرزا کا اور ان کے متبعین کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

حاشیہ میں ہر ایک آیت کا مختصر مطلب بیان کر کے اس کا ثبوت بھی مجملاً دے دیا ہے جب وہ ان آیتوں کی تشریح کر کے اپنا مدعا ثابت کریں گے اس وقت ہم ان کی غلطی آفتاب کی طرح چمکتی ہوئی دکھاویں گے۔ تکذیب قادیانی میں بخوبی دکھا دیا گیا ہے کہ اگر آیت کا وہی مطلب مان لیا جائے جو جماعت مرزائیہ کہتی ہے تو بھی مرزا قادیانی کذب سے کسی طرح بری نہیں ہوسکتے۔ وہ اپنے اقرار کے بموجب بلا شبہ کاذب ہیں اس لئے ہمارے اعتراض کے جواب میں یہ آیتیں پیش کرنا سخت نافہمی ہے۔ چونکہ رسالہ تکذیب قادیانیت شائع ہو چکا تھا اور اس میں صرف پہلی آیت کا

ذکر کر کے کئی طریقے سے مرزا قادیانی کا کذب ثابت کیا تھا اس لئے خلیفہ قادیان نے بدر کے مضمون میں اس آیت کو چھوڑ دیا اور اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسری آیت کی نسبت اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ کل اور اکثر اور بعض عربی الفاظ ہیں مگر اردو میں بھی انہی معنی میں مستعمل ہیں جن میں عربی میں بولے جاتے ہیں اور اس کو معمولی نوشت وخواند والے بھی سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں ناظرین سے کہتا ہوں کہ آیت میں لفظ بـــعــــض آیا ہے جس سے حسب خیال مرزائیاں آیت کا حاصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالی کے اکثر وعدے وعید جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض سچے ہوتے ہیں۔ اب جن کے قلب میں نور ایمان ہے اور اللہ تعالی کو تمام عیبوں سے پاک سمجھتے ہیں وہ اس مطلب پر غور کریں اور اپنے دل میں سوچیں کہ اس قدوس کی ذات ایسی ہوسکتی ہے؟ ان آیتوں کا مطلب اور اس کی تشریح فیصلہ آسمانی حصہ سوم میں اور اس کے خلاصہ میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔ یہاں قرآن پاک کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوتا ہے کہ خدا تعالی اس عیب سے پاک ہے اس کے وعدے ہرگز خلاف نہیں ہوتے، ضرور پورے ہوتے ہیں، اس لئے ان کا جواب غلط ہے۔ جن آیتوں سے خلاف وعدگی ثابت کرتے ہیں وہ ان کی محض غلط فہمی ہے ان آیتوں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اب وہ آیتیں ملاحظہ ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالی اس عیب سے پاک ہے۔

ا۔ لـكـن الـذين اتقوا ر بهم لهم غر ف من فو قها غر ف مبنية تجری من تحتها الا نهار وعد ا الله لا يخلف الله الميعا د۔(زمر۔۲۰)

لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالا خانے اور ان پر اور بالا خانے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ان کا خدا سے وعدہ ہے اور خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے پہلے اہل تقوی سے وعدہ فرمایا اس کے بعد کمال وثوق اور اطمینان کے لئے ارشاد ہوا کہ یہ وعدہ اللہ کا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہے کہ اس کے پورا ہونے میں تردد ہو۔ پھر بغرض تاکید اور تصریح ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کی ذات اس عیب

سے پاک ہے۔

اس طرز بیان نے ثابت کر دیا کہ خدا کے تمام وعدے پورے ہوتے ہیں اس کا کوئی وعدہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ پورا نہ ہو۔ ایسی صراحت کے بعد بھی اگر اس کے ایک وعدے میں بھی خلاف کا احتمال ہو اور یہ کہہ سکیں کہ اس کے بعض وعدے پورے نہیں ہوتے تو اس قدوس کا یہ بیان بالکل غلط ہو جائے گا اور اس کا کوئی وعدہ قابل اطمینان نہ رہے گا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں روم کے نصاری، اہل فارس سے مغلوب ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ غالب ہوں۔ اللہ تعالی نے اپنے مقبول بندوں کی خواہش پوری کرنے کی نسبت فرمایا کہ اگر چہ نصاری اہل روم اس وقت مغلوب ہو گئے ہیں مگر عنقریب غالب ہوں گے اس خوش خبری کی تاکید کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

وعد الله لا يخلف الله وعده و لكن اكثر الناس لا يعلمو ن (روم:۶)

یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حکیم نور الدین قادیانی وغیرھم فرمائیں کہ یہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو ان سے یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کہ اللہ کے وعدوں میں کسی وقت خلاف کا احتمال نہیں ہوسکا۔ جس طرح پہلی آیت میں اہل تقوی کے لئے وعدہ کر کے ان کے کمال اطمینان کی غرض سے کہا گیا تھا کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اس لئے تمہیں اطمینان چاہیے۔ اسی طرح یہاں بھی کہا گیا۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ پہلی آیت میں وعدہ اخروی ہے اور اس آیت میں وعدہ دنیاوی ہے ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ثابت ہوا کہ خدا تعالی کا وعدہ اخروی ہو یا دنیاوی ضرور پورا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ پورا نہ ہو۔ اگر تخلف وعدہ کا احتمال ہو تو دونوں آیتوں میں اس جملہ کا لانا صرف بے کار ہی نہ ہوگا بلکہ یہ بیان غلط ٹھہرے گا۔ اس آیت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اس بات کو بہت لوگ نہیں جانتے اور نہ جاننا اس وقت جماعت مرزائیہ کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

لا یعلمو ن انه تعا لی لا یخلف وعده لجهلهم بشأنه عز و جل و عدم تفکرهم فیما یجب له جل شا نه و ما یستحیل علیه سبحا نه

لوگ نہیں جانتے کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور عدم واقفیت کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی عظمت وشان سے واقف نہیں ہیں اور غور نہیں کرتے کہ کیا کیا چیز اس کی شان کیلئے ضروری ہے اور کون کون چیز اس کی ذات کیلئے محال ہے یعنی اس کے تقدس کی وجہ سے ان کا ظہور ان کی ذات سے نہیں ہوسکتا۔

حکیم صاحب کیا ایسی تفسیریں بھی آپ کے روبرو نہیں ہیں جنہیں دیکھ کر آپ خدا پر عیب نہ لگائیں اور اپنے متبعین کو سمجھائیں۔ الغرض قرآن مجید کی آیت اور اس کی تفسیریں جماعت مرزائیہ کو جاہل بتا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی عظمت وشان سے محض ناواقف ہیں اس پر سخت عیب لگانا چاہتے ہیں۔

۳۔ و یستعجلو نك بالعذا ب و لن یخلف الله وعده (سورہ حج:۴۷)۔

اے پیغمبر یہ لوگ عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اور خدا اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا

(یعنی اللہ تعالی نے کافروں سے عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مگر اس کے لئے دن مقرر ہے)۔

یہ آیت اس امر میں نص قطعی ہے کہ خدا تعالی کی وعید میں بھی خلاف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وعید کے بیان میں لفظ لن سے نفی کی گئی ہے جس سے نہایت تاکید سمجھی جاتی ہے یعنی جس کے لئے اللہ تعالی کوئی وعید کرے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا اس وعید کا پورا ہونا ضروری ہے۔ یہ تاکید اس غرض سے معلوم ہوتی ہے کہ اہل عرب کا یہ مقولہ مشہور ہے

خلف الوعد کذ ب و خلف الوعید کرم

یعنی وعدہ کے خلاف کرنا جھوٹ میں داخل ہے اور وعید کے خلاف کرنا بخشش ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وعید کے خلاف کرے تو کوئی عیب نہیں بلکہ خوبی ہے اللہ تعالی نے عرب کے اس خیال کی وجہ سے بتاکید فرمایا کہ اللہ کے وعید میں بھی خلف نہیں ہوسکتا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اگر اللہ

تعالی کے وعدہ اور وعید مین خلاف کا احتمال ہوتو قرآن پاک کے تمام وعدے اور وعیدیں بیکار ہو جائیں اور قابل اطمینان نہ رہیں اسی واسطے اس کا ارشاد ہے:

ما یبدل القول لدیّ (ق:۲۹) میری بات بدلا نہیں کرتی۔

اس میں تمام باتیں آگئیں اور ہر قسم کے وعدے اور وعیدیں اس میں داخل ہیں۔

یہاں حیرت یہ ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح کے بارے میں اور اس کے داماد کے مرنے کے لئے مرزا قادیانی نے پختہ وعدہ خداوندی بیان کر کے یہ کہا ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں مگر جب موقع اور ضرورت اس کے خلاف کہنے کی ہوئی تو یمحو اللہ ما یشاء و یثبت پیش ہو رہا ہے۔ یہ قرآن دانی ہے اور یہ دعوی حقانیت ہے۔

۴۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ (ابراہیم:۴۷)۔اے مخاطب تو ایسا خیال ہرگز نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا، (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا)۔

آیت کا مضمون نہایت قابل لحاظ ہے یہ ارشاد ہوا کہ اے بندے تو ایسا خیال بھی ہرگز نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔ پہلی آیتوں میں یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالی کسی وقت اور کسی سے وعدہ خلافی نہیں کرتا مگر یہاں نہایت ہی تاکید سے اس کی نفی کی گئی ہے اور کہا گیا کہ یہاں خلاف وعدگی کا خیال بھی دل میں نہ لانا اور اس خیال لانے کو تاکید سے منع کیا گیا۔ اب اس تاکید کو ناظرین ملاحظہ کریں۔ کہیے جناب حکیم صاحب یہ آیات قرآنیہ ہیں یا نہیں اگر ہیں تو ایسے نصوص صریحہ قطعیہ ہوتے ہوئے یصبکم بعض الذی یعدکم سے کوئی ذی علم حالت ہوش و جوش میں یہ ثابت کر سکتا ہے کہ خدا تعالی وعدے کے خلاف کرتا ہے کیا اس آیت کے معنی ایسے ہو سکتے ہیں جو ان نصوص قطعیہ کے مخالف ہوں؟ ذرا اوپر سے پوری آیت پڑھ کر غور کیجئے اور دیکھئے کہ یہ کس کا مقولہ ہے اور کس کے مقابلے میں کہا گیا ہے اور کس لئے کہا ہے ان امور میں غور کرنے کے بعد کوئی ذی علم اس آیت کے مطلب کو مذکورہ آیتوں کے خلاف نہیں سمجھ سکتا ہم نے حاشیہ میں اس کے معنی مختصراً بیان کر دیئے ہیں آپ کا علم اور قرآن دانی کیا ہوگئی اہل علم کی آنکھوں پر کیسے پردے پڑ

گئے۔اس وقت چار ہی آیتوں پر کفایت کی جاتی ہے۔اگر جماعت مرزائیہ اسے کافی نہ سمجھے گی توان شاءاللہ اور بہت سی آیتیں اس مدعا کے ثبوت میں پیش کی جائیں گی۔

یہ بھی فرمایئے کہ ان نصوص قطعیہ سے ثابت ہوا یا نہیں کہ خدا تعالی کا یہ وعدہ مرزا قادیانی سے ہرگز نہ تھا کہ محمدی بیگم سے تیرا نکاح ہوگا اور اللہ تعالی اسے لوٹا کر مرزا قادیانی کے پاس لائے گا اور اس کا خاوند مرزا قادیانی کے روبرو مرے گا اگر یہ دونوں وعدے ہوتے تو بموجب ان نصوص کے ان وعدوں کا ظہور ضرور ہوتا۔زمین وآسمان ٹل جاتے مگر محمدی، مرزا قادیانی کے نکاح میں ضرور آتی اوراس کا میاں (سلطان محمد) ضرور مرتا۔اوراسکے مرنے کے لئے جومجیب نے شرط بیان کی ہے اس کی غلطی اسی عبارت سے ظاہر ہو جاتی ہے جس عبارت سے شرط بیان کی گئی ہے بشرطیکہ حواس درست کر کے اس عبارت کو دیکھا جائے اوراس کے بعد الہام کے عربی الفاظ جونقل کئے ہیں ان پر نظر کی جائے۔

اس قدر تحریر بدر کے جواب کے لئے کافی تھی۔یہ وہ تحریر ہے جس سے مرزا قادیانی کے نبوت و رسالت کا بھی پورا فیصلہ ہو جاتا ہے مگر کچھ عقل وانصاف چاہیے۔بھائیو! ذرا انصاف کرو۔یہ تو آپ مان چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے قول کے بموجب جو وعدہ الہی ہوا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔اور میں نے ابھی نص قطعی پیش کیا ہے کہ خدا تعالی اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔اس کا قطعی نتیجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی رسول نہ تھے۔انہیں نصوص سے اسکا بھی قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ حضرت یونسؑ سے ان کی قوم کے ہلاک کرنے کا وعدہ ہرگز نہیں ہوا ورنہ ان نصوص قطعیہ کے بموجب اس وعدے کا پورا ہونا ضرور تھا۔حکیم نورالدین قادیانی یا کوئی دوسرا ذی علم ان نصوص صریحہ کے مقابل کوئی نص صریح یا حدیث صحیح دکھا سکتا ہے جس میں اس کی تصریح ہو کہ حضرت یونسؑ سے ان کی قوم کے ہلاک کرنے کا وعدہ خدا تعالی نے کیا تھا؟ میں نہایت پختہ طور سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں دکھا سکتا۔حضرت یونسؑ کے قصہ کا اس قدر غل ہے کہ خدا کی پناہ مگر افسوس ہے کہ اصل بات کی تحقیق کوئی نہیں کرتا،اور مرزا قادیانی کی ناواقفی پر مطلع نہیں ہوتا۔کاتب مضمون دکھائے کہ جس طرح محمدی کے نکاح کا وعدہ

نہایت صراحت اور پختگی سے کیا گیا اسی طرح حضرت یونس کی قوم سے ان کی ہلاکت سے وعدہ کس وقت کیا گیا؟ جس کے خلاف آپ بیان کر رہے ہیں۔ حضرت یونس کی پیش گوئی کا غل مچا رکھا ہے مگر کوئی نہیں دیکھتا کہ حضرت یونسؑ نے کیا پیشین گوئی کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب الٰہی آئے گا یا یہ کہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ گے اور یہ کہنا دو صورت سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ عادت اللہ پر قیاس کر کے کہا یعنی ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جس قوم نے نبی کا کہنا نہیں مانا اور ایمان نہیں لائے اس پر عذاب آیا اسی پر قیاس کر کے حضرت یونسؑ نے کہا ہو، یا یہ کہ بذریعہ وحی کے آپ کو معلوم ہوا۔ اس کی تحقیق میں طول ہے مگر یہ امر یقینی ہے کہ حضرت یونسؑ نے وحی کے ذریعہ سے یہ نہیں کہا کہ یہ قوم عذاب سے ہلاک ہوگی جس طرح مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ احمد بیگ کا داماد ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا) آیا یہ کہا تھا کہ خدا کہتا ہے کہ یہ قوم ہلاک کی جائے گی یا صرف اس قدر کہا تھا کہ عذاب آئے گا۔ اس وقت اس کی تفصیل کا موقع نہیں (ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اس موضوع پر کافی کچھ لکھ رکھا تھا۔ ذیل میں تحریک ختم نبوت جلد ۱۸ سے شیخ الاسلام بٹالویؒ کی اشاعۃ السنہ والی تحریر مختصراً نقل کی جاتی ہے۔ بہاء

چھٹی آیت قادیانی اشتہار عدم وفات شوہر زوجہ فرضی خود میں وہ پیش کی جس میں حضرت یونس کی قوم سے ایمان لانے کی وجہ سے عذاب کا اٹھایا جانا مذکور ہے۔ اور مرزا قادیانی نے دعوی کیا ہے کہ: حضرت یونس کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی۔، یعنی پھر وہ عذاب اٹھالیا گیا اور وعدہ عذاب پورا نہ ہوا۔

اس آیت میں یہ نص وتصریح نہیں ہے کہ یونسؑ کو خدا تعالی نے اس قوم کو ہلاک کرنے کا قطعی وعدہ دیا تھا، اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دواوین سنت میں دیکھی گئی ہے۔ بلکہ نص قرآن میں (صرف یہ) بیان ہے: فلو لا كانت قرية ا منة فنفعها ايما نها الا قوم يونس لما آمنوا كشفنا عنهم العذا ب الخزى فى الحيوة الد نيا و متعنا هم الى حين ۔ (يو نس ۔ع ١٠)

کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ وہ عذاب دیکھ کر ایمان لاتے اور اس سے نفع اٹھاتے، بجز قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی رسوائی کے عذاب کو اٹھا دیا اور ان کو ایک وقت تک دنیا سے متمتع کیا۔

جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب قطعی ہلاکت کا نہ تھا (قطعی ہوتا تو وہ ایمان لانے سے نہ ٹلتا اور اس میں تخلّف نہ ہوتا) بلکہ وہ شرطی انذار تھا کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر قوم یونس آثار عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو وہ عذاب (جو بشرط عدم ایمان تھا) وقوع میں نہ آیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت

یونس نے قوم کو چالیس شب کی میعاد مقرر کر دی تھی مگر انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا، شرطی عدم ایمان کی شرط سے مشروط نہ تھا۔ بلکہ چالیس رات کی میعاد مقرر کرنے اور اس سے پہلے عذاب نہ آنے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ چالیس شب کی مدت انکے ایمان کے انتظار کیلئے مقرر ہوئی تھی اور اس غرض کے اظہار کیلئے تھی کہ اگر وہ اس عرصہ میں ایمان لے آویں گے تو عذاب نازل نہ ہوگا۔

امام رازی تفسیر کبیر جلد۵ کے صفحہ۴۲ میں لکھتے ہیں:

روی ان یونس بعث الی نینوی من ارض الموصل فکذّبوہ فذهب عنهم مغاضباً فلمّا فقدوه خافوا نزول العذاب فلبسوا..... اربعین لیلة وکان یونس قال لهم ان اجلکم اربعون لیلة فقالوا ان رئینا اسباب الهلاك آمنا بك ۔ فلما مضت خمس و ثلاثون لیلة ظهر فی السماء غیم اسود شدید السواد فظهر منه دخان شدید و هبط ذالك الدخان حتی وقع فی المدینة واسود سطرحهم فخرجوا الی الصحرا وفرقوا بین النساء و الصبیان وبین الدواب و اولادوها فحن بعضها الی بعض فعلت الاصوات و کثر التضرعات و اظهر الایمان و التوبة و تضرعوا الی الله تعالی فرحمهم و کشف عنهم ۔

حضرت یونسؑ اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے۔انہوں نے جھٹلایا تو وہ ان سے خفا ہو کر نکل گئے۔پھر جب انہوں نے حضرت یونس کو نہ پایا تو ڈر گئے۔اور ٹاٹ پہننے لگے اور چلائے۔حضرت یونس نے ان کو چالیس دنکی میعاد مقرر کر دی تو وہ آپ کے جواب میں بولے کہ ہم اسباب وآثار ہلاکت دیکھیں گے تو ایمان لے آویں گے۔اور جب تیس راتیں گذر گئیں تو آثار عذاب نمایاں ہوئے اس حال میں سیاہ بادل نمودار ہوا جس سے سخت دھواں ظاہر ہوا جو شہر میں آپڑا۔اور اس سے اس کی چھتیں سخت سیاہ ہو گئیں۔تب وہ لوگ جنگل کو نکل گئے۔اپنی بیویوں کو بچوں سے جدا کر کے چلانے لگے اور ایمان لے آئے اور تائب ہوئے تو خدا نے ان پر رحم کیا اور عذاب کو ملتوی کیا گیا۔

یہ حضرت یونس کا (بقول مفسرین) چالیس دن کی میعاد مقرر کرنا اور ان کے جواب میں قوم کا یہ کہنا کہ ہم آثار واسباب دیکھ کر ایمان لے آویں گے، اور اس پر حضرت یونسؑ کا سکوت فرمانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ وعدہ عذاب قطعی نہ تھا بلکہ بشرط عدم ایمان تھا۔تب ہی انہوں نے بصورت آثار دیکھنے کے وعدہ ایمان کیا تھا۔پھر ان کو میعاد سے پہلے آثار دکھا کر ایمان عطا ہوا اور عذاب ملتوی کیا گیا۔

نیز تفسیر کبیر کی جلد۶ کے صفحہ۱۸۸ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے:

فاوحی الله الیه (ای یونسؑ) قل لهم ان لم تؤمنوا جاءکم العذاب فابلغهم فخرج من

عند هم فلمّا فقدوه ند موا علی فعلهم و طفقوا یطلبون فلم یقدر و ثم ذکروا امرهم و امر یـونـس لـلعلماء الذین کانوا فی دینهم فقا لوا انظروا و اطلبوه فی المد ینة فطلبوه فقیل لهـم انـه خر ج العشی فلما ایموا اغلقوا باب مد ینتهم فلم یدخلها بقوم ولا غنمهم و هزنوا الـوالـدة عـن ولـدهـا وکـذا الـصبیا ن والا مها ت ثم قاموا ینتظرو ن الصبح فلما انشق الصبح راو العذا ب ینز ل من السماء ....

کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کی طرف جو وحی متضمن خبر عذاب کی تھی خود اس میں یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔ حضرت یونس نے ان کو یہ وحی الٰہی پہنچائی تو وہ ایمان لانے سے انکاری ہوئے۔ جس پر یونسؑ ان کے بیچ سے نکل گئے تو وہ پچھتائے اور یونس کی تلاش میں لگ گئے۔ یونس کو انہوں نے نہ پایا تو رونے چلانے لگ گئے اور ایسے ڈرے کہ حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو گئے اور انسانوں کے علاوہ گائے بکریوں کی بھی آوازیں نکلیں۔ تب عذاب رفع ہوا۔

لیجئے قادیانی صاحب! اس روایت سے کیسی صفائی اور تصریح کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جو حضرت یونس کو خدا تعالیٰ نے شرطی عذاب کا ڈر سنایا تھا وہ وعدہ قطعی نہ تھا۔ اب اس سے بڑھ کر آپ کیا چاہتے ہیں اور شرطی ہونے عذاب قوم یونس کا اور کیا ثبوت مانگتے ہیں؟

اس روایت کے معنی سمجھنے میں جو قادیانی نے دھوکہ کھایا، یا دیدہ دانستہ دھوکہ دینا چاہا ہے اس کا ازالہ اشتہار چار ہزار کے دلائل کے جواب میں عنقریب کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور اگر قادیانی اس ظاہر مفہوم آیت کو نہیں مانتا اور بیان مذکور مفسرین کو بھی (جس سے عذاب کا مشروط بعدم ایمان ہونا ثابت ہے) سچا نہیں جانتا تو وہ کسی آیت قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کر دے کہ وہ وعدہ قطعی ہلاکت کا تھا اور پھر وہ ٹالا گیا۔ اور صرف یہی امر اس کا مدعا ثابت کرنے کو کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ قوم یونس ایمان نہ لائی تھی، اور کفر سے تائب نہ ہوئے تھے، صرف اسی قدر ڈر گئے تھے جیسا کہ بقول قادیانی عبداللہ آتھم کسی قدر ڈر گیا تھا اور وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے، نہ لایا تھا۔ کیونکہ اگر یہ امر قادیانی ثابت نہ کر سکا اور قوم یونس کا ایمان لانا اس کے نزدیک بھی ثابت و مسلّم رہا جیسا کہ نص قرآن لـمـا آ مـنوا کشفنا عنهم عذا ب الخزی فی الحیوة الدنیا سے (جو مع ترجمہ منقول ہوئے) ثابت ہے تو پھر بھی یہ آیت قادیانی کی دلیل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ کسی قدر ڈر جانے سے اور دل کے کسی گوشہ میں ایک ذرہ دھڑکہ یا خوف پیدا ہو جانے سے عذاب قطعی ٹل جاتا ہے، گو وہ ایمان جو نجات کی شرط ہے حاصل نہ ہو۔ پس جب تک آیت متعلق قصہ حضرت یونس یا کسی اور آیت سے قادیانی یہ ثابت

نہ کرے کہ صرف کسی قدر ڈر جانے سے (باوجود کافرو بے ایمان رہنے کے) عذاب موعود ٹل جاتا ہے اور ٹل گیا ہے ،اس آیت سے اس کا تمسک کرنا کمال درجہ کی بے حیائی اور بے ایمانی ہوگی۔

قادیانی کے مرید اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عبداللہ آتھم تو بقول قادیانی بھی ایمان نہیں لایا۔صرف کسی قدر ڈر گیا تھا، بخلاف قوم یونس کہ وہ پورے طور پر اور کمال تضرع سے ایمان لے آئے تھے۔پھر یہ آیت متعلق قوم یونس (اگر بالفرض اس سے قطعی عذاب کا ٹل جانا ثابت ہو) قادیانی کی دلیل کیونکر ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار چار ہزار روپیہ کے صفحہ ۱۱ سے ۱۶ تک خاکسار (محمد حسین بٹالوی) کو مخاطب کر کے پہلے عام موعود اور قطعی عذابوں کے توبہ واستغفار سے ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے پھر خاص کر حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے قطعی ہونے کے ساتھ ٹل جانے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عام موعود اور قطعی عذابوں کے استغفار وتوبہ سے ٹل جانے کے ثبوت میں اول یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو تو عذاب ٹل جاتا ہے۔اور اس دعوی کے ثبوت میں بائبل کا ایک قصہ نقل کر دیا ہے جس کا نہ پتہ بتایا نہ حوالہ کتاب دیا۔اور اس دعوی کے ساتھ (دوسرا) یہ دعوی بھی کر دیا کہ یہ قصہ مفسرین نے لکھا ہے، بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے۔پھر اس کے ساتھ (تیسرا) یہ دعوی بھی کر دیا ہے کہ علاوہ وعید ٹلنے کے (جو کرم مولی میں داخل ہے) اکابر صوفیہ کا مذہب ہے کہ کبھی وعدہ بھی ٹل جایا کرتا ہے،اور اس پر صوفیوں کی دو کتابوں کا حوالہ دے کر اس دعوی سوم کی دلیل قرآن سے یہ پیش کی ہے کہ موسیٰؑ کو نزول توریت کیلئے تیس رات کا وعدہ دیا گیا تھا اور کوئی شرط ساتھ نہ تھی۔مگر وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن بڑھائے گئے، جس سے بنی اسرائیل فتنہ گوسالہ پرستی میں پڑے۔اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا ایسے وعدہ کی تاریخ ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عندالرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔

پھر حاشیہ میں بضمن نوٹ اول مرزا قادیانی نے اس دلیل پر آپ ہی یہ سوال وارد کر کے کہ اللہ تعالی یہ فرماتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد (یعنی خدا تعالی وعدہ کا خلاف نہیں کرتا)،اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو خدا کے ارادہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہو، نہ کہ وہ امر جس کو انسان اپنے خیال کے مطابق قطعی وعدہ سمجھ لے۔اور کہا ہے کہ ممکن ہے کہ خدا تعالی ایک وعدہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی شرط مخفی ہو جس کا اظہار نہ کرے،اور شرط کے عدم ظہور سے اس وعدہ کا ظہور نہ ہو۔پھر اپنے پہلے دعوی کی نظیر یا دلیل وہ آیت قرآن پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے

لئن انجیتنا من ھذہ لنکو ننّ من الشاکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الار ض بغیر الحق (یو نس) کشتی والے طوفان کے وقت کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہم کو اس سے نجات دے گا تو ہم شکر گزار ہوں گے، پھر خدا جب ان کو نجات دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق کے طالب ہوتے ہیں۔

اور بڑے فخر سے ایسی آیات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: خدا تعالی اپنے قہری ارادہ سے دریا میں طوفان پیدا کرتا ہے پھر ان کے تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ وہ پھر مفسدانہ حرکات کریں گے۔ پھر کہا ہے کہ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو خفیف چوٹیں لگیں، مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ! ذرا شرم کرنا چاہیے۔ اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہہ سے انکار کئے جاتے ہو۔

قادیانی کے اس بیان سے اس کا کوئی دعوی منجملہ دعاوی ثلاثہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ تمام قرآن اسی تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ توبہ واستغفار قبل نزول عذاب ہو، تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں جو کچھ کہا ہے اس میں اولاً یہ نہ سوچا کہ جو عذاب توبہ واستغفار سے ٹل جاتا ہے وہ عذاب قطعی موعود ہوتا ہے جس کے وقوع کی پیشتر خبر دی جاتی ہے یا غیر موعود؟ اور محل بحث ونزاع کونسا عذاب ہے؟ قطعی موعود یا غیر موعود؟ اور میرا دعوی کس عذاب کے ٹل جانے کا ہے، قطعی موعود کا یا غیر موعود کا۔ پس اگر عذاب قطعی موعود محل بحث ونزاع ہے اور اسی کے ٹل جانے کا مجھے دعوی ہے، تو پھر میرا کشتی والی آیت کو معرض استدلال میں لانا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا کسی آیت میں یا حدیث میں یہ آیا ہے کہ کشتی والوں پر جو طوفان آیا کرتا تھا اور وہ ان کے استغفار وتضرع سے ٹل جایا کرتا تھا، وہ پیشتر سے موعود ہوتا تھا، اور اسکی نسبت خاص کوئی وعدہ ہلاکت آجاتا تھا۔ ایسا ہے تو میں اس مقام میں اس آیت کو پیش کروں جس میں وعدہ قطعی ہلاکت بہ طوفان ہوا ہو، اور پھر وہ ٹلا ہو۔ اور اگر اس مضمون کی آئت کوئی نہیں تو عقلاء جہان میری اس پیش کردہ آیت کو دیکھ کر کیا کہیں گے؟ اور اس آیت میں یا قرآن کی کسی اور آیت میں اس طوفان کا جو تضرع سے ٹل گیا تھا، وعدہ نہ دیکھیں گے تو مجھے بجز احمق یا دھوکہ باز نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

اور ثانیاً یہ نہ سوچا کہ دعوی تو میرا یہ تھا کہ رجوع وتضرع سے عذاب موعود ٹل جانے کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے اور اس کی دلیل وتفصیل میں میرا ایک بے نشان قصہ بائیبل سے نقل کرنا کیا وجہ رکھتا ہے؟ کیا بائیبل قرآن ہے؟ تحریک ختم نبوت جلد ۱۸ ص ۲۷۱۔۲۷۶) مگر اس قدر کہتا ہوں کہ یہ پیش گوئی حضرت یونسؑ نے کسی وقت نہیں کی کہ خدا تعالی کہتا ہے کہ یہ قوم ہلاک ہوگی۔ مرزا قادیانی تو تشریف لے گئے اب ان کے خلیفہ اور متبعین ہیں وہ کسی آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کی ہلاکت کی

پیشین گوئی کی تھی مگر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے البتہ عذاب آنیکی الہامی پیش گوئی بعض ضعیف روایتوں سے ثابت ہوتی ہے وہ پوری ہوئی یعنی عذاب آیا۔ اب ایمان لانے کی وجہ سے اس کا ٹل جانا وعدہ الٰہی کے مخالف نہیں ہے کیونکہ وعدہ الٰہی اگر تھا تو عذاب آنے کا تھا وہ وعدہ پورا ہوا، اس قوم کے ہلاک کرنے کا وعدہ نہیں تھا۔ اس کے ٹل جانے سے کوئی وعید نہیں ٹل گئی۔ پھر منکوحہ آسمانی اور اس کے شوہر کی نسبت پیشین گوئی کو حضرت یونس کی پیشین گوئی کے مثل کہنا اور اس کے جواب میں پیش کرنا کیسی سخت جہالت ہے منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کا وعدہ تو ایسا یقینی اور تاکیدی برسوں ہوتا رہا ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے شوہر سلطان محمد کے مرنے کا وعدہ مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے اور خدا کا سچا وعدہ بتایا ہے اور اس کے پورے ہونے پر قسم اٹھائی ہے حضرت یونس کی قوم کی ہلاکت کا وعدہ ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا۔ پھر حضرت یونسؑ کے قصہ کو مثال میں کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کو اس سے کیا مناسبت ہے خلیفہ صاحب کیا ایسی موٹی بات پر بھی آپ کی نظر نہیں ہے۔ اب تو جماعت مرزائیہ کی آنکھوں میں سرسوں پھول جائے گی اور اگر عقل ہے تو جان لے گی کہ مرزا قادیانی کی عظیم الشان عمارت کیسی بے بنیاد تھی۔ اب مدرس صاحب فرمائیں کہ اس پیش گوئی سے سارے اعتراضات کیوں کر رفع ہو جاتے ہیں اس کے رفع ہونے کی صورت بیان کیجئے اور چاہیے تو یہ کہ مرزا قادیانی ہی کے کلام سے کوئی جواب نکالے یا قرآن مجید سے مگر ہم اس کی بھی قید نہیں لگاتے یہ کہتے ہیں کہ جواب دیجئے یا اقرار کیجئے کہ حضرت یونسؑ کے قصے کو جواب میں پیش کرنا ہماری غلطی ہے۔

الحاصل جب آیات قرآنی سے اور مرزا قادیانی کی غلط بیانی سے ان کا کذب ثابت ہو گیا تو اب زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جماعت مرزائیہ کی خیر خواہی چاہتی ہے کہ کچھ اور بھی ان کی غلط فہمیاں ظاہر کی جائیں جس سے متنبہ ہوں اور کسی پہلو سے حق بات ان کے ذہن نشین ہو۔ فیصلہ آسمانی کے دوسرے حصے میں مرزا قادیانی کا عظیم الشان نشان نقل کر کے صفحہ ۹ میں یہ بیان کیا ہے کہ پیش گوئی کرنا یعنی آئندہ کی خبر دینا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ پیش گوئی کرنے والا نبی اور

رسول یا کوئی خدا کا برگزیدہ ہے بلکہ پیش خبریاں بہت قسم کے لوگ کرتے ہیں مثلاً رمال نجومی اہل فراست وغیرہ اس سے کیا ان کی بزرگی ثابت ہو جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب چند پیش گوئیوں کو اپنی صداقت کا عظیم الشان بتانا محض دھوکا ہے کسی برگزیدہ یا کسی رسول نے پیشین گوئیوں کو اپنی صداقت کا معیار نہیں بتایا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو اپنی صداقت کا معیار بیان کیا ہے وہی غلط ہے اگر کسی کی دو ہزار پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہو جائیں اور کوئی پیشین گوئی اس کی غلط نہ نکلے تو بھی اس کا برگزیدہ ذرا ہونا ثابت نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اسے رسول مان لیا جائے اس کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ جن پیشین گوئیوں کو مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا معیار بتایا تھا اور جنہیں اپنی سچائی کا نہایت ہی عظیم الشان نشان ٹھہرایا تھا وہ غلط ثابت ہوئیں یعنی وہ پیش گوئیاں صحیح نہیں ہوئیں ان پیشین گوئیوں میں نہایت زوردار پیشین گوئی محمدی کے شوہر، احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی ہے۔ اس کے لئے دو مرتبہ پیشین گوئی کی گئی پہلے مرتبہ کہا گیا کہ اس لڑکی کا شوہر دھائی سال تک فوت ہو جائے گا مگر اس مدت میں وہ فوت نہیں ہوا۔ پھر یہ کہا گیا کہ اسے مہلت دی گئی مگر میرے سامنے اس کا مرنا ضرور ہے اگر میرے سامنے نہ مرے اور میں مر جاؤں تو میں جھوٹا ہوں۔ اس دوسری پیشین گوئی کو حصہ ۲ فیصلہ آسمانی میں نقل کیا ہے اور نہایت زور سے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے متعدد اقراروں سے کاذب ثابت ہوتے ہیں اس کا جواب اخبار بدر کے پرچہ مذکور میں اسماعیل مرزائی نے دینا چاہا ہے اور اپنی قوت علمیہ کے بموجب اس پیشین گوئی کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر انہیں پہلے یہ ضرور تھا کہ اس تمہید کا جواب دیتے اور یہ ثابت کرتے کہ پیشین گوئی کا سچا ہونا مدعی کے صداقت اور برگزیدہ خدا ہونے کی دلیل ہے۔ جب اسی کو ثابت نہیں کیا گیا تو یہ دکھانا کہ مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی سچی ہوئی محض بے کار ہے۔ اب یہ عظیم الشان فروگذاشت بیان کرنے کے بعد یہ دکھایا جاتا ہے کہ جس مدعا میں مجیب نے خامہ فرسائی کی تھی اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوئے اور جس پیشین گوئی کی صداقت ثابت کرنا چاہتے تھے اس کی صداقت ثابت نہ کرسکے وائے برنا کامئی ایشاں۔ اب مجیب صاحب کے جواب پر نظر کی جائے فرماتے ہیں

کہ احمد بیگ کے داماد کی بابت پیش گوئی پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا جواب تو وہیں (فیصلہ آسمانی میں اس فیصلہ کے متعلق انجام آتھم سے چار اقوال مرزا قادیانی کے نقل کئے ہیں اگر مجیب صاحب چاروں کو بغور ملاحظہ کر لیتے تو شاید یہ جواب نہ دیتے مگر مجیب نے تو ۳۱، ۳۲ کو بھی غور سے ملاحظہ نہیں کیا۔ غالباً فیصلہ آسمانی دیکھ کر ان کے قلب میں زلزلہ پڑ گیا حواس درست نہیں رہے اور جواب دینے کا حکم ہوا اس لئے بغیر سمجھے بوجھے کچھ لکھ دیا) دوسرے صفحہ میں ایسا صاف موجود ہے جسے سن کر ہمارے مخالفین کو شرمندہ ہونا چاہیے اور وہ جواب یہ ہے مرزا قادیانی انجام آتھم صفحہ ۳۲ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد جو میعاد خدائے تعالیٰ مقرر کرے اگر اس میعاد سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک وہ گھڑی آجائے کہ اس کو بے باک کر دے سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو اور اس کو بے باک (اس کے بے باک مکذب بنانے کا ثبوت تو مرزا قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۰ پر کذبوا بآیاتنا وکانوا بھا یستھزؤن ملاحظہ کر لیا جائے۔ اس لئے وہ گھڑی تو آگئی جس میں وہ بے باک ہو گیا باقی رہا اشتہار دلوانا یا دینا نہ کوئی شرعی بات ہے نہ عذاب آنے کے لئے یہ شرط عقلاً و نقلاً ثابت ہو سکتی ہے اس لئے وہ شرط پائی گئی اور پیش گوئی کا ظہور نہیں ہوا) اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔

یہ جواب جناب خلیفۃ المسیح کے ایماء سے لکھا گیا، ضرور ہے کہ ان کی نظر سے گذرا ہوگا۔ اب وہ ملاحظہ کریں کہ یہ جواب کیسا ہے اس سے خود ان کو شرمندہ ہونا چاہیے یا ان کے مخالفین کو۔ اب طالبین حق پوری توجہ سے ملاحظہ کریں۔ مدرس صاحب کا یہ جواب کئی وجہ سے غلط ہے مجیب نے نہ اس عبارت میں غور کیا جس میں اشتہار کی شرط ہے نہ صفحہ ۳۱ کی عبارت کا مطلب سمجھا نہ عبارت منقولہ کے بعد نظر کی کہ مرزا قادیانی کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر مجیب فہم و تامل سے کام لیتا تو ہرگز نہ کہتا کہ سفحہ ۳۲ کا مضمون صفحہ ۳۱ کے مضمون کے لئے شرط ہے۔ اب غلطی کے وجوہ ملاحظہ کئے جائیں۔

پہلی وجہ: اس پر خوب غور کیا جائے کہ اصل پیشین گوئی اس مقام پر منکوحہ آسمانی کے نکاح میں

آنے کی ہے کیونکہ بار بار مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ وہ میرے نکاح میں آئیں گی خواہ کنواری ہونے کی حالت میں یا بیاہی جانے کے بعد (اشتہار ۱۰ جولائی۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۱۵۸)

پیام نکاح کے وقت یہ کہا گیا تھا کہ اگر دوسرے سے بیاہی جائے گی تو ڈھائی برس کے اندر وہ مرجائے گا۔ غرضیکہ وہ لڑکی بیوہ ہوگی اور بیوہ ہونے کے بعد میرے نکاح میں آئے گی۔ اس کے بعد وہ لڑکی دوسرے سے بیاہی گئی مگر اس کا شوہر اس میعاد میں نہ مرا اور پیشین گوئی غلط ہوئی۔ اس پر بہت شور وغل ہوا۔ پھر دوسری پیشین گوئی مرزا قادیانی نے کی اور کہا کہ اسے مہلت دی گئی ہے مگر میرے سامنے اس کا مرنا تقدیر مبرم ہے وہ ضرور مرے گا۔ اس کے مرنے کے متعلق الہامات اور پیشین گوئیاں دوطور سے ہوتی رہیں ایک تو خاص اسی کے نام سے اس کی موت کی نسبت بار بار کہا گیا ہے جس کا ذکر فیصلہ آسمانی کے صفحہ ۱۱۔۱۲ میں کیا گیا ہے۔ دوسرے منکوحہ آسمانی یعنی اس کے بیوی کی نسبت بار بار نہایت تاکید سے الہامات ہوئے ہیں کہ یرد ھا الیك فلا تکونن من الممترین۔ یعنی وہ لڑکی لوٹ کر تیرے پاس آئے گی تو اس میں شک نہ کر۔ (انجام آتھم۔ ص ۶۰۔۶۱ ایضاً ملاحظہ کیا جائے ان صفحوں میں ایک جگہ یرد ھا الیك اور دوجگہ انا را دو ھا الیك ہے جس سے نہایت تاکید ثابت ہوتی ہے یعنی وہ لڑکی ضرور تیرے پاس آئے گی) یہ الہامات بھی اس کے شوہر کے مرنے کی پیشین گوئیاں ہیں کیونکہ بغیر اس کے مرے تو وہ لڑکی مرزا قادیانی کے پاس نہیں آسکتی ان دونوں الہامات کے ملانے سے نہایت بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ اصل مقصود اس لڑکی کا نکاح میں آنا ہے۔ اور چونکہ وہ موقوف ہے اس کے شوہر کے مرنے پر اس لئے یہ الہامات کہہ رہے ہیں کہ اس کا شوہر مرزا قادیانی کے سامنے مرے گا۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہوسکتی۔ یہ بڑی وجہ ہے جواب کے غلط ہونے کی نہایت بدیہی امر ہے کہ جب تاکیدی الہامات یہ بتا رہے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی تو پھر اس کے شوہر کے مرنے میں ایسی شرط کیوں کر ہوسکتی ہے جو مرزا قادیانی کے مرنے تک پوری نہ ہو۔

دوسری وجہ: انجام آتھم صفحہ ۳۱ خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱ میں اسی احمد بیگ کے داماد والی پیش گوئی کی

نسبت لکھتے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔،

یہ جملہ کس صراحت کے ساتھ باآواز بلند پکار رہا ہے کہ احمد بیگ کے داماد کی موت مرزا قادیانی کی حیات میں ہونی چاہیے کیونکہ جس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر مرزا قادیانی اپنے آپ کو جھوٹا بتا رہے ہیں وہ یہی پیشین گوئی ہے یعنی احمد بیگ کے داماد کا مرزا قادیانی کی حیات میں مرنا۔اس میں ایسی شرط کیونکر ہوسکتی ہے کہ مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد تک بھی پوری نہ ہو۔

مولوی اسماعیل قادیانی کیا آپ نے اردو کے اس جملہ پر بھی نظر نہیں کی اور اس کے صریح مضمون کے خلاف صفحہ ۳۲ میں اس کے لئے ایسی شرط بتائی جس کا ظہور ان کے مرنے کے بعد تک نہ ہوا۔غرضیکہ اسی طرح صفحہ مذکور کے مضمون کے پانچ جملے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اس پیشین گوئی کے لئے وہ شرط نہیں ہوسکتی جسے مولوی قادیانی شرط بتا رہے ہیں مگر سب کے بیان میں طوالت ہے اس لئے ایک ہی جملہ پر کفایت کرتا ہوں۔بعض حضرات سے یہ بھی سنا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ جملہ الہامی نہیں ہے بلکہ اجتہادی ہے یہاں اجتہاد میں غلطی ہوئی اور چونکہ یہ کوئی تاکیدی اور شرعی حکم نہ تھا اس لئے خدا کی طرف سے آگاہ نہیں کئے گئے۔

ایسی بات سن کر حیرت ہوتی ہے کہ اس جماعت مین کوئی سمجھ دار نہیں ہے کہ ایسی لچر باتوں کو سمجھنے اور زبان پر لانے سے روکے۔ مجھے تو اس وقت اس سے بحث نہیں ہیکہ یہ جملہ الہامی ہے یا اجتہادی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ صفحہ ۳۲ کا مضمون صفحہ ۳۱ کے مضمون کے لئے شرط نہیں ہوسکتا۔البتہ اس قدر کہہ دینا ضرور سمجھتا ہوں کہ جنہیں آپ خاتم الانبیاء کہہ رہے ہیں اور کسی مرتبہ کا نبی انہیں مان رہے ہیں کیا وہ اپنے صدق وکذب کو بغیر الہام کے کسی بات پر منحصر کرسکتے ہیں اور بفرض محال اگر وہ کریں تو ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ پورا نہ ہو اور خلق کے روبرو اپنے کلام سے وہ جھوٹے ٹھہریں۔ یہ غیر ممکن ہے تمام شرعی احکام سے نبی کی سچائی کا ثابت کرنا زیادہ ضروری ہے مرزا قادیانی کے اس کلام کو ان کی رائے اور اجتہاد سمجھ کر اس کے غلط ہوجانے کی پرواہ نہ کرنا اور اجتہادی غلطی خیال کرلینا نہایت غلطی اور کم فہمی ہے اجتہادی غلطی اہل علم سے احکام میں ہوتی ہے اور یہ خبر ہے۔کوئی دین دار

جس کو اللہ تعالی سے کچھ بھی رابطہ ہے بغیر پختہ اطلاع خداوندی کے ایسی خبر نہیں دے سکتا۔ خصوصاً وہ جسے مامور من اللہ ہونے کا دعوی ہو جو یہ سمجھتا ہو کہ میں عام خلق کی ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ نہایت ظاہر ہے کہ جس طرح وہ یہ خبر دے رہا ہے کہ میں مامور من اللہ ہوں میں مسیح موعود ہوں اسی طرح وہ اپنی صداقت کو اس پیشین گوئی کے سچا ہونے پر منحصر بتا رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے ایک دعوی کو سچا مان لیا جائے اور دوسرے کو اس کی اجتہادی غلطی سمجھ کر اس کی پرواہ نہ کی جائے جس طرح کوئی صادق بغیر الہام الہی مامور من اللہ ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی فہمیدہ اور سچا اپنی صداقت کو کسی ایسی چیز پر منحصر نہیں کر سکتا جو اس کے اختیار سے باہر ہو۔ البتہ جھوٹے چالاک بیباک جنہیں بات بنانے میں خوب مشق ہو وہ دونوں قسم کے دعوی کر سکتے ہیں اور کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے سامنے اس کے موت کو تقدیر مبرم کہتے ہیں یعنی اس کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ اس کے وقوع کے لئے کوئی شرط ہے۔ یہ بات بھی بغیر اطلاع خداوندی معلوم نہیں ہو سکتی۔ آئندہ ایک قول مرزا قادیانی کا اسی انجام آتھم سے نقل کیا جائے گا اس میں صاف مصرح ہے کہ یہ خبر اطلاع خداوندی سے دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ الہامات کہ احمد بیگ کی بیٹی ہر طرح مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی، اس کو ثابت کر رہے ہیں کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے مرے گا۔ اس صورت میں بھی اس خبر کی بنیاد الہام پر ہوئی۔ الغرض مرزا قادیانی کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ اس الہام کی بنیاد الہام پر ہے۔ اس کے علاوہ یہ کلام ایسا ہے کہ کوئی مامور من اللہ بغیر الہام الہی کہہ نہیں سکتا۔ اس لئے جب ایسا کلام غلط ہو گیا تو مرزا قادیانی کے کاذب ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اب اس کی وجہ یہ ہو کہ شیطانی الہامات کو دھوکے سے وہ رحمانی سمجھے یا اس خیال پر یہ بے باکانہ دعوی کر بیٹھے کہ اگر یہ بات پوری نہ ہوئی تو ہمارے بعد ہمارے ماننے والے اپنی بات کی پچ میں کوئی بات بنا ہی دیں گے چنانچہ اب اسی کا ظہور ہو رہا ہے مگر بنائے نہیں بنتی۔

تیسری وجہ: انجام آتھم صفحہ ۳۲ خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲ کی عبارت جو نقل کی گئی ہے اس سے خود ظاہر ہے کہ اس کا مضمون صفحہ ۳۱ کی پیش گوئی کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ مرزا قادیانی احمد بیگ کے

داماد کے لئے ایک میعادی پیش گوئی کا وعدہ کرتے ہیں اس شرط پر کہ وہ اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالی مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔،

مرزا قادیانی کی اس عبارت کو دیکھئے، اس میں صاف لکھا ہے کہ اشتہار کے بعد خدا تعالی اس کی موت کی میعاد مقرر کرے گا۔ اور میں ایک دوسری پیشین گوئی اس کی موت کے تعیین وقت کے ساتھ مشتہر کرونگا جیسا کہ آپ کی عادت شریف ہے۔ صفحہ ۳۱ میں جو پیشین گوئی ہے اس میں وقت کی تعیین نہیں ہے صرف اس قدر ہے کہ میرے روبرو مرے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے میعادی پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر مخالفین نے بہت لے دے کی ہوگی اس پر مرزا قادیانی نے یہ کہا کہ اشتہار دلواؤ میں پھر میعادی پیشین گوئی کروں گا اگر اس مرتبہ میری پیشین گوئی پوری نہ ہو تو مجھے جھوٹا سمجھو۔

چوتھی وجہ: جو عبارت صفحہ ۳۲ کی مجیب نے نقل کی ہے اس کے بعد ہی مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ اس پیشین گوئی میں عربی کے الفاظ یہ ہیں:

کذ بوا بآ یا تنا و کا نوا بها یستهزؤن فسیکفیکهم الله و یر د ها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ر بك فعا ل لما یر ید ۔(انجام آتھم۔ص۳۲)۔

انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا ان کے مقابل میں اللہ تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا خدا کی باتیں بدلا نہیں کرتیں۔

مجیب صاحب فرمائیں کہ اس پیشین گوئی کے اصل الفاظ یہاں کیوں نقل کئے گئے اس کے بعد بتائیں کہ ان الفاظ سے احمد بیگ کے داماد کی نسبت کیا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ صفحہ ۳۱ میں جو دعوی انہوں نے کیا ہے کہ احمد بیگ کے داماد کا میرے سامنے مرنا ضرور ہے، اس کی تصدیق الہام سے کرنا منظور ہے۔ یعنی یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ الہام کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ احمد بیگ کا داماد میرے روبرو مرے گا۔ الہام کے الفاظ سے کئی طریقوں سے استشہاد ہوسکتا ہے مگر سب سے زیادہ ظاہر دو جملے ہیں۔

ا۔ و یر د ها الیك۔۲۔ لا تبد یل لکلما ت الله۔

یعنی اللہ تعالی احمد بیگ کی لڑکی کو لوٹا کر تیرے پاس لائے گا۔اس کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ اس کا شوہر مرے اس کے بعد وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے۔الہام کے اس جملے نے پوری شہادت دے دی ہے کہ مرزا قادیانی کے سامنے وہ ضرور مرے گا اس کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ دوسرا جملہ تو قرآنی جملہ ہے۔اس میں تو کسی طرح کا شک نہیں ہوسکتا اور اس جملہ نے پہلے جملہ کی نہایت تاکید کردی کہ احمد بیگ کی لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا وعدہء خداوندی اور اس کا ارشاد ہے۔اس کی باتیں بدلا نہیں کرتیں ایک مرتبہ جو کہہ دیا اس کا ہونا ضرور ہے اس لئے اس لڑکی کا مرزا قادیانی کے پاس آنا ضرور ہے اور اس کا آنا اس پر موقوف ہے کہ احمد بیگ کا داماد پہلے مرے ۔اس الہام سے ظاہر ہوا کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے مرے گا۔اس لئے مرزا قادیانی اس کے مرنے کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔الغرض مرزا قادیانی کے اس الہام نے صاف طور سے ظاہر کر دیا کہ اشتہار دینے کی شرط صفحہ ۳۱ کی پیشین گوئی سے تعلق نہیں رکھتی۔مجیب صاحب کے فہم پر افسوس ہے کہ اردو کی عبارت ہے مگر نہ نفس عبارت کو سمجھتے ہیں نہ اس سے ماقبل اور مابعد کو دیکھتے ہیں اور ایک بے تکی بات کہہ رہے ہیں اور جواب دینے کا شوق ہے۔مگر ہمیں تو خلیفہ پر افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا مہمل اور غلط جواب لکھوایا اور ان کے حکم سے لکھا گیا۔ہم تو انہیں کو جواب دہ سمجھتے ہیں۔

پانچویں وجہ: اسی انجام آتھم کے صفحہ ۲۱۱ سے عربی اور فارسی میں اسی قصہ کو بیان کیا ہے اور صفحہ ۲۱۶ میں انہیں الہامی الفاظ کا اعادہ کیا ہے جو ابھی صفحہ ۳۲ سے نقل کئے گئے ہیں اس کے بعد کچھ شرح کی ہے۔میں ان کی فارسی عبارت یہاں نقل کرتا ہوں۔

آں زن را کہ زن احمد بیگ را دختر ست باز بسوئے تو واپس خواہم آورد یعنی چونکہ او از قبیلہ بباعث نکاح اجنبی بیرون شدہ باز بتقریب نکاح تو بسوئے قبیلہ رد کردہ خواہد شد۔در کلمات خدا و وعدہ ہائے او ہیچ کس تبدیل نتواند کرد۔وخدائے تو ہرچہ خواہد آں امر بہر حالت شدنی است۔ممکن نیست کہ در معرض التوا بماند۔

احمد بیگ کی لڑکی کو تیری طرف پھر لاوے گا یعنی وہ لڑکی ایک اجنبی شخص کے نکاح میں آجانے

سے اپنے قبیلہ سے باہر ہوگئی ہے مگر تیرے نکاح کی وجہ سے پھر اپنے قبیلہ میں لوٹ کر آ جائے گی۔ خدا کی باتوں میں اور اس کے وعدوں میں ردوبدل نہیں ہوسکتا اور تیرا خدا جو چاہے اس کا ہر حال میں پورا ہونا ضرور ہے ممکن نہیں کہ اس میں رکاوٹ ہو۔

پس خدائے تعالی بلفظ فسیکفیکھم الله سوئے ایں امر اشارہ کرد کہ اودختر احمد بیگ را بعد از میرانیدم مانعان بسوئے من واپس خواہد کرد۔ واصل مقصود میرانیدن بود۔ الخ۔(انجام آتھم۔ص ۲۱۶۔۲۱۷)

اور فسیکفیکھم الله سے یہ اشارہ ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح میں آنے سے جو روک رہے ہیں اللہ تعالی انہیں مار کر اس لڑکی کو میرے پاس لائے گا۔ اور اصل مقصود ان کا مارنا ہی ہے۔

حضرات ناظرین! اس عبارت کو غور سے ملاحظہ کریں اس عبارت سے دو باتیں اظہر من الشمّس ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفحہ انجام آتھم کی عبارت میں جو کچھ کہا ہے اس کی بنا الہام خداوندی ہے محض اجتہاد نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ مجیب کا یہ کہنا غلط ہے کہ انجام آتھم صفحہ ۳۲ میں جو شرط مرزا صاحب قادیانی نے بیان کی ہے وہ صفحہ ۳۱ کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ یہ عبارت کئی وجہ سے ظاہر کر رہی ہے کہ احمد بیگ کے داماد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا ضرور ہے۔

اول: نہایت صفائی سے کہہ رہے ہیں کہ اصل مقصود خداوندی احمد بیگ کے داماد کا مارنا ہے۔ یوں تو ہر ایک انسان کا مرنا ایک نہ ایک دن ضرور ہے مگر یہاں مقصود یہ کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرے تاکہ اس کی بیوی ان کے نکاح میں آئے جب مقصود خداوندی یہ ٹھہرا تو اس کی نسبت یہ کہنا کہ اس کے مرنے کے لئے ایک شرط تھی جو مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد تک نہ پائی گئی، اس بات کا مان لینا ہے کہ مقصود خداوندی مرزا قادیانی کی شرط سے مفقود ہوگیا۔ مگر ابھی خود مرزا قادیانی کہہ چکے ہیں کہ خدا کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مقصود خداوندی کسی شرط سے مفقود نہیں ہوسکتا الغرض جب مرزا قادیانی خود اس کا مرنا اصل مقصود بیان کرتے ہیں تو وہ ایسی شرط نہیں لگا سکتے جو اس مفقود کو فوت کردے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مجیب نے جو صفحہ ۳۲ سے شرط نکالی ہے وہ

صفحہ۳۱ کے مضمون کے لئے نہیں ہوسکتی۔

دوم: مرزا قادیانی کہہ رہے ہیں کہ خدا تعالی کا وعدہ ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی کو میرے نکاح میں لائے گا اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی خدا کے وعدے بدل نہیں سکتے اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ضرور ہے اور جب اس امر کا ہونا بالہام الہی ضرور ہوا تو مرزا قادیانی کے سامنے احمد بیگ کے داماد کا مرنا بھی ضرور ہوا۔اس لئے صفحہ۳۲ والی شرط کو صفحہ۳۱ کے مضمون سے متعلق کرنا غلط ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح اس الہام میں احمد بیگ کی لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں لانا وعدہ خداوندی بیان کیا گیا اسی طرح (ضمیمہ انجام آتھم۔ص۴۵) میں اس کے شوہر کے مرنے کو خدا کا سچا وعدہ کہا ہے اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں اور یہ بھی وہی کہتے ہیں کہ میرا کہا اگر پورا نہ ہو،تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔،

بھائیو! ذرا تو آنکھیں کھولو جب مرزا قادیانی کے یہ اقوال ہیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کے شوہر کے مرنے کے لئے ایسی شرط لگائی کہ جس کا ظہور ان کے مرنے کے وقت تک نہ ہوا۔ حضرات مرزائی یہ بھی سمجھ لیں کہ آپ نے جو اس وقت آیتیں پیش کی ہیں اس غرض سے کہ خدا کے سارے وعدے سچے نہیں ہوتے بعض سچے ہوتے ہیں، اس لئے خدائے کریم نے ہماری طرف سے مرزا سے پہلے ہی کہلا دیا تھا کہ احمد بیگ کے داماد کا مارنا خدا کے جھوٹے وعدوں میں نہیں ہے بلکہ سچے وعدوں میں ہے۔اس لئے ہمارے مقابلہ میں ان آیتوں کا پیش کرنا ہر طرح غلط ہے۔

الغرض مجیب صاحب کے انجام آتھم صفحہ۳۲ والی شرط کا تو خاتمہ ہو لیا اس کا شرط کہنا تو محض غلط فہمی تھا۔اب ایک دوسری شرط ملاحظہ کیجئے جسے مجیب صاحب نے اس پیرایہ سے بیان کیا ہے کہ: یہی نہیں کہ اس نے شرط پوری نہیں کی بلکہ انجام یہ ہوا کہ وہ بزرگ خاندان جو بانی اس کام کے تھے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔جس نے شرط توبی توبی پوری کر کے پیشین گوئی کی صداقت ثابت کر دی۔

سبحان اللہ! کیا صداقت ثابت کی ہے۔ اگر اسی طرح صداقت ثابت ہو سکے تو دنیا میں کوئی جھوٹا مدعی کاذب نہیں ٹھہر سکتا۔ اس عبارت میں دو دعوی ہیں جن کا ثابت کرنا مجیب پر لازم ہے۔

ا۔ احمد بیگ کے خاندان کا بڑا جو بانی فساد یعنی مرزا قادیانی کے نکاح میں ہارج تھا مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا۔ یہ دعوی خود مرزا قادیانی کے کلام کے خلاف ہے کیونکہ (انجام آتھم ۔ص ۲۱۸) میں بانی فساد پانچ شخصوں کو لکھا ہے۔ احمد بیگ، اس کی دو بہنیں، اس کی ساس، اور یہ چاروں انتقال کر چکے ہیں۔ پانچواں شخص باقی ہے، جس کے ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے۔ پانچویں کا نام نہیں لکھا ہے مگر تمام قرائن اور مرزا قادیانی کی تمام باتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانچواں شخص بھی احمد بیگ کا داماد ہے۔ ان میں سے کوئی شخص مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لایا (مرزا کی پہلی بیوی، اور بیٹا فضل احمد بھی بانیوں میں ہو سکتے ہیں جو ہارج تھے، کیوں کہ انہوں نے مرزا کی خواہش کے باوجود مدد نہیں کی۔ اور وہ دونوں بھی حالت اسلام میں فوت ہوئے۔ بہاء) اس کے بعد بھی اگر مجیب کو دعوی ہے کہ کوئی بانی فساد ایمان لایا تھا تو اس کا نام ونشان بتائیں اور اس کا ایمان لانا ثابت کریں وہ واقف نہ ہوں تو خلیفہ قادیانی بتائیں اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے البتہ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۷) میں ہے کہ احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا یہاں تک کہ ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط لکھے کہ دعا کرو۔

اس مضمون کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے اور مرزا قادیانی کے دعوی کو مان لیا۔ بہت مسلمان کہلا کر جوگیوں پنڈتوں کے پاس جا کر عجز و نیاز کرتے ہیں اور ایسی ہی حالت بعض ہنود کی ہے۔ پھر کیا یہ لوگ داخل سلسلہ ہو کر پورے مرید ہو جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اسکے علاوہ مجیب نے جو حقیقۃ الوحی سے نقل کیا ہے وہ تو خود مرزا قادیانی کے منقولہ قول سے غلط ہو گیا یعنی بانی فساد میں سے کوئی داخل سلسلہ نہیں ہوا اور اگر پانچواں شخص احمد بیگ کے داماد کے سوا کوئی اور شخص تھا اور اس کا سلسلہ بیعت میں آنا مان لیا جائے تو اس کے توبہ کرنے سے سلطان محمد کی

وعید کیوں ٹل جائے گی کیا مرزا قادیانی کا یہ اجتہاد یا الہام ہے کہ خاندان میں ایک شخص کا ایمان لانا تمام خاندان کے لئے کافی ہے۔خلیفہ اس کو بیان فرمائیں تو کچھ کہا جائے۔الغرض پہلے اس کام کے بانی کا نام ونشان بتا کراس کا ایمان لانا ثابت کرنا چاہیے۔پھراس سوال کا جواب دینا چاہیے۔

۲۔دعوی یہ ہے کہ اس بزرگ کے مرید ہوجانے سے شرط تـو بی تو بی کی پوری ہوگئی۔اس دعوی کے ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ پہلے تـو بی تـو بی کی تشریح کریں۔پھر یہ بتائیں کہ خاندان کے کسی بڑے کے مرید ہو جانے سے یہ شرط کس طرح پوری ہوگئی اور پیشین گوئی کی صداقت کس طرح ثابت ہوئی۔ یہ تو معلوم ہے کہ پہلے مرزا قادیانی نے سلطان محمد کے مرنے اور اس کی بیوی سے نکاح کا اشتہار دیا تھا اس میں کوئی شرط نہ تھی پھر مرزا کو شرط بڑھانے کا خیال ہوا تا کہ کسی وقت کام آئے۔اس لئے دوسرے اشتہار میں عربی میں یہ جملہ شائع کیا ایتھا المرأۃ تو بی تو بی فا ن البلاء علی عقبك ای بنتك و بنت بنتك۔(انجام آتھم ص۲۱۴)

عربی کے الفاظ اور ترکیب کے لحاظ سے تو اس جملہ کو شرط نہیں کہہ سکتے ہیں۔یعنی پہلے اشتہار میں سلطان محمد کے مرنے کی وعید اور اس کی بیوی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنے کا وعدہ تھا غرضیکہ ایک وعید تھی اور دوسرا وعدہ تھا ان دونوں کے لئے یہ جملہ شرط ہے۔اب اہل علم کے نزدیک تو اس جملہ کے شرط کہنے کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ اس جملہ میں جس عورت کی طرف خطاب ہے اگر وہ توبہ کرے اور ایمان لائے تو سلطان محمد نہ مرے گا اور محمدی کا نکاح مرزا قادیانی سے ہوگا۔کیونکہ ایک کے ہونے اور دوسرے کے نہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے۔اس لئے شرط پائے جانے کے بعد پیشین گوئی کے دونوں جز کا پایا جانا ضرور ہے مگر مرزا قادیانی کے بیان سے یہ مطلب غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ انجام آتھم (ص۲۱۳۔۲۱۴) میں اس جملہ شرطیہ کی یہ شرح کرتے ہیں کہ اس جملہ کی مخاطب احمد بیگ کی خوش دامن ہے جملہ کے الفاظ کے لحاظ سے یہ کہنا بہت صحیح ہے کیونکہ خطاب میں وہی لفظ لایا گیا ہے جو عورت کے لئے خاص ہے اور اسکے بعد جو لفظ عقبك آیا ہے اس کے معنی مرزا قادیانی بیٹی اور نواسی کے لیتے ہیں اور اس سے مراد احمد بیگ کی بیوی اور بیٹی بتاتے ہیں۔الہام کے الفاظ

اورمرزا قادیانی کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ جملہ شرطیہ کی مخاطبہ احمد بیگ کی خوش دامن ہے۔مگر بعد کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی اور نواسی پر بلا ہے اس لئے اس پر بھی تبعاً توبہ کا حکم ہے مگران تینوں میں سے کسی نے توبہ نہیں کی۔اب جو اس شرط کی اصل مخاطب تھی اس نے تو شرط پوری نہیں کی اور نہ انہوں نے جو تبعاً مخاطب ہوئی تھی۔پھر ایک اجنبی شخص جو اس شرط کا مخاطب نہیں ہے اس کے ایمان لانے سے وعید کیوں ٹل گئی اور شرط کیسے پوری ہوگئی۔ذرا ملاحظہ کیا جائے کہ شرط کی مخاطب تو احمد بیگ کی خوش دامن ہے۔پھر اگر کوئی شخص ان کا غیر بالفرض ان سے کوئی واسطہ بھی رکھتا ہو اس کے ایمان لانے سے یہ شرط کس طرح پوری ہوسکتی ہے جیسا کہ مجیب قادیانی دعوی کر رہے ہیں اور اس پر لطف یہ ہے کہ پیشین گوئی کی صداقت کا بھی دعوی ہو رہا ہے۔بھلا یہ تو فرمایئے کہ اگر بقول آپ کے یہ ایک پیشین گوئی ہے جس میں ایک وعدہ خداوندی اور ایک وعید ہے تو اگر شرط کا پورا ہونا تسلیم کرلیا جائے تو بھی پیشین گوئی کے پورا ہونے کیلئے ضرور تھا کہ محمدی، مرزا قادیانی کے نکاح میں آتی۔جب اس کا ظہور نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ پیشین گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی اور نہ اس کے دونوں جز پورے ہوئے اور مرزا قادیانی اس قدر رسوا نہ ہوتے ایک جزء کے پورا نہ ہونے سے ثابت ہوگیا کہ دوسرا جزء جو پورا ہوگیا وہ اتفاقیہ ہوا الہام خداوندی نہ تھا کیونکہ یہ دونوں جز ایک ہی الہام کی شاخ ہیں اگر وہ الہام سچا تھا تو اس کی دونوں خبریں سچی ہوتیں۔الحاصل الہام کے جھوٹے ہونے کے لئے اس کے ایک جزء کا غلط ہوجانا کافی ہے اور اس کے سچے ہونے کے لئے دونوں جز کا سچا ہونا ضروری ہے مگر یہ نہیں ہوا۔اب اس پیشین گوئی کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔مرزا قادیانی (انجام آتھم۔ص ۲۱۸) میں لکھتے ہیں کہ خدا اپنے قول کو باطل نہیں کرتا اور اپنے ملہموں کو رسوا نہیں کرتا ہے اور یہاں تو مرزا قادیانی کے الہام کے مطابق خدا کے بہت قول باطل ہوگئے اور محمدی کے نکاح میں نہ آنے سے مرزا قادیانی بہت کچھ رسوا ہوئے۔اب چند مریدوں کا نہ ماننا اور آفتاب روشن کی چمک سے انکار کرنا اہل دانش کے نزدیک لائق توجہ نہیں ہوسکتا بلکہ مرزا قادیانی کے قول سے ثابت ہوگیا کہ اس پیشین گوئی کو جو عرصہ دراز تک الہام خداوندی کہا گیا یہ غلط تھا اور مرزا

قادیانی ملہم نہ تھے۔

الحاصل تـو بـی تو بی کو جو پیشین گوئی کے لئے شرط کہا تھا اول تو وہ شرط پوری نہیں پائی گئی کیونکہ جسے توبہ کا حکم ہوا تھا اس نے توبہ نہیں کی اور اگر مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کی زبردستی سے قطع نظر کر لی جائے اور مان لیا جائے کہ شرط پوری ہوگئی تو بھی پیشین گوئی کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔

میں نے اس زبردستی میں مرزا قادیانی کو بھی شریک کیا ہے کیونکہ وہ بھی (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲، قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۵۷۰) میں لکھتے ہیں کہ ظہور نکاح کے لئے یہ شرط تھی جس کا ذکر ابھی کیا گیا اور جب وہ شرط پوری کر دی گئی؟ تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔،

یہ زبردستی یا بدحواسی ملاحظہ کی جائے۔اس کلام کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ظہور نکاح کے لئے جو چیز شرط تھی جب پوری ہوگئی اور پائی گئی تو مشروط یعنی نکاح فسخ ہوگیا یعنی جاتا رہا۔اب خلیفہ قادیان فرمائیں کہ تو بی تو بی کو شرط کہنا ،اور پھر اس کے پورا ہو جانے سے نکاح کا فسخ ہو جانا زبردستی یا بدحواسی نہیں ہے تو کیا ہے؟ شرط کے پورا ہو جانے سے مشروط کا ظہور چاہیے یہاں اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ شرط کے پورا کر دینے سے مشروط غائب ہوگیا۔

اس لئے میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسی شرط ہے کہ اس کے پائے جانے سے مشروط نہ پایا گیا۔مرزا قادیانی کے اس قول کی غلطی کے وجوہ فیصلہ آسمانی حصہ سوم میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بیان تو اس تقدیر پر ہے کہ جملہ تـوبـی تو بی کو شرط مان لیا جائے مگر مرزا قادیانی کے الہامات اور ان کے صریح بیانات یہ کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کے مرنے کیلئے کوئی شرط نہیں ہوسکتی۔مرزا قادیانی کے سامنے اس کا مرنا ضرور ہے۔اہل بصیرت اس پیشین گوئی کے الفاظ کو اور اس کے مکرر سہ کرر بیانات پر نظر کر کے انصاف فرمائیں کہ اس پیشین گوئی کی صداقت بغیر اس بات کے کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے مرے کیونکر ثابت ہوسکتی ہے اور ایسی شرط اس میں کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس کے پورا ہونے سے اس کی موت ٹل جائے۔اس سے پہلے جو بیان جدید شرط کے باطل کرنے میں کیا گیا ہے وہ اس کے لئے کافی ،مگر مکرر آگاہ کیا جاتا ہے انجام آتھم کے صفحہ ۶۰۔۶۱ میں نہایت

ہی تاکیدوں کے ساتھ مرزا قادیانی سے وعدہ خداوندی ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی۔ صفحہ مذکور کھول کر ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح سے اور کیسی کیسی تاکیدوں سے پختہ وعدہ کیا گیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی۔ اگر اس کے لئے کوئی شرط ہوتی تو اس طرح ایسے پختہ اور سنگین وعدے ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر یہ پیشین گوئی اور ایسے پختہ وعدوں کا پورا ہونا ہندوستان کے شریفانہ برتاؤ کے لحاظ سے بغیر سلطان محمد کے مرے نہیں ہوسکتا تھا۔ اس لئے ضرور ہے اس شرط کو آپ غلط تسلیم کریں کیونکہ اس جملہ کو شرط کہنا مرزا قادیانی کا محض خیال ہے وہ جملہ بلحاظ اپنے الفاظ اور معنی کے شرط نہیں ہے۔

۲۔ اسی انجام آتھم صفحہ ۲۱۶ میں مرزا قادیانی کا الہام ہے: فاشار فی لفظ فسیکفیکھم اللہ الی انہ یرد بنت احمد الیّ بعد اھلاک المانعین۔

یعنی مانعین نکاح کے ہلاک کرنے کے بعد احمد بیگ کی لڑکی تیرے نکاح میں آئے گی۔ اور اصل مقصود ان مانعین کا ہلاک کرنا ہے۔ کہیے جناب یہ باتیں کسی کے ایمان لانے سے کیسے پوری ہو جائیں گی۔ اور اصل مقصود خداوندی کیونکر پورا ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کے اس الہام اور اس بیان کو سچا مان کر احمد بیگ کے داماد کی موت کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں ہوسکتی کہ اس کے پورا ہو جانے سے اس کی موت ٹل جائے۔ مجیب کچھ تو عقل کو دخل دیجئے اور خدا سے ڈر کر کہیے کہ اس پیشین گوئی کی صداقت کیونکر ثابت ہوگئی۔

۳۔ صفحہ ۲۲۳۔ انجام آتھم میں قسم کھا کر احمد بیگ کے داماد کی موت کو حق کہہ رہے ہیں۔ اس کی نقل عنقریب آتی ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ کلام یقینی طور سے شہادت دیتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے سامنے مرے گا اس میں کوئی شرط نہیں۔

۴۔ انجام آتھم صفحہ ۳۱ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اور صفحہ ۲۲۳ میں بھی اسے تقدیر مبرم کہا ہے۔ جب احمد بیگ کے داماد کی موت کو مرزا قادیانی تقدیر مبرم کہہ رہے ہیں تو پھر اس کے لئے شرط ہونا کیا معنی؟

اہل علم کے نزدیک تو تقدیر مبرم وہی ہے جس میں کوئی شرط اور تعلیق نہ ہو۔ پھر اسے تقدیر مبرم مان کر مجیب یا کوئی صاحب اس میں شرطیں کیسی بتاتے ہیں۔ جب وہ تقدیر مبرم ہے تو اس میں شرط نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ اعتراض کہ جنہوں نے اسے تقدیر مبرم کہا ہے انہوں نے اس میں شرط بیان کی ہے اس کا جواب خلیفہ قادیان دیں گے میں تو اس قدر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کے کلام میں ایسے تخالف بہت ہیں ان کی عادت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت جیسا موقع دیکھا یا جی میں آیا زور سے ایک بات کہہ دی۔ اب وہ پہلے کسی قول کے مخالف ہو یا موافق، اور یہ سمجھ لیا تھا کہ اعتراض کے وقت بات بنا دینا کوئی غیر ممکن بات نہیں ہے۔ چنانچہ اب بین طور سے مشاہدہ ہو رہا ہے کہ تمام دنیا کے نزدیک یقیناً ان پیشین گوئیوں کا ظہور نہیں ہوا، اور اعلانیہ طور سے کاذب ہوئیں مگر جماعت مرزائیہ کہہ رہی ہے کہ پیشین گوئی کی صداقت ثابت ہوئی۔

الغرض حضرات ناظرین غور فرمائیں کہ مجیب نے جو پیشین گوئی کے لئے دوسری شرط کی طرف اشارہ کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے پورا ہونے سے پیشین گوئی کی صداقت ثابت ہوگئی محض غلط ہے کیونکہ یہ وہ پیشین گوئی ہے کہ اس میں کوئی شرط نہیں ہو سکتی۔

حاصل کلام: مرزا قادیانی کے متعدد اقوال سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ احمد بیگ کے داماد کے مرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہو سکتی کہ اس کے پورے ہو جانے سے پیشین گوئی کی صداقت پائی جائے اور بغیر شرط کے مرزا قادیانی کا یہ مقولہ ہے کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اور اگر میں جھوٹا ہوں تو پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی (انجام آتھم ص ۳۱) اور یہ بھی کہا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہو، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔

اب ساری دنیا پر روشن ہو گیا کہ مرزا مر گئے اور یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی اس لئے مرزا اپنے متعدد اقراروں سے بلکہ اپنے الہام کی رو سے کاذب ثابت ہوئے، اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

اب خلیفۃ المسیح فرمائیں کہ آپ کے مجیب کے جواب سے کسے شرمندہ ہونا چاہیے۔ آپ کو یا آپ کے مخالفین کو۔ خدا سے ڈر کر منصفانہ جواب دیجئے گا۔ حکیم صاحب آپ مانیں یا نہ مانیں مگر

اس میں شبہ نہیں کہ فیصلہ آسمانی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ واقع میں آسمانی فیصلہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ اسے رد کر سکے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کا وہ قول آپ کے روبرو پیش کرتا ہوں جس سے چار باتیں نہایت روشن ہیں:

ایک یہ کہ احمد بیگ کے داماد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا ضرور ہے۔

دوسری یہ کہ مرزا قادیانی اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار کہتے ہیں۔ اور اس پر سخت قسم کھاتے ہیں

تیسرے یہ کہ مرزا قادیانی کا یہ قول اجتہادی نہیں بلکہ اس کی بنا الہام پر ہے۔

چوتھے یہ کہ صفحہ ۳۲ (انجام آتھم) میں مجیب نے جو شرط لگائی تھی وہ بھی مرزا قادیانی کے اقرار سے ان کی حیات میں پائی گئی۔

اب حضرات مرزائی آنکھیں کھول کر اور حواس درست کر کے مرزا قادیانی کا کلام ملاحظہ کریں اور اپنی جانوں پر رحم کھا کر صداقت کو اختیار کریں اور یقین کر لیں کہ مرزا قادیانی بلا شک و شبہ اپنے اقراروں کے بموجب کاذب ہیں۔

مرزا قادیانی نے پہلے احمد بیگ کے داماد کے نہ مرنے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی ڈھائی سال کے اندر وہ کیوں نہیں مرا۔ اس کے بعد اپنے سامنے اس کے مرنے کو یقینی طور سے قسم کھا کر بیان کرتے ہیں

ثم ما قلت لكم ان القضية (١) على هذا القدر تمت و النتيجة الآخرة هي التي ظهرت ۔ و حقيقة البناء عليها ختمت ۔ بل الامر قائم (٢) على حاله ۔ و لا يرده احد باحتياله و القدر قدر مبره من عند الرب العظيم (٣)۔ و سيأتي وقعة بفضل الله الكريم ۔ فو الذي بعث لنا محمد المصطفى و جعله خير الرسل و خير الورى ان هذا حق فسوف ترى ۔ و اني اجعل هذا البنأ معيار الصدقي او كذبي ۔ و ما (٤) قلت الا بعد ما انبئت من ربي و ان عشيرتي سيرجعون مرة اخرى الى الفساد و يتزايدون في الخبث و الغاد۔ فينزل يومئذ الامر المقدر من رب العباد لا راد لما قضى و لا مانع

لمـا اعطی ۔ و انی ارا هم انهم ود ما لوا الی سیر هم ا لا ولی و قست قلو بهم کمـا هی عا دة النو کی ۔ و نسوا یام الفز ع و عا دوا الی التکذ یب و الطغوی ۔(انجام آتھم ۔ص۲۲۳۔۲۲۴)

ا۔اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد جو اس مدت میں موت سے بچ گیا تو یہ خیال نہ کرنا کہ وہ بچ گیا اب وہ اس وعید میں نہ مرے گا بلکہ وہ وعید بدستور قائم ہے وہ کسی وجہ سے رد نہیں ہوسکتی اور عنقریب اس کا وقت آتا ہے خدا کی قسم جو کچھ میں کہتا ہوں یہ حق ہے میں اسے اپنے صدق یا کذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں یعنی اگر اس پیشین گوئی کا ظہور ہو تو میں سچا ہوں اور اگر نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ خدا سے اطلاع پا کر کہا ہے۔

۲۔عبارت کے ہر ایک جملہ پر غور کرتے جایئے کہ ہر ایک جملہ اس شرط کو غلط بتا رہا ہے جسے مجیب نے پیش کیا ہے۔ دوسرا جملہ یہ کہتا ہے کہ سلطان محمد کی موت بہر حال قائم ہے۔ تیسرا جملہ کہتا ہے کہ وہ کسی کے روکنے سے رد نہیں ہو سکتے اگر اس کے لئے وہ شرط ہوتی جو مجیب لکھ رہے ہیں تو اس کا رد کرنا مشکل نہ تھا اور مجیب کے خیال کے بموجب اس کا رد ہو گیا۔ چوتھے جملہ میں اسے تقدیر مبرم کہتے ہیں اور تقدیر مبرم میں کوئی شرط نہیں ہوسکتی۔ پانچویں جملہ میں اس کے وقت کو قریب بتاتے ہیں اگر شرط کرتے تو ایسا نہ کہتے۔ پھر سب سے زیادہ تو یہ جملہ ہے جس میں وہ اپنے صدق و کذب کا معیار بتا رہے ہیں۔اب یہ فرمایئے کہ معیار کس شئے کو بتا رہے ہیں وہ تو بجز اس کی موت کے اور کچھ نہیں ہے یعنی سلطان محمد کا میرے سامنے میرے صدق کا معیار ہے پھر اس میں ایسی شرط کیونکر ہوسکتی ہے کہ ان کی موت تک پوری نہ ہو

۳۔ یہ چوتھا جملہ صاف دلالت کرتا ہے کہ احمد بیگ کے داماد کی موت کی نسبت جو کچھ انجام آتھم کے صفحہ ۳۱ میں لکھا گیا ہے اس کی بنا الہام پر ہے اجتہاد پر نہیں۔اور آٹھویں جملہ نے نہایت صراحت سے اس کا فیصلہ کر دیا کیونکہ صفحہ مذکور کے مضمون کو مرزا قادیانی الہامی بتاتے ہیں۔

۴۔اس جملہ کا فارسی ترجمہ مرزا قادیانی نے اس طرح کیا ہے: ومن نگفتم الا بعد ازاں کہ از رب خود خبر دادہ شدم۔ یعنی احمد بیگ کے داماد کی نسبت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا ہے بلکہ خدا کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے)

اس عبارت میں مرزا قادیانی بعض جملے موٹے قلم سے لکھے ہیں تا کہ مخالفین کو ان جملوں کی طرف توجہ زیادہ ہو۔اس عبارت سے دو چار باتیں ثابت ہوتی ہیں جن کا ذکر میں نے عبارت سے

پہلے کیا اہل علم کے لئے اس قدر اشارہ کافی ہے۔ البتہ کم علم لوگوں کے لئے اس قدر لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی خبر دے رہے ہیں کہ میرے کنبے کے لوگ عنقریب فساد پر آمادہ ہونے والے ہیں اور خباثت اور دشمنی میں پہلے سے بھی زیادہ ہو جائیں گے اور پھر اس حالت کا نہایت قریب ہونا اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا ایسی حالت ان کی ہوگئی اب اس میں شبہ نہیں ہے۔

یہ تین جملے ملاحظہ ہوں:

ا۔انهم قد مالوا الی سیر هم الاولی ۔لفظ ان اور قد لاکر اس جملے کو جلی قلم سے لکھ کر اس کا یقین دلاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پہلی عادت کی طرف عود کیا۔

۲۔ وقست قلوبهم ۔یعنی ان کے دل سخت ہو گئے۔

۳۔تیسرا جملہ یہ ہے و عادوا الی التکذیب و الطغوی یعنی جس طرح پہلے سرکشی اور تکذیب کرتے تھے اب پھر کرنے لگے۔

یہ کلام نہایت صراحت سے کہہ رہا ہے کہ احمد بیگ کے داماد وغیرہ نے جو درمیان میں رجوع کیا تھا وہ بات نہیں رہی بلکہ بدستور سابق انہوں نے پھر سرکشی اور تکذیب پر کمر باندھی ہے۔ غرضیکہ وعید کے رکے رہنے کا جو سبب تھا وہ زائل ہو چکا ہے اور تکذیب اور سرکشی نے جو وعید کا سبب تھا ان میں پھر عود کیا ہے اور اسے اس قدر شہرت حاصل ہوئی ہے کہ مرزا قادیانی کو اطلاع ہوئی۔

اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ پیشین گوئی کے ظہور کے لئے صفحہ ۳۲ میں جو شرط مجیب کے خیال میں کی گئی تھی وہ صفحہ ۲۲۴ کے لکھنے کے وقت تک پوری ہوگئی۔ اس لئے مشروط کا پایا جانا ضرور ہے۔ اس میں جو اشتہار دینا لکھا ہے اس سے مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دلی تکذیب لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور معمولی اشتہار وعید کے لئے نہ عقلاً شرط ہو سکتا ہے نہ نقلاً۔ کسی نبی اور کسی رسول نے اپنے مخالفین کے لئے یہ شرط نہیں کی۔ نہ کتاب اللہ میں اس کا ذکر ہے خدا تعالی نے وعید منکرین کے لئے صرف عناد و تکذیب پر منحصر رکھا ہے اور بدیہت عقل بھی یہی کہتی ہے کہ وعید کے ظہور کے لئے مکذب کافی ہے کاغذ کے پرچوں پر لکھ کر شائع کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ الغرض پیشین گوئی

کے پورا ہونے کے لئے مجیب نے جو شرط صفحہ ۳۲ میں بیان کی تھی وہ پائی گئی اس لئے صفحہ ۳۱ کی پیشین گوئی کا ظہور ہونا چاہیے تھا مگر اس کا ظہور نہ ہوا اور مرزا قادیانی اپنے اقرار بموجب کاذب ثابت ہوئے اور اگر مجیب کا یہ خیال ہے کہ اشتہار سے مراد وہ معمولی اشتہار ہے تو اس کی سخت غلطی ہے کیونکہ اگر وہ مرزا قادیانی کو مقدس نبی مانتا تو اسے ضرور ہے کہ ان کی روش اگلے انبیاء کی سی سمجھے اور جو وہ کہیں اور کریں وہ مطابق کتاب اللہ کے ہو اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ اشتہار کے معنی وہی ہوں جو ہم نے بیان کئے ہیں اور اگر مجیب کو اپنی بات پر اصرار ہو تو ہم بے تامل یہ کہیں گے کہ خدا کے وعید کسی بندے کے فضول شرط کے مقید نہیں ہو سکتے وعید کے ظہور کے لئے فقط انکار و تکذیب ہونا چاہیے اس لئے ہم نہایت استحکام سے کہتے ہیں کہ اگر وہ پیشین گوئی بالہام خداوندی ہوئی تھی تو اس کا ظاہر ہونا ضرور تھا اور جب دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ اس پیشین گوئی کا ظہور نہ ہوا یعنی احمد بیگ کا داماد نہیں مرا بلکہ اب تک موجود ہے اور مرزا قادیانی کئی برس ہوئے تشریف لے گئے اور عالم برزخ میں پہنچ گئے اس لئے بالیقین معلوم ہوا کہ وہ الہام ربانی نہ تھا اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ معترضین جواب دیں کہ کیوں انہوں نے سلطان محمد سے اشتہار نہیں دلوایا۔

مدرس صاحب جواب ملاحظہ کریں۔ مرزا قادیانی کے کذب کا انہیں کامل یقین ہو گیا تھا اب زیادہ تجربہ کی ضرورت نہ رہی تھی اس کے علاوہ خوب تجربہ ہو گیا تھا کہ مرزا قادیانی کے دعوے اس قسم کے ہوا کرتے ہیں اور جب کوئی سامنے آجاتا ہے تو باتیں بنا کر ٹال دیتے ہیں اور ان کے مریدین خوش ہو جاتے ہیں۔ پھر اشتہار دلوانے کا کیا فائدہ۔ مسلمان تو خوب تجربہ کر چکے ہیں انہیں تو ضرورت نہیں رہی۔ ان کے معتقدین ان کے سامنے کیسی ہی غلط اور مہمل بات بنا دیں وہ ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اسی احمد بیگ کے داماد کی نسبت پہلے پیش گوئی کی گئی تھی کہ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔ جب وہ نہ مرا اور یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی تو مرزا قادیانی نے کس قدر غل مچایا اور بخدائے علیم کس قدر جھوٹی باتیں بنائی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنے خسر

کے مرنے سے بہت پریشان ہو گیا اور رویا اور گڑگڑایا اور اس نے توبہ کی اس لئے اس کی وعید ٹل گئی جس طرح حضرت یونسؑ نے اپنی قوم سے وعید بیان کی تھی اور ان کے رونے اور رجوع کرنے پر وہ وعید ٹل گئی تھی۔

مرزا قادیانی نے اس کو اس قدر طول دیا اور دفتر سیاہ کیا کہ اس کا اندازہ ہم اس وقت بیان نہیں کر سکتے مگر اہل علم وسیع النظر حضرات جان سکتے ہیں کہ وہ باتیں محض غلط اور بناوٹ تھیں۔ بغیر ایمان لائے فقط خوف سے یا دلی خیال سے (اگر ہوا بھی ہو) وعید نہیں ٹل سکتی اس پر قرآن مجید اور حدیث صحیح دونوں شاہد ہیں۔

قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے: لا یرد باسا عن القوم المجرمین (یوسف ۱۱۰) مجرموں سے ہمارا عذاب ٹلتا نہیں ہے۔

منکر نبوت بڑا مجرم ہے اور جب اس کے لئے کوئی وعید بیان کر دی گئی تو جب تک وہ مجرم ہے یعنی ایمان نہیں لایا اس سے وہ وعید نہیں ٹل سکتی کیونکہ یہ وعید اس کے لئے عذاب الٰہی ہے اور بموجب ارشاد خداوندی عذاب الٰہی مجرم سے نہیں ٹل سکتا۔ عذاب ٹل جانے کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ ایمان لائے اور اس رسول کو مان لے جس کے انکار سے عذاب اس پر مسلط ہوا ہے۔ اس کے سوا اس کے رونے دھونے سے عذاب نہیں ٹلتا۔ صحیح بخاری باب من یقتل ببدر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن خلف کے مارے جانے کی پیشین گوئی کی تھی اور اس کی وجہ سے امیہ نہایت خوف زدہ ہو گیا تھا چنانچہ بخاری کے یہ الفاظ ہیں ففزع لذلك امیه فزعاً شدیداً مگر اس کی وجہ سے وہ وعید نہیں ٹلی اور پوری ہو کر رہی۔ اگر احمد بیگ کے داماد کو کچھ خیال ہوا ہوگا تو اسی قدر امیہ کو خیال ہوا۔ اس سے زیادہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور جو کچھ زور تحریر اس بات میں مرزا قادیانی نے دکھایا ہے وہ محض غلط باتیں جس کے غلطی میں کچھ شبہ نہیں ہے اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اگر خوف وہراس سے اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی مرزا صاحب قادیانی نے بیان کی ہے تو طبعی اقتضاء یہ تھا کہ بے اختیار وہ مرزا قادیانی کے پاس آ کر توبہ کرتا اور بیعت کر لیتا مگر اس

نے تو کسی وقت ایسا نہ کیا بلکہ اب تک (بوقت تحریر کتاب تنزیہہ ربانی) وہ ان کا منکر اور برا کہنے والا موجود ہے۔ یہ بدیہی ثبوت کا کہ احمد بیگ کے داماد کو بجز معمولی رنج وغم کے اور کچھ نہیں ہوا۔ اور بالفرض اگر ہوا بھی تو اس سے عذاب نہیں ٹل سکتا عذاب ٹلنے کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔

(۲) حضرت یونسؑ کی مثال دینا محض غلط ہے کیونکہ ان کی قوم کے لئے یہ وعید کسی وقت نہیں کی گئی کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے احمد بیگ کے داماد کی نسبت صاف کہا گیا کہ ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔ حضرت یونس کی قوم سے اگر کہا گیا تو اس قدر کہ عذاب آنے والا ہے یعنی عذاب کے آنے سے انہیں ڈرایا گیا تھا اس وعدہ کا ظہور یقینی طور سے ہو گیا یعنی عذاب آ گیا اور انہوں نے اس کا معائنہ کیا اس کے بعد وہ قوم ایمان لے آئی اور حضرت یونسؑ کے چلے جانے سے نہایت پریشان ہوئی۔ اور غریب سے لے کر بادشاہ تک نے اپنی عاجزی اس قدر ظاہر کی کہ کپڑے اتار کر ٹاٹ پہنا اور چالیس روز تک یا کچھ کم میدان میں روتے رہے۔ حضرت یونس کو تلاش کیا اور ان پر ایمان لائے اسلئے اللہ نے ان پر رحم کیا جب وہ ایمان لے آئے تو مجرم نہ رہے اس وجہ سے عذاب ٹل گیا مگر یہ خوب خیال رہے کہ جس قدر وعید کی گئی تھی اس کا ظہور ہوا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ وعید ہرگز نہ تھی کہ وہ لوگ عذاب سے ہلاک ہوں گے۔ الغرض جو بات ٹل گئی اس کا وعدہ نہ تھا اور جس کا وعدہ تھا اس کا ظہور یقینی طور سے ہوا۔ اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ خوف کی وجہ سے وعید کی پیشین گوئی میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے اور اس قول کو خدا اور رسول کی طرف منسوب کرنا اور اجتماعی عقیدہ بنانا محض غلط ہے۔

خلیفہ قادیان بتائیں کہ یہ عقیدہ اجتماعی کہاں سے ثابت ہوتا ہے اور خدا اور رسول کا کلام کون سا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وعید کی پیشین گوئی صرف خوف سے ٹل جاتی ہے یا وقت معینہ سے اس میں تاخیر ہو جاتی ہے قرآن کی کسی آیت میں یا صحیح حدیث میں کہیں دکھائیں ہم نے تو آیت و حدیث دونوں سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا۔

الحاصل احمد بیگ کے داماد کی نسبت یہ پہلے پیشین گوئی یقیناً پوری نہ ہوئی مگر مرزا قادیانی نے

اس کے پورا نہ ہونے کا اقرار نہیں کیا اور جھوٹی باتوں کا ایک طوفان اٹھا دیا اور خاص مریدوں نے بھی انہیں غلط باتوں پر بجز آمنا کہنے کے کسی وقت اس کی تحقیق کی طرف توجہ بھی نہ کی اسی طرح اگر وہ اشتہار دیتا اور پھر بھی نہ مرتا تو ایسے ہی باتیں بنانے سے کون روک سکتا تھا جیسے پہلے بنائی تھیں ان تجربوں کے بعد اشتہار دلوانا فضول تھا۔ اس لئے نہیں دلوایا۔

اب میں اسی پر کفایت کرتا ہوں ایمان دار حضرات کے لئے اس قدر مرزا قادیانی کی حالت معلوم کرنے کے لئے کافی ہے ان کے مریدوں کی عقل پر تو ایسا پردہ پڑا ہے کہ بدیہی بات کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ منکوحہ آسمانی ان کے نکاح میں نہ آئی۔ احمد بیگ کا داماد ان کی پیشین گوئی کے مطابق نہ مرا۔ اس وقت تک زندہ موجود ہے۔ اور پھر لکھ رہے ہیں کہ دونوں پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں (معاذ اللہ) پھر اس اندھیر کا کیا ٹھکانہ ہے اندھوں کو آفتاب کی روشنی کس طرح دکھائی جائے مولوی اسماعیل قادیانی مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں تیسرے نکاح کی پیشین گوئی۔ سلطان محمد کی وعیدی موت کی پیشین گوئی کو (مرزا نے) ایک ہی پیشین گوئی قرار دیا ہے۔،

لیجئے جناب سلطان محمد کا مرنا، اور اس کی بیوی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ایک چیز ہے یا ایک خبر ہے دو نہیں جو دو چیزیں بدیہی طور سے علیحدہ علیحدہ جسم کی آنکھ سے دو نظر آتی ہیں۔ ہر ایک انسان انہیں دو چیزیں سمجھتا ہے انہیں مرزا قادیانی ایک بتا رہے ہیں اور مرید اسے مان رہے ہیں۔ قادیانی مولوی مرزا قادیانی کے وہ اقوال اور الہامات جن سے یہ دونوں پیشین گوئیاں علیحدہ علیحدہ بین طور سے معلوم ہوتی ہیں آپ کے پیش نظر نہیں بکر و ثیب والی پیشین گوئی کو یاد کیجئے۔

یا احمد اد خل انت و زو جك الجنة والے الہام پر نظر کیجئے (انجام آتھم۔ ص ۶۰۔۶۱)

یہاں تو احمد بیگ کے داماد کا نام و نشان بھی نہیں، اور احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی نسبت یہ الہامات ہیں، اور خدا کا وعدہ بلکہ اس کا عہد ہے مرزا قادیانی سے کہ وہ تیرے نکاح میں آئے گی جس کی نسبت کہا گیا ہے انا کنا فا علین فلا تکو نن من الممترین (انجام آتھم ص ۴۰)

(مرزا قادیانی اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ سلطان محمد کی بیوی کو ہم تیرے پاس لانے والے ہیں اس کام کو ہم کرنے

والے ہیں، تو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو)

اور مرزا قادیانی کا وہ کامل یقین بھی آپ کو یاد ہوگا کہ جب عدالت میں سوال کیا گیا ہے کہ آپ کو امید ہے کہ نکاح ہوگا اور مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ امید کیسی مجھ کو تو یقین کامل ہے کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے۔

اب قادیانی مولوی فرمائیں کہ جس کی نسبت بتاکید کہا گیا کہ ہم اس کے کرنے والے ہیں اور پھر اس میں شک وشبہ کرنے کی ممانعت کی گئی وہ یہی کہ محمدی بیگم مرزا قادیانی کے نکاح میں آئیں گی پھر اس کی صداقت ثابت ہوگئی۔ پھر اسی یقین کامل کا ظہور ہوا جو عدالت کے روبرو کہا گیا تھا؟ ذرا سنبھل کر جواب دیجئے۔

پھر یہ پیش گوئی اور احمد بیگ کے داماد کا مرنا ایک کیسے ہوگیا۔ ہوش میں آکر بتایئے۔ قادیانی مولوی یہ جو آپ دو پیش گوئیوں کو ایک کرتے ہیں اور دونوں میں ادغام دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ محمدی بیگم کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا اور اس کے شوہر کا مرنا ایک واقعہ کسی عاقل کے نزدیک نہیں ہو سکتا، اور نہ ایک پیش گوئی کے پورا ہونے سے دوسری پوری ہوسکتی ہے۔ اور یہاں تو کوئی پوری ہی نہیں ہوئی۔ ایسا اندھیر نہ مچایئے۔ بداہت کا انکار نہ کیجئے۔ بہت اچھا ہم آپ کے اس اندھیرے کو بھی قطع نظر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے متعدد وجوہ سے روشن کر کے دکھا دیا کہ احمد بیگ کے داماد والی پیشین گوئی میں کوئی شرط نہیں ہوسکتی۔ اور اگر شرط کو مان لیا جائے تو وہ شرط پوری نہیں ہوئی پھر وہ پیش گوئی پوری کیسے ہوگئی۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ مدرس صاحب آپ نے یہاں تو احمد بیگ کے داماد والی اور منکوحہ آسمانی والی دونوں پیشین گوئیوں کو اپنے خیال کے بموجب پورا کر کے دکھا دیا اور اپنے گروہ کو خوش کر دیا مگر یہ بات بتائی جب یہ پیشین گوئیاں ہوگئیں تو خدائے قدوس کی خلاف وعدگی کے ثبوت میں آپ نے آیت یصبکم بعض الذی یعدکم کیوں پیش کی اور اس مقدس ذات میں عیب لگانے کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی۔ اس سے پہلے تو آپ نے اس قسم کی آیتیں کبھی پیش نہیں کی تھیں۔ اس کے

سوا آپ کو یادنہیں کہ آپ کے جناب مرزا قادیانی (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۱۳۳) میں لکھ چکے ہیں کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ پھر آپ فسخ شدہ نکاح کو اپنے مرشد کے خلاف جوڑنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا قادیانی نے اسی کے جواب میں یمحو الله ما یشاء و یثبت بھی پیش کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان پر نکاح ہوا تھا مگر پھر اللہ تعالی نے اسے محو کردیا۔ پھر اس محوشدہ نکاح کو خلاف مرضی خداوندی آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ آپ کے جواب پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہوسکتی ہے۔ ذرا سمجھ کر بات کہیے اور خدا سے ڈریئے صرف اپنی بات بنانے کے پیچھے نہ پڑیئے اور اللہ تعالی عالم مافی الصدور ہے۔ آپ کے برادر اڈیٹر اخبار نے تو اس فسخ کو نسخ بتایا ہے جیسا بعض آیات قرآنیہ میں کہا جاتا ہے مگر آپ نے اس جواب کو شائد پسند نہیں کیا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ مریدین کے تقاضوں کے بعد خلیفہ کے دربار سے ایسے جوابات شائع ہوتے ہیں جن کا غلط ہونا تھوڑے علم والا بلکہ صحبت یافتہ جاہل بھی معلوم کرسکتا ہے۔ خلیفہ صاحب اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ تینوں پیشین گوئیاں مرزا قادیانی کی غلط ثابت ہوئیں

(ان کے سوا بہت پیش گوئیوں کا غلط ہونا الہامات مرزا میں لکھا گیا ہے اور برسوں سے وہ شائع ہے جواب کے لئے انعامی اشتہار بھی ہے مگر کسی کی ہمت آج تک جواب دینے کی نہ ہوئی بلکہ اس کے مولف مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیوں کی نسبت ہم سے مناظرہ کرلیا جائے مگر کوئی سامنے نہیں آتا۔ مرزا قادیانی کے سامنے مولوی صاحب قادیان اسی غرض سے گئے تھے کہ پیشین گوئیوں کی پڑتال مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ہوجائے مگر مرزا قادیانی سامنے نہ آئے۔ بایں ہمہ رسالوں میں لکھا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ساری پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں اس بے شرمی کا کیا ٹھکانہ ہے)

یعنی احمد بیگ کی لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آنا، احمد بیگ کے داماد کا نکاح کے روز سے ڈھائی سال کے اندر نہ مرنا، پھر تیسری پیشین گوئی کے بموجب مرزا قادیانی کی حیات میں اس کا نہ مرنا۔ اس لئے مرزا قادیانی مقتضائے نص قطعی قرآن مجید کے کاذب ثابت ہوئے (رسالہ کے شروع میں یہ نص قطعی نقل کیا گیا ہے) اس کے جواب کے لئے آپ کو ساری عمر کی مہلت دی جاتی ہے۔

جس جواب کی حالت اس مختصر رسالہ میں دکھائی گئی ہے یہ خلیفہ قادیان کے دربار سے نکلا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان پیشین گوئیوں کے غلط ہونے کو ان کا دل ضرور مان چکا ہے۔ مگر اب بات کی پچ ہے اور ایسی بدیہی باتوں سے انکار کرنے سے یہ مطلب ہے کہ عوام منحرف نہ ہوجائیں ۔ان کے خوش کرنے کے لئے کچھ بات بنا کر یہ کہہ دینا کافی ہے کہ پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ الغرض مرزا قادیانی کی وہ پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں جن کو انھوں نے اپنی صداقت کا معیار قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ان کا ظہور نہ ہوتو میں کاذب ہوں جب ان کا ظہور نہ ہوا تو مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب بالیقین کاذب ثابت ہوئے ۔اب جو حق پسند سچائی کے طالب ہیں وہ غور فرمائیں اور انجام کا خیال کر کے سچائی کو ہاتھ سے نہ دیں ۔

و اللہ المو فق و المعین و ھو یھدی الی صرا ط مستقیم

فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی

حصہ دوم

ربنا افتح بیننا و بین قو منا بالحق و انت خیر الفا تحین

مولانا سید محمد علی مونگیریؒ لکھتے ہیں:

مبارک وہ ہیں جن کا شیوہ راستی اور حق طلبی ہے ابدی حیات ان ہی کا حصہ ہے جو صداقت کے عاشق اور سچوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کذب و دروغ سے متنفر اور جھوٹوں سے بےزار ہیں۔ ان ہی کے لئے میں اپنے گراں مایہ وقت کو صرف کر کے امر حق کو آفتاب کی طرح روشن کر کے دکھانا چاہتا ہوں۔ حق پرستوں سے امید ہے کہ وہ اسے غور سے دیکھیں گے اور انصاف کر کے اپنے دل میں جگہ دیں گے۔

اس رسالے کے پہلے حصے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے پر دو طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے کذب و صدق کو دکھایا گیا ہے، ایک تو ان کے الہامات کو دکھایا ہے جو خاص منکوحہ آسمانی کے متعلق

انہوں نے بیان کئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن کر دیا ہے کہ وہ سارے الہامات غلط تھے، باوجودیکہ مرزا قادیانی کو ان کے سچے ہونے کا نہایت ہی وثوق تھا (وثوق کی حالت کو ملاحظہ کیا جائے ۱۸۸۸ء میں مرزا قادیانی نے اشتہار دیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ: ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی ج ا ص ۱۵۸، اور ازالہ اوہام ص ۲۹۶ میں لکھا ہے: خدائے تعالی نے ظاہر فرمایا کہ احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور آخر کار ایسا ہی ہوگا۔،،، یہ الفاظ نہایت صفائی سے یہ فیصلہ کر رہے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ضروری ہے اس لئے کوئی مانع نہیں ہوسکتا جو مانع پیش آئے گا وہ دور ہوگا اور وہ لڑکی نکاح میں ضرور آئے گی۔ مگر یہ نہیں ہوا اس لئے یقینی طور سے مرزا قادیانی کاذب ہوئے) اور ممکن ہے، کہ دلی وثوق نہ ہو مگر کسی وجہ سے ظاہر کیا گیا۔ دوسرے ان کی ذاتی حالت دکھائی گئی ہے جس سے ہر سمجھ دار حق کو پسند کرنے والا بے تامل کہہ سکتا ہے کہ جس کی ایسی حالت ہو وہ بزرگ مقدس نہیں ہوسکتا۔ اس غلط پیشین گوئی کی نسبت آخر میں جو باتیں مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ اول نے بنائی ہیں ان کا غلط ہونا بھی کافی طور سے دکھایا گیا ہے، دوسرے حصہ میں بھی دو طرح سے ان کے دعوی کی غلطی دکھانا چاہتا ہوں۔

اول تو ان ہی کے چند اقوال نقل کرونگا جن میں آپ دیکھ لیں گے کہ مرزا قادیانی کی زبان اور ان کی تحریر نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی کیسے ہیں اب کسی دلیل اور حجت کی حاجت نہیں ہے۔ اب قرآن و حدیث سے ان کے دعوی پر دلیل لانا قرآن وحدیث پر جھوٹ کا الزام لگانا ہے۔

دوم ان کے بعض وہ اقوال دکھاؤنگا جو مرزا قادیانی نے قرآن وحدیث کی طرف منسوب کئے ہیں حالانکہ محض غلط ہے۔ قرآن وحدیث میں وہ باتیں نہیں ہیں، اور اس غلطی کا ایسا بدیہی ثبوت ہوگا کہ حضرات ناظرین متحیّر ہو جائیں گے اور بڑی حیرت سے کہیں گے کہ جس کو ایسے تقدس کا دعوی ہو وہ ایسا صریح خدا اور رسول پر افتراء کرسکتا ہے؟ اس میں مرزا قادیانی کی قابلیت اور اسرار دانی اور تفسیر دانی کا حال بھی کسی قدر معلوم ہو جائے گا اس میں جس قدر فنون دنیاوی اور علوم ظاہری کا زور شور ہے اسی قدر دینی علوم اور دینی فہم کمزور بلکہ نیست ونابود ہونے کے قریب ہو رہی ہے۔ جہل مرکب کا نام علم اور کج فہمی کا نام خوب سمجھا گیا ہے۔

غضب ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مسیح ہونے کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیتے ہیں اور ماننے والے اسے نہایت مسرت سے مان رہے ہیں اور اس پر جہل مرکب کا یہ زور ہے کہ علماء کے مقابلے میں ان تخیلات

باطلہ کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ تمام دلائل تارعنکبوت سے زیادہ قوت نہیں رکھتے مگر سمجھنے کے لئے اللہ تعالی قوت علمی کے ساتھ فہم سلیم عنایت کرے، اور تعصب کی تاریکی اور دلائل کا ذبہ کی ظلمت دل سے ہٹادے۔

آئندہ تحریر سے مرزا قادیانی کی غلط فہمیاں، اور خواہ مخواہ کی زبردستیاں نمونے کے طور پر ظاہر کی جائیں گی ان سے ہرایک روشن دماغ طالب حق ان کی استدلالی حالت کو سمجھ لے گا اور اسی پر ان کے اور دلائل کو قیاس کر سکے گا۔ اس رسالے میں جس طرح مرزا قادیانی کے عظیم الشان نشان سے ان کی حالت کو ظاہر کیا ہے اسی طرح ان کے دعوی کی بہت بڑی دلیل کو محض بے بنیاد اور غلط ثابت کیا ہے۔

ایک اور حیرت یہ ہے کہ دو کتابیں مرزا قادیانی لکھی ہیں ایک کا نام اعجاز المسیح اور دوسری کا اعجاز احمدی ہے۔ ہاں ان دونوں رسالوں کو معجزہ مانا جاتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے خیال میں ان کے مضامین ایسے عالی اور مفید خلائق ہیں کہ دوسرا ذی علم ایسے مضامین نہیں لکھ سکتا، یا اس کی عبارت ایسی فصیح و بلیغ ہے کہ دوسرا ادیب نہیں لکھ سکتا۔ یا دونوں باتیں ہیں، مگر اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ معمولی باتوں کے علاوہ مرزا قادیانی کی تعلیاں اور کج بحثیاں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے اس کے مقابلے میں ابن قیم کی تفسیر سورۃ فاتحہ کو دیکھو کہ کیسے کیسے مضامین عالیہ بیان کئے ہیں اور محققانہ بحث کی ہے، اور کس قدر مفید باتیں مسلمانوں کے لئے لکھی ہیں کہ اہل حق کو وجد آتا ہے۔ دو جلدوں میں قلمی نسخہ میرے پاس ہے۔ اب تک چھپی نہیں ہے۔ مدارج السالکین اس کا نام۔ دین دار اہل علم سے بمنت کہتا ہوں کہ دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھیں اور انصاف کریں کہ مرزا قادیانی کی اعجاز المسیح اس کے سامنے کوئی رتبہ رکھتی ہے یا کوئی چیز سمجھی جا سکتی ہے؟ استغفر اللہ۔ عبارت اور معنی دونوں پر نظر کریں۔

اسی طرح علامہ صدرالدین قونوی نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے اس کا نام: اعجاز البیان فی کشف بعض اسرار القرآن، ہے۔ اس کو دیکھا جائے کیسے حقائق و اسرار بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ میں نے اس میں کسی مفسر کا قول نقل نہیں کیا بلکہ وہی لکھا ہے جو اللہ تعالی نے مجھ پر الہام کیا اور خدا کی طرف سے جو باتیں میرے قلب پر وارد ہوئیں۔ یہ تفسیر ۳۵۸ صفحوں میں مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن میں چھپی ہے۔ اس پر یہ

لکھتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بعض اسرار اس میں ہیں، سب نہیں ہیں۔

ان تفسیروں کو دیکھئے اور اعجاز المسیح کا مقابلہ کیجئے، عبارت کا عبارت سے، مضامین کا مضامین سے، الہام کا الہام سے۔ پھر مرزا قادیانی کے اعجاز کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیا جماعت مرزائیہ میں کوئی ذی علم ایسا نہیں ہے کہ ان کتابوں کو دیکھے اور انصاف سے مقابلہ کرے۔ میں انصاف سے کہتا ہوں کہ مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم لکھنوی نے سورہ فاتحہ کی تفسیر اردو میں لکھی ہے شیعوں کے جواب میں ہے اس کا نام مظھر العجائب فی النکتة الغرائب، ہے۔ پوری چار سو صفحے کی کتاب ہے اور گنجان اور باریک لکھی گئی ہے۔ مضامین کے لحاظ سے وہ بھی اس اعجاز المسیح سے بدرجہا فائق ہے۔ (ان تفسیروں کے علاوہ امام غزالی اور امام فخر الدین رازی کی تفسیر دیکھئے کہ اسی سورۃ کے بیان میں کیا کچھ انہوں نے لکھا ہے صاحب فتح البیان اسی سورۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و لولا ما مین الغزالی و الرازی فی تقدیر اشتمالها علی علوم القرآن بسط کثیر حتی استخرج الرازی منها عشرة آلاف مسئلة۔ یعنی امام غزالی اور امام رازی نے نہایت دراز اور مفصل تقریر اس مدعا پر کی ہے کہ سورہ فاتحہ تمام علوم قرآن مجید پر حاوی ہے یہاں تک کہ امام رازی نے دس ہزار مسئلے اس سے نکالے ہیں۔

تفسیر کبیر کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اب خلیفۃ المسیح فرمائیں کہ مرزا قادیانی نے کتنے مسئلے نکالے ہیں جن پر اعجازی دعوی ہے۔ بھائیو! ذرا تو انصاف کرو جن ذی علموں کے پیش نظر یہ تفسیریں ہیں وہ مرزا قادیانی کی تفسیر کی طرف کیونکر توجہ کر سکتے ہیں۔ ایسی تفسیروں کے ہوتے ہوئے مرزا قادیانی کی تفسیر کو معجزہ کہنا کسی ذی علم کا کام نہیں)

میں نے ایک ذی علم دوست سے کہا کہ اعجاز المسیح کا جواب لکھو۔ انہوں نے کہا کتاب بھیج دو۔ میں نے کتاب بھیج دی۔ کچھ عرصہ بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ کچھ لکھا؟ کہنے لگے:

کیا لکھوں۔ کوئی مضمون ہو، فصیح و بلیغ عبارت ہو، تو اس کے جواب میں دل لگے۔ مرزا قادیانی نے یہ اعجاز یہ رسالہ اہل علم کے مقابلہ میں لکھا ہے مگر کوئی فہمیدہ ذی علم ایسے معمولی رسالے کو اعجاز نہیں مان سکتا اور جس کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا ہے اور قوت ممیّزہ اس کی جاتی رہی ہے کہ اس معمولی رسالے کو اعجاز خیال کرتا ہے تو کسی ذی علم کی عمدہ کتاب کی خوبیاں وہ دریافت نہیں کر سکتا پھر ان کے لئے دماغ کو خالی کرنا اور محنت کرنا اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرنا ہے۔

یہ کیسا سچا مقولہ ہے جس کے سچے ہونے کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ ان دونوں کتابوں کی عبارت کا یہ حال

ہے کہ صرف ونحو کی کثرت غلطیاں اہل علم نے ظاہر کی ہیں اور فصاحت و بلاغت تو بڑے پایہ کی بات ہے جس کی صرف ونحو درست نہ ہو اس کو بلاغت اور پھر کمال بلاغت سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے؟ مصر کے رسالہ المنار نے میں بھی اعجاز المسیح کی بہت غلطیاں دکھائی ہیں اور اس کے دعوی اعجاز پر مضحکہ کیا ہے۔

بھائیو! یہ مسلم ہے کہ مرزا قادیانی میں اتنی لیاقت تھی کہ اردو فارسی عربی تینوں زبانوں میں اپنا مطلب بیان کر لیتے تھے مگر فصیح و بلیغ کسی زبان کے نہ تھے جو اردو کے اہل زبان ہیں وہ ان کی اردو عبارت دیکھ لیں کہ کس قدر تکرار اور فضول ان کی عبارت میں ہوتا ہے۔ تذکیر و تانیث میں بہت غلطیاں ہیں تذکیر کی جگہ اکثر انہوں نے تانیث استعمال کیا ہے۔ اور فصیح محاورہ کے خلاف ان کے الفاظ اور جملے بہت ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ان کی عربی اور فارسی کو سمجھنا چاہیے۔ اس کے جواب میں بعض مرزائیوں کو کہتے سنا کہ غلطیاں تو آریہ وغیرہ قرآن مجید میں بھی بتاتے ہیں۔ ایسے مرزا قادیانی کی غلطیاں لوگ بیان کرتے ہیں، مگر اس کے مقابل کوئی جواب نہیں دیتا۔ اس بے علمی اور نافہمی پر افسوس ہے انہیں یہ تمیز نہیں کہ قرآن مجید میں جو عقل کے دشمن غلطیاں بیان کرتے ہیں وہ معنی کے لحاظ سے کہتے ہیں جو ان کی غلط فہمی یا ہٹ دھرمی ہے اور ان کے جوابات نہایت زور سے مسلمانوں نے دیئے ہیں قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت یا صرف ونحو میں تیرہ سو برس سے آج تک کوئی ماہر دم نہیں مار سکا (بعض پادریوں نے اعتراض کیا ہے مگر انہوں نے جو علم عربی کے ماہر نہیں ہیں۔ قادیانی مولف القاء نے جو مثال دی ہے وہ ان کی ناواقفی اور محض بے خبری ہے ہمارے علماء نے اسے اچھی طرح بیان کیا ہے اسی لئے میں نے ماہر کی قید یہاں لگا دی ہے کہ جہلاء اس سے خارج ہو جائیں۔ اب رسالہ ابطال اعجاز مرزا میں قصیدہ اعجازیہ کی حالت معلوم ہو جائے گی۔) بلکہ مخالفین اسلام جو ادب میں کمال رکھتے ہیں وہ قرآن مجید کی عبارت سے سند لاتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی غلطیاں صرف ونحو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے دکھائی گئی ہیں اور اس وقت تک کوئی جواب ان کا نہیں دے سکا۔

اب برائے خدا اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جب اس کتاب کی عبارت درست نہیں مضامین اس کے مفید اور عالی نہیں جس سورۃ کی وہ تفسیر ہے اس کی اور تفسیریں بدر جہا اس سے فائق موجود ہیں اور ہر طرح اس سے اچھی ہیں پھر کسی لائق ذی علم کو اس کے جواب کی طرف کیوں توجہ ہونے لگی وہ اپنے مشاغل ضروریہ اور معمولات روزہ مرہ کو چھوڑ کر فضول کام میں اپنے اوقات کو کیوں صرف کرنے لگا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ

مکرر تجربہ ہو گیا ہو کہ مرزا قادیانی اسی قسم کے دعوے کرتے ہیں اور جب کوئی سامنے آ گیا تو کچھ باتیں بنا دیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو خوش کر لیتے ہیں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب سے مناظرہ کی نسبت بہت کچھ اشتہارات شائع ہوئے۔ بالآخر لاہور میں مناظرہ قرار پایا۔ تاریخ معین ہوئی۔ پیر جی صاحب تاریخ معینہ پر تشریف لائے اور مرزا قادیانی نہ آئے۔ لاہور وغیرہ کے مریدوں نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر ایسی باتیں کہیں کہ مناظرہ میں جانا بھی نہ پڑا اور مریدین بھی راضی رہے لاہور میں اس کی پوری کیفیت چھپی ہے۔ دوسری مرتبہ مختصر تمہید کے ساتھ عمدۃ المطابع لکھنؤ میں چھپی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت رسالہ اعجاز احمدی میں یہ پیشین گوئی مشتہر کی کہ وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔

(اس زور سے انکار پر خوب نظر رہے) مگر اس زور کی پیشین گوئی کے بعد بھی مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے اور مرزا قادیانی نے بجز اظہار غیظ وغضب اور زبردستی کی باتوں کے اور کچھ نہیں کیا۔

یہاں مجھے یہ کہنا ہے کہ مرزا قادیانی کی ایسی صاف پیشین گوئی غلط ہوگئی مگر مرزا قادیانی پر یا ان کے مریدین پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اسی طرح اعجاز المسیح اور اعجاز احمدی کی نسبت جو پیشین گوئی کی ہے اگر وہ غلط ہو جائے تو کیا نتیجہ ہوگا؟

مرزا قادیانی کی ایک ہی پیشین گوئی تو غلط نہیں ہوئی بلکہ بہت کثرت سے ان کی پیشین گوئیاں غلط ہوئی ہیں۔ یہ رسالہ ملاحظہ کیا جائے پھر معلوم ہو جائے گا کہ ایک ہی معاملے کے متعلق کتنی پیش گوئیاں ان کی غلط ثابت ہوئیں۔ پھر کوئی قادیانی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا، کسی نے بھی اقرار کیا کہ یہ پیشین گوئی غلط ہوئی (خیال کیا جائے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرزا کی مذکورہ پیشین گوئی کے خلاف قادیان میں پہنچ گئے اور مرزا قادیانی غصہ سے برافروختہ گھر کے اندر بیٹھے ہوئے بے ہودہ گوئی اور سخت کلامی کر رہے ہیں اور مریدین بھی جی حضرت کر رہے ہیں مگر نہ مرزا قادیانی کو شرم آتی ہے کہ ہماری پیشین گوئی جھوٹی ہوگئی اور نہ مریدین کو حق بات کا خیال آتا ہے کہ مولویصاحب کا یہاں آ جانا کس قدر صاف طور سے مرزا قادیانی کو جھوٹا ٹھہراتا ہے مگر بدصحبت نے قلب کو ایسا سیاہ کر دیا کہ نہایت روشن بات بھی انہیں نہیں سوجھتی) ان ہی باتوں پر نظر کر کے اہل علم نے یہ خیال کیا کہ اگر غیر ضروری کام میں اپنا وقت صرف کیا تو ایسا ہی نتیجہ ہوگا جو مذکورہ باتوں میں ہوا۔ اہل دانش کو

یہ کہنے کا موقع ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ اس کتاب کا کوئی جواب نہیں دے سکے گا، اور جو قصد کرے گا وہ روک دیا جائے گا اسی خیال پر مبنی ہے، وہ ضرور واقف ہوں گے کہ اس حالت کے ساتھ اہل کمال توجہ نہیں کر سکتے اور اگر کوئی قصد کرے گا تو وہ اعجاز المسیح کو دیکھے گا اور دیکھنے کے بعد اسے جواب کے لائق نہیں پائے گا تو خواہ مخواہ طبیعت رک جائے گی۔ خصوصاً جب وہ علامہ قونوی وغیرہ کی تفسیریں دیکھ چکا ہے کیونکہ انہیں دیکھ کر وہ معلوم کر چکا کہ اعجاز المسیح کے متعدد جواب اس سے نہایت اعلی اور ہر طرح اس سے عمدہ موجود ہیں پھر اس کے جواب کی طرف توجہ کرنا نادانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس طرف کے بعض مرزائی اب بھی اسے معجزہ خیال کرتے تھے اس لئے ان کا جواب لکھا گیا ہے۔

اب میں اصل مدعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے عظیم الشان نشان کے بقیہ کو بیان کرتا ہوں۔

منکوحہ آسمانی کی پیشین گوئی کو مرزا قادیانی نے نہایت ہی عظیم الشان ٹھہرایا تھا اور اس کی وجہ اس طرح بیان کی ہے:

پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں، کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیشین گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیشین گوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے، اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی ہونے تک فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

٦۔اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔اور ظاہر ہے کہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔ (شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی۔ص۷۹)

اس عبارت سے یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا مرزا صاحب قادیانی کا ایسا عظیم الشان نشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوسکتا کیونکہ اردو کے محاورے میں معمولی عظمت کی شئے کو عظیم الشان نہیں کہتے بلکہ اس کے لئے بڑی عظمت کا ہونا ضروری ہے۔اب اس بڑی عظمت میں بھی تین درجے ہو سکتے ہیں۔اس کے ادنی درجے کو عظیم الشان کہیں گے،متوسط درجے کو بہت عظیم الشان کہیں گے،اور سب سے اول درجے کو بہت ہی عظیم الشان کہیں گے۔مرزا قادیانی نے اس نشان کے کے لئے یہی لفظ لکھا ہے جو نہایت کمال مرتبہ عظمت کو ظاہر کرتا ہے جس سے بڑھ کر عظمت نہیں ہوسکتی۔اب اس کی اتنی بڑی عظمت کی کیا وجہ ہے؟

ہم نے جہاں تک غور کیا تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ بہت بڑی دلی آرزو کے پورا ہونے کی خبر ہے۔اب وہ جیسی خبر ہو،ایک خبر ایسی بھی ہوتی ہے کہ انسان قرائن موجودہ اور اپنی تدابیر کاملہ کا پورا وثوق کر کے اس کے ہونے کی خبر دے دیتا ہے اور اس کے دل میں اس کا یقین ہو جاتا ہے،اور واقعی بات بھی یہی تھی اور آسمانی فیصلے نے اس کو عالم پر روشن کر دیا مگر مرزا قادیانی اس کی عظمت کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چھ پیشین گوئیوں پر مشتمل ہے مگر اللہ تعالی نے جن کو علم کے ساتھ نظر وسیع اور طبع سلیم عنایت کی ہے وہ بالیقین جان سکتے ہیں کہ اس قسم کی چھ پیشین گوئیاں کیا چھ صد جھوٹی پیشین گوئیاں ہوتیں تب بھی کوئی عظمت نہیں ہوسکتی تھی۔حیرت یہ ہے کہ جماعت قادیانیہ میں بعض اہل علم بھی ہیں خصوصاً حکیم نورالدین وہ بھی ایسی باتوں کو عظیم الشان سمجھتے ہیں۔اگر اب بھی وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں تو مناسب ہے کہ صناجۃ الطرب (یہ کتاب عرب کی تاریخ ہے نوفل بن نعمۃ اللہ طرابلسی اس کا مؤلف ہے بیروت میں چھپی ہے۔مرزائیوں میں عجب اندھیر ہے کہ دنیا بھر جانتی ہے اور عام طور سے تجربہ ہو رہا ہے کہ رمال اور نجومی پیشین گوئیاں کرتے ہیں خصوصاً پنجاب کے رمال آتے ہیں اور پیشین گوئیاں کرتے اور خبریں دیتے پھرتے ہیں ہم نے ایک مطبوعہ کتاب بھی پیش کی جس میں آئندہ کی خبریں دینے کا تذکرہ بتفصیل لکھا ہے مگر مرزائی آفتاب روشن کو غل مچا کر چھپانا چاہتے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ پیشین گوئی کرنا غیب کی خبر دینا ہے اور غیب کی خبر اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا اور پھر اپنی جہالت سے قرآن کی آیت اس کی سند میں پیش کرتے ہیں۔یہ صریح قرآن مجید پر الزام لگانا ہے منکرین اس بات کو دیکھ کر کس قدر قہقہہ لگائیں گے کہ کیسی صریح

غلط بات قرآن میں ہے) ملاحظہ کریں اس میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کتنے وجوہ سے آئندہ کی خبر معلوم ہوسکتی ہے جن میں بزرگی اور ولایت اور نبوت کو کچھ دخل نہیں ہے۔

یہاں بھی لوگ جانتے ہیں اور بہت سے حضرات تجربہ بھی کر چکے ہیں کہ رمال اور جفار اور نجومی اور جوتش کے جاننے والے آئندہ کی خبریں دیتے ہیں خصوصاً مرنے کی اور جینے کی اور نکاح ہونے کی بعض بعض اخباروں میں طبع بھی ہوتی ہیں۔

بعض اہل فراست تجربہ کار پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت باتیں ان کی صحیح نکلتی ہیں پھر کیا یہ پیشگوئیاں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں؟ کیا یہ سب بھی مقبولان خدا میں سے ہو گئے؟ اور ان کی یہ پیش خبریاں نبوت یا مقبولیت کا نشان ہوگئیں؟ ذرا سوچ کر اور خدا سے ڈر کر جواب دو۔

کچھ نئے تعلیم یافتہ بھی انہیں مان رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے بھی یہ پردہ نہیں ہٹا۔ بھائیو! ذرا نظر کو اٹھاؤ اور آزادی کے ساتھ غور کرو۔ اور اگر کسی صاحب کو اب بھی توجہ نہ ہو اور مرزا قادیانی کے قول پر انہیں پختہ ایمان ہو کہ یہ عظیم الشان نشان ہے، تو وہ حضرات ملاحظہ کریں ان پیشین گوئیوں میں اصل پیشین گوئی دو ہیں پانچویں اور چھٹی یعنی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک، ا: مرزا قادیانی کا زندہ رہنا۔ ۲۔ منکوحہ آسمانی کا ان کے نکاح میں آجانا۔ باقی سب اس کی فروع ہیں کیونکہ اسکے نکاح میں آنے کے لئے یہ چھ پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اور پھر ازالہ اوہام (صفحہ ۳۹۶) میں یہ الہام بیان کیا کہ:

انجام کار وہ نکاح میں ضرور آئے گا اور سب موانع دور ہوں گے۔

یہ باتیں یقینی طور سے شہادت دیتی ہیں کہ اصل پیشین گوئی کا مقصود یہی دو پیشین گوئیاں ہیں۔

بیان سابق سے نہایت روشن ہو گیا کہ یہ دونوں پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور ان کا غلط ہو جانا ایسا عظیم الشان امر ہے کہ ان کی تمام پیشین گوئیاں اور دعوی پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئے، کیونکہ ان کے ہونے پر مرزا قادیانی کو اس قدر وثوق تھا اور کس قدر اشتہاروں میں اور رسالوں میں بار بار اس کے ظہور میں آنے کو بیان کیا ہے کہ اللہ اکبر۔ اس لئے ہر طالب حق بالضرور یہی کہے گا کہ جب یہ پیش گوئی جھوٹی ہو گئی، تو اب اگر کوئی پیش گوئی مرزا قادیانی کے کہنے کے مطابق ہو جائے تو بالضرور وہ انہیں اتفاقیہ امور میں ہے جو دنیا میں کسی

کے موافق اور کسی کے مخالف ہوا کرتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں پیشین گوئیاں ان کے خلیفہ کی اس تاویل کو غلط بتاتی ہیں جس میں وہ خطاب کو عام ٹھہرا کر اپنے مرشد اور محمدی بیگم کی اولاد کو شامل کرتے ہیں۔
چوتھی پیشین گوئی بھی اپنے پورے مضمون کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی کیونکہ اس کا مضمون یہ ہے کہ:

دختر (یعنی محمدی بیگم بنت احمد بیگ) تا ایام بیوہ ہونے کے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

یہ پیشین گوئی دو دعووں کی خبر دے رہی ہے۔ ایک یہ کہ وہ لڑکی (محمدی بیگم)، مرزا قادیانی کی زندگی میں بیوہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ نکاح ثانی اس کا مرزا قادیانی سے ہوگا۔ اور ہمارے پہلے بیان سے ان دونوں دعووں کا غلط ہونا ظاہر ہوگیا۔ تیسری پیش گوئی پہلی پیش گوئی کے لوازمات سے ہے، کوئی مستقل نہیں ہے البتہ نمبر دوم کی پیش گوئی اس لئے نہایت لائق لحاظ ہے کہ مرزا قادیانی نے بار بار نہایت زور سے اپنی سچائی کا معیار اسے قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

اگر اس کا ظہور نہ ہو، تو میں جھوٹا اور ہر بد سے بدتر ہوں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

شہادۃ القرآن کی مذکورہ عبارت میں اور دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی ہے کہ:

اگر احمد بیگ نے اس نکاح سے انحراف کیا تو یہ لڑکی جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا۔

جب مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی غلط ہوگئی، اور اس لڑکی کا خاوند مرزا قادیانی سے منحرف رہا یہاں تک کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں قریب سولہ سترہ سال کے گذر گئے (کیونکہ نکاح ۱۸۹۲ء میں ہوا اور ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی مرا، اور اب مرے ہوئے تین برس ہو گئے اور خدا کے فضل سے اب تک وہ زندہ ہے) تو اس سچے واقعے کو اہل حق نے ظاہر کرنا شروع کیا۔ اس پر مرزا قادیانی نے کیسی کیسی تاویلیں کیں ہیں اور کس قدر شور و شر اٹھایا ہے کہ خدا کی پناہ مگر آخر میں خدا تعالی نے آفتاب روشن کی طرح سچائی کو ظاہر کر دیا اور دنیا پر ظاہر ہوگیا کہ مرزا قادیانی کا کہنا بالکل غلط تھا، زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی غلط پیشین گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مرزا قادیانی نے اور ان کے خلیفہ نے جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی الزام لگانا چاہا ہے مگر ہم دکھلائیں گے کہ یہ بڑی جسارت

اور محض افترا ہے جوانہوں نے اپنے نفس کو بچانے کے لئے کیا ہے۔

خلیفہ قادیانی کے بعض اقوال کا ذکر پہلے حصہ کے تتمہ میں ہولیا ہے۔ اب مرزا قادیانی کے بعض رسائل کی عبارتیں اس پیشین گوئی کے متعلق نقل کی جاتی ہیں جن سے اظہر من الشمّس ہورہا ہے کہ مرزا قادیانی کی زبان مرزا قادیانی کو جھوٹا کہہ رہی ہے مرزا قادیانی کا صاف وصریح اقرار مرزا قادیانی کو کذاب ومفتری بتا رہاہے ان کی تحریر انہیں ہر بد سے بدتر ظاہر کررہی ہے جن کی آنکھیں ہوں وہ دیکھیں اورانصاف کریں اور یقین کرلیں کہ یہ پیشین گوئی بلاشبہ غلط ہوئی، اور مرزا غلام احمد قادیانی کا ذب ثابت ہوئے اس کا جواب قیامت تک نہیں ہوسکتا۔

ا۔ انجام آتھم صفحہ ۳۱ کے حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالی ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کرے گا جیسا احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

اے طالبان حق دوڑو اور قدرت حق کا تماشا دیکھو کس صفائی سے آفتاب صداقت چمک چکا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جب منکوحہ آسمانی کا خاوند یعنی مرزا احمد بیگ کا داماد اڑھائی سال کے اندر نہ مرا اور مسلمانوں نے شور کیا تو مرزا قادیانی نے اپنے اشتہاروں رسالوں میں بار بار بہت زور کے ساتھ لکھا کہ:

احمد بیگ کا داماد ضرور میرے سامنے مرے گا کچھ دنوں کی مہلت اسے دی گئی ہے۔

اب یہاں صاف کہہ رہے ہیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو وہ نہ مرے گا میری موت آجائے گی۔ اب تو دنیا پر ظاہر ہوگیا کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے اور مرزا قادیانی کو مرے ہوئے تین برس ہوگئے، اس لئے مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب جھوٹے ٹھہرے۔ کیا اب بھی جماعت مرزائیہ سچائی کے ماننے میں کوئی عذر کرے گی؟ وہ بھی خوب سمجھ لے کہ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کوئی شرط نہیں ہے اور اب جس کو شرط کہا جاتا ہے وہ محض فریب دیا جاتا ہے، اس کی تفصیل تنزیہہ ربانی اور معیار صداقت میں دیکھئے، نہایت تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے لئے کوئی شرط نہیں۔

۲۔اور ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔اے احمقو! یہ انسان کا افتراءنہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔،

حق پسند حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی کا یہ قول کس صفائی سے باآواز بلند پکار رہا ہے کہ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں اس کے پورا ہونے کے لئے خدا کا سچا وعدہ ہے یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا اگر کوئی شرط ہوتی تو یہاں ضرور بیان کرتے۔

اب برادران اسلام اس پر غور کریں کہ مرزا قادیانی کو اپنے الہام کے سچے ہونے پر کس قدر وثوق ہے اور احمد بیگ کے داماد کی موت کو خدا کا سچا وعدہ کہتے ہیں بایں ہمہ کس قدر صفائی سے اس وعدے کا جھوٹا ہونا ظاہر ہوگیا۔اب اس میں کون ایماندار شبہ کرسکتا ہے (احمد بیگ کے داماد کی نسبت پہلے یہ الہام تھا کہ اڑھائی برس کے اندر مرے گا، جب اس میعاد میں وہ نہ مرا تو مرزا قادیانی نے کیسی کیسی توجیہیں کی ہیں اور متعدد تحریروں میں بہت اوراق سیاہ کئے ہیں اور حضرت یونس کی پیشین گوئی کے مثل اسے ٹھہرایا ہے اور حسب ضرورت الہام میں اضافہ بھی ہوتا رہا ہے۔رسالہ انجام آتھم اور اس کا ضمیمہ ملاحظہ کیا جائے اس میں ۲۲ صفحے اسی بیان میں سیاہ کئے ہیں مگر اب اظہر من الشمس ہوگیا کہ وہ سب غلط تاویلیں اور بناوٹ کی باتیں تھیں در اصل پہلا الہام بھی ایسا ہی غلط تھا جیسا یہ دوسرا الہام باوجود ایسے سخت وثوق کے غلط ثابت ہوا۔مقام انصاف ہے جس الہام کو وہ اپنی صداقت کا معیار قرار دیتے ہیں جب وہ جھوٹا نکلے تو جن الہاموں کی نسبت ایسا وثوق نہیں بیان کیا گیا انہیں کون سمجھدار الہام ربانی کہہ سکتا ہے؟ یہ کہنا کہ اس پیش گوئی کا پورا نہ ہونا ایسا ہی ہے جیسے حضرت یونس کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی،اور باوجود وعدہ کے ان کی قوم سے عذاب ٹل گیا،نص قطعی کے مضمون سے چشم پوشی کرنا ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوجگہ صاف مذکور ہے کہ حضرت یونس کی قوم ایمان لے آئی تھی اور ایمان کی وجہ سے انہیں نجات ملی،قرآن میں سورہ یونس اور سورہ صافات ملاحظہ کیجئے، احمد بیگ کا داماد یا اس کی بیٹی اور بیوی تو مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لائے آخر تک وہ منکر رہے۔پھر مرزا قادیانی کی پیشین گوئی حضرت یونس کی پیشین گوئی کے مثل کیسے ہوسکتی ہے۔کیا جماعت مرزائیہ میں کوئی ذی علم نہیں کہ قرآن مجید دیکھ کر اس بدیہی بات کا فیصلہ کرے،اور مرزا قادیانی کی زبردستی دیکھے) کرسکتا ہے کہ وہ وعدہ شیطانی تھا جسے مرزا قادیانی رحمانی سمجھے تھے۔

اب میں مرزائی جماعت سے خیرخواہانہ کہتا ہوں کہ ان اقوال پر نظر کریں،اگر مرزا قادیانی کو کسی وجہ

سے انہوں نے سچا مان لیا تھا تو اب دیکھیں کہ ان ہی کے اقوال انہیں کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ان کے اقوال کو دیکھ کر کوئی سچا مسلمان انہیں سچا سمجھ سکتا ہے۔ ذرا خوف خدا دل میں لا کر جواب دیجئے گا اور خدا کے لئے یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ اعتراض تو اسلام پر بھی ہوتے ہیں، کیونکہ اسلام پر کوئی اعتراض نہیں بنتا البتہ بعض متعصبوں نے نفسانی غرض سے اور بعض کم عقلوں نے بدگمانیاں کی ہیں اور بعض نے کم عقلی کی بنیاد پر عقلی شبہات کئے ہیں اور ان کے جواب میں خاص کر تفسیریں علمائے متقدمین نے لکھی ہیں اور متاخرین نے خاص خاص رسالوں میں ان کا جواب دیا ہے۔ اور پھر کوئی دم نہیں مار سکا۔ مرزا قادیانی پر جو اعتراضات ہم کر رہے ہیں ان میں نہ نفسانی غرض کو دخل ہے اور نہ صرف عقل پر ان کی بنیاد ہے۔ یہ تو آسمانی فیصلہ سے جو اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی زبان سے کرایا ہے، یہ تو اقراری ڈگری ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

دو اقرار تو آپ ملاحظہ کر چکے اب تیسرا اقرار دیکھئے۔ اسی رسالہ انجام آتھم میں اسی پیشین گوئی کے متعلق مرزا قادیانی نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں اور عربی زبان میں لکھ کر فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے اس کے آخر میں جو حاصل لکھا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

۳۔ بلکہ اصل امر بر حال خود قائم است و ہیچ کس با حیلہء خود او را ردنتواں کرد وایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است وعنقریب وقت آں خواہد آمد پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ را برائے ما مبعوث فرمود و او را بہترین مخلوقات گردانید کہ دین حق است، وعنقریب خواہی دید ومن ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار می گردانم، ومن نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شدم۔ (انجام آتھم۔ ص ۲۲۳)۔

ترجمہ: اصل بات اپنے حال پر قائم ہے (یعنی احمد بیگ کے داماد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا اور محمدی بیگم کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا) کوئی شخص کسی تدبیر سے کوئی مٹا نہیں سکتا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تقدیر مبرم ہے جو بغیر پورے ہوئے ٹل نہیں سکتی اور اس کے پورے ہونے کا وقت عنقریب ہے اس خدا کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو ہمارا نبی کیا اور ساری مخلوق سے انہیں بہتر بنایا جو میں کہہ رہا ہوں وہ حق ہے، عنقریب تو دیکھ لے گا یعنی احمد بیگ کے داماد کے مرنے میں جو کچھ تاخیر ہوئی وہ ایک وجہ سے ہوئی، مگر میرے سامنے اس کا مر جانا اس میں شبہ نہیں ہے عنقریب تو دیکھ لے گا کہ وہ میرے سامنے مر گیا اور میں اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کی اسے کسوٹی ٹھہراتا

ہوں (اگر وہ میرے سامنے مرگیا تو میں سچا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ میں اس کے سامنے مرگیا تو جھوٹا ہوں) اور جس امر کی اللہ تعالی نے اطلاع دی ہے وہی میں نے کہا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہا۔

(اب اگر کوئی تامل کرے تو اتنی ہی عبارت میں چھ جھوٹ مرزا قادیانی کے معلوم کرے گا ملاحظہ کر لیجئے۔ ۱۔ اصل امر برحال خود قائم ست۔ محض غلط، اپنے حال پر ہرگز قائم نہیں ہے بلکہ جھوٹ ثابت ہوا۔ ۲۔ ہیچ کس باحیلہ خود اوراز دنتوں کرد۔ یعنی احمد بیگ کے داماد کی موت کو کوئی نہیں روک سکتا محض غلط مسلمانوں نے اس کی درازی عمر کی دعا کی، اللہ نے قبول کی اس لئے مرزا قادیانی کا یہ جملہ غلط ہو گیا۔ ۳۔ خدا کی طرف سے یہ تقدیر مبرم ہے، اس کا جھوٹ ہونا اظہر من الشمس ہو گیا، اگر تقدیر مبرم ہوتی تو احمد بیگ کا داماد ضرور مرزا قادیانی کے سامنے مرتا حالانکہ مرزا قادیانی پہلے مر گئے اور وہ ہنوز زندہ ہے۔ ۴۔ اس کا وقت عنقریب آنے والا ہے۔ محض غلط ہے۔ عنقریب کیا مرزا قادیانی کی موت تک اس کا وقت نہ آیا۔ ۵۔ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کا میرے سامنے مرنا حق ہے، عنقریب تو دیکھ لے گا۔ یہ بھی جھوٹ نکلا اور مرزا قادیانی کی یہ جھوٹی قسم ثابت ہوئی۔ ۶۔ میں نے وہی کہا ہے جس کی اطلاع اللہ تعالی نے دی ہے۔ جب اس پیش گوئی کا جھوٹا ہونا یقیناً ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ شیطانی وسوسہ تھا خدا کی طرف سے ہرگز نہ تھا)

خوب یاد رہے کہ ترجمہ میں جو شرح کی گئی ہے وہ مرزا قادیانی ہی کے کلام سے لی گئی ہے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں ہے۔ اس قول سے پہلے انجام آتھم کو دیکھنا چاہیے بھائی مسلمان دیکھ چکے کہ یہاں مرزا قادیانی نے تین الہامی قول نقل کئے ہیں۔ پہلے میں نہایت صفائی سے اپنے جھوٹے ہونے کی یہ علامت بتا رہے ہیں کہ احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرے بلکہ میری موت اس کے سامنے ہو۔ دوسرے میں اسی بنیاد پر اپنے آپ کو بد سے بدتر کہہ رہے ہیں۔ تیسرے میں اس پیشین گوئی کو اپنے صدق یا کذب کا معیار بتاتے ہیں یعنی اگر احمد بیگ کا داماد میرے سامنے مرگیا تو میں سچا اور اگر میں اس کے سامنے مرگیا تو جھوٹا۔

یہ آسمانی فیصلہ ہے جو خدائے تعالی نے مرزا قادیانی زبان سے کرایا ہے اور تمام گمراہوں کے لئے حجت ہے۔

میں تمام جماعت مرزائیہ اور بالخصوص حکیم نور الدین قادیانی سے کہتا ہوں کہ خدا کے لئے اس صاف اور روشن دلیل پر غور کریں اور یقین کر لیں کہ اس کا کوئی جواب وہ نہیں دے سکتے اور ہمارے لئے یہی فیصلہ ان کی تمام باتوں کے لئے کافی جواب ہے ان کے تمام نشانات اس فیصلے سے بے نشان ہو جاتے ہیں ان کی تمام حجتیں تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ جاتی ہیں، تھوڑی سی سمجھ اور انصاف چاہیے ذرا توجہ کیجئے۔

جب اس پیشین گوئی کے جھوٹ ہو جانے سے مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب جھوٹے ٹھہرے

تو مرزا قادیانی ہی کے قول سے ثابت ہوا کہ جس قدر نشانات انہوں نے دکھائے وہ سب جھوٹے اور جتنی حجتیں انہوں نے پیش کیں وہ ایسی تھیں جیسے جھوٹے لوگ پیش کیا کرتے ہیں خوب خیال رہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ مرزا قادیانی کے کلام سے جو ظاہر ہو رہا ہے، اسے میں آپ کو دکھا رہا ہوں، دوسری طرف سے سمجھ لیجئے مجملاً کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ نشانوں کا بے نشان ہونا تو اس طرح ظاہر ہے کہ جب وہ عظیم الشان نشان جسے انہوں نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا وہ خاک میں مل گیا تو دوسرے نشان کس شمار میں ہیں اگر کوئی پیشگوئی سچی بھی ہوگی (میں نے فرضی طور پر کہا ہے ورنہ صحیح امر یہی ہے کہ ان کی کوئی پیشین گوئی سچی نہیں ہوئی۔ یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کی سینکڑوں پیشین گوئیاں سچی ہوئیں اور ہو رہی ہیں محض غلط ہے کوئی مقابلہ پر آ کر ثابت کرے) تو ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسے رمال اور نجومی کی باتوں میں بعض صحیح ہو جاتی ہیں۔ مرزا نے اپنا ایک الہام عربی میں بیان کر کے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے ان کی عبارت نقل کر کے اس کا نتیجہ بیان کرتا ہوں

۴۔قال کذبوا بآیاتی وکانوا بها مستهزئین فسیکفیکهم الله و یردها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ربك فعال لما یرید فاشار فی لفظ فسیکفیکهم الله انه یرد بنت احمد الی بعد اهلاك الما نعین و کان اصل المقصود الاهلاك و تعلم انه هوا لملاك و اما تز و یجها ایای بعد اهلاك الهالکین و الهالکات فهو لاعظم الآیة فی عین المخلوقات

گفت ایں مردم مکذب آیات من ہستند و بدانہا استہزا می کنند پس من ایشاں (الہام کے جو الفاظ مرزا قادیانی بیان کئے ہیں ان میں کوئی لفظ نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ ہے) را نشانے خواہم نمود و برائے تو ایں ہمہ را کفایت خواہم شد و آں زن را کہ زن (یہ جملہ ان کی کتاب میں اسی طرح ہے۔ محمد علی) احمد بیگ را دختر است باز بسوئے تو واپس خواہم آورد، یعنی چونکہ او از قبیلہ بباعث نکاح اجنبی بیرون شدہ باز بہ تقریب نکاح تو بسوئے قبیلہ رد کردہ خواہد شد در کلمات خدا و وعدہ ہائے او ہیچ کس تبدیل نتواں کردہ خدائے تو ہر چہ خواہد آں امر بہر حالت شدنی است ممکن نیست کہ در معرض التواء بماند پس خدا تعالیٰ بلفظ فسیکفیکهم الله بسوئے ایں امر اشارہ کرد کہ (جماعت مرزائیہ اس جملہ پر خوب غور کرے کہ وہ د

ختر واپس کیوں نہیں آئی اوراس کے روکنے والے کیوں نہ مرے۔ مرزا قادیانی ابھی کہہ چکے ہیں کہ خدا کی باتوں مین تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اگر یہ خدا کی بات تھی یعنی الہام خداوندی تھا تو بدل نہیں سکتا تھا جب بدل گیا تو یقیناً معلوم ہوا کہ خدا کی طرف سے یہ الہام نہ تھا بلکہ مرزا قادیانی کی دلی آرزو تھی جسے وہ الہام سمجھے اسی پران کے اورالہاموں کو قیاس کرنا چاہیے اگر یہ خدا کی طرف سے الہام ہوتا تو خدا اپنے رسول کو کبھی جھوٹا نہ کرتا احمد بیگ کا داماد ضرور مرتا اورلڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں ضرور آتی) او دختر احمد بیگ رابعد میرنیدن مانعان بسوئے من واپس خواہد کرد واصل مقصود (خوب خیال رہے کہ عربی اور فارسی دونوں میں الہام کا اصلی مقصود احمد بیگ کے داماد وغیرہ کا مرنا مرزا قادیانی بیان کرتے ہیں اور وہی نہ پایا گیا، پھر مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے میں کیا تامل رہا) میرانیدن بود، وتو میدانی کہ ملاک ایں امر میرانیدن است وبس (انجام آتھم۔ص ۲۱۶۔۲۱۷)

اس کلام سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

اول: خدا تعالی کا حتمی وعدہ ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی خاص مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔

دوم: جو اس نکاح کے روکنے والے ہیں وہ ہلاک ہوں گے۔ روکنے والوں میں ان کی پہلی بیوی اور دو بیٹے تھے اور عورت کا شوہر، بڑے روکنے والے یہی لوگ تھے ان میں سے کوئی نہیں مرا۔ حالانکہ اصل مقصود ان کا مرنا تھا بلکہ مرزا قادیانی خود تشریف لے گئے۔ سوم: خدا تعالی کے وعدے میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور نہ اس میں التوا ممکن ہے۔ کہیے خلیفہ قادیان آپ کے مرشد (خلیفہ قادیان نے غلط پیشین گوئیوں کے جواب میں بعض بزرگوں کا یہ قول نقل کیا ہے یعد و لا یوفی اوراس کا ترجمہ انہوں نے اس طرح کیا ہے کہ خدا تعالی وعدہ کرتا ہے اور بعض وقت پورا نہیں کرتا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالی بعض وقت جھوٹ بول دیتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ مگر مرزا قادیانی یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کے وعدے میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ اب خلیفہ قادیان کو اس کے خلاف نہیں کہنا چاہیے۔ الحاصل خلیفہ قادیان نے تو چاہا تھا کہ خدائے قدوس پر الزام آئے تو آئے مگر مرزا قادیانی الزام سے بری رہیں، اب خود مرزا قادیانی نے اپنے خلیفہ کے قول کو غلط ٹھہرادیا۔ و للہ الحمد) یوعد و لا یوفی کے خلاف کہہ رہے ہیں یعنی خدا تعالی کا یہ جو وعدہ ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اور نہ اس میں تاخیر والتوا ہوسکتا ہے۔ الغرض اس کلام سے وہ تاویلیں محض غلط ہوگئیں جو مرزا قادیانی کے خلیفہ وغیرہ اس جھوٹی پیشین گوئی کے بنانے میں اب کیا کرتے ہیں اور کبھی خدا پر الزام لگانا چاہتے ہیں اور کبھی اس کے رسول پر جس کا ذکر پہلے حصہ کے تتمہ میں کیا گیا۔ اب دیکھنا چاہیے

کہ پیشین گوئیاں اور کتنے قول ان کے غلط ہوئے۔

ا۔مثلاً احمد بیگ کی لڑکی ان کے نکاح میں نہیں آئی۔۲۔احمد بیگ کا داماد ان کے روبرو نہیں مرا۔۳۔ان کی پہلی بیوی نہیں مری۔۴۔ان کے بیٹے زندہ موجود ہیں۔۵۔جس قدر الہامی وعیدیں اس کے والدین وغیرہ کے لئے بیان کی تھیں وہ سب جھوٹی ثابت ہوئیں۔

اب اس کہنے میں کیا تامل ہوسکتا ہے کہ توریت کے مطابق مرزا قادیانی جھوٹے نبیوں میں ہوئے کیونکہ توریت (تورات کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہ قول کہ میرا نکاح محمدی سے ہوگا مرزا قادیانی کا گستاخانہ قول ہے) کے استثنا باب ۱۸ میں ہے:

لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا تو وہ نبی قتل کیا جائے (یعنی مثل قصاص کے توریت میں یہ بھی ایک حکم ہے۔) اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیوں کر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کہے اور جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔

مذکورہ پیش گوئی کے متعلق ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ میں ایک قول اور بھی لائق ملاحظہ ہے:

چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گے تو کیا

ا۔اس دن یہ احمق مخالف جیتے رہیں گے۔۲۔اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے۔۳۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی۔۴۔اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔۵۔اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔

ناظرین ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ اس قول میں بھی کس زور سے مذکورہ پیش گوئی کی صداقت کو مرزا غلام احمد قادیانی ظاہر کررہے ہیں مگر غیظ وغضب کی انتہاء نہیں ہے۔تہذیب وشائستگی بھی لائق دید ہے جـــــــزاء

سیئة سیئة پرعمل کرنے والے اپنے مرشد کو دیکھیں کہ ان کا کلام مناظرہ مونگیر سے کتنے دنوں پہلے کا ہے۔

اب ہم جماعت مرزائیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ جن باتوں کے پورا ہو جانے پر مرزا قادیانی نے یہ پانچ جملے مخالفین کے لئے کہے تھے، اور اب نہایت صفائی سے ظاہر ہو گیا کہ وہ باتیں پوری نہ ہوئیں اور اعلانیہ غلط ثابت ہوئیں تو اب ان پانچوں جملوں کا مصداق ان کے نزدیک کون ہے؟ مرزا قادیانی یا ان کی جماعت، امر حق کے اظہار میں کچھ شرم نہ کریں ہمارے نزدیک تو اس وقت ان کی جماعت زیادہ مستحق ہے۔ ذرا انصاف کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنے چہروں کو ملاحظہ کریں اگر وہ ذرا غور کریں گے تو ان کا کانشنس ان کی اندرونی سچائی (اگر کچھ ہے) تو بے اختیار کہہ اٹھیں گی کہ ہم ابدی حیات سے محروم رہے فریب کی تلوار نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا غلط فہمی اور ندامت کے داغ نے چہروں کو مسخ کر دیا۔ یہ جماعت ان جملوں کی زیادہ مستحق اس لئے ہے کہ باوجود اس بدیہی ثبوت کے حق کی طرف رجوع نہیں کرتی اور جھوٹ کو مان رہی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو شیطانی الہاموں کے دھوکہ میں ایسا کہہ گئے اور دنیا سے چل بسے، اور اگر انہیں انکار ہے اور ظاہر میں ضرور ہوگا تو اس کی وجہ بتائیں اور خوب سوچ سمجھ کر بتائیں مگر ہم کہتے ہیں کہ نہیں بتا سکتے نہیں بتا سکتے۔ ان کے مخالفین کی سچائی تو خدا تعالیٰ نے دنیا پر ظاہر کر دی اور کسی خارجی دلیل سے نہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان سے ان کے اقرار سے، اور ایک اقرار سے نہیں متعدد اقراروں سے، پھر اب سوا ان کی جماعت کے اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔

اب میں ایک اور قول مرزا قادیانی کا اسی پیشین گوئی کے متعلق ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر انہیں حیرت ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی کے اقوال کس کس طرح کے ہوتے ہیں اور ان کی کیا حالت ہے۔ لکھتے ہیں:

یہ پیشین گوئیاں کچھ ایک دو نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشین گوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۳۹۔قادیانی خزائن۔ج ۱۷ص ۱۵۳)

ملاحظہ کیا جائے جس نشان کو خود ہی بہت عظیم الشان بتایا، جس کے ہونے یا نہ ہونے کو اپنے سچے یا

جھوٹے ہونے کی علامت ٹھہرائی، جس کا برسوں سے انتظار رہوتا رہا ہے، مرزا قادیانی اب مسلمانوں کی توجہ کو اس طرف سے ہٹانا چاہتا ہے۔ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ اس نشان کے ہونے میں انہیں بھی تردد ہو گیا ہے، انتظار کرتے کرتے عرصہ ہو گیا اور تاویلیں کرتے کرتے اور باتیں بناتے بناتے بھی تھک گئے ہوں گے۔ دیکھنے کے لائق یہ بات ہے، کہ یا تو اس پیشین گوئی پر اس قدر زور وشور یا اس قدر کمزوری تریاق القلوب میں جو پیشین گوئیوں کا تھیلہ بتایا جاتا ہے وہ سب ادھڑ گیا، اب اس کا ذکر کرنا نہایت شرم کی بات ہے۔ جب ان کا عظیم الشان نشان غلط نکلا اور اپنے اقرار سے مرزا قادیانی جھوٹے ثابت ہوئے تو وہ تھیلہ ان نجومی اور رمالوں کے تھیلے کی طرح ہوا جو کچھ پیش گوئی کر کے لوگوں سے کچھ لے لیا کرتے ہیں۔ یہ خوب یاد رہے کہ پیشین گوئی کرنا اور اس کی پیشین گوئی کا سچا ہو جانا اس کے سچے ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہے، کسی نبی نے اپنی صداقت کا معیار پیشین گوئیوں کو نہیں بتایا ہے۔ البتہ پیشین گوئی کا جھوٹا ہو جانا مدعی کے کاذب ہونے کی دلیل ہے اس لئے مرزا قادیانی اپنے قول کے بموجب کاذب ہوئے۔

جناب رسول اللہ ﷺ پر مرزا قادیانی کا غلط الزام

مرزا قادیانی کی سخن سازی اور بے باکی کی حد ہوگئی کہ اپنے اوپر سے الزام اٹھانے کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ پر غلط پیش گوئی کا الزام عمدہ پیرایہ سے لگانا چاہتے ہیں ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

> اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۴۰)

بھائیو! اس مثال کی اصلی حالت کو دیکھو، پھر مرزا قادیانی کے بیان کو ملاحظہ کرو کہ وہ مخلوق کو کیسا دھوکا دے رہے ہیں۔ ۶ ہجری میں جناب رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا ارادہ کیا۔ یہ وہ وقت ہے کہ ابھی مکہ معظّمہ کفار مشرکین کے قبضے میں ہے، مگر وہ اپنے مذہبی خیال سے کسی حج اور عمرہ کرنے والے کو روکتے نہ تھے، اور چار مہینوں میں یعنی شوال ذی قعد ذی الحجہ اور رجب میں لڑائی کو منع جانتے تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ماہ ذی

قعدمیں عمرہ کا ارادہ کیا، اورتشریف لے چلے۔آپ کے ہمراہ چودہ پندرہ سوصحابہ ہو لئے۔اب حدیبیہ پہنچ کر یا روانگی سے قبل آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ ہم مع تمام اصحاب بلاخوف وخطر مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے ہیں اور ارکان حج ادا کئے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کا خواب ہے کوئی الہامی پیش گوئی نہیں ہے اس خواب میں کوئی قیداور کسی وقت کی تعیین نہ بطوراندازہ بیان کی گئی ہے نہ حتمی طور پر کوئی بات کہی گئی ہے۔ یہ خواب آپ ﷺ نے اصحاب سے بیان فرمایا۔ چونکہ حضورانور ﷺ اس سال عمرے کا ارادہ فرمارہے تھےاور انبیاء کا خواب تو سچا ہوتا ہی ہے اس لئے بعض اصحاب کو یہ یقین ہوا کہ اسی سال ہم بلاخوف وخطر مکہ معظّمہ میں پہنچیں گے اور حج کریں گے انہیں یہ خیال نہ رہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وقت کی تعیین نہیں فرمائی۔مقام حدیبیہ میں جب آپ پہنچے تو کفار مانع ہوئے،مگر کچھ شرائط کے ساتھ اس پر صلح ہوگئی کہ اس سال نہ جائیں آئندہ سال آکر عمرہ کریں۔حضور اکرم ﷺ نے حدیبیہ سے لوٹنے کا ارادہ کیا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے،یعنی آپ ﷺ نے اپنا خواب بیان فرمایا تھا۔حضورانور ﷺ نے فرمایا ہاں ہم نے کہا تو تھا مگر کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم داخل ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ نہیں۔حضورانور ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ میں داخل ہوگے اور طواف کروگے یعنی ہمارے خواب کا ظہور کسی وقت ہوگا۔

یہ روایت صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد میں ہے۔خدائے تعالی نے آئندہ سال میں اس کا ظہور دکھایا، اور پھر ایک سال بعد فتح مکہ ہوئی اور نہایت کامل طور سے اس پیشین گوئی کی صداقت کا ظہور رہا۔غرضیکہ دو برس کے اندر وہ پیشین گوئی کامل طور سے پوری ہوگئی۔

یہاں یہ معلوم کرلینا بھی ضروری ہے کہ ٦ ہجری میں جو حضورانور ﷺ نے عمرہ کا ارادہ کیا تھا اور اس ارادہ کا باعث آپ کا خواب تھا، یا صرف عمرہ کا شوق اور وہاں کے کفار کی حالت کا معلوم کرنا۔کامل تحقیق اس کی شہادت دیتی ہے کہ عمرہ کرنے کا خیال اس کا باعث ہوا کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خواب دیکھنا اس سفر کا باعث ہوا، صحیح روایت تو یہی ہے کہ حدیبیہ پہنچ کر حضورانور ﷺ نے وہ خواب دیکھا تھا، اس کی صحت بلحاظ راوی کے اور باعتبار ناقلین کے بہر طرح ثابت ہوتی ہے۔اس کے راوی مجاہد ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد رشید اور نہایت ثقہ ہیں، اور اس روایت کو اکثر مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے، تفسیر درمنثور

میں اس روایت کو پانچ محدثین سے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

عن مجا ھد قا ل اری رسو ل اللہ ﷺ و ھو بالحد یبیۃ انہ ید خلی مکۃ ھو و اصحا بہ آ منین (درمنثور۔ج۶ص۸۰) مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب بے خوف وخطر مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔

تفسیر جامع البیان طبری اور فتح الباری اور عمدۃ القاری اور ارشاد الساری میں بھی یہی ہے کہ حضور انور ﷺ نے حدیبیہ میں یہ خواب دیکھا۔۔غرض یہ کہ اس وقت نو کتابوں سے اس دعوی کا ثبوت دیا گیا جس روایت میں یہ آیا ہے کہ مدینہ میں حضور ﷺ نے یہ خواب دیکھا وہ ضعیف ہے علاوہ اس کے ضعیف ہونے کے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور ﷺ کا وہ سفر اس خواب کی وجہ سے ہوا اس کی تحقیق جداگانہ رسالہ میں کی گئی ہے۔اس مختصر بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی کا یہ الزام کہ حدیبیہ والی پیشین گوئی وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی محض غلط ہے رسول اللہ ﷺ نے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے کسی وقت کسی طرح کا کوئی بیان نہیں فرمایا۔

اب ہمارے برادر اس واقعہ کو مرزا قادیانی کی پیشینگوئی سے ملائیں جسے وہ اپنے دعوی کا عظیم الشان نشان بتا رہے ہیں، جس کی نسبت بار بار کہا کہ اگر اس کا ظہور نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوں ۔،اور حضور انور ﷺ نے صرف اپنا خواب بیان کیا تھا اور بطور تعبیر بھی اس کے ظہر کا کوئی وقت کسی طرح بیان نہیں فرمایا تھا۔آپ ﷺ کا سفر کرنا اور ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھنا اس کی دلیل ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے خیال میں یہ تھا کہ اس خواب کی تعبیر اسی سال ظہور میں آئے گی ، بلکہ احرام باندھنا اس کی دلیل ہے کہ اسکی تعبیر اس وقت ظہور میں نہیں آئے گی پھر یہاں کسی شریر کو کس طرح گنجائش مل سکتی ہے کہ وہ کہے کہ یہ پیش گوئی وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی۔

یہاں اول تو الہامی پیش گوئی نہ تھی اور جس قسم کی پیش گوئی تھی وہ پوری ہوئی اور ہر طرح پوری ہوئی، اب اس خواب کو اپنی اس پیش گوئی کے مثل ٹھہرانا جس کی میعاد پہلے اڑھائی برس بیان کی ، پھر اس کو خوب مشتہر کیا جب وہ میعاد گزر گئی اور احمد بیگ کا داماد نہ مرا اور مسلمانوں نے کہنا شروع کیا تو مرزا قادیانی بڑے زور شور سے باتیں بناتے رہے اور اس کے وقوع میں آنے کا یقین دلاتے رہے۔چنانچہ چار اقوال ان کے نقل بھی کئے

گئے مگر پندرہ یا سولہ برس کے بعد مرزا قادیانی اس جہان سے تشریف لے گئے اور اس کا ظہور نہ ہوا۔

بھائیو! انصاف سے کہو کہ یہ خلقت کو گمراہ کرنا نہ ہوا کہ اپنی جھوٹی پیش گوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے رسول اللہ ﷺ پر یہ افتراء کیا کہ حدیبیہ میں آپ نے پیش گوئی کی تھی اور وہ وقت اندازکردہ پر پوری نہ ہوئی۔ اس کو خوب یقین کرنا چاہیے کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف مرزا قادیانی کی روش

مرزا قادیانی کے خیالات اور ان کی باتیں انبیائے کرام کی روش کے خلاف ہیں۔ ایک یہ امر نہایت لائق توجہ ہے جس سے سچے اور جھوٹے میں ایک لطیف فرق دانش مند حضرات سمجھ سکتے ہیں۔

ا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی پیش گوئی یا معجزے کی نسبت نہیں فرمایا کہ یہ میری نبوت کی دلیل ہے۔ اگر اس کا ظہور نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں جیسا مرزا قادیانی کہہ رہے ہیں۔ وہاں تو آپ کی ذات مبارک، آپ کے صفات حمیدہ، آپ ﷺ کے حالات جمیلہ، آپ کی ہدایات جلیلہ آپ ﷺ کی نبوت کی روشن دلیلیں تھیں، جو کسی حق پرست پر پوشیدہ نہیں رہ سکتیں وہاں کسی خارجی اسباب کی حاجت نہ تھی۔

۲۔ نشانات و معجزات بہت کچھ ہوئے مگر کسی منکر یا طالب معجزہ کے سامنے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے دو ہزار یا تین ہزار یا اس قدر معجزے دکھائے ہیں تم ان پر نظر کرو، قرآن مجید کو دیکھو کہ جب منکرین نے معجزہ طلب کیا تو گویا انکار ہی کیا نہ گزشتہ معجزے کا حوالہ دیا نہ آئندہ کسی خرق عادت کا وعدہ فرمایا ہے۔ مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہے کہ کفار نے کئی معجزے طلب کئے ان کے جواب میں ارشاد خداوندی ہے:

قل سبحا ن ربی هل كنت ا لا بشرا رسو لاً ۔ یعنی اے محمد کہہ دے کہ اللہ تمام عیبوں سے پاک ہے (تم جو عیب لگانا چاہتے ہو وہ نہیں لگ سکتا) (اس کی شرح خلعۃ الہنود میں مولانا سید حسین شاہ مرحوم نے خوب کی ہے۔ یہ کتاب جواب ہے اندرمن کی کتاب تحفۃ الاسلام کا، لائق دید ہے) اور میں ایک انسان ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔

مرزا قادیانی کی روش اس کے بالکل برعکس ہے۔ ذرا سی کوئی بات ان کے حسب خواہ ہوگئی، بس اخباروں میں اشتہاروں میں رسالوں میں اس کا غل مچ گیا کہ یہ نشان ہوا۔ یہ کرامت ہوئی۔ اور جب کوئی بات کہنے کے مطابق نہ ہوئی تو تاویلیں چلیں اور تاویلیں بھی ایسی جنہیں کوئی حق پسند قبول نہیں کرسکتا۔ اور

مسلمانوں پر سخت کلامی شروع ہوگئی۔قادیانی جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہی منہاج نبوت ہے؟

سوم: جناب رسول اللہ ﷺ نے جو خواب دیکھا تھا اس کا ظہور دوسرے ہی سال میں ہوگیا، مرزا قادیانی نے جو الہامی پیش گوئی کی تھی اس کا ظہور ان کے مرتے وقت تک نہ ہوا حالانکہ پندرہ سولہ برس تک اس پیش گوئی کے بعد جیتے رہے۔اور اس کے ظہور میں آنے کا یقین دلاتے رہے۔

اب میں طالبین حق کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں خوب خیال کریں کہ شروع رسالے سے یہاں تک مرزا قادیانی کے کتنے الہامات جھوٹے ثابت ہوئے اور ایسا ثبوت جس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ ان الہامات کا شمار کرنا آپ کے حوالے کرتا ہوں۔اب آپ ہی فرمایئے کہ جو شخص اس قدر اعلانیہ جھوٹ خدا تعالی پر باندھے رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرے، جس کے حالات ایسے ہوں جن کا ذکر پہلے حصے میں ہوا، وہ برگزیدہ خدا یا رسول و نبی ہوسکتا ہے؟ کوئی ایمان دار اس کا اقبال نہیں کرسکتا بلکہ بے اختیار کہہ اٹھے گا کہ ایسا شخص برگزیدہ خدا ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا اعلامہ کیوں نہ ہو۔

یہاں تک مرزا قادیانی کے عظیم الشان نشان کا خاتمہ ہوگیا اور قدرت خدا نے دکھا دیا کہ وہ ایک نشان عظیم ہے مرزا قادیانی کے حالات ظاہر کرنے کا۔اور ایسا نشان ہے کہ خاص وعام جاہل وعالم، جس کو حق طلبی ہے وہ اس رسالے کو دیکھ کر بے تامل کہہ دے گا کہ مرزا قادیانی کا دعوی غلط تھا اور اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ بڑے شد ومد سے انہیں اپنے جھوٹے ہونے کا اقبال ہے اس نشان کے متعلق اس کا ذکر کرنا باقی ہے کہ مرزا احمد بیگ ان کی پیش گوئی کے مطابق مرے۔یعنی مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس لڑکی باپ تین سال کے اندر مر جائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ چار مہینے یا چھ مہینے کے بعد وہ مر گئے، اس کے جواب دینے کی ضرورت تو نہیں ہے مگر شائد کسی کو خلجان رہ جائے اس لئے کہتا ہوں متوجہ ہو کر سنئے۔

اول: احمد بیگ کے داماد کے متعلق پیش گوئی جھوٹی ہوئی جو اسی الہام کا ایک جز تھی اور ظاہر ہوگیا کہ وہ رحمانی الہام نہ تھا، تو اس کا دوسرا جز کیونکر رحمانی ہوسکتا ہے (مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی صفحہ ۱۸۷ وغیرہ میں مرزا احمد بیگ کے مرنے کے بعد بار بار یہ لکھا ہے: اس پیش گوئی کی دو ٹانگ تھی ایک ٹوٹ گئی ایک باقی ہے۔ غرض یہ کہ ان دونوں پیش گوئیوں کا ایک ہی الہام سے ہونا مرزا قادیانی کے کلام سے ظاہر ہے لہذا ایک کا جھوٹا ہونا دوسرے کو بھی ساقط الاعتبار کرتا ہے۔مرزا قادیانی نے احمد

بیگ کے مرنے کے بعد جب اپنی صداقت کا اظہار زور شور سے کیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے پچاس سوالات جرح کے کئے تھے جس کا جواب اس وقت تک دیکھا سنا نہیں گیا۔ رسالہ اشاعۃ السنہ ج ۱۵ نمبر ایک اور دو دیکھنا چاہیے۔ مگر جو کچھ اس رسالے میں لکھا گیا ہے وہ کافی ہے کیونکہ اس میں آسمانی فیصلہ کا اظہار ہے اور ایسے فیصلے کے بعد سوالات جرح کی ضرورت نہیں)

دوم: جب مرزا قادیانی کے اقرار سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا تو اب کوئی پیش گوئی ان کی حقانیت کے لئے پیش کرنا فضول ہے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بہت قسم کے لوگ پیش گوئی کرتے ہیں، جن کا بار بار ذکر ہو چکا ہے، ویسے ہی یہ بھی ہیں۔

سوم: اگر کوئی انصاف سے غور کرے تو ان باتوں کے قطع نظر وہ معلوم کر لے گا کہ احمد بیگ کی موت مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوئی کیونکہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ تین سال کے اندر احمد بیگ مر جائے گا۔ اردو محاورے کے موافق اگر احمد بیگ دو سال کے بعد تین سال کے اندر مرتا اس وقت یہ کہنا صحیح ہو سکتا تھا کہ پیش گوئی کے مطابق اس کی موت ہوئی۔ اور جب وہ چار یا چھ ماہ میں مر گیا تو کوئی فہمیدہ محاورہ دان منصف مزاج نہیں کہہ سکتا کہ پیش گوئی کے مطابق مرا۔ البتہ اگر یہ پیش گوئی ہوتی کہ ایک سال کے اندر مر جائے گا، اس وقت کہہ سکتے تھے کہ احمد بیگ کی موت پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک نہایت روشن بات مرزا قادیانی کے الہام سے ثابت ہوتی ہے کہ احمد بیگ کی موت پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوئی کیونکہ الہام میں کہا گیا کہ احمد بیگ تین سال کے اندر فوت ہو، اور اس کے داماد کے لئے کہا گیا کہ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ نہایت ظاہر ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے لئے زیادہ میعاد بیان ہوئی، اور اس کے داماد کی اس سے کم، اس کمی اور بیشی کے لئے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی بجز اس کے کہ جس کی میعاد کم ہے وہ پہلے مرے گا اور جسکی میعاد زیادہ ہے وہ بعد کو مرے گا یعنی اڑھائی برس کے بعد۔ جب یہ نہ ہوا تو یقیناً احمد بیگ کی موت پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوئی اس کے بھی علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسی کے ساتھ اس کے داماد کی موت کی پیش گوئی کی تھی وہ تو یقیناً جھوٹی ہوئی، پھر وہ پیش گوئی بھی کیسی کہ برسوں اس کا الہام ہوتا رہا، پہلے اس کی موت کے لئے اڑھائی برس کی قید لگائی جب وہ غلط ہو گئی تو کتنے برسوں تک کہتے رہے کہ وہ میرے سامنے مرے گا۔ پھر اس میں کیسی کیسی دعائیں اس کی موت کے لئے مرزا قادیانی نے مانگی ہوں گی۔ شب کو کس کس طرح روئے

اور گڑگڑائے ہوں گے اس خیال سے کہ میں کہیں جھوٹا نہ ہو جاؤں مگر کچھ نہ ہوا اور مرزا قادیانی جھوٹے ٹھہرے ان باتوں کو خیال کر کے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی موت مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کی تصدیق ہے؟ ہرگز نہیں۔

الحاصل! مرزا قادیانی نے اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے جس کو نہایت ہی عظیم الشان نشان ٹھہرایا تھا جس کے ہونے پر انہیں نہایت ہی وثوق تھا وہ بالکل غلط نکلا اور جتنی پیشین گوئیاں اس کے متعلق تھیں سب جھوٹی ثابت ہوئیں۔

تنبیہ قادیانی

(حاجی ابوالمجد محمد عبدالرحمٰن۔ مطبع رحمانیہ مونگیر میں طبع ہو کر دارالاشاعت رحمانی مونگیر سے شائع ہوئی)

بنمائے بصاحب نظراں گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند
پاکی و شرافت نہ رسد در دل نا اہل
ہر چند اگر جمع شود نقد زرے چند
سودائے مسیحیت خامے نہ شود پخت
از عو عو و غوغائے پراگندہ سرے چند
غوغائے مسیحیت و دعوائے نبوت
کامل نشود از اثر بے خبرے چند
آن فتنۂ برہم کن اسلام نماندہ
ہیہات کنوں ماند مگر فتنہ گرے چند
زود است رسد بطش شدید از برِ قہار
غافل نہ نشیند ز حق بے صبرے چند

معذور غریب است ، اگر کور نہ بیند
افسوس مگر ہست براہل نظرے چند
از فضل بسے با اثراں(۱) را شدہ توفیق
دور از رہ حق ماند مگر بے اثرے چند
صد دفتر طومار نیر زد بہ شقاوت
کافی بود از بہر سعادت سطرے چند

(۱) حکیم مظہر حسن مصنف چودھویں صدی کا مسیح، ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم خان صاحب، ومنشی الٰہی بخش صاحب عصائے موسیٰ وغیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً علی رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین

حاجی عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

مجھے ہمیشہ اس امر کی کوشش رہتی ہے کہ تحریروں میں تہذیب قائم رہے۔ مخالفین کا جواب نرم لفظوں میں دیا جائے۔ بازاری لہجہ سے بچتا رہوں۔ مگر جب اخبار بدر مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء کو دیکھتا ہوں تو خواہ مخواہ من حیث بشریت طبیعت پریشان ہو جاتی ہے، اور ترکی بترکی جواب دینا نامناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آہن بہ آہن تواں کرد نرم، مشہور مقولہ ہے۔ جب دارالصدر قادیان کے اخبار کا ایسا گندہ مضمون نکلتا ہے اور زبان قلم کو اپنے اندرونی نجس الفاظ سے ناپاک کرتے ہیں، باوجودیکہ خلیفہ (حکیم نورالدین) صاحب وہیں موجود ہیں، اور مضمون ان کی منظوری سے درج اخبار ہوتا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس گندگی پر ذرا بھی ان کو اعتنا نہ ہوئی تو پھر دوسرے مرزائیوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ مجھے ترکی بترکی جواب دینے میں معذور سمجھے۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

جب سے رسالہ آسمانی فیصلہ شائع ہوا ہے، قادیانیوں میں ہل چل مچی ہوئی ہے۔ ہر طرف دبکتے پھرتے ہیں۔ جواب دینے کے نام سے ان کے دلوں میں لرزہ آتا ہے۔ مونگیر اور بھاگلپور کی مرزائی مشنری کا شیرازہ ٹوٹا جاتا ہے۔ جدھر دیکھئے ہر طرف سے ان پر نفرین کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے۔ نیا الو تو کوئی دام میں نہیں آتا

،چندیں شکل برائے اکل کا قافیہ تنگ ہونے لگا۔فریادوزاری کی صدائیں قادیان تک پہنچنے لگیں۔میرزائی مشین ڈھیلی پڑ گئی۔تمام صوبہ بہار میں اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں فیصلہ آسمانی کا چرچا ہے۔مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی پر دس برس کے بچہ سے لے کر ۸۰ برس کا بڈھا بھی مضحکہ اڑا رہا ہے۔مگر مخالفین کی غیرت خدا جانے کس جزیرہ میں روپوش ہوگئی کہ ان کو ذرا شرم نہیں آتی۔اور بڑی ڈھٹائی سے کبھی ایک مدرس(اسماعیل) صاحب کسی اخبار میں بے سروتال کی الاپ اپنے بھائیوں کی حمایت میں الاپتے ہیں، کسی میں مفتی (محمد صادق) صاحب ڈفالیوں کی ربابہ لے کر بے سرا تان لگاتے ہیں۔مگراس سے ہوتا کیا ہے۔ فیصلہ آسمانی کا جواب دیں اور اشتہار کے مطابق ہزار روپیہ کی تھیلی مفت راچہ باید گفت حاضر ہے۔اجی آپ کو تو کیا مرزا صاحب آنجہانی بھی زندہ رہتے ،تو فیصلہ آسمانی کا جواب ہرگز نہ دے سکتے ،بات بنانا دوسری بات ہے ،اور جواب باصواب دینا اور شئے ہے۔لازم تو یہ تھا کہ خود جناب خلیفۃ المسیح صاحب اپنے رسول کی گردن سے اس منکوحہ آسمانی کی پیش گوئی کے جھوٹ ہونے کا الزام اتارتے۔مگر ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے ۔پبلک کی نظر میں اس بدیہی واقعہ کا بطلان مشکل نہیں بلکہ محال ہے۔دروغ رافروغ نباشد،مشہور مقولہ ہے۔

چند ہفتے ہوئے کہ بنام نہاد مولوی اسماعیل مدرسہ مدرسہ قادیان نے ایک مضمون اخبار بدر قادیان میں لکھا تھا۔دوسرا پرچہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۲ء میری نظر سے گذرا جس میں کرشن قادیانی کی جوتیوں کی خاک مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر بدر نے فیصلہ آسمانی کے عنوان سے ایک مضمون لکھ کر اپنی بے بصری اور مرزا صاحب کے لائق مرید ہونے کا ثبوت دیا ہے۔بازاریوں کا انداز بدتہذیبوں کا شعار اختیار کیا ہے۔اس پر جھوٹا دعوی یہ کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا طریق عمل یہ ہے کہ، جو گالی دے اس کو ہم دعا دیتے ہیں،کس قدر موٹا جھوٹ ہے نعوذ باللہ۔جس گروہ کے مفتی کا یہ حال ہو،اس گروہ کے مقبرہ پر تبسم کے چند پھول میں بھی چڑھا دیتا ہوں کہ ان کی ارواح خوش ہوجائیں

اگر به میرد سگ و زیرو موش دربانی کند
ایں چنیں ارکان مذہب باعث خواری بود

اڈیٹر صاحب کو غالباً خبیث مادہ کا تخمہ ہوگیا ہوگا اوران کے معالج حکیم نے یہی تدبیر بتائی کہ اس

خبیث مادہ کو استفراغ کر کے نکال دو۔ تدبیر تو واقعی مناسب تھی مگر مادہ ایسا خبیث تھا کہ ان کے منہ سے نکلا تو سہی مگر اس کی گندگی سے لوگ پریشان ہو گئے۔ البتہ اڈیٹر صاحب اور ان کے تیمارداروں کو اب کچھ سکون ہو گیا ہو گا کیونکہ مریض نے جان توڑ کر اندرونی فاسد زہریلا مادہ اگل دیا۔ یہ سب کچھ سہی، بھونکو، کاٹو، برا لہجہ اختیار کرو، کوسو، اپنی جھوٹائی پر ڈھٹائی کرو، اس سے اب کچھ نہیں بنتا۔ پبلک کو انتظار ہے کہ منکوحہ آسمانی والی پیشین گوئی کو سچ کر دکھاؤ، یا بقول خود مرزا صاحب کے ان کو جھوٹا مانو (انجام آتھم) اور ہر بد سے بدتر ٹھہراؤ (صفحہ ٦٠۔٦١۔ ضمیمہ انجام آتھم)۔ فیصلہ آسمانی کا جواب خود حکیم صاحب خلیفۃ المسیح بن کر علمی حیثیت سے کیوں نہیں دیتے۔ یہ تو انہی کا منصب ہے نہ کہ بازاری کتوں کا۔ یہ تو فقط اسی کام کے ہیں کہ دو روٹیاں سامنے پھینک دیں دم ہلا کر کھانے اور بھونکنے لگے۔

اب جناب خلیفۃ المسیح صاحب کے سکوت پر یقین ہوتا جاتا ہے اور پبلک پر اظہر من الشمس ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک بھی فیصلہ آسمانی کے دلائل قاطع ہیں، اس کا جواب وہ ہرگز نہ دیں گے کیونکہ وہ ذی علم مناظر ہیں۔ دلائل قاطعہ کے جواب میں زٹل قافیہ اڑانا ان کی شان سے دور ہے۔ لہذا کبھی کبھی احمد کی پگڑی محمود کے سر پر رکھ دیا کرتے ہیں، اور اپنے گروہ کو خوش کر لیا کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی احقاق حق کے خلاف ہے سیدھی بات تو یہ ہے کہ سچ کو سچ مان لیجئے اور دنیاوی شرم ولحاظ کو لات ماریئے۔ شرم تو خدا سے چاہیے جو مالك یوم الدین ہے۔ جس کے سامنے ایک روز جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ضرور ہے۔ اور وہاں یہ دکھلایا جائے گا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور عیسی بن مریم یہ ہیں، نہ مرزا غلام احمد قادیانی، اس وقت کیا جواب دیجئے گا اس کو بھی آپ از روئے علم خوب جانتے ہیں کہ وہاں نہ تو جھوٹی شہادتیں کام آویں گی نہ بات بنانے کی کسی کو جرأت ہوگی۔ اب حکیم صاحب خود تخلیہ میں اس ناچیز کی تقریر کو غور سے سوچ کر اپنا فیصلہ کر لیں۔ زیادہ حد ادب و ما علینا الا البلاغ المبین

اڈیٹر صاحب البدر نے جو زہر اگلا ہے انہیں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور آگے چل کر پبلک کو واضح طور پر دکھایا جائے گا کہ اڈیٹر صاحب نے کس قدر موٹا جھوٹ اپنے کالموں میں بھرا ہے، اور مناظرہ کا کیسا بازاری لہجہ رکھا ہے۔ ہاں پبلک مجھے اس جواب کے طرز تحریر بدلنے اور کچھ سختی سے کام لینے میں معذور سمجھے گی

کیونکہ اس کی بدزبانی کا جواب ہے ورنہ فیصلہ آئینہ قادیانی وغیرہ موجود ہے اس کو دیکھ لیا جائے کہ کس شائستگی سے اس کا انداز رہا ہے۔

اڈیٹر صاحب بدر یوں لکھتے ہیں:

آسمانی باتوں کی مثالیں بہت کچھ دنیوی حالات میں ملتی ہیں جب کوئی سرکاری سپاہی کسی گاؤں میں جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ کسی ظالم بدکار کیلئے باعث خوف اور کسی مظلوم اور نیکوکاروں کے واسطے خوشی کا موجب ہو بدکار اس سے بھاگتے ہیں گالیاں سناتے ہیں اور بدکاروں کے مظہر گاؤں کے کتے سب سے اول اس پر بھونکنا شروع کرتے ہیں، بلکہ عوام کو اسکے آنے کی خبر بھی اسی سے لگتی ہے۔یہی حال روحانی نامورین کے آنے کے وقت ہوتا ہے ہر ایک متکبر جفا کار اسکے مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے،اور اپنے گھمنڈ میں جوش مارتا ہے کہ اسے کچل ڈالے۔مگر پرانے شیطان کی طرح آخر اس کا اپنا ہی سر کچلا جاتا ہے (آگے چل کر یہ بخوبی واضح طور پر دکھایا ہے اور آپ کے قول کو روز روشن کی طرح جھٹلایا ہے۔ابوالمجد) ایسا ہی تمام انبیاء کے وقت ہوتا آیا ہے۔اور یہی واقعہ حضرت مسیح کے وقت میں بھی ہوا۔سب سے پہلے تو پنجاب کے ہی علماء اٹھے۔کسی نے یہاں سر نکالا اور کچلا گیا۔کوئی وہاں اٹھا اور مارا گیا۔کوئی چند روز ابال کھا کر سوڈا واٹر کے جھاگ کی طرح ٹھنڈا ہو کر بیٹھ گیا۔سب نے باری باری اپنا حصہ پورا کیا۔آج کل یہ جوش بہار کے علاقہ میں ابال کھا رہا ہے وہاں کسی مولوی نے جو بہ سبب بزدلی اور نامردی کے اپنا نام ظاہر کرنے سے ڈرتا ہے ایک رسالہ چھاپا ہے جس کا نام فیصلہ آسمانی رکھا ہے یہ تو کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ ایک رسالہ ہمارے پاس بھیج دیتا..الخ (تمہارے گروگھنٹال کرشن قادیانی کے خلیفہ جی کے پاس تم ایک رسالہ مانگتے ہو یہاں سے تین بھیجے گئے تینوں ان سے لے کر دیکھو۔ابوالمجد)

مفتی صاحب آپ کی حالت پر افسوس ہے۔اتنے دنوں سے تو اڈیٹری کرتے ہو مگر ابھی تک اخباری تہذیب کا بھی ڈھنگ نہ آیا۔لاہور جاؤ۔چند دنوں پیسہ اخبار، وکیل، وطن، زمیندار یا اہل مشیر مراد آبادی کے یہاں رہ کر سبق لو، پھر اڈیٹری کرو۔بات یہ ہے کہ لقمہ چرب نے عقل سلیم کو زائل کر دیا

لقمہ چرب شد گلو گیرش

زانکہ بسیار مال مردم خورد

کیا آپ کے نزدیک جھوٹے نبیوں اور جھوٹے مہدیوں کی مخالفت بھی ایسی ہے جیسی سچے نبیوں کی ۔ ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیا کرو۔ اگر مرزا صاحب جیسے جھوٹے نبیوں اور مہدیوں کی مخالفت نہ ہوتی اور علمائے حقانین ان کے ناپاک اثر اور خباثت کو زائل کرنے کی کوشش نہ کرتے تو حضرت جی آج دنیا سے اسلام کافور ہوا رہتا۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے صالحین کو جزائے خیر عنایت کرے اور ساتھ ہی ان کے بادشاہان اسلام کو بھی جزائے خیر دیوے، جنہوں نے اسلام کی حمایت کر کے ایسے جھوٹے نبیوں اور کذاب مہدیوں کا نام غلط صفحہ ہستی سے مٹا کر اسلام کو قائم رکھا۔ کیا آپ کے نزدیک کسی جھوٹے مدعی نبوت، ابلہ فریب، مکار، دغاباز، برہم کن اسلام کی مخالفت کرنی متکبر جفا کار کا کام ہے تو پھر مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، عبیداللہ مہدی، ابن تومرت، محمد احمد سوڈانی، علی محمد بابی، سید محمد جونپوری وغیرہ جو اپنے اپنے دعوی نبوت اور مہدویت میں جھوٹے تھے۔ ان کی مخالفت کرنے والے کو آپ کیا کہیں گے۔ ماشاءاللہ آپ کو قطع نظر اڈیٹری اخبار کے علم تاریخ میں بھی پوری دستگاہ معلوم ہوتی ہے کیوں نہ ہو آخر مفتی ہیں نا۔

کیا ان لوگوں نے نبوت و مہدویت وروحانی پیشوا اور ملہم من اللہ ہونے کا دعوی نہیں کیا؟ شاید آپ کے نزدیک تو وہ لوگ بھی مرزا صاحب کی طرح مامور من اللہ ہوں گے (اگر آپ کو معلوم نہ ہو تو حضرت خلیفۃ المسیح سے دریافت کیجئے) ان کی مخالفت بھی موجب کفر ہوگی۔ نعوذ باللہ۔ اور ایسے کفر سے بچنے کیلئے مرزا صاحب آنجہانی پر آپ لوگوں سے پہلے ان مدعیان نبوت ملہم من اللہ کی دعوت اسلام قبول کرنی لازم آتی تھی۔ یہ ہے آپ کی تحریر کا نتیجہ۔ آپ ہی جیسے ضعیف الایمان، آزدمنش اصول دین سے ناواقف، جدت پسند طبیعت والوں نے، ان جھوٹوں کا ساتھ دیا ہوگا۔ مامور من اللہ مانا ہوگا، جن کی تعداد دس لاکھ سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ سلطنت کے مالک ہو گئے۔ اور بے چارہ مرزا صاحب قادیانی کو تو بوجہ سطوت اور جبروت سلطنت برطانیہ کے کبھی دل میں یہ خیال بھی نہ گزرا ہوگا۔ آپ کی ایسی لچر منطق پر ہنسی آتی ہے۔ مباحثہ مونگیر میں بھی آپ کے بھائیوں نے اس قسم کی جہالت کی منطق چھانٹی تھی۔ لقد استھزیء برسل من قبلك مرزا صاحب کے

ثبوت نبوت میں پیش کیا تھا، جسکا حاصل یہ ہے کہ اگلے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا اور مرزا صاحب کے ساتھ بھی لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں اس لئے مرزا صاحب قادیانی بھی رسول ہیں

شان نبوت کجا وائے کجا میرزا

در دہنش خاک باد بازیء طفلانہ کرد

قربان جایئے مرزائیوں کی منطق پر۔ایسی سمجھ ہے تب تو مرزائی ہوئے۔ان کی اس منطق سے ہر پاگل دیوانہ مخبوط الحواس (نعوذ باللہ) رسول بننے کا استعداد رکھتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ استہزاء اور تمسخر لوگ کرتے ہیں۔کیوں مفتی صاحب آپ کے بھائیوں کی اس منطق کا نتیجہ تو یہی ہوگا کہ جس کسی ساتھ ٹھٹھا کیا جائے وہ رسول ہو جائے گا، کیونکہ استہزاء شرط اور نبوت مشروط۔نعوذ باللہ استغفراللہ یہ جہالت کی منطق آپ ہی لوگوں کو مبارک رہے۔اللہ تعالی انسان کو عقل سلیم دے ورنہ دنیا میں بہتیرے حیوان ناطق ہیں۔

(عبداللہ تیماپوری کے بارے میں مرزائیوں کا کیا خیال ہے۔اس کے دعوی الہام پر بھی تو مرزائیوں نے ٹھٹھا کیا تھا۔گنا چوری کے بارے میں مرزائیوں کیا خیال ہے، بہاء)

مفتی صاحب! ذرا ایمان سے بتلایئے تو کون کون غیر احمدی علماء مقابل کا سر مرزا صاحب کے مقابلہ میں کچلا گیا ہے میرے سامنے کل مناظرہ کی روئداد موجود ہے۔اس قدر بے سروپا جھوٹ جس کو ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے۔مرزا صاحب کے تمام مناظروں کا کچا چٹھا یہاں موجود ہے۔آپ کو نہ معلوم ہو تو چودھویں صدی کا مسیح خوب دیکھ جایئے اس وقت حقیقت معلوم ہو جائے گی۔مرزا صاحب کے اشد مخالفین میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن، شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، حکیم مظہر حسین مصنف چودھویں صدی کا مسیح، منشی الہی بخش صاحب عصائے موسی شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، علامہ پیر مولانا مہر علی صاحب وغیرہ وغیرہ سینکڑوں سربرآوردہ علماء اور فہمیدہ بزرگوار تھے، اور اب تک ان میں سے موجود بھی ہیں جن کے مقابلہ سے دہلی اور لاہور وغیرہ شہروں سے مرزا صاحب قادیانی نے فرار اختیار کی اور اپنی بزدلی اور نامردی کو پبلک پر روز روشن کی طرح دکھا گئے۔اور خلقت پر مرزا صاحب قادیانی کی

حقیقت کھل گئی بقول خواجہ آتش لکھنوی

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

جن کی زوردار تحریروں نے مرزا صاحب کا ناک میں دم کر دیا، ان کی خیالی نبوت کا قلع قمع کر دیا، ان کی تمام مصنوعی عمارتوں کو ڈھا دیا، ان کی جھوٹی پیشین گوئیوں پر پانی پھیر دیا، پبلک پر از شرق تا غرب جھوٹا نبی ثابت کر دیا، ان کی ابلہ فریبیوں کو اظہر من الشّمس کر دکھایا، ان کے کاغذی گھوڑوں کی ٹانگ توڑ دی، اس پر ایسا سنہرا جھوٹ کیوں نہ ہو۔ اڈیٹری اخبار کا منصب اور اس کا فرض خوب ادا کیا۔ شرم شرم ہزار شرم۔

مفتی صاحب! اب اس جھوٹ سے کام نہیں چلتا پہلے مرزا صاحب کے کرتوت لوگوں کو معلوم نہ تھے اب دنیا پر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کیسے تھے۔ لیجئے اب مجھ سے اس کی تفصیل سن لیجئے اور خود مرزا صاحب کی زبان سے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے حق میں سینکڑوں بددعائیں کیں۔ بیوہ عورتوں کی طرح کوسا، کاٹا۔ ان کے سامنے اپنی موت کو ذلت کی موت قرار دیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر میں کذاب اور مفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤنگا (اللہ تعالی نے ایسا ہی کر دکھایا کہ مرزا صاحب کو مولوی ثناء اللہ کی زندگی ہی میں ہلاک کر کے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ وہ کذاب تھے) اگر طاعون یا ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں، تو میں خدا تعالی طرف سے نہیں (بحمد اللہ ومع الخیر مولوی ثناء اللہ اب تک، یعنی تصنیف کتاب ہذا تنبیہ قادیانی کے وقت، دنیا میں موجود ہیں اور مرزا صاحب کا گوشت پوست بھی باقی نہ ہوگا) اے میرے بھیجنے والے میں تیری ہی تقدیس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی ہی میں دنیا سے اٹھا لے (ایسا ہی ہوا یہ دعا مرزا صاحب کی بطور مباہلہ کے تھی اس کو اللہ تعالی نے قبول کیا اور اپنے بندوں کو مرزا صاحب کے کذب اور فساد سے محفوظ رکھا اور بین طور

سے دکھایا کہ مرزا کاذب ہے اور ثناء اللہ صادق)

اور کون مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت کو خاک میں ملا کر فائز المرام ہے۔ مولوی ثناء اللہ یا مرزا صاحب؟ آخر مرزا صاحب قادیانی مرض ہیضہ یا اسہال ہی سے راہی برزخ ہو کر اپنے حق میں سچا فیصلہ کر گئے۔ کہیے جناب مفتی صاحب کس کا سر کچلا گیا ان بطش ربك لشديد تلاوت فرمائیے اور آپ ہی سچ سچ بتا دیجئے کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی ہی میں بقول دعا مرزا صاحب کذاب اور مفتری ثابت ہو کر کون ہلاک کیا گیا؟ مرزا صاحب یا مولوی ثناء اللہ؟

یہ ہے آسمانی فیصلہ کہ مرزا صاحب کے سارے افترائی تار و پود کو تار عنکبوت کی طرح غیرت خداوندی نے دارالبوار کو پہنچا کر دنیا پر ظاہر کر دیا کہ جھوٹے مدعی نبوت کا خاتمہ اس طرح ذلت کی موت کے ساتھ کر دیا جاتا ہے سبحا ن الله الذی لا یطاق انتقا مه ا حد۔ یہ ہے فیصلہ آسمانی۔

کہیے اڈیٹر صاحب اب تو دل میں آپ شرمائے ہوں گے۔ یہ تو حشر مرزا قادیانی صاحب کا ہوا۔ اب ان کے متبعین کی حالت اندوہناک پر بھی ماتم کے لئے تیار ہو جائیے، اور دو آنسو گرا لیجئے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف وغیرہ کا کابل میں کیا حشر ہوا تھا۔ پتھر اور گولیوں سے سنگسار کون ہوا؟ کس کا بھیجا نکلوا دیا گیا (مرزا صاحب کا رسالہ تذکرۃ الشہادتین جو دونوں کے مرثیہ میں لکھا گیا ہے امسال عشرہ محرم میں ضرور پڑھئے گا کیونکہ مرزا صاحب کو تو حضرات حسنین علیهما السلا م سے بدعقیدگی تھی غالباً آپ کا بھی وہی براعقیدہ ہوگا) بقول آتش

جھاڑ دیئے مغز سے کبر کے کیڑے جو تھے
خاک برابر کیا پشہ نے نمرود کو

کس کا سر پرغرور لکدزن پیر و جوان ہوا۔ مرزا صاحب قادیانی کے صاحبزادہ عبداللطیف کا یا کسی ان کے مخالف کا۔ خیریت یہ ہے کہ اس واقعہ کو آپ کے پیر و مرشد گرو جی نے لکھ دیا ہے (گرو جی اس معنی کر کے کہ مرزا صاحب کرشن بھی تو ہیں) ورنہ اس کا بھی اپنی عادت کے موافق آپ حضرات انکار ہی کرتے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مفتی (محمد صادق) صاحب! یہ انگریزی سلطنت ہے ہر طرح کی آزادی ہے۔کوئی ملحد بن جائے، دہریہ ہو جائے، خدائی کا دعوی کر لے۔سلطنت کو اس کی کچھ اعتنا نہیں۔آپ جیسے آزاد مذہب والوں کے لئے ہندوستان ظل عاطفت ہے۔ہاں ذرا اسلامی سلطنت کی سرحد میں قدم رکھئے اور مرزا جی کی نبوت بگھاریئے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔صاحبزادہ کی طرح میرزائی نبوت اور جھوٹی مسیحیت کے لئے ہر جگہ پوری خاطر داری اور مہمان نوازی کی رسد وسامان خاطر خواہ مہیا ہو سکتا ہے۔فقط جانے کی دیر ہے۔ذرا ہمت تو کیجئے ۔قدم آگے کو بڑھایئے۔دور نہیں تو صاحبزادہ عبداللطیف قادیانی کے مرقد کی زیارت ہی کر آیئے۔قادیانی بیت المال خالی ہو گیا ہو تو بخدا میں اپنی طرف سے حسبۃً للہ خیرات زادراہ دینے کو حاضر ہوں کیونکہ آپ تبلیغ اسلام کو جایئے گا۔مگر شرط یہ ہے کہ نبی قادیان کی کل تصانیف آپ کے ساتھ ضرور ہوں، اور ہر رسالہ کے ٹائٹل پر آپ اپنا پورا دستخط بقید لقب مفتی ثبت کر کے اس قدر عبارت لکھ دیجئے کہ، میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی اور مسیح موعود مانتا ہوں اور حضرت عیسی بن مریم مر گئے جیتے نہیں۔

میں کل اخراجات سفر کا بل دہلی میں جمع کر دیتا ہوں۔لیجئے اڈیٹر صاحب یہ چیک حاضر ہے۔ہمت ہو تو منظور کر لیجئے۔پھر مفت کا سفر نصیب ہونے کا نہیں۔

ہاں جناب اڈیٹر صاحب! اب فرمایئے کس کا سر کچلا گیا اور کون مارا گیا؟ اسقدر سفید جھوٹ ہے اپنے اختیاری کالم کو روسیاہ کیا۔اب پبلک کے سامنے آپ کے جھوٹ کی قلعی کھل گئی۔غیرت ہو تو طرابلس جا کر جان دیجئے اور شہیدوں میں نام لکھایئے، تب آپ کا کفارہ ہوگا۔

ہندوستان میں بھی باوجود سلطنت انگریزی ہونے کے آپ ہی لوگوں کا سر کچلا جا رہا ہے۔مگر مرزائیوں کے جسم پر فالج کا سخت مادہ نازل ہو رہا ہے، اس لئے حسّ صحیح ان سے زائل ہو گیا۔اور برابر سر کچلتے کچلتے درد والم اس کا مساوات ہو کر احساس باقی نہ رہا۔ابتداء میں پنجاب کے علمائے حقانیین نے مرزائی فتنہ کی پوری مزاحمت کی۔ان کے عقائد باطلہ سے پبلک کو آگاہ کیا۔براہین احمدیہ کے سبز باغ کو بوضاحت تمام معلوم کرایا۔الہامات مرزا، الذکر الحکیم، عصائے موسی سے مرزا صاحب قادیانی کی خبر لی گئی۔اس پر بھی یہ ڈھٹائی کہ غیر احمدیوں کا سر کچلا گیا۔

(دہلی میں منشی قاسم علی نے سراٹھایا احمدی پرچہ جاری کر کے اپنے تمام مخالفین کو عموماً اور مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کو خصوصاً گالیاں دینی شروع کیں چند ہی مہینوں بعد لدھیانے میں ان کا سر کچلا گیا اور ان کے فریق نے بفحوائے من قتل قتیلا فله سلبه مبلغ تین سو روپیہ ان سے وصول کئے جس کی تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے : قادیانی کا سراڑا کے لکھو۔ مال موذی نصیب غازی ہے)

واہ مفتی صاحب! حق نما بھلا ایسا تو ہو۔ روٹی کی خاک جھاڑنا کوئی آپ ہی سے سیکھے۔ دیکھا! کیسا سر کچلا گیا اور کس کا کس کا۔ بڑی خیریت ہوئی کہ مرزائیوں میں غیرت اور شرم نہیں، ورنہ سینکڑوں اس سر کچلے جانے کے بعد دھیلے کی سنکھیا منگا کر خودکشی کر کے حرام موت مرتے۔ مفتی صاحب! از ماست کہ بر ماست کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا کیجئے۔ سابق کے چند رسالے اس ناچیز کے شائع ہو چکے ہیں۔ آئینہ قادیانی۔ اظہار حق وغیرہ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے اور دکھا دیجئے کہ مرزا صاحب یا جناب حکیم خلیفۃ المسیح یا دیگر حضرات کی شان میں کوئی خلاف تہذیب یا بازاری لہجہ سے کام لیا گیا ہے؟ پھر جو آپ حضرت مولانا ابو احمد رحمانی مصنف رسالہ فیصلہ آسمانی کے اوپر دور سے رام پوری گرے ہونڈ کی طرح زور زور سے بھونکنا شروع کیا، یہ کیوں؟ جواب باصواب دینا اور شئے ہے اور جب لوگ جواب دینے سے عاجز آ جاتے ہیں تو گالیاں سناتے ہیں۔ وہی انداز آپ کا رہا۔ اس لئے میں بھی بشری حیثیت رکھتا ہوں اور اہل قلم ہوں آپ ہی کے لہجہ میں جواب دیا گیا۔ آپ شائستگی اختیار کیجئے گا تو میں دس گنا تہذیب کو برتوں گا۔ رکھ پت رکھا ؤ پت، محققانہ جواب، عالمانہ اعتراضات، فلسفیانہ استدلالات کیجئے، پبلک جس کو میزان عقل سے تولے تا کہ احقاق حق وابطال باطل ہو جائے۔ شریفانہ روش تو یہ تھی جس کو آپ نے غصہ میں آ کر کالے کوس دور پھینک دیا، اور بازاری لہجہ میں خدا جانے کیا اول فول بکا اور ناحق اپنے اخبار کا منہ دروغ بے فروغ سے کالا کیا۔

مفتی صاحب! مونگیر و بھاگلپور ہی کو دیکھئے۔ مباحثہ کے پیشتر آپ کے بھائیوں نے کیا کیا جال پھیلایا۔ کیسے کیسے اشتہارات شائع کر کے مباحثہ کے خواہاں ہوئے۔ پہلے تو علمائے کرام نے ان کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی۔ کیونکہ خطاب کے لائق تو وہی ہوتا ہے جس میں کچھ بھی بوئے صداقت پائی جائے۔ آپ کے گروہ کا تو من اولہ یہی دستور رہا کہ جھوٹ کا طومار باندھ کر نشانات نبوت قرار دیتے آئے۔ اب جو بعض علماء کرام نے اس کی اشد ضرورت دیکھی تو امر بالمعروف کا حکم بجا لایا۔ فقط اشارہ کی دیر تھی۔ مناظرہ کے لئے

بڑے پیمانہ پر بجمدہ سامان بہم ہوگیا اور دور دور سے علماء وفضلاء وخواص وعوام مدعو ہوکر قدم رنجہ فرمانے لگے۔اور بجمدہ تعالیٰ اس ہادی گمرہاں کے فضل کی ایسی بارش ہوئی اور یہ کر دکھایا کہ پانچ چھ ہزار آدمیوں کے سامنے آپ کے بھائیوں کو شکست فاش ہوئی اور ذلت کی بوچھاڑ نے ان کو ایسا شرابور کر دیا کہ بھاگتے وقت قدم اٹھنا دشوار ہو گیا تھا۔

(مباحثہ مونگیر جو ۱۹۱۱ء میں ہوا، اس کی روداد بقلم مولوی سید محمد انور حسین سے چند عبارات یہاں حاشیہ میں نذر قارئین کی جاتی ہیں۔بہاء مولوی مرتضیٰ حسن فرماتے ہیں ہم تقریری مناظرہ کرنے کو بھی تیار ہیں اس پر مولوی صاحب نے یہ اعلان کیا کہ بھائیو بعد نماز جمعہ اسی جگہ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی (مصنف شہادۃ القرآن وغیرہ) اور حافظ روشن علی صاحب مرزائی سے حیات مسیح کے متعلق تقریری مناظرہ ہوگا سب احباب شوق سے تشریف لائیں۔اس اعلان پر منشی قاسم مرزائی دہلوی نے کہا کہ ہم مولوی ابراہیم صاحب کے ساتھ حیات مسیح یا جس مسئلہ میں ان کو ید طولیٰ ہے مباحثہ کرنے کو تیار ہیں۔مولوی صاحب ممدوح نے بوساطت حکم صاحب منشی قاسم کی الفاظ ان کی زبان سے مکرر کہلوائے اور اس کے بعد حکم صاحب سے اجازت لے کر کہا کہ میرے دوست منشی قاسم علی صاحب نے نہایت فراخ دلی سے مجھے اختیار دیا ہے کہ جس مسئلہ میں مجھے ید طولیٰ ہو اس پر گفتگو کروں، لہذا میں ان کے بخشیدہ اختیار کی رو سے یہ کہتا ہوں کہ کہ مجھے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے متعلق ید طولیٰ ہے۔منشی صاحب اس پر گفتگو کر لیں۔مولوی ابراہیم صاحب کی اس تقریر پر تمام اہل سنت حاضرین جلسہ نے کمال مسرت ظاہر کی اور مرزائی پارٹی کے رنگ فق ہو گئے۔پھر منشی قاسم علی صاحب نے یہ کہا کہ ہم پیش گوئیوں پر گفتگو کر سکتے ہیں دو شرطوں کے ساتھ۔

۱۔ یہ کہ مولوی صاحب حفظ امن کے ضامن ہوں، اس لئے کہ پیش گوئیوں کے ذکر میں ہمارے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی شان میں بے ادبانہ الفاظ ضرور استعمال کئے جائیں گے اور ہم بھی اسی طرح کا جواب ضرور دیں گے اس پر عوام کے بگڑنے کا خوف ہے۔

۲۔ یہ کہ مولوی صاحب یہ لکھ دیں کہ ان کو سوائے مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کے کسی اور مسئلہ میں ید طولیٰ نہیں ہے۔

مولوی صاحب نے حکم (ثالث) کو مخاطب فرمایا کہ یہ شرطیں بعد از وقت ہیں ان کی پابندی مجھ پر ضرور نہیں۔با ایں ہمہ امر اول کی نسبت یہ گذارش ہے کہ میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ پیش گوئیوں کے ذکر میں متکلم کی شان میں بے ادبی نہ ہوگی صرف کلام پر جرح ہوگی۔ہر چند میں یہاں مسافر ہوں مگر اپنے خدائے بزرگ پر بھروسہ کر کے حفظ امن کا ضامن ہوتا ہوں اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے امید کرتا ہوں کہ بحکم حدیث شریف یسعی بها ادنا هم ہماری ضمانت کا خیال کریں گے۔اور ہرگز ہرگز کوئی بات خلاف تہذیب وقوع میں نہیں آنے دیں گے۔اس پر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے بآواز بلند کہا کہ مسلمانوں مولوی صاحب کی ضمانت کی منظوری کے اظہار کے لئے ہاتھ اٹھاؤ۔یہ سنتے ہی مرزائیوں کے سوا تمام حاضرین نے (جو تخمیناً پانچ ہزار ہونگے) ہاتھ اٹھایا۔یہ سین قابل دید تھی۔ید اللہ فوق الجماعۃ کی شان نمایاں تھی۔

شرط دوم کی بابت مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر حکم صاحب فرمائیں تو میں لکھ دینے کو بھی تیار ہوں۔کچھ دیر اس پر گفتگو رہی۔آخر میں حکم

صاحب نے یہ فیصلہ دیا کہ مولوی صاحب لکھنے پر مجبور نہیں کئے جا سکتے ہیں۔منشی قاسم علی صاحب شرائط وغیرہ لگا کر گریز کرنا چاہتے ہیں۔
اس فیصلہ پر ہر طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی اور عام مسلمانوں نے مسرت وخوشی میں اس پہلی فتح پر چیئرز دے دی جس کو علمائے اہل سنت نے روکا۔اسی وقت سے مرزائیوں کے چہروں پر اداسی چھا گئی اور ناکامیابی کی علامتیں ان کی پیشانیوں پر ظاہر ہونے لگیں۔
مرزائی مناظر نے تو ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ وقت لے لیا تھا،مولوی سید مرتضی حسن صاحب نے کہا کہ وقت ختم ہو گیا ہے۔آپ اپنی تحریر سنائیں۔ چند بار کے مطالبہ پر مرزائی مناظر نے کچھ عربی عبارت پڑھنی شروع کی اور اعراب کی غلطیاں کیں جن کی اطلاع مولانا سید مرتضی حسن نے حکم صاحب کو کی۔حکم صاحب نے کہا ابھی سن لیجئے۔جب یہ پرچہ جواب کے لئے آپ لوگوں کو ملے گا اس وقت ان غلطیوں کو بھی ظاہر کیجئے گا۔پھر مرزائی مناظر نے اس عبارت کا مطلب بطور وعظ بیان کرنا شروع کیا۔مولوی سید مرتضی حسن وکیل اہل سنت نے حکم صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ شرائط مناظرہ مقررہ فریقین میں عربی عبارت اور اس کا ترجمہ سنانا ہے نہ کہ اس کو بطور وعظ بیان کرنا۔
حکم صاحب نے مرزائی مناظر کو روک کر شرائط مناظرہ مقررہ فریقین کو پڑھا تو نمبر۱۰ میں یہ مضمون شرائط مذکورہ میں ظاہر ہوا:

ساری تقریر وتحریر جانبین کی جو مجلس مناظرہ میں بتعین وقت لکھی جائے گی اول اول عربی میں ہوگی پھر ہر ایک فریق اس کا اردو ترجمہ بامحاورہ کر کے اپنے وقت معین پر سنا دے گا۔

اس عبارت کی تشریح میں دیر تک گفتگو رہی۔سرور شاہ صاحب نے کہا ہم لوگ امام (خلیفۃ المسیح) کے ماتحت ہیں اور خلیفہ نے مجھ کو اس وفد کا امیر بنایا ہے ہم اگر ان لوگوں کو روک دیں تو یہ کبھی مناظرہ نہیں کر سکتے ہیں،ہمارے (امام خلیفہ) کا حکم ہے کہ ہار جیت کی پرواہ نہ کرنا اگر تبلیغ کی صورت نہ ہو تو مناظرہ بے فائدہ ہے۔آخر میں حکم صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ شرائط مقررہ فریقین کی رو سے کوئی فریق ترجمہ کے سوا زیادہ بیان کرنے کا مجاز نہیں۔دو گھنٹہ سے زیادہ ہو چکا تھا کاغذ طلب کیا گیا معلوم ہوا کہ ہنوز...لکھا نہیں گیا ہے۔ ..لکھنے کے لئے پھر آدھ گھنٹہ دیا گیا۔اس پر بھی ختم نہ ہوا تو بیس منٹ اور دیا گیا۔مناظر صاحب ترجمہ لکھ نہ سکے مولوی عبدالقادر صاحب اور سرور شاہ صاحب نے ترجمہ لکھا۔حکم صاحب نے کہا کہ عربی تحریر اور اس کے ترجمہ کے کاغذوں پر فریقین کے وکلاء اپنا اپنا دستخط کر کے مجھ کو دے دیں۔یہ تحریریں ہماری تحویل میں رہیں گی۔کل یہ تحریریں سنائیں گے بعد سننے کے مناظر کو جواب لکھنے کے لئے دی جائے گی۔
اس کے بعد مولوی عبدالقادر صاحب نے تخمیناً پندرہ منٹ انگریزی میں (خلاف شرط مقررہ فریقین شاید اظہار قابلیت کے گھمنڈ سے) لیکچر دیا جو اہل سنت کی شکایت میں تھا۔اس کا برجستہ جواب انگریزی ہی میں حسب اجازت حکم صاحب مولوی معین الحق صاحب وکیل نے دو تین منٹ بڑی فصاحت سے دے دیا کہ سننے والے متحیر ہو گئے۔وھو ہذا:

یرقان والے کی نظر میں سب چیزیں زرد معلوم ہوتی ہیں۔حالانکہ ہر چیز اپنی اصلی رنگت میں ہوتی ہے یہاں خرابی دیکھنے والوں میں ہے نہ کہ چیزوں میں۔

پھر حکم صاحب نے عربی کے دونوں کاغذوں پر وکلاء سے دستخط کرا کے لے لیا۔ساڑھے گیارہ بجے جلسہ برخاست کر دیا گیا۔
دوسرے روز یعنی ۳ جون روز شنبہ کو اول وقت ۷ بج کر بیس منٹ پر جلسہ منعقد ہوا۔حکم صاحب نے اول روز کی تحریریں مرزائی مناظر کو دیں اس نے کچھ عربی عبارت پڑھ کر اس کا مطلب بطور وعظ بیان کرنا شروع کیا۔مولوی سید مرتضی حسن نے حکم صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ

کل حسب شرائط مناظرہ مقررہ فریقین یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ سوائے ترجمہ سنانے کے اور کسی بات کا حق نہیں ہے مگر آج پھر اس فیصلہ کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ مولوی عبدالماجد صاحب (مرزائی) نے جواباً کہا کہ مقصود مناظرہ سے احقاق حق ہے اور وہ صرف پڑھنے میں سامعین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے مطلب سمجھانا ضرور ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے فرمایا کہ شرائط مقبولہ فریقین اور نیز فیصلہ حکم کے خلاف آپ نہیں کر سکتے۔

اس پر منشی قاسم علی صاحب نے کہا کہ ہم ضرور کر سکتے ہیں حکم کو کوئی حق نہیں ہے کہ ہم کو کسی بات پر مجبور کریں۔

مولانا نے جواباً کہا تو پھر شرائط طے کرنا اور حکم مقرر کرنا فضول ہے۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ لوگوں کو مناظرہ کرنا منظور نہیں ہے۔ اس پر منشی قاسم علی صاحب نے کہا کہ بے شک ایسے نامعقول شرائط پر ہم لوگ مناظرہ نہیں کر سکتے ہیں۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے فرمایا کہ یہ شرائط مناظرہ ۱۴ مئی ۱۹۱۱ء کو طے ہوئے۔ آپ کے خلیفۃ المسیح نے دیکھ کر منظور کیا۔ ایک وفد سرور شاہ صاحب کی ماتحتی میں مناظرہ کے لئے روانہ کیا۔ انہیں شرائط کی بنا پر... مناظرہ شروع بھی کیا گیا... جیسا کہ زیر بحث کے متعلق کل حکم صاحب کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے۔ اب پھر شرائط کو نامعقول کہنا مناظرہ سے گریز نہیں تو کیا ہے۔ اگر کوئی شرط نامعقول تھی تو مناظرہ شروع کرنے سے پہلے ہی ترمیم کرا لیتے۔ جیسا کہ توبہ والی شرط کو ترمیم کرالیا تھا۔

خیر یہ تو ہولیا۔ میں تقریری مناظرہ کے لئے بھی موجود ہوں۔ کل مولوی عبدالماجد صاحب نے کہا تھا کہ عربی تحریر کی قید اظہار قابلیت کے لئے ہے۔ اس کی عمدہ صورت یہ ہے کہ ایک مضمون تجویز کر کے فریقین کے مناظر کو عربی میں تحریر کرنے کے لئے دیا جاوے اور دونوں تحریریں مصر میں یا جہاں مناسب ہو بھیج دیا جائے۔ وہاں سے جو فیصلہ ہو فریقین کو ماننا پڑے گا۔

ہنوز مرزائیوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا کہ حکم صاحب نے یہ کہا کہ جب شرائط مناظرہ مقررہ ہی میں گفتگو ہو رہی ہے تو مناظرہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ جلسہ مناظرہ توڑ دیا جائے اور فریقین کے علماء پھر شرائط مناظرہ کو طے کریں۔ اس لئے ہم اس جلسہ کو شکست کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر فیصلہ لکھنے لگے

ادھر مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ایک وجدانی جوش کے ساتھ نعرہ اللہ اکبر لگا کر جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا پڑھا جس سے سارا جلسہ تھرا گیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی زمین جس نے جلسہ کی ساری ہلا دی

اس نعرہ کے صدمہ سے مرزائی پارٹی پر وہ رعب طاری ہوا کہ ان کے چہروں پر سیاہی چھا گئی حواس خمسہ بجا نہ رہے۔ مارے ہیبت کے گویا زمین میں گڑ گئے۔ اور اہل سنت کی جماعت میں فتح وظفر کی ایک غیر معمولی اور بے پایاں مسرت ظاہر ہوئی ہر شخص خدائے بزرگ کا شکر کرتا ہوا بزبان حال یہ آیت پڑھ رہا تھا و تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ القصہ حکم صاحب نے یہ فیصلہ سنایا

آج ۸ بجے کے وقت میں بعد سننے مباحثہ فریقین میرے خیال سے یہ بات طے پائی کہ شرائط جو تعمیل ہو چکے تھے اس شرائط کی بہت شکست ہو چکی ہے۔ کل پرچہ من جانب مولانا قادیان ملا تھا۔ اس کو آج بجنسہ مولانا قادیان (واضح رہے کہ مرزائی مناظر نے پرچہ نہ تو جلسہ میں پورا پڑھا گیا، نہ مرزائیوں اور حکم صاحب کے سوا کسی نے

دیکھا۔۔اہل سنت عموماً اور مولانا عبدالوہاب صاحب خصوصاً اس عربی تحریر کو دیکھنے کے متمنی ہی رہے۔مگر اس تحریر کی حقیقت اس سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ مناظر صاحب جنہوں نے لکھا تھا اس کے پڑھنے میں غلطی کرنے لگے۔مولانا مرتضی حسن اس کے پڑھنے کے درمیان بھی حکم صاحب سے کہہ دیا تھا کہ مناظر صاحب اعراب میں غلطیاں کر رہے ہیں۔مولف) کو دے دیا لیکن شرائط مناظرہ میں بہت نکتہ چینی ہوئی۔ومنجانب مولانا قادیان یہ کہا گیا کہ جو شرائط مناظرہ ہوئی ہے وہ شرائط معقول نہیں۔جس حالت میں شرائط مناظرہ منظور نہیں ہے تو ایسی حالت میں اب اس جلسہ کو ہماری دانست میں شکست کر دینا مناسب معلوم ہوا۔اگر فریقین چاہیں تو پھر بھی شرائط مناظرہ طے کر کے مباحثہ کر سکتے ہیں۔مجھ کو بہت افسوس کے ساتھ کہنا ہوتا ہے کہ درمیان عالمان فریقین پہلے شرائط طے پالیتا۔

دستخط وکلاء اہل سنت۔محمد مرتضی حسن۔محمد مختار احمد۔دستخط وکلاء مرزائیاں: قاسم علی۔عبدالماجد ۔دستخط حکم: کملہ سہائے پریسیڈنٹ ۳ جون ۱۹۱۱ء

نقل فیصلہ ہذا نزد سکرٹری انجمن حمایت اسلام مونگیر بھیج دیا جائے۔کملا سہائے۔۳ جون ۱۹۱۱ء

اس فیصلہ کے سننے کے بعد مرزائی پارٹی نے اپنا بوریا بستر اٹھایا۔کوئی پشتارہ کتابی چند پیٹھ پر اٹھائے کوئی کرسیوں کو الٹی سر پر رکھے،عجیب وحشتناک طور سے جماعت اہل سنت سے اس طرح نکل گئے جس طرح آٹے سے بال نکل جاتا ہے اور ان کی زبان حال پر یہ شعر جاری تھا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن۔بہت بے آبرو ہو کر ترے جلسے سے ہم نکلے

جس وقت وہ لوگ جلسہ سے جا رہے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آیہ کریمہ سيهزم الجمع و يولون الدبر انہیں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ساڑھے آٹھ بجے جلسہ مناظرہ ختم کر دیا گیا۔مرزائیوں کے جلسہ سے چلے جانے کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب نے یہ تحریک کی کہ حکم صاحب اس وقت اس جلسہ کے بھی صدر مقرر کئے جائیں۔بعض حاضرین نے اس کی تائید کی پھر مولوی حافظ شاہ رحمت اللہ صاحب مظفر پوری نے آیہ کریمہ من يطع الله و رسوله تلاوت کر کے عاشقانہ مضامین پر وعظ فرمایا۔ایک گھنٹہ تک ان کا بیان رہا حاضرین جلسہ نے دل لگا کر سنا بہت محظوظ ہوئے ساڑھے نو بجے شاہ صاحب کا بیان ختم ہوا اور مولانا مولوی سید مرتضی حسن صاحب کا بیان شروع ہوا آپ مرزا صاحب کے عقائد واقوال جو اہل سنت کے خلاف ہیں ان کی کتابوں سے نکال کر حاضرین کو دکھلاتے تھے اور تردید بھی کرتے جاتے تھے۔درمیان میں بعض بعض لطیفہ آمیز حکایتیں بھی بیان کرتے تھے جو مرزا صاحب کی حالت پر چسپاں ہوتی تھیں۔۱۱ بجے ان کا بیان ختم ہوا پھر مولانا ابوالخیر عبدالوہاب صاحب بہاری نے مختصر تقریر میں مرزائیوں کے فرار کی کیفیت بیان کر کے بلند آواز سے کہا کہ سارے مرزائیوں کو عموماً اور بھائی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کو خصوصاً ہماری طرف سے چیلنج ہے ان میں سے جو شخص ممات مسیح کو قرآن مجید کی کسی قطعی الدلالۃ آیت سے (جو واقعہ قیامت کی حکایت ہو) ثابت کر دے تو مبلغ پانچ سو روپیہ مجھ سے انعام لے۔۱۱ بجے دعائے خیر پر جلسہ برخاست ہوا اور بتاریخ ۴ جون روز یکشنبہ کو اول وقت ۷ بج کر ۳۰ منٹ پر جلسہ منعقد ہوا پہلے مولوی مختار احمد صاحب نے اپنا فارسی قصیدہ سنایا جو مرزا غلام احمد کے قصیدہ کے جواب میں ہے آپ مرزا صاحب کا ایک شعر پڑھتے تھے اور اس کا عیب ظاہر کرتے تھے پھر اس

کے مقابل میں اپنا شعر سنا کر اس کی خوبیاں بیان کرتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب کا قصیدہ مرزا صاحب کے قصیدہ سے بڑھا رہا حاضرین جلسہ بہت محظوظ ہوئے، بعدہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے مرزا صاحب کے عقاید کی تردید بیان کی۔ پھر مولانا عبد الوہاب صاحب نے یہ تحریک کی کہ مرزا غلام احمد کا آخری فیصلہ مونگیر میں جس کی اشاعت اس جلسہ مناظرہ کے انعقاد کے باعث ہوئی) جناب مولوی سید محمد انور حسین صاحب پروفیسر ڈی جی کالج حاضرین کو سنا کر سبھوں سے رائے لیں۔ چنانچہ مولوی صاحب ممدوح نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ میں اس بات پر بہت افسوس کرتا ہوں کہ ہمارے محترم دوست مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری بعض ضرورتوں کی وجہ سے اس جلسہ میں تشریف نہ لا سکے۔ اگر وہ آجاتے تو مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کسی مضمون کے بیان کی حاجت نہ ہوتی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا اسٹیج پر کھڑا ہونا ہی مرزا صاحب کی تکذیب کی بدیہی اور زندہ دلیل ہوتی کیونکہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ہماری زندگی میں ہلاک نہ ہوئے تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

پھر آخری فیصلہ سنا کر اس کا نتیجہ بیان کیا اور حاضرین جلسہ سے پوچھا کہ آپ لوگ ایماناً اور دیانتاً فرمائیں کہ اس فیصلہ میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ مولوی صاحب منظور کریں گے تو فیصلہ ہوگا ورنہ فیصلہ نہ ہوگا۔ سبھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قدرتی فیصلہ ہے اور مرزا صاحب پر اقبالی ڈگری ہے۔

پھر مولانا عبدالوہاب صاحب نے مختصر تقریر کر کے اپنی رباعیات سنائیں اور دعائے خیر پر جلسہ برخواست کیا گیا۔

مولانا مرتضیٰ حسن نے پہلے روز آخر جلسہ میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی تین روز تک تین تین گھنٹہ بعد نماز مغرب حیات مسیح پر تقریر فرمائیں گے۔ سب احباب تشریف لائیں اور جس صاحب کو اس مسئلہ میں شکوک وشبہات ہوں مولانا ممدوح کا بیان سن کر رفع شبہات کر لیں چنانچہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے پہلے روز ولادت مسیح پر دوسرے روز واقعہ صلیب کی نفی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی پر اور تیسرے روز لفظ توفی کے معنی اور اس کے مواقع استعمال پر نہایت مدلل اور واضح تقریر فرمائی۔ اپنے ہر ایک دعوی پر قرآن مجید ہی کے الفاظ اور آیات سے دلائل قاہرہ بیان کر کے مرزائی اعتراضات کا کافی ووافی جواب دیا اور اس کے شبہات اور مغالطات کی قلعی کھول دی اور یہ ثابت کر دیا کہ حیات مسیح کا مسئلہ نہایت قوی اور مستحکم دلائل سے ثابت ہے۔ آپ نے پہلے ہی روز یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس مسئلہ میں جس کسی کو مجھ سے کچھ پوچھنا ہو تو ہمارے بیان کے شروع ہونے سے پہلے ہی مجھ کو مطلع کر دیں تا کہ آدھ گھنٹہ وقت ان کے سمجھانے کے لئے بچا رکھوں۔ اور ہر روز اثناء بیان میں برابر یہ فرماتے رہے کہ جس مرزائی کا جی چاہے بلا تکلف آئے اور اپنے اعتراضات پیش کر کے جوابات سنے۔ مرزائی وفد مع امیر الوفد موقع بیان کے متصل بمکان حکیم خلیل سکرٹری مرزائیاں موجود تھے مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ مولانا کے سامنے آسکے۔ بہت سے ایسے حضرات جو مرزائیوں کا یک طرفہ بیان سن کر اس مسئلہ میں مذبذب ہو رہے تھے مولانا ممدوح کے بیان سے ان کا تذبذب بالکلیہ جاتا رہا اور حیات مسیح پر ان کو یقین کامل ہو گیا بلکہ بعض نے مرزائی مولویوں سے اسی وقت جا کر بار بار کہا کہ کیوں حضرات اس مسئلہ میں تو آپ حضرات کو بڑا ناز تھا آج ناطقہ کیوں بند ہے۔ کوٹھڑی سے باہر تشریف لایئے اور مولانا کے دلائل کا جواب دیجئے مگر صدائے برنخاست

آنہا کہ بصد زبان سخن میگفتند۔ آیا چہ شنیدنہ کہ خاموش شدند

مولانا ممدوح کی استدلالی قوت اور خوش بیانی کے متعلق اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حاضرین جلسہ میں سے ہر طبقہ کے لوگ محو حیرت ہو رہے تھے۔ ہر شخص کی زبان پر سبحان اللہ و ماشاء اللہ جاری تھا۔ آپ کا تیسرا بیان ۱۲ بجے شب کے بعد ختم ہوا۔ پھر مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب نے اپنی رباعیات سنائیں۔ آخر میں مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب نے گورنمنٹ اور علمائے کرام اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کر کے دعائے خیت پر جلسہ ختم کیا۔ فللہ الحمد

ناظرین! مذکورہ بالا بیان سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ اس مناظرہ میں مرزائیوں کی کیا گت بنی اور کس طرح کی ندامت اور ذلت ان کو نصیب ہوئی۔ اس سیاہ داغ کو اپنے چہرے سے مٹانے اور پبلک میں سرخروئی حاصل کرنے کے لئے مرزائیوں نے بھاگلپور میں ایک اشتہار سرخ حرفوں میں (جوان کے خون جگر کی خبر دے رہا ہے) شائع کیا جس میں علمائے اہل سنت کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

آپ حضرات نے ہمارے عربی پرچہ کا جواب دینا تو درکنار ہم کو اپنا پورا پرچہ سنانے بھی نہیں دیا۔

ذرا ان بھلے مانوں سے کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ لوگوں کے پرچے کو سوائے آپ لوگوں کے اور حکم صاحب کے علمائے اہل سنت میں سے کسی نے دیکھا بھی تھا۔ کیا آپ لوگوں نے اس کا موقع آنے دیا کہ آپ کا پرچہ علمائے اہل سنت کے ہاتھ آئے۔ خدا تعالی کو حاضر و ناظر یقین کر کے سچ سچ جواب دیجئے اور لعنة الله على الكاذبين پر آمین کہیے

بلکہ حقیقت حال تو یوں ہے کہ جب مولانا مرتضی حسن نے مرزائی مناظر کے عبارت خوانی پر اعتراض کیا، تو اسی وقت سے مرزائیوں کے دل پر اس بات کا خوف طاری ہوا کہ علمائے اہل سنت کے ہاتھ میں پرچہ جانے سے خدا جانے کس کس طرح کے اعتراضات کئے جائیں گے۔ کیا کیا غلطیاں نکالی جائیں گی۔ اور اس بات کی فکر کرنے لگے کہ کس طرح علمائے اہل سنت کے ہاتھ میں پرچہ نہ جائے۔ بروقت یہی تدبیر سوجھی کہ شرائط مقبولہ فریقین کی خلاف ورزی پر اصرار کر کے ترجمہ بطور وعظ بیان کیا جائے۔ علمائے اہل سنت مزاحمت کریں گے اور آخر مناظرہ بند ہی ہو جائے گا۔ پرچہ دینے کی نوبت نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نہ جب اول روز فریقین کی گفتگو کے بعد حکم کا فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر دوسرے روز شرائط مناظرہ شکنی بلکہ فیصلہ شکنی پر اصرار کرنے کا مطلب کیا تھا۔

بھلا کوئی مرزائی حلفیہ یہ تو بیان کرے کہ کس نامعقول کے منہ سے شرائط مقبولہ فریقین کی نسبت یہ جملہ نکلا تھا کہ ہم اس نامعقول شرائط پر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ اور کس عہد شکن نے یہ کہا تھا کہ اگر تبلیغ کی صورت نہ ہو تو مناظرہ بے فائدہ ہے۔ اچھا اب آپ لوگوں کی صداقت کی جانچ کی ایک آسان صورت بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ وہ عربی پرچہ جو مجلس مناظرہ میں لکھا گیا تھا اور جس پر حکم کا دستخط بھی ہے شرعی قسم کھا کر بلا زیادۃ و نقصان چھاپ کر شائع کر دیجئے پبلک پر آپ کے مناظر کی عربی دانی بھی ظاہر ہو جائے گی اور مرزا صاحب آنجہانی کے مسیحیت اور مہدویت کے دلائل بھی معقولیت بھی کھل جائے گی۔ کیا مرزا پارٹی ایسا کرے گی؟ شائد۔

مرزائی پارٹی کی عربی دانی تو اسی سے ظاہر ہے کہ علمائے اہل سنت کی طرف سے اردو خط جانے پر اعتراض کر کے کہ علماء اور اردو میں خط لکھیں، ایک خط عربی میں لکھا جو طرح طرح کی غلطیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا برجستہ جواب ترکی بترکی عربی ہی میں فوراً دندان شکن دے دیا گیا۔ پھر مرزائی پارٹی کی ہمت نہ ہوئی کہ عربی میں خط لکھیں۔ اس کے بعد جتنے خط آئے اردو ہی میں آئے۔ عربی دانی کی مہارت کا دعوی تھا تو دوسرا تیسرا خط عربی میں کیوں نہ لکھا۔ اف لکم اف لکم اف لکم

ہاں یہ بھی واضح رہے کہ جلسہ مناظرہ میں شکست ہوجانے کے بعد ۴ جون کو ایک خط وہی مولوی سرور شاہ مرزائی امیر الوفد کی طرف سے مولوی محمد عمر صاحب کے نام آیا کہ جدید مناظرہ کے لئے شرائط طے کیجئے، جواباً لکھا گیا کہ آپ پہلے اس بات کا اطمینان کرا دیں کہ اب جو شرائط طے ہوں گے آپ ان کے پابند رہیں گے۔آپ اول روز مجمع عام یہ کہہ چکے ہیں کہ ہم لوگ ایک امام (خلیفۃ المسیح) کے حکم کے پابند ہیں ان کے مقابلہ میں شرائط مذکورہ وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے۔کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شرائط طے کرنے کے بعد پھر آپ یہ کہہ دیں کہ ہمارے امام کا یہ حکم آیا ہے کہ مناظرہ مت کرو۔اس لئے جب تک لوگ خلیفہ جی نور الدین صاحب بلا وساطت احدے شرائط طے نہیں کریں گے ہم لوگوں کو اطمینان نہیں ہوسکتا بقول حافظ رحمہ اللہ: من جرب المجرب حلت به الندامة آزمودہ را آزمودن جہل است مثل مشہور ہے

ناظرین باتمکین برائے خدا مذکورہ بالا واقعات پر کافی غور کیجئے اور انصاف کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کیجئے کہ مرزائیوں کے مقابلہ میں اہل سنت کا یہ عذر قابل پذیرائی ہے یا نہیں۔ میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر۔ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر)

جناب اڈیٹر صاحب! ایسا تو ہوگیا کہ بعد مباحثہ مونگیر ہمارے قدیم دوست مولوی ماجد صاحب بھاگلپوری (مرزائیوں کے سرگروہ) عام مجلسوں میں بھی لوگوں سے دبکتے پھرتے ہیں۔ مقابلہ ومواجہ سے ان کو شرمندگی ہوتی ہے۔ جدھر نکلے ادھر انگلی اٹھ گئی کہ مولوی ماجد مرزائی ہوگئے۔حکیم عبدالسلام مرحوم کی مسجد میں جمعہ پڑھاتے تھے، مسلمانوں نے ان کی امامت موقوف کردی۔ مسجد سے نکال دیئے گئے۔ یا تو اسی بھاگلپور میں لوگ عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، یا اب جدھر جاتے ہیں لوگ نفرین کرتے ہیں اور بجائے مولوی ماجد صاحب کے مرزا ماجد پکارتے ہیں۔

حقیقتاً یہ ہے ذلت کی مار جو دشمنان دین کو نصیب ہوتی ہے آپ کی مرزائی مشن جو بڑے زوروں سے چل رہی تھی مباحثہ ہی کے روز سے ٹوٹنی شروع ہوئی اور ہر طرف سے نفرین ولعنت کی آواز کے ساتھ غل تھا کہ سب دھوکا سب دھوکا۔ یہ ہے علمائے ربانیین کے ارادوں کا اثر اور کوشش کے نتیجے اور مرزا گروہ کی ذلت۔

اڈیٹر صاحب! اگلے مدعیان نبوت اور مہدویت کی کامیابی کے کارنامے، آپ کو معلوم نہیں۔ بڑی بڑی مستند تاریخوں میں دیکھئے، جھوٹے تو تھے مگر لاکھوں نے ساتھ دیا۔ بعضوں نے صدہا برس سلطنت کی، تو کیا اس کامیابی سے ان سب کو آپ سچا مان لیں گے؟ دنیاوی کامیابی دلیل برگزیدگی نہیں ہوسکتی، ورنہ گرونانک جی یا دیانند سرستی جی کا چیلا بننا پڑے گا، اس کی کامیابی کے مقابلہ میں بے چارہ مرزا صاحب کی کچھ ہستی ہوسکتی ہے

؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کے یہاں تو چند ڈھلمل یقین سادہ لوح سیدھے سادے کٹھ ملاؤں نے ساتھ دیا ۔بقول آپ کے لاکھ دو لاکھ (اس تعداد کی صحت کو آپ جانئے یا آپ کا ایمان جانے) عوام الناس ماننے لگے دو ہزار کا چندہ آنے لگے۔لقمہ تر کی صورت ہوگئی ۔دس پانچ نقل محفل حاشیہ نشینان نے ہر وقت تعریفیں کر کے مرزا صاحب کے دماغ کو پریشان کر دیا۔اسی کو کامیابی اوران کی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں تو پھر جن جھوٹوں مکاروں کواس سے ہزار گونہ کامیابی ہورہی ہے، وہ تو مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر گرو گھنٹال ٹھہریں گے اور آپ لوگ ں پران کی اقتداء لازم ہوگی (نعوذ باللہ)۔

بس جناب لقمہ چرب اڑائے جایئے۔معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا۔مگر بھائی صاحب یاد رکھئے آسمانی عدالت کے روبروایک دن جانا ضرور ہے ۔جب کاذبین کے گروہ روبرو حاضر کئے جائیں گے اور ہاتھوں میں فرد قرارداد جرم دیا جائے گا اور فالس پرسی نیشن (False persenation....یعنی جھوٹے نبی کو سچا نبی ماننا) کا پھر سنایا جائے گا اور جھوٹی شہادت کی مجال نہ رہے گی اس وقت اپنی اپنی شامت اعمال کا افسوس ہوگا اور صدائے یا لیتنی کنت ترا باً بالکل بے سود ہوگی خدا کے واسطے ذرا تخلیہ میں اس پر غور کیجئے ہٹ دھرمی ،ضد، پاس سخن، بے جا تعصب دل سے نکال دیجئے۔

خدا شاہد ہے فقط اسلامی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اپنے بچھڑے بھائیوں کو اکٹھا کروں اور اللہ کے واسطے جو کچھ ان کے خیالات کی غلطی ہو، عام طور سے بلا رو رعایت ظاہر کردوں۔اگر مان گئے تو ان کا بھلا ہوا، نہ مانیں تو میں بری الزمہ ہوں ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم

مفتی صاحب! رسالہ فیصلہ آسمانی گم نام نہیں چھپا ہے۔عینک لگا کر دیکھئے۔ٹائٹل ہی پر مولف کا نام حضرت مولانا سید ابو احمد رحمانی صاف طور سے لکھا ہوا ہے۔اصل یہ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔پبلک کے سامنے اس صریح جھوٹ کا آپ کے پاس کچھ جواب ہے جو آپ نے لکھا ہے:

کسی مولوی نے جو بسبب بزدلی اور نامردی کے اپنا نام ظاہر کرنے سے ڈرتا ہے ایک رسالہ چھاپا ہے جس کا نام فیصلہ آسمانی رکھا ہے۔

یہاں پر ناظرین سے التماس ہے کہ رسالہ فیصلہ آسمانی خود ملاحظہ کر کے اڈیٹر صاحب راست بازی

اور نیک دلی کی داد دیویں۔ کیا اخبار کے اڈیٹر کا یہی شیوہ ہے کہ صریح جھوٹ لکھے اور بدیہی واقعات کا انکار کرے۔ شرم، ہزار شرم۔ شاباش! اڈیٹری کو بھی بدنام کیا۔ جھوٹ بول کر اپنی وقعت خود انسان کھوتا ہے۔ آئندہ اس کی تحریر پر ذرہ برابر وثوق نہیں رہتا۔ اس میں مولف صاحب کا کیا بگڑا۔ آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنی عزت کا خون کرتے ہیں۔ بقول سعدی

ہر گز از دست غیر نالہ کند
مفتی از دست خویشتن فریاد

لیجئے اب بزدلی اور نامردی کا بھی سبق جس کو دل سے بھلا دیا ہے یاد کر لیجئے، اور ایسا نقش کالحجر کر لیجئے کہ پھر کبھی سہو اور خطا نہ ہونے پائے۔ بزدلی اور نامردی تو خود مرزا صاحب قادیانی نے بار ہا دہلی کے مناظرہ میں، لاہور میں، قادیان میں بمقابلہ شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، پیر مولانا مہر علی شاہ صاحب، مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرھم ایسی دکھائی ہے کہ ناگفتہ بہ۔ اہل حق کے سامنے آنے سے ان کی روح کانپ جاتی تھی۔ اشتہارات تو لمبے چوڑے مرقومہ اکتوبر ۱۸۹۱ء شائع کر دیئے تھے مگر جب مقابلہ کے لئے بلائے گئے، ایک نہ ایک عذر مجہول وحیلہ نامعقول کر کے کافور ہی ہو گئے۔

شمس العلماء مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی بھوپالی کا واقعہ روئداد مناظرہ میں طشت ازبام ہو چکا ہے اور چھپ کر تمام ہندوستان میں شائع ہو گیا ہے۔ ہزار حاجی محمد احمد صاحب نے ان کو روکا، مگر اپنے خسر کی مجہول علالت کا حیلہ کر کے فرار کیا۔

علاوہ اس کے چودھویں صدی کا مسیح میں اس کا کچا چٹھہ درج ہے، اسی کو دیکھ لیجئے اور اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لیجئے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت مرزا صاحب قادیانی نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ قادیان میں ہرگز نہ آئیں گے۔ مگر وہ شیر مرد فاتح قادیان وہاں پہنچ کے مقابلہ کے لئے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا اور ڈٹا رہا۔ مگر مرزا صاحب قادیانی اپنے زنانہ گھر سے باہر نہ نکلے۔ کہیے مفتی صاحب یہ کس قدر شرمناک بزدلی اور نامردی ہے کہ حریف میرے گھر پر امرتسر سے آوے اور آپ زنانہ سے باہر نہ نکلیں۔

اب فرمایئے بھولا ہوا سبق یاد ہو گیا یا نہیں؟ واہ ری بے حیائی خدا تیرا ناس کرے، تو ان کے ہر رگ و پے میں گھسی ہوئی ہے

حیا و شرم و ندامت اگر کہیں بکتیں
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

میرے مہربان اڈیٹر صاحب! جناب حکیم خلیفۃ المسیح صاحب کی خدمت میں دو رسالے فیصلہ آسمانی مونگیر سے اور ایک کلکتہ سے بھیجے گئے ہیں۔ان کی رسید موجود ہے۔مونگیر اور بھاگلپور کے اکثر قادیانیوں میں مفت تقسیم کئے گئے۔حالانکہ ان کے لئے نصف قیمت رکھی گئی تھی۔لاہور، امرتسر، پشاور، لائل پور، سڑ کپور، سیالکوٹ، گورداس پور، بلوچستان، دہلی، مراد آباد، ممباسہ افریقہ، زنجبار، بریلی، بنارس، لدھیانہ، کشمیر، کلکتہ، عظیم آباد، آرہ، مظفر پور، دربھنگہ، گیا، پورنیہ، چاٹگام وغیرہ وغیرہ سینکڑوں شہروں میں یہ رسالہ بہ قبولیت تمام شائع ہوا۔اس کے متعلق اشتہارات عام شاہراہوں پر لگائے گئے۔اہل حدیث، اہل فقہ، المشیر میں اشتہار دیئے گئے اور ڈنکے کی چوٹ پر۔اڈیٹر صاحب (اخبار بدر قادیان) کی سماعت کام نہ دے تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ و لھم آ ذا ن لا یسمعو ن بھا۔

فرداً فرداً مرزائی کو بھیجنا میرا فرض نہ تھا۔آپ کو اگر ضرورت تھی تو خود منگواتے۔قیمتاً نہ سہی مفت ہی طلب کرتے۔کیونکہ آپ تو مفتی صاحب ہیں۔نہ بھیجتا تو البتہ کوئی الزام عائد ہوسکتا تھا۔

اڈیٹر صاحب! آپ کہتے ہیں کہ منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی پوری ہوئی۔اور جناب حکیم خلیفۃ المسیح صاحب جو آپ کے بجائے مرشد کے ہیں، جس کی اتباع آپ سب مرزائیوں پر لازم وواجب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پیش گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ممکن ہے کہ آگے چل کر ان کی اولاد واحفاد سے پوری ہو جائے۔اب فرمایئے کہ ان دونوں میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔آپ یا خلیفۃ المسیح (حکیم نور الدین)؟

اور اس پیش گوئی پوری ہونے کے کیا معنی مراد ہیں۔ذرا مہربانی کرکے اس کی تفصیل بتایئے کہ کس طرح پوری ہوئی۔کیا احمد بیگ کا داماد مر گیا، اور محمدی کا نکاح مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ ہو گیا۔ہرگز نہیں۔ہرگز نہیں۔پھر واقعہ صریحہ کے خلاف پیش گوئی پوری ہونا چہ معنی دارد۔ایسے صریح جھوٹ کو پورا ہونا کیونکر کہتے

ہیں۔ پھر تو دنیا میں جھوٹ کوئی بات باقی نہیں رہ سکتی، اور نہ کوئی پیش گوئی کسی کی جھوٹی ہو سکتی ہے۔ منکوحہ آسمانی کے متعلق ذرا مرزا صاحب آنجہانی کے الہامات بکرّات و مرّات ملاحظہ کیجئے اور ان کے اقوال موثق پر غور فرمایئے اور اس کا جواب مرزا صاحب کی کتابوں سے بتلائے، یا جناب حکیم نورالدین صاحب کو اس کی تفسیر کی تکلیف دیجئے شائد ان کے خیال میں کچھ آجائے

کذ بوا بآ یا تی و کا نوا بھا یستھزؤن ۔ فسیکفیکھم اللہ و یر د ھا الیك امر من لد نا انا کنا فا علین ۔ زو جناکھا ۔الحق من ر بك ۔ فلا تکو نن من الممترین ۔لا تبد یل لکلما ت اللہ۔ ان ربك فعال لما یر ید۔انا را دو ھا الیك تو جھت لفصل الخطا ب انا را دو ھا۔(ضمیمہ انجام آتھم)

انہوں نے میری نشانیوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا، سو خدا ان کیلئے تجھے کفایت کرے گا۔ اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ واپس لانا ہماری طرف سے ہے اور ہم یہی کرنے والے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے ہے تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدائی کلمے بدلا نہیں کرتے تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے ۔کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔ آج میں فیصلہ کرنے کو متوجہ ہوا ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔

یہ اردو ترجمہ اور عربی الہامات مرزا صاحب قادیانی کے ہیں۔ ان میں بلاشرط اور بغیر کسی قید کے منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا بیان ہوا ہے۔ اور اس کے وقوع میں آنے کو اس زور سے بیان کیا ہے اور یقین دلایا ہے کہ اس سے زیادہ یقین دلانے کا کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا ہے۔

اسی طرح احمد بیگ کے داماد کی موت کی پیشین گوئی بڑے زوروں سے کی ہے کہ ڈھائی برس میں مر جائے گا۔ جب نہ مرا تو یہ کہا گیا کہ، خوف و ہراس سے میعاد ٹل گئی، مگر میرے سامنے اس کا مرنا ضرور ہے اگر میرے سامنے وہ نہ مرا، اور میں مر گیا، تو میں جھوٹا ہوں۔

پھر مرزا صاحب قادیانی اپنے الہام کی تفسیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

یادرکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جزو (یعنی احمد بیگ کے داماد کی موت) پوری نہ ہوئی تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہرونگا، اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں ۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو کہ یہ خدا (جب ہی تو صاحب فیصلہ آسمانی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی رسول نہیں اور نہ الہام ربانی ہے کیونکہ اللہ تعالی تو اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ ہم اپنے رسول سے خلاف وعدگی نہیں کرتے ۔ اگر مرزا صاحب قادیانی رسول ہوتے تو یہ شادی ضرور ہوتی) کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ۔ص ۵۴)

پھر مرزا صاحب اسی انجام آتھم کے صفحہ ۲۲۳ میں فارسی الہام بیان فرماتے ہیں ۔ وہ یہ ہے:

باز شمار ایں نگفتہ ام کہ ایں مقدمہ برہمیں قدر با تمام رسید، ونتیجہ آخری ہماں است کہ بظہور آمد، و حقیقت پیشگوئی برہماں ختم شد۔ بلکہ اصل امر برحال خود قائم است ۔ وہیچ کس با حیلہ خود او را ردّ نتواند کرد۔ وایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است ۔ وعنقریب وقت آں خواہد آمد۔ پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ را برائے ما مبعوث فرمود، و او را بہترین مخلوقات گردانید، کہ ایں حق ست وعنقریب خواہی دید۔ ومن ایں را برائے صدق خود یا کذب خود معیار می گردانم ۔ و من نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شدم

یہ ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامات جن کو اپنے صدق وکذب کا معیار قرر دیا ہے ۔مگر مرزا صاحب کی قسمت، نہ احمد بیگ کا داماد مرا، نہ منکوحہ آسمانی لوٹ کر آئی ۔ یہ حسرت اپنے ساتھ لے گئے اور پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔ اور مستند اقرار سے کاذب بلکہ اکذب ثابت ہوئے ۔ بدیہی واقعہ تو یہ ہے، کیا اس کا آپ انکار کر سکتے ہیں؟ کسی نے خوب کہا ہے

نکاح آسمانی ہو مگر بیوی نہ ہاتھ آئے
رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

اب کہیے مفتی صاحب یہ پیش گوئیاں پوری ہوگئیں؟ احمد بیگ کا داماد (سلطان محمد)، مرزا صاحب قادیانی کے سامنے مرگیا؟ یا مرزا صاحب اس کے سامنے مرگئے؟ ذرا شرم ہو تو اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالئے

اورصریح جھوٹ کے بےسری تان نہ اڑایا کیجئے۔ پبلک پر آپ لوگوں کی حقیقت بالکل کھل گئی۔اب کوئی دھوکے میں نہیں آنے کا۔

فیصلہ آسمانی کےان باتوں کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔دعوی تو کر دیا اب مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف سے اس کا جواب نکال کر پبلک میں پیش کیجئے،تب تو مردانگی ہے۔ورنہ سکوت اختیار کر کے زنانہ میں بیٹھ رہیے۔بے فائدہ جھوٹ کا طومار باندھ کر خلائق کی نظر میں کیوں ذلیل ہوتے ہیں۔اب اس سے کام نہ چلے گا۔بھائی صاحب!ذرا غور کیجئے کہ آپ کے مخالف علماء صالحین نے نبوت کا جھوٹا دعوی نہیں کیا۔براہین احمدیہ کی طرح پیشگی چندہ،سراج منیر کی زر پیشگی وصول کر کے بندگان خدا کو فریب نہ دیا،تائیداسلام اور لنگر خانہ کے نام پر ہزاروں روپیہ چندہ نہیں لیا(مرزا صاحب کی الہامی تقدیر مبرم کو ناظرین دیکھیں کہ کیا معلق رہ گئی۔اب عقل والا اس الہام کو ربانی کہہ سکتا ہے۔ہرگز نہیں)بیواؤں اور یتیموں اور رنڈیوں کے مال پر دانت نہیں لگائے(مرزا صاحب کے خسر حقیقی کا قصیدہ چھپ کر اشاعۃ السنہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اهل البيت يدرى بما فيه چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

ہر گھڑی ہے مال داروں کی تلاش
تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو
رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض
حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
بدمعاش اب نیک ازحد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے

۔مرزا صاحب کی نظر سے یہ قصیدہ گذرا ہوا ہے مگر جواب ندارد)۔خیران سب رقموں کا حساب تو مرزا صاحب آنجہانی پر چھوڑئے وہ جانیں اوران کے کرتوت اب آپ ذرا ایمان کو راہ دے کر یہ فرمایئے کہ دنیا کا کتا کون ہوا؟خود بدولت،یا مخالف علماء صالحین؟

مرزا صاحب کی تکذیب کی سینکڑوں دلیلیں موجود ہیں وقتاً فوقتاً علی الترتیب سبھوں پر روشنی ڈالی

جائے گی اور پبلک کے سامنے تنقید کے لئے پیش کی جائے گی ابھی تو بسم اللہ ہوئی ہے اسی پر آپ لوگ گھبرا کر چیخنے لگے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

فیصلہ آسمانی میں تو فقط جن باتوں کو مرزا صاحب نے اپنے صدق و کذب کا عظیم الشان نشان قرار دیا تھا اور وہ سب سرے سے جھوٹی ثابت ہوگئیں۔ اسی کا ذکر کر کے پبلک کو ہوشیار کیا گیا ہے تا کہ ان کا کذب روز روشن کی طرح دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ اور ہر خواص و عام کو مرزا صاحب کی ابلہ فریبیوں پر دھوکہ کھانے کا موقع باقی نہ رہے۔ الحمدللہ علی ذلک اس ہادی برحق کے فضل سے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اور فیصلہ آسمانی کی قبولیت علماء وفضلاء ومحققین ودانشمندوں کے گروہ میں پورے طور سے افزوں ہے۔ آخر میں اس رسالہ کے ان بزرگواروں کی رائے اوراثت قبولیت کا مضمون درج ہوگا ملاحظہ فرمائیے گا۔

مفتی صاحب! یہ امر آخر ہے کہ آپ کے نزدیک کسی مخالف کو زکام یا سر درد ہو جائے تو آپ مرزا صاحب قادیانی کی کرامت سمجھتے یا کوئی اپنی موت سے مر جائے ان کی صداقت کی دلیل ہو جائے۔ یہ وہم کی بیماری ہے اس کی دوا افلاطون کے پاس بھی نہیں

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

مفتی (صادق) صاحب! میں اخیر میں مودبانہ التماس کرتا ہوں کہ آپ من حیث اڈیٹر اخبار جس کو ہر مخالف اور ہر موافق لیتا ہے اپنے لہجہ کو بازاری نہ بنائیے۔ جو کچھ لکھئے تہذیب سے نہ گذریئے۔ اس کا جواب ویسا ہی مہذبانہ نہ ہو تو پھر قلم تو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بدزبانی اور ناشائستگی سے پہلے تو آپ خود پبلک میں بدنام ہوتے ہیں دوسرے مجیب کو بھی آپ بدتہذیبی کا اشتعال دیتے ہیں۔ مجھ کو اس امر کا سخت افسوس ہے۔ مہذبانہ برتاؤ رکھئے کہ مخالف و موافق کو مضمون سے دل چسپی رہے۔ اور اسلامی تقاضا اور محبت سے کہتا ہوں اگر کچھ گراں خاطر گزرا ہووے تو معاف فرمائیے اور جناب قدیم جدید صاحب خلیفۃ المسیح کی جناب میں بھی

دست بستہ گذارش ہے کہ مجھے تر کی بتر کی جواب دینے میں معذور سمجھیں۔ فیصلہ آسمانی، آئینہ قادیانی وغیرہ وغیرہ تصانیف میں علمی مذاق کی حیثیت سے داب مناظرہ برابر مرعی رہا لہجہ شریفانہ رکھا گیا۔ آپ کی جناب میں یا مرزا صاحب آنجہانی کی شان میں کوئی ذاتی حملہ ناشائستہ کبھی نہ ہوا۔ فقط واقعات کا اظہار کرتا رہا۔ شائد مفتی صاحب کو یہ طرز شائستہ پسند نہ آیا اور لہجہ بازاری منظور خاطر ہو گیا، اس لئے میں بھی معذور ہو گیا و العذر عند کرام الناس مقبول۔ میں آپ کی جناب میں گستاخانہ عرض کرتا ہوں اور تعجب کرتا ہوں کہ آپ جیسے ذی علم مناظر کہن مشق خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں دار الصدر قادیان سے اخبار نکلے اور یہ بازاری لہجہ رہے تو پھر اوروں کا کیا حال ہوگا۔ مجھ کو آپ کی جناب میں باوجود مرزائیت کے ہنوز کچھ ایسا حسن ظن ہے کہ ظاہر نہیں کر سکتا کبھی موقع ہو تو بالمشافہ آپ پر ظاہر ہو جائے گا زیادہ حد ادب و السلام علی من اتبع الهدی

جناب مفتی صاحب! میں بڑی جرأت سے بے باکانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کو کسی نے غلط خبر دی کہ فیصلہ آسمانی گمنام ہے۔ آپ نے بغیر ملاحظہ کئے ہوئے اس خبر کو خلاف منصب اڈیٹری اخبار باور کر لیا اور مضمون دھر گھسیٹا۔ اخباری شان سے باہر ہے پہلے اس کو دیکھ تو لیتے۔ وہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح کے یہاں موجود تھا فیصلہ آسمانی کے مولف حضرت مولانا مجمع الکمالات مجدد دوراں مولانا سید احمد رحمانی ہیں۔ یہ کنیت صاف طور سے ٹائٹل پر درج ہے اور ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں شائع ہو چکا ہے۔ نظر سے گذر چکا ہے۔ کیسی خفت کی بات ہے کہ آپ نے گمنام لکھا ہے۔ پبلک کی نظر میں کیسی سبکی ہوگی۔ اور یہ تو فرمایئے کہ اگر کوئی با خدا بیّن طریقہ سے امر حق کو خلق پر ظاہر کرے اور اپنی عاجزی اور انکساری سے اپنے نام کی شہرت نہ چاہے، اور اس خیال سے اسے اپنے نام سے مشہور کرنا پسند نہ ہو، تو یہ اس کی بے ریا کوشش دینی ہوگی یا نامردی۔ ذرا شرم کیجئے اور جناب خلیفۃ المسیح سے اس مسئلہ کو دریافت کر کے کہیے۔

مسیح کاذب

(مصنفہ: ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید مرزا قادیانی)

(یہ کتاب ۱۹۱۳ء میں دلی پرنٹنگ پریس حوض قاضی میں چھپی، لیکن ۱۹۱۲ء کے آخر میں لکھی گئی ہے)

حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا کلام لسان الغیب کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب کے معاملات میں یہ شعر صائب کا (بنمائے بصاحب نظرے گوہر خودرا۔ عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند) خدا جانے کس ساعت سعید میں بطور تفاول اور پیش گوئی کے صائب مرحوم کی زبان حق بیان سے نکلا تھا کہ وہ مرزا صاحب کی میسحیت کاذبہ کے ساتھ بے تکلف چسپاں ہو گیا جس کو تضمین کے طور پر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

تا چند تبہ کاریٔ دین از پۓ دنیا
بگذار کنون فتنۂ سالوسیؒ مرزا
شد بر محکِ عقل ہمہ کذب ہویدا
بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسے نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اے فتنۂ دجال بیائید ہمیں جا
تا بر محکِ عقل دروغت کنم انشا
گو کور نۂ چشم دلِ خو یش تو بکشا
برباد دہی دینِ خودت از پۓ دنیا
بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

آں مدعیِ وحی و صد الہام نماندہ
سلطانِ قلم بستہء اوہام نماندہ
ہر چند کہ آن مدعی خام نماندہ
آں فتنہء برہم کنِ اسلام نماندہ
ہیہات کنوں ماند مگر فتنہ گرے چند
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

توفیق خدا گر نہ کند باز ہدایت
شیطان کند ش از پس و از پیش دلالت
ہر آنکہ پسندید ز خود قعر ضلالت
صد دفتر طومار نیز رز بشقاوت
کافی بود از بہر سعادت سطرے چند
عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

عرصہ سے سن رہا ہوں کہ فیصلہ آسمانی کے جواب کیلئے فرمان واجب الاذعان خلیفۃ المسیح قادیان کا بنام نامی مولوی عبدالماجد بھاگلپوری (احاطہ بنگال) کے نزول اجلال ہوا ہے، اور شائد وہ اس کے جواب میں مصروف بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کو بھی بہت دن گذرے۔ چشم بانتظار ہوں کہ دیکھئے فیصلہ آسمانی کا جواب بھاگلپور (بنگال کی سرزمین) سے کیا لکھا جاتا ہے اور برہان قاطع کا جواب مرزائیوں کی طرف سے کیسا دیا جاتا ہے جناب خلیفۃ المسیح صاحب نے تو اپنے کو اس بار عظیم سے (جوانہیں کا خاص منصب وفرض تھا) خدا جانے کس خوف سے سبکدوش فرما کر ہمارے وطنی بھائی مولوی صاحب کو اس اہم کام کیلئے اپنے لاکھوں مرزائیوں (اس تعداد بے اصل کی صحت مرزائیوں کے ذمہ ہے۔ منہ) میں سے صرف انہیں کو تاک کر ہدف تیر ملامت بنا کر انتخاب کیا

اور حضرت خالد وصف شکن وغیرہ وغیرہ تجربہ کاران کہن سال اشخاص کو خلیفۃ المسیح صاحب نے اس مہتم بالشان کام کے لائق نہ سمجھا۔ فیه سر من اسرار نبوة القا دیا ن

خیر جو کچھ بھی ہوا، اس انتخاب سے میری بھی خوشی کی بات ہے کہ یا تو بنگالی مولوی کا اپنے اشتہار و اخبار میں مرزائیاں مذمت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، یا اب وقت نے ایسا مجبور کیا کہ خلیفۃ المسیح صاحب نے بھی ہمارے وطنی بھائی کوتا کا، اور ان کا دامن پکڑا۔ لیکن یہ انتخاب بھی شطرنج کی چال سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ درحقیقت فیصلہ آسمانی کا جواب عقلاً محالات سے خیال کر کے حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے شیران نامور اور بہادران تجربہ کار کو بخیال بدنامی الگ ہی رہنے دیا کہ جو کچھ جواب ناصواب کا الزام ہو، وہ بے چارے پوربی مولوی کے سر ہنے دیا جائے، اور آئندہ اخباروں میں لن ترانیوں کا ابھی موقع باقی رہے کہ ایک پوربی مولوی نے جواب دیا ہے، قادیانی شیروں نے تھوڑا ہی جواب دیا ہے۔ خیر جیسا کچھ بھی ہو اس انتخاب پر حکیم خلیفۃ المسیح کے، جو عین حکمت ہے، میں بھی صاد کرتا ہوں۔

ہر چند مجھ کو پہلے ہی افواہاً معلوم ہوا ہے کہ ہمارے مولوی صاحب نے فیصلہ آسمانی کے جواب میں مہذبانہ طرز تقریر کو بدل کر اخباری لہجہ غیر مہذب کہنا چاہا ہے۔ کہاں تک یہ امر صحیح ہے بغیر جواب دیکھے کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی۔

اب مسئلہ یہ زیر نظر ہے کہ آسمانی فیصلہ کا جواب تو امر محال ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس رسالہ میں تو صرف مرزا صاحب قادیانی کی ان ہی پیش گوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو مرزا صاحب نے بہت ہی مہتم بالشان قرار دے کر اشتہاروں کے ذریعہ سے اپنی نبوت وصدق یا کذب کا معیار ٹھہرایا ہے (جو کسی طرح پوری نہیں ہوئیں) اور مرزا صاحب قادیانی کا انتقال بھی ہو گیا۔

حضرت مولف فیصلہ آسمانی (سید محمد علی مونگیری) نے بڑی وضاحت اور دیانت سے صرف برادران اسلام کی خیر خواہی کی غرض سے ثابت کر دکھایا کہ جن پیش گوئیوں کو مرزا صاحب قادیانی اپنی صداقت کا معیار ٹھہرائے تھے انہیں کو پیش نظر رکھ کر اور ان واقعات الہامی کے وقوع میں نہ آنے سے مرزا صاحب خود اپنے صریح اقرار کے موافق صادق نہ ٹھہرے، بلکہ جیسا کہ انہوں نے اقرار فرمایا تھا کہ اگر یہ سب امور مطابق الہام

کے واقع نہ ہوں تو میں مفتری اور کذاب اور بد سے بدتر ہوں، اور خدا کی طرف سے نہیں ہوں، اسے ظاہر کر کے دیکھا دیا۔

حضرت مولف فیصلہ آسمانی نے تو اپنی طرف سے مرزا صاحب قادیانی کے ردّ میں کچھ بھی نہیں لکھا بلکہ مرزا صاحب ہی کے متفرق اقوال کو اکٹھا کر کے نہایت نیک نیتی و دیانت شعاری سے بغیر تحریف لفظی بہت صفائی سے بغرض خیر خواہی اسلام یاد دلا کر مرزائی حضرات کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اب بموجب اقرار خود مرزا صاحب کے (اگر مرزائی جماعت، مرزا صاحب کو سچا سمجھتے ہیں اور ان کے قول پر اعتبار کرتے ہوں) تو اب بھی رجوع بحق کریں کیونکہ مشیت ایزادی ان امور بیان کردہ مرزا صاحب کو وقوع وظہور میں نہ لائی بلکہ ان کو جھوٹا کر دیا۔ اور خدا تعالی اپنے رسولوں کو ہرگز جھوٹا نہیں کرتا

فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ۔(ابراہیم)

ر بنا و آ تناما وعدتنا انك لاتخلف الميعاد ۔(آل عمران)

ا لا ان وعد الله حق و لكن اكثر الناس لا يعلمو ن

اور بھی بہت سی آیتیں اس مضمون کی ہیں۔ پس متحقق ہو گیا کہ وہ الہامات مرزا صاحب قادیانی کے رحمانی نہ تھے، بلکہ صریح شیطانی یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ انسانی خواہشوں کے جذبات واہمہ تھے۔

میں نہایت زور سے اور بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ پبلک کی تشفی اور مرزا صاحب قادیانی کی ان پیش گوئیوں کی تصدیق کے لئے تو فقط امور مندرجہ ذیل ہی فیصلہ آسمانی کا جواب ہو سکتے ہیں اور اس کے سوا جو کچھ جواب فیصلہ آسمانی دیا جائے گا وہ بمصداق مثل مشہور گوز شتر سے زیادہ آوازہ اس جواب کا نہیں ہو سکتا۔

ا۔ محمدی بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری، مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آ گئی (جس کا نکاح آسمان پر اللہ تعالی نے مرزا قادیانی سے پڑھا دیا۔ دیکھو انجام آتھم)

۲۔ مرزا سلطان محمد بیگ، محمدی مسطورہ کا خاوند مرزا غلام احمد قادیانی کے مرنے سے پہلے مر گیا (جیسا کہ صفحہ ۳۱۔ انجام آتھم کے حاشیہ میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔ پھر ضمیمہ انجام آتھم میں مرزا صاحب کہتے ہیں، یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جز

پوری نہ ہوئی یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا (آگے چل کر) یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں ۔۔ یہ کیسے بدیہی ثبوت مرزا صاحب کے کاذب ہونے کے ہیں مگر مرزائی کچھ نہیں دیکھتے۔منہ) مگر نہ یہ ہوا، نہ وہ ہوا۔

اس کے علاوہ اور بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ صاحبان کی نسبت بھی ایسی ہی موت وغیرہ کی پیش گوئیاں کر کے معیار صدق یا کذب اپنا مرزا قادیانی نے ٹھہرایا ہے، وہ اپنی اپنی جگہ پر دکھائے جائیں گے یہاں فقط منکوحہ آسمانی کے متعلق جھوٹی پیش گوئی کا ذکر کیا گیا ہے جس کو ہمارے دوست مولوی عبد الماجد اپنے جواب میں ثابت کر دکھائیں کہ یہ دونوں امور تنقیح طلب متذکرہ بالا وقوع میں آ گئے۔

اگر درحقیقت یہ امور وقوع میں آ گئے ہوں، تو ضرور جواب دیجئے اور نقارہ کی چوٹ اخباروں میں اشتہاروں میں فیصلہ آسمانی کی تکذیب ثابت کیجئے کہ یہ واقعی وقوع میں آ گئے اور مرزا صاحب کی یہ پیش گوئیاں سچی ہوئیں (سب سے پہلے میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاؤنگا آپ ان امور کو سچ بھی تو کر دکھایئے)

چونکہ اب یہ بالکلیہ محال ہے کیونکہ نہ محمدی، مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں آئی، نہ اس کا خاوند سلطان محمد، مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے مرا (جس کو مرزا صاحب نے تقدیر مبرم الہامی جملہ فرمایا تھا) بلکہ خود مرزا صاحب ہی پیش از وقوع امور متذکرہ بالا عالم بالا کو تشریف لے گئے۔اس لئے آپ اس کے ثابت کرنے سے قدرتاً مجبور ہیں تو پھر راستی اور انصاف پسندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ ان پیش گوئیوں ہی کو غلط مانئے اور کہیے کہ مرزا صاحب قادیانی بھی انسان تھے۔مرزا صاحب کو ایک ذی علم بشر مانتے، ان سے غلطی ہو گئی۔

انسان ضعیف البنیان غلطی کا پتلا ہے۔کمال نفس یہی ہے کہ انسان اپنی غلطیوں کا اعتراف کرے جس طرح ہمارے دادا حضرت سیدنا آدم اپنی لغزش پر گردیدگی اختیار کر کے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین کہہ کر سجدے میں گر گئے، اور بخشش الٰہی نے الحاح و زاری ان کی قبول فرما کر خلعت توبہ سے سرفرازی بخشی۔حضرات مرزائی بھی اس عمل کو خلوص سے کر کے تماشا دیکھ لیں کہ کس طرح دریائے رحمت اس مفضل حقیقی کا جوش مارتا ہوا اپنے پیاسوں کو دور دور سے سمیٹ لاتا ہے

مرزا صاحب قادیانی کو آپ چاہے جس تقدس کا شایان سمجھئے، اس کے ذمہ دار آپ لوگ ہیں۔مگر

خدا کے لئے ان کو خدا اور رسول و مہدی موعود مسیح موعود نہ بنایئے۔ بلکہ جس وقت ان کے تقدس کی متخیلہ صورت پیش نظر آ جائے تو مناسب ہے کہ ان کے ذاتی حالات کی عینک لگا کر غور سے دیکھئے، اور میزان عقل پر تولئے۔ کیونکہ ذاتی حالات اور کیریکٹر سے بڑھ کر کوئی اور سچی شہادت انسان کے لئے نہیں ہوسکتی۔

جناب مولوی عبدالماجد صاحب جواب لکھتے وقت یہ ضرور خیال رکھیں گے کہ بات بنانے کا سلسلہ تو بات بنانے کے نزدیک کبھی منقطع ہی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ فرض کیجئے کہ

محمدی کے معنی کوئی عورت، مرزا صاحب قادیانی سے مراد کوئی مرد، سلطان محمد کا مفہوم کوئی مغل، زندگی کے معنی کوئی زمانہ قبل ازموت، مرنے کے معنی رات کا سوجانا،

چلئے بات بنادی گئی۔ درحقیقت اب جواب ہو، یا نہ ہو، ہم چپ تو نہ رہے۔

جناب من! یہ ہیں نفسانی شرارتیں۔ اللہ تعالی ہم کو، آپ کو، اور سارے حلقہ بگوشان اسلام کو ایسی شرارتوں سے بچائے۔ آمین

اگر ایسا ہی جواب فیصلہ آسمانی کا دیا جائے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، تو ہم بغیر جواب دیکھے مان لینے کو تیار ہیں کہ واہ واہ مرحبا۔ خوب جواب دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی جواب کی امید تھی۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ محمدی کے نکاح میں آ جانے کا مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے اقبال کیا جائے۔ یا اس کے خاوند کا مرزا صاحب قادیانی کے سامنے مرنا اقرار کرسکیں، اس لئے کہ قریب قریب سارا ہندوستان مرزائیوں ہی کے اشتہارات سے اور رسالوں کے ذریعہ سے جان گیا کہ ۱۸۹۲ء میں محمدی کا نکاح مرزا سلطان محمد بیگ سے ہوا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس نکاح کی ناکامی کی حسرت لے کر ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے جس کو اب پانچواں سال ہے کہ مرزا صاحب کی جھوٹی مسیحیت کا زمانہ گذر گیا اور ابھی تک سلطان محمد بیگ مع اپنی آل و اولاد کے بفضلہٖ صحیح و سالم موجود ہیں۔

اس کا تو مجھے یقین ہے کہ اصل امور متعلقہ فیصلہ آسمانی کا جواب تو مولوی صاحب کے لئے مشیت الٰہی نے مطلق محال کر دیا ہے کہ زمانہ ہزار پلٹا کھائے تو بھی اس کا وقوع ممکن نہیں۔ اس لئے میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ اصل مطالب فیصلہ آسمانی سے جواب ان کا اچھوتا رہے گا، البتہ فضولیات اور خارج از بحث اور

خارجی امور سے ان کے جواب کے صفحے زیادہ سیاہ پائے جائیں گے، جیسا کہ ان کے خطوط سے مترشح ہوا ہے جو بنظر تحقیق نام جناب مولف مدظلہ العالی کے پاس مولوی صاحب نے بھیجے تھے۔

مولوی عبدالماجد صاحب نے پہلے ایک خط بھاگلپور سے لکھا اور مولف موصوف سے دریافت کیا کہ یہ فیصلہ آسمانی آپ کی تالیف ہے۔ بجواب اس کے ان کو اطلاع دی گئی کہ انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال جس کا مفہوم ظاہر ہے کہ الکنایة ابلغ من الصراحة مگر اس پر بھی نہ سمجھے اور پھر دوسرے خط میں اسی مضمون کا تکرار کیا جس سے نفس مطلب کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

یہ کس قدر لچر بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے جھوٹے دعووں کا جواب مرزا صاحب کے قول سے نہ دیا جائے، بلکہ کسی مصنف یا مولف کے نام کا سہارا ڈھونڈھا جائے۔ وہی مثل: ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، غنیمت ہے۔ غالباً مولوی صاحب ایسے ہی خارجی بحثوں سے زیادہ کام لیں گے اور نام نہادی جواب کے جزوں کو موٹا بنا کر تقسیم کریں گے جس میں قیمت بھی اچھی رہے گی۔

غرض ایسی ہی فضولیات میں بہت کچھ مصالحہ لگا کر چٹ پٹا بنانے کی کوشش کریں گے اور شاید یہ بھی فرمائیں گے کہ مولانا سید ابو احمد رحمانی مولف رسالہ نے فقط اپنی کنیت ہی کیوں لکھ کر بس کر دیا اپنا پورا نام و نشان وسکونت بقید محلّہ و پرگنہ وضلع وغیرہ کیوں نہ لکھا۔ اور عجب نہیں کہ یہ بھی کہیں کہ اپنا نسب نامہ پورا کیوں شائع نہ کیا۔

مولوی عبدالماجد صاحب! ان امور کو جواب سے کیا تعلق۔ یہ تو کوئی ضروری امر نہیں اور نہ دینی فرض یا واجب ہے کہ مرزا صاحب کی طرح سے اپنی تعلّی کے لئے موٹے موٹے حرفوں میں اپنا نام نمائش کی غرض سے ظاہر کیا جائے اور جھوٹی نبوت کی بگھار دور دور پہنچائی جائے۔ یہاں تو مقصود اس کام کا صرف خالصۃً لوجہ اللہ ہے کسی دنیاوی غرض یا حب جاہ ونا موری کے لئے بجمدہ ذریعہ بنانا نہیں چاہتے۔ اسی لئے سلف صالحین کا طرز اس کار خیر میں بھی استعمال کیا اور آج سے نہیں بلکہ ایک زمانہ دراز سے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا کی کہ نفس کے غرور اور مکر سے ہر وقت ہوشیار رہنا ضروریات درویشی اور خصوصیات اہل اللہ سے ہے اکثر تصانیف ردّ نصاریٰ میں یا اور مسائل مختلفہ میں علماء اسلام سے مناظرہ وتحقیق کی نظر سے شائع کیں، لیکن وہ اکثر

اپنے شاگردان ذی علم ومریدین ومتوسلین کی طرف سے شائع ہوتی گئیں، اور کمال انکساری اور تادیب نفس کی غرض سے جو اہل اللہ کا ظاہر و باطن یہی شیوہ رہتا ہے اپنی ناموری کا اخفا کیا ہے۔

میں نے سنا ہے کہ مولوی عبدالماجد صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپ کو مولف کے نام کی دریافت میں اس قدر اصرار ہی کیوں ہے، تو اس کے جواب میں کہا کہ خود مؤلف کے مسلمات سے جواب فیصلہ آسمانی دیا جائے گا۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ: سوال از آسمان جواب از ریسمان

بس اب مجھے کوئی تردد نہ رہا کہ مجیب کے عجز نے تحقیقی جواب سے اس کو مجبور کر دیا اس لئے وہ مسلمات سے الزامی جواب دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ شاید میرے دوست کے ذہن سے یہ نکل گیا کہ الزامی جواب کا اثر تو مؤلف تک ہی محدود رہ سکتا ہے، پبلک کی تشفی کے لئے کیونکر وہ کافی اور مفید ہو سکتا ہے۔ خیر یہ بھی دیکھ لیا جائے گا

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

لیجئے اب اس کو بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ ابتدائے اسلام سے اخیر زمانہ سلطنت اسلام تک کتنے اکابر مصنفین نے اپنا نام ظاہر نہ کیا، اور فقط ان کی کنیت یا دوسری نسبت اضافی سے ان کی تصانیف از شرق تا غرب بعد ان کے آج تک مشہور ہیں میں ایسی تصانیف کا نام تیمناً قرآن مجید کی تفسیر ہی سے شروع کرتا ہوں

جلالین۔ بیضاوی، کشاف، کبیر

حدیث: بخاری شریف، مسلم، ترمذی نسائی، ابوداؤد۔ ابن ماجہ

فقہ: منیۃ المصلی، فتح القدیر، زیلعی، بحرالرائق

کلام: شرح مقاصد،

ادب وغیرہ۔ مجمع البحار لغت میں، متنبّی، حماسہ، نہایہ

نحو۔ کافیہ شافیہ

فن رجال: تذکرۃ الحفاظ

کچھ دن ہوئے ایک اشتہار حکیم خلیل احمد مونگیری کی طرف سے بجواب اشتہار فیصلہ آسمانی شائع ہو

کر میری نظر سے گذرا جس کی سرخی :نشان آسمانی بر تکذیب ابو احمد رحمانی: تھی۔ اگرچہ افواہاً یہی سنا جاتا ہے کہ یہ اشتہار بھی مولوی عبدالماجد صاحب کی فکر سلیم کا ذخیرہ ہے چونکہ وہ اشتہار اس قدر لچر اور پوچ اور جھوٹ کی بھر مار سے معمور ہے اور لہجہ بھی اس کا شائستگی سے دور بلکہ بدتہذیبیوں سے بھرپور ہے، اس لئے میرا گمان مولوی صاحب کی طرف نہیں جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اس کی ابتداء بھی جھوٹ ہی سے ہوئی ہے اور سرخی ہی میں (نصیب دشمناں) حضرت مؤلف کی تکذیب پر نشان آسمانی کا دعوی بڑی ڈھٹائی سے کیا گیا ہے اور ڈیڑھ فٹ کا ایک طویل اشتہار (بالکل زٹل قافیہ آئیں بائیں شائیں) جھوٹی باتوں سے بھر کر ناحق اپنے اشتہار کا منہ کالا کر کے ہولی کا سوانگ نکالا ہے۔ لیکن مشتہر کو ایک کذب بھی حضرت مولف نہ مل سکی کہ اپنے اشتہار میں اس کے ظاہر کرنے کی جرأت کر سکتے اور دعوی کے ساتھ دلیل لا سکتے۔ اور ثبات قدمی کے ساتھ پبلک میں پیش کرتے جیسا کہ مرزا صاحب آنجہانی کے صریح جھوٹ کو ان کے مخالفین بڑے زوروں سے علی رؤس الاشھا دبغیر اینچ پینچ کے صاف صاف روز روشن کی طرح دکھاتے رہتے ہیں مگر اس پر بھی جھوٹ بکنے سے وہ باز نہیں آتے۔

بات یہ ہے کہ مرزائی حضرات کو جھوٹ سے اس قدر رغبت ہوگئی ہے کہ اس کی برائی اور وعید پر مطلق نظر نہیں۔ اس لئے کہ سارا دارو مدار قادیانی نبوت کا اسی پر ہے لہذا جب ان کی زبان یا قلم سے کوئی بات نکلتی ہے تو جھوٹ سے خالی نہیں رہتی۔ یہی ان کے جھوٹے نبی کا فیضان ہے جس کو شیطان بحکم یوسوس فی صدور الناس ان کے متبعین کے رگ و پے میں ٹھونستا رہتا ہے۔

آگے چل کر بطن اشتہار میں مشتہر نے بڑی ڈھٹائی سے حضرت مولف (سید محمد علی مونگیری) کی نسبت کذب بیانی کا جھوٹا دعوی بے دلیل کیا ہے اور غصے میں آکر اپنے نبی کی سنت کو دانتوں سے پکڑ کر جھوٹ کا طومار ایسا باندھا ہے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہو جاتی ہے۔

کیا ان کے مادہ عنصری میں جھوٹ کا خمیر اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ سوائے جھوٹ کے سچ بولنا کبھی جانتے ہی نہیں۔ حکیم صاحب! ذرا ہوش میں آویں اور مزاج کو معتدل رکھ کر ذرا حواس درست کر کے اس طرف کان دھریں کہ حضرت مولانا سید ابو احمد رحمانی کی پاک نفسی، بے ریائی، صدق شعاری، سلامت روی

،انکساری، خالص درویشی، نیک نیتی، دیانت، اتباع سنت محمدی، تبحر علمی، شریعت کے ساتھ سلوک وطریقت و عرفان حقیقت سے سارا ہندوستان رنگون سے لے کر بمبئی تک اور حرمین شریفین اور بیت المقدس وشام و قسطنطنیہ ملک مغرب کے بڑے بڑے علماء ومشائخ ومحدثین ذوی الکرام پورے طور سے واقف ہیں۔ بھلا آپ بے چارے (چھوٹا منہ بڑی بات) ان کو کیا جان سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ پنجاب کے معدودہ چند ڈھلمل یقین اپنے طلب منفعت کی غرض سے مرزا صاحب کے ساتھ رنگ آمیزی میں شریک کاروبار رہ کر خانہ ساز کاغذی گھوڑے دوڑا کر اخباروں کے ذریعہ سے دکانداری کی رونق بڑھاتے ہیں خدا ورسول کو خیر باد کہہ کر مرزا صاحب کی گرم بازاری کرائی گئی استغفر اللہ خدا سے ڈرنا چاہیے۔ دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

اب ذرا میرزائی حضرات ایمان سے بتاویں کہ حضرت مولف نے بھی بایں ہمہ تقدس ذاتی وصفاتی کے کبھی اپنی تعلیوں کے اشتہار چھپوائے۔ اپنے کو مجدد بنایا۔ عیاذاً باللہ مہدویت کے دعوے دار بنے (خاکم بدہن) نبوت کا ادعا کیا۔ اپنے جھوٹے الہامات کا اشتہار یا رسالہ شائع کیا، اپنے نشانات کی گنتی گنوائی (حالانکہ روزانہ ایسے تصرفات درویشانہ بکثرت ہوا کرتے ہیں) کسی کو فریب دیکر جھوٹی بشارت فرزند نرینہ ہونے کی دیکر کچھ روپے کسی سے لے لئے، مہمان، مسجد یا منارہ کی تعمیر کے حیلہ سے ابلہ فریبی کر کے بندگان خدا کا روپیہ چندہ کر کے حاصل کیا۔ کسی سے دعا کرنے کے صلہ میں کچھ نقدی، شائع کر کے مسلمانوں کا روپیہ پیشگی وصول کر کے، ایفاء وعدہ ندارد کیا۔ پھر آپ ہی کہیے کہ آپ لوگ کون سی تکذیب کا اظہار کر سکتے ہیں؟

مقصود آپ کا لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ ایسی گیدڑ بھبکیوں سے اظہار حق سے باز رکھا جائے سو اس سے ہاتھ اٹھا رکھیے جب تک دم میں دم ہے اور توفیق الٰہی شامل حال ہے اظہار حق سے اہل حق درگذر نہیں کر سکتے۔ اورامر بالمعروف کا سلسلہ بتوفیقہ تعالیٰ حتی الوسع جاری رہے گا کبھی تو آپ لوگ خواب غفلت سے ہوشیار ہوں گے اور راست بازی اور انصاف پسندی کی طرف (اگر خدا کی مشیت ہے) رجوع کریں گے۔ بس اسی قدر میرا مقصود ہے ہم نے اس کو ایک اہم دینی کام جان کر دین اسلام کی خدمت شروع کی ہے حاشا وکلا کسی زید وبکر کی دل آزاری کا خیال تک بھی دل میں نہیں ہے اس لئے مجھ کو یقین ہے کہ میری سعی رائیگاں نہ جائے گی ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

حافظ وظیفه تو دعا گفتن است و بس
در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

مرزا قادیانی کے دودرجن جھوٹے اقوال کی فہرست خود ان کی تصنیفات سے

(کتابوں کا حوالہ ہر قول میں دیا گیا ہے)

حکیم خلیل احمد صاحب اوران کے مرزائی بھائی کہاں ہیں۔ ذرا ادھر کان لگا کر اپنے مرزا صاحب کے جھوٹ کی تفصیل سنیں۔ اور یہی نہیں کہ ان کے جھوٹ صرف اسی فہرست کے اندر محدود ہیں بلکہ سوائے ان کے اور بھی ان کے جھوٹے اقوال کا ذخیرہ انہیں کی تصانیف میں موجود ہے۔ یہ تو بطور نمونہ کے صرف اشتہاری جھوٹ کی فہرست ہے مگر خدا کے لئے دل میں شرما کر سنتے سنتے بھاگ نہ جایئے گا بلکہ مرزا صاحب کی سنت پر قائم رہ کر بے شرمی کا دامن پکڑے ڈٹے رہیے گا اور سمجھ لیجئے گا:

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

اعلان الحق صفحہ ۴۔۵ دیکھئے: ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن نے جو مرزا صاحب کے بست سالہ مرید اور رفیق اور جلیل القدر صحابی تھے، مولوی نورالدین صاحب کو اطلاع دی کہ، صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائیگا۔ یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مر جائینگے۔

اسکے بعد ۱۶، اگست ۱۹۰۶ء کو مرزا صاحب قادیانی نے مفصلہ ذیل اشتہار دیا:

میں سلامتی کا شہزادہ ہوں کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔ بلکہ خود عبدالحکیم میرے سامنے آسمانی بلا سے ہلاک ہو جائے گا۔ خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ شریر اور مفتری (یہاں مرزا نے شریر اور مفتری کا اشارہ عبدالحکیم کی طرف کیا ہے) کے سامنے صادق (اور صادق اور مصلح کا اشارہ اپنی ذات کی طرف کیا ہے، مگر مشیت الہی نے واقعہ کی رو سے عبدالحکیم کو صادق و مصلح اور مرزا کو شریر اور مفتری ثابت کر دکھایا کیونکہ مرزا ہی عبدالحکیم کے سامنے ہلاک اور فنا ہوئے (فاعتبروا یا اولی الابصار) اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

مرزا صاحب! ہوا تو ایسا ہی۔ اب خدا تعالی سے جھگڑا کیجئے۔

مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب ثابت ہونے کے لئے صرف یہی ایک امر کافی ہے کہ مطابق پیش گوئی ڈاکٹر عبدالحکیم اور برخلاف دعوی الہام اپنے مرزا صاحب کی ہلاکت اندر میعاد پیش گوئی ڈاکٹر صاحب تاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو واقع ہوئی جس کو بڑے زور سے دعوی کر کے مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ:

یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت کی موت مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

مگر خدا تعالی نے بموجب ارشاد و یمحو اللہ الباطل و یحق الحق بکلما تہ انہ علیم بذات الصدور (اللہ اپنی نشانیوں سے حق کو روشن اور باطل کی ظلمت کو دور کرتا ہے اور بے شک وہ دلوں کے راز خوب جانتا ہے) حق و باطل کو واضح کر دیا۔

اب جھوٹی نبوت کی شیخی بگھارنے والے ذرا آویں اور مرد میدان بن کر پبلک کے سامنے اپنے جھوٹے نبی قادیانی کے جھوٹ کی تردید کریں۔ یہ ہے فیصلہ آسمانی۔ یہ کچھ لڑکوں کا کھیل نہیں ہے۔ ابلہ فریبی کا جال نہیں ہے۔ جھوٹی تاویل نہیں ہے کہ چرب زبانی کر کے جھوٹ پر خاک ڈالنے سے چھپ سکے۔ یہ تو روز روشن کی طرح سچ کا سچ ظاہر ہو گیا۔ اور طرفہ یہ کہ خود مرزا ہی کی زبان سے۔ اس پر بھی کچھ دکھائی نہ دے تو اپنی آنکھوں کا علاج کریں اور ظاہری عیب کا ستر پوش چشمہ اتار پھینکیں۔ اور اس آیت کریمہ کی تلاوت کریں

و لھم آذان لا یسمعون بھا۔ و لھم اعین لا یبصرون بھا۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔

اس پر بھی نہ سمجھیں تو خدا ان سے سمجھے۔ میرا کام اظہار حق تھا کر دیا۔ ہدایت اور ضلالت میرے اختیار میں تو ہے نہیں۔ یہ تو خدا تعالی کی توفیق اور خذلان پر منحصر ہے جس کو چاہے ہدایت کرے اور جس کو چاہے گمراہ رکھے و ما علینا الا البلاغ المبین

اب ذرا ہوش سنبھال کر صرف اسی بحث میں مرزا صاحب کے پانچ جھوٹ بین اور صریح طور سے ظاہر ہو گئے ان کو اپنے دلوں کی پاکٹ بک پر (پنسل سے نہیں) بلکہ مصفا روشنائی سے تانکتے جائیے کہ نقش کالحجر ہو

جائے۔شاید اس مفضل حقیقی کے فضل سے جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ کہنے کی استعداد بہم پہنچ جائے اور صراط مستقیم کا سیدھا راستہ دور ہی سے جھلکنے لگے۔ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی ایسا ہی کرے آپ لوگ بھی دل سے آمین کہیں ۔ اللهم اهد هم انهم لا يعلمو ن

پہلا جھوٹ:قولہ:میں سلامتی کا شہزادہ ہوں۔،

یعنی جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے میری نسبت پیش گوئی کی ہے میں اس کی میعاد پیش گوئی کے اندر نہیں ہلاک ہونے کا بلکہ سلامتی کا شہزادہ ہوں۔

بہت اچھا! مجھ کو بھی اس قول کے ماننے میں مطلق عذر نہیں ہوسکتا کیونکہ مرزا صاحب کے قول بالا کے قضیہ صغری کو صغری کبری کرنے کے بعد نتیجہ یہی نکلے گا کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا نہیں ہوسکتا۔ الحمد لله على ذ لك .فهو المراد

واضح طور پر عام فہم شرح دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ خود مرزا صاحب کے الہامی قول سے ثابت ہوا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم صادق اور مصلح ٹھہرے اور مرزا صاحب شریر اور مفتری۔کیونکہ مرزا ہی ڈاکٹر عبدالحکیم کے سامنے فنا ہو گئے،تو اب مرزا صاحب ہی اس کے اس جملہ نے بلا کسی قسم کی تاویل اور شک کے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے اقرار کے بموجب شریر اور مفتری تھے۔کوئی صاحب امر حق کے ظاہر کرنے میں خفا نہ ہوں کسی کی دل آزاری کے خیال سے یہ سب کچھ نہیں لکھا جاتا ہے، بلکہ اظہار حق کے خیال سے۔

خفا ہونے کی بات بھی نہیں کیونکہ میں نے اپنی طرف سے کوئی لفظ نیا گستاخی کا نہیں نکالا، بلکہ خود مرزا صاحب ہی کے قول واقرار کا نتیجہ انہیں کے فرمائے ہوئے الہامی لفظوں میں اعادہ کیا ہے۔غصہ نہ فرمائیے۔ غصہ کا منہ کالا۔غصہ آدمی کو انصاف سے دور کر دیتا ہے۔یہ انصاف کا وقت ہے۔ذرا غور کر کے تحمل سے آپ ہی تجویز فرمائیے کہ بقول مرزا صاحب کے اس جملہ کا مصداق شریر اور مفتری کون ہوا؟ مرزا صاحب یا کوئی دوسرا؟اور صادق اور مصلح کا مفہوم ڈاکٹر عبدالحکیم ہوئے یا مرزا صاحب؟

ضرور آپ لوگ بھی وہی کہیے گا جیسا کہ میں نے قبل میں ذکر کر کے ساکت کر دیا۔گو زبان سے اپنی بات کی ضد یا خجالت سے نہ کہیں۔لیکن یاد رکھئے کہ اس قسم کے جھوٹ کا کچا چٹھہ بڑے دعوے اور زور شور کے

ساتھ پبلک میں اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ ارباب عقل سلیم ان معتبر شہادتوں سے مرزا صاحب کی دروغ گوئیوں اور جھوٹے الہاموں کا اندازہ کر سکیں، اور جن صاحبوں کو اب تک مرزا صاحب قادیانی کے حالات دوکانداری اور جوفروشی وگندن نمائی سے پوری پوری واقفیت نہ تھی، واضح طور پر ظاہر ہو جائے کہ آئندہ پھر کوئی نیا بندہ خدا ان کے دام تزویر میں نہ آجائے۔

پانچواں جھوٹ: قولہ: یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

مرزا صاحب نے تو ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے بچنے کے لئے اپنے شیطانی الہام کے بھروسہ پر بڑا زوردار دعوی کیا تھا مگر جس کے ہاتھ میں موت اور حیات ہے، اور جو بڑا علیم اور حکیم بھی ہے، اس کی حکمت بالغہ اسی کی مقتضی تھی کہ ان جیسے جھوٹے مسیح کی موت ذلت اور لعنت ہی کے ساتھ ہونی چاہیے تھے،

جناب حکیم صاحب! یہ ہے فیصلہ آسمانی۔ بھلا اس کا جواب آپ کیا دیں۔ مشیت الٰہی سے جھگڑنا کسی عقل والے کا کام نہیں ہے، زیادہ حد ادب

بھائیو! دوڑو اور مرزا صاحب کی جھوٹی لفاظیوں اور بڑے زوردار دعووں کے پاس پاش ہونے کا تماشا ایک نظر دیکھ لو کہ جس ذلت اور لعنت کی موت سے اپنے مرنے کی نفی الہامی طور پر فرماتے ہیں، مشیت ایزدی نے اسی ذلت اور لعنت کی موت میں مبتلا کر دیا اور

لو تقو ل علينا بعض ا لاقا ويل لا خذ نا منه باليمين ثم لقطعنا منه الو تين .. الخ

کا راز خدا تعالی نے اپنی مخلوق پر واضح طور سے کھول دیا۔ دیکھا اس منتقم حقیقی کی شان جبروتی جو کہ خود بقول مرزا صاحب کے ان کو اسی ذلت اور لعنت کی موت سے اندر میعاد پیش گوئی ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے ہلاک اور فنا کر دیا جس کی بڑے زور شور سے مرزا صاحب نے نفی فرمائی تھی کہ یہ کبھی نہ ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں.. الخ

اب اس بیّن شہادت مقبولہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں مرزائی حضرات کیا جواب پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ہے فیصلہ آسمانی۔ اگر کسی کو جرأت ہو تو اس کا جواب باصواب دے۔ ورنہ آفتاب پر خاک ڈالنے سے کہیں

روشنی چھپ نہیں سکتی۔

یہ پانچ معتبر شہادتیں مقبولہ مرزا صاحب کی ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے التجا کے ساتھ متوجہ کرتا ہوں کہ خدا کے لئے ان مقبولہ شہادتوں پر غور کامل فرما کر مرزا صاحب کی جھوٹائی پر اپنا اپنا ناطق فیصلہ کرتے جائیں کہ عقل سلیم کے نزدیک باوجود جھوٹا ثابت ہونے اور ایسے جھوٹ الہامی دعووں کے کون خارج العقل مرزا صاحب کو نبی یا مسیح موعود یا مہدی مسعود مان سکتا ہے۔

ہاں ایک جملہ اس بحث کا اور باقی رہ گیا کہ: خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا۔،
میں نہایت راستی سے تسلیم کرتا ہوں اور اس خدائے قدوس کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ جیسا مرزا صاحب نے فرمایا تھا ویسا ہی اللہ تعالی نے صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیا کہ صادق کے سامنے کاذب ہلاک اور فنا ہو گیا (یہ ہے تفسیر ثم لقطعنا منه الوتين کی)

اس پر بھی مرزا صاحب کے کاذب ہونے میں خود بقول مرزا صاحب کوئی کسر باقی رہ گئی ہو، تو جواب دیجئے۔ ورنہ صاف صاف اعتراف فرمائیے کہ مرزا صاحب قادیانی سے غلطی ہوئی اور مسیحیت اور مہدویت کا دعوی کرنے میں شیطان سے ان کو دھوکہ میں ڈالا جیسا کہ خود مرزا صاحب قادیانی نے فصل ۵۷ ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ:

> یسوع نے اپنے نور کے تازیانہ سے شیطانی خیال کو دفع کیا اور اس کے الہام کی پلیدی فوراً ظاہر کر دی ۔ ہر ایک زاہد و صوفی کا یہ کام نہیں۔،

مرزا صاحب کا یہ لکھنا اور بزرگوں کے اس قول کی نقل فرمانا بالکل صحیح ہے کہ شیطان کے دھوکے اور فریب سے بچنا و محفوظ رہنا ہر ایک زاہد و صوفی کا کام نہیں۔ خاص کر کسی تعلیٰ پسند ہوا پرست خود غرض کم تجربہ بے رہبر ملہم کا شیطانی دھوکے کو پہچان کر اس سے بچنا مشکل بلکہ قرین قریب ناممکن کے ہے اور خاص ایسے دھوکے و مغالطہ کے امتیاز و شناخت ہی کے لئے رہبر کامل و مرشد سالک کی سخت حاجت ہوتی ہے۔ اسی لئے خادمان دین متین اور حاملان شریعت سید المرسلین نے کتابیں تلبیس ابلیس وغیرہ کے نام سے تصنیف فرمائی ہیں لیکن افسوس کہ مرزا صاحب تو ان متقدمین کی تصانیف کی کچھ پرواہ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ شیطان نے کچھ کان میں

پھونک کر ان کو اپنے ہی علم پر نازاں اور مغرور بنا دیا تھا جس کے سبب سے ہر ہر قدم پر ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے رہے اور گرے تو پھر سنبھلنے کی قوت باقی نہیں رہی۔

مجھ کو حقیقتاً بڑا افسوس ہے کاش وہ متقدمین کی کتابیں دیکھتے یا کسی تجربہ کار کامل مرشد کی صحبت سے چندے فیض یاب ہوتے اور استقامت کے ساتھ فضل رحمان کے متلاشی رہتے تو البتہ کچھ ان شیطانی الہام کی کیفیت سے واقفیت ہو جاتی اور پھر ہرگز ٹھوکر نہ کھا سکتے جیسا کہ خود ہی آگے چل کر مرزا صاحب قادیانی اسی ضرورۃ الامام میں فرماتے ہیں:

ایک دفعہ شیطانی الہام شیخ عبدالقادر جیلانی کو بھی ہوا تھا شیطان نے آپ سے کہا کہ:

اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔ اب جو کہ دوسروں پر حرام ہے تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر۔

تب حضرت نے فرمایا کہ شیطان دور ہو۔ وہ باتیں میرے کب روا ہوسکتی ہیں جو نبی ﷺ پر روا نہیں ہوئیں۔ تب شیطان بھاگ گیا۔

مرزائی حضرات اور خصوصاً جناب حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح قادیان اس جگہ سوچ کر غور فرما ویں کہ یہ جواب اور سرزنش مرزا صاحب کی کس قدر صحیح اور درست ہے واقعی کاملین اولیاء اللہ کی یہی شان ہوتی ہے اور ہمارے سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تو بالخصوص بڑی شان تھی اور بڑے کامل اور مکمل اور نہایت درجہ کے متبع کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ تھے تو پھر سید عبدالقادر جیلانی بایں فضل وکمال ایسے صریح شیطانی امر کو کیوں قبول کرتے اسی لئے انوار محمدی کے فیضان سے فوراً حضرت موصوف نے شیطان کو پھٹکار دیا کہ اے شیطان دور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہوسکتی ہیں جو نبی ﷺ پر روا نہیں ہوئیں۔

برادران اسلام! اب آپ ہی غور سے انصاف فرمائیں اور مرزا صاحب نے جو اوپر کی عبارتیں ضرورۃ الامام فصل ۵۷ میں لکھی ہیں، یعنی حضرت پیران پیر کے واقعہ کو پیش نظر رکھ کر اور معیار قرار دے کر جناب مرزا صاحب کے حال اور دعوی پر نظر عمیق اور غور کامل فرماویں کہ حضرت پیران پیر نے تو شیطانی الہام کو کتاب اللہ اور اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کی توفیق سے فوراً تمیز کر کے نور کا تازیانہ لگا دیا اور اس کے الہام کو رد کر

کے فرما دیا کہ دور ہو شیطان، لیکن مرزا صاحب نے اسی مضمون کے اپنے الہام اعمل ما شئت فانی قد غفرت لك انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق (براہین احمدیہ ص ۵۶۰) (یعنی جو تو چاہے کر تحقیق میں نے تجھے بخش دیا۔ میری طرف سے تیرا ایسا مرتبہ ہے کہ خلقت کو معلوم نہیں)۔ (بجا ہے اسی تو آپ ایک جگہ نعوذ باللہ خدا کے باپ بنے ہیں اور انت منی و انا منك الہام ہوا ہے) کو آنکھ بند کر کے قبول کر لیا اور شیطانی الہام کے تمیز کرنے سے بالکل مجبور رہے۔ یہ کیوں مرزا صاحب نے ایسا عمل کیا۔ بظاہر یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں تعلیوں کا زور وشور اور خواہشات نفسانی کا غلبہ تھا اسلئے شیطان مردود کا (جو انسان کا ظاہر دشمن ہے) پورا پورا قبضہ ہو گیا اور اگر تعظیم وتکریم شریعت مصطفوی اور احادیث نبوی کی کچھ بھی حرمت ان کے دل میں رہتی اور کوئی رہبر کامل ان کا ہوتا تو یہ صورت پیش نہ آ سکتی اور تمیز کر لیتے کہ یہ شیطانی الہام ہے۔

اب مرزا صاحب کا وقت ہاتھ سے نکل گیا بقول مثل مشہور: اب پچھتائے کیا ہوت ہے کہ چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ مگر مرزائی بھائیوں کو ابھی تک وقت اصلاح والحاح باقی ہے خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے مگر اس کی توفیق اور اس کا فضل درکار ہے آپ لوگ ہمت کیجئے اور اس کی درگاہ میں توبہ اور اخلاص کو اپنا شفیع بنایئے سب کام بن جائے گا۔ ...

میں کہاں سے کہاں چلا آیا اور اثناء ذکر میں اقوال غلط بیانیہ مرزا صاحب کے ایک دوسرا ذکر مستقل طور پر خود مرزا صاحب کی تحریر کے موافق آ پڑا جس کو ادھورا چھوڑنا بنظر فائدہ عام مناسب نہ سمجھا۔ پھر اس فہرست اقوال کذب کی تفصیل شروع کی جاتی ہے.. مرزا صاحب نے ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو یعنی اپنے مرنے کے دن سے سات مہینے اکیس روز قبل ڈاکٹر عبدالحکیم اور اپنے دوسرے مخالفین کی نسبت ایک طویل الہامی اشتہار شائع کیا جس کا نام تبصرہ ہے۔ اور اپنی جماعت کو حکم دیا کہ اس پیش گوئی کو خوب شائع کریں اور ان کے مریدین نے بھی بموجب حکم مرزا صاحب کے خوب اچھی طرح سے شائع کیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قولہ: اپنے دشمن سے کہدے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا میں تیری عمر بڑھا دونگا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں، ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر بڑھا دونگا.. دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود

تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا...تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے...تیرے مخالفوں کا اخزا اور افنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا (مرزا صاحب کو اس پیش گوئی پر اس قدر وثوق کامل تھا جس کی اشاعت کے لئے تاکیدی فرمان جاری کیا مگر ہوا کچھ بھی نہیں سب کے سب جھوٹ ہی ثابت ہوئے۔ یہ ہے شیطانی الہام)

ہندو فقیروں میں کبیر داس کی الٹی بانی مشہور تھی اس کو اب بھول جانا چاہیے..اور اب اس کی جگہ پر مرزا صاحب کی الٹی الہامی تک بندی ملاحظہ ہو۔ جتنے الہام ہیں سب الٹے ہوئے۔حکیم مومن دہلوی کا یہ مصرع مرزا صاحب کے ساتھ برجستہ چسپاں ہوتا ہے پہلا مصرع بڑھا کر ہم نے ربط دے دیا ہے ناظرین کی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا

مسیحا کا ہوا سب کار الٹا ہم الٹے، بات الٹی، یار الٹا

ناظرین پچھلی پیش گوئیوں کے جھوٹ کا نمبر ذہن نشین رکھیں کہ وہ پانچ نمبر تک گذشتہ صفحوں میں ذکر ہو چکا ہے۔اب اسی سلسلہ کے لحاظ سے چھ نمبر سے پھر شروع کیا جاتا ہے۔

ان پیش گوئیوں کو بھی مرزا صاحب نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار ٹھہرایا تھا دیکھو اشتہار تبصرہ مذکور اور علاوہ اس کے چشمہ معرفت اور اخبار بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء

یعنی مرزا صاحب کے مرنے کے دو روز قبل کا البدر کیونکہ جس روز مرزا صاحب یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کرتے ہیں اس کے دو روز قبل ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کا پرچہ ہے۔مرتے وقت بھی اس قدر جھوٹ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔بس نبوت کاذبہ کا خاتمہ ہوگیا: چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

چھٹا جھوٹ: قولہ: میں تیری عمر بڑھاؤنگا۔ان جملوں کی صراحت اوپر کی گئی ہے۔مرزائی بتائیں کہ الہام کے موجب مرزا صاحب کی کتنی عمر بڑھا دی گئی۔یا دشمن کی بتائی ہوئی میعاد کے اندر مرزا صاحب ہلاک ہوگئے؟ اب بھی اس کے شیطانی الہام ہونے میں آپ لوگ کو کچھ تردد باقی ہے؟ آیئے دل صاف کر کے مصافحہ کر لیجئے اور قدیم کدورت کو دل سے نکال پھینکئے۔

ساتواں جھوٹ: ان سب کو (یعنی تیرے دشمنوں کو جنھوں نے پیش گوئی کی تھی) جھوٹا کرونگا۔اور تیری عمر بڑھادونگا۔

ناظرین! اس مکرر تاکیدی الہام کو ذہن میں رکھئے گا۔ آخر وہی ہو کر رہا جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے کہا تھا۔ اور جو مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا وہ نہیں ہوا۔ بلکہ الہام کا الٹا ہو گیا۔ اس لئے بلا شک وشبہ ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کو خدا کی طرف سے الہام نہ تھا بلکہ شیطانی اوہام تھا جو تمیز نہ کر سکے۔

مرزائیو! یہ ہے فیصلہ آسمانی۔ اس کا جواب دینا تو مشکل ہے، مگر نادان کہہ رہے ہیں کہ خدا کرے جھوٹ ہو جائے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مرزا آنجہانی اب دوبارہ اس جہان میں تشریف لاویں اور اپنی عمر بڑھواویں۔ جس وقت الہام ہوا تھا اس وقت تو عمر بڑھائی نہیں گئی۔

اب کون صاحب عقل ایسے لچر جواب کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ جناب حکیم خلیفۃ المسیح! یہ ہے آسمانی فیصلہ۔ دکان داری کا وقت گیا ابلہ فریب وعظ واسپیچ کی حقیقت دنیا پر کھل گئی۔ اب جھوٹی چرب زبانیوں سے کام نہیں نکلتا اگر آپ میں قدرت ہو تو مرزا صاحب کے جھوٹے الہاموں کو سچ کر دکھایئے۔ بس یہی جواب فیصلہ آسمانی ہے۔

اب ناظرین ہی فیصلہ کریں کہ مطابق الہام مرزا صاحب کے دشمن اس پیش گوئی میں جھوٹے ہوئے یا مرزا صاحب؟ کیونکہ مرزا صاحب تاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اندر میعاد پیش گوئی ڈاکٹر عبدالحکیم کے ہلاک ہو گئے۔ اور ڈاکٹر صاحب بفضلہ اب تک (۱۹۱۲ء میں) زندہ صحیح وسالم موجود ہیں۔ اب فیصلہ نہایت آسان ہو گیا کہ۔ یہ الہام رحمانی نہیں تھا بلکہ شیطانی تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کے دشمن ہی اس میں سچے رہے۔ اور مرزا صاحب کی عمر مطابق الہام مذکورہ ہرگز نہیں بڑھی بلکہ اندر میعاد مقررہ ان کے دشمن کے انتقال کر گئے۔ اسی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ الہام رحمانی نہ تھا۔ اگر رحمانی الہام ہوتا تو آسمان ٹل جاتا مگر خدائے قدوس اپنے وعدہ سے نہ ٹلتا۔ کیونکہ خدا اپنے رسولوں کے ساتھ جھوٹا وعدہ کر کے اپنے رسولوں کو ہرگز ہرگز ذلیل اور رسوا نہیں کرتا ہے۔

مرزائیو! یہ ہے فیصلہ آسمانی اتنی صفائی سے سمجھانے پر بھی بے جا تعصب اور ہٹ دھرمی باوجود علم ہو جانے کے انسان ضعیف البنیان کو لازم نہیں کیونکہ یہ خدا پاک کی جناب میں سرکشی اور بغاوت ہے۔

آٹھواں جھوٹ: قولہ: دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہو گا۔

مگر ہوا الٹا۔مشیت الٰہی سے کون لڑ سکتا ہے مرزا صاحب کے بڑے مخالف تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے جنہوں نے ان کی موت چاہی تھی اور ان کی موت کی میعاد بھی مقرر کر کے پہلے ہی مشتہر کر دیا تھا کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک ان کی موت ہوگی۔ باوجودیکہ مرزا صاحب کو اس کے خلاف میں الہام بھی ہوا کہ، تیرا دشمن خود تیرے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود و تباہ ہوگا۔،اور تیری عمر بڑھادونگا۔مگر یہ سب کچھ نہ ہوا۔نہ ان کے دشمن مرزا صاحب کے سامنے تباہ ہوئے نہ مرزا صاحب کی عمر بڑھائی گئی بلکہ ٹھیک میعاد مقررہ دشمن کے اندر ہی مرزا صاحب کی ہلاکت (جس کو ذلت اور لعنت کی موت الہام میں فرما چکے ہیں) وقوع میں آئی اور ڈاکٹر صاحب ہنوز موجود ہیں (۱۹۱۲ء میں) یہ ہے فیصلہ آسمانی۔ بھلا مرزائی حضرات مشیت ایزدی کو جو واقع ہو چکی کس طرح جھٹلا سکتے ہیں۔اور چاند خاک ڈال کر چھپا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں: ایں خیال است ومحال است وجنون

نواں جھوٹ: قولہ: تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔

اسے اگر الہام ہی فرض کر لیا جائے تو میری رائے ناقص میں یہ آتا ہے کہ غالباً مرزا صاحب کے ان دونوں جملوں کے مخاطب صحیح ڈاکٹر عبدالحکیم ہوں گے۔مرزا نے اپنے آپ کو غلطی سے مخاطب کر لیا کیونکہ ہوا ویسا جیسا میرا گمان ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے لڑنے والے اور ان پر حملہ کرنے والے، یعنی مرزا صاحب، سلامت نہ رہیں گے اور تیرے مخالفوں کا اخزاء اور افنا، یعنی مرزا کی رسوائی اور ہلاکت، اے عبدالحکیم میری ہی پیش گوئی سے مقدر تھا۔

دسواں جھوٹ۔قولہ: تیرے مخالفوں کا اخزا اور افنا تیرے ہاتھ سے مقدر تھا۔

مرزا صاحب کے بڑے مخالف ڈاکٹر عبدالحکیم مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ مشاہیر بزرگان مشہور مخالفوں میں ہیں (اور بڑے بڑے زوردار حملے ان کے مرزا صاحب پر برابر ہوتے رہے حتی کہ ان کا ناک میں دم کر دیا) بفضلہ وہ سب سلامتی سے اب تک (۱۹۱۲ء تک) موجود ہیں اور مرزا صاحب ہی عبدالحکیم کی پیش گوئی کی میعاد میں خفا ہو کر اس جہان فانی سے کوچ کر کے زمین کے اندر جا چھپے یا یوں کہیے کہ ہلا کو فنا ہو گئے۔پھر مخالفوں کا اخزا اور افنا جو مرزا صاحب کے ہاتھ سے الہامی طور پر مقدر ہونا کہا گیا تھا بالکل جھوٹ ثابت ہوا کیونکہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو خود قادیان کی نبوت کاذبہ کا طلسم ٹوٹ گیا اور خدا نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ وہ آخری الہام

بھی نبی کاذب کا ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء والا یعنی دو روز قبل موت کا الہام جس کو البدر نے نے بڑے اہتمام اور دعوے سے شائع کیا تھا جھوٹ ہی ثابت ہو کر اظہر من الشّمس ہو گیا۔ نہ عمر بڑھائی گئی نہ جوانی عود کر آئی، نہ سلطان محمد بیگ مرا، نہ منکوحہ آسمانی ہاتھ آئی، نہ مرزا کا دشمن عبدالحکیم جس نے ان کی موت چاہی تھی اصحاب فیل کی طرح نابود و تباہ ہوا۔ نہ مرزا صاحب کو اپنے مخالفین کے اخزاو افنا کا موقع دیا گیا (جو ان کے الہام نے ان کے ہاتھ سے مقدر کیا تھا) انہیں سب ناکامیوں اور حرمان کے سبب سے بتقاضائے غیرت افغانی مرزا صاحب اندر پیش گوئی عبدالحکیم کے ذلت اور لعنت کی موت خود اختیار کر کے فنا ہو گئے اگرچہ مخلوق میں رسوا تو ہوئے مگر غیرت انسانی سے ہمیشہ کے لئے زیر زمین روپوش ہو گئے۔ بقول شخصے: سلطان القلم مع بستہ ء الہام غائب۔ یہ ہے فیصلہ آسمانی۔

ان صریح اور بے میل کذب بیانیوں کا جواب اور تو کوئی کیا دے سکتا ہے اگر مرزا صاحب اپنی پنجابی میسیحیت کے زور سے پہلوانی دکھا کر قبر سے بھی نکل آویں اور اپنے گروہ مسیحائیوں کو اپنا نیا معجزہ دکھلاویں تو بھی فیصلہ آسمانی کے جواب سے ضرور عاجز رہیں گے اور کچھ بھی نہ بن سکے مخالف ہی کے ہاتھ میں دنگل رہے اور ڈاکٹر عبدالحکیم ہی کے سر پر ظفر مندی اور فتح و فیروزی کا سہرا بندھے۔ مشیت الٰہی نے جس کو وقوع میں لا کر دکھا دیا اس کا بطلان محالات سے ہے۔

بھائیو مرزائیو! آپ لوگ اس خاکسار کے التماس اور عرض داشت واقعات سے خدا کے لئے مطلق خفا نہ ہوں کیونکہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یا آگے لکھوں گا فقط اسلامی درد دل کی وجہ سے بنظر حفاظت اسلام خدا تعالی کو حاضر ناظر جان کر محض اپنی نیک نیتی اور صفائی باطن سے بلا رورعایت کسی کے امر حق کے ظاہر ہونے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ دوائیں تلخ ذائقہ میں کڑوی تو ہوتی ہیں مگر دفع مرض کے لئے اکسیر کا خواص رکھتی ہیں۔ اور خود بقول مرزا صاحب کے:

اظہار امور حقہ کے لئے کسی قدر مرارت بھی لازمہ حق گوئی ہے۔

اس لئے راقم باادب گذارش کرتا ہے کہ ہرگز مجھ ناچیز گنگار سیہ کار سے کسی طرح بدظن نہ ہوں اور اس کا ہمیشہ خیال رکھیئے کہ خدانخواستہ کسی ذاتی امور میں جناب مرزا صاحب کے ساتھ کچھ رنجش تو تھی نہیں اور نہ ان سے مجھے کسی ذاتیات کی حیثیت سے کچھ دنیاوی بغض و عناد یا حسد ہے۔ بلکہ ایک زمانہ دراز تک ان کے عقاید کا

دلدادہ رہا ہوں۔ وہ بے چارے مر گئے اور سب کو مرنا ہے۔ اب ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ کس کو معلوم کہ کیسا بھگت رہے ہیں۔ مگر جو سمّی مادہ اسلام میں چھوڑ گئے ہیں جس کی وجہ سے جاہلوں میں طاعونی ادبار کا انتشار ہو چلا تھا الحمد للہ کہ فیصلہ آسمانی نے بہت کچھ اس مادہ خبیثہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ بدیں سبب دین دار مسلمان حق پسند کو اس سمّی مادہ کے فنا کرنے کیلئے حتی الوسع کوشش کرنی ضرور ہے۔ اللھم احفظنا من سوء الاعتقادات

مجھ کو اور ہر سچے مسلمان متبع کتاب وسنت کو جو کچھ دلی صدمہ اور خلش ہے ان کی جھوٹی نبوت اور مسیحیت اور مہدویت سے ہے، ورنہ قطع نظر ان دعاوی اور فضولیات کے کے اگر مرزا صاحب اپنے آپ کو قطب الاقطاب فرماتے، یا مجدد عصر، مجتہد زمانہ، ولایت کے دعویدار ہوتے تو کسی مسلمان کو اس کی چھان بین کرنے کے لئے شریعت نے مجبور تو کیا نہیں۔ پھر کسی کو ان سے کیا غرض تھی کہ اس کی تحقیق میں بے سود اپنا وقت عزیز خراب کرتا اور بے فائدہ کا رگڑا جھگڑا اپنے سر مول لیتا۔ کیا آج کل جس قدر مشائخان مدعیان تصوف دنیا میں موجود ہیں سب کے سب ولایت کے مدارج اور مقامات کو طے و تکمیل کئے ہوئے مسند فقر پر تکیہ لگائے رونق افروز ہیں۔ حاشا وکلا سب کے سب ایسے ہرگز نہیں الا ماشاءاللہ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء

لیکن یہ بات ہے کہ بزرگوں کے مشائخانہ دعوی فقر و درویشی وتصوف سے چاہے وہ جیسے بھی ہوں ہمارے نفس اسلام اور توحید حقیقی و رسالت میں کچھ مضرت نہیں ہے کیونکہ بزرگان اسلامی حدود کے اندر ہیں، جادہ مصطفویہ سے ان کا قدم باہر نہیں ہے۔ ادعای نبوت باطلہ کی ابلہ فریبیوں سے (معاذ اللہ) ان کے دامن پاک وصاف ہیں۔ رشد و ہدایت میں علی قدر حال ممتاز ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض مسائل جزیہ تصوف میں کسی کو کچھ اختلاف ہو ورنہ مسلک اور مذہب ایک ہی شریعت مصطفویہ سے وابستہ ہے اسلئے اس طرف ہمارے علمائے کرام اور دیگر بزرگان کو کچھ بھی اعتنا نہیں۔ خصوصاً ایسے وقت میں کہ اسلام کا شیرازہ بالکل ٹوٹا جا رہا ہے اور اجتماعی قوت اسلام کی ضعیف ہوگئی اور افتراقی مصیبت مسلمین پر ہماری نحوست اور شامت اعمال سے روز بروز برسر ترقی ہے اور اس کیفیت کو مخالفین اسلام اور توحید نے پورے طور پر احساس کر کے ہر طرف سے ہم مسلمانوں پر بڑے زور شور سے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ہے اور ہم سے کچھ بن نہیں سکتا۔

میرا حسن ظن ہے کہ اگر یہ وقت بد جو آج کل ہم لوگ دیکھ رہے ہیں کاش مرزا صاحب اس وقت

موجود رہتے اور وہ اپنی آنکھوں سے ان مصائب پر نظر فرماتے تو ضرور وہ بھی موجودہ زمانہ کی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر کوئی ایسا اعلان علی رؤس الاشہاد ضرور دے دیتے کہ ان کے جن دعاوی سے عام مسلمانوں کو برہمی ہو رہی ہے وہ رفع ہو جاتی افسوس ان کا تو وقت اب نہ رہا مگر دوسرے حضرات جو میرزائی گروہ میں مقتدر اور با اثر لوگ ان کے بعد ہیں میں سب سے تو واقف نہیں مگر چند حضرات جیسے حکیم خلیفۃ المسیح، مولوی محمد سرور شاہ، خواجہ کمال الدین و مولوی عبد الماجد وغیرھم جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں خدا کے لئے اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کریں اور ہمت راسخہ عمل میں لاویں اور جو امور اور دعاوی باعث عناد عام ہو گئے ہیں اس کی نفی کا اعلان فرما کر ان عناد قلبی اور بغض دلی کو عام مسلمین کے دلوں سے نکال کر اتفاق اور یک جہتی کا تخم بوویں۔ خدا ان لوگ کو اجر عظیم دے گا اور سارے ہندوستان کے مسلمان ایک ہو جائیں گے۔

خدا کے واسطے اب ضد چھوڑ دیئے اور اختلاف باہمی کی صورتیں محو کر ڈالئے۔ اب اس کا وقت آ گیا کہ اسلامی ضعف و نقاہت کا علاج فرمائیے اور طبیبان حاذق نسخہ مجرب تجویز کر کے اپنے بیمار کی خبر لیں ورنہ اسلام ہی کا خاتمہ ہو جائے گا پھر مسیحیت اور مہدویت کس کام آئے گی۔

گزشتہ تفصیل دروغ بیانیوں کی تعداد پچھلے صفحوں میں دس تک آ چکی ہے اب کچھ اور بھی ملاحظہ ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مرزا صاحب سے بہت زوروں کا مقابلہ رہا کیا ہے اور مولوی صاحب نے متعدد رسالے مرزا صاحب کے مقابلہ میں لکھے ہیں جن کا جواب اس وقت تک نہ تو سلطان القلم صاحب نہ ان کے اور کسی مرید ہو سکا۔ آخر مرزا صاحب نے تنگ آ کر مولوی صاحب کو ایک خط لکھا جسکا عنوان جلی قلم سے مرزا صاحب نے یہ لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس عنوان میں مرزا صاحب بہت زور سے خبر دے رہے ہیں کہ اس کے نیچے جو مضمون لکھا جائے گا وہی فیصلہ ہے ہمارے اور مولوی ثناء اللہ کے درمیان میں اس میں کسی کی منظوری اور نا منظوری کو کچھ دخل نہیں ہے اور اہل علم یہ بھی جانتے ہیں کہ خبر منسوخ نہیں ہوتی۔ حضرات میرزائی اگر واقعی مرزا صاحب کو اپنا نبی اور مسیح

موعود اعتقاد کرتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ جیسا مرزا صاحب نے ان عنوان کے نیچے لکھا ہے ایسا ہی مرزا صاحب کے حق میں کامل فیصلہ سمجھیں۔

مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کا مضمون حسب ذیل ہے خط چونکہ طویل ہے اور اشتہاروں کے ذریعہ شیطان سے زیادہ مشہور ہو چکا ہے اس لئے کل خط کی نقل سے سمع خراشی نہ کی گئی فقط ضروری مضمون الہام مندرجہ خط مذکور پر اکتفا کیا گیا وھو ہذا

مرزا صاحب اپنے خط میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے حسب ذیل فرماتے ہیں:

اگر میں کذاب ومفتری ہوں، تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤنگا۔

اس قول کو میں نے جھوٹ کی فہرست سے الگ شمار کیا ہے کیونکہ اس قول میں مرزا صاحب قادیانی کوئی جھوٹ نہ بولے، بلکہ اگر مرزائیوں کو کچھ بھی مرزا صاحب کی راستی پر ایمان اور اعتقاد ہو تو فوراً بلا کسی قسم کے شک وشبہ کے اقرار کرلیں کہ وہ اس قول میں ٹھیک اترے

اب اس جملہ سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ مرزا صاحب خبر دے رہے ہیں کہ، اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی ہی میں مر جاؤنگا۔ خدا تعالی نے آفتاب صداقت کو چمکا کر کذاب اور مفتری کا فیصلہ خود بقول مرزا صاحب کے کر دیا اور دنیا پر ظاہر کر دیا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب ہی مولوی صاحب کی زندگی میں مر گئے اور پھر کسی ایسی دلیل وبرہان سے فیصلہ نہیں ہوا جس میں کسی طرح کی گفتگو اور تاویل کی ذرہ بھی گنجائش باقی ہو۔ بلکہ خود مرزا جی صاحب کے صاف اور صریح کلام سے یہ فیصلہ خدا نے کر دیا اور جو علامت اور معیار کذاب اور مفتری ہونے کی اس خبر میں مرزا صاحب نے فرمائی تھی وہ پوری پوری مرزا صاحب میں پائی گئی اور مولوی ثناء اللہ کو خدا تعالی نے عزت کے ساتھ اس الزام سے پاک وصاف بری کر کے دنیا کو دکھلا دیا۔ اور ہنوز بفضلہ تعالی وہ صحیح وسالم موجود ہیں (۱۹۱۲ء میں)۔ اب میرزائی برادران کو اس فیصلہ کے ماننے میں کیا عذر باقی رہا۔ مہربانی فرما کر جیسا مرزا صاحب کا یہ قول سچ ہو گیا وہ بھی صفائی سے اس قول کی تصدیق فرما دیویں کہ خود مرزا صاحب کے فرمانے کے مطابق ان کے سوا کاذب اور مفتری کون ٹھہرا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گیارھواں جھوٹ: مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں۔،

مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی اپنے خط میں مولوی ثناءاللہ صاحب کی نسبت فرمائی تھی اور حفظ ما تقدم کو راہ دے کر اپنے الہام کے جھوٹے ہونے سے خود بھی ڈر کر پنجابی کشتی کی ایک استادانہ پیچ کا اڑنگا آخر لگا ہی دیا کہ یہ پیش گوئی کسی الہام یا وحی کی بنا پر نہیں مگر دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ استاد جی کہاں بچ کر نکل سکتے ہیں انہیں کے رسالہ البدر مرقومہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں صاف لکھا ہے:

ثناءاللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس کی بنا ڈالی گئی ہے۔

چونکہ یہ قول آخر ہے، اسلئے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مرزا صاحب کے پنجابی پیچ کا اڑنگا صاف کٹ گیا۔ اور اس کا یقینی نتیجہ یہی ہوگا کہ مرزا صاحب کے الہامی قول سے ظاہر ہوگیا کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں تھے کیونکہ مولوی ثناءاللہ صاحب تو اس وقت بفضلہٖ صحیح وسالم موجود ہیں اور مرزا ہی صاحب کو ہیضہ یا اسہال میں ہمیشہ کے لئے دنیا کو چھوڑنا پڑا اور راہی برزخ ہوگئے۔

بارھواں جھوٹ: مرزا صاحب دافع البلاء (مطبوعہ ریاض ہند ص ۸) میں لکھتے ہیں:

خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے کہ قادیان کو اس (طاعون) کے خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔

جناب مرزا صاحب کا تخت گاہ بھی طاعون میں مبتلا ہوا اور کیسا کہ سارے قادیان کے لوگ تباہ اور پریشان ہوتے پھرے اور جب تک طاعون نے جھوٹے رسول کے تخت گاہ سے اپنی پوری بھینٹ یا رسد مردوں کی نہ لے لی غضب الٰہی فرو نہ ہوئی۔ اس کی پوری تشریح الہامات مرزا صفحہ ۹۸ میں ہے ملاحظہ کیجئے۔ مختصراً یہ ہے کہ قادیان کی کل آبادی ۲۸۰۰ ہے اس میں سے ۳۱۳۔ اموات طاعون سے مارچ واپریل ۱۹۰۲ء دو مہینے میں معتبر شہادت سے ظاہر ہوئیں۔

یہاں تک جھوٹے اقوال الہامی کی فہرست ایک درجن شمار کر لیویں۔اس کے بعد ایک لطیفہ مذاقیہ ہو گا اور پھر دوسرے درجن جھوٹی پیش گوئیوں کا بنڈل کھولا جائے گا۔میرا تو ارادہ تھا کہ مرزا صاحب کے کل جھوٹے اقوال کا ذخیرہ ایک جگہ اسی طور پر جمع کر کے پبلک میں پیش کرتا،مگر وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ برائے خاص ایک موٹی کتاب براہین احمدیہ سے بھی بڑھ جائے گی۔اسلئے میں نے فضول سمجھ کر صرف دو ہی درجنوں پر اکتفا کیا،مرزائیوں کے لئے صرف اسی قدر تازیانہ بہت ہے اور ناظرین باتمکین کے اسندازہ کرنے کو اسقدر جھوٹ مرزا صاحب کے کیا کم ہوں گے قانون شہادت سرکاری کی رو سے بھی جس گواہ کی جھوٹائی واقعات میں ثابت ہو جائے پھر اس کی گواہی مردود ہوتی ہے۔

اب مرزائی برادران ایمان سے خدا کا خوف کر کے دل سے فرمائیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے جھوٹے اور مفتری ہونے میں بقول انہیں کے،کیا شک اور تردد باقی رہا۔خدا تعالی نے اپنی کبریائی اور جلال سے مرزا صاحب کا جھوٹا ہونا خود ان کی زبان سے دنیا پر ظاہر کر دیا۔اب اہل حق کو کسی طرح مرزا صاحب کے جھوٹے اور مفتری ہونے میں ذرہ بھر شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔اور نہ مرزائیوں کو کسی اہل حق سے مناظرہ اور مباحثہ کی آئندہ جرأت ہو سکتی ہے اب یہ حضرات آیہ شریفہ و اللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرین کی تلاوت فرمائیں۔

مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے خط کے اخیر میں جو اپنی دعا لکھی ہے اس کا بھی ذکر کر دینا خالی از لطف نہ ہوگا۔اور مجھ کو بہر نوع تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب کی یہ الحاح وزاری کی دعا البتہ اللہ تعالی نے ضرور قبول کی (جیسا کہ مرزا صاحب نے خود فصل ۹۰ ضرورۃ الامام میں لکھا ہے کہ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں) چونکہ یہی ایک دعا جو مہتم بالشان ہے اور لاکھوں بندگان خدا کے حق میں مفید ہوئی اس لئے مرزا صاحب نے بصیغہ مبالغہ اسی ایک دعا کو قائم مقام تیس ہزار دعاؤں کا مجموعہ تحریر کیا ہے میں بھی حلفاً کہتا ہوں کہ اس کی قبولیت اور صحت مبالغہ کی تصدیق کر کے عرض کرتا ہوں کہ یہی ایک دعا مرزا صاحب کی لاکھوں دعاؤں سے زیادہ ہے۔پس اب دوسری دعا کے اثبات میں ہرج اوقات نہ کریں۔

اور مرزا صاحب قادیانی و مولوی ثناء اللہ صاحب کے درمیان میں سچا فیصلہ مطابق استدعا مرزا

صاحب کے اللہ تعالی نے فرما کر مفسد و کذاب کو صادق کی اندگی ہی میں اٹھا لیا جیسا کہ مرزا صاحب کی دعا بلفظہ درج ذیل ہے:

اے میرے بھیجنے والے میں تیری ہی تقدیس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں مفسد و کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی ہی میں دنیا سے اٹھا لے۔

ہوا تو جناب ایسا ہی۔ اگر اس پر بھی مرزائی بھائی نہ سمجھیں تو میرا ان پر کچھ زور نہیں:

کس بشنود یا نشنود من حق خود بگزارم

یہ دعا بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی بیوہ عورت اپنے کسی حریف زبردست کے حملوں سے عاجز اور تنگ آ کر بڑی اضطراری حالت میں کوسنے لگتی ہے اور غصہ کے جوش میں کبھی حریف کو کبھی اپنے کو بددعا کرتی ہے مرزا صاحب بھی اسی طرح دعا فرما رہے ہیں چونکہ مضطر کی دعا اللہ تعالی قبول کرتا ہے اس لئے یہ دعا مرزا صاحب کی تیر بہدف اجابت ہوگئی اگرچہ نتیجہ اس دعا کا ان کے مخالف ہوا۔

اس دعا سے ایک بات اور بھی غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے کہ مرزا واقعی ابتلاء میں پھنس گئے جیسا کہ بے رہبر کامل کے سلوک والوں کو پیش آیا کرتا ہے اسی مقام کیلئے الرفیق ثم الطریق کی ضرورت ہوتی ہے۔

ضرور چاہیے مستوں میں اک نہ اک ہوشیار
وگرنہ کون ہے ساقی سنبھال لینے کو

اور شیطانی الہام کے فریب میں آ گئے اور اس کو تمیز کرنے سے متعذر رہے ورنہ کوئی شخص جو خدا تعالی کو قادر و قیوم سمیع و علیم و بصیر جانتا ہو پھر دعا میں ایسے الفاظ دیدہ دانستہ نکالنے کی جرأت نہ کرے گا جو اسی پر عائد ہو سکے۔... اد دوسرے درجن کی ابتداء مرزا صاحب کی جھوٹی پیش گوئیاں اور اقوال کی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ شمار دانہ رکھتے جایئے کہ سہو نہ ہونے پائے۔

تیرھواں جھوٹ ۔ مرزا صاحب کا ایک الہام ہے: اصلها ثابت وفرعها فی السماء

میر عباس علی لودھیانہ کے ایک بزرگ مرزا صاحب کے دام میں پہلے پھنس گئے تھے (جیسا کہ میں بھی

پھنسا تھا) ان کی شان میں یہ الہام مرزا صاحب کو ہوا تھا۔ یہ دہ سالہ مرید اور مخلص خاص تھے۔ بعد کو مرزا صاحب کی بے جا تعلیوں اور اولوالعزمی کے دعووں کی وجہ سے یہ بیچارے دیندار شخص ہاشمی غیرت اور اتباع شریعت کے سبب سے مرزا صاحب کے عقاید باطلہ سے مخالفت شدید کر کے ایک دم منحرف ہو گئے۔ اور تلافی مافات کے لئے اپنی زندگی تک برابر مرزا صاحب قادیانی کو بڑے زوروں سے بلاتے للکارتے رہے اور اشتہار پر اشتہار دیتے رہے مگر مرزا صاحب نے سونٹھ کی ناس سونگھ لی، اور ان کے مقابلہ میں نہ آئے، پر نہ آئے (دیکھو عصائے موسیٰ۔ ص ۳۹۔ ۴۰)

چودھواں جھوٹ: مرزا صاحب کا وہ الہام ورؤیا جو اپنی نسبت تھا یعنی فرزند اول ہونے کی نسبت مگر پیدا ہوئی لڑکی۔ جب منشی الٰہی بخش صاحب نے امرتسر میں ان سے معارضہ کیا کہ آپ نے تو فرزند نرینہ کا حلیہ بھی مجھ سے بیان کیا تھا، اس پر انہوں نے فوراً بات بنادی کہ علم تعبیر مے ایسا ہی ہے جب لڑکا دیکھا جائے تو مراد لڑکی ہوتی ہے۔ (دیکھو عصائے موسیٰ۔ ص ۴۰، ۴۱)

اگر درحقیقت ایسا ہی تھا تو پہلے مرزا صاحب نے یہ مراد اور مفہوم کیوں غلط اور الٹا ظاہر کیا۔ کیا اس وقت علم تعبیر رؤیا کا درس حضرت نے نہ لیا تھا؟ پیچھے سے معلم الملکوت نے سمجھایا۔ بس بات بنادی، جواب ہو گیا۔ سوائے بجا ارشاد کے حاشیہ نشینوں میں جرأت ہی کہاں تھی کہ اصلاح کرتے۔

پندرھواں جھوٹ: مرزا صاحب کا بہت لمبا چوڑا الہام اپنے دوسرے فرزند کی نسبت جس کو بشیر موعود اور خدا جانے اس مولود کے لئے کیسے کیسے چست فقرات طولانی بشارتیں لکھیں کہ ایسا ہوگا اور ایسا ہوگا، جس کو ظریفانہ لہجے میں مصنف چودھویں صدی کا مسیح نے کچھ اور بڑھا کر لکھا ہے کہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا ایسے کا تیسا ہوگا، اس کی دم پر دو پیسا ہوگا.. الخ

مرزا صاحب نے ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو بڑی دھوم دھام سے پیش گوئی کے ظہور کا اشتہار دیا تھا (رسالہ چودھویں صدی کا مسیح اس کی تفصیل کے لئے قابل دید ہے) مگر مولود بیچارے کو پیدا ہوئے چند دن گزرے تھے کہ سخت بیمار ہو گیا۔ ہر چند مرزا صاحب نے مولود کی والدہ سے زوردار الہامی جملے مولود کی صحت عاجل وشفا کامل کے فرمائے، مگر بی بی صاحبہ کی مطلق تشفی نہ ہوئی۔ آخر بے چارہ مولود بغیر پوری کرنے بشارتوں کے ایام طفولیت ہی

میں وفات کر گیا اور مرزا صاحب کی کل الہامی بشارتیں خاک میں مل گئیں۔

سولھواں جھوٹ: سید امیر شاہ صاحب رسالہ دار سردار بہادر کے گھر میں فرزند ہونے کی بشارت۔

مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء میں سید امیر شاہ کو فرزند کی بشارت دی تھی اور ایک برس کی میعاد مقرر کر کے تحریر فرمایا تھا:

اس میعاد کے اندر کھلی کھلی بشارت جو مقرون بصدق ہو آپ کی نسبت نہ پائی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ (امیر شاہ) جس طور کا بد اعتقاد چاہیں اختیار کریں اور یقین کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ یہ تاریخ ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء کتاب میں لکھ لیں اور یادداشت کر لیں میں نے بھی کتاب میں لکھ لی ہے میرے وعدہ کے منتظر رہیں جس وقت سال کے عرصہ میں میری طرف سے کوئی بشارت ملے تو اس کو فوراً اخبار میں چھپوا دیں اور اگر وہ بات جھوٹی نکلے تو پھر مجھ سے مواخذہ کریں اور میرا دامن پکڑیں (عصائے موسیٰ۔ ص۴۲)

مرزا صاحب قادیانی نے کس قدر وثوق سے تاریخ مقررہ یادداشت میں رسالدار صاحب سے زبردستی لکھوائی، اور خود بھی نہ معلوم کس کتاب میں لکھ چھوڑی، جس سے پورا یقین بھی ہو جائے۔ اور اس یقین کے ساتھ مرزا صاحب کی مٹھی بھی گرم ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ سیدھے سیدھے فوجی افسر، ان کو مرزا صاحب کی کتر بیونت کی کیا خبر، جھٹ اس بشارت پر پانچ سو روپیہ کا توڑا پیشگی نذر کر دیا اور تاریخ بشارت کا سال بھر تک انتظار کرتے رہے۔ جب میعاد ختم ہوگئی اور مدتوں اس بشارت کا ثمرہ ظاہر نہ ہوا، تب مرزا صاحب کی جھوٹی بشارت یا شیطانی الہام تمام پنجاب میں طشت از بام ہو گیا۔ لیکن مرزا صاحب قادیانی نے پیشگی نذرانہ واپس نہ کیا اور اپنی کتاب جس میں تاریخ بشارت لکھی تھی جلا دی۔ خیریت ہوئی کہ پھر اس دن سے مرزا صاحب نے اپنی صورت رسالہ دار میجر صاحب کو نہ دکھائی۔ ورنہ کہیں وہ ان کو پکڑ پاتے تو خدا جانے کیسی مناسبانہ خدمت ہوتی اور لینے کے دینے پڑ جاتے اور ہضم کئے ہوئے روپئے کو الٹی کر کے نکالنے پڑتے۔

بھائیو! خفا نہ ہو۔ یہی ہے منہاج نبوت اور طریق مہدویت، اور روش مسیحیت کہ ابلہ فریبی سے بندگان خدا کو الٹے استرہ سے مونڈو۔ میں تو صاف کہونگا کہ ایسے کرتوت والوں سے دنیا کے چور جیب کترے

دغاباز پھر بھی اچھے ہیں کیونکہ وہ جاہل ہیں اور حاجت مند۔

ناظرین ضرور اس فیصلہ میں میری تائید کریں گے کہ بزرگان دین کی روش سے مرزا صاحب کی یہ چال کس قدر دور ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سترھواں جھوٹ۔ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب والا الہام خود مرزا صاحب نے اس قدر مشہور کر رکھا ہے کہ پنجاب کے ہندو، آریہ، عیسائی مسلمان سب کوئی واقف ہے کہ جو میعاد موت کی آتھم صاحب کی مرزا صاحب نے اپنے الہام کاذبہ سے فرمائی تھی اس کے ختم ہو جانے کے بعد آتھم کی موت میعاد مقررہ میں نہ ہوئی جو ۶ ستمبر مقرر تھی تو اس روز امرتسر ولدھیانہ کے شہروں میں رسوائی اور ذلت کی موت سے ہر طرف مرزا صاحب قادیانی کو پکار پکار کر مخالفوں کی للکارتی تھی۔ اور اس وجہ سے سارے مسلمانوں کو شرمندگی اور خجالت کا سامنا تھا۔ خصوصاً اس منظر کے وقت جب کہ عیسائیوں نے اپنی فتح مندی اور مرزا صاحب کی ہزیمت پر مضحکانہ سوانگ نکال کر فحش اور نامہذب نظم کے بندان کی شان میں ہر گلی کوچہ میں ڈنڈوں کو بجا بجا کر مشہور کیا تھا۔ یہ ہے خسر الدنیا و الآخرۃ ۔ یہ ہے ابدی ذلت کی موت اور لعنت کا کرشمہ، جس کو مرزا صاحب اپنے ساتھ لے گئے: چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

(دیکھو مرزا جی کا جنگ مقدس، ازالہ اوہام، اور صفحہ ۴۲۔۴۳ عصائے موسیٰ، صفحہ ۲۴ تا ۳۳، الہامات مرزا مطبوعہ ۱۹۰۴ء)

ناظرین اور بھی ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایسی پیش گوئیوں کی نسبت بڑے دعوے اور زور سے اپنے شہادۃ القرآن کے صفحہ ۸۰ میں ذیل کا مضمون تحریر فرمایا ہے:

یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء وامانت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول خدا نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھیراوے۔،

صاحبو! مرزا صاحب کے اس قول سے خود نتیجہ نکال لو۔ ان کی نسبت اگرچہ وہ الفاظ واقعی ہیں مگر پھر

بھی بار بار جھوٹ اور افتراء کی نسبت کرتے ہوئے دم گھبراتا ہے۔مرزا صاحب نے آتھم والے معاملہ میں کس قدر زور دیا تھا کہ:

اگر ایسا نہ ہو تو مجھ کو ذلیل کیا جائے،روسیاہ کیا جائے۔گلے میں رسا ڈالا جائے،پھانسی دیا جائے،

اور پھر بھی آتھم صاحب کی موت کی پیشگوئی ان کے الہام کے مطابق نہ ہوئی۔اور اس وجہ سے خود ہی ذلیل ہوئے روسیاہ بھی ہوئے باقی رہا گلے میں رسا ڈالا جانا اور پھانسی دیا جانا،وہ اس دنیا میں اٹھا رکھا گیا۔عاقبت کی خبر سوائے خدا کے کس کو ہے کہ وہاں کیا بھگت رہے ہیں۔

ناظرین مرزا صاحب کی تحریر بالا کے وثوق اور اصرار شدید پر ضرور توجہ فرما کر خیال رکھیں کہ کس زور سے ایسی پیش گوئیوں کو اپنے صدق یا کذب اور نہایت درجہ مقبول خدا اور منجانب اللہ وصادق ہونے کا معیار قرار دیا ہے مگر یہ آتھم والی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوگئی،اور بات پوری نہ ہوئی تو پھر سوائے بات بنانے کے اور کچھ بھی دیکھا نہ گیا۔اب آپ لوگ خود فیصلہ مرزا صاحب کے معیار کا فرماتے جائیے کہ وہ صادق اور من جانب اللہ مقبول بارگاہ ایزدی ٹھہرے یا اس کے برعکس یہ ہے فیصلہ آسمانی۔

اٹھارواں جھوٹ (ص ۴۳۔۴۴ عصائے موسیٰ) شیخ مہر علی رئیس ضلع ہوشیارپور کو ایک اشتہار مرقومہ فروری ۱۸۹۳ بذریعہ ڈاک رجسٹری شدہ بھیجا گیا جس میں خوف دلانے والے الہامات کی دھمکیاں درج ہیں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

اگر ایک ہفتہ میں معافی طلب خط چھپوانے کے لئے نہ بھیج دیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا،اور میں اپنی دعاؤں کو جو ان کی بحالی عمر عزت وآرام کے لئے کی تھیں واپس لے لونگا۔

شاباش میرے شیر! فقرہ بھی دیا تو ایسا بودا جس کو محض کم عقل آدمی بھی مضحکہ میں اڑا دے۔آپ کی دعا کیا ہوئی کہ موم کی ناک ہوگئی،جب چاہا اس کو قبول کر دیا اور جب چاہا اس کو واپس لے لیا۔

حضرت جی! اس سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی قدرت معطل ہوگئی اور آپ ہی قدرت کی جگہ بحال ہوگئے۔مگر یہ خیال نہ آیا کہ جن کو یہ بودا فقرہ دیا جاتا ہے وہ بھی تو اسی پنجاب کا پانی پیتے ہیں۔وہیں کی آب وہوا سے ان کے دماغ میں تر وتازگی آتی ہے۔کیا ایسا موٹا اور بھدا چکمہ،سمجھنے سے عاجز

رہتے۔اسی واسطے تاریخ تحریر مذکور سے پندرہ برس تک مرزا صاحب زندہ رہے مگر شیخ صاحب موصوف کا کوئی معافی نامہ شائع نہ ہوا۔اور اب مرزا صاحب قادیانی کو مرے ہوئے بھی پانچ برس ہوئے مگر خدا جانے مرزا صاحب کے آسمانی مقدمہ کس اجلاس میں بصیغہ ملتویات پڑ گیا کہ بیس سال گزر گئے مگر فیصلہ ندارد،اور نہ وہ دعائیں واپس لی گئیں۔

غالباً مرزا صاحب قادیانی نے مسیحانہ شفقت سے اپنے آسمانی مقدمہ کو یک طرفہ راضی نامہ دے کر خارج کرا دیا ہوگا۔مگر پھر بھی ان پر لازم تھا کہ جس طرح دائری مقدمہ آسمانی کا اشتہار دیا تھا،اسی طرح خارجی مقدمہ کا بھی ضرور نوٹس دیتے۔شاید بھول گئے ہوں گے

انیسواں جھوٹ:(دیکھو صفحہ ۴۴ عصائے موسی)۔خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ کی اول زوجہ بیمار ہونے پر حسب استدعائے ان کے مرزا صاحب نے بہت کچھ تحریری بشارتیں اپنے الہام کے بموجب دیں۔اور سب پر مزید براں طرفہ یہ ہوا کہ اس بے چاری کے انتقال کے بعد بھی اپنی الہامی بشارت کے موافق بوجہ لاعلمی خبرا نتقال کے ڈپٹی صاحب سے خط کے ذریعہ سے صحت کا حال دریافت کرتے ہیں۔اس پر جو مضحکہ اور رسوائی ان کے انکشاف باطن پر ہوئی ہوگی وہ اندازہ سے باہر ہے۔جب مرزا صاحب کو ان کے وفات کرنے کی خبر دی گئی تو فرمانے لگے کہ: ہم نے بھی ایک بکری سلخ ہوتے دیکھی تھی۔،

اگر مرزا صاحب کا یہ بیان سچ ہے تو پہلی صحت کی بشارت چہ معنی دارد۔

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

بیسواں جھوٹ:(دیکھو صفحہ ۳۸ عصائے موسی)۔منشی محمد رمضان کے نکاح والا الہام اور منشی نبی بخش ملازم ریلوے کے یہاں فرزند نرینہ پیدا ہونے کا الہام،دونوں کے دونوں جھوٹ ہوئے۔نکاح والا تو سرے سے جھوٹ ثابت ہوا،اور فرزند نرینہ والے میں بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ہمارے ملک میں پرانے زمانہ کے چند کٹھ ملا گنڈہ تعویذ والوں کی نقل مشہور ہے کہ جب کسی حمل کی

نسبت ان جھوٹے ملاؤں سے بطور تفاول پوچھا گیا تو انہوں نے جھٹ فال دیکھ کر بنظر ابلہ فریبی ایک تعویذ لکھ دیا اور بڑی تاکید سے کہہ دیا کہ خبردار اس تعویذ کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اسی کے مطابق ولادت ہوگی۔ بعد وضع حمل کے اس تعویذ کو میرے پاس لانا اور اس تعویذ میں یہ ذو معنی جملہ لکھا جاتا تھا : بیٹا نہ بیٹی۔

اگر لڑکا پیدا ہوا، تو کہہ دیا کہ ہم نے تو فال سے لکھ دیا ہے کہ بیٹا۔ نہ بیٹی۔

اگر لڑکی ہوئی تو کہہ دیا کہ بیٹا نہ۔ بیٹی۔ ذرا پہلے لفظ کو الگ کر کے۔

اور اگر اسقاط وغیرہ ہوگیا، تو پھر بے تکلف کہہ دیا کہ:

بیٹا نہ بیٹی۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔

پھر تو ملاجی کی ہر طرح جیت تھی۔ غرض مرزا صاحب کے الہام اور بشارتوں کا یہ کرشمہ تھا۔

اکیسواں جھوٹ (دیکھو صفحہ ۴۷۔۴۸ عصائے موسیٰ) ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار مرزا صاحب نے شائع کیا اور اس کی پیشانی پر لکھا کہ:

ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں، اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔،

اور اس اشتہار میں اپنے کو ایک طرف اور مولوی محمد حسین وغیرہ کو دوسری طرف قرار دے کر (قصہ مختصر) ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ۱۳ ماہ کی میعاد الہام سے مقرر کر کے لکھا کہ جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبہ باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔

مرزا صاحب کے اس الہامی اشتہار کا اثر اندر زمانہ میعاد کے جو خود مرزا صاحب پر ہوا ایک جگہ اور جو مولوی صاحب پر ہوا وہ بھی لکھا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ کون ذلیل ہوا:

مرزا کے آثار:

خونی مہدی کے بارہ میں مرزا صاحب پر الحاد کا فتویٰ ہوا۔

مرزا صاحب پر مقدمہ چلتا رہا۔

مرزا صاحب سے حلفی اقرار (مچلکہ) لیا گیا کہ آئندہ کسی کی توہین نہ کریں اور ذلیل پیش گوئی شائع نہ کریں۔

مرزا صاحب کا اشتہار مرہم عیسی حکماً بند کیا گیا۔

مرزا صاحب کا ایک خاص مرید جو معقول رقم نذرانہ ماہوار بھجتا تھا مر گیا اور رقم بند ہوگئی۔

مولوی محمد حسین کے آثار:

چار مربع زمین سرکار انگریزی کی طرف سے نہر چناب پر عطا ہوئی۔

مولوی محمد حسین مقدمہ سے بری ہو کر بطور گواہ ٹھیرے۔

مولوی محمد حسین کی نسبت لفظ کافر و دجال وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے استعمال نہ کیا جاے۔

مولوی محمد حسین یا ان کے دوست و پیرووں کو مرزا صاحب مباہلہ کے لئے ہرگز نہ بلائیں اور اس پر بھی مرزا صاحب سے مچلکہ یعنی حلفی اقرار لیا گیا۔

اب خود ناظرین موازنہ کر کے فیصلہ کرلیں کہ کون فریق ذلیل ہوا اور کون فریق مظفر و منصور۔ غالباً پبلک کی میجارٹی یہی فیصلہ کرے گی کہ اس معاملہ میں بھی حسب حال معاملہ آتھم صاحب کے مرزا صاحب ہی کو ذلت اور مولوی محمد حسین کو عزت ہوئی۔

باوجود ان واقعات صریحہ کے خدا جانے مرزائیوں کی آنکھوں پر کیسا گہرا گھٹاٹوپ پردہ پڑ گیا ہے کہ ہزار عینک لگائیں، کحل الجواہر استعمال کریں، مگر بینائی کافور ہوگئی۔ اور بے غیرتی سے اپنی ڈھٹائی پر اڑے ہوئے ہیں، اور ہمارے مہربانوں کے دلوں میں ذرہ خوف خدا باقی نہیں رہا۔ افسوس

حیا و شرم اگر کہیں بکتیں
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

بائیسواں جھوٹ (عصائے موسیٰ صفحہ ۵۰ دیکھئے)۔ فصل ۲۰ رسالہ ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کے ڈھارس باندھنے کو اور ان کے قیام کی خاطر جب مذکورہ بالا میعاد مولوی محمد حسین والی پیش گوئی کی ختم ہونے کو آئی اور کچھ ہوا نہیں، تو ایک دوسرا اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو جاری فرمایا اور اب تین برس کی میعاد

۱۹۰۲ء۔اور بڑھائی..الخ

اس دوسری میعاد کے بعد بھی مرزا صاحب قریب چھ برس کے زندہ رہے مگر مولوی محمد حسین صاحب کا بفضلہٖ تعالی کچھ بال تک بیکا نہ ہوا۔ بلکہ مرزا صاحب ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس جہان سے خفا ہو کر اپنی پیش گوئی پوری کرانے کی تحریک کے لئے اصالتاً آسمانی عدالت کی طرف کوچ کر گئے۔مگر کچھ خبر نہیں کہ وہاں کیا کر رہے ہیں اور کیسی گذر رہی ہے۔

کہیے یاران عدم کیا گذری　　کچھ لب گور سے فرمائیے گا

اب جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اشتہار مذکور میں یہ فیصلہ خدا پر چھوڑ کر اپنے صدق یا کذب کا معیار ٹھہرایا تھا اور لکھا تھا، اگر میں جھوٹا ہوں دجال ظالم ہوں تو فیصلہ محمد کے حق میں ہوگا اگر محمد حسین ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔،

اب ناظرین مرزا صاحب کے الہامی قول وقرار سے اس معیار کا نتیجہ خود نکال لیں۔مجھ کو بار بار صراحت کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ مرزا صاحب ایسے ٹھیرے، ویسے ٹھیرے۔مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ اس مقدمہ میں بھی شیخ محمد حسین ہی سچے رہے،اور جو فیصلہ خدا تعالی نے مرزا صاحب کے حق میں کیا وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دنیا پر ظاہر ہو گیا۔

اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لئے اتنا اور بھی ضرور ہم التماس کریں گے کہ جناب مرزا صاحب کی یہ عادت مثل طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی کہ ہر وقت اشاعت اسلام کے اشتہار میں تو بڑے بڑے زوردار لفظوں سے موکد اقرار باصرار تمام فرمایا کرتے تھے لیکن جب میعاد الہام گذرتی گئی اور الہام وقوع میں آنے سے محروم القسمۃ رہا،تو میعاد گزر جانے پر یا اس کے قریب ختم ہونے کے اپنے عہد و پیمان واقرار موکد کا کچھ بھی لحاظ نہ کر کے جھٹ ایک دوسری لمبی تاریخ میعاد ثانی کی اپنی طبعی عادت کے موافق اپنے مریدوں کی دل بستگی کی خاطر، الہام تصنیف کر کے مکرر اشتہار دیتے تھے۔مگر اس پر بھی ان کی الہام کی روسیاہی نہ مٹتی تھی

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

تئیسواں جھوٹ: اشتہار مرقومہ ۷ادسمبر ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر دجال نہیں ہوسکتا میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا میں کبھی کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں ماسوا اس کے ملہم ومحدث کیسی ہی اعلی شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الہی سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

ناظرین ذرا توجہ کر کے مرزا صاحب کے اوپر کے اقوال کو خوب ذہن نشین رکھ کر انہیں کے دوسرے مخالف قولوں کی بھی سیر کریں کہ پہلے تو ابلہ فریبی کر کے اس طرح کا سبز باغ دکھایا اور صاف جتلا دیا کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر دجال نہیں ہوسکتا۔ جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے ہیں۔ مگر یاد رکھیئے کہ یہی قول مرزا صاحب کا خواص وعام مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالے ہوئے تھا۔ اور اسی سبب سے ان کی ساری تعلیوں کے دعوے کو علماء وبزرگان قوم نے محض بے اعتنائی سے خیال کر کے ان کی باتوں کو ایک گم گشتہ مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ مگر جب دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو جو مرزا صاحب کی نبوت کے منکر ہیں سب کے سب کو کافر ومردار کہا اور جو لوگ معدودے چند مرزا صاحب کے مرید اور معتقد ہیں بس وہی مسلمان ٹھیرے۔ تب تو سارے علماء کرام اور عامہ اہل اسلام کی آنکھیں کھلیں کہ اب تو مرزا صاحب نے بڑے دون بلکہ چوگون کا سر لگایا ہے۔ اور بھیرو راگ کا الاپ شروع کرنے لگے کہیں کرشن جی کا اوتار لیا کبھی (نعوذ باللہ) محمد ﷺ بنے۔ اس سے زیادہ عروج کیا تو خدا بلکہ (خاکم بدہن) خدا کے باپ بنے بقول خواجہ وزیر وحدت وجودی روپ بھرا

جہاں جو چاہیے ویسے بنے دکھلائی نیرنگی
بصر آنکھوں میں، گویائی زبان میں، دل میں جان ہو کر

دیکھئے مرزا صاحب کی تصانیف کثیف (توضیح المرام، حقیقۃ الوحی، اور ازالہ اوہام)

اب آسانی سے فیصلہ کر لیجئے کہ ان دونوں متضاد اقوال میں سے ایک تو ضرور بغیر شک وشبہ کے جھوٹا

ہے۔اب دو حال سے یہ متضاد اقوال مرزا صاحب کے خالی نہیں ہو سکتے۔یا تو مرزا صاحب نے واقعی اپنا مذہب حسب صراحت بالا اس حالت میں زیب قلم فرمایا جب کہ مسیحیت کا ذبہ کا بھوت ان پر سوار نہ تھا۔اس لئے صاف صاف بغیر کسی شرط کے لکھ دیا کہ میرے دعوے کے انکار کرنے سے کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا۔یا جیسی انکی عادت شریف تھی کسی پیچیدہ پالیسی سے اپنے بعض مریدوں اور معتقدوں کو فریبی جال میں پھنسائے رکھنے کی غرض سے یہ بھی لکھ دیا کہ جب جیسی ضرورت پڑے ویسا عمل کیا جائے۔غرض ماحصل نتیجہ ان دونوں متضاد قولوں کا یہی نکلے گا کہ ان میں سے ایک ضرور جھوٹ ثابت ہو کر رہے۔جیسا کہ مرزا صاحب کے چھوٹے صاحبزادے جو بالکل ابھی بمصداق الصبی صبی و لو کان نبیاً محض بچہ ہیں اور ضرورت زمانہ نے ان کو اس کا محتاج بنا دیا ہے کہ دوسروں کے قلم میں ان کی زبان ہو ایک رسالہ بنام تشحیذ الاذہان نمبروار ماہواری نکالا ہے جو اسی مضمون سے سراپا سیاہ کیا گیا ہے کہ منکرین مرزا صاحب قادیانی کافر ہیں اور اپنے ابا جان کے مذکورۃ الصدر مذہب کے بطلان میں خلف رشید بن کر مرزا صاحب کی تکذیب مذہب میں علانیہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔

چوبیسواں جھوٹ: مولوی محمد حسین صاحب کے والد ضعیف العمر کو بھی مرزا صاحب کے الہام نے تاکا اور ان کی وفات کی پیش گوئی کی تھی ایک سال کی مدت ظاہر کی تھی اس کی بھی وہی بری حالت ہوئی کہ اندر میعاد تو کیا ایک زمانہ دراز تک بڑے میاں صاحب مرزا جی کی پیش گوئی جھوٹی کرنے کی غرض سے زبردستی زندہ رہ کر سارے پنجاب میں مرزا صاحب کو رسوا کیا اور ان کی الہامی پیش گوئی پر سرکہ کا تیزاب کا پانی پھیر دیا اور خود ملہم مع بغچہ الہام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو قبر کے تنگ محبس میں دال دیئے گئے۔یہ ہے فیصلہ آسمانی۔

قبر از چار طرف تنگ افشرد
زانکہ بسیار مال مردم خورد

شائد مرزائی حضرات اس میں بھی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی کی طرح یہی فرمائیں گے کہ انابت اور استغفار کی وجہ سے بڑے میاں کی عمر بڑھا دی گئی۔مگر تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب کی عمر (باوجود وعدہ الہامی وتقدس مسیحیت ونبوت کے) تو بڑھائی نہ گئی اور اندر میعاد مقررہ دشمن کے خود کوچ کر گئے اور ان کے

دشمنوں کی عمر انابت اور استغفار سے بڑھائی جائے یہ کون سا نشان صداقت ہے۔ فافهم و تدبر

ناظرین کی خدمت میں عموماً اور مرزائی برادران کے لئے خصوصاً یہ دو درجن جھوٹ کی فہرست پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرما کر مختصر نتیجہ نکال لیویں کہ جس شخص کے اس قدر جھوٹ ثابت ہوں وہ قطع نظر تقدس باطنی اور دعوے مسیحیت وغیرہ کے دنیادارانہ حیثیت سے ہم چشموں میں کس قدر توقیر اور وزن رکھ سکتا ہے۔ چونکہ حکیم خلیل احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ مونگیر نے اشتہار مذکورہ بالا کی سرخی میں دکھلایا تھا، نشان آسمانی بر تکذیب ابواحمد رحمانی، مگر نہ تو اشتہار میں مطابق دعوی کے کوئی تکذیب کرنے کی ان کو جرأت ہوئی نہ جواب فیصلہ آسمانی کا اب تک دیا گیا۔ اس لئے راقم نے پبلک کی اطلاع کے لئے ابھی دو درجن جھوٹی پیش گوئیوں اور اقوال کی فہرست شائع کی ہے اس پر بھی اگر مرزائی حضرات کی پوری سیری نہ ہو تو فقرہ هل من مزيد ان کے لئے آئندہ بھی موجود ہے۔

مرزا صاحب کے تمام جھوٹ کا ڈبل باوا، یا بے حیائی کا گرو گھنٹال

ناظرین سراپا تمکین! غالباً آپ لوگوں کو اس کے عنوان سے ایک قسم کا مضحک و تعجب ہوگا کہ یہ نیا مضمون جھوٹ کا ڈبل باوا..الخ۔ کس بلا کا متعجب الخلقت شخص ہوگا۔ حضرات یہ کوئی شخص نہیں بلکہ شخص کے عالم مثالی کا فوٹو گرافی عکس ہے۔ اس کو خوب غور سے ذرہ بین کا شیشہ لگا کر دیکھئے کہ بارہ روپا کا سا رنگ بدلا کرتا ہے اور ہرگز تھکتا ہی نہیں

گاہ عیسی گاہ موسی گاہ فخر انبیاء

گاہ ابن اللہ گاہے خود خدا خواہد شدن

جناب معلٰی القاب مسیح کذاب مہدی پنجاب حکیم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ ما يستحقه اپنی تصنیف سخیف کتاب ازالہ اوہام مطبوعہ بار سوم مطبع سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲۷۵ میں حسب ذیل گلریزی فرماتے ہیں جو بلفظہ وبعینہ واسطے آگاہی خاص و عام ان کی عبارت نقل کی جاتی ہے اس کے بعد اس کی ڈبل جھوٹائی ظاہر ہو جائے۔ وھوہذا:

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی خبر قرآن شریف میں پیش

گوئی موجود ہے قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی مدت ۱۴۰۰ برس تک مدت ٹھیرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت و انا علی ذھاب لقادرون ۔جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ء عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہیں جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے..الخ

میرے پیارے ناظرین! اب میری طرف متوجہ ہو کر مرزا صاحب کی رام کہانی سن لیں۔

مرزا صاحب نے اوپر کی عبارت میں دو دعوے کئے ہیں:

۱: مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن کریم میں پیش گوئی موجود ہے۔

۲: قرآن شریف نے مسیح کے نکلنے کی ۱۴۰۰ برس تک مدت ٹھہرائی ہے۔اور آیہ کریمہ کو تحریف کر کے اپنے دعوی کے استدلال میں پیش کیا ہے آیت موصوف میں علی ذھا بٍ به ہے اس کو عدد مفروضہ صحیح کرنے کی غرض سے تحریف کر کے ذھاب لکھ دیا۔اس کی تشریح بھی آئندہ کی جائے گی اور بہ کے لفظ کو اس آیت سے تحریف کر دیا

پہلے امر کی نسبت مجھ کو صرف اسی قدر کہنا ہے کہ وہ کون سی آیت صراحۃً یا کنایۃً حضرت مسیح ابن مریم کی تشریف آوری پر بطور پیش گوئی موجود ہے جس کو آج تک باوجود تیرہ سو برس گزر جانے کے نہ تو مخبر صادق ﷺ نے اور نہ صحابہ کبار یا اہلبیت اطہار یا سلف صالحین نے اس پیش گوئی کو ظاہر نہ فرمایا۔اور مرزا صاحب بھی بفحوائے المعنی فی بطن الشاعر اپنے پیٹ سے نکالنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں (بقیہ علمی مضمون اسکے متعلق میں نے علمائے کرام کے لئے چھوڑا ہے کیونکہ میرا منصب نہیں ہے) باقی رہا امر دوم کہ حضرت مسیح کے نزول کی مدت قرآن کریم نے ۱۴۰۰ برس ٹھہرائی ہے صاحبو! یہی ہے مرزا صاحب کے جھوٹ کا ڈبل باوا۔بے حیائی کا گرو گھنٹال۔ اسپر طرہ مرزا صاحب نے اور بھی لگایا ہے کہ بہت سے اولیا بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس کی تصدیق کرتے ہیں غالبًا اولیاء سے مراد انہوں نے اپنی نسبت کی ہو تو تعجب نہیں۔ العجب ثم العجب

اولیائے کرام کے ملفوظات اردو فارسی میں بھی کثرت سے تمام دنیا میں شائع ہیں مگر جھوٹ کے ڈبل

باوا کو کسی اولیا کا نام بھی یاد نہ پڑا جو حوالہ دیتا۔ یہ ہے جھوٹ کا ڈبل باوا

اور ۱۴۰۰ برس کا استدلال بحساب جمل ۱۲۷۴ء عدد آیت و انـا عـلـى ذ ھا ب لقا درو ن سے نکالا ہے حالانکہ نہ تو آیت ہی صحیح لکھی ہے اور نہ اعداد صحیح ہیں۔ خدا جانے کس مدرسہ کا حساب ابجدی ہے مرزا صاحب کی بے حیائی سلامت رہے پھر جھوٹ لکھ دینے میں کیا باک ہے۔ عدد صحیح اس کے ۱۲۶۷ ہوتے ہیں۔

صحیح آیت شریف یوں ہے و انـا علی ذھا بٍ به لقا درو ن ۔ جس کے صحیح اعداد بحساب جمل ابجدی معروف ۱۲۷۵ ہیں جس کو مرزا صاحب نے ایک عدد کم کر کے ۱۲۷۴ء لکھا ہے۔ اور اپنے نام (غلام احمد) کے ساتھ قادیانی کے لفظ کا دم چھلا لگا کر مساوی العدد بنانے کی کوشش تو کی مگر استاد جی سے حساب میں (بقول شخصے: دروغ گورا حافظہ نباشد) پھر بھی غلطی قائم رہی کیونکہ ان کے مذکورہ نام کے اعداد (قادیانی کے دم چھلے کے ساتھ) ۱۳۰۰ ہوتے ہیں جو نہ تو تحریفی آیت کے جمع عدد ہیں اور نہ صحیح آیت کے برابر ہیں۔ جیسا کہ اوپر صفائی سے علیحدہ علیحدہ ظاہر کر دیا گیا۔

مرزا صاحب کی جھوٹائی اور بے حیائی کی کچھ بھی حد ہے انہوں نے سب کو اپنا سا کور چشم خیال کر کے جو جی میں آئی، انسٹھ کا چونسٹھ لکھ مارا انہوں نے خیال کر لیا ہوگا کہ کس کو اتنی فرصت کہ میرے لکھے ہوئے اعداد کی جانچ پڑتال کرے گا اور یہ خیال نہ کیا کہ ان کے حریف ان کی جھوٹائی ثابت کرنے کے لئے ان کے ہر قول کی پڑتال کئے بغیر اعتبار نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی جھوٹائی کثرت سے ثابت ہو چکی ہے اس لئے راقم نے اس جملہ متحرفہ آیہ قرآنی کو اور صحیح آیت کو بقاعدہ حساب جمل ابجدی ہر طرح سے میلان اور پڑتال کر کے مرزا صاحب کا ڈبل جھوٹ دکھلا دیا جس کا حوالہ مرزا صاحب نے صفحہ ۲۷۵۔ ازالہ اوہام طبع سوم میں دیا ہے۔ میں بڑے زور شور سے حکیم خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری کو چیلنج دیتا ہوں کہ سات روز کے اندر اس کا جواب دیں یا اپنے مرزا صاحب کی جھوٹائی کا اعتراف کریں ورنہ بعد انقضائے میعاد کوئی عذر ان کا قابل سماعت نہ ہوگا مگر میں ناظرین کو مطمئن کر دیتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب خود بھی اپنے اعجاز مسیحی سے سہ بارہ زندہ ہو کر اس کا جواب لکھنا چاہیں تو ناممکن ہے کہ اس ڈبل باوا کی صورت مثالیہ محو کر سکیں۔ مرزا صاحب کو ہر جگہ ٹھوکر پر ٹھوکر درپیش ہوتی رہی مگر نہ سنبھلے آخر گر ہی پڑے۔ اسی صفحہ میں بعد آیت متحرفہ کے

دوسری سطر میں لکھتے ہیں: بحساب جمل ۱۲۷۴۔کوئی ذرا حضرت جی کے خلیفہ صاحب سے یہ تو پوچھے کہ ۱۲۷۴ میں مرزا صاحب کا وجود بے جود کس لامکان میں روپوش تھا جو اس وقت اس کو آج سے ۶۳۹ برس گزر گئے اس وقت کے چھپے چھپے انیسویں صدی عیسوی میں قادیان میں ظہور فرمایا۔ یہ ہے جھوٹ کا ڈبل باوا۔اور بے حیائی کا گروگھنٹال۔باقی رہا مرزا صاحب کے نام سے پورے طور پر کون کون آیت قرآنی اور دوسرے جملے متحد الاعداد ہوتے ہیں وہ خاتمہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں اور مرزا صاحب کی روح پرفتوح کو اس کا ثواب پہنچاویں کیونکہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۷۵ میں اتحاد اعداد سے مرزا صاحب نے استدلال کیا ہے۔

جھوٹ کے ڈبل باوا کی عکسی تصویر کو تو ناظرین دیکھ چکے اب بے حیائی کے گروگھنٹال کا بھی درشن کر لیویں اس کی شرح میں فقط ایک حکایت لکھنؤ کے مشہور شخص یعنی مرزا لیموں نچوڑ کی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو مرزا صاحب کے حالات سے خوب چسپاں ہوتی ہے۔

ایک مرزا صاحب عمدہ غذاؤں کے حریص تھے جن کا نام ان کی بے حیائی سے آخر مرزا لیموں نچوڑ پڑ گیا وہ ہمیشہ اسی تاک میں رہتے تھے کہ آج کس رئیس کے ہاں کسی معزز شخص کی دعوت ہے۔ پتا لگا کر موقع پر کھڑے رہتے تھے جب مہمان موصوف میزبان کے یہاں پہنچا تو جھٹ مرزا جی بھی ہمزاد کی طرح پیچھے ہو لئے۔اپنی چالاکی اور دیدہ دلیری سے مہمان کو یہ باور کرایا کہ میزبان کا کوئی آدمی ہے اور بے چارہ میزبان سمجھتا رہا کہ مہمان کے ساتھ ہے غرض اسی گومگو میں دونوں مروت سے نہ ٹوک سکے۔اور مرزا جی بے حیائی کی جیب سے لیموں نکال لذیذ کھانوں کو زہر مار کر کے چل دیئے غرض اسی طرح سے دعوتیں کھاتے رہے اور جہاں کچھ تفتیش سے کام لیا گیا وہاں سے ذلیل ہو کر نکالے بھی جاتے رہے مگر بیحیائی سلامت عادت کا چسکا نہ گیا۔اور خدا جانے کیسی کیسی ذلتیں نصیب ہوئیں۔

ایک دفعہ کسی بے ڈھب صاف مزاج دین دار رئیس کے یہاں ایک مولوی صاحب کی دعوت ہوئی مرزا جی حسب عادت معہودہ قریب مکان میزبان کے سلام فرشی کر کے مولوی صاحب سے دخل در معقولات کرتے ہوئے پیچھے ہو لئے۔مولوی صاحب نے اپنے تفرس علمی سے اس کے بطون سے واقف ہو کر پہنچتے ہی میزبان سے کہہ دیا کہ یہ صاحب میرے شامل نہیں ہیں۔میزبان نے بھی ان سے کہہ دیا کہ آپ کی دعوت نہیں

ہے اور بغیر دعوت کے شریک طعام ہونا شرعاً ممنوع ہے مرزا صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ حضرت میں بھی یہ مسئلہ جانتا ہوں یہاں تو مجھ کو مولوی صاحب کی تمنائے زیارت لے آئی ہے۔ یہ کہہ کر کچھ دیر اسی بے شرمی کی امید پر جمے رہے۔ جب دستر خوان بچھا اور ہاتھ دھلوانے کو سلفچی نوکر نے حاضر کی تو میزبان نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کیا اور مولوی صاحب کا ہاتھ دھلا کر نوکر نے مرزا جی کو چھانٹ دیا اور سلفچی رکھ دی۔ مولوی صاحب دستر خوان پر میزبان کے ساتھ آئے۔ مرزا جی کی بے غیرتی سلامت خود ہی اپنے ہاتھ سے ہاتھ دھو کر دستر خوان پر جا دھمکے۔ مہمان تو کچھ بولے نہیں کیونکہ مہمان را بہ فضولی چہ کار۔ مولوی صاحب تو مرزا جی کی بے غیرتی سے شرمندہ ہو گئے لیکن مرزا جی بقول شخصے چیر و چار بگھار و پانچ جوں کے توں نہایت فراخ دلی سے جمے رہے آخر میزبان تھے رئیس۔ یہ بدتمیزی کیونکر گوارا کر سکتے۔ اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ کوئی ہے؟ مرزا کے کان پکڑ کر احاطہ سے باہر کرو۔ آخر ایسا ہی ہوا تو چلتے وقت مرزا لیموں نچوڑ نہایت ادب سے فراشی تسلیم کر کے بڑی متانت سے کہنے لگے کہ اس عاجز کو تو سینکڑوں جگہ اس سے بڑھ کر پاپوش خوری نصیب ہو چکا ہے۔ آپ نے تو پھر رعایت رئیسانہ مرعی رکھی۔ میں اپنی کم بخت عادت سے مجبور ہوں مگر میرے نفس امارہ کی برابر یہی ہدایت ہوتی ہے کہ میاں: ایں ہمہ در عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔ بے حیائی میں تو ذلت ازلی انعام ہے، اس سے کوئی دنیادار گھبراتا ہے۔

مرزا صاحب کا بعینہ یہی حال ہے اپنے خیال کے مطابق اپنا الوسیدھا کرنے کے لئے جاہلوں کو پھانسنے کے لئے جو جی میں آیا قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا جھوٹ حوالہ دے دیا اور دیدہ دانستہ دروغ بافی کا ہتھکنڈا نکالا یہ سمجھ کر کہ ہماری جھوٹی کہانیوں کو کون تصدیق کرتا اور تطبیق دیتا پھرے گا اور بالفرض اگر کسی نے جھوٹ ظاہر کر کے میری بے حیائی کو پبلک میں مشہور بھی کیا تو مجھ کو اس سے کیا ڈرنا۔ میں تو اس میں کمال درجہ کا ڈپلوما پا چکا ہوں لیکن جس جگہ نری جہالت ہی جہالت ہے وہاں اگر بے حیا کی چل گئی تو پو بارہ۔ بقول شخصے: لگا تو تیر، نہیں تو تکا۔

اب اس قصہ کو جا ہو جیسا کچھ ہو زبان حال سے مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ تطبیق دے کر ناظرین فرماویں کہ چسپاں ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ ہے بے حیائی کا گر و گھنٹال: بے حیا باش آنچہ خواہی کن

یہاں تک یہ رسالہ لکھا گیا تھا کہ ہمارے ایک مکرم ومحترم دوست نے عندالملاقات ایک رسالہ مولفہ حکیم خلیل احمد مونگیری بنام، برق آسمانی، مطبوعہ مطبع مونگیر جس کو حکیم صاحب نے اپنے زعم میں فیصلہ آسمانی کے اشتہاروں کے جواب لکھا ہے دکھایا۔ مگر حکیم صاحب کو توفیق نہ ہوئی کہ اس رسالہ کو اپنی طرف سے اور کسی کے پاس نہ سہی میرے پاس تو ضرور بھیج دیتے کیونکہ میں نے بھی ان کی خدمت میں نمک سلیمانی وتنبیہ قادیانی وغیرہ ہدیۃً مکرمی حاجی ابوالمجد محمد عبدالرحمٰن المتخلص بہ شور عظیم آبادی سے ارسال کرادیا ہے جس کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ خیر یہ تو مخلصانہ شکایت تھی جو دوستوں سے اکثر دنیاوی امور میں ہوتی رہتی ہے۔ الغرض میں نے وہ رسالہ دیکھا غالباً مولوی عبدالماجد صاحب کی شکم زاد تصنیف ہے جو حکیم صاحب کی طرف سے متبنی نامزد ہو کر شائع ہوا ہے مگر مولوی صاحب کا انداز بیان اور بھا گلپوری لب ولہجہ کہیں چھپ سکتا ہے تاڑنے والے تاڑ جاتے ہیں اور پہچاننے والے پہچان لیتے ہیں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم
برائے دجل اسلامی بود نام
کشن پنتھی بھگت را مے شناسم

مولوی صاحب کی زبان پر جو الفاظ چڑھے ہوئے ہیں انہیں لفاظیوں اور فضولیات کا ذخیرہ اس میں بھی ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان کا مقولہ سچ ہے

اس رسالہ کا بھی وہی حال ہے کہ ڈھاک کے تین پات۔ مرزا جی کی منکوحہ آسمانی والی پیش گوئی یا احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی پیش گوئی جو صریح جھوٹی ہو چکیں ان کا کچھ جواب باصواب ندارد آئیں بائیں شائیں فضولیات اور بیہودہ مزخرفات سے رسالہ کا منہ کالا کیا ہے خیر اس کا بھی جواب علیحدہ بتفصیل تمام دیا جائے گا اور تا بدر خانہ باید رسانید کا مقولہ سچ ہو جائے گا۔ اس رسالہ میں قطع نظر اور سب فضولیات جاہلانہ کے ایک نئی طباعی اور جدت پسندی اور ذکاوت کا اظہار اپنے زعم باطل میں مصنف نے کیا ہے کہ حضرت مولف فیصلہ آسمانی کے نام کا ایک متحدالعدد جملہ سقیم بڑی تلاش اور فخر ومباہات سے شائد اپنے اظہار قابلیت کے لئے

نکال کر درج رسالہ کیا ہے صد مرحبا اسی کو جواب فیصلہ آسمانی ٹھیرایا ہے جیسا کہ میں نے قبل ازیں مولوی صاحب کے جواب کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ نفس مطالب سے فیصلہ آسمانی کا جواب محالات سے ہے مگر مولوی صاحب زیادہ کام خارجی امور سے لیں گے ویسا ہی ہوا قبل اسکے کہ مولوی صاحب فیصلہ آسمانی کا جواب شائع کریں یہ رسالہ طرق آسمانی حکیم صاحب کی طرف سے مقدمۃ الجیش بنا کر سوانگ نکالا ہے جس سے جواب کی عاجزی ان کی ظاہر ہوتی ہے۔

میں خیر خواہانہ کہتا ہوں کہ ایسی باتیں صاف بتا رہی ہیں کہ اصل باتوں کے جواب سے مولوی صاحب عاجز ہو گئے ورنہ متحد الاعداد جملے کی طرف وہ میلان نہ کرتے مگر اس کو خوب یاد رکھئے کہ مجھ کو اس فن تاریخ میں یدطولی حاصل ہے اور صرف مرزا صاحب کے نام سے پھڑکتے ہوئے متحد الاعداد جملوں کی ایک موٹی کتاب درست کر کے ان کے لئے مفت ہدیہ کر سکتا ہوں جس کو ملاحظہ کر کے مرزائیوں کے حواس درست ہو جائیں گے بطور نمونہ سرسری طور پر پہلے حضرت مولف فیصلہ آسمانی کے نام کے متحد الاعداد الفاظ مدیحی جو واقعی صفات صحیحہ کے مصدق ہیں لکھے جاتے ہیں اور اسکے نیچے اپنے مسیح قادیانی کے متحد الاعداد الفاظ کی سیر کیجئے اور داد طباعی دیجئے کہ یہ کس قدر پھڑکتے ہوئے جملے بے تکلف نکل آئے لیجئے از ما است کہ بر ما است کو خوب یاد رکھ لیجئے

مولانا ابواحمد۔عدد۔۱۸۰۔کوکب اسلام،امام زمان،قدوسی

ابواحمد۔عدد۔۶۲۔حمید۔جہد کل،موج جود

مولانا سید ابواحمد رحمانی۔عدد۔۵۷۳۔مرجع کرم،شب زندہ دار،رکن الارکان

مولف فیصلہ آسمانی۔۵۳۳۔تائید حق،سیادت پناہ،نجم گیتی

یہ تو حضرت مولف فیصلہ آسمانی کے چند الفاظ بمع عدد لکھے گئے ہیں ایک پورا صفحہ اس صنعت میں الفاظ نکالے گئے تھے وہ سب محفوظ رکھے گئے ہیں۔

..اب مرزا صاحب کی خبر لیجئے کہ ان کے نام کے ہم عدد الفاظ مختلف طور سے کیسے بے تکلف نکل آئے

مرزا غلام احمد۔۱۳۷۲۔ جدّ المسیلمۃ الکذا ب

جناب میرزا غلام احمد صاحب ۱۵۳۹۔ لعنة الله علی الکاذبین

بجناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔۱۷۱۷۔ خالیة من نور الرحمن۔خلل بدماغ

دعوائے وحی غلام احمد قادیانی،۱۴۱۵۔ الذی یوسوس فی صدور الناس

مرزا غلام احمد پاپا مسیح۔ ۱۴۹۶، من شرّ الوسواس الخناس

ڈوئی مسیح کاذب قادیان۔۱۰۱۷۔ خالدین فی النار

مرزا صاحب قادیان۔۵۱۵۔مجسم بشیطان

مسیح بقادیان۔۲۸۶۔دیوگمراہ،لومڑی (خود بقول مرزا صاحب)

مرزا صاحب ۔ ۳۴۹۔کافرازلی۔عربدہ ساز،اسیر دام بلا

جناب حکیم خلیفۃ المسیح صاحب کی خدمت میں پہلے معذرت ہے کہ یہ سب طریقہ مناظرہ کا آپ کے مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپوری کا ایجاد کیا ہوا ہے من سنّ سنة حدیث شریف یاد فرما کر راقم کو معذور سمجھیں

جناب خلیفۃ المسیح صاحب۔۱۴۲۶۔ قست قلو بکم ۔ کما ھی عادة النوکی

نورالدین۔۳۵۱۔ھامان الوزیر ۔ ھو رئیس الدجال۔مراقی۔فریبندہ مقہور

خلیفہ جی صاحب پنجاب۔ ۸۹۷۔جیسی تانی ویسی بھرنی

مولوی عبدالماجد صاحب۔۳۴۸۔ابوجہل کافر

عبدالماجد۔۱۵۴۔ ان ابلیس

عب جناب ملک عبدالرحمٰن منصور۔۹۳۸خرلنگ دجال

حکیم خلیل احمد۔۸۰۱۔خناس جاہلاں

بلند جناب حکیم خلیل احمد صاحب مرزائی مونگیری۔ ۱۶۴۸۔ یتخبطھا الشیطان من المسّ

نمونہ کے طور پر فی البدیہہ تو اس قدر حاضر کرتا ہوں اگر پسند ہوں تو بس ہیں، ورنہ ایک اچھی کتاب بہت جلد کہہ سکتا ہوں مگر سوائے عوام کی واہ واہ کے اور اس کا حاصل ہی کیا ہے۔

اسی برق آسمانی میں حکیم صاحب نے ایک جگہ مزخرفانہ تحدی بھی کی ہے اسکے جواب میں صرف اسی

قدر لکھنا ہے کہ اگر ان کو مقابلہ کرنے کی جرأت ہو سکے تو اندر ۱۵ روز کے اپنے خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب اور مولوی عبدالماجد صاحب کو ایک شامل لاکر کسی غیر مذہب فہمیدہ بی اے ایل ایل بی کو حکم مقرر کریں ادھر سے بھی مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولوی سید مرتضی حسن صاحب جانچ پڑتال کے لئے منتخب کئے جائیں گے اور حسب اشتہار سابق فیصلہ آسمانی کا جو جواب لکھا پیش کیجئے ایک ہزار کا توڑہ موجود ہے مگر پہلے بذریعہ اقرار تحریری طرفین سے اس امر کا فیصلہ کر لینا لازم ہوگا کہ جو شخص بتجویز ثالث مغلوب ہو جائے اس پر از روئے معاہدہ کے قانوناً لازم ہوگا کہ اپنے عقاید سے اسی وقت توبہ کر کے تحریری توبہ نامہ بدستخط ثالث موصوف جلسہ عام میں مرتب ہو کر شائع کیا جائے۔ اب زیادہ حجت کی ضرورت نہیں ہے اگر جرأت ہو تو ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ ہو جائے روز روز کی تو تو میں میں سے کیا حاصل۔ اگر اندر میعاد مذکورہ بالا جناب حکیم خلیفۃ المسیح صاحب کی طرف سے ان کی منظوری رجسٹری ڈاک کے ذریعہ سے نہ آئی تو علی العموم بغیر کسی تاویل کے یہی سمجھا جائے گا کہ ان کو تاب مقابلہ ہرگز نہیں۔ بس دیکھئے یہ آخری فیصلہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیجئے احقاق حق اور جھوٹی پیش گوئیوں کی قلعی پورے طور سے کھولی جائے گی مرزا صاحب کی طرح مناظرہ سے بھاگنے کی سی نہیں خدا کے واسطے ایسا ہرگز نہ کیجئے ورنہ قادیانی نبوت برباد ہو جائے گی پس دونوں صاحب تشریف لاویں اور اصالتاً معرکہ میں ڈٹ جائیں کسی اور زید و بکر سے مجھ کو غرض نہیں کیونکہ یہ منصب تو خلیفۃ المسیح کا ہے زیادہ حد ادب

با للہ التوفیق و بہ نستعین و السلام علی من اتبع الھدی

منکوحہ آسمانی در معیار عقائد قادیانی

۱۹۱۲ء میں شائع ہونے والی کتاب معیار عقاید قادیانی میں بابو پیر بخش لاہوری لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی اپنے مسیح موعود ہونے کی ایک دلیل یا نشان آسمانی یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جہاں مجھ کو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی کی امید نہ تھی اب مجھ کو لاکھوں روپیہ سالانہ آتا ہے اور ابھی تالیفات کی آمدنی الگ ہے۔ اگر فریب سے روپیہ جمع کرنا اور لوگوں کو دھوکہ دے کر من جانب اللہ ہونا جائز ہے، تو بے شک آپ مرسل

وغیرہ جو کہیں ہم مان سکتے ہیں؟ اور اگر یہ دیانت وامانت اور اتقاء اور حقوق العباد کے برخلاف ہے تو کون مان سکتا ہے؟ اگر یہی دلیل صداقت ہے تو کوئی ڈاکٹر جھوٹے اشتہار دے کر جو پانچ روپیہ سے پانچ لاکھ روپیہ ہو گئے ہیں، بدرجہ اعلیٰ من جانب اللہ اور نبی ہونے کے مستحق ہیں۔

دوم۔ نعمت مکالمہ الٰہی سوا تزکیہ نفس اور جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی اور یہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی توجہ کسی خاص کام کی طرف لگی ہوئی ہو اور اس کا بوجھ اس کے دل پر ہو تو وہ دوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ جب مرزا قادیانی کا دعویٰ تمام مذاہب کے برخلاف تھا اور ان کے دل پر تمام مخالفین کے اعتراضات کے جواب دینے اور جرح کرنے کا بوجھ تھا اور روزی بھی ایسی مشکوک تھی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تو پھر ان کا دعویٰ کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور مجھ کو ابن اللہ کہتا ہے مرسل کر کے پکارتا ہے اور میرا تخت انبیاء کے اوپر بچھاتا ہے، کہاں تک درست ہے؟

سوم۔ جو معیار خود انہوں نے مقرر کی ہے اسی کی رو سے وہ سچے نہیں مانے جاسکتے۔ کیونکہ وہ (اولیاء اللہ) دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے (براہین احمدیہ ص ۳۰۴)، جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے ذلیل جیفہ خواروں کا کمایا ہوا روپیہ سے دل سیاہ ہوتا ہے پھر اس میں مخاطبہ و مکالمۃ اللہ کا ہونا محال ہے۔ پس مرزا قادیانی لوگوں کا بے تحقیق مال کھا کر کیونکر شرف مکالمہ ذات باری تعالیٰ پاسکتے ہیں؟

ناظرین! شاعرانہ خیال سے علم تعبیر خواب و علم نجوم و رمل سے کوئی شخص اولیاء اللہ نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ نبوت کا مدعی ہو۔ باقی رہی معتقدین کی کہانی سو یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنے پیر پر ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا، بلکہ سب سے اس کو افضل جانتا ہے۔ بت پرست بھی اپنے اپنے بتوں پر ایسا اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ پیر پرست اپنے اپنے پیر پر۔ جیسا کہ ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ آٹے کا ٹھاکر بنا کر اس کی پوجا کیا کرتی تھی ایک روز کتا اس ٹھاکر جی کو لے بھاگا، اس وقت اس عورت نے بڑبڑا کر کہا کہ مہاراج تم تو بڑے ہی رحم دل ہو کہ کتے شریر کو بھی سزا نہیں دیتے۔ بجائے اس کے کہ اس عورت کا اعتقاد ٹوٹ جاتا بلکہ اور زیادہ ہوا۔ یہی حال مرزائیوں کا ہے کہ چاہے نص قرآنی پیش کرو، نہ مانیں گے اور قادیان کی طرف سے سب رطب و یابس بلا دلیل تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم ۔مرزا قادیانی کے ایک خط کو یہاں نقل کرتا ہوں جس سے ان کا انصاف اور تزکیہ نفس اور نفی خواہشات وتوکل علی اللہ کا پتہ لگتا ہے:

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ ۔اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نوردین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کیلئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنیکے کوئی راہ نہیں۔اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کردونگا۔اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کیلئے بہتر ہوگا مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

ایک طرف محمدی کے باپ مرزا احمد بیگ کو خط لکھا تھا:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں ۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہو گا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں ۔خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

(ایک خط مرزا علی شیر کو لکھا جس میں وہی مضمون دھمکی اور لجاجت آمیز فقرے تھے۔فرمایا

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونیوالا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں

ساتھ ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں ۔عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے ۔اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے ۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالی کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی ۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے،اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے ۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض،کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو،وہی میرے خون کے پیاسے،وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں ۔میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔خدا تعالی سے خوف کرو،کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے،ہم راضی ہیں۔اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں،ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل وجان حاضر ہوں ۔اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ورنہ جہاں میں رخصت ہوا،

ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں ۔میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔واللہ اعلم۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء(کلمہ فضل رحمانی۔ص ۱۲۵۔۱۲۷)

(بابو پیر بخش لاہوری لکھتے ہیں): ناظرین! اب صرف معاملہ غور طلب یہ ہے کہ ان خطوں سے جن کا ایک ہی مضمون ہے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

۱۔الہام جھوٹ تھا اگر اپنے الہام پر ایمان تھا تو جیسا کہ وہ خود قسم کھا کر لکھتے ہیں تو پھر ایسے خطوط لکھنے اور الہام کو سچا کرانے کی کوشش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ نکاح جو آسمان پر ہوا تھا، زمین پر ضروری ہوتا۔

۲۔جھوٹی قسم کھانی ثابت ہوئی کیونکہ اگر خدا کی طرف سے آسمان پر نکاح ہوتا تو زمین پر کیوں نہ ہوا؟ یہ قسم صرف لڑکی کے والدین اور ورثا کو یقین دلانے کے واسطے کھائی تا کہ وہ یقین کر جائیں۔

۳۔خدا تعالیٰ کا بھروسہ چھوڑ کر انسان عاجز کی منت خوش آمد کرنا منافی دعوی نبوت ہے۔

۴۔خدا پر بہتان باندھنا کہ اس نے آسمان پر نکاح کیا، حالانکہ یہ غلط نکلا۔

۵۔انصاف کا خون کر کے ایک بے گناہ عورت کو طلاق دلوانا یعنی عزت بی بی کا کیا قصور تھا کہ اس کو طلاق ہوتی؟

۶۔اپنے بیٹے فضل احمد کو انصاف کرنے کے بدلے یعنی اگر وہ بیوی کو طلاق نہ دے تو اس کو عاق کرنا۔

۷۔الہامات کا راز کھلتا ہے کہ اپنے الہامات وہ اسی طرح سچے کرانے کی کوشش کرتے رہے اور جو جو الزام ان پر عبداللہ آتھم اور لیکھرام کے متعلق لگائے گئے تھے وزن رکھتے تھے۔

۸۔زبردستی سے برخلاف مرضی ولی محمدی بیگم کے نکاح کی خواہش کرنا۔

۹۔مرزا قادیانی خدا کے مقبول نہ تھے اور نہ مستجاب الدعوات کیونکہ بقول ان کے اگر خدا ان کی مانتا تو آسمان پر نکاح کر کے بندوں سے اپنے دوست و رسول کی بے عزتی نہ کراتا اور اسکا الہام نہ جھٹلاتا۔

۱۰۔جو جو صفات اپنے فنا فی اللہ اور بقاء باللہ والوں کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ وہ لوگ خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر دنیا و مافیھا سے غافل ہوتے ہیں، غلط ہے ایسے منصوبے تو دنیا داروں کو جو ہمہ تن دنیا کے ہوتے ہیں نہیں سوجھتے۔ جو جو تدابیر مرزا قادیانی نے اس ناطہ کے حاصل کرنے اور اپنے الہام کے سچا کرنے میں کیں۔

خطوط پھر غور سے پڑھو۔

۱۱۔فضیلت توکل کو بالکل ہاتھ سے دے دینا اور اپنے نفس کی خواہش نہ پوری ہونے سے اپنے مولی کی رضا پر راضی نہ ہونا اور معمولی دنیاداروں کی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا جو خلاف قرآن ہے۔

۱۲۔وراثت سے محروم کرنے سے فضل احمد کا رازق ہونا کہ وہ اب بھوکا مرے گا اور اخلاقی کمزوری دکھانا اور نص قرآنی کے برخلاف قطع تعلق قریبی رشتہ داروں سے کرنا۔

ناظرین! اب کوئی شک کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا عمل ان کی تعلیم کے مطابق نہ تھا؟ صرف ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور تھے۔اس پر اگر مسلمان ایسے شخص کو امام وقت مانیں تو کس طرح مانیں؟ تحریر میں تو آسمان پر چلا جائے،خدا کی گود میں جا بیٹھے،احدیت کی چادر میں مخفی ہو جائے،ابن اللہ بن بیٹھے،نبی اور مرسل ہو،مگر عملی ثبوت یہ دے کہ ایک معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی بے انصافی اور کمزوری ظاہر نہ کرے۔اب قادیانی لوگ ہمیں فرمائیں کہ کون سا گن ہے جس پر ان کو پیر اور امام مانا جائے اور خاص کر اس روشنی کے زمانہ میں پیری مریدی کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آگے خودساختہ پیروں کے پیچھے لگ کر اسلام کی تھوڑی گت بنی ہے جو اب پیر پرستی شروع کریں اگر کوئی صداقت ہے تو بتاؤ صرف دعوی بلا دلیل کون مان سکتا ہے؟

آسمانی فیصلہ نمبر۳

(از سید محمد علی مونگیری)

(آسمانی فیصلہ کا تیسرا نمبر ۱۹۱۲ء کے بعد شائع ہوا لیکن چونکہ یہ مولانا مونگیری کے لکھے ہوئے فیصلہ آسمانی حصہ اول،دوم ہی کا تسلسل ہے اس لئے اس میں سے منکوحہ آسمانی والے معاملے سے متعلق عبارات بشکریہ احتساب قادیانیت جلدے یہاں نقل کی جارہی ہیں۔بہاء)

مرزا قادیانی کی بعض غلط پیش گوئیاں

۱۔مرزا احمد بیگ کا داماد سلطان محمد (محمدی بیگم سے نکاح کے روز سے) ڈھائی سال کے اندر مرے گا۔

(شہادۃ القرآن۔مولفہ مرزا قادیانی۔ص۸۰)

مگر وہ نہیں مرا۔پھر اس کے لئے یہ دوسری پیش گوئی کی گئی کہ

۲: نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالی ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کرے گا جیسے احمد بیگ اور آتھم کی پوری کی۔ (انجام آتھم۔ص ۳۱)

اس پیشین گوئی میں سلطان محمد کے مرنے کی میعاد مقرر نہیں کی۔ صرف اس قدر تعیین کی کہ میرے سامنے مرے گا اور اس کو متعدد جگہ لکھا ہے، اور مختلف عنوان سے لوگوں کو اس کا یقین دلایا ہے اور اپنی صداقت کا معیار بتایا ہے۔ مگر بایں ہمہ اس پیشین گوئی کا بھی ظہور نہ ہوا۔ یعنی سلطان محمد، مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے نہ مرا۔ بلکہ مرزا قادیانی ہی اس کے سامنے مر گئے۔ اس لئے پیشین گوئی غلط ہونے کے مرزا قادیانی اپنے اقرار اور اپنے معین کردہ معیار کے بموجب جھوٹے ٹھہرے۔

۳۔۴۔ مرزا احمد بیگ کی لڑکی بیوہ ہوگی اور نکاح ثانی تک زندہ رہے گی۔

اس میں دراصل دو پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک اس لڑکی (محمدی بیگم) کا بیوہ ہونا اور دوسری نکاح ثانی تک اس کا زندہ رہنا۔ یہ دونوں پیشین گوئیاں بھی غلط ہوئیں کیونکہ وہ لڑکی بیوہ نہیں ہوئی بلکہ پہلے ہی خاوند کے نکاح میں ہے۔ (بوقت تحریر کتاب ہذا یعنی فیصلہ آسمانی نمبر۳)

۵۔ پھر یہ عاجز (مرزا قادیانی) بھی ان واقعات کے پورے ہونے تک زندہ رہے گا۔

اس کا غلط ہونا بھی دنیا نے دیکھ لیا۔ یہ پیشین گوئی بھی وعید نہیں ہے، بلکہ مرزا قادیانی کے زندہ رہنے کا وعدہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ وعدہء الٰہی بھی پورا نہ ہوا، اور مرزا قادیانی نے خدا تعالی کے وعدے اور وعید دونوں کو غیر معتبر ٹھہرا دیا۔

۶۔ اور اس عاجز (مرزا قادیانی) کا اس لڑکی سے نکاح ہوگا۔

(نوٹ: نمبر۳ سے ۶ تک تمام حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی ص ۸۰)

۷۔ اور اس سے ایک لڑکا ہوگا جس کی تعریف کی انتہاء نہیں ایک جملہ اس کی مدح میں یہ ہے:

كانّ الله نزل من السماء (قادیانی تذکرہ، ص ۱۳۹) گویا اللہ تعالی آسمان سے اتر آیا۔

یہ دونوں پیشین گوئیاں وہ ہیں جن کی تصدیق مرزا قادیانی نے حدیث رسول ﷺ سے کی ہے (ضمیمہ

انجام آتھم حاشیہ ص ۵۳۔خزائن ج ۱۱ص ۳۳۷) میں لکھا ہے کہ:

اس پیش گوئی کی تصدیق میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: یتز و ج و یو لد له

بایں ہمہ دونوں پیشین گوئیوں کا غلط ہونا تو اظہر من الشّمس ہو گیا اور کسی راست باز پر پوشیدہ نہ رہا۔

اس پیشین گوئی کے متعلق بیس پچیس پیشین گوئیاں اور الہامات ہیں وہ سب کے سب غلط ہو گئے۔

اس کی تفصیل فیصلہ آسمانی حصہ اول میں ہے۔

مولوی ثناء اللہ کی نسبت رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ میں یہ پیشین گوئی کی تھی کہ

۸: وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے نہ آنے پر کس قدر زور ہے۔ یہاں دیکھا جائے کہ مولوی صاحب کے نہ آنے کی پیش گوئی کی گئی۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب خاص اسی غرض سے قادیان میں گئے۔ اس لئے یہ پیشین گوئی بھی غلط ہوئی۔

یہاں اس پر پوری نظر رہے کہ ان کے جانے کے بعد مرزا قادیانی کا گفتگو نہ کرنا اور باتیں بنا کر ٹال دینا اور بات ہے، صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کا اس غرض سے قادیان جانا مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کو جھوٹا ثابت کرتا ہے، کیونکہ مرزا قادیانی بڑے زور سے کہہ رہے ہیں کہ وہ قادیان میں پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے۔ یہ قول ان کا جھوٹا ہو گیا مگر مرزا قادیانی کے معتقد اس بدیہی بات سے بھی انکار کرتے ہیں۔

یہ آٹھ پیشین گوئیاں ہیں جن کا ذکر پہلے دو حصوں (آسمانی فیصلہ کے) میں ہے۔ یہ پیشین گوئیاں اس صفائی سے غلط ثابت ہو گئیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں نے دیکھ لیا، اور سننے والوں کے کانوں نے بتواتر اس طرح سنا کہ کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہا۔ اب دنیا میں کوئی منصف مزاج حق پسند ان کے غلط ہونے سے انکار نہیں کرسکتا اور یوں کوئی زبردستی سے دن کو رات کہنے لگے تو اس کی زبان کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اس وقت اگرچہ غلط پیشین گوئیوں کے آٹھ نمبر دیئے گئے وہ پیشین گوئیاں بھی اس میں داخل کی جائیں جو پہلے حصہ میں بیان ہوئی ہیں، تو جھوٹے الہاموں اور جھوٹی پیشین گوئیوں کا شمار تیس سے زیادہ

ہو جائے گا۔اس میں تین پیشین گوئیاں ایسی ہیں جن کی صداقت ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے اور ان کے متبعین نے بہت زور لگایا ہے اور اس جھوٹ کو سچ بنانے میں عجیب عجیب باتیں نکالی ہیں اور زور لگانے کی وجہ ظاہر کی ہے کہ ان پیشین گوئیوں کو مرزا قادیانی نے اپنا نہایت عظیم الشان معجزہ ٹھہرایا تھا اور اپنے صدق یا کذب کا معیار بتایا تھا۔یعنی پہلی اور دوسری اور چھٹی پیشین گوئی کو۔اس لئے ضرور تھا کہ ان کو سچا کرنے میں جی توڑ کر کوشش کریں۔الحمدللہ چونکہ مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کی بڑی معیار پیشین گوئیوں کے پورے ہونے پر رکھی تھی اور واقعی وہ معیار غلط تھی اس لئے اس رحیم وکریم کا یہ بڑا فضل ہوا کہ جن پیشین گوئیوں کو انہوں نے اپنا نہایت عظیم الشان نشان قرار دیا تھا، وہ غلط ثابت ہوئیں۔

پہلی پیشین گوئی چونکہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں جھوٹی ثابت ہوئی تھی،اس لئے خود مرزا قادیانی نے الزام سے بچنے کے لئے خوب زور تحریر دکھایا جس کا حاصل یہ ہے کہ احمد بیگ کے مر جانے سے اس کے تمام گھر پر بہت کچھ خوف طاری ہوا اور گریہ زاری اور عبادت الٰہی میں لگ گئے۔انہیں میں اس کا داماد بھی تھا۔ چونکہ اس کے لئے خاص پیشین گوئی کی تھی،اس لئے طبعی طور سے وہ نہایت خائف رہا۔اور وعید کی پیشین گوئی گریہ وزاری سے ٹل جاتی ہے۔اس لئے ڈھائی برس کے اندر نہ مرا۔مگر جس طرح کا زور شور مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کے ٹل جانے میں کیا ہے،اسے حق پسند حضرات بناوٹ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ کا داماد (سلطان محمد) اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئی سے اس قدر خائف اور پریشان ہو گیا تھا جیسا کہ مرزا قادیانی لکھا ہے تو اقتضائے طبعی یہ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کا معتقد ہوتا،اور ان کے پاس آکر مرید ہو جاتا۔مگر مرید ہونا تو کیا معنی،اس کے اور اس کے گروہ کی نسبت خود مرزا قادیانی انجام آتھم صفحہ ۲۲۴ میں لکھتے ہیں:

انهم مالوا الی سیر تهم الاولی و قست قلوبهم و عادوا الی التکذیب و الطغوی

یعنی جو لوگ منکوحہ آسمانی کے نکاح کے ہارج ہوتے تھے اور مخالفت کی تھی احمد بیگ کے مرنے سے دن گئے تھے مگر پھر انہوں نے سرکشی شروع کی اور مرزا قادیانی کو جھوٹا کہنے لگے۔

اور نہایت ظاہر ہے کہ اگر وہ مخالف اور سرکش نہ تھا تو مرزا قادیانی اسے آخر عمر تک کیوں کہتے رہے کہ یہ میرے روبرو مرے گا اور یہ ضرور مرے گا۔ مرزا قادیانی نے اس پر بھی قسم کھائی ہے۔ اس کی تفصیل مع حوالہ تنزیہہ ربانی میں دیکھنا چاہیے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فطرتی بات ہے کہ انسان کو اپنی زندگی نہایت پیاری ہوتی ہے اگر وہ پیشینگوئی سے خائف ہو گیا تھا (چنانچہ انجام آتھم ص ۲۲۰۔۲۲۱ میں لکھتے ہیں: و نزدیک بود کہ جان او بعد از شنیدن ایں حادثہ برآید و برجان خود بہ ترسید و نکاح را آفتی از آفات آسمانی انگاشت۔

اگر یہ بات سچی ہوتی تو وہ ضرور ایمان لے آتا یا بیوی کو طلاق دے دیتا۔ اب مرزا قادیانی کے صاحبزادہ نے ایک خط مشتہر کیا ہے اور اس سے لکھوایا ہے کہ میں (یعنی سلطان محمد) مرزا قادیانی کے مخالف کبھی نہیں تھا۔ البتہ ایسے اسباب ہوئے کہ ملاقات نہ کر سکا۔

یہ خط محض جعلی ہے۔ یعنی یا تو اسے کچھ دے کر یا خوش آمد کر کے لکھوالیا ہے کیونکہ یہ مضمون تو مرزا قادیانی کے صریح اقوال کے خلاف ہے)

اور کسی وجہ سے ان پر ایمان لانے سے بھی اسے انکار تھا تو بالضرور اپنی بیوی کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیتا کیونکہ اس کی موت کی پیشین گوئی اس لئے تھی کہ اس کی بیوی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہیں آسکتی تھی۔ مگر یہ بھی اس نے نہیں کیا۔ اس لئے نہائت ضرور ہے کہ وہ ہرگز ایسا خائف نہ تھا جیسا کہ مرزا قادیانی لکھ رہے ہیں۔ تجربہ اس کی کامل شہادت دیتا ہے کہ جس طرح موت کے خوف دلانے یا کسی بزرگ وعزیز کے مرجانے سے بعض نہایت خائف اور غمگین ہو جاتے ہیں، اسی طرح بعض ایسے سخت یا کامل ایمان ہوتے ہیں کہ وہ کسی کی پیشین گوئی یا دھمکی سے ذرا نہیں ڈرتے، اور جسے انہوں نے جیسا سمجھ لیا ہے اس پر قائم رہتے ہیں۔ وہ یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ موت وحیات کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اس سے کم وبیش نہیں ہوتا۔ اب اگر رمل یا نجوم کے ذریعہ سے کوئی کسی کی مدت عمر معلوم کر کے پیشین گوئی کر دے، تو نبی یا مقدس یا پارسا نہیں ہو سکتا۔ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اب کون ہے جو اس سچی اور واقعی بات کو غلط بتائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت ثابت کرے؟

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی تو نص قطعی سے ثابت ہے کہ سچے رسول کی کوئی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی اور مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ صرف گریہ وزاری سے وعید کی پیشین گوئی ٹل جاتی ہے، ایمان لانے کی

ضرورت نہیں ہے، کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ نصوص مذکورہ اور اس حدیث بخاری کے بالکل مخالف ہے جس میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن خلف کے مارے جانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور اس کی وجہ سے وہ نہائت ہی خائف تھا۔ اس کا یہ خوف اور ترس کچھ کام نہ آیا اور پیشین گوئی کے مطابق وہ مارا گیا۔ یہ حدیث بخاری جلد۲ صفحہ ۵۶۳، اور اس سے قبل ساتویں آیت کے بیان میں اس حدیث کا حاصل حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ تنزیہہ ربانی میں بھی اس کا ذکر ہے۔ غرضیکہ اس پیشین گوئی کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی کا پہلا جھوٹ:

مرزا قادیانی نے نہایت بے باکی سے لکھا ہے کہ قرآن مجید اور توریت کی رو سے امر بتواتر ثابت ہے کہ وعید کی میعاد توبہ (توبہ کے یہ معنی نہ خیال کئے جائیں کہ پہلے انکار سے باز آکر ایمان لے آئے کیونکہ جس کی نسبت یہ کہا گیا ہے وہ کسی وقت انکار سے باز نہیں آیا۔ محمد علی) اور خوف سے ٹل سکتی ہے (انجام آتھم۔ ص۲۹)

مگر یہ محض غلط دعوی ہے البتہ اس کے ثبوت میں حضرت یونس کی پیشین گوئی بار بار نقل کی گئی ہے۔

مرزا قادیانی کا دوسرا جھوٹ:

انہوں نے پیشین گوئی کی تھی مگر قوم کی گریہ وزاری سے ان کا عذاب ٹل گیا (انجام آتھم۔ ص۳۰ حاشیہ)

مگر یہ محض دھوکہ یا ناواقفی ہے۔ قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ حضرت یونسؑ نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ قوم چالیس روز تک ہلاک ہوجائے گی۔ جس طرح مرزا قادیانی نے اڑھائی برس کے اندر صاف طور سے اس کے مرجانے کی پیشین گوئی کی تھی اور وہ پوری نہ ہوئی۔ پھر اس کی نظر میں حضرت یونس کی پیش گوئی کو پیش کرنا محض غلط ہے۔

چونکہ یہ پیشین گوئی مرزا قادیانی کے نہایت عظیم الشان نشان کا بڑا جز تھا اس لئے اس کے لئے پھر پیشین گوئی کی، اور اس کے مرنے کی کوئی میعاد مقرر نہیں کی۔ البتہ اس قدر دھمکی دی کہ اگر تم میعاد مقرر کرانا چاہتے ہو تو سلطان محمد سے اشتہار دلواؤ۔ مگر اس قسم کی باتیں ان کے کذب اور بناوٹ کو ظاہر کرتی ہیں۔ اگر کچھ

بھی عقل وانصاف کو دخل دیا جائے تو بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کہنا ان کی معمولی بناوٹ اور مخالفوں کے اعتراض کو اعتراض سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرنا تھا کیونکہ وہ لوگ تو پہلے ہی سے کاذب سمجھتے تھے۔

اس پیشین گوئی کے جھوٹا ہونے سے انہیں اور زیادہ وثوق ہو گیا اوران کی جماعت کو دیکھا کہ وہ اس کذب کی پیروی سے باز نہیں آتے۔مرزا قادیانی کیسی ہی غلط اور بے ہودہ بات بنا کر کہہ دیتے ہیں وہ اسے وحی الٰہی سمجھتے ہیں۔پھر اشتہار دلوانا بے کار صرف کرانا اور جھگڑے میں پڑنا ہے۔اس کے علاوہ خود تو وہ جاہل وہ کیا اشتہار دیتا اور پھر اس قدر دینی جوش کہاں کہ ایک دینی بات کے اظہار میں کچھ صرف کیا جائے یا محبت کر کے اس کو اعلان دیا جائے۔

دوسری پیشین گوئی۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آئندہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر دینے کو پیشین گوئی کہتے ہیں۔اس خبر دینے کے متعدد طریقے ہیں۔مثلاً معمولی طور سے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا مخاطب کو کامل متوجہ کر کے تاکید کے ساتھ کہے کہ یہ بات ضرور ہوگی،اور تاکید اور مخاطب کے یقین دلانے کے بھی اقسام اور درجات ہیں۔مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کے وقوع میں آنے کا اس زور کے ساتھ متعدد طور سے یقین دلایا ہے کہ اس سے زیادہ اعتماد اور وثوق ظاہر کرنا اور دوسرے کو یقین دلانا ہو نہیں سکتا۔پھر ایک دو مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ اور مختلف طور سے۔چند مرتبہ کے الفاظ لکھے جاتے ہیں:

ا۔نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کرے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔(حاشیہ انجام آتھم ص ۳۱)

اس عبارت پر اچھی طرح نظر کی جائے۔اس میں صرف مرنے کی خبر ہی نہیں دی بلکہ کئی طریقوں سے اس کے وقوع میں آنے کا یقین دلایا ہے (اس قول کو پیش نظر رکھ کر میاں محمود کے اس اشتہار کو دیکھا جائے جو انہوں نے ان دنوں طبع کیا ہے اور احمد بیگ کے داماد کا معتقد ہونا ظاہر کیا ہے جب وہ مرزا قادیانی کا معتقد تھا تو پھر مرزا قادیانی خواہ مخواہ اسے کیوں برابر کوستے رہے اور نہایت زور کے ساتھ اس کے مرنے کی پیشین گوئی کرتے رہے)

ایک یہ کہ دو واقعوں کی نظیر دے کر یہ کہا کہ جس طرح یہ واقعات میری زندگی میں ہوئے اسی طرح اس کی موت بھی میری زندگی میں ہوگی۔

دوسرے اس نے نہایت تاکید سے کہا کہ خدا تعالی ضرور ایسا ہی کرے گا۔

تیسرے انتہاء درجہ کا یقین اس طرح دلایا کہ اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں۔اب نہایت ظاہر ہے کہ اگر وہ کسی وجہ سے مرزا قادیانی کی زندگی میں کسی وجہ سے نہ مرا اور مرزا قادیانی ہی اس کے سامنے مر گئے تو کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب جھوٹے نہ ٹھہریں؟ یہاں عذاب کی پیشین گوئی کے لئے ٹلنے اور نہ ٹلنے کو کچھ دخل نہیں ہے یہاں صرف مرزا قادیانی کے پختہ اقرار سے بحث ہے۔ سچے نبی اور مقرب خدا کے ایسے پختہ اقرار جس کے پورا نہ ہونے پر وہ اپنے قول سے جھوٹا ٹھہرے کبھی غلط نہیں ہوسکتے برادران اسلام اس میں غور کریں۔

چوتھے، یہ کہ جس طرح اس کے مرنے پیشین گوئی کرتے ہیں اسی طرح اس کی بھی خبر دیتے ہیں کہ میری زندگی میں اس کا مرنا خدائے تعالی کے علم ازلی میں قرار پا چکا ہے اس کے وقوع میں آنے کے لئے کوئی قید اور شرط نہیں ہوسکتی کیونکہ اپنے سامنے اس کے مرنے کو تقدیر مبرم کہتے ہیں اور تقدیر مبرم اسی کو کہتے ہیں جس کا ہونا یقینی طور سے علم الہی میں قرار پا چکا ہو۔اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا اگر کسی وجہ سے اس کے خلاف ظہور میں آئے تو خدا تعالی کا علم ناقص قرار پائے۔نعوذ باللہ

انبیاء کو تقدیر مبرم کا علم بغیر وحی یا قطعی الہام کے نہیں ہوسکتا۔اب جس بات کو مرزا قادیانی نے تقدیر مبرم کہا تھا اس کا ظہور نہ ہوا، اس لئے ضرور ہے کہ یا تو مرزا قادیانی کو مفتری کہا جائے یا یہ کہا جائے کہ اللہ تعالی (نعوذ باللہ) عالم الغیب نہیں ہے۔

اب ناظرین نے معلوم کیا ہوگا کہ اس پیشین گوئی کے دو حصے ہیں۔ایک یہ کہ احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی خبر دی گئی کہ وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرے گا۔دوسرا حصہ یہ ہے کہ اس خبر کے وقوع میں آنے کا اس طریقے سے یقین دلایا ہے کہ اگر اس کا ظہور نہ ہوا تو مرزا قادیانی اپنے اقرار سے کاذب ٹھہریں اور جب اس کا ظہور نہ ہوا تو وہ کاذب ٹھہرے، اس کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔

۲۔ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یاد رکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔اے احمقو! یہ انسانی افترا نہیں یقیناً سمجھو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔

اس عبارت میں بھی مرزا قادیانی کئی باتیں کہتے ہیں۔اول، اپنے سامنے اس کے مرنے کی خبر دیتے ہیں۔دوم، یہ کہ یقینی طور سے اسے خدا کا سچا وعدہ کہتے ہیں، وعید نہیں کہتے۔سوم، یہ کہ اس خبر کے سچے ہونے کا یقین اس طرح دلاتے ہیں کہ اگر احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرے تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

نہایت ظاہر ہے کہ اگر اس پیشین گوئی کے لئے کوئی شرط ہوتی تو ہر گز یہ نہ کہتے کہ اگر اس کا ظہور نہ ہو تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

چہارم یہ کہ اس پیشین گوئی کا ظہور خدا تعالی کی ان باتوں میں ہے جو نہیں ٹلتیں۔یہ جملہ بھی صفائی سے کہہ رہا ہے کہ اس پیشین گوئی کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔

غرضیکہ اس قول سے بھی ظاہر ہوا کہ اس پیشین گوئی کے دو حصے ہیں۔ایک یہ کہ سلطان محمد کی موت کی خبر دینا، دوسرے اس کا یقین دلانا کہ اگر یہ خبر صحیح نہ ہو تو میں ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔یہ خدا کا سچا وعدہ ہے ٹل نہیں سکتا۔

ان دونوں قولوں کے سوا اور بھی اقوال ہیں جن کو میں نے آسمانی فیصلہ حصہ دوم اور تنزیہہ ربانی میں نقل کیا ہے۔ان میں مرزا قادیانی نے اس کے مر جانے کو اپنی صداقت کا معیار اور نہ مرنے کو اپنے کذب کا معیار بتایا ہے۔اس پر خدا کی قسم کھائی ہے۔الغرض اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ (یہ خوب مدنظر رہے کہ اس پیشین گوئی کے دوسرے حصہ میں یہ پانچ باتیں ہیں جن پر میں نے نمبر دے دیا ہے ان میں غور کرنے سے مرزا قادیانی کی نسبت کامل فیصلہ ہو جاتا ہے۔اس کی تفصیل آئندہ ملاحظہ کیجئے) یعنی اس کی موت کو، ۱۔تقدیر مبرم کہنا۔۲۔اسے اپنی صداقت کا معیار بتانا۔۳۔اس پر قسم کھانا، اور ۴۔پھر اس پر برسوں اصرار کرنا۔۵۔اور اس مدت مدید میں خدا تعالی کی طرف سے کسی وقت اس خیال کی غلطی پر اطلاع نہ ہونا متعدد طریقوں سے شہادت دیتا ہے کہ مرزا قادیانی خدا تعالی کے فرستادہ بلکہ

برگزیدہ خدا بھی نہ تھے۔

اس وقت تک اس پہلو پر کسی نے نظر نہیں کی اور نہ اس کا کوئی جواب دیا۔ سرف پہلے حصہ پر نظر کی گئی ہے یعنی یہ کہ احمد بیگ کا داماد میرے سامنے مرے گا، اس لحاظ سے یہ ایک وعید کی پیشین گوئی ہے۔ البتہ مرزا قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم میں اسے خدا کا سچا وعدہ کہا ہے۔ یہ قول بھی صحیح ہے کیونکہ یہ پیشین گوئی سلطان محمد کے لئے وعید ہے اور مرزا قادیانی کے لئے وعدہ ہے۔ اگر اس پیشین گوئی کا ظہور ہو جاتا تو مرزا قادیانی کی صداقت پر لوگ ٹوٹ پڑتے اور بہت لوگ ماننے لگتے۔ الغرض اس پیشین گوئی میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔ اگر طالبین حق اس پیشین گوئی کے دونوں حصوں پر علیحدہ علیحدہ نظر کر کے اس کے نتیجہ پر غور کریں گے تو بالیقین معلوم کر لیں گے کہ اس کے دونوں حصے مرزا قادیانی کے کذب کو متعدد طریقوں سے ثابت کرتے ہیں اور اس وقت تک جو ان کے متبعین نے یا خود انہوں نے اس پیشین گوئی کی نسبت کہا ہے وہ صرف پہلے حصہ کی نظر سے کہا ہے یعنی یہ ایک وعید کی پیشین گوئی ہے دوسرے حصہ کی طرف سے بالکل خاموشی ہے وہاں چوں و چرا کی مجال ہی نہیں ہے۔ اپنے دل میں سمجھے ہوں گے کہ اس حصہ کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ اب ان طریقوں پر نظر کیجئے پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس حصہ کا جواب دیا گیا ہے وہ بھی بالکل غلط اور چند جھوٹے دعووں اور غلط فہمیوں کا مجموعہ ہے۔

پہلا طریقہ: جن کے قلوب نور اسلام سے منور ہیں وہ قرآن پاک کی ان آیتوں کو ملاحظہ کریں جن کے اوپر نقل ہو چکے ہیں اور جن سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ خدا تعالی کے وعدے اور وعید میں تخلف نہیں ہوسکتا اور خصوصاً جو وعدہ یا وعید خاص مدعی رسالت سے کی جائے۔ جب مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی اور نہایت پختہ وعید خداوندی کا کچھ ظہور نہ ہوا تو آیات قرآنیہ سے روشن ہو گیا کہ مرزا قادیانی اپنے دعوی میں سچے نہ تھے ورنہ ان کی پیشین گوئی ضرور پوری ہوتی۔ یہ کہنا کہ عذاب کی پیشین گوئی کا ٹل جانا اللہ کی سنت مستمرہ محض غلط اور نصوص قطعیہ کے خلاف ہے، بلکہ خود مرزا قادیانی کے متعدد اقوال کے خلاف ہے۔

پہلا قول: احمد بیگ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ:

اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث فوت نہ ہوا مگر یاد رکھو

کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام کار وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔خزائن ج ۱۱ص ۲۹۷)

ذرا آنکھ کھول کر ملاحظہ کیا جائے کہ مرزا احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) کی وعید نسبت کہہ رہے ہیں کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں۔اس کے مرنے کی نسبت جو کئی مرتبہ کہا گیا ہے وہی ہوگا یعنی احمد بیگ کا داماد میرے روبرو مرے گا۔

دوسرا قول:اسی احمد بیگ کے داماد کے مرنے کی نسبت پھر لکھتے ہیں کہ:

یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴)

یہاں بھی خدا کی تمام باتوں کی نسبت لکھتے ہیں کہ نہیں ٹلتیں۔یہ بعینہ ترجمہ لا تبدیل لکلمات اللہ کا ہے اور پھر خاص اس وعید کی پیشین گوئی کو انہیں باتوں میں بتاتے ہیں جو نہیں ٹلتیں۔

اب اگر نصوص قرآنیہ کے خلاف اور خود اپنے متعدد اقوال کے مخالف مضطر ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کسی جگہ یہ لکھیں:

مرزا قادیانی کا تیسرا اور چوتھا جھوٹ:

کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا یہ مذہب ہے کہ خدا اپنے ارادوں کو بدلا نہیں سکتا اور وعید یعنی عذاب کی پیشین گوئی کو ٹال نہیں سکتا مگر ہمارا یہ مذہب ہے کہ وہ ٹال سکتا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہا ہے اور ہمیشہ ٹالتا رہے گا (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۳ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۵۷۱)

پھر مرزا صاحب قادیانی نے اسی کتاب تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳ پر وعید کی پیشین گوئیوں کو ٹال دینا سنت اللہ کہا۔،اس میں مرزا قادیانی کے دو جھوٹ ہوئے:۱۔خدا ٹالتا رہا،۲۔ٹالتا رہے گا،

اور اسے سنت اللہ قرار دینا۔ بناء الفاسد علی الفاسد

مرزا قادیانی کا پانچواں جھوٹ:

یا یہ کہہ دیں کہ وعید کی پیشین گوئی کے ٹل جانے کے بارے میں تمام نبی متفق ہیں

مگر ذی علم مسلمان اسے مان نہیں سکتا کیونکہ یہ دونوں باتیں محض غلط اور اللہ تعالی پر اور اس کے تمام رسولوں پر اتہام ہے اور اس پیشین گوئی کو شرطی کہنا بھی غلط ہے اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اس طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس سے کنبہ کی ہدایت مقصود تھی وہ حاصل ہوگئی۔

مرزا قادیانی کا چھٹا جھوٹ:

اور ان کا سرگروہ بانی فساد ایمان لے آیا۔

کیونکہ نہ کوئی بانی فساد ایمان لایا، نہ انبیاء کی ہدایت کا طریقہ ایسا ہو سکتا ہے جس میں خدا قدوس کے وعدہ یا وعید میں تخلف لازم آئے۔ نبی کے ایک وعدہ یا وعید میں تخلف آنے سے اس کے تمام وعدہ اور وعیدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا اور اس کے کسی قول پر اعتبار نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے تو مانعین نکاح کا ہلاک کرنا مقصود خداوندی بیان کیا ہے اب ان کے پیرو اسے غلط ٹھہرانا چاہتے ہیں۔

مرزا قادیانی انجام آتھم صفحہ ۲۱۶ میں لکھتے ہیں:

یـردّ بنت احمد الیّ بعد اهلاک المانعین وکان اصل المقصود الاهلاک۔

یعنی بعد ہلاک کرنے مانعین نکاح کے احمد بیگ کی لڑکی لوٹ کر میرے پاس آئے گی اور اصل مقصود ان کا ہلاک کرنا ہے،۔

یہاں تو مرزا قادیانی صاف کہہ رہے ہیں کہ مقصود اصلی تو ہلاک کرنا ہے۔ پھر اس کے صریح خلاف بناوٹ سے کیونکر جواب ہو سکتا ہے۔ اب اگر مانعین نکاح کی ہلاکت ظہور میں نہ آئی، تو خدا تعالی کا عاجز ہونا لازم آئے گا کیونکہ جو اس کا اصل مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوا۔

طالبین حق مرزا قادیانی کے ان اقوال کا ملاحظہ کریں اور میاں محمود کے اس خط کو دیکھیں جو انہوں نے اس پیشین گوئی کے جواب میں شائع کیا ہے اور اس کی صداقت کا اندازہ کریں۔ الحمد للہ ہمیں اس کی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے اقوال ہی اسے محض غلط اور بناوٹ کہہ رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کی تحریر میں یہ کمال ہے کہ انہیں کی تحریر سے ان کا ردّ ہو جاتا ہے۔ یہ تو پیشین گوئی کے پہلے حصے کا نتیجہ تھا اب

دوسرے حصہ کے طرق واضحہ کو ملاحظہ کیجئے۔

دوسرا طریقہ:

مرزا قادیانی اس کے مرنے کو تقدیر مبرم کہتے ہیں اور اس پر اس قدر وثوق ہے کہ پہلے اسے زبان اردو میں لکھا پھر انجام آتھم کے صفحہ ۲۲۳ میں عربی و فارسی میں بیان کیا ہے اور بار بار تقدیر مبرم کہا یعنی اس کا وقوع میں آنا علم الٰہی میں قرار پاچکا ہے اس کے لئے نہ کوئی شرط ہوسکتی ہے نہ وہ کسی وجہ سے ٹل سکتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کا ظہور نہ ہو تو خدا تعالی کا جہل لازم لازم آئے۔ یعنی اللہ تعالی کے علم میں تو یہ تھا کہ یہ کام ہوگا مگر نہ ہوا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا علم غلط نکلا۔ وہ علام الغیوب واقعی حالت سے واقف نہ تھا۔ نعوذ باللہ۔

اس پر خوب نظر رہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو ان انبیاء میں بتاتے ہیں جن پر بارش کی طرح وحی نازل ہوتی ہے اور حضرت عیسی سے (جو بڑے شان کے مستقل نبی ہیں) ہر شان میں اپنے آپ کو بڑھ کر کہتے ہیں تو ان کے وحی الہام میں غلطی نہیں ہوسکتی۔ انبیاء اس سے معصوم ہیں۔ مرزا قادیانی جب اس کے مرنے کو تقدیر مبرم کہتے ہیں تو اس کے مدعی ہیں کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنے علم سے اطلاع دی ہے کہ احمد بیگ کے داماد کا میرے روبرو مرنا اللہ تعالی کے علم میں قرار پاچکا ہے، اس کا ظہور میں آنا ضروری ہے (انجام آتھم ص ۳۱ حاشیہ) کے جملے اس مدعا کی صاف شہادت دیتے ہیں۔ جب ظاہر ہوگیا کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے نہ مرا بلکہ مرزا قادیانی اس کے سامنے مرگئے، تو معلوم ہوا کہ اپنے سامنے مرنے کو تقدیر مبرم کہنا محض غلط تھا جس سے اس قدوس پر سخت الزام آتا ہے۔

یہاں مرزا قادیانی اپنے قول سے مفتری ٹھہرتے ہیں اور مفتری علی اللہ نبی یا کوئی مقدس نہیں ہوسکتا۔ اگر یہاں مرزا قادیانی کی سمجھ کی غلطی مان کر انہیں افتراء کے الزام سے بچایا جائے تو پھر نبی کے قول کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی کیونکہ جب اس کا ایسا پختہ قول جس کو اس نے اپنی صداقت کا معیار بتایا اور برسوں اس پر قائم رہا اور خدا کی طرف سے اسے متنبہ نہ کیا گیا، پھر جس الہام سے اس نے اپنے آپ کو مہدی موعود یا رسول سمجھ لیا، اس پر کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اس الہام کے سمجھنے میں اسے غلطی سے معصوم سمجھ لیا جائے۔ کسی نبی

کی ایسی غلط فہمی ثابت نہیں ہوسکتی کہ اس نے الہام کو غلط سمجھ کر برسوں اس کو مشتہر کرتا رہا ہو (جماعت مرزائیہ جب ان پیشین گوئیوں کی صداقت ثابت کرنے سے عاجز ہوگئی تو اب کہنا شروع کیا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں صرف ان کی ہدایت کے لئے تھیں۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ خدا کے رسولوں کی ہدایت اس طرح ہوا کرتی ہے کہ خواہ مخواہ ایسی پیشین گوئیاں کریں جس سے وہ خود جھوٹے ٹھہریں اور خدائے قدوس پر جھوٹ اور تخلف وعدہ کا الزام آئے۔ ذرا خدا سے ڈر کر اور ہوش سنبھال کر بات کہو) اور اپنی صداقت کا معیار اسے قرار دیا ہو اور انجام میں اس کی غلط فہمی ثابت ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہو تو نبی کے کسی کلام پر اعتبار نہیں ہوسکتا۔

تیسرا طریقہ:

انجام آتھم (ص ۳۱) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کرے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

اس کلام میں مرزا قادیانی نہایت صاف طور سے اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار بتاتے ہیں جھوٹے ہونے کا معیار یہ کہتے ہیں کہ داماد احمد بیگ کی پیشین گوئی میری زندگی میں پوری نہ ہو، اور اس سے پہلے میں مر جاؤں۔ اور سچے ہونے کا معیار اسے بتاتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوگی جس طرح احمد بیگ اور آتھم کی پوری ہوئی۔ یعنی جس طرح یہ دونوں مرزا غلام احمد قادیانی کے روبرو مر گئے۔ یہ بھی اسی طرح مر جائے گا۔

یہ دونوں معیاریں مرزا قادیانی نے اپنے قلم سے لکھی تھیں۔ ان دونوں معیاروں کے بموجب وہ کاذب ٹھہرے کیونکہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے نہ مرا، بلکہ مرزا قادیانی ہی اس کے سامنے مر گئے۔ اس لئے جو سچے ہونے کی معیار بیان کی تھی وہ ان میں نہیں پائی گئی اور جو معیار جھوٹے ہونے کی بیان کی تھی وہ پائی گئی۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی اپنے مقرر کردہ معیاروں کے بموجب کاذب ٹھہرے۔

وعید کی پیشین گوئی کا ٹل جانا یا نہ ٹلنا اور بات ہے۔ یہاں ان کا صریح اقرار انہیں کاذب ثابت کر رہا ہے، اور اس اقرار کو ان کی انسانی غلطی بتا کر ان کی صداقت کو قائم رکھنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ اول تو یہ دونوں جملے پہلے جملے کی شرح ہیں۔ یعنی داماد احمد بیگ کی پیشین گوئی کو مرزا قادیانی تقدیر مبرم لکھ چکے ہیں اب اس کی شرح

اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علم الٰہی میں یہ قرار پا چکا ہے کہ جس طرح احمد بیگ اور آتھم میرے روبرو مر گیا، یہ بھی اسی طرح مرے گا۔

یہاں تو بی تو بی کی شرط بھی بے کار ہے کیونکہ جب اس کا مرنا علم الٰہی میں ٹھہر چکا ہے تو کسی شرط وغیرہ سے بدل نہیں سکتا۔ البتہ اگر ان کے تقدیر مبرم کہنے کو غلط کہا جائے اور انہیں مفتری مان لیا جائے تو وہی نتیجہ ہوگا جو دوسری وجہ کا ہوا۔ اس کے علاوہ نہایت صاف بات ہے کہ جسے خدا تعالی اپنا رسول بنا کر بھیجے جس کو خصوصیت کے ساتھ صدیق کا خطاب دے وہ تمام خلق کے روبرو ایسی غلطی کرے جس کی وجہ سے وہ اپنے اقرار کے بموجب کاذب ٹھہرے اسے خدا فوراً مطلع نہ کرے۔ یہ غیر ممکن ہے۔ جب مدعی نبوت نے ایسی بھا ری غلطی کی اور اس پر آگاہ نہ کیا گیا تو بالیقین معلوم ہوا کہ خدا کا رسول یہ ہرگز نہ تھا۔ خلق کی ہدایت کے لئے خدا نے اسے نہیں بھیجا، ورنہ وہ اس غلطی پر ضرور آگاہ کرتا۔ بلکہ اس کی زبان سے یہ الفاظ ہی نہ نکلتے۔ رسول اللہ ﷺ نے یا کسی نے کسی پیشین گوئی کی نسبت ایسا نہیں کہا کہ اس کا ظہور نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ یہ طرز روش انبیاء کرام کی نہیں ہے۔

چوتھا طریقہ:

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ میں اس پیشین گوئی کی نسبت مرزا صاحب قادیانی نے نہایت زور کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ: یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔

عنقریب یہاں بیان ہو گیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو کے لحاظ سے وعید ہے اور دوسرے پہلو سے وعدہ ہے۔ اب مرزا قادیانی اسے خدا کا وعدہ قرار دے کر اس کے ظہور کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ وعدہ اس ذات مقدس ومتین کا ہے جس کی کوئی بات نہیں ٹلتی، خواہ وعدہ ہو یا وعید ہو، مرزا قادیانی کی اس عبارت کا تو مطلب یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، مگر چونکہ ان کے کلام میں تعارض اور اختلاف بہت ہے اس لئے یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ وعید کی پیشین گوئی کا ٹل جانا سنت اللہ ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس اختلاف سے قطع نظر ضمیمہ کی یہ عبارت اگر مرزا قادیانی نے ہوش وحواس میں لکھی ہے، یہ جملہ نہایت صفائی سے

کہہ رہا ہے کہ یہ پیشین گوئی ان میں نہیں ہے جو کسی وجہ سے ٹل جاتی ہیں بلکہ یہ سچا وعدہ خداوندی ہے اور خدا کی ان باتوں میں ہے جو نہیں ٹلتیں۔ اب یہاں خلف فی الوعید کو دخل دینا اور خدا کی نسبت یہ بتانا کہ عذاب کی پیشین گوئی ٹل جاتی ہے کس قدر دھوکا ہے۔

بھائیو! یہاں تو صاف مرزا قادیانی یہ کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی خدا کی ان باتوں میں ہے جو نہیں ٹلتیں۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے یہ ضرور پورا ہوگا۔ جب اس کے کہنے کے بعد بھی وہ وعدہ پورا نہ ہوا تو یقیناً مرزا قادیانی اپنے اقرار سے کاذب ثابت ہوئے اور ہر بد سے بدتر ٹھہرے۔ عذاب کی پیشین گوئی ٹلتی ہو یا نہ ٹلتی ہو، مگر مرزا قادیانی اپنے اقرار سے ہر طرح کاذب ہوئے اس کا جواب کوئی صاحب قیامت تک نہیں دے سکتے

پانچواں طریقہ:

اس انجام آتھم (ص۲۲۳) میں پہلی پیشین گوئی پوری نہ ہونے کی وجہ میں کئی ورق سیاہ کر کے اور خوب زور تحریر دکھا کر کامل وثوق سے عربی اور فارسی دونوں تحریروں میں احمد بیگ کے مرنے کو تقدیر مبرم لکھا ہے اور مکرر اس کا وقت عنقریب بتایا ہے اور پھر اس پر پختہ قسم کھائی ہے اور لکھا ہے:

من ایں را برائے صدق وکذب خود معیار میگردانم ومن نگفتم الا بعد ازاں کہ از رب خود خبر دادہ شدم

اس قول میں صاف طور سے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس کی موت کا تقدیر مبرم ہونا اور اس کے ظہور کا وقت عنقریب ہونا اور اس کی موت کو اپنے صدق وکذب کا معیار بتانا بالہام الٰہی ہے۔ پھر جب یہ امر آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کے سامنے نہ مرا، تو اپنے معیار کے بموجب وہ کاذب ٹھہرے یا نہیں؟ اور ان کی پختہ قسم جھوٹی ہوئی یا نہ ہوئی؟ ضرور جھوٹی ہوئی۔

بھائیو! ذرا تو غور کرو اپنی بات کی پیچ میں اپنی عاقبت کیوں برباد کرتے ہو۔ جب وہ قسم کھا کر اس کے نہ مرنے کو اپنے کاذب ہونے کا معیار بتاتے ہیں اور پھر اسے الہام ربانی کہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کے الہامی قول کے بموجب انہیں کاذب نہ کہا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے پختہ اقرار اور اپنے معین کردہ معیار کے بموجب کاذب ہوئے۔ یہاں یہ عذر کرنا کہ عذاب کی پیشین گوئی ٹل جاتی ہے سخت نافہمی

ہے۔ عذاب کی پیشین گوئی ٹلتی ہو یا نہ ٹلتی ہو، یہاں تو وہ اپنے الہامی اقرار سے کاذب ہیں۔

الحاصل اس پیشین گوئی کے غلط ہو جانے سے بالیقین مرزا غلام احمد قادیانی کاذب ثابت ہوتے ہیں اور کذب بھی ایک طرح سے نہیں بلکہ پانچ طریقوں سے ہے جنہیں بیان کیا گیا۔ان میں سے چار طریقوں کا جواب تو اس وقت تک کوئی نہیں دے سکا، البتہ پہلے طریقے کے جواب میں چند غلط اور بے اصل باتیں کہی ہیں وہ یہ ہیں:

ا۔خدا تعالی نے وعدہ کیا تھا مگر پورا نہیں کیا۔ یہ ضرور نہیں کہ خدا تعالی اپنے تمام وعدے اور وعیدیں پوری کرے۔

اس کے ثبوت میں بعض آیتیں پیش کی تھیں مگر تنزیہہ ربانی اور معیار صداقت میں کافی طور سے دکھا دیا گیا کہ ان آیتوں کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا جو مرزائی سمجھے ہیں۔ وہ مطلب قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کے مخالف ہے اور اس رسالہ میں بھی ان کا جواب دیا گیا ہے بعض کا بیان ہو گیا اور بعض کا عنقریب آئے گا۔

۲۔سنت اللہ یہ ہے کہ عذاب کی پیشین گوئی توبہ واستغفار سے ٹل جاتی ہے۔تمام انبیاء کا اس پر اتفاق ہے۔

اس کا جواب اس قدر کافی ہے کہ یہ مرزا قادیانی کا محض غلط دعوی ہے قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی جو آیتیں اوپر نقل ہو چکی ہیں ان سے کامل طور سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی کے تمام وعدے اور وعیدیں ضرور پوری ہوتی ہیں اور سنت اللہ یہی ہے۔اس کے علاوہ دوسری پیشین گوئی کے بعد سلطان محمد کا توبہ واستغفار ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ مرزا قادیانی کے اقوال اس کی سرکشی ثابت کرتے ہیں (انجام آتھم ص۲۲۴) (میاں محمود نے جوان دنوں سلطان محمد کا خط چھپایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میں پہلے ہی مرزا قادیانی کو بزرگ سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہوں۔ یہ خط مرزا قادیانی کے اقوال کو بالکل غلط بتا رہا ہے۔ذرا انصاف کیجئے کہ مرزا قادیانی ہمیشہ اسے کوستے رہے اور اس کے مرنے کو اپنی صداقت کا معیار بتاتے رہے اور اس کی بیوی کی نسبت کہتے رہے کہ ہمارے پاس آئے گی اور ہماری بیوی ہوگی۔اب انسانی طبیعت پر نظر کر کے کہا جائے کہ جس شخص کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ حال رہا ہو اور برسوں اسی حالت پر گذرے ہوں اس کا خیال مرزا قادیانی سے کیونکر اچھا رہ سکتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت کے بالکل خلاف ہے۔اگر یہ خط مصنوع نہیں ہے تو اسے کچھ دے کر یا نہایت درجہ کی خوش آمد کر کے لکھوایا گیا ہے اس لئے وہ کسی طرح لائق اعتبار نہیں ہے۔اس کے علاوہ ہم تو مرزا قادیانی کے صریح اقوال سے انہیں

کاذب ثابت کر رہے ہیں یہ اقراری ڈگری مصنوعی خط سے منسوخ نہیں ہوسکتی)

ظاہر ہے کہ جب اس کے متعلق پہلی پیشین گوئی مرزا قادیانی کی غلط ہوگئی اور وہ اڑھائی سال کے اندر نہ مرا تو اسے جرأت زیادہ ہوگئی ہوگی اور مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کا اسے یقین ہو گیا ہوگا اور یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ میرے خسر یعنی احمد بیگ کی موت اتفاقیہ ہوئی۔

۳۔ یہ پیشین گوئی شرطی تھی جب شرط پوری کر دی گئی تو وعید منسوخ ہوگئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسری پیشین گوئی کے لئے کسی وقت کوئی شرط بیان نہیں کی گئی۔ جس کے لئے شرط کہا جاتا ہے وہ پہلی پیشین گوئی ہے۔ یہ دوسری پیشین گوئی تو وہ ہے جس کے وقوع میں آنے کو تقدیر مبرم کہا جاتا ہے، اور اس کے ظہور کو اپنی صداقت کا معیار بتایا ہے۔ اور اس پر قسم کھائی ہے۔ یہ کہنا بدیہی دلیل ہے کہ اس کے لئے کوئی شرط نہ تھی اور نہ اس کے لئے کوئی شرط ہوسکتی ہے۔ اس کا ظہور ہونا ہر طرح ضرور تھا اور جس پیشین گوئی کے لئے جملہ توبی توبی شرط کہا گیا ہے اس کی حقیقت بھی عنقریب ظاہر ہو جائے گی اور بخوبی اس کی غلطی اظہر من الشّمس کر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اس جماعت میں جو بعض لکھے پڑھے ہیں وہ اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ منسوخ کیا چیز ہوگئی۔ وعدہ اور وعید تو آئندہ کی خبر ہے، اور خبر کے منسوخ ہونے کا تو دنیا میں کوئی صاحب عقل قائل نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ اگر کسی وعدہ کے کرنے والے نے کوئی وعدہ کیا اور پورا نہ کیا تو وہ وعدہ کرنے والا وعدہ خلاف کہلائے گا۔ وعدے کے منسوخ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ جو لوگ قرآن مجید میں نسخ کے قائل ہیں وہ صرف بعض احکام کو منسوخ کہتے ہیں جو وقتی ضرورت کے لئے کسی وقت دیئے گئے، اور جب وہ ضرورت نہ رہی تو وہ حکم بھی اٹھا دیا گیا۔ قرآن مجید کی خبروں میں کوئی مسلمان نسخ کا قائل نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ خلاف ہونا جھوٹ بولنا سب کے نزدیک محال ہے۔ خواہ وہ امکان کذب کے قائل ہوں یا امتناع کذب کے۔ مسلمان اہل دل یہ سن کر کانپ جائے گا کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا وعدہ خلافی کرتا ہے (نعوذ باللہ)

غرض کہ پیشین گوئی کے ٹل جانے یا منسوخ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے بجز اس کے کہ جو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی وہ غلط تھی۔ ایسی جرأت اور بے باکی قادیانیوں کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتی۔

۴۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان چکے ہیں کہ اس کے جواب میں ہم کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کر سکتے جو اہل علم کے نزدیک حجت ہو سکے۔اس لئے عوام پر اثر ڈالنے کے لئے بعض اولیاء کرام کے زیر دامن پناہ لینا چاہا ہے مگر جب اللہ و رسول نے پناہ نہیں دی اور قرآن مجید کے نصوص صریحہ سے ان کے اقوال غلط ثابت ہو گئے اولیاء کرام کے یہاں ان کو پناہ نہیں مل سکتی۔اس کی تفصیل تو اس دلیل کے آخر میں آ گے (انشاءاللہ) مگر یہاں اس قدر کہتا ہوں کہ کامل اولیاء کرام کا کلام قرآن مجید کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔مگر چونکہ تصوف کی کتابوں میں اکثر جگہ عارف کی حالت کا بیان ہوتا ہے اس لئے جو صاحب حال نہیں ہیں وہ اسے سمجھ نہیں سکتے اور بغیر ان کے کلام کو کسی دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا جہل مرکب ہے۔اگر دعوی ہے تو کوئی آیت قرآنی پیش کرو۔اس کے علاوہ خلیفہ صاحب یہ تو فرمائیں کہ جملہ یوعد و لا یوفی اگرچہ غلط ہے مگر بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو اس پیشین گوئی کے جواب میں اسے پیش کرنا عوام کو محض دھوکا دینا ہے۔اگر کچھ عقل ہے تو خیال کرنا چاہیے کہ مرزا قادیانی نے صرف وعدہ الہی نہیں بیان کیا کہ آپ کہہ سکیں کہ اس نے وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا اور یوعد و لا یوفی ہوگیا، بھائیو! مرزا قادیانی تو بڑے اصرار اور نہایت پختگی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس وعدہ الہی کا پورا ہونا تقدیر مبرم ہے۔یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اگر وعدہ پورا نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوں۔دوسرے مقام پر خدا کی قسم کھا کر اس وعدہ کا پورا ہونا بتاتے ہیں اور اسے اپنی صداقت کا معیار کہتے ہیں اور اس کے پورا نہ ہونے کو اپنے کذب کا معیار بتاتے ہیں۔اس لئے ضرور ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مقرر کردہ معیار کے بموجب کاذب ہیں یہاں جملہ یوعد و لا یوفی سے ان کی صداقت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔

الحاصل دوسری پیش گوئی بھی ایسی غلط ثابت ہوئی جس طرح پہلی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی تھی۔بلکہ دوسری پیش گوئی کے غلط ہونے سے مرزا قادیانی کا کذب نہایت ہی روشن ہو گیا کیونکہ وہ اپنے متعدد اقراروں سے کاذب ثابت ہوئے۔

یہاں مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ قادیانی جماعت یہ تو بتائے کہ وہ نکاح بھی منسوخ ہو گیا جس کے ظہور کا برسوں اس قدر زور شور سے دعوی ہوتا رہا اور اس مفروضہ بیوی کے شوہر کی موت کی وعید بھی ٹل گئی مگر یہ تو فرمایئے کہ مسلمان عیسائی آریہ سب کے مقابل میں جو مرزا قادیانی نے نہایت ہی عظیم الشان نشان اپنی

صداقت کے ثبوت میں پیش کرنا چاہا تھااور مدتوں انتظار میں رکھا، وہ کیا ہوا۔کیا اس میں بھی آپ کوکوئی عذر ہو سکتا ہے کہ جسے نہایت ہی عظیم الشان کہہ کرمخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرر کھا تھا وہ محض ان کی خیالی آرزو تھی جو پوری نہ ہوئی۔اگر اتفاقیہ طور سے پوری ہو جاتی تو پھر عظیم الشان نشان تھا۔اللہ اکبر غضب تو یہ ہے کہ آپ سے اعلانیہ طور سے اس پیشین گوئی کا ظہور نہ ہوا، مگر پھر کہا جا تا ہے کہ پیشین گوئی کی صداقت ثابت ہوگئی۔اس اعلانیہ کذب یا نہایت درجہ کی بے وقوفی کا کیا ٹھکانہ ہے ایسے حضرات کے سمجھانے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے جن کی عقل وفہم بالکل الٹ گئی ہواور باطل پرستی نے ان کے دل کو بالکل تاریک کر دیا ہو۔

بھائیو! مرزا قادیانی کے کذب کے ثبوت میں میں نے یہ پیشین گوئی اسی غرض سے پیش کی ہے کہ متعدد وجوہ سے ان کا کاذب ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے۔شاید حق بات کسی طور سے آپ کے ذہن میں آجائے۔یہ خیر خواہ برادران اسلام کو ہلاکت ابدی سے بچانے کے لئے ایک فریب خوردہ کی تمام جھوٹی باتوں کو چھوڑ کر صرف ایک بات کو پیش کرتا ہے اور مثل آفتاب روشن کر کے دکھا تا ہے کہ اس سے اس فریب خوردہ کا کذب عیاں ہو رہا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کے کذب کی تاریکی نظر آ رہی ہے اسے دیکھو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور پرہیز کرو۔

اب چھٹی پیشین گوئی کے متعلق یہ دکھانا منظور ہے کہ وہ بھی ہر طرح غلط ثابت ہوئی اور جو جوابات اس کے دیئے گئے ہیں وہ خود مرزا قادیانی کے اقوال سے غلط ثابت ہوتے ہیں بعض اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:

منکوحہ آسمانی کے متعلق مرزا قادیانی کے بعض الہامات واقوال

الف: ان دنوں جو زیادہ تصریح کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (احمد بیگ) کی دختر کلاں کو جس کی درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔(قادیانی اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

معزز ناظرین! ذرا اس قول پر دوبارہ نظر کر کے فرمائیں کہ اس قول میں جس بات کو مرزا قادیانی

تقدیر خداوندی بتاتے ہیں، اس کے ہونے یا نہ ہونے کے لئے کوئی شرط ہوسکتی ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ ہر مانع دور ہونے کے بعد انجام کار وہ لڑکی خاص مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی تو کوئی وجہ ایسی ہوسکتی ہے کہ یہ تقدیر ٹل جائے اور اس کا ظہور نہ ہو۔ آپ سوچ کر ذہن نشین رکھئے۔

ب۔ خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں، مدد گار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو تال سکے (ایضاً)

(اس پر نظر کیجئے کہ یہ عبارت خلیفہ قادیان کے جواب کو بھی غلط بتا رہی ہے کیونکہ جو لوگ روک رہے تھے وہ خاص محمدی کے نکاح سے روک رہے تھے اور پھر اسی کتاب کی نسبت یہ کہا گیا کہ انجام کار تمہاری طرف واپس لاؤنگا۔ محمدی کی اولاد کا تو اس وقت وجود بھی نہ تھا بلکہ اس کا کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر روکنے کے کیا معنی اور واپس لانے کے کیا معنی۔

واپس لانے کے جو معنی مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کئے ہیں وہ اس وقت صحیح ہو سکتے ہیں کہ محمدی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے۔ الغرض ایسی صراحت کے بعد کوئی صاحب یہ نہیں کہہ سکتا کہ نکاح میں آنے سے مراد یہ ہے کہ محمدی کی اولاد میں سے قیامت تک کوئی نہ کوئی لڑکی مرزا قادیانی کے خاندان میں بیاہی جائے گی اور یہ ایسے غلط معنی ہیں کہ کوئی ذی عقل حالت ہوش وحواس میں اس کی غلطی سے انکار نہیں کرسکتا۔)

اس قول پر بھی مکرر نظر کر کے کہیے کہ جب خدا تعالی کا یہ وعدہ ہے کہ انجام کار میں وہ لڑکی مرزا قادیانی کے پاس آئے گی، اور خدا تعالی کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ ٹل نہیں سکتا، تو پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس کے ظہور کے لئے ایسی شرط ہو کہ خدا کا یہ وعدہ پورا نہ ہو، اور یہ ارشاد خداوندی کہ انجام کار وہ لڑکی مرزا قادیانی کی طرف واپس آئے گی، جھوٹا ثابت ہو، اور وہ لڑکی مرزا قادیانی کے پاس نہ آئی کوئی ایمان دار اس کا اقرار نہیں کرسکتا۔

ج۔ خدا تعالی کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے (اس جملہ پر کامل نظر کی جائے اور اس قول کو دیکھا جائے جو کہا جاتا ہے کہ پیش گوئی شرطی تھی۔ شرط کے پورا نہ ہونے سے نکاح کا ظہور نہ ہوا۔ یہ دونوں قول بالکل متعارض ہیں جو بات خدا کی طرف سے قرار پا چکی ہو اس کا ظہور نہ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے) کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا تعالی بیوہ کر کے اس کو میری طرف لائے۔ (قادیانی اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء۔ مجموعہ اشتہارات۔ ج ۱ ص ۲۱۹)

ناظرین! اس قول میں بھی تامل فرمائیں کہ جب اس قول کے بموجب خدا تعالی طرف سے یہ قرار پا

چکا ہے کہ وہ لڑکی ہر طرح سے مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی تو اس کے لئے ایسی شرط کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس کے پورا ہو جانے سے نکاح کا ظہور نہ ہوا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ وعدہ صحیح نہیں ہے تو محمدی کا نکاح میں آنا ضرور ہے اور اگر بالفرض ایسا نہ ہو تو یہ خدا کا متغیر ہونا اور کاذب اور وعدہ خلاف ہونا ثابت نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ کوئی ذی فہم اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

د: خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ

ا: احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور بہت لوگ عداوت کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔

۲۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔

۳۔ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔

۴۔ اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا۔

۵۔ اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔

۶۔ کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۹۶)

مرزا قادیانی کا یہ الہامی قول ہے جس میں چھ جملے ہیں۔ ان میں خدا کا نہایت پختہ وعدہ اس طرح ہے کہ انجام کار وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی اور پھر اس کی کامل تاکید اور پختگی کے لئے کہا کہ آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ یہاں لفظ انجام کار اور آخر کار خوب ملحوظ رہے، اور آخر کے دو جملے کہ اس کام کو ضرور پورا کرے گا، کوئی نہیں جو اسے روک سکے، کیسی یقینی شہادت دے رہے ہیں کہ اس لڑکی کے نکاح میں آنے کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں ہوسکتی جس کی وجہ سے نکاح کا ظہور رک جائے۔

اب اگر کسی وجہ سے اسکے نکاح کا ظہور نہ ہو تو قطعی طور سے کہا جائے گا کہ مرزا قادیانی کا یہ الہام اور سابق کے الہامات واقوال سب غلط ہیں اور بغیر اس کے غلط مانے ہوئے یہ کہنا کہ ظہور نکاح کے لئے شرط تھی اور اس شرط کے پائے جانے سے نکاح فسخ ہوگیا، کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا اگر مذکورہ الہامات صحیح ہیں تو ظہور نکاح کے لئے کوئی شرط نہیں ہوسکتی۔ بھائیو! یہ تو ایسی کھلی باتیں ہیں جن کا انکار کوئی صاحب عقل نہیں کرسکتا۔

حاصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات مذکورہ تو اس شرط کو غلط بتاتے ہیں اور چونکہ اس شرط کو بھی الہامی کہا جاتا ہے اس لئے یہ شرط مرزا قادیانی کے خیال کے بموجب ان تمام اقوال والہامات کو غلط بتاتی ہے۔ اس لئے بموجب قائدہ مشہورہ اذا تعارضا تساقطا کے دونوں الہامات غلط ثابت ہوئے اور جب ایسے پختہ اور بار بار کے الہامات یقیناً غلط ثابت ہو چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کے اور الہامات پر اعتبار کیا جائے۔ افسوس ہے کہ ایسی روشن باتوں پر بھی حضرات مرزائی نظر نہیں کرتے اب ایک اور عربی الہام اس باب میں ملاحظہ کیا جائے اور اس میں تاکیدی الفاظ دیکھئے کہ خدا تعالی اس عورت کو واپس لائے گا۔ مکرر کہتا ہے اور اس وعدے کے سچے ہونے میں شک کرنے کو منع فرماتا ہے اور اس کے نکاح میں آنے کی نسبت کس کس طرح سے تاکیدی وعدہ فرماتا ہے۔ وہ الہام یہ ہے:

١۔ کذبوا بآیاتی وکانوا بھا یستھزؤن فسیکفیکھم اللہ ٢۔ و یردھا الیك امر من لدنا انا کنا فاعلین۔ ٣۔ زوجناکھا ٤۔ الحق من ربك و لا تکونن من الممترین ٥۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ ٦ ان ربك فعال لما یرید۔ ٧ انا رادوھا الیك۔ توجھت لفصل الخطاب انا رادوھا الیك۔۔ ٨۔ و قالوا متی ھذا الوعد۔ قل ان وعد اللہ حق۔ (انجام آتھم ص ٦٠۔٦١)

انہوں نے میری نشانیوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا۔

ا۔ اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ اسکے بعد قول خداوندی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

٢۔ یہ امر (یعنی اس عورت کا واپس لانا) ہماری طرف سے ہے اور بلا شبہ ہم ہی اس کے کرنے والے ہیں۔ ٣۔ واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا (یہ نکاح کر دینا)

٤۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک رنے والوں سے مت ہو۔ کس زور کی تاکید سے اس نکاح کا ظاہر ہونا اور وعدہ خداوندی کا ہونا بیان ہوا ہے۔ اور پھر نص قرآنی سے اس کی تائید کی گئی ہے کہ ٥۔ خدا کے کلمے (باتیں) بدلا نہیں کرتیں، تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

۶۔ بے شک ہم اس کو واپس لانے والے ہیں (لفظ انّ سے تاکید کر کے واپس لانے کو دوبارہ بیان کیا) آج میں فیصلہ کی طرف متوجہ ہو۔ ۷۔ بلاشبہ ہم اسکو تیری طرف واپس لائیں گے۔

(اس پیش گوئی میں تین جگہ تاکید کے ساتھ کہا گیا کہ ہم تیرے پاس اسے واپس لائیں گے۔ اس کے صریح جھوٹا ہوجانے پر نظر نہیں ہے مگر اس سے مرزا قادیانی کا یہ نشان بیان کیا جاتا ہے کہ دوسرے سے نکاح ہوجانے کی خبر مرزا قادیانی دے رہے ہیں، کس قدر تعصب نے پردہ ڈالا ہے کہ جو جملہ نہایت صفائی سے جھوٹا ثابت ہورہا ہے اس پر نظر نہیں ہے مگر نشان ثابت کرنے کے لئے وہی غلط جملہ پیش ہورہا ہے۔ دیکھو تشحیذ الاذہان بابت مئی ۱۹۱۳ء اور نشان ثابت کرنے میں کیسا فریب دیا جاتا ہے کیونکہ یہ الہام اس کے نکاح کے بعد کا ہے پہلا الہام وہ ہے جو ہم تیسرے اور چوتھے نمبر میں نقل کر چکے ہیں جس میں صاف طور سے مذکور ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ باکرہ ہونے کی حالت میں یا خدا اس کو بیوہ کر کے میری طرف لائے غرضیکہ پہلے عام طور سے اس کے نکاح میں آنے کو بیان کیا ہے اور جب اس کا نکاح ہوگیا تو اس کے واپس آنے پر زور دیا گیا ہے مگر اب ناواقفوں کے سامنے سچی بات پر پردہ دال کر اسے نشان بتایا جاتا ہے۔ افسوس) یہاں تیسری مرتبہ اس عورت کے واپس لانے کو بیان کیا۔

۸۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وعدہ کب ہوگا کہہ خدا کا وعدہ سچا ہے، یعنی اس وعدہ خداوندی کا وقت نہیں بیان کیا جاتا مگر یہ سمجھ لو کہ اس عورت کا ہمارے پاس آنا خدا کا وعدہ سچا ہوا کرتا ہے، اس میں تخلف نہیں ہوسکتا۔،

طالبین حق! اس پر غور کریں کہ یہاں پانچ مقام سے مرزا قادیانی کے پانچ الہام نقل کئے گئے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا یقینی ہے کیونکہ مرزا قادیانی کے مکرر اور بار بار کے الہام سے اس کا ثبوت ہے اور وہ اپنے الہام کا قطعی اور یقینی ہونا نہایت زور سے بیان کرتے ہیں چنانچہ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱۔ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۲۲۰ میں) لکھتے ہیں:

میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔

یہ وہ الہام ہے کہ جس کی نسبت مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ اس پر ہم اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ پر جب اس کے یقین اور صراحت کی یہ حالت ہے تو اس میں کسی طرح کی غلطی کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہنے کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ اس سے غرض محمدی کا نکاح میں آنا یا اس کے شوہر کا مرنا مقصود نہ تھا بلکہ صرف ہدایت تھی وہ ہوگئی کیونکہ مکرر بار بار نہایت صراحت وتاکید سے الہام میں اس کا بیان ہے کہ محمدی نکاح میں آئے گی اور ضرور آئے گی۔اب اگر ایسی صراحت اور تاکید کے بعد اگر اسلام سے مقصود کچھ اور کہا جائے تو لا الہ الا اللہ کا مقصود بھی توحید کے سوا کوئی دوسرا بیان کر سکے گا اور تمام دین کو درہم برہم کر دے گا اور قادیانی جماعت لا جواب ہو جائے گی۔

اب ذرا اس پانچویں الہام میں غور کیجئے اس الہام کے آٹھ جملوں پر میں نے ہندسہ دیا ہے اس میں غور کیا جائے کہ کس قدر تاکیدات اور صراحت سے اس دختر کے نکاح میں آنے کا وعدہ بلاقید وشروط کیا گیا ہے ایسے صاف وعدے کے بعد کون انسان حالت ہوش وحواس میں یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ لڑکی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آئی تب بھی پیش گوئی سچی ہوگئی اور یہ وعدہ خداوندی جو ابھی ذکر کیا گیا ہے پورا ہوگیا۔

بھائیو! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر الہامات سچے ہوتے تو اس دختر کا ہر طرح مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ضرور تھا کوئی شرط اسے روک نہیں سکتی تھی اور جب نکاح میں نہ آئی تو یقیناً ظاہر ہوگیا کہ وہ سب الہامات غلط تھے وہ الہام خداوندی نہ تھے۔اسی طرح وہ بھی خیالی الہام تھا جسے مجبوری کی حالت میں شرط قرار دیا ہے۔

اب یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ مرزا قادیانی شیطانی الہامات کو رحمانی سمجھے یا الہام کے معنی سمجھنے میں غلطی کی مگر ہر طرح مرزا قادیانی کا قول لائق اعتبار نہ رہا کیونکہ جب ایسے بار بار کے یقینی الہامات غلط ہوگئے یا مدت دراز تک اس کے معنی نہ سمجھے تو اس کے مسیح موعود ہونے کے الہام پر کیونکر اعتبار ہوسکتا ہے۔کیا وجہ ہے کہ اسے غلط نہ مانا جائے یا اس کے غلط معنی سمجھنے میں قوی احتمال نہ ہو؟ اگر مرزا قادیانی کو اس غلطی سے معصوم بتا کر خدا پر خلاف وعدگی کا الزام دیں تو انہیں ضرور ماننا ہوگا کہ خدا تعالی کے تمام وعدے اور وعیدیں غیر معتبر ہیں (نعوذ باللہ) کیونکہ ایسے پختہ وعدے جس کی نسبت کہا گیا

ا: کہ آخر کار ایسا ہی ہوگا۔۲۔ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔۳۔اور

اس کام کوضرور پورا کرے گا۔۴۔کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

جب ایسی شدید پختگی کے بعد بھی وعدہ الٰہی پورا نہ ہو،تو جن وعدوں میں ایسی پختگی نہ ہو ان پر کیا اعتبار رہو سکتا ہے۔غرض کہ تمام وعدہ الٰہی غیر معتبر ٹھہرے اور ساری شریعت درہم برہم ہوگئی لطف یہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں:

کہ ایک وعدہ کے خلاف ہو جانے سے تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا۔(توضیح مرام ص ۸)

یہ اقوال اس وقت کے ہیں کہ مرزا قادیانی کو اس کے نکاح میں آنے کی امید تھی اور جب یاس کا مرتبہ پہنچا اور لوگوں کا اعتراض شروع ہوا تو کئی طور سے بات بنائی ہے اور اس کذب پر پردہ ڈالنا چاہا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

اول: اپنی کتاب تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ۱۳۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے ،مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اوہ وہ یہ کہ ایتھا المر أة تو بی تو بی فا ن البلاء علی عقبك پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔،

اب اگر دنیا میں عقل وانصاف ہے تو اہل انصاف مرزا قادیانی کے مذکورہ اقوال پر مکرر نظر کر کے اس جواب کو ملاحظہ کریں اور فرمائیں کہ یہ جواب کس طرح صحیح ہوسکتا ہے ن۔کوئی صاحب عقل منصف مزاج اس جواب کو صحیح نہیں کہہ سکتا۔اس کی غلطی آفتاب کی طرح روشن ہے جو حضرات حقانیت کے طالب ہوں ان کو اس جواب کے غلط ہونے کے وجوہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی دوسری اور تیسری وجہ:

ا۔اس وعدہ کے ظہور کے لئے کوئی شرط تھی اور اس شرط کو وہ لوگ پورا کرنے والے تھے اور ان کے

ایمان میں اللہ تعالی عالم الغیب ہے تو اسے ضرور علم ہوگا کہ یہ لوگ شرائط کو پورا کریں گے۔اس علم کے ساتھ خدا کی طرف سے یہ تقدیر کیوں کر ہوسکتی ہے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی مگر مرزا قادیانی پہلے اور تیسرے قول میں نہایت صفائی سے اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ تقدیر الٰہی اسی طرح ہو چکی ہے۔غرضیکہ اس دعوی کو تقدیر الٰہی کہہ کر اس کے ظہور کے لئے کسی شرط کو پیش کرنا کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا بجز اس کے کہ وہ قدوس جامع صفات کمالیہ مرزائیوں کے نزدیک عالم الغیب نہ ہو یا یوں ہی جھوٹ کہہ دیا ہو (استغفر اللہ) مگر ان حضرات سے عجب نہیں کہ جس طرح اس قدوس کو وعدہ خلاف مان چکے ہیں اسے بھی مان لیں اور خدا کی خدائی اور رسولوں کی رسالت کو غیر معتبر ٹھہرائیں۔

۲۔ان کے الہام کے ان جملوں کو ملاحظہ کیا جائے۔(الف)۔احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔(ب)۔ اور آخر کار ایسا ہوگا۔(ج)۔خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔(د)۔اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔

اب جو خدا تعالی کی نسبت قادر مطلق کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ فرمائیں کہ جس کام کی نسبت اللہ تعالی اس زور سے فرمائیں کہ اجام کار ایسا ہی ہوگا اور ضرور ہوگا پھر اس کی طرف سے ایسی شرط ہوسکتی ہے کہ اس کے ظہور کو روک دے اور کسی وجہ سے وہ کام نہ ہو؟ اور اگر ایسا ہو تو وہ قادر توانا اور عالم الغیب والشہادۃ، عاج یا نادان نہ ٹھہرے گا؟ ضرور ٹھہرے گا۔پھر جس جواب سے خدا تعالی پر ایسا سخت الزام آئے وہ جواب کسی مسلمان کے نزدیک صحیح ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۳۔اسی طرح پانچویں الہامی قول کو پیش نظر کر کے اس شرط کے پیش کرنے کو ملاحظہ کیجئے۔اس قول میں تین جگہ وعدہ خدائی بتا کر بتاکید بیان ہوا ہے کہ اس لڑکی کو لوٹا کر ہم تیرے پاس لائیں گے پھر اس وعدہ کی نسبت یہ بھی کہنا ہے کہ سچا وعدہ ہے اسی قول میں یہ جملہ بھی ہے کہ واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا۔پھر اس واپسی کے بعد نکاح کر دینے کی صداقت نہایت زور سے اس طرح کی ہے کہ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو اس میں شک کرنے کرنے والوں سے نہ ہو۔ان الہامات کے بعد یہ کہہ دینا کہ اس نکاح کے لئے شرط تھی اس کے پورا ہو جانے سے نکاح فسخ ہو گیا کیسی صریح بناوٹ اور خدائے قدوس پر الزام لگانا ہے جس بات کے

لئے خدا تعالی ایسا پختہ وعدہ کرے جس کام کے لئے وہ خود ارشاد فرمائے کہ ہم نے کر دیا اور مخاطب کو اس میں شک کرنے کی ممانعت کرے غضب ہے کہ اس کا ظہور نہ ہو۔ اس ظہور کے لئے اگر کوئی شرط خدا کی طرف سے ہوتی تو اس عورت کے لوٹانے کا ایسا حتمی وعدہ اس کی طرف سے ہوسکتا تھا؟ ہر گز نہیں۔ باوجود اس علم کے کہ اس کے لئے شرط ہے اور وہ شرط پوری ہونے والی ہے وہ قدوس سبحان یہ کہہ سکتا تھا کہ واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا تو اس میں شک نہ کر؟ یہ ہر گز نہیں ہوسکتا۔

بھائیو! یہ خدا تعالی پر کیسا سخت الزام ہے کہ جس کام کی نسبت وہ قادر مطلق یہ کہہ دے کہ ہم نے کر دیا اور وہ کام نہ ہو یہ تو ایسی روشن باتیں ہیں کہ آفتاب کی طرح مرزا قادیانی کے کذب کو ظاہر کر رہی ہیں۔ اس میں خدائے قدوس پر صرف یہی الزام نہیں آتا کہ اس کے پختہ وعدے بھی پورے نہیں ہوتے بلکہ اس کا کذب صریح ثابت ہوتا ہے (نعوذ باللہ) پھر اب کہیے کہ رسول کی رسالت اور شریعت الٰہی کے وعدہ و وعید پر کیونکر یقین ہوسکتا ہے۔ کیا قرآن پاک کی وہ نصوص قطعیہ جن میں نہایت تاکید سے ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کے وعدے خلاف نہیں ہوتے سب کے سب غلط نہ ہو جائیں گے؟ کیا منکرین اسلام مسلمانوں کو یہ الزام نہ دیں گے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں خدا وعدہ خلافی کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اور اس صریح وعدہ خلافی کو سنت اللہ کہہ کر اس سے انکار کرنا دن کو رات کہنا ہے۔ ایسی غلط بیانیوں سے الزام دفع نہیں ہوسکتا۔ جب وعدہ خداوندی پورا نہ ہوا تو یہ الزام ضرور آئے گا اور اسے سنت اللہ کہنے سے الزام بہت زیادہ ہو جائے گا کیونکہ اسکے کہنے کے یہ معنی ہوں گے کہ وعدہ خلافی کرنا اللہ تعالی عادت مستمرہ اور مستحکمہ ہے ان بدیہی الزامات کے بعد بھی نہایت شوخ چشمی سے بعض پڑھے لکھے مرزائی بھی مرزا قادیانی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اس شرط کو پیش کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس شرط کے ماننے سے خدائے قدوس پر کیسے کیسے الزام آتے ہیں اس کا سبب کچھ نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ عار کی وجہ سے نفس امارہ نے نار کو عار پر اختیار کرنا پسندیدہ کر دیا ہے یا اس باب میں عقل سلب کر دی گئی ہے من یضلل اللہ فلا ھا دی لہ سچا ارشاد ہے

چوتھی وجہ:

اس میں تو شبہ نہیں رہا کہ احمد بیگ کی لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا خدا تعالی کا نہایت پختہ وعدہ تھا اور ایسا وعدہ جو بار بار کیا گیا اور اس کی سچائی اور پورا ہونے کا ایسا پختہ اور کامل وثوق دلایا گیا جس سے زیادہ پختگی خیال میں نہیں آسکتی۔ اسی وجہ سے اس میں شک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اس لئے مرزا قادیانی کے قول کے بموجب بھی اس نکاح کا ظہور ضرور ہے اس کے لئے کوئی شرط اور قید نہیں ہوسکتی۔

ازالۃ الاوہام صفحہ ۹۴۳ میں لکھتے ہیں: وہ ہر بات پر قادر ہے مگر اپنی صفات قدیمہ اور اپنے عہد و وعدے کے برخلاف کوئی بات نہیں کرتا اور سب کچھ کرتا ہے۔

اور توضیح مرام صفحہ ۸ میں اس سے زیادہ لکھتے ہیں:

اس میں خدائے تعالی کے اس وعدے کا تخلف نہیں جو اس کی تمام پاک کتابوں میں بتواتر وتصریح موجود ہے کہ بہشت میں داخل ہونے والے پھر اس سے نکالے نہیں جائیں گے کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالی کے تمام وعدوں پر ایک سخت زلزلہ لانا... ان لغو باتوں سے خدا تعالی کی کسر شان اور کمال درجہ کی بے ادبی نہیں ہوگی۔

مرزا قادیانی کا یہ قول خوب یاد رکھنے کے لائق ہے۔ ان دونوں قولوں نے نہایت صفائی سے ثابت کردے کہ حسب وعدہ خداوندی احمد بیگ کی لڑکی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا ضرور تھا اور اس وعدے کے پورا نہ ہونے سے خدا تعالی کے تمام وعدے غیر معتبر ہو جائیں گے اور اس کی کسر شان اور کمال درجہ کی بے ادبی ہوگی۔ اس لئے مرزا قادیانی کے یہ اقوال ان کے جوابات کو محض غلط بتاتے ہیں۔ اس نکاح کا ظہور نہ ہونا خدائے تعالی کے ان وعدوں کے بالکل خلاف ہے جو اوپر نقل کئے گئے۔ ان وعدوں کا مضمون آفتاب کی طرح دکھا رہا ہے کہ ان کا پورا ہونا کسی شرط پر موقوف نہیں ہوسکتا۔ ان وعدوں کے بعد مرزا قادیانی کا یہ جواب دینا مرزا قادیانی کے کذب اور بناوٹ کی کافی دلیل ہے۔

(مرزا قادیانی کے ان دونوں قولوں پر نظر کیجئے کہ پہلے قول میں عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ خدا تعالی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

دوسرے میں نہایت صفائی سے بتاتے ہیں کہ خدا تعالی کے ایک وعدے میں خلاف ہونے سے اس کے تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جاتا ہے۔ بایں ہمہ حضرات مرزائی مرزا قادیانی کے ان اقوال کے خلاف خدا تعالی کی وعدہ خلافی کے ثبوت میں آیت یصبکم بعض الذی یعدکم پیش کرتے ہیں اور خدا تعالی کو وعدہ خلاف ٹھہرا کر مرزا قادیانی کو سچا ٹھہرانا چاہتے ہیں افسوس صد افسوس وہ مضمون ملاحظہ ہو جس میں ان کے نہایت خاص مرید نے خدا کی وعدہ خلافی ثابت کی ہے مگر شائستہ پیرایہ سے: حضرت مسیح موعود کے وصال پر چند مختصر نوٹ۔ ایک دوسرا امر اصل پیش گوئی کے متعلق یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ انذاری پیش گوئیاں بعض وقت ٹل بھی جاتی ہیں۔ ایک نہایت کھلی کھلی مثال یونس نبی کی پیشین گوئی ہے (یہ مثال محض غلط ہے کیونکہ حضرت یونس کی پیشین گوئی کا ثبوت نہ قرآن مجید سے ہے نہ کسی صحیح حدیث سے پھر کھلی کھلی مثال کی بات کی پیش ہو رہی ہے؟ البتہ ضعیف روایت سے عذاب آنے کی پیش گوئی معلوم ہوتا ہے مگر اسی روایت سے اس کا پورا ہونا بھی ثابت ہے) اس کے بعد مضمون نگار لکھتے ہیں، اور اللہ تعالی قرآن شریف میں بھی فرماتا ہے ان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں پوری بھی نہیں ہوتیں (پیشین گوئی کے پورا نہ ہونے میں بظاہر کی قید لگانا ایک جاہل فریب کی بات ہے ورنہ بظاہر پورا نہ ہونے کے کیا معنی مرزا قادیانی کی جو پیشین گوئی پوری نہیں ہوتیں وہ ظاہر و باطن ہر طرح پوری نہیں ہوئی مگر آیت سے یہ ثابت کرنا کہ انبیاء کی بعض پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں خدا پر سخت الزام لگانا ہے اگر لفظ بعض سے آپ کو دھوکا لگا تو اس کی شرح لسان العرب اور تفسیر بحر محیط میں دیکھئے تنزیہہ ربانی میں مختصر کچھ لکھا گیا ہے۔ اگر حق طلبی ہے تو اسے ملاحظہ کیجئے۔ اگر ان کتابوں کا دیکھنا پسند خاطر نہ ہو تو اپنے مرشد و امام کے مذکور قولوں پر نظر کیجئے کس زور سے کہہ رہے ہیں کہ ایک وعدہ کے خلاف ہو جانے سے تمام وعدوں میں زلزلہ آ جائے گا۔ اگر اس میں بھی کچھ چون و چرا ہے تو ہم دعوی کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ دعوی محض غلط ہے کیونکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ کے مخالف ہے۔ اس سے پہلے اس کی کامل تحقیق لکھی گئی ہے۔ مضمون نگار کی یہ تحریر شہادت دیتی ہے کہ اس کی نظر نہ قرآن مجید پر ہے نہ علوم عقلیہ پر اور نہ عقل سے انہیں واسطہ ہے۔ اس کی وجہ ملاحظہ ہو۔ قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں جن سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی کا نہ وعدہ خلاف ہوتا ہے نہ اس کی وعید ٹلتی ہے اور عقلی طور سے بھی ثابت کر دیا گیا ہے۔ بعض آیتیں نقل ہو چکی ہیں ان آیتوں کو پیش نظر رکھ کر اس آیت کا مطلب سمجھنا چاہیے مگر مضمون نگار نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا مطلب بیان کیا جس سے قرآن مجید کے مضامین میں اختلاف ہو جائے اور اپنی نافہمی سے یہ دکھانا چاہا کہ قرآن پاک اللہ کی طرف سے نہیں کیونکہ لو کان من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلافاً کثیراً سچا ارشاد ہے اس کا ثبوت کہ محرر مضمون کا دماغ علوم عقلیہ سے بھی خالی ہے نہایت ظاہر ہے کیونکہ آیت میں یصبکم بعض الذی یعدکم موجبہ جزئیہ ہے اور موجبہ جزئیہ موجبہ کلیہ سے عام ہوتا ہے اس لئے یہ کہنا کہ بعض وعیدیں تجھے پہنچیں گی اس وقت بھی صحیح ہے جس وقت کل وعیدیں اسے پہنچ جائیں۔ یہاں بعض کا لفظ یہ ثابت نہیں کرتا کہ کل وعیدیں نہ پہنچیں۔ یہ گفتگو صرف اس وقت ہے کہ یعدکم میں صرف وعید کا بیان کہا جائے اور اگر یہ لفظ وعدہ اور وعید دونوں کو شامل ہے اور بظاہر ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ حضرت موسی نے یہی فرمایا ہوگا کہ اگر تو ایمان لے آیا تو تیرے لئے یہ نعمتیں ہیں اور اگر ایمان نہ لایا تو یہ عذاب ہے۔ اس صورت میں تو بعض کہنا ضرور تھا۔ کیونکہ وعدہ ہو یا وعید دونوں شرطیہ ہے اس لئے دو باتوں میں سے ایک بات کا ظہور ہوگا یعنی اگر ایمان لے آیا تو وعدہ کا ظہور ہوگا اور اگر نہ لایا تو وعید کی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ غرضیکہ ہر صورت میں بعض کا ظہور ہوگا۔ خیر یہ تو علمی بات تھی مگر یہ تو ہر شخص سمجھ سکتا

ہے کہ کوئی شریف ذی اخلاق اس بات کو ہرگز گوارہ نہیں کرسکتا کہ اسے جھوٹا اور وعدہ خلاف کہا جائے مگر افسوس ان کی عقل پر جو اس قدوس قادر توانا پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور پھر اس کے مدعی ہیں کہ وہ ذات پاک جو ہر عیب سے منزہ ہے اپنے آپ کو اس عیب سے متصف بتاتا ہے کیونکہ انبیاء کی پیشین گوئیاں تو وحی الٰہی ہوتی ہیں خدا تعالیٰ جو ان پر ظاہر کرتا ہے وہ بیان کرتے ہیں۔ اب اس وحی کے مطابق ظہور نہ ہونا خدا تعالیٰ کے کذب اور وعدہ خلافی کو ثابت کرتا ہے اب اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیت سے دینا اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی زبان سے فرماتا ہے کہ کسی وقت میں وعدہ خلافی کرتا ہوں (نعوذ باللہ) حضرات مرزائیوں نے اس غیور بے ہمتا کی غیرت کو انسان ضعیف البنیان کی غیرت سے بھی کم کر دیا) پھر مضمون نگار لکھتے ہیں:

اس لئے قرآن کا یہ اصول قائم کرتا ہے کہ مدعی نبوت کے متعلق یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی اکثر پیشین گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں

مرزا قادیانی کا تعلیمی یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ ان کے متبعین اپنے علم اور قابلیت سے بہت زیادہ اپنے آپ کو خیال کرتے ہیں اسی کا نام جہل مرکب ہے۔ قرآن مجید کے اصول کو سمجھنا مضمون نگار کا کام نہیں کیونکہ پہلے ان کی قابلیت کی حالت تو پہلے تین جملوں سے معلوم ہو چکی۔ اب اس جملہ سے اور کچھ معلوم کر لیجئے۔ قرآن مجید کا یہ اصول بتانا کہ وہ اکثر پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کو معیار صداقت بتاتا ہے۔ نہ کسی نبی نے ایسا دعویٰ کیا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے بہت کچھ پیشین گوئیاں کیں اور ہر پیشین گوئی معینہ وقت پر پوری ہوتی گئی مگر کسی وقت آپ نے پیشین گوئیوں کو اپنی صداقت میں پیش نہیں کیا۔ کفار کا معجزہ طلب کرنا قرآن میں مذکور ہے مگر اس کے جواب میں یہ نہیں ہے کہ ہمارے رسول نے اس قدر پیشگوئیاں کی ہیں اور اتنی پوری ہو چکی ہیں۔ نہ خود رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ اس کو ہم پورے طور سے ثابت کر چکے ہیں کہ پیشین گوئی کرنا انبیاء سے مخصوص نہیں ہے۔ کاہن رمال نجومی بھی پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بعض کی اکثر پیشین گوئیاں صحیح بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک کاہنہ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے علماء نے اس کا تجربہ برسوں کیا اور اس کی پیش گوئیوں کو سچا پایا۔ اب یہ کہنا کہ قرآن مجید یہ اصول مقرر کرتا ہے کہ جس مدعی نبوت کی اکثر پیش گوئیاں صحیح ہوں وہ سچا ہے، قرآن پر سخت الزام لگانا ہے کہ وہ نبوت کی صحت کا ایسا غلط معیار بتاتا ہے جس کو تجربہ اور مشاہدہ غلط ثابت کر چکا ہے۔ اور اب بھی یہی حال ہے۔ البتہ قرآن مجید کے نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جس مدعی نبوت کی ایک پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہو جائے وہ کاذب ہے اس کا ثبوت کامل طور سے اوپر بیان کیا گیا۔ اس کے علاوہ مضمون نگار سے میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر آیت کا وہی حاصل مان لیا جائے جو آپ کے خیال میں ہے مگر یہ بتائیے کہ اکثر کی قید آپ نے کس جملہ یا کس لفظ سے نکالی ہے جس آیت سے آپ استدلال کرتے ہیں اس میں تو بعض پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر ہے اور اسی لفظ بعض سے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بعض پیش گوئیاں پوری ہوتی ہیں سب نہیں ہوتیں تو آپ کے خیال کے بموجب آیت کا حاصل یہ ہونا چاہیے کہ جس مدعی نبوت کی بعض پیش گوئیاں بھی پوری ہو جائیں وہ سچا ہے۔ اس کا نتیجہ بالضرور یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے اکثر وعدے غلط ہوتے ہیں بعض پورے ہوتے ہیں۔ جس خدا کا یہ حال ہے تو اس کے رسول کی رسالت اور اس کی شریعت کے تمام وعدے اور وعیدیں کسی طرح لائق اعتبار نہیں ہوسکتیں۔ مرزا قادیانی کا مقولہ یاد کیجئے، اور وہ فرما چکے ہیں کہ ایک وعدے کے خلاف ہو جانے سے اس کے تمام وعدوں میں زلزلہ پڑ جائے گا۔ پھر جب یہ ثابت کیا جائے کہ اس کے اکثر وعدے خلاف ہوتے ہیں تو پھر زلزلہ کی کیا انتہاء ہوگی اور خدا کے ساتھ کس قدر بے ادبی ہوگی؟ اس کے علاوہ جب بعض باتوں کے سچا ہو جانے سے اسے صادق اور سچا کہنا ضرور ہے تو دنیا میں

کوئی جھوٹا نہ رہے گا کیونکہ نہایت جھوٹے سے جھوٹا بھی کبھی نہ کبھی سچا ہو ہی جاتا ہے اور یہ کہنا کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ومہدویت سچی پیشگوئی نہیں کرسکتا محض غلط بات ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہ قرآن مجید سے ہے نہ حدیث سے نہ کوئی عقلی دلیل اس پر قائم ہوسکتی ہے اور تاریخی حالات وواقعات اور کاذبوں کے حالات اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ابن تومرت تو مہدی ہونے کا مدعی تھا اور اس کی پیش گوئیاں صحیح ہوئیں دوسرے حصہ میں اس کا ذکر ہوگیا ہے)

پانچویں وجہ:

جس جملہ کو شرط کہا جاتا ہے وہ جملہ کسی طرح شرط نہیں ہوسکتا کیونکہ مرزا قادیانی کے کہنے کے بموجب اس جملہ میں احمد بیگ کی ساس یعنی اس لڑکی کی نانی کی طرف یہ خطاب ہے کیونکہ وہ سخت مخالف تھی اور یہ مطلب ہے کہ توبہ کرو ورنہ تیری لڑکی پر اور نواسی پر بلا آئے گی مگر اس نے توبہ نہیں کی اور مرزا قادیانی کے خلاف اس نے اپنی نواسی کا نکاح سلطان محمد سے کرا دیا۔ اب آپ کے قول کے موجب اس کی لڑکی پر یہ بلا آئی کہ اس کا شوہر (احمد بیگ) مرگیا اب یہ بتانا چاہیے کہ نواسی کی بلا کیا ہے؟ جو توبی توبی کا الہام اس کے نکاح سے پہلے کا ہے تو نہایت قرین قیاس ہے کہ محمدی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ آنا اور سلطان محمد سے بیاہا جانا اور ان تمام نعمتوں اور برکتوں سے محروم رہنا جو مرزا قادیانی سے نکاح پر موقوف تھیں نہایت سخت بلا تھی۔ خاص اس لڑکی کے لئے بھی اور اس کی ماں اور نانی کے لئے بھی وہ ظہور میں آگئی اور الہام پورا ہوگیا۔ اس کے بعد اگر وہ عورت توبہ کرے یا کوئی دوسرا اس کا عزیز یا رشتہ دار تو ضرور ہے کہ توبہ کے عمدہ نتائج جو اللہ ورسول نے بیان فرمائے ہیں انہیں ظاہر ہونا چاہیے۔ ان نتائج میں نہایت عمدہ نتیجہ یہ تھا کہ سلطان محمد مرزا قادیانی پر ایمان لاتا اور محمدی کو طلاق دے کر مرزا قادیانی کے پاس آکر بعاجزی عرض کرتا کہ آپ نکاح کرلیں اور مرزا قادیانی نکاح کرتے اور حسب وعدہ محمدی وغیرہ پر برکتیں نازل ہوتیں اور عامہ خلائق اس عظیم الشان نشان سے فیض یاب ہوتے اور ہزاروں ایمان لاتے اور مخالفین اسلام پادری آریہ وغیرہ کو پوری ذلت ہوتی۔ مگر یہ کچھ نہیں ہوا بلکہ معاملہ بالکل برعکس ہوا کہ آسمان پر نکاح ہوکر منسوخ ہوگیا اور اس عظیم الشان نشان کے ظاہر نہ ہونے سے مرزا غلام احمد قادیانی کو سخت ذلت ہوئی بلکہ تمام مخالفین اسلام کے مقابل میں مرزا قادیانی نے اسلام کو ایک قسم کی ذلت پہنچائی۔

الحاصل یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جن کو توبہ کا حکم ہوا تھا انہوں نے توبہ کی ہو اور اسی کی وجہ سے وہ توبہ کرنے والے اس نعمت عظمی سے محروم رہیں جو اس کے ظہور پر موقوف تھی اور مخلوق کثیر کی ہدایت کا باعث نہ ہوں اور پادریوں اور آریوں کا پلہ بھاری ہو۔

الغرض یہ جملہ اپنے معنی کے لحاظ سے نکاح کے منسوخ اور ملتوی ہونے کے لئے شرط ہرگز نہیں ہوسکتا ۔مرزا قادیانی کا یہ جواب کامل طور سے ثابت کرر ہا ہے کہ پیشین گوئی کے پوری ہونے سے مایوس ہورہے ہیں تو بدحواس ہوکر بناوٹ کرنے لگے ہیں۔

چھٹی وجہ:

اور اگر اس جملہ کو شرط مان لیا جائے تو اس شرط کا پورا ہو جانا محض غلط ہے۔ ہرگز پوری نہیں ہوئی جنہیں توبہ کا حکم ہوا تھا انہوں نے توبہ کسی وقت نہیں کی اور مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لائے ۔اس کی تفصیل تنزیہہ ربانی اور معیار صداقت میں ملاحظہ ہو۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جملہ کو شرط کہا جاتا ہے اس کا مخاطب اس لڑکی کی نانی ہے اور توبہ نہ کرنے تقدیر پر اسکی بیٹی اور نواسی پر بلا آنے کی وعید ہے (حقیقۃ الوحی انجام آتھم ملاحظہ ہو) اس لئے اگر اس جملہ کو شرکہا جائے تو یہ شرط اسی وقت پوری ہوسکتی ہے کہ اس لڑکی کی نانی، اور اس کی ماں اور وہ خود ایمان لائے اور ضمناً اس کے شوہر کو بھی اس میں داخل کر سکتے ہیں مگر ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا یعنی کسی نے انہیں سچا مسیح موعود نہیں مانا اور ان کا مرید نہیں ہوا۔اس لئے یہ کہنا کہ لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا محض غلط اور صریح کذب ہے۔اگر کوئی اڑوسی پڑوسی یا کوئی دور کا قرابت مند مرزا غلام احمد قادیانی پر بالفرض ایمان لے آیا ہو تو اس سے یہ شرط کیسے پوری ہوسکتی ہے۔ یہ شرط اسی وقت پوری ہوسکتی ہے کہ اس جملہ میں جس سے خطاب کیا گیا ہے وہ توبہ کرے۔ یہ ایسا صریحی اور بدیہی عقل کا حکم ہے کہ کوئی ذی عقل تعصب سے علیحدہ ہوکر اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

ساتویں وجہ:

اگر مرزائیوں کے سمجھانے کیلیئے یہ مان لیا جائے کہ شرط پوری ہوگئی تو مرزا قادیانی کے کہنے کے

بموجب نکاح کا ظہور ہونا چاہیے کیونکہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ اس نکاح کے ظہور کے لئے خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔اب جسے تھوڑا بھی علم ہے وہ جان سکتا ہے کہ شرط کے پائے جانے سے مشروط کا پایا جانا ضرور ہے۔یعنی نکاح کا ظہور مشروط تھا اوران لوگوں کی توبہ شرط تھی۔اس لئے ضرور ہے کہ جب وہ توبہ کریں تو نکاح کا ظہور ہومگر مرزا قادیانی عجیب الٹی بات کہہ رہے ہیں کہ جب شرط پائی گئی تو نکاح کا ظہور نہ ہوا بلکہ منسوخ ہو گیا۔ناظرین ملاحظہ کریں کہ یہ کیسی بدحواسی ہے کہ شرط کے پائے جانے کا اقبال ہےاور پھر کہتے ہیں کہ مشروط نہیں پایا گیا یعنی جب لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا اور وہ شرط پائی گئی تو نکاح کا ظہور نہ ہوا۔دنیا میں تمام عقلاء کے نزدیک مسلم قاعدہ ہے کہ اذا و جد الشر ط و جد المشرو ط جب شرط پائی جائے گی تو مشروط بھی پایا جائے گا مگر یہاں الٹا بیان ہورہا ہے کہ جب شرط پائی گئی تو مشروط فوت ہوگیا۔یہ تو مرزا قادیانی کی بدحواسی تھی۔اب ان کے بعض معتقدین یوں لکھتے ہیں اذا فا ت الشر ط فا ت المشرو ط ۔یعنی جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا گیا۔یہ جملہ انہوں نے مشتہر کیا اور کرایا جو ذی علم کہلاتے ہیں اور فیصلہ آسمانی کا جواب دینے کی ہمت رکھتے ہیں جنہیں اتنا ہوش نہیں کہ مرزا قادیانی تو صاف کہہ رہے ہیں کہ جب لوگوں نے شرط کو پورا کردیا،جس کا حاصل عربی میں یہ ہوا اذا و جد الشر ط مگر مجیب صاحب اسکے برعکس اذا فا ت الشر ط کہتے ہیں۔اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس صریح اور بدیہی غلطی کا سبب ان کے حواس کی پریشانی ہے کہ مرزا قادیانی کے صادق ثابت کرنے میں نہایت پریشان ہیں یا کم علموں کے پھنسے رہنے کے لئے یہ عربی جملہ کہہ دیا۔افسوس۔

آٹھویں وجہ:اگراس مجنونانہ کلام سے بھی قطع نظر کی جائے تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ محمدی کا مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا اس کے لئے اور اس کے کنبے کے لئے باعث خیر و برکت اور ہر طرح کی بھلائی کا ہے۔یا موجب مصیبت وآفت کا؟مرزا قادیانی نے تو اس نکاح میں آنے کی بہت کچھ برکتیں بیان کی ہیں اور یہ بھی نہایت ظاہر ہے کہ توبہ کرنا ایسی عمدہ چیز ہے کہ انسان کو دائمی عذاب سے نجات دیتی ہےاور ہمیشہ کی راحت اس کی وجہ سے ملتی ہےاس لئے جب ان لوگوں نے توبہ کی تو ان پر برکتیں نازل ہونی چاہییں۔یعنی نکا

ح کا ظہور ہونا چاہیے جس کی وجہ سے بے انتہاء برکتیں اس منکوحہ پر اور اس کے کنبے والوں پر نازل ہوں۔ توبہ کا یہ الٹا اثر کیسا کہ اس کی وجہ سے نکاح کا ظہور نہ ہوا اور ان برکتوں سے وہ منکوحہ اور اس کے کنبے والے محروم رہیں۔ اگر یہ خیال ہو کہ اس کے نکاح میں آنے سے احمد بیگ کے داماد پر بلا آئے گی یعنی وہ مرے گا اس لئے ان کی توبہ نے اس کی بلا ٹال دی مگر یہ نہایت ہی جاہلانہ خیال ہے اس کے دو جواب نہایت ہی ظاہر ہیں ایک یہ کہ ایسی صورت ہوتی کہ احمد بیگ کا داماد طلاق دے کر اس سے علیحدہ ہو جاتا اس کے بعد وہ منکوحہ مرزا قادیانی کے نکاح میں آتی۔ اس صورت سے توبہ کا ثمرہ دونوں پر مرتب ہوتا۔ دوسرا یہ کہ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا یعنی منکوحہ آسمانی کا ظاہری نکاح میں آجانا ہزاروں کی ہدایت کا باعث ہوتا اور بے انتہا لوگ مرزا قادیانی کو مان لیتے۔ پھر ایسے فائدے عظیم الشان کے آگے ایک شخص کی جان جانا کسی دانش مند کے نزدیک بلا نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے جہاد کو خیال کرو کہ ایسی رشد و ہدایت کے لئے ہزاروں جانیں تلف کی گئیں مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں کی گئی اور جس طریقہ سے مناسب ہوا ہدایت کی گئی۔ ایسا ہی یہاں بھی ہونا چاہیے تھا

نویں وجہ: مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳) کے حاشیہ میں اسی منکوحہ آسمانی کی نسبت حضرت سرور انبیا ﷺ کی پیشین گوئی نقل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزویج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے ان میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزویج سے مراد خاص تزویج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشین گوئی موجود ہے۔

اس کلام میں غور کرنے سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک یہ کہ روایت یتزوج و یولد لہ صحیح ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کیونکہ ایک ملہم خدا کا رسول اس کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے کلام کی صداقت میں سب کے سامنے اس کو پیش کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس یتزوج سے مراد یقینی طور سے منکوحہ آسمانی کا

نکاح میں آنا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس منکوحہ آسمانی سے ایک خاص اولاد ہوگی جس کی پیشین گوئی مرزا قادیانی کر چکے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اس نکاح کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں ہوسکتی جو کسی حالت میں ظہور نکاح سے مانع ہو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بموجب منکوحہ آسمانی مرزا قادیانی کے نکاح میں ضرور آئیگی اور اس سے اولاد ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس طرح مرزا قادیانی کے الہامات الٰہیہ مرزا قادیانی کے مذکورہ جوابوں کو غلط بتاتے ہیں، اسی طرح ان کے کہنے کے بموجب جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی مرزا قادیانی کے جوابات کو غلط بتارہا ہے کیونکہ حدیث میں صاف طور سے ارشاد ہے کہ نکاح کا ظہور ہوگا اور اس سے اولاد ہوگی۔ اب اگر کسی وجہ سے نکاح کا ظہور نہ ہوتو مرزا قادیانی کے قول کے بموجب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد غلط ہو جائے گا۔ اس لئے ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے مرزا قادیانی کے جوابات کو غلط مانا جائے۔ یہ وہ نتیجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے قطعی اور صریح اقوال سے اظہر من الشّمس ہورہا ہے۔

اب اگر مرزا قادیانی کا اس حدیث کو صحیح ماننا اور پھر اسے اپنی منکوحہ آسمانی کے لئے پیشین گوئی سمجھنا غلط ہے تو ذرا ہوش میں آکر بتایا جائے کہ جب مرزا قادیانی نے ایسی عظیم الشان غلطی کی ہے جس سے جناب رسول اللہ ﷺ پر نہایت صریح جھوٹی پیشین گوئی کا الزام آیا جس کی وجہ سے مخالفین اسلام کو سخت حملہ کا موقع ہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ جملہ توبی توبی کو شرط کہنا صحیح مان لیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ جس طرح حدیث مذکور کے ماننے اور اسے اپنے مدعا کی پیشین گوئی سمجھنے میں بھاری غلطی کی اسی طرح مرزا قادیانی نے اس جملہ کو شرط کہنے میں بھی غلطی کی اور ضرور کی اور اس غلطی کے متعدد وجوہ بھی بیان ہوئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس پیشین گوئی کے غلط ہونے پر قطعی حکم نہ دیا جائے۔ اگر کچھ عقل وانصاف ہے تو ضرور ایسا ہی کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ جب ایسی بھاری غلطی مرزا قادیانی کی جماعت تسلیم کرتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے اصل دعوی مہدویت و مسیحیت میں غلطی کو تسلیم نہ کرے۔ اگر صداقت کا دعوی ہے تو اس کا معقول جواب دیں۔

الحاصل توبی توبی کی شرط کہنا اور اس کی بنیاد پر نکاح کا فسخ بتانا محض مغالطہ ہے۔ اس لئے پیشین گوئی کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کے ساتھ اس کی اولاد کی پیشین گوئی بھی غلط ہوگئی۔

الغرض یہ تو روشن دلیلیں ہیں جو اپنی روشنی سے دکھارہی ہیں کہ مرزا قادیانی کا جواب ہر طرح غلط ہے

صرف اپنی جھوٹی پیشین گوئی کی بناوٹ کے لئے یہ بات بنائی ہے مگر وہ بناوٹ بھی ایسی ہے کہ ان کے علم وفہم کو پوشیدہ کرکے ان کے الہام جا ھل مجنونؔ کا مصداق انہیں بتاتی ہے۔ یہ الہام براہین احمدیہ حضرت مسیح موعود کے حالات زندگی صفحہ ۸۱ بمشولہ براہین احمدیہ چہار حصص اڈیشن اول کے شروع میں ان کے خاص مرید معراج الدین نے لکھا ہے اب قادیانی جماعت میں کوئی ہے جو ان دلائل کا جواب دے کہ مرزا قادیانی کی بناوٹ کو پوشیدہ کرکے اس پیشین گوئی کی صداقت کو ثابت کرسکے۔

اے راست بازو! حق کے پسند کرنے والو! یقین کرلو کہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی قادیانی اس کا جواب دے سکے۔ اس بیان سے مرزا قادیانی کے تینوں جوابوں کا خاتمہ ہوگیا مگر بغرض تفصیل کچھ اور لکھنا منظور ہے لہذا دوسرا جواب بھی ملاحظہ کیجئے

دوم، تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳ قادیانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۷۰ میں لکھتے ہیں:

کیا آپ کو خبر نہیں یمحو اللہ ما یشاء و یثبت یعنی اللہ تعالی جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔

اس نے پہلے نکاح کا وعدہ کیا تھا پھر اسے پورا نہیں کیا۔ محو کردیا سخت افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے اس آیت کے ایسے معنی کئے ہیں جو بہت آیات قرآنیہ اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہیں اور پھر قرآن دانی کا دعوی ہے۔ اے جناب جس کلام پاک میں آیت مذکور ہے اسی میں یہ آیتیں بھی ہیں

۱. لا تبدیل لکلما ت اللہ (یونس ۶۴) خدا کی باتیں بدلا نہیں کرتیں جو بات کہہ دی وہ ضرور پوری ہوگی۔

۲۔ ما یبدل القول لدیّ و ما انا بظلا م للعبید (ق ۲۹) یعنی اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ میرے یہاں کوئی بات بدلا نہیں کرتی جو ایک مرتبہ کہہ دیا وہ ضرور ہوگا اور وعدے اور وعید کے پورا ہونے کے لئے تو صراحت کے ساتھ بہت آیتیں ہیں مثلاً

۳۔ ان اللہ لا یخلف المیعا د (آل عمران ۹)

۴۔ لن یخلف اللہ وعدہ (حج ۴۷)

۵۔ ان وعد اللہ حق (قصص ۱۳)

یعنی اللہ تعالی کے وعدے میں تخلف ہرگز نہیں ہوتا اس کا وعدہ ضرور سچا ہوتا ہے۔

ان آیتوں نے نہایت صفائی سے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالی کے کلام میں اور اس کے وعدوں میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا جو وعدہ وہ کرے گا وہ ضرور پورا ہوگا۔

اب ضرور ہے کہ ان نصوص کو پیش نظر رکھ کر یمحو الله ما یشاء و یثبت (رعد:۳۹) کے معنی کرنا چاہیے اگر اس کی ہر بات میں محو اور اثبات ہوا کرے تو نبی کی نبوت بھی لائق وثوق نہ رہے گی کیونکہ ہر وقت محو کا احتمال رہے گا۔ اس لئے ضرور ہے کہ آیت کے ایسے معنی کئے جائیں کہ مذکورہ آیات کے مخالف نہ ہوں اور یہ اعتراض بھی وارد نہ ہو سکے۔ وہ معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مشیت الٰہی کو عام بیان کیا ہے۔ مگر اس سے مقصود صرف اظہار قدرت ہے مثلاً ارشاد ہے یغفر لمن یشاء و یعذ ب من یشا ء (آل عمران: ۱۲۹) یعنی جسے چاہے بخشے اور جس پر چاہے عذاب کرے۔ مگر دوسری اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ مغفرت اللہ کی مشیت پر ہے۔ اس میں کافر و مسلمان سب برابر ہیں مگر دوسری آیت ان اللـه لا یـغفر ان یشر ك به (نساء:۴۸) اس بات کو بتا رہی ہے کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ اس لئے ضرور ہے کہ پہلی آیت میں جو مشیت کو عام لکھا ہے اس سے مقصود صرف اظہار قدرت ہے مگر دوسری آیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مشرک کے لئے یہ مشیت ہو چکی ہے کہ بخشا نہ جائے گا۔ اسی طرح آیت ان الله لا یخلف المیعا د نے یہ ثابت کر دیا کہ وعدہ الٰہی محو نہ ہوگا۔ ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ شریعت الٰہیہ میں بعض احکام ضرورت وقت اور مناسب حال کے ہوتے ہیں وہ علم خداوندی کے بموجب بدلتے رہتے ہیں انہیں کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہے کہ ایسے احکام کا محو و اثبات اللہ تعالی کی مشیت پر ہے جسے چاہتا ہے محو کرتا ہے، یعنی شریعت سے اس حکم کو مٹا کر اس کی جگہ دوسرا حکم دیتا ہے اور اس کے اصلی اور واقعی بھید کو وہی جانتا ہے یا جسے وہ آگاہ کرے۔

حاصل یہ کہ اس آیت میں وعدہ کے محو و اثبات کا ذکر نہیں ہے۔ صرف بعض احکام کی نسبت ارشاد ہوا ہے افسوس ہے کہ مرزا قادیانی باوجود عظیم الشان دعوی کے اس آیت کے ایسے غلط معنی سمجھے جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہیں اور ان صحیح معنی کا انہیں علم نہ ہو۔ اور اب ان کے خلیفہ بھی اس غلطی پر متنبّہ نہیں ہوتے۔

دوم: تیسرے جواب میں مرزا قادیانی نے حضرت یونس کا قصہ پیش کیا ہے۔ اس قصہ کا آموختہ مرزا

قادیانی غالباً سولہ سترہ برس تک رٹا ہے اور اپنی غلط پیشین گوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مختلف عنوان سے اسے دکھایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی ذی علم بھی اصل واقعہ کی تحقیق نہیں کرتا اور محققانہ طور سے تفسیر حدیث سیر تاریخ کی کتابوں کو دیکھ کر واقعی حالت دریافت نہیں کرتا۔ اس لئے اس قصہ کی واقعی حالت جس قدر قرآن مجید اور احادیث سے ظاہر ہوتی ہے علیحدہ رسالہ میں لکھی گئی ہے.. یہاں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ حضرت یونس کی یہ پیشین گوئی کرنا کہ یہ قوم عذاب الٰہی سے ہلاک ہوگی نہ قرآن مجید سے ثابت ہے نہ کسی حدیث میں اس کا پتہ ہے لیکن غیر معتبر روایت میں آیا ہے کہ حضرت یونسؑ نے صرف عذاب آنے کی پیشین گوئی کی تھی اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی عذاب آیا اور اس قوم کے سچے ایمان لانے اور نہایت گریہ وزاری سے وہ عذاب ٹل گیا۔

اب اس قول کو بھی ملاحظہ کیجئے جو (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۳ خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰) میں انہوں نے لکھا ہے:

کیا یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی نکاح پڑھنے سے کم تھی جس میں بتلایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب نازل نہ ہوا حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے ایسا ناحق فیصلہ منسوخ کر دیا کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ٹال دے۔،

اجمالی طور پر تو اس جواب کی غلطی ظاہر کر دی گئی۔ اب ان دونوں پیشین گوئیوں کا فرق بھی کچھ معلوم کرنا چاہیے۔ حضرت یونس کے قصہ میں اور اس پیش گوئی (نکاح آسمانی) میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس کے متعدد وجوہ انصاف و غور سے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ حضرت یونس کی الہامی پیش گوئی کا ثبوت نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ آسمان پر قطعی فیصلہ ہو گیا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا محض غلط ہے اور آسمان پر قطعی فیصلہ مان کر یہ کہنا کہ عذاب نازل نہ ہوا، قرآن مجید کی صریح مخالفت کرنا ہے کیونکہ نصوص موجود ہے

ان اللہ لایخلف المیعاد۔ و لن یخلف اللہ وعدہ

ان آیتوں کے معنی اور تفسیر اوپر بیان ہوئی ہے جس سے قطعی طور سے ثابت ہو گیا کہ خدا کے وعدے

اور وعید میں تخلف ہرگز نہیں ہوسکتا۔

الغرض مرزا قادیانی کی پیشین گوئی نہایت ہی موکد اور مستحکم برسوں تک ہوتی رہی ہے اور حضرت یونس کی آسمانی پیش گوئی کا ثبوت ہرگز نہیں ہے۔

۲۔منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کی خبر اور اس کا (سلطان محمد سے) نکاح ہو جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کی خبر نہایت تاکید کے ساتھ بار بار دی گئی۔

اور اس کی نسبت مرزا غلام احمد قادیانی نے کلام خداوندی اس طرح نقل کیا:

انا کنا فاعلین یعنی ہم اس کے کرنے والے ہیں۔

اب قادیانی جماعت بتائے کہ حضرت یونسؑ سے اس طرح کا کلام الٰہی قرآن وحدیث سے کہیں ثابت ہے؟ ہرگز ثابت نہیں ہے۔

۳۔اس منکوحہ کی نسبت یوں الہام ہوا کہ اس عورت کا لوٹ کر آنا حق ہے۔اس میں شک نہ کرنا۔ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کے نکاح میں آنا ایسا یقین ہے کہ اس میں شک کرنے کی ممانعت کی گئی۔اب کوئی بتائے کہ حضرت یونسؑ سے اس طرح کسی وقت کہا گیا۔ ہرگز نہیں۔

۴۔اس وعدہ الٰہی کی نسبت ان کا الہام ہے کہ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔

یعنی اس وعدہ میں تغیر وتبدل ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا پورا ہونا ضروری ہے کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ حضرت یونسؑ سے یہ بھی صراحت کی گئی تھی۔ ہرگز نہیں۔

۵۔مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ بار بار کی توجہ سے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اس لڑکی کو ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔

حضرت یونس نے نزول عذاب کے لئے ایسا یقین کسی وقت نہیں بیان کیا۔

۶۔ان دونوں واقعوں میں نہایت فرق ظاہر ہوا اور بہت بڑا فرق یہ ہے کہ حضرت یونس کی پیشینگوئی وعید ہے اور مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی وعدہ ہے۔

الغرض حضرت یونس کی پیشین گوئی کو منکوحہ آسمانی والی پیشین گوئی سے کوئی مناسبت نہیں ہے اس

کے جھوٹا ہونے کے جواب میں اسے پیش کرنا سخت مغالطہ دینا ہے۔

ا: سب سے اول تو یہ بات کہ قطعی طور سے اس کا ثبوت نہیں ہے کہ حضرت یونسؑ نے الہامی پیش گوئی کی تھی۔

۲۔اگر کسی قسم کا ثبوت ہے تو صرف اس قدر ہے کہ عذاب آنے کی پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی یعنی عذاب آیا۔جس ضعیف روایت میں الہام سے پیش گوئی کرنا آیا ہے اس میں عذاب کا آنا بھی مذکور ہے۔تفسیر درمنثور ملاحظہ کیجئے اور یہ کہا جائے کہ عذاب نہیں آیا،تو پھرالہامی پیشین گوئی کا ثبوت ضعیف روایت سے بھی نہ ہوگا۔

اگر کسی ذی علم کو دعوی ہوتو ثابت کرے مگر ہم کہتے ہیں کہ نہیں کرسکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا پہلا جواب تو خود انہیں کے متعدد اقوال سے غلط ثابت ہوا اور دوسرا اور تیسرا جواب نصوص قطعیہ قرآنیہ کے خلاف ہے اور تیسرا جواب واقعات کی رو سے بھی غلط ہے۔اور خلیفہ قادیانی نے جو جواب تراشا ہے اور قرآنی جواب بتایا ہے اس کا نہایت کافی جواب فیصلہ آسمانی کے پہلے حصہ میں دیا گیا ہے اور یہاں جو اقوال مرزا قادیانی نقل کئے گئے ہیں وہ بھی ان کے جوابات کو غلط بتا رہے ہیں اور اس پر بھی اگر کسی صاحب کو سیری نہ ہو تو تتمہ حصہ اول فیصلہ آسمانی ملاحظہ کرلیں۔

بالآخر اس میں کسی قسم کا شبہ کا نہ رہا کہ منکوحہ آسمانی کے اور اس کے شوہر کے متعلق جو پیشین گوئی مرزا قادیانی نے کی تھی وہ ہر طرح غلط ہوئی۔کسی منصف فہمیدہ کو ان دونوں بلکہ تینوں پیشین گوئیوں کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ان کا غلط ہونا آفتاب تاباں کی طرح روشن ہورہا ہے۔اب اگر کسی شپرہ چشم کو آفتاب نہ سوجھے یا کوئی گردوغبار کو اڑا کر آفتاب کو چھپانا چاہے،تو آفتاب چھپ نہیں سکتا۔دنیا اس کی روشنی سے انکار نہیں کرسکتی۔اسی طرح اس پیشین گوئی کے غلط ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا اس کا لازمی نتیجہ بالضرور یہ ہے کہ بموجب ارشاد خداوندی اور نصوص قطعیہ قرآنی اور توریت مقدس مرزا قادیانی کاذب ٹھہرے۔

اب قادیانی جماعت اس پر غور کرے اور اپنی عاقبت برباد نہ کرے۔میں نہایت خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ جن بینہ دلائل سے ان دونوں پیشین گوئیوں کا غلط ہونا بیان کیا گیا ان کا جواب نہ خلیفہ قادیان دے سکتے

ہیں اور نہ کوئی دوسرا ذی علم اس میں قلم اٹھا سکتا ہے۔ یوں عوام کے دام میں رکھنے اور بے سروپا کچھ لکھنے یا کہنے کو کون روک سکتا ہے؟ مگر میں نہایت قوت اور سچائی سے کہتا ہوں کہ اب جو دلیل اور جو توجیہہ ان پیشین گوئیوں کی صداقت میں پیش کی جائے اس کا غلط ہونا میں اسی بیان سے دکھا سکتا ہوں جو اوپر کیا گیا ہے۔ جس طالب حق کو شبہ ہو وہ دریافت کرے۔

تمام مذکورہ بیان کے علاوہ نہایت قوی شہادت یہ پیش کرتا ہوں کہ خاص اس پیشین گوئی کے بیان میں اور اس کے پہلے مرزا قادیانی کے متعدد غلط دعوے دکھائے گئے جن کے جھوٹ کہنے میں کسی طرح کا تامل نہیں ہوسکتا اور کئی پیشین گوئیاں بھی ایسی غلط ہوئیں کہ ان میں کسی متعصب کو بھی کلام کرنے کی مجال نہیں ہے۔ وہ غلط پیشین گوئیاں یہ ہیں:

۱۔ احمد بیگ کی بڑی لڑکی بیوہ ہوگی۔

۲۔ اور وہ نکاح ثانی تک زندہ رہے گی یعنی اس کا نکاح ثانی ہوگا مگر دنیا پر ظاہر ہوگیا کہ وہ لڑکی بیوہ نہ ہوئی، اور نکاح ثانی کی اسے نوبت نہیں آئی بلکہ پہلے ہی زوج کے نکاح میں رہی۔

۳۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ عاجز بھی ان واقعات کے پورے ہونے تک زندہ رہے گا۔ یعنی احمد بیگ کی لڑکی کے بیوہ ہونے اور اس کے نکاح ثانی تک، یہ بھی غلط ہوا کیونکہ وہ اپنے پہلے زوج کے نکاح میں تھی کہ مرزا قادیانی دائمی مفارقت کا داغ لے کر دنیا سے چل بسے۔ اس کے بعد وہ لڑکی اپنے پہلے خاوند کے نکاح میں مرگئی اور دنیا کے روبرو یہ تینوں پیشین گوئیاں غلط ہوئیں۔

۴۔ نکاح کے بعد اس لڑکی سے ایک خاص طور پر لڑکا ہوگا، مگر الحمدللہ نہ خاص طور کا بیٹا ہوا، نہ عام طور کا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دل کی تمنا دل ہی میں رہی جب اس لڑکی سے نکاح ہی نہ ہوا، تو اس کی اولاد کا ذکر ہی فضول ہے۔

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہ آئیں گے۔

مولوی صاحب پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان گئے اور نہایت شائستگی سے مرزا قادیانی کو

بلایا مگر مرزا قادیانی گھر سے باہر نہ آئے۔

غرضیکہ مذکورہ آٹھ پیشین گوئیوں میں یہ پانچ پیشین گوئیاں تو ایسے اعلانیہ طور پر غلط ہوئیں کہ آج تک کوئی ان کا مرید اس میں دم نہیں مار سکا۔

ان پانچ پیشین گوئیوں میں پہلی پیشین گوئی کے سوا چار پیشین گوئیاں وعید کی نہیں ہیں بلکہ وعدہ الٰہی ہیں جس کا پورا ہونا ہر ذی عقل کے نزدیک ضرور ہے مگر وہ بھی پوری نہ ہوئیں۔

الغرض جب آٹھ پیشین گوئیوں میں پانچ غلط ہو گئیں تو اب تین کے غلط ماننے میں کسی حق طلب کو تامل نہیں ہوسکتا خصوصاً اس وقت کہ قرآن مجید کی نص صریح اور توریت کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اگر کسی مدعی نبوت کی ایک پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہو جائے تو وہ جھوٹا ہے۔

ر بنا افتح بيننا و بين قو منا بالحق و انت خير الفا تحين ۔ تمت با لخير

☆☆☆

و صلى الله تعا لى على خير خلقه محمد و آ له و صحبه ا جمعين

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاءالدین ۔۳۰۔دسمبر۲۰۱۲ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ بست ونہم (۲۹)

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۹۰۳ء)

ڈاکٹر محمد بہاءالدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت بست ونہم (۲۹)

مولف: ڈاکٹر محمد بہاءالدین

صفحات: ۵۲۵

سال اشاعت: ۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

انه من سلیما ن و انه بسم الله الر حمن الر حیم

مشمولات کتاب کا تعارف

تحریک ختم نبوت کی زیر نظر جلد مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی کے اخبار شحنہ ہند کے ۱۹۰۳ء کے ضمیموں کی فائل پر مشتمل ہے۔ ردقادیانیت کی غرض سے یہ ہفتہ وار ضمیمہ مولانا احمد حسن نے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا تھا اور چار سال تک تحریک ختم نبوت میں گراں بہاء خدمات سرانجام دے کر چار سال بعد آخر دسمبر ۱۹۰۴ء کو بند ہو گیا تھا۔ مجھے عزیزم محمد اظہر سہیل اظہر کی کوششوں سے اس ضمیمہ کی ۱۹۰۳ء کی کم وبیش مکمل فائل اور ۱۹۰۴ء کی تین چوتھائی فائل جامعہ سلفیہ فیصل آباد پاکستان کی لائبریری سے بوساطت مولانا محمد اشرف جاوید مل گئی ہیں۔

۱۹۰۳ء کی فائل میں چند مضامین، صفحات کی عدم موجودگی یا خستگی کے باعث نامکمل ہیں اس لئے انہیں ترک کر دیا گیا ہے اور بعض مضامین کو بوجوہ دیگر چھوڑ کر تقریباً ۹۰ فی صد مضامین بلباس جدید نذر قارئین کئے جارہے ہیں۔ قادیانی اخبار الحکم سے بعض مضامین اور تراشے شامل کئے گئے ہیں جو ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے جو شحنہ ہند کے ضمیمے میں شائع ہوئے تھے یا جن کے جواب میں ضمیمہ کے بعض مضامین ہیں۔

مولانا احمد حسن شوکت اردو فارسی عربی نظم ونثر پر عبور رکھتے تھے اور خود بھی شاعر تھے اور نظم ونثر اور انشا پردازی کے فنون کا خود کو مجدد قرار دیتے تھے اس لئے جابجا انہوں نے اپنے مضامین میں اپنے آپ کو مجدد السنہ مشرقیہ لکھا ہے۔ ضمیمہ شحنہ ہند میں بیشتر مضامین مولانا احمد حسن شوکت کے (یعنی بقلم اڈیٹر) رقم فرمودہ ہیں۔

نیز اس فائل میں چند مضامین اس دور کے تحریک ختم نبوت کے دیگر کارکنوں کے بھی موجود ہیں جن میں مولانا صوفی عبدالحق سرہندی، جناب نصیر احمد انبالوی۔ مولوی الٰہی بخش صاحب استاد مولوی نورالدین بھیروی، مولانا محمد رفعت اللہ خان شاہجہانپوری، مولوی شاہ محمد قلعوی، ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین پشاور۔ مولانا سعد اللہ لدھیانوی، مولوی امام الدین لاہوری، حکیم محمد الدین امرتسری سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ، حکیم محمد حسن

خاں لودہانوی، جناب محمد احسن اوٹاوی ریٹائرڈ پولس آفیسر، قاسم علی لودہانوی، وغیرہ شامل ہیں۔ بعض مضامین مولانا شوکت نے اس دور کے دیگر اخبارات ورسائل سے بھی نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۳ء کے گردو پیش کون کون اصحاب وجرائد رد قادیانیت کے میدان میں کام کررہے تھے۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء

میں نے مذکورہ بالا سبھی مضامین میں سے ایسے الفاظ کو جو مرور زمانہ کے باعث، نامانوس محسوس ہوئے، یا تو ترک کردیا ہے یا مناسب الفاظ سے بدل دیا ہے۔ اور کہیں کہیں روایت بالمعنی سے بھی کام لیا ہے۔

زیر نظر جلد کی اڈیٹنگ، کمپوزنگ، اور تصحیح وتخریج وغیرہ کی ذمہ داری کی فرد واحد کے ناتواں کاندھوں پر رہی ہے، اس لئے اس میں خامیاں بھی حد شمار سے باہر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے معاف فرمائے اور قارئین سے درخواست ہے کہ حسب موقع تنبیہ وتنقید سے سرفراز فرمائیں تا کہ کسی آئندہ موقع پر اصلاح کی جاسکے۔ والسلام۔

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاءالدین

پیسہ اخبار لاہور کے ریمارک پر تبصرہ

پیسہ اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ مرزا جی کے قصیدے کا جواب مولوی عبدالعلی مدراسی، مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی، شوکت اڈیٹر شحنہ ہند لکھے۔

مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں کہ:

اول تو بیس روز کے بعد اعجاز اور تحدی دونوں باطل ہو گئے۔

دوم، دس ہزار نہیں، پانچ ہی ہزار روپیہ مرزا جی کہیں جمع کروائیں اور کلہ توڑ جواب لیں۔

سوم، اس بات کا کیا اطمینان ہے کہ مرزا جی جوابی قصیدے کو مان لیں گے جب کہ وہ قرآن و حدیث کو بھی نہیں نہیں مانتے۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ا و ۲ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱)

سید خادم علی وزیر آبادی کا ایک نامکمل مضمون

(یہ مضمون جس کا عنوان معلوم نہیں ہو سکا ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم و جنوری ۱۹۰۳ء کے صفحہ پر شروع ہوتا ہے جو مجھے نہیں ملا۔ صفحہ تین کا آغاز کا یوں ہوتا ہے)

گویا ان کے نزدیک اسرا و معارف انہیں دونوں کا نام ہے اور سورہ فاتحہ بلکہ سارا قرآن مجید ایسی ہی باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ مرزا صاحب جن معارف کے جاننے کے مدعی ہیں کیا وہ یہی معارف قرآنیہ نہیں جن کی توضیح علمائے اسلام بڑی جانفشانیوں سے کرتے آئے ہیں یا کوئی اور معارف ہیں۔ اگر وہی ہیں تو مرزا صاحب کی اس میں کیا فضیلت ہے؟ اور اگر اور ہیں تو ایسے معارف جو زمانہ نبوت سے آج تک کسی پر واضح نہ ہوئے تھے، کیا ہیں؟ کیا اسی کا نام معارف و اسرار ہے کہ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں اور فلاں شخص ایسا ہے اور فلاں ویسا ہے کیونکہ وہ مجھے نہیں مانتا۔ ان معارف سے تو سوائے قرآن مجید پر ہنسی اڑانے کے کوئی نتیجہ نہیں۔ یہ معارف آپ کے دام افتادوں کو ہی مبارک ہوں۔ قبولیت دعا یقینی و قطعی معیار صداقت نہیں۔ دعا ہر آدمی کی

کبھی قبول ہو جاتی ہے، کبھی نہیں ہوتی۔

مرزا صاحب نے خدا سے یہ نہیں لکھوا لیا کہ ان کے سوا کسی کی دعا پوری ہی نہ ہوگی۔ اب اگر آپ ایسی ہی دعا کو حجت پکڑتے ہیں تو آپ کو خصوصیت کیا ہوئی؟ اور اگر آپ کی دعا کبھی ردّ نہیں ہوئی، تو یہ محض دعوی ہی دعوی ہے۔ بھلا سردار بہادر امیر شاہ پنشنر رسالدار کے گھر فرزند ہونے کی دعا کہاں تک پوری ہوئی۔

عربی دانی یعنی شاعری وانشا پردازی کا دعوی شائد آپ نے قرآن سے اخذ کیا ہے۔ قرآن مجید نے تحدی کی تھی مگر ماشاء اللہ آپ بھی.... بن بیٹھے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید نے تو اعلی معارف وحقائق کو افصح وابلغ طریقوں سے ادا کر دینے کا دعوی کیا ہے اور اس کا افتخار بھی انہیں معارف وحقائق پر ہے، صرف فصاحت وبلاغت پر ہی معارضہ نہیں۔

ثانیاً شعر وشاعری بجائے کے کہ معیار صداقت ہو سکے شان نبوت کے بالکل منافی ہے ورنہ تمام فصحائے وبلغائے عرب آپ سے افضل نبی بن جائیں گے۔

آج کل آپ نے ایک رسالہ بنام اعجاز احمدی چھپوایا ہے۔ اس میں عربی قصیدہ لکھا ہے جس کی نسبت یہ دعوی ہے کہ میں نے ندوۃ العلماء کے مناظرہ کے بعد پانچ دن میں لکھا ہے اور چونکہ کوئی اور شخص پانچ دن میں نہیں لکھ سکتا، لہذا میں سچا مرسل ہوں۔ عجیب منطق ہے۔ بھلا صاحب یہ جلدی لکھنا کیسے دلیل صداقت بن گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ کی طبیعت میں روانی بہت ہے، نہ یہ کہ آپ سچے ہیں۔

بشرطیکہ مان لیا جاوے کہ یہ سب کچھ آپ نے پانچ ہی دن میں لکھا ہے، حالانکہ یہ بھی معرض تامل میں ہے کیونکہ اس کا بہت تھوڑا حصہ (مباحثہ) مدہ (ضلع امرتسر) کے واقعہ کے متعلق ہے اور زیادہ حصہ مولوی حائری ومولوی ثناء اللہ وپیر مہر علی شاہ کی شان میں گالی گلوچ دینے کا ہے اور چونکہ اس حصہ کا (مباحثہ) مدہ کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں، اس واسطے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ آپ نے ساری تحریر مدہ کے واقعہ کی بعد کی ہو، بلکہ ہوسکتا ہے، اور ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ آپ نے پہلے ہی نزول المسیح کے واسطے تیار کر رکھا تھا، اب چونکہ اس پیش گوئی کا وقت بھی قریب الاختتام تھا جس میں دعوی تھا کہ تین سال میں اللہ تعالی میرے ہاتھ پر کوئی زبردست نشان ظاہر کرے گا تو آپ نے لگتے ہاتھ واقعہ مدہ کی آڑ میں گالیاں دینے کا خدائی نشان ظاہر کر دیا۔ اور طرفہ یہ کہ

سراسر پرازاغلاط جن کی فہرست عنقریب شائع ہوگی جس سے واضح ہوجائے گا کہ ایسی انشا پردازی کہاں تک معارضہ کے قابل ہے۔ جو شخص عربی علم وادب سے واقف ہوگا وہ تو مرزا صاحب کی عربی دیکھ کر صاف بول اٹھے گا کہ مرزا صاحب فن انشاء اور شاعری سے محض نابلد ہی نہیں بلکہ ان کی فطرت میں یہ مادہ ہی نہیں رکھا گیا۔ میرزا صاحب کے مریدوں میں نہ کوئی عربی جانتا ہے، نہ ان میں کچھ قابلیت ہے۔ ان کے نزدیک تو مرزا صاحب بے نظیر ہیں مگر جہل مرکب کا کیا علاج۔

مرزا صاحب میں اگر عربی دانی کا دم خم ہے تو مرد میدان بنیں۔ کوئی جگہ اور وقت مقرر کریں فریق مخالف سے بھی کوئی شخص مقابلہ میں آجائے گا۔ اکثر اشخاص مقابلہ کے واسطے تیار ہیں۔ مرزا صاحب اس کو چیلنج سمجھیں اور حسب معمول لیت ولعل سے کام لے کر، میں سچا، میں سچا کی بانگ دہل نہ دیتے پھریں۔

و السلام علی من اتبع الھدی ۔سید خادم علی۔ بی اے، وزیرآبادی۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ا و ۲ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء۔ ص ۳۔۴)

ایک گزشتہ میرزائی کی فریاد

غضب ہے بن کے ڈاکو دن دیہاڑے مجھ کو لوٹا ہے
پڑے گا میرزا پر صبر مجھ سیدھے مسلمان کا

مجدد السنہ مشرقیہ مولانا شوکت۔ تسلیم:

آپ کا ضمیمہ ماشاء اللہ دور دور تک جاتا ہے اور حق یہ ہے کہ مرزا جی کا مہرہ اسی نے لیا ہے اور زہر مہرہ بن کر مرزا کے ملحدانہ عقائد کا زہریلا اثر مسلمانوں کی طبائع سے دور کیا ہے جس طرح عصا موسیٰؑ نے ساحرین کے سنپولیوں کا سر کچل کر دنیا سے نیست ونابود کیا تھا، ورنہ مرزا قادیانی کے کاٹے کا تو منتر ہی نہ تھا

ڈسا ہو کالے نے جس کو ظالم تو وہ فسوں کے اثر سے کھیلے
وہاں گیسو کا تیر ہے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

میں قلم کی گھس گھس والا ایک غریب عیال دار اہلکار تھا۔ پندرہ بیس روپیہ ماہوار مرکھپ کر پیدا کرتا

اور بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مسیح اور مہدی بننے کے بازو پھڑپھڑائے، اور چلتے پرزے مرزائیوں نے بقول: پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند، گلے میں ڈھول ڈال کر مرزا جی کی مسیحیت و مہدویت کی ڈونڈی پیٹی، اور ڈگڈگی بجا کر پھنک ایک اور پھنک دو کہہ کر تماشا دکھانے کا اعلان دیا، تو میں شامت کے دھکے کھاتا لڑھکتا پھڑکتا قادیان جا دھمکا کہ حضرت انجس وانحس ومجنس واخبث کے دیدار نحوست آثار کا پوٹلا باندھ کر لاؤں۔

قادیان میں میرا پہنچنا تھا کہ چند مرزائی کندے جوڑ کر مجھ پر یوں جھپٹے جیسے کسی مردار پر گدھ۔

ایک مرزائی: السلام علیکم۔ بہت ہی خوش قسمتی ہے کہ آپ دارالامان میں تشریف لائے۔ طاعون آپ کو ستائے گا، نہ ہیضہ نہ کوئی دوسری بلا۔

دوسرا مرزائی: حضرت اقدس بروز محمد اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں ان پر الہام ہو چکا ہے کہ

من دخل فی قادیان کان آمنا

یہی الہام آنحضرت ﷺ پر ہوا تھا کہ من دخل فی بیتہ کان آمناً۔

بیت اللہ سے مراد قادیان ہے، جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے ۱۳سو برس پیشتر محمد صاحب پر الہام کر دیا تھا۔ کعبہ کو بیت اللہ کہنا مسلمانوں کی حماقت اور نری بھیڑ چال ہے آیت مذکورہ کا ظہور اب ہوا ہے۔ اسی واسطے حضرت اقدس (مرزا) نے حج کے لئے مسلمانوں کا کعبہ جانا اور طرح طرح کی مصیبتیں اٹھانا اور اکثر ہلاک ہونا منسوخ کر دیا ہے۔ الہام ہو گیا کہ: لا تلقوا باید یکم الی التھلکۃ

یہ آیت بھی درحقیقت ہمارے امام الزمان (مرزا قادیانی) ہی کے بارے میں ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بلکہ قادیان دارالامان میں آجاؤ۔ چنانچہ الہام ہوا کہ انی احافظ من فی الدار۔

تیسرا مرزائی: بس یوں سمجھئے کہ آپ اب بالکل کندن بن گئے اور تمام گناہوں کی چرک اور شرک کی آلودگی سے ایسے پاک ہو گئے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہوا بچہ، کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) خدا کے لیپا لک ہیں، اور ان پر یہ درّاتا ہوا زناٹے دار الہام ہو چکا ہے کہ: انت بمنزلۃ ولدی و انت منی و انا منک۔

عیسائیوں کی یہ نری حماقت کہ یسوع کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں کہ وہ دوزخ میں جا کر سب کا کفارہ ہو گیا

۔بھلا کوئی باپ اپنے اکلوتے بچے کو دوسروں کی خاطر دوزخ میں جھونک سکتا ہے۔ ماں باپ تو اپنے بچے کا کان بھی گرم نہیں ہونے دیتے، چہ جائے کہ اسے دوزخ کے چولھے میں جھونک دیں جو بالکل خلاف عقل بلکہ قانون نیچر کے خلاف ہے۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) لیپا لک نہیں، بلکہ خدا کے حقیقی اور صلبی اور نطفی بیٹے ہیں کہ خود بھی پاک اور ان پر جو ایمان لائے وہ بھی پاک۔ یسوع مسیح ناپاک تھا، جبھی تو دوزخ میں جھونکا گیا ۔بھلا ناپاک، ناپاکوں کا کفارہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

چوتھا مرزائی: اور اب ڈھائی روپیہ فی صدی زکوۃ دینے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا ہے۔ اب تو یہ الہام ہوا ہے کہ مسلمان جو کچھ پیدا کریں اور جو کچھ ان کے کوٹھے کٹھلے میں دھرا ڈھکا ہو، اگر اپنی دین و دنیا کی سلامتی چاہتے ہیں تو سب لیپا لک (مرزا قادیانی) کی نذر کریں۔ بس گناہوں سے پاک ہونے کا یہی کفارہ ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو لیپا لک (مرزا قادیانی) کے فنڈ میں اپنے گاڑھے خون کی کمائی دے کر دنیا ہی میں لال گرو کی بدولت جنت کماتے ہیں اور گوہ کا ٹوکرا سر سے اتار کر دارالامان کی کوڑی میں دباتے ہیں۔

پانچواں مرزائی: پیش گوئی بڑا بھاری معجزہ ہے اور تمام انبیاء کا یہی تمغہ ہے۔ اسی پر ساری خدائی اپنے اپنے نبی کے پیچھے تیرہ تین اور بارہ بات ہوگئی۔ اور مسلمان تو پیش گوئی کو جزو ایمان یقین کرتے ہیں اور بات بھی ٹھیک ہے کہ کسی نبی اور ولی کے پرکھنے کی بس یہی کسوٹی ہے۔ اب دیکھو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی پیش گوئیاں آتھم کی موت، آسمانی منکوحہ کا عقد میں آنا وغیرہ کس دھوم دھام سے پوری ہوئیں کہ ان پر دنیا ایمان لے آئی،

مولانا شوکت! کیا عرض کروں ان سادھو بہروپیوں نے روغن قازمل کر ایسا شیشے میں اتارا کہ جو کچھ گانٹھ گرہ میں تھا، سب ٹٹول لیا اور میں جھٹ سے منڈ گیا۔ یعنی مرزا قادیانی کے ہاتھ بک گیا اور مجھے کچھ ایسی دھن لگی کہ قادیان سے واپس آ کر جو کچھ نہ صرف تنخواہ بلکہ دوسری باشد ادھر ادھر سے کچہری میں ملتی، وہ بھی قادیان ہی میں جھونک دیتا۔ میرے بیوی، بال بچے، مارے بھوک کے سوکھ کر اچھوا اور اچھے خاصے بے دم کے لنگور ہو کر مندرجہ ذیل شعر کے مصداق ہو گئے

رسید کار بجائے ز ضعف بے قوتی
کہ موش خانہ ما را مے برد بعصا

میں نے دو ڈھائی سال کے عرصہ میں اپنے اور اپنے بال بچوں کے پیٹ کاٹ کر کاٹھ کی روٹیاں باندھیں اور قادیان کے مشٹنڈوں کے لئے زعفرانی سقنقوری اور کستوری حلووں مانڈوں کا مسالا بھیجا۔ میری چندیا ہی گنجی نہیں ہوئی بلکہ قادیانی پلاسٹر نے سر میں گڑھا ڈال دیا۔ بالآخر آپ کا ضمیمہ، خدا اس کی عمر دراز کرے، میرا ہادی اور رہبر بنا، اور قادیانی لال گرو اور اس کے سادھو بچوں کے دام فریب سے نکالا۔ جیسا ان مکاروں نے مجھے لوٹا ہے، ان سے خدا ہی سمجھے۔ بس اور تو کیا کہوں۔

ایک گزشتہ مرزائی۔ از نوشہرہ۔ پشاور (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۱و۲ جلد۲۱و۲۳ یکم و۸ جنوری ۱۹۰۳ء ص۴۔۵)

مجدد کی پیشگوئی اور رؤیا صادقہ

ہم کو (قادیانی اخبار) الحکم مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کے دیکھنے سے افسوس ہوا جس میں مرزا صاحب اور ان مخالفوں کے مابین فوجداری میں مقدمہ بازی کے تسلسل کا آغاز درج ہے، اور طرفین سے ایک نے دوسرے پر وارنٹ جاری کرائے ہیں۔ یعنی بعض خطوط جن کا تعلق کتاب سیف چشتیائی مصنفہ پیر مہر علی شاہ اور مولوی کرم الدین صاحب متوطین قصبہ بھین (ضلع جہلم) سے تھا، اور جن کی نسبت ایک مضمون اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا اس کی تردید میں اخبار (سراج الاخبار) جہلم میں مولوی کرم الدین کی طرف سے شائع ہوئی۔

سراج الاخبار ہماری نظر سے نہیں گزرا، مگر شاید لائبل کے الفاظ ہوں گے۔ اس پر حکیم فضل الدین صاحب مہتمم و مالک رسالہ ضیاء الاسلام قادیان نے مولوی فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار جہلم اور مولوی کرم الدین پر زیر دفعہ ۱۴۷ نالش کر کے وارنٹ جاری کرایا۔ مگر اڈیٹر سراج الاخبار پر بحیثیت گواہ سمن کی تعمیل ہوئی۔ پیر مہر علی شاہ (گولڑوی) نے علالت کا عذر کیا کہ میں چارپائی تک سے نہیں اٹھ سکتا۔ مگر مکرر سمن اور وارنٹ گواہوں اور مستغاث علیہ کے نام جاری ہوئے، اور پیشی بتاریخ ۲۰ جنوری حال مقرر ہوئی۔ اس پر ضرور تھا کہ ادھر سے بھی ترکی بترکی جواب دیا جاتا۔ چنانچہ مولوی کرم الدین نے دو استغاثے زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ مرزا (غلام احمد) صاحب اور حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری پر دائر کئے اور وارنٹ ضمانتی جاری ہوئے مگر مرزا صاحب پر وارنٹ کی تعمیل نہیں ہوئی، اور ۱۷ جنوری کو پہلی پیشی مقرر ہوئی۔

اس پر جواب الجواب یہ ہوا کہ اڈیٹر الحکم (شیخ یعقوب علی تراب) نے گورداسپور میں مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار پر وہی استغاثہ دائر کیا اور وارنٹ ضمانتی جاری ہو کر ۲۱ جنوری پر پیشی ٹھہری۔

ہماری رائے میں مقدمہ بازی کی سبقت بالکل ناعاقبت اندیشی اور کج رائی ہے۔ مرزا قادیانی اور ان کے حواری کے لئے ایسی سبقت بہت ہی خطرناک تھی۔ انہوں نے اپنی کاروائیوں کو بالکل بھلا دیا۔ مناسب ہے کہ باہم مصالحت کی جائے، اور بغیر اس کے چارہ نہیں۔ اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ اصل خیر ہے اور ضرور مصالحت ہو کر رہے گی۔ فریقین اپنی اپنی مونچھیں نیچی کرلیں، ورنہ دین ودنیا کے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا، اور عدالت میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں مقدس مذہب اسلام کی توہین ہوگی۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے پچھلے سال کے کسی ضمیمے میں پیش گوئی کی تھی کہ

> مرزا جی سے ایک سال کے اندر اندر کوئی زمینی یا آسمانی مواخذہ ضرور ہوگا۔ اور پھر ہم نے خواب میں مرزا جی کو خاص قادیان میں اس ہیئت و برزخ سے دیکھا تھا کہ ان کا سر قدموں سے لگا ہوا ہے اور بالکل دھنئے کی کمان نہیں، بلکہ قوس قزح بنے ہوئے ہیں۔

یہ خواب بالکل آیہ: یعرف المجرمون بسیماھم فیوخذ بالنواصی والاقدام، کے مطابق تھا، جس کی تعبیر اب ظہور میں آئی۔ مجدد (احمد حسن شوکت) کی پیشین گوئی اور تعبیر کا وقوع ہرگز نہ ٹل سکتا تھا۔ دیکھئے سچا الہام اور سچا خواب اسے کہتے ہیں۔ اب بھی مرزا جی اور سب حواری مجدد (احمد حسن شوکت) پر ایمان نہ لائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں تو اس سے زیادہ بدقسمتی اور قسی القلبی اور کیا ہوگی۔ پس کستوری ملے زعفرانی اور سقنقوری حلوے کا مستحق اب صرف مجدد ہے۔ خیر نال او ہدے ول بھجواؤ۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۱ و ۲۔ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

مرزا جی کے خیالات کی تردید

اگر کتاب وسنت پر مرزا جی کا ایمان ہے، تو ظلی اور بروزی نبی نہ تو آج تک کوئی ہوا ہے نہ قیامت

تک ہوسکتا ہے۔ البتہ مذہب ہنود پر ایمان ہو، تو تناسخی اور استدراجی اوتار ایک دو نہیں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں ہو سکتے ہیں۔ لیکن مرزاجی یقیناً خود اس کے قائل نہیں، تو پھر بروز اور ظل یعنی چہ۔

اب رہی حدیث میں مہدی مسعود اور عیسی موعود کی پیش گوئی۔ اگر احادیث رسول پر ایمان ہے، تو اس کا وقت ابھی نہیں آیا، نہ اس کے آنے کے آثار و علامات ظاہر ہوئے۔ اور اس دعوی میں مرزاجی ہی منفرد نہیں بلکہ سوڈان اور افریقہ میں بہت سے مہدی پیدا ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور ہوں گے جب تک حدیث رسول کے موافق ۳۰ دجال پورے نہ ہولیں۔ اور پھر مہدیوں اور مسیحوں کا خروج اہل اسلام ہی میں نہیں، بلکہ امت مسیح میں بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ لندن اور پیرس میں آج کل دو مسیح دندنا رہے ہیں، جن کے دلائل مرزاجی کے دلائل سے کم نہیں، بلکہ بڑھے ہوئے ہیں۔ یعنی انہوں نے مرزاجی کی طرح گرگٹ جیسے رنگ نہیں بدلے کہ پہلے ایک بزرگ اور مقدس مسلمان بنے۔ پھر الہامی ہوئے۔ پھر مثیل المسیح، پھر اصیل المسیح، اور مہدی موعود، پھر امام الزمان، پھر ظلی اور بروزی نبی، پھر کھٹ سے خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بن گئے۔ گویا وہ معراج ملی جو آج تک کسی نبی کو ملی ہی نہیں۔ مرزاجی کا اپنی زندگی میں یہ تغیر قابل دید ہے۔ لندن اور پیرس کے مسیحوں کے پاس قوت منتظرہ نہ تھی، وہ تو چھاتی ٹھونک کر ایک دم یسوع بن گئے۔ نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مرزاجی کے پاس کیا دلیل ہے جو لندنی اور پیرسی مسیح کے مقابلے میں پیش کرسکیں کہ تم مسیح نہیں ہو بلکہ میں مسیح ہوں، حالانکہ ان کو حق شفعہ حاصل ہے کہ آسمانی باپ کے اکلوتے بیٹے (یسوع مسیح) کو مانتے ہیں اور اس لحاظ سے آسمانی باپ کی میراث کے وارث ہیں۔ مرزاجی تو ناخلف لیپا لک ہیں کہ اپنے بڑے بھائی (یسوع مسیح) کو ناقابل وراثت ٹھہرانے کے لئے فاسق و فاجر بناتے ہیں اس لئے مورث اعلی آسمانی باپ کی درگاہ سے بھی راندے گئے ہیں۔

آج کل آزادی کا زمانہ اور برٹش گورنمنٹ جیسی آزاد سلطنت کا عہد امن مہد ہے کہ ہر مذہب والے اپنے اپنے دعووں میں پھل پھول رہے ہیں۔ پس مرزاجی کی بڑی خوش قسمتی یہی ہے کہ اس آزاد سلطنت میں پیدا ہوئے جس کے عہد میں اگر کوئی شخص خدائی کا دعوی بھی کرنے لگے، تو اسے کچھ تعرض نہیں۔ مرزاجی سوڈان یا افریقہ میں پیدا ہوتے تو مزہ آتا، جہاں کی سرزمین مہدیوں کے اگنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور مرزا کے وجود باجود کے خروج کی ہر طرح قابل ہے۔ پس وہ سوڈان میں بروزی تعالیشی اور افریقہ میں بروزی سنوشی بنتے

ہندوستان میں تو تعلیم وتربیت اور عقل مندی پھیل رہی ہے اور پھیلتی جاتی ہے

جوہر تو میری ذات میں سوڈانیوں کے تھے
ہندوستان میں کیوں مری مٹی خراب کی

پس یہاں کسی بروزی یاظلی نبی کی دال گلنا ٹیڑھی کھیر ہے۔

کیا دنیا میں آج تک کوئی بروزی اور ظلی نبی گزرا ہے۔ نبی ہمیشہ نبی ہے اور رسول ہمیشہ رسول۔ یہ ظل اور بروز کی پخ کیسی؟ اور مرزائی اصطلاح میں بروز اور ظل کوئی بلا ہو بھی، تو کسی کو کیا غرض ہے کہ اصل کو چھوڑ کر نقل کی جانب اور شخص کو چھوڑ کر ظل کی جانب رجوع لائے۔

پھر نبی کا ظل اور بروز اس کی ہدایات ہیں جو خدا تعالی کی جانب سے بطور وحی اس پر نازل ہوئی ہیں اور تا قیامت زائل اور فنا ہونے والی نہیں۔ نبی اور رسول تو کیا کوئی انسان بھی ظلی اور بروزی نہیں ہوسکتا، بلکہ بروز اور ظل کو انسان کی صفت ٹھہرانا بالکل بے معنی ہے۔ اور اگر کوئی معنی ہیں تو مرزا جی کی خصوصیت نہیں۔ ہر شئے بروزی ہے، یعنی ظہور و وجود میں آئی ہے، اور ہر شئے ظلی ہے یعنی نور مطلق کا عکس ہے جس کی نسبت قرآن میں الله نور السما وا ت و ا لا ر ض مثل نوره كمشكوة فيها مصبا ح وارد ہوا ہے۔اڈیٹر

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۱و۲ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

بے معنی الہامات کا دونگڑا

آسمانی باپ (مرزا قادیانی کو الہامات کرنے والا) بھی عجیب معجون مرکب ہے۔ اپنے لیپا لک (مرزا غلام احمد قادیانی) کا اسے بالکل درد نہیں۔ یعنی مقدمات دائر ہونے اور وارنٹ نکلنے پر یہ الہام کرنے بیٹھا ہے

يأتى عليك زما ن كمثل زمن موسى ۔یعنی موسی کے زمانہ کی طرح تجھ پر ایک زمانہ آئیگا۔

آئے گا کیا، وہ تو آچکا۔ اور جمعہ جمعہ ۹ دن بھی ہوگئے۔ مراد یہ ہے کہ موسی کو فرعون کے ہاتھ سے اول اول تکلیفیں پہنچیں اسی طرح (اے مرزا قادیانی) تجھے بھی پہنچیں گی۔ حالانکہ حضرت موسی کو ایام رضاعت میں

تکالیف پہنچی تھیں۔ مرزا جی تو ساٹھے پاٹھے اور پیر بالغ العقل ہیں۔ اور اگر کوئی اور مراد ہے تو الحکم میں شائع کریں تا کہ جواب دیا جائے۔

دوسرا الہام: انی مع الا فواج آتیك بغتة

اب ہم منتظر ہیں کہ مرزا جی کے ساتھ کتنی فوجیں لائیبل کی پیشی کے وقت ہوں گی۔

تیسرا الہام: انی صادق صادق سیشهد الله لی۔

یہ کس کا مقولہ ہے۔ ظاہر ہے کہ آسمانی باپ کا۔ یعنی آسمانی باپ کہتا ہے کہ میں سچا ہوں، عنقریب خدا میری گواہی دے گا۔

معلوم ہوا آسمانی باپ کا بھی کوئی باپ (خدا) ہے۔ اگر آسمانی باپ الہام کے سرے پر قـــل کہنا بھول گیا ہے، یعنی کہدے اے مرزا کہ میں سچا ہوں تو یہ سیشهد کی جگہ و سـأشهد ہونا چاہیے تھا، یعنی کہدے اے مرزا کہ میں سچا ہوں میں تیرے سچے ہونے کی عنقریب شہادت دوں گا۔ مگر اس میں یہ خرابی ہے کہ صادق ہونے کا دعوی تو بالفعل ہے اور شہادت ہوگی کالی جمعرات کو جب کہ لال گرو کی قبر پر چراغی چڑھے گی۔ برات عاشقاں برشاخ آہو، اسی کو کہتے ہیں۔... ایسا باپ کس کام کا کہ وقت پر آنا کانی بتائے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ا و ۲ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء ۸)

چہ خوش ہم نے لکھا تھا کہ مرزا جی زبان عرب میں کیوں تحدی کرتے ہیں اردو زبان میں کیوں نہیں کرتے اس کے جواب میں مرزا جی فرماتے ہیں کہ:

یہ سوال خدا سے کرو کہ وہ عربی زبان میں کیوں الہام کرتا ہے۔

کیا خوب! آسمانی باپ الہام تو آپ پر کرے اور لوگ پوچھیں آپ کے آسمانی باپ سے۔ آپ خود ہی کیوں نہ پوچھیں کہ اے پرانے کھوسٹ، تجھے یہ کیا برا ابھس ہے کہ مجھی پر الہام کرتا ہے اوروں کو الہام کے ذریعے سے کیوں نہیں بتا دیتا کہ میں اس وجہ سے اردو کی جگہ عربی میں الہام کرتا ہے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ا و ۲ جلد ۲۱ و ۲۳ یکم و ۸ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۸)

اعلان عام

شحنہ ہند میں مرزا جی کے خلاف بیسیوں مضامین آرہے ہیں جن کا نہ املاء درست ہے نہ انشاء۔ اور ہم کو اتنی فرصت نہیں کہ ان میں اصلاح دیں یا از سر نو لکھیں۔ اور بات یہ ہے کہ مجدد (یعنی احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند) کو مضامین کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک گھنٹے میں تمام ضمیمے کو اپنے قلم سے مسطور کر سکتا ہے۔ البتہ خریداروں کی ضرورت ہے۔

پس جو حضرات مضمون بھیجیں، خریدار ہونا اور خریداروں کو پیدا کرنا پہلا فرض سمجھ لیں۔ خریداروں اور معاونوں کا بے شک حق ہے کہ ضمیمے میں مضامین دیں، مگر ٹھیک واقعات ہوں۔ کیونکہ محض خلاف واقع لغویات و خرافات جیسا کہ بعض چلتے پرزوں نے اخباروں میں اہل ندوہ کا قادیان جانا لکھ مارا جو بالکل غلط تھا، یہ مضمون ہمارے نام بھی آیا تھا مگر ہم نے شائع نہیں کیا، کیونکہ ہم کو اصل حقیقت معلوم تھی۔ علی ہذا، اس ہفتے کسی بدمعاش نے ہوشیار پور سے ایک بے معنی طومار لکھ بھیجا جس میں مرزائیوں کو مغلظ گالیاں دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دلائل سے دعووں کو توڑنا چاہیے نہ کہ گالیوں سے۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱)

جواب تمام رسالہ یک روزی بیک ساعت

اگرچہ ہم اس رسالہ کا کچھ جواب ضمیمہ شحنہ ہند ۸ جنوری رواں میں بیک ساعت دے چکے ہیں مگر آج دوسری ساعت میں اس کا تمام و کمال قلع قمع ہی کیئے دیتے ہیں۔ امروہی صاحب بھی کیا یاد رکھیں گے کہ گرم طبیعت سے مجدد (احمد حسن شوکت) سے پالا پڑا تھا

اک بات میں تمام ہے یاں کار مدعی
کس کی بلا ہو یار کش امتنان تیغ

آپ لفظ امروہی کو امروہوی لکھتے ہیں نسبت میں واو، الف سے بدلا جاتا ہے جو اسم کے آخر میں ہو۔ خواہ مخواہ واو کا تداخل امروہی صاحب کے قصبائی ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ پھر شحنہ کی جگہ شحنا اور لفظ شوکت مذکر

کی صفت یہود یہ مونث لانا فاضل امروہی کے بوالفضول اول جھلول، دیہاتی چرخے کی چول، بالکل نامعقول، سراپا مجہول ستر کی جھول ہونے کا مدلول ہے۔

اگر شحنہ کی جگہ لفظ شحنا بمعنی کینہ بغرض مذمت دہان بے دندان سے ابراز کیا گیا ہے تو قول الشحناء یعنی قول عداوت کے کیا معنی ہوئے۔ اگرچہ طلحہ میں تاء تانیث ہے مگر جب وہ مذکر کا علم (نام) ہے تو طلحۃ الکریم بولنا ایسا ہی غلط ہوگا جیسے کوئی نادان کسی چینی مغل کو سید یا مہدی کہے۔ اور اگر یہودی اس لئے کہا ہے کہ ہم اس کے گرو گھنٹال کے دعوے مسیحیت و بروزیت کے منکر ہیں جیسے عیسی علیہ السلام کے منکر یہود مردود اور جیسے تمام انبیاء کرام کے منکر مرزائیان مطرود بے بہبود نامسعود ہیں، تو نہ صرف ہم بلکہ تمام اہل اسلام بعد ختم نبوت کسی جعلی نبی کے تا قیامت منکر ہیں۔ نہ اس نے کسی مردے کو زندہ کیا، نہ کسی کانے یگانے کو دوگانہ کیا، نہ کسی لنگڑے کو چلتا کیا، نہ کسی اندھے کو سوانکھا کیا۔ ہاں بعض بیناؤں کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر کر ان کو بالکل چوپٹ اور نپت اندھا (گمراہ) ضرور کر دیا۔

اور جب لال گرو بروزی محمد ہونے کا دعوی کرتا ہے تو اپنے دعوی مسیح موعود ہونے میں جھوٹا ہے کیونکہ مسیح موعود بروزی محمد نہیں ہوسکتا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک مستقل نبی دوسرے مستقل نبی کا بروز ہے جو بالکل تحصیل حاصل اور خلاف واقع ہے کیونکہ کوئی نبی بروزی بن کر نہیں آیا۔

پھر کوئی پوچھے آپ بروزی مسیح کیوں نہ بنے، اور عیسی مسیح نے آپ کے جسد میں کیوں حلول نہ کیا۔ اوائل میں بنے تھے تو آپ عیسی مسیح ہی، مگر عیسائیوں نے منہ نہ لگایا۔ تب آپ نے عیسی مسیح کو گالیاں دینی شروع کیں کہ مسلمان خوش ہوں گے اور جھٹ سے بروزی محمد بن گئے۔ مگر استغفر اللہ! مسلمانوں کا عمل تو لا نفرق بین احد من رسلہ پر ہے اور دونوں آنکھیں برابر۔ انہوں نے تناسخ اور آواگون کے نام کا کتا بھی نہ پالا۔ ہاں چند اپاہج اور جہلاء منڈھ گئے۔

پھر جری اللہ فی حلل اللہ کہہ کر آپ تمام انبیاء کرام کے بروزی بنے ہیں اور دعوی صرف بروزی محمد ہونے کا ہے۔

پھر اپنی مسیحیت کا ثبوت تو احادیث سے دیتا ہے مگر بروزی محمد ہونے کا ثبوت نہیں دیتا۔ یعنی

آنحضرتﷺ نے کہاں فرمایا ہے کہ بروزی محمد آئے گا۔ پھر جب بروزی محمد ہے تو صرف قرآن اس کا معجزہ کافی تھا جو آنحضرتﷺ پر نازل ہوا، نہ کہ کوئی دوسری کتاب اعجاز المسیح وغیرہ۔

اعجاز المسیح اس کے زعم میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے حالانکہ وہ اس کا خانگی روزنامچہ ہے۔ اور سلمنا کیا کسی کتاب کا مفسر معجز ہو سکتا ہے۔

اور جب وہ قرآن سے جداگانہ کوئی اعجاز ثابت کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ اعجاز قرآن کا منکر ہے۔ اور چونکہ یہ انکار درحقیقت اعجاز محمدی کا انکار ہے تو اس کا بروزی محمد ہونا باطل ہوا کیونکہ بروزی ظلی ہوتا ہے اور جب اصل شئے زائل ہوتی ہے تو ظل کا زائل ہونا بھی ضروری ہے۔

اور جری الله فی حلل الانبیاء بھی بروزی محمد ہونے کا مخالف ہے۔ کیونکہ آنحضرتﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور خاتم بجانب انبیاء مضاف ہے۔ اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے، ورنہ خاتم ہونا اپنے واسطے اور ایک ہی شئے کا مقدم ومؤخر ہونا اور تقدم الشیء علی نفسه و تأخر الشیء عن نفسه لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے۔ پس جری الله فی حلل الانبیاء سے لازم آتا ہے کہ قادیانی ان انبیاء کا بروزی ہے جو آنحضرتﷺ سے پہلے گذرے ہیں۔ اس صورت میں وہ خود اپنے نفس کا مغائر ہوگا۔

ہم قادیانی کو مع چیلے چاپڑوں کے دس سال کی مہلت دیتے ہیں کہ ہماری ان باتوں کا جواب دیں۔ انشاءاللہ قیامت تک نہ دے سکیں گے اور الساکت عن الحق شیطان اخرس ہوں گے۔

اور یہ کہنا کہ اعجاز احمدی پانچ دن میں لکھی گئی ہے، اول تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ اور بالفرض وہ پانچ گھڑی میں لکھی گئی ہے یا پانچ سال میں مگر اس کو پراز معارف کہنا حماقت ہے۔ وہ تو مزخرفات کا معجون مرکب ہے۔ جھوٹے دعووں اور اپنی اور اپنے حواری کی تعریف کے سوا اس میں کچھ بھی نہیں

ثنا خود بخود گفتن ترسید مرد دانا را
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

قرآن مجید کو تو اپنے اعجاز فصاحت کا دعویٰ ہے، اور آپ کہتے ہیں کہ مصنف اعجاز احمدی کو زبان عرب اور علم وادب کا دعویٰ نہیں تو پھر یہ کہنا کہ اہل عرب اس کے مقابل قصیدہ لکھیں آپ اپنے منہ پر تھپڑ مارنا

ہے۔سبحان اللہ! ہندی نژاد مغل اور اہل عرب سے تحدی۔

آنحضرت ﷺ کا تمام تکلم زبان عرب میں تھا اور وہ ما ینطق عن الھوی کے موافق وہ بھی وحی تھا۔احادیث کی فصاحت وبلاغت کے برابر کوئی شخص ساری خدائی میں ایک فقرہ تو لکھ کر دکھائے۔یہی وجہ ہے کہ موضوع اور مدلس حدیثیں خود بتا دیتی ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں۔اور قادیانی صاحب کی مادری زبان اردو ہے جس کی کوئی کل درست نہیں، بلکہ قہقہہ اڑانے کے قابل ہے۔وہ اردو زبان کے محاورات اور موارد سے محض نابلد ہیں۔پھر زبان عرب میں اعجاز کی اکڑفوں۔واہ گرو! واہ گرو!

پھر حافظ شیراز کا سنا سنایا یہ شعر

من از حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہء عصمت بروں آرد زلیخا را

نقل کر کے ثابت کرتا ہے کہ مرزا جی معاذ اللہ، حضرت یوسف اور امروہی صاحب اس کی زوجہ زلیخا ہیں۔شاباش۔بڑھتے رہو۔بیل عالم بالا میں ہو، اور جڑھ پاتال میں۔

پھر شوکت کی تعریف میں جو آپ نے

شا کۃ الشو کۃ تشو کۃ شو کا ا صا بت و د خلت فی جسد

کو گردان کیا ہے تو غالباً میزان الصرف بھی کسی استاد سے نہیں پڑھی، کیونکہ ماضی اور مضارع میں تمیز نہیں۔پھر ہر شخص جانتا ہے کہ کانٹا دوسروں کے لگتا ہے نہ کہ اپنے۔تلوار اوروں کو کاٹتی ہے نہ کہ اپنے آپ کو۔پس شوکت کے سطوت ورعب کا جو کانٹا لگا ہے اور اس نے قرحہ خبیثہ مولمہ گرو گھنٹال اور اس کے چیلوں کے دل وجگر اور زبان میں پیدا کیا ہے، تو وہ سب کو داخل دار البوار کرے گا۔ان شاء اللہ۔

پھر بے تمیزی دیکھئے کہ الشو کۃ الیھو دیۃ تو بتاء تانیث لکھا اور فی جسمہ بضمیر مذکر۔پھر طوفان تو دیکھو، لکھتا ہے کہ شوکت نے وصف وثناء محمد سے انکار کیا ہے۔، حالانکہ ہم نے یہ اعتراض کیا تھا کہ لفظ ثناء عام ہے آنحضرت ﷺ کے لئے خاص نہیں۔آپ ﷺ کی تعریف کو نعت کہتے ہیں جیسے خدا کی تعریف کو حمد۔آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرام کی تعریف کا منکر تو ملحد اور کافر ہے۔اب تمہیں ایمان سے کہو کہ عیسی مسیح کو

کس نے گالیاں دی ہیں۔

ہمارا کلام خطاب ارض میں تھا امروہی اس کے جواب میں و ان من قریۃ اور غلبت الروم فی ادنی الارض پیش کرتا ہے۔ بھلا یہاں خطاب کہاں ہے اور اگر لفظ اھل محذوف مانیں تو کیا وہ غائب نہ ہوں گے بہر حال غائبین سے خطاب ہوگا۔

کلام اس میں تھا کہ غائب کو حاضر ناظر بنا کر خطاب کرتا ہے جو ذی عقل اور ذی حس ہے، زمین میں عقل اور حسن کہاں ہے۔ پھر جیسا تقریر کے ذریعہ سے انسان مخاطب ہوتا ہے کیا موضع مدہ (ضلع امرتسر) کی زمین دونوں ذریعے سے مخاطب بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور پہلے اپنے لال گرو کا مامور من اللہ ہونا تو ثابت کرو۔ پھر اہل ارض کی ہلاکت کا یقین دلاؤ۔ اور اعجاز احمدی کے مصرعہ :

کذوبا مفسدا صیدی الذی

میں جو مختلف بدل اور مبدل کی صورت پیش کر کے... ناصیۃٍ کاذبۃٍ کی سند پیش کی ہے تو یہ سراسر جہالت ہے۔ مصرعہ مذکور میں پہلے نکرہ اور پھر معرفہ ہے اور آیہ کی سند میں حسب قاعدہ نحو پہلے معرفہ اور پھر نکرہ موصوفہ ہے۔ پس سند کیونکر منطبق ہوئی، اور ہمارا اعتراض کیوں کر اٹھا۔ قرآن یا مستند اہل عرب کے کلام کی سند پیش کیجئے۔

اور عبارت الہام: انی مھین من اراد اھانتك، میں لفظ من شرط کو مشتمل ہے، آسمانی باپ بوکھلا گیا ہے۔ یوں الہام کرتا: من اراد اھانتك فانی مھینہ

اور آیت الذین یاکلون اموال الیتامی میں ماضی کے معنی لینا فضول ہیں جب کہ حال کے معنی درست ہو سکتے ہیں اور لفظ صید کے معنی شکار کرنے کے ہیں، اس فعل کی صفت الذی نہیں ہو سکتی۔ اور مفعول کے معنی لینے پر اضافت دال پر ماخوذیت ہے اور اخذہ لا یعزر دال براخذ جو قبل الاخذ بولا جاتا ہے اور قبل الاخذ لفظ صید کا بمعنی مفعول ہونا صحیح نہیں۔ پس اس کا ترجمہ شکار بالکل غلط ہے۔

امید ہے کہ امروہی کے اطمینان کو اسی قدر کافی ہے کیونکہ مادہ کچھ سخت معلوم نہیں ہوتا کہ تیز مسہل اور عمل کی ضرورت ہو۔ ورنہ ہم تو ہر طرح لیس اور چست ہیں۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۔۴)

ملک میں عید اور قادیان میں ماتم

شادی و عیش ہے نو روز ہے گھر گھر لیکن
عید کا چاند محرم نظر آتا ہے ہمیں

آج تمام ملک میں عید بلکہ شاہ معظم کی تخت نشینی کی وجہ سے دو عیدیں ہیں مگر قادیانی ارڑ پوپوں کی قسمت میں ماتم ہے۔ ارے میاں کیوں؟ اگر ارڑ پوپو مسلمان نہیں تو کیا شاہ کی رعیت بھی نہیں۔ کیا شاہ کی تخت نشینی اور اقبال سے رنجیدہ ہے کیونکہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۵ پر گورنمنٹ انگریزی کو، جس نے ہندوستان میں ریل جاری کی ہے، دجال بتاتا ہے چونکہ خود مسیح بنتا ہے اس لئے ممکن نہیں کہ دجالوں کی تخت نشینی پر خوش ہو۔ ماتم اس لئے ہے کہ اس نے ایک بڑ ہانکی تھی کہ تین سال کے اندر میرے لئے آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے میرا فیصلہ ہو جائے گا چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

اے میرے مولا! اگر میں تیرے حضور سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائے گا کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (قادیانی اشتہار نومبر ۱۸۹۹ء ص ۳)

ان الفاظ کے مطابق ہم منتظر تھے کہ خدا جانے کتنی دفعہ ارڑ پوپو جی کے سر پر کلغی لگے گی، یا سرین پر دم نکل آئے گی، یا آسمان سے یا د جا ل کی آواز آئے گی۔ مگر افسوس ہے کہ جو کچھ ہوا تمام ملک نے دیکھ لیا۔ اس تین سالہ مدت میں بارہا اس کو ذلت ہوئی، اور آخری ذلت تو ایسی ہوئی کہ ساری عمر نہیں ہوئی تھی جو دراصل پیش گوئی کے سچا کرنے کے لئے خدا کی طرف سے ہوئی۔ ایک ایک ہزار کی ضمانت کا وارنٹ اس کے اور اس کے تین حواریوں کے نام جاری ہوا اور ہنوز مقدمہ سر پر ہے۔

چونکہ ارڑ پوپو نے اپنی پیش گوئی کی بابت خود ہی فیصلہ کیا ہے پس بہتر ہے کہ ہم وہی فیصلہ نقل کر دیں آپ فرماتے ہیں کہ:

میرے مولا! مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے پس اگر تین سال کے

اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں میں اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور خائن ہوں جیسا مجھے سمجھا گیا ہے۔

مرزا جی نے اپنے مخالفوں کے لئے کیا کیا مہذب الفاظ تراشے ہیں۔

حکیم ابو اسحاق محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنہ امرتسر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۴۔۵)

مرزائیوں سے دو دو باتیں

کیوں جناب مشفقی شفیقی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ تعجب ہے کہ مابدولت سے کبھی قورمے کا ہاتھ نہ ملایا آپ جو زندہ پیر کے مجاور ہو کے بیٹھے ہیں اور زعفرانی اور سقنقوری حلووں کا چڑھاوا چکھ رہے ہیں اگر کبھی کبھار ایک آدھ ڈونگا مجدد السنہ شرقیہ کی جانب بھی جھکا دیتے تو آسمانی باپ اور اس کے اکلوتے لیپا لک کی روح بہت ہی خورسند ہوتی اور اس قدر چڑھاوے چڑھتے کہ منارہ چوٹی تک ڈھک جاتا.. یہ تنہا خوری تو ٹھیک نہیں ہم بھی ایک تہائی کے حصہ دار ہیں۔ آپ جانتے ہیں ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ اوپر ہی اوپر چکھوتیاں اڑانا اور شوکت اللہ کو اڑان کھائیاں بتانا اچھا پھل نہ دے گا اور وہی لیکھا ہو گا کہ بھوت گئے بھگوان کے پاس اور ارداس (عرض داشت) کی کہ ہم بھوکے ہیں بھگوان نے حکم دیا کہ جاؤ جو لوگ ہمیں بھول گئے ہیں انہیں تم لوٹو کھاؤ۔ اچھا چپکے سے کان ہی میں کہہ دیجئے کہ مہینے میں کتنی باشد ہو جاتی ہے ہم کسی سے کہیں تو جبھی کہنا۔ نذر بھینٹ چڑھانے والے (منی آرڈر بھیجنے والے اور چھنا چھن کلدار علیہ السلام کے درشن کرانے والے) آپ کی چراغی علیحدہ دیتے ہیں یا حضرت اقدس ہی کو دیتے ہیں... یہ تو ہم کو معلوم ہے کہ حضرت اقدس بجز ان رقموں کے جو ان کے نام آئیں کسی رقم کو ہاتھ نہیں لگاتے یہ تو پیراں نمے پرند مریداں مے پرندوالے اڑا لیتے ہیں۔ ہم

کو خاص الخاص آپ کے ساتھ ہمدردی ہے کہ جو للے تللے اڑ رہے ہیں خدانخواستہ ان میں کمی نہ آ جائے بشرطیکہ مجدد السنہ شرقیہ کو خمس ملتا رہے پانچواں حصہ نہ سمجھئے گا بلکہ پنج دو یعنی پانچ میں سے دو۔

اور کیوں جناب منشی بابو یعقوب علی صاحب تراب اڈیٹر الحکم۔ ذرا ہم سے بھی کبھی انٹروڈیوس ہوتا رہے تو بڑا افائدہ ہو۔ آخر بحیثیت اڈیٹر آپ کا بھی کچھ فرض ہے یا نہیں۔ آنکھیں ہی پھوٹیں اگر ہم نے الحکم میں آپ کے قلم کا نکلا ہوا کوئی لیڈنگ آرٹیکل کبھی دیکھا ہو۔ یا تو کلمات طیبات یا حضرت حکیم الامت کے مواعظ اور خطبات یا مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات۔ بس الحکم کی یہی کائنات ہے۔ بس اس کوٹھی کے دہان اس کوٹھی کے آپ نے کیا تیر مارا۔ افسوس ہے کہ الحکم کے ماتھے ایسا لیاقت مآب اڈیٹر مارا جائے۔

اور کیوں جناب شحنہ ہند معہ ضمیمہ کیوں بتی بنا کر رکھ لیا جاتا ہے کہ قادیان میں کسی کو اس کے دیدار نہیں کرائے جاتے، جیسا کہ فاضل امروہی صاحب نے اپنے مضمون مندرجہ الحکم میں لکھا ہے۔ خبردار جو آئندہ ایسی فرو گذاشت کی ورنہ ہم سے برا کوئی نہیں۔ شحنہ ہند پبلک کا مال ہے آپ شحنہ کو اسی لئے چھپا رکھتے ہیں کہ حضرت اقدس آپ سے جواب لکھنے کو کہیں گے، اور یہاں: جامہ ندارم دامن از کجا آرم، کا مضمون ہے کیونکہ شوکت اللہ کی باتوں کا جواب دینا خالہ جی کا گھر نہیں۔ اڈیٹر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵)

مرزا جی کے مریدوں کی تعداد

ہم دیکھتے ہیں کہ چندروز سے الحکم میں بیعت کا کالم نہیں چھپتا۔ بظاہر اس کے دو سبب ہیں۔ یا تو اب لوگوں کا مرزائی ہونا بالکل بند ہو گیا ہے۔ وہ واقف ہوتے جاتے ہیں کہ یہ اصل سونا چاندی نہیں ہے۔ ملمع یا گلٹ ہے۔ یا یہ سبب ہے کہ مرزا جی ہمیشہ اپنے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ بتاتے ہیں اور الحکم میں اس کے شائع کرنے سے پردہ کھلتا ہے۔ کیونکہ جس صورت میں اب ایک لاکھ ہیں تو روز افزوں ترقی کے دعوے کے موافق چندروز میں کئی لاکھ ہو جانے چاہیں۔ اور بیعت کے کالم میں کسی ہفتے دس کسی ہفتے پندرہ اور دو تین ہفتے گھلا دیئے جائیں تو ۲۵ یا تیس تک کی تعداد درج ہوتی ہے۔ اور یہ تعداد بھی طرح طرح کی چالوں سے فراہم کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک ایک نام کئی کئی دفعہ دوہرا دیا۔ یا مثلاً کسی شخص نے خط لکھا، مرزا جی نے فوراً اس کا نام بیعت

کے کالم میں ٹانگ دیا۔ بھلا یہ کاغذی ناؤ جھوٹ کے طوفان کی کب تک چل سکتی ہے۔ایسی ہی باتیں اصلی حالت کا بخیہ کھول دیتی ہیں۔یعنی دنیا کہہ سکتی ہے کہ دعوی تو لاکھوں مریدوں کا ہے اور الحکم کے سالانہ فائل ٹٹولے جائیں تو ٹھین ٹھین ۔اس لئے الحکم میں بیعت کے چھپنے کا ڈربہ ہی پھونک دیا گیا۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸۔اڈیٹر)

حدیث رسول اللہ کا انکار مگر مطلب کے وقت اقرار

قادیانی مرزاجی کہتے ہیں کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں انہیں ہم مانتے ہیں اور جو مخالف ہیں انہیں نہیں مانتے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ کے آنے کا ذکر کہاں ہے۔حضرت عیسی مسیح تو دنیا میں اپنی موت مرے اور گلیل علاقہ کشمیر میں ان کا مزار عالی شان قادیان کے منارے سے بھی کئی بانس اونچا موجود ہے اور لاز آف نیچر کے موافق جو مر گیا وہ پھر نہیں آسکتا۔

حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ کے آنے کا ذکر صرف حدیث میں ہے۔اور مرزا جی مہدی بھی ہیں اور عیسی بھی اور لا مھدی الا عیسی پر بھی ان کا ایمان ہے۔اور عیسی مسیح کا دنیا میں آکر صلیب کے ٹکڑے کرنا اور خنازیر کا قتل عام کرنا بھی حدیث ہی میں ہے۔قرآن میں نہیں۔اور مرزا جی نے اس حدیث کو اپنا تمغہ بنا کر چند روز الحکم کی پیشانی پر بھی ثبت رکھا۔ جب مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) نے استفسار کیا کہ صلیب سے کیا مراد ہے،اور خنازیر کس مذہب والے یا کس نبی کی امت مراد ہے،تو وہ حدیث چھیل ڈالی گئی اور اپنا تمغہ اپنے ہاتھوں کھو دیا۔خوف ہوا کہ دھرا جاؤنگا کیونکہ صلیب کا تعلق نصاری سے ہے اور خنازیر بھی انہیں کو سمجھے،تو اب کیا منہ لے کر عیسی اور مہدی بنتے ہیں ۔ یہ بھی وہی بات ہے کہ جس ہانڈی میں کھائیں اسی میں چھید کریں۔ مطلب کے وقت تو حدیث کی سند اور جب مطلب نہ نکلے تو نہ صرف حدیث بلکہ قرآن بھی مسترد۔ یا ایسی بھونڈی تاویل کہ چرخا کاتنے والی بڑھیا بھی اس کو الجھے ہوئے سوت کے دھاگہ کی طرح توڑ کر پھینک دے۔

پھر قرآن کی تو تاویل کرتے ہیں مگر خلاف مطلب حدیثوں کی تاویل کرنی نہیں آتی۔ اس کی وجہ اپنے حمقاء کو تھامنا ہے کہ قرآن کو کھلم کھلا مسترد کر دیں تو کوئی پاس بھی نہ پھٹکے۔

اور حدیث کا منکر ایک دوسرا نیچری فرقہ بھی موجود ہے جس سے مرزائی مذہب تراشا گیا ہے اور آج کل تو حدیث رسول اللہ بے کس و بے بس ہے۔ اسی پر سب کے دانت تیز ہوتے ہیں۔ مگر اب مرزا جی تو نیچری بھی نہ رہے کیونکہ جن حدیثوں کا ماحصل قرآن میں نہیں ہے ان کو مانتے ہیں۔ .... الغرض اللہ سلامت رکھے مرزا جی عجیب معجون مرکب ہیں۔ اڈیٹر

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۸)

الحق الصریح فی تصدیق مثیل المسیح

حال میں بعنوان بالا ایک دوورقہ مرزا صاحب کے کسی مرید نے شائع کیا ہے۔ لیاقت یہ ہے کہ نام تک صحیح لکھنا نہ آیا۔ یعنی بجائے فی تصدیق مثیل المسیح کے المثیل المسیح لکھا ہے۔ خیر اس کی تو کچھ شکایت نہیں کیونکہ تمام میرزائی ایسے ہی لیاقت مآب ہیں۔ اس دوورقی میں یہ دکھایا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو علماء اور اولیاء نے پیشین گوئی کی ہے، تو اس کے مصداق ٹھیک مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ اور علماء نے جو ان پر تکفیر کے فتوے لگائے ہیں، تو یہ بھی پیشین گوئیوں کے مطابق ہے کہ مسیح موعود پر کفر کے فتوے لگیں گے چنانچہ نواب صدیق حسن خان مرحوم کی یہ عبارت ان کی کتاب حجج الکرامۃ صفحہ ۳۶۳ سے نقل کی ہے:

چون مہدی علیہ السلام احیاء سنت واماتت بدعت فرماید علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہاء واقتداء مشائخ و آباء باشند بگویند این مرد خانہ برانداز دین وملت است وبمخالفت برخیزند وبحسب عادت خود حکم تکفیر و تضلیل وے کنند۔

اور صاحب اقتراب الساعت صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ مہدی کے دشمن علماء اہل اجتہاد ہوں گے اس لئے کہ ان کو خلاف مذہب آئمہ کرتے دیکھیں گے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں:

نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات عیسی علیہ السلام را از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمائندہ ومخالف کتاب وسنت دانند

آگے چل کر علماء کی نسبت فرماتے ہیں:

ناقصے چند احادیث چندرا یاد گرفتہ اند واحکام شریعت را درا آن منحصر ساختہ۔ ماوراء معلوم را نفی نمائند وآنچہ نزد ایشان ثابت نشدہ ومنفی مے سازند چون آں کرمیکہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان او ہمان است

ذرا ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اگر مندرجہ بالا عبارتیں خدا اور رسول کے احکام ہیں تو ان سے کیا بات نکلتی ہے۔ کیا مرزا صاحب قادیانی نے احیاء سنت واستیصال بدعت فرمایا ہے۔ انہوں نے تو سنت کا استیصال اور بدعت وشرک کا احیا کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تصویریں بنوائیں اور شائع کرائیں، اور یوں تصویر پرستی کو رواج دیا۔ انہوں نے عیسی مسیح کو گالیاں دیں حالانکہ خود ہی مسیح موعود ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو حج حرمین شریفین سے روکا، اور بجائے اس کے قادیان کو دار الامان اور مطاف بنایا۔ انہوں نے اپنے کو بروزی تناسخی، محمد بنایا۔ انہوں نے آیات قرآنی میں ترمیم کر کے خود کو ان کا مورد قرار دیا اور دعوی کیا کہ یہ آیتیں آنحضرت ﷺ پر نہیں اتریں، بلکہ مجھ پر اور میری شان میں اتری ہیں۔ کیا احیاء سنت واماتت بدعت اسی کا نام ہے۔ پھر حدیث شریف میں جو ۳۰ جھوٹے دجالوں کی پیش گوئی ہو چکی ہے، ان کی تعداد ابھی پوری نہیں ہوئی کہ مرزا جی پہلے ہی کود پڑے۔ اگر احادیث پر مرزا جی کا ایمان ہے تو وہ خود دعوی مسیحیت ومہدویت میں جھوٹے ہیں۔ اسی سال ایک مسیح لندن میں اور دوسرا فرانس میں پیدا ہوا ہے۔ کیا ثبوت ہے کہ وہ دو تو جھوٹے ہیں اور قادیانی مرزا جی سچے ہیں۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

مرزا جی الزام سے بری ہو گئے

اب بھی اگر تمام مرزائی مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کا منہ میٹھا نہ کریں اور اس کی جانب رجوع نہ لائیں تو حد درجہ احسان فراموشی اور حدیث رسول اللہ ﷺ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی مخالفت ہوگی۔ مجدد (احمد حسن شوکت) نے پیشین گوئی کی تھی کہ (مقدمہ میں) اصل خیر ہے، جان جوکھوں نہیں صرف (عدالتوں میں) آنے جانے کے پاپڑ بیلنے ہیں۔ چنانچہ وہی ہے۔ اب مرزا جی کے حواری نے جو دعوی مولوی کرم الدین وغیرہ پر گورداسپور میں دائر کر رکھا ہے وہ چند روز چلے گا۔ ایک آدھ پیشی ہولے، تو مجدد پیش گوئی کرے گا۔ ابھی سے پیش گوئی کرنا شائد مرزا جی پر ناگوار ہو۔

ہم نے ایک لمبا چوڑا ہاتھی کے کان سے سوا سو ہاتھ بڑا اشتہار دیکھا جس میں مرزا جی کی (مقدمہ میں) بریت بڑی دھوم دھام سے لکھی ہے، اور اس امر کو مخالفوں کے لئے نشان حق اور مسیح موعود کی حقیت کی صداقت گردانا ہے۔ چرا نباشد دریں چہ شک۔

یہ تو ہم لکھ ہی چکے تھے کہ کال کوٹھڑی نہیں، کالا پانی نہیں، اور بالآخر صلیب نہیں جو مسیح کا تمغہ ہے اور جس سے مرزا جی خوف کرتے ہیں، صرف تھوڑی دیر کو خوف سے باؤ گولوں کا اٹھنا اور پیٹوں میں پانی کا ہو جانا ہے۔ نہ بال بیکا ہوگا، نہ روئیں کو آنچ تک لگے گی، حالانکہ لگنی چاہیے کیونکہ دوزخ کی آنچ مسیح کا کفارہ ہے۔ اگر الزام ثابت بھی ہو جاتا تو بڑی بڑائی سو دو سو روپیہ جرمانے سے زیادہ نہ تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ مثیل المسیح میں اصلی مسیح کی نہ کوئی بیّن علامت پائی جاتی ہے، نہ اس کو آسمانی ہائی کورٹ سے ویسا ہی کوئی تمغہ ملا جیسا اصلی مسیح کو ملا تھا، پھر بھی نشان حقیت ظاہر ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی باپ اپنے عین مین صلبی بیٹے (بزعم نصاری عیسیٰ) پر ایسا مہربان نہ تھا جیسا اب لیپا لک (مرزا قادیانی) پر ہے کہ وہ کسی امتحان میں پاس نہ اترے اور جھٹ سے ڈپلومہ اور کھٹ سے ڈگری دے دے۔ یہ تو معاملہ ہی کیا تھا، عدالتوں سے تو بڑے بڑے عادی مجرم چھوٹ جاتے ہیں۔ اب ہر ایک خفیف الزام کا ملزم رہائی پا کر کان پھٹپھٹا کر دم جھڑ جھڑا کر کہہ سکتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور اس کے ماخوذ کرنے اور کرانے والے پولیس وغیرہ جہنمی اور مردود ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ ایسی علامتیں

جس قدر ظاہر ہوں گی، یعنی مرزا جی پر جس قدر کثرت سے قدمات دائر ہوں گے، اسی قدر ان کی حقیت کے نشانات ظاہر ہوں۔ دو دوا اور چپڑی۔ اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں۔

لیکن رہ رہ کر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ حقیت کا نشان تو اس وقت ظاہر ہوتا جب کہ مرزا جی کو سزا ملتی اور جبھی وہ مثیل المسیح ہونے کے مستحق بھی ٹھہرتے۔ الزام سے بری ہو جانا تو مماثلت مسیح کا نشان نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ مرزا جی کو کچھ بھی سزا مل جاتی تو یہ کہتے کہ حقیت ظاہر ہوئی۔ کیونکہ اصلی عیسی مسیح مظلوم تھا تو مثیل عیسی کیوں مظلوم نہ ہوتا، کچھ غم نہیں۔ الغرض یاروں کے دونوں میٹھے ہیں۔ مرزائی بغلیں بجا رہے ہیں، ملا دگا رہے ہیں اور عقلاء یہ کہہ رہے ہیں لو لا الحمقاء لخر بت الد نیا۔ مرزا جی ملزم بنائے جائیں، ان کے امام کے وارنٹ نکلیں، قادیان سے جہلم کھنچے چلے جائیں، مگر اس میں ان کی کچھ ذلت نہیں۔ مخالفوں کا کچھ بھی کسر شان ہو تو آسمانی ذلت ہے اور لمبے چوڑے اشتہاروں میں شائع کیا جائے کہ فلاں شخص عدالت میں یوں ذلیل ہوا اور فلاں ووں ذلیل ہوا۔ اور مرزائی مونچھوں پر تاؤ دیتے پھریں۔ آسمانی باپ (مرزا کے الہام کنندہ) کے اجلاس میں یہی انصاف ہے۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ نمبر ۴۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶۔۷)

جہلم کا مقدمہ اور مرزائیوں کی چہ میگوئیاں

ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ باپ کی چھوٹی اولاد کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اور نیچر کا بھی یہی قانون ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچوں کی پرورش کیوں کر ہو۔ دیکھو چھوٹے بچوں کو مرغی اپنے پروں میں لے کر بیٹھتی ہے اور جب دانے نظر پڑتے ہیں تو خود نہیں کھاتی بلکہ چونچ میں لے کر کٹ کٹ کرتی اور بچوں کو بلا کر ان کے آگے ڈال دیتی ہے کہ یوں کھاؤ۔ اور اگر بڑے بچے اس کے آگے سے دانہ اٹھائیں تو پر پھلا کر ان کے ٹھونگیں مارتی ہے، گویا وہ سوکن کے پوت ہیں۔ لیکن آسمانی باپ نیچر کا یہ قاعدہ اپنے لیپا لک (مرزا قادیانی) کے ساتھ برتنا نہیں چاہتا۔ قرب قیامت ہے نا، بلکہ الٹا فریب دیتا ہے۔ لیپا لک سے کہہ دیا کہ مزے سے دندناتا رہ، تیرا بال تک بیکا نہ ہوگا۔ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ سولی کھڑی ہے، اس پر چڑھ جا اور صحیح سالم اتر آ لیپا لک (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) پر جہلم میں مقدمہ دائر ہوا۔ کسی بے ضابطگی کی وجہ سے پہلی ہی پیشی

میں خارج ہوگیا۔ پھر کیا تھا، آسمانی باپ کے پوتوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ لمبے چوڑے اشتہارات نامہ اعمال سے بھی بڑے شائع ہونے لگے۔ ڈھول، دمامے، نوبت، نقارے دن دن بجنے لگے کہ آسمانی نشان ظاہر ہوا۔ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ آسمانی باپ کا الہام ٹھیکم ٹھیک لمڈھیک بن کر کر نظر آیا۔ یہ خبر نہیں کہ آسمانی باپ نے جھانسا دیا تھا اور اپنے لیپا لک (مرزا قادیانی) کی گردن تو ڑوانی چاہی تھی۔ بھولے بھالے، ننھے منے، ساٹھے پاٹھے لیپا لک کو کیا معلوم تھا کہ خرانٹ باپ ٹھٹّی کر رہا ہے اور اندر ہی اندر لیپا لک کی راہ میں کانٹے بو رہا ہے۔ اور فی الحقیقت کھوسٹ باپ بڑا ہی مردود و منافق ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمے کے دائر کرنے میں جو بے ضابطگی ہوئی تھی، اس کی اصلاح کی گئی۔ اور نامہ نگار نے لکھا کہ مقدمہ از سر نو دائر ہوگا۔ غالباً ہوگیا ہوگا۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس معاملے میں مرزائیوں نے حسب ذیل چہ میگوئیاں کیں۔

ایک مرزائی: ارے میاں یہ کیا ہوا۔

دوسرا مرزائی: ابھی کچھ بھی نہیں، برے کی ایسی کی تیسی اور بدخواہوں کی یوں کو ووں ہوگئی۔

تیسرا مرزائی: کیا حضرت اقدس کی پیشین گوئی غلط ہو جائے گی۔

چوتھا مرزائی: بھلا کوئی پیش گوئی اب تک غلط ہوئی بھی ہے جو یہ غلط ہوگی۔ ڈیڑھ سو پیش گوئیاں بال باندھی پوری ہوئیں۔ منکروں کی تو مہے کی پھوٹ گئی ہے، ان کو سوجھے کیا۔ مقدمہ نمبر سابق پر آ گیا ہے تو کیا ہوا۔ خدا نے چاہا تو دوہری فتح ہوگی، اور دیکھنا مخالفوں کی بس نانی ہی تو مر جائے گی۔ کیا آپ کو اب تک پورا ایمان نہیں۔ کیا آپ اب بھی نہیں سمجھے کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کون ہیں اور ان کی کیا شان ہے۔ وہ مثیل المسیح ہیں۔ عیسیٰ مسیح پر یہودیوں نے کیا کیا ستم نہیں ڈھائے۔ حضرت اقدس پر تو ان کا تہائی اور چوتھائی دسواں پچاسواں بلکہ سوّاں حصہ بھی اب تک نہیں ہوا۔ یہ انبیاء کی سنت ہے اور سب سے زیادہ عیسیٰ مسیح کی سنت۔ وہ آسمانی باپ کا صلبی بیٹا ہے، تو حضرت اقدس لیپا لک۔ پس یہودیوں کے ہاتھوں جو کچھ ہو کم ہے۔

پانچواں مرزائی: بھئی اصل بات یہ ہے کہ جلدی کی گئی۔ ابھی فتح کا اشتہار شائع نہ کرنا چاہیے تھا۔ جب مقدمہ صرف بے ضابطگی میں خارج ہوا ہے، تو ایک بے وقوف سے بے وقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ بے ضابطگی کی اصلاح ہوگی اور مخالفین جو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے خون کے پیاسے ہیں کیوں درگزر کرنے لگے۔ کیا

کہوں حضرت اقدس کے مشیر ہی کچھ ایسے ہیں کہ انجام پر نظر نہیں ڈالتے۔ میں نے جبھی کہا تھا کہ ابھی اچھلنا کودنا نہ چاہیے۔تیل دیکھئے تیل کی دھار دیکھئے۔اور جلدی ہی کیا تھی، چاند چڑھتا ساری دنیا دیکھتی۔

چھٹا مرزائی: کیا آسمانی نشان جس کے ظہور کی پیشگوئی کی گئی تھی اور جسکا الہام ہو چکا تھا وہ ظاہر نہ کی جاتی۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) تو مامور من اللہ ہیں۔اپنی جانب سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ان کی شان میں تو مـــــا ینطق عن الھوی ہے۔اور مامور کا یہ کام نہیں کہ حق چھپائے اور امانت میں خیانت کرے۔

ساتواں مرزائی: یہ ہماری تمہاری گھر کی بات ہے دوسرا بھی مانے۔ یہودی، حضرت عیسی مسیح کو مامور من اللہ مانتے تو ظلم ہی کیوں کرتے۔اب تو دنیا میں الحاد پھیل رہا ہے، فلسفہ کی تعلیم نے ستم ڈھا رکھا ہے۔مامور من اللہ اور نبی اور رسول کی قدر کسی زمانے میں تھی، مگر اب نہیں۔ساری خرابیاں بد بخت جدید فلسفے کی ہیں۔کسی زمانہ میں پیش گوئیاں اور الہامات مانے جاتے تھے، مگر اب نہیں۔ورنہ نبی نبی میں فرق ہی کیا ہے۔

آٹھواں مرزائی: یہ نہ کہو۔معجزات کو اب بھی لوگ مانتے ہیں مگر صرف پرانے گزشتہ اور مردہ انبیاء کے معجزات کو۔ نیا نبی آنکھوں کے سامنے آسمان سے سیڑھی لگا کر بھی اترے تو کوئی نہیں مانتا۔دیکھو ہمارے دارالامان (قادیان) کا منارۃ المسیح کیا مسیح موعود کے اترنے کی سیڑھی نہیں۔مگر اس کو مومنین ہی نے مانا، منکرین یہود سیرت کیوں ماننے لگے۔عیسی مسیح مر گیا، گلیل میں اس کی قبر موجود ہے، مگر مسلمان جو نجس عیسائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں اس کو ۱۹ سو برس سے آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں۔ذرا خیال تو کرو کہ مردہ مسیح تو اب تک معجزات دکھائے اور ہمارے حیّ اور قائم مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے معجزات جو آنکھوں کے سامنے ہیں وہ چھپر پر رکھ دیئے جائیں۔ڈیڑھ سو پیشین گوئیاں جو دن دیہاڑے پوری ہوئیں، اور سینکڑوں آسمانی نشان جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئے ان کو کوئی نہ مانے۔گزشتہ انبیاء میں کون سا سرخاب کا پر تھا جو حضرت اقدس میں نہیں۔کیا وہ انسان نہ تھے، فرشتوں میں سے منتخب ہو کر آسمان سے اترے تھے۔وہ بھی انسان تھے اور حضرت اقدس (مرزا قادیانی) بھی انسان ہیں۔مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ پیغمبر عرب کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، اسلام کا برباد کرنے والا اور خدائے قدیر کی قدرت کا سلب کرنے والا اور اس کو ہر طرح عاجز بنانے والا ہے۔قرآن میں کہیں ایک حرف بھی ایسا نہیں جس سے قیامت تک انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع سمجھا جائے۔لفظ خاتم النبیین کے سمجھنے میں

تمام علماء اور مفسرین بلکہ خود صحابہ نے غلطی کھائی۔ خاتم کے معنی مہر کے ہیں، اور مہر ہر شخص کا نشان اور علامت ہوتی ہے۔ پس یہ مطلب ہوا کہ پیغمبر عرب، انبیاء کا نشان ہے۔ یعنی دوسرے انبیاء کی طرح محمد ﷺ بھی ایک نبی ہے۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ دیکھو دنیا میں کیسے کیسے اولوالعزم نبی گذرے جن کی تصدیق خود پیغمبر عرب نے بلکہ قرآن نے کی۔ ان میں سے کوئی قاطع سلسلہ انبیاء نہ ہوا، صرف پیغمبر عرب ہوا۔ بھلا اس خصوصیت وترجیح کی آخر کوئی وجہ بھی۔ اب رہی حدیث لا نبی بعدی، یہ یاروں کی نری گھڑت ہے۔ پیغمبر عرب ایسا خلاف قیاس اور خلاف نیچر دعوی نہ کرسکتا تھا جو قرآن کے خلاف ہو۔ ہمارے مسیح موعود اور امام الزمان (قادیانی) نے حکم دے دیا ہے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو، اسے پتھروں سے مارو۔

نواں مرزائی: آپ نے یہ قصہ جھگڑا پرانا دکھڑا کیوں چھیڑ دیا۔ ایسی ہی باتوں نے تو مسلمانوں کو برہم کیا اور حضرت اقدس کا دشمن بنایا۔ گفتگو اس امر میں تھی کہ گو حضرت اقدس پر الہام ہو چکا تھا کہ آسمانی نشان ظاہر ہوگا مگر اس کے ظاہر کرنے میں ایسی جلدی کیوں کی گئی۔ وہ تو خود ہی ظاہر ہو جاتا اور الہام ضرور پورا ہوتا۔ اور جب کہ ہماری طرف سے مخالفوں پر گورداسپور میں مقدمہ دائر ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ وہ نچلے بیٹھنے والے نہ تھے۔ ہر شخص اپنے کو حریف کے پنجوں سے بچانا اور اس کو ضرر پہنچانا چاہتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ہم تو دشمن پر حملہ کریں اور وہ ہتھیا ہار کر خاموش بیٹھا رہے اور ترکی بترکی جواب نہ دے۔ پس کم از کم ہم کو اپنے مقدمہ گورداسپور کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ خدا تعالی کی طرف سے کسی نبی پر خلاف عقل اور مضر الہام نہیں ہوتا۔ یہ جلد بازی حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی جانب سے نہیں ہوئی، بلکہ ہمارے بھائیوں کی جانب سے ہوئی ہے۔

راوی: میں یہ چہ میگوئیاں چپکا چپکا ایک گوشے میں بیٹھا سنتا رہا۔ بے تحاشا ہنسی آتی تھی مگر ضبط کرتا تھا۔ یہ خبر کسی کو بھی نہیں کہ آسمانی باپ کی ناک ابھی تک اپنے لیپا لک (مرزا قادیانی) سے سیدھی نہیں ہوئی۔ وہ ضرور غضب ناک ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ لیپا لک میں اوچھاپن اور کم ظرفی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ ذرا سی بات میں اچھل پڑتا ہے۔ جامہ سے باہر ہو جاتا ہے۔ آسمانی باپ نے نشان کے ظاہر ہونے کا الہام ضرور کیا تھا، مگر وہ یہ نشان نہ تھا جس کو لیپا لک نشان سمجھا۔ وہ تو چند روز میں مقدمات کے انفصال پر ظاہر ہوگا۔ اور یوں تو قادیان میں اگر کوئی گوز بھی مارتا ہے، تو اس کو آسمانی نشان اور فتح کا نقارہ بتایا جاتا ہے۔ اگر یہ جلد

بازی نہ ہو، تو پیٹ پھول جائے اور کھایا پیا نہ پچے (ہضم نہ ہو)۔ پہلی پیشی میں مقدمہ خارج ہونے کے شادیانے تو بجائے گئے مگر جب مقدمہ پھر نمبر سابق پر دائر ہو گیا تو اس کا ذکر غائب غلہ۔ ایسی ہی باتوں سے جن میں اصلی واقعات چھپائے جاتے ہیں آسمانی باپ ناراض ہو کر ڈانٹ بتاتا ہے کہ تفاول پر تو پھر پھر ہوتے ہو اور تشائم اور تطیّر پر گویا نانی مرجاتی ہے یہ سبک سری آسمانی باپ پر بھاری ہو کر لیپا لک (مرزا) کو نظروں سے گرا دیتی ہے۔

قادیانی مرزا جی نے جب دیکھا کہ میری مخالفت رکی نہیں، تو سوچا کہ لوگوں پر مقدمات دائر کرو، ان پر جرمانے کراؤ، ان کو جیل خانے بھجواؤ۔ یوں مسلمانی دنیا میرالوہامان جائے گی اور مخالفوں کا سد باب ہو جائے گا۔ پھر تو مطلع صاف ہے، ہمیں ہم ہیں۔ مسلمانوں کو دھڑا دھڑ مرزائی بناؤ۔ الحاد پھیلاؤ۔ نذرانے اور دکھشنے لو۔ دولت جمع کرو۔ جائدادیں خریدو۔ مساتوں کے لئے جڑاؤ زیور بنواؤ

جو خانہ ہستی میں ہے میرے ہی لئے ہے
جو ذائقہ مستی میں ہے میرے ہی لئے ہے

مگر یہ چال الٹی پڑی اور یہ حکمت عملی نہایت مضر اور خراب ثابت ہوئی۔ آسمانی باپ نے یہ نہ سجھائی کہ اے ناخلف لیپا لک تو نے تمام مذاہب کے کبراء اور مقتداء اور پیشواؤں اور تمام علماء اور مشائخ کی تذلیل و توہین میں کون سی بات اٹھا رکھی ہے کہ تیرے واسطے کوئی اٹھا رکھے۔ ایک ایک مقدمے کا جواب ہر مقام پر سوسو مقدمات ہو سکتے ہیں۔ لیپا لک اور اس کے حواری کہاں کہاں مارے پھریں گے اور کس کس مقام پر ٹانگ الجھائیں گے۔ جب مہدویت و مسیحیت کا جبّہ چاک چاک ہو گا اور حلّۃ الانبیاء کے چیتھڑے اڑیں گے..تو کہاں کہاں رفو ہو گا۔

ہمارے علماء و مشائخ کو کیا کیا ذلیل کیا گیا، مگر انہوں نے صبر کیا اور عدالت سے تدارک نہیں چاہا، صرف تحریری جواب دیئے۔ یہ صاف مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے عاجز ہو جانے کا ثبوت ہے کہ جب ہر طرح سے ہارے تو اٹھا اٹھا کر پتھر مارے۔ ہم کو خوف ہے کہ مقدمات کا چار طرف سلسلہ شروع ہو گیا تو انجام بہت برا ہو گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ طرفین سے عدالتوں میں باز دعوے دیئے جائیں اور مصالحت کی جائے۔ ہاں قلمی جنگ جو علماء کا شعار ہے جاری رہے۔ ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر مرزا جی نے ایک بھی شکست کھائی

توہوا اکھڑ جائے گی اور رنگ روپ بگڑ جائے گا۔مرزائی ایک ایک کرکے پھر ہو جائیں گے اور خالی ٹاپا ہی ٹا پارہ جائے گا۔اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱۔۳)

جدید الہامات

چند روز تو مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کی چھتاڑ کی وجہ سے الہامات کا یوں قبض رہا جیسے کسی افیمی اور چانڈو باز کو رہتا ہے، مگر دفعۃً پھر پم پھوٹی اور کھنکھنا کر الہامات کا بسط ہو گیا۔سردی کے موسم میں جب لیپا لک (مرزا قادیانی) کے خیر مقدم یا لینڈ وری میں چار طرف سے طاعون دوڑتا ہے، جو مسیح موعود کی بڑی بھاری علامت ہے تو الہامات کیوں نہ دوڑیں۔

نبی کے ساتھ کتاب یا صحیفہ کا ہونا ضروری ہے جو انسانوں کے دینی و دنیوی پولیٹکل اور سوشل اور تمدنی امور کی اصلاح کرے۔اب دیکھنا چاہیے کہ مرزا جی کے الہامات میں کیا ہوتا ہے۔اپنی بھٹئی اور خودستائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔میں خدا کا بمنزلہ ولد ہوں۔میں خدا سے ہوں۔اور خدا مجھ سے۔میں سچا ہوں اور ضرور سچا ہوں۔اور بیچ کھیت سچا ہوں۔میرے مخالفین مردود اور جہنمی ہیں۔آسمانی باپ بڑی محبت بھرا اس سے میری طرف دوڑتا ہے جب میں عرش کے فرش پر گھٹنیوں چلتا ہوں۔میں تلوار وغیرہ سے قتل نہیں ہوں گا۔(ہاں کوئی سنکھیا یا دھتورا دے دے تو اس کی خبر نہیں)۔کوئی پوچھے آپ کا جانی دشمن کون ہے۔اور کوئی ہو بھی تو موجودہ بارعب وسطوت عہد سلطنت میں کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ہندوستان میں ہر فرقہ اور ہر مذہب دوسرے فرقے اور مذہب کا دشمن ہے مگر پرامن عہد سلطنت کے خوف سے سب مجبور ہیں، ورنہ ہمیشہ ویسے ہی قتل عمد ہوا کرتے جیسے سکھا شاہی اور مرہٹہ گردی وغیرہ میں ہوا کرتے تھے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا جی اسلام جیسے عالی شان اور محیط مذہب کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں اگر کتب فقہ کنز ہدایہ وغیرہ کی کوئی جزئی جو دینیات و معاملات کے بارہ میں ہو، مرزا جی اور تمام مدعیان علم و تہذیب (مرزائیوں) کے سامنے پیش کی جائے تو اسکے افہام و تفہیم سے سب کی عقل گھن چکر ہو جائیگی۔حالانکہ ان کتابوں کو اسلامی مجموعی قوانین (قرآن وحدیث) سے وہی نسبت ہے جو قطرے کو دریا سے ہے اور ذرے کو صحرا

سے۔ ہم نے کنز اور ہدایہ کا ذکر کیا ہے، اصول فقہ کی بسیط کتاب مسلّم الثبوت عضدی اور بزدوی کی تو مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے شکل بھی نہ دیکھی ہوگی۔ پھر جب تم یہ کتابیں، جن کا بیشتر ماخذ قرآن وحدیث ہے، نہیں سمجھ سکتے تو قرآن وحدیث کو کیا سمجھو گے۔ ہاں اتنا سمجھ سکتے ہو کہ احمد جو قرآن مجید کی آیت میں وارد ہوا ہے تو اس سے مراد غلام احمد ہے اور الحمد سے چونکہ لفظ احمد مشتق ہے لہذا سورہ الحمد غلام احمد کی شان میں اتری ہے۔، یہ ایسی حماقتیں ہیں کہ ادنی عقل والا بھی ان پر ہنستے ہنستے اٹیرن ہو جائے گا۔ مگر واہ رے عقل کل مرزائیو! کہ تم ان حماقتوں کو نہیں سمجھتے۔ ضرور سمجھتے ہو، مگر بات یہ ہے کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں۔ مزے ہیں، گل چھرے ہیں، زعفرانی اور سقنقوری حلوے ہیں۔ ہوا پرستیاں ہیں اور چھوتیاں ہیں، مگر کب تک

اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح
مارے گی کوئی دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ

اسلام وہ عالی شان مجموعہ تہذیب خدائی مذہب ہے کہ بڑے بڑے بت پرست، آتش پرست، ہوا پرست، لوگ اپنے آبائی مذاہب کو چھوڑ کر اس میں شامل ہوئے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یورپین لوگ کیسے کائیاں فلسفی مزاج اور سائنس اور فلسفہ کے کتنے تعلیم یافتہ ہیں مگر وہ بھی آبائی صلیب پرستی اور تثلیث پرستی چھوڑ کر اسلامی توحید ورسالت پر ایمان لا رہے ہیں۔ اب مرزا جی بتائیں کہ ان کے نئے دین میں کتنے ہندو، سکھ، آریا، یہودی، عیسائی، پارسی، بودھ شامل ہوئے۔ ایک بھی نہیں۔ کیا رسول اور نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

اسلام تمام دنیا کے واسطے ہے اور اس کے اخلاقی اصول سے کوئی انصاف منش مذہب انکار نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ مرزا جی نے کون سا نیا اصول ایجاد کیا جس کو کوئی مذہب والا مان سکے۔ آپ اسلام کی اصلاح کے لئے اٹھے ہیں۔ سبحان اللہ! ایسے ہی لوگ مصلح ہوتے ہیں کہ جس کامل اور اکمل مذہب کی اصلاح کرنے چلے ہیں خود اس کے اصول نہیں سمجھ سکے، اور سمجھتے ہیں تو صرف اتنا کہ قرآن میں فلاں فلاں آیت میری شان میں اور مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ تھوڑی سی سمجھ والا آدمی ان حماقتوں کو سن کر غصے میں بھر جاتا ہے اور جب کچھ بس نہیں چلتا تو مجبور ہو کر یہ چاہتا ہے کہ سر پیٹ ڈالے۔

(مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) قرآن کی آیتیں میرے حق میں اس لئے ہیں کہ میں بروزی محمد ہوں۔ مگر محمد ﷺ کی حدیث سے انکار۔ کیا اچھا بروز ہے۔ یہ تو شیطانی ابراز ہے۔ ہنود کو گالیاں دیں اور انہیں سے بروز (تناسخ) لیا۔ یہ نئے اسلامی نبی اور رسول ہیں۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۴۔۵)

غیب دانی

پیش گوئی کرنے والا یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں غیب دان ہوں، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ چونکہ یہ صفت خاص خدا تعالی کی ہے لہذا کسی نبی نے ایسا دعوی نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے بڑی زجر و توبیخ کے ساتھ ممانعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے صاف فرمایا کہ میں نہیں جانتا قیامت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ یہ کام نجومیوں رمالوں سادھو بچوں کا ہے جو اسی حیلے سے روٹی کماتے ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کیا مرزا جی ایسے چلتے پرزوں سے کم ہیں۔ کم کیا معنی، چند بالشت بڑھے ہوئے ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ نجومیوں اور رمالوں کی اٹکل کا تیر تو کبھی لگ بھی جاتا ہے، مگر مرزا جی کے تمام تیر تکے ہوائی رہے۔ نشانے پر ایک بھی نہ لگا۔ مگر دھوکہ دہی ہو رہی ہے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ ایک جھول میں دعوی تو تھا نر (بیٹے) کا، مگر نکلی مادین (بیٹی)۔ اس کی تاویل گھڑی کہ میں نے یہ کہاں کہا تھا کہ اسی گابھ میں کنوتیاں بدلتا، ٹاپیں مارتا، راتب مانگتا، آٹھوں گانٹھ کمیت برآمد ہوگا۔ آسمانی باپ نے کچھ تیغہ نہیں کر دیا کہ نر (لڑکا) اسی جھول میں ہو، دوسری میں نہ ہو۔ یہ خاصہ تو صرف آسمانی باپ (مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) کا ہے کہ ایک ہی جھول نکال کر عنین ہو گیا، اور مجبور ہو کر مجھے (یعنی مرزا قادیانی کو) لیپا لک بنایا۔ مگر میرے دم خم ایسے نہیں کہ بس ایک جھول میں پر پرزے گر جائیں۔ دیکھ لو میں نے دوسرے جھول میں کیسا ڈینگرا سال کا سا پورا نکلوایا۔ آسمانی منکوحہ والی پیشین گوئی تو ایسی پوری ہوئی ہے کہ باید و شاید۔ اندھوں کو نظر نہیں آتی۔ قاضی فلک نے نکاح پڑھایا۔ زہرہ اور مشتری نے سہرہ گایا۔ فرشتوں میں مبارک سلامت ہوئی۔ بس وہ میرے نکاح میں آ گئی کسی کو دکھائی نہ دے تو اس میں میرا کیا قصور۔ اس کے جتنے انڈے بچے ہوئے اور ہوں گے وہ سب میرے ہیں۔ اور میرے ہی کہلائیں گے۔ میں منہ میں گٹکا لے کر اور آنکھوں سے الوپ انجن ہو کر ہر شب وہاں وارد ہو جاتا ہوں

میں سب کو دیکھتا ہوں مجھے کوئی نہیں دیکھتا اور خود منکوحہ کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مجھے یہ لٹکا روح القدس سے ملا ہے ۔اگر کسی میں روح القدس کے فیضان کی کیفیت دیکھنی ہو تو (نعوذ باللہ) بی بی مریم سے پوچھ لے اور تصدیق کر لے۔ میری پیشین گوئی کا مطلب یہ تھا کہ نکاح آسمان میں ہوگا، زمین پر اس کا ظہور نہ ہوگا، دیکھ لو ایسا ہی ہوا۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵۔ ۶)

وہی دس ہزار روپئہ والا قصیدہ

ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ کسی کلام میں جب تک مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ کی اصلاح نہ ہو، اور تصدیق کے لئے اس پر دستخط نہ ہو جائیں ٹکسال باہر ہے اور پبلک میں ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا۔ پس جو لوگ کا تا اور لے دوڑی کو زیر نظر رکھتے ہیں، بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اردو عربی فارسی میں کیسے ہی پایہ کا کلام ہو، مگر یاد رکھو کہ وہ مجدد (احمد حسن شوکت) کی اصلاح کا محتاج ہوگا۔ لیجئے مرزا صاحب قادیانی نے فرماتے ہیں:

فجائوا بذئب بعد جهد اذا بهم
و نعني ثناء الله منه و نظهر

ذوب گداختن اور اذابہ گداز انیدن یعنی دوسرے سے گلوانا۔ مگر جہد کی یہ صفت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ معنی ہوئے کہ بڑی کوشش کے بعد جس نے ان کو گلوا دیا ایک بھیڑیا لائے اور دوسرے مصرعہ میں عني یا نعني کا صلہ به آتا ہے نہ کہ من۔ صلہ کے حروف جارہ تک کی تمیز نہیں

و قال استروا امري و اني ارودهم
اخاف عليهم ان يفروا و يدبروا

ستار باب افعال سے نہیں آتا بلکہ استتار آتا ہے اور ستر بھی کسی امر یا بھید کے چھپانے کو نہیں کہتے بلکہ پردے اور پوشش اور پردے میں چلے جانے اور لباس کو کہتے ہیں۔ امر یا راز کے چھپانے کو اخفاء کہتے ہیں پس مصرعہ اولی یوں بنا لیجئے

و قال اخفئو امری و انی ار ودھم

یایوں کہو: و قال اخفئو سرّ ی و انی ار و دھم

اورمصرعہ ثانیہ میں ید برو غلط ہے۔اگر پشت دی جانے یعنی بھاگنے کے معنی ہیں تو ادبار مصدر لازم نہیں بلکہ متعدی ہے اور اگر باب افعال سے صیغہ مجہول ہے تو یہ معنی ہوئے کہ پشت دیئے جائیں، جو بالکل مہمل ہے اور پیٹھ دی جانے کے لئے استدبار آتا ہے، نہ کہ ادبار۔

رئـــوا بــــرج بھتـــــا ن تشــــادو تــــعـــمـــــر

فـــقــــا لـــوا لـــجــــا ك الـــلــــه كيف تـــز ور

بر ج بھتا ن ماشاءاللہ خیرنال نکی گل ہے۔زبان عرب میں بر ج بھتا ن کس نے باندھا اور تعمیر کیا ہے۔شائدمرزاجی اسے اپنا برج منارہ سمجھے ہیں۔کسی شاعرعرب کی سند پیش کیجئے۔

فـــصــــــار و بـــمــــدٍ لـــلـــــر مـــــا ح دريةً

و يــــعــــلـــمھــــا احــــمــــد عــــلــــى الــــمــد بــــر

رمح نیزے کو کہتے ہیں اور زیادہ مناسب سھم یعنی تیر ہے پس ر ما ح کی جگہ سھام چاہیے:

فصاروا بمدٍ للسھام در یة

و ان لســــــا ن الــــمــــر عـــمــــا لـــم يــكـــن لــــه

اصــــــلـــــة عـــــلــــى عـــــورا تـــــه هـــو مشـــعـــر

اصـاة بمعنی عقل بڑا بھاری اجنبی چینی مغلئی محاورہ چین سے ڈھونڈ کر لائے سلیس اور صاف لفظ (صواب) کیوں بھرتی نہ کر دیا یعنی: صوا ب علی عورا تہ و ھو مشعر

آپ کو تو زحاف کا دور کرنا بھی نہیں آتا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۶)

مرزا جی کا رقیب

سید سکندر شاہ پشاوری جو غسل آتشیں کرنے میں مشہور ہیں، ڈنکے کی چوٹ للکارتے ہیں کہ مرزا جی آئیں، اور مجھے دریائے آتش کی مچھلی بنتے ہوئے دیکھیں۔ اور میرے ساتھ آگ پر چلیں۔ ورنہ دعوی مسیحیت سے باز آئیں۔ کیونکہ انبیاء کو خدا تعالی ایسی فوق العادت قوت عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل پر آگ سرد ہو گئی۔ اگر مرزا جی سچے مسیح موعود ہیں تو ان پر بھی آگ سرد ہو جائے گی۔ ورنہ مرزا جی اپنے دعوی سے باز آئیں اور میرے ہاتھ پر بیعت کریں۔

(مولانا احمد حسن شوکت لکھتے ہیں کہ) بات تو ٹھیک ہے۔ اب دونوں کی خوب مل کر بجے گی۔ مگر آسمانی باپ نے جب پہلوٹھے (یعنی عیسی) کی طرح لیپا لک (مرزا قادیانی) کو دوسرے بیٹوں کے گناہوں کے کفارہ میں نہ صلیب پر کھینچا، نہ جہنم میں جھونکا، تو اس کو آگ میں کیوں جھونکنے لگا۔ لوگوں کا کیا بگڑا، ایک بڑھا نک دی کہ لیپا لک آگ سے کھیلے۔ تو وہ معصوم ہے، شیر خوار ہے، نادان ہے، بے عقل ہے، ضرور آگ میں گھٹنیوں چلنے لگے گا۔ جل کر سلفہ ہو گیا تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ جس طرح آسمانی باپ پہلوٹھے صلبی بیٹے کو رو بیٹھا، اسی طرح لیپا لک کو بھی رو بیٹھے گا۔ واہ جی واہ۔ یہ لوگ کسی طرح یہودیوں سے کم نہیں کیونکہ لیپا لک کی جان کے خواہاں ہیں۔ آسمانی باپ (مرزا کا الہام کنندہ) ایسے جھانسوں کو خوب سمجھتا ہے پس وہ ہرگز اجازت نہ دے گا۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷)

اثبات عقائد پر دلائل

قادیانی مرزا جی کے ایک نئے مرید متواتر اشتہارات دے رہے ہیں کہ تمام مسلمان ان کے مرشد اور امام الزمان اور مسیح موعود کے خروج اور بعثت کو جانچیں اور اچھی طرح پرکھیں اور پھر اس پر ایمان لائیں۔ حال ہی میں ایک اشتہار بدیں مضمون شائع کیا ہے کہ اگر کوئی صاحب کسی آیت قطعیۃ الدلالۃ یا کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے حضرت عیسی کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر آئندہ کیلئے زندہ آسمان سے

اتر نا ثابت کر دیں تو میں اپنی جیبی گھڑی اتار کر نظر کروں اور مرزا صاحب کی بیعت سے دست کش ہو جاؤں گا۔

(مولانا احمد حسن شوکت کہتے ہیں) بفرض محال کوئی یہ باتیں ثابت نہ کر سکے تو مرزا جی کے پاس مسیح موعود ہونے کی کیا دلیل ہے۔اس سے یہ کیونکر ثابت ہو جائے گا کہ مرزا جی مسیح موعود ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ اگر مرزا جی اپنا مسیح موعود اور بروزی نبی اور رسول ہونا منتخب علماء اور مشائخ کے جلسے میں ثابت کر دیں تو ہم پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔

یہ دعوی تو ہر شخص کر سکتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔اور پیرس میں دو مسیح موعود ہیں اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ہم مسیح موعود ہیں۔ان کے اور مرزا جی کے دعوی میں کیا فرق ہے۔یہی نہ کہ انہوں نے کوئی شرط نہیں لگائی اور مرزا جی لغو اور بیہودہ شرط لگا رہے ہیں اور گویا ثابت کر رہے ہیں کہ میں اس صورت میں مسیح موعود ہوں کہ کوئی قرآن وحدیث سے عیسی مسیح کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کرے۔

انہیں کے دعوی سے ان کی مسیحیت مشروط و معلق ہے۔حالانکہ مذکورہ بالا دونوں مسیح کوئی شرط نہیں لگاتے۔پہلے مرزا جی اپنے حریفوں اور رقیبوں کا دعوی باطل کریں،تب میدان میں آ کر خم ماریں کیونکہ تین مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

مرزا جی کو تو صرف یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں ضروری اور قطعی اور یقینی اور بیشک اور البتہ اور بے ریب اور حتمی اور عینی مسیح موعود ہوں،دلیل یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔میں مصادرۃ علی المطلوب کو نہیں جانتا اسے منطق والے جانیں۔

جن دلائل سے مرزا جی عیسی مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے منکر ہیں وہ خود قابل مضحکہ ہیں۔

رفع سے وہ رفع روح،یا سلب روح،یا موت مراد لیتے ہیں۔اگر جناب باری کی بھی یہی مراد ہوتی تو امـا تـه الله فرماتا۔پھر رفع روح،یا سلب روح مراد لینے سے عیسی مسیح کی کوئی ترجیح اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ایک مچھر اور مکھی کی روح بھی سلب ہوتی ہے۔

اور اگر رفع درجات مراد ہے تو تمام مؤمنین صادقین صلحاء اور شہداء اس میں شامل ہیں۔پھر بھی عیسی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔

پھر یہی اعتراض یہودی اور آریا اور دہریہ بھی کرتے ہیں یعنی معجزات انبیاء کے قائل نہیں۔اس صورت میں مرزاجی مسلمان نہیں ہیں اور نہ قابل خطاب۔حالانکہ وہ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔

رفع روحانی سے رفع مراتب مراد لینا تحصیل حاصل ہے کیونکہ عیسی مسیح کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں ان کو یہ رتبہ پہلے ہی حاصل ہے۔اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ دنیا میں اپنی موت مرے،تو پھر آیت میں لفظ شبّہ فضول ٹھہرتا ہے، کیونکہ اپنی موت مرنے سے نہ کوئی شبہ ہے، نہ کوئی جھگڑا۔ پھر آیت کا سیاق بگڑتا ہے کہ جھگڑا تو صلب اور قتل میں ہو،اور مسیح علیہ السلام اس سے سال ہا سال بعد اپنی موت مرے۔مشبہ امر تو اب واقعہ ہوا،اور جناب باری نے اس کا ازالہ چند سال یا چند ماہ پر ملتوی کر دیا حالانکہ و لکن حرف عطف بمعنی انتظار اس واقعہ کے فوری اور متصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ملحدانہ تاویل کرنی بھی نہیں آتی۔ جہالت کی گرم بازاری ہے۔ ہمارے علماء وفضلاء تو قرآن وحدیث کے بحر بے پایاں کی مچھلیاں ہیں، بھلا تاویلوں کے گندے تالابوں کی مچھلیاں ان کا کیا مقابلہ کر سکتی ہیں۔اس قسم کی ملحدانہ تاویلات ان کے سامنے نقش برآب ہو جاتی ہیں۔

اسی قسم کی لغو اور بیہودہ تاویلیں مخالفان اسلام کو انگشت نمائی کا موقع دیتی ہیں۔ وہ مرزائی مزخرفات کو اپنے دعووں کی سند میں پیش کرتے ہیں کہ یہ اعتراض ہم ہی نہیں کرتے بلکہ مرزا قادیانی جو مسلمان ہے،اور چند مسلمانوں کا امام الزمان، وہ خود تمہارے قدیمی مفسرین کو ردّ کرتا ہے۔پس مرزاجی سے بڑھ کر دین اسلام کا کون دشمن ہوگا۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۵۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

مرزا غلام احمد قادیانی کے مقدمات

مقدمہ کی فتح کی خوشی میں مریدان باصفا نے مرزا صاحب کے مراتب کو اور بھی بلند فرما دیا۔ چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جو اس عظیم الشان فتح پر ان کو مبارک باد دی گئی ہے اس میں ذیل کے الفاظ قابل نقل ہیں:

اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جس کا وعدہ بشارۃً تلقاھا النبیون میں یوم العید کو دیا گیا۔لاریب خدا تعالی کے وہ سا

رے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کے متعلق کئے تھے پورے ہوئے۔ان تمام پیشین گوئیوں کے پورا ہونے پر ہم پھر تجھ کو اور تیری قوم کو مبارک باد دیتے ہیں۔،

ہم نے پیش گوئی کر دی تھی اور اس کے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہ تھی کہ مرزا صاحب کو آج کل جو الہامات ہو رہے ہیں ان کی تعبیر عنقریب مقدمات کے نتائج سے کی جائے گی۔

مقدمہ جو مرزا صاحب اور ان کے بعض دوستوں کے برخلاف تھا، جہاں تک ہم نے سنا ہے وہ اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن مرحوم جو موضع بھین ضلع جہلم کے رہنے والے تھے، انکی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ مرزا صاحب قادیانی یا ان کے کسی دوست نے لکھے تھے۔ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن مرحوم کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا صاحب قادیانی وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کی تھی۔

عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین، محمد حسن مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی صاحب کو برا کہا جانے کی وجہ سے نالش کرنے کا مستحق ہو۔عدالت نے قرار دیا کہ مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار نہیں کہ کوئی دعوی کر سکے۔

اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب قادیانی کو ہوئے وہ دوران مقدمہ میں ہوئے جب کہ وکلاء ان کو قانونی مشورہ دے چکے تھے، اور اس واسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے کیا معنی ہیں۔لیکن ہم کو یہ معلوم تھا بلکہ خود مرزا صاحب قادیانی کو بھی معلوم تھا کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول اور نبی اللہ ہو جائیں گے، اور خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (روحی فداہ) کے پیارے اور مبارک نام کے ساتھ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں، انکے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ہیں تو جن وکیلوں نے مرزا صاحب کو مقدمہ سے چھڑایا ہے ان کی نہایت حق تلفی کی گئی۔کیا حد درجہ نا انصافی اور سراسر اندھیر نہیں کہ مقدمہ سے چھوٹنے والا تو برگزیدہ رسول اور نبی ہو جائے، اور مقدمہ سے چھڑانے والے بیچارے چھوٹنے والے سے بہتر رتبہ کے مستحق نہ ہوں۔مرزا صاحب قادیانی کے تین وکیل تھے۔ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے، ایک کو خدا، دوسرے کو خدا کا بیٹا، اور تیسرے کو روح القدس، اور تینوں مل کر خدا بنا دیئے جاتے۔اور پھر مرزائی دین کے لحاظ سے کوئی نئی یا

اچھوتی بات نہ ہوتی۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ مریم بنا دیئے گئے تھے، اور ان کو حمل ہو گیا تھا۔ اور جب دردِ زہ ہوا، تو کھجور کے درخت کے نیچے چلے گئے۔ اور وہاں بچہ جنا۔ اور بچہ جننے کے بعد ان کو کسی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچے خود مرزا جی ہیں۔ تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہوں، وہاں چند الہاموں کے الٹ پھیر سے بے چارے وکلاء بھی ترقی کے مستحق تھے۔ امید ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے دوست اس پر غور کر کے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔

مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ نہیں چل سکا، تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے لڑکے نے استغاثہ کر دیا ہے۔ ہماری اب بھی یہی رائے ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں گھسیٹنا نہ چاہیے۔ اور دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش ہے، تو ہم اس کو یہی صلاح دیں گے کہ مقدمہ بازی چھوڑ دیں۔ (چودھویں صدی) (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۶ ۔ ۸فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

نئے نبی کے آسمانی نشان

انبیاء کے نشانات اور علامات صرف معجزے ہوتے ہیں جو خرق عادت اور نقض قانون فطرت ہیں، اور یہ ہمیشہ نہیں ہوتے۔ ورنہ وہ معمولی ممکنات و واقعات سے ممتاز نہ ہوں گے۔ لیکن لیپا لک (مرزا قادیانی) کا آسمانی باپ الٹی گنگا بہا رہا ہے کہ ہر امر واقع اور ممکن کو خرق عادت بتا رہا ہے۔ قادیان میں پتا کھڑکا، اور آسمانی نشان ظاہر ہوا۔ قادیان میں سقنقوری معجون کھا کر مرزا جی کو رتیح کی سرسراہٹ ہوئی، اور فتح کا نقارہ دن دن بجا۔ دنیا میں مرزا جی کے مخالفوں میں سے ادھر کوئی مرا، ادھر آسمانی نشان ظاہر ہوا۔

طاعون کو آسمانی باپ (یعنی مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) نے اپنے لیپا لک کی لینڈوری میں بھیجا ہے۔ مسخرہ آسمانی باپ کتنا جھٹیا اور بے خبر ہے کہ لیپا لک پر صرف ڈیڑھ سو آسمانی نشانوں اور پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا الہام کرتا ہے، حالانکہ نوبت کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ کیا معنی کہ طاعون سے جس قدر آدمی مرے، اسی

قدر آسمانی نشانوں کا ظہور ہوا۔لیکن ان میں استثناء بھی ہے۔ لیپا لک (مرزا قادیانی) کا جب کوئی مخالف مرتا ہے تب آسمانی نشان ظاہر ہوتا ہے، اور جب کوئی موافق (مرزائی) مرتا ہے، تو آسمانی باپ اور لیپا لک دونوں کی نانی مر جاتی ہے، یعنی یہ موت آسمانی نشان نہیں ہوتی۔ یہ حماقت اور نا عاقبت اندیشی لیپا لک کے آسمانی باپ کی ہے کہ اس کا بھیجا ہوا سرہنگ (طاعون ملعون) لیپا لک کے دوست اور دشمن میں تمیز نہیں کرتا۔آسمانی ہائی کورٹ میں کس قدر اندھیر ہے کہ وارنٹ تو بھیجا زید کے نام، جو لیپا لک کا جانی دشمن تھا، اور پولیس نے آ کر تھام لیا بکر کو، جو لیپا لک کا جاں نثار اور فدائی تھا۔ جب یہ اندھیر نگری اور چوپٹ راجہ ہے، تو بس آسمانی بادشاہی پھیل چکی اور لیپا لک حکومت کر چکا۔ کیونکہ طاعون کو منافق بنا کر بھیجا ہے کہ مخالفوں کا بھی بھیجا چکھ رہا ہے، اور موافقوں کو بھی بھون بھون کر کھا رہا ہے۔

(مرزا صاحب قادیانی کا) دوسرا آسمانی نشان مقدمات ہیں۔ لیپا لک پر انگریزی عدالت میں جو مقدمہ دائر ہوگا، وہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہوگا۔ایک نشان تو جہلم میں ظاہر ہو چکا، دوسرا ظاہر ہونے والا ہے۔اور جس طرح طاعونی اموات سے لاکھوں آسمانی نشانات ظاہر ہوئے، اسی طرح اب وہ نشان مسلسل مقدمات کے دائر کرنے سے تمام ملک میں ظاہر ہوں گے۔ پس مقدمات کے دائر ہونے سے مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو بجائے منہ بنانے کے خوش ہونا چاہیے کہ چار طرف لیپا لک کا سکہ بیٹھ جائے گا، اور اس قدر آسمانی نشان ظاہر ہوں گے کہ تمام مرزائی فتح کی ڈونڈی پیٹتے پیٹتے تھک جائیں گے۔لیکن آسمانی باپ کے گھر میں کچھ بھی انصاف ہو تو شکست کو آسمانی نشان قرار دیتا نہ کہ فتح کو۔ جیسا کہ اس نے اپنے اکلوتے یسوع کے ساتھ کیا کہ صلیب پر کھچوا دیا اور کچھ دیر کے لئے جہنم میں بھیج دیا، اور اس کا نام اس کے حق میں فتح قرار دیا۔ پہلو ٹھے کے ساتھ وہ کاروائی اور لیپا لک کے ساتھ یہ معاملہ۔ بات یہ ہے کہ صلبی بیٹا تو باپ کے خون سے بنا ہے، اور لیپا لک ویسے ہی ادھر ادھر سے پکڑ لیا ہے۔ پس اصل اور نقل میں فرق ہونا ضروری ہے۔اڈیٹر۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۶۔، ۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۲)

مرزائی نبوت اور حنفی تقلید

مرزاجی انبیاء کی نبوت کوصرف یہ ثابت کرنے کے لئے مانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ انبیاء کو نہ مانیں تو انہیں نبی کون مانے، کیونکہ مرزاجی اپنے کو جنس انبیاء علیہم السلام سے قرار دیتے ہیں۔ قطعی انکار تو صرف حضرت عیسیٰؑ کی نبوت سے ہے جن کے آپ قائم مقام یا مثیل ہیں۔ پرائی بدشگونی کو اپنی ناک کٹے تو بلا سے۔ مگر عیسیٰ مسیح تو مرزاجی کے نزدیک مہذب انسان نہ تھا۔ خیر اس قضیئے کو تو بالفعل رہنے دیجئے، پچھلے دنوں مرزاجی نے اہل حدیث اور اہل قرآن کے عقاید پر محاکمہ کیا۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دونوں کے یکساں لتے لئے۔ ایک دولتی ادھر تو ایک پشتنگ ادھر۔ وجہ یہ کہ مرزائی نبوت پر دونوں ایمان نہیں لائے۔ ہاں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔ ہم کو تعجب ہوا کہ ایک مستقل نبی اور آسمانی باپ کا لیپا لک اور پھر امام الزمان کسی امام اور مجتہد کی تعریف کر رہا ہے، اور اپنے مریدوں کو خط آزادی دے کر غیر کا مقلد بنائے۔ اپنی نبوت کے مقابلے میں بعض انبیاء کی تو مذمت اور ایک مجتہد جو کسی طرح انبیاء کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، اس کی تعریف۔ مگر ہمارا یہ تعجب تھوڑے سے غور کے بعد رفع ہوگیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی تعریف اول تو اس لئے کہ مرزائی نبوت پر ایمان لانے والے کثرت سے حنفی ہیں۔ پس ان کو خوش کیا ہے۔ صرف دو صاحب ہیں جن کو خلفاء کا درجہ دیا ہے یعنی مولوی حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی، یہ دو تو کسی زمانے میں جب نواب صدیق حسن خان مرحوم زندہ تھے اور دونوں کا ریاست بھوپال میں بڑا رسوخ تھا، بڑے گاڑھے اور غالی اہل حدیث تھے جب مرزاجی نے خروج کیا تو آنحضرت ﷺ کا اتباع اور رسالت چھوڑ کر مرزائی نبوت پر ایمان لے آئے۔ مولوی امروہی کے خوارق کا تو ہم کو تعجب نہیں کیونکہ وہ تو جدھر کی ہوا دیکھتے ہیں ادھر ہی کو اپنی گڈی اڑا دیتے ہیں اگر ان کو مرغ بادنما کہا جائے جب بھی تعجب نہیں، اب رہے حکیم صاحب، سنا ہے کہ ان کے اور مرزاجی کے مابین کوئی قریبی رشتہ ہے۔ پس یوں تینوں کا ستارہ ملا ہوا ہے اور خوب مل کے بج رہی ہے شائد کوئی اور بھی ہو جو اہل حدیث سے مسخ ہو کر مرزاجی کا امتی بن گیا ہو۔

امام ابوحنیفہ کی تعریف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرزاجی کے زعم میں ان کے اجتہادات واستنباطات کا

ماخذ زیادہ تر قرآن ہے نہ کہ حدیث۔ پس مرزا جی کو ان کی یہ بات رقابت نبوت کے باعث پسند آئی ہے کہ انہوں نے آنحضرتﷺ کی احادیث کی چنداں پرواہ نہیں کی حالانکہ امام صاحبؒ سے بڑھ کر کوئی متبع سنت نہ تھا انہوں نے صاف فرمادیا کہ اترکوا قولی بخبر الرسول۔ یعنی جب رسول اللہﷺ کی حدیث مل جائے، تو میرا قول چھوڑ دو۔ انہوں نے یہ بھی فرمادیا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی جب صحیح حدیث مل جائے، تو یہی میرا مذہب ہے۔ پس حدیث رسول اللہﷺ کی عظمت کرنے والا امام صاحبؒ سے بڑھ کر کون ہوگا۔

بعض حنفی فقہاء نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کو ۱۵ سے زیادہ حدیثیں نہیں ملیں۔ اگر ایسا ہو بھی تو یہ بات ایک مسلّم مجتہد کی شان میں دھبا نہیں لگا سکتی کیونکہ شخص واحد کو آنحضرتﷺ کی تمام حدیثوں کا ملنا محال ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مختلف آئمہ محدثین جدی جدی کتابیں مرتب نہ کرتے، یعنی صحاح ستہ کا وجود ہی نہ ہوتا، بلکہ ایک مجموعہ کافی تھا۔ لیکن مرزا جی اس کے یہ معنی لگا جاتے ہیں کہ امام صاحب کو احادیث کی پرواہ ہی نہ تھی بلکہ ان سے بغض رکھتے تھے۔ ذلک بھتان عظیم

کیسے کیسے حفاظ الحدیث گذرے ہیں، خصوصاً امام الدنیا فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ۔ لیکن مرزا جی کے نزدیک حافظ الحدیث ہونا عیب میں داخل ہے۔ گویا آئمۃ الحدیث قرآن سے سروکار ہی نہ رکھتے اور صرف حدیث کو مانتے تھے۔ علی ہذا حضرت امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ مرزا جی کے نزدیک قابل ملامت تھے۔ گویا حافظ الحدیث ہونا بڑا بھاری عیب ہے۔ چہ خوش! بروزی اور ظلی محمد ہیں جن کو محمد رسول اللہﷺ کی حدیث سے اس قدر نفرت ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آئمۃ الحدیث آپ کی نظروں میں کھٹک رہے ہیں۔ اگر وہ امام تھے بھی تو مر گل گئے، مرزا جی تو زندہ امام الزمان ہیں اب تو انہیں پر ایمان لانے کا زمانہ ہے۔

ہمیں رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ مرزا جی کے چیلے ابھی تک پکے مرزائی نہیں بنے، اور کچے پکے تھے بھی تو خود بدولت نے اپنے پاؤں کلہاڑی ماری۔ یعنی اپنی نبوت کا کھونٹا ان کے دلوں میں سے اکھاڑ دیا اور امام صاحب کی عظمت کی میخ کو ان کے سینوں میں گاڑ دیا کہ تم مرزائی نہیں بلکہ حنفی بنو، اور خود میں بھی حدیث کی عظمت نہ کرنے میں امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں۔ اس سے خود بدولت (مرزا) کی تو نبوت جاتی رہی اور مرزائی عبد

مشترک ہو گئے کہ آپ کو بھی مانیں اور امام صاحب کو بھی۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۶، ۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۳۔۴)

ہندی چینی مغل اور زبان عرب میں الہام

مرزا جی کہتے ہیں کہ مجھ پر زبان عرب میں الہام ہوتا ہے کہ میں بروز محمد ہوں اور چونکہ پیغمبر عرب کی فطری زبان عربی تھی لہذا اس مناسبت سے مجھ پر عربی زبان میں الہام ہوتا ہے۔

اول تو اس بیان میں آیت قرآنی و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه کا خلاف ہے۔ مرزا جی بتائیں کہ ان کی قوم ہندی مغل ہے یا عربی سید۔ اب رہا بروز۔ قرآن میں یہ کہیں حکم نہیں کہ انبیاء کی ایک قسم بروزی بھی ہے، اور قادیان میں ایک نبی پیدا ہوگا جو بروز محمد کہلائے گا، اور میں اس بروزی پر زبان غیر میں الہام کرونگا، نہ کہ اس کی مادری زبان میں۔

دوم: الہام، ابلاغ و تبلیغ اور افہام و تفہیم کے لئے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اردو سمجھنے والوں کے سامنے زبان عرب میں تکلم بھینس کے آگے بین بجانا اور ان کو سمجھانا اور عمل کرانا تکلیف مالا یطاق ہے۔ آنحضرت ﷺ پر زبان عرب میں الہام ہوا ہے، اور تمام ممالک دنیا میں بذریعہ ترجمے کے ابلاغ و تبلیغ عمل میں آئی ہے۔ پس آپ بھی اگر یہ دعوی کرتے کہ میں ہندی نبی ہوں اور مجھ پر اردو زبان میں الہام ہوتا ہے اور یہ الہام ترجمہ ہو کر عرب و عجم یورپ افریقہ وغیرہ میں شائع ہوگا، تو کیا خرابی تھی۔ خرابی یہ تھی کہ الہامی کلام کے لئے فصاحت و بلاغت لازم ہے، اور آپ کی اردو زبان.. ایسی.. ہے کہ گاؤں کے پٹواری اور تحصیلی مدارس کے مدرس بھی اس کو سن کر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوئیں۔ پس آپ نے خیال کیا کہ زبان عرب میں صاحب الہام ہونے کا دعوی کرونگا، تو اردو زبان دانی کے عیب پر پردہ پڑا رہے گا کیونکہ عربی زبان کے سمجھنے والے خال خال علماء و فضلاء ہیں، نہ کہ وہ عوام جو مرزا جی کے کماؤ پوت بنیں گے۔ لیکن بخیہ پھر بھی کھلے گا۔ آپ کی عربی زبان اردو سے بھی کئی میل آگے ہے کہ مذکر، مونث اور معرفہ اور نکرہ تک کی تمیز نہیں۔ کبیر پنتھی بھاشا اس سے بہت اچھی ہے۔ آپ کے لٹریچر کی روانی کا کیا کہنا، جیسے محکمہ صفائی کا کوڑا کرکٹ سے لدا ہوا چھکڑا امچک امچک کرتا چلتا ہوا، دفعۃً برسات کے آب وجلاب میں بھک سے بیٹھ جاتا ہو، اور لال بیگی ملازم کیسے ہی سونٹے لگائیں مگر ٹس

سے مس نہیں ہوتا۔

سوم: جیسے آپ بروزی محمد ہیں، ویسے ہی مسیح موعود بھی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ بروزی ہونے کی مناسبت سے زبان عرب میں تو الہام ہو، مگر مسیح موعود ہونے کی مناسبت سے عبرانی زبان میں الہام نہ ہو جو عیسیٰ مسیح کی مادری زبان تھی۔

چہارم: آپ پر الہام ہوا ہے کہ جری اللہ فی حل الانبیاء یعنی مرزا جی خدا کے نبی نبیوں کے لباس میں۔ نبیوں کا لباس کہیے یا شیطانی وسواس خناس مضل الناس کا التباس کہیے۔ الانبیاء میں الف لام آپ کے نزدیک ضرور استغراق کا ہے، اس لئے آپ تمام انبیاء کے حلّوں میں ہیں۔ جس کا مطلب آپ کے نزدیک یہ ہے کہ تمام انبیاء نے آپ کے جسد میں حلول (تناسخ) کیا ہے۔ اس صورت میں تو آپ کل انبیاء کے بروزی ہوئے، حالانکہ دعویٰ صرف محمدی بروز ہونے کا ہے۔ جب یہ بات ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ پر تمام انبیاء کی مادری زبانوں میں الہام نہ ہو، صرف عربی زبان میں ہو۔ بات یہ ہے کہ خود مرزا جی کا آسمانی باپ اردو زبان سے نابلد ہے۔ پس اردو زبان میں کیونکر الہام کرتا۔ اس کی زبان طاعون کاٹ کھاتا۔ منہ پر کی تو خوش آمد ہے، مگر واقعی مرزا جی کی ذات شریف دنیا کی سفاہتوں کی بھول بھلیاں ہے۔ جیسے منارہ حماقتوں کا ٹھاکر دوارہ ہے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۶۔ ۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۴۔۵)

ترکی بترکی جواب

اے ایم یوسف صاحب احمدی نے اپنے خاتم الانبیاء کی تعریف میں اٹکل پچو تک بندی کی تھی اس کا جواب ہمارے شاگرد رشید نصیر احمد انبالہ نے نظم ہی میں دیا ہے جو یکے بعد دیگرے درج ذیل ہے

ارے مومنو خوف ہے کچھ خدا کا
گھٹایا ہے کیوں مرتبہ مصطفیٰ کا
جو ختم الرسل ہیں وہ سوئیں زمین پر
بٹھایا ہے عیسیٰ کو عرش بریں پر

صحیح نص سے بھائی ہم کو بتا دو
کلام الٰہی سے ہم کو پتا دو
مع جسم ہے وہ فلک پر چڑھایا
کسی نے ہمیں آج تک نہ بتایا
سند زندہ اٹھنے کی ہے پاس بھائی
نہیں آج تک تم نے ہم کو بتائی
دوبارہ وہ آئیں گے کیوں کر زمین پر
کہ جو زندہ بیٹھے ہیں عرش بریں پر
ارے بھائیو چھوڑو اب تو غفلت
ہوئی پوری دنیا میں اب ساری حجت
پیمبر نے جو کچھ زبان سے کہا ہے
بخاری میں جا دیکھ لو کیا لکھا ہے
نہیں مانتے گر جو حجت ہماری
تو تم دیکھ لو جا کے مسلم بخاری
یہ قول نبی سے ہوا ہے مبیّن
کہ موعود عیسی ہوئے ہیں ہویدا
خلاف پیمبر اگر تم کرو گے
مسلمان ہو کر نہ ہرگز مرو گے
ہمیں تیس آیت سے ظاہر ہوا ہے
مسیح ابن مریم جہان میں موا ہے
نشان سماوی سے ظاہر ہوا ہے

کہ موعود کا وقت اب آ گیا ہے
جو موعود آنا تھا سو آ گیا ہے
پتا اس کے آنے کا ہم کو ملا ہے
کلام الٰہی نے دی یہ نشانی
کہ موعود عیسی ہے وہ قادیانی
خدا سے ڈرو اور بیعت کو آؤ
کدورت کو دل سے تم اپنے مٹاؤ
تمہارے مٹانے سے یہ کب مٹے گا
تمہارے ہٹانے سے یہ کب ہٹے گا
نہیں مانتے گر ہو کہنا ہمارا
تو بد حشر ہووے گا بے شک تمہارا
الٰہی بحق مسیح زمان تو
مجھے جلد پہنچا دے دار الامان تو
اطاعت میں موعود کے رکھ الٰہی
مٹا میرے دل سے گناہ کی سیاہی

جواب

الٰہی مرا خامہ تیغ دو دم کر
سر اعتراض حسوداں قلم کر
تکلم کو دے زور افواج پشہ
مضامین کو دے شور افواج پشہ
وہ افواج پشہ جو ہرگز نہ چوکے

گھسے ناک میں اعتراضِ عدو کے
درود اس پہ ہو جو کہ خیر الوراء ہے
ہر اک ما سوائے خدا سے بڑا ہے
خدا اس کا طالب وہ طالب خدا کا
رضا اس کی تابع وہ تابع رضا کا
نہیں خوف مرزائیوں کو خدا کا
نہیں خوف کچھ ان کو روز جزا کا
اگر خوف ہے تم کو رب العلی کا
اگر پاس ہے تم کو کچھ مصطفیٰ کا
محمد کو برحق اگر جانتے ہو
احادیث کو بھی بجا جانتے ہو
تو ہم کو دکھاؤ ذرا لے کے قرآن
موئے کس جگہ ہیں مسیحائے ذیشان
چھٹا پارہ ہے اور نساء کی ہے سورت
مٹاؤ اسے دیکھ دل کی کدورت
احادیث سے صاف ظاہر ہوا
فلک پر مع الجسم عیسی گیا ہے
بلاشبہ وہ آسماں پر گیا ہے
خدا کا کلام اس کا شاہد ہوا ہے
نہیں مانتے گفتگو گر ہماری
تو دیکھو احادیث مسلم بخاری

جو علم احادیث سے تم ہو ماہر
تو عیسی ہو دجال کے بعد ظاہر
ہوا ہے کہاں کہیے دجال پیدا
مسیحائے ذی شان تا ہو ہویدا
جو ریلوں کو دجال تم کہہ رہے ہو
تو طوفان میں کذب کے بہہ رہے ہو
وہ دجال جو ہو مسیحا کا دشمن
وہ کیوں کر نہ ہوگا نصاری کا دشمن
اگر اہل دجال انگریز ٹھہرے
تو کہہ دو یہی فتنہ انگیز ٹھہرے
یہ ہرزہ درائی ہے یا بے وفائی
دجاجل کہیں ان کو سب میرزائی
جنھوں نے انہیں امن و آرام بخشا
ہر آسودگی کا سر انجام بخشا
خبر سے غرض ہے نہ قرآن سے مطلب
نہ دیں سے غرض ہے نہ ایماں سے مطلب
نہ روز جزا سے نہ عقبی سے مطلب
فقط ہے زر و سیم دنیا سے مطلب
تمہیں عذر اس بات پر کیوں ہوا ہے
احادیث مسلم میں دیکھو لکھا ہے
کہ آئیں گے عیسی دوبارہ زمین پر

گئے ہیں وہ بے شبہ چرخ بریں پر
کہاں تمیں آیت سے ظاہر ہوا ہے
کہ عیسی ابن مریم جہاں میں موا ہے
کوئی ایسی آیت دکھائی تو ہوتی
وفات ابن مریم جتائی تو ہوتی
نشان سماوی ہوئے کیا ہیں ظاہر
کرو ان نشانوں سے ہم کو بھی ماہر
ہے باقی ابھی روم کی سلطنت بھی
چڑھائی نہ کعبہ پہ کفار نے کی
نہ پورے نشان سماوی ہوئے ہیں
مسیحا عبث میرزا بن گئے ہیں
کہا ہے یہ کس جا خدا نے قرآں میں
کہ موعود ہوگا کوئی قادیاں میں
حدیث نبی سے کرو ہم کو ماہر
کہ عیسیٰ ء موعود یہاں ہوگا ظاہر
ہٹا وے گا قرآن وہ بیشک ہٹے گا
حدیثیں مٹادیں گی بے شک مٹے گا
کلام خدا میں کہاں ہے نشانی
کہ موعود عیسی بنے قادیانی
خدا سے ڈرو اور محمد ﷺ کو مانو
کہ آئیں گے دجال تمیں اس کو جانو

خدا کے لئے منہ کو مرزا سے موڑو
وہ کذاب ہے اس کی بیعت کو توڑو
جو دنیا میں عیسی بن مریم موا ہے
تو مرزا کو کیا اس کا ورثہ ملا ہے
تمہارے ہی دعوی سے کیا اس کو نسبت
یہ مرزا کے حق میں نہیں کوئی حجت
خدا سے نصیر اپنی یہ التجا ہے
حقیقی وہ ہادی ہے وہ رہنما ہے
کہ امت نہ بھٹکے حبیب خدا کی
وہ عاشق رہے سنت مصطفیٰ کی
کسی وسوسہ سے نہ وہ ڈگمگائے
شیاطین کے ہرگز نہ اغوا میں آئے
نصیر ایسے لوگوں سے تم بچ کے رہنا
کہ ان سے ہو دین و دنیا میں لہنا

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۶۔ ۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۵۔۶)

مرزا جی کے الہامات

انبیاء علی نبینا و علیھم الصلوۃ و السلام پر جو مسلسل اور منضبط الہامات من جانب اللہ ہوئے ہیں وہ انسانوں کے لئے تہذیب وتمدن سیاست وملک داری اصلاح نفوس الغرض دینی اور دنیوی مستحکم قوانین بن گئے ہیں۔ یہاں تک کہ سلاطین کو جدید قوانین کی وضع واجراء سے مستغنی کر دیا ہے۔ موجودہ سلطنتیں بھی انہیں قوانین پر چل رہی ہیں، اور جب ان سے انحراف کیا جائے گا ضرور خرابیاں پیدا ہوں گی، جیسا کہ ہم بعض

ممالک خصوصاً ممالک اسلامیہ کی حالت دیکھ رہے ہیں۔

توریت وانجیل اور زبور بھی انسانوں کی اصلاح کے مضبوط قوانین ہیں، مگر ان پر عمل متروک ہو گیا۔ دنیا خود سر بن گئی۔ جس طرح مسلمان قرآن پر عمل نہیں کرتے اسی طرح یہودی توریت پر اور عیسائی انجیل پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن اس سے الہامی کتابوں میں نقص نہیں آ سکتا۔ اور تمام مذاہب والے معترف بقصور ہیں کہ ہم نے اپنی آسمانی کتابوں کو چھوڑ دیا۔ اتنا جگرا اور گردہ کسی کا نہیں کہ اپنی آسمانی کتاب یا آسمانی مذہب کو ناقص اور قابل اصلاح بتائے۔ یورپ میں حد درجہ لا مذہبی اور فسق و فجور پھیلا ہوا ہے، مگر جب انجیل کا نام آئے گا تو ہر عیسائی سر جھکا دے گا۔ ایک پکا مسلمان کیسا ہی فاسق و فاجر ہو، مگر جب قرآن کا نام آئے گا تو کانپ اٹھے گا اور نادم ہو گا۔ ایک سنی مسلمان جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنے گا تو کھڑا ہو جائے گا۔ ایک مرزا جی ہیں کہ حدیث کا انکار اور قرآن مجید کی آیات مسخ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو یہ فرمائیں کہ لو کان موسی حیاً لما وسعه الا اتباعی یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میرے اتباع پر مجبور ہو جاتے۔ مگر مرزا جی، حضرت موسیٰؑ سے بھی بڑھ گئے کہ جو شخص ان کو نبی نہ مانے زندیق اور کافر اور واجب القتل ہے۔ اور جب کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو گالیاں دی جاتی ہیں اور ان کو فاسق و فاجر بتایا جاتا ہے، تو اسی سے سمجھ لیجئے کہ ان کے دل میں دیگر انبیاء کرام کی کیا وقعت ہے۔ کیونکہ نبی سب برابر ہیں۔ قرآن مجید نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے کہ لا نفرق بین احد من رسله ۔ آنحضرت ﷺ تو یہ فرمائیں کہ لا تخیروا فی انبیاء الله یعنی ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو، اور مرزا جی بعض انبیاء پر سبّ و طعن کریں۔

گفتگو الہام میں تھی۔ اگر مرزا جی کے تمام الہامات کو جمع کیا جائے تو فرمایئے ان سے کیا نتیجہ نکلے گا۔ دینی یا دنیوی قانون تو کیا مرتب ہو گا، ہر فقرہ مہمل اور بے معنی ہونے میں مجذوب کی بڑ سے کم نہ ہو گا۔ بات یہ ہے کہ خود ستائی اور خود غرضی انسانوں کو پاگل بنا کر چھوڑتی ہے۔ تمام الہامات میں مرزا جی اپنی ہی بھٹئی کرتے ہیں۔ پھر بھی بے معنی الحکم میں کبھی کبھی ایک آدھ فقرہ یا جملہ شائع ہوتا ہے جس کو الہامی بنا لیا جاتا ہے۔ ہم شرطیہ کہتے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے گا تو خود مرزائیوں کو شرم معلوم ہو گی کہ کیا جھک مارا ہے۔ اور ایک مبصر اور عقل مند آدمی قہقہہ لگائے گا کہ مرزائی امت کے لئے یہی آسمانی اور دینی اور دنیوی قوانین کا مجموعہ ہے

جو اس پر الہام ہوتا تھا تا کہ لوگوں کو سمجھائے اور ہدایت عامہ کی تبلیغ کا فرض پورا کرے۔

مرزا جی عجیب الخلقت نبی ہیں کہ مادری زبان تو اردو اور الہام ہو عربی میں۔ بھلا ہندوستان میں عربی زبان سمجھنے والے کتنے ہیں۔ مسخرے باپ (مرزا کے الہام کنندہ) نے یہ نہ سمجھا کہ لیپا لک (مرزا قادیانی) اپنا فرض نبوت کیوں کر ادا کرے گا۔

پچھلے ہفتے الحکم میں یہ الہامی فقرہ شائع ہوا: انی صا دق صا د ق صا دق

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کتنا مہتم بالشان فصیح و بلیغ بے مثل فقرہ ہے۔ ایک گدھا بھی ڈھینچوں ڈھینچوں کر کے کہہ سکتا ہے کہ: انی نا ھق نا ھق نا ھق

اور ایک خاوند بھی اپنی ناشزہ جورو سے دق ہو کر کہہ سکتا ہے: انتِ طا لق طا لق طا لق ثلا ثا

لیکن جب آسمانی منکوحہ نے مرزا جی کو طلاق دے دی، تو ان کے بیٹے یعنی آسمانی باپ کے پوتے (مرزا فضل احمد) نے باوصف حد درجہ زور ڈالنے اور عاق کرنے کی دھمکی دینے کے اپنی بیوی کو بجائے یہ کہنے کہ:

انتِ طا لق طا لق طا لق ثلا ثا۔ یہ کہا کہ انتِ فوا دی انتِ را حتی ، انت سرور قلبی انتِ نور مقلتی رو حی فدا ك

اس نے بلا وجہ ناکردہ گناہ بی بی کو طلاق دینا گوارا نہ کیا۔ بھلا جب آسمانی دادا کا الہام خود پوتے نے نہ مانا، تو بقیہ امت سے کیا امید ہے کہ وہ لیپا لک کا حکم مانے گی اور بروزی اور ظلی نبوت اور موعود مسیحیت و مسعود مہدویت کو دنیا میں پھیلائے گی۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۶۔ ۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۶۔۷)

قادیانی کا بے معنی الہام یا اضغاث احلام

۲۰۔ جنوری ۱۹۰۳ء کا الحکم اخبار ایک دوست کی عنایت سے ہماری نظر سے گذرا۔ صفحہ اول پر مرزا جی بہ عنوان عید کا ہدیہ ایک الہام پیش کرتے ہیں جو ایک ہی وقت میں ہوا اور جسکے تین ٹکڑے ہیں۔ اگر چہ یہ الہام صرف اس کا مسلّمہ ہے اور وہ خود ہی اس کا مخبر ہے مگر مرزائی جماعت کو اس پر بڑا ناز ہے حالانکہ اپنا رؤیا نفسی اور تراشیدہ خیال کسی صورت میں خصم پر حجت نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ مال بھی سراسر کھوٹا ہو۔ افسوس ہے کہ عید کے

مبارک دن میں مرزا جی کو جو تحفہ ملا وہ بھی پرکھنے پر کھوٹا ثابت ہوا

مس از و دگان را بر آتش

پدید آید انگجہ کہ مس یا زر ند

اس نرالے الہام کے تین ٹکڑے ہیں جو آپس میں بالکل بے ربط اور خبط ہیں:

۱۔ یبدی لك الر حمن شیئاً ۔یہ ٹکڑا ظاہر کرتا ہے کہ خاص قادیانی کی ذات سے خطاب ہے۔مگر

۲۔دوسرا ٹکڑا یعنی اتی امر الله فلا تستعجلو ہ جو سورہ نحل کی پہلی آیت کا سرقہ کیا گیا ہے،اس سے اگر بجز مرزا جی کے اوروں کی طرف خطاب ہے،تو دونوں فقروں میں انتشار ضمائر ہے جو فصاحت و بلاغت کے بالکل منافی ہے۔اور اگر اس سے مرزا جی کا نفس مراد ہے،تو بجائے صیغہ جمع کے مفرد کا صیغہ ہونا چاہیے۔حالانکہ یہ جمع کا صیغہ ہے جس کو اول سے کچھ لگاؤ نہیں اور کلام کی بے ربطی ظاہر۔

کیوں حضرات مرزائیو! کیا اسی پر آپ کو ناز ہے۔سچ ہے:

آدمیاں گم شدند۔ملک خدا کر گرفت

۳۔تیسرا ٹکڑا الہام کا تلقاہ النبیو ن ۔باعتبار الفاظ و معانی صریح غلط ہے۔کیونکہ ترجمہ میں آپ ظاہر کرتے ہیں،یہ ایک خوش خبری ہے کہ نبیوں کو دی جاتی ہے۔

نبیو ن کے لفظ کو ترجمہ میں مفعول ظاہر کیا ہے،تو اب دو صورتوں سے خالی نہیں۔یا تو مرزا جی نے اس کو مفعول بہ سمجھا ہے یا مفعول مالم یسم فاعلہ۔دونوں غلط۔اگر نبیو ن کا لفظ مفعول بہ ہے تو نبیین ہونا چاہیے۔اگر مفعول مالم یسم فاعلہ ہے تو صیغہ تلقا مجہول ہونا چاہیے،حالانکہ آپ نے صیغہ معروف کا رکھا ہے۔اور ترجمہ میں معنے مجہول کے لئے ہیں،یعنی:یہ خوش خبری جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔،

اور بصورت معروف ہونے صیغہ تلقا ہ کے نبیوں کا لفظ تلقّا کا فاعل ہوگا۔اس صورت میں اس فقرہ کا ترجمہ مرزا قادیانی کے ترجمہ کے مخالف ہوگا اور بے معنی بھی ہو جائے گا۔کیونکہ اس کے معنی یوں ہوں گے:کہ ان نبیوں نے اس کو یاد کیا۔اس صورت میں مرزا جی پر بار ثبوت عائد ہوگا کہ نبیین سابقین نے اس بشارت کو یاد کیا۔اور یہ ثبوت قرآن مجید کی کسی آیت سے مطلوب ہوگا۔ورنہ سب تانا بانا ٹوٹ پھوٹ کر مکڑی کا

جالا ہو جائے گا۔مرزائیو! سمجھو سوچو۔کچھ جرأت ہے تو جواب دو۔

اسی صفحہ کے اخیر پر فرماتے ہیں کہ وحی نے میرا کلام حکایۃً سنایا یعنی انی صادق صادق ۔اس میں بھی قبائح ہیں۔حکایت کا تکلف اور ضمیر خطاب سے جو آسان تھا۔متحرز ایک بے جا اور فضول کام ہے اس تکلف سے یہ لفظ بے تکلف تھا یعنی انك صادق صادق ۔اب فقرہ مختصہ الہام پر جو انی صادق صادق ہے حکایت کی تاویل مرزا قادیانی کا کچھ اختراع ان کی مفروضہ وحی سے خارج ہے۔دوسرا فقرہ سیشهد الله لی بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ عنقریب اللہ میرے لئے گواہی دے گا۔اس فقرہ میں بھی کوئی لفظ حکایت کا نہیں جو کہ مرزا جی نے وحی مفروضہ میں بتایا اور سمجھا ہے، بلکہ اس کے معنوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میرے لئے اللہ تعالی عنقریب گواہی دے گا۔تو گویا خدا کسی اور خدا کا اپنے لئے گواہی کا محتاج ہے، ورنہ اپنی فرضی وحی کی مختص لفظوں سے حکایت کی تعبیر اور تاویل کرنا لازم ہوگا۔اگر عید کی تقریب پر عربی الہامی ہدیوں کا اداء رسوم اتحاد کے لئے شوق تھا، تو پہلے عربی بول چال سیکھ لی ہوتی۔

راقم: وہی اعجاز المسیح کی غلطیاں نکالنے والا۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۲۔۴)

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کے صفحہ اول پر، ہدیہ عید، عنوان سے لکھا ہے:

حضرت حجۃ اللہ نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اس کے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

وحی الہی کی ایک پیش گوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے۔چاہیے کہ ہر ایک شخص اس کو خوب یاد رکھے۔

...کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہوگئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔یبدی لك الرحمن شیئاً۔ اتی امر الله فلا تستعجلوه۔ بشارۃ تلقّاها النبیون۔ترجمہ: خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔خدا کا امر آ رہا ہے۔تم جلدی نہ کرو۔یہ ایک خوش خبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوش خبری دی۔اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالی کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی ہوئی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے انی صادق صادق و سیشهد الله لی ۔ترجمہ: میں صادق ہوں صادق ہوں، عنقریب خدا تعالی میری گواہی دے گا۔

یہ پیش گوئیاں باواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالی کی طرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہو گی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئے گی اوہ وہ خدا تعالی کا نشان ہو گا..)

مرزا جی کا انوکھا میموریل

نئے لیپا لک پر آسمانی باپ ہمیشہ نیا ہی الہام کرتا ہے۔ لیپا لک (مرزا قادیانی) سے کہہ دیا کہ میں تو برٹش گورنمنٹ کے جبروت سے بید کی طرح لرزتا ہوں، مجھ میں اتنا بوتا کہاں کہ اسکے حضور چوں بھی کر سکوں۔ میں نے تجھ کو اس لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ برٹش کو چیتے کی طرح پھلایا کرے، اور روغن قاز مل کر للو پتو کی چکڑ ی چپڑ ی باتوں سے اس کے حضور اپنا کام نکالا کرے۔ دنیا کی مخالفت کر، تمام مذاہب کے پیشواؤں کو گالیاں دے مگر خبر دار جو برٹش کی مخالفت کی۔ ورنہ یاد رکھ وہی حال ہو گا جو سوڈانی مہدی تعالیشی اور اس کے مریدوں کا ہوا کہ پیوند زمین ہو کر بھی چین نہ ملا، اور ہڈیاں تک اکھاڑ کر دریائے نیل میں بہا دی گئیں۔

پس لیپا لک آسمانی باپ کے اس جرنیلی آرڈر کی تعمیل کرتا رہتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو اسی میں خیر بھی ہے کہ ہمیشہ گورنمنٹ میں خوش آمد کا پنواڑا پیش کرتا رہے۔ کاتا اور لے دوڑی۔ مقصود صرف چاپلوسی ہے کہ میں گورنمنٹ کے ولایتی بوٹ کی خاک ہوں، اور میرے بزرگ بھی ہمیشہ فورٹ ولیم کے لعل بیگی جاروب کش رہے ہیں، اور ہماری اس عقیدت و وفاداری میں کبھی غبار و کدورت نے راہ نہیں جو گورنمنٹ کی نسبت ہے۔ فی الحقیقت خدا کے نبی اور متبنیٰ کا یہی کام ہے کہ ہمیشہ اہل دنیا کی خوش آمد میں زمین دوز مجرے بجالائے۔

دربار تاجپوشی کی تقریب پر مرزا جی نے لارڈ کرزن کے حضور ایک میموریل بھیجا ہے کہ گورنمنٹ اتوار کی تعطیل کی جگہ جمعہ کی تعطیل دیا کرے جو مسلمانوں کا مقدس دن ہے۔،

واہ کیا کہنا! کیسا ضروری ریفارم اور کتنا برجستہ الہام ہے کہ آج تک کسی پر ہوا ہی نہیں، اور نہ کسی کو یہ اصلاح سوجھی۔ مسلمانوں کی تعطیل جمعہ کے روز اور عیسائیوں کی اتوار کے روز اور ہنود کی تعطیل بدھ کے روز اور پارسیوں کی تعطیل منگل کے روز ہو۔ علی ہذا، دوسرے مذاہب بھی ہیں۔ پس گوری کا جوبن چٹکیوں ہی میں چلا۔ ہفتے کے تو سات ہی دن ہیں، اگر تمام اہل مذاہب کی خواہشوں پر گورنمنٹ عمل کرے تو تیں روز چھوڑ

۳۶۰ دنوں میں بھی تعطیل کا نمبر نہ آئے، اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہو وہ لیپا لک کو نہیں تو آسمانی باپ کو ضرور معلوم ہے کہ دنیا ایک ھــــو کا مقام ہو جائے۔ آسمانی باپ (یعنی مرزا قادیانی کا الہام کنندہ) اور لیپا لک (یعنی مرزا قادیانی) ہی منارے کی چوٹی پر دندنایا کریں، باقی چار طرف صفایا۔

خوش آمدی ٹٹو نے دم ہلا کر یہ لید کی ہے کہ:

میرے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہیں اور یہ میموریل ان سب کی طرف سے ہے۔،

کہو جھوٹے کے منہ میں وہ۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے چیلوں کی کائنات بس وہی ہے جو الحکم میں شائع ہو چکی۔ ان سب کو جمع کیا جائے تو دو تین ہزار تک بھی بمشکل نوبت پہنچے گی، اور اب تو الحکم میں شائع ہونا بھی بعض مصالح سے بند ہو گیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ آخر ایک لاکھ آدمی کچھ ہوتے بھی ہیں، یا صرف ایک لاکھ کا نام سن لیا ہے۔

چونکہ لیپا لک کو ہمیشہ خوف رہتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو قانون کے خلاف ہو، اور برٹش گورنمنٹ تعزیری چکّی میں پیس ڈالے، لہٰذا ہمیشہ گورنمنٹ کو اس حیلے سے خوش کرنا چاہتا ہے کہ میں اسلامی جہاد کے خلاف ہوں اور مسلمانوں سے جہاد کا خیال مٹانا چاہتا ہوں جو اولڈ فیشن علماء نے ان کے دلوں میں جما رکھا ہے۔ لیکن ایسی خوش آمد سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں ان سے نہ صرف لیپا لک بلکہ وہ ناعاقبت اندیش کھوسٹ باپ بھی ناواقف ہے اور یہی ناعاقبت اندیشی ہے تو وہ ضرور ایک نہ ایک الہام کی بدولت لیپا لک کی گردن تڑوا کر رہے گا۔

اولاً یہ کہنا کہ میرے ساتھ ایک لاکھ آدمیوں کی تعداد ہے گورنمنٹ پر صاف دھمکی ہے کہ مجھے کوئی ایسا ویسا کمزور اور لچر اور پوچ نہ سمجھنا۔ میں سوڈان اور یوگنڈا اور سومالی اور سنوسی مہدی سے کہیں زیادہ قوت رکھتا ہوں۔ جب چاہوں گا ہندوستان میں بغاوت پھیلا دونگا۔

دوم: مرزا قادیانی کے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں میں بغاوت کا مادہ ہے۔ خصوصاً علماء اسلام میں جو مسلمانوں کو گویا در پردہ گورنمنٹ کی بغاوت کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ پس گورنمنٹ کو ان سے نہ صرف ہوشیار رہنا بلکہ عملی طور پر نگرانی کے لئے تمام علماء اور مشائخ کے سروں پر سرہنگ مقرر کرنے چاہییں،۔ یہ تمام

مقدس علماء اور مشائخ کے حق میں کھلا لائیبل ہے جو ہر طرح گورنمنٹ کے مطیع اور وفا دار ہیں۔اس لئے ہر عالم اور شیخ وقت مرزا قادیانی پر عدالتوں میں لائیبل دائر کر سکتا ہے مگر وہ صبر کئے بیٹھے ہیں۔اور مرزا قادیانی کے یہ زہر میں گھلے ہوئے تیر دل وجگر پر لے رہے ہیں۔

سوم: برٹش گورنمنٹ کو باوصف ایسے جبروت اور طاقت اور ایسی عالمگیر حکومت کے جس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا، مرزا قادیانی اپنی خام خیالی سے کمزور یقین کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے جہاد سے خوف کرتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کو مذہب اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم جس سلطنت کے امن میں ہو اس سے انحراف کرنا خدا اور رسول سے انحراف کرنا ہے، اور اس کا نام جہاد نہیں بلکہ بغاوت اور بے وفائی ہے۔ پھر اسلام میں بھی ویسا ہی جہاد ہے جیسا سلاطین یورپ نے پچھلے دنوں چین میں اور خود برٹش گورنمنٹ نے جنوبی افریقہ میں کیا اور اب صومالیہ اور وینز ویلا میں کر رہی ہے جو بالکل قدرت وفطرت کے مطابق ہے۔مگر مرزا قادیانی تمام جہادوں کو وحشیانہ ظلم قرار دیتا ہے۔گویا ہر ایک جہاد کرنے والی سلطنت ظالم ہے، جابر ہے، وحشی ہے۔

چہارم: ضرورت اور ٹھیک منصوصہ اسلامی شرائط کے وقت مذہب اسلام میں جہاد ویسا ہی فرض ہے جیسا دوسری سلطنتوں میں، مگر مرزا قادیانی اس رکن شرعی کو مذموم سمجھتا ہے، لہذا ہرگز مسلمان نہیں بلکہ تمام مذاہب کا راندہ ہے۔

پنجم۔ بفرض محال نہ صرف ۶ کروڑ مسلمان بلکہ ان کے ساتھ ۲۴ کروڑ ہنود اور پھر مجموعی تعداد ۳۰ کروڑ آدمی بھی چاہیں تو گورنمنٹ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، مرزا قادیانی کی مفروضہ ایک لاکھ فوج تو کیا پدی کیا پدی کا شوربہ ہے۔مرزا قادیانی کے مریدوں کی تعداد تو کسی طرح چند ہزار سے زیادہ نہیں، مگر ہمارے بعض مشائخ کے مریدوں کی تعداد فی الحقیقت لاکھوں تک ہے مگر آج تک گورنمنٹ پر کسی نے اپنی تعداد ظاہر نہیں کی۔اور کیوں کرتے یہ تو مرزا قادیانی ہی کی کم ظرفی اور اوچھا پن ہے۔

ہم بارہا...لکھ چکے ہیں کہ ایسے لغو اور مضر خیالات کی اشاعت سے تائب ہو، جو نہ صرف عموماً اہل اسلام کے لئے بلکہ خود مرزا قادیانی کے لئے مضر ہیں۔اور گورنمنٹ ناواقف نہیں وہ خوشامد کے خودغرضانہ پہلوؤں کو خوب سمجھتی ہے، مگر مرزا جی نہیں مانتے تو اسکا خمیازہ چکھیں۔

دیکھنا آپ تو عیسیٰ موعود اور نبی مبروز اور امام الزمان جیسے کچھ ہیں دنیا جانتی ہے، مگر شوکت اللہ ضرور مجدد السنہ مشرقیہ ہے اور پبلک نے اس کو مجدد مان لیا ہے۔ پس اس کی پیشین گوئی کسی طرح اوپرا اوپر جانے والی نہیں انشاء اللہ۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۴-۵)

(جس میموریل کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

میموریل: چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہوگا ہر ایک فرقہ رعایا گورنمنٹ برطانیہ کو اس سے بہت خوشی ہے اور مسلمانوں کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں ان کے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محسن گورنمنٹ کو مسلمانوں پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانوں کی مدت دراز سے ایک دلی تمنا ہے جس کے پیش کرنے کے لئے اس وقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہیں کہ ہمارے بادشاہ عالی جاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اس لئے مجھے تحریک کی گئی کہ میں اس التماس کو ادب سے پیش کروں کیونکہ میں ایک ایسے مسلمانوں کے گروہ کا امام ہوں کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں ان کے نام لکھوں کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے والے ہیں یعنی میرے مرید ہیں اور مجھ سے الگ نہیں ہیں۔ یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بے ہودہ رسم کو اٹھا دے چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کر کے شائع کی ہیں جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں۔ اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو میں امید رکھتا ہوں کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمہ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے ایسی نمایاں کارروائیاں کی ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولیں گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانوں کو عطا کرنا اور ایک باہر کی مسجد جس پر ریلوالوں کا قبضہ تھا مسلمانوں کو عنایت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے لاہور کی شاہی مسجد کیلئے ایک قیمتی لالٹین اپنی جیب سے مرحمت فرمانا۔ ان فیاضانہ کارروائیوں سے جس قدر مسلمان شکر گذار ہیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن ایک تمنا ان کی ہنوز باقی ہے اور وہ امید رکھتے ہیں کہ جن ہاتھوں سے یہ مرادیں پوری ہوئیں وہ تمنا بھی پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے.. اسی غرض سے قدیم سے اور جب سے اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانوں میں چلی آئی ہے اور اس ملک میں بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جب تک کہ اس ملک میں اسلام کی سلطنت رہی جمعہ میں تعطیل ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے ریاست پٹیالہ میں جمعہ کی تعطیل ان دنوں تک ہوتی رہی... برٹش انڈیا میں کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہیں کہتا کہ کاش جمعہ کی تعطیل ہوتی.. مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور ہر ایک تالیف قلوب جو مذہبی رنگ میں کی جائے وہ ان کے دلوں کو کھینچ لیتی ہے۔ پس اعلیٰ سے اعلیٰ حکمت عملی مسلمانوں کے مسخر کرنے کی یہی ہے کہ مذہبی رنگ میں ان کو کوئی فائدہ

پہنچایا جائے چونکہ تاج پوشی کے جلسہ کا موقع ایک ایسا بابرکت موقعہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اس طرف آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ اس مبارک رسم کی یادگار میں کیا کچھ سرفرازی ہر دو فریق کی کی جاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل کھول دے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دے دے تو میں سمجھ نہیں سکتا کہ عام دلوں کو خوش کرنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی کاروائی ہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی کا تنگ دائرہ نہیں ہے اور اگر توجہ پیدا ہو تو اس کو کچھ پرواہ نہیں اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک ادنی بات ہے۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس مبارک یادگار میں پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائے گی اور یہی مسلمانوں کو توقع ہے۔ جمعہ کے دن کو کچھ مسلمانوں سے ہی خصوصیت نہیں بلکہ یہ دن عیسائی مذہب میں بھی قابل تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسی جمعہ کے روز ہی صلیب دیئے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑ یہی واقعہ ہے۔ یہودیوں کا سبت بھی اس زمانہ تک جب وہ مصر سے نہیں نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت میں بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی ارارات کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی۔ پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگاریں قائم ہو سکتی ہیں اور مسلمان اس بات پر راضی ہیں کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلیں بند کر کے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دی جائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ میں ایک حقیقی مصالحت کی بنیاد ڈالے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا کہ وہ فوق العادت تصور کیا جائے گا۔ اگرچہ گورنمنٹ بہت دانش مند ہے لیکن عام مسلمانوں کے حالات سے زاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کیلئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی فریق نہیں اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ میموریل ارسال حضور کیا جاتا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ توجہ سے اس پر غور کی جائے خاص کر میرے لئے جو ہمیشہ اس سعی میں ہوں کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص میں ترقی کریں اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایات ثابت کرنے کے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہیں اس لئے میں اس عرض کے لئے جرأت کرتا ہوں کہ اس عرض داشت پر جرور توجہ فرمائی جائے اور اس کو ایک معمولی عرضی سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے اور نہ یہ تصور کیا جائے کہ صرف ایک شخص کی یہ درخواست ہے کیونکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ ایک شخص کی درخواست نہیں بلکہ ایک لاکھ معزز مسلمانوں کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہیں اس لئے ضروری نہیں سمجھا گیا کہ ان کے نام لکھے جائیں اور میں ان سب کی طرف سے بطور ایڈوکیٹ ہو کر امید بھرے دل کے ساتھ یہ عرض داشت روانہ کرتا ہوں اور دعا پر ختم کرتا ہوں۔ الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۵۔۶)

تازہ بے معنی الہام

۷ فروری ۱۹۰۳ء کے الحکم میں آسمانی باپ کا یہ پھڑکتا تازہ بتازہ الہام شائع ہوا ہے کہ لا یموت احد من رجالکم ۔ مگر معنی سمجھنے میں خود لیپا لک (مرزا قادیانی) کی سٹی گم ہے چنانچہ خود ہی بیان کیا ہے:

اس کے حقیقی معنی کہ تمہارے مردوں میں سے کوئی نہ مرے گا، تو ہو نہیں سکتے کیونکہ موت تو انبیاء تک

کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی زندہ رہنا ہے، مگر اس کے مفہوم کا پتہ نہیں شائد کوئی اور معنی ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ آسمانی بغلول ایسا گول مٹول ڈھول کے اندر پول الہام ہی کیوں کرتا ہے جس کے معنی خود اس کا کلوتا لیپا لک (مرزا قادیانی) بھی نہیں سمجھ سکتا۔ معلوم ہوا کہ الہام کے معنی سمجھانے کو بھی الہام کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا کسی نبی پر ایسا الہام ہوا جس کے سمجھنے کو قوت منتظرہ باقی رہی ہو۔ لیپا لک کے نزدیک جو الہام گورکھ دھندا ہو، اور میخون اور ناخنوں اور دانتوں اور دہان بے دندان کے زور لگانے سے بھی نہ کھل سکے مناسب ہے کہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) سے سمجھ لیا کرے کیونکہ وہ باپ بیٹے دونوں کے گورگڑھے سے خوب واقف ہے۔ بھلا دنیا میں ایسا کلام کون سا ہے جو مجدد کی سمجھ میں نہ آئے، وہ تو بے معنی کلام کو بھی بامعنی کر سکتا ہے۔ لیجئے سنیئے:

یہ الہام طاعون کے متعلق ہے جس کو آسمانی باپ نے لیپا لک کی لینڈوری میں بھیجا ہے اور جو اس کا بڑا بھاری تمغہ ہے۔ مرزائیوں میں سے تو اب تک کسی پر اس کا دست شفقت پھرا نہیں یعنی خاص دارالامان قادیان میں تو کیا پنجاب کے کسی شہر اور حصے اور گاؤں میں بھی کوئی مرزائی نہیں مرا، اور لوگوں نے غل مچایا کہ خاص قادیان میں اتنے کیس ہوئے تو یہ مخالفوں بداندیشوں کا نرا طوفان بہتان ہے۔ البتہ اب آسمانی باپ عورتوں پر اسلئے غضب ناک ہے کہ آسمانی منکوحہ جو عورتوں کی جنس سے لیپا لک کے ہتھے نہیں چڑھی۔ اور کسی نے اس کے رونے پیٹنے بلبلانے اور چیخنے چلانے ایڑیاں رگڑنے پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔ پس آسمانی باپ نے یہ غضب ناک الہام کیا کہ لا یموت احد من ر جالکم بل یمتن نسا ئکم کلھن یعنی تمہارے مردوں میں سے ایک بھی نہ مرے گا بلکہ تمہاری تمام عورتیں مریں گی، کیونکہ عدمی مفہوم سے وجودی مفہوم نکلتا ہے، اور ضد سے ضد یعنی نقیض سے نقیض کا علم ہو جاتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تمہارے مردوں میں سے صرف ایک یعنی مرزا قادیانی قیامت تک نہ مرے گا اس کے سوا موت سب کا سلفہ کر جائے گی۔ اس صورت میں الہام یوں ہے لا یموت احد من ر جالکم اعنی مرزا کیونکہ مرزا قادیانی ہمیشہ لوگوں کی اموات کی پیش گوئی کرتا ہے اور مخالفوں میں سے جب کوئی مرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اعلان دیتا ہے کہ میری مخالفت نے اس کو ہلاک کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ

مرزا اپنی زندگی کا ٹھیکہ ابدالا باد تک لے کر دنیا میں آیا ہے۔ بھلا ایسے صاف اور صریح معنی میں باپ بیٹے دونوں کیوں کر گھن چکر ہو گئے۔ بس جی بس باقندگی معلوم شد۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷۔ ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۶)

(الحکم قادیان میں لا یموت احد من رجالکم والے الہام کا درذیل مضمون میں ذکر کیا گیا ہے:

ڈائری ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء۔ غاسق الله ۔ آج صبح کو ساڑھے چار بجے کے قریب مشکوئے معلیٰ میں صاحبزادی پیدا ہوئی جس کے متعلق گذشتہ شب کو پیدا ہونے سے پہلے غاسق الله کا الہام ہوا تھا۔ الحکم کی گذشتہ اشاعت میں جو یہ درج ہوا ہے کہ الہام بعد میں ہوا تھا یہ سہو ہوا ہے۔ اصل یوں ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے قریباً چار گھنٹے پیشتر یہ الہام حضرت اقدس کو ہوا تھا جو اسی وقت آپ نے تشریف لا کر مولانا سید محمد احسن صاحب کو سنایا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ حضرت حجۃ اللہ نے مولوی صاحب کے دروازہ پر دستک دی مولوی صاحب نے جب پوچھا کہ کون ہے تو فرمایا، غلام احمد۔

۔ پھر آپ نے یہ الہام مولوی صاحب کو سنایا اور ایک رؤیا بھی سنائی جو اسی وقت دیکھی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ کو ام المومنین کہتی ہیں کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو آپ اپنے ہاتھ سے میری تجہیز و تکفین کریں۔ غرض یہ الہام بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہوا تھا۔

دربار شام: قبل از عشاء حضرت حجۃ اللہ نے اسی الہام غاسق الله کے متعلق فرمایا کہ غاسق عربی زبان میں اس تاریکی کو کہتے ہیں جو بعد زوال شفق اول رات چاند کو ہوتی ہے اور قمر کی آخری رات میں جب وہ بے نور رہتا ہے تو یہ لفظ بولتے ہیں اور خسوف کی حالت میں بھی بولتے ہیں ۔ قرآن شریف میں جو من شر غاسق اذا وقب آیا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ ظلمت کی برائی جب وہ داخل ہو فرمایا اجتہادی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی ابتلاء کی خبر ہے جو منکرین کے لئے ہے۔ اللہ تعالی کی قدیم سے یہی سنت ہے کہ دشمن کو بھی موقع دیتا ہے چنانچہ بعض وقت آنحضرت ﷺ کی کوئی بظاہر شکست کا وقت پیش آجاتا جیسے فرمایا ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله و تلك الا یام نداولها بین الناس

فرمایا منافقوں کی مثال کلما اضاء لهم مشوا فیه و اذا اظلم علیهم قاموا خدا نے فرمائی ہے مگر ہمارے مخالف قاموا میں داخل ہیں۔ جب تاریکی خدا کی طرف منسوب ہو تو اس سے دشمن کی آنکھ میں ابتلاء کا موقع مراد ہوتا ہے (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۴)

۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء کو عشا سے قبل حضرۃ اقدس نے الہام سنایا لا یموت احد من رجالکم ۔ اور فرمایا کہ اس کے حقیقی معنی کہ تمہارے رجال (مردوں) میں سے کوئی نہ مرے گا، تو ہو نہیں سکتے کیونکہ موت تو انبیاء تک کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی کو زندہ رہنا ہے مگر اس کے مفہوم کا پتہ نہیں شائد کوئی اور ہو۔

۲ فروری کو سیر میں حضرت اقدس نے یہ الہامات سنائے جو کہ آپ کو رات کو ہوئے

سننجیك سیغلبك انی معك و مع اهلك ، ساکرمك اکراماً عجیباً ۔ سمع الدعا انی مع الافواج آتیك بغتة ۔ دعاءك مستجاب ۔ انی مع الرسول اقوم و اصلی و اصوم ۔ و اعطیك ما یدوم ۔ ۳ فروری اصلی و اصوم اسهر و انام و اجعل لك انوار القدوم ۔ و اعطیك ما یدوم ۔ ان الله مع الذین اتقوا ۔ ۴ فروری ذلك بما عصوا

و کا نوا یعتدو ن (الحکم ۷فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

(پادری اور سور کا شکار: ۷فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۵.....تبصرہ: عیسائیت کیا ہوئی سور کے شکار کرنے کا گر ہوئی۔ نیوگنی کے لاٹ پادری کو شاید یہی کام ہو بجا لیکہ ہمارے پنجابی لاٹ پادری کو کلیسا کی اندرونی مرمت سے فرصت نہیں۔ اڈیٹر الحکم)

مرزائیوں میں تقیہ

مرزا جی تو شیعہ کو مردود بلکہ کافر بتاتے ہیں مگر مرزائیوں میں شیعہ کی سنت یعنی تقیہ برابر جاری ہے۔ خود ہم نے جب کبھی کسی مرزائی سے پوچھا ہے کہ تمہارے پاس مرزا جی کی بروزی نبی اور مسیح موعود ہونے کی کیا دلیل ہے، تو انہوں نے مرزائی نبوت سے تو صاف انکار کیا، مگر مسیح موعود ہونے کا اس دلیل سے اقرار کیا کہ عیسی مسیح دنیا میں فوت ہوئے ہیں، لہذا مرزا جی قطعاً اور یقیناً اور ایماناً مسیح موعود ہیں۔ دیکھئے کیسی محکم اور برجستہ دلیل ہے کہ کوئی خر دجال بھی سنے تو کان جھڑ جھڑا کر اور دم ہلا کر لید کرنے لگے۔

مگر جب کوئی دہریہ یا آریا جو معجزات کا منکر ہو یہ کہے کہ انیس سو برس تک بے کھائے پئے آسمان پر عیسی مسیح ہرگز زندہ نہیں رہ سکتے، لہذا میں مسیح موعود ہوں، تو مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے پاس اس کے خلاف کیا دلیل ہے۔ مگر بروزی محمد ہونے کی کوئی دلیل نہیں، بجز عقائد ہنود کے جن کے یہاں تناسخ جائز ہے حالانکہ خود بدولت تناسخ کے مسئلہ میں آریا کو گالیاں دے چکے ہیں۔ خیر یہ تو پرانی بات ہے گفتگو تو اس امر میں ہے کہ جب مرزا جی اپنے چیلوں کو ڈانٹ چکے ہیں کہ میری نبوت سے اگر کسی نے انکار کیا تو یاد رکھنا خر دجال پر سوار کر کے اس حیثیت سے قادیان کے بارہ پتھر باہر دیس نکالا دوں گا کہ خر دجال کی دم کی طرف منہ ہوگا اور اس کے کانوں کی طرف پشت۔ مگر میرزائی اس ڈانٹ کو نہیں مانتے یا تو اپنے نبی پر پورا ایمان نہیں لائے یا شیعہ کی طرح تقیہ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم کو ہرگز یقین نہیں کہ ان کے نبی نے ایسا حکم دیا ہو جو علی الاعلان اس کی نبوت کے نہ ماننے اور عام طور پر کھلے بندوں نبوت کی اشاعت میں خلل انداز ہو، کیونکہ لیپا لک اپنی طرف سے ایک بات بھی نہیں کہہ سکتا بلکہ وہی کہتا ہے جو آسمانی باپ اس کے کان میں پھونک دیتا ہے۔ آسمانی باپ تو صاف کہہ چکا ہے کہ تو بمنزلہ میرے ولد کے ہے اور تو بروزی نبی ہے۔ پس یہ قیاس میں نہیں آتا کہ لیپا لک نے آسمانی باپ کی وصیت کے خلاف اپنے چیلوں سے یہ کہد یا ہو کہ جب تم پر زور پڑے اور بھاگتے راہ نہ ملے، تو تقیہ کر

کے میری نبوت کے بوجھ سے کاندھا گرادیا کرو۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ خود مرزائی نالائق اورضعیف الاعتقاد اور بدمذہب اور ڈانواں ڈول ہیں، ان کے نبی کا کچھ قصور نہیں۔ پس ایسے تمام مرزائیوں کے گلے سے پٹا اور بھنورکلی نکال کر بالکل آزاد اوران کی بیعت بالکل ختم کر دینی چاہیے، ورنہ یہ بھیدی بن کرلنکا ضرور ڈھائیں گے، یا نادان دوست بن کر مرزا جی کے دشمنوں کو بھی مات دیں گے۔اڈیٹر۔ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۶۔۷)

مرزائی حوادث

جعفر زٹلی لاہوری لکھتا ہے:

۲۰ و ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء کو گورداسپور میں ان مقدمات کی پیشی تھی جو مرزائیوں نے مولوی محمد کرم الدین ومولوی فقیر محمد پر دائر کئے تھے۔ ۲۰ کو مجسٹریٹ صاحب موجود نہ تھے ۲۱ کو مقدمہ دفعہ ۴۱۷ کا پیش ہوا۔

مرزائیوں کی جماعت لمبے جبے پہنے سبز سیاہ عمامے باندھے سویرے ہی آ گئی تھی حکیم نورالدین اور عبدالکریم بھی تھے۔ فریقین اندر بلائے گئے تو مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید اور دو چار جنٹل مین عدالت کے چبوترہ پر مثل خوان کے پاس جا بیٹھے، جانب ثانی کے وکلاء نے اعتراض کیا، عدالت نے فوراً وہاں سے نکال دیا

پھر حکیم فضل دین مستغیث کا بیان شروع ہوا۔ اثناء بیان میں یعقوب علی تراب کچھ کان میں پھونکنے لگے۔ وکلاء نے اعتراض کیا۔ عدالت نے خفا ہو کر فوراً پیچھے ہٹا دیا۔ یہ دوسری ذلت ملی۔

مستغیث کا بیان نہایت مزیدار رہا۔ مستغیث نے کتاب نزول المسیح کا تذکرہ کیا تو وکلاء مستغاث علیہ نے کہا کہ اس کتاب کا شامل ہونا ضروری ہے۔ ۲۰ فروری تاریخ دی گئی۔

وکلاء مستغاث علیہ نے یہ عذر تحریری کیا ہے کہ مقدمہ اس عدالت میں سماعت نہیں ہوسکتا۔ بعد بیان مستغیث اس پر بحث ہوگی۔ اگر عدالت کی رائے ہوئی تو مقدمہ منتقل کر دے گی، ورنہ دفعہ ۵۲۶ سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

دوسرے مقدمہ لائیبل میں دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری کے مطابق درخواست دی جائے گی۔ عدالت

نے مستغاث علیہ کو ۲۶ فروری تک مہلت دی ہے۔

ہم نے سنا ہے کہ مولانا ابوالفضل (کرم الدین جہلمی) نے مرزا قادیانی اور حکیم فضل دین مرزائی پر ایک جدید استغاثہ دائر کرا دیا ہے جس کی پیشی ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ہے۔ وارنٹ پھر جاری ہو گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کو نہایت شرمندگی حاصل ہو رہی ہے۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

وہی مرزا جی کا میموریل

ہم عصر چودھویں صدی لکھتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سوائے اپنے ایک لاکھ مریدوں کے، جو معلوم نہیں کہاں ہیں زمین پر ہیں یا آسمان پر، باقی چھ کروڑ مسلمانان ہند کو غدار اور مفسد قرار دیتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ ہند کو اپنی ہستی اور تعلیمات سے ہی آگاہ کرنا مقصود تھا، تو مسلمانوں پر یہ تہمت لگائے بغیر بھی کر سکتے تھے آپ نے ایک میموریل گورنمنٹ ہند کو بھیجا ہے کہ دربار تاجپوشی کی یادگار میں جمعہ کو بھی تعطیل ہو جایا کرے۔ اول تو یہ درخواست کبھی منظور نہ جائے گی کیونکہ حاکمان وقت اپنے ہی تہوار کی تعطیل قائم رکھیں گے اور ہفتہ میں دو روز کی تعطیل اصول سیاست مدن کے خلاف ہے۔ لیکن اگر مرزا صاحب قادیانی کو خاموش نہ رہنے اور گورنمنٹ کے کانوں میں اپنے وجود سے اس کو آگاہ کرنے کے واسطے ایک مضمون کی تلاش تھی تو مسلمانوں پر جھوٹا اتہام لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

یہ مضمون صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور گورنمنٹ کی جھوٹی خوش آمد کے واسطے لکھا گیا ہے، جو سراسر خلاف واقع اور محض غلط ہے۔ مرزا صاحب قادیانی گورنمنٹ کو دھوکا دینے اور اس کی خوش آمد کے لئے جو چاہیں کہیں، مگر وہ ان لوگوں کو دھوکا نہیں دے سکتے جو ان کی تالیفات کو پڑھتے رہتے ہیں، اور کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ایک تالیف کا بھی یہ مقصود نہیں۔

ہم مرزا صاحب قادیانی کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنی ان ساٹھ تالیفات کا نام لیں جو انہوں نے اس غرض سے لکھی ہیں اور جن کا ذکر میموریل میں کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی، گورنمنٹ کو بتاتے ہیں کہ چھ کروڑ مسلمانوں میں صرف ایک لاکھ مسلمان

وفادار ہیں اور باقی مفسد اور غدار اور ان مفسدوں اور غداروں کے واسطے گورنمنٹ سے ایک ایسی رعایت اور مہربانی کی درخواست کرتے ہیں جو بہت غیر معمولی ہے۔ گورنمنٹ کو جو جواب اس درخواست کا دینا چاہیے وہ صرف یہ ہوسکتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کثیر تعداد میں جہاد کے خیالات پھیلے ہوئے ہیں، تو ان مفسدوں کو شمار کر کے پھانسی لگا دینا چاہیے اور چونکہ یہ درخواست ایک نہایت قلیل جماعت کی طرف سے ہے، اس کو نامنظور کرنا چاہیے۔ گورنمنٹ ایک لاکھ آدمی کے واسطے تیس کروڑ رعایا کا شعار نہیں بدل سکتی۔

مرزا صاحب قادیانی نے ایک عجیب مہمل پوزیشن اختیار کی ہے۔ تھیٹر کے سٹیج پر ایک مسخرا آتا ہے جس کا نصف منہ سفید ہوتا ہے اور نصف سیاہ۔ کبھی وہ ایک طرف ناظرین کے سامنے کرتا ہے اور کبھی دوسری طرف۔ مرزا صاحب قادیانی اس امر کا فیصلہ نہیں کرتے کہ وہ اس مسلمان کہلانے والی جماعت کے اندر ہیں، یا باہر۔ یہ فرقہ احمدیہ، محمدیوں میں شامل ہے یا ان سے علیحدہ ہے۔

ہم (مسلمانوں) کو معلوم ہونا چاہیے کہ کون ہمارا دوست ہے اور کون ہمارا دشمن ہے، تاکہ ہم اسی نسبت سے اس کے ساتھ سلوک کرسکیں۔ مرزا صاحب مسلمانوں کے ایک نائب کی حیثیت میں گورنمنٹ کے سامنے درخواست پیش کرتے ہیں.(آخری سطر پڑھی نہیں جاتی۔ بہاء) (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۷، ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۸)

استروں کی مالا

ہم بارہا یقین دلا چکے کہ مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ القہار کی شان رحم حسب فحوائے سبقت رحمتی علی غضبی شان قہر پر غالب ہے، اور شیر غرّاں بھی اپنے پیش پا افتادہ کو نہیں چھوتا۔ اور ہم یہ بھی ظاہر کر چکے کہ مجدد (احمد حسن شوکت) ہرگز مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا بدخواہ نہیں بلکہ ایک خیر خواہ ریفارمر ہے۔ مجدد کے مشورے اور صلاح کے بغیر کوئی کام کریں گے تو خرابی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔

بھلا یہ کیا حرکت ہے کہ پوچھا، نہ گچھا، بیٹھے بٹھائے شامت جو انگلی دکھاتی ہے تو آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ سے گورنمنٹ پر ایک پنواڑا (میموریل) ٹھائیں دے مارا کہ میرے ساتھ ایک لاکھ قلمی فوج ہے جس کو ہفتہ میں بجائے اتوار کی تعطیل کے جمعہ کی تعطیل ملنی چاہیے۔ تعطیل وعطیل کی درخواست تو جیسی کچھ ہے خیر

سلاً، مقصود تو اپنی جرار فوج کی بھیڑ دکھانا ہے تا کہ گورنمنٹ سہم جائے اور مرزا جی کو نقلی نہیں، اصلی مسیح اور امام الزمان تسلیم کرلے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا جی نے ابھی تک ایک لاکھ آدمی صرف کاغذ پر دیکھے ہیں، ورنہ الحکم میں اسم وار تفصیل شائع کرتے، حالانکہ اب اس میں بیعت کا کالم ہی چھپنا گاؤ خور ہوگیا، جیسا کہ ہم اس بارہ میں مرزا جی کی حکمت عملی مفصلاً لکھ چکے ہیں۔

اگرچہ ہمارے بعض مشائخ جن کے مریدوں کی تعداد درحقیقت لاکھوں تک ہے، گورنمنٹ میں کوئی ضروری میموریل بھیجتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا، اور نہ گورنمنٹ کو کوئی شبہ گذرتا، کیونکہ علماء اور مشائخ مذہب اسلام میں انقلاب ڈالنے اور مصلح ہونے کے مدعی نہیں، اور نہ اسلام میں اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ مگر مرزا جی چونکہ بروزی نبی اور مسیح موعود اور مہدی اور بالآخر امام الزمان اور خاتم الخلفاء یعنی خاتم الانبیاء بننے کے مدعی ہیں، لہذا ایک لاکھ آدمی تو بہت ہوتے ہیں ان کے ساتھ تو دس ہزار آدمیوں کا ہونا بھی گورنمنٹ کیلئے خطرناک ہے، کیونکہ جو شخص مرزا جی پر ایمان نہ لائے وہ اسے واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ان کے منکروں میں سے ہے۔ پس اس کا انجام جو کچھ ہوگا عاقبت اندیش اہل الرائے اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ لہذا ہم نے مرزا جی کے میموریل کو اس نوٹ کے عنوان میں ان کے گلے میں استروں کی مالا لکھا ہے۔ مجدد (احمد حسن شوکت) کی پیش گوئی کے پورا ہونے کے یہ سامان نظر آرہے ہیں اور وہ ضرور پوری ہوگی۔ ان شاء اللہ

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۔۸۔، ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

اٹھارہ برس کا خواب آج دیکھ رہے ہیں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اسی جاں نثار اور فدائی نے چند اشعار شائع کئے ہیں جو دسمبر ۱۸۸۶ء کے شحنہ ہند میں مولوی یحیٰ کشمیری کی طرف سے مرزا جی کی مدح میں شائع ہوئے تھے۔ مگر کجا ۱۸۸۶ء اور کجا ۱۹۰۳ء۔

اول تو مرزا جی ۱۸ برس قبل بروزی نبی اور خاتم الخلفاء نہ بنے تھے۔ اس زمانہ میں تو آپ صرف آریہ

کا تعاقب کررہے تھے، اور کوئی مسلمان آپ کا مخالف نہ تھا۔ بلکہ بعض نیک سیرت، پاک طینت مسلمان آپ کے مرید و معتقد اور محض سادہ دلی اور بھول پن سے سانپ کے ظاہری خوش نما رنگ پر فریفتہ ہو گئے تھے۔ مگر مرزا جی نے کینچلی اتار کر دوسری کینچلی بدلی، تو زہر کھل گیا اور سب خوفناک ہو کر اور لا حول پڑھ کر علیحدہ ہو گئے۔ قادیان میں صرف چند اپاہج: پیراں نمی پرند مریداں مے پرانند، والے باقی رہ گئے۔

دوم: اخبار میں نامہ نگاروں کی طرف سے ہر قسم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اڈیٹر کے عقائد کو ان سے کیا تعلق۔

سوم: وہ اشعار ایسے تھے کہ ہر شاعر شاعرانہ ترنگ میں خود اپنی ذات کو ان سے متصف کر سکتا ہے، چہ جائے کہ غیروں کو۔ ایک شعر یہ تھا:

مسیحا را ، شابہ در کمال فیض روحانی
محمد را تبیع و خادم دین از دل و جان شد

اس زمانہ میں تو آپ (یعنی مرزا قادیانی) مشابہ مسیح تھے۔ مگر اب ان سے بدر جہا بڑھے ہوئے ہیں، بلکہ عیسی مسیح میں (معاذ اللہ) بہت سے عیوب ہیں اور ان کے مقابلے میں خود بدولت بالکل معصوم ہیں۔ اس زمانہ میں آپ (یعنی مرزا قادیانی) تبیع (تابعدار) محمد ﷺ تھے، اب بروزی محمد یعنی بعینہ محمد ہیں۔ گویا غلام سے آقا بن گئے۔ جب مبصر مسلمانوں نے آنکھیں کھول کر یہ کیفیت دیکھی، تو مندرجہ ذیل شعر پڑھا

سفلہ خوش پوش را بر صدر عزت جا مدہ
کفش اگر زریں بود بالائے سر نتواں نہاد

مولوی یحی کشمیری صاحب نے تو اپنے نبی کی تعریف میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کیا۔ عرفی شیرازی خود اپنی تعریف میں کہتا ہے:

مریم من فیض جبریل از مزاج خود گرفت
مریمی را برد بالا ذہن عیسی زائے من

یعنی آپ اگر شبیہ مسیح ہیں تو عرفی کا ذہن عیسی زا ہے، یعنی عیساؤں کے جننے کی کل ہے۔ اس لئے

عرفی کہتا ہے کہ میرے ذہن عیسی آفرین نے مریم ہونے کے مرتبے کو بڑھا دیا ہے۔

پس ہم ایسی مجذوب کی بڑکشمیری (مولوی یحی) صاحب کے کلام کو سمجھے اور شحنہ ہند میں درج کر دیا۔

بقول مثل: آپ سے آئے تو آنے دو۔ اور : آئی تو رمائی نہیں تو فقط چار پائی

اگر مرزا صاحب قادیانی میں خلوص اور تدیّن اور تقوی اللہ ہوتا تو جو لوگ آپ کو ایک نیک نہاد بزرگ سمجھ کر مرید یا معتقد ہوئے تھے، وہ کیوں آپ سے علیحدہ ہو جاتے، اور کیوں تبرّ ا پڑھ کر آپ کے نام کا کتا پالنے سے بھی اب دریغ کرتے۔ ان کو تو تشنگی طلب لائی تھی، مگر جب انہوں نے چشمہ آب کی جگہ محض سراب دیکھا، اور بجائے رہبری کے رہزنی محسوس کی، تو اپنی سادہ لوحی پر نادم ہوئے، اور آپ سے قطع تعلق کرنے کو عین تدیّن سمجھے اور گمراہی میں رہنا گوارا نہ کیا

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو مرزائیت کی تاریکی سے نکل کر توفیق الٰہی کی روشنی میں آ گئے ہیں جن کے خطوط ضمیمہ میں چھپ چکے ہیں۔ میرزا قادیانی اور میرزائی جواب دیں کہ ان لوگوں کے علیحدہ ہونے کے کیا وجوہ ہیں۔ آپ شائد یہ کہیں کہ ان میں کچھ شیطانی رگیں باقی تھیں۔ بھلا تمام شیطانی رگیں قطع نہ ہو جائیں تو مرزا جی کے پاس آتے کیوں اور اب آئے، تو کیا وہ رگیں پھر عود کر آئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرزا جی کے فیض صحبت کا اثر ہوا۔ یوں کہیے نا کہ کاٹھ کی ہانڈی ایک ہی دفعہ چڑھتی ہے سادھو بچے ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۲۔۳)

قادیانی کے عربی قصیدہ پر مصری ادیبوں کی رائے

(مصری جریدے) المنار مجریہ ۱۶ شوال ۱۳۲۰ھ میں فاضل اڈیٹر کی رائے کا خلاصہ درباره اعجاز احمدی حسب ذیل ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جسے ایک قسم کا جنون ہے اور جس نے عقل سے فارغ خطی لے رکھی ہے

گذشتہ مہینے میں ہمیں ایک عربی قصیدہ بھیجا ہے جس کا دیباچہ اردو میں ہے۔ وہ اس قصیدہ کو اپنا معجزہ سمجھتا ہے۔ اور ایسا قصیدہ لکھنے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اس قصیدہ کے ساتھ ایک انگریزی خط بھی اس نے بھجوایا ہے جس میں اسی قسم قسم کا ہذیان ہے مگر اس بے وقوف نے انعام مقرر کرتے ہوئے کوئی حکم مقرر نہیں کیا جو اسکی بکواس اور شعراء کے سحر بیان اشعار کا موازنہ کرتا

ہمارا ارادہ تھا کہ اس قصیدہ پر جرح وقدح کرتے اور مرزا کی لفظی صرفی نحوی اور عروضی غلطیوں کے علاوہ اس کا سرقہ بھی پکڑتے اور دکھاتے کہ مرزا نے شعراء متقدمین کے کلام کا سرقہ کر کے اس کی شکل کس طرح مسخ کی ہے۔ اور صحیح کو کیونکر غلط کیا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جو عربی جاننے والے ہیں وہ قصیدہ کے اشعار پڑھ کر خود ہی سمجھ سکتے ہیں اور اہل ہند میں سے جو اس کے فریب میں آچکے ہیں وہ ہماری جرح کو اگر وہ ان کے پاس پہونچ بھی جائے، کب ماننے لگے۔ ہم نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور صرف چند شعر نقل کر دیئے تا کہ پڑھنے والے اس کا مضحکہ اڑائیں۔

اسکے بعد قادیانی کے قصیدے سے چند اشعار نقل کر دئے ہیں۔ اور یہی رائے دوسرے الفاظ میں اڈیٹر الہلال نے ظاہر کی ہے جو مسیحی مذہب رکھتا ہے اور جسکا مرزا کے ساتھ کوئی عناد بھی نہیں کیونکہ عیسائی ہونے کی وجہ سے وہ مرزا قادیانی کی گالی گلوچ سے بچا ہوا۔ (گلزار ہند) (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۳)

رؤیا صادقہ

مولانا شوکت صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایک حاجی صاحب نے جو اہل حدیث سے ہیں، ۱۵ ذی قعد ۱۳۲۰ھ کو ۳ بجے شب کے خواب دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں یہ خیال رہتا تھا کہ:

یہ شخص اپنے دعوی میں سچا ہے یا جھوٹا۔،

میں اپنے سینے پر قل ھو اللہ پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں ایک شخص بزرگ بہت پاکیزہ صورت، سفید پوش، سر پر بہت بڑا عمامہ باندھے، چوغا پہنے، کمر سے پٹکہ کسے، میرے سر پر آ کھڑے

ہوئے۔اور کہا:

اے حاجی تو کس جنجال میں پڑا ہے، اس شخص کا دعویٰ مثیل المسیح اور موعود من جانب اللہ اور مہدی و نبی وغیرہ ہونے کا محض بناوٹ ہے۔نبیوں کی صورت شکل ایسی نہیں ہوتی جیسی اس کی ہے۔نبیوں کا روئے مبارک ایسا ہوتا کہ اس کے سامنے پھول بھی میلا معلوم ہوتا۔اور نبیوں کے ہاتھ ایسے نرم ہو تے ہیں کہ ان کے سامنے روئی بھی سخت ہوتی ہے۔مرزا قادیانی کے ہاتھ ایسے سخت اور خارزار ہیں جیسے ببول کے ٹھنے ،اور مرزا قادیانی کے منہ کی کھال ایسی ہے جیسے گدھے کی کھال،اور ناک ایسی ہے جیسے گینڈے کا سینگ اور منارے کا کلس۔اور داڑھی کے بال ایسے سخت جیسے برانڈی کی بوتل کے گاگ کے تار،اور انبیاء کے بال ریشم کے لچھے ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ:

یہ شخص (یعنی مرزا قادیانی) کافر ہے، چلو نماز پڑھو۔وہ مجھے ایک بہت بلند اور بڑی مسجد میں لے گئے۔ لوگ مسجد کی چھت چونے سے مزین کر رہے تھے۔مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تخمیناً ڈیڑھ سو علماء اس جگہ موجود ہیں۔میں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔اور بعد نماز اس بزرگ نے فرمایا کہ اگر مرزا قادیانی کا کوئی مرید تم کو بہکائے ،تو اس کے بہکنے میں نہ آنا۔

یہ کوئی مذاق اور دل لگی نہیں بلکہ سچا خواب ہے۔جھوٹا خواب بیان کرنا شرعاً منع ۔از اوٹاوہ۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۳۔۴)

ضمیمہ کی ترقی

لیجئے جناب! برے کی ایسی کی تیسی اور یوں کی ووں ہوگئی۔ہر سال ہجرت اکدس وانجس واخبث (مرزا قادیانی) پیش گوئی کرتے ہیں کہ ضمیمہ شحنہ بند ہو جائے گا۔ہمارے نام بعض بدمعاشوں کے گمنام خطوط بھی آئے کہ امام الزمان (مرزا قادیانی) کی پیش گوئی امسال ضرور پوری ہوگی۔مگر جھوٹے کے منہ میں وہ ہو گیا،اور ضمیمہ ہر سال خدا کی عنایت اور مربیوں اور قدر دانوں کی حمایت واعانت سے نئی بڑھتی ہوئی قوت کے ساتھ

منکروں اور ملحدوں کی چھاتی پر مونگ دلتا ہوا ایک اعجوبہ اور دل کش سج دھج کے ساتھ نکلتا ہے، اور کسی کم سن معشوق کے اٹھتے جوبن کی طرح بڑھ رہا ہے۔ مرزا جی شائد اس پر بھولے ہوں گے کہ بعض پرچے ان کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوئے، مگر شحنہ ہند ان میں نہیں ہے۔ وہ جامعیت کمال نہ رکھتے تھے، وہ ناقص تھے، ناقابل تھے۔ شوکت اللہ القہار (احمد حسن شوکت)، خدا تعالیٰ کی عنایت سے جامع کمالات ہے۔ وہ منکروں کو ہر فن ہر مسلک ہر شعبہ میں عاجز کر سکتا ہے، اور ہم حلفاً کہتے ہیں کہ ابھی تک مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے شوکت اللہ کا تابناک جوہر نہیں پہچانا۔ ابھی انہوں نے دیکھا ہی کیا ہے، انشاء اللہ بہت جلد دیکھیں گے۔ وہ اپنی اعجاز احمدی کو لئے پھرتے ہیں۔ واللہ ثم باللہ! ہم کو اس محض بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ہمارے شاگرد اس سے بہتر لکھ سکتے ہیں۔ مگر بلاوجہ کون دردسر خریدے اور اپنے کاموں سے فرصت کسے ہے۔

مرزا جی کے پرانے پٹھو اور ہمارے لنگوٹئے یار محمد احسن امروہی صاحب نے اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی پھر تحریک کی ہے۔ جواباً گذارش ہے کہ:

اگر جیب میں ٹکے ہوں تو مرزا جی پانچ ہزار امرتسر میں یا لاہور میں کسی ایسے صاحب کے پاس جمع کرا دیں جو ہمارا بھی معتمد ہو۔ مثلاً:

امرتسر میں منشی غلام محمد صاحب فاضل وخواجہ صمد شاہ صاحب اڈیٹران اخبار وکیل۔ یا میر کرامت اللہ صاحب میر۔ اور لاہور میں مولوی محبوب عالم صاحب مالک پیسہ اخبار۔ یا مولوی محرم علی صاحب چشتی مالک رفیق ہند۔ یا میاں محمد چٹو صاحب تاجر ریشم۔

اس کے بعد طرفین سے محاکم مقرر ہوں۔

اگر ہمارے کسی شاگرد کا قصیدہ مرزا جی کے قصیدہ سے بڑھ کر رہے، اور مجلس محاکمہ کے ممبر ہم کو ڈگری دیں، تو ہم پانچ ہزار لینے کے مستحق ہوں گے، ورنہ نہیں۔ تم نے دس ہزار کا اعلان دیا تھا ہم اس کا نصف ہی مانگتے ہیں۔ اگر مرد ہو تو ایسے موقع سے نہ چوکو۔ ورنہ لعنۃ اللہ علی الجاعلین الجاھلین الضالین الدجالین۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص۴۔۵)

وہی مرزا جی کا جہاد

۷ فروری سنہ حال (یعنی ۱۹۰۳ء) کے الحکم (قادیان) میں بڑے فخر کے ساتھ کسی اخبار سے ایک مضمون نقل ہوکر شائع ہوا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ

تین سال کے عرصہ میں فرقہ احمدیہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور اب اس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔

عجیب بات ہے کہ مرزا جی تو اپنے میموریل میں، جو پچھلے دنوں گورنمنٹ کے حضور بھیجا گیا ہے، فرقہ احمدیہ کی تعداد ایک لاکھ لکھیں اور مذکورہ بالا اخبار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ بتائے۔ مدعی سست گواہ چست۔ معلوم نہیں دونوں میں کون جھوٹا ہے۔

اسکے بعد بمبئی کے افسر مردم شماری کی رپورٹ نقل ہوئی ہے جس میں فرقہ احمدیہ کا واجب العمل اصل الاصول صرف مسلمانوں کو جہاد سے روکنا ہے اور بس۔ گویا مرزا جی کی بعثت کی علت غائی اسکے سوا کچھ نہیں واقعہ میں جدید مذہب کے لئے اس سے بڑھ کر اصول ممکن نہیں لیکن پچھلے دنوں جو الحکم میں بطور علامت مسیح موعود یکسر الصلیب و یقتل الخنا زیر والی حدیث ثبت تھی اور پھر بعد میں ضمیمہ شحنہ ہند کی انگشت نمائی پر وہ حدیث چھیل ڈالی گئی، گویا اپنا تمغہ کھودیا، تو اس سے کیا مراد تھی۔ کیا صلیب کا ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور سوروں کا قتل کرنا جہاد نہیں، اور صلیب اور سوروں سے کیا مراد ہے۔ اگر آپ انکار کریں گے کہ میں صلیب کا توڑنے والا اور سوروں کا قتل کرنے والا نہیں ہوں، تو آپ مسیح موعود نہیں، اپنے ہی قول سے جھوٹے ہیں۔

مرزا جی جو مسلمانوں کو جہاد سے روک رہے ہیں تو معلوم نہیں کون سے مسلمان جہاد پر آمادہ ہیں۔ مرزا جی موجودہ پر امن سلطنت انگلشیہ میں یہ خواب پریشان کیوں دیکھ رہے ہیں، اور اسلام میں ایسے جہاد یعنی امن وامان کی حالت میں جدال وقتال کا حکم کہاں ہے۔ آپ اگر اس اسلامی جہاد کے خلاف ہیں جو مہذب اور معقول شرائط کے ساتھ مشروط ہے، تو برٹش کے جہاد ٹرنسوال اور یورپ کے جہاد چین اور وینز ویلہ اور سومالی کے جہاد کے بھی خلاف ہیں۔ پھر مرزا جی نے برٹش گورنمنٹ میں کیوں میموریل نہیں بھیجا کہ خلق اللہ کی خون

ریزی سے باز آئے حالانکہ اس کی ضرورت تھی۔ مسلمان تو جہاد کا نام تک بھول گئے ہیں، اس کے سامنے یہ تحریک کرنا تحصیل حاصل اور محض فضول ہے۔

مرزا جی کی زبان پر ہر وقت جہاد ہی جہاد کا رہنا ضرور مالیخولیا ہے، یا کابوس ہے، یا جنون۔ نہیں جناب! دیوانہ بکار خویش عاقل، کا مضمون ہے۔ ان کو ہر وقت خوف رہتا ہے کہ میں نے جو مسیح اور مہدی اور امام الزمان بننے اور اپنے جھنڈے کے نیچے مخلوق کے آنے کا اعلان دیا ہے، ایسا نہ ہو برٹش گورنمنٹ اس اجتماع عوام کالانعام کی ڈونڈی پیٹنے پر خوف ناک ہو کر مجھ سے مواخذہ کر بیٹھے۔ پس منہ میں تنکے لے لے کے ہمیشہ گورنمنٹ کے آگے دم ہلاتے ہیں کہ میں بھیڑیا نہیں بلکہ آسمانی باپ کی بھیڑ ہوں۔

مرزا جی کے مکار اور کاذب ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوگی کہ وہ ایک بے وجود امر (جہاد) کو ۶ کروڑ مسلمانان ہند کے سر تھوپتے ہیں اور اپنے کو جہاد کا مخالف قرار دیتے ہیں، اور اسی معدوم اور خلاف واقع امر کو اپنی مہدویت کا اعلیٰ نشان بتاتے ہیں۔ هذا شيء عجيب

مضمون کے اخیر میں لکھا ہے کہ احمدی جماعت کی ترقی کا بڑا باعث طاعون کا پھیلنا ہے۔ لوگ طاعون سے خوف زدہ ہو کر احمدی بنتے ہیں۔،

اس کی کیا وجہ ہے کہ خوف صرف مسلمانوں پر طاری ہوتا ہے۔ ہنود، عیسائی، آریا، پارسی، بودھ، کیوں احمدی نہیں بنتے۔ اور شاید جو مسلمان احمدی بن جاتا ہے وہ طاعون سے محفوظ رہتا ہے۔ قادیان میں تو کوئی کیا مرتا، جو آسمانی باپ کے لیپا لک کا مسکن ہے، تمام ملک پنجاب میں ایک احمدی بھی نہیں مرا۔ علاقہ بمبئی میں احمدیوں کی تعداد گیارہ ہزار ۸۷ بتائی گئی ہے، اگر وہاں ایک احمدی بھی مرا ہو تو ہمارا ذمہ۔

اگر در حقیقت احمدی بھی مرے ہیں تو فرمایئے مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو طاعون نے کیا فائدہ دیا۔ دوست بھی مرے اور دشمن بھی۔ تو نشان مسیحیت و مہدویت غت ربود ہو گیا۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ آئندہ گرما میں آسمانی باپ (مرزا کے الہام کنندہ) نے چاہا تو دماغ کا تھرمامیٹر اول درجہ پر پہنچ جائے گا جب کہ مرزا جی برٹش گورنمنٹ میں میموریل بھیجیں گے کہ میں امام الزمان ہوں میرے ہاتھ پر گورنمنٹ بھی بیعت کرے۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۵۔۶)

کیا خوب الہام ہے

پچھلے دنوں آسمانی باپ (یعنی مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) نے لیپا لک (مرزا قادیانی) پر وہ جوز ناتے دار الہام دار کا دونگڑا ابرسایا کہ بس تڑ کا ہی کر دیا، سنئے:

انی مع الرسول اقوم و اصلی و اصوم و اعطیك ما یدوم

ہو ہو ہو ہو! کیا کہنا ہے... کتنا لاجواب الہام ہے۔ آسمانی باپ کہتا ہے:

میں اپنے رسول (لیپا لک) کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں، میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، اور تجھے وہ شئے عطا کرتا ہوں جو قیامت سے اودھر تک باقی رہے۔

گویا رسول اور ہے اور تجھے اور ہے۔ یوں کیوں نہ کہا: انی معك اقوم ۔ رسول اور لیپا لک کا خطاب تو کئی مرتبہ دے چکا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک عورت نے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ تھی جس پر حد شرعی کا لگنا ضروری تھا۔ ایک شخص نے اس اثنا میں کہا لا شرب و لا اکل و لا نطق و لا استهل فمثل ذلك يقتل یعنی زانیہ حاملہ پر حد لگائی جائے گی، تو اس کا جنین بھی مارا جائے گا، جس نے نہ کھایا ہے، نہ پیا ہے، نہ بولا ہے، نہ چیخا ہے۔ کیا ایسے کا خون بہایا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حدیث کحدیث الکھان ۔ یعنی یہ شخص کاہنوں کی سی باتیں کرتا ہے جو مسجع اور مقفی ہوتی ہیں اور جن میں وہ لخت لخت جوڑ بند لگاتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ حضور رسول مقبول ﷺ پر ایسا مسجع کلام ناگوار گذرا۔ مگر آسمانی باپ، لیپا لک کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، اس کے ساتھ روزہ رکھتا ہے۔ آسمانی باپ (خدا) کا بھی کوئی باپ (خدا) ہے جس کے لئے وہ صوم وصلوۃ کرتا ہے۔ گویا نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ تعدد آلہہ کا تسلسل جاری ہے۔ ہر باپ کے واسطے ایک باپ اور ہر خدا کے لئے ایک خدا ہے۔

یہ تو ۳ فروری (۱۹۰۳ء) کا الہام تھا اب ۴۔ فروری کے الہام کا جوڑ توڑ ملاحظہ ہو:

اصلّی و اصوم اسھر و انام و اجعل لك انوار القدوم و اعطیك ما یدوم

واہ واہ! کیا کہنا ہے۔ الہام کیا ہے جلی قلم سے لکھ کر فرانس کی نمائش گاہ میں فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے کہ دیکھو تو مسیح موعود ہے یا میں۔ اس الہام میں آسمانی باپ ٹھیکے کی گت بھرنا بھول گیا یا بہک گیا۔ کیا معنی کہ اصوم کا مسجع انام لایا۔ بھلا کوئی پوچھے اس الہام میں اور گزشتہ الہام میں کیا فرق ہے۔ یہی کہ وہ بدتھا، یہ بدتر ہے۔ ہدایۃ النحو اور مراح الارواح پڑھنے والے اس سے بہتر الہام گھڑ لیتے ہیں۔ ایسے مصنوعی الہامات پر ایمان لانے والے خدا جانے کس قماش اور کینڈے کے لوگ ہیں اور کیسی ان کی قابلیت ہے۔

کہتے ہیں کہ منارۃ المسیح کے مجاور بڑے بڑے بالغ العلوم والعقول ہیں لیکن ان کا ایمان اگر ایسے ہی الہامات پر ہے تو بس حقیقت کھل گئی کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ قادیانی نبوت و رسالت کا سہرا ہمارے پیارے مولوی حکیم نورالدین صاحب کے سر ہے اور وہی قادیان کے شب چراغ ہیں، انہیں سے ہمارا خطاب ہے کہ انصافاً مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) اور مرزا جی کے عربی الہامات کا موازنہ کریں۔

اب رہے ہمارے لنگوٹیے رفیق شفیق بالتحقیق الغریق یتثبت بالحشیش الدقیق۔ المریّ بالنار الحریق، جمرۃ المنجنیق، حریف مجلس الرحیق۔ مولوی امروہی اور سرگرم اور پرجوش محبّ صمیم کغلی الحمیم فی صحبۃ المسیح سقیم، لاکدر الیتیم مولوی عبدالکریم کے تو کیا ہی کہنے ہیں۔ ان کی تو وہی مثل ہے:

ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔

اب رہے ہمارے اڈیٹری مآب، انٹرنس رکاب، الحکم کی طناب، فی لجۃ المنارۃ غرقاب، شیخ یعقوب علی تراب، ان کی تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ سارا الحکم آپ ہی کے لیڈنگ آرٹیکلوں سے یوں بھرپور رہتا ہے جیسا سرگم کے سروں سے طنبور۔ اور یہ ہے سب آپ ہی کا ظہور۔ بس اب کہنے سننے کی کیا بات ہے۔ تانت باجی اور راگ بوجھا۔ اور جب الہامات کے سمجھنے اور شائع کرنے والے ایسے جامع اور مانع لوگ ہوں، تو مہدویت اور مسیحیت تمام ہندوستان میں ریلوے انجن کی طرح چیختی چلاتی، دھڑکتی ہاتھی کی سی چنگھاڑ مارتی، گڑگڑ کرتی، دھاچوکڑی مچاتی، کودتی پھاندتی کیوں نہ پھرے۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۶-۷)

جعلی نبی پر ایمان

تیرہ سو برس تک نہ صرف جمہور اسلامی علماء وفضلاء آئمہ مجتہدین نے، بلکہ اقوام و مذاہب غیر کے منصف مزاج عقلاء وحکماء نے تسلیم کرلیا ہے کہ پیغمبر عرب وعجم ﷺ خاتم الانبیاء اور لا ثانی نبی اور ریفارمروں کا بھی ریفارمر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر لیٹنر سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی لاہور نے، جو ابھی تک شائد زندہ ہیں، اپنی ایک تحریر میں لکھا ہے کہ

مذہب اسلام کوئی نیا مذہب نہیں، صرف اصلاح شدہ عیسائیت ہے۔

گویا ایک عیسائی فاضل نے تسلیم کیا کہ آنخضرت ﷺ عیسی مذہب کے بھی ریفارمر ہیں۔ قرآن شاہد ہے، حدیث شاہد ہے کہ آنخضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر چودھویں صدی میں ایک ملحد (مرزا قادیانی) ہنکارتا ہے کہ اس زمانہ کا نبی میں ہوں اور مجھ پر جو شخص ایمان نہ لائے وہ دنیا میں واجب القتل اور عقبی میں جہنمی ہے۔

پھر جب بھاگتے راہ نہیں ملتی، تو اپنے کو مجدد بتاتا ہے۔ اور حدیث شریف کا حوالہ دیتا ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد پیدا ہوتا رہے گا۔ اس صورت میں گویا اب تک بارہ اسلامی مجدد پیدا ہوئے، مگر کیا کسی مجدد نے نبوت کا بھی دعوی کیا ہے۔

کبھی یہ کہتا ہے کہ ناقص نبی قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، مگر کمال نبوت آنخضرت ﷺ پر ختم ہو گیا۔ کوئی پوچھے کہ خدا تعالی نے کامل نبی کے بعد ناقص نبی کیوں دنیا کے متھے مارا، اور کیوں دنیا کو ترقی کے ملاء اعلی پر پہنچا کر تنزل کی تحت الثری میں گرایا۔

پھر آنخضرت ﷺ کو کامل نبی بھی تسلیم کرتا ہے، اور آپ ﷺ کی احادیث کو بھی جھٹلاتا ہے، اور آیتوں کو توڑ مروڑ کر ان کا نزول اپنے حق میں بتاتا ہے۔ (اس مرزا قادیانی کی) بات بات میں شرارت آمیز کذب اور لغویت ہے۔ کس قدر جگر اور گردہ اس شخص کا اور کتنا پٹا ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اس مکار کے ہاتھوں اپنا

ایمان فروخت کر دیا اور اسلام سے منحرف ہو گئے۔

آج کے روز تمام اہل مذاہب میں سے کوئی شخص اسلام کا ایسا دشمن نہیں جیسا یہ شخص ہے۔ کیا معنی کہ اصول اسلام کو کوئی مذہب والا برا نہیں سمجھتا، اگر قصور ہے تو صرف مسلمانوں کا، جو اصول اسلام پر نہیں چلتے اور اپنے ساتھ اسلام کو بھی مطاعن کا آماج گاہ بناتے ہیں۔ اور سب کے گرو گھنٹال مرزا جی ہیں۔ کیا معنی کہ عیسائی اور آریہ مرزائیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم جو محمد نبی کو چھوڑ کر مرزائی نبی کی امت بن گئے، تو بتاؤ دونوں نبیوں میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ مرزائیوں کے پاس بجز رکیک تاویل کے اس کا کوئی جواب نہیں۔ گو بظاہر اقرار نہ کریں مگر دل میں مرزا قادیانی ہی کو سچا اور افضل سمجھتے ہیں، اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ محمدی کہلانے کو عار اور احمدی کہلانے کو فخر سمجھتے ہیں۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۷۔ ۸)

سور کا شکار

الحکم میں لکھا ہے کہ:

نیوگنی کے لاٹ پادری نے وہاں کے باشندوں کو بے رحمی سے سور مارتے ہوئے اعتراض کیا، اور دیسی عیسائیوں نے دوسرے دن درخواست کی کہ وہ (کون) ان کو سور مارنا سکھا جائیں۔ چنانچہ لاٹ پادری نے ۵۰ سور اپنی بندوق سے مارے (لاٹ پادری نے تو بے رحمی پر اعتراض کیا تھا، عبارت ہے یا خبط) عیسائیت کیا ہوئی سور کے شکار کرنے کا گر ہوئی۔ وغیرہ،

اڈیٹر الحکم شائد اپنے مسیح موعود کا فرض بھول گیا جو جلی قلم سے پچھلے دنوں خود الحکم کی پیشانی پر درج تھا کہ یقتل الخنازیر۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تو اب تک ایک بھی سور نہ مارا۔ لاٹ پادری نے ۵۰ مارے، پس مرزائیوں کا فرض ہے کہ لاٹ پادری کو اپنا مسیح موعود سمجھیں اور مرزائیت کو القط کریں۔ اڈیٹر

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۸)

لڑکے کی جگہ لڑکی تھوپی گئی

مرزا جی پر الہام ہوا تھا کہ موجودہ جھول میں ایک کنکھڑ اسال کا ساپورالڑکا ایوان مسیح میں برآمد ہوگا، اور وہ ایسا ہوگا، اور ویسا ہوگا۔ مگر ہوئی منحوس لڑکی۔

آسمانی باپ (مرزا قادیانی کا الہام کنندہ) بھی عجیب بودم ہے کہ لڑکے اور لڑکی میں شناخت نہ کر سکا اور اناپ شناپ ایک پتھر پھینک مارا۔ مگر مرزا جی مثل سابق پھر یہی جواب دیں گے کہ آسمانی باپ نے کسی خاص جھول کا ٹھیکہ نہ لیا تھا، اب نہیں جب سہی، آئندہ جھول میں (آئندہ میں بہت گنجائش ہے) ضرور بالضرور لڑکا ہوگا، ورنہ ناک اور کان حاضر کر دونگا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء ص ۶۔ ۷)

باسی کڑھی میں ابال

ہمارے پرانے لنگوٹیے رفیق، چیتھڑیا شفیق، ثوب غئیق، لئیق ومنطیق، صاحب نہیق، فی النار الحریق یعنی مولوی محمد احسن امروہی اسکنہ اللہ دائماً فی منارۃ الزندیق کئی ہفتوں کے فاقے کے بعد پھر کچھ غنغنائے ہیں۔ گویا باسی گڑھی میں ابال آیا ہے۔ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ پورا مسالا مل گیا ہے، مگر نہیں مادہ ذرا سخت ہے۔ اچھا صاحب اب کے مرتبہ خدا تعالی نے چاہا تو جلب کا ایسا جلاب آپ کی جلب منفعت کیلئے پلایا جائے کہ کھنکھنا کر دست بجیر وہ دست آئے کہ مواد فساد آنتوں کا گودا تک اسفل واعلی سے نکل پڑے، اور اس ابراز پر بروزی نبی بھی ھل من مبارز ہنکارنا چھوڑ دے۔

یہ دکھانے کو کہ ہم بڑے لمڈھیک اور گرانڈیل انشا پرداز ہیں ایک صفحہ سے زائد پر تو فضول نامعقول مجہول طول دھر گھسیٹا ہے۔ گویا گلہری سے گلہری کی دم بڑی، اور مطلب دیکھو تو گلہری کے گھونسلے میں گوڈر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سارا مضمون بروزی نبی کی تعریف سے یوں مہامنہ بھرا ہے، جیسا سنڈاس بول وبراز سے۔

محمد احسن امروہی نے لکھا ہے: مخالفین تو یہی چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھادیں۔

بھلا بجھے ہوئے کو کوئی کیا بجھائے گا، خواہ پھونکیں مارتے مارتے آپ کی پھونک تک نکل جائے مگر سر

و ریش پر را کھ ہی اڑ کر پڑے گی۔ آپ آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین میں الف لام کو معہود ذہنی بتاتے ہیں۔ اتنی خبر نہیں کہ کلام الٰہی میں یہاں موضع مدح میں ہے موضع ذم میں۔ ورنہ آیت میں صرف رسول الله ہی کافی تھا۔ لفظ خاتم النبیین نے کیا فائدہ دیا۔

پھر خدا کے لئے ذہن ثابت کرنا، یعنی خدا کو ذہین بتانا، کسی لال گروہی کی لال کتاب میں لکھا ہوگا ورنہ اسماء الٰہی تو توقیفی ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ذہین اور فطین اور عقیل اور سلیم الطبع اور فریس وغیرہ قرار دینا زندقہ ہے، کیونکہ ان صفات میں عدم وملکہ سے تقابل ہے۔ اور آپ میزان ومنطق کے مرد میدان نہیں جو آپ کو زیادہ سمجھایا جائے۔

پھر جب آپ نے ختم رسالت کے بعد نیا نبی گھڑ لیا تو صاف ظاہر ہے کہ میرزا اور مرزائیوں کو نور و ظلمت کی تمیز نہیں، اور کیوں کر ہو، چوپٹ اندھے ہیں۔ ختم نبوت کا انکار بالکل نبوت کا انکار ہے کیونکہ ختم نبوت آنحضرت ﷺ کی صفت کاملہ ہے، اور ظاہر ہے کہ صفت کا انکار بالکل موصوف اور اس کے کمالات کا انکار ہے۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب لکھتے ہیں:

غیاث اللغات میں ہے کہ کلمہ کے آخر میں اگر حرف ہاء ہوگا تو اس کو نسبت میں واؤ سے بدلیں گے۔ جیسے گنجہ میں گنجوی۔ اسی طرح امروھہ میں امروھوی کہیں گے۔،

مولوی امروہی صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ یہ قاعدہ ہاء مظہر یعنی غیر مختفی میں ہے، نہ کہ مختفی میں۔ ورنہ یاء نسبت لگا کر مکی کو مکوی اور مدنی کو مدنوی۔ علیٰ ہذا شیخو پورہ والے کو شیخو پوروی اور سکندرہ والے کو سکندروی کہے۔ قادیان میں جو مرزائیوں کا مدینہ ہے رہ کر آپ کو ہاء مختفی اور غیر مختفی کی تمیز نہ ہوئی۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں:

لفظ اذاب کا ترجمہ گلوانا کہہ یا حال آنکہ اذابۃ کا ترجمہ گلانا یا پگھلانا ہے اور مصدر فارسی گدازانیدن بنالیا جس کو اذایت کا ترجمہ سمجھ لیا۔،

بایں ریش وفش امروہی صاحب کو صراح تک کی خبر نہیں جو اہل علم کے لئے مستند کتاب ہے جس میں لکھا ہے ذوب، ذوبان گداختن اذابۃ۔ تذویب گدازانیدن۔ دیکھئے اس عبارت میں گدازانیدن کے معنی

گلوانے کے ہیں یا نہیں۔ اور جب گداز انیدن متعدی بدو مفعول ہے تو ذو ب کے معنی جو ا ذا بۃ کا مجرد ہے گداختن متعدی بیک مفعول ہوں گے مگر تمہاری مےپ کی تو گئی ہے پھوٹ، اور بینائی کی آس گئی ہے ٹوٹ۔ پس مادرزاد اندھوں کو کیا نظر آئے۔ اور ہم جس طرح یہ نہیں کہتے کہ گداختن لازم نہیں آتا اسی طرح یہ بھی نہیں کہتے کہ ذو ب لازم نہیں آتا تاکہ آپ کو کریما کے اس شعر کو پڑھانے کی ضرورت ہو: چو شمع از پئے علم باید گداخت

اور ہم کب کہتے ہیں کہ ذو ب یعنی گداختن تقدیر؟ لازم نہیں آتا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہتے کہ اذا بہ کے معنی گلوانے کے نہیں ہیں۔ اس کو ہمارا اختراع کہنا آپ کی مخترعہ جہالت ہے۔ اور جب آپ خود کہتے ہیں کہ ایسا لفظ متکلم بلیغ کے کلام میں کیونکر آ سکتا ہے جس سے الہام خلاف متکلم ہو سکے تو لفظ اذا بـہ سے آپ کے بروزی نبی کو احتراز واجب تھا جو متکلم بلیغ کی بلاغت کے خلاف ہے۔ ہم صراح کی سند پیش کر چکے۔ اب دیکھئے آپ کیا کہتے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں:

ستار خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں خواہ کوئی امر۔

تھوڑی سی استعداد والا بھی جانتا ہے کہ ستار کے معنی پردہ پوش اور عیوب کے چھپانے والے کے ہیں دعا اللھم ستر عیو بنا و ھو ستا ر العیو ب صاف دال ہے۔ اگرچہ ستر اور اخفاء دونوں مرادف ہیں مگر استعمال اور محاورہ میں ستر کے معنی پردہ داری کے ہیں نہ کہ اخفا راز کے۔ اب ہمارے لنگوٹئے یار کی لیاقت کا پردہ کھلا، یا نہیں۔ اور صرف لنگوٹی باقی رہ گئی یا نہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب لکھتے ہیں: اخفاء لغات اضداد میں سے ہے۔

قرآن مجید میں لفظ قــرء لغات اضداد میں سے ہے کہ حیض اور طہور دونوں معنی میں آتا ہے مگر مخل فصاحت نہیں۔ شائد مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے نزدیک ہو، جو اعجاز احمدی کی فصاحت کو قرآن شریف سے بڑھ کر سمجھتے ہیں، کیونکہ قرآن شریف میں لغات اضداد موجود ہیں، مگر اعجاز احمدی میں نہیں نـعـو ذ بـا للـہ ۔ صیغہ تفعل ہی کو دیکھو جو مذکر و مونث دونوں کے لئے آتا ہے اور مذکر مونث کی ضد ہے۔ قرآن شریف میں بہت جگہ موجود ہے۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں: ہم نے اختــفـو (پوشیدہ رکھو) کے معنی میں لکھا تھا اس کا مادہ خفت ہے باب افعال سے اختفوا ہوا۔ کاتب نے تاء منقوطہ کے نقطوں کی جگہ ہمزہ لکھ دیا۔

آپ نے کاتب سے بھی بڑھ کر یہ کمال کیا کہ اخفوٗ سمجھے اور جھٹ سے لایعنی اعتراض جڑ دیا جو ہوا میں اڑ گیا۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں: حالانکہ محاورہ عرب میں موجود ہے دبر فلا ن دبرا

یہ عرب کا محاورہ نہیں۔ اہل لسان شعراء عرب کا کوئی شعر یا کسی کتاب کی کوئی عبارت پیش کیجئے کہ مجرد د بر بھی اد با ر کے معنی میں آتا ہے جو باب افعال سے ہے ورنہ اس کو اپنے فہم کا ادبار اور غلطی کی نحوست سمجھئے۔ معہذ الفظ اد با ر کے معنی پشت چوپایہ کے زخمی کرنے کے بھی آتے ہیں اور آیت و اللیل اذا اد بر کے معنی صاحب صراح نے تبع اختیار کئے ہیں۔ بہر حال اس میں الہام غیر مقصود موجود ہے جس کو امروہی نے مخل فصاحت خیال کیا اور جب د بــر مجرد کے معنی بھی اد بـــا ر کے ہیں تو باب افعال میں لے جانے سے کسانیدن کے معنی ضرور ہوں گے جو بلیغ متکلم کی بلاغت کے خلاف ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب لکھتے ہیں:

اس قسم کے استعارات (برج بہتان) تو قطع نظر زبان عرب کے فارسی میں بھی بکثرت مستعمل ہیں۔،

استعارہ، تشبیہ، تخئیل، ترشح وغیرہ سنے سنائے الفاظ عربیہ کا جمع کرنا فضول ہے جب کہ آپ کلام عرب سے خاص برج بہتان کی نظیر نہیں لا سکتے۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب فرماتے ہیں: لفظ رماح کے ساتھ بہت ابلغ ہے۔

عرب میں جنگ کے وقت دور سے غنیم کے حملوں کے روکنے کو تیر برسانے کا دستور تھا تا کہ وہ پسپا ہو جائے اور نیزہ کی جنگ قرب واتصال کے وقت ہوتی تھی جسے گھمسان کی جنگ کہتے ہیں۔ پس موزوں سہام ہے نہ کہ رماح۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں:

اس لغت کے سیکھنے کی حدیث اطلبوا العلم و لو کا ن با لصین میں ضروری تاکید ہے۔

بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو، تو اس سے علم دین سیکھنے کی تاکید ہے نہ کہ رمل اور جفر وغیرہ کی۔ جن کے حاصل کرنے پر آپ کے ولی کھنگر مٹے ہوئے ہیں اور حاصل نہیں ہوتے۔ اور رمل ہی کے بوتے پر مخالفوں کی موت کی پیشین گوئی کرتے ہیں، مگر وہ پٹ پڑتی ہیں کیونکہ رمل کی رو سے نرے اٹکل کے تیر ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے گویا آپ کے نزدیک چینی زبان کا سیکھنا واجب ہے، مگر تعجب ہے کہ مرزا جی نے جو اپنے کو چینی الاصل مغل بتاتے ہیں کیوں چینی زبان نہیں سیکھی، نہ کسی مرزائی کو اس زبان کے سیکھنے کی کبھی ہدائت کی، حالانکہ حرف باء بمعنی فی بھی آتا ہے جیسے ذھبت با لمسجد جو فی المسجد کے معنی میں آتا ہے۔ آپ اس کو باء سببیه سمجھے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہدایۃ النحو کے سمجھنے سے بھی عاری ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں:

عام محاورہ عرب کا ہے ما له حصاۃ و لا اصاۃ ای رای یر جع الیه۔

اہل عرب کے محاورے یا لغت کی کسی کتاب (قاموس وغیرہ) سے ثابت کیجئے کہ اصاۃ کے معنی عقل کے ہیں نہ کہ حصاۃ کے، ہاں اصاۃ توابع حصاۃ سے ہے جو بغیر حصاۃ کے مستعمل نہیں ہوتا جس سے

و ان لسان المرء ما لم یکن له
اصاۃ علی عوراته مشعر

کا صحیح استعمال ثابت ہو، اگرچہ فصیح نہ ہو۔

ہم تمام اعتراضات کو مکمل اور مدلل طور پر ردّ کر چکے مگر ہمارے اعتراض کا ردّا تمام مرزائیوں پر بدستور چڑھا رہا کہ جب مرزا جی، بروزی محمد ہیں تو مسیح موعود ہونے کے دعوی سے دست بردار ہوں جس سے تابع اور متبوع اور مستقل اور غیر مستقل کا اجتماع اور الہام جری الله فی حلل الا نبیاء سے مرزا جی کا جملہ انبیاء کرام کا بروزی ہونا، نہ کہ خاص آنخضرت ﷺ کا، اور ناسخ ومنسوخ دونوں کا واجب العمل ہونا، اور بھائی بہن کے نکاح کے جواز وعدم جواز کا قائل ہونا، اور اپنے نفس کا خاتم بننا اور تقدم الشیء علی نفسه وغیرہ لازم آتا ہے۔

ان سب کا جواب مرزائیوں کے ذمہ ہے اور ہم حسب الہام ملہم حقیقی پیش گوئی کرتے ہیں کہ قیامت

تک بھی تمام مرزائیوں سے اس کا جواب نہ بن پڑے گا۔اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۹۔یکم مارچ ۱۹۰۳ءص ۱۔۳)

مجدد کے الہامات

یا شوکتنا انك لدینا مکین امین و من بطن ام الد جال البطال المحتال مخرج الجنین فقد نصرنا نصرة و اعطیناك سطوة و غلبة علی اعداء الدین فجزء الو تین بسکأین التسکین و اقطع المفسدین و اقنع احشاء هم و امعاء هم الی یوم الدین لا علاء کلمة احکم الحاکمین و انا ناخذهم مسلسلین و ندخلهم فی دار جهنم داخرین مقهورین خالدین لانهم ادعوا النبوة و البروزیة بعد نبینا خاتم النبیین فانهم کالانا می یتسللون من سئلة القادیان الی جحر السجّین (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر۹۔یکم مارچ ۱۹۰۳ءص ۳۔۴)

بدمعاشوں سے سابقہ

میں نے لکھا تھا کہ بعض بدمعاش جو غالباً مرزا صاحب قادیانی اوران کے بعض حواری کے حالات اور کیریکٹر سے واقف ہیں، یا ان سے عداوت رکھتے ہیں، بعض اوقات خلاف واقع امور بھی ضمیمہ میں درج کرنے کو بھیج دیتے ہیں مگر ہم ان کو درج نہیں کرتے۔

مولوی محمد احسن امروہی صاحب کی تحریر مندرجہ الحکم سے معلوم ہوا کہ یہ امران کو اور خود مرزا صاحب کو ناگوار ہوا کہ بدمعاشوں کی تحریریں ضمیمے میں کیوں شائع نہ ہوئیں اوراب کیوں نہیں ہوتیں۔اور یہ شکایت در حقیقت ہے بھی بجا، کیونکہ انسانی عادت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے،اور خارشیوں کے جسم میں جو چل اور خارش رہتی ہے وہ اس کا مٹ جانا ہی چاہتے ہیں،اوران کو کھجانے میں سردست آرام معلوم ہوتا ہے،اگرچہ انجام ان کی بیماری کے لئے مضر ہو۔پس ہم آئندہ مرزا جی کے تمام مخالفوں کی تحریریں خواہ وہ کیسی ہی خلاف واقع ہوں اوران کے بھیجنے والے کیسے ہی بادی بدمعاش ہوں ضمیمہ میں شائع کرتے رہیں گے کیونکہ مرزا اور مرزائی اسی

میں اپنی گرم بازاری دیکھتے ہیں، اوراسی میں خوش رہتے ہیں۔ کیونکہ مرزا جی کے مشن کا اہم مقصد شہرت ہے خواہ کسی طرح سے ہو۔ اوران کو ہمارے علماء اور مشائخ کا ممنون ہونا چاہیے جنہوں نے اپنی تحریروں رسالوں اور کتابوں کی اشاعت سے مرزا جی کو بانس پر چڑھا دیا، اور ایک گمنام کس مپرس کا پبلک سے انٹروڈیوس کرا دیا جیسا کہ مصری اخبار الہلال نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے علماء اور مشائخ خاموش رہتے تو مرزا قادیانی کو اصلاً جرأت نہ ہوتی۔ یعنی یہ شعلہ تھوڑی سی دیر میں خود بخود جل کر راکھ ہو جاتا اور علماء نے جو ایک ذلیل بہروپئے کو قابل خطاب سمجھا تو گویا شعلہ پر بجائے پانی کے تیل چھڑک دیا جس سے اس کی سرکشی کو ایک عرصہ کے لئے پائداری ہوگئی۔ اگرچہ انجام وہی جل کر جلد خاکسر ہو جانا ہے انشاء اللہ تعالی۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۹۔ یکم مارچ ۱۹۰۳ء ص ۴)

مرزائیوں کا ایک تازہ جعل

قادیانی اخبار الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء میں ایک جعلی عرضی الٰہی بخش درزی صدر بازار پشاور کے نام سے طبع ہوئی ہے جس میں اہل حدیث پشاور پر الٰہی بخش کی تصویر کی تصدیق کرنے کا الزام لگایا گیا ہے، اور بہت سی افتراء پردازیاں کی گئی ہیں۔ لہذا الٰہی بخش سے اصل حقیقت لکھوا کر اور معتبرین کے دستخط کرا کر اڈیٹر الحکم کے پاس رجسٹری کرا کر واسطے طبع کے بھیج دیا، کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ جو تحریر اس کے متعلق ہمارے پاس آئے گی ہم طبع کر دیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ اڈیٹر الحکم نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ لہذا وہ تحریر اخبار شحنہ ہند میں طبع کے واسطے بھیج دی کیونکہ شحنہ ملحدوں و زندیقوں کو زندہ درگور کرنے میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ اڈیٹر صاحب اس کو ضمیمہ میں طبع کریں اور اپنی رائے بھی لکھیں تا کہ آئندہ اس فرقہ کو ایسی افتراء پردازی وجعل سازی کرنے میں شحنہ کا خوف ہو۔ اللہ تعالی کا ڈر تو اس فرقہ کو پہلے ہی سے نہیں، ورنہ ایسی جعل سازی کبھی نہ کرتے۔ وہ تحریر یہ ہے:

نقل بیان الٰہی بخش درزی معہ تصدیق

(نقل مطابق اصل: ابو محمد جمال الدین ڈاکٹر پنشن یافتہ)

الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء میں میری طرف سے ایک مصنوعی عرضی طبع ہوئی ہے جس میں بہت سی باتیں خلاف واقع ہیں۔ لہٰذا صحیح صورت حال لکھوا کر پیش کرتا ہوں کہ

میں حقیقت میں ایک مسکین سن رسیدہ اوران پڑھ مسلمان ہوں۔ اور ہر ایک بات پر یقین کر لیتا ہوں۔ اسی وجہ سے اپنا سچا مقدمہ چیف کورٹ میں بھی ہار گیا۔

عرصہ قریب ۳ سال کا ہوا کہ ہدایت اللہ نومسلم نے (جو ہمارے صدر بازار پشاور میں رہتا ہے) صلاح دی کہ آپ اپنے سن رسیدہ اور واجب الرحم ہونے کی تصدیق کرالاؤ، تو ہم عرضی لاٹ صاحب کو لکھ دیں گے اور تم کو تمہارا حق مل جائے گا۔ میں لکھوالایا۔ تب خواجہ کمال الدین وکیل کو دکھلائی۔ انہوں نے کہا کہ تصویر اترواؤ۔ چنانچہ ہدایت اللہ نے عبدالمنان، اپنے مرزائی دوست سے، بلا اجرت میری تصویر کھچوائی۔ پھر وکیل صاحب نے کہا کہ اس پر بھی تصدیق کرالاؤ۔ میں نے کہا کہ بزرگان دین دستخط نہ کریں گے اسلئے میں ان سے نہیں کہہ سکتا۔ پھر وکیل صاحب نے کہا کہ اور عام لوگوں کے ہی دستخط کرالاؤ۔ چنانچہ شہر میں دو ایک شخصوں کے دستخط کرا کر ہدایت اللہ کے حوالے کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم ڈپٹی کمشنر کے دستخط کرا کر لاٹ صاحب کے پاس بھیج دیں گے۔ چنانچہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ عنقریب جواب آئے گا۔

اب الحکم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میری کوئی عرضی لاٹ صاحب کو پہلے نہیں گئی، کیونکہ عرضی میں تاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء درج ہے یعنی اڑھائی مہینے ہوئے۔ اب میں نے ہدایت اللہ سے کہا کہ لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ ہدایت اللہ نے تم کو دھوکہ دیا ہے، ایسی عرضی لاٹ صاحب کو نہیں بھیجی جاتی۔ تو اس نے کہا کہ میں ڈاک خانہ کی رسید دے دونگا، مگر وعدہ کر کے بھی نہیں دی۔

عرضی مندرجہ الحکم کی دفعہ ۶ کے یہ فقرے کہ

(حضور والا میری تصویر سفید ریش پر جو کہ باوجود ممانعت ہمارے مذہب کے جو حضور کو رحم دلانیکے لئے اس اپنی اخیر عمر میں بنوائی ہے اور دنیا کو دین پر مقدم کیا ہے رحم فرمائیں گے)

میں نہیں لکھوائے کیونکہ جو شخص دنیا کو دین پر مقدم رکھے گا وہ خود بے دین ہوتا ہے، تو میں کس طرح

اپنے آپ کو بے دین ظاہر کرتا۔ اس سے میری توہین ہوتی ہے۔ اہل حدیث اور غیر اہل حدیث نے میرے واجب الرحم ہونے کی تصدیق ایک جداگانہ کاغذ میں کی تھی، تصویر کی تصدیق اس پر کسی نے نہیں کی۔ وہ تصدیق کا کاغذ ہدایت اللہ کے پاس ہے۔ اب جو طلب کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ ہم لاٹ صاحب کے پاس بھیج چکے ہیں۔

اور ہدایت اللہ نے میری عرضی کسی مسلمان کو نہیں دکھلائی، صرف اپنے دوست خواجہ کمال الدین وکیل اور عبدالمنان مرزائیوں ہی کی صلاح سے بنا کر الحکم میں طبع کرادی۔

الراقم۔ نشان انگوٹھا۔ الٰہی بخش درزی صدر بازار پشاور بقلم ایم احمد شاہ عفی عنہ۔ ۱۲ فروری ۱۹۰۳ء

میں مندرجہ بالا تحریر کی تصدیق زبانی میاں الٰہی بخش درزی کے کرتا ہوں۔

خدا بخش بقلم خود کلرک نہر کابل صدر بازار ۱۲۔ فروری ۱۹۰۳ء

یہ بیان الٰہی بخش درزی نے لکھوایا ہے۔ میں الٰہی بخش کو ہدایت اللہ کے پاس بطور سفارش عرضی لکھوانے کبھی نہیں لے گیا، کیونکہ ہدایت اللہ اپیل نویس نہیں ہے۔ اس نے قانونی اور دینی تعلیم کسی جگہ نہیں پائی۔ میں نے تصویر کی تصدیق کبھی نہیں کی، بلکہ مجھ کو تصویر کا اتروانا معلوم ہوا تو الٰہی بخش کو ملامت کی۔

عبدالرحمٰن خان بقلم خود

یہ مضمون الٰہی بخش درزی کا لکھایا ہوا ہے تصویر کی تصدیق میں نے کبھی نہیں کی، محض افتراء ہے۔

ابو محمد جمال الدین ڈاکٹر پنشن یافتہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ مضمون الٰہی بخش درزی بڈھے کا لکھایا ہوا ہے اور اس کی تصویر کی تصدیق جو کی گئی ہے ہمارے ذمہ بالکل بہتان اور افتراء ہے۔ قاضی محمد خانپوری امام مسجد صدر پشاور

یہ مضمون الٰہی بخش درزی کا لکھایا ہوا ہے۔ تصویر کی تصدیق میں نے کبھی نہیں کی۔ فتح الدین بقلم خود

یہ امر مسلمہ ہے کہ کمترین ایسی خام تحریروں پر جو خلاف عقائد سنت و جماعت ہوں کبھی تائید نہیں کرتا چہ جائے کہ خلاف تہذیب تصویر کا فوٹو اتروا کر بحضور بادشاہ وقت بھیجنا، اور دین پر دنیا کو مقدم سمجھنا۔ یہ بے علموں کا کام ہے، اس واسطے میری طرف سے ثبت دستخط نہیں ہوا، خلاف ہے۔ میر فضل الٰہی عفی عنہ

میں تصدیق کرتا ہوں یہ مضمون الٰہی بخش درزی کا لکھا یا ہوا ہے اور اس کی تصویر کی تصدیق ہم نے نہیں کی۔ عبدالرؤف بقلم خود

اس تحریر درزی الٰہی بخش سے معلوم ہو گیا کہ الحکم میں جو کچھ اس معاملہ میں لکھا ہے وہ دروغ، فریب، وعدہ خلافی، دل آزاری، افترا پردازی، استہزا وتوہین اسلام واہل اسلام وغیرہ سے مملو ہے جو ایک مسلمان سے بعید ہے۔ اب الحکم کی چند بے ضابطگیاں بطور نمونہ یکے از ہزار واندکے از بسیار ملاحظہ ہوں:

۲۔ منشی عبدالرحمٰن کی سفارش لے کے ان کے (ہدایت اللہ کے) پاس گیا۔، دروغ وافتراء ہے۔ خود منشی عبدالرحمٰن اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ میں الٰہی بخش کو ہدایت اللہ کے پاس بطور سفارش عرضی لکھوانے کبھی نہیں لے گیا۔

۲۔ الحکم لکھتا ہے: ان مخالفوں ہی نے اسے (الٰہی بخش) رائے دی کہ وہ ہمارے عزیز بھائی شیخ ہدایت اللہ صاحب سے مشورہ لے۔، محض دروغ بے فروغ ہے۔ مرزائیوں کے مخالفوں میں سے کسی نے یہ رائے نہیں دی۔ خود ہدایت اللہ ہی نے بے چارے بوڑھے کو ورغلایا، جب کہ اپیل میں چیف کورٹ تک ہار گیا تھا تو اب اپیل کیسی۔

۳۔ اپنی عکسی تصویر کھچوا لایا۔، یہ بھی محض دروغ ہے کیونکہ الٰہی بخش کا بیان ہے کہ ہدایت اللہ نے عبدالمنان چپراسی اپنے مرزائی دوست سے بلا اجرت میری تصویر کھچوائی۔

۴۔ اس ثبوت کے لئے کہ یہ اسی کی تصویر ہے اہل حدیث پشاور سے تصدیق کرائی گئی۔ پھر بقول شخصے دروغ گو را حافظہ نباشد اسی مضمون میں، اپنے قول کو خود ہی اس طرح جھوٹا کہہ رہے ہو، سائل کی حالت غریبانہ اور عمر رسیدہ ہونے کی شہادت ہمارے بزرگان دین کی مندرجہ ذیل ہے۔، حق بر زبان جاری ہوا۔ اسی کو کہتے ہیں۔ بزرگان دین تصویر کی تصدیق کا انکار کرتے ہیں اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ رہے ہیں آپ بھی آمین کہہ دیجئے۔

۵۔ اس بڈھے الٰہی بخش کی درخواست بھی شائع کرتے ہیں۔، اپنی لکھی ہوئی درخواست کو بڈھے کی کہنا کیا دروغ نہیں ہے۔ عرضی کا فقرہ نمبر ۶ تو خود مرزائیوں ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اور ان کے مطابقِ حال بھی ہے اور بڈھا اس سے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے اور دین پر دنیا کو مقدم رکھنے والوں کو بے دین کہتا ہے۔ پس اس کی جانب اس فقرہ کو منسوب کرنا چودھویں صدی کے انوکھے پیغمبر قادیانی ہی کی تعلیم کا اثر ہے۔

۵۔ تین سال ہوئے کہ الٰہی بخش کی غریبانہ حالت کی اور سن رسیدہ ہونے کی بزرگان دین اور عوام سے تصدیق کرائی گئی اور بجائے گورنر جنرل کے پاس بھیجنے کے ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء لکھ کر ۲۱ جنوری (۱۹۰۳ء) کے الحکم میں طبع کرائی گئی۔ اسی کا نام ایمان داری ہے۔

۸۔ بڈھے اہل غرض سے ہمیشہ یہی کہا گیا کہ تمہارا جواب گورنر جنرل کے پاس سے آنیوالا ہے، حالانکہ عرضی اب الحکم میں طبع ہوئی۔ گورنر جنرل کے پاس کس نے بھیجی۔

۹۔ بڈھے کا وہ کاغذ جس پر اس کی غریبانہ حالت و سن رسیدہ ہونے کی تصدیق ہے نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ گورنر جنرل کے پاس وہ کاغذ بھیج دیا گیا۔ کیا یہ ظلم نہیں۔

۱۰۔ ڈپٹی کمشنر کے دستخط کرا کر گورنر جنرل کے پاس عرضی کا بھیج دینا، بیان کرنا کیا سچ ہے؟

۱۱۔ ڈاکخانہ سے رسید منگوا کر دینے کا وعدہ کرنا، پھر نہ دینا، کیا فریب و کذب نہیں ہے۔

۱۲۔ کیا گورنر جنرل کے سکرٹری نے بڈھے کی ضد میں اپنا شاہی ضابطہ چھوڑ دیا کہ تمام اپیل والوں کو رسید پہنچانا ضرور جانتے ہیں، مگر بڈھے کی اپیل کی رسید تک نہ دی۔ ھذا شیء عجیب۔

۱۳۔ کیا ایک وکیل قانون پیشہ کے واسطے موجب نیک نامی ہے کہ وہ ایک مسکین سادہ لوح اہل غرض مصیبت زدہ کو خدا ترس و دل سوز بن کر خلاف شرع تصویر کھچوانے اور اس پر تصدیق کرانے کا مشورہ دے اور اطمینان دلا وے کہ تمہارا حق تم کو مل جائے گا حالانکہ یہ سب کچھ فرضی ہو جس سے اس بے چارہ کی ذلت و رسوائی و جگ ہنسائی کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو۔ عوام و خواص و حکام کیا خیال کریں گے۔

اس جعل بنانے میں ایک انوکھی جدید پیغمبر قادیانی کی چیدہ جماعت نے جن خلاف تہذیب، خلاف حق، خلاف قانون، خلاف انسانی ہم دردی کارروائیوں کا استعمال کیا ہے اس سے ان کی تقوی شعاری اور دین داری کا حال بخوبی ظاہر ہے۔ یہ تعلیم درحقیقت پیغمبر قادیانی ہی کی ہے جس نے خود جعل بنا کر علماء دہلی و امرتسر سے اپنے اوپر کفر کا فتوی لکھوایا، اور اس فریب کی کاروائی کے جواز میں الحرب خدعة پیش کیا۔ دیکھو الحکم اور اس کے اشتہار۔ واقعی ایسے ہی پیغمبر کے آنے کی ضرورت تھی۔ ضرورت جدید پیغمبر کے آنے کا مسئلہ حل ہو گیا کیونکہ اگر ایسے گمراہ کرنے والے جھوٹے مہدی و مسیح و پیغمبر بن کر اسلام کو بگاڑنے کو پیدا نہ ہوں تو سچے

مہدی اور مسیح کس کی گوشمالی کرنے آویں گے۔

بڑا دھوکا الحکم نے یہ دیا ہے کہ تصویر کا بنانا، یا بنوانا، یا رکھنا اور تصویر کا پہچان کر کہہ دینا کہ فلاں شخص کی تصویر ہے، دونوں کا ایک حکم قرار دیا ہے۔ حالانکہ تصویر کا بنانا، یا رکھنا، جس کو قادیانی جائز وحلال پیشہ کہتا ہے شرع شریف میں حرام ہے۔ اور کسی کی تصویر کو پہچان کر عدالت یا اور کہیں ضرورت کی جگہ کہہ دینا کہ یہ فلاں کی تصویر ہے اسلام میں ناجائز نہیں ہے۔

کیا جب کسی سے کسی کی تصویر کی نسبت سوال کیا جائے تو وہ باوجود پہچاننے کے جھوٹ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔ افسوس ہے مرزا صاحب اور اس کے چیلوں کی تمام تصانیف واشتہارات ومباحثات والہامات سب اسی قسم کے مغالطوں سے پر ہیں۔ فقط۔ راقم مولوی عبدالکریم ولد مولوی محمد صدیق پشاوری

(ادارتی نوٹ میں جو ٹھیک طور سے پڑھا نہیں جاتا۔ لکھا ہے: مرزا جی کا حال الغریق یتثبت با لحشیش کا ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ کسی ذریعہ سے اسلام کے اصول توحید کو باطل کیا جائے اور اپنے جدید مذہب کے اصول تصویر پرستی، منارہ پرستی وغیرہ جائز اور رائج کی جائیں۔ مرزا جی کے الزامی دلائل عجیب وغریب ہیں کہ فلاں شخص نے چونکہ تصویر کی شہادت دی... تصویر پرست اور تصویر پرستی کا جائز کرنے والا ہے۔ اس صورت میں تو ہر مجرم کا گواہ مجرم ٹھہر سکتا ہے۔ چلیئے عدالتوں کے دروازوں کو قفل لگ گیا کیونکہ کسی گواہ کی کیا شامت ہے کہ وہ کسی کے ارتکاب جرم کی شہادت دے کر مجرم بنے) (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۱۰، ۸ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱-۴)

(اڈیٹر الحکم نے ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء میں صفحہ ۱۵ پر لکھا: الٰہی بخش درزی کی جو تصویر ہم نے الحکم کے کسی گذشتہ اشاعت میں دی تھی اس کے متعلق پشاور کے اہل حدیث کی طرف سے ایک رجسٹرڈ خط ہمارے پاس بغرض اندراج پہنچا ہے۔ ہم اس خط کو عنقریب درج کریں گے اور انشاء اللہ دکھائیں گے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ اس کو کہتے ہیں۔ الٰہی بخش درزی نے اپنے بیان میں تسلیم کرلیا ہے کہ میں نے تصویر کھنچوائی ہے مگر ایک احمدی نے وہ تصویر کھینچی ہے اور ایک احمدی ہی کے ایماء سے وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال ہم اس تحریر کو انشاءاللہ جلد شائع کریں گے۔ (مجھے الحکم کی ۱۹۰۳ء کی فائل میں اڈیٹر الحکم کا یہ وعدہ پورا ہوتا ہوا کہیں نظر نہیں آیا۔ بہاء)

مہدیوں اور مسیحوں کا ڈربہ کھل گیا

لیجئے جناب! ملک جاوا علاقہ امانی میں ایک اور مہدی صاحب عالم بالا سے تشریف کا گٹھا کاندھے پر لاد کر کھٹ سے آ براجے ہیں، اور دنیا کو اپنی مہدویت کی دعوت دیتے ہیں، اور شعبدے (معجزے) دکھانے کے بھی مدعی ہیں۔ آج کل مہدیوں اور مسیحیوں کی بم پھوٹ گئی ہے۔ لندنی مسیح، فرانسیسی مسیح، سومالی مہدی،

جاوائی مہدی۔اور قادیانی مرزا جی تو خیر نال مسیح موعود بھی ہیں اور مہدی مسعود بھی اور امام الزمان بھی اور بروزی نبی بھی اور خاتم الانبیاء بھی۔الغرض سب گنوں پورے اور تمام کمپونڈ اجزاء کے سیرپ اور معجون ہیں،اور باقی سب کے سب ادھورے ہیں۔یعنی اگر کوئی مسیح ہے،تو مہدی نہیں اور مہدی ہے تو مسیح نہیں۔پھر دنیا سب کو چھوڑ کر مرزا جی پر کیوں ایمان نہیں لاتی۔لوگ بالکل اندھے ہیں اور ایشیا اور افریقہ سے بڑھ کر یورپ اندھا ہو رہا ہے۔کیا معنی کہ مرزا جی اپنے بروز وخروج کی تبلیغ کتابوں اور رسالوں اور تصویروں کے ذریعہ سے کامل طور پر کر چکے ہیں۔اپنی تمام مجموعی صفات کا آئینہ دکھا چکے ہیں۔غضب ہے نا کہ یورپ پھر بھی لندنی مسیح اور فرانسیسی مسیح پر لٹو ہے جنھوں نے کوئی شعبدہ کوئی کرشمہ نہیں دکھایا،اور قادیانی مسیح،خدا جھوٹ نہ بولائے تو کوئی ڈیڑھ سو معجزے (لوگوں کی موت کی بال باندھی پیشین گوئیاں) دکھا چکا ہے۔پیشین گوئیوں کی ٹھیک میعاد کے اندر کوئی نہ مرا،تو کیا ہوا،آخر مرا تو سہی۔مرزا جی پیش گوئی نہ کرتے،تو نہ آتھم مرتا،نہ لیکھرام مرتا۔لوگوں کی عقل کا چراغ تو ہو گیا ہے گل۔پیش گوئی کے لئے یہ ہرگز لازم نہیں کہ ٹھیک وقت پر ہو۔ہاں شرط یہ ہے کہ برس،پانچ برس، دس برس،بیس برس میں ہو اور ضرور ہو۔ہزاروں لاکھوں میں ہو،بیچ کھیت ہو،باون تولے پاؤ رتی ہو۔

دیکھ لو مرزا جی کی آسمانی منکوحہ بی بی کو جو ایک ظالم نے غصب کر لیا تھا تو مرزا جی نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی،تو وہ دس برس،بیس برس میں ضرور پوری ہوگی اور ان کا رقیب ایک نہ ایک دن ضرور مرے گا ،۔بھلا مامور من اللہ کی پیش گوئی اور خالی جائے۔اچھی کہی۔

اب بتائیے مذکورہ بالا مہدیوں اور مسیحوں میں سے کسی نے بھی ایسے روشن اور چمکتے ہوئے معجزات آج تک دکھائے۔پیشینگوئی اگرچہ نجومیوں رمالوں سادھو بچوں کا کام ہے،مگر جب مامور من اللہ کوئی پیشگوئی کرے گا خواہ وہ جھوٹی ہو یا سچی،ضرور معجزہ کہلائے گا۔وہ آسمان میں پوری ہو جاتی ہے مگر اندھوں کو نظر نہیں آتی اور پیشین گوئی نہ بھی پوری ہو،تو اس سے کسی نبی کی نبوت میں فرق نہیں آتا۔پیشین گوئی دوسری چیز ہے اور نبی ہونا دوسری چیز۔

ما شاء اللہ مرزا جی کے دلائل بہت معقول ہیں مگر عملی طور پر سب مہدیوں اور مسیحوں کے کھرے کھوٹے کو آگ پر تپانا چاہیے۔تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔یعنی تمام مہدی میدان میں اتریں اور اپنے

اپنے کرتب دکھائیں جو کرتبوں میں کامل نکلے، وہی مہدی اور مسیح تسلیم ہو۔ اور اگر سب ناقص اور جھوٹے نکلیں تو ایک ایک کو پھانسی پر لٹکایا جائے، یا لوہے کے پنجروں میں قید کر کے کسی جزیرہ میں بھیجا جائے کہ پھر وہاں سے واپس نہ آسکیں اور دنیا ان کے کید سے محفوظ رہے۔

ہر ایک جھوٹا اور مکار مہدی اور مسیح دیکھ رہا ہے کہ اس کے چند رقیب سامنے موجود ہیں، اور سب کے سب ایک ہی دعوے کے مدعی ہیں۔ حالانکہ مہدی اور عیسی متعدد نہیں ہو سکتے۔ بہر نہج ایک ہی ہوگا، مگر بے ایمانی اور شرارت اور دھین دھونکڑی دیکھئے کہ ان بدمعاشوں اور دنیا کے لوٹنے والوں کو ذرا شرم نہیں آئی کہ ہم کیا جعل سازی اور دغا بازی کر رہے ہیں۔ اور نہ ان حمقاء کو شرم آتی ہے جو ان کے دام تزویر میں پھنس کر الو کے پٹھے بن گئے ہیں۔ اور احمقوں کا جتنا گروہ مرزا جی کی مٹھی میں ہے، اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ لندنی اور فرانسیسی اور افریقی اور جاوی مسیحوں اور مہدیوں کی پتلون اور بنیان میں ہے۔ پس وحشی اور مہذب دونوں ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور کسی میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں رہا۔

وہ (جھوٹے مہدی اور مسیح) خوب جانتے ہیں کہ ساری کاروائی خود ان کے کانشنس کے خلاف ہے اور ان کا کامل یقین ہے کہ محض خود غرضی اور جلب منفعت کے لئے ہم یہ تھیٹر تیار کر کے اسٹیج پر تماشا دکھا رہے ہیں تاکہ طفلانہ طبیعت کے حمقاء سے تکے سیدھے کریں۔ بہر حال چند روز میں عقدہ کھل جائے گا، سب کے سب سر پکڑ کر ٹسوے نہ بہائیں تو ہمارا ذمہ:

حاصل نہ ہوا بجز ندامت۔ کس تخم کو خاک میں ملایا

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ نمبر ۱۰۔ ، ۸ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۴۔۵)

ایک کھلی چٹھی

سید واحد علی صاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان نے مرزا صاحب قادیانی کے رسالہ دافع البلاء پر ایک کھلی چٹھی شائع کرائی جس کی تمہید حسب ذیل ہے:

میرے ایک دیرینہ کرم فرما جو مرزائی ہو گئے ہیں، رسالہ دافع البلاء میرے پاس بھیجا جو مرزا غلام احمد

صاحب قادیانی نے طاعون کے متعلق لکھا ہے، اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں (مرزا) مسیح موعود ہوں، ابن مریم سے بدرجہا بہتر ہوں۔ میں نبی ہوں، خاتم الانبیاء وخاتم الاولیاء ہوں، اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین کے برابر ہوں، کیونکہ میں سچا شفیع ہوں، اور ہر ایک زمانہ میں قیامت تک نجات دلانے والا ہوں۔ اہل بیت رسول اللہ علیہ السلام سے بڑھ کر ہوں، میں ابن اللہ ہوں۔ اور جس طرح میں اللہ سے بطور اولاد ہوں، اسی طرح اللہ مجھ سے بطور میری اولاد کے ہے یعنی ابواللہ بھی ہوں۔ میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ مجھ سے بیعت کرنا خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے برابر ہے۔ مجھے اس طرح نہ ماننے کی وجہ سے اور مجھے برا کہنے کی وجہ سے خدا نے بطور سزا کے اس ملک میں طاعون بیجا ہے۔ اور اس کا علاج جسمانی اور روحانی جو آج تک دنیا نے سوچا اور اختیار کیا ہے کوئی ٹھیک نہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی کے آگے سر جھکانا اور یہ دعا مانگنا کہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھ، یہ بھی ضلالت ہے۔ علاج صحیح یہ ہے کہ مجھ پر ان فضائل واوصاف کے ساتھ ایمان لاؤ۔ جو اس طرح مجھ پر ایمان نہ لائے گا مبتلائے طاعون ہو کر مر جائے گا۔ اور اپنے ان کل فضائل اور دعاوی کے صحیح اور برحق ہونے کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل گیا ہے۔ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہے، مگر خاص قادیان اس سے پاک ہے اور ہمیشہ اس سے پاک رہے گا بلکہ جو طاعون زدہ قادیان میں آیا اچھا ہو گیا، جو آئے گا اچھا ہو جائے گا۔

میں نے مرزا صاحب کے ان دعاوی اور استدلال کو پڑھا اور جو میری رائے اس پر ہوئی میں نے نہایت نیک نیتی سے بذریعہ ایک خط اپنے اس عنایت فرما دوست پر ظاہر کرنی چاہی۔ انہیں جب علم ہوا کہ میری رائے مرزائی معتقدات اور تفہیمات کے خلاف ہے، تو مجھے بہت کچھ ڈرایا اور دھمکایا کہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کروں، مگر میرے دیگر ہم خیال احباب نے اس بات پر زور دیا کہ

لا تلبسوا الحق با لبا طل و لا تکتموا الحق و انتم تعلمو ن

میرے مرزائی دوست فرماتے ہیں:

مناسب نہیں کہ آپ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کے خدام کا مقابلہ کریں۔ جس وقت آپ مقابلہ میں پھنس جائیں گے، اس وقت آپ کے تماشائی یار سب چلتے بنیں گے کیونکہ یہ راستہ بڑا سخت

راستہ ہے اور یہ (مرزا صاحب) وہ شخص ہے جو کہتا ہے کر دکھاتا ہے۔ میں آپ کو مکرر لکھتا ہوں کہ اوپن لیٹر کو بند رکھیں اور اس راہ میں قدم مارنے کی جرأت نہ کریں۔،

میں اپنے محترم دوست سے اور کل ایسے احباب کی خدمت میں جو مرزائی ہو گئے ہیں اور مجھے ان سے شرف نیازمندی حاصل ہے، عرض کرتا ہوں کہ اس رسالہ دافع البلاء پر اوپن لیٹر لکھنے سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مرزا صاحب یا ان کے خدام سے مقابلہ کروں۔ میں نے جو کچھ اس خط میں عرض کیا ہے اس رسالہ کے مضمون یا اس تعلیم پر عرض کیا ہے جو اس رسالہ میں ہے۔ مثلاً

یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہو۔ میں کہتا ہوں کہ اسلام اس کے برخلاف یہ سکھاتا ہے کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں۔

یہ رسالہ بتلاتا ہے کہ تم اللہ کو ایسا جانو جیسے تمہاری اولاد۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید، محمد ﷺ کو خاتم النبیین کہتا ہے اور خود وہ سچا رسول ﷺ فرماتا ہے لا نبی بعدی۔

یہ رسالہ سکھاتا ہے کہ ایک کلمہ گو امتی کو اہل بیت رسول کریم ﷺ سے بدرجہا بہتر مانو۔ میں کہتا ہوں کہ جس اہل بیت کے واسطے قرآن مجید میں آیت تطہیر موجود ہے، جن کی عزت نبی نے کلام اللہ کے برابر فرمائی ہے، جن کے مخالف کو جہنمی قرار دیا ہے، جس کو نبی نے کل جنتیوں کا سردار فرمایا ہے، وہ اپنے ایک ادنی امتی سے تقرب الی اللہ اور علو مدارج میں کس طرح کم ہو سکتے ہیں۔

میں نے اپنے ہر ایک قول کی تائید میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کر دی ہیں۔ پس اگر مقابلہ ہے تو اس رسالہ (دافع البلاء) کا قرآن کریم اور حدیث نبوی سے مقابلہ ہے، نہ کہ مجھ ناچیز کا مرزا صاحب یا ان کے خدام سے۔

ایک اور مرزائی دوست فرماتے ہیں کہ

اگر تم اس خط کو شائع کرو گے تو تمہاری جان جوکھوں میں پڑ جائے گی۔،

اگر ان دوستوں کا یہ خیال ہے کہ میرے واسطے مرزا صاحب بددعا کریں گے اور اس سے مجھے کچھ نقصان پہنچے گا تو میں ان کے اس خیال پر افسوس کرتا ہوں۔ وہ مہربانی کر کے بنظر انصاف میرا خط پڑھیں تو

انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کے یہ باطل دعاوی ہیں، جو قرآن مجید اور حدیث پاک کی رو سے کفر تک پہنچ گئے ہیں، وہ مستجاب الدعوات کس طرح ہو سکتا ہے۔

اگر ان دوستوں کا یہ خیال ہے کہ مرزا صاحب یا ان کے حواری اپنے کسی خادم کو میری جان لینے کے واسطے تعینات کر دیں گے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے۔ مرزا صاحب اس کیریکٹر کے آدمی نہ ہوں گے۔

شاید میرے ان دوستوں کا یہ خیال ان روایات پر مبنی ہو جو عیسائیوں یا آریہ نے مرزا صاحب کی نسبت شائع کی ہیں۔ بفرض محال ایسا ہو بھی، تو میرے نصیحت کرنے والے احباب کو خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر میں کلمہ حق کہنے کے واسطے مارا بھی جاؤں گا، تو میراث جدی پاؤں گا۔

یا شائد یہ دھمکی مرزا صاحب قادیانی کی تقلید میں ہو، کیونکہ مرزا صاحب بھی اس قسم کی دھمکیاں اپنے مخالفین کو دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب نے مولوی احمد حسین امروہی کو اسی طرح دھمکایا ہے:

امروہہ بھی مسیح موعود کے محیط ہمت سے دور نہیں اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔،

لیکن حضرات! کوئی معقول آدمی اس دم میں نہ آئے گا۔ یہ خالی خولی دم جھانسہ ہے۔ اس دم میں جس کا نام اس دم خم کے ساتھ کافر کش رکھا گیا ہے، کوئی دم نہیں۔

بہرحال میں نہیں جانتا کہ ان کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا کیا معنے رکھتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یوں تو شائد میں اس خط کو شائع نہ بھی کرتا، مگر ان کے اس دھمکانے اور ڈرانے نے مجھے شائع کرنے پر مجبور کر دیا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ میرا ضمیر کہتا ہے کہ اگر میں کلمہ حق کو کسی خوف سے چھپاتا ہوں تو میں ایمان کامل نہیں رکھتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا، تو گناہ گار ہے۔ لیکن اگر اس کو کوئی ڈراوے کہ اگر تو نماز پڑھے گا، تو تجھ کو یہ نقصان ہو گا اور اس ڈر سے وہ تارک الصلوۃ ہو جائے تو وہ کافر ہے۔

اسی طرح جو چند تفہیمات مرزا قادیانی مجھے رسالہ دافع البلاء سے خلاف اسلام معلوم ہوئیں اور میں

نے ان کو بموجب حکم خدا و رسول کفر و شرک سمجھا مگر علانیہ ان کا اظہار نہ کیا، تو میں ایک حد تک گنہگار تھا۔ لیکن جب مجھے ڈرایا گیا کہ اگر میں کلمۃ الحق کا اعلان کرونگا تو مجھ کو نقصان پہنچے گا، تو اب میرا دھمکی کی وجہ سے اعلان قال اللہ و قال الرسول سے باز رہنا کفر کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ پس مرزائی دوست مجھے معاف فرمائیں کہ میں اس خط کو شائع کرتا ہوں اور صرف اس نیت سے کہ اپنے اللہ اور نبی رسول اللہ ﷺ کے سامنے منکر قرار نہ دیا جاؤں۔ نہ اس غرض سے کہ آپ کے نبی اور آپ کے ابن اللہ وغیرہ کو نیچا دکھاؤں اور ناموری حاصل کروں و

الله يعلم ما فى الصدور و انما الا عما ل بالنيا ت

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے کل دعاوی کی تصدیق اس رسالہ میں اس بات پر رکھی ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہ آئے گا، اور جو میرا معتقد ہوگا وہ کبھی اس مرض سے نہ مرے گا۔ مگر چونکہ قادیان میں طاعون آ گیا اور خاص قادیان اور دیگر مقامات میں بہتیرے مرزائی طاعون سے مر چکے جن کی فہرست اس خط کے ساتھ شامل ہے تو میرزائی دوست خود فیصلہ کر لیں کہ مرزا صاحب کہاں تک سچے رہے۔ اور جو سچا نہیں وہ کاذب ہے اور کاذب کی نسبت قرآن کریم کیا کہتا ہے۔

اے میرے مرزائی دوستو! ممکن ہے کہ آپ کا مجھے ڈرانا اور دھمکانا حق دوستی ادا کرنے کے ارادہ سے ہو، کیونکہ تم خود کسی دھوکہ میں پڑ کر ڈر گئے ہو اور اسی طرح مجھے بھی ڈراتے ہو۔ تو میں بھی حق دوستی ادا کرنے کی نیت اور آپ کو صراط مستقیم پر لانے کی غرض اور اس جھوٹے ڈر سے نکالنے کے واسطے خالصۃً للہ عرض کرتا ہوں کہ اے میرے مکرم دوستو! مرزا صاحب کی تحریرات اور خصوصاً یہ رسالہ (دافع البلاء) جو میں نے غور سے پڑھا، بتلاتا ہے کہ وہ نفس امارہ کے مطیع ہو کر اپنی بڑائی اور خود ستائی میں اس درجہ محو ہیں کہ ابی و استکبر کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ ان کی تحریرات کو کوئی وقعت نہ دیں چہ جائے کہ ان کو معتقدات میں شامل کر لیں۔

اے مرزائی دوستو! میں نے دو چار موٹی موٹی باتیں اس رسالہ (دافع البلاء) میں سے مخلصانہ طریق پر آپ کے گوش گذار کی ہیں۔ اگر آپ اس رسالہ کو بہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے، تو مرزا صاحب کا ایک قول بھی اس قابل نہ پائیں گے کہ کوئی سلیم العقل تسلیم کرے۔ انسان جس مذہب میں ہو، اس کو اس طرح خراب نہیں کرتا جس طرح قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ یعنی اسلام کو مرزا صاحب قادیانی نے اس رسالہ میں

خراب کیا ہے۔اوراب تو جو معیار انہوں نے اپنی سچائی کا اس رسالہ میں قرار دیا تھا اس کے بموجب وہ خود کاذب ثابت ہو گئے۔آپ مرزائی معتقدات سے اب تو باز آئیں۔

اول: اللہ کو انہیں صفات کے ساتھ وحدہ لاشریک مانیں جو قرآن مجید سکھاتا ہے۔

دوم: قرآن مجید کو کلام اللہ مان کر اس امر کا ایمانی یقین رکھیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

سوم: چونکہ وہ نبی پاک دین کی کوئی بات اپنی طرف سے گھڑ کے نہ کہتا تھا بلکہ ان ھو ا لا و حی یو حی۔ پس اس نبی کے قول لا نبی بعدی کو برحق سمجھیں۔

چہارم: تصدیق قلب کے ساتھ کہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں ابن اللہ ہوں تو وہ کفر کہتا ہے۔

پنجم: اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو سچے دل سے پکار کے کہدو کہ ایسا دعوی کرنے والا کاذب ہے، کیونکہ خاتم النبیین کے اس قول کے بعد کہ لا نبی بعدی کسی کا دعوی نبوت کرنا قرآن مجید اور نبی کریم کو جھٹلانا ہے

ششم: جو شخص اہل بیت نبی کی برابری کا دعوی کرتا ہے وہ ضلالت میں ہے۔

ہفتم: اگر یہ دعوی برابری اور برتری کسی بغض اور نفسانیت کی وجہ سے ہے تو وہ شخص جہنمی ہے۔میرے اس قول کی تائید میں آپ کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی میرے اس خط میں مل جائیں گی جو ایک مسلمان کے اطمینان قلب کے واسطے کافی اور وافی ہیں۔

اے میرے پیارے دوستو! اللہ مجھ سے ناراض نہ ہونا اور یہ نہ سمجھنا کہ میں آپ کے مرزا صاحب کو خدانخواستہ برا کہتا ہوں۔میرا یہ ارادہ مطلق نہیں۔میں تو صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ رسالہ دافع البلاء جو تعلیم دیتا ہے وہ ضلالت ہے۔جو شخص یہ تعلیم دیتا ہے وہ مسلمان نہیں اور اگر مسلمانی کا دعوی کرتا ہے تو سلیم العقل نہیں اور جو شخص اس تعلیم کو اپنے معتقدات میں داخل کرے گا خسر الد نیا و الآ خرہ ہوگا؛

کلام لغو میگوید و ہم میخواند الہامش
ہم ابن اللہ شد است و ہم رہ حق مے نہد نامش
خودش گمرہ شد است و خلق را ہم میکند گمرہ
کسے کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش

و السلا م علی من اتبع الھدی ۔خاکسارواحدعلی ملتان

(ضمیمہ شحنہ ہندمیرٹھ جلد۲۱و۲۳،نمبر۱۰۔ ، ۸ مارچ ۱۹۰۳ءص ۵۔۸)

(منشی واحدعلی صاحب نے صحیفۃ الولاء کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس پر الحکم میں طول طویل تبصرہ کیا گیا ہے۔اس کی سات قسطیں ہماری نظر سے گذری ہیں،اور ساتویں قسط کے اختتام پر جو ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء کے الحکم میں شائع ہوئی تھی ،باقی آئندہ کے الفاظ بھی درج ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوابی تبصرہ اس وقت تک نامکمل تھا،اس کے بعد اگست ۱۹۰۳ءتک کے شماروں میں ہمیں آٹھویں قسط نظر نہیں آئی ۔دوسری طرف تبصرہ نگار نے ایک جگہ لکھ دیا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ منشی صاحب ہمارے اس جواب کا جواب لکھنا چاہتے ہیں لیکن انہیں چاہیے کہ جواب الجواب لکھنے سے پہلے ہماری گذارشات بتمام وکمال ملاحظہ کرلیں۔بنا بریں جب قادیانی گزارشات ہی مکمل نہ ہوں تو جواب الجواب کا کیا مطلب؟۔بہرحال قادیانیوں نے اس صحیفۃ الولاء کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ مختصرا یوں ہے:

صحیفۃ الولاء پر ریمارک:منشی واحدعلی صاحب ملتانی نے حضرت اقدس (مرزا) کے رسالہ دافع البلاء پر ایک کھلا خط بطور ریویو صحیفۃ الولاء کے نام سے موسوم کر کے بصورت رسالہ شائع کیا ہے...ہم افسوس اور دلی رنج کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے ملتانی ریویونگار نے یہ پہلی اور خطرناک غلطی اپنے اقران وامثال کی طرح کھائی ہے کہ انہوں نے دافع البلاء کے مضامین کو پڑھا مگر منہاج نبوت سے الگ رکھ کر ...دوسری غلطی ،ہمارے خلاف قلم اٹھانے والے مستعجلین کی ایک یہ بڑی غلطی ہے کہ باوجودیکہ وہ حضرت اقدس کے دعاوی کو سنتے اور پڑھتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ان آیات واحادیث کا مصداق بتاتے ہیں جو ان کے خیالی یا ذہنی مسیح موعود کے لئے آئی ہیں اور جن میں ان کی بزرگی اور برتری کا بھی ذکر ہے۔لیکن جب وہ مخالفت میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں تو ان مراتب اور فضائل کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ کہ ان پر اعتقاد نہیں رکھتے ہوں کیونکہ وہی اعتراض ان کے خیالی مسیح موعود پر بھی وارد ہوتے ہیں۔یہ ٹھوکر بھی ہمارے ریویونگار کو لگی ہے،اور اس نے ان کو یہ نہیں سمجھنے دیا کہ کیا جن صفات کے دعوی کی وجہ سے وہ حضرت اقدس کو مورد اعتراض ٹھہراتے ہیں،ان کے ذہن میں جو آنے والا شخص ہے وہ ان صفات سے عاری اور تہی دست ہو کر آئے گا؟...ایک اور غلطی بھی ہے جس کی تاریکی میں ہمارے عام مخالف اور ان کی تقلید سے ہمارے ملتانی ریویونگار بھی مبتلا ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو الہامات ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ان کے معنی اور تفسیر وہ خود کرنے بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی حق ان کو نہیں دیا گیا اور جب کہ خود ملہم کے اپنے کلام میں اس کی ضروری تفسیر موجود ہوتی ہے کیوں اس سے احتراز کر کے اپنی اختراع اور ایجاد کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کر دیا جاتا ہے۔...

ہمارے مخالفوں کی یہ کیسی تحریف ہے کہ اصل الفاظ کو چھوڑتے اور اپنے خیالی نتائج سے کام لیتے ہیں۔ہم ایک لفظ کے متعلق دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزا کیا فرماتے ہیں۔دیکھو دافع البلاء ص۶۔ انت منی بمنزلة اولادی ۔اس پر مرزا نے حاشیہ دیا ہے..یاد رہے کہ خدا تعالی بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے خدا تعالی نے قرآن شریف میں آنحضرتﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا ید الله فوق ایدیھم ۔ایسا ہی بجائے قل یا عباد الله کے قل یا عبادی ہی کہا اور یہ بھی فرمایا فاذکروا الله

کذکرکم آ با ء کم ۔پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت بحوالہ خدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کی پیروی کرو۔اور ہلاک ہو جاؤ۔میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یو حی الی انما الھکم اله وا حد و الخیر کله فی القر آ ن ۔ (الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء۔ص ۱۵۔۱۶)

منشی واحد علی کا یہ کہنا کہ یہ رسالہ سکھا تا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہو صریح اتہام اور افتراء ہے اور اگر متشابہات سے وہ ایسے نتائج پر پہنچ جانا غلطی نہیں سمجھتے تو پھر ہم کو اندیشہ ہوتا ہے کہ کل کو وہ قرآن کریم کی نسبت یہ ارشاد نہ کر دیں کہ یہ کتاب معاذ اللہ ماننے کے قابل نہیں کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو ق یداللہ کہا گیا یداللہ فوق ایدیھم میں رسول اللہ ﷺ کو قل یا عبادی کا ارشاد ہوتا ہے یا آنحضرت ﷺ کو کیوں مخاطب کر کے کہا کہ ما ر میت ا ز ر میت و لکن الله ر می ...

منشی واحد علی کے نزدیک اس قسم کے الفاظ جو اولیاء اور انبیاء کے کلام میں پائے جاتے ہیں نہ بطور حقیقت بلکہ بطور مجاز ہیں تو پھر ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ ان کو سرے سے اسلام ہی سے دست بردار ہونا پڑے گا کیونکہ سبحانی ما اعظم شانی اور انا الحق کہنے والے اولیاء اللہ بھی ہو گذرے ہیں اور تورات میں انبیاء اور ا کا بر پر ولد کا لفظ بولا گیا ہے...منشی صاحب نے حالی صاحب کے مسدس کو تو پڑھا ہوگا معلوم نہیں کہ :مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا ،اس مصرعہ کے معنی جو انہوں نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے کیا کرتے ہوں گے؟ ان پر بھی ایسے الفاظ بولنے کی وجہ سے فتوی کفر دینے کو طیار و آمادہ ہوں۔ بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے آنحضرت ﷺ پر ہی معاذ اللہ اعتراض کر دیں...مجھے کہا انت منی و انا منك ۔اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید وعظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس سلسلہ کی اس نے کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالی کی ہستی اور اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں ۔(الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۴)

ہمیں چودھویں صدی راولپنڈی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ منشی واحد علی صاحب ہمارے ان ریمارکس پر کچھ لکھنے کا حوصلہ کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے ان کا فرض ہونا چاہیے کہ ہمارے ریمارکس کو تمام وکمال پڑھ لیں اور ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ کر دیں کہ وہ اب بحیثیت شیعہ ہونے کے ریویو لکھیں گے یا نیچری ہونے کی حیثیت سے کیونکہ ان کی کتاب صحیفۃ الولاء سے ان کے دونوں مذہب مترشح ہوتے ہیں واقعی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نیچری ہیں یا شیعہ اس لئے ہم اپنے ان ریمارکس میں ان کو دونوں طرح ملزم کرنے کا حق رکھتے ہیں..اب ہم ملتانی ریویو نگار کے ایک اور دھوکہ کی حقیقت طشت از بام کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ کہہ کر مسلمانوں کو بدظن یا گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں نبی ہوں۔

اس پر بحث کرتے ہوئے پہلے منشی واحد علی صاحب کی نیچریانہ حیثیت سے پبلک کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مضمون پر دو طرح سے ہم بحث کریں گے منشی واحد علی صاحب کے ریویو سے عام مسلمانوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی آرتھوڈوکس مولوی ہیں..ان کی نیچریت کے لئے سردست ان کے رسالہ کا ایک فقرہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپ صحیفۃ الولاء کے صفحہ ۳۹ پر سید احمد خان بالقابہ آنجہانی کی بابت ان الفاظ میں لکھتے ہیں :اور میرے محترم بزرگ سرسید احمد خان صاحب علیہ الرحمت ۔

اس سے منشی صاحب کی نیچریت کا پتہ لگتا ہے۔ پس ان کے عقیدہ کے موافق تو یہ خیال ہی باطل ہے کہ اب کوئی مسیح اورمہدی بھی آنے والا ہے۔ منشی صاحب مسیح کی آمد ہی کے منکر ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر ان کا کوئی قول حجت نہیں ٹھہر سکتا.....ان کو اپنے واجب التعظیم بزرگ کی تقلید کے موافق مسیح کی وفات کا عقیدہ رکھنا لازمی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ان کو اعتقاد ہوگا کہ مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ جو قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے۔ پھر سید صاحب تو یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ تثلیث کے قائلین کی بھی نجات کے قائل ہوگئے تھے۔ اس قسم کے اعتقاد رکھتے ہوئے بھی منشی واحد علی صاحب مرزا صاحب پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ (الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۵۔۶)

(اور یہ ریمارکس اگست ۱۹۰۳ء کے آخر تک تو ختم نہیں ہوئے تھے۔ معلوم نہیں کب ختم ہوئے۔ ان ریمارکس کی ساتویں قسط ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء کے الحکم کے شمارے میں شائع ہوئی جسکے آخر میں باقی آئندہ کے الفاظ درج ہیں۔ بہاء)

مرزا جی کابل میں

مرزا جی اس امر کے مدعی ہیں کہ میں اپنی بروزی نبوت کی تبلیغ یورپ افریقہ میں بذریعہ رسالہ جات و تصویرات کررہا ہوں، مگر تعجب ہے کہ وسط ایشیا خصوصاً افغانستان بلکہ اپنے پڑوسی سرحدی افغانیوں وزیرستان اور آفریدستان وغیرہ میں کیوں تبلیغ نہیں کرتے۔ اور اپنے چند سرفروش اور جان نثار بہادر مرزائیوں کو ممالک مذکورہ میں کیوں نہیں بھیجتے۔ اور ایک خاص ڈیپوٹیشن کابل میں بھیج کر امیر افغانستان کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی کیوں ہدایت نہیں کرتے۔

اگر وہاں سروں کے ختنہ ہوجانے کا خوف ہے، تو بافندگی معلوم شد۔ اس صورت میں اپنا فرض نبوت کیا خاک ادا کریں گے۔ انبیاء تو اعلاء کلمۃ اللہ میں جان پر کھیل گئے ہیں۔ بعض آرے سے چیرے گئے۔ بعض صلیب پر کھینچے گئے۔ بعض قید خانے میں بھیجے گئے۔ بعض نے وہ ظلم سہے ہیں جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔.. خود آنحضرت ﷺ نے منکروں سے کیا کیا اذیتیں نہیں سہیں، اور اہل بیت کے مصائب تو دنیا پر ظاہر ہیں۔ یہاں تک کہ سب نے ظالموں اور لعینوں کے ہاتھوں مردانہ وار جام شہادت چکھا مگر یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی

زبان تیغ کہتی ہے یزید و شمر فاسق ہیں
کرے ابن ید اللہ ہاتھ کیوں آلودہ بیعت میں

چونکہ قادیانی مرزا جی بغیر الہام کے ٹکڑا بھی نہیں توڑتے، لہذا وہ یہی جواب دیں گے کہ مجھ پر ابھی

افغانستان میں اپنے مشن بھیجنے کا الہام نہیں ہوا۔مگر یہ بمنزلہ: عذر گناہ بدتر از گناہ، کے ہوگا۔یعنی یہ ثابت ہو جائے گا کہ لیپا لک کمسن نادان ناتجربہ تو ڈرپوک تھا ہی، آسمانی باپ ڈرپوک ہونے میں اس کا بھی قبلہ گاہ نکلا۔

بھلا لیپا لک (مرزا قادیانی) نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔اس کے تو ابھی دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے، پھر آسمانی باپ (قادیانی کا الہام کنندہ) کیوں اجازت دینے لگا کہ افغانستان جائے اور وحشی افغانی اس کے یا اس کے مشن والوں کے پیٹوں میں بغدے بھونک کر زمین پر آنتوں کا ڈھیر کر دیں۔

لیپا لک جیسا مورکھ ہے، ایسا ہی آسمانی باپ کائیاں ہے۔وہ پروں پر پانی کیوں پڑنے دیتا۔پس یہ وجہ ہے کہ سمندر پار تو بروزی نبی کی ڈاک کے گھوڑے دوڑیں اور خاص اپنے پڑوس میں چراغ تلے اندھیرا ہے۔پشاور تک میں مرزائی نبوت کی تبلیغ کرنے والے موجود، مگر پشاور سے اس جانب قدم رکھتے ہوئے نانی یاد آتی ہے..

قادیانی مرزا جی تو قادیان ہی کے شیر ہیں۔اگر وہ افغانستان میں اپنا مشن بھیجیں، تو ہم شحنہ ہند اور ضمیمے کے خریداروں سے سفاش کر کے پانچ ہزار روپیہ انعام دلوا دیں۔اور اگر مرزا جی خود جائیں تو دس ہزار روپیہ لیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ جلد ۲۱ و ۲۳ نمبر ۱۱ ص ۱۔ ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء)

مرزا جی کے وہی ایک لاکھ سے اوپر والنٹئیر

پیسہ اخبار لاہور سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے بتقریب دربار تاجپوشی جناب لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے بارہ میں میموریل بھیجا ہے جس میں اپنے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔اور مرزائی اخبار البدر کی اشاعت کی نسبت جو اشتہارات بازاروں میں چسپاں دیکھے گئے، ان میں بھی ایک لاکھ سے زیادہ تعداد لکھی گئی ہے۔مگر دربار کے ایک ماہ بعد مرزائی اخبار الحکم مطبوعہ ۷ مارچ ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تعداد لکھی ہے۔معلوم نہیں گرو جی سچے ہیں یا چیلے۔چونکہ ایسی تحریروں سے مغالطہ ہوتا ہے لہذا ہم ذیل میں اصل حقیقت ظاہر کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۱۴ھ میں اپنے

پیروؤں کی تعداد معہ جائے سکونت کل ۳۱۳ لکھی۔ پھر اس تحریر کے گیارہ روز بعد جب مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم سے تاب مقابلہ نہ لاکر قادیان سے باہر نہ نکلے اور مباہلہ سے بھی پہلوتہی کی تو ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں یہ تعداد آٹھ ہزار لکھ دی۔ پس اسی تناسب سے گیارہ روز بعد ۷۶۶۷ مفروضی تعداد بڑھا کر ۸ ہزار سے زیادہ لکھ دی۔ قلم تو آخرانہیں کے ہاتھ میں ہے اگر اب ڈیڑھ لاکھ لکھی دی تو کیا تعجب ہے اور کون ان کا قلم روک سکتا ہے اور متضاد تعداد کے درج کرنے میں کون مزاحم ہوسکتا ہے۔ اس حساب سے تو کروڑوں تک نوبت پہنچنی چاہیے۔ حالانکہ ۸ ہزار کی تعداد بھی غلط ہے کیونکہ خود الحکم مطبوعہ ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ گزشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں اس کی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اس کا شمار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

منشی تاج الدین تحصیل دار بٹالہ نے اپنی رپورٹ انکم ٹیکس میں آپ کے پیروان کی تعداد ۳۱۔ اگست ۱۸۹۸ء میں ۳۱۸ لکھی ہے۔ دیکھو مرزا صاحب کا رسالہ ضرورۃ الامام صفحہ ۴۳ جس کی بعینہ عبارت یہ ہے:

اس نے (یعنی مرزا غلام احمد نے) چند مذہبی کتابیں شائع کیں۔ رسالہ جات لکھے اور اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ اشتہارات کیا۔ چنانچہ اس کل کاروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہے اس (مرزا قادیانی) کو اپنا سرگروہ ماننے لگا اور ایک علیحدہ فرقہ قائم ہوگیا۔ حسب فہرست منسلکہ ہذا ۳۱۸ آدمی ہیں۔

مزید حالات کے لئے دیکھو مثل مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل سکنہ قادیان تحصل بٹالہ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء منفصلہ ۷ ستمبر ۱۸۹۸ نمبر مقدمہ ۵۵/۴۶

پس جب تحصیل دار بٹالہ کی رپورٹ کے مطابق ۳۱۔ اگست ۱۸۹۸ء تک پیروان کی تعداد فقط ۳۱۸ ہو، تو کس طرح ممکن ہے کہ حسب اشتہار ۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء تک آٹھ ہزار ہو جائے۔ حالانکہ خود مرزا صاحب کے نزدیک جھوٹ بولنے سے زیادہ کوئی لعنتی کام نہیں۔ (دیکھو الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء)۔

اسی طرح ایک عرصہ کے بعد (مرزا صاحب نے) اپنے پیروان سے ایک اشتہار بنام درخواست دلوایا جس میں تیس ہزار کی تعداد لکھ دی۔ دیکھو مریدوں کی درخواست مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء۔ حالانکہ درخواست پر

مختلف جگہوں کے رہنے والوں کے کل ۱۵۰ دستخط ہیں اور بس۔

۲۷ جون ۱۹۰۰ء میں اگر آپ کے پیروان کی تعداد تیس ہزار ہوتی جیسا کہ اشتہار (درخواست) میں درج ہے تو آپ دس ہزار روپیہ منارہ بنانے کے لئے فقط ایک سو مرید سے چندہ طلب نہ کرتے جیسا کہ اشتہار مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۰ء سے ظاہر ہے، اور جو اشتہار مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء کے پانچ ہی دن بعد یکم جولائی ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا ہے۔ اگر آپ کے مریدوں کی تعداد واقعی اول الذکر اشتہار مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء کے مطابق ہوتی تو موخر الذکر اشتہار یکم جولائی ۱۹۰۰ء کی کچھ ضرورت نہ تھی، کیونکہ اگر فی مرید پانچ آنہ ۴ پائی وصول ہوتے، تو آن واحد میں منارہ بنانے کے لئے دس ہزار کی رقم مطلوبہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۰ء وصول ہو جاتی۔ لیکن نہ آپ کے اتنے مرید تھے اور نہ یہ سہل طریقہ اختیار کیا گیا۔

اگر یہ عذر در پیش ہو کہ دس ہزار کی رقم ایک سو خاص مرفہ الحال مریدوں سے طلب کی گئی ہے تو حیرت ہے کہ اب تک منارہ کیوں تیار نہ ہوا۔ کیا ان کی مرفہ الحالی کا الہام غلط تھا، یا وہ کنجوس مکھی چوس دقیانوس بن گئے، یا وہ خاص الخاص مرید منارہ بنانے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

پھر الحکم مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں مریدوں کی تعداد ستّر ہزار ظاہر کی گئی اور پھر الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ دس ستمبر ۱۹۰۲ء تک تو ستّر ہزار ہوں اور ۷ فروری ۱۹۰۳ء تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ۔ یعنی پانچ ماہ میں اسّی ہزار بڑھ جائیں۔

پھر چالاکی دیکھئے کہ خانگی اخبار الحکم میں ایک کالم بیعت کنندگان کا رکھا ہوا ہے، اس میں بیعت شدہ مریدوں کے نام مکرر سہ کرر درج کر کے پبلک کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ چنانچہ الحکم مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء میں جن اشخاص کے نام بیعت شدگان میں درج کئے گئے ہیں، ان میں سے دس کے نام دوبارہ الحکم مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء میں درج کرائے ہیں۔ اسی طرح مکرر سہ کرر کر کے ڈیڑھ لاکھ بنا دیئے ہیں۔

پس مرزا صاحب قادیانی کی ایسی بے ایمانی پر جس قدر ان کے مرید خوش ہوں بجا ہے، مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی اس ترکیب کو مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) نے شحنۂ ہند میں ملیامیٹ کر کے اس کی اصلیت پبلک پر ظاہر کر دی۔ دیکھو ضمیمہ شحنۂ ہند مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء۔ جب سے مجدد صاحب نے یہ راز

طشت از بام کیا ہے، الحکم میں بیعت کا کالم ہی معرض خطر میں آ گیا ہے کیونکہ اس سے مصنوعی تعداد کی قلعی کھلتی تھی۔مرزا صاحب آخر مجدد السنہ مشرقیہ کا لوہا مان گئے۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ جس کی وقعت اور عظمت مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک بھی مسلّم ہے (دیکھو انجام آتھم کا حاشیہ صفحہ ۵۵۔اور اشتہار بہ عنوان لیکھرام کی موت کی نسبت آریہ صاحبوں کے خیالات مورخہ ۱۵مارچ ۱۸۹۷ص ۵)، پچھلی مردم شماری کی رو سے جو ۱۹۰۱ء میں ہوئی ہے، مرزا صاحب کے پیروں کی تعداد صرف ایک ہزار سے کچھ اوپر لکھتا ہے۔دیکھو سول ملٹری گزٹ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء روز پنج شنبہ۔

اور اسی تاریخ کے اخبار میں یہ بھی لکھا ہے کہ عرصہ بیس برس سے مرزا غلام احمد اپنے پرائیویٹ مطبع سے جو قادیان میں ہے اپنے اصول پھیلانے کے لئے کہ وہ مسیح اور مہدی ہے اشتہارات چھپوا کر شائع کرتا ہے یہ وہ اخبار ہے جس کا مرزا صاحب قادیانی نے جلسہ مذاہب کی تقریر پر اپنی صداقت کے لئے حوالہ دیا ہے۔ہم اس گزٹ سے بالکل متفق ہیں کیونکہ مرزا صاحب بذات خود اپنے اشتہار بہ عنوان پیر مہر شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لئے آخری حیلہ کے صفحہ ۳ مورخہ ۲۸۔اگست ۱۹۰۰ء میں لکھتے ہیں:

اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں۔

پس مرزا صاحب کی اس تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ آپ کے پیرؤوں کی تعداد ایسے بڑے شہر لاہور میں صرف پندرہ بیس ہے۔اگر اسی تناسب سے ہندوستان کے بڑے بڑے سو شہر لاہور کی مانند فرض کئے جائیں اور پندرہ مرید فی شہر بحساب اوسط شمار کئے جاویں تو یہ تعداد سول ملٹری گزٹ نے مردم شماری کی رو سے عین درست نکلتی ہے۔محاسب حساب کر کے دیکھ لیں۔عیاں راچہ بیان۔

مرزا جی کی نویں پیشین گوئی قادیان کے ایک ہندو بشمبر داس نام کے فوجداری مقدمہ کے متعلق تھی یعنی بشمبر داس ایک سال کے لئے مقید ہو گیا تھا۔مرزا جی کہتے ہیں کہ

اس کے بھائی شرمپت نام نے جو سرگرم آریہ ہے، مجھ سے دعا کی التجا کی، اور پوچھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔میں نے دعا کی اور کشفی نظر سے دیکھا کہ میں اس دفتر میں گیا ہوں جہاں اس کی قید کی مثل تھی۔مثل کھولی اور برس کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ چھ مہینے لکھ دیا۔اور پھر مجھے الہام سے بتلایا گیا کہ

مثل چیف کورٹ سے واپس آئے گی اور برس کی جگہ چھ مہینے رہ جائیں گے۔

دیکھو مرزا صاحب کا اشتہار بہ عنوان لیکھ رام کی موت کی نسبت آریہ صاحبوں کے خیالات مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۵۔

پس بہتر ہو کہ جس طرح آپ نے چیف کورٹ کے اس دفتر میں جہاں ملزم کی مثل تھی کشفی طور پر گھس کر اور مثل کھول کر ایک برس کی قید کا لفظ کاٹ کر کر چھ مہینہ لکھ دیئے، اسی طرح سول ملٹری گزٹ کے دفتر میں گھس کر اس کی آفس فائل میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کے پیپر میں جہاں آپ کے پیرووں کی تعداد از روئے مردم شماری صرف ایک ہزار سے کچھ اوپر لکھی ہے، یہ عبارت کاٹ کر اس کی جگہ ایک لاکھ سے زیادہ لکھ دیں، اور یہ آپ کے نزدیک چنداں مشکل امر نہ ہوگا۔

تف ہے آپ کی ایسی لغو پیشین گوئیوں پر، اور حیف ہے ان لوگوں پر جو اس قسم کی بکواس کو پیشین گوئی سمجھیں۔ اگر اسی کا نام پیشین گوئی ہے تو وکلاء بلکہ ان کے منشی آپ سے بڑھ کر پیشین گو ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مرزا قادیانی کے پیروان کی تعداد جو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ایک ہزار سے اوپر لکھی ہے، ان میں سے اب تک بہت سے لقمہ طاعون ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے بیعت کو تبرا کہہ کر از سر نو اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کی کوشش سے بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اب تک جاری ہے۔ دیکھو ضمیمہ شحنہ ہند صفحہ ۵۷، ۸۷، ۱۲۱، ۱۰۶، سنہ ۱۹۰۱ء۔ اور صفحہ ۱۷۲، سنہ ۱۹۰۲ء، اور رسالہ فتح قادیان مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ اور اس معاملے میں مولوی نور محمد صاحب ساکن لکھو کے کا اشتہار بھی دیکھنے کے قابل ہے جن کے ہاتھ پر خود مرزا قادیانی کے پیروان ساکن قادیان نے توبہ کی۔

جو شخص گورنمنٹ تک کو مغالطہ دینے سے نہیں چوکتا، وہ پبلک کو کیوں مغالطہ نہ دے۔ چنانچہ مرزا صاحب اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء میں لکھتے ہیں کہ

جہلم میں آپ کے دیکھنے کو تیس ہزار یا چونتیس ہزار کے قریب لوگ آئے ہوں گے۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ: جب لاہور سے میرا گذر رہا تو میں نے صدہا لوگ ہر سٹیشن پر جمع پائے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر

سٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے۔

مرزا صاحب کا یہ سفید جھوٹ روسیاہی کے لئے کافی ہے، کیونکہ جب جہلم کی آبادی ہی اتنی نہیں، تو اس قدر آدمی کہاں سے آئے۔ پھر ہر سٹیشن پر صدہا آدمی۔

آپ کو چاہیے کہ مرد میدان بنیں۔ ہم اور آپ ایک متفقہ درخواست ریلوے افسروں کی خدمت میں پیش کریں کہ وہ پوری پوری تعداد پلیٹ فارم کے ٹکٹوں کی بتادیں۔ یعنی لاہور سے جہلم تک ہر سٹیشن پر جس ٹرین میں آپ نے سفر کیا تھا کس قدر آدمی آئے۔ اور درخواست پر جو خرچ ہو اس کا نصف آپ دیں۔

اگر آپ اس روز چالیس ہزار کے قریب آدمیوں کا جمع ہونا لاہور سے جہلم تک کے سٹیشنوں پر ثابت کردیں تو میں فی سٹیشن ایک روپیہ نذر کروں گا۔ ورنہ اپنے کاذب ہونے کا اقرار کریں۔

ہمارے ایک کرم فرما سوداگر پشمینہ جن کو پشاور میں ایک شخص سے روپیہ لینا تھا اور وہ اتفاقاً پشاور سے اسی ٹرین میں آرہے تھے جس میں مرزا صاحب جہلم سے گھر کو جارہے تھے، حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسافر لوگ آپ کے دیکھنے کو آتے اور لا حول پڑھ کر چلے جاتے۔ (ایسے موقع پر اگر مرزا جی اپنی نمائش کا ٹکٹ لگوا دیتے تو منارۃ المسیح کھٹ سے تیار ہو جاتا اور الحکم میں ایک سو آدمیوں سے چندہ لینے کا اعلان نہ دینا پڑتا۔ اڈیٹر) اور مرزا جی بگلا بھگت بنے آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔

لاہور سے جہلم تک چودہ اسٹیشن ہیں۔ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو بحساب اوسط ہر اسٹیشن پر ۲۸۵۷، آدمیوں کا اپنے دیکھنے کے لئے آنا ثابت کردیں، تو ہم فی سٹیشن ایک روپیہ پھر دیں گے۔ ورنہ جھوٹے کے منہ میں وہ۔

مرزا صاحب متفقہ درخواست پیش کریں، اس کا خرچ ہمارے ذمہ۔ اگر آپ چار اسٹیشن وزیرآباد، گوجرانوالہ، گجرات، لالہ موسی پر بجائے ۲۸۵۷ کے صرف پچاس پچاس آدمی ہی فی سٹیشن ثابت کردیں، تو فی سٹیشن ایک روپیہ اور نذر کیا جائے گا۔

پھر آپ اخبار عام مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں:

کہ جہلم میں تقریباً ۱۲۰۰ نفر بیعت میں داخل ہوئے۔

تعجب ہے لاہور جیسے بڑے شہر میں جو پنجاب کا دار الخلافہ ہے اور جس میں لاکھوں کی آبادی ہے وہاں تو مرزا صاحب کے فقط پندرہ یا بیس مرید ہوں، اور جہلم جیسے چھوٹے ضلع میں .. آسمانی باپ ۱۲ سو مرید پیدا کر دے۔ بس یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ لعنة الله على الكاذبين

پھر فقط جہلم میں ۱۲ سو اور قادیان سے جہلم تک جن مقامات لاہور وغیرہ میں آپ نے چندے قیام کیا وہاں جو لوگ مرید ہوئے وہ گویا علاوہ ہیں۔ مگر آپ کا خالص مرید اڈیٹر الحکم جو اسی مقدمہ میں جہلم حاضر ہوا تھا، الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ کالم سوم میں یوں لکھتا ہے:

سفر جہلم میں تقریباً آٹھ سو مرد و عورت نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔

اب فرمایئے چیلے صاحب سچے یا گرو گھنٹال۔

پھر رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت فروری ۱۹۰۳ء میں یوں لکھا ہے:

اس تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کہ فرقہ احمدیہ پنجاب میں کس زور شور سے ترقی کر رہا ہے۔ ایک ہی دن میں جہلم میں ۱۷ جنوری کو تقریباً چھ سو آدمیوں نے بیعت کی۔

اب اپنے ہی منہ سے سب جھوٹے ہو گئے یا نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایک مرزائی جھوٹ کا پٹارہ ہے۔ چونکہ کاذب ہمیشہ ناکامیاب رہتا ہے پس گورنمنٹ نے بھی جمعہ کی تعطیل والا میموریل واپس ماتھے مارا۔ دیکھو پیسہ اخبار مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء۔

انعام: اگر خود مرزا قادیانی یا ان کا کوئی معاون ہمارے مذکورہ بالا حوالجات میں سے ایک کو بھی غلط ثابت کر دے تو پچاس روپیہ انعام حاصل کرے ورنہ تائب ہو کر ایمان لائے۔

خاکسار امام الدین از لاہور محلہ پیر گیلانیاں (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۱ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۱ تا ۲)

شیعہ اور عیسائی

مرزا جی ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں فرماتے ہیں کہ

روافض بھی سہارے پر ہی چلتے ہیں اور عیسائیوں کی طرح امام حسین کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ

سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اگر اعمال کی ضرورت ہے تو فقط اتنی کہ ان کے (امام حسین) کے مصائب کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسو گرا لئے یا کچھ سینہ کوبی کر لی۔

لیکن مرزا جی بھی ماشاء اللہ عیسائیوں اور شیعہ سے کسی بات میں کم نہیں۔ کیا معنی کہ اسلام میں نجات صرف خدائے وحدہ لاشریک لہ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید اور اس کے احکام پر ایمان لانے سے ہوتی ہے جو بذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ ہم تک پہنچا ہے۔ توحید تو یوں رخصت ہوئی کہ مرزا جی نے اپنے کو خدا کا بمنزلہ ولد متبنی یا لیپا لک قرار دیا اور ان پر انت منی و انا منك الہام ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت سے جس کی صفت ختم نبوت ہے یوں انحراف ہوا کہ اپنے کو بروزی نبی بنایا۔ قرآن مجید سے یوں ارتداد ہوا کہ اول تو آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین کو توڑا۔ دوم اس کی آیات کا نزول ۱۳سو برس کے بعد اپنی شان میں بتایا، اور غلام احمد میں جو لفظ احمد موجود ہے چونکہ وہ حمد سے مشتق ہے لہذا قرآن کی سورہ الحمد کو اپنی حمد و ثنا ٹھہرایا۔ اور پھر مرزائیوں کو یہ ہدایت کی کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں اور جہاں تک ممکن ہو واجب القتل ہے۔

فرمایئے آپ بڑھے رہے یا شیعہ اور عیسائی۔ شیعہ خدا تعالی کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ضرور ایمان رکھتے ہیں اگرچہ افعال شرکیہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عیسائی اپنی کتاب انجیل کو ضرور مانتے ہیں اگرچہ محبت میں مفرط عیسی مسیح کو خدا سمجھنے میں بہک گئے ہیں۔ الغرض سب قومیں اپنے اپنے نبی اور خدائے واحد پر ایمان رکھتی ہیں۔ آپ نے تو باوصف مسلمان ہونے کے ادھر خدا کی توحید سے انکار کیا اور ادھر رسالت کی تردید کر کے اپنے کو نبی بلکہ خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بنا دیا۔ دنیا میں کوئی بدبخت قوم ایسی نہیں جس نے اپنے نبی سے انحراف کیا ہو، اور کسی قوم و مذہب کا کوئی فرد ایسا نہیں ہوا جو اپنے نبی کو چھوڑ کر خود نبی بن گیا ہو۔ پس مرزا جی کا کیا منہ ہے کہ کسی وحشی سے وحشی اور بت پرست سے بت پرست قوم و مذہب پر بھی کسی قسم کا اعتراض کر سکیں۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۱ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۶)

رسول بننے کا شوق

مرزاجی کی چوکھٹ پر جب کوئی مرزائی ڈنڈوت کرتا ہے تو اپنے بروزی رسول کی تعلیم کے موافق یہ کہتا ہے الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ۔مرزاجی کہتے ہیں کہ ایسی تعلیم اور ایسا کہنا میری جانب سے نہیں ہے بلکہ خدا کی جانب سے ہے کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما ۔علیہ کی ضمیر غائب میری جانب راجع ہے کیونکہ میں اس زمانہ میں غائب تھا۔یعنی اے ایمان والو مرزا پر درود اور سلام بھیجو۔قرآن مجھی پر نازل ہوا ہے اور احمد میں ہوں، نہ کہ پیغمبر عرب وعجم۔ کیونکہ عرب میں دراصل کوئی پیغمبر گذرا ہی نہیں جیسا کہ مسیح کے آسمان پر چلے جانے اور اب تک زندہ رہنے کا طوفان ہے ایسا ہی عرب میں پیغمبر کی بعثت کا بہتان ہے۔ تیرہ سو برس پہلے قرآن نازل ہو کر محفوظ رہا اور اب مجھے مل گیا۔حق بحق دار رسید۔دنیا میں جس طرح بہت سے بے سروپا فسانے مشہور ہیں ایسا ہی پیغمبر عرب کا بھی فسانہ ہے۔دیکھو سنی سنائی باتیں چھوڑو، میں تو تمہارے سامنے زندہ رسول موجود ہوں مجھ پر ایمان لاؤ۔

دولت خانہ سے سٹپٹاتی ننگے سر جھنڈولا کھولے بڑی بی نکلیں اے ہے بوا! رات میرے مرزا قادیانی پر آسمان سے زناٹے دار، سناٹے دار وحی اتری۔عین مین ایسی دھڑاکے کی آواز تھی جیسی ریل گاڑی کے آنے کی۔میرا تو کلیجا دھڑک گیا کہ کیا بلا نازل ہوئی کیا بھونچال آ گیا۔وہ تو یوں کہو مرزاجی نے مجھے دلاسا دیا کہ چپ چپ یہ بھید کسی سے نہ کہنا۔ پس نہ صرف اہالی موالی بلکہ خود مرزا قادیانی کو ہر وقت یہی چاؤ ہے کہ مجھے دنیا رسول کہہ کر پکارے لیکن یہ منہ اور گرم مسالا۔ایسا رسول تو ہر شخص بن سکتا ہے مگر اتنا جگر کس کا۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۱ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۸)

بطالت قادیانی

اس عنوان سے عیسائی اخبار طبیب عام نے مضمون شائع کیا ہے ہم اس کا انتخاب ذیل میں لکھتے ہیں ۔اگر مرزا اور مرزائیوں کو کچھ بھی شرم ہو تو رونے کے لئے کافی ہے۔مگر انہیں شرم کہاں البتہ مسلمانوں کو مذہب اسلام کی توہین پر ماتم کرنا چاہیے۔

پرچہ ریویو آف ریلی جنز میں ایک مضمون بعنوان مسیح موعود و ڈاکٹر لیفرائے، یا اسلام وعیسائیت مندرج تھا۔ ہائے تاریکی! اور اے شب تار! تجھ پر افسوس اسلام وعیسائیت کا مقابلہ چہ معنی۔ البتہ اسلام احمدی و اسلام محمدی کا مقابلہ برجستہ ہے کیونکہ ہر دو اسلام متضاد ہیں۔

اگر چہ لفظ اسلام کے لغوی معنی مسلمان ہونا یا خدا کی راہ پر گردن رکھنا ہے مگر مجازی و رائج معنی یہ ہیں کہ خدا تعالی اور حضرت محمد صاحب (ﷺ) پر ایمان لانا اور سنت و شریعت و فرائض پر عمل کرنا۔ قرآن کو کلام اللہ ماننا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مرزا غلام احمد ان سب کو درست و برحق مانتے ہیں اور ان کی تائید کرتے ہیں یا تردید۔ مرزا کے مطابق تو دیگر اصحاب و علمائے دین اسلام محمدی بحر ظلمات کے گرداب میں ہیں اور صداقت کی راہ پر نہیں، تو کیا وہ قرآن و حدیث کو برحق نہیں مانتے اور سنت و شریعت و فرائض پر عمل نہیں کرتے۔

اب متقدمین و متاخرین علماء و محدثین کو رد کرنا، جو مرزائیوں کا عقیدہ و شیوہ ہے، اسلام کو دو قسم بنا دیتا ہے۔ ایک اسلام محمدی دوسرا اسلام احمدی۔ اگر چندے یہی حال رہا تو اسلام میں بڑی گڑبڑ پڑ جاوے گی اور معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون سی قسم خدا کی راہ پر گردن رکھنا ہے۔ حسب عقیدہ اہل اسلام حضرت محمد صاحب خاتم النبیین وسید المرسلین تھے۔ انہوں نے خود یا قرآن نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے بعد ایک اور رسول بنام غلام احمد قادیان میں آئے گا، تم اس کی سنو۔ معلوم نہیں مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہاں سے ہے۔ اب یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ کیا یہ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہے۔

اکثر اوقات جب مرزائیوں سے بات چیت ہوتی ہے تو علاوہ فحش و غلط گوئی کے وہ یہ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی، خدا تعالی کے رسول مقبول ہیں اور نور ہیں۔ تو اب دو رسول اور دونوں علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔ معلوم نہیں دونوں میں کون سا رسول اور نور مثل صبح صادق و صبح کاذب ہے، یا دونوں ہم پلہ و مساوی ہیں۔

معتقدان مرزا قادیانی فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا مجموعۃ الانبیاء ہیں، کیونکہ ان کے مجموعہ اوصاف ان میں ہیں۔ ہم کو یہ سن کر رحم آتا ہے کہ عجب بھولے لوگ ہیں۔ مرزا قادیانی کی بابت جب کہ نبی نے پیش گوئی نہیں کی، اور نہ حسب الارشاد خاتم النبیین قیامت کے اعلی علامات میں سے کوئی علامت پوری ہوئی، پھر بھی لوگ مرزا قادیانی کے پیرو ہوتے جاتے ہیں۔

مجموعۃ الانبیاء اوران کے مجموعۃ الاوصاف تو کجا، البتہ مرزا قادیانی کو مجموعہ امراض کہیں تو بجا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود ہی ڈوئی کی پیش گوئی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ

میں ایک آدمی ہوں جو پیرانہ سالی تک پہنچ چکا ہوں میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال سے کچھ زیادہ ہے اور ذیابیطس اوراسہال کی بیماری بدن کے نیچے کے حصے میں اور دوران سر اور کمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے۔

پس جس شخص کے اوپر اور نیچے مرض ہی مرض ہوں تو ایسے مریض کا پیرو ہونا دانشمندی نہیں ہے۔

اڈیٹر۔اسلام تو کسی طرح دو نہیں ہو سکتے کیونکہ مرزا قادیانی کسی جدید اسلام کا بظاہر مدعی نہیں، البتہ عیسائیت دو نہیں چار ہوگئی ہیں۔ایک قدیمی عیسائیت جو باپ بیٹے روح القدس سے مرکب ہے۔دوسری مرزائی عیسائیت جو تثلیث کو دیس نکالا دیتی ہے اور مرزا قادیانی کو آسمانی باپ کا لیپا لک بناتی ہے۔تیسری لندنی مسیح مسٹر پکٹ کی پروٹسٹنٹی عیسائیت۔چوتھی فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی کی رومن کیتھولک عیسائیت۔ایک عیسائیت کو مذکورہ بالا چار چاند لگ گئے ہیں۔ہمارا ہم عصر طبیب عام بتائے کہ ان میں سے کون سا نورا اور کون سا چمگادڑ ہے۔واضح ہو کہ ہم نے اغلاط دور کر کے مندرجہ بالا نوٹ اخذ کیا ہے اگر ہم بجنسہ شائع کرتے تو ناظرین ہنستے ہنستے زعفران بن جاتے۔جب عیسائی لوگ اردو زبان نہیں جانتے تو کیوں اس کا گلا کند چھری سے ریتتے ہیں۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۱۔۲)

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مرزا غلام احمد قادیانی گالیاں دینے ،دل دکھانے ،سخت اور دلخراش تحریر کرنے میں لاثانی ہیں۔ اسلامی یا غیر اسلامی کوئی فرقہ ان کے زبان وقلم سے نہیں بچا۔کوئی عالم،کوئی دین کا پیشوا،ایسا نہیں ہے جو مرزا جی کی تیغ زبان کا زخمی نہ ہو۔پیغمبروں تک کو نہ چھوڑا۔خصوصاً عیسی علیہ السلام (جن کے مثیل بننے کے آپ مدعی ہیں) تو زیر مشق ہی ہیں۔رسالہ انجام آتھم میں ان کی نسبت کوئی بات باقی نہیں چھوڑی۔کوئی عیب نہیں جو عیسی میں ثابت نہ کیا ہو۔(مولوی الٰہی بخش لاہوری کی مصنفہ کتاب) عصائے موسیٰ اور ضمیمہ شحنہ ہند میں مرزا جی کی گالیوں کی

فہرستیں بطور ڈکشنری طبع ہوئی ہیں۔عیسائیوں وآریوں نے مرزا ہی کی تحریروں پر مشتعل ہوکر اسلام وپیشوائے اسلام و بزرگان دین کو دل کھول کر جو چاہا بکا۔جس سے تمام مسلمان کلیجہ پکڑ کر رہ گئے۔مگر خدا مولوی کرم دین کا بھلا کرے اور ان کو فتح دے جنہوں نے مرزا جی پر جہلم میں مقدمہ دائر کر کے تمام دنیا خصوصاً مسلمانوں پر احسان کیا کہ مرزا جی کو اپنی بدزبانی و دریدہ دہنی سے پچھتانا پڑا اور آئندہ اس حرکت بے جا سے توبہ کی، کان پکڑے۔چنانچہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں قریب قریب حلم ونرمی ہی کی اپنے مریدوں کو تعلیم دی ہے۔ایک جگہ آپ اپنے مریدوں کو نصیحت کرتے ہیں:

تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔ایسا نہ ہو تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کرے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔

مشتے کہ بعد از جنگ، خوب صادق آ رہا ہے۔اگر پہلے ہی سے ایسی سوجھتی، تو مقدمہ جہلم کیوں دائر ہوتا اور سلسلہ کیوں پریشان اور بدنام ہوتا۔خودرا فضیحت و دیگراں رانصیحت، اسی کو کہتے ہیں۔اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اس مقدمہ کے مصائب تو آپ ہی کو اٹھانے پڑیں گے۔مصیبت کون جھیلے، عیش تو تم نے اٹھائی تھی ۔جھوٹی پیغمبری کی بیخ نہ لگی ہوتی تو حلم ونرمی کی تعلیم بجائے مریدوں کے اپنے ہی نفس کو دیتے، مگر کسر نفسی تو صادقین کا حصہ ہے۔یوسف علیہ السلام کا قول و ما ابرئ نفسی قرآن مجید میں مرزا جی کی نظر سے شاید نہیں گزرا۔ ج۔ن۔ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۲)

کوئے جاناں سے خاک لائینگے
اپنا کعبہ جدا بنائیں گے

۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں مارچ کی صبح کا واقعہ اس طرح لکھا ہے:

ایک صاحب نے عرض کیا حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم حج کرنے کو گئے ہوئے ہو مگر

ہمیں بھلا دیا۔،

فرمایا (مرزا قادیانی نے) اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی اک طرح کا حج ہے۔حج بھی خدا تعالی کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔،۔

ناظرین! اب تو مرزا اور مرزائی قادیان جانے کو حج کہنے لگے۔یعنی قادیان جانے کو فرض کہتے ہیں چنانچہ اسی اخبار میں لکھا ہے:

پس جس جس نے اس (مرزا قادیانی) کے ہاتھ پر بیعت کی وہ یہ اپنے اوپر لازم (فرض) سمجھے کہ کچھ عرصہ تک اس کی صحبت میں رہے۔،

اور جو قادیان جانا فرض نہ سمجھے اس پر افسوس کیا ہے۔چنانچہ اسی الحکم میں لکھا ہے:

بڑا افسوس ہے کہ اکثر لوگ بیعت کرتے جاتے ہیں اور پھر اس کی ضرورت (فرضیت) نہیں سمجھتے کہ پاس جا کر رہیں۔،

خانہ کعبہ سے یہ رقابت کہ اس سے ہٹا کر قادیان کا حج فرض کر دیا۔مگر یہ بے وجہ نہیں اس میں اپنی گرم بازاری اور آمدنی کی صورت ہے۔یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کا حج کرنے سے جان نکلتی ہے۔جان کا خوف کھائے لیتا ہے۔بے امنی کا عذر و لا تلقوا بایدیکم الی التهلکه ہر وقت زبان پر جاری ہے۔مگر قادیان کا حج فرض ہے۔اب اس فرقہ کے کفر میں جس مسلمان کو شک ہے تو اس کو قرآن اور اسلام پر بھی شک ہے و ما علینا الا البلاغ ۔ ج۔ن۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۳)

(الحکم کا متعلقہ مضمون یوں ہے:

۲ مارچ ۱۹۰۳ء صبح کی سیر: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنے کو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا۔

(مرزا صاحب نے) فرمایا اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔،حج بھی خدا تعالی کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس کے دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود اکٹھے طواف کر رہے ہیں اصل میں طواف کے معنی ہیں

پھرنا، تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو رات کو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ چور تو گھر والوں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اور چوکیدار ان گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں یہی حال مسیح اور دجال کے طواف کا ہے۔ دجال تو دنیا میں اس واسطے پھرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تا دنیا کو خدا کی طرف سے پھیر دے اور ان کے ایمان کو لوٹ لیا جاوے مگر مسیح موعود اس کوشش میں ہے کہ تا اسے پکڑے اور مارے اور اس کے ہاتھ سے لوگوں کے دین و ایمان کے متاع کو بچاوے۔ غرض یہ ایک جنگ ہے جو ہمارا دجال سے ہو رہا ہے۔ (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱۲۔۱۳) (مرزا صاحب جو خود کو مسیح موعود کہتے تھے وہ تو رخصت ہو چکے، اور دجال جیسے مارنے کی وہ کوشش کر رہے تھے، ویسے ہی دندناتا پھرتا ہے۔ بہاء)

وہی مرزا جی کا جہاد

مرزا جی ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں جہاد کے قطعی استیصال کی یہ تجویز بتاتے ہیں کہ ایک مبسوط کتاب تیار کی جائے جس میں عقلی اور نقلی دلائل سے جہاد کی ممانعت ثابت کی جائے، اور پشتو اور فارسی اور عربی میں اس کا ترجمہ ہو کر ۴۰ ہزار جلد چھاپی اور مشتہر کی جائے۔ اور میں دس ہزار روپیہ تک اس کے اخراجات میں دیدونگا۔ وغیرہ۔،

معلوم نہیں یہ سرود بمستان یاد دہانیدن، کیوں ہے اور ہندوستان کے کون سے مسلمان جہاد پر آمادہ ہیں۔ علماء ہند تو متواتر فتوے دے چکے ہیں اور مبسوط کتابیں مشتہر کر چکے ہیں کہ اصول اسلام کے موافق مسلمان جس گورنمنٹ کے امن میں ہوں اور آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی اور تمدنی فرائض ادا کرتے ہوں ایسی محسن گورنمنٹ کی مخالفت بغاوت اور فساد ہے نہ کہ جہاد۔ بلکہ یہ تو سراسر کفران نعمت ہے۔ مگر مرزا جی کا بار بار جہاد جہاد ہنکارنا یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمانان ہند کے دلوں میں وحشیانہ بغاوت کی ہوا اب تک موجود ہے اور وہ انگلش گورنمنٹ کی دو سو برس کی پر امن حکومت میں رہ کر بھی اس کے حقوق کے قدر شناس اور اس کے احسانات کے ممنون نہیں۔

دوم: مرزا جی یہ ثابت کرتے ہیں کہ گورنمنٹ جس طرح مسلمانوں سے بدظن ہے اسی طرح حد درجہ ڈرپوک بھی ہے۔

سوم: یہ اگرچہ مرزا جی کی حماقت ہے مگر اس میں خوش آمدانہ خودغرضی کے ساتھ شرارت بھی ہے کہ صرف ان کے ڈیڑھ لاکھ والنٹیئر گورنمنٹ کے سچے ہوا خواہ ہیں، باقی ڈیڑھ لاکھ کم ۶ کروڑ مسلمان قطعی بدخواہ اور نمک حرام ہیں اور جہاد پر تلے بیٹھے ہیں۔

معلوم نہیں ہماری اسلامی انجمنیں کیوں خاموش ہیں، اور مرزا جی کے ایسے آئے دن کے اتہامات اور شرارت آمیز میموریلوں اور تحریروں کی متفقہ تردیدیں لکھ کر گورنمنٹ میں کیوں نہیں بھیجتے کہ چونکہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے باتفاق علماء ومشائخ اسلام اپنے ملحدانہ خوارق کے باعث خارج ہو چکا ہے، اس لئے وہ اسلام اور مسلمانوں کا قطعی دشمن بن گیا ہے اور ان پر طرح طرح کے اتہامات باندھتا ہے۔

انجمن حمایت اسلام اور انجمن نعمانیہ جو عالی شان اور اثر ڈالنے والی انجمنیں ہیں اور پنجاب کے خاص دارالخلافہ یعنی لاہور میں قائم ہیں، کیوں نہیں اس موذی کا تعاقب کرتیں۔ وہ غالباً یہ عذر کریں گی کہ ہم کو مسلمانوں کے مذہبی امور سے کوئی تعلق نہیں، ہم تو سب کے ہوا خواہ ہیں۔ لیکن ہماری انجمنیں خوب جانتی ہیں کہ مرزا قادیانی مسلمان نہیں کیونکہ اس نے خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا، اس نے انبیاء کرام کی توہین کی، اس نے اپنے کو خدا کا لیپا لک بنایا، اس نے تصویر پرستی کی اشاعت کر کے کفر اور شرک پھیلایا، اس نے حج حرمین شریفین کی ممانعت کی۔

ظاہر ہے کہ تمام اسلامی انجمنوں کا انعقاد مسلمانوں کی بہتری اور مذہب اسلام کی اشاعت کے لئے ہے۔ پس وہ جس طرح آریا اور عیسائیوں وغیرہ کے حملوں کا جواب دیتے ہیں جو مذہب اسلام پر کئے جاتے ہیں، کیا وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے حملوں کا جواب نہیں دیتے، حالانکہ آریا اور عیسائی اسلام کے ایسے دشمن نہیں جیسا مرزا قادیانی ہے۔

جس طرح حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے بذریعہ انجمن ایک ریزولیوشن پاس کر کے مشتہر کرایا تھا کہ مرزا قادیانی جو کچھ کاروائیاں کر رہا ہے مسلمانوں کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ تمام انجمنیں اگر ایسا ہی کریں تو گورنمنٹ اور پبلک سے اس کا زہریلا اثر دور ہو جائے۔

مرزا جی کو سرحدی جرگوں کی شورش نے کتاب مذکورہ کے تصنیف کرنے کی جانب توجہ دلائی ہے۔ ہم

پوچھتے ہیں کہ ٹرانسوال میں بوئروں کی شورش اور ٹرکی میں اس کے صوبوں کی آئے دن کی شورش کا کیا باعث ہے۔ کیا وہاں بھی مرزا جی کے وہی بد باطن ملاں موجود ہیں۔ اگر سرحدی جرگے جہاد پر آمادہ ہوتے ہیں تو کیا مذکورہ بالاقو میں بھی مرزا جی کے مزعومہ جہاد ہی کی پیروی کرتی ہیں۔ جس طرح دنیا میں اتفاقی امور سے شورش ہو جاتی ہے، اسی طرح سرحدی وحشی بھی کسی خلاف شرع امر کے باعث مشتعل ہو جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں، مگر اسلامی جہاد سے ان سب کو کیا علاقہ ہے۔ دنیا میں کہیں پتا کھڑکا اور مرزا جی چوکنا ہوئے کہ یہ اسلامی جہاد کے باعث ہے۔ : بہر آواز پائے چشم بکشایم کہ می آئی۔

مرزا جی فرماتے ہیں: اس ملک کے علماء کا کیا حرج ہے کہ ایسی مبسوط کتاب تصنیف کر کے اپنے دستخطوں سے مزین کریں ان پر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا۔

جی ہاں ٦ کروڑ مسلمانوں میں صرف آپ کو گورنمنٹ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اگر آپ سوتے فتنے (جہاد کے خیال) کو نہ جگائیں، تو آپ کا کیا حرج ہے۔ حرج یہ ہے کہ تمام مذاہب کے خلاف ایک جتھا تیار کرنے اور سب کے پیشواؤں کو گالیاں دینے اور یوں ملک میں اشتعال پیدا کرنے پر گورنمنٹ آپ کی گردن ناپ لے گی، اس لئے آپ بار بار جہاد جہاد کی صدا بلند کر کے گورنمنٹ کی خوش آمد کر رہے ہیں، اور اپنی بداعمالیوں پر گورنمنٹ کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال رہے ہیں۔ اور دس ہزار روپئہ تو آپ جیسا خرچ کریں گے دنیا دیکھ لے گی، اور آپ کے پاس روپئہ ہی کہاں ہے۔ ورنہ الحکم میں دھیلے پیسے کے واسطے اکثر کاسہء گدائی کیوں گردش کرتا۔ بس اسی قدر آمدنی ہے کہ چند حمقاء کی بدولت مرزا جی اور ان کے دو چار اپاہجوں کا پیٹ پلتا ہے جیسے آپ کے تصنیف کردہ ڈیڑھ لاکھ مرید صرف زبان پر ہیں، ایسے ہی یہ دس ہزار روپئہ جدید کتاب جہاد کے لئے ہیں۔ اگر آپ نے دھوکا دے کر اور چند آنکھوں کے اندھوں کی گانٹھ کاٹ کر کوئی چھوٹی موٹی کتاب لکھی بھی تو خاصی تجارت کھڑی ہو جائے گی۔ یعنی چار پیسے کی کتاب ایک ایک روپئہ کو بکے گی۔ جیسی بعض کتابیں بک رہی ہیں۔ مرزا جی سے یہ امید فضول ہے کہ وہ مفت کوئی کتاب شائع کریں گے کیونکہ یہاں تو ہاتھی کے روٹ کے واسطے اصحاب الفیل سے ہمیشہ راتب مانگا جاتا ہے۔

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں: اس حقیقت (جہاد کی حقیقت) کو کئی لاکھ مسلمانوں نے سمجھ لیا ہے۔

آپ تو اپنے والنٹیئر وں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بتاتے ہیں ان کے سوا یہ مشکل اور باریک مسئلہ کون سمجھ سکتا ہے۔اب یہ کئی لاکھ کہاں سے آ گئے، بنئے کی گون میں نو من کا دھوکا اسی کو کہتے ہیں۔

ہماری رائے میں تو مرزا جی اگر یہ اعلان دیتے کہ میں دس ہزار روپئہ میں اپنے سو دو سو والینٹئر تیار کرتا ہوں۔ جب سرحدی وحشی شورش کریں اور گورنمنٹ سب کو زیر نہ کر سکے، تو میں سب کا جنرل بنوں، اور شریر قوموں کو گھیر کر اور ان کی ناک میں نکیل ڈال کر ہش ہش کرتا ہوا سب کو گورنمنٹ کے قدموں میں لا ڈالوں، تو خیر ایک بات بھی تھی۔خالی خولی خیالی گھوڑے دوڑانے (کتاب تصنیف کر کے شائع کرنے) کا خواب دیکھنا بالکل فضول ہے۔اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۳۔۵)

مرزا جی کی اردو شاعری

مجدد السنہ مشرقیہ کو غصہ تو اسی بات پر آتا ہے کہ مرزا جی عربی فارسی اردو شاعری میں اکتساب فن نہیں کرتے اور اس کے تلامذہ میں داخل نہیں ہوتے۔ورنہ کسی کی کیا طاقت ہے کہ لمڈھیک کی طرح مرزا جی پر چونچ کھولتا اور مرزا جی بگلا بھگت بنے بیٹھے رہتے۔

ناظرین نے مرزا جی کی فارسی اور عربی شاعری کی درگت تو ضمیمہ میں دیکھی ہی ہوگی اب اردو شاعری کا حال بھی دیکھئے جس کی کوئی کل اناڑی کے ہاتھ کے بنائے ہوئے پچھی اور کاغذ کے تعزیئے کی طرح ٹھیک نہیں حالانکہ اردو زبان مرزا جی کی مادری زبان ہے۔جب کسی شخص کی فطری زبان کی یہ کیفیت ہے، جیسی کہ آگے چل کر ظاہر ہوگی، تو اس کی عربی اور فارسی زبان کی شاعری کا تو کیا ہی کہنا ہے۔اور جب کہ آسمانی باپ بھی خوب جانتا ہے کہ میرا لیپا لک (مرزا قادیانی) اردو زبان تک سے نابلد ہے، تو معلوم نہیں عربی میں کیوں الہام کرتا ہے۔..ہم پھر کہتے ہیں کہ شاعری کی سنگلاخ زمین میں قدم مارنا ہے تو موجودہ زمانہ میں امام الشعراء مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ القہار پر ایمان لانا شعراء کا فرض ہے اور اگر کوئی اس معاملہ میں ہچر مچر کرے تو میدان میں آئے اور جہاں تک چاہے زور لگائے۔اگر تحدی کے دنگل میں ٹھونک نہ دیا تو جبھی کہنا کیونکہ مجدد پر خدا کا ہاتھ ہے جیسا کہ اس کے الہامات سے واضح ہو چکا ہے۔

مرزا جی آریا سے مخاطب ہو کر حسب ذیل تک بندی کرتے ہیں:

اے آریا سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلاء ہو یارو خیال خراب میں

مصرعہ اولی میں تو آریا کو عذاب میں پھنسنے سے روکا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابھی تک عذاب میں نہیں پھنسے، اور مصرعہ ثانیہ میں ان کا مبتلاء ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ دو مصرعے اور یہ اختلاف۔ پھر دوسرے مصرعہ میں، یارو، برائے بیت۔ اصلاح:

کیوں آریا سماج پھنسے ہو عذاب میں
کیوں مبتلاء ہوئے ہو خیال خراب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

اے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں

کیوں صاحب مصرعہ اولی میں، یہ، کیا چیز ہے۔ دوسرا مصرعہ بے ربط ہے۔ اصلاح:

اے قوم آریا تجھے کیا ہو گیا بتا
ہیں جاگنے میں یہ تری باتیں کہ خواب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

کیا وہ خدا جو ہے تری جان کا خدا نہیں
ایمان کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں

مصرعہ اولی کی بندش کتنی بے سروپا اور لغو ہے۔، جو ہے، کتنا بھونڈا ہے۔ اصلاح:

کہتی ہے تو کہ جان کا مالک نہیں خدا
ایمان کی بو نہیں ترے ایسے جواب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

گر عاشقوں کی روح نہیں اس کے ہاتھ سے
پھر غیر کیلئے ہیں وہ کس اضطراب میں

مرزا جی کا مطلب اس شعر سے نہیں نکلتا۔ آپ کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر عاشقوں کی روح خدا تعالی کے ہاتھ سے نہیں تو جو کچھ ان کو بیتابی رہتی ہے کیا وہ کسی غیر کی وجہ سے ہے، یعنی کیا وہ خدا کے سوا کسی اور کے عشق میں مضطرب رہتی ہے۔ اصلاح:

گر عاشقوں کی جان نہیں جانجان کے ہاتھ
کیا غیر کیلئے ہیں وہ اس اضطراب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

گروہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

مرزا صاحب کو بات تو سوجھتی ہے مگر اس کو ادا نہیں کر سکتے۔ دوسرے مصرعہ میں: وہ، کا مشار الیہ مصرعہ اولی کا: وہ، ہے۔ گویا ضمیر کیلئے بھی ضمیر کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا ہم سے ایسا الگ ہے کہ چھو بھی نہیں گیا تو اس کو دل کی کتاب میں کس نے لکھ دیا ہے۔ دوسرا مصرعہ یوں بنا لیجئے:

تو کس نے لکھ دیا اسے دل کی کتاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

جام وصال دیتا ہے اس کو جو مر چکا
کچھ بھی نہیں فرق یہاں شیخ و شاب میں

مرزا جی کا مطلب جب ثابت ہو کہ بوڑھے ہی مرتے ہوں، جوان نہ مرتے ہوں۔ وہ اپنے خالہ کے بیٹے طاعون ملعون ہی کی دست برد دیکھ لیں کہ جوانوں کو بوڑھوں سے پہلے چکھ رہا ہے بلکہ جوانوں کو زیادہ اور بوڑھوں کو کم۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

ملتا ہے وہ اسی کو جو وہ خاک میں ملا
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں

مصرعہ اولی میں دو جگہ وہ ، وہ، عجیب خبط ہے۔اصلاح:

ملتا ہے وہ اسی کو جو مل جائے خواب میں
ظاہر کی قیل و قال ہے یاں کس حساب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

پھولوں کی جا کے دیکھو اسی سے وہ آب ہے
چمکے اسی کا نور مہ و آفتاب میں

جابجا : وہ، کا مسالا بہت ہے۔پھر حشو اور بے معنی۔ اصلاح:

پھولوں کی گلستان میں اسی سے ہے آب و تاب
چمکا اسی کا نور مہ و آفتاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

خوبوں کے حسن میں بھی اسی کا وہ نور ہے
کیا چیز حسن ہے وہی چمکا حجاب میں

پھر وہی: وہ ، لفظ نہیں ملتا، تو شعر گوئی کو جی کیوں للچاتا ہے؟ اصلاح:

خوبوں کے حسن میں بھی ہے پنہاں اسی کا نور
کیا چیز حسن ہے وہی چمکا حجاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

اسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تار زلف کا
ہجران سے اسکے رہتی ہے وہ پیچ و تاب میں

یہ کیا تلازم ہے، تار زلف اور پیچ وتاب، پھر تار زلف کا ہاتھ؟ یوں کہیے:

ہر تار زلف بھی ہے اسی پر جھکا ہوا
ہر دم اسی کے غم سے ہے وہ پیچ و تاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

ہر چشم مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے
ہر دل اسی کے عشق سے ہے پیچ و تاب میں

چشم مست، پھر دیکھو اور دکھانا، کیا کیا مناسبات ہیں؟ پھر پہلے مصرعہ سے دوسرے مصرعہ کا تال میل تو ایسا ہے جیسے پلاؤ سے روغن بادام کا۔ اصلاح:

ہر چشم مست میں ہے اسی کا خمار شوق
ہر دل اسی کی آگ سے ہے التہاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

جن مورکھوں کو کاموں پر اسکے یقین نہیں
پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں

مورکھ۔ مرزا جی پر ہندی بھاشا کا الہام بھی پرمیشر کی مایا سے ہونے لگا ہے۔ بس اب کیا کسر ہے سر چولھے میں اور پانچوں پکوان کے گھی میں۔ اصلاح:

جن مورکھوں کو کام پر اسکے یقیں نہیں
دریا کو ڈھونڈ تے ہیں وہ رہ کر سراب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں
بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں

ربط اور ضبط تو چھو نہیں گیا۔ اصلاح:

منکر ہوئے ہیں قدرت ربّ قدیر کے

بکتے ہیں جیسے کوئی شرابی شراب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اس پاک ذات کو
ڈر تے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑے عتاب میں

کیا لغو بکواس ہے۔ اصلاح:

آنکھیں نہیں کہ دیکھ سکیں اس کے نور کو
وہ مبتلا ہیں قوم کے خوف عتاب میں

مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

ہم کو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال
کب تک وہ منہ رہے گا حجاب و نقاب میں

وہ، وہ ہر جگہ موجود۔ شائد حجاب اور نقاب دو چیز ہیں۔ پھر سراسر لچر۔ اصلاح:

اپنے جمال کی ہمیں دکھلا جھلک کہیں
دیکھیں رہے گا جلوہ کہاں تک نقاب میں

اب تو ہم نے اصلاح دے دی، مگر آئندہ اپنا کوئی کلام عربی فارسی اردو بدون اصلاح مجدد شائع کیا تو بس خیر نہیں۔ مرزا جی مجدد صاحب کے شاگرد ہو جائیں تو پھر کچھ جھگڑا نہیں۔ آگے پڑے ہوئے کو شیر بھی نہیں کھاتا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۵۔ ۸)

سب گنوں پورے

چند حمقاء میں جب مرزا قادیانی کی پنیری ذرا جم گئی تو گدھ اور چیل کی طرح چار طرف نظر دوڑائی کہ لوگ کس کس نبی اور اوتار کو مانتے ہیں۔ اول آپ صرف ملہم یعنی ولی بنے، پھر آسمانی باپ کے لیپا لک بنے تا کہ عیسائی ان کی جانب رجوع ہوں، مگر خود آسمانی باپ نے کھنڈت ڈال دی۔ یعنی عیسیٰ مسیح کو گالیاں دینے کا

الہام کیا۔عیسائی لعنت کہتے ہوئے فــــفــــرو ہوئے۔پھر امام الزمان اور مجموعہ صفات انبیاء اور بالآخر خاتم الخلفاء (خاتم النبیین) بنے اب تو کوٹھی کٹھلے کے.. مالک ہی بن گئے ۔اپنی دانست میں گویا ایسی شطرنج بچھائی کہ تمام مہرے قبضے میں آ گئے اور کسی کو چال چلنے کا گھر ہی نہ رہا۔مگر خدا کی قدرت کہ خود ہی مات کھا گئے ۔یعنی نہ ادھر کے رہے، نہ اودھر کے۔ کیونکہ قدرت الٰہی جھوٹوں کو ہرگز پھولنے پھلنے نہیں دیتی ،اور چند ہی روز میں خزاں کی جھاڑ و پھیر دیتی ہے۔ پھر جو شخص تمام مذاہب کے پیشواؤں کو گالیاں دے اور اپنے کو سب سے افضل بتائے وہ کیونکر مقبول خاص وعام اور امام الزمان بن سکتا ہے۔آپ جانئے عیسائی ایک ہی کائیاں ہیں،انہوں نے مرزاجی کے مقابلے میں دو چھلے چھلائے مسیح گھڑ کر کھڑے کر دیئے ،عیسائیوں میں دو ہی پارٹیاں زبردست ہیں،ایک پروٹسٹنٹ دوسری رومن کیتھولک۔دونوں میں ایک ایک مسیح مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی ملاحظہ فرمالیجئے ۔اب مرزاجی کا وہی حال ہے کہ چور کی ماں کوٹھی میں سر دے اور رووے۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء نمبر ۱۲ جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۸)

مرزاجی اور چوڑھے

پنجاب اور شمال مغربی صوبہ کی رپورٹ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد صرف ۱۱۱۳ لکھی ہے۔

بھان متی کا یہ دھوکا کھل جانے پر قادیانی اخبار الحکم مطبوعہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء میں بہت کچھ واویلا کی گئی ہے اور بلا دلیل اور بلا ثبوت لکھا ہے کہ مرزائیوں کی کل تعداد تقریباً دولاکھ ہے۔اور غیر ممکن ہے کہ صرف پنجاب میں (جو قادیانی کے خروج کا مرکز یا ہیڈ کوارٹر ہے) منجملہ تقریباً دولاکھ کے کل تعداد ۱۱۱۳ ہو۔

مگر پنجاب کے مرزائیوں کی صحیح تعداد پھر بھی نہیں بتائی کہ کمشنر مردم شماری جھوٹا ہے اور مرزائیوں کی تعداد گیارہ ہزار تیرہ یا اس سے بھی دو چند اور چہار چند ہے۔وجہ یہ ہے دنیا کو دھوکے میں رکھنا منظور ہے۔اگر مرزاجی سچے ہوتے تو صاف لکھ دیتے کہ کمشنر مردم شماری جھوٹا ہے اور مجھ سے عداوت رکھتا ہے کیونکہ عیسائی ہے اور میں عیسی مسیح کو اچھا نہیں سمجھتا لہذا وہ جھوٹا ہے اور پنجاب کے مرزائیوں کی صحیح تعداد یہ ہے۔

دوم، پنجاب مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳، فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۳ میں کہا ہے:

کہ مرزا جی کا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوڑھوں کی تبلیغ کا تھا۔،

اس پر تو مرزا جی نے مکدر ہو کر بہت ہی خاک اڑائی ہے۔اور گورنمنٹ پنجاب میں جھاڑو سے بھی لمبی عرضداشت بھیجی ہے کہ مرزائیوں کی کمی تعداد اور چوڑھوں کی تبلیغ کی اصلاح کی جائے ورنہ یہ میرے حق میں لائبل اور میری دولاکھ پبلک کی سخت دل شکنی کا باعث ہے۔،

چوڑھوں کی تبلیغ کے الزام کا ٹوکرا جو مرزا جی کے سر دھرا گیا ہے،تو وہ اس کو یوں اتارنا چاہتے ہیں کہ جس شخص نے ایسا دعوی کیا تھا وہ ایک الگ آدمی ہے اور اس کا نام امام الدین ہے۔،..

اگرچہ مرزا جی نے یہ نہیں بتایا کہ وہ شخص بھی قادیان ہی کا باشندہ اور مرزا جی کا قریبی رشتہ دار بلکہ رقیب اور حریف ہے،اور اس نے مرزا جی کی نبوت کے منہ پر جھاڑو ماردی ہے،تاہم کام اور پیشہ کی باہمی نسبت تو کھل گئی کہ...مرزا امام الدین چوڑھوں کا لال گرو بنا،تو آپ نے اسکے مقابلہ میں نبی بن کر نادان مسلمانوں کو مونڈا۔..آپ چوڑھوں کے لال گرو نہ سہی مگر لال گروہ کے بھائی تو ہیں۔ ہیں تو دونوں ایک ہی جھاڑو کی تیلیاں ۔اگرچہ بندھن کے کھلنے پر اب الگ الگ ہو گئیں۔

مرزا جی،عرض داشت کی دفعہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ

چوڑھے ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھی جاتی ہے اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے۔چوڑھے ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری رپورٹ میں ہے میری شہرت کو نقصان پہنچانے والا اور میرے اور گورنمنٹ کی ہزارہا وفادار اور معزز رعایا کو دکھ دینے والا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سرگروہ سمجھتے ہیں۔،

یہ آج ہی معلوم ہوا کہ چوڑھے جرائم پیشہ ہیں۔دنیا جانتی ہے کہ چوڑھوں سے زیادہ کوئی قوم غریب اور عاجز نہیں۔وہ نام کی بھی حلال خور ہے،نہ کہ دنیا کو فریب سے ٹھگنے والی حرامخور۔جس کا کام بول و براز اور میلا اٹھانا ہے۔مرزا جی کا ایسی عاجز اور بے کس قوم کو جرائم پیشہ بتانا ہر حلال خور کے لئے لائبل ہے۔اگر اس وقت چوڑھوں کا لال گرو (مرزا امام الدین) زندہ ہوتا تو اپنے کسی چیلے کو ابھار کر لائبل کی نالش کراتا اور وارنٹ

جاری کرا کر عدالت میں گھسٹواتا۔اور پھر بروزی نبی کا سارا کھایا پیا بول و براز کے راستے سے نکلواتا۔اب بھی ایک ایک چوڑھا نالش دائر کر کے مرزا جی سے صحن عدالت کے تنکے چنوا سکتا ہے اور بروزیت کی دھول اڑا سکتا ہے۔اس تحریر سے مرزا جی نے لاکھوں وفادار چوڑھوں ہی کا دل نہیں دکھایا بلکہ ان کے لال گرو (اپنے بھائی امام الدین) کی روح کو بھی صدمہ پہنچایا ہے۔

عرض داشت کی دفعہ پانچ میں مرزا صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

میرے اصول اور تعلیم جو ابتداء سے ہی لوگوں کو سکھاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ (کیا یہ فضلے سے مشتق ہے) سکھانے والے اور اعلیٰ مراتب روحانیت پر پہنچانے والے ہیں کہ چوڑھے تو ایک طرف رہے، وہ مسلمان بھی نہ ان کو قبول کر سکتے، نہ قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں، اور جن کی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں۔ بلکہ ایسے فہیم و شریف انسان ان کو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں۔اور میرے پیروؤں میں کثرت سے رئیس، جاگیردار، معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار، سوداگر، فاضل علماء اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

اب آئے ہیں ٹھیک ڈھرّے پر۔ بے شک غریب مفلس چوڑھوں کی کمائی سے آپ کا پیٹ کیوں بھرنے لگا۔آپ کے کماؤ پوت تو جاگیردار وغیرہ ہیں، اور چوڑھے چونکہ اپنے لال گرو (آپ کے رقیب وحریف) کے چیلے ہیں لہذا وہ آپ کے چیلے نہ بنے، اور منہ پر انکار کی جھاڑو ماردی، تو ان کی جانب سے دل میں کدورت وغبار کا آنا ضروری تھا۔

جبکہ آپ امام الزمان بنے ہیں اور چوڑھے بھی اہل زمان ہیں، تو کیا وجہ کہ آپ ان کو اپنی امامت میں شامل کرنا نہیں چاہتے، بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں۔مقدس مذہب اسلام تو چوڑھوں چماروں کو بڑی خوشی سے مسلمان بنانا چاہتا ہے۔مذہب اسلام کی یہی خوبی اور صداقت ہے کہ جب کوئی ذلیل سے ذلیل قوم کا آدمی بھی توحید و رسالت کا کلمہ صدق دل سے پڑھ لیتا ہے تو بھائیوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ المسلم اخ المسلم۔ حقیقی اور پائدار اخوت تو دینی اور مذہبی اور دائمی اخوت ہے، باقی تمام اخوتیں مجازی اور ناپائدار ہیں۔اس نفرت نے آپ کی دنیا پرستی کا بالکل پردہ کھول دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ آپ موٹے موٹے شکار جن سے

حرص کا شکم پر ہو سکے اپنے دام میں لانا چاہتے ہیں جعلی نبوت کا پھیلانا منظور نہیں۔

خوب یاد رکھیئے کہ جو شخص دین سے برگشتہ ہو گیا وہ ہرگز شریف نہیں، بلکہ ہزار رذیلوں کا رذیل اور ہزار کمیوں کا کمین ہے۔ اور جو شخص اپنے دین پر قائم ہے یا سچے دل سے دین حق میں شامل ہو گیا ہے وہ بظاہر ذات کا کیسا ہی بیٹا اور کمینہ ہو، مگر ہزار شریفوں کا شریف ہے۔ کیا چوڑھے انسان نہیں۔ کیا مرزا جی میں اور ایک چوڑھے میں انسانیت کے اعتبار سے کوئی فرق ہے کہ مرزا قادیانی کے سر پر تو سینگ اور کمر کے نیچے دم ہے، اور حلال خور کے نہ سینگ ہیں، نہ دم ہے۔ کیا چوڑھے بنی آدم نہیں ہیں۔

تم اپنے دل سے یاں گھڑ لو شرافت کا کوئی تمغہ
ازل میں ایک ہی مبدء تھا ہر گبرو مسلمان کا

آپ کا یہ فرمانا کہ چوڑھے تو ایک طرف رہے وہ مسلمان بھی ان کو (مرزا جی کے اخلاق فاضلہ اور تعلیم) قبول نہ کر سکتے ہیں نہ قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جن کی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں۔

باستثنا معدودے چند مرزائیوں کے نہ صرف ہندوستان کے ۶ کروڑ مسلمان بلکہ دنیا کے مسلمانوں اور تمام اقوام و مذاہب کے لئے یہ بات لائیبل ہے کیونکہ آپ کے عندیہ کے موافق بجز مرزائیوں کے کوئی شریف نہیں۔ آپ پر تو کمشنر مردم شماری نے یہ لائیبل کیا کہ آپ کو چوڑھوں کا لال گرو بتایا، اس کے جواب میں آپ نے تمام مسلمانوں پر لائیبل کر دیا۔ اب آپ کو بھاگتے راہ نہیں مل سکتی، اور ہر مسلمان آپ پر لائیبل دائر کر سکتا ہے۔ بارہا سمجھایا گیا کہ ہر الہام اور ہر مضمون کا مسودہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کے حضور بھیج دیا کریں، مگر آپ نہیں سنتے اور یوں استروں کی مالا اپنے گلے میں ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ دیکھیئے چند بزان اخفش کیا کر کے رہیں گے۔

عرض داشت کے اخیر میں کمشنر مردم شماری کی رپورٹ کا مندرجہ ذیل فقرہ بھی آپ نے لکھا ہے:

یہ فرقہ (مرزائیہ) بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام میں خونی مہدی ہو گا اور صحیح بخاری کی بنا پر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے روایت پیش کرتا ہے کہ وہ (مہدی) جنگ نہ کرے گا بلکہ مذاہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں ان کو بند کر دے گا۔ اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا

صاحب نے جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اس بارہ میں یہ فرقہ اس فرقہ اہل حدیث سے جو افراط کی طرف چلا گیا ہے بالکل مختلف ہے۔"

اب تو مرزا جی کی باچھیں کھل جانی چاہییں اور داڑھی کا ایک ایک بال تر کی گھوڑے کی دم کا چنور بن جانا چاہیے، کیونکہ کمشنر موصوف نے آپ کے مزعومہ جہاد کے بارہ میں تصدیق کر دی۔

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ اسلامی جہاد ویسا ہی ہے جیسا کہ تمام سلاطین دنیا میں جاری ہے۔ اور مرزا جی کا مفروضہ جہاد صرف گورنمنٹ کی خوش آمد ہے، اور نہ صرف اہل حدیث بلکہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے نزدیک اس گورنمنٹ کے عہد میں جس کے زیر سایہ امن و آزادی مسلمان بسر کرتے ہیں خون ریزی حرام ہے۔ اس کا نام اسلامی جہاد نہیں بلکہ فساد اور بغاوت ہے۔ پس اس بات میں کسی کا کچھ لکھنا بالکل اصول اسلام کی ناواقفیت کے باعث ہے۔ تعجب ہے کہ چوڑھوں کا گرو کہلانے میں تو مرزا جی کے مرچیں لگ گئیں مگر جہاد والا فقرہ شربت کا گھونٹ ہو گیا۔ میٹھا ہڑپ اور کڑوا تھو۔ اڈیٹر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء۔ ص ۱۔۴)

وہی حیات و ممات مسیح

مرزائیوں سے حیات و ممات مسیح پر بحث کرنا ایسا ہی ہے جیسے آریوں اور نیچریوں سے کوئی مسلمان بحث کرے جو معجزات کے منکر ہیں اور اس بحث سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائی چونکہ اپنے کو مسلمان بتاتے ہیں، لہٰذا ان سے پوچھنا چاہیے کہ اگر تم معجزات انبیاء کے مقر ہو، تو رفع مسیح بھی ایک معجزہ ہے اور اگر منکر ہو تو قابل خطاب نہیں ہو۔ بس مناظرہ ختم ہو گیا۔

اور بفرض محال عیسی کا رفع، رفع جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے، تو مرزا قادیانی اس سے اپنا مسیح موعود ہونا کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ آریا وغیرہ رفع مسیح کے منکر ہیں کیا وہ مسیح موعود بن سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسیح کے رفع کو دلائل سے ثابت کر دے کیا وہ عیسی موعود بن جائے گا۔ اس صورت میں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں مسیح موعود ہو جائیں گے اور اب موجود ہیں۔ اور ایک ایک مرزائی جو مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کا منکر ہے مسیح موعود ہے مرزا جی کی کچھ تخصیص نہ رہی۔

اوٹاوہ کے سنی مسلمانوں نے بھی ایک رسالہ ان کے دعووں کے رد میں شائع کیا ہے اور قرآن و حدیث سے عیسیٰ مسیح کا رفع جسمانی ثابت کیا ہے اور مرزائیوں کے دلائل کو توڑا ہے۔ مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں اور اب پھر لکھتے ہیں کہ مرزا اور مرزائی قرآن و حدیث اور معجزات انبیاء کو نہیں مانتے، پس ان سے حیات و ممات مسیح پر بحث کرنا بے کار بلکہ گنہ گار ہونا ہے۔ صرف یہ پوچھنا چاہیے کہ مرزا قادیانی کیونکر مسیح اور مہدی اور بروزی نبی اور امام الزمان اور خاتم الخلفاء یعنی خاتم الانبیاء ہے۔

دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ میں تمام انبیاء کا مجموعہ اور خاتم ہوں، اور تعاقب صرف عیسیٰ مسیح کا کر رہا ہے۔ جس طرح اپنے کو عیسیٰ مسیح سے افضل بتاتا ہے، اسی طرح تمام انبیاء کو اپنے اوپر کیوں کھلم کھلا فضیلت نہیں دیتا۔ اگرچہ دل میں مرزا قادیانی اور مرزائی انبیاء علیہم السلام کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے، تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی مرزا قادیانی کے دعووں کی لغویت سمجھ سکتا ہے۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء۔ ص ۳۔۴)

مرزا جی اور مولود

۲۴ مارچ (۱۹۰۳ء) کے قادیانی اخبار الحکم میں لکھا ہے کہ مرزا جی سے کسی نے مجلس مولود کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا تذکرہ عمدہ چیز ہے لیکن تذکروں میں بدعات ملا دی جائیں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں۔، اور ہم خود اس امر کے مجاز نہیں کہ کسی نئی شریعت کی بنیاد رکھیں۔ وغیرہ۔،

معلوم نہیں مرزا جی نے یہ بات کون سے دل سے لکھی ہے۔ کیا نئی نبوت کی بنیاد، نئی شریعت کی بنیاد اور اسلامی شریعت کی ترمیم نہیں۔ آپ نے خود کو نبی بنا کر و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین آیہ قرآنی کو اپنے زعم میں منسوخ کر دیا اور نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بن گئے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کا سچا اتباع خدا تعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے، کس منہ سے ہے۔ کیا اپنی تصویر کی اشاعت اور مرزائیوں کو حج کے لئے جانے کی ممانعت آنحضرت ﷺ کا اتباع ہے۔ پھر عجب بات کہ اسلامی شریعت کو منسوخ بھی کرتے ہیں اور اس کی آڑ بھی لیتے ہیں جب حدیث سے مدعا ثابت نہ ہوا، تو قرآن کی پناہ لی اور جب حدیث سے کام نکلتا دیکھا تو قرآن کو چھوڑ دیا، اور دونوں سے کام نہ نکلا تو اپنے حمقاء کے پٹیانے کو تاویل

گھڑ دی۔ قرآن میں مہدی اور مسیح کے آنے کا ذکر نہیں، مگر حدیث میں ہے تو حدیث کو اپنی سپر بنایا۔ اور حدیث میں تصویر بنوانے والے پر لعنت کی گئی ہے، تو آپ قرآن کی طرف رجوع لائے کہ قرآن میں ممانعت کیسی بلکہ تصویر بنانے کا حکم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے و یصور فی الا ر حا م کیف یشا ء یعنی چونکہ خدا خود مصور ہے لہذا ہم کو بھی مصور بننا چاہیے۔ یہ ایسی تاویل ہے کہ خر دجال بھی سنے، تو دم اٹھا کر لید کرتا ہوا پڑاوے کی چوٹی پر جا کر... اور اپنی مادہ بیگم کو ڈھونڈتا ڈھیچوں ڈھیچوں کرتا قادیان کی راہ پکڑے۔

جو کچھ خدا کرے وہی انسان بھی کرے، نہ تو یہ حکم اسلامی خدا کا ہے نہ اسلامی رسول کا۔ ہاں آسمانی باپ کا ایسا حکم اپنے لیپا لک کی نسبت درست ہے، کیونکہ الو لد سر لا بیہ بے شک بیٹے میں ضرور وہی طاقت اور قدرت ہونی چاہیے جو باپ میں ہے، ورنہ نہ باپ میں باپ ہونے کا کوئی سینگ ہے نہ بیٹے میں بیٹے ہونے کی کوئی دم ہے۔

جس شخص نے ایسا سوال کیا اس کو مرزا جی نے کیوں نہ ڈانٹا کہ نبی نہیں بلکہ زندہ خاتم النبیین تو میں موجود اور تو مسلمانوں کے اسی پرانے ڈھرّے کو پیٹے جاتا ہے اور پیغمبر عرب کے مولود کا ذکر کرتا ہے۔ ارے اب تو میرے مولود کا ذکر کر۔ معلوم نہیں ایسے فاسد العقیدت مشرک فی الرسالت المرزا جو خود اپنے بروزی نبی کا مرتبہ نہیں پہچانتے قادیان میں کہاں سے آجاتے ہیں۔ ان کے منہ کو لگام بلکہ مرچوں کا تھوبڑا چڑھا دینا چاہیے کہ پھر ایسا لایعنی سوال کر کے گستاخی اور فاسد العقیدتی کا اظہار نہ کریں۔

جو لوگ مجلس میلاد میں قیام کرتے ہیں ان کی مذمت کرنے کے بعد مرزا جی لکھتے ہیں:

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت ﷺ سے نہیں رکھتا اور وہابی بھی۔

مشرک سے مرزا جی کی مراد ضرور مشرک فی الرسالۃ و مشرک فی التوحید ہے یعنی وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی بنالے اور خدائے لم یلد و لم یو لد کے لئے بیٹا یا لیپا لک گھڑ لے۔ ایسے مشرک تو مرزا جی کے گردوپیش بہت سے نظر آئیں گے اور ان سے کے گرو گھنٹال مرزا جی ہوں گے۔ جب چاہیے تجربہ کر لیجئے۔ اب رہے وہابی، ہم کو تو معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں وہابی بھی کوئی گروہ ہے۔ اگر کوئی ہے تو یقیناً وہی ہے جو کتاب و سنت اور اجماع صحابہ کو نہیں مانتا اور اپنی نئی نبوت اور نئی شریعت اور نیا گروہ قائم کرتا اور

موجودہ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالتا ہے کہ میرے ساتھ ڈیڑھ لاکھ سے اوپر سر بکف اور جان نثار والنٹیر موجود ہیں۔ اور اگر وہابی کوئی گروہ عبدالوہاب نجدی کی جانب منسوب ہے جو حنبلی مقلد تھا تو وہ کسی طرح مرزا جی سے بڑھ کر خوف ناک نہ تھا کیونکہ اس نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا، نہ مسیح ومہدی بننے کا۔ پس ایسا گروہ اور اس کا ولی کھنگر وہابی کیا معنی وہابیوں بلکہ لہابیوں کا لکڑ دادا ہے۔ مرزا جی کو تو اس معاملے میں پوچھ گچھ کی کچھ حاجت ہی نہ ہونی چاہیے۔ عیاں راچہ بیاں۔

بھلا مرزا جی کو اپنی زندگی میں مولود وغیرہ سے کیا واسطہ۔ وہ ایسے کھڑاک کیوں پالنے لگے۔ انہوں نے تو اس لئے مولود کے جائز بلکہ مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا ہے کہ چند روز میں ان کا مولود بھی ہوا کرے گا۔ چنانچہ ابھی سے اپنے چیلوں کو ہدایت کی ہے کہ جب مجھے دیکھو الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ کہو تا میرے مرنے پر بھی تمہیں یہ سبق یاد رہے۔ اول تو میں مرنے کا نہیں، کیوں کہ آسمانی باپ کا لیپا لک ہوں وہ حیّ اور قائم، تو میں بھی زندہ اور دائم ہوں، کیونکہ جیسا باپ ویسا بیٹا۔ اور اگر میں ...مر ہی گیا اور باپ میرے ابدالاباد تک زندہ رکھنے میں ناکام رہا، تو میں درحقیقت نہ مرونگا۔ ہاں تمہاری آنکھوں پر صرف ایک حجاب طاری ہو جائے گا۔ مرنے والا تو فقط عیسیٰ مسیح تھا۔ میں بھی مر گیا تو فرزند خلف اور فرزند تلف میں کیا فرق رہا۔ پس جس طرح میں اب تمہارا حامی وناصر معین ومددگار رہوں، ایسا ہی مرنے کے بعد بھی حاضر وناظر رہوں گا۔ پس میرا مولود دھڑلے کے ساتھ منانا اور مجھ سے طرح طرح کی منتیں ماننا، حاجات چاہنا:

من آیم بجان گر تو آئی بتن
مرا زندہ پندار چوں خویشتن

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۳۔۱۴۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۴۔ ۶)

(الحکم میں مولود سے متعلق قادیانی تحریر مختصراً یوں ہے:

مجلس مولود: کسی شخص نے حضرت حجۃ اللہ سے مجلس موعود کے متعلق بذریعہ عریضہ استفسار کیا تھا۔ آپ نے جواباً لکھا:

میرا اس میں یہ مذہب ہے کہ مصالح اعلاء کلمہ اسلام وتذکرہ نبوی کی نیت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جائے کہ جس میں سوانح مقدسہ نبویہ کا ذکر ہو اور نہایت خوبی اور صحت وبلاغت سے اس تقریر کو سنایا جاوے ...اور اس تقریر میں ہر ایک محل میں کچھ کچھ نظم بھی ہو اور پُر درد اور موثر بیان ہو اور درمیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو اور کوئی علت اور بدعت درمیان میں نہ ہو تو ایسا جلسہ صرف جائز ہی نہیں

بلکہ میری رائے میں موجب ثواب عظیم ہے۔(الحکم۔۳۰۔اپریل و۱۰۔مئی ۱۹۰۴ء ص ۳ نمبر ۱۴، ۱۵ جلد ۸)

میری کتابیں دیکھو

مرزا جی بار بار یہی رونا روتے ہیں کہ اسلامی علماء و مشائخ چونکہ میری کتابیں بالاستیعاب نہیں دیکھتے لہذا میرے معاملہ میں جھٹ پٹ یک طرفہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔

علماء اور مشائخ آپ کی کتابوں کو دیکھیں یا قرآن و حدیث کو دیکھیں۔انہوں نے قرآن مجید میں دیکھ لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی اور دین اسلام کامل ہو گیا۔اب جو شخص نبوت کا دعوی کرے اور دین میں طرح طرح کے احداث نکالے،اور اسلام کے کھلے معجزوں کو جھٹلائے وہ مفتری ہے،کذاب ہے،ملحد ہے،مرتد ہے۔انہوں نے حدیث میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی دیکھ لی کہ میرے بعد تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے،اوران میں سے ہر ایک نبوت کا دعوی کرے گا حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔پھر وہ آپ کی کتابیں کیوں دیکھیں اور انہیں دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اور بیشتر علماء اور مشائخ دیکھتے بھی ہیں تو اس لئے کہ آپ کے ملحدانہ دعووں کی تردید کریں تاکہ ان کا زہریلا اثر مسلمانوں کی طبائع پر نہ پڑے۔اور غالباً آپ کی کوئی ایسی کتاب باقی نہیں جس کی کماحقہ تردید نہ ہو گئی ہو۔اور اگر کوئی باقی ہے تو ضرور اس کی تردید ہوگی۔ان شاءاللہ

اور تردید کیلئے کیا ضمیمہ شحنہ ہند کچھ کم ہے،جو نہ صرف آپ کے عقاید کی بلکہ ہر خیال کی ہفتہ وار تردید کرتا رہتا ہے۔اگرچہ آپ کے مقابلہ میں نہ کوئی زبردست انجمن ہے،نہ کوئی معقول سرمایہ ہے،تاہم اسلام اور اہل اسلام کے ایسے سچے ہمدرد موجود ہیں جو خالصتاً للہ جیب خاص سے بلاشرکت غیر تردیدی کتابیں چھپوا کر اکثر مفت تقسیم فرماتے ہیں،اور غیر ذی استطاعت مسلمانوں کو اپنا ممنون بناتے ہیں جزا ھم اللہ خیر الجزاء

آپ تو بار بار پانچ پانچ ہزار اور دس دس ہزار روپیہ دینے کا اعلان کرتے ہیں،گویا یہ ثابت کرتے ہیں کہ میں بڑا کوڑیالا اور قارون کا سگا ہوں،مگر ہمارے علماء اور مشائخ نے کبھی کسی کو ذرہ بھر بھی طمع دنیوی کی چاٹ نہیں دی،اور نہ آپ کی طرح کسی سے چندے کی مد میں ایک کوڑی مانگی۔تاہم سچے اسلام کا معجزہ دیکھئے

کہ سینکڑوں اور ہزاروں روپیہ کی کتابیں آپ کی کتابوں کی تردید میں شائع ہوچکیں اور ہو رہی ہیں۔ ضمیمہ شحنہ ہند بھی ایسے ہی خالص حضرات کی فیاضی سے جاری ہے جو ہزار کتابوں کے برابر ہے اور آپ سے اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑا۔ آپ کی کتابیں شوق سے تو وہی لوگ دیکھیں گے جو بالکل چوپٹ ہو گئے ہیں۔ تردید کرنے والے تو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح کوئی شخص قضا حاجت کے لئے جاتا ہے اور بول و براز پر بھی مجبوراً اس کی نظر جا پڑتی ہے۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۳۔۱۴۔ جلد ۲۱۔۲۳۔ ص ۶)

مرزائیوں کی تعداد

فریب بہت جلد کھل جاتا ہے، جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اب مرزا جی اعلان دیتے ہیں کہ ہر مقام کے مرزائی اپنی صحیح تعداد لکھ کر بھیجیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مرزا جی کو اپنے چیلوں کی تعداد معلوم نہیں۔ اگر یہی بات ہے تو تقریباً دو لاکھ کی تعداد کیوں کر لکھ دی۔ اس اعلان میں کوئی چال ہے جو بہت جلد کھل جائے گی۔ ان شاء الله تعالی

غیر ممکن ہے کہ مرزا جی کے پاس کوئی خانگی رجسٹر نہ ہو۔ پچھلے سال الحکم میں بیعت کے کالم کا چھپنا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ رجسٹر سے نقل ہو کر مرزائیوں کے نام مشتہر ہوتے تھے۔ جب شوکت اللہ نے متنبہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ایک ایک نام مکرر سہ کرر بلکہ چوکرر شائع ہوتا ہے، تو بیعت کا کالم ہی ختم کر دیا۔۔۔ اور اگر درحقیقت کوئی رجسٹر نہیں تو بیعت کا کالم بالضرور تصنیف ہو کر چھپتا تھا۔

یہ بھی تجربہ ہو چکا ہے کہ قادیان میں کوئی شخص بطور سیر یا مداری کا تماشا دیکھنے کو بھی جاتا ہے، تو اس کا نام فوراً بیعت کے کالم میں مشتہر کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص مرزا جی کے نام خط بھی بھیجتا ہے تو مریدوں اور عقیدت مندوں میں شمار ہو کر اس کو بھی تشہیر کر دیا جاتا ہے۔ آخر دو لاکھ کچھ ہوتے بھی ہیں۔ مرزا جی نے شائد قادیان میں بیری کے درخت پر لاکھ دیکھی ہے، یا حرم سرا میں کسی عورت کو لاکھا جمائے دیکھا ہے، لہٰذا اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے وہی ان کی زبان پر ہے۔ اڈیٹر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔ اپریل ۱۹۰۳ء۔ ص ۷)

مرزائیوں سے سوال وجواب

اٹاوہ کے مرزائیوں سے محمد تفضّل حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ اٹاوہ نے سوال کیا تھا کہ یا تو آپ مجھ سے حضرت امام مہدی کے قبل قیامت آنے اور حضرت عیسیٰ کے نزول فرمانے کی سند صحاح ستہ سے لیں یا آپ صحاح ستہ سے مرزا صاحب کے امام معہود اور مسیح موعود ہونے کی سند دیں، مگر حدیث کی سند کے سوا اور کچھ نہ ہو،۔اس صورت میں یا تو میں مرزا جی کا مرید ہو جاؤ نگا یا آپ کو مرزائی عقیدہ سے تائب ہونا پڑیگا۔،

اس کے جواب میں دیوان جی عبدالمجید صاحب جو بڑے گاڑھے مرزائی ہیں، جواب دیتے ہیں کہ آپ حدیث سے سند مانگتے ہیں، قرآن مجید سے بالکل منکر ہو بیٹھے۔

جواب تو مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے پاس کچھ ہے نہیں، لہذا سوال از آسمان جواب از ریسمان پرٹالتے ہیں۔حدیث سے اس لئے سند مانگی جاتی ہے کہ مرزا جی یکسر الصلیب و یقتل الخنا زیر ۔ الحد یث کو اپنے عیسیٰ معہود اور مہدی موعود ہونے کی سند بتاتے ہیں، اور پچھلے دنوں ان کا یہ تمغہ مرزائی اخبار الحکم کی لوح پر ثبت بھی تھا۔ بھلا قرآن میں عیسیٰ اور مہدی کے آنے کا ذکر کہاں ہے۔ جب کہ تم نے قرآن کے خلاف دعویٰ کیا ہے، تو منکر قرآن تم ہوئے یا کوئی اور۔ رہا یہ دعویٰ کہ مسیح چونکہ دنیا میں فوت ہو گئے، لہذا میں مسیح ہوں، ایسا ہی ہے جیسا بدھوا فقیر کہے کہ فلاں متوفی بادشاہ کا میں جانشین ہوں۔

حدیث کے موافق تو مسلّمہ مہدی وہی ہوگا جو صلیب کو توڑے گا، اور سوروں کو قتل یعنی جہاد کرے گا۔ حالانکہ مرزا جی کو جہاد کے نام تک سے لرزہ چڑھتا ہے۔ اور وہ خونی مہدی کو بظاہر بہت ہی برا بتاتے ہیں اور گور نمنٹ میں میموریل بھیجتے ہیں کہ میں خونی مہدی نہیں، خدا کے لئے مجھ پر نظر عنایت رکھئے۔ میں تو اسلامی جہاد اور یورپی جہاد دونوں کا منکر ہوں۔ پھر فرمایئے حدیث آپ پر کیونکر منطبق ہوئی اور آپ کیونکر مسیح موعود ہوئے۔ پس آپ سے تفضّل حسین صاحب نے اس لئے حدیث طلب کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آپ حدیث کو مانتے ہیں نہ قرآن کو۔ اور اگر مانتے تو خاتم النبیین کے بعد ہی نبی کیوں بنتے اور بناتے۔ یہ سب حیلے اور حوالے ہیں۔ ہاں تاویل کرنے میں بڑے بہادر ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ایسا کون سا کلام ہے جس کی تاویل نہ ہو

سکے۔خدا تعالی نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کلام مجید میں یحرفون الکلم عن مواضعه فرمایا ہے کہ کلمات کو اپنے اصلی معنی سے پھیرتے ہیں یعنی تاویل کرتے ہیں۔لیکن مرزا جی کو تو تاویل کرنی بھی نہیں آتی ۔وہ تو مکھیوں کے پھانسنے کو مکڑی کی طرح جالا پورتے ہیں جو ہوا میں اڑ جاتا ہے۔آریا اور عیسائی مرزا جی سے بہتر تاویل کر سکتے ہیں۔

مرزا جی کا نبض شناس اور رگ پٹھے سے واقف تو صرف شوکت اللہ ہے کہ تمام مرزائی سر سے سر جوڑ کر جواب دینا چاہتے ہیں مگر منہ پر مہر لگ جاتی ہے اور ناطقہ بند ہو جاتا۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم و ۸۔اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۳۔۱۴۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۷۔۸)

مرزا جی کا انعامی قصیدہ اور ان کے مخالفین کے اعتراضات

از ابو محمد جمال الدین ڈاکٹر پنشن یافتہ مالک نیو میڈیکل ہال۔پشاور

ضمیمہ شحنہ ہند و پیسہ اخبار و دیگر اشتہارات وغیرہ سے ذیل میں اعتراضات درج کئے جاتے ہیں تاکہ جو جوابات مرزا جی کی طرف سے پیش ہوں ان کو پبلک جان کر فیصلہ کر سکے۔

۱۔ قصیدہ کے فصیح ہونے کی تصدیق کسی عالم ادیب سے کرائی جاوئے۔

۲۔ایک مجلس میں مرزا جی اپنے قصیدہ کی صرفی ،نحوی ،عروضی غلطیوں کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیں۔

۳۔جبکہ علماء نے مرزا صاحب کے رسالہ وساوس و اعجاز مسیح وغیرہ میں بکثرت نکال کر پیش کیں اور ضمیمہ شحنہ ہند میں تو مرزا صاحب کی نظم و نثر عربی و فارسی و اردو میں جو اصلاحیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں،ان کو زمانہ جانتا ہے،مگر مرزا صاحب کی طرف سے آج تک کوئی جواب نہیں ہوا۔پس ایسے غلط نویس کی نسبت کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اس نے ۵ دن میں ۹۰ صفحہ کا قصیدہ لکھ ڈالا ہو۔لہذا سید محمد علی حسن صاحب نظامی دہلوی کے مقابل بیٹھ کر مرزا جی عربی میں قصیدہ لکھیں۔پھر دونوں صاحبوں کے قصیدوں کی جانچ ایک کمیٹی کرے۔

۴۔مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب سے ایک مجلس میں عربی تحریری گفتگو کر لیں اس کے بعد دونوں کی تحریریں دو شخصوں کے سامنے جانچ اور فیصلہ کے لئے پیش ہوں۔وہ دونوں شخص مسلمہ فریقین ہوں۔

۵۔مرزا صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کی عربی تفسیر کے مقابل لکھ کر بلا میعاد جب تک چاہیں پیش کریں۔

۶۔مولوی فاضل کا امتحان ہی آئندہ اپریل میں پاس کرلیں تو مرزا جی کی لیاقت معلوم ہو جاوے۔

۷۔حاجی یونس خان صاحب رئیس دتاؤلی کی کتاب تحفہ احباب کے مقابل کتاب لکھیں تو حاجی صاحب موصوف انعام بھی دیں گے، یا ان کی غزل مندرجہ اخبار شحنہ ہند کے مقابل غزل لکھیں۔

۸۔حاجی یونس خاں صاحب رئیس دتاؤلی نے لکھا ہے کہ میرے نام قصیدہ بھیج دو، تو پہنچنے کی تاریخ سے بیس روز کے اندر اس سے عمدہ قصیدہ لکھ کر پیش کرونگا۔

۹۔جبکہ فتح ونصرت کا وعدہ اللہ تعالی نے مرزا صاحب سے کر دیا ہے اور مخالفین کے علم سلب کر لئے ہیں تو پھر مرزا جی بالمقابل تفسیر نویسی یا قصیدہ گوئی سے کیوں اعراض کرتے ہیں۔اور پیر مہر علی شاہ صاحب کے سامنے باوجود وعدہ کرنے کے کیوں تشریف نہ لائے۔

۱۰۔فیضی کی بے نقط تفسیر کے مقابل صرف ایک ہی صفحہ لکھ کر دکھائیں اور تمام مرزائی مل جائیں۔

۱۱۔کبھی کسی نبی نے قصیدہ بازی کو معجزہ بتایا ہو، تو اس کا نشان ہو۔

۱۲۔جبکہ الہ تعالی نے وما علمناه الشعر و ما ينبغي له قرآن مجید میں فرمایا ہے، یعنی ہم نے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔ایسے مکروفن میں کسی نبی کا مبتلا ہونا خصوصاً بروزی محمد کا نعوذ باللہ کب ممکن ہے۔انوکھے پیغمبر کے انوکھے معجزے۔

۱۳۔جبکہ اس قصیدہ میں مسلمانوں کی توہین اور کذب وافتراء ہے اور ایسے شاعروں کے واسطے اللہ تعالی نے و الشعراء يتبعهم الغاوون فرمایا ہے، تو یہ معجزہ کیونکر ہوسکتا ہے۔

۱۴۔شاعری تو ظاہر ہے کہ معجزہ نہیں ہوسکتی۔ہاں قرآن مجید بطور معجزہ مثل حفظ کے سنادیں تو البتہ معجزہ ہے۔اور بروزی محمد کے بہت مناسب ہے کیونکہ پہلے جب تشریف لائے تھے تو قرآن حفظ تھا۔دوبارہ (نعوذ باللہ) بشکل مرزا تشریف لائیں تو قرآن تک سینہ سے محو ہو جائے۔حالانکہ مرزا جی کا دعوی ہے کہ میں ان تمام اوصاف کے ساتھ آیا ہوں۔پس قرآن کا حفظ نہ ہونا مرزا جی کے واسطے بڑی شرم ہے۔

۱۵۔ ۲۰ روز کے بعد اگر کوئی اللہ کا بندہ مرزا جی کے قصیدہ سے اچھا لکھ تو بقول مرزا جی ان کا قصیدہ معجزہ نہ

رہے گا۔

۱۶۔جبکہ بموجب قرآن شریف تمام نبی اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ فرماتے تھے تو برعکس اس کے مرزا جی اردو زبان چھوڑ کر عربی میں کیوں تحدی کرتے ہیں۔

۱۷۔جبکہ مرزا جی کا کلام اور اللہ تعالیٰ کا کلام دونوں تحدی کرتے ہیں تو مرزا جی کا کلام بھی قرآن ہو گیا، اور اگر مرزا جی کا کلام قرآن کے درجہ پر نہیں، تو اعجاز نہیں ہوسکتا۔

ان کے سوا اور بھی اعتراضات دیکھنے میں آئے جو بخوف طوالت نہیں لکھے۔

مرزا جی نے اب تک ان کے کچھ جواب نہیں دیئے۔ ہاں ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں مرزا جی کے مفتی محمد احسن صاحب امروہی نے بعض اعتراضوں کے عجیب وغریب جواب لکھے ہیں۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے واسطے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر اور بھی ان کی طرف سے جواب ہوئے تو ضمیمہ میں طبع ہوتے رہیں گے تاکہ ناظرین کو یکجا فریقین کے دلائل دیکھنے کا موقع ملے۔

نمبر ۵ کی نسبت طول وطویل عبارت میں یہ مطلب لکھا ہے:

مرزا جی عوام وخواص کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور عوام فصاحت و بلاغت کو سمجھتے ہیں ۔لہٰذا ۲۰ دن کی میعاد سے عوام کو تسکین ہو جائے گی کہ کسی نے بالمقابل قصیدہ نہیں لکھا۔

مگر اس جواب میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ قرآن مجید بھی تو خاص عام کے واسطے آیا۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ مصلحت نہ سوجھی جو مرزا صاحب کو سوجھی۔ ضرور بیس پچیس روز کی میعاد قرآن مجید کی تحدی کے واسطے مقرر کرنا تھی، یا خدا کی خدائی میں ایسے گمراہی کے حریص موجود نہ ہوں گے جن کی رعائت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی۔ ایسے عوام تقدیر سے مرزا جی ہی کی مریدی کیواسطے منتخب کئے گئے جن کی روک تھام کے واسطے طرح طرح کی شعبدہ بازیاں اور شب وروز کی جانفشانیاں اور مختلف قسم کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ امروہی صاحب یہ کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تحدی میں انعام کی قید نہ لگائی تھی اس لئے میعاد کی ضرورت نہ تھی یہاں مرزا جی نے انعام مقرر کیا تھا پس اس کے بچانے کی غرض سے یہ ۲۰ روز کی شرط لگائی گئی ہے۔ یہ جواب بھی اگرچہ غلط ہے مگر بادی النظر میں ایک وجہ سے صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح الزام نمبر ٦ کی نسبت امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ

اس آیت (وما ارسلنا من نبی الا بلسان) میں انبیاء سابقین مراد ہیں۔ آنحضرت ﷺ اوران کے خلفاء راشدین ومرزا جی مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ ایک خاص قوم کے واسطے نہیں ہیں بلکہ کافۃ للناس کے واسطے آئے ہیں۔ چنانچہ مرزا جی نے اردو فارسی عربی تینوں زبانوں میں تحدی کی ہے۔،

یہ تفسیر آیت شریفہ کی تفسیر بالرائے ہے جس کو پیغمبر خدا ﷺ نے کفر فرمایا ہے۔ امروہی صاحب کی ایسی رائے کو مسلمان کب تسلیم کرنے لگے۔ ہاں مرزائیوں کے مفتی امروہی صاحب کی اس تفسیر کے بموجب مرزا جی کا دعوی ہی جڑ سے اکھڑ گیا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اوران کے خلفاء تمام دنیا کی زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔ البتہ مرزا جی خود مستثنیٰ بن جاویں تو ان کی خوشی ہے، مگر وہ تو خود مابہ النزاع ہیں۔ لہذا مسلمان بحکم حدیث لا نبی بعدی مدعی نبوت کو ان تیس شخصوں میں شمار کرتے ہیں جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ اور اگر مرزا جی کی خاطر ہم مرزا جی کو مستثنیٰ مان بھی لیں تو پھر اردو فارسی عربی کے حصر کو نہیں مان سکتے کیونکہ مرزا جی تو بزعم خود تمام خلق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ پس تمام دنیا کی زبانوں میں تحدی کرنا لاحاصل۔ اس زمانہ میں تو انگریزی زبان سب سے زیادہ بولی جاتی ہے، لہذا انگریزی میں تحدی کرنا بہت ہی مناسب ہے کیونکہ مرزا جی نے انگریزی میں ماہوار رسالہ بھی جاری فرمایا ہے اس سے ناواقف ہونا بڑے اعتراض کا مقام ہے۔ بہرحال محمد احسن امروہی صاحب کی بنائی ہوئی کوئی بات نہ بنی بلکہ اور بگڑ گئی۔

اسی طرح الزام نمبر ۷ا کے جواب میں محمد احسن امروہی صاحب نے جو کچھ کہا ہے ہم اس کا خلاصہ یہاں لکھتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد:

جبکہ بحکم قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی کلمات رب نامتناہی ہیں اور قرآن مجید متناہی ہے، لہذا قرآن کے حقائق ومعارف والہامات مطہرین ومقربین سب کلمات رب ہیں۔ پس مرزا جی کی تصانیف (نعوذ باللہ) عین قرآن ہیں۔ نہ قرآن مجید کی مثل کوئی لاسکتا ہے۔ نہ مرزا قادیانی کی تصانیف کی۔،

ناظرین! کیا کوئی فرقہ اسلام میں اب تک ایسا پیدا ہوا ہے جس نے قول بشر کو عین قرآن کہا ہو؟ اللہ تعالی نے صرف قرآن مجید ہی کی مثل لانے کی تحدی فرمائی ہے۔ نہ کہ اپنے تمام کلمات نامتناہی کی، نہ توریت و انجیل کی، جو بالاتفاق کلام الٰہی ہیں۔ پس مرزا جی کے کلام کو کلام الٰہی کہنے سے بھی مطلب براری نہیں ہوتی۔ یہ ہیں جوابات امروہی صاحب کے جو اپنی جماعت کے لاجواب مفتی و مناظر و مصنف کتب ہیں۔ کیا عجب ہے کہ بعد رفع تفکرات مقدمہ مرزا جی خود ہی ان اعتراضات کے جواب مدلل لکھ کر شائقین کو محظوظ کریں کیونکہ قصیدہ کی بحث جب کہی خود مرزا جی ہی نے چھیڑی تو اعتراضوں کے جواب دینا بھی ان پر لازم ہے

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۵۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ا تا ۳)

اڈیٹر: ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ مرزا جی دس ہزار پانچ ہزار روپیہ امرتسر یا لاہور میں جمع کرا دیں اور جوابی قصیدہ لیں۔ رہے شحنہ کے اعتراضات، نہ تو مرزا جی اور ان کے تمام حواریوں سے آج تک بن پڑے نہ تا بزیست بن پڑیں۔ ان شاء اللہ۔ امروہی صاحب جو گھر سے فالتو ہیں کچی باندھ کر دو مرتبہ میدان میں اترے مگر ...چاروں شانے چت۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۵۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳)

عیسی موعود اور اتباع کتاب وسنت

کرزن گزٹ میں کسی صاحب نے لکھا تھا کہ عیسی موعود جب تشریف لائیں گے تو کتاب وسنت کو مقدم کریں گے یعنی ان کا اتباع کریں گے۔ اڈیٹر الحکم بہت خوش ہو کر اور بغلیں بجا کر لکھتا ہے کہ

اس صورت میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دعاوی کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔

چہ خوش! الحکم کی تحریر سے کیا یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو شخص متبع کتاب وسنت ہے وہ مسیح موعود ہے۔ اس صورت میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان مسیح موعود نکل آئیں گے، کیونکہ سب متبع کتاب وسنت ہیں اور علماء اہل سنت و جماعت، تو تمام و کمال مسیح موعود ہوں گے کیونکہ وہ خود بھی متبع کتاب وسنت ہیں اور مسلمانوں کو بھی اتباع کتاب وسنت کی رات دن ہدایت کرتے ہیں، مرزا جی کا کوئی سرخاب کا پر نہ رہا۔

پھر متبع کتاب وسنت ہونا نرا دعوی ہی دعوی اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے، یا اس کی کوئی واقعیت بھی

ہے۔کتاب وسنت نے عیسی علیہ السلام اوران کی ماں بی بی مریم کی معصومیت کی تصدیق کی۔مرزاجی جواپنے کو مثیل المسیح بتاتے ہیں ان کو گالیاں دیتے ہیں۔کتاب وسنت نے مسلمانوں پر حج کعبہ فرض کیا،مرزاجی اس کو منسوخ کر کے مسلمانوں پر بجائے مکہ کے اپنی دارالامان قادیان کا حج فرض کرتے ہیں۔کتاب وسنت نے تصویرکوحرام کیا،مرزاجی اس کواپنی بعثت کی اشاعت کا بڑا آلہ قرار دیتے ہیں۔

مرزائی ہمیشہ ناواقف مسلمانوں کو یہی دھوکا دیتے ہیں کہ اگرعیسی کوئی نئی شریعت لائیں گے،تو آنحضرتﷺ خاتم الانبیاءنہیں رہتے اوراسلامی شریعت کا نسخ لازم آتا ہے،اوراگرشریعت محمدی یعنی کتاب و سنت کے متبع ہوکرآئیں گے،توچونکہ وہ باوصف متبع کتاب وسنت ہونے کے نبی ہوں گےلہذااس سے ایک تو بعدختم رسالت قیامت تک انبیاءکانازل ہونا ثابت ہوا،جومرزاجی کادعوی ہے۔

دوم،مرزاجی بھی بظاہراپنےکومتبع کتاب وسنت اور بروزی نبی اورمسیح موعود بتاتے ہیں،پس وہ ٹھیک فرمائشی نبی بھی ہوئے اور چھیلے چھلائےموعودبھی۔

شق ثانی کو ہم باطل کر چکے۔شق اول کی نسبت گذارش ہے کہ مرزاجی کا وہ حال ہے جس طرح ولایتی تھیٹریاہندی تماشے میں ایک مسخرہ برآمد ہوتا ہےجس کا آدھا منہ کالااورآدھا سفید ہوتا ہے،یا آدھا چہرہ مردکااورآدھاچہرہ عورت کاہوتاہے۔اگرمرزاجی سےتصویروغیرہ کی اباحت بلکہ فرضیت کی وجہ پوچھی جاتی ہے، تو آپ کہتے ہیں کہ میں مجدد(موجدشریعت جدیدہ)ہوں اوروہ تاویلیں گھڑتے ہیں کہ خردجال بھی سنےتو دم اٹھا کر لید کرنے لگےاور پیشاب کی دھار مارنے لگے۔اور جب ان کے مطلب کی کوئی حدیث نکل آتی ہےتو متبع کتاب وسنت بن جاتے ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ مرزاجی کبھی توامتی بن جاتے ہیں اورکبھی مستقل نبی بلکہ خاتم الخلفاء(خاتم الانبیاء)۔مرزاجی کا..بالکل شترمرغ کا سا حال ہےجس کی نسبت مولانا روم فرماتے ہیں

گر نہی بارش بگوید طائرم
در پر گوئش گوید اشترم

یعنی اگرتو شترمرغ سے یہ کہے گا کہ بوجھ اٹھا،تو وہ جواب دے گا کہ میں تو پرندہ ہوں اور پرندوں پر کوئی بوجھ نہیں لادتا۔اوراگرتو کہے گا کہ اڑ،تو وہ جواب دے گا کہ میں اونٹ ہوں اوراونٹ اڑنہیں سکتا۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔اپریل ۱۹۰۳ءنمبر ۱۵۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۴۔۵)

وحی بے معنی الہام

مرزا جی کے الہامات کا بدون اصلاح مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) شائع ہونا خود آسمانی باپ کی ناراضی کا باعث ہے۔اس نے بھی شوکت اللہ کو مجدد مان لیا ہے۔باپ کا خلاف کرنا خلف کا تو کام نہیں،مرزا جی ہی بتائیں کہ کس کا کام ہے۔...تازہ الہامات تو اب شاذ و نادر ہی شائع ہوتے ہیں،ہاں پرانے باسی تباسی گلے سڑے الہامات کسی مٹکے سے،جس میں طاعونی چوہے رہتے ہوں،نکل آتے ہیں۔۹ جنوری ۱۹۰۳ء کی شب کو آسمانی باپ نے مندرجہ ذیل الہام وارد کیا تھا

قد جر ت عا دۃ اللہ انہ لا ینفع ا لا موا ت ا لا الد عا

یعنی خدا کی عادت اس امر پر جاری ہے کہ اموات کو بجز دعا کے کوئی شئے نفع نہیں دیتی۔

موتوں کو یعنی مردوں کو نفع دینا آج ہی سنا۔موت کا نفع تو اس میں ہے کہ موتیں زیادہ ہوں۔دنیا میں تو موت کے لئے کوئی نفع ہے نہیں البتہ اگر اموات کے اعمال اچھے ہیں تو عاقبت میں نفع مل سکتا ہے۔مگر اس الہام سے مرزا جی کا یہ مطلب نہیں،ان کا مطلب تو طاعونی اموات ہیں کہ ان کو نفع صرف لیپا لک کی دعا سے ہو گا۔یعنی دعا سے موتیں زیادہ ہوں گی اور طاعون زیادہ پھیلے گا کیونکہ وہ لیپا لک کی لینڈوری بلکہ باڈی گارڈ ہے۔افسوس ہے یہ بھی لیاقت نہیں کہ نفع الاموات ترکیب جائز ہے یا ناجائز۔اب مجدد (احمد حسن شوکت) کی اصلاح غور سے ملاحظہ فرمایئے :

قد جر ت عا دۃ اللہ انہ لا ینفع النا س فی الا مراض السا ر یۃ ا لا الد عا

یعنی خدا تعالی کی عادت اس پر جاری ہے کہ انسانوں کو امراض وبائیہ میں صالحوں اور مومنوں کی دعا کے سوا کوئی شئے نفع نہیں دیتی۔

اب آپ (یعنی مرزا قادیانی) جیسے کچھ صالح اور مومن یعنی توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والے ہیں، عیاں را چہ بیان۔خدائے تعالی کی عادت بے شک اس امر پر جاری ہے کہ جب دنیا میں جھوٹ فریب مکاری

عیاری جعل وغیرہ بداعمالیاں پھیلتی ہیں، اور خدا تعالی کے احکام کی مخالفت اور اس کے برگزیدہ رسولوں کا انکار کیا جاتا ہے، تو طرح طرح کے عذاب وبائیں وغیرہ نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ اب یہی زمانہ ہے کہ جھوٹے نبی اور جعلی مہدی پیدا ہورہے ہیں، اور خدا تعالی اور اس کے رسول کے احکام کو مسخ اور نسخ کررہے ہیں، اور لوگوں کو خدا اور رسول کی جانب سے پھیر کر اپنا بندہ بنا رہے ہیں، تو پھر طاعون نہ پھیلے تو کیا ہو۔

ہم سچ کہتے ہیں اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ مرزا جی کی بداعمالیوں اور خلاف قدرت وفطرت دعوی کرنے سے طاعون آیا ہے۔ اور ہم پر الہام ہو چکا ہے کہ جب تک مرزا قادیانی زندہ ہے، ہندوستان سے طاعون ہرگز رفع نہ ہوگا اور اس کے مرتے ہی تمام مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۵۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۵)

ایمان کو چھپاؤ

۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں:

ایمان اس وقت تک ایمان ہے جب تک اس میں کوئی پہلو اخفاء کا بھی ہو۔ لیکن جب بالکل پردہ بر انداز ہو تو ایمان نہیں رہتا۔ وغیرہ۔،

یہ کلام بالکل مہمل اور خرافانہ ہے۔ دعوی تو یہ ہے کہ ایمان کے لئے اخفاء ضرور ہے اور دلیل یہ فرماتے ہیں کہ:

اگر خدا یا اس کا نشان ایسا کھلا ہوا ہو جیسے سورج تو پھر ایمان کیا رہا۔،

کیا خدا یا اس کا نشان عین ایمان اور تصدیق ہے۔ ایمان اور تصدیق تو انسان کا فعل ہے، اور اپنا اور اپنی قدرت کا نشان دکھلانا خدا تعالی کا فعل ہے۔ آپ نے دونوں کو گڈمڈ کر دیا۔ کیا کسی نبی اور ولی نے ایسی ہدایت کی ہے کہ ایمان میں اخفاء کے پہلو کا ہونا ضرور ہے، یعنی مومن کو منافق بھی بننا چاہیے، اور ظاہر کچھ اور باطن کچھ جس کی قرآن میں مذمت ہے، بلکہ منافقین کے لئے سخت وعید ہے کہ ان المنافقين فی الدرك الا سفل من النار۔

کیا انبیاء کرام نے اپنے ایمان کو چھپایا ہے۔ اگر انبیاء کرام اپنے ایمان کو چھپاتے تو دنیا میں کوئی مومن نظر نہ آتا۔

اگر یہ مراد ہے کہ خدا تعالی بندوں کے ایمان لانے کے واسطے اپنے نشان مخفی رکھتا ہے، تو ایمان لانا محال ہو جائے گا۔ خدا تعالی کا کوئی نشان چھپا ہوانہیں۔ وہ ہر شئے میں یوں عیاں ہے جیسے ذرے میں آفتاب اور قطرے میں دریا۔ اس کی شان نحن اقرب اليه من حبل الوريد، اس کی صفت و فی انفسکم افلا تبصرو ن۔ مگر وہ اندھوں کو کیوں نظر آنے لگا۔ خصوصاً ان کور باطنوں کو جو اس کے نشانات اور اس کے برگزیدہ انبیاء کے معجزات اور احکام کو مٹانا چاہتے ہیں۔

خدا تعالی اگر اپنے نشانات چھپاتا اور اپنے او پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے تو تکلیف مالا یطاق اور طلب مجہول مطلق پر مجبور کرتا ہے، کیونکہ جب ہم نے نہ اس کا کوئی نشان قدرت مشاہدہ کیا تو کس شئے پر ایمان لائیں۔ حالانکہ تصدیق کے لئے تعین مصدق بہ ضرور ہے۔

یہ کہنا کہ خدا تعالی تو موجود ہے مگر اپنے نشان ظاہر نہیں کرتا، یہ معنی رکھتا ہے کہ آفتاب تو موجود ہے مگر اپنی روشنی نہیں ڈالتا۔ ہاں مادر زاد اندھے نہ صرف روشنی بلکہ خود آفتاب کے وجود سے انکار کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے نہ آفتاب دیکھا، نہ اس کی روشنی۔

یہ پیش بندیاں اور معذوریاں صرف اس لئے ہیں کہ مرزا جی ہر طرح ہیٹے ہیں کہ اپنی بروزی نبوت کی کوئی محسوس علامت تو کیا دکھاتے، کوئی زبانی یا تحریری دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔ لہذا اپنے نوگرفتاروں کو الو بنانے اور ان سے اپنا الو سیدھا کرنے کو کہتے ہیں کہ ایمان کے لئے اخفاء ضرور ہے۔ یعنی جس طرح میں اپنا ایمان چھپائے ہوئے بلکہ نگلے ہوئے ہوں، کہ بظاہر نبی بن گیا ہوں اور کانشنس کے خلاف کارروائی کر رہا ہوں، اسی طرح تم بھی ایمان کو نگلو اور میری جعلی نبوت کی ڈونڈی پیٹو۔ اور اگر کوئی علامت یا دلیل مانگے تو کہد و کہ ایمان کے لئے اخفاء ضرور ہے۔

کیا کوئی نبی ایسا کر سکتا ہے کہ خدا تعالی کا جو نشان اس نے دیکھا ہے اور وہ اس پر ایمان لایا ہے تو اس نشان کو یا اپنے ایمان کو چھپائے۔ مگر اس صورت میں کون اس کو نبی تسلیم کرے گا اور وہ کیونکر اپنی نبوت کی تبلیغ کر

سکے گا۔ ایمان ایک نعمت الٰہی ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے و اما بنعمة ربك فحدث یعنی اے محمد اپنے رب کی عطا کی ہوئی نعمت کا بار بار ذکر کر۔ اور انا اول المسلمین ۔یعنی کہہ دے اے محمد کہ سب سے پہلا مسلمان میں ہوں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! کیا صداقت ہے اور کیا صفائی ہے اور نئے نبی مرزا جی کہتے ہیں کہ انا خاتم الخلفاء یعنی انا افضل الانبیاء اگر مرزا جی یہ کہیں کہ انا اول المسلمین تو ان کی نبوت دو کوڑی کی ہو جائے، کیونکہ وہ عام مسلمانوں میں داخل ہو جائیں۔ بھلا نبی مسلمان کیوں ہونے لگا، وہ تو خدا کا لیپا لک ہوتا ہے۔ اگر خدا مسلمان ہو، تو نبی یعنی اس کا بیٹا بھی مسلمان۔ کیونکہ جیسا باپ ہوگا ویسا ہی اس کا نطفہ بھی ہوگا۔ لیپا لک مرزا قادیانی کا باپ تو نہ ہندو ہے، نہ مسلمان ہے، تو مرزا جی کیوں مسلمان ہونے لگے اور دوغلہ بن کر کیوں اپنے خاندان الوہیت کو داغ لگانے لگے۔ مرزا جی کو تو مسلمان کیا معنی، بشر کہنا بھی تبنیت کی بڑی بھاری توہین ہے کیونکہ اون کا باپ جس طرح مسلمان نہیں اسی طرح بشر بھی نہیں۔ بشریت تو پیغمبر علیہ السلام کی صفت ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ یعنی کہدے اے محمد کہ میں ایسا ہی بشر ہوں جیسے تم ہو، مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ۔دیکھو اس کلمہ توحید و رسالت میں پہلے عبد کا لفظ ہے اور پھر رسول کا۔ بھلا مرزا جی عبد کیوں بننے لگے، وہ تو خدا کے بیٹے ہیں۔ باپ معبود ہے تو بیٹا بھی معبود ہوگا، نہ کہ عبد۔ اگر اس کلیہ میں شک ہو تو عیسائیوں سے تصدیق کرا لو۔

اگر مرزا جی کا ایمان آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ہوتا تو وہ کبھی نبی نہ بنتے، اور اگر وہ اپنی ہوائے نفس کو معبود بتاتے، تو معبود برحق اور اس کے آثار کا کبھی انکار نہ کرتے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر دنیا میں بھیجا اور بذریعہ قرآن مجید کے دین اسلام کو کامل کیا جس کو مرزا جی ناقص بتاتے ہیں۔ خود قرآن خدائے تعالیٰ کی الوہیت اور قدرت کاملہ کا اعلیٰ نشان ہے۔ پس ہم حلفاً کہتے ہیں کہ مرزا جی تو یہ چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وقعت دنیا کے دلوں سے مٹا دیں، اور اپنی نبوت بلکہ تبنیت کا ڈنکہ بجا دیں۔ تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا جی نے جو امام الزمان اور خاتم الخلفاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تو کیا اس کا یہی مطلب نہیں کہ تمام انبیاء کو بھول جاؤ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے وہ ملحد ہے، کافر ہے، واجب القتل ہے۔ پس اخباروں اور رسالوں میں حدیث وقرآن کی باتیں دکھانا اور شہ نشین میں بیٹھ کر روزانہ

تقوی اور طہارت کی ڈینگیں مارنا، سادہ لوحوں کو دام تزویر میں لانا، سراسر منافقانہ حرکات ہیں۔

مرزا جی تو نہ خدا کو مانتے ہیں نہ رسول کو۔ انہوں نے تو صرف ہوائے نفس کو معبود بنالیا ہے۔ صدق اللہ تعالی افر أیت من اتخذ الهه هوا ہ۔ مگر یاد رہے کہ یہ مکر و فریب اور عیش و عشرت کے اللّے تللّے چند روزہ ہیں۔ زعفرانی حلوے اور ریگ ماہی اور سقنقور ملی ہوئی یاقوتیاں بہت جلد شجرۃ الزقوم سے بدل جائیں گی اور کہا جائے گا کہ ذق انك انت العزیز الكریم۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء۔ ص ۵۔۷)

مرزا جی کے عیسی مسیح یوذ اسف کی قبر سری نگر کشمیر میں

رسالہ ترقی لاہور کا مسیحی نامہ نگار، جو سری نگر کشمیر میں تھا، ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ء کو مرزا جی کے مزعوم عیسی کی قبر دیکھنے گیا، جو درحقیقت کسی ولی کی قبر ہے۔ اور مندرجہ ذیل مضمون رسالہ ترقی میں دیا:

یہ قبر خاص سری نگر محلّہ خان یار میں واقع ہے جو جامع مسجد سے تقریباً نصف میل اور شاہ عبدالقادر پیر دستگیر کی زیارت سے پاؤ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہمیں اس مقبرے کے ڈھونڈنے میں بہت دقت پیش آئی کیونکہ شہر کے لوگ اس سے بہت کم واقف ہیں۔ آخر کار ایک منشی نے جس نے قبر یوذ اسف کا ذکر سنا تھا ہمیں اس کا نشان دیا اور یہ ہدایت کی کہ آپ لوگوں سے روضہ صاحب کا پتہ پوچھیں۔ معلوم ہوا کہ گرد و نواح میں یہ قبر اسی نام سے مشہور ہے۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے، عمارت کی کرسی پتھروں کی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر کسی دوسری پرانی عمارت سے نکال کر لگائے گئے ہیں جیسا کہ کہیں ان پر کی نقاشی سے معلوم ہوتا ہے۔ سری نگر کی کئی اور عمارات کا بھی یہی حال ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں ہندوؤں کی عمارتوں کے مصالحہ سے جو شائد کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت کے وقت مسمار ہوئیں، تعمیر ہوئیں۔ مکان کی حالت اور تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عمر دو برس سے زیادہ نہ ہوگی بلکہ غالباً اس سے بھی کم...

یہ مکان باہر سے تقریباً ۳۵ فٹ لمبا اور ۱۴ فٹ چوڑا ہے اور اس کے اندر لکڑی کا جالی دار کٹہرا لگا کر ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کٹہرے کے اندر دو چھوٹی چھوٹی قبروں کے نشان ہیں۔

یہاں چونکہ کوئی مجاور موجود نہ تھا۔ ہم نے ہمسایہ کے کئی آدمیوں کو بلوایا اور ایک ضعیف العمر آدمی سے دریافت کیا کہ یہ قبریں کن کی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ شمال کی جانب کی قبر، جو دوسری قبر سے ذرا بڑی ہے، یوذ آسف نبی کی ہے اور چھوٹی سید نصیر الدین کی ہے جو ایک پیر تھا جس کی وفات کو کوئی دو سال گزر چکے ہیں۔ مگر یوذ اسف اور اس پیر کا کسی کو بھی کوئی خاص حال معلوم نہ تھا۔ اور الفاظ شاہ زادہ یا عیسیٰ صاحب تو ایک دفعہ بھی ان کی زبان سے نہ نکلے۔ اس لئے یہ بیان کہ ہزار ہا آدمی ہر مذہب وفرقہ کے جوسری نگر واس کے گردونواح میں رہتے ہیں باتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس قبر میں دفن ہے وہ ایک اجنبی شخص تھا جو تقریباً ۱۹۰۰ سال گزرے شام کے دور دراز ملک سے آیا اور اسرائیلی ہی سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام عیسیٰ صاحب اور شاہزادہ نبی مشہور تھا، سراسر بے بنیاد اور مرزا صاحب کی گھڑت ہے۔

میں نے ان لوگوں سے سوال کیا کہ وہ یوذ اسف کو نبی کیوں سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن اور حدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مانے جاتے ہیں اور غالباً یہ بھی ان میں سے ایک ہے جن کے نام لکھے نہیں گئے۔ مگر اس سوال کا کہ جب اس کا کہیں ذکر درج نہیں تو اس کا نام کیونکر معلوم ہوا، کچھ جواب بن نہ آیا۔ مگر انہوں نے بیان کیا کہ اس شخص کی نبوت ایک معجزہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس کی قبر کے پاس پتھر کی ایک سل ہے جس پر بڑے بڑے پاؤں کے نشان ہیں۔ یہ نشان (ان کے بیان کے مطابق) اس وقت جبکہ سید نصیر الدین کو وہاں دفن کیا گیا تو دفعتۃً پیدا ہو گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو پہلے یہاں مدفون تھا پھر اپنی قبر پر آیا ہو گا۔ اور نبی کے سوا کسی کے پاؤں اتنے بڑے کیسے ہو سکتے ہیں۔ میرے ایک دوست کا (جس نے مجھ سے دو سال پہلے اس قبر کو دیکھا تھا) بیان ہے کہ اس سے بعض اشخاص نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ اس نبی کا قد دراصل ستر گز تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ روضہ صاحب کشمیر کے دیگر بے شمار مزارات کی طرح کسی پیر یا ولی کی قبر ہے جس کے نام ونشان کو لوگ بھول گئے اور اس کی نسبت طرح طرح کی حکایات مشہور ہو گئیں۔ بلکہ یہ

لوگ لفظ یوذ آسف سے بھی بالکل مانوس معلوم نہ ہوتے تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے پیرو جو اس پیر کو دیکھنے جاتے رہے ہیں اس نام کو ان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔لیکن اگر بالفرض اسی ولی کا نام یوذ اسف بھی مان لیں تو بھی اس کی کچھ شہادت موجود نہیں کہ یہ یوذ اسف دراصل تاریخی مسیح ہے۔ یہ بات کہ اس قبر پر ایک قدیمی کتبہ درج تھا مگر اب زائل ہو گیا ہے جسے بعض لوگوں نے پڑھا تھا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ کہنا کہ) یہ یسوع مسیح کی قبر ہے، محض بناوٹ ہے۔جس دعوی کو اس قسم کی شہادتوں سے ثابت کرنے کی ضرورت پڑے اس کی حقیقت کی نسبت ناظرین بآسانی فیصلہ کر سکتے ہیں۔کیا یہ ممکن ہے کہ یہ ساری غلط بیانی اور جعلی تاریخی شہادت محض ایک دوائی کے اشتہار دینے کی غرض سے گھڑی گئی ہے جس کا ذکر مرزا صاحب اپنے پرچہ کے آخری صفحہ پر کرتے ہیں جسے مرہم عیسی کا نام دیا گیا ہے اور جواب مرزا صاحب کا ایک شاگرد بیچ رہا ہے، تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب..(آخری چند لفظ پڑھے نہیں جاتے ۔بہاء)

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶۔اپریل ۱۹۰۳ءنمبر ۱۵۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۷۔۸)

ہندوستان میں صدیوں سے جہاد کا نام ونشان نہیں

(محررہ۔ک۔ا۔ از گجرات)

ہم جہاد کے متعلق بعض خود غرض مسلمانوں کی کاروائی تیس سال سے دیکھ رہے ہیں۔ایک نے تو کچھ فائدہ بھی اٹھایا، دوسرے نے بہت کچھ تگ ودو کی، مگر طمع راسہ حرف است ہر سہ تہی، کا مضمون نکلا۔عرصہ بعد چند اور باتیں مل ملا کر اور خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہوا۔تیسرے شخص نے بھی بے فائدہ کوشش کی۔اب انہیں کی تحریک میں سب سے بڑھ کر مرزا صاحب قادیانی کی تحریک ہوئی۔متواتر کئی سال سے ان تمام تحریروں کا لب لباب یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کا ظہور نہ ہوتا تو مسلمان ضرور جہاد کرتے۔اس بے معنی ادعا میں جس قدر مرزا صاحب نے اپنے کو بچایا ہے اسی قدر کروڑوں مسلمانوں کی وفاداری پر دھبہ لگایا ہے، اور یہی پولیٹکل امر ہماری خامہ فرسائی کا باعث ہوا ہے۔

جہاد کی فلاسفی سے ہمارے حکام بخوبی واقف ہیں کہ عدل وانصاف کے سامنے کوئی جوش ابھر نہیں سکتا اور مذہبی آزادی کے ہوتے کسی مذہبی لڑائی کی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر گورنمنٹ انگریزی کاربند ہے، اور جن کی رو سے وہ آج سب سے بڑی اسلامی سلطنت کہلانے کی مستحق ہے۔ اور انہی عاقلانہ تدابیر کا اثر ہے کہ آج تمام ہندوستان میں کوئی ایسا مسلمان نظر نہیں آتا کہ انگریزی گورنمنٹ کے برخلاف جہاد بلکہ معمولی مخالفت کو بھی موزوں جانتا ہو۔ اگر مرزا صاحب قادیانی کی تحریروں میں کچھ صداقت ہے تو اپنے معدودے چند مریدوں کو روکا ہوگا اور وہی گرم جوش جیسا کہ نو مرید ہمیشہ ہوا کرتے ہیں جہاد پر تلے بیٹھے ہوں گے، ورنہ سچ پوچھو تو مسلمانان ہند کی نسبت جہاد کا امکان سراسر بے علمی اور واقعات سے بے خبری ہے۔ وہ جہاد کو صدیوں سے فراموش کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے عروج واقبال کے زمانے میں بھی شاذ و نادر ہی جہاد سے کام لیا ہے۔

تاریخ صاف بتا رہی ہے کہ شہنشاہ بلبن (غیاث الدین بلبن) کے عہد تک اصول اسلام کے مطابق ہندوستان میں کام چلتا رہا اور ضروریات ڈیفنس کے لئے جہاد کا سچا جوش قائم رہا، جس کے سبب سے چنگیزی کفار کے خون خوار جرار لشکروں کو بارہا مار مار کر نکال دیا۔ عہد علائی (علاء الدین خلجی) میں اسی جوش کے بقیہ نے کفار مغلوں کے ٹڈی دلوں کو نواح دہلی سے بھگا کر ہزاروں کو قید کیا۔ اسکے بعد ڈیفنس کی ضرورت نہ رہی کیونکہ ہلاکو خان تو اخیر عمر میں حضرت ابو یعقوب اور محمد خواجہ دربندی قدس اللہ سرّہما کی کرامات محمدیہ دیکھ کر مسلمان ہوگیا تھا، یا اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا، اور اس کا پوتا پڑوتا صوفیائے کرام اور علمائے عظام کی صحبت اور تعلیم کی برکت سے اپنی فوج اور قوم کی تعداد کثیرہ کے ساتھ مسلمان ہوکر ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کیلئے غیر مذاہب کے حملوں کے واسطے سد سکندری ثابت ہوا۔ جنوب اور مشرق میں سمندر اور شمال میں ہمالہ تھا۔ خود ہندوستانی قومیں مسلمان بادشاہوں کے منصفانہ سلوک سے وفاداری کے میدان میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتی تھیں۔ ان بواعث سے کسی خارجی یا داخلی مذہبی یا قومی لڑائی کی ضرورت نہ پڑی، اور سب جہاد کو بھول گئے۔

ہاں سلاطین وامراء کی خود غرضیوں سے بجائے اسلامی اتحاد کے ذاتی فوائد کا خیال پیدا ہوگیا، اور بغاوتوں اور ملکی لڑائیوں کا دور شروع ہوا۔ اور سچا جوش فرو ہوتا گیا۔ سب سے زیادہ عظیم الشان سلطنت مغلوں کی

شمار ہوتی ہے۔گو چاپلوس مورخ مغل بادشاہوں کو غازی مجاہد کے القاب خانہ زاد سے مخاطب کریں، لیکن ان کی تلوار بھی عموماً مسلمانوں کا گلا ہی کاٹتی رہی۔مشہور دین دار سلطان اورنگ زیب نے رانائے اودے پور اور سیوا جی کے خلاف جہاد کا جوش دلانا چاہا، مگر ہندوستان کے مردہ دلوں کو زندہ نہ کر سکا۔ بلکہ حقیقی فرزند محمد اکبر تو رانا سے جا ملا، اور سیوا جی کی سرکوبی کو ہندو سپہ سالار تلاش کرنا پڑا۔

جب اورنگ زیبی گرم جوش عہد میں یہ حال تھا اور اس مدبر اور غیور سلطان کی مآل اندیشی پر عمل نہ ہوا تو آج کون جہاد کرنے والا اور کون کرانے والا ہے۔ یہ سخت ابلہ فریبی اور دغا بازی سے کہا جاتا ہے کہ آج ہندوستان کے مسلمانوں میں جہاد کا جوش ہے۔فضلائے یورپ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاد ایک قومی لڑائی ہے، وہ ہر قوم میں پائی جاتی ہے۔جن وجوہ سے اسلام میں جہاد کی ضرورت ہے، تقریباً انہیں بواعث سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں یہ ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔

آج جہاد کی کوئی وجہ پائی نہیں جاتی۔ ہر طرح امن وامان ہے۔تبلیغ احکام کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ادائے فرائض میں کوئی روک نہیں۔ مذہب اور ننگ و ناموس کو کوئی خطرہ نہیں۔ڈیفنس کے لئے کوئی ضرورت نہیں۔ایسے وقت میں مسلمانوں کو جہاد سے روکنے والا بننا اور گورنمنٹ کو احسان مند بنانا گورنمنٹ انگریزی کے اصول عاقلانہ پر سخت حملہ ہے۔

کیونکہ مرہٹوں نے تمام ہندوستان کو پائمال کر دیا، اسلامی ننگ و ناموس کو خاک میں ملا دیا، مغلوں کے سلطان کو زندہ درگور کر دیا، مگر کسی نے بھی ان حربی کفار کے مقابلہ کے لئے جہاد پر کمر نہ باندھی۔اور بہادر آصف جاہ ثانی کو کسی مسلمان نواب یا رئیس نے مدد نہ دی، حالانکہ اس وقت سینکڑوں بااقتدار امیر موجود تھے۔ آخر احمد شاہ ابدالی کو حمیت آئی اور پانی پت کے مشہور میدان میں داد جہاد دے کر مرہٹوں کی سفا کی سے ہندوستان کو پاک کیا۔گو اس عالی شان فتح سے اسلامی سلطنت کو کچھ فائدہ نہ ہوا، لیکن انگریزی سلطنت کے لئے استقلال کا راستہ نکل آیا جو مسلمانوں کے لئے مرہٹوں وغیرہ کی حکومت سے بدرجہا افضل ہے۔

سکھوں نے خاص اس حصہ پنجاب میں اسلام کی ہر قسم کی توہین کی، جس میں آج مرزا صاحب مسلمانوں کے مجاہدانہ خیالات کی ترمیم کر رہے ہیں۔مگر جب کہ مسجدیں گرتی، قبریں اکھڑتی، فرائض اسلام کی

بندش ہوتی، مشائخ اور علماء قید ہوتے دیکھتے تھے، تو ان کے اجداد میں سے کسی بہادر مرزا کو مذہبی قومی ملکی جوش اور غیرت پیدا نہ ہوئی۔ سکھوں کے برخلاف مولوی اسماعیل صاحب شہید دہلوی نے مذہبی جنگ کا اعلان دیا، مگر پنجابی مسلمان بہت کم شامل ہوئے تھے، بلکہ مجاہدین کی فوج پر گولہ باری کی خدمت پنجابیوں کے ذمہ تھی۔

خیر اس عہد کو اور سو سال گذر گیا۔ مسلمانوں کی ملکی مالی مذہبی طاقت اور بھی کمزور ہوگئی۔ علماء کا مقدس گروہ ملک سے معدوم ہو گیا۔ مذہبی تعلیم کی جگہ مغربی علوم کی تعلیم شروع ہوئی۔ دماغوں میں جدید خیالات سما گئے۔ عقل مند گورنمنٹ نے اصول سلطنت کو عادلانہ اصول پر قائم رکھا ہے، اور مسلمان اس کے زیر سایہ نہایت آرام و فراغت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں جہاد کے تصور کو اہل ہند کی نسبت باور کرنا سلطنت انگلشیہ پر مرہٹوں اور سکھوں کی سلطنت کو ترجیح دینا ہے۔ اگر دوراندیش گورنمنٹ ایک صدی کی حکومت میں اپنی عادلانہ اور عاقلانہ پالیسی اور علوم مخصوصہ کی تعلیم سے اتنا بھی نہیں کر سکی کہ مسلمانوں کے دماغ سے جہاد کے خیالات نکال سکتی اور اب تک اس بارہ میں کسی فرد رعیت کی کوشش اور امداد کی محتاج ہے تو مدبران سلطنت انگریزی کی عقل و تدبیر فہم و فراست سخت نفرت کے قابل ہے۔

رہا ان احادیث کا وجود جن میں عیسیٰؑ اور مہدیؑ کی بشارتیں موجود ہیں اور مرزا صاحب قادیانی نے ان کی تاویل اس طرح کی جس سے کسی جنگ جو مہدی کے آنے کا انتظار نہ رہے، تو اس مرحلہ میں سرسید احمد خان مرحوم اور ان کی معزز پارٹی، جو ان سے کئی منزل آگے ہے، گورنمنٹ سے ڈبل شکریہ کی مستحق ہے۔

پس یہ بھی کوئی خدمت نہیں جو گورنمنٹ کے سامنے پیش کی جائے، اور بذریعہ رسالہ جات و اخبارات شہرت دی جائے۔ یہ سخت کوتاہ نظری اور پست ہمتی ہے کہ جو بات ہم میں پائی نہیں جاتی اس کو اپنی طرف منسوب کریں۔ گورنمنٹ انگریزی ہماری حالت اور طاقت سے بخوبی واقف ہے۔ اس کی طاقت اس قدر مضبوط ہے کہ کسی ہندوستانی مخالفت سے یک لخت جنبش نہیں کھا سکتی۔ اور بچوں کی طرح خیالی اور وہمی اشکال سے ڈر نہیں سکتی۔

یہ خیال کہ کسی خاص مجمع میں علمائے اسلام سے مسئلہ جہاد کا تصفیہ کرایا جائے، فتنہ خوابیدہ کو جگانا اور مشکلات کا پیدا کرنا ہے۔ کوئی حقیقی خیر خواہ ایسا مشورہ نہیں دے سکتا، اور نہ عاقبت اندیش گورنمنٹ ایسے ضرر

رساں مشوروں پر کار بند ہو کر اپنی مشہور ر پالیسی ترک کر سکتی ہے۔

اڈیٹر: مرزا جی کی گہری پالیسی ہمارے معاصر بہت کم سمجھے ہیں۔ چونکہ وہ اپنے والینٹر وں کی تعداد تقریباً دو لاکھ بتاتے ہیں اور مذہب اسلام بلکہ تمام مذاہب کے خلاف ایک نیا مذہب گھڑ لیا ہے، لہذا ان کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو گورنمنٹ میری گردن ناپ لے، اور مفسدہ پردازی کا الزام قائم کر کے مجھے کالے پانی پہنچا دے، پس مرزائی اس لئے جہاد جہاد پکار کر بار بار لگا تار گورنمنٹ کی خوش آمد کر رہے ہیں۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۶۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۱ تا ۳)

مرزا جی ترقی کریں

موجودہ زمانہ ہر قسم کی ترقی کے انجن کی اسٹیم ہے۔ فلسفہ بڑھ رہا ہے، سائنس بڑھ رہا ہے، عقل بڑھ رہی ہے، الحاد بڑھ رہا ہے، ہیضہ بڑھ رہا ہے، طاعون بڑھ رہا ہے۔ الغرض نیچر ہر شئے کو بڑھا رہا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قادیانی مرزا جی نے ترقی تو ضرور کی ہے، مگر موجودہ زمانہ اور اس کے نیچر کے موافق ترقی نہیں کی۔

مرزا جی نے اول اول کچھ سٹر پٹر تعلیم پا کر انگریزی عدالتوں کا طواف شروع کیا۔ اس زمانہ میں مختاری اور عدالت آندھی کے آم تھے۔ آپ مختار بن گئے۔ رشوت دلال وکیلوں کے پاس مقدمات لانے کے دلال بھی ضرور بنے ہوں گے، جیسا کہ آج کل بھی بیشتر مختاروں اور وکیلوں کے خوارق ہیں۔ مگر جب حسب دلخواہ پو بارہ نہ ہوئے تو مختار کاری کی بیڑی پاؤں سے نکال کر خود مختار بن گئے، اور گوشہ تزویر میں بیٹھ کر آریوں کا ردّ لکھنا شروع کیا اور اعلان دیا کہ جو شخص میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب لکھ دے، میں اپنی بارہ ہزار روپئہ کی جائداد اس کی نذر کرونگا۔ آریوں نے کلّہ توڑ جواب بنام ابطال براہین احمدیہ لکھ دیا۔ انعام کی تھیلیاں اگلنے کا خبط تو آپ کو اول ہی سے ہے مگر آج تک کسی کو پھوٹی کوڑی بھی دی ہو، تو خدا کرے اس کی قسمت ہی پھوٹے۔ ہاں آپ بروزی نبی ہیں نا۔ انبیاء نے ہمیشہ ایسے ہی جھوٹے لالچ دے کر دنیا سے اپنی نبوت تسلیم کرائی ہے۔ لعنت ہے اس دنیا پرستی پر۔

چند روز تو آپ کو قبض رہا۔ پھر دفعۃً الہام کے اسہال شروع ہوئے۔ اس حال میں آپ مثیل المسیح

بنے ، نہ کہ ہو بہو مسیح موعود۔ جب چند کاٹھ کے الو پھنس گئے ،تو پورے مسیح موعود اور مہدی مسعود بن گئے ۔ پھر ذرا اور رجوعات ہوئی تو بروزی نبی اور امام الزمان ہوئے ۔اور ابھی تک اسی زینے پر معلق لٹکے ہوئے ہیں، آگے نہیں بڑھتے ۔

ہم کو رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ جب قادیانی مرزاجی نے اس بڑھتی ہوئی ترقی کے زمانے میں ترقی نہ کی ،تو کیا چار کے کاندھے چڑھ کر ترقی کریں گے ۔کیا معنی کہ لاکھوں نبی گزر گئے ، لاکھوں امام گزر گئے ، جو سب کے سب انسان تھے ،مرزاجی بھی انسان ہی رہے تو کیا خاک ترقی کی ۔ پھر بنے تو مسیح بنے ،جس میں (بقول مرزا قادیانی) دنیا کے عیوب موجود ہیں ۔جس کی نانیاں دادیاں کسبیاں تھیں (معاذ اللہ)،اور خدا کے سگے بیٹے بھی نہ بنے ، بنے تو بمنزلہ ولد یعنی لیپا لک ۔

مرزاجی کی اس دون ہمتی اور پست فطرتی پر ہم کو براہ دل سوزی ایسا غصہ آتا ہے کہ کچھ نہ پوچھئے ،مگر خون کے سے گھونٹ پی کے رہ جاتے ہیں ۔لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے اور خود زمانہ کی ترقی کی ہوا بھی یہی کہہ رہی ہے کہ اب مرزاجی آسمانی باپ بنیں ،اور حکیم نورالدین صاحب کو مسیح اور اکلوتا فرزند بنائیں ۔ کیونکہ وہ بحیثیت طبیب ہونے کے مسیح بننے کی عمدہ قابلیت رکھتے ہیں ،اور مریضوں کے اچھا کرنے کو انہوں نے مرہم عیسی بھی تیار کیا ہے ۔پس جب سارا مسالا موجود ہے ،تو ترقی کے پورے معیار پر نہ پہنچنا بدقسمتی نہیں تو کیا ہے ۔ ہمارا کام سمجھا دینا ہے ، چاہے مانیں چاہے نہ مانیں ، ورنہ دعوے سے دست بردار ہوں ۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۶۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۳۔۴)

اخبار الحکم اور البدر

اب قادیان میں دو مرزائی اخبار ہو گئے ۔الحکم تو قادیانی مرزاجی کا سات برس کا رفیق ہے جس نے مرزائیت کے پھیلانے میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا ہے ،اور دنیا اور آخرت کے سرمایہ کا بہت بڑا گٹھا اپنے سر پر دھرا ہے ،اور مرزائیت کو خوب چمکایا ہے ۔اسکے اڈیٹر ہمارے مرزائیت نصاب ، مثلیت طناب ، مہدویت رکاب ، مسیحیت قباب ، تبنیت رباب ، منشی یعقوب علی صاحب تراب ہیں ۔اور مرزاجی جو کچھ ان کی قدر افزائی

کریں کارثواب، دوراز عقاب، سراسر صواب ہے۔ دوسرا اخبار البدر حال میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے خلیفہ اول اور ہمارے شفیق بالتحقیق، بالخلافت بلیق، فی المرزائیت غریق، فی نار البروزیت حریق، منارۃ الطریق ،اغارۃ التدقیق، ادارۃ التوفیق، عمارۃ الاساطین، رکن الاراکین، قرن الحواریین، مولوی حکیم نورالدین صاحب کی سرپرستی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اگرچہ ہماری نظر سے نہیں گزرا مگر بعض مرزائی کہتے ہیں کہ ایسا ہے اور ویسا ہے، اور الحکم اس کے مقابلے میں کھوٹا پیسہ ہے۔ اور البدر اس کے لئے جیسے کو تیسا ہے۔ خیر ایک سے دو بھلے۔ ہم تو دونوں کے مجدد اور ریفارمر ہیں۔ فیضان تجدید سب پر یکساں برسنا چاہیے۔ مرزا جی اور مرزائی ہم کو کچھ ہی سمجھیں، مگر ہم تو سب کے ناصح مشفق اور یکساں خیر خواہ ہیں۔ فرائض شحنگی ادا کرنا ہمارا کام ہے، کوئی برا مانے یا بھلا۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ البدر کا اڈیٹر مولوی حکیم نورالدین صاحب کا کوئی دست پروردہ اور تربیت یافتہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ البدر کو فروغ ہو، کیونکہ الحکم پورانا ہوگیا، اب کل جدید لذیذ کی باری ہے۔ الحکم کو زک دینے اور مرزائیوں میں اس کی آؤ بھگت منانے کی صورت حکیم جی نے یہ دیکھی ہے کہ اس کی قیمت سالانہ الحکم کی نصف قیمت سے بھی کم رکھی ہے۔... کوئی شک نہیں کہ اب غریب الحکم کی بدھیا بیٹھ جائے گی۔ الحکم کو مناسب ہے کہ اپنا راتب البدر سے بھی کم مقرر کر دے، یعنی دو روپئہ سالانہ قیمت رکھے ورنہ عمر ہفت سالگی میں ...گورگڑھا تیار ہے۔ اس سے ایک بات تو ضرور نکل آئی کہ البدر کا مربی خلوص کا پتلا ہے، جو زیادہ ستانی کرنا نہیں چاہتا۔ اخبار کی آمدنی سے صرف اخبار کا خرچہ نکالنا چاہتا ہے اور بس، کیونکہ وہ خود لکھ پتی ہے اور الحکم گھاؤ گھپ ہے.. جو آیا سب ہضم، ڈکار تک ندارد اور پھر ہمیشہ قرضدار۔ واہ رے ترے پیٹ کی سمائی۔ واہ رے تیرے معدے کی صفائی، مگر کچھ ہی ہو مرزا جی کو الحکم بہت عزیز ہے۔ لال پیارا تو لال کے خال بھی پیارے۔

اب مرزا جی کی ڈائری پر بحث ہورہی ہے الحکم کا اڈیٹر کہتا ہے کہ کون ہے کہ مجھ سے بہتر مرزا جی کی جون کی توں لچھے دار مرتب اور مسلسل ڈائری چھاپ کر شائع کر سکے۔ ڈائری الہام ہے تو اس کا مرتب کرنا کرامات ہے، نہ کہ گدھے کی لات۔ غریب اڈیٹر الحکم نے بہت ہی گڑگڑا کر اور لیٹ کر منہ میں تنکے لے کر مضمون دیا ہے کہ اگرچہ میں کسی لائق نہیں مگر بروزی نبی میرے حال پر رحم کرے، ایسا نہ ہو طبیبوں کے چکمے میں آکر میرا

آذوقہ بند کرادے۔مگر قرین قیاس یہی ہے کہ اگر آذوقہ بند نہ ہوا،تو الحکم کے اللے تللے ضرور بند ہو جائینگے۔

ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ دونوں اڈیٹروں میں ایسا ایک بھی نہیں جو اپنے پاؤں کھڑا ہو سکے۔اخباروں کا پیٹ بھرنے والی ڈائری ہے تو ادھر حکیم صاحب کی قرابادین ہے۔اگر ذیابیطس سے کبھی مرزا جی کا موت (پیشاب) بند ہو جائے،یا ریگ ماہی اور سقنقور کے کباب کھانے سے کبھی حکیم جی کے پیٹ میں قرقرا ہو جائے،تو الحکم اور البدر کے شدّے قبل از محرم ہی پڑھے جائیں گے۔ان شاءاللہ۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۶۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۴۔۵)

ومــا یستــوی الاعــمی و البـصیـر
ولا الــظّــلــمــات ولا الــنّــور

کہاں وہ مہدی آل محمد
کہاں آلنقوا کی آل مرزا
کہاں عیسی یـــفیـــض الـــمـــال والے
کہاں ملجف گدا کنگال مرزا
مسیح بزرگ آسمانی کہاں
مریض ہوس قادیانی کہاں
کہاں پاک مریم کا لختِ جگر
کہاں بیوہ النقوا کا پسر
کہاں مہدی شرح و صاحب لوا
کہاں گمرہء آل آلنقوا

کہاں وہ مسیحائے دجال کش
کہاں قاعد خانہ بیرائے دہش
کہاں وہ فلک جاہ رفعت مکاں
کہاں یہ دنی ساکن قادیان
کہاں جس کی منزل منارہ دمشق
کہاں وہ جسے گھر کی ظلمت پہ عشق
کہاں بندہء مرسل کردگار
کہاں صاحب ابنیّت مستعار
کہاں وہ جو اوروں کے کھو دے مرض
کہاں وہ جسے خود ہوں پورے مرض
کہاں وہ لقب جس کا فیاض مال
کہاں وہ جو پھیلائے دستِ سوال
کہاں وہ تھی دنیا سے نفرت جسے
کہاں یہ زبوں کر دے عشرت جسے
کہاں وہ بنایا نہ تھا جس نے گھر
کہاں یہ جو مشغولِ دیوار و در
ہے اس پر خدا کے غضب کی دلیل
کہ بن بیٹھا اس پاک کا یہ مثیل
ارے تو کہاں اور وہ عیسی کہاں
چہ نسبت زمین است با آسماں
خدا نے جو کی تیری رسّی دراز

بڑھی اور بے باکی و حرص و آز
و امـــــلـــــی لھـــم ان کیــــدی متیــــن
یہ ساماں ہیں بہر قـــــطـــــع وتیـــــن
کہ ہے ڈوبتی بھر کے ظالم کی ناؤ
رہے جب نہ کوئی سہارا بچاؤ
تری عمر ساری ہے اسّی برس
نہیں عیش میں بڑی دسترس
یہ کیا ہے جو لوگوں کے کھائے تو مال
مرض نے ہے تجھ کو کیا پائمال
شتر مرغیاں ہیں تری بے حساب
کہ شاہد ہے اس پر تری ہر کتاب
کبھی تو خدا بنتا ہے بے سخن
ترا کـــــن بھی بالکل خدا کا ہے کـــــن
مگر ابن مریم کا خلقِ طیور
ہے توحید میں موجبِ صد فتور
جہاں ساتھ ہے اس کے اذن خدا
غضب ہے تو اس کو نہیں مانتا
جہاں دعوی ہے وحی و الہام کا
نہیں بولتا ہچکچاتا ذرا
مری وحی بھی انبیاء کی ہے وحی
مجھے پاک اللہ نے دی ہے وحی

کہ اس میں ذرہ دخل شیطان نہیں
پھر اس وحی کی حد و پایاں نہیں
کہ مانند بارش ہے مجھ پر نزول
ترے منہ میں او مفتری خاک دھول
ہے رمالیوں نے ڈبویا تجھے
ارے دین و دنیا سے کھویا تجھے
ملی روسیاہی تجھے بار بار
مگر باز آیا نہ تو زینہار
پسر کا تھا اعلان دختر ہوئی
وہ دختر بھی آخر نہ جانبر ہوئی
پسر پھر جب آیا بڑے زور سے
تو نے پنجاب کو بھر دیا شور سے
کہ دیکھو وہ موعود ہے یہ پسر
تھے ہم دے چکے جس کی پہلے خبر
عقیقے پہ اس کے ہوئی دھوم دھام
ہوا قادیان میں اژدہام
چہک کر بھی بلبل نے دیکھا نہ باغ
ہوا ایک ہی سال میں گل چراغ
وہ منحوس جو نام کا تھا بشیر
ہوا جلد کنجِ لحد میں اسیر
تو دجال نے اور اک چال کی

جڑی اس پہ تاریخ نو سال کی
یہ مرنے ہی والا تھا جو مر گیا
جو ہے رہنے والا وہ پھر آئے گا
پسر گو ہیں دو چار موجود اب
ولیکن ہے دل میں یہ دھڑکا غضب
وہ موعود ان میں کہوں اب کسے
مبادا وہی کل کو پھر چل بسے
سوا سال میں پھر نہ آتھم نہ مرا
نہ کچھ جانبِ حق وہ مائل ہوا
تجھے لعنت و روسیاہی ملی
کہ ہر چار سو سے گواہی ملی
یہ ہے عبدِحق کی دعا کا اثر
ارے کاذبِ قادیان ڈوب مر
کیا واسطے جس کے بیٹوں کو عاق
زن صاحب اولاد کو دی طلاق
وہ عورت بھی مرزا نہ تجھ کو ملی
ملا خاک میں مدعائے دلی
کیا جس کا ملہم نے تجھ سے نکاح
وہ برسوں سے سلطان کو ہے مباح
مریدو ہے یہ بھی کرامت کوئی
مسیح زمان کی علامت کوئی

فافّ لّکم ثمّ افّ لّکم

ہوئے شرم و غیرت سے بیگانہ تم
ارے قادیانی یہ کیا بات ہے
عجب شرم والی تری ذات ہے
ترے منہ میں دے برملا خاک وہ
کہے تو نہیں شوخ و بیباک وہ
اسے اپنے گھر میں تو واللہ دیکھ
اسے دیکھ اور اس کی اولاد دیکھ
مرے قول میں گر تو سمجھے قصور
کمر باندھ پٹّی نہیں ایسی دور
مرے ساتھ چل سب دکھا دوں تجھے
جو سننے کی ہے وہ سنا دوں تجھے
وہ جعفر کو تیرہ مہینوں کا ڈر
شغالانہ بھبکی تھی اک سر بسر
گیا گزر نصف ۱۹ سو کا مہ جنوری
ملی خاک میں رملی افسوں گری
نہ پہنچی اسے کوئی ذلت نہ رنج
ترے منہ میں خاشاک اے باد سنج
وہ پہلے سے ہے اور آسودہ حال
پڑے تجھ پہ الٹے بہت سے وبال
بہ فضل خدائے حمید مجید

ہے سرکار میں عزت بوسعید
خدا نے کیا اس کو خوش کام و شاد
مربعے ملے چار حسب مراد
ترے باپ دادا زمیں دار تھے
بڑے خیرخواہان سرکار تھے
طفیل ان کے تو آج حارث بنا
ہوئی تیرے حق میں یہ مدح و ثنا
محمد حسین اب زمین دار ہیں
کھٹکتے تری آنکھ میں لار ہیں
انہیں یہ حراثت ہے ذلت مگر
ارے شرم کر شرم کر شرم کر
ہوا اہل عزت میں ان کا شمار
جزاء کیسی او روسیہ جھک نہ مار
کہاں تک گنوں تیرے الہام میں
کہ سر تا بپا افتراء کذب ہیں
گیا ضلع کی تو کچہری میں جب
ہوا تجھ پہ نازل خدا کا غضب
یہ ثابت ہوا ہے تو جھوٹا نبی
ترے ہی قلم سے تری رگ کٹی
ہوئی بولتی بند الہام سے
تو مستعفی اپنے ہوا کام سے

وہاں تو نے تحریر دی اے آشر
کہ اب ایسے الہام ہوں گے نہ پھر
مکدر کہے کشف عیسے کو تو
ترے منہ میں آتا ہے کیا کذب گو
غضب ہے مکدر ہو کشفِ مسیح
ترا کشف ہو لیک صاف و صریح
مسلمان تو کہلائے او بے حیا
لکھے یوں کہ وہ خاتم الانبیا
نہ سمجھے نہ سمجھایا الہام کو
نبی آئے تھے اور کس کام کو
نہ عیسے کو سمجھے نہ دجال کو
نہ اس کے گدھے ریل کی چال کو
مگر تجھ پہ سب منکشف ہو گیا
ارے کچھ تو کر دل میں شرم و حیا
درِ توبہ وا ہے جو تو توبہ کرے
اور آئندہ ان شوخیوں سے ڈرے
تو میرا خدا ہے غفور رحیم
بچے آب توبہ سے نار حمیم
الٰہی ہمیں بخش دے بخش دے
ترے بندے بیچارے ہیں غمزہ سے
ترے بندے ہیں گو گنہگار ہیں

تری فضل و رحمت کے حق دار ہیں
بدی سے مری در گذر کی جئو
تو رحمت سے اپنی نظر کی جئو
گناہوں سے شرمندہ ہوں خوش نہیں
گنہگار ہوں لیک سر کش نہیں
میں کیسا ہی ہوں پر ہوں بندہ ترا
ترا ہی فقط رکھتا ہوں آسرا
مرا تو ہی دارین میں ہو کفیل
ہو تو جس کا مولی نعم الوکیل
چھپی ہے تجھ سے خالق کوئی شئے
تجھے خفیہ و جہر معلوم ہے
تو سینوں کی باتوں کو ہے جانتا
تجھے خوب ہر چیز کا ہے پتہ
کہیں تیرے حق میں جو مشرک صفات
بلند ہے ان سے تیری ذات
ترے واسطے خاص حمد و سجود
ترے انبیاء پر سلام و درود

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۱۶۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۵۔۸)

مادہ تاریخ

مرزا غلام قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۵ پر ایک لطیفہ میں لکھا ہے:

مجھے کشفی طور پر مندرجہ ذیل اعداد کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے جو تیرہویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے: غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے ۱۳۰۰ ہیں۔

افسوس ہے کہ قادیانی کو یہ کشف بھی کیسا مہمل ہوا جس سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوا کہ غلام احمد قادیانی ہے کیا؟ (یعنی اس سے مسیح یا مہدی یا بروزی نبی ہونا کہاں نکلا؟)۔ بغیر ذرا سی توجہ کے یوں جملہ پورا ہوتا ہے۔ یعنی:

غلام قادیانی دجال ہے۔

مرزا قادیانی اب غلام احمد تو رہا نہیں، جن معنوں میں ماں باپ نے اس کا نام رکھا تھا۔ کیونکہ جب اس نے خود ہی آقا بننا چاہا جس کا یہ غلام تھا تو آقا نے خود اسے مردود بارگاہ کر دیا۔ تو اب غلام محض رہ گیا، یعنی اپنے نفس کا غلام۔ اس لئے: غلام قادیانی دجال ہے، بہت صحیح حسب حال مادہ تاریخ حاصل ہو گیا جس کا مضمون علمائے اسلام نے تصدیق کر دیا اور اب آخر مرزا نے بھی اپنے آپ کو رسول اور نبی ٹھہرا کر حسب منشائے حدیث خاتم النبیین ﷺ خود ہی دجال ہونے کا اقرار کر لیا۔ فنعم الوفاق ۔

اور یہ ایسا جملہ ہے کہ اس زمانے میں بجز مرزا قادیانی کے کسی پر صادق نہیں آ سکتا۔

راقم از لودھیانہ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء نمبر ۱۶۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۸)

لعنتی رزق

قادیانی مرزا جی الحکم میں فرماتے ہیں کہ

رزق کئی طرح کا ہوتا ہے۔ یہ بھی رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں، اور برے حال سے شام کو دو تین آنے ان کے ہاتھ میں آتے ہیں، مگر یہ لعنتی رزق ہے نہ کہ من حیث لا یحتسب ۔،

(الحکم کی اصل عبارت یوں ہے: رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں اور برے حال سے شام کو دو تین آنے ان کے ہاتھ آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے مگر لعنتی رزق ہے نہ رزق من حیث لا یحتسب۔ الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۵)

اس عیش پرستی اور دنیا پرستی کو دیکھئے کہ ضروری اور کسب حلال کو یہ مکار (مرزا قادیانی) لعنتی رزق بتاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بیشتر صحابہ مزدور تھے۔ اکثر صلحاء اور اولیاء مزدور تھے، اور.. مزدوری کر لیتے تھے اور اس تھوڑے سے اکل حلال کو سلطنت سمجھتے تھے۔ وہ شکم سیر روٹی خود نہ کھاتے تھے، اور نفس کو پھاڑنے والا بھیڑیا نہ بناتے تھے۔ الکاسب حبیب اللہ۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک ٹوکری ڈھونا گویا قدرت وفطرت الٰہی کا جرم ہے۔ جن اصحاب کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا ایک پیسہ خدا کی راہ میں دینا بھی کوہ احد کے برابر ہے، کیا وہ غریب مزدوری پیشہ کاسبِ حلال نہ تھے۔ کیا کروڑوں مسلمان جو مفلوک الحال اور مزدوری پیشہ ہیں، وہ یا ان کا رزق لعنتی ہے۔ کیا قابل رحمت صرف متمول مسلمان ہیں جو عیش وعشرت میں بسر کرتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی ان لوگوں کو مرزائی نہیں بناتے جو مزدور اور غریب ہیں بلکہ موٹے موٹے دنبوں کی قربانی چاہتے ہیں اور ان سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

اسلام سب سے پہلے غریب مزدوروں چرواہوں کسانوں شتربانوں میں پھیلا ہے اور ہر نبی کی امت میں سب سے پہلے مزدوری پیشہ غرباء ہی داخل ہوئے ہیں۔ ورنہ کسی نبی کا دین اور خود اسلام ہرگز مشرق سے مغرب تک نہ پھیلتا، کیونکہ فی ہزار غریب غالباً ایک متمول نکلے گا۔ دنیا غریب مزدوروں ہی سے آباد ہے۔ مال ودولت والے بہت قلیل ہیں۔ چونکہ تمام مزدور مرزا جی کے نزدیک ملعون ہیں، لہٰذا ان کا قابو چلے تو سب کو پھانسی دلوا دیں کیونکہ وہ مرزا جی کی زنبیل نہیں بھر سکتے۔

غالباً قادیان میں ٹوکری ڈھونے والے مزدور نہ ہوں گے، تو ہم حیران ہیں کہ مسیح کا منارہ جو الحادکا ٹھاکر دوارہ ہے کیونکر تعمیر ہوگا جس کی بدولت ہزاروں روپئے مرزا جی کو ملیں گے اور جن سے ان کی توند پھول کر بے ایمان کی قبر بن جائے گی۔

پنجاب کے کمشنر مردم شماری نے جو اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ مرزا جی کی بعثت کا پہلا فرض بھنگیوں کو

اپنی امت میں داخل کرنا ہے، تو مرزا جی نے اس سے گھناؤنی صورت بنائی تھی، اور کمشنر مردم شماری کے اس نوٹ کو اپنے حق میں لائیبل سمجھا تھا۔ اور گورنمنٹ میں عرض داشت بھیجی تھی کہ حلال خوروں کو اپنی امت میں شامل کرنے والا میں نہیں، بلکہ میرا بھائی امام الدین تھا۔ اب صاف طور پر کھل گیا کہ حلال خور جو بول و براز کماتے ہیں چونکہ غریب ہیں، لہذا مرزا جی کے کماؤپوت نہیں بن سکتے۔

خود مرزا جی ایمان سے کہیں کیا پنجاب میں مسلمان حلال خور نہیں ہیں، جن کے جنازے کی نماز اسلامی طور سے پڑھی جاتی ہے۔ جن کی فاتحہ درود مسلمان ملانے پڑھتے ہیں۔ پنجاب کے حلال خور کثرت سے مسلمان ہیں، اور مصلی کے نام سے مشہور ہیں۔ اکثر کشمیری مسلمان حلال خوروں کا کام کرتے ہیں، میلا اٹھاتے ہیں۔ اور خود کشمیر میں تو میلا ڈھونے والے عموماً کشمیری مسلمان ہیں۔ اور مسلمان نہ بھی سہی لیکن اگر کوئی حلال خور بطیّب خاطر مسلمان ہونا چاہے، تو کیا اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ تم اس کو مسلمان نہ کرو۔ چونکہ مرزا جی مکر و فریب سے متمول لوگوں کی گاڑھی کمائی چٹ کر رہے ہیں، اور حرامخوری ان کے رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ گئی ہے لہذا وہ غریب اور مفلس حلال خوروں کو کیوں پسند کرنے لگے۔

رزاقی خدا تعالی کی صفت ہے اور قرآن مجید میں ہے: ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین پس رزق کو ملعون کہنا ملعونوں ہی کا کام ہے۔ کتا سور اور خون وغیرہ حرام ہیں، مگر وہ دوسرے درندوں کا رزق ہیں پس ملعون نہیں۔ ہاں شریعت اسلامی نے جن چیزوں کے استعمال کی ممانعت کر دی ہے، ان سے محترز رہنا ہمارا فرض ہے۔ مگر چونکہ سب مرزوق چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں، لہذا وہ ملعون نہیں۔ ہاں ان کا استعمال انسان کے مناسب حال نہیں۔ یعنی ان میں مضرتیں ہیں۔ اور حرمت کے لئے کوئی نہ کوئی علت ضرور ہے، جب تک وہ علت موجود نہ ہو کوئی شئے حرام نہیں ہو سکتی، لہذا ہم کو ممانعت کر دی گئی۔ خود اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ یعنی اصل ہر شئے میں مباح ہونا ہے۔ مرزا جی بتائیں کہ کس علت سے انہوں نے اپنے کو حلال خوروں کا گرو نہیں بنایا، اور امام الدین جو آپ کا حقیقی (چچازاد) بھائی تھا وہ بھنگیوں کا گرو بن کر کس علت سے ان میں اس طرح مل گیا جیسے پیشاب میں پائخانہ، اور آپ ان سے اس طرح نکل بھاگے جیسے گوہ سے کیڑا۔ کسی ایک بات کا جواب تو دیجئے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۲)

قلعہ صوبا سنگھ تحصیل پسرور میں مباحثہ

مابین اہل السنّت والجماعت ومیرزائیاں

۵ مارچ ۱۹۰۳ء یوم سوموار کو مولوی شاہ محمد صاحب اہل حدیث برادرزادہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میہاں سنگھ، یہاں (قلعہ صوبا سنگھ تحصیل پسرور) تشریف لائے۔ اس سے پہلے کوئی شخص ان سے آشنا نہ تھا، مگر گفتگو ہونے پر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا وجود باجود اس لئے وقف کیا ہوا ہے کہ جہاں مرزائی ہوں، وہاں پہنچوں اور ان کو مرزائی عقائد سے روکوں۔

مولوی صاحب موصوف میرزا صاحب قادیانی کی نسبت پکار کر فرما رہے تھے کہ وہ کاذب ہے، مرتد ہے، ملحد ہے اور اس کے تمام پیرو یعنی جملہ مرزائیاں مرزا صاحب کی تقلید کر کے خارج از اسلام اور ملحد و مرتد ہو گئے ہیں۔ یکا یک چودہری پیر محمد زمین دار صاحب مرزائی آ گئے، اور مولوی صاحب سے عرض کی کہ اگر آپ آج رات اقامت گزین ہوں تو نہایت انسب ہے۔ مولوی فضل کریم صاحب مرزائی ہم کو جناب مرزا صاحب قادیانی کی تقلید کی نسبت تسلی واطمینان دیتے ہیں، آپ اگر ہمارے مولوی فضل کریم (مرزائی) کے بالمقابل بات کریں تو ہم لوگوں کو حق و باطل میں تمیز ہو جاوے۔

مولوی شاہ محمد نے جواب دیا کہ تمہارا مولوی فضل کریم موضع گھمن میں ہم سے شکست کھا چکا ہے اب وہ سامنے اور ہمارے مقابلے پر نہ آئے گا۔ اگر شائد آپ کے مجبور کرنے سے آ بھی گیا، تو عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ الغرض چودھری صاحب کے سوال پر مولوی صاحب نے نے فرمایا کہ ۳ چیت کو موضع گجو چک میں میری تاریخ مباحثہ مرزائیوں سے مقرر ہے، اور وہاں کے مرزائیوں نے مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرزائی کو میرے مقابلے کے واسطے طلب کیا ہوا ہے۔ مجھے وہاں جانا ضرور ہے۔ لیکن اگر آپ کا مولوی میرزائی کچھ تاب مقابلہ رکھتا ہے، تو میں آج رات ٹھہر جاتا ہوں۔ چنانچہ مولوی شاہ محمد صاحب ٹھہر گئے۔

میرزائیوں نے اپنے مولوی فضل کریم سے جا کر کہا تو وہ ہوش باختہ ہو گئے کہ آ گے ہی اس بلا سے خدا

خدا کر کے خلاصی ملی تھی اب پھر یہ حریف مقابلے پر آ ڈٹا ہے۔ اس نے اپنے مریدوں کو جمع کیا اور ممتاز مرید چودھری شہاب الدین صاحب سفید پوش مالو کے کو مولوی صاحب موصوف کے پاس بھیجا کہ اس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں کہ دونوں مولوی صاحبان مسجد کے اندر رہیں اور باہر قفل لگا یا جائے، تو جو صاحب شکست کھا جائیں وہ لکھ دیں کہ ہم غلطی پر تھے۔ مولوی صاحب موصوف نے بتکرار تمام یہ بات بھی تسلیم کر لی، مگر یہ کہا کہ مولوی فضل کریم کو کسی طرح میرے سامنے تو پیش کرو میں انشاءاللہ نصف گھنٹہ میں فیصلہ کر دونگا۔

اس کے بعد مولوی فضل کریم ایک گاؤں موضع داتا زید کا میں جو یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں لائق وفائق اقوام جٹ مرید تھے، چلے گئے۔ عام چرچا ہو گیا کہ مولوی فضل کریم بھاگ نکلے۔

۴۔ مارچ کو مولوی شاہ محمد صاحب موصوف نے چودہری پیر محمد کو کہا کہ آپ کے مولوی فضل کریم صاحب کہاں گئے۔ چودھری صاحب نے کہا کہ ہمارے مولوی نظر چراتے معلوم ہوتے ہیں، مگر بات یہ ہے کہ آپ آج ایک بجے تک ضرور ٹھہریں۔ اگر ایک بجے تک ہمارے مولوی نہ آئے تو آپ سچے اور ہم جھوٹے،

عین ایک بجے مولوی فضل کریم بصد دقت موضع داتا زید کا سے بتقاضائے اپنے پیروں کے یہاں پہنچے اور چار و ناچار مباحثہ کی ٹھہر گئی اور لوگ جوق در جوق گرد و نواح سے پہنچ گئے۔ مولوی فضل کریم کو طوعاً و کرہاً مقابلہ کے لئے پیش ہونا پڑا۔ اگر مقابلہ نہ کریں تو بے علمی ثابت ہو اور جملہ مرید بے اعتقاد ہو کر متنفر ہو جاویں اور اگر مقابلے کے لئے عامہ خلائق میں پیش ہو کر ساکت ہو جاویں تو مصیبت علی المصیبت ہے۔ ہر دو حالت میں تذبذب اور تشتت خاطر کچھ نہ کرنے دیتی تھی، مگر مریدوں نے سہارا دیا اور کہا کہ کچھ فکر نہ کرو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

الغرض مریدوں کے سہارے پر مولوی فضل کریم نے بدل ناشاد ہاں کی۔ مولوی شاہ محمد صاحب مسجد اہل سنت والجماعت میں، جہاں حافظ غضنفر علی صاحب حنفی امام مسجد ہیں، تشریف فرما تھے۔ گھڑی ان کے پاس تھی۔ ایک بجے پر انہوں نے کہا اب وقت ہو چکا ہے۔ اتنے میں ادھر سے ایک آدمی آیا کہ آپ تیار ہو جاویں، ہم آتے ہیں۔ مولوی شاہ محمد صاحب نے کہا کہ ہم تو بالکل تیار بیٹھے ہیں وہ آ جاویں۔

چونکہ ایک بج چکا تھا تمام مسلمانوں کی رائے ہوئی کہ نماز ظہر پہلے ادا کی جاوے۔ چنانچہ پہلے نماز ظہر

ادا کی گئی، اور بعد ادائے نماز ظہر چودھری پیر محمد صاحب آئے کہ مولوی شاہ محمد صاحب ہماری مسجد میں تشریف لے چلیں۔ مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ چلو جہاں کہتے ہو، چلتے ہیں۔

مولوی شاہ محمد صاحب مرزائیوں کی مسجد میں جا کر صحن میں صف پر بیٹھ گئے۔ لیکن مولوی فضل کریم مرزائی اندرون مسجد سے باہر نہ نکلتے تھے، اور مرزائیوں نے بھی بڑی تائید کی کہ مولوی فضل کریم اندرون مسجد رہیں گے مگر جملہ کافہ مسلمین نے ہرگز ہرگز نہ مانا۔ اخیر مرزائیوں نے کہا کہ ہمارے مولوی فضل کریم مسجد کے دروازہ کے اندر اور مولوی شاہ محمد صاحب دہلیز دروازہ کے باہر بیٹھ جائیں، جس پر قہقہہ اڑا، اور مسلمانوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ کے مولوی جی کو کوئی کچھ نہیں کہتا، باہر صحن میں تشریف لاویں اور بحث شروع کریں تا کہ تمام لوگ دونوں مولویوں کی تقریریں سن سکیں۔

چنانچہ میرزائیوں کو بجبوری یہ امر تسلیم کرنا پڑا اور چار و ناچار مولوی فضل کریم مسجد کے اندر سے نکل کر مولوی شاہ محمد صاحب کے بالمقابل بیٹھ گئے۔ اس وقت مولوی فضل کریم کی حالت بڑی نازک تھی۔ ان کے چہرے اور گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ہاتھ پاؤں جکڑ کر مقابلے کے لئے پیش کیا گیا ہے، مگر آپ زبان حال سے دل میں فرماتے تھے کہ ان هذا اليو م عسر ا۔

آخر الامر مولوی فضل کریم نے بڑے جوش سے کہا کہ حیات و ممات مسیح پر گفتگو ہوگی اور میں تمام دلائل بابت ممات مسیح پہلے سنا دوں گا، پھر مولوی شاہ محمد صاحب ان کی تردید کریں۔

مولوی شاہ محمد نے کھڑے ہو کر کہا کہ مباحثہ کا یہ طریقہ نہیں۔

اس کے جواب میں مولوی فضل کریم نے کہا کہ اچھا میں پہلے کھڑا ہو کر ایک دلیل بابت ممات مسیح پیش کروں گا پھر بیٹھ جاؤں گا اور آپ کھڑے ہو کر اس کی تردید کریں۔

مولوی شاہ محمد صاحب نے کہا کہ یہ منظور ہے۔

اس کے بعد مولوی فضل کریم نے کھڑے ہو کر قرآن شریف کی سورہ مائدہ سے آیت

واذ قال اللّٰه يا عيسى ابن مريم أ أنت قلت للنّاس ..الخ..

بآواز بلند پڑھی اور فلما توفّيتني کے معنی حدیث

کما قال عبد الصّالح فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم

سے مطابق کر کے حضرت مسیح کی وفات ثابت کی ۔ اور مشکوۃ سے یہ تمام حدیث با ترجمہ پڑھی اور کہا کہ چونکہ قال کا لفظ ماضی ہے، لہذا فلمّا توفّیتنی سے مطابق حدیث گذشتہ زمانہ میں موت مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد مولوی فضل کریم بیٹھ گئے اور مولوی شاہ محمد تردید کے لئے کھڑے ہوئے ۔ چونکہ مولوی شاہ محمد صاحب مسافر آدمی تھے اور ان کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی، لہذا انہوں نے مولوی فضل کریم کو فرمایا کہ آپ مشکوۃ شریف مجھے دیویں ۔ مگر افسوس کہ مولوی فضل کریم نے مشکوۃ نہ دی اور کہا کہ اپنا اپنا اوزار چاہیے ۔ مولوی شاہ محمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے پرواہ نہیں ۔ آپ جو کچھ فرماتے گئے ہیں، میں دل میں نوٹ کرتا گیا ہوں ۔ چنانچہ مولوی شاہ محمد صاحب نے بآواز بلند فرمایا کہ مولوی فضل کریم نے جو ترجمہ کیا ہے، غلط ہے، اور اس سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ سوال قیامت کو ہوگا ۔

مولوی شاہ محمد نے باوجود مشکوۃ پاس نہ ہونے کے تمام حدیث اول سے اخیر تک حرفاً بحرفاً ولفظاً بلفظاً پڑھ کر اور ترجمہ فرما کر سنادی اور فرمایا کہ یہ قصہ روز جزا کو ہوگا، مولوی فضل کریم کا ترجمہ بالکل غلط ہے ۔

اس کے بعد مولوی فضل کریم پھر کھڑا ہوا اور اس پر زور دیا کہ قال کا لفظ صیغہ ماضی ہے اور یہ سوال برزخ میں ہوا ہے اور پھر آیت قرآن شریف قد خلت من قبله الرّسل پڑھی اور بیٹھ گئے ۔

اور پھر مولوی شاہ محمد صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اگر برزخ میں یہ سوال ہو چکا ہے تو مولوی فضل کریم کوئی شاہد پیش کریں، کسی امام کا قول، کسی صحابی کا قول، کسی مجتہد کا قول ۔ یا میں شاہد پیش کرتا ہوں کہ یہ سوال قیامت کو ہوگا ۔ اور اس آیت اور حدیث سے ہرگز حضرت عیسیٰؑ کی ممات ثابت نہیں ہوتی ۔

مولوی فضل کریم اس امر کے جواب سے تہی دست نکلے ۔

اور بموجب: آنکہ چوں بدلیل از خصم فرو مانند سلسلہ خصومت جنبانند، پر عمل کیا اور مولوی شاہ محمد صاحب کو کہا کہ آپ بڑے چالاک چالباز ہیں اور روپیہ پیسہ جمع کرنے کے لئے ایسے مولوی لوگ آجاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ۔ ایسے ہی بڑے غیظ و غضب سے الفاظ ناشائستہ زبان مبارک سے نکالے جس پر چودھری نواب خان صاحب اہل حدیث ساکن مالو کے نے چودھری......(ضمیمہ ہذا کا ص ۴ چار سے آگے موجود نہیں)

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲۔ ۴)

بقیہ قلعہ صوبا سنگھ تحصیل پسرور میں مباحثہ

مابین اہل سنت و میرزائیاں

پھر چودھری کرم الٰہی صاحب اہل حدیث ساکن قلعہ صوبا سنگھ نے مولوی فضل کریم کو بڑے جوش سے کہا یہ کیا قاعدہ ہے کہ آپ مولوی شاہ محمد صاحب کو کلمات ناشائستہ کہتے ہیں۔ اگر آپ کی لیاقت یہی تھی تو بحث کی کیا ضرورت تھی۔ مولوی شاہ محمد صاحب نے فرمایا ذرا تھوڑے عرصہ کیلئے ٹھہر جاویں اور میں انشاء اللہ بابت حیات مسیح بیّن دلائل پیش کئے دیتا ہوں۔ صرف میرا اب کی دفعہ جواب سن لیں۔ مگر مولوی فضل کریم کو یہ موقعہ شوروغل کا مل چکا تھا آپ جلدی سے کتابیں لے کر مسجد کے اندر چلے گئے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔

مولوی فضل کریم کے لب مبارک گفتگو کے وقت خشک تھے۔ چنانچہ نصف گھنٹے میں دو دفعہ پانی پینا پڑا اور مولوی شاہ محمد صاحب برابر للکارتے رہے کہ اگر مرد میدان ہو، تو باہر نکلو مگر میرزائی اور ان کا مولوی کہاں سامنے آ سکتا تھا۔

اس کے بعد تین دن برابر مولوی شاہ محمد صاحب یہاں رہے اور اپنے وعظ سے مسلمانوں کو محظوظ کیا اور مرزائیوں کی نسبت وعظ میں فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مرزائیوں کے ساتھ میل ملاپ اور حقہ پانی وغیرہ بالکل ترک کر دیں، یہ لوگ ملحد مرتد اور بے ایمان ہیں۔ رسالہ دافع البلاء بھی ان کے پاس تھا، مرزا قادیانی کے عقائد تمام لوگوں کو سنائے، اور مولوی فضل کریم کو برابر تین روز دعوت دیتے رہے کہ پولیس منگا لیں اور خرچہ پولیس کا میں دونگا۔ اگر مولوی فضل کریم مقابلے پر نہیں آتے تو قادیان سے کسی شخص کو بلالیں۔ مگر مرزائیوں کی طرف سے صدائے برنخواست۔ آخر تین دن کے بعد مولوی شاہ محمد صاحب یہاں سے رخصت ہوئے۔

راقمان: نواب خان حصہ دار مالوکی؛ چودھری کرم الٰہی حصہ دار قلعہ صوبا سنگھ؛ نواب خان بقلم خود اہل حدیث سالن مالوکی متصل قلعہ صوبا سنگھ؛ چودھری غلام محمد نمبر دار قلعہ صوبا سنگھ؛ حافظ غضنفر علی حنفی امام مسجد۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱)

قادیانی نبی کا کلمہ

جب قادیانی مرزاجی کامل بروزی نبی اور رسول بلکہ خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) ہیں تو تعجب ہے کہ اب تک آسمانی باپ نے اپنی الہامی ٹکسال میں لیپا لک کی رسالت اور نبوت کا کلمہ کیوں نہیں گھڑا۔ بھلا اندھیر ہے نا کہ تمام انبیاء کی رسالت کے کلمے تو دنیا میں دائر سائر اور لوگوں کے ورد زبان ہوں، خصوصاً عیسیٰ مسیح جو مرزا قادیانی کے عقیدہ کے موافق اولوالعزم نبی تو کیا معنی مہذب انسان بھی نہ تھا (معاذ اللہ)، اس کا کلمہ مسلمانوں میں روح اللہ اور عیسائیوں میں ابن اللہ ہو، اور نہ ہو تو بروزی اور ظلی نبی اور آسمانی باپ کے لیپا لک اور خاتم الخلفاء کا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی ہائی کورٹ میں ابھی تک مرزاجی کی نبوت پاس نہیں ہوئی، اور نہ اس کے اجلاس سے مرزاجی کو ڈپلوما ملا۔ آسمانی باپ کی یہ ڈھیل ڈھال اور جھول جھال خالی از علت نہیں۔ تمام مرزائی بے سرے بے گرے پھر رہے ہیں، ان کے پاس مرزاجی کی تصدیق رسالت کی کوئی سند نہیں۔ جب تک ان کے پاس کلمہ شہادت نہ ہو لوگوں کے سامنے اپنے رسول کی کیوں کر تصدیق کر سکیں گے۔ یہ بڑی بھاری فروگذاشت ہے جس کی تلافی گھڑی کی چوتھائی بلکہ لمحے کی تہائی میں ہونی چاہیے۔

مسخرے لیپا لک (مرزا قادیانی) کے کھوسٹ باپ (مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) کو تو کلمہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، مگر مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ کو محسوس ہو گئی کیونکہ اسے لیپا لک کے ساتھ خاص ہمدردی ہے۔ لہذا پاس خاطر اس کا کلمہ حسب ذیل پاس کیا جاتا ہے، تمام مرزائی اپنے نگینوں پر بلکہ اپنے دلوں پر کندہ کرا لیں۔ اور چونکہ تمام مرزائیوں کے گھروں میں بروزی نبی کی تصویر موجود ہے، لہذا ہر تصویر پر کلمہ ذیل لکھ دیں اور آئندہ تصویروں کا جو گھان تیار ہو سب پر یہ کلمہ وارد کر دیا جائے، اور منارۃ المسیح پر بھی کھدوا دیا جائے

اشھد ان لا الہ الاب و غلام احمد الرسول البروزی و الظلی و التناسخی و المسیح و المھدی و المتنبی و خاتم الخلفاء و امام الزمان۔

دیکھئے کیسا پھڑکتا ہوا ڈبل کلمہ ہے جو کسی نبی کو نہیں ملا۔ اور کیوں ملتا، یہ تو صرف مرزاجی کی قسمت کا نوشتہ تھا کہ کہاں مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کے عہد تجدید میں مرزاجی پیدا ہوں اور کہاں ان کی خاطر سے

مجدد فصیح و بلیغ کلمہ اپنے الہام سے کمپونڈ کرے۔ اس کلمے کے شائع ہوتے ہی دیکھنا سقنقوری معجون اور جند بیدستری... اس ضعیفی کے عالم میں کیا رنگ لاتا ہے۔ گھنٹوں گھنٹوں مزہ نہ آجائے تو جبھی کہنا اور پھر پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ اڈیٹر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔ ۲)

عقاید مرزا اور حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا افتراء

اکثر سادہ لوح مسلمان صرف اس خیال سے کہ مرزا قادیانی کلمہ پڑھتا ہے، صوم وصلوۃ ادا کرتا ہے، بظاہر احکام اسلامی کا پابند ہے، اس کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر جب ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو چونکہ دل اس کی طرف پہلے ہی مائل ہو چکا ہے، اس لئے نصیحت چنداں اثر نہیں کرتی۔ پس عموماً مسلمانوں اور خصوصاً دور دراز ملکوں کے رہنے والوں کی آگاہی کے لئے ذیل میں مرزا غلام احمد قادیانی کے چند عقاید لکھے جاتے ہیں جو اس کی تحریروں میں صاف صاف بغیر کسی ایچ پیچ کے موجود ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ عقاید بالکل مشتے نمونہ از خروار ہیں مفصل بشرط ضرورت کبھی شائع ہوں گے۔

۱۔ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اور توضیح مرام طبع اول)

۲۔ میں اللہ کی اولاد کے رتبہ کا ہوں۔ میرا الہام ہے کہ

انت منی بمنز لة او لا دی۔ (اشتہار دافع البلاء)

۳۔ تریاق القلوب۔ صفحہ ۳ پر مرزا قادیانی کا شعر ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

۴۔ سورۃ صف میں جو آیت ہے:

مبشراً برسو ل یا تی من بعدی اسمہ ا حمد۔ وہ آنحضرت ﷺ کے لئے نہیں بلکہ میرے لئے ہے میں اس کے مطابق احمد ہو کر آیا ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳)

۵۔ میرا منکر کافر اور مردود ہے اس سے ضرور مواخذہ ہوگا۔ (دافع البلاء۔ اربعین)

۶۔ میرے معجزات اور نشانات کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات اور نشانات سے انکار کرنا پڑے گا۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۱۱)

۷۔ میرے آنے کی خبر تمام انبیاء نے دی۔ (دافع البلاء)

۸۔ میرے آنے کا زمانہ تمام نبیوں نے اور قرآن شریف نے بتلایا ہے۔ (تحفۃ الندوہ۔ ص ۴)

۹۔ طاعون ملک میں میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے بھیجا ہے۔ (دافع البلاء۔ ص ۱۰)

۱۰۔ مجھے خدا نے بتلا دیا ہے کہ جو میری چار دیواری کے اندر آئے گا وہی طاعون سے بچے گا۔ (کشتی نوح۔ ص ۷۶)

۱۱۔ مرزا قادیانی کے کسی فعل پر بھی اعتراض کرنا کفر ہے۔ (اخبار بدر جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۲۔ میں مسیح موعود ہوں جسکی بابت آنحضرت ﷺ نے حدیثوں میں خوش خبری دی ہے۔ (ازالہ اوہام)

۱۳، میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ (اشتہار معیار الاخیار)

۱۴۔ میں امام حسینؓ سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء)

۱۵۔ دافع البلاء کے صفحہ ۱۷ پر مرزا قادیانی کا شعر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

۱۶۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ پر مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

۱۷۔ حضرت مسیح کے معجزات مسمریزم سے تھے۔ اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو مسیح ابن مریم سے ایسے معجزات دکھانے میں کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام)

۱۸۔ میرے منکروں بلکہ متردوں کے پیچھے بھی نماز درست نہیں بلکہ ان سے سلام علیک بھی نہ کرنا چاہیے۔ (قادیانی اربعین نمبر ۲ ص ۲۸)

۱۹۔ گورنمنٹ انگریزی دجال ہے اور ریل اس کا گدھا ہے، فرعون ایمان دار (ازالہ اوہام۔ ص ۵۸۶)

۲۱۔میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے بڑھ کر ہیں۔(کشتی نوح۔ص۶)

۲۲۔لیلۃ القدر کوئی رات نہیں بلکہ گمراہی کا زمانہ ہے

۲۳۔چارسونبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں (یہ اس لئے کہتا ہے کہ کوئی مجھ پر طعن نہ کرے کہ تیری پیش گوئیاں جھوٹی ہوتی ہیں اسی غرض سے یہ پیش بندی کرتا ہے جس سے یہ بھی غرض ہے کہ کافر لوگ انبیاء کو بھی ایسا ہی جھوٹا سمجھیں جیسا اس کو سمجھتے ہیں۔معاذ اللہ)۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔جلد ۲۱و۲۳۔ص ۲۔۳)

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں

یوں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کوئی بات تناقض اور بہتان سے خالی نہیں، مگر حضرت مسیح کی قبر کے متعلق جو کچھ اس کو توہمات ہیں، الامان۔ایک زمانہ میں حضرت مسیح کو ان کے وطن گلیل میں فوت کرنا چاہا، بلکہ کر ہی دیا۔(دیکھئے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳)۔مگر آخر تحقیق یہ سوجھی کہ کسی طرح یہ مشابہت بھی پیدا ہو جائے کہ جس ملک میں خود بدولت پیدا ہوئے کوئی صورت ایسی ہو کہ اسی میں حضرت مسیح کی تشریف آوری بھی ثابت ہو جائے۔آخر غور کرتے کرتے کشمیر پر نظر پڑی، تو وہاں ایک شخص کی قبر کا پتہ مل گیا جس کا نام یوزاسف ہے۔اس کو یسوع آصف بنایا گیا، اور اس پر بڑی لمبی چوڑی تحریریں لکھیں۔چنانچہ ایک رسالہ الہدی کے نام سے لکھا جس میں چند اہالی کشمیر کے دستخط ثبت ہیں کہ واقعی حضرت مسیح کی قبر یہاں (کشمیر میں) ہے۔گو دانا لوگ تو ہنستے ہیں کہ کہاں یوزاصف اور کہاں یسوع آصف، اور کہاں انیس صدیوں کا واقعہ اور کہاں آج کل کے اہالی کشمیر کی تصدیق۔مگر مرزا قادیانی کو تو ایسے داناؤں سے کام نہیں، وہ تو احمقوں کی خیر مناتا ہے جو اس کے دام تزویر میں پھنسیں۔

اس لئے خدا نے اپنے ایک بندے جناب مولوی نور احمد صاحب ساکن موضع لکھو کے ضلع فیروز پور کو توفیق دی کہ انہوں نے کشمیر جا کر بحکم: بدر ابدر باید رسید، مسیح کاذب کا کذب طشت از بام کر ہی دیا۔یعنی وہاں کے معزز لوگوں سے دستخطی شہادتیں لائے کہ مرزا قادیانی جھوٹ کہتا ہے، یہاں حضرت مسیح کی قبر ہرگز

نہیں۔ چنانچہ شہادتیں درج ذیل ہیں۔

(اصل مفصل شہادتیں فارسی زبان میں ہیں، مگر ہم نے عام فہم کے لئے اردو میں ترجمہ کیا ہے اگر کسی کو اصل دیکھنی ہو تو انجمن نصرت السنہ امرتسر کے دفتر سے دیکھ سکتا ہے)

سب سے پہلے جناب مولوی رسول بابا صاحب میر واعظ فرماتے ہیں کہ

کسی مورخ نے نہیں لکھا، نہ کسی شخص سے سنا کہ کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر ہے۔

اس پر مفتی واعظ رسول، محمد شاہ مفتی کوٹھی دار مقام روضہ محلّہ خانیار، منشی محمد دلاور شاہ سکنہ خانیار، مفتی محمد شریف الدین، غلام محمد احمد قادری، غلام مصطفیٰ خانیاری، غلام حسین قادری، میر یوسف قادری کے دستخط ہیں۔

مرزا قادیانی اپنے دعوی میں کہ (کشمیر میں حضرت عیسیؑ کی قبر ہے جھوٹا ہے، سخت گمراہ اور مفتری ہے ۔صحیح الاعتقاد مسلمان تو اس کی واہیات باتوں پر کان بھی نہ رکھیں گے۔

دستخط: مفتی یوسف شاہ، مفتی جلال الدین، مفتی سعد الدین، مفتی سیف الدین، مفتی نور الدین، مفتی صدر الدین۔

کشمیر میں حضرت عیسیؑ کی قبر نہیں اور نہ کسی نے یہاں سے اس مضمون کی تحریر مرزا قادیانی کو دی ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔

دستخط: مفتی ضیاء الدین، احمد شاہ، محمد یوسف شاہ، غلام محمد، پیر قمر الدین سجادہ نشین، سید کبیر سجادہ نشین، احسن شاہ ایشانی، پیر غلام مصطفیٰ تارہ بلی، غلام محمد عاصم، پیر علی شاہ۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلیٰ، اس بیان پر ہیں:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں اور جو بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محلّہ خانیار میں یوز اصف کو حضرت عیسی کی قبر قرار دیتے ہیں، غلط اور واہیات ہے، یوز اصف کی تو نبوت بھی ثابت نہیں۔

محمد یوسف، غلام رسول ہمدانی، سید علی شاہ ہمدانی، خلیل بابا، بابا عبد الکبیر ہمدانی، سید احمد شاہ ہمدانی،

سید محی الدین، علی بابا موذن، عبدالمجید، احمد فراش درگاہ، نورالدین نعت خان صاحب، یوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلیٰ، مولوی حسن تقی خانیاری۔ غلام علی ہمدانی۔

مواہیر خادمان جامع مسجد اس بیان پر ہیں:

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں۔

احمد بابا خادم مسجد جامع، عبداللہ بابا خادم مسجد، سید حسن خادم مسجد، عبدالصمد خادم مسجد، غلام رسول خادم مسجد، سید سکندر خادم مسجد، سلام الدین امام مسجد جامع۔

مواہیر خادمان آستان حضرت مخدوم اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر بعض جاہلوں میں غلط مشہور ہے۔

غلام الدین مخدومی، اسداللہ مخدومی، نورالدین مخدومی، احمد بابا مخدومی، نورالدین مخدومی، احسن اللہ مخدومی، محمد شاہ مخدومی، محمد بابا مخدومی، حفیظ اللہ مخدومی، میرک شاہ مخدومی، صدیق اللہ مخدومی۔

مواہیر خاندان سہروردیہ نقشبندیہ اس بیان پر ہیں:

حضرت عیسی کی قبر کشمیر میں نہیں اور جو مرزا قادیانی کہتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

نظام الدین، محمد بن محمود رفیقی، غلام حسین رفیقی، عبدالسلام رفیقی، غلام حمزہ رفیقی، سیف الدین رفیقی، عبداللہ رفیقی، نورالدین رفیقی، شریف الدین رفیقی، غلام نبی رفیقی، محمد قاسم رفیقی، انور رفیقی، عبدالصمد رفیقی، محمد مقبول بن نصیرالدین رفیقی، محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی، سعدالدین رفیقی، محمد مقبول رفیقی، عبدالرحمٰن رفیقی، نورالدین محمد بن محی الدین رفیقی، محمد یوسف رفیقی۔

مواہیر خاندان قدیمی اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں حضرت عیسی کی قبر نہیں اور جو بعض جاہل یوز اصف کی قبر کو مسیح کی قبر قرار دیتے ہیں بالکل غلط اور واہیات ہے۔

علی شاہ قدیمی، غلام محمد قدیمی، امیرالدین قدیمی، غلام محی الدین قدیمی، غلام حسن قدیمی، محمد شاہ قدیمی، مولوی نورالدین قدیمی، قمرالدین قدیمی، غلام الدین قدیمی، غلام حسین قدیمی۔

مواہیر خاندان قریشی اس بیان پر ہیں:

کشمیر میں کوئی قبر حضرت عیسی کی نہیں۔

محمد سعید الدین قریشی، نظام الدین ،سعد الدین قریشی محلّہ خانیار، بدر الدین قریشی، عبد المجید قریشی ،غلام حسن قریشی۔

مذکورہ بالا بیانات کی بنا پر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ:

قادیانی نے تو معمولی کید سے کام لے کر اہل کشمیر کو دھوکہ دیا اور بدنام کیا۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ ان لوگوں نے صرف یہ گواہی دی کہ یہاں یوز اصف کی قبر ہے جس کو کیّا دقادیانی نے اپنی طرف سے یسوع اور یسوع سے مسیح بنا کر اتنا بڑا منصوبہ باندھ کر تین سو روپیہ احمدیوں سے چندہ بٹور لیا کہ اس قبر کی اشاعت کی جائے گی۔ مگر خیر اس کی تحقیق تو کافی ہو چکی کہ مرزا نے اہالی کشمیر کی نسبت جو کچھ لکھا ہے بالکل جھوٹ ہے جیسی اس کی عادت ہے مگر مرزا اس بارے میں بھی فیصلہ کر لے۔

فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ایک کمیشن مقرر ہو جس کے ممبر پانچ کس ہوں۔ دو امرتسر کی انجمن کی طرف سے اور دو مرزا کی طرف سے، اور ایک انگریز یا سکھ جس کو یہ چاروں ممبر منتخب کر لیں۔ وہ کشمیر میں جا کر حضرت مسیح کی قبر کی بابت تحقیق کریں۔ انجمن کو چونکہ تحقیق حق منظور ہے اس لئے اپنے ممبروں کی کو نامزد کرتی ہے۔ اول جناب مولانا سید محمد حسن شاہ صاحب ساکن شوپیاں ضلع سری نگر۔ دوم جناب حکیم محمد علی معالج خاندان شاہی جموں و کشمیر۔

اگر اب مرزا صاحب کو سچائی کا کچھ بھی دعوی ہے تو بہت جلد اپنے ممبران کمیشن کو نامزد کریں اور ان کی روانگی کی اطلاع انجمن کے دفتر میں بھیجیں تا کہ اپنے ممبروں کو اطلاع دے کہ اس کام پر مستعد ہو جاویں۔

مرزا جی کا صاحبزادہ فضل احمد نوجوان ۱۵ مارچ کو مر گیا جس کی بابت مرزا جی نے مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۳۹ بیٹا پیدا ہونے کا الہام تھا بجائے پیدا ہونے کے جوان بیٹا مر گیا۔ گو مرزا جی کو افسوس نہ ہو، اس لئے کہ مرحوم نے ان کی آسمانی منکوحہ کے دلانے میں امداد نہ کی تھی، یعنی ان کو بیوی دلانے کے لئے اپنی بیوی کو طلاق نہ دی تھی نیز والد ماجد (مرزا جی) کو پاگل کہا کرتا تھا جو واقعی ہے۔

المشتہر۔ حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنہ امرتسر چوک لوہ گڈھ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۰۳ء

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳۔ ۶)

مرزا جی کے مقدمات

مولوی کرم الدین صاحب نے، جو قادیانی مرزا جی اور ان کے حوارئین کے مدعی بھی ہیں اور مدعا علیہ بھی، چیف کورٹ میں درخواست دی تھی کہ مقدمات گورداسپور سے منتقل ہو کر جہلم چلے جائیں، وہ نامنظور ہوئی۔ اب مرزا جی کی اس درخواست کا فیصلہ باقی ہے جو انہوں نے مولوی کرم الدین کے متدائرہ مقدمے کی نسبت دی تھی کہ وہ جہلم سے گورداسپور میں منتقل ہو جائے۔ یہ ۱۵ مئی کو چیف کورٹ میں پیش ہوگی۔ غالباً اس کا حشر بھی ویسا ہی ہو گا جو مولوی کرم الدین صاحب کی درخواست کا ہوا۔ یعنی جب گورداسپور سے مرزا جی کا مقدمہ جہلم میں منتقل نہ ہوا، تو جہلم سے مولوی کرم الدین کا مقدمہ حسب درخواست مرزا جی گورداسپور کیوں منتقل ہونے لگا۔ اور انصاف بھی اسی کا مقتضی ہے کہ دونوں پلّے برابر رہیں، یعنی مولوی صاحب کا استغاثہ جہلم میں رہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کا استغاثہ گورداسپور میں، تا کہ فریقین کو مقدمہ بازی کا گھٹنوں گھٹنوں کا مزہ آجائے۔ مرزا جی کا تو ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ قادیان سے جہلم تک کے سفر میں برابر بروزی نبی کی نمائش ہوتی رہے گی، اور مرزائی امت بڑھتی چلی جائے گی۔ لاکھوں تماشائی آئیں گے، مرزائی امت بڑھے گی اور اگر نمائش کا ٹکٹ لگا دیا گیا تو خوب آمدنی بھی ہوگی۔

مجھ کو تو صرف یہ تعجب ہے کہ چیف کورٹ میں مذکورہ بالا فتح پانے پر نہ تو شادیانے بجے، نہ ہاتھی کے کان کے برابر اشتہار نکلے، نہ پیش گوئی کا اظہار رہوا۔ وجہ یہ ہے کہ مقدمات کی صورت دیکھ کر پہلے ہی الہام کی نانی مر چکی تھی، اور آسمانی باپ (یعنی مرزا قادیانی کا الہام کنندہ) انگریزی عدالت کے خوف سے کونے میں جادبکا تھا، اور لیپا لک (یعنی مرزا قادیانی) پر الہام کرنے سے ناطقہ بند ہو گیا تھا۔ لہٰذا دبی بلی نے چوہوں کے کان کٹوائے۔ لیپا لک کو تو مقدمات کی خرابی بصرہ کیا معلوم ہوتی، جب کہ آسمانی باپ کو معلوم نہ ہوئی، ورنہ وہ مولوی کرم الدین صاحب وغیرھم پر نالش داغنے کی کبھی اجازت نہ دیتا، جس کی بدولت مرزا جی کے پاؤں کبھی جہلم اور کبھی

گورداسپور کے چکروں میں پڑ گئے۔

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

معلوم نہیں آسمانی باپ کو لیپا لک سے کیسا بغض ہو گیا تھا اور یہ اس نے کب کا بدلہ نکالا کہ لوگوں پر نالش کرنے کا الٹا سبق پڑھایا کہ اب مرزا جی کو نہ پائے رفتن ہے نہ جائے ماندن۔

ہم نے بارہا سمجھایا اور پیشین گوئی کی کہ ان جھگڑوں سے باز آؤ، اور خیر اسی میں ہے کہ مقدمات کے استروں کی مالا گلے سے نکال ڈالو، یعنی راضی نامہ دے دو اور مقدمات سے فی الفور دست بردار ہو جاؤ، اور آئندہ نام بھی نہ لو۔ ورنہ خدا جانے ہندوستان میں کہاں کہاں کا چکر نصیب ہو گا۔ ..مگر افسوس ہے کہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کی پیشین گوئی پیٹھ پیچھے کی بات سمجھی گئی اور اس کو دشمن قرار دیا گیا۔ حاشا کہ مجدد لیپا لک کا دشمن ہو، وہ تو آسمانی باپ سے بھی کہیں زیادہ لیپا لک کا شفیق اور ہمدرد ہے۔ آسمانی باپ تو کبھی کبھی لیپا لک کے باب میں غچا بھی کھا جاتا ہے، مگر مجدد کی نگاہ مہر زیر سپہر کبھی قہر سے نہیں بدلی، نہ اس میں کبھی زہر ملا۔

راضی نامہ دینے اور مقدمات سے دست بردار ہونے میں یہ کبھی نہ سمجھنا چاہیے کہ لیپا لک کی ہیٹی ہو گی اور مونچھ نیچی ہو جائیں گیں، بلکہ آسمانی باپ کی بارگاہ میں تو جو اپنے کو نیچا کرے وہی اونچا ہے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۶۔ ۷)

معجزہ کسے کہتے ہیں

۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم میں قادیانی مرزا جی نے معجزہ کے چند شرائط بیان کئے ہیں جو بالکل مہمل اور خرافات اور سراسر الحاد ہیں۔ اور ان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی باپ نے لیپا لک کو ابھی تک علم کلام والہیات کے پرائمری اسکول میں بھی نہیں بٹھایا اور اس میں کلام الٰہی کے سمجھنے کا مادہ پیدا نہیں کیا۔

منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ معجزہ خارق العادۃ ہو کیونکہ طلوع شمس اور شگوفہ ربیع کے کھلنے کو معجزہ نہیں کہہ سکتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کو خرق عادۃ کے معنی بھی معلوم نہیں۔ گویا عادۃ اللہ معجزہ نہیں اور اس کے مقابلے میں انسانی افعال معجزہ ہیں۔ نمرود سے جو حضرت ابراہیمؑ نے جناب باری کی وحدانیت کے ثبوت میں معارضہ کیا تو یہ فرمایا:

ان اللہ یا تی با لشمس من المشر ق فأت بھا من المغر ب

یعنی میرا خدا وہ ہے کہ آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے بھلا تو آفتاب کو مغرب سے تو طلوع کر

فبھت الذی کفر یعنی وہ کافر مردود نمرود اس دلیل پر مبہوت (دم بخود) ہو گیا۔

اب مرزا جی فرمائیں، کیا طلوع شمس اور فصل بہار و خزاں کا تغیر و تبدل انسانی افعال ہیں۔ ایک گھاس کی پتی دیکھو، پتھروں اور پہاڑوں سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ کیا انسان اپنی طاقت سے ایسا نمونہ دکھا سکتا ہے۔ قدرت الٰہی کے تمام افعال معجز ہیں۔ قطرے سے لے کر دریا تک، اور ذرے سے لے کر صحرا تک، سب معجز ہیں۔ اور قدرت کے انہیں افعال و آثار سے مومنوں نے قادر مطلق اور واحد برحق کو پہچانا ہے اور یہی معجزات دیکھ کر سب ایمان لائے ہیں۔

سنو مرزا جی! آپ تو محض اپنی پیشین گوئیوں کو جو نجومیوں اور رمالوں کا کام ہے، معجزہ قرار دیتے ہیں مذہب اسلام میں تو انبیاء کرام کے سچے معجزات بھی ایمان لانے کے لئے ضروری نہیں ہیں۔ سچے مومنوں کی صفت تو کلام الٰہی میں یومنو ن با لغیب ہے۔ کیا آنحضرتﷺ کے زمانہ مبارک میں سب لوگ معجزات ہی دیکھ کر ایمان لائے ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ معدودے چند۔ اسی لئے خود معجزات انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل ہیں۔ کیا نبی کا یہ کام ہے کہ ہر وقت لوگوں کو معجزات دکھاتا رہے۔ نبی کا کام تو قدرت و فطرت الٰہی کے معجزات دکھانا، یعنی دنیا کو ان سے آگاہ کرنا ہے۔ معجزات طلب کرنا منکروں کا کام ہے، نہ کہ مومنوں کا کسی شاعر نے کہا

گرچہ گاہے از پے بو جہل جہلاں لازم است
ماہ را جوزا نمودن سنگ را زر داشتن
از کرامت عار آید مرد را کانصاف نیست
دید و از معشوق بر بستن بزیور داشتن

یعنی اگر چہ کبھی کبھی بو جہل جیسے شخص کے لئے چاند کے دو ٹکڑے کرنے اور پتھر کو سونا بنا کر دکھانے کی ضرورت ہے، لیکن مرد کو کرامت طلب کرنے سے شرم آنی چاہیے۔ کیونکہ یہ ایسی مثال ہے کہ معشوق کے ذاتی حسن و جمال پر تو نظر نہیں، بلکہ زیور پر نظر ہے جس سے وہ خوبصورت معلوم ہو۔

انبیاء کے تمام افعال و اخلاق خارق عادات بشریہ (نہ کہ خارق عادۃ اللہ جس سے مرزا جی نے دھوکا کھایا ہے) ہوتے ہیں کیونکہ معجزہ خرق عادۃ اللہ نہیں، بلکہ خرق عادۃ انسانی ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی طاقت خدا کی طاقت کو بدل سکتی ہے اور مغلوب کر سکتی ہے۔ لیپا لک کو تو آسمانی باپ نے لکھنا پڑھنا بھی واجبی ہی سکھایا ہے، مجدد کے اس نکتہ سے تو بعض علماء وفضلاء بھی ناواقف ہیں۔

سنو مرزا جی! نبی کی پہلی خرق عادت یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا، کیونکہ اس کی شان و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے۔ معاذ اللہ وحی جھوٹی ہو تو نبی بھی جھوٹا ہوا۔ پس فطرۃً نبی کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ اب ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے کہ آپ نے کتنے جھوٹ بولے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ آپ کی نبوت کا خمیر جھوٹ ہی جھوٹ ہے، سچ ذرا بھی نہیں۔ اور بجز جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کے آپ نے اپنے زمانہ بعثت میں کچھ بھی نہیں کیا۔ (باقی آئندہ)۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

(معجزہ سے متعلق الحکم میں شائع ہونے والی تحریر ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

معجزہ: ہمارے نزدیک معجزہ اسے کہتے ہیں جس کے ساتھ اس شخص کے صدق کے اظہار کا قصد کیا جائے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ اور اس کے لئے کئی شرطیں ہیں:

اول: یہ شرط ہے کہ چاہیے معجزہ فعل اللہ ہو یعنی یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ اللہ کا فعل ہے خلق اللہ کا فعل نہیں۔

دوم: شرط دوسری یہ ہے کہ خارق العادت ہو کیونکہ طلوع شمس اور شگوفہ ربیع کو معجزہ نہیں کہیں گے۔

سوم، تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا معارضہ نہ ہو سکے کیونکہ معنی اعجاز کے یہی ہیں۔

چہارم، چوتھی شرط یہ ہے کہ مدعی نبوت کے ہاتھ سے ظاہر ہو کیونکہ معجزہ اس واسطے ہے کہ تا نبوت اس سے تصدیق کی جاوے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ موافق دعوے کے ہو مثلاً کوئی کہے کہ میں جانور زندہ کرتا ہوں اور پہاڑ کو ہلا دے یہ موافق دعویٰ کے نہیں۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ معجزہ تکذیب نہ کرے مثلاً کسی نے کہا کہ میں جانور کو بلا دیتا ہوں۔ پس جانور بولے اور کہدے کہ یہ شخص جھوٹا ہے (الحکم ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۴)

بیعت سے انکار

پرچہ البدر میں جو قادیان سے شائع ہوتا ہے،لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا جو مرید سہ ماہی تک چندہ نہ دے گا،اس کا نام بیعت سے خارج کیا جائے گا۔

دھمکی تو اچھی تھی تا کہ ڈر کر مریدان با اعتقاد فوراً ٹکے اگل دیں،لیکن ہمارے شہر اوٹاوہ میں اس کا اثر الٹا پڑا۔چند روز سے دو تین اشخاص کو مریدان مرزا قادیانی نے بہکا رکھا تھا،اور امروز و فردا میں خط بیعت روانہ کر کے کاغذی بیعت میں داخل ہونے والے تھے۔مگر جب انہوں نے چندہ نہ دینے پر بیعت سے نام خارج ہونے کا سنا تو بیعت سے قطعی انکار کر دیا،اور بدستور دین اسلام پر قائم رہے۔اور جو غرباء تھے وہ بھی نام خارج ہونے سے گھبرائے اور قریب تھا کہ فسخ بیعت کر دیں مگر بعض سخت مرزائیوں نے معلوم نہیں کیا سمجھا دیا کہ وہ بدستور ضلالت پر جمے رہے۔پھر بھی دو ایک مریدوں نے فسخ بیعت کر ہی دی،اور کہا کہ سچی ہدایت وہاں نہیں معلوم ہوتی۔

بیعت کے گو لفظی معنی فروخت کے ہیں،مگر اصطلاح صوفیہ میں مرید کا اپنے مرشد کی خدمت میں ہمہ تن بک جانا اور اپنے سارے اختیارات پیر کے حوالہ کر دینا ہے۔مگر مرزا صاحب نے لفظی معنی ہی پر عمل درآمد کیا۔سبحان اللہ بیعت کیا ہے،آڑھت کا کھاتا ہے۔ایسی بیعت ہم نے اسی زمانہ میں سنی۔

اڈیٹر البدر کو چاہیے کہ تفصیل وار ایک نرخ نامہ بیعت کا شائع کر دے کہ فیس بیعت درجہ اول اس قدر ہے،اور فیس بیعت درجہ دوم اس قدر،اور درجہ سوم اس قدر۔علی ہذا القیاس بقدر مراتب۔ایسی تحریر سے ہر شخص بخوبی واقف ہو جائے گا اور اپنی حیثیت کے موافق مرید ہوا کرے گا۔اور امراء لوگ تو ضرور درجہ اول ہی کی بیعت میں داخل ہوں گے،وہ غرباء کے حقیر درجہ میں رہنا کب پسند کریں گے۔اس تدبیر سے کھٹا کھٹ رقم ہاتھ آتی چلی جائے۔میں امید کرتا ہوں کہ اڈیٹر صاحب البدر ضرور میری رائے سے اتفاق کریں گے اور بہت جلد نرخ نامہ جس کی سرخی یہ ہوگی :نرخ نامہ بیعت مرزائی، تحریر کر کے شائع فرمائیں گے۔

مرزائی سوسائٹی حصول شہرت و حصول زر میں تدبیریں تو بڑھ بڑھ کر سوچتی رہتی ہے،مگر بعض وقت

ایسی برعکس پڑتی ہے کہ بجائے نفع کے نقصان ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا کہ چند لوگ مرید اہوا چاہتے تھے، مگر نام خارج ہونا سن کر باز رہے۔ یہ نقصان ہوا یا نہیں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ہدایت ودایت کچھ نہیں، مول تول کا کارخانہ کھلا ہے تو فوراً بیعت کو خیر باد کہا۔

الراقم: ابوالفضل محمد تفضّل حسین متوطن اوٹاوہ خادم شرع شریف ومدرس مدرسہ اسلامیہ اوٹاوہ

اڈیٹر: آسمانی باپ اور اس کے لیپا لک کے یہاں تو کماؤ پوتوں کی پوچھ ہے، خالی ہاتھ منہ تک نہیں جاتا۔ قادیان بھی جاؤ تو اپنا راتب ساتھ لیتے جاؤ اور بس۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱؟)

طیراً ا با بیل اورمنارہ

ایک گزشتہ الحکم میں لیپا لک نے آسمانی باپ کے حضور فریاد کی کہ شام کے وقت ایک جانور ان کی مجلس پر حملہ کرتا ہے، ہم اگرچہ اسے بعد میں چھوڑ ہی دیں مگر موقع پا کر ضرور پکڑیں گے۔

ہم سے سنئے۔ وہ جانور لیپا لک کے ہاتھ نہیں آ سکتا کیونکہ آسمانی باپ کا بھیجا ہوا ہے جو آج کل بداعمالیوں کے باعث غضب ناک ہے وہ تو طیراً ابابیل ترمیھم بحجارۃ ہے، اور اصحاب المنارۃ پر جو ہاتھی کا روٹ چکھ رہے ہیں حملہ کرتا ہے۔ خصوصاً مرزا جی پر جو بیت اللہ جانے سے اپنے چیلوں کو روکتے ہیں اور بجائے اس کے حج قادیان کی ہدایت کرتے ہیں۔

اول تو خود منارے کے تیار ہونے میں کھنڈت پڑ گئی ہے جیسا کہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم میں صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو توجہ دلائی گئی ہے کہ لوگ اس کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ممدوح کی خدمت میں کچھ عرائض گئی ہیں کہ منارے کی تعمیر سے حفظ امن میں خلل ہوگا، یا کوئی اور عذر کیا گیا ہے جس کی تشریح الحکم میں نہیں کی گئی۔

دوم: منارہ تیار ہو بھی گیا، تو ابابیل متنبہ کرتا ہے کہ تیار ہوتے ہی دھڑام سے بیٹھ جائے گا اور آسمانی سنگریزوں سے جو اہل منارہ پر برسائے جائیں گے سب کے بدن چھلنی ہو کر ہڈیوں تک کا گودا باہر نکل پڑے گا اور بدن کھوکھلے ہو کر ڈھول کے اندر پول رہ جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس محدث اور مبتدع امر سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ باستثناء فرقہ مرزائیہ تمام مذاہب کے فیلنگ کو صدمہ پہنچے گا کیونکہ نہ یہ مسلمانوں کی کوئی مسجد ہے، نہ خانقاہ، نہ کوئی مزار، نہ کوئی ہنود کا مندر ہے جس میں مورتی رکھی ہو، نہ عیسائیوں کا گرجا ہے، نہ آتش پرستوں کا دخمہ ہے، نہ سکھوں وغیرہ کا سماد ہے، نہ شیعہ کا کوئی مصنوعی مقبرہ ہے، نہ بودھ والوں کا کوئی سنگھاسن ہے، نہ آریا کا سماج نگر، نہ کالی دیوی کا ستھان، نہ بھوانی کا بت ہے۔ الغرض ایک امر جدید ہونے کے باعث تمام مذاہب واقوام کے فیلنگ کو مشتعل کرنے والا ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ منارے کے تعمیر نہ ہونے ہی میں مرزا جی کا فائدہ اور ہر طرح امن کی ضمانت ہے۔ ورنہ خدا جانے کیا گل کھلے۔ ہاتھی چھوٹے گھوڑا چھوٹے اور انگریزی اخباروں کی تحریروں نے اگر گورنمنٹ کو بدظن کر دیا کہ اب مرزا قادیانی کا گروہ ہر طرح پورا ہو جائے گا اور چار طرف سے جوق جوق والنٹیر منارے کی برجی کے کلس کی نوک پر مکھیوں کی بھنبھنائیں گے، پھر تو آسمانی باپ کا غضب ہی ٹوٹ پڑے گا۔ پس منارے کو ایسے ہی رہنے دیں۔ اڈیٹر۔ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲)

طاعونی نبوت

قادیانی مرزا جی آسمانی غضب طاعون کو اپنے لئے عمدہ تفاول اور اپنی نبوت کی خوش قسمتی سمجھتے ہیں اور بار بار الحکم میں شائع ہوتا ہے کہ طاعون میری وجہ سے آیا ہے کیونکہ لوگوں نے مجھے فرمائشی نبی نہیں مانا۔ لیکن ہم کو حیرت ہے کہ جن سادہ لوحوں نے مان لیا، انہیں طاعون کیوں چٹ کر گیا۔ ہمارے نام پنجاب کے شہروں سے متواتر خطوط آرہے ہیں کہ مرزائی برابر طاعون کا سلفہ اور فی النار ہو رہے ہیں۔ پچھلے دنوں خود قادیان میں بہت سے مرزائیوں کو بھنبھوڑا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے آنے سے قحط اور وبائیں اور بلائیں دفع ہوگئی ہیں، یہ عجیب غضب ناک نبی ہے کہ اپنے ساتھ طاعون لایا ہے۔ نبی کی صفت تو رحمت اور برکت ہے، مگر بروزی نبی کی صفت قہر اور نحوست اور نکبت اور ہلاکت ہے۔

پھر قہر الٰہی تو اس صورت میں نازل ہوتا ہے کہ نبی کو کوئی نبی نہ مانے، حالانکہ مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والے والنٹیر دو لاکھ ہیں۔ ظاہر ہے کہ دو لاکھ کی تعداد ایک پورا نیشن ہے، پھر طاعون کیوں

آیا۔اور خوبی یہ ہے کہ ان دو لاکھ میں سے بھی دس پانچ ہزار ضرور طاعون کی بھینٹ چڑھے ہیں، جیسا کہ طاعونی شہروں کی آبادی کی اوسط تعداد اموات سے ثابت ہے۔اپنے شہر میرٹھ کی ہم کہتے ہیں کہ اس کی آبادی کچھ اوپر ایک لاکھ ہے، مگر ۵ ہزار آدمیوں سے کم طاعون سے فوت نہیں ہوئے۔اس سے صاف ظاہر ہے اور بعض اہل اللہ کے کشف نے بھی یہی ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان میں محض مفتری علی اللہ مرزا قادیانی کی نحوست سے طاعون آیا ہے۔ کیونکہ اس نے قرآن وحدیث کو جھٹلایا، بعض انبیاء کرام کو جھٹلایا، بعض انبیاء کرام کو برا کہا، شعائر اسلام کو توڑا، حج وزکوۃ کی ممانعت کی، قادیان کو مکہ اور مدینہ بنایا۔کیا خدا تعالی کے نزدیک ایسے سخت جرائم جو منجر بشرک وکفر ہیں قابل عفو ہیں؟ ہرگز نہیں۔پس ایک پاپی سارے جہان کو لے ڈوبا۔اور ابھی کیا ہے، ذرا دیکھتے تو جایئے۔قادیان میں کیا کیا گل کھلتے ہیں اور تمام منصوبے یکے بعد دیگرے کیوں کر ڈھیے جاتے ہیں۔انشاء اللہ تعالی۔خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔انبیاء کرام کو برا کہنا، موجودہ مشائخ عظام اور علماء کرام کا دل دکھانا ہرگز اوپر اوپر نہ جائے گا۔

بترس از تیر بارانِ ضعیفاں در کمین شب
بد کہ ہر گز ضعف نالاں تر قوی تر زخم پیکا نش

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۲۔۳)

چورٹی بلی اور جلیبیوں کی رکھوالی

تمام مرزائیوں میں مولوی محمد احسن امروہی صاحب ایسے ہیں جیسے اندھوں میں واحد العین۔ ہمارے دل میں امروہی صاحب کی کچھ وقعت تھی، مگر جب تحریریں دیکھیں اور خود ہم سے ٹکر ہوئی تو قلعی کھل گئی ۔ہم حلفاً کہتے ہیں کہ اس شخص کو نہ تحریر کا سلیقہ ہے، نہ مناظرہ کا شعور۔نہ طریق استدلال صحیح ہے، نہ صغرے کی خبر، نہ کبرے کی، نہ نتیجہ کی۔اگر کوئی خصم نقض وارد کرے، تو اس کو خبر نہ ہوگی کہ صغرے پر نقض ہے یا کبرے پر۔ .عبارت میں ایسی الجھن کہ جیسی کٹی ہوئی پتنگ کی ڈور۔بایں ہمہ آپ دارالاماں قادیان چہیتے پوت سپوت ہیں، جب تک آپ تشریف نہ لائیں جوابات ملتوی رہتے ہیں۔گویا آپ مرزائیوں کے عقل کل ہیں۔سچ ہے

اذا کـــــــا ن الـــــغـــــــرا ب دلیــــــل قـــــو مٍ

سیھـــــد یھـــم طـــــر یـــق الھـــــا لـــکـیـــنـــا

۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم قادیان میں آپ نے مولوی عبداللہ چکڑالوی شیخ اہل قرآن پر خردجال بن کر دولتیاں جھاڑی ہیں، مگر ساتھ ہی مولوی محمد حسین بٹالویؒ سے ستارہ پیشانی نہیں، دمدار ستارہ، بن کر اپنا ستارہ،نہیں بے سرا ستار ملانا چاہا ہے۔اور یاد دلایا ہے کہ جب آپ نے رسالہ اشاعۃ السنہ جاری کیا تھا،تو فدوی نے یوں مدد دی تھی اور ووں مدد دی تھی۔گویا بڑے احسان کا چھپر مولوی محمد حسین صاحب بٹالویؒ پر دھرا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اب بھی ہم اور تم دو نہیں۔صرف بعض حدیثوں میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے، وہ رفع ہو جائے تو پھر وہی چکھوتیاں، وہی چھل پہل ہے۔اور ہم تم دونوں مل کر مولوی چکڑالوی اضاعۃ السنہ کا مہرہ لیں۔اور سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ کہ بہت کچھ تعریف کی ہے۔گویا محمد حسین صاحب بٹالوی اور کل اہل حدیث کو چیتے کی طرح پھلایا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ میں ایسا ہی اہل حدیث اور اہل سنت ہوں جیسا نواب مولوی محمد صدیق حسن خان مرحوم کے زمانہ میں تھا جن کی بدولت بھوپال میں شکم سیر راتب ملتا تھا۔،ہم کو اس پر مندرجہ عنوان مثل یاد آئی کہ چورٹی بلی اور جلیبیوں کی رکھوالی۔

...امروہی صاحب کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مولوی محمد حسین صاحب ان چکنی چپڑی باتوں پر پھسلنے والے نہیں:

اوخوب مے شناسد پیران پارسارا

امروہی صاحب جیسے کچھ متبع سنت ہیں، سب پر روشن ہے۔اگر وہ متبع سنت ہوتے تو خاتم النبیین احمد مجتبیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت سے توبہ کر کے ایک دنیا پرست مکار کو بروزی اور ظلی نبی اور خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) ہرگز نہ بناتے۔وہ متبع سنت ہوتے تو نہ صرف حدیث بلکہ خود قرآن مجید کا ہرگز انکار نہ کرتے۔وہ متبع سنت ہوتے تو کلمۃ اللہ سیدنا المسیح کو گالیاں دینا، جو ان کے جعلی نبی نے دی ہیں، ان کا سننا اور تصدیق کرنا ہرگز گوارا نہ کرتے۔خصوصاً یہ شعر:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ان سے بہتر غلام احمد ہے

وہ لوگ کس قدر قسی القلب ہیں جو عیسیٰؑ جیسے اولوالعزم نبی کو برا کہتے ہیں جن کی عظمت و رفعت و

قربت اور جن کی والدہ ماجدہ کی عفت وعصمت کی گواہی خود قرآن مجید نے دی کہ

کلمة القا ھا الی مر یم و رو ح منہ ۔ اور : امہ صد یقہ

کیا صحابہ اور تبع تابعین اور اولیاء اللہ اور آئمہ میں سے کسی نے نبوت کی تفریق کی ہے کہ ایک نبوت ناقصہ ہے دوسری کاملہ ہے، اور ناقص نبی قیامت تک پیدا ہوتے رہیں، ہاں کامل نبی کوئی پیدا نہ ہوگا۔ اور مرزا قادیانی ناقص نبی ہے، کامل نبی نہیں۔ کون ان الو کی دموں فاختہ زادوں سے پوچھے کہ تم نے خود ہی اپنے نبی کو ناقص ٹھہرا دیا اور خود ہی ناقص بن گئے۔ کیا معنی کہ ناقص نبی کی امت بھی ناقص ہی ہوگی۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی ناقص نبی ہے، اور اپنے ناقص نبی بنانے کے لئے تمام اولیاء اللہ حضرت بایزید بسطامی وغیرہ کو ناقص نبی بتاتا ہے، تو پھر مرزا قادیانی میں اور دیگر اولیاء اللہ میں کیا فرق رہا، اور کیا ترجیح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کوئی ایمان لائے۔ ہر دعوی میں حماقت اور تناقض ہے۔ ان بے دال کے بودموں کو اتنی خبر نہیں کہ نبوت اور ولایت کے جمع کرنے میں نبوت کی توہین اور تحقیر ہے۔ ان دونوں کا جمع کرنا ایسا ہے جیسا کوئی ستاروں کو آفتاب کے ساتھ جمع کرے۔

پھر ہم مدلل طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ نہ کوئی نبی ناقص ہے، نہ کوئی نبوت۔ خدا تعالی نے ہر نبی کو دنیا میں کامل کر کے بھیجا ہے، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ پر سلسلہ نبوت کاملہ کا خاتمہ ہو چکا۔ تعجب ہے کہ نبوت کاملہ تو ختم ہو جائے اور نبوت ناقصہ باقی رہ جائے۔ اور وہ کس لئے، قادیانی مغل کیلئے۔ جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔

نبوت کو ناقص بتانا، خود انبیاء کرام کی مذمت اور توہین ہے۔ ہم کو خدا تعالی نے اپنے کلام پاک میں تعلیم دی ہے لا نفر ق بین ا حد من رسلہ۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء کامل ہیں اسی وجہ سے ہم کو تفریق نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر بعض انبیاء ناقص اور بعض کامل ہوتے، تو احکم الحاکمین، جو منصف ہے اور کسی کا حق غصب یا تلف نہیں کرتا، اور حق دار ہی کو حق عطا کرتا ہے، نہ کہ غیر حق دار کو، ضرور تفریق بین الانبیاء کا حکم دیتا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی باوصف اس کے کہ خاتم الانبیاء ہیں یہی فرمایا ہے کہ لا تفضلو ا فی انبیا ء اللہ یعنی انبیاء میں تفضیل نہ کرو۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ نبی کی یہ شان ہے۔ برخلاف اس کے مردود قادیانی، عیسی علیہ السلام کو گالیاں دے کر دوزخ کا کندہ بنتا ہے، اور اپنے کو عیسی مسیح سے بہتر بنا کر دارالبوار کو اپنا

مسکن بنا تا ہے، اور تمام بے فکرے اپاہج بے ایمان مرزا قادیانی اور اس کے شیطانی احتلامات کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیا اسی کے معنی اتباع سنت ہیں۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی عامل بالقرآن تو ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی تو نہ عامل بالقرآن ہے، نہ عامل بالحدیث۔ وہ عامل بامر شکم و مطیع نفس امارہ ہے۔ مطلب کی بات حدیث سے بھی لے لیتا ہے، اور قرآن سے بھی۔ اپنی تصویر کی پوجا کرانے میں کہتا ہے کہ قرآن میں حرمت تصویر کا کہیں حکم نہیں۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ قرآن میں مہدی یا عیسی کے بھی دوبارہ آنے کا ذکر نہیں، تو کہتا ہے کہ یہ ذکر حدیث میں ہے۔ الغرض مرزا قادیانی کا مطلب ثابت ہو تو حدیث اور قرآن دونوں پر ایمان، ورنہ دونوں سے انکار۔ پھر تاویلیں ایسی سڑی بسی گنجی لنجی جیسے اس کے اپاہج حواری۔

محمد احسن امروہی خوب یاد رکھے کہ اس نے روغن قاز مل کر جو بمقابلہ اہل قرآن، اہل حدیث کو شیشے میں اتارنا چاہا ہے تو مرزا قادیانی کو اہل قرآن جس قدر ملحد مرتد سمجھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر اہل حدیث اس کو اکفر، اضل اور مضل یقین کرتے ہیں۔ ہم بھی دیکھیں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کیونکر محمد احسن امروہی کے دام میں پھنستے ہیں۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳۔ ۵)

(مولوی محمد احسن امروہی قادیانی نے رقیمۃ الوداد کے عنوان سے جو خط الحکم میں طبع کرایا تھا وہ ذیل میں مختصراً نقل کیا ہے:

رقیمۃ الوداد۔ محبّ مکرم حضرت مولوی محمد حسین صاحب ابوسعید سلمہ اللہ تعالی۔ بعد السلام علیکم۔ خاکسار محمد احسن امروہی آپ کی خدمت عالی میں چند سطور ذیل گذارش کرتا ہے وھی ھذا

و لقد اسفت علی تفرق شملنا
اسفا افاض الدمع من اجفانی

حضرت مولوی صاحب اگرچہ یہ شب ہجر و فراق جو خاکسار اور جناب کے مابین واقع ہوئی ہے اس کی مدت ایک پورے قرن کی منقضی ہو چکی ہے تاہم بحکم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کے مجھ کو اس شب ہجر کے صبح ہونے سے بالکل یاس بھی نہیں ہوئی و لنعم ما قیل

قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود
بایزیدے در خراساں یا اویسے در قرن

ظاہر بینوں کی نظروں میں تو یہی امر متحقق ہے کہ دامن اس شب ہجر کا اس قدر طویل الذیل ہے کہ اس عالم میں اختتام کو نہ پہنچے گا اور فی الحقیقت ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ

سہ چیز است آنکہ پایانے ندارد
شب من، ہجر من، افسانہء من

مگر میں اسی آیت کریمہ مذکورہ کو نصب العین اپنا کر مکرر عرض کرتا ہوں

و اقـــو ل لـــلـــحســـاد مـــو تـــوا حســـر تـــاً
و الـــلـــه انـــی قـــد بـــلـــغـــت امـــا نـــی

اب اس جگہ پر بعض سبب بلوغ امانی کے کچھ مختصراً تحریر کرتا ہوں۔ و ھو ھذا

آپ کو یاد ہوگا کہ جس زمانہ میں افق لاہور سے اشاعۃ السنہ کا چاند طلوع ہونے کو تھا اور ابھی تک پورا طلوع نہ ہوا تھا تو اس خادم قدیم نے ایک ایسا مصباح الادلہ روشن کیا تھا جو باذن اللہ وحولہ یخرجھم من الظلمات الی النور کا مصداق ہوگیا تھا و الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ وہی قمر اشاعۃ السنہ کا اپنے افق سے طلوع بھی ہوا اور پھر اپنے درجہ کمال کو بھی پہنچا حتی کہ بتقدیر اللہ تعالی کچھ ایسے ایسے اسباب سماوی وارضی جمع ہوگئے کہ اب وہ قمر ہر طرح سے درجہ سلخ اور مرتبہ افول کو پہنچ گیا ہے و کان امر اللہ قدراً مقدوراً۔ اب اس پر علاوہ یہ ہوا کہ جس افق یعنی شہر لاہور سے یہ قمر اشاعۃ السنہ کا طلوع ہوا تھا اب اسی افق سے گرد باد اضاعۃ السنہ چکڑالوی کسی کی شومی اعمال سے پیدا ہوگئی ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ گرد باد کس کس غبی کی آنکھوں میں پڑ کر ان کو اندھا کر دیوے گی۔ چھٹ بھیا چٹو وغیرہ تو اس تاریکی گرد باد میں پڑ کر چکر میں ہی آ گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے کہ ایسے فتنہ عظیمہ کے وقت میں بھی کیا آپ کا اور خاکسار کا یہ فرض منصبی نہ تھا کہ ہر دو باہم متفق ہوکر پھر اسی قمر سنت نبوی کے لئے تضرع وزاری کے ساتھ دعائیں بھی کریں اور اس ظلمات گرد باد کے صدمہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے قوائے علمیہ عطیہ الہیہ سے بھی حتی الوسع کام لیویں۔ ایسے وقت میں سلف صالح کا متحد ومتفق ہوجانا باوجود باہمی سخت اختلاف کے مقابل میں مخالفین اسلام کے کیا آپ کے پیش نظر نہیں ہے جو اس امر اسلامی میں ہم اور آپ متفق نہ ہوں تاکہ چکڑالوی اس گرد باد کے چکر میں کو وہی فبھت الذی کفر کا مصداق ہوجاوے اور پھر یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً کی فریاد خود اس کی زبان حال یا قال سے مسموع ہونے لگے اور غافلوں پر واضح ہوجاوے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الآخر ہی صراط مستقیم ہے لاغیر اللھم اھدنا ھذا الصراط الستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین آمین۔ اور ثابت ہو کہ چکڑالوی کے تمام خیالات شیطانیہ محض غلط در غلط ہیں اور وساوس الخناس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے قل اعوذ برب الناس ملك الناس الہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس۔ اگرچہ ابھی خاکسار نے اس ضلالت کے چکر میں گرفتار چکڑالوی کی کوئی تحریر نہیں دیکھی جو اس کے رد کی طرف توجہ کرتا مگر بتواتر سنا گیا ہے کہ یہ شخص اس رحمت الہیہ سے بالکل محروم ہوگیا ہے جو آیت و رحمتی وسعت کل شئی فسا کتبھا الذین یتقون۔ الآیہ۔ میں مندرج ہے کیسا غضب ہے کہ یہ شخص اس رسول نبی امی ﷺ کو احکام شرعیہ میں معلم کتاب اللہ نہیں مانتا جس کی شان میں ہے علمھم الکتاب و الحکمۃ خود قرآن مجید میں وارد ہے ...مولوی صاحب ہمارے اور آپ کے درمیان آج تک ان احکام شرعیہ اتباعیہ متعاملہ میں کوئی تھوڑا سا بھی

اختلاف نہیں ہوا ہے صرف چند احادیث پیش گوئیوں کے فہم میں اور ان کے اصل معانی سمجھنے میں کچھ تھوڑا سا اختلاف ہے جن کو قطع نظر اس کے کہ ان میں مجاز اور استعارات کو بھی دخل ہوتا ہے ارکان اسلام واخلاق واعمال کی بجا آوری میں کچھ تعلق نہیں اور بعد امعان نظر اور غور کرنے کے یہ اختلاف غیر معتد بہ رفع بھی ہوسکتا ہے بشرطیکہ انصاف اور تقوی اللہ مرعی رہے کما ثبت فی محله

الحاصل بعد الالتیا والتی خاکسار آپ سے بالمشافہ شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتا ہے اس غرض سے کہ اس فتنہ وفساد چکڑالوی کے دور کرنے کے لئے مشورہ کرے اور بجائے چکڑالوی کی اضاعۃ السنہ کے پھر اشاعۃ السنۃ النبویہ قائم کی جاوے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ قمر اشاعۃ السنۃ کا اس وقت افول کے درجہ پر پہنچ گیا ہے تا کہ بحکم اول بآخر نسبتے دارد کے خاکسار کی طرف سے پھر وہی خدمت جو اول ہوئی تھی آخر میں بھی واقع ہووے:

کے دہد دست ایں غرض یا رب کہ ہمدستاں شوند
خاطر مجموع ما... پریشان ما

تنبیہ برائے فرقہ چکڑالوی......والسلام خیر ختام۔ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۳ء (الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۶)

حدیثیں کشفی طور پر صحیح ہو جاتی ہیں

۳۰۔ اپریل ۱۹۰۳ء کے الحکم میں قادیانی مرزا جی نہ صرف عیسی مسیح بلکہ سرے سے تمام انبیاء کے معجزات کا انکار کرتے ہیں، اس کی وجہ، عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ چونکہ آپ بروزی اور ظلی نبی اور مسیح و مہدی بنے ہیں، مگر کوئی معجزہ یا کرشمہ دکھا نہیں سکتے، لہذا معجزات کا انکار کرتے ہیں کہ وہ واقع میں نہ عیسی مسیح سے سرزد ہوئے نہ کسی اور نبی سے۔ مرزا جی تو پورے شعبدہ باز مداری بھی نہیں، جس طرح پورے رمال نہیں۔ رمل کی رو سے پیش گوئی کی، مگر ہوا میں اڑ گئی۔ اوروں کی نسبت کیا خاک پیش گوئی پوری ہوتی خود اپنی اور اپنے گھر کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست
چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

گویا دنیا نے انبیاء کرام کو ویسے ہی مان لیا، کسی معجزے یا خرق عادت کی وجہ سے نہیں مانا۔ عیسی مسیح کی احیاء اموات کے قائل نہیں، بلکہ آیت احی الموتی باذن الله سے احیاء قلوب یعنی ہدایت مراد لیتے ہیں۔ لیکن کیا یہ معجزہ نہیں، حالانکہ آپ عیسی مسیح کو نبی تو کیا معنی، مہذب انسان بھی یقین نہیں کرتے، مگر ان

سے معجزے کا صادر ہونا تسلیم کرلیا۔ بات بات میں تناقض اور حماقت ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ معجزات انبیاء کرام سے تو بدیہی انکار، مگر کشفی طور پر موضوع احادیث بھی صحیح ہو جاتی ہیں۔ یعنی اولیاء اللہ اور اہل کشف الہام کی رو سے احادیث کو صحیح کر لیتے ہیں۔ گویا یہ معجزہ اور کرامت اور خرق عادت نہیں۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین ؒ صاحب (بٹالوی) نے خود لکھ دیا ہے کہ اہل کشف اور ولی الہام کی رو سے احادیث کی صحت کر لیتے ہیں (یعنی خود آنحضرت ﷺ سے)۔ ہم کو یقین نہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب نے ایسا کہا ہو، اور اگر در حقیقت لکھا ہے تو یہ شائد اس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ نہ صرف مولوی صاحب بلکہ بعض دوسرے اہل اسلام بھی مرزا جی کو ایک خالص بزرگ آدمی سمجھتے تھے۔ تاہم ایسا لکھنا قابل افسوس ہے۔ کیا معنی کہ اب دنیا میں موضوع اور مدلّس حدیث ایک بھی نہ رہے گی، سب صحیح ہو جائیں گی۔ یعنی ایک دنیا پرست مکار چند حمقاء کے سامنے ہنکارا اٹھے گا کہ فلاں حدیث، جس کو موضوع بتایا جاتا ہے، صحیح ہے اور میں نے کشفی طور پر آنحضرت ﷺ یا دیگر اصحاب سے اس کی تصدیق کر لی ہے یا مجھ پر الہام ہو گیا ہے۔ جیسا کہ ظلی اور بروزی مرزا قادیانی جو اپنے کو تناسخی احمد قرار دیتا ہے وہ تو دم کے دم میں جسد عنصری سے نکل کر اپنے کو عالم برزخ میں پہنچا سکتا ہے اور پھر کھٹ سے قادیان میں اتر سکتا ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ رجال الاحادیث جن میں بڑے بڑے علماء اور صلحاء اور مشائخ تھے، انہوں نے عبث احادیث کی تنقید میں جانکاہی کی اور اپنے کو گھلایا۔ کیا ان میں سے کسی کا مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی کے برابر نہ تھا کہ کشفی طور پر احادیث کی صحت کر لیتے۔ بھلا ایسے کھلے سفسطوں میں تو وہی لوگ آتے ہیں جن کا ایمان مردہ ہو گیا ہے، یا جن کی مئے کی پھوٹ گئی ہے، کوئی عقل منداور سچا مسلمان تو کیوں آنے لگا۔

پھر کشف والہام جس طرح موضوع احادیث کو صحیح کر سکتا ہے، اسی طرح ان احادیث کو جو صحیح سمجھی جاتی ہیں غلط بھی کر سکتا ہے۔ اب مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا الہام اور کشف کیوں صحیح نہ مانا جائے جو صحیح احادیث کو بھی ظنی اور ساقط الاعتبار بتاتے ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ فلاں شخص پر تو کشف والہام ہوا ہے اور فلاں پر نہیں ہوا۔ جب کہ کشف والہام ایک مرئی اور محسوس امر نہیں۔ کیا مرزائیوں میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے مرزا جی پر جمعرات کے ساڑھے دو بجے الہام کا دونگڑا برستے دیکھا ہے جس کی ہیئت کذائی بالکل ایسی

ہی تھی جیسی قطب صاحب کی لاٹھ کی یا جیسے منارۃ المسیح قادیان کی۔

اس سے یہ خرابی بھی لازم آئی کہ شریعت اسلامی کوئی چیز نہیں، اہل کشف واہل الہام جس حدیث کو چاہیں صحیح اور جس حدیث کو چاہیں غلط کر سکتے ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ الہام خدا کی طرف سے ہو۔ پس ایک مدعی الہام یا مفتری علی اللہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں قرآنی آیت کی تعمیل کا اب زمانہ نہیں اور مجھ پر الہام ہو چکا ہے یعنی اب یہ آیت نسخ ہوگئی ہے، اور قرآن میں پہلے بھی ناسخ ومنسوخ آیات موجود ہیں۔

دیکھو مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کا مسخ نہیں کر رہا تو کیا کر رہا ہے؟ وہ لکھتا ہے کہ فلاں آیت میری نسبت ہے۔ اس کے یا تو یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت ﷺ درحقیقت نبی ہی نہ تھے، بلکہ ان کے ذریعے سے قرآن مجھ (مرزا قادیانی) پر اترا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ فلاں آیت کا آنحضرت ﷺ پر نازل ہونا منسوخ ہوگیا ہے اور اب خدا تعالی نے مجھ پر اسکے نزول کی منظوری بھیج دی ہے۔ اور جس طرح دنیا کی گورنمنٹیں ہمیشہ ایکٹ اور سرکلر وغیرہ منسوخ کرتی رہتی ہیں، اور اپنے ماتحتوں کا عزل ونصب، تقرر وتبدل، حسب مصلحت وموقع وقت عمل میں لاتی رہتی ہیں، یہی کیفیت آسمانی گورنمنٹ کی ہے۔ الغرض اہل کشف اور اہل الہام جو چاہیں کریں۔ وہ ہر طرح مختار ہیں۔ اندھے کی داد نہ فریاد، اندھا مار بیٹھے گا۔ ایسی ہی حماقت آمیز باتوں سے دیگر مذاہب کی نظروں میں مذہب اسلام حقیر اور ذلیل اور پوچ نظر آتا ہے۔ الہام کا ڈربا سلامت ہے تو دیکھتے جائیے کیسی کیسی ککڑوں کی صدائیں سننے میں آتی ہیں۔ مرزا قادیانی تو جو چاہے سو کہے، اس کو اسلام سے سروکار ہی نہیں۔

تعجب تو مولوی محمد حسین پر ہے کہ انہوں نے کس ترنگ میں ایسا لکھ مارا جو مرزا قادیانی کیلئے دستاویز ہوگئی۔

اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی ہے کہ میں مستقل نبی ہوں اور ہر ایک شریعت کو نسخ اور مسخ اور اپنے کشف والہام سے آیتوں اور حدیثوں کو صحیح یا غلط کر سکتا ہوں، لیکن اس نے موضوع حدیثوں کے صحیح کرنے کے الزام کا جوا مولوی محمد حسین بٹالوی کی گردن پر رکھ دیا ہے کہ سب سے پہلے اس کے قائل وہی ہیں، جو درحقیقت صاحب کشف والہام نہیں، پھر میں باوصف صاحب کشف والہام اور مستقل نبی ہونے کے کیوں اسکا قائل نہ ہوں، مجھ پر تو یہ واردات ہر وقت گزرتی رہتی ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب جو اپنے کو اہل حدیث کا لیڈر بتاتے ہیں جب دیگر مذاہب والوں کو ان کا یہ

اجتہاد معلوم ہوگا تو ضرور یہی کہیں گے کہ تمام اہل حدیث کا معاذ اللہ یہی عقیدہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان میں خلوص نہیں رہتا یا کسی خودغرض کے دھوکے میں آجاتا ہے، تو اس سے ایسی ہی حرکات سرزد ہوتی ہیں کہ اپنے ساتھ ساری سوسائٹی کو بدنام کر دیتا ہے۔ مذاہب غیر والے کہہ سکتے ہیں کہ مذہب اسلام کی باگ تو اسلامی علماء وفضلاء واولیاء اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ اسلام کی جس بات کو چاہیں ردّ کر دیں اور جس بات کو چاہیں صحیح اور درست کر دیں، اور اس صورت میں اسلام خدائی مذہب نہیں انا للہ و انا الیہ راجعون ۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

دین مرزائی

موجودہ زمانہ میں چونکہ مذاہب آزاد ہیں، لہذا طرح طرح کے جدید مذاہب کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اکثر مذاہب میں ریفارمر (مجدد) بھی پیدا ہورہے ہیں۔ یہ زمانے کی ترقی کے آثار ہیں۔ لیکن اصلاح اور چیز ہے اور ترمیم و تنسیخ اور چیز۔

قادیانی مرزاجی مسلمانوں سے سرخرو بننے اور ان کو دھوکا دینے کے لئے اپنے کو مجدد بتاتے ہیں اور حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ ہر صدی پر مجدد فی الدین پیدا ہوگا، مگر حدیث میں یہ نہیں لکھا کہ وہ نبی بھی ہوگا، بلکہ حدیث میں تو لا نبی بعدی مطابق آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین وارد ہے۔ مرزاجی مجدد فی الدین والی حدیث کی تو تاویل نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کے منشاء کے موافق ہے مگر حدیث لا نبی بعدی کی تاویل کرتے ہیں۔ اور چونکہ اسی حدیث اور ایک دوسری حدیث میں دجالون کذابون اور دجالون ثلاثون وارد ہوا ہے، لہذا ایسی حدیثوں سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ تاویل بھی نہیں کرتے کیونکہ یہ ان کے نبوت کا ذبہ کے لئے بلا وسواس بے التباس فاس الرأس ہے۔

مجدد اور نبی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہر مذہب کا مجدد اس مذہب کے نبی کا تابع ہوتا ہے، نہ کہ خود نبی۔ کیونکہ تابع ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزاجی امتی بھی ہیں، اور نبی بھی، تابع بھی، اور متبوع بھی۔ مسیح موعود بھی ہیں اور اصلی مسیح کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ مستقل نبی بھی ہیں، اور ظلی بھی۔ یعنی اصلی نبی بھی ہیں اور نقلی

بھی۔ علی ہذا، کس کس خرافات اور تناقضات کو رویا جائے۔ مگر جو کاٹھ کے الو دام میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو کون سمجھائے اور جو اصحاب الفیل ہاتھی کا روٹ چکھ رہے ہیں وہ بڑھتی دولت کے خواہاں ہو کر آنکھوں کے اندھوں کی گانٹھ کیوں نہ کاٹیں۔

اگر مرزا جی مجدد ہوتے تو دین محمدی کو چھوڑ کر اپنا نیا دین، یعنی دین احمدی، ہرگز قائم نہ کرتے، اور چیلے چاپڑوں کو بجائے محمدی بنانے کے احمدی یعنی غلام احمدی نہ بناتے، اور نہ یہ سرکلر جاری کرتے کہ جو شخص مجھے مستقل نبی وغیرہ نہ مانے وہ واجب القتل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک مسلمان جو محمد ﷺ کا متبع ہے اور آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتا، واجب القتل ہے۔ اب اسلامی پبلک سمجھ سکتی ہے کہ وہ سگ دنیا مکار اور دجال واجب القتل ہے جو ہندوستان کے ۶ کروڑ محمدی مسلمانوں کو واجب القتل بتاتا ہے یا تمام مسلمان۔

کوئی حکمت عملی کوئی مصلحت ضرور ہے کہ مسیح کی طرح آنحضرت ﷺ پر کھلم کھلا سبّ ولعن طعن نہیں کیا جاتا، اگرچہ ضمناً اور معنیً کل انبیاء پر سبّ ولعن ہو چکا ہے۔ کیا معنی کہ جس شخص نے ایک نبی (عیسی مسیح) کو گالی دی اس نے قرآن کا خلاف کیا، اور تمام انبیاء کو گالی دی۔ انتظار صرف یہ ہے کہ نشیب میں پانی اچھی طرح نہیں مرا۔ مرزائی ابھی تعلیم وتربیت میں ادھورے ہیں۔ نبوت کے پرائمری اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ابھی ایسے گستاخ اور بے ادب نہیں ہوئے جیسا مرزا جی کا منشاء ہے۔ مگر دیر آید درست آید، تمام بدن کی سوئیاں تو نکل گئی ہیں صرف پلکوں کی سوئیاں باقی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو شخص لوگوں کو تمام انبیاء کرام سے تڑوا کر اپنی نبوت کا رشتہ جوڑتا ہے، اس کے دل میں کسی نبی کی وقعت کیونکر ممکن ہے۔ وہ تو انبیاء کا کھلا رقیب ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ صفحہ دنیا سے ان کا نام مٹ جائے اور دنیا کے دلوں پر مہریں لگ جائیں، کانوں میں سیسہ اور پارہ بھرا جائے کہ بجز مرزائی دین اور مرزائی نبوت کے کسی دین اور کسی نبی کی نبوت کی آواز دنیا نہ سن سکے۔ بس چاروں طرف میں ہی میں ہوں۔ جس طرح بلی یہ چاہتی ہے کہ سب اندھے ہو جائیں اور جب چھینکا ٹوٹ پڑے تو جلیبیاں میرے ہی حصے میں آئیں۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

کلام کی تاویل سے متکلم کی توہین ہوتی ہے

اگر تاویل صرف انسانوں کے کلام تک محدود رہتی تو چنداں غم نہ ہوتا کیونکہ انسانوں کا کلام صدق و کذب دونوں کا مجموعہ ہے، موجودہ زمانے میں تو انسانوں کے کلام کی طرح آسمانی کتابوں کی بھی تاویل و تسویل ہو رہی ہے، اور چار طرف اسی کا بازار گرم ہے۔ خصوصاً مذہب اسلام میں تو تاویلات ہی نے جنگ.. قائم کر دی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے اس کے یہ معنی ہیں، دوسرا کہتا ہے یہ معنی ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ کسی کلام کے مختلف معنی ہوں، خصوصاً کلام الٰہی کے۔ کسی کلام کا مختلف المعنی ہونا حد درجہ کی قباحت اور خرابی اور اس کی مسلّمہ فصاحت و بلاغت پر دھبہ لگانے والی اور بالآخر یہ نتیجہ نکالنے والی ہے کہ وہ کلام بھی جھوٹا اور متکلم بھی جھوٹا۔ موجودہ سلطنتیں بھی خلاف بیانی کے مرتکب کو سزا دیتی ہیں۔ اگر تاویل پر مدار رکھا جائے تو کوئی کلام سچا نہیں ٹھہر سکتا اور نہ متکلم کا اصل منشاء کسی پر کھل سکتا ہے کیونکہ ہر کلام میں تاویل دخیل ہو سکتی ہے۔ کسی کلام کا اجمال و ابہام بھی مخل فصاحت و بلاغت ہے، کیونکہ اس کا دارومدار تاویل پر ہے۔ یعنی یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے معنی درحقیقت کچھ بھی نہیں، محض الفاظ کا قالب اور خالی خولی برہنہ ڈھانچا ہے جس کو تاویل کرنے والا معنی پہناتا ہے۔ پھر جب دوسرا ماوّل اس کو غلط کر دیتا ہے، تو وہ ڈھانچا بدستور ننگے کا ننگا رہ جاتا ہے۔ ایک نے معنی پہنائے دوسرے نے وہ لباس اتار کر نیا لباس پہنا دیا۔ اور ھلمّ جرا۔ ملاحظہ کیجئے سیدھے سادے کلام کی کس قدر بے وقعتی اور تفضیح ہوئی۔ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرھا

خیر سے ہمارے قادیانی مرزا صاحب کی ظلی اور بروزی نبوت کا کاغذی جہاز تو تاویل ہی کے طوفان خیز سمندر میں چل رہا ہے۔ آپ کو آسمانی باپ نے تاویل و تسویل کا وہ سلیقہ عطا کیا ہے کہ آج تک کسی کو عطا نہیں ہوا۔ تمام علماء متکلمین، تمام محدثین، تمام مفسرین کلام الٰہی کے وہ معنی نہیں سمجھے جو انیسویں اور بیسویں صدی میں آپ سمجھے ہیں۔

تاویل کرنے والا تاویل نہیں کرتا، بلکہ متکلم کے کلام کی اصلاح کرتا ہے۔ اس کا اصلی مقصد یہ ہوتا ہے کہ متکلم نے غلطی کی ہے اس کو کلام کرنے کا سلیقہ نہ تھا، ورنہ وہ کلام میں یہ الفاظ لاتا جن کو میں اپنی تاویل میں

ظاہر کرر ہاہوں۔قرآن مجید یحر فو ن الکلم عن موا ضعه سے ایسے ہی لوگوں کی تصدیق کرتا ہے۔

پھر تاویل کی بنیاد محض خودغرضی اور نفسانیت پر ہوتی ہے۔مثلاً مرزاجی اوران کے حواری آیت

و لکن رسول الله و خا تم النبیین

کے النبیین میں الف لا م عہد ذہنی بتاتے ہیں۔یعنی آپ ان انبیاء کے خاتم ہیں جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔کیا کہنا،ایسی تاویل تو خرد جال کو بھی نہیں سوجھی اور نہ سوجھ سکتی ہے۔آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ الف لام استغراق کس موقع پر آتا ہے اور الف لام عہد ذہنی کس موقع پر۔آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ جمع پر ہمیشہ الف لام استغراق کا ہوتا ہے۔آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس صورت میں تو ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا، بلکہ ہر انسان اپنے سے پہلے انسانوں کا خاتم ہوگا،خصوصیت کیا رہی۔اور خدائے تعالی کا جو کلام محل مدح میں تھا، وہ محل ذم میں ہوگیا۔پھر مرزاجی جو اپنے کو خاتم الخلفاء بتاتے ہیں،تو آپ بھی گزشتہ خلفاء (انبیاء) کے خاتم ٹھہرے،نہ کہ آئندہ انبیاء کے۔پس ممکن ہے کہ مرزاجی کے بعد کوئی خلیفہ (نہیں،مسیح موعود و مہدی مسعود وظلی و بروزی نبی و امام الزمان) اور بھی پیدا ہو،حالانکہ ایسا کہنے والے پر بھی مرزاجی ابھی ابھی مغلئی چھرا تیز کریں گے۔لیجئے جناب آپ نے آیت قرآنی کی ایسی تاویل کی کہ اپنے منہ سے اپنی رسالت ونبوت کی تکذیب کردی۔یہ ہے تاویل کا نتیجہ۔

اجماع امت اور سیاق وسباق اور لغت اور فن بیان ومعانی کے خلاف قرآن مجید کی تاویل کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ہم بارہا لکھ چکے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ قادیان بالکل جہلاء اور اغبیاء کا مسکن ہے،ان میں نہ کوئی حدیث وقرآن کا عالم ہے،نہ کوئی فلسفی اور متکلم ہے،نہ کوئی فن معانی و بیان اور فصاحت و بلاغت اور فن بدیع سے واقف ہے۔بلکہ ہم بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ صرف ونحو سے بھی کماحقہ کوئی واقف نہیں۔پس کس کی طاقت ہے کہ مجدد السنہ مشرقیہ سے (احمد حسن شوکت) آنکھ ملا سکے۔ انشاءاللہ۔شوکت:

دلیروں سے غرض ہے بزدلوں سے کام کیا اس کو
کہ شیوہ شیر گیری ہے غزال چشم ختان کا

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۱۔۲)

قادیانی گھنٹہ گھر

۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء کے اخبار الحکم میں قادیانی گھنٹہ گھر کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی خدمت میں بہت کچھ رونا رویا گیا ہے، مگر تمام دروغ بے فروغ اور سرتا پا دھوکا و مکر وزور ہے۔ وہ اس گھنٹہ گھر کی نسبت لکھتا ہے: خاص کر یہ منارہ اسلام کی مذہبی رسوم میں سے ہے۔،

یعنی اسلام میں ایسی صدہا رسوم مثل تثلیث پرستوں اور اعجوبا پرستوں کے موجود ہیں جن میں سے یہ ایک گھنٹہ گھر کی رسم بھی ہے۔ لعنت الله على الكا ذبين ۔اس جھوٹ اور دھوکا دہی کی بھی کوئی انتہا ہے۔ پبلک بلکہ حاکم کی آنکھوں میں خاک ڈالنا اسی کو کہتے ہیں : چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

اسلامی عمارتیں تو مساجد ہیں۔ گھنٹہ گھر مذہبی عمارت آج تک نہیں سنی گئی جن کی رسم ادا کرنا اسلامی رسم ہو سکے۔ اسلام میں تو پختہ مکان بھی ڈہا دینے کے قابل ہے، جیسا کہ ایک صحابی نے اپنا ایک چھوٹا سا پختہ گول گھر بنایا تھا، مگر آنحضرت ﷺ کی ناراضی سے ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حاجت سے زیادہ مکان بنانے کو اس کے مالک پر عتاب فرمایا ہے، یہ پختہ مکانات علامات قیامت سے ہیں۔ یہ قادیانی گھنٹہ گھر ڈہا دینے کے قابل ہے، اس کی مخالفت سچے مسلمانوں کا فرض ہے، چہ جائے کہ اس کو مذہبی عمارت تصور کر کے اس کی رسم ادا کی جائے۔

> الحکم اس گھنٹہ گھر کو اسلامی عمارت بنانے میں کیا عمدہ دلیل پیش کرتا ہے: منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصہ پر ایک بہت بڑا گھنٹہ جو چار سو، پانچ سو روپیہ قیمت کا ہوگا نصب کر دیا جائے گا تا کہ نمازی لوگ اپنے وقت کو پہچانیں۔،

اول تو حلوائی کی دکان اور دادا جی کی فاتحہ۔ لوگوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کا روپیہ جو طرح طرح کے مکر و حیلوں سے لوٹا جاتا ہے، وہ اس بے دردی سے فضول عمارتوں میں برباد کیا جاتا ہے جو بحکم آیت ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين اسراف فعل شیطانی ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ علاوہ ازیں اسلام میں نماز کے واسطے اذان مقرر ہے، گھنٹہ تو کفار کا طریق ہے جس کی مخالفت کا حکم اسلام میں ہے۔ پس

گھنٹہ گھر کو اسلامی عمارت کہنا حکام کو صریح دھوکا دینا ہے۔ اسلام میں آواز جرس یعنی گھنٹہ کی آواز شیطانی ہے، اسکو اسلام سے کیا نسبت۔ یہ جدید عیسائی (مرزائی) تصویر پرستی، تثلیث پرستی میں پرانے عیسائیوں سے سبقت لے گئے ہیں۔ ان کے مذہب میں گھنٹہ گھر عبادت گاہ ہو، مگر مذہب اسلام کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔ الحکم اس روباہ بازی سے قادیانی گھنٹہ گھر کو مذہبی عمارت بتلا کر مندروں اور گرجا گھروں جیسے حقوق طلب کرتا ہے۔

گھنٹہ گھر پر لوگوں کا یہ اعتراض کہ دوسروں کی بے پردگی ہوگی، بہت معقول اور بالکل صحیح ہے۔ اسلام میں کسی کے گھر کے اندر جھانکنا بھی سخت گناہ ہے۔ اسلام کسی کی بے پردگی اور دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ یہ تمام مرزائی مذہب کے اصول ہیں کہ جس طرح ہو سکے خلق اللہ کی دل آزاری کی جاوے، اور طرح طرح کی تدابیر فتنہ وفساد برپا کرنے کی نکالی جاویں۔ یہ مذہب گویا خلل اندازی امن خلق اور فتنہ وفساد کی بنیاد قائم کرنے کے واسطے بنا ہے۔ اللہ اس مذہب کے شر سے مسلمانوں اور تمام مخلوق خدا کو بچائے۔ آمین۔ ج۔ن۔ از پشاور۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۲۔ ۳)

مرزائیوں کا تعصب

اہل سنت کے ساتھ مرزائیوں کا تعصب روز بروز بڑھتا جاتا ہے، خصوصاً جب سے مرزا جی نے اپنے معتقدین و مریدین کو اہل سنت سے علیحدہ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، تب سے ان لوگوں کی جماعت بھی علیحدہ ہوتی ہے۔ بات تو جب تھی کہ مرزا جی مرزائیوں کیلئے نماز بھی نئی تصنیف کرتے۔ معلوم ہوتا ہے ابھی مرزا جی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ ابھی نئے نبی ہیں، نئی امت میں رفتہ رفتہ سب کچھ ہو رہے گا۔

مرزائیوں کے تعصب کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہمارے شہر شاہ جہان پور میں ایک با خدا عالم دین دار، متقی، پرہیزگار، عارف باللہ مولانا عبید الحق کا انتقال تقریباً دو ہفتہ ہوئے بعارضہ ہیضہ ہوا۔ مرحوم نہایت بزرگ خداترس عابد زاہد شخص تھے۔ شاہ جہان پور میں ان کی کوشش سے ایک مدرسہ بھی قائم ہوا جس میں سینکڑوں طلبا پڑھ کر فیض یاب ہوئے۔ تمام شہر کو مرحوم کی ناگہانی موت پر بے حد افسوس اور صدمہ ہے، مگر ناخداترس فرقہ مرزائیہ بجائے اس کے کہ کچھ رنج کرتے، لگے بغلیں بجانے کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی کو

مولوی صاحب مرحوم نہیں مانتے تھے، لہذا العنتی مرض ہیضہ میں انتقال ہوگیا۔ حالانکہ حدیث شریف میں اسہال کو بھی اسباب شہادت سے گنا ہے، مگر حدیث کون مانتا ہے۔ اور بات بھی ٹھیک ہے، نئے پیغمبر کی حدیثوں کو مانیں یا پرانی دقیانوسی حدیثوں کو۔

ہر مقامی اخبار کا فرض منصبی ہے کہ شہر کی قابل ذکر خبریں لوکل کالم میں درج کرے، مگر اخبار ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور، باوجودیکہ اس سانحہ عظیم کو عرصہ گزرگیا، اور مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد اخبار مذکور کے چار نمبر شائع ہو چکے ہیں، لیکن افسوس کہ لوکل کالم اب تک اس خبر سے خالی نظر آتا ہے۔ اگرچہ مشہور ہے مگر ہمیں یقین نہیں آتا کہ مزکورہ بالا اخبار کے اڈیٹر صاحب مرزائی ہوں اور مرزا قادیانی کو مسیح موعود مانتے ہوں۔ تعجب ہے کہ مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر اپنے اخبار میں کیوں نہیں چھاپی۔

راقم۔ محمد ظہور خان۔ سوداگر شاہ جہان پور۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳)

کمشنر مردم شماری کا ایک غضب ناک فقرہ

قادیانی مرزا جی بار بار گورنمنٹ میں میموریل بھیجتے ہیں کہ میں جہاد کے خلاف ہوں، کمشنر مردم شماری نے اپنی رپورٹ میں گویا مرزا جی کے ٹھیک عندیئے اور زعم کا یوں جواب دیا ہے:

اگرچہ یہ ملّاں (غلام احمد قادیانی) مذہبی جنگ (جہاد) کے خلاف ہے مگر عیسائیت، ہندومت، شیعہ مذہب اور انگریزی تعلیم کی تحریک کی، جس کا مرکز علی گڈھ ہے، سختی سے مخالفت کرتا ہے۔

ذرا انگریزی اخباروں میں بھی دیکھو کہ لفظ ملّاں، کیسے شخص کی نسبت مستعمل ہے۔ مثلاً ملا مشک عالم، ملا ہاڈا، ملا سو مالی، ملا اخوند، ملا دیوانہ، وغیرہ۔ انگریزی اصطلاح میں ملّاں کے معنی جنگجو کے ہیں۔ قادیانی مرزا جی تو محض بودم ہیں، اس غضب ناک اور عبرت ناک اور ہولناک فقرے کے نتیجے اور اس کی تہ تک کیوں پہنچنے لگے، وہ تو منارے کے گنبد میں بیٹھے ریگ ماہی اور سقنقور ملی ہوئی نان خطائیاں چکھ رہے ہیں۔

ہم سے سنئے مندرجہ بالا فقرے کا یہ مطلب ہے کہ مرزا قادیانی اگر واقعی جہاد کا مخالف ہے تو صرف اس جہاد کا جو گورنمنٹ سے کیا جائے (جس کا ہندوستان میں وجود نہیں) مگر وہ جہاد کا عموماً مخالف نہیں، یعنی پادریوں آریوں شیعہ

اور انگریزی تعلیم کے حامیوں کو اشتعال دلا کر سب سے جہاد کرنا چاہتا ہے۔ گویا گورنمنٹ کے ساتھ جہاد کرنے کا تو منکر ہے مگر دنیا سے جہاد کرنے کے لئے خم ٹھونک رہا ہے۔

غالباً مرزا جی کو معلوم ہو گا کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی جانب سے جو اڈریس پچھلے دنوں ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ وآگرہ واودھ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اور جس میں لکھا تھا کہ

اہل اسلام علی گڈھ کالج کو (بحسب عقائد) پسند نہیں کرتے، اس لئے ہم نے یہ جداگانہ اسلامی کالج قائم کیا ہے۔،

ہز آنر ممدوح نے جواب میں کیسی لتاڑ بتائی تھی، اور ان پر یہ فقرہ کس قدر ناگوار گذرا تھا۔ ہز آنر یہ سمجھے کہ ندوۃ العلماء دقیانوسی خیالات کے چند علماء نے قائم کیا ہے جو تعصبی تعلیم پھیلانے کا کالج اور انگریزی تعلیم کا مخالف ہے۔، اور ہم اس پر ریویو کر چکے ہیں کہ ندوہ والوں کو اپنے اڈریس میں ایسا لکھنا ندوۃ العلماء کے حق میں کانٹے بونا ہوا۔ ان کو صرف یہ لکھنا چاہیے تھا کہ ایک کالج ۶ کروڑ مسلمانوں کے لئے کافی نہیں، لہذا دوسرا کالج مسلمانوں کی تعلیمی ضرورت اور تشنگی طلب کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں دل کی بات تو زبان پر آ ہی جاتی ہے، یعنی ہمارے بیشتر علماء جو خود غرضی پر مٹے ہوئے ہیں، نہیں چاہتے کہ مسلمان انگریزی تعلیم پا کر اور عقل مند ہو کر ان کے پنجوں سے نکلیں۔ اور ندوۃ العلماء ہی پر کیا منحصر ہے، تمام مدارس جن میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے ان کے منتظموں اور مدرسوں کا یہی حال ہے کہ انگریزی تعلیم کے نام تک سے گھبراتے ہیں اور سالانہ گداگروں کی جماعتیں تیار کر کے بھیک مانگنے کے لئے سروں پر فضیلت کی پگڑیاں باندھ کر اور پیٹھ ٹھونک کر شاباش دے کر مدارس سے نکالتے ہیں۔ کیا مقدس مذہب اسلام دنیوی علوم وفنون کے سیکھنے کو منع کرتا ہے۔ کیا اسلام بھیک مانگنے کا حکم دیتا ہے اور انسانی طرز معاشرت کا حارج ہے، ہرگز نہیں۔ یہ لوگ مذہب اسلام کو بدنام کرتے اور مسلمانوں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ کیا معنی کہ گورنمنٹ جب دیکھتی ہے کہ یہ لوگ میری خاص زبان اور اس کے علوم وفنون سے متنفر ہیں، تو وہ یہ خیال کرتی ہے کہ ان سے صلاح وفلاح اور وفاداری کی کیا امید ہے۔ پس ان کے خیالات اور کیریکٹر سے خوفناک رہنا اور نگرانی کرنا چاہیے۔ مگر متعصب علماء سے خدا تعالیٰ سمجھے کہ ہرگز مآل کار کو نہیں سمجھتے، اور مسلمانوں کو بدستور تاریکی میں رکھتے ہیں۔

قادیانی مرزا جی کی عجیب کیفیت ہے کہ جس ہانڈی میں کھائیں اسی ہانڈی میں چھید کریں۔سرسید احمد خان کے خیالات اخذ کر کے اپنا کمپونڈ مذہب تراشا،اور سرسید احمد خان ہی کے لگائے ہوئے درخت (علی گڈھ کالج) کی تعلیم کے مخالف بن گئے۔

سرسید احمد نے ہمیشہ تمام انبیاءکرام اور کبراءاسلام کی عظمت کی ہے۔بھلا انکی تحریروں میں کوئی ایک لفظ تو ایسا دکھادے جو انبیاءکرام کی کسر شان کا موہم ہو۔کم ظرف اور او چھے تو صرف قادیانی مرزا ہیں کہ چھلک پڑے اور منہ کی راہ ابراز کرنے یعنی انبیاءکرام کو گالیاں دینے لگے اور بتانے لگے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔

فی الحقیقت مرزا جی مقدس بزرگوں کو گالیاں دینے میں ساری دنیا سے فرد ہیں۔یعنی کسی مذہب کے پیشوا نے دوسرے مذہب کے پیشوا کو کبھی برا نہیں کہا۔کیا ہنود کے کسی اوتار نے اسلامی انبیاء کو برا کہا ہے،کیا بودھ نے کسی نبی کو گالی دی ہے۔انبیاءاور ریفارمروں اور اوتاروں کے نام لیوا کی تو ہم کہتے نہیں،مثلاً بے ادب اور گستاخ آریا وغیرہ جن کا درحقیقت کوئی مذہب نہیں،اور جو محض عقل خام کی دیگ میں اپنے مذہب کی کھچڑی پکا رہے ہیں،مگر مرزا قادیانی اور مرزائی سبّ وشتم میں آریا کے بھی کان کاٹ رہے ہیں،اور روز بروز گستاخ اور خیرہ سر ہوتے جاتے ہیں۔انبیاءکرام کی وقعت ان کے دلوں سے بالکل اٹھ گئی ہے۔بظاہر مسلمان رہنے کے لئے آنحضرت ﷺ کا نام کبھی کبھی لیتے ہیں،چندروز میں یہ بھی بھول جائیں گے اور اپنے نئے نبی کا کلمہ جس طرح اب دل میں ہے اسی طرح زبان پر ہوگا۔

پس کمشنر مردم شماری نے بہت ٹھیک لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی گورنمنٹ سے جہاد کرنے سے تو مانع ہے مگر خود ساری خدائی سے جہاد کرنے پر آمادہ ہے۔ڈائنا میٹ اور بم کے گولوں کا میگزین تیار ہو رہا ہے یعنی مذاہب غیر کو مشتعل کرنے والی کتابیں چھاپ رہا ہے،بس توپ میں بتی پڑنے کی دیر ہے۔پھر تو عالمگیر آگ پھیل جائے گی جس کے بجھانے پر گورنمنٹ بھی قادر نہ ہوگی۔اور امن خواہ گورنمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ مذاہب سے جنگ کرنا یا ان کو اشتعال دلانا خود مجھ سے جنگ کرنا اور مجھے اشتعال دلانا ہے کیونکہ اس سے امن قائم نہیں رہ سکتا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۴۔۵)

امروہی، سنت رسول کی بظاہر کیوں حمایت کرتے ہیں

یہ تو ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے بعد ختم نبوت ایک نیا نبی گھڑ لیا ان کا دعوی اتباع سنت کیونکر مسموع ہو سکتا ہے۔ نبی برحق کی نبوت سے تو انکار اور انکی سنت پر چلنے کا اقرار کیا معنی رکھتا ہے، ضرور اس میں کوئی کید ہے

ہم جانتے ہیں نعش پر آنے کا مدعا
آسودگی پسند تری شوخیاں نہیں

اگر چہ تمام انبیاء کی کوئی عظمت و وقعت مرزا جی اور ان کی امت کے دل میں نہیں، مگر چونکہ مرزا جی اپنے کو ظلی اور بروزی نبی بتاتے ہیں، یعنی آپ آنحضرت ﷺ کے ظل اور بروز ہیں، تو انہوں نے دیکھا کہ سنت رسول اللہ ﷺ کی کھلم کھلا مخالفت کرنے سے دنیا پر یہ ثابت ہوگا کہ یہ کیسا ظل اور بروز ہے جو اپنی اصل کی مخالفت کرتا ہے، اور چونکہ عیسی مسیح کی مخالفت کرنے اور ان کو گالیاں دینے سے (حالانکہ آپ ان کے بھی مثیل ہیں) اپنے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا چکے ہیں، تو مرزا جی اور ان کے حواریین نے یہ خیال خام پکایا کہ عیسی مسیح کی مخالفت صرف عیسائیوں کو ناگوار ہوگی، نہ کہ مسلمانوں کو (حالانکہ مسلمانوں کو بھی عیسی مسیح پر سبّ و شتم کرنے سے کچھ کم صدمہ نہیں پہنچا)۔ مگر مرزائی اس کو سہہ گئے، اور شربت کا گھونٹ سمجھ کر پی گئے، تو اب مرزا جی اور محمد احسن امروہی صاحب کو خوف ہوا کہ ہم نے جو احادیث کی مخالفت کی ہے، تو ایسا نہ ہو کہ بعض کچے مرزائی جن پر اچھی طرح بروزیت اور ظلیت کا مسمریزم دم نہیں ہوا، یہ سمجھ کر کہ مرزا قادیانی جو اپنے کو اہل سنت جماعت میں گنتا ہے، سنت رسول اللہ و سنت صحابہ کا کٹا مخالف ہے، فرنٹ ہو جائیں، اور پھر کلنک کا ایک دوسرا ٹیکا ماتھے پر لگ جائے۔ اور بقول مثل دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ جس طرح عیسائیوں اور محمدیوں سے مطرود ہوئے اسی طرح مرزائیوں سے بھی مردود ہونا پڑے پس وہ سنت سنت بگھار رہے ہیں۔

محمد احسن امروہی صاحب کے کھانے کے دانت اور، دکھانے کے دانت اور ہیں، کون نہیں سمجھ سکتا۔

اور اگر واقعی سنت رسول اللہ ﷺ کے حامی ہیں تو غالبًا نئے نبی کے اتخاذ سے تائب ہو گئے ہیں، اور ایمان کی تجدید کر لی ہے۔ اس صورت میں چشم ما روشن دل ما شاد، اور ہم امروہی صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں۔ پس

امروہی صاحب ضرور یہ شعر پڑھیں

باز سنی شدم و دم بمحمد دادم

شوکت اللہ بیاید بمبارکبادم

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

مرزا جی کے فتوے

اب تو مرزا جی فتوے بھی دینے لگے، مینڈ کی بھی چلی مداروں کو۔ بھلا اسلامی مفتیوں اور مشائخوں اور علماء نے جس شخص کی تکفیر کا فتوی دے دیا ہو، وہ کیونکر مفتی بن سکتا ہے۔

الحکم میں بعنوان استفتاء اوران کے جواب، سوال و جواب شائع ہوتے ہیں۔ کسی نے سوال کیا کہ مولود کی نسبت حضور کیا فرماتے ہیں۔ تو آپ کیا دوٹپی جواب ہانکتے ہیں کہ:

محض آنحضرت ﷺ کا تذکرہ عمدہ چیز ہے اور قرآن میں بھی ہے: و اذ کر فی الکتا ب ابرا ھیم۔

سوال از آسمان جواب از ریسمان اسی کو کہتے ہیں۔ بھلا ایسا کون سا مسلمان ہے جو ذکر اللہ اور ذکر الرسول کو باعث سعادت نہ جانتا ہو۔ اس میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں، البتہ مجالس میلاد کے انعقاد کی ہیئت کذائی میں اختلاف ہے۔ مرزا جی اسی کو گول کر گئے اور بے چارہ سائل جواب سے محروم رہا۔

بات یہ ہے کہ جب مرزا جی خاتم الخلفاء ہیں، تو کسی نبی کا ذکر ولادت یا مطلق ذکر آپ کو کیوں گوارا ہونے لگا۔ یہ تو شرک فی الرسالۃ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ذکر میلاد کو جو آپ نے گول مول بیان کیا یعنی بطور من چاہے منڈیا ہلائے، اس سے روگردانی کی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، یا یوں کہو کہ قبر کا حریرا بن گئے ہیں۔ تو خیال ہوا کہ میں محفل میلاد سے انکار کروں گا تو میرے بعد کوئی میری میلاد کی محفل ہرگز نہ منعقد کرے گا، جس کا انعقاد مرزائیوں کا فرض ہے۔ کیا معنی آنحضرت ﷺ کا تو مولود ہو اور آپ کے ظل اور بروز کا مولود چار کے کاندھے چڑھنے کے بعد نہ ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نہ آپ ظل ہیں نہ بروز ہیں۔ جب زندگی میں آپ نے اپنے چیلوں چاپڑوں کو الصلوۃ و السلا م علیك یا رسو ل

اللہ کہنے کا تاکیدی حکم دے دیا ہے، تو اس جرنیلی آرڈر کا نفاذ تا قیامت سمجھئے۔ اور جس طرح آنحضرت ﷺ کے مولود کی مجلسیں ہوتی ہیں، آپ کے مولود کی مجلسیں بھی کیوں نہ ہوں۔

دوم، ہماری رائے میں تو آپ نے اپنے حکیم نورالدین صاحب بھیروی اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو، جو کسی زمانہ میں خصوصاً بزمانہ حیات نواب سید صدیق حسن خان صاحب مرحوم، گاڑھے اہل حدیث تھے اور اب تک مجلس میلاد کو برا سمجھتے ہیں، میلاد کی در پردہ برائی بیان کر کے خوش کیا ہے۔ ورنہ مرزا جی کسی نبی کا مولود ٹھنڈی آنکھوں دیکھ سکیں، اور اس کا فتوی دے سکیں توبہ، توبہ!

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

تعجب یہ ہے کہ مذکورہ بالا اور سود اور رہن وغیرہ کی حلت وحرمت کے فضول سوالات تو کئے جاتے ہیں، مگر یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ تصویر کا بنانا اور اس کا گھر میں رکھنا اور نامحرم عورتوں کا دکھانا کیسا ہے، اور حج نہ کرنا اور دعوی کے ساتھ پیش گوئی کرنا یعنی اپنے کو غیب دان بتانا مذہب اسلام میں کیسا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نیا نبی ہے تو پرانی اسلامی شریعت پر کیوں چلتا ہے، اس کا کھلم کھلا انکار کر کے اپنی نئی شریعت کیوں جاری نہیں کرتا۔ یہ کیا کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔

کوئی پوچھے کس کا خوف ہے۔ زمانہ آزاد، عہد سلطنت آزاد، خیالات آزاد۔ اسی سے تو مرزا جی کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بالکل اپنے کانشس conscience کے خلاف کاروائی کر رہے ہیں۔ لیپا لک کا تو صرف یہ کام رہ گیا ہے کہ قرآن وحدیث میں جو باتیں ان کے مطلب کے موافق ہیں، وہ تو صحیح اور باقی غلط۔ ہم تو جب جانتے کہ کوئی نیا قانون جاری کیا جاتا جو بطور کلیہ کے ہوتا۔ مذہب اسلام سے جدی کوئی ہدایت جاری ہوتی۔ ہدایت تو رہی بالائے طاق، ہاں طرح طرح کی ضلالتیں ضرور جاری ہوتی ہیں، یا نئے نئے بے معنی الہامات کہ لیپا لک ایسا ہے اور لیپا لک ویسا ہے۔ اور پیش گوئی بھی گول مٹول ہوتی ہے جس کے دومنہ منافقوں کے منہ کی طرح ہوتے ہیں، تاکہ آئندہ تاویل کرنے اور اپنے حمقاء کے پٹیانے کا موقع ہاتھ آئے کہ چت بھی مرزا جی کی اور پٹ بھی مرزا جی کی۔ پس قادیان آنکھوں کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کے لوٹنے کا

اچھا خاصہ قمار خانہ ہے اور بس۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۶۔ ۷)

لندنی مسیح اور قادیانی مسیح

جیسے لندن میں مسٹر پگٹ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا، مرزا جی کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ ہیں! سچا مسیح موعود تو میں، یہ مکار جھوٹا لپاڑیا کہاں سے کود پڑا۔ مگر ذرا مسٹر پگٹ سے بھی پوچھنا چاہیے کہ وہ مرزا جی کو کیا سمجھتا اور کیا کہتا ہے۔ پگٹ کے گروہ نے پگٹ کو مسیح تسلیم کر لیا اور مرزا جی کے گروہ نے مرزا جی کو، حالانکہ دنیا میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جن کے معتقدین میں لاکھوں آدمی ہیں۔ ان میں سے ہر شخص دعوی کر سکتا ہے کہ میں مسیح ہوں، مہدی ہوں۔ لیکن کیا وہ سب مہدی اور مسیح ہو سکتے ہیں۔ سوڈان میں کتنے مہدی پیدا ہوئے۔ کیا ان میں ایک بھی سچا مہدی ہے۔ اپنی اپنی مکاری کی ڈیوٹی پوری کر کے حشرات الارض کی طرح معدوم ہو گئے۔

قادیانی مرزا جی نے جھلا کر اور غصے سے کپکپا کے ایک چٹھی مسٹر پگٹ کے نام لکھی ہے جس میں بدستور دو ٹپی پیشینگوئی ہانکی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اگر وہ (پگٹ) اپنے ان غیر متعلق دعووں سے توبہ کرے گا تو بہت جلد میری زندگی ہی میں ہلاک ہو جائے گا۔،

یہ ویسی ہی تاویل ہے جیسی میعاد مقررہ پیشین گوئی مسٹر آتھم کے نہ مرنے پر کی گئی۔ یعنی اس کے دل میں خوف طاری ہو گیا تھا، اسلئے ہلاک نہ ہوا۔ اس لغو تاویل کی بارہا چھتاڑ ہو چکی ہے۔ چونکہ مرزا جی خوب جانتے ہیں کہ میری پیش گوئی غلط اور گوز شتر ہے، لہذا کوئی میعاد نہیں بتائی کیونکہ ان کو آتھم والی پیش گوئی کا خوف ہوا۔ صرف لفظ (بہت جلد) لکھنے پر ٹالا۔

دوم، اگر مسٹر پگٹ، مرزا جی کی زندگی میں نہ مرا تو وہ کہہ سکتے کہ میں نے تو یہ قید لگائی تھی کہ اگر وہ اپنے دعووں سے توبہ نہ کرے گا، تب ہلاک ہوگا۔ اب چونکہ وہ زندہ رہا، لہذا ضرور اپنے دعووں سے تائب ہو چکا ہے۔ وہی آتھم والی راگ مالا لعنت الله على الكاذبين۔

اب فرمائیے مرزا جی کی پیش گوئی نے کیا تیر مارا۔ ہر مدبر بلکہ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں معاملے کا

پہلو یوں نہ ہوا، تو مضر ہوگا اور یوں ہوا، تو مفید ہوگا۔ ایک وکیل اپنے موکل سے کہہ سکتا ہے کہ اگر تم نے اپنی ڈیفنس عمدہ طور پر کی، تو تم رہا ہو جاؤ گے ورنہ سزا پاؤ گے۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہتی ہے مگر کیا ہر وکیل مسیح موعود ہے۔ معلوم نہیں مرزائیوں کی عقل کہاں غتربود ہوگئی ہے کہ اپنے پیرومرشد کی چالوں کو نہیں سمجھتے اور اس کو مسیح موعود تسلیم کر لیتے ہیں صم بکم عمی فھم لا یر جعون۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

الہام اور پیشین گوئی

بے شک ہر انسان کے دل پر اس کے کانشنس کی صلاحیت اور قابلیت کے موافق الہام ہوتا ہے۔

الہام نہ صرف نیکی سے، بلکہ بدی سے بھی متعلق ہے: الھمھا فجو ر ھا و تقواھا

مگر یہ ایسی کیفیت نہیں جس کو بجز ملہم کے کوئی اور محسوس کر سکے، کیونکہ علیم بذات الصدور صرف خدائے علام الغیوب ہے۔ سچے الہام کے آثار دوسروں پر بھی کھل جاتے ہیں، جیسے پھولوں کی خوشبو کہ آنکھوں کو محسوس نہیں ہوتی مگر دماغی حسّ میں پہنچ جاتی ہے۔ سچے الہام کی یہی صفت ہے، اور چونکہ کوئی شخص اپنا دل چیر کر کسی کو نہیں دکھا سکتا تاکہ معلوم ہو کہ الہام ہے یا اضغاث احلام، یا وسوسہ احتلام، یا خیالات فسق وحرام، یا صور اصنام اوہام، لہٰذا ہر مکار دعوی کر سکتا ہے کہ مجھ پر الہام ہوتا ہے جس کا ثبوت مریدوں اور چیلوں کے محض عقیدے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بعض بہروپیے اور سادھو بچے تو روغن قازمل کر وہ روپ گانٹھتے ہیں کہ بڑے بڑے سیانے کوّے ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ بھوپال میں مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی جو مشاہیر علماء اہل حدیث سے ہیں، ان پر ایک سادھو بچے نے ایسا افسون کر دیا کہ اس کے جھانسوں اور مکر وزور کے لاسوں میں پھنس کر کبوتر بن گئے، اور بیعت ہو کر اسی کا دم بھرنے لگے۔ اور بالآخر اعلان دیا کہ یہ شخص مجدد ہے۔ شوکت اللہ کو اس سادھو بچے کی حقیقت اچھی طرح معلوم تھی، اور اس کا تجربہ ہو چکا تھا جب کہ وہ ایک دفتری کے امرد لونڈے پر فریفتہ ہوا تھا، اور رات دن اس کے تعشق میں روتا، اور درس ووعظ سے جو کچھ کماتا اس کے والدین کے چولھے میں جھونک دیتا تھا۔ چنانچہ کئی سو روپیہ اس کے والدین کو دیا۔

یہ مکار بڑی بڑی چالوں سے لوگوں کو ٹھگتا تھا۔ایک مرتبہ اپنے وطن سے متواتر اپنے نام خط منگوا لئے کہ فلاں شخص کے قرض میں آپ کا گھر نیلام ہونے والا ہے اور عدالت نے اس کو ڈگری دے دی ہے۔اس عیار نے لوگوں کو وہ خطوط دکھائے اور یوں رقمیں اینٹھیں۔بالآخر اسی دفتری کے لونڈے کے تعشق میں بدنام ہو کر یہ لوطی بڑی رسوائی اور تفضیح کے ساتھ نکالا گیا۔زار و قطار روتا ہوا ہمارے پاس آیا کہ للہ میری دست گیری کرو اور مجھے وطن تک پہنچا دو۔الغرض ہم نے ..روپئے دئے اور رخصت کیا۔

جب ہم کو مولوی محمد بشیر سہسوانی کی نوگرفتاری کا حال معلوم ہوا، اور چار طرف سے بعض معتبر اور مستند لوگوں کے خطوط آئے، بھوپال سے بھی نامہ نگار نے مولوی صاحب جیسے متقی اور عامل بالحدیث کی حالت پر افسوس ناک مضمون بھیجا، تو ہم نے مولوی صاحب کو ڈانٹا۔چنانچہ وہ اپنی سادہ لوحی پر نادم اور اس حرکت سے تائب ہوئے، اور اعلان دیا کہ مجھ پر اس مصنوعی مجدد فی الدین کا کذب ظاہر ہو گیا، لہذا بیعت فسخ کرتا ہوں۔

یہ سادھو بچہ متصل کے ایک اور قصبہ میں پہنچا، اور وہاں کے مسلمانوں کو چکنے چپڑے وعظ سے ٹھگنا چاہا۔ایک صاحب نے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مرحوم کے نام اس شخص کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے خط بھیجا۔حضرت مرحوم نے جواب میں لکھا کہ یہ شخص بڑا ظالم ہے، اس کے کید سے بچتے رہو۔بالآخر وہاں سے بھی نکالا گیا۔

اس شخص کی ظاہری حالت یہ تھی کہ ایک لمبا کرتا اور ایک تہمد اور ایک کمبل اوڑھے ہوتا تھا۔گلے میں حمائل کلام مجید تھی اور بس۔خواہ مخواہ بھی ہر شخص دھوکے میں آجاتا تھا کہ ایک باخدا بزرگ بلکہ ولی اللہ ہے۔

سادھو بچے تو وہ وہ روپ گانٹھتے ہیں کہ قادیانی مرزا جی ان کے مقابلے میں پیر نابالغ ہیں۔کیا طاقت ہے کہ ان کی خودغرضی کا بھید کسی پر کھل سکے۔مرزا جی نے تو اکثر اوقات آپ اپنی قلعی کھول دی ہے اور کھول رہے ہیں۔گرگٹ کی طرح بیس پچیس سال کے عرصہ میں کیا کیا رنگ بدلے۔اولاً الہام کے مدعی، پھر مثیل المسیح، پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود، پھر ظلی اور بروزی نبی، پھر خاتم الخلفاء اور امام الزمان ہو گئے۔جس شخص کو ذرا بھی عقل ہے وہ اس تغیر حالت سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آپ بظاہر سب کچھ ہیں مگر درحقیقت کچھ بھی نہیں مرزا جی اپنی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہے ہیں

گو کوئی آ کے دیکھے تو کچھ بھی نہیں ہوں میں
سر پر اٹھائے پھرتے ہیں شور و فغان مجھے

مرزا صاحب اگر صرف مدعی الہام رہتے تو یقیناً دس گنے زیادہ ترقی کرتے، مگر چور کے پاؤں کہاں ہوتے ہیں، کچے سادھو بچوں میں استقلال کہاں۔ اولاً پیٹ میں قرقرا ہوا، ریاح فاسد کی گھوڑ دوڑ ہونے لگی۔ پھر سوءِ ہضم کی نوبت آئی۔ پھر تخمر ہوا، پھر ہیضہ ہوا، پھر اس کی سمّیت وبائی طور پر تمام مرزائیوں میں پھیل گئی کیونکہ بے احتیاطی کے نتائج ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہیضہ اور طاعون وغیرہ سب انسانی افعال کے ثمرات ہیں ۔خدا تعالیٰ جس کی صفت رحمٰن ورحیم ہے کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا، بلکہ انسان خود ہلاکت میں پڑتا ہے، ورنہ خدا تعالیٰ ہرگز یہ ارشاد نہ کرتا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر ہلاکتیں خلاف مرضی الٰہی اور خلاف مشیت ہیں، جس طرح شراب خوری حرام کاری قتل اور سفک اور ظلم اور لہب خلاف مرضی الٰہی ہے۔ پس مکاروں اور کذابوں کا الہام بھی ہرگز خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ یہ تو خدا پر تہمت ہوتی ہے اور مفتری علی اللہ سخت عتاب کا مستوجب ہوتا ہے۔

جب آپ (مرزا قادیانی) نے براہین احمدیہ لکھی تو بیان کیا کہ میرے بطن سے الہام کی سرسراہٹ ہوتی ہے، اور پھر جھٹ سے بارہ ہزار روپئہ کی جائداد کا انعام اس شخص کے لئے مشتہر کیا جو براہین احمدیہ کا جواب لکھ دے۔ آریہ نے تکذیب براہین لکھ کر شائع کر دی۔ انعام کا خبط تو آپ کی گھٹی میں نیچرل طور پر پڑا ہے، ہر معاملہ میں تھیلیاں اور ہمیانیاں اگلتے ہی رہتے ہیں، مگر آج تک کسی کو پھوٹی کوڑی بھی دی ہو، تو خدا کرے قسمت ہی پھوٹے، اور تو کیا کہیں۔

فی الحقیقت چال تو بہت خاصی ہے۔ حمقاء میں غل مچ جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی ساری جائداد ٹکے پر دھرے دیتا ہے۔ بالکل ولی اللہ اور خلوص اور للّٰہیت کا پتلا ہے، یہ خبر نہیں کہ: زر زر کشد در جہان گنج گنج

قادیانی مرزا جی گویا اپنی نبوت کو روپئہ پیسہ کا لالچ دے کر فروخت کر رہے ہیں۔ اگر کسی نے انعامی مجوزہ رقم دے دی، تو نبوت گویا فروخت ہوگئی اور مرزا جی اس کے حلقہ بگوش غلام بن گئے، اور اگر کوئی گاہک نہ ہوا، تو آپ فرمائشی نبی ہیں ہی۔ گویا مرزا جی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ میں نبی نہیں بلکہ ایک متمول سیٹھ ساہوکار

کوٹھی وال ہوں۔ میرے پاس لاکھوں روپیہ جمع ہے۔ کیا کسی نبی نے اپنی نبوت کا دارومدار روپیہ پیسہ پر رکھا ہے اور اس طرح اپنی نبوت اور اپنا اعجاز فروخت کیا ہے۔ جب آتھم کی پیشین گوئی میں مرزا جی کے منہ پر قدرتی تھپڑ لگا، یعنی وہ میعاد مقررہ میں فوت نہ ہوا، تو آپ نے جھٹ سے اشتہار دیا کہ آتھم حلف سے کہدے کہ اس پر (پیش گوئی کا) خوف طاری نہ ہوا تھا اور دس ہزار لے جائے۔ مرزا جی کو خوب معلوم تھا کہ انعام کی شرط ہرگز پوری نہ ہوسکے گی کیونکہ اس کے یہ معنی تھے کہ آتھم جو مسیحی ہے، مرزائی بن جائے۔ اس عیاری پر مرزائی پھولے نہیں سماتے کہ حضرت اخبث وانجس کی پیش گوئی بال باندھی پوری ہوئی۔ ارے واہ! رے بہادرو، تمہارے کیا کہنے۔ نامردی تو خدا نے دی مگر مار مار تو کیئے جاؤ۔

الہام تو قرآن وحدیث سے بالضرور ثابت ہے، مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ جس پر الہام ہو وہ غیب دان پیشین گو بھی ہو۔ یعنی اس میں خدائے علام الغیوب کی صفت غیب دانی پیدا ہوجائے۔ اس صورت میں تو وہ خدا ہوا، نہ کہ صاحب الہام۔ اس لئے مذہب اسلام میں رمالوں اور نجومیوں اور پیش گوئی کرنے والوں کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ مگر حمقاء کا کیا علاج کہ جو شخص صاحب الہام ہو اس کو غیب دان بھی تصور کرنے لگتے ہیں۔ ایسے ضعیف الاعتقاد مسلمان لاکھوں موجود ہیں جو مشائخ اور پیروں کو غیب دان جانتے ہیں، مرزائیوں پر حصر نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی ڈھٹائی دیکھئے کہ کھلم کھلا خلاف کتاب وسنت ہنکارتا ہے کہ فلاں شخص اتنے عرصہ میں مرجائے گا، اور میری سینکڑوں پیش گوئیاں (غیب دانیاں) آفتاب نصف النہار کی طرح پوری ہوئیں۔ ایک بھی پوری نہیں ہوئی اور سب کی سب تیج کھیت پٹ پڑیں۔ مگر بے حیائی تیرا آسرا۔

خوب یاد رکھو کہ جو شخص کسی انسان میں خدائی صفت ٹھونستا ہے وہ اس کو خدا سمجھتا ہے، نہ کہ صرف نبی اور رسول۔ اب مرزائیوں سے پوچھو کہ وہ مرزا کو غیب دان جانتے ہیں یا نہیں۔ اگر جانتے ہیں تو کافر ہوئے، اور اگر نہیں جانتے تو مرزائیت کی جانب سے مردود مطرود ہوگئے۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جون ۱۹۰۳ء ص ۱۔۳)

(الحکم میں الہام کے بارے میں قادیانی کا مضمون بایں الفاظ شائع ہوا تھا:

سچا الہام اور اوس کی علامات: ۱: وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہوکر مصفا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہے۔ اسی طرف حدیث کا اشارہ ہے کہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا لہٰذا تم بھی اس کو غم ناک دل کے ساتھ پڑھو

۲۔سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

۳۔ سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رعب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔

۴۔سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیش گوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

۵۔سچا الہام انسان کو دن بہ دن نیک بناتا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

۶۔ سچے الہاموں پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں۔اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے

۷۔سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا اس سے مکالمت کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پا سکتا ہے گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آ جاتا ہے۔(الحکم ۷امئی ۱۹۰۳ء ص ۸)

عیسی مسیح کے معجزات سے انکار بھی اور اقرار بھی

۷امئی ۱۹۰۳ء کے الحکم میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے سوال کیا تھا کہ کیا عیسی مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی کوئی صریح آیت کلام مجید میں ہے۔؛

مرزا جی نے جواب میں آیت ان مثل عیسی عند الله کمثل آ د م پیش فرمائی یعنی عیسی کی مثال خدا کے نزدیک ایسی ہے جیسی آدم کی مثال جو نہ صرف بے باپ کے بلکہ بے ماں کے بھی پیدا ہوئے مطلب یہ ہے کہ عیسی کی پیدائش پر تو تم کو تعجب ہے مگر آدم کی پیدائش پر تعجب نہیں جو اس سے بھی عجیب تر ہے۔

یہاں تک تو مرزا جی بہت خاصے رہے، مگر جو معجزات خود عیسی مسیح نے دعوے کے ساتھ دکھائے کہ ابر ی ا لا کمه و الا برص و ا حی المو تی با ذ ن الله ،اس سے مرزا جی کو انکار ہے، حالانکہ یہ بھی قرآن مجید ہی کی آیت ہے۔اس کے جواب میں مرزا جی کہتے ہیں کہ عیسیؑ سے درحقیقت کوئی معجزہ ہی نہیں ہوا اور آیت میں مراد احیاء قلوب یعنی ہدایت ہے۔لیکن ہدایت تو انبیاء اور اولیاء اللہ اور اہل اللہ اور علماء بھی کرتے ہیں حضرت عیسیؑ کی کیا تخصیص ہوئی اور وہ کیونکر دوسرے انبیاء کرام سے اس خاص معجزے میں ممتاز ہوئے۔یہ

وہی بات ہے کہ نؤ من ببعض و نکفر ببعض۔

بات یہ ہے کہ مرزا جی کا ایمان خدائی معجزات پر ہے، انبیاء ورسل کے معجزات پر نہیں۔ یہاں وہ لاز آف نیچر Laws of nature کے قائل ہیں کہ کوئی بات اس کے خلاف نہیں ہوسکتی تو پھر مرزا جی نبی بن کر اپنی پیشین گوئیوں کو معجزہ کیوں قرار دیتے ہیں اور اپنی کتابوں کا نام اعجاز المسیح اور اعجاز احمدی کیوں رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو انبیاء خلاف نیچر کوئی معجزہ دکھا ہی نہیں سکتے۔ یہ پرائی بدشگونی کیلئے اپنی ناک پر استرا چلانا نہیں تو کیا ہے۔

پھر مرزا جی کا یہ جواب صرف مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ مخالفان اسلام دہریوں وغیرہ کے لئے کیونکہ جب وہ عیسی مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کے قائل نہیں، تو آدمؑ کے بن باپ اور ماں کے پیدا ہونے کے کب قائل ہوں گے۔ پرانے فلاسفر تو یہ کہتے ہیں کہ تمام نوعیں قدیم ہیں، پس انسان بھی قدیم ہے۔ اسی بنا پر یورپ کے بعض جدید فیلسوف کہتے ہیں کہ انسان اصل میں بندر اور لنگور تھے، اور دیکھ لو دونوں کا چہرہ بشرہ مشابہ ہے۔ جب ان کی نسل بڑھی تو جنگلوں کے غاروں اور پہاڑوں کی کھوہوں سے نکل کر جھونپڑے بنانے لگے، اور محنت وریاضت اور مسّ وغیرہ سے بال گر گئے، دم جھڑ گئی، اچھے خاصے مہذب اور متمدن انسان ہو گئے

مرزا جی کو اگر کوئی آریہ لپٹ جائے تو بغلیاں جھانکنے لگیں گے حالانکہ وہ آریا کی تردید کے مدعی ہیں اور اوائل میں اس کی بعثت اسی لئے تھی۔

پھر اگر کوئی دہریہ یا آریا یہ کہنے لگے کہ مرزا جی آیت موصوفہ کا جزء کھا گئے۔ وہ کیا خلقته من تراب، یہ ٹکڑا یا تو آدم کی صفت واقع ہوگا یا حال۔ مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے جس کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر مٹی سے تو تمام اجسام پیدا ہوئے ہیں جو عناصر اربعہ کا ایک رکن ہے۔ اگر عیسیٰؑ بھی اسی سے پیدا ہوئے تو کیا اعجاز ہوا۔ اور اگر کہو کہ عیسیٰؑ کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت وارد ہے کہ نفخنا فيه من روحنا اور روح مجردات سے ہے نہ کہ مادیات سے، تو خدا تعالی نے عیسیٰؑ کی جو مثال آدمؑ سے دی ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا، وہ غلط ہوگئی۔

مرزا جی اور ان کے عقل کل اور تمام مرزائی اس اعتراض کا جواب دے دیں، تو ہم اپنا دعوی تجدید

چھوڑ دیں۔ جب مرزا جی کا یہ دعوی ہے کہ میں امام الزمان ہوں، تو تمام مذاہب کے اعتراضوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اڈیٹر صاحب الحکم اور البدر کو دو ہفتے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم خود جواب دیں گے کیونکہ سخن فہمی عالم بالا معلوم ہے۔ اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳۔ ۴)

وہی منارہ مسیح مرزائیوں کا ٹھاکردوارہ

منارہ کیا ہے، فساد کا شرارہ، خلاف کا انگارہ، شرک فی الرسالۃ والتوحید کا نقارہ، طرح طرح کے احداث کا پٹارہ، بدعت کا پشتارہ، کدورت ونفاق کا غبارہ، الغرض ہر طرح ناکارہ ہے۔ مگر اڈیٹر صاحب الحکم اس کو منجملہ مذہبی شعائر کے قرار دیتے ہیں۔ مقدس مذہب تو ایسی مزخرفات بدعات شرکیہ تعمیرات سے بالکل منزہ ہے، ہاں جدید مذہب مرزائی کی شعائر سے ہو تو مضائقہ نہیں۔

جب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حضور اس کی مخالفت میں چند عرائض گزریں اور بٹالہ کے تحصیل دار صاحب بغرض تحقیقات قادیان تشریف لائے اور فریقین کے عذرات قلم بند کر کے لے گئے، تو اب الحکم میں یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ منارہ مسجد کے متعلق ہے، اور عبادت گاہ ہے، کوئی سیر گاہ نہیں جس پر چڑھ کر تماشائی لوگ شرفاء کے مکانات میں تاک جھانک لگائیں گے اور مستورات کی پردہ دری کرینگے، حالانکہ منارہ اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ اس پر چڑھیں اور اس کے گرد وپیش کا نظارہ کریں، جیسا کہ ہمارے اخبار کے بیشتر ناظرین کو بھی جامع مسجد وغیرہ کے مینار پر چڑھنے اور اس کے گرد وپیش مکانات اور حوالی کی فضا کے نظارے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ یہ منارے مسجد سے علیحدہ نہیں ہوتے بلکہ اس کا جزء ہوتے ہیں، اور نہ ان کا کوئی جداگانہ نام ہوتا ہے جیسا اس منارے کا نام منارۃ المسیح ہے اور اخبار الحکم کی پیشانی پر اس کی تصویر ہے اور اس کے نیچے یہ شعر لکھا ہے

نظر آئے گی دنیا کو ترے اسلام کی رفعت
مسیحا کا بنے گا جب یہاں مینار یا اللہ

منارۃ المرزا کے دعوی کی تعمیر میں دہلی کی ایک نظیر پیش کی گئی ہے جو حال میں ڈپٹی کمشنر دہلی نے فیصل کی ہے اور مسجد کے بنانے کی اجازت دی ہے۔ مگر منارۃ المسیح کو اس سے کیا تعلق ہے، مسجد کے معنی ہی سجدہ گاہ

کے ہیں۔ کیا اس منارے کے اندر یا اس پر چڑھ کر نماز پڑھی جائے گی۔ یہ تو محض شہرت اور دنیا طلبی کے واسطے ہوگا۔ یہ منارہ مسجد کا جزء تو اس صورت میں ہوتا کہ اس کے برج کی تعمیر کے دائیں بائیں ہوتا یعنی چھوٹی برجی کو بلند کیا جاتا جیسا کہ خود الحکم میں لکھا ہے کہ یہ منارۃ مسجد کے مشرقی گوشہ پر بنایا جانا تجویز ہوا ہے۔

الحکم ہی بتائے کیا کسی مسجد کا مشرقی گوشہ بھی مسجد ہوتا ہے، البتہ مغربی گوشہ تو مسجد ہوسکتا ہے۔

دوسری بات ہے کہ مرزا جی نے اپنی جدید شریعت کی رو سے مرزائیوں کو بجائے مغرب کے مشرقی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ کیا موجودہ مسجد نماز پڑھنے کو کافی نہیں کہ مسجد میں دوسری مسجد بنائی جاتی ہے۔ یہ محض اسراف ہے جس کی مذمت قرآن مجید میں ہے کہ ان اللہ لا یحب المسرفین، اور محض تبذیر ہے جس کی نسبت خدا تعالی فرماتا ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین یعنی خدا تعالی فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور تحقیق فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ حسب منطوق آیت بالا مرزائی لوگ مقامات دور دراز سے اس کی زیارت کو جوق جوق آئیں گے، کوئی بوسہ دے گا، کوئی اس کے آگے ماتھا رگڑے گا، کوئی منتیں مانے گا، کوئی منتیں پوری کرے گا، یہ تو اچھا خاصہ بت خانہ ہے، بلکہ بت خانہ سے بھی گیا گزرا ہے، کیونکہ اس میں آخر کوئی مورت تو ہوتی ہے، یہاں تو ڈھاک کے تین پات بھی نہیں۔ ہاں مرزا جی اس میں اپنا بت رکھوا دیں تو بت خانہ کی پوری تکمیل ہو جائے اور جب کہ مرزا کی تصویر ہر مرزائی گھر میں موجود ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس میں تصویر نہیں۔ یہ ایسا خبیث اور ملعون فعل ہے جس سے مقدس اسلام کی توہین ہوتی ہے اور کسی مسلمان کا کام نہیں کہ اسکی تائید کرے۔

منارے کی ہوس میں کیوں تو بت خانے سے پھرتا ہے
کہ یاں تو کوئی صورت بھی ہے واں دھوکہ ہی دھوکا ہے

خدا تعالی مسلمانوں کو ایسے شرک اور ایسے مشرکانہ مذہب سے بچائے۔ اگر یہ منارہ تعمیر ہوگیا تو دنیا دیکھے گی کہ مرزا جی کے مرنے کے بعد چند اپاہج اسکے مجاور بن بیٹھیں گے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کا بت بھی رکھا جائے۔ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو اب تو یہ مرن ہے کہ منارے کی تعمیر پر مسیحیت اور مہدویت اور بروزیت منحصر ہے، منارہ نہیں تو مرزائی مذہب بھی نہیں۔ یہ وہ منارہ ہے جس کیلئے سال ہا سال

سے پیش گوئیاں ہورہی ہیں کہ منارے کے تیار ہوتے ہی مرزائی چاروں طرف سے پل پڑیں گے اور دھڑا دھڑ سجدے میں گریں گے، پھر تو چھنا چھن پو بارہ ہوجائے گی، جائدادیں خریدی جائیں گی اور تمام مغلانیاں مرصع بجواہر زیورات سے گوندنی کی طرح لد جائیں گی۔ اب یہ تمام ارمان خاک میں ملے جاتے ہیں، مسیحیت یا دجالیت برباد ہوتی ہے۔ اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جیسے تعمیر منارہ کی مخالفت ہوئی ہے مرزا جی انگاروں پر لوٹ رہے ہیں خواب وخور حرام ہوگیا ہے۔ ہر چند بعض قانونی مرزائی تشفی دے رہے ہیں اور ڈھارس باندھ رہے ہیں کہ حضور اقدس منارہ کی تعمیر کا رکنا محال عقلی و عادی ہے کیونکہ گورنمنٹ آزاد ہے اس نے مذہب کو آزادی عطا کر رکھی ہے وہ ہرگز اپنی عطیہ آزادی کو سلب نہیں کرسکتی۔ اور اچھا ہم مسلمان نہ سہی، اور مذہب اسلام میں ایسی تعمیرات کی اجازت بھی نہ سہی، لیکن آخر ہمارا کوئی مذہب تو ہے جس کی محافظ گورنمنٹ ہے۔

لیکن مرزا جی پر یاس غالب ہے اور جی چھوٹ گیا ہے اور یہی علامت بری ہے کیونکہ جب کسی مریض پر خوف غالب ہوجاتا ہے خواہ اس کا مرض ایسا نہ ہو، تاہم وہ جاں بر نہیں ہوتا۔ ناامیدی ہی اس کے حق میں ملک الموت بن جاتی ہے۔ بلی کسی کبوتر پر جھپٹا مارے اور وہ اس کے پنجے سے نکل جائے، خواہ کوئی زخم بھی کبوتر کے نہ لگا ہو، تاہم وہ خوف سے مر جاتا ہے۔ منارہ تو گیا جہنم میں، ہم کو اس کے ساتھ مرزا جی کی جان کے لالے نظر آتے ہیں۔ مسیحیت اور مہدویت (مرزائیت) چند اینٹوں پر موقوف ہے، وہ ڈھے گئیں تو مذہب بھی ڈھے گیا۔ اس سے زیادہ کون سا مذہب خام اور بے اصل ہوگا۔

ہم ابھی نہیں کہہ سکتے کہ منارہ کے مقدمے کا انجام کیا ہوگا۔ ہاں استخارہ کرکے جناب باری سے دعا کریں گے کہ ہم پر اس کا انجام منکشف ہوجائے۔ انشاء اللہ منکشف ہوگا اور پھر ناظرین کو اطلاع دیں گے کیونکہ یہ ایک امر اہم ہے جس پر الحاد وارتداد کا قیام یا استیصال وانہدام منحصر ہے اور ہم کو کامل امید ہے کہ خدا تعالی اپنے دین حق کا ضرور حامی ہوگا، وہ الحاد اور کفر کا ہرگز بول بالا نہ ہونے دے گا۔ اڈیٹر

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۴۔ ۶)

(الحکم قادیان میں اس منارے سے متعلق ایک مضمون یوں شائع ہوا:

منارۃ المسیح اور اس کی مخالفت:... ہم کو معلوم ہوا ہے کہ سنت اللہ کے موافق اس مینار کی تعمیر کی مخالفت کی جارہی ہے اور ڈپٹی کمشنر گورداسپور

اور ذمہ دار حکام کو اس مینار کی تعمیر کی خیالی مضرتوں سے بدظن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے میجر ڈالس کو اس مغالطہ سے بچانے کی کوشش کریں جو ان کو دیا جاتا ہے اور ہم موصوف کی بیدار مغزی اور معاملہ فہمی سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر سرسری نظر نہ کریں بلکہ بغور اس کو دیکھیں گے اور اصل معاملہ کی تہ تک پہنچ کر مناسب نوٹس لیں گے۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ صاحب موصوف کو اس امر کی بخوبی اطلاع ہوگی کہ قادیان میں بعض لوگ اس قسم کے موجود ہیں جو مرزا صاحب کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر معمولی اور ادنی معاملہ کو ہندو مسلمانوں کا سوال بنا دینا ان کی اغراض میں داخل ہے۔ چونکہ ہمیں یقین ہے کہ صاحب موصوف کے پاس اس قسم کے لوگوں کی ایک فہرست ہوگی، اس لئے ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس پر زیادہ بحث کریں اور تفصیل دیں لیکن ہاں اگر وہ پھر بھی چاہیں تو ہم ان کو اس قسم کے لوگوں کا تفصیل کے ساتھ علم دے سکتے ہیں۔

بہر حال منارۃ المسیح کی مخالفت کا شور جو بلند کیا جاتا ہے اس کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان اور آپ کی جماعت کو دکھ دیا جاوے۔

صاحب موصوف اگر خود قادیان میں آئیں اور وہ چند روز قیام کریں تو انہیں مفصل حالات یہاں کے معلوم ہو سکتے ہیں اور بحیثیت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ انہیں معلوم ہونے چاہییں۔ اب تک جو کچھ آپ کو معلوم ہوگا وہ محض عارضی کارجی اور درمیانی اطلاعوں کی بنا پر ہوگا۔

غور طلب امر منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق یہ ہے کہ کیا یہ منارۃ المسیح کی تعمیر کسی مذہبی امر پر مبنی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر منارۃ المسیح کی تعمیر مذہبی اصل پر مبنی ہے تو غالباً صاحب موصوف اس نکتہ پر پہنچ جائیں گے کہ مخالفت کرنے والے محض گورنمنٹ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ مذہبی امور میں باوجودیکہ مذہبی آزادی دی گئی ہے دست اندازی کرتی ہے جو بالکل غلط ہے۔

یہ منارہ ایک مذہبی اصل پر جو عظیم الشان پیش گوئی کے رنگ میں ہے تعمیر کیا جاتا ہے اور اس کے روکنے کی کوشش کرنا ایک کثیر التعداد جماعت کے مذہبی فیلنگس religious feelings کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرنا ہے اور ہماری عبادات میں سد راہ ہونا ہے۔

یہ سوال کہ منارۃ المسیح کی تعمیر سے بے پردگی ہوگی۔ یہ خود ڈپٹی کمشنر قانونی طور پر حل کر سکتے ہیں کہ کیا اپنے مکان کے اندر تعمیرات محض اس بنا پر روکی جا سکتی ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے مکان سے اونچی ہیں۔ اگر یہ کوئی قانونی نکتہ ہے تو پھر لاہور امرتسر کی وہ تمام عظیم الشان بلند عمارتیں گورنمنٹ کو گرا دینی چاہییں جن پر چڑھ کر دوسروں کے گھروں میں نظر پڑ سکتی ہے۔ ہم تفصیل کے ساتھ ان معاملات پر بحث کریں گے۔

سر دست ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ منارۃ المسیح مذہبی اصل کی بنا پر بنایا جاتا ہے۔ دوسرے اس منارہ کی تعمیر سے رفاہ عام مقصود اور مد نظر ہے چنانچہ منارۃ المسیح کا جو اشتہار شائع کیا گیا ہے اس کے اغراض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اونچے حصہ پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جائے گا یہ روشنی علاوہ مسجد کے روشن کرنے کے انسانوں کی آنکھوں کو روشن کرنے کے لئے دور دور جائے گی اور ایک مطلب اس منارہ سے یہ بھی ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصہ پر ایک بہت بڑا گھنٹہ جو چار سو یا پانچ سو روپیہ کی قیمت کا ہوگا نصب کر دیا جائے تا کہ نمازی لوگ اپنے وقت کو پہچانیں اور نیز دوسرے انسانوں کو بھی اپنے وقت شناسی کی طرف توجہ ہو۔

یہ اغراض اس منارہ کی تعمیر کے متعلق ہیں غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ عام فائدہ کیلئے ہیں یا نقصان کے لئے۔خاص کر یہ منارہ اسلام کی مذہبی رسوم میں سے ہے اور مسجد کے عام اغراض کی تکمیل اس کا مقصود ہے۔ ہر ایک جگہ ہندوؤں نے اپنے مذہبی معبد بہت اونچے بنا رکھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی اور گورنمنٹ عالیہ کی فیاضانہ آزادی نے ایسی عمارتوں کی نسبت خواہ وہ ہندوؤں کی طرف سے ہوں یا مسلمانوں کی طرف سے یا عیسائیوں کی طرف سے کوئی روک نہیں رکھی۔اس مخالفت سے بجز اس کے اور کچھ غرض نہیں کہ سرکار کا وقت ضائع کرایا جاوے اور ہماری جماعت کے مذہبی معتقدات کو صدمہ اور مالی نقصان پہنچایا جاوے اس لئے ہم ڈپٹی کمشنر بہادر سے امید کرتے ہیں کہ وہ کل امور پر کافی غور کرلیں گے اور چونکہ عام طور پر ہر ایک قابض کسی زمین کا اس پر کوئی عمارت بنا سکتا ہے۔پھر وہ عمارتیں جو مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے کل برٹش انڈیا میں موجود ہیں،ان پر اعتراض کرنے والے درحقیقت ایک مفسدہ کی بنیاد ڈالنے اور گورنمنٹ عالیہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں جو غیر ممکن ہے۔اس لئے ہم صاحب موصوف کی خدمت میں مکرر عرض کرتے ہیں کہ وہ اس سوال پر جیسا کہ ان کی ذات سے امید کرتے ہیں نہایت دور اندیشی اور انصاف پسندی سے نگاہ کریں گے اور واقعات کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔(الحکم ۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۳)

نبی ہے یا قہر الٰہی

اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالی کے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ یوں کہیے کہ خدا تعالی کے بعد ان کا درجہ ہے۔لیکن انبیاء کرام ہی کے واسطے دشواریاں اور طرح طرح کے ابتلاءات بھی تھے جو دنیوی تکالیف اور مصائب کی صورت میں نازل ہوئے اور وہ بتوفیق الٰہی ان سب کو جھیلتے اور تمام آزمائشوں میں پورے اترتے رہے۔انہوں نے کتّی اور مردار دنیا کو رضائے الٰہی کے عصاء سے ہمیشہ دھتکارا اور اس کو کبھی منہ نہ لگایا۔دیکھو سچے نبیوں کی یہ صفت ہے۔

انبیاء کرام نے جو تکلیفیں صبر و رضا کے ساتھ برداشت کیں ان کا تحمل عام انسانی طاقت سے باہر ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیهم السلام کے حالات اور سوانح دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور دلوں میں ان کی وقعت وعظمت گڑ جاتی ہے۔

اب فرمایئے قادیانی مرزا جی پر کون سا ابتلاء ہوا۔کیا تکلیف اٹھائی،کون سا مجاہدہ کیا،کیا کیا ریاضتیں کیں۔آسمان سے ان پر کون سی نئی ہدایت،کون سا نیا قانون اترا،بجز اسکے کہ میں اپنے باپ (خدا) کا لیپا لک ہوں اور وہ میری جانب محبت سے یوں دوڑتا ہے جیسے کوئی مرغی پر پھیلا کر بچوں کی جانب دوڑتی اور ان کو اپنے

گرم، گرم پروں میں لیتی ہے کہ کہیں کوئی بلی نہ اٹھا لے جائے۔

قادیانی مرزا جی نے تمام عمر مختار کاری کے زمانے سے لے کر اب تک پھولی پھولی ماما پختیاں کھائیں...مزے میں ہیں۔ اللے تللے ہیں۔ روغن بادام کے دم کئے ہوئے پلاؤ اور بریانیاں ہیں۔ سقنقوری اور جند بیدستری معجونیں ہیں۔ ساٹھے پاٹھے بنے ہوئے ہیں، اور ساتھ ہی تمام حواری سنڈ یا رہے ہیں۔ پل رہے ہیں۔ چکنے چپڑے مجرب بن گئے ہیں کہ مکھی بھی بدن پر بیٹھنے سے پھسلتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے جسمانی اور روحانی مصائب سہے، مظالم پر صبر کیا، اور خدا تعالی کی جناب میں دعا فرمائی کی ظالموں کو چشم بینا عطا کر اور ہدایت دے۔ خود آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہے

لعلك با خع نفسك على آثار هم یعنی اے محمد (تجھے قوم کے ساتھ جو کچھ ہم دردی اور بھڑاس ہے) شاید تو اپنے نفس کو ان کے پیچھے ہلاک کر دے گا۔

سبحان اللہ! ان انیسویں صدی کے فرمائشی نبی مرزا جی کے خوارق دیکھئے کہ کسی نے ایک کہی، تو آپ نے سو سنائی۔ اگر کسی نے ایک چٹکی لی، تو آپ نے کلہاڑا رسید کیا۔ پھر عوام کو نہیں بلکہ علماء کرام اور مشائخ عظام کو، جنہوں نے محض خلوص سے مرزا قادیانی کو راہ راست پر لانا اور الحاد و زندقہ روکنا چاہا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ بعض انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ کو اس کی تیغ زبان اور سنان قلم سے پناہ نہ ملی۔ جھوٹے اور مکار مصنوعی لوگ ایسی ہی حرکتوں سے پہچانے جاتے ہیں پس مرزا سے اس کا صادر ہونا ضروری اور عین حکمت و مشیت الہی ہے

انبیاء کرام کا نزول ایک رحمت ایزدی ہے، مگر قادیانی مرزا جی کا خروج ملک کے لئے مصیبت اور زحمت ہے۔ ان (مرزا قادیانی) کی نبوت کی پہلی تبلیغ تو یہ ہوئی کہ فلاں اتنے دنوں میں ہلاک ہوگا، اور فلاں اتنی مدت میں، حالانکہ ایک بھی ہلاک نہ ہوا۔ الغرض نئے نبی صاحب اپنے ساتھ ہلاکت ہی کی لینڈوری لائے۔ آسمانی باپ نے اپنے ننھے منے لیپالک کو ہلاکت کا سبق پڑھا کر بھیجا نہ کہ نجات کا۔ پھر آپ دعوی سے کہتے ہیں کہ میں طاعونی نبی ہوں اور طاعون میرے ساتھ ساتھ آیا ہے۔ الغرض خدا تعالی نے اب تک دنیا میں ایسے غضب ناک نبی کی نظیر نہیں بھیجی...

پھر مرزائیوں کے سواد نیا میں کوئی شخص مرے، مرزا جی یہی کہیں گے کہ میری بددعا سے مرا کیونکہ اس

نے مجھے نبی اور امام الزمان تسلیم نہ کیا تھا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ سینکڑوں مرزائی کیوں مرے (اور وہ بھی طاعون سے جو مرزا جی کا ایڈی کانگ ہے) ان کو کس کی بددعا کھا گئی، کیا علماء کرام اور مشائخ عظام کی۔ اب دیکھو ہمارے علماء و مشائخ زبردست ہیں یا مصنوعی بروزی نبی کہ اس کی بددعا سے تو باوصف پیشین گوئی کے ایک بھی نہ مرا اور ہمارے علماء و مشائخ کا اقبال اور جبروت دیکھئے کہ انہوں نے بددعا بھی نہیں کی مگر خود طاعون جو مرزا جی کا سرہنگ ہے خود مرزا جی کے بچوں کو کھا گیا، جیسے سکندر کے اقبال سے دارا کے دو پیادوں نے دارا کا کام تمام کر دیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار ۔اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۶۔ ۸)

الہام کی تعریف

الحکم مطبوعہ ۷ امئی ۱۹۰۳ء میں الہام کی کوئی سات تعریفیں لکھی ہیں مگر معلوم نہیں ان میں ذاتی یعنی بالکنہ یا بکنہ یا بالوجہ اور بوجہہ کون سی ہے، اور عرضی کون سی۔ یہ وہ جانے جس نے منطق پڑھی ہو، قادیان میں کوئی ایسا غوجی اور قال اقول بھی پڑھا ہوا نہیں تاکہ ذرہ سے غور سے معلوم ہو کہ ایک شئے کی متعدد ماہتیں نہیں ہوتیں، اور اگر یہ سب عرضیات ہیں تو مبہم ہیں، قطعی اور ممیّز نہیں۔ منجملہ سات تعریفوں کے ایک تعریف یہ بھی لکھی ہے:

سچا الہام خدا تعالی کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیشین گوئیاں ہوں اور وہ پوری بھی ہوں۔

معلوم نہیں یہ قرآن میں یا حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ جس پر الہام ہو وہ پیشین گو (غیب دان) بھی ہو جائے، یعنی بروزی طور پر خدائی صفت اس میں حلول کر جائے۔ الہام تو سب پر ہوتا ہے، فاسق یا پرہیزگار فاجر ہو، یا بدکار۔ جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہے: الھمھا فجورھا وتقواھا

پھر ملاحظہ ہو کہ انسان تو انسان مکھی پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ کلام مجید میں ہے:

واوحی ربك الی النحل (یعنی اے محمد تیرے خدا نے مکھی پر وحی نازل کی)

قرآن وحدیث میں تو ہے نہیں، شاید بروزی لیپا لک (مرزا قادیانی) کی لال کتاب میں لکھا ہو کہ مکھی

بھی پیشین گواور غیب دان ہے۔

سچے الہام کی یہ تعریف بھی لکھی ہے کہ: اس میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے۔اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے۔اور قوت اور غضب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے۔

اور جھوٹے الہام کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ: اس میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔،

غالباً قادیانی مرزا جی کو اس کا تجربہ ہو گیا ہے اور تجربہ بغیر جلیس وانیس ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ مرزا جی نے دونوں باتیں اپنے تجربہ سے بیان کی ہیں جن کا یہ مطلب ہوا کہ ان پر جھوٹا الہام بھی ہوتا ہے اور سچا بھی۔ یہ عجیب بروزی نبی ہے جو اضداد کا مجموعہ ہے۔اب یہ کام حواری کا ہے کہ..مرزا جی سے پوچھیں کہ آپ پر جھوٹا الہام کس وقت ہوتا ہے اور سچا کس وقت،اور شیطان کے جلیس کس وقت ہوتے ہیں اور آسمانی باپ کے انیس کس وقت۔

مرزا جی یہ دونوں باتیں الہام ہی سے بتائیں گے۔پس دو جانب سے الہام کے ڈونگرے چھما چھم برسیں گے۔ایک باپ کی جانب سے،دوسرا شیطان کی جانب سے۔ اڈیٹر

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۱۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۸)

مجدد الف ثانی پر مرزائیوں کا بہتان

ہم نے اکثر پڑھے لکھے مرزائیوں کو مرزا صاحب قادیانی کی مسیحیت کی یہ دلیل بیان کرتے سنا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں (بلا حوالہ جلد و نمبر مکتوبات وصفحہ وسطر) لکھتے ہیں کہ:

جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوں گے تو علماء ان کو کافر کہیں گے چونکہ مرزا صاحب کو تمام مولوی کافر کہتے ہیں اس لئے آپ سچ مچ عیسی ہیں۔،

بالفرض اسے صحیح بھی مان لیں تو یہ صحیح ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو تمام علماء کافر کہتے ہیں،مگر یہ غلط ہے کہ جس شخص کو علماء کافر کہیں وہ نعوذ باللہ مسیح ابن مریم ہو۔ہاں مسیح الدجال ہو تو ہو۔

تجسس وتلاش سے معلوم ہوا کہ مجدد الف ثانی کے مکتوبات جلد دوم نمبر ۵۵ صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۱ء میں یہ عبارت ہے:

نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب و سنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع تقوی و بدولت متابعت سنت ورجہ علیا دراجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگران درفہم آں عاجز اند۔ مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب وسنت دانند واو را و اصحاب او رااصحاب الرائے پندارند کل ذلك لعدم الوصول الى حقيقة علمه و درائة و عدم الاطلاع على فهمه و فراسته

یعنی قریب ہے کہ علماء ظواہر آپ کے مسائل اجتہادیہ کا انکار کریں، اور کتاب وسنت کے مخالف جانیں۔ کیونکہ ان مسائل کا ماخذ گہرا اور نہایت دقیق ہوگا۔ روح اللہ کی مثال امام اعظم کوفی کی مانند ہے کہ تقوی اور پرہیزگاری کی برکت اور اتباع سنت کی بدولت آپ کو اجتہاد اور استنباط میں ایسا بلند درجہ حاصل ہوا ہے کہ دوسرے اسکے سمجھنے سے عاجز ہیں، اور آپ کے مسائل اجتہادیہ کو دقت معانی کی وجہ سے کتاب وسنت کے مخالف جانتے ہیں۔ اور آپ کو اور آپ کے متبعین کو اصحاب الرائے خیال کرتے ہیں۔ یہ باتیں صرف اسلئے ہیں کہ آپ کے علم کی حقیقت اور ماہیت تک نہیں پہنچے اور آپ کے فہم وفراست پر مطلع نہیں ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح امام الآئمہ حضرت امام اعظمؒ کے مسائل اجتہادیہ کو بعض علماء کتاب وسنت کے خلاف جانتے ہیں اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے مسائل اجتہادیہ کو خلاف کتاب وسنت کہیں۔ کیا علماء حضرت امام اعظم کو نعوذ باللہ کافر کہتے ہیں۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کے اتقا اور ورع اور فقاہت دین کے معتقد ہیں۔ فروعی اجتہادی مسائل میں اختلاف اور چیز ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے اجتہادی مسائل کو بعض علماء خلاف کتاب وسنت کہیں کیونکہ یہ ان کی عادت اور سمجھ کا تقاضا ہے لیکن یہ صرف قیاسی بات ہے۔ کلمہ، نزدیک است، کی طرف غور وفکر کرنے سے اہل فہم پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی۔

بہرصورت یہ بات بالکل غلط اور سراسر افتراء ہے کہ کہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تحریر فرمایا ہو کہ

علماء حضرت عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ کافر کہیں گے۔ پس ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ اس فرقے کی دھوکہ بازیوں اور چالاکیوں سے خبردار اور ہوشیار رہیں۔ والسلام۔ ولی محمد۔ لودھیانہ۔

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔ ۲)

مرزائی کے اشعار کا ترکی بترکی جواب

ایس ایم یوسف صاحب مرزائی نے اپنے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف میں اٹکل پچو کچھ تک بندی کی تھی جو ضمیمہ شحنۂ ہند میں درج ہو چکی ہے، اور اس کا ایک جواب نظم میں منجانب نصیر احمد ایجنٹ بھی شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا جواب حکیم محمد حسن خان برادرزادہ حکیم محمد ناصر خان لودیانوی نے حسب ذیل ہے:

ارے او مریدان مرزا خدارا
بتاؤ کہ ہے دین کیسا تمہارا
رسول خدا سے پھرے جا رہے ہو
نبوت کو مرزا کی تم گا رہے ہو
دلوں میں نہیں خوف رکھتے خدا کا
نہ اندیشہ ہے تم کو روز جزا کا
گھٹایا ہے رتبہ حبیب خدا کا
بڑھایا ہے رتبہ مگر میرزا کا
بلاشبہ ہیں چرخ پر ابن مریم
زمیں میں مکیں ہیں رسول اکرم
دوبارہ جب آئیں گے عیسیٰ زمین پر
پس مرگ مدفون ہوں گے یہیں پر
گھٹا اس میں کیا رتبہ خیرالوری کا

حبیب خدا اشرف انبیاء کا
گئے ہیں فلک پر مع الجسم عیسی
ہوا ہے یہ قرآن سے ہم پر ہویدا
احادیث و قرآن کو دیکھو سمجھ کر
پڑے ہیں تمہاری تو عقلوں پہ پتھر
عبث دین برحق کو چھوڑا ہے تم نے
صداقت سے منہ اپنا موڑا ہے تم نے
تصانیف مرزا پہ رکھتے ہو ایمان
بھلا بیٹھے دل سے احادیث و قرآن
کلام خدا سے جو آگاہ ہوتے
تو یوں دین حق سے نہ گمراہ ہوتے
کلام الٰہی سے لو ہم پتا دیں
سنو غور سے لاؤ ایماں بتا دیں
چھٹے پارہ قرآن میں سورہ نساء ہے
پڑھو اس کی تفسیر میں کیا لکھا ہے
فلک پر مع الجسم عیسی کا جانا
صداقت سے سب عالموں نے ہے جانا
فقیہ و محدث ہوئے جس قدر ہیں
سبھی متفق حق کے اس قول پر ہیں
سمجھ میں نہ یہ بات کیا ان کی آئی
جو مرزا نے ہے اس صدی میں سجھائی

عقیدہ یہی اہل اسلام کا ہے
رہے گا ہمیشہ سے یوں ہی رہا ہے
یہی تھا بزرگوں کا مذہب تمہارے
اسی قول کو مانتے آئے سارے
مگر آج تم دام مرزا میں پھنس کر
ہوئے جاتے ہو قائل قول منکر
تمہیں کون رستہ بتانے کو آئے
پڑھو علم دین جو جہالت مٹائے
دوبارہ وہ آئیں گے بے شک زمین پر
جو ہیں ابن مریم خدا کے پیمبر
عقیدہ ہمارا یہی مستند ہے
حدیثوں سے بڑھ کر بھلا کیا سند ہے
نہیں بات مشکل یہ کچھ نزد داور
کہ عیسی کو لائے فلک سے زمین پر
تمہاری سمجھ گرچہ الٹی ہوئی ہے
خدا کے تو نزدیک ممکن سبھی ہے
عقیدہ نہیں ہے جو اس پر تمہارا
تو سمجھو کہ دین سے کیا ہے کنارا
بتا کیا رسول خدا نے کہا ہے
ذرا لا بخاری کہاں یہ لکھا ہے
کہ موعود عیسی جو آئے جہان میں

تو پنجاب کے موضع قادیان میں
دکھاؤ وہ ہیں کون سی تمیں آیت
جو ہیں مرگ عیسی پہ کرتی دلالت
کوئی ایک آیت تو لا کر دکھاتے
وفات مسیحا کا جھگڑا مٹاتے
نشان سماوی بھلا کون سے ہیں
کہ مرزائیوں پر وہ ظاہر ہوئے ہیں
ذرا ان نشانوں کا ہم کو نشان دو
کہ موعود کا وقت جن سے عیاں ہو
مسیحائے موعود گر میرزا ہے
کہاں پہلے دجال اس سے ہوا ہے
یہ ہے افتراء محض اور بدگمانی
بغاوت کے مرزائیو تم ہو بانی
وہ انگریز تم پر جو فرماں روا ہیں
رعایا کے حق میں جو فضل خدا ہیں
ملے عہد میں جن کے آرام اتنے
بنے ہیں بگڑتے ہوئے کام اتنے
یہی ان کا احسان مانا ہے تم نے
کہ دجال اب ان کو جانا ہے تم
عجب بد گمان ہو بڑے بے وفا ہو
نہایت ہی محسن کش و نا سزا ہو

بتاتے ہو ریلوں کو دجال کافر
یہ بیہودگی اور خری ہے سراسر
اگر ریل کو کوئی دجال مانے
سوار اس پہ ہوتے ہیں کیوں لنگڑے کانے
وہ دجال جو ہو عدوّ مسیحا
گدھے پر چڑھے اس کے ہیہات مرزا
ہوئے کب ہیں ظاہر نشان سماوی
کہ بن بیٹھے عیسی عبث میرزا جی
کہاں ہے یہ فرمایا حق نے قرآن میں
کہ موعود ہوگا عیاں قادیان میں
نہ زنہار دے گا کلام الٰہی
کسی دعویء میرزا پر گواہی
یہ قول نبی صدق سے مان لو تم
کہ دجال تیس آئیں گے جان لو تم
بتاتے ہیں ہم کو احادیث و قرآن
کہ مرزا نہیں فی الحقیقت مسلمان
خدا کے لئے سیدھے رستے پر آؤ
حدیث اور قرآن پر ایمان لاؤ
مریدی سے اب اس کی ہو جاؤ تائب
کہ ہے میرزا مفتری اور کاذب
عقیدہ کرو ٹھیک اپنا خدارا

مسلمان بنو مانو کہنا ہمارا
خدا سے ڈرو اس کی بیعت کو توڑو
وہ دجال ہے اس سے منہ اپنا موڑو
خدا کے مٹانے سے بے شک مٹے گا
نبی کے ہٹانے سے بے شک ہٹے گا
جو دار الفتن موضع قادیان ہے
بنایا اسے تم نے دار الامان ہے
ہوئے حج کعبہ سے منکر سراسر
سمجھتے ہو جانا وہاں حج اکبر
پسند آئی دجال کی کیوں اطاعت
ہوئے حیف کیوں تم گرفتار لعنت
اطاعت جو ہے چھوڑی رسول خدا کی
محمد نبی خاتم الانبیاء کی
یقین ہے اسی حال میں تم مرو گے
جہنم کو مرزائیوں سے بھرو گے
دعا ہے خدایا یہ نامی کی دائم
کہ رکھنا ہمیں سیدھے رستے پہ قائم
رہ حق سے امت نبی کی نہ بھٹکے
کسی اور رستے نہ جائے وہ ہٹ کے
رہے شیفتہ دین خیر الوریٰ کی
فدائی رہے سنت مصطفیٰ کی

بحق نبی حج کعبہ کراوے
گناہوں کی ظلمت دلوں سے مٹاوے
دکھا اپنے پیارے کا مجھ کو مدینہ
کہ معمور ہو نور سے میرا سینہ
یہ نامی کی ہے التجا میرے مولی
کہ بالخیر ہو خاتمہ مومنوں کا

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲۔۳)

پیشین گوئیاں پیشانی کا دھبا بن گئیں

ہم معمولی پیشین گوئیوں کی بارہا حقیقت کھول چکے ہیں مگر قادیانی مرزا جی ان میں بھی ہیٹے ہی نکلے اور کیوں نہ نکلتے عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ مفتری علی اللہ کی تحریر اور تقریر خود مفتری کے لئے سواد الوجہ فی الدارین بن جاتی ہے۔

سینکڑوں نجومی لال پوتھیاں لئے، سینکڑوں رمال قلم دان اور قرعہ یا کعبتین بغل میں دبائے، کوڑی پیسہ روٹی ٹکڑا مانگتے پھرتے ہیں، کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ آپ نے باوصف ادھورے رمال اور ادھ کچرے نجومی ہونے کے چونکہ نبوت کا دعوی کیا ہے، لہذا مسلمانوں پر آپ کی مزاج پرسی فرض ہوگئی ہے۔ پھر نجومیوں اور رمالوں کی اٹکل کا تیر تو کبھی کبھی نشانے پر لگ بھی جاتا ہے، مگر آپ کی ساری پیشین گوئیاں اناڑی کے تیر کی طرح ہوا میں اڑ گئیں۔ پھر بھی وہی دم خم ہے کہ سب پوری ہوئیں۔ کیا بے چاری حیا کو قادیان سے بالکل ہی دیس نکالا دے دیا ہے۔

پہلی پیشین گوئی یہ تھی کہ مغلانی کے حمل کے اصطبل سے کنوتیاں بدلتا ہوا ایک عراقی نر نکلے گا۔ مگر افسوس: چو دم برداشتم مادہ برآمد

دوسری دفعہ آپ نے جند بیدستر اور سقنقور اور ریگ ماہی کے حلوے کھا کر اور کچاچا کرے۔ اگست

۱۸۸۷ء کو اعلان دیا کہ ان کے ضرور بالضرور ..لڑکا ہوگا، اور یہی بشیر موعود ہے۔ یوں کرے گا، اور ووں کرے گا۔ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا۔ اور جیسا تیسا ہوگا تمام شاہان روئے زمین اس سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور خود لیپا لک کا آسمانی باپ فخر کرے گا کہ کیسا کلوٹا پوتا پیدا ہوا۔ گویا دادا ہی بروزی طور پر پوتے کے قالب میں ڈھل کر آئے گا۔

مگر یہ نرم چارہ تھوڑے ہی دنوں میں اجل کا لقمہ بن گیا۔ مرزا جی پھر بھی بھیگی بلی نہ بنے، اور باوصف آسمانی تھپڑ کھانے کے پیش گوئیاں کرنے سے نہ چوکے۔ سقنقوری اور جند بیدستری معجون کا ابھان جو اٹھتا ہے تو جھٹ سے مشتہر کر دیا کہ خود آسمانی باپ نے آسمان میں میرے نکاح کا لگّا فلاں مسماۃ (محمدی بنت احمد بیگ) سے لگا دیا۔ اور یہ نکاح بہت سی برکتوں کا اسٹور ہوگا۔ دیکھو مرزا جی کا خط مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء۔ صفحہ ۱۰، رسالہ مسیلمہ قادیانی کا مکر شیطانی یا نکاح آسمانی کا راز نہانی مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر۔

اور پیش گوئی کی کہ اگر کوئی اور شخص اس سے نکاح کرے گا تو ڈھائی برس کے اندر مر جائے گا۔

یہ میعاد اگست ۱۸۹۴ء میں ختم ہوگئی اور خالق اناث و ذکور وازواج نے اس مسماۃ کو ایک نوجوان شخص (مرزا سلطان محمد) کے حوالے کیا۔ اب میرا شیر مرزا جی کی چھاتی پر مونگ دل رہا ہے، اور ان کے ارمانوں کا دلیا کر رہا ہے۔ کوئی نصف درجن بچے تو نکال چکا ہے۔ خدا نے چاہا تو چند روز میں درجن بھر بچے ہو جائیں گے۔ ہاں مرزا جی چونکہ آواگون کے قائل ہیں اور اپنی بروزی یا استدراجی نبوت پر ان کا ایمان ہے، تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ (محمدی بیگم) جورو تو درحقیقت میری ہے مگر میں نے نیوگ کے موافق بچے نکلوانے کو اپنے رقیب کے سپرد کر رکھی ہے کیونکہ میری کمر میں اب بوتا نہیں رہا اور رجولیت ریشہ خطمی بن گئی ہے۔ اور میں نے یہ قانون اپنے بعض مریدوں کی بیگمات کے لئے بھی بوجہ موجود ہونے رگ شیطانی کے نیوگ کے لئے جاری کر دیا ہے۔ اور اس کی سند بعض اخبارات اور ضمیمہ شحنہ ہند سے مل سکتی ہے۔

اگر بعض مرزائی کہیں کہ مرزا جی تو نیوگ کے مخالف اور آریوں پر معترض ہیں، تو جواب یہ ہے کہ مرزا جی جس امر کو اوروں کیلئے برا سمجھتے ہیں اس کو اپنے لئے باعث فخر و شیخی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مسیح علیہ السلام کی جانب فحش کو منسوب کیا، اور خود کو ان کا مثیل بلکہ عین بنایا۔ اخباروں اور اشتہاروں میں تقوی اور طہارت اور

صداقت کی ڈینگ ماری، مگر خود جھوٹ کے پتلے اور مکر کے فوٹو بن گئے۔ یہی حال نیوگ کا ہے۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بیوہ ءالنقوا کی آل ہونے کے باعث خود نیوگ کی نسل سے ہیں۔ گویا نیوگ ان کے نیچر میں یوں مل گیا ہے جیسے زعفرانی حلوے میں ریگ ماہی کا ست۔ کیونکہ ان کے جدامجد.. چنگیز خان نے جس کا خمیر بدھ کے مذہب سے تھا، اسی نیوگ کی بدولت جنم لیا تھا۔ اور مرزاجی کو اول اول اسی بناپر عیسی مسیح کے مثیل بننے کا خبط سوجھا تھا کہ ان کی دادی بی بی آلنقوا بیوہ نے کسی شخص سے بچے جنے تھے۔ شاید انہیں حالات پر قیاس کر کے مصنف کتاب عصائے موسیٰ نے مرزاجی کو ولید بن مغیرہ کا مثیل سمجھ کر آیت لا تطع کل حلاف مهين کو ان پر چسپاں کیا ہے۔

پچھلے دنوں اعجاز احمدی میں پیش گوئی کی کہ مجھے پانچویں لڑکے کا وعدہ دیا گیا ہے حالانکہ بجائے نر کے مادہ (دختر) پیدا ہوئی۔ دوم اولاد نرینہ کی تعداد میں جو اضافہ ہونے کی پیش گوئی کی تھی بجائے اس کے کہ اضافہ ہوتا ایک جوان کماؤ بیٹا.. مر گیا جس کے سہارے پر مرزاجی آسمانی منکوحہ کے تعشق میں اس کو اپنے حق میں بڑی بھاری فتح بنائیں گے کہ فرزند ارجمند نے مرزاجی کا حکم نہ مانا اور اپنی زوجہ کو طلاق نہ دی لہذا سزا پائی۔ وہ کہیں گے کہ چندروز میں میرے رقیب کی بھی باری ہے۔ ابھی تو ذرا ٹپکا ٹپکی شروع ہوئی ہے ذرا تیل دیکھئے تیل کی دھار دیکھئے، رقیب مرے اور ضرور مرے اور پھر آسمانی منکوحہ میرے ہتھے چڑھے اور ضرور چڑھے۔ اور جب خود مورث اعلیٰ آسمانی باپ نے نکاح پڑھ دیا تو کیوں میرے قبضہ میں نہ آئی۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۳۔ ۵)

تحریف لفظی و معنوی

حضرت مجدد السنہ مشرقیہ۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہم چندروز سے مرزائیوں کی زبانی رسالہ عسل مصفی (مصنفہ مرزا خدابخش قادیانی) کی بڑی دھوم دھام سے تعریف سنتے تھے کہ اس میں یوں لکھا ہے، ووں لکھا ہے۔ اسکے دیکھنے سے ضرور بالضرور مرزا صاحب کو مہدی برحق مان لیں گے۔ میں نے بھی کتاب مذکور تلاش کر کے دیکھنا شروع کیا۔ واللہ! سچ لکھتا ہوں کہ وہی

رسم قدیم جو مرزا صاحب قادیانی اور مرزائیوں کی عادت ہے، لفظی تحریف، معنوی تحریف، دھوکہ، کفر بکنا، بجز اس کے کچھ حقانیت اس میں نظر نہ آئی۔

چنانچہ لفظی یہ کہ، ہم اکثر یہ شعر سنا کرتے تھے

آسمان پر عیسی اور داؤد و موسی خاک میں
لے کے توریت و زبور انجیل حق سے چال سے

مصنف عسل مصفی تحریفاً یوں لکھتے ہیں:

حضرت عیسی نبی داؤد و عیسی خاک میں
لے کے توریت و زبور انجیل حق سے چال سے

معنوی تحریف یہ کہ مجمع البحار میں تو فی کے معنی اس طرح لکھے ہیں:

متو فیك و را فعك علی التقد یم و التاخیر و قد یکو ن الو فات قبضاً لیس بمو تٍ۔،

مصنف عسل مصفی اسکا تحریفی ترجمہ کرتے ہیں یعنی متو فیك و را فعك مقدم موخر ہیں اور موت قبض کی موت ہوگی نہ حقیقی موت و قد یکو ن الو فا ت قبضاً لیس بمو ت کے صریح معنی ہیں کہ کبھی وفات کے معنی قبض ہوتے ہیں نہ موت کے۔ مگر مصنف عسل مصفی نے کیا ایمان داری سے معنی لکھے ہیں اور کس قدر تحریف برتی ہے دھوکہ دہی ملاحظہ ہو۔

عسل مصفی کے صفحہ ۵۹۴ میں دجال کے معنی گروہ عظیمہ کے لکھے ہیں۔ تمام کتب لغات منتہی الارب، قاموس وغیرہ کا حوالہ دیتے دیتے یہاں تک لکھا ہے کہ غیاث اللغات میں بھی یہی معنے لکھے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب اکثر مقام پر بکثرت دست یاب ہوسکتی ہے ہمارے محلّہ کے قریب چار جلد کتاب مطبوعہ مطبع نولکشور علی بخش جو ۱۲۶۹ھ میں چھپی ہے، جس کو عرصہ ۵۲ برس کا ہوتا ہے، موجود ہیں۔ چاروں لغات میں دال وجیم کی تختی میں بجز چار الفاظ، دجی، دجاج، دجاجہ، دجلہ، پانچواں لفظ ہی نہیں۔ جس نے جھوٹ اور دھوکا دہی پر علانیہ کمر باندھ رکھی ہے، اس سے خدا بچاوے۔ کیا عوام بے چارے ان کے دھوکہ اور دام فریب میں نہیں آسکتے۔ میں

کہہ سکتا ہوں کہ ضرور تمام کتب تفاسیر و کتب لغات و تواریخ وغیرہ جن کا اپنے رسالہ میں حوالہ دیا ہے سب میں تحریف اور دھوکا دہی کام میں لائے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے، ہم نے ظاہر کر دیا۔

کفر بکنا ملاحظہ ہو کہ اسی کے آخر میں دو قصیدے درج ہیں ایک قصیدہ میں شعر لکھا ہے

زندہ کردی دین احمد بلکہ احمد مصطفیٰ

زندہ کردی نور قرآن بلکہ جملہ انبیاء

یہاں جو اہل علم تھے ان سے میں نے معنی پوچھے۔ سب نے یہی کہا کہ اس کا مطلب صریح کفر ہے اور غلام کو آقا سے بڑھایا ہے۔ اب میری التجا ہے کہ ہمارے مجدد صاحب السنہ مشرقیہ بوضاحت اس شعر کا مطلب پبلک پر ظاہر فرمائیں گے اور اس رائے سے صاف و صریح طور پر جیسا کہ ہمیشہ شحنہ ہند کے ضمیمہ میں تحریر فرمایا کرتے ہیں تحریر فرماویں گے اس میں کیا تاویل ہو سکتی ہے۔ افسوس کہ مرزا صاحب و مرزائیاں راہ حق کے تو مہدی نہیں ہیں طریقہ ضلالت کے مہدی البتہ ہو سکتے ہیں۔

گر ہمیں اسے مہدی معہود

کشتئ دین غرق خواہد بود

محمد احسن ساکن اٹاوہ۔ سب انسپکٹر پنشن یافتہ۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

اعجاز احمدی کا جواب

قادیانی مرزا جی نے اپنے قصیدہ کا جواب لکھنے والے کے لئے دس ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان دیا تھا۔ ہم اس کا نصف یعنی پانچ ہزار روپیہ طلب کرتے ہیں، بشرطیکہ کسی مقام پر اپنے اور ہمارے مقبولہ امین یا کمیٹی کے پاس جمع کر دیئے جائیں، ورنہ مرزا جی کا کیا اعتبار ہے کہ پانچ ہزار روپیہ دے سکیں گے۔

کتنی مرتبہ مرزا جی نے خالی خولی تھیلیاں دکھائیں مگر کسی کو ایک ٹکا بھی نہیں دیا۔ ہم بڑی جرأت اور

دلیری اور استحکام کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اگر ۵ ہزار روپئے کی پوری کفالت ہو جائے، تو ہم تحدی کرنے کو تیار ہیں ۔مرزا جی یہ بتائیں کہ کس قسم کے مضامین چاہتے ہیں ۔کیا وہی تردیدی مضامین جو ہمیشہ شحنہ ہند میں شائع ہوتے ہیں یا کسی اور قسم کے مضامین ۔دو ہفتے کے مابین جواب دیں ۔اڈیٹر (شحنہ ہند ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء ۔ص ۶)

ضمیمہ کا اثر

خدا کی عنایت سے ضمیمہ اخبار کے ساتھ اور نیز علیحدہ جو پلندے بندھ بندھ کر جاتا ہے اور مدارس اور انجمنوں اور لائیبر یوں میں اس کا مطالعہ ہوتا ہے ۔اگر یہ فرض کیا جائے کہ کم از کم دس آدمیوں کی نظر سے گزرتا ہے، تو ہفتہ وار کئی ہزار آدمی اس کا مطالعہ کرتے ہیں ۔اور تحریریں بھی وہ مدلل اور دھواں دھار کہ نہ تو آج تک مرزائیوں اور مرزا جی کی طرف سے کبھی ان کا جواب بن پڑا، نہ آئندہ کبھی بن پڑے گا ۔انشاء اللہ تعالی ۔

شوکت اللہ کی تحریریں کاغذ اور سیاہی سے اٹھ کر پبلک کے سویداء قلب میں گھس جاتی ہیں، اور ربڑ بن کر وسوسات شیطانی کو چاٹ جاتی ہیں ۔ایک مرزائی نے ہم کو لکھا کہ ایسے لاکھ ضمیمے بھی جاری ہوں، تو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کا مشن رک نہیں سکتا ۔دریں چہ شک! لیکن مرزائیوں کو خبر نہیں کہ غضب الہی کی بجلی میں چمک اور دھڑاکے کی آواز نہیں ہوتی، وہ آنکھوں سے الوپ انجن ہو کر منکروں کے خرمن امید پر گرتی اور جلا جلا کر تباہ اور بھسم کر ڈالتی ہے ۔

مرزا جی اپنے مرزائیوں کی تعداد تقریباً دولاکھ بتاتے ہیں، مگر کمشنر مردم شماری ۱۳۰۰ بتاتا ہے ۔اگر مرزائیوں نے درحقیقت اپنے مرزائی جدید مذہب کو چھپایا ہے یعنی بجائے احمدی لکھوانے کے اپنے کو محمدی لکھوایا ہے، تو وہ نہایت بودے اور بزدل بلکہ سخت منافق ہیں ۔وہ مشرک فی الرسالت ہیں کہ جدید نبی گھڑنے کے بعد بھی اپنے کو دوسرے نبی کی جانب منسوب کرتے، یعنی محمدی بنتے اور کہلاتے ہیں ۔اس لئے کسی طرح مرزا جی کے رجسٹر بیعت میں رہنے کے قابل نہیں ہیں ۔اور خود مرزا جی الحکم میں چند بار ایسے دورویہ مرزائیوں کو ڈانٹ بتا چکے ہیں ۔اور جب کہ مرزا جی یہ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کا میں رسول اور نبی اور امام الزمان ہوں اور مجھ پر ایمان لانا فرض ہے اور جو شخص ایمان نہ لائے وہ دنیا میں کشتنی اور عقبی میں جہنمی ہے، تو نہایت افسوس کی

بات ہے کہ دولاکھ آدمی باستثناء تیرہ سو کے اپنے کو محمدی لکھوائیں، اور وہ بھی کیا ان کمشنر مردم شماری کے دفتر میں، جو فی دس سال ہندوستان کی مردم شماری اور آبادی کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ ان بزدل مرزائیوں نے تو غضب ہی کر دیا کہ مرزا جی کی نبوت کو جوش سے دھکا دے کر تحت الثری میں گرایا۔ ایسے میرزائی منہ پھونک دینے کے لائق ہیں۔

قادیانی مرزا جی اپنی بعثت و رسالت ۳۰ سال سے بتاتے ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ جب ۲۵۔۲۶ سال میں ۱۳سو مرید پیدا کئے تو پانچ چھ سال میں یعنی سب سے بعد کی مردم شماری سے لیکر اب تک کچھ کم دولاکھ مرید کہاں سے اور کیوں کر پیدا ہو گئے۔ اگر بفرض محال بجائے ۳۰ سال میں ۱۳سو مرید ہونے کے فی سال ۱۲سو مرید بڑھے، جب بھی سات آٹھ ہزار مریدوں سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اور بفرض محال مرزا جی کی مصنفہ تعداد ۲ لاکھ سہی، مگر ضمیمہ شحنہ ہند تو ۷ کروڑ مسلمانوں کو ہفتہ وار درس دیتا، اور دین محمدی پر قائم رہنے اور ضلالت سے بچنے کی ہدایت اور تنبیہ کرتا ہے، تو خیال کر لیجئے کہ ۷ کروڑ محمدیوں کے مقابلے میں دولاکھ ملحدوں کی کیا حقیقت ہے اور کس کا اثر قوی ہے۔ یعنی ضمیمہ شحنہ ہند کا یا مرزا جی کے مشن کا۔ مرزائی مشن جو اہل اسلام کی طبائع پر زہر اگلتا ہے ضمیمہ شحنہ ہند تریاق بن کر اس زہر کا ازالہ کر دیتا ہے۔ ہر سال مرزا جی پیشگوئی کرتے ہیں اور اپنے خامکاروں کو طفل تسلی دے کر تھامتے ہیں کہ ضمیمہ اب بند ہوا، اور اب بند ہوا۔ مگر ہر سال جھوٹے کے منہ میں وہ ہو جاتا ہے، اور ضمیمہ ملحدوں کے سروں پر آرے کی طرح گزرتا چلا جاتا ہے اور انشاء اللہ گزرتا چلا جائیگا ۔.. بعض بدمعاش مرزائی بھی یہ دیکھنے کو کہ ہمارے لال گرو کی کیسی درگت ہو رہی ہے ضمیمہ کی خریداری کیلئے مختلف لوگوں کے نام سے درخواستیں بھیجتے ہیں، مگر آپ جانئے ہم تو ایسے بدمعاشوں مفت خوروں کے گور گڈھے تک سے واقف ہیں۔ جواب میں دو جوتے اور حقے کا پانی بھیج دیتے ہیں۔ پھر بھی یہ حرام زادے ایسے بے حیا ہیں کہ حرامی پنے سے باز نہیں آتے، اور ہر پھر کر دھوکے دیتے ہیں۔ ہم کبھی ان کی قلعی اچھی طرح کھولیں گے۔ یہ لوگ مرزا جی کے خوارق کے بہت اچھے نمونے ہیں۔ الولد سر لا بیه۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۱۔ ۲۳۔ ص ۶۔ ۸)

نیچریت مرزائیت عیسائیت

اس میں بالکل شک نہیں کہ مرزائیت نیچریت سے بہتر ہے، کیونکہ کسی نیچری نے آج تک نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ چونکہ آج کل نئی تہذیب نئی روشنی اور پھر سائنس اور فلسفہ کی تعلیم کا زور ہے، لہذا سر سید احمد خان مرحوم خواب غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کو مغربی تعلیم کی ٹھوکر مار گئے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ان کو ایجوکیشنل ریفارمر کہنا بے جا نہیں۔ اور اس وقت تقریباً ایک کروڑ مسلمان ان کے پیرو ہیں اور درحقیقت ان کو ریفارمر سمجھتے ہیں۔ مرزا جی کو تو تمام عمر بھی یہ فروغ نصیب نہ ہوگا۔ ہاں اسکے بعد مرزائی لوگ منارہ کی پرستش کیا کریں تو شاید مرزائیت کا چراغ روشن رہے۔

لیکن نہ تو سر سید احمد خان نے آج تک نبی ہونے کا دعوی کیا، نہ ان کے معتقدین نے کبھی ان کو نبی سمجھا۔ نہ خلاف اصول وعقائد اسلام ان میں کوئی عظمت وفضیلت بنائی، نہ پیدا کی۔ حالانکہ اگر سر سید احمد خان چاہتے تو دعوی نبوت میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسے دعوے کو الحاد وارتداد اور سراسر کفر سمجھا، کیونکہ وہ مسلمان تھے، اور قرآن پر ان کا ایمان تھا۔ بھلا وہ قرآن کا خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ مرزائیت تو عیسائیت سے بھی گئی گزری ہے۔ عیسائی لوگ حضرت عیسی مسیح کو خدا کا بیٹا اور خدا یقین کرتے ہیں۔ مرزا جی بھی ان کی تقلید پر اپنے کو خدا کا لیپالک بتاتے ہیں نہ کہ بیٹا، کیونکہ اس سے عیسوی مذہب کے ساتھ تشبہ ہوتا تھا۔ لیکن اب بھی بات ایک ہی ہے کیونکہ بیٹوں کی دو ہی قسمیں ہیں، صلبی اور متبنی۔

قادیانی مرزا جی نے تو یہ غضب ڈھایا کہ سیدنا المسیح کو گالیاں دیں کیونکہ وہ رقیب اور وراثت کا شریک تھا۔ پس انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ باپ نے صلیبی بیٹے کو عاق کر دیا ہے، کیونکہ اس کے خوارق اچھے نہ تھے اور مجھے گود لے لیا ہے۔ لیکن کسی نے یہ دعوی تسلیم نہ کیا۔ عیسائیوں نے تبرّا پڑھا اور مسلمانوں نے کافر اور ملحد بنا کر اسلام کی چار دیواری سے بارہ پتھر باہر نکال دیا۔

مرزا جی نے تو سب کچھ بننا چاہا کہ بروزی محمد بھی ہیں، مہدی بھی ہیں، مسیح بھی ہیں۔ مگر میں کے گلے پر بالآخر چھری پھر ہی گئی۔ جو دعوی ہے لچر اور متناقض۔ جب آپ لیپالک ہیں تو بروزی محمد کیوں کر ہیں۔ کیا

آنحضرت ﷺ نے تنبیت کا دعویٰ کیا تھا۔اور آپ مسیح ہیں تو محمد کیوں کر ہیں۔کیا مسیح اور محمد پہلے باہم بروزی ہو چکے ہیں۔حالانکہ عیسیٰ مسیح آپ کے نزدیک ایک مہذب انسان بھی نہ تھا،مہذب کا غیر مہذب کے ساتھ بروز ہوکر پھر دونوں (آخری سطر پڑھی نہیں جاتی۔ بہاء) (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۔جلد ۲۱۔۲۳۔ص ۸)

مرزا جی کے دعاوی

کرزن گزٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو اس وقت سچا جانیں کہ وہ کابل،ایران،روم (ترکی)،عربستان،بخارا میں خود جا کر یا کسی حواری کو بھیج کر تبلیغ رسالت کریں،تو ہم بھی نقد چہرہ شاہی کا دس ہزار روپئہ نذر کریں گے،اس شرط پر کہ وہ مرقومۃ الصدر شہروں میں پہنچ کر ہم کو ایک خط بھیجیں کہ لو صاحب! ہم وہاں پہنچ گئے اور اشاعت دین احمدیہ کر رہے ہیں۔ہم اسی وقت خالص اور کھرے کھرے دس ہزار نیمے پانچ ہزار گن کر حوالہ کر دیں گے۔اگر ضمانت مانگتے ہو تو ہم مولوی سراج دین احمد بیرسٹرایٹ لاء مالک چودھویں صدی کو پیش کرتے ہیں۔مگر ساتھ ہی اپنی وحی بھی شائع کر دیں گے جو ہم کو اس وقت ہوگی کہ مرزا صاحب پھر مع الخیر کبھی قادیان کی ہوا نہ کھائیں گے۔وہیں کے لوگ آپ کی زیارت اس جگہ بنالیں گے۔

ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ ہر وقت مرزا جی اور مرزائی جماعت اس دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موٹا مرغا پھنسے،کوئی فربہ شکار ہاتھ لگے۔دھڑادھڑ چندے ہوں مینار بنے،اثاث البیت زیورات سجاوٹ کے سامان عیش وعشرت کے اسباب مہیا ہوں۔ ......

آنحضرت ﷺ نے تو نہ دنیادی سامان بنائے،نہ چندے بٹورے،نہ زیورات خریدے۔وہ تو ایک مسافر کی طرح بغیر دل بستگی کے جیسے تشریف لائے ویسے ہی تشریف لے گئے۔میں حیران ہوں کہ کیسی ظلّیت اور کیسی بروزیت اور کیسا آئینہ کا عکس،مشبّہ اور مشبّہ بہ میں کچھ تو مماثلت ہونی چاہیے۔....

اور اس پر یہ غرور اور خشونت اور بدزبانی جیسا کہ اس جماعت کا طریقہ ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں۔

گویا حلم،موعظہ حسنہ،خلق محمدی کی یہ جماعت بالکل ضد ہے۔

مرزا جی کی جماعت میں آگے سے جو موٹے موٹے شکار موجود ہیں،کسی کو حکیم الامت کا خطاب،

کسی کو خلیفہ اول کا، کسی کو خلیفہ ثانی کی عزت، کسی کو خلیفہ ثالث کا فخر، کسی کو خلیفہ چہارم کا عرف بخشا گیا ہے۔ یہ تو معمولی بات ہے کہ جب مرزا جی نے خود خلعت نبوت پہن کر محمد کا روپ دھار لیا ہے تو مریدوں کو خلفاء کا خطاب ملنا ضروری ہے۔ یہ مرزا جی کی فیاضی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا کا وعدہ ہے کہ نحن نزّلنا الذکر و انّا له لحافظون یعنی قرآن کریم کی گم شدہ عزت و عظمت کو پھر بحال کرنے کے لئے غلام احمد کی صورت میں یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ آیا۔ اور خدا نے آسمان سے قرآن کریم کی حفاظت اور اس کی عظمت وجلال کے اظہار کا ایک ذریعہ پیدا کیا۔ اور ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا نزول دوبارہ ہو۔ اور پھر دنیا کو اس کی عظمت پر اطلاع دی جاوے۔ اس غرض سے اس نے پھر محمد ﷺ کو بروزی رنگ میں غلام احمد قادیانی کی صورت میں نازل کیا۔

(الحکم قادیان ۱۰۔ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۹ کالم اول)

اور پھر ایسے سامان کی موجودگی میں یہ بھی لازم ہوا کہ بقول مرزا صاحب:

مماثلت سلسلہ موسوی کی غرض سے خدا نے تیرہ سو برس تک تو نبوت اور وحی پر مہر لگائے رکھی اور یہ پاس ادب آنحضرت ﷺ کسی نئے نبی و رسول کی ضرورت نہ سمجھی۔ مگر اب تیرہ سو سال بعد وہ مہر توڑ دی اور اس عاجز کو یا نبیّ اللہ صریح طور پر پکار کر ممتاز فرمایا اور سلسلہ موسوی کی طرح جیسا کہ حضرت موسیٰ کے حواری نبی کہلائے، اسی طرح حضرت محمد ﷺ کا (مرزا جی) بھی نبی کہلایا۔

(الحکم قادیان ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۳ء)

اس پر طرہ یہ کہ مرزا جی کو آنحضرت ﷺ کی قبر میں مسیح موعود کے دفن ہونے کا بھید بہت عجیب طور سے منکشف ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کی قبر میری قبر میں ہوگی۔ اس پر میں نے سوچا کہ یہ کیا سرّ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہر قسم کی دوری اور دوئی کو دور کرتا ہے، اور اس سے اپنے مسیح موعود کے وجود میں ایک اتحاد کا ہونا ثابت کرتا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ کوئی شخص باہر سے آنے والا نہیں ہے بلکہ مسیح موعود کا آنا گویا آنحضرت ﷺ کا آنا ہے جو بروزی رنگ رکھتا ہے۔

اگر کوئی اور شخص آتا تو اس سے دوئی لازم آتی، اور عزت نبوی کے تقاضے کے خلاف ہوتا۔ خدا نے جو قرآن میں اس قدر تعریف رسول اللہ ﷺ کی، کی ہے اور آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا ہے، اگر کسی اور کو آپ کے بعد تخت نبوت پر بٹھا دیتا، تو آپ کی کس قدر کسر شان ہوتی، جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی بہت ہی کمزور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے، تو اس سے یہ مطلب ہے کہ کتنی بڑی بات ہے کہ اگر سوائے میرے مسیح موعود عیسی جو بنی اسرائیل کا آخری نبی ہے آوے اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی مہر توڑ ے تو آپ کو غیرت نہ آوے گی؟ اور کیا خدا تعالی آنحضرت ﷺ کی اس قدر ہتک کرنا چاہتا ہے؟ افسوس ہے کہ لوگ باوجود مسلمان ہونے اور آنحضرت کو خاتم الانبیاء ماننے کے نبوت کی مہر توڑتے ہیں۔ (الحکم۔۱۰ مئی ۱۹۰۳ء ص ۲).

مرزا صاحب کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبر پھر تشریف لاویں تو اس سے ہتک اور کسر شان اور قوت قدسی کی کمزوری آنحضرت کی ثابت ہوتی ہے اور خود بدولت مرزا جی، نبی بن کر اس مہر کو توڑیں تو اس میں نہ نبی کو غیرت آوے، اور نہ خدا ہی برا مانے۔ کیونکہ محمد ﷺ نے مرزا جی کا روپ دھارا ہے۔ میرا اور مسلمان کا کانشنس یہ کہتا ہے کہ خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم الانبیاء فرمایا اور نبوت پر مہر لگا دی۔ اب نہ تو حضرت عیسیٰؑ کی مجال ہے کہ خدا کی لگائی ہوئی مہر توڑ سکے اور نہ حضرت موسیٰؑ کی۔ مرزا جی بیچارے کس باغ کی مولی ہیں۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ مرزا جی کی ابلہ فریبیوں میں آوے اور ہاتھ کو سر کے گرد گھما کر ناک پکڑے۔ مرزا جی عقل کے اندھوں ہی کو جل دے کر اپنا الو سیدھا کریں، ہم ایسے خدا کو جس کا قول اور فعل مخالف ہو، ایک ناقص بے کار کم عقل خدا کہیں گے کہ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ تیرہ سو سال تک تو نبوت کی مہر مضبوط لگائے رکھی اور تیرہ سو سال کے بعد کمال بے وقوفی سے ایک ادنی ترین انسان کے واسطے اپنے قول کا خیال نہ کر کے اس مہر کو توڑ دیا۔

بات بات پر جو مرزا جی دس دس ہزار، پانچ پانچ ہزار روپیہ کی شرطیں لگاتے ہیں، شائد ان کا خدا نفع نقصان میں شریک ہے۔ ہمارا خدا تو نہایت صادق الوعد، دانا بینا، قول کا سچا، غیور ہے جو بات کہتا ہے اس کو

کبھی نہیں بدلتا۔اس کا قول اور فعل موافق ہے۔جیسے اس نے نبوت اور وحی پر مہر لگائی ہے قیامت تک اس کو کوئی نہ توڑے گا۔مرزا جی جیسے کروڑوں کو ہلاک اور پیدا کرے گا، کانے گنجے لنگڑے تو کس شمار میں ہیں۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۳۔جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۱۔۳)

مرزائی دیانت

حضرت مولانا شوکت اللہ مجدد السنہ مشرقیہ دام مجدکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

یہاں شہر کپورتھلہ میں ایک مسجد بنا کردہ (تعمیر کردہ) حاجی ولی محمد صاحب مرحوم جج ریاست کپورتھلہ و رئیس سراوہ ضلع میرٹھ ہے جس کا متولی حضرت حاجی صاحب مرحوم کا برادرزادہ مسمی حبیب الرحمٰن مرزائی ہے۔ مسجد کے متعلق سرکار والا کی طرف سے آپ کو ایک سو اسی (۱۸۰) روپئہ سالانہ کی آمدنی معاف ہے۔حاجی صاحب کے انتقال کو تیرہ سال ہو گئے، مسجد کی آمدنی مرزائی تنور میں پڑتی رہی۔اور مسجد کا چاہ شکستہ اور سقاوہ مثل غربال یا دل عاشق ہے۔غسل خانہ کی بھی یہی حالت ہے۔اوس کا پانی کنویں میں پڑتا ہے۔مسجد اور حجروں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔تمام مسجد میں ایک صف ہے۔نہ شطرنجیوں کا انتظام ہے، نہ دیگر سامان ضروری متعلقہ مسجد ہے۔افسوس ہے کہ جس مسجد کی آمدنی اس قدر ہو اوسکی مرمت تک نہ ہو، اور ایک سو اسی روپئہ مرزائیوں اور قادیان کے تنور میں پڑے، یا پلاؤ سقنقوری دہن چڑھایا جاوے، یا متولی مرزائی صاحب ہضم فرمائیں اور انما یا کلو ن فی بطو نھم نا را و سیصلو ن سعیراً کی مصداق ہوں۔

اس مسجد کے متعلق دو مرزائی تنخواہ دار امام متولی صاحب نے مقرر فرما رکھے ہیں۔حافظ امام الدین مرزائی..ماہوار، مولوی عبدالقادر لدھیانوی مرزائی...ماہوار۔مولوی صاحب اول درجہ کے امام ہیں اور حافظ امام الدین صاحب درجہ دوم کے۔سیدھے سادے مسلمان عوام الناس آج تک ان ہی کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اور بعض علیحدہ پڑھتے رہے۔جب مرزا صاحب اور اون کے مریدوں کی طرف سے زیادہ غلو ہوا تو تمام مسلمانوں نے اون کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔پھر تو مرزائیوں نے یہ طعنہ دیا کہ تمہارا تو امام نہیں۔قریب ایک ماہ سے مادہ فساد پک رہا تھا جس فریق کو موقع ملتا اپنی جماعت اول اول کر لیتا اور نماز مغرب میں لمبی

قرأت کی جاتی۔ چنانچہ ۲۴ مئی کو مسلمان نماز پڑھ رہے تھے اور جماعت آخری قعدہ میں تھی کہ ۲۰۔ ۲۵ مرزائیوں نے حملہ کیا اور امام کا دوپٹہ اوتارلیا، اوراس کے کان کھینچے۔قصہ مختصر مسلمانوں نے نماز صبر سے تمام کی اور پھر اشتعال پا کر مرزائیوں پر پل پڑے۔ پھر تو ایک مرزائی بھی نظر نہ پڑا، ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب مقدمہ بازی ہورہی ہے۔اعلی حکام تک ناراض ہیں۔متولی صلح کے خواستگار ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں کہ آمدنی ایک سو روپیہ مسلمانوں کے سپرد ہو، جس کا انتظام مسلمانوں کی معزز اور موقر انجمن کرے اور ۱۳ سال کا گزشتہ حساب دیجئے اور مسجد میں کوئی مرزائی قدم نہ رکھے۔حضرت ایک سواسی روپیہ کا سوال کڑا ہے مسجد کی تو خیر ہے اون کے لئے سجدگاہ قادیان کافی ہے۔نامہ نگار از کپورتھلہ۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۳۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۳۔۴)

وہی جعلی بیعت اور فرضی فہرست

مکرمنا مولانا شوکت۔ سلام مسنون ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے کچھ عرصہ سے مرزائی اعتقادات کی نسبت شبہ تھا اس لئے اکثر تصانیف مرزا قادیانی اور اخبار الحکم اور البدر دیکھتا رہا، لیکن بجز حبّ جاہ ودنیا طلبی کچھ دیکھنے میں نہ آیا۔اور جب مرزائی اخباروں میں میں نے فرقہ احمدیہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد (تقریباً دولاکھ) دیکھی تو ہجوم وساوس نے پریشان کردیا۔مگر الحکم مطبوعہ ۲۴، اپریل و ۲۴ مئی و ۳۱ مئی دیکھ کر وہ وسوسہ بھی رفع ہوگیا یعنی ۲۴۔ اپریل کے الحکم میں بیعت کرنے والوں کے جو نام شائع ہوئے ہیں وہ محض بنظر اضافہ جماعت مرزائیہ ہیں۔مثلاً جو نام دین محمد ساکن کرہل ضلع مین پوری کا نمبر ۷۱ پر درج ہے، وہی نام اسی فہرست کے نمبر ۸۸ میں درج ہے۔اور نمبر ۵۳ پر حکیم محمد یوسف کا نام لکھا ہے اور پھر یہی نام نمبر ۱۰۱ پر مکرر اس طرح درج ہے (حکیم یوسف علی صاحب مینیجر صبح صادق پریس اوٹاوہ) اور جس مقام پر مطبع ہے وہیں میرا مکان بھی ہے اور نمبر ۱۱ پر نام خداداد خان ہے اور زیر اسماء بیعت کنندگان میزان کل ۱۱۲ بتائی ہے۔

پھر الحکم ۳۱ مئی میں وہی خداداد خان ولد قائم خان ساکن اوٹاوہ خاص درج ہے یعنی تعداد بڑھانے کو ایک جگہ بلا ولدیت اور دوسری معہ ولدیت وسکونت ہے۔ارے واہ رے مرزائیو تمہارے کیا کہنے ہیں (بنئے کی

گون میں لاکھ من کا دھوکہ) مجھ پر مرزا جی کی نبوت کا پاکھنڈ ضمیمہ شحنہ ہند اور صحیفۃ الولاء اور درۃ الدرانی وغیرہ سے اچھی طرح کھل گیا۔ بیعت کی فہرست کا عنوان یہ ہے (خاص خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست) اور دھوکہ کی یہ کیفیت۔ معلوم ہوا کہ مرزا کا خدا ہر وقت دھوکے ہی کا الہام کرتا رہتا ہے یا لکھنے میں غلط کار ہے۔ مرزا قادیانی اور اوس کا خدا دونوں ایک ہی کھیت کے دساور ہیں۔ کیا عجب ہے کہ چند روز میں اپنی خدائی کا ٹھیکہ مرزا ہی کو دے دے، پھر تو چند مرتدوں اور ملحدوں کے سوا ایک مسلمان بھی زندہ رہے تو میرا ذمہ۔ مرزا قادیانی کے خدا نے طاعون تو اپنے نبی کی لینڈوری میں بھیج ہی دیا ہے پس دیر ہی کیا ایک ہی اشارے میں مرزائی نبوت کے منکرین کا صفایا ہے۔ انعام میں دس ہزار اور ۱۲ ہزار کی رقم صرف کاغذ پر اگلنا کچھ بات ہی نہیں، لیکن اگر کسی کے لئے پیسوں کی بھی تھیلی کا منہ کھلا ہو تو خدا کرے مرزا قادیانی کی طرح اعلی واسفل کے امراض میں دائم المریض ہو جائے۔ الغرض وہی مثل ہے: روٹی تو کما کھائے کسی طور مچھندر۔ راقم۔ محمد احسن پنشنر پولیس۔ ۹ جون ۱۹۰۳ء۔

اڈیٹر: اگر مرزا جی کو ذیابیطس نے ہڑپ نہ کیا تو سال بھر میں ایک کروڑ مرید ہو جاویں گے کیونکہ اضافہ کرنے کو قلم ان کے ہاتھ میں ہے۔ جتنا چاہو بڑھا دو۔ لیکن جتنے بڑھیں گے درحقیقت گھٹیں گے۔ کاغذی ناؤ چل نہیں سکتی۔ عرفی نے اپنے ممدوح کی تعریف میں کیا خوب لکھا ہے

گر جاہ حسودت لبر بند سی افتد
در مرتبہ نقصان رسد از صفر رقم را

یعنی تیرا حاسد ایسا بد بخت ہے کہ اگر کسی مہندس یا محاسب کے خیال میں اس کا مرتبہ آجائے تو جس قدر صفر دے گا بجائے بڑھنے کے وہ عدد گھٹتا ہی چلا جائے گا۔ مرزا جی تو تمام انبیاء کے حاسد تمام اولیاء کے حاسد تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کے حاسد، ان کا مرتبہ محض مفروضی رقموں اور ہندسوں اور ناموں سے کیوں بڑھنے لگا اور پھر مرزا جی کو یہ شعر غنغنانا پڑے گا

بے اعتباریوں سے سبک سار ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہوگئے اتنے ہی کم ہوئے

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۳۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۴۔ ۶)

نبی بننے کا ارمان

انسانوں کے دلوں میں مادے اور فطرت کے موافق مختلف ارمان ہوتے ہیں۔ مفلس یہ چاہتا ہے کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ مالدار یہ چاہتا ہے کہ میں بڑا رئیس ابن رئیس ہو جاؤں۔ رئیس یہ چاہتا ہے کہ میں بادشاہ ہو جاؤں۔ اور بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ میں شہنشاہ ہو جاؤں۔ الغرض جو دنیا دار ہاتھی پر چڑھا ہے، وہ بانس پر چڑھنا چاہتا ہے۔ اگرچہ آخر میں سب کو چار کے کاندھے پر چڑھنا ہوتا ہے۔

علی ہذا، ایک طالب علم یہ چاہتا ہے کہ میں عالم و فاضل ہو جاؤں۔ ایک عابد و زاہد صوفی صافی یا طالب حق یہ چاہتا ہے کہ میں ولی اللہ ہو جاؤں۔ لیکن یہ کوئی نہیں چاہتا کہ میں نبی ہو جاؤں، کیونکہ یہ امر اس کی فطرت اور قابلیت اور حیثیت وظرف اور امکان سے باہر ہے، بلکہ طلب محال ہے۔

امت محمدیہ میں کیسے کیسے اولیاء اللہ اور مقربان الٰہی گذرے، جن کے نام بڑی وقعت و عظمت کے ساتھ زبانوں پر جاری ہیں، اور جن کے سنجیدہ حالات اور ستودہ صفات سے تواریخ کے دفاتر معمور ہیں۔ بھلا ان میں سے کسی نے بھی نبی بننے کی خواہش کی، چہ جائے کہ دعویٰ نبوت کیا ہو۔ سوڈان میں بھی بہت سے مکاروں نے مہدویت کا دعویٰ کیا، مگر بروزی یا ظلی محمد بننے کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔ مرزا قادیانی کی جسارت دیکھئے کہ نبی کیا معنی خود خاتم الانبیاء محمد بن گیا۔ پھر اس میں یہ شرارت اور فریب کہ میں محمد کا غیر نہیں تا کہ مہر نبوت ٹوٹ جائے، بلکہ میں تو ہو بہو محمد ہوں۔ گویا خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ کی روح پاک نے حلال خوروں کے لال گرو کے بھائی کے ناپاک جسد میں حلول کیا ہے۔ آپ کے بھائی لال گرو کے خوارق کا نمونہ سب دیکھ چکے ہیں۔ پس آپ اس سے گھٹ کر کیوں رہنے لگے۔ دونوں ایک ہی جھاڑو کی تیلیاں، ایک ہی سنڈاس کے کیڑے، ایک ہی کوڑی کے درخت، ایک ہی درخت کے کھاد، ایک ہی جیسے کماؤ پوت ہیں۔ پس جو نسبت آپ کو اپنے بھائی سے ہے، وہی نسبت آپ کے چیلوں کو بھائی کے چیلوں سے ہونی چاہیے۔

تعلیم و تربیت کے موجودہ زمانے میں ریفارمیشن کا دور دورہ ہے، اور ہر قوم اور ہر فن کا ایک ایک ریفارمر موجود ہے۔ لیکن کیا ان میں سے کس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا ہے۔ مرزا جی نے تو اپنے کو پرافٹ (غیب

دان) بنالیا ہے۔پس وہ نبی نہیں بلکہ چھلے چھلائے فرمائشی خدا ہیں، اور یہ کچھ چھپی بات نہیں وہ کھلم کھلا کہتے ہیں کہ دیکھو میری فلاں پیش گوئی پوری ہوئی اور فلاں پوری ہوئی۔ کیا اس کے یہی معنی نہیں کہ میں غیب دان بلکہ خدا ہوں، حالانکہ انبیاء کرام میں سے کسی نے نہ تو غیب دانی کا دعوی کیا، نہ غیب دانی کو اپنی نبوت کا معیار ٹھہرایا ۔اور کیونکر ٹھہراتے خود انبیاء کا اس پر ایمان ہے کہ غیب دان صرف خدا ہے جس کی صفت علام الغیوب ہے۔

قادیانی مرزاجی اپنے کو مسلمان اور قرآن پر ایمان بتاتے ہیں، حالانکہ قرآن کا سراسر خلاف کررہے ہیں۔قرآن میں ہے: ان الله یعلم ما فی الارحام ۔یعنی خدا جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے۔ ،

اور: و ما تدری نفس بای ارض تموت ۔اور خدا ہی جانتا ہے کہ انسان کون سی زمین میں مرے گا۔

مگر مرزاجی نے علی رؤس الاشہاد متواتر غیب دانی (پیشین گوئی) کی کہ میری زوجہ کے آئندہ گابھ سے مجھ جیسا، بلکہ مجھ سے بڑھ کر، فرزندار جمند پیدا ہوگا۔لیکن قدرت کی جانب سے گھونسا جولگتا ہے تو نر کی جگہ کھٹ سے مادہ نکل پڑی۔

مرزاجی نے غیب دانی کی کہ طاعون میرا ایڈی کانگ ہے، مرزائیوں کو اس سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیے اور خاص کر جو شخص میرے نزول و بعثت کی سرزمین میں آجائے گا وہ تو مجھ سے پہلے مر ہی نہیں سکتا۔مگر آپ جانئے طاعون ایک ہی کائیاں ہے، نہ لیپا لک کا منہ کیا، نہ آسمانی باپ کا۔اور نہ صرف مختلف مقامات میں بلکہ خود دارالایمان قادیان میں مرزائیوں کا کھلیان لگا دیا۔ بہت سے مرزائی قادیان کے بلوں میں دم سے چھاج باندھ کے گھسے، مگر طاعونی چوہوں کی طرح مرے کے مرے رہ گئے۔اور گورداسپور کی میونسپلٹی کو ان چوہوں کے مارنے پر انعام بھی مشتہر کرنا نہ پڑا، اور میونسپلٹی کا فنڈ اس رقم میں ٹکا خرچ کرنے سے محفوظ رہا ۔مرگئے مردود فاتحہ نہ درود، اور بحکم رب ودود، ہالک نمرود، منہ کالے اور دست و پا کبود، عاقبت نامحمود وانجام نامسعود، سراسر بے بہبود، از سرتا پا بے سود، مورود ہوکر قعر عدم میں غتربود ہوگئے، فی النار والسقر مع الجدّ والپدر

موجودہ زمانہ یورپئین آزادی کی ٹکسال ہے۔کھرے کھوٹے کا کوئی جانچ کرنے والا نہیں۔ نبی کیا، خدائی کا بھی کوئی دعوی کرے تو باز پرس نہیں۔لیکن اگر بروزی رسالت کی تبلیغ افغانستان اور وسط ایشیا وغیرہ کی خودمختار اسلامی ریاستوں میں کی جائے تو گھٹنوں گھٹنوں مزا آجائے۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء ص ۶-۷)

انجیل مقدس کی عجیب پیش گوئی

مسیحی اخبار طبیب عام، دینا نگر لکھتا ہے: متی کی انجیل میں ہے:

اگر کوئی تم کو کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا وہاں ہے، تو باور نہ کرنا کیونکہ مسیحان کاذب و انبیاء کاذب ظاہر ہونگے، اور ایسے بڑے نشان اور کرامات دکھائیں گے کہ اگر ہوسکتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔

حاجت نہیں کہ اس پیشین گوئی کے بموجب جھوٹے نبیوں کی فہرست دی جائے کیونکہ تواریخ دان لوگوں پر روشن ہے کہ.. دوسری صدی عیسوی تک تو یہ پیشین گوئی کچھ خاموش رہی لیکن تیسری صدی سے زمانہ حال تک بہت سے جھوٹے مسیح ظاہر ہوکر معہ اپنی بطالت کے لقمہ اجل ہوئے۔ تاہم زمانہ حال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کی صداقت پر یہ پیش گوئی مہر از لی ہے، اور کوئی مخالف مسیح اس کے برخلاف دلیل نہیں دے سکتا۔ کئی اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ شہر لندن میں بھی ایک مسیح موعود ظاہر ہوا، مگر اس کی نسبت اور کچھ معلوم نہیں۔ مگر یہ پیش گوئی جس قدر ملک پنجاب میں مکمل اور آشکارا ہوئی، دیگر ممالک میں شاید ہی ہوئی ہو۔ موضع قادیان میں چند سال سے مرزا غلام احمد نے دعوی کیا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور الہام اور نبوت و معجزات کا بھی مدعی ہے۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ آیت مذکورۃ الصدر میں صاف لکھا ہے کہ علامتیں اور معجزے انبیاء کاذب بھی دکھلائیں گے خواہ سچ ہوں یا نہ ہوں، اور پھر یہ کہ اگر کوئی تم کو کہے کہ مسیح یہاں یا وہاں ہے، تو مت مانیو، حالانکہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ مسیح قادیان میں ظاہر ہوا اور وہ میں ہوں۔

آیت متی میں یہ بھی مسطور ہے کہ برگزیدوں پر بھی ہاتھ ڈالیں گے۔،

اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ اس نے بہت سے عیسائیوں پر فتح پائی ہے، اور ان کو اپنی مسیحیت کا قائل کر دیا بلکہ وہ ایسے پھندے لگاتا ہے کہ مسیحی حیران رہ جاتے ہیں اور اکثر ٹھوکر بھی کھا جاتے ہیں۔ مگر ایسوں کی بابت یہ نہ سمجھا کہ وہ برگزیدوں میں سے تھے، کیونکہ یوحنا حواری یوں فرماتے ہیں کہ

وہ نکلے تو ہم ہی میں سے، مگر ہم سے نہ تھے۔ اگر ہم میں سے ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے، لیکن ہم میں سے اسی لئے نکل گئے کہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں (یوحنا ۲: ۱۹)

They went out from us, but they were not of us; for if they had been of us, they would no doubt have continued with us; but they went out, that they might be made manifest that they were not all of us. (1 John 2:19)

افسوس ہے کہ مرزا بائیبل کے اور مقامات تو بڑی ہوشیاری سے نقل کرتا ہے مگر کبھی اس کی تصنیف میں ایسا تذکرہ نہیں ہوتا۔ شاید اس سے خود مرزا قادیانی کو شرم آتی ہوگی۔ مگر کیا کرے کیونکہ وہ ایک منہ سے دعوے کر بیٹھا، اب کس منہ سے کہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ چاہیے کہ مرزا قادیانی اتنے ہی پر قناعت کرے، اور آئندہ کے لئے سچا تائب بنے اور جھوٹوں کا حصہ آگ اور گندھک کی جھیل میں ہوگا جہاں توبہ کا موقعہ نہیں ملتا۔ مکاشفہ باب ۲۱ آیت ۸۔

But the fearful, and unbelieving, and abominable, and murderers, and whoremongers, and sorcerers, and idolators, and all liars, shall have their part in the lake which burneth with fire and brimstone; which is the second death. (Revelations 21:8)

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱)

پشاور میں مرزائیت کا دھڑ ٹوٹ گیا

یہاں اول اول مرزائیت نے خروج کیا تھا۔ مگر آپ جانتے ہیں جہاں سانپ ہوتے ہیں وہاں ان کا سر بھنبھوڑنے والے نیولے اور ان کا زہر دور کرنے والے تریاقی بھی ہوتے ہیں۔ بعض خاصان الٰہی نے مرزائیت اور دجالیت کے افسون کو اپنی مسیحائی سے کارگر نہ ہونے دیا، اور ان قدسی نفسوں کی باد صرصر نے جعلی بروزیت اور مصنوعی ظلیت کا چراغ گل کر دیا اور کتاب وسنت کے عصائے موسیٰ کی ضربوں سے خانہ ساز نبوت کا سر کچل دیا۔ جزا هم الله۔

اب چند غریب عطائی مرزائی اپنے پیر کی لکیر پیٹ رہے ہیں اور بس۔ اور چونکہ پشاور میں بعض رجال الغیب کی مردانہ ہمت سے ضمیمہ شحنۂ ہند کو بہت کچھ فروغ ہے، اور ہفتہ وار سینکڑوں مسلمانوں کی نظر سے

گزرتا ہے،توضمیمہ کے ہوتے مرزائیت کے پاؤں کیوں جمنے لگے۔یوں اکھڑ گئے جیسے برٹش فوج کے مقابلے میں ٹرنسوالی بوئروں کے اور جیسے ٹرکی فوج کے مقابلے میں مقدونی باغیوں کے پاؤں۔اوراخیر میں مولانا محمد ابراہیم صاحب واعظ کے دھواں دھار وعظوں سے تو مرزائیت ایسے کافور ہوگئی، جیسے تند ہوا کے جھکڑ سے پتلے پتلے چھوٹے بادل۔مولانا موصوف صرف قرآن مجید سے...مہدیوں اور جھوٹ اور مکر وفریب کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے مسیحوں کی کارستانیوں کے تاروپود بکھیرتے ہیں۔

معزز نامہ نگار نے لکھا کہ مولوی صاحب ممدوح کے وعظ کا پشاور میں اچھا اثر پڑا ہےاوراب تمام طاعونی بروزی چوہے شیرے کے مٹکوں کی پینیدی میں دبک گئی ہیں،اور چوروں کی مائیں کوٹھی میں سر دے کر رو رہی ہیں۔خدا تعالی مولوی صاحب کے دل ودماغ میں زیادہ قوت دےاوران کے وعظ میں معجزہ.. پیدا کرے۔آمین۔اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۴۔جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۱۔۲)

وہی منارہ مرزائیوں کا ٹھاکردوارہ

منارے کے مقدمہ کی نسبت اول ہی سے قادیان میں افسردگی چھائی رہی.....مرگ آتھم کی پیشگوئی کی طرح ہاتھی کے کان سے بھی لمبا چوڑا کوئی اشتہار نہیں نکلا۔اورغضب تو یہ ہے کہ جب مجسٹریٹ گورداسپور نے منارے کے مقدمے میں دست اندازی سے انکار فرمایا اورعذرداروں کو عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کرنے کی ہدایت کی جب بھی مرزاجی کے محل پر فتح یابی کے نقاروں کے بجانے کی نوبت نہ آئی، نہ مسجد قادیان پر جو منارے کے متصل ہے،دھونسے بجے کہ: دون است دون است دجال دون

یہ افسردگیاں تو ہم کو بھلی معلوم نہیں ہوتیں۔یہ پست حوصلگیاں صاف بدشگونیاں ہیں جن سے بخوبی مترشح ہوتا ہے کہ مرزاجی نے ہمت ہاردی ہے،اورساراجوش وخروش ہانڈی کے ابال کی طرح بیٹھ گیا ہے۔اور ساتھ ہی لیپالک کے آسمانی باپ نے بھی اپنی گردن سے فتح یابی کے الہام کرنے کا جوا پھینک دیا ہے، بلکہ الہام کا دفتر ہی گاؤخورد کردیا ہے کیونکہ باپ بیٹے دونوں کو الہامی پیش گوئی کے پورا ہونے کا اعتماد نہیں رہا۔رمل کے

قرعوں اور نجوم کی پوتھیوں کو دیمک چاٹ گئی۔اٹکل پچو کے تیروں کا ترکش خالی ہو گیا۔پیش گوئیوں کی وہ توپیں جو آئے دن دنادن گونجتی تھیں،اب ان کی سرسراہٹ نیفے تک بھی نہیں پہنچتی۔...کیا کہیں ہمیں تو رہ رہ کر ارمان آتا ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔اور یہ بھی اس وقت جب کہ..منارہ اپنی گردن بلند کر کے تمام فرعونی گردن کشوں کا قبلہ گاہ بنتا۔چونکہ قدرتی طمانچوں سے پیش گوئیوں کے منہ پھر گئے ہیں اور انا جعلنا فی اعنا قھم اغلالاً فھی الی الا ذقا ن فھم مقمحو ن کے مصداق بن گئے ہیں یعنی ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں،جو ٹھوڑیوں تک ہیں۔

کوئی پوچھے کہ جو لگا تار پیش گوئیاں چند سال قبل ہوتی تھیں،اب وہ کیوں بند ہو گئیں۔خصوصاً مقدمات جو انگریزی عدالتوں میں دائر اور مرزائی مشن کے حق میں اہم ہیں،ان میں بھی خاصۃً منارہ جو بروزی نبوت کا حصن حصین اور مسیحیت کا رکن رکین ہے،اس کی نسبت بھی آسمانی باپ نے لیپا لک کے منہ میں گھنگھنیاں بھر دی ہیں۔پھر پیش گوئیاں بھی زیادہ تر لوگوں کی ہلاکت کے بارہ میں ہوئی ہیں،یا اپنی فتح یابی کے متعلق۔حالانکہ اب تک نہ کوئی مرا،نہ لیپا لک کو کوئی آسمانی فتح حاصل ہوئی۔جب کہ شکست ہی شکست ملتی رہی مگر شکست کی پیش گوئی کبھی نہیں کی گئی۔یہ جعل اور فریب نہیں تو کیا ہے۔مرزا جی بالکل اپنے کانشنس کے خلاف کاروائی کر رہے ہیں۔ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نہ میں غیب دان ہوں،نہ نبی اور مہدی اور مسیح ہوں، اور جو کچھ کہہ رہا ہوں محض دنیا کو فریب دینے اور سادہ لوحوں سے روپیہ پیسہ ٹھگنے کو کر رہا ہوں۔کیا اپنے کانشنس کے خلاف کاروائی کرنے والا نبی صادق ہو سکتا ہے۔ہرگز نہیں۔آنحضرت ﷺ جن کی نسبت و ما ینطق عن الھوی ہے، فوراً بذریعہ وحی متنبہ کئے جاتے تھے۔حضرت زینب ؓ کا معاملہ،ازواج مطہرات کا تنازع ،اور شہد کا اپنے اوپر حرام کرنا،وغیرہ جناب باری نے بذریعہ وحی تمام مومنوں پر منکشف کر دیا۔مرزا صاحب آنحضرت ﷺ سے بھی زیادہ معصوم،بلکہ خدا کی طرح بالکل بے عیب ہیں کہ کوئی خطا آپ سے سرزد ہی نہیں ہوئی کہ بذریعہ الہام اس کی اصلاح ہو جائے۔

مرزا جی تو سراسر خطا اور ہمہ تن عیوب ہیں۔پس عیوب کو یوں چھپاتے ہیں جیسے بلی اپنے براز کو اور عورتیں اپنے تنّوں کو۔اپنی برائی اور مخالفوں کی بھلائی کی کبھی پیشین گوئی نہیں ہوتی۔الہام بھی وہی ہوتا ہے

جوتعریفوں سے بھر پور ہو کہ لیپا لک ایسا ہے اور ویسا ہے، اور آسمانی باپ اس کی جانب یوں جھپٹتا ہے جیسے بکری ممیاتی ہوئی اپنے بزغالہ کی طرف، اور گائے ڈکراتی ہوئی اپنے بچھڑے ہو بچھڑے کی جانب۔

دیکھو اظہار صداقت اسے کہتے ہیں یعنی جناب باری آنحضرتﷺ کی غیب دانی کی نفی کیسی دھوم دھام کی وحی سے کرتا ہے

قل لو کنت اعلم الغیب لا استکثر ت من الخیر وما مسّنی السو ء .. یعنی کہد ے اے محمد کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو کثرت کے ساتھ خیر ہی خیر کرتا اور مجھ کو نہ برائی چھوتی۔

اس آیت سے تین باتیں نکلیں: اولاً، آنحضرتﷺ غیب دان نہ تھے۔ دوم، آپ بھلائی کرنے پر قادر نہ تھے۔، سوم۔ برائی نے آپ کو بھی چھوا ہے۔ کیونکہ خیر وشر کا مالک صرف خدائے وحدہ لاشریک ہے۔

لیکن مرزا جی کا ایمان قرآن پر نہیں ہے، وہ خیر وشر کے مالک ہیں وہ اپنے کو خیر ہی خیر اور اپنے مخالفوں کو شر ہی شر پہنچانے پر قادر ہیں۔ وہ غیب دانی کے مدعی ہیں کہ فلاں اتنے دنوں میں مرے گا، اور فلاں اتنے دنوں میں ، اور میں قیامت تک منارے کے کلس کی چوٹی پر بے دال کا بودم بن کر یا بدو ح کے نعرے مارونگا۔

کیا وجہ کہ نہ تو آسمانی باپ نے الہام کیا، نہ لیپا لک نے پیش گوئی کا اظہار کیا کہ منارے کے بننے میں ضرور کھنڈت پڑے گی اور پھر مقدمہ دیوانی میں جائے گا کیونکہ مجسٹریٹ نے یہی حکم دیا ہے کہ میں دست اندازی نہیں کرتا۔ یعنی اس معاملہ کا استقرار حق اور احقاق حق دیوانی کا منصب ہے جو مالی معاملات کا تصفیہ کرتی ہے۔ اور مال کی دو ہی قسمیں ہیں، دینی اور دنیوی۔ دینی مال دنیوی مال سے افضل اور قیمتی ہے کیونکہ فانی نہیں۔ اور دنیوی مال فانی ہے اور چونکہ منارے کی تعمیر ایک احداث اور بدعت ہے، لہذا دینی مال کا غصب ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جہاں کہیں ایک بدعت حادث ہوتی ہے وہاں سے ایک سنت اٹھ جاتی ہے۔ اور سنت رسول اللہﷺ پر عمل کرنا مسلمانوں کا ایمان ہے۔ لہذا منارے کی تعمیر مسلمانوں کے دینی مال کا غصب کرنا ہے جس کو برٹش عدالتیں ہرگز جائز نہیں رکھتیں، اور مال مغصوب کو غاصبوں اور ظالموں سے نکال لیتی ہیں۔ لہذا امید کی جاتی ہے کہ قادیان کے سنی مسلمان جنہوں نے عذرداری کی ہے، حسب ہدایت مجسٹریٹ گورداسپور بالضرور عدالت دیوانی میں رجوع کر کے اپنا دینی حق حاصل کریں گے۔ اور اعلی محکموں اور عدالتوں

تک بھی تعاقب سے باز نہ آئیں گے، اور خدا تعالی سے قوی امید ہے کہ کامیاب ہوں گے۔ اور یہ ہم کو پہلے ہی یقین ہے کہ جب تک دیوانی سے فیصلہ نہ ہو جائے، منارے کی تعمیر حیز التواء میں جا پڑی ہوگی اور فیصلہ کے لئے سال ہا سال درکار رہیں کیونکہ طرفین سے یکے بعد دیگرے ضرور اپیلیں ہوں گی۔ الغرض منارہ ابھی ایک عرصہ تک معلق رہے گا اور چونکہ مرزا جی اعلی اور اسفل کی بیماریوں میں مبتلا اور اپنی زندگی سے مایوس ہیں، لہذا امید نہیں کہ ان کی زندگی تک منارے کا تصفیہ ہو جائے اور بعد میں تصفیہ ہوا بھی تو کس کام کا:

گر از پس من کن فیکون شد شدہ باشد

افسوس ہے کہ مسیح کاذب تو نہ ہو، اور منارہ ہو

میرے خیال بعد مرے پر فشاں رہے
افسوس ہے کہ میں نہ ہوں اور جہاں رہے

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲۔۴)

(الحکم قادیان میں اس معاملے پر درج ذیل تحریر شائع ہوئی تھی:

منارۃ المسجد اور اس کی مخالفت: الحکم کی کسی گزشتہ اشاعت میں اس مینار کے متعلق جو جامع مسجد قادیان کی تکمیل کی خاطر اس کے مشرقی کونہ پر بنایا جانا تجویز ہوا ہے اور جس کا ابتدائی حصہ قریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ کے صرف سے تیار ہو گیا ہے، ہم ایک آرٹیکل لکھ کر ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو توجہ دلا چکے ہیں اور ہمیں کامل امید ہے کہ صاحب موصوف اس پر پوری توجہ فرمائیں گے۔

۸ مئی ۱۹۰۳ء کو جناب تحصیل دار صاحب بٹالہ بھی اس مینار کا موقع دیکھنے کے واسطے تشریف لائے تھے تحصیل دار صاحب نے موقع کو دیکھا اور فریقین کے عذرات کو تحریری طور پر لے لیا گیا ہے۔

ہمیں یہ معلوم کر کے از بس افسوس ہوا کہ منارہ کے متعلق کسی ذمہ دار افسر نے اس قسم کی رپورٹ کی ہے یا بعض لوگوں نے ایسا کہا ہے کہ وہ ایک سیر گاہ ہوگا یا بطور تماشہ لوگ اس پر چڑھیں ہم اس مثل کی باقاعدہ نقل حاصل کرنے کے بعد اس پر مفصل رائے زنی کر سکیں گے لیکن سردست اس افواہ پر اگر یہ سچ ہے ہم کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مسجد کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرنا بھی نہیں کہ گورنمنٹ کو مغالطہ دینا ہے بلکہ مسلمانوں کے مذہبی عبادت گاہ کی توہین اور اون کے اعتقاد پر حملہ کرنا ہے کیونکہ مسجد میں تماشا گاہ بنانا حرام ہے۔ مسجدیں عبادت کے لئے ہوتی ہیں نہ تماشا گاہ۔ اس قسم کا لفظ مسجد یا اس کے کسی حصہ کی نسبت استعمال کرنا خطرناک مذہبی دل آزاری ہے جس کا اپیل ہم ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور کرتے ہیں کہ اگر مثل میں اس قسم کا کوئی لفظ ہو تو اس پر مناسب نوٹس لیا جاوے۔ سردست ہم صاحب ڈپٹی کمشنر کی توجہ کے لئے دہلی کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر کا ایک تازہ فیصلہ ایک مسجد کی تعمیر کے متعلق پیش کر کے آپ کو اس معاملہ کے متعلق غور کرنے کے لئے

مدد دینا چاہتے ہیں۔

دہلی میں اس قسم کا ایک مقدمہ میونسپلٹی میں پیش ہوا ہے نوعیت ایک ہی قسم کی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اگر صاحب ضلع دہلی کے فیصلہ پر غور کیا جاوے گا تو میجر ڈالس صاحب بہادر کو اچھا موقع ایک فیصلہ کے لئے مل جاوے گا چنانچہ اس مقدمہ کے حالات حسب ذیل ہیں جو کہ کرزن گزٹ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ میں بہ تفصیل درج ہے۔ ہم کامل وثوق سے کہتے ہیں کہ حضور ڈپٹی کمشنر گورداسپور آپ کے لئے اس فیصلہ کے بعد منارۃ المسجد کی تعمیر کا سوال بڑی صفائی سے حل ہو جاتا ہے۔ اس سوال کے باضابطہ حل کئے جانے کے بعد ہمیں ضرورت پڑے گی کہ ڈپٹی کمشنر بہادر کو اس راز سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں جو اس مخالفت کی تہ میں ہے۔

صاحبزادہ سلطان احمد خان بیرسٹر نے جو سول لائن میں رہتے ہیں ایک درخواست اس مضمون کی میونسپل کمیٹی میں گزرانی کہ مجھے اپنی کوٹھی کے احاطے میں ایک مسجد بنانے کی اجازت مل جائے۔ جس وقت وہ درخواست جلسہ میں پیش ہوئی تو سب سے پہلے دہلی کے سول سرجن بہادر نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ سول لائن میں مسجد کبھی نہیں بن سکتے۔ اس پر ایک مسلمان ممبر نے صاحب بہادر سے سوال کیا کہ کیا وجوہات ہیں جس سے آپ ایسا فرماتے ہیں۔ کیا کوئی میونسپل ایکٹ ایسا ہے جس سے سول لائن میں مسجد بنانے کی ممانعت نکلتی ہے یا خاص اور کوئی وجہ ہے۔ سول سرجن صاحب نے جواب دیا کہ صبح کے وقت موذن کی اذان سے ہمارے آرام میں خلل پڑے گا اس لئے ہم ہرگز اس بات سے رضامند نہیں ہیں کہ وہاں کوئی مسجد بنے۔ مسلمان ممبر نے اس کا نہایت ہی معقول دیا اور بیان کیا کہ تمام دنیا میں صرف گورنمنٹ انگلشیہ کو یہ بہت بڑا فخر ہے کہ اس کے ہاں اول درجہ کی مذہبی آزادی رعایا کو عطا ہوتی ہے۔ اگر سول لائن میں مسجد کو روکا گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ برٹن اعظم کی حکمت عملی کو صدمہ پہنچایا گیا۔ رہا اذان کا آرام میں خلل انداز ہونے کے متعلق، اس کا جواب یہ ہے کہ موذن کی آواز زیادہ سے زیادہ بیرسٹر صاحب کے احاطہ تک جاسکتی ہے وہاں سے قریب ملی ہوئی کسی انگریز کی کوٹھی نہیں ہے کوٹھی کے ایک طرف رسالہ پڑا ہوا ہے جس میں مسلمان بھی ہیں، ایک طرف قبرستان ہے۔ پھر نہیں سمجھ آتا آرام میں خلل کیوں کر پڑسکتا ہے۔ اگر آرام میں کوئی خلل پڑنے کا اندیشہ ہے تو سب سے زیادہ انجن کی سیٹی سے خلل پڑنا چاہیے حالانکہ اس کے خلاف آج تک کچھ نہیں سنا گیا۔ اس پر جدید ڈپٹی کمشنر صاحب نے جو اول درجہ کے انصاف پسند اور رحم دل ہیں مسلمان ممبر کی تائید ان الفاظ میں کہ بے شک گورنمنٹ انڈیا کو مذہبی آزادی دینے کا بہت بڑا فخر حاصل ہے۔ پھر دوران تقریر میں ایک ہندو ممبر نے یہ سوال کیا کہ آیا سول لائن میں کوئی مسجد بنی بھی ہے یا نہیں۔ اس پر دوسرے مسلمان ممبر نے یہ جواب دیا کہ ہاں یعقوب خان آفندی مرحوم کی کوٹھی میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کا جواب ایک ہندو ممبر نے یہ دیا کہ وہ صرف ایک چبوترہ ہے مسجد نہیں۔ مسلمان ممبر کی طرف سے جواب الجواب یہ دیا گیا کہ مسجد کے معنی جائے سجدہ ہے گنبد اور مینار سے نہیں ہے۔ ہر شخص کی توفیق ہے جس کی جو توفیق ہوئی اس نے ویسی مسجد بنالی۔ غرض وہاں مسجد کا بنانا ڈپٹی کمشنر صاحب نے منظور فرمالیا اور صاحبزادہ صاحب کی درخواست پر یہ لکھا کہ سائل کمیٹی میں نقشہ داخل کرے کہ کس طرز کی مسجد بنانا چاہتا ہے۔

ہم ڈپٹی کمشنر کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس معاملہ میں اس فراخ حوصلگی اور عالی طرفی سے کام لیا جو برٹش قوم کا درحقیقت ایک تمغہ ہے جس سے برٹش قوم تمام دنیا کی قوم سے سربرآوردہ ہے۔ (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء ص ۸)

نبی اور مجدد میں فرق

مرزا جی کی تو وہی مثل ہے کہ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ۔کسی سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن لی کہ ہر صدی کے بعد ایک مجدد پیدا ہوتا رہے گا، پھر کیا تھا، حمقاء میں پہلے آپ الہامی ہوئے، پھر مجدد ہوئے، پھر مثیل المسیح ہوئے۔الغرض جب گھان اچھی طرح تیار ہو گیا تو کھٹ سے بروزی اور ظلی نبی اور خاتم الخلفاء اور سچ مچ مسیح اور امام الزمان بن گئے۔

آپ کو بایں ریش وفش یہ بھی معلوم نہیں کہ اسلامی اصطلاح میں مجدد کس کو کہتے ہیں اور نبی اور رسول کسے۔کیا مجدد اور نبی باہم مترادف ہیں۔مجدد تو نبی کا تابع ہوتا ہے، نہ کہ خود نبی۔ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے کہ ہر صدی پر ایک نبی پیدا ہوگا۔مجدد کے معنی کسی پرانی شئے کے نیا کرنے والے کے ہیں، یعنی شریعت مستقلہ کاملہ کے وہ اصول وضوابط جو لوگ بھول گئے ہوں، یا ان کی جانب سے تغافل اور ان کے تعامل سے تساہل کرتے ہوں، ان کو یاد دلائے اور تازہ کرے اور جو کامل ہدایت بین دفتی المصاحف موجود ہو، ان کو رواج دے اور دنیا کے دلوں میں ان کی عظمت وجلالت کی بنیاد اسی طرح ڈالے جس طرح قریب زمانہ نبوت کے لوگوں کے دلوں میں ڈالی گئی تھی۔مجدد کے یہ معنی نہیں کہ شریعت کی ترمیم کر کے نیا نبی بن جائے۔مرزا صاحب جس نبی امی ﷺ کے قول کی سند اپنے مجدد ہونے پر لاتے ہیں، اسی نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ لا نبی بعدی اور نہ صرف نبی امی نے بلکہ خود خدا تعالی نے وحی نازل کر دی ہے کہ

ما كا ن محمد ا با ا حد من ر جا لكم و لكن رسو ل الله و خا تم النبيين

اب فرمائیے! مجدد کیوں کر نبی ہو سکتا ہے۔تمام اولیاء اللہ مجدد گزرے ہیں۔تمام اسلامی علماء اور فضلاء اور مشائخ مجدد ہیں جو توحید وسنت کو یاد دلاتے ہیں اور ان پر قائم ہونے کی ہدایت کرتے ہیں اگر یہ سب انبیاء ہوتے تو نبوت کے مدارج کا خاتمہ ہو جاتا، یعنی نبوت کوئی شئے نہ رہتی۔آندھی کے آم اور جھڑبیری کے بیر ہو جاتی، جیسی سال ہا سال سے قادیان کے جنگل میں ہو رہی ہے۔

مجدد کے لقب سے ہر شخص جو کسی علم وفن کی تجدید کرے، ملقب ہو سکتا ہے۔ہر شخص جو کسی حرفت و

صنعت کا موجد ہو، مجدد کہلا سکتا ہے مگر اس کو نبی اور رسول کوئی نہ کہے گا، اور نہ وہ خود اپنے کو اس لقب سے ملقب کرنے پر رضا مند ہوگا۔ ورنہ موجودہ زمانے کے سائنس والے جنھوں نے حیرت انگیز ایجادوں میں ترقی کی ہے اور کر رہے ہیں اور آئندہ کریں گے سب نبی اور رسول بن جائیں گے۔

دخانی قوت سے کام لینے والوں، اسٹیمر اور صنعت وحرفت کی مشینیں اور ریلوے انجن کے موجدوں کو خود مرزا جی دجال تو کہتے ہیں مگر مجدد بمعنی نبی نہیں کہتے۔ کیا جس طرح عیسی مسیح دجال کو قتل کریں گے، اسی طرح مرزا جی بھی ان دجالوں کو قتل کر کے ان کی مشینوں اور انجنوں کو غارت کریں گے۔

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں کہ میں خون ریز مہدی اور مسیح نہیں ہوں۔ لیکن وہ کم از کم دجالوں اور ان کے کارناموں کے مٹانے کو تو ضرور ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اگر صرف حسب قول مرزا صاحب ریلیں ہی دجال ہیں، تو مسیح کا فرض ہونا چاہیے کہ ان کا قلع قمع کرے اور جس طرح ممکن ہو ہندوستان میں ان کا اجراء بند کر دے، کیونکہ ظاہر ہے کہ دجال، عیسی مسیح کا بڑا بھاری مخالف اور رقیب ہوگا۔ اور اگر مرزا جی عمداً ایسا نہ کریں گے تو صاف ثابت ہو جائے گا کہ دجال اور مرزا قادیانی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے، ایک ہی نسل کی پیدائش، ایک ہی خاندان کے رکن، ایک ہی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ اور انیسویں صدی میں دجال اور مسیح دونوں گٹھ جوڑ کر کے اور آسمانی باپ کے پاس سے پاس لے کر آئے ہیں۔ اور اگر ریلیں دجال کا گدھا ہیں، تو مرزا جی اور مرزائی بارہا ان پر سوار ہوئے ہیں۔ اب فرمایئے دجال کون ہوا؟ مرزا جی کے یہ دلائل ایسے ہیں جن کو سن کر گدھے بھی کان دبا کر اور دم اٹھا کر ڈھیچوں ڈھیچوں پکارتے اور لید کرتے کنوتیاں بدلتے پشتنگیں جھاڑتے قادیان کے پزادوں سے بھاگتے ہیں۔

مرزا جی کے نزدیک مجدد اور ولی اور نبی سب ایک ہیں، حالانکہ ولی اور مجدد نبی اور امام الزمان نہیں ہو سکتا۔ یعنی ناقص اور کامل کسی ایک فرد میں جمع نہیں ہوسکتا۔ آپ کی تصانیف ایک متناقض خرافات کا مجموعہ ہیں۔ کیا معنی کہ جب آپ آنحضرت ﷺ کے بروزی نبی بنے ہیں یعنی آپ کے ناپاک اور خبیث قالب میں آنحضرت ﷺ کی روح اطیب واطہر نے (معاذ اللہ) حلول کیا ہے، تو آپ مجدد اور ولی اور ناقص نبی کہاں رہے جیسا کہ آپ کا دعوی ہے کہ کامل نبوت کا خاتمہ ہوا ہے، نہ کہ ناقص نبوت کا۔ آپ تو ہو بہو آنحضرت ﷺ بن

گئے۔ پھر کبھی تو آپ بجائے مجدد اور مہدی و مسیح ہوئے جری اللہ فی حلل الا نبیاء بنتے ہیں یعنی تمام انبیاء کے لباس میں آپ نے حلول کیا ہے اور کبھی صرف بروزی محمد۔ تمام انبیاء کے قوالب میں حلول کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی پلید روح نے قبل از مرگ تمام انبیاء کے اجسام میں تداخل کیا ہے۔

اول، تو ایک روح متعدد اجسام میں داخل نہیں ہو سکتی۔

دوم، انبیاء کے لباس (اجساد) اب کہاں ہیں جن میں آپ کی روح نے حلول کیا ہو۔

سوم، جری الله فی حلل الا نبیاء کو آپ الہامی فقرہ بتاتے ہیں جو آپ کے دعوے کا مساعد نہیں بلکہ علی العکس ہے۔ آپ کا مطلب تو یہ ہے نا کہ تمام انبیاء نے مرزائی قالب میں حلول کیا ہے اور مرزا سب کا بروزی ہے، حالانکہ جری الله فی حلل الا نبیاء سے یہ لازم آتا ہے کہ جیتے جیتے آپ کی روح تمام انبیاء کے قوالب میں ڈھل گئی ہے۔،

چہارم، جب آپ بروزی محمد یعنی عین محمد ہیں اور اب اسلامی شریعت کی ترمیم کر رہے ہیں تو یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے انیسویں صدی میں تشریف لا کر خود اپنی شریعت کی ترمیم و تنسیخ کر دی کہ تصویر پرستی جائز اور حج بیت اللہ قطعی موقوف اور اب بجائے حرمین شریفین کے قادیان کا حج کرو۔ وغیرہ

ایک خبط ہو تو کوئی صبر کرے، آپ تو بالکل یتخبطه الشیطا ن من المسّ کے فوٹو بنے ہوئے ہیں اور لیپا لک سے بڑھ کر آسمانی باپ الو کا بھیجا کھا گیا ہے کہ ایسے بے معنی الہامات القاء کرتا ہے۔ جیسی اوٹ پٹانگ تاویلیں مرزا جی کر رہے ہیں، ہم حلفاً کہتے ہیں کہ ہمارے شاگردان شاگرد ایسی تاویلیں گھڑنے کو اپنے حق میں عار سمجھیں گے۔ اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۴۔ ۶)

ایک بھیدی نے لنکا ڈھادی

ضلع مراد آباد کے ایک رئیس کا شوق چرایا کہ قادیان جا کر مرزا کے دعووں کا تاؤ دیکھے۔ ہمارے ایک شاگرد رشید مولوی صاحب بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لیجئے گا تو مزہ آئے گا۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ دونوں صاحب قادیان روانہ ہوئے۔ جب بٹالہ پہنچے تو قادیان کو جانے کا اکّا کرایہ کیا۔

مرزا جی کے حواری بٹالہ میں اسلئے موجود رہتے ہیں کہ قادیان جانے والوں کے پیچھے فرشتوں کی طرح نہیں شیطان کی طرح لگ لیں اور جن گاڑیوں اور اکّوں میں مسافر سوار ہوں انہیں میں بیٹھ کر سات کوس تک برابر نئے نبی کی بھٹئی کرتے چلیں اور ان کے دل میں ڈال دیں کہ مرزا جی نبی اللہ اور بروزی اور ظلی اور لپا لک اور صاحب معجزات ہیں۔ یہ مرزا جی پر منحصر نہیں بلکہ پنجاب کے اکثر سادھو بچے ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس اکّے میں بھی تین مرزائی وارد ہو کر لگے اپنی وہی حمام گرد باد کی داستان سنانے۔ سات کوس تک خوب کان کھائے۔ ہمارے شاگرد رشید مولوی صاحب نے کہہ دیا تھا کہ میں قادیان پہنچ کر دیوانہ بکار خویش عاقل بن جاؤنگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب قادیان پہنچے تو مشہور کیا گیا کہ یہ صاحب جلالی عملیات پڑھنے سے مجنون ہو گئے ہیں، مرزا صاحب دعا کریں یا حکیم الامت المرزائیہ مولوی نور الدین صاحب اپنے معالجہ سے مریض کو شفا بخشیں ۔اب جعلی مجنون لگا اچھلنے اور بکر کود مچانے یاں گھس گیا واں گھس گیا، لوگ گھیر گھار کر لائے۔ خیر کھانا چنا گیا۔ مرزا جی بھی تشریف رکھتے تھے مگر دستر خوان پر آپ کا خاصہ الگ تھا، اس میں کوئی ہاتھ نہ ڈال سکتا تھا۔ مجنون صاحب نے غڑاپ سے ہاتھ مارا اور خستہ اور بیسنی پراٹھے تربتر ستقفورا اور جند بیدستر آمیز کئے ہوئے ہتھیا لئے۔ ہائیں ہائیں یہ کیا۔ مگر کون سنتا تھا، مطلق العنانی تو تھی ہی۔ دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

سب کو آئیں غائیں شائیں کر کے موذی کے چنگل میں جس قدر پراٹھے آئے، سب کے سب بندر کی طرح دکھا دکھا کر چکھ لئے۔ قسم ہے منارے کی، بڑے مزے آئے۔ ایسے خستہ کرارے پراٹھے عمر بھر نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ اور پھر ان میں رجولیت کا مصالحہ۔ کھانے کو تو کھا گئے، مگر رات بھر یہ کیفیت رہی کہ کچھ نہ پوچھئے کروٹیں بدلتے بدلتے تڑکا ہو گیا۔ موقع ملتا... تو مرزا جی کے شیعہ استاد کی تقلید پر تقیہ کر کے متعہ ہی کر لیتے مگر یہ بات بھی ہاتھ نہ آئی۔

علی ہذا، ایک روز مجنون صاحب گھومتے گھامتے مرزا جی کے خاص خلوت خانے میں جا ڈٹے۔ دیکھتے کیا ہیں، خلوت خانہ کیا ہے پری زادوں کا جمگھٹ اور اندر کا اکھاڑا ہے، اور مرزا جی سب کے درمیان کنہیا بنے بیٹھے ہیں، مزے ہیں، بہاریں ہیں۔ اس قلندری ملنگ اور مجنونی نہنگ کے دیکھتے ہی سارا نظر فریب زاہد کش طلسم زیروزبر ہو گیا اور پری زادیں پھر سے اڑ گئیں۔

پڑی محفل میں ہلچل اٹھ چلے سب کیا قیامت ہے
یہ کیسا صور تو نے نالہ آتش فشاں پھونکا

خیر دوسرے روز مجنون صاحب اسی طرح اس کمرے میں جا گھسے جہاں آسمانی باپ کی جانب سے لیپا لک پر الہام ہوتا ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ چار طرف عربی کتابیں کھلی ہیں، اور مرزا جی الفاظ کی کاٹ تراش کر رہے ہیں کہ کسی فقرے کا سر لیا اور کسی کا پاؤں اور پھر ان کو محاورات عرب سے منطبق کیا۔ مجنون صاحب کے پہنچتے ہی یہ سارا کاغذی جہاز جو جعل کے طوفان میں چل رہا تھا، ڈانواں ڈول ہوگیا۔ الغرض مرزا جی کے غل مچانے پر دو چار آدمی ادھر سے دوڑے اور مجنون صاحب کو ڈنڈا ڈولی کر کے باہر ڈالا۔

جب جاسوس بن کر کوٹھی کھلے کا سارا ڈھکا معلوم ہوگیا تو مجنون صاحب قادیان میں بھلے چنگے ہو گئے۔ مرزائی چار طرف دوڑے اور لگے چہ میگوئیاں کرنے۔ بھلا مجال تھی کہ بیماری یا جن بھوت یا موکل..کا اثر ایک لحظہ کو بھی رہ سکتا۔ یہ باتیں تو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے ناخنوں میں پڑی ہیں اور چونکہ آپ نبی اللہ ہیں، لہذا تمام جن اور بھوت اور موکل آپ کے تابع ہیں، حکم نہ مانیں تو رہیں کہاں۔ ماثر ندران سے سب جھونپڑے اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور فلیتے سلگا کر سب کو فی النار و السقر کر دیا جائے۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۶۔۷)

حکیم نورالدین اور اسکے استاد مولوی الٰہی بخش کی خط وکتابت

مولوی نورالدین مرزائی کا خط اپنے استاد کی طرف

مولانا تسلیم۔ اس وقت آپ کے ایک شاگرد نے، جن کا نام محمد شریف اللہ ہے اور ضلع پشاور کے ہیں، آپ کے پرانے شاگرد نورالدین سے ذکر کیا ہے کہ میرے بزرگ استاد مولوی الٰہی بخش نے مجھے نصیحت کی ہے کہ پیروں کے پھندے میں نہ آنا اور نہ مرید بننا۔

میں (یعنی حکیم نورالدین) نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے مولانا (الٰہی بخش) سے یہ بھی پوچھا کہ پیر کس کو کہتے ہیں اور مرید کیا ہوتا ہے۔ واجب تھا کہ آپ معنی جامع مانع پیر و مرید کے پوچھ لیتے، مگر انہوں نے

جواب میں صفر کو بیان کیا۔

مجھے دیر تک تعجب رہا کہ کہیں اس نصیحت میں خود مولوی الٰہی بخش صاحب بایں پیری پیر نہ بنے ہوں اور محمد شریف اللہ کو مرید نہ بنالیا ہو (پیری وصد عیب والی پیری میں تو خود ہمارے مولانا بلکہ بوڑھے سید بھی داخل تھے میری مراد اس پیری سے نہیں اور نہ جناب کا منشاء ہوگا) میں نے سید کے اتباع کو اور خود سید کو بھی دیکھا ہے کہ وہ پیری و مریدی اور علماء کے اتباع سے روکتے تھے، اور خود اپنی اتباع کو عملاً پسند فرماتے تھے۔ اس معمہ کو اگر آپ حل فرما دیں گے تو آپ کی قدیم استادی کا لازمہ ہوگا۔

اس خط کا راقم، آپ کا پرانا شکرگزار شاگرد، نورالدین ساکن بھیرہ

اور محمد شریف اللہ ساکن ضلع پشاور۔

نورالدین از قادیان دارالایمان ضلع گورداسپور ۳ مئی ۱۹۰۳ء۔

جواب از جانب اوستاد مولوی الٰہی بخش مدرس پنشنر

بسم الله الر حمن الر حيم ۔ الحمد لله ر ب العا لمين و الصلوة و السلا م على خا تم النبيين و على آ له و ا صحا به اجمعين

جناب مولوی صاحب مولوی نورالدین صاحب السلا م على من اتبع الهدى ۔

آپ کا خط پہنچا۔ نہایت تعجب ہوا۔ اب تک تو پیری وصد عیب والی حالت پر نہیں پہنچے پھر ایسے اختلاط واختلال کا کیا باعث۔ آپ کو بایں پیری و مریدی جدید پیر و مرید کے معنی میں کس قدر تردد و تحیر ہوا کہ اس کا معنی جامع و مانع پوچھتے ہیں اور پھر اس کو (باوجود اظہر من الشّمس ہونے کے جس کو جہال واطفال بھی جانتے ہیں) معمہ جان کر اس کے حل کرنے سے اس قدر ممنونیت ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کو قدیم استاذی کا لازمہ جانتے ہیں۔ اگر اتنی بھی سمجھ نہیں تو پھر میرے حل کو آپ کس طرح سمجھیں گے۔ خیر میں نے تو محمد شریف اللہ کو بحکم الدين النصيحة کے یہ نصیحت کی ہے کہ جو زمانہ حال کے پیر ہیں کہ اپنے مریدوں کو بدعات و محدثات و زندیقیت و الحاد کی تعلیم کرتے ہیں بلکہ شرک کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔ نہ یہ کہ جو علماء و صلحاء صراط

مستقیم صراط منعم علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصا لحین اورمہاجرین و انصار کا راستہ بتائیں، اون کی بات نہ ماننا۔

اب اپنے معمے کا حل سنئے ۔ مولوی صاحب! پیر کہتے ہیں راہ نما اور پیشوا کو، اور وہ منقسم ہیں دو قسم پر۔

قسم اول، پیر ہدایت جو اپنے مرید کو صراط مستقیم کہ صراط منعم علیھم کا ہے، دکھاتے ہیں اور بدعات ومحدثات ورسومات کفر و جاہلیت سے ڈراتے ہیں، جیسے اہل خیر قرون و آئمہ ہدی ومصابیح دجی و اتباع صادقین ان کے۔

قسم دوم، پیر ضلالت والحاد وزندقہ جو لوگوں کو بدعات ومحدثات وزندقہ والحاد ورسوم جاہلیت کی طرف بلاتے ہیں جیسے مخالفین انبیاء وصلحاء ہر زمانہ میں جیسے اس زمانہ میں آپ کا پیر مرشد مرزا قادیانی ہے جس نے جھوٹا دعوی پیغمبری کا اور رسالت ونبوت کا کیا اور علماء وانبیاء وصالحین کو برے الفاظ سے یاد کرتا ہے اور علو وعتو وفساد میں حد سے گزر گیا ہے یہاں تک کہ مرسل ومجدد ومہدی ومسیح وابن اللہ وابو اللہ بنا اور اپنی بی بی کو ام المومنین کا خطاب دیا۔

پس میں نے محمد شریف اللہ کو قسم اول کے اتباع سے نہیں روکا، بلکہ میں نے قسم دوم کے دھوکوں اور فریبوں سے روکا ہے۔

آپ نے معنی جامع ومانع پیر کا پوچھا۔ پس میں نے پیر ہدایت وپیر ضلالت کا معنی بیان کر دیا۔ اب آپ بتا دیں یہ معنی جامع ہے یا نہ۔ بر تقدیر ثانی کونسا فرد اس معنی سے خارج ہوا، اور اس کی جامعیت کو توڑا۔ اور مانع بھی ہے دخول غیر سے، یا نہ۔ بر تقدیر ثانی کون سا فرد غیر کا اس میں داخل ہوا، اور اس کی مانعیت کو نقصان پہنچایا۔ ہاں یہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں ایک قسم ثالث بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض امور میں باطل پر ہو۔ لیکن یہ خدشہ آپ کا بیجا ہے کیونکہ اعتبار اصول وعقائد وضروریات دین وغالب امور کو ہے اور بعض فروعات میں خطا مضر نہیں کیونکہ یہ اختلاف صحابہ سے لے کر آج تک چلا آیا ہے، اور ضرور راستے دو ہی ہونے چاہییں، ایک صراط مستقیم صراط منعم علیھم کا جس کا منتہی جنت اور رضاء الہی ہے، اور دوسرا صراط مغضوب علیھم و لا الضا لین کا جس کا منتہی جہنم اور غضب رب العالمین کا ہے۔ اور پھر تعجب یہ کہ آپ باوجود اس

قدر رادعا علم وفضل کے کہ الحکم میں حکیم الامت سے ملقب ہیں۔ معنی لفظ کا جامع و مانع طلب کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! جناب من! یہ شرط جمع ومنع کے اب تک کسی نے الفاظ کے معانی میں بیان نہیں فرمائی، بلکہ معانی میں اشتراک اور ترادف وتضاد وعموم وخصوص..وتشکیک وحقیقت ومجاز وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ پھر یہ شرط اطراد و انعکاس یعنی جامع و مانع ہونے کے کس طرح صحیح ہوسکتی ہے۔ یہ شرط جامع و مانع تو تعریفات وحدود میں علماء بیان کرتے ہیں نہ معانی الفاظ میں سبحان اللہ اس فہم پر...اور اپنے استاد سے یہ گستاخیاں۔ آپ کے اس قول سے (مجھے دیر تک تعجب رہا کہ کہیں اس نصیحت میں خود مولوی الٰہی بخش صاحب بایں پیری پیر نہ بنے ہوں اور محمد شریف اللہ کو مرید نہ بنالیا ہو.الخ) مجھ کو نہایت افسوس اور تعجب ہوا کہ مولوی صاحب کا ہوش وعقل وحکیم امت ہونا کہاں چلا گیا۔ باوجود اس شیخی ودعوی عقل کے اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ پیر وہ ہوتا ہے جو عالم باعمل متقی صابر موقن لوگوں کو حق کی طرف بلانا اس کی صفت لازمہ ہو اور شب وروز تعلیم دین وہدایت خلق میں مشغول ہو۔ قال تعالی

و جعلنا هم آ ئمة يهدو ن با مر نا لما صبروا و كا نوا بآ يا تنا يو قنو ن

اگر ایسا ہوتا جس طرح آپ نے سمجھا ہے کہ میں محمد شریف اللہ کو ایک نصیحت کرنے سے پیر بن گیا تو چاہیے کہ ہر کوئی مسلمانوں میں سے پیر ہی ہو، جہان میں مرید کوئی نہ ہو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے:

الدين نصيحة قالوا لمن يا رسو ل الله۔ قا ل لله و لر سو له و لآ ئمة المسلمين و عا متهم۔ او كما قا ل رسو ل الله ﷺ

پس چاہیے کہ ہر ایک مسلمان بلکہ کفار بھی پیر ہوں کیونکہ کوئی انسان فی الجملہ نصیحت سے خالی نہیں۔ پھر علاوہ بریں آپ کو دھوبی وخیاط ونائی ورنگریز وغیرہ بلکہ مہتر وبھنگی وقصائی بننا پڑے گا بقول خود کیونکہ غالباً یہ سب کام آپ نے کئے ہوں گے، گو تمام عمر میں ایک دودفعہ کئے ہوں۔ کیونکہ جب میں ایک نصیحت کرنے سے پیر ومرشد بن گیا تو کیا آپ ایسے کاموں سے گو تمام عمر میں ایک دودفعہ کئے ہوں بھنگی ومہتر نہیں بنیں گے، ورنہ کوئی فارق بتادیں۔ دونوں میں آگے انصاف آپ پر ہم نے چھوڑا ہے۔

اور چونکہ آپ جامع و مانع بیان فرمانے معانی کے مشاق وماہر ہیں، اس لئے ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ براہ مہربانی حدوتعریف بدعت شرعیہ کی بیان فرماویں، جو مطرد ومنعکس یعنی جامع و مانع ہو، اور

پھر اپنے پیرومرشد کے بدعات ومحدثات کو اس حد سے اخراج کریں۔اگر آپ بمقتضائے

فعين الرضا عن كل عيب كليلة

وبحکم :حبك الشيء يعمي ويصم ،

اپنے پیرومرشد کے محدثات وبدعات سے بخوبی واقف نہ ہوں،تو ہم سے اس کے بدعات و احداثات کی فہرست طلب کریں۔لیکن اول جامع ومانع تعریف وحد بدعت شرعیہ کی ضرور لکھنی پڑے گی۔

اور نیز ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیت الیوم اکملت لیکم دینکم کے کیا معنی ہیں۔کیا خاتم النبین محمدﷺ کے عہد ہدایت مہد میں دین اسلام پورا وکامل مکمل ہو چکا تھا،اور مہاجرین وانصار نے اس دین کامل کو بیان کیا،یا وہ دین ناقص ونامکمل وقابل ترمیم رہا،اور معاذ اللہ خدا نے خلاف واقعہ یہ اکملت کہہ دیا،اور تکمیل وترمیم آپ کے پیرومرشد مرزا قادیانی کے عہد میں ہو رہی ہے۔

اور تیسری بات ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب آپ اور ہم کسی آیت یا حدیث میں اختلاف کریں،تو فیصلہ کس طرح ہوگا۔آیا مہاجرین وانصار وخیر قرون وآئمہ ہدی کے اقوال سے،یا کوئی اور حکم مقرر فرمائیں گے۔

ہم کو امید کامل ہے کہ آپ اس کے جواب میں صرف صفر کو کام میں لاویں گے،اور بالکل جواب نہ دیں گے۔کیونکہ جب آپ کے پاس اتنا بھی فہم وعلم نہیں کہ پیری ومریدی کا معنی سمجھیں یا معانی الفاظ اور حدود اشیاء میں فرق کرسکیں،تو اس کا جواب کس طرح دے سکیں گے۔

اور پھر اعجب العجائب یہ کہ پیرومرشد آپ کا مرزا قادیانی قصبہ قادیان کو قصبہ یزیدیوں کا کہتا ہے۔ دیکھو ازالۃ الایمان (یعنی ازالہ اوہام) صفحہ ۷۳ حصہ اول،اور آپ اسے دارالامن والایمان فرماتے ہیں۔

من چہ میگویم وطنبورہ من چہ میگوید

اور علماء اسلام اس کو دارالارتداد و الزندقہ والطغیان کہتے ہیں۔

پس اولاً آپ اپنے پیرومرشد کے مخالف بنے،اور ثانیاً تمام علماء اسلام کے مخالف۔

نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

پس اب آپ ہی انصاف فرماویں کہ وہ معمہ مزعومہ آپ کا جس نے آپ کو دیر تک تعجب وحیرت میں ڈالا تھا بخوب وجہ حل ہوا، یا نہ۔

اور پھر چوتھی بات بھی ذرا بیان فرما دیویں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کل بدعة ضلالة قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور نقیض اس کی سالبہ جزئیہ آتا ہے جو لم اور کیف میں مخالف اصل کے ہوتا ہے۔ پس بنا براں بعض البدعة لیس بضلالة مناقضہ رسول اللہ ﷺ کا ہوگا یا نہ۔ فقط۔

و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین و الحمد لله رب العالمین

خط مولوی نور الدین مرزائی بجواب استاد مولوی الٰہی بخش پنشنر

جناب! الدین النصیحة صحیح حدیث کا جملہ ہے، اور اس سے مقدم قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ اور باستدلال بالاولی سبّ سے روکا ہے۔ پس آپ نے غلام احمد کو کن کن الفاظ سے یاد فرمایا ہے، اور آخری عمر کے حصہ میں اپنے نامہ اعمال میں کیسا اضافہ کیا۔ غلام احمد اور یہ کنایت آپ کی۔ بہر حال شریف اللہ یہاں سے بیعت کر کے واپس وطن کو گئے ہیں۔ شیخی دعوی اور حکیم الامۃ کا ادعا میری فطرت میں ہے نہیں۔ ہاں انتم شهداء اللہ کے منہ سے نکلا ہے۔ واللہ اعلم۔ فان الاسماء تتنزل من السماء۔ الٰہی بخش الٰہی بخش الٰہی بخش۔ آپ استاد اور شاگرد کو پہلے ہی شوخ فرما چکے، اب میں دریافت کروں تو کیا دریافت کروں، بتاؤں تو کیا بتاؤں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کہوں غلام احمد کو برا کہنے والے صراط مستقیم سے بہت ہی دور ہیں۔

چشم باز و گوش باز و ایں زمان
خیرہ ام از چشم بندیّ خدا

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین و رسول رب العالمین و علی اصحابه و خلفاءه و .. الی یوم الدین ثم اعلم ان اللہ یعلم سرنا و نجوانا و یعلم السر و اخفی و نشهد اللہ و

ملائکته و کل من سمع با نا نشهد ان لا اله ا لا الله و حد ہ لا شر يك له و نشهد ان محمداً عبده و رسو له خا تم ا لا نبياء و خا تم الر سل خا تم ا لكملا ء و نو من بالملا ئكة و الر سل و الكتب و اليو م ا لآ خر و القدر و نقيم الصلوة و نؤ تی الز کو ة و نصو م رمضا ن و حججنا البيت و نحج انشاء الله تعا لی و نعتقد با ن ا لقر آ ن شفاء و هد ی و نو ر و ان مو لا نا محمد رسو ل الله المکی المد نی خا تم النبيين و رسو ل ر ب العا لمين معلمنا و مز كينا و من خا لف عد يه و وله و صمة و ما جا ء به و اما المغضو ب و اما ضا ل ۔ قل هذ ه الکلما ت و قل ما تشاء و سنسأل من الله تعا لی ان شا ء الله ۔ آپ کی دھمکی کہ اخبار میں آپ شائع کریں گے اضحو کة الصبيا ن و الله المستعان ۔ نورالدین ۔۲۰۔مئی ۱۹۰۳ء از دارالامن والایمان قادیان

جواب منجانب استاد مولوی الٰہی بخش سابق مدرس نارمل سکول راولپنڈی

اياك نعبد و ايا ك نستعين ، بسم الله الر حمن الر حيم

الحمد لله رب العا لمين و الصلو ة و السلا م علی خاتم النبيين محمد و آ له و اصحابه ا جمعين ۔اما بعد۔

جناب مولوی نورالدین صاحب ۔ السلا م علی من اتبع الهدی

آپ کا جواب بعد انتظار مدید پہنچا۔موجب تعجب وافسوس ہوا۔انا لله و انا اليه را جعو ن ۔ اس سے تو بالکل جواب نہ دینا اچھا تھا۔اس میں میرے خط کے کسی فقرہ کا جواب نہیں اور لغو شکایات و مہمل فقرے بہت ہیں۔ بلکہ کل خط مہمل و بے نتیجہ ہے بجز چند کلمات طیبات تسبیح وتوحید وتمجید کے، وہ بھی دھوکہ دہی کے واسطے کما سيفتح لك عنقريب۔

جناب! میرے خط میں کئی مضامین قابل جواب تھے،جس میں سے آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔گویا آپ کا خط میرے خط کا جواب ہی نہیں ۔ یہ کاروائی نیک نیتی وصداقت وشرافت وانصاف سے بہت

بعید ہے۔خصوصاً آپ جیسے لائق شاگرد سے استاد کے حق میں۔ یہ نئے نبی قادیان کی تعلیم کا اثر و نتیجہ ہے۔

فہرست مضامین جو میرے خط میں تھے اور آپ نے ان سب کو نظر انداز کر دیا۔

ا۔تفصیل نصیحت محمد شریف اللہ۔۲۔معنی جامع و مانع پیر کا۔۳۔تقسیم پیر ہر دو قسم پر، پیر ہدایت و پیر ضلالت مع تمثیل کے۔۴۔بیان دعاوی کاذبہ مرزا قادیانی۔۵۔سبّ و شتم مرزا قادیانی حق میں انبیاء و صلحاء و علماء کے۔۶۔آپ سے استفسار کہ یہ معنی جامع و مانع ہے یا نہ، بر تقدیر ثانی کیا وجہ ہے۔اور ۷۔رفع خدشہ قسم ثالث کا۔۸۔اور یہ کہ راستے دو ہی میں منحصر ہیں۔۹۔اور تعجب آپ کے ادعاء علم و فضل و حکیم امت ہونے سے کہ الفاظ کے معانی جامع و مانع پوچھتے ہیں اور حدود ورسول و تعریفات میں اور الفاظ کے معانی میں فرق نہیں کر سکتے۔۱۰۔اور تخطیہ آپ کا اس میں کہ میں ایک فضیحت (نصیحت) سے پیر بن گیا۔۱۱۔اور الزام دینا آپ کو خیاط و بھنگی و قصائی و نائی وغیرہ بننے کا بقول آپ کے۔۱۲۔ورنہ فارق بتا دیں۔۱۳۔اور حد و تعریف بدعت شرعیہ کے جامع و مانع کا سوال۔۱۴۔اور اخراج بدعات و محدثات مرزا قادیانی کا بدعت کی حد سے۔۱۵۔اور پیشین گوئی کہ آپ سے کبھی ان امور کا جواب نہ ہو سکے گا،سوایسا ہی ہوگا۔۱۶۔اور قادیان کو دارالامن والا یمان کہنے میں آپ مخالف اپنے پیرو مرشد مرزا قادیانی کے..اور نیز علماء اسلام کے۔۱۷۔اور استنصاف آپ سے کہ آپ کا معمہ مزعومہ بخوب وجہ حل ہوا، یا نہیں۔۱۸۔اور اخیر میں آپ سے یہ سوال کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ کا کل بدعة ضلالة،اس کا نقیض کیا ہوگا۔

سو ناظرین دیکھ لیں گے کہ آپ نے باوجود اس ادعا کے کہ میرا نام آسمانوں سے حکیم امت اترا ہے کس مضمون و کون سے فقرہ کا جواب لکھا ہے، اور آسمانی حکمت کا کیا نمونہ دکھایا ہے۔ یہ وطیرہ منصفین کا ہرگز نہیں۔ فضلاً عن المومنین ،کہ اولاً خود چھیڑیں اور پھر یہ معاملہ۔اب جناب مولوی صاحب اپنی تحریر اضحوکہ صبیان کا جواب سنیں۔

قولہ (یعنی قول نور الدین): جناب۔

اقول (یعنی قول الٰہی بخش): جناب مولوی صاحب نے مارے تعصب و غصہ کے اپنے استاد و شیخ کے سلام سے بھی استنکاف کیا بلکہ السلام علی من اتبع الھدی بھی نہ لکھا۔اس سے آپ کے تعصب اور تکبر کا پتہ لگ

سکتا ہے۔رسول اللہﷺ اگر کفار کو بھی خط لکھتے تو السلام علی من اتبع الھدی لکھ دیتے۔دیکھو بخاری مطبوعہ احمدی۔صفحہ ۵۔

استادی شاگردی تو درکنار، آشنائی قدیمہ بھی گئی۔مولوی نورالدین صاحب کی یہ عادت وفطرت نہ تھی،لیکن مرزا کذاب کی تعلیم واثر صحبت کا یہ بدتاثیر ونتیجہ ہے۔فاعتبروا یا اولی الابصار

قولہ:الدین النصیحۃ۔صحیح حدیث کا جملہ ہے۔

اقول:واہ سبحان اللہ! کیا ہم نے آپ سے اس حدیث کی تصحیح طلب کی تھی۔یہ کیسا بے موقع وبے ربط فقرہ ہے کہ نہ خود اس سے استدلال کیا،اور نہ ہمارے کسی مضمون کا جواب،اور نہ سیاق وسباق سے کچھ تعلق۔شائد سکر کے حالت میں لکھ دیا ہو۔

قولہ:اس سے مقدم قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ اور باستدلال بالاولی سبّ سے روکا ہے۔

اقول:سبحان اللہ!اولاً کیا اس حدیث اور اس آیت میں تعارض وتناقض ہے،اس واسطے مولوی صاحب آیت کو مقدم رکھتے ہیں کیونکہ دونوں پر عمل کرنا ممکن نہیں،لہذا مولوی صاحب ترجیح کے درپئے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔

یہ تو ایسی جہالت ہے کہ امید نہیں کہ طفل کتب خوان سے بھی سرزد ہو۔

وثانیاً،آپ نے آیت کا اخیر حذف فرمایا اور نہ الآیہ لکھا،تاکہ کہیں پہلی ہی دفعہ شرمندہ نہ ہونا پڑے۔اور استدلال بالاولی آپ کا کہیں ٹوٹ نہ جائے۔اخیر آیت کا یہ ہے:

فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم

یعنی مشرکوں کے معبودوں کو مت گالی دو۔پس وہ جہالت سے اللہ عزوجل تبارک وتعالی کو گالی دیں گے۔یعنی پھر تمہاری گالی سبب بنے گا اللہ عزوجل کی گالی کا۔

واہ سبحان اللہ! عجب تفقہ وفہم ہے مولوی صاحب کا اور تقوی اور نیک نیتی۔

وثالثاً،اس میں اشارہ ہے کہ مرزا غلام احمد،مولوی نورالدین صاحب کا معبود وطاغوت ہے۔اگر تم

مرزا غلام احمد کو گالی دو گے تو ہم تمہارے اللہ کو گالی دیں گے۔ ورنہ یہاں کوئی اور موقعہ مناسبت کا موجود نہیں۔

ورابعاً، استدلال بالاولی آپ کا یہاں اعجب العجائب سے ہے، اور یہ مولوی صاحب کا خانہ زاد استدلال ہے۔ کسی مخمور و پوستی کا بھی ایسا استدلال بالاولی و بالاضعف کہنے سے آدمی کو شرم آتی ہے فضلاً عن المو من المسلم کیونکہ یہ استدلال بالاولی جب بنے گا کہ اللہ عزوجل تبارک وتعالیٰ تمام مخلوقات سے ادنی و حقیر تر ہو۔ نعو ذ با لله من هذه الجر أة على الله و على رسو له و على كلا مه۔ اور مضمون قول مولوی نورالدین صاحب کا یہ ہوا کہ جب اللہ عزوجل کو گالی دینی منع ہوئی، یا ایسی چیز کو گالی دینی منع ہوئی جو سبب ہو اللہ عزوجل کی گالی کا، جیسے مشرکوں کے معبود، تو اوروں کو گالی دینی بطریق اولی منع ہے کیونکہ اور سب چیزیں اولی ہیں ساتھ تعظیم کے اللہ عزوجل تبارک وتعالیٰ سے۔

مطلب یہ ہوا کہ خادم و نوکر یا دشمن و مخالف یا منافق و کافر و مرتد و زندیق.. وغیرہ کو گالی دینی بطریق اولی منع ہے بہ نسبت اللہ عزوجل کے کیونکہ یہ سب چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے بہتر ہیں۔ سبحا ن الله و تعا لى عما يقو ل الظا لمو ن علوا كبيرا ۔

اصول فقہ میں قیاس بالاولی کی یہ مثال دیتے ہیں و لا تقل لهما افّ یعنی ماں باپ کو جب اف کہنی منع ہے، تو سبّ و شتم و ضرب بطریق اولی منع ہوئی، کیونکہ یہ امور افّ سے زیادہ ہیں اہانت و ایذاء میں۔
دیکھو مولوی صاحب کا علم و فضل و نیک نیتی و تقوی و شہادت کلمہ و حج پکارنا۔ سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے

سا صرف عن آ يا تى الذين يتكبرو ن فى ا لا ر ض بغير الحق و ان يروا كل آ ية لا يو منوا بها و ان يروا سبيل الر شد لا يتخذو ه سبيلا ۔ و ان يروا سبيل الغىّ يتخذو ه سبيلا ذ لك با نهم كذ بوا بآ يا تنا و كا نوا عنها غا فلين

مرزا کذاب نے مولوی نورالدین صاحب کی فطرت کو ایسا بگاڑا ہے کہ کچھ ہوش ہی نہیں آتی، مجانین کی سی بڑیں ہانکتے ہیں۔ ہوش اس وقت آئے گی جب کہا جائے گا

لقد كنت فى غفله من هذا فكشفنا عنك غطا ء ك فبصرك اليو م حد يد

یا جب خود مولوی صاحب اپنی زبان سے اعتراف فرماویں گے

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی ا صحا ب السعیر

اور جواب ملے گا: فا عتر فوا بذ نبھم فسحقاً لا صحا ب السعیر

یا جب کہیں گے: یا لیتنی اتخذ ت مع الرسو ل سبیلاً یا و یلتی لیتنی لم اتخذ... (مرزا قا دیا نی) خلیلا ۔ لقد ا ضلنی عن الذ کر بعد اذ جاء نی و کان الشیطا ن للا نسا ن خذو لا ۔

قولہ: پس آپ نے غلام احمد کو کن کن الفاظ سے یاد فرمایا ہے، اور آخری عمر کے حصہ میں اپنے نامہ اعمال میں کیسا اضافہ کیا۔

اقول: مولوی صاحب ہوش میں آجایئے اور مرزا کذاب کی محبت کی پٹی تھوڑی دیر تک آنکھوں سے اتار لیجئے، شائد آپ کو کچھ سمجھ آجاوے لیکن بظاہر مشکل ہے۔ قال تعالی

فلما زا غوا ازا غ اللہ قلو بھم۔ بل را ن علی قلو بھم ما کا نوا یکسبو ن

وقال تعالی:

انا جعلنا فی اعنا قھم ا غلا لاً فھی الی الا ذ قا ن فھم مقمحو ن۔ و جعلنا من بین اید یھم سداً و من خلفھم سداً فا غشینا ھم فھم لا یبصرو ن،

بات تو ظاہر ہے لیکن وہ حجاب مستور حائل ہو جاتا ہے

و جعلنا بینك و بین الذین لا یؤمنو ن با لآ خرۃ حجا باً مستو راً ۔

خیر میں کچھ نصیحتاً بیان کرتا ہوں، ہدایت اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔

مولوی صاحب! مرزا قادیانی کذاب خود صریح اس آیت کے ساتھ کفر کرتا ہے اور سخت مخالف ہے اس کلام پاک کا

و لاتسبوا الذین ید عو ن من دو ن اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم

کیونکہ اس نے حضرت عیسیؑ کہ اولوالعزم انبیاء سے ہے اور جماہیر انبیاء مرسلین سے افضل ہے، اور نصاری کا معبود بھی ہے، بہت سخت گالی دیں اور فحش وقذف ورمی کیا، ان کو کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان الفاظ سے:

چور، جھوٹا، نادان، موٹی عقل والا، بیجا حرکت کرنے والا۔ علمی و عملی قوی میں بہت کچا۔ شریر، مکار، فریبی، شعبدہ باز، متکبر، ناپاک خیال، راست بازوں کا دشمن، بدچلن، ان کی تین دادیاں و نانیاں کسبی وزنا کار تھیں۔

یہ سب کچھ ضمیمہ انجام آتھم میں اپنے نامہ اعمال میں اضافہ کیا: اور مسمریزم یعنی سحر کرنے والا، اور کہا گیا کہ اگر میں ان باتوں کو قابل نفرت و مکروہ نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

دیکھو اللہ عزوجل قرآن مجید میں معجزات حضرت عیسیٰؑ کو آیات بینات فرماتا ہے اور یہ مولوی نور الدین صاحب کا گرو (مرزا غلام احمد قادیانی) کیا کہتا ہے۔ اگر

وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ و فی آذانہم وقرا (انعام)

والی بات نہ ہوتی تو مولوی صاحب ایسے لایعقل تو نہیں کہ ایسی واضح واضح باتیں نہ سمجھیں۔

واللہ ما یدری الفتی بمصابہ

والقلب تحت الختم والخذلان

اور (مرزا قادیانی نے) ہندوؤں سے ان کے معبودوں کو گالی دے کر رسول اللہ ﷺ کو سخت گالی دلوائیں، چنانچہ عیسائیوں سے، گویا یہ سب گالی مرزا قادیانی نے دیں، باوجود مخالفت آیت لا تسبوا الذین یدعون۔ الآیہ کے صحیح حدیث کا خلاف فاحش کیا۔

قال رسول اللہ ﷺ من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ و ھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ و یسب امہ فیسب امہ۔ متفق علیہ

اور علماء امت کو (مرزا غلام احمد قادیانی)

یہودی، وبدذات، وضال، ودجال، واعمی وغول اغوی، وشقی، وملعون، وکتا، وخنزیر، وغیرہ سے یاد کرتا ہے۔ بلکہ خود خدا کو گالی دیتا ہے کہ خود خدا کا بیٹا بنتا ہے اور اس کو اللہ عزوجل نے حدیث قدسی میں گا

لی کہا ہے

قال تعالی کذ بنی ابن آ د م و لم یکن له ذ ا لك و شتمنی و لم یکن له ذ لك (..

الی قوله ..) و اما شتمه ایا ی فقو له له و لد وسبحا نی ان ا تخذ صا حبه او

ولداً ۔ رواہ البخا ری۔

اورانجام آتھم میں کہا کہ

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔

اور کشلیا رام چندر کی ماں کا نام ہے۔اور ضمیمہ انجام آتھم میں تمام جد و نسل عیسی ؑ کو قذف ورمی کیا۔حالانکہ جد و نسل تمام انبیاء کرام کی ایک ہی ہے۔تمام انبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے ہیں۔اور ابراہیم ،نوح کی نسل سے اور نوح،آدم کی اولاد سے۔قال اللہ تعالی:

ان اللـه ا صـطـفـی آ د م و نـو حا و آل ابرا هیم و آ ل عمران علی العا لمین۔

ذریة بعضها من بعض۔

زادالمعاد جلد دوم صفحہ ۲۶۸ میں لکھا ہے:

فـان الله سبحا نه جعل عیسی من ذریة ابراهیم بوا سطة مر یم امه و هی من

صمیم ذریة ابراهیم ۔

پس مرزا کذاب نے خدا کو گالی دیں،عیسی کو،خاتم النبیین کو،علماء کو،تمام جد انبیاء کو،تمام مسلمانوں کو ۔اس نالائق مرتد کی گالی سے کوئی نہیں بچا۔البتہ نانک کی بڑی تعریف کرتا ہے اور اس کی کرامتوں کا معتقد ہے۔دیکھو ست بچن۔

پس اب فرمایئے کہ مرزا کذاب اس آیت کا مخالف ہوا یا ہم۔اگر طبع و ختم نہ ہو،تو فوراً سمجھ آجاتی ہے کہ مرزا قادیانی تمام دیانات و شرائع سے خارج ہے،علماً و عملاً اصولاً و فروعاً مبداً و معاداً۔لکن ختم و طبع مانع ہو جا تی ہے۔

و قـا لـوا قلو بنا غلف بل طبع الله علیها بکفر هم فلا یو منو ن ا لا قلیلاً۔کذا

لك يطبع الله على كل قلب متكبر جبا ر

اورہم نے تو انشاءاللہ اس آخری عمر کے حصہ میں اپنے نامہ اعمال میں ایمان وحسنات اضافہ کئے ہیں کہ دنیا میں ملحدوں زندیقوں مفسدوں مرتدوں سے علیحدہ ہوکران سے بغض للہ کیا، تاکہ آخرت میں ان سے جدا ہوویں۔ جب کہا جاوے

ا حشروا الذين ظلموا و از وا جهم۔

اورکہا جاوے :و امتا زو اليو م ايها المجر مو ن

اورمہاجرین وانصار وانبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کا راستہ پکڑ کران سے حب للہ کیا، تاکہ ان کے ساتھ ہمارا حشر ہواوران کی معیت دنیا اور برزخ اور آخرت میں نصیب ہو

و من يطع الله و الرسو ل فا و لئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصد يقين و الشهدا ء و الصا لحين و حسن او لئك ر فيقاً

مگر افسوس آپ کی حالت نازک پر کہ مرزا کذاب مدعی نبوت وسابّ انبیاء وشاتم اللہ عزوجل کے پنجہ میں بری طرح پھنس گئے

كـا لـذى استهو ته الشيا طين فى ا لا ر ض حيرا ن له ا صحاب يد عو نه الى الهد ى أتنا ۔ (انعا م ۔۷۱)

مگراسی حالت میں آپ کی گزرگئی، تو آپ کا: اذا الـنـفـوس زوّ جـت ، کے وقت کیا حشر ہوگا ۔جب آپ کو بحکم المر ء مع من ا حب مرزا ملعون کے ساتھ جکڑ کر کہا جاوے گا

فا هدو هم الى صراط الجحيم

ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل آپ کو مہاجرین وانصار وآئمہ ہدی ومصابیح دجی کا متبع گردانے اور کذاب ظالم کے پنجہ وشکنجہ سے بچا کر توفیق توبہ کی دے۔ آمین۔

قولہ: غلام احمد اور یہ کنایت آپ کی۔

اقول: غلام احمد میں احمد سے مراد سید احمد نیچری ہوگا، اس لئے آپ نے مجرد احمد کہا بغیر صلوۃ مسنونہ یا مفروضہ

کے۔ وایضاً مرزا قادیانی نے یہ سب سرمایہ اسی (سرسید احمد خان) سے حاصل کیا ہے۔ اس نے اولاً انکار ختم نبوت کا کیا جیسا کہ منقول ہوا ابن سینا سے۔ اس نے انکار معراج نبوی بجسد مبارک، وانکار رفع مسیح بجسد مبارک، و انکار تولد مسیح بے باپ وغیرہ کا کیا۔ وغیرہ.... پس تمام سرمایہ نبوت ومجددی ومہدی وتفردات کا مرزا قادیانی نے اسی (سرسید احمد) سے حاصل کیا ہے۔ اسی واسطے مرزا قادیانی اسی کا غلام وممنون ہے۔ اگر وہ محسن (سرسید احمد) مرزا قادیانی سے اپنی نیچریت مستعار واپس لے لے، تو پھر مرزا قادیانی کے پاس کچھ نہیں رہتا بلکہ دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ اور احمد بن عبداللہ ہاشمی فداہ ابی وامی ﷺ کا تو مرزا قادیانی سخت دشمن ہے، اور نہ ان سے کچھ لیتا ہے۔ بلکہ اگر ہاتھ پہنچے تو ختم نبوت چھیننے کو تیار ہے۔ اگر بالفرض احمد سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوں، تو یہ نام ماں باپ نے رکھا ہے، اس وقت مسلمان تھا کل مولود یولد علی الفطرۃ ۔ الحدیث۔

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۵۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔ ۸)

بقیہ: حکیم نورالدین اور اس کے استاد مولوی الٰہی بخش کی خط وکتابت

پھر جب (مرزا) مرتد ہوا، تو اس غلامی سے استنکاف واستکبار کر کے خود محمد واحمد واولوالعزم انبیاء سے افضل بنا، اور کہتا ہے کہ سورہ صف میں: و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے میں مراد ہوں اور میرے حق میں اتری ہے، نہ کہ محمد ﷺ کے حق میں۔ اور اپنی جماعت کا نام فرقہ احمدیہ رکھا نہ غلامیہ۔ یا اول آسمان سے لڑکپن میں غلام احمد اترا ہو، اور بعد الارتداد زندیق مرتد کافر ملعون وغیرہ اترے ہوں۔ فان الاسماء تنزل من السماء۔

اور ہماری کتابت میں تو کوئی کلمہ بے جا نہیں بلکہ بعض امور واقعیہ کا بیان ہے، اور آپ خلاف واقعہ بسبب اطر وغلو کے گالی تصور کرتے ہیں، جیسا نصاری نے رسول اللہ ﷺ سے جب مسیح ابن مریم کے حق میں عبد اللہ و رسولہ سنا، تو اطراء کے باعث کہنے لگے تنقصت المسیح یعنی تو نے مسیح کو گالی دی۔ اس میں بھی آپ اپنے مرشد کی نص کے مخالف ہوئے دیکھو ازالہ الایمان (ازالہ اوہام) اپنے مرشد کا صفحہ ۱۳۔ ۱۴۔

قولہ: بہر حال شریف اللہ یہاں سے بیعت کر کے واپس وطن گئے ہیں۔

اقول: بہر حال کا اس جگہ کیا معنی۔ اور پھر آپ کس قدر اس آیت کریمہ کے نیچے آئے ہیں

لیحملوا او زا ر ھم کاملة یو م القیا مة و عن او زا ر الذین یضلو نھم بغیر علم ۔ ا لا سا ء ما یز رو ن۔

اور آیت کریمہ

و لیحملنّ ا ثقا لھم و اثقا لًا مع ا ثقا لھم و لیسئلنّ یو م القیامة عماکا نوا یفترو ن (عنکبوت:۱۲)

قال تعالی: و من ا ظلم ممن افتری علی ا اللہ کذ باً۔ او لئك یعر ضو ن علی ر بھم و یقو ل ا لا شھا د ھؤ لا ء الذین کذ بوا علی ر بھم۔ ا لا لعنت اللہ علی الظالمین۔الذین یصدو ن عن سبیل اللہ و یبغو نھا عو جا و ھم با لآ خر ة ھم کا فرو ن۔ او لئك لم یکو نوا معجز ین فی ا لا ر ض و ما کا ن لھم من دو ن اللہ او لیا ء۔ یضا عف لھم العذا ب۔ ما کا نوا یستطیعون السمع و ما کا نوا یبصرو ن ۔ او لئك الذین خسروا انفسھم و ضل عنھم ما کا نوا یفترو ن ۔لا جر م انھم فی ا لآ خرة ھم ا لا خسرو ن(ھو د :۱۸۔ ۲۲)

قولہ: شیخی ودعوی اور حکیم الامة کا ادعاء میری فطرت میں نہیں ہاں انتم شھدا ء اللہ کے منہ سے نکلا ہے و اللہ اعلم۔ فا ن ا لا سماء تتنز ل من السماء۔ الٰہی بخش الٰہی بخش الٰہی بخش۔

اقول: یہ کیسا تناقض فاحش ہے کہ اول انکسار فطرتی بیان کرنا، اور پھر آسمان پر چڑھ بیٹھنا کہ میرا نام حکیم امت آسمان سے اترا ہے اور شھدا ء اللہ نے رکھا ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔

من ترا قاضی بگوئیم تو مرا حاجی بگو

جناب من! آپ بمقتضائے حدیث:

اذا ر أیتم المدا حین فا حثوا فی و جو ھھم التراب

ایسے شہداء الشیطان کے منہ میں مٹی ڈالتے، نہ یہ کہ میاں مٹھو بن کر فخر کرتے۔ بلکہ ایسے نام جس میں مدح و

خودستائی وتزکیہ نفس ہو،ممنوع ہیں۔قال تعالی: فلا تزکوا انفسکم

جیسے نوردین وامام دین وشمس الدین وغیرہ،اور رسول اللہﷺ ایسے ناموں کو تبدیل کرتے اور علماء اسلام نے بھی منع کیا ہے۔اور بعضے ناموں کو رسول اللہﷺ نے ناپسند کیا ہے،اور اللہ عزوجل فرماتا ہے بئس الاسم الفسوق بعد الایمان کیا یہ سب جائز ومطابق واقعہ ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔آپ نے برعکس نہند نام زنگی کافور نہیں سنا،اور شاید کالے کتے کا نام موتی بھی نہیں سنا،اور عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کا نام عبداللہ اور اس کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ۔و بینھما کما بین السماء و الارض ۔ایسی مثالیں بے شمار ہیں،کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کرسکتا۔پھر یہ اسماء نہیں القاب ہیں،نام آپ کا نورالدین اور لقب حکیم امت اور دونوں خلاف نفس الامر اور مطابق برعکس، نام نہند زنگی کافور۔اور کیا یہ القاب آپ کے آسمان سے اترے ہیں،اور شہداء اللہ کی زبان سے نکلے ہیں۔اور جو تمام اہل اسلام متبع مہاجرین وانصار آپ کے پیرو مرشد کے حق میں بولتے ہیں کہ مرزا قادیانی کافر مرتد زندیق ملحد ملعون لعین جاہل مجہول وغیرہ ہے،اور شب وروز لعنتیں دیتے ہیں اور وہ لوگ قدیمی پختہ مسلمان متبع سلف امت ہیں،آپ جیسے متزلزل ومتحیر و متذبذب لا الی ھؤ لاء و لا الی ھؤلا نہیں،پس وہ اسماء آسمان سے نہیں اترے،اور شہداء اللہ کی زبان سے نہیں نکلے جن کے حق میں وہ حدیث آئی ہے اور وہ مہاجرین وانصار واتباع ان کے ہیں الی یوم الدین ،نہ مرزائی کہ شہداء الشیطان ہیں اور مخالف مہاجرین وانصار کے ہیں اور کوروا اندھا کہنے والے ان کے۔

یہ تو آپ نے تین دفعہ الہی بخش،الہی بخش،الہی بخش کہا ہے۔میں کہتا ہوں اگر دل میں ایمان و اخلاص وانابت وتقوی نہ ہو،تو اگر ستر دفعہ کہیں تو بھی آپ کے حق میں ہرگز قبول نہیں ہوتی۔قال اللہ تعالی فی امثالکم واشباہکم:

استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔

اور فرمایا: ولا تصل علی احد منھم مات ابداً و لا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ و رسولہ و ماتو و ھم فاسقون

قولہ: آپ استاد اور شاگرد کو پہلے شوخ فرما چکے،اب میں دریافت کروں تو کیا دریافت کروں اور آپ کو بتاؤں

تو کیا بتاؤں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ غلام احمد کو برا کہنے والے صراط مستقیم سے بہت ہی دور ہیں۔

چشم باز و گوش باز و ایں زمان

خیرہ ام از چشم بندیؔ خدا

اقول: استاد نے آپ کو پہلے شوخ نہیں کہا، بلکہ جب آپ نے پہلے خود استاد کو چھیڑا اور تمسخر و استہزاء کیا اور طنزیں لگائیں باوجود اس کم فہمی و بے قلمی و بدنیتی کے، تو البتہ نصیحۃً کہا گیا کہ ایسی گستاخی نہ چاہیے۔ اور آپ مان چکے ہیں کہ الدین النصیحۃ صحیح حدیث کا جملہ ہے۔ لیکن پھر بھی آپ باز نہ آئے اب اضحوکۃ الصبیان اور صراط مستقیم سے بہت دور، وغیرہ استاد کے حق میں اضافہ کیا، اور کہا کہ اپنا نامہ اعمال اس آخری عمر میں تباہ کیا کہ مرزا غلام احمد کو بے جا الفاظ سے یاد کیا، وغیرہ۔ پھر آپ خود انصاف کریں کہ یہ شوخی و گستاخی ہے، یا نہ۔ اور پھر یہ شوخی اور سب سے زیادہ گستاخی کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ استاد کے خط کے کسی فقرہ کا جواب نہ دیا، اور بیہودہ باتوں میں ٹالا۔ ایسا معاملہ استاد سے سوائے آپ کے کوئی نہیں کرتا۔

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

اور مطابق شعر مرقومہ کے چشم و گوش اپنے کو معطل کر کے اپنی چشم بندی سے خیرہ ہونے کا اقرار کیا گویا اپنے صم بکم ہونے پر اس شعر سے استدلال کیا۔ قال تعالی

و الشعراء یتبعهم الغا وون۔ الم تر انهم فی کل وا دٍ یهیمو ن۔ و انهم یقو لو ن ما لا یفعلو ن۔

آپ کے پاس ہے ہی کیا جو بتاویں، بجز صریح مخالفت منقول و معقول اور تکذیب رسول اور تقول علی اللہ و علی الرسول اور تکلم بغیر علم اور الحاد و زندقہ مرزا کذاب کے،

قال تعالی: بل کذ بوا بما لم یحیطوا بعلمه بل کذ بوا با لحق لما جا ئهم فهم فی امر مر یح

اور تکلم بغیر علم سخت حرام ہے۔ قال تعالی: و لا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع و البصر و الفوا د کل اولئك کا ن عنه مسؤ لا۔

وقال تعالیٰ:

ھا انتم ھؤلاء اعجبتم فیما لکم به علم۔ فلم تحا جو ن فیما لیس لکم به علم

وقال تعالیٰ:و ان تقولوا علی الله ما لا تعلمو ن

وقال تعالیٰ:الم یؤ خذ علیھم میثاق الکتا ب ان لا یقو لوا علی الله ا لا الحق و درسوا ما فیه۔ و الدار ا لآ خرة خیر للذین یتقون افلا تعقلو ن(ا عرا ف ۱٦۹)

اور بغیر مجادلہ وجدال بالباطل اور دفع حق کے آپ کے پاس کچھ نہیں۔

و جا دلوا بالبا طل لید حضوا به الحق ۔ یجا دلو نك فی الحق بعد ما تبین

اور آپ کے پاس لیاقت ہے کیا، جو کوئی معقول بات دریافت کریں۔اگر دریافت کریں گے تو پوچ بے معنی جیسے آپ کا پیرومرشد دریافت کرتا ہے کہ عیسیٰؑ کے لئے آسمانوں پر ٹٹی کہاں ہے،اور کھاتے کیا ہیں، پہنتے کیا ہیں۔وغیرہ۔

پس آپ کو اپنی نادانی وکم فہمی کے چھپانے کے واسطے اچھا بہانہ مل گیا کہ استاد نے مجھ کو شوخ کہہ دیا سبحان اللہ۔

اور پھر آپ نے مجھ کو صراط مستقیم سے بہت دور تو کہہ دیا لیکن صراط مستقیم کی حدوتعریف نہ لکھی اور نہ ہمارے دور ہونے کی کوئی دلیل وسلطان بیّن بیان کیا۔مجرد دعوے ہی دعوے۔کیا انصاف ودیانت وعقل وحکیم امت ہونا آپ کا اسی کو چاہتا ہے۔ قل ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صا د قین۔

آپ نے بسبب اپنی کج فہمی وکج ادائی کے صراط مستقیم وصراط جحیم کو جو صراط مغضوب علیھم وضالین کا ہے،صراط مستقیم سمجھ لیا ہے۔فاتحۃ الکتاب میں ہے کہ صراط مستقیم وہ ہے جو صراط منعم علیھم کا ہے،نہ مغضوب علیھم وضالین کا۔اور سورہ نساء میں منعم علیھم کو بیان کیا کہ وہ نبیین وصدیقین وشہداء وصالحین ہیں اور مہاجرین وانصار جو بعد انبیاء کے افضل الاولین والآخرین ہیں۔سورہ توبہ میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں مہاجرین وانصار اور ان کے تابعداروں سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔اور فرمایا: و یتبع غیر سبیل المو منین نو له ما تولی ونصله جھنم و ساء ت مصیراً (نساء:۱۱۵)

اور مومنین اس وقت مہاجرین وانصار تھے۔ پس اب اگر کچھ بقیہ والائش واثر انصاف وامانت کا آپ کی فطرۃ میں باقی ہے، تو بتاؤ کہ ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہیں یا آپ اور آپ کا پیر کذاب جو انبیاء صدیقین ومہاجرین وانصار کو گالی دینے والا،... ختم نبوت توڑنے والا، سب مومنوں کو کورواندھا کہنے والا، سید احمد نیچری کا کاسہ لیس وغلام، نہ احمد عربی ہاشمی ﷺ کا۔ اب انصاف آپ ہی پر ہم چھوڑتے ہیں لیکن اگر آپ نے اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ کا لحاظ وطرف داری کو بخاطر پیرومرشد کذاب اپنے کے صاف چھوڑ دیا، تو اس کو بجز بے ایمانی کے کیا کہا جاوے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پیر آپ کا صراط مستقیم سے بمراحل دور ہے اور عدو ہے احمد عربی ﷺ فداہ ابی وامی، کا۔ اگر یہاں آپ چشم بند کر کے اکذب الکذابین و اظلم الظالمین کو صادق خیال فرما کر صم بکم عمی ہو رہے تو میں ڈرتا ہوں کہ کل آپ کو کہنا پڑے گا

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

اور مرزا کذاب کو یہ کہو گے:

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین۔ اذ نسویکم برب العالمین۔(شعراء:۹۷-۹۸)

قولہ: سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین .. الی ... الی یوم الدین ۔

اقول: جب مرزا قادیانی، خدا کا بیٹا بنا اور آپ اس کی تصویر کے پجاری، تو تسبیح کا کیا معنی۔

اور اللہ عزوجل آپ کے نزدیک عاجز ولاچار ہوا کہ ایک آدمی کو مع جسد آسمان پر نہیں اٹھا سکتا، وغیرہ ،تو تحمید کا کیا معنی ہوا۔

اور جب پیر کذاب آپ کا رسول و نبی بنا، تو خاتم النبیین کا سوائے نفاق کے کیا معنی۔

اور جب اصحاب وخلفاء آپ کے مرشد مفتری کے نزدیک اندھے ہوئے یعنی گمراہ، تو ان پر صلوۃ منافقانہ کیسے ہوئی۔

اور پھر خاتم النبیین وخاتم الرسل وخاتم الکملاء کس تجویز سے بنے۔

اور فرشتے جب ارواح کواکب کے ہوئے اور کواکب سے جدا ہونا ان کا اور زمین پر اترنا ان کا محال

ہوا آپ کے پیر کے نزدیک، اور پھر اثر ان کا تمام لوگوں پر یکساں ہونا حتی کہ زانیہ پر حالت زنا میں اور کوئی آدمی آسمان پر نہ جاسکا، تو نبوات و کتب و ملائکہ کے ساتھ ایمان آپ کا کیسا ہوا، بجز نفاق ظاہری کے۔

قولہ: ثم اعلم ان الله يعلم سر نا و نجوا نا و هو يعلم السر و اخفى ونشهد الله .. الخ

اقول: یہ سب باتیں آپ کی فقط زبانی جمع خرچ ہے، دھوکہ دینے کے لئے اور اللہ عزوجل کے اس قول کی تصدیق:

و من الناس من يعجبك قوله فى الحياة الد نيا و يشهِد الله على ما فى قلبه وهو الد الخصا م ۔ و اذا تولى سعى فى الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث و النسل۔ و الله لا يحب الفساد۔ و اذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالا ثم فحسبه جهنم و بئس المها د (بقره:٢٠٤-٢٠٦)

وقولہ تعالیٰ: و اذا قيل لهم آ منوا كما آ من الناس قا لوا انؤمن كما آ من السفهاء ۔الا انهم هم السفهاء و لكن لا يعلمو ن (بقره:١٣)

وقولہ تعالیٰ: فلما جا ء تم رسلهم با لبينات فر حوا بما عند هم من العلم ۔ وغیر ذالک۔

مرزا کذاب مفتری علی اللہ کبھی اتنی خرابی و فساد فی الارض و تباہی نہ کر سکتا اگر آپ کا وجود شریف اسکو نہ ملتا۔ اکثر بھیرہ جموں و کشمیر وغیرہ اماکن میں آپ کی بدولت یہ فساد و زندقہ و الحاد و کفر و ارتداد جہان میں پھیلا ۔ اگر توبہ مقدر نہ ہوئی تو ماشاء اللہ آپ رئیس و امام و سرگروہ ملاحدہ و زنادقہ کے محشر میں ہوں گے

و جعلنا هم آ ئمة يد عو ن الى النا ر و يو م القيا مة لا ينصرو ن ۔ و اتبعنا هم فى هذه الد نيا لعنتة و يو م القيا مة هم من المقبو حين۔ (قصص ۴۱-۴۲)۔

ہم تو آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل آپ کو توبہ نصوح نصیب کرے اگر

ازاغ الله قلو بهم و نوله ما تو لى ،

و سواء عليهم أأنذر تهم ام لم تنذ ر هم

اپنا کام نہ کر گئے ہوں۔ اور اگر ان کے نیچے آ چکے ہیں تو پھر انا لله و انا اليه را جعو ن کے سوا کیا کہیں

قولہ: و نؤ تی و نصو م وحججنا و نحج۔

اقول: یہ کلمات ریا وسمع وغرور کے کتنی جہالت قلب پر دال ہیں۔مولوی صاحب آپ اس آیت میں فکر کریں اور خوب تدبر کریں حقیقت آپ پر کھل جاوے گی۔قال تعالی:

ا فلا یتدبرو ن القر آن ام علی قلو ب اقفا لھا۔ ان الذین ار تدوا علی اد با ر ھم من بعد ماتبین لھم الھدی الشیطان سو ل لھم واملی لھم۔ ذ الك با نھم قا لوا للذین کر ھوا ما نزّ ل اللہ سنطیعکم فی بعض ا لا مر و اللہ یعلم اسرا ر ھم۔ فکیف اذا تو فتھم الملا ئکۃ یضر بو ن و جو ھھم و اد با ر ھم ۔ذ لك با نھم اتبعوا ما اسخط اللہ و کرھوا ر ضوا نہ فا حبط اعما لھم۔ (محمد ٢٤۔٢٨)

اوراس آیت میں

قل ھل ننبئکم با لا خسرین اعما لا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و ھم یحسبو ن انھم یحسنو ن صنعاً ۔او لئك الذین کفروا بآ یات ر بھم و لقا ئہ فحبطت اعما لھم فلا نقیم لھم یو م القیا مۃ وز نا۔

وقولہ تعالی و قد منا الی ما عملوا من عملٍ فجعلنا ہ ھباءً منثو راً(فرقان :٢٣)

وایضاً مولوی صاحب نے حج قبل الردۃ کیا،اس کو ردت (ارتداد) نے باطل کر دیا۔مومن تو ہر وقت اپنے اعمال کے باطل وضائع ہونے سے ڈرتا ہے اور منافق کے تو دانت ہاتھی کی طرح دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور حججنا متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے اور مرزا کذاب نے تو حج نہیں کیا، پھر اس کو سوائے فخر و تعظیم نفس کے کیا سمجھا جاوے۔

یا حججنا البیت میں البیت معرف باللام سے قادیان مراد ہو،اسی واسطے اس کو آپ بار بار دارالامن والایمان کہتے ہیں جو خاص نام مسجد حرام کا ہے اور اسی کے ساتھ اللہ عزوجل نے مخصوص کیا:

و اذ جعلنا البیت مثابۃً للناس و امنا و من د خلہ کا ن آ منا

اور حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی رب اجعل ھذا البلد آ منا۔۔ الآ یۃ

اور آپ کا پیر کذاب بھی قادیان کو مکہ و مدینہ قرار دیتا ہے چنانچہ نـــحـــج آپ کا بھی یہی گواہی دیتا ہے۔اور انشاءاللہ آپ کا مثل طائفہ مرازقہ کی ہو کہ تمام اعمال بد میں استثنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں آمنت انشاء الله و غیر ذ لك ۔یعنی اب بھی ہم حج کرتے رہتے ہیں قادیان دارالامن والایمان کا اور کذاب نے اپنے گھر کی پیشانی پر یہ آیت لکھی ہے و من د خله کا ن آ منا اور ازالہ اوہام میں یہی آیت آپ نے گرجا کی نسبت لکھی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خبیث بھی مثل ابرہہ کے صرف حج کا مکہ سے قادیان کی طرف چاہتا ہے ورنہ وہ تو مکہ شریف میں داخل ہونے سے ممنوع محبوس ہے مثل مسیح الدجال کیونکہ یہ مثیل مسیح الدجال کا ہے۔اگر اس میں شک ہے تو اس کو آپ ذرا لے جاویں، حج تو اس پر سال ہا سال سے فرض ہے و لله على الناس حج البيت من استطا ع اليه سبيلا و من كفر فا ن الله غنى عن العالمين یہ اور دلیل اس کے کفر کی ہے۔فاعتبروا یااو لی ا لا بصار

قولہ: آپ کی دھمکی کہ اخبار میں آپ شائع کریں گے اضحوكة الصبيان و الله المستعا ن۔

اقول: ہم نے آپ کو دھمکی نہیں دی بلکہ واقعی بات لکھی ہے اور بحکم الدين النصيحة کے جس کو آپ نے صحیح حدیث کا جملہ تسلیم کرلیا ہے اسکا طبع کرانا مفید و مناسب جانا ہے، تاکہ ناظرین پر کھل جاوے کہ جب رئیس و رئیس مرزائیوں کے ہیں اور اپنے نفس کو حکیم امت سمجھتے ہیں، وہ ایسے دھوکا باز، بے انصاف، خائن، مطففین، حق سے روگردانی کرنے والے، مرزا قادیانی کو طاغوت بنانے والے، بے علم و کج فہم ہیں کہ اول خود اپنے استاد کو ایسی بدتہذیبی سے چھیڑتے ہیں، اور پھر جب جواب معقول ملے تو جواب سے لاچارہ کر حق سے اعراض کر کے لغو باتیں خارج از بحث لکھ مارتے ہیں، اور وہ بھی کسی مجرد دعاوی بلا برہان اور تقوی و دیانت و امانت کے بوادی میں نہیں۔ چنانچہ ان کے مرشد کذاب کا بھی یہی سلیقہ ہے۔چنانچہ اس نے دہلی پٹیالہ بٹالہ وغیرہ اماکن میں کیا، اور جلسہ لاہور کا خود محرک بنا، پھر موقعہ پر بے حیائی سے مستورات میں مستور ہو گیا، ایسا ہی جب مولوی ثناءاللہ صاحب اس کی پیشگوئی کی تکذیب کے لئے اسی کی درخواست پر قادیان جا پہنچے، تو مرزا کذاب بیت الخلاء میں مع الخوالف بیٹھ گیا۔ ایسا ہی ایام جلسہ علماء ندوہ میں بہت سے علماؤں نے دستخط کر کے درخواست بھیجی تو سوائے سرکاری رسید کے کچھ جواب نہ دیا۔ایسا ہی تمام مرزائیوں کا طریقہ ہے۔مثل شیخ و معلم

اول کے اولاً انا خیر کم کہہ دیتے ہیں، اور پھر موقعہ پر بوقت تقابل صفین والتقاء جندین وتراء فئتین انی ابر ی منك انی اخا ف الله ر ب العا لمین کہتے ہیں۔ جیسا آپ نے جواب سے اعراض کر کے زنانہ شکائتیں کہ مجھ کو شوخ کہا، وہ کیا، یہ کیا، نامہ اعمال سیاہ کیا، وغیرہ کر کے شہادت کا کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔..

ہم نے اس واسطے اس کا چھاپنا مناسب سمجھا ہے نصیحة للہ و لرسو لہ و لآ ئمة المسلمین و عا متھم۔ پس آپ دھمکی نہ سمجھیں..

اور دیکھا جاوے گا کہ ہم اضحوکتہ الصبیان ہیں یا آپ..

الــــلـــــــہ اکبـــــر ھتـــکـــــت استـــــا ر کـــم
حتــــــی غـــــدر تـــــم ضـــــحـــــکة الـــصبیــــــان
تـــــا الـــلـــــہ قـــد لا ح الـــصبـــا ح لــمـــن لـــــہ
عیـــنـــــان نـــحـــو الـــفـــجـــر نـــــا ظـــر تـــــا ن
و ا خـــو الـــعبــــا یة فـــــی عـــمـــــا ئیة یــقـــو
ل الـــلیـــل بـــعـــد یستـــوی الـــر جـــلا ن

قولہ: نور الدین از دارالامن والایمان قادیان

اقول: اگر نور الدین میں ایک ذرہ بھر نور دین وانصاف کا ہوتا، تو پہلے ہمارے خدشہ کا جواب دیتا کہ مرزا غلام احمد تو قادیان کو یزیدیوں کا قصبہ کہتا ہے اور علماء اسلام اس کو دارالکفر والزندقہ والطغیان فرماتے ہیں اور تم سب سے مخالف دارالامن والایمان کہتے ہو، تم سب کے مخالف بنے

نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

فلا حول ولا قوة الا با للہ ۔ یہ کیسا ظلم ہے کہ بے دلیل وبرہان ایسے انجس اخبث مکان کو جو مجمع مفسدین ومرتدین ضالین ومغضوب علیھم کا ہو جیسے رأس الکذابین مرزا قادیانی وعبدالکریم سیالکوٹی وامروہی ونور دین جو ایمانی وروحانی قطاع الطریق ہیں، ایسے ناپاک کفرخانہ کو بیت اللہ شریف کا خاص لقب دیا جائے۔ یہ

ایمان سے بہت بعید ہے۔ مکہ شریف کے مبارک و دارالامن والایمان ہونے پر تو اللہ عزوجل نے قرآن شریف میں گواہی دی ہے، اور بانی اس کے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن وحضرت اسماعیل ذبیح اللہ ہیں اور حضرت ابراہیم کی دعا، اور مقام ابراہیم وحجراسود وارکان وصفاومروہ وزمزم و، مزدلفہ ومشعرالحرام وعرفات وغیرہ، شعائراللہ واعلام اسلام ومتبرکات ہیں اور مولد خاتم النبیین کا ہونا اور محجوج عالم ہونا، اورجن جبابرہ نے اس کا قصد کیامثل ابرہہ کےان کوآسمانی عذاب سے ہلاک کرنا، اورانبیاءسابقین کے بشارات وغیرہ دلائل ہیں۔ اب آپ ذرہ براہ مہربانی بتادیں کہ اس پلید بقعہ کے دارالامن والایمان ہونے کی کیا دلیل ہے۔ ورنہ خداو رسول سے شرماویں۔ فقط مرزاخبیث کی تقلید پلید پر۔ واہ سبحان اللہ۔ یہ ہے علم وفضل وانصاف وامانت وحکیم امت ہونارائس المرزائیین کا فلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم بطور پیش گوئی کہتے ہیں کہ اگر تمام مرزائی جماعت جمع ہوجاؤ مع مرزاکذاب کےتو بھی ہماری اس تحریر کا جواب اس طرح قول قول پکڑ کر، جس طرح ہم نے تمہاری تحریروں کا جواب لکھا ہے، مبرہن ومدلل منصفانہ کبھی نہ لکھ سکو گے۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدت للکافرین (بقرہ:۲٤)

کیونکہ ہم کوآپ کا سرمایہ علم وفضل معلوم ہے۔ ہاں یا آپ بالکل سکوت کرجاؤگے یا عورتوں کی طرح شکائتیں وطعن وتشنیع قبیح بلا برہان ولغویات سے پیش آؤگے۔ کیونکہ حجت و برہان ودلیل کے نام سے آپ واقف نہیں۔ اگراور کچھ نہ بن سکا تو جھوٹا تصوف ویافریبانہ تظلم لے بیٹھیں گے۔ اگرآپ مردمیدان ہیں تو چاہیے کہ میدان میں نکلیں اورمردانگی دکھائیں۔ جیسا پہلے خود چھیڑا اس مناظرہ کوبھی تمام کریں حجت و برہان سے۔ آپ تو ایسے زبردست نئے رسول کی امت ہیں جواولوالعزم انبیاء کےمقابلہ میں انا خیر منه کہتا ہے چنانچہ اس کے معلم اول نے آدم کے مقابلہ میں انا خیر منه کہا تھا آپ کا رسول کہتا ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اورچاہیے تھا اس طرح کہتا:

ذرہ ابلیس کے ذکر کو چھوڑو اس سے بدتر غلام احمد ہے

تو پھر آپ کو چاہیے کہ پورا پورا جواب لکھیں، قول قول پکڑ کر، جیسا ہم نے تمہاری تحریروں کا جواب دیا ہے۔ اور پہلی تحریر کا بھی ضرور جواب دیں۔ مجرد استبعادیں آپ کی کام نہیں آتیں، جیسا آپ فرماتے ہیں غلام احمد اور یہ کنایت۔ یہ دھوکے مرزائیوں کو دیجئے۔ اور اگر آپ ایسا جواب بالا ستیعاب مبرہن نہ دیں (اور نہ دے سکو گے) تو پھر مہربانی فرما کر ہماری اوقات کی تضیع نہ کریں۔ ہم کو امید کامل ہے کہ آپ جواب میں شکائتیں، جو عورتوں کا شیوہ ہے اور عجز کی دلیل کہ مجھ کو یہ کہا وہ کہا وغیرہ، لغویات و بہتان پیش کریں گے

ما عندکم الا الدعاوی و
الشکاوی او شہادات علی البھتان
ھذا الذی واللہ نلنا منکم
فی الحرب اذ یتقابل الصفان

فقط۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ و صلی اللہ علی خیرخلقہ و رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین۔ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۳ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۲۱ھ

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۶۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۷)

سومالی مہدی اور مرزا جی کے دولاکھ والینٹئر

مرزا جی اپنے رقیبوں (لندنی مسیح مسٹر پگٹ اور پیرسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی اور سومالی مہدی عبداللہ) کا جب نام سنتے ہیں تو مارے غصے کے دانت پیستے ہیں اور بدن کا رواں رواں بڑھیا کے چرخے کے تکلے کی طرح بل کھا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ایسے موقع پر اپنے دولاکھ والینٹئر سے کام نہیں لیتے۔ پیرس اور لندن پر چڑھائی کرنا فضول ہے، کیونکہ وہاں کی تعلیم یافتہ اور مہذب پبلک دونوں مسیحوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان کی کوئی حقیقت اور بساط نہیں سمجھتی اور یہ دونوں مسیح اپنی اپنی گورنمنٹ کے مخالف بھی نہیں اور نہ انہوں نے گورنمنٹوں کے خلاف کوئی جتھا قائم کیا ہے۔ البتہ سومالی مہدی تمام گورنمنٹوں خصوصاً ہماری برٹش گورنمنٹ کا

بہت بڑا حریف ہے، اوراس سے بڑھ کر قادیانی مہدی کا حریف اور گاڑھا رقیب ہے۔ پس معلوم نہیں مرزا جی کس خواب خرگوش میں ہیں، اورانکے دولاکھ والینٹئر کس مرض کی دوا ہیں۔ اگر ایسے وقت میں کام نہ آئے تو کیا چولھے میں جھونکے جائیں۔

مرزا جی برٹش گورنمنٹ کی بار بار خوش آمد تو کرتے ہیں کہ میں اس کے خانہ زاد غلاموں کا غلام ہوں مگر خالی خولی غلامی سے کیا کام چلتا ہے۔ غلام اپنے آقا کے کام نہ آئے، تو منہ جھلس دینے کے لائق ہے۔ پس مناسب ہے کہ مرزا جی اپنے دولاکھ والنٹیئر وں کی خدمت مہم سومالی کے لئے گورنمنٹ میں منتقل کردیں۔ اگر یہ کہو کہ ان کے کان صرف شہنائی کی سریلی آواز سے آشنا ہیں، بندوق کی ٹھوں ٹھاں اور توپوں کی دن دن سے ان کا کلیجہ دھڑکتا ہے، اور ننھا منھا سا دل پنکھے کی طرح ہلتا اور برگ بید کی طرح لرزتا ہے، اوران کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تلوار اور بندوق کس جانب سے چلائی جاتی ہے، تو اس کا علاج سہل ہے۔ مرزا جی گورنمنٹ میں درخواست دے کرایک فوجی جنرل مستعار لیں، اور چونکہ قادیان میں روپئہ کی کمی نہیں اور بات بات میں مرزا جی دس دس بارہ بارہ ہزار کی تھیلیاں جھکانے پر تیار ہو جاتے ہیں، پس اس جنرل کے اسٹاف کی معقول تنخواہ مقرر کریں۔ خدانے چاہا تو چند ماہ میں دولاکھ والنٹیئر تیار ہو جائیں گے، اور پھر جان توڑ کر نہ صرف گورنمنٹ کے لئے بلکہ اپنے مہدی اور امام الزمان کے لئے سومالی مہدی سے لڑیں گے۔ اور جب اسے زیر کرلیں گے تو برٹش گورنمنٹ اس امداد کے صلے میں مرزا جی کو سومالی ملا کا جانشین بنا کر وہاں کا مہدی مقرر کردے گی۔ مگراس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ خود مرزا جی اپنی مرزائی فوج کی کمان کریں تاکہ ایک جانب سومالی مہدی اور دوسری جانب قادیانی مہدی ہو اور پھر دیکھیں کون چت کون پٹ ہوتا ہے۔ اور اگر اس عرصہ میں جب کہ مرزا جی کے والینٹئر تیار ہوں، برٹش فوج نے سومالی مہدی کی چٹنی کردی یا اس کو آہنی پنجرے میں قید کر کے کسی جزیرہ کو چلتا کیا، تو مرزا جی کا اس میں ڈبل فائدہ ہوگا۔ ایک تو رقیب کا جھونپڑا پھک جائے گا، اور برٹش گورنمنٹ کو یقین ہو جائے گا کہ مرزا جو ہمیشہ میری بھٹئی کرتا اور خیر خواہی اور جاں نثاری کا دم بھرتا تھا، تو یہ محض دکھاوا نہ تھا، بلکہ واقعی تھا۔ پس مرزا جی کو لمحہ کی چوتھائی میں گورنمنٹ کے حضور درخواست بھیج دینی چاہیے، چوکنا نہ چاہیے۔ کیونکہ وقت کا سر گنجا ہے، اس کے ماتھے پر بال ہیں، گدی پر نہیں۔ اگر ماتھے کے بال پکڑے جائیں گے تو وہ قابو میں

رہے گا ورنہ بھاگ جائے گا۔

اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ منجملہ دو لاکھ کے کتنے مرزائی والنٹر سروں کے ختنہ ہونے پر رضا مند ہوتے ہیں اور کتنے مارے خوف کے طاعونی نبی کے طاعونی چوہے بنتے ہیں۔اس میں یہ بھی فائدہ ہوگا کہ مرزا جی کو اپنے سب مرزائیوں کا امتحان ہو جائیگا کہ مرد میدان خالص مرزائی کون ہے، اور ہاتھی کے روٹ میں پٹی لڑانے والا کون ہے۔ ہم تو ہر وقت مرزا جی کے بھلے میں ہیں، برے میں نہیں، اور ہمیشہ نیک صلاح دیتے رہتے ہیں۔مگر افسوس ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائی ہم پر ایمان نہیں لاتے۔اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۶۔جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۷۔۸)

تثلیث اور تبنیت، مسیحیت اور مہدویت

۲۴ جون ۱۹۰۳ء کے الحکم میں قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں کہ

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں ایک ہی ہیں۔آدم زاد کی پرستش کرتے ہیں۔ایک دوسرے سے ممتاز نہیں۔ایک بیٹے کی پرستش کرتا ہے تو دوسرا ماں بھی کو خدا بناتا ہے۔اور اس معاملہ میں وہ عقل مندی سے کام لیتا ہے، جب بیٹا خدا ہے تو ماں بھی ضرور خدا ہونی چاہیے۔الخ

مگر آپ نے مرزائیوں کو رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ سے کچھ کم درجہ عنایت نہیں کیا۔آپ بھی آسمانی باپ کے لیپا لک ہیں۔ جب باپ خدا ہے تو بیٹا کیوں خدا نہ ہو۔ وہاں تثلیث ہے تو یہاں تبنیت ہے۔آپ نے اپنی تصویر کی پرستش کرائی گویا معبود بن گئے۔ یہ تصویر ہر مرزائی کے گھر میں موجود ہے جس کو تڑکے تڑکے ننگے منہ نہار پاؤں ڈنڈوت کی جاتی ہے۔ پھر آپ کس منہ سے کہتے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جائے۔، اگر آپ کے دم میں چند روز اور دم ہے تو علاوہ انسان پرستی کے دنیا میں تصویر پرستی اور منارہ پرستی بھی شائع ہو جائے گی۔مگر قدرت الٰہی جھوٹے معبودوں اور جھوٹے نبیوں کے دھڑ بہت جلد توڑ ڈالتی ہے اور دنیا میں بہت دنوں ان کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی۔ چند روز کی شورا شوری کے بعد یوں غائب ہو جاتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔.... بھلا جھوٹے نبیوں اور مہدیوں کا دنیا میں آج کے روز کوئی نام

لیوا بھی ہے۔ مر گئے مردود، نہ فاتحہ نہ درود۔ ٹوٹ گیا سب کا تارو پود، اور جہنم واصل ہو گئے اہل نمرو و مفرود، و نزل علیھم الغضب الر ب الودود۔

خیر سے مرزا جی کے علاوہ اس وقت تین مسیح معہود اور ایک مہدی نامسعود موجود ہے۔ یعنی لندن میں پروٹسٹنٹ مسیح مسٹر پگٹ، اور پیرس میں رومن کیتھولک مسیح ڈاکٹر ڈوئی اور سمالی لینڈ میں ملا عبداللہ مہدی۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ چاروں کا عقدہ ایک دوسرے کے مقابل کھل رہا ہے۔ یعنی عقل مند پبلک پہچان رہی ہے کہ چاروں جھوٹے ہیں۔ اور در حقیقت پبلک کی تکذیب کی بھی ضرورت نہیں، خود ہر مسیح اور مہدی دوسرے مسیح اور مہدی کی تکذیب کر رہا ہے۔ گویا چاروں آپ اپنی آگ میں جل رہے ہیں۔ یہ بدمعاش جو دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں، میدان میں آ کے آپس میں کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ مگر جب سبھی جھوٹے ہیں اور ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم جھوٹے ہیں، تو فیصلہ کرنے کو گھر سے کون نکلے۔ بھلا کہیں چوروں کے بھی پاؤں ہوتے ہیں۔

ان مہدیوں اور مسیحوں میں اتنا فرق ہے کہ یورپ کی پبلک جو فلسفی مزاج ہے، جب وہ تہذیب و آزادی اور فلسفیانہ تعلیم کی بدولت خود مسیح کو واجبی ہی ماتی ہے، تو فصلی اور نقلی مسیحوں کو کیوں ماننے لگی۔ صاف کہہ دے گی کہ انہیں مالیخولیا ہے۔ گردن میں گہرا پلاسٹر لگا کر پاگل خانے بھجوا دو۔ اور اگر کوئی عمداً کانشس کے خلاف مسیح بنا ہے اور دنیا کو لوٹنا چاہتا ہے، تو پولیس کے حوالے کر دو، تا کہ وہ آوارہ گردی اور بدمعاشی میں چالان کر دے اور عدالت سے سال بھر کی قید اور تین ماہ کی کال کوٹھڑی کرا دے۔ مگر وحشی ممالک سوڈان اور افریقہ و غیرہ میں جھوٹے مہدیوں کی دال بہت جلد گل جاتی ہے، اور ان کے ساتھ ایک جم غفیر ہو کر سلطنتوں کے حق میں خوفناک ہو جاتے ہیں۔ سوڈان کے مہدیوں کی حالت مشاہدہ ہو چکی اور سومالی مہدی کی حالت نصب العین ہے، اور غالباً چند روز اس کا وجود باعث تکلیف ہوگا، مگر انجام وہی ہوگا جو تعاشی اور اس کے چیلے کا ہوا۔

اب رہے ہندی مسیح مرزا جی، وہ گورنمنٹ کے لئے تو بظاہر باعث تکلیف نہیں، کیونکہ کیا پدی کیا شوربا، مگر مذہب اسلام کے لئے خصوصاً اور دیگر مذاہب کے لئے عموماً باعث تکلیف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام الزمان ہونے کا دعوی کیا ہے، جس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہ لاوے، وہ ہر طرح کی دینی اور

دنیوی عقوبت کا مستحق ہے۔اس لئے ان کے وجود سے، جب تک وہ زندہ ہیں،ضرر کے پہنچنے کا احتمال ہے۔اب بھی وہ درگزر کرنے والے نہیں،مگر خیر یہی ہے کہ خدانے گنجے کو ناخن اور لنگڑے کو پائے رفتار نہیں دیا

نامرادم دارد ایں افزونی خواہش بدہر
آب بر من بستہ آید آرے ز استسقائے من

برٹش گورنمنٹ ایک آزادی پسند گورنمنٹ ہے،لہذا ہندوستان میں چندروز مرزاجی کی چلے چڑھے گی۔اگر آپ افغانستان یا ایران وغیرہ اسلامی ممالک میں ہوتے تو معلوم ہوتا کہ کتنے دنوں مہدویت اور مسیحیت کی گرم بازاری رہتی ہے۔

ممالک یورپ چونکہ آزادی کے کھیت ہیں،اور وہاں کی سرزمین میں آزادی خودرو گیاہ کی طرح اگتی ہے،لہذا مرزاجی اپنی تصویر اور رسالے بھیجتے ہیں اور بعض مقامات پر ایجنٹ بھی مقرر کرتے ہیں۔مگر افغانستان اور وسط ایشیاء میں نہ کوئی مشن جاتا ہے،نہ کوئی ایجنٹ۔جب کہ آپ امام الزمان ہیں تو ساری خدائی میں اپنی امامت کی یکساں منادی کیوں نہیں کرتے۔اس صورت میں گویا خود مقر ہیں کہ میں صرف پنجاب وغیرہ کے مرزائیوں کا امام ہوں۔دعوی تو یہ،اور بزدلانہ کاروائی یہ۔کیا امام الزمان اور رسول کی یہ شان ہے کہ وہ جان کے خوف سے اپنی امامت اور رسالت کی تبلیغ میں ہچر مچر کرے۔

در کفے جام رسالت در کفے سندان حق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۷۔جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۱۔۳)

مرزاجی روح اللہ کہلانے سے شرماتے ہیں

مرزاجی اپنے کو بروزی نبی اور ظلی رسول اور مثیل المسیح اور مسیح موعود وغیرہ تو کہتے ہیں مگر روح اللہ نہیں کہتے جو اہل اسلام کے عقیدے کے موافق حضرت عیسی کا لقب ہے اور خود خدا تعالی نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کلمۃ القا ھا الی مریم وروح منہ ۔مرزاجی اپنے کو کلمۃ اللہ بھی نہیں کہتے،گویا خود بدبختی

کو بلاتے ہیں۔ دیکھئے روح اللہ اور کلمۃ اللہ کیسی اعلیٰ درجے کی صفات ہیں جن سے جناب باری نے سیدنا المسیح کو ممتاز فرمایا ہے مگر مرزا جی کو چونکہ مسیح سے عداوت ہے، لہذا انہوں نے ان دونوں مقدس متبرک خطابوں سے انکار کر کے اپنے کو روح الشیطان اور کلمۃ ابلیس کہلانا پسند فرمایا۔ سچ ہے، جیسی روح ویسے ہی فرشتے، اور جیسا منہ ویسے ہی طمانچے۔

جب روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہلانے سے عار ہے، تو آپ مثیل المسیح اور پھر اصیل المسیح یعنی عین ہیں، مسیح موعود کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ آپ نے تو اپنی آبرو پر خود پانی پھیر دیا۔

پھر آدھا تیتر آدھا بٹیر بھی ہے۔ کیا معنی کہ آپ روح اللہ اور کلمۃ اللہ تو نہیں ہیں، ہاں مسیحیوں کے عقیدے کے موافق ابن اللہ (لیپا لک) ضرور ہیں۔ یعنی اسلام سے خارج ہو کر عیسائیوں میں ملے ہیں، مگر ذرا عیسائیوں سے تو پوچھو کہ وہ آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ اتنا تو ہم کو معلوم ہے کہ جب کسی مسیحی کے سامنے آپ کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ (پیشاب کی) دھار مارنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ الغرض آپ ادھر تو مسلمانوں کے مردود، ادھر مسیحیوں کے مطرود۔ اور آریوں نے تو جیسا ناک میں دم کیا ہے آپ کا جی ہی خوب جانتا ہے۔ پھر کس برتے پر تتا پانی۔ آپ کی تو حسب قول شوکت اللہ القہار یہ حالت ہے۔

نفرت ہے جو مومن کو تو ہے گبر کو ضد
آغوش میں لے نہ کعبہ نے دیر ہمیں

اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳)

قرآن مجید پر عمل

مرزائیوں کے حکیم الامت (نور الدین بھیروی) ۲۴ جون (۱۹۰۳ء) کے الحکم میں فرماتے ہیں:

قرآن شریف کی تلاوت کرو مگر عمل کے لئے، اگر قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت پاؤ جو دو بھر معلوم ہو اور ایسا نظر آوے کہ اس پر عمل نہیں ہو سکتا، تو یاد رکھو ایسا خیال سخت خطرناک ہے۔،

حکیم صاحب کی یہ چکنی چپڑی باتیں نرا شکاری کا جال یا لاسا ہے اور مرزائیوں کا دلاسا ہے، یا اس میں کچھ صداقت بھی ہے۔ ہم تو یہی دیکھ رہے ہیں کہ مرزائیوں میں قرآن مجید پر عمل کرنا دوبھر کیا معنی محال ہو رہا ہے۔ مرزا جی کے گھر میں علاوہ زر نقد دفینہ وخزینہ کے مستورات کے پاس سونے کے جڑاؤ زیورات موجود ہیں اور جائداد اس کے علاوہ، مگر حج کے نام سے موت آتی ہے۔ اور زکوۃ تو کیوں ادا ہونے لگی۔ کچھ دیں گے بھی تو بھوکوں کو نہیں بلکہ قادیان کے بھوتوں کو جو کماؤ پوتوں سے بڑھ کر ہیں۔ خود حکیم صاحب بھی لکھ پتی ہیں مگر حج کے نام سے لرزہ چڑھتا ہے، اور عذر لنگ یہ کہ راستے میں شیر لگتا ہے، جا بجا قرنطینے ہیں۔ کوئی پوچھے قرنطینہ میں کیا خرابی ہے، اور حج کی ممانعت کس گورنمنٹ نے کب کی۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ جہازوں کے غرق ہو جانے کا خوف ہے، جو پہلے کبھی نہیں ہوا، اب خروج دجال کے وقت ہوا ہے اور من استطاع الیہ سبیلا پر عمل کرتے ہیں۔ خدا تعالی نے حج کے لئے صرف استطاعت کی قید لگائی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی شرط ہے، نہ کوئی قید ہے۔ ہاں بزدلوں نامردوں، خدا اور رسولوں کے چوروں کو ہر وقت خوف ہے۔ اور مرزا جی جس صورت میں مارے خوف کے بجز اجرائے سمن یا وارنٹ کے گھر سے بھی باہر نہیں نکل سکتے، تو حج کو کیا خاک جائیں گے۔

اگر اب کے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے
تو جانیں کہ مرزا پھرے اللہ کے گھر سے

حالانکہ آسمانی باپ الہام کر چکا ہے کہ لیپا لک کو کوئی ہلاک نہ کر سکے گا مگر الہام پر لیپا لک کا ایمان نہیں، وہ خیالی خوف سے کونوں کھدروں میں چھپتا پھرتا ہے۔ دیکھو سچا الہام اور سچی پیش گوئی اسے کہتے ہیں جو ہمارے معزز نامہ نگار نے ضمیمہ میں کی تھی کہ مرزا قادیانی اگر چاہے گا بھی تو حج کو نہ جا سکے گا۔ اور خدا تعالی یہ نعمت اس کو ہرگز عطا نہ کرے گا، نہ یہ نعمت اس کی پھوٹی قسمت میں لکھی ہے۔

باوصف اس کے کہ آنحضرت ﷺ پر رسالت اور نبوت ختم ہو چکی، قرآن شاہد حدیث شاہد، پھر بھی ایک نیا نبی گھڑ لیا۔ کیا اسی کا نام عمل بالقرآن ہے۔ حکیم (نور الدین) صاحب کو ابلہ فریبیوں اور منافقانہ وعظوں سے شرم کرنی چاہیے۔ ایڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳۔ ۵)

مرزائیوں کو مرزا جی کی ڈانٹ

ایک گزشتہ الحکم میں قادیانی مرزا جی نے مرزائیوں کو ڈانٹا ہے کہ اگر وہ متحمل نہیں ہیں یا ان کے دلوں میں دگرگوں خیالات ہیں، تو مجھ سے علیحدہ ہو جائیں، وغیرہ۔

ایسے فاسد العقیدہ مرزائیوں کا نام بھی شائع ہوتا تو بہتر تھا... معلوم نہیں یہ کب کا واقعہ ہے اور کس قدر مرزائیوں کا عقیدہ ڈانواں ڈول ہو گیا ہے۔ دو کا، یا چار کا، دس کا، یا بیس کا، سو کا، یا ہزار کا، کیونکہ جمع کا لفظ بولا گیا ہے۔ اگر یہ حال کا واقعہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں کی ایک جماعت کثیر فرنٹ ہو گئی ہے۔ اس صورت میں دو لاکھ کی مزعومہ تعداد کو دیمک کا چاٹ جانا ضروری ہے۔ اور اگر یہ کوئی پرانا خواب ہے، جیسا کہ ایک صاحب جو مرزا جی کے کوٹھی کٹھلے اور قادیان کے اسرار سے خوب واقف ہیں، ان کی زبانی معلوم ہوا کہ بعض خواص مرزائیوں کے تیور چند سال قبل کسی بات پر بگڑ گئے تھے، اور انہوں نے مرزائیت کا جبہ قلہ اتارنا اور اسلامی چولا پہننا چاہا تھا، اور مرزا جی نے اس پران کو مرقومہ ڈانٹ بتائی تھی۔ تو اب اس کا درج کرانا حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہی نہیں بلکہ بدشگونی ہے۔ انہیں صاحب سے جب ہم نے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا واقعہ قادیان میں ہوا ہے، تو انہوں نے وہی جواب دیا کہ آتھم کی زندگی کے وقت، جب کہ وہ پیش گوئی کی میعاد کے بعد زندہ رہا اور بعض مرزائی فرنٹ ہو گئے تھے، مرزا جی نے اسپیچ دی تھی وہ حال میں چھاپی گئی ہے۔ کیونکہ اب تو الحکم ..کو جب کوئی مضمون نہیں ملتا تو مرزا جی کی پرانی کرم خوردہ دقیانوسی تحریریں شائع کر دی جاتی ہیں اور آج کل اور بھی مجبوری ہے کیونکہ غریب اڈیٹر الحکم مقدمات کی پیروی میں سرگاڑی اور پاؤں پہیئے بنا پھرتا ہے۔ اور.. نئے ہفتہ وار اخبار کا پورا کرنا ضروری ہے۔ پس رو میں جو آئے روا ہے۔ اور یہ تحریر ضرور بے اطلاع حضرت اقدس (مرزا قادیانی) شائع ہوئی ہے، ورنہ کبھی شائع نہ ہونے دیتے۔... یہ تحریر اڈیٹر الحکم کی غیبت میں چھپی ہے اور الحکم کے کاپی نویس مکھی پر مکھی چپکانے والے ایک پیر جی ہیں، جو.. منارہ کے کلس اور کھڑے الف میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ادھر اودھر سے جو کچھ مل گیا، دھر گھسیٹا۔ اڈیٹر الحکم خوش آمد در آمد کر کے مرزا جی کے ملفوظات اور حکیم الامت کی قرابادین سے لستم پشتم کچھ اخذ کر لیا کرتا ہے اور جب وہ قادیان سے غیر حاضر ہوتا ہے تو کاپی نویس

ہی کو سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

تیل با تر بوزا اگر چہ گندہ مگر ایجاد بندہ

اور اب تو حکیم صاحب کی بھی چار آنکھیں ہوگئی ہیں۔ کیا معنی کہ ان کو اپنے چہیتے لیپا لک کے اخبار البدر کی پیوند کاری اور مرمت سے فرصت نہیں ملتی۔ وہ برسات کے دنوں میں پہلے اپنی چھاں پر پھوس رکھ لیں، تو دوسروں کا چھپر چھائیں۔ اور یہ ملکہ کسی میں ہے ہی نہیں کہ قلم اٹھایا اور دریا بہا دیا۔ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) سے بیعت کریں تو کسی قابل ہو جائیں۔ مجدد کا فیض تو عام ہے، اس کو کسی سے بخل نہیں۔ اسکے شاگرد تو علاوہ اہل اسلام کے آریا بھی ہیں، سناتن دھرمی بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں۔ پس فن شاعری اور انشا پردازی میں اس کو مرزائیوں سے کیوں بخل ہونے لگا۔ مرزا جی میں بڑی بھاری کمی یہی ہے کہ انہوں نے شاعری اور انشا پردازی میں مجدد سے بیعت تجدید نہیں کی، ورنہ کیا طاقت تھی کہ ان کے کلام پر عرب وعجم میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا۔ اور اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ مرزا جی بیعت کر کے تجدید فن کا کرشمہ دیکھ لیں

در فیض است بنشیب از کشائش نا امید اینجا
برنگ دانہ ہر قفل مے روید کلید ایں جا

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

نبیوں کی قسمیں

قادیانی مرزا جی نے جہاں دوسرے بے سر و پا رسالے تصنیف کیے، وہاں انبیاء کی قسمیں بھی تصنیف کر دیں۔ یعنی بروزی اور ظلی، جلالی اور جمالی، ناقص اور کامل۔ اور عیسی بھی دو تصنیف کیے۔ ایک اصیل دوسرا مثیل۔ قرآن وحدیث میں اس تقسیم کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر اپنے کو جری اللہ فی حلل الانبیاء بھی بتاتے ہیں، یعنی آپ تمام انبیاء کے لباس میں ہیں، اور جو صفتیں اور خواص تمام انبیاء میں تھے، وہ سب ذات شریف مجموعہ ربیع وخریف عنیف وکثیف میں موجود ہیں۔ گویا آپ اضداد ونقائض کے مورد ومحل ہیں۔ کیا معنی کہ آپ عینی نبی بھی ہیں، اور ظلی اور بروزی بھی۔ جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی۔ ناقص بھی ہیں اور کامل بھی،

کیونکہ ظل اور بروز عین کی، جلالی جمالی کی، اور ناقص کامل کی ضد ہے۔ اور جس صورت میں آپ نے نبوت کو متواطی نہیں بلکہ منقسم اور مشکک قرار دیا ہے اور اپنے کو فی حلة الا نبیاء بتایا ہے، تو تمام مذکورہ بالا صفات کا آپ کے وجود بے بہبود، نا مسعود میں جمع ہونا لازمی ہے۔ پھر آپ کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ فلاں نبی بروزی اور ظلی تھا، اور فلاں جلالی اور جمالی، اور فلاں ناقص اور کامل۔ یعنی جتنے انبیاء گذرے ہیں سب میری طرح مجموعہ اضداد تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کامل انبیاء کا خاتمہ ہوا ہے، نہ کہ ناقص انبیاء کا۔ پس میں ناقص نبی ہوں، کامل نبی نہیں۔

لیکن یہ محض ابلہ فریبی اور اپنے حمقاء کو جھانسہ دینا ہے۔ بظاہر تو قرآن کی بات بنانے کو یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ میں ناقص ہوں، اور دل میں اپنے کو تمام انبیاء سے کامل اور اکمل سمجھا جاتا اور مرزائیوں کو یقین دلایا جاتا ہے۔ ورنہ غیر ممکن تھا کہ سیدنا المسیح کو دشنام سے یاد کیا جاتا۔ حضرت مسیح اولوالعزم انبیاء سے ہیں، اور جب بزعم مرزا قادیانی معاذ اللہ ایک اولوالعزم نبی ناقص ہے، تو سارے انبیاء ناقص ہیں۔ اگر مرزا قادیانی کو کوئی کہہ دے یا لکھ دے کہ تو ناقص اور نکما ہے، تو وہ قائل کی سات پشت کو بھی نکما اور ناقص بتا کر نہ چھوڑے۔ پس یہ وہی بات ہے کہ: کھانے کے دانت اور، دکھانے کے دانت اور۔

کامل انسان صرف انبیاء ہیں۔ ان کے سوا تمام انسان ناقص ہیں، تو مرزا جی کی طبع زاد منطق کے موافق ہر انسان کو ناقص نبی کہہ سکتے ہیں۔ پس آپ کی کیا خصوصیت رہی۔ انبیاء جو انسان کامل کے لقب سے ملقب ہیں، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ان میں تمام انسانی صفات کاملہ موجود ہیں۔ پس وہ ہرگز ناقص نہیں ہوسکتے، ورنہ زید عمر بکر وغیرہ لاکھوں کروڑوں انسان بھی ناقص کہلائیں گے و اذ لیس فلیس

اب مرزائیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ وہ کامل اور اکمل نبی کو چھوڑ کر ناقص نبی کی امت بنے ہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ میں ناقص نبی ہوں، تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اسکو دل و جان سے ناقص نبی سمجھو اور اس کی ناقص نبوت پر ایمان لاؤ۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنے قول سے جھوٹا ہے کیونکہ اپنے کو فی حلة الا نبیاء کہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام تو ناقص نہیں ہیں، مرزا قادیانی ہی ناقص ہے۔ اور ناقص کاملوں کے

حلّو ں میں نہیں آ سکتا۔ پس غیر ممکن ہے کہ مرزا قادیانی نبی ہو، اور انبیاء کرام کے حلّو ں میں آیا ہو۔ ہاں جھوٹے نبیوں اور کاذب مہدیوں اور دجالوں کی روحوں نے ضرور اس کے جسم میں حلول کیا ہے، اور وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ پلید روحیں کہہ رہی ہیں

در پس آئینہ طوطی صفتش داشتہ اند
آنچہ دجال درا گفت ہماں میگوید

اڈیٹر۔ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۶۔ ۸)

تین زبانیں

قادیانی مرزاجی کے حکیم الامت (مولوی نورالدین) صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ: انسان کو تین زبانیں سیکھنی لازم ہیں۔ اول دین کی زبان، ملک کے شرفاء کی زبان، اور حاکم وقت کی زبان۔

معلوم نہیں یہ تقسیم از روئے الہام ہے یا از قسم اوہام۔ دین کی زبان سے غالباً مرزائی دین کی زبان مراد ہے، جس کو دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ نیا نبی اور بجائے دارالامن مکہ کے نیا دارالامان، اور مسجد الحرام کے نئی مسجد، اور بجائے بیت اللہ کے منارہ۔

پھر قرآن شریف میں تو یہ ارشاد ہے کہ ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه مرزاجی اپنے کو چینی مغل بتاتے ہیں اور پھر رسول، تو ان کی قومی اور دینی زبان چینی ہونی چاہیے۔ عربی میں الہام کیوں ہوتا ہے۔ اور کثرت سے فارسی اور اردو میں بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کو الہام نہیں کہا جاتا، صرف زبان عرب میں چند بے معنی الفاظ کے کبھی کبھی حادث ہو جانے کا نام الہام ہے۔

اور جب کہ بروزی احمد ہیں، تو جو صفت صاحب و ما ینطق عن الھوی کی تھی، آپ کی صفت کیوں نہیں۔ یعنی آپ اپنے فارسی اور اردو کلام کو کیوں وحی اور الہام نہیں کہتے۔

اب رہی شرفاء کی زبان۔ زبان تو ہر قوم کی ایک ہی ہوتی ہے، صرف غلط اور صحیح تکلم کا فرق ہوتا ہے۔

اب رہی حاکم کی زبان۔ یہ فقرہ محض خوش آمدی ہے، ورنہ حاکم کی زبان کا سیکھنا مذہب اسلام میں فر

ض (لازم) نہیں لیکن آپ کو اسلام سے کیا غرض۔ اڈیٹر۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء۔ ص ۸)

مرزا جی کا آسمانی نشان

قاضی اشفاق حسین صاحب وکیل درجہ اول ریاست پٹیالہ ساکن سرساوہ نے مرزا صاحب قادیانی کولکھا کہ میری والدہ بعارضہ فالج بیمار ہیں، اگر آپ کی دعا سے صحت یاب ہو جاویں، تو میں تمام عمر آپ کی خدمت میں صرف کرونگا، اور اکثر خلق خدا کو ہدایت نصیب ہو گی۔ مگر بصورت دیگر مجھے آپ سخت سے سخت مخالفوں میں شمار کریں۔

اس کا جواب مرزا قادیانی کے حواری کی قلم سے جو کچھ تحریر ہوا، ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قولہ: قادیان۔ یکم مئی۔

اقول: مرزا قادیانی اور مرزا کے حواری خود تصدیق کررہے ہیں کہ ہم کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ورنہ بسم اللہ اور اسلامی تاریخ اور مہینہ لکھا جاتا۔

قولہ: معجزات کا اقتراح (یعنی سوال) کبھی کسی مامور سے سعید الفطرتوں اور صدیقوں نے نہیں کیا۔

اقول: نہ معلوم یہ مسئلہ کس لال کتاب کا ہے۔ قرآن حدیث تو اس امر کے ثبوت میں مملو ہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام نے معجزات اور کرامات دکھلائے، بلکہ خود انبیاء کرام نے بھی نشان دیکھنے کے لئے اللہ تعالی سے سوال کئے۔ دیکھو قصہ ابراہیمؑ۔ و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اور قصہ عزیرؑ، و ذکریاؑ، و موسیٰؑ، و قصہ من وسلوی، و قصہ سوال نزول مائدہ جو قرآن میں بالتشریح موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد یہ انبیا و صلحاء و حوارین سعید الفطرت و صدیق نہ تھے؟

قولہ: خدا تعالی صدیقوں کو خود ہزاروں نشان، ایمان کے بعد دکھلا دیتا ہے۔

اقول: اگر نشان کا دکھانا ایمان سے مشروط ہے، تو عرصہ تیس سال سے یہ دعوی کیسا ہے کہ اگر مخالفین نشان آسمانی دیکھنا چاہیں تو قادیان آ کر دیکھیں۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

قولہ: نشان مانگنے والے ہمیشہ شقی اور بے نصیب رہے اور راست بازوں کے منہ سے خطرناک القاب سنے۔

اقول: یہ اعتراض آپ کا پہلے حضرت ابراہیمؑ وحضرت موسیٰؑ وحضرت عزیرؑ پر ہوا۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میل او در طعنہ پاکان برد

دوسرے یہ کلام آپ کا دروغ بے فروغ ہے۔ قصہ نزول مائدہ ان کی شہادت دے رہا ہے اور احادیث نبوی میں ایسے کئی قصے ہیں۔ بیہقی میں قصہ سوسمار موجود ہے کہ ایک اعرابی نے لات وعزی کی قسم کھا کر کہا تھا کہ جب تک آپ اس بریان سوسمار کو زندہ نہ کردیں اور یہ ایمان نہ لاوے، میں ایمان نہ لاؤنگا۔ پس آنحضرت ﷺ نے سوسمار کو پکارا، اوس نے کہا لبیك و سعدیك اور ایمان لایا۔ اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر فوراً ایمان لایا۔ شفائے قاضی عیاض میں حضرت عمرؓ سے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور روایت دارمی میں ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ جب تک فلاں درخت ایمان نہ لاوے گا، میں ایمان نہ لاؤنگا۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے ارشاد سے آیا، اور ایمان لایا، اور اعرابی بھی یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لایا۔

ایسی ہزاروں مثالیں سیرت نبوی میں موجود ہیں۔ اور قصہ قوم حضرت یونسؑ بالتشریح قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر بادشاہ کا معہ اپنے ارکان کے ایمان لانا۔ یہ سب بعد مانگنے اور دیکھنے نشان کے سعید الفطرت ہوئے یا نہیں لعنة الله علی الکا ذ بین۔

اگر آپ کے پاس کچھ ہوتا، تو سائل پر اتمام حجت کرتے۔ آپ کے دعوی تو محض فریب اور جھوٹ ہیں۔ مامور پر یہ تکلیف نہیں کہ مخالفین یا نشان مانگنے والوں کی آئندہ سعادت وشقاوت پر کاربند ہو۔ یہ تو علم غیب خدا تعالی ہی کو ہے۔ مامور پر یہ فرض ہے کہ وہ علم جو اس کو دیا گیا ہے، پہنچادے اور وہ نشانات جو اتمام حجت کے لئے اس کو مرحمت ہوئے ہیں، دکھلا کو مخالفین کو عاجز کردے۔ تا کہ حجت اللہ تمام ہو۔

اور خطرناک القاب قرآن شریف میں تو معلوم نہیں ہوتے شاید قادیانی قرآن میں نازل ہوئے ہوں گے۔

قولہ: حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تائید میں خدا تعالی نے سینکڑوں نشان دکھلائے۔ کتابوں میں موجود ہیں۔ لا انتہی مخلوق گواہ ہے۔

اقول: وہ ہزاروں سینکڑوں نشانات کیا بیت الفکر قادیان کے اندر دکھائے گئے۔ کیا یہ وہی نشانات پیش گوئی

موت آتھم، وتزویج مسمات محمدی بیگم، و پیدائش فرزند ارجمند ہیں، جن کا فوٹو ہم نے اپنے رسالہ مظہر نعت کے اخیر میں اچھی طرح کھینچ دیا ہے، اور جن کے جھوٹ ہونے کی کل مخلوق خدا گواہ ہے۔ مگر سچ ہے: بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔ اور اپنی کتابوں میں لکھ کر خوش ہونا اس شعر کا مصداق ہے

ثنائے خود بخود گفتی نمی زیبد ترا صائب
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

ایک تو نشان دکھلایا ہوتا کہ آپ: کار مرداں روشنی گرمی است، کے مصداق ہوتے، اور: کار دوناں حیلہ و بے شرمی است، کے نہ ہوتے۔

قولہ: آپ ان کی طرف استخفاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نیا سوال کرتے ہیں۔ یہ امر خدا تعالی کی سنت کے خلاف ہے۔

اقول: جھوٹوں کو ہمیشہ استخفاف کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، آپ تعجب کیوں کرتے ہیں؟ جس امر کا وجود کتاب و سنت سے ثابت ہو گیا وہ سوال نیا اور سنت اللہ کے خلاف ہے؟ برعکس نہند نام زنگی کافور

قولہ:۔ ہم دونوں گواہ موجود ہیں جو بے شمار نشان دیکھ چکے ہیں۔ ایک سلیم الفطرۃ کا دل کس طرح گوارا کرتا ہے کہ ہماری تکذیب کرے۔ (الحکم قادیان۔ یکم مئی ۱۹۰۲ء)

اقول: مرزائیوں کا گواہ ہونا خواجہ کا گواہ ڈڈو کی مثل ہے۔ کوئی سلیم الفطرت آپ جیسے کاذبین کی ہرگز ہرگز تصدیق نہ کرے گا۔ ہاں وہ شخص جس کے دل پر غلبہ شیطانی ہو جائے۔ و السلام علی من اتبع الھدی

راقم محمد عبدالحق سرہندی۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۱۔۲)

تحریف اور مجاز

چونکہ مرزا جی اور ان کے حواری نہ صرف معجزات انبیاء بلکہ معجزات الٰہی کے بھی منکر ہیں، لہذا اہل نیچر کے مقلد بن کر تاویلات کرتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ قرآن مجید میں تحریفات معنویہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کلام الٰہی میں پیش گوئی وارد ہو چکی ہے کہ یحرفو ن الکلم عن مواضعه۔

آیت قرآنی کو نوا قردة خا سئین میں تاویل کرنے پر کسی مسلمان نے اعتراض کیا تھا کہ قرآن میں مجاز ممکن نہیں۔اگر حکایات میں ہوگا تو سب قرآنی احکامات مجاز ہوں گے اور اس سے کلام الٰہی میں کذب ثابت ہوتا ہے۔،

اعتراض معقول تھا اس پر حکیم الامۃ المرزائیہ (مولوی نورالدین) فرماتے ہیں کہ کلام مجید میں مجاز عقلی (ممکن ہے؟)..پس اس آیت میں بھی مجاز عقلی ہے۔افسوس ہے کہ حکیم الامت حقیقت اور مجاز اور تشبیہ واستعارات میں فرق نہیں کرسکتے۔حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسی

الله نورالسما وا ت و ا لا ر ض مثل نوره كمشكوة فيها مصبا ح.. الآ يه

ہم کہتے ہیں انا لله و انا اليه راجعو ن۔اس آیت میں مشبہ،مشبہ بہ موجود ہیں۔اداۃ تشبیہ (کاف)موجود ہے۔کو نو ا قردة خا سئین میں مشبہ اور مشبہ بہ اور اداۃ تشبیہ کہاں ہے۔براہ عنایت بتائیے۔

آیت میں کا ن بمعنی صا را ہے،جو ماہیت کے استحالے اور تبدل کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔یعنی مسخ ماہیت ہوکر بن جاؤ کمینے بندر یا بندریاں۔تشبیہ اور استعارہ کہاں ہے۔..

پھر یہ مثل دیگر احکامات الٰہی کے ایک حکم ہے،اور احکامات ہرگز مجازات نہیں ہوسکتے،ورنہ تعمیل غیر ممکن ہوگی،اور یہ خرابی لازم آئے گی کہ خدا تعالیٰ کہتا کچھ اور ہے اور عمل کچھ کراتا ہے۔

پھر یہ کسی نبی کا معجزہ نہیں جس سے آپ کو اسلئے ضد اور رقابت ہے کہ آپ کا بروزی متنبّی معجزات دکھانے سے قاصر ہے۔یہ تو خدائی معجزہ ہے۔

اب معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے امام الزمان معجزات قدرت کے بھی منکر ہیں۔آپ تاویل کرتے ہیں کہ مراد عادات کا بگڑ جانا اور منکروں کے دلوں کا مسخ ہوجانا،اور ان میں بندروں کے خواص کا پیدا ہوجانا ہے۔مگر یہ خواص تو ان میں پہلے بھی موجود تھے،نافرمانی کی کیا سزا ملی۔اور جناب باری کا عتاب کیونکر مترتب ہوا۔البدر یا الحکم میں جواب دیجئے۔مگر جلد۔اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ص ۲۔۳)

مرزا جی کے مختلف چندے

تواریخ موجود ہے کہ کسی نبی اور ریفارمر نے اپنی نبوت کی اشاعت کیلئے آئے دن کے چندوں کا ٹیکس لگا کر دنیا کو نہیں لوٹا، نہ کبھی اپنی دھوم دھام اور شہرت چاہی۔ صداقت ہرگز شہرت کے وسائل نہیں چاہتی وہ خود بخود آفتاب کی طرح دنیا میں پھیلتی اور اپنی برقی اور مقناطیسی قوت سے قلوب کو کھینچ لیتی ہے۔ انبیاء کی نبوت کا خود بخود اقطار عالم میں پھیل جانا منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہوتا ہے۔ مرزا جی حد درجے زور لگا رہے ہیں اور اپنی تصویریں بیچ کر بروزی نبوت کی تبلیغ کر رہے ہیں، مگر بے سود۔

کیا کسی نبی نے دنیا میں اس طرح شرک پھیلا کر اپنا فرض ادا کیا ہے، اور ایسے ناجائز وسائل سے کامیابی چاہی ہے۔ تمام انبیاء صرف تصویر پرستی اور بت پرستی ہی کی بیخ کنی اور توحید کے پھیلانے کو دنیا میں آئے، کیونکہ اسلام کے معنی ایک وحدہ لاشریک مالک الملکوت کے آگے گردن جھکانا ہے اور بس۔ اور ظاہر ہے کہ تصویر کی عظمت اس کی مخالف ہے۔ اسلام کا صرف یہ مقصد ہے کہ بجز واحد مطلق اور واجب برحق کے کسی کی ذرہ بھر وقعت بھی دل میں نہ ہو۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا جی کی تصویر کو تمام میرزائی آنکھوں سے لگاتے ہیں، چومتے ہیں، عزت و حرمت کے ساتھ گھروں میں رکھتے ہیں۔ اکثر مرزائی اور مرزائنیں تصویر کے درشن سے پراپت ہو کر باغ باغ ہوتیں اور دل کی مرادیں پاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمارے ایسے پرابت کہاں کہ مہاراج ادھراج طاؤس دیوتا کے درۃ التاج، بروزی معبد کے سراج وہاج، آج کل کے کال کے رواج میں خالص اناج پھٹکنے کے چھاج، ہنسی مذاق، ظلی معدن کے پکھراج، آکل الجند بیدتر والسقنقو روالدراج، رازمکر کے چھپانے میں فریبیوں کی لاج، شکست خوردہ آریا سماج، مرزا جی مہاراج کی مورتی کے چرنوں میں براجیں۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ میں اپنی تصویر کی اشاعت اسلیئے نہیں کرتا کہ لوگ اس کی پرستش کریں۔،

بھلا صاحب اور کس لئے کرتے ہیں۔ مثل ہنود پرستش نہ سہی، آخر عظمت تو ہے۔۔ اگر کوئی شخص اس نیت سے سود لے کہ اس سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کروں گا، تو کیا مذہب اسلام میں سود لینا جائز ہو جائے

گا۔ ہاں آپ کو اسلام سے کیا غرض۔ نیا نبی، نیا مذہب، مختلف چندوں نے مرزائیوں کی چندیا کا پلاستر بگاڑ دیا ،۔ مہمانوں کی تواضع اور مدارات کا چندہ، اشاعت کتب واشتہارات کا چندہ، اخبارات کا چندہ، مقدمات کا چندہ، تعلیمات کا چندہ۔ چندہ ہی چندہ ہے۔ چندا کمہار کی گدھی کی طرح ایک ایک مرزائی چندوں کے پالان میں ایسا دیا ہوا ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوسکتا، اور بوجھ اٹھاتے اٹھاتے جب بہت سے مرزائیوں کی کمریں لگ گئیں، پٹھوں اور کمروں میں زخم کیسے، گڑھے پڑ گئے، تو پالان پھینک، کان کھڑے کر، دم اٹھا، یہ جا اور وہ جا۔ وجہ یہ کہ الحکم میں جرنیلی آرڈر شائع ہوتا ہے کہ جو صاحب ہفتے کے درمیان میں فلاں چندہ نہ بھیجیں گے ان کا نام مرزائی دفتر سے خارج ہوگا۔ اگر کوئی مرزائی سخت جان بن کر چندے کے گھاؤ جھیل گیا، تو اس کی سفارش کے لئے بھائی رضوان علیہ السلام کے نام سارٹی فیکیٹ لکھ دیا کہ میں مرد مسلمان بود۔ بس کھٹ سے جنت میں داخل اور جو مرزائی چندے کی بھاری پچڑ نکلوا بھاگا، اس کے کیفر کردار کیلئے مالک (دوزخ کا داروغہ) کے نام وارنٹ بھیج دیا کہ گھڑی کی چوتھائی میں اس کو جہنم کے طبقہ اسفل میں دھکیل دو۔

اصل یہ ہے کہ بروزی نبی کے یہاں تو چندے کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔ چندہ کے لئے تھیلیوں کا منہ کھولنے پر نجات اور بٹوے میں چنٹیں پڑ جانے پر دوزخ کی عقوبات اور نادہندگی کی مکافات۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸۔۲۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳۔۴)

معجزات کا انکار

قادیانی مرزا جی، حضرت عیسی کے معجزہ احیاء موتی کا انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مراد روحانی احیاء موتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب معجزوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ روح جس کو کبھی موت نہیں جب وہ بھی مر کر زندہ ہوسکتی ہے تو جسد مردہ کیوں زندہ نہ ہو۔

دوم، جب ایک معجزے کا انکار ہے، تو انبیاء کے تمام معجزات کا بدرجہ اولی انکار ہے۔ خصوصاً حضرت ابراہیم کے اس واقعہ کو

قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن جزء ثم ادعهن یاتینک سعیاً

دیکھیں مرزا جی یہاں کیا تاویل کرتے ہیں اور اگر اس کو مانتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ دیگر انبیاء کے معجزات تو مانے جائیں اور عیسی مسیح کا معجزہ نہ مانا جائے۔

جی ہاں وجہ یہ ہے کہ میں موعود یعنی اسکا رقیب ہوں اسلئے عیسی مسیح کی کوئی بات ٹھنڈے کلیجے نہیں مان سکتا۔

پھر انبیاء کرام کے معجزات سے تو انکار، مگر اپنے معجزات پیش گوئیوں وغیرہ کا اقرار۔ بلکہ کتابوں اور رسالوں میں مکرر، سہ کرر، تکرار اور ان پر اصرار، حالانکہ ساری پیشین گوئیاں کسی پاگل کا خبط اور کسی مجذوب کی بڑ نکلیں، اور ایک تیر بھی نشانے پر نہ لگا۔ (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸۔۲۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۴۔۵)

فسخ بیعت

مولانا شوکت۔ بعد ہدیہ سلام سنت خیر الانام، عرض ہے کہ فدوی الٰہی بخش بزاز ولد حاجی رحیم بخش ساکن جسونت نگر ضلع اٹاوہ، و کریم بخش ساکن اوٹاوہ عرصہ سے مرزا صاحب (قادیانی) کے سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔ اب بسبب پیدا ہو جانے شکوک کے بیعت مذکورہ بالا فسخ کر دی اور اس سے (مرزا قادیانی سے) بیزار ہو گئے۔ لہذا عرض ہے کہ براہ بندہ نوازی ضمیمہ شحنہ ہند میں چھاپ دیجئے۔ ہم لوگ ممنون منت ہوں، اور دوسرے لوگ بچیں گے۔ واجب تھا، عرض کیا۔

فدوی الٰہی بخش بزاز ولد حاجی رحیم بخش ساکن جسونت نگر و کریم بخش ساکن اوٹاوہ

اڈیٹر۔ جزاکم الله و هداكم الله الى يوم الدين۔

ممکن ہے کہ انسان کسی غلطی میں پڑ جائے اور ایمان کا اقتضاء ہے کہ غلطی کے واقع ہو جانے پر بے تامل راہ راست پر آ جائے، اور غلطی کا اعتراف کرے۔ کیونکہ آدمی کا شیطان آدمی ہوتا ہے۔ تھوڑی سی سمجھ والا بھی سمجھ جائے گا کہ جو شخص بعد ختم نبوۃ اپنے کو نبی بتاتا ہے، اور پھر بعض انبیاء کو گالیاں دیتا ہے، نبی اور رسول کیا معنی وہ تو مسلمان بھی نہیں۔ پھر اس کی بیعت کیسی۔ پھر زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ باوصف مخالفت قرآن و حدیث کے

اپنے کو مسلمان بتاتا ہے۔ دنیا میں آج کل آزادی کا رواج ہے۔ بہت سے نئے مذاہب پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر مرزا جی بھی سب مذاہب سے جدا نیا مذہب گھڑ لیتے تو کون مزاحم ہو سکتا تھا۔ مگر بدبختی کہاں جائے، جب گیدڑ کی شامت آتی ہے تو شہر کی جانب بھاگتا ہے۔ آپ نے باوصف دعوی مسلمانی اسلام ہی کے اصول کو توڑا اور اسلام ہی کے خلاف نبی بن گئے۔ انجام یہ ہوا کہ اسلام ہی نے آپ کو ہر طرف سے مردود کر دیا۔

شیاطین زادوں کے اغواء سے جو بعض سیدھے سادھے بے لکھے پڑھے مسلمان راہ راست سے ڈگمگا جاتے ہیں، تو رجال الغیب کی مدد اور باذنہ وتوفیق الہی سے پھر راہ راست پر آ جاتے ہیں، اور شیاطین الانس اور تمام شیطان زادوں کا نتیجہ میں منہ کالا ہو جاتا ہے۔ مگر اس ایمان داری کو دیکھئے کہ مرزائی پرچوں میں بیعت کرنے والوں کے نام تو شائع ہوتے ہیں، اور سینکڑوں آدمی جو بیعت پر لعنت بھیج کر از سر نو اسلام میں داخل ہوتے ہیں ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جڑ سے ناک کٹتی ہے۔ پھر طرہ یہ ہے کہ جب مریدوں کی تعداد بتائی جاتی ہے، تو بیعت فسخ کرنے والے مستثنی نہیں ہوتے بلکہ بدستور قائم رہتے ہیں اور رجسٹر سے بھی ان کا نام خارج نہیں کیا جاتا۔ اور کیسا ہی گھاٹا ہو، مگر بار ہا ہی بتایا جاتا ہے۔ اور کاغذی ناؤ ہمیشہ جھوٹ ہی کے طوفان میں چلتی رہتی ہے، مگر کب تک۔ صداقت اور راست بازی ایسی شئے ہے کہ انسان کو اپنا گرویدہ کر لیتی ہے اور ہرگز اپنے قبضے سے نہیں نکلنے دیتی۔

پس جو لوگ کسی دھوکے میں آ کر بیعت کرتے ہیں وہ بوجہ نا تجربہ کاری اور سادہ لوحی یا جہالت کے آپ کو حق پر سمجھ کر پیر یا نبی یا امام الزمان مانتے ہیں، مگر چونکہ واقع میں آپ ایک دنیا پرست مکار ہیں، لہذا چند روز میں لفافہ کھل جاتا ہے، اور مطلب سعدی پڑھ کر سب ففروا ہو جاتے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیں آپ کو اپنا پیشوا سمجھیں اور چند روز میں انگوٹھا دکھا کر رخصت ہو جائیں اور پھر آپ کے نام کا کتا بھی نہ پالیں۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس سے ہر شخص پر آپ کی مکاری تھوڑے سے تامل کے بعد کھل سکتی ہے۔ جو شخص کسی سے بیعت کرتا ہے وہ خدا اور رسول کو بیچ میں ڈال کر ایک قسم کا معاہدہ کرتا ہے جس کا توڑنا امر اہم جانتا ہے۔ لیکن کوئی بات تو مکار مرشد میں ایسی دیکھتا ہے جو معاہدہ فسخ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے، حالانکہ اس نے بیعت اس واسطے نہ کی تھی کہ مجھے ایک روز اس کو توڑنا پڑے گا۔

بات کرنے میں رقیبوں سے ابھی ٹوٹ گیا
دل بھی شائد اسی بدعہد کا پیمان ہوگا

(شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی وکیم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸۔ ۲۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

مرزائیوں کے مکائد

کچھ عرصہ ہوا کہ شاہ جہان پور میں خدا جانے کہاں کا خدائی خوار ایک پنجابی مرزائی آنکلا جس کا بیان تھا کہ میں صرف مرزا صاحب قادیانی کے مذہب کی اشاعت کے لئے سیر وسیاحت کرتا ہوں۔ پھر کیا تھا، یہاں کے مرزائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی آؤ بھگت کی اور مرزائیوں کے گروگھنٹال نے، جن کی بدولت اس شہر میں یہ مذہب جدید جاری ہوا ہے، اپنے مکان پر مہمان کیا۔ اور خاطر تواضع کچھ نہ پوچھئے۔

اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکہ دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مرزا قادیانی کی حقانیت کے قائل ہوگئے ہیں اور مرزا قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں، اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کریں گے۔ اسی وجہ سے اب انہوں نے بہت عرصہ سے مرزا قادیانی کے خلاف کچھ نہیں لکھا، اور کوئی اشتہار ور سالہ وغیرہ اون کی تردید میں شائع نہیں کیا۔ اور ان کے اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نووارد مرزائی نے بھی کی، اور کہا کہ اگر یقین نہ ہو تو ابھی خط بھیج کر دریافت کرلو کہ وہ اب ہرگز مرزا صاحب قادیانی کیخلاف نہیں ہیں۔ اس پر میرے ایک مہربان نے جن سے مولوی (محمد حسین بٹالوی) صاحب موصوف سے خط وکتابت تھی اس بارہ میں استفسار کیا۔ مولوی صاحب موصوف کا جواب بلفظہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

راقم ابوالسخا محمد رفعت اللہ شاہ جہان پور

(اڈیٹر: ہم سے بھی بعض مرزائیوں نے کہا کہ مولوی صاحب کو من یر غب کی جھلک پر فریفتہ کیا گیا ہے مگر الحمد للہ کہ یہ بات غلط نکلی)۔

گرامی نامہ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

محبی سید صاحب ۔سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

۱۱مئی (۱۹۰۳ء) کا محبت نامہ وصول ہوا۔۱۹۰۲ء سے میں مرزا کی ایسی ہی خبر لے رہا ہوں جیسے آگے خبر لیتا تھا۔اور اس کو ایسا ہی گمراہ، خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا۔جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنہ کے کئی نمبروں میں اس کے ردّ میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے ہیں ۔اس جلد کی قیمت تین روپیہ ہے۔منگا کر ملاحظہ کریں ۔اگر قیمت نہ دے سکیں تو محصول ڈاک ۲۔آنہ خرچ رجسٹری ۲۔آنہ کل ۴۔آنہ کے ٹکٹ ارسال کریں اور بعد مطالعہ وکار براری جلد مذکور اسی طور واپس کر دیں۔میرا یہ خط جس کو چاہیں دکھائیں، مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے۔

ابوسعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنہ (شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی ویکم اگست ۱۹۰۳ء۔ص ۶۔۷)

مرزائی لوگ پادریوں کے مشنوں سے نکالے جاتے ہیں

مرزائی اخبار البدر مطبوعہ ۲۴ جولائی (۱۹۰۳ء) میں ایک نہایت اندوہناک مضمون چھپا ہے۔مضمون کیا ہے گویا سرخ آنسوؤں سے لکھا ہوا ماتم نامہ ہے۔کوئی صاحب غلام محمد نام امریکن مشن گورداسپور سے اس لئے موقوف کئے گئے کہ وہ مرزائی تھے۔البدر نے اس پر بہت کچھ واویلا کی ہے کہ پادری لوگ سخت متعصب ہیں وغیرہ۔،

اس مضمون کا..ناموزوں عنوان (کسر صلیب) رکھا ہے، حالانکہ واقعہ یہ بتاتا ہے کہ اس کا نام کسر منارہ یا کسر مسیح مجعول ہو۔مرزاجی اور ان کے حواری دنیا کو تو متعصب بتاتے ہیں مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے۔اس سے زیادہ اور کیا تعصب ہوگا کہ کسی نبی کے معجزات وخوارق عادات ان کو نہیں بھاتے ،اور سرے سے معجزات ہی کا انکار کر بیٹھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے نزدیک تمام انبیاء کرام کے مراتب وکمالات خواب وخیال بلکہ تقویم پارینہ ہیں، پھر آپ سے ساری خدائی کو تعصب کیوں نہ ہو۔جب آپ عیسی مسیح کو اپنی کتابوں میں گالیاں دیں،اور حواری ان کتابوں کو پڑھ کر عیسائیوں سے مباحثہ اور مناظرہ کریں،تو وہ عیسائی نہایت ہی بے غیرت ہیں جو آپ کے گروہ سے تعصب نہ رکھیں ،اور حتی الوسع ان کی جڑ ہیں کھود کر نہ

پھینکیں ۔اور درحقیقت یہ مقدس مذہب اسلام سے ارتداد کرنے اور ملحدانہ عقائد پر فریفتہ ہونے کی قدرت الٰہی سے سزا مل رہی ہے، اور انشاء اللہ ملے گی ۔تمام انبیاء کرام کو گالیاں، مسلمانوں سے جنگ، ہنود سے مہا بھارت، آریا سے پیکار، عیسائیوں سے کارزار ہے تو مرزائیوں کو زیر آسمان کہیں بھی پناہ نہ ملے گی ۔اور ہر مقام ہر دفتر ہر محکمہ سے ان کا تخم اکھڑ جائے گا ۔اور طلب معاش اور دانہ دانہ کی تلاش میں زمین کا گز بن کر پیوند زمین ہو جائیں گے ۔

مرزائی چونکہ.. یاوہ گوئی اور سبّ وشتم میں اپنے پیشوا کے قدم بقدم اور اس کے خوارق کے آئینے ہیں، لہذا سب جگہ مطعون اور خستہ وخراب ہیں ۔اور خود موجودہ زمانہ ان سے برسر جنگ ہے ۔اور یہی لیل ونہار ہے، تو چند روز میں دنیا دیکھ لے گی کہ مرزا قادیانی اور اس کی کاروائیوں کا نام ونشان بھی نہ رہے گا اور منارہ پر الو بولیں گے ۔انشاء اللہ تعالیٰ ۔

تار و پودے مے تند بر قصر قیصر عنکبوت
چغد نوبت مے زند بر گنبد افراسیاب

اور درحقیقت قادیانی مرزا جی کو اپنے نئے پنتھ کے پھیلنے کا بھی چنداں خیال نہیں، وہ تو کماؤ پوت چاہتے ہیں، جو اپنے گاڑھے خون کا کمایا ہوا روپیہ قادیان بھیجیں، اور منہ مانگے چندے دیں ۔اس لئے وہ اشتہار دیتے ہیں کہ جو مرید چندہ نہ دے گا، رجسٹر بیعت سے اس کا نام خارج ہوگا ۔پس وہ موٹا اور چرب شکار چاہتے ہیں ۔اڈیٹر (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی ویکم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸ ـ ۲۹ ـ جلد ۲۱ و ۲۳ ـ ص ۷ ـ ۸)

ماروں گھٹنہ پھوٹے آنکھ

امریکا میں ایک سوسائٹی ہے جو اپنے عمل سے انسان کو بے ہوش کر کے اس کی روح سے مردوں کی روحوں کے ساتھ ملاقات کراتی ہے ۔مذہب اسلام میں اس علم وعمل کا کہیں پتا نہیں ۔غالباً یہ ویسا ہی دھوکا اور کرشمہ ہے جیسے ہمارے ملک کے مداری پھنک ایک، پھنک دو، کہہ کر ڈگڈگی بجا کر لوگوں کو تماشا دکھاتے اور ان سے کوڑی پیسہ ٹھگتے ہیں ۔مگر مرزا جی اور ان کے حواری اس ضعیف الاعتقادی کو تسلیم کرتے ہیں ۔چنانچہ مرزائی

اخبار البدر میں کسی امریکن کی ایک چٹھی شائع ہوئی ہے جس کے راقم نے لکھا ہے:

بعض اعلی درجے کی روحوں نے ہمیں بتایا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب سے ۱۲ سال بعد فوت ہوا ہے، اور کچھ عرصہ کے بعد ایک پیتل کی تختی ملے گی جو اس وقت ریت میں دبی ہوئی ہے جس پر مسیح کی موت سے متعلق تمام ضروری باتیں پائی جائیں گی۔

اس پر البدر خوشی سے پھول کر منارہ بن گیا ہے اور لکھتا ہے کہ خدا کے وعدوں کے موافق حضرت مسیح موعود کے انتشار روحانیت نے کس طرح زمین کا تختہ الٹ دیا ہے اور آپ کی تائید میں کس طرح اہل زمین عیسویت کی تردید میں ہاتھ بٹا رہے ہیں، اور مسیح کو آسمان سے اتار کر زمین میں ایک دفن شدہ میت ثابت کیا جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں جب عالم ارواح کا علم مذکورہ بالا سوسائٹی کو حاصل ہے، تو خود مسیح کی روح سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ تم زمین میں دفن ہو، یا آسمان پر ہو۔ اور تمہارے اصلی واقعات کیا ہیں۔

دوم، مسیح بالفرض زمین ہی میں دفن ہیں، تو اس سے مرزا جی کا مسیح موعود ہونا کیوں کر ثابت ہوا۔ مسیح کی روح سے کیوں نہیں پوچھا جاتا کہ قادیانی مرزا، مسیح موعود ہے یا مسیح الدجال یا کچھ بھی نہیں۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ جولائی و یکم اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۲۸۔ ۲۹۔ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۸)

دعوی نبوت نے مرزا جی کا کسر شان کر دیا

جب مرزا جی اپنے استھان پر براجمان ہوتے ہیں اور گرد اگرد چیلوں کو دیکھتے ہیں، تو اس وقت کی خوشی کا عالم کچھ نہ پوچھئے۔ اور جب وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں اور یہ سارا جمگھٹ میری امت ہے، تو مارے خوشی کے داڑھی کا ایک ایک بال ایسا کھل جاتا ہے کہ عربی گھوڑے کی دم اور کسی مہنت لال گرو کے چنور اور اون اور ریشم کے لچھوں کو شرماتا ہے، اور مونچھیں کلابتو نہیں سونے کے تار بن جاتی ہیں۔ لیکن ہم سے پوچھئے تو مرزا جی نے اپنے مرتبے اور شان ... کے مطابق کچھ بھی ترقی نہیں کی۔ انبیاء کرام تو ایک لاکھ کئی ہزار گذرے

ہیں جب مرزا جی بھی نبی ہی رہے، تو کیا کمال کیا۔ وہ تو انبیاء کرام کے مقلد ٹھہرے، اور اپنے مرتبے سے گر گئے کیونکہ مقلد کبھی مجدد نہیں ہوسکتا۔

اور خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بھی ہوئے تو کون سا تیر امارا۔ اپنے شخصی اوصاف اور خواص اور تشخصات کا ہر شخص خاتم ہے، اور ہر شخص اپنے عوارض میں بے مثل ہے۔

اولوالعزمی تو اس امر کی مقتضی تھی کہ مرزا جی تقلید انبیاء کی بیڑی پاؤں سے نکال کر آگے بڑھتے۔ آج کل تو فلسفہ اور سائنس کا دور دورہ ہے۔ دنیا پرانے مردہ انبیاء سے اجیرن ہوگئی ہے، اور جدت پسندی انسانی طبائع کا خمیر بن گئی ہے۔ مرزا جی اول اول ایک بزرگ پارسا ہوئے۔ پھر الہامی، پھر صاحب کشف، پھر مثیل المسیح، پھر عین مین مسیح موعود اور مہدی مسعود، پھر ظلی اور بروزی نبی، اور امام الزمان، پھر خاتم الخلفاء بن گئے۔ اور یہاں آکر کاندھے سے جوا ڈال دیا، ہمت ٹوٹ گئی، حوصلہ پست ہوگیا۔ گویا مرزا جی کی ترقی کرنے کا اب کوئی زینہ باقی نہ رہا۔ واہ جی واہ! بس آپ اتنے ہی پانی میں تھے۔ بایں ہمہ الوالعزمی نمرود اور فرعون سے بھی گئے گزرے جو خدا بن گئے تھے۔ آپ کو جب اتنے زینے طے کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تو ہم ذمہ کرتے ہیں کہ خدا بننے میں بھی کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ فرعون بھی آخر آپ جیسا انسان ہی تھا۔ اس میں سرخاب کا کون سا پر تھا جو آپ میں نہیں۔

ہم کو مرزا جی کی ہتھیا ہارنے پر اس قدر غصہ آتا ہے کہ قابو چلے تو منارے سے سر دے ماریں اور سر پیٹ ڈالیں۔ بھلا غضب ہے نا کہ فرعون اور نمرود تو خدا بن جائیں اور مرزا جی ابھی تک نبوت ہی کے زینے پر دھرے رہیں۔ جس طرح فرعون کے زمانہ میں خود غرض احمقوں چپڑ قنانیوں ...کی کمی نہ تھی اسی طرح اب بھی کمی نہیں۔ کیا معنی کہ فرعون کو اول اول خوش آمدیوں نے خدا بنایا۔ رفتہ رفتہ فرعون ان کی چاپلوسی اور لابہ گری سے متاثر ہوکر واقعی اپنے کو خدا سمجھنے اور انا ربکم الاعلی کے نعرے مارنے لگا۔ پس جن الو کے پٹھوں، چغد کا بھیجا کھانے والوں، لقّوں کی قئے چاٹنے والوں، یاروٹ چکھنے والوں لنگڑے لولوں اپاہجوں نے مرزا جی کو نبی بنایا ہے کیا وہ خدا نہیں بنا سکتے۔ اگر چاہیں اور ہمت کریں تو ضرور بنا سکتے ہیں۔

اور ترقی نہ کرنے میں درحقیقت مرزا جی کا قصور نہیں کیونکہ وہ تو ایک پتلی ہیں، نہیں بلکہ بت پرستوں

کے ہاتھوں میں ایک مورتی ہیں کہ مندر کے جس استھان پر چاہیں رکھ دیں۔ قصور تو پوجاریوں اور مہنتوں کا ہے جو اپنی مورتی کو عالم بالا کے کنگروں پر نہیں بٹھاتے اور ابھی تک صرف خاتم الانبیاء کے زینے پر ٹپک رکھا ہے۔ اور سچ پوچھیئے تو جس طرح مرزا قادیانی نے اول اول نبوت کا اعلان نہ کیا تھا، اگرچہ نبی کے اوصاف اپنے اندر بتاتے تھے، اسی طرح اگرچہ اب کھلم کھلا اپنے کو خدا نہیں بتاتے مگر خدائی اوصاف کے ساتھ متصف ہونے کے ضرور قائل ہیں۔ کیا معنی کہ عالم الغیب خاص خدا کی صفت ہے۔ مرزا جی اپنی پیشین گوئیوں سے بتا رہے ہیں کہ میں بھی عالم الغیب ہوں۔ محیی اور ممیت خاص خدا کی صفت ہے، مگر مرزا جی بھی نمرود کی طرح انا احیی و امیت کے نقارے دنیا میں بجا رہے ہیں کہ میں نے اپنے فلاں مخالف کو اس کی مخالفت کی وجہ سے مار ڈالا۔ جتنے مخالف مرے سب میرے مارے ہوئے ہیں۔ پھر آپ کے مخالف تو علاوہ دیگر ممالک کے خود ہندوستان میں ۳۰ کروڑ ہیں، ان میں سے جو شخص مرتا ہے اس کو آپ ہی مارتے ہیں، ہاں مرزائیوں کو دوسرا خدا مارتا ہے جو آپ سے زبردست اور جبار وقہار ہے۔ یہاں آپ کی خدائی طاق میں دھری رہتی ہے۔ زندہ مخالفوں کو تو آپ مارتے ہیں، مگر اپنے مرزائیوں کو موت کے چنگل سے نہیں بچا سکتے۔ شروع سال پر پیشین گوئی کی کہ امسال میرے مخالفین بہت مریں گے۔ اب ہندو، مسلمان، عیسائیوں میں جو مرتا ہے اس کو آپ ہی مارتے ہیں۔ روم کے اسقف اعظم نے جو ۲۰ جولائی گزشتہ کو قضا کی تو البدر مطبوعہ ۳۱ جولائی میں لکھا ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب ہی کی پیشین گوئی سے مرا، کیونکہ وہ بھی مثل دیگر عیسائیوں کے مرزائی مذہب کا سخت مخالف تھا۔ اس کے مارنے والے بھی خیر سے آپ ہی ہیں۔ واہ رے مرزائیو! تمہاری عقل اور تمہارے عقیدے کے قربان جایئے۔

بس مرزا جی کے خدائی اوصاف تو ڈنکے کی چوٹ بج رہے ہیں مگر خدا ہونے کا ابھی تک پورا پورا اعلان نہیں ہوا۔ وہ بھی غالباً ہونے والا ہے۔ مہینوں یا برسوں یا دنوں کی تعداد تو مجدد السنہ مشرقیہ نہیں بتا سکتا ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام غرّے ڈبے جلد خاک میں ملنے والے ہیں کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند وطوطی ہند میرٹھ۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۰ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۲)

خصوصاً بمطالعہ شہزادہ عبدالمجید مرزائی لودیانوی بگذرد

(جن اشعار پر !!! کا نشان ہے، وہ عبدالمجید قادیانی کے ہیں جنھیں اس نظم میں مخاطب کیا گیا ہے)

الا مفسر قرآن مشو نہ خود رائی
حدیث مصطفوی خوان بہ چشم دانائی
بیان حق ز بیان رسول اگر فہمی
یہ بحکم انّ عـــلیـــنـــا بیـــانـــہ آئی
حدیث مصطفوی چیست وحی پاک خدا
تو در اطاعت آں جد و جہد بنمائی
عطا شد ست چو قرآن پاک با قرآن
بہ مصطفیٰ ز کرامات و فضل مولائی
جو اس میں ہو متکبر تو پوچھ قرآن میں
نماز و روزہ کی تفصیل ہے کہاں آئی
کہاں ہے قص شوارب ہے ذکر ختنہ کہاں
ممانعت ہے بہ تغییر خلق ایمائی
کہاں ہے لفظ محدث کہاں ہے حرمت خر
گدھا نہ کہا کہ گدھا کھا نے میں ہے رسوائی
حدیث ہی نے کہا ہوتے تھے محدث بھی
حدیث ہی نے خبائث کی شرح فرمائی
اسی طریق سے تفصیل کل ہے قرآن میں
نبی کو وحی خفی نے وہ سب ہے سمجھائی

حدیث گفت بہ شان و شکوہ و جاہ جلال
مسیح بشکند آخر صلیب ترسائی

ابو ہریرہؓ بہ الا لیـــؤمـــنـــن بـــــه
زبان کشودہ بہ تفسیر آن بگویائی

بہ ابن ماجہ روایت شدہ کہ گفت مسیح
دوبارہ آمدنم ہست عہد ایفائی

خدائے قبل قیامت مرا کند نازل
برائے کشتن دجال قوم موسائی

نمردہ عیسے و باز آید آمدہ بہ حدیث
بہ گفتہ حسن ز بصری دیدہ بکشائی

رسول گفت کہ من خاتم النبیّنم
کہ نیست ہیچ پس از من رسول بالائی

ز سی دجاجلہ آگاہ کردہ امت را
پئے رسول شدن ہر یکے تمنائی

بہ قادیان شد ازانجملہ یک ستمکارہ
نبی و مرسل یزدان ز قوم مرزائی

چو دور سیز دہم در زمانہ کرد ظہور
کشید فتنہ دجال سر بہ بالائی!!!

ہیں اوسکے نام کے اعداد تیرہ سو پورے
یہ صنعت او س نے ازالہ میں خود ہی دکھلائی

ہوا غلام جو موصوف قادیانی کا

وہ مبتداء ہوا دجال ہے خبر پائی
یہ پورا جملہ نبی بن کے قادیانی نے
خروج اپنے کی تاریخ ہم سے لکھوائی
خروج کردہ بہر گونہ کہ بعد آں کافر
بعشق لعبت تثلیث گشتہ سودائی!!!!
کہ نام محبت انسان و دأب صحبت حق
نتیجہ روح قدس در مرام مرزائی
نہیں جدا کوئی روح القدس یہ ہے تثلیث
جو احمقوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آئی
باتخاذ ولد کرد متہم حق را
باستعارہ ہمان اعتقاد ترسائی
مسیح راہ مرا حاصل ست ابنیت
نگفت ہیچ مریدے چہ ژاژ میخائی
باین خیال کہ اسلام را فرو بخورد
دہن کشادہ مثال نہنگ دریائی!!!
گرفت چنبر اسلام با ستیزہ و کیں
چنانکہ حلقہ زند اژدہائے صحرائی!!!
فسون و جادوئے مکرش قرار دلہا برد
شدہ مسخر او ہرزہ کار ہرجائی!!!
چنان اسیر بدام فریب او جہال
چنانکہ محو تماشا بود تماشائی!!!

متاع دین کہ چو گنجے بہ بعض دلہا بود
بہ برد جملہ بغاوت چوں خواب یغمائی!!!
گروہ بے خبراں خود ستودگان بادے
ستائشس بزنان ہمہ بیکتائی
جماعتے ست فراہم ز اعور و اعرج
کنند بر در وے روز و شب جبیں سائی
ز شور فتنہ تلخ زندگانی خلق
چنانکہ تلخی کام از مواد صفرائی!!!
نفست گفت جمالا منم مثیل مسیح
نمود چندے ازاں رفق مسند آرائی
شریک اس میں یہ عاجز بھی ابتدا سے تھا
جو پیش گوئی مسیحا کے حق میں ہے آئی
کہ وہ تو ہیں مہدی اور ظاہری مصداق
مجھے خدا سے ملی باطنی توانائی
تھے اس درخت کے ہم دونوں پھل مسیح اور میں
و لیک اب ہے مجھے برتری و بالائی
زباں پہ لاؤ نہ اب ذکر ابن مریم کو
ہے اس سے افضل و اعلیٰ غلام مرزائی
کجا مسیح کہ او پا نہد منبر من
ضمیر اس کی یہ کہتے ہوئی نہ شرمائی
کبھی تو لکھتا تھا آئیں گے وہ جلال کے ساتھ

اور آج بکتا ہے گم گشت آں مسیحائی
بنا تھا تو تو جمالی، جلال یہ کیسا
لگا جو بکنے چہ در انتظار عیسائی
تو مدعی تھا کہ عیسی دوبارہ آئیں گے
جہان میں بات یہ مامور ہو کے پھیلائی
اوسے تو لکھتا ہے ظاہر کیا گیا مجھ پر
وہ کون تھا ترا مظہر یہ کس نے سمجھائی
بر وے مشابہت تامہ چساں داری
مسیح رفعت بناکامی و بہ پس پائی
تو کامران و ترقی تست روز افزوں
بایں سخن بہ مریدان کنی دل افزائی
بانکسار و توکل بہ غربت و ایثار
نشان زندگی او لین؟ عیسائی
کجا ست زندگی ثانی مسیح اگر
مسیح مرد و نمانَدش کنون مسیحائی
اشارہ کرتا تھا قرآن سوے نزول جلال
خبر وفات کی تفسیر نیچری لائی
ہے احمدیہ لقب ٹھیک تیرے فرقہ کا
کہ یہ ہدایت اسی نیچری سے ہے پائی
ڈبو دیا تجھے تفسیر نیچری نے ارے
طمع کے دام میں ٹھوکر یہ کیا بری کھائی

وہ دابّہ علماء ہیں سو ہیں ترے مکفر
تو کیوں جمے نہ ترے منہ پہ کفر کی کائی
امید نیست کنوں باز ایستادہ شوی
کہ پیر گشتی دناید ز پیر برنائی
گماں بخویش مبر شیر مرد و برنایم
تو روبہی کہ بہ سلطان و زوجہ بر نائی
مگر ز آتھم و پنڈت بزرگ و شیخ و حسین
بگو ز دست رقیبت چسان شکیبائی
چہ غیرتے ست کہ از بہر زوجہ است ترا
بہ خصم شاد بہ بینش دول بیا سائی
وہ کیا وفات پدر ہی سے ہو چکی بیوہ
ارے یہ مرگ پدر کیسی بے سری گائی
چرا جداء ازو باوجود زوجـــــــــــــــــــــــنك
چو روز و شب ہمہ تن مجو ایں تمنائی
ازین کہ معنی تجدید نو نمودن شد
مجددی و بیک قول خود نئے پائی
گہے محدث گہ حارث و گہے مہدی
گہے مثیل وے و گاہ خود مسیحائی
نصیحتے ختمت اے ولید بوزنجر
زبان طعن بہ عیسے مسیح نکشائی
مغول ہستی و آلنقوا است جدہ تو

آلا دہن بہ محمد منم نیالائی
مگر کہ مہدی آل محمد آمدہ ام
ز نسل مرتضوی نیستی مغل زائی
ہر آنکہ مے شنود حیرتش ہمے گیرد
یکے مغل قرشی شد بہ طرفہ رعنائی
شدی محمد و احمد پس از غلامی وے
یقین کہ ہیچ نہء ہرزہ باد پیمائی
خلیل و آدم و نوح آمدی ہمہ یک جا
گذار بو الہوسی و شکستہ پیرائی
بحکم کل جدید لذیذ مفتونان
فدائے عشوہ ہر فتنہ کہ میزائی
رسول مدحت سلمان فارسی فرمود
تو از تتاسر کبر بر ثریائی
توئی کہ حارثی و مہدی و امام زمان
بکبر و مفسدہ ہر لحظہ خامہ فرسائی
نہ دین بدست تو چیزے نہ دولت ایمان
مجیب و مہدی و عیسائی بے سرو پائی
یہ بت فروشی ہے بنیاد بت پرستی کی
جو تو نے فوٹو میں تصویر اپنی کھنچوائی
بنا ہے یوں جو بروزی محمد آخر کار
تو صاف نکلا آواگون کا تولّائی

یہ معجزات رسل عیب مسمریزم تھے
بدیں سبب تو ز ایمان و دین معرائی
نہ شد حقیقت دجال و دابّہ معلوم
بہ مصطفیٰ کہ ز خوانشت و زلہ بر بائی
نباشد آنچہ بخوانش تو از کجا بخوری
مگر بہ مزیلہ کفر لب بیند ذائی
شدی مثیل مسیحے کہ دیر محبس اوست
تو نیز پا بہ سلاسل بہ قادیان شائی (مسیح الدجال)
ز حلیہ تو کند دور نقص دجالی
مجاور تو بیک چشمی و بیک پائی
وقو بہ کردن از الہام و پیش گوئی ہا
بہ پیش حاکم گورداسپور نہ شرمائی
دجاجلہ ہمہ رفتند و آخری باقیست
تو پیش خیمہ آئی بزور و رعنائی
ایا کہ بہر نجاتت ہمین قدر کافی ست
کہ ایں مسیح و غل بکشدت پذیرائی
بدیں حیات پذیرفتش چہ سود دہد
چو وقت قطع سبب ہا بود تبرائی
جواب بشنوی ازدے فـــلا تـــلــومــونــی
بیاس و غصہ یـــنــفــی بقعر تنہائی
کہ ہائی ہائے فلان را نے گرفتم یار

فغان و نالہ کنی ہردو دست خود خائی
پناہ تست خدایا ز فتنہ دجال
بہ ضعف بندہ عاجز خبیر و دانائی
ترا پرستم و بس آں موعدم گردان
بہ حق وصف رحیمی و شان یکتائی
محمد عربی ہادیم براہ تو بس
کہ در متابعت وی کنم جبیں سائی
پیٔے صلوۃ و سلام آں چنانکہ فرمودی
بروح پاک وے از ما قبول فرمائی

شہزادہ (عبدالمجید) صاحب اگر اس کا صحیح جواب بھیج دیں، یا کوئی اوران کا بھائی یا خود ان کا مسیح، تو مبلغ پانچ روپۓ انعام پائیں۔ مگر بدکلامی اور کذب سے بچیں۔ لودہانہ۔ ۳۔اگست ۱۹۰۳ء۔

مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ، ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

سبحان اللہ کتنا مضبوط اور مربوط اور ٹھوس اور مدلل اور مفخم کلام ہے۔ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا کیا منہ ہے کہ ایسا ایک بھی مصرعہ موزوں کرسکیں۔ اگر کوئی صحیح جواب دے سکے تو انعام ہم بھی دیں گے۔ کیوں بھئی مرزائیو، اب کیا دیر ہے۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ۔ ۸۔اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۰ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۲۔۶)

وہی حیات وممات مسیح

ہم عصر کرزن گزٹ (دہلی) کا نامہ نگار صلاح دیتا ہے کہ:

سنی علماء مرزائی علماء سے حیات وممات پر بحث کریں۔

ہماری رائے میں یہ بحث فضول ہے۔ ہم بارہا قرآن وحدیث سے مسکت مضامین اس مسئلے پر لکھ چکے ہیں۔ مگر مرزائی لوگ جنہوں نے ایک نیا نبی گھڑ لیا ہے، وہ قرآن وحدیث کے دلائل ہرگز نہ مانیں گے۔

مرزا جی تو آنحضرت ﷺ کے معراج کے بھی قائل نہیں اور اس میں بھی ویسی ہی تاویلیں کرتے ہیں جیسی حیات مسیح میں، گویا معجزات کے منکر ہیں۔ پس وہ معجزات پر ویسے ہی اعتراض کرتے ہیں جیسے آریا اور دہریئے کہ دو ہزار برس تک کوئی انسان بے کھائے پیئے کیوں کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور کیا حضرت عیسی کو حضرت مریم روٹیاں پکا کر کھلاتی ہیں۔ اور کیا آسمان پر کوئی پائخانہ اور سنڈاس بھی ہے جہاں حضرت عیسی بول و براز کرتے ہیں۔ یہ وہ اعتراضات ہیں جن کو سن کر سادہ لوح مسلمان ساکت ہو جاتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ ایسی گفتگوئیں ملحدانہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں اور بارہا کہہ چکے ہیں کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں سے یہ بحث ہی نہ کرنی چاہیے جب تک وہ یہ اقرار نہ کریں کہ ہم آریا یا دہریے ہیں، مسلمان نہیں۔ ان سے تو یہ کہنا چاہیے کہ تم مرزا قادیانی کا مہدی اور مسیح اور نبی اور امام ہونا ثابت کرو۔

ہم تھوڑی دیر کو فرض کئے لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر نہیں گئے، مگر یہ تمہارے لئے مفید نہیں۔ تمہارے لئے جب مفید ہو کہ جس کلام الٰہی سے تم مسیح کی وفات ثابت کرتے ہو، اسی سے دنیا میں مسیح موعود کا آنا بھی ثابت کرو، اور پھر قادیان سے اس کا خروج۔ وجہ یہ ہے کہ آپ احادیث کو یکساں نہیں مانتے، صرف ان احادیث کو مانتے ہیں جو آپ کے مطلب کی ہیں۔ مثلاً عیسی موعود کے آنیکی حدیث پر تو ایمان ہے مگر ثلا ثو ن د جا لو ن والی حدیث سے انکار ہے۔ گویا اس آیت پر عمل ہے کہ نؤ من ببعض و نکفر ببعض۔

بس آپ محض قرآن سے، جس پر آپ کا اور ہمارا اور تمام مسلمانوں کا یکساں اتفاق ہے، مسیح موعود کا آنا ثابت کریں۔ اسکے بعد خود بدولت کا مسیح ہونا۔

جتنے مہدی اور مسیح موعود آج تک گذرے، اور اب بھی مسیحیت و مہدویت کے تین مدعی موجود ہیں، ان میں سے کوئی مکار اپنے وعدہ میں سچا نکلا ہے جو آپ کے سچے ہونے اور محک امتحان پر پورا اترنے کی امید ہو۔ جیسی دلیل آپ پیش کرتے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر آپ کے رقیب پیش کر رہے ہیں۔ پس کس کو سچا ماننا چاہیے

ممات مسیح کو کوئی تعلق آپ کے دعوی سے نہیں اور یہ بھولے بھالے جاہل اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے لئے ایک سفسطہ ہے۔ ایسی تحریک کرنے والے ضرور مرزائی ہیں جو دھوکا دے کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا اور ان کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔ ذی عقل اور ذی ہوش

مسلمانوں کے لئے ہماری تحریر بالا کافی ہے اور ہم عصر کرزن گزٹ سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ایسی غلطی میں نہ پڑے گا۔ نہ ایسی دھوکا دینے والی بحث کے لئے کرزن گزٹ کے کالم کھولے گا۔ بلکہ مرزائیوں اور مرزا جی سے صرف ان کے مسیح موعود ہونے کے دلائل طلب کرے گا۔ اسی میں بخیہ کھل جائے گا اور دو ہی تین بحثوں میں ترکی تمام ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالی۔

اب رہا آپ کا یہ دعوی کہ میں پیشین گو اور رمال اور نجومی ہوں، علاوہ اس کے کہ آپ اس دعوی میں بھی ہیٹے اور جھوٹے ہیں جیسا کہ واقعات شہادت دے رہے ہیں، جن کے دوہرانے کی ضرورت نہیں، خود قرآن کی رو سے غیب دانی کا دعوی کرنے والے مردود ہیں۔ اور اگر آپ کو اپنے نظم ونثر کا دعوی ہے، اول تو اس کی بھی ہم کما حقہ چھتاڑ کر چکے ہیں۔ دوم، اصلی مسیح نے ناظم و ناثر اور شاعر بننے کا کب دعوی کیا اور قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعود ناظم اور ناثر اور شاعر بن کر آئے گا۔ کسی بات کا تو جواب دیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۰ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۶۔ ۸)

مرزائی مردہ زندہ ہو گیا

گذشتہ مرزائی اخبار میں لکھا ہے کہ فلاں مرزائی کا لڑکا سخت علیل قریب بمرگ تھا مرزا جی کی دعا اور توجہ سے زندہ ہو گیا۔

اس صورت میں تو تمام طبیب جو سخت سخت امراض کا علاج کرتے ہیں مسیح موعود ہیں، پھر مرزا جی کا مردے کو زندہ کرنا تو خلاف قانون فطرت نہیں مگر عیسی کا احیاء اموات خلاف فطرت ہے یعنی ابری ء الاکمه والابرص و احیی الموتی باذن الله.. الآیه سے مراد روحانی احیا ہے۔ جو بات دیگر انبیاء کے لئے محال ہے وہ مرزا جی کے لئے ممکن بلکہ واقع ہے۔ اس مسئلے کو آپ کی بلا جانے کہ

الممکن ممکن دائماً و المحال محال دائماً۔

پچھلے سال خود قادیانی مرزا جی کا کلوتا اور چاہیتا بیٹا ہاتھوں پر آ گیا تھا اور ام المرزائیین روتی بسورتی اپنے لاثانی نبی (شوہر) کے پاس آئی تھی کہ یہ آسمانی باپ کا پیارا ہو گیا ہے، اس کو واپس لاؤ۔

مرزا جی نے اسی وقت پھنک ایک، پھنک دو، کا بروزی چھو منتر پڑھ کر زندہ کر دیا تھا۔ اور اس کی شہادت خودام المرزائین نے دی کہ لیپا لک کی قسم، آسمانی باپ کی قسم، منارے کی قسم، مرزائی ٹھاکر دوارے کی قسم جو اس میں ذرا بھی شک ہو، ہو بہو عین اسی طرح ہوا۔

اب غور فرمایئے کہ ام المرزائین کی ایک شہادت دو لاکھ مرزائیوں کی شہادت کے برابر، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر جب خاص الخاص مرزا جی کا نور العین مر کر زندہ ہو گیا تو کسی مرزائی کا فرزند کیوں زندہ نہ ہو۔ اب تو مرزائی سنت جاری ہو گئی در ین چہ شک۔ بھلا ایسی حماقتوں پر وہی بے دال کے بودم ایمان لاتے ہیں جن کی آنکھیں نیل مکر کی سلائی پھر کر ابلیس علیہ اللعنۃ نے چوپٹ کر دی ہیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۰ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۸)

مرزا صاحب کا مکاشفہ یا تریا چلتر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ اما بعد

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی نذیر حسین صاحب بعد انتقال مرزا جی کی جماعت میں داخل ہوئے۔ (البدر۔ قادیان۔ نمبر ایک۔ جلد ایک)۔

اس مکاشفہ کے سمجھنے میں مرزا جی نے بڑا دھوکہ کھایا کہ اپنی ناپاک جماعت سمجھ لی۔ مولوی (سید نذیر حسین) صاحب تو اس جماعت میں داخل ہوئے جس کا ذکر حدیث ما انا علیہ و اصحابی میں ہوا ہے (مشکوۃ) اور جس جماعت کے تابع مولوی (سید نذیر حسین) صاحب زندگی میں تھے اور جس جماعت سے علیحدہ ہونے کے باعث مرزا صاحب مع ذریۃ خود بحکم ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار قابل دخول جہنم بن رہے ہیں۔

یہ عجیب قصہ اور غریب معمہ ہے کہ مولانا (سید نذیر حسینؒ) صاحب تو مرزا جی کو زندیق دجال فرماتے رہے، اور مرزا جی ان کو اپنی جماعت میں داخل شدہ بتاتے ہیں۔ ھذا شیء عجیب۔

نہیں نہیں! مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مریدین کے پرچانے کے واسطے تریا بید کا چلتر کھیلا ہے۔

یہ تو اس عالم غیبی کا حال ہے جس کی خبر کوئی سوائے مخبر صادق آنحضرت ﷺ کے نہیں دے سکتا۔ اور جس پر سوائے عالم الغیب والشہادۃ کے کسی کو اطلاع نہیں۔ مگر مرزا صاحب قادیانی جو کچھ کہیں بحکم حبك الشیء یصم و یعم مرزائی اندھا دھند سر تسلیم خم کرنے لگتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی اپنی جماعت کی طرف مائل اور داخل فرما کر اپنے اندھے مریدوں کو تسلیم کرا رہے ہیں اور بحکم: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔

غرض مرزا صاحب قادیانی نے عملاً قولاً: بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن، پر عمل کر کے دکھایا ہے اور اپنے آپ کو مضحکہ طفلاں بنایا ہے۔

ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی السرہندی۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۱)

مساجد کی بربادی کی آرزو کرنے سے مرزا اور مرزائیوں کی خانہ بربادی

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنی کتاب پاک میں فرماتے ہیں:

و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعی فی خرابھا اولئك ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ یعنی، اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے خدا کی مسجدوں میں وہاں اس کا نام لینے سے روک دیا اور بربادی کے لئے دوڑا یہ لوگ اس قابل نہیں کہ اس میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں ذلت اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

سبحان اللہ اس کلام معجز نظام کا یہ کیسا روشن معجزہ ہے کہ باوجود کسی کے مانع نہ ہونے کے بھی مرزائی لوگ مساجد میں داخل ہونے سے ڈرتے ہی نہیں، بلکہ ان کی خرابی و بربادی کے درپئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ مسجدیں برباد ہوکر ہمارے قبضہ میں آ جاویں گی۔ (البدر۔قادیان نمبر۵ جلد۱)۔

یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو ہر جگہ اور ہر موقعہ میں سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا، اور جیسے مرزائی مساجد کی ویرانی کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اسی طرح جہنم ان کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ بے شک بحکم:

ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد الله شاهدین علی انفسهم بالکفر اولئك حبطت اعمالهم و فی النار هم خالدون ۔ (توبہ ۱۷)

یہ معجزہ قرآنی ہے کہ مرزائیوں کے کفر وشرک کے باعث ان کا خیال معاذ اللہ مساجد کی بربادی کی طرف دوڑتا ہے، نہ آبادی کی جانب۔ کیونکہ تعمیر مساجد بحکم:

انما یعمر مساجد الله من آمن بالله و الیوم الآخر (توبہ :۱۸)

ایمان سے مشروط ہے، جس سے مرزائی کوسوں دور ومہجور ہیں۔ لاریب بحکم:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا (توبہ ۲۸)

ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مسجدیں تو بحکم:

ان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً

واسطے واحد پرستی کے ہیں۔ پس جو شخص تصویر اور تثلیث پرستی کا وطیرہ رکھتا ہے، اس کو مساجد سے کیا کام اور مساجد کی بربادی نہ چاہے تو کیا کرے۔ بھلا ابغض المخلوق، احب البلاد کی طرف کیوں جھکیں، وہ تو ابغض المواضع ومنارہ کی جس قدر پرستش کریں بجا ہے۔

الغرض مرزا صاحب قادیانی قولاً وعملاً اس امر کا کافی ثبوت دے رہے ہیں کہ بحکم آیت قرآنی معہ ذریتہ خود مجسم شرک وکفر ہیں، ورنہ مومن باللہ کی زبان سے بے ادبی اور توہین شعار الٰہی کی کب ہوسکتی ہے نہیں نہیں! جب کہ تعظیم شعائر الٰہی بحکم:

و من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب

اہل تقوی کا شعار اہل ایمان کا دثار ہے، تو مرزائی ان کی تعظیم کس طرح کر سکتے ہیں۔ قال اللہ تبارک وتعالی :

یو م یکشف عن سا ق و ید عو ن الی السجود فلا یستطیعو ن ۔

ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی السر ہندی۔(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶۔اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۲)

جواب کافی دینے پر دس روپیہ انعام کا وعدہ

البدر نمبر ۴ جلد ایک میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ عبداللہ آتھم نے پیش گوئی کے پہلے دن رجوع کیا تھا۔چالیس مسلمان اور عیسائی گواہ ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ اگر پہلے دن رجوع کرلیا تھا تو:

پندرہ ماہ تک اس کی موت کا کیوں انتظار کیا گیا۔

اور ہر طرف مرزائی جماعت میں شوروغوغا کیوں پڑا رہا۔

اور چہار جانب سے مرزائیوں نے تار کی گھوڑ دوڑ کیوں جاری رکھی۔

اور پندرھویں مہینے کے آخیر دن کے غروب تک قادیان میں مرزائیوں کا کیوں جھمیلہ رہا۔

اور پیٹ پیٹ کر اور رو رو کر کیوں دعائیں مانگی گئیں۔

اگر مرزا صاحب اس کا معقول جواب جس کو مخالفین مذہب تسلیم کرلیں عطا کریں،تو مبلغ دس روپیہ انعام۔ورنہ لعنت اللہ علی الکا ذبین۔ و السلا م علی من اتبع الھدی۔

ابولمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی۔(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۲)

وہی حیات وممات مسیح

قادیانی مرزا جی آیات قرآنی میں تحریف بالمعنی کرکے مسیح کو اس لئے مارتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہیں اور مخبر صادق کی بشارت کے موافق دنیا میں آئیں گے تو میں مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔لیکن آپ کا پیٹ پھر بھی خیالی پلاؤ سے نہیں بھر سکتا۔آپ اور آپ کے چیلے گلے میں منادی کا ڈھول ڈال کر عبث پیٹ رہے ہیں۔

پھر آپ کی تحریف اور تاویل بھی دو کوڑی کی ہے اس کی وجہ ایک تو خبط اور مالیخولیا اور فریب اور کید،

دوم جہالت ہے اگر کلام مجید کی بلاغت سے واقفیت ہوتی تو یہ ہذیان ہرگز نہ بکا جاتا۔

بل رفعه الله اليه.. میں آپ رفع روحانی بتاتے ہیں، یعنی روحانی بلندی یا رفیع الدرجاتی۔

اول تو سیاق آیت اس معنی کے منافی ہے، کیونکہ کلام مجید میں رفع سے جہاں کہیں رفع درجات مراد لی ہے، وہاں رفع کا مضاف الیہ ضرور مذکور ہوا ہے۔ مثلاً:

رفعناه مكانا عليا یعنی رفع مکان۔ اور

اليه يصعد الكلم الطيب و العمل الصالح يرفعه یعنی صعود کلمات اور رفع عمل۔

تھوڑی سی عربی استعداد والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ صعود کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں، جس کے مقابلے میں رفع موجود ہے، اس کے معنی بھی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ اور بل رفعه الله میں ضمیر مفعول عیسی کی جانب ہے، یعنی خود عیسی مسیح کو اٹھالیا، جہاں رفع کے ساتھ درجات یا مکان نہیں یعنی یوں نہیں فرمایا کہ بل رفعه الله درجاته۔

پھر قتل اور صلیب کے بعد رفع حیات ہوتا ہے یا رفع روحانی۔ رفع روحانی (روح کی رفیع الدرجاتی) تو حالت زیست میں بھی ہوسکتی ہے، کیونکہ روح حالت حیات میں بھی قائم وجود رہتی ہے۔ ہاں بعد ممات اس کا تعلق جسم سے قطع ہو جاتا ہے۔ انبیاء و اولیاء اور صلحا کی روح حالت حیات ہی میں بڑے بڑے درجے پاتی ہے۔ کیا عیسی مسیح حالت زیست میں رفیع الدرجات نہ تھے، جو بعد ممات ہوتے۔

ہاں مرزائی عقائد تو یہی ہیں کہ عیسی مسیح (نعوذ باللہ) نبی کیا معنی، مہذب انسان بھی نہ تھے۔ ہم حیران ہیں کہ بعد ممات رفیع الدرجات کیوں ہوئے۔ مرزا قادیانی اور مرزائی اپنے منہ پر تھپڑ ماریں۔

پھر ما قتلوه و ما صلبوه میں جو نفی قتل ہے، تو ضرور باعتبار مقابلہ کے بل رفعه الله میں نفی موت مقصود ہے۔ یعنی خدا تعالی اضراب تاکیدی کے ساتھ فرماتا ہے کہ نہ تو عیسی مسیح کو یہود نے قتل کیا، اور نہ سولی پر چڑھایا۔ بلکہ خدا تعالی نے اس کو زندہ اٹھالیا۔ اور اگر نفی موت مراد نہیں، تو نفی قتل نے کیا فائدہ دیا۔ اور حسب عقیدہ مرزائی اگر عیسی فوت ہو گئے ہیں، تو لفظ رفع بے کار ٹھہرتا ہے۔ پس یا تو ما قتلوه و ما صلبوه کو بے کار سمجھو، یا بل رفعه الله کو۔ قرآن مجید سے تو مرزا جی کا مطلب ثابت ہو نہیں سکتا اور

قرآن مجید حشو وزوائد اور اختلافات سے بالکل پاک ہے۔

ذرا خیال کرنا چاہیے کہ کلام مجید میں جہاں کہیں توفی کا لفظ آیا ہے، تو سیاق وسباق کے قرینے سے اس کے معنی موت کے ہیں، کہیں بھی لفظ رفع نہیں آیا صرف آیت یاعیسی انی متوفیك و رافعك الیّ میں رفع آیا ہے۔ اس میں بھی مرزا جی کے عقیدے کے موافق وہی خرابی ہے کہ جب وفات ہو چکی تو پھر رفع فضول، حالانکہ توفی کے معنی منجملہ دیگر معانی کے پورا کرنے کے بھی ہیں۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ میں تجھ کو نبوت کی پوری نعمت دوں گا، اور پھر اپنی جانب اٹھاؤنگا، یا تیرا درجہ بلند کرونگا۔ اگر توفی کے معنی پورا کرنے کے لئے جائیں نہ کہ وفات کے، تو رفع سے رفع درجات مراد ہو سکتی ہے۔

بل کے ساتھ اضراب کرنا اور پھر تائید میں کان اللہ عزیزاً حکیماً فرمانا ضرور ایک مہتم بالشان واقع پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ کیا ہے؟ عیسیٰ مسیح کا زندہ آسمان پر جانا۔ ورنہ رفع روحانی تو ہر ذی روح کا ہو جاتا ہے، عیسیٰ مسیح کی کیا خصوصیت ہوئی۔ اور اس صورت میں لفی شك منه بھی فضول ٹھہرتی ہے، کیونکہ رفع روحانی (سلب روح) میں کسی کو شک نہیں۔ علی ہذا شبہ لھم بھی بے کار ہوگا۔ یوں کہیے کہ سارا واقعہ بھی غلط ہوتا ہے۔

قادیانی مرزا جی کا تو صرف اتنا مقصد ہے کہ عیسیٰ مسیح دنیا میں اپنی موت مرے۔ اتنی سی بات کی خاطر آپ قرآن مجید کو جھٹلا رہے ہیں۔ قرآن جھوٹا ہو، حدیثیں غلط ہوں، مگر عیسیٰ مسیح کسی طرح مریں جن کو مسلمانوں نے زندہ رکھ چھوڑا ہے۔ پھر بھی مصیبت ٹل نہیں سکتی، یعنی آپ کسی طرح مسیح موعود نہیں ہو سکتے کیونکہ مسیح کی ممات سے کوئی تعلق قادیانی مغل کو نہیں۔

ہزاروں برس تک بے کھائے پیئے کسی کا زندہ رہنا اور طبقہ زمہریر تک کسی ذی روح کا صحیح سالم پہنچنا محال ہے، مگر آسمانوں کی چھتوں پر آسمانی باپ کا اپنے چہیتے لیپا لک (مرزا قادیانی) کی محبت میں دوڑے دوڑے پھرنا اور اس کی بھڑ اس میں بھیڑ کی طرح ممیانا اور گائے کی طرح ڈکرانا اور مرغی کی طرح پنکھ پھیلانا ممکن بلکہ واقع ہے۔ تمام انبیاء کرام کے معجزات خلاف فطرت، مگر مرزا جی کے مصنوعی فطرت کے خلاف نہیں۔ کیا معنی کہ رفعه اللہ میں رفع مسیح خدا کا فعل ہے، جو رفع کا فاعل ہے۔ خود عیسیٰ مسیح کا فعل نہیں جو مفعول ہیں۔ مگر

مرزا جی اس کے منکر ہیں۔ یہ بات بھی خلاف فطرت الٰہی ہے، حالانکہ فطرت الٰہی کے خود منکر۔ اس سے بڑھ کر کون سی بلادت، سفاہت، خرافت، حماقت یا قابل لعنت تہمت اور خلاف ایمان جرأت و جسارت ہوگی جو چند خود غرض نکھٹوؤں نے ان میں پیدا کر دی ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۲۔۴)

بہت بڑا نکتہ فرمایا

اخبار البدر قادیان مطبوعہ ۷۔ اگست میں قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں کہ

میرے خیال میں یہ بات گذری کہ دوزخ کے تو سات دروازے اور بہشت کے آٹھ۔ ایک نمبر کیوں بڑھ گیا، مگر معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ جرائم کے اصول بھی سات ہیں اور محاسن بھی سات۔ مگر ایک دروازہ رحمت الٰہی کا ہے جو بہشت کے دروازوں میں زیادہ ہے۔

ماشاء اللہ کیا کہنا ہے بھلا ایسے نکتے بجز مرزا قادیانی کے کون بیان کر سکتا ہے اور ایسے معمے کون حل کر سکتا ہے۔ یہ الہامی باتیں ہیں دوسروں میں ایسی باتوں کے القاء ہونے کا مادہ کہاں، کیوں جناب خدا کی رحمت کا بس ایک ہی دروازہ ہے باقی سات دروازوں میں رحمت نہیں، آپ کے موافق شائد زحمت ہے (معاذ اللہ) تو خدا کی رحمت کو آپ نے تنگ اور محدود کر دیا، حالانکہ بہشت جس کا نام ہے وہ خود رحمت ہے۔ بہشت کا گوشہ گوشہ رحمت ہے۔ بہشت کی ہر شئے رحمت ہے۔ خدا کا وہاں ہر وقت دیدار ہونا عین رحمت ہے۔ مگر یہ بات وہ سمجھے جو رحمت کی ماہیت سے واقف ہو۔ آپ رحمت خداوندی سے دور ہیں، لہٰذا رحمت کو کیوں جاننے لگے۔

مجدد (احمد حسن شوکت) پر یہ الہام ہوا کہ مرزا قادیانی بالکل جھوٹا ہے، اس پر ہم نے کوئی الہام نہیں۔ وہ چونکہ ہماری رحمت کو تنگ اور محدود بتاتا ہے تو جیسا ہم قرآن میں فرما چکے ہیں کہ ان الشیاطین لیوحون الی اولیاء ھم اس پر شیاطین الہام کرتے ہیں کیونکہ وہ ہماری رحمت کے منکر ہیں۔ بہشت کے آٹھ دروازے اس لئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ سبقت رحمتی علی غضبی یعنی میری رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۴۔۵)

الحاد کی تعلیم

اسی نمبر کے البدر قادیان میں قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں کہ

قرآن شریف سے جو نتیجہ نجات کے بارے میں استنباط (مستنبط) ہوتا ہے وہ یہ کہ نجات نہ تو صوم سے ہے، نہ صلوۃ سے، نہ زکوۃ وصدقات سے، بلکہ محض دعا اور خدا کے فضل سے۔،

بھلا اس سے بڑھ کر کون سی ملحدانہ تعلیم ہوگی کہ نجات خدا تعالی کے فرض کئے ہوئے فرائض اور احکام بجالانے سے نہیں ہوتی، بلکہ محض دعا اور خدا کے فضل سے ہوتی ہے۔کوئی شخص خدا تعالی کے احکام تو بجا نہ لائے اور صرف دعا کرلیا کرے تو کیا اس کی نجات ہو جائے گی، اور ایسے شخص پر خدا تعالی کیوں کے فضل کرسکتا ہے ۔کلام مجید کی پہلی تعلیم پارہ الم کے شروع میں یہ ہے:

يقيمو ن الصلوة ومما رز قنا هم ينفقو ن

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:

اولئك على هد ى من ر بهم و اولئك هم المفلحو ن

یعنی نماز پڑھنے والے، اپنی کمائی خرچ کرنے والے ہی فلاح (نجات) پانے والے ہیں۔علی ہذا، اسی مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔معلوم نہیں مرزا جی نے اپنے قول کے موافق مذکورہ بالا نتیجہ قرآن کی کون سی آیت سے مستنبط کیا ہے کہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج ادا نہ کرو، اور صرف دعا مانگو۔بس خدا تعالی فضل کرے گا۔بس اب کیا تھا، یار لوگ شراب خوری، عیاشی، فسق وفجور میں دھڑلے سے مصروف ہوں گے اور کبھی کبھی بھاگتے دوڑتے ٹکریں مارلیا کریں گے، اور دعا کرلیا کریں گے، بس بیڑا پار ہے۔اور جب محض فضل نجات کا ذریعہ ہے، تو اس کھڑاگ کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ فضل کی تعریف یہ ہے کہ بے علت ہو۔

اسلام کی بنیاد چار چیزیں ہیں۔نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔اور انہیں پر نجات منحصر ہے جیسے عناصر اربعہ پر اجسام کا وجود منحصر ہے، مگر مرزا جی انہیں چار ارکان کے مخالف ہیں۔گویا اسلام کی بنیاد ڈھانا اور مسلمانوں میں وسیع المشربی کا طوفان پھیلانا، اور سب کو اسلامی شریعت سے آزاد اور مطلق العنان کرنا چاہتے ہیں۔اللہ اللہ!

وہ نماز جس کی نسبت آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

من ترك الصلوة معتمداً فقد كفر

اور : الفرق بين المومن و الكافر الصلوة

اور خود قرآن مجید میں ہے:

فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون

اور : اذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى

دیکھو نماز میں سستی کرنے والوں کے لئے وعید ہے، تو تارکوں کے لئے کیسی وعید ہونی چاہیے۔ لیکن قادیانی مرزا جی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اور مسلمانوں کو تارک الصلوۃ بنانا اور فرقہ مرجئہ میں داخل کر کے جہنمی کرنا اور اسلام کو دنیا سے مٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلام تو کسی کے مٹائے تا قیامت مٹ نہیں سکتا، سینکڑوں ملحد اور مرتد پیدا ہوئے، مگر خود ہی مٹ گئے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳ ص ۵)

بے معنی الہام

قادیانی مرزا جی نے حال ہی میں تازہ بتازہ نو بنو ڈال کا ٹوٹا یہ الہام بیان کیا کہ

الفتنة و الصدقات۔ اور فرمایا کہ: اب الہام بھی اسے کیا کہیں، ایسی صاف اور واضح وحی ہوتی ہے کہ کسی قسم کے شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں رہتی، شاذ و نادر ہی کوئی ایسی وحی ہو تو ہو، ورنہ ہر وحی میں پیشینگوئی ضرور ہوتی ہے۔

درین چہ شک! الہام کیا معنی، یہ تو آسمانی باپ کی وحی ہے، جس کا مطلب یا تو آسمانی باپ نے سمجھا ہے یا لیپا لک (مرزا قادیانی) نے۔ الہام تو ابلاغ و تبلیغ اور ہدایت کے لئے ہوتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ واضح ہو، صاف ہو۔ کیا ایسا مجمل اور مہمل اور نا تمام کلام، ربانی الہام ہو سکتا ہے جس کا سر ہے نہ پاؤں۔

فتنہ اور صدقات، علاوہ اس کے کہ باہم متضاد ہیں، کیونکہ جہاں صدقہ اور خیرات ہوگا، وہاں کسی قسم کے فتنہ کو ہرگز دخل نہ ہوگا، اگر ان کو معطوف و معطوف علیہ مانا جائے، تو صرف مبتداء ہوگی جس کی خبر غتر بود ہے

۔ بظاہر معلوم نہیں ہوتا کہ صدقے اور فتنے دونوں جمع ہوکر کیا کریں گے۔ لیکن مجدد (احمد حسن شوکت) اس کے معنی لیپا لک اور آسمانی باپ دونوں سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرزائی لوگ کفر اور الحاد شرک اور بدعت کے کاموں تعمیر وغیرہ میں صدقات (چندہ) دیں گے اور فتنہ (غضب الہی) میں مبتلاء ہوں گے۔

اس الہام کے حقیقی معنی تو یہی ہیں اور لیپا لک (مرزا قادیانی) نے اس کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ جلد جلد چندہ دو، ورنہ فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ سر نیچے ہوگا اور ٹانگیں اوپر۔ اور پھر کیا عجب ہے کہ سولی پر لٹکائے جاؤ کیونکہ قادیانی مسیح وہ مسیح نہیں کہ خود سولی پر لٹک کر دنیا کا کفارہ بنے اور سب کو پاک کر دے۔ یہ تو وہ مسیح ہے کہ اوروں کو سولی پر چڑھائے گا اور خود ناپاک رہے گا۔

یہ ویسا ہی الہام ہے جیسا چند سال قبل ہوا کرتا تھا کہ فلاں اور فلاں مارا جائے گا، اس کے پیٹ میں بغدا بھونکا جائے گا، اور اس کے سر پر آرہ چلایا جائے گا، فلاں کو کولہو میں پیلیں گے، اور فلاں کو تہِ تیغ کریں گے۔ اتنا فرق ہے کہ یہ غضب ناک الہام خاص و عام دونوں کے لئے تھا جس کی بولتی مجسٹریٹ گورداسپور نے بند کر دی۔ لیپا لک (مرزا قادیانی) اور باپ (مرزا قادیانی کا ملہم) دونوں سہم گئے۔ خطا ہو گئے، اب از سر نو یہ غضبی الہام خاص خاص مرزائیوں کے لئے ہوا ہے کہ بچہ جی! صدقہ نہ دو گے، تو ایسے اڑ گڑے میں جوتے جاؤ گے کہ لید تک نکل پڑے گی، اور گھاس دانہ اور راتب سب بھول جاؤ گے۔ کبھی کبھی کا کھایا پیا اگلنا پڑے گا۔

ہم تو کچھ نہیں کہتے، ہاں مرزائیوں کو چوہے کا بل ڈھونڈ لینا چاہیے۔ خیر اسی میں کہ جو کچھ کماؤ سیدھا قادیان کو چلتا کرو، ورنہ تم ہو اور طرح طرح کے فتنے اور بلائیں ہیں۔ پھر تو بھاگتے راہ نہ ملے گی۔ نہ آسمان پناہ دے گا نہ زمین۔

اسکے مقابلے میں مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ پر یہ الہام ہوا ہے کہ:

الفتنة و الد جا ل ۔ البرو زی و الطا عو ن۔ البروزی و اللعنة ۔ الملحد و النار ۔ المفتری و الا د با ر ۔ و الکذا ب البطا ل و الد جال ا لکذا ب ۔ و السجین ۔ الجا عل و العذا ب المهین ۔ المنکر المر تد المر ید و سو ط النار و الحد ید ۔ و غلوهتم الجحیم ۔ صلوه ثم فی سلسلة زر عها سبعو ن زرا عاً دا سلکو ه ۔

لعنتی الی یو م الدین

ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ ہمارا الہام فصیح و بلیغ مربوط و مضبوط ہے یا آسمانی باپ کا الہام جو لیپا لک پر ہوا ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ١٦۔ اگست ١٩٠٣ء نمبر ٣١ جلد ٢١ و ٢٢٣ ص ٦۔٧)

مسیح موعود کے زمانے میں عمریں بڑھ جائیں گی

قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں:

اس کے یہ معنی نہیں کہ موت کا دروازہ بند ہو جائے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ جو لوگ اس کے (جعلی مسیح کے) موید اور جان و مال سے اس کے ساتھ ہوں گے اور ہر حال میں اس کے شفیق و رفیق ہوں گے ان کی عمریں بڑھا دی جائیں گی اور وہ لوگ دیر تک زندہ رہیں گے۔ الخ

اس مردودیت و نمرودیت اور استکبار کو ملاحظہ فرمایئے کہ مذکورہ بالا عبارت میں مردود نے خدا تعالیٰ کا کہیں نام نہیں لیا۔ صرف یہ لکھا کہ ان کی عمریں بڑھا دی جائیں گی، گویا یہ دجال عمریں بڑھائے گا۔

کلام مجید میں تو خدا تعالیٰ یہ حکم دے کہ

لا تقو لن لشیء انی فا عل ذ لك غداً ا لا ان یشا ء الله

اور یہ مردود استثناء بھی نہ کرے، گویا اپنے کو فاعل و مختار اور قادر مطلق سمجھے، پھر اعمال حسنہ اور تقوی اللہ کا بھی ذکر نہیں، صرف مسیح موعود کا ذکر ہے کہ جو لوگ جان و مال سے اسکے ساتھ ہوں گے، وہ ان کی عمریں بڑھا دے گا۔ اس کا دوسرا پہلو یہ نکلا کہ جو لوگ جان و مال سے اسکے ساتھ ہوں گے، اور جس طرح ممکن ہوگا سو گھر مار، ڈاکہ ڈال کر بھی لوگ چندہ نہ دیں گے، ان کی عمریں کم ہو جائیں گی اور وہ مر جائیں گے۔ گویا خلق اللہ کی حیات و ممات مرزا قادیانی کو چندہ دینے اور نہ دینے پر موقوف ہوئی۔

ہم حیران ہیں کہ جب مرزا جی چندہ نہ دینے والوں کی عمریں گھٹا سکتے ہیں، یعنی ان کو ہلاک کر سکتے ہیں، تو چندہ دینے والوں پر ہمیشہ کے لئے موت کا دروازہ کیوں بند نہیں کر سکتے۔ الغرض مقصود تو چندہ ہے جس طرح بنے چندہ دو۔ چندے ہی کے لئے طرح طرح کی دھمکیاں ہیں۔ جرنیلی آرڈر ہیں۔ الہام بھی اسی کے

ہوتے ہیں۔ وعظ بھی اسی کا ہوتا ہے۔ مرزائی اخباروں کا کوئی پرچہ ایسا نہیں ہوتا جس میں چندہ کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے جاتے ہوں، اور یہ تازیانہ نہ جمایا جاتا ہو، اور دھمکی نہ دی جاتی ہو کہ جو لوگ چندہ نہ دیں گے بیعت کے رجسٹر سے ان کا نام خارج کر دیا جائے گا۔

بھلا کسی نبی نے آج تک ایسا کیا ہے، اور یوں کاسہ گدائی گھر گھر اور در در پھرایا ہے کہ میرے پاس وہی لوگ آئیں جو چندہ دیں۔ یعنی موٹی چڑیا اور چرب شکار ہوں۔ انبیاء کرام کو تو سب سے پہلے غریبوں اور مسکینوں نے قبول کیا ہے، اور وہ لوگ انبیاء کرام کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں جنھوں نے دنیا پر لات ماردی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے انبیاء کرام نے دنیا پر لات ماری ہے۔ پھر مرزا جی بارہا اسباب پرستی کے خلاف وعظ کرتے ہیں اور توکل کی تلقین کرتے ہیں، لیکن چندہ طلب کرنا اسباب پرستی نہیں، یہ خدا پرستی ہے۔ یہ تو کھلی شکم پرستی اور عیش پرستی ہے۔ مرزا جی کی نبوت اور بعثت کا وجود تو صرف چندہ پر ہے۔ یہ نہیں تو نبوت گاؤ خورد اور بعثت دریا برد ہے۔ لا حول و لا قوة الا باللہ۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷۔۸)

اسلام سے ارتداد کی وجہ

قادیانی مرزا جی سچ کہتے ہیں کہ خود غرض آدمی اغراض کی وجہ سے اہل اقبال کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ لوگ مرزائیت سے کیوں تائب ہوتے ہیں اور کس لئے فسخ بیعت کرتے ہیں، اس کا جواب مرزا جی نے کتنا معقول دیا ہے۔ مطلب یہی ہوا نا کہ میں دولت مند ہو گیا ہوں اس لئے لوگ میرے پیچھے ہو لئے ہیں۔ یہ بات مرزا جی نے تجربے سے کہی ہے کیونکہ بہت سے خود غرض اپاہج جن کو ہر طرف سے جواب مل گیا ہے، اور خدا نے بھی ان کو جواب دے دیا ہے، قادیان میں پڑے روٹیاں توڑ رہے ہیں، اور مرزا جی کے دم قدم اور ان کے منارے کی خیر منا رہے ہیں کہ اس کی جڑ تحت الثری میں ہو، اور شاخیں عالم بالا میں۔ یہ لوگ بے شک اسلام ہی سے ارتداد کر کے قادیان آئے ہیں۔ جب دولت مندی اور اقبال مندی ہے تو خلوص اور للّٰہیت معلوم۔ غریب غرباء اور اپاہج اور نادار مفلس تو محض لالچ اور طمع سے شامل ہوتے ہیں وہ پکے مومن نہیں ہیں۔ سچے اور پکے مومن تو مالدار ہیں جو مرزا جی کا خزانہ بھرتے اور آپ کی مستورات کو سونے کے جڑاؤ زیوروں کے

بنانے کا موقع دیتے ہیں۔پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام منافقین جو قادیان میں تر لقمے کھا کھا کر اینڈ رہے ہیں، بیک بنی و دوگوش بارہ پتھر باہر نکال دیئے جائیں، اور ان کی جگہ قارون کے پوتے پڑپوتے وارد کردیں جو کماؤپوت بن کر رہیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶۔اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۱ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۸)

مسیح اور مہدی کیوں پیدا ہوتے ہیں

فطری طور پر انسان اپنے کو دوسرے با اقبال انسانوں کی مانند بنانا چاہتا ہے، اور اس مقصد کے لئے طرح طرح کی تدابیر اور وسائل اور مکر وحیل کام میں لاتا ہے۔دنیا میں اکثر واقعات بلکہ خونریزیاں اسی رشک اور خبط اور دنیوی جاہ وجلال کے لئے ہوئیں۔سوڈان میں مہدیوں کے متواتر پیدا ہونے کے یہی وجوہ ہیں۔ قادیانی مرزا جی نے سوچا کہ نبی بننا کیا مشکل ہے، نبوت میں کون سا عنقا کا پر ہے۔ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر جو دنیا میں گزرے ہیں سب کے سب انسان تھے۔اگر وہ انسان نہ ہوتے بلکہ فرشتے ہوتے، تب تو البتہ مشکل تھی مگر جب ہر جگہ انسانیت ہی کا ظہور ہے، تو جو کام ایک انسان نے کیا، کیا وجہ ہے کہ اس کو دوسرا انسان نہ کر سکے۔اور جو صفت ایک انسان میں ہے، کیا وجہ ہے کہ دوسرے انسان میں نہ ہو، یا وہ اپنے میں پیدا نہ کر سکے۔ قدرت الٰہی بخیل نہیں، وہ سب کو ایک آنکھ دیکھتی ہے، وہ ہر انسان کو نبی بنا سکتی ہے۔ بلکہ خود ہر انسان چاہے تو نبی بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اپنے کو پست فطرت نہ بنائے، اور اولوالعزمی کو طاق نسیان پر نہ دھرے۔

مرزا جی نے کہا حواس خمسہ قوت مدرکہ دماغ عقل وغیرہ جو کچھ انبیاء میں تھا، مجھ میں بھی موجود ہے بلکہ ان سے کئی حصہ زیادہ۔اور کسی شخص کا امتی (غلام) بننا ایک ذی عقل اور ذی ہوش کے لئے باعث ننگ ہے اور عالی فطرت انسان کا کام ہے کہ اوروں (جاہلوں اور وحشیوں) کو اپنا امتی بنائے، نہ کہ خود کسی کا امتی اور غلام بنے ۔والدین نے میرا نام غلام احمد رکھا، اگر وہ زندہ ہوتے تو میں مزہ دکھاتا۔باپ کی تو داڑھی گھسوٹا اور ماں کا چونڈا پکڑ کر گھسیٹتا کہ تم نے کیا جھک مارا کہ مجھے عرب کے ایک امی کا غلام بنا دیا۔خیر میں اب اس کی یوں تاویل کرتا ہوں کہ احمد خود میں ہوں، یعنی آپ اپنا غلام ہوں۔خود ہی غلام اور خود ہی آقا ہوں۔ایسے تیسے ماں باپ نے جیسی میری توہین کی تھی، اس سے سو حصہ زیادہ میں نے اپنی عزت ووقعت بڑھالی۔کیا معنی کہ خود نبی بن گیا

اور دولاکھ آدمیوں کو اپنی امت (غلام) بنا کر ان کی ناک میں نکیل ڈال دی۔اب جس طرح چاہتا ہوں ان سے اٹھک بیٹھک کراتا ہوں، اور اون کا گاڑھے خون کا کمایا ہوا روپیہ مانگ لیتا ہوں، اور سقنقوری حلوہ اور معجونیں کھاتا ہوں،۔

دوم، جب حیا اور ایمان اٹھ گیا، تو انسان سب کچھ بن سکتا ہے۔ نبی کیا معنی، خدا بن سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ دنیوی طمع اور حبّ جاہ نے مرزا قادیانی کا کانشنس بالکل الٹا توّا بنا دیا، نور ایمان سلب ہو گیا۔اب اپنے کو جو چاہیں بنا دیں۔تمام کاروائیاں کانشنس کے خلاف ہیں۔اپنی غلطی کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی پیشین گوئیاں عبداللہ آتھم کا مرنا، اور آسمانی منکوحہ کا ان کے قبضے میں آنا وغیرہ سراسر غلط نکلیں۔لیکن مرزا جی سے غلطیوں کا کوئی اقرار تو کرالے۔آسمانی باپ ہی آسمان سے نازل ہو کر غلطیوں پر متنبّی کرے جب بھی انشاء اللہ اقرار نہ کریں گے۔اقرار کریں تو نبوت باطل ہوتی ہے کیونکہ نبی جھوٹ نہیں بولتے۔لیکن چونکہ مرزا جی اپنے جھوٹ کے سچ کرنے کی تاویلیں گھڑتے ہیں، لہذا ایک جھوٹ کے ثابت کرنے کو بہت سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر بھی سچے نبی بلکہ خاتم الانبیاء ہیں۔

مرزا جی کو اپنے پاکھنڈ کا حال اچھی طرح معلوم ہے۔وہ خوب جانتے ہیں کہ میں روپ گانٹھ رہا ہوں ان کو خوب معلوم ہے کہ جس طرح ۱۳سو برس میں میرے دوسرے بھائی جعلی مہدی وغیرہ بنتے چلے آئے ہیں اور اب موجود ہیں، ایسا ہی میں ہوں۔اور ممکن ہے کہ میرے بعد بھی کوئی عیار اور چالاک پیدا ہو کر..مہدی بن جائے، پھر بھی اپنے کو خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بنالیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ بروزی اور ظلی محمد ہیں، یعنی آنحضرت ﷺ کی روح اطیب نے ان کے جسد اخبث میں حلول اور بروز کیا ہے۔ بروز اور حلول اور تناسخ تینوں ایک ہیں۔گویا آپ نے ہنود پر یہی ثابت کرنا چاہا ہے کہ..جس کلینک اوتار یا کلجگ اوتار کے آنے کا ذکر ہے وہ میں ہوں، تو چونکہ آپ اپنے کو آنحضرت ﷺ کا بروزی بتاتے ہیں اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے تو بروزی بھی ضرور ہے کہ خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) ہو۔اس لئے آپ نے اپنے کو خاتم الانبیاء کا لقب عطا کیا ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ آپ عیسی مسیح بھی بنے، مہدی بھی بنے، بروزی محمد بھی بنے، کلنک اوتار بھی بنے، مگر نہ تو عیسائیوں نے آپ کو مسیح مانا، نہ مسلمانوں نے مسیح اور مہدی، نہ ہنود نے کلنک اوتار اور آریا نے تو ایسی گت بنائی اور بنا

رہے ہیں کہ مرزا جی کا دل ہی جانتا ہے۔ اگر آپ سچے ہوتے تو کوئی گروہ تو مانتا۔ نظروں میں گر جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ سبھی کچھ بن گئے۔ مجدد نبی مسیح مہدی اوتار، مگر بالآخر کچھ بھی نہ رہے۔ سر پر برنگ زلف چڑھے اور گر گئے۔ اور کچھ بگڑے دل یا اعجوبہ پرست یا بھوکے مسلمان آپ کے ساتھ ہو لئے ہیں، تو ان پر نہ پھولئے۔ یہ چند روز کی ہوا ہے۔ جب تارو پود کھل جائے گا تو یکے بعد دیگرے سب کے سب فـفروا ہو جائیں گے۔ چنانچہ ٹپکا ٹپکی تو ابھی سے لگ گئی ہے۔ یہ خدا کی عنایت اور جادہ توفیق محض ضمیمہ کی وجہ سے ہے۔

سوم: سادہ لوحی اور بوالہوسی، انسان کے ساتھ لگی ہے۔ جب تک حمقاء کا وجود دنیا میں باقی ہے، جھوٹے مہدی اور مسیح اور نبی پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ اس معاملہ میں وحشی اور مہذب قومیں دونوں برابر ہیں۔ کیا معنی کہ جس طرح سوڈان میں متواتر مہدی پیدا ہوئے، اسی طرح اب یورپ میں مسیح پیدا ہوئے۔ لندن میں مسٹر پگٹ اور پیرس میں ڈاکٹر ڈوئی۔ اگر یورپ میں فلسفہ کی تعلیم نے جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے عقل مندی پھیلائی ہوتی تو مسیحوں کا پیدا ہونا محال تھا۔ صدق اللہ: ان الانسان خلق ھلوعاً،

جب عالم بالا کی تہذیب اور تعلیم و تربیت کی یہ کیفیت ہے، تو ہندوستان جو جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہے اور پھر مسلمان جو اعجوبہ پرستی میں لاجواب ہیں، کیوں مہدی اور مسیح پیدا نہ کرلیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مرزا جی عیاری خراری چالاکی بے باکی میں آج کے روز اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ دس پانچ ہزار آدمیوں کو مونڈنا اور پھر ان سے رقمیں اینٹھنا اور مختلف کارخانے کھڑے کر دینا، ہر شخص کا کام نہیں۔ پھر دل اور گردہ بھی بہت بڑا ہے، یعنی بعد ختم نبوت نبی بن جانا مرزا جی کے سوا دوسرے مسلمان کا کام نہیں۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۲ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۲)

قادیانی مرزا اور امیر کابل

کچھ دن گذرے کہ ملا لطیف جو علاقہ سرحد میں جاگیر دار تھا، اور امیر کابل سے اچھا رسوخ رکھتا تھا، حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا۔ تقریباً ایک ہزار روپیہ امیر کابل کی طرف سے اس کو زادِ راہ ملا۔ جب ملا صاحب مکہ معظّمہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں قادیان میں وارد ہوئے اور قادیانی مسیح موعود کی باتوں میں آکر ان کے

مرید بن گئے۔ مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ فسخ کر کے مرزا صاحب کے لئے وعظ کرنے کی ٹھانی۔ جب یہ معاملہ امیر کابل کو معلوم ہوا تو انہیں کسی طرح بلوا کر سمجھایا کہ یہ فرقہ خارج از اسلام ہے اور مکہ معظّمہ اور مدینہ کے علماء کے فتوی موجود ہیں، لہذا اس خیال سے باز آوٴ۔ اور سوچنے کے لئے مہلت بھی دی گئی۔ لیکن ملا لطیف اپنی ہی بات پر ڈٹے رہے۔ اور یہ امید رہی کہ اگر ہم کو کوئی ایذا پہنچاوے گا، تو اس کی خبر ہمارے مسیح کو بذریعہ الہام پہلے ہی ہو جائے گی، اور وہ ضرور مدد کریں گے۔ لیکن بعد ایام مہلت ملا صاحب توپ کے سامنے کھڑے کر کے اڑا دیئے گئے۔

ہم بڑے افسوس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ شائد اب وہ الہام کی تار، جو آسمانی خدا اور قادیانی مرزا کے درمیان لگی ہوئی تھی، جس کے سبب سے وہ آنے والے واقعوں کو پہلے ہی جان جاتے تھے، ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن نہیں، شاید بوڑھا ہونے کے سبب وہ الہام کا مقناطیسی اثر جاتا رہا ہے یا دوسرے بادشاہ کی حکومت میں یہ ڈھکوسلے نہیں چل سکتے۔ خیر کچھ ہو پول تو کھل ہی گیا۔

نوٹ: یہ بالکل سچ ہے کیونکہ یہ میرے ایک دوست سے ملا لطیف کے چچیرے بھائی نے بیان کی ہے۔ اور اس واقعہ کو ایک ماہ کے قریب گذرا ہے۔ راقم: نامہ نگار سرحد ساکن بنوں۔ پنجاب سماچار۔

اڈیٹر شحنہ۔ ضمیمہ میں اس معاملے پر بحث ہو چکی ہے اور ایک صاحب اعلان دے چکے ہیں کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب افغانستان جائیں تو میں پچاس ہزار روپئہ دینے کو تیار ہوں۔

اور ہم تو کہتے ہیں کہ مرزا جی کابل خود تو کیا جائیں گے، اپنا ڈیپوٹیشن بھیجتے ہوئے بھی کپکپاتے ہیں کیونکہ افغانی عملداری میں ملحدوں اور مرتدوں کے ساتھ زبان سیف سے تصفیہ کیا جاتا ہے، نہ قلم و زبان سے۔ وہاں دلیل و لیل طاق پر دھر دی جاتی ہے، اور سیدھا دار البوار کو چلتا کر دیا جاتا ہے۔

کشتہ زن تو میگوئی کہ من نبی ہستم متنبّی الٰہہ ہستم، مسیح موعود ہستم، مہدی ہستم مایاں یار سر تراش دوش تو جدا میکنم وترا ازیں زحمتہا کہ برخود قبول کردہ ءِ رہا ہم اے مادر بخطا، باش کہ ترا نزد ندیمان و جلیسان وانیسان تو یعنی نزد نمرود و فرعون میرسانید وخطہ پنجاب بل قلمرو ہندوستان را از وجود بے بہبود وجسم خبیث تو پاک کنیم۔

یہ کہہ کر ایک بغدا رسید کرتے ہیں، تو سر بھٹا سا گردن سے الگ جا پڑا، اور دوسرا بغدا جو رسید کیا جاتا ہے تو زمین پر آنتوں کا ڈھیر ہو گیا، ادھر دوزخ کے مالک نے ندا دی کہ اہلاً وسہلاً خوش آمدی۔ اور جناب باری نے حکم دیا ... فوق رأسه من عذا ب الحميم ذق انك انت العزيز الكر يم ۔ بھلا مرزاجی یا مرزائی کابل جائیں اور جہنم میں داخل ہوں۔ توبہ توبہ۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۲ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۲۔۳)

کفر بھی اور اشاعت اسلام بھی

اخبار زمین دار لاہور لکھتا ہے کہ اکثر مسلمان تو مرزا صاحب قادیانی کے مکفر یا سخت مخالف ہیں، مگر یہ عجیب کفر ہے کہ اشاعت اسلام یہی کر رہا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مرزاجی کا کفر جو اشاعت اسلام کر رہا ہے، کچھ بھی عجب نہیں۔ ہاں ہمارے ہم عصر کو ایسے کفر کا عجب معلوم ہونا عجیب تر ہے۔ شائد قرآن وحدیث پر اس کی نظر نہیں۔ قرآن کریم میں ہے و لکن رسو ل الله و خا تم النبين ۔ جب آنحضرت ﷺ پر نبوت کا خاتمہ ہو چکا تو اب کسی مرتد اور ملحد کا یہ دعوی کرنا کہ میں نبی بلکہ خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) ہوں، قرآن کو جھٹلانا ہے، جو صریح کفر ہے۔ اب خود غرضی کی یہ تاویل رکیک کہ نبوت کاملہ کا خاتمہ ہوا ہے، نہ کہ نبوت ناقصہ کا۔ اور مرزاجی ناقص نبی ہیں اور ناقص انبیاء قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، کسی عقل مند کا کام تو ہے نہیں کہ ایسی لغو تاویل کو مانے۔

دین اسلام تو حسب آیت اليو م اكملت لكم د ينكم و اتممت عليكم نعمتی کامل پورا مکمل ہے اور جو انبیاء اس میں قیامت تک پیدا ہوں وہ ناقص۔ پھر خدا تعالی کی اس میں کیا حکمت ہے کہ پہلے تو ایک کامل نبی بھیجے اور پھر بہت سے ناقص انبیاء بھیجنے کا تانتا باندھ دے، کیونکہ کامل کے بعد ناقص کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی تاویل اور ایسا عقیدہ کفر نہیں تو کیا ہے، اور اس میں تعجب کیسا۔

پھر جب کہ مرزاجی بروزی نبی یعنی ہو بہو معاذ اللہ آنحضرت ﷺ ہیں جو ہر طرح کامل واکمل نبی تھے تو آپ ناقص نبی کیوں ہیں۔ معلوم ہوا کہ بروزی نبی نہیں ہیں، بلکہ کسی کے برازی ہیں۔

پھر ناقص بھی اور خاتم الخلفاء یعنی خاتم الانبیاء بھی۔ ایک حماقت ہو تو صبر کیا جائے آپ تو خیریت

سے حماقتوں کا مجسمہ ہیں۔

ہمارے ہم عصر اخبار زمین دار کو مرزا جی کے کفر اور دعوی اشاعت اسلام پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اجتماع ضدین و نقیضین تو ان کی قسمت میں لکھا ہے۔یعنی جس طرح کفر اور اسلام میں ضد اور نقیض ہے، اسی طرح مرزا جی کے سب دعوی باہم متناقض و متضاد ہیں۔جیسا کہ ہم نہ صرف اب، بلکہ بارہا ثابت کر چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد ۳۰ جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہی زعم کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔یہ پیش گوئی بالکل پوری ہو رہی ہے مسیلمہ سے لے کر اب تک کتنے جھوٹے نبی اور مہدی پیدا ہوئے۔اور سوڈان میں تو دس پانچ برس کے بعد مہدی پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ سب نبی کفر کے ساتھ اشاعت اسلام ہی کا دعوی کرتے ہیں اور یہی دعوی کرتے کرتے فی النار ہو جاتے ہیں۔پس ہمارے ہم عصر کو مرزا جی کے کفر کے ساتھ اشاعت اسلام پر بالکل تعجب نہ کرنا چاہیے۔مرزا جی تو اپنے جدید مذہب اور کفریہ عقائد کی اشاعت کرتے ہیں۔اسلام کا دعوی سادہ لوحوں اور بوالہوسوں کے پھانسنے کا ایک لاسا ہے: ما خوب مے شناسیم پیران پارسارا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا ہمعصر اگر مرزا جی کے کیرکٹر پر اچھی طرح غور کرے گا، تو جس تعجب کا اس نے اظہار کیا ہے، وہ بالکل جاتا رہے گا۔اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند میرٹھ ۲۴ اگست ۱۹۰۳ء نمبر ۳۲ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۳۔۴)

ڈاکٹر ڈوئی کے پاس کئی کروڑ ڈالر

اخباروں میں یہ خبر چکر کاٹ رہی ہے کہ ایک حواری نے ڈاکٹر ڈوئی پر کسی وجہ سے لائیبل کی نالش دائر کی تھی، مقدمے کے دوران تحقیق میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس کئی کروڑ ڈالر جمع ہیں۔،

مسیح موعود بننے کے یہ مزے اور گل چھرے ہیں۔ہم کو افسوس ہے کہ مرزا جی کو ۳۰ سال تک مسیحیت ومہدویت کے پاپڑ بیلتے گزر گئے، مگر کئی کروڑ کیا معنی، کئی لاکھ روپیہ بھی نصیب نہ ہوا۔ہاں مرزائنوں کے پاس دو چار دس پانچ ہزار کا زیور مرصع بجواہرات ضرور موجود ہے۔اور سنا ہے کہ مرزا جی نے کچھ جائداد بھی اپنی جیب سے روپیہ دے کر اوروں کے نام سے خریدی یا رہن کی ہے۔بس یہی کائنات اور یہی اوڑھنا اور بچھونا ہے۔

ہمارے نزدیک تو قادیان میں وہی حواری اچھے ہیں، جو زندہ پیر کے مجاور بنے بیٹھے ہیں اور چڑھاوے چکھ رہے ہیں، اور ایسے توندیلے اور لحیم شحیم ہو گئے ہیں کہ اگر کاٹو تو خون نہ نکلے گا، چربی ہی چربی برآمد ہوگی۔ مزے میں درحقیقت یہ لوگ ہیں۔ دلالی میں مرزا جی کے تو ہاتھ ہی کالے ہیں۔...

کس قدر افسوس ہے کہ دو لاکھ مرید، اور ہمیشہ دست سوال کشادہ ہے۔ کاسہ گدائی گشت کرتا ہے۔ جھڑکیاں دی جاتی ہیں، ڈانٹ بتائی جاتی ہے۔ قارون کے سگوں نادہندوں کے ہمیشہ اخباروں میں ترلے لئے جاتے ہیں۔ پھر بھی مرزائی فنڈ میں دس ہزار پانچ ہزار روپیہ بھی جمع نہیں۔ بات یہ ہے کہ مرید ہی نالائق ہیں۔ اگر اپنے بروزی نبی کے سر پر سارا مال ومتاع..جمع پونجی قربان نہ کر دیا، تو ایسے مریدوں کو لے کر کیا بھاڑ میں جھونکیں ۔..اگر مرزا جی تنہا بیک بنی و دو گوش ٹڑوں ٹوں ہوتے اور نبوت کا دعوی کرتے اور پھوٹی کوڑی بھی جیب میں نہ ہوتی، تو کچھ غم نہ تھا، کیونکہ مجبوری تھی۔ غصہ تو ہم کو اس بات پر ہے کہ مرزا جی کے دو لاکھ والنٹئر کس مرض کے دارو ہیں۔ اگر سب کے سب کاسہ گدائی میں ایک ایک پیسہ ڈالیں، تو دو لاکھ پیسے ہوتے ہیں۔ پھر چندے مختلف ہیں۔ منارے کا چندہ، اسکول کا چندہ، مقدمات کا چندہ، مرزائی مہمانوں کی خاطر مدارات کا چندہ ، اشتہارات کا چندہ، جدید مطبوعات کا چندہ، لات ومنات یعنی مرزا جی کی تصویرات کا چندہ۔ فی چندہ ایک ایک پیسہ، گویا قطرہ قطرہ دریا ہوتا ہے۔ مگر مرزائیوں نے تو ایسی ہتھیا ہاری ہے کہ سب کا منہ جھلس دیا جائے۔ اور تو کیا کم بختوں کو ذرا شرم نہیں آتی کی ان کا بروزی نبی اور امام آئے دن پیسے کوڑی کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ عقیدت اور ارادت کے تو یہ معنی ہیں کہ..جو کچھ ہو، سب قادیان میں جھونک دیں اور بال بچوں کو سنکھیا دے دیں۔ ڈاکا ڈالیں، چوری کریں، مگر بروزی نبی کا پیٹ بھریں۔ آنتوں کا گودا تک نکال کے دے دیں۔ نہیں تو یاد رکھنا مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) ایک ایک کے کان پکڑ کر افریقہ کو چلتا کر دے گا، اور سب کے سب سومالی ملاں کے حوالے کر دیئے جائیں گے، جہاں نہ دانہ ہے، نہ پانی، ہگنے کو پان پان سیر، اور کھانے کو پیسا بھر نہیں۔..

ہمارے امام الزمان ہمارے مسیح موعود ہمارے..بروزی نبی، مگر ٹکا خرچ کرتے تھیلی اور بٹوے کے منہ میں چنٹیں پڑ جاتی ہیں۔ قسم ہے آسمانی باپ اگر ہم نے پھر سنا کہ چندہ دینے میں کسی نے جھول جھال لگائی ہے، تو ہم سے برا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ بہت سے نوگرفتار مرزائی چندے کی ک مشقت اٹھانے کو دو بھر سمجھ

کر کاندھے سے جوا پھینک کر چمپت ہوگئے ہیں۔ آخر ہم بھی تو دیکھیں وہ جائیں گے کہاں، اور رہیں گے کہاں۔ چار طرف آسمانی باپ کی عمل داری اور دنیا میں لیپا لک کا سکہ جاری ہے۔ جہاں جائیں گے، پڑے جائیں گے، دھرے جائیں گے۔ ہم پولیس والوں کے حوالے کئے جائیں گے، کھڑے کھڑے ہگیں گے اور لیٹے لیٹے موتیں گے۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱-۲)

تازہ بے معنی الہام

گورداسپور میں مرزائیوں کے مقدمات فوجداری چل رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ مسیح موعود اور امام الزمان کا اجلاس چھوڑ کر یہ مقدمات برٹش عدالتوں میں گئے۔ جب کہ دنیا پر لیپا لک کا ہر طرح قبضہ ہے اور آسمانی باپ کمک پر ہے تو مخالفوں کو خود سزا مل جاتی، ان کے گھروں کا اتالیقہ ہوجاتا، ان سے جیل خانے بھر جاتے، دریائے شور کی زمینیں آباد ہوجاتیں۔ ایک ایک مخالف پر طاعون مسلط ہوجاتا جو لیپا لک کا اڈی کانگ ہے۔ مگر مرزائیوں نے لٹیا ڈبودی۔ ایسا اجلاس چھوڑ کر انگریزی اجلاس میں گئے اور اپنے ساتھ لیپا لک کو بھی سبک اور خفیف کیا۔

بات یہ ہے کہ انگریزی عدالتیں آسمانی باپ اور اس کے لیپا لک (مرزا قادیانی) سے بہت زبردست ہیں اور تو اور جب سے مقدمات کے دائر ہونے کا سلسلہ شروع ہوا ہے، جس کو تقریباً گیارہ ماہ ہوئے، الہام بھی غت ربود ہوگیا۔ اس عرصہ میں آسمانی باپ گونگے کا گڑ کھا گیا، اور لیپا لک گپ چپ کے لڈو۔ انگریزی عدالتوں کا کچھ ایسا خوف غالب ہوا کہ دونوں کا ناطقہ بند ہوگیا۔

اب ذرا عدالت کا رخ اور تاؤ دیکھ کر ادھر تو آسمانی باپ نے مہر سکوت توڑی، ادھر ننھا منا چھٹو لیپا لک ہوں ہاں کرنے اور چرغنے لگا۔ چنانچہ خاص گورداسپور میں جب مقدمہ کی چند پیشیاں ہوئیں اور لیپا لک بھی بطور شہادت حاضر ہوا، تو آسمانی باپ نے کھٹ سے یہ الہام ٹپکا دیا:

ساکرمك بعد التوهين۔ یعنی میں توہین کے بعد تجھے بزرگی دوں گا۔

یہ الہام سنتے ہی راسخ الاعتقاد مرزائیوں کے عقیدے کی کڑھائی میں ابال آیا... کہنے لگے کہ بس فتح

ہے، پانچوں گھی میں اور سر چولھے میں۔

یہ فقرہ ایسا بھدا اور بے ربط اور لچر ہے کہ ہدایۃ النحو اور کافیہ پڑھنے والے طلبہ اس سے بہتر گھڑ لیتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں بعد التو هين ۔جب توہین کامل طور پر ہو چکی ،یعنی مولوی کرم الدین کے استغاثے پر آپ کے نام وارنٹ نکلا، تو اب اکرام کیسا۔اور نہ صرف لیپا لک کی بلکہ خود آسمانی باپ کی بھی توہین ہو چکی کیونکہ ضرب الغلام اها نة المولی ۔تو آسمانی باپ کو اس کی تدارک کی فکر بالکل فضول ہے۔یوں کہیے نا کہ خود آسمانی باپ نے توہین کی ،اور پھر چمکار دیا کہ میں نے بہت جھک مارا کہ انگریزی عدالت کے ہاتھوں تیری توہین کرائی۔یہ وہی بات ہے کہ کوئی شخص کسی کی مرمت اور درگت کرے اور پھر قصور معاف کرانے لگے۔ یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ، بلکہ الٹا چڑانا ہوا۔پھر توہین تو ہوئی تقریباً دس ماہ پیشتر ،اور اکرام ہوا اب۔ذلت کی میعاد تو بھگتنی ہی پڑی۔اگر کوئی قیدی اپنی دس ماہ کی مقررہ سزا بھگت کر جیل خانے سے نکلے تو کیا اس کی توہین اکرام سے بدل جائے گی،اور کلنک کا ٹیکہ جو اس کے ماتھے پر لگ چکا ہے، کیا وہ دھل جائے گا۔الغرض بعد کے لفظ نے الہام کی مٹی خراب کردی۔اگر آسمانی باپ کو زبان عرب سے کچھ بھی مسّ ہوتا، تو یوں الہام کرتا

تو هينك اكرا مك یعنی تیری توہین ہی درحقیقت اکرام ہے۔

چونکہ ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، لہذا جس قدر بڑی توہین اسی قدر بڑا اکرام ہوا۔توہین نہ ہوتی تو اکرام کی شان کیونکر معلوم ہوتی۔پس توہین ہی درحقیقت اکرام ٹھہری۔

جاؤ کیا یاد رکھو گے مجدد (احمد حسن شوکت) نے ایسی فصیح و بلیغ اصلاح دی ہے کہ آسمانی باپ مان جائے گا گو لیپا لک نہ مانے۔اڈیٹر۔ (ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۴۔۵)

قادیان کے مقدمات

اخبار وطن بحوالہ سراج الاخبار (جہلم) لکھتا ہے کہ ۱۳۔اگست سے ۱۶۔اگست ۱۹۰۳ء تک عدالت رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں یکے بعد دیگرے چار مقدمات پیش ہوتے رہے جن کی مختصر کیفیت کا لب لباب یہ ہے کہ:

۱۳۔اگست کو حکیم فضل الدین بنام مولوی محمد کرم الدین صاحب کا مقدمہ سرقہ کتاب نزول مسیح پیش ہوا۔اور بعد بیانات مستغیث اور شہادت استغاثہ اور اس پر جرح وقدح وغیرہ کے وکلائے فریقین کی تقریروں کے لئے یکم ستمبر کی تاریخ مقرر ہوئی۔

۱۴۔اگست کو ازالہ حیثیت عرفی والا مقدمہ پیش ہوا جو شیخ یعقوب علی صاحب تراب اڈیٹر الحکم نے بنام مولوی صاحب موصوف اور اڈیٹر سراج الاخبار دائر کر رکھا ہے، جس میں اگرچہ دن بھر شیخ صاحب کے بیانات پر جرحیں ہوتی رہیں مگر ختم نہ ہوئیں۔اسی لئے اس کی آئندہ تاریخ پیشی ۲۴ ستمبر قرار پائی۔

۱۵۔اگست کو مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی مولوی کرم الدین صاحب بنام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وحکیم فضل الدین صاحب پیش ہوا۔ پہلے مرزا صاحب کے وکیل نے درخواست کی کہ مرزا صاحب کو حاضری عدالت سے معاف رکھا جائے مگر عدالت نے منظور نہ کیا اور حکم دیا کہ مرزا صاحب سے حاضری عدالت کے لئے مچلکہ لیا جاوے۔ چنانچہ اسی وقت مچلکہ داخل کر دیا گیا اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

۱۶۔اگست کو چوتھا مقدمہ پیش ہوا جو حکیم فضل الدین نے مولوی کرم الدین پر... دغا کا دائر کیا ہے ۔یہ اجلاس عدالت نے کمرہ عدالت سے باہر میدان میں شامیانہ لگا کر کیا تھا، اور علاوہ فرشی دریوں کے بہت سی زائد کرسیاں اور بنچیں لگوادی گئی تھیں جن پر عدالت کی کاروائی دیکھنے کے لئے علاوہ مرزا محمد ظفر اللہ خان و رائے لبھو رام صاحب مجسٹریٹان درجہ اول ضلع، ومولوی نیاز علی صاحب اسٹنٹ انسپکٹر مدارس ومولوی محمد اشرف صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ورائے سوبہارام صاحب سول سرجن وبابو برکت علی صاحب اسٹنٹ سرجن شفاخانہ اور سردفتر صاحب ضلع کے اکثر وکلاء صاحبان اور معزز اہلکاران گورداسپور نشست فرماتھے۔اور عوام الناس کا تو کچھ شمار نہ تھا۔انتظام کے لئے ایک گارڈ پولیس مع ہتھکڑیوں اور سارجنٹ کے بھی موجود تھی۔ پہلے گواہان استغاثہ پر منجانب وکلاء مولوی کرم الدین صاحب کچھ جرح کی گئی، پھر مرزا صاحب قادیانی کا، جو بطور گواہ ملزم طلب ہوئے تھے، بیان ہوا۔جو ۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۴ بجے ختم ہوا۔مرزا صاحب قادیانی کا بیان عام گواہوں کی طرح اجلاس میں کھڑا کر کے لیا گیا۔اس عرصہ میں مرزا صاحب قادیانی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دودھ میں برف ملا کر نوش جان فرماتے رہے۔باقی گواہوں کی شہادت کیلئے ۲۔اکتوبر ۱۹۰۳ء کی تاریخ مقرر

ہوئی۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۵)

مرزا جی نے تمام مرزائیوں کو غیر مقلد بنا دیا

قادیانی مرزا جی کے چیلے چاپڑ یوں تو نہ مقلد ہیں نہ غیر مقلد، کیونکہ یہ دونوں مسلمانوں کے فریق ہیں اور وہ مرزائی ہیں جو اسلام کو استعفا دے چکے ہیں، مگر یقیناً کثرت سے برائے نام حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کے مقلد ہیں۔ لیکن مرزا جی نے اب ان کو اس مقلدی سے بھی آزاد کر دیا اور غیر مقلد بنا دیا۔ کیا معنی کہ الحکم میں ایک مرزائی کی نماز جنازہ غائب پڑھنے کا فتوی شائع کر دیا جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں جائز نہیں۔ جو مرزائی اس سے پہلے حنفی مقلد تھے، وہ تو ضرور چونکنے ہوئے ہوں گے کہ بروزی نبی نے ہمارے باپ دادا کی رسم اٹھا دی۔ یعنی ہم نے آج تک اپنے کسی مردے کی نماز جنازہ غائب نہ پڑھی تھی، نہ باپ دادے سے ایسا سنا تھا، آسمان سے یہ سنگ سخت کیا نازل ہوا۔ لیکن جب وہ یہ غور کریں گے کہ ہم تو اب نہ حنفی رہے، نہ محمدی، نہ مسلم، بلکہ مرزائی ہو گئے، یعنی مرزا قادیانی کو بعد ختم نبوت نبی مان لیا، تو ان کو صبر آ جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا مرتبہ آنحضرت ﷺ سے تو زیادہ نہیں۔ پس جب ہم نے انہیں کو چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہ کیا چیز ہیں۔ وہ اگر امام ہیں تو اپنے مقلدوں کے اور مرزا جی امام الزمان ہیں یعنی ساری دنیا کے امام۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

(یہ مرزائی) جہلاء کیا جانیں کہ اب ہم کہیں بھی نہیں رہے۔ نہ خدا کے، نہ رسول کے، یعنی مشرک فی الرسالۃ بھی ہو گئے اور مشرک فی التوحید بھی، کیونکہ مرزا جی تو ان پر یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا متبع ہی نہیں ہوں بلکہ ہو بہو وہی ہوں۔ بس جہلاء ایسے جھانسوں میں آ جاتے ہیں اور ظلی اور بروزی نبی پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور قادیان میں غیر مقلدوں کا اکھاڑا تو پہلے ہی سے ہے۔ حکیم نورالدین صاحب غیر مقلد اور مولوی عبدالکریم صاحب غیر مقلد اور مولوی محمد احسن امروہی صاحب تو اب تک سنت سنت لگا رہے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو شیشے میں اتار رہے ہیں اور بہت کچھ للو پتو کر رہے ہیں۔ اور مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی قرآنی کو ملاحیاں سنا رہے ہیں تا کہ مولوی محمد حسین بٹالویؒ خوش ہوں۔ مگر اب تک تو بروزی افسوں کارگر نہیں ہوا، آئندہ یا قسمت یا نصیب۔

تعجب ہے کہ جب نیا نبی گھڑ لیا تو نبی امی ﷺ کی سنت پر عمل کیسا۔ اور حنفی تقلید تو کوئی چیز ہی نہیں۔ مگر سادہ لوح مسلمانوں کو دام تزویر میں لانے کے لئے مرزا جی اور اون کے حواری حنفیوں میں حنفی اور غیر مقلدوں میں غیر مقلد بن جاتے ہیں۔ گنگا گئے گنگا داس، جمنا گئے جمنا داس۔ یہ منافقانہ کاروائیاں اور صداقت کا دعوی۔ چھی چھی چھی۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۶)

مرزائی طلسم کا تار و پود کھل رہا ہے

جس طرح سیہ بختی سے قادیانی مرزا جی کی جھوٹی پیش گوئیاں الٹے توّے کی طرح روز روشن میں چوک گئیں اور مرزا جی ان کی سیاہی پر... سفید پاوڈر لگا کر سرخرو بننے کو یہی کہے جاتے ہیں کہ میری پیش گوئیاں سچی نکلیں، لیکن اوسی طرح جو سادہ لوح.. بعض مرزائیوں کے جھانسے میں آ کر چند روز کے بعد دام تزویر سے نکل جاتے ہیں اور مرزائیت کے منہ پر جھاڑو مار جاتے ہیں، ان کی نسبت مرزائی اخباروں میں خواہ نخواہ یہی مشتہر ہوتا ہے کہ وہ تو بدستور راسخ الاعتقاد مرزائی ہیں۔ گویا مرزائیت کے منہ کی کالک دھونے کو یہ دوسرا فریب گانٹھا جاتا ہے حالانکہ دو روسیاہیاں جمع ہو کر بروزیت کا منہ اور بھی کالا کرتی ہیں اور قسمت کی روسیاہی پر کالک کی دوسری تہ چڑھ جاتی ہے مگر اس کا غم کسے، الحیاء شعبة من الایمان

اٹاوہ کے چند مسلمانوں کا حال جو مرزائیت پر تین حرف کہہ کر از سر نو دائرہ اسلام میں آئے، ضمیمہ میں چھپ چکا ہے مگر مرزائی اخبار یہی لکھے جاتے ہیں کہ وہ لوگ بدستور مرزائیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور ضمیمہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ بالکل غلط ہے۔ اس کے جواب میں بجز اس کے کہ لعنة الله علی الکاذبین لکھا جائے ہم اور کیا لکھ سکتے ہیں۔

مرزائیوں کے از سر نو مسلمان ہونے کی جو خبریں ہم کو ملتی ہیں وہ ایسے مستند اور ثقہ اور معتبر حضرات کی بھیجی ہوئی ہوتی ہیں جن پر کذب کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا۔ اور اگر بعض حجام وغیرہ رذیل اقوام کسی دباؤ یا لالچ وغیرہ سے بظاہر مرزائی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، تو یہ کون سے فخر کی بات ہے۔ یہ غریب تو لیپا لک کے بھنڈاری ہیں... اٹاوہ کی مراسلت ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ (ضمیمہ شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۔۷)

دمدار ستارہ

المو ید لکھتا ہے کہ

جوستارہ حضرت عیسی کی ولادت باسعادت کے وقت آسمان پر ظاہر ہوا تھا اس کی نسبت ماہران علم نجوم وہیئت نے خبر دی ہے کہ ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۱ء میں یہ دم دار ستارہ پھر ظاہر ہونیوالا ہے جیسا کہ یوسیفوس مورخ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یہ ستارہ اب تک ۲۳ دفعہ آسمان پر ظاہر ہو چکا ہے اور اب چوبیسویں دفعہ اس کا ظہور ہونے کو ہے ...اس ستارہ کے ظہور پر دنیا میں کوئی عالی شان بزرگ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ منجموں نے اس ستارہ کو دیکھ کر حضرت عیسی کے وجود پر استدلال کیا تھا کہ بیت اللحم میں کوئی بزرگ پیدا ہوا ہے، شائد اب بھی کوئی بزرگ پیدا ہوگا۔

ہم کہتے ہیں جس طرح دم دار ستارے اکثر پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح مہدی اور مسیح بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ نجومی اپنے مزعوم بزرگ کی پیدائش ۱۹۱۰، و ۱۹۱۱ء میں بتاتے ہیں مگر مہدی اور مسیح تو ۱۹۰۳ء میں پیشگی ہی موجود ہیں، اور خدا جانے چھ سات برس کے عرصہ میں حشرات الارض کی طرح کتنے پیدا ہو جائیں گے۔ سب کے ساتھ دم چھلے کی طرح ایک ایک ستارہ ہوتا تو بہتر تھا، کیونکہ چپقلش اور ہماہمی مٹ جاتی یعنی ہر ایک مہدی اور مسیح کا نشان جدا جدا ہوتا۔

قادیانی مسیح اگرچہ اپنی بعثت ورسالت ۳۰ سال سے بتاتے ہیں مگر اب یہ تاویل کریں گے کہ میرا کامل عروج ۱۹۱۰، و ۱۹۱۱ء میں ہوگا، اور چونکہ ان کے پیچھے چند امراض ذیابیطس اختلاج قلب وغیرہ لگے ہوئے ہیں، اگر وہ اس عرصہ میں آسمانی باپ کے پیارے ہو گئے تو ستارہ وتارہ سب دھرا رہ گیا اور ہاتھی کا روٹ چکھنے والوں کی چکھوتیاں بھی گاؤ خورد۔ اور اگر اس عرصہ تک مرزا جی زندہ رہے (امید تو زندہ رہنے کی نہیں کیونکہ مجدد پر الہام ہو چکا ہے کہ مرزا جی کسی طرح تین سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ انشاءاللہ) تو لندنی مسیح مسٹر پگٹ اور پیرسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی سے ان کی خوب کھٹ پٹ ہوگی اور ہر ایک کو اپنے اپنے موعود ہونے کا ثبوت دینا پڑے گا اور انجام میں سب جھوٹے نکلیں گے۔ ان شاءاللہ۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷-۸)

مرزاجی کی صداقت کا معیار خواب ہے

میرزائی اخباروں میں اکثر مرزائیوں کے خواب شائع ہوتے رہتے ہیں کہ فلاں نے مرزا صاحب قادیانی کو اس حالت میں دیکھا، اور فلاں نے اس حالت میں۔ اور خواب میں فلاں بشارت یوں ہوئی، اور فلاں ووں ہوئی، پس مرزاجی سچے نبی ہیں۔

اگر خواب ہی پر نبوت کا دارومدار ہو، تو ہر شخص نبی ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی انسان نہیں جو اچھا یا برا خواب نہ دیکھتا ہو۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ جو شخص مرزاجی کو ٹھیک ان کے حالات وافعال کے موافق بری حالت میں دیکھے، تو وہ خواب غلط اور وسوسہ، اور جو شخص اچھی حالت میں دیکھے، تو وہ رؤیا صادقہ۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے خواب میں قادیانی مرزاجی کا سر ان کے قدموں میں لگا ہوا دیکھا تھا۔ گویا ان کا قد دھنئے کی کمان تھا۔ یہ خواب ٹھیک آیت قرآنی

یو م یعرف المجر مو ن بسیماھم فیوخذ با لنوا صی و الاقدام

کے مطابق تھا۔ تو جواب میں.. کہا کہ کیا مرزاجی آیت موصوفہ کے مصداق ہیں؟

بھلا جو خواب قرآن مجید کے موافق ہو وہ کیونکر جھوٹا ہو سکتا ہے۔ مگر مرزائیوں کا ایمان قرآن پر ہو بھی۔ یہ عجیب سچا نبی ہے کہ اپنے مریدوں کو تو اچھی حالت میں نظر آتا ہے، اور غیروں کو بری حالت میں۔ سچے انبیاء کرام تو سب کو یکساں حالت میں نظر آتے ہیں کیونکہ ان کا جاذبہ صادقہ خاص و عام کو اپنی صداقت کی جانب کھینچ لیتا ہے۔ مختلف صور و اشکال میں ظاہر ہونا، تو جن وشیاطین کا خواص ہے، نہ کہ انبیاء کرام کا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

(ترجمہ حدیث) جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے ٹھیک مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ مرزاجی ہرگز نبی نہیں ہیں، ورنہ وہ بیشتر صلحاء کو بری حالت میں نظر نہ آتے۔ ضرور شیطانی بروز ان کے قالب میں حلول کئے ہوئے ہے۔ الہام اور وحی کی بھی یہی صورت ہے

یہ دونوں بھی نبوت کے معیار نہیں کیونکہ کلام مجید میں ہے

فا لھمھا فجو ر ھا و تقوا ھا ۔اور : ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ء ھم

دیکھئے فجور کا بھی الہام ہوتا ہے اور شیطان بھی وحی کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جو خواب یا جو الہام کتاب وسنت کے مطابق ہو، وہ سچ ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ خرافۃ الشیطان ہے۔اب ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ مرزا جی کا ایک فعل بھی کتاب وسنت کے موافق نہیں۔ دعوی نبوت ہی کون سا کتاب وسنت کے موافق ہے۔ جب نبوت ختم ہوگئی، تو وحی بھی ختم اور منقطع ہوگئی کیونکہ یہ غیر ممکن ہے کہ اصل شئے یعنی جوہر کا تو خاتمہ ہو جائے اور اس کی صفت، یعنی عرض، جس کی صفت قائم بالخیر ہے، قائم رہے۔اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ یکم ستمبر۱۹۰۳ء نمبر۳۳ جلد۲۱و۲۳ ص ۸)

شیطانی اور رحمانی رگ

مرزا جی کے دام میں جو نادان شکار پھنستا ہے اور پھر چند روز میں رگ وریشہ سے واقف ہو کر اڑ جاتا ہے تو حماقت مٹانے کو مرزا جی یہ کہتے ہیں کہ اس میں شیطانی رگ تھی جو میری رحمانی رگ سے مل گئی تھی، گویا بعد میں رحمانی رگ پر شیطانی رگ غالب ہوگئی۔اور آسمانی باپ نے جو رشتہ قائم کیا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا۔

لیپا لک (مرزا قادیانی) کو تو شیطانی رگ کا کیا علم ہوتا، مسخرے آسمانی باپ (مرزا قادیانی کے الہام کنندہ) کو بھی علم نہ ہوا۔ یہ تو نہیں کہتے کہ اپنا ہی قصور تھا، یعنی اس پر تار وپود اچھی طرح نہ تنا تھا۔مکڑی کا جالا بھی مکھی پر بخوبی نہیں تنا جاتا، تو دام سے نکل جاتی ہے، یہ تو انسان تھا۔مگر معلوم ہوا کہ مرزا جی کا دام تزویر تار عنکبوت سے بھی زیادہ لچر اور سست ہے۔ جب راز فاش ہوا تو جو شکار دام سے نکل جاتے ہیں۔ان کا تو کبھی ذکر بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ دوسرے شکار بھی نکل جائیں گے، مگر جو شکار پھنستے ہیں ان کے پھنسنے کی ڈونڈی ضرور پٹتی ہے۔شاید مرزا جی کو یہ امید ہوتی ہے کہ وہ پھر پھنسیں گے یا بظاہر اڑ گئے ہیں مگر درحقیقت پھنسے ہوئے ہیں، جیسے آسمانی منکوحہ جو بظاہر حبالہ نکاح میں نہیں آئی، مگر دراصل مرزا ہی کے نکاح میں ہے۔پس بیعت فسخ کرنے والوں کا نام اسی وجہ سے نہ تو مشتہر کیا جاتا ہے، نہ رجسٹر سے ان کا نام خارج ہوتا ہے، اور دو لاکھ مریدوں کی

تعداد میں برابر محسوب ہوتے رہتے ہیں۔اور جب تک لیپا لک آسمانی باپ کے پاس نہ جائے گا برابر محسوب ہوتے رہیں گے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزائیوں کی بڑی تعداد اصل لم سے واقف ہو کر بدظن ہوگئی ہے بلکہ بیعت فسخ کر چکی ہے مگر بظاہر اقرار نہیں کرتی۔ یہ خوف رہتا ہے کہ لوگ مطعون کریں گے کہ کیا سمجھ کر بیعت کی تھی اور کیا سمجھ کر اب فسخ کی۔ایسے لوگ بے شک ضعیف الایمان ہیں ورنہ سچے مومنوں کا یہ کام ہے کہ جب ان کو اپنی غلطی پر آ گاہی ہو،تو کھلم کھلا اس کا اظہار کریں اور جناب باری میں توبہ واستغفار کر کے اپنے کو مزکی اور اطیب بنائیں۔

مرزا جی چاہتے تو ہمیشہ یہی ہیں کہ دام میں موٹے شکار پھنسیں،مگر بدقسمتی سے اکثر شکار لاغر ہی پھنستے ہیں۔ان سے پیسہ ٹکا دھیلا دمڑی تو خاک وصول نہیں ہوتا،ہاں رجسٹر کی تعداد بڑھانے میں کام آتے ہیں۔کیا معنی کہ جب مرزا جی گورنمنٹ میں کوئی خوش آمدی میموریل بھیجتے ہیں،تو گورنمنٹ پر دھونس ڈالنے کو یہ ضرور لکھتے ہیں کہ میرے مرید ۹۹ ہزار کم ایک لاکھ ہیں۔بس گورنمنٹ سہم جاتی ہے کہ جس شخص کے قبضے میں اتنے والنٹیئر ہیں وہ جب چاہے گا غدر ۱۸۵۷ء قائم کرادے گا۔

بھلا ایسی بھیڑ بھاڑ کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ ان سے گورنمنٹ پر بدوں توپ گولے کے دھونس پڑتی ہے اور لیپا لک کی سطوت وجبروت کے دھونسے بج جاتے ہیں۔ بہت سے آدمی جن میں رحمانی رگ ہے نہ کہ شیطانی،جو بیعت کرنے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے،ہم سے کہا کرتے ہیں کہ مرزائیوں نے جھانسے دے کر ہمارا ایمان بگاڑنا چاہا تھا۔مگر جب ہم نے غور کیا اور جاذبہ توفیق الٰہی نے کشش کی،تو ہم بال بال بچ گئے۔

ایک صاحب نے ہم سے،جو مرزائیوں کے بڑے بھاری جتھے میں رہتے ہیں مگر دین اسلام کے صراط مستقیم پر قائم ہیں،مسئلہ حیات وممات مسیح میں بحث کی۔ہم نے ان کا کافی اطمینان کر دیا اور اخیر میں کہا کہ جب مرزا جی وفات مسیح کو،جس کا ذکر قرآن میں ہے،اپنی موعودیت کی دلیل ٹھہراتے ہیں اور احادیث متعلقہ حیات مسیح کو بمقابلہ قرآن کے نہیں مانتے،تو تم مرزائیوں سے یہ کہو کہ تمام مسلمانوں کے لئے پہلا واجب العمل قرآن ہے،پس تم وفات مسیح کی طرح قرآن ہی سے مسیح موعود کا آنا بھی ثابت کرو۔انہوں نے کہا کہ آمنا و صدقنا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے ساکت کرنے کو اس دلیل سے بڑھ کر دوسری دلیل نہیں،اب

میرا ایمان بالکل فسخ ہو گیا۔

علی ہذا بعض گاڑھے مرزائی برملا کہتے ہیں کہ ہم مرزا قادیانی کو بزرگ مانتے ہیں مگر نبی نہیں۔ یہ منافق مرزائی ہیں، مرزا جی کا فرض ہے کہ کانوں کے بیچ میں ان کا سر کر دیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۱۔۲)

ضمیمہ میں گمنام اور غیروں کے مضامین

الحکم مطبوعہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء میں ایک مراسلت منشی مختار احمد صاحب اڈیٹر اخبار ایڈورڈ گزٹ کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ یہ ہم کو ابھی معلوم ہوا کہ منشی صاحب احمدی (مرزائی) ہیں، پس مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کی تجدید سے جو کچھ ان کو متعصّبانہ مخالفت ہے اب ہم کو اس کا کچھ تعجب اور افسوس نہیں رہا۔ وہ اپنے اخبار میں مجدد کے خلاف جو کچھ لکھیں ان کو زیبا ہے، کیونکہ تعصب اندھا ہے وہ جو ہر کمال کو نہیں دیکھ سکتا، حالانکہ ہم نے بحیثیت مجدد ہونے کے غیر مذاہب والوں سے کبھی تعصب نہیں برتا۔ ہندوستان میں ہمارے شاگرد مختلف مذاہب کے لوگ ہیں۔ شیعہ، سنی، آریا، عیسائی اور خود بعض مرزائی ہمارے شاگرد ہیں۔ ہمارے پاس آتے ہیں ہم سے مستفید ہوتے ہیں۔

خاص فن شاعری اور تجدید کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں، مگر منشی مختار صاحب کے تمدن اور تہذیب کا باوا آدم سب سے اور خود اپنے مذہبی بھائیوں سے نرالا ہے۔ لہذا شکایت کا کوئی محل نہیں۔..

بحث یہ تھی کہ مذکورہ بالا مراسلت میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یکم اگست ۱۹۰۳ء کے ضمیمہ میں جو مضمون بعنوان: میرزائیوں کے مکائد، من جانب ابوالسخا محمد رفعت اللہ صاحب شاہ جہان پوری شائع ہوا ہے، وہ ان کا بھیجا ہوا اور لکھا ہوا نہیں۔ اور اس مراسلت میں ایک خط محمد رفعت اللہ کا بھی ہے جو شحنہ ہند میں مضمون بھیجنے کے بالکل منکر ہیں۔ اس مراسلت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ مضمون رفعت اللہ خان صاحب کا بھیجا ہوا نہیں اور ہم کو بھی افسوس ہے کہ ان کے نام سے کیوں شائع ہوا، مگر مراسلت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اصل واقعہ جو ضمیمہ میں شائع ہوا، وہ غلط تھا۔ مثلاً مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کا خط جس کی نقل نہ صرف ضمیمہ میں بلکہ الحکم

میں بھی بذیل مراسلت مذکور شائع ہوئی ہے، اس کی تکذیب نہیں کی گئی۔

مراسلت کے پیرایہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مضمون چند حضرات کی صلاح ومشورہ سے لکھا گیا اور ایک صاحب کی جانب سے شحنہ ہند میں بھیجا گیا۔ مگر بعد میں بعض خارجی وجوہ سے آپس میں نزاع ہو گیا۔ خیر ہم کو اس سے مطلب نہیں، جب محمد رفعت اللہ صاحب انکار کرتے ہیں کہ وہ مضمون میرا بھیجا ہوا نہیں، تو کوئی ان کو مجبور نہیں کر سکتا کہ تم خواہ مخواہ مضمون کے بھیجنے کا اقرار کرو۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ فی الحقیقت وہ مضمون انہوں نے نہیں بھیجا، لیکن اصل مضمون کی تکذیب تو جب ہوتی کہ تمام واقعات مندرجہ شحنہ ہند کی مدلل اور معقول تردید کی جاتی۔ ناظرین کی نظر تو واقعات پر ہوتی ہے خواہ ان کا بھیجنے والا کوئی ہو۔

محمد رفعت اللہ خان صاحب نے جہاں مضمون کے بھیجنے کا انکار کیا ہے اگر واقعات کا بھی انکار کر دیں تو ہم بھی انکار اور تردید پر آمادہ ہیں۔ بے شک شحنہ ہند میں بیسیوں مضامین، جو جادہ تہذیب سے گرے ہوئے ہوتے ہیں، مرزا جی کے خلاف آتے ہیں مگر ہم ان کو شائع نہیں کرتے۔ ہمارا اور مرزا جی کا معاملہ تو خاص ہے۔ ہم مجدد السنہ مشرقیہ اور مرزا جی قادیانی موعود۔، ہم ان کو جو چاہیں لکھیں مگر اور ونکی کیا مجال ہے کہ مرزا جی کی شان کے بیچوں میں کچھ کر سکے، ہم سب کے مجدد ہیں تو مرزا جی کے بھی مجدد ہیں اور جب خود چند مرزائیوں نے ہم کو مجدد مان لیا ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ مرزا قادیانی اور ان کے بعض نئے مرید (مثلاً منشی مختار صاحب) مجدد پر ایمان نہ لائیں... اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۲۔۳)

(اڈیٹر شحنہ ہند نے منشی مختار احمدی کی جس مراسلت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہے۔ منشی مختار صاحب لکھتے ہیں:

ہمارے مخالفوں کی حالت قابل غور ہے: اخویم السلام علیکم: پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ شحنہ صفحہ ۶ میں ایک مراسلہ ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان صاحب شاہجہان پوری کے نام سے شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے، مرزائیوں کے مکائد۔

مراسلہ ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان صاحب کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور مولوی صاحب کی راست بازی اور صداقت شعاری کا نمونہ ہے جن کا نام نامی واسم گرامی ابوداؤد مولوی سید محمد عبدالودود صاحب ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ ڈاکٹر محمد عمر خان صاحب نے (جو کچھ عرصہ ہوا شاہ جہان پور تشریف لائے تھے) اثناء گفتگو میں یہ فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ موجودہ احمدیوں میں سے کسی نے شائد اس کی تائید بھی کی ہو کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ اتنی بات کو مولانا ابوداؤد سید محمد عبدالودود صاحب نے جس پیرایہ میں ادا کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنی طبع نقاد وذہن وقاد کے نتیجہ کو کسی خاص مصلحت سے ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان سے منسوب کر کے

اس کا عنوان قائم فرمایا: مرزائیوں کے مکائد۔ خوب

مولانا ہم آپ کو بکف چراغ دارد کا مصداق تو کیا کہیں مگر نہایت ادب سے آپ کو آپ کی پاکیزہ کاروائیوں اور پسندیدہ شیوابیانیوں کی طرف توجہ دلا کر درد بھرے کانپتے ہوئے دل کے ساتھ اتنا عرض کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اتق الله اتق الله اتق الله

مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کے لئے ذیل میں ہم وہ مضمون بلفظہ درج کرتے ہیں جو ہم کو ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان صاحب نے اس مضمون کی تردید میں دیا ہے جو ان کے نام سے ضمیمہ شحنہ ہند میں شائع ہوا ہے۔ وھو ہذا

ایک مہربان کی عنایت اور اس کا شکریہ

یکم اگست کے ضمیمہ شحنہ ہند میں یہ دیکھ کر مجھ کو سخت تعجب ہوا کہ اس میں میرے نام سے ایک مضمون جو کہ درج ذیل ہے شائع ہوا ہے (مضمون درج ہے مع خط بٹالوی صاحب درج ہے جو قبل ازیں نقل ہو چکا ہے۔ بہاء) حالانکہ میں نے اس وقت تک ....ضمیمہ میں نہ کوئی مضمون روانہ کیا نہ اڈیٹر شحنہ ہند سے کسی قسم کی خط و کتابت کی۔ ممکن تھا کہ مجھ کو پوشیدہ عنائت فرما کا پتہ نہ چلتا مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خط نے مجھ کو یہ بتا دیا کہ یہ مضمون ابوداؤد سید عبدالودود صاحب سہسوانی کا ہے کیونکہ یہ خط سید عبدالودود صاحب کے پاس (جب وہ شاہ جہان پور میں ابویحیٰ مولوی محمد صاحب کے پڑھتے تھے) آیا تھا اور جو شائع ہونے قبل میری نظر سے گذر چکا تھا اور وہ اب تک انہیں کے پاس موجود ہوگا۔ باوجود یہ سمجھ لینے کے بھی میرا ارادہ تھا میں اس کو ظاہر نہ کروں کہ یہ مضمون میرا نہیں ہے کیونکہ میں مرزا صاحب کے مخالفوں میں ہوں پھر اگر میرے نام سے شائع ہوا تو کیا حرج مگر دو وجہ سے میں نے اس کا اظہار مناسب سمجھا۔ اول یہ کہ آئندہ میرے مہربان کسی اور کے یا میرے نام سے مضمون شائع نہ کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ مضمون میں اصل قصہ نہیں بیان کیا گیا تھا بلکہ میری جانب سے مرزائیوں پر اتہام لگایا تھا پس یہ دیکھ کر میں اصل واقعہ کے اظہار پر مجبور ہو گیا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں عام طور اور خاص کر ان لوگوں کی نظروں میں جو اصل واقعہ سے باخبر ہیں میں کاذب سمجھا جاتا اور نیز عنداللہ بھی گنہ گار رہوتا۔

اب اصل واقعہ سنئے وہ صرف اس قدر ہے کہ مجھ سے ایک نووارد فیروز پوری مرزائی نے دوران گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بالکل خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کی بعض اور مرزائیوں نے بھی جو وہاں موجود تھے تصدیق کی۔ بس اس کا ذکر میں نے سید عبدالودود صاحب سے کیا۔ انہوں نے مولانا مذکور کو خط لکھا جو اوپر نقل کیا گیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے مجھ سے کسی مرزائی نے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو مسیح تسلیم کر لیا اور نہ میں نے اس کے طبع ہونے کی اجازت دی اور نہ میں اس سے خبردار ہوں۔ خیر اب مولوی سید عبدالودود صاحب کو خبردار کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ امور شائع نہ کریں۔ آخر میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ مجھ سے اور اڈیٹر شحنہ ہند سے خط و کتابت نہ تھی اس وجہ سے وہ نہ جان سکے کہ فرضی مضمون ہے یا اصلی اور واقعہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ واقعہ سے خبردار ہوتے تو ہرگز شائع نہ کرتے اس لئے ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں۔ ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان محلّہ انٹہ متصل چوکی پولیس مکان نمبر ۲۴ از شاہجہان پور روہیل کھنڈ.. (پھر اس جعل سازی پر مختار صاحب نے خوب بحث کی ہے۔). خاکسار مختار احمد احمدی شاہ جہان پوری ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۹۔۱۰)

پیر مہر علی شاہ صاحب پر حملہ

کوئی بابو صاحب مرزائی کسی اسٹیشن سے بدل کر گولڑہ ضلع راولپنڈی کے اسٹیشن پر آئے ہیں۔ گولڑہ حضرت پیر صاحب ممدوح کا وطن ہے، اور پیر صاحب نے مرزا جی کو بارہا شکستیں دی ہیں کہ وہ کبھی میدان علم و فن میں مناظرہ اور مباہلہ کے لئے پیر صاحب کے مقابلہ پر نہیں آئے اور طاعونی چوہوں کی طرح بلوں میں چھپے ہی رہے۔ اس پر اڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں کہ

> یہ گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ بابو شاہ دین صاحب چونکہ ایک سخت مخالف کے علاقہ میں ہیں جہاں ان کے پیرؤوں کا (جو سرحدی علاقہ کے پر جوش پٹھان ہیں) زور ہے، اس لئے وہ امن میں نہ رہیں گے۔،

بھلا (قادیانی اخبار الحکم کے) اڈیٹر صاحب کو گدی کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ناک پکڑنے اور اینچ پیچ کے ساتھ فقرے لکھنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ صاف کیوں نہ لکھا کہ بابو صاحب کو پیر صاحب قتل کرا دیں گے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ پیر صاحب بڑے ظالم اور قاتل ہیں۔،

ایسے الزام سے چشم پوشی کرنا بڑے صابروں اور حلیم مزاجوں کا کام ہے۔ سچ ہے انسان کو اپنی آنکھ کا تو شہتیر بھی نظر نہیں آتا مگر دوسروں کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ ساری خدائی کی ہلاکت کا تو مرزا جی اعلان دیں اور مخلوق کی اسی ہلاکت کو اپنی بعثت کا تمغہ بنائیں، اور جب ان کے مخالفوں میں سے کوئی شخص بقضائے الٰہی مر جائے تو بڑے دعوے سے اعلان کریں کہ میری مخالفت نے اس کو ہلاک کیا، اور پھر ہلاکت کی پیش گوئی یاد دلائی جائے اور جلی حرفوں سے اشتہاروں اور اخباروں میں مشتہر کی جائے، پھر بھی مرزا جی تو قاتل نہ ٹھہریں اور دوسرے لوگ جو کنج عافیت میں گوشہ نشین ہیں، نہ بروزیت و مسیحیت کا دعوی کرتے ہیں، نہ کسی کی ہلاکت کے درپئے ہو کر اس کی نسبت پیشین گوئی کرتے ہیں، جن کو ہمیشہ خلق اللہ کی صلح اور امن سے کام ہے، قاتل ٹھہرائے جائیں۔ بھلا پر امن برٹش عمل داری میں کون کس کو قتل کر سکتا ہے۔ قتل کرنا تو کیا معنی، ادنی سی تخویف کے لئے بھی قانون تعزیر موجود ہے۔ لیکن صرف مرزا جی ہیں جو جرم تخویف کے بارہا مرتکب ہوئے۔ لوگوں کی ہلاکت

کی پیش گوئیاں کیں۔ بالآخر اس طوفان بے تمیزی کو برٹش حکام نے روکا اور مرزا جی سے توبہ نامہ اور عہد نامہ لکھوایا کہ توبہ ہے، توبہ ہے، کان پکڑتا ہوں اور دانت میں تنکے لے کر عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کی ہلاکت کی پیشین گوئی نہ کروں گا۔ برٹش کی دوہائی اور آسمانی باپ کی چوتھائی ہے کہ مخلوق خدا کا بدخواہ نہ ہونگا۔

جن مرزا صاحب کو چند ماہ پیشتر یہ غرّے ڈبّے تھے اب وہ بھیگی بلی بن کر اوروں پر الزام دہرتے ہیں کہ وہ لیپا لک کے ننھے ننھے معصوم بچوں کو قتل کر ڈالیں گے۔..معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی باپ نے مرزا جی اور ان کے اہالی موالی سے اپنی حفاظت اٹھالی اور ٹکا سا جواب دے دیا ہے کیونکہ خود آسمانی باپ پیر مہر علی شاہ کے جبروت کو مان گیا اور لیپا لک صاحب سے کہہ دیا کہ یہاں میری بھی پیری نہیں چلتی، تم اپنے اونوں بونوں کی حفاظت کے خود ذمہ دار بنو۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۳۔۴)

(الحکم میں شائع ہونے والا متعلقہ مضمون ذیل میں کیا جاتا ہے:

ایک احمدی گولڑہ میں: ہمارے مکرم مخدوم بھائی جناب بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر گوجر خان کا تبادلہ گولڑہ ضلع راولپنڈی کے سٹیشن پر ہوا۔ یہ گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ بابو شاہ دین صاحب چونکہ ایک سخت مخالف کے علاقہ میں ہیں جہاں اون کے پیرؤوں کا (جو سرحدی علاقہ کے پرجوش پٹھان ہیں) زور ہے اور اس لئے وہ امن میں نہ رہیں گے۔ مگر ہم ایسی باتوں کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پیر صاحب اپنی ذمہ داریوں کو ضرور سمجھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ بابو شاہ دین صاحب کو کسی قسم کا نقصان بھی پہنچے تو کم از کم پیر صاحب یا اون کی جماعت اس کے لئے نشانہ بن سکتی ہے۔ ایسی حالت میں بابو شاہ دین صاحب کے جان و مال کی بلا واسطہ حفاظت گویا پیر صاحب خود کریں گے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بابو صاحب کو گولڑہ سٹیشن پر کوئی ایسا گزند نہ پہنچے گا جس کا اون کو اندیشہ دلایا جاتا ہے...محکمہ ریل کے اعلیٰ افسران کو بھی اس امر کا نوٹ ضرور کر رکھنا چاہیے کہ بابو شاہ دین صاحب اس سٹیشن پر ہیں جہاں ان کا ایک سخت مذہبی مخالف اور اس کی ایک جماعت ہے (الحکم ۲۴۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۶)

اڈیٹر سراج الاخبار جہلم متوجہ ہوں

سراج الاخبار کے اڈیٹر پر جو الحکم کے اڈیٹر نے لائبل کا دعویٰ کیا ہے، تو بعض مرزائیوں نے جو مقدمہ کی پیشی کے وقت موجود تھے ہم سے بیان کیا کہ اڈیٹر سراج الاخبار نے شحنہ ہند کے چند ضمیمے پیش کر کے عدالت کو متوجہ کیا کہ دیکھو مجھی پر نالش کی گئی ہے اڈیٹر شحنہ ہند پر نہیں کی گئی۔ مدعیوں کے بیرسٹر مولوی کمال الدین صاحب نے بیان کیا کہ ہم اختیار رہے جس پر چاہیں نالش کریں، جس پر چاہیں نہ کریں۔ کوئی ہم کو مجبور

نہیں کر سکتا۔

معلوم نہیں اڈیٹر سراج الاخبار نے اس فعل سے کیا ارادہ کیا۔ یہی نا کہ اہل اسلام میں عام قانونی جنگ ہو جائے، اور اب تو صرف گورداسپور میں ہے آئندہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں یہ وبا پھیل پہنچ جائے اور پھر یہ مصرعہ صادق آئے:

تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم

اڈیٹر سراج الاخبار کو ایسی حرکت سے شرم کرنی چاہیے تھی کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنی آگ بجھائے اوروں میں بھی آگ لگانا چاہتا ہے۔

مولوی کمال الدین صاحب نے نہایت حزم اور دوراندیشی سے کام لیا اور جو چنگاری کسی نے چھوڑی تھی، اس کو فطانت اور فراست کے بوٹ سے وہیں کا وہیں رگڑ دیا۔ اڈیٹر سراج الاخبار جو طوفان بے تمیزی کا پھاگ کھلوانا چاہتا تھا وہ ایک پھونک سے دفع کر دیا۔

کیا اڈیٹر سراج الاخبار کا اس تحریک سے یہ مدعا تھا کہ اگر اوروں کے ساتھ مرزا جی اور ان کے حواری کی مقدمہ بازی ہو جائے گی، تو میں بچ رہوں گا اور مجھ سے یہ آفت ٹل جائے گی۔ سو... اس کا حال جلد کھل جائے گا۔ کیا اڈیٹر سراج الاخبار، شحنہ ہند کے مقابلے میں مرزا جی کے ہم درد و دوست تھے کہ ان کو ایسی صلاح دی ہے۔.. کیا وہ دوران مقدمہ مرزائی ہو گئے ہیں یا ہونا چاہتے ہیں کہ... بھلائی کا تحفہ عدالت میں پیش کیا۔

مرزا جی سے ہماری بحث تین سال سے جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے، مگر دوسرے کا کیا منصب ہے کہ اس معاملہ میں دخل در معقولات دے۔ راز نیاز کی باتیں ہیں۔.... ہماری باتیں خدائے جل جلالہ وعم نوالہ سے ہیں جسکی صفت لم یلد ولم یو لد ہے، اور لیپا لک کا راز و نیاز آسمانی باپ سے ہے جس سے ہمیں اچھی طرح واقفیت ہے۔ اوروں کو کیا ضرورت ہے... کہ ہمارے معاملے میں بولیں یا طرفین میں سے کسی کو اشتعال دیں۔

سراج الاخبار جہلم کی یہ زبوں حرکت قابل معافی تو ہے نہیں، مگر خیر ہم درگذر کرتے ہیں۔ دیکھنا ہم مجدد السنہ مشرقیہ اور شوکت اللہ ہیں، ہمارے جلال کی یہ شان ہے کہ دہار ماریں تو چار طرف کیروسین آئل کے

چشمے جاری ہو جائیں۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۴۔۵)

درازی عمر کا لٹکا

مرزا جی باوصف مسیح ہونے کے مردے تو زندہ کر نہیں سکتے، نہ کوڑھیوں کو اچھا کر سکتے ہیں، لہذا انہوں نے سوچا کہ کم از کم اتنا تو ہو کہ بیسویں صدی کا مسیح لوگوں کی عمریں بڑھا سکے۔ پس وہ اپنے چیلوں کو اکثر یہ تلقین کرتے رہتے ہیں کہ دین مرزائی کی تبلیغ کرنے سے بیچ کھیت عمریوں بڑھتی ہے جیسے پانی سے کھیتی۔

قرآن مجید میں تو یہ حکم ہے اذا جاء اجلهم لایستاخرون ساعة ولایستقدمون ۔عمر تو اتنی ہی رہے گی جتنی مقدر میں لکھی ہے، البتہ اعمال نیک اور اتقاء سے صحت انسانی بڑھتی ہے اور فسق و فجور میں مبتلا رہنے سے صحت خراب ہوتی ہے۔ پس عمر کی درازی اور کمی کی یہی لـــم ہے، پھر بھی یہ دونوں تابع تقدیر ہیں۔ مگر مرزا جی نے عمر کے بڑھنے اور گھٹنے کا کوئی پیمانہ نہیں بنایا کہ بروزی نبی کی تبلیغ کرنے سے زیادہ سے زیادہ کہاں تک عمر کے بڑھتی ہے اور تبلیغ نہ کرنے سے کتنی عمر گھٹتی ہے، تاکہ مرزائیوں کو پورا معیار مل جاتا اور پھر وہ جان توڑ کر رات دن مرزائیت کی تبلیغ کرتے کیونکہ عمر کی درازی اور کمی ایک اضافی امر ہے۔ مثلاً جس شخص کی عمر سو برس کی ہوئی وہ اس شخص کی نسبت دراز عمر ہے جس کی عمر ۸۰ برس کی ہوئی، اور جس شخص کی عمر ۲۰ برس کی ہوئی وہ اس شخص سے کم عمر ہے جس کی عمر ۴۰ یا ۵۰ برس کی ہوئی۔ علی ہذا۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ ص ۵)

مرزا جی کے رقیب بلائے بے درمان ہیں

ہم لکھ چکے ہیں کہ یورپ میں اس وقت دو مسیح موعود، قادیانی مرزا جی کے رقیب پیدا ہوئے ہیں۔ لندنی مسیح مسٹر پگٹ کا تو مرزا جی کو چنداں خیال نہیں، شائد اس سے دانت کاٹی ٹھہر گئی ہے، اور تنبان اور پتلون کا رشتہ مل گیا ہے، مگر فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی مرزا جی کی نگاہ میں کھٹک رہے ہیں۔ ان کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی مرزا جی سے زیادہ چلتا ہوا ہے۔ اور قرینہ بھی یہی بتا رہا ہے۔ کیونکہ یورپ کے لوگ فلسفی تعلیم یافتہ اور بڑے کائیاں ہیں، اور ہندوستان کے باشندے نرے وحشی سادہ لوح اور بالکل بودم

ہیں۔مگر جب ڈاکٹر ڈوئی نے یورپ والوں کو بھی مونڈ لیا ہے،تو مسیحیت میں مرزا جی سے ان کا مرتبہ بہت بڑھا ہوا ہے۔مرزائی یورپ وامریکہ میں اپنے رسالے اور تصویریں بھیج رہے ہیں،مگر بجز اس کے کہ لوگ ان کو دیکھ کر قہقہے اوڑائیں،کسی پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔پھر وہاں جب یورپین کے گوشت پوست ڈاکٹر ڈوئی جیسے مسیح موعود کا سکہ جما ہوا ہے،تو ایک اجنبی سادھو کے بچے کو کون پوچھتا ہے۔

یورپ میں مرزا جی کا کچھ سکہ جم بھی جاتا مگر شامت کے دھکّے کہاں ٹلنے والے تھے۔آسمانی باپ کے حقیقی بیٹے عیسی مسیح کو جورب النصاری ہے،گالیاں دینی شروع کر دیں۔یورپ والے کب گوارا کر سکتے تھے کہ ان کے خدا کو کوئی گالیاں دے۔پس مرزا جی کے نام پر چاروں طرف سے شیم شیم کے آوازے بلند ہونے لگے۔قرآن مجید میں تو بت پرستوں کو بھی برا کہنے کا حکم نہیں۔چنانچہ

لاتسبو الذ ین ید عو ن من دو ن الله.. الآ یه

وارد ہے،اور مرزا جی ایک اولوالعزم نبی اور یورپ کے خدا کو گالیاں دیں۔بھلا اس شنیع فعل اور کمینہ حرکت کو کون گوارا کر سکتا تھا۔

بالآخر مصیبت یہ پڑی کہ خود آسمانی باپ لیپا لک سے ناراض ہو گیا۔اگرچہ چھوٹی اولاد سے والدین کو زیادہ محبت ہوتی ہے اور گو بقول مرزا صاحب،حضرت عیسی مسیح نے اپنے کو آسمانی باپ کا خلف ارجمند ثابت نہیں کیا،مگر آپ جانتے ہیں کہ خون کا جوش اور خون کی محبت ایک نیچرل امر ہے۔صلبی بیٹا کیسا ہی نالائق ہو،مگر ہر حالت میں باپ کو اسکے ساتھ لیپا لک سے بہت زیادہ محبت ہوگی۔پس لیپا لک نے جو گالیاں اپنے سوتیلے بھائی اور آسمانی باپ کے سگے بیٹے کو دیں،وہ گویا آسمانی باپ کو دیں۔پس وہ ایسا ناراض ہو گیا کہ اب لیپا لک کے نام کا کتا پالنا بھی گوارا نہیں کرتا۔پھر دوسرے یورپئن بیٹے کیوں ناراض نہ ہوں۔

بیٹا کیسا ہی نالائق اور باپ کیسا ہی کٹر اور قسی القلب ہو،مگر آپ جانتے ہیں کہ ہاتھ ٹوٹے گا تو گلے کو آئے گا۔باپ بیٹے کا اپنا خانگی معاملہ ہوتا ہے،دوسرا شخص ان کے پھٹے میں پاؤں دے گا تو دل پھٹ جائے گا۔پس صلبی بیٹے نے باپ سے فریاد کی اور آسمانی پریوی کونسل میں اس فریاد کی سماعت ہوئی۔یوں لیپا لک راندہ درگاہ ہو گیا۔مرزا جی نے بیس برس تک بعثت اور رسالت کی خوب ماما پختیاں کھائیں،مگر اب آ کر وہ

سب رائیگاں گئیں۔آسمانی باپ چونکہ ناراض تھا،لہذا اس نے الہام نہ کیا کہ تیرے دو رقیب اور بھی پیدا ہوں گے جو بروزیت اور مسیحیت میں کھنڈت ڈالیں گے اور منہ سے تر لقمہ چھین لیں گے۔

یورپ کے عیسائیوں کو تو رہنے دیجئے،مرزا جی نے اپنے جو رسالے مصر وغیرہ کے عربی اخبارات میں بھیجے تھے اور ان پر جو جو کچھ ریویو کئے گئے،مرزا جی ان سے خوب واقف ہیں۔ضمیمہ میں بھی ان کی نقلیں شائع ہو چکی ہیں۔پس مرزا جی کا حال شوکت اللہ کے اس شعر کے مطابق ہوا

ہر مومن و گبر کو ہے یکساں نفرت
آغوش میں لے نہ کعبہ نے دیر ہمیں

پس لندن اور پیرس کے دو گاڑھے حریفوں کا خیال مرزا جی کے لئے بلائے بے درمان اور سوہان روح ہو رہا ہے۔مگر ان کو مرزا جی کا ذرہ بھر بھی خیال نہیں کیونکہ وہ آسمانی بادشاہی کی وراثت اور ملکیت کے شفیع اور خلیط ہیں۔مسیح ان کا اور وہ مسیح کے۔قادیانی مرزا جی تو نہ تین میں ہیں،نہ تیرہ میں۔پھر کورنمکی سے باپ بیٹے دونوں کے دشمن۔اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۵۔۷)

مرزائی علماء

پیر سراج الحق صاحب جو پہلے جمالی تھے اور اب مرزائی ہو گئے،تعجب ہے کہ اپنے کو بجائے احمدی کے نعمانی (حنفی) لکھتے ہیں۔یہ تو شرک فی الرسالۃ البروزیہ ہے۔کیا مجتہد کا مرتبہ نبی سے زیادہ ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے ابھی تک پکے مرزائی نہیں ہوئے۔مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کو یہ بات سخت ناگوار ہے کہ وہ اپنے کو دوسرے کی جانب منسوب کریں۔خیر اسی میں ہے کہ اس شرک جلی سے توبہ کیجئے ورنہ مجدد فتوی دے گا کہ آپ دارالامان قادیان میں رہنے کے لائق نہیں۔بھلا لیپا لک کے مندر میں مشرکوں کا کیا کام۔

خیر یہ تو ایک تمہید تھی،غزل کا مقطع سنئے۔آپ (سراج الحق نعمانی) نے الحکم میں اعلان دیا ہے کہ میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی تائید میں عجیب طرز کا ایک رسالہ لکھ رہا ہوں۔ایک ضروری مقام علماء احمدیہ کے ناموں کا آ گیا ہے۔پس مناسب ہے کہ جماعت احمدیہ میں جس قدر علماء ہیں،یعنی جنہوں نے باقاعدہ علم عربی

کی تحصیل کی ہے، اپنے اپنے نام خاکسار کے پاس بھیج دیں۔،

واقع میں یہ رسالہ عجیب طرز کا ہوگا۔ آخر آپ خاندانی پیرجی ہیں نا۔ اگر آپ کو ایسے لٹکے نہ سوجھیں تو کسے سوجھیں۔ مگر معلوم نہیں مرزائی جماعت میں علماء کون سے ہیں۔ ہم کولٹو شاہ اور پٹو شاہ اور چپڑ خٹو شاہ اور مدار بخش اور خواج بخش وغیرہ کے سوا کوئی معلوم نہیں۔ خندقوں کھائیوں کوٹھی کھٹلوں میں مرزائی علماء چھپے ہوں، تو ہوں۔ علماء ہوتے تو قادیان میں ہوتے۔ ہاں لے دے کے صرف مولوی حکیم نورالدین صاحب ہیں۔ یہ بے شک عالم ہیں اور یہی قادیانی کان کے شب چراغ ہیں۔ اور کسی زمانہ میں تو برگزیدہ علماء اہل حدیث سے تھے۔ خیر خدا تعالی رحم کرے۔ حکیم صاحب کے بعد مولوی محمد احسن صاحب امروہی ہیں۔ یہ بھی کسی زمانے میں بشرح صدر تھے۔ آپ اکثر اوقات مرزا جی کے مخالفوں کی تصانیف کے ردّ میں کتابیں اور رسالے اور اخباروں میں مضامین بھی دیتے رہتے ہیں۔ یوں کہیے کہ لیپا لک نے ان کو اپنا کفارہ بنا رکھا ہے۔ خدا تعالی ان پر ڈبل رحم کرے۔ علماء کے نام سے باقی صفر۔ ہاں جس طرح ہر ایک وکیل امتحان پاس کر کے عالم بن جاتا ہے اسی طرح ہر ایک شخص مرزائی ہونے کے بعد مولوی اور عالم بن جاتا ہو، تو مضائقہ نہیں۔

شوکت اللہ نے ہر طرح دیکھ بھال لیا، ٹٹول لیا، کسوٹی پر کس لیا، مگر مرزائیوں میں کوئی کامل عیار نہیں نکلا۔ منطق فلسفہ ہیئت کلام معانی و بیان کے مضامین کا ضمیمہ میں دریا بہا دیا، مگر کوئی غواص اور پیراک معلوم نہ ہوا۔ علوم وفنون سے کسی کو مسّ بھی نہیں۔ قادیانی مرزا صاحب کو البتہ فارسی اور عربی نظم لکھنے کا سلیقہ ہے مگر سب اصلاح طلب ہے۔ سارا کلام مجدد (احمد حسن شوکت) کی نظر سے گزر جائے تو کندن ہو جائے اور پھر ہندوستان میں کسی کی کیا طاقت ہے کہ مرزا جی کے کلام پر چونچ کھول سکے۔

اس میں بالکل شک نہیں کہ مرزا جی اور ان کے لکھے پڑھے حواری دل میں مجدد کی تجدید پر ایمان لے آئے ہیں، مگر ہم کو غصہ صرف اس پر ہے کہ جس طرح سب تصدیق بالقلب کر چکے ہیں اسی طرح اقرار باللسان بھی کریں۔ اور تو اور ایڈورڈ گزٹ کے مرزائی اڈیٹر کو دیکھئے کہ غریب نہ لکھا، نہ پڑھا، مگر ہاتھی سے گنے کھانے چلا ہے۔ اس بیچارے کو الفاظ کی سقم وصحت تک کی خبر نہیں، مگر اپنے پیر کے خوش کرنے کو اخبار میں اٹکل پچو کچھ نہ کچھ ہانکتا ہی رہتا ہے۔ مجدد کے کلام کا محمل نہیں سمجھ سکتا۔ ایک شعر کا مطلب نہیں بتا سکتا، ویسا شعر لکھنا تو کجا۔

اگراس کے استاد الاساتذہ بھی گور سے نکل کرآئیں، تو مقابلے میں ایک مصرعہ موزوں نہیں کرسکتے۔ لیاقت کی یہ کیفیت کہ جو کچھ لکھتا ہے اسے خود نہیں سمجھتا۔۔۔ دنیا میں شوکت التجدید کے نقارے بج گئے، مگر اسکے کانوں میں چونکہ تعصب نے سیسا پلا دیا ہے، لہذا قوت سامعہ کافور ہوگئی ہے اسی لئے یہ عطائی مجبور ہے :

دور نگ ازبا دل دہ مر شود کے

معنی لا تسمع من فی القبور

اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷۔۸)

قرآن کی آیات میں تغیر وتبدل اور کمی بیشی کرنا کفر ہے

قادیانی مرزاجی کو نہ خدا کا خوف ہے، نہ بندوں کی شرم۔ آیات قرآنی میں یہ کہہ کر کہ: مجھ پر یہی آیتیں، جو خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر بطور وحی نازل ہو چکی ہیں، مکرر الہام ہوتی ہیں، بے تامل تغیر وتبدل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک حصہ آیت کا لیا، اوراس میں ایک حصہ اپنی طرف سے ملا دیا۔ گویا کمخواب اور اطلس میں، نہیں، بلکہ سندس واستبرق کے بہشتی حلّوں میں، جو مومنین صادقین اور توحید ورسالت پر قائم ہیں کے لئے قطع اور تیار ہوئے ہیں، ٹاٹ کا پیوند لگاتے ہیں۔ مرزائی کتابوں اور اخباروں میں ایسے الہامات سینکڑوں موجود ہیں جن میں آیات قرآنی کو مسخ کیا گیا ہے الامان الامان۔

ان مرزائیوں کی عقلوں پر خدا جانے کیسے پتھر پڑے ہیں کہ کلام الٰہی اور دین الٰہی کے ناسخ اور مرمّم اور محرف کو مامور من اللہ اور نبی اور رسول وغیرہ سمجھتے ہیں۔ عاقبت کے وبال اور نکال میں مبتلا ہونے کے علاوہ یہ حرکت کس قدر حماقت آمیز ہے کہ جو کلام ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہو چکا، وہی دوبارہ مرزا قادیانی پر نازل ہوتا ہے۔ گویا جو واقعات پیغمبر عرب ﷺ کو پیش آئے، جن کے مطابق وحی نازل ہوئی، وہی معدوم واقعات لوٹ کر قادیانی کو پیش آتے ہیں، اور وہی آیتیں نازل ہوتی ہیں۔ مگر حواری نہیں سمجھتے، ان کے دلوں پر مہریں لگ گئی ہیں۔ دہریوں کا ایک فرقہ ہے۔۔ جس کے نزدیک تمام گزشتہ واقعات، مثلاً طوفان نوح اور سکندر ذوالقرنین کے واقعات، سب زمانہ کے ظرف میں موجود ہیں مگر ہماری آنکھوں سے مخفی ہیں۔ ماحصل یہ ہے کہ

اس فرقہ ضالہ کے نزدیک کوئی شیء معدوم نہیں۔یہی فاسد عقیدہ بروزی قادیانی کا ہے

حضرت قاضی عیاض اپنے کتاب شفا میں لکھتے ہیں

قد اجمع المسلمون علی ان القرآن المتلو فی جمیع الاقطار الارض المکتوب فی المصاحف بایدی المسلمین مما جمعه الدفتان من اول الحمد للہ رب العالمین الی آخر قل اعوذ برب الناس انه کلام الله المنزل علی نبیه محمد ﷺ و ان جمیع ما فیه حق و ان من نقص منه حرفا قاصداً لذلك او بدله بحرف آخر مکانه او زاد فیه حرفً مما لم یشتمل علیه المصحف الذی وقع علیه الاجماع و اجمع علی انه لیس من القرآن عامداً لکل هذا انه کافر۔ترجمہ۔تمام مسلمانوں نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ تحقیق جو قرآن زمین کی تمام اطراف میں تلاوت کیا گیا ہے اور جو جلدوں میں لکھا ہوا، مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، جس کو جمع کیا ہے دو پٹھوں نے، شروع الحمد سے لے کر آخر قل اعوذ برب الناس تک، خدا تعالی کا کلام ہے جو اس کے نبی ﷺ پر نازل ہوا ہے۔اور جو کچھ اس میں ہے، حق ہے۔جس شخص نے اس میں سے ایک حرف کم کرنے کے ارادہ سے کم کیا یا کوئی حرف اسکے حرف کی جگہ بدلا، یا کوئی ایسا لفظ بڑھایا جو قرآن میں نہیں، عمداً ایسی تمام باتوں کا ارتکاب کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔

اور مفتاح السعادت میں لکھا ہے (ترجمہ) اور ایسے مرتد کا اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرنا زنا ہے۔اور ایسی حالت میں جو بچہ پیدا ہو، وہ حرامی ہے گرچہ بطریق عادۃ یہ مرتد توحید وشہادت کا کلمہ پڑھے۔

اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص پر اعتقاد رکھنے والے بلکہ ناسخ ومرمم قرآن کو نبی سمجھنے والوں کی نسبت بھی یہی حکم ہوگا اور اشباہ ونظائر میں ہے:

و اذا مات او قتل علی ردته لم یدفن فی مقابر المسلمین و الا اهل الملة و انما یلقی فی حفرة کالکلب۔

یعنی یہ مرتد جب مرجائے یا اپنے ارتداد کے باعث قتل کیا جائے تو مسلمان اور اہل ملت کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اور کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۲)

فاضل امروہی کے کلام میں تناقض

مولوی محمد احسن صاحب امروہی قادیانی کا رقیمۃ الوداد ۲۴۔اگست ۱۹۰۳ء کے الحکم میں چھپا ہے جو کسی سائل کے خط کے جواب میں ہے جس نے چند سوالات کئے تھے۔اپنے موعود کے دعووں کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں:

اگر یہ پیشین گوئیاں مخبر صادق علیہ السلام کی ،جس کا مصداق یہ مسیح موعود ہے، نہ بھی ہوں،تب بھی یہ مجدد اسلام اپنی ذات میں ایک ایسا مجمع نشانوں الٰہی کا ہے جس کی تصدیق کے لئے قرآن وحدیث ہم کو مجبور کر رہی ہیں۔

اول تو لفظ: اگر، سے جو صرف شرط اور تشکیک پیدا کرنے والا ہے، یہ نکلتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت آنخضرتﷺ کی پیشین گوئیاں قطعی اور یقینی نہیں ہیں۔اس صورت میں موعود موعود نہ رہا، حالانکہ وہ حدیثوں ہی کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔مثلاً

ان اللہ یبعث لھذہ الا مۃ علی ر أس کل مأۃ من یجدد لھا د ینھا

اگر چہ یہ اس پر منطبق نہ ہو کیونکہ اس صورت میں آنخضرتﷺ کی وفات سے لے کر اب تک ۱۳ مجدد ہونے چاہییں جنہوں نے نبی مہدی مسعود مسیح موعود امام الزمان خاتم الخلفاء ہونے کا دعوی کیا ہو، کیونکہ آپ کے نزدیک مجدد تو وہی ہے جو مذکورہ بالا صفات کا مجموعہ ہو۔اور اگر آپ تاویل سے ثابت کریں کہ ۱۲ مجدد تو اس شان کے نہ تھے، بلکہ مرزا جی سے گھٹیل تھے،اول تو حدیث میں نہیں لکھا کہ وہ مجددین مراتب میں ناقص اور کامل ہوں گے۔یعنی ۱۲ مجدد تو ناقص اور تیرھواں مجدد سب سے اکمل اور خاتم الخلفاء ہوگا۔اور اس صورت میں خود ۱۳ مجددوں ہی کی نفی ہوتی ہے کیونکہ ناقص فی الکمال یا فی الدین ہرگز مجدد نہیں ہوسکتا۔پھر خدا کو کیا

ضرورت تھی کہ اپنے کامل دین کے لئے ناقص مجدد بھیجتا۔ سب کو کامل ہی بنا کر کیوں نہ بھیجا۔

اور اگر مولوی امروہی صاحب یہ کہیں کہ سب کامل تھے اور قیامت تک کامل ہی مجدد پیدا ہوں گے، تو قادیانی مرزا جی کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور دعوی خاتمیت خلفاء بھی باطل ہو گیا، کیونکہ آپ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ حدیث من یجدد لھا دینھا کا مصداق وہی مجدد ہو گا خواہ خلیفہ اول صدیق اکبر ہوں، یا مسیح موعود خاتم الخلفاء و مہدی مسعود ہوں۔ لیکن صدیق اکبر تو خاتم الخلفاء نہ تھے، ورنہ مرزا جی خاتم الخلفاء ہرگز نہ ہوتے

اور اگر یہ کہو کہ قادیانی مرزا جی، حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ وہ خلیفہ اول تھے اور مرزا جی خلیفہ آخر اور خاتم الخلفاء ہیں، تو اب قیامت تک کسی اور مجدد کی بعثت نہ ہونی چاہیے جو حدیث مذکور کے منطوق واجب الوثوق کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث میں علی رأس کل مأۃ وارد ہے، یعنی ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد پیدا ہو گا۔ یہ نہیں لکھا کہ چودھویں صدی کے شروع میں جو مجدد پیدا ہو گا وہ خاتم المجدد دین ہو گا۔

آگے چل کر آپ (یعنی امروہی صاحب) دفع دخل کے لئے فرماتے ہیں:

ہاں یہ مجدد دین سب کے سب یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں ہیں بلکہ بحکم تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض امت محمدیہ میں بھی یہ حکم فضیلت جاری و نافذ ہے۔

آپ نے مرزا جی کی خاتمیت برطرف کر دی۔ علاوہ اس کے یہ ان رسولوں کی فضیلت کا ذکر ہے نہ کہ مجددوں کی فضیلت کا، تاکہ حدیث مذکور سے مطابقت ہو۔

اور اگر آپ وہی گنجی اور لنگڑی تاویل کریں کہ تمام مجدد رسول ہیں، تو آیت خاتم النبیین کا انکار ہے۔ گو آپ کو کسی کی کچھ پرواہ نہ ہو، اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا پڑے۔

اگر مجدد سے مراد نبی ہوتی تو یہ حدیث اس طرح وارد ہوتی:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ نبیاً یجدد لھا دینھا

آپ کا یہ فرمانا کہ سب مجدد دین یکساں اور متساوی فی الدرجہ نہیں، اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مرزا جی سب سے افضل ہیں اور رسولوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ آیت تلک الرسل فضلنا بعضھم کا پیش

کرنا اسی غرض سے ہے۔اس سے آپ کا اور تمام مرزائیوں کا عقیدہ اچھی طرح کھل گیا،خواہ آپ اپنے عقیدہ پر کیسا ہی پردہ ڈالیں۔

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

خدا کرے آپ ہمارا مطلب اچھی طرح سمجھیں،اور نازک طبع بنیں نا کہ بلید الطبع۔اور بہتر ہے کہ آپ قلم اٹھائیں اور پھر مجدد کی جولانیاں دیکھیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ص۲۔۳)

کیا مرزا جی حرمین شریفین کی زیارت کریں گے

ہر گز نہیں۔کیونکہ سفر حجاز میں مصائب،جہازوں کے ڈوبنے کا خوف ہے۔پھر جدے اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں بدو لگتے ہیں،جو مال واسباب لوٹ لیتے ہیں،ورنہ مار ڈالتے ہیں۔جا بجا قرنطینے ہیں۔طاعون ہے۔ہیضہ ہے۔الغرض طرح طرح کی آفات ہیں،اس لئے نہ مرزا جی خود جائیں گے،نہ اپنے حواری اور مریدوں کو حج کی اجازت دیں گے۔بس ایسے پر آشوب وقت میں تو قادیان ہی مکہ اور مدینہ بلکہ ان سے بھی کئی حصے زیادہ شرف رکھتا ہے کیونکہ وہ دارالامان ہے اور مکہ اور مدینہ اور اون کی راہ میں امن نہیں بلکہ ہر وقت جان کا خطرہ ہے۔،

لیکن مرزا جی کا یہ عذر لنگ ثابت کرتا ہے کہ وہ موعود عیسی نہیں بلکہ مردود دجال ہیں۔چنانچہ ابن عساکر نے حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ

قال رسول الله ليهبطن الله عيسى بن مريم حكماً عدلاً و اماماً مقسطاً فيسلكن فج الروحاء حاجاً او معتمراً و ليقفن على قبري ليسلمن عليّ و لاردن عليه

ترجمہ:فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ خدا تعالی عیسی بن مریم کو اتارے گا حاکم عادل اور امام منصف

بنا کر پھر وہ حج یا عمرہ کرتے ہوئے روحا کی راہ سے چلیں گے اور میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ کو سلام کریں گے اور میں سلام کا جواب دونگا۔

اب فرمائیے مرزا جی، مسیح موعود کیوں کر ہوئے۔ ان کے واسطے تو روحاء قادیان اور گورداسپور کی سڑک ہے۔ وہ اس راہ سے بھی اس وقت بجبوری جاتے ہیں جب کہ مقدمات میں عدالت ان کو طلب کرتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ مرزا جی حرمین شریفین جائیں، وہاں تو سچے مومن جاتے ہیں جو خدا وحدہ لاشریک اور اس کے رسول خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ مرزا جی احادیث کے اس جزء کو مانتے ہیں جو ان کے مطلب کے موافق ہوتا ہے، باقی اجزاء نہیں مانتے اور اس آیت کے مصداق ہیں :نـو من ببعض و نکفر ببعض ۔

اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۲۳ ص ۳)

مرزا جی کا الہامی قصیدہ

مرزا جی کا ایک فارسی قصیدہ جس کو الہامی بتایا جاتا ہے اور جس پر مرزائیوں کو بہت بڑا دعوی ہے (مرزا جی کو تو سب سے زیادہ ہوگا کیونکہ وہ ملہم ہیں) نظر سے گذرا۔ ہم ذیل میں اس کے پیاز کے سے چھلکے اتار کر دکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پوست ہی پوست ہے، مغز ندارد۔ فرماتے ہیں:

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود
گویم سخن اگرچہ ندارند باورم
کاندر دلم دمید خداوند کردگار
کان بر گز یدہ را ز رہ صدق مظہرم

لیجئے جناب عیسی مسیح برگزیدہ ہو گئے۔ شائد یہ قصیدہ بروزی اور مہدی بننے سے پہلے تصنیف کیا گیا ہے اور جب جنون نے زور کیا تو حضرت عیسی مسیح کو خدا جانے کیا کیا بنا کر چھوڑا، نبی ہونا تو کجا، وہ تو مہذب انسان بھی نہ رہے۔ جو مسیح ایسے اور ویسے ہیں مرزا جی ان کے مظہر بنے ہیں۔ یہ قصیدہ شعر انوری کے اس شعر

سے اخذ کیا ہے:

جائیکہ از بلندی و پستی سخن رود
از آسمان بلند تر از خاک کمترم

قرآن میں سے جو آیتیں چرا کر تغیر و تبدل اور مسخ کے بعد اپنا الہام قرار دیتے ہیں، وہ تو مسلمانوں پر کھل جاتا ہے کیونکہ ہزاروں علماء اور حفاظ موجود ہیں۔ پس کاجل کا چور اپنا منہ کالا کرتا ہے، تو پکڑا جاتا ہے۔ مگر شعراء کے قصائد پر تو لوگوں کی بہت ہی کم نظر ہوتی ہے، پس آپ اس کو چرا کر حمقاء میں سرخرو ہو جاتے ہیں لیکن تاڑنے والے تاڑ جاتے ہیں۔ اور مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کے سامنے تو مرزا جی کی کوئی چوری کب چھپ سکتی ہے۔ اس کی شان میں تو مولانا نظامی پہلے ہی فرما گئے ہیں

اگر دزد بردہ بر آرد نفیر
بر دوست او شحنہ دزد گیر

قادیانی قصیدہ کا ایک شعر یوں ہے:

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم
حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

ہم نے تو یہ سنا تھا کہ کانوں سے دیکھتے ہیں، ناک سے دیکھتے ہیں، سر سے دیکھتے ہیں، پاؤں سے دیکھتے ہیں، گھٹنوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ آج ہی معلوم ہوا کہ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں جب کہ آپ کا یہ مصرعہ نظر پڑا: حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

یوں فرمایئے: حیف است گر بغور نہ بینند منظرم

ایک شعر یوں ہے:

از کلمہ منارہ شرقی عجب مدار
چون خود ز مشرق است تجلّی نیّرم

تمام اشعار میں ردی مفتوح ہے، مگر یہاں مکسور۔ یہ لفظ نیّر بروزن فیعل بکسر یاء ہے نہ کہ بفتح یاء۔

یہ آپ کی الہامی شاعری و ہمہ دانی ہے۔ جی ہاں بجا ہے جو مشرق میں رہے اور ایک منارہ کھڑا کر لے وہ مسیح موعود ہے۔

پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

آن قبلہ رو نمود بگیتی بچار دہم

بعد از ہزار و سہ کہ بت افگند در حرم

چار دہم کو بسکون ہاء ہوّز ملاحظہ کیجئے۔ پھر چار دہم سے چودھویں صدی مراد لینا شائد تقاضائے الہام ہے۔ علیٰ ہذا، ہزار و سہ سے تیرھویں صدی۔ پھر: بت افگند در حرم، کے تو یہ معنی ہوئے کہ حرم میں بت لا کر ڈال دیئے، برافگندن، البتہ ڈھا دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔ ترکیب کتنی مضطرب ہے۔ آپ جو چاہتے ہیں شعر میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔ آپ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا میں اس قبلہ (آنحضرت ﷺ) نے تیرھویں صدی کے بعد پھر منہ دکھایا جس نے حرم سے بتوں کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ مگر شعر سے یہ معنی نہیں نکلتے بلکہ اسکے خلاف نکلتے ہیں، یعنی اس قبلہ نے پھر منہ دکھایا جس نے تیرہ سو برس قبل حرم میں بت لا کر ڈال دیئے تھے۔ یہ آنحضرت ﷺ اور ان کے بروزی کی تعریف ہوئی واہ واہ الہام کیا ہے خبط کا مرقع ہے۔

پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

جوشید آنچنان کرمِ منبع فیوض

کآمد ندائے یار زہر کوئے و معبرم

(یار) تو بہت ہی خوب ہے اور (کوئے) کے ساتھ معبر کے تو کیا ہی کہنے ہیں۔ معبر بالفتح بمعنی پل اور بالکسر بمعنی کشتی ہے، یہاں دونوں معنی سے کیا مناسبت ہے؟ یوں فرمائیے

کا ندائے غیب زہر کوئی تو منظرم

مرزا صاحب کا ایک شعر یوں ہے:

آخر نخواندہء کہ گمان نکو کنید

چون میروی برون ز حدودش برادرم

جوشخص اپنے آپکو برملا خدا کا لیپا لک بتائے، بعد ختم نبوت، دعوی نبوت کرے، انبیاء کو گالیاں دے اور اپنے کو غیب دان بتائے، اس پر نیک گمان کرنا مومن کا کام نہیں، اور (برادرم) تو بہت ہی فصیح واقع ہوا ہے۔

پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ماموروم و مرا چہ دریں کار اختیار
رہ ایں سخن بگو بخداوند آمرم

پھر قافیہ غلط، آمِر بکسر میم ہے، نہ کہ بفتح میم۔ مرزا صاحب یہ شاعری ہے، کاتا اور لے دوڑی نہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کا ایک شعر یوں ہے:

اے قوم من بگفتۂ من تنگدل مباش
ز اوّل چنیں مجوش ببیں تا بہ آخرم

قافیہ پھر غلط۔ سنئیے ایک آخر تو بکسر خاء اسم فاعل ہے اور ایک آخر بفتح خاء بمعنی دیگر کے ہے۔ آپ کی مراد بکسر خاء ہے، نہ کہ بفتح خاء۔ ورنہ بے معنی ہوگا اور یہ معنی ہونگے کہ مجھے دوسرے کے ساتھ دیکھ۔ خود بدولت کا بھی یہ مطلب نہیں اور آخر اسم فاعل کی صورت میں ردی غلط ہوتی ہے۔ الفاظ کی صحت وسقم کی بھی تمیز نہیں

پھر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ہر لحظہ مئے خوریم ز جام وصال دوست
ہر دم انیس یار علی رغم منکرم

ردی پھر غلط۔ آپ کی مراد منکِر بکسر کاف اسم فاعل ہے نہ کہ منکَر بفتح کاف اسم مفعول، ورنہ مہمل ہے

مرزا صاحب قادیانی کا ایک شعر یوں ہے:

بر سنگ میکند اثر ایں منطقم مگر
بے بہرہ این کسان ز کلام موثّرم

ردی پھر غلط۔ کیونکہ موثّر سے اسم فاعل مراد ہے جو بکسر ثاء مثلثہ ہے، نہ بفتح۔

مرزا صاحب قادیانی کا ایک شعر یوں ہے:

زان گو نہ دست او دلم از غیر خود کشید
گوئی گہے نبود دگر در تصوّرم

واہ وا! ردی بجائے مفتوح کے مکسور تو ہو رہی تھی اب ردی مضموم بھی ہونے لگی۔ کیوں جناب تصوّر بضم واو ہے یا بفتح واو۔

مرزا صاحب قادیانی کا ایک شعر یوں ہے:

ہر تار و پود من بسراید بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستان پرم

ردی پھر مضموم۔ تار و پو کا گانا نیا محاورہ ہے۔ یوں فرمائیے:

ہر تار موئے من بسراید بعشق او

مرزا صاحب قادیانی کا ایک شعر یوں ہے:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذِرم

ردی پھر غلط۔ آپ ڈرانے والے ہیں یا ڈرائے گئے ہیں۔ بے شک ڈرائے گئے۔ اور احمد حسن شوکت آپ کا منذر، یعنی قہر خدا اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا ہے۔

یہ قصیدہ غالباً اس زمانے کا لکھا ہوا ہے جب کہ دماغ کے تھرما میٹر کا نمبر مالیخولیا کے درجے سے بڑھ کر رسالت تک نہ بڑھا تھا۔ اب تو آپ فرمائشی بروزی رسول ہیں۔

آپ تو الہامی قصیدے کے لکھنے میں مجبور ہیں، قصور تو مسخرے آسمانی باپ کا ہے کہ الّم غلّم جو کچھ چاہتا ہے الہام کر دیتا ہے۔ اس کا فرض تھا کہ لیپا لک پر الہام کرنے سے پہلے یہ قصیدہ مجدد کے پاس بغرض اصلاح بھیج دیتا تا کہ رسوائی نہ ہوتی۔ خبردار جو آئینہ ایسی خودسری کا سودائے خام پکایا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۳۔۵)

مرزا جی نے اپنی سی سالہ بعثت میں کیا کاروائی کی

ہم کو نہایت ارمان بھرے دل سے اور طرح طرح کی امیدوں سے، جو قادیانی مہدی کے وجود سے وابستہ ہیں، یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس نے اپنی سی (۳۰) سالہ بعثت میں فرہاد بن کر کون سی کوہ کنی کی۔ فرہاد نے شیریں کے غم میں اور کچھ نہیں، تو مایوسی کی حالت میں اپنا ہی سر پھوڑ لیا، اور معرکہ عشق و محبت میں تمام بوالہوسوں سے بازی لے گیا، اور ایک بڑا اہم بالشان کارنامہ چھوڑ گیا۔ اور ایسا کام کر گیا کہ قیامت تک کوئی نہ کر سکے گا۔ قادیانی مرزا جی سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا۔ قادیان سے باہر نکلتے ہوئے مارے خوف کے روح قبض ہوتی ہے، حالانکہ آسمانی باپ وعدہ کر چکا ہے کہ میں تیری جان کا ہر وقت محافظ ہوں۔ اگر بری نگاہ سے کوئی دیکھے گا تو اس کی آنکھیں نکال دوں گا۔ مگر مرزا جی کو آسمانی باپ کی ڈھارس باندھنے پر ذرا بھی ایمان و اعتماد نہیں۔

ہم کو حیرت ہے کہ جب خود لیپا لک، آسمانی باپ کے وعدوں کو گوز شتر اور دال بھات ساگ کھانے والوں کی تو ندکا اپھان سمجھتا ہے، تو عوام میں اپنی اور آسمانی باپ کی ہوا کیا باندھ سکے گا۔ جب ہم تواریخ میں گزشتہ مہدیوں کے کارنامے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں انقلابات ڈال دیئے، بڑی بڑی سلطنتوں میں زلزلے پیدا کر دیئے، چار طرف کھلبلی مچادی، میدان ہستی کو تہ و بالا کر دیا، تو رہ رہ کر ہمارے دل میں یہی ارمان پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے زمانے کا مہدی ان کے مقابلے میں کچھ تو ہاتھ پاؤں ہلاتا۔ ان سے آدھی تہائی چوتھائی دسواں بیسواں سوّاں حصہ ہی اپنی مہدویت کے... کرشمے دکھاتا۔ گزشتہ مہدیوں کی تو دور بلا، بڑوں کی باتیں بڑی، ان کا کام بڑا، ان کا نام بڑا، خود ہمارے زمانہ کے مہدیوں محمد احمد تعالشی وغیرہ نے مصر کو کیا کیا ناچ نہیں نچایا۔ وہ بہادر انگریز جن کی وسیع سلطنت میں آج کے روز آفتاب غروب نہیں ہوتا، جب انہوں نے مصر کی کمک پر آکر فوج کشی کی تو سوڈانی مہدی نے ان کو کیا کیا تماشا نہیں دکھایا۔ بالآخر یہ غریب اپنی جان پر کھیل گیا اور تمام مہدیوں کی آبرو رکھ گیا۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے مگر اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

...سو مالی ملا عبداللہ ہی کو دیکھ لیجئے، کس دم خم اور کس ٹھاٹھ سے برٹش کے مقابلے کی کڑی جھیل رہا ہے۔ ماتھے پر چیں تک نہیں۔ میرا شیر افریقہ کے جنگلوں اور کچھاروں میں دھاڑ رہا ہے، اور ایسے ہیبت ناک نعروں سے کوک رہا ہے کہ مرزا جی اگر سن پائیں تو پتّہ پانی ہو کر بہہ جائے۔

دیکھئے مہدیوں کی یہ شان ہے۔ ایک ہمارے قادیانی مہدی ہیں کہ نہ ان میں جوش ہے، نہ ہمت، نہ جرأت، نہ اولوالعزمی۔ گوشہ عافیت میں بیٹھے چار طرف کاغذی گھوڑے دوڑا رہے ہیں، اور توپ کے گولے کی جگہ خالی خولی گیدڑ بھبکیوں (موت کی پیش گوئیوں) سے کام لے رہے ہیں اور ہنکار رہے ہیں کہ میری فوج طاعون ہے، کالرا (ہیضہ) ہے، جو آنکھوں سے الوپ انجن ہو کر مخالفوں کی کمین گاہ میں ہر وقت لگا ہوا ہے۔ ادھر کوئی منکر ڈہب پر چڑھا اودھر اس نے ہڑپ کیا۔،

بھلا کسی مہدی نے بزدل بن کر ایسی کارروائیاں کیں؟ انہوں نے تو صرف زبان تیغ سے بڑی بڑی جرار سلطنتوں کی مزاج پرسی کی ہے، اور اپنی شان جبروت دکھا کر منکروں کو منوایا ہے، ان کی ناک میں تیر ڈال دیا ہے۔ پس کس مسالے پر آسمانی باپ خوش ہو سکتا ہے کہ میرا لیپا لک (مرزا قادیانی) کسی قابل ہوگا۔ اور آسمانی باپ کے پوتے (مرزائی لوگ) کس برتے پر اچھل رہے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے کئی حریفوں پر فتح یاب ہوں گے۔ اگر مرزا جی کا یہی جبن (بزدلی) ہے، تو یاد رکھیں کہ مجدد السنہ مشرقیہ، مہدویت کا جبہ قلہ چھین کر کسی دوسرے مہدی کو دے دے گا اور قادیانی کو معزول کر کے بیک بینی و دو گوش عدم آباد کو چلتا کر دے گا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند و طوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۶۔۷)

الحیاء شعبة من الا یمان

مخبر صادق ﷺ کا مندرجہ عنوان ارشاد کتنا صحیح اور درست اور بے حیاؤں کے مطابق حال ہے۔ اگر اس ارشاد پر عمل ہو، تو دنیا میں ایک بھی بے حیا نہ رہے، اور بے حیائی اپنا منہ کالا اور ہاتھ پاؤں نیلے کر کے کافور ہو جائے۔ بھلا تیرہ سو برس کے عرصہ میں یہ ڈھٹائی اور بے حیائی کس نے اپنا شعار بنایا ہے کہ اپنے کو مسلمان

اور امت محمدیہ میں بتائے اور نبی بننے کا دعوی کرے۔ اسلام کی بنیاد ڈھائے اور بدستور مسلمان بنا رہے۔ اور جب اس کا دعوی مختلف مضبوط دلائل سے توڑا جائے، تو ذرا شرم نہ آئے۔ بلکہ اڑیل ٹٹو کی طرح اور بھی ہٹ کرے۔ تمام صحابہ عظام، اولیاء کرام، کبراء فخام کو جو متبع سنت خیر الانام اور عمائد اسلام تھے، جھوٹا بتائے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ حیا جو ایمان کا شعبہ ہے، باقی نہیں رہی۔ اور بے حیائی، جو کفر کا تمغہ ہے، اس کے دل پر مسلط ہوگئی ہے۔ دین میں شرک سے بڑھ کر کوئی بے حیائی نہیں۔ مشرک فی التوحید اور مشرک فی الرسالۃ سے زیادہ کون بے حیا ہوگا۔ سچ ہے حیا مومنین کی صفت ہے، صالحین کی صفت ہے، صدیقین کی صفت ہے، انبیاء کی صفت ہے اور خود خدا تعالی کی صفت ہے۔ بھلا ملحدوں اور مشرکوں کو اس صفت سے کیا واسطہ۔

جس شخص میں حیا نہیں، نہ اس کے لئے کوئی ضمانت ہے، نہ اس کا کوئی ضامن ہے، نہ اس کا کوئی کفیل ہے، نہ اس کا قول وفعل قابل اعتماد ہے کیونکہ اس کے دل میں مطلق خوف خدا باقی نہیں رہا۔ وہ خدا کا منکر ہے اور عملاً خدا کو بھول گیا ہے۔ دنیا کے سارے کاموں میں حیا اس طرح داخل ہے جیسے اجسام میں خون اور خون میں حرارت۔ اگر حیا موجود ہو، تو کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب نہ کرے۔ اور عدالتیں جو مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو یہ ایک قسم کی تادیب اور سرزنش ہوتی ہے کہ دیکھو تم نے جو حیا جیسی صفت سے قطع تعلق کر لیا، تو اب تم کو جبراً حیا دلوائی جاتی ہے، اور جب تک تم اس سزا میں مبتلا رہو گے تمہارا نور ایمان تمہیں خود حیا اور شرم دلاتا رہے گا۔ تو نے جو جھک مارا تھا اب اس کا خمیازہ چکھ۔

قیامت میں جب مجرمین دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور عقوبت میں مبتلا ہوں گے تو یہی کہیں گے یا لیتنی اتخذ ت مع الرسول سبیلاً یہ ان مجرموں کا حال ہوگا جنہوں نے رسول مقبول ﷺ کا طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اور جو لوگ خود ہی رسول بن گئے ہیں اور رسول کو جھٹلایا ہے، خیال کرنا چاہیے کہ ان کی کیسی بری حالت ہوگی۔ کاش وہ خدا اور رسول سے شرم کریں بے حیا نہ بنیں۔ اگر دنیا میں ان کو اس بے حیائی کا تدارک نہیں ملا تو اسپر نہ پھولیں، کیونکہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے اور دائمی ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷)

نبی اور خلیفہ

آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے خاتم النبیین بنایا، اسی بنا پر آپ نے فرمایا لا نبی بعدی ۔مرزا جی کو آسمانی باپ نے خاتم الخلفاء بنایا، لہذا آپ نے نعرہ مارا کہ لا خلیفۃ بعدی ۔کلام مجید میں بجز حضرت آدم کے کسی کو جناب باری نے خلیفۃ اللہ کہہ کر نہیں پکارا، مگر مرزا جی کو آسمانی باپ نے نہ صرف خلیفۃ اللہ بلکہ خاتم الخلفاء بنا دیا، کیونکہ آپ آسمانی باپ کے خلف فرزند ہیں، باقی سب ناخلف ۔اور خلیفہ اور خلفہ ہم معنی ہیں۔

مرزا جی کا مقولہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کامل اور اکمل انبیاء کے خاتم ہیں، نہ کہ ناقص انبیاء کے۔اور ناقص انبیاء قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔اس پر ہم بارہا بحث کر چکے ہیں اگر اطمینان نہ ہوا تو اور لیجئے۔

ناقص، ناقص کا خاتم ہوگا اور کامل، کامل کا۔ پہلے تو اس فاسد عقیدے نے آنحضرت ﷺ کا کسر شان کیا، پھر خود مرزا جی کا، کیونکہ آپ اپنے کو خاتم الانبیاء کہتے ہوئے تو ذرا جھجکتے ہیں مگر خاتم الخلفاء بڑے دھڑلے سے بنتے ہیں۔اس صورت میں آپ ناقص خلفاء کے خاتم ہوں گے نہ کہ کامل خلفاء کے۔اور خلفاء بھی انبیاء ہیں تو اپنے ساتھ آپ نے تمام انبیاء کو ناقص ٹھہرا دیا۔اور آپ کے عقیدے کے موافق قیامت تک جتنے خلفاء (انبیاء) ہوں گے سب ناقص ہوں گے۔ یہ وہی بات ہوئی:

میں تو ڈوبا ہوں مگر تم کو بھی لے ڈوبوں گا

آسمانی باپ نے بایں ریش وفش لیپا لک کو تاویل کرنا بھی نہ بتایا۔اتنی خبر نہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کمال نبوۃ کے خاتم اور مکمل ہیں، تو ناقص نبوۃ کے بدرجہ اولی مختم اور مکمل ہیں۔ یہ تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو چاند ماند ہو جاتا ہے مگر ستارے ماند نہیں ہوتے۔ گویا آفتاب صرف چاند کو مغلوب کرتا ہے نہ کہ ستاروں کو۔ایسی اندھی تاویل کو وہی لوگ دیکھیں اور پسند کریں گے جو انسانی ماہیت سے مسخ ہو کر چمگادڑ کی ماہیت میں حلول اور بروز کئے ہوئے ہیں۔مرزا جی تمام انبیاء کو ناقص بتاتے ہیں لیکن اگر کوئی ان سے کہے کہ آپ ناقص خاتم الخلفاء اور ناقص امام الزمان ہیں تو وہ اور ان کے تمام چیلے چاپڑ کاٹ کھانے کو دوڑیں گے۔کھانے کے دانت اور، دکھانے کے دانت اور۔

ناقص چیزوں اور ناقص انسانوں کی خاتمیت کون سا اعجوبہ امر یا اعجاز ہے۔ ناقص انسان یا ناقص اشیاء یا تو کامل ہوں، ورنہ ان کا معدوم ہو جانا بہتر ہے۔ آسمانی باپ کے سب بیٹے یا تو خلف ہوں ورنہ تلف۔ جب مرزا جی ناقص نبی یا خلیفہ ہیں، تو آپ کی امت بھی ناقص ہوگی۔ تعجب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو کامل اور آپ کا بروز اور ظل ناقص۔ اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ ۱۶ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷۔۸)

آرا آرا دھڑیم

ارے بیٹھے بٹھائے یہ دھماکے کی آواز کیسی آئی۔ آسمانی باپ کی طرف سے کوئی زلزلہ تو نہیں آکودا جس طرح لیپا لک کی حمایت پر طاعون ایڈی کانگ بن کر آکودا تھا۔ مگر وہ تو تمام ہندوستان میں اچھلتا کودتا رہا اس کا بڑا بھائی زلزلہ خاص قادیان دارالامان ہی میں تشریف کا پوٹلا، یا ادبار کا گٹھا لایا۔ لیکن نہ تو منارے پر، نہ لیپا لک کے محل سرا پر، غریب اڈیٹر الحکم کے ہی مکان پر یوں گرا جیسے مردار پر کندے جوڑ کر گدھ۔

ماحصل یہ ہے کہ پچھلے سال بارشوں کے موسلا دھار دونگڑوں میں بے چارے اڈیٹر الحکم کا مکان یوں بیٹھ گیا جیسے کسی مایوس اور ناکام عاشق کا دل۔ اور دم کے دم میں لیپا لک کی چوکھٹ اور منارے کے استھان کے آگے سربسجود ہو گیا۔ زلزلہ بھی تھا عقل مند کہ غریب اڈیٹر ہی کے مکان کو قادیان کے مکانات کا کفارہ بنایا۔ اب مکان کی تعمیر کے لئے چندہ ہو رہا ہے۔ چندوں میں ایک ڈبل چندہ یہ بڑھ گیا۔

...اب ہمیں قادیان کے دوسرے مکانوں کے لالے پڑ رہے ہیں کیونکہ آسمانی باپ کے اڈیکانگ کا دست شفقت تو سبھی پر پھرنا چاہیے۔ جیسے طاعون کہ آیا تو مخالفوں کے لئے، مگر خود آسمانی باپ کے بعض پوتوں کا بھی سلفہ کر گیا۔ ہماری رائے میں تو یہ تعمیر منارہ سے بھی مقدم ہے کیونکہ الحکم ہی نے منارۃ المسیح کو پبلک میں بانس پر چڑھایا ہے، اور ہفتہ وار چڑھاتا رہتا ہے، ورنہ کہیں وہی معاملہ نہ ہو کہ کھاڑی کے چھپڑ پر پھونس نہیں ہوتا۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۶ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱)

نبی اور مجدد

نبی اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے مگر مجدد ان امور کو جو مرورِ زمان کی وجہ سے پرانے یا دلوں سے نسیاً منسیاً ہو گئے ہوں، نئے کرتا اور یاد دلاتا ہے۔ نہ وہ نبی اور رسول ہوتا ہے، نہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جیسے مولانا و مجددنا مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کہ مسلمان توحید و سنت کو بھول گئے تھے، چار طرف سے شرک اور بدعت اور ہوا پرستی پھیل گئی تھی، آپ نے تجدید کی ٹھوکر لگائی اور مردہ سنت و توحید کو زندہ کر دیا، جس سے نہ صرف عوام بلکہ سچے علماء کرام کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ بے شک یہ حضرت شہید مغفور مبرور کے دم قدم کی برکت ہے کہ ہندوستان میں توحید کا نور پھیل رہا ہے، اور اتباع سنت کا ظہور ہو رہا ہے۔ مجدد ایسے ہوتے ہیں جن کی نسبت حدیث شریف میں من یجدد لها دینها کی پیش گوئی وارد ہوئی ہے۔ بھلا اس زمانہ سے لے کر اب تک حقانی علماء میں سے کسی نے بھی مولانا اسماعیل شہید مرحوم کی تجدید سے انکار کیا۔ ہر گز نہیں، بلکہ آپ کا نام بڑی عظمت سے مسلمانوں کی زبان پر دائر و سائر ہے، اور قیامت تک رہے گا اور مسلمان ہمیشہ آپ کی مساعی جمیلہ کے مشکور رہیں گے۔

اب میرزا جی کو دیکھئے، ہندوستان سے لیکر حرمین شریفین اور تمام ملک عرب تک کسی عالم نے بھی آپ کے لاطائل دعووں کو مانا؟۔ پچاس سو دس بیس دو چار کو تو جانے دو، کسی مرے گرے ایک آدھ عالم نے بھی آپ کو حق پر سمجھا؟ مشائخ عظام اور علماء کرام نے آپ کے نام اور کلام پر تین حرف ہی بھیجے،... اور کوئی عالم ایسا نہیں جس نے آپ کے کفر کے فتوؤں پر اپنی مہر یا دستخط ثبت نہ کئے ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ معاملات دین سے علماء ہی باخبر ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے مکاروں کا مکر اور زوریوں کا زور نہیں چل سکتا۔ انہیں کے نفوس قدسیہ سے دین اسلام قائم ہے۔ انہیں کی برکت سے مسلمان راہ راست سے نہیں ڈگمگاتے اور گمراہ گمراہی سے نکل کر صراط مستقیم پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر صدی پر خدا تعالیٰ ایسے مجدد دین بھیجتا رہتا ہے کیونکہ وہ اپنے دین کا حامی اور حافظ و ناصر ہے۔

موجودہ عہد سلطنت میں آزادی اور وسیع المشربی کا دور دورہ ہے کل جدید لذیذ والوں کی

چاشنی خوب دال گلتی ہے۔ ہر طبقہ میں آسان پسندی پھیل گئی ہے۔ تکالیف شرعیہ سے بباعث ضعف ایمان و اعتقاد کے سب بچتے ہیں۔ پس سادھو بچوں کی چڑھ بنی ہے۔ اگر ہندوستان کے علماء ومشائخ مرزا جی کا تعاقب نہ کرتے اور مرزائی عقائد کی مسموم ہواؤں کو بذریعہ ہوا خواہی دین اسلام کے تقریری اور تحریری وسائل یعنی کتابوں اور رسالوں کی اشاعت سے دور نہ کرتے، تو ہندوستان میں مرزائی مذہب طاعون کی طرح پھیل جاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کا وجود باجود دین اسلام کے قیام واستحکام کی ضمانت ہے۔

ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ اگر ہر مجدد نبی ہوتا، تو آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کیوں کر ہوتے۔ بھلا کسی نے آج تک عرفاً واصطلاحاً لغۃً وشرعاً مجدد کو نبی یا نبی کو مجدد مانا بھی ہے۔ نبی کو مجدد کے لقب سے ملقب کرنا اس کی توہین ہے۔ ہر فن کا ایک مجدد ہوتا ہے۔ یورپ میں اس وقت سائینس اور جرثقیل اور ڈاکٹری وغیرہ فنون کے صدہا مجدد ہیں، لیکن وہ رسول اور پرافٹ (غیب دان) نہیں ہیں۔ نہ انہوں نے ایسا دعوی کیا۔ پھر رسول اور نبی ماموراور مبعوث من اللہ ہوتا ہے، مجدد ایسا نہیں ہوتا۔ مگر مرزا جی کو لغوی اور اصطلاحی اور شرعی مناسبت سے کیا غرض۔ انہوں نے تو تمام عمدہ اور بزرگ خطابات چھانٹ کر الم غلّم توند میں بھر لئے۔ یہ نہ سوچا کہ ان کی سمائی بھی ہوگی یا نہیں، اور یہ مختلف اور متضاد خطابات پیٹ کے ڈربے میں جا کر آپس میں لڑنے تو نہ لگیں گے۔

مرزا جی کو دنیا طلبی اور حبّ جاہ کی عیاری تو خوب سوجھی، مگر یہ نہ سوجھا کہ چل بھی سکے گی یا نہیں۔ اب مالیخو لیا یا واقعی الحاد وارتداد کے طغیان کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی نظروں میں کسی نبی اور رسول اور مجدد کی کوئی حقیقت نہیں، اور ہے بھی تو اتنی کہ کوئی نبی اور رسول ہوں گے، مگر اب کہاں ہیں۔ مر گئے، گل گئے۔ ان کے اقوال ان کے الہامات ان کے وجود ہی کے ساتھ فرسودہ ہو گئے۔ قادیانی مرزا جی زندہ نبی، زندہ رسول، زندہ امام الزمان وغیرہ ہیں۔ پس ان پر نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ساری خدائی کو ایمان لانا چاہیے۔

آپ حدیث رسول سے اپنا مجدد ہونا اخذ کرتے ہیں اور کلام مجید سے صرف عیسیٰ مسیح کا مرنا مگر قرآن سے اپنا عیسیٰ موعود ہونا ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن میں خود عیسیٰ ہی کے آنے کا ذکر نہیں۔ مگر حدیث میں جو تیس دجالوں کے آنے کا ذکر ہے اس سے چیں بر جبین ہوتے ہیں، کیونکہ خود بدولت بھی انہیں میں سے ہیں۔

خود مرزا جی ایمان سے کہیں کہ دنیا میں اب تک بہت سے جھوٹے مہدی اور جھوٹے نبی آئے یا نہیں ۔پس کیا ضمانت ہے کہ آپ خلاف قرآن و حدیث کے سچے مہدی اور مسیح موعود ہیں۔گھبرایئے نہیں چند روز میں سب کھلا جاتا ہے، ذرا ذیابیطس اور ضعف قلب کو بڑھنے دیجئے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند ۲۴ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ص ا۔۳)

تردید ردّ التجدید

چند ہفتہ سے اڈیٹر ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور مولانا شوکت اڈیٹر شحنۂ ہند پر بے جا حملے کر رہا ہے۔ ہم سوچتے تھے کہ آخر اس بحث کا منشاء کیا ہے، اور کیوں اڈیٹر ایڈورڈ گزٹ نے مولانا کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ لیکن تھوڑے غور سے معلوم ہو گیا کہ اڈیٹر مذکور کو دو چیزوں نے اس بحث کے لئے ابھارا۔ اول تو طلب شہرت جسکا ذریعہ آج کل اس سے اچھا اور کوئی نہیں کہ کسی بڑے شخص سے الجھ کر اپنے کو مشہور کیا جائے۔ یا کسی معزز اخبار کے کالموں میں اپنا نام لکھوا کر اپنے نام کو شہرت دی جائے۔ چونکہ آج کل یہی طریقہ شہرت کا ہے اس وجہ سے منشی مختار احمد نے اس پر عمل کیا اور ایک اچھا موقع شہرت کا ڈھونڈ نکالا اور بے جا طور پر دخل در معقولات دیا۔ یہ ضرور ہے کہ اون کے دخل در معقولات سے ان کی کم علمی روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی، مگر انہوں نے اس مصرع پر عمل کیا:

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

اب رہی دوسری چیز جس نے اون کو خاص کر مولانا شوکت کے ساتھ الجھنے پر مجبور کیا، تو وہ ان کا مرزائی ہونا ہے۔ اور انہوں نے اس عداوت کو اس پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔ گو عام طور پر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ.. کس پیرایہ میں دل کی بھڑاس نکالی جاتی ہے۔ اڈیٹر صاحب! خواہ آپ کسی رنگ میں جلوہ افروز ہوں اور کسی پیرایہ میں گفتگو شروع کریں مگر:

من انداز قدت رامی شناسم

حضرت! جو تاڑنے والے ہیں قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ اچھا تو پھر آپ کا یہ دعوی کرنا کہ ہم مولانا شوکت صاحب کے دوست ہیں اور خیر خواہی سے کہتے ہیں، کیا بالکل جھوٹ اور سفید جھوٹ نہیں۔ کیا آپ

باوجودیکہ مرزا غلام احمد کے مرید ہیں اوران کی شان میں ایک قصیدہ لکھ چکے ہیں مجدد کے دوست ہوسکتے ہیں۔ نہیں ہرگزنہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔اوراگرآپ گریبان میں منہ ڈالیں تو خودآپ کا دل آپ کو بتادے گا کہ میں کس نیت سے اخبار میں اس قسم کے مضامین لکھ رہا ہوں اورسچائی کس طرف ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کی دل چسپی کیلئے مختار کے قصیدہ کے چند شعراس مقام پرنقل کریں جس سے صاف طور پر ثابت ہو جائے گا کہ مختار ایک سخت متعصب اور پرانے مرزائی ہیں۔ یہ قصیدہ مسک العارف مصنفہ محمد احسن امروہی مرزائی کے صفحہ ۶۲ تا ۶۴ میں شائع ہوا ہے جو کہ مارچ ۱۸۹۸ء میں طبع ہوئی ہے قصیدہ میں اس بات کا صاف طور پر بیان موجود ہے کہ مرزا مسیح موعود اور سچے رہنما ہیں۔ چنانچہ ہمارے دوست مختار،مرزا غلام احمد قادیانی کی شان میں فرماتے ہیں۔

تو ہے ہمارا پیشوا ، تو ہے ہمارا رہنما
تو ہے ہمارا مقتدا ، اک چاکر کمتر ہیں ہم
گو رنج و غم سہتے ہیں ہم ، مشق ستم رہتے ہیں ہم
لیکن یہی کہتے ہیں ہم ، تجھ پہ فدا ہو جائیں ہم
ہوتے ہیں ظلم ناروا ، لیکن ہمیں پرواہ ہے کیا
جب تیرے آگے کر دیا، ہم نے سر تسلیم خم
ہے سب کو ہے اے نیک خو ، تیری لقا کی آرزو
کرتے ہیں تیری گفتگو ، لحظہ بلحظہ دم بدم

ایک جگہ فرماتے ہیں

اے مہدیء عالی ہمم ، اے ہادیء والا حشم
اے عیسی فرخ شیم ، اے رہبر راہ ارم
اے عشق تو ایمان من ، اے الفت تو جان من
اے درد تو درمان من ، اکنون بمطلب آورم

اور ناظرین مقطع کی داد دیں :

مختار روک اپنی زبان، مختار تھام اپنا قلم

معزز ناظرین یہ ہے مختار کا قصیدہ، جس سے آپ کو ان کے متعصب مرزائی ہونے کا پتہ چل جائے گا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم قصیدہ کی غلطیاں بھی پبلک پر ظاہر کریں لیکن چونکہ ہم اس وقت دوسرے پہلو پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے قصیدے کی اصلاح کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھا ہے۔

معزز ناظرین! آپ کو یہ تعجب تو ضرور ہوگا کہ جب ایڈورڈ گزٹ کے ان مضامین کے لکھنے کا منشاء بغض وعناد نہیں، تو کیوں کھل کر مرزا غلام احمد قادیانی کی تائید نہیں کرتا اور کیوں ضمیمہ شحنہ ہند کے مضامین کا جواب نہیں دیتا۔

ہم آپ کا تعجب دور کرنے کے لئے یہ جواب دیتے ہیں کہ اول تو اوس بے چارہ میں اس قدر لیاقت نہیں کہ اپنے پیر کی حمایت کر سکے، دوسرے ایڈورڈ گزٹ یہ نہیں چاہتا کہ میں تعلیم یافتہ پبلک اور اخباری دنیا میں اپنا مرزائی ہونا ظاہر کروں۔ اس وجہ سے وہ دوسرے طور پر اپنے مخالفوں سے الجھتا ہے، اور اپنے نام کو شہرت دینا چاہتا ہے، کیونکہ بوجہ بے علم ہونے کے اس کے پاس کوئی شہرت کا ذریعہ نہیں۔ بھلا جو شخص صحیح اردو لکھنا تک نہ جانتا ہو، اور خدا تعالی کے لئے ،محسوس، کا لفظ استعمال کرے تو کیا زبان دانی کے متعلق اوس کی رائے قابل وقعت ہو سکتی ہے۔ ایسے شخص کو کبھی مذہبی اور علمی بحثوں میں دخل نہ دینا چاہیے۔ حالانکہ ایڈورڈ گزٹ نے ان تمام چیزوں میں دخل دیا ہے جس کو ہم آگے چل کر ظاہر کریں گے۔

ایڈورڈ گزٹ میں ردّالتجدید کے عنوان سے کئی مضمون شائع ہو چکے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سلسلہ وار ان مضامین کی تردید کریں۔ اس وقت ہمارے میز پر ۴۔ اگست ۱۹۰۳ء کا ایڈورڈ گزٹ رکھا ہوا ہے جس.. میں جلی قلم سے ردّ التجدید درج ہے۔ یہ عنوان کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا کہ مضمون نویس نفس تجدید کا ردّ کرتا ہے یا بالفاظ دیگر وہ کسی مجدد کے آنے کا قائل نہیں۔ حالانکہ اس کا قول اسکے عقیدہ کے صریح خلاف ہے کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کو نہ صرف مجدد بلکہ مسیح ومہدی وغیرہ مانتا ہے۔ لہذا ہم اوس کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ مضمون کا عنوان تبدیل کرے۔ خیر یہ تو عنوان پر بحث تھی، آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو دوستانہ سمجھایا جاتا ہے تو اوس کو بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ اڈیٹر شحنہ ہند کو چاہیے تھا کہ وہ ہمارا شکر گزار ہو کر دعوی تجدید سے باز رہتا۔،

کیا خوب آپ اور دوستانہ طور پر سمجھائیں، اور وہ بھی کس کو، اڈیٹر شحنہ ہند کو۔ سچ ہے اور بہت سچ۔ مگر حضرت یہ تو فرمائیے کہ اڈیٹر شحنہ ہند آپ کا شکر گزار کیوں ہوتا۔ کیا اس وجہ سے کہ آپ کھلم کھلا مہمل اعتراضات اوس پر کر رہے ہیں۔ کیا اس وجہ سے کہ آپ اپنے اخبار میں اوس کو سخت سست لکھ رہے ہیں۔ بھلا ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کون اسباب ہیں اور آپ کے اوس پر کیا احسانات ہیں جس کی وجہ سے اوس کو شکریہ ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اڈیٹر مذکور نے ایک پرچہ میں لکھا تھا کہ: خدا کو ضرورت محسوس ہوئی۔،

اس کا جواب شحنہ ہند میں ایک نامہ نگار نے کافی طور پر دے دیا ہے۔ کیوں نہ ہو میرے بھولے اڈیٹر (تھینکس) اس کے بعد فرماتے ہیں:

ہمارے معزز ہم عصر نے یہ تو لکھ دیا کہ اول کمال علم وفن اور پھر تعلیم یافتہ پبلک نے مجدد بنایا ہے ایسے مہمل فقرے تفصیل طلب ہیں مجدد کو بتانا چاہیے کہ وہ کون سے علوم وفنون ہیں جنہوں نے کامل بنا دیا اور یہ کہ وہ علوم وفنون اوس نے کس حد تک حاصل کیئے ہم تعلیم یافتہ پبلک کی تعداد بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔،

اگر ہم عصر نے یہ لکھ دیا تو کیا غضب کیا۔ کیا کمال علم وفن کے سوا اور چیز بھی انسان کو معزز بناتی ہے۔ مگر ہم سمجھائیں تو کس کو سمجھائیں۔ آپ کی عبارت کا یہ حال ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں دو سوال کیئے ہیں، جن میں سے دوسرا بالکل مہمل ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ کون سے علوم وفنون ہیں جنہوں نے کامل بنا دیا اور اسکے بعد لکھتے ہیں کہ وہ علوم وفنون اوس نے کس حد تک حاصل کیئے۔ حالانکہ دوسرے سوال کا مطلب پہلے سوال میں بخوبی آ گیا کیونکہ جن علوم نے کامل بنا دیا وہ یقینی انتہائی درجہ تک حاصل کیئے ہوں گے پھر اس سوال کی کیا ضرورت کہ وہ علوم وفنون اوس نے کس حد تک حاصل کیئے۔ کیا دوسرا سوال مہمل نہیں۔

رہا یہ سوال کہ ہم تعلیم یافتہ پبلک کی تعداد معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو اسکا جواب یہ ہے کہ مولانا شوکت

نے کوئی رجسٹر تعلیم یافتہ پبلک کے نام درج کرنے کے لئے نہیں بنایا جن کی فہرست اخبار میں شائع کر دی جائے۔ مگر نہیں، آپ نے اپنے پیر پر مولانا شوکت کی حالت کو ہی خیال کیا ہو گا جن کے یہاں مریدوں کے نام کا ایک رجسٹر موجود ہے جن کی تعداد کبھی ایک لاکھ بتائی جاتی ہے اور کبھی ایک دم سے دو لاکھ، حالانکہ کمشنر مردم شماری بہت ہی تھوڑی تعداد لکھتا ہے۔ اور نیز ضمیمہ میں بار بار مریدوں کی قلعی کھل چکی ہے۔ خیر یہ تو مرزا قادیانی کی پرانی عادات ہیں، ہم کو اس سے بحث نہیں۔ اس وقت یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ مولانا شوکت کے پاس کوئی رجسٹر نہیں، اور رجسٹر کا نہ ہونا مولانا شوکت کے ساتھ خاص نہیں، کسی ذی علم وفاضل ومجدد نے اپنے متعلقین کی کوئی فہرست شائع نہیں کی۔ آپ کے پیر مرزا غلام احمد نے ضرور ایک فہرست ۳۱۳ ناموں کی ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میں شائع کی ہے۔ اس میں اون لوگوں کے نام ہیں جو اپنی حماقت سے مرزا جی کے پھندے میں پھنس گئے۔

ہاں تو اب بھی آپ کی سمجھ میں آیا کہ فضلاء کے کمال کو لوگ خود بخود تسلیم کر لیتے ہیں۔ وہ فہرستیں نہیں شائع کرتے مگر ساتھ کچھ حاسد بھی ایسے لوگوں کے پیدا ہو جاتے ہیں جو انکی شہرت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے

اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے ہیں:

تفصیل دریافت ہونے پر ہم مقابلہ کریں گے کہ اب ہندوستان میں کوئی دوسرا شخص بھی اس کمال کا ہے یا نہیں اور وہ خاقانی اور بیدل اور غالب وغیرہ کے کلام کا حل لکھ سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ تعلیم یافتہ پبلک کی تعداد دریافت ہونے کے بعد دوسروں کی لیاقت پر کیسے رائے زنی کر سکیں گے کہ فلاں شخص اس کام کو کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے تعلیم یافتہ پبلک کی تعداد دریافت کرنا بالکل غیر ضروری ہے۔ مولانا شوکت نے ان شاعروں کے کلام کا جو حل کیا ہے اس کو دیکھئے۔ اور.. مولانا شوکت تو ان شاعروں کے کلام کا حل کر چکے ہیں، آپ اب یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا کوئی حل کر سکتا ہے یا نہیں۔ گویا آپ امکان پر بحث کر رہے ہیں اور ہم وقوع پر۔

اور اسکے علاوہ آپ نے ابھی تک تعین بھی نہیں کیا کہ فلاں شخص اس کام کو کر سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کسی کا نام لے بھی دیں تو ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ شخص اس لیاقت کا ہے۔ ہاں جب حل کر کے دکھایا

جائے گا اس وقت پبلک خود فیصلہ کر لے گی۔ خالی باتوں سے کام نہیں چل سکتا۔

اور اگر آپ کسی کام کا کر سکنا اور کرنا برابر سمجھتے ہیں، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں فلاں ادیب مرزا قادیانی کے قصیدہ کا جواب لکھ سکتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اس کہنے کے وقت تم کہتے ہو کہ لکھ کے دکھاؤ جب جانیں، حالانکہ اوس قصیدے سے عمدہ قصیدے اس وقت موجود ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اون شاعروں نے اعجاز کا دعوی نہیں کیا۔ اور اگر صرف اعجاز کا دعوی کرنا کوئی قابل وقعت چیز ہے، تو متنبّی نے صرف اپنے عمدہ کلام کی وجہ سے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ پھر مرزا قادیانی اور متنبّی میں کیا فرق۔

بہر حال جب تک لکھ کر نہ دکھایا جائے مولانا شوکت کا دعوی باطل نہیں ہوسکتا کیونکہ امکان کے لئے وقوع ضرور نہیں، ورنہ ہم ہر شخص کو زانی اور شرابی کہہ سکیں گے کیونکہ اس میں زنا اور شراب نوشی کی قوت موجود ہے حالانکہ ایسا نہیں کہتے (مگر نہیں آپ اپنے کانشنس کے موافق ہر ایک پر حد لگانے کا فتوی دے دیں گے۔ الہی توبہ) اور یہاں تو تم نے اس کام کے لئے کسی کا نام بھی نہیں لیا،۔

اسکے بعد بھولا اڈیٹر یوں لکھتا ہے: ایک دانش مند کا مقولہ ہے کہ جو بلا ضرورت قسم کھاتا اور حلف اٹھاتا ہے اوس کی کوئی بات سچی نہیں ہوتی۔،

کیا خوب! اب تو آپ مسائل شرعیہ میں بھی دخل دینے لگے (حالانکہ عربی کا آپ ایک حرف نہیں جانتے) کہ قسم کھانا ناجائز ہے۔ مگر افسوس کہ ہم کو اوس دانش مند کا نام اب تک معلوم نہ ہوا جس نے احکام شرع کے خلاف یہ زبردست فتوی دیا اور قوانین مروجہ کو بھی درہم برہم کر دیا۔

آنکھ کھول کر دیکھو کہ شرع کا کھلا ہوا مسئلہ ہے

البينه للمدعى و اليمين على من انكر

مگر نہیں نہیں، معاف فرمایئے، شائد وہ دانش مند (مگر آپ ہی کے نزدیک) مرزا غلام احمد ہوں گے لیکن اگر آپ کا یہی خیال ہے تو بالکل غلط کیونکہ وہ خود بھی سینکڑوں جگہ بلا ضرورت قسم کھاتے ہیں اور دوسروں کو قسم کھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا جی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کو قسم کھانے کے واسطے کس قدر مجبور کیا تھا، اور پے در پے متعدد اشتہار شائع کر کے اس پر زور دیا تھا کہ وہ قسم کھالے تو میں اس قدر روپیہ اس کو

دوں گا۔ اور پھر بڑے زور شور سے یہ پیشین گوئی کی کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ انجام آتھم کے صفحہ ۳ میں مرزا جی لکھتے ہیں کہ

ناظرین یاد رکھیں کہ آخری پیغام جو آتھم صاحب کو پہنچایا گیا وہ اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کا تھا۔ اس میں یہ غیرت دلانے والے الفاظ بھی تھے کہ اگر آتھم کو عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ قسم نہیں کھائیں گے۔،

ان کے علاوہ بھی بہت سی عبارتیں ہیں جن میں قسم پر زور دیا گیا ہے اور ہم بوجہ طوالت اوس کو چھوڑے دیتے ہیں۔ اب ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم مرزا جی کی بات مانیں یا ان کے مرید مختار کی، مگر ہم تو دونوں کو گمراہ سمجھ کر چھوڑتے ہیں اور صرف شارع کے اقوال پر عمل کرتے ہیں۔

اسکے بعد منشی مختار نے پنجابی اخباروں پر حملہ کیا ہے (کیونکہ اڈیٹر شحنہ ہند نے پنجاب اور ہندوستان کے معزز اخباروں کو اس فیصلہ کیلئے حکم بنایا تھا) اور ان اخباروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ زبان اردو سے ماہر نہیں اور ہندوستانی اخباروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ ہمارے حق میں ڈگری کریں گے، حالانکہ اردو زبان دانی اور خوش فہمی کسی خاص شخص کا حصہ نہیں۔ یہی بات کہ ہندوستان کے اخبار ہم کو ڈگری دیں گے صرف خیال ہی خیال ہے جن کا آپ کے پاس کچھ ثبوت نہیں۔ اسکے علاوہ ہم بہت تعجب سے دیکھتے ہیں کہ مختار کو پنجابی اخباروں پر اعتراض کرتے وقت مرزا غلام احمد کی اردو نویسی کا کچھ بھی خیال نہ رہا اور بے ساختہ پنجابیوں کو لتاڑ ڈالا۔ گو یہ اور کسی کی شان سے بعید نہ ہو، مگر مختار جیسے پیر پرست کی شان سے ضرور بعید ہے۔

اس کے بعد ریاض الاخبار کے ایک نوٹ پر جو مولانا شوکت کی بابت ہے، آپ نے رائے دی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ریاض الاخبار کا منشاء مولانا شوکت کی تعریف نہ تھا۔

اگر مختار (اڈیٹر ایڈورڈ گزٹ) اوس نوٹ کو کسی پرچہ میں نقل کریں، تو ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا وہ کس کی جانب ہے۔ چونکہ ہم نے وہ نوٹ نہیں دیکھا اس وجہ سے ہم نے اس پر بحث بھی نہیں کی۔

اب ہم مختار احمد سے چند سوال کرتے ہیں اور ہم کو امید ہے کہ وہ ضرور ان سوالوں کا جواب دے کر پبلک پر اچھی طرح اصل حال ظاہر کر دیں گے اور نیز ہم بھی باخبر ہو کر اوس پر اچھی طرح بحث کر سکیں گے:

سوالات متعلق اخبار

نمبر ا۔ کیا اخبار آپ نے اس وجہ سے جاری کیا ہے کہ قومی اور ملکی خدمت کریں۔

نمبر ۲۔ یا اسلیئے کہ آئندہ چل کر اس اخبار کو مرزا غلام احمد کی تائید کا ذریعہ بنائیں۔

نمبر ۳۔ یا اس لئے کہ اس سے روپیہ کمائیں اور اس کو تجارتی اصول پر قائم رکھیں۔

بہر حال جو وجہ ہو اوس کو ظاہر فرمائیے۔

سوالات متعلق اڈیٹر۔

نمبر ۴۔ آپ کو مرزائی ہوئے کس قدر زمانہ گذرا۔

نمبر ۵، آپ مرزائی خود ہوئے یا کسی کی تحریک سے۔

نمبر ۶۔ آپ نے مرزا جی کو دیکھا ہے یا نہیں، اور اگر دیکھا ہے تو کب اور کتنی مرتبہ۔

نمبر ۷۔ آپ نے عربی کی تحصیل کی ہے یا نہیں۔ اور اگر کی ہے تو کہاں تک اور کس سے۔ اور جب آپ نے عربی تحصیل کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ قرآن وحدیث سے بھی واقف ہوں گے، تو ایسی صورت میں تو آپ پر ضرور لازم ہے کہ مرزا قادیانی کے سچے ہونے کے دلائل کافی طور پر پیش کریں۔ اور اگر عربی تحصیل نہیں کی تو پھر کس وجہ سے مرزائی ہوئی اور اب مرزائی ہونے کے آپ کے پاس کیا دلائل ہیں۔

۸۔ کیا آپ نے کسی زبان کی نثر ونظم میں کوئی کتاب لکھی ہے۔ اور اگر لکھی ہے تو اس کا نام کیا ہے۔

اگر آپ نے ان تمام باتوں کا جواب دیا تو خیر، ورنہ ہم تحقیق کر کے ان تمام باتوں کا جواب شحنہ ہند میں ارسال کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم کو یہ بھی امید ہے کہ آپ ہمارے اس مضمون کا جواب بھی ضرور شائع کریں گے۔ مگر یہ ضرور خیال رہے کہ ہماری تمام باتوں کا بالتفصیل جواب دیا جائے اور خاص کر ان باتوں کا جو مرزا جی کے متعلق ہیں اور آپ نے اپنی سعادت مندی سے اپنے پیر صاحب کا جا بجا خلاف کیا ہے۔ اگر آپ نے ان باتوں کا جواب نہ دیا تو آپ کی بہت بڑی گریز سمجھی جائے گی اور آپکی کم علمی عام طور پر ظاہر ہو جائے گی

مائی ڈیر مختار تسلیم اب ہم آپ سے رخصت ہوتے ہیں اور عنقریب انشاءاللہ ردّ التجدید کے دوسرے نمبر کا ردّ لکھ کر آپ سے ملاقات کریں گے۔ راقم: ایم۔ ڈی۔ ایل۔ شاہجہان پوری

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۶ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۳۔۸)

کپورتھلہ کی ایک مسجد پر مرزائیوں کا دعوی

یہاں کے سنیوں اور مرزائیوں کے مابین ایک مسجد کی بابت تنازع ہو رہا ہے۔ مرزائیوں نے عدالت میں اپنے استقرار حق کا دعوی کیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ضمیمہ شحنہ ہند میں اس نزاع کی کسی قدر ابتدائی کیفیت درج ہو چکی ہے۔ اب بڑے زور شور سے مقدمہ چل رہا ہے۔

اگرچہ اکثر دیسی ریاستوں میں کسی قانون پر بہت کم عمل درآمد ہوتا ہے، جس طرح جی میں آتا ہے مقدمات کا تصفیہ کر دیا جاتا ہے، تاہم اکثر انگریزی قوانین ہی پر عمل ہوتا ہے۔ سنیوں کا یہ دعوی ہے کہ:

مرزائی لوگ مسلمان نہیں ہیں، کیوں کہ انہوں نے ایک نیا نبی پیدا کر لیا ہے،

اور ان کے بہت سے عقاید بالکل دین اسلام کے خلاف ہیں۔

حج کو باوصف استطاعت کے ضروری نہیں سمجھتے۔

تصویروں کے بنانیا ور شائع کرنے کو برا نہیں سمجھتے، بلکہ تصویر مرزا قادیانی کو مرزائی دین کی اشاعت کا بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ارکان نماز میں بھی اختلاف ہے۔

اور مرزا جی اپنے کو خدا کا متبنی (لیپا لک) بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ الہام ہوا ہے انــت بمنزلة و لدی اور انت منی و انامنك یعنی تو میرا لیپا لک ہے اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ یہ عقیدہ صریح شرک اور عیسائیوں کے عقیدے سے ملتا جلتا ہے۔

اور مرزائیوں کے مسلمان نہ رہنے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ فحول علماء ہندوستان نے جن میں نہ صرف ہر طبقہ کے سنی مسلمان ہیں، بلکہ شیعہ علماء نے بھی ان کی تکفیر کا فتوی دے دیا ہے۔ اور باوصف اس کے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں عیسائیوں نے بھی آسمانی باپ کی بادشاہی اور اس کے فرزندوں کے گروہ سے نکال باہر کیا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ تو بڑے زور شور سے اپنے کو مسیح موعود اور مہدی اور امام الزمان اور بروزی یعنی تناسخی

کلنک اوتار بتائیں اور مسلمانوں ہندوؤں اور عیسائیوں اور آریہ وغیرہ سے کوئی بھی آپ کو اپنا نجات دہندہ نہ مانے، اور حسرتوں کا ہر طرح خون ہو، اور تمام ارمان یوں زندہ در گور ہو جائیں۔ مولانا عبدالقادر بیدل مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے:

من و پر فشانی حسرتے کہ گم است مقصد بسلمش
بصدائے خون نرسی مگر بزبان خنجر قاتلش

علماء اسلام کو مرزا جی سے کچھ عداوت نہ تھی، نہ مرزا جی نے کسی کا باپ مارا تھا کہ خواہ مخواہ بھی سب کے سب بالاتفاق ان کو کافر بناتے۔ اسلامی علماء نے عرصہ تک بڑے غور سے مرزا جی کے خوارق کو دیکھا اور انتظار کیا کہ شاید راہ راست پر آجائیں، اور مالیخولیا یا حبّ جاہ دور ہو جائے۔ علماء ومشائخ نے مرزا جی کے دعووں کے جواب میں مبسوط کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے بھی شائع کئے کہ شائد اب سمجھیں اور اب سمجھیں مگر کس کا سمجھنا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

بالآخر حسب مقولہ عرب، آخر الدوا الکیّ یعنی آخری علاج داغ دینا یا پچھنا لگانا ہے، ہمارے علماء نے اپنا منصبی فرض ادا کیا، یعنی تکفیر کا فتوی دیا تا کہ عوام اہل اسلام گمراہی سے بچیں۔

اور اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اگر مرزا جی ایمان اور سچے دل اور خلوص سے توبہ کریں اور ظاہری علامات سے علماء پر ثابت کر دیں، یعنی عمل کر کے بھی دکھا دیں، یعنی خلاف اسلام جس قدر کتابیں اور رسالے لکھے ہیں ان کی تردید کر دیں، اور سب کتابوں کو بتی دکھا دیں، تو ہم ذمہ کرتے ہیں کہ ہمارے علماء بھی تکفیر کے فتوے واپس لیں گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ کر دی باز آ
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مسلمانوں کی باگ بالکل حقانی علماء ومشائخ کے ہاتھ میں ہے جو شریعت محمدی کے وارث ہیں۔ وہ خودسر اور مطلق العنان نہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی عدالتیں بھی علماء ہی کے فتووں کو مانتی ہیں۔ اور کوئی عدالت خلاف شریعت محمدی فیصلہ نہیں دے سکتی۔ پس کپورتھلہ کی عدالت میں یہ تمام فتوے پیش ہوں گے، تو وہ انہیں

کے مطابق فیصلہ دے گی، اور مرزائیوں کی جھوٹی تاویلیں جو آیات واحادیث کے معانی میں برخلاف جمہور علماء ومجتہدین ومحدثین ومفسرین کرتے ہیں، ہرگز نہ چل سکیں گی۔ نہ تقیہ کارگر ہوگا جیسا کہ مرزا جی نے ایک کتاب بنام ایک غلطی کا ازالہ شائع کی ہے۔

ہاں جیسا کہ ہم ابھی ابھی لکھ چکے ہیں اگر عدالت میں سچے دل سے تائب ہوں اور تمام دعاوی سے باز آئیں، تو ہم ذمہ کرتے ہیں کہ کپورتھلہ کے سنی مسلمان مرزائیوں سے مساجد میں آنے کے مزاحم نہ ہوں گے اور ان کو اپنا بھائی سمجھیں گے۔ اور پھر عدالت کا وہ فیصلہ معہ توبہ نامہ تمام ہندوستان میں شائع ہوگا۔ مگر مرزائیوں سے یہ کام غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ مرزا جی مہدی مسعود اور مسیح موعود ہندوستان سے لے کر یورپ تک مشہور ہو گئے۔ آپ کی تصویریں جا بجا پھیل گئیں۔ منارہ تیار ہو گیا جس پر دعوی سے تیس سال بعد مسیح موعود اتریں گے، حالانکہ منارہ تیار بھی نہیں ہوا۔ تعمیر کی راہ میں روڑے اٹکے ہوئے ہیں۔ پس تمام دعووں اور تمام بنا کردہ آثار و علامات پر کپورتھلہ کے چند مسلمانوں کی خاطر خاک ڈالنا بڑے جگرے کا کام ہے۔ اور کپورتھلہ کی عدالت سے مرزائی دعوی خارج بھی ہو گیا تو کیا، ایسی پیٹھ پیچھے کی باتیں بہت ہو چکی ہیں اور شاید بہت سی ہوں۔ وہی بات ہے کہ ہم تو بڑے بڑے محلوں سے نکلوائے گئے ہیں، یہ تو عدالت کا چھوٹا سا کمرہ ہے۔

مرزائی لوگ داڑھی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر عدالت میں یہی کہیں گے کہ ہم سچے اور پکے مسلمان توحید ورسالت پر ایمان رکھنے والے محمدی ہیں۔ اب ہمارا احمدی (مرزائی) ہو جانا محمدی ہونے میں مخل نہیں۔ اور ہم نے سنا ہے کہ مرزائیوں کی طرف سے عدالت میں وہ فیصلے پیش کئے جائیں گے جن میں اہل حدیث کو عدالت ہائے ماتحت سے لے کر پریوی کونسل لندن تک مساجد سے متعلق ڈگریاں ملی ہیں۔ معلوم نہیں یہ فیصلے مرزائیوں کے حق میں کیا مفید ہوں گے۔ اہل حدیث کی جانب سے ایک جزوی دعوی (آمین بالجہر کا) تھا، اور وہ بھی شاذ ونادر شہروں میں۔ آمین بالجہر کی مخالفت بعض نادان مقلدین یا متعصب علماء کی طرف سے ہوئی تھی، تمام مقلدین اور علماء مقلدین خوب جانتے ہیں کہ آمین بالجہر سنت رسول اللہ ہے، ورنہ امام شافعی وغیرہ آئمہ اس کے کیوں عامل ہوتے۔ اور سینکڑوں شہر ایسے ہیں جہاں آج تک مقلدین اور اہل حدیث کے مابین آمین بالجہر وغیرہ پر کبھی جھگڑا نہیں ہوا، اور فریقین ایک ہی مسجد اور ایک ہی جماعت میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز

پڑھتے ہیں۔خود جامع مسجد دہلی میں جا کر جس کا جی چاہے دیکھ لے۔پس یہ ایک فروعی اختلاف ہے نہ کہ اصولی ۔اہل حدیث نے خدانخواستہ کوئی نیا نبی نہیں گھڑا، نہ اصول اسلام کو مرزا جی کی طرح برہم کیا۔انہوں نے تو صرف نبی امی و مایـنـطـق عـن الهوى کے اتباع اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لئے زور دیا ہے۔ چنانچہ ہزاروں غیر متعصب اور باخبر حنفی اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ اہل حدیث عمل بالحدیث میں حق پر ہیں اوران سے تعرض نہ چاہیے۔اہل حدیث اور مقلدین توحید ورسالت پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور ارکان اربعہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کو فرض جانتے ہیں اوران کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں، حالانکہ مرزا جی نے چاروں اصول میں ترمیم بلکہ قطع و برید اور چھانٹ چھونٹ کر دی، اور توحید ورسالت کو بھی کھو دیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔پس حنفی مقلدین کے دعوی میں جو انہوں نے اہل حدیث پر کیا، اور مرزائیوں کے دعوی میں جو انہوں نے کپورتھلہ کے سنیوں پر کیا، زمین وآسمان کا فرق ہے۔اور فریقین مرزا قادیانی کی تکفیر میں یکساں متفق ہیں، امید نہیں کہ باخبر عدالت اس دھوکے میں آئے۔باقی آئندہ۔اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۷ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۳)

اہل حدیث اور اہل قرآن اور مرزائیوں کا دخل در معقولات

اہل حدیث واہل قرآن میں چند روز سے بحث ہو رہی ہے۔اہل قرآن کہتے ہیں کہ صرف قرآن واجب العمل ہے، اہل حدیث کہتے ہیں کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے۔قادیانی مرزا جی کو تو حدیث سے غرض نہ قرآن سے، آپ خواہ مخواہ دونوں کے بیچ میں کیوں کھٹورہ لائے، اور وہ بھی اس طرح کہ ایک پچلی اہل حدیث کو دکھائی تو باچھیں چیر کر دوسری تیز پچلی اہل قرآن پر چلائی۔آپ تو حدیث اور قرآن دونوں کو استعفاء دے چکے ہیں۔کیا معنی کہ جب خود نبی بن گئے، تو قرآن وحدیث دونوں مسترد ہو گئے، پھر ان کا ذکر ہی کیا۔آپ فرماتے ہیں فریقین افراط وتفریط کی جانب گئے ہیں۔ترکستان کی جانب، جیسا کہ سعدی فرما گئے ہیں

این رہ کہ تو میروی بترکستان است

آپ نے اہل حدیث واہل قرآن دونوں پر طوفان اور بہتان باندھا ہے۔چنانچہ ریویو کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں :

وہ (اہل حدیث) حفظ مراتب کے قاعدے کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے، اور اس سے (قرآن سے) انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت و معارضت کی وہ (اہل حدیث) کچھ پرواہ نہیں کرتے اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر حالت میں مقدم سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون۔

ہم اس کے جواب میں قرآن پر عمل کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اس ڈھٹائی اور سینہ زوری کو دیکھئے کہ اپنا الزام اوروں پر دھرتے ہیں۔کلام مجید اور حدیث شریف دونوں کی خود پرواہ نہیں کرتے۔خدا تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ ہم نے یہ قرآن نبی امی محمد ﷺ پر اتارا ہے، مرزا جی کہتے ہیں کہ مجھ پر اتارا ہے۔خدا تعالیٰ تو فرمائے: و مامحمد الا رسول۔ اور

وما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین

اور مرزا قادیانی کہیں کہ

وما غلام احمد قادیانی الا رسول۔

اور معاذ اللہ قرآن مجید میں خاتم النبیین کا لفظ غلط ہے۔دیکھو میں فرمائشی ہٹا کٹا خاتم الخلفاء یعنی خاتم الانبیا موجود ہوں۔

آنحضرت ﷺ تو یہ فرمائیں کہ میں اسلئے مبعوث ہوا ہوں کہ کسی تصویر کو بغیر مٹائے نہ چھوڑوں

اور فرمائیں لعن اللہ المصور و المصور لہ

اور مرزا جی تصویر کی اشاعت کو اپنی نبوت کا اعلیٰ رکن سمجھیں۔

فرمایئے قرآن وحدیث کو کس نے طاق پر رکھ دیا۔اگر صرف قرآن پر آپ کا عمل ہے، تو بتایئے کہ ہندوستان خصوصاً ملک پنجاب اور پھر قادیان میں مرزا غلام احمد بیگ کے عیسیٰ موعود ہونے کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔

کوئی صحیح حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں، اور نہ صرف اہل حدیث بلکہ تمام فرق اسلام کا یہ عقیدہ

ہے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ حدیث نہیں بلکہ ایک مردود قول ہے۔

اس کے بعد مرزا جی نے شیخ اہل قرآن مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے سر پر دست شفقت پھیرا ہے مگر عجیب طرح سے۔........ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اور مولوی عبداللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے، اور سرے سے احادیث ہی کا انکار کر دیا ہے حالانکہ احادیث کا انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے کیونکہ اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے قل ان کنتم تحبو ن الله فا تبعو نی

اور آگے چل کر فرماتے ہیں

اور مولوی عبداللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنون کا ذخیرہ ہے... اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے۔ کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے، اور دوسری حدیث۔ اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے۔ گویا احادیث ایک جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے مستغیث کی طرح کھڑا ہے، اور حدیث کے حکم کا تابع ہے... پس قرآن تو یوں ہاتھ سے گیا کہ بغیر قاضی صاحب کے فتووں کے واجب العمل نہیں اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں کیونکہ ظن دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا نہ حدیث۔ اس غلطی نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔ الخ۔

حافظہ تو ملاحظہ ہو کہ ہاتھ تو لپکایا تھا، مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کی داڑھی کھسوٹنے کو اور مونچھ جا پکڑی اہل حدیث کی۔ ارے واہ رے واہ.. تیرے کیا کہنے ہیں۔ لیکن آپ خود ہی میدان میں چت ہو گئے کیوں کر، یوں:

اول، تو السنة قا ضية علی الکتاب وارد ہوا ہے نہ کہ الحد یث قا ضية علی الکتا ب۔

اور خود آپ کے قول کے موافق حدیث اور سنت میں بڑا فرق ہے۔ حدیث قول ہے اور سنت وہ تعامل ہے جو بطور تواتر ہم تک چلا آیا ہے۔ آپ نے گویا عمداً دھوکا دیا اور شحنہ ہند کے اجلاس میں جرم خلاف بیانی کے مرتکب

ہوئے جس کا فیصلہ بہت جلد سنایا جائے گا۔

دوم، یہ ایک قول ہے، نہ کہ حدیث اور آیت۔ اور یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اہل حدیث بجز قرآن وحدیث کے کسی قول کو مستند اور واجب العمل نہیں سمجھتے۔

سوم، السنة قاضية علی الکتاب کے یہ معنی ہیں کہ اگر اختلاف طبائع کی وجہ سے آیات کلام اللہ کے محمل ومعانی کے سمجھنے میں نزاع واقع ہو، تو سنت اس کا فیصلہ کردے گی، یعنی اختلاف کو مٹادے گی۔

چہارم، خود قرآن مجید ہم کو ایسا ہی حکم دیتا ہے کہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ اگر سنت یا حدیث مراد نہ ہوتی تو اس آیت میں الی اللہ کافی تھا نہ کہ والرسول بھی جو بالکل حشو ٹھہرتا ہے۔ اور ایسے معاملات ہمیشہ واقع ہوتے رہتے ہیں جب کسی آیت کے سمجھنے میں اختلاف واقع ہوتا ہے تو لوگ علماء متبعین سنت کی جانب رجوع کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ سنت کے لغوی معنی سمجھنے میں بھی آپ گیا کھا گئے۔ سنت کے معنی طریقت کے ہیں، یعنی قرآن وحدیث کے مسئلہ پر جس طریق سے صحابہ وتابعین نے عمل درآمد کیا ہے اور آج تک ہورہا ہے، اسی طرح تم بھی کرو کیونکہ السنة قاضية علی الکتاب

پنجم: اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ سنت صرف قرآن کے موافق حکم جاری کرنے والی ہے، نہ کہ قیاس اور رائے اور ہوائے نفس کے مطابق۔ ایک لفظ کے صحیح اور حقیقی معنی نہ سمجھنا اور ویسے ہی اعتراض کر بیٹھنا کچھ مشکل نہیں، ہاں پیچھا تھامنا مشکل ہے۔

کوئی قاضی یا مفتی یا جج اپنی جانب سے حکم نافذ نہیں کرتا، بلکہ وہ ایک قانون کا پابند ہوتا ہے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی سنت، قرآن کے خلاف ہو اور اس کے خلاف کوئی حکم نافذ کرے۔ اس صورت میں یہ متضاد معنی پیدا ہوں گے کہ سنت جس کا تعامل کتاب اللہ کے موافق ہے، وہ کتاب اللہ پر حکم اور جج ہے۔ پس اس قول کے معنی غلط سمجھے گئے ہیں اور بناء فاسد علی الفاسد تعمیر کی گئی ہے۔

ہفتم، قاضی قانون شریعت کا نگران ہوتا ہے کہ اس کے مطابق عمل ہوتا ہے یا نہیں اور کوئی شخص اس قانون کے خلاف تو نہیں کرتا۔ پس سنت کے قاضی ہونے کے یہ معنی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے نام ہی سے دراصل مخالفان سنت کو نفرت یا خوف ہے کیونکہ سنت ان کے ہتھ کنڈے اور پینترے چلنے نہیں دیتی اوران کی بنی بنائی اور چنی چنائی تعمیر ڈھا دیتی ہے۔ مرزا جی کا یہ فرمانا کہ

> تمام اہل حدیث، حدیث کے قصے کو ان قصوں پر ترجیح دیتے ہیں جو کلام اللہ میں بتصریح موجود ہیں اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر حالت میں مقدم سمجھتے ہیں جو صریح غلطی اور جادہ انصاف سے متجاوز ہے۔ الخ،

ناظرین اس کی لـم بہت کم سمجھے ہوں گے۔ اس سے مرزا جی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے ان کے زعم میں عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے اور حدیث شریف سے حیات۔ لیکن قرآن شریف میں عیسیٰ اور مہدیؑ کے آنے کا ذکر کہاں ہے جس کے آپ قائل ہیں۔ پھر عیسی مسیح کی حیات کا تو انکار اور حدیث شریف میں جو دونوں کے آنے کی پیش گوئی ہے، اسکا اقرار۔ یہ زیادۃ علی القرآن نہیں تو کیا ہے۔ ایسے کور نمک اور احسان فراموش بھی کم دیکھے ہوں گے کہ جو حدیث مرزا جی کو عیسی موعود اور مہدی مسعود بناتی ہے، اسی کے دشمن ہیں اور عاملین بالحدیث کو برا سمجھتے ہیں۔ حدیث کے بغیر چارہ نہیں اور حدیث ہی کی جڑ کھود رہے ہیں۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:

> ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض ومخالف قرآن وسنت نہ ہو، تو کیسی ہی ادنی درجہ کی حدیث ہو، وہ اس پر عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اسکو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے، نہ سنت میں، نہ قرآن میں، تو فقہ حنفی پر عمل کریں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادے پر دلالت کرتی ہے۔ الخ

بہتر ہوتا مرزا جی اپنے پیٹ کی بات ظاہر کر دیتے اور لکھ دیتے کہ تصویر کا بنانا چونکہ قرآن کی رو سے حرام نہیں، بلکہ جواز ثابت ہے جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں تماثیل اور محاریب بنائی جاتی تھیں اور حدیث میں مصوری حرام ہے، لہذا اس حدیث کو نہ ماننا چاہیے۔ لیکن حج کے باب میں کیا کہیے گا جو قرآن و حدیث دونوں کی رو سے فرض ہے، اور مرزا جی امتناعی آرڈر صادر کر چکے ہیں، اور اس کی جگہ قادیان کے حج کا نادر شاہی حکم دے چکے ہیں۔

حنفی جماعت کی کثرت کو جو آپ نے ارادۃ اللہ کے موافق قرار دیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آپ اس بڑی جماعت کی مخالفت کر کے نبی اور امام الزمان بنے ہیں۔ ہندوستان میں کم وبیش سات کروڑ حنفی مقلدین ہیں اور سب سے پہلے علماء حنفیہ ہی نے آپ کی تکفیر کے فتوی دیئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ان کی مخالفت کر کے ارادۃ اللہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفی مقلدین ہی کثرت سے مرزائی ہو رہے ہیں۔ پس آپ ان کو للو پتو کر رہے ہیں کہ کہیں ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ جس طرح ضمیمہ شحنہ ہند کی بدولت بہت سے مرزائی ہدایت پا کر از سر نو مسلمان ہو گئے ہیں، اور مرزا صاحب پر تبرے بھیج چکے ہیں۔ لیکن اگر یہ مرزائی باوصف بروزی نبی اور امام الزمان پر ایمان لانے کے اب بھی حنفی مقلد اور زندہ امام کے ہوتے مردہ امام کے مقلد ہیں، تو وہ پکے مرزائی نہیں ہیں۔ مذبذب اور ڈھمل یقین یا بالکل منافقین ہیں۔ اور مرزا جی سے بھی تعجب ہے کہ وہ ان کو فقہ حنفی پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں گویا اپنی نبوت و امامت کی تردید کرتے ہیں۔

آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:

کہ ہماری جماعت بہ نسبت عبداللہ (چکڑالوی) کے اہل حدیث سے اقرب ہے۔

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائی جماعت مولوی چکڑالوی سے قریب تر تو ہے، مگر اقرب نہیں اور اہل حدیث سے اقرب ہے۔ مگر اہل حدیث سے تو ذرا پوچھئے کہ مرزا قادیانی کی جماعت کو اپنے سے اقرب سمجھتے ہیں یا ابعد۔

مدعی سست گواہ چست۔ اہل حدیث تو مرزائیت کے نام کا کتا بھی نہیں پالتے، البتہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور مولوی حکیم نورالدین صاحب جو کسی زمانہ میں اہل حدیث کے نام لیوا تھے، سب سے پہلے یہی مرزائی ہو کر اہل حدیث سے خارج ہو گئے۔ مگر اب تک اپنے کو بظاہر اہل حدیث ہی بتاتے ہیں۔ پس مرزا جی نے اپنے دونوں خلیفوں کی بھی دلداری کی ہے اور چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مابین چل رہی ہے، لہذا بٹالوی صاحب کو بھی منانا ہے اور ساز باز کرنے کے لئے ان کو مرزائیت کے شیشے میں اتارنا چاہا ہے۔ مگر یقین نہیں کہ وہ شیشے میں اتر سکیں اور مرزا جی کا افسوں ان پر چل سکے کیونکہ وہ پڑھے جن ہیں۔

آگے چل کر مرزا جی نے اپنی وہی بروزیت اور وہی مطلب سعدی بگھارا ہے۔ یعنی آپ نوٹ میں فرماتے ہیں:

میں جب اشتہار ختم کر چکا، شاید دو تین سطریں باقی تھیں، تو خواب نے میرے پر زور کیا یہاں تک کہ میں مجبوراً کاغذ کو ہاتھ سے چھوڑ کر سو گیا، تو خواب میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکرالوی نظر کے سامنے آ گئے۔ میں نے ان دونوں کو مخاطب کر کے یہ کہا

خسف القمر و الشمس فی ر مضا ن فبایّ آ لا ء ر بکما تکذ با ن

یعنی چاند اور سورج کو تو رمضان میں گرہن لگ چکا، پس تم اے دونوں صاحبو! کیوں خدا کی نعمت کی تکذیب کر رہے ہو۔

پھر میں خواب میں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کو کہتا ہوں آ لا ء سے مراد اس جگہ میں ہوں۔ اور پھر میں نے ایک دالان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ اس میں چراغ روشن ہے، گویا رات کا وقت ہے اور اسی الہام مندرجہ بالا کو چند آدمی چراغ کے سامنے قرآن شریف کھول کر اس سے یہ دونوں فقرے نقل کر رہے ہیں۔ گویا اسی ترتیب سے قرآن شریف میں وہ موجود ہے اور ان میں سے ایک شخص کو میں نے شناخت کیا کہ میاں نبی بخش صاحب رفو گر امرتسری ہیں۔

اہو ہو ہو ہو۔ کیا کہنا ہے۔ گواہ کتنے معتبر اور ثقہ ہیں۔ کیا یہ الہام ٹھیک قرآن کے موافق ہے اور یہ دونوں آیتیں بھی قرآن کی ہیں۔ کلام مجید کو کیسا مسخ کیا ہے اور خدا تعالی پر کیسا بہتان رکھا ہے۔ اگر زمین دھنس جائے اور آسمان پھٹ پڑے تو کچھ تعجب نہیں۔ یہی شامت اور تیرہ بختی ہے جس کی وجہ سے غضب الٰہی طاعون کی صورت میں نازل ہوا۔ اور ابھی کیا ہے، اگر مرزا جی کا وجود ہے تو دیکھتے جایئے آسمان سے کیسی کیسی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔

آگے چل کر آپ نوٹ میں فرماتے ہیں:

بعض نیم ملاں مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ خوش خبری دے رکھی ہے کہ تم میں تیس دجال آئیں گے اور ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعوی کرے گا۔

جواب یہ ہے کہ اے نادانو، بدنصیبو! کیا تمہاری قسمت میں ۳۰ دجال ہی لکھے تھے۔ چودھویں صدی کا خمس بھی گذرنے کو ہے...اور دنیا ختم ہونے لگی، مگر تم لوگوں کے دجال ابھی ختم ہونے میں نہیں آتے۔ شائد تمہاری موت تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اے نادانو! وہ شیطان جو دجال کہلاتا ہے خود تمہارے اندر ہے اس لئے تم وقت کو نہیں پہچانتے۔ آسمانی نشانوں کو نہیں دیکھتے۔ مگر تم پر کیا افسوس، وہ جو میری طرح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اس کا نام بھی یہودیوں نے دجال ہی رکھا تھا فالقلوب تشابہت۔

مرزا جی ہی تواریخ کو ٹٹول کر بتائیں یا آسمانی باپ کے سامنے گڑگڑائیں، بالک ہٹ کریں تاکہ وہ الہام کردے کہ ۳۰ دجالوں کی تعداد اب تک پوری ہوگئی ہے یا کچھ دجال ابھی باقی ہیں۔ تین دجال تو یورپ و افریقہ میں مرزا جی کے سامنے ہی ڈنڈ پیل رہے ہیں اور خم ٹھونک رہے ہیں۔ اور خود مرزا جی ان کو اور وہ مرزا جی کو دجال بتا رہے ہیں۔ مرزا جی کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آئندہ کوئی دجال نہ آئے گا، اور اگر آئے تو یہ عجیب امر ہوگا کہ مسیح موعود کے بعد دجال آئیں گے، حالانکہ جن احادیث کو مرزا جی اپنی مسیحیت کا تمغہ بناتے ہیں ان میں یہ درج ہے کہ پہلے دجال آئے گا اور عیسیٰ موعود نازل ہو کر اس کو قتل کریں گے۔ مرزا جی نے تو اب تک ایک چوہیا کا بچہ بھی قتل نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ دجال ریلیں ہیں، تو کیا مرزا جی نے ریلیں برباد کر دی ہیں، یا آئندہ برباد کریں گے۔ اور ریلوں کے ڈرائیوروں اور منتظموں کو تہ تیغ کر دیں گے۔

بے شک شیطان بھی دجال سے کم نہیں، بلکہ وہ تو تمام دجالوں کا قبلہ گاہ اور خالق دجاجلہ ہے جو دجال صفت انسانوں کو عیسیٰ موعود بناتا اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ تم مسیح موعود ہو۔ یہودیوں پر کیا حصر ہے جنہوں نے اولوالعزم پیغمبر کو دجال بتایا، بلکہ دنیا کی مختلف قوموں نے تمام انبیاء خصوصاً آنحضرت ﷺ کو کیا کچھ نہیں کہا۔ لیکن کیا ان کا کہنا کچھ چل سکا۔ انبیاء تو انبیاء ہی رہے۔

اب ہم بہت جلد دنیا کو دکھاویں گے کہ مرزا جی تمام گزشتہ دجالوں کے مقابلہ میں...دجال ہی رہے یا ان سے بھی کئی بانس آگے بڑھ گئے۔ اور انشاء اللہ ہم اپنی زندگی میں ہی علاوہ موجودہ چار دجالوں کے چند دجال اور بھی پیدا ہوتے دکھائیں گے اور وہ بھی دنیا کو اسی طرح دعوت دیں گے جس طرح مرزا جی دے رہے

ہیں۔اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ یکم اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۷ جلد ۲۱ و ۲۲ ص ۳۔۸)

مباحثہ مابین رفعت اللہ محمدی وشرافت اللہ مرزائی

مباحثہ مابین محمد رفعت اللہ خان محمدی، حلہ آنٹہ شاہ جہان پوری۔وشرافت اللہ خان مرزائی شاہ جہان پوری محلّہ مہمند جلال نگر

معزز ناظرین یہ مباحثہ کوئی باقاعدہ نہیں تھا۔دوران گفتگو میں ہو پڑا۔صرف دو پرچے ہوئے۔ایک اون (شرافت اللہ خان) کا اور ایک میرا (یعنی رفعت اللہ خان کا)۔اور پھر وہ ساکت ہو گئے، آج تک جواب نہیں دیا۔ میں اہل انصاف سے انصاف چاہتا ہوں کہ دونوں پرچوں پر نظر کر کے مرزائیوں کی سخت کلامی کی داد دیں اور باقی مفصل حالات میرے جواب الجواب سے معلوم ہوں گے

سوال از جانب رفعت اللہ خان

جو موجودہ حالت اسلام کی ہے کبھی نہ یہودیوں کی ہوئی، نہ عیسائیوں کی، نہ اور کسی امت کی۔ ہاں کسی آئندہ زمانہ میں وہی شکل ہو جائے تو بحث سے خارج ہے۔اور اگر کسی کو دعوی ہو تو آیت یا حدیث صحیح قابل اعتبار سے ثابت کیا جاوے۔فقط۔راقم۔رفعت اللہ خان عفی عنہ بقلم خود۔

اور یہاں اس امر پر بحث ہے کہ توریت میں لکھا ہے (کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے گا۔بعد کو عیسی آئے گا.. جواب عیسی یوحنی یعنی یحی مماثلت کی شکل میں آچکے،لہذا میں سچا ہوں) اگر آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی تو بلا کسی دوسرے عقیدہ پر جرح کرنے کے میں بیعت مرزا صاحب (قادیانی) کی کرلوں گا۔فقط۔رفعت اللہ خان عفی عنہ

جواب از جانب مرزائی

بسم اللہ الر حمن الر حیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکر یم

واضح ہو کہ ایلیا نبی یعنی حضرت الیاسؑ کے آنے کی پیش گوئی ملاکی نبی کی کتاب کے باب ۴، آیت ۵ میں درج ہے اور حضرت عیسی اس پیش گوئی کے متعلق انجیل متی ۱۱، ورس ۷ میں فرماتے ہیں کہ الیاسؑ جو آنے

والا تھا، یہی ہے (یعنی حضرت یحی) چاہو تو قبول کرو جس کے کان سننے کو ہوں، سنے۔

اب جاننا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یا جماعت احمدیہ کے کسی اور شخص نے جہاں کہیں اس واقعہ کا بیان کیا ہے وہ انہیں کتب مقدسہ کے حوالے سے لکھا ہے اور یہی کتابیں اس دعوی کی تائیدی گواہ ہیں۔ آپ ان کتابوں کو دیکھ کر اپنا اطمینان اور اس دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اور اگر ان کتابوں کا دیکھنا بوجہ اہل حدیث ہونے کے مکروہ یا حرام سمجھتے ہوں، تو کسی پادری صاحب سے دریافت کر کے اپنی تسکین کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کو تو اس کچھ غرض نہیں کیونکہ یہ تو وہی کر سکتا ہے جو طالب صادق اور متلاشی حق ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے نہ اصل دعوی کو دیکھا کہ کس کتاب سے کیا گیا ہے، اور نہ اس کے ثبوت پر غور کیا کہ کہاں سے دیا گیا ہے، اور نہ ان کتابوں پر توجہ فرمائی جن کا حوالہ دیا گیا تھا، بلکہ اپنی طرف سے جھٹ ایک ایسا سوال کہ جو انکار کا پہلو اپنے اندر رکھتا ہے اور کوتاہ بینوں اور تنگ نظروں کی نگاہ میں مخالفت ظاہر کرتا ہے، اپنے فرضی خیال کے موافق سامنے ہو کر پیش کر دیا۔ اگر چہ یہ سوال اس روشن ثبوت کے سامنے اس قابل نہ تھا کہ اس پر کچھ توجہ کی جاتی یا قلم فرسائی کر کے اوقات عزیز کو ضائع کیا جاتا، مگر ہم اس خیال سے اس کا جواب لکھے دیتے ہیں تا کہ آئندہ آپ اپنے تراشیدہ خیالوں کے موافق یہ کہہ کر کہ ہمارے سوال کا کچھ جواب نہ دیا، عوام کو دھوکے میں ڈالنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ لہذا اب سن لیجئے۔

آپ جو کچھ فرماتے ہیں میرے نزدیک اوس کا خلاصہ آپ کی طرف سے یہ ہے کہ اگر آیت یا حدیث سے یہ بات (یعنی خبر متذکرہ بالا) ثابت ہو گئی تو میں مرزا صاحب قادیانی کی بیعت کر لوں گا، تو آپ کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاید آپ کے نزدیک توریت وانجیل کی آیت، آیت نہیں ہے۔ اور حضرت یحی اور حضرت عیسیٰؑ کا قول حدیث نہیں ہے۔ شائد اس جگہ آپ کی مراد آیت سے آیت قرآن مجید اور حدیث سے مراد حدیث رسول خدا حضرت محمد ﷺ ہے۔ مگر آپ نے قرآن شریف کا نام پاک کسی وجہ سے، جس کو آپ جانتے ہوں گے، تحریر نہیں کیا، اور محمد ﷺ کا اسم مبارک کسی عقیدہ مخفیہ کی وجہ سے نہیں لیا۔ مگر یہاں پر ہم کو آپ کے اس عقیدہ مخفیہ پر بحث کرنا منظور نہیں ہے، اگر آئندہ خدا خود کھول دے یا آپکی تحریروں سے ظاہر ہو جاوے تو اس وقت ہم کو بھی اس کی تصدیق میں کچھ تامل نہ ہو گا۔ اب آپ اپنے سوال کے جواب کو ملاحظہ فرمائیے۔

اول تو جہاں تک مجھ کو معلوم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس خبر میں کسی آیت قرآن یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا حوالہ نہیں دیا گیا، تو آپ کا فرض ہے کہ اس آیت یا حدیث کو بحوالہ اس کتاب کے جس میں یہ خبر درج کی گئی ہو، یا وہ عبارت جس میں اس خبر کی بابت کسی آیت یا حدیث کا حوالہ دیا گیا ہو، اور اس سے آپ کی تسکین نہ ہوئی ہو، پیش کریں۔ اور جب آپ ایسا کرینگے تو ہمارا فرض یہ ہوگا کہ ہم اس کو ثابت کر کے آپ کو دکھلا دیں۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر ہم کو اسی بات کے ظاہر کرنے کا حق حاصل ہوگا کہ آپ کے یہ بات بخوبی ذہن نشین تھی کہ اس خبر کی بابت کسی آیت یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے، لیکن آپ نے عوام الناس کو بہکانے کے واسطے اس سوال کو پیش کر کے جواب طلب کیا ہے تا کہ جاہلوں میں بیٹھ کر اس کہنے کا فخر حاصل ہو جائے کہ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دعوی کی تصدیق قرآن وحدیث سے چاہی، لیکن ان کی جماعت سے کوئی شخص ثابت نہ کر سکا۔

اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خالق باری کی فلاں بیت بہت اچھی ہے تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیت ہم کو گلستان میں دکھلا دو، تو ہم اس کے اچھی ہونے کا اعتبار کر سکتے ہیں۔

یا مثلاً کوئی کہے کہ دارمی یا نسائی کی فلاں حدیث صحیح ہے، تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث ہم کو بخاری میں دکھا دو، تو ہم اس کی صحت کے قائل ہو سکتے ہیں۔

یا مثلاً کوئی کہے کہ گورنمنٹ ہند نے فلاں فلاں قانون بہت مفید جاری فرمایا ہے، تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون ہم کو سلطان روم کے ممالک میں دکھلا دو۔

یا مثلاً کوئی کہے کہ سورہ بقرہ میں آیت الکرسی بہت متبرک آیت ہے، تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت ہم کو سورہ یسین میں دکھلا دو، تو ہم اس کی فضیلت کا اقرار کر سکتے ہیں۔

یا مثلاً کوئی کہے کہ زمین پر جو دریا جاری ہیں اون سے مخلوق کو بہت نفع پہنچتا ہے، تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دریا ہم کو آسمان پر جاری دکھلا دو، تو ہم مان سکتے ہیں اور ان کی نفع رسانی کے قائل ہو سکتے ہیں۔

ان مثالوں کے بیان کرنے سے تو آپ اپنے سوال کا جواب بخوبی سمجھ گئے ہوں گے، لیکن یہاں پر آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جو دعوی مثیل مسیح ہونے کا فرمایا ہے اور

جو دلائل وثبوت اس کی تائید میں تحریر فرمائے ہیں، تو وہ دلائل وثبوت کسی خاص قوم یا فرقہ کے مقابلہ میں نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ تمام دنیا کے کل مذاہب کے لوگوں جیسے یہود ونصاری، ہنود وغیرہ اور کل فرقہ کے لوگوں جیسے آریہ، برہمو، مقلد، غیر مقلد وغیرہ کو مخاطب ٹھہرایا گیا ہے۔ اور ہر مذہب کے موافق دلائل اور ثبوت پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اب ان میں سے ہر شخص، ہر مذہب والا، اپنے اصول کے موافق استنباط کر کے ان کی رو سے سوال وجواب بحث مباحثہ کر کے اپنی تسکین کر سکتا ہے ہے کیونکہ یہ دعوت عام ہے، نہ کہ خاص کسی ایک مذہب کے لوگوں کے لئے۔ لیکن آپ نے ان آیات قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے جو اہل اسلام کے مذہب کے موافق پیش کی گئی ہیں کچھ فائدہ نہ اٹھایا، اور ان کو چھوڑ کر اس سوال کو اختیار کیا کہ جو یہودیوں نے کیا تھا جس کی تصدیق توریت وانجیل سے ہوتی ہے، تو اب ہم حیرت میں ہیں کہ آپ کو کس مذہب اور کس فرقہ میں شمار کریں۔ تاوقتیکہ ہم کو آپ سے کوئی دستاویز خاص آپ کے اصل مذہب کی بابت حاصل نہ ہو جائے، تب تک ہم آپ کو اپنی رائے سے کسی فرقہ میں داخل نہیں کر سکتے۔ اور یہاں پر آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جن کو حق تعالی نے چشم بینا، گوش شنوا، دل زندہ، دماغ روشن، عقل سلیم، فہم رسا عطا فرمایا ہے وہ ہر ایک حکایت، ہر ایک روایت، ہر ایک شئے، ہر ایک ذرہ، ہر ایک قطرہ سے عبرت اور نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جن کی آنکھیں اندھی، کان بہرے، دل مردے، دماغ گندے، عقلیں موٹی، فہم کوتاہ ہیں، اون کا ذکر ہی کیا، اور اون کا وعظ وپند میں حصہ ہی کیا ہے۔ وہ تو آیت کریمہ ختم اللہ علی قلو بھم و علی سمعھم و علی ابصا ر ھم غشا وۃ کے تحت میں داخل ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس شرط کے لگانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید آپ کے نزدیک وہ قول یا فعل یا خبر یا پیشین گوئی خواہ کسی نبی کی ہو، یا ولی کی، اور خواہ قبل از نزول قرآن مجید ہوئی ہو، یا بعد میں اور خواہ وہ قبل از جمع ہونے احادیث رسول اللہ ﷺ ہوئی، یا بعد میں، اس وقت تک قابل اعتبار واستدلال نہیں ہے جب تک کہ وہی قول یا فعل یا خبر یا پیشین گوئی ہو بہو لفظ بلفظ قرآن مجید یا احادیث رسول اللہ ﷺ میں آپ کے ملاحظہ اقدس سے گذار نہ دی جائے۔

اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس عقیدے کی رو سے کوئی اہل اسلام کسی فریق

مخالف پر فتح نہیں پا سکتا اور حق و باطل میں فرق کر کے نہیں دکھلا سکتا تاوقتیکہ انہیں کی کتابوں میں انہیں کے قول اور فعلوں اور خبروں سے ان کے دلائل کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دے۔ تو اب بجز اس کے کہ ہم آپ کی اس شرط لگانے کو آپ کی عدم استعداد یا سادہ لوحی پر محمول کریں، یا آپکے کسی حیلہ باطنی پر مبنی سمجھیں، اور کیا کہہ سکتے ہیں

تیسرے یہ کہ اگر آپ حق کے متلاشی اور صدق کے طلب گار رہیں تو ان امور سے بحث کرتے اور ثبوت مانگتے جن کا حوالہ قرآن شریف اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے دیا گیا ہے۔ لیکن آپ نے اس پر کچھ التفات نہ کیا۔ تو اب فرمایئے کہ یہ یہودیت کی مشابہت ہوئی یا نہیں۔ کیا قرآن مجید کی آیتیں آپ کے سامنے پیش نہیں کی گئیں۔ کیا احادیث رسول اللہ ﷺ آپ کے سامنے پیش نہیں کی گئیں۔ کیا اقوال صحابہ و آئمہ مجتہدین و مجددین آپ کے سامنے پیش نہیں کئے گئے۔ کیا بندگان دین اور اولیاء اللہ کے الہامات و مکاشفات و رؤیائے صادقہ آپ کے سامنے پیش نہیں کی گئیں۔ کیا عسل مصفی کا مطالعہ آپ نے نہیں کیا۔ کیا آپ نے ان پیش کردہ ثبوتوں پر کچھ توجہ فرمائی۔ کیا آپ نے آیات الٰہی کو قبول کیا۔ کیا آپ نے احادیث رسول اللہ ﷺ کو نظر وقعت سے دیکھا کیا۔ آپ نے اقوال صحابہ و آئمہ و مجتہدین و مجددین کو غور سے پڑھا۔ کیا آپ نے اولیاء اللہ کے الہامات و مکاشفات و رؤیائے صادقہ پر کچھ غور وخوض کیا۔ ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ کچھ بھی نہیں کیا۔ آپ نے تو ان سب کو پس پشت ڈال دیا، اور ان سے منہ پھیر لیا۔ افسوس صد افسوس! سوجھی بھی تو کیا سوجھی۔ یعنی وہ سوال جو یہودیوں نے پیش کیا تھا اور جس کا ردّ حضرت عیسیٰؑ نے کر دیا تھا اسی کو معیار صداقت اور وسیلہ بیعت ٹھہرایا۔ یہی تو یہودیت کی مشابہت ہے یا اور کچھ۔

چوتھی یہ کہ یہودیوں میں وہ کون کون سی صفتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ مغضوب علیھم کا نشانہ بن گئے۔ یہی تو تھیں کہ انہوں نے کتب سماویہ میں تحریف وتبدیل کی تھی، نبیوں کو جھٹلایا تھا، ان کی توہین وتحقیر کی تھی، طرح طرح کی بدزبانیوں سے ستایا تھا، کافر وملحد ٹھہرایا تھا، ان لفظوں سے یاد کیا تھا۔

اور پھر یہ بھی یاد کر لیجئے اور خوب اچھی طرح یاد کر لیجئے کہ وہ یہودی جن سے یہ حرکتیں وقوع میں آئی تھیں وہ کون تھے اور کس لقب سے مشہور تھے۔ وہ سب عامل بالحدیث تھے اور اہل حدیث کہلاتے تھے جیسا کہ آج کل ہمارے زمانے میں ایک فرقہ غیر مقلدوں کا ہے جو اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتا ہے اور اہل حدیث

ہونے پر بڑا فخر کرتا ہے۔اب آپ ہی ذرا انصاف کر دیجئے کہ یہودیوں کی طرح غیر مقلدوں کا عامل بالحدیث ہونا اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہلا نا، کیا یہ یہودیوں کی مشابہت ہے یا نہیں۔کیا ان غیر مقلدوں نے یہودیوں کی تقلید کی یا نہیں ۔ یہ پہلی صفت یہودیوں کی تھی کہ انہوں نے کتب سماویہ سابقہ میں تحریف کی تھی، لفظوں کو بدل دیا تھا، معنی کو الٹ پلٹ دیا تھا۔اور ان اہل حدیث غیر مقلدوں نے قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کو منسوخ کر دیا۔آیات قرآن کو احادیث کا تابع بنا دیا۔وہی معنی چسپاں کیے جن کو احادیث نے قبول کیا۔ان اسرار وحقائق قرآنی کو رد کر دیا جن سے احادیث نے مخالفت کی ۔مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر کے تراشیدہ معنی درست کیے ۔کیا اب بھی ان اہل حدیثوں نے یہودیوں کی مشابہت کی یا نہیں ۔اب بھی ان اہل حدیث نے کلام مجید کے معجزہ ہونے سے انکار کیا یا نہیں ۔کیا اب بھی ان اہل حدیث نے احادیث کو فرضی قرآن ٹھہرایا یا نہیں۔

تیسری صفت یہودیوں کی یہ تھی کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا تھا، اور ان کی توہین وتحقیر کی تھی اور ان کو بدزبانیوں سے ستایا تھا جو ان کے زمانہ میں موجود تھے۔اور ان غیر مقلدوں اہل حدیث نے، جن کے فرقہ میں شائد آپ بھی شمار کیے جاتے ہیں، ان تمام نبیوں اور رسولوں کو جو ابتدائے عالم سے دنیا میں مامور من اللہ ہوکر بحیثیت نبوت یا رسالت بشیر ونذیر ہوکر تشریف لائے جن پر وحی الٰہی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی، جو احکام الٰہی کی تبلیغ فرما کر اہل عالم کو ہدایت فرماتے رہے، جن کی پیروی باعث نجات اور جن کی مخالفت باعث عذاب و عقاب ٹھہری، جن کو خلیل اللہ کلیم اللہ روح اللہ حبیب اللہ کا لقب حاصل ہوا صلوۃ اللہ علیھم اجمعین ، اور جن پر کتب سماویہ زبور، توریت، انجیل، قرآن مجید نازل ہوا، اور تمام ملائکہ مقربین جن میں حضرت جبریل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل بھی شامل ہیں، جن کا اقرار بموجب آیت کریمہ کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ ہمارا جزو ایمان ٹھہرا، کتاب تقویۃ الایمان میں جو ان اہل حدیث کا دستور العمل ہے، ان پاک اور مقدس نفوس کو لفظ مخلوق میں شامل کر کے اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل بنا دیا، تو اب ان جلیل القدر نبیوں اور فرشتوں کا یہ مرتبہ ٹھہرا، تو صحابہ کرام واولیاء عظام و صالحین ومجتہدین کس حساب میں رہے۔

اوراب ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بعد اس عقیدہ مذکورہ کے یہ غیر مقلد کس درجہ میں شمار کرنے کے قابل ہیں۔ کیا اب بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان اہل حدیث نے سنت یہود کو اختیار نہیں کیا۔ کیا اب بھی یہ لوگ یہود کے قدم بقدم نہیں چلے۔ کیا اب بھی یہ لوگ یہودیوں کے پیچھے رہ گئے۔ بلکہ یوں کہو کہ منزلوں آگے نکل گئے۔

یہاں تک تو صرف تھوڑا سا ذکر یہودیت سے مشابہت کا کیا گیا ہے، اب آگے عیسائیت کی صفات کا ملاحظہ فرمائیے، اور وہ یہ ہیں کہ پادریوں بے چاروں نے تو صرف اس عقیدہ پر اکتفا کیا تھا کہ مسیح صلیب پر چڑھ کر اپنے سچے عیسائیوں کے گناہ کا کفارہ ہو کر تین دن رات ہاویہ میں رہ کر آسمان پر اپنے باپ کے پاس جا بیٹھے، لیکن یہ اہل حدیث مسلمان عقائد عیسائیت کے نشہ میں آ کر کچھ ایسے مست و مدہوش ہو گئے کہ آگے دیکھا نہ پیچھے، دون کی جو لی تو جھٹ حضرت عیسیٰ کو جیتے جاگتے اسی جسد عنصری کے ساتھ سیدھا آسمان پر چڑھا دیا، اور پھر اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان سے اترنے کے منتظر ہو بیٹھے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ خالق الطیور محی اموات وغیرہ صفتوں سے بھی موصوف کر دیا۔ کیوں نہ ہو، سچی عیسائیت اسی کا نام ہے۔

خیر یہاں تک بھی خیریت تھی، اب آگے اور سنیئے کہ عیسائیوں نے تو حضرت عیسیٰؑ کو الوہیت کا ایک جزو قرار دیا تھا، اور یہ اہل حدیث جو جوش میں آئے تو دجال میں وہ وہ صفتیں ثابت کر دیں جو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہو سکتیں۔ یہاں تک کہ نعوذ باللہ منہا خدا بنا دیا۔ اگر چہ بظاہر اس کی خدائی کا تو اقرار نہیں کیا لیکن وہ سب صفتیں جو خاص باری تعالیٰ کی ذات پاک سے تعلق رکھتی ہیں، اس میں ثابت کر دیں۔ جیسا کہ زندوں کو مارنا، مردوں کو جلانا، پانی برسانا، کھیتی کا اگانا، وغیرہ وغیرہ۔ اور طرفہ یہ کہ اس کی پیشانی پر کافر بھی لکھا ہوا ہوگا، اور باوجود کافر ہونے کے ساری خدائی کے اختیار بھی رکھتا ہوگا۔ اب کہیے کہ یہ مشرکانہ عقاید نہیں ہیں تو کیا ہیں۔ یہ نصرانیت کا جوش نہیں تو کیا ہے۔ یہ عیسائیت کی مشابہت نہیں ہے تو کیا ہے۔

اگر اب بھی کچھ کسر باقی رہ گئی ہو، تو وہ بھی پوری کر لو، تاکہ دل میں کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ اے عقل کے دشمنوں اور اے غافلو! ذرا خدا سے ڈرو اور اس کے قہر وغضب سے پناہ مانگو، کہیں ایسا نہ ہو جو ان عقائد کی وجہ سے یہودیوں کی طرح تم پر بھی طاعون مسلط ہو جائے اور پھر بجز حسرت وافسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے۔

اب ایک طرفہ ماجرا اور سنئے کہ اہل حدیث غیر مقلدوں نے اسم ذات باری تعالیٰ کے بعد جو الفاظ

تعظیمی مثل جل شانہ وعم نوالہ وتعالی وعز اسمہ اور مثل اس کے دیگر اہل اسلام استعمال کرتے ہیں، بجائے ان کے اپنے اختراع اور ایجاد سے لفظ صاحب کا موزوں کیا ہے جو کہ بنی آدم کے تمام فرقوں کے ناموں کے بعد عموماً اور عیسائیوں اور انگریزوں کے ناموں کے بعد خصوصاً مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے علی العموم کہتے ہیں ٹھاکر صاحب، پنڈت صاحب، بابو صاحب، ماسٹر صاحب وغیرہ۔ بلکہ ہندوستان میں اہل یورپ کو بلا اظہار کئے نام کے صرف اسی لفظ کے ساتھ مخاطب کیا جاتا ہے، اسی طرح سے اہل حدیث اپنی تحریروں اور اپنے قولوں میں بجائے اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے لکھتے اور کہتے ہیں کہ اللہ صاحب نے یہ کہا اور اللہ صاحب نے یوں کہا۔... ذرا تو سوچو کہ جناب الٰہی میں یہ کیا گستاخی اور بے ادبی ہے جو تم اپنے عقاید اور اعمال سے کر رہے ہو۔ کیا تم کو کوئی کلمہ تعظیمی جو شان الٰہی کی عظمت اور جلال کو ظاہر کرتا، کلام مجید یا احادیث رسول اللہ ﷺ میں نہیں ملتا جو تم نے اس کلمہ کو جو ادنی ادنی فرقہ کے لوگوں کے واسطے بولا جاتا ہے، اختیار کر لیا۔ ایسی حالت میں اب بجز اسکے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم تم پر رحم کرے اور تمہارے دلوں سے ان حجابوں کو دور کرے، تاکہ تم عظمت الٰہی کو چشم یقین سے مشاہدہ کر کے خالص نیت سے اس پر ایمان لاؤ۔

اب سنو اور غور سے سنو کہ جب اہل حدیث مسلمانوں کی یہاں تک نوبت پہنچی اور یہودیت اور عیسائیت میں یہاں تک غلو کیا کہ بالکل اقوال وافعال ان کے انہیں لوگوں کے مشابہ ہو گئے، تب عزت الٰہی جوش میں آئی اور اوس قادر ذوالجلال نے اپنی رحمت خاص سے مفسدان دین کی سرکوبی کے واسطے حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی مسعود (مرزا قادیانی) کو چودھویں صدی کے سر پر مجدد و مامور فرما کر کھلے کھلے آسمانی نشانات کے ساتھ دارالامان قادیان میں نازل فرمایا الحمد الله رب العالمين و الصلوة و السلام على رسوله محمد و آله و اصحابه اجمعين۔

اور اسی موید من اللہ، مہدی برحق کے نزول اجلال کی آسمان، زمین، چاند، سورج، رات دن، ماہ و سال، قرآن مجید واحادیث رسول اللہ ﷺ واقوال صحابہ وآئمہ ومجتہدین ومجددین، الہامات ومکاشفات اولیاء اللہ ورؤیائے صادقہ بزرگان دین نے، جیسا کہ بالتفصیل کتابوں میں درج ہے، گواہیاں دیں اور تصدیق کی (دیکھو اگر آنکھیں رکھتے ہو اور سنو اگر کان رکھتے ہو۔ براہین احمدیہ وازالہ اوہام وآئینہ کمالات وتحفہ گولڑی وکشتی نوح وغیرہ کو) لیکن نہ مانا تو

ان اہلحدیث نے، یہاں تک کہ جو پچھلا مادہ یہودیت وعیسائیت کا دلوں اور دماغوں میں باقی رہ گیا تھا وہ سب یہاں پر اگل دیا۔اور جیسا کہ عالم فاضل یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو بدزبانیوں سے ستایا تھا اور فتویٰ کفر لگایا تھا اسی طرح اس مثیل المسیح کے مقابلہ میں محمد حسین بٹالوی نے جو کہ بڑا مفسد متعصب غیر مقلد اہل حدیث یہودیت کی رنگت میں سرتاپا غرق ہے،فتویٰ مرتب کر کے پہلے اپنے استاد نذیر حسین دہلوی سے جو کہ گزشتہ مہینہ میں اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کو قد خلت کا سبق دے گئے ہیں،مہر کرائی اور پھر اپنے اور ہم سبقوں سے مہریں و دستخط کرا کے شائع کر دیا۔ پھر کیا تھا،چاروں طرف سے کفر کے فتوے نکلنے اور گالیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور اخباروں واشتہاروں کی تو کوئی حد ہی نہ رہی۔کوئی گندہ لفظ ایسا نہ رہا جو نہ لکھا ہو۔کوئی ناپاک فقرہ ایسا نہ رہا جو چھوڑ دیا گیا ہو۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ عیسائیوں سے دعویٰ قتل کا کرا دیا اور خود اہل حدیث بن کر عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں گواہی کو جا موجود ہوئے،جس سے بجز ذلت اور ناکامی کے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔دیکھو کتاب البریہ تا کہ تم لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور خواب غفلت سے بیدار رہو۔

اب سچے دل اور پاک نیت سے خوب غور کر کے دیکھو کہ کیا یہی تعلیم قرآنی ہے۔کیا یہی اسلام کی نشانی ہے۔کیا احادیث سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کا یہی منشاء ہے۔کیا اسی کا نام عامل بالحدیث ہونا ہے جو غیر مقلدوں سے سرزد ہوا ہے۔کیا اب بھی ان اہل حدیث کے اقوال وافعال اور دلوں اور باتوں اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں اور چہروں اور مہروں سے یہودیت نہیں ٹپکتی۔کیا اب بھی ان اہل حدیث کی تحریروں میں اور گفتگوؤں اور عقائد مشرکانہ اور حرکات جاہلانہ سے عیسائیت نہیں برستی۔کیا اب بھی کوئی شبہ باقی ہے،یا اب بھی انکار کا کوئی موقع ہے۔اور اس بات کو خوب سمجھ لو کہ یہ سلسلہ احمدیہ خدا کی طرف سے ہے،اور اس کا خداوند مددگار ہے۔کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا۔کوئی اسکو روک نہیں سکتا۔مخالفوں نے کیا کچھ زور نہیں لگائے۔کیا کچھ فکریں نہیں کیں،آخر کو وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اب ایک لاکھ سے بھی زیادہ نوبت پہنچ گئی ہے اور روز ترقی افزوں ہوتی جاتی ہے۔ڈرو اس خدا سے جو سب پر غالب ہے ۔ڈرو اس خدا سے جس کا عذاب سب عذابوں سے بڑھ کر ہے۔وہی وقت قریب ہے جو طاعون سے یہودیوں پر گزر چکا ہے۔اب وہی وقت قریب ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے۔پس نصیحت حاصل کرو اقوال انبیاء برحق اور

عبرت پکڑ وامت سابقہ سے تا کہ مومنوں میں شمار کیئے جاؤ۔اب میں آپ کے سوال کو لفظ بلفظ نقل کر کے اس کا جواب لکھتا ہوں،حرف س سے اپنے سوال کی عبارت اور حرف ج سے اس کا جواب سمجھ لیجئے گا اور دھیان لگا کر ہمہ تن چشم ہو کر خوب غور سے پڑھیئے گا آپ فرماتے ہیں:

(س) جو موجودہ حالت اسلام کی ہے،کبھی نہ یہودیوں کی ہوئی،نہ عیسائیوں کی،نہ کسی اور امت کی۔

(ج) اول تو یہ فرمایئے کہ کسی تحریر کی آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنا اور حمد ونعت کو ترک کر کے مطلب شروع کر دینا یہ طریقہ یہودیوں کا ہے اور عیسائیوں کا یا اہل اسلام کا۔اس تحریر کی رو سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے فضائل کا انکار آپ نے کیا یا نہیں۔اللہ تعالی کی تعریف کرنی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کو واجب الترک سمجھا یا نہیں۔اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔

اور دوسرے جو معنی اس فقرہ کے مناسب الفاظ سے مترشح ہوتے ہیں وہ یہی ہیں یا کچھ اور جو حالت خراب سے خراب اس وقت اسلام کی موجود ہے یہ حالت نہ کبھی یہودیوں کی ہوئی نہ عیسائیوں کی نہ اور کسی امت کی،جس کا ماحصل یہ ہوا کہ موجودہ حالت اسلام کی یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بری ہے۔تو اب کہیے کہ جب آپ خود ہی اسلام کو اس ذلت اور خرابی کو پہنچا رہے ہیں،اور اس کو یہودیت اور عیسائیت سے ذلیل اور بدتر ٹھہرا رہے ہیں،تو پھر اب اور شواہد کی ضرورت ہی کیا ہے۔

یہ عجیب معاملہ ہے کہ خود ہی تو اسلام کی حالت کو یہودیوں اور عیسائیوں کی حالت سے بدتر ٹھہراؤ اور خود ہی دوسروں سے اس کا ثبوت مانگو۔ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ نے یہ طرز تحریر کہاں سے سیکھی ہے کہ جس کے ہر لفظ میں یہودیت اور عیسائیت کا جوش ہے۔اور اگر یہ معنی،جو کہ میں نے بیان کئے ہیں،آپ کے نزدیک اس مفہوم سے جس کو آپ نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہے،مغائرت ظاہر کرتے ہوں،تو آپ کو چاہیے کہ وہ معنی جو کہ ان الفاظ سے پیدا ہوتے ہیں ظاہر کر دیجئے۔اور اگر آپ ظاہر نہ کر سکتے ہوں یا لکھ نہ سکتے ہوں تو اپنے استاد مولوی محمد صاحب یا کسی اور مولوی صاحب یا طالب علم سے لکھوا کر اون کے دستخط کرا لیں،تا کہ آئندہ وہ مولوی صاحب یا طالب علم صاحب اپنی قابلیت کی داد پانے سے محروم نہ رہیں۔

(س) ہاں کسی آئندہ زمانہ میں ہو جاتے ہیں تو بحث سے خارج ہے۔

(ج) اب ان دونوں فقروں کے ملانے سے یہی مطلب ہوا یا کچھ اور کہ یہ خراب حالت اسلام کی جو اس وقت موجود ہے اگر آئندہ کسی زمانہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی افضل اور عمدہ حالت اسلام کی جو اس وقت موجود ہے اگر آئندہ کسی زمانہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی افضل اور عمدہ حالت کی مانند ہو جائے، تو وہ بحث سے خارج ہے یعنی وہ ذکر سننے کے قابل نہیں ہے۔

افسوس صد افسوس آپ کی اس عقل رسا اور خوبی فہم وذکا کی کہاں تک تعریف کی جائے اور کہاں سے الفاظ قابل مدح لائے جائیں بقول شخصے۔

اے ز فہم و عقل و دانش دور تر
آنچہ میگوئی بگوئی خرقہ تر

(س) اگر کسی کو دعوی ہو تو آیت یا حدیث صحیح قابل اعتبار سے ثابت کیا جاوے۔

(ج) یہ بھی عجیب فقرہ ہے۔ نہیں معلوم کہ آپ کے ذہن میں آیت کس کا نام ہے اور حدیث آپ کس کو کہتے ہیں۔ آیا زبور کی آیت مراد ہے، یا توریت کی، یا انجیل کی، یا فرقان حمید کی، یا کوئی اور نشان۔ اور حدیث سے حدیث سردار اولین وآخرین خاتم الانبیاء محمد ﷺ مقصود ہے، یا کسی اور انبیاء اولیاء بزرگ مشائخ کے اقوال۔

اول تو یہی نہیں ثابت ہوتا کہ جس دعوی کا ثبوت آپ مانگتے ہیں وہ کون سا دعوی ہے۔ آیا وہ یہی دعوی ہے کہ جو آپ نے اپنی اس تحریر میں اسلام کی موجودہ حالت کی نسبت ظاہر کیا ہے یا کچھ اور ہے۔ اگر یہی دعوی ہے تو اس کو آپ خود ثابت کر سکتے ہیں دوسروں سے اس کے ثبوت مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور آپ کو اپنے دعوے کی تائید کرانا منظور ہے تو کسی اپنے ہم عقیدہ غیر مقلد وغیرہ کو تلاش کر لیا ہوتا، تا کہ یک نشد دوشد کا مصداق ہو جاتا۔ اور اگر کوئی اور دعوی ہے کہ جو ابھی آپ کی زبان اور قلم سے نہیں نکلا ہے اور روز ازل سے اب تک آپ کے دماغ میں بند ہے، تو کوئی اس کا ثبوت ہی کیا دے سکتا ہے اور آپ کے فرضی خیالوں اور ذہنی سوالوں کا جواب ہی کہاں سے لا سکتا ہے۔

اور دوسرے یہ کہ آپ کے الفاظ حدیث صحیح قابل اعتبار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاید آپکے نزدیک بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ جو باوجود صحیح ہونے کے بھی اعتبار کے قابل نہیں ہیں، ورنہ حدیث صحیح کے بعد

لفظ قابل اعتبار کا استعمال کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے جیسا کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ) (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۸ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۸)

مدعیان نبوت

آزاد ضمیمہ اودھ پنچ لکھنو کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ مرزا جی دعوی کرتا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر (سرکتے سرکتے) کشمیر میں پہنچی اور یوزاسف کی قبر کے نام سے مشہور ہوگئی۔ کیوں نہیں، ابھی تو حضرت مسیح کی قبر نے رحلت کی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قادیان سرکتے سرکتے جہنم پہنچ جائے۔ کشمیر تو جنت نظیر کہلاتا ہے قادیان جہنم نشان کہلائیگا۔

مرزا صاحب قادیانی کا وہ خدا جس نے انہیں مبعوث برسالت کیا ہے، (غالباً وہی ہے جس نے فرعون کو مدعی الوہیت کر دیا تھا، یعنی شیطان)، مرزا صاحب کی زبان سے نابلد ہے۔ مکاشفات انگریزی میں ہوا کرتے ہیں اور مرزا قادیانی انگریزی سے ناواقف ہے۔ اب بڑی مشکل یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو مطالب والہامات کون سمجھائے۔ جو مرض (یعنی جہل) کہ مرزا صاحب کو ہوا ہے اس کا علاج ابوبکر خوارزمی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ بے اس علاج کے غیر ممکن ہے کہ مرض زائل ہو۔ اگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے تو وہ سمجھ جائیں کہ وہ کیا ہے۔

کتب تاریخ کے دیکھنے سے اکثر ایسے اشخاص ملیں گے جنہوں نے قبل و بعد ختم المرسلین روحی فداہ چھوٹا دعوی نبوت کیا اور تھوڑے دنوں تک مرجعیت رہی پھر زائل ہوگئی۔ یعنی مصور، سجاح کذابہ اور مسیلمہ کذاب، متنبّی شاعر وغیرہ کا حال مشہور و معروف ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ انہوں نے عرب میں خاص رسول کی موجودگی میں دعوی کیا اور قرآن تصنیف کئے، مگر کچھ نہ ہوسکا اب ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ مرزا قادیانی ایک جہل مجسم ہے، ان کو کوئی کب تک یاد رکھے گا۔ اگر یاد رکھے گا بھی تو اسی طرح جس طرح ان کو یاد رکھا۔

زمانہ مامون رشید میں ایک مصری شخص نے دعوی نبوت کیا اور گرفتار ہو کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔

اس نے کہا میں پیغمبر ہوں، موسی کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ حضرت موسیٰ کا عصا اژدھا ہوجاتا تھا، تو بھی یہی معجزہ دکھا۔

اس نے کہا فرعون نے انا ر بکم الا علی کہا، جب عصا اژدہا ہوا، تم انا ر بکم ا لا علی کہو، تو میں معجزہ دکھاؤں۔

مامون نے کہا اچھا میں چاہتا ہوں کہ ابھی تخم خربوزہ کا بویا جائے اور ابھی بار آور ہو، اور ابھی میں کھاؤں۔

اس نے کہا اچھا تین دن کی مہلت دو۔

خلیفہ نے انکار کیا۔ تو اس نے کہا کہ خدا باوجود اس قدر قدرت کے تین مہینے میں خربوزہ پیدا کرتا ہے تم مجھ کو تین دن کی مہلت نہیں دیتے۔

اسی طرح زمانہ خلیفہ مہدی عباسی میں ایک شخص نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا (جیسا کہ زمانہ عیسویت میں مرزا قادیانی نے مہدویت کا)۔ خلیفہ نے کہا، مردہ زندہ کر سکتے ہو۔

اس نے کہا ہاں اگر حکم ہو تو آپ کے وزیر کی گردن تہ تیغ کروں اور پھر زندہ کردونگا۔

خلیفہ نے وزیر سے پوچھا کہ راضی ہو۔

وزیر نے کہا معاف رکھئے بندہ بغیر امتحان ہی آپ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔

غرض اس طرح کے صدہا ایسے واقعات گزر چکے ہیں اور اسلام کو اس سے شمہ بھر نقصان نہیں پہنچا۔ مرزا قادیانی نے بھی چندیں شکل برائے اکل، کا مصداق بن کر اپنے جنون ...کا اظہار کیا تو کیا کر سکتے ہیں ۔اسلام الحمدللہ ایسا عقلی مذہب ہے کہ اس کے ستون وارکان شرعی کی بنیاد حکمت ناموس واخلاق سے مستحکم ہیں ۔اگر عوام جہلاء کو بچانا منظور نہ ہوتا، تو اس کے جواب کی ضرورت بھی نہ تھی۔

مرزا قادیانی کے ساتھی ایک شخص تھوڑا زمانہ ہوا کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ناسا نائیل ان کا نام تھا، اور جواد ساباطی کے نام سے مشہور تھے۔ اونھوں نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام براہین ساباطیہ رکھا تھا اور بزعم خود اسے منزل من اللہ جانتے تھے۔ کتاب کمیاب ہے اس وجہ سے ان کی لیاقت دکھانے کو ایک چھوٹا سا سورہ لکھا جاتا ہے

با ۔ با۔ لا م ۔ یا ۔ و انا قد ارسِل الینا کتا ب کر یم من یحی و انہ السجل بلیغ

حـلـيـم ۔ و ان يـحـى لهو السيد الشر يف ا لا مير الكبير و انا قد ار سلنا اليك
من قبله كتا باً عر بياً مبيناً ۔ و انا لما فتنّا نه لم نتخذ فيه نصيراً و لا معيناً ۔
و ما كا ن جوا بنا ا لا ان عزّز نا بثا لثٍ و كا ن سا با ط عليه قد يراً ۔ و يقو ل
لا يعلمو ن التكسير و العرو ض ان هذا ا لا شعراً و سحر عظيم ، قل انما يعلم
عـنـد الـلـه سـا بـاط و ان هـذا ا لا كتـا ب عر بى مبين ۔ لو انفقت الملا ئكة و
الشيـاطيـن عـلـى ان يـحـاجـوا بـمثـل هذا البر هان لا يحا جو به و لو كان
بـعضهم لبعض ظهيراً۔ فا ذا جا ء وعدنا و التقى الجمعا ن ذ لك يو م السرور ۔
يـو م يصطف المجنو ن على الما ئدة ا مام ا لا مير متكئين فيها على كرا سى
مـصـفـو فة فـى حـجـو الـقـصـور تدور عليهم كهلا ن مستخد مو ن بنفا ئس
الاغنية و فوا كه مما يشتهو ن و خند ر يس عتيق لا يقا بل عنهم الما ئده و لا
هم عنها بمز حز حين ينا لك فيتد بر الذين كفروا ایّ مر صد یر صدو ن

اس بے تکے پن کو دیکھئے اوراس نقالی وجعل کو۔اس نے قادیانی سے مرجعیت بہم پہونچائی تھی۔ خوب خوب سورے تصنیف فرمائے تھے،مگر پھر بھی عربی زبان خوب جانتے تھے،قادیانی کی طرح کندہ ناتراش نہ تھے کہ بے سروپاباتیں ہانکتے۔اس نے تفسیر بھی لکھی تھی،مگر زبان درازی کی عادت نہ تھی۔شراب پیتا تھا۔ آخرایک روز کاٹا لگااورمرگیا۔بعض کہتے ہیں گھوڑے سے گرااورمرگیا،مجھےاسکی تحقیق نہیں کہ اصل اسکی کیا تھی

لکھنؤ میں بھی ایک شخص محمدادریس نامی کہ اصلی نام ان کا غلام محمد ہے،مدعی نبوت ہے۔بعض مجتہدین لکھنو سے انہوں نے عبرانی وعربی پڑھی۔معقولات وادب تواریخ ورجال وسیر میں دست گاہ کامل حاصل کی۔ بعدکو بیچارے مراق میں مبتلا ہوئے۔اب گلیوں گلیوں،کلیسا حق،والدیرحق،والمسجدحق،والوید والفرقان و الکتب العتیقہ حقہ کہہ کے صلح کل کا جھنڈا گاڑتے پھرتے ہیں۔سورے تصنیف کرتے اوراپنے مریدوں کو سناتے ہیں۔مگر عارضہ مراق نے ان کا بازار کھوٹا کردیا ورنہ ادریس (کہ ادریس ہی ہونے کا ان کو دعوی ہے) کے بجائے ابلیس کا کام انجام دیتے۔تاہم بوجہ علم وقربت اگرہم کوکسی نبی کی ضرورت ہوتی تو ہم یقیناً بجائے غلام

احمد قادیانی کے غلام لکھنوی کو پسند کرتے کیونکہ ان سے ۲۹ حصے علم وفضل میں زیادہ ہے۔میں دیکھتا ہوں قادیانی کا دماغ آخر خشک ہوتے ہوتے اس کو مختل کر دیگا۔ و للہ الحجة البالغه (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ص ۱۔۲)

بقیہ مباحثہ مابین رفعت اللہ محمدی وشرافت اللہ مرزائی

تو بجز اس کے کہ ہم آپ کو خدائے رحیم وکریم کے حفظ وامان میں سپرد کر دیں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

(س)۔اور یہاں اس امر پر بحث ہے کہ توریت میں لکھا ہے (کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے گا بعد کو عیسی آئے گا)

(ج)۔یہاں پر یہ نہیں معلوم ہے کہ آیا اس عبارت کا توریت میں لکھا ہوا ہونا آپ خود ہی بیان کر رہے ہیں یا کسی کتاب کی نقل کر رہے ہیں، یا کسی کا قول ثابت کر رہے ہیں، یا کیا لکھ رہے ہیں۔یہاں پر وہی مثل صادق آرہی ہے کہ من بسے سپنے ڈسے۔ایک حضرت عیسی کے آسمان سے اترنے کے آپ کیا منتظر ہیں کہ بے اختیار ہر شخص کی نسبت آسمان سے اترنے کا لفظ خود بخود زبان پر جاری ہو جاتا ہے کہ خواہی نخواہی کوئی ہو اور کچھ ہی ہو لیکن آپ اس کو آسمان ہی سے اتارا چاہتے ہیں۔بھلے آدمی یہ تو دیکھا ہوتا کہ یہ خبر کتابوں میں کن الفاظ کے ساتھ لکھی ہوئی ہے، اور اس کا مطلب کیا ہے۔یا یوں ہی بے سوچے سمجھے زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے۔

(س) جو اب عیسی یوحنا یعنی یحی مماثلت کی شکل میں آچکے۔

(ج) اس فقرہ کی بھی وہی حالت ہے۔اول تو یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ اس جواب کی صدا آپ کے کان میں کہاں سے آ گئی، اور ان الفاظ کا سبق آپ کو کس نے پڑھا دیا۔اس ہاتف غیبی کا نام لینا چاہیے تھا جس نے یہ اعجاز بھری آواز آپ کو سنائی، اور یا اس استاد شفیق کا ذکر کرنا چاہیے تھا جس نے یہ سبق دل کشا آپ کو پڑھایا۔اگر آپ کسی پڑھے لکھے سے اپنی تحریر میں اصلاح لے لیتے، یا خود سوچ سمجھ کر خدا کا نام لے کر، یا کسی کتاب کو اپنے سامنے رکھ کر اس سے نقل کر لیتے تو اس تحریف کے الزام کے نیچے نہ آتے جو یہودیوں اور عیسائیوں سے خصوصیت رکھتا ہے اب بجز اسکے کہ آپ یہودیوں اور عیسائیوں کی مماثلت کا اقرار کریں اور کچھ چارہ نہیں ہے

اور دوسرے یہ کہ جو آپ نے حضرت عیسی اور حضرت یحی علیہم السلام کے نام پر اس شکل (ؑ) کا حرف عین بنا دیا ہے، اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور حمد خدا اور

صلوۃ رسول اللہ ﷺ کو تو آپ پہلے ہی ترک کر چکے تھے۔اب حرف سلام کا لفظ رہ گیا تھا جو انبیاء علیہم السلام کے نام کے بعد اہل اسلام لکھا کرتے ہیں، اس سے بھی منکر ہو گئے۔اور تمجید خداوند کریم اور تعظیم وتکریم انبیاء علیہم السلام سے پورا پورا انحراف ثابت کر دیا۔کیوں نہ ہو، یہی غیرت اسلام اور تقاضاے ایمان ہے۔

یا اس حرف (ؑ) کے لکھنے سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ دراصل تو آپ کو لفظ سلام سے نفرت یا انکار ہے، لیکن اس خوف سے کہ شائد کوئی مسلمان اہل ایمان اعتراض کر بیٹھے یہ اشارہ کر دیا، تا کہ اوس وقت یہ کہنے کا موقع مل جاوے کہ ہم نے علیہ السلام کا اختصار کر کے حرف (ؑ) تو لکھ دیا تھا، اور اپنے دل میں بھی کہہ لیا تھا، گو پورا نہیں لکھا تو کیا ہوا۔آیت حدیث سے یہ بھی درست ہے۔

(س) لہذا میں سچا ہوں۔

(ج) اب یہاں پر لہذا کے بعد جو لفظ ، میں، کا واقع ہوا ہے وہ بھی عجب شان کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ نہیں معلوم کہ اس ، میں، سے مراد آپ کی ذات شریف ہے یا آپ کے ذہن میں کوئی اور ہے جس کی صراحت آپ اپنے کسی تقاضائے باطنی کی وجہ سے نہ کر سکے۔بے جوڑ فقرہ گھڑنا اور ایسی بے تکے لفظ میں لکھنا بس آپ ہی کا کام ہے اور آپ ہی کا حصہ ہے۔

(س) اگر آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی۔

(ج)۔نہیں معلوم کہ آپ یہاں پر کس بات کا ثبوت مانگتے ہیں۔آیا ان لفظوں کا ثبوت مانگتے ہیں جو آپ نے لکھے ہیں، یا اس خبر کا ثبوت مانگتے ہیں جو توریت وانجیل سے ثابت ہوتی ہے۔اور وہ آیت وحدیث جس سے آپ ثبوت چاہتے ہیں آپ کے ذہن شریف میں کون سی ہے۔کیونکہ توریت کی آیت اور حضرت عیسی علیہ السلام کا قول حدیث ہونا، تو خود آپ کی تحریر ہی سے ثابت ہے۔اور اگر آپ کو سوا اس کے اور کسی آیت یا حدیث کی تلاش تھی تو صراحت کے ساتھ اوس کا ذکر کرنا چاہیے تھا، یا اشارۃً کنایتاً بتانا چاہیے تھا۔یا جوں ہی جیسے کورے کاغذ آپ پڑھتے ہو ویسے ہی دوسروں سے پڑھوانا چاہتے ہو۔اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے تراشیدہ الفاظ قرآن مجید یا احادیث رسول اللہ ﷺ میں نکل آئیں، تو آپ کی اس مراد کو تو بجز خدائے غالب کے کہ وہ ہر شیئے پر قادر ہے اور کوئی پورا نہیں کرسکتا۔اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ خبر آیات قرآن شریف یا

احادیث رسول اللہ ﷺ سے انہیں الفاظ مندرجہ توریت وانجیل کے ساتھ ثابت ہو جائے، تو اس کے واسطے پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ کتب سابقہ سماویہ کی خبریں اور پیشین گوئیاں اور کل اقوال اور کل مسائل ہو بہو قرآن شریف یا احادیث رسول اللہ ﷺ میں پائی جاتی ہوں۔ اور جب آپ یہ ثابت کر دیں گے تو آپ کا سوال خود بخود حل ہو جائے گا اور کسی سے پوچھنے اور ثبوت مانگنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

(س) تو بلا کسی عقیدہ پر جرح کرنے کے میں بیعت مرزا صاحب (قادیانی) کی کرلوں گا۔

(ج) آپ نے اپنی خوبیٔ فہم سے اس ایک عقیدہ پر جرح کر کے جو نتائج پیدا کیے ہیں ان میں سے کچھ تھوڑے بطور: مشتے نمونہ از خروارے، اس مختصر میں لکھ کر آپ کے سامنے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اور اگر آپ کا جی چاہتا ہے تو آئندہ کسی دوسرے عقیدہ پر جرح کر کے ارمان نکال لیجئے تاکہ کوئی آرزو دل کی دل میں باقی نہ رہے۔ اور اس کو خوب یاد رکھئے کہ آپ یا آپ کے ہم عقیدہ مولویوں کے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی ایسی نہیں ہے کہ جس سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات دنیوی ثابت کر کے اون کو آسمان سے اوتار سکیں۔ بجز اس کے کہ حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مامور من اللہ ہونے کا اقرار کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں اور کوئی ملجاو مامن نہیں ہے۔

منت آنچہ حق بود گفتم پیام
تو دانی و گر بعد ازیں و السلام

فقط۔ راقم محمد شرافت اللہ خان مورخہ ۹ نومبر ۱۹۰۲ء

جواب الجواب از جانب ابوالسخا محمد رفعت اللہ خاں ضلع شاہجہان پور محلہ انٹہ نمبر مکان ۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

ایک سوال میں نے تو باتوں باتوں میں اپنے معزز مہربان مرزا جی (شاہ جہان پوری مرزائی جن کے ساتھ رفعت اللہ خان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ بہاء) سے کیا تھا۔ اس کا جواب میرے مقابل شرافت اللہ خان نے بغیر غور فرمائے ہوئے اور حالت واقعی کو چھپا کر لکھا، اور فرقہ اہل حدیث کو جو صراط مستقیم پر ہے، سخت الفاظی سے یاد فرمایا۔ جو

کچھ انہوں نے سخت الفاظی سے کام لیا ہے میں اس کا جواب لکھ کر اپنے قلم کو خراب کرنا نہیں چاہتا۔ہاں چند دلائل فاسد جو اون کے طبع زاد ہیں ان کا جواب لکھتا ہوں۔

مجھ کو فرقہ احمدیہ سے سخت تعجب ہے کہ اون کے قلم سے وہ الفاظ نکلتے ہیں جو اون کے دعوی کے خلاف ہیں۔اون کا اور نیز مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ہے کہ ہم کو اور ہمارے مطیعوں کو سخت الفاظی نہ کرنا چاہیے اور اکثر احمدیوں سے بھی یہ سنا گیا مگر وہ اس پر عامل نہیں جیسا کہ پرچہ شرافت اللہ خان صاحب سے ظاہر ہے۔

اول پوری حقیقت لکھ دینا واجب ہے کہ میں نے سوال کیوں پیش کیا۔تو سنئے جیسا کہ میں اوپر ظاہر کر آیا ہوں کہ مرزا جی صاحب (یہ کوئی شاجہان پور کے رہنے والے مرزائی ہیں جن کے ساتھ رفعت اللہ خان صاحب کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔بہاء) میرے مہربان ہیں۔میں اکثر ان کی دکان پر جا کر بیٹھتا ہوں۔اور وہ بہت خلق اور مہربانی سے (باوجود عقیدہ میں خلاف ہونے کے) پیش آتے ہیں۔بارہا ان سے عقیدہ میں گفتگو بھی ہوئی (اس کا ظاہر کرنا فضول ہے کہ وہ ہارے ہیں یا میں۔پبلک جانبین کی تحریروں سے خود فیصلہ کرلے گی کہ کس کو زک ہوئی)۔

ایک روز گفتگو کرتے ہوئے مرزا جی صاحب فرمانے لگے کہ ہمارے بھائی مسلمان بالکل یہودیوں کی چال پر چلتے ہیں۔وہی عادات اختیار کررہے ہیں جو یہودیوں کے تھے،اور ہمارے امام برحق (مرزا غلام احمد قادیانی) کا وہی معاملہ ہے جیسا کہ عیسی کا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ بالکل غلط ہے، ایسا نہیں ہے۔اور وہ کون سا دعوی عیسی کا تھا اور یہودیوں نے کیا نہ مانا۔تو فرمایا کہ توریت میں لکھا ہے کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے گا اس کے بعد عیسی آوے گا۔مگر ایلیا نبی نہیں اترے،اور یوحنا یعنی یحی نے دعوی کیا۔بعدہ عیسی نے دعوی کیا۔اور عیسی نے فرمایا (کہ یوحنا وہی ایلیا ہے جس کی خبر توریت میں تھی، چاہو مانو یا نہ مانو) انجیل میں لکھا ہے۔پس یوحنا ایلیا ہوکر آئے مگر یہود ظاہر معنوں پر عامل رہے اور تین نبیوں کا اس غلط فہمی سے انکار کیا۔اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ عیسی اترے گا،تو یہ حقیقی معنی پر نہیں ہے بلکہ مجاز پر ہے،یعنی ہمارے امام مرزا صاحب (قادیانی) مثیل (مسیح) ہوکر آئے۔

میں نے عرض کیا کہ جناب یہ حجت یہود ونصاری پر پیش کیجئے جو کہ توریت وانجیل کو مانتے ہیں،ہم سے کیا غرض۔ہم تو ان کو محرفہ کہتے ہیں۔ہمارے نزدیک اون میں تحریف ہے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ پیش گوئی بھی

ملادی گئی ہوگی، یا اصل توریت میں اور کچھ ہو، یہود نے اور کچھ کر دیا ہو۔ لہذا ہم نہیں مان سکتے۔

گفتگو کو طول ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا کہ آپ اس امر کو حدیث یا آیت سے ثابت کر دیں کہ توریت میں جو کچھ ہے، یا یہی پیش گوئی بایں الفاظ ٹھیک ہے، یا انجیل میں اس کا جواب درست ہے، تو میں بغیر جرح کے کسی دوسرے عقیدہ پر مرزا صاحب (قادیانی) سے بیعت کرلوں گا۔

ہمارے مرزا جی صاحب (شاہ جہان پوری مرزائی) نے فرمایا کہ اگر کوئی قوت ثابت کرنے کی نہ رکھتا ہو، تو میں نے کہا کہ دوسرے سے دریافت کر کے بتا دے۔

اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے قول سے انکار کر جائیں؟

تو میں نے عرض کیا کہ لاؤ قلم دوات کاغذ میں لکھ دوں۔ چنانچہ میں نے چند سطریں اونہیں کی بتائی ہوئی پیش گوئی کے متعلق لکھ دیں۔ مجھ کو ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ انجیل میں کیا ہے، اور توریت میں کیا، جو کچھ مرزا جی صاحب (شاہ جہان پوری مرزائی) نے پیش گوئی کے متعلق فرمایا، لکھ دیا۔

(شرافت اللہ) خان صاحب اگر الفاظ پیش گوئی پر جرح کرتے ہیں، تو واپس لیں، یا مرزا جی صاحب سے طالب جواب ہوں۔ اور انکار اوس پیش گوئی کا اس وجہ سے کیا کہ توریت و انجیل محرفہ ہیں، جس کے (شرافت اللہ) خان صاحب بھی قائل ہیں، اور بندہ کے پاس کافی ثبوت ہے جو آگے لکھا جاوے گا۔

اور بسم اللہ اور درود نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر جلدی میں اس کا خیال نہیں رہتا۔ عموماً خط دیکھے جائیں، فیصدی ایک میں شائد اس کا التزام ہو۔

دوسرے، اس کا لکھنا فرض و واجب نہیں، تارک اس کا گنہگار نہ ہوگا۔ اور اگر ہو تو ہمارے مقابل ثابت کریں۔

تیسرے، یہ کہ میں نے زبان سے کہا تھا لکھنا ضروری نہیں زبان سے کہنا کافی ہے۔

اور اسکا ثبوت کہ میں نے زبان سے کہا تھا اور وہ سطریں یہ ہیں (جو موجودہ حالت اسلام کی ہے کبھی نہ یہودیوں کی ہوئی نہ عیسائیوں کی نہ اور کسی امت کی ہاں کسی آئندہ زمانہ میں یہی شکل ہو جاوے تو بحث سے خارج ہے اگر کسی کو دعوی ہو تو آیت یا حدیث صحیح قابل اعتبار سے ثابت کیا جاوے فقط راقم رفعت اللہ عفی عنہ بقلم خود)۔

اتنا لکھ کر میں نے مرزا جی صاحب (شاہ جہان پوری مرزائی) کو دیا، تو مرزا جی صاحب نے فرمایا کہ تو نے پیش گوئی، جس کے متعلق گفتگو تھی، نہ لکھی۔ ممکن ہے کہ تو انکار کر جائے اور کہے: یہ نہیں، یہ گفتگو تھی۔،

میں نے کہاں ہاں میری گفتگو اسی سے ہے، مجھے اور معاملہ سے بحث نہیں، مگر مجھ کو وہ پیش گوئی معلوم نہیں جو لکھوں۔ تو (شاہ جہان پوری مرزائی نے) کہا میں بتاتا ہوں لکھو۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا اور میں نے لکھا بایں الفاظ (اور یہاں اس امر پر بحث ہے کہ توریت میں لکھا ہے کہ (ایلیا نبی آسمان سے اترے گا بعد کو عیسی آئے گا۔ جواب عیسی یوحنا یعنی یحی کی مماثلت کی شکل میں آ چکے لہذا میں سچا ہوں) اگر آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی تو بلا کسی دوسرے عقیدہ پر جرح کرنے کے میں بیعت مرزا صاحب کی کرلوں گا۔ فقط۔ راقم۔ رفعت اللہ خان عفی عنہ)

کاش کہ ہمارے (شرافت اللہ) خان صاحب موصوف مرزا صاحب جی سے دریافت کر کے لکھتے تو اون کو غلطی نہ ہوتی۔ یہی واقعہ بے کم و کاست ہے جو میں نے نقل کیا۔ مرزا جی صاحب قسم کھا کر کہدیں کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔

ہاں پھر مرزا جی صاحب نے (بعد میں ایک موقع پر) مجھ سے فرمایا کہ آیت وحدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اب کوئی اور مسئلہ دریافت کرو۔

میں نے کہا کہ میرے سوال کے جواب میں لکھ دو کہ اس کا ثبوت آیت وحدیث سے نہیں تو پھر اور سوال کروں۔ بہت عرصہ کے بعد اس کا جواب لا کر دیا جس کا جواب الجواب یہ ہے۔

نہ میری (شرافت اللہ) خاں صاحب سے گفتگو تھی، نہ اون کو سمجھانا مقصود تھا۔ ورنہ ان کے فہم عالی کے موافق لکھتا۔ جس کو سمجھانا مقصود تھا، وہ میرا مطلب سمجھ گیا تھا۔ مرزا جی صاحب قسم کھا کر کہدیں کہ میں نہیں سمجھا تھا۔ وہ کہدیں کہ تیری مراد آیت سے آیت قرآنی یا حدیث سے حدیث نبوی ﷺ نہ تھی۔ یہ الفاظ تو ایسے معروف ہیں کہ ایک بچہ بھی اہل اسلام کا سمجھ لیتا ہے۔ تعجب ہے کہ (شرافت اللہ) خان صاحب نہ سمجھے۔

اول ہم جماعت احمدیہ ہی کی کتابوں سے انجیل و توریت کا محرفہ ہونا ثابت کرتے ہیں، پھر (شرافت اللہ) خان صاحب کے دلائل کی طرف توجہ کریں گے۔

سراج الدین جس کا دوسرا نام برہان الحق ہے، تصنیف شیخ عبدالحق صاحب طالب علم بی اے احمدی

ہے،اس میں لکھا ہے:

نمبر۱۶ (از سوالات ۲۸) ۔ چاروں اناجیل میں کیوں اختلاف ہے۔ اگر خدا کے کلام میں فرق ہو تو انسان کا کلام کیوں ناحق ٹھہرتا ہے۔ (پادری) عمادالدین اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ تالاب کے قصہ والا باب الحاق ہے۔ کیا آپ اسے سچ خیال کرتے ہیں۔ جس کتاب کا ایک باب الحاق ثابت ہو گیا تو اسکے تمام بابوں پر یہی شک لازم آتا ہے۔

نمبر۱۷: کیا ساری بائبل الہامی ہے اور کوئی انسانی ملاوٹ اس میں نہیں۔ اس حالت میں کیا ضرورت ہر بار ہوتی ہے کہ نیا سے نیا ترجمہ کیا جائے، الہام تو وہی پرانا ہو، اور اسے بدل بدل کر نئے الفاظ میں پیش کیا جائے تو کیا اسکی خوبی فوت نہ ہوگی۔

نمبر۱۸: لکھا ہے کہ ایک رتّی ایمان کے ساتھ عیسائی پہاڑوں کو ہلا سکیں گے۔ اگر یہ الہامی ہے تو کس زمانہ میں ایسا ہوا اور کس نے پہاڑوں کو ہلایا۔ اگر کوئی دعوی کرے تو ہمیں ایک تنکا ہلا کر دکھائے۔ اگر الہامی نہیں تو تحریف کسے کہتے ہیں۔

نمبر۱۹: یوحنا میں لکھا ہے کہ اگر مسیح کے کام لکھے جاتے تو اس دنیا میں سما نہ سکتے، یہ بھی الہامی ہے۔ الخ

نمبر۲۱: پولوس نے چند رسومات کا ذکر کیا ہے۔ سوال ہے کہ مسیح کے مرنے کے بعد اور پولوس کے عیسائی ہونے تک کون سی الہامی تعلیم اس بات میں تھی۔ ثابت کرو کہ پولوس ملہم تھا۔

متی کی انجیل: اکثر اشخاص اس بات پر متفق ہیں کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی۔ برخلاف اس کے اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری موجودہ انجیل جو یونانی ہے، عبرانی سے ترجمہ نہیں کی گئی بلکہ پہلا نسخہ یونانی ہی میں تھا۔ کیا متی نے دو انجیلیں لکھیں یا پہلے مصنفوں کو اسکے عبرانی کرنے میں غلطی ہوئی، یا وہ عبرانی نسخہ جس کا انہوں نے ذکر کیا جعلی تھا۔ زمانہ کے بعد مصنفوں نے ایک کتاب بنام عبرانی کے انجیل کا جسے کلیسا نے نامنظور کیا لیکن یہودا کے فرقہ نے قبول کیا حوالہ دیا ہے اور اس کی عبارت بھی اخذ کی ہے۔ بعض حصص اوس انجیل کے اب تک موجود ہیں لیکن ہماری انجیل

کے ساتھ نہیں ملتی۔ متی کی انجیل یوحنا، یا لوقا کی انجیلوں کی طرح تدبیر و تفکر سے نہیں لکھی گئی اور اسی لئے پہلے بزرگوں نے اسکا نام سومینک یعنی جسمانی انجیل رکھا ہے۔ اڈیٹر صاحب یوں اپنے بھائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ نہیں کرتے۔ انجیل نویسی تو فریب دہندہ نہیں تھی لیکن متی نے جسمانی انجیل ضرور لکھی ہے واہ ری چنی ہوئی قوم؟

مرقس کی انجیل: یہ روایت صحیح ہے اوس کی انجیل کے لئے پطرس سے سامان ملا تھا۔ پیکس جو دوسری صدی کے پہلے نصف میں گزرا ہے، بیان کرتا ہے کہ پطرس ناقل مرقس نے نہایت صحت سے پطرس کی تحریریں قلم بند کی ہیں مگر اس میں خداوند کے قول و فعل کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ نیز ۱۲۔ اختتام آیات یعنی باب ۱۶ کے ۹ سے ۲۰ تک کے اصلی ہونے میں شک ہے۔

اجی صاحب کیوں نہیں کہہ دیتے کہ الحاق ہے۔ اڈیٹر صاحب! اب سنئے کہ یہ پادری صاحب کیا فرمارہے ہیں کہ ۱۲، آیات خدا کے بیٹے پر ایمان رکھنے والے کسی ملہم نے ملا دی ہیں۔ انجیل نویس تو ورق لکھیں، کیا دوسروں کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ چند آیات بھی لکھ سکیں۔ فرمایئے کیا ایک گندی مچھلی تمام تالاب کو گندہ نہیں کر دیتی۔

لوقا کی انجیل: لوقا کو اکثر روائتوں میں پیارا طبیب کہا جاتا ہے مارکن مرتد نے جو مسیح کے ۱۳۸ سال بعد ایک مصنف گذرا ہے، لوقا کی انجیل کو مستعمل دیکھ کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لیا، جیسے مرقس کی انجیل پطرس کے خیالات کے موافق تھی، ویسی ہی لوقا کی انجیل پولوس کے تفکرات کے لحاظ سے لکھی گئی۔ چنانچہ پولوس تمطاؤس نے دوسرے خط کے باب ۲ آیت ۱۸ میں اس انجیل کو اپنی انجیل کہا ہے۔ اس کی تصنیف کی جگہ معلوم نہیں۔ جناب من! اگر ایک شخص نے لکھی ہو تو جگہ معلوم ہو سکتی ہے۔ اب بتایئے کہ اتنے مقامات کا پتہ ملنا کچھ آسان امر ہے۔ اڈیٹر صاحب! ذرا غور کیجئے شائد کسی آسمانی شہر یا گاؤں سے اتری ہو۔

یوحنا کی انجیل: مخالفین نے اس انجیل پر خاص حملہ کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح کے بعد دوسری صدی کے دوسرے نصف تک اس کتاب کا نام و نشان نہ تھا۔ ناستک فرقہ یوحنا کی

زندگی میں پیدا ہوا جس نے انجیل کے واقعات کو فلسفہ کے ساتھ ملا دیا جز کیئم جس نے اس انجیل کو رد کیا ہے۔اس کی تاریخ تصنیف ۱۰۰ عیسوی،۱۱۲ عیسوی بتا تا ہے۔اب بتایئے کہ آپ کے پاس اسکی سچائی کے کیا دلائل ہیں۔یوحنا کی زندگی ہی میں اتنے تفرقہ پڑ گئے کہ بچا نہ سکے انجیل بھی رد کر دی گئی۔

ہمارے پاس ایسے الہام کی..تردید کے اتنے ثبوت ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو دنیا میں نہ سماویں

(صفحہ ۶۱،۶۲،۶۳۔سراج الدین، برہان الحق)

اور ہمارے (شرافت اللہ) خان صاحب اپنے پرچہ میں خود ہی فرماتے ہیں (انہوں نے کتب سماویہ میں تحریف وتبدیل کی تھی) دوسری جگہ فرماتے ہیں: کہ انہوں نے کتب سماویہ سابقہ میں تحریف کی تھی لفظوں کو بدل دیا تھا۔

لفظ (انہوں) جمع ہے جو یہودیوں عیسائیوں سب کو شامل ہے اس میں زائد لکھنا فضول ہے۔جماعت احمدیہ کے اقوال سے کتب سماویہ سابقہ کا محرفہ اور غیر معتبر ہونا میں نے ثابت کر دیا۔اگر اور ثبوت درکار ہو اور خان صاحب کے نزدیک جماعت احمدیہ اور نیز اپنے اقوال غیر معتبر ہوں تو پھر ہم انشاءاللہ زائد ثبوت دینگے۔

جماعت احمدیہ خاص کر مرزا صاحب کو میرے سامنے ایسی محرفہ کتابوں سے دلیل پیش کرتے کچھ باک نہ ہوا جن کی تحریفات کے خود قائل ہیں اور اس کی سند کتاب وسنت سے پیش نہ کر سکے۔فضول بات میں اپنا اور میرا وقت ضائع کیا۔عوام کے دکھانے اور ان میں علم دار بننے کو ایک دو ورقہ لمبا چوڑا لکھ دیا۔مگر سوال سے سروکار نہیں۔میرا ارادہ جواب الجواب کا نہ تھا،مگر محض اس خیال سے کہ (شرافت اللہ) خان صاحب کو درصورت جواب الجواب نہ ہونے کے کہنے کا موقع ملے گا کہ ہمارا جواب گروہ اہل حدیث سے نہ ہو سکا اب میں اصل کتابوں سے پیش گوئیاں نقل کرتا ہوں۔

کتاب ملاکی میں زبان رومن باب ۴ آیت ۵۔دیکھو خداوند کہ بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں تم میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔

انجیل متی رومن باب ۱۱-۱۲ : یوحنا ۳ ۔شاگردوں سے یسوع مخاطب ہو کر فرماتے ہیں

آیت ۱۰ کیونکہ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ: دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیرے آگے

تیری راہ درست کرے گا۔

آیت ۱۴۔اور الیاس جو آنے والا ہے یہی ہے چاہو تو قبول کررو۔

اردو انجیل میں بھی قریب قریب یہی لکھا ہے مگر بجائے الیاس کے الیا درج ہے۔اور فارسی انجیل میں صراحت کے ساتھ یحی کا نام لکھا ہے۔

Behold, I shall send you Elias the prophet before the coming of the great and dreadful day of the lord. (Malachi 4:5)

And as they departed, Jesus began to say unto the multitudes concerning John, What went ye out into the wilderness to see? A reed shaken with the wind?

But what went ye out for to see? a man clothed in soft raiment? behold, they that wear soft clothing are in kings' houses.

But what went ye out for to see? A prophet? yea, I say unto you, ' and more than a prophet.

For this is he, of whom it is written, 'Behold, I send my messenger before thy face, which shall prepare thy way before thee.

Verily I say unto you, Among them that are born of women there hath not risen a greater than John the Babtist: notwithstanding he that is least in the kingdom of heaven is greater than he.

And 'from the days of John the Babtist until now the kingdom of heaven suffereth violence, and the violent take it by force.

For all the prophets and the Law prophesied until John.

And if ye will receive it, this is Elias, which was for to come.

He that hath ears to hear, let him hear. (Matthew 11: 7-14):

اول جواب اس کا یہی ہے کہ کتب سماویہ سابقہ محرفہ ہیں، قابل حجت نہیں۔دوسرے یہ کہ اگر کتب مذکورہ بالا صحیح اور قابل حجت بھی مان لی جاویں، جب بھی تائید مرزا صاحب (قادیانی) کی نہیں کرسکتیں۔اور وہ

اون سے سند پیش نہیں کر سکتے کیونکہ پیش گوئیوں مذکورہ بالا اور دعوی مرزا صاحب میں فرق ہے۔ وہاں ایک نبی نے الہام صحیح سے دعوی کیا کہ میں وہی ہوں جس کی بابت توریت میں درج ہے، اور دوسرے نبی نے الہام راست سے اوس کی تصدیق کی کہ واقعی یہ سچا ہے۔ یہاں مرزا صاحب قادیانی کا ایسا شخص، جو کہ نبی کا ہم پلہ ہو، کون مصداق ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی کا الہام کس دلیل سے سچا از جانب خدا مانا جاوے۔

اول شرافت اللہ خان صاحب کو ثابت کرنا واجب ہے کہ مرزا صاحب قادیانی سچے اور ان کا الہام از جانب خدا ہے۔ دوسرے کوئی شخص ایسا گواہی میں پیش کریں جو نبی بنی اسرائیل کی شہادت کے ہم پلہ ہو۔ اس وقت یہ خبر درست ہو سکے (حالانکہ یہ ثابت کرنا غیر ممکن ہے) لہذا مرزا صاحب کا مثیل مسیح ہونا محال۔

اور جب تک کتب سابقہ غیر محرفہ ثابت نہ ہوں، اس وقت تک یہ تانا بانا تار عنکبوت کی مثال ہے...

...الحمد للہ کہ ہم کتب سابقہ کا محرفہ ہونا جماعت احمدیہ کے اقوال سے ثابت کر چکے۔ اب اگر زائد ضرورت ہو تو کتاب وسنت وتواریخ سے بھی دکھا دیں۔ احمدیہ سب پکار پکار کر کہتے ہیں کہ کتب مذکورہ محرفہ ہیں قابل سند نہیں اور نیز میرے پیش نظر فارسی اردو رومن کتابیں موجود ہیں ہر ایک میں فرق ہے پھر کیسے ان کی صحت کا یقین ہو۔

باقی آئندہ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۸ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳۔ ۸)

بقیہ مباحثہ مابین رفعت اللہ محمدی وشرافت اللہ مرزائی

میں (یعنی رفعت اللہ) انجیلوں سے ان کا محرفہ ہونا ثابت کر سکتا ہوں گو کہ (شرافت اللہ) خان صاحب کے پرچہ کا جواب کافی ہو چکا، مگر اون کے ساکت کرنے کو اون کے اقوال نقل کر کے بھی جواب لکھتا ہوں۔

قولہ: اب جاننا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود مہدی مسعود یا جماعت احمدیہ کے کسی اور شخص نے جہاں کہیں اس واقعہ کا بیان کیا ہے، وہ انہیں کتب مقدسہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور یہی کتابیں اس دعوی کی تائید میں گواہ ہیں۔ آپ ان کتابوں کو دیکھ کر اپنا اطمینان اور اس دعوی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

اقول: آپ ان کتابوں کو تائیدی گواہ اور مقدسہ بھی کہتے ہیں، محرفہ ہونے کے بھی قائل ہیں۔ دیکھو اپنے قول جو اوپر نقل ہوئے۔ ان دونوں قولوں میں کون سا قول آپ کا سچا ہے۔ یا آپ کے یہاں محرفہ اقوال سے بھی تائید

ہوسکتی ہے۔ بیان فرمایئے۔

قولہ: اگران کتابوں کا دیکھنا جو بوجہ اہل حدیث ہونے کے مکروہ یا حرام سمجھتے ہوں تو کسی پادری سے..الخ

اقول: اے صاحب آپ کو اتنا بھی فہم نہیں، جب ہم اون کی کتابیں دیکھنا منع سمجھیں گے تو اوروں سے پوچھنا بدرجہ اولی منع خیال کریں گے۔ ہمارے یہاں مذہب غیر کی کتابیں دیکھنا منع نہیں۔اور یہ آپ کو کہاں سے ثابت ہوا کہ میں طالب صادق نہیں اور میں نے اصل کتابیں نہیں دیکھیں، اور ثبوت پر غور نہیں کیا۔ اسکا ثبوت دیجئے یا اگر الہام سے معلوم ہوا ہو، تو فرمایئے بغیر تحقیق وتصدیق یہ فقرے کیسے تحریر کئے۔

قولہ: بلکہ اپنی طرف سے جھٹ ایک ایسا سوال جو انکار کا پہلو اپنے اندر رکھتا ہے اور کوتاہ بینوں کی نگاہ میں مخالفت ظاہر کرتا ہے، پیش کر دیا۔

اقول: جی ہاں آپ ایسے کوتاہ بین ہوں گے۔ نہ اصل حال پوچھا، نہ غور کیا، اور قلم لے کر لکھنے کو موجود۔ کاش کی اپنے پیر بھائی (شاہ جہان پوری مرزائی) ہی سے دریافت کر لیتے تو ٹھوکر نہ کھاتے۔

قولہ: شاید آپ کے نزدیک توریت یا انجیل کی آیت آیت نہیں اور حضرت یحیؑ اور عیسیؑ کا قول حدیث نہیں۔

اقول: ہاں نہیں۔ محرفہ اقوال کو حدیث وآیت کون کہتا ہے۔

قولہ اس جگہ آپ کی مراد آیت سے آیت قرآن شریف اور حدیث سے مراد حدیث رسول خدا ﷺ ہے، مگر آپ نے قرآن شریف کا نام....تحریر نہیں کیا اور حضرت ﷺ کا اسم مبارک..الخ

اقول: میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ علی العموم اہل اسلام کا محاورہ ہے کہ آیت سے آیت قرآنی اور حدیث سے اقوال رسول رحمانی ﷺ مراد لیتے ہیں۔ ہاں جو اسلام سے بے بہرہ اور کودن محض ہیں مصطلحات نہیں سمجھ سکتے۔

قولہ: اول تو جہاں تک مجھ کو معلوم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس خبر میں کسی آیت قرآن شریف یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا حوالہ نہیں دیا گیا، اور اگر دیا گیا ہو تو آپ پر فرض ہے کہ اس آیت یا حدیث کو بحوالہ اس کتاب کے پیش کریں۔ اور جب آپ پیش کریں گے تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اس کو ثابت کر کے آپ کو دکھلا دیں۔

اقول: یہ کہیے کہ ہے نہیں، اگر ہوتا تو آپ سب سے پہلے پیش کرتے۔ اگر بھول گئے ہیں تو اب پیش کر دیجئے میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں۔

اور ہم پر فرض کب ہے کہ ہم خود ہی تو آپ سے ثبوت مانگتے ہیں اور انہیں وجوہ سے مرزا صاحب قادیانی کو کاذب کہتے ہیں۔ اگر کچھ مصالحہ ہو تو مرزا صاحب قادیانی کا صدق ظاہر فرمائیے۔ اور جب ہم نے پیش کیا تو آپ کیا ثابت کریں گے۔ ثبوت تو ہم دے دیں گے۔ کیا حقانیت کے یہی معنی ہیں کہ آپ سے کوئی ثبوت یا نشان مانگے آپ کہیں کہ تم لے آؤ ہم ثابت کر دیں۔

قولہ: آپ کے یہ بات بخوبی ذہن نشین تھی کہ اس ضد کی بابت کسی آیت قرآن شریف یا حدیث رسول اللہ ﷺ کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا۔

اقول: آپ تو یہ امر ظاہر کر چکے، اب کیا دوبارہ ظاہر کریں۔ اور جو آپ نے آگے مثالیں لکھی ہیں اون سے منشاء کیا ہے۔ کتب سماویہ سابقہ کو محرفہ آپ مان چکے۔ یہ مثالیں سب غارت ہوئیں اور میں اپنا وقت مثالوں اور قصوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثبوت ملنا چاہیے۔

آگے آپ لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ کل قوم اور ہر ایک ملت والوں سے ہے۔ پس ہر ایک ملت والوں کو اون کے موافق ثبوت دیا گیا۔

تو جناب یہ مرزا صاحب قادیانی سے فرمائیے کہ ازالہ اوہام وغیرہ میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے اس خبر سے اپنی تصدیق کیوں چاہی، اور ہمارے مہربان مرزا صاحب جی (شاہ جہان پوری مرزائی) سے دریافت فرمائیے کہ انہوں نے یہ خبر پیش کر کے مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کیوں کی۔ میں مسلمان تھا، کوئی آیت یا حدیث پیش کی ہوتی۔

قولہ: لیکن آپ نے ان آیات قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے جو اہل اسلام کے مذہب کے موافق پیش کی گئی تھیں، کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

اقول: ہمارے مہربان مرزا جی صاحب نے ہمارے سامنے کچھ پیش نہیں کیا۔ اور اگر کیا تو جواب باصواب پایا۔ اسی خبر میں اولجھے۔ پس بموجب آپ کے فرمانے کے وہ یہودی یا عیسائی ہوں گے تو صاف کہہ دیا کہ ہم آیت یا حدیث کو مانیں گے۔ چنانچہ ہمارے سوال سے ظاہر ہے اور اب ہم کہتے ہیں کہ (مرزا قادیانی کی تائید میں ایک حدیث یا ایک آیت نہیں۔ اگر ہو تو پیش کرو) جو کچھ وہ اپنی تصانیف میں بتاویل رکیکہ پیش کرتے ہیں سب کا جواب پا چکے۔

دیکھو تصانیف مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی بشیر احمد (محمد بشیر سہسوانی) صاحب و پیر مہر علی شاہ صاحب و مولانا عبداللہ صاحب (شاہ جہان پوری) وغیرہ۔

قولہ: اب ہم حیرت میں ہیں کہ آپ کو کس مذہب اور کس فرقہ میں شمار کریں۔ تاوقتیکہ ہم کو کوئی دستاویز خاص آپکے اصل مذہب کی بابت حاصل نہ ہو جائے تب تک ہم آپکو اپنی رائے سے کسی فرقہ میں داخل نہیں کر سکتے۔

اقول: حضرت اوپر مجھ کو آپ اہل حدیث فرما چکے ہیں، اب ایسا فرماتے ہیں۔ دونوں قولوں میں سے کون سا صحیح مانا جاوے۔ جب آپ میرے مذہب میں تردد ظاہر کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ یہ عاجز کس مذہب کا ہے، تو یہ جواب کس بنا پر لکھا گیا۔ اور اوپر اپنی اسی رائے سے کیوں اہل حدیث فرمایا۔ آپ کے فہم مبارک پر آفرین ہے۔ لیجئے مذہب کی بھی دستاویز، دیکھوں اب کیا کریں گے (سنی محمدی اور کسی امام کے میں تقلید نہیں کرتا۔ کتاب وسنت سے مطلب ہے۔ اور یہ بھی میں کہتا ہوں کہ جو بات کتاب وسنت سے اشارۃً یا کنایت سے بھی نہ ثابت ہو، وہ قابل حجت نہیں۔ اول کتاب اللہ، پھر حدیث رسول اللہ ﷺ، پھر اجماع وقیاس صحیح بلا تعیین شخص قابل حجت ہیں)۔

باقی رہا دیگر مذاہب کا ردّ وہ بغیر اون کی کتابوں کے ہو نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ہماری کتاب وسنت کو کب مانیں گے۔ لہذا اونہیں کی کتابوں سے ان پر حجت پیش کی جائے گی۔ جیسے ہم لوگ سوائے کتاب وسنت کے دوسری چیز کو معتبر نہیں مانتے۔ اسی بنا پر آپ سے بحث کی ٹھہری (اور دراصل اجماع وقیاس اس کتاب وسنت کی شاخ ہیں) جناب من! آپ کے مرزا صاحب قادیانی نے آیات کلام مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں تاویل بیجا کی ہے، اور وہی تاویل شدہ آیات واحادیث واقوال میرے سامنے پیش کئے گئے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی نے روش یہودیانہ اختیار کی ہے اور ان کا کوئی قول قابل تسلیم نہیں۔

آگے آپ نے یہودیوں کی صفات میں اہل حدیث کو شامل کیا ہے اوس کا جواب بھی سنئے:

قولہ: کتب سماویہ میں تحریف وتبدیل کی تھی۔

اقول: مرزا صاحب قادیانی نے ایسا ہی کیا، لہذا بقول آپ کے یہودی ہوئے۔

قولہ: انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا تھا۔ توہین وتحقیر کی تھی۔ طرح طرح کی بدزبانیوں سے کافر وملحد ٹھہرادیا تھا۔

اقول: مرزا صاحب قادیانی نے علماء وصلحاء امت محمدیہ ﷺ کو یہودی عیسائی کافر کہا، عیسی کی توہین وتحقیر وتذلیل

کی۔دیکھوازالہ اوہام۔لہذا بقول آپ کے مرزا صاحب قادیانی یہودی ہوئے۔

قولہ: یہودی عامل بالحدیث تھے اور اہل حدیث کہلاتے تھے۔

اقول: لعنت اللہ علی الکافرین ۔اہل حدیث مخالف کتاب وسنت کو مردود کہتے ہیں۔اگر یہود ایسے ہوتے تو عیسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی (کیونکہ جب تک لوگ کتاب وسنت کو نہیں چھوڑتے ہرگز دوسرا نبی نہیں آتا)۔جب خدا کا راستہ چھوٹ جاتا ہے اسی وقت نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔لہذا عیسی کا آنا بتا رہا ہے کہ یہودی دوسرے مسلک پر تھے اور کیا عجب ہے جو اون کا مسلک ایسی تقلید پر ہو جیسے احمدی آنکھ بند کئے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کی تقلید کررہے ہیں جس کا اشارہ غیر المغضوب علیھم میں ہے۔اور اگر آپ کو دعوے ہو کہ اہل حدیث ہی تھے، تو ثبوت صحیح پیش فرمایئے ورنہ گریبان میں منہ ڈالئے اور شرمایئے۔

قولہ: ان غیر مقلدوں نے جن کے فرقہ میں شائد آپ بھی شمار کئے جاتے ہیں تمام مقدسوں کو لفظ مخلوق میں شامل کر کے اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل بنادیا۔

اقول: یہ جناب کی دوسری خوش فہمی ہے۔اپنی رائے سے مجھ کو کسی فرقہ میں کیوں شامل کیا۔آپ کا یہ اعتراض تقویۃ الایمان پر ہے۔(اول تو ہمارے مذہب کا مدار کسی عالم کی تصنیف پر نہیں ہے) مگر اتنا یاد رہے کہ یہ وہی کتاب ہے اور یہ وہی مولانا (شاہ اسماعیل شہید) ہیں، جن کی تعریف آپ کے مرزا صاحب قادیانی اور ان کے داہنے باز و حکیم نورالدین صاحب اور مولانا محمد احسن صاحب امروہی نے کی ہے۔

قطع نظر اس سے میں پوچھتا ہوں کہ انبیاء اور اولیاء مخلوق ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں، تو اس جملہ کا کیا مطلب ہے (کہ مخلوق میں شامل کر کے)۔اور اگر مخلوق نہیں تو خالق ہوئے۔مرزا صاحب قادیانی کی تائید میں ایسی آنکھ بند کی کہ کروڑوں خدا بنادیئے۔اور واقعی بات یہ ہے کہ خدا کی شان کے روبرو کوئی ہو، لا شئے محض ہے قل انما انابشر مثلکم ۔انما الھکم الہ واحد۔

اور حضرت امام غزالیؒ نے خدا کی شان کے روبرو رسول اللہ ﷺ کو اونٹ کی مینگنی سے بدتر فرمایا ہے اس امام کی بابت کیا حکم ہے۔ارشاد فرمایئے۔

آگے آپ نے بیجا اور فضول بلا دلیل وثبوت جناب عیسی وو جود دجال پر اعتراض کیا ہے جو احادیث

صحیحہ سے ثابت ہے، تو یہ اعتراض مخبر صادق ﷺ پر کیجئے اون کو یہودی یا عیسائی فرمایئے۔ اور آپ کو زیبا بھی ہے کیونکہ آپ کے پیر صاحب (مرزا قادیانی) روز بروز درجہ بڑھاتے جاتے ہیں۔ مجدد بنے، پھر مہدی، مثل عیسی و آدم ونوح وموسی وابراہیم وغیرہ۔ یہاں تک کہ بروزی محمد ﷺ بھی بن گئے۔ ابن اللہ ہونے کا بھی دعوی کیا۔ ہاں خدائی کا دعوی باقی ہے جو دجال کرے گا۔

قولہ: ایسا نہ ہو جوان عقاید کی وجہ سے یہودیوں کی طرح تم پر طاعون مسلط ہو جائے۔

اقول: دیکھئے بہت جلد آپ لوگوں کو معہ آپ کے پیر صاحب کے خدا ہاویہ میں گرادے گا۔ اور آپ نے اعتراض کیا ہے کہ لفظ اللہ کے آگے صاحب کیوں لکھتے ہیں، عم نوالہ، جل شانہ کیوں نہیں لکھتے۔ تو عرض ہے: لفظ تعظیمی لکھنا چاہیے، خواہ کسی زبان کا ہو۔ اردو میں لفظ تعظیمی، صاحب، کا ہے۔ لہذا ایہی لکھا گیا۔ عم نوالہ و جل شانہ لکھنا واجب شرعی نہیں۔ اگر ہے تو ثابت فرمایئے۔

اور جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ چودھویں صدی کے سرے پر مجدد کو کھلے کھلے نشانات سے بھیجا۔ جناب وہ کھلے کھلے نشانات کون سے ہیں۔ ایک بھی نشان تو دکھایئے۔ مجھ کو تو امام قادیانی، نشانات سے دجال معلوم ہوتے ہیں۔

خاص اس آخری فقرہ نے تو اون کی تکذیب نقش کالحجر کر دی۔ اہل ایمان ہرگز فریب میں نہیں آسکتے۔ ہاں ایرہ وغیرہ نجات سے بے بہرہ پھنسیں تو پھنسیں یا جن کو شقاوت ازلی ہے وہ اس گمراہی کو خرید کریں۔

سب سے اول جناب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی ؒ نے دجال قادیانی کے کید ظاہر کر کے اسلام سے الگ اور مسلمانوں کو ہوشیار کر دیا۔ پھر ہمارے شیخ الکل فی الکل (نذیر حسین محدث ؒ) نے اپنی تصدیق کفر نامہ پر کی۔ اور کل علماء دین نے تصدیق فرمائی۔

جس کو کل علماء دین گمراہ کہتے ہوں، اور نہ اسکے پاس کوئی دلیل ہو، نہ نشان ہو، وہ گمراہ کیوں کر نہ مانا جاوے۔ مرزا صاحب قادیانی نے جو گندے اور بیہودہ الفاظ علماء دین اور صلحاء امت محمد یہ ﷺ کی نسبت اپنی تصانیف میں خاص کر حضرت عیسیٰؑ کی نسبت درج کیئے ہیں، اون کو دیکھ کر ایمان داروں کی روح کو صدمہ ہوتا ہے۔ علماء نے اوس کا عشر عشیر بھی جواب نہ دیا۔ لکھنو کے پھکڑ یا چنڈوخانے کے بھنگڑ دے سکتے تھے اور

دیتے ہیں۔علماء کی شان یہ نہیں جو ایسے بیہودہ کلموں کی طرف توجہ کریں۔ جو کچھ مخالفان اسلام کرتے چلے آئے وہ پورا مواد مرزا صاحب قادیانی نے اوگل کر ثابت کر دیا کہ میں بیخ کن اسلام ہوں۔

باقی رہا یہ کہ حقانیت کی وجہ سے اون کی جماعت کو ترقی ہوئی، یہ بالکل غلط ہے۔ ورنہ آریہ، عیسائی، نیچری سب حق پر ہو جاویں۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اب وہ وقت قریب ہے کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کا ظہور و نزول ہو کیونکہ تیس دجالوں کی حدیث میں پیش گوئی درج ہے اس میں سے چند ہو گئے اور جو باقی ہیں وقت جلد آوے گا۔ اس وقت کل مذاہب ایک ہو جاویں گے اور حق ظاہر ہو گا۔

اور رہا یہ اعتراض کہ علیہ السلام انبیاء علیہ السلام کے نام کے بعد کیوں نہ لکھا۔ تو جواب اس کا اوپر گذرا، مکرر لکھنا فضول ہے۔

حرف (ؑ) سے مراد علیہ السلام ہی ہے۔ یہ محاورہ معروف و مشہور ہے۔ اگر خلاف ہو تو ثابت کرو۔

اور آپ یہ یاد رکھیں کہ آپ یا آپ کے پیر صاحب قادیانی یا آپ کے ہم مشربوں کے پاس اس کا ثبوت ہرگز نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو مار کر اون کی گدی پر دجال قادیانی کو بٹھا دیں۔ بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ پھر دین اسلام کی طرف رجوع کریں۔

اور آپ نے جو الفاظ سے بحث کی ہے تو میں اردو زبان کا عالم نہیں جو پہلو بچانے کو فضولیات سے تحریر بڑھا کر جہلاء میں فخر کروں کہ ہم نے اتنا لمبا چوڑا جواب لکھا۔ آپ کی اتنی فضولیات کا جواب بھی آپ کی خاطر سے لکھ دیا گیا، آئندہ خارج از مبحث کلام نہ کیجئے گا۔ جو میرا سوال ہے اوس کو ثابت کیجئے، ورنہ بیہودہ کلموں کا جواب قلم انداز کیا جاوے گا۔ جو چیز میرے اور آپ کے زیر بحث ہے اوسی میں قلم فرسائی فرمایئے گا کسی دوسری بحث میں، تاوقتیکہ اس امر کا فیصلہ نہ ہوا، جواب ہرگز نہ دیا جائے گا۔ اور سخت گوئی سے معاف فرمایئے ،ورنہ جواب ترکی بترکی ملے گا۔ و ما علینا ا لا البلا غ ۔

منت آنچہ حق بود گفتم پیام
تو دانی دگر بعد ازیں و السلام

راقم ابوالسخا محمد رفعت اللہ خان محلّہ انٹہ مکان نمبر ۲۴ متصل چوکی پولیس ضلع شہاہ جہان پور قسمت

روہیل کھنڈ بقلم خود۔

ناظرین! خدارا انصاف۔ میرے سوال کا جواب مختصر اثبات ونفی میں ہوسکتا تھا مگر شرافت اللہ خان صاحب نے دفع الوقتی کر کے جواب کو طول دیا اور زبان درازی سے کام لیا۔ مگر اس کا گلہ ان سے نہیں، یہ طریقہ تو وہ اپنے پیر صاحب (مرزا قادیانی) سے سیکھے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ ۴۔۵ ماہ ہو چکے جواب نہ دیا۔ مجبور ہو کر شائع کر دیا۔ ہاں ہم شرافت اللہ خان صاحب کی حالت سے واقف ہیں۔ اون کی لیاقت کہاں جو وہ قلم اٹھا سکیں جو کچھ سید علی نے (جو کہ مختار اڈیٹر ایڈورڈ گزٹ کے والد ہیں) لکھا یا لکھ دیا، اب ان کا ذہن بھی اس جواب الجواب سے کند ہو گیا اور ساکت ہو رہے۔ اور اگر مرد ہیں اور شرم ہے، تو بے حیائی کا برقعہ اٹھا کر سامنے آویں۔ مردوں کا سامنا کریں۔ جواب لکھیں ورنہ کونے میں بیٹھ رہیں۔ آئندہ کسی مرد سے گفتگو نہ کریں۔ مکرر یہ کہ فضولیات علاوہ خبر مذکورہ کے اگر کچھ دیا تو جواب نہیں یا جائے گا۔ محمد رفعت اللہ

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۵)

پیشین گوئی اور نشان

ہتھیار ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ ڈھالیں کمر سے کھل گئیں، کمانیں ٹوٹ گئیں۔ اب تو خالی تیر تکے بھی نہ رہے۔ ہائے پیشین گوئیاں غارت غول ہو گئیں۔ اون کی جگہ اب کبھی کبھی کوئی نشان دکھانے کی سرسراہٹ ہوتی ہے، مگر خوش قسمتی سے یہ تیر بھی نشانے پر نہیں لگتا۔ چونکہ دنیا میں کوئی نہ کوئی واقعہ ہوتا رہتا ہے، لہذا ادھر کسی مکھی نے چھینکا یا پڑاوے پر کسی حمار نے ڈھیچوں ڈھیچوں کی، یا کسی شتر بے مہار نے گوز مارا، ادھر مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ہنکارا کہ وہ نشان ظاہر ہوا۔ الغرض دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کو آسمانی باپ اپنے لیپا لک کا نشان بتاتا ہے۔ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کے ضمیمہ کے بارہ میں ہر سال پیشین گوئی ہوتی ہے کہ اب بند ہوا، اور اب بند ہوا۔ اب تیسرا سال ختم ہو کر چوتھا سال شروع ہونے والا ہے، مگر ضمیمہ خدا کی عنایت سے بدستور اپنے دھواں دھار گولوں سے کفر والحاد اور جعلی نبوت و رسالت کی تعمیر ڈھا رہا ہے، اور اس کے گرد وغبار سے مدعیان بروزیت ومسیحیت کی آنکھیں اندھی ہو رہی ہیں۔ خدا نے چاہا تو چند روز میں بالکل چوپٹ ہو جائیں گی۔

سچی پیشین گوئی اسے کہتے ہیں جو مجددالسنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) نے پچھلے سال کی تھی کہ امسال مرزا جی سے کوئی آسمانی یا زمینی مواخذہ ضرور ہوگا، چنانچہ ہوا۔ یعنی مرزا جی پر وارنٹ جاری ہوئے، ضمانتیں ہوئیں، مچلکے لئے گئے اور سال بھر ہو چکا کہ مقدمات کا شیرہ بہہ رہا ہے۔ الحکم نے ضمیمہ کی مخالفت کی تھی، وہ بھی مقدمات کی بدولت اٹیرن بنا ہوا ہے۔ الحکم کی اشاعت میں روڑے اٹک گئے۔ طوفان کا ریلا جو آیا ہے تو مطبع کا مکان دہڑام سے سر نیچے ٹانگیں اوپر۔ دوڑیئو! دمڑی دھیلا کوڑی پیسہ چندہ دو۔ الغرض اب تک تانا بانا بکھرا ہوا ہے۔ دیکھا! مجدد (احمد حسن شوکت) کی اور مخالفت کرو۔

ہم پھر علی الاعلان پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مقدمات متدائرہ حسب مراد فیصل ہوں گے انشاء اللہ۔ اسکو ابھی سے لکھ رکھو اور پھر مرزا جی اور ان کے تمام حواری کا فرض ہوگا کہ مجدد کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس پر ایمان لائیں ورنہ یاد رکھو کہ ایسا غضب ناک آسمانی نشان ظاہر ہوگا کہ..سارا طلسمی کارخانہ ٹوٹ پھوٹ کر ھباءً منثوراً ہو جائے گا۔ اور قانون الٰہی بھی اسی طرح جاری ہے کہ وہ سرکشوں کو زیادہ مہلت نہیں دیتا امھلھم رویداً۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۵۔ ۶)

وہی تصویر پرستی

الحکم مطبوعہ ۳۰ ستمبر (۱۹۰۳ء) میں جہلم کے امام مسجد اور دو مولویوں اور ایک مجمع کے فوٹو کھنچوانے پر جو کسی مسجد کے مقدمے میں داخل کیا گیا، بڑی لے دے کی گئی ہے کہ مرزا جی کی تصویر کا کھنچوانا اور شائع کرنا تو کفر، مگر اپنی تصویروں کا کھچوانا مباح۔

ہم کو اصل مقدمہ کا حال معلوم نہیں کہ تصویریں کیوں اور کس ضرورت سے کھنچوائی گئیں، مگر اس میں شک نہیں کہ جہلم کے مسلمانوں نے یہ تصویریں تیمناً و تبرکاً اور اشاعت دین اسلام کے لئے نہیں کھنچوائی اور نہ انہوں نے گھروں میں رکھ کر اون کی تعظیم کی۔ مرزا جی نے اپنے نئے دین کی اشاعت کا دارومدار ہی تصویروں پر رکھا ہے چنانچہ مرزائی نامہ نگار لکھتا کہ:

حضور (مرزا قادیانی) کا فوٹو کھچوانا محض اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ تصویروں کا بنوانا اور شائع کرنا مرزائی مذہب کا پہلا رکن ہے۔

دوم: موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی گھر شاذ و نادر ایسا ہوگا جس میں تصویر نہ ہو، تاہم وہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے اور دل میں یقین رکھتے ہیں کہ یہ فعل سراسر گناہ ہے۔ مگر مرزائی اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو اپنے دین کا رکن اعظم سمجھتے ہیں۔ اور خود مرزا جی کی یہی تلقین ہے۔

قطع نظر تصویر کے بہت سے مسلمان مے خوری اور حرام کاری وغیرہ جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر معترف بقصور اور اپنی حرکات سے نادم اور خدا تعالی سے عفو کے خواستگار ہوتے ہیں۔

سوم: جہلم کے مسلمانوں نے بہت برا کیا کہ تصویریں کھنچوائیں۔ مگر تم بھی اسی طرح اقرار کرو کہ مرزا جی نے بہت برا کیا کہ اپنی تصویر کی اشاعت پر زور دیا۔ ورنہ تمہارا یہ الزامی جواب داب مناظرہ کے بالکل خلاف ہوگا۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۶)

(ویسے مرزا صاحب خود بھی تصویر والے معاملے کو بعد میں بدعت قرار دیتے تھے۔ اور کل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار کے مصداق ہو گئے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے: الحکم میں لکھا ہے:

منشی نظیر حسین نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویریں اتارا کرتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں یہ خلاف شرع نہ ہو لیکن جناب کی تصویر دیکھ کر یہ وہم جاتا رہا۔

(مرزا صاحب نے) فرمایا انما الاعمال بالنیات۔ ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیج دیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اس کی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی رو سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں۔ الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء ص ۳)

مرزا جی کی نسبت پیشین گوئی

آریہ گزٹ نے کسی نجومی یا رمال کی پیشین گوئی شائع کی تھی کہ مرزا جی تاریخ مقررہ پر عدالت میں دربارہ مقدمات مرجوعہ نہیں جاسکیں گے اور اگر جائیں گے تو عارضہ درد شکم اور پیچش میں مبتلا ہوں گے۔

اس پر اڈیٹر الحکم بغلیں بجاتا ہے کہ پیشین گوئی غلط نکلی۔ یعنی مرزا جی دندناتے گورداسپور گئے اور کودتے اوچھلتے آئے۔ پیچش اور درد شکم تو کجا، خدانخواستہ ادنی سی ریح کی بھی سرسراہٹ نہیں ہوئی۔

آریہ گزٹ نے درحقیقت مرزاجی کو ڈرایا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ اس خوف سے شکم مبارک اور تو ند مقدس میں باؤ کے گولے دوڑتے پھریں،اور مرزاجی کسی طرح تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر نہ ہوں ،اوراس کا نتیجہ یہ نکلے کہ ان پروارنٹ جاری ہو،اور تعزیر کا سبق پڑھایا جائے کہ لیپا لک

بمکتب نمی رود ولے برندش

و سلمنا ۔آریہ گزٹ کی تو ایک ہی پیشین گوئی پٹ پڑی، حالانکہ اس کے مقابلہ میں مرزاجی کی بیسیوں پیشین گوئیاں گوزشتر بن کر ہوا میں اڑ گئیں ۔ان کی نسبت الحکم کو کبھی پسینہ بھی نہ آیا،اور آیا تو پونچھ ڈالا ۔ یا بے حیائی کے اسپنج نے جذب کر ڈالا ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ ۔اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳ ۔ص ۶)

یکسر الصلیب و یقتل الخنا زیر

یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے ۔مرزاجی قادیانی کہتے کہ اس کا مورد و مصداق میں ہوں ۔ہم پہلے بھی مرزاجی سے پوچھ چکے ہیں اور اب پھر پوچھتے ہیں کہ یکسر الصّلیب سے کیا مراد ہے اور خنازیر کون ہیں؟ کیا یہی عیسائی صلیب مراد ہے ۔اور کیا خنازیر یہی تمام عیسائی ہیں؟ لیکن ہم نے اب تک نہیں سنا کہ مرزاجی نے کسی گرجا کی صلیب کو توڑا ہو، یا کسی پادری وغیرہ کو قتل کیا ہو۔

اگر تاویلی معنی مراد ہیں، یعنی بجائے صلیب پرستی کے مرزائیت پھیلے گی اور جن لوگوں کے خواص و عادات سوروں کے ہیں، وہ بدل جائیں گے، اگر چہ حدیث میں یبدل الخنازیر و یصلح الخنازیر نہیں آیا، تاہم مرزا صاحب کی اس تاویل کا بھی اب تک ظہور نہیں ہوا۔صلیب پرستی تو خود الحکم کے اقوال کے مطابق روز بروز بڑھ رہی ہے ۔جبکہ مسیح موعود ہٹا کٹا موجود ہے، تو صلیب کیوں مغلوب نہیں ہوتی؟

اور اگر صلیب (مرزا قادیانی کے) مرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے یا مغلوب ہوگی تو آپ مسیح موعود نہیں ۔اور اگر مرزائی مراد ہیں جو پہلے خنازیر تھے اور اب اصحاب کہف کے قطمیر بن گئے ہیں تو مرزاجی پر جو اقوام و مذاہب اب تک ایمان نہیں لائے، سب خنازیر ہیں ۔پس جب تک تمام دنیا ان پر ایمان نہ لائے یا سارے

خنازیر، یعنی انسان، قتل نہ کئے جائیں آپ مسیح موعود نہیں بن سکتے۔

غور سے دیکھئے تو یکسر الصّلیب کیا معنی، مرزا جی سے بڑھ کر تو کوئی عبدالصلیب یا صلیب پرست نہیں۔ وہ ہمیشہ بلا ضرورت صلیب پرست گورنمنٹ کے گرجا میں نک گھسنی کرتے ہیں اور بلا وجہ خوش آمدی میموریل بھیجتے ہیں کہ میں گورنمنٹ کے غلاموں کا غلام ہوں۔ پھر سوروں کو تو آپ کیا قتل کریں گے، جہاد کے نام سے لرزتے ہیں۔ اور جہاد پر نہیں بلکہ خود مذہب اسلام پر لعن طعن کرتے ہیں کہ وہ ایک ظالمانہ اور قاتلانہ مذہب ہے، اور نہ صرف اصحاب کبار بلکہ آنحضرت ﷺ بڑے بھاری قاتل اور جابر اور ظالم تھے اور اب میں دنیا سے جہاد کی رسم کو اٹھانے آیا ہوں۔ پھر اچھے خاصے مسلمان اور مذہب اسلام کے مجدد۔

اور چونکہ تمام یورپ ضرورت کے وقت جہاد کرتا ہے یعنی باغیوں کو سزا دیتا ہے، جس طرح برٹش گورنمنٹ نے پچھلے سال بوئروں کو سزا دی، اور اب سومالی ملا کو سزا دے رہی ہے، تو وہ بھی مرزا جی کے نزدیک ظالم اور قاتل اور ملعون ہے۔ پھر آپ اپنے آپ کو قاتل الخنازیر کیوں بتاتے ہیں۔ ذرا جنگل میں شکار کھیلنے جائیں اور کسی جنگلی سور سے سابقہ پڑے تو روح فنا ہو جائے۔

بات یہ ہے کہ مرزا جی برٹش گورنمنٹ کی آزادی کو دعا دیں جس کی بدولت آپ کا بروزی طلسم قائم ہے۔ ورنہ جس طرح عدالت کی ایک ڈانٹ پر آپ نے مہلک اور قاتل پیش گوئیوں سے توبہ کر لی، اسی طرح دوسری ڈانٹ پر مسیحیت مہدویت کا جبہ قلہ اتار کر گورنمنٹ کے حوالہ کر دیں اور یہی کہیں کہ بندی لنڈوری ہی بھلی۔ مکسر الصلیب اور قاتل الخنازیر بنتے شرم نہیں آتی، یہ بزدلی اور مسیحیت و مہدویت کا دعوی، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

دو مرزائی اخبار

یہ آسمانی باپ اور اس کے لیپا لک کی بڑھتی دولت ہے کہ قادیان سے الحکم کے مقابلہ میں ایک ہفتہ وار پرچہ البدر بھی شائع ہونے لگا ہے جس کی قیمت سب لوگوں سے ..ہے، حالانکہ الحکم کی قیمت عوام سے ..اور

خواص سے .. ہیں۔اس سے غریب الحکم کو دھڑکن پیدا ہوئی ہے کہ میرا ستارہ ڈوب جائے گا کہاں قیمت ..اور کہاں ..اور۔گویا نصف اور چہارم کا بل۔

ہم خدالگتی کہتے ہیں کہ الحکم کی قیمت اگر چہ البدر سے بہت زیادہ ہے لیکن مرزائیوں کو ذرا، ارزاں بعلت وگراں بحکمت ، پر بھی نظر کرنا چاہیے۔الحکم کے مقابلے میں البدر ایک شیر خوار بچہ ہے اور الحکم کا حجم بھی البدر کے حجم سے سہ چند ہے،اور مرزائیت کے طول طویل گرانڈیل منارہ سے بھی لمبے مضامین ہیں۔البدر کو وہ بات نصیب نہیں اور کیونکر ہو کہ البدر کے مربی حکیم الامۃ المرزائیہ ہیں اور الحکم کے بانی مبانی خود مرزا جی ہیں ۔پس اصل اور فرع کا فرق ہے اور اب تک مرزائیوں میں جو وقعت الحکم کی ہے وہ البدر کی ہرگز نہیں۔

البدر میں چونکہ مضامین کا کال ہے،لہذا اس نے مرزا جی کے وہ مضامین جو الحکم میں شائع ہو چکے ہیں مکرر چھاپنے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ سرقہ بالجبرا ڈیٹر الحکم پر نا گوار گذرا ہے اور اس نے در پردہ البدر پر نہایت تہذیب اور قابلیت کی چوٹ کی ہے۔اور بات بھی نا گوار گزرنے کی ہے کیونکہ یہ الحکم کے نزدیک الش کا کھانا بلکہ قئے کا چاٹنا ہے۔چھی چھی!

ہماری رائے میں مناب ہے کہ الحکم اپنی قیمت کم کر دے،ورنہ مدعیان درکمین اندوخریداران ارزاں زیں۔پس کچھ عجب نہیں کہ البدر اپنی ننھی سی قیمت سے الحکم کی بدھیا بٹھا دے۔اگر چہ بالفعل البدر کا کوئی وجود نہیں۔بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی۔تاہم الحکم کو سارے پہلوؤں پر غور کر کے اپنی اشاعت میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد

یہ ہم ضرور کہیں گے کہ صحیح انشا پردازی کے لحاظ سے الحکم اور البدر دونوں نے ایک ہی رنگ رنگا ہوا ہے۔خود مرزا جی اور حکیم الامت دونوں کا لٹریچر ایسا ہے جیسے ہوا میں کوئی کٹی ہوئی گڈی غوطہ کھاتی ،ڈانواں ڈول چلی جاتی ہو۔جیسے کوئی بڑھیا چرخ چوں چرخا کاتتی اونگھتی ہو۔...وجہ یہ ہے کہ جب تک مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) سے کوئی شخص بیعت نہ کرے عربی فارسی اردو انشا پرداز اور شاعر نہیں ہوسکتا۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۳ء نمبر ۳۹ جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۸)

مراسلت مابین محمدی ومرزائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ناظرین! میرے چچا مرزائی ہیں۔ جب کہ وہ منی پور آسام میں تھے اس وقت ان سے خط وکتابت ہوئی تھی۔ اس کو عرصہ ۵۔۶ سال کا ہوا۔ اب تک چچا صاحب کے خیال سے خطوط شائع نہیں کئے۔ مگر روز بروز اون کی سختی بڑھتی جاتی ہے، مجبور ہو کر شائع کر دیئے، امید کہ سلسلہ وار بغور ملاحظہ ہوں۔ زائد لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خطوط سے مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں کی لیاقت معلوم ہو جائے گی۔ چونکہ اس وقت میں مقلد تھا اس وجہ سے بعض جگہ وہی خیالات ظاہر کئے ہیں۔ مگر اب اہل حدیث ہوں اور میرے نزدیک ایک صدی میں کئی مجدد بھی ہوئے ہیں۔ اپنے خطوط میں (جب میں مقلد تھا) مولانا عبدالحی رحمہ اللہ صاحب کو میں نے مجدد اس صدی کا تسلیم کیا ہے۔ مگر اب تحقیق سے معلوم ہوا کہ تجدید حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمہ اللہ صاحب سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔ مجھ کو مولانا عبدالحی صاحب کی تجدید کا انکار نہیں۔ وہ بھی ہیں اور دوسرے علماء بھی ہوں مگر حضرت مولانا صاحب (میاں صاحب نذیر حسین محدث) مرحوم سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ آگے خطوط ملاحظہ ہوں۔

فقط از جانب کمترین رفعت اللہ عفا اللہ عنہ

جناب چچا صاحب! خدا آپ کو ہدایت کرے۔ السلام علیکم

خط آیا۔ احوال معلوم ہوا۔ آپ نے ایک ورق مرزا صاحب قادیانی کی تعریف میں سیاہ کیا ہے مگر کوئی دلیل شرعی نہیں لکھی جس کے جواب کی طرف توجہ کی جائے۔ مگر جو کچھ آپ نے خامہ فرسائی کی ہے میں اوس کا جواب صرف آپ کی خاطر سے لکھتا ہوں۔

قولہ: جو بات تمہاری سمجھ میں نہ آوے، اوس کو جناب مولانا اعظم شاہ صاحب اور سید علی سے پوچھ لو۔

اقول (یعنی رفعت اللہ): مرزا صاحب کی کوئی عبارت دقیق نہیں جو مجھ کو دریافت کرنے کی ضرورت ہو۔ اور اگر جناب مولانا مولوی محمد اعظم شاہ صاحب سے دریافت کرلوں، تو عیب نہیں، گناہ نہیں، وہ میرے استاد ہیں اور ہمارے فرقہ اہل سنت کے ایک معزز مولوی ہیں۔ مگر سید علی سے دریافت کر لینا گناہ بھی ہے اور عیب بھی۔ اس

وجہ سے کہ وہ گمراہ ہے، اور گمراہ سے مشورہ لینا موجب گمراہی کا ہے۔اور عیب یوں ہے کہ وہ عالم نہیں، نہ اس لائق کہ عبارت دقیق بتا سکے۔ پھر جاہل سے دریافت کرنا محض حماقت اور کسر لیاقت ہے۔

اور آپ نے جو وظیفہ کا طریقہ لکھا ہے کہ اس طرح کرو تو تم پر خواب میں حق ظاہر ہوگا۔ میں نے اس کو مانا اور ایسا کروں گا۔ مگر یہ یاد رہے کہ اگر اس وظیفہ کے موافق اثر نہ ہوا (اور ان شاء اللہ ہرگز نہ ہوگا) تو پھر مرزا صاحب قادیانی کی قلعی کھل جائے گی کیونکہ غالباً یہ طریقہ مرزا صاحب قادیانی کا بتایا ہوا ہوگا۔

قولہ: اگر جس راہ پر علماء ہیں اس راہ پر امام ہوتا، تو اتنے بڑے امام کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔

اقول: آپ کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ہم مرزا صاحب قادیانی کو بڑا امام کیا، چھوٹا امام بلکہ گروہ علماء سے بھی تسلیم نہیں کرتے۔ آپ دلیل شرعی سے ان کی امامت ثابت کریں۔ اور جو آپ کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ امام وقت علماء وقت کے خلاف ہوتا ہے، تو ایسے امام کو ہم نہیں مانتے۔ وہ امام نہیں ہوتا بلکہ مردود ہوتا ہے۔ کیا امام اعظم صاحب و امام شافعی صاحب و امام مالک صاحب و امام احمد صاحب وغیرہ، علماء وقت کے خلاف تھے۔ یا انہوں نے کوئی جدید شریعت قائم کی۔ آپ کو لامحال ماننا پڑے گا کہ انہوں نے علماء کے خلاف نہیں کیا، اور نہ جدید شریعت قائم کی اور یہ امام بھی ہیں۔ پھر آپ کا یہ قاعدہ کلیہ مہمل ہوا کہ امام، علماء وقت کے خلاف کرتا ہے۔

قولہ: اگر امام ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ کا خلاف کرے، تو اور فرقہ برا کہیں۔

اقول: بس آپ کے امام کی قلعی کھل گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ابن الوقت ہیں، کل فرقوں کو راضی رکھتے ہیں اور حق پوشیدہ کرتے ہیں۔ ایسا شخص امام نہیں ہوسکتا، اسکو دجال اصغر کہہ سکتے ہیں۔ کل اماموں کا قاعدہ ہے کہ خواہ کوئی برا کہے مگر وہ کبھی اخفاء حق نہیں کرتے ہیں۔ اور امام قادیانی نے ایک جدید قاعدہ مقرر کیا۔ کیوں نہ ہو جن کو شیطانی الہام ہوتا ہے اون کا یہی حال ہے۔ اس پر دلیل شرعی قائم کریں ورنہ میں تسلیم نہیں کرتا۔

قولہ: اور لکھا ہے کہ عالم اس پر کفر کا فتویٰ دیں گے۔

اقول: محض بہتان ہے، کس کتاب میں لکھا ہے۔ اگر کفر کے فتوے سے ایک شخص امام بن سکتا ہے تو سید احمد خان واندرمن کو بھی امام کہیے۔

قولہ: اور خدا کی عادت نہیں کہ ایک جسم دار چیز آسمان سے اوتارے۔

اقول: صریح کذب ہے۔ خدا سے خوف کرو۔ کلام ربانی کے منکر مت بنو۔ میں یہاں پر تو نہیں مگر اپنے ثبوت میں کل آیتیں اور حدیثیں لکھوں گا۔

قولہ: ایمان اسی کا نام ہے کہ غیب پر ایمان لائے اور جب سامنے آ گیا تو کافر بھی ایمان لے آویں گے۔

اقول: بے شک ایمان بالغیب ہی معتبر ہے، مگر خاص اللہ کے واسطے۔ رسول و امام وغیرہ کے جب تک کمالات ہم بنظر خود یا معتبر روایت سے نہ سن لینگے، ہرگز ایمان نہیں لا سکتے۔ کوئی کمال دکھلایئے ورنہ یہ دعوی بلا سود ہے۔

قولہ: اور ہر زمانہ میں جب کوئی نبی یا امام اون کی غلطی نکالنے کو آیا، تو وہ اون کی کتابوں پر عمل کرنے کو نہیں آیا بلکہ غلطی نکالنے کو آیا۔

اقول: چچا صاحب عقل سے کام لیجئے۔ یہ مسلّم ہے کہ جب کتاب آسمانی کو کوئی امت ردّ و بدل کر دیتی ہے، اس وقت دوسرے نبی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور جب امت راہ ہدایت پر ہے اور کتاب آسمانی کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے، اور ایک شخص نے امامت یا نبوت کا دعوی کیا اور اس کتاب آسمانی کے خلاف عقیدے تراشے تو اوس کو ہم امام کیسے مانیں گے۔ بلکہ اس کو کاذب کہیں گے۔ اور اگر آپ کا قاعدہ مسلّم رکھا جائے تو مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت کو نبی مرسل ماننا ہوگا۔ امام اور نبی کسی کتاب آسمانی کا خلاف نہیں کرتا۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی کی شریعت کا ناسخ ہوتا ہے، مگر امام کا یہ بھی مرتبہ نہیں۔ اون کو ضرور کتاب کے موافق عمل کرنا ہوتا ہے، ورنہ وہ امام نہیں کاذب ہے، میں دعوی کرتا ہوں کہ جب تک ایک نبی کی امت راہ راست پر رہی اور کتاب کو مضبوط پکڑے رہے، ہرگز دوسرا نبی نہیں آیا اور اگر آیا ہو تو آپ بتائیں۔

قولہ: مولویوں نے راہ راست سے بہکا رکھا ہے۔

اقول: لعنة الله على الكاذبين۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ مولویوں نے راہ راست سے بہکایا ہے۔ آپ برہان قائم کریں ورنہ یہ قول آپ کا مردود ہے۔ بے شک دجال اصغر یعنی مرزا قادیانی نے چند جہلاء کو بہکا دیا ہے۔

قولہ: تم تو خدا کے فضل سے دانا ہو۔

اقول: مجھ کو جب آپ نے دانا تسلیم کر لیا تو کیوں نہیں میری بات کو مانتے۔

قولہ: کیا مولوی عرب میں نہیں ہیں۔

اقول: مگراس سے آپ کا مطلب؟

قولہ: اور وہاں بہت زمانہ سے اجماع بھی تھا۔

اقول: یہ بھی تسلیم، مگراس سے بحث۔

قولہ: اور دین کو مضبوط پکڑے تھے۔

اقول: بالکل غلط سب، بے دین تھے۔اوراس وجہ سے ہمارے سرور عالم ﷺ کے مبعوث ہونیکی ضرورت ہوئی۔

قولہ: پھر دیکھو حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایمان لائے۔

اقول: بے شک ایمان لائے، مگر کیا اندھوں کی طرح جھک پڑے جیسے عوام مرزا قادیانی کی طرف۔ ہرگز نہیں۔ سرور عالم ﷺ نے طرح طرح کے معجزوں سے ان کو مجبور کیا۔اس وجہ سے اون کو بجز ایمان لانے کے چارہ نہ ہوا۔اگر مرزا صاحب قادیانی ایک ادنی بات دکھا دیں، بخدا میں ابھی بیعت کرتا ہوں۔

قولہ: حضرت نے فرمایا تھا کہ دجال کے ہمراہ ۷۰ ہزار یہود ہوں گے۔اس سے اشارہ یہ ہے کہ نصاری نے ۷۰ ہزار سے زاید مسلمانوں کو عیسائی بنا دیا۔

اقول: چچا صاحب حضرت نے فرمایا تھا کہ عیسی کعبہ کی چھت سے اتریں گے۔اس سے اشارہ یہ ہے کہ رفعت اللہ اپنی چھت سے اترا ہے اور ایمان لاؤ۔اگر آپ کہیں کہ یہاں یہ کیا طریقہ ہے، بس ہمارا اعتراض آپ کے قول پر ہے۔آپ خدا سے ڈریں اور اگر استعاروں پر دین کو محمول کیا جائے گا، تو کوئی ایسا ملحد نہیں جو اپنا مطلب نہ نکالے۔استعارہ سے اس وقت کام لیا جاتا ہے جب کوئی قوی قرینہ ہو۔

قولہ: حضرت نے فرمایا ہے کہ میری امت مثل یہود و نصاری کے ہو جاوے گی، وہ اب پورا ہوا۔

اقول: چچا صاحب آپ کو بھی الہام ہونے لگا۔ابھی تو قادیان بھی نہیں گئے۔کیا منی پور میں فرشتہ آنے لگا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ اب پورا ہوا۔کیا حدیث میں یہ بھی الفاظ آ گئے ہیں کہ ۱۳۱۵ھ میں میری امت یہود و نصاری کے مثل ہو جاوے گی۔اور اگر مرزا قادیانی کو الہام سے معلوم ہوا ہے تو ایسے الہام پر لعنت۔اور اگر آپ کا قیاس ہے تو یہ وہی قیاس ہے انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ مخبر صادق ﷺ کی مراد یہود و نصاری سے مرزا صاحب قادیانی اور ان کے حوارین ہیں۔اور قرینہ یہ ہے

کہ ہمارے نبی ﷺ کی پیش گوئی صادق ہوئی اور مصداق اوسکے مرزا صاحب اوران کے حواری ہیں۔

قولہ: خوب سمجھ لو کہ آسمان سے کسی مجسم شئے کا اترنا بالکل خلاف واقعہ ہے۔

اقول: چچا صاحب آگے جا کر ثابت کرونگا مگر انصاف کی نظر سے دیکھنا۔

قولہ: یہ بڑی باریک بات ہے کہ عیسی آسمان سے اتریں اور سب اون کو دیکھیں اور اسپر عمل کریں اور جس پر علماء ہوں تو سچے نہیں تو جھوٹے، اور جس فرقہ کے موافق ہوں وہی اچھا کہے باقی ۷۲ فرقہ جھوٹا، یہ بڑی نادانی ہے۔

اقول: باریک بات ہے۔ بقول آپ کے جب ہی مرزا قادیانی کی سمجھ میں نہیں آیا اور گمراہ ہوگیا۔ چچا صاحب کل فرقوں اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ عیسی آسمان سے اتریں گے اور جس فرقہ پر وہ ہوں گے وہی حق ہے۔ یہ مرزا قادیانی کی بڑی نادانی ہے کہ اور فرقہ عیسی کو برا کہیں گے۔ کوئی برا نہیں کہے گا۔ یہ سراسر بہتان ہے۔ چچا صاحب کیا علماء اپنے گھر جا کر کہتے ہیں۔ ہرگز نہیں کلام پاک اور حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں، مرزا قادیانی کیوں نہیں مانتا۔ جو اندھوں کی طرح ایک شعبدہ باز کو مسیح مان لیں خواہ وہ اون کو اچھا کہے یا برا۔

قولہ: وہ تو اس واسطے آئے ہیں کہ قرآن شریف کو اور جو کچھ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے اوس کو حق پر کریں، اور تم لوگ کہو نہیں جیسا ہم کہیں وہ کرو، بڑے غیرت کی بات ہے۔

اقول: واہ چچا صاحب و اکملت لکم دینکم کو ۱۳۰۰ برس نازل ہوئے ہوگئے، مگر ابھی کلام پاک حق پر نہیں ہوا۔ ہزارہا محدث وامام وفقیہہ گزر گئے مگر سب غیر حق پر یعنی گمراہ رہے۔ اور نیز اب ہمارے مرزا صاحب کلام پاک کو سمجھے اور حق پر کرتے ہیں۔ افسوس علماء تو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی یہ علامتیں ہیں اور وہ بقید حیات ہیں اور ان کا نزول آسمان سے ہوگا اور اون کے دلائل قرآن پاک اور حدیث شریف سے بیان کرتے ہیں، اور مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ ہم تو کلام پاک کو حق پر کرنے آئے ہیں، ابھی تک سب گمراہ تھے۔ ہم تو یہ نہیں مانتے۔ بڑے غیرت کی بات ہے چچا صاحب آپ کسی عالم کا قول دکھا دیں جو اس نے لکھا ہو کہ جو کچھ میں کہوں وہی مانو، کلام مجید وحدیث شریف کو نہ مانو، تو میں مرزا صاحب قادیانی سے بیعت کرلوں۔

کیا مرزا صاحب کی بیعت کا اصول یہی ہے کہ جھوٹ بولو لعنة الله على الكاذبين۔

چچا صاحب آپ انصاف کریں۔ اب میں اپنا ثبوت پیش کرتا ہوں۔

مرزا صاحب نزول ملائکہ کے منکر ہیں اور آپ کی تحریر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی مجسم شئے کا آسمان سے نزول نہیں ہوتا، مگر اس عقیدہ فاسد کی سورہ قدر تردید کر رہی ہے

انا انزلناه فی لیلة القدر۔ و ما ادراك ما لیلة القدر۔ لیلة القدر خیر من الف شهر۔ تنزل الملائكة و الروح فیها باذن ربهم من كل امر۔ سلام هی حتی مطلع الفجر ۔(ہم نے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا پوچھا گیا ہے شب قدر۔ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے، اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں، اپنے رب کے حکم سے۔ ہر کام پر امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک ہے)۔

مرزا صاحب قادیانی زمان ظلماتی اس شب کو قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی تعریف میں فرماتا ہے کہ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے، تو بموجب عقیدہ قادیانی کے اللہ تعالیٰ بڑا دھوکہ باز ہے کہ ایک ظلماتی زمانہ کی تعریف کر کے اپنے بندوں کو آفت میں مبتلا کرانا چاہتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اب بتائیے کہ مرزا قادیانی کلام اللہ کے خلاف کرتا ہے یا علماء۔

اور دیکھئے صاف نزول ملائکہ ثابت ہوتا اور مرزا قادیانی منکر ہے۔ اب بتاؤ کہ تنزل الملائكة کے کیا معنی ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ جو کچھ آپ کہیں وہ کلام پاک کے لفظوں سے ثابت کر دیں اور تفسیر بے دلیل نہ پکڑیں اور نہ حدیث ضعیف سے، ورنہ بموجب آپ کے پیر صاحب کے قاعدہ کے وہ دلیل مردود ہو گی۔

اور خوان کا نزول آسمان سے ثابت ہے۔ کیا خوان مجسم شئے نہیں ہے۔ گو کہ وہ جاندار نہیں مگر مجھ کو مجسم شئے کا نزول ثابت کرنا ہے، وہ انشاء اللہ ثابت کر دونگا۔

از قال الحواريون يا عيسى ابن مريم هل يستطيع ربك ان ينزل علينا مائدة من السماء (مائدہ: ۱۱۲) جس وقت کہا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم آیا کر سکتا ہے پروردگار تیرا یہ کہ اتارے اوپر ہمارے خوان آسمان سے۔

چنانچہ عیسیٰ نے دعا کی۔ قال عيسى ابن مريم اللهم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون عيداً لاولنا و آخرنا و آية منك و ارزقنا و انت خير الرا

زقین،

جواب اللہ تعالی کی طرف سے،قا ل اللہ انی منز لھا علیکم۔ فمن یکفر بعد منکم فانی اعـذ بـہ عـذا باً لا اعذ بہ ا حداً من العا لمین (مائدہ:۱۱۵)۔یعنی کہا عیسی بن مریم نے، یااللہ ہمارے پر اتار خوان آسمان سے کہ ہووے واسطے ہمارے عید اول ہمارے اور آخر ہمارے کو اورنشانی تیری طرف سے اور رزق دے ہم کو اور تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

جواب اللہ کی طرف سے: کہا اللہ نے تحقیق میں اتارنے والا ہوں اوپر تمہارے۔ پس جو کوئی کفر کرے بعد اسکے تم میں سے، پس میں تحقیق عذاب کرونگا کہ نہ عذاب کروں گا وہ کسی کو عالموں سے

چچا صاحب انصاف سے دیکھو اگر مجسم شئے کا نزول خلاف قانون قدرت ہوتا تو ایسا جلیل القدر نبی اس کی استدعا نہ کرتا، بلکہ اپنے حواریوں کو فہمائش کر دیتا۔ اور اگر بالفرض محال ہم مان لیں کہ عیسی نے نادانی سے دعا کی ،تو اگر مجسم شئے کا اترنا آسمان سے خلاف ہوتا تو اللہ تعالی اتارنے کا وعدہ نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خوان ضرور اترا، کیونکہ اللہ کا قول سچا ہے۔ معاذ اللہ وہ معبود برحق جھوٹا نہیں کہ جو وعدہ کر کے پورا نہ کرے۔

اور مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ کسی نبی نے آج تک مردہ زندہ نہیں کیا۔ اور حضرت عیسیؑ نے مٹی کی چڑیا اصلی بنا کر نہیں اڑائی بلکہ وہ مسمریزم کا اثر تھا یا نظر بندی تھی۔

افسوس آپ کے پیر صاحب کلام پاک کو بالکل نہیں دیکھتے، اور اگر دیکھتے ہیں تو اندھے بن کر، یا انہیں سمجھنے کی لیاقت نہیں۔ اور اگر ہے تو ان کو حق بات کہنے کی اجازت نہیں دیتے، یا ان کو اپنی شہرت منظور ہے خواہ شیطان ہی بن کر ہو۔ دیکھو احیاء الموتی اور معجزات عیسی کلام پاک سے ثابت ہیں۔ قال اللہ تعالی:

انـی قـد جـئتکم بآ یۃ من ر بکم انی ا خلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فا نفخ فیـہ فتـکـو ن طیراً با ذن اللہ و ابر یء ا لا کمہ و الا بر ص و ا حی الموتی با ذن الـلـہ و ا نبـئکم بما تا کلو ن و ما تد خرو ن فی بیو تکم ان فی ذ لك لا یۃ لکم ان کنتم مو منین ۔ یہ کہ تحقیق آیا ہوں میں تمہارے ساتھ ایک نشانی کے پروردگار تمہارے کی طرف سے، یہ کہ بنا تا ہوں میں واسطے تمہارے مٹی سے مانند صورت جانور کی، پس پھونکتا ہوں

میں بیچ اس کے۔پس ہو جاتا ہے جانور اللہ کے حکم سے۔اور چنگا کرتا ہوں میں پیٹ کے اندھے کو اور کوڑھی کو۔اور جلاتا ہوں میں مردہ کو ساتھ حکم اللہ کے۔اور خبر دیتا ہوں میں ساتھ اس چیز کے کہ کھاتے ہو تم اور جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو بیچ گھروں اپنے سے۔تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے۔

دیکھو اس سے مرزا صاحب قادیانی کی تردید ہو رہی ہے۔اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مٹی کا جانور بناتے تھے اور وہ اصلی جانور ہو جاتا تھا اور مرزا قادیانی اس کا منکر ہے۔

اور مردہ کا زندہ کرنا بھی ثابت ہوتا ہے ورنہ احی الموتی کے کیا معنی ہوئے۔اور مرزا قادیانی کہتا ہے (اگر یہ قول یعنی مسمریزم معیوب نہ ہوتی تو بندہ اعجاز نمائی میں مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا) پھر لکھتا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

وہ مردود اپنے زعم باطل میں عیسی سے اپنے کو بڑھ کر جانتا ہے۔استغفر اللہ۔بھلا ایک نبی معزز سے مرزا صاحب قادیانی بڑھ سکتے ہیں۔یہ کفر کے کلمے لکھنا اور ایک نبی معظم کی توہین کرنا اسی دجال اصغر کا کام ہے۔اور اگر مثل مسیح ہیں تو بتائیں کہ کون سا جانور بنایا،کون سا مردہ زندہ کیا،کون سا مادرزاد اندھا اچھا کیا،کون سے مبروص کو شفا دی،کون سی آئندہ بات کی خبر دی۔

اگر وہ واقعی مثل مسیح ہے تو نظر بندی ہی کر دکھائے، یا اصلی معجزے دکھا دے تو میں ایمان لے آؤں۔مگر مثل مسیح ہو تو ایسا کر دکھائے۔کہیں فرعون کا چھوٹا بھیا ایسا کر سکتا ہے۔ہرگز نہیں۔خدا آپ کو اس فرعون ثانی سے نجات دے۔آمین۔

اور مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ بعد مرنے کے روح دوزخ یا بہشت میں فوراً داخل ہو جاتی ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتی،اسی وجہ سے احی الموتی وحیات مسیح کے منکر ہیں۔مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ پھر یوم الحساب کو میدان قیامت میں ارواح کیسے آئیں گی اور حساب کیسے ہوگا۔نہ معلوم آپ کے پیر صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔مگر معلوم ہو کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بعد مرنے کے ارواحیں علیین یا سجین میں موافق

مراتب کے چلی جاتی ہیں۔ہاں یوم الحساب کواللہ تعالیٰ حساب کر کے دوزخ یا بہشت میں داخل کرے گا اور پھر وہاں سے نکلنا نہ ہوگا اور ہمیشہ رہیں گے۔ابھی علیین یا سجین سے روح کا واپس آنا شرعاً منع نہیں اور ہمارے اس دعوی کی حضرت عزیرؑ کا قصہ تائید کررہا ہے جوکہ کلام پاک میں آیا ہے:

او کالذی مر علی قریة و هی خاویة علی عروشها فانی یحیی هذه الله بعد موتها فاماته الله مأة عام ثم بعثه ۔یامانند اس شخص کی کہ گذرا اوپر ایک گاؤں کے کہ گرا ہوا تھا اوپر چھتوں اپنی کے،کہا کیونکر زندہ کرے گا اون کو اللہ بعد موت اس کی کے۔پس مار ڈالا اس کو اللہ نے سو برس تک پھر زندہ کیا اس کو۔

اگر بعد موت ہی کے بہشت یا دوزخ میں انسان داخل ہوتا تو وہاں سے نکلنا محال ہے، پھر حضرت عزیرؑ بعد موت کے اور سو برس گزرنے کے کیسے زندہ ہوئے۔غالباً مرزا صاحب قادیانی کہیں گے کہ حضرت عزیرؑ مرے نہیں بلکہ نوم غالب ہوگئی تھی۔میں اس اندھے سے پوچھتا ہوں کہ فاماته الله کے موت کے ہیں یا نوم کے۔ویسے تو بہت لفظ پیش کرتا ہے لائیے کوئی لفظ دکھائیے۔

اب میں ثبوت حیات مسیح اور ان کے آسمان پر اٹھ جانے کا دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و قولهم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول الله و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبّه لهم ۔اور بسبب کہنے ان کے کہ تحقیق ہم نے مار ڈالا عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو،اور نہیں مارا اسکو انہوں نے،اور نہیں سولی دی انہوں نے اسکو،ولیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے

دیکھو اس سے حیات حضرت عیسیٰؑ کی ثابت ہوتی ہے۔اگر مرزا قادیانی کہے یہود نے نہیں مارا بلکہ اللہ تعالیٰ نے موت سے مار کر روح کو اٹھالیا،تو میں کہتا ہوں کہ اگر عیسیٰؑ اپنی موت سے مرتے تو یہودیوں کو شبہ کس بات کا تھا،وہ خود جان لیتے کہ عیسیٰؑ بے شک زندہ اٹھائے گئے اور اسی وجہ سے یہودیوں کو شبہ ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و انّ الذین اختلفوا فیه لفی شكٍ منه مالهم من علم الا اتباع الظنّ و ما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه و کان الله عزیزاً حکیماً۔

(باقی آئندہ)۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۰۔ جلد نمبر ۲۱و۲۳۔ص ۱۔۶)

مرزا جی کا اسم اعظم

آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے تمام مریدوں اور حوارین کو ہدایت کی ہے کہ مندرجہ ذیل عبارت کا تکرار نماز کے رکوع وسجود وغیرہ اور دوسرے وقتوں میں بکثرت کیا کریں، یہ خدا نے اسم اعظم بتایا ہے

رب کل شیء خا د مك ر ب فاحفظنی و انصر نی

کیا کہنا ہے۔کتنا تازہ بتازہ الہام کی ٹکسال کا گھڑا ہوا اسم اعظم ہے۔ ہدایت النحو اور کافیہ پڑھنے والوں کو اس سے بہتر اسم اعظم الہام ہوسکتا ہے۔کلام مجید اور فرقان حمید کا لفظ لفظ اسم اعظم ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ کلام مجید میں بعض الفاظ اصغر یعنی کم درجہ کے ہیں، حالانکہ تمام کلام مجید یکساں وحی اور کلام الٰہی ہے۔ چنانچہ الیوم اکملت لکم د ینکم .. ا لآ یہ ناطق ہے۔لیکن مرزا جی کے نزدیک کلام مجید میں اسم اعظم کیا معنی، کوئی اسم اصغر بھی نہیں۔ان کے نزدیک تو اعظم وہ ہے جو آسمانی باپ بیت الخلاء (اے توبہ) بیت الخلوت میں الہام کرتا ہے۔اسی کے ورد رکھنے اور نماز میں بجائے آیت قرآنی پڑھنے کی اپنے چیلوں کو ہدایت کرتے ہیں اور بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ جب ان کی بروزی نبوت نے تمام نبوتوں کو منسوخ کر دیا ،تو انبیاء پر جو صحائف نازل ہوئے تھے وہ بھی منسوخ ہوگئے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم نومبر ۱۹۰۳ء۔ص ۷)

مرزائیوں کے گورداسپور والے مقدمات

پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے ان مقدمات کی پیشیوں کی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے۔(مگر یہ پرانے حالات ہیں، جدید پیشیوں کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ناظرین منتظر رہیں۔اڈیٹر)۔

آج کل گورداسپور میں مرزائیوں کے مقدمات بڑے دھڑلے سے چل رہے ہیں۔۲۳ستمبر ۱۹۰۳ء کو مرزا جی بحیثیت ملزم اس مقدمہ میں پیش ہوئے جوان پر اور حکیم فضل دین صاحب پر منجانب مولوی محمد کرم الدین صاحب دائر عدالت ہے۔مرزا جی کی طرف سے خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی، شیخ نور احمد صاحبان وکلاء اور منجانب مولوی کرم الدین صاحب، شیخ علی بخش و بابو مولا مل صاحبان وکلاء پیروکار تھے۔

مرزا صاحب قادیانی کے وکلاء نے ملزمان کی طرف سے ایک تحریری درخواست پیش کی کہ جب تک ہمارے استغاثے فیصلہ نہ ہولیں یہ استغاثہ ملتوی رہے۔ چنانچہ دو روز وکلاء ملزمان نے زور شور سے بحث کی اور وکلاء مستغیث نے اسکی تردید کی۔ مجسٹریٹ نے اس درخواست کو نامنظور کیا اور شہادت استغاثہ کیلئے ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے حسب ذیل اصحاب شہادت کیلئے معرفت عدالت طلب ہوئے:

شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب۔ شمس العلماء مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری۔ محمد علی صاحب بی اے منصف بٹالہ۔ ملک تاج الدین صاحب واصل باقی نویس تحصیل جہلم۔ چودھری عبداللہ خان صاحب رئیس ضلع جہلم

۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو مقدمہ حکیم فضل دین صاحب بنام مولوی محمد کرم الدین صاحب زیر دفعہ ۴۳ تعزیرات ہند پیش ہوا، جس میں اصحاب ذیل کی شہادت ڈیفنس میں گزری۔

منشی شمس الدین صاحب شائق مالک شمس الہند پریس لاہور، حکیم غلام محی الدین صاحب، پیر منور شاہ صاحب ضلع جہلم، منشی قادر بخش صاحب ایجنٹ، شیخ محمد دین صاحب وکیل جہلم۔

اس مقدمہ میں ...مرزائیوں نے پھر ایک درخواست زیر دفعہ ۵۴ ضابطہ فوجداری واسطے طلبی پیر مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ دی جو عدالت نے نامنظور کی۔ اس مقدمہ میں ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

اور مقدمہ ۱۴۱ تعزیرات ہند میں بھی ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور بمقدمہ منشی یعقوب علی اڈیٹر الحکم بنام مولوی محمد کرم الدین زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند بغرض شہادت استغاثہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہے۔

اور نیز اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مرزا نظام الدین نے زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری رپورٹ کی..ڈپٹی انسپکٹر تھانہ بٹالہ نے بعد تفتیش رپورٹ کی کہ واقعی احتمال نقص امن ہے، اور مرزا ناصر نواب صاحب (خسر مسیح قادیانی) کی نسبت زیادہ احتمال ہے۔ اس پر مجسٹریٹ علاقہ نے نوٹس بنام مرزا ناصر نواب صاحب جاری کیا کہ تم حاضر عدالت ہوکر وجہ بیان کرو کہ کیوں ضمانت نہ لی جائے۔ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء تاریخ مقرر تھی مگر قبل ازیں مرزا صاحب قادیانی اور ان کے حواریوں نے مرزا نظام الدین صاحب کو راضی کر لیا۔

نامہ نگار گورداسپور

یہی کیفیت قادیانی اخبار الحکم حسب ذیل لکھتا ہے جو مذکورہ بالا کیفیت سے ملتی جلتی ہے مگر دونوں کیفیتوں سے یہ نہیں نکلتا کہ منارے کے کلس پر فتح یابی کے دھونسے بجیں گے۔ بہر حال بات آسمانی باپ کے ہاتھ ہے، اگر لیپا لک کی اسے بھڑاس نہیں رہی تو جو کچھ ہوا، سو تھوڑا ہے۔

مقدمات کے متعلق ۲۳ و ۲۴ ستمبر کی تاریخیں مقرر تھیں۔ ۲۳ ستمبر کو مولوی کرم الدین کا استغاثہ جو حکیم فضل دین صاحب کے خلاف ہے، پیش ہوا۔ حکیم فضل دین صاحب نے ایک درخواست اپنے وکلاء کی معرفت پیش کی کہ یہ مقدمہ جب تک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ فیصلہ نہ ہو لیتا، ملتوی رہے کیونکہ اس مقدمہ کا انحصار ایک پہلو سے انہیں واقعات اور دستاویزوں پر ہے۔ وکلاء کی بحث کے بعد مجسٹریٹ نے اس مقدمہ کی تاریخ ۱۷۔ اکتوبر درخواست نامنظور کر کے مقرر کر دی۔

۲۴۔ ستمبر کو اڈیٹر الحکم کا مقدمہ بنام مولوی کرم الدین و اڈیٹر سراج الاخبار جہلم پیش ہوا۔ ملزم نے شہادت کے موجود ہونے پر مستغیث پر بقیہ جرح کرنی چاہی۔ شہادت استغاثہ چونکہ اس تاریخ پر طلب نہیں ہوئی تھی اس لئے ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مکرر اس مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر ہوئی۔

مقدمہ زیر دفعہ ۴۲ جس میں مولوی کرم الدین کی شہادت صفائی گذرنی ہے، اسکے لئے ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہے۔ ۱۷۔ اکتوبر کے لئے مولوی کرم الدین کو کہا گیا کہ وہ اپنی شہادت استغاثہ بھی طلب کرے۔

۲۸۔ ستمبر کو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریریں ہونے والی تھیں، مگر ملزم کی درخواست پر وہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء پر ملتوی ہو گیا۔ اس سے زیادہ مقدمات کے متعلق کوئی اور خبر نہیں ہے۔

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ یکم نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۰۔ جلد نمبر ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

بقیہ: مراسلت مابین محمدی و مرزائی

اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں اس سے، نہیں واسطے اس کے ساتھ اس کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کی، اور نہیں مارا اس کو یقیناً بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے طرف اپنی، اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

اگر آپ کہیں بے شک اٹھالیا مگر مار کر روح کو اٹھالیا تو بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعه الله اورنہیں قتل کیا اون کو یقیناً، بلکہ اٹھالیا۔

تو کیا روح بھی قتل کی جاتی ہے جو روح کو اٹھالیا۔ اور لفظ قتل جسم پر صادق آتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مع جسم کے حضرت روح اللہ اٹھالئے گئے۔

چچا صاحب اور بہت نصوص قرآنی حیات مسیح پر دلالت کرتے ہیں جن کو بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا۔ جس وقت اس خط کا جواب آپ کے نداف صاحب لکھیں گے تو دیکھا جائے گا۔ اب ایک حدیث نزول مسیح کی لکھ کر ختم کرتا ہوں۔

بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بیشک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں اتریں گے حاکم عادل ہو کر، تو صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو ماریں گے، اور مال کی ایسی کثرت ہوگی کہ اوس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اور ایک سجدہ اس وقت میں دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ بولے اگر چاہو تم کلام پاک سے اس بات کی تصدیق کے لئے اس آیت کو پڑھ لو

و ان من اهل الکتا ب ا لا لیو منن به قبل مو ته ۔

اب بتاؤ کوئی طالب حق اس مفتری کذاب کو مثل مسیح کیسے مانے اور حدیث کا خلاف کیوں کرے۔ دیکھو ہمارے مخبر صادق ﷺ نے ابن مریم فرمایا ہے، جس سے مراد وہی نبی مرسل حضرت عیسیٰؑ ہے، مرزا صاحب ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر فخر عالم ﷺ کی مراد اس سے مثل مسیح ہے، تو کیوں لفظ مثـــل نہ فرمایا، ابن مریم کیوں فرمایا۔ اگر آپ کہیں کہ سرور عالم ﷺ کی مراد اس سے مثل مسیح ہے، تو اس کی دلیل پیش کرو۔ بلاضرورت ہم لفظی معنی کیوں تبدیل کریں۔

میں کہتا ہوں کہ ابن مریم سے میں مراد ہوں، تو کیا آپ مجھ پر ایمان لے آویں گے۔ ہرگز نہیں ۔ پھر ہم مرزا قادیانی پر کیوں ایمان لاویں۔ جو بات لکھا کرو، بادلیل لکھا کرو، ورنہ مردود ہوگی۔

اگر بالفرض محال مان بھی لیں کہ ابن مریم سے مراد مثل مسیح ہے، اور یہی غلام احمد قادیانی ہیں، تو وہ نشا

نات جو حدیث نبوی میں مذکور ہیں، مرزا صاحب بتلایئے کہاں کے حاکم ہیں، کون سا انصاف کیا۔ بلکہ برخلاف اس کے دین پر ظلم کیا کہ ایک خلق خدا کو گمراہ کر دیا۔

کون سی صلیب توڑی۔ بلکہ برخلاف حدیث کے گورنمنٹ کی جو کہ صلیب کی معاون مددگار رہے خوش آمدانہ تعریف کرتے ہیں، اور خلیفۃ المسلمین یعنی سلطان روم کی ہجو۔

بتایئے کون سا خنزیر قتل کیا۔ وہ بخلاف حدیث کے قوم نصاری کی جو خنزیر کھاتے ہیں ہمیشہ مدح کرتے ہیں اور جہاد کو ایک ظالمانہ فعل بتاتے ہیں۔

اور بتایئے اون کے قدم میمنت لزوم سے کون سا افلاس دور ہو گیا۔ کون سا متنفس ایسا ہے جس کو روپیہ دیا جائے اور وہ انکار کرے لا حول و لا قوۃ۔ مرزا قادیانی خود چندہ یعنی بھیک مانگتا ہے پھر دوسروں پر کیا اثر ہو گا۔

چونکہ مرزا صاحب میں سب اوصاف خلاف حدیث کے پائے جاتے ہیں، لہذا اون کو مثل مسیح کہنا سراسر حماقت ہے، اور مثل دجال و شیطان کہنا بہت مناسب ہے۔

جناب چچا صاحب! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس چاہ ضلالت سے نکلئے۔ بھلا خیال تو فرمائیں کہ اگر یہ شخص پنجابی صاحب کمال ملہم ہوتا، تو کیا اس کا مریدوں پر اثر نہ پڑتا۔ ضرور پڑتا، اور مرید بھی پابند شرع ہوتے۔ اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی اپنی تصانف میں دعوی کرتا ہے (میرے متبع پابند شرع ہیں)۔ واہ رے مرزا! یہ تیری بے حیائی ہے کہ دروغ گوئم برروئے تو۔

اب میں ان کی قلعی کھولتا ہوں مگر بسبب خوف غیبت کے نام نہیں لکھوں گا۔ ہاں اگر آپ کو یقین نہ ہو تو پھر ثبوت کافی دونگا۔ ایک صاحب ان کے مرید ہیں، انہوں نے ایک فاحشہ سے زنا کیا اور پھر اسی عورت سے نکاح کیا۔ اور کوئی صاحب داڑھی چڑھاتے ہیں، کوئی صاحب مونڈاتے ہیں، کوئی ٹخنے سے نیچے پاجامے پہنتے ہیں، کوئی تارک الجماعت، کوئی تارک الصلوۃ۔ کوئی صحیح بخاری کو رجسٹر سرکاری کہتے ہیں۔ خدا ان بے ادبوں کو غارت کرے۔ غرض کہاں تک لکھوں، ایک آپ ہی ہیں کہ افیون جو شرعاً حرام ہے، کھاتے ہیں۔ ان لوگوں پر اور آپ پر ملہم صاحب کا اثر نہیں پڑتا۔ آپ ضرور اعتراض کریں گے کہ یہی اعتراض نبی ﷺ پر پڑتا ہے

اون کی امت بھی طرح طرح کے منہیات شرعیہ میں مبتلا ہے۔تو جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی مکرم نے یہ ہرگز دعوی نہیں کیا کہ میری امت پابندر ہے گی ، بلکہ یہی فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ یعنی قرب قیامت میں میری امت خراب ہو جاوے گی ۔تو وہی ہوا۔ پھر حضرت ﷺ کی امت آپ کی وفات کے بعد زمانہ دراز کے بگڑی ہے،اور آپ کے ملہم صاحب کے چیلے تو اون کی موجودگی میں بگڑ گئے،اورزبان حال سے کہہ دیا کہ یہ دعوی تیرا جھوٹا ہے ہم پابند شرع نہیں ۔اگر ملہم (مرزا قادیانی) صاحب کو کچھ مادہ ہے تو آ جائیں علماء کا سامنا کریں اور ڈریں نہیں ۔غیر مقلد جو چند مرتبہ اوس کی سرکوبی کر چکے ہیں سامنا نہیں کریں گے،مقلدین کا سامنا کرے۔دہلی یا شاہ جہان پور میں آ جاوے۔اگر بحث تقریری میں علماء ساکت ہو گئے،تو اس کے کل خرچہ کا میں ذمہ دار،اور پھر بیعت بھی کرلوں گا۔اوراگر وہ زک اٹھا کر بھاگا،تو ہمارے خرچہ کا وہ ذمہ دار،اوراپنے دعوی سے دست بردار ہو۔

مجھ کو خوب یقین ہے کہ آپ اس خط کا جواب نہیں لکھ سکتے کیونکہ عربی سے ناواقفیت ہے۔اب وہ نداف میرے سامنے آ جاوے، میں دیکھوں وہ کیسا عالم ہے۔آپ نے لکھا تھا کہ اس نداف کو بہت ادب سے لکھا کرو۔ بھلا خیال کرو کہ ہماری طرف کے علماء کو جب آپ برا لکھتے ہیں اوران کا ادب ملحوظ نہیں رکھتے ،تو میں اس نداف جاہل کا ادب کیوں کروں۔خیر مجھ کو اس سے کچھ بحث نہیں وہ عالم سہی اور جیسا آپ نے لکھا ہے ویسا ہی سہی،اب اس کا احوال کھل جائے گا۔اگر عالم ہے تو اس کا جواب آیات واحادیث سے لکھے گا،ورنہ خاموش ہو جائے گا۔

اب اتنی عرض خدمت مبارک میں ہے اس کو بغور پڑھنا اور تعصب نہ کرنا اور حق کو قبول کرنا۔میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کسی عالم کی کتاب نہیں دیکھی،اور نہ تعصب سے لکھا۔بلکہ جو کچھ مجھ کو کتاب اللہ اور فرمودہ رسول اللہ ﷺ سے تحقیق ہوا،وہی لکھ دیا۔آپ کو خیال ہوگا کہ شاید یہ تقریر مولانا محمد اعظم شاہ صاحب سے صلح کر کے لکھی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بھلا آپ کے یا اس نداف کے مقابلہ کے لئے مولانا صاحب موصوف کی تقریر لکھتا۔ ہاں صاحب اگر آپ کے پیر صاحب کے مقابلہ میں جناب مولانا اعظم شاہ صاحب کھڑے ہوں تو زیبا ہے۔اب مجھ کو اس فضولیات سے کچھ سروکار نہیں۔آپ یا وہ نداف صاحب یا ملہم صاحب جو چاہیں اس کا جواب لکھیں۔میں دیکھوں کہ آپ لوگ ممات مسیح و مثل مسیح کا کیا ثبوت رکھتے ہیں و ما علینا

میں یہ تحریر ختم کر چکا تھا کہ آپ کا دوسرا خط آیا۔ گو کہ اس کی طرف توجہ کرنا بالکل حماقت ہے کیونکہ آپ نے دلیل شرعی نہیں لکھی، مگر میں اس کا بھی جواب لکھتا ہوں کہ آپ یہ نہ کہیں کہ کچھ جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہو گئے۔ اب میں ایک التجا کرتا ہوں وہ یہ کہ میرے سخت الفاظ سے ناراض نہ ہونا جیسا آپ نے اور آپ کے پیر صاحب نے ہمارے علماء کو لکھا اسی کا جواب ترکی بترکی دیا جاتا ہے۔

جواب خط دوم: قولہ: جو کچھ تم نے لکھا یہ کوئی عقل کی بات نہیں۔

اقول: یہ اعتراض شارع پر کیجئے کیونکہ کوئی قول میرا خلاف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہے۔

قولہ: ہم تم کو بہت دور کی بات لکھتے ہیں مگر تم نادانی کرتے ہو۔

اقول: بے شک آپ بہت دور کی بات لکھتے ہیں۔ منی پور قادیان سے بہت دور ہے۔ نادان مرزا قادیانی ہے جو ہمارے مخبر صادق ﷺ کے فرمودہ کے سراسر خلاف کرتا ہے۔

قولہ: جو بات ہم لکھتے ہیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

اقول: اس کا برعکس سمجھئے، بلکہ میں جو لکھتا ہوں آپ کے فہم مبارک میں نہیں آتا۔

قولہ: کیا عقل اسی کا نام ہے کہ ایک آدمی آسمان سے اترے جب ایمان لاویں، ورنہ نہیں۔

اقول: ہاں اسی کا نام عقل ہے۔ جب آپ اس کو خلاف عقل بدلائل معقول ثابت کریں گے تو جواب دیا جائے گا ایسے بے ہودہ سوالوں کا میرے پاس جواب نہیں۔

قولہ: ایمان اسی کا نام ہے کہ پوشیدہ بات پر ایمان لاؤ۔

اقول: یہ ایمان کی تعریف کس کتاب میں لکھی ہے، ثابت کیجئے۔

قولہ: یہ کیا بات لکھ دی کہ دہلی سے ملہم صاحب کے ردّ کی کتابیں منگا لوں۔

اقول: افسوس جب آپ ایسی ایک موٹی بات نہ سمجھے، تو نکات دینیہ کیا سمجھو گے۔ دیکھئے میں نے لکھا تھا کہ دہلی سے ملہم صاحب کے ردّ کی کتابیں منگا لوں جو کہ علماء محققین نے لکھی ہیں اور مرزا قادیانی کی تصانیف اور علماء کے اقوال کا مقابلہ کر لوں، پھر جو میرے نزدیک حق ثابت ہو گا اس پر بلا تعصب کاربند رہوں گا۔ بتایئے اس میں کیا

خرابی ہے۔مگر شکر ہے اس کریم کارساز کا کہ بلا دیکھے مجھ پر دجالیت مرزا قادیانی کی مثل آفتاب نیم روز کے کھل گئی اور اللہ تعالی نے اپنے کرم سے مجھ کو اس گمراہی سے بچالیا۔خدا آپ کو بھی ہدایت کرے۔

قولہ: ردّ کوئی نئی بات ہے، یہ تو علماء قدیم کا حق چلا آتا ہے۔

اقول: سبحان اللہ! کیا اچھی آپ کی تقریر ہے۔آپ بتائیں کہ ایک دوسرے کی تردید میں کیا قباحت ہے۔شکر ہے اللہ کا کہ آپ کے ہی قول سے تردید مذاہب باطلہ کی مثل قادیانی وغیرہ کی کرنا ثابت ہو گیا کہ آپ حق کہہ رہے ہیں کہ تمام علماء کا حق ہے، لہذا آپ کے قول سے اجماع ثابت ہو گیا پھر اجماع سے خلاف کے کیا معنی۔

قولہ: جو فریق اہل سنت کے ہیں ایک دوسرے کا بے سمجھے ردّ کرتا ہے۔

اقول: آپ کا اس سے کیا منشاء ہے۔کیا ردّ مذاہب باطلہ کا بند کیا جائے۔اگر یہی مطلب ہے تو اول اس شیطان قادیانی کو نصیحت کیجئے اور اگر یہ خیال ہے کہ علماء بے سمجھے تردید کرتے ہیں تو علماء موصوف کی بے سمجھی موافق قواعد شرعیہ کے ثابت کیجئے۔

قولہ: پھر وہ نعوذ باللہ خدا اور رسول پر ہو خواہ دوسرے کے ثبوت میں آیت وحدیث ہو مگر ان (بے) سمجھ علماء ردّ کر دیتے ہیں۔

اقول: بے شک یہ سچ ہے کہ بعض علماء تعصب سے ردّ لکھتے ہیں مگر سب ایسے نہیں۔اگر آپ ایسے ہیں تو بقول آپ کے مرزا قادیانی سے اول کل علماء گمراہ تھے اور جب علماء گمراہ ہوئے تو جاہل بدرجہ اولی گمراہ ہوئے۔مگر جب آپ کے نزدیک سب گمراہ ہیں تو یہ حدیث غلط ہو گئی:

قال رسول اللہ ﷺ کہ میری امت میں ۷۲ فرقے ہوں گے ایک ناجی اور سب ناری۔

جب کل اہل اسلام گمراہ ہو گئے، تو ناجی کون رہا۔

قولہ: کیا مولوی نذیر حسین وعبدالحی کا ردّ نہیں ہوا۔کون سا مولوی ہے جس کا ردّ نہیں ہوا۔

اقول: کیا ایک عالم کا جب کہ ردّ ہو جائے تو اسکا قول مردود ہو جاتا ہے اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو آپکے نزدیک کسی کا بھی قول معتبر نہیں۔نہ اللہ کا، نہ رسول کا، نہ علماء وغیرہ کا، کیوں کہ ردّ سب کا ہو چکا ہے۔اور آپ کے اس قول سے آپ کے پیر صاحب کی ڈیڑھ اینٹ کی منڈیا بھی گر گئی کیونکہ ان کا بھی ردّ ہو گیا۔

قولہ: بس جہاں کوئی بات سنی اور پائجامہ اتر پڑا۔

اقول: چچا صاحب کیا یہ خبر تحقیق ہے کہ مرزا شیطانی الہام والے کا پائجامہ اتر گیا۔ ہاں ہاں درست ہے۔ دہلی میں مولانا بشیر احمد (محمد بشیر سہسوانی) صاحب کے خوف سے پائجامہ اتر گیا ہوگا اور پھر بے حیا باز نہیں آتا۔ مولوی بشیر احمد (محمد بشیر سہسوانی) صاحب کے مقابلہ سے ایسا بھاگا کہ پھر مقابلہ کا نام نہیں لیا۔ ورایک خبر مجھ کو اور پہنچی ہے وہ یہ کہ جب مولانا عبدالحق (مصنف تفسیر حقانی) نے مباحثہ کے واسطے طلب کیا تو مرزا صاحب خطا ہو گئے۔، نہ معلوم یہ بات کہاں تک درست ہے۔ ایسے ڈرپوک کو ملہم کیونکر مانا جاوے۔

قولہ: کچھ سوچو تو، ردّ کو دوڑ پڑے۔

اقول: خوب سمجھ لیا کہ مرزا مردود، شیطان، شعبدہ باز، مکار ہے۔

قولہ: ردّ تو رسولوں کا ہوتا آیا ہے۔

اقول: جناب چچا صاحب جس نبی کا کسی کافر نے رد کیا تو اس کافر کو انبیاء نے طرح طرح کے معجزات سے ساکت اور معقول کر دیا۔ اگر مرزا قادیانی سچا ہے تو کوئی نشان آسمانی کیوں نہیں دکھاتا۔ خوف کے سبب گھر میں کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ چند لوگوں کے مرنے کی پیشین گوئی مرزا صاحب نے کر دکھائی تو معلوم ہو کہ یہ سب رمل اور نجوم کا کام ہے۔ اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی اس فن میں بھی کامل نہیں۔ ہمارے یہاں دو پنڈت جو لنگوٹ کئے دردر بھیک مانگتے ہیں وہ مرزا قادیانی سے اچھا بتاتے ہیں۔ مرزا قادیانی چندروز نجوم اور سیکھ لے پھر نبوت اور امامت کا دعوی کرے۔ افسوس مرزا قادیانی کا ایک الہام تو سچا ہوتا۔ عبداللہ آتھم و مولوی محمد حسین صاحب کے مرنے کی اور سلطان روم کے یونان سے مقابلہ میں شکست کی پیش گوئی کی مگر ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ نہ یہ لوگ میعاد الہام کے اندر مرے، نہ سلطان روم کو شکست ہوئی بلکہ یونان ہارا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ قادیانی خدا سے غلط فہمی ہوئی۔ یہ کیا بات ہے کہ ہر ایک الہام کا اولٹا اثر ثابت ہوتا ہے، بلکہ مذکور (مولوی محمد حسین) تو اب تک اون کی سرکوبی کر رہے ہے۔

قولہ: ہم نے حق بات دریافت کرنے کو کتابیں بھیجی تھیں یا ردّ کرنے کو۔

اقول: جب مجھ کو مرزا قادیانی حق پر معلوم نہ ہوا، تو اون کی تردید کر کے آپ کو آگاہ کیا۔ مگر آپ اس نداف چیلہ

شیطان کے دھوکہ دہی میں ایسے مصروف ہیں کہ حق کی طرف رجوع ہی نہیں کرتے۔

قولہ: لکھ دیا کہ مرزا کی بیعت ترک کردو اور کچھ دریافت نہیں کیا۔

اقول: جب آپ نے اس دجال اصغر کی کتابیں مجھ کو بھیج دیں اور ان سے مرزا قادیانی کی میرے نزدیک دجالیت کھل گئی، تو کیا دریافت کرتا۔ اور آپ کو ترک بیعت کے بارے میں جو لکھا تو کیا برا کیا۔ اگر آپ کے زعم باطل میں میں نے برا کیا تو اس برائی کو ثابت کیجئے۔

قولہ: معلوم نہیں کہ یہود کی بغل میں تو توریت اور سر پر جمہور تھا، پھر حضرت عیسیٰ کو کیوں سولی دیا۔

اقول: یہ بات یہود سے دریافت کرو۔ مگر میں اتنا کہنے سے باز رہ نہیں سکتا کہ اگر یہود توریت کو مانتے تو حضرت عیسیٰؑ کو ہرگز سولی پر چڑھانے کی فکر نہ کرتے۔ اور اگر توریت ردّو بدل نہ ہوتی تو عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کی ضرورت کیا تھی۔ اور جمہور کے تابع ہونے سے انسان حق پر نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تائید کتاب آسمانی نہ کرتی ہو۔ ہاں جب کہ کلیات شرع سے ایک بات معلوم نہ ہو، تو اوس وقت اجماع بعدہ جمہور کو ماننا فرض ہوگا۔

قولہ: ارے حدیث حضرت کی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا تھا (کہ میری امت یہود ونصاری کی طرح ہو جاوے گی)۔ اگر مرزا صاحب نے یہ حدیث بیان کر دی تو اون کی تردید کیوں کی اور کفر کا فتوی کیوں دیا۔

اقول: اسی حدیث کا جواب خط اول کی تردید میں دیکھ لو اور مرزا قادیانی کو بسبب اسی حدیث بیان کرنے کے کافر نہیں کہا، بلکہ انہوں نے دعوی نبوت کا کیا۔ ختم نبوت کا انکار کیا۔ مسیح کی ہجو کی، وغیرہ کے سبب سے کافر کہا۔

قولہ: اوران کو کہا تو کس کو کہا، معاذ اللہ حضرت کو کہا۔

اقول: جب آپ کی دلیل جو مفید اس دعوی کی تھی، ٹوٹ گئی تو یہ دعوی بھی مہمل ہو گیا۔

قولہ: زبان روکو اور حضرت کو برا مت کہو۔

اقول: یہ نصیحت بھی اسی دلیل پر مبنی ہے، جب وہ دلیل ہی اکھڑ گئی تو یہ نصیحت بھی باطل ہو گئی۔

قولہ: اور علماء تو کافر بہت جلد کہہ دیتے ہیں۔ کوئی عالم ایسا نہیں جس کو دوسرے فرقہ والوں نے کافر نہ کہا ہو، یہاں تک کہ کسی کافر نے نبی تک کو نہ چھوڑا اور قتل تک کیا۔

اقول: چچا صاحب جو شخص یا عالم دلائل قویہ سے کافر بنایا گیا ہو، اوس کو کافر مان لو۔ اور جس کو تعصب مذہبی سے

کافر کہا ہو، تو اون کو نہ مانو۔ اور انبیاء کو جو قتل کیا اور ساحر کہا، تو دنیا ہی میں اس کا بدل ظاہر ہو گیا۔ اگر مرزا قادیانی سچا ہے تو اپنے کافر کہنے والوں کو کوئی نشان دکھائیں۔

قولہ: اور ابھی علماء کا ردّ نہیں گیا۔

اقول: علماء کا ردّ ہرگز نہیں جا سکتا۔ اگر علماء اسلام ردّ نہ کریں، تو اسلام کو قادیانی ایسے دجال بالکل برہم کر دیں۔

قولہ: اگر مرزا صاحب کا ردّ کر دیا تو کیا مشکل۔

اقول: کفر توڑا خدا خدا کر کے۔ سچ ہے ایک ملحد کا ردّ کر دینا چنداں مشکل نہیں۔ شکر خدا کا کہ اس کو آپ نے قبول کر لیا۔

قولہ: اور جاہل تو ہمارے رسول مقبول کو کہا کرتے ہیں، مرزا صاحب کو کہا تو کیا کیا۔

اقول: اس کا جواب میں اوپر لکھ چکا ہوں نظر سے گذرا ہو گا کہ رسول مقبول جاہل وساحر کہنے والوں کی آنکھیں معجزات دکھا کر خیرہ کر دیتے تھے، اور اگر مرزا قادیانی کو ہم بلا دلیل امام مان لیں تو آپ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت کو کیوں نہیں مانتے۔

قولہ: مولوی لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت مہدی ومسیح ظہور کریں گے تو علماء کفر کا فتوی دیں گے۔ آیا یہ مولوی یہود ونصاری کے ہوں گے یا اسلام کے۔

اقول: اول اپنے دعوی پر دلیل لایئے، پھر سوال کیجئے۔ بتایئے کس عالم معتبر نے یہ الفاظ لکھتے ہیں۔

قولہ: علماء تو ایسے ہیں کہ خواہ قرآن شریف وحدیث شریف چھوٹ جائیں مگر ان کی لکیر نہ چھوٹے، اگر ان کی لکیر چھوٹی اور کافر کہا۔

اقول: آپ نے بھی مثل دجال قادیانی کے جھوٹ بولنا شروع کر دیا، بہت جلد امام صاحب سے درجہ شیطانی طے کرایئے۔ اول کسی عالم کا قول خلاف شرع ثابت کیجئے، بعد کو یہ اعتراض کیجئے۔

قولہ: پھر چاہے تمام دنیا ایک طرف ہو۔

اقول: ارے چچا صاحب یہ گرگٹ کے سے رنگ کیوں بدلنے لگے اب جمہور کو کیوں تسلیم کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک عالم جس کی تائید کلام پاک کرتا ہے، اگر اوس کے خلاف تمام جہان کے لوگ کریں وہ سب گمراہ ہونگے

قولہ: اور حق کو تو بالکل نہیں جانتے۔

اقول: وہ شیطان قادیانی حق کو نہیں جانتا، اور میں خط اول کی تردید میں اس کو ثابت کر آیا ہوں، حاجت اعادہ کی نہیں۔

قولہ بس بھانڈوں کی طرح تام جھام لاؤ یعنی ردّ کی کتاب لاؤ۔

اقول: سبحان اللہ چچا صاحب آپ کو ملہم صاحب نے خوب تہذیب سکھائی۔ میں تسلیم کرتا ہوں آپ کے پیر صاحب اعلیٰ درجہ کے نقال ہیں۔ کیا اچھی نقلیں یاد ہیں، فلاں مر جائے گا، فلاں ذلیل ہوگا۔ اور دہلی سے جو سراویل ہلاتے بھاگے اور قادیان جا کے دم لیا۔ یہ کیا خوب نقل ہے، میں بھی اس نقل کی داد دیتا ہوں۔ مگر علماء کو یہ نقلیں نہ دکھایئے۔ کیا نتیجہ علماء سے بے خبر جوتی پیزار کھانے کے اور کیا حاصل ہوگا۔ ہاں کسی نواب کے پاس چلے جائیں تو مبلغ علیہ السلام وصول ہوں۔

قولہ: پہلے سوچو کہ جو دعوی امام و مسیح ہونے کا کرتا ہے آخر وہ کیا کہتا ہے۔

اقول: چچا صاحب اول تو خیال کیجئے کہ تمام زمانہ کے علماء جو مرزا کو بطال کہتے ہیں، آخر وہ کیا کہتے ہیں۔

قولہ: جاہل تو حضرت کو کہتے ہیں کہ جو کچھ سلمان فارسی بتاتا ہے لکھ دیتے ہیں پھر مرزا کو کہا تو کیا کہا۔

اقول: اس کا جواب چند مرتبہ لکھ چکا ہوں، لایئے کوئی نشان آسمانی، ورنہ مرزا قادیانی جھوٹا۔

قولہ: اور جو لکھا ہے کہ خنزیر کو ماریں گے، صلیب کو توڑیں گے تو کیا دوکان رکھیں گے۔

اقول: میں ملہم نہیں جو اس کی وجہ بتاؤں۔ ہاں اول اپنے کفر کا اقرار کیجئے پھر اس قسم کے اعتراض کیجئے۔

قولہ: اب ہوش کرو کہ خنزیر سے یہ مطلب ہے کہ کفر کو ذبح کریں گے، اور صلیب کا یہ مطلب ہے کہ کفر توڑیں گے۔ ورنہ قتل خنزیر اور توڑنے صلیب سے کیا مطلب۔ اور نصاری کا کیا حرج۔ تم توڑو گے وہ اور بنائیں گے، تم قتل کرو گے وہ اور خرید لیں گے۔

اقول: واہ چچا صاحب آپ کو بھی الہام ہونے لگا، ورنہ کسی لغت یا محاورہ عرب یا کسی حدیث سے اس کی نظیر تو دکھایئے (اور انشاء اللہ دکھا نہ سکیں گے) تو آپکی یہ تفسیر باطل ہے۔ باقی آئندہ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ نومبر ۱۹۰۳ء ص ۱۔ ۲)

دنیا کے لوگ دیکھنے والے ہوا کے ہیں

مرزائی مقدمات بلائے جان ہو گئے۔ بوالہوسی کی ہانڈی میں کھچڑی تو یہ پکائی تھی کہ ہم اپنے مخالفوں کو عدالت میں گھسیٹتے ہی بھنبھوڑ کر کھا جائیں گے، ورنہ سب کے سب آسمانی باپ کے لیپا لک کے قدموں پر گھگھی باندھ کر اور دانت میں تنکے لے کر آ پڑیں گے۔ مگر وہ لوہے کے چنے نکلے اور معدے کی مزاج پرسی کرنے لگے۔ پورا برس روز ہو گیا کہ توند شریف میں کھل بلی مچا رکھی ہے، ارے یہ کیا ہو گیا۔

جی کچھ نہیں، آسمانی باپ اپنے لیپا لک کا نشان ظاہر کرے گا۔ الہام تو ہو گیا مگر مفصل نہیں ہوا۔ ابھی تک گول مٹول اور ڈھول کے اندر پول ہے۔ آسمانی باپ بھی بڑا کائیاں شاطر ہے کہ چت بھی لیپا لک کی اور پٹ بھی لیپا لک کی۔ اب آسمانی نشان کے ظہور کی دو صورتیں ہیں۔ اگر مخالفین تعزیر کی چکی میں دلے گئے تو آسمان و زمین خصوصاً منارے کی چوٹی پر فتح کے شادیانے دن دن بجیں گے، اور ایک ایک راسخ الاعتقاد مارے خوشی کے پھول کر فرانس کا بیلون بن جائے گا کہ وہ آسمانی نشان ظاہر ہوا صدق الرسول البروزی صدق ابوہ و صدقنا و آمنا علی الولد و والدہ اور پھر پانچوں گھی میں اور سر کلگلوں کی چھن چھن کرتی کڑاہی میں۔ اور اگر پانسا خلاف پڑا، جب بھی پو بارہ ہیں۔ آسمانی نشان کے ظاہر ہونے میں پھر بھی شک نہیں ہر کہ شک آرد لیپا لک گردد۔ لیپا لک اپنی شہ نشین میں بیٹھ کر اسپیچ دے گا کہ میرے بڑے بھائی ابن اللہ عیسی مسیح پر یہودیوں نے کیا کیا ظلم نہیں کئے، قتل کیا، پھانسی پر چڑھایا، میں اس کا چھوٹا بھائی ہوں، لہذا جو کچھ ہوا تھوڑا ہے۔ حالانکہ عدالت میں نہ پھانسی لگے گی، نہ کوئی جلاوطن ہو گا۔ تاہم شکست کی صورت میں یہ یاد رکھئے کہ بہت سے الو جو دام میں پھنسے ہوئے ہیں، ضرور یا بدوح کی بھیانک اور وحشت ناک آوازیں دیتے ہوئے پھر ہو جائیں گے۔ صرف چند چڑیاں رہ جائیں گی جن کے بال و پر نچے ہوئے ہیں۔

الغرض مقدمات پر بروزی نبوت اور ظلی رسالت اور آسمانی تبنیت اور والدیت اور مولودیت کے قیام و استحکام کا بہت کچھ انحصار ہے۔

عدالتوں میں لوگ ہمیشہ فتح و شکست پاتے ہیں۔ آسمانی نشان کے ظہور کا کوئی بھی مدعی نہیں ہوتا، مگر

لیپا لک کے تمام معاملات میں آسمانی نشان کا اڑنگا لگا ہے۔

ہمیں تو غریب الحکم کے ساتھ ہمدردی ہے کہ بے چارہ مقدمات کی دم کے پیچھے ایٹرن بنا ہوا ہے۔ اسکے حق میں آسمانی نشان دمدار ستارہ..ہو گیا، پھر کسی ناکام عاشق کے دل کی طرح غریب کا گھر بیٹھ گیا۔ الحکم کی اشاعت میں روڑا اٹک گیا۔ جامہ عافیت میں جھڑ اڑے لگ گئے۔ بہنبا تے کھل گئے کہاں کہاں رفو ہو۔

ہر	بلائے	کز	آسمان	بارد
خواہ	بر	دیگرے	قضا	باشد
بر	زمین	نارسیدہ	میگوید	
خانہ	انوری	کجا	باشد	

مگر چونکہ سب لیپا لک کے آسمانی نشان ہیں لہذا بسر وچشم قبول کرنا چاہیے، کیونکہ آسمانی نشان ہی کے ساتھ اللے تللے ہیں، ورنہ نہ راتب ہے، نہ وظیفہ ہے۔ پھر تو پیٹ سے کاٹھ کی روٹی باندھنے پڑے گی۔ یعنی مسیح نے انجیل میں کہا ہے میں آسمانی روٹی ہوں مجھے کھاؤ، مگر مثیل المسیح ایسا نہیں کہہ سکتا۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ ہاتھی کے روٹ میں سب کا حصہ۔ میں بھی کھاؤں، تم بھی کھاؤ۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۸ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۱ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

گورنمنٹ کی خیر خواہی

پانیئر میں کسی نامہ نگار (بی) نے ایک پادری کی کتاب جو مرزا جی کے بارہ میں لکھی گئی ہے، ریویو کیا ہے اور مرزا جی کے کیریکٹر پر بحث کی ہے۔ بحث کیا معنی، مضحکہ اڑایا ہے۔ خیر مرزا جی کو ایسے مضحکوں کی تو پرواہ نہیں، بلکہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم پانیئر کے کالموں تک پہنچ کر شہرت کے آسمان پر چڑھ گئے۔ مگر نامہ نگار کا یہ لکھنا کہ ان کے مریدوں کی تعداد دس ہزار ہے، بالکل سفید جھوٹ ہے، طوفان ہے، بہتان ہے۔ وہ مرزا جی کا حاسد ہے، اور دن دونی رات چوگنی بڑھتی دولت کو دیکھ نہیں سکتا۔

غضب ہے نا، آسمانی باپ تو یہ الہام کرے کہ میرے لیپا لک کے چیلوں کی تعداد دو لاکھ ہے، اور یہ

عیسائی کل دس ہزار بتائے۔اور مرزا جی کے بڑے بھائی اگر بھنگیوں کے لال گرو بنے تھے تو نامہ نگار کے دل میں غبار کیوں ہوا۔اس نے اپنے سر پر کدورت کی خاک کے ساتھ مرزا جی کا خاکہ کیوں اڑایا،اور پانیئر کے صفحات پر کوڑا اکرکٹ کیوں پھیلایا جب کہ آسمانی باپ نے انجیل مقدس میں کہدیا ہے کہ سچائی جھونپڑوں میں ہے نہ کہ اونچے اونچے عالی شان ایوانوں میں۔خود مرزا جی بھی بھنگیوں کے لال گرو بن جاتے،تو اس میں کیا بھس مل جاتا۔اور اب بھی ایک ہی بات ہے،کیا معنی کہ مرزا جی اور ان کے بھائی دونوں ایک جھاڑو کی تیلیاں اور باہم ایسے ملے ہوئے ہیں جیسے بول کے ساتھ براز۔لال بیگی حلال خور اپنے کو مسلمان بتاتے ہیں،کلمہ پڑھتے ہیں،مسلمانوں کی طرح مردے کا جنازہ اور تیجا اور دسواں بیسواں وغیرہ کرتے ہیں۔مرزا جی کے بھی سب مرید مسلمان ہیں،خصوصاً جب کہ آسمانی باپ نے کہدیا ہے کہ تمام انسان میرے بیٹے ہیں،تو مرزا جی ایسے ناخلف نہیں کہ اس کے حکم کی مخالفت کریں اور دل میں حلال خوروں سے غبار رکھیں،اور جب وہ مرزائی بننے کے لئے آئیں تو ان کے منہ پر جھاڑو ماردیں۔ان کا عمل تو، خانہ دوستاں بروب و درِ دشمناں مکوب، پر ہے۔آدمی جھوٹھا کھاتا ہے تو میٹھے کے لالچ میں۔

اخیر میں نامہ نگار نے لکھا ہے کہ:

مرزا ہمیشہ میموریل بھیج کر اپنے کو گورنمنٹ کا خیر خواہ بتاتا ہے مگر اس کی خیر خواہی مشکوک ہے۔،

یہ بھی غلط۔مرزا جی کے پاس دس ہزار نہیں بلکہ دس لاکھ والنٹئر بھی ہو جائیں تو وہ گورنمنٹ کے کلیسائے جبروت کو سجدہ ہی کریں گے۔اول تو کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔دوم مرزا جی اگر گورنمنٹ کو جھکتے نہ رہیں تو مزے کہاں سے اڑائیں۔یہ بات تو برٹش جیسی آزاد گورنمنٹ کے عہد میں حاصل ہے۔شاید نامہ نگار کا یہ خیال ہے کہ اب تک جس قدر مہدی پیدا ہوئے ان کے جم غفیر نے ضرور ہی گورنمنٹ سے بغاوت کی ،مگر ہندوستان میں یہ ممکن نہیں اور نہ مرزا جی کا ایسا خیال جب کہ تمام مذاہب اس کے خلاف ہیں۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۱ جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۸)

دجالی دعوت کا جواب

میر ناصر نواب دہلی کے رہنے والے کبھی محکمہ نہر میں نقشہ نویس تھے، قادیانی مسیح کی درخواست پر ردّ و کد کے بعد اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے بیٹھے۔ اوس کے بعد معتبر ذریعہ سے بھید کھلنے پر سخت ناراض ہوئے اور بہت واضح طور سے دلی ناراضگی ظاہر کی کہ اوس کو تو دن رات نسخہ جات باہ کی فکر ہے، اور کتابوں کے ذریعہ سے روپئے ٹھگتا ہے، ایسا شخص ملہم من اللہ کب ہوسکتا ہے۔ اپنے فخر کے لئے مجھ کو سچ مچ کا نواب مشہور کر رکھا ہے۔ کتاب براہین احمدیہ صرف روپئے کمانے کے لئے شروع کی ہے۔ یہ دجال دغاباز فریبی ہے۔ اون ایام میں یہ مضمون نظم کے پیرایہ میں آپ نے تحریر فرمایا تھا فھذا بعضہ ۔ قال شاکیاً من ناس الزمان

ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا
آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک
ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے
گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار
تم پہ رحمت اون پہ ہو گی حق کی مار
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ

(جیسے براہین احمدیہ کے پانچ پانچ دس دس پچیس پچیس روپئہ لے کر چار ہی جلدیں کل ۳۵ جزء کی کتاب دے

کرڑکا سا جواب دے دیا کہ ہدایت کے لئے یہی کافی ہے، حالانکہ ۳۰۰ جزء کی کتاب تیار ہوگئی، کا اشتہار تھا)

قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جیسے آتا تھا کہیں اون کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
آج دنیا مکر سے لب ریز ہے
اب دغا بازی میں ہر اک تیز ہے
کہہ کے میٹھا دیتے ہیں کھٹا دہی
کچھ نہیں پرتیت دنیا کی رہی
بدمعاش اب نیک ازحد بن گئے
بو مسیلم آج احمد بن گئے
عیسی دوراں بنے دجال ہیں
ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں

جب براہین احمدیہ کی چار جلدیں یعنی صرف ۳۵ جزء چھپ چکے تو انہیں میر صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اس سے آگے مضمون ہی نہیں۔ پانچویں جلد کبھی نہیں نکلے گی۔ سو فی الحقیقت پانچویں جلد فی بطن مرزا ہی رہی۔ توضیح مرام کا شور مچ گیا جس سے بالکل ازالہ تجدید وتحدیث ومثلیت ہوگیا، اور نبوت ورسالت کے فرضی حلّوں میں خاصا دجال نکل کھڑا ہوا۔ میر صاحب نے ایک دفعہ پھر اوس کی طرف رجعت کی اور اوس کے بعد پھر تائب ہوئے۔ آخر ملازمت سے ناکافی پنشن ہوجانے پر لڑکی کے دروازہ پر جا بیٹھے، اور خاص مریدوں میں شامل ہوگئے۔ اندر باہر اب بھی میر صاحب مختار ہیں۔ ان کی اس الٹا پلٹی کو خود مسیح قادیان نے بھی ازالہ اوہام صفحہ ۸۰۹ پر قبول کیا ہے اور اس کو ایک ابتلاء قرار دیا ہے۔ اب انہیں میر صاحب نے خسرانہ جوش میں آکر اوس داماد بقول خود دجال کے لئے سب مسلمانوں کو خصوصاً اہل دہلی کو دعوت کی ہے اور علماء دین کو بت پرست، گد

ھے، کافر، اندھے، ظالم وغیرہ خطابات عنایت کئے ہیں۔ ختم نبوت محمدی سے بالکل چشم پوشی کر کے دیدہ دانستہ کوری اختیار کر لی، پھر اس خسرانہ جوش کا نام دعوت الحق رکھا ہے۔ چونکہ دعوت کے لئے اجابت ضروری ہے اس لئے اطلاعاً پیش ہے

اجابت دعوت

واہ مسیح کے سسرے ناصر
دین میں خاسر عقل میں قاصر
ہو دجال سے تیری بیعت
اس پر کرے تو حق کی دعوت
یاد ہے جب تو گھبراتا تھا
لڑکی دے کر پچھتاتا تھا
تو دجال تھا اس کو کہتا
پاس ہمارے روتا رہتا
نسخہ بازی کا تھا شاکی
تو ہی ڈوبا شان خدا کی
تجھ میں بھی تصویر پرستی
لعنت حق تھی یوں برستی
مانتا تھا تو حدیث اور قرآن
ختم نبوت پر تھا ایمان
پہلے خاصا مومن تھا تو
کفر کیا پھر تو نے بد گو

پھر ایک بنا تو مومن
کافر ہو گیا آخر لیکن
روز بروز اس میں ہے زیادہ
اب مشکل ہے ترا اعادہ
ہو گئی اہل حدیث سے نفرت
ہو گیا منکر ختم نبوت
بن گیا وہ دجال اب مرسل
سچا ہے آج جو کاذب تھا کل
اوس کو نبی اب تو نے بنایا
کچھ بھی خدا کا خوف نہ آیا
سنتا ہے تقریریں اس کی
بیچتا ہے تصویریں اس کی
کاغذی اس کے بت ہیں بکتے
چھپتے ہیں دجالی نکتے
ایک روپئہ چھ آنے قیمت
ہوتی ہے البدر میں شہرت
اک بت گر اک بیچنے والا
کیا روزی کا ڈھنگ نکالا
میر تیری تصویر پرستی
اور ابھی تو ہوگی سستی
ہے مختار تو اس کے گھر کا

بھیدی جھوٹے پیغمبر کا
ملک و زمین جو تھی دجالی
بیٹی کے نام وہ رہن رکھوالی
دعوت حق یہ تو نے کیا کی
دین کی شرم نہ کچھ دنیا کی
لوگوں کو تیرا یہ بلانا
ہے دجال کے دام میں لانا
پنشن ہو گئی تیری تھوڑی
پیٹ کی خاطر ہے یہ دلیری
طبع براہین کے وہ وعدے
سچ کہہ جھوٹے تھے یا سچے
تو نے ہی کھولا بھید یہ ہم پر
جھوٹا ہے یہ دجال سراسر
مضمون چوتھی جلد سے آگے
لکھا ہے کچھ نہیں جھوٹ ہیں وعدے
تین سو اس کی جزیں بتانا
پیٹ کے بھرنے کا ہے بہانا
لوگو اس کے دم میں نہ آؤ
ہوش کرو دیکھو بچ جاؤ
جب تک تھا معقول گذارا
گھر میں ملتا تھا خاصا چارا

اوس کی نہیں تھی پروا تجھ کو
بلکہ وہ کچھ کھاتا تھا تجھ کو
اب آخر معذور ہوا تو
دین سے اس لئے دور ہوا تو
اوس کی لگا تعریفیں گانے
بیٹھا در پر ڈھول بجانے
دلی میں بھی میر ہی تھا تو
قادیان میں اب میر بنا تو
حلفیہ ظاہر ہے کیا حاصل
ظاہر صورت ہے کیا حاص
وصف ہیں جب دجالوں سے
حاصل رنگت اور بالوں سے
ایسے بال اور رنگت والے
دنیا میں ہیں بہت منہ کالے
کس کام آئیں بال اور رنگت
اوپر سے جب برسے لعنت
لعنت بھی منہ مانگی پائی
جس سے ہے آگاہ ساری خدائی
جھوٹی پیشین گوئیاں کرکے
ہے دجال بچا مر مر کے
رسّا گلے میں اور منہ کالا

ٹوکرا سر پر لعنت والا
جینے کے ہیں کوئی یہ سامان
پر بے شرمی تیرے قربان
جس کے سہارے پر ہیں جیتے
اچھا کھاتے اچھا پیتے
لعنت اس کھانے پینے پر
اس بے شرمی کے جینے پر
کرتا ہے کیا دجال شرارت
دی عیسیٰ نے میری شہادت
نام محمد کا ہے جلالی
میرا ہے احمد نام جمالی
وہ تھا لڑائیاں مارا کرتا
میں ہوں رفق و مدارا کرتا
ذکر جمالی اور جلالی
ہے یہ ایک نئی دجالی
اب جو بنا ہے آپ محمد
کرتا ہے پہلی بشارت کو رد
اپنی کشتی آپ ڈبو دی
شیطانی تزویر ہے بودی
نام تھا پہلے غلام احمد
پھر لے لیا مقام احمد

بن کے مثیل عیسے مریم
اب کم بخت ہے ان سے بھی افضل
ان کے تو حصے میں ناکامی
اور یہ مثیل ہے مرسل نامی
جو الہام رسولوں کے تھے
یہ سمجھا وہ آپ نہ سمجھے
اس کا تو کن ہے کن خدا کا
شرک ہیں لیک اعجاز مسیحا
عیسی بھی تو آنے نہ پائے
اون سے افضل مرسل آئے
ان سے ٹوٹی ختم نبوت
یہ پیدا ہو کچھ نہیں دقت
احمق پھنس گئے اس کی بڑ میں
ماری کلہاڑی اپنی جڑ میں
دین نبی سے کیا تبرّا
خوب دیا دجال نے بھرّا
دیکھو کیسی قسمت پھوٹی
ان پر غضب کی بجلی ٹوٹی
ظالم بنا خدا کا بیٹا
عیسے کو بھی ساتھ لپیٹا
پہلے تھے ایک درخت کے دو پھل

اب ہے ظالم ان سے افضل
دجل فریب دغا اور دھوکا
دل نہیں ایک بدی سے روکا
ہاں یہ سچ ہے کہ نیکوں کی
بعض بروں نے ہے بد گوئی کی
لیکن جس کو برا کہے دنیا
کیا ہے ضرور ضرور ہو اچھا
گر یہ سچ ہے تو سب سے بڑھ کر
چاہیے نیک ابلیس ستم گر
اچھا برا کاموں سے عیاں ہے
ظاہر کب محتاج بیان ہے
ختم رسل کے بعد پیمبر
بننے سے کیا کام ہے بدتر
آپ خدا کا بیٹا بننا
چیلوں سے کہلانا آمنّا
پھر جو مسلمان روکیں اس پر
کافر ان کو بنائے کافر
ناصر میر! بتا دے سچ سچ
بات کی اپنے مت کے جنؤ پچ
کیا تعلیم مسیح یہی ہے
جس پر تو نے دعوت کی ہے

یا کچھ اور بھی ہے! تو کیا ہے
کیا سیکھا ہے تو نے زیادہ
خام طبیعت عقل کے سادہ
عیسا مر گیا مرزا ہے عیسا
کہتے ہیں نیچری ملحد کافر
عیسا مر گیا سولی چڑھ کر
تم ہوئے اس میں ان کے مضاہی
بکتے ہو یوں واہی تباہی
بڑھ کر کیا بات اور نکالی
ہاں یہ مسیحیت دجالی
سولی پر لٹکا ہے عیسی
چوروں کے ساتھ ملا ہے عیسی
نیچری بڈھا لکھ گیا ہے سب
جو تم کو الہام ہوا اب
وہ الحاد الہام تمہارا
کچھ شرماؤ دل میں خدا را
مـــا صـــلبـــو، صـــلبـــو ٹھہرایا
کی تحریف اور خوف نہ آیا
گاہ انہیں شام میں دفناتے ہو
پھر کشمیر میں لے جاتے ہو
جھوٹے ہو جھوٹے کا حافظہ کچا

ہے مشہور مقولہ سچا
یا رب ان کے شر سے بچانا
مکاروں کے ضرر سے بچانا
دل سے سنو سعادت مندو
ایک نصیحت رب کے بندو
ختم رسل کا ہے یہ فرمان
جو درماندوں کا ہے درماں
احمد ذی شان مرسل رحمان
جس کا ہدایت نامہ ہے قرآن
مطلبی مدنی اور مکی
جس کی شریعت سب سے پکی
ہے ہر بات یقینی اس کی
حق تعلیم ہے دینی اس کی
ہم پر رؤف رحیم وہ پیارا
جس سے مٹا دکھ درد ہمارا
خیر اندیشی ہے جس کا پیشہ
حق سے صلوۃ و سلام ہمیشہ
اس پر آل اصحاب پر اس کے
یوں ہم کو آگاہ کیا ہے
سب کے لئے اعلان کیا ہے
پچھلے دن سے پہلے پہلے

سب کے دل میں زعم ہو ایسے
میں ہوں نبی رسول کا
یاد رہے یہ تم کو لیکن
میرے بعد نبی نہیں ممکن
ختم نبوت ہو گئی مجھ پر
یعنی حق نے کیا ہے مقرر
آپ کے بعد نہ ہوگا پیدا
کوئی نبوت پانے والا
ہوتا کوئی تو اس کے لائق
سب سے عمر فاروق تھا فائق
جب نہ نبوت پائی عمر نے
پھر کون آئے نبوت کرنے
پہلا ہی کوئی آئے تو آئے
جس کو معین حق فرمائے
ختم نبوت نے فرمایا
ہے یہ صحیح حدیث میں آیا
موسیٰ بھی گر ہوتے جیتے
میرا ہی جام اطاعت پیتے
قبل قیامت عیسیٰ آئیں
اس امت کی شان دکھائیں
اور ان کا آنا پھر ہے ضروری

تا کہ نبوت ہو نہ ادھوری

جیسا ہے ان پہ ہمارا ایمان

لائیں یہود و نصاری ایمان

جب خدمت سے فراغت پائیں

یاں سے پھر رحلت فرمائیں

جن کے مبشر بن کے تھے آئے

قبر میں ہوں ان کے ہمسائے

ہو صدیق و شہید نبی کا

ساتھی بندہ صالح چوتھا

تیس وہ لعنت پانے والے

جھوٹے نبی کہلانے والے

سب سے جھوٹا ان جھوٹوں کا

کانا دجال آخر ہوگا

جب وہ آئے خدا کہلا ئے

شعبدے کچھ لوگوں کو دکھا ئے

جاہل دوڑیں اس کے پیچھے

یا رب امن دے اس کے شر سے

کفر ہو لکھا منہ پر ظاہر

جس کو پڑھیں ایمانی ماہر

حشر میں ان پڑھ لوگ بھی جیسے

اپنا عمل نامہ پڑھ لیں گے

عیسی اتریں قتل کو اس کی
چرخ سے فوق منار دمشقی
اور ہو امام مسلمانوں کا
ان سے پہلے زیب مصلا
اس کے پیچھے نماز گزاریں
پھر کانے دجال کو ماریں
دیکھ کے ان کو وہ گلتا جائے
سامنے آنے کی تاب نہ لائے
کھا لے آخر ان کا برچھا
ہو کر رہے نوشتہ پورا
یا رب ان فتنوں سے بچا لے
ہم کو نہ کے جئو ہمارے حوالے
ہم ہیں تیرے بندے بچارے
چاہے تو بخشے چاہے مارے
مار سے تیری پناہ ہے تیری
کی جئو قبول اک عرض یہ میری
رکھ مجھے اپنے حفظ و امان میں
تجھ سے خوش ہوں دونوں جہاں میں
مجھ میں بل نہیں اور نہ طاقت
کوئی نہ خوبی ہے نہ لیاقت
تو نے وجود عدم سے بخشا

تو نے بنایا میرا نقشہ
پھر ایمان عطا فرمایا
ختم رسل کا بخشا سایہ
بخشی اس کی تابع داری
کیا کروں اس کی شکر گذاری
میں تیرے فرمان کے قربان
اس تیرے احسان کے قربان
ہر دم ہے یہ تمنا جی کی
سنت پر رہوں تیرے نبی کی
گرچہ گناہ خطا اور نسیان
رکھتا ہوں بے حد پایان
دیکھ کے تجھ کو سب سے ارحم
لب پر ہے رب اغــــــفــــــر و ارحــــــم
صادق مومن مجھ کو بنا کر
خاص خزانے میں سے عطا کر
خالص نیت پاک ارادے
بلا تکلف سیدھے سادے
عرض کی تجھ سے حاجت کیا ہے
دل کا بھید بھی تجھ پہ کھلا ہے
ادعــــــونــــــی بھی چونکہ ہے فرمان
اور تکبر موجب حرمان

بندگی اس کی ہے متقاضی
مولا چاہیے ہر دم راضی
پس وہ مانگنا مجھ کو سکھا دے
اور طرف کا دھیان چھڑا دے
تو ہی یاد ہو تجھ کو پکاروں
تیرے ہی در پر آہیں ماروں
یوں ہی رہوں جب تک رہوں جیتا
چلوں تو جام شہادت پیتا
میں ہوں اس دم تجھ سے راضی
تو اے مالک مجھ سے راضی
قبر میں جب رکھ جائیں مجھ کو
میرا مونس وحشت تو ہو
آئیں جب کہ نکیر اور منکر
تجھ کو پکاروں آہٹ سن کر
شکل نبی جب سامنے آئے
سعدی تیرا فدا ہو جائے
جائیں سلا کر جیسے دلہن
محشر میں پھر ہو یوں سامان
میرا ہاتھ نبی کا داماں
کوثر کا وہ جام پلا دے
جو دل کی سب پیاس بجھا دے

بندوں میں تیرے ہو کر شامل
جنت میں ہو جاؤں داخل
میں اور سارے لواحق میرے
قرب نبی میں لگائیں ڈیرے
ہوں فردوس میں مہمان تیرے
تیری رحمت سب کو گھیرے
باقی کوئی نہ ہو اندیشہ
ہم سے تو راضی رہے ہمیشہ
جنت خلد میں پائیں بسیرا
ہوتا رہے دیدار بھی تیرا
واں کچھ خوف نہ کوئی غم ہو
تیری حمد و ثنا ہر دم ہو

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱ تا ۶)

فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی اور اس کی دعا کرنے کی کل

ڈاکٹر ڈوئی کے کیریکٹر سے ناظرین اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کا ذکر ضمیمہ میں بمقابلہ قادیانی مسیح بار ہا ہوا ہے۔ روزانہ پیسہ اخبار میں ان کی تصویر اور دعا کرنے کی کل کا فوٹو معہ کوائف شائع ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح بننے کی سائنس میں ابھی مرزا جی ادھورے ہیں، گویا فرانسیسی مسیح کے مقابلہ میں پرائمری تعلیم پا رہے ہیں۔ بہتر ہو کہ چند روز ڈاکٹر ڈوئی کو اپنا ماسٹر یا لیڈر بنائیں، پھر دیکھیں کیسا چوکھا رنگ نکلتا ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنی دعا کرنے کی کل کے ذریعے سے فی گھنٹہ کئی ہزار آدمیوں کو آسمانی باپ کے

اجلاس سے بخشش کا سارٹیفکیٹ دلوا سکتا ہے۔ مرزا جی نے تو ابھی تک ایسی ایک کل بھی ایجاد نہیں کی۔ لے دے صرف ایک مینار کی بنیاد ڈالی۔ اوس کی تعمیر بھی ابھی تک ہوا پر ہے۔ بلکہ بدخواہوں کی بدولت اس میں روڑے اٹکے ہوئے ہیں۔ افسوس اور نہایت افسوس۔ وہ حالات یوں ہیں:

جو شخص (ڈاکٹر ڈوئی کے) نئے مذہب پر ایمان لاتا ہے، وہ اوس سے آمدنی کا عشر ضرور لے لیتا ہے۔ جب کوئی شخص اوس کی کثیر تعداد جمیعت اور اس کے سرمایہ پر خیال کرے گا، جو ایک معقول رقم ہے، تو اس کو تعجب ہوگا کہ اس شخص کے اندر کون سی صفت ہے، اور اس کے عقاید میں کیا جادو ہے، جس کے اثر سے اتنے آدمی اس کے گرد لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ حتی کہ اس کے مرید ایسے خوش اعتقاد ہیں کہ اپنی آمدنی کا عشر ہمیشہ اوسے خندہ پیشانی سے ادا کر کے اسکے سخت قواعد کی پوری تعمیل کرتے اور اس کے جوش انگیز وعظ دل لگا کر سنتے ہیں اور اپنی تندرستی اور آسودگی اس کی دعا کی برکت سے سمجھتے ہیں، خواہ یہ دعا فی الحقیقت ان کے واسطے کی جائے یا ان کا صرف نام دعا کی مشین میں ہی چھپ جائے۔ ایسی کاروائیوں سے ہم کو خواہ مخواہ بت پرستوں کا زمانہ یاد آ جاتا ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی کی مشین ایک زبردست آلہ ہے۔ جب کبھی اس کا کوئی بیمار مرید صحت کا خواستگار ہوتا ہے، تو وہ صرف خط میں لکھ دیتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور آپ کی دعا چاہتا ہوں۔ جب نبی صاحب کو فرصت ہوتی ہے تو وہ ایسے خطوط کی ٹوکری پر نظر ڈالتا ہے اور ہر خط کو ایک منٹ کے لئے اوپر اٹھاتا ہے اور دعا پڑھتا ہے۔ پھر وہ خط کو ایک مشین میں جس میں ربڑ سٹامپ لگی ہوئی ہے، ڈال دیتا ہے اور اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے دستہ کو گھماتا ہے۔ جس سے اوس خط پر یہ الفاظ چھپ جاتے ہیں کہ تمہارے لئے تین بجے دعا مانگی گئی۔ بیمار اوسی وقت سے اپنی صحت تصور کرنے لگتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر ڈوئی کیلئے ایک بدقسمتی یہ ہے کہ بعض اوقات راسخ الاعتقاد مریدوں کو بھی صحت نہیں ہوتی۔ مگر یہ ایسا چالاک اور فطرتی شخص ہے کہ اپنی ناکامی کو بھی کامیابی کے پیرایہ میں دکھاتا ہے۔ ایک دفعہ اس کی حقیقی بیٹی کوئی چیز سپرٹ کے چولھے پر گرم کر رہی تھی، کچھ بھول ہوگئی تو بے رحم والد نے تاکیدی حکم دے دیا کہ اسی سپرٹ سے اوس کو جلایا جائے۔ وہ جل کر اوسی روز مر گئی۔ اس کی نافرمانی سے مریدوں کو عبرت ہوئی۔ اس نے کہا کہ بعد سزا دہی کے میں نے اور اس کے تمام بزرگوں نے اس کی جان بخشی کے لئے سفارش کی لیکن قبول نہ ہوئی۔ شہر جیحون میں طبیب اور شراب خانہ اور دواخانہ کا نام تک نہیں یہاں تک کہ

سوڈ اواٹر بھی نہیں مل سکتا، تاہم جعلی پیغمبر کا رسوخ پھیلا ہوا ہے اور شہر معمولی رفتار سے ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس شہر میں لیس کی بڑی تجارت ہے اس لئے کہ ڈوئی بڑا دور اندیش تاجر ہے اور ایسا نبی ہے کہ اپنے ذاتی فائدہ کو پہلے تاڑ لیتا ہے۔ جاننے والے کہتے ہیں کہ اس کی کامیابی فصاحت اور مضبوطی دلائل پر منحصر نہیں بلکہ اس گرم جوشی اور کشش پر ہے جو ملنے والے کو اسکی صورت دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ بولتا ہے تو بعض سامعین کو اس کے الفاظ سنائی نہیں دیتے۔ وہ صرف اپنی نظر اس کے چہرہ پر جمائے رہتے ہیں اور اوس کی اوضاع چمکدار آنکھوں اور عالمانہ ابروؤں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے شاندار کلمات ختم کر کے بیٹھ جاتا ہے تو سامعین بے خودی سے ہوش میں آتے ہیں۔ مگر اس پر اعتراض کرنے کی کسی کو جرأت نہیں پڑتی یا عقل نہیں آتی۔ پچھلے دنوں وہ نیویارک میں معہ اپنے ۳۰۰ حواریوں کے بدیں غرض آئے تھے کہ خدا کے کلام کے واسطے چندہ وصول کریں۔ حواریوں نے میڈیسن کے میدان میں کھانا کھایا اور مختلف سستے بورڈنگ ہاؤسوں میں رہنے کو چلے گئے، لیکن خود معہ اپنی بیوی کے ایک فیشن ایبل ہوٹل میں اترے۔ آپ نے پولیس میں اطلاع لکھوائی ہے کہ میری بیوی کا بروچ جس کی قیمت ساڑھے چار ہزار روپیہ ہے، گم ہو گیا ہے۔ غالباً کسی نے استقبال کے وقت اوڑا لیا۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۳ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱ تا ۶)

ایک پنجابی نبی

اخبار پانیئر کے جس مضمون کا ذکر ہم نے مجمل طور پر کیا تھا، کرزن گزٹ میں اس کا پورا ترجمہ حسب ذیل چھپا ہے۔

جو لوگ چشم بینا رکھتے ہیں یا اس تماشا گاہ کی آنکھ کھول کر سیر کرتے ہیں، اون کو خطہ زمین پر عجائبات نظر آتے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان میں ایک اور نبی کی ضرورت تھی۔ گورنمنٹ کی جانب خیال کیا جائے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر فرانس کی رعایا کی طرح یہاں کے بھی لوگ لاپرواہ یا بے غرض ہوتے، یہاں تو ذرا سی مذہبی بات بھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے بھس میں چنگاری۔ یہ بات صرف سربرآوردہ یا خاص لوگوں ہی میں نہیں بلکہ عام ہے۔ سوڈانی شمالی اور سرحدی فرقوں کی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ ایم جیولس بولیس فرانسیس سیاح نے

یہاں والوں کی نسبت حسب ذیل رائے قائم کی ہے:

مذہب کا پاس بالکل نہیں، تصوف پھیلا ہوا ہے جس کو وہ اپنے زعم باطل میں مجذوبوں کا عقیدہ کہتا ہے۔ اکثر لوگ افیمی ہیں۔ ان کے خسائل و عادات غیر معمولی بچوں کے سے دیرینہ اور روبہ تنزل ہیں۔

پانیئر لکھتا ہے کہ اس نے یہ مذمت انگریزوں کی کی ہے، اور ہندوستانیوں کی نسبت عمدہ رائے قائم کی ہے۔ ایم بولیس نے آگے چل کر سب کو ایک لکڑی ہانکا ہے کہ یہ لوگ اوس وقت ترقی کر سکتے ہیں جب کہ منشیات سے پرہیز کرنا اور بے غرضی ہم سے سیکھیں۔ منتشر الخیالی چھوڑ دیں اور اپنی طاقت کے موافق مغربی طریقہ اختیار کریں۔ ایک خطرہ ملک میں یہ پھیلا ہوا ہے کہ بے حساب مذہبی تحریکیں ہوتی رہتی ہیں حالانکہ گورنمنٹ ہند نے اپنی حکمت عملیوں سے دینی حرارت یا تعصب کو بہت کچھ دبا دیا ہے۔ آپ بتائیں کہ پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں میں کتنے انگریزوں کو اس بات کا علم ہے کہ پنجاب میں احمدیہ تحریک ہو رہی ہے حالانکہ اسلام میں جو دو بڑی تحریک یا رخنہ اندازیاں ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کل ہندوستان میں چار نئے گروہ پیدا ہوئے ہیں۔ ممالک متحدہ اور بنگال میں علی گڈھ والے اور برہم سماجی دو گروہ ترقی کر رہے ہیں۔ یہ دونوں فرقے آزاد منش بے تعصب قدرت کے قائل اور گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں۔ جو لوگ ہندوستان کی بہبودی چاہتے ہیں ان کے پرسان حال نہیں ہوتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور کس رنگ میں ہیں۔

مدت ہوئی کہ آریہ سماج اصلاح کے لئے بمبئی میں قائم کیا گیا تھا مگر اب وہ پنجاب میں ترقی کر رہا ہے اور اپنے کمال عروج پر ہے ہم اس وقت اس کے متعلق بحث کرنا نہیں چاہتے۔

اسلام میں فرقہ احمدیہ نے انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یہ لوگ بالکل نئے عقائد کے پابند ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ملکی امن کے بدل خواہاں ہیں اور گائے کی طرح غریب اور حلیم الطبع ہیں۔ مگر ان کی حرکتوں پر ایک دو مرتبہ گورنمنٹ کو توجہ کرنی پڑی۔ ہنوز اس فرقہ کی تحریک پنجاب تک محدود ہے۔ اس کے پیروؤں کی تعداد پر نظر ڈالنے کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔ گزشتہ مردم شماری کی رو سے گیارہ سو جوان مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں۔ گویا دس ہزار کے قریب اس فرقہ کی مجموعی تعداد ہے۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ ترقی کر رہے ہیں۔ اس کا آرگن تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ پچاس ہزار بلکہ ستر ہزار آدمی کا گروہ ہے۔

حال میں ۳۶ صفحہ کا ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس کا نام مرزا غلام احمد مہدی مسیح قادیانی، ہے
۔اسکے مصنف لاہور کے پادری ایچ ڈی گریسوولڈ صاحب فلسفہ کے ڈاکٹر ہیں۔۔اس رسالہ میں معمول سے
زیادہ سخت الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، مگر جو کچھ لکھا ہے وہ بادی النظر میں صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے۔

قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ وہاں ایک پینسٹھ سالہ آدمی رہتا ہے جس کی صورت بزرگوں
کی سی ہے۔ چہرہ مسخر القلوب اور عقل تیز ہے۔ یہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان ہیں، اسی وجہ سے قادیانی کہلاتے
ہیں ۔فرقہ احمدیہ کے بانی اور سردار ہیں۔ ذات سے مغل ہیں۔ چار صدی گذریں بابر کے عہد سلطنت میں ان
کے بزرگ سمرقند سے آئے تھے، موروثی پیشہ دوافروشی ہے۔

غلام احمد نے اپنے مختصر رسالوں میں لاف زنی اور چٹی پٹی ادویات کے ذرائع سے وباء کے زمانہ
میں بہت کچھ کر ڈالا۔ آخر کار گورنمنٹ نے دست اندازی کر کے اس کی کاروائی کو بند کیا۔اس کا خاندان غدر
میں خیر خواہ تھا۔ چنانچہ سرلیپل گریفن نے اپنی کتاب رؤسائے پنجاب میں بھی ذکر کیا ہے۔

یہ دعوی کرتا ہے کہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کا بڑا خیر خواہ ہوں، مگر یہ دعوی بالکل تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ
کہتا ہے کہ میرا فتوی جہاد کے خلاف ہے۔ پانچ سال ہوئے سر میگورتھ ینگ کو ایک میموریل میں اس نے لکھا تھا
کہ جہاد کے مسلمہ مسئلہ سے انکار کرنا ہی مجھ کو مسیح موعود اور مہدی مان لینا ہے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں تعصب اور مذہبی جوش کا میلان نہ ہوتا تو یہ مذہب بہت
ہی اچھے عقیدہ کا ہوتا جیسا کہ ہم کو بہت سے معزز و محترم اصحاب کی ملاقات سے معلوم ہوا۔ (سبحان اللہ اس مقدس
مذہب کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ پادری صاحب کے قلم سے بے ساختہ اس کی تعریف نکل رہی ہے۔ بدنام کنندہ نکونامے چند۔) ان
کو دیکھ کر مذہب اسلام کے متعلق رائے قائم کر لینا سخت غلطی ہے۔ مرزا صاحب کی تعلیم تعصب اور جہالت
کے بند کھول رہی ہے اور اس کوشش میں ہے کہ مذہبی جوش جڑ بنیاد سے جاتا رہے۔

کسی تیز طرار مسلمان کا نام احمد ہونا ہی اس کیلئے قیامت ہے کیونکہ قرآن شریف میں آنے والے
احمد کی پیشین گوئی درج ہے۔لکھا ہے کہ عیسی نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل لاریب میں خدا کا رسول ہوں
اور اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ خدا کے احکام کو مضبوط کروں جو مجھ سے پہلے آچکے ہیں اور اوس رسول کا اعلان دوں جو

میرے بعد آئے گا اور جس کا نام احمد ہوگا۔

اس آیت کا اسلامی تاریخ پر کچھ اثر نہیں پڑا، بڑا اتباہ کن۔ سوڈانی مہدی بھی احمد نامی تھا۔ ہندوستان میں بھی چار احمد مذہبی سردار ہو چکے ہیں۔ ۱۔ شیخ احمد سرہندی۔ ۲۔ سید احمد غازی بریلوی جو امام مہدی تھا اور جس نے ۱۸۲۷ء۔ ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا۔ ۳، سید احمد خان۔ ۴۔ قادیانی رسول (مگر یہ تو غلام احمد بیگ ہے نہ کہ نرا احمد۔ تاہم نہ صرف احمد بلکہ تمام انبیاء سے اپنے کو برتر سمجھتا ہے)

غلام احمد کے خاندان میں تعصب تو نہیں مگر لالچ ضرور ہے۔ اسکا چچا زاد بھائی امام الدین پنجاب کے مہتروں (حلال خوروں) کا گرو بن بیٹھا۔ اس طرح ایک بھائی دوسرے کے خلاف چلتا ہے۔ اسی موضع قادیان میں مہتروں کا سالانہ ہجوم یا میلہ ہوتا ہے، غلام احمد وہاں کا کارکن ہے۔ اس کے اصول چار ہیں۔ تعلیاں، (پیش گوئیاں؟)۔ مناظرے، مباحثوں کے مطالبے۔ قادیان میں اس کا ایک کتب خانہ اور ایک مطبع ہے۔ اردو میں الحکم شائع کرتا ہے اور انگریزی میں ریویو آف ریلی جنز یعنی مذاہب کی تحقیق۔ اس کے بیان کے موافق اس نے گزشتہ بائیس سال میں تخمیناً پچاس کتابیں عربی و فارسی اردو میں تصنیف کی ہیں جو علاوہ ہندوستان کے ایران، عربستان، کابل، سیریا اور مصر میں بھی شائع کی گئی ہیں۔ اس نے دنیا بھر کے مصنفوں کو ایک کھلی چٹھی میں مخاطب کر کے لکھا ہے کہ میں آپ کو نئی بات بتاتا ہوں کہ عیسیٰ مسیح کشمیر میں مرے تھے اور ان کا مقبرہ آج تک وہاں موجود ہے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں تصویر کے سے رنگ وروغن ہیں۔ جماعت خوجہ جابجا پھیلی ہوئی ہے اس میں نہ کوئی مذہبی پابندی ہے نہ تعصب، اور ڈر کے مارے حج کرنے کو بھی نہیں جاتے کہ کہیں سنیوں کے ہاتھوں جان سے نہ جاتے رہیں۔ دو عجیب مخلوط گروہوں کے پیروان کا نام خوجہ رکھا گیا ہے۔ ایک وشن (ہندو) دوسرے علی ہز ہائی نس آغا خان جی سی ایس آئی۔ ہمارے شاہی خاندان کے جوان دوست کا یہ گروہ معتقد ہے۔ قانون کی رو سے یہ حضرت علی کی اولاد میں سے ہیں اور جیسا کہ ایک مقدمہ میں ثابت ہوا ہے یہ سیریا کے ایک ضعیف پہاڑی کی نسل سے ہیں جس کے نام سے مجاہدین وغیرہ کانپتے تھے اور جو قزاقوں کا سردار مشہور تھا۔ بغیر کسی ایسی حیثیت کے جیسی کہ آغا خان کی ہے اور بغیر کسی تاریخی واقعہ کے غلام احمد بھی ان کی طرح

مشہور ہونا چاہتا ہے اور اسی وجہ سے مسیح اور مہدی ہونے کا فوراً دعوی کر بیٹھا ہے۔ اور ثبوت میں کہتا ہے کہ عیسی صلیب پر نہیں مرے بلکہ فی الحقیقت ہندوستان میں آ کر ایک سو بیس سال کی عمر میں بمقام کشمیر فوت ہوئے اون کا مقبرہ سڑک خان یار کے قریب سری نگر میں موجود ہے۔

مرزا قادیانی اپنی شان میں لکھتا ہے کہ میں ایک سچی بات کے اخفاء کا گناہ گار ٹھہروں گا اگر میں اس بات کا اظہار نہ کروں کہ جو نبوت باری تعالی نے مجھ کو بخشی ہے وہ تقدس اور طاقت اور راستی میں اس رسالت سے کہیں زیادہ ہے جو مسیح کی مہمل پیش گوئیوں پر مبنی تھی۔ میں خدائے برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن الفاظ کا میری شان میں الہام ہوا ہے، وہ اون الفاظ سے بہت زیادہ وزنی اور مقدس ہیں جو مسیح کے متعلق انجیل میں مندرج ہیں۔

باوجود ان بیہودہ خیالات کے غلام احمد میں ذرا بھی تعصب نہیں۔ خوش عقیدہ اہل اسلام نے اس کو اپنی برادری سے خارج کر دیا ہے، اور یہ لقب دیئے ہیں: کافر، دجال، ملحد، مرتد، کذاب۔ مگر اس کو ذرہ بھی پرواہ نہیں کہ کہتی ہے مجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا۔ بلکہ مسلمانوں کے سر اوہام پرستی کی تہمت دھرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ تم پیروں کے ہاتھ بک گئے ہو۔ قبریں پوجتے ہو۔ جہاد کا عقیدہ رکھتے ہو۔ اور جاہل ملاؤں کے ساتھ ہر جگہ جانے کو رضامند ہو۔ غلام احمد ایشیائی تعلیم سے ناواقف نہیں معلوم ہوتا۔ یہ پہلا مسلمان ہے جس نے عبرانی تعلیم کے قالب میں روح پھونکنے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت ہم کو اس سے بحث نہیں، وہ جس طرح چاہے مسلمانوں اور عیسائیوں سے جھگڑے مول لیتا پھرے، مگر ڈاکٹر ڈوئی کے واقعہ کو خیال کریں تو وہ اپنے طریق کا سچا نبی ہے۔ سینکڑوں پیش گوئیاں اس کی سچ ثابت ہو چکی ہیں اور ہزاروں غلط نکلیں۔ پہلے اس کی اکثر پیش گوئیاں اس قسم کی ہوا کرتی تھیں کہ کسی خاص تاریخ سے پہلے فلاں شخص مر جائے گا، یا اسکو کوئی سخت صدمہ پہنچے گا۔ آخر کار اسٹنٹ کمشنر نے اس کو مجبور کیا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ پھر بھی اس نے اس قسم کی ایک سو اکیس پیش گوئیاں کیں۔ اسکی شہرت اوس پیش گوئی سے زیادہ ہوگئی جس میں اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ پنڈت لیکھ رام اسکا مخالف مر جائے گا اور اس کے بعد وہ قتل ہو گیا۔ ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے عیسائیوں کے مباحثہ میں اسکو چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ ضعیف مسٹر آتھم اسکی تاریخ مقررہ سے کچھ دن بعد مرا۔ بہت سی پیشین گوئیاں اس کی تولد فرزند کی بات

تھیں، مگر لڑکیاں ہوئیں اور اس کی پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

فرقہ احمدیہ کا موجودہ سربراہ بہمہ صفت موصوف ہے لیکن اس کی آئندہ ترقی اس بات پر منحصر ہے کہ اس کو آئندہ کیسا افسر ملتا ہے اور غلام احمد کا جانشین قانون کے پنجہ سے بچنے کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں۔

ڈاکٹر ریوولڈ آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پنجابی نبی فریبی نہیں ہے اور نہ فاتر العقل ہے مگر خود فریب ہے۔ ایک افغانی بکس والے نے مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت کیا خوب کہا ہے کہ امیر کابل یہاں کے حاکم ہوتے تو بہت جلد مرزا صاحب بے سرے ہو جاتے۔ انگریزی راج میں جو جس کے دل میں آئے کرے۔ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پی رہا ہے۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۱۔۵)

عوام آسمانی باپ کے لیپا لک کا شکار کیوں بنتے ہیں

عوام جب دیکھتے ہیں کہ کسی ذی علم عاقل فہیم نے آسمانی باپ کے لیپا لک کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی ہے تو وہ متعجب ہو جاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ ایک شخص کی ظاہری وجاہت علمی قابلیت وغیرہ دیکھ کر خود بھی قعر گمراہی وضلالت میں جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لیا ہے چنانچہ ہمارے شہر کے اکثر عوام مولوی حافظ سید علی میاں خان کی شرافت خاندانی ذی علمی وغیرہ کا دھوکا کھا کر آسمانی باپ کے لیپا لک کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ ہم مانتے ہیں کہ حافظ صاحب موصوف ذی علم ہیں، وجیہہ ہیں مگر ساتھ ہی گم کردہ' صراط مستقیم ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی کی ظاہری وجاہت شرافت ذی علمی وغیرہ سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ شیطان ان کو نہیں بہکا سکتا اور جو راہ اس نے اختیار کی ہے وہی راہ راست ہے۔ بڑے بڑے ذی علم شیطان کے دام میں آ گئے، اور مخلوق خدا کی گمراہی و بے دینی کا بھی باعث ہوئے۔ علم کی پوچھئے تو کیا آسمانی باپ کا لیپا لک جاہل ہے۔ ہرگز نہیں پھر وہ کیوں گمراہ ہوا اور کیوں اس نے مخلوق خدا کو گمراہ کر رکھا ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ کسی کو پڑھا لکھا قابل دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ جو کچھ یہ کر رہا ہے صحیح ہے اور جو راہ اس نے اختیار کی ہے راہ راست ہے بالکل خام خیالی ہے۔ جن لوگوں نے مذہبی معاملات میں اپنی عقل اور سمجھ کو راہ نما بنا لیا ہے

اور باوجود کم علمی یا بے علمی کے علماء سے سروکار نہیں رکھتے، جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں وہ کبھی صراط مستقیم پر قائم نہیں رہ سکتے۔ معمولی لکھے پڑھے کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی غیر مذہب کے عالم وفاضل اور خوش بیان وخوش تقریر سے باتیں کرے۔ یہ علماء کا کام ہے۔ جو شخص حافظ سید علی میاں خان سے گفتگو کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنے علماء مستند سے مرزائی عقاید کے متعلق پوچھیں۔ علماء معتمدین میں سے اگر تسکین نہ ہو، تو دوسرے سے۔ لیکن جان بوجھ کر کسی ذی علم وقابل گمراہ سے بات چیت کرنی خطرناک ہے۔ آئندہ سے عموماً کل اہل اسلام اور خصوصاً مسلمانان شاہ جہان پور کو جو کچھ پوچھنا ہو، مولانا مولوی ابو یحیٰ محمد مدظلہ ومولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ واڈیٹر البرہان مولانا مولوی سید محمد میر اعظم شاہ صاحب مولانا مولوی محمد ریاست علی خان صاحب وغیرہ میں سے جس سے چاہیں مرزا قادیانی اور اس کے عقاید کے متعلق دریافت کرلیں۔ اور بس یہاں ایک اور بات کہہ دینے کے قابل ہے۔ سید علی میاں خان سے تو سمجھ دار مسلمان خود ہی علیحدہ رہتے ہیں لیکن ان چھپے رستم سے بہت ہی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جنہوں نے خدا کا خوف اور مخلوق کی شرم دل سے دور کردی ہے۔ بظاہر تو یہ کیفیت کہ گویا تلوں میں تیل ہی نہیں مسلمانوں کے پیچھے نماز بھی پڑھی جاتی ہے، ملنا جلنا، خلا ملا بھی ہے، لیکن باطن میں بظاہر خوش نما مگر کاٹے کا منتر نہیں۔ ہر وقت یہی فکر کہ کب موقع ملے اور کب چت کروں۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے۔ ہم مسلمانان شاہ جہان پور سے عموماً اور مولانا مولوی سید محمد نیاز احمد میاں خان صاحب اور مولانا محمد فخر الدین خان صاحب سے خصوصاً مستدعی ہیں کہ اس شخص کے مکروفریب سے مخلوق خدا کو بچائیں اور اچھی طرح مطلع کردیں کہ یہ دین میں فتنہ گر ہے۔ ہم نے اس مرتبہ بہت خیال کیا ہے، اگر آئندہ توبہ نہ کی، یا کھلے طور پر اپنے مرتد ہونے کا اقرار نہ کیا، تو ہم سارا بھید اور اخبار کی ساری حالت اور یہ امر کہ وہ کیسے جاری ہوا، کیوں جاری ہوا، اور کن کن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، سب قوم کے آگے رکھ دیں گے۔ دیکھو اب بھی باز آؤ، ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔

اے اسلام کے شیدائیو، اے پیارے مذہب کے عاشقو! ہوشیار ہو جاؤ اور ان مرتدوں کو اچھی طرح پہچان لو۔ یہ تمہاری تاک میں ہیں۔ کبھی ان سے خلا ملا نہ رکھو، جو کچھ پوچھنا ہو، اپنے علماء سے پوچھو۔ تم ان سے کچھ سروکار نہ رکھو۔ اگر خدانخواستہ تم ایسا نہ کرو گے اور باوجود کم علمی کے کسی مخالف ذی علم ومقرر سے گفتگو کرو

گے تو بہت نقصان اوٹھاؤ گے، اور پھر کسی کے بھائی، کسی کے لخت جگر، اور کسی کے عزیز، اپنے مذہب سے ہاتھ اوٹھا کر آسمانی باپ کے لیپا لک کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جائیں گے (خداوہ دن نہ لائے)

اب میں ایک ضروری بات کہہ کر اس مختصر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ضمیمہ شحنہ ہند مرزائی طاعون کے واسطے تریاق ہے۔ مسلمانو! اگر تم کو اپنے مذہب سے محبت ہے، اگر تم اسلام کے شیدائی ہو، اگر تمہیں مرزائی مذہب کی اشاعت ناپسند ہے، تو اوٹھو اور خوشی کے ساتھ ضمیمہ شحنہ ہند خریدو۔ جہاں تک ممکن ہو اس کی ترقی اشاعت میں کوشش کرو۔ پھر دیکھو کہ مرزائی مذہب کی اشاعت کس طرح بند ہوتی ہے۔ اگر تم بدل و جان ساعی ہو گے، تو انشاء اللہ بہت جلد کامیابی ہو گی۔ فقط۔ ر۔ ف۔ ہ۔ شاہ جہان پوری

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۵۔۷)

بقیہ: مراسلت مابین محمدی و مرزائی

اور یہ لکھا ہے کہ وہ صلیب پھر بنالیں گے اور خنزیر پھر خرید لیں گے، تو معلوم ہوا کہ جب حضرت عیسی کا نزول ہو گا تو کل جہان مسلمان ہو جائے گا، اور کل صلیبیں اور کل خنازیر قتل کر دیئے جاویں گے۔ جب صلیب و خنازیر جہان سے معدوم ہو گئے اور کل جہان مسلمان، تو پھر کون صلیب بنائے گا اور کہاں سے خنزیر آئے گا۔

قولہ: حضرت آدم سے لے کر رسول مقبول ﷺ تک جتنے نبی اور امام ہوئے، سب زمانہ کے علماء بغل میں آسمانی کتاب اور سر پر... رکھے رہے اور... رکھا رہے گا اور جو نبی اور امام نے کیا وہی صحیح ہوا۔

اقول: یہ سب درست ہے۔ اور بے شک اگلی امتوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر وہ لوگ برائے نام کتاب آسمانی کے پابند ہیں دراصل اون کو رد و بدل کر دینے میں اور جمہور کا اعتبار نہیں۔ یہی وجہ نبی ثانی کے آنے کی ہوتی ہے۔ مگر یہ اعتراض جب صادق ہوں جس وقت آپ ملہم صاحب کی امامت ثابت کر دیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ امت مرحومہ خصوصاً فرقہ اہل سنت کتاب آسمانی کے خلاف نہیں کرتے۔ پھر جو امام ہمارے دلائل شرعیہ کے خلاف کرے گا کیسے اوس کا قول راست ہو سکتا ہے۔ وہ مثل سید احمد خان کے مردود ہو گا اور چند جہلاء کے پیرو

ہو جانے سے ہرگز ایک شیطان امام نہیں بن سکتا۔

قولہ: میں نے تو اس واسطے لکھا تھا کہ اس نازک وقت میں حق ظاہر ہو جاوے۔

اقول: اچھے محسن بنے، اپنے ساتھ مجھ کو بھی چاہ ضلالت میں گرانا چاہا تھا۔

قولہ: میں نے یہ نہیں لکھا تھا کہ تم ردّ ومباحثہ شروع کر دو۔

اقول: مباحثہ سے اگر آپ حق پر ہیں تو اتنا پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ مگر سچ ہے جس کا پیر چند مرتبہ پشت دکھا چکا ہے اس کا مرید کیوں نہ گریز کرے۔

قولہ اور یہ لکھا کہ مرزا صاحب جاہل ہیں، یہ تو ہم جانتے ہیں اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اقول: جب مرزا کو جاہل جانتے ہو تو بیعت ترک کیوں نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر گمراہ بن گئے۔

قولہ کیونکہ جو جو صحابہ جب تک حضرت کو نہیں مانتے تھے تو آنحضرت ﷺ اون کو جاہل معلوم ہوتے تھے جب اون ہی صحابہ نے حضرت کو مانا تو سچا جاننے لگے۔

اقول: یہی دعوی پیروان مسیلمہ کذاب وغیرہ کا ہے، مگر صرف دعوی سے کام نہیں چلتا۔ لایئے آسمانی نشان مرزا قادیانی کا دکھایئے جیسا ہمارے فخر عالم دکھاتے تھے۔

قولہ اور مجھ کو تو جناب مرزا صاحب سمجھانے نہیں آئے، میں حق دیکھ کر بیعت ہوا ہوں۔

اقول: چچا صاحب یہی غرض ہے کہ وہی حق مجھ کو دکھا دیجئے تا کہ میں بھی بیعت کر لوں۔

قولہ: مجھ کو بھی اپنے دین کا بڑا خیال ہے۔

اقول: چچا صاحب مبارک مبارک، مگر یہ کیسے دین کا خیال ہوا۔ میری یاد میں کبھی آپ نے نماز نہ پڑھی۔ کیا دین کا ایسا ہی خیال تھا کہ ایک ملحد کی بلا دلیل شرعی پیروی کر لی۔

قولہ: میں نے تم کو اس واسطے لکھا کہ نماز پڑھ کر حق سے دعا کرو گے۔

اقول: چچا صاحب دعا میں اوس وقت کرتا کہ مجھ کو مرزا کا بطلان آیات واحادیث سے ثابت نہ ہوتا اور جب مجھ کو اوس پنجابی کا بطلان قطعی طور پر ظاہر ہو گیا، یہ دعا کرنا ایسا ہے جیسے میں دعا کروں کہ اللہ مجھ کو شیطان کی گمراہی میں شک ہے مجھے حق ظاہر کر دے، ایسی دعا سے ایمان جانے کا خوف ہے۔

قولہ: یہ تو میں نے نہیں لکھا کہ کتابوں کو نہ دیکھو اور ردّ ڈھونڈو۔

اقول، جب مجھ کو مرزا کی کتابوں کا بطلان ظاہر ہو گیا تو کیوں نہ اوس کی تردید دیکھو، اور کیا مذاہب غیر کی کتابیں دیکھنا منع ہے۔

قولہ: میں ردّ کو خوب جانتا ہوں اور کتابیں بھی ردّ کی جانتا ہوں۔

اقول: آپ علماء کی کتابیں بغور دیکھتے تو ایسی نافہمی نہ کرتے۔ غضب تو یہی ہوا کہ ایک طرف کے بیان پر ڈگری کردی اور دوسروں کا بیان نہ سنا۔ اور اپنے آپ کو لیاقت نہیں کہ ایک طرف کے مضمون دیکھنے سے حقیت اور غیر حقیت ثابت کر سکیں۔ لہذا آپ کو دونوں طرف کا مضمون دیکھنا فرض ہے۔

قولہ۔ یہود ونصاری وہنود اہل اسلام کا ردّ کرتے ہیں تو کیا دین اسلام ردّ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

اقول: سچ ہے، یہ الہام ہزار بار پائجامہ اتار کر رقص کرے اور اسلام کی تردید کرے مگر اسلام ردّ نہیں ہو سکتا۔

قولہ میرا جی اچھا نہیں ورنہ اور لکھتا، پھر لکھوں گا۔

اقول: آپ کا جی اچھا نہ تھا تو اتنے کفر کے کلمے بولے، اگر جی اچھا ہوتا تو نہ معلوم کتنا طوفان اٹھاتے۔ اور اب اگر لکھا تو ثبوت قوی دیجئے گا ورنہ ایسے بے ہودہ کلموں کا آئندہ جواب نہ لکھا جائے گا۔ باقی آئندہ

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۴ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۷۔۸)

مرزا جی عدالت میں

۱۲۔۱۳۔۱۴ اور ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ کو مرزا صاحب قادیانی کا مقدمہ ہوا۔ پہلے روز مستغیث مولوی کرم الدین جہلمی نے اپنا تتمہ بیان دیا کہ میری نسبت مرزا نے کذاب اور لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ کہے ہیں جن سے میری سخت حقارت ہوئی۔ یہ دعوی کتاب مواہب الرحمٰن پر ہے جو مرزا پر تو بطور مصنف ہے اور حکیم فضل الدین پر بحثیت مالک یا مہتمم مطبع قادیان کے۔ پیادے کے آواز دینے پر کہ مرزا غلام احمد حاضر ہے؟ سامعین کی آنکھیں لگ گئیں کہ یہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں۔ مرزا جی تو حاضر عدالت ہو گئے...

پہلا گواہ مستغیث نے بابو محمد علی ایم اے (مولوی) مرزا کے اڈیٹر کو گذارا جس کی شہادت اس امر کی

تھی کہ یہ کتاب مرزا جی کی تصنیف ہے یا نہیں؟ جس کا جواب بابو صاحب نے یہ دیا کہ میرے خیال میں یہ کتاب مرزا صاحب ہی کی ہے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ ضلع جہلم میں، جو مستغیث کا وطن ہے، یہ کتاب مرزا جی نے شائع کی یا نہیں؟ بابو صاحب نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں (کیوں بابو جی آیت قرآنی لا تكتموا الشهادة ، گواہی مت چھپاؤ، کے یہی معنی ہیں؟ مسیح موعود کی تعلیم کا یہی اثر ہے؟)

دوسرے گواہ مولوی تاج الدین صاحب اہلمد ضلع جہلم گذرے جن کی شہادت کا مطلب یہ تھا کہ مستغیث (مولوی کرم الدین) صاحب عزت وحیثیت رئیس ہے۔

تیسرے گواہ مولوی فاضل ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری گذرے۔ جن کی گواہی پر مرزا قادیانی اور مرزائی جماعت کو خاص نظر تھی۔ آپ نے مستغیث کی عالمانہ حیثیت کی گواہی دینے کے علاوہ الفاظ استغاثہ کی تشریح کی۔ خاص کر لئیم کے معنی کو واضح کر کے بتلایا کہ اس کے معنی ایک اخلاقی کمینہ کے ہیں جو تمام برائیوں کو شامل ہے۔ پھر عربی کا ایک شعر بھی سنایا۔ نیز مرزا جی اسی کتاب کے صفحہ ۵ پر دکھایا کہ یہی لفظ انہوں نے خود فرعون کی نسبت لکھا ہے جو مسلمانوں کے علاوہ تمام دینا میں ذلیل وخوار ہے۔

ان کے بعد مولوی اللہ دتا ساکن سوہل ضلع گورداسپور اور مولوی عبدالسبحان ساکن مسانڑیاں ضلع گورداسپور کی شہادت ہوئی اور مرزا قادیانی کے وکیل کو کہا گیا کہ جرح کرو۔ اس نے جواب دیا کہ آج میں تیار نہیں، کل جرح کروں گا۔ چنانچہ ۱۳۔۱۴۔۱۶ تاریخوں میں مستغیث پر جرح ہو کر ۱۵ دسمبر مقرر ہوئی۔

ایک لطیفہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کے وکیل نے اخبار کرزن گزٹ دہلی پیش کیا اور کہا کہ مولوی لوگوں کی کچھ عزت اور حیثیت نہیں ہوتی۔ دیکھئے یہ ایک نامی اخبار ہے جس میں مولویوں کی نسبت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں۔ اس کے جواب میں مستغیث نے کہا کہ یہ بھی مرزا ہے اور وہ (اڈیٹر کرزن گزٹ) بھی مرزا ہے۔ یہ دونوں علماء کو برا کہتے ہیں۔ ان دونوں کے سوا اور کوئی علماء کو برا نہیں کہتا۔ علاوہ اس کے اگر سب مولوی اس میں شامل ہیں تو مولوی نورالدین مولوی احسن امروہی مولوی عبدالکریم بلکہ خود مرزا صاحب بھی تو مولوی ہیں۔ تو کیا یہ بھی برے اور بے حیثیت ہیں؟ مگر ہمارے خیال میں کرزن گزٹ جن مولویوں کی مذمت کرتا رہا ہے وہ صرف مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے مولوی ہیں، اس لئے کہ اڈیٹر کرزن گزٹ ہمیشہ لکھتا رہا ہے کہ ہماری

مراد وہ مولوی ہیں جو دین فروش ہیں، نہ کہ متقی و صالح اور پرہیز گار جو حقیقی وارثان انبیاء کہلانے کے حقدار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائی پارٹی نے جب ان قرائن اور اشارات کو نہ سمجھا تو آخر اڈیٹر کرزن گزٹ نے ۲۳ اگست سنہ رواں کے پرچے میں مرزا کو کھلے لفظوں میں مباحثہ کا چیلنج دیا اور لکھا کہ لاہور آ کر مجھ سے مباحثہ کرلو، میں دو ہفتہ تک اس نوٹس کا انتظار کرونگا۔

تعجب ہے کہ ایسے صریح اور صاف قرائن کے ہوتے ہوئے بھی کرزن گزٹ کی تحریروں کو دیگر علماء کی طرف نسبت کررہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء کو جبکہ مقدمہ پیش تھا، مرزا صاحب بیمار ہو گئے تو وکیل نے عذر کیا کہ مرزا کو عدالت کے کمرے سے باہر ٹھہرنے کی اجازت ہو۔ جس پر حکم ہوا کہ باہر کچہری کے حلقے میں حاضر رہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لحاف لے کر پڑے رہے۔ ہماری یہی دعا ہے کہ خدا مرزا کو اختتام مقدمہ تک تو کم از کم بخیریت رکھے۔ (اہل حدیث امرتسر) (ضمیمہ شحنہ ہند ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۴۔۶)

رفعت اللہ اور شرافت اللہ کے مباحثے پر ریویو

مولانا شوکت اللہ مجدد السنہ مشرقیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شاہجہان پور کا یہ مباحثہ بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند ناظرین کی نظر سے گذرا، مگر خان صاحب محمد رفعت اللہ کی جانب سے اس لمبی چوڑی بے محل رام کہانی کا الزامی جواب مختصر سا ہے، جس سے خان صاحب معہ خود بدولت مرزا صاحب عرق خجالت میں غرق ہو کر تحت الثریٰ کو جاتے۔ شرافت اللہ خان کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ کا طبع زاد نہیں، بلکہ سب آورد اور بالکل نقل ہے۔ اور محاورات لاف و گزاف طعن وغیرہ میں مرزا جی کی تقلید کی گئی ہے۔ مرزا کے تکیہ کلام (اب جاننا چاہیے) (یہ بھی یاد رکھنا چاہیے) (یہ بڑا باریک نکتہ ہے) وغیرہ سے تمام تحریریں مملو ہیں۔ مرزا جی نقارے کی چوٹ کہتے ہیں: من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ مگر حاشیہ نشینان خود غرض نے اپنے مرغن حلوے مانڈے کی غرض سے مرزا جی کو منارہ شرقی پر چڑھا دیا ہے، اب اوتریں تو کس طرح۔ ناچار وہیں قیام پذیر ہونا پڑا۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب سے حلفاً تنہائی میں پوچھا جاوے تو خود منفعل ہیں۔ جب مرزا صاحب کا رتبہ اس کی اپنی تحریرات سے ایک فقیہ سے بھی کمتر ہے، تو جو کچھ بنتے

ہیں بامر مجبوری۔

شرافت اللہ خان صاحب کے عقاید مرزائی نہیں ہیں جو ذیل کی چند سطور سے ثابت ہو سکتے ہیں۔

اول آپ فرماتے ہیں (ایلیا نبی یعنی حضرت الیاسؑ کے آنے کی پیش گوئی جو ملاکی نبی کی کتاب باب ۴ آیت ۵ میں درج ہے اوس کی تصدیق حضرت عیسی انجیل متی باب ۱۱، ورس سات میں فرماتے ہیں اور اس واقعہ کی تصدیق کے لئے یہی کتب مقدسہ کافی ہیں) خان صاحب پر کہاں سے ثابت ہوا کہ ایلیا نبی کا صعود آسمان پر ہوا، جب صعود ہی ثابت نہیں تو آنا کیسا۔ ہاں مرزا صاحب نے اس کی تردید میں بہت کچھ ہاتھ پیر ہلائے، آخرش بغلیں جھانک کر رہ گئے۔ مرزا تاویلاً فرماتے ہیں کہ (جب حضرت ایلیا نبی اوپر اٹھائے گئے تو کسی بلندی پر پہنچ کر انہوں نے اپنا جسم عنصری چھوڑ دیا اور نیا چولہ پہن لیا۔ یہ جسم عنصری اوپر سے کپڑے کی چادر بنا کر زمین پر پھینک دیا، اوران کے شاگرد رشید الیسع نے اوٹھا لیا جو اس وقت موجود تھے۔ اور اس جسم عنصری سے جو بشکل چادر بن گیا تھا، چند معجزے بھی دکھلائے۔ یعنی وہی چادر دریا یردن پر ماری جس سے دریا شق ہو گیا، اور الیسع براہ خشکی پار اتر آئے۔ مگر وہ پوشاک جو ایلیا نبی کی بروقت صعود زیب تن تھی نہیں معلوم کیا ہوئی کیونکہ اس کا پتہ مرزا صاحب نے کچھ نہیں دیا۔ شائد کسی مقرب فرشتہ کے سپرد کر دی ہو کہ کسی آئندہ وقت کام آوے۔) ماشاء اللہ کیا خوب تاویل ہے۔ گو مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ ایلیا نبی آسمان پر اٹھائے گئے، عام موت سے مرکر زمین میں دفن نہیں ہوئے اور ان کا جسد عنصری چادر بن گیا۔ اور طرہ یہ کہ کاروائی ایلیا نبی کی اقتداری طور پر تسلیم کی نہ بحکم قادر مطلق، کیونکہ (چھوڑ دیا) اور (پہن لیا) سے صاف اقتدار پایا جاتا ہے، مگر حضرت عیسی کے لئے تین قبریں تجویز کی ہیں۔ ان کا صعود خلاف نیچر ہے۔ جب یہ امر خلاف سنت اللہ اور قانون قدرت (خود مرزائے قادیان) مان لیا تو نیچری اعتقاد جس پر مرزا صاحب کی عمارت رکھی گئی ہے سب کالعدم ہو گئی۔

اب رہی (کتاب مقدسہ)، اسکی نسبت خود تحریرات مرزا صاحب شاہد ہیں جن میں مولفوں کو احمق نادان جاہل ناخواندہ بتاتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسی نے خود یہ مجموعہ جمع نہیں کرایا، صرف فرقہ پروٹسٹنٹ و پولوسی اسے مانتے ہیں۔ اور بقول مرزا صاحب عیسی پیغمبر تو درکنار ایک معمولی مہذب شخص بھی نہ تھا۔ تعجب ہے کہ شرافت اللہ خان صاحب حضرت عیسی کے حواریوں کے اقوال کو، جن کی درگت مرزا صاحب اچھی طرح بنا چکے ہیں، بالمقابل اسلام حجت پکڑیں جن کی تحریفات کی بھی شہادت قرآن مجید میں موجود ہو۔ افسوس

ہزاروں کتابیں تحریفات کی ثابت کرنے والی موجود، اور خود شرافت اللہ خان اپنی تحریر میں مقر، یہ مرزا جی سے انحراف نہیں تو کیا ہے۔

دوئم، (شائد آپ کے نزدیک توریت وانجیل کی آیت آیت نہیں اور حضرت عیسی اور حضرت یحی کا قول حدیث نہیں)، خان صاحب کی اس عبارت نے تو کتب مقدسہ کی خود نفی کر دی۔ افسوس آپ کے کل معاونوں میں کسی کو نہ سوجھی کہ جب کلام الہی اور کتب مقدسہ کو مان چکے تو اب قول اور حدیث کیسی۔ کیا قرآن شریف میں بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں اور قول درج ہیں۔ اگر سب کچھ درج ہے تو سنت وحدیث نبوی کس کا نام رکھو گے۔ جب کہ انجیل اور توریت کو جو کلام خدا ہے حضرت یحی اور حضرت عیسی کا قول یا حدیث بنا دیا۔ پھر حضرت یحی کے قول سے انجیل کو کیا نسبت۔ کیا کوئی صحیفہ یحی کا بھی انجیل میں شامل ہے۔ اس سے تو جناب کی لیاقت طشت از بام ہو گئی۔ آپ تو خود توریت وانجیل کو نبیوں کے اقوال اور احادیث کہتے ہو۔

ہم آپ کے زعم کے مطابق انہیں اقوال ہی تسلیم کرتے ہیں مگر آپ یحی کا قول چاروں انجیلوں مروجہ حال میں سے نکال دیں کہ آنے والے ایلیا نبی کی خبر جو کتاب ملاکی نبی میں درج ہے (وہ میں ہی ہوں)۔ اگر آپ نہ دکھا سکے تو آپ کی یہ تحریر کہ قول یحی قول نہیں حدیث نہیں، خود آپ کو شرمندہ کر دے گی۔

آپ رفعت اللہ خان صاحب کو ہدایت فرماتے ہیں کہ (کتابوں میں دیکھ لو، پادریوں سے پوچھ لو) یہ تو ہمدردی نہیں کہ دوسرے کو اس قدر تکلیف میں ڈالا جائے۔ آپ کے پاس انجیل تو ضرور موجود ہو گی جھٹ نکال کر وہ ورس پڑھ کر سنا دیتے کہ دیکھو یہ قول یحی کا ہے۔ پس بحث ختم ہو جاتی۔ مگر جناب کو تو خود بھی معلوم نہیں کہ انجیل کے کس باب اور کس ورس میں قول یحی درج ہے۔

سوم: قرآن کریم پارہ، رکوع، سورت، آیت، سنت، حدیث یہ الفاظ تو مخصوص ہیں۔ دوسری آسمانی کتابوں پر آج کل مروج نہیں۔، کیونکہ جناب نے تو خود اپنی تحریر میں متی باب ۱۱، ورس سات تحریر کیا ہے۔ بڑی غیرت کی بات کہ آپ تجاہل عارفانہ سے عبارت کو بے محل طول دے کر آیت کی تشریح طلب کریں۔ عبرانی لاطینی یونانی سے جو ترجمہ ہوئے ان میں لفظ ورس موجود ہے، تو صرف اس شک کو رفع کرنے کے لئے بقول خود کیوں آپ نے عزیز وقت ضائع کیا۔

چہارم: یہ اعتراض کہ (پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بعد ازاں درود و حمد لکھ کر مطلب شروع کر دیا) اس کا جواب جو رفعت اللہ خان صاحب نے دیا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ایک پرچہ بطور سوال و جواب تھا، کوئی استفتاء نہ تھا کہ با قاعدہ اور بے قاعدہ کا جرم رفعت اللہ خان صاحب پر لگایا گیا، اور یہودی علماء سے مشابہت پیدا کی گئی۔ اگر یہودی مشابہت ٹھیک ٹھاک ثابت کرنی چاہتے ہیں تو وہ آپ کے حکیم الامت مخزن الحدیث کی تحریر سے عیاں ہے کہ یہودیت کس میں ہے۔ خاص اپنے استاد کو خط لکھا، جو ضمیمہ میں مع جواب الجواب شائع ہوا۔ اسے بنظر انصاف وصدق نیت ملاحظہ فرماویں، تب دوسروں کو یہودی بتائیں۔ مگر آپ ماشاء اللہ افغان ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر آپ یہ کہاں سے ثابت کریں گے کہ قوم یہود سے کون کون ہیں اور مغل تاتاری کس نسل سے ہیں کیونکہ بقول مرزا صاحب (ساڑھے دس قومیں جلاوطن ہو کر انہیں کوہستان میں آن کر آباد ہوئی ہیں)۔ اول خویش بعدہ درویش۔ آپ حکیم الامت صاحب کی خدمت میں عرض داشت بھیجیں اور دریافت فرمائیں کہ یہ طریقہ جو آپ نے اپنے اوستاد کو خط لکھتے ہوئے اختیار کیا، کیسا ہے۔

پنجم۔ یہ جو فرمایا ہے کہ (کسی کتاب کو سامنے رکھ کر اس سے نقل کرا لیتے)۔ جی ہاں یہ عادت تو آپ کے زمرہ کی ہے کہ وہی راگ الاپا جو صدہا مرتبہ کیا، ہزارہا مرتبہ مرزا صاحب کے دل و دماغ سے نکل کر صفحہ قرطاس پر آ چکی ہیں، وہی ہمیشہ نقل ہوتی ہیں۔ عیاں راچہ بیان۔

ششم: (حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کے نام پر ؑ کا حرف بنا دیا۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا)۔ ہاں جناب اس کا مطلب آپ کی سمجھ میں کیوں آنے لگا۔ (باقی باقی) (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ یکم دسمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۵ جلد ۲۱ و ۲۳ ص ۶۔۸)

دروغ گورا حافظہ نباشد

مرزائی اخبار البدر کی پیشانی پر یہ شعر لکھا ہوتا ہے:

اے جہان منتظر خوش باش کامد دلستان
آن مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ آخری زمانہ کے آخری مسیح و مہدی ہیں۔

مگر بخلاف اس کے مرزا صاحب تحریر کر چکے ہیں کہ ممکن ہے میرے بعد اور بہت سے مہدی آئیں ۔اس سے ثابت ہوا کہ مرزا جی وجدانی طور پر اپنے آپ کو مہدی موعود و مسیح منتظر نہیں جانتے ۔ چنانچہ ہمارے سامنے نور الدین بھیروی نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ ہم نے محض نصاری کے مقابلہ کے واسطے مرزا صاحب کو مسیح بنالیا ہے، مگر در حقیقت یہ مسیح منتظر نہیں ہیں۔

لیکن نادان مریدوں نے جو بانس پر چڑھایا، تو مرزا صاحب کو بھی بخیال مفاد دنیاوی ان کی تقلید کرنی پڑی، اور اپنے اقوال کے خلاف مسیح و مہدی تو کیا، مسئلہ تناسخ کا پہلو لے کر اپنے کو، نقل کفر کفر نہ باشد، خاتم الانبیاء کا اوتار بنا دیا۔ یہ تو کوئی بات نہ تھی کہ اپنے کو مہدی و مسیح بنالیا تھا کیونکہ جیسا ادبار کا یہ زمانہ تھا اوسی کے موافق بحکم جیسے منہ ویسے تھپڑ، ویسا ہی مسیح الدجال مہدی الی النار شیطانی دلوں کی اتباع کے واسطے مبعوث ہوا۔ مرزا و حوارین تحریر کے وقت بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اپنی تحریرات سابقہ کو مدنظر نہیں رکھتے ۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد، کسی پچھلے پرچے میں متعلق پیش گوئی عبداللہ آتھم این جانب کی طرف سے دس روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا، مگر حق کے سامنے باطل کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی ہر ایک تحریر باہم مخالف ہوا کرتی ہے۔ ابو المنظور محمد عبدالحق (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱)

خان صاحب محمد علی خان

خلف غلام محمد خان آنجہانی اور خطاب نواب صاحب بہادر

البدر ۳۱ جولائی میں کسی جگہ بذیل ذکر خاں صاحب مذکور لکھا ہے۔

الحمدللہ کہ نواب صاحب بہادر دام اقبالہ ۔،

اس جگہ یہ بات دریافت طلب ہے کہ آیا خان صاحب مذکور کو نواب صاحب بہادر گورنمنٹ کی جانب سے یا ریاست کوٹلہ مالیر کے کواغذ سرکاری میں، جہاں کے آپ رئیس ہیں، لکھا جاتا ہے یا نہیں ۔ اور آپ اس خطاب کے واقعی مستحق ہیں یا نہیں ۔ اگر ہیں تو البدر کوئی نظیر پیش کرے ۔ اگر نہیں ہیں تو کیوں ایسا لکھا گیا ۔شاید یہ امر پبلک پر ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں میں بعض نواب بھی ہیں جو

بمنزلہ شاہوں کے ہیں۔ چلو بادشاہوں کے حاضر آستانہ مرزا صاحب ہونے کے پیش گوئی پوری ہوگئی۔

نہیں نہیں، جیسے مرزا صاحب مہدی و مسیح خیالی و جعلی ہیں، ایسے ہی غالباً یہ خطاب خان صاحب کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ امید کہ صاحب البدر اسکے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ خامہ فرسائی فرمائیں گے۔

ابوالمنظور محمد عبدالحق۔ (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۲)

تقلید روافض

البدر مطبوعہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۳ء میں متعلقہ تفسیر قرآن، مرزا صاحب قادیانی کو ایسا ہی امام لکھا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ و خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

روافض کی شاگردی کی برکات سے امام کو نبی مانتے ہیں گویا ختم نبوت سے منکر ہیں۔ اسی واسطے مکاشفہ میں آنحضرت ﷺ نے شاہ ولی اللہ کو روافض کے مذہب کے بطلان کا ارشاد فرمایا تھا۔ مگر اتنا فرق رہے کہ روافض نے فقط لفظ امام تراشا تھا، مگر مرزا صاحب نے بالتشریح واضح کر دیا:

گر پدر کار خود تمام نکرد
پسر او را تمام خواہد کرد

و السلام علی من اتبع الھدی۔ ابوالمنظور محمد عبدالحق (ضمیمہ شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲)

غلط الہام

مرزا صاحب قادیانی کا ایک مطول خط الحکم ۱۷۔ اکتوبر میں بجواب خط مولوی اصغر علی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور شائع ہوا ہے جس میں مرزا صاحب کو اطلاع دی گئی تھی کہ آپ کی کتاب حمامۃ البشری کے بعض مقامات میں صرفی نحوی یا عروضی غلطی ہے اور نیز بعض مضامین یا فقرات یا اشعار چرائے گئے ہیں۔

مرزا صاحب اپنی ضعف پیری، بیماری، کثرت اشغال وغیرہ مجبوری کی وجوہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان حالات میں ایسے اور اس قدر تصنیف کر لینا غنیمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس طور کی تحریروں میں کوئی صرفی نحوی غلطی رہ جائے، تو بعید کیا ہے۔ مجھے کب یہ دعوی ہے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ ان کم فرصتوں اور اس قدر جلدی میں جو کچھ قلم سے گذر جاتا ہے میں اس کو خدا تعالی طرف سے سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر غلطی ہے تو میرے نفس کی وجہ سے ہے۔

غرض مرزا صاحب قادیانی نے مان لیا ہے کہ ان کی تحریریں غلطیوں سے پاک نہیں ہوتیں۔ اس پر بھی انہیں الہامی تحریریں کہتے ہیں۔

اڈیٹر۔ جب الہام غلط ہوا، تو نبوت اور اس کا دعوی بھی غلط ہو گیا۔ مرزا جی کو چکھوتیاں یہ اقرار کیوں کرنے دیں گی، اور چیلے اپنے گرو سے اب بھی منحرف نہ ہوں گے اور اسے نبی ہی مانیں گے۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۲)

بقیہ: رفعت اللہ و شرافت اللہ کے مباحثے پر ریویو

اس کا مطلب تو وہ سمجھے جو انبیاء علیہم السلام کے نام کے بعد متبرک لفظ (سلام) کو غصب کر کے اس میں علیہ الصلوۃ ایسے شخص کے توصیفی ناموں اور مفروضہ لقبوں کے بعد لگا دیں جو خود مقر ہوں کہ:

من نیستم رسول، ونہ آوردہ ام کتاب

تو بے چارے اہل اسلام کیا کریں۔ آزادی جو ہوئی جس کا جو جی چاہے کسی کا مال لوٹ کر مرزا صاحب قادیانی کے خزانہ میں داخل کر دے۔ اور اگر باز پرس کی جائے تو گالیوں کی وہ بوچھاڑ کہ الامان الامان، سامنے کون آوے۔ چونکہ اہل اسلام صلح پسند ہیں ڈر گئے، صرف حرف عین کا اشارہ کرنے لگے۔ اس پر بھی صبر نہیں۔ نہیں چاہتے کہ سوائے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے کوئی اور مستحق بنے۔ اب فرمائیے یہودیت کس میں پائی جاتی ہے۔ منکر اسلام آپ ہوئے یا رفعت اللہ خان صاحب، ۔ جب آپ نے نیا نبی گھڑ لیا اور انبیاء کے کل اعزازی اور مختص کلمے اون کو عطا کر دیئے، تو اہل اسلام کے پاس کیا چھوڑا۔ اور پھر تعرض۔

ہفتم: رفعت اللہ خان صاحب کے فقرہ (اگر کسی کو دعوی ہو تو آیت یا حدیث صحیح قابل اعتبار سے ثابت کیا جاوے) پر بھی بہت لے دے کی ہے۔ ذرا انصاف تو کیا ہوتا کہ جملہ (قابل اعتبار) بعد حدیث کیوں لگایا گیا۔ موجد اور بانی مبانی تو اس کے جناب کے مجدد و مرسل من اللہ اور اعتراض اہل حدیث پر۔ مرسل من اللہ صاحب فرماتے

ہیں (ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض ومخالف قرآن وسنت نہ ہو، تو خواہ کیسی ہی ادنی درجہ کی حدیث ہو اوس پرعمل کریں)۔

جناب قابل اعتبار کی لـم کس نے لگائی۔ تمام صحاح کی حدیثیں خواہ وہ کیسی ہی اعلی درجہ کی ہوں، اور ثبوت بھی رکھتی ہوں، اور تیرہ سو برس سے تمام علماء اور مجتہدین ومجددین انہیں پر عمل کرتے چلے آئے ہوں، مگر چودھویں صدی کی روشنی میں اون کے عیوب حسب تفسیر حکیم الامت (نور الدین) صاحب اب ظاہر ہو گئے ہوں (جو قبل ازیں عرصہ تک اہل حدیث کے خوشہ چین رہ چکے ہیں) قابل حجت نہیں۔ اور ادنی درجہ حدیث جس کی تطبیق قرآن وسنت سے اب حکیم الامت نے بزعم خود قادیان میں بیٹھ کر فرما دی ہو، وہ قابل عمل کیونکہ مرزا صاحب نے یہ عطیہ خاص حکیم الامت صاحب کو ہی تفویض کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں (جہان کی تفسیریں حکیم الامت کے دماغ میں کوٹ کوٹ تہ بتہ بھر دی ہیں۔ جماعت جدیدہ کا فرض ہے کہ اسی کو تسلیم کرے۔ باقی کل احادیث میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں، جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں کیونکہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں یہی حال فقہ حنفی کا ہے)

کیوں شرافت اللہ خان صاحب اب بھی قابل اعتبار کے معنی سمجھے۔ جتنے مجدد گذر چکے وہ تو کالی کوٹھڑی میں خداوند عالم نے بٹھا رکھے تھے اور تھے بھی ادنی درجہ کے، اون کو احادیث نبوی کی صحت اور مصنوع سقم کس طرح معلوم ہوتی۔ وہاں روشنی تو تھی ہی نہیں، اب زمانہ روشنی کا آیا تو یہ تمغہ حکیم الامت صاحب کو ابن اللہ نے عطا فرمایا۔ کیونکہ اون کو خود ان کی فرصت کہاں، کہ حدیثوں کو روشنی میں لا کر دیکھیں۔ تمام مرزائی امت جو بزعم مرزا قادیانی دو لاکھ ہیں، اون میں سے صرف صحیح اور قابل اعتبار تمغہ حکیم الامت کو عطا ہوا ہے باقی صفر۔ زیست خود قابل اعتبار نہیں۔ مرزائیو اب وقت ہے، نائب حکیم الامت کے لئے عرض داشت پیش کرلو، ورنہ بعد میں کف افسوس ملتے رہ جاؤ گے کیونکہ:

ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سر فغفور کو

مرزا صاحب قادیانی، مولوی عبداللہ صاحب چکرالوی کو نصیحت فرماتے ہیں (حدیثوں کی نفی سے قرآن کریم کی نفی لازم آتی ہے)۔ یہ نصیحت صرف اپنی مطلب براری کے لئے ہے کیونکہ مرزا صاحب کی ذات کی نفی بھی ساتھ ہی ہوتی ہے۔ جو طریقہ زمانہ روشنی اور آزادی بمقابل مرزا صاحب، مولوی عبداللہ صاحب چکرالوی نے

اختیار کیا ہے، اس کو مرزا صاحب در پردہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اہل حدیث پر ڈالتے ہیں اور اہلحدیث کے حامی بنتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ہماری قلعی نہ کھلے۔ ان کو تو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں کیونکہ چکرالوی صاحب نے یہ دام مرزا صاحب کی نبوت کے خاتمہ کے لئے بچھایا ہے۔ چند روز میں مرزا صاحب سے سوال ہوگا کہ جب کل احادیث میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتی ہیں، تو فرمایئے آپ کی بغل میں کیا ہے۔ اگر قرآن کریم ہے، تو اوس میں دکھلایئے کہ ایک شخص تاتاری النسل مقیم پنجاب چودھویں صدی میں بہمہ صفت موصوف ملقب بمہدی وعیسی وختم الرسل پیدا ہوگا جس کی شان میں ہے:

زندہ کردی دین احمد بلکہ احمد مصطفیٰ
زندہ کردی نور قرآن بلکہ جملہ انبیاء

جب مرزا صاحب کے پاس اس کا جواب سوائے صفر کے کچھ نہیں تو فرمایئے اب باقی کیا رہ گیا۔

مرزا صاحب کے بال و پر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے ایک ہی سوال سے کٹ گئے۔

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی بڑے عالی دماغ اور تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔ اونہوں نے جب دیکھا کہ کسی ڈھنگ سے مرزا صاحب قادیانی قابو میں نہیں آتے، تو یہ نیا جال گوندھا ہے، اس سے مرزا صاحب کسی صورت سے بچ نہیں سکتے۔ اہل حدیث مولوی عبداللہ چکڑالوی کی چال ملاحظہ فرمالیں کہ صرف بقول (اسپ و پیادہ پیش کن وپیل گشت مات) کا معاملہ باقی رہ گیا۔ من خوب مے شناسم پیران پارسارا۔ (باقی آئندہ۔)

راقم: قاسم علی خان ہیڈ کلرک دفتر سرہند نہر لودہانہ۔ (ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱و۲۳۔ ص ۲۔۴)

مرزائی مقدمات

۱۲ نومبر ۱۹۰۳ء کو وکیل ملزمان نے کل گواہان مستغیث پر جرح کو محفوظ رکھنا چاہا، لیکن وکیل مستغیث کے عذر پر عدالت نے حکم دیا کہ یا تو جرح شروع کرو، ورنہ پھر جرح کرنے کا موقع بعد قرارداد فرد جرم ملے گا۔ اس پر وکیل ملزمان نے کہا کہ میں آج تیار نہیں، کل جرح شروع کرونگا۔ عدالت نے حکم دیا کہ کل کا

خرچہ گواہان ملزمان کو دینا پڑے گا۔وکیل ملزم نے سرجن کا سرٹیفیکیٹ پیش کیا جس میں تصدیق بیماری فضل دین صاحب کی تھی اوراس کی حالت خطرناک ظاہر کی گئی تھی۔عدالت نے اجازت دی کہ حکیم فضل الدین کورخصت کردیا جائے اوراگروکیل ذمہ داری لیتا ہے تواسکی طرف سے بھی جرح کرے۔وکیل نے ذمہ داری نہ اٹھائی عدالت نے حکم دیا کہ مرزاغلام احمد ملزم کی طرف سے جرح شروع کی جائے چنانچہ مستغیث پر خواجہ کمال الدین صاحب ملزم نے جرح شروع کی جو ۱۳ نومبرکو ختم نہ ہوئی۔۱۴ نومبرکو بھی ہوتی رہی۔۱۵ نومبرکو تعطیل تھی۔ ۱۶ نومبرکو جرح ختم ہوئی۔مرزاجی چار دن حاضر عدالت رہے۔

مرزا صاحب نے اثنائے جرح میں اپنے عقاید تحریر کردیئے تاکہ مستغیث سے دریافت کیا جاوے کہ اس کے مقابل اس کے عقاید کیا ہیں۔مولوی (کرم الدین) صاحب مستغیث نے اپنے عقاید بالمقابل لکھوادیئے۔ہردوفریق کے عقائد بعد میں نقل کرکے اخبار میں اشاعت کے واسطے ناظرین کی دل چسپی کے لئے بھیج دیئے جاویں گے۔

مقدمہ کی آئندہ پیشی کی تاریخ ۱۵ دسمبر۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔اس تاریخ کو باقی گواہان استغاثہ کی شہادت ہوگی۔اوردیگر مقدمات جو مرزائیوں کی طرف سے مولوی صاحب پر دائر ہیں ان کی تاریخیں حسب ذیل مقرر ہیں۔مقدمہ نمبر ایک مستغیث بنام مولوی کرم الدین صاحب ۴۲۰ تعزیرات ہند ۲۶ نومبر۱۹۰۳ء۔ مقدمہ نمبر۲ فضل الدین مستغیث بنام مولوی صاحب ..تعزیرات ہند ۲۶ نومبر۱۹۰۳ء، مقدمہ نمبر۳ یعقوب علی تراب بنام مولوی صاحب ۔۲۷ نومبر۱۹۰۳ء

اڈیٹر: مرزاجی نے اپنے عقائد کے اظہار میں ضرور تقیہ کیا ہوگا لیکن ان کی کتابیں تو موجود ہیں جو عدالت میں یقیناً پیش ہوں گی۔ہم پھر کہتے ہیں کہ مصالحت ہوجانی چاہیے۔فریقین اپنی اپنی موچھیں نیچے کرلیں ورنہ انجام دونوں کے لئے خراب ہے۔اورآسمانی باپ کے لیپا لک کے لئے تو عدالت کی حاضری اور کاروائی بہت ہی سبکی کا باعث ہے۔مقدمہ دائر کرنے کا الہام آسمانی باپ نے نہیں کیا تھا..یہ شیطانی تھا۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر۱۹۰۳ء۔نمبر۴۶ جلد ۲۱و۲۳۔ص۴۔۵)

مرزا جی کی نبوت پر مرزائیوں میں مباحثہ

پہلا مرزائی: کیا آپ کو باوصف احمدی ہو جانے کے حضرت اقدس علیہ السلام (مرزا) کی نبوت میں کچھ شک ہے

دوسرا مرزائی: ہاں میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کو اپنا پیشوا اور بزرگ سمجھتا ہوں مگر ان کو نبی سمجھنا ایک مشکل اور نازک مرحلہ ہے۔

پہلا مرزائی: اس اشکال اور نازک مرحلہ کا اتا پتا کھولئے۔

دوسرا مرزائی: اتا پتا کیا معنی، پہلے ہی بال کی کھال اور ہنڈی کی چندی نکل چکی ہے، مگر اندھوں کو کیا سوجھے، اور مادر زاد بہرے کیا سنیں۔

پہلا مرزائی: آپ سوانکھے اور دانا بینا ہیں تو کیوں نہیں بتاتے سکھاتے سجھاتے۔ بصر اور سمع اور قوت ناطقہ کس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔

دوسرا مرزائی: نبوت ختم ہو چکی، اگر خدا نے آپ کو آنکھیں دی ہیں اور آپ لکھے پڑھے ہیں تو قرآن میں آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا مرزائی: ہم لوگ زیادہ تر عقل کے پیرو ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں موضوع ہو گئی ہیں۔ اور جب حدیثیں موضوع ہو گئی ہیں تو از روئے عقل و قیاس و مشاہدہ ممکن ہے کہ قرآن میں بھی آیات کا الحاق ہو گیا ہو۔ آیت ختم نبوت کچھ گڈمد اور بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے۔ بھلا ابوۃ کی نفی کو ختم رسالت سے کیا تعلق ہے۔ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ ماریئے گھٹنا پھوٹے بے پتلی کی آنکھ۔ یہ تو قرین قیاس ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی کے باپ نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ رسول ہیں، مگر اس آیت میں خاتم النبیین کا پوّ ایاروں نے لگایا ہے۔ اتنا ٹکڑا ضرور الحاق کیا گیا ہے کیونکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ قیامت تک پیغمبر عرب جیسا کوئی نبی پیدا نہ ہو۔ اور حمقاء کے نزدیک اس کی نظیر پیدا کرنے سے خدا بھی عاجز ہو جائے جو خود فرماتا ہے کہ وان من شیء الا عندنا خزائنہ۔ یعنی ہمارے پاس ہر شئی کے خزانے موجود ہیں۔ پیغمبر عرب بھی شے من الا

شیــــاء ہیں۔ پھر خدا کو کیا ضرورت تھی کہ پیغمبر عرب کے پیدا کرنے کے بعد اپنا خزانہ خالی کر کے نادار ہو جاتا، اور اپنے کوٹھی کٹھلے کا دیوالہ نکال بیٹھتا، کیونکہ خدا کے پاس جب رسالت ہی نہ رہی تو رہا کیا۔ ننگا ناچے اجاڑ میں ہے کوئی کپڑے دے۔ ایسے مفلس اور نادار خدا سے تو ہمارے ملک کے پڑچونئے بہت اچھے ہیں اور بفرض محال لفظ خاتم النبیین الحاقی نہ سہی، الہام اور وحی سہی، مگر اس سے قیامت تک ختم نبوت کیونکر لازم آئی۔ الــنبییــن میں الف لام عہد ذہنی کا ہے، یعنی پیغمبر عرب ان انبیاء کا خاتم ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں، نہ کہ قیامت تک آنے والے انبیاء کا۔ کیا وجہ ہے کہ خدا تعالی کسی نبی کو خاتم نہ بنائے، نہ کتب مقدسہ توریت انجیل زبور میں ایسا نادر شاہی حکم صادر کرے جیسا قرآن میں صادر کیا۔ کیا دوسرے اولوالعزم انبیاء اس کے بھیجے ہوئے نہ تھے ۔ یا ان پر جو کتابیں اتریں وہ الہامی نہ تھیں۔ ان میں کیا کھٹا تھا اور پیغمبر عرب میں کیا میٹھا۔ نبی نبی سب ایک ،ایک قسم کی روٹی کیا پتلی کیا موٹی۔ تم کہتے ہو کہ قرآن میں ناقض اور اختلاف نہیں اور خود قرآن عدم اختلاف کا مدعی ہے لو کا ن من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً لیکن خاتم النبیین کے معنی اگر یہی ہیں جو تم سمجھے بیٹھے ہو، تو آیت لانفرق بین احد من رسلہ ، خاتم النبیین کی صریح نقیض ہے، کیونکہ جب تم نے پیغمبر عرب کو تمام گزشتہ اور آئندہ انبیاء کا خاتم مان لیا، تو انبیاء میں تفریق کر دی۔ یعنی یہ نعمت غیر مترقبہ اور موہبت لا ثانی صرف پیغمبر عرب کو ملی دوسرے انبیاء اس سے محروم رہے۔ ایسا عقیدہ وہی شخص رکھ سکتا ہے جس کے سر میں گدھے کا بھیجا ہو۔ بات یہ ہے کہ نہ صرف ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا بلکہ ہر انسان اپنے سے پہلے انسانوں کا خاتم ہے۔ یعنی جو صفات اور تشخصات اس میں موجود ہیں وہ دوسروں میں نہ تھے ۔ پس ہر شخص فی نفسہ خاتم ہے، پیغمبر عرب کی کچھ تخصیص نہیں۔ دوم، خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں اور مہر ہر کاغذ کے ختم پر لگائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس قدر انبیاء پیغمبر عرب سے پہلے گزرے، آپ سب کے اخیر اور سب کے بعد آئے ہیں۔ اس سے یہ کہاں آیا کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ ایسا عقیدہ بالکل کفر ہے جو خدا کی صفت خلاقی کو مٹاتا ہے۔ اس سے توبہ کیجئے۔

دوسرا امر زائی: آپ کی اس طویل داستان اور ملحدانہ بیان سے جو مورث دردسر ہے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ در اصل خاتم النبیین کے معنی ہی نہیں سمجھے، جو آنحضرت ﷺ کے معرض مدح میں ہے۔ خاتم النبیین کے معنی سب

سے آخر کے نہیں ہیں، اور نہ اس معنی میں آپ کی مدح ہوسکتی ہے۔قابل مدح اولیت ہے نہ کہ اخرویت۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اول البشر آدم کو تمام انبیاء پر فضیلت ہو۔ بلکہ خاتم النبیین کے معنی متمم و مکمّل رسالت کے ہیں جیسا کہ بیضاوی نے تحت آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شیء علیما لکھا ہے۔ای من یلیق بان یختم به النبوة ۔یعنی خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ ختم نبوۃ کی لیاقت وصلاحیت کون رکھتا ہے۔ یہ صلاحیت بجز آنحضرت ﷺ کے دوسرے انبیاء میں نہ تھی اور آپ نے حدیث میں اس آیت کی گویا خود تفسیر فرمادی.. بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ۔یعنی میں صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ انسانی اخلاق کو کامل کروں۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ قرآن میں الحاق ہوگیا ہے، تو مذاہب اسلام میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ یہ خرق اجماع ہے۔ بلکہ میں بے خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے مذاہب میں سے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن مجید میں الحاق ہوگیا ہے۔جیسا منزل من اللہ ہے ویسا ہی آج تک چلا آتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ ورنہ کتب محرفہ اور قرآن مجید میں کچھ فرق نہ رہے گا، اور نہ اہل اسلام اور خود حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ انجیل میں تحریف ہوگئی ہے۔ اور جب آپ الحاق کے قائل ہیں، تو حضرت اقدس کے دائرہ بیعت سے خارج ہیں کیونکہ وہ اپنے کو مجدد اسلام بتاتے ہیں، نہ کہ محرف ومرمم اسلام۔ نہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں الحاق ہوگیا ہے۔آپ کا یہ فرمانا کہ خدا نے پیغمبر عرب ﷺ کو کیوں خاتم النبیین بنایا، خدا کی حکمت وقدرت میں دخل دینا اور اس سے باز پرس کرنا ہے۔ حضرت اقدس (مرزا) سے بھی ایسی باز پرس ہوسکتی ہے کہ منجملہ ۳۳ کروڑ مسلمانان دنیا کے خدا نے انہیں کو کیوں بروزی نبی بنایا۔ الغرض آپ کے اصول اسلام کے خلاف ہیں۔ ہاں آپ اسلام سے خارج ہوکر ایسے اعتراضات کر سکتے ہیں۔انہیں خرافات نے ہم کو اسلامی پارٹی میں بدنام کردیا ہے۔فقط

راوی۔اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ خود مرزائی مرزا جی کی نبوت میں مذبذب اور مشکک ہیں۔

(ضمیمہ اخبار شحنۂ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۵۔۷)

مرزا جی کی غلط کاری

مرزا جی کی بڑی بھاری غلطی یہی ہے کہ قرآن و حدیث کے بعض ان نصوص سے (نہ کہ کل نصوص سے) جوان کے مطلب کے موافق ہوں، اپنا دعوی ثابت کرتے ہیں اور تاویلات رکیکہ سے جوتیوں سے کان گانٹھتے ہیں۔ جب وہ بروزی نبی ہیں تو جیسے دوسرے انبیاء ویسے ہی وہ بھی، اور جیسے دوسرے انبیاء کے صحف ہیں، ویسے ہی ان کے الہامات بھی۔ پس وہ دوسرے انبیاء کے حریف اور کلہ توڑ جواب ہیں۔ انہیں قرآن و حدیث سے استدلال کرنے اور ان سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کیا ضرورت۔ قرآن سے تاویل کرنا اور آیات مقدسہ کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کے موافق چپکانا، کوئی خوش عقیدت مرزائی ہرگز پسند نہ کرے گا۔ کوئی دباؤ کا کولہو نہیں، کوئی دباغت کا شکنجہ نہیں، کوئی تعزیر کی چکی نہیں جس میں مرزا جی کو اپنے پیلے جانے، پیسے جانے کا خوف ہو۔ کوئی پھانسی نہیں، کوئی سولی نہیں، جس پر کھینچے جانے کا دھڑکا ہو۔ آزادی کا زمانہ ہے۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑا ہے۔ پس یہ بوداپن اور حیز پن مسیح موعود اور امام الزمان اور برازی نہیں، بروزی نبی کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن کوئی پہیلی نہیں جس کا اتا پتا بتانے کی ضرورت ہو۔ قرآن کوئی چیستان اور معمے نہیں جس کے حل کرنے اور تاویلات چھانٹنے کی حاجت ہو۔ اس کی شان تبیانا لکل شئی اور تفصیل کل شیء اور بیان للناس ہے۔ پس جب تک مرزا جی قرآن کو طاق نسیان پر نہ رکھ دیں گے، اپنے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ اگرچہ دل سے تو انہوں نے ایسا کیا ہے مگر یہ دکھانے کو کہ میں اسلامی مجدد اور نبی ہوں کھلم کھلا اقرار کرتے ہوئے قوت ناطقہ لڑکھڑاتی ہے، کیونکہ ان کو اپنے خام کار چیلوں پر ابھی پورا اعتماد نہیں، ان پر ابھی گہرا رنگ نہیں چڑھا کہ ان سے سرخرو ہوں۔ یہ سیہ روئی کا ڈر جاتا رہے۔ ایک بگلا بھگت منافق مرزائی اکثر ہماری خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ شیر نیستان تجدید کا شاگرد بھی ہے۔ برملا کہتا ہے کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نبی نہیں ہیں، نہ ہم ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں مجدد ہیں۔ ہم نے کہا کہ وہ تو اپنے کو نبی اور رسول کہتے ہیں اور آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی اور یأتی من بعدی اسمه احمد کا نزول اپنے حق میں بتاتے ہیں، تو یہ یہودی منافق جواب دیتا ہے کہ یہ انکے اجتہاد کی غلطی ہے یعنی ان الشیاطین

لیـو حـو ن الی او لیاء ھم کے مصداق ہیں۔اس سے صاف ثابت ہے کہ سینکڑوں مرزائی اور بھی ایسے ہوں گے جو مرزا جی کو صرف ابن آلنقوا سمجھتے ہوں، نہ کہ بروزی نبی اور آسمانی لیپا لک۔ یہ لوگ مرزائی نہیں ہیں بلکہ مرزا جی کے یہودی منافق ہیں۔دم کاٹ کر اور سم جھاڑ کر ان کو قادیان سے بارہ پتھر باہر کر دینا چاہیے۔اگر مرزا جی اسلام سے علیحدہ ہو کر اپنا جدا گانہ پینتھ قائم کرنے کا اعلان دیتے تو مزے میں رہتے اور ہمارے علماء ومشائخ کو ان کا تعاقب کرنے اور تکفیر کے فتوے دینے کی کچھ ضرورت نہ ہوتی۔ چونکہ مرزا جی نے خلاف جمہور اسلام قرآن میں تاویلیں کیں، لہذا ان سے مواخذہ کیا گیا۔اس میں بھی مرزا جی کو فائدہ ہی ہوا۔ بجائے سولی پر چڑھنے کے شہرت کے بانس پر چڑھ گئے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

بددعا

قادیانی مرزا جی کا فطری جوہر ہے کہ دنیا میں کوئی حادثہ ہو، کوئی مرے، طاعون آئے، ہیضہ آئے، مگر سب ان کی بددعا سے آتا ہے۔اور اگر حادثہ خود ان پر آئے، کوئی مرزائی مرے، کوئی عزیز قرین فوت ہو، وہ خود ذیابیطس یا بواسیر یا امراض کبد وضعف باہ میں مبتلا ہوں، تو یہ لیپا لک پر آسمانی باپ کی مہربانی ابتلاء کی صورت میں وارد ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کی اپنی اپنی سمجھ ہے۔ایک مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اخوند عبداللطیف چونکہ کابل میں کفر پھیلانا چاہتا تھا، لہذا خدا نے تلوار کے گھاٹ اتار کر اسکو دارالبوار میں پہنچایا۔جس طرح آپ کہتے ہیں کہ وہ مظلوم شہید ہوا، اور مظلمہ کابل پر پڑا، مگر دیگر ممالک خصوصاً ہندوستان کے بعض شہروں میں جو ہیضہ پھیلا...(آخری سطر پڑھی نہیں جاتی۔ بہاء) (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۶ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۸)

مرزائی مقدمات

جس کو دیکھو آسمانی باپ کے لیپا لک کا دشمن بنا ہوا ہے۔اس غریب ناکردہ گناہ آسمانی بھیڑ نے کسی کا کیا بگاڑا کہ سب کی چھری اسی پر تیز ہوتی ہے۔اگر اوس کو عدالت میں بحیثیت ملزم طلب نہیں کراتے تو مٹی خراب کرنے اور جرح قدح میں پیٹ کی بات اگلوانے کو طلب کرا کے آنتوں کا گودا تک نکال لیتے ہیں۔کیا

کہیں ناک میں دم آ گیا، پھر بے چارہ امراض سفلیہ وعلویہ میں گرفتار۔ ذیابیطس ہے، بواسیر ہے، اختلاج قلب ہے، مالیخولیا اور سودا کا غلبہ، باہ کی کمی ہے۔ ایک آفت ہو تو ہو، پھر بھی بدخواہوں نامرادوں ناشادوں کو چین نہیں ہے

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

لیپا لک کا تو کچھ بھی قصور نہیں۔ قصور تو بوڑھے خرانٹ لیپا لک کے آسمانی باپ یا شیطانی باپ کا ہے کہ مقدمات کے دائر کرنے کا غلط الہام کیا، اور لیپا لک کے ساتھ اوروں کو بھی دھر لیا، تو ناعاقبت اندیش مسخرے آسمانی باپ پر ایسی جھونجھل آتی ہے کہ قابو چلے تو تنگلی لگا کر اچک کر اوس کا جھونپڑا پھونک دیں اور کیروسین تیل جلا کر منہ جھلس دیں۔

ارے یارو! اس غریب پر آخر رحم کرو گے یا نہیں۔ یہ کون سی اندھیر نگری، چوپٹ راجہ کا انصاف ہے کہ کرے تو باوا اور دھرا جائے لیپا لک (یعنی مرزا قادیانی)۔ کیوں غریب کی جان کے لاگو ہوئے ہو، کسی طرح پیچھا بھی چھوڑو گے۔ جی ہاں ایک طرح کہ مہدویت اور موعودیت و بروزیت کا جبہ قلہ اوتار کر اور منہ میں تنکا لے کر مولانا کرم الدین صاحب اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی چوکھٹ پر ناک گھسنی کرے اور عفو تقصیر چاہے اور مجدد السنہ مشرقیہ کو شفاعت کا وسیلہ ٹھہرائے۔ بہت خوب! یہ ممکن ہے۔ مجدد السنہ مشرقیہ کو کیا عذر ہے، لیپا لک اور اس کے ہالی موالی مجدد کے کیسے دشمن ہوں، مگر وہ ہر طرح سے ہوا خواہ ہے، اور نہیں چاہتا کہ لیپا لک کو عقوبت کی آنچ تک آئے۔ اگرچہ حقیقی بیٹا (حسب مسئلہ کفارہ) پہر بھر دوزخ کی ہوا کھاتا رہا، مگر مجدد تو لیپا لک کو اصلی اور حقیقی نجات کے بہشت میں لے جانا چاہتا ہے۔ دیر آید درست آید۔ اگرچہ ہم لیپا لک کے پیر نابالغ آسمانی باپ سے کھلے بندوں کہے دیتے ہیں کہ اگر آئندہ غلط الہام کیا جس سے ہمارے معصوم لیپا لک کی ننھی سی جان دوبھر ہوئی، تو پھر ہم سے برا کوئی نہیں، اور پھر پوپلے منہ سے زعفرانی حلوہ کھانا ٹیڑھی کھیر ہو جائے گا۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۷ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱)

وہی ممات مسیح

قادیانی مرزاجی نے یہودی بن کر عیسی مسیح کو، جواس کے نزدیک ایک مہذب انسان بھی نہ تھا، چہ جائے کہ رسول، اس لئے مارا کہ تمام یورپ ایسے شخص کی پرستش کرتا ہے اور مسلمان اس کو اولوالعزم نبی مانتے ہیں، اور مجھے، جو آسمانی باپ کا لیپا لک بن کر آیا ہوں اور نہ صرف عیسی مسیح بلکہ سب انبیاء سے افضل ہوں، سب ملعون سمجھتے ہیں۔ ایک عیسائی بھی مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ پس جھلا جھلاّ کر (مرزاجی) عیسی مسیح کو گالیاں دیتے ہیں اور اون کی کسی صفت کو ٹھنڈے کلیجے سے نہیں مانتے اور پھر اچھے خاصے مسلمان، بلکہ مذہب اسلام کے فدائی۔

ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کو مانا ہے اور قرآن مجید نے تو تمام انبیاء کو یکساں ماننے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

شرع لکم من الدین ما و صی به نوحا و الذی او حینا الیك و ما و صینا به ابراهیم و موسی و عیسی۔

اور فرمایا: اذ اخذنا من النبیین میثا قهم و منك ومن نو ح و ابراهیم و موسی و عیسی بن مر یم۔

دیکھو پانچوں اولوالعزم انبیاء کے اسماء مصرحاً ومفصلاً موجود ہیں۔

پھر مکاری تو دیکھئے جب تعرض کیا جاتا ہے کہ تم کلمۃ اللہ عیسی بن مریم کو کیوں گالیاں دیتے ہو، تو جواباً بتایا جاتا ہے کہ ہم تو نصاری کے یسوع مسیح کو گالیاں دیتے ہیں، نہ کہ عیسی مسیح علیہ السلام کو۔ کوئی پوچھے کہ دو مسیح کون سے ہیں۔ قرآن میں تو اسی عیسی مسیح کا ذکر ہے جس کو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کرنا چاہا، مگر خدا نے اس کو زندہ اٹھالیا، اور مرزاجی بھی اسی یسوع کے ہلاک کرنے پر قلم کا بغدا چلا رہے ہیں جس کے وہ رقیب ہیں اور جس کی عظمت اون کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔

پھر قرآن میں تو یہ حکم ہے کہ بت پرستوں کو بھی گالیاں نہ دو، چہ جائیکہ انبیاء کو

لا تسبوا الذین ید عو ن من دو ن الله

لیکن آسمانی باپ نے اپنے لیپا لک پر الہام کر دیا ہے کہ عیسی مسیح کو گالیاں دے، کیونکہ اس نے اپنے اکلوتے بڑے بیٹے کو چھوٹے لیپا لک کی خاطر عاق کر دیا ہے۔ اور قاعدہ بھی ایسا ہی ہے کہ انسان کو چھوٹی اولاد بڑی اولاد عزیز سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور لاز آف نیچر Laws of Nature بھی اسی طرح جاری ہے، ورنہ اولاد کی پرورش نہ ہو سکے۔ اب ساٹھا باٹھا لیپا لک (مرزا قادیانی) گہوارے میں ہے، اور آسمانی باپ اس کی پرورش کرتا ہے اور بڑے بیٹے کو دور دبک بتاتا ہے۔ مرغی بھی تو چھوٹے ہی بچوں کو پروں میں لیتی ہے اور بڑے بچوں پر چونچ چلاتی ہے۔

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں کہ بل رفعه الله میں رفع کے معنی عزت کی موت کے ہیں۔ بھلا جب یہودیوں کا مدعا عیسی مسیح کے قتل اور صلب میں پورا ہوا، اور وہ ہلاک کئے گئے، تو یہ عزت کی موت ہوئی یا ذلت کی۔ اگر مرزا جی افغانستان جا کر اپنی بروزیت کا اعلان دیں اور افغانی انہیں پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیں، تو یہ عزت کی موت ہوگی یا ذلت کی۔ پھر کیوں نہیں افغانستان جاتے۔ ہندوستان میں تو ان کی زندگی ذلت کی ہے، اس ذلت سے کیوں نہیں نکلتے۔

یہود تو یہ کہیں انا قتلنا المسیح بن مریم اور اس پر اچھلیں کودیں اور خدا وما قتلوه و ما صلبوه.. الآیہ سے ان کی تکذیب کریں۔ مگر مرزا جی یہود کا ساتھ نہ چھوڑیں اور انہیں کے ساتھ مارے خوشی کے بغلیں بجائیں کہ اچھا ہوا وہ ایسا تھا، اور ویسا تھا، کوڑھیوں وغیرہ کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرنے کا دعوی کرتا تھا، جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے:

> و اذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مبین (مائدہ۔۱۱۰) یعنی اللہ قیامت کے دن عیسی کو فرمائے گا کہ میری نعمتیں یاد کر کہ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے، اور انہوں نے معجزات دیکھ کر تم پر دست درازی کی، تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکے رکھا۔

یعنی انہوں نے صلیب پر چڑھا کر قتل کرنا چاہا مگر ہم نے تمہیں بچا لیا۔ اگر عیسی حسب عقائد مرزا وفات پا جاتے تو امتنان کس شئے کا تھا اور نعمتوں کا گنوانا کیسا۔ اس سے خدا کا کذب لازم آتا ہے اور ایسا

اعتقاد کفر ہے۔

جس طرح خدا نے یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیك فرمایا، اسی طرح بنی نضیر نے آنحضرت ﷺ کی نسبت بدارادہ کیا تو ان کے شر سے آپ ﷺ کو بچایا، اور الٹا انہیں پر وبال جلاوطنی اتارا، اور پھر یہ نعمت یوں یاد دلائی:

یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمت الله علیکم اذ همّ قوم ان یبسطوا الیکم فکفّ ایدیھم عنکم ... یعنی اے مسلمانو! تم اللہ کی نعمت یاد کرو، جب کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی، تو ہم نے ان کا ہاتھ تم سے روکا۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ عیسی مسیح اپنی موت مرے، مگر یہ نہیں بتاتے کہ واقعہ صلیب سے کتنی مدت بعد۔ پھر اپنی موت تو مکھی اور مچھر بھی مر جاتے ہیں۔ حضرت عیسی کو ایسی موت کی نعمت کا یاد دلانا چہ معنی دارد۔ اس صورت میں تو یہ نعمت یہود کے لئے ہوئی جو عیسی مسیح کے قتل میں کامیاب ہوئے۔

مرزا جی اپنی موعودیت کا دارومدار مسیح کی موت پر رکھتے ہیں کیونکہ جب خود عیسی زندہ ہیں اور وہ تشریف لائیں گے، تو مرزا جی مسیح موعود نہیں بن سکتے۔ حالانکہ یہ ان کی اپنی طفل تسلی اور کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماءً کی مصداق ہے۔ یہ قضیہ لزومیہ، یا اتفاقیہ ہے کہ کشمیر میں عیسی وفات پائیں، تو اون کے انیس سو برس بعد مرزا جی قادیان میں مسیح بن کر خروج کریں۔ زید کی موت پر عمر کی حیات کا مترتب ہونا عجیب لزوم ہے، پھر اس قدر عرصہ کے بعد۔ کیا لازم وملزوم میں انفکاک وانفصال بھی ہو جاتا ہے

اذا کانت الشمس طالعة فالنھار موجود میں تقدم وتالی لازم وملزوم ہیں۔ یہ نہیں کہ آفتاب تو آج طلوع کرے اور دن سوا ستائیس روز کے بعد موجود ہو۔ لیکن یہ وہ جانے جو قواعد اور اصول نظریہ سے واقف ہو۔ یہاں تو لزوم کا تال میل یہ ہے کہ اذا کان الخراب قالھا فالحمار من القادیان ناھق۔ خیر یہ تو منطق کی باتیں ہیں جو بھینس کے آگے بین سے کم نہیں، ہم تو وہ باتیں کہیں گے جو مرزا جی اور کے چیلوں کی فہمید میں اس طرح آجائیں اور سما جائیں جیسے قادیان میں منارہ اور امرتسر میں گرنتھ جی کا ٹھاکر دوارہ۔

خوب یاد رکھو کہ قرآن کے سباق وسیاق اور نصوص قطعیہ اور لغت عرب اور علم بیان ومعانی اور

فصاحت قرآنی سے تو مرزا جی کا مدعا یعنی ممات مسیح قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتی، البتہ تاویل کی لال کتاب سے جون پور کے قاضی جی مسخ ماہیت کر کے مبعوث ہوں، تو مضائقہ نہیں۔

آیت ما قتلوہ و ما صلبوہ بالکل صاف وصریح قطعی اور یقینی ہے اور اس کا منکر ملحد اور مرتد اور جہنمی ہے کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے۔ مرزا جی کہیں گے کہ ہم اس کے منکر نہیں بلکہ حیات مسیح کے منکر ہیں۔ ہم کہیں گے کہ قتل وصلب کا نتیجہ موت ہے۔ جب آپ ایک شئے کے نتیجے کے منکر ہوئے تو خود اس شئے کے منکر ہو گئے۔ جب کہ عیسی مسیح مقتول ومصلوب ہی نہیں کئے گئے اور جناب باری نے مکرر تاکیداً فرمایا و ما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله اليه، تو موت کہاں سے آ گھسی۔ آپ کا خیال تو جب درست ہوتا کہ رفعه الله کی جگہ اما ته الله ہوتا، حالانکہ عدم قتل پر موت کا مترتب ہونا ایسا ہے جیسے مرزا کہیں کہ میں نے اپنی بی بی سے مباشرت کی نہیں، مگر ایک سال کا سا پورا بچہ ہو پڑا۔

پھر رفع کے معنی موت کے کون سے رمال کی پوتھی یا قرعے سے نکالے گئے ہیں۔ کیا رافع الدرجات کے معنی ہالک الدرجات یا ممیت الدرجات کے ہیں۔ اور کیا رفعه الله مكا ناً عليا کے معنی اماته الله مكا نا عليا اور اليه يصعد الكلم الطيب و العمل ا لصا لح ير فعه کے معنی العمل الصالح يمو ته کے ہیں۔.. یہ معنی تو کلام الٰہی کو مہمل اور بے معنی کرنے والے ہیں۔

مرزا جی اپنے دعوی کی تائید میں آیت متو فيك و رافعك الی پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت ان کے دعوی کے موافق جب مفید ہوتی کہ مذکورہ بالا آیت میں بل تو فاه و رفعه الله ہوتا۔

دوم، جب آپ بل رفعه الله میں رفع کے معنی موت کے لیتے ہیں، تو متو فيك و را فعك دونوں میں سے ایک کا ضرور حشو لازم آتا ہے، اور کلام الٰہی حشو اور زوائد سے پاک ہے۔ هذا خلف۔

پھر مرزا جی یہود کے حامی ہیں جو عیسی کا قتل ہونا اور مرنا چاہتے تھے، نہ کہ عیسی مسیح کے جن کے وہ موعود ومثیل اور چھوٹے لیپا لک بھائی ہیں۔ یقیناً ایسے بھائی ہیں جیسے یوسفؑ کے بھائی خون کے پیاسے تھے

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

جب عیسیٰ مسیح مقتول ومصلوب ہو کر مر گئے، تو یہود کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ گئی اور اون کا مقصد پورا ہوا، خدائے تعالیٰ کی کوئی حکمت وقدرت نہ چلی، اور مکروا و مکر الله و الله خیر الماکرین غلط ہو گیا، کیونکہ اونہیں کا مکر چلا، نہ کہ خدا کا۔

بات یہ ہے کہ خدائے اسلام اور ہے جو قادر مطلق اور سب پر غالب ہے، لیپا لک کا خدا یعنی آسمانی باپ اور ہے جو ہر طرح سے عاجز ہے۔ پس خدائے اسلام کو خدائے متبنّیٰ سمجھے ہیں ورنہ یہود کے حامی ومعاون ہرگز نہ بنتے۔

پھر آیت کتب الله لا غلبن انا و رسلی کے خلاف ہوا، کیونکہ عیسیٰ مسیح قتل ہو کر مر گئے، تو یہودی غالب ہوئے نہ کہ رسول (عیسیٰ مسیح) اور خدا تعالیٰ۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۴۷ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔۴)

مرزا جی کا مسئلہ شفاعت

۱۷۔ اور ۲۴ کے الحکم میں مولوی عبدالکریم کی طرف سے بعنوان:

مسئلہ شفاعت بہت صفائی سے حل ہو گیا،

لکھا ہے کہ محمد علی خان صاحب کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار ہو گیا۔ اور حکیم الامۃ المرزائیہ کی تشخیص ومعالجہ کی ترکی بھی تمام ہو گئی۔ بالآخر مرزا صاحب قادیانی سے شفاعت چاہی۔ آپ نے تہجد کے وقت دعا کی، تو وحی نازل ہوئی کہ تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر۔ مرزا جی نے مولوی (عبدالکریم) صاحب سے فرمایا کہ

اس قہری وحی سے مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا، اور میرے منہ سے نکل گیا کہ یاالٰہی یہ دعا کا موقع نہیں تو شفاعت کا موقع تو ہے، لہذا میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس پر معاً وحی نازل ہوئی

یسبح له من فی السماوات و من فی الارض من ذا لذی یشفع عنده الا باذنه

اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا کہ بلا اذن میں نے کیوں شفاعت کی۔ ایک دو منٹ کے بعد پھر وحی نازل ہوئی کہ انك انت المجاز۔ یعنی تجھے اجازت ہے۔

پھر کیا تھا عبدالرحیم کی صحت کو روز بروز ترقی ہونے لگی۔ جو دیکھتا تھا کہتا تھا کہ مردہ زندہ ہوا ہے۔

اس پر اڈیٹر الحکم عیسائیوں پر برستا ہے کہ ایک ناتوان انسان کے پھانسی ملنے کو شفاعت کی غایت سمجھتے ہیں۔

اس فرمائشی وحی شفاعت کے کیا کہنے ہیں، جس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے۔ پہلے تو آسمانی باپ نے لیپا لک کو ڈانٹ بتائی کہ خبردار ہو جو پرائے پھٹے میں پاؤں دیئے۔ اور پھر مسخرہ خود ہی رضامند ہو گیا۔ پہلے تو یہ الہام کیا کہ تقدیر مبرم ہے، اور ہلاکت مقدر۔ اور پھر خود ہی تقدیر اور مقدر دونوں کو منارے کی بھینٹ میں چڑھا دیا۔ بھلا تقدیر مبرم بھی کہیں بدل سکتی ہے۔ اور اگر بدل سکتی ہے تو مبرم نہیں۔....

پھر وحی کیسی تازہ بتازہ..ٹوٹی پھوٹی نازل ہوئی۔ کلام مجید میں یہ آیت جس کو آیت الکرسی کہتے ہیں یوں ہے:

له ما فی السماوات و ما فی الارض۔ من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه

اس ساد ہو بچے (مرزا قادیانی) نے پہلی آیت کی جگہ دوسری آیت لگائی، یعنی یسبح له ما فی السماوات و ما فی الارض ۔جس سے قرآن کا سیاق وسباق بگڑ گیا اور مطلب خبط ہو گیا۔ یعنی مطلب تو یہ ہے کہ خدا ہی زمین وآسمان کا مالک ہے۔ پس اس کے بلا اذن کون شفاعت کر سکتا ہے۔ اور جب دوسری آیت اس کے ساتھ لگائی گئی تو مطلب یہ ہوا کہ ہر شئے جو زمین وآسمان میں ہے، خدا تعالی کی تنزیہہ کرتی ہے۔ فرمایئے تنزیہہ سے شفاعت وغیر شفاعت کو کیا تعلق۔ کیا شجر اور حجر اور ذرہ اور قطرہ وغیرہ جو زبان حال سے تسبیح خوان ہیں، کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں؟

پھر اپنے کئی بچے طعمہ نہنگ اجل ہو گئے، ان کی شفاعت نہ کی۔ شائد وہ مرزا جی کے صلب سے نہ تھے، کسی رقیب کی صلب سے تھے۔ ایک چیلا افغانی بغدے کا شکار ہو گیا۔ اس کی شفاعت بھی نہ کی۔ آسمانی باپ بڑا ہی سنگدل ہے کہ لیپا لک نے ایڑیاں رگڑیں مگر اس کو نہ اپنے لیپا لک پر رحم آیا۔ نہ اپنے پوتوں پر۔

اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۷ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۴۔۵)

من احبّ شیئاً اکثر ذکرہ

(جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اکثر اس کا ذکر کیا کرتا ہے)

اب ہم پوچھتے ہیں کہ اخبار الحکم یا البدر میں جو حکیم الامت وغیرہ کے خطبے اور خود مرزا جی کے ارشادات شائع ہوتے ہیں کبھی ان میں آنحضرتﷺ کی احادیث کا بھی ذکر ہوتا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت اقدس (مرزا) نے یوں فرمایا، اور ووں فرمایا۔ پھر تقریر ایسی لچر، اردو زبان ایسی غلط اور پریشان اور پیچیدہ جس کو سن کر بے تحاشا قہقہہ لگانے کو جی چاہے۔ اور اگر کسی آیت کا ذکر ہوتا ہے تو وہی ممات مسیح کی تاویل اور شیخی کہ مرزا جی ان آیات کے مورد و مصداق ہیں، اور ان پر یہ آیات (مسخ ہوکر) یوں نازل ہوئی ہے۔ بھلا یہ کفر نہیں تو کیا ہے۔ ذرا دیکھتے جایئے کہ سارا قرآن ہی مرزا جی پر نازل ہوا جاتا ہے۔ بات وہی ہے جو ہم نے عنوان میں لکھی ہے کہ انسان کو جسکے ساتھ محبت ہوتی ہے، رات دن اسی کا ذکر کرتا ہے

اگر روز است دل دیوانہ او
و گر شب گوش بر افسانہ او

آنحضرتﷺ سے محبت کیا معنی، دل میں نفرت ہے، اور نہیں چاہتے کہ آپ کا نام مبارک بھی کسی کی زبان پر آئے۔ یہاں تک کہ جو قرآن آنحضرتﷺ پر نازل ہوا اس کا نزول اپنے اوپر بتاتے ہیں۔ یہ رسول عرب وعجم کی رسالت کا مٹانا نہیں تو کیا ہے۔ مطلب کی حدیثوں کا اقرار و اذکار اور تیس دجالوں کے آنے کا، جن احادیث میں ذکر ہے ان کا، انکار۔ نومن ببعض و نکفر ببعض کے اچھے خاصے مصداق۔ لعنت ہے اس دنیا پرستی اور دین فروشی پر۔

نبی امیﷺ فرماتے ہیں: ترکت فیکم البیضاء لیلھا و نھارھا سواء

سبحان اللہ! سبحان اللہ! ساری خدائی سر سے سر جوڑ کر زور لگائے تو ایسا کلام معجز نظام نہیں لاسکتی۔ یعنی میں تم میں ایک آفتاب چھوڑے جارہا ہوں جسکا رات دن برابر ہے۔ یعنی ظلمت کا نشان تک نہیں، نور ہی نور ہے۔ لیکن اندھوں (گمراہوں) کو آفتاب سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، فیکم کے معنی پر غور کیجئے، تم میں، یعنی

تمہارے دین اور دنیا کے کاموں میں ۔ یہ تم کو گمراہی کی ظلمت سے بچائے گا اگر تم اندھے نہ ہو گے ۔ یعنی قرآن کے احکام پر عمل کرو گے ۔

اس کے مقابلے میں مرزا جی پر وحی ہوتی ہے انت منی و انا منك یعنی آسمانی باپ کہتا ہے کہ اے لیپا لک تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ۔ یعنی تو میرا بیٹا میں تیرا بیٹا ۔ میں تیرا باپ تو میرا باپ ۔ میرا سیر تو، تو سوا سیر ۔ واہ واہ! کیا فصیح اور بلیغ الہام ہے ۔ پھر یہ بھی جو حدیث سے چرایا ۔ آنحضرت ﷺ حضرت علیؓ سے فرماتے ہیں انت منی بمنزلة ھارون من موسی الا انه لا نبی بعدی ۔ اس حدیث کا ایک جز تو لے لیا اور دوسرے اجزاء جن سے ختم نبوت ثابت ہوتی ہے حدیث سے نکال ڈالے کیونکہ وہ آپ کی بروزی نبوت کے لئے زہر تھے ۔ کور نمکی، بے وفائی، خیرگی، نمک حرامی اسی کو کہتے ہیں ۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء ۔ نمبر ۴۷ جلد ۲۱ و ۲۳ ۔ ص)

مسئلہ ختم رسالت

جس طرح مرزا جی اپنے کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کو مارتے ہیں اسی طرح اپنے کو خلاف قرآن و حدیث نبی بتانے کے لئے آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین اور اسی مضمون کی احادیث صحیحہ کا صاف انکار کر کے ملحد اور کافر بنتے ہیں ۔ اگرچہ بعض سمجھدار مرزائی، جو مرزا جی کے حق میں منافق یہودی ہیں، مرزا جی کو نبی نہیں مانتے مگر گونگے کا گڑ کھا کر حق پوش بن گئے ہیں ۔ یعنی نہ اپنے پیرو مرشد کی داڑھی کھسوٹتے ہیں، نہ مونچھیں اکھاڑتے ہیں، نہ منہ پر تھپڑ مارتے ہیں کہ مردود و مطرود تو کیا بک رہا ہے ۔ اور بعض مرزائی جو ہاتھی کے روٹ میں اپنا حصہ لگاتے ہیں وہ کھلم کھلا ایمان کو نگل کر بروزی نبوت کی تصدیق اور ختم نبوت کی تکذیب کرتے ہیں ۔

امروہی صاحب نے الحکم میں منارے سے بھی طویل اور شیطان کی آنت سے بھی گرانڈیل اور اصحاب الفیل کے ہاتھیوں کے کانوں سے بھی چوڑا ایک مضمون دیا ہے جس کے اخیر میں آیات و احادیث ختم رسالت کی گنجی اور لنگڑی لولی تاویل کر کے مرزا جی کی نبوت ثابت کی ہے ۔

کون سا کلام ہے جس کی تاویل نہیں ہوسکتی اور جسکو حقیقی معنی سے پھیر کر مجازی معنی کی طرف نہیں لے جاسکتے۔ مگر امر حق کو تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی اور ایک جھوٹ کے ثابت کرنے کو بہت سے جھوٹ کا ایک سلسلہ تیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ امروہی صاحب نے کیا ہے کہ ضدین اور نقیضین کو جمع کر دیا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں، اور آپ کے بعد دیگر انبیاء بھی آتے رہیں گے۔ یعنی آپ خاتم النبیین ہیں بھی اور نہیں بھی۔ آپ نے تکملہ مجمع بحار الانوار سے حضرت عائشہؓ کا قول اور مذہب یوں نقل کیا ہے

عن عا ئشه قو لوا انه خا تم ا لا نبیاء و لا تقو لوا لا نبی بعده

یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اگر یہ قول بالفرض حضرت عائشہؓ کا ہے تو آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کا معارض نہیں ہوسکتا جو صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی فضیلت کے باب میں آپ ﷺ نے فرمائی ہیں کہ میرے بعد نبی ہوتے تو فلاں فلاں ہوتے۔ امروہی صاحب فرمائیں کیا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات کی ناسخ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی نسبت فرمایا

انت منی بمنز لة ھا رو ن من موسی ا لا انه لا نبی بعدی

یعنی تجھ کو مجھ سے ایسی نسبت ہے جیسے ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

لا نبـی میں نکرہ تحت النفی ایسا ہی ہے جیسا لا الــہ میں، یعنی بجز خدائے تعالیٰ کے کوئی سچا یا جھوٹا معبود موجود نہیں۔

خلفاء اور صحابہ میں سے تو کبھی کسی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا، نہ ایسی تاویلیں چھانٹیں جیسے مرزا قادیانی اور اون کے شکم پرست حواری چھانٹتے ہیں۔ مرزا جی کا مرتبہ خلفاء اور صحابہ سے بھی بڑھ گیا۔ نہیں جناب انبیاء سے بھی۔ صحابہ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم پر وحی نازل ہوتی ہے، حالانکہ مرزا جی پر اٹھتے بیٹھتے، ہگتے موتتے، آسمانی باپ وحی نازل کرتا ہے۔ اس بے ایمانی دنیا طلبی مکاری سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ :

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

آپ کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نبوۃ کے انتہائی نقطہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں، بالکل منافقانہ اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے لئے ہے۔ مرزا قادیانی اور پکے مرزائیوں کے دل میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی کوئی وقعت نہیں، ورنہ نیا نبی نہ تراشا جاتا، کیونکہ عاشق کے لئے دوئی موت ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۷ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۷۔ ۸)

حدیث اتبعوا السواد الاعظم اور امروہی

الحکم ۱۷ اور ۲۴ نومبر میں ایک سوال و جواب متعلق حدیث مندرجہ عنوان نظر سے گزرا۔ سوال کا مطلب یہ ہے کہ جب مرزائی جماعت قلیل ہے تو کیوں اس کا اتباع کیا جائے۔ امروہی صاحب نے جو کچھ جواب دیا ہے، اگر کوئی مرزائی کچھ بھی عقل و شعور رکھتا ہے تو ہنستے ہنستے پچھاڑیں کھا کر گر جائے گا، لوٹن کبوتر بن جائے گا۔... امروہی صاحب نے بایں دعوی ہمہ دانی و شملہ بمقدار علم مقولہ کیف و کم کی ماہیت سے بھی ناواقف ہیں۔ حدیث میں اتبعوا السواد الاکثر وارد نہیں ہوا، بلکہ اتبعوا السواد الاعظم وارد ہوا ہے۔ عظمت مقولہ کیف سے ہے، اور کثرت مقولہ کم سے۔ پس امروہی صاحب کا آیات و قلیل ما ھم اور قلیل من عبادی الشکور پیش کرنا صاف بتا رہا ہے کہ آپ قلت و کثرت کے تقابل سے بھی محض ناآشنا ہیں۔ یعنی قلت کی سند اس وقت صحیح ہوتی جب کہ حدیث مندرجہ بالا میں لفظ اکثر ہوتا جو کثرت سے مشتق ہے۔ پس جیسا سوال ویسا ہی جواب۔ السواد الاعظم سے مراد اعظم درجۃً عند اللہ ہے جو کیفاً ہے نہ کہ کماً۔ اور وہ کون ہیں، صحابہ اور تابعین اور جمہور مجتہدین مفسرین متبعین کتاب وسنت۔ مگر امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ جماعت مرزائیہ ہے جو متبع کتاب وسنت ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ گویا تیرہ سو برس تک یہ حدیث معلق رہی۔ اور یہ معنی ہوئے کہ تیرہ سو برس کے بعد جب موضع قادیان میں ایک مدعی نبوت پیدا ہو، تو اس کی امت کے سواد اعظم کا اتباع کرو۔ اور ۱۳ سو برس تک جتنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور جمہور علماء اسلام گزرے، سب گمراہ اور من شذ شذ فی النار میں داخل رہے۔ الامان من ھذا البھتان۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا جس کی تعمیل تکلیف مالا یطاق تھی۔ کیا معنی کہ حکم تو دیا اور تعمیل ۱۳ سو برس کے بعد۔ موجود اور معدوم سب اس حکم کی تعمیل سے آزاد اور کورے رہے۔ امروہی صاحب اینڈی بینڈی چالیں چلے ہیں مگر بالآخر ایک بدمست شرابی کی طرح قدم قدم پر لڑکھڑا کر گرے ہیں۔ آپ کا مطلب شاید یہ ہو کہ جس طرح صحابی اور تابعین کتاب وسنت کے متبع تھے، مرزائی جماعت بھی ویسی ہی متبع ہے، تو ہم پوچھتے ہیں کہ صحابی اور تابعین میں سے کس نے تصویریں بنا کر فروخت کیں اور کرائیں، اور کس نے گھروں میں تصویریں رکھنے اور ان کی عظمت کرنے کی ہدایت کی۔ کس نے دعوے نبوت کیا اور کس نے تصویر کو ابلاغ و تبلیغ کا آلہ بنایا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ تو فرمایا کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ کہ ۱۳ سو برس تک ایک بھی نبی پیدا نہ ہوا ہو، نہ صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ میں سے کسی نے نبوت کا دعوی کیا، پھر حضرت عائشہ ؓ کی حدیث نے کیا فائدہ دیا۔ اب فرمایئے اس صورت میں مرزائی جماعت کیونکر مثل صحابہ و تابعین متبع کتاب وسنت ہوئی۔ صحابہ اور تابعین میں سے کس نے منارہ بنایا۔ کس نے اپنے قصبہ کو مکہ اور مدینہ قرار دے کر حج کا فرض ساقط کرایا۔ کس نے پیش گوئیاں کیں۔ کس نے غیب دانی کا دعوی کیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی کبھی ایسا دعوی نہیں کیا کہ مجھ پر ایمان لاؤ کہ میں غیب دان ہوں اور لوگوں کی موت کی پیشین گوئی کرتا ہوں، بلکہ غضب ناک ہو کر خود ان کو مارتا اور جلاتا ہوں۔

فرمایئے آپ کی جماعت اور آپ کے ولی کھنگھر جو خیالی اور جعلی نبوت کے مندر کے اندر ہیں کیونکر متبع کتاب وسنت اور صحابہ و تابعین کے سواد اعظم میں داخل ہوئے۔ خاتم النبیین کے یہ معنی کس نے کئے کہ نبوت کاملہ تو ختم ہوگئی مگر نبوت ناقصہ کا وجود تا قیامت باقی ہے، اور مسلمان نبوت کاملہ کو چھوڑ کر نبوت ناقصہ پر ایمان لائیں۔ شرم نہیں آتی کہ اپنے کو ناقص اور اسفل اور ارزل بھی بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر ایمان لانے کا جنرل آرڈر بھی سناتے ہیں۔

اتباع کتاب وسنت کے دعوی کی یوں درگت ہو رہی ہے کہ عیسی کو قرآن کی رو سے مارا تو جاتا ہے مگر قرآن سے موعود مسیح کا آنا ثابت نہیں کیا جاتا۔ صحیح حدیثیں جو بروزی نبوت کے خلاف ہیں بالکل منسوخ ہیں اور کسی طرح قابل احتجاج نہیں، اور ضعیف بلکہ موضوع حدیثیں اور عمرو زید کے اقوال جو بروزی مطلب کے

موافق ہیں سب صحیح۔ اورآیات کلام الٰہی کی تاویل بلکہ ایک معنی سے تنسیخ۔قرآن میں تو بت پرستی اورشرک کی ممانعت ہے،تصویر پرستی کی ممانعت کہاں ہے۔ بلکہ جواز ثابت ہے۔محاریب وتماثیل وارد ہوا ہے۔اسلام سلیمانی مذہب ہے کہ محمدی۔حد یہ ہے کہ جو آیتیں اور حدیثیں مطلب کے موافق ہیں وہ واجب العمل اور باقی منسوخ۔

دجالون ثلاثون والی حدیث غتر بود، ان کا کبھی ذکر تک نہیں۔اور کیوں ہو، وہ مرزا کے ہم جنس بھی ہیں۔۳۰ دجالوں میں سے اب تک ایک بھی نہیں آیا، اور مہدی اور مسیح آ کودے۔دجال تو یہی انگریزی ریلیں ہیں جن کے فنا کرنے کو مرزاجی آئے ہیں۔دجال تو قیامت تک نہ آئیں گے ہاں نبی آتے رہیں گے۔حدیثوں کا یہی مطلب ہے اور اسی کا نام عمل بالسنہ ہے۔مرزاجی دجالوں (جھوٹے مسیحوں اور مہدیوں) کی تکذیب کریں تو خود ہی کاذب بن جائیں کیونکہ کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کر سکتے کہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹے نہیں۔پس ان کا ذکر شربت کے گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔مرزاجی گزشتہ دجالوں کو تو کیا جھوٹا کریں گے اپنے ہم عصروں اور ہم پیشوں، ہم کرتبوں، لندنی مسیح مسٹر پگٹ اور فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی ہی کو جھوٹا ثابت کر دیں جو یورپ کے مہذب میدان میں خم ٹھونک رہے ہیں۔حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ان میں سے کوئی نبی نہ ہو، اور مرزاجی تیرہ سو برس کے بعد نبی بن کر خروج کریں۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چیخیں اور غل مچائیں، مگر کوئی ان کا حکم نہ مانے، اور نبوت کا خلعت نہ پہنے، حالانکہ نبوت کسے برے لگے۔اس میں دنیا کی بہاریں ہیں۔مزے ہیں، چین چاں ہے، روغن بادام اور زعفران میں دم کئے پلاؤ ہیں۔سقنقوری اور جند بیدستری مقوی اور مبہّی معجونیں ہیں۔شہوات ولذات کے سمندر میں جہاز رانی ہے۔ بروزی نبی کے سواء یہ کسے نصیب اور کس کی ایسی قسمت۔مگر بچہ جی دنیا میں تو جو چاہو کرلو۔نبی بن جاؤ امام الزمان بن جاؤ، کوہ الوند سے بھی بلند تنومند منارہ بنالو، لیکن چند ہی روز میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

تار و پودے مے تند بر قصر قیصر عنکبوت
چغد نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

مرزا جی کے پاس تو ابھی مسالا ہی کیا ہے، اور مانگا تانگا جو کچھ ہے تو ابھی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھنا کیسی مرلیا بجتی ہے۔ تمام الوا یک ایک کر کے راتوں رات یا بدوح کی بے ہنگم صدائیں دیتے پھر ہوئے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ اور پھر مر گئے مردود، نہ فاتحہ نہ درود۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ وطوطی ہند مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۸ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۱۔ ۳)

لم يبق من النبوة الا المبشرات

معلوم نہیں محمد احسن امروہی صاحب کیوں تاویل کا لٹھ لے کر اپنے بروزی نبی (مرزا قادیانی) کی نبوت کے پیچھے پڑے ہیں کیونکہ آیات کلام مجید جو مکرر اب بطور وحی نازل ہوتی ہیں مثلاً

هو الذی ارسل رسوله بالهدی

اور یاتی من بعدی اسمه احمد

ان سے مرزا جی کے نبی کامل اور رسول برحق ہونے میں امروہی صاحب کو کیوں شک ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں کو ٹٹولتے ہیں، اور ان کی لنگڑی لولی گنجی تاویل کرتے ہیں کہ مبشرات سے نبوۃ نکال کر اپنے بروزی نبی کی نبوت کے جوتیوں کے کان گانٹھتے ہیں، اور گدی کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ناک پکڑتے ہیں۔ قرآن تو قطعی اور یقینی وحی ہے، جب وحی پر ایمان نہیں تو اپنے بروزی نبی کی نبوت ہی پر ایمان نہیں۔ پس امروہی صاحب آپ اپنی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ کیوں غل مچاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نبی کامل تھے اور ہمارا بروزی نبی ناقص ہے ناقص ہے، جب کہ نبی کے لئے ایک ہی قرآنی وحی موجود ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی شان میں یہ قطعی وحی نازل کرے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی تو وہ کیونکر نبی ناقص ہو سکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی وحی پیغمبر عرب ﷺ کو تو کامل نبی بنائے اور وہی وحی جب کسی اور پر نازل ہو تو اسے ناقص نبی بنائے۔ کیا قرآنی وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک ناقص دوسری کامل۔ پھر وہی آیت جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو کامل تھی، اور مرزا جی پر نازل ہوئی تو ناقص ہو گئی۔ اس حماقت آمیز تعارض کا کون جواب دہ ہے۔ اگر امروہی یا ان کا کوئی پیر بھائی بلکہ خود مرزا جی اس اعتراض کا جواب دیں، تو ہم دو سو روپیہ دینے کو

تیار ہیں۔افسوس ہے کہ حمقاء پھر بھی نہیں سمجھتے اور دین و دنیا کی تباہی خریدتے ہیں۔

بحث اس میں تھی کہ امروہی صاحب نے حدیث مندرجہ عنوان پیش کر کے مبشـــرات سے نبوت تراشی ہے اور استثناء متصل و منقطع پر بحث کی ہے حالانکہ آپ دونوں سے نابلد ہیں جیسا کہ ہم ثابت کر دیں گے۔استثناء متصل تو اسلئے نہیں کہ نبوت اور شئے ہے اور مبشرات اور شئے۔ورنہ استثنا الشیء عن نفسه لازم آئے گا یعنی یہ معنی ہوں کہ لم یبق من النبوة الا النبوة۔حالانکہ امروہی صاحب نے استثناء متصل ہی بتایا ہے۔اور منقطع مانا جائے گا تو امروہی صاحب کو اپنے ہاتھوں اپنا سر پیٹنا پڑے گا کیونکہ مبشـــرات نبوت کی جنس سے نہ ٹھہریں گی۔بھلا جب ہم یہ فقرہ موزوں کریں کہ لم یبق من الناس فی القادیان الا الحمر تو کیا یہ معنی ہوں کہ آدمیوں میں سے قادیان میں کوئی باقی نہ رہا مگر گدھے رہ گئے،یا یہ معنی ہوں گے کہ قادیان میں آدمی رہے نہ گدھے۔دونوں معنی میں سے کوئی معنی قبول کر کے اطلاع دیجئے تاکہ ہم بحث کریں کہ یہاں استثناء متصل ہے یا منقطع۔

اگر امروہی صاحب نے کتاب شرح ملا کسی استاد سے پڑھی ہوتی تو ضرور سمجھ جاتے کہ لا الــه الا الـلــه میں نہ استثناء متصل ہے نہ منقطع،۔بلکہ الا صفت کا بمعنی غیر ہے۔یہی ترکیب حدیث بالا کی ہے۔یعنی نبوت میں سے کوئی شئے جو ان احکام کے سوا ہو،جن میں مومنوں کو جنت الخلد اور عیش و آرام کی بشارتیں دی گئیں،باقی نہیں رہی۔یہ معنی اس صورت میں ہوں گے جب کہ مبشـــرات اسم مفعول جمع مونث سالم ہو۔اور اگر اسم فاعل مراد لیا جائے،تو یہ معنی ہوں کہ نبوت میں سے کوئی شئے بجز قرآن و حدیث کے احکام و نصوص کے باقی نہیں رہی جو اعمال صالحہ مومنین متقین کو نعیم جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔

کس کا رؤیا صالحہ اور کہاں کی پیشین گوئیاں اور الہامات جن کی آڑ میں ایک مکار معلن یا غیر معلن فاجر و فاجر کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے حمل ہے،اور اس حمل سے ہاتھی کا پاٹھا لمبی سونڈ نکالے پیدا ہوا،اور منفذ و مبرز حمل ویسا ہی تنگ اور غیر وسیع ہے جیسا کہ پہلے تھا۔اور ایک سادھو بچہ پیشین گوئی کر سکتا ہے کہ مجھ پر فلاں شخص کے مرنے کا الہام ہوا ہے،یا جب ملک میں وبا پھیلے تو وہ یاد دلائے کہ مجھ پر پہلے ہی انکشاف ہو چکا ہے کہ جو لوگ مجھے نہ مانیں گے ضرور وباء سے ہلاک ہوں گے۔

ہر ایک مومن کا اس امر پر یقین واعتقاد ہے کہ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کوئی بشارت دینے والا نہیں۔خواہ ولی ہو یا قطب ہو یا غوث ہو، جو مرزا جی کے نزدیک انبیاء ناقص میں داخل ہیں، کیونکہ کامل نبوت ان کے نزدیک بھی ختم ہو چکی ہے۔

حدیث سے ختم نبوت کی جانب اشارہ ہے نہ کہ بقاء نبوت کی جانب۔یعنی نبوت باقی نہیں رہی صرف آیات واحادیث باقی رہ گئیں جو مومنوں کو بشارت دینے والی ہیں۔ذرا یہ بھی غور سے دیکھنا چاہیے کہ حدیث میں لفظ نبوت وارد ہوا ہے۔یعنی یوں نہیں فرمایا کہ لم یبق من الا نبیاء ا لا المبشرو ن۔لفظ انبیاء اور نبوت میں بہت فرق ہے۔نبوت کے لفظ سے مرزا جی کا سم اکھڑتا ہے۔ہاں نبوت وابوت کا منارہ ضرور نصب ہوتا ہے۔پھر اس حدیث میں المبشرات صفت ہے جس کا موصوف مقدر ہے۔

ہم نے تو موصوف بیان کر دیا یعنی ا لآیات المبشرات یا الاحکام المبشرا ت۔ذرا امروہی صاحب بھی اپنے دعوی کے موافق موصوف بیان کریں۔خدا نے چاہا تو بھاگتے راہ نہ ملے گی۔مجدد کے سامنے منہ کھولنا آسان نہیں۔اڈیٹر (ضمیمہ اخبار شحنہ وطوطی ہند مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔نمبر ۴۸ جلد ۲۱ و ۲۳۔ص ۳۔۵)

امروہی صاحب کو اضافہ تنخواہ مبارک

ہم تو ہمیشہ سے محمد احسن امروہی صاحب کے بھلے میں ہیں کہ خوب چکوتہیاں اوڑائیں، دندنائیں۔اصحاب الفیل کے ہاتھی روٹ سے شکم سیر حصہ پائیں۔بڑھتی دولت کی خیر منائیں اور پورا پھل پائیں۔امروہی صاحب آج سے نہیں بلکہ نواب صدیق حسن صاحب مرحوم کے زمانے سے ہمارے لنگوٹیے یار ہیں۔پس گھی کہاں گیا، کھچڑی میں اور کھچڑی پیاروں کے کلیجے میں۔

گرم گرم کھچڑی اور دانہ دار گھی
دو ہاتھ ایسے ماروں جانے میرا جی

یہ سن کر ہماری خوشی کی کوئی حد نہیں رہی کہ امروہی صاحب کو پہلے جو ساٹھ روپیہ ماہوار ملتا تھا، تو اب

المضاعف ہوگیا۔ مبارک سلامت۔ مگر ہماری رائے میں ابھی تک ان کی پوری قدر نہیں کی گئی۔ امروہی صاحب نے تو اپنے کو مرزا جی کے کفارے کی بھینٹ میں چڑھا دیا ہے۔ مرزائی اخباروں میں قلمی جنگ وہ کریں۔ علماء و مشائخ اسلام سے لڑتے وہ پھریں۔ چپت وہ کھائیں، مرزا جی کے کٹی کبوتر وہ بنیں۔ الغرض طویلے کی بلا ہر طرح انہیں کے سر ہے۔ ان تمام کھکھیڑوں کے اٹھاتے اور کڑیاں جھیلتے ایک سو روپیہ ماہوار کچھ بھی نہیں۔ پھر سفر کی مار دھاڑ میں بھی اکثر رہتے ہیں۔ دوسرے حواری تو اپاہج بنے قادیان میں روٹیاں مروڑ رہے ہیں۔ معجونیں کھا کھا کر سنڈ یار ہے ہیں، اور ایسے موٹے ہو گئے ہیں کہ آنکھوں تک چربی چھا گئی ہے۔ بن چکی کے دنبے بن گئے ہیں۔ افغانی بغدے سے کاٹو، تو خون تک نہ نکلے گا، چربی ہی چربی ہوگی۔ امروہی صاحب حق نمک تو ادا کر رہے ہیں۔ آپ جانئے جس کا کھائے اس کا گائے۔ ہماری رائے میں تو قادیان سے تمام خوگیر کی بھرتی چھانٹ دینی چاہیے۔ بھلا یہ انسانی صورتیں جو درحقیقت مٹی کی مورتیں ہیں جب لکھنے پڑھنے چلنے پھرنے کے کام کی نہیں، تو کس مرض کی دارو ہیں۔ ان سب کا راتب موقوف کر کے رجسٹر میں صرف امروہی صاحب کا نام درج کر دینا چاہیے۔ اور اس بچت کا کچھ حصہ غریب اڈیٹر الحکم کو بھی ملنا چاہیے۔ مقدمات میں مارا مار سر گاڑی پاؤں پہیئے بنا، یہ پھرا۔ مرکز سے اخبار اس کا گرا۔ سیلاب کے ریلے میں گھر اس کا بہا۔ غضب ہے نا ایسے نمک حلال جان نثاروں کی قدر نہ کی جائے، اور مفت خوروں اپاہجوں کو جو زندہ پیر کے مجاور بنے بیٹھے ہیں اور دولے ڈکار رہے ہیں، راتب اور مسالا دکھلایا جائے۔ غریب اڈیٹر الحکم پیروی مقدمات کی جھپٹ میں آکر اس کوٹھی کے دہان اس کوٹھی سے بھی گیا گزرا، کیا معنی کہ وہ شحنہ ہند بغل میں دبا کر امروہی صاحب ہی کے پاس آتا ہے کہ اس میں آپ کے مضمون کی چھتاڑ ہے، جواب دیجیے۔ وہ ویسے بھی کسی ضرورت کے وقت امروہی صاحب ہی سے مضمون کی التجا کرتا ہے۔ ملا کی دوڑ مسجد تک۔ الغرض امروہی صاحب مرزائی مشن کے فرد کامل ہیں جو کچھ ان کی قدر افزائی کی جائے کم ہے۔ ان کے بعد اندھیرا اور چراغ گل، پگڑی غائب۔ مگر مجدد السنہ مشرقیہ کے سامنے ان کی سٹی بھی گم ہو جاتی ہے۔ کئی ردے فاضل ان پر چڑھے ہوئے ہیں، ایک کا بھی جواب نہیں۔ لچر اور پوچ جواب دیں گے تو اضافہ کیسا، اصلی راتب بھی بند ہو جائے گا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ وطوطی ہند مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۸ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۳۔ ۵)

۱۹۰۳ء کا اختتام

اے مربیان ومعاونان شحنہ ہندوضمیمہ۔ ۳۶۰ دن جو کوندتی ہوئی بجلی یا ڈھلتی چھاؤں کی طرح گذر گئے۔ کیا یہ کوئی نظر فریب تماشا یا عبرت انگیز طلسم یا خواب وخیال تھا، ہم کو تو کچھ معلوم نہیں کیا تھا

ایں صورت وہمی طلسم امکان
خوابے است کہ در خواب بہ بینی آنرا

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ۳۶۰ دن جو حوادث ومصائب کا لشکر اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور دنیا میں شادی وغم موت وحیات کا ہنگامہ گرم کر رکھا، انسانوں کی طبائع میں تلاطم، خیالات میں تموج، نفوس میں تہیج، سروں میں ہوا وہوس کا سودا، دلوں میں نفسانی خواہشوں کے استیعاب کا غلیان پیدا کر رکھا تھا، کسی کو فرمان روائی کے نشے میں چور، کسی کو گردانہ کشی کی تیز برانڈی میں مخمور بنا رکھا تھا، اب وہ عدم کے کس تیرہ وتار غار اور فنا کے کس عمیق ظلماتی مناک میں اتر گئے۔ ان کے ساتھ ہی بڑے بڑے نامیوں کے نشان بھی مٹ گئے۔ بڑے بڑے سرکش خاک ہوگئے۔ جن خودسروں مغروروں کو ہوائے تکبر نے پھلا رکھا تھا، وہ بحر فنا میں سر اٹھاتے ہی حبابوں کی طرح بیٹھ گئے

آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو
بر در گہہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختہء
فریاد ہمے کرد و کہ کو کو کو کو

شر انگیزوں فتنہ ہیزوں شعلہ ریزوں سے یورپ ایشیا افریقہ خالی نہ رہا۔ لندن میں مسیح، پیرس میں مسیح، سومالی لینڈ میں مہدی، ہندوستان کے موضع قادیان میں جعلی مہدی اور مسیح مصنوعی نبی اور رسول ایک ہی ذات شریف میں یوں جمع ہوگئے جیسے طاعون اور ہیضہ۔ لیکن جب ۳۶۰ دنوں کا لشکر ہی دم زدن میں پامال ہو گیا تو یہ اشرالناس کیونکر جلد پامال اور نیست ونابود نہ ہوں گے۔ ظرف ہی نہ رہا تو مظروف کیا رہے گا۔ نبوت

اور مسیحیت اور مہدویت کا دعوی کرنے والے کیا رہیں گے جب کہ خدائی کا دعوی کرنے والے بھی بہت دنوں نہیں رہے۔ پس ہم کو ان ملعونوں کے خروج پر متعجب نہ ہونا چاہیے۔ برسات میں حشرات الارض پیدا ہوتے ہیں، مگر کتنی جلد ان کے وجود سے صحن عالم پاک ہو جاتا ہے۔...

صاحبو کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر شخص اپنے فرائض ادا کرنے آیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے تو اپنا کوئی فرض ادا نہیں کیا۔ ہم اختتام سال پر آپ کے سامنے معترف بقصور ہیں کہ اولاً خدائے حقیقی اور ثانیاً خداوندان مجازی یعنی گورنمنٹ اور مربیان و معاونان شحنہ ہند و ضمیمہ کی کوئی خدمت ہم سے ادا نہیں ہو سکی۔ آپ نے بندہ نوازیاں کیں۔ آپ نے شحنہ اور ضمیمہ کو آغوش شفقت میں لیا۔ اس کی غور و پرداخت کی۔ دامے درمے سخنے اس کی مدد کی، مگر ہم سے نہ شحنہ ہند اور ضمیمہ کی خدمت بن آئی نہ پبلک کی

قطرہ کرمانم طراوت از کجا سامانم
در بگوئم ذرہ ان چوں ذرہ ام پرواز کو

شحنہ ہند اور ضمیمہ ہم نے جاری نہیں کیا بلکہ آپ نے جاری کیا ہے۔ ہم آپ کے سرمایہ کے کفیل اور آپ بتوفیق الٰہی اس کی بقا اور ترقی کے کفیل بلکہ اس کے مالک ہیں کیونکہ خریدار ہی ہر شئے کے اصلی مالک ہوتے ہیں۔

اگر درحقیقت ہم سے کوئی ایسی خدمت بن پڑی ہے جو آپ کو پسند آئی ہے، تو ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے: ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است۔ اور جب کہ خدمت گذاری اور ادائے فرض کی ہمت اور ڈھارس بھی آپ ہی نے بندھوائی ہے اور آپ ہی ذمہ دار ہیں تو ہم کیا چیز رہے ہماری تو یہ حالت ہے

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ شجر سایہ دارم
در حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت ما را

خانہء احسان آباد و توفیق آن مستزاد الی یوم التناد بحرمة النبی صاحب الرشاد۔ اڈیٹر

(ضمیمہ اخبار شحنہ وطوطی ہند مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۸ جلد ۲۱ و ۲۳۔ ص ۶۔۷)

مرزائی جماعت

مرزا جی اور تمام مرزائی پھولے نہیں سماتے کہ ہماری جماعت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آج اتنے مسلمان مرزائی ہوئے، کل اتنے۔ لیکن آج کل کون سے جدید مذہب کی جماعت نہیں بڑھ رہی۔ برٹش آزادی کی برکت نے بہت سے مذاہب پیدا کر دیئے ہیں۔ جس مذہب میں قیود اور پابندیاں ہیں وہ روز بروز تنزل میں گر رہا ہے اور جس مذہب میں ہوائے نفس کو آزادی ہے وہ بڑھ رہا ہے۔ لیکن مرزائی مذہب کی تو وہی مثل ہے کہ شیخی اور تین کانے۔ مرزا جی نے کون سے عیسائی کو مرزائی بنایا، کون سے سکھ کو اپنے پینتھ پر لگایا۔ کون سے آریا کے سر پر مرزائیت کے افسوں کا آرہ چلایا۔ عیسوی مذہب نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو عیسائی کر ڈالا۔ آریا کو دیکھو جو مورکھ اور بت پرست تھے اب ایسے چاتر اور ودّھیارتی بن گئے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی آریا بنانے کا انھوں نے گھان ڈال دیا ہے، اور چوڑھے چماروں تک کو جو مہا ملیچھ ہیں، اپنے پنتھ میں لانے یا یوں کہو کہ منش بلکہ دیوتا بنانے کے لئے خم ٹھونک رہے ہیں۔ ہاں اگر کسی مذہب کی کثرت جماعت حقانیت کی دلیل ہے، تو عیسوی اور آریا مذہب مرزائی دین سے سو گنے اور ہزار گنے زیادہ حق ہے۔

مرزا جی مسیح موعود بنے تھے تو لازم تھا کہ سب سے پہلے ان کو عیسائی قبول کرتے۔ وہ آسمانی بھیڑوں کے چرواہے تھے، تو ضرور تھا کہ تمام بھیڑیں جن کی تاک میں بھیڑیئے لگے تھے، قادیان کے رمنہ میں ممیاتی آتیں۔ لیکن بھیڑیں تو مرزا جی کو بھیڑیا سمجھ رہی ہیں کہ وہ ان کو اپنے عیش وعشرت کا چرب لقمہ بنانا چاہتے ہیں۔ اگر مرزا جی تناسخی اوتار تھے تو ۲۲ کروڑ ہنوداون کی مورتی کو ڈنڈوت کرتے، اور مندر پر موہن بھوگ چڑھاتے لیکن کسی ہندو نے اپنے چوکے اور رسوئی کا بچا کھچا بھی مرزا جی کے ماتھے نہ مارا۔ پھر کس برتے پر تتا پانی

بعض باخبر اور خدا ترس مسلمان جو اول اون کے دام فریب میں آ گئے بالآخر بارقہ ءتوفیق الٰہی نے ان کو مرزائی دام سے نکالا، شیطانی افسون کو رحمانی عزیمت نے کافور کر دیا۔ اگر مرزا جی حق پر ہوتے تو ایسے سچے مسلمانوں کا ان سے منحرف ہونا اور مرزائی عقیدت وارادت اور بیعت پر تبرا بھیجنا کیا معنی رکھتا تھا۔ جو مسلمان یا ہندو، عیسائی ہو گئے وہ بدستور عیسائی ہیں۔ انھوں نے اپنے آخری مرکز سے جنبش نہیں کی۔ کیا وجہ ہے

کہ لوگ مرزائی مذہب قبول کرنے کے چندروز بعد یکا یک اس سے منحرف ہو جائیں، یا بعض اخوان الشیاطین جن بڑی بڑی مکھیوں مثلاً بھونروں یا تتلیوں پر اپنا مکڑی کا جالا تننا چاہیں، وہ اوس کو توڑ پھوڑ کر زناٹے دار بھنبھناہٹ کے ساتھ اڑ جائیں۔ وجہ یہی ہے کہ جالا کمزور تھا۔ کمزور مکھیوں کے لئے تو ضرور ہے کہ وہ رزق عنکبوت بنیں۔

مرزائی جماعت میں یا تو کثرت سے جہال ہیں یا اپنے قدح کی خیر منانے والے چند خودغرض دنیا پرست اپاہج ہیں، جو گلے میں ڈھول ڈال کر مرزائیت کی ڈونڈی پیٹ رہے ہیں۔..(ایسے) جہال، بدمآل اور عوام کالانعام کسی گنتی میں نہیں۔ ہاں اون سے مرزائیت کے رجسٹر کی خانہ پری ضرور ہوتی ہے۔ ان میں سے بھی اگر حقانی علماء سے کسی کا سابقہ پڑتا ہے اوران کی تلقین اور نیز توفیق الٰہی یاور ہوتی ہے، تو جلد راہ راست پر آجاتے ہیں۔ ضمیمے میں اس کی بہت سی نظیریں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں اور خود ضمیمے نے تین سال کے اندر مرزائیت کا جو کچھ استیصال کیا ہے، اور مذبذب یقین والے جس قدر راہ راست پر آئے اس کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہے اوراس کا اجر معاونین شحنہ ہند وضمیمہ کی قسمت میں لکھا گیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالی۔ اڈیٹر۔

(ضمیمہ اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند مطبوعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ نمبر ۴۸ جلد ۲۱ و۲۳۔ ص ۷۔۸)

☆☆☆☆☆

و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی محمد بہاء الدین

تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ سی ام (۳۰)

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۹۰۴ء)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ سی ام (۳۰)
مولف: ڈاکٹر محمد بہاءالدین
صفحات: ۳۸۵
سال اشاعت: ۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

انه من سلیما ن و انه بسم الله الر حمن الر حیم

مشمولات کتاب کا تعارف

تحریک ختم نبوت کی زیر نظر جلد مولا نا احمد حسن شوکت میرٹھی کے اخبار شحنہ ہند کے ۱۹۰۴ء کے ضمیموں کی تین چوتھائی فائل پر مشتمل ہے جو مجھے عزیزم محمد اظہر سہیل اظہر کی کوششوں سے جامعہ سلفیہ فیصل آباد پاکستان کی لائیبر یری سے بوساطت مولا نا محمد اشرف جاوید مل گئی تھی ۔

اس فائل میں چند مضامین صفحات کی عدم موجودگی یا خستگی کے باعث نامکمل ہیں اس لئے انہیں ترک کر دیا گیا ہے اور بعض مضامین کو بوجوہ دیگر چھوڑ کر بقیہ کو بلا اس جدید نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ نیز قادیانی اخبار الحکم سے بعض مضامین اور تراشے بھی شامل کئے گئے ہیں جو ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے جو شحنہ ہند کے ضمیمے میں شائع ہوئے تھے یا جن کے جواب میں ضمیمہ کے بعض مضامین ہیں۔

ضمیمہ شحنہ ہند میں بیشتر مضامین مولا نا احمد حسن شوکت کے (یعنی بقلم اڈیٹر) رقم فرمودہ ہیں۔لیکن اس فائل میں چند مضامین اس دور کے تحریک ختم نبوت کے دیگر کارکنوں کے بھی موجود ہیں جن میں منشی اللہ دتا صاحب جھنگ، مولا نا صوفی عبدالحق سرہندی، ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین پشاور۔مولا نا سعد اللہ لدھیانوی، مولوی امام الدین لاہوری، حکیم محمد الدین امرتسری سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولا نا عبد الجبار عمر پوری، مولوی امام الدین گجراتی، مولوی محمد لکھنوی کوئٹہ، مولوی منور علی مینیجر عصر جدید میرٹھ، مولوی احمد علی میرٹھی، مولوی ممتاز علی اڈیٹر اشاعت وتالیف لاہور، جناب محمد احسن اوٹاوی ریٹائرڈ پولس آفیسر، جناب قاسم علی خان کلرک لودہانوی، مولا نا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، سید محمد شاہ وارثی اوٹاوہ، مولوی عبدالکریم مدرس عربی ہائی سکول منٹگمری وغیرہ شامل ہیں۔

بعض مضامین مولانا شوکت نے اس دور کے دیگر اخبارات ورسائل سے بھی نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ۱۹۰۳ء کے گردوپیش کون کون اصحاب وجرائد ردقادیانیت کے میدان میں کام کررہے تھے۔
فجزا هم الله ا حسن الجزاء

میں نے مذکورہ بالا سبھی مضامین میں سے ایسے الفاظ کو جو مرورزمانہ کے باعث، نامانوس محسوس ہوئے، یا تو ترک کردیا ہے یا مناسب الفاظ سے بدل دیا ہے۔اورکہیں کہیں روایت بالمعنی سے بھی کام لیا ہے۔
زیرنظر جلد کی اڈیٹنگ،کمپوزنگ،اورتصحیح وتخریج وغیرہ کی ذمہ داری کی فردواحد کے ناتواں کاندھوں پررہی ہے،اس لئے اس میں خامیاں بھی حدشمار سے باہرہوں گی۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مجھے معاف فرمائے اورقارئین سے درخواست ہے کہ حسب موقع تنبیہ وتنقید سے سرفراز فرمائیں تاکہ کسی آئندہ موقع پراصلاح کی جاسکے۔والسلام

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاءالدین

انه من سليما ن و انه بسم الله الر حمن الر حيم

آخری الہام

الحکم نے مرزا جی کا آخری الہام یہ لکھا ہے: ان شا نئك هو ا لا بتر۔

جب سے مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ نے ڈانٹا ہے، مرزا جی نے آیات قرآنی کا نسخ و مسخ کرنا، یا ایک ٹکڑا کسی آیت سے، اور دوسرا ٹکڑا کسی آیت سے لے کر کمپونڈ الہام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب پوری آیت لے لیتے ہیں، مگر بالکل بے محل اور خلاف مورد۔ کیا معنی کہ کلام مجید حسب اقتضاء وقت نـجـماً نجماً نازل ہوا ہے، جو آیات کی شان نزول کے مطالعہ سے ظاہر ہوسکتا ہے۔ اب سنئے سورہ الکوثر اس وقت نازل ہوئی ہے جب کہ صاجزادگان رسول مقبول ﷺ یعنی طیب وطاہر علیہما السلام نے متواتر وفات پائی۔ کفار خوش ہوئے کہ اب محمد ابتر ہوگیا۔ ان کو خوف ہوا کہ نبی کی اولاد بھی ہم کو بت پرستی اور شرک سے روکے گی۔ ابتـر ماخوذ ہے بتـر سے۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے، جس کے معنی پیچھا کٹے کے ہیں، یعنی مقطوع النسل۔،

کفار کے اس طعن سے آنحضرت ﷺ کو اور بھی رنج ہوا۔ تب خدا نے اپنے حبیب کی تشفی کیلئے سورہ کوثر نازل فرمائی کہ انا اعطینا ك ا لکو ثر یعنی طیب وطاہر کے بدلے ہم نے تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔

کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے، وہ شئے جو بہتات اور کثرت رکھتی ہے۔ اس سے مراد حوض کوثر بھی ہوسکتی ہے جس میں بڑی کثرت سے مومنین کو دودھ اور شہد ملے گا۔ اور قرآن بھی مراد ہوسکتی ہے، جو دین اور دنیا کی نعمت ہے۔ اور امت بھی مراد ہوسکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے من يسلك على طـر يقتى فهو آ لى یعنی جو شخص میرے بتائے ہوئے راہ پر چلتا ہے وہی میری اولاد ہے۔ اس حیثیت سے

آپ کی اولاد شرق سے غرب تک کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے، اور آج کے روز دشمنان دین کفار و مشرکین عرب کا کہیں پتا بھی نہیں جیسا کہ ان شانئك هو الابتر سے ظاہر ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی پیشین گوئی ہے، جو روز روشن کی طرح دنیا پر آشکارا ہو رہی ہے کہ آپ کا دشمن ہی پچھا کٹا ہے۔

اب مرزا صاحب فرمائیں کیا وہ مقطوع النسل ہیں؟ کیا وہ صاحب اولاد نہیں؟ کیا پچھلے دنوں ان کے دو فرزند وفات پا چکے ہیں؟ شائد آسمانی باپ نے الہام کر دیا ہو کہ میرا لیپا لک اب نہیں تو آئندہ چند روز میں ضرور مقطوع النسل ہو جائے گا۔ ہمارا قابو چلے تو اس بدشگونی پر کھوٹ کلیجے آسمانی باپ کے منہ میں انگارے بھر دیں کہ مردود اپنے لیپا لک (مرزا قادیانی) کو مقطوع النسل کرنا چاہتا ہے۔ پھر مرزا جی کے دشمن تو ہندوستان کے ۳۰ کروڑ آدمی ہیں۔ کیا وہ سب مقطوع النسل ہیں یا ہو جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ سب مرزا جی کی چھاتی پر مونگ دلیں گے۔ انشاءاللہ۔ ہمارے پیارے اور چہیتے الحکم کا فرض ہے کہ ایسے اندھا دھند الہامات شائع نہ کیا کرے جن کی بدشگونی خود مرزا جی کی ناک پر استرا چلائے۔ دیکھو خبردار ہوشیار، اگر آخری الہام ہے تو الٰہی خیر۔ اڈیٹر۔

(شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ و ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۴۔ ۱۵۔ جلد ۲۲ و ۲۴۔ ص ۱)

ماموریت و ہلاکت

دنیا میں، خصوصاً عدالتوں میں، لوگ ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں مگر کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ لیکن مرزا جی الحکم مطبوعہ ۷ا مارچ میں بحروف جلی فرماتے ہیں کہ

میرا دعوی جھوٹا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور اس کی تائید میرے ساتھ ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے مامور نہ ہوتا، تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا۔ الخ

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کسی کو قبل از وقت معہود، جو اس نے مقرر کر دیا ہے، ہلاک نہیں کرتا۔

اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة و لا يستقدمون.

اور اپنے منکروں کو ڈھیل دیتا ہے، تا کہ ہر طرح حجت قائم ہو اور قیامت کے روز پوچھا جائے ما

سلککم فی سقر یعنی کس شئے نے تم کو دوزخ کی طرف چلایا۔ اور آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ امہلہم رویداً۔

پس قادیانی مرزا جی کو اپنی ہلاکت میں جلدی نہ کرنی چاہیے۔ خوب گل چھرے اڑائیں۔ سقنقوری اور جند بیدستری معجونیں کھا کھا کر سنڈ یائیں۔ دن عید، رات شب رات منائیں۔

دیکھو سوڈان وغیرہ میں کس قدر جھوٹے مہدی پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ سب نے انا و لا غیری کے نقارے بجائے، اور یہی دعویٰ کیا کہ ہم مامور من اللہ ہیں۔ مگر جب تک ان کی ذلت ورسوائی (جو منجانب اللہ مقدر تھی) بخوبی نہ ہو چکی، اور دنیا پر ان کے جھوٹے دعووں کی پاداش کی عبرت نہ پڑ چکی، قبل از وقت ہلاک نہ ہوئے۔

شائد مرزا قادیانی ہلاکت سے موت جسمانی موت مراد لیتے ہیں، حقیقی ہلاکت کو بھولے ہوئے ہیں جو خدا پر افتراء کرتے ہی ان پر طاری ہو گئی ہے، اور روح بالکل بے حس بلکہ قردہ بن گئی ہے، جس کے مقابلے میں جسمانی موت صرف ایک نقل مکان ہے۔

موت درماندگی کا وقفہ ہے   یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

لندنی مسیح مسٹر پگٹ اور فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی اور سومالی مہدی بھی یہی کہہ سکتے ہیں جو مرزا جی کہتے ہیں۔ مگر چاروں دل میں خوب جانتے ہیں کہ ہم سراسر جھوٹے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی جانتے ہیں کہ ابھی ہماری ہلاکت کا زمانہ نہیں آیا۔ پس ایک مکار عورت کی طرح اپنے حمقاء وسفہاء کے سامنے پھپھر و لے کرتے ہیں۔ ایسے ہتھ کنڈے سادھو بچوں کو کون سکھائے۔

ہلاکت، ہلاکت تو مرزا جی کا تکیہ کلام بلکہ طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ پچھلے دنوں پیشین گوئیوں سے اوروں کو ہلاک کرتے تھے، اب اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بالکل اقدام خودکشی ہے، اور ہم ٹھہرے شحنہ۔ اگر ابھی ابھی ہتھ کڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں چلتا کر دیں، تو کیسی گت بنے۔ پس خبردار ایسی بات کبھی نہ لکھو، جو تمہارے نفس کے اندر نہیں، اور جس کو تم خود سمجھ رہے ہو۔ اڈیٹر

(شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ و ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۴۔ ۱۵۔، جلد ۲۲ و ۲۴۔ ص ۱۔ ۲)

ملہم کا اعتقاد ملہم پر

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں:

اوپر کی طرف سے وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں پیدا ہوکر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے، ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہوکر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے، ایک تیسری قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اس عبارت سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں:

اول: کم زور انسان کی محبت رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

دوم: عاجز انسان کی محبت سے درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے۔

سوم: خداوند تعالیٰ اور بندے کی محبت مل جانے سے تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ نر اور مادہ وہاں بھی موجود ہے، اور کیوں نہ ہو آپ خدا کے بمنزلہ ولد ہیں۔

اور توضیح المرام کے صفحہ ۴۲ میں ہے:

اور چونکہ روح القدس ان دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کے لئے بطور ابن کے ہے، اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ سمجھ لیا ہے۔

اس عبارت سے بھی چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول، روح القدس جبریل فرشتہ کا نام نہیں، بلکہ خدا اور بندہ کی محبت کے مل جانے سے تیسری چیز ہے۔

دوم، وہ تیسری چیز پیدا شدہ خداوند تعالیٰ اور بندہ کے لئے بطور ابن ہے، اور یہی پاک تثلیث ہے جس کو ناپاک

طبیعتوں نے مشرکانہ سمجھ لیا۔

اس جگہ مرزا صاحب قادیانی نے نصاری کی تقلید کی اوران کے ہم اعتقاد ہوئے۔دیکھوخط اول یوحنا ،باب۵آیت ۷:

تین ہیں جوآسمان پرگواہی دیتے ہیں باپ اورکلام اورروح القدس یہ تینوں ایک ہیں۔،

For there are three that bear record in heaven, the father, the Word, and the Holy Ghost; and these three are one.(1 John 5:7)

مرزا صاحب اورنصاری کی تقریر میں فرق صرف چال بدلنے کا ہے،ورنہ دعوی دونوں کا ایک ہے۔ مرزائیو!دیکھوخدا کا فرمان و لا تقو لوا ثلا ثہ یعنی نہ کہوکہ تین ہیں۔اور

لقد کفر الذین قا لوا ان اللہ ثا لث ثلاثہ ۔و ما من الہ ا لا الہ وا حد و ان لم ینتھوا عما یقو لو ن لیمسنّ الذین کفروا منھم عذا ب الیم۔

یعنی قطعی کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔نہیں کوئی معبودمگرایک۔اگر باز نہ رہیں گےاپنے قول سےالبتہ لگےگا ان کوعذاب دردناک۔

مرزائیو!تم بموجب آیات کس کوکافرکہوگے۔خداسے ڈرو،ورنہ پچھتاؤگے

دیکھومرزاغلام احمدخداسے برابرہونے کےبھی مدعی ہیں۔ضمیمہ انجام آتھم کےصفحہ۲میں کہتے ہیں:

براہین احمدیہ میں خدانے مجھےکہاہے انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی یعنی تومجھ سے ایساہےجیسی میری توحیدوتفرید۔

اس الہام سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت توحیدوتفرید کا مرتبہ تو حاصل کرچکے تھے،لیکن پوراخدابننے میں کچھ کمی تھی جوعبارت ذیل سے پوری ہوگئی۔دیکھواربعین نمبر۳ کےصفحہ ۲۵،مطبوعہ۱۵دسمبر۱۹۰۰ءکاحاشیہ

اوردانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرانام میکائیل رکھاہے۔اورعبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں:خداکی مانند۔یہ گویااس الہام کےمطابق ہےجوبراہین احمدیہ میں ہے انـــت

منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی ۔

مرزا صاحب نے آپ ہی اپنے پہلے الہام کی تفسیر کردی۔یعنی دانیال نبی کی کتاب سے تحریری ثبوت پیش کر کے اپنا خدا تعالیٰ کی مانند ہونا ثابت کیا۔کیا اب بھی مرزائی جماعت انکار کرے گی کہ مرزا صاحب خدا کی مانند ہونے کے مدعی نہیں۔قرآن میں تو لیس کمثله شیء اور قل ھوالله احد۔ الله الصّمد وارد ہو۔اور براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ مرزا جی کو انت منّی بمنز لة توحیدی و تفریدی کہے۔

الحکم نمبر ۸ جلد ۵، ۳۰ مارچ ۱۹۰۱ء میں مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، مرزا جی سے روایت کرتے ہیں:

ایک روز کاسر الصلیب (مرزا قادیانی) فرماتے تھے:

اللہ تعالیٰ ضرور جانتا ہے کہ کس قدر مجھے نصرانی مذہب کے استیصال کے لئے جوش ہے۔پس میں اس کو لفظوں میں ادا نہیں کرسکتا کہ مجھے اس اعتقاد کی تباہی کیلئے اتنا جوش ہے کہ جتنا خود خدا کو۔

خدا پر جھوٹ ۔ ان ارا د ان یھلك المسیح .. ا لآ یه ۔ نصاریٰ کی بیخ کنی اور ان کے اعتقاد کی تباہی کیلئے مرزا صاحب کے خدا کو بھی مرزا جی کے مساوی جوش ہے۔اس تحریر کو تقریباً چار سال کا عرصہ گذرا،اور جوش تو دونوں کو اس سے پہلے کا ہوگا۔لیکن اب تک دونوں سے کچھ نہ ہوسکا۔مسلمانوں کا خدا تو اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی چیز کی تباہی کیلئے عاجز انسان کی مانند جوش کھانا پڑے۔بلکہ وہ تو ایسی طاقت رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو تمام جہان کو طرفۃ العین میں ہلاک کردے۔خود قرآن شریف گواہ ہے۔

اور تحفہ قیصریہ کے صفحہ ۱۴ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اے قیصرہ ملکہ معظّمہ ہمارے دل تیرے لئے دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں جھکتے ہیں،اور ہماری روحیں تیرے اقبال اور سلامتی کے لئے حضرت احدیت میں سجدہ کرتی ہیں۔

کجا مرزا قادیانی اور اس کے خدا کی عیسویت کی بیخ کنی اور تباہی کا جوش،اور کجا عیسوی مذہب کی ملکہ کی اقبال مندی اور سلامتی کی دعا۔

اور رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۶۔۷ مطبوعہ ۲۳۔اپریل ۱۹۰۲ء میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

انت منّی و انا منك ۔

انا منك سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا جی کا خدا، مرزا جی سے پیدا ہوا ہے۔ معاذ اللّٰہ۔ قرآن بتاتا ہے: لم یلد ولم یو لد۔ اور انت منّی و انا منك مرزا جی کا الہام۔

اے مرزائیو! تم خداوند قہار سے ڈر کر سچ کہو، اگر کوئی اور شخص کہے کہ

میں توحید وتفرید کا مرتبہ رکھتا ہوں؛

یا یہ بات کہے کہ دانیال نبی کی کتاب میں مجھے خدا کی مانند لکھا ہے؛

یا یہ کہے کہ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے ہے،

تو تم اس کو کافر کہو گے یا نہیں؟ اگر دانستہ جھوٹ کہو گے تو کاذب کے واسطے خداوند قہار کی طرف سے لعنت کا خطاب موجود ہے۔ راقم: منشی اللہ دتا۔ جھنگ (ضمیمہ شحنہ ہند ۸ و ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۲۔۴)

انکار معجزات

مرزا جی خود تو کم وبیش تین سو معجزات اب تک دکھا چکے ہیں مگر انبیاء علیھم الصلوۃ و السلام میں سے کسی نے معجزہ نہیں دکھایا۔ معجزہ خارجی فطرت ہے، مگر مرزا جی کے لئے عین فطرت ہے۔ مگر مردوں کو کسی نے خدا کے حکم سے زندہ نہیں کیا اور بے چارہ مسیح تو کیا زندہ کرتا جو مرزا جی کے نزدیک مہذب انسان بھی نہ تھا۔ جس طرح زندہ کرنا صرف خدا کا کام ہے، اسی طرح مار ڈالنا بھی اسی کا کام ہے۔ مگر مرزا جی نے بذریعہ اپنے جلاّ دا پڈی کانگ (طاعون) کے لاکھوں آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور جو مخالف مرتا ہے اس کو مرزا جی ہی مارتے ہیں۔ آتھم بھی پیشین گوئی کی میعاد کے اندر ہی مر گیا ہوتا مگر وہ دل میں مرزا جی پر ایمان لے آیا، اس لئے نہ مرا۔ اگر چہ اس نے ایمان لانے کا بظاہر اقرار نہ کیا۔ مرزا جی نے ہزاروں کی تھیلیاں بھی جھکا دیں کہ اگر آتھم یوں کہدے کہ میرے دل پر خوف غالب نہیں ہوا، یا میں دل میں ایمان نہیں لایا، تو یہ تھیلیاں اس کی نذر، اس کے باپ دادا کی، مگر آتھم کا فولادی دل بارہ سیر چاندی پر بھی نہ پگھلا۔ یہ عجیب نبی ہے کہ اپنی نبوت کا انکار کرنے والے کو انعام دیتا ہے اور جب دنیا میں سبز باغ دکھا کر مجبور کرتا ہے کہ میری نبوت کا انکار کر، تو شائد اسی انکار

کے باعث آخرت میں بھی جنت کا مالک کردے۔ کیوں بھئی مرزائیو! اب کیا صلاح ہے۔ جب دنیا میں دولت اور آخرت میں جنت آپ کے بروزی نبی نے منکروں پر لٹا دی، تو آپ کے واسطے کیا رہا۔ ڈھاک کے تین پات۔ وہی مثل ہوئی کہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔

خیر یہ تو انکار معجزات کا جملہ معترضہ تھا۔ اب اصل حقیقت سنیئے کہ میرٹھ میں چند مرزائی ہیں۔ ہم سے اکثر ملاقات رہتی ہے اور معجزات پر بحث ہوتی ہے ایک روز حضرت ابراہیمؑ کے معجزہ طلب کرنے پر بحث ہوئی

و اذ قال ابراهیم رب ارنی کیف تحی الموتی قال او لم تؤمن .قال بلی و لاکن لیطمئن قلبی۔ قال فخذ اربعة من الطیر فصرهن الیك ثم اجعل علی کل جبل منهن جزءًا ثم ادعهن یأتینك سعیاً ، واعلم ان الله عزیز حکیم (بقرہ ۲۶۰)

مفسرین نے جو کچھ اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے، وہ تو علماء و ناظرین ضمیمہ پر بخوبی روشن ہے، مگر ہم نے اس پر حسب ذیل مجددانہ بحث کی۔

ہم نے کہا بے شک محیی اور ممیت خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ تم معجزات انبیاء کے منکر ہو، مگر کیا قدرت الٰہی کے معجزات کے بھی منکر ہو جو ہمیشہ اور ہر وقت بطور سنۃ اللہ معجزات دکھاتی رہتی ہے۔ آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم معجزہ دکھانے کے مدعی نہیں، بلکہ وہ تو جناب باری ہی سے اس کی سنت کے موافق معجزہ طلب فرماتے ہیں کہ اے خدا تو فاطر السماوات و الارض ہے، تو قادر مطلق ہے۔ مجھے بھی دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے۔،

اگر خدا تعالیٰ احیاء اموات نہیں کرسکتا، تو یہ سوال عبث ہوا۔ حالانکہ نبی کا سوال عبث نہیں ہوتا۔ لھو الحدیث کو خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے اور اس کو ضلالت قرار دیتا ہے۔ اس پر مرزائیوں نے کہا کہ وہ نبی ہی کیسا جو معجزہ دیکھ کر خدا تعالیٰ پر ایمان لائے۔

ہم نے کہا ارنی کیف تحی الموتی پر غور کرو، آخر یہ کیسا سوال ہے اور کون سائل ہے۔

دوم، کوئی نبی ماں کے پیٹ سے ہی نبی نہیں پیدا ہوا، بلکہ یہ نعمت ہر نبی کو بعد میں ملی ہے۔ پڑھو و وجدك ضالاً فهدی ۔ آنحضرت ﷺ کی جانب خطاب ہے جس میں حالت قبل از وحی کو یاد دلا کر خدا

تعالی اپنی تمام نعمتیں یاددلاتا ہے،اور ہدایت فرماتا ہے کہ:واما بنعمة ر بك فحدث

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال

کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

ذ لك فضل الله يو تيه من يشا ء۔وحی اورالہام پر نبوت کا مدار نہیں۔وحی اورالہام اچھا ہو یا برا ہو، ہر شخص پر بلکہ ہر جاندار پر ہوتا ہے۔

او حی ر بك الی النحل ۔ اے محمد تیرے رب نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی۔

ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ء ھم ۔ تحقیق شیاطین اپنے چیلوں پر وحی بھیجتے ہیں۔

دیکھئے شیاطین بھی وحی کے مالک ہیں۔اگر کوئی کہے کہ آیت ما ضل صا حبکم و ما غوی ۔ و و جدك ضا لّا فهدی کے خلاف ہے،تو جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں قبل از نزول وحی کی حالت کا بیان ہے،اوردوسری آیت نبوت ونزول وحی کے بعد کی ہے۔چنانچہ اس سے اگلی آیت وماینطق عن الھوی۔ ان ھو الا و حی یو حی اس کی شاہد ہے۔

آیت میں صر ھن کے معنی پر پرزے یا اجزاء علیحدہ کر دینے کے ہیں،مگر مرزائیوں نے اپنے نبی کی نوایجاد تفسیر سے وہی معنی بیان کئے جو سید النیاچر (سرسید احمد خان) نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں،یعنی جانوروں کو اپنی جانب رجوع کرا اور پرچا، وہ تیری جانب دوڑ کر چلے آئیں گے۔،

ارے واہ رے نیچری مرزائیو! تمہاری تاویل کے کیا کہنے ہیں۔جانوروں کا پرچانا بڑا بھاری معجزہ اور آیت قدرت ہے۔گوالے بھینسوں کو، چرواہے بکری بھیڑوں کو، چڑی مار وغیرہ طیور کو، حلال خور کتوں کو، پرچا لیتے ہیں، کیا ایک اولوالعزم نبی جناب باری سے ایسی ہی آیات قدرت کے دیکھنے کی استدعا کرتا ہے، اور اپنا اطمینان چاہتا ہے۔

پھر سوال تو یہ ہے کہ اے خدا تو مردوں (اموات) کو کیونکر زندہ کرتا ہے، جواب یہ ہے کہ جانوروں کو پرچا۔سوال از آسمان جواب از ریسمان۔

مرزائیوں نے کہا یہ تو قیامت کا ذکر ہے،یعنی حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ یاالٰہی تو قیامت میں

مردوں (اموات) کو کیونکر زندہ کرے گا۔ اس کا جواب یہ ملا کہ جس طرح تو جانوروں کو پرچالے گا، اسی طرح ہم بھی مردوں (اموات) کو پرچالیں گے۔

ہم نے کہا یہ جانور تو دنیا میں تھے، دعوی کی تطبیق کیوں کر ہوئی۔ پھر کیا حشر اجساد معجزہ نہیں۔ حالانکہ تم معجزات کے بالکل منکر ہو۔ جب تمہارے نزدیک دنیا میں مردہ زندہ نہیں ہوسکتا، تو سال ہا سال کے بعد جب ہڈیاں خاک ہوجائیں گی، تو مردے کیوں کر زندہ ہوں۔ أأ ذا متنا و کنا ترا باً ذ لك ر جع بعید ۔ کیا تم ان منکروں سے کم ہو۔ یہ تو بالکل نو من ببعض و نکفر ببعض کا مصداق ہے۔

ہم نے ایک بات اور کہی کہ یا تینك سعیاً کیوں فرمایا، یا تینك طیراً کیوں نہ فرمایا جو طیور کے لئے موزوں تھا۔ اس کا کچھ جواب نہ ملا۔ ہم نے کہا سعیاً اس لئے فرمایا کہ اگر وہ جانور اڑ کر آتے، تو یہ احتمال ہوتا کہ شاید دوسرے جانور اڑ کر آگئے ہیں۔ اور جب دوڑ کر سامنے سے آئینگے، تو یہ احتمال جاتا رہیگا۔

جب ہم نے بسیط بحث کرنی چاہی تو چونکہ مرزائیوں کی بات بات میں تناقض تھا، لہذا وہ سمجھ گئے کہ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) کے حضور ہماری کوئی بات چل نہ سکے گی، لہذا بحث کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ جا، وہ جا۔

اڈیٹر (شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ و ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۴۔ ۱۵۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔ ۶)

آسمانی نشان کا ظہور

مرزائی اچھل کود رہے ہیں، رنگ رلیاں منا رہے ہیں کہ لالہ چندولال صاحب مجسٹریٹ گورداسپور جنہوں نے ہمارے حضرت اقدس پر بلاوجہ ناکردہ گناہ خردہ نہ بردہ، ناحق دردگردہ، خدا کی پناہ ایک نہ دو، بلکہ تعزیرات ہند کی تین دفعات لگادی تھیں، آخر کار قبل از فیصل کرنے مقدمہ کے تنزل کے ساتھ گورداسپور سے بدل گئے۔ یعنی اب نرے منصف رہیں گے۔ بھلا آسمانی نشان کے اور کیا سینگ ہوتے ہیں، اب بھی دنیا ایمان نہ لائے تو جائے جہنم میں۔ اور اس شخص (چندولال) نے بھی عجیب اندھیر کھا تا مچا رکھا تھا کہ مدعی کا بالکل جامہ ہی پہن لیا تھا۔ بات بات میں اس کی طرف داری۔ اس کا جگہ اب دوسرا حاکم آتا ہے، وہ خالہ کا بیٹا ہے،

دیکھیں مولوی کرم الدین کیونکر کامیاب ہوتے ہیں۔اور باگ تو درحقیقت آسمانی باپ کے ہاتھ میں ہے۔اگر چندولعل اس کی مخالفت نہ کرتا تو یہ دن کیوں دیکھتا۔،

ہم بھی چاہتے ہیں کہ مرزا جی کسی طرح بچ جائیں، کیونکہ وہ آسمانی باپ کے اکلوتے بیٹے ہیں۔کسی طرح نسل تو جاری رہے، ورنہ آسمانی باپ کے خاندان ہی کا خاتمہ ہے۔جتنے حکام آئے دن بدلتے رہتے ہیں ،اور گورنمنٹ گزٹ میں یہ تغیر وتبدل چھپ کر شائع ہوتا رہتا ہے، یہ سب آسمانی نشان ہوتے ہیں کیونکہ وہ مستغیثوں کے ساتھ ناانصافی طرف داری اور تعصب مذہبی برتتے ہیں۔

لیکن اگر اس (نئے) حاکم کے اجلاس میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو کدھر جائے گا۔کیا دوسرا آسمانی نشان ظاہر ہوگا۔اور وہ حاکم بھی اپنے درجہ سے تنزل ہوکر بدلا جائے گا۔ضرور بالضرور۔آسمانی باپ نے الہام کر دیا ہے کہ ترکی پٹے اور تازی تھرائے۔غیر ممکن ہے کہ مرزا جی جدید حاکم کے اجلاس سے فوری بری نہ ہوں۔پہلا حاکم مولوی کرم الدین کا طرف دار تھا، نیا حاکم اس کے برعکس لیپا لک کا طرف دار ہوگا، جبھی تو آسمانی نشان ظاہر ہوگا جس کا الہام ہو چکا ہے۔پس مناسب ہے کہ الحکم میں گزشتہ الہامات کی طرح یہ الہام بھی شائع ہو اور عدالت کی نظر سے گزر کر سابق مجسٹریٹ کی طرح تنبیہ ہو۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸و۱۶۔اپریل ۱۹۰۴ء ص ۷)

مرزا جی کے مشن کا پولٹیکل پہلو

جس قدر مہدی آج تک گزرے ہیں اگرچہ سب نے دین دین کے نعرے بلند کئے، مگر درحقیقت سب کا مشن پولٹیکل تھا کیونکہ وحشی بغیر اس لٹکے کے قابو میں نہیں آسکتے۔انہوں نے کہا کفار اور منکرین کو ملک سے نکالو، اگر وہ مہدویت تسلیم نہ کریں تو سخت اذیتوں اور برے برے عذابوں سے ان کو ہلاک کرو، کیونکہ آج کے روز ہمارا قبضہ، ہمارا سکہ ہمارا حکم ہے۔بالآخر ملک گیری اور دنیوی جاہ وحشم کی ہوس میں زبردست قوموں کے ہاتھوں کتے کی موت مارے گئے۔یہ ان ممالک کی کیفیت ہے جہاں وہ آزاد اور مطلق العنان تھے۔ہتھیار اور سامان حرب رکھنے کی ممانعت نہ تھی۔انہوں نے یہ خیال خام پکایا کہ آسمانی تائید ہمارے ساتھ، افواج ملائکہ

ہماری کمک پر ہے،فوج بھی ہے،خزانہ بھی ہے ۔مگر چند روز میں چیونٹی کے پر ہی اس کو ملک عدم میں لے اڑے،اورغبار آلودہ مطلع صاف ہوگیا۔

مگر ہندوستان جیسے ملک میں جومختلف مذاہب واقوام کامسکن ہے،کسی عیار کا مہدی یا مسیح بننا قابل مضحکہ ہے۔خصوصاً موجودہ زمانہ میں جب کہ تمام اقوام و مذاہب امن وامان کے ساتھ ایک آزاد پرامن گورنمنٹ کی حکومت میں ہیں۔ایسے ملک کوسوڈان پر قیاس کرنا حماقت یا مالیخو لیا ہے۔برٹش گورنمنٹ کا جیسا سطوت و جبروت اعلیٰ درجہ کا ہے،وہ ویسی ہی حکیم و مستقل مزاج ہے۔اس کوآزادی مذاہب کا بڑا پاس ہے۔وہ حتی الوسع نہیں چاہتی کہ کسی کے مذاہب میں خواہ نیا ہو یا پرانا،مداخلت کرے۔پس مرزا جی کی خوش قسمتی ہے کہ باوصف دلآزاری تمام اہل مذاہب کے،جوگورنمنٹ کی سچی وفادار رعایا ہے،اب تک قانون سیڈیشن میں نہیں لپیٹے گئے۔

میں امام الزمان ہوں،میں مسیح موعود ہوں،مجھ پرایمان لانا فرض ہے،اور جوشخص امام الزمان پر ایمان نہ لائے،وہ واجب القتل ہے،آخراس کے کیا معنی ہیں۔کیا مذہب اسلام میں ایسا حکم ہے۔اسلام میں تو لا اکرا ہ فی الدین اور لکم د ینکم و لی دین وارد ہے۔اس سے مرزاجی کی نیت صاف ظاہر ہے کہ وہ اس حیلے سے ہفت اقلیم کا بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔اوراگرقابو چلے تو خدا جانے اپنے منکروں کی کیسی گت بنائیں۔مگر مرزاجی نے اپنی نیت پر یوں پردہ ڈالا کہ جہاد کی مخالفت کی اور جہاد بھی وہ جس کا پتا مہذب ومقدس اسلام میں تو کجا کسی وحشی سے وحشی مذہب میں بھی نہیں مل سکتا۔بساط تو یہ ہے کہ جہاد کے نام سے بظاہرلرزہ چڑھتا ہے،اورنیت ایسی کھوٹی کہ ہفت اقلیم کوہڑپ کرجائیں۔اور بجزان لوگوں کے جوان پرایمان لائیں،کسی کوروئے زمین پرزندہ نہ چھوڑیں۔یہ اس صورت میں ہے جب کہ ان کے پاس بقول خوددولاکھ نہتی فوج ہے اوراگردس پانچ لاکھ مسلح فوج مل جائے،تو یقیناً نمرود کی طرح خدائی کا دعویٰ کریں۔آخر مرزاجی آسمانی باپ کے لیپا لک تو ہیں ہی،بالغ ہوکر آسمانی بادشاہی کے پورے مالک بن جائیں گے۔کیونکہ لیپا لک ہی اپنے باپ کی میراث کا مالک بنتا ہے۔یہ ہے مرزاجی کے مشن کا پولیٹیکل پہلو جس کوبجز مجدد السنہ مشرقیہ (احمدحسن شوکت) کے کوئی نہیں جان سکتا۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ،مطبوعہ ۸و۱۶۔اپریل ۱۹۰۴ءنمبر۱۴۔۱۵۔جلد ۲۲و۲۴ص ۷۔۸)

آسمانی ہائی کورٹ اور پنجاب چیف کورٹ

عزیزے که از درگہش سر بتافت
بہر در که شد هیچ عزت نیافت

عرصہ تک مرزا جی اسی بات پر تلے رہے کہ جہاں کسی سے ذرا بھی چشمک ہوئی، جھٹ آسمانی ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا، اور بذریعہ ثمن یعنی اشتہار مشتہر بھی کر دیا کہ فلاں شخص پر ہم نے مقدمہ دائر کیا ہے۔ اگر مدعا علیہ معافی مانگ لے، تو ہم درخواست دعوی واپس لے لیں گے۔ ورنہ اس کی یہ ذلت ہوگی، یہ تباہی آوے گی۔ بیچارہ کھنچا کھنچا پھرے گا، حتی کہ اس کے متعلقین بھی لپیٹ میں آ جائیں گے، ان پر بھی وبال نازل ہوگا، نقصان ہوگا۔ تا کہ یہ غریب خوف زدہ ہوکر تابع فرمان بن جاوے۔

اور جب دیکھا کہ رعب وداب اور پیش گوئی کا اثر نہیں پڑا، تو دلالوں کی معرفت خفیہ کاروائی، دھوکہ دہی شروع کر دی، تا کہ کسی نہ کسی حیلہ سے دام تزویر میں پھنس جاوے۔ بعض معاملات میں افشاء راز ہونے پر زیادہ قلعی کھلنے لگی، تو مجبوراً آسمانی عدالت میں مقدمات دائر کرنے سے بدیں لحاظ اجتناب کرنے لگے کہ وہاں تاریخ پیشی کبھی دو تین سال بعد پڑتی ہے۔ تاریخ معینہ پر مقدمہ پیش بھی ہوا تو پہلی کچی پیشی پر بوجہ بے بنیاد ہونے کے دعوی خارج، حالانکہ مدعا علیہ کو خبر تک نہیں کہ کیا ہوا، مگر مدعی کو ضرور بذریعہ الہام خبر دی جاتی ہے کہ تمہارا مقدمہ خارج۔ اب تاویل کی ضرورت پڑی تو کہہ دیا کہ ہم نے رحم کھا کر مقدمہ واپس لے لیا کیونکہ ہم اسم بامسمی جمالی ہیں۔

اور مقدمات کا فوری اثر بھی ظہور میں نہ آیا، اور مچلکہ بھی لکھ دیا کہ آسمانی کورٹ میں آئندہ کوئی مقدمہ دائر نہ کریں گے، تو ناچار عدالت عالیہ میں مقدمات دائر کرنے چھوڑ دیئے، اور برٹش گورنمنٹ کی طرف جھکے۔ اس میں چند فوائد دست بدست ملنے کی بڑی گنجائش سوجھی۔ اول تو الہام قید اور جرمانہ، مخالف کے لئے تیار ہے۔ دوم، نصف رقم جرمانہ آمدنی میں شمار۔ سوم، جو روپیہ بطور چندہ کسی کی ذلت کے لئے جمع کیا جاوے گا اس میں سے بھی نصف بیت المال کا مال۔ اور کامیابی پر پانچوں گھی میں۔

مگر مثل مشہور ہے کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے، جو مقدمہ لائبل شروع کیا اس میں سوائے الہام پر اعتبار ہونے کے وکلاء بیرسٹروں سے صلاح مشورہ اور ان کی رائے پر کلی اعتماد۔ گویا خدا کا دروازہ چھوڑ کر اب بیرسٹروں کے پاس در بدر پھرنا شروع کیا۔ امام الزمان، خلیفۃ اللہ، حجت اللہ وغیرہ کے جس قدر ڈپلومے ملے تھے سب بالائے طاق۔ مرزا جی کے لئے خود اپنی تحریرات پر بھی قدرتی حجاب حائل، جس کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آ جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم، اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جاوے، تو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھے، تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصود کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے، ایسا ہی اس کا کن بھی اس تموج اور مدّ کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ جب یہ سفر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہر ایک چیز جو اس سے مسّ کرتی ہے، بغیر اس کے جو یہ دعا کرے، برکت پاتی ہے۔

مرزا جی نے یہ تمام مدارج خاص اپنے حق میں مخصوص کئے ہیں اور ہر مرید کو اسی کی تعلیم ہے، مگر اپنے لئے نسیاً منسیاً۔ سچ ہے یہ حالت تموج اور مدّ کی تھی اب تو حالت جزر کی ہے۔ اسی لئے خداوند کریم کا بھروسہ بالکل چھوڑ دیا گیا۔ پھر کیا ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم　　نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے رہے

لیکن پھر بھی الہام کی عادت مستمرہ نہ چھوٹی۔ نفس امارہ نے ایسا چکما دیا کہ تیس سالہ محنت و مشقت طرفۃ العین میں برباد گئی۔

طرفۃ العینی جہاں برہم زند
کس نمی آرد کہ آنجا دم زند

حکیم الامت کی بھی حکمت عملی نہ چلی ۔ان پر تو سکتہ کا عالم طاری ہے۔جس پر مقدمہ دائر کیا وہ تو بعون ایزدی سرخرو باعزاز تمام بری، اور دعوی مستدعی خارج ۔مگر حضرت کو معہ اون تمام مشاہیر کے جن کے بھروسہ پر خداوند تعالی سے، جو تمام عالم کا امید گاہ ہے، روگردان ہوئے یہ سزا ملی کہ تشہیر کئے گئے اور آفات آسمانی جسمی مالی کے علاوہ بے توقیری وغیرہ نفع میں رہی۔ بے عزتی ...نے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ خرد جال کے اثر سے مرض مزمن عود کر آیا۔سوائے اس کے کہ ڈاکٹر صاحب بہادر سے بمنت التجا ہو کہ بچاؤ، اب یہ ذلت پر ذلت کہ اسی دجالی قوم کی پناہ ڈھونڈی، ورنہ کار از دست رفت کا معاملہ ہے ۔اس پر طرہ کہ برٹش گورنمنٹ کے اعتبار پر اعتبار، اور یہ التجا کہ خاص الخاص اسی قوم پر مجھے اعتبار ہے، جس کے بھروسے میں نے اس قادر قدیر کے در سے سرتابی کی ہے۔ باوجود اس قدر منت ساجت ولجاجت کے پاداش عمل کا وہی حکم رہا۔ چیف کورٹ تک دہائی مچائی مگر توبہ! کہیں احکم الحاکمین کا حکم بھی ٹل سکتا ہے ۔اب شمار کرلو کتنی ذلتیں ایک ہی جون میں بھوگنی پڑیں، اور ابھی تو پہلا ہی پیالہ ہے کیونکہ مرزا کا خود قول ہے کہ اسی دنیا میں بہشت اور دوزخ شروع ہو جاتی ہے

مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں فرد جرم لگ گئی ۔ گئے تھے روزے بخشوانے نماز گلے پڑی ، جس کا نتیجہ معلوم نہیں کیا ہوگا۔اکثر ضمیمہ شحنہ ہند سے بات پائی جاتی ہے کہ دس بجے سے لے کر برابر پانچ بجے شام تک بلا وقفہ عدالت میں کھڑے رہنا، اور سیروں برف اور دودھ کھڑے کھڑے اوڑا جانا، جو شخص مرض ذیابیطس میں مبتلا ہو وہ سیروں دودھ اوڑا جائے، پھر دس بجے سے پانچ بجے شام تک یعنی سات گھنٹہ تک برابر کھڑا رہے، اور بول کی بھی حاجت نہ ہو۔ واہ رے معدے اور گردے کی قوت ماسکہ وجاذبہ ۔اگر ذیابیطس نہ ہو، تو شائد دھڑیوں اور منیوں دودھ اور برف پی جاتے ۔قبل از پیشی حکیم الامت صاحب کوئی کشتہ کھلا دیتے ہوں گے، یا خوف عدالت ہے کہ پیشاب تک نہیں ۔ گورنمنٹ پر بصد منت یہ ثابت کرنا کہ میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں، قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں، اور حکومت کی خدمات تیس سال سے کر رہا ہوں، جن کو سوائے گورنمنٹ کے کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔اسی پالیسی کے اصول پر حضرت عیسی روح اللہ کو گالیاں دیتا ہوں، اور اسلام بھی بگھارتا ہوں تاکہ مسلمان بدظن نہ ہو جائیں ۔مگر اس خفیہ خیر خواہی کا بظاہر تو کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مقدمات کی ابتری شاہد حال ہے۔شائد چیف کورٹ میں پہنچ کر نتیجہ حاصل ہو، جس کی امید لگی ہوئی ہے۔ فی الحال ہمیں منتظر رہنا

چاہیے۔اگرزندگی ہےتوانشاءاللہ بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہندرائے ظاہر کی جاوے گی۔

مرزا جی کی حالت تموج، مدّ وجزر سے ہمیں ایک نہایت باریک نکتہ مفروضہ موہومہ مل گیا۔وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ کی حالت ہروقت اور ہرلحظہ مثل نقطہ مفروضہ کے جو اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تموج اور مدّ کی حالت میں قائم رہتی تھی اور طرفتہ العین کے لئے بھی جیسا کہ مرزا صاحب کا آج کل حال ہے بحالت جزر، کبھی نہ پلٹتی تھی۔ ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ہمراہ شاگردوں کے راستہ میں جاتے تھے، تو ایک عورت نے، جس کا مرض بارہ سال سے جاری تھا اور ہزارہا علاج کر چکی تھی، پیچھے سے آپ کا دامن چھوا، کیونکہ اوس نے اپنے کو اس لائق نہ سمجھا کہ سامنے آوے۔معاً دامن کو چھوتے ہی مقناطیسی اثر ظاہر ہوا۔حضرت مسیح نے پھر کر دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے، دعائے خیر دی کہ جیسا تیرا اعتقاد ہے ویسا ہی ہو۔چنانچہ ویسا ہی وقوع میں آیا۔مگر افسوس مرزا جی کے حاشیہ نشین جو شب وروز خدمت میں موجود، پوشاکیں بدلواویں، ہروقت مصافحہ سے ہاتھ گرم کریں، پھر بھی وہ حرارت جو ایک عام آدمی میز یا تختہ میں ڈال کر اس کو حرکت دے سکتا ہے، مرزا صاحب کی صحبت سے حاصل نہ ہو۔اور مسجد میں وہی غل غپاڑہ حقہ نوشی، جس کے مرزا صاحب نالاں ہیں، جاری رہے۔اب مرزا صاحب انصاف کریں کہ یہ بھی عمل الترب ہے یا خدا کا ہاتھ، یا وہ خود خدا ہے جو سفر میں معہ تمام اپنی برکتوں کے ہمراہ ہوتا تھا۔افسوس ہے کہ مرزا کو اپنی تحریرات جادہء اعتدال سے فرسخوں دور پھینک رہی ہیں۔

راقم۔قاسم علی خان ہیڈ کلرک محکمہ نہر سرہند (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۳)

نبی اور مجدد میں فرق

حدیث شریف میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ ہر صدی میں مجدد پیدا ہوگا تو اس سے مراد حقانی علماء ہیں جو مسلمانوں کو توحید الٰہی اور اتباع طریقہ محمدیہ یاد دلائیں گے، امور دین اور قواعد شرح متین کی تعلیم وتلقین کریں گے، مگر وہ نبی اور رسول نہ ہوں گے۔ورنہ حدیث میں احیا کا لفظ ضرور آتا، حالانکہ صرف من یجدد لها دینها وارد ہوا ہے۔وجہ یہ ہے کہ نبی اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے جو علی الاعلان نبوت ورسالت کا دعوی کرتا ہے۔مجدد فی الدین کے لئے ضرور نہیں کہ وہ تجدید کا دعوی کرے، اور کہے کہ میری تجدید پر ایمان لاؤ۔

کیونکہ وہ تو محض تلقین و تعلیم و تذکیر کرتا ہے جو حقانی علماء دین کا بھی فرض ہے۔ دیکھو کسی مجدد نے نبوت کا دعوی نہیں کیا، اور جھوٹے مہدیوں نے بھی نہیں کیا جو اپنے دل میں خوب جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں اور محض حبّ جاہ اور ہوس مال و منال کے لئے دنیا کو اپنی جانب رجوع کر رہے ہیں۔ اگر چہ وہ مکار اور فریبی تھے مگر حفظ ناموس شریعت اسلامیہ کو انہوں نے ملحوظ رکھا اور بے حیا اور ڈھیٹ نہیں بنے جیسے کہ مرزا جی ہیں۔

کسی مجدد نے مامور من اللہ ہونے کا بھی دعوی نہیں کیا کیونکہ ہر شخص مامور من اللہ ہے: لہ الخلق و لہ الا مر.. الآیہ، شاہد ہے۔ مرزا جی جو اپنے کو بار بار مامور من اللہ کہتے ہیں تو اپنے دعوی سے متنزل ہو کر پستی میں گرتے ہیں کیونکہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولو الا مر منکم میں خدا اور رسول کے بعد اولوالامر تیسرے درجہ پر ہے۔ یعنی وہ نبی یا رسول نہیں ہے۔ حالانکہ مرزا جی اولوالامر ہونے کے ساتھ نبوت و رسالت کے بھی مدعی ہیں۔ ھذا خلف۔ کس کس تناقض کو رویا جائے۔

علی ہذا، نبی کا مرتبہ مجدد کے مرتبہ سے بڑھا ہوا ہے۔ کم از کم دونوں میں عموم خصوص کی مطلق نسبت تو ضرور ہی ہے۔ یعنی ہر نبی مجدد تھے، مگر اس کا عکس صحیح نہیں یعنی ہر مجدد نبی نہیں۔ انسان اور حیوان میں جو فرق ہے یہی فرق نبی اور مجدد میں ہے۔ یعنی جس طرح انسان زید وغیرہ کو حیوان مطلق کہنا لائیبل ہے، اسی طرح نبی کو مجدد کہنا باعث کسر شان ہے۔ مگر مرزا جی کے لئے کسر شان نہیں۔ وہ اپنے چیلے چاپڑوں میں تو نبی ہیں، اور مسلمانوں کے سامنے اپنے کو حسب فحوائے حدیث شریف مجدد بتاتے ہیں۔ گویا گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں کہ کبھی نبی، کبھی مجدد، کبھی لیپا لک، کبھی اصلی نبی نہیں بلکہ بروزی نبی۔ اور کبھی بعض انبیاء کرام سے بھی بڑھ کر۔ عیسی کجاست تابنہد پابہ منبرم۔ کبھی خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) یعنی قیامت تک تمام انبیاء سے بڑھ کر اور خاتم رسالت۔ ایک لغویت ہو، تو بیان کی جائے۔

مجدد تو صرف احکام الہی کو یاد دلاتا ہے مگر مرزا جی نے مجدد بن کر یہ کام کیا کہ احکام الہی اور شریعت اسلامیہ ہی کی ترمیم و تنسیخ کر دی۔ تصویر پرستی کو رواج دیا۔ حج کی ممانعت کی۔ بعض انبیاء کو نبی ہی نہ رکھا، اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ عیسی مسیح کو گالیاں دیں، اور ان کے جانشین بنے، کیونکہ عیسیؑ بھی نبی رہتے تو مرزا جی نبی کیوں کر بنتے۔ معجزات کا انکار کیا، کیونکہ خود کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔ نا کو آئے بھئی نا کو آئے۔

آنحضرت ﷺ نے عیسائی مذہب (تثلیث) کی اصلاح کی، تو آپ (مرزا قادیانی) نے خدا کا لیپا لک بن کر توحید ہی کو جڑ پیڑ سے اڑا دیا۔ مذہب اسلام جو تمام مذاہب کا مصلح ہے، آپ نے باوصف دعوی مسلمانی اس کی اصلاح کا دعوی کیا۔ اصلاح کیا سادہ لوحوں کو مونڈ کر اور چندیا پر ہاتھ پھیر کر اسلام ہی سے مرتد و منحرف کر دیا۔ اس صورت میں آپ کو مجدد تو کیا، البتہ موجد مذہب جدید مرزائی و ناسخ و مرمم دین الٰہی کہیے، تو بجا ہے۔ نبی اور رسول ضرور صاحب صحیفہ ہوتا ہے۔ مگر جن اصول اسلامیہ، منع حج اور حرمت تصاویر کی آپ نے ترمیم کی ہے، اس کی نسبت الہام ہونے کا کبھی حوالہ نہیں دیا اور نہ آسمانی صحیفہ مشتہر کیا۔ ہاں چند بے جوڑ اور بے معنی فقرے، وہ بھی اپنی بھٹی میں، ضرور مشتہر کئے کہ تو ایسا ہے اور تو ویسا ہے۔ یا بعض قرآنی آیتیں توڑ مروڑ کر اور الہام بنا کر مشتہر کیں۔ ادنی سے ادنی مذہب کے اصول بھی مدون ہیں، مگر مرزائی مذہب کے اصول وضوابط جو الہامی طور پر نازل ہوئے ہوں، ان کا کوئی مجموعہ اب تک منضبط اور مدون اور مطبوع و مشتہر نہیں ہوا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا جی اپنے دل کی بات اور ماحصل کے ادا کرنے کی بھی لیاقت نہیں رکھتے۔ ورنہ غیر ممکن ہے کہ جو خرافاتی رسالے اردو زبان میں مشتہر ہو رہے ہیں، وہ عربی زبان میں مشتہر نہ ہوتے کیونکہ وہ سب الہامات ہیں اور نبی جو کچھ کہتا ہے الہام ہی سے کہتا ہے۔ آیت و ما ینطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى اس کی شاہد ہے۔ اس سے مرزا جی کا مفتری علی اللہ ہونا صاف ثابت ہے، اور مفتری علی الناس تو آپ ہیں ہی۔ کیا معنی کہ تمام اولیاء اللہ کو اپنے ساتھ ناقص نبی بنا دیا اور حکم لگا دیا کہ قیامت تک ناقص نبی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مگر مرزا جی کے زمانہ میں ناقص نبی کیا معنی کوئی ناقص ولی بھی نہیں۔ ناقص یا کامل جو کچھ ہیں خود بدولت ہی ہیں۔ کیونکہ آپ ناقص نبی بھی ہیں، اور خاتم الخلفاء یعنی اکمل الانبیاء بھی۔ ایسی متناقض لغویات سے چیلوں چاپڑوں کو تو کیا شرم آئے گی، جب کہ خود کو شرم نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد ہر صدی پر ایک مجدد آئے گا تو کیا یہ بھی فرما دیا ہے کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود بھی ہوگا تو تمام مجددوں کا جو آج تک آئے اور آئندہ قیامت تک آئیں گے عیسی اور مسیح ہونا ضروری ہے۔ اور کیا یہ بھی فرما دیا ہے کہ مجددوں میں سے کوئی اور تو مہدی اور مسیح نہ ہوگا، ہاں تیرھویں صدی میں ایک چینی الاصل مغل ہندوستان کے موضع قادیان میں پیدا ہوگا جو مجدد بھی ہوگا اور مہدی اور

مسیح بھی۔اور باقی تا قیامت برائے نام مجدد ہوں گے۔مہربانی فرما کر یہ لغویات گنتے جایئے۔

کیا آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ قرآن مجید جو مجھ پر نازل ہوا ہے، وہ مکرر، اور سہ کرر، اور دہ کرر، وصد کرر، اور ہزار کرر، ہر مجدد پر نازل ہوگا بلکہ ترمیم ہوکر۔گویا جو واقعات میرے زمانہ میں گذرے ہیں اور جن کی بابت وقتاً فوقتاً وحی نازل ہوئی ہے، وہی واقعات لوٹ کر دنیا میں پھر آئیں گے خصوصاً قادیان میں کیونکہ وہ واقعات آسمانی باپ کی زنبیل میں محفوظ ہیں۔ یہ تو بالکل ان دہریوں کا عقیدہ ہوا جو یہ کہتے ہیں کہ طوفان نوح اور اصحاب کہف اور سکندر ذوالقرنین وغیرہ کے واقعات اپنے اپنے ظرف میں موجود ہیں مگر ہماری آنکھ سے غائب ہیں۔مرزا جی نے یہ عقیدہ اس واسطے تراشا کہ اپنے کو بروزی نبی بتایا یعنی آنحضرت ﷺ کی روح ان کے جسد میں عود کر آئی ہے (جیسا کہ تناسخ والوں کا عقیدہ ہے) پھر ضرور ہے کہ وہ تمام واقعات بھی عود کر آئیں جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں واقع ہوئے اگرچہ اہل تناسخ کا یہ عقیدہ نہیں کہ دوسرے قالب میں روح کے حلول کر جانے پر اس کے تمام واقعات وافعال بھی لوٹ آئیں گے، اور نہ ان دہریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ گزشتہ واقعات پھر ظاہر ہوں گے۔ کیونکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ واقعات معدوم نہیں ہوئے بلکہ اپنے اپنے ظرف میں موجود ہیں، مگر آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔اس صورت میں مرزا جی نہ تناسخی ہیں نہ مذکورہ بالا دہریہ ہیں ۔اور مسلمان تو خدا نہ کرے، کیوں ہوتے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۵)

مرزائی جماعت

عجیب لطف ہے کہ مرزا جی کا کوئی مذہب ہی نہیں۔ وہ تو آسمانی باپ کے لیپا لک بن کر بالکل مطلق العنان ہوگئے اور انت منی و انا منك کہہ کر خود خدا بن گئے۔ بھلا خدا کا کوئی مذہب کیوں ہونے لگا وہ تو جس طرح تمام دنیا کا خلّاق اور موجد ہے اسی طرح مذاہب کا بھی خالق اور موجد ہے۔مگر مرزائی جماعت بہت سے مذاہب سے مرکب ہے اور مرزا جی بھی کسی کے مذہب سے تعرض نہیں کرتے۔ ہر پتلی کو اپنی نخ پر نچا رہے ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیعت کرلو مذہب جو چاہو رکھو۔ مطلب سعدی دیگر است۔

مرزائیوں میں حنفی بھی ہیں، اہل حدیث بھی ہیں، صوفی بھی ہیں۔ وغیرہ۔خود حکیم نورالدین صاحب

اور محمد احسن امروہی صاحب اپنے کو گروہ اہل حدیث سے بتاتے ہیں۔ یہ ان کی تقلیدی چال ہے، کیا معنی کہ نواب صدیق حسن خان مرحوم کے زمانہ میں دونوں صاحب اہل حدیث تھے۔مگر باوصف جدید بروزی نبی اور امام الزمان کے پیدا کر لینے کے اب بھی ان کا بدستور اہل حدیث رہنا قابل افسوس اور کورانہ تقلید اور اپنے خاتم الخلفاء کی کسر شان کا باعث ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بروزی نبی پر ابھی تک ان کا پورا پورا ایمان نہیں اور منافقانہ برتاؤ برت رہے ہیں، ورنہ سچی محبت اور خالص عقیدہ تو شرک فی الاسم بھی گوارا نہیں کر سکتا۔

مولوی محمد احسن امروہی اپنا یا یوں کہیے کہ تمام مرزائی جماعت کا رشتہ شیخ محمد حسین بٹالوی سے ملانا چاہتے ہیں مگر حکیم نورالدین صاحب وغیرہ بلکہ خود مرزا جی بالکل خلاف ہیں۔غالباً امروہی صاحب کا یہ خیال ہے کہ ہم نے شیخ بٹالوی کو جیت لیا تو ہندوستان کے دس لاکھ اہل حدیث کو جیت لیا۔اور پھر ایک نظیر مل گئی۔شیخ موصوف کے منڈتے ہی قادیان میں اہل حدیث کی ٹپکا ٹپکی شروع ہو جائے گی۔پھر کیا تھا، میں بھی چل، تو بھی چل۔تمام اہل حدیث مرزائی نہ ہو جائیں تو جبھی کہنا۔اب تک تو امروہی صاحب کی اس خیالی کھچڑی کی ہانڈی میں ابال نہیں آیا، نہ گیلی لکڑیوں نے آگ قبول کی، تا کہ ہانڈی میں کھد بد ہوتی۔آئندہ یا قسمت یا نصیب۔بفرض محال شیخ بٹالوی چکنی چپڑی باتوں میں آ بھی گئے تو جماعت اہل حدیث پر کیا اثر۔

محمد احسن امروہی صاحب ہیں تو مرزائی مگر اپنی حقانیت پر دلیل وہی لاتے ہیں جو عموماً علماء مقلدین اپنے مذہب کے حق ہونے پر لاتے ہیں یعنی اتبعوا السواد الاعظم۔اب وہ مرزائی جو حنفی بھی ہیں اور مرزائی بھی جواب دیں کہ کون سا سواد اعظم حق پر ہے۔مرزائی سواد اعظم، یا حنفی سواد اعظم۔اگر دونوں حق پر ہیں تو دو سواد اعظم ہو نہیں سکتے، جیسا کہ افعل التفضیل کا خاصہ ہے۔نہ نبی اور مجتہد کا سواد باہم جمع ہو سکتا ہے۔کجا بروزی نبی اور آسمانی باپ کا لیپا لک اور کجا ایک مجتہد جو غلطی بھی کر سکتا ہے۔تعجب ہے کہ خود مرزا جی نے باوصف نبی ہونے کے حنفی مذہب کو اس دلیل سے حق پر بتایا تھا کہ یہ بڑا گروہ ہے اور بڑے گروہ پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے حالانکہ اس سے ان کی قلیل جماعت کا ناحق پر ہونا لازم آتا ہے مگر ان کو تو زمانہ سازی سے مطلب ہے کس کا حق اور کس کا ناحق۔بات یہ ہے کہ جھوٹ کی ناؤ نہیں چل سکتی۔ایک جھوٹ کے ثابت کرنے کو بہت سے جھوٹ تلاش کرنے اور مسلسل دروغ گوئیوں کا تانا بانا بننا پڑتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کا کوئی مذہب نہیں، ہاں ان کے مطلب کے مذاہب بہت سے ہیں۔عیسی مسیح کی وفات ثابت کرنے کو آپ اہل قرآن ہیں، مگر مسیح موعود کا آنا چونکہ قرآن سے ثابت نہیں ہوتا لہذا کسر صلیب اور قتل خنازیر کے لئے آپ اہل حدیث ہیں۔اور ثلا ثـون د جا لو ن والی حدیث پیش کی جاتی ہے تو آپ اہل حدیث بھی نہیں۔میٹھا ہڑپ اور کڑ وا تھوتھو۔بروزی نبی بننے کے لئے آپ اہل تناسخ ہیں اور معجزات کا انکار کرنے میں آریا اور نیچری۔اور آسمانی باپ کا لیپا لک بننے اور تثلیث قائم کرنے میں، جیسا کہ گزشتہ ضمیمہ میں بعض مرزائی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا، آپ نصرانی ہیں۔آپ کا مذہب ہزار داستان ہے۔ایسے پاک مذہب کے کیا کہنے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند۔۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۷)

مدنی شاہ والا معاملہ

اٹاوہ کے مختار صاحب نے ایک لمبا چوڑا مضمون مدنی صاحب کے معاملہ میں مرزائی اخبار الحکم میں شائع کرایا ہے۔معلوم نہیں یہ کس بات کی تردید ہے۔مدنی صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا جیسا اوٹاوہ کے مختار نے ایک اشتہار میں شائع کیا اور مختار صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فلاں فلاں کے مواجہہ میں مدنی صاحب نے اپنے پیر وارث علی شاہ صاحب کا مقولہ مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ وہ عیسی مسیح کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔حالانکہ عیسی مسیح کے مرتبہ پر پہنچنا مرزا جی کے لئے ننگ کا باعث ہے کیونکہ ان کے عقیدے اور مشتہرہ کتابوں کے موافق عیسی مسیح تو معاذ اللہ مہذب انسان بھی نہ تھے، چہ جائے کہ نبی اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہوتے۔مگر مختار صاحب وغیرہ کے نزدیک یہ بڑا بھاری فخر ہوا کہ وارث علی شاہ صاحب نے مرزا جی کو مسیح کے درجے پر پہنچا دیا۔خیر۔مرزا اور مرزائی دونوں آپس میں نمٹ لیں۔

پھر مختار صاحب کی عقل مندی دیکھئے کہ انہوں نے وہ خط و کتابت بھی شائع کی ہے جو خود وارث علی شاہ صاحب اور سجادہ نشین کرنال سے ہوئی ہے۔دونوں صاحبوں نے جواب دیا ہے کہ ہم مدنی شاہ اور بدھنی شاہ اور لوٹے شاہ اور چھوٹے شاہ اور لٹو شاہ اور چپڑ غٹو شاہ کو جانتے بھی نہیں، اور آپ ان کا حلیہ لکھیں، اور ہم نے مرزا صاحب کے معاملہ میں کچھ نہیں کہا۔

لیجیئے جناب چنی چنائی تعمیر ہی ڈھے گئی یعنی مرزا جی کو وارث علی شاہ نے مسیحیت کا جو تمغہ دیا تھا، وہ خیالی اور بالکل خیالی پلاؤ نکلا۔ وائے افسوس ہائے حرمان، ہم کو ادھر تو مختار صاحب کی دردسری پر افسوس ہو۔ ادھر مرزا جی مسیح موعود نہ بنے، کورے مرزا جی ہی رہے۔ اب مناسب ہے کہ جس طرح بن پڑے تمام مرزائی حاجی وارث علی شاہ صاحب کی چوکھٹ پر ماتھا رگڑیں کہ وہ ان کو مسیح موعود بنا دیں اور سرٹیفیکیٹ دے دیں۔ مختار صاحب کا ایمان نہ الہام پر ہوا، نہ وحی پر ہوا، ہاں حاجی صاحب کے سرٹیفیکیٹ پر ہوا۔ مرزا جی کے دس پانچ راسخ الاعتقاد مرید ایسے ہی ہوں، تو مخالفوں کی کیا ضرورت۔ اگر مختار صاحب ثابت بھی کر دیں کہ مدنی شاہ وغیرہ نے ضرور ایسا کہا تھا تو کتنی رکعتوں کا ثواب ملے گا، جب کہ شاہ صاحب نے سارا ہوائی قلعہ ہی اڑا دیا۔ اڈیٹر الحکم نے بھی نہ سوچا کہ میں اخبار میں کیا شائع کر رہا ہوں اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ دیکھو ہم کہے دیتے ہیں کہ ایسے معاملات میں مجدد السنہ مشرقیہ سے صلاح لے لیا کرو، ورنہ رسوائی ہوگی اور مجدد کو رنج پہنچے گا۔

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۹۰۴ء مطبوعہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۴ء نمبر ۱۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

(مدنی شاہ والے معاملے میں الحکم میں قادیانیوں کی یہ تحریر شائع ہوئی تھی جس پر مولانا احمد حسن شوکت نے درج بالا تبصرہ کیا ہے:

معروف شاہ وارثی رئیس دیوہ کا خط، ہمارے نام۔

از دیوہ شریف۔ ۲۱ فروری ۱۹۰۴ء

ماقصہء سکندر و دارا نخواندہ ایم۔ از ما بجز حکایت مہر و فا مپرس

عنایت فرمائے من۔ تسلیم: عنایت نامہ دست یاب ہوا جواباً گذارش ہے کہ جس بارہ میں آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں اوس کے ساتھ ایک خط اوٹاوہ سے بیدم شاہ کا بھی میرے پاس آیا تھا۔ کہ مدنی شاہ نے یہاں حضرت صاحب قبلہ کے حوالہ سے ایسا ایسا بیان کیا اون کو میں نے جناب حضرت صاحب قبلہ سے صحت کر کے جواب لکھ دیا تھا کہ اوس کا بیان غلط ہے یہ مقولہ جناب حضرت صاحب کا فرمود نہیں ہے۔ لہذا اوس کے بیان سے تو قطع نظر ضروری ہے۔ وہ لغو گو ہے اس کی بات کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہیے اور وہ یہاں کا نہ مرید ہے نہ فقیر ہم کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ چند روز سے سکونت اس کی دیوہ میں ضرور ہے اور سکونت اس کی اس طرح پر ہے کہ گویا اوس کا ہیڈ کوارٹر دیوہ میں ہے۔ باقی زیادہ تر وہ باہر رہتا ہے۔ راقم: معروف شاہ وارثی

حافظ عبدالقیوم پانی کے خط مورخہ ۳ ذی الحج کا خلاصہ

سید صاحب مکرم بندہ۔ السلام علیکم و علی من لدیکم ۔جن صاحب نے آپ سے دربارہ قادیانی یہ کہا ہے کہ جناب قبلہ عالم حاجی صاحب دام اللہ برکاتہ نے مسیح ہونا کہا ہے بالکل غلط ہے۔۔ اور مدنی شاہ صاحب کا نام مجھ کو بھی معلوم ہونا چاہیے وہ بالکل غلط کہتے

ہیں ...مکرر التماس ہے کہ اب یہ فقیر دیوے شریف جاتا ہے۔۵۔ذی الحج کو چلا جاوے گا۔مدنی شاہ صاحب کے نام وحلیہ سے مطلع کیا جاؤں۔محمد عبدالقیوم وارثی از کرنال۔درگاہ حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اشتہار واجب الاظہار

حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب مدظلہ متوطن دیوہ شریف کے مریدوں کو ایک ضروری اطلاع

حسن اتفاق سے ایک بزرگ یعنی مدنی شاہ صاحب جو حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب متوطن دیوہ شریف کے مرید مخلص ہیں آج کل اوٹاوہ میں تشریف لائے ہیں اون کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایک جلسہ میں جس میں حافظ عبدالقیوم صاحب پانی پتی بھی موجود تھے حضرت مرزا صاحب قادیانی کی بابت حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب سے دریافت کیا گیا تو حاجی صاحب موصوف نے فرمایا کہ مرزا صاحب قادیانی سچے ہیں اون کو ہرگز برانہیں کہنا چاہیے۔اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی مسیح ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔اس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب سیدنا مسیح علیہ السلام کے درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔،

پس اب حضرت حاجی صاحب مدظلہ کے مریدوں کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ وہ اپنے پیرومرشد کی اس شہادت حقہ کو صدق دل سے قبول کرلیں گے اور حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے باز آجائیں گے بلکہ اس آسمانی نور سے جو کفروضلالت کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔اگر کسی صاحب کو میری تحریر میں شبہ ہو تو اون کو اختیار ہے کہ جناب مدنی شاہ صاحب سے خود مل کر اس بارہ میں تحقیق کرلیں یا براہ راست حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب مدظلہ سے دریافت کرلیں ....المشتہر۔خاکسار صادق حسین مختار سابق اڈیٹر اخبار اظہار الحق اوٹاوہ۔۱۶فروری ۱۹۰۴ء۔(الحکم نمبر ۱۱ جلد ۸۔۳۱مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

گالیوں سے بھرے خطوط

بعض ڈیم فول مگر جو غالبًا اپنے کو اپریل فول کا فرزند بتائیں گے،جبلی مرزائیت کے اقتضاء سے فحش اور دشنام بھرے گمنام خطوط دفتر شحنہ ہند میں بھیجتے ہیں۔یہ ان کے ہر طرح عاجز ہو جانے کی دلیل ہے۔

چو حجت نماند دنی خوئے را
بدشنام در ہم کشد روئے را

وہ ضمیمہ کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔ان کے دعوی بالکل لچر اور پوچ،ان کے ہوائی قلعہ کی دیواریں بالکل ریت کی دیوار ہیں،جن کے اوڑانے کو مجدد (احمد حسن) کی معجز نفسی گویا صرصر عاد ہے۔اے نامردو! گالیاں دینا کسے نہیں آتا۔مرد میدان ہو تو بات کا جواب دو۔مگر تم تو جواب کی جگہ ماں بہن کی مغلظات علانیہ

دے رہے ہو ہم اس میں بھی خوش ہیں کیونکہ تمہاری اتنی ہی توفیق ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴۔اپریل ۱۹۰۴ء ص ۸)

قادیان میں طاعون

دارالامان قادیان جو آسمانی باپ اوراس کے لیپا لک کا ہیڈ کوارٹر ہے،اور جس کی نسبت الہام ہو چکا ہے کہ جو یہاں آئے گا امن میں رہے گا۔اب خود لیپا لک کے ایڈی کا نگ طاعون نے وہاں وہ اودھم مچا رکھی ہے کہ کچھ نہ پوچھئے۔روزانہ بھیڑیا بن کر ۳۰۔۳۵ بھیڑوں کو اٹھالے جاتا ہے۔آسمانی باپ کے سارے پوتے گدھے کے سینگ ہو کر اڑنچھو ہو گئے۔جہاں جس کے سینگ سمائے، بھاگ گیا۔خالی خولی مرزا جی اور حکیم نور الدین صاحب رہ گئے ہیں۔ٹاپا بالکل خالی ہے۔حکیم صاحب قادیان سے باہر خیمہ زن ہیں۔ان کے سالے کا لڑکا منظور الحق بھی بھینٹ چڑھ گیا۔مرزا جی نے حکیم نور الدین وقطب الدین کو حکم دے دیا کہ کسی مریض کے مکان پر نہ جائیں۔اور مرزا جی کے گھر میں بھی کوئی نہ آنے پائے۔قادیان کی ننھی سی آبادی کل تین ہزار ہے۔ایک صفر اس میں سے بھی غائب،یعنی تین سو ہی رہ گئے۔اسکول بند، بازار ویران اور سنسان۔الٰہی توبہ۔لیپا لک کا ایڈی کا نگ ایسا منہ چڑھا کہ اپنا دیکھا نہ پرایا،سب پر ہاتھ صاف۔پیشین گوئیوں کی کیسی درگت ہو رہی ہے۔مقدمات میں وہ ناکامی۔طاعون سے یہ نوبت۔پھر بھی حمقاء اور سفہاء کو ہوش نہیں آتا۔جہالت کا بھوت سر پر بدستور سوار ہے۔مرزائی اخبار البدر نے بھی طاعون کی دست برد کو تسلیم کیا۔آخر یہ کیا ہے۔مفتری علی اللہ کی شامت اعمال ہے۔ایک پاپی ساری ناؤ (ہندوستان) کو لے ڈوبا۔خدا تعالیٰ افترا کا بیڑا غرق کرے ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

(قادیان میں طاعون کے وجود،اوراس کی تباہی کا اعتراف قادیانی اخبار البدر کی درج ذیل خبروں میں بھی موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

قادیان اور طاعون: مارچ کے آخری ایام میں طاعون سے چند وارداتیں قادیان میں ہوئی تھیں مگر فوراً ہی آرام کی صورت پیدا ہوگئی تھی اور جو لوگ طاعون سے بیمار تھے وہ بالکل تندرست بھی ہو گئے تھے۔اپریل کی پانچ تاریخ کے بعد پھر طاعون نمودار ہوئی اور آج ۱۲ تاریخ تک بدستور ہے۔قادیان آریا سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو ۲۔۳۔۴۔اپریل کو ہوا ہے یوگندر پال نے بڑے دعوے سے پیش گوئی کی گئی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو طاعون سے پاک وصاف کریں گے سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگندر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔(البدر۔۱۶۔اپریل ۱۹۰۴ء ص ۷)

وہی غلط الہام

مجدد السنہ مشرقیہ نے دنیا بھر کے جھوٹے فریبی اور مکار آسمانی باپ کو ڈانٹا کہ لیپا لک پر لغو اور مصنوعی الہام کرنے سے باز رہے، مگر وہ باز نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ جب تک تجدید کے کیروسین آئل سے اس کا منہ نہ جھلسا جائے گا اور جھونپڑا نہ پھونکا جائے گا، ہرگز باز نہ آئے گا۔ اچھا تو لے اور مزہ دیکھ۔

فارسی الہام۔ اے بسا خانہء دشمن کہ تو ویران کردی۔

یہ اپنے ایڈی کانگ طاعون کی طرف خطاب ہے۔ مگر اس نے تو اب لیپا لک کے دوستوں کے گھر بھی ویران کردیئے۔

عربی الہام اجرت من النار۔

صیغہ معروف حاضر ہے، تو یہ معنی ہے کہ بچایا تو نے آگ سے۔ مگر یہ مفہوم نہ ہوا لیپا لک نے آگ سے کسے بچایا۔ اس نے تو اپنے چیلوں پر دوزخ کا دروازہ کھول دیا ہے۔

اور یہ صیغہ مجہول حاضر ہے تو یہ معنی ہوئے کہ بچایا گیا تو آگ سے۔ یہ بھی غلط، کیونکہ لائیبل کی آگ تو سلگ رہی ہے، بلکہ اس پر تیل پڑ رہا ہے۔

اور اگر آخرت کی آگ مراد ہے، تو اس کے لئے بھی ایندھن تیار ہو رہا ہے۔ جلد روشن ہوا جاتا ہے۔

اور اگر صیغہ متکلم معروف مراد ہے، تب بھی غلط کیونکہ آسمانی باپ خود درماندہ ہے، وہ کسی کو کیا بچائے گا۔ ایک مقدمہ تو خارج کرادیا۔ دوسرے میں لیپا لک کے سر پر چارج دھرا دیا۔

اور اگر مجہول متکلم مراد ہے، تو یہ بھی غلط کیونکہ آسمانی باپ (شیطان) جو لیپا لک کا طاغوت ہے پہلے ہی ناری ہے اور قیامت کے روز دوزخ میں (جسکی صفت وقودھا الناس و الحجارۃ ہے) ٹھونسا جائے گا۔ انشاءاللہ

اردو الہام: جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔

لیجئے جناب آیات قرآنی کا الہام تو ہوتا تھا، اب اردو زبان کے بھنگڑ تک بندوں کی زٹلیات کا بھی الہام ہونے لگا۔ یعنی آسمانی باپ اپنے لیپا لک سے کہہ رہا ہے کہ سب جگہ تو ہی تو ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷،، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

اصول مذہب سے بے پرواہی

انگریزی ہم عصر پانیئر نے ایک شر رافشاں آرٹیکل چھاپا تھا جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا جی کا مشن ملک اور گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ پانیئر نے لکھا تھا کیا اچھا ہوتا اگر فرانس کی طرح ہندوستان کے لوگ بھی لاپرواہ ہوتے یہاں تو ذرا سی مذہبی بات بھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے بھوس میں چنگاری۔

مرزائی اخبار الحکم نے اس کا جواب دیا تھا۔ جواب کیا تھا، نصیبوں پر ماتم تھا۔ ایک ایک بات کئی کئی دفعہ دوہرائی گئی۔ ماحصل یہ تھا کہ حقیقی مذہب کی پابندی ہی سے ملک میں امن قائم ہوتا ہے۔،

ہم اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ الحکم کا خیالی پلاؤ اس وقت دم پخت ہوتا کہ تمام ہندوستان کا ایک مذہب ہوتا۔ یہاں تو سینکڑوں مذاہب ہیں، اور سب اپنے اپنے مذہب کو حقیقی مذہب سمجھتے ہیں، اور حتی الوسع اپنے مذہبی اصول پر چلتے ہیں۔ گورنمنٹ کی جانب سے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں اور اسی آزادی کی وجہ سے علاوہ قدیم مذاہب کے جدید مذاہب بھی پیدا ہو رہے ہیں، مرزائی مذہب بھی جن کی ایک شاخ ہے۔

گورنمنٹ تو کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتی مگر جو خود غرض دنیا پرست دوسروں کے مذاہب کی توہین کرتے اور ان کے مذہب کو گالیاں دیتے ہیں کہ ہم اچھے ہیں اور وہ برے تھے، وہ ضرور مذہبی مداخلت کرتے ہیں اور مذاہب کی آزادی میں خلل ڈالتے اور فیلنگ پیدا کرتے ہیں۔ پانیئر کا اشارہ اسی جانب ہے اور ممکن ہے کہ مرزائی مشن کی جانب اشارہ ہو جس کی تعداد خود مرزا جی کے بقول دو لاکھ ہے جو اپنے نبی کے سر پر جان و مال فدا کرنے کو ہر دم تیار ہیں۔ ادھر انہوں نے کوئی حکم دیا ادھر دیوانہ وار فدا ہوئے۔

..دو لاکھ والنٹیئر کچھ کم نہیں یہ پورا نیشن ہے اور چونکہ قادیانی نبی کا دعوی ہے کہ میں کسر صلیب اور قتل خنازیر کے لئے آیا ہوں، لہذا نہ صرف غریب پانیئر بلکہ تمام عیسائیوں کو جو کچھ خوف ہو، بجا ہے کیونکہ مذہبی محبت اور ساتھ ہی پر جوش تعصب ایسا خیرہ چشم ہے کہ دوسرے کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

جب باوصف دعوی مسلمانی مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو تاکیداً ہدایت کی ہے کہ مسلمانوں کے

ساتھ نماز نہ پڑھو، تو دوسرے مذاہب کی ساتھ ان کو جس قدر تعصب وعناد ہے اس کا اندازہ ناظرین کر سکتے ہیں ۔عیسوی مذہب تو کس شمار میں رہا، اس کے استیصال کے لئے وہ مسیح بن کر مبعوث ہوئے ہیں...شائد مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی اس لئے ممانعت ہے کہ مسلمان تو خدا کی نماز پڑھتے ہیں اور مرزا جی ان سے اپنی نماز پڑھوانا چاہتے ہیں۔ چندروز میں پرانا قبلہ بھی بدل جائے گا۔ آسمانی باپ الہام کرنے والا ہے کہ اب تمہارا قبلہ قادیان ہے۔ حج کرنے سے مرزائیوں کو منع کر ہی دیا ہے۔ فقراء اور مساکین کو جو زکوۃ لینے کے مستحق ہیں، محروم کر ہی دیا ہے، اور مریدوں کے نام سکھا شاہی آرڈر بھیج دیا ہے کہ فقیر سے لے کر قطمیر تک زندہ پیر کی کھیر کے لئے بھیج دو۔ عیسیٰ مسیح کو مار ہی دیا ہے کہ وہ آسمانی باپ کا بیٹا نہ تھا، بلکہ میں ہوں۔

مقدس مذہب اسلام غیر مذاہب کے ساتھ تعصب برتنے کو روکتا ہے مگر مرزا جی جیسے خود غرض دنیا پرستوں نے تو اسلام کو بدنام کر دیا ہے۔ یہ اسلام کے چہرے پر بدنما مسّے بلکہ بے ہنگم رسولیاں ہیں۔ غیبی سرجری سے اپریشن ہو کر مسّے اور رسولیاں نکالی جائیں تو اسلام کا نورانی چہرہ صاف ہو کر چمک اٹھے۔

پائنیر نے جو فرانس کی نظیر پیش کی ہے کہ وہاں کے لوگ مذہب سے بے پرواہ ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہاں مذہبی امور میں مداخلت نہیں کی جاتی۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ یہ مطلب نہیں کہ تمام ملک فرانس دہریہ ہے۔ فرانس پر کیا حصر ہے، مذہب کے لحاظ سے کسی ملک کی حالت یکساں نہیں۔ کیا ہندوستان میں دہریے موجود نہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو لاکھوں دہریے نکلیں گے۔ اور جو لوگ عقیدۃً اصول مذاہب کو مانتے ہیں وہ بھی عملاً...فرائض سے بے پرواہ ہیں۔ لاکھوں مسلمان نماز، روزہ، حج وزکوۃ سے بے پرواہ ہیں مگر ہیں مسلمان۔ وہ دہریہ نہیں۔ وہ اپنے کو ترک عمل کے لحاظ سے خاطی اور گنہ گار سمجھتے ہیں اور جب خدا اور رسول کا نام آئے گا سر جھکائیں گے۔ اگر کوئی ان کے مذہب کی توہین کرے گا تو ان کے بدن میں خون جوش مارے گا۔ اور لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ اس کو مذہبی بے پروائی نہیں کہہ سکتے، بلکہ عملی بے پروائی کہیں گے۔ وہ پورے راسخ الاعتقاد ہیں۔ بھلا ایک راسخ الاعتقاد کیوں کر مذہب سے بے پرواہ یعنی دہریہ ہو سکتا ہے۔ ہنود میں ناستک، دہریے ہیں، مگر تمام ہنود ناستک نہیں۔ فرانس کے لوگ اگر کثرت سے عیاش اور فسق وفجور میں غرق ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مذہب سے بے پرواہ ہیں۔ فرانس والے مذہبی عقاید کے پابند اور اپنے

پوپ (اٹلی کے اسقف اعظم) کے تابع ہیں۔ چنانچہ ناظرین نے تار برقیوں میں دیکھا ہوگا کہ جب پچھلے دنوں اٹلی کے پوپ نے گورنمنٹ فرانس کو ڈانٹا تو پریذیڈنٹ فرانس کے ہوش اڑ گئے اور خود پوپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تہیہ کیا۔ اگر مذہب کی جانب سے بے پروائی ہوتی تو پریذیڈنٹ فرانس پوپ کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کرتا ۔اس سے صاف ثابت ہے کہ فرانس کی پبلک مذہب سے بے پرواہ نہیں اور چونکہ یہ جمہوری سلطنت ہے لہذا پریذیڈنٹ بھی جمہور کے مذہبی خیالات وعقائد کا تابع اور پابند ہے۔

مذہب سے غرض یورپ میں صرف نیشنلٹی (قومیت) ہے اس کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ پروٹسٹنٹ مذہب کے کیا اصول ہیں اور رومن کیتھولک کے کیا اصول۔ اور یہ دونوں مختلف کیوں ہیں اور دونوں ایک ہی کیوں نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں سال ہا سال سے مذہبی مذہبی مناقشے نہیں ہوتے کیونکہ تمام ملک مہذب ہے انہوں نے مذہبی اصول کو دنیاوی امور سے بالکل جدا کر دیا ہے۔

پانیئر کا یہ مقصد ہے کہ ہندوستان میں چونکہ تعلیم وتربیت عام نہیں ہوئی اور یہاں کے باشندے اعجوبہ پرست اور ضعیف الاعتقاد ہیں لہذا جہاں کسی مداری نے پھنک ایک، پھنک دو کہہ کر ڈگڈگی بجائی، سینکڑوں بچے ہی ہی ہو ہو کرتے غل مچاتے چاروں طرف سے دوڑے۔ اور جہاں اس نے بز اور بکرے اور بھورے جنگل کے جھورے بھالو کے دو چار کرتب اور دوسرے شعبدے دکھائے، پھر کیا تھا مداری کی جھولی میں روٹی ٹکڑا دمڑی دھیلا گرنے لگا، اور جب جھولی بھر گئی تو ادھر مداری رخصت ادھر بچے چمپت۔ لیکن جب کوئی سادھو بچہ اپنے کو مذہبی مداری بناتا اور بانسری بجاتا ہے، تو اس کی حالت معمولی مداری سے مختلف ہوتی ہے۔ مداری یہ نہیں کہتا کہ میں جو تماشا دکھا رہا ہوں وہ واقعی ہے یا کرامت ومعجزہ ہے۔ وہ اپنے میں خدائی اوصاف اور قدرت کے جذبات نہیں بتاتا، وہ تو دامن پھیلا کر اور کاسہ ہاتھ میں لے کر تماشا دیکھنے والوں سے دھیلا دمڑی مانگتا ہے، اور کھلم کھلا کہتا ہے کہ ہم لوگ یہ پاکھنڈ پیٹ کی خاطر کرتے ہیں۔ لیکن مذہبی مداری اور سادھو بچہ اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ دنیا کو محض طمع نفسی سے فریب دے رہا ہے، اور بظاہر اپنے کو خدارسیدہ ولی بلکہ نبی قرار دیتا ہے اور خدائی اوصاف سے متصف ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ غیب کی باتیں بتاتا ہے پیشینگوئیاں کر کے لوگوں کو مارتا اور جلاتا ہے۔ یہ معمولی مداریوں سے کہیں زیادہ خوف ناک ہے۔ یہ اپنا جال مٹی میں چھپا

دیتا ہے تا کہ آسانی سے چڑیاں پھنس جائیں جیسا کہ ہم مرزا جی کے شعبدے دیکھ رہے ہیں۔

اگر ہندوستان کے لوگ احمق نہ ہوتے تو ایسے سادھو بچوں سے جیسا کہ پانیئر نے لکھا ہے بے پرواہ ہو جاتے۔آپ ہی حشرات الارض کی طرح چندروز میں ان کا نام ونشان تک مٹ جاتا۔اور اب کیا ہے، دنیا چندروز میں دیکھ لے گی کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ جب بڑے بڑے جاہ وحشم تیغ وعلم والے مہدیان کذاب جنھوں نے جرار سلطنتوں سے جنگ کی، پامال ہو گئے،تو مرزا کیا پدی کیا پدی کا شوربہ ہے جس کے وجود کا ثبات بالکل گورنمنٹ کی خوش آمد پر ہے۔مرزا قادیانی کا کیریکٹر دیکھ کر گورنمنٹ ذرا بھی اپنے تیور بدل لے،بس آج ہی مہدیت ومسیحیت وتبنیت کا خاتمہ ہے اور انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔مرزا قادیانی کا کیریکٹر ہی اس کے گلے میں استروں کی مالا ہے۔

الحکم نے پانیئر کو دھمکی دی ہے کہ جب ہندوستان کو فرانس کی طرح مذہب سے بے پرواہ ہونے کا سبق پڑھایا جاتا ہے،تو ہندوستان میں جمہوری گورنمنٹ بھی ہونی چاہیے جیسی فرانس میں ہے۔ہم کہتے ہیں اگر ہندوستان اس قابل ہو تو گورنمنٹ کو کیا عذر ہے۔ یہاں تو جہالت ووحشت کا بازار گرم ہے۔نہ صرف ہندو مسلمانوں میں بلکہ خود باہم ہندوؤں اور باہم مسلمانوں میں عناد ہے۔ ہر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ یہ ملک تو اپنی شامت اعمال سے اس قابل ہے کہ برٹش جیسی آزادنوعی حکومت نہیں بلکہ روس جیسی جابر شخصی سلطنت اس پر قابض وحکمران ہو،اور پھر ہم دیکھیں کہ مرزا جی کیوں کر مہدی اور مسیح موعود بن سکیں اور کیوں کر اعلان دے سکیں کہ میرے ساتھ دولاکھ والنٹیئر ہیں۔

مسیح موعود (ڈاکٹر ڈوئی) تو فرانس میں بھی موجود ہے،مگر وہ اپنی قوم اور مذہب کا دشمن نہیں جیسے مرزا جی ہیں۔نہ اس نے مذہب کی ترمیم وتنسیخ کی ہے نہ دیگر مذاہب پر سبّ ولعن کیا ہے، نہ ان کے بزرگوں کو گالیاں دے کر تمام ہندوستان میں فیلنگ پیدا کیا ہے، نہ اس نے اوروں پر نہ اوروں نے اس پر فوجداری مقدمات دائر کیے ہیں، نہ گورنمنٹ فرانس اس سے بدظن ہے، نہ اس نے کوئی نیا مذہب پیدا کر کے اپنا نیا مشن کھڑا کیا ہے۔ وہ ویسا ہی رومن کیتھولک عیسائی ہے جیسے تمام اہل فرانس ہیں۔۔مرزا صاحب کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

علی ہذا، لندنی مسیح مسٹر پگٹ نے بھی کوئی نیا مذہب اور نیا مشن کھڑا نہیں کیا۔وہ ویسا ہی پروٹسٹنٹ

ہے جیسے تمام اہل لندن ہیں۔پس مرزا جی کا کیا منہ ہے کہ پانیئر کی بات کا جواب دے سکیں۔اڈیٹر۔

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷۔،،جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۵)

مرزا جی کو خدا کی طرف سے مہلت

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

و لو یوا خذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابۃ و لکن یؤخرھم الی اجل مسمی۔ فاذا جاء اجلھم فان اللہ کان بعبادہ بصیراً (فاطر ٤٥)

و لو یوا خذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ و لاکن یؤخرھم الی اجل مسمی ۔ فاذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون (نحل: ٦١)

یعنی اگر خدا لوگوں کے ظلم کے باعث (جو وہ اوروں پر یا بداعمالیوں سے اپنے نفس پر کرتے ہیں) ان کو پکڑ لے تو زمین کی پشت پر کوئی چوپایہ چلتا ہوا نہ چھوڑے (یعنی ان کی بداعمالیوں کا وبال تمام حیوانوں پر پڑے)لیکن وہ ان کو نہیں پکڑتا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا رحیم و حلیم ہے وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ڈھیل دیتا ہے کہ اب بھی سنبھلیں اور اب بھی سنبھلیں۔مگر جب وہ نہیں سنبھلتے تو پھر..اس کا قہر جوش میں آتا ہے۔آخرت کا عذاب تو الگ رہا دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے جس کے ہزاروں نظائر موجود ہیں۔

اب چونکہ لالہ چندولعل صاحب مجسٹریٹ گورداسپور کے بدل جانے سے مرزا جی کو مقدمات میں مہلت مل گئی ہے لہذا مناسب ہے کہ اس مہلت کو غنیمت سمجھیں اور قدرت الٰہی کا ایک کرشمہ خیال کر کے اس سے فائدہ اٹھائیں۔یعنی مولوی کرم الدین صاحب مدعی سے معافی مانگیں اور عقائد باطلہ اور افتراء علی اللہ سے تائب ہوں۔انبیاء کرام کی عظمت کریں اپنے کو انبیاء کرام کا ہم سر نہ بنائیں، کیونکہ یہ سارا وبال اسی گستاخی، خیرگی، بےادبی کا ہے۔

بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد

بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

خود مرزا جی انصاف اور غور سے دیکھیں کہ انہوں نے بزرگان مذاہب عامہ کو برا کہنے سے تمام ہندوستان میں عناد و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے، کوئی مذہب والا ان سے خوش نہیں۔ آخر اس کا کیا انجام ہے۔ اگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا کانشنس گندا اور بے حس نہیں ہو گیا تو وہ ہم سے زیادہ اپنے انجام کار سے واقف ہیں۔

مرزا قادیانی اور مرزائی اگر چہ ہمیں دشمن سمجھتے ہیں مگر درحقیقت ہم ان کے سچے دوست اور مصلح ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں چاہا کہ عدالت میں مقدمات جائیں اور مسلمان مالی اور جسمانی اذیت اٹھائیں۔ ہم ۱۸ ماہ سے برابر چیخ رہے ہیں کہ صلح کرو، صلح کرو، مگر ہماری چیخ و پکار نہیں سنی جاتی۔

قادیانی مرزا جی اگر چاہیں تو صلح کا ہو جانا کچھ بھی مشکل نہیں۔ ان کی جیت ہر طرح صلح ہی میں ہے۔ آسمانی نشان کا ظہور بھی صلح ہی سے ہوگا۔ اور چونکہ اب مولوی کرم الدین صاحب کا پلہ بھاری ہے یعنی وہ مدعی کی حیثیت میں ہیں اور مرزا جی ملزم کی حیثیت میں، تو آپ ہی کو دبنا چاہیے۔ اگر چہ عدالت کا عندیہ ابھی معلوم نہیں ہوا مگر قیافہ سے سب کچھ روشن ہو سکتا ہے۔

مونچھیں نیچی کر کے صلح کی التجا کرنے اور معافی مانگنے میں بمقابلہ اس کے کہ عدالت سے جرمانہ یا قید یا دونوں کی سزا مل جائے، مرزا جی کا کچھ بھی کسر شان نہ ہوگا۔ فرض کرو کم از کم جرمانہ ہی کی سزا مل گئی، تب بھی مہدی مسعود اور مسیح موعود کے لئے کچھ کم شرم کی بات نہیں۔ وہ مثیل المسیح جو اوروں کی ہلاکت و تباہی ذلت و رسوائی کی آئے دن پیشین گوئی کرتا تھا، آج اس عدالت سے سزایاب ہو کر پبلک میں ذلیل ہو جائے اور پھر تمام چیلے اور حواری پھر ہو جائیں۔ سچ ہے:

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انسان سے

دنیا ہوا کو دیکھتی ہے اور جب ہوا بگڑ جاتی ہے، تو سب ہوا ہو جاتے ہیں۔ مرزا جی کو ابھی تجربہ نہیں ہوا خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اب مہدویت و مسیحیت صلح کے ہاتھ اور صلح مولوی کرم الدین کے ہاتھ ہے، تو شکل اول

سے اوسط دور کر کے یہ نتیجہ نکلا کہ مجددیت و مسیحیت مولوی کرم الدین کے ہاتھ ہے۔.. یاد رکھیں کہ تھوڑی سی سزا بھی بہت بڑی ہوتی ہے۔انسان ہمیشہ کو داغی ہو جاتا ہے۔آخر ماہ دو ماہ قید کی سزا بھی اسی عدالت کے اختیار سے ملتی ہے جس کو تین سال قید کی سزا دینے کا اختیار ہے۔پس سزا سزا سب برابر ہے۔ادیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷ا۔،، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

گورداسپور میں قادیانی مقدمہ

پیسہ اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ۱۱۔اپریل کو مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ جو مرزا صاحب پر دائر ہے، لالہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول کے اجلاس میں، جو بجائے رائے چندولال ہوشیار پور سے تبدیل ہو کر آئے ہیں، پیش ہوا۔مرزا جی کی طرف سے مسٹر اوگارمن ایڈوکیٹ اور خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب وکلاء حاضر تھے۔اور مولوی کرم الدین صاحب کی جانب سے شیخ نبی بخش صاحب وکیل گورداسپور، اور فضل دین ملزم اصالتاً حاضر تھا۔..

مرزا جی کی طرف سے بدستور سابق بیماری کا سرٹیفکیٹ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے دیا ہے جو ملزم کے مرید خاص ہیں۔وکیل ملزم نے ڈاکٹر صاحب کا مرید ہونا تسلیم کیا اور کہا کوئی کاروائی نہیں ہونی چاہیے۔اس واسطے کہ ملزم کی اصالتاً حاضری کی چنداں ضرورت نہ تھی وکلائے استغاثہ نے کاروائی از سرنو شروع کی اور حکم لکھا گیا کہ ملزم اس پیشی پر اصالتاً حاضر آوے اور گواہان استغاثہ حسب ذیل زیر دفعہ ۳۵۰ طلب ہوئے مولوی غلام محمد صاحب خاص تحصیل چکوال مولوی محمد علی صاحب قاضی تحصیل جہلم مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری۔اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل نے کامل امید دلائی کہ مرزا جی عدالت میں تشریف لائیں گے۔یعقوب علی والے مقدمہ میں بھی گواہان استغاثہ دوبارہ طلب ہوئے اور تاریخ ۶ مئی مقرر ہوئی۔

اڈیٹر: خدا نہ کرے قادیانی مرزا جی بیمار ہوں۔آسمانی باپ کا، لے دے کے اندھے کی سی لاٹھی ایک لیپا لک ہے، غضب ہے کہ وہ بھی بیمار ہو جائے۔عدالت کو اگر شبہ ہے تو کسی یورپین ڈاکٹر سے ان کے جگر اور

معدے اور پھیپھڑے وغیرہ ایگزامن examine کرالے۔ خدا نے چاہا تو جوانوں سے بڑھ کر ثابت ہوں گے۔ آخر یہ زعفرانی حلوے، یہ روغن بادام میں دم کئے ہوئے پلاؤ، جند بیدستری اور سقنقوری معجونیں کیا یوں ہی جائیں گی۔

اجی جناب! آپ کا خیال کدھر ہے۔ مرزا جی تو حرارت غزیزی کی دھواں دھار مشین بنے ہوئے ہیں۔ کھٹا کھٹ بچے جنوا رہے ہیں۔ مولی دے اور بندہ لے۔ اچھے خاصے ساٹھے پاٹھے بنے ہوئے ہیں۔ پس آپ کو نصیب دشمناں مریض کہنا بدفالی بدخواہی بداندیشی ہے۔ مریدوں کو انجام پر ذرا تو نظر ڈالنی چاہیے۔

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷،، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۷)

مرزائی مذہب اور منافقانہ کاروائی

مرزا جی کو اپنا نیا مذہب قائم کرنے اور مسیح بننے کے لئے بظاہر تو حضرت مسیح سے نفرت ہے لیکن درحقیقت تمام انبیاء کرام سے نفرت ہے۔ اور یہ کھلی بات ہے کہ جس شخص نے اپنے کو بعد ختم نبوت نبی بنا رکھا ہے، اس کو تو سارے ہی انبیاء کرام سے رقابت ہوگی، وہ ان کا نام لینا بھی گوارا نہ کرے گا۔ مرزا جی کا عندیہ یہ ہے کہ نہ صرف مسیحی لوگ، جنہوں نے عیسی کو خدا بنالیا ہے، مردہ پرست ہیں بلکہ سارے مسلمان بھی جو عیسی کو زندہ سمجھتے ہیں عیسائیوں سے کچھ کم مردہ پرست نہیں ہیں۔ گویا خدا تعالی نے انبیاء کرام کو جو یکساں فضیلت و عظمت عطا کی ہے اگر مسلمان بھی ان کی عظمت حکم خدا کے موافق کریں تو وہ مردہ پرست ہیں، مشرک ہیں، کافر ہیں، وغیرہ۔ اس میں آنحضرت ﷺ بھی آ گئے کیونکہ وہ بھی وفات پا گئے۔

قادیانی مرزا جی کا مطلب یہ ہے کہ سب مر گل گئے، خاک ہوئے، ہنوز زندہ نبی میں ہوں۔ ان کی جگہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ ان کو بھول جاؤ۔ قرآن بھی جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا تھا بحیثیت نزول علی محمد وہ بھی مردہ ہوگیا۔ اب میری نبوت نے اس کو از سر نو زندہ کیا ہے۔ کیا معنی، کہ وہی قرآن مکرر وحی ہو کر مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ اگر میں انیسویں صدی میں مبعوث نہ ہوتا، تو قرآن کے ساتھ خود مذہب اسلام ہی مردہ ہو جاتا۔ پس نہ صرف قرآن و اسلام پر، بلکہ تمام مسلمانوں پر میرا بہت بڑا احسان ہے۔ قرآن اور خدائے قرآن نے تو میرا

احسان مانا،مگر مسلمانوں نے نہ مانا، جو حد درجہ احسان فراموش اور کافر نعمت ہیں۔ نہ میرا مرتبہ پہچانا کیونکہ مسلمان نپٹ اندھے ہیں۔ میں ہی خوب جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں، یا آسمانی باپ جانتا ہے جس نے مجھے لیپا لک بنا کر بھیجا ہے۔

میں نے خود میں جو دیکھا ہے نہیں کہہ سکتا
کہ سب ادا کہیں سن پائیں مذاہب والے

اس میں شک نہیں کہ مرزا قادیانی انیسویں صدی کا ایک خوفناک ڈاکو ہے جو مسلمان بن کر مسلمانوں کے ایمان کی دولت لوٹتا ہے۔ وہ مجسم شیطان ہے جو آئے دن طرح طرح کے روپ بدل کر مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مکار اور محتال بیسوا عورتوں کی طرح خدا اور رسول کے ذکر پر زار قطار روتا ہے۔

ایک صاحب نے جو آدھے مرزائی ہیں، ہم سے بیان کیا کہ جب خدا اور رسول کا ذکر آتا ہے، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی گل جائے گا، پانی ہو کر بہہ جائے گا۔

ہم نے کہا سادھو بچے اس سے زیادہ پاکھنڈ پھیلاتے ہیں۔ اگر وہ درحقیقت ایسا ہی ہوتا تو خدا تعالیٰ پر افتراء نہ باندھتا۔ رسول اللہ ﷺ سے اگر اس کو محبت ہوتی، اور قرآن پر ایمان ہوتا تو نبی اور رسول نہ بنتا۔ تقوی اور خشیۃ اللہ پر شہ نشین میں بیٹھ کر لیکچر دینا، مرزائی اخباروں میں توحید واتباع سنت پر طویل و بسیط مضامین کا شائع کرنا اور بایں ہمہ اپنے کو نبی اور خاتم الخلفاء بتانا، خدا اور اس کے رسول بلکہ تمام انبیاء کی کھلی توہین ہے۔

مرزائیوں نے تو بروزی نبوت تسلیم ہی کر لی ہے ان کے سامنے توحید وسنت بھگارنا بالکل فضول ہے۔ معلوم ہوا یہ اوروں کو پھانسنے کا جال ہے۔ جب کوئی مرزائیوں سے متحیر ہو کر پوچھتا ہے کہ کیا مرزا صاحب اپنے کو نبی کہتے ہیں، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ قسم ہے وحدہ لاشریک کی یہ نرا بہتان ہے۔ وہ تو حدیث شریف کے موافق اپنے کو مجدد بتاتے ہیں۔ لیکن ایک اجنبی جب چند روز صحبت میں رہتا ہے اور مرزائی افسوں اس پر اچھی طرح دم ہو جاتا ہے، تو اپنے پرانے عقیدے کا جبہ اتار کر اور کان دبا کر خر دجال کی نئی جھول پہن لیتا ہے اور دم اٹھا کر اسی راہ چلنے لگتا ہے جس راہ تمام مرزائی چل رہے ہیں۔

ایک صاحب نے ہم سے کہا کہ مرزا صاحب کو مسمریزم میں بھی بڑا کمال ہے۔ جب کسی شخص سے

آنکھ ملاتے ہیں تو وہ انہیں کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔اس وقت ہمارے ایک شاگرد بھی بیٹھے تھے جو پچھلے دنوں اپنے مطلب کی خاطر بظاہر مرزائی بن گئے ہیں، اور حکیم الامت وغیرہ میں بھی ان کی قدر ومنزلت ہے، کہنے لگے کہ مجھ پر تو مسمریزم کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ان کے چہرے سے تو صاف طور پر دنیا داری، عیاری، مکاری، خودغرضی، شکم پرستی مترشح ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۷۔ا، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

انبیاء کے معجزات درحقیقت معجزات قدرت ہیں

کسی نبی نے اپنے اختیار سے معجزات دکھانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا، کیونکہ ایسا دعویٰ درحقیقت خدا بننے کا دعویٰ ہے۔نمرود مردود نے جو انا حی و امیت کہا، تو ظاہر ہے کہ وہ خدائی کا مدعی تھا۔انا ربکم الاعلی مگر یہ دعویٰ توڑا گیا اور ایسی ذلیل موت مرا کہ اس کا نقش عبرت صفحات تاریخ پر ہمیشہ ثبت رہے گا۔ اور ہر مفتری علی اللہ کا یہی حال ہوا۔

ہر نبی نے باذن اللہ کہہ کر معجزات دکھائے ہیں۔حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا

ابریء الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن الله (آل عمران:۴۹)

دوسری جگہ فرمایا

فیکون طیراً باذن الله۔

پس معجزات درحقیقت معجزات قدرت ہیں۔ان لوگوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو معجزات الٰہی کے منکر ہو کر گمراہ ہو گئے ہیں۔انہوں نے انبیاء کرام کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کیا ہے۔وہ اس سے غافل ہیں کہ: پاکاں را قیاس از خود مگیر۔

یہ بھی فطرت کے خلاف، وہ بھی فطرت کے خلاف۔گویا وہ تمام قانون قدرت کے جامع اور حافظ ہیں۔اور جیسی ان کی ہستی محدود ہے، ایسی ہی فطرت الٰہی بھی محدود ہے۔

فلسفے اور سائنس کا موجودہ زمانہ نئی نئی چیزوں کی تلاش اور تحقیقات میں زمین کا گز بن گیا ہے اور

ہمیشہ ایسی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ ان کا اور ان کی فطرت کا اس سے پہلے کبھی علم نہیں ہوا۔ اور بڑے بڑے فلسفی ہزاروں اشیاء کی نسبت جو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کی فطرت یہی ہے، وہ تحقیق و تدبر سے غلط ثابت ہوئی اور ان کی فطرت کچھ اور ہی نکلی۔ پھر بھی پورا اذعان نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی نہ ہو، بلکہ کوئی دوسری اور تیسری فطرت ہو۔ و هلم جرا، ایک حماقت شعار دہریہ کہہ اٹھتا ہے کہ فلاں امر بالکل خلاف عقل ہے۔ کوئی پوچھے آپ کیا، اور آپ کی عقل کیا، اور خود انسان کی محدود ہستی ہی کیا کہ غیر محدود قدرت کا احاطہ کر سکے، اور اس پر کوئی حکم لگا سکے جب کہ عقل ذرا سی دیر میں گندلی ہو جاتی ہے۔ ادھر کوئی خوف غالب ہوا، عقل رخصت ہوئی، ذرا سا بخار آیا، اور عقل جاتی رہی، کوئی تکلیف پہنچی اور عقل غت ربود۔ کوئی اعجوبہ شئے نظر پڑی اور عقل کو حیرت نے چکا چوند لگا کر سکتے میں ڈال دیا۔ اگر انسانی عقل قابل اعتبار مستقل شئے ہوتی، تو انسان ہرگز ڈانواں ڈول نہ ہوتا، نہ اس سے غلطیاں سرزد ہوتیں۔ ایک وقت روٹی نہ ملے، پھر دیکھو عقل کہاں جاتی ہے جب پیٹ بھر گیا، عقل سر سہلانے آموجود ہوئی۔ سارا فساد روٹیوں کا ہے۔ کبھی کسی غریب آدمی نے قدرت وفطرت الٰہی میں عقل کو دخل نہیں دیا۔ پیٹ بھروں ہی نے خدا کا انکار کیا ہے اور نبی کیا معنی، خدا بن گئے ہیں۔

ڈاکٹر اور طبیب جو مریضوں کو اجزاء دیتے ہیں تو جس طرح ان کو مرض کا نیچر معلوم ہوتا ہے، اسی طرح اجزاء کا نیچر بھی معلوم ہوتا ہے۔ تاہم سینکڑوں اور ہزاروں مریض مرجاتے ہیں، اور ان کو کسی تدبیر سے شفا نہیں ہوتی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ نیچر کے معلوم کرنے سے ان کی عقل بالکل قاصر ہوتی ہے۔

قادیانی مرزا جی جو جعلی نبی بنے ہیں، تو تمام انبیاء کرام کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ چونکہ انبیاء کرام نے قدرت الٰہی کے آثار (معجزات) دکھائے اور مرزا جی نہیں دکھا سکتے تو سرے سے معجزات ہی کا انکار کر دیا۔ لیکن پیشین گوئیاں دکھا رہے ہیں، غیب کی باتیں بتا رہے ہیں، لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں، ہندوستان میں طاعون پھیلا رہے ہیں، لہذا نبی کیا معنی، مرزا جی تو خدا ہیں۔ انبیاء کرام کے معجزات کا انکار، لیکن اپنے خدا بننے کا اقرار۔ یہ عقل کا فتور نہیں تو کیا ہے۔ چند خوش آمدی اجہل کندہ ناتراش منڈ گئے فارغ البالی ہو گئی۔ روٹیاں ملنے لگیں، تر لقمے کھاتے کھاتے گردے پر جس قدر چربی چڑھی، اسی قدر عقل اور ایمان کی آنکھوں پر چربی چھا گئی۔ اب خود بینی کے آئینے میں بجز اپنی یک بینی و دو گوش کے کچھ نظر نہیں آتا۔ نبی اور رسول کی شان ہی یہ ہے

کہ وہ کوئی معجزہ دکھائے، ورنہ اس میں اور عام انسانوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ آخر کروڑوں انسان اس وقت تک کیوں انبیاء کرام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ نبی کے افعال عادات اخلاق سب معجزات ہیں جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ آنحضرت ﷺ کا ادنی معجزہ یہ تھا کہ لا تغضبه الد نیا دنیا آپ کو غصہ نہیں دلا سکتی تھی۔ دنیوی امور میں کبھی آپ کو غصہ نہیں آیا۔ مرزا جی کو دیکھئے کہ کوئی شخص ذرا بھی آپ کی شان میں کوئی سوءادب سے کام لے، پھر غریب کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے، اور اگر بس چلے تو اس کو کچا ہی بھنبھوڑ کر کھا جائیں۔ اور جب کوئی مخالف فوت ہوتا ہے تو مرزا قادیانی اور مرزائی بانسوں اچھلتے ہیں کہ فلاں شخص پر ہمارا وبال پڑا، گویا ہم نے اس کو مار دیا۔

خود کفار مکہ اور ان کے سرداروں نے ہمیشہ یہی اعتراف کیا کہ و اللہ ما یکذب محمد قط۔ یعنی خدا کی قسم محمد ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہ آپ کا ادنی معجزہ تھا۔ اس کے مقابلہ میں قادیانی مرزا جی کو دیکھئے کہ سراسر جھوٹ اور فریب کے پتلے ہیں، اور دن بھر میں خدا معلوم کتنے جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کا جہاز ہی جھوٹ اور فریب کے دریا میں چل رہا ہے۔ نبی اور رسول اور خدا کا بمنزلہ ولد بننا اور آیات قرآنی کا الہام ہونا بالکل فریب وافتراء علی اللہ ہے۔ رقمیں اینٹھ کر لوگوں کو اولاد دلوانے کا وعدہ ہمہ تن فریب اور دروغ تمام پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

آنحضرت ﷺ کا خلق عظیم بالکل معجزہ تھا۔ خدا تعالی نے شہادت دی انك لعلی خلق عظیم اور خود آپ نے فرمایا بعثت لا تمم مکار م الا خلاق ۔ غیر اقوام بھی اس معجزے کی قائل ہیں اور کروڑوں آدمی قیامت تک قائل رہیں گے۔ یہ ہیں معجزات قدرت۔

اب مرزا جی کے اخلاق وخوارق کو دیکھئے کہ واجب التعظیم علماء اور مشائخ تو کیا چیز ہیں، انبیاء کرام بھی آپ کی بدزبانیوں سے نہیں بچے اور ان کی ارواح طیبہ ومقدسہ بھی پناہ مانگ رہی ہیں۔ بھلا نبی اور رسول، خدا کی طرف سے دنیا میں تالیف قلوب اور انسانی برگزیدہ اخلاق پھیلانے آتے ہیں، یا مخلوق کو گالیاں دے کر اپنے سے منحرف کرنے کو۔ خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کی شان میں فرمایا

ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حو لك (آل عمران ۱۵۹)

یعنی اے محمدؐ اگر تو بدخو اور سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے گرد سے علیحدہ ہو جاتے۔

قادیانی مرزا جی کی بدخوئی اور غلیظ قلبی سبّ ولعن تحریروں سے عیاں ہے۔اس کے موافق اگر ان کا کانشنس conscience یوں ملامت کرتا ہو کہ انت فظ غلیظ القلب قد انفضوا من حو لك تو کچھ عجب نہیں۔

انبیاء کرام سے اگر کوئی بات ان کے شان کے خلاف سرزد ہوئی ہے، تو باری تعالی نے بذریعہ الہام فوراً تنبیہ فرمائی ہے۔مگر مرزا جی سینکڑوں حرکتیں خود اپنے کانشنس کے خلاف کر رہے ہیں، مگر کبھی یہ نہیں کہتے کہ مجھ کو آسمانی باپ نے فلاں الہام کی رو سے ڈانٹا ہے کہ مردود، مطرود، بے بہود، نامسعود، غیر محمود، ثانی نمرود، ناخلف مولود تو نے یہ کیا جھک مارا۔لٹکا دوں ملامت کی صلیب پر اور کر دوں کانوں کے بیچوں بیچ سر۔گویا آپ انبیاء کرام سے بھی بڑھ کر معصوم ہیں۔پیشین گوئیوں کے غلط ثابت ہونے پر کبھی اپنی غلطی کا اقرار نہیں کیا اور ہمیشہ طائل تاویلیں ہی گھڑیں جن کو سن کر خر دجال کو بھی پزاوے پر عرق آجائے اور طاعونی بخار چڑھ جائے۔ انبیاء کرام کے معجزات غلط، مگر مرزا جی کے مذکورہ خوارق صحیح اور معجزات سے بھی کہیں بڑھ کر۔ فا عتبروا یا اولی الا بصار۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔،، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۳)

وہی وفات مسیح

کیا کسی نبی نے اپنی نبوت کی صداقت کا معیار اس بات پر رکھا ہے کہ چونکہ فلاں نبی وفات پا چکا ہے، اسلئے میں نبی ہوں۔موجودہ زمانہ میں البتہ انگلینڈ میں مسٹر پگٹ نے اور فرانس میں ڈاکٹر ڈوئی نے اور قادیان میں چینی مغل نے مسیح بننے کا دعوی کیا ہے کیا پہلے بھی متعدد نبیوں نے یہ کہا کہ ہم سب مسیح موعود ہیں۔

انجیل میں فارقلیط (تسلی دینے والا) کے آنے کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں بھی خود حضرت عیسیٰؑ کا قول درج ہے

و اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقا لما

بین یدیّ من التو راۃ و مبشراً برسو ل یا تی من بعدی اسمہ ا حمد ۔فلما جاء ھم با لبینا ت قا لوا ھذا سحر مبین ۔(صف:٦)

یعنی عیسیٰؑ نے جب کہ بنی اسرائیل سے کہا کہ بے شک میں تمہاری ہی طرف خدا کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں (نہ کہ بنی اسماعیل کی طرف کیونکہ آنخضرتﷺ بنی اسماعیل سے ہیں اس لئے عیسی کی نبوت بنی اسماعیل کی جانب منجر نہیں ہوسکتی) اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

اس آیت پر لحاظ کر کے مناسب تھا کہ آنخضرتﷺ اپنے کو مسیح موعود قرار دیتے مگر صداقت اور صفائی اس کے معنی ہیں کہ آپ نے اپنے کو عیسی موعود نہیں بتایا۔

گاڈفری ہیگنس، جس نے باوصف انگریز بلکہ پادری ہونے کے آنخضرتﷺ کی نبوت کی تصدیق اور مذہب اسلام کی حمایت کی ہے، اپنی کتاب حمایۃ الاسلام میں لکھتے ہیں:

اگر محمدﷺ کو دنیوی مال ودولت اور نمود مدنظر ہوتی تو اپنے کو انجیل کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے کر مسیح موعود بتاتے تا کہ تمام بدبخت عیسائی آپ کے قدموں میں جا گرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ تثلیث کو توڑا اور توحید کو قائم کیا۔،

اس انصاف پسند پادری نے وہ تمام الزامات اٹھائے ہیں، جو متعصب پادری آنخضرتﷺ پر لگاتے ہیں۔قادیانی مرزاجی نے اپنے کو عیسی موعود اور مثل نصاری حقیقی ابن نہیں تو بمنزلہ ابن بنایا۔پھر بھی عیسائیوں نے (پیشاب کی) دھار ہی ماری اور ان کے نام کا بل ڈوگ بھی نہ پالا۔تب جھلاّ کر حضرت عیسی مسیح کو گالیاں دینی شروع کیں۔

جب کوئی سادہ لوح آپ کا چیلا بنتا ہے یا بننے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو وہ رسالے دکھائے جاتے ہیں جن میں مسیح کی وفات بزعم خود ثابت کی گئی ہے کہ ۱۹ سو برس تک کوئی شخص کیونکر زندہ رہ سکتا ہے، اور وہ بھی بے کھائے پیئے۔اور آسمان پر کوئی کیوں کر جا سکتا ہے کیونکہ طبقہ زمہریر میں پہنچ کر کوئی شئے زندہ نہیں رہ سکتی۔وغیرہ مگر ایک آریہ اور ایک دہریہ بھی یہی کہتا ہے جو عیسی کی وفات کا قائل نہیں۔کیا وجہ ہے کہ وہ مرزاجی کو مسیح موعود نہیں مانتا۔مرزائی تو دہریوں اور آریوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ان کو خوش ہو کر اور بغلیں بجا کر کہنا چاہیے

کہ آریا اور دہریئے بھی ہمارے بھائی مرزائی ہیں، اور انہوں نے جب وفات مسیح کو مان لیا تو عیسی موعود کو بھی مان لیا۔ جیسا کہ مرزا جی نے کہا تھا کہ آتھم کے دل میں میرا خوف پیدا ہو گیا تھا گویا وہ مرزائی بن گیا تھا۔ پس مرزا جی صرف حضرت عیسی کے مارنے کو مسیح موعود بنے ہیں اور ان کے مشن کا یہی کام ہے کہ جا بجا عیسی مسیح کو مارتے پھریں۔ لیکن اس صورت میں ایک ایک یہودی، ایک ایک آریہ، ایک ایک دہریہ، مسیح موعود ہوگا جس کو قرآن مجید سے بھی استدلال کرنے کی ضرورت نہ ہوگی جیسی مرزا جی کو ضرورت ہے۔ اور پھر مرزا جی کہہ سکیں گے کہ میں منکران وفات مسیح کے لئے مسیح موعود ہوں، نہ کہ قائلین وفات کے لئے۔ حالانکہ آپ امام الزمان اور مسیح الزمان اور نیز خاتم الخلفاء اور خدا جانے کیا کیا ہیں۔

پھر تاویلیں بالکل خلاف لغت، خلاف محاورہ، خلاف سیاق وسباق، خلاف جمہور مفسرین۔

و ما قتلو ہ و ما صلبو ہ کے معنی اختراع کئے کہ عیسی مسیح کو صلیب پر کھینچا اور قتل بھی کیا۔ لیکن نہ قتل کا نتیجہ واقع ہوا، نہ صلب کا۔،

ہر فعل کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اس کا وقوع تو ہوا، مگر نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ ذرا خیال کرنے کی بات ہے کہ وما قتلو ہ و ما صلبو ہ جواب ہے انا قتلنا المسیح عیسی بن مر یم کا۔ یعنی یہود نے کہا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔ کیا ان کا یہ مطلب تھا کہ ہم نے صلیب پر بھی کھینچا مگر صلیب کا نتیجہ ظاہر ہوا نہ قتل کا۔

ان کا مطلب تو یہی تھا کہ ہم نے واقعی قتل بھی کیا اور صلیب پر بھی کھینچا اور قتل وصلب کا نتیجہ بھی ظاہر ہوا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ان کا دعوی تو کچھ تھا، اور خدا نے کا جواب کچھ اور۔ یعنی دعوی تو وقوع قتل وصلب کا اور جناب باری نے جو نفی کی وہ عدم وقوع نتیجہ صلب وقتل کی۔ پس خدا تعالی کی نفی قتل وصلب نے کیا فائدہ دیا۔ یہ تو ان کے دعوی کا مطلق جواب نہ ہوا۔ یہ ایسی بات ہے جس کو تھوڑی سی سمجھ والا بھی قبول کر سکتا ہے، مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں سے امید نہیں کہ بلید الطبعی ان کو سمجھنے دے اور تعصب قبول کرنے دے۔

پھر دعوی تو آپ کا یہ ہے کہ کوئی بات نیچر کے خلاف نہیں ہوتی، حالانکہ عیسی کا صلیب پر چڑھانا اور قتل کرنا سب کچھ ہوا، لیکن نہ وہ مصلوب ہوئے نہ مقتول ہوئے، تو کیا یہ نیچر کے خلاف نہ ہوا۔ اور اگر کہو کہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم کسی کے مار ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں، مگر وہ نہیں مرتا۔ اور اکثر ارادے پورے نہیں ہوتے

،تو اس میں خدا تعالیٰ کی قدرت کی عظمت کا کوئی نشان ایسے مہتم بالشان معاملے میں ظاہر نہ ہوا، جیسا کہ مسیح کا معاملہ ہے، اور جس سے دنیا کی تواریخ گونج رہی ہے، اور جس کے باعث کروڑوں آدمیوں نے ان کو منجی بلکہ خدا قرار دے دیا، کیونکہ یہ تو ایک معمولی بات ہوئی۔ بات تو آپ کے نزدیک اتنی ہے کہ عیسیٰ مسیح کو یہود نے قتل کرنا چاہا مگر وہ کسی وجہ سے بچ نکلے۔ لیکن ایسی خفیف بات کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ بل رفعه الله اليه محض فضول اور بے نتیجہ ہوا۔ مناسب تو اس مقام پر وقاه الله یا بقا ہ الله یانجا ہ الله تھا، مگر چونکہ جواب انا قتلنا المسيح کا ہے، یعنی ہم نے عیسیٰ کو مار ڈالا، تو صاف ظاہر ہے کہ جب تک یہ معنی نہ لئے جائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو زندہ اپنی طرف اٹھا لیا، یہود کے دعویٰ کا جواب اور استیصال نہیں ہوسکتا۔ پھر مرزا جی کو تو انبیاء کرام کے معجزات سے ضد تھی، اب معلوم ہوا کہ خدائی معجزات سے بھی ضد ہے کیونکہ رفعه الله میں رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ عیسیٰ مسیح۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔ ۵)

ایک لیپا لک کے آنے کی ضرورت

مرزائی اخبار الحکم لکھتا ہے کہ پانیئر آج سے انیس سو تین سال پہلے دنیا میں ایک خدا کے آنے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے جو نہ صرف خدا ہے بلکہ خدا کا بیٹا اور معاً ابن آدم بھی ہے، اور پھر اس ضرورت کی تردید کرتا ہے۔،

ہم کہتے ہیں کہ مرزا جی تو ابن اللہ یا اللہ کے متبنی کی ضرورت کو موجودہ زمانے میں تسلیم کر کے خود آسمانی باپ کے لیپا لک بنتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اڈیٹر الحکم نے آئینے میں اپنی ناک نہیں دیکھی۔ ذرا خیال کرنا چاہیے کہ خدا کا لیپا لک بن کر آنے کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہے جو اپنے کو مسلمان اور قرآن پر ایمان رکھنے والا بتاتا ہے جس میں آیت لم يلد و لم يو لد موجود ہے۔ پھر معلوم نہیں الحکم پانیئر کی بتائی ہوئی ضرورت کا کس منہ سے رد کرتا ہے۔

خدا نے تو کامل حجت اور برہان (قرآن مجید) خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کر کے مسلمانوں کی

تمام ضرورتیں پوری کر دیں، اب دینی اور دنیاوی امور میں کسی شئے کی ضرورت نہ رہی۔ مگر مرزائیوں کو نبی کی بھی ضرورت، الہام اوروحی کی بھی ضرورت، امام الزمان کی بھی ضرورت، مہدی ومسیح موعود کی بھی ضرورت، خدا کے لیپا لک کی بھی ضرورت۔ گویا اسلام اور پیغمبر اسلام کی بعثت نے کچھ کیا ہی نہیں۔ نہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت پوری کی۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت اور نزول قرآن بالکل فضول تھا، معاذ اللہ، حالانکہ تمام ضرورتیں پوری ہوگئی ہیں۔ ہاں مرزائیوں کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوئی جس کا پورا ہونا تیرہ سو برس بعد چینی مغل پر منحصر ہوا۔

قادیانی مرزا جی اپنے کلام کی اور خدا ورسول کے کلام کی جو کچھ تاویلیں اپنے مطلب کے موافق کریں، وہ سب درست، لیکن دوسرے مذاہب والے جو کچھ اپنے مذہب کی نسبت کہیں، وہ سب غلط۔ آپ کہتے ہیں میں خدا کا ایسا لیپا لک نہیں ہوں جیسے دنیا میں انسان کسی کو اپنا لیپا لک بنا لیتے ہیں، مگر عیسائی اس سے بہتر تاویل کر سکتے ہیں کہ یسوع مسیح خدا کا ایسا بیٹا نہیں جیسے بکر زید کا بیٹا ہے، اور نہ عیسی مسیح ان آلات ووسائل سے پیدا ہوا جن سے تمام انسانوں کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

قادیانی مرزا جی کے نئے عقائد واصول پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام کو انہوں نے اقوام دنیا میں رسوا کر دیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے کو مسلمان بلکہ اسلامی نبی قرار دیتے ہیں اور اسلام کی اصلاح کے مدعی ہیں، لہذا غیر اقوام اور غیر مذاہب بھی خیال کرتے ہوں گے کہ اسلام میں نہ توحید ہے، نہ بت پرستی کی ممانعت ہے، کیونکہ مرزا قادیانی نے تصاویر کو رواج دیا ہے، اپنے کو خدا کا لیپا لک بنایا ہے۔ یہ خیال کریں گے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین (سب سے پچھلے ریفارمر) نہیں ہیں، بلکہ مرزا قادیانی خاتم الخلفاء ہے۔ اور قرآن میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ غلط ہے، اور قرآن میں نہ حج کا حکم ہے، نہ مستحقوں کو زکوۃ دینے کا۔ اور علماء اسلام اب تک نصاری سے فضول جھگڑتے رہے۔ مرزا قادیانی خدا کا متبنی ہے اور اسلام میں تناسخ بھی موجود ہے کیونکہ مرزا قادیانی بروزی نبی ہے۔ پس ہنود سے اسلام کا معارضہ کرنا فضول ہے۔ اب فرمائیے اسلام کس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ اس نے کون سی اصلاح کی ہے۔ شرک اور بت پرستی اور رسوم قبیحہ کی جو حماقتیں دوسرے اقوام و مذاہب میں موجود ہیں، اسلام میں بھی موجود ہیں نعوذ باللہ من ذلک

بجلی مرے فغان سے گری آسمان پر
جو حادثہ کبھی نہ ہوا تھا سو اب ہوا

اگر باوصف نزول آیت اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کے کسی نبی یا لیپا لک کے آنے کی ضرورت ہے، تو اسلام کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیا قرآن میں کسی کے آنے کی ضرورت بتائی گئی ہے۔ اگر اب بھی کسی کے آنے کی ضرورت ہے تو اسلام اپنی اصلاحات عامہ اور ہدایات تامہ پر کچھ فخر نہیں کر سکتا، اور منبر پر چڑھ کر مرزا قادیانی کا اسلام کی خوبیوں پر لیکچر دینا محض منافقانہ کاروائی ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر شیشہ میں اتارنا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ ہر صدی میں مجدد کے آنے کی ضرورت ہے۔ ہم کہتے ہیں کیا لیپا لک کے آنے کی بھی ضرورت ہے۔ کیا ایسے مجدد کی ضرورت ہے جو دین اسلام کی ترمیم کرے۔ کیا ایسے مجدد کی ضرورت ہے جو خاتم الانبیاء بنے۔ کسی کی بھی ضرورت نہیں۔ البتہ اب تو ایسا دعوی کرنے والے کو پاگل خانے بھیجنے کی ضرورت ہے۔ جتنے مہدی اب تک گزرے، کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ اسلام کے لئے کسی نبی اور امام کی ضرورت ہے۔ نہ انہوں نے اپنی وقعت بڑھانے کے لئے کسی نبی کو برا کہا، حالانکہ وہ جھوٹے تھے اور اپنے دل میں بھی خوب جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں۔ لیکن مرزا جی مہدیان کذاب سے بھی کہیں بڑھ کر اکذب ہیں کہ انبیاء کرام کو محض دنیا پرستی اور شکم پروری کے لئے برا کہتے ہیں۔ اور جس صورت میں ان کو اس جاہ وجلال اور جبروت کا شمہ بھی نہیں ملا، جو بعض دوسرے مہدیوں کو مل چکا ہے، تو اگر وہ خدانخواستہ کسی قابل ہو جائیں اور دو لاکھ والینٹیئر وں سے بڑھ کو دو چار، دس پانچ لاکھ والینٹیئر نصیب ہو جائیں، تو خدا جانے کیا کریں۔ کسی کو جینے بھی نہ دیں۔ اور ان کے خوارق سے کیا تعجب ہے کہ خدائی کا دعوی کر بیٹھیں، کیونکہ انبیاء کے سارے مدارج طے کر چکے ہیں، اب صرف خدا بننا باقی ہے۔

مرزائیوں کو موجودہ زمانے میں امام کی ضرورت ہے، مگر ایسے امام کی کہ جو صفتیں اس میں ہوں کسی نبی میں نہ پائی گئی ہوں۔ وہ مسیح بھی ہو، مہدی بھی ہو، بروزی بھی ہو، نبی بھی ہو، خاتم الخلفاء بھی ہو، اور بالآخر خدائے وحدہ لاشریک کا لیپا لک بھی ہو۔ ایسا عجیب الخلقت اور خلاف قانون فطرت نبی تو قادیان ہی میں پیدا

ہوسکتا ہے دیگر مما لک میں تو آج تک پیدا ہوا، نہ پیدا ہوسکتا ہے۔ پس بڑا معجزہ مرزا جی کا یہی ہے کہ آپ ان نیچرل un-natural نبی ہیں۔ اب مرزائیوں کوکسی معجزے کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔..

انبیاء کے تمام معجزات اور عیسیٰ مسیح کا ابن اللہ بننا خلاف فطرت، مگر خدا کا لیپا لک بننا مرزا قادیانی کے لئے عین فطرت۔ مرزا قادیانی کی عقل تو سوڈان کے جنگل میں چرنے گئی ہی تھی، مرزائیوں کی عقل کے طوطے بھی عدم آباد کو اڑ گئے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

مرزا جی کے دو مسیح

مرزا غلام احمد صاحب نے چونکہ عیسیٰ مسیح کو گالیاں دی ہیں اور ان پر اس سبّ وشتم کا وبال پڑا ہے کہ علماء ومشائخ نے ان کو اسلامی سوسائٹی سے خارج کر دیا ہے، اور ویسے بھی مقدمات متدائرہ میں برابر ذلتیں اٹھا رہے ہیں اور انبیاء کرام کے کسر شان کا مزہ چکھ رہے ہیں، لہذا کانشنس کے شرم دلانے پر اب معذرت کرتے ہیں کہ میرا مخاطب عیسیٰ بن مریم نہیں بلکہ وہ یسوع ہے جس کے فسق وفجور کی لعنت اور تاریکی دنیا میں پھیلی، جس نے خدائی کا دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔ وغیرہ۔

یہ مرزا جی کی محض مکاری اور دفع الوقتی ہے۔ کیونکہ کسی آسمانی کتاب اور کسی تاریخی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا کہ دنیا میں دو مسیح گزرے ہیں۔ بہرحال مسیح سے مرزا جی کی مراد وہی یسوع مسیح ہے، جس کو عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں اور خدا سمجھ کر جس کی پرستش کرتے ہیں، اور استدلال لاتے ہیں کہ ہمارا یسوع مسیح وہی ہے جس کی نسبت قرآن میں کلمة الله اور روح منه وارد ہوا ہے۔ وہ پاک ہے، وہ معصوم ہے۔

صاف ثابت ہے کہ اس کے سوا کوئی اور یسوع نہیں گذرا، ورنہ مرزا جی پتا دیں کہ فلاں سنہ میں گزرا ہے، اور فلاں کا بیٹا تھا، اور فلاں جگہ پیدا ہوا، اور فلاں جگہ مراجہاں کی اس کی قبر موجود ہے۔

اور کیا یہ وہی یسوع ہے جس کو آپ نے کشمیر میں مارا ہے، اور وہیں اس کی قبر بنا دی ہے۔ اور کیا یہ وہی یسوع ہے جو صلیب پر کھینچا گیا اور جس کی وفات ثابت کرنے کو دانت تک زور لگایا جاتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ گالیاں اسی یسوع کو دی جاتی ہیں اور یہی آپ کا رقیب ہے جس کے آپ مثیل ہیں اور

اس کے سوا کوئی یسوع نہیں گزرا۔ اگر کشمیر میں جھوٹے مسیح کی قبر ہے، تو بتاؤ کہ سچا مسیح کہاں ہے اور کہاں اس کی قبر ہے۔ اگر تم نہ بتا سکو گے تو لازم آئے گا کہ سچا مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے جس کے زندہ رہنے کے تم منکر ہو

هذا خلف

کیا نصاری ایسے نادان اور از خود رفتہ تھے کہ ایک فاسق فاجر شخص کو خدا کا بیٹا اور خدا بنا دیتے، اور بعض دوسری قومیں اس کو مقدس نبی مانتیں۔ کیا فسق و فجور عرصہ دراز تک چھپ سکتا ہے۔ مرزا جی نے غالبًا اپنے دوسرے ہم صفت اور ہم پیشہ جھوٹے مہدیوں پر عیسی مسیح کو قیاس کیا، جو فی الحقیقت فریبی اور مکار اور دنیا کے ٹھگنے والے تھے، اور چند روز میں کتے کی موت مارے گئے۔

پھر معلوم نہیں، مرے پر سو درّے، اب یہ معذرت کیوں کی جاتی ہے اور کس کا خوف ہے۔ کیا مرزا صاحب کو اس جرم میں پھانسی لگتی ہے یا وہ سنگسار کئے جاتے ہیں جس طرح افغانی عبداللطیف سنگسار کیا گیا۔ کیا مولوی کرم الدین کی طرح کسی مسلمان یا عیسائی نے ان پر لائیبل کا دعوی کیا ہے۔

حضرت عیسی مسیح کو اس لئے گالیاں دی جاتی ہیں کہ دنیا ان کی عظمت کرتی ہے، نصاری ان کو خدا مانتے ہیں اور مسلمان سچا نبی یقین کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب مرزا قادیانی اپنے کو مسیح اور امام الزمان مان چکے ہیں، تو رقابت کے باعث حضرت عیسی مسیح کی وقعت ان کی نظر میں کھٹک رہی ہے اور جھلّا جھلّا کر ان کو، اور ان کے ساتھ عیسائیوں اور مسلمانوں کو گالیاں دے رہے ہیں کہ میں آسمانی باپ کا زندہ لیپا لک اور نبی دنیا میں موجود ہوں، مجھے تو کوئی دمڑی کو بھی نہیں پوچھتا، اور سب میرے نام پر پاپوش مارتے ہیں، اور نصاری مردہ ابن اللہ کی پرستش اور مسلمان مردہ نبی کی عظمت کرتے ہیں۔ عظمت کیا معنی، یہ بھی نصاری کی طرح عیسی مسیح کو پوجتے ہیں۔

خدا تعالی کی شان حضرت عیسی مسیح تو فاسق و فاجر ٹھہریں، جن کی عصمت کی قرآن وحدیث شہادت دیں اور مرزا غلام احمد قادیانی فاسق فاجر نہ ٹھہرے جو سینکڑوں جھوٹ بولے، جھوٹا مشن کھڑے، فریب اور دغا کی دوکان جمائے، اصول اسلام کو توڑے، اپنے کو لیپا لک بنائے، اور اپنی تصویر شائع کرنے سے دنیا میں شرک پھیلائے۔

دیکھواس قدر جھوٹے مہدی گزرے مگر مرزا قادیانی نے کبھی کسی مہدی پر سبّ ولعن کا مینہ نہیں برسایا، حالانکہ وہ مردوداسی قابل تھے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ بھی ان کے ساتھ ملعون ٹھہرتے ہیں اور آپ کے پاس کوئی دلیل اس امر کی نہیں کہ وہ جھوٹے اور میں سچا ہوں۔ پھر حضرت عیسی مسیح جو آپ کے نزدیک مر گئے، ان کو تو ہر طرح برا کہا جاتا ہے اوران کا قطعاً انکار کیا جاتا ہے، لیکن یورپ میں جو دو مسیح (مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی) اور سمالی لینڈ میں مہدی (ملاعبداللہ) آنکھوں کے سامنے موجود ہیں، اور مرزا قادیانی کی چھاتی پر مونگ دل رہے ہیں، ان کا دعوی نہیں توڑا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں خالہ کے بیٹے، ہم پیشہ اور ہم عصر ہیں۔ انہوں نے یورپ وافریقہ کا کونا دبایا، تو مرزا قادیانی نے ہندوستان کا۔ نصفی و نصف لکم هذا قوم الوحوش۔ وہ زندہ ہٹے کٹے شنگری لینے کو موجود، انبیاء تو مر گل گئے وہ کیا کر سکتے ہیں، جلن تو اس بات کی ہے کہ دنیا مردہ پرست ہے۔

اگر مرزا قادیانی کا یسوع فاسق وفاجر تھا تو اس سے تعرض ہی کیا۔ دنیا میں لاکھوں فاسق وفاجر ہیں جو ٹکسال باہر ہیں، اور وہ خود ملعون ہیں۔ ان پر لعنت بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں، نہ وہ کسی کا کچھ بگاڑتے ہیں۔ مرزا جی کا مقابلہ تو انبیاء کرام سے ہے۔ جب تک ان میں عیب نہ نکالیں اوران کو فاسق وفاجر نہ بنائیں، خود معصوم نبی نہیں بن سکتے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مرزا جی، حضرت عیسی بن مریم ہی کو فاسق وفاجر قرار دیتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے یسوع کو جس کا درحقیقت وجود ہی نہیں۔ مرزا جی کی نگاہ میں تو وہ مسیح کھٹک رہا ہے جس کی شان میں انا ابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله ہے۔ مرزا جی معجزات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ خود کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔ فاسق وفاجر کا ان کو کیا خوف جس کو کوئی بھی نہیں مانتا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

مرزائی مذہب کی حقیقت

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے آرگن (مرزائی اخبارات) برابر حقیقی مذہب اور مذہب کی صداقت وغیرہ کا راگ الاپ رہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں سچے مذہب اور حقیقی مذہب سے ان کی کیا مراد ہے۔ مذہب اسلام تو مراد ہو نہیں سکتی کیونکہ اس پاک مذہب کو وہ چھوڑ چکے ہیں۔ قرآن کے نصوص قطعیہ اور ادائے

ارکان اسلام کا انکار ...کر چکے ہیں ۔پس حقیقی مذہب سے ان کی مراد ..مرزائی مذہب ہے ۔حالانکہ اس کے اصول واحکام بھی ابھی تک مدون ومشتہر نہیں ہوئے ۔بجز اس کے کہ عیسی وفات پا گئے ،لہذا مرزا جی مسیح موعود اور پیغمبر ہیں اور جو کوئی ان پر ایمان نہ لائے وہ ملحد ہے ،مرتد ہے ،واجب القتل ہے ،اور اب مردہ پیغمبروں کو ماننا اوران کی وحی والہام پر بمقابلہ زندہ پیغمبر کے ایمان لانا حماقت ہے ۔زمانہ بدل گیا ،تم بھی پرانے مذہب کا میلا کچیلا چولا جسم سے اتار کر جدید مخترعہ مذہب کی غرقی لنگوٹی پہنو ۔

دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں ان کے اصول کی کتابیں موجود ہیں ،اور نہ صرف اہل مذاہب بلکہ حکمران گورنمنٹ بھی انہیں کے قواعد اور مروجہ اصول کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرتی اوران کو مانتی ہیں ۔مگر کیا مرزا جی نے بھی اپنے مذہبی اصول کی کتابیں ریلی جیئس لائف کونسل religious life council میں بھیجی ہیں کہ احمدی (مرزائی قوم) کے معاملات ومقدمات ان کے مطابق فیصل ہوا کریں کیونکہ اصول شرع محمدی اور اصول دہرم شاستر وغیرہ اب کرم خوردہ اور ردی ہو گئے ۔اور چونکہ مرزا جی امام الزمان ہیں لہذا تمام ممالک یورپ وافریقہ ایشیاء چین اور روس وغیرہ کی گورنمنٹیں بھی پرانے مذہبی اصول منسوخ کر کے اپنی رعایا میں مرزائی مذہب کے اصول جاری کریں ۔

حالانکہ ممالک مذاہب غیر کو تو جانے دیں ،ممالک اسلامیہ ترک ،افغانستان ،فارس وغیرہ میں ہی اپنے اصول کی کتابیں اور مشن بھیجیں ،پھر دیکھیں کیا مزہ آتا ہے ۔ایک چیلے ملا عبداللطیف کو افغانستان بھیجا تو تھا ،دیکھو اس کا کیا حشر ہوا ۔گھر پر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے ۔چونکہ برٹش گورنمنٹ کے مبارک پرامن عہد میں سب کو آزادی کی نعمت حاصل ہے ،لہذا مرزائی اچھل کود کرتے اور منادی کرتے پھرتے ہیں کہ عیسی مسیح وفات پا گئے اس لئے قادیانی مرزا جی مسیح موعود ہیں ۔

مرزائیوں نے سینکڑوں کتابیں اور رسالے مشتہر کئے ہیں لیکن ان میں وفات مسیح اور مرزا قادیانی کی خودستائی اور بھٹئی اور انبیاء کرام اور موجودہ زمانے کے مشائخ اور علماء پر سبّ ولعن برسانے کے سوا کچھ بھی نہیں ۔یہ حقیقی اور سچا مذہب ہے جس پر مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کو فخر ہے ۔

مرزائی اخباروں میں بڑی تعلّی کے ساتھ مشتہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی)اوران کے

حواری کی تصانیف یورپ وامریکہ میں پہنچ گئی ہیں اور مرزائی میگزین بھی برابر پہنچتا ہے، اور وہاں کے لوگ عیسی مسیح کی وفات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور مرزائی اخبار میں ایک امریکن کا خط بھی شائع ہوا تھا کہ میں وفات مسیح کے باب میں آپ سے متفق ہوں۔ مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ آپ مسیح متوفی کے قائم مقام اور امام الزمان ہیں اور ہم لوگ عیسی مسیح کو چھوڑ کر آپ پر ایمان لائے ہیں اور چونکہ یورپ وامریکہ میں ...قدیم وجدید فلسفے اور سائنس سے چر لیا ہے اور الحاد پھیلا دیا ہے، اگر ان کا پہلا قہقہہ حیات مسیح پر ہوگا تو دوسرا قہقہہ مرزا قادیانی کے مسیح موعود بننے پر ہوگا۔ وہ ایسے بیوقوف نہیں کہ مرزا قادیانی کی خودغرضانہ چال نہ سمجھیں کہ یہ شخص مسیح کو تو مارتا ہے اور خود اس کی جگہ لیتا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ مسیح نے وفات پائی ہو یا وہ زندہ ہو، مگر ایک چینی مغل، مسیح نہیں ہوسکتا اور وہ بھی مذہب اسلام میں جو مذہب عیسوی کا مصلح یا یوں کہو کہ حریف ہے۔ مرزا جی سے تو کہیں زیادہ مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی ان کے نزدیک مسیح بننے کے مستحق ہیں جو عیسوی مذہب رکھتے ہیں۔ لیکن جب یورپ والے اپنے ہم مذہب جدید مسیحوں کو بھی پاگل قرار دیتے اور مضحکے اڑاتے ہیں، تو مرزا جی کس کھیت کی دساور ہیں۔ اور جس طرح مرزا جی حیات مسیح کو نہیں مانتے، اس طرح لاکھوں عیسائی نہیں مانتے۔ لیکن کیا وہ مسیح ہیں اور کیا ایک عیسائی دوسرے کو مسیح سمجھتا ہے۔ اس صورت میں تو یورپ وامریکہ میں لاکھوں مسیح ہوں گے۔

پاگل اپنے کو پاگل نہیں سمجھتا، نہ اپنی حرکات کو مجنونانہ یقین کرتا ہے، مگر ذی عقل اور ذی ہوش اس کو پاگل ہی سمجھتے ہیں اور معذور قرار دیتے ہیں جیسا کہ پانیئر نے لکھا تھا کہ ہندوستان کے لوگ بھی مذہبی پاگلوں سے اسی طرح بے پرواہ ہوجاتے جیسے فرانس والے ہیں، تو مرزا قادیانی کی مسیحیت مہدویت ہانڈی کے ابال کی طرح جوش کھا کر خود ہی بیٹھ جاتی۔ مگر ہندوستان میں تو ایک مذہبی پاگل کا جنون طاعون اور ہیضے کی طرح متعدی ہوکر اوروں کو بھی پاگل بنا دیتا ہے۔

نہیں جناب! نہ مرزا جی پاگل ہیں، نہ ان کے حواری۔ یہ تو دیوانہ بکار خویش ہشیار ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مرزا قادیانی کا فسون حمقاء پر کارگر ہوگیا تو اصحاب فیل بن کر ہاتھی کے روٹ میں سب اپنا اپنا حصہ بخرہ لگانے لگے۔ دودوا اور چپڑی۔ اگر کوئی انہیں پاگل کہے تو مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) بھی اس کی جان کو آجائے اور منہ نوچ کر داڑھی کھسوٹ لے۔

یورپ وامریکا والوں نے مرزا جی کے وہ رسالے یقیناً نہیں دیکھے جن میں حضرت عیسی مسیح کو فاسق و فاجر بتایا گیا ہے۔ اگر مرزا جی اپنے دعوی میں (جس کو وہ سچا سمجھتے ہیں) بے لاگ اور بے باک ہیں، تو وہ رسالے بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ وامریکا میں بھیجیں۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ یورپئین اور امریکن مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا سمجھتے ہیں۔

خوب یاد رکھو کہ کوئی شخص اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے کیسا ہی بے پرواہ ہو، یا اس کے عقائد کیسے ہی متزلزل ہو جائیں، مگر اس کی فطرت اپنے مذہب و بانی مذہب کی توہین ہرگز نہ دیکھ سکے گی.... یورپ میں آج کے روز اتحاد واتفاق کی جو عالم گیر روشنی نظر آ رہی ہے، وہ صرف مذہب کی بدولت ہے۔ اگر یورپ اپنے مذہب سے بے پرواہ یا بالکل لا مذہب ہوتا، تو ترکی سلطنت کے ساتھ بھی اس کا ویسا ہی اتحاد وخلوص ہوتا جیسا دوسری عیسائی سلطنتوں کے ساتھ ہے۔ اور ٹرکی سلطنت ان کی آنکھوں میں ہرگز نہ کھٹکتی۔ اگر یورپ کو مذہبی پاس نہ ہوتا تو عیسائیان ترک کا کان گرم ہوتے ہی سب کے سب مشتعل نہ ہو جاتے، اور چین میں مذہبی مشنریوں کے قتل ہو جانے پر تمام یورپ خون بہا لینے کو نہ چڑھ دوڑتا۔ بعض یورپئین گو اسلامی اصول کو پسند کرتے ہوں مگر وہ یہ ہرگز نہ چاہیں گے کہ مذہب عیسوی کے مقابلے میں اسلام کو فروغ ہو۔ پس مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا یہ خیال کہ ہمارے رسالوں کو یورپ اور امریکہ ٹھنڈی آنکھوں دیکھتا ہے، نرا خیالی پلاؤ ہے اور نری ملٹن کی خیالی بہشت ہے۔ جس صورت میں یورپ والے قدیمی عظیم الشان مقدس اسلام کو نہیں مانتے تو جدید بے اصل مرزائی مذہب کو کیا مانیں گے۔

یورپ اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ پادری لوگ عیسوی مذہب دنیا میں پھیلائیں۔ اگر وہ مذہب سے بے پرواہ ہوتا تو ممالک غیر میں پادریوں کے قتل ہو جانے کی ذرہ پرواہ نہ کرتا، اور نہ ان کے قتل کو خودکشی قرار دیتا کہ پادریوں نے مذاہب غیر کو ناحق مشتعل کیا تھا جس کی سزا ان کو مل گئی۔

حیات مسیح مذہب عیسوی کا ایک رکن اعظم ہے یعنی عیسی مسیح عیسائیوں کے نزدیک خدا ہے اور خدا کے لئے حی اور قائم ہونا ضروری ہے۔ پس ذرا سمجھنے کی بات ہے کہ جن فیلسوف عیسائیوں نے اپنے قدیمی خدا اور اس کی خدائی کے اعلی وصف کو نہ مانا، یعنی مسیح کو مردہ سمجھ لیا، وہ مرزا قادیانی جیسے بودم کو کیوں مسیح ماننے لگے،

اور خدا کو چھوڑ کر ایک ہندی وحشی (کالا لوگ) پر کیوں ایمان لانے لگے، حالانکہ مرزا جی اپنی حماقت کے قابوس میں یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ جس شخص نے مسیح کی وفات کو مان لیا، اس نے مجھے مسیح موعود اور امام الزمان تسلیم کر لیا۔ مرزا جی کے گرد و پیش ایسے حمقاء ضرور موجود ہیں، مگر یورپ و امریکا میں اس قسم کے ہونّق نہیں بوئے گئے۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ ولایت میں مرزائی رسالے اور میگزین کون سا قلعہ فتح کر سکیں گے بجز اس کے کہ یہ کاغذات رفع حاجت کے لئے جائے ضرور میں رکھے جائیں، کس مصرف کے ہیں۔

مرزائی اخباروں میں بیعت کرنے والوں کی فہرست شائع ہوتی ہے اور اکثر سفہاء خطوط کے ذریعے سے مرید ہوتے ہیں۔ مگر باوصف رسالوں کی اس قدر دھوم دھام کی اشاعت کے، کبھی کسی یورپین یا امریکن کا نام چٹھی کے ذریعہ بیعت کنندگان میں شائع نہیں ہوا۔ یورپ کا تو کیا ذکر ہے، ہندوستان کے حقیر اور بھوکے عیسائیوں نے بھی ڈام فول ہی کا خطاب دیا۔ ہاں حمقاء کا سر سہلا کر ان سے چندہ وصول کرنے کا لٹکا بہت خاصہ ہے کہ مرزائی مذہب رسالوں اور میگزین کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں بھی اشاعت پا رہا ہے اور اس دور دراز سرزمین میں بھی مرزائی لوگ برسات کے کینچوؤں اور خودرو گھاس کی طرح پیدا ہو رہے ہیں، پس لاؤ چندے پر چندا اور کھلاؤ حلوا اور ملیدا۔

پیشین گوئیاں پٹ پڑیں۔ خصوصاً مقدمات کے فتح کی پیشین گوئیوں نے تو ڈربا ہی پھونک دیا، جھوٹے اور بے معنی الہام کی مٹی خراب ہو چکی۔ موت کی دھونس اور طاعون کا ڈراوا بھی جہاں سے نکلا تھا وہیں گھس گیا، اس نے بھی ڈائن بن کر پوتوں ہی کو کھایا۔ الغرض کسی نے ساتھ نہ دیا۔ ترکش خالی ہو گئے۔ ایک تیر بھی نشانے پر نہ لگا۔۔ اب حمقاء کے پیٹنے کو یہی لٹکا باقی رہ گیا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے، لہذا میں مسیح ہوں۔ کوئی اس خرد جال سے پوچھے کہ جب حضرت عیسیٰؑ اس سبب سے وفات پا گئے ہیں اس قابل نہ رہے کہ ان کو کوئی نبی بھی کہہ سکے اور سینکڑوں برائیاں اور فسق و فجور معاذ اللہ ان میں پیدا ہو گئے، تو دوسرے انبیاء کرام ان عیوب سے کب بری رہ سکتے ہیں کیونکہ ظاہری وفات پا چکے ہیں۔

خود غرض انسان ضرور پاگل بھی ہوتا ہے کیونکہ اھل الغرض مجنون، لہذا جو اعلیٰ انسانی صفات کسی میں پائی گئی ہیں مرزا قادیانی اس کا رقیب بن گیا، اور ان صفات کو اپنے اندر ٹھونسنے لگا۔ پھر طرہ یہ

ہے کہ ان صفات کے موصوف کو گالیاں بھی دینے لگا کہ میں اچھا ہوں اور وہ برا تھا۔ مثیل المسیح بن کر حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں دیں۔ بروزی محمد بن گیا، مگر ان کی صفت خاتم النبیین سے انکار کیا، کیونکہ اس صورت میں خود نبی نہیں رہ سکتا۔ خود غرضی سے آنحضرت ﷺ کا وہ اصلی درجہ گھٹایا جو خدا تعالیٰ نے باستثناء دیگر انبیاء کرام کے آپ کو عطا فرمایا ہے، اور پھر خود خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بن گیا اس شخص کی کیا کیا بدمعاشی اور نمک حرامی بیان کی جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ جن انسانوں کے باعث مہتم بالشان واقعات ظہور میں آئے اور اس لئے دنیا ان کی عظمت کرتی ہے مرزا قادیانی اس عظمت کو نہیں دیکھ سکتا اور یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اس عظمت کا مستحق سمجھیں۔ ورنہ یا تو اس واقعے ہی کو سرے سے اوڑا دے گا، یا عورتوں کی طرح اوصاف میں کیڑے ڈالے گا، یا دونوں افعال کا مرتکب ہوگا، تا کہ ان کی عظمت گھٹے اور میری عظمت بڑھے۔ حضرت عیسی مسیح کا واقعہ صلب وقتل عجیب مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے باعث دنیا آپ کی عظمت کرتی ہے، مگر یہ عظمت اس کو نہیں بھاتی۔ پس مسیح کے رفع جسمانی اور حیات جاودانی سے انکار اور ان پر فسق و فجور کا الزام۔ ایسا ہی عظیم الشان معرکہ حضرت امام حسینؑ اور شہیدان دشت کربلا کا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک نہ تو کسی نے ایسے ظلم وستم سہے اور نہ اس قدر صبر و استقلال سے کام لیا، نہ لاکھوں لعنتیوں کے مقابلہ میں ۷۲ تن نے ایسی داد شجاعت دی۔ اللہ اللہ یہ انہیں کا حوصلہ تھا کہ ایک کے بعد دوسرے، اور دوسرے کے بعد تیسرے عزیز اور لخت جگر نے بڑے امنگ اور جوش مسرت کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور رضاء الٰہی کی عروس سے ہم کنار ہوئے۔ یہ جذبہ شوق وصال شاہد حقیقی تھا، یہ قوت قدسیہ تھی رو حنا فدا هم ۔الحق

شاہ است حسن بادشاہ است حسن
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
و اللہ کہ بناء لا الہ است حسین

یورپ کے ایک انصاف پسند مورخ نے لکھا ہے کہ ابتداء آفرینش سے لے کر دنیا میں صرف تین بہادر گزرے ہیں۔ ایک حسین، دوسرا جنرل مارشل بزین، تیسرا نپولین۔ مگر حسین کے ساتھ علاوہ شمر و یزید کے

لاکھوں لشکر کے اور بھی دشمن تھے ۔ بھوک دشمن تھی ، پیاس دشمن تھی ، غربت دشمن تھی ، بے کسی اور تنہائی دشمن تھی ، استقلال اور پامردی کے ساتھ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنا حسین ہی کا کام تھا ۔ ماحصل یہ ہے کہ حسین کے برابر اپنے دین پر قائم رہنے والا کوئی شجیع اور جری دنیا میں نہیں گزرا ۔ مگر مردود قسی القلب شمر سیرت یزید سیرت مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں حسینؓ سے افضل ہوں ۔ یزید نے بھی تو حسینؓ سے یہی کہا تھا کہ میں تجھ سے افضل ہوں ۔ پس میرے ہاتھ پر بیعت کر ۔ اب فرمایئے مرزا قادیانی اور یزید و شمر میں کیا فرق رہا ۔

مرزا غلام احمد قادیانی مارے خوف کے کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتا ۔ چوہے کے بل میں سر دیئے پڑا رہتا ہے ، تاہم امام حسینؓ سے افضل ہے ۔ عدالت کی ذرا سی ڈانٹ میں توبہ نامہ لکھ دیا کہ آئندہ کسی کی ہلاکت کی پیش گوئی شائع نہ کروں گا ۔ اب اگر عدالت ذرا بھی دھونس ڈالے ، تو مسیحیت و بروزیت ہی کو استعفا دے دے ۔ عدالت کی حاضری سے جی چراتا ہے کہ میں مریض ہوں ، ذیابیطس میں مبتلا ہوں ، بواسیر نے گھیر رکھا ہے ، اختلاج قلب نے سلفہ کر ڈالا ہے ، حالانکہ ہٹا کٹا ہر طرح تنومند چاق و چوبند ہے ۔ یہ حیز پن ، یہ جبن یہ رذالت ، پھر بھی حسین سے افضل ۔ اس کی شرارتوں اور بدمعاشیوں کا چولہ کہاں تک اتارا جائے ۔ خدا تعالی اسے جلد جہنم واصل کرے ۔ آمین ۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۹ ۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱ ۔ ۵)

ایک خدا کے آنے کی ضرورت

قادیانی مرزا جی زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ایک مامور کے آنے کی ضرورت تھی مگر افعال سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک خدا کے آنے کی ضرورت تھی اور اب پوری ہوئی ۔ دلیل یہ ہے کہ مرزا جی غیب دان ہیں ، محیی اور ممیت ہیں ، کبھی غلطی نہیں کرتے ، ان کی کوئی بات خالی نہیں جاتی ، وہ فعال لما یرید ہیں ، کسی طرح مجبور نہیں جیسے جبریہ فرقہ مجبور ہے ، قدریہ کے بھی قبلہ گاہ ہیں ۔

بھلا جس وجود میں مجددیت ، نبوت ، رسالت ، بروزیت ، مسیحیت ، مہدویت ، امام الزمانی ، خدا کی تبنیت ، وغیرہ صفتیں مجتمع ہوں ، وہ خدا نہیں تو کیا ہے ۔ یعنی مجدد ہو کر محمد کا بروز اور مسیح موعود ہو کر جری اللہ

فی حلل الانبیاء اورمختلف تشخصات اورمختلف شریعتوں کا معجون مرکب۔ گوایسا برزخ انسانی فطرت کے خلاف ہو، مگر خدائی فطرت کے خلاف نہیں۔ خدا میں تو سب طرح کی طاقت ہے، وہ ان نیچرل un-natural اوصاف کا مجموعہ ہے۔ جو بات انسانوں کے نزدیک محال ہے، وہ خدا کے نزدیک ممکن بلکہ واقع ہے۔ پس آپ حمقاء کیلئے... بظاہر تو مامور ہیں مگر درحقیقت خدا ہیں۔ کیا مرزا قادیانی اور مرزائی اب بھی قائلان وحدۃ الوجود کو گالیاں دیں گے اوران کے شعر پر ایمان لائیں گے

ہر لحظہ بشکل آں بت عیار بر آمد۔ دل برد و نہاں شد
ہر دم بلباس دگر آں یار بر آمد ۔ گہ پیر و جوان شد

عیسائیوں کو حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے پہلے ایک خدا کے آنے کی اور مسلمانوں کو ایک انسان کامل محمد ﷺ کے آنے کی ضرورت تھی۔ دونوں ضرورتیں انجیل مقدس اور قرآن مجید نے پوری کر دیں۔ ہاں مرزائیوں کی ضرورت پوری نہ ہوئی تھی، کیونکہ انہیں ایک برازی نہیں، بروزی خدا کے آنے کی ضرورت تھی، اب انیسویں صدی میں وہ بھی پوری ہوئی۔ پس مرزا جی کو اسی کی ضد ہے، کیا معنی، جب کوئی یہ کہے گا کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں تو مرزا قادیانی کی شلوار میں پتنگے چھوٹ جائیں گے، کیونکہ خاتم النبیین وہ خود ہیں۔ اور جب مرزا جی یہ سنیں گے کہ عیسی مسیح کو عیسائی خدا سمجھتے ہیں تو مارے حسد کے پیٹوں میں انگارے دوڑنے لگیں گے کہ مجھے مسیح ابن اللہ (لیپا لک خدا) کیوں نہیں مانتے جب کہ میں مسیح پر ہر طرح ترجیح رکھتا ہوں۔ پس مرزا جی نے جو مختلف لقب لئے ہیں تو اس سے درحقیقت ان کی مراد یہ ہے کہ میں خدا ہوں، پھر بھی عیسائیوں پر اعتراض کہ انہیں ایک خدا کے آنے کی ضرورت تھی۔

رنگون میں ایک مدراسی نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں طلاق دے دی۔ جب غصہ فرو ہوا تو ایک مولوی سے چارہ جوئی کی۔ مولوی نے روپیہ طلب کیا، اور کہا تیری طلاق ہرگز جائز نہیں اور نکاح نہیں ٹوٹا۔ طلاق دینے والا خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا، تو ایک شخص نے مولوی سے پوچھا کہ آپ کا یہ فتوی کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔ مولوی نے کہا کہ طلاق دینے والا جاہل کندہ ناتراش ہے، جو ط اور ت سے واقف نہیں۔ پس اس نے ضرور ت سے طلاق دی ہوگی نہ کہ ط سے۔

اس پر الحکم خوش ہو کر لکھتا ہے کہ کیا اب بھی کسی مامور کی ضرورت نہیں ۔ سبحان اللہ! کیا ضرورت ثابت کی ہے۔غریب مولوی نے تو روپیہ لے کر طلاق ہی ناجائز بتلائی، مگر مامور من اللہ نے پانچ سو روپیہ ہتھیا کر ایک معزز فوجی افسر کو بیٹا دینا چاہا، حالانکہ آسمانی باپ سے ایک چوہیا بھی نہ دلوا سکا۔ بے شک مرزائیوں کے نزدیک ایسے ہی مامور من اللہ کی ضرورت ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

انت منی بمنزلۃ عرشی

انت منی بمنزلۃ ولدی کا الہام تو ناظرین کو معلوم ہی ہے جو پرانا ہو گیا اور ضمیمہ میں بیسیوں مرتبہ اس الہام کی دھجیاں اڑ چکیں۔یعنی اس ملحدانہ الہام نے خدا تعالیٰ کی صفت لم یلد ولم یولد و لم یکن لہ کفوا احد کو بالکل اڑا دیا۔

الحکم نے حال میں مرزا قادیانی کا تازہ بتازہ الہام یہ شائع کیا ہے

انت منی بمنزلۃ عرشی

تعجب ہے کہ اب تک بمنزلۃ ولدی والے الہام کی تو تاویل نہ کی گئی، نہ اس کو استعارہ بتایا گیا، مگر بمنزلۃ عرشی والے الہام کو خود مرزا جی نے استعارہ بتایا اور عرش مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔اس بارہ میں سکوت اختیار کیا اور مرزائیوں کو سکوت ہی کی ہدایت فرمائی۔

واضح ہو کہ کلام مجید میں جناب باری نے اکثر استعارات سے کام لیا ہے، مگر استعارات متشابہات سے نہیں ہیں۔مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو سمجھنا چاہیے کہ استعارہ تشبیہ کی قسم ہے۔صرف اتنا فرق ہے کہ وجہ شبہ اور علاقہ مذکور نہیں ہوتا۔مثلاً زید شیر ہے اور معشوق آفتاب ہے۔ یہاں شجاعت اور حسن مذکور نہیں، مگر فوراً سمجھ میں آجائے گا کہ شجاعت میں زید شیر سے، اور حسن میں معشوق کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے۔

کلام مجید متشابہات سے معمور نہیں، ورنہ اس کا سمجھنا محال ہو جائے حالانکہ کلام مجید کی صفت تبیاناً لکل شیء اور فصلناہ تفصیلا و ھدی للناس اور ھدی للمتقین ہے۔اور ظاہر ہے کہ محض متشابہات سے ہدایت تامہ نہیں ہو سکتی۔پس استعارات کو متشابہات قرار دینا صرف آسمانی باپ اور پیر نابالغ

لیپا لک (مرزا قادیانی) کا اضغاث احلام ہے۔

خدا تعالیٰ نے متشابہات کی یہ صفت فرمائی ہے و ما یعلم تا ویلہ الا اللہ۔ ایک مرزائی نے ہم سے کہا کہ اس آیت سے آگے و الراسخو ن فی العلم بھی ہے۔ہم نے کہا یہ عطف نہیں بلکہ وقف کے بعد ایک کلام مستانف ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ جیسا علم خدا تعالیٰ کا ہے ویسا ہی را سخو ن فی العلم کا ہے۔ یہ شرک فی الصفات ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

قرینہ صاف بتا رہا ہے کہ متشابہات کی تاویل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخو ن فی العلم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ہم تاویل کے مجاز نہیں۔اگر عطف مانا گیا تو یہ کلام مستانف پچھلے کلام کے خلاف پڑے گا۔

حضرت عیسیٰ مسیح کی نسبت رفعه الله بھی متشابہات سے ہے۔کیا معنی کہ یہ فعل الٰہی ہے، ہم کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کیوں کر زندہ اٹھائے گئے اور اب تک کیوں کر زندہ ہیں۔ یہود نے ان کو قتل بھی کیا، صلیب پر بھی کھینچا، مگر کیا بندوں کو اس کا علم ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کیوں کر محفوظ رکھا۔مرزا جی اپنے مطلب کے موافق بات بات میں آیات کی تاویل کرتے ہیں مگر جو الہام ان پر آسمانی باپ کی طرف سے ہوتا ہے اس کی تاویل نہیں کر سکتے۔گویا آپ گونگوں کی محفل کے صدر نشین ہیں۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ آسمانی باپ مجھ پر بے معنی الہام کرتا ہے۔

مصیبت تو یہ ہے کہ کلام بے معنی یا، بامعنی کی تمیز نہ تو مسخرے آسمانی باپ کو ہے نہ اس کے کلونٹے لیپا لک کو۔ جب کوئی الہام مجدد السنہ مشرقیہ کی ٹکسال میں آتا ہے، تب معلوم ہوتا ہے کہ کھرا ہے یا کھوٹا، بے معنی یا بامعنی۔اب سنئے انت منی بمنز لة عر شی بالکل بے معنی ہے۔عرش تو مکان کو کہتے ہیں جو رہنے سہنے بیٹھنے اٹھنے کے لئے ہوتا ہے۔کیا مرزا جی کوئی کوٹھڑی یا کوئی جھونپڑی ہیں جن میں خدا تعالیٰ رہتا ہے۔اور اگر یہ مراد ہے کہ جیسا میرے نزدیک عرش کا مرتبہ بلند ہے، ویسا ہی مرزا قادیانی کا مرتبہ بلند ہے، تو عرض ہے کہ خدا کے نزدیک کسی کا مرتبہ بلند نہیں۔اس کے نزدیک جھونپڑا اور عرش دونوں برابر ہیں، کیونکہ بلندی اور پستی محض اعتبارات و اضافات ہیں۔یعنی ایک شئے بہ نسبت دوسری کی بلند اور پست ہے۔تحت الثریٰ سے حسب مدارج

طبقات زمین بلند، زمین سے جھونپڑی بلند، جھونپڑی سے حویلی بلند، حویلی سے ایوان بلند۔ ایوان سے قلعہ بلند ۔قلعہ سے آسمان بلند۔ علی ہذا۔ مگر خدا تعالی کے نزدیک سب ہموار ہیں ۔پس لیپا لک کی کوئی علو پائگی اور بلند مرتبت نہ نکلی ۔ ہاں اگر آسمانی باپ یوں الہام کرتا کہ انت منی بمنز لة حمار الد جا ل تو یہ الہام کمثل الحمار یحمل اسفاراً ..ا لآ یه، کے مطابق ہو جاتا۔

ہم نے بار ہا متنبہ کیا کہ جب تک کوئی الہام بغرض اصلاح و منظوری مجدد السنہ مشرقیہ کے حضور نہ بھیج لو، ہرگز منہ سے نہ نکالو۔ کیونکہ سچے اور جھوٹے بے معنی اور بامعنی الہام کی پرکھ مجدد ہی کو ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۷)

(عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بابت مرزا صاحب قادیانی کی جس گفتگو کا حوالہ درج بالا مضمون میں دیا گیا ہے، وہ یوں ہے:

انت منی بمنز لة لا یعلمها الخلق ۔ انت منی بمنز لة عر شی ۔

عرش: پر آپ نے فرمایا کہ یہ لفظ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالی کی تجلیات جمالی و جلالی کا اتم مظہر عرش ہے اور مسیح موعود اتم مظہر صفات جمالیہ کا ہے جو کہ اس وقت ظاہر ہو رہی ہیں اور اس لئے کل انبیاء کے ناموں سے مجھے خطاب کیا گیا ہے تا کہ اون کے کل صفات کا مظہر تام میں ہو جاؤں ۔خدا تعالی کی صفات میں محی و ممیت برابر کام میں زور سے لگے ہوئے ہیں ایک طرف تو لوگ زندہ ہو رہے ہیں اور ایک طرف مر رہے ہیں ۔پس چونکہ ان ایام میں خدا کی صفات اپنی پوری تجلی سے کام کر رہی ہیں اس مناسبت کے لحاظ سے عرش کہا گیا ہے۔

عرش کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ عرش ایسی ہے کہ نہ وہ مخلوق ہے اور نہ غیر مخلوق بلکہ خدا تعالی کی تجلیات کا اعلی مقام جو دونوں جہانوں میں ہو سکتا ہے وہ عرش کا مقام ہے۔ جو مخلوق کہتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو غیر مخلوق قرار دیتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں جو اس کی.. بذات خود تسلیم کرتے ہیں لیکن ہمارا یہ مذہب نہیں کیونکہ اگر مخلوق کہا جائے تو پھر محدود اور مجسم ہوگا اگر غیر مخلوق ہو تو خدا کی خالقیت سے باہر رہتا ہے حالانکہ خدا تعالی خا لق کل شئی ہے۔ پس جیسے میرے الہامات ہیں ا فطر و ا صو م۔

اور افطر و اصو م وغیرہ کلام الہی بطور استعارہ کے آئے ہیں ویسے ہی یہ بھی ایک استعارہ ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ کلام الہی میں استعارات ہوا کرتے ہیں ۔ پھر کیوں نہ کہا جاوے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کنہ کو حوالہ بخدا کرتے ہیں ۔ میرا یہی عقیدہ ہے کہ عرش اصل میں مخلوق اور غیر مخلوق کی بحث سے باہر ہے اور اعلی درجہ کی ایک تجلی ہے۔ (البدر ۲۴۔ اپریل، یکم مئی ۱۹۰۴ء ص ۸)

انت منی بمنز لة عرشی

یہ حضرت مسیح موعود کی تازہ وحی ہے..عرش کے متعلق ۲۱ اپریل کی شام کو فرمایا کہ عرش اللہ تعالی کی جلالی و جمالی صفات کا مظہر اتم ہے عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کی تفصیل حوالہ بخدا کرنی چاہیے۔ جنہوں نے مخلوق کہا ہے انہوں نے بھی غلطی کھائی ہے کیونکہ پھر اس سے وہ محدود لازم آتا ہے۔ اور جو غیر مخلوق کہتے ہیں وہ توحید کے خلاف کہتے ہیں کیونکہ الذی خلق کل شئی ۔ اگر یہ غیر

مخلوق ہوتو پھراس سے باہر رہ جاتا ہے مومن موحد اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہتے اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ ایک استعارہ ہے جیسے افطر و اسوم یا اخطی و اصیب فرمایا ہے۔اوراللہ تعالی استعارات کے ذریعہ کلام کرتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اوراس کی کیفیت کوحوالہ بخدا کرتے ہیں۔پس ہمارا مذہب عرش کے متعلق یہی ہے کہ اس کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث میں دخل نہ دو۔ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اعلی درجہ کی جلالی و جمالی تجلیات کا مظہر ہے۔(الحکم۔۳۰۔اپریل و۱۰۔مئی۱۹۰۴ءص۳نمبر ۱۴،۱۵جلد۸)

۱۸جولائی ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور۔عرش کے متعلق سوال ہوا۔آپ نے اپنی تقریر کے اس حصہ کا اعادہ فرمایا جو کہ قبل ازیں شائع ہو چکی ہے،اورفرمایا کہ عرش کی نسبت مخلوق اورغیر مخلوق کا جھگڑا عبث ہے۔احادیث سے اس کا جسم کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ایک قسم کے علو کے مقام کا اظہار عرش کے لفظ سے کیا گیا ہے۔اگراسے جسم کہوتو پھرخدا کو بھی مجسم کہنا چاہیے۔یادرکھنا چاہیے کہ اس کو علو جسمانی نہیں کہ جس کا تعلق جہات سے ہو بلکہ یہ روحانی علو ہے۔

عرش کی نسبت مخلوق اورغیر مخلوق کی بحث بھی ایک بدعت ہے جو کہ پیچھے ایجاد کی گئی۔صحابہ نے اس کو مطلق نہیں چھیڑا تو اب یہ لوگ چھیڑ کرنا فہم لوگوں کو اپنے گلے ڈالتے ہیں۔لیکن عرش کے اصل معنی اس وقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب کہ خدا تعالی کی دوسری تمام صفات پر بھی ساتھ ہی نظر ہو۔(الحکم قادیان ۳۱جولائی ۱۹۰۴ءص۱۴)

مرزائی مقدمات کی نسبت طرح طرح کی افواہیں

ابھی تک مولوی کرم الدین صاحب کا استغاثہ لائیبل طے ہوا بھی نہیں کہ یاروں نے دورازحال،و قریب ازاستقبال،وقبل ازمآل پرملال،سراپاحزن ونکال،یکسراختلال،مجسم وبال کی افواہ پہلے ہی اڑادیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مرزااسلام احمد بیگ صاحب کے نام مرزاضرغام احمد کا خط آیا ہے کہ مرزا جی کو سوا اٹھائیس سال قید کا آرڈر ہو گیا۔اورکوئی کہتا ہے کہ مرزا اکرام بیگ صاحب کا کارڈ ابھی ابھی مرزاانعام بیگ کے نام آیا ہے کہ مرزا جی کو۱۴سال قیداورسوا چارسال کی کال کوٹھڑی کا نادری حکم سنایا گیا۔کوئی کہتا ہے کہ مرزاابتسام احمد بیگ صاحب کے نام مرزاارتسام احمد بیگ کی رجسٹری آئی ہے کہ مرزا جی پرسوا تین ہزارروپئہ جرمانہ اورسات برس کے لئے قلعہ چنارگڈھ میں رہ کر مزے سے پھولی پھولی کھانے کا حکم سنایا گیا اوراگر جرمانہ ادا نہ کریں (ضرورادا کریں گے کیونکہ دولاکھ مریدوں کے پیر ہیں) توسوا نو برس قیداورڈیڑھ سال کی لگاتارکال کوٹھڑی۔الہی توبہ۔ان افواہوں نے ناک میں دم کردیا اورمجدد کوسخت صدمہ پہنچایا۔

ارے یارو! آخر غریب معصوم لیپا لک نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ اس کی جان کے لاگو بن گئے ہو۔ اگر اس نے اپنے کو مسیح قرار دیا ہے، تو کیا انوکھی بات ہے۔ لندن میں مسٹر پگٹ نے اور فرانس میں ڈاکٹر ڈوئی نے مسیح بننے کا اور سمالی لینڈ میں ملا عبداللہ نے مہدی بننے کا دعویٰ کیا ہے۔ تم سب کے سب ان تینوں کی جان کے لیوا کیوں نہیں ہوتے، مرزا ہی کے لتے کیوں لینے لگے۔ یورپ کے عیسائیوں نے تو اپنے دونوں مسیحوں کی نسبت چوں بھی نہیں کی، تمہیں کیوں کھورولائے، اور کیوں سر پر زمین اٹھالی، اور بداندیشی اور بدخواہی پر آمادہ ہو کر منہ سے کیوں بدشگونیاں اگلنے لگے۔ خیر ہمیں ان باتوں کا خیال نہیں البتہ یہ خوف ہے۔

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

مقدمے کا فیصل ہونا منہ کا نوالہ نہیں۔ ابھی تو ۱۸ ماہ ہی گزرے ہیں، کم از کم ۱۸ ماہ تو اور گزرنے دو جب کہیں پوچھنا کہ بچھڑا بچھڑوں میں یا قصائی کے کھونٹے۔

مرزا جی تو ابھی مقدمے کو گھلاتے اور کھٹائی میں ڈلواتے چلے جائیں گے، جب تک آسمانی باپ اپنا آسمانی نشان نہ دکھائے۔ اس عرصہ میں کوئی نہ کوئی ایسی بات نکل ہی آئے گی کہ غریب معصوم لیپا لک پھانسی لگنے سے بچ جائے گا، جیسے عیسیٰ مسیح بچ گئے اور پھر مرزائی گلے میں ڈھول ڈال کر منادی پیٹتے پھریں گے کہ وہ آسمانی نشان ظاہر ہوا اور وہ مماثلت پوری ہوگئی۔ اور چونکہ اب لالہ چندولعل سابق مجسٹریٹ بدل گئے ہیں اور ان کی جگہ کوئی لالہ آتما رام مجسٹریٹ آئے ہیں، لہذا ملزم کو قانوناً اختیار ہوگا کہ جدید حاکم کے اجلاس میں تمام گزشتہ کاروائی کو کالعدم کرادے، اور از سر نو کاروائی کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور چونکہ مرزا جی کے پاس مفت کا روپیہ ہے، اور مولوی کرم الدین صاحب صرف اپنی جیب خاص سے مصارف جھیل رہے ہیں، لہذا جھول جھال کی تہ پرتہ چڑھاتے چلے جائیں گے، تاکہ مولوی صاحب دق ہو کر راضی نامہ داخل کر دیں۔ لیکن ہم کو مرزا جی کا یہ منصوبہ پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ مولوی کرم الدین صاحب بھی استقلال اور پامردی کے ساتھ کفر کا مقابلہ اسلام سے کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ خود مدد کرے گا۔ مولوی صاحب کے وکلاء کا کام ہے کہ مقدمے کے جلد فیصل ہو جانے پر عدالت میں زور دیں۔ مگر یہ اطمینان رہے کہ دیر ہو یا سویر، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا

کہ الفاظ لئیم، کذاب، بہتان عظیم جو مرزا جی نے مولوی کرم الدین کی نسبت استعمال کئے ہیں وہ ویسے ہی معزز خطابات ہیں جیسے گورنمنٹ اپنے افسروں اور وفادار رئیسوں کو دیا کرتی ہے ..(آخری چند الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔ بہاء)۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۹۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

ہمارا رؤیا صادقہ

مشہور واعظ مولانا ابو یعقوب محمد صدیق صاحب غریب خانہ پر فروکش تھے۔ بعد نماز عشاء مرزائی مقدمات کا ذکر چھڑا کہ فرد قرارداد جرم لگ چکی ہے، دیکھئے کیا انجام ہو۔ طویل بحث کے بعد سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز مرغزار ہے، چار طرف سبزہ پھیلا ہوا ہے، جیسا بارش کے موسم میں ہوتا ہے۔ ایک بزرگ ریش سفید، مقطع صورت، نمودار ہوئے اور فرمایا کہ یہاں ایک بڑا خاردار درخت تھا مگر اب نہیں۔

میری آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ ہمارے صلحاء ناظرین اس خواب کی تعبیر ضرور سمجھ گئے ہوں گے اور ہم آئندہ مفصلاً ومشرحاً عرض کریں گے جب کہ تعبیر کا ظہور ہوگا انشاء اللہ تعالی۔ ہاں اب بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ وہ سبز مرغزار مقدس اسلام ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

مرزائی اخبار الحکم کی فریاد

اخبار الحکم جو مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کا سب سے پہلا رفیق، فی النار البروزیہ حریق، فی لجۃ عشق المتنبی غریق، لانہدام بروج الدین مثل المنجنیق، فی اشاعۃ المسیحیۃ کالبرق البریق، فی ادارۃ الزندقۃ حدقۃ عین کل زندیق، ہے اب محض بغلی گھونسے اس کا دیوالا نکالنے کی فکر میں ہیں۔ ہمارا یار غار تو الحکم ہی ہے، اور ہمارا ستارہ اسی سے ملا ہوا ہے۔ مرزائیت کی ترازو میں کوئی دوسرا حریف ورقیب اس کا پاسنگ بھی نہیں ہوسکتا۔ الحکم کی بات ہی اور ہے، چپکا ہی دوسرا ہے۔ غمزہ ہی نرالا ہے۔ یہ آسمانی باپ کے لیپا لک کا چاہیتا انت بمنزلۃ ولدی کا ڈھنڈوریا کسر صلیب اور قتل خنازیر کا تمغہ چکانے والا منارہ کا پھریرا فلک الافلاک کی چوٹی تک

اوڑانے والا، بھلا یہ خلاع رفاع دوسرے رقیبوں کو کہاں نصیب ۔ یہ مسالا ہی اور ہے یہ چاشنی ہی نرالی ہے۔ قسم ہے منارے شریف کی جو اسکا حریف و بدخواہ ہے وہ روسیاہ راندہ درگاہ دین و دنیا تباہ ہے۔کوئی کیسی ہی چمک دمک دکھائے، مگر کالے کے آگے چراغ نہیں جلتا۔ یہ پرانا خرانٹ اس کا حریف درخور ڈانٹ لائق کاٹ چھانٹ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش۔ کے آمدی و کے پیر شدی کا مصداق۔

ہمارا بس چلے تو الحکم کے بداندیشوں کو زمین دوز اور سنگسار کر دیں جس طرح افغانیوں نے افغانی ملا کو کابل میں سنگسار کر دیا۔اب غضب تو یہ ہو گیا کہ خود مرزائی لوگ اخبار الحکم کے شاکی ہیں کہ وقت پرنہیں نکلتا اور ہمیشہ فرمائش کرتا ہے کہ میری مدد کرو، اشاعت بڑھاؤ۔ الحکم مطبوعہ ۳۰۔اپریل میں ایک بڑا دردناک مضمون شائع ہوا ہے جسکو پڑھ کر کلیجا دہل جاتا ہے۔ وہ خریداروں سے التجا کرتا ہے کہ آپ ..سالانہ کے بدلے ..سالانہ دیا کریں، اوردس خریدار پیدا کریں خواہ وہ پانچ پانچ روپیہ ہی کے ہوں اور ہر سال ایک ایک خریدار تو ضرور ہی پیدا کرتے رہیں اور یہاں یہ کیفیت ہے: ناز برآن کن کہ خریدارتست ۔ہم سے ایک مرزائی نے بیان کیا کہ الحکم کے اڈیٹر میں خلوص نہیں رہا، لہذا فلاں فلاں مقام کی احمدی جماعت نے الحکم کی خریداری بند کر دی اور البدر منگوانے لگے جس کی قیمت ...کی بجائے اب دو روپیہ سالانہ ہو گئی ۔فرمایئے غریب ایڈیٹر الحکم بروں کی جان کو رو کر یہ نہ کہے تو کیا کہے کہ: بامن آنچہ کرد آن آشنا کرد۔ افسوس صد افسوس خون سفید ہوئے۔ دنیا میں ہم دردی نہ رہی، اپنے ہی بدن کا خون فاسد ہو گیا، اپنے ہی اعضا دشمن بن گئے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

کیا اندھیر ہے کہ البدر تو حکیم الامت کا لیپا لک اور الحکم آسمانی باپ کے لے پالک کالے پالک مگر اس کی حمایت تو نہ کی جائے اور اس کی کی جائے ۔ تیری چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا۔ ہم الحکم کی ڈھارس باندھتے ہیں کہ گھبرائے نہیں مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) تمہاری کمک پر ہے کسی کی کیا طاقت ہے کہ بال بھی ٹیڑھا کر سکے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۲ و۲۴ ص ۱۔۲)

بے معنی فارسی الہام

۲۰۔اپریل کے الحکم قادیان میں فارسی الہام یہ شائع ہوا ہے:

امن است در مکان محبت سرائے ما

ہم متنبہ کر چکے ہیں کہ جب تک مجدد السنہ مشرقیہ سے اصلاح نہ لے لو،کوئی الہام شائع نہ کرو۔ذرا ملاحظہ ہو کہ مکان بھی اور سرائے بھی۔شاید مکان کچھ اور ہے،اور سرائے منارے کے کلس کی نوک کا نام ہے۔ لیپا لک کا ایڈی کا نگ طاعون تو امن بلکہ خود دارالامان کی بربادی اور دھڑ ادھڑی لگا کر اس کو خاک کا تودا بنا رہا ہے،اور آسمانی باپ پھر بھی یہی الہام کرتا ہے کہ بیٹا گھبراؤ نہیں،ہر طرح امن ہے،سولی پر چڑھ جاؤ،مولا بھلی کرے گا۔یہ الہام ہے یا دارالامان کا انہدام۔کشتوں کے پشتے اور مردوں کے ڈھیر لگا دیئے،پھر بھی محبت سرائے میں امن ہے،تو بے امنی اور بربادی کے شائد ویسے ہی سینگ ہوں گے جیسے خردجال کے سر میں۔سنو الہام مذکورہ میں یا تو سرائے حشو ہے یا مکان خوگیر کی بھرتی ہے۔لہذا اصلاح دی جاتی ہے:

امن است اندرون محبت سرائے ما

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲)

(امن است ...والا الہام قادیانی اخبار میں یوں شائع ہوا تھا:

۲۹۔اپریل ۱۹۰۴ء۔امن است در مکان محبت سرائے ما۔(البدر ۲۴۔اپریل،یکم مئی ۱۹۰۴ء ص ۸)

آیات قرآن کا صرف عن الظاہر

قادیانی مرزا جی کے ایک حواری جو زندہ پیر کے مجاور بنے بیٹھے ہیں،فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض کبھی پسند نہیں کرتے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کا صرف عن الظاہر کریں جب تک اس صرف کے لئے قرائن قویہ نہ ہوں ورنہ باب الحاد وا کرنا ہے۔وغیرہ۔

اجی جناب! صرف عن الظاہر کیا معنی،یہاں تو آیات قرآنی کی ترمیم و تنسیخ کر دی۔یا یوں

کہو کہ بالکل اڑا ہی دیا۔

دہن کا ذکر کیا، یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

مجاور صاحب تو زندہ پیر کی چوکھٹ پر بیٹھے چراغیاں اور دونے چکھ رہے ہیں، انہیں باب الحاد کے وا ہونے کی کیا خبر۔ اس کی خبر مجدد السنہ مشرقیہ کو ہے۔

کیا کہنا ہے، آپ نے قرائن قویہ کی قید بہت خاصی لگائی۔ یہ مرزائی ہتھکنڈا ہے۔ ہر شخص ہر آیت کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ فلاں قرائن سے اس کے معنی یوں نہیں، یوں ہیں اور قرینہ عام ہے لفظی نہیں تو ذہنی اختراعی سہی۔ حالانکہ کلام مجید بالکل صاف ہے اس کی شان تبیانا لکل شئی ہے۔ اس کو کسی قسم کے قرینے کی ضرورت نہیں۔ وہ مرزائی قرائن کے خبث سے بالکل پاک ہے۔ تیرہ سو برس کے بعد اب قرآن کریم مرزائی ملحدانہ قرائن کا محتاج ہو۔ معاذ اللہ۔ حج حرمین شریفین کو نہ جاؤ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ۔خارجی قرینہ یہ موجود ہے کہ طاعون پھیلا ہوا ہے، طوفان سے جہازات غرق اور تباہ ہو جاتے ہیں۔ دوسرا قرینہ شہر قادیان ہے جہاں ایک انسانی صورت مگر شیطانی مورت موجود ہے جس میں اسود عنسی کی روح نے حلول کیا ہے، پس یہاں آؤ، ھو الذی ارسل رسو ل بالھدی . الآیہ، اسی کی شان میں مکرر تیرہ سو سال بعد نازل ہوئی ہے۔ ایسے ہی قرائن سے تو دنیا میں بہت سے دجال پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے۔

قرینہ کیا شئے ہے، جو بات عقل یا قرین قیاس، یا قرین ذہن معلوم ہوئی، اسی کو اپنے مطلب کے موافق چسپاں کر لیا۔ ایسی باتوں کیلئے شیطان پر قرین رہتا ہے۔ پس ان کو قرائن شیطانیہ کہنا چاہیے نہ کہ قرائن قرآنیہ۔

اسی مجاور نے بارہا لکھا کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی مرزا قادیانی کی شان میں ہے اور جب مجدد (احمد حسن شوکت) نے چتھاڑ کی تو اب انکار کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ زندہ پیر نے اسے پھر بھی اپنا مردود بارگاہ نہیں بنایا کیونکہ وہ اس کی رسالت کا منکر ہے۔ اس کو تو رسول کہنا بھی توہین کا باعث ہے کیونکہ وہ خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) ہے۔

مجاور صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا کام تکمیل دین و تکمیل اشاعت دین تھا،

ہم کہتے ہیں کہ جب ہر طرح تکمیل ہو چکی ،تو اب رسول کے آنے کی کیا ضرورت ،اور اب تحصیل حاصل کی کیا حاجت ۔مرزا صاحب تو تنقیص دین کر رہے ہیں ۔اگر آپ صلیب کو توڑنے اور سوروں کے حلال کرنے کو آئے ہیں،تو فرمایئے کہ اپنی تیس برس کی بعثت میں کون سی صلیب توڑی گئی ۔کتنی گرجائیں ڈھائیں ۔کتنے سور ذبح کئے ۔کتنے مندر مسمار کئے ۔کتنے ہندوؤں اور عیسائیوں کو مرزائی بنایا۔ہاں چند مسلمانوں کو توحید الٰہی اور رسالت محمدی سے پھیر کر ملحد و مرتد ضرور بنا ڈالا۔

قرآن سے تو آپ کا مطلب صرف حضرت عیسٰی مسیح کو مار ڈالنا ہے نہ کہ مکرر عیسٰی کا آنا ، کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر ہی نہیں ۔حدیث میں ہاں حضرت عیسٰیؑ بن مریم کے آنے کا ذکر بالتصریح ہے۔کیا آپ مریم کے بیٹے ہیں ۔ایک ہی حدیث کے ایک جزء کا اقرار،اور دوسرے کا انکار۔حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب خود عیسٰیؑ بن مریم تشریف لائیں گے،تو وہ زندہ ہیں ۔مگر مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک انیس سو برس تک کسی کے زندہ رکھنے پر خدا تعالی قادر نہیں ۔ہاں تیرہ سو برس کے بعد تمام انبیاء کرام اور خود آنحضرت ﷺ کی روح پاک کے ایک ناپاک جسد میں حلول کرنے پر قادر ہے۔

مجاور صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت غلام احمد نے ازل سے احمد کی غلامی کی مہر اپنے حال اور قال کے سراپا پر لگا رکھی ہے۔،

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا رسول کا غلام بھی رسول ہو سکتا ہے۔اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ غلام آقا بن سکتا ہے۔مجاور صاحب کا مضمون عجیب اوٹ پٹانگ ہے۔جا بجا آپ اپنی تردید کرتا ہے۔پس ہم کو تردید کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔،جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۳)

مرزا اور مرزائیوں کو دو سو روپیہ انعام

مجدد السنہ مشرقیہ نے بارہا ترغیب دلائی مگر کسی مرزائی بلکہ خود مرزا جی کو انعام کے لینے کا حوصلہ نہ ہوا، یہ بدقسمتی نہیں تو فرمایئے کیا ہے۔اب ہم ذیل میں دو سوال کرتے ہیں اگر خود مرزا جی یا حکیم الامۃ المرزائیہ دو

نوں سوالوں کا مسکت اور شافی جواب دے سکیں تو بے تامل دوسو روپیہ لیں۔ حکیم صاحب کو تو حدیث وتفسیر کے سمجھنے کا بڑا دعویٰ ہے جس کی تصدیق مرزا جی بھی کر چکے ہیں۔ پس میدان میں آئیں اور تحسین وآفرین کے علاوہ انعام بھی حاصل کریں۔..وہ دونوں سوال یہ ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب نمرود سے کہا۔ ر بی الذی یحیی و یمیت

تو اس نے کہا :انا ا حی و امیت

یعنی میں بھی تیرے خدا کی طرح مارتا اور زندہ کرتا ہوں۔

تو حضرت ابراہیمؑ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

کیا نمرود کا محیی اور ممیت ہونا تسلیم کرلیا،

پھر دوسری دلیل لانے کی کیا ضرورت ہوئی

فا ن اللہ یا تی بالشمس من المشرق فا ت بھا من المغر ب

یعنی میرا خدا وہ ہے کہ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے، بھلا تو آفتاب کو مغرب سے تو نکال۔

اس میں سوال یہ ہے کہ کیا خدا تعالیٰ مغرب سے آفتاب نکال سکتا ہے۔

اگر نکال سکتا ہے، تو مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا جس نیچر پر ایمان ہے، وہ ٹوٹ گیا اور سنت اللہ کے خلاف ہوا۔

اور اگر خدا تعالیٰ ایسا نہیں کرسکتا، تو نمرود اور خدا دونوں برابر ہو گئے اور دلیل کا لانا فضول ٹھہرا۔

اس کا جواب دو ہفتے کے اندر اندر البدر اور الحکم میں شائع کیا جائے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴)

گروہ اہل حدیث پر نزلہ

ہم عصر اہل حدیث امرتسر کے نامہ نگار نے قادیان کی اس افراتفری کی تفصیل لکھی تھی اور ضمیمہ شحنہ

ہند میں بھی کچھ حالات شائع ہوئے تھے، اس پر الحکم میں اپنے رسول کے اتباع پر تمام اہل حدیث کو برا بھلا کہا گیا ہے کہ فرقہ اہل حدیث ایسا ہے اور ویسا ہے۔ یہ بزرگوں اور اماموں کو برا کہتا ہے، اور اس نے حدیث کا درجہ قرآن سے بڑھا دیا ہے، اور چونکہ اس فرقہ کی اصلاح کی ضرورت تھی لہٰذا ایک مجدد (نبی آخرالزمان مرزا) کے پیدا ہونے کی ضرورت ہوئی۔ بے شک اس غزل کا مقطع یہی موزوں تھا۔

اگر الحکم کا نامہ نگار سچا ہے تو پتا دے کہ اہل حدیث نے آئمہ اور بزرگان دین کو کب برا کہا ہے۔ البتہ انہوں نے بعد ختم رسالت کسی مغل کے نبی بننے کی تردید کی ہے، اور اس کے الحاد وارتداد کا فتوی دیا ہے۔ لیکن یہ فتوے تو تمام علماء مقلدین ومشائخ نے بھی دیا ہے۔ ہاں اہل حدیث نے اس میں سبقت کی ہے، اور پھر تمام علماء ومشائخ ہندان سے متفق ہوئے ہیں۔ پس مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے نزدیک تو سبھی قابل لعنت ونفرین بلکہ سزاوار تدارک ہیں، نہ کہ فقط اہل حدیث۔

کیا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اہل حدیث جس شخص کی تقلید نہ کریں اس کو برا کہیں۔ اہل حدیث تو آئمہ اربعہ کیا معنی خلفاء اربعہ اور تمام صحابہ کے بھی مقلد نہیں۔ مگر کیا وہ کسی کو برا کہتے ہیں۔ اور کیا یہ بات کسی صحیح العقل کی فہم میں آ سکتی ہے اور کوئی ذی عقل اس کو باور کر سکتا ہے۔

الحکم کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ قادیان سے کوئی باہر نہیں گیا، تمام مرید موجود ہیں، اور حکیم صاحب کا خیمہ بھی قادیان سے باہر نہیں گیا۔ وہ بیماروں کے علاج میں بدستور سرگرم ہیں، اور طلبہ کو پڑھاتے ہیں۔ وغیرہ،

اچھا صاحب یہ سب کچھ سہی اور اس سے بڑھ کر بھی مسلّم۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ قادیان میں طاعون زور شور سے موجود ہے جس کی نسبت الہام ہوا تھا کہ یہاں طاعون نہ آئے گا اور آئے گا تو افراتفری نہ ہوگی۔ اس کی تردید نہیں کی گئی۔ کافی اور شافی جواب تو جب ہوتا کہ الحکم قادیان میں سرے سے طاعون ہی کے آنے کی تردید کرتا۔ معلوم نہیں یہ فروگذاشت کیوں کی گئی۔ قلم کو ذرا جنبش ہوتی اور بس۔

یہ الزام کہ اہل حدیث، قرآن سے حدیث کا مرتبہ بڑھاتے ہیں، اس جواب کا مستوجب ہے کہ لعنة الله علی الکاذبین مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے تو اپنے نبی کی وحی اور الہام کے مقابلے میں قرآن وحدیث دونوں کا مرتبہ گھٹا دیا، بلکہ دونوں کو اڑا دیا۔ قرآن کا مرتبہ اس لئے گھٹایا کہ اس میں مسیح موعود آنے کا

ذکر ہی نہیں، اور مرزا جی قرآن کے خلاف مسیح موعود بن گئے۔ حدیث کا مرتبہ اسلئے گھٹایا کہ دجالو ن ثلا ثو ن والی حدیث کورڈ کر دیا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ دنیا میں دجال کوئی نہ آئے گا۔ ہاں ایک مسیح جو خاتم الخلفاء ہو گا، ضرور آئے گا۔ پس مرزا قادیانی اور مرزائی کس منہ سے کہتے ہیں کہ فلاں گروہ نے حدیث کا مرتبہ بڑھا دیا۔ اور اسی پر کیا حصر ہے، مرزائی مذہب جس شئے سے عبارت ہے وہ قرآن وحدیث کی مخالفتوں کا البم ہے کہاں تک کوئی تفصیل کر سکتا ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

جنگ کا نام صلح

مرزائی اخبار بار بار لکھتے ہیں کہ مرزا جی سے صلح کرلو اور اخبار الحکم میں تو امن اور صلح کا سفید جھنڈا ہفتہ وار بلند ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کون جنگ کرتا ہے کس نے توپ لگا رکھی ہے۔ خود آسمانی باپ نے اپنے لیپا لک کو دنیا سے جنگ کرنے کا ٹھیکہ دے دیا ہے۔ وہ قادیان کے کمین گاہ میں بیٹھا دنیا کے مذاہب پر سبّ و شتم کے گولے برسا رہا ہے اور نہ صرف زندہ مشائخ وعلماء پر بلکہ اپنی بہادری سے مردوں کی قبروں کو بھی لعن طعن کے تیروں سے خاک کا تودہ بنا رہا ہے پھر بھی صلح کا سفید جھنڈا قادیان کے بام پر اوڑا رہا ہے کہ لوگو مجھ سے صلح کرلو۔ جس طرح ٹرکی کے باغی صوبے اور ان کے حمایتی چیخ پکار کر رہے ہیں کہ ہم تو امن اور صلح چاہتے ہیں، مگر اندر ہی اندر ٹرکی کی نیو کھودرہے ہیں۔

آزادی پسند برٹش گورنمنٹ کے عہد میں تمام مذاہب امن وامان کے گہوارہ راحت میں تھے کہ مرزا قادیانی کے مفسدانہ غلغلوں نے نفخ سور کا عالم کر دیا کہ یہ بھی مردود، وہ بھی مردود۔ بعض انبیاء کرام بھی مطرود۔ میں سب سے اچھا، مجھ پر ایمان لاؤ۔ قدیمی مذاہب کو حرف غلط کی طرح دل سے مٹاؤ۔ رات دن اپنی ہی بڑائی اپنی ہی تسلی۔ کوئی معاملہ ہو، کوئی سبجیکٹ subject ہو، مرزا قادیانی کی ٹانگ اڑی ہوئی دیکھ لو۔ طاعون مرزا قادیانی کی وجہ سے، کالرا (ہیضہ) مرزا قادیانی کی وجہ سے، کسوف خسوف مرزا قادیانی کی وجہ سے۔ ریلوں کا رواج مرزا قادیانی کی وجہ سے کیونکہ یہ مرزا قادیانی کے دجالوں کے گدھے ہیں، پہاڑ جو سرنگوں سے حسب

ضرورت اوڑائے جاتے ہیں تو مرزا قادیانی کی وجہ سے۔ الغرض دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب مرزا غلام احمد قادیانی کے خروج کی وجہ سے ہے۔ مرزا قادیانی تو دیوانہ بکار خویش ہشیار تھا ہی، چیلوں پر اس سے کہیں بڑھ کر حماقت یا خود غرضی کا مسمریزم دم ہو گیا ہے۔

علماء اور مشائخ کو جنگ کا اعلان کہ مجھ سے مناظرہ کرو، مباہلہ کرو، میدان میں آ ؤ۔ اور جب کوئی میدان میں آئے، تو مرزا قادیانی چوہے کے بل کی راہ لے۔ ٹائیں ٹائیں فش۔

مذہبی جنگیں برابر جاری ہیں۔ اب تقریباً ڈیڑھ سال سے قانونی اور عدالتی جنگیں بھی شروع ہو گئیں جن کے سلسلے کا رشتہ شیطان کی آنت سے ملا ہوا ہے۔ اور جب تک مذہبی جنگیں جاری ہیں یہ سلسلہ بھی آسمانی باپ نے چاہا تو برابر جاری رہے گا، کیونکہ لیپا لک کولڑوانا اسی خرانٹ مکار مفتری علی اللہ کا کام ہے۔ مگر ہم بھی تو دیکھیں قانونی جنگ میں لیپا لک کیونکر فتح یاب ہوتا ہے۔ ایک شکست مل چکی جو پہلی بسم اللہ تھی اب انشاء اللہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری متواتر شکست ملتی نہ جائے تو ہم اپنا نام مجدد نہ رکھوائیں۔

ہم متواتر فہمائش کر چکے کہ زبانی صلح کے اعلان سے کچھ کام نہ نکلے گا، صفائی قلب اور خلوص ارادت سے صلح کرو۔ اور صلح یہی ہے کہ ملحدانہ دعاوی واپس لو، اور ان سے تائب ہو کر سچے مسلمان بن جاؤ۔ پھر تو مرزا قادیانی اور مرزائی بھائیوں کے بھائی اور یاروں کے یار اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے مصداق ہیں، اور پھر علماء اور مشائخ کی کیا مجال ہے کہ تمہیں بجز میٹھی نگاہوں کے تیز تیز نگاہوں سے گھوریں۔ یہ مجدد کا ذمہ ہے۔ دیکھو اب بھی کچھ نہیں بگڑا، اپنا کیریکٹر بدلو، اور جس طرح بن پڑے مولوی کرم الدین صاحب اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے معافی مانگو جن کو تم نے بلاوجہ ستایا، اور یہ سب اسی کا وبال ہے۔ اور اب تو قادیان کے فنڈ میں روپیہ بھی نہیں رہا۔ ہم کو خوب معلوم ہے کہ رات دن چیلوں چاپڑوں کے نام چندہ بھیجنے کے آرڈر جاری ہو رہے ہیں اور روپیہ ہو بھی تو کیا عزت بڑی قیمتی شئے ہے، روپیہ اس کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵)

زندگی کے فیشن سے بہت دور جا پڑے ہیں

یہ بھی بھبکے میں کھنچا ہوا اور آب کاری سے نکلا ہوا نو بنو الہام ہے جو الحکم میں شائع ہوا ہے۔اس میں دو لفظ فارسی کے،ایک انگریزی کا،اور باقی اردو ہے۔گویا یورشین (مخلوط النسل) الہام ہے۔

ارے واہ رے! تیری ہفت رنگی قابل دید ہے۔مختلف رنگوں کا کیا کیا کمپونڈ تماشا دکھا رہا۔مگر یہ سب ہے شوکت اللہ کی بدولت۔غنیمت ہے کہ اس کی مجددانہ اصلاح قبول تو کی جاتی ہے۔کیونکہ اس سے پہلے صرف عربی فقروں کا الہام ہوتا تھا۔مجدد نے ڈانٹا کہ ایں! یہ کیا حرکت ہے۔قرآن میں وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه وارد ہو،اور چینی مغل پر بجائے چینی زبان میں الہام کرنے کے آسمانی باپ زبان عرب میں الہام کرے۔

اس ڈانٹ پر باپ بیٹا دونوں سہم گئے اور فارسی اردو میں الہام ہونے لگا۔لیکن اب بھی بڑی بھاری کسر رہ گئی،کیا معنی کہ لیپا لک کی مادری اور فطری چینی زبان میں الہام نہیں ہوتا۔

اور یہ بھی سن رکھئے کہ اب الہام با معنی ہو،بے معنی نہ ہو،کہ بار بار متنبہ کر چکے ہیں۔ورنہ یاد رکھنا کہ مجدد سے برا کوئی نہیں۔

معلوم نہیں زندگی کے فیشن سے کون لوگ دور جا پڑے ہیں۔کیا مرزا قادیانی اور مرزائی۔اس سے تو بہت خوف پیدا ہوا۔آسمانی باپ نے خواجہ خضر بن کر اپنے ہی بیٹے اور پوتوں کی ناؤ ڈبونی چاہی،اور اس کے کچھ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔اور اگر مخالفین مراد ہیں،تو وہ زندگی کے فیشن سے ہرگز دور نہیں۔توانا اور تندرست نوک پلک سے چست سامنے موجود ہیں،اور مرزائی مشین کے کل پرزے درست کر رہے ہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ خود مرزا جی زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں،تو وہ اطمینان رکھیں کہ اس کا ابھی وقت نہیں آیا۔سقنقوری معجونوں کے مرتبان معمور اور روغن بادام میں دم ہونے والے پلاؤ کے مسالوں سے کوٹھی کٹھلے بھرپور ہیں۔

اور اگر زندگی سے مراد روحانی زندگی ہے،تو وہ پہلے ہی مردہ ہو چکی ہے کیونکہ روحانی زندگی درحقیقت

دین اسلام ہے۔ بے شک اس کے فیشن سے مرزائی اور مرزا جی بہت عرصے سے دور جا پڑے ہیں۔ اب اس سے قربت کا حاصل کرنا محال ہے۔ پھر فیشن کوئی ایسی شئے نہیں جس سے انسان دور یا نزدیک ہو سکے، البتہ فیشن انسان سے دور یا نزدیک ہو سکتا ہے کیونکہ انگریزی میں فیشن کے معنی وضع کے ہیں۔ وضع انسان کے پاس آتی ہے، انسان وضع کے پاس اڑ کر نہیں جاتا۔ پھر زندگی سے روحانی زندگی مراد ہے، تو تصریح ہونی چاہیے کہ فلاں روحانی زندگی ہے۔ مرزا کی روحانی زندگی تو موت سے بدتر ہے جیسا کہ ان کے خوارق سے ظاہر ہے۔

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ مرزائی الہام کسی زبان میں مگر اس کا بے معنی ہونا ضروری ہے بامعنی کلام موزوں کرنے کا نہ آسمانی باپ کو سلیقہ ہے نہ لیپا لک کو

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت رامے شناسم

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔ جلد ۲۲و ۲۴ ص ۶۔۷)

(فیشن کے متعلق مرزا صاحب کا الہام قادیانی اخبار البدر میں یوں شائع ہوا: الہام: من دخله کان آمناً ۲۰۔ اپریل قریب ۱۰ بجے۔ زندگی کی فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ فسحقهم تسحيقاً (البدر ۲۴۔ اپریل و یکم مئی ۱۹۰۴ء ص ۶)

نبی ناقص اور دجال

مرزا جی اپنے کو بے شک نبی کامل سمجھتے ہیں مگر چونکہ ان کو یہ خوف ہے کہ اگر میں زبان سے ایسا اقرار کروں گا تو خود میرے مرید ہی مجھ سے منحرف ہو جائیں گے کیونکہ نبی کامل صرف آنحضرت ﷺ ہیں، تو اپنے کو نبی ناقص بناتے ہیں۔ گویا ناقص نبی بننے ہی نے ان کی چکی چڑھا رکھی ہے۔ کامل نبی بنتے تو خود دجال ہو جاتے اور حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد دنیا میں ۳۰ دجال آئیں گے اور ہر دجال یہی دعوی کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ لا نبي بعدي یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس مرزا جی کا اپنے کو ناقص نبی بتانا دجال بننے کا معترف ہونا ہے کیونکہ یہ بات حکمت و قدرت الہی کے خلاف ہے کہ وہ کامل کے بعد ناقص بھیجے اور ایک نور نازل کرنے کے بعد دنیا کو تاریکی میں ڈال دے۔ پس ناقص نبی بننے والے سب

کے سب خود دجال بن گئے۔صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ الکریم

مرزاجی کے دعوے کے موافق اگر حدیث لا نبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کامل نبی کوئی نہ آئے گا ہاں ناقص آئے گا ،تو دجالوں کا ذکر اس کے منافی ہے۔کیونکہ ناقص نبی کے آنے کو گویا آنحضرتﷺ نے جائز اور پسند فرمایا،اس سے ناقص نبی کی مدح نکلی نہ کہ ذم، جو دجال کے لئے ہے گویا صاحب ما ینطق عن الھوی کا کلام متناقض ہو گیا۔

اگر حدیث کا مطلب مرزاجی کے موافق ہوتا تو آنحضرتﷺ یوں فرماتے کہ میرے بعد ۳۰ دجال آئیں گے مگر اکتیسواں دجال نہ ہوگا بلکہ نبی ناقص ہوگا۔تو گزارش یہ ہے کہ اب تک تو خود ۳۰ دجالوں کی تعداد ہی پوری نہیں ہوئی، نہ آسمانی باپ نے الہام کیا کہ ۳۰ دجالوں کے بعد میرا لیپا لک نبی ناقص ہے۔اگر ایسا الہام کیا ہے تو مرزاجی اس کا حوالہ دیں۔

مرزاجی بار بار مسلمانوں کو زجر وتوبیخ کرتے ہیں کہ ارے بدبختو! کیا تمہاری قسمت میں دجال ہی لکھے ہیں، نہ مہدی اور مسیح۔آخر مسیح آئے گا ہی۔

اس میں یہ گزارش ہے کہ مسلمانوں کی قسمت میں نبی ناقص تو ہزاروں اور لاکھوں لکھے ہیں مگر خوش قسمتی سے دجال ایک بھی نہیں لکھا۔قادیانی مرزاجی کے نزدیک بھی جس قدر دجال اب تک گزرے ہیں سب ناقص نبی تھے،مگر آپ سب کے قبلہ گاہ ہیں کیونکہ انہوں نے مسیح موعود بننے کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ سب گنوں پورے ہیں۔

پھر مرزاجی ناقص نبی ہیں،تو ان کی تمام امت بھی ناقص ہی ہوگی۔اور اگر مرزائی امت کامل ہے تو اپنے نبی سے بڑھ گئی۔ ھذا خلف ۔لیکن اگر ہم مرزائیوں سے کہیں کہ تم امت ناقص ہو،تو ابھی منہ پھاڑ کر اور لمبی لمبی کچلیاں نکال کر کاٹ کھانے کو دوڑیں۔پس مرزائی مذہب منافقانہ اور متضاد کاروائیوں کا مکسچر ہے ۔جس طرح ایک قول دوسرے قول کے مخالف ہے،اسی طرح ایک عمل دوسرے عمل کے خلاف ہے۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۰۔،جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

مرزا جی حقہ نوشوں کا سلفہ کر گئے

۱۷ مئی ۱۹۰۴ء کے الحکم میں (مسیح موعود کی تعلیم) کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مرزا جی نے حقہ نوشوں وغیرھم کو نکال دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقہ نوشی بڑا بھاری جرم ہے حالانکہ سینکڑوں مرزائی حقہ پیتے ہیں اور حقہ نوشی ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ یہ سب آسمانی باپ اور اس کے لیپا لک کے مجرم ہیں اور کسی طرح مقدس مرزائی گروہ میں رہنے کے قابل نہیں کیونکہ بدکار ہیں۔ لیکن بدکاروں کے نکال دینے کا حکم تو نہ آسمانی باپ نے دیا، نہ اس کے سگے بیٹے نے جو لیپا لک کا بڑا بھائی ہے۔ آسمانی باپ کو یہ راز اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بدکاروں کو نکال دیا جائے گا تو نیک کار کیوں کر پیدا ہوں گے اور ان کا نمونہ کون دیکھے گا۔ مگر افسوس ہے کہ لیپا لک کو معلوم نہیں۔ ذرا خیال کیجئے کہ جو لوگ مرزائی بنے ہیں وہ اس سے قبل بدکار ہی تھے، اور کروڑوں آدمی جو مرزائی نہیں وہ بھی ضرور بدکار ہیں۔ اگر ان سب پر مرزائیت کا دروازہ بند کر دیا جائے تو مرزائی گروہ کیوں کر بڑھے گا۔ بڑے بھائی مرزا امام الدین ہی اچھے رہے، جنہوں نے حلال خوروں کو مرزائی بنایا اور کسی کے منہ پر مرزا جی کی طرح جھاڑو نہیں ماری۔ مرزا جی کے دل میں حقہ نوشوں کی طرف سے کیوں غبار پیدا ہوا اور بیٹھے بٹھائے ان کی آنکھوں میں کیوں خاک جھونکنے لگے یہ صفائی کہاں ہوئی یہ تو کدورت ہوئی جس کے انبار مرزا جی کے دل میں لگے ہوئے ہیں۔

قادیانی مرزا صاحب جو دنیا بھر کے امام ہیں، اپنے بڑے بھائی (مرزا امام الدین) سے سبق لیتے جنہوں نے خاکساری اختیار کی اور صرف حلال خوروں کے امام بن کر خاک سے لاکھ پیدا کی۔ مرزا جی نے ٹوکرا تو سر پر اتنا بھاری رکھ لیا مگر اس کے اٹھانے میں کنچنے لگے۔ یعنی دنیا کمانے کو امام الزمان تو بن گئے مگر تحمل نہ ہوا۔ برازی (بروزی) نبی کی تو یہ شان تھی کہ بدکاروں کو نیک کار بنانے کے لئے ان میں یوں گھل مل جاتا، جیسے بول میں براز اور جیسے کھیت میں کھاد، جیسے کوڑے میں کرکٹ۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا جی حلال خوروں اور بدکاروں سے اس طرح دور جا پڑے جیسے بڑے بڑے مکانوں سے جائے ضرور۔ پھر دنیا میں تو زیادہ تر بدکار ہی ہیں و قلیل من عبادی الشکور مرزا جی ان سے بھاگ کر جائیں گے کہاں، اور انہیں چھوڑیں گے تو

رہیں گے کہاں۔ پھر اپنا مشن کیوں کر پورا کریں گے، کیونکہ تمام انبیاء بدکاروں ہی کو نیک بنانے آئے ہیں۔ نیک تو خود ہی نیک ہیں، انہیں نیک بنانا تحصیل حاصل ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند یکم جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۲و ۲۴ ص ۱)

کیا مرزا جی سچ مچ دین عیسوی کے دور کرنے کو آئے ہیں

۷ مئی کے الحکم میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

یہ میرے ساتھ مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدے (دین عیسوی) سے رہائی دوں۔

اسلام تو دین عیسوی کو دور کرنے کو نہیں آیا مگر مرزا جی آئے۔ افسوس ہے کہ مرزا جی نے اس مرکب توصیفی (دین عیسوی) کے معنی اب تک نہیں سمجھے۔ دین عیسوی یعنی وہ دین جس پر حضرت عیسیٰؑ تھے اور جس میں مقدس انجیل نازل ہوئی اور جس کی قرآن نے تصدیق کی۔ کیا مرزا جی اس کے دور کرنے کو آئے ہیں۔ تو یہ سمجھئے کہ دنیا سے مذہب اسلام کے دور کرنے کو آئے ہیں کیونکہ نہ صرف عیسی مسیح بلکہ تمام انبیاء کرام کا مذہب بھی اسلام تھا۔ حضرت عیسی مسیح جن کو خدا تعالی نے قرآن مجید میں اپنا کلمہ اور روح قرار دیا ہے، وہ بجز اسلام کے کسی اور مذہب پر تھے۔ معاذ اللہ۔

اب رہی تثلیث، یہ خود انجیل میں نہیں۔ اگر انجیل میں تثلیث ہوتی تو قرآن کریم ہرگز اس کی تصدیق نہ کرتا۔ تثلیث کو تو مذہب اسلام تیرہ سو برس سے دور کر رہا ہے، اور علماء اسلام برابر اس کے دور کرنے میں ساعی ہیں اور خود اسلام اپنے جذبہ صادقہ وقوت بارقہ سے اہل تثلیث کو اہل اسلام میں داخل کر رہا ہے اور اب تک ہزاروں بلکہ لاکھوں اہل تثلیث اسلام قبول کر چکے ہیں اور قبول کر رہے ہیں۔ مگر مرزا جی بتائیں کہ انہوں نے کتنے عیسائیوں کو مسلمان بنایا، اور کون سے خطہ سے دین تثلیث کو دور کیا۔ ہاں سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام سے پھیر کر مرزائی دین میں ضرور ملایا جو تثلیثی مذہب سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہاں خدا کا بیٹا ہے تو یہاں خدا کا لیپا لک۔

مرزا جی کے دعوی سے مترشح ہے کہ وہ دین موسوی (یہودیت) دین ہنود (بت پرستی) دین آریا (نیچر اور

تناسخ پرستی) کے دور کرنے کو نہیں آئے، نہ ان کو تمام مذاہب سے، جو دین اسلام کے خلاف ہیں، کچھ سروکار ہے۔ وہ تو دین عیسوی ہی کے دور کرنے کو آئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دین آپ کے رقیب (عیسیٰ مسیح) کی جانب منسوب ہے جس کے آپ سخت دشمن ہیں۔ یہ عجیب خرق نیچر ہے کہ کوئی مثیل اپنے اصیل کا، یا کوئی نقل اپنی اصل کی دشمن ہو۔ ایسے عقل کے دشمن تو صرف قادیانی مرزا جی ہیں۔

قرآن مجید تو آنحضرت ﷺ سے یوں خطاب کرے

انك لا تهدی من ا حببت و لكن الله یهدی من یشاء

اور قادیانی مرزا جی دعویٰ سے کہیں کہ میں دین عیسوی کے دور کرنے کو آیا ہوں، اور عیسیٰ مسیح اور ان کے معجزات اور صفات کو ماننا مردہ پرستی ہے۔ میرا مشن تو دین عیسوی ہی کے دور کرنے کو آیا ہے کیونکہ میرا لقب ہی مسیح موعود ہے۔ گویا آسمانی باپ نے ایک مسیح کو دوسرے مسیح سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اور گویا تمام انبیاء آپس میں جنگ ہی کرتے رہے ہیں۔ آپ کی بعثت تو ہے صرف دین عیسوی کے دور کرنے کے لئے ،مگر ہیں امام الزمان۔ پھر یہ بھی کس برتے پر۔ لیپا لک بھی بن گئے، شیطان کی آنت سے بڑا اور عوج بن عنق کی قبلہ گاہ (خیالی اور کاغذی منارہ) بھی کھڑا کر لیا، گنیش جی (ہاتھی) کے کان سے چوڑے اشتہارات بھی شائع کر لئے، مرزائیوں کے گلے میں ڈھول ڈال کر مسیحیت و بروزیت و تبنیت کو ڈونڈی بھی پٹوادی، مگر ایک عیسائی کو بھی اپنے مرکز سے جنبش نہ دے سکے۔ نہ کسی آریہ کو مرزائی بنا سکے۔

ہمارے علماء اسلام کا جذبہ اور خلوص دیکھئے کہ آریوں کو برابر مسلمان بنا رہے ہیں، اور جہاں کہیں مناظرہ ہوتا ہے کوئی نہ کوئی ہندو یا آریا ضرور ہی مشرف باسلام ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک عبدالغفور کی جگہ خدا نے نو عبدالغفور پیدا کر دیئے۔ فالحمدللہ۔ اس کے خلاف مرزائی کون کون بنے۔ نتھو اور بدھوا ور دہنوا ور خنوا، نیادر بیگ ، بہادر بیگ ، چمگادڑ بیگ ،سکندر بیگ ، مچھندر بیگ ،بھنگڑ شاہ ،جھنگڑ شاہ ،الہ بخش دین ، غلام سدو، عبد المدار، عبدالمنار، عبدالٹھاکر، قطمیر النساء، بہار بی بی، نگار بی بی، پیار بی بی، سنسار بی بی، سوار بی بی، نسوار بی بی، پیزار بی بی، بم ٹھس بی بی، کرگس بی بی، ٹھساٹھس بی بی، جنگل بی بی، منگل بی بی وغیرھا۔

واہ رے لیپا لک دین عیسوی کو ہندوستان سے خوب دیس نکالا دیا۔ ہم تو جب جانتے کہ کسی عبدالمسیح

کو عبدالمرزا بناتے کیونکہ آپ مسیح بن مریم ہی کے مقابلے میں مسیح موعود بنے ہیں اور اگر آپ واقعی مسیح موعود ہوتے تو عیسائیوں کی کیا شامت تھی کہ آپ کو نہ مانتے۔ مگر آپ کے عجیب خوارق ہیں کہ مسیح موعود بننے کا ارمان بلکہ فخر، اور اصلی مسیح پر سبّ ولعن۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسیح سے نفرت کا اظہار بھی اور مسیح موعود بننے کا اقرار بلکہ افتخار بھی۔ جو لوگ مسیح کے درجے سے ناواقف ہیں اور مرزائی کتابوں میں ان پر لعن طعن دیکھتے ہیں ان کو تو اصل اور مثیل دونوں سے یکساں نفرت ہوگی۔ وہ کہیں گے

اگر نقوش مصور ہمہ ازیں جنس دارد
مخواہ دیدہء بینا خنک تن اعمی

دیکھئے آپ شامت اعمال سے مسیح کو بھی اپنے ساتھ لے مرے۔ اب تو آپ کو ضرور ہی شرم آنی چاہیے کہ اپنا لقب مسیح موعود کیوں رکھا۔ پس اس کو واپس لیجئے اور آئندہ دین عیسوی کی توہین نہ کیجئے۔ اڈیٹر۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۲و۲۴ص ۱۔۳)

وہی مسیح کا قتل وصلیب

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم متواتر طور پر ایک جدید طرز سے حیات مسیح کو کلام مجید سے ثابت اور بجائے مسیح کے منکروں کے دعوے وفات کو زندہ درگور کر چکے ہیں۔ اب مجددانہ رنگ میں پھر ملاحظہ ہو۔

واضح ہو کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ سے یہودیوں کے دعوی انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم کا استیصال کیا گیا ہے۔ یعنی خود قتل اور صلب کی نفی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عیسی مسیح کو نہ کسی نے قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ایک اور شخص ان کے مشابہ ہو گیا، اور خدا تعالی نے عیسی مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ ورنہ قول انا قتلنا المسیح کی کامل تردید نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ ایسا مہتم بالشان معرکہ ثابت ہو سکتا ہے جس کی صدا سے دنیا گونج رہی ہے۔

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں کہ عیسی مسیح قتل بھی کئے گئے، اور سولی بھی دیئے گئے مگر نتیجہء قتل وصلب ظاہر نہ ہوا، بلکہ وہ مشبہ بالمصلوب ہوئے۔

بھلامشبہ بالمصلوب ہونا کون سابڑا معرکہ ہے۔ہم کسی جانور کے گولی مارتے ہیں، وہ گر کر مرنے کے قریب ہوجاتا ہے،مگر پھر بھاگ یااڑ جاتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں اور ہزاروں مریض امراض مزمنہ میں مبتلا ہوکر مشبہ بالموتی ہوجاتے ہیں،مگر معالجہ سے اچھے ہوجاتے ہیں۔لیکن یہ معرکے مہتم بالشان نہیں ہیں جن کا ذکر خدا تعالی قرآن میں کرے اور فرمائے و ما قتلهم المرض يقيناً بل رفعهم الله اليه ۔

قادیانی مرزا جی نے خدا کے کاموں کو بھی اپنے کاموں پر محمول کیا ہے، جو قادیان کے گنبد سلامتی میں بیٹھ کر رات دین کرتے رہتے ہیں۔ پھر طرح طرح کے خلاف فطرت دعوے کہ میری وجہ سے یہ ہوا، اور میری وجہ سے وہ ہوا۔گو یا خدا تعالی نے اپنی سنت فطرت کو بدل کر مرزا جی کی سنت وفطرت کے مطابق کر دیا ۔بظاہر تو لن تجد لسنة الله تبد يلا پر ایمان،مگر اپنے خوارق سے اس کا صاف انکار۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کیا یہودی اندھے تھے کہ ان کو عیسی مسیح کے مشبہ بالمصلوب ہونے کا علم نہ ہوا۔عیسی مسیح تو بے کس اور بے بس تھے، اگر وہ مشبہ بالمصلوب ہو کر بچ نکلتے تو یہود ان کو ضرور ڈھونڈ نکالتے اور پکڑ کر مکرر صلیب پر چڑھاتے اور ہرگز زندہ نہ چھوڑتے ۔اور اگر باوصف ہر طرح کی طاقت کے وہ اندھے ہو گئے تھے اور ان کی عقلوں پر خدا نے پردہ ڈال دیا تھا تو یہ بھی فی حد ذاتہ قدرت الہی کا ویسا ہی معجزہ تھا جیسا حضرت عیسیٰ کی حیات کا جس کے مرزا جی منکر ہیں اور یہ معجزہ ان پر ایسا ناگوار ہے کہ اسکو اپنی موت سمجھتے ہیں۔

ایک مرزائی صاحب کہنے لگے کہ ۱۹۰۰ برس سے قومیں عیسی مسیح کے مشبہ بالمصلوب ہونے کی قائل ہیں، مسلمان جو ۱۳سو برس سے دنیا میں آئے ہیں، کیا حق رکھتے ہیں کہ عیسی کے باب میں دیگر اقوام کے خلاف کچھ منہ کھول سکیں۔

ہم کہتے ہیں کہ قومیں تو نہ صرف ۱۹سو برس سے بلکہ دس ہزار برس آغاز بعثت آدم سے سبھی کچھ کہتی ہیں، کیا ان کی سب باتیں مان لینے کے قابل ہیں۔ دنیا کچھ ہی کہے، مسلمانوں کو تو وہ بات ماننی چاہیے جو قرآن کہے۔مگر یہ مسلمانوں کیلئے ہے نہ کہ مقدس مذہب اسلام اور اس کے احکام کا ردّ کرنے والوں کیلئے۔ کروڑوں عیسائی حضرت عیسی مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں۔۲۴ کروڑ ہنود پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کو معبود سمجھتے ہیں۔ مرزائی ان سب کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا منہ ہے کہ ان کے خلاف منہ کھول سکیں۔ ہندوستان

ہی میں دیکھو کہ ۲۴ کروڑ ہنود کے مقابلہ میں ۶ کروڑ مسلمان ہیں۔ گویا چھٹا حصہ ہیں اور مسلمانوں کو یہاں آئے جمعہ جمعہ ۸ دن ہوئے ہیں، اور ہنود قدیم سے ہیں اور ان کی بت پرستی بھی قدیم سے، مگر حسب قول مرزائی صاحب مسلمانوں کا کیا منہ ہے کہ بت پرستی پر طعن کریں اور توحید کو اچھا سمجھیں۔

تیرہ سو برس سے تمام علماء اسلام و مفسرین کرام تو آیات قرآنی سے عیسیٰ مسیح کی حیات ثابت کریں مگر مرزا جی سب کو رد کریں اور ان کے مقابلہ میں اقوام مخالفان اسلام کے اقوال کو معتبر سمجھیں اور ان کی سند لائیں پھر اچھے خاصے اسلامی مجدد اور بروزی نبی۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۵)

اہل اسلام کو کسی آسمانی نشان کی ضرورت نہیں

جو سچے مومن خدا تعالیٰ کی آیات بینات اور نور اور کتاب مبین اور آفتاب اسلام کی روشن اور چمکتی ہوئی عالمگیر شعاعیں چشم ظاہر و باطن سے دیکھتے ہیں، اب ان کو کسی آسمانی نشان کے دیکھنے کی ضرورت نہیں و تمت کلمة ربك صدقا وعد لا لا مبدل لكلما ته پر ان کا ایمان ہے۔ اور جو لوگ حسب قول مرزا صاحب (مطبوعہ الحکم ۷ مئی ۱۹۰۴ء) یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کوئی نشان دکھاؤ، وہ سچے مسلمان نہیں ہیں بلکہ مذبذ بین بین ذلك لا الى هؤلاء ولا الى هؤلاء۔ اور کالشاة العائرة بين الغنمين۔ الحديث، اور من كان فى هذه اعمى فهو فى الآخرة اعمى کے مصداق ہیں، یا مداری سے پھنک ایک، پھنک دو، کا تماشا دیکھنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ ان کا مرزا جی سے نشان طلب کرنا ایک قسم کا استہزاء یا تعجیز ہے کیونکہ مرزا جی نہ کوئی نشان دکھا سکتے ہیں، نہ ایسی قدرت رکھتے ہیں، ان کا ہر نشان دین اسلام کیخلاف ہے۔

مرزا جی نشان طلب کرنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حرامکار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہیں۔ حالانکہ آپ (اپنے منہ میاں مٹھو) سینکڑوں نشان دکھا چکے ہیں بہت سی پیشین گوئیاں کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں مگر کوئی پوری نہیں ہوئی۔

اور پھر آگے چل کر (دروغ گو را حافظہ نباشد) آپ ہی کہتے ہیں۔

اگر کوئی نشان نہیں دکھایا گیا، تو مانگو بے شک مانگو۔ الخ

مرزا جی کا پہلا نشان تو یہ ہے کہ دیکھو عیسیٰ بن مریم ۱۹ سو برس کے بعد اب میرے زمانہ میں وفات پا گئے اور میں نے ان کو کشمیر میں دفن بھی کر دیا۔ وہ دیکھو ان کی قبر بھی موجود ہے۔

مگر یہ عجیب نشان ہے کہ مرزائیوں کے سوا کسی کو نظر نہیں آیا، نہ ان کے سوا کوئی اس سے واقف ہوا۔ گویا یہ گروہ فریسیوں کا گروہ ہے جن کے راز سے غیر آدمی واقف نہیں ہو سکتا۔

دوسرا نشان طاعون ملعون کا خروج ہے۔ اول تو یہ پہلے کبھی دنیا میں آیا ہی نہیں، اور آیا ہے تو شائد اس زمانے میں بھی کوئی مسیح پیدا ہوا ہوگا۔ حالانکہ لندن میں طاعون نہیں اور ایک مسیح مسٹر پگٹ موجود ہے اور پیرس میں طاعون نہیں مگر ایک مسیح ڈاکٹر ڈوئی موجود ہے۔ ان دونوں مسیحوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری بعثت پر طاعون کا خروج ہوگا گویا ہر مسیح کا نشان اور خاصہ ہر جگہ جدا جدا ہے۔ اگر مرزا جی سے دونوں مسیح معارضہ کرنے لگیں اور قادیان میں آ کر گھونسم گھونسا ہوں اور جنگ ڈوئل لڑنے لگیں کہ عیسیٰ مسیح تو منجی ہے جو دنیا کو ہر طرح نجات دلوانے آیا ہے، وہ تو بیماریوں اور وباؤں کا قلع قمع کرتا تھا، کوڑھیوں تک کو اچھا کرتا تھا، مردوں تک کو زندہ کرتا تھا۔ پس اس کا موعود بھی ایسا ہی ہوگا، تو کیسا موعود ہے کہ طاعون کو اپنا ایڈی کانگ بنا کر دنیا کو ہلاک کر رہا ہے۔ پھر عیسیٰ مسیح کی میراث کے شفیع وخلیط تو ہم ہیں، جو عیسائی ہیں۔ تو عیسیٰ مسیح کا کھلا دشمن اور رقیب ہے پس کیوں کر ان کی جگہ اور ان کا منصب لے سکتا ہے۔ تو فرمایئے مرزا جی کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔

پھر دنیا میں آتش زدگیاں ہو رہی ہیں۔ طوفان اور زلزلے آ رہے ہیں۔ خون ریزیاں ہو رہی ہیں۔ مرزا جی ان کو اپنا نشان کیوں نہیں بتاتے، کیا یہ کسی اور خونی مسیح کا ادبار ہے۔

آگے چل کر مرزا جی فرماتے ہیں:

تم نے جو اسلام کو قبول کیا ہے تو کون سا معجزہ دیکھا تھا جس قدر معجزات اسلام کے تم بیان کرو گے وہ سماعی ہوں گے تمہارے چشم دید نہیں۔ الخ

لیجئے جناب اسلام اور اس کے معجزات اور قرآن مجید کا نزول سب سماعی اور عمرو زید کے قصص اور سنی سنائی داستان ہو گئے، حالانکہ قرآن مجید اور اس کا معجزہ نظم اور اس کی ہدایات تامہ جو روز روشن کی طرح دنیا میں

پھیل رہی ہیں، ہر مومن کے سامنے موجود ہیں۔تمام منکران اسلام بھی کہتے ہیں کہ جو مرزا جی کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے حق ہونے اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے اور آنحضرتﷺ کے نبی برحق اور خاتم النبیین ہونے کا بجز سماعی باتوں کے کیا ثبوت ہے۔اب مرزا جی کو دہریوں اور ملحدوں کا گروگھنٹال نہ کہا جائے ،تو کیا کہا جائے۔ مرزا جی کا یہ مطلب ہوا کہ دین اسلام کی کل باتیں تو سماعی ہیں ،لیکن جو کچھ میں دکھارہا ہوں وہ سب محسوس اور یقینی ہیں۔پس اسلام اور پیغمبر اسلام کو چھوڑ واور مجھ پر ایمان لاؤ۔پھر اسلام کے اچھے خاصے مجدد لعنۃ اللہ علی الکذا بین و المفترین الی یو م الددین ۔

اسلام میں کون سانشان نہیں جو مرزا جی دکھارہے ہیں۔کون سی ہدایت نہیں جو مرزا جی کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا بالکل مکاری ہے کہ:

اس ظلم صریح کو دیکھ کر جو ایک عاجز انسان (عیسی مسیح) کو خدا بنایا گیا ہے میرے دل میں درد اور جوش پیدا ہوتا ہے۔،

یوں کہیے کہ رشک وحسد پیدا ہوتا ہے کہ کروڑوں عیسائیوں نے تو عیسی کو خدا مان لیا اور باوصف مسیح موعود بننے کے میرے نام کا کسی نے کتا بھی نہ پالا۔اگر حسد اور رشک نہ ہوتا تو خشونت اور حقد وخبث باطن سے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کو گالیاں نہ دی جاتیں، نہ بیہودہ تاویلوں کے ساتھ قرآن وحدیث کے خلاف ان کی وفات ثابت کی جاتی۔ چونکہ آپ نے اپنے کو مسیح موعود بنالیا ہے لہذا اصلی مسیح کو نہیں دیکھ سکتے۔آپ کا یہ کمینہ خیال ہے کہ جب تک عیسی مسیح کی وقعت دنیا کے دل میں ہے میری وقعت نہیں ہوسکتی ۔ چہ خوش، یہ منہ اور سقنقوری معجون۔ایک مکھی کہہ سکتی ہے کہ جب تک سیمرغ کا نام دنیا میں ہے میری بھنبھناہٹ کوئی نہیں سن سکتا ،اور ایک چیونٹی کہہ سکتی ہے کہ جب تک ہاتھی کی ہیبت لوگوں پر چھائی ہوئی ہے، مجھے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔اصل یہ ہے کہ شرارت اور خودغرضی کی حماقت انسان کو پاگل بنائے بغیر نہیں رہتی۔

کون سے سچے مسلمان کے دل میں درد اور جوش پیدا نہیں ہوتا جب وہ یہ دیکھتا اور سنتا ہے کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنالیا ہے۔اس صورت میں تو ہر مسلمان مسیح موعود ہے،مرزا قادیانی کی کیا تخصیص۔انسانوں کو خدا بنانے کی مذمت میں قرآن وحدیث بھرے ہوئے ہیں،مگر مرزا جی کے لئے یہ ایک آسمانی نشان ہے کہ وہ

عیسی مسیح کو خدا نہیں سمجھتے۔ علاوہ مسلمانوں کے بہت سے اہل مذاہب بلکہ خود بعض حکماء وعقلاء یورپ عیسی مسیح کو خدا نہیں مانتے، لیکن کیا وہ سب مسیح موعود ہیں۔ ہاں مرزا قادیانی کی طرح حضرت عیسی مسیح کو کوئی گالیاں نہیں دیتا۔ مرزا جی کے لئے گالیاں دینا آسمانی نشان ہے۔

دشنام بمذہبے کہ عادت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۱۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۷)

منارۃ المسیح

مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کو ۳۰ سال گزر گئے، مگر منارہ ابھی تک بطن مادر میں ہے۔ کیا مسیح موعود برجعت قہقری آسمان پر جائے گا، اور اپنے خیالی منارے کے ذریعے پھر زمین پر اترے گا کیونکہ ابھی تک تو الحکم کے صفحہ لوح پر خیالی منارے کی مورتی استہاپن ہو کر براج رہی ہے۔ مرزا جی کی زندگی میں تو یہ مزعوم منارہ عدم سے وجود میں آ نہیں سکتا۔ اور بعد میں آیا بھی، تو کس کام کا۔ ہاں مرزا جی چونکہ بروزی یعنی تناسخی ہیں لہذا کچھ عجب نہیں کہ بعد وفات ان کی روح چغد کے قالب میں حلول کر کے منارہ کے کلس پر آ بیٹھے۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

لیکن یہ عجیب حسرت بھرا سماں ہو گا جس کے خیال میں لانے سے بھی عبرت کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھچ جاتی ہے

پاسبانی میکند بر قصر قیصر عنکبوت
چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

اور اب تو منارۃ المسیح ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اس کی تعمیر میں روڑے اٹک گئے۔ یعنی مجسٹریٹ گورداسپور نے ہندو مسلمانوں کی عذرداری پر تعمیر روک دی، اور حکم دے دیا کہ دعوی ہو تو دیوانی میں

جاؤ۔مرزا جی دیوانی میں ضرور جاتے مگر مقدمات فوجداری نے ان کی عقل دیوانی کر دی۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۴ءنمبر ۲۱۔جلد ۲۲و۲۴ص ۸)

مرزا کا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت

اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف کی تعریف میں احسن الحدیث فرمائے۔احسن کے معنی سب سے بڑھ کر خوبصورت کے ہیں،اور مرزا قادیانی کہے کہ قرآن سخت زبان اور گندی گالیاں دینے والا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جب مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت گندے اور سخت الفاظ لکھے تو لوگوں نے اعتراضات کئے۔الزام رفع کرنے کو اپنے رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲میں لکھ دیا کہ قرآن میں بھی تو ایسے الفاظ ہیں جو نہایت سخت اور گندی گالیاں ہیں۔چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

بے شک مرزا صاحب قادیانی اپنی بدزبانی کے باعث علاوہ عندالناس کے عنداللہ بھی ملزم ہیں۔چند سال قبل حکام وقت نے آپ کو بدزبانی سے حکماً روکا تھا۔لیکن عادت کہاں جائے۔

خداوند تعالیٰ کا معاملہ مخلوق کے ساتھ واقعی طور پر ہے کیونکہ وہ تمام اشیاء کا خالق و مالک ہے اور اس کو ہرطرح کرنے اور کہنے کا حق ہے۔کسی کی کیا مجال جو یہ پوچھے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا،یا ایسا کیوں کہا

لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلو ن.. ا لآ یہ

مرزائیو! خداوند قہار سے ڈر کر اور ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ایماناً بتاؤ کہ۔

اول،اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ قرآن اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔

دوم،یا یہ کہے کہ قرآن ایسا سخت زبان اور گالیاں دینیوالا ہے جس سے غایت درجہ کا غبی اور جاہل بھی بے خبر نہیں

سوم،یا یہ کہے کہ قرآن میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں،

تو ایسے شخص کو تم مسلمان کہو گے یا کچھ اور، ورنہ لعنت اللہ علی الکا ذبین۔کہو آمین۔(اہل حدیث امرتسر)

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸جون ۱۹۰۴ءنمبر ۲۲۔جلد ۲۳و۲۴ص ۱)

تصویر پرستی

مرزا جی نے ایک مرزائی مصور کے سوال کے جواب میں کہا کہ اگر نیک نیتی سے تصویر کھینچی جائے تو جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں شریعت نے کہاں حکم دیا ہے کہ تمام ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب نیک نیتی سے جائز ہے۔شریعت میں اسی قسم کے قیاسات کو تو شیطانی وسوسات قرار دیا گیا ہے

ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیاء ھم

شیطان نے بھی تو سب سے پہلے یہی قیاس گھڑا تھا کہ

خلقتنی من نا ر و خلقته من طین

آدمؑ کو اسی بنا پر سجدہ نہ کیا اور مردود ہو گیا۔اس نے قیاس کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا کفر ہے،مگر مرزا جی کے نزدیک وہ غالباً نیک نیت تھا۔

آپ فرماتے ہیں اہل یورپ چونکہ تصویر کو دیکھ کر قیافہ کی مدد سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں،لہذا میں نے تبلیغ کے لئے اپنی تصویر کی اشاعت کی۔،

گویا آپ مجدد بلکہ موجد دین بن کر یورپ کے مقلد ہوئے۔یوں کیوں نہیں کہتے کہ آسمانی باپ نے مجھ پر تصویر کشی اور تصویر فروشی کا الہام کر دیا ہے۔

مگر تصویر یورپ کے لئے کھنچوائی گئی ہے،تو ہر مرزائی کے گھر میں آپ کی ایک ایک تصویر کیوں موجود ہے۔کیا ان کا مذاق بھی ہندوستان میں رہ کر یورپ کے مذاق سے بدل گیا ہے جو مرزائی آپ کو ہر وقت دیکھتے ہیں اور جو کبھی کبھی مسافت قریب و بعید طے کر کے زیارت سے مشرف ہوتے ہیں کیا وہ بھی اب تک یورپ ہی میں ہیں۔اور یورپین ہیں کہاں کہ ان کے گھروں میں آپ کی ایک ایک تصویر موجود ہے۔یوں فرمائیے کہ وہ بت پرست ہیں یعنی جس طرح بت پرستوں کے گھروں میں دیوتاؤں کی مورتیاں موجود رہتی ہیں اور وہ صبح وشام ان کی پوجا اور ڈنڈوت کرتے ہیں۔یہی حال مرزائیوں کا ہے۔

نیک نیتی کا حیلہ ہر فعل میں ہوسکتا ہے۔کوئی شخص نامحرم عورت سے زنا کرے،اور یہ نیت رکھے کہ میں تو اپنی اوراس کی نفسانی خواہش مٹانے کو زنا کرتا ہوں۔یا کوئی شخص جلق لگائے یا لواطت کرے کہ میں اس ذریعہ سے زنا سے بچوں گا۔یا کوئی شخص سود لے اور یہ نیت کرے کہ میں اس سے مسجد تعمیر کراؤں گا یا دینی مدرسہ کھولوں گا یا کسی کی مدد کرونگا،تو ایسی نیت اسلامی شریعت میں کیوں کر جائز ہوسکتی ہے۔

پھر جو امور خلاف شریعت ہیں ان کے ارتکاب میں نیک نیتی کا کیا ثبوت ہے۔جو شخص کھلم کھلا تصویر بنواتا اور لوگوں کو دیتا ہے کہ اس کو دیکھو اور اپنے پاس رکھو،ہر سچا مسلمان اسکو ملعون سمجھے گا۔اس کے دل میں ہرگز خیال نہ گزرے گا کہ اس کی نیت کیسی ہے کیونکہ دل چیر کر کوئی شخص اپنی نیت نہیں دکھا سکتا،نہ ارتکاب امور خلاف شریعت میں نیک نیتی ملحوظ وماخوذ ہے۔

ذرا خیال کرنا چاہیے کہ جس نبی امی ﷺ کی بعثت صرف اس لئے تھی کہ شرک وبت پرستی اوراس کے لوازم کو دنیا سے مٹائے اور توحید قائم کرے،مرزا غلام احمد قادیانی باوصف اس دھوکے کے کہ میں اس کا متبع اور امتی بلکہ اس کا بروزی ہوں،اپنی تصویریں بنائے اوران کو شائع کرے اور دنیا کو شرک وکفر کی ظلمت میں برجعت قہقری ڈالے۔

تصویر کا بنوانا محض اس غرض سے ہوتا ہے کہ لوگ اس کو محبت مفرط اور عظمت سے اپنے پاس رکھیں ۔خود مرزا قادیانی کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یورپ والے میری تصویر دیکھ کر قیافے سے کام لیں اور مجھے مسیح موعود اور امام الزمان سمجھیں،اوران کے دلوں میں میری عظمت قائم ہوجائے۔اب بدنیتی میں کیا شبہ رہا ۔مرزا قادیانی اپنے ہی منہ اور اپنے ہی دعوی سے ملعون ثابت ہوگیا۔

نیک نیتی شعائر اسلام کے قائم کرنے اور ناموس شریعت کی حفاظت میں ہے،نہ کہ شرک اور کفر کے دعائم ولوازم کے پھیلانے میں۔اسلام میں توحید کی یہ شان ہے کہ بجز خداتعالی لاشریک کے کسی کی ذرہ بھر عظمت بھی دل میں نہ رہے،اور جب پتھر وغیرہ دہاتوں کی مورتیوں اور کاغذ کی تصویروں کی عظمت کی گئی تو اسلام اور کفر میں کیا فرق رہا۔

بت پرست بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم مورتیوں کو خدا نہیں سمجھتے،بلکہ نہایت نیک نیتی کے ساتھ اس

ذریعہ سے نرانکار جوتی سروپ کا دھیان گیان لگاتے ہیں۔کوئی بتائے کہ بت پرستوں کی نیک نیتی اور مرزا قادیانی کی نیک نیتی میں کیا فرق ہے۔کوئی سچا مسلمان ہرگز یہ نہ پوچھے گا کہ مصور اور مصور کی کیا نیت ہے وہ تو فوراً دونوں کوملعون قرار دے گا۔کیا مرزا قادیانی اور مرزائی اپنے دل چیر کر نیت کی محسوس منحوس شکل دکھا سکتے ہیں۔اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۳)

اصلاح تمدن

مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ان کی اصلاح تمدن ومعاشرت کے لئے عصر جدید وغیرہ رسالے شائع ہورہے ہیں جو مسلمانوں کو ٹھیک اسلامی اصول کے موافق مہذب مسلمان بنانا چاہتے ہیں،مگر مرزائی اخباروں کو یہ امر ناگوار ہے۔ وہ اس قسم کے رسالوں کو رقابت کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کو اسراف وتبذیر کی بلا اور خسر الدنیا والآخرۃ سے بچانا چاہتے ہیں۔مرزا قادیانی اور مرزائی تو اپنے بھوجنوں دکھشنوں اور سقنقوری معجونوں کی خاطر یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان بدستور احمق بنے رہیں،اور جو کچھ کمائیں قادیان میں جھونک دیں:

چو احمق در جہان باقی است کس مفلس نمے ماند

مرزائی اخبار تو ہر معاملہ میں اپنے بروزی کی ٹانگ اڑاتے ہیں کہ اس کے چیلے بن جاؤ۔اس کے منڈ سرے ہوجاؤ۔خودبخود دین ودنیا کی اصلاح ہوجائے گی اور وہ اپنی شفقت کا ایسا پوچارا پھیرے گا کہ کھونٹی تک نہ رہے گی۔چنانچہ مرزائی اخبار الحکم لکھتا ہے:

اس سے پہلے کہ تم ان (مسلمانوں) کو کفایت شعار بنانے کی فکر کرو بہتر ہے کہ پہلے مسلمانوں کو مسلمان بنالو۔

صاف کیوں نہیں کہتے کہ اسلام سے خارج کر کے سچے مسلمانوں کو ملحد (مرزائی) بنالو۔

مرزائی اخباروں کے نزدیک تو بیٹھنے اٹھنے،چلنے پھرنے،جاگنے سونے،ہگنے موتنے،الغرض سب کا

موں میں امام الزمان کی ضرورت ہے۔امام الزمان کیا ہوئے بھانڈوں کی پالکی ہوئے۔ باین ہمہ پالکی کے بھجوانے کی کسی کے لئے بھی ضرورت نہیں۔آگے چل کر الحکم لکھتا ہے کہ

خدا تعالی نے اپنے فضل سے ایک مامور بھیج دیا ہے جو قوم میں وہی صلاحیت اور تقوی پیدا کرنا چاہتا ہے جو آنحضرتﷺ کی زندگی کا خاص منشاء تھا۔الخ

گویا آنحضرتﷺ کا منشاء جو درحقیقت خدا تعالی کا منشاء تھا،نزول قرآن مجید سے پورا نہیں ہوا۔اور آیت اکملت لکم دینکم بالکل غلط،اور آنحضرتﷺ کی بعثت بالکل فضول ٹھہری۔نعوذ باللہ۔ بھلا اس خرافات اور مالیخولیا پر کوئی سچا مسلمان کان دھر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔آگے چل کر الحکم لکھتا ہے:

ہمارا ہم عصر عصر جدید مسلمانوں میں جس قوت اور روح کے نفخ ہونے کی آرزو کرتا ہے وہ ان میں پیدا ہو جائے گی لیکن بغیر اس (مرزا قادیانی) کے دامن سے وابستہ ہوئے اگر کوئی شخص قومی اصلاح اور فلاح کا مدعی ہو تو ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کامیاب نہیں ہوسکتا ۔الخ

عصر جدید بے شک مسلمانوں میں اسلامی تہذیب کی روح خدا اور رسول کے منشاء کے موافق پھونکنا چاہتا ہے۔وہ بے شک ریفارمر ہے اور ریفارم کر رہا ہے،اور خدا اور رسول کا منشاء اپنے کامل خلوص اور جذبے سے پورا کر رہا ہے۔اور کسی قدر کامیاب بھی ہو گیا ہے اور کامیابی کے بقیہ آثار خدا کے فضل سے نمایاں ہو رہے ہیں۔ہاں وہ مرزا جی کا منشاء ہرگز پورا نہیں کرسکتا۔اس کا اڈیٹر سچا مسلمان اور قوم کا سچا فدائی ہے۔اس نے کوئی مذہبی مشن خلاف اسلام کھڑا نہیں کیا،نہ نبی ہونے کا اعلان دیا۔یہ کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور،تو مرزائیوں ہی کے گنیش جی کو زیبا ہیں۔

مرزا جی تو بجز اپنی زبردستی کی نبوت منوانے کے دوسرا سبق ہی نہیں پڑھے۔مسلمانوں کی موجودہ حالت کے دیکھنے کی آنکھیں ہی قدرت نے ان کو نہیں دیں۔ان کے سر پر تو صرف وفات مسیح کا بھوت سوار ہے۔اخباروں اور رسالوں میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔کوئی بتائے تو سہی کہ مسلمانوں کے تمدن اور طرز معاشرت کی اصلاح میں انہوں نے کون سا پارٹ لیا۔اگر کسی شہر یا قصبہ میں کوئی مرزائی ہے،تو اس کا بس یہی فرض ہے کہ عیسی مسیح وفات پا گئے اس لئے مرزا جی مسیح موعود ہیں۔بس ان کے دین و دنیا کی یہی کائنات ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا انتم اعلم با مور د نیا کم۔ اپنے دنیا کے کاموں کو تم بہتر جانتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصلحان قوم اپنی رائے اور تجاویز سے بھی قوم کی اصلاح کر سکتے ہیں، مگر قادیانی مرزا جی کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کس اصلاح کی ضرورت ہے اور دعوی وہ کہ دہرے جائیں نہ اٹھائے جائیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۴)

مرزائی الہامات اور مقدمات

جب مقدمات نہ تھے تو الہامات کی ٹپکا ٹپکی کبھی کبھی بلکہ شاذ و نادر ہی ہوتی تھی۔ مقدمات کے شروع ہوتے ہی الہامات کی بم پھوٹ پڑی۔ گویا پہلے قبض رہتا تھا اب دست بخیر۔ ہاتھوں ہاتھ بسط ہونے لگا۔ مگر الہامات کا رنگ مختلف ہے۔ کبھی تو مقدمات میں فتح یاب ہو جانے کا الہام ہوتا ہے، اور کبھی، جب عدالت کے تیور دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے تو اپنے اور اپنے مریدوں کے پیشگی آنسو پونچھے جاتے ہیں کہ مردو بڑھے رہو، میں بھی ثابت قدم ہوں تم بھی ثابت قدم رہو۔ نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد۔

اگر مریدوں کے دل نہ بڑھائے جائیں اور ان کو ہمت نہ دلائی جائے تو مقدمات وغیرہ کیلئے روپیہ کہاں سے آئے۔ نصر من الله و فتح قریب اور فتح من الله و نصر قریب کا انوکھا تازہ نو بنو الہام ہو ہی چکا ہے۔ اگر چہ یہ الہام مولوی کرم الدین کے مقدمے کے فیصل ہونے اور اس میں ناکام رہنے سے پہلے کا تھا جو بالکل برعکس پڑا، اور لیپا لک کے ساتھ خود آسمانی باپ کی کمر بھی ٹوٹ گئی لیکن ہم کو باپ بیٹے کے اس ہتھیا ہارنے پر بہت ہی غصہ آتا ہے۔ کیا معنی کہ یہ الہام مطلق فتح کا تھا۔ الہام کا یہ مطلب نہ تھا کہ اسی مقدمہ میں فتح نصیب ہوگی کیونکہ مقدمات تو بہت سے باقی ہیں۔ ابھی تو سلسلہ شروع ہوا ہے۔ ایسا اندھیر کھاتا تو آسمانی ہائی کورٹ میں ہے نہیں کہ لیپا لک کسی مقدمہ میں بھی فتح یاب نہ ہو، اور گیلے سوکھے ایک ہی بھاؤ جلیں۔ اور ایک بھی آسمانی نشان چمکتا ہوا نظر نہ آئے۔ پس مرزا جی ذرا تیل دیکھیں تیل کی دھار دیکھیں۔ یہ ہمارا ذمہ ہے کہ آخری مقدمہ میں مرزا جی ضرور فتح یاب ہوں گے اور آسمانی نشان کا ضرور ظہور ہوگا۔ آسمانی باپ

نے یہ الہام نہیں کیا کہ چت بھی لیپا لک کی اور پٹ بھی لیپا لک کی۔ ایسا الہام ہونا تو بالکل فطرت کے خلاف ہو گا۔ دنیا کے معاملات قمار خانہ ہیں، جیتا سو ہارا، اور ہارا سو جیتا

قلب است مقام رزمانہ   بگریز ازین قمار خانہ

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

مرزا جی کو بہشت کی ضرورت نہیں

الحکم میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ہماری خواہش ہے کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں جیسے موسیٰ نے رب ارنی کہا تھا، ورنہ ہمیں تو بہشت کی ضرورت ہے نہ کسی اور شئے کی۔

جی بجا ہے مگر حضرت موسیٰ نے دنیا میں رب ارنی کہا تھا، یا مرنے کے بعد۔ قرآن میں تو مرنے کے بعد مومنین اور متقین کیلئے جناب باری نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے مگر چونکہ آپ کو دنیا ہی میں حسب فحوائے حدیث شریف جنت کے مزے اور بہاریں ہیں۔ عیش وعشرت ہے الدنیا سجن المومن و جنت الکافر، لہذا مرنے کے بعد جنت کیوں نصیب ہونے لگی۔ آپ تو یقیناً مرتے دم بھی یہی ترانہ گائیں گے

خاک میرا دل ملے گا حوریان عدن سے
باغ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

پھر الٰہی تجلیات کے ظاہر ہونے کے کون سے اسباب ہیں۔ حضرت موسیٰ نے تو کوہ طور پر رب ارنی کہا تھا۔ آپ کے پاس تو ابھی تک منارہ بھی نہیں، جس پر چڑھ کر آسمانی باپ کا نظارہ ہو۔ اور بات یہ ہے کہ آپ بہشت دوزخ کے درحقیقت قائل ہی نہیں، جبھی تو عدم ضرورت ظاہر کی گئی۔ یہ نصوص قطعیہ کا انکار اور کفر والحاد نہیں تو کیا ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵)

طاعون کو سبّ وشتم نہ کرنا چاہیے

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں: طاعون آسمانی باپ کا مامور ہے۔لہذا اس کو سبّ وشتم نہ کرنا چاہیے۔

مامور کیا معنی ،وہ تو اڈیٹر کا ننگ ہے۔لہذا آسمانی باپ اور لیپا لک دونوں کا پیارا ہے۔اسے برا کہنا باپ بیٹے دونوں کو برا کہنا ہے۔لال پیارا،تو لال کے خال بھی پیارے۔لیکن جب کہ وہ لیپا لک کے منکروں کے لئے آیا ہے تو ضرور پیارا ہے۔اور جبکہ وہ آسمانی باپ کے پوتوں کے لئے آیا ہے تو پیارا کیوں ہے،اس صورت میں تو اس سے بڑھ کر کوئی ملعون نہیں۔

بات یہ ہے کہ وہ خود سر ہو گیا ہے یا بوکھلا گیا ہے کہ دوست دشمن کی تمیز نہیں کرتا ،یا بھوکا ہے کہ جہاں کوئی نرم چارہ نظر آیا چکھ گیا ،اپنا ہو، یا پرایا۔مسلمان ملعون ،عیسائی ملعون ،آریا ملعون ۔الغرض مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی کے جو لوگ مخالف ہیں اور ان پر ایمان نہیں لائے سب ملعون ہیں۔مگر طاعون ہرگز ملعون نہیں جو نہ صرف دشمنوں بلکہ مرزا جی کے دوستوں کو بھی بھنبھوڑ رہا ہے۔

دنیا میں کوئی شئے ملعون اور بری نہیں صرف مرزا جی کے مخالفین ہی ملعون ہیں۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

مرزائی مقدمہ

یہ مقدمہ گورداسپور میں ہر روز ہوتا ہے صرف ۲۸، ۲۹ کی تعطیل کی وجہ سے ناغہ رہا۔مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کی شہادت ہفتہ عشرہ میں بصد مشکل ختم ہوئی۔مرزائی وکیل کو مولوی صاحب اور انجمن نصرت السنہ امرتسر کی تحریر سے ثابت کرنا تھا کہ مولوی صاحب ہمارے قدیمی مخالف ہیں۔انجام کیا ہوا و العلم عند الله۔

حافظ عبدالقدوس صاحب سہارن پوری جو مرزائیوں کی طرف سے گواہ تھے۔..حاضر نہ ہوئے۔ان کے نام وارنٹ ضمانتی مبلغ پانچ سو روپئے کا حکم ہوا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر)۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶)

مرزا جی کے دعووں کا اعلان

° مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بخیال خود ملہم ہیں۔منجملہ دوسرے الہاموں کے اس وقت قابل غور مفصلہ ذیل الہام ہے:

و ما کان الله لیعذ بهم و انت فیهم انه آ وی القر یة....(دافع البلاء)

مرزا صاحب اس الہام کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔اول یہ کہ طاعون اس لئے دنیا میں آئی کہ خدا کے مسیح موعود (یعنی مرزا) سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا۔(دافع البلاء۔ص ۱۸)۔

دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ طاعون اس حالت میں فرو ہو گی کہ جب لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے (مرزا قادیانی کو) اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذاء اور بدزبانی سے باز آئیں گے۔(دافع البلاء۔ص ۹)۔

طاعون کا سبب اگر صرف آپ کی میسیحیت کا انکار ہے اور فرو ہونا طاعون کا آپ کے دعوی میسیحیت پر موقوف ہے تو بہتر ہے کہ گورنمنٹ کو اطلاع دیں کہ ٹیکہ وغیرہ جو انسداد طاعون کیلئے اس پر روپیہ ضائع نہ کرے

تیسری بات جو ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خداوند تعالی بہر حال جب تک طاعون دنیا میں ہے گو ستّر برس تک دنیا میں رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔(دافع البلاء۔ص ۱۰)

یہ مرزا جی کا ایسا صاف دعوی ہے جس کی ذرہ بھی تاویل نہیں ہو سکتی حالانکہ قادیان طاعون سے ایسا تباہ ہوا جو بمقابلہ گردونواح کے بہت بڑھ کر ہے۔ہم ایک فہرست خاص باشندہ قادیان کی طرف سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو انہوں نے طاعون کی حالت میں ہمارے پاس روانہ کی تھی۔مگر وہ صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ تعداد اموات اس لئے کم ہے کہ شروع ہی میں سب مرزائی بھاگ گئے تھے۔چنانچہ مرزا صاحب کا سکول بند ہے۔ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی اموات ہوئی ہوں۔وہ فہرست یہ ہے۔

ہندو ۱۰۰۔ مسلمان ۱۵۔ مرزائی ۵۔ چوہڑے ۲۵۔

ابھی تو دو سال کامل بھی نہیں گذرے۔ قادیان جس کو دارالامان سے مشہور کرتے تھے طاعون سے تباہ ہو گیا۔ کیا اب آپ کو مسیح موعود مانا جاوے۔ کیا قادیان اب دارالامان ہے۔ کیا آپ سچے شفیع ہیں۔ کیا آپ بروزی طور پر رسول ہیں۔ ہرگز نہیں۔ باوجود مشاہدہ کوئی مرزائی ان کے دعاوی کا معتقد ہو، تو ایسے اعتقاد پر افسوس صد افسوس۔ (راقم۔ عبدالکریم مدرس عربی ہائی سکول منٹگمری) (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۷)

دعا بے شک حق ہے

قادیانی مرزاجی بھی دعا کے قائل ہیں مگر صرف اپنی دعا کے۔ انبیاء کی دعا کے بھی منکر ہیں جنہوں نے دعا مانگی کہ اے خدا ہمارے ہاتھ پر معجزات دکھا، مگر مرزاجی خود معجزات کو نہیں مانتے۔ گویا انبیاء کی دعا میں بھی اثر نہیں ورنہ معجزات ضرور ہوتے۔ اس صورت میں انبیاء نے ظہور معجزات کے لئے جس قدر دعائیں مانگیں وہ بالکل فضول اور عبث تھیں، حالانکہ فعل عبث لہو ولعب میں داخل ہے جو حرام ہے اور انبیاء ارتکاب حرام سے فطرۃً پاک ہیں۔

مرزاجی کے سوا نہ آج تک کسی کی دعا قبول ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ وہ اپنی دعا سے ان لوگوں کو بھی انڈے بچے دلوا سکتے ہیں جن کے کبھی چوہیا کا بچہ تک پیدا نہیں ہوا، اور اولاد بھی پسری نہ کہ دختری۔ وہ اپنی دعا سے دنیا کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ ہیضہ اور طاعون کو بلوا سکتے ہیں۔ اور بات بھی ٹھیک ہے، کیونکہ جب سبھی کی دعا قبول ہوگی تو لیپا لک کو کون پوچھے گا۔ خود مرزاجی ایمان سے کہیں کیا ان کے مخالفوں اور منکروں کی بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر قبول ہوتی ہیں تو کفار کی دعائیں بھی قبول ہوئیں کیونکہ جو شخص نبی اور امام الزمان پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور اگر قبول نہیں ہوئیں، تو خدا تعالیٰ رب العالمین نہیں بلکہ رب المرزائین ہے اور رحمان و رحیم اس کی عام صفت نہیں بلکہ اس صفت کا ظہور صرف مرزائیوں کے لئے ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے مرزاجی کی وجہ اور ان کی ہی دعا یا بددعا سے ہو رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی کرم الدین صاحب پر جو فریب کا

دعوی دائر کیا گیا اس میں کامیاب ہونے کیلیئے کہاں تک زور نہیں لگایا گیا۔ کیا کیا الہامات نہیں ہوئے لیکن سب غت ربود۔ ہاں کفار کی دعا قبول ہوگئی اور مرزا جی کو شکست نصیب ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا خدا بھی دعا کے قبول کرنے بلکہ خود اپنے ایفاء وعدہ پر قادر نہیں۔

یہ ہے مرزا جی کی دعا کی حقیقت جس پر مرزائی خوش ہیں اور اپنے دین و دنیا کے کاموں کا دار و مدار بلکہ دین و دنیا کی بہبودی انہیں کی دعا پر منحصر رکھتے ہیں۔ قدرت الٰہی ضعیف الاعتقادوں اور کمزور کانشنس والوں کی ایسی ہی درگت کرتی ہے۔

کیا وجہ ہے کہ مرزا جی کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پیشین گوئیاں غلط ہوتی ہیں۔ الہامات گوزشتر ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ وہ بدنیتی سے محض مخلوق کی دل آزاری اور ہواء نفس اور دنیوی اغراض اور حصول عز و جاہ کے لئے ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔

مرزا جی کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ادعونی استجب لکم سے کن لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ مومنوں کو، متقیوں کو، خدا اور اس کے رسول پر بہمہ صفات ایمان رکھنے والوں کو، صادقوں کو۔ نہ کہ خدا پر افتراء باندھنے والے کذابوں کو۔ خود رسول بن گئے اور آیات قرآنی کا مہبط و مورد اپنے کو بنایا۔ خدا تعالیٰ عادل ہے، دلوں کی باتیں جانتا ہے، نیتوں اور ارادوں کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ پس وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کی دعا ہرگز قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ دوسری مخلوق پر ظلم ہوگا۔ وہ بجائے اس کے کہ ایسے مکاروں کی دعا قبول کرے ان کو زیادہ ذلیل اور رسوا کرتا ہے، ورنہ دنیا میں اندھیر مچ جائے۔ مولوی کرم الدین صاحب پر مرزا قادیانی نے کیا کیا ظلم نہیں کیئے، ان کو کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچائیں، مگر انجام کیا ہوا۔ مرزا قادیانی کا وار خالی گیا، بلکہ ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اب مظلوم مولوی کرم الدین صاحب کا حملہ ہو رہا ہے دیکھیں مرزا صاحب قادیانی اس حملے سے کیوں کر اپنے کو بچاتے ہیں۔ خاقانی لکھتا ہے

بترس از تیر باراں ضعیفاں در کمین شب
کہ ہر کر ضعف نالان تر قوی تر زخم پیکا نش

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

عجیب فقرہ

مرزائی اخبار الحکم کی پیشانی پر تحت تصویر منارہ یہ فقرہ ثبت رہتا ہے:

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنارہ بلند تر محکم افتاد

یہ فقرہ ضرور الہامی ہے مگر مرزا جی کا لفظ (محمدیان) بدشگونی اور سخت مضر ہے۔ غالباً ملہم (آسمانی باپ) کو سہو ہوا ہے اس کی جگہ مرزائیاں نہیں تو احمدیاں ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرزا جی کے نزدیک لفظ محمد میں صفت جلال اور لفظ احمد میں صفت جمال ہے، اور جلال کا مقتضی جہاد ہے جس سے مرزا جی کو مارے خوف کے کپکپی لگتی ہے۔ اس صورت میں مذکورہ بالا الہامی فقرے کے یہ معنی ہوئے کہ

جلد چل یا اٹھ کہ تیرے جہاد کا وقت قریب پہنچا اور مجاہدین خونی مسیح کے بلند مینارے پر جم گئے۔،

دیکھو یہ فقرہ کتنا خوف ناک ہے۔ مجدد (احمد حسن شوکت) تو برابر ایسی خطرناک غلطیوں کی اصلاح کرتا رہتا ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ جس طرح مجدد کی تنبیہ پر

یکسر الصلیب و یقتل الخنا زیر

والی حدیث کو الحکم کی لوح سے مٹا دی گئی ہے یہ فقرہ بھی گھڑی کی چوتھائی میں محک کیا جائے ورنہ یاد رکھئے کہ خیر نہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

الزامات واتہامات

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بار بار کہتے ہیں کہ مجھ پر اگر الزامات واتہامات لگائے جاتے ہیں تو کیا تعجب ہے۔ کون سا نبی ہے جو ایسے الزامات سے بچا ہو۔،،

افسوس ہے کہ مرزا جی کو الزام اور اتہام کے لغوی معنی بھی معلوم نہیں۔ الزام کے لغوی معنی لازم کرنا یعنی چمٹانا اور کسی شئے کا کسی کی گردن پر ڈالنا ہیں۔ الزام کے لئے مطاوعت لازم نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ وہ شئے در حقیقت چمٹ بھی گئی ہو اور گردن پر پڑ بھی گئی ہو۔ اس لئے ملزم اس شخص کو کہتے ہو جس پر کسی جرم کا الزام لگایا

جائے اور تحقیقات جاری ہو، اور جب ثابت ہو جائے کہ وہ تو مجرم ہے، نہ کہ ملزم۔

علی ہذا، اتہام کے معنی سخت گرمی میں جانا، اور ہوا کا ناموافق سمجھنا، اور کسی پر تہمت دھرنا، یعنی گمان پر لے جانا ہے۔ اس کو بھی مطاوعت لازم نہیں۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ گمان صحیح ہو، بلکہ ان بعض الظن اثم قرآن میں وارد ہے، یعنی بدگمانی گناہ ہے۔

اب خیال فرمانا چاہیے کہ انبیاء کرام پر جس قدر الزامات اور اتہامات دھرے گئے، تو اریخ شاہد ہے کہ ان میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوا، بلکہ خود جناب باری نے وحی کے ذریعہ سے ان کو اٹھا دیا۔ اور انبیاء کرام خدا تعالی کی کسوٹی پر کامل انسان ثابت ہوئے۔ مثلاً یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ پر تہمت دھری، مگر اللہ تعالی نے دونوں کو بری فرمایا۔ لیکن مرزا جی کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ تہمتوں سے بری نہیں اور فاسق و جاجر ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا جی کے اقوال و افعال پر جو کچھ الزام لگائے گئے، کیا وہ غلط نکلے۔ یا خدا تعالی نے بذریعہ وحی کے ان کو اٹھا دیا۔ جب پیشین گوئیاں غلط نکلیں اور مرزا جی پر کذب کا الزام لگایا گیا تو کیا انہوں نے اس الزام سے اپنے کو بری کیا۔ یا مرزا جی نے جب اپنے کو خدا تعالی کا منزلہ ولد بذریعہ الہام بتایا، تو وہ اس جرم افترا علی اللہ سے بری ہو سکے۔ یا انہوں نے کسی فوجی شخص سے جو بیٹا دلوانے کی اجرت پانچ سو روپئہ وصول کی، تو کیا یہ الزام غلط تھا اور مرزا جی اس کو بیٹا دلوا سکے۔

نبی سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا، اس میں قوت قدسیہ ہوتی ہے۔ گناہ کا ارتکاب شیطان کے القاء سے ہوتا ہے لیکن فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان کے مطابق انبیاء کرام کو خدا تعالی القاء شیطان سے محفوظ رکھتا ہے۔ ورنہ عام انسانوں اور نبیوں میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

مرزا جی پر تو اب تک آسمانی باپ نے کوئی الہام بھی نہیں کیا کہ جو الزامات تم پر دنیا لگاتی ہے وہ بالکل غلط ہیں۔ اب ہمارے اس مضمون کے بعد الہامات ہونے لگیں تو تعجب نہیں۔ ہاں یہ الہامات تو ضرور ہوتے ہیں کہ انت منی و انا منك اور انت بمنزلة ولدی۔ اس لحاظ سے اگر مرزا جی اپنے کو معصوم اور تمام عیوب و نقصانات سے پاک و صاف بتائیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ خدا کی طرح خدا کے بیٹے کا بھی عیوب و

نقصانات سے پاک ہونا ضروری ہے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔تو اب سمجھنا چاہیے کہ تمام مرزائی عیسائی ہیں اور یہ واقعی ہے کیونکہ مرزاجی اپنے دعوی کے موافق عیسی ہیں، پس مرزائی کیوں عیسائی نہ ہوں۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح مرزاجی کے بدن میں عیسائیوں کے نام سے پتنگے لگتے ہیں،اسی طرح مرزائی کو اگر عیسائی کہا جائے تو منہ کھسوٹنے پر تل جائے۔پھر بوالعجبی تو دیکھئے کہ مرزاجی تمام عیوب ونقصانات سے پاک ہیں، پھر بھی اپنے کو ناقص نبی بتاتے ہیں گویا نقص ان کے نیچر میں داخل ہے۔اس صورت میں آپ کامل بھی ہیں اور ناقص بھی۔ ھذا خلف۔

نہیں جناب! حقیقت میں تو آپ کامل ہی ہیں،مگر چونکہ دنیا کے ۳۶ کروڑ مسلمان آنحضرت ﷺ کے کامل انسان اور کامل نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لہذا آپ ان کے بہلانے کے لئے اپنے کو ناقص بتاتے ہیں۔لہذا آپ اچھے خاصے منافق ہیں حالانکہ نبی منافق نہیں ہوسکتا بلکہ منافقین کے لئے قرآن مجید میں وعید موجود ہے ان المنا فقين فى الدر ك ا لاسفل من النار

کیا مرزا قادیانی یا مرزائی ایماناً کہہ سکتے ہیں کہ مرزاجی سے سی سالہ بعثت میں کذب وغیرہ کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔تمام پیشین گوئیاں بالکل جھوٹی نکلیں ،الہامات دروغ ثابت ہوئے اور انشاء اللہ ثابت ہونے والے ہیں۔خود اپنے اظہاروں میں مرزاجی نے جو کچھ جھوٹ بولا ہے اور اپنی تحریروں کی جو کچھ تاویلیں کی ہیں اور تقیہ کر کے بیمار بنے ہیں وہ عدالت کی مسلوں میں موجود ہے۔اور کیا عجب ہے کہ ناظرین پر بالتفصیل واضح ہوجائے۔مرزاجی کی دروغ بیانیوں کی تفصیل کو دفتر درکار ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ الزام واتہام لگانا دوسری شئے ہے اور ان کا ثابت ہوجانا دوسرا امر ہے۔مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ غلط اور جھوٹ ہیں۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۳۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱-۲)

جہاد قرآنی اور مرزائے قادیانی

چند ہفتوں سے جب کہ مرزا صاحب موصوف پر مقدمات کی بوچھاڑ ہونے لگی اور آپ پر فرد قرارداد جرم بھی لگ گئی تو آپ کے اخبار الحکم قادیان کی پیشانی پر آپ کا یہ مضمون شائع ہونے لگا:

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم سے بند کیا گیا ہے۔ پس اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔،

ہمیں اس امر سے کوئی بحث نہیں جیسا کہ بعض اخباروں میں دیکھا جاتا ہے کہ یہ الفاظ گورنمنٹ کو دھوکہ یا ان کی چاپلوسی کے لئے ہیں۔،

ہمیں اس امر سے بھی واسطہ نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح، کیونکہ دنیا میں جب تک انسان آباد ہیں، لڑائی جھگڑے قتل وقتال قیامت اور موعودہ ساعت کے آنے تک ہوتے رہیں گے، اس لئے یقین ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی مراد اس سے یہی ہے کہ از روئے اسلام مسیح موعود کے آنے پر جہاد منع ہوگا۔ لہٰذا ہماری بحث یہاں صرف جہاد کے جواز و ممانعت پر ہے۔

پہلے کئی دفعہ میرے دل میں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا تھا اور اس سوال کو کئی اصحاب معتقد مرزا صاحب کی خدمت میں پیش بھی کر چکا ہوں۔ وہ یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی قرآن حدیث اجتہاد علماء ئے حنفیہ یعنی چار چیزوں کو دین اسلام میں مستند ٹھہراتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں میں پہلے ہی مسلّم ہیں۔ پھر مرزا صاحب رسول کیسے ہوئے۔ انہوں نے کیا رسالت کی۔ جس ہدایت پر لوگ قائم تھے مرزا صاحب قادیانی بھی اسی پر رہے۔ وہی اختلاف رہا۔ مگر مرزا صاحب کا مضمون بالا دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپ بعض قرآنی احکام کو منسوخ کرنے آئے ہیں۔ جو بغیر کسی نبی کے آئے نہ ہو سکتا تھا۔

کیا فی الواقع جس جہاد کا پہلے حکم تھا وہ اب خدا کے حکم سے بند ہو گیا؟ کیا خدا اپنے قوانین کو جو فطرت انسانی کیلئے اس نے اپنی کتاب میں باندھے ہیں، کبھی بدل بھی دیتا ہے؟ اگر ایسا ہے اور آپکے نزدیک تو یقیناً ایسا ہی ہے، جیسا کہ آپ کے مضمون سے ظاہر ہے، تو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کا کیا جواب ہے

و اتل ما او حی الیك من کتا ب ر بك. لا مبد ل لکلما ته . و لن تجد من دو نه ملتحداً (کہف۔۲۷)

ترجمہ۔ پڑھ جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اپنے رب کی کتاب سے، جس کے حکموں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

ایسی ہی دیگر آیات ہیں جن سے صاف واضح ہے کہ خدا کے حکم بدلتے نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے خدا کے ایسے بھاری حکم پر قلم نسخ کھینچا جس سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ کیا سچ مچ آپ کے خدا نے ان تمام آیات کو منسوخ کر دیا ہے جس میں حکم ہے کہ کفار سے جنگ کرو، ان سے لڑو۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دماغ میں یہ غلط بات سما گئی ہے کہ اسلام میں یوں ہی کافروں کو قتل کرنے کا حکم ہے، اور تلوار سے ان کو مسلمان بنانے اور اس طرح اپنا نام غازی رکھنے کی تعلیم ہے جو گورنمنٹ عالیہ کے قانون آزادی کے خلاف ہے۔ مگر آپ کی سب جماعت اور گورنمنٹ عالیہ کو واضح رہے کہ قرآن ایسا نہیں جو آزادی کا خون کرتا ہو، وہ تو آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن کی صرف یہ تعلیم ہے کہ جو لوگ تم سے لڑیں اگر تم کو قدرت ہو، تو ان سے بچنے کے لئے اور ان سے بدلہ لینے تک تم بھی لڑو۔ کسی کو ناحق نہ ستاؤ۔

کیا قرآنی جہاد بالکل منع ہو چکا ہے۔ اگر باوصف طاقت مدافعت رکھنے کے ایمان والوں کو کفار قتل کرنے لگیں تو کیا مسلمان قتل ہو جائیں، اور ان سے نہ لڑیں۔ اس اعتقاد میں تو آپ قوانین گورنمنٹ سے بھی گئے گزرے کیونکہ از روئے قانون (حفاظت خود اختیاری) بھی قاتل سے اپنے کو جس طرح ہو سکے بچانا ضروری ہے۔ اور ایسی حالت میں قتل کرنے والے کو الٹا وہ شخص جس کو وہ قتل کرنے پر زور لگا تا ہو قتل کر دے تو کوئی گرفت نہیں۔ بس یہی قرآنی جہاد ہے جو اپنے بچاؤ کیلئے ہے، نہ کہ فساد ہے۔ بلکہ فساد کا انسداد ہے فتدبر۔

یہ قرآنی جہاد ایسا ہے جس کی بندش مرزا صاحب کے خدا کے بغیر کوئی عقل مند نہیں کر سکتا۔خود گورنمنٹ عالیہ باغیوں اور مفسدوں سے جنگ کرتی ہے، ورنہ مفسدوں اور ظالموں کا فساد حد سے بڑھ جائے اور لوگوں کی ناک میں جان آجائے۔

فرض کرو کوئی شخص مرزا صاحب قادیانی کو کافر سمجھ کر ان کے قتل کرنے کا قصد کرے، اور جو شخص ان کے آگے حائل ہو، اس کا بھی صفایا کرتا چلا جائے، تو کیا ایسے قاتل کو مرزا صاحب یا ان کے مرید اسکے فساد سے بچنے کے لئے آخری حیلہ اس کے قتل ہی کا نہ کریں گے۔اور کیا وہ اس حالت میں مجرم ٹھہر سکیں گے؟

افسوس ہے کہ نادانوں نے قرآن کریم کو عقل اور آزادی کا خونی دشمن سمجھ لیا ہے اور پھر اپنے کو نیک اور عقل مند بننے کے لئے اس کے بعض احکام منسوخ قرار دیتے ہیں۔ان کی بلا سے اس طرح قرآن کلام رحمان رہے یا نہ رہے، اس کی ذلت ہو، اس پر اعتراض ہوں۔ایسی بدلگامیوں سے دنیا میں کیا ہی بڑا انعام مل جائے، مگر اخروی عذاب کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔چند روزہ عیش وعشرت کے لئے عقبی کا وبال جان پر لینا عقل مندوں اور خدا کے بندوں کا کام نہیں۔(اشاعۃ القرآن)(ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۳۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

عدالت کی شکایت

ہم عصر اہل حدیث نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو دوران مقدمہ میں باوصف شدت تشنگی کے عدالت نے پانی پینے کی اجازت نہیں دی۔

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔شاید ایسا ہوا ہو کہ مرزا صاحب نے پیشی مقدمہ کی حالت میں یہ اجازت مانگی ہو کہ عدالت سے باہر جا کر پانی پئیں اور وہ موقع غالباً مرزا جی کے حاضر رہنے کا ہوگا۔جرح ہو رہی ہوگی یا کوئی اور امر ہوگا جس کے باعث عدالت نے ایسے ضروری موقع پر ان کی غیر حاضری مناسب نہ سمجھی ہوگی، ورنہ پانی پینے سے کوئی عدالت منع نہیں کر سکتی۔چنانچہ گزشتہ پیشیوں میں مرزا صاحب برابر عین اجلاس میں سیروں برف اور شربت وغیرہ غٹ غٹا تے رہے ہیں۔اگر واقعی عدالت نے پانی پینے سے منع کیا ہے تو مرزا اور انکے حواری کی جانب سے اب تک کوئی شکایت ہمارے سننے میں نہیں آئی، نہ شکایت کا محل ہے کیونکہ وہ عیسی

موعود ہیں جونہایت جبر اور ظلم کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے، اور حسب قول مرزا مشبہ بالمصلوب ہو گئے اور اف تک نہ کی، اور یہی کہا اے باپ معاف کر، کیونکہ وہ (یہودی) نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔

پھر مرزا جی اپنے کو امام حسینؓ سے افضل جانتے ہیں جن کو شمریوں اور یزیدیوں نے لاثانی ظلم اور ستم سے شہید کیا، تمام اہل بیت اور ننھے ننھے بچوں پر پانی بند کر دیا۔ کیا مرزا جی باوصف امام حسینؓ سے افضل ہونے کے گھنٹہ دو گھنٹے کے لئے بھی تشنگی کی برداشت نہ کر سکتے تھے۔

لہذا یقین کامل ہے کہ انہوں نے بجائے شکایت کے عدالت کا شکر کیا ہوگا۔ ان کا ظرف عیسی مسیح اور حسین سے بہت اعلی ہے، جس طرح مرتبہ اعلی ہے۔ گو مرزا جی اپنے ظرف اور شان پر نظر کر کے ایسے حوادث اور مصائب کے نزول پر رضا مند اور صابر وشاکر ہوئے ہوں، مگر آسمانی باپ کب دیکھ سکتا ہے کہ اسکے لیپا لک کا کان بھی گرم ہو۔ لہذا ہم کو بہت خوف ہے کہ آسمانی باپ کا جبروت ایسے معاملہ کا کیا تدارک کرتا ہے۔ آخر لالہ چندولعل صاحب تنزل کے ساتھ گورداسپور سے بدل ہی گئے جنہوں نے فرد جرم لگائی تھی۔ پس لیپا لک کا صبر اور آسمانی باپ کی وہ محبت جو اپنے اکلوتے کے ساتھ ہے، ہرگز اوپر اوپر نہ جائے گی اور مجدد السنہ مشرقیہ کا فرض ہے کہ مرزا جی کے آنسو پونچھے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

مرزا جی کے مسیح موعود ہونے کی دلیل

(وہی وفات مسیح)

ہم متواتر ثابت کر چکے ہیں کہ وفات مسیح سے مرزا جی کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ تمام یہودی اور دہریئے اور اکثر اہل یورپ وامریکہ حیات مسیح کے قائل نہیں اور بزعم خود ایسے مضبوط دلائل سے وفات مسیح ثابت کرتے ہیں جن کے مقابلے میں مرزا جی کے دلائل لغو اور لچر ہیں، مگر ان میں سے کوئی مسیح موعود بننے کا مدعی نہیں۔ حالانکہ مرزا جی کے دعوی سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر منکر حیات مسیح اور مثبت وفات مسیح عیسی موعود ہے۔

ظاہر ہے کہ حیات مسیح قدرت الہی کا ایک معجزہ ہے جس طرح دوسرے معجزات ہیں، مگر مرزا جی پنجے

جھاڑ کر اسی معجزے کے پیچھے پڑے ہیں۔

مرزا جی زور شور کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے آسمانی معراج کے کیوں منکر نہیں ہوتے اور کیوں یہ دعوی نہیں کرتے کہ کرہ زمہریر تک چونکہ کوئی نہیں جا سکتا اور آسمان کا خرق والتیام محال ہے اور وہ ایک خلاء بسیط اور انتہائے نظر ہے، لہذا میں مسیح موعود ہوں۔

علی ہذا، شق قمر اور عصائے موسی کا اژدہا بن جانا وغیرہ معجزات خلاف فطرت اور خلاف عقل ہے، جس طرح عیسی کا احیاء اموات خلاف فطرت ہے، لہذا میں مسیح موعود ہوں۔ اگرچہ دل میں مرزا جی کا یہی عقیدہ ہے مگر معلوم نہیں کس ظاہری دباؤ نے ان کے منہ پر مہر لگا دی ہے۔ غالبًا ذرا شرم وحیا کا پاس ہے۔ بے حیائی کا پورا پاس ابھی تک آسمانی ہائی کورٹ سے نہیں ملا۔ گو علماء اسلام نے الحاد وارتداد کا پاس دے دیا ہے۔

الحاد وارتداد کے فتوے سال ہا سال قبل منجانب علماء ومشائخ اسلام شائع ہو چکے ہیں جب کہ مرزا جی ایسے بیباک نہ تھے، نہ یوں کھلم کھلا دین اسلام کو اس زمانہ میں فارغ خطی دی تھی۔ مگر ہمارے علماء اپنے اشراق اور الہام سے تاڑ گئے تھے اور ان کے خوارق دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ زقوم کے درخت نے اگرچہ ابھی تک چنداں نشو ونما نہیں پایا مگر چند روز میں خاردار ہو کر اپنا زہریلا اثر پھیلائے گا، لہذا انہوں نے پہلے ہی الحاد وارتداد کے تیشے سے اس کی جڑ کاٹ دی۔

مرزائی فخر کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت (مرزا قادیانی) نے مسیح کو مار کر اپنی مسیحیت کا قلعہ فتح کر لیا۔ وہ شہروں اور قصبوں میں بھی اعلان دیں گے کہ وفات وحیات مسیح پر بحث کر لو، مگر چونکہ ضمیمہ دیکھ کر لوگ کید سے واقف ہو گئے ہیں لہذا وہ بھی جواب دیتے ہیں کہ

جب تم قرآن مجید سے مسیح کو مارتے ہو، تو قرآن ہی کی رو سے پہلے یہ ثابت کرو کہ مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

پھر یہ ثابت کرو کہ وہ ہندوستان کے گم نام قصبے قادیان میں ایک مغل کے جسم میں حلول کریں گے۔

اب رہی حدیث، حدیثوں میں تو تیس دجالوں کا آنا بھی لکھا ہے۔ کیا ثبوت ہے کہ مرزا جی مثل اپنے دوسرے ہم عصروں مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی اور دوسرے گزشتہ دجالوں کے دجال نہیں۔ ان کو تو یہ جلن اور

مرن ہے کہ عیسی بن مریم تو، جو ایسا اور ویسا تھا، زندہ رہے اور میں چند روز میں مر جاؤں۔ مردہ مسیح کو تو لوگ مانیں اور میں زندہ مسیح جو سب کی آنکھوں کے روبرو موجود ہوں مجھے کوئی ٹکے کو بھی نہ پوچھے۔

کہتے ہیں کہ مرزا جی کا رسالہ میگزین یورپ و امریکا میں بھی جاتا ہے۔ اگر میگزین میں بھی آپ کی مسیحیت کی یہی دلیل ہوتی ہے کہ یسوع مسیح وفات پا گئے اس لئے میں مسیح موعود ہوں، تو یقیناً اہل یورپ ہنستے ہنستے زعفرانی معجون بن جاتے ہوں گے، اور یہی کہتے ہوں گے کہ:

> ول مرزا پاگل ہو گیا ہے، گردن میں پلاسٹر کا اپریشن کر کے ہم کو پاگل خانے بھجوانا مانگتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ شکس (شخص) چند روز جیل خانے کی ہوا کھا کر سکمین سے جین ہو جائے اور پھر پبلک کو دیک (دق) نہ کرے۔ وہ ہمارے خداوند یسوع کو گالی دیتا ہے اس کو مارنا مانگتا ہے جو آسمانی باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا دنیا پر حکومت کر رہا ہے ہم اپنے بائی (بھائی) مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی کو کیوں یسوع نہ مانیں جو یسوع مسیح کو مارتا نہیں اور جیسا ہم آسمانی باپ کا بیٹا ہے ایسا ہی وہ بھی ہے یسوع مسیح ہم لوگوں (یورپ) میں آئے گا نہ کہ ایشیاء کے وحشی کالوگوں (انڈیا) میں اور جب کہ مرزا کو خود انڈیا کے لوگ نہیں مانتے تو ہم لوگ کب مانتا سکتا ہے وہ شریر آدمی جھوٹا ہے۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔ ۶)

رؤیت اور آسمانی وقدرتی نشان

مرزا جی نے ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کے الحکم میں رویت (دیدار خدا) پر بحث کی ہے لیکن اس عنوان کو چھوڑ کر خدا تعالی کے نشانوں پر جا کودے ہیں۔ دعوی کچھ ہے دلیل کچھ ہے۔ یعنی گفتگو میں دعوی تو خدا تعالی کی رؤیت کا ہے جس کا جلوہ برخلاف تمام انبیاء کرام کے مرزا جی اپنے سادہ لوح مریدوں کو دکھانے میں فرد ہیں، اور بحث کی قدرت الہی کے نشانوں پر جن کا کوئی فرد بشر منکر نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ رؤیت کا تعلق ذات سے ہے یعنی خدا تعالی کی ذات محسوس اور مرئی ہو، اور آثار کا تعلق صفات سے ہے، یعنی کسی شئے کی علامت بعینہ وہ شئے

نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ دنیا میں حسب فحوائے آیت

لا تد ر كه ا لا بصار و هو يد ر ك ا لابصار و هو ا للطيف الخبير (انعام : ١٠٣)

چشم ظاہر بین سے خدا تعالیٰ کی رؤیت محال ہے، ورنہ غیر محدود کا محدود و ظرف (سمت وغیرہ) میں اور مستغنی کا محتاج الی السمت اور لامکانی کا مکانی ہونا لازم آئے گا۔ دیکھو منکروں نے حضرت موسیٰؑ سے یہی تو کہا تھا کہ

لـن نـو مـن لك حتـى نرى الله جهرة یعنی اے موسیٰ ہم تجھ پر اس وقت ایمان لائیں گے جب آمنے سامنے بالمواجہہ اور کھلم کھلا خدا کو دیکھ لیں گے۔

مگر حضرت موسیٰؑ جیسے کلیم اللہ اور اولوالعزم، خدا تعالیٰ کو قوم کی استدعا کے موافق نہ دکھا سکے اور رب ارنی کا جواب بھی لن ترا نی ہی ملا۔

بھلا کیا ہے بساط آئینہ ہائے دیدہء و دل کی
وہ جلوہ پار ہو جائے اگر سد سکندر ہو

اور ارشاد ہوا

و لـكـن انـظـر الـى الـجـبـل فـا ن استقر مكا نه فسوف ترا نی فلما تجلى ر به للجبل جعله دكا و خرّ موسى صعقاً۔ (الاعراف۔۱۴۳)

(ترجمہ)۔ لیکن اے موسیٰ پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر پہاڑ (تجلی سے) اپنی جگہ ٹھہر گیا تو تو بھی دیکھ سکے گا۔ جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو گئے۔

شوکت:

بار احسان کیوں اٹھایا جب کہ دل تھا جلوہ گاہ
سل رہی موسیٰ کی چھاتی پر یہ کوہ طور کی

اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو معلوم تھا کہ چشم ظاہر بین سے خدا تعالیٰ کی رؤیت نہیں ہو سکتی، تو انہوں نے کیوں عبث استدعا کی اور فعل عبث کے ارتکاب سے انبیاء کرام بری اور معصوم ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ قوم پر حجت قائم کرنے کیلئے حضرت موسیٰؑ نے ایسی استدعا کی، اور دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ کی رؤیت

نہیں ہوسکتی، نہ کوئی اس کی تجلی کی تاب لاسکتا ہے۔

مگر مرزا جی کے دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیالی کوہ طور (منارہ) پر چڑھ کر ہمیشہ خدا تعالی کا دیدار دیکھتے ہیں، اور آسمانی باپ اپنے لیپا لک کو تجلی کا تماشا دکھاتا ہے جس طرح شب رات میں والدین اپنے بچوں کو آتش بازی کا گھر پھونک تماشا دکھاتے ہیں۔ اور مرزا جی جب اپنے کو عیسی مسیح سے افضل بتاتے ہیں تو موسیٰ سے کیوں افضل نہ بتائیں گے یعنی حضرت موسیٰ رویت سے محروم رہے مگر میں ہر وقت منارے کی بدولت خدا تعالی کا مکھڑا دیکھتا ہوں۔

اب رہے آسمانی قدرتی نشان۔ یہ ہر شخص ہر وقت دیکھتا ہے اور ربنا ما خلقت هذا با طلاً پر ایمان رکھتا ہے اور ہر ذی روح اور غیر ذی روح قادر مطلق اور فاطر برحق کے وجود اور قدرت وصنعت کا ملہ کا مقر ہے یسبح لہ من فی السماوات و من فی الارض مرزا جی اس سے بڑھ کر کیا دکھاسکیں گے، اور نہ ان کے دکھانے کی کوئی ضرورت ہے۔ اور دکھائیں گے بھی تو دیکھی ہوئی شئے کو جو محض فضول اور عبث اور تحصیل حاصل ہے۔ البتہ جن کی آنکھیں بوالہوسی اور اعجوبہ پرستی سے چوپٹ ہیں اور دن دہاڑے آنکھیں مانگتے پھرتے ہیں اور جن کو حق وباطل نور وظلمت کچھ نظر نہیں آتا، ان کو دکھائیں۔

مرزا جی تو پورے مداری بھی نہیں۔ پھنک ایک، پھنک دو، کا تماشا دکھانے بھی بیٹھے ہیں۔ مداریوں کی شعبدہ بازیوں کا راز کھل نہیں سکتا، مگر مرزا جی کے کید کا راز طشت از بام ہوگیا اور دنیا طلبی اور حب جاہ کا پاکھنڈ سب پر کھل گیا۔

البتہ مقدمات کے دو نشان بڑے بھاری ہیں۔ جن میں سے ایک تو دنیا نے دیکھ لیا دوسرے کے دیکھنے کی باری ہے۔ مگر مرزا جی کے نزدیک تو نشان قدرت وہی ہے جو ان کی کامیابی دکھائے اور جو ناکامی دکھائے وہ قدرت کا نشان نہیں، بلکہ دجالی یا شیطانی نشان ہے۔ آتھم کے نہ مرنے اور آسمانی منکوحہ کے وصل سے محروم رہنے کا قدرتی نشان نہ تھا۔ لیپا لک کے نزدیک تو وہ نشان معتمد اور مستند ہے جو آسمانی باپ دکھائے اور آسمانی باپ کبھی اپنے لیپا لک کی ناکامی کا نشان نہیں دکھاتا۔ پس ان کو قدرت الہی کے نشان سے کیا مطلب۔ خواہ کیسی ہی متواتر ناکامیاں ہوں مگر مرزا قادیانی ہرگز ان کا اقرار نہ کریں گے، کیونکہ ایسے اقرار سے بروزیت

ومسیحیت باطل ہوتی ہے۔پس مرزاجی کا خدا تو وہی ہے جو کامیاب کرتا ہے، ناکامیاب کرنے والا ہرگز ان کا خدانہیں۔ورنہ وہ ناکامی کا اقرار کرتے نادم ہوتے ،فرعونی دعووں سے توبہ کرتے ۔اب غور کرنا چاہیے کہ شرک اورالحاد کے اورکیا سینگ ہوتے ہیں۔خوب یادرہے کہ قدرت الٰہی اپنے منکروں مشرکوں اورملحدوں کو ہرگز کامیابی کا نشان نہیں دکھاسکتی و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال ۔اڈیٹر(ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶جون ۱۹۰۴ء ص ۶۔۸)

مجدد پرالہام

۱۷جون کی شب کو بعد نماز عشاء مرزا صاحب کے مقدمہ میں ہم پر جو الہام ہوا، ناظرین اس کو مذاق تصور نہ فرمائیں بلکہ واللہ ثم باللہ واقعی ہے۔وہ الہام یہ ہے

یقطع الجناح یعنی بازو کاٹا جائے گا۔

جب تک مقدمہ فیصل نہ ہو جائے یا کوئی حادثہ یا واقعہ علاوہ مقدمہ کے واقع نہ ہو اس الہام کا انکشاف نہیں ہوسکتا۔ممکن ہے کہ مقدمہ میں کسی دوسرے شخص پر آفت آئے اور مرزا صاحب قادیانی محفوظ رہیں اور ممکن ہے کہ مرزا صاحب کے خلاف مقدمہ فیصل ہونے سے مرزائی مشن کو نقصان پہنچے۔یعنی ان کے الہامات کا برعکس ظہور میں آنا بہت سے مریدوں کی بداعتقادی اور یک سوئی کا باعث ہو، وغیرہ ۔بہرحال ناظرین کو اس الہام کے عملی طور پر ظاہر ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ہم کو اپنے الہام پر وثوق اور گھمنڈ نہیں۔ہاں یہ یقین ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی عاجز بندے سے اکثر ایسے کام لیتا ہے جن کا وہم وگمان تک نہیں ہوتا۔ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء۔فضل ہمیشہ بے علت اور بے سبب ملتا ہے، ورنہ فضل نہ ہوگا بلکہ اجرت اور مزدوری ہوگی۔اڈیٹر(ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۴۔جلد ۲۲و۲۴ ص۱)

وہی مسیح کا صلب اور قتل

ایک مرزائی رسالے میں، جس کی تالیف مرزائیوں کے لئے فخر کا باعث ہے، لکھا ہے کہ:

جماعت احمدیہ کو خدا کے فضل سے اس واقعہ (قتل وصلب مسیح) کے باب میں سچا علم عطا کیا گیا ہے اور اسی سبب سے ان میں کوئی اختلاف نہیں، اور جیسا کہ نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے انہوں نے بلا اختلاف اس امر کو مان لیا ہے کہ واقعی حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے لیکن صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی بلکہ خدا نے انہیں بعافیت اتارلیا اور طبعی موت سے مار کر اپنی طرف اٹھالیا پس یہی وہ سچا علم ہے جس کو خدا تعالی نے اپنے کلام

و ما قتلو ہ و ما صلبو ہ و لکن شبہ لھم

اور و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعه الله ، میں ظاہر فرمادیا ہے۔

کوئی پوچھے اس واقعہ کی نسبت کس کو اختلاف ہے۔ کیا جمہور امت محمدیہ صحابہ کرام اور مجتہدین عظام اور علماء فخام کو اختلاف ہے۔ ہرگز نہیں۔ حسب فحوائے لا یجتمع امتی علی الضلا لة سب حیات مسیح پر متفق ہیں۔ صرف جماعت احمدیہ برخلاف اجماع امت متفق نہیں اور من شذّ شذّ فی النار کی مصداق ہے۔ ایسا کہنا تو بالکل اپنے منہ میاں مٹھو ہے۔ جماعت مرزائیہ کو اگر حیات مسیح میں اختلاف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حق پر ہے، بلکہ وہ بھی ان الذین ا ختلفوا فیه لفی شكٍ منه کے ذیل میں داخل ہے۔ پھر ا ختلفوا ماضی کا صیغہ ہے، یعنی وہ لوگ (یہود وغیرہ) جو حیات مسیح میں اختلاف کرتے تھے ان کو بجز ظن کی پیروی کے کوئی علم نہیں دیا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن اختلاف کا قاطع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اب تیرہ سو برس کے بعد امت محمدیہ سے خارج ہو کر جس کا جی چاہے اتباع ظن اور ہوائے نفس کا بندہ بن کر اختلاف کرے، اور ازمنہ ماضیہ کے یہودیوں کی جماعت میں مل جائے۔ دنیا کے ۳۰ کروڑ مسلمانوں کے مقابلے میں اگر چند سو یا چند ہزار مرزائی اجماع امت محمدیہ کے خلاف ہو جائیں تو اسلام کا کیا بگاڑ سکتے ہیں جب کہ مخالف مذاہب کے کروڑوں آدمی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

خود مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے نزدیک بھی یہ مسئلہ چنداں مہتم بالشان نہیں، بلکہ اس کی تہہ میں ایک فریب چھپا ہوا ہے جو درحقیقت سادہ لوحوں کے پھانسنے کا لاسا ہے۔ وہ یہ کہ مسیح جس کو دنیا زندہ سمجھتی ہے مر گئے ہیں اور میں انیس سو برس کے بعد اس کا جانشین بن کر آیا ہوں۔ کیونکہ مسیح بن مریم زندہ ہیں تو وہی مسیح موعود بن کر آئیں گے، نہ کہ مرزا جی جو اپنے کو چینی مغل بتاتے ہیں۔

اگر مرزا جی اپنے کو محض نبی یا خدا کا نائب بتاتے اور اسی ایک لٹکے میں کامیاب ہو جاتے اور مسیح موعود نہ بنتے، تو ان کو عیسی مسیح کے مرنے کی مطلق ضرورت نہ ہوتی۔ اور جب مسیح موعود بنے ہیں تو ضرور ہے کہ عیسی بن مریم کو ماریں کیونکہ اپنے رقیب کا زندہ رہنا کوئی نہیں چاہتا۔

یہ ہے خالی تو وہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے
کاسہء عمر عدو حلقہ آغوش ہوا

مندرجہ بالا شعر بالکل مرزا جی کی حالت کا فوٹو ہے مگر اس کا مطلب نہ مرزا جی سمجھیں گے نہ کوئی مرزائی، انشاءاللہ مجدد ہی سمجھائے تو سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے گا تو ہم بتا دیں گے۔

مرزا جی کو اپنی شہرت اور حبّ جاہ و منصب اور مال و زر جمع کرنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہ ملا کہ اپنے کو مسیح موعود بنائیں اور مسیح ہی کے نام سے بکیں۔ مگر وائے نا انصافی اور کفران نعمت کہ جس مسیح نے ان کو اس درجہ پر پہنچایا اور جسکے نام لیوا ہو کر مرزا جی گھر بیٹھے پجنے لگے، اسی کو بے دردی کے بغدے سے مار رہے ہیں، اور اس میں طرح طرح کے عیوب نکال رہے ہیں۔ یہ تو بالکل یہودا اسقر یوطی کا اتباع اور اسی کی شاگردی ہے۔ پھر مسیح کے مار ڈالنے اور صفحہ دنیا سے ان کا نام مٹا دینے میں کیا کیا جتن نہیں کئے۔ ہونہہ عیسائیوں نے تو عیسی کو ابن اللہ بنایا، مجھے بمنزلۃ ولد (آسمانی باپ کا لیپالک) بھی کوئی نہ سمجھے، حالانکہ مجھ پر چمکتا ہوا اور دمکتا ہوا اور کھنکتا ہوا اور دھڑکتا ہوا الہام ہو۔ مگر الہام کو بھی کوئی نہ مانے۔ اچھا نہ مانو، تب بھی عیسی مسیح ہوں وہ تبرّے جھاڑوں کہ عیسائیوں کے ساتھ روح القدس بھی پناہ مانگے۔ اور دنیا کے مسلمانوں کو جنہوں نے عیسی مسیح کو زندہ رکھ چھوڑا ہے، وہ ناچ نچاؤں کہ سب میں زلزلہ ڈال دوں، قیامت برپا کر دوں۔

اے بدبختو، نا ہنجارو، خدائی خوارو، لعنت کے مارو، تم نے عیسی کو تو زندہ رکھ چھوڑا ہے اور محمد ﷺ کو

زمین کا پیوند کردیا حالانکہ دونوں مردہ ہیں۔،

مطلب یہ ہے کہ میں (قادیانی) زندہ مسیح اور زندہ نبی زندہ امام الزمان ہوں مجھے کیوں نہیں مانتے۔ بلاؤں اپنے ایڈی کانگ طاعون کو اور پکاروں اپنی خالہ کے بیٹے ہیضہ کو کہ تمہارا صفایا کرے۔

مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا خدا کی صفت محیی اور ممیت پر ایمان نہیں۔ خدا جسے چاہے زندہ رکھے جسے چاہے مارے۔ جس طرح حسب فحوائے آیت انك ميت و انهم ميتو ن آنحضرت ﷺ کا کچھ کسر شان نہیں، اسی طرح حسب آیت بل رفعه الله زندہ رکھنے سے مسیح کو آنحضرت ﷺ پر کچھ ترجیح اور فضیلت نہیں کیونکہ نبی نبی سب برابر ہیں۔ وہ جس کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے، وہ جس کو جو صفت چاہے عطا فرمائے، وہ قادر مطلق اور فاطر برحق ہے۔ اس کی صفت ان الله على كل شئى قدير ہے۔ ظاہر کہ احیاء اور اماتت اور حیات وفات بھی شئى من ا لا شياء ہیں۔ مرزائیوں کے نزدیک خدا تعالی اماتت پر تو قادر ہے مگر احیا پر قادر نہیں۔ گویا خدا تعالی میں یہ صفت ہی موجود نہیں، اور اگر ہے تو برائے نام یا محض فضول اور معطل ہے۔ ذرا عقل کے ناخن لو اور سمجھو کہ احیاء اور اماتت اضداد میں سے ہیں اور ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ پس اگر خدا تعالی محیی نہیں تو ممیت بھی نہیں، حالانکہ نص قرآنی اسکے خلاف ہے مرزائیوں کا اس پر ایمان نہیں کہ لا يخلف الله وعده

اب اہل نیچر کے مزخرف عقائد کے موافق مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ نیچر نہیں بدل سکتا اور سنت الٰہی اسی پر جاری ہے کہ وہ مردوں کو زندہ نہیں کرسکتا یعنی مسیح کو مار تو سکتا ہے مگر زندہ نہیں کرسکتا، اول تو تم غیر محدود قدرت وفطرت اور سنت الٰہی کو محدود بتارہے ہو، اور وان من شيء الا عنده...کا صریح انکار کررہے ہو۔ اور اگر تم کو فطرت وسنت الٰہی کا علم ہوگیا ہے، تو احاطہ کھینچ کر بتاؤ۔

دوم، سنت الٰہی تو یہی ہے کہ وہ ازل سے لے کر ابد تک ہر شئے پر قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے کرسکتا ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے لا يسئل عما يفعل و هم يسئلو ن۔ انسانی ارادے غلط ہوجاتے ہیں۔ ہم چاہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔ خود مرزائیوں نے مولوی کرم الدین صاحب پر جو فریب کا دعوی دائر کیا تو اس میں کون سی تدبیر اٹھا رکھی، کیا کیا الہام ہوئے، مگر ہوا وہی جو خدا نے

چاہا۔ پس یہی سنت اللہ وفطرت اللہ ہے جوٹل نہیں سکتی اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

خدا تعالیٰ تو احیاء پر قادر نہیں مگر مرزا صاحب قادیانی احیاء واماتت دونوں پر قادر ہیں۔ جو لوگ ان پر ایمان نہ لائیں ان کو طاعون کے ذریعہ سے ہلاک کر سکتے ہیں اور جو ایمان لائیں ان کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔ یہاں سنت اللہ غت ربود ہوگئی اور خدا میں جس صفت کے ہونے کا انکار کیا وہ اپنے وجود میں ثابت کی۔

مرزا جی تو دنیا کے مارنے ہی کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ جب ساری خدائی کو مارتے ہیں تو عیسیٰ مسیح کو کیوں نہ ماریں جن کا زندہ رہنا ان کی نبوت وموعودیت کے حق میں موت ہے۔

مرزا جی جب حدیث میں عیسیٰ بن مریم کا زندہ رہنا دیکھتے ہیں، تو آتش غضب کے شعلے انکے دماغ سے نکلنے لگتے ہیں۔ اور جب قرآن مجید میں عیسیٰ کی نسبت رفعه الله دیکھتے ہیں تو دانت پیستے ہیں اور جھلاّتے ہیں کہ قرآن میں رفعه الله کی جگہ اما ته الله کیوں نازل نہ ہوا۔ معلوم نہیں خدا تعالیٰ اس وقت کس خیال میں تھا کہ بھول گیا یا شاید یہ خیال کیا کہ انیسویں صدی میں آسمانی باپ کا لیپا لک پیدا ہوگا جو میری لفظی غلطی کی معنوی اصلاح کرے گا، یا اس سے غلطی ہوئی جس کا تدارک اب آسمانی باپ نے کیا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ وما قتلو ہ و ما صلبو ہ کے بعد جو و لکن شبه لهم وارد ہوا ہے، اگر عیسیٰ مسیح مشبہ بالمصلوب نہیں ہوئے تو لکن کیوں وارد ہوا، جو استدراک کے لئے آتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ وما قتلو ہ یقیناً کے بعد بل رفعه الله کیوں وارد ہوا۔ حرف بل تو محض اضراب کے لئے آتا ہے، جب وما قتلو ہ کے بعد لفظ یقیناً موجود ہے تو اضراب کیسا۔ پھر رفعه الله کے معنی جو مرزائی (اپنی طبعی موت سے عیسیٰ کا مرنا) بتاتے ہیں، تو اس کو لغت سے ثابت کریں کہ رفع کے معنی طبعی موت سے مرنے کے ہیں۔ اور جب ہر شئے اپنی طبعی موت سے مرتی اور فنا ہو جاتی ہے تو اسکا ذکر ہی کیسا۔ یہ تو محض فضول اور لغو وحشو ہوا۔ نہ عیسیٰ مسیح کی کوئی تخصیص نکلی، کیونکہ ایسا تو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ دنیا نے اس کو مہتم بالشان کیوں سمجھا۔ کیوں مذاہب میں جنگ ہوئی۔ کیوں غلغلہ مچا جو قیامت تک مچتا رہے گا۔

پھر جب خدا نے عیسیٰ کو مشبہ بالمصلوب کر کے اٹھا لیا اور چند روز زندہ رکھ کر اور عمر طبعی پر پہنچا کر مارا ، تو سیاق کلام یوں ہونا چاہیے تھا بل رفعه الله و اما ته الله بعد العمر الطبیعی بھلا کلام الہام میں انسانی

تاویلیں چل سکتی ہیں۔ یہ صرف کلام الٰہی کی شان ہے کہ ذرا سی تاویل کرنے سے سارا انظام نظم منقلب اور درہم وبرہم ہو جاتا ہے۔تاویل کرنا گویا کلام الٰہی پر ظلم کرنا ہے،۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴ جون ۱۹۰۴ء۔ص ۱۔۴)

مرزا کا کوئی سچا مرید طاعون سے نہیں مرا

اخبار الحکم قادیان مطبوعہ ۱۰ جون ۱۹۰۴ء میں مرزا جی نے طاعون کے متعلق اپنے بعض مریدوں کو گورداسپور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے پہچانتا ہے جو شناخت کا حق ہو۔

واہ کیا کہنا ہے۔اس دو پٹی تقریر پر قربان جایئے جو بروزی حکمت عملی سے لبریز ہے۔اس کا یہ مطلب ہوا کہ جن لوگوں نے، مجھے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے،نہیں پہچانا،یعنی جو لوگ مجھ پر ایمان نہیں لائے وہی طعمہ طاعون ہوئے۔اس کی دو شقیں ہیں۔

اول درجہ پر وہ لوگ ہیں جو جانتے ہی نہیں کہ مرزا جی کون ہیں۔نہ ان کو خبر ہے کہ قادیان ملک پنجاب میں کس نبی اور مسیح نے بروز اور خروج کیا ہے۔

دوسرے درجہ پر وہ مرزائی ہیں جنہوں نے بظاہر بیعت کی مگر جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے مرزا جی کو نہیں پہچانا۔اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ جاہل اور سادہ لوح تھے کہ نبی اور غیر نبی میں تمیز نہ کر سکتے تھے اور دوسروں کی دیکھا دیکھی مرزائی ہو گئے تھے۔وہ درحقیقت سر میں دماغ، دماغ میں حس اور ادراک، سینے میں دل اور دل میں کانشنس نہ رکھتے تھے۔اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ خوش قسمتی سے ایسے ہی مریدوں کی بھیڑ بھاڑ نے مرزا جی کا رجسٹر معمور کر رکھا ہے۔اور بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے کسی چندے میں پھوٹی کوڑی تک نہ دی ہو گی۔گویا قارون کے سگوں میں سے تھے۔خوب ہوا کہ طاعون ایسے لئیموں، گھامڑوں،عطائیوں کا سلفہ کر گیا کیونکہ وہ کسی مرض کی دارو نہ تھے یا خود غرض تھے جو محض پیٹ کی خاطر مرزائی بنے تھے اور خلوص عقیدت نہ رکھتے تھے۔ایسے لوگ دراصل منافق تھے۔اچھا ہوا کہ طاعون نے ان کو بھی دوسرے بھائیوں میں ملا دیا۔خس کم

جہاں پاک۔

مرزا جی کا مطلب یہ ہے جس قدر مرزائی مرے وہ حقیقی مرزائی نہ تھے اور جس قدر بچ رہے وہ خود غرض اور منافق ہی کیوں نہ ہوں سچے اور راسخ الاعتقاد مرزائی ہیں۔تو گویا طاعون کچھ اور جھوٹے مریدوں کو چٹ کرنے آیا تھا کیونکہ مرزا قادیانی نے یہ قید لگائی ہے کہ مجھے انہوں نے ایسا نہیں پہچانا جو شناخت کا حق ہے

اب رہے وہ لوگ جو مرزا جی سے آشنا ہی نہیں، نہ ان کے نام سے واقف ہیں، وہ خارج اور مطلق العنان رہے۔نہ طاعون ان کے لئے آیا۔طاعون تو ڈائن بن کر پیاروں ہی کا صفایا کرنے آیا ہے اور چونکہ یہ جاہل خودغرض منافق تھے،لہذا سب جہنمی ہوئے۔ انّ المنا فقین فی الدر ک ا لا سفل من النار ۔ لوصاحبو! مرزائی بنو اور یہ شعر پڑھتے ہوئے سیدھے جہنم کی راہ لو۔

تو دوست کسی کا بھی ستم گر نہ ہوا تھا
جو ظلم ہے ہم پر وہ کسی پر نہ ہوا تھا

اور ابھی کیا معلوم ہے کہ مرزائیوں میں کتنے جاہل خودغرض منافق بھرے پڑے ہیں۔ان کا تجربہ آئندہ سال انہیں ایام میں ہوگا کیونکہ طاعون تو لیپا لک مرزا کے ساتھ ہے، جب تک وہ زندہ ہے طاعون کا دورہ بند نہیں ہوسکتا۔

پھر لاکھوں آدمی مرزا جی کو جیسے کچھ وہ بروزی اور موعود ہیں ایسا پہچانتے ہیں جیسا پہچاننے کا حق ہے ،وہ خود مرزا جی کے قول کے موافق طاعون سے محفوظ رہے اور آئندہ رہیں گے انشاءاللہ حق برزبان جاری۔ طاعون تو صرف مرزائیوں کے لئے آیا ہے جنھوں نے مرزا جی کو نہیں پہچانا کہ کتنے پانی میں ہیں،اوران کی کیا پالیسی ہے۔اور کھانے دانت کتنے چھوٹے اور دکھانے کے دانت کتنے لمبے ہیں۔

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں کہ

جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی تو ہم خدا تعالی کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ہمارے گھر کے ادھر ادھر چیخیں آرہی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اس طرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے۔اس نے محض اپنے فضل وکرم سے محفوظ رکھا۔،

شہروں اور قصبوں میں ایسا واقعہ بہت سے گھروں میں ہوا ہے۔ اردگرد کے لوگ طاعون سے ہلاک ہوگئے ہیں اور یہ گھر بالکل محفوظ رہے۔ مگر کیا ان گھروں میں بھی ایک ایک مسیح موعود تھا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہے۔ ہم خود اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میرٹھ شہر میں ہمارے گھر کے اطراف و جوانب قریب و بعید میں طاعون سے اموات کی ٹپکا ٹپکی لگی ہوئی تھی۔ ایک مردہ اٹھایا گیا اور دو تین مردوں کے اٹھانے کا تہیا۔ مگر ہمارا گھر جس میں بیس پچیس آدمی تھے، سب محفوظ رہے اور کسی کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ کیا ہم بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں کہ اگر ہم مفتری علی اللہ ہوتے تو سب سے پہلے ہمیں پر طاعون آتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر طاعون مرزا جی کے منکروں کی وجہ سے آیا ہے، تو ہندوستان کے تیس کروڑ آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا اور کوئی مرزائی جو مرزا قادیانی پر ایمان لا چکا ہے نہ مرتا۔ حالانکہ جس طرح اور لوگ مرے اسی طرح مرزائی بھی مرے۔ طاعون نے تو نہ اپنا دیکھا نہ پرایا سب پر جھاڑو پھیر دی۔ ایسی لغو باتیں بچوں کے پھسلانے کے لئے ہیں۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

مرزائی مقدمات

قادیانی اخبار الحکم میں ان مقدمات کی نسبت مختصر سا نوٹ شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انفصال میں دیر ہے۔ مقدمہ میزان تحقیقات میں تل رہا ہے۔ دونوں پلّے برابر ہیں۔ فریقین مدعی بھی ہیں اور مدعا علیہ بھی۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ مقدمات کا طول پکڑنا اور مہلت کا ملنا قدرت الٰہی کا کرشمہ بلکہ چشمک ہے کہ فریقین اب بھی سمجھیں اور اب بھی سمجھیں۔ یعنی اس طرح ذات البین اور باہمی مصالحت اور عفو کو ترجیح دیں۔ اس صورت میں منازعت کا بالکل انقطاع ہو جائے گا اور آئندہ سلسلہ نہ بڑھے گا اور اگر تقریباً دو سال تک کیکھڑا اٹھانے زیر بار ہونے تفکرات میں مبتلا رہنے پر کسی فریق کو فتح بھی ملی تو شکست کے بھاؤ پڑے گی، اور شاید عمر بھر بھی مخمصوں سے نجات نصیب نہ ہو۔ کیونکہ اپیل پر اپیل اور ہرجانے پر ہرجانے کے دعووں کا سلسلہ فوجداری اور دیوانی دونوں میں شروع ہوگا۔ دین و دنیا کے کاموں میں خلل آئے گا۔ کچہریوں کی خاک

اور بھی زیادہ چھاننی پڑے گی اور خواہش انتقام اپنا رنگ لائے گی۔ جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں یہی مناسب ہے کہ مصالحت ہو کر عدالت میں راضی نامے داخل ہوں اور طرفین سے ضرر رسانی کی پالیسی کو طلاق دی جائے تا کہ ہر وقت کی خلش اور جانکاہی سے نجات ملے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۴۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶)

مہلک مسیح اور طاعونی نبی

مرزا جی کے پاس بجز اس دلیل کے کہ عیسیٰ وفات پا گئے کوئی دلیل اپنے مسیح موعود ہونے کی نہیں جس کی ہم بیسیوں مرتبہ چھاڑ کر چکے ہیں۔ اب صرف طاعون ملعون رہ گیا جو مرزا جی کے خروج کی بڑی بھاری علامت اور آسمانی باپ کا معجز نشان ہے، اور اس لئے اگر مرزا جی کو طاعونی نبی یا طاعونی مسیح کہا جائے تو بے جا نہیں۔ لوگوں کو ہلاکت کی دھمکیاں تو مرزا جی پہلے ہی دیا کرتے تھے مگر وفات مسیح کا قصہ پرانا ہو گیا، اور خود مرزائی اس سے اکتا گئے تو طاعون ہی کا ذکر خیر مرزا جی کی تقریروں اور مرزائی اخباروں کی تحریروں میں رہتا ہے کیونکہ یہ تازہ بتازہ ہے اور کل جدید لذیذ کی چاشنی میں خمیر کیا گیا ہے۔

چونکہ ہر نبی کے زمانے میں طاعون آیا ہے اور خود عیسی مسیح کے زمانہ میں بھی طاعون سے لاکھوں آدمی ہلاک ہوئے ہیں اور کسی نبی کی برکت اور دعا اس کا انسداد نہیں کر سکی، لہذا بروزی نبی کے زمانے میں کیوں طاعون نہ آوے۔ اور جو تمغہ ہر نبی کو ملا ہے بروزی نبی اس سے کیوں محروم رہے۔ مگر جس صورت میں تمام انبیاء کرام نے بھی دنیا کو ہلاک ہی کیا اور مرزا جی بھی ہلاک ہی کر رہے ہیں تو ان میں اور دیگر انبیاء کرام میں کون سا مابہ الامتیاز رہا، حالانکہ مرزا جی خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) اور دوسرے لفظوں میں افضل الانبیاء ہیں۔

دنیا کے لئے تو مرزا جی کا وجود باعث ہلاکت ہے مگر وہ خود اپنے لئے آسمانی نشان ہیں، ان کا بال تک بیکا نہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے۔ آسمانی باپ نے انہیں کی حفاظت کا ٹھیکا لیا ہے کیونکہ وہ خلف ہیں اور دوسرے بیٹے ناخلف۔

مرزا جی سے جب کوئی سوال کرے گا کہ طاعون کب دفع ہوگا، تو وہ یہی جواب دیں گے کہ جب

تک دنیا مجھ پر ایمان نہ لائے گی ۔ حالانکہ یہ غیر ممکن ہے کہ ساری خدائی ان پر ایمان لائے ۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ صرف مرزا جی کی زندگی میں بلکہ ان کے مرنے کے بعد بھی طاعون موجود رہے گا اور جب تک ساری دنیا کا صفایا نہ ہو جائے گا، نہ ٹلے گا..

مرزا جی کہتے ہیں کہ دنیا بداعمالیوں میں مبتلا ہے، خدا کو بھول گئی ہے۔مگر ان کے خوارق کہہ رہے ہیں کہ کیسی ہی بداعمالیوں کے مرتکب ہو، کیسے ہی خدا کو بھول جاؤ، مگر مجھ پر ایمان لاؤ، میں طاعون سے بچ نکلوں گا اور آسمانی باپ سے بھی؟ یہی وجہ ہے کہ مرزائی پارٹی میں ہر گروہ کے مسلمان بھرتی ہو جاتے ہیں۔

مداری، قلندری، مچھندری، مقلد، غیر مقلد، خود بروزی نبی اور امام الزمان ۔مگر کسی کے مذہب سے کوئی تعرض نہیں بلکہ سب کی پیٹھ ٹھونکتے رہتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ کیسا ہی مذہب رکھیں مگر ان کو نبی اور امام الزمان مان لیں۔

حضرت امام اعظمؒ کے مذہب کی بہت تعریف کرتے ہیں مگر بقیہ تین اماموں اور ان کے مذاہب اور ان کے مقلدوں کا ذکر تک نہیں کرتے، گویا وہ ناحق پر تھے ۔ وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کثرت سے حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کے معتقد ہیں ۔ پس بڑی دولت انہیں میں ہے ۔اگر چہ بروزی نبوت پر ایمان لانے والے شاذ ونادر ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی زمانہ میں اہل حدیث تھے اور باوصف جدید نبی پر ایمان لانے کے وہ اب بھی اپنے کو اہل حدیث ہی بتاتے ہیں، مگر حدیث اتبعوا السواد الاعظم کو جو حنفی مقلدین کی شان میں ہے اب اس کا نزول احمدی (مرزائی) جماعت کی شان میں بتایا جاتا ہے۔ پس مرزا جی خوش ہوتے ہیں، کسی کے منہ پر تھپڑ نہیں مارتے کہ تم تو اچھے خاصے مشرک فی الرسالۃ ہو کر بروزی نبی کی امت میں ہو کر اب تک امام ابوحنیفہ کا کلمہ پڑھتے ہو۔

مجتہد کی صفت یخطی ہے اور نبی فطری طور پر معصوم ہوتا ہے۔ یہ عجیب معجون مرکب ہے کہ ایک خاطی کے مقلد بھی اور ایک معصوم نبی کے امتی بھی۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، ہمارے مضمون کا عنوان تو یہ ہے کہ مرزا جی مہلک نبی اور طاعونی مسیح ہیں اور یہ خطاب ان کے لئے باعث فخر ہے اور ایسی صفت ہے جس نے ان کے تمام اوصاف کو ڈھانپ لیا ہے اور سب

اوصاف پر غالب آ گئی ہے۔یعنی اب ان کو خاتم الخلفاء اور بروزی نبی اور امام الزمان وغیرہ کہنا نہ صرف فضول بلکہ ان کی توہین کا باعث ہے۔اب جو لوگ مرزا جی پر ایمان لاتے ہیں وہ غالبًا یہی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کرتے ہوں گے کہ ہم کو آپ کی بروزیت اور خاتمیت اور امام الزمانی سے کچھ واسطہ نہیں، ہم تو آپ کی مہلک نبوت اور طاعونی مسیحیت پر ایمان لائے ہیں کیونکہ یہی آپ کا آسمانی نشان ہے اور یہی آپ کی ذاتیات میں داخل ہے۔اس کے سوا جتنی صفات ہیں سب عرضیات ہیں۔اور بڑی بات یہ ہے کہ بروزیت اور مسیحیت کا وجود بھی خارج میں نہیں پایا جاتا، ہاں طاعون اور ہلاکت خارج میں موجود ہے۔پس ایک مفہوم ذہنی پر ایمان لانا اچھا ہے یا موجود فی الخارج پر۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء نمبر ۲۴۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

الہام کی حقیقت

قادیانی اخبار الحکم میں لکھا ہے کہ (زندہ پیر کے مجاور) نے فرمایا مجھے یاد ہے کہ کسی نے ذکر کیا کہ منشی الٰہی بخش (مؤلف کتاب عصائے موسیٰ) اور اس کا ترجمان (صوفی منشی عبدالحق) کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جائے۔اور جو پورا نہ ہو وہ شیطانی کام ہے۔،حضرت (مرزا جی) نے فرمایا کہ:

> مکہ معظّمہ میں داخل ہو کر اگر خدا کی قسم دی جائے تو میں کہوں گا کہ میرے الہامات خدا کی طرف سے ہیں، لیکن جس شخص نے خیالی طور پر دعویٰ کیا ہو، وہ ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا۔کیا وہ شخص جو کامل یقین رکھتا ہو، اور وہ شخص جو مشکوک ہے، برابر ہو سکتے ہیں۔

سوال از آسمان جواب از ریسمان۔منشی صاحب اور صوفی صاحب نے ایک ٹکسالی اور اصولی بات کہی تھی جس سے کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا کہ جو الہام پورا نہ ہو، اسے الہام کہنا الہام کرنے والے پر افتراء ہے۔مگر چونکہ اس سے مرزا صاحب قادیانی کا کونا دبتا تھا کیونکہ ان کا کبھی کوئی الہام پورا نہیں ہوا، لہٰذا الہامات پورے نہ ہونے کی وجہ نہ بتائی۔،

اور اپنے الہامات کے پورا نہ ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے مکہ معظّمہ کا ذکر کیوں کیا۔یہ کہنا چاہیے تھا کہ اگر مجھے قادیان شریف میں خیالی منارے کے نیچے آسمانی باپ کی قسم دی جائے۔،کیونکہ آپ مکہ معظّمہ اور

کعبہ مکرمہ سے منحرف ہو چکے ہیں، باوصف استطاعت رکھنے کے حج کو نہیں جاتے بلکہ اپنے چیلوں کو بھی منع کرتے ہیں کہ سمندر میں ناکے ہیں، جہاز غرق ہوتے ہیں، اور خشکی میں شیر لگتا ہے، طاعون اور ہیضہ کے جابجا قرنطینے ہیں، پس اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا منع ہے۔

کوئی سچا الہام خیالی طور پر نہیں ہوتا، بلکہ خدا تعالی کی جانب سے القاء ہوتا ہے جس کا پورا ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اوروں کے الہامات تو خیالی اور آپ کے الہامات یقینی ہوں جو سرسراہٹ بن کر پھر ہو جائیں اور وقوع میں نہ آئیں۔ اور جس طرح آپ کے الہامات محض افتراء علی اللہ ہیں اسی طرح آپ کی قسم کا بھی کسی ایسے تیسے ہی کو یقین ہوگا جو لا تطع کل حلاف مھین پر ایمان نہ رکھتا ہوگا۔

پھر الہام کسی واقعہ کے متعلق ہوتا ہے جس کا ظہور الہام کے لئے کسوٹی بن جاتا ہے۔ آپکے الہامات انت بمنزلة ولدی وغیرہ کون سے واقعہ کے متعلق ہیں۔ آپ کو آسمانی باپ کا لیپا لک کس نے مانا۔ الہام تو ہو گیا لیکن اگر ہم خود مرزائیوں سے پوچھیں کہ کیا درحقیقت مرزا جی خدا کے لیپا لک ہیں تو وہ اس کا جواب متحیر ہو کر نفی ہی میں دیں گے۔ فرمایئے جب خاص الخاص مریدین بھی الہام کے منکر ہیں تو غیر کیوں منکر نہ ہوں۔

مرزا جی کے الہامات واقعات کے متعلق اور واقعات کے پورا کرنے والے تو کیا ہوں گے، اگر ان کو غور سے دیکھا جائے اور جمع کیا جائے تو ایک بے معنی غیر منضبط بے سروپا لغویات وخرافات ہوگی۔ نبی بھی بن گئے، مسیح موعود بھی بن گئے، مگر آسمانی باپ نے جدید نبی کی بغل میں کوئی پشتارا (صحیفہ) دے کر نہ بھیجا جس میں امت کے لئے اصول وقوانین ہوتے۔ امام الزمان بن گئے مگر الہام کے گھڑنے کا سلیقہ نہ ہوا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔ مجدد السنہ مشرقیہ (احمد حسن شوکت) پر ایمان لاتے تو وہ وہ اچھوتے الہامات کا گھڑنا بتا دیتا کہ ہرگز ٹکسال باہر نہ ہوتے اور پھر ہر طرح چاندی ہی چاندی تھی۔ مریدوں پر الہام نہیں ہوتا بلکہ وہ ابھی عالم رؤیا کے سبز باغ دیکھ رہے ہیں جن کا الحکم میں مسلسل چھپنا اور ان کی تعبیروں کا ملنا شروع ہوگا۔ ایک مرزائی کا خواب مشتہر ہوا ہے کہ کسی شخص نے پانچ سو روپیہ کی رقم کا فارم بھیجا ہے، جب رقم کو ضرب دی تو چھبیس ہزار روپیہ حاصل ضرب ہوا۔ (بلی کے خواب میں چھیچھڑے) اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند یکم جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۵۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

موت کی دھمکی

تمام انبیاء کرام علیهم السلام کی صفت بشیر ونذیر اور خود آنحضرتﷺ کی صفت و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام جناب باری کی شان جلال ورحمت کے مظہر ہیں، یہ دونوں صفتیں بالفعل لازم وملزوم ہیں جن کا ظہور اپنے اپنے موقع پر ضروری ہے، ورنہ دنیا یا تو سیر ہو جائے یا دلیر ہو جائے۔ اور پھر ضرور ہے کہ دین ودنیا کا نظام درہم برہم ہو کیونکہ خدا تعالی عین رحم ہے عین محبت ہے اور خلقت عالم اور بعثت آدم کا منشاء ہی رحمت وشفقت ہے شان رحمت ہی سے کائنات ومکونات ظہور میں آئے ہیں اسی شان رحیمی کے اقتضاء سے کسی نے ذات باری کو باپ قرار دیا کسی نے رب اور پروردگار۔

اس میں بالکل شک نہیں کہ قدرت الہی کا بازار ازل سے ابد تک گرم ہے جس میں صرف رحمت کو رواج ہے، قہر وغضب نام کو نہیں۔ ان کے پیدا کرنے والے وہ انسان ہیں جو اس کی عظمت سے ناواقف اور اس کی رضا کے مطابق کام کرنے سے غافل اور اپنی فانی ہستی کے مقابلے میں اس کی ہستی کو بھولے ہوئے ہیں بلکہ انا و لا غیری کے نقارے بجا رہے ہیں۔

مرزا جی نے جو لوگوں کو موت کی دھمکیاں دیں اور طاعون کے خروج ونزول کو اپنی نبوت اور بروزیت کا باعث بلکہ تابع بتایا، تو کیا اس کے یہی معنی نہیں کہ موت میرے اختیار میں ہے، اور اگر تم مجھ پر ایمان لاؤ گے تو زندہ رہو گے ورنہ ہلاک ہو گے۔ مگر مرزا جی نے کبھی یہ بشارت نہیں دی کہ آسمانی باپ تم کو ورثہ میں فلاں فلاں جائداد یا میراث یا نعمتیں دے گا۔ باپ بیٹے کے پاس موت کے سوا کچھ نہیں طاعون تو مرزا جی کی خوش قسمتی سے چند ہی سال سے آیا ہے۔ لیکن جب کہ آپ اپنی نبوت ورسالت ۳۰ سال سے بتاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت طاعون نہیں آیا اور قبل از طاعون جو دھمکیاں عبداللہ آتھم وغیرہ کو دی گئیں وہ سب خطا گئیں موت کی گیدڑ بھبکیاں ہی رہیں۔

بھلا موت کا کسی سچے مسلمان کو جس کا ایمان اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة و لا يستقدمون پر ہے، خوف ہی کیا۔ موت تو ان کے لئے ایک نقل مکانی ہے۔ جو لوگ خدا کو بھولے ہوئے ہیں

ان کی زندگی عین موت بلکہ موت سے بدتر ہے، اور جو لوگ ہر دم خدا میں جیتے ہیں ان کی موت بھی زندگی ہے۔ بلکہ وہ کبھی مرتے ہی نہیں۔ موت کی دھمکی صرف بزدلوں پر پڑتی ہے۔ جب بچے اپنے بڑوں سے سنتے ہیں کہ شادی آئی، بھئی شادی آئی، ہیچا آئی، بھائی ہیچا آئی، تو ڈر جاتے ہیں۔ یہی حال ان پیران نابالغ کا ہے جو موت سے ڈرتے ہیں۔

موت و ہلاکت سے ڈر کر مرزا جی پر ایمان لانے والے سب بچوں کی سی طبیعت رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا جی کی ڈیوٹی ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

مرزا صاحب بجز اپنے نفس اور اپنے مریدوں کے کسی کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ جیسے مسیح مر گئے تمام انبیاء اور اولیاء اور شہداء خلاف فحوائے لا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتاً .. مر گئے۔ ان کے تمام مخالفین اور منکرین موجودہ زمانے میں ان کے سامنے بذریعہ طاعون مر گئے، اور مرنے کا لگا لگ رہا ہے اور ابھی کیا ہے ساری دنیا مرے گی مرزا جی اور ان کے مرید ہی زندہ رہیں گے۔

مگر تعجب ہے کہ مرزا جی کے وہ مخالفین جو جعلی بروزیت و مہدیت کا دھڑ توڑ رہے ہیں، مثلاً حضرت مہر علی شاہ مؤلف کتاب سیف چشتیائی وغیرہ، اور حضرت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، اڈیٹر رسالہ اشاعة السنہ جو مرزا جی کے عنان درعنان حریف ہیں اور حضرت منشی الٰہی بخش صاحب و حاجی صوفی محمد عبدالحق صاحب مؤلف کتاب عصا موسیٰ وغیرہ اور حضرت مولوی کرم الدین صاحب جنہوں نے مقدمہ فریب میں الہامات کی جڑ کاٹ دی اور حضرت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر و مالک اخبار اہل حدیث امرتسر جو مرزا جی کے بغلی گھونسے ہیں اور ہر طرح ان کو نچا رہے ہیں، اور حضرت مولوی سید ابو محمد ڈاکٹر جمال الدین صاحب مالک نیو میڈیکل ہال صدر بازار پشاور، جنہوں نے بروزیت کے ہوائی قلعہ کو اپنی ہر قسم کی اعانت سے بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہند اوڑا دیا، اور حضرت مولوی امام الدین صاحب مدرس بورڈ اسکول گجرات، اور تمام حضرات نامہ نگاران و معاونین و ناظرین شحنہ ہند جن کی تعداد بے شمار ہے اور جن کی اعانت و سرپرستی سے ضمیمہ جاری ہے، ان میں سے کسی کا بال بھی بیکا نہ ہوا، اور نہ انشاء اللہ مرزا جی کی زندگی تک بیکا ہو۔ نہ کسی پر موت کی دھمکی پڑی۔ خدا نے چاہا تو سب کے سب مرزا جی کو مار کر بھی نہ مریں گے۔ مجدد السنہ مشرقیہ کی یہ پیشین گوئی جلی حرفوں سے لکھ کر مرزا

جی اور تمام مرزائی اپنی اپنی پاکٹ میں رکھ لیں اور پھر قدرت الہی کا چشم عبرت سے نظارہ کریں انشاء اللہ ایسا ہی ضرور ہوگا۔ آمین

اور ہم حضرت مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ القہار کا ذکر خیر تو بھول ہی گئے، انہوں نے تو مرزا جی کی وہ خدمت گزاری کی ہے کہ کوئی کر نہیں سکتا۔ ہر علم، ہر فن، ہر سبجیکٹ میں گویا گپ چپ کے لڈو کھلا دیئے۔ گھٹنوں گھٹنوں مزہ چھکا دیا۔ مرزا جی کے کان میں ہر سال آسمانی باپ کہہ جاتا ہے کہ ضمیمہ اب بند ہوا، اور اب بند ہوا۔ مگر آسمانی باپ ایسا جھوٹا اور فریبی ہے کہ جو کہتا ہے لیپا لک کے حق میں الٹی ہی پڑ جاتی ہے۔ اب دیکھتے جاؤ منافقوں اور ملحدوں کی بولتی بند ہوتی ہے یا ضمیمہ بند ہوتا ہے۔

ہم حلفاً کہتے ہیں کہ مجدد اپنے حاسدوں اور بدخواہوں کا جو نہ صرف قادیان میں بلکہ بعض شہروں اور قصبوں میں عیسی مسیح کو مارتے پھرتے ہیں جہال مطلق اور طفل مکتب سمجھتا ہے اکثر مرزائی ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم ان کے ساتھ خلق سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو مگر توبہ توبہ، زبان کھولتے ہوئے بروزیت اور مسیحیت کی قلعی کھلتی ہے۔ ہاں بعض سیدھے سادھے علماء سے چھیڑ خانی کرتے ہیں کہ عیسی مسیح کی حیات ثابت کرو جب ہم ان کو بھی مبہوت کرنے کا لٹکا اور حیوان نا مشخص بتا دینے کی صنعت بتاتے ہیں تو پھر میدان میں نہیں جمتے۔

جن لوگوں نے انبیاء سے سرکشی کی ہے ان کی تمام قوم ہلاک ہوگئی ہے جیسے طوفان نوح اور صرصر عاد ،مگر کیا وجہ ہے کہ بروزی نبی کی مخالفت کر کے نہ صرف ہندوستان کے ۳۰ کروڑ بلکہ دنیا کے ایک ارب کئی کروڑ آدمی ہلاک نہ ہوئے اور خود ایمان لانے والوں کی جماعت کثیر ہلاک ہوگئی۔ کیا انبیاء کا معجزہ صرف ہلاکت ہے، زندہ کرنا ان کا معجزہ نہیں۔ ہاں صاحب انبیاء کرام کیا معنی، خدا تعالی قادر مطلق بھی اماتت ہی پر قادر ہے احیا پر قادر نہیں اور انبیاء کرام نے تو درحقیقت کوئی معجزہ ہی نہیں دکھایا چہ جائے کہ احیاء اموات۔ مناسب تو یہ تھا کہ جس طرح احیاء خلاف فطرت ہے، اسی طرح اماتت بھی خلاف فطرت ہوتی۔ لیکن مرزا جی کا ایمان ایک لاء آف نیچر Law of Nature پر ہے دوسرے پر نہیں۔

احیاء اس لئے خلاف ہوگیا کہ مرزا جی کے رقیب عیسی مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے اور پھر غضب یہ

ہوا کہ وہ خود بھی زندہ ہیں اور دوبارہ آئیں گے۔پس آسمانی باپ نے اپنے لیپا لک کے سچا کرنے کیلئے عیسی مسیح کو مار کر لاز آف نیچر Laws of Nature کی تصدیق کردی اور احیا کا نیچر منسوخ کردیا کیونکہ اس سے خود لیپا لک منسوخ ہوتا تھا۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۵۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

ہر دو کافر

اس نام کا ایک مختصر سا رسالہ ضلع گورداسپور کے ایک بزرگ نے مزاحاً اس وقت لکھا تھا جب کہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مرزا صاحب قادیانی پر اور مرزا صاحب قادیانی، مولوی محمد حسین صاحب پر کفر کا فتوی لگاتے تھے۔مصنف رسالہ نے دونوں صاحبوں کو کافر سمجھنے کی یہ وجہ تحریر کی تھی کہ چونکہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب عالم متبحر اور فرقہ اسلام کے مقتداء ہیں، پس ایسے بزرگ سے جھوٹ بولنے کی توقع نہیں کی جا سکتی، اور چونکہ ایسا مستند شخص مرزا صاحب قادیانی کی تکفیر کرتا ہے اس لئے مرزا صاحب کے کفر میں شک آرد کافر گردد۔

علی ہذا القیاس، مرزا صاحب قادیانی بھی فاضل اجل ہیں۔مورد الہامات الٰہی ہیں، مثیل مسیح اور ظل محمدی ہیں۔اور چونکہ ایسا قابل اور عالم بزرگ سوائے راستی کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا اور چونکہ یہ بزرگ مولانا مولوی محمد حسین صاحب کو کافر کہتا ہے، اس لئے و من شك فى كفر المو لوى فقد كفر۔(زمیندار)

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۵۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

اخبار الحکم کی فریاد

وفا نمی کند امید مغفرت با یاس
نہ زانکہ عفو الٰہی بساز دم مغفور

اے برادران احمدیہ بعد الحمد و الثناء ا لاب الا کبر السما وی و ا لار ضی و الصلوۃ و السلا م علی النبی الذی هو امام الز ما ن و النبی البروزی و المسیح

الموعود و المهدی المسعود ادا م الله ظله علی الشر ذمه ا لا حمدی المحمود

میں اس سے پہلے آپ کے حضور کے حضور ایک اپیل اپنی نا کامی اور دردناک حالت کی نسبت پیش کر چکا ہوں مگر جیسی کہ امید تھی اور جیسی پھوٹی قسمت میرے گوش دل سے سرگوشی کر رہی تھی، بجائے اس کے کہ میری مدد کی جاتی اور ہمت اور ڈھارس باندھی جاتی، چار طرف سے یاس کے بادل امنڈ رہے ہیں، اور نا کامی کی بجلیاں خرمن دل پر کوندرہی ہیں۔ آخر میری جانب سے آپ کی یہ غفلت اور بے پروائی اور طوطا چشمی اور بے اعتنائی کیوں ہے۔ اگر کوئی قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے اور معقولیت کے ساتھ آپ کی ری پبلک (جمہوری گورنمنٹ) کا اجلاس وہ قصور مجھ پر ثابت کر دے، اور میرے سر پر اسی طرح الزام کا چارج دھر دے جس طرح حضرت امام العوام علیہ الصلوۃ والسلام پر لالہ چندولعل صاحب مجسٹریٹ کی عدالت نے دہر دیا ہے، تو میں اپنے قصور پر نادم ہوں اور گڑگڑا کر اور ٹسوے بہا کر دانتوں میں تنکے لے کر آپ سے عفو کا خواستگار رہوں۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اخبار کی معمولی اور مستحکم اشاعت میں روڑے اٹکے ہوئے ہیں، مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ہاں اتنا قصور ضرور ہے کہ میں نے اپنے تمام فرائض کو حضرت مسیح علیہ السلام کے سر پر تصدق کر دیا اور میں ان کی خدمت اور کاروبار میں اسی طرح ساتھ ساتھ رہا جیسے انسان کے ساتھ سایہ اور روس کے ساتھ جاپان اور سومالی ملاں کے ساتھ برٹش اور ہندوستان کے ساتھ طاعون اور ملک جاپان کے ساتھ زرد بخار جس کے پھیل جانے کا تمام یورپ کو خطرہ ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ میں مسیح موعود علیہ السلام کے ہم رکاب ہو کر آسمانی نشان کے ظاہر ہونے کی سعی کر رہا ہوں اور پرکار کی طرح میرا ایک قدم دارالامان کے اندر اور ایک باہر ہے اور کیا معلوم ہے کہ یہ گردش کب تک رہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

مناسب تو یہ تھا کہ میری اور بھی قدر کی جاتی اور میری عرق ریزی کی داد دی جاتی۔ مراتب اور مسالے بڑھائے جاتے۔ میری پاکٹیں، میرا کوٹھی کھٹلہ جھنا جھن کلدار علیہ السلام اور مبالغان علیہ الرحمۃ سے بھرا جاتا، اور مجھ کو مایحتاج سے سبک دوش کیا جاتا۔ یہ تو سب چولھے میں گیا الٹا مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے، اور

بجائے اس کے کہ الحکم ہر ایک احمدی بھائی کے ہاتھ میں ہوتا، اور اس کی سر توڑ اور منہ پھوڑ اور دھکا پیل اور ریلم ریل اشاعت کی جاتی، بدبختی سے اب یہ ہو رہا ہے کہ الحکم کی اعانت اور اشاعت کی راہیں بند کی جاتی ہیں، اور ایک ایک احمدی مجھ سے منہ پھلائے بیٹھا ہے۔ میرے پیارے بھائیو ذرا انصاف تو کرو کہ میرے سوا حضرت مسیح علیہ السلام کی رفاقت کس نے کی۔ قادیان میں سب پردے کی بوبو بنے بیٹھے ہیں، اندر میں، باہر میں، کورٹ کچہری میں میں، اخبار کے آفس میں میں، جہاں دیکھو میں ہی میں۔ اس سے تو میں کے گلے پر چھری ہی پھر جاتی تو بہتر ہوتا۔

یک تیان و ہزار برق اندوہ

کا ہے چہ کند بہ آتشین کوہ

اگرچہ میں اس عرصہ میں نہ صرف حضرت اقدس کے جبروت کا ناموس قائم کرنے بلکہ دنیا پر تمام جماعت احمدیہ کے شان وشکوہ کا سکہ بٹھانے کے لئے سرگاڑی اور پاؤں پہیے بنا پھرتا رہا ہوں، لیکن آپ کے آرگن (الحکم) کی اشاعت کو بھی دانتوں سے پکڑے رہا ہوں۔ اگر دوسرے شخص پر اتنی ذمہ داریوں کا بار پڑتا تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ اگر آپ الحکم کی اشاعت میں کبھی کبھی وقفہ ہو جانے سے غضب ناک ہیں، تو میں معقول عذر پیش کر چکا۔ یہ عذر ایسا نہیں کہ کوئی سامع اسکے سننے سے اپنے کانوں میں ٹھیٹھیاں دے لے، اور اگر آپ پر میری بعض معروضات ناگوار گذری ہیں۔ مثلاً ہر معاون دس خریدار پیدا کرے یا استطاعت رکھنے والے بھائی...سالانہ دیں تو بجائے اسکے کہ آپ غضب ناک ہوتے ایسی گذارش کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرنا آپ پر فرض تھا کیونکہ حضرت اقدس کی رضامندی اسی میں ہے۔ بھلا آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ کیا میں کوئی تحریک حضرت اقدس کی مرضی اور منشاء کے خلاف کر سکتا ہوں۔ توبہ توبہ۔ بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد۔ اور اگر شک ہو تو حضرت کی خدمت میں عرائض بھیج کر تصدیق کرا لیجئے۔

اور میں تو میں دارالامان میں جس قدر صحابہ اور حواریین اور خاندان رسالت کے اراکین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کوئی بھی امام الزمان کے منشاء کے بغیر نہ چوں کر سکتا ہے نہ پوں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو تقرب بارگاہ امام الزمان میں مجھے ہے، وہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ اور

...جو کڑیاں میں نے جھیلی ہیں دوسرا نہیں جھیل سکتا۔ مجھ میں اور میرے نوزاد رقیب میں وہی نسبت ہے جو ہاتھی میں اور بھیڑ میں۔ کجا صاحب الفیل، کجا ابابیل۔ بھیڑ بکری کا اتنا تن توش بھی نہیں جتنی ہاتھی لید کر دیتا ہے۔

آپ کا الحکم حضرت اقدس علیہ السلام کے جسم مبارک پر گویا عربی قبا اور عبا ہے، اور نوزاد رقیب صرف ستر ڈھانکنے کی غرقی لنگوٹی ہے، دھوتی اور تہمد بھی تو نہیں جس سے جبراً قہراً نماز ہی ادا ہو جائے۔

صاحبو! ارزاں بعلت گراں بحکمت میرے ننھے رقیب کے دامن میں کوڑیوں کے سوا کچھ نہیں، اور گرانڈیل الحکم کی جیب میں گراں قیمت جواہرات بھرے ہیں جن کو جوہری ہی پرکھ سکتے ہیں۔ افسوس میرے کم سن رقیب کی تو بے پوچھے آؤ بھگت ہو رہی ہے، دھڑا دھڑ درخواستیں اور منی آرڈر گر رہے ہیں اور میں جو سب سے پہلے قتل خنازیر اور کسر صلیب کی منادی کرنے والا یعنی ڈھنڈوریا اور مسیح موعود کے نشانوں اور تمغوں کا چمکانے والا اور منارۃ المسیح کی عمارت کو اپنے صفحات کے ذریعے فلک الافلاک کی چوٹی پر پہنچانے والا ہوں، مجھے سب نے نظروں سے گرا دیا۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے۔ افسوس اپنے ہی جسد کا خون فاسد ہو گیا اپنے ہی بدن کے اعضا دشمن بن گئے۔

میرے پیارے بھائیو! اگر میری اس فریاد پر بھی آپ کا دل نہ پسیجا اور آپ کو میری بے کسی اور یاس پر رحم نہ آیا تو خوب یاد رکھو کہ آسمانی ہائی کورٹ میں اپیل کروں گا اور پھر آپ کو عالم بالا کی سخن فہمی نکتہ رسی انصاف پسندی دقیقہ سنجی خود معلوم ہو جائے گی اور کلچڑ ئی گنجی ہدہد بلکہ روح القدس بن کر آسمانی ہائی کورٹ کے اجلاس کا انصاف سب کے دلوں پر القاء و الہام کر دے گی اپنا فرض تبلیغ حسب ارشاد حضرت امام الزمان ادا کر چکا۔ اب آپ کو اختیار رہے۔ فقط (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۵۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔ ۷)

مرزائی مذہب اور آریا مذہب میں کیا فرق ہے

جس طرح مرزا جی کا یہ منہ نہیں کہ عیسوی مذہب کی تردید کر سکیں، اسی طرح ان کا یہ بھی حوصلہ نہیں کہ آریا مذہب کی تردید کر سکیں۔ عیسائیوں نے عیسیٰ مسیح کو ابن اللہ (خدا کا بیٹا) قرار دیا تو مرزا جی نے اپنے کو متبنّیٰ (اللہ کا بمنزلہ ولد) (لے پالک) بنایا۔ آریا معجزات کے منکر ہیں، مرزا جی بھی منکر۔ وہ تناسخ کے قائل، مرزا جی بھی

اپنے بروزی نبی ہونے کے قائل۔ آریا کے نزدیک کوئی شئے نیچر کے خلاف نہیں ہوسکتی، مرزا جی کے نزدیک بھی لاز آف نیچر Laws of nature کا نقض محال ہے بلکہ مرزا جی بعض عقاید میں آریا سے بڑھے ہوئے ہیں

آریا مرنے کے بعد ایک دوسرے قالب میں زندہ ہوکر دوبارہ اٹھنے کے قائل ہیں، مگر مرزا جی قائل نہیں کیونکہ عیسی مسیح دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے نہ وہ زندہ ہیں۔ آریا حشر اجساد کے قائل نہیں، مرزا جی بھی قائل نہیں۔ آریا عموماً معجزات کے منکر ہیں، مرزا جی بھی معجزات قدرت کے منکر ہیں مگر اپنے ذاتی معجزات پر ایمان رکھتے ہیں۔ قانون فطرت صرف ہلاکت پر قادر ہے، زندہ کرنے پر قادر نہیں مگر مرزا جی احیاء اور اموات دونوں پر قادر ہیں۔

امریکہ کا ایک ڈاکٹر دعوی سے کہتا ہے کہ میں نے طاعون کے کیڑے ایک بکس میں جمع کر لئے ہیں جب چاہوں ان کو کھول کر دنیا کو ہلاک کر دوں۔ اس کا یہ کہنا تو صحیح ہے اور یورپ و امریکا کے ڈاکٹر اور علماء اور حکماء تصدیق کرتے ہیں، مگر مرزا جی کا یہ دعوی غلط ہے کہ میری وجہ سے دنیا میں طاعون آیا ہے۔ اگر وہ سچے ہیں تو بتائیں کہ ہندوستان میں طاعون کب تک رہے گا، اور کب تک ان کو ۳۰ کروڑ آدمی نبی اور مسیح مان لیں گے کیونکہ طاعون تو مرزا جی کو نہ ماننے ہی کی وجہ سے آیا ہے۔ پس عیسائیوں اور آریا سے مرزا جی کا معارضہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۵۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

قادیانی کا الہامی ڈھکوسلہ

قادیانی مرزا نے ایک نئی گپ یہ ہانکی تھی کہ ام المرزائین کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ اخبار الحکم ۷ امئی ۱۹۰۴ء میں جلی حروف میں یہ الہام شائع کیا گیا کہ:

شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔،

اور اس الہام پر تمام مرزائیوں کی خاص نظر تھی۔ لیکن خدا کی شان کہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء کو مرزا جی کے ہاں بجائے لڑکے کی لڑکی پیدا ہوگئی۔ خیر مضائقہ نہ دارد۔ لڑکا نہ سہی لڑکی سہی، آخر اولاد میں تو داخل ہے۔ لیکن اندیشہ یہ ہے کہ وہ شوخ وشنگ والا آسمانی لقب (جو اولاد ذکور کے لئے کسی قدر موزوں بھی ہوسکتا ہے) کہیں دختر نیک اختر

سے وابستہ نہ ہو جائے جو ہر طرح ناموزوں ہوگا۔ اس الہام کے متعلق زید وعمر کا ایک مختصر مگر دلچسپ مکالمہ درج ذیل ہے:

زید۔ بھائی جان آج مرزائیوں میں کچھ عجیب اداسی چھائی ہوئی ہے، خیر تو ہے۔

عمرو۔ کیا آپ نے نہیں جانتے کہ وہ شوخ وشنگ لڑکے والا الہام جو ابھی تازہ تازہ شائع ہوا تھا، غلط ہو گیا۔

زید۔ الہام اور غلط ہو، ہم نہیں مانتے۔ اس خبر پر کیونکر وثوق ہو سکتا ہے۔

عمرو۔ یہاں مرزائی بے چارے اپنے منہ سے تصدیق کر رہے ہیں کہ ام المرزائین علیها ما علیها کے ہاں لڑکی پیدا ہو گئی۔

زید۔ کیوں کر ہو گئی۔ کیا مرزا جی وہاں موجود نہ تھے۔

عمر۔ جی ہاں مرزا جی بے چارے مقدمہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس روز گرداسپور تشریف رکھتے تھے۔ ۲۴ جون کو چھٹی ملی تو جاتے ہوئے یہ بشارت سنی کہ لڑکی ہو گئی۔

زید۔ اس وقت مرزا جی کی حالت کیسی تھی۔

عمرو۔ وہی جو قرآن نے بتایا ہے ا ذا بشر ا حـد هـم با لانثی ظل و جهه مسوداً و هو کظیم ۔ جب انہیں لڑکی کی خبر ملی پس غصے کے مارے منہ کالا ہو گیا۔

زید۔ مرزا جی کو پہلے سوچ کر الہام کرنا تھا۔ یہ تو منجم، رمال، قیافہ شناس، طبیب بھی بتا دیتے ہیں کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ بلکہ تجربہ کار عورتیں بھی کہہ سکتی ہیں۔

عمرو۔ اجی یہ تو سب کچھ سوچ بچار کر کے ہی الہام کیا گیا تھا کیونکہ ۷ امئی کو الہام ہوا اور ۲۴ جون کو تولد ہوا۔ اور عین وضع حمل کے دنوں میں اسی لئے الہام کیا بھی گیا تھا کہ سارے تجربے کر لئے تھے۔ مگر یہ عجیب قدرت ہے کہ خدا نے لڑکے سے لڑکی بنا دی۔

زید۔ تو کیا ام المرزائین نے بوڑھے میاں کو نہ ڈانٹا ہوگا کہ کم بخت تو نے مجھے دنیا میں بدنام بھی کیا، اور بات بھی پوری نہ ہوئی۔ کون ہے جو دنیا میں ڈھنڈورہ پیٹتا پھرتا ہے کہ میری عورت کچھ جننے والی ہے اور اسکے لڑکا ہوگا۔

عمرو۔ نہیں ام المرزائین خود چاہتی ہیں کہ جب آپ کا شوہر ماشاءاللہ دعوی نبوت سے دنیا بھر میں شہرت حاصل

کر چکا ہے تو کیا زوجہ محترمہ کا حق نہیں کہ دنیا میں اس کی شہرت کا بھی ڈنکا بجے، خواہ کسی طرح سنیں۔ بدنام بھی گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

زید۔ اب تو مرزائیوں کو خصوصاً قادیان کے رہنے والوں کو مارے شرم کے ڈوب مرنا چاہے۔

عمرو۔ نہیں نہیں۔ شرم چہ کنی است کہ پیش ساکنان دارالامان بیاید۔ ایسی باتیں روزمرہ پیش آتی رہتی ہیں۔ یہ تو بات ہی کیا ہے۔

زید۔ مقدمہ کی کچھ سنائیے کیا ہو رہا ہے۔

عمرو۔ بس زور سے چل رہا ہے۔ مرزا جی دارالامان سے بدر گورداسپور میں فروکش ہیں۔ پیشی روزانہ ہوتی ہے اور گھنٹوں کھڑا رہنا پڑتا ہے۔

زید۔ دن بھر کہاں بسر ہوتی ہے۔

عمرو۔ ریلوے سٹیشن سے اتر کر کچہری کو جاؤ۔ راستے میں عین سڑک کے متصل جامن کے درختوں کے نیچے پگڑی اتار مسیح زمان بیٹھا ہے۔۔۔ سبحان اللہ سڑک پر چلنے والوں کی جوتیوں کی ساری خاک مسیح زمان کی نذر ہوتی ہے، (خاکساری کے طفیل بسرو چشم)

زید۔ کیا مرزا جی کو عدالت میں کرسی نہیں ملتی۔

عمرو۔ کرسی تو کرسی بے چارے کو پانی پینا بھی نصیب نہیں۔ کیا اخباروں میں پڑھ نہیں چکے۔

زید۔ اوہو ایسا کیوں۔

عمرو۔ بس سزئے اعمال ہے۔ یہ سب کچھ اللہ میاں سے اپنے کرتوتوں کی سزا مل ہی ہے۔

زید۔ مگر اب بھی تو وہ فتح فتح پکارے جاتے ہیں۔

عمرو ۔ جی ہاں پہلے جو کہہ چکا ہوں کہ: شرم چہ کنی است

زید۔ تازہ الہام النا لك الحديد کا کیا مطلب

عمرو۔ یہی کہ لوہا نرم کر دیا۔ یعنی مجسٹریٹ کے دل کو موم کر دیا۔ اسکا یہی نتیجہ ہے کہ پانی نہ ملے لوہا ہی موم ہو گیا۔

زید: یہ کون صاحب ہیں جنہوں نے ایک موٹی مرغی کو ایسا پھنسا دیا کہ قفس سے نکلنا محال ہو گیا۔

عمرو: آپ نہیں جانتے یہ ایک مولوی صاحب ہیں، اخباروں میں آپ نے سنا ہوگا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب رئیس بھین ضلع جہلم۔اور یہ اس قابلیت کے شخص ہیں کہ جس وقت عدالت میں ان کی تقریر کا وقت ہوتا ہے تو وکیل منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔عجیب ذہین اور طباع شخص ہیں۔میں نے تو اپنی عمر میں ایسا قابل شخص نہیں دیکھا۔اور استقلال کا یہ حال ہے کہ ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے کہ غیر ملک میں جھگڑ رہے ہیں اور کبھی آپ کے چہرہ پر ملال نہیں دیکھا۔

زید: بے شک معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو خاص تائید ایزدی ہے، ورنہ ایسی طاقت ور جماعت کا مقابلہ ہر شخص کا کام نہیں۔ہاں یہ تو بتاؤ کہ اب مقدمہ کون سے مرحلہ پر ہے۔

عمرو: مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی محمد علی گواہان استغاثہ کی شہادتیں ہو چکی ہیں۔مولوی محمد حسن صاحب قاضی جہلم کی شہادت شروع ہے۔اس کے بعد مولوی غلام محمد صاحب قاضی تحصیل چکوال کی گواہی ہوگی۔اس کے بعد ڈیفنس کی باری آئے گی۔

زید: اچھا آئندہ حال کہتے رہنا۔ السلام علیکم

عمرو: بہت اچھا وعلیکم السلام

راقم: ایک سامع مکالمہ۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

(درج بالا مضمون میں جامن کے درختوں کا ذکر ہوا ہے، جن کے نیچے مرزا صاحب دوران مقدمہ گورداسپور میں آرام فرمایا کرتے تھے اور اپنا دربار بھی لگایا کرتے تھے۔ یہ درخت قادیانی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ان کا ذکر قادیانی اخبار البدر کی درج ذیل رپورٹ میں بھی موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

۲۱ تاریخ مئی ۱۹۰۴ء بوقت ۱ بجے بمقام کچہری گورداسپور درخت جامن کے نیچے بیٹھے ہوئے حکیم نور محمد صاحب نے دریافت کیا کہ..ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ آپ لوگ احمدی جماعت کے جو یہ کہتے ہیں کہ طاعون سے ہم بچے رہیں گے اس کی وجہ کیا ہے۔حکیم صاحب نے اس کے جواب میں جو تقریر کی تھی وہ سنائی پھر اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان من قریۃ الا نحن مہلکوھا او معذبوھا عذاباً شدیداً یعنی طاعون کا عذاب دو طرح پر ہوگا کوئی بستی اس سے خالی نہیں رہے گی۔بعض تو ایسی ہوں گی کہ جن کو ہم بالکل ہلاک کر دیں گے اور ویرانہ اور تھہ (اجڑے ہوئے کھنڈرات) ہو جائیں گی ان کا کوئی نشان بھی نہ رہے گا...بعض قریئے ایسے ہوں کہ جن کو کم و بیش عذاب کر کے چھوڑ دیا جائے گا..اللہ تعالیٰ نے قادیان کو اسی قسم میں شامل کیا ہے (البدر کیم جولائی ۱۹۰۴ء ص ۳)

جواب سوالات

ہم نے جو مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی علمی لیاقت کی نبض دیکھنے کو حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے معارضہ کے متعلق دو سوال کئے تھے، اور درصورت معقول جواب ملنے کے دوسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب اس کے متعلق (جیسی کہ امید تھی) منارے کے گرانڈیل اور عریض وطویل مندر یا گنبد سے کوئی آواز نہ آئی، تو اب ہم مجبور ہو کر خود ہی جواب دیتے ہیں کیونکہ یہ سوالات ایسے نہیں جن کا جواب نہ دیا جائے۔ اگرچہ ان کا جواب دینا مرزائیوں کے امکان سے باہر ہے مگر مجدد السنہ مشرقیہ خدا کی عنایت سے ہر لاینحل عقدے کے کھولنے اور ہر سوال کا جواب دینے پر قادر ہے بحولہ و قوتہ

جب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ربی الذی یحیی و یمیت تو نمرود نے جواب دیا انا احیی و امیت یعنی تیرا خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے، تو میں بھی زندہ کرتا ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ خاموش ہو گئے تو کیا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ نمرود بھی ویسا ہی محیی و ممیت ہے جیسا خدائے واجب الوجود۔ کیونکہ السکوت فی معرض البیان بیان۔

جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حقیقت سے سوال کیا تھا اور نمرود نے اس کا جواب اعجاز سے دیا، کیونکہ کسی بے گناہ کو قتل کر ڈالنا اور کسی واجب القتل کو چھوڑ دینا حقیقی احیا و اماتت نہیں۔ احیا اور اماتت کے وقوع کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً زمین کا زندہ کرنا یعنی پانی برسانا، رحم میں نطفہ سے جاندار انسان یا حیوان پیدا کرنا وغیرہ۔ قدرتی معجزات پر بجز فاطر برحق اور قادر مطلق کے کون قادر ہو سکتا ہے، مگر نمرود اس کو نہ سمجھا کیونکہ اس کی عقل اور اس کے مغرورانہ خیالات محدود تھے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے حقیقت اور مجاز کی بحث سے ہٹ کر اسکے سامنے وہی بات پیش کی جو مشاہدے میں آنکھوں کے سامنے موجود تھی اور آسانی سے اس کی سمجھ میں آ سکتی تھی۔ پس فرمایا فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب۔ چنانچہ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور ساکت محض ہو گیا۔

اس پر یہ سوال تھا کہ خدا تعالی بھی مغرب سے مشرق میں آفتاب نکالنے پر قادر ہے یا نہیں۔ اگر قادر

ہے تو مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا نیچر ٹوٹ گیا کیونکہ ان کے مذہب میں نقض قانون فطرت محال ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ مغرب سے مشرق میں آفتاب نکالنے پر قادر نہیں تو نمرود اور خدا دونوں عدم قدرت میں برابر ہو گئے اور معارضہ ساقط ہو گیا کیونکہ نمرود کہہ سکتا تھا کہ مجھ سے ابراہیمؑ وہ بات چاہتا ہے جس پر خود اس کا خدا قادر نہیں

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہ دکھانا منظور تھا کہ میرا خدا وہ ہے جس کا بنایا ہوا قانون ٹوٹ نہیں سکتا و لن تجد لسنة الله تبدیلا اور نہ اس کا وعدہ کبھی خلاف ہو سکتا ہے و لن یخلف الله وعده اگر تجھ میں قدرت ہے تو بھلا اس کا قانون توڑ تو دے، اور آفتاب کو بجائے مشرق سے طلوع ہونے کے مغرب سے طلوع تو کر دے۔

دیکھو قانون قدرت کا ثبوت ایسا ہوتا ہے جیسا مجدد (احمد حسن شوکت) نے ثابت کر دکھایا نہ کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی طرح کہ خدا تعالیٰ احیا پر قادر نہیں، جس سے خدا تعالیٰ کی تمام قدرتیں معاذ اللہ سلب ہو گئیں کیونکہ اس کی مقدورات کی ایک جزئی احیاء بھی ہے جب وہ احیا پر قادر نہیں تو کسی جزئی پر قادر نہیں حالانکہ اس کی صفت علی کل شئی قدیر ہے۔ مرزا جی نے تو خدا کو خدا ہی نہ رکھا۔ لا حول و لا قوة الا بالله۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۳)

مرزا جی کی دھونس

کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس کو دنیا میں خوشی غمی تکلیف و راحت کے واقعات پیش نہ آتے ہوں۔ اتنا فرق ہے کہ جن لوگوں کا ایمان خدا برحق پر نہیں، وہ تمام واقعات کو ظاہری اسباب اور توہمات کے حوالے کرتے ہیں، اور جو لوگ راسخ الاعتقاد ہیں وہ ایک ذرے کی چنک اور ایک قطرے کی سیرابی اور ایک پتے کی حرکت کو بھی خدا ہی کی جانب سے یقین کرتے ہیں۔ مگر ایک ہمارے قادیانی مرزا جی ہیں کہ انسانوں خصوصاً ان کے مخالفوں کو جو اذیتیں پیش آتی ہیں ان کو اپنی جانب سے بتاتے ہیں، اور جو راحتیں اور کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں ان کا ذکر تک نہیں کرتے کہ اللہ کی جانب سے ہیں یا غیر اللہ کی جانب سے۔ ان کی کامیابیاں اپنی جانب تو کیوں منسوب کرنے لگے۔

اصلی مسیح نے تو یہ فرمایا کہ جو شخص تیرے بائیں گال پر تھپڑ مارے تو اپنا دایاں گال بھی اس کے سامنے پیش کر دے، مگر نقلی مسیح زبان حال و مقال سے یہ وصیت کرتا ہے کہ جو شخص تیرے سامنے چوں بھی کرے تو اسکو تحت الثریٰ میں پہنچا دے۔ اگر مرزا جی کا کوئی مخالف مر گیا تو مارے خوشی کے باچھیں چر کر کانوں تک آ گئیں۔ مریدوں میں بیٹھ کر کرامت بگھارنے لگے، اور مرزائی اخباروں میں اشتہار دینے لگے کہ میرا فلاں مخالف اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ طاعون کو ادھر مرزا جی نے انگلی دکھائی ادھر اس نے لوگوں کا ٹینٹوا دبایا۔ لیکن جب طاعون کسی جگہ سے رخصت ہو گیا تو یوں سمجھئے کہ اس نے مرزا جی کی عدول حکمی کی۔

نہیں جناب، یہ دھونس ہے کہ اگر تم مرزا قادیانی پر ایمان نہ لاؤ گے تو اگلے سال ٹنگڑی لوں گا اب تو چھوڑے جاتا ہوں۔ جاؤ بچہ کیا یاد کرو گے۔ ۳۶۰ دن ہیں کیا چیز ڈھلتی چھاؤں کی طرح گذر جاتے ہیں۔

لالہ چندولعل مجسٹریٹ گورداسپور نے مرزا جی کو تعزیرات کے ارگڑے میں دھر لیا، اور فرد جرم سنا دی تو آسمانی باپ نے ان کو یہ سزا دی کہ تنزل کے ساتھ فوراً بدل دیا۔ اب بابو آتمارام مجسٹریٹ نے اگرچہ کوئی کارروائی ایسی نہیں جو مرزا جی کے خلاف ہو پھر بھی آسمانی باپ نے ایک پیشگی تھپڑ رسید کر دیا یعنی ان کے بیٹے کو بیمار کر دیا۔ یہ درحقیقت ایک دھونس ہے کہ خبردار جو میرے لیپا لک کیخلاف مقدمہ فیصل کیا ورنہ تیرا بھی یہی حال ہو گا بلکہ اس سے بھی بدتر۔ الغرض دھونس کے دم خم بدستور ہیں۔

بایں ہمہ مولوی کرم الدین صاحب کو چیتے کی طرح پھلایا۔ سبھی جتن کئے کہ کسی طرح مقدمات کے شکنجے سے رہائی ملے، مگر میرے شیر نے نہ ماننا تھا، نہ مانا۔ دھونس بھی ڈالی مگر کارگر نہ ہوئی۔ ظاہر ہے کہ آج کے روز مولوی صاحب سے بڑھ کر نہ مرزا جی کا کوئی دشمن ہے، نہ مرزا جی سے بڑھ کر مولوی صاحب کا کوئی دشمن۔ مگر ان کے پاس پھٹکتے ہوئے طاعون کی روح بھی خشک ہوتی ہے۔ بلکہ جب انہوں نے طاعون کو ڈانٹا اور اس پر اپنی عزیمت کی دھونس ڈالی، تو قادیان شریف آ کر لیپا لک کے سگوں کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ قدرت کے تماشے دیکھئے کہ طاعون جو لیپا لک کا اڈی کانگ تھا، مولوی صاحب کا حلقہ بگوش سرہنگ بن گیا۔ انقلاب قسمت اسی کا نام ہے۔

صرف ایک گورنمنٹ ہے جس پر دھونس نہیں پڑتی۔ اس کے سامنے تو دم ہی ہلائی جاتی ہے اور پاؤں

ہی چاٹے جاتے ہیں۔ باقی کوئی شخص ایسا نہیں جو دھونس سے محفوظ رہ سکے، کیونکہ طاعون تمام ہندوستان پر مرزا جی کی دھونس ہے۔ ہاں گورنمنٹ کے جبروت کی دھونس خود مرزا جی پر پڑی ہوئی ہے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

مرزا اور مرزائی پچھلا خواب دیکھ رہے ہیں

ایک مرزائی نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے کچھ کلمات الحکم میں شائع کئے ہیں جو انہوں نے مرزا صاحب کی نسبت فرمائے تھے۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب مرزا جی مسیح موعود اور بروزی نبی اور آسمانی باپ کے لیپا لک نہ بنے تھے۔ صرف آریا سے مناظرہ تھا اور کتاب براہین وغیرہ میں یہ کہہ کر اعلان دیا تھا کہ اگر آریا اس کا جواب لکھیں تو میں اپنی بارہ ہزار کی جائداد دے دونگا۔ اس زمانے میں نہ صرف حضرت موصوف کو بلکہ بہت سے سیدھے سادھے لوگوں کو آپ سے حسن ظن ہو گیا تھا۔ لیکن وہ لاسہ تھا جو مرزا جی نے مسلمانوں کو پھانسنے کو تیار کیا تھا۔ فی الحقیقت بعض بڑے بڑے ذی علم اور مشائخ کو دھوکہ ہو گیا تھا مگر جس قدر طلسم کا تار و پود کھلتا گیا اسی قدر لوگ علیحدہ ہوتے گئے۔ اگر مرزا جی اسی حالت پر رہتے اور ان میں خلوص ہوتا تو اچھے رہتے، وہ برانڈی کی پوری بوتل کے متحمل نہ ہو سکے اور بہک گئے۔

قدم رکھنا سنبھل کر محفل رنداں میں اے زاہد
یہاں پگڑی اوچھلتی ہے یہاں پیمانہ چلتا ہے

بروزیت اور مسیحیت کی آڑ میں مرزا جی کا دست طمع تو دراز رہتا ہی ہے بقول: بدہ درویش را چیزے مگر درویش را۔ پس ذی حس لوگ تاڑ گئے، گانٹھ جس قدر کٹنی تھی وہ تو کٹ گئی مگر آئندہ کے لئے ہشیار ہو گئے۔

خود مرزا جی جواب دیں کہ سابق میں جن لوگوں کو آپ سے حسن نظر تھا اب وہ بدظن کیوں ہو گئے اور کیوں دشمن بن گئے۔ کیا وہ دشمن بننے کو آپ کی جانب رجوع ہوئے تھے۔ ایک پیر مہر علی شاہ صاحب کیا، ایسا تو ہمیشہ تانتا بندھا رہتا ہے کہ ناواقف لوگ علیك الصلوۃ و السلام کہتے ہوئے آتے ہیں اور لا حول پڑھتے ہوئے جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ کاٹھ کی ہانڈی ایک ہی دفعہ چڑھتی ہے۔ الحکم میں تو فخریہ الزامی طور

پر ایسے خطوط چھپتے ہیں مگر درحقیقت رسوائی ہوتی ہے کیونکہ باخبر لوگ یہی نتیجہ نکالتے ہیں جو ہم اوپر نکال چکے ہیں کہ حسن ظن والے اخیر میں بدظن کیوں ہو جاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسے خطوط کثرت سے شائع ہوں:
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

پیر صاحب موصوف اور دوسرے سچے اور خدا دوست مسلمانوں کا مرزا جی کے کیریکٹر کو خطرناک دیکھ کر علی الاعلان علیحدہ ہو جانا عین باقتضاء تدین وحق پرستی ہے۔ بہت سے مرزائی ایسے ہیں جو مرزا جی کے خوارق سے واقف ہو گئے ہیں مگر اب ان سے علیحدہ ہو جانے کو نک کٹی سمجھتے ہیں کہ لوگ ہمیں مطعون کریں گے کہ کیا سمجھ کر پہلے منڈے تھے اور کیا سمجھ کر اب مرزائیت کی رسی گلے سے نکالتے ہو۔ ایسے لوگ سچے مسلمان نہیں بلکہ منافق ہیں کیونکہ انسان پر جب باطل کا انکشاف ہو جائے تو حق کی جانب رجوع ہونا اور کھلم کھلا حق کی پیروی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں ان شکم پرستوں کا ذکر نہیں جو روٹ کی خاطر ہاتھی کے پاؤں میں اپنا پاؤں اڑائے ہوئے ہیں اور دیدہ دانستہ اسلام کو دور سے سلام کر چکے ہیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

(احمد حسن شوکت نے جس قادیانی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیر مہر علی شاہ صاحب کا دفاع کیا ہے، وہ مضمون درج ذیل ہے:

جیسا کہ یہودی علماء پہچان چکے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے و راستی پر ہیں مگر علمائے اہل کتاب دنیاوی ننگ و ناموس جاہ و جلال میں کمی آنے سے دلی اعتقاد ظاہر نہیں کرتے تھے اور اس راست بازوں کے سردار کے ساتھ لوگوں کے سامنے نفرت ظاہر کرتے تھے ویسا ہی آج کل کے اکثر ملا و علماء و سجادہ نشین حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے بظاہر منکر ہو کر کنارہ کشی کر رہے ہیں چنانچہ خداوند تعالیٰ ہر دو گروہ کی اندرونی حالت کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچ کر بتاتا ہے الذین آتینا هم الكتاب يعرفونه كما يعرفون ابناء هم وان فريقاً منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون۔ یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے اپنی کتاب کا علم دیا ہے وہ پیغمبر خدا ﷺ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ کوئی اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے اور بے شک اہل کتاب میں سے ایک گروہ سچ بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا برادرم بابو فیروز علی سٹیشن ماسٹر.. نے میرے آگے زبانی بھی ذکر کیا اور ایک خط میں مندرجہ ذیل بیان حلفاً لکھا ہے جو بجنسہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

اللہ جل شانہ کے واسطے ایک سچی شہادت

بندہ غالباً سنہ ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء میں جن دنوں میں بمقام سٹیشن گولڑہ تعینات تھا اس وقت میں سائیں پیر مہر علی شاہ کے مریدوں میں سے تھا۔ ایک ڈاک خانہ کا چپڑاسی جو باشندہ گجرات کا تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا گو وہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے خادمانہ تعلق نہیں رکھتا

تھا لیکن مداح تھا، اس سے میں نے جب حضرت امام الزمان (مرزا) کی تعریف سنی اور کچھ مجمل طور پر دعوی مسیحیت کی بابت سنا تو میں نے گولڑہ میں جا کر میر مذکور سے دربارہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) استفسار کیا کہ آپ کا حضرت مرزا صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے جواب میں پیر مذکور نے مفصلہ ذیل الفاظ بیان کئے جو بطور حلفی شہادت کے میں ارقام کرتا ہوں

پیر مہر شاہ کے الفاظ

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک میں ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح اور مہدی بن جاتے ہیں بعض اون کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا آیا یہ شخص (یعنی مرزا قادیانی) منازل سلوک میں اوس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات ﷺ نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کررہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔ انتہی

مذکورہ بالا بیان پیر صاحب گولڑوی کا ہے جو انہوں نے بابو فیروز علی کے روبرو کیا۔

اگر پیر مہر علی شاہ کا یہ اعتقاد نہیں تھا، یا اب تک اون کا دلی اعتقاد یہ نہیں ہے جو انہوں نے کئی دفعہ اپنے مریدوں کے روبرو بیان کیا تو ایک اشتہار اس قسم کا شائع کر دیں کہ خداوند تعالی جھوٹے کو پہلے موت دے۔ بس جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ راقم: خاکسار محمد افضل احمدی چنگوی مقام چنگا تحصیل گوجر خان (الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۴ء ص ۵)

اخبار پائنیر اور مرزا صاحب

مرزا جی لیٹ لیٹ کر گورنمنٹ کے آگے ناک رگڑتے ہیں اور چیخ چیخ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ میں برائے نام غلام احمد ہوں مگر درحقیقت غلام گورنمنٹ ہوں۔ مگر پائنیر نے، جو نیم سرکاری اخبار ہے، مرزا جی کی خیر خواہی اور وفاداری، جس کا اظہار گورنمنٹ کی نسبت کیا جاتا ہے، کبھی تسلیم نہیں کیا اور ہمیشہ اس دعوی کا مخالف رہا ہے۔

مرزا جی کا مسیح بننا نہ صرف مذہب عیسوی بلکہ جمہور اسلام کے خلاف عیسی کو مارنا ہی پائنیر کے نزدیک پبلک اور گورنمنٹ کا بدخواہ بننا ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ بالکل آزاد ہے وہ کسی مذہب سے کچھ تعرض نہیں کرتی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمام مذاہب کو اچھا سمجھتی ہے، لیکن مرزا جی گورنمنٹ کے اصول کے خلاف منادی کرتے ہیں کہ تمام مذاہب باطل ہیں اور جدید مرزائی مذہب ہی حق پر ہے میں امام الزمان ہوں، جو شخص مجھے نہیں مانتا اور میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا، وہ سرزنش اور مکافات کا مستوجب ہے۔ اس عموم میں گورنمنٹ بھی آ گئی۔

فرمایئے خیر خواہی کہاں رہی۔

پانیئر نے لکھا تھا کہ غلام احمد نے اپنے مختصر رسالوں اور لاف زنی اور چٹی بوٹی ادویہ کے ذریعہ سے وبا کے زمانے میں بہت کچھ کر ڈالا۔ آخر کار گورنمنٹ نے دست اندازی کر کے اس کاروائی کو بند کیا۔

دوا فروشی اور عطاری کی دوکان کھولنا اور گورنمنٹ کا دست اندازی کرنا تو ہم کو معلوم نہیں، البتہ کسی مرزائی نے مرہم عیسی تو ضرور تیار کیا تھا، اور اس کے اشتہارات دھوم دھام سے مرزائی اخباروں میں اور بطور خود شائع ہوئے تھے۔ چونکہ مرزا جی بھی عیسی ہیں، پس یہ پرانا مرہم جو بعض اطباء یونانی نے تیار کیا تھا، اب اس میں مرزا جی کا لقب ٹھونس کر یاروں نے پنسار ہٹا کھول دیا، اور بعض مقامات پر ایجنٹ بھی مقرر کر دیئے، اب مرزائیوں میں فروخت ہو رہا ہے اور خوب ٹکے سیدھے ہو رہے ہیں۔ سنا ہے کہ عیسائیوں نے کچھ تعرض بھی کیا تھا۔ شاید پانیئر نے اسی بنا پر مندرجہ بالا نوٹ کیا ہے۔

اس کے جواب میں اڈیٹر الحکم نے بجائے اس کے کہ پانیئر کو برا بھلا کہتا، عیسی مسیح پر عہد نامہ جدید کے حوالے سے خوب اپنی جبلی مرزائیت کا نزلہ جھاڑا ہے۔

کیا قہر طعن بو الہوس بے ادب ہوا
جرم رقیب قتل کا میرے سبب ہوا

آگے چل کر الحکم نے مرزا جی کو گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ ثابت کرنے کے لئے ان جلسوں کا ذکر کیا ہے جو قادیان میں دربارہ انسداد طاعون ہوئے تھے اور گورنمنٹ پنجاب نے ان کا اعتراف کیا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسے جلسے بہت سے مقامات پر ہوئے ہیں، مگر کیا وہ سب مسیح موعود اور نبی اور امام الزمان ہیں۔ پھر جب آپ طاعون کا انسداد چاہتے ہیں تو اپنے ایڈی کانگ کو جو آسمانی باپ نے بھیجا ہے دھکے دیتے ہیں، بھلا آسمانی باپ خفا نہ ہو، تو کیا ہو۔

مرزا جی کے دلائل بھی عجیب وغریب ہیں۔ میرے زمانے میں طاعون آیا پس میں مسیح موعود ہوں۔ میں جہاد کا مخالف ہوں، اس لئے مسیح موعود ہوں۔ میں نے طاعون کو خود ہی بلایا اور خود ہی جلسے کر کے اس کی دم میں نمدا کرنا چاہا اس لئے مسیح موعود ہوں۔ عیسی مر گئے، میں اس لئے مسیح موعود ہوں۔ دنیا میں بدکاریاں ہو رہی

ہیں یہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں اس لئے میں مسیح موعود ہوں۔لوگوں کی ہلاکت کی پیشین گوئیاں کرتا ہوں اگر چہ کوئی پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی مگر میں ضرور مسیح موعود ہوں۔کشمیر میں عیسی کی قبر ڈھونڈھ لی،اس لئے میں مسیح موعود ہوں۔ ماشاءاللہ مرزا جی کیا ہیں مرہم عیسی سے بھی بڑھ کر بوالعجبیوں کے معجون مرکب ہیں۔اللہ سلامت رکھے یاروں کے لئے دل لگی کا مشغلہ تو ہے۔

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں
ورنہ یاں بے رونقی سود چراغ کشتہ ہے

اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔جلد ۲۲و۲۴ ص ۶۔۷)

تسبیح یا عقد انامل

زنار باندھ سجہ صد دانہ توڑ ڈال
راہ رو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

مرزا جی سے کسی نے سوال کیا تھا کہ تسبیح ہاتھ میں لے کر بعد نماز ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا کیسا ہے۔،

مرزا جی نے بڑے اینچ پینچ سے اس کا جواب گول مٹول دیا اور بالآخر کہہ دیا کہ یہ جو تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھتے ہیں یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔غالباً اس کا مقصود یہ تھا کہ تسبیح کے ذریعہ سے خدا کا ذکر کرنا ریاء میں تو داخل نہیں،مرزا جی کے جواب سے یہ معلوم ہوا کہ ریاء میں داخل ہے۔مرزا جی ۴۴ کے ایر پھیر میں تو آئے مگر یہ نہ بتایا کہ عقد انامل مسنون ہے،سائل اس پر عمل کرے۔

ریاء بے شک بری چیز ہے اور شرک میں داخل ہے اسی واسطے ریاء کبھی مرزا جی کے پاس بھی نہیں پھٹکی۔تسبیح کا ہاتھ میں رکھنا تو ریاء ہے لیکن شیطان کی آنت سے لمبا منارہ تعمیر کرانا جو کوسوں سے زائرین (مرزا ئیین) کو نظر آئے ریاء نہیں۔اپنی تصویریں کھچوا کر شائع اور فروخت کرنا اور مرزائیوں کو دینا کہ اپنے گھروں میں رکھیں اور مرد وعورت ہر وقت درشن اور ڈنڈوت کیا کریں ریاء نہیں۔پیشین گوئیوں کے لمبے چوڑے اشتہارات

شائع کرنا ریاء نہیں۔آپ جواب دیں گے کہ میں مامور من اللہ ہوں یہ ریاء نہیں بلکہ تبلیغ ہے،اور آسمانی باپ نے الہام کر دیا ہے کہ تصویروں اوراشتہاروں وغیرہ کے ذریعے سے اپنی بروزیت کو بانس پر چڑھاتے رہیں۔ لیکن سینکڑوں حماقتیں اور غلطیاں جو آپ سے سرزد ہوتی ہیں ان کی تبلیغ نہیں کی جاتی۔انبیاء کرام کو بعض اوقات بذریعہ وحی تنبیہ ہوئی ہے مگر آپ انبیاء کرام سے بھی بڑھ کر معصوم ہیں۔بھلا مرزا جی سے غلطیوں اور لغزشوں کا کوئی اقرار تو کرالے۔مرزائی اخبارات اور تمام مرزائی جان کو آجائیں اور قابو چلے تو تنبیہ کرنیوالے کو پھانسی پر لٹکا دیں۔اجی حضرت مرزائی جہاز تو ریاء ہی کی بادبانی سے فریب کے سمندر میں چل رہا ہے۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۶۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

نیچریوں پر مرزا کا سبّ وشتم

الحکم ۲۴ جون گزشتہ میں (بذیل مسیح موعود کی تعلیم) مرزا جی اپنے مریدوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنی ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں اون کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی وہ اندھے ہیں،وہ مردے ہیں،خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ مضمون پیش کرتے ہیں اوراس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اوراس کو کمزور سمجھتے ہیں اور خدا کو ہر چیز پر قادر نہیں جانتے۔وغیرہ

اس کے جواب میں نیچری کہیں گے کہ ہم تو کس قابل ہیں یہ سب کچھ حضور ہی اپنی تعریف فرمارہے ہیں۔ہم نے قانون قدرت کو کبھی محدود نہیں کیا،حضور نے محدود کر دیا۔آپ ہمارے ہی بتائے ہوئے نیچر کی نقل اتار رہے ہیں مگر بھونڈی۔آپ ہمارے بعض خیالات کا خاکہ اوڑا رہے ہیں،مگر غلط۔جس سے اوروں کی آنکھوں میں نہیں بلکہ اپنی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ہم ادرک کی ایک گرہ لائے آپ نے بندر بن کر منارے کے مندر کے اندر پنساری کی دکان کھول دی،اور دنیا کے تجارتی بندروں پر بروزی دساور کی کھیپ بھجوا دی۔آپ کے پاس جو کچھ ہے ہمارا ہی اولش اور فضلہ ہے جو تو ندشریف یکساں فی الربیع والخریف میں نہیں پچا اور بدہضمی ہوگئی اور بدہضمی تکمہ اور تخمہ کا کالرا (ہیضہ) بن کر تعدیہ کر گیا۔الٰہی توبہ۔

آپ بخوبی اپنا اطمینان فرمائیے کہ ہم لوگ قانون فطرت وقدرت کو ہرگز محدود نہیں بتاتے۔ خدا تعالی فاطر السماوات والارض ہے۔ وہ فطرت کا پیدا کرنے والا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ جب وہ ہر شئے پر قادر ہے تو فطرت پر بھی قادر ہے۔ جس طرح حکمت وقدرت وغیرہ اس کی غیر محدود صفات ہیں اسی طرح فطرت بھی اوس کی ایک لامتناہی صفت ہے۔ ہاں حضور (مرزا قادیانی) نے اپنی محدود عقل کے موافق فطرت کو حد بست کر دیا ہے۔ کیا معنی کہ معجزات انبیاء احیاء اموات وغیرہ کے آپ منکر ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت معجزات قدرت یعنی سب خدا کی طرف سے ہیں، کیونکہ کسی نبی نے اپنے اختیار سے معجزات دکھانے کا وعدہ نہیں کیا، ہر معجزہ میں لفظ اذن اللہ موجود اور ماخوذ ہے۔ بھلا انبیاء کرام ایسا شرک کب گوارا کر سکتے تھے جس کا ارتکاب خود بدولت فرمارہے ہیں کہ طاعون میں نے پیدا کیا ہے اور وہ سایہ کی طرح میرے ساتھ رہتا ہے، میں اپنے منکروں کو ہلاک کرتا ہوں اور جو لوگ مجھ پر ایمان لاتے ہیں ان کو زندہ چھوڑتا ہوں۔ میں اس صورت میں محیی بھی ہوں اور ممیت بھی۔ قانون قدرت تو محدود ہے جو احیاء اموات نہیں کر سکتا مگر میری بروزی قدرت کا قانون غیر محدود ہے۔ اس نے عیسی مسیح تک کو مار ڈالا اور مرزائیوں کو زندہ کر دیا۔ یعنی جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اون کو طاعون نہ مار سکا۔

ہم کو قانون قدرت کا کلیہ عطا کیا گیا ہے نہ کہ اوس کی تمام جزئیات کا علم جن کا احاطہ کوئی انسانی طاقت نہیں کر سکتی اور جو غیر متناہی غیر محدود ہیں ہم اس قانون کو جزئیات پر قیاس کر کے منطبق کرتے ہیں۔ یہ ہمارا قیاس استقرائی ہے جو مفید یقین نہیں مگر حضور (قادیانی) پیشین گوئیاں فرماتے ہیں اور بڑے وثوق کے ساتھ تحریروں اور تقریروں میں للکارتے ہیں کہ اسی طرح ہوگا اور میری پیشین گوئی غلط نہ ہوگی۔ اور چونکہ یہ پیشین گوئیاں قانون فطرت کے خلاف ہوتی ہیں، لہذا بدقسمتی سے ایک بھی پوری نہیں ہوتی۔ ہم ٹھیٹھ اسلام کے موافق نجومیوں اور رمالوں کو مردود سمجھتے ہیں، مگر نجوم اور جفر اور رمل پر حضور کا ایمان ہے کہ بروزی بیت الخلاء میں بیٹھ کر نصرۃ الداخل اور نصرۃ الخارج اشکال رمل کی لکیریں کھینچ دیں اور اون کو پیشانی کی لکیریں سمجھ لیا۔ یہ قانون قدرت کا بالکل خلاف اور اس سے صاف انحراف ہے کیونکہ انسان ہرگز غیب دان نہیں ہو سکتا، نہ کسی نبی اور ولی نے غیب دانی کا کبھی دعوی کیا۔

اور اگر آپ اپنی ساختہ و پرداختہ نیچر کے اقتضاء سے یہ کہیں کہ میں فرمائشی رسول ہوں اور قرآن میں وارد ہوا ہے لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول تو یہ فعل جناب باری کا ہوا، پس اسی پر معجزات انبیاء کو قیاس فرما لیجئے جس میں احیاء اموات بھی شامل ہے۔ اور ہم اوپر گذارش کر چکے ہیں کہ تمام معجزات انبیاء درحقیقت معجزات قدرت ہیں۔

اللہ سلامت رکھے حضور (قادیانی) کی ذات بھی قابل نمائش مغتنمات سے ہے کہ انبیاء کرام کے جن معجزات کو قانون فطرت کے خلاف بتایا ان کو اپنی بروزیت کی اسٹیج پر نمایاں کیا۔ اس صورت میں آپ خاتم الخلفاء کیا معنی خاتم الانبیاء ٹھہرے۔ انبیاء تو نقض قانون قدرت کے مرتکب نہ ہوئے اور حضور ہوئے۔ اب ہم بجائے اس کے کہ آیت ھذا شئی عجاب فی البداھہ پڑھیں، مناسب ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھیں۔

ہم لوگوں سے آپ نے قانون قدرت، قانون قدرت رٹنا ہی سیکھ لیا ہے۔ قصور معاف، حضور کو تو نہ قانون کا علم ہے، نہ قدرت کا، نہ اس لفظ کی ترکیب اضافی کا۔ ہاں یا تو عیسیٰ کے مرنے کا علم ہے یا طاعون کے آنے کا۔ جس کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ آسمانی باپ نے چند سال قبل اس کے آنے کا علم عطا کر دیا تھا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

مسلمان وہی ہے جو عیسی مسیح کی موت کا قائل ہو

مرزا جی اپنے اخبار الحکم ۲۴ جون میں اپنے مریدوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم نہ اہل سنت ہو، نہ اہل قرآن جب تک عیسی کی موت کے قائل نہ ہو۔،

لیجئے عیسی مسیح کی موت جزو ایمان بن گئی۔ گویا کہ کروڑوں مسلمان جو موت مسیح کے قائل نہیں کافر ہیں اور جس طرح توحید و رسالت تمام مسلمانوں کا جزو ایمان ہے تیسرا جزو موت مسیح ہے۔ مرزا جی نے یہ تثلیث نصاری کی تثلیث کے مقابلے میں گھڑی ہے۔ آپ کی مجددیت کے کیا کہنے ہیں۔

یہ آسمانی باپ کا الہام ہے ورنہ کتاب وسنت میں تو کہیں یہ حکم نہیں کہ جو شخص موت مسیح کا قائل نہ ہو، وہ کافر ہے۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ حیات مسیح متشابہات میں سے ہے۔ ہم کو صرف حیات کا علم دیا گیا ہے، یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کیونکر زندہ ہیں اوران کی حیات کیسی ہے۔ یہ حیات ایسی ہی ہے جیسی شہداء کی حیات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔ بس حیات مسیح کے باب میں یہی قول فیصل ہے۔ اس کا قائل نہ ہونا کتاب وسنت کا منکر ہونا ہے، ملحد بننا ہے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ عیسیٰ مسیح اسی طرح زندہ ہیں جس طرح روغن بادام میں دم کئے پلاؤ اور سقنقوری اور جند بیدستری معجونیں کھا کھا کر مرزا جی ساٹھے پاٹھے زندہ ہیں۔

حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے آنے کی جو شہادت دی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کا ماخذ ما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی یہ شان ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کے خلاف کوئی حکم دے سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسی مسیح تو اسی صورت میں آئیں گے جب کہ وہ زندہ ہیں۔ مگر آپ اس کے منکر ہیں اور آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ کذاب یقین کرتے ہیں۔ پس آپ کے اہل سنت اور اہل قرآن نہ ہونے اور ملحد بننے میں کیا شک رہا۔

ہاں یوں کہیے کہ جو لوگ مجھ پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں کیونکہ جب عیسی زندہ ہیں تو وہی آئیں گے آپ پر کون ایمان لائے گا اس لئے مرزائیوں کے لئے وفات مسیح جزو ایمان ہے۔ پھر مداری کا تماشا تو دیکھئے کہ قرآن سے جب آپ مسیح موعود کا آنا ثابت نہیں کر سکتے تو حدیث کی جانب رجوع لائے اور بجائے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے جو حدیث میں صراحتاً موجود ہے خود مسیح بن گئے۔ گویا مسیح کے واسطے حدیث کا انکار ہے اور اپنے واسطے اقرار۔ حضرت عیسی مسیح کی موت تو قرآن سے لی اوران کا آنا (نہیں اپنا آنا) حدیث سے لیا ، اور دجالوں کا آنا حدیث میں ہے، اس پر ناک بھوں چڑھائی کیونکہ اس سے آپ بھی دجال بنتے تھے۔ تعجب ہے کہ دجال تو اب تک بھی نہیں آیا اور مسیح موعود آ کودا۔ دجالوں کے آنے اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے تشریف لانے کی حدیث غلط اور پسر آلنقو ا اور خدا کے بمنزلہ ولد (لیپا لک) کا آنا اور اپنی اردلی میں طاعون کا لانا صحیح ہے۔

ہر کہ شک آرد بروزی گردد۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء۔ جلد ۲۲و۲۴ ص ۲۔۳)

مرزائے قادیانی کی رسالت

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اب مرزا قادیانی نے نبوت اور رسالت کا کھلے طور پر دعوی کر دیا ہے جیسا کہ اپنے تحریری بیان میں جو بمقدمہ مولوی کرم الدین صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی داخل عدالت کیا ہے، یہ بھی لکھایا ہے کہ میں نبی ہوں اس لئے میں اپنے مخالفین کو کذاب کہہ سکتا ہوں ۔ایسا ہی مولوی محمد علی گواہ نے اپنی شہادت میں لکھایا ہے ۔ یہ امر کہ مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف میں اس کی تردید خود موجود ہے اور فی زمانہ دعوی نبوت کو آپ اپنے قلم سے کفر لکھ چکے ہیں ،اسکی تشریح کسی دوسرے موقع پر لکھوں گا، فی الحال یہ لطیفہ ناظرین کو سناتا ہوں کہ ۱۵ جون کو حافظ عبدالقدوس قدسی (جو مرزائیوں کا گواہ بمقدمہ یعقوب علی ہے) شہادت دے رہا تھا،تو مولوی کرم الدین صاحب کے ایک سوال پر اس نے اپنا الہام یہ سنایا کہ

ایک دفعہ میں نے دعا کی کہ خدایا مجھے مرزا جی کے بارے میں اطلاع بخش کہ وہ نبی ہیں کہ نہیں ۔ مجھے الہام ہوا کہ لست مر سلاً (تو رسول نہیں)۔

حاکم نے پوچھا کہ کیا یہ خطاب آپ سے تھا۔گواہ نے کہا کہ حضور میں نے دعوی رسالت کیا ہی نہیں تھا۔اور نیز دریافت بھی مرزا کی نبوت کے بارے میں تھی ۔ یہ الہام مرزا جی کی نسبت ہی میں نے سمجھا کہ وہ رسو ل نہیں ہیں ۔خوب ولی راولی مے شناسد۔مرزا جی بھی الہامی تھے،قدسی کا الہام ان کی ہی قلعی کھولنے لگا۔

یہ عجیب امر ہے کہ مرزا جی کو بجائے آیات قرآنی کے شعرائے جاہلیت (کفار کے) کلام کے الہام ربانی شروع ہوئے ہیں ۔چنانچہ تازہ الہام جو اخبار الحکم میں چھپا ہے

عفت الدیا ر محلها و مقا مها

یہ مشہور شاعر جاہلیت (کافر) لبید کا شعر ہے جو سبعہ معلقہ میں ہے۔معاذ اللہ پھر تو کلام رحمانی (الہام)اور کلام شیطانی (جاہلیت کے اشعار) میں کچھ تمیز ہی نہ رہی ،حالانکہ مرزا جی اپنے ان الہاموں کو وحی محفوظ قرار دیتے ہیں ۔نعوذ باللہ ۔راقم: از گرداسپور۔(پیسہ اخبار)۔(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء ۔ص ۳۔۴)

مرزائے قادیان

ہم عرصہ تک بذریعہ اخبارات وضمیمہ شحنہ ہند وغیرہ مندرجہ عنوان مرزا قادیانی اوراس کے وزیروں اورمشیروں کی خدمت میں عرض کرتے رہے کہ پاک لوگوں کو گالیاں دینا، انبیاء کرام کی شان میں کفر بکنا، قرآن مجید کی آیات کی توڑ پھوڑ، الٹے سیدھے الہامات گھڑنا، اورتمام مسلمانوں کی دل آزاری وغیرہ کرنا، بھلے آدمیوں کا کام نہیں۔مگرحق بات کوتسلیم کرنا اوراپنے مشفق ناصح کاشکرگزار ہونا تو بجائے خود اولٹا ہم کو یہ جواب ملتا رہا کہ معاذ اللہ قرآن مجید میں بھی گالیاں موجود ہیں۔اس پر بھی ہم خاموش نہیں رہے، برابر لکھتے رہے اور اگر بالفرض والمحال اگرتمہارا کہنا مان بھی لیا جائے تو خداوندتعالی کو جوحق اپنے بندوں پر ہے وہ ایک بندہ کو دوسرے بندہ پر کیونکر ہوسکتا ہے۔اگر ایک باپ اپنے بیٹے کو برا کہے یا مارے پیٹے، تو غیرآدمی کو کیا حق ہے کہ کسی دیگر شخص کے بیٹے کو برا کہے۔(مرزا جی کہہ سکتے ہیں کہ میں لیپا لک ہونے اور بمنزلہ ولدی یا اولادی ہونے کے خود مختار ہوں، مگر ہم کہتے ہیں کہ لم یلد و لم یو لد والی آیت نے اس مشرکانہ عقیدہ کو مٹا دیا ہے)۔

خداوندتعالی کے ہاتھ میں تو ہرانسان کی موت وحیات ہے مگر مرزا جی نے تو باوجود بڑے بڑے دعووں کے کسی اخلاص مند مرید کے ضعف بصر، ضعف دماغ، ٹانگ کی کمزوری کا بھی علاج نہیں کیا۔زنگی صفت کالےکلوٹے اخلاص مندوں نے خلاف حکم خدا ورسول مرزا جی کا کلمہ پڑھا، مگر جونور کالی گھٹائیں باندھ کر اون کے مبارک چہروں پر آیا ہوا ہے، اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہوئی بلکہ ترقی روزافزوں ہے اللھم زد فزد ۔

خیر ہمیں ان باتوں سے کیا تعلق، ہمیں تو صرف یہ افسوس ہے کہ باوجود کہنے سننے کے بھی گالی گلوچ اور ناحق کو سنے کو جناب موصوف نے جاری ہی رکھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طول طویل زمانہ سے آپ کو عدالتوں کی کاروائیوں سے فراغت ہی نہیں ملتی۔کبھی وکلاء کے محنتانوں کی فکر، کبھی میڈیکل سارٹیفیکیٹوں کے حاصل کرنے کے لئے سول سرجنوں کی فیس کا غم، کبھی معتبر گواہوں کے بہم پہنچانے کا اندیشہ، وغیرہ۔

دغا کا مقدمہ جومولوی کرم الدین پر دائر تھا ڈسمس ہوا، اوردس بارہ الہاموں کا ناحق خون ہوگیا۔ مولوی صاحب والے مقدمہ میں جناب موصوف پر فرد قرارداد جرم لگ چکی تھی، مگر لالہ چندول صاحب کی

تبدیلی پر از سر نو تحقیقات شروع ہوئی اور نئی تحقیقات میں مرزا صاحب کی نازک حالت سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے ادعائے رسالت سے رجوع بحق کرلیا ہے مگر بظاہر زبان سے اقرار نہ کریں کیونکہ تقریر اور تاویل کا میدان تو بہت وسیع ہے۔ اگر عبداللہ آتھم کا رجوع بحق سمجھا جاوے تو مرزا جی بھی اس رجوع بحق سے بچ نہیں سکتے۔ اگر مقدر سے بچ گئے تو بہت اچھلیں کودیں گے، اور کہیں گے کہ ہم نے اپنا الہام ظاہر کردیا تھا کہ آخرالامر ہماری ہی جیت ہوگی۔ اگر کچھ ہرج مرج ہوگیا اور جرمانہ یا قید کی سزا مل گئی، تو مریدان مخلصان یہ تاویل کر کے اپنے دل کو تسلی کرلیں گے کہ کیا پہلے پیغمبروں کو تکلیفات پیش نہیں آئیں؟ اور بالخصوص کیا حضرت یوسفؑ اتنی مدت قید خانہ میں نہیں رہے۔ گو ایک ادنی سمجھ کا آدمی بھی جانتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے ارتکاب فعل سے بچنے کے لئے رب السجن احب الیّ مما یدعوننی الیه، قید خانہ کو اپنی ذات پر لازم کیا تھا مگر مرزا جی نے عمداً ایک خدا کے ماننے والوں، قرآن شریف پر ایمان رکھنے والوں، آنحضرتﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں کو صریح گالیاں دیں۔ حضرت مولانا نذیر حسینؒ صاحب دہلوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے پاک لوگوں کے حق میں جو جو جگر خراش سخت کلمات مرزا صاحب کی قلم وزبان سے نکلے اون کا اعادہ کرتے وقت بدن کے رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کاش مسلمان جیتے جاگتے ہوتے اور مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف پڑھ کر دیکھتے کہ اوس میں کس قدر قرآن شریف کی ہتک کی گئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ان جرموں کی پاداش میں جس قدر سزائیں بھگتیں عین حق اور انصاف ہے اور خداوند تعالیٰ جو دیر گیر اور سخت گیر ہے، مرزا صاحب کو ان بے ادبیوں کا مزا ضرور چکھاوے گا۔ چنانچہ حال ہی میں ایک خط خاص قادیان سے ہمارے ایک دوست کے نام آیا ہے جس میں مرزا صاحب کی نازک حالت بیان کی گئی ہے۔ اس پر ہم بغیر افسوس کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ وہ خط یہ ہے:

از قادیان مغلاں یکم جون ۱۹۰۴ء۔

پیارے بھائی... صاحب۔ سلام علیکم۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ آج عنایت نامہ آیا، بہت خوشی ہوئی ۔حسب الحکم جناب کے مرزا صاحب قادیانی کے حالات درج عریضہ کرتا ہوں۔

وہ تو آج کل گورداسپور کی عدالت میں صبح سے شام تک پیش رہتے ہیں۔ عدالت برخاست ہونے

پر تاریخ ڈال دی جاتی ہے (پھر کل صبح) سبحان اللہ، بیچارے پیغمبر نہ ہوئے.... ہوئے... جس کا دل چاہا عدالت میں لے گئے اور جناب مرزا صاحب کی اچھی طرح سے ... کی۔

مقدمہ صرف اس بات کا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں شائد کسی کے بارے میں سخت و سست لکھا تھا۔ آج کل زنانوں کو باغ و بہار کی سیر تو در کنار دو وقت کا کھانا بھی نہیں سوجھتا کیونکہ مرزا صاحب کیلئے رات دن دعا مانگی جاتی ہے کہ خداوند کریم ان کو خیریت سے لائے۔

سیر و تماشے تو جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے۔ سنا گیا ہے کہ عدالت میں منٹ منٹ کے بعد مرزا صاحب پانی مانگتے ہیں اور زبان خشک ہوتی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہاں تک سچ ہے، کیونکہ مجھ کو دیکھنے کا اتفاق پیش نہیں آیا اور نہ خدا کبھی ایسا کرے۔ یہاں گاؤں (قادیان) میں تو کچھ دنوں پلیگ خوب زوروں پر تھا بلکہ شہر میں ۳۵۰ کے قریب کیس ہو گئے ہیں۔

سنا گیا ہے کہ کئی مرید مریض یہاں سے روانہ کئے گئے ہیں خفیہ طور پر جن کو پلیگ ہو گیا تھا مرزا صاحب کے دولت خانہ میں ڈس انفیکٹ Disinfect کرنے کی انگیٹھیاں موجود ہیں۔ اور فنائل کی بوتلیں اور مشک کافور کے بکس۔ بارے بہت احتیاط کی جاتی ہے۔

حیرانی کی بات ہے کہ خدا اپنے پیغمبروں کو بھی خطرہ میں رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مرزا صاحب اور ہم لوگوں میں کوئی فرق نہیں۔ مرزا صاحب کا فرمان تھا کہ قادیان دارالامان ہے، اگر واقعی یہ بات ہے تو پھر اتنی تکلیفیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جہاں تک معلوم تھا عرض کر دیا۔ راقم...

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴-۷)

مرزا جی کی تعلیم

الحکم میں مرزا جی کی تعلیم کا جو سلسلہ چھڑ رہا ہے وہی پرانی دہرانی باسی تباسی دقیانوسی باتیں ہیں کہ زنا چوری، جعل سازی، دغا بازی وغیرہ کے مرتکب نہ ہو۔

ادنی سے ادنی مذہب والے بھی مذکورہ بالا افعال کو قبیح اور مذموم سمجھتے ہیں، آپ نے خاتم الخلفاء اور

بروزی اورامام الزمان بن کرکون سا تیر مارا۔حضرت عیسی مسیح کو مارا تو کیا کمال کیا، یہودی آپ سے پہلے اون کو مار چکے تھے۔آنحضرت ﷺ کی جسمانی معراج اور انبیاء کرام کے دیگر معجزات کا انکار کیا تو کون سا نیا کام کیا، دہریہ وغیرہ ملحدین آپ سے بہت زیادہ اور زبردست دلائل کے ساتھ انکار کر چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں ۔نماز،روزہ، وغیرہ وہ باتیں ہیں کہ ہر نبی نے ان کا حکم دیا ہے۔البتہ یہ جدت ضرور دکھائی ہے کہ حج کو جانا اور بجز قادیان میں جھونکنے کے زکوۃ کا روپیہ مستحقین کو دینا اپنی امت پر حرام کر دیا ہے۔لیکن درحقیقت یہ بھی کوئی بڑی جدت نہیں، لاکھوں نئے تعلیم یافتہ مسلمان حج اور زکوۃ دینے کے خلاف ہیں۔آپ نے زکوۃ کو حرام تو نہیں کیا مگر یہ حکم دیا ہے کہ مجھے دو۔حج کے لئے ...یہ حکم دیا کہ قادیان کا حج کرو۔سو یہ بھی کوئی بڑی جدت نہیں۔.. لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو حج کرنے اور زکوۃ دینے کو موت جانتے ہیں۔یہ قارون کے سگے آپ سے کہیں بڑھ کر مسیح موعود ہیں۔

اگر آپ نے اپنے کو آسمانی باپ کا لیپا لک بنایا تو اپنی مجددیت اور بروزیت کی لٹیا ڈبودی۔عیسائی تو عیسی مسیح کو حقیقی ابن اللہ بتا چکے ہیں آخر حقیقی بیٹا تو لیپا لک سے افضل ہی ہوتا ہے۔لیپا لک بنانا تو مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے کہ کسی طرح دنیا میں نام تو قائم رہے۔ہاں آسمانی باپ پر احسان رکھنے کی یہ جدت ضرور دکھائی کہ اس کا نام باقی رکھا اور مقطوع النسل..ہونے سے بچایا، ورنہ وہی مثل صادق آتی کہ مرگئے مردود فاتحہ نہ درود۔عیسی مسیح معاذ اللہ ناخلف تھے کہ مرگئے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آسمانی باپ کی بادشاہی کو ابدالآباد تک چلائیں گے۔

مرزاجی کو ذرا حیا اور شرم نہیں کہ کتاب وسنت کو لغو اور فضول قرار دے کر دنیا میں اپنی جدید اور ملحدانہ تعلیم پھیلاتے ہیں۔کلام مجید میں وارد ہے الرحمن علم القرآن کیا قرآنی تعلیم سے بڑھ کر انسانی تعلیم ہوسکتی ہے۔...کتاب وسنت میں کون سی بات موجود نہیں لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سنت قرآن مجید کی شرح ہے۔اس سے بڑھ کر کوئی شرح نہیں ہوسکتی جس کے متعلق محدثین اور مجتہدین فرما گئے ہیں اور ہر زمانے کے علماء قیامت تک فرماتے رہینگے اور کسی جعلی نبی کی تعلیم کی مطلق ضرورت نہ ہوگی لفظ تعلیم سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ مرزاجی کی کوئی جدید تعلیم ہے جو مذہب اسلام کی تعلیم کے

علاوہ ہے۔اور حقیقت میں بھی یہی بات ہے، ورنہ بجائے تعلیم کے لفظ تذکیر یا تفہیم ...ہوتا۔علماء دین برابر وعظ فرماتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ مولوی صاحب دین اسلام کی تعلیم فرما رہے ہیں کیونکہ تعلیم کا لفظ فقط بمقابلہ جہل کے بولا جاتا ہے اور جہل سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ کفر مراد ہے۔خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔مگر مرزا جی یہی سمجھتے ہیں کہ مسلمان اب بھی زمانہ جاہلیت میں ہیں۔معاذ اللہ

اصول اسلام سے ہر مسلمان واقف ہے۔وہ خوب جانتا ہے کہ زنا چوری دغا بازی سود خوری شراب خوری وغیرہ افعال ممنوع اور درخور مکافات ہیں بلکہ جو لوگ شیطان کے اغوا سے افعال مذکورہ بالا کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بھی ان کو برا سمجھتے ہیں۔پس علماء ہمیشہ اپنے وعظ میں افعال بد پر تنبیہ کرتے اور مسلمانوں کو ان سے بچاتے اور ان کی برائیاں اور وعید یاد دلاتے رہتے ہیں نہ یہ کہ وہ اسلام کی تعلیم دیتے ہیں۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

سوال و جواب

ہمارے ایک قدیمی دوست ہم سے پوچھتے ہیں کہ مدت سے آپ نے ضمیمہ شحنہ ہند میں لکھنا چھوڑ دیا ہے، کیا آپ طاعون سے ڈر گئے ہیں یا مرزا کے مشن کو درست سمجھنے لگے یا قادیانی کے مریدوں کی کثرت سے ڈر گئے۔وغیرہ

جواب: جناب من! سلمہ اللہ تعالیٰ۔جواب تو اس قدر طویل ہے کہ احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتا ہے مگر کم فرصتی کے باعث مختصر کیا جاتا ہے۔اگر آپ نے اس بارے میں مفصل پوچھنا چاہا تو کسی خاص وقت میں گجرات تشریف لاویں اور اپنی تسلی کر لیں۔

ا۔ضمیمہ شحنہ ہند خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت عمدگی کے ساتھ چل رہا ہے اور مولانا شوکت قلم کے ایسے زبردست ہیں کہ اکیلے بس ہیں اور بقول سعدی

چو کارے بے فضول من بر آید　　　مرا در دے سخن گفتن نشاید

علاوہ ازیں میں ایک محنت مزدوری کرنے والا آدمی ہوں۔ روزی کے دھندے سے کم ہی فرصت ملتی ہے۔ میں لوگوں کی جیبیں خالی کرا کر تر لقمے سے اپنی محنت مزدوری کی خشک روٹی کو ہزار گنا ترجیح دیتا ہوں۔

۲۔ طاعون سے (جو حکم ربی ہے) ڈرنے والے ایک طرح سے مشرک ہوتے ہیں اذا جاء اجلھم پر میرا پورا پورا ایمان اور یقین ہے۔ اس پر بھی خدا تعالی کا ہزار احسان اور لاکھ کرم ہے کہ باوجود اس عالمگیر بیماری کے یہ عاجز اب تک صحیح و سالم ہے، اور میرے تمام رشتہ دار بھی فضل خدا سے محفوظ ہیں اور جس موضع کا میں باشندہ ہوں اوس کا ہر ایک بشر آج تک بال بال بچا ہوا ہے۔ الحق۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم

چونکہ موت ایک حکم ربی ہے اس کے حضور سر تسلیم خم ہوں۔ طاعون کا خوف سب سے زیادہ مرزائے قادیانی کو ہے جو ڈس ان فیکٹ disinfect کرنے کی انگیٹھیوں، فینائل کی بوتلوں وغیرہ سے کام لے رہے ہیں۔

۳۔ تیسری بات یعنی مرزا جی کے مشن کو درست سمجھنے کے بارے میں جو آپ نے تحریر کیا ہے، اس سے مجھے سخت صدمہ پہنچا۔ بھلا خداوند تعالی کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے پر جس کا ایمان ہے وہ کیوں کر ادعائی رسول اور جعلی نبی کے مشن سے ڈر سکتا ہے۔ مرزا جی کے مشن کو ابتداء سے لے کر آج تک میں نے دیکھا ہے۔ مرزا جی اور اگنی ہوتری (دیو دہرم کے بانی) ایک ہی پڑادے کی مٹی ہیں۔ اسکے ثبوت میں رسالہ ہندو باندھویا... میں مرزا جی کے مضامین اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ضرور کامیاب ہو جاوے گا۔ مرزا جی نے چند صوفیوں کے اقوال کو... دیا اور قرآن مجید کی آیات کو توڑ کر ایسے الہاموں کے نام سے نامزد کیا جو پبلک کے سامنے پیش ہوتے رہتے ہیں اور حضرت مولانا روم کے اشعار جن کے حسب حال ہیں:

چند دزدی عشر از ام الکتب
تا شود رویت تلون ہم چو سیب
چند دزدی حرف مردان خدا
تا فروشی و ستانی مرحبا

رنگ بر بستہ تر گلگوں نہ کرد
شاخ بر بستہ ترا عرجوں نہ کرد
عاقبت چوں چاہ در مر گے رسد
از رخت ایں عشر ہا اندر فتد

میں نے عرصہ دراز تک اس نرالے اور انوکھے مشن کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کے حال و چال اور اقوال کا موازنہ کیا، تو مجھے مولانا روم کے اس مقولہ کی تصدیق کرنا پڑی

ایں نہ مردانند ایں ہا صورت اند
مردہء ناں اند کشتہ شہوت اند

پس میں اس لم یلد و لم یو لد خدا کو چھوڑ، اور اس پاک کتاب کے احکام جس کی شان میں لا یأ تیہ البا طل من بین ید یہ ولامن خلفہ تنز یل من حکیم حمید (فصلت ـ ٤٢) ہے، منہ موڑ، اور اس پاک اور معصوم رسول فداہ ابی وامی سے جس کی شان میں ہے محمد رسول اللہ محبت توڑ کر، اگر کسی اور جگہ کا رخ کروں تو کیوں کر دونوں جہان کی روسیاہی خریدوں۔ پس میں خداوند تعالی کی درگاہ میں نہایت عجز و زاری کے ساتھ دعا مانگتا ہوں کہ جو عقیدہ اپنا اوپر بیان کر آیا ہوں اسی پر میرا حشر ہو۔

۴۔ رہا مرزا جی کے مریدوں کا ڈر، سو اس کی بابت نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جس جس نے اس عاجز سے مکالمہ کیا، ہر ایک پر حق پیش کر دیا۔ مگر بعض کو اس قسم کا ضدی اور ہٹیلا پایا کہ باوجود ان کے لنگڑے عذرات توڑ دینے کے بھی انہوں نے اپنی ہٹ کو نہیں چھوڑا۔ ان پر خدا تعالی اپنا رحم کرے۔ پس ایسے لوگوں سے ڈرنا سراسر نامردی ہے۔ ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے، نہ کسی قسم کی صداقت۔ محض مولوی نورالدین کے چند عارضی فصیح الفاظ ہوتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو دم دبا کر بھاگتے ہیں اور میں آپ کو بھی یہی نصیحت کرتا ہوں

ہاں بتا سپر نے فگنی از حمہ فصیح
کور ا جز این مبالغہ مستعار نیست
دیں در زو معرفت کہ سخنداں سجع گو

بر او صلاح دارد و کس در حصار نیست

راقم ۔ا۔د۔از گجرات۔(مولوی امام دین گجراتی)۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

مرزا جی کا خروج فتنہ عظیم ہے

اگر خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نبوت کا دعوی نہ کرتا، اور ۳۷۸ھ میں محمدان بن قرمط نے اپنے کو حکمۃ اللہ الموعود نہ بنایا ہوتا، اور کعبہ پر حملہ کر کے کعبہ کا دروازہ نہ ڈہایا ہوتا، اور چھیاسی سال تک اپنا فتنہ قائم رکھ کر بالآخر خلیفہ جوہر القائد کے ہاتھ سے فی النار نہ ہوا ہوتا، اور اگر شیخ محمد خراسانی نے دسویں صدی میں عیسی موعود کا دعوی نہ کیا ہوتا، اور حاکم سندھ کے ہاتھ سے قتل نہ ہوا ہوتا، اگر المنصور کے زمانہ خلافت میں ابی عیسی اصفہانی مسیح موعود نہ بنا ہوتا، اور پھر وہ اور اس کے تمام اصحاب شہر رے میں جدال وقتال کر کے قتل نہ ہوئے ہوتے، اور اگر خود ہمارے زمانہ میں مہدی سوڈانی پیدا نہ ہوا ہوتا، اور انگریزی فوج کے ہاتھوں قتل ہو کر اور پھر مزار اکھاڑ کر اس کی ہڈیاں تک نیل میں نہ بہائی جاتی، تو شاید بعض لوگ یقین کرتے کہ مرزا جو اپنے دعووں میں منفرد سے سچا ہے ورنہ کیا معیار ہے کہ گزشتہ دجال تو جھوٹے تھے اور مرزا جی سچے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ بھی سچے دجال تھے اور مرزا جی بھی ان سے کم نہیں۔

تمام مذکورہ بالا دجالوں نے یہی دعوے کئے ہیں جو مرزا قادیانی نے کئے ہیں۔ پس موجودہ زمانہ کا دجال گزشتہ دجالوں کا مقلد اور کاسہ لیس ہے، اس میں ذرا بھی جدت نہیں۔ ہاں یہ جدت تو ضرور ہے کہ گزشتہ دجال سوڈان اور عرب میں پیدا ہوئے اور مرزا قادیانی ہندوستان میں جہاں مختلف مذاہب کی کا..

مرزا جی عیسائیوں کے واسطے آسمانی باپ کے لیپا لک بنے، اور ہنود کے واسطے بروزی (تناسخی) کلجگ اوتار یا کرشن کنہا کی مورتی بنے، مگر وائے حسرت کہ کسی نے اون کے نام کا کتا بھی نہ پالا۔ گزشتہ دجالوں کی تقلید تو کی مگر یہ نہ دیکھا کہ سوڈان اور عرب کے لوگ ایک ہی قوم اور مذہب کے ہیں۔ اسلئے وہاں دجالوں کی دال گل گئی ہندوستان تو مختلف مذاہب کا ملک ہے یہاں لوہے کے چنے چبانے معدے کو خرابی میں ڈالنا ہے۔

مرزا صاحب اپنے مورثوں کی تقلید پر دعوی تو بڑے بڑے کر بیٹھے مگر وہ جذبہ وضبط وہ حوصلہ کہاں سے لائیں۔ مورثوں نے اپنی عیاری سے نقل کو اصل کر دکھایا، انہوں نے عام جوش پھیلا دیا۔ اس زمانہ کی گورنمنٹوں کو ہلا دیا۔ ہر طرح کا جلالی کرشمہ دکھایا۔ مرزا جی کو جلال کے نام سے لرزہ طاری ہوتا ہے۔ گزشتہ دجالوں نے ہر طرح کے سامان سے لیس اور چست اور کیل کانٹے سے ڈریس اور درست ہو کر گورنمنٹ کو ہی ڈانٹ بتائی اور کھلم کھلا جہاد وجدال (قتال) کیا مگر مرزا جی کا ضعف اور بزدلی دیکھئے کہ جہاد کے نام سے انہیں لرزہ چڑھتا ہے۔ گورنمنٹ کی غلامی کا بار بار اعلان اون کے مسیح موعود ہونے کی منادی اور نوٹس بلکہ دستاویز ہے۔ گزشتہ دجالوں نے کسی گورنمنٹ کو جوتی کی نوک کے برابر بھی نہ سمجھا، اور برٹش گورنمنٹ کی جوتی آپ کا تاج ہے۔

جب آپ خدا کی طرف سے امام الزمان اور حجۃ اللہ ہیں اور خدا کا ہاتھ آپ کے سر پر ہے، تو کسی کا کیا خوف۔ اور پھر ایسی ہی کمزوریوں نے تو مسیحیت اور مہدویت کو خاک میں ملا رکھا ہے۔ آپ خوش قسمتی سے برٹش جیسی آزاد اور آزادی بخش گورنمنٹ کے عہد میں مہدی بنے ہیں۔ کوئی دوسری متعصب گورنمنٹ ہوتی تو مزہ آتا۔

ہم نے جو فتنہ عظیم کا لفظ عنوان میں لکھا ہے تو مراد بالفعل دین اسلام میں فتنہ پیدا کرنا ہے نہ کہ سلطنت کے انتظام یا دنیا کے امن میں خلل ڈالنا۔ کیونکہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ ہاں خدا گنجے کو ناخن نہ دے، رفتہ رفتہ ایسا بھی ہو جائے تو کیا عجب ہے۔ چھوٹی سی چنگاری یا دیا بکس کی تیلی اوائل میں بالکل بے حقیقت ہوتی ہے جس کو جوتی سے رگڑ سکتے ہیں، لیکن تھوڑی سی غفلت میں عالم گیر آگ ہو جاتی ہے جس کا سمجھانا انسانی طاقت سے باہر ہو جاتا ہے۔

میرے پاس دو لاکھ قلم بند والنٹیئر ہیں۔ ہم کہتے ہیں دو لاکھ نہیں، دس لاکھ ہیں، مگر یہ کٹھ پتلیاں کس مرض کی دارو ہیں جبکہ اپنے جبروت سے مثل فوج مہدیاں گزشتہ دنیا پر سکہ نہیں جما سکتیں اور بزور تیغ امام الزمان کی مہدویت اور مسیحیت نہیں منوا سکیں۔ کوئی کیونکر سمجھے کہ آپ مہدی ہیں۔ کوئی مہدی ایسا نہیں، جس نے گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ایک تہلکہ اور انقلاب عظیم پیدا نہ کر دیا ہو، اور فرمان روا کو مشکلات اور مہمات میں نہ

ڈال دیا ہو۔اب تو اریخ میں قادیانی مہدی کی لائف اوراس کے کارنامے آنے والوں نسلوں کے دل میں کیا وقعت پیدا کریں گے کہ قادیانی مسیح گورنمنٹ کا غلام تھا، جہاد کے نام سے کانپتا تھا۔مرزاجی کے کانشنس میں مطلق حرارت نہیں،۔جبن اور حیز پن نے مہدویت کے انجن کو سرد کر دیا ہے۔اگران کے مورث مہدیان سابق بھی ایسے ہی ہوتے تو تواریخ میں جلی حرفوں سے ان کی شان میں یہ شعر کیوں کر موزوں ہوتا

رستم رہا زمیں پہ نہ سام رہ گیا
مردوں کا آسمان کے تلے نام رہ گیا

کسی نبی نے آج تک اپنے کانشنس کے خلاف نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنے والا منافق ہے، حیلہ گر ہے۔بد باطن ہے، دنیا ساز ہے نہ کہ نبی۔لیکن مرزاجی برابراپنے کانشنس کے خلاف کاروائی کرر ہے ہیں۔وہ خوب جانتے ہیں کہ پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں مگراقرارنہیں کرتے اور برابر تاویلیں چھانٹتے رہتے ہیں۔ گورنمنٹ میں بار باراپنی غلامی کا میموریل بھیجنااوراپنی خیر خواہی وفاداری مشتہر کرنا ظاہری خوش آمداورزمانہ سازی، بالکل کانشنس کے خلاف ہے۔کیونکہ جب آپ مسیح موعود ہیں اور کسر صلیب اور قتل خنازیر کے لئے دنیا میں آئے ہیں تو صلیبی اور خنازیری گورنمنٹ کو کیوں اچھا سمجھنے لگے۔مگر عصمت بی بی از بے چادری۔اس میں بالکل شک نہیں کہ اگر آپ کا قابو چلے تو اپنے تمام مخالفین کو چن چن کر تہ تیغ کر ڈالیں۔اڈیٹر۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۷۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

آنحضرت ﷺ کا کسر شان

مرزاجی اپنے جہلاء اور حمقاء میں بیٹھ کر یہی کہتے ہیں کہ عیسی مسیح کے زندہ رہنے سے آنحضرت ﷺ کی توہین تھی کہ آپ تو وفات پا جائیں اور عیسی مسیح زندہ رہیں، لہذا میں نے ان کو مار ڈالا، گویا تمام صحابہ اور محدثین اور مفسرین آج تک آنحضرت ﷺ کی توہین کرتے رہے۔

جاننا چاہیے کہ تمام انبیاء کرام کی خصوصیات ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔کسی کو کوئی معجزہ دیا گیا

ہے، کسی کو کوئی۔ مگر یہ آج ہی سنا کہ خصوصیات کے اعتبار سے ایک نبی کے مقابلے میں دوسرے نبی کی توہین ہوتی ہے۔ اگر تمام انبیاء کرام کو ایک ہی معجزہ دیا جاتا تو بہت سے انبیاء کے بھیجنے کی خدا تعالی کو کیا ضرورت ہوتی۔ معجزہ جس شئے سے عبارت ہے وہ درحقیقت خدا تعالی کی شان میں جمال اجلال کا ظہور ہے۔ گویا انبیاء کرام جناب باری کے صفات کمال کے مظہر ہیں، مگر اندھوں کو بجز خیالی منارے کے کیا سوجھے۔

جب دنیا میں شرک وکفر ریاء اور انانیت خودسری اور تکبر گمراہی اور الحاد وغیرہ پھیلتا ہے تو یہ درحقیقت خدا تعالی کی شان جلال و جبروت کا مظہر ہوتا ہے۔ آخر دوزخ کا شکم بھرنے کا بھی تو اس نے وعدہ کیا ہے یوم نقول لجهنم هل امتلئت فتقول هل من مزيد چونکہ انبیاء کی صفت انذار اور تبشیر دونوں ہیں، تو ان صفات کا وقوع بھی یکے دیگرے ضروری ہے۔ پہلے گھنگھور کھٹائیں اٹھتی ہیں، افق پر گھپ اندھیرا چھاتا ہے، کانوں کے پردے پھاڑنے والی اور دلوں میں زلزلے ڈالنے والی رعد کڑکتی ہے، آنکھوں کو چکاچوند کرنے والی بجلی چمکتی ہے، اور پھر باران رحمت کا نزول ہو کر مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت انبیاء کرام کے نازل ہونے کی ہے۔

ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ شرک اور کفر کے طغیان کا ہے اور رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچا دیا ہے یعنی ایک دجال کے ساتھ بہت سے دجال پیدا ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور اہل اللہ جناب باری میں رات دن الغیاث کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں گڑگڑا رہے ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں

بر خیز کہ شور کفر بر زا ست ۔ اے فتنہ نشان آفرینش

مگزار کہ پائمال گر دیم ۔ زا یہ سرا ن آفرینش

پس اب وقت آ پہنچا ہے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو کر دجالوں کو واصل جہنم کرے، اور یہ جلد ہونے والا ہے انشاء اللہ تعالی، کیونکہ نہ صرف انبیاء کرام کا کسر شان ہو رہا ہے بلکہ خدا تعالی کی صفات اور آیات کا انکار اور اس کی قدرت کاملہ کی توہین ہو رہی ہے۔

حضرت عیسی مسیح کی حیات سے آنحضرت ﷺ کی توہین نہیں ہے، بلکہ مرزا قادیانی کے نبی اور خاتم الخلفاء (خاتم الانبیاء) بننے سے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی بلکہ قرآن کریم اور خود خدا تعالی کی توہین ہے۔ لیپا لک

بننے سے خدایت وحدہ لاشریک لم یلد و لم یو لد کی توہین ہے۔تصویروں کے رواج دینے سے توحید الٰہی کی توہین ہے۔ بروزی بننے اور تناسخ کا قائل ہونے سے مذہب ہنود کی تائید اور مذہب اسلام کی توہین ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ مرزا جی کی ذات اسلام، خدائے اسلام کی مجسم توہین ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جو حضرت عیسیٰؑ کے زندہ ہونے (دوبارہ دنیا میں آنے) کی بشارت دی، تو مرزا قادیانی کے نزدیک گویا آپ نے اپنی توہین کی۔ معاذ اللہ۔ اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ عیسیٰ مسیح تو مر گئے میں مسیح موعود ہوں، کیا یہ آنحضرت ﷺ کی تکذیب و توہین نہیں۔ فا عتبروا یا اولی الا بصار۔ اڈیٹر۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

آئینہ کمالات کے مندرجات پر سعد اللہ کا فارسی کلام

جناب منشی سعد اللہ لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ آئینہ کمالات اسلام (دافع الوساوس) کے صفحہ ۲۸ میں مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

یاد کن وقتے کہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقتِ دیگر کآمدی مشتاق وار
آنچہ ما را از دو شیخ شوخ آزارے رسید
یا رسول اللہ بہ پرس از عالم ذو الاقتدار
نام من دجال و فعال و کافرے بنہادہ اند
نیست اندر زعم شان چوں من پلید و زشت و خوار
نام من دجال و ضال و کافرے بنہادہ اند
نیست اندر زعم شان چون من پلیدو زشت و خوار
ہیچ کس را بر منِ مظلوم و غم گین دل نسوخت

جز تو کاندر خواب ہا رحمت نمودی بار بار
یاد کن وقتے چو بنمو دی بہ بیداری مرا
آ ں جما لے آ ن ر خ آ ں سو رتے رشک بہا ر

اس پرندائے غیب

مرسل یزداں و عیسی نبی اللہ شدے
باز خواہی ضال و دجالت نخوانند اے حمار
ناصر مرتد چنیں الفاظ دارد بر زباں
اپنے مرسل کی مدد کر اے خدا لیل و نہار
ہیچ ظالم تر نباشد از تو زیر آسماں
افتراء بندی بذات ایزدِ ذو الاقتدار
اہل دین بعد از نصیحت کیف آ سے خواندہ اند
مومنے باشد چگونہ کافرے را غمگسار
عیسی مریم شود آلنقوا زادے چساں
مہدی آل محمد چوں شود کس از تتار
گاہ خود را فارسی الاصل بنمودی و گاہ
حارثے گشتی و ذات بہر خود کردی وثار
آنکہ آوردست اخبار از حقیقت بے خبر
و آن حقیقت بر تو اے دجال گردید آ شکار
شعبدات و لہو و عجل سامری شد معجزات
برتر از عیسی نہی خود را از راہِ افتخار

امتیاز انبیاء با دیگران ز الہام و وحی
وحی خود را خواندہ ہمتائے وحی آں کبار
صاف ثابت شد کہ دعوائے رسالت میکنی
نیست ایں پوشیدہ پیش مومناں ہوشیار
من رسولے نیستم کاں جائے دیگر گفتۂ
ہست رنگ آمیزی دجالی تو بر عذار
اے مسیلم در رسالت چوں شراکت خواستی
چوں منافق ایں شہادت ہا ترا آید چہ کار
دعوی تجدید دیں کردی و گردیدی نبی
واں نبوت را بہ لفظ جزء پوشانی خمار
ایں نبوت در حق خود از کجا آوردۂ
چوں نبوت ختم شد بر احمد از پروردگار
بعد از وے کیست کو یابد نبوت از خدا
یافتند ایں منصب از وے بیشتر صد ہزار
گر محدث بودے آن فاروق بودی زیں گروہ
بعد ختم الانبیاء حاجت نماند این زینہار
بعض شاں رفتند و بعض آئندہ آ نند ایں ہمہ
بر خر دجالی خود ہم توے کشتی سوار
رشتۂ ابنیت خود با خدا پیوستۂ
از عبودیت بدل میداری اے ابلیس عار
از غلامی منحرف گشتی و خود احمد شدی

تخم احداث تو سندھی بیگ کفر آورد بار
گفت روح اللہ بعد از من بود احمد رسول
آن رسول احمد منم کردی بعالم اشتہار
اے ستمگر از جلال و از جمال او چہ کاست
تا کنندت بہر تبلیغ رسالت اختیار
مصطفیٰ در خواب و بیداریت نمودست رو
کذب میگوئی بذاتش جائے خود خواہی بنار
آنکہ تطہیرش نماید حق ز دست کافراں
برسر دارش کشی از دست ایشاں وزد دار
بر خے از ترساد و قدرے آوری از نفس خویش
اہل ایماں را یہودی گوئی اے مردار خوار
می ستائی چوں گن حق کاف و نونخو لیش را
میدھی اشراک خلق طیر عیسے را قرار
مصطفیٰ نفی صلیبش کردد ہم اثبات رفع
شاہد تبلیغ وے قرآن بود در ہر دیار
انّ عیسی لم یمت گفت و الیکم راجع
چوں امام عادلے باجاہ و سلطان و وقار
قول او مطلق مجاز و استعارہ ساختی
ایں قدر مغرور گشتی برحیات مستعار
پا بد ل بنہاد کشفت مو جب ذلت شد ت
کر د تد بیر تو در عالم بر آ وردت دار

حسب قول ایزدی نزد عباد مخلصین
گشتنت عیسی بہ عیسی کشتنت باور مدار
تک گروہ از امت احمد بود انصار دیں
تا قیامت منع شان چیزے... انتصار
مرگ عنموائیل و آتھم زیست سلطان ببیں
چوں کشیدت روسیاہ و خوار و زار اندر حصار
دہ چہ شوخ و شنگ آمد دخترت جائے پسر
میوہء نورس خوشا باشد بہ کہنہ شاخسار
وائے اے رمال بر رمالی و حراثیت
چوں پسر کاری برآمد دخترے زان کشت زار
ایں قدر خوار و خجل باشی و نازاں ہم چناں
بے حیائی تو بیروں باشد از حد شمار
قادیانی ایمن از کید متین حق مباش
جانب امــــلـــــی لھـــــم اے ہیچ گوش دل گمار
قادیانی را ز غیب آمد ندا ہا بارہا
سعدیا ایں بے سعادت ہیچ نگرفت اعتبار

ازالہ اوہام کے مندرجات پر سعد اللہ کا اردو کلام

(مرزا قادیانی کی تصنیف ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۴ کے مندرجات
کے متعلق منشی سعد اللہ لدھیانوی کا اردو کلام)

قادیانی تجھے اس بات کا جب ہے اقبال
ہے یہ ممکن کہ مسیح آئے بہ اقبال و جلال
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو جائے نزول اس کی دمشق
پھر مسلماں تجھے کیوں نہ کہیں اب دجال
وہ تو موعود نہ ہو اور بنے تو موعود
تو معرا ہو سب اوصاف ہوں اس میں موجود
پھر تو مہدی بھی ہو حارث بھی ہو وہ کچھ بھی نہ ہو
اس کو تسلیم بھلا کون کرے گا مردود
تجھ کو دعویٰ نبوت بھی جزوی ہی سہی
وحی و الہام میں پھر کسر نہیں کچھ بھی رہی
میں پیمبر نہیں اور لایا نہیں کوئی کتاب
پردہ داری کے لئے تو نے ہے یہ بات کہی
دخل شیطان سے تری وحی منزہ اور پاک
انبیاء سے کہیں بڑھ کر ترا کشف و ادراک
جو قوائے تجھ کو ملیں ختم رسل کو نہ ملیں
کیوں خدا سے نہیں ڈرتا ارے ملحد بے باک
وحی و الہام سے انجام کے صفحات ہیں پر
کیا کتاب اس کو نہیں کہتے ارے احمق لر
قادح ختم نبوت ہے اگر وحی مسیح
قادیانی ہے تری وحی مگر گوز شتر

۱۶۔جولائی۱۹۰۴ء (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۷۔، جلد ۲۳ و ۲۴ ص ۶۔۸)۔

قطعہ تاریخ ولادت دختر قادیانی

ملقب بشوخ وشنگ لڑکا

(منشی سعداللہ لدھیانوی)

تئیس جون آئی یہ موسم کا حال ہے
راتیں تو بڑھ رہی ہیں دنوں کو زوال ہے
بن گی ہیں راہ چلتوں کو تکلیف کا سبب
پر نا لے... اچھے ہیں اب طر شگال ہے
مرزا جی ایک بھائی مخنث ہے بن چکا
اب لڑکا لڑکی بن گئی یہ کیا محال ہے
بیٹی نہیں یہ بیٹا ہے دھوکہ نہ کھایئے
الہام آپ کا ہو غلط کیا مجال ہے
دھندلا گیا مکاشفہ شاید جناب کا
ی کو الف سمجھ گئے، اتنا خیال ہے
کیوں ایسا غم ہے منہ پہ سیاہی ہے چھا رہی
بے چین ہو رہے ہو طبیعت نڈھال ہے
لڑکا اگر نہ اب کے ہوا لڑکی ہی سہی
بارش سے پہلے آندھی بھی اک نیک فال ہے
جھنجلایئے نہ گھر میں عبث جاکے بار بار
رمل آپ ہی کا آپ کی جان کا وبال ہے

پہلی ہی دھو رہے تھے ہوا اس پہ اور لک
کیسی سیاہ روئی علی الاتصال ہے
ہر سال زخم تازہ لگیں دینے لڑکیاں
اور زخم پہلا آپ کا بے اندمال ہے
آیا ہے گھر میں صورت دختر اگر پسر
ہے چونکہ شوخ و شنگ، یہ شوخی کی چال ہے
ارحام میں جو کچھ ہے وہ خالق ہے جانتا
قرآن سے قادیانیو! کیوں اعتزال ہے
سعدی ہے لایا قطعہ تاریخ ماہ و سال
یہ لیجئے داد دیجئے اگر کچھ کمال ہے
اعداد جمع کیجئے چوبیس جون اور
دختر نما پسر (۱۹۰۴ء) کے یہ جننے کا سال ہے

ایضاً

لڑکی کو حیف مرزا تو نہ کر سکا لڑکا
رمل و نجوم حیلہ کیا کچھ نہیں کیا ہے
بک دیجئے پیشگوئی پوری ہوئی ہماری
کیوں منہ میں گھنگنیاں ہیں ہونٹوں کو کیوں سیا ہے
ہے گرچہ رو سیاہی جیتی رہے خدایا
لڑکا بشیر بھی تو آیا تھا کیا جیا ہے
معجونیں اور مربے حلوائے ریگ ماہی
پھر نو مہینے کیسا خون جگر پیا ہے

سال ولادت اس کا گر آپ چاہتے ہیں
وہ نوٹ بک میں ہم نے تحریر کر لیا ہے
سعدی بھی ہے معلم اس کی سنو ادب سے
اک شوخ و شنگ لڑکا لڑکی بنا دیا ہے
دختر نما پسر اور چوبیس جون (۱۹۰۴ء) اس میں
تاریخ و سال و خوبی سب کچھ دکھادیا ہے

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء نمبر ۲۷۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

قادیانی، انبیاء کی مجسم توہین ہے

آریا کیوں برے ہیں؟ اس لئے کہ بے ادب گستاخ اور انبیاء کی توہین کرتے ہیں۔ دہریئے کیوں برے ہیں؟ اس لئے کہ نہ صرف انبیاء اور اون کے معجزات بلکہ ذات الٰہی کے بھی منکر ہیں۔ عیسائی اہل اسلام کے نزدیک کیوں برے ہیں؟ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو برا کہتے ہیں اور قرآن کو کلام خدا نہیں سمجھتے، وہ تعصب میں ڈوبے ہوئے ہیں، مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام ان کا سچا محسن اور شفیق مصلح ہے جو انسان پرستی اور تین خداؤں کے ماننے سے روکتا ہے اور ایک ہی خدا کی عبادت سکھاتا ہے، جس نے عیسیٰ کو کلمۃ اللہ بنایا اور عصمت مریم کی شہادت دی جس کے یہود منکر تھے، آنحضرت ﷺ نے تمام انبیاء کی عموماً اور مسیح کی خصوصاً جو عظمت کی ہے اور دنیا کو ان کی عظمت کرنے کی تعلیم دی ہے کوئی عیسائی کوئی چیپلن کوئی قسیس کوئی اسقف ایسی تعظیم نہیں کرسکتا، نہ ایسی تعظیم اپنے حواریوں اور معتقدوں کو سکھا سکتا ہے۔ تاہم انہوں نے انصاف سے چشم پوشی کی اور تعصب کی راہ لی۔

مرزا جی نے یہودی بن کر عیسیٰ مسیح کو برا کہا، عیسائیوں نے اس کے جواب میں اسلام اور پیغمبر اسلام اور خدائے اسلام کو گالیاں دیں۔ فرمایئے یہودیوں اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں میں کیا فرق رہا۔ گویا مرزا جی

ہی بالواسطہ آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والے ٹھہرے۔ مرزا جی تو اپنے ہم پیشہ اور ملعون مورثوں (گزشتہ مکار مہدیوں) کی تقلید سے بھی منحرف اور مرتد ہو گئے، کیونکہ ان میں سے کسی نے انبیاء کو گالیاں نہیں دیں۔ وہ ایسے احمق نہ تھے کہ اپنے ہاتھوں اپنی جڑ کاٹتے، کیونکہ وہ بھی انبیاء کرام کی مثیل بنے تھے۔ مرزا جی کو شامت جو دھکا دیتی ہے، تو مثیل مسیح بنے، پھر کورنمکی اختیار کر کے مسیح ہی کو گالیاں دیں۔ کھوسٹ آسمانی باپ نے لایعنی اور مضر سرگوشیاں اور برباد کرنے والے الہامات کر کے حسرتوں کا خون کر دیا۔

بت پرست ہنود بھی انبیاء کرام کی توہین نہیں کرتے، بلکہ ان کو مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر مشائخ کے پاس آتے ہیں، بیماروں کے لئے تعویذ لے جاتے ہیں، ان کا دم کیا ہوا جھوٹا پانی اپنے مریضوں کو پلاتے ہیں۔ ان کی اس خوش عقیدتی کو دیکھئے کہ چھوت چھات کی پابندی کو بھی، جو مذہب ہنود کا جزو اعظم ہے، طاق پر رکھ دیتے ہیں۔ بیشتر شہروں کی مساجد کے دروازوں پر ہنود اپنے برتنوں میں پانی لئے مغرب کے وقت کھڑے رہتے ہیں، اور جو نمازی مسجد سے نکلتا ہے، اس سے پانی پر دم کرا کرا اپنے مریضوں کو پلاتے ہیں۔ علی ہذا، جن امور کو اکثر مسلمان معظم سمجھتے ہیں ہنود بھی ان کو معظم سمجھتے، بلکہ ان میں شامل ہوتے ہیں۔ ہنود تمام انبیاء کو ضرور اوتار سمجھتے ہیں۔

ایک ہمارے مرزا جی ہیں کہ باوصف دعویٰ مسلمانی بعض انبیاء کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور جو صفات ان کو خدا تعالیٰ نے عطا کیں ان کا انکار کرتے ہیں۔

مذاہب غیر والے جو مذہب اسلام کے اصول اور اوس کی خوبیوں سے ناواقف ہیں جب مرزا جی کے خوارق اور پاکھنڈ دیکھتے ہیں تو یہی یقین کرتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام کے یہی خوارق ہوں گے جو مرزا جی کے ہیں، اور جس طرح چند خود غرض دنیا پرست چیلے یا حمقاء مرزا جی کے ساتھ ہوتے ہیں، اور لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں، انبیاء اور ان کے حواریوں کے بھی یہی افعال ہوں گے۔ معاذ اللہ حاشا للہ۔ ہم نے اس لئے عنوان میں لکھا ہے کہ مرزا جی تمام انبیاء کرام کی مجسم توہین ہیں۔

مرزا جی نے دنیا کے ٹھگنے کو سبھی کچھ جتن کئے۔ تمام نبیوں اور تمام اوتاروں کے نقال بنے۔ مسیح موعود بھی ہیں، مہدی بھی ہیں، کلجگ اوتار (بروزی) بھی ہیں، امام حسینؓ سے بھی افضل ہیں، اولیاء اللہ کی تو حقیقت ہی

نہیں۔ الغرض تمام برگزیدہ انسانوں کی وقعت مٹانی چاہی، مگر خود اپنی ہی وقعت کو بے گوروکفن ذلت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ یہ وہی ادبار ہے کہ مارے مارے پھرتے ہیں۔ وکیلوں اور اہل کاروں کے سامنے ماتھا گھستے ہیں ۔ناک اور ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ عدالت بھی خوب جنتری میں سے آپ کے بل نکال رہی ہے۔ عدالت کو آپ کے خدائی دعوی اچھی طرح معلوم ہیں۔ اب ہر فرعونے راموسی کا کرشمہ نظر آ رہا ہے۔ بروزیت اور میسیحیت کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ نوگرفتار جانور قفس کی ٹوٹی ہوئی تیلیوں سے پھر ہو رہے ہیں۔ چندہ بھی کوئی نہیں دیتا۔ لوگوں کی چندیا پہلے ہی گنجی ہوگئی ہے۔ اب تو ام المرزائیین وغیرہ کا زیور مرصع بجواہرات اور سادہ لوحوں سے لوٹ گھسوٹ کا جمع کیا ہوا گڑا دبا خزانہ ضرور ہی نکالنا اور سقنقوری اور جند بیدستری معجونیں اگلنی پڑیں گی۔ بہت پھولی پھولی کھا کر رہے تھے، اب عدالت کے اڑ گڑے میں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوگا۔ ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ حالت دیکھ کر اکثر گاڑھے اور پکے چیلوں کی ارادت وعقیدت کا لنگوٹا کھل گیا ہے اور ان پر میسیحیت وبروزیت کی حقیقت آشکارا ہوگئی ہے، مگر چونکہ قول نہیں بلکہ ایمان تک ہار چکے ہیں، لہذا مجبور ہو کر سر دست قادیان میں دھرنا دیئے پڑے ہیں، اور منتظر ہیں کہ کوئی دم میں مرلیا باجے گی۔

مرزا جی کا برزخ اس وقت قابل دید ہوتا ہے جب پیشی کے وقت چپراسی آواز دیتا ہے کہ: گلام احمد کادیانی حاجر (حاضر)۔ اور مرزا جی کو سن کر دھڑکن پیدا ہوتی ہے۔ بھاگم بھاگ لسٹم پسٹم جاتے ہیں، تو ندڈھیلی ہو جاتی ہے۔ ازار بند کسک پڑتا ہے۔ سانس پھول جاتی ہے اور پھر ملزموں کے کٹہرے میں پہونچ کر کمان کی طرح دوہرے ہو کر سر جھکا کر ایٹرن بن کر عدالت کو دوہتھا سلام اور زمین دوز مجرے بجالاتے ہیں، اور عدالت بھی جواب میں ایک مکھی اڑا دیتی ہے۔ عبرت عبرت۔ یہ کیا ہے، وہی توہین انبیاء واولیاء وکبراء وعلماء ومشائخ کا ادبار ہے۔ اور ابھی کیا ہے، ذرا دیکھئے بروزیت اور میسیحیت کی پھوٹی قسمت میں کیا کیا لکھا ہے۔ مقربان الٰہی اور برگزیدگان خدا کی توہین کھیل نہیں۔

لیپا لک تو اپنے چیلوں کو بھی جھانسا دے رہا ہے کہ جلدی نہ کرو آسمانی باپ کا نشان ظاہر ہوگا اور... مصالحت کی ما کھو دوڑ رہی ہے۔ لیٹ لیٹ کر اور زمین پر اتو کھینچ کر معافی مانگنے کا تہیا کیا جاتا ہے۔ نوٹسیں شائع ہوتی ہیں کہ کسی طرح آسمانی باپ کا نشان ظاہر ہو، اور اس عرصہ میں جو گہرا گھاؤ پڑ گیا ہے اور پلاستر بگڑ گیا

ہے، کسی طرح اس کا اندمال ہو۔مگر میرا شیر کرم الدین ایک بھی نہیں مانتا۔وہ یہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ نہیں اور دوسری مرتبہ گولڑہ جا کر مسیحیت و مہدویت سے توبہ کرو، اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تجدید ایمان کرواور افتراء علی اللہ سے باز آؤ اور شوکت اللہ القہار کو مجدد مانو۔اور سب سے معافی مانگو۔مگر یہ کیونکر ممکن ہے، ناک کٹتی ہے اور تر لقمے ہاتھ سے جاتے ہیں، مسیحیت و مہدویت رخصت ہوتی ہے، اور قمار خانے میں تین کانے رہ جاتے ہیں اور عدالت زبان حال سے یہ کہتی ہے کہ بچہ جی آسمانی بادشاہی کے وارث بن کر لوگوں کو بہت دھمکیاں دے رہے تھے اب آئے ہو اڑنگے پر، گھسٹتے گھسٹے پلیتھن نہ نکل جائے اور بروزیت کا براز نہ نکل پڑے تو جبھی کہنا۔ذرا تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔جان جوکھوں تو ہے نہیں، ہاں کایا کسٹ ضرور ہے۔اس لئے مقدمات کا شیرہ رہا ہے جب تک خوب توہین اور ذلت نہ ہو چکے گی اور انبیاء اور اہل اللہ کی توہین کی قرار واقعی سزا نہ ملے گی اور خود مرزائیوں کی نظر میں مرزا جی ذلیل نہ ہولیں گے اور وہ اون کو چھوڑ کر اپنی راہ نہ لیں گے اس وقت تک مصائب کی کالی گھٹاؤں کا سر سے ٹلنا اور مقدمات سے رہائی پانا غیر ممکن

مجدد السنہ مشرقیہ کی پیشین گوئی آب زر سے لکھ لیجئے۔یہ ضرور پوری ہوگی انشاءاللہ تعالی من اھا ن الانبیاء و الاولیاء اھا نہ اللہ عدالتوں کو خدا تعالی سب سے زیادہ عقل دیتا ہے۔اون کو قدرت الٰہی... کشف عطا کرتی ہے۔انصاف کے لئے ان پر الہام ہو جاتا ہے۔وہ سوسائٹی کی موجودہ حالت اور طبائع سے خوب واقف ہوتی ہیں۔اور ہم لکھ چکے ہیں کہ کوئی عدالت جب کسی ملزم کو سزا دیتی ہے، تو صرف ثبوت الزام ہی کو اپنا نصب العین نہیں بناتی بلکہ یہ بھی دیکھتی ہے کہ فلاں کیس کے فیصل ہونے سے سوسائٹی پر کیا اثر پڑے گا۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ نہ صرف برٹش حکام، جن کو خدا تعالی نے بڑی عقل اور دماغ عطا کیا ہے، بلکہ ہر شخص جس کو کچھ بھی عقل ہے، یہی کہے گا کہ مرزا جی نے محض دنیا طلبی کے لئے مکر اور زور کی دکان کھول رکھی ہے، اور بڑی شیخی اور تعلّی جتا کر اپنے کو نبی بنا رکھا ہے۔کبھی بندگان خدا پر موت کی دھونسیں، کبھی کرامت اور معجزات کا دعوی، کبھی اپنے کو بڑا بنانے کے لئے تمام مذاہب کے بزرگوں پر سبّ وطعن،...کیا خود گورنمنٹ یہ باتیں نہیں سمجھتی کہ یہ کھلی..تخویف ہے جس کے ساتھ مذاہب میں اشتعال پیدا ہو کر فساد کا بھی اندیشہ ہے۔پس اس کی روک تھام ضروری ہے اور پہلا انسداد یہ ہے کہ اس مکار اور عیار کو جہاں تک ممکن ہو ذلیل کیا جائے اور

دنیا کو دکھا دیا جائے کہ یہ جھوٹا ہے اس کی پیشین گوئیاں غلط ہیں۔ یہ ویسا ہی نجومی اور رمال سا دھو بچہ ہے جیسے پنجاب میں بہت سے رمال قلمدان اور قرعہ ہاتھ میں لئے اور دھوکے دے دے کر سادہ لوحوں سے پیسے اور ٹکے سیدھے کرتے پھرتے ہیں۔ ورنہ لائیبل کیس کیا ہوا طومار یا شیطان کی آنت ہوا جس کو تقریباً دو سال ہو گئے کہ فیصل ہونے میں ہی نہیں آتا۔ نہ صرف ماتحت عدالتوں بلکہ چیف کورٹ کے دیوانی مقدمات بھی مات ہو گئے دو دو برس تک وہاں بھی مقدمات کا خمیر نہیں اٹھتا۔ پس اس حکمت عملی سے صاف ظاہر ہے کہ مقدمات کے تصفیہ میں جس قدر دیر ہو گی، اسی قدر مرزا جی کے شعبدات یا بدنفسی کا اثر کم ہو گا۔ خود مریدوں کے دلوں سے اون کی وقعت جاتی رہے گی۔ پس ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ اور دیر ہو اور جو ذلت مقدر ہے وہ پوری ہو جائے۔

عدالت کا عندیہ کسی کو معلوم نہیں کیونکہ انصاف کے پاؤں روئی یا ربڑ کے ہوتے ہیں جن کی آہٹ معلوم نہیں ہوتی، مگر انصاف کا پنجہ گویا فولاد کا ہوتا ہے جس کی گرفت سے بچنا محال ہے۔ اگر مرزا جی بری بھی ہو گئے تاہم جو سزا اون کو اس وقت مل رہی ہے عبرت کیلئے کافی ہے اور اس سے بھی بندگان خدا کو فائدہ ہی پہنچ رہا ہے اور پہنچے گا انشاء اللہ تعالی۔ عدالت کی نیت پر کوئی حملہ نہیں ہوسکتا وہ جو کچھ کر رہی ہے انصاف ہے اور جو کچھ کرے گی وہ انصاف ہی ہو گا۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ مطبوعہ یکم اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۴)

مرزائیوں کے کرتوت

مولوی محمد صاحب اہل حدیث لکھنوی جو ایک عالم با خدا ہیں اور عرصہ دراز تک گجرات پنجاب کے مسلمانوں کو اپنے علم و فضل اور ورع و تقوی سے مستفیض کرتے رہے ہیں، اب چند مدت سے کوئٹہ میں اقامت پذیر ہیں۔ جب اول اول قادیانی صاحب نے موعود مسیح کا دعوی کیا اور الہاموں وغیرہ کی سوجھی، تو مولوی صاحب نے اس مشن کی حقیقت سے مسلمانوں کو خوب واقف کر دیا اور گجرات میں بھی تین چار دفعہ ایسے پر اثر وعظ کئے کہ گجرات کے لوگ اس مشن کی لگی لپٹی سے پورے پورے آگاہ ہو گئے۔ یہی باعث ہے کہ تا حال گجرات کا کوئی سمجھ دار آدمی اس ادعائی مشن کو اچھا نہیں سمجھتا۔ آج کل قادیانی کے دو تین مریدوں نے گجرات میں یہ بہتان اڑانا شروع کئے کہ مولوی محمد صاحب موصوف بھی مرزائی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ الٰہی بخش کتب

فروش مرزائی نے اس بارہ میں ان کو ایک دل آزار خط بھی تحریر کیا۔

کسی راست باز عالم باعمل مسلمان کو جس کا ایمان اور یقین اللہ جل شانہ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر ہے یہ کہنا کہ تم مرزائی ہو گئے، دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ہے کہ گویا تم آنحضرت ﷺ خاتم المرسلین کے بعد کسی اور شخص کی نبوت پر ایمان لائے۔

اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے الفاظ اس مسلمان کی دل آزاری کا موجب نہ ہوں گے مگر یہ مرزائی خدا کے بندے ان الفاظ کو معمولی بلکہ اپنے مشن کے فرض کا ادا کرنا جانتے ہیں۔

مولوی صاحب نے اس خط کا جو جواب دیا، قابل دید ہے اس لئے درج ذیل کیا جاتا ہے:

مکرمی مولوی الٰہی بخش صاحب ...مزاج شریف

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جناب نے مسیح موعود قادیانی کو قبول فرمالیا۔

مسیح موعود قادیانی تو کوئی شخص نہیں جس کو شرعاً ہم کو ماننا پڑے۔ ہاں مرزا غلام احمد بن غلام مرتضی زمیندار قادیان مدعی ہیں کہ میں مسیح موعود یا مثیل مسیح موعود ہوں۔ مگر یہ دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ مسیح موعود دو شخص ہیں۔ مسیح الدجال۔ مسیح ابن مریم۔

(مرزا صاحب) اول تو نہیں ہے، اس واسطے کہ اعور نہیں۔ الخ ۔اور نہ ک ف ر کا سکہ مابین آنکھوں کے رکھتا ہے تا کہ دلیل بین ہو کہ یہ وہی ہے۔

رہا دوسرا، تو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ مثیل دو قسم کا ہوتا۔ اسمی اور وصفی۔

اسمی تو اس واسطے نہیں کہ مدعی (مرزا قادیانی) کا نام عیسی نہیں، اور نہ اس کی والدہ کا نام مریم تھا، اور نہ بے باپ پیدا ہوا ہے، بلکہ والد ان کے مرزا غلام مرتضی، زمینداران قادیان سے گذرے ہیں۔

اور وصفی اس واسطے نہیں ہے کہ وہ خلق طیر، ابراء اکمہ وابرص، احیاء موتی، انباء ماید خرون حسب منطوق آیت قد جئتکم بآیة من ربکم ...سے بے نصیب ہے۔

میرے نزدیک مرزا صاحب حسب ارشاد نبوی منجملہ دجاجلہ کذابین موعودین سے ہے۔ دیکھو حدیث صحیح قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم السّاعة حتی یبعث کذابو ن د جالون

قریباً من ثلاثین ۔(ترمذی)۔

ربنا لا تجعلنا منھم و لا ممن تبعھم۔آمین۔

خادم الاسلام محمد لکھنوی از کوئٹہ، محلّہ غریب آباد ۴ جمادی الاول ۔۱۳۲۲ھ۔

(ضمیمہ شحنہ ہندوطوطی ہند میرٹھ مطبوعہ یکم اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

مرزائیت سے توبہ

پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ شیخ محمد عظیم کلرک پوسٹل ڈیپارٹمنٹ مرزائی دین سے دست بردار ہو کر از سرنو دین اسلام میں داخل ہوئے مرزائے قادیانی کی مسیحیت .و مہدویت کے بارہ میں شیخ محمد عظیم کے خیالات حسب ذیل ہیں:

مرزا صاحب مسیح ہیں مگر مرض کو بڑھانے والے مگر مقدمہ باز جھگڑالو، مہدی ہیں مگر نور ہدایت سے پس افتادہ۔ ملہم ہیں مگر اشاعت الہامات سے معاش حاصل کرنے والے۔

اس پر اردو اخبار حاشیہ چڑھاتا ہے۔ واہ شیخ صاحب واہ! آپ نے ہمارے مقدس مرزا صاحب پر خوب زہر اگلا ہے۔ جب آپ حضور انور کے زمرہ مریدوں میں داخل ہوئے تھے اس وقت تو جو کچھ تھے آپ کے خیال میں مرزا صاحب ہی تھے، یہ بے وفائی اور طوطا چشمی اچھی نہیں۔ ہم کو افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو ایک مرید کی کمی سے رنج ہوا ہوگا، لیکن کیا پرواہ عنقریب بہت سے مرید اور ہو جائیں۔،

تعجب تو یہ ہے کہ بعض متعصب اڈیٹران اخبار مرزا صاحب کو مسلمان ہی تسلیم نہیں کرتے جب تک دنیا میں جہالت ہے کئی مرسل اور پیغمبر نبوت کے مدعی پیدا ہوتے رہیں گے اور جدید سے جدید مذاہب کا دور دورہ رہے گا البتہ جہالت کے اختتام پر ہادی برحق ہوگا اس کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہے گی۔

علی ہذا، غازی پور میں وہاں کے بعض علماء کی تلقین سے مرزائیوں کی جماعت تائب ہو کر از سرنو مشرف باسلام ہوئی جیسا کہ کرزن گزٹ سے معلوم ہوا اگر شہروں اور قصبوں کے علماء چاہیں تو.. یہ طلسم دم کے دم میں اپنی مسیحا دمی سے توڑ پھوڑ کر سرد کر سکتے ہیں۔ (ضمیمہ شحنہ ہندوطوطی ہند یکم اگست ۱۹۰۴ء۔ص ۵۔۶)

وہی حیات مسیح

حیات مسیح بڑے بڑے دلائل باہرہ وبراہین ظاہرہ یعنی قرآن وحدیث کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہم اپنے بیسیوں مضامین میں مختلف پیرایوں سے ثابت کر چکے ہیں مگر مرزا قادیانی اور مرزائی کب ماننے والے ہیں۔ وہ تو حیات مسیح کے ثبوت کو بھی اپنی موت سمجھتے ہیں۔ یعنی ادھر مسیح کی حیات ثابت ہوئی ادھر بروزیت وموعودیت فی النار ہوگئی۔ چنانچہ مرزا جی خود لکھتے ہیں کہ مسیح کو موعود سمجھنا ہی مجھے زندہ مسیح یقین کر لینا اور مجھ پر ایمان لانا ہے۔، حالانکہ جس طرح حیات مسیح اور مہدویت میں کوئی لزوم نہیں، اسی طرح ممات مسیح کے قائل ہونے اور مرزا جی کو مسیح موعود مان لینے میں بھی کوئی لزوم نہیں۔ کیونکہ لاکھوں آدمی جو حیات مسیح کو نہیں مانتے کیا وہ مرزا جی کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اپنا دل خوش خوش کرو اور فقط گھر میں ام المرزائیین کا نام بہو بیگم رکھ لو۔

آیت وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله کے بعد ہی جناب باری فرماتا ہے و ان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته یعنی ہر ایک اہل کتاب عیسی مسیح پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح زندہ ہیں اور جب وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ حیات مسیح تو جناب باری نے بل رفعه الله سے ثابت کر دی، اب اس آیت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب جوش میں پڑے ہیں اور اختلاف کر رہے ہیں جب مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو خود اختلاف کرنے والے ان پر ایمان لائیں گے اور اختلاف مت جائیں گے۔ سبحان اللہ مسیح کی حیات اور اون کے دوبارہ آنے کا کس قدر صاف اور صریح ثبوت ہے، مگر مرزا جی جعلی مسیح بننے کے لئے محض خود غرضی سے کتاب وسنت کا انکار کر کے مذہب اسلام سے مرتد ہو رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نون ثقیلہ استقبال کے لئے آتا ہے جو لیومنن میں موجود ہے۔ آپ اس کے معنی حال کے لیتے ہیں۔ جب ایجاد بندہ ہی ٹھہرا تو ماضی کے معنی کیوں نہیں لیتے تاکہ دعوی کی کل پوری پوری بیٹھ جائے۔ آپ کہتے ہیں کہ لیومنن به میں به کی ضمیر قتل اور صلب کی جانب ہے جو وما قتلوہ و ما

صلبوہ میں موجود ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھما ہونا چاہیے، کیونکہ قتل اور شئے ہے اور صلب اور شئے، اور خدا تعالی نے بھی دونوں کو جدا جدا ذکر فرمایا ہے۔ پھر قتل اور صلب کیا ایسی چیزیں ہیں جن پر ایمان لایا جائے۔ اگر کہو کہ عیسی کے مصلوب ہونے اور نیز صلیب پر عیسائی ایمان رکھتے ہیں تو اولاً یہود اس سے خارج ہوگئے جن کے لئے مسیح کا قتل جزو ایمان نہیں اگر چہ وہ قائل ہوں۔ دوم مسلمان خارج ہوگئے جو عیسی کی حیات پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ آیت میں صرف اہل کتاب وارد ہوا ہے۔ اور جو معنی جمہور مفسرین بیان کرتے ہیں ان میں کوئی خرابی اور غبار نہیں۔ پھر مرزا جی اپنا مطلب بٹھانے کیلئے موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیرتے ہیں کہ تمام اہل کتاب مسیح کی موت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوگا کہ امت محمدیہ کیوں ایمان نہیں رکھتی۔ اور قتل وصلب مسیح مسلمانوں کے لئے کیوں جزو ایمان نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ امت محمدیہ کے لئے بھی جزو ایمان ہونا چاہیے تو یہود و نصاری میں اہل اسلام میں بھی داخل ہوگے جس طرح مرزا اور مرزائی قتل اور صلب پر ایمان لاکر عیسائی اور یہودی بن گئے ہیں اتنا فرق ہے کہ یہودیوں کو جس طرح عیسی سے ضد ہے اسی طرح مرزائیوں کو ضد ہے مگر عیسائی جس طرح عیسی پر ایمان رکھتے ہیں مرزا اور مرزائی نہیں رکھتے کیونکہ اس سے ان کی اپنی بنیاد اکھڑتی ہے اگر کہو کہ محض قتل اور صلب پر ہمارا ایمان نہیں بلکہ مشبہ بالمصلوب ہونے پر اور پھر طبعی موت سے عیسیؑ کے مرنے پر ایمان ہے تو یہ بتاؤ کہ کیا خدا نے کہیں حکم دیا ہے کہ عیسی کے مشبہ بالمصلوب ہونے اور پھر طبعی موت سے مرنے پر ایمان لانا ضرور ہے۔ مرزا جی تو ہر دم موت ہی موت پکارتے ہیں۔ مکھی اور مچھر کتے اور سور کی موت پر بھی ان کا ایمان ہے۔ گویا موت ان کی معبود ہے۔ موت ہی نے اون کو آسمانی باپ کا لیپا لک بنایا ہے۔ طاعون بھی موت ہی ہے۔ اگر طاعون نہ آتا تو مرزا جی کا موعود بننا محال تھا۔ ہاں حیات پر ایمان نہیں، خواہ کسی کی حیات ہو۔ گویا خدا تعالی کے محیی ہونے پر تو ایمان نہیں ممیت ہونے پر ایمان ہے یو من ببعض و یکفر ببعض

پھر بہ کی ضمیر خواہ قتل اور صلب کی جانب پھیری جائے خواہ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی جانب، دونوں صورتوں میں قبل موتہ محض حشو اور بے کار ٹھہرتا ہے تعالی اللہ عن ذلك علوا كبيرا کیونکہ مرزا جی کے مفید مطلب تو صرف اتنی بات ہے کہ اہل کتاب مسیح کے قتل وصلب پر ایمان رکھتے ہیں قبل موتہ نے

مرزا اور مرزائیوں کے خرمن امید پر برق اجل گرا دی، اب طرح طرح کی تاویلیں ہیں، رنگ برنگ کے حیلے بہانے ہیں، مگر ایک پیش نہیں جاتی۔ موت بہر نہج قسمت میں لکھی ہے، اسکے آثار عیاں ہیں انشاء اللہ اور یہی مرزا جی کی محبوب اور مطلوب بلکہ معبود ہے۔ بیٹھتے اٹھتے سوتے جاگتے ہگتے موتتے موت ہی نظر آتی ہے۔ چشم ما روشن دل ماشاد

واضح ہو کہ قتل اور صلب کو ایسا امر اہم نہیں جس پر ایمان لایا جائے کیونکہ دنیا میں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ عیسی مسیح کا زندہ رہنا اہم واقعات اور قدرت الٰہی کے معجزات سے ہے و ان من اھل الکتاب الالیومنن به قبل مو ته کی شان نظم وسیاق وسباق ملاحظہ کیجئے۔ جملہ استثنائیہ پر لام تاکید یا نون ثقیلہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ قتل اور صلب کی جانب ضمیر نہیں بلکہ مہتم بالشان مشار الیہ یعنی عیسی کی جانب ہے جو زندہ ہیں۔ خدا کرے مرزا قادیانی اور مرزائی ہمارا مدلل اور نازک مضمون سمجھ سکیں جس کی ہم کو امید نہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ مطبوعہ یکم اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۸)

مرزائیوں سے سوال

آیت ولن تجد لسنة الله تبد یلا ۔ دنیا ہی کیلئے ہے یا ہمیشہ کے لئے۔ اگر ہمیشہ کے لئے ہے تو احیاء اموات وغیرہ معجزات انبیاء کیوں خلاف سنۃ اللہ ہیں اور اگر دنیا ہی کیلئے ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دنیا میں تو خدا تعالی احیاء اموات پر قادر نہیں اور قیامت میں قادر ہو جائے گا۔

یہ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ مرزا جی اور ان کے ہم خیال نئی روشنی والے حضرت ابراہیمؑ کے سوال کیف تحی المو تی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سوال قیامت میں مردوں کے زندہ کرنے کی نسبت ہے نہ کہ دنیا میں۔ جو سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اس سوال کا جواب دو اور... انعام لو۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند وطوطی ہند میرٹھ مطبوعہ یکم اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۸۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

دس کا ایک رہ جانا معجزہ نہیں تو کیا ہے

روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم دوم میں مراسلہ نویس نے مرزا قادیانی کے بیانات عدالت پر ایک لطیفہ لکھا ہے کہ مرزا نے عدالت میں اس وقت اپنی عمر ۶۵ برس کی لکھائی ہے حالانکہ مرزا صاحب خود اپنی کتاب اعجاز احمدیہ کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی جس کو اب پورے دس برس گذر چکے ہیں۔ پس آپ کی تحریر مندرجہ اعجاز احمدی اور عدالت کے بیان کے مطابق دس برس کے بعد آپ کی عمر فقط ایک سال بڑھی۔

پیسہ اخبار میں اس لطیفہ کے پڑھنے سے مرزا صاحب کی نسبت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ہمارے کرم فرما میاں علی محمد روغن فروش محلّہ سادھواں کی دکان پر دو تین مرزائیوں نے اخبار پڑھا، زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرزا صاحب کے اس بیان سے نادم ہیں۔

الغرض کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ سمجھتا ہے، مگر امر واقعی اور حق یہی ہے کہ پبلک میں اس وقت ایسی روشنی کے زمانہ میں کوئی بھی سمجھنے والا نہیں رہا۔ یہی باعث ہے کہ مرزا صاحب کی بات کی تہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ افسوس ہم کریں تو کیا کریں، کس کو سمجھاویں اور کس کا سر پاؤں میں دے ماریں۔ خود مرزائی بھی مرزا صاحب کی بات کو نہیں سمجھتے۔ ناحق ندامت اٹھاتے اور رسوا ہوتے ہیں۔ امر لاچاری دیکھئے بارہ اور بارہ چوبیس برس گذر گئے کہ مرزا صاحب پبلک کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے مگر پبلک میں سے کوئی نہ سمجھا۔

تاویلات کا سلسلہ مرزا صاحب ہی سے شروع ہوا ہے، اور آپ ہی اس علم کے موجد ہیں۔ کوئی قدر دان ہوتا تو قدر کرتا۔ فرمایئے پبلک نے کیا قدر کی۔ یہی نہ کہ عدالت میں چار چار گھنٹہ لگاتار کھڑے ہونا پڑا ، اور روپئہ کی زیر باری علیحدہ۔ عبداللہ آتھم کے وقت آپ نے کیا جھوٹ بولا تھا، پیشگوئی گو پوری نہ ہوئی تھی مگر تاویل نے تو پوری کردی، پبلک نے ہی غلطی کھائی کہ اصل بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ ناحق دہائی مچائی اس میں آنجناب کا کیا قصور اور اب بھی عقل کا قصور ہے۔ اور اسی میں سراسر فتور ہے۔ چونکہ بہ باعث مقدمات مرزا جی کو ان دنوں چنداں فرصت نہیں، لہذا ہم ہی سر دست علم تاویلات کے مطابق دس برس کے اختلافات کا

جواب عرض کر دیتے ہیں۔ امید ہے کہ جناب مرزا صاحب اس کو ضرور پسند فرمائیں گے۔ پبلک کو عموماً اور روزانہ پیسہ اخبار کے مراسلہ نویس کو خصوصاً ہمہ تن گوش ہوش بن کر سننا چاہیے۔

مرزا صاحب عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت (۱۸۹۳ء میں جس کو اب پورے دس سال گذر چکے ہیں) واقعی ۶۴ سال کے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھا ہے اور اب جو دس سال بعد ۱۹۰۳ء میں عدالت میں لکھایا ہے کہ وہ ۶۵ کے ہیں، یہ بھی عین سچ ہے۔ کیونکہ دس کے عدد کے ساتھ جو صفر ہے علم حساب میں صفر کی بذات خود کچھ ہستی نہیں، اس لئے جناب مرزا صاحب نے اس کو قلم انداز کر دیا۔ پس دس کی بجائے ایک رہ گیا۔ اور علم حساب کے مطابق مرزا صاحب کی عمر، عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت سے لے کر ۱۹۰۴ء تک بجائے دس سال کے فقط ایک سال بڑھی ہے۔ دیکھو اس کو کہتے ہیں علم تاویلات۔ اگر کسی کو سمجھ نہ ہو، تو مرزا صاحب کا کیا قصور۔

جناب من یہ تو کچھ بات ہی نہ تھی، اگر ہزار سال کا فرق ہوتا تو انشاءاللہ علم تاویلات کے ذریعہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں نکالا جاتا۔ واہ رے جھوٹ تیرا ہی آسرا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بندہ امام الدین۔ از لاہور۔ مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۰۴ء۔ (ضمیمہ شحنہ ہند ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء۔ ص ا۔۲)

(قادیانیوں نے مرزا صاحب کی عمر کے متعلق اپنے اخبار میں یوں خامہ فرسائی کی۔ لکھا ہے:

مسیح موعود کی عمر پر اعتراض کا جواب۔

عنوان بالا کے تحت، قادیانی مضمون نگار صاحب، منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار کے خطاب میں لکھتے ہیں:

آپ نے ۳۰ جولائی کے روزانہ میں حضرۃ مرزا صاحب کے متعلق ایک خبر لکھی ہے؛ مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۵ سال کی لکھائی حالانکہ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی ص ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم سے مباحثہ اور پیش گوئی کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ وہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں ہوا... باوجود گذرنے دس سال کے سرف آپ کے سن میں ایک سال کی ترقی ہوئی۔

مرزائی مضمون نگار لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کی اصل عبارت یوں ہے:

اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھے۔ یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو تو اس کے پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی۔

اس عبارت سے یہ امر صاف عیاں ہے کہ حضرۃ مرزا صاحب نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی، اوس کا مقابلہ عبد اللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔ اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے اور کتاب البریہ صفحہ ۱۴۶ حاشیہ کی سطرے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اب میری

ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا۔

اب حساب کرلو کہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۶۴ سال کی ہونی چاہیے تھی یا کہ نہیں۔ (البدر۔۸۔اگست ۱۹۰۴ء۔ص ۵)

اس تحریر میں مرزا صاحب کی ولادت ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کی عمر ۱۹۰۲ء میں ۶۴ برس کے قریب تھی۔اس کے چھ سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں جب مرزا صاحب آنجہانی ہوئے تو ان کی عمر کتنے برس ہونی چاہیے۔ بہاء)

وہی حیات مسیح

مرزا اور مرزائی جو آیت لیو منن به قبل مو ته میں، بہ کی ضمیر قتل اور صلب کی جانب پھیرتے ہیں تو یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ عیسی مسیح پر قتل اور صلب واقع ہو، حالانکہ کلام مجید میں دونوں کی نفی ہے کہ ما قتلو ہ و ما صلبوہ و لکن شبه لهم۔ یعنی نہ عیسی مسیح کو یہودیوں نے قتل کیا، نہ صلیب پر کھینچا بلکہ ان پر صلب اور قتل مشتبہ ہو گیا کیونکہ شبہ کا مفعول مالم یسم فاعلہ قتل اور صلب ہے۔ پس جب عیسی مسیح در حقیقت مصلوب و مقتول ہی نہیں ہوئے، تو قتل پر ایمان لانا چہ معنی دارد۔ اور اب یہ کہنا کہ مسیح کو قتل بھی کیا اور صلیب پر بھی چڑھایا لیکن قتل اور صلب کا نتیجہ ظاہر نہ ہوا بالکل ایسی ہی خانہ ساز بات ہے جیسے بروزیت اور مسیحیت اور جیسے خیالی منارہ کی خیالی تعمیر اور جیسے آسمانی منکوحہ سے خیالی ہمدوشی۔

ورنہ مرزا جی کی گھڑی ہوئی تاویل کے موافق نظم قرآن یوں ہونا چاہیے تھا: ارا دو قتلـه و صلبه لکنه لم یقتل ولم یصلب یا یوں ہوتا لکنهم لم یقدرو علی قتله و صلبه یعنی یہود نے ہر چند ارادہ کیا مگر مسیح کے قتل و صلیب پر قادر نہ ہوئے۔ کیا خوبی اس میں ہے کہ مسیح کو صلیب پر چڑھایا مگر وہ سخت جان تھے نہ مرے، یا خوبی اس میں ہے کہ وہ در حقیقت صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے اور ایک دوسرا شخص ان کے مشابہ ہو گیا، جیسا کہ لفظ شبہ سے واضح ہے اور خدا تعالی نے مسیح کو اٹھا لیا۔

مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تو اس گنجی تاویل سے یہی بہتر تھا کہ وہ یہود کی طرح قتل اور صلب کے قائل ہو جاتے اور کہتے انا قتلنا المسیح کیونکہ جب مقصود مسیح کی موت ہے، تو قتل اور صلب کی موت سے ان کو مرزا جی کیوں نہیں مارتے۔ یہ تو سہل لٹکا ہے اور مشبہ بالمصلوب کر کے زندہ رکھنا اور پھر عمر طبعی سے مارنا

تاویل بعید ہے کیونکہ عمر طبعی سے مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں۔ آیات کی تاویل کر کے یہودی بننا بالکل فضول ہے کھلم کھلا کیوں یہودی نہیں بنتے۔ پھر مشبہ بالمصلوب ہونے اور عمر طبعی سے عیسی کے مرنے میں کون سی اہمیت اور عظم شان ہے۔ جس غلغلہ سے تمام دنیا گونج رہی ہے وہ تو یہی ہے کہ یہودیوں نے مسیح کے قتل کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا مگر خدا نے اون کو محفوظ رکھا اور اٹھالیا اور اب تک زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور مدعی میسیحت ونبوت (دجال) کو قتل کریں گے۔ مرزا جی کو یہی تو خوف ہے، وہ دنیا کے دل سے مسیح موعود کا آنا بھلاتے ہیں اور اون کو دھڑ کا ہے کہ میرا بھی کہیں وہی حال نہ ہو جو دوسرے دجالوں کا ہوا۔

و ان من اهل الکتاب میں جناب باری کی سچی پیشین گوئی ہے جو یقیناً وایماناً قرب قیامت پر ظاہر اور واقع ہوگی جیسا کہ رفع مسیح مہتم بالشان ہے ایسی ہی یہ پیشین گوئی ہے۔

مرزا جی کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی ۱۹سو برس سے مسیح کے صلب اور قتل کے قائل ہیں، مسلمان کون ہیں کہ تیرہ سو برس سے مسیح کے عدم قتل اور زندہ رہنے کے قائل ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ اپنے دعوی کے موافق لیو منن کو خلاف قواعد ومحاورہ عرب بمعنی حال بتاتے ہیں یعنی اہل کتاب قتل اور صلب پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ ایمان رکھنا صرف اسی زمانہ حال تک محدود رہا، نہ کہ آئندہ کے لئے بھی۔ اور چونکہ آپ موته کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیرتے ہیں، تو قتل اور صلب پر ایمان رکھنے والے وہی لوگ ہوئے جو اس زمانہ تک زندہ رہے، اور جب وہ مر گئے تو پھر کوئی قتل وصلب پر ایمان لانے والا نہ رہا۔ حالانکہ یہ بداہت کے خلاف ہے۔ کیونکہ خود آپکے قول کے موافق ہر زمانہ کے یہود اور عیسائیوں کا ایمان قتل وصلب پر ہے ذرا غور سے سمجھئے۔ پھر ہر اہلکتاب اپنے نبی پر ایمان لاتا ہے نہ کہ ان حوادث یا ابتلاء ات قتل وصلب وغیرہ پر جو اسپر طاری ہوتے ہیں۔

انبیاء کرام پر طرح طرح کے مظالم ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا، اور آپ کو کفار کے ہاتھ سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچیں، مگر ان حوادث پر ایمان لانے کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں۔ پس چونکہ ایمان انبیاء پر لایا جاتا ہے، نہ اون کے زمانہ کے حوادث پر، لہذا لیو منن به میں ضمیر عیسی مسیح کی جانب ہے جن پر اہل کتاب ایمان لائیں گے۔

آپ زیادہ تر چراغ پا اس لئے ہوئے ہیں کہ عیسی مسیح پر تو جو ایسا ویسا تھا تمام اہل کتاب ایمان لائیں، اور میرے نام پر کوئی پاپوش بھی نہ مارے۔ پس آپ کو ایسی تاویل کرنی پڑی جس کے جھلنگے کی کوئی چول ٹھیک نہیں۔

مرزا جی پر تین مصیبتیں پڑ گئیں۔ ایک تو مسیح کا زندہ رہنا۔ دوم ان کا دنیا میں مکرر آنا۔ سوم تمام اہل مذاہب کا ان پر ایمان لانا۔ پس ضد تو در حقیقت عیسی مسیح سے ہے۔ آپ عیسی مسیح کی مخالفت بلکہ دنیا سے ان کا نام تک مٹانے کو مسیح موعود بنے ہیں، حالانکہ چند روز میں خود بدولت ہی مٹ جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

خدا تعالی نے جو عظمت انبیاء کرام کو دی ہے وہ ابد الاباد تک ٹلنے والی نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء سے بروزی کو ضد ہے۔ بعد ختم رسالت اپنے کو نبی بنانا آنحضرت ﷺ کا نام مٹانا، پس منبر پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کا نام لینا حمقاء کو دام میں پھانسنے کے لئے نری مکاری اور عیاری ہے۔ آپ نبی بنے ہیں تو ظاہر ہے کہ نبی، نبی سب برابر ہیں۔ بدمعاشی تو دیکھئے کہ اپنے کو نبی بھی بتاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا امتی بھی بھلا کوئی امتی بھی آج تک نبی ہوا ہے اور علی العکس، اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۹۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

تفسیر سورہ جمعہ

ہماری نظر سے مندرجہ عنوان تفسیر گذری جو حکیم الامت المرزائیہ کے اختراعات سے ہے، پس جس قدر نور علی نور ہو بجا ہے، کیونکہ حکیم صاحب مرزا جی کے خلیفہ اول ہیں۔

حکیم جی کی نصب العین سورہ جمعہ کی صرف یہ آیت ہے

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

مطلب سعدی یہ ہے کہ اس آیت کے مصداق مرزا جی ہیں، جو رسول ہیں، اور یہ انہیں کی شان میں ہے۔ اوائل میں بڑی رنگ آمیزی کی ہے خدا تعالی کی صفت قدوسیت پر بحث چلائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بظاہر بہت کچھ صفت بیان کی ہے اور اسی میں اپنے بروزی کی بروزیت کا ابراز کیا ہے گویا براز پر مشک وعنبر کا عطر

ملا ہے کہ تعفن سے لوگوں کو اذیت نہ پہنچے۔ ہر پھر کر لاگ لپیٹ کر کے مرزا جی کو رسول اور خاتم الخلفاء بنایا ہے بعث فی الا میین رسو لًا منھم یعنی بھیجا امیوں (اہل عرب) میں ایک رسول انہیں میں سے۔

فرمایئے کیا مرزا جی اہل عرب میں سے ہیں؟ وہ تو چینی مغل ہیں۔ کیا ہندوستان عرب میں ہے۔ پھر یتلوا علیھم ، یز کیھم ، یعلمھم تمام صیغے حال کے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی نسبت ہیں۔

آپ یہ جواب دیں گے کہ یہ استقبال کے صیغے ہیں۔ اس صورت میں گویا آپ اس آیت کے مصداق ہیں نہ کہ آنحضرت ﷺ حالانکہ دو نبیوں پر ایک ہی وحی نازل ہو نہیں سکتی۔ خدا کو کیا ضرور ہے کہ فضول اور بے کار انبیاء بھیجے ہاں آسمانی باپ کے خوارق سے بعید نہیں کہ اپنے لیپا لک کو فضول اور مجہول نامعقول سمجھ کر مرزائیوں کے ماتھے مارے۔

عرب تو بے شک گمراہ تھے کیا بعد نزول قرآن اور بعثت نبی امی اور بعد فرمانے ارشاد اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کے بھی امت محمدیہ گمراہ ہی رہی، کہ مرزا جی کو آسمانی باپ نے اس گمراہی کے دور کرنے کو بھیجا ہے نعو ذ با للہ من ھذہ الھفوا ت

پھر بھی آنحضرت ﷺ کو اپنا سید اور مولی بتانا اور آپکی ثنا اور صفت بیان کرنا کسقدر شرم کی بات ہے۔

پھر بلا وجہ اور بے محل سیدنا مسیح پر اس طرح تبرّ ا جھاڑا گیا:

ہم مانتے ہیں کہ جب مسیح آئے اسوقت یہودیوں کی ایمانی اور اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی تھی لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے اخلاق اور عادات اور ایمان میں کیا تبدیلی کی جب کہ وہ اپنے حواریوں کا بھی کامل طور پر تزکیہ نہ کر سکے تو اوروں کو کیا فیض پہنچتا۔،

حضرت مسیح نے جو کچھ کیا انجیل مقدس کے موافق کیا کیونکہ وہ اسی وحی کی تبلیغ پر مامور تھے، اور وحی بھی وہ جس کی خود قرآن تصدیق کرتا ہے مصدق لما بین یدی من التوراۃ و ا لانجیل۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے نزدیک انجیل بالکل ناقص تھی، اور عیسی مسیح پر بے سود نازل کی گئی۔ مذہب اسلام کے ٹھیٹھ اور صاف عقیدے کے موافق نہ کوئی نبی ناقص ہے، نہ کوئی آسمانی کتاب۔ ہر نبی اور ہر کتاب کا نزول قوم کی حالت کے موافق ہوا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہودیوں کی اصلاح عیسی مسیح سے نہ ہو سکی، خوب یاد رکھو کہ کوئی نبی

فاعل مختار نہیں۔

انك لا تهدى من ا حببت و لكن الله يهدى من يشاء

اور ما علینا الا البلا غ المبین ۔ اور یا ایها الرسو ل بلغ ما انزل الیك من ر بك

ان آیات کے موافق ساری خدائی کو کوئی نبی پوری پوری ہدایت نہیں کر سکا، ورنہ سب سے پہلے ابو جہل اور ابو طالب، آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتے، حالانکہ وہ آنحضرت ﷺ کی بڑی سعی و کوشش پر بھی ہدایت سے محروم رہے اور جناب باری نے یہ ارشاد فرمایا لعلك با خع نفسك علی آ ثارهم یعنی اے محمد تو شاید ان کے پیچھے اپنی جان کا ہلاک کرنے والا ہے۔ اللہ اللہ یہ معاملہ کس قدر نازک ہے۔ مگر آپ کے نزدیک اگر کوئی نبی بلکہ خود محمد ﷺ بعض انسانوں کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو وہ ناقص تھے، اور جو وحی ان پر نازل ہوئی وہ بھی ناقص تھی۔ معلوم نہیں آپ کے بروزی نبی کیا تیر مار رہے ہیں۔ گزشتہ انبیاء کے تو کروڑوں امتی موجود ہیں آپ باوصف امام الزمان اور خاتم الخلفاء اور بروزی ہونے کے ایک عیسائی ایک آریہ ایک سکھ کو بھی اپنی تیس برس کی مزعومہ بعثت میں مرزائی نہ بنا سکے۔

مرزائیوں کا گویا یہ نیچر ہو گیا ہے کہ ہر رسالہ، ہر باب، ہر کتاب، ہر مبحث میں اپنے بروزی کو بڑھاتے اور عیسیٰ مسیح بلکہ تمام انبیاء کو گھٹاتے اور اون کو گالیاں دیتے ہیں۔

اکثر مرزائی رسالوں میں مرزا جی کے نبی ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے

ليستخلفنهم و ليمكنن لهم د ينهم

یعنی خدا تعالیٰ ان (انبیاء) کو خلیفہ بنائے گا اور ان کا دین ان کے واسطے ٹھکانے لگائے گا۔

اول تو آیت میں دینھم کا لفظ موجود ہے، مرزا جی اگرچہ نیا مرزائی دین لے کر آئے ہیں مگر وہ اپنے کو بظاہر آنحضرت ﷺ کا امتی بتاتے ہیں نہ کہ صاحب مذہب و بانی دین جدید۔

دوم، لیستخلفنھم کا وعدہ قیامت تک ہے حالانکہ مرزا جی اپنے کو خاتم الخلفاء بتاتے ہیں۔ پس استخلاف ختم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ تو خاتم الخلفاء نہ ہوں اور مرزا جی ہوں۔

پھر آیت یہ بھی کہتی ہے کہ نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم نہ ہو گا وہ قیامت تک آتے رہیں گے مگر یہ

ناقص نبی ہوں گے نہ کہ کامل۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کامل خلافت کا خاتمہ کس پر ہوا خود مرزا اور مرزائیوں کے قول کے موافق آنحضرت ﷺ پر ہوا۔ تو مرزا جی خاتم الخلفاء کیوں کر ہوئے کیونکہ دو خاتم نہیں ہو سکتے۔

اور اگر کہو کہ آنحضرت ﷺ پر تو خلافت کاملہ کا خاتمہ ہوا ہے اور مرزا جی پر خلافت ناقصہ کا، تو یہ عجیب حماقت ہے کہ خلافت کاملہ کے ہوتے خلافت ناقصہ قائم رہ سکے۔ گویا خلافت (نبوت) میں کمال اور نقص دونوں موجود رہے اور اجتماع ضدین ہوگیا۔ اور خدا تعالیٰ نے تو نہیں بلکہ آسمانی باپ نے انسانوں کو دو متضاد نبوتوں کی شریعتوں کا مکلّف بنایا۔

کس کس حماقت و تناقض کا رونا رویا جائے۔ عقل سلیم اور ذہن مستقیم تو مرزائی طلسم کو طرفۃ العین میں توڑ سکتا ہے۔ گھامڑوں اور ہاتھی کے روٹ میں حصہ لگانے والوں کی ہم کہتے نہیں نہ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ ان سے تو خدا ہی سمجھے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۹۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

تیرہ سو برس میں کس قدر مجدد آئے

کتاب عسل مصفی جو مرزا جی کے ایک مرید کے خیالات و افکار کا نتیجہ ہے، ایک بسیط کتاب اور بائیبل کی طرح ایک مجموعہ ہے جس میں الم غلم بجز صداقت کے سب کچھ بھرا ہوا ہے۔ مگر جس طرح ٹپے اور ٹھمری اور خیال اور دہرپت وغیرہ ایک ہی سم اور سر پر ختم ہوتے ہیں اگرچہ بیچ میں بہت سے ٹھیکے اور گتیں ہوتی ہیں اور طرح طرح کے تان اوڑاتے ہیں، اسی طرح اس کتاب کے تمام ابواب ومباحث مرزا جی کی مجددیت اور نبوت وغیرہ کے ثبوت پر ختم ہوئے ہیں۔

اس کتاب میں نام بنام بتایا ہے کہ کہ ہر صدی میں کتنے مجدد آئے۔، پہلی صدی میں ۴۰۔ دوسری میں ۱۱۔ تیسری میں ۱۰، چوتھی میں ۱۱۔ پانچویں میں ۶ ،۔ چھٹی میں ۷۔ ساتویں میں ۷۔ آٹھویں میں ۴۔ نویں میں ۳ ۔ دسویں میں ۳۔ گیارھویں میں ۳ بارھویں میں ۷ تیرھویں میں ۵۔ یہ سب ۸۱ مجدد ہوئے۔

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن کو صاحب عسل مصفی نے مجدد بنایا ہے مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب ،شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب جن کو کسی نے مجدد نہیں مانا۔

علاوہ ۸۱ مجددوں کے ہزاروں مجدد گذرے ہیں۔ وہ کون ہیں، علماء وفضلاء، وہ حقانی علماء جو محض خلوص سے حسبۃ للہ لوگوں کو کتاب وسنت کے موافق وعظ وتلقین کرتے ہیں اور بھولی ہوئی توحید وسنت یاد دلاتے ہیں یعنی عقائد عامہ کی تجدید کرتے ہیں شرک وبدعت سے روکتے ہیں۔

ذرا یہ تو بتایئے کیا مذکورہ بالا مجددوں میں سے کسی نے قرآن وحدیث کی ترمیم کی ہے۔ کسی نے آیات قرآنی کا مورد ومصداق بجائے آنحضرت ﷺ کے اپنے کو بتایا ہے۔ کیا کسی نے تصویر پرستی کو رواج دیا ہے۔ کیا کسی نے فرائض حج وغیرہ کو ساقط کیا ہے۔ کیا کسی نے نبوت ومہدویت ومسیحیت اور غیب دانی کا دعوی کیا ہے اور لوگوں کی موت کی پیشین گوئیاں کی ہیں جن میں سے ایک بھی پوری نہیں ہوئی۔

جب آپ اپنے دعوی کے ثبوت میں ۸۱ مجددوں کو پیش کرتے ہیں تو یہ ثابت کرنا بھی آپ کا فرض ہے کہ تمام جددوں نے یہی دعوے کئے ہیں جو میں نے کئے ہیں۔ پھر حماقت تو دیکھئے کہ مرزا جی اپنے کو عیسی مسیح سے افضل بتاتے ہیں، حضرت امام حسین تو کوئی چیز ہی نہیں ان سے تو آپ ہر طرح افضل ہیں (یہ منہ اور گرم مسالا) اور مجددوں کو اپنی تصدیق کے لئے پیش کرتے ہیں۔ انبیاء تو بہر نہج مجددوں سے افضل ہی ہوتے ہیں کیونکہ مجدد ان کے امتی ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا تمام مجدد آنحضرت ﷺ کے امتی تھے، حالانکہ خود بدولت نبی ہیں۔ گویا اپنے کو ترقی سے تنزل میں گرا رہے ہیں۔ نبی اور مجدد میں عام خاص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر نبی مجدد ہے اور ہر مجدد نبی نہیں اور نہ کسی مجدد نے نبوت کا دعوی کیا۔ برخلاف مجددین کے جن مکاروں دجالوں نے نبوت اور مہدویت کا دعوی کیا اور فی النار ہوئے۔ مثلاً مسیلمۃ الکذاب اسود عنسی اور مہدیان کذاب عرب وسوڈان وغیرہ۔ آپ نے ان کا مطلق ذکر نہیں کیا، نہ کسی مرزائی کتاب میں ان ملحدین مرتدین کا ذکر ہوتا ہے۔ منصب مرزائی تو اس امر کا مقتضی تھا کہ آپ اپنے ہم پیشہ دجالوں کا ذکر کرتے۔ مگر کیوں کرتے، پانی مرتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی اور مرزائی دجالوں اور جھوٹے مہدیوں کی تفصیل بھی کسی کتاب میں اسی طرح لکھیں جس طرح مجددوں کی تفصیل لکھی ہے تو ہم ایک سو روپیہ دینے کو تیار ہیں و لن تفعلوا انشاء الله تعالی

خوف یہ ہے کہ جب آپ گزشتہ دجالوں کی لائف شائع کریں گے تو خود مریدین ہی ان کے کیریکٹر کو آپ کے کیریکٹر سے ملائیں گے اور سر مو فرق نہ پائیں گے پس بروزیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور اس

وقت جس قدر پنجرے میں کبوتر ہیں پھر ہو جائیں گے۔

انبیاءکرام بھی برے، اولیاء بھی برے، آئمہ بھی برے، مگر جھوٹے نبی اور دجال اچھے اور سب مرزا جی کے جدامجد اور مورث جبھی تو ان کے نام لینے سے بھی زبان مفلوج ہوتی ہے گویا وہ مرزائیوں کے یقینی اور روحانی مسلم مہدی اور موعود تھے۔

اگر مذکورہ مجددوں کو اسلامی جمہور نے مان لیا ہے تو دجالوں کو بھی ایک جم غفیر نے مہدی اور موعود مان لیا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایک جمہور کے مسلم مہدیوں کو تو نہ مانیں دوسرے جمہور کے مسلم مجددوں کو مانیں ذرا غور سے سمجھو مجدد السنہ مشرقیہ کیا سمجھا رہا ہے۔

عیسی مسیح کو معاذ اللہ کوئی مجدد فی الدین تو کیا مارتا آپ کے اعلی مورثوں (دجالوں) نے بھی نہیں مارا۔ مجدد بن کر یہ تجدید آپ نے ضرور کی۔ بھلا دجالوں کی روحیں کیا خوش ہوں گی کہ آپ اون کے نقش قدم پر نہیں چلے۔ وہ تو ضرور آپ پر لعنت بھیجتے ہوں گے اور افسوس کرتے ہوں گے کہ کیسا کلوٹا فرزند ہمارے صلب سے پیدا ہوا جس نے ہم کو بدنامی کے گڑھے میں بے گوروکفن ٹھونس دیا۔ مر گئے مردود، فاتحہ نہ درود۔

مجدد ایک انسان ہوتا ہے جو مثل انبیاءکرام غلطی اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا۔ اوس کا مرتبہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا مجتہد کا۔ پس اس کا قول شریعت میں قطعی اور یقینی واجب العمل نہیں ہوتا جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ کسا جائے اور نہ کسی مجدد نے ایسا دعوی کیا ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ واجب العمل ہے اور جو شخص میرے قول پر نہ چلے گا وہ گمراہ اور ناری ہوگا۔ صرف آپ ہی ایسے مجدد ہیں کہ اپنے اقوال کو باعتبار واجب العمل ہونے کے قرآن وحدیث سے بڑھ کر بتاتے ہیں اور علی الاعلان دعوی کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں، امام الزمان ہوں، جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ دنیا میں واجب القتل اور عاقبت میں جہنمی ہے۔

بتاؤ ۸۱ مجددوں میں سے کس کے قول پر علماء اور فضلاء فتوی دیتے تھے۔ اہل اسلام زیادہ سے زیادہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ حالت جذب یا سلوک میں فرما گئے ہیں وہ ان کے حالات تھے جن کی تعبیر ہم عملاً نہیں کر سکتے اور ناموس شریعت کو دھبہ نہیں لگا سکتے۔ ہاں اون کے جو افعال اقوال مطابق کتاب وسنت ہیں وہ واقعی واجب العمل ہیں۔

مرزا جی نبی بن کر مجدد کیوں بنتے ہیں اور اپنے کو عالم بالا سے کیوں گراتے ہیں، اپنے کو انبیاء پر کیوں نہیں منطبق کرتے۔ وجہ یہ ہے کہ انبیاء نے معجزات دکھائے اور آپ کو معجزات کے نام سے جاڑہ چڑھتا ہے۔ نیچرآ موجود ہوتا ہے۔ عیسی مسیح اس لئے برے ہیں کہ ان کی صفت ابری ء الا کمہ و الا برص و احی المو تی با ذن الله۔ اور آپ اپنی تقریر میں فرما بھی چکے ہیں کہ اگر میں بھی چاہوں تو عیسی کی طرح (مسمریزم وغیرہ) کے بہت سے شعبدات دکھا سکتا ہوں، مگر آپ نے اب تک خیر سے مداری کا پھنک ایک، پھنک دو، بھی نہ دکھایا۔ پس معجزے کا نام آتا ہے، تو آپ.. مجدد بن جاتے ہیں، اور جب آپ کے کیریکٹر کے مقابلہ میں مجددوں کے افعال واقوال پیش کئے جاتے ہیں تو آپ نبی بن جاتے ہیں کہ مجھے سب کچھ جائز اور روا ہے اور تمام مجددین ومفسرین محدثین غلطی پر ہیں تو آپ کا حال بالکل مولانا روم کے اس شعر کے موافق ہے

گر نہی با رش بگوید طائرم ۔ در پر گو ئیش گوید اشترم

یعنی شتر مرغ پر اگر تو بوجھ لادے گا تو وہ بازوئیں پھٹپھٹا کر یہ عذر کرے گا کہ میں طائر ہوں، اور طائر پر کوئی بوجھ نہیں لادتا۔ اور اگر یہ کہے گا کہ اڑ، تو وہ بلبلا کر اور ہنڈا سا منہ کھول کر یہ کہے گا کہ میں اونٹ ہوں، اور اونٹ اڑ نہیں سکتا۔

پس آپ ہے کے قول سے ثابت ہو گیا کہ نہ آپ نبی ہیں نہ مجدد ہیں بلکہ ایک حیلہ گر، دین بدنیا فروش ہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۲۹۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۸)

مرزا قادیانی پر فرد جرم کی تکمیل

یوں تو مرزا صاحب پر مقدمہ لائیبل میں رائے چندو لال صاحب مجسٹریٹ نے فرد قرارداد جرم لگا دی تھی، لیکن مرزائی صاحبان اس کے قائل نہ ہوتے تھے کیونکہ مرزا جی کی غیر حاضری میں فرد جرم لگی تھی۔ آخر مرزا جی کی دعوات سحری نے مجسٹریٹ موصوف کو (بقول ان کے مریدوں کے) تبدیل کرا دیا، اور ان کی جگہ بابو آتما رام صاحب تشریف لائے۔ مرزا جی نے دفعہ ۳۵۰ ضابطہ فوجداری کی آڑ میں دوبارہ تحقیقات ہونے کی درخواست کی اور خیال کیا کہ اس لمبی دوڑ میں ممکن ہے کہ فریق مقابل تھک جائے اور یوں مقدمہ سے نجات

ملے۔لیکن بہادر حریف نے پھر بھی حوصلہ نہ ہارا اور مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔آخر شہادت استغاثہ دوبارہ ہوئی اور وہ مرحلہ پہونچا جہاں مرزا جی مارے ڈر کے مرض شدید میں مبتلا ہو گئے تھے۔چنانچہ ۲۹ جولائی کو مولوی غلام محمد صاحب آخری گواہ استغاثہ کی شہادت ختم ہوگئی اور فرد جرم کی نوبت پہنچ گئی۔جونہی شہادت ختم ہوئی تو مرزا جی کے وکلاء نے دہائی مچادی کہ ملزمان کو اسی مرحلہ پر بری کیا جائے اور صفائی طلب نہ ہو۔اس بارہ میں ملزمان کی طرف سے ایک درخواست بھی گزری اور ایک لمبا چوڑا تحریری بیان بھی داخل کیا گیا۔اور علاوہ ازیں مرزا جی نے خود بھی اس روز زبان کھولی اور کچھ معذرت ظاہر کی کہ میں نے جو کچھ لکھا نیک نیتی سے لکھا اور اپنے بچاؤ کے لئے لکھا وغیرہ۔لیکن مجسٹریٹ نے فرد قرار داد جرم مرتبہ مجسٹریٹ سابق مرزا جی کو سنادی اور جواب بھی لے لیا اور وکلاء ملزمان کو کہا کہ میں آپ کو بحث کا موقع دونگا۔چنانچہ بحث کے لئے ۳۔اگست ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔

اس تاریخ کو دور دراز مواضع سے مرزائی صاحبان جمع ہو گئے تھے کیونکہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آج مرزا جی کو بری ہو جانا ہے (شاید کوئی الہام ہوا ہوگا) لیکن برعکس اسکے اس تاریخ کو مجسٹریٹ نے خود قرار داد کی تکمیل کر کے ملزمان کا بیان لے لیا کہ وہ صفائی پیش کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ملزمان نے لکھایا کہ صفائی پیش کریں گے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی لکھایا کہ گواہان استغاثہ پر بھی جرح کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ زیر دفعہ ۳۵۶ ضابطہ فوجداری گواہان ذیل مکرر جرح کے لئے طلب ہوئے۔مولوی برکت علی صاحب بی اے منصف بٹالہ، مولوی غلام محمد صاحب قاضی چکوال، مولوی محمد جی صاحب قاضی جہلم۔تاریخ پیشی مقدمہ ۱۵، ۱۸، اگست مقرر ہوئی۔اس کے بعد گواہان صفائی کے لئے تاریخ ہوگی۔(پیسہ اخبار) (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۱)

مرزا جی کا انوکھا الہام

حضرت جبریل علیہ السلام کا زمین پر آنا اور تمام ملائکہ کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔صحیح بخاری میں ہے فغطنی فبلغ منه الجهد یعنی جبریل نے مجھے سینے سے لگا کر ایسا نچوڑا کہ میں پسینے پسینے ہو گیا اور پوری طاقت صرف ہوگئی۔اور حدیث حنظلہ میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

و الذی نفسی بیده لو تدو مو ن علی ما تکو نو ن عندی لصا فحتکم الملا ئکة

علی فر شکم و فی طرقکم ولکن یا حنظله ساعة و ساعة ثلا ثمرات فا شار
الی ان الاحوال لا تدوم ۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اسی حالت میں رہو جس میں میرے حضور رہتے ہو تو ملائکہ تمہارے بچھونوں تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ (آپ نے تین بار ساعۃ ساعۃ وساعۃ فرمایا) پھر اشارہ فرمایا کہ حالات (تجلیات) کو دوام نہیں،

لیکن مرزا جی زمین پر حضرت جبریل کے نزول کا انکار کرتے ہیں حالانکہ اپنے اوپر الہام اور وحی کے دونگڑے برسنے کے مدعی ہیں ۔ جی بجا ہے، آسمانی باپ نے فلک الافلاک سے ٹیلی فون لگا رکھا ہے جسکے ذریعہ سے بذات خاص لیپا لک کے ساتھ کانا پھوسی کرتا رہتا ہے ۔ چنانچہ اپنی آسمانی کتاب توضیح المرام میں لکھتے ہیں:

کہ جبریل اپنے ہیڈ کوارٹر اور روشن نیر سے کبھی جدا نہیں ہوتا اور خدا اور بندے کی محبت کے نر و مادہ سے جو تیسری چیز پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روح القدس ہے اور وہی روح امین ہے، اسی کا نام شدید القوی اور ذوالافق الاعلی اور رای مارای ہے ۔ اور جبریلی نور آفتاب کی طرح انسان پر اسکے حسب استعداد اپنا اثر ڈالتا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو، حتی کی مجانین پر بھی جبریل کا اثر فی الواقع ہے ۔ اور جس سے کوئی فاسق اور پرلے درجہ کا بدکار باہر نہیں حتی کہ کنچنیاں بھی ۔ بس ادنی سے ادنی مرتبے کے ولی پر بھی جبریل ہی وحی کی تاثیر ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے دل پر بھی وہی ڈالتا رہتا ہے ۔ فرق صرف آرسی کے شیشے اور بڑے آئینے کا ہے ۔،

وہی بات کہ بلی کے خواب میں چھیچھڑے ۔ الہام اور وحی میں نر اور مادہ اور رنڈیوں کا ذکر آپ کی فطرت کا اظہار کر رہا ہے ۔ آپ آسمانی باپ کے لیپا لک ہیں نا ۔ پھر نر اور مادہ کا ذکر کیوں نہ ہو ۔ بے شک آسمانی باپ جو لیپا لک پر الہام کرتا ہے اور شیطان جو ایک کنچنی پر الہام کرتا ہے ان دونوں الہاموں میں کچھ فرق نہیں ۔ لیکن اولیاء اور انبیاء کے الہام کو ایسا کہنا درست نہیں،... اور مرزا جی نے درحقیقت اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ جو آسمانی باپ رنڈیوں پر الہام کرتا ہے، وہی اپنے لے پالک پر کرتا ہے خدا اور بندے کی محبت کے (معاذ اللہ) ملنے ہونے سے تیسری چیز روح القدس پیدا ہوتی ہے ۔ آپ نے یہ تثلیث اپنی امت کے لئے گھڑی ہے،

فرمایئے عیسائیوں کے لئے کیا باقی چھوڑا۔ لا حول و لا قوۃ ۔کس قدر لغو اور گندے اور فحش خیالات ہیں ۔شرم چہ کنی است ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۳۰۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

نبی اور ولی کے الہام میں فرق

مرزا جی اپنی کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۴ و ۲۲۹ میں لکھتے ہیں کہ

جیسے ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام سے مخالف نہیں ہوتا اسی طرح اولیاء کا الہام شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف نہیں ہوسکتا اور اس کو موجب علم قطعی نہ جاننا وسوسہ ہے۔،

اس سے مرزا جی کی یہ مراد ہے کہ نبی اور ولی کے الہام میں کچھ فرق نہیں۔افسوس ہے کہ اس ادعا سے مرزا جی اپنا مرتبہ نبوت پست کرر ہے ہیں،یعنی اپنے کو بجائے نبی کے ولی بنار ہے ہیں اور تمام اولیاء کا مرتبہ بڑھا رہے ہیں یعنی ان کو انبیاء قرار دے رہے ہیں۔

اول تو یہ اولیاء پر اتہام اور تفسیر قول ما لا یر ضی به القا ئل ہے کیونکہ کسی نبی خصوصاً خلفاء اور صحابہ کرام نے بھی اپنے کو نبی قرار نہیں دیا اور کیوں کر ممکن تھا کہ وہ باوصف امتی ہونے کے نبی بن جاتے اور اپنے کو انبیاء خصوصاً خاتم النبیین کا ہم سر بناتے۔

دوم کلام مجید میں ہے ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ء هم ۔اس سے یہ بات مستنبط ہوئی کہ اولیاء پر شیاطین وحی کر سکتے ہیں،نہ کہ معاذ اللہ انبیاء پر۔کیونکہ انبیاء کا یہاں ذکر نہیں بلکہ قرآن مجید میں انبیاء کرام کی نسبت فینسخ الله ما یلقی الشیطا ن وارد ہوا ہے۔یعنی انبیاء پر شیطان جو القاء کرتا ہے خدا تعالی اس کو رد کر دیتا ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا جی،حضرت عیسی مسیح سے تو اپنے کو افضل بتائیں بلکہ ان کی مذمت و توہین کریں اور حضرت امام حسینؓ پر بھی اپنے کو فضلیت دیں اور بدبختی سے اولیاء کی صف میں بیٹھیں۔اولیاء اللہ تو لاکھوں گزرے ہیں،مرزا جی بھی انہیں میں رہے تو کیا کمال کیا۔ان کا منصبی فرض تھا کہ جس طرح مسیح کو گالیاں دیں اسی طرح تمام اولیاء اللہ کو بھی اس سرے سے لے کر اس سرے تک توہین کی ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے تا کہ مرزا

ئیوں کے دل میں ان کی وقعت بڑھتی کیونکہ ان کی نبوت اور مسیحیت اور بروزیت کا اقنوم اعظم سبّ ولعن ہے اور اسی سے دنیا میں ان کی شہرت ہو رہی ہے اور فرض تبلیغ ادا ہو رہا ہے۔

انبیاء کرام کی تو توہین کی جاتی ہے اور اولیاء کی تعظیم۔ حضرت عیسی مسیح تو جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں نبی کیا معنی ولی بھی نہ ٹھہرائے جائیں اور اولیاء اللہ کو نبی بنا دیا جائے۔ اس کی لم یہ ہے کہ چند روز میں جس قدر مرزائی ہیں، ولی کیسے نبی بن جائیں گے۔ اور مرزا جی جو بالفعل اپنے کو خاتم الخلفاء کہتے ہیں خاتم الانبیاء ہوں گے۔ اور ان کے اس قول کا ظہور ہوگا کہ انبیاء ناقص قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے مگر نبی کامل بجز مرزا جی کے کوئی نہ ہوگا۔

سنو سنو! نبوت ختم ہوگئی مگر اولیاء اللہ کے وجود باجود سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا۔ یعنی آفتاب نبوت کی روشنی سے ذرے اکتساب نور کرتے رہیں گے۔ لیکن مرزا جی سے کوئی اقرار تو کرالے کہ ان کے زمانہ میں کسی ولی کا وجود پایا جاتا ہے۔ یا تو خود بدولت ولی ہیں یا شاید اپنے کسی مرزائی کو کامل ولی اور ناقص نبی بنا دیا ہو۔ سینکڑوں مرزائی اس الہام کے منتظر ہیں کہ کب آسمانی باپ ہم کو کامل ولی اور ناقص نبی بناتا ہے۔ ہم کو یقین کامل ہے کہ سب سے پہلے کامل ولی اور ناقص نبی ہونے کا الہام حکیم الامۃ المرزائیہ کے حق میں ہوگا۔ اولیاء اللہ کو سب مسلمان مانتے ہیں، لہذا مرزا جی نے بزعم خود ان کے خوش کرنے کے لئے تمام اولیاء اللہ کو انبیاء بنا دیا۔ لیکن جب عیسی مسیح کو گالیاں دینی شروع کیں تو مرزا کو ملعون سمجھنا مسلمانوں کا فرض ہوا اور ان کو یقین ہو گیا کہ انبیاء کو جو مردود گالیاں دیتا ہے وہ اولیاء کو کیوں گالیاں نہ دے گا۔

معلوم نہیں اولیاء اللہ کا ذکر بار بار کیوں کیا جاتا ہے اور کیوں ان کو نبی بنایا جاتا ہے، حالانکہ محض دعوی سے نہ کوئی نبی بن سکتا ہے نہ ولی، جب تک بارقہ توفیق وتصدیق الہی اس کے ساتھ نہ ہو۔ میں نبی ہوں، میں مثیل المسیح ہوں، اور بایں ہمہ میں ویسا ہی ولی ہوں جیسے اور اولیا گزرے ہیں، محض ایک خبط اور مالیخولیا اور متناقض دعوی ہے۔ خوب یاد رکھو ولی کو نبی بنانا غلام کو آقا بنانا ہے اور باعتبار امتی ہونے کے عام مسلمانوں اور اولیاء اللہ میں مطلق فرق نہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۳۰۔ جلد ۲۲و۲۴ ص ۳۔۴)

آئینہ کمالات میں قادیانی اشعار کے جواب میں

منشی سعد اللہ کا فارسی کلام

الا اے قادیانی یاد کن روز قیامت را
چگونہ ترک کردی راہ اسلام و سلامت را
نفاق از دل فگن بگذار شوخی و شرارت را
بدہ در سینہ جا اخلاص و تقوی وطہارت را
بدر کن از دماغ خویشتن زعم نبوت را
مبر در سر چو ترسا رہ خیالات نبوت را
دگر کورانہ می پنداری ایں اجماع امت را
نہ جہل خود نداری یا در اخبار شریعت را
مگستر دام دعوئے مسلمان پئے خوردن
مکن شائع چو تجار فرنگ اعلان بیعت را
بہ صدق دل مریداں مرسل یزدانیت خوانند
عبث سنہفت اے دجال دعوی رسالت را
بہ جز مدئی ایروزی ملتبس دعویء خود سازی
بایں مکر و حیل خدمت کنی اہل بلادت را
ز دجالان موعود آمدی دجالے اے مردک
بلاء و امتحان اہل ایمان و صداقت را
نزول وحی بر خود مثل وحی انبیاء گوئی
صداہا بہر خود داری . منم ما مور دعوت را

و زان الہام و وحی خود سیہ اوراق گردانی
رسولے نیستم، میگوئی اے دجال خدعت را
نیاوردم کتابے حسب عادت ہم غلط گفتی
بلے تبدیل کردن خر دشوار ست عادت را
گزینی جائے ابنیت کنی ترک عبودیت
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

(یہ مصرع مرزا قادیانی کا ہے۔ چونکہ ہر اہل عبادت کو نخوت ابلیس بنادیتی ہے اس لئے قادیانی نے عبادت چھوڑ کر ابنیت اختیار کی ہے۔ سعد اللہ)

یہودی باشد آن کو بر صلیب آرد مسیحا
پئے عیسی شدن گشتی مخالف دین و ملت را
ز پیر نیچری مرگ و صلیب عیسی آوردی
نہادی چوں علم بر دوش تجدید امامت را
خداوندا پناہت زیں یہودی کیش عیسی کش
کہ بر روح و رسولت تہمتے بندد اذیت را
چو عجل سامری لہو و لعب گوید با مجازش
بہ حق آں مکرم مے پسندد ایں مزلت را
بخواند انّما الاعمال بالنّیّات باز ازکیں
ہمی بد ذات گوید عالمان نیک نیت را
چو چشم حق شناسی نور عرفان ش نہ بخشیدند
بہ گفت اعمی و مشرک ازخباثت خیر امت را
اگر عمرے تو ہشتادست(۸۰) یا پانچ و نود(۹۵) سندھی

ز درگاہ خدا کید متین پندار مہلت را

منہ دل در تنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی

مخور بادام روغن جائے روغن عیش و عشرت را

مسلماناں پئے دارین امن و عافیت خوانند

بہ حرص مال و جاہ ایدوں تو می خواہی مصیبت را

(مرزا قادیانی کے درج ذیل شعر کا جواب آگے لکھا ہے:

ہمہ در دور ایں عالم امان و عافیت خوانند

چہ افتاد ایں سر مارا کہ میخواہد مصیبت را)

اگر ممکن بود از سینہء ات برداشتن پردہ

بہ بیند اندراں ہر کس نفاق و خبث طینت را

ز خوف حاکم ضلع آنچناں در باختی زہرہ

کہ گفتی الوداع دائمی رمل و کہانت را

نخواہم در حق کس ہیچ گاہ الہام انذاری

نخواہم بر کسے گاہے دعائے بد اجابت را

بعیسی در رہ تعلیم دین ناکام شد گوئی

بذات وے نہی صد عیب تحصیل فضیلت را

حقیقت ہائے دجال و خر وے بر تو روشن شد

ز فہم مصطفیٰ بر تر گماری آن حقیقت را

شدی دوراز عبادت باوجود قرب عبداللہ (غزنوی)

چہ سود از رہبر کامل تہیدستان قسمت را

مسیح و مہدی و حارث نبی گشتی ولد

گشتی شکم سیرت نمی گردد بہ ہیچ اے چو بہ مترا

(متھرا کے چوبے پرخوری میں مشہور ہیں۔گذشتہ دجالوں میں سے کسی نے صرف عیسی بننے کا دعوی کیا کسی نے صرف مہدی کا، کسی نے صرف نبی کا۔ یہ کم بخت سبھی کچھ بن کر، علاوہ براں ابن اللہ بن کر شکم سیر نہیں ہوتا۔سعد اللہ)

بشیر ناتواں کانرا تو عنموائیل مے گفتی
کانّ اللہ نازل ز آسماں شد داغ فرقت را
بہ پیش گوئیء ایں بچہ و نیز آتھم و سلطان
سیاہی ہا ز رمالی بہ رخ ما لیدہء تترا (پے در پے)
بشیرت دخترے آمد ز بار اولیں پیدا
پسر از بار ثانی آمد آبادی تربت را
برآمد ہفت بر نہ سال و عموائیل نامد باز
بگو اکنو ں چہ داری حیلہ آں نہ (۹) سالہ مدت را
تو شیر نیستان بے حیائی آمدی
ز اول بہ مکر شید و خو نمودی ایں اضافت را
چہ مے سوزی ز بہر زوجہ الہامیت ناداں
بد ل گر غیر تے داری بغیرا ن وصل و قر بت را
زنِ الہامیت در خانہ سلطان ست بار آور
چہ مے باشد لقب ہم چوں تو دونِ بے حمیت را
پسر گفتی و پے در پے دو د ختر باز زا ئیدی
بہ بخت و ...گو نش دائما راہ ہست نکبت را
چہ گونہ ابن مریم گشت سندھی بیگ را بنگر
کشادہ آلنقوا در بیوگی باب ولادت را

ز شر فتنہ دجالی سوئے حق پناہ آور
دعا کن سعدیا کو وعدہ فرمود استجابت را

مناجات

(منشی سعداللہ لدھیانویؒ)

الٰہی دور دار از بندہء مسکین ہر آ فت را
براہ خود مدہ از کس رہے سویش مخافت را
شرف دادی بہ اسلامم ز ہدیء احمد مرسل
بہ فضلت با خود آرم در قیامت ایں شرا فت را
عمل ہا ئے مرا در دین و ہم در دین مبا رک کن
بدہ تو فیق نیکی پاک سازم خو ئے و خصلت را
بضا عت ہر چہ در بار م ہمہ مز جاۃ نا کارہ
امید بخشش از فضل تو بس این بے بضاعت را
ازیں دنیا ئے فا نی چو ں بمن وقت رحیل آ مد
ادا سازم بتوحید از زبان و دل شہادت را
چو در گور م نہند ا حبا ب سو ئے خا نہ رو آ رند
دراں وحشت کدہ کن مو نسی من رحم و رافت را
پل دو زخ کہ تیز از تیغ و را ہے بس دراز آ مد
مدد فر ما کہ طے چوں بر ق سازم ایں مسا فت را
محمد را مقامے دہ کہ محمودش لقب کردی
چو سر در سجدہ پیش تو نہند اذن شفاعت را

به فضل خویشتن او را فضیلت ده وسیلت ده
که حکمت شد به هر کس ابتغائے آں وسیلت را
تحیات و سلام از ن بر و حش و آں اصحابش
به آن نوعے که ماموریم تسلیم و تحیت را
یکے از امتش و از بندگانت آمده سعدی
کشاده دارد ابواب اذن ده رضوان جنت را
به فردوس بریں با بندگانت میہماں باشم
به دیدارت نظر بالا کنم اکمال نصرت را

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۳۱۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۴)

وہی حیات مسیح

قادیانی اخبار الحکم مطبوعہ ۱۷ و ۲۴ جولائی میں حکیم الامۃ المرزائیہ نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں آیت و ان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته و یوم القیامة یکون علیهم شهیداً کے وہی معنی کئے جو تمام مرزائی کرتے ہیں کیونکہ... جدھر بروزی کا منہ ادھر ہی سب کا منہ۔ کیا معنی کہ جب خود بروزی کو حیات مسیح میں اپنی موت نظر آتی ہے تو بروزیوں کو کیوں نظر نہ آئے۔

ہم گزشتہ ضمیمہ میں دو خرابیاں لکھ چکے ہیں جو مرزائیوں کے گھڑے ہوئے معنی لینے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی تمام اہل کتاب عیسی کے قتل پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔ اگر به کی ضمیر قتل کی جانب اور موته کی ضمیر اہل کتاب کی جانب ہے، تو یکون علیهم شهیداً کی ضمیر کس کی جانب ہوگی۔ مرزائی بھی بجز اس کے چارہ نہیں دیکھتے کہ یکون کی ضمیر عیسی کی جانب پھریں کہ قیامت کے روز عیسی اہل کتاب کے ایمان لانے پر گواہ ہوں گے، اور اگر اب به کی ضمیر قتل کی جانب ہوگی تو علیهم کی جگہ علیه ہونا چاہیے، ورنہ آیت کے کچھ معنی نہ ہوں گے کیونکہ عیسی مسیح کس بات کے گواہ ہوں گے۔ اگر کہو قتل و صلب کے گواہ

ہوں گے تو قرآن مجید اس کی نفی کر چکا ہے وما قتلوہ و ما صلبوہ اور و ما قتلوہ یقیناً اور اگر کہو یکون کی ضمیر قتل کی جانب ہے، تو قتل کا گواہ ہونا چہ معنی دارد۔ کیا قتل بھی کوئی وجود مشخص ہو جائے گا۔ پھر لیو منن کے معنی حال کے اور یکون کے معنی استقبال کے لینے سے کلام باری میں نقص پیدا ہوتا ہے۔ معنی یہی ہوں گے کہ کل اہل کتاب قتل اور صلب پر ایمان رکھتے ہیں اور عیسی مسیح یا قتل و صلب قیامت میں گواہ ہوں گے قتل و صلب تو یہ کہیں گے کہ ہاں ہم نے قتل کیا اور عیسی مسیح کہیں گے کہ میں مقتول و مصلوب ہوا۔ کس قدر لغو معنی ہیں کیونکہ جب حسب آیت و ما قتلوہ یقیناً عیسی قتل ہی نہیں کئے گئے، تو شہادت کیسی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اہل کتاب تو قتل و صلب پر ایمان رکھتے ہیں نہ کہ مسیح پر۔ اور ان کے ایمان لانے کی شہادت دیں گے عیسی مسیح۔ مار یئے گھٹنا پھوٹے آنکھ اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایمان انبیاء پر بولا جاتا ہے نہ کہ اون کے زمانہ کے حوادث پر۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ عیسی مسیح جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے یعنی جو اہل کتاب مر گئے ہیں کیا وہ بھی دوبارہ زندہ ہوں گے۔

کتنا لغو اعتراض ہے۔ مقصود اس زمانہ کے اہل کتاب کا ایمان لانا ہے جو مسیح موعود کے وقت ہوں گے کیونکہ عیسی مسیح کے باب میں اہل کتاب کے مابین اختلاف رہا ہے جیسا کہ و ان الذین اختلفوا فیه .. سے ثابت ہے۔ اب مسیح کے دوبارہ آنے پر وہ اختلاف مٹ جائے گا اور تمام اہل کتاب جو اس وقت موجود ہوں گے یکساں بلا نکیر ایمان لائیں گے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں پر دوسری مصیبت یہ آپڑی کہ عیسی مسیح زندہ بھی ہیں اور تمام اہل کتاب ان پر ایمان بھی لائیں گے اور اون کے مقابلہ میں بروزی صاحب چندروز میں مر بھی جائیں گے اور کوئی اہل کتاب ان کے نام پر اٹھارواں ولایتی بوٹ بھی نہ مارے گا۔ بروزی صاحب جو عیسی مسیح کو مارتے ہیں تو آپ اپنی توہین کرتے ہیں۔ ان کا فخر اس میں تھا کہ خود قیامت تک زندہ رہتے اور جب عیسی بھی وفات پا گئے اور مرزا کے لئے بھی یہی دن دہرا ہے، تو بروزیت کا کون سا تیر مارا اور کس منہ سے بنکارتے ہیں کہ میں عیسی سے افضل ہوں۔ پس لیپا لک کا کام ہے کہ آسمانی باپ سے ایسا لٹکا سیکھے کہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہ

کر عاقبت کے بور یئے سمیٹے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اہل کتاب کی نسبت و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یو م القیا مۃ وارد ہے تو تمام اہل کتاب عیسی مسیح پر کیونکر بالاتفاق ایمان لا سکتے ہیں یہودی تو مسیح کین نبوت کے بھی قائل نہیں بلکہ اون کو معاذ اللہ ملعون ٹھہراتے ہیں اور عیسائی اون کو خدا بناتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہی مسیح کے مکرر آنے کا اعجاز ہوگا کہ تمام اہل کتاب متفق ہو جائیں اور وہ اختلاف جو اوپر کی آیت میں جناب باری نے بیان فرمایا ہے، مٹ جائے گا جیسا کہ ہم ابھی ابھی لکھ چکے ہیں۔

دوم، کسی قوم کا ایک نبی پر بالاتفاق ایمان لانا فروعی اختلاف کا مانع نہیں تمام یورپ وامریکا مسیح پر ایمان رکھتا ہے مگر ان کے آپس میں اختلاف ہے کوئی پروٹسٹنٹ کوئی رومن کیتھولک، کوئی گریک۔ خود مسلمانوں میں ۷۲ فرقہ ہیں مگر خدا اور رسول پر ایمان لانے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ مرزائیوں میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ بعض تو مرزا جی کو نہ صرف رسول بلکہ خاتم الرسل یقین کرتے ہیں اور بعض اون کے منکر ہیں۔ دیکھو گھر میں ہی پھوٹ ہے و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامۃ کے مصداق ہیں اور اگر ہمارے سامنے تقیہ کرتے ہیں تو شیعہ ہیں نہ کہ مرزائی۔ مرزا جی کا کام ہے کہ ایسے منافقوں کو پکے مرزائی بنائیں۔ یہ جواب ہم نے الزامی طور پر دیا ہے ورنہ درحقیقت حقیقی مسیح موعود کے آنے پر تمام اختلافات مٹ جائیں گے اور سچے دین کی روشنی ساری دنیا میں پھیل جائے گی اور اس وقت جو شب کوران شپر سیرت موجود ہوں گے سب کونوں کھدروں میں گھس جائیں گے بلکہ کافور ہو جائیں گے۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۳۱۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

حیات مسیح

جس زمانہ میں مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ لکھی، اہل اسلام کے موافق حیات مسیح کے قائل رہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسوقت مسیحائی کا دعوی نہ کر سکے۔ لیکن جب عوام کالانعام نے تعریفوں کے پل باندھے اور مریداں مے پرانند کا زور شور ہونے لگا، تو مرزا صاحب جامہ

سے باہر ہو گئے اور مسیحائی کا دعوی کر بیٹھے۔

زمانہ سابق میں شاید آپ کو یہ الہام ہوا ہو گا کہ حضرت عیسے زندہ موجود ہیں، پھر دوسرا الہام اس کا ناسخ یہ ہوا کہ وہ فوت ہو گئے اور خود بدولت ان کے قائم مقام ہوئے۔ گویا حق تعالی نے جو پہلے خبر دی تھی پھر خود بخود اس کی تکذیب فرمائی۔ معاذ اللہ۔ اس لئے کہ نسخ احکام وانشائیات پر وارد ہوتا ہے، اخبار وواقعات پر نہیں ہوتا۔

آمدم برسر مطلب آیہ کریمہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم الخ میں اگر انصاف سے نظر کی جائے تو معلوم ہو جائے حضرت مسیح فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ موجود ہیں۔ اس لئے کہ آیت مذکورہ میں بظاہر تین صورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ یہاں حق تعالی نے قتل کی نفی فرمائی ہے اور نفی کیلئے ضروری ہے کہ یا تو مفعول پر مقصور قرار دی جائے یا فاعل پر یا فعل پر۔ اگر آیت مذکورہ میں نفی کا قصر مصرف صرف مفعول پر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہود نے صرف حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، اس کے خلاف یہ ہو گا کہ مسیح کے سوا کسی اور شخص کو قتل کیا۔

اگر نفی کا قصر فاعل پر قرار دیا جائے کہ یہود نے مسیح کو قتل نہیں تو اس کے خلاف یہ ہو گا کہ یہود کے سوا کسی اور شخص نے قتل کیا۔

اور اگر نفی کا قصر فعل پر قرار دیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ عیسی نہ قتل کئے گئے، نہ سولی دیے گئے بلکہ اور کسی وجہ سے مر گئے۔

ان وجوہ ثلاثہ میں سے صرف وجہ اول صحیح ودرست اور باقی ناموزوں وغلط ہیں کیونکہ نفی قتل کے بعد حق تعالی نے فرمایا و لکن شبہ لھم۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی نفی مفعول یعنی حضرت مسیح پر مقصور ہے کیونکہ شبہ پیدا ہونے کا یہی موقع ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح قتل کئے گئے یا کوئی شخص مارا گیا، یہود کے لئے اشتباہ کا موقع یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قتل کرنے والے وہ لوگ یعنی یہودی تھے یا کوئی اور شخص تھا۔ ایسا ہی یہ بھی موقع اشتباہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح قتل کئے گئے یا کسی اور وجہ سے مر گئے۔ اگر آیت کا یہ مطلب ہے کہ مسیح کو یہود نے نہیں مارا بلکہ اور کسی نے مارا تو اس صورت میں فعل کی اسناد اس فاعل وقاتل کی جانب ہونی چاہیے اور

یہود کا ذکر کیا تو باسم ظاہر ہونا چاہیے، یا ضمیر منفصل کے ساتھ یعنی و ما قتله اليهود یا و هم ما قتلوه اور اگر یہ مطلب ہے کہ مسیح قتل نہیں کئے گئے بلکہ اور وجہ سے مر گئے، تو اس صورت میں یہ کہنا کافی تھا ما قتله احد یعنی ان کو کسی نے نہیں مارا۔ یہ کہنا کہ یہود نے ان کو قتل نہیں کیا، بالکل فضول ہے۔

آیت کریمہ کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا لیکن کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو ان کے لئے از روئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا و مكروا و مكر الله یعنی یہود نے مسیح کے بارہ میں مکر کیا اور قتل کرنا چاہا۔ اللہ نے ان کا مکر توڑا یعنی اور شخص مسیح کا ہم شکل بنایا۔

جب اللہ تعالی نے مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے کی نفی فرمائی تو اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ قتل و صلب ایسا امر ہے جو دیکھنے میں آتا ہے محض خیالی و فرضی نہیں۔ جب یہ امر مانا گیا کہ قتل و صلب کا وقوع ہوا تو مصلوب و مقتول کوئی شخص ہونا چاہیے۔ اگر حضرت عیسی نہیں تو اور کوئی ہونا چاہیے۔

تو اس وہم کو دفع کرنے کیلئے اللہ تعالی نے و لكن شبه لهم فرمایا۔ پر اس کے بعد زبان تصریح کے ساتھ فرمایا و ما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه۔ فعل شبه لهم کے پہلے قتلوا محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن قتلوا من شبه لهم یعنی یہود نے مسیح کو نہیں مارا بلکہ اس شخص کو مارا جو ان کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حرف لكن مخففہ جب واؤ عاطفہ کے ساتھ مفعول ہوتا ہے، تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جملہ معطوف الیہ کامل طور پر مذکور اور معطوف کا ایک حصہ محذوف ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا و لكن رسول الله و خاتم النبيين یعنی و لكن كان رسول الله۔ اسی طرح آیت مذکورہ کی تقدیر یوں ہے و لكن قتلوا من شبه لهم۔ (باقی آئندہ)

راقم۔ محمد عبد الجبار عمر پوری از کلکتہ۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۳۱۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔ ۷)

حدیث میں رجل فارس سے کیا مراد ہے

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

لو كان الايمان معلقاً بالثريا لناله رجل من فارس

ترجمہ: ایمان اگر ثریا کے ساتھ بھی لٹکا ہوا ہوگا تو اوس کو فارس کا ایک رجل حاصل کرے گا۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۵۳ میں دعوی کرتے ہیں کہ اس حدیث کے موافق رجل فارس میں مراد میں ہوں۔ حالانکہ آپ ہندی نژاد ہیں اور اپنے کو چینی الاصل مغل بتاتے ہیں، باوجودیکہ محدثین کبار بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارقطنی حاکم بیہقی سب کے سب رجل فارس تھے۔ تعجب ہے حدیث شریف کے مصداق وہ تو نہ ہوں اور مرزا جی ہوں۔

اب ہم مرزا جی سے پوچھتے ہیں کہ حدیث شریف میں جو دجالون ثلاثون بطور پیشین گوئی وارد ہوا ہے، تو اسکے مصداق کون لوگ ہیں۔ کیا وہی نہیں جنھوں نے مرزا جی کی طرح مہدی اور مسیح بننے کے دعوے کئے اور حمقاء اور سفہاء کا جم غفیر ان کے ساتھ ہولیا اور بالآخر چند روز میں فی النار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے کو مہدی بتایا مگر دجال نکلے۔ پس کیا ثبوت ہے کہ مرزا جی دجال نہیں ہیں۔ اگر وہ مہدی تھے تو مرزا جی بھی مہدی ہیں۔ خود مرزا جی ایمان سے کہیں کہ وہ دجال نہ تھے۔ ۱۳ سو برس میں جس قدر دجال گذرے کسی نے اپنے کو دجال نہیں کہا حالانکہ حدیث شریف کی پیشین گوئی کے مصداق تھے پھر مرزا جی جو اون کی سنت اور نقش قدم پر چلنے والے ہیں اپنی دجالیت کا اقرار کب کرنے والے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ مسیح موعود اور مہدی کی پیشین گوئیوں کے مصداق تو بہت ہوئے مگر دجالون ثلاثون کا مصداق ۱۳ سو برس میں ایک بھی نہ ہوا، طلب کی حدیث پر تو ایمان اور جو حدیث مطلب کے مخالف ہو اس کا انکار یو من ببعض و یکفر ببعض

کیا موجودہ زمانہ ایمان کے معلق بالثریا ہونے کا زمانہ ہے ایمان اور اسلام تو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ علماء اور مشائخ ہر جگہ موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام کا آفتاب بعض ان ممالک کو بھی روشن کر رہا ہے جہاں کفر اور شرک کی ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ پس ظاہر ہے کہ موجودہ زمانی حدیث شریف کا مصداق نہیں بلکہ وہ زمانہ قرب قیامت پر ہوگا جب کہ تمام دجالوں کا پیر مرشد اور گرو گھنٹال یعنی دجال اکبر آئے گا۔ جس قدر دجال آج تک تک آچکے اور آئندہ آئیں گے یہ سب بڑے دجال کی لینڈوریاں اور ذریات ہیں اور جس طرح یکے بعد دیگرے یہ سب فنا ہو رہے ہیں اسی طرح طرح ان کا مورث اعلی خود حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں نہنگ قہر

الٰہی کا طعمہ ہوگا مرزا جی کیسا ہی زور لگائیں مگر یہ ہمارا ذمہ ہے کہ وہ دجال اکبر نہیں ہیں اور مجدد کی یہ پیشین گوئی خدا کی عنایت سے جلد پوری ہونے والی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴۔ اگست ۱۹۰۴ء۔ ص ۷۔ ۸)

مرزائی مقدمات

اخبار اہل حدیث امرتسر کا نامہ نگار لکھتا ہے:

خوش قسمتی سے خاکسار ۱۵۔ اگست ۱۹۰۴ء کو گورداسپور پہنچا اور زہے قسمت عدالت کے کمرے میں بینچ پر بیٹھ کر مرزا صاحب کی زیارت سے بہرہ ور ہوا۔

مرزا صاحب بحیثیت ملزم ایک خاص ممتاز کھڑے تھے اور ان کے مقابل ان کے حریف مستغیث۔ اتنے میں تیسرے حریف مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری بلائے گئے۔ مولوی صاحب موصوف پر مکرر جرح جو بعد فرد جرم لگنے کے ملزم کا حق ہوتا ہے، باقی تھی، اس لئے حاکم نے ان کو پہلی دفعہ کہا تھا کہ ایک دفعہ آپ کو پھر آنا ہوگا۔ چنانچہ ۱۵۔ اگست کو مولوی صاحب موصوف بذریعہ سمن حاضر عدالت ہوئے۔

حاکم نے خوش اخلاقی سے پوچھا کہ آپ کتنے دن کا ارادہ کر کے آئے ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ جب آپ اجازت دیں گے، جاؤں گا۔ یہ کہہ کر یہ لطیفہ (مگر نہایت ہی پر معنی جو اپنے اندر نہایت غامض راز رکھتا ہے) کہا کہ میرا آنا تو آپ کی پیشگوئی تھی جو سچی ہوگئی۔ اگر بیٹے کی پیش گوئی ہوتی تو پوری نہ ہوتی۔

یہ کہنا تھا کہ خواجہ کمال الدین وکیل نے بڑے زور سے فریاد کی کہ حضور دیکھئے عدالت میں کھڑا ہو کر ہم پر طنز کرتا ہے۔ ہم یہ کریں گے، ہم وہ کریں گے۔ ہم پر ذاتی حملہ کرتا ہے۔ خواجہ صاحب نے یہ سمجھا کہ مولوی صاحب نے مرزا جی کی ولادت فرزند کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا جو آخر کار بیٹی سے متبدل ہوگئی۔ جب وکیل صاحب نہایت جھلائے تو عدالت نے کمال انصاف مگر بڑی سختی کے ساتھ خواجہ صاحب کو ڈانٹ بتلائی کہ انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا، تمہیں اس سے کیا، نہ تمہارا نام لیا نہ تمہارا ذکر کیا۔

اس لطیفہ کے علاوہ ایک اور لطیفہ یہ ہوا کہ خواجہ کمال الدین نے کہا کہ اربعین غزنویہ پیش ہونی چاہیے مستغیث نے عذر کیا کہ اوس کو مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ بعد کسی قدر بحث کے حاکم نے فیصلہ دیا کہ وہ

پیش نہیں ہوسکتی۔غرض میرے سامنے مرزاجی اور مرزائی پارٹی کوئی پے در پے فاش ذلتیں ہوئیں۔آخر کار اس کا سبب سوچا تو معلوم ہوا انی مهین من اراد اهانتك یعنی مرزاجی کا الہام مولوی صاحب کے حق میں سچا ثابت ہوا کہ جو تیری اہانت کرے گا خدا اوس کی اہانت کرے گا۔مرزائیو ! گنتے جاؤ

اربعین پیش نہ ہوئی۔ایک ذلت۔بیٹے کی پیشین گوئی کا ذکر عدالت میں ہوا دوسری ذلت۔ تمہارے وکیل نے شور مچایا تیسری ذلت۔حاکم نے اس پر ڈانٹ پہلائی چوتھی ذلت۔

اب تمہیں کہو کہ انی مهین والا الہام مرزاجی کے حق میں ہے یا اون کے مخالفوں کے حق میں۔

پیسہ اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے:

۱۵۔اگست کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری،مولوی برکت علی صاحب منصف بٹالہ پر جرح ملزمان ختم ہوگئی۔۱۵۔اگست کو مستغیث پر جرح ہوئی۔یعقوب علی کے مقدمہ میں مولوی فضل دین صاحب مالک اخبار وفادار لاہور کی شہادت ہوئی اور مرزائیوں کی طرف سے جرح بھی کی گئی۔فریق ثانی کے مکرر سوالات بھی ۱۵۔اگست کو ختم ہوگئے۔مولوی محمد حفیظ صاحب گواہ صفائی کو عدالت نے اپنے اختیار سے چھوڑ دیا باوجودیکہ ملزمان کی استدعا تھی کہ یہ گواہ ضرور طلب ہونا چاہیے۔۲۴۔اگست کو بحث ہوئی۔

مرزائی صاحبہ بھی معہ متعلقات ۱۳۔اگست کو رونق افروز گورداسپور ہوگئیں۔اور ۱۴ کو..کی سیر کو تشریف لے گئیں۔اور جناب مسیح الزمان بھی ہمراہ تھے اور مسیحنی صاحبہ کے جلوس میں بہت سی دیگر مستورات بھی تھیں۔ جن سے دو گاڑیاں پر تھیں۔بعد سیر و سیاحت بہر شام کے قریب جلوس واپس آ گیا۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۲۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

قادیانی،اپنے کاذب ہونے کے مقر ہیں

مرزاجی انبیاء کرام کے تمام معجزات اور خوارق عادات کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ خود کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے مگر اپنے کذب کے ساتھ تمام انبیاء کے کاذب ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ میں ہی اپنے دعووں میں ایک جھوٹا نہیں بلکہ معاذ اللہ تمام انبیاء جھوٹے ہیں۔اس سے دو باتیں نکلیں۔

اول: انبیاء میں صفات ناقصہ بھی ہوتے ہیں۔

دوم: ایک نبی دوسرے نبی کی صفات کاملہ کا تو اتباع نہیں کرتا ہاں صفات ناقصہ کا اتباع کرتا ہے۔

آپ آتھم وغیرہ کی پیشین گوئیوں کے پورا نہ ہونے کی نسبت انجام آتھم صفحہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء کے وعدے میں تخلف کا ہونا سنۃ اللہ ہے۔

یعنی خدا خود اپنے نبیوں کو جھوٹا کرتا ہے تو اس سے تمام روحیں جھوٹی اور تمام آسمانی کتابیں باطل ہو گئیں اور خدا بھی جھوٹا ہو گیا۔ خاک در دہانت۔

ذرا خیال کرنا چاہیے کہ کوئی شخص تمام عمر سچ بولتا رہا۔ صرف ایک دفعہ جھوٹ بولا تو وہ درحقیقت جھوٹا ہی رہا کیونکہ نجاست کے ایک قطرہ سے کسی ظرف کا سارا پانی نجس ہو جاتا ہے اور کسب حلال کی ساری کمائی میں اگر ایک حبہ بھی کسب حرام کا مل جاتا ہے تو ساری کمائی حرام ہو جاتی ہے، اور زہر کا ایک قطرہ تمام جسد انسانی کو فاسد اور تباہ بلکہ ہلاک کر دیتا ہے۔ راویان حدیث کو دیکھو کہ کسی راوی نے تمام عمر میں ایک جھوٹ بولا بس اس کی روایت ساقط ہو گئی۔

عبرت کا مقام ہے کہ کذب اور قول الزور بلاء بد ہے۔ خدا تعالی نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے یعنی فرمایا لعنة الله علی الکا ذبین مگر مرزا جی کو انبیاء کی صفت اور سنۃ اللہ قرار دیتے ہیں۔

کلام مجید میں ہے و لن تجد لسنة الله تبدیلا ۔ جس کے معنی آپ کے مزعوم کے موافق یہ ہوئے کہ انبیاء کا صادق ہونا محال ہے کیونکہ کذب سنۃ اللہ ہے۔ شکل اول یوں مترتب ہوئی کذب انبیاء سنۃ اللہ ہے اور سنۃ اللہ کا بدلنا محال ہے۔ حد اوسط دور کر کے یہ نتیجہ نکلا کہ کذب انبیاء کا بدلنا محال ہے۔

دوسری عبارت میں مرزا جی کے دعوی کے یہ معنی ہوئے کہ کذب انبیاء فطرت میں داخل ہے۔ اب کوئی نبی سچا نہ رہا سب جھوٹے ہو گئے نعوذ بالله من هذا الالحاد و الارتداد ۔ پھر جب کذب انبیاء کی فطرت ٹھہری جو اشرف الناس ہیں تو کذب کی ضد یعنی صدق کس کی فطرت ہے۔ یہ محض ایک ایسا کلی مفہوم ٹھہرا جس کے لئے کوئی جزئی نہیں یوں سمجھئے کہ صدق دنیا سے اڑ گیا اوس کا وجود نہیں اور یہ حدیث بھی غلط ہو گئی کہ الصدق ینجی والکذب یھلك کیونکہ صدق تو کوئی چیز ہی نہیں۔ پس نجات محال ہو گئی اور چار طرف

ہلاکت ہی کی عمل داری ہوئی۔

بے شک مکاروں عیاروں دجالوں کیلئے سنۃ اللہ یہی ہے کہ اون کے وعدے میں تخلف ہو اور وہ حسب فحوائے حدیث مذکورہ بالا ہلاکت کے غار میں دھکیلے جائیں اور کذب اون کا نیچر بن جائے۔ مرزائیو! کیا اب تم بھی اپنے کاذب نبی کے ساتھ ہلاکت کے دوزخ میں ٹھونسے جاؤ گے۔ نجات تم سے بھی رخصت ہوگئی

جتنے مسیح اور مہدی آج تک گذرے وہ سب کذاب ہیں جن پر شیاطین القاء کرتے ہیں اور سنۃ اللہ اسی پر جاری ہے کہ ان کے وعدوں میں تخلف ہو۔ چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے

هل انبّئكم على من تنزّ ل الشيا طين۔ تنزّ ل على كلّ افّا كٍ ا ثيم۔ يلقو ن السمع و اكثر هم كا ذبو ن (شعراء ٢٢١-٢٢٣)۔

ترجمہ: ہاں میں تم کو آگاہ کروں ان لوگوں پر جن پر شیاطین اترتے ہیں، وہ اترتے ہیں ہر ایک جھوٹے گناہ گار پر جو کانوں ڈالتے ہیں سنی سنائی بات اور ان میں کے اکثر جھوٹے ہیں۔

اس کی تفسیر میں بیضاوی لکھتے ہیں :

ای ا لا فا كين يلقو ن السمع الى الشيا طين فيتلقو ن منهم ظنو نا و اما را تٍ لـنقصا ن عليهم كما فى الحد يث الكلية يخطفها الجتى فيقرء ها فى اذن و ليه فيز يد فيها اكثر من مأة كذ بة

یعنی وہ جھوٹے جو کان لگاتے ہیں شیطانوں کی باتوں پر پس ان سے لیتے ہیں گمانوں اور علامات کو کیونکہ شیاطین کو بھی پورا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں سے جنات کوئی کلمہ اچک لیتے ہیں پس اسکو اپنے دوست کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں پس وہ اس میں ایک سے زیادہ جھوٹ بڑھا دیتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے کو کاہن بتاتے تھے وہ شیطانوں کی نذرونیاز دے کر اوران میں مل کر فرشتوں کے پاس جاتے اوران کی ایک آدھ بات سن لیتے تھے۔ فرشتے ان پر انگارے مارتے تھے جسکو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ تاہم جو ایک آدھ بات سنتے وہ لوگوں میں لا ڈالتے اور لوگ اون کے قائل ہو جاتے حالانکہ

آئندہ کی باتیں شیاطین کو بھی معلوم نہیں۔ پس فرشتوں سے اسے بات اوڑی ہوئی سنتے اور اس میں اپنی طرف سے بیس ملا دیتے تھے۔،

مرزا جی کی رسائی شیطانوں تک تو نہیں نہ ان کو شیطانوں کا تقرب حاصل ہے ورنہ پورے کاہن ہی نہ بن جاتے۔ ہاں رمل اور نجوم میں جوان کا شاید آبائی پیشہ ہے کچھ دخل ہے پس اٹکل کے بہت تیر لگائے ایک آدھ بھولے سے نشانے پر جا لگا باقی ہوا میں اڑ گئے پس یہی ان کے الہام اور وحی کی کائنات ہے اور ادرک کی اسی سڑی گلی تھوتھی گرہ پر پنسار ہٹا کھول بیٹھے ہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

سیدنا المسیح علیہ السلام

حضرت مسیح کا وجود باجود معجزات قدرت الٰہی کا عجیب مجسم نمونہ تھا۔ ایسا نمونہ دوسرے جسد میں نہیں پایا گیا۔ اگر پایا جاتا یا آئندہ قیامت تک پایا جائے تو صفات مسیح پر معجزے کا اطلاق غلط ہوگا، بلکہ معمولی اور عادتی امکان اور تکوین میں داخل ہو جائے گا۔ پس عیسی مسیح سے ہم سری کا دعوی کرنے والوں اور اپنے کو مثیل مسیح بنانے والوں کو اسکے سوا کچھ نہ سوجھا کہ آپ لے معجزات اور صفات کا انکار کریں اور اس میں نیچر کا اڑنگا لگائیں۔ ان لوگوں کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے جنہوں نے اپنے کو عیسی کا مثیل بنایا اور ان کی صفات و معجزات کا انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ ہر شئے اپنے تشخصات اور صفات سے ممتاز ہوتی ہے جب مسیح بننے والے اپنے میں وہ صفات ہی نہیں بتاتے تو اپنے دعوی میں کیونکر سچے ہو سکتے ہیں۔

مرزا جی کے خوارق تو دیکھئے کہ عیسی مسیح میں بہت سے نقص اور برائیاں بتاتے ہیں اور بایں ہمہ اچھے خاصے مثیل مسیح اور موعود ہیں۔ دنیا نے تمام انبیاء کو ان کی صفات اور کمالات اور معجزات کے باعث مانا ہے۔ مرزا جی کو یہی تو جلن ہے کہ میں فرمائشی مسیح ہوں، مجھے دنیا کیوں نہیں مانتی۔ پس معجزات کا انکار کرتے ہیں بلکہ خود غرضی .. سے مسیح کو صفات ذمیمہ کا مورد بتاتے ہیں۔ اور جس طرح دوسرے منکرین نے نیچر کی آڑ پکڑ کر عیسی کے روح اللہ ہونے اور بغیر باپ کے پیدا ہونے سے انکار کیا ہے، مرزا جی بھی اس انکار سے بڑھ کر اپنی بساط

میں کچھ نہیں کر سکے، مگر خدا تعالی نے مسکت جواب دے کران کی گردن توڑ ڈالی کہ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آ د م خلقه من ترا ب یعنی بے باپ پیدا ہونے میں عیسی کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی مثال کہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔عیسی مسیح اگر صرف ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو تعجب کی کون سی بات ہوئی اور وہ بھی مٹی ہے جس میں انسانی تولید کی صلاحیت ہی نہیں۔سبحان اللہ سبحان اللہ! اگر نہ صرف یہود بلکہ ساری خدائی متفق ہوکر زور لگائے تو جناب باری کا یہ استدلال نہیں توڑ سکتی۔

پھر مرزا جی اپنا گھڑا ہوا نیچر عیسی مسیح کے کس کس معجزات وصفات میں ٹھونسیں گے اور کہاں تک آیات قرآنی کو توڑیں مروڑیں گے کہ بے باپ کے پیدا ہونا نیچر کیخلاف ہے اور عیسی کا باپ یوسف نجار تھا اور احیاء اموات سے مراد احیاء قلوب (ہدایت) ہے اب ذرا کلام مجید سے وہ معجزات سنتے جاؤ جن کا دعوی خود مسیح نے بنی اسرائیل کے سامنے کیا۔

انی قد جئتکم بآ یة من ر بکم۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فا نفخ فیه فیکو ن طیراً با ذن اللہ۔ و ابر یء ا لاکمه و ا لا بر ص و ا حیی المو تی با ذن اللہ۔ و انبّئکم بما تأ کلو ن وما تد خرو ن فی بیو تکم۔ ان فی ذلك لا یة لکم ان کنتم مو منین ۔(آل عمران۔۴۹)۔

ترجمہ۔میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر آیا ہوں۔میں تمہارے لئے مٹی سے جانور بناتا ہوں پھر اس میں جان ڈالتا ہوں پھر وہ خدا کے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا ہے۔اور میں خدا کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہوں۔اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔اور تم جو کچھ کھاتے اور گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو اس کو بتاتا ہوں۔،

اب مرزا جی مٹی کے پتلے میں جان ڈالنے اور کھائی ہوئی اور گھروں میں دھری چیزوں کے بتانے کی کیا تاویل کریں گے۔اسی کے مطابق خدا تعالی نے نبی کریم ﷺ کی زبانی اطلاع دی

یو م یجمع اللہ الر سل فیقول ما ذا اجبتم ۔قالوالاعلم لنا انك انت علا م الغیو ب ۔ترجمہ قیامت کے روز جب خدا تعالی رسولوں کو جمع کرے گا اور امتوں کی سرگزشت ان

سے پوچھے گا اور وہ اسکا علم خدا تعالی کی طرف تفویض کریں گے،

تو خدا تعالی ان نعمتوں کو جو حضرت عیسی اور اون کی والدہ پر اس نے نازل کیں یوں یاد دلائے گا

اذ قال اللہ یاعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیك و علی والدتك اذ ایّدتك بروح القدس تکلّم النّاس فی المهد و کهلًا۔ و اذ علّمتك الکتاب و الحکمة و التّوراة والانجیل۔ و اذ تخلق من الطّین کهیئة الطّیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیراً باذنی و تبرئ الاکمه و الابرص باذنی۔ و اذ تخرج الموتی باذنی۔ و اذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبیّنات فقال الّذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مّبین ۔(مائدہ۔۱۱۰)۔

ترجمہ: اے عیسی بن مریم میرے احسانات یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر کئے جب کہ میں نے روح القدس سے تجھ کو مدد دی اور تو لوگوں سے ماں کی گود اور بڑی عمر میں یکساں باتیں کرتا تھا اور جب کہ تجھے کتاب اور حکمت اور توریت وانجیل سکھائی اور جب کہ تو میرے حکم سے جانور کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تو میرے ہی اذن سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا اور میرے ہی اذن سے مردوں کو قبروں سے زندہ نکالتا تھا اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روکا جب تو ان کی طرف معجزات لے کر گیا لیکن جب تو یہ تمام معجزات لیکران کے پاس آیا تو جو لوگ ان میں سے کافر ہو گئے وہ بول اٹھے کہ یہ تو جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اب فرمایئے اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا اور مادرزاداندھوں کو بینا کرنا نیچر کیخلاف ہے، تو خدا تعالی کس بات کے احسانات عیسی مسیح اور ان کی والدہ پر جتلائے گا۔ وہ تو نیچر کے خلاف کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ کیا خدا تعالی کا یہ احسان جتانا بھی نیچر کے خلاف ہوگا۔ لا حول و لا قوة الا باللہ ۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۲۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

حیات مسیح

مرزا صاحب اوران کے حواری آیہ کریمہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے متعلق عجیب رنگ آمیزی وابلہ فریبی سے کام لیتے ہیں لیکن وہ تارعنکبوت سے زیادہ پائیدار نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں کہ ما صلبوہ کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ صلیب پر نہیں مارے گئے کیونکہ مصلوب اس کو کہا جاتا ہے جس کی موت صلیب پر واقع ہو۔ اور و لکن شبہ لھم سے ایک وہم کو دفع کیا گیا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوا وہ یہ کہ ما صلبوہ سے سولی پر چڑھائے جانے کی بالکل نفی وتردید پائی جاتی تھی لیکن چونکہ سولی چڑھایا جانا درست تھا اور سولی پر مرجانا غلط، اس لئے بواسطہ حرف استدراک اس وہم کو دفع کیا گیا یعنی سولی کا نتیجہ (موت) واقع نہیں ہوا، صرف سولی کی صورت اور مشابہت پائی گئی، وغیرہ۔

یہ تقریر جہالت سے معمور سفاہت سے بھرپور ہے۔ اس لئے کہ صلب کے معنی لغت میں سولی پر چڑھانا ہے۔ چڑھا کر مارنے کا کتب لغت میں پتہ ونشان نہیں۔ مرزا صاحب اوران کے حواری بتائیں کہ جب صلیب کے معنی سولی پر چڑھا کر مارنے کے ہیں تو صرف سولی پر چڑھانے کیلئے عربی میں کونسا لغت ہے۔ اگر کوئی لغت نہیں تو معلوم ہوا کہ زبان عربی ناقص ہے ورنہ آپ کا قصور ہے۔ و نیز افعال کے لئے جو الفاظ موضوع کئے گئے ہیں ان کے اصلی اور واقعی معنی وہی ہوتے ہیں جو ابتدائی اور نتیجہ سے خالی ہوتے ہیں۔ نتیجہ اور ثمرہ ہرگز معنی میں داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لئے لفظ زیادہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً نکاح کے اصل معنی ایجاب وقبول کے ہیں اور ہم بستری یا تولد اولاد اس کا نتیجہ ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس سے متبادر ایجاب وقبول ہوتا ہے اولاد کا تولد ہرگز مفہوم نہیں ہوتا۔ اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

اور و لکن شبہ لھم کی نسبت جو لکھا ہے کہ دفع وہم کے لئے آیا ہے، تو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ما صلبوہ سے وہم کیونکر پیدا ہوا۔ جب صلب کے معنی صرف سولی پر چڑھانا ہے، چڑھا کر مارنا ہرگز نہیں، تو نہ وہم مذکور پیدا ہوتا ہے نہ اس کے دفع کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس بارہ میں وہی بات درست ہے جو ہم پچھلے

شمارہ (ضمیمہ ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء) میں بیان کر چکے ہیں۔ سخت افسوس کا مقام ہے کہ حق تعالی حضرت مسیح کے بارہ میں اس طرح فرماتا ہے و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك . الخ ..یعنی ہم نے یہودیوں کو تیری طرف سے روک دیا اور ہٹا دیا۔ یعنی تجھ کو وہ لوگ ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور اس کے صریح خلاف مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح معاذ اللہ سولی پر چڑھائے گئے۔ یہ کلام الٰہی کی صریح تکذیب ہے۔ آیہ مذکورہ میں حق تعالی نے کففت فرمایا نجیت نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ نجات دینے کی یہ صورت بھی ہوتی ہے کہ مصیبت اور رنج کے مبتلا ہونے کے بعد بچالینا۔ جیسے حضرت یونس کو مچھلی کے شکم میں پہونچنے کے بعد نجات دی گئی۔ اسی واسطہ فرمایا و نجینا ہ من الغم اور حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالے جانے کے بعد نجات دی گئی۔ کففت سے یہ مطلب ہے کہ مصیبت آنے نہیں پائی، پہلے ہی دور کی گئی۔ راقم محمد عبدالجبار عمر پوری از کلکتہ

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۲۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔۷)

احسن امروہی میرٹھ میں

عرصہ سے مرزائیوں میں کھچڑیاں پک رہی تھیں سب اوچھل کود رہے تھے کہ ہمارے مولانا واولنا رونق افرواز ہونے والے ہیں، اپنے بروزی نبی کی بروزیت کا ابراز کریں گے، اور سارے میرٹھ کو مرزائی بنا کر چھوڑیں گے۔ بالآخر ۲۶ اگست ۱۹۰۴ء کو آپ نے آب کاری کے ایک ملازم کے مکان پر تشریف کا بغچہ کھول ہی دیا۔ ۲۸۔ اگست ایک فہرست مشتہر ہوئی کہ مولوی صاحب بعد نماز مغرب مرزا جی کے دعووں پر تقریر کریں گے، سب صاحب آئیں اور سنیں۔ بعض اکابر اہل اسلام بھی رونق افروز ہوئے۔ تقریر شروع ہوئی مگر ذرا بھی دل چسپ نہ تھی، بلکہ بالکل لغو اور پریشان اور لچر تھی۔ کبھی وفات مسیح کا ذکر کیا۔ کبھی آیت استخلاف پر، کبھی آیت سبعاً من المثانی پر بحث کی کہ قرآن قیامت تک لوٹ لوٹ کر نازل ہوتا رہے گا۔ جس طرح جمعہ اور عیدین لوٹ لوٹ کر آتے ہیں (یا جس طرح روحیں تناسخ کر کے آتی ہیں کہ انسان بھی سور بن کر کبھی دجال بن کر اور سور کبھی کتا بن کر کیونکہ مرزا صاحب بروزی ہیں اور بروزیت کا یہی حصہ ہے) دوڈھائی گھنٹے تک مغز پچی رہی۔ سامعین کا وقت ضائع کیا۔ ایک ہی بات بار بار بیان کرتے تھے۔ اخیر میں بیان کیا کہ میں میرٹھ میں اسی غرض سے آیا

ہوں کہ مرزا صاحب کے مامور من اللہ وغیرہ ہونے میں کسی کو شک ہو تو میں رفع کروں۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ ادھر سے مولوی حکیم محمد میاں آپ کی نبض دیکھنے کو جھپٹے، ادھر سے خواجہ غلام الثقلین اڈیٹر عصر جدید و وکیل ہائی کورٹ ان کی مزاج پرسی کو بڑھے اور شرائط مناظرہ کی تنقیح ہونے لگی۔ امروہی صاحب نے وہی نے وفات مسیح کا لاسا لگانا چاہا۔ ہم نے کہا کہ جب تم قرآن کی رو سے عیسے کو مارتے ہو، تو پہلے قرآن کی رو سے ان کا آنا ثابت کرو۔ پھر قرآن ہی سے یہ ثابت کرو کہ وہ مسیح موعود مرزا جی ہیں۔ امروہی نے کہ کہ جس طرح تم خلفاء اربعہ کی خلافت ثابت کرو گے اسی طرح ہم مرزا صاحب کی خلافت ثابت کریں گے۔ ہم نے کہا نے کہا خلفاء اربعہ میں سے کسی نے نبوت اور مسیحیت کا دعوی نہیں کیا۔ اس پر امروہی صاحب مبہوت ہو گئے۔

خواجہ غلام الثقلین نے کہا نبوت ختم ہو چکی۔ امروہی نے کہا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (حدیث) خواجہ صاحب نے فرمایا رؤیا وغیرہ دوسروں کے لئے حجت نہیں۔ ہم نے کہا کہ المبشرات صفت ہے، اس کا موصوف بیان کرو۔ اس پر بھی امروہی صاحب غتربود ہو گئے۔ آخر کار امروہی صاحب پر ایسا رعب پڑا کہ حواس غائب ہو گئے۔ بعینہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پنجرے میں کوئی نو گرفتار ہے۔ پھر تو چیخ اٹھے کہ دوہائی تہائی ہے، مجھ غریب کو مسافر سمجھ کر سب دباتے ہیں۔ میزبان نے کہا کہ وقت تنگ ہو گیا۔ حکیم محمد میاں نے کہا احقاق حق کے لئے اگر صبح بھی ہو جائے تو ہم حاضر ہیں۔ میزبان نے کہا مولوی صاحب ضعیف آدمی ہیں ان کی آواز بیٹھ جائیگی۔ الغرض خدا خدا کر کے انکی جان بچی اور لاکھوں پائے۔ مناظرہ کی شرطیں طے نہیں ہوئیں۔

دوسری شام کو پھر حکیم صاحب اور خواجہ صاحب نے جالیا، مگر کوئی بات نہ بنی۔ مولوی احمد علی صاحب پروفیسر مدرسہ اسلامیہ میرٹھ نے خط بھیجا کہ آپ (امروہی) جن شرائط پر رضامند ہوں میں تحریری یا تقریری مناظرہ کے لئے حاضر ہوں۔ مگر صاف انکار۔ الغرض جز خفت وذلت کے امروہی صاحب کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ ایک شخص رحیم الدین نام جو مرزائی ہو چکا تھا امروہی کا عجز دیکھ کر ۳۰۔ اگست کو بعد نماز مغرب مولوی حاجی احمد علی کے ہاتھ پر تائب ہوا اور از سر نو مشرف باسلام ہوا۔ اور سنا ہے کہ چند اور مرزائی بھی مرزائی عقیدے سے مذبذب اور متزلزل ہو گئے ہیں الحمد اللہ ہم مفصل کیفیت آئندہ لکھیں گے اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند یکم ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷۔۸)

ان دونوں میں کون سچا مسیح ہے

خوش بود تا محک تجربہ آید بمیاں
تا سیہ روئے شود کہ درو غش باشد

پیسہ اخبار (لاہور) لکھتا ہے:

اگر چہ حضرت عیسی روح اللہ علیہ السلام کے معتقدین اس وقت مہذب وغیر مہذب دنیا کے ہر حصہ میں کروڑوں روپئہ صرف کر کے اور ہزاروں جانوں کے نقصان سے دین عیسوی کے عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں اور اپنے پاک مقصد تبلیغ کی پیروی میں لاکھوں مربع میل رقبہ اور کروڑوں نفوس آبادی یوروپئن سلطنتوں کو دلا چکے ہیں۔ مگر مشرقی حصہ عالم میں حضرت ممدوح کو جو شہرت ایشائی شعرا نے دی ہے اور جس طرح آپ کے نام مبارک کو اپنی انشاء پردازی کا جزو لاینفک بنالیا ہے اس کی مثال پادریوں راہبوں کی کوششوں میں نہیں ملتی۔ حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر رسول کریم ﷺ تک صدہا نبی ہوئے اور ان میں حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیؑ صاحبان شریعت یا خاص ذریعہ شہرت بھی گذرے مگر السنہ شرقیہ میں کسی کا نام اتنا کثیر الاستعمال نظر نہیں آتا۔۔ اردو فارسی عربی میں نظم کے ٹکڑے ایسے بمشکل ملیں گے جن میں حضرت ممدوح کا اسم گرامی کسی نہ کسی طرح وارد نہ ہوا ہو، اور آپ کے اعجازِ جاندہی کی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو۔ لوگ مسیحا، مسیح، عیسی روح اللہ، اعجاز عیسوی، دم عیسی، شفائے مسیحا وغیرہ الفاظ سے اس قدر گوش آشنا ہیں اور حضرت موصوف کو اتنا مظہر قدرت الہی و مصدر فیوض غیر متناہی جانتے اور لائق توقیر واحترام مانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خود کو آپ کے نام سے نسبت دیتا ہے تو اس کی ذات میں بھی ایک نوع کی دلچسپی ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ بخیال تعظیم وتکریم اور کچھ بغرض تحقیر وتذلیل اس کے درپئے رہتے ہیں جس سے بمصداق شعر

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام بھی گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آج کل اسی مسیحی نسبت سے

مدّ نظر خلائق بنے ہوئے ہیں۔ اور تقریباً ملک کے ہر حصہ میں کسی نہ کسی خیال سے یاد کئے جاتے ہیں، لفظ مسیح کا اسلامی لٹریچر پر اتنا اثر ہے کہ گو آپ نے ایک ساتھ مسیح معہود و مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور خود کو مہدی اصلی ہونے کے ساتھ مسیح کا صرف مثیل قرار دیا ہے مگر لوگ آپ کے القائے مہدیت پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی مسیحیت پر کر رہے ہیں۔ دراں حالیکہ علماء کے نزدیک مہدی آخر الزمان کی فضیلت مسیح موعود پر ثابت ہے جو لوگ حروف مقطعات میں عجیب عجیب معنی پیدا کرتے ہیں اور لفظوں کی تاثیروں کے قائل ہیں، انہیں شائد اس کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل نہ ہوگا کہ حضرت عیسی کے دم معجز نما کی کچھ تاثیر اس لفظ میں بھی آ گئی ہے اور اس نے کم از کم اردو فارسی عربی لٹریچر میں حیات جاوید پائی ہے کیونکہ ایران میں جو فرقہ بابیہ..ہے اس نے اپنے بانی مدعی مہدویت محمد علی عرف باب کے زمانہ میں اتنی ترقی نہیں کی جتنی ان کے جانشین بہاء اللہ کے عہد میں اسے نصیب ہوئی۔ شاہ بہاء اللہ بھی مسیحیت کے مدعی تھے اور اپنی فصاحت و بلاغت سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے تھے ۔ان کا مقولہ تھا

مردہ دلوں کو زندہ کرتے تھے ۔ان کا مقولہ تھا

اعجاز جان دہی ہے ہمارے کلام کو　　　زندہ کیا ہے ہم نے مسیحا کے نام کو

سننے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے سنگدل ان کی تقریر کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ اور ہر مجلس میں سینکڑوں آدمی یک لخت ان کے مسیح ولقائے رب ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ انہوں نے مسیح کی نسبت سے فرقہ بابیہ میں جان ڈال دی اور لوگوں کو ایسا قوی الاعتقاد بنایا کہ سلطنت کی مخالفت اور کشت وخون کے باوجود وہ اپنے عقیدے سے نہ پھرے۔ اور اسے دین حق کہتے رہے حتی کہ اس وقت ایران۔ ترکستان۔ ایشائے کوچک اور روس وغیرہ میں بلاد عالم میں کئی لاکھ بابی موجود ہیں۔ ان لوگوں نے ہر قسم کے شدائد وعتاب کا مقابلہ بڑی مردانگی سے کیا۔ اور ہر موقع پر ثابت قدمی کا سخت سے سخت امتحان رہا۔ اس لئے اگر وہ اپنے مقتداء شاہ بہاء اللہ کو سچا مسیح کہیں اور کسی ایسے شخص کا دعوی اس کے مقابلہ جھوٹا سمجھیں جس نے یہ کرشمے نہ دکھائے ہوں تو کسی قدر حق بجانب کہے جا سکتے ہیں۔ فرقہ بابیہ کے لاکھوں مرید زبان حال سے بآواز بلند جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ

اشارہ اس نگہ کا روح افزا ہو نہیں سکتا
کہ جادو گر سے اعجاز مسیحا ہو نہیں سکتا

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب اور ان کے مریدان بالاختصاص کو آزمائش کے وہ صعب وخطرناک موقع بھی پیش نہیں آئے جو باب والوں کو آ چکے ہیں اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی ادھر وہ بات نہیں جو ان کے ہاں سنی جاتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ انہیں جناب مرزا صاحب کے دعاوی کی صداقت میں کلام ہو۔ حسن اتفاق سے جیسا کہ پیسہ اخبار میں پہلے لکھا جا چکا ہے ان دنوں لاہور میں ایک صاحب حکیم مرزا محمود نامی ایرانی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جو فرقہ بابیہ کے ایک مقتدر عالم اور مشنری ہیں۔ آپ نے اسی غرض سے سفر دور دراز کی صعوبت اور صرف گوارا کیا ہے کہ ہندوستان میں اپنے عقائد کو رواج دیں۔ قبل ازیں وہ جملہ ادیان کے پیرؤوں کو بحث کا صلائے عام بھی دے چکے ہیں۔ اور چونکہ آج کل جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت ومہدویت بھی اتفاقاً یہاں رونق افروز ہوئے ہیں، اسلئے لوگوں کو ایرانی مدعی مسیحیت اور ہندوستانی مدعی مسیحیت میں حق و باطل کا فیصلہ کرنے کا اچھا موقع ہے۔ حکیم مرزا محمود ایرانی نے خود پہل کی ہے اور اپنی یہ خواہش بذریعہ اخبار ظاہر کرنے پر زور دیا ہے کہ وہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کے ادعائے مسیحیت ومہدویت میں بحث کرنے کو آمادہ ہیں۔ حکیم صاحب موصوف چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنی قیام گاہ یا کسی دوسرے مکان یا مسجد وغیرہ میں ایک مجلس عام منعقد فرماویں اور اس میں اپنے مریدوں کے علاوہ عام لوگوں کو شرکت کی اجازت دیں تو میں ان کے اعتراضات کا جواب دوں گا اور (فرقہ بابیہ کے بہاء اللہ کے دعاوی کی نسبت) ان کے شبہات رفع کر دونگا۔ یہ نہیں تو ایک ایسی مجلس خاص مقرر کریں جس میں طرفین کے علاوہ چند غیر اصحاب بھی بطور حکم بلائیں جائیں اور جانبین کے دلائل سنیں۔

یہ درخواست سراسر معقول ہے، اس لئے میں اپنی رائے پیسہ اخبار میں درج کر کے متوقع ہوں کہ مرزا صاحب بھی اسے منظور فرمائیں گے اور خواہ دفتر اخبار ہذا کی معرفت یا براہ راست حکیم مرزا محمود صاحب سے گفتگو کا وقت مقرر کرلیں گے۔

اڈیٹر شحنہ: مرزا صاحب سے یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ وہ کسی سے مناظرہ کریں حضرت بہاء الدین

ومحمد علی باب تو دنیا سے رخصت ہو گئے اب تو لندن میں مسٹر پگٹ اور پیرس میں ڈاکٹر ڈوئی مسیح موعود اور سمالی لینڈ میں ملا عبداللہ مہدی ہے پس مرزا جی کی ان تینوں سے دو دو چونچیں ہونی چاہییں کہ کون سچا ہے حالانکہ چاروں دجالوں کذابوں میں داخل ہیں۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۳۔جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۳)

(اس کے جواب میں مرزا صاحب کہتے ہیں: آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷۔اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں، وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں، دعوی کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے خواہش مند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس قدر شدت کم فرصتی ہے کہ میں ان کی اس درخواست کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی۔اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لئے جانا، جو عدالت میں دائر ہے، ضروری ہے۔ میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں۔اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں۔اب جب کہ میں جانے کو تیار ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے۔ (لیکچر لاہور۔ٹائٹل کا اندرونی صفحہ)

یہ فرار کی ایک مثال ہے۔ مان لیا کہ بروز تحریر، یا بروز جلسہ ان کے پاس فرصت نہیں تھی، وہ دو، چار، دس روز بعد کا وقت دے سکتے تھے۔لاہور نہیں تو قادیان یا کسی اور مقام پر انہیں بلا سکتے تھے۔یا اپنے آئندہ دورہ لاہور تک گفتگو کو مؤخر کر سکتے تھے، کیونکہ ایرانی عالم نے وقت مناظرہ مقرر کیا تھا، نہ مقام۔ بلکہ مرزا صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ خود کوئی جلسہ یا نجی مجلس منعقد کر کے انہیں بحث کا موقع دیں۔ بہاء)

بقیہ: احسن امروہی میرٹھ میں

سب لوگ سمجھ رہے تھے کہ امروہی صاحب کوئی ذی علم اور بالیاقت اور ذہین وفطین عالم وفاضل اور قابل ہیں مگر ہم سچ کہتے ہیں کہ وہ تجربہ سے اس قابل بھی ثابت نہ ہوئے کہ خود اپنا منشاء اور ماحصل واضح طور پر بیان کرسکیں۔تقریر میں انتشار اور الجھن۔ایک ہی بات کا بار بار دہرانا پھر بھی کسی کی سمجھ میں نہ آنا۔اظہار مدعا کے لئے طول طویل تمہید اٹھانا اور پھر تھکے اونٹ کی طرح کیچڑ میں بھک سے بیٹھ جانا کسی بات کے کہنے کا ارادہ کرنا اور منہ سے کچھ اور نکلنا

یہ حالت ہے تو کیا حاصل بیاں سے
کہے کچھ اور کچھ نکلے زباں سے

یہی وجہ ہے کہ علماء میرٹھ نے ہر چند سر مارا کہ آپ تقریری مناظرہ کریں مگر کسی طرح رضامند نہ ہوئے کیونکہ آپ کو اپنی قوت ناطقہ اور لیاقت کی بساط معلوم تھی میرٹھ آ کر آپ نے نہ صرف اپنی وقعت ہی برباد کر دی بلکہ بروزی کی بروزیت اور نبوت اور موعودیت کے تمام دعوی خاک میں ملا دیئے بڑا غضب یہ ہوا کہ

ایک شخص چندسال سے پکا مرزائی ہوگیا تھا مگر امروہی صاحب کو علماء سے ...کھاتے ہوئے دیکھ کر مرزائیت سے تائب ہوگیا خدا تعالی اون کو پوری ہدایت دے الحمدللہ کہ میرٹھ میں امروہی صاحب کا آنا اسلام اوراہل اسلام کے حق میں مفید ہوا۔ عدو شود سبب خیر خدا خواہد۔ خدا کرے آپ پھر تشریف کا گٹھا میرٹھ میں کھولیں اور مرزا ئیت کا بالکل صفایا بول دیں۔ خس کم جہاں پاک

بیک آمدن ربودی ہمہ آبروئے مرزا
چہ شود اگر بدنیا دو سہ بار خواہی آمد

امروہی صاحب نے اپنے دعوی میں و لقد آتیناك سبعاً من المثا نی پر بہت زوردیا یعنی یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن قیامت تک لوٹ لوٹ کر نازل ہوتا رہے گا۔ امروہی صاحب نے آ تیناك میں جو کاف خطاب بجانب آنحضرت ﷺ ہے اس کو نظر انداز کر دیا،

دوم۔ آ تیــنــا ماضی کا صیغہ ہے نہ کہ مستقبل کا۔ پس قیامت تک لوٹ لوٹ کر قرآن مجید کا نازل ہونا کہاں ثابت ہوا۔ سبعاً من المثا نی کا اتیان آنحضرت ﷺ پر زمانہ ماضی میں ہو چکا۔

سوم، بالفرض اولیاء اللہ اور مشائخ اور علماء وصلحاء پر بعض آیات کا کبھی کبھی الہام ہو مگر اس سے وہ نبی نہیں بن سکتے نہ کسی صاحب الہام نے ایسا دعوی کیا۔

چہارم، جب الہام کے لئے صرف قرآن مجید ہے تو آسمانی باپ اپنیلیے پا لک یعنی آپ کے بروزی نبی پر دوسرے بے معنی فقرے کیوں الہام کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ پر تو یہی قرآن مجید الہام ہوا تھا، اور سب کچھ اسی میں ہے معلوم ہوا کہ بروزی کیلئے قرآن مجید کافی نہیں بلکہ آسمانی باپ کے شیطانی الہام کی بھی ضرورت ہے،

پنجم، اگر جناب باری کو قیامت تک بار بار قرآن کا الہام کرنا منظور ہوتا اور آنحضرت ﷺ کی تخصیص نہ ہوتی تو بجائے آتیناك (لهمنا سبعاً من المثا نی) فرماتا۔

ششم۔ الہام کے مختلف درجات ہیں جیسے انبیاء اور اولیاء اور صلحاء کے مختلف طبقات ہیں اور جب قرآن ہی سب پر بار بار الہام ہونے لگا تو امتیاز اور تفریق اٹھ گئی اور سب کے سب انبیاء بن گئے۔ آنحضرت ﷺ اور دوسرے انسانوں میں کچھ فرق نہ رہا تمام تابع متبوع اور تمام امتی نبی صاحب کتاب بن گئے۔ اب تو لنگوٹے

چھتر پھر گیا کہ میں بھی نبی، تو بھی نبی۔ پھر یہ بالکل مدعی سست اور گواہ چست کا معاملہ ہے۔ اولیاء اللہ میں سے کسی نے نبوت کا دعوی نہیں کیا البتہ چند دجالوں (جھوٹے مسیحوں اور مہدیوں) نے کیا اور چند روز میں فی النار ہو گئے ان میں کون سا سرخاب کا پر تھا کہ مرزا جی میں نہیں ہے مرزا جی تو ہر طرح آٹھوں گانٹھ کمیت ہیں بلکہ تمام گزشتہ دجالوں سے بڑھ کر طرح طرح کے روپ بدل رہے ہیں کبھی مجدد، کبھی مستقل نبی، کبھی ناقص نبی، کبھی مثیل مسیح، کبھی اصیل مسیح، کبھی خاتم الخلفاء وغیرہ۔ ایسے رنگ کسی دجال نے نہیں بدلے۔ پھر بھی ہم یہی کہیں گے کہ مرزا جی دجال اکبر نہیں ہیں نہ ان میں وہ کرشمے اور طاقتیں ہیں جو دجال اکبر میں ہوں گی س جال اکبر تو ابھی تک کمین گاہ کے غار میں بیٹھا ہوا اپنے بیٹوں پوتوں پڑپوتوں کی بکر کود کا تماشا دیکھ رہا ہے اور وقت کا منتظر ہے ادھر وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر نکلا ادھر تمام خر بچے دم دباتے لید کرتے بھاگے۔

ششم۔ جب قرآن بار بار الہام ہوتا رہے گا تو امروہی نے اس دعوی سے اپنے بروزی کی ناک پر استرا چلایا بروزی کس منہ سے کہتا ہے کہ میں مسیح سے افضل ہوں حسین سے افضل ہیں کیوں کہ اب تو سب بروزیت کی ایک ہی لاٹھی سے ہانکے گئے۔

ہفتم، اتیان کے معنی الہام آسمانی باپ کی کون سی لال کتاب میں لکھے ہیں اتیان کے معنی لانا اور الہام کے معنی کسی کے دل میں کچھ ڈالنا ہے الہام فسق وفجور کی باتوں کو بھی شامل ہے خدا تعالی فرماتا ہے اے محمد ہم نے تجھ کو سات آیتیں (الحمد) عطا کی ہے اول تو الہام خیر وشر دونوں کے لئے ہے۔ دوم محض الہام دوسروں کے لئے قطعی اور یقینی نہیں یہاں اتیان کی قطعت جو آ تیناك . . اچھی طرح ثابت ہے۔ الغرض ایسی ہی لغویات و خرافات سے آپ کی تقریر معمور تھی۔

۲۹۔ اگست ۱۹۰۴ء کو مولوی حکیم محمد میاں اور خواجہ غلام الثقلین نے مناظرہ کی شرائط طے کرنے لئے امروہی کو پھر جا لیا۔ اور حکیم صاحب نے کہا کہ جن شرائط پر آپ رضا مند ہوں ہم ان کو بجا لائیں گے۔ اور جس قدر روپئہ آپ فرمائیں ہم خرچ کرنے کو تیار ہیں۔ مگر وہاں تو ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا۔ شب گزشتہ کے شکنجہ میں سب نکل چکا تھا۔ پس امروہی صاحب کے منہ جو نہیں کا کلمہ نکل گیا تھا غیر ممکن تھا کہ وہ ہاں سے بدلا جاتا مشتاقان مناظرہ یہ شعر پڑھ رہے تھے

جھڑ کی سہی ادا سہی چیں جبیں سہی
یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

اثناء گفتگو میں امروہی صاحب نے بوکھلا کر یہ بھی فرمایا کہ میں مرزا صاحب کا مقلد نہیں۔ امر حق کو ضرور تسلیم کروں گا۔ مگر ان کا یہ کہنا: کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور کا مصداق تھا اور اگر انہوں نے واقعی صدق اور یقین سے ایسا کہا ہے تو اپنے بروزی نبی سے منحرف ہو کر اچھے خاصے مرتد اور باغی بن گئے یعنی مرزائی نہ رہے ہم مرزا جی سے کہتے ہیں کہ یہ آپ کے مار آستیں ہیں ان کو نکالئے ورنہ گھر کے بھیدی بن کر ایک نہ ایک دن بالضرور لنکا ڈھا دیں گے۔

کیوں امروہی صاحب یا تو آپ کا یہ دعویٰ تھا کہ میں اپنے نبی کے تمام دعوے ثابت کرنے کو موجود ہوں جس کا جی چاہے آئے اور مرزا صاحب ایسے ہیں اور ویسے ہیں نبی ہیں خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں وغیرہ یا اب آپ ان کے مقلد بھی نہ رہے۔ یا بایں شوراشوری یا بایں بے نمکی۔ دیکھئے ہیبت حق اور سطوت علماء حقانی اس کو کہتے ہیں۔ جادو وہ کہ سر پر چڑھ کے بولے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند ۸۔ ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

اتمام حجت

یعنی کھلی چٹھی از جانب مولوی حاجی احمد علی پروفیسر مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
بنام جناب مرزا غلام احمد بیگ صاحب قادیانی و مولوی حکیم نور الدین صاحب

جناب من۔ السلام علی من اتبع الھدی ۔مولوی محمد احسن صاحب امروہی میرٹھ میں تشریف لائے تو میں اور تمام مسلمانان میرٹھ بہت خوش ہوئے کہ اب احقاق حق اور ابطال باطل کا وقت آ گیا اور مولوی مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں ۲۸۔ اگست کو اعلان عام بھی دیا کہ اگر کسی صاحب کو مرزا صاحب کے دعووں میں کلام ہو تو آئیں اور بذریعہ مناظرہ کے اپنا ارمان نکالیں۔ خاکسار نے دوسرے روز مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ جس طرح اور جن شرائط پر رضامند ہوں میں احقاق حق کے لئے حاضر ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ عریضہ پر اپنی مہر

ثبت کر کے بھیجو۔ میں نے مہر بھی ثبت کر دی۔ مگر بالآخر یہی جواب ملا کہ مجھے مناظرہ کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ خاکسار نے سبقت نہ کی تھی۔ مولوی صاحب نے مقابلہ پر آنے سے غالباً سمجھ لیا ہو گا کہ چند روز پیشتر جو کیفیت ڈیرہ دون میں ہوئی، وہی میرٹھ میں بھی ہوگی جس سے ڈیرہ دون کے ہزاروں مسلمان خصوصاً مسلمانان افغانستان ہمراہیان وارا کین سردار محمد یعقوب خان صاحب سابق امیر کابل اچھی طرح واقف ہیں۔ پس وہ میرٹھ میں مناظرہ کرنے سے گریز نہ کرتے تو تعجب ہوتا۔ اب میں جناب والا کو اعلان دیتا ہوں کہ آپ بذات خود یا مولوی نورالدین صاحب میرٹھ میں رونق افروز ہو کر حیات مماۃ مسیح پر یا جس معاملہ میں چاہیں خاکسار سے اتمام حجت کریں۔ اگر مجھے قائل کر دیں تو ۵۰۰ روپیہ لیں اور اگر خود قائل ہو جائیں تو ایک حبہ کا مطالبہ بھی میری جانب سے نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

امید ہے آپ میری کھلی چٹھی کے مطالبہ سے اعراض نہ فرمائیں گے کیونکہ آپ مدعی نبوت ہیں اور نبی کا یہ منصب اور فرض ہے کہ تحدی سے اغماض نہ کرے اور اپنا معجزہ یا آسمانی نشان خاص و عام کو دکھائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اخبار الحکم اور البدر میں مناظرہ کے لئے کوئی تاریخ مقرر کر کے جواب باصواب مشتہر فرمائیں گے۔

خاکسار احمد علی پروفیسر مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ معروضہ ۶۔ ستمبر ۱۹۰۴ء

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

خط بابت دعاوی میرزا قادیانی

بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب محدث امروہی۔ قادیانی

جناب مولانا صاحب تسلیم۔

اس عاجز نے ۲۸۔ اگست ۱۹۰۴ء کی شام کو نہایت شوق سے جناب کا وعظ سنا۔ بلحاظ عبور بر آیات قرآنی وطلاقت بیان وتسلسل تاویلات کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس وعظ سے محظوظ یا جناب کی لیاقت

کا قائل نہ ہوا ہوگا۔مگر جو دلائل آپ نے مرزا صاحب قادیانی کو مسیح ثابت کرنے کے لئے پیش کئے وہ مذہبی یا منطقی اصول سے لائق تشفی نہیں۔ میں نہایت اختصار کے ساتھ چند وجوہ عرض کرتا ہوں۔

ا۔آپ کا یہ دعوی کہ مرزا صاحب کے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ حضرت عیسی ابن مریم کی وفات وحیات پر بحث ہو جائے ایک غیر متعلق سی بات ہے کیونکہ اگر حضرت عیسی کی حیات کو مان لیا جائے (اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ تمام شہداء زندہ ہیں) تو آپ کے لئے کچھ مضر نہیں اس لئے کہ مرزا صاحب عیسی بن مریم ہونے کا دعوی نہیں کرتے وہ تو کہتے ہیں کہ میں ان جیسا ایک شخص ہوں۔مشبہ کے وجود کے لئے یہ لازم نہیں کہ مشبہ بہ معدوم ہو جائے۔

۲۔نہ حضرت عیسی کو زندہ ماننا آپ کے لئے مضر ہے کیونکہ یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان زندہ ہو اور دوسرا انسان اسی قسم کی صفتوں والا موجود ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ بھی مماثلت کاملہ اور تشبہ تامہ کے قائل و مدعی نہیں کیونکہ اس صورت میں آپ کو بنی اسرائیل اور مرزا صاحب کو ابن مریم ثا بت کرنا پڑے گا اور یہ خود آپ مان لیں گے کہ محال ہے۔

۳۔اگر حضرت عیسیؑ کو مردہ مان لیا جائے جیسا کہ آپکے دعوی سے پہلے سر سید احمد تہذیب الاخلاق میں لکھ چکے ہیں اور بعض قدیم معتزلہ کی بھی یہی رائے ہوئی ہے،تو یہ لازم نہیں آتا کہ محض دعوی کرنے سے کہ میں عیسی ہوں کوئی شخص عیسی ہو جائے کیونکہ اصلی عیسی تو فوت ہو گئے اور تمثلی عیسے جو کوئی آئے گا اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا کہ میں تمثیلی یا موعود عیسی ہوں۔ایک شخص کے مرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا جو اپنے آپ کو مثیل ظاہر کرے یا اپنے تئیں موعود بتائے وہ محض اس دعوی سے کامیاب ہو جائے۔ظاہر ہے کہ سکندر اعظم مر گیا۔اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں سکندر اعظم یا سکندر ثانی ہوں تو صرف اس بات کا ظاہر کرنا کافی نہیں کہ پہلا سکندر مر چکا ہے۔

۴۔ پس ان وجوہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وفات عیسی یا حیات عیسی کی بابت خواہ کوئی رائے ہم رکھیں آپ کے عقیدہ پر اس کا اثر مطلق نہیں پڑ سکتا۔اور اس مسئلہ پر بحث کرنا بالکل غیر متعلق ہوگی۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ بحث کی جا وے کہ مثلث کے دو اضلاع تیسرے سے بڑے ہوتے ہیں یا

نہیں کیونکہ اس سے بھی آپ کے دعوی پر اثر نہیں پڑ سکتا اور اقلیدس کا ایک مسئلہ ذہن نشین ہو جاوے گا۔

۵۔اب میں آپ کے دلائل کے متعلق جہاں تک مجھ کو یاد ہے مختصر عرض کروں گا۔

الف۔حدیث میں آیا ہے کہ مہدی نہیں مگر عیسی۔سو یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہے جو امام مہدی کے متعلق ہیں۔علاوہ اس کے محققین نے اس کو موضوع لکھا ہے۔تعجب ہے کہ ملہم مسیح، ایک موضوع حدیث کی بنیاد پر اپنے تئیں علاوہ مسیح کے مہدی موعود بھی قرار دے۔

ب۔آیت استخلاف سے مرزا صاحب کی مسیحیت ثابت ہے تو اس میں کہیں مہدویت یا مسیحیت کا ذکر نہیں، نہ مرزا صاحب کا، حسن بن صباح، مہدی سوڈانی، محمد علی باب، الحاکم بامر اللہ۔اور ہر مسلمان والی ملک اس آیت کو اپنے لئے پیش کرسکتا ہے۔پھر اسی آیت میں یہ ہے کہ دین کو مضبوط اور خوف کو ان سے بدل دینے کے واسطے استخلاف ہوگا۔اسلام کا خوف مرزا صاحب کی وجہ سے کم نہیں ہوا بلکہ امور باعث خوف جو آپ نے بتائے ہیں ان میں ایک معنی سے مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا علماء کی کوشش سے مرزا صاحب کے دعووں سے قبل ہی جاتا رہا تھا۔یا بہت کم ہوگیا تھا۔آریا سماج ہو جانا۔یہ خوف مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کی تمکین کے بعد ہوا ہے لہذا ان کے دعوے سے اسلام میں تفرقہ اور خوف اور بھی بڑھ گیا ہے۔زائل نہیں ہوا۔علاوہ ازیں آیت عام ہے۔اور تخصیص نہیں، اس لئے آپ کے لئے مفید نہیں۔

ج۔تیسری دلیل یہ کہ مرزا صاحب چودھویں صدی ہجری میں آئے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ موسیٰ سے چودہویں صدی میں آئے تھے۔تشبیہہ بالکل غلط ہے۔موسی، عیسی دونوں صاحبان شریعت نبی اولوالعزم تھے۔کیا آپ حضرت ﷺ کے مقابل اپنے حضرت عیسی (مرزا) کو بھی صاحب کتاب نبی سمجھتے ہیں۔

علاوہ اس کے قرآن وحدیث میں کہیں چودہ سو برس کی کوئی شرط نہیں۔اسلام کے انحطاط وبداخلاقی کے شیوع کو جو آپ نے فرمایا، سوئی سو برس سے حالت خراب ہے، نئی بات نہیں جیسا کہ ماہران

تاریخ جانتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی ثابت نہیں کہ موسی سے عیسی ٹھیک چودہ سو برس بعد آئے۔ قیاس آپ کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت داؤد سے عیسی تک ۲۸ نسلیں ہیں اور حضرت داؤد سے ابراہیم تک ۱۴۔ کل ۴۲ نسلیں اور بحساب اوسط عمر تہائی صدی فی نسل جیسا کہ عام انسانی دستور ہے، ۱۴ سو سال کی مدت ہوئی۔ حضرت ابراہیم سے موسی تک کم سے کم ۴۰۰ برس کا زمانہ لینا چاہیے۔ کیونکہ اسحاق یعقوب یوسف یہ دو نسلیں ہوئیں اور پھر تیں کی تعداد سے بڑھ کر ہزار ہا بنی اسرائیل مصر میں ہو گئے۔ اس حساب سے موسی، عیسی سے ایک ہزار برس قبل ہوئے۔ ایک ہزار کا قرن مانا جاوے تو اکبر بادشاہ کا دعوی کہ اب میں (اک ہزار ہجری میں) خلیفۃ اللہ ہوں، بموجب آیت استخلاف درست ہوگا۔ یہ حساب عقلی ہے۔ نقلی حساب یہ ہے کہ بموجب تاریخ یہود حضرت عیسی سے ۱۶۳۵ء سال قبل بموجب شمسی سال حضرت موسی پیدا ہوئے جو قمری حساب سے ۱۶۸۴ سال ہوتے ہیں۔ آپ اپنے مسیح کا آنا مثیل موسی سے ۱۴۰۰ سال بعد بتاتے ہیں (اگرچہ دراصل سترہ سو برس ہوئے) اس ۳۸۴ یا ۲۸۴ کا فرق کس طرح نکلا۔ (باقی آئندہ)۔ راقم منور علی مینیجر عصر جدید میرٹھ۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸۔ ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۳۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶۔ ۸)

(بقیہ: خط بابت دعاوی مرزا قادیانی مندرجہ ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۹۰۴ء)

د۔ آپ کی یہ دلیل کہ مجدد ہر صدی کے شروع میں آویگا۔ سو صدی سے مراد اگر بعد بعثت (نبوی ﷺ) مراد ہے اور یہ تسلسل ثبوت سے ہے تو اس کی ابتداء ۱۲۸۸ھ کے قریب ہوئی جبکہ تہذیب الاخلاق شائع ہوا۔ علاوہ ازیں مجدد کا درجہ ایک مسیح سے بہت کم ہے۔ عیسے بقول آپ کے موجودہ اور صرف ایک ہے، اور مجدد سینکڑوں آئیں گے۔ دعوی خاص اور دلیل عام۔ اور ڈاکٹر ڈوئی وغیرہ کی نسبت بھی آسانی سے یہی پیش گوئی صادق آ سکتی ہے۔ اگر اسلام کی شرط ہو تو صبح ازل بابیوں کا امام زندہ اور سید بھی ہے اور مدعی مہدویت بھی ہے۔ اس کو کس واسطے مہدی نہ سمجھا جائے۔ اس سے بھی تخصیص نہیں ہوتی کیونکہ قاعدہ ہیئت کے موافق اس شرط کا دورہ بھی ہوا کرتا ہے۔

آخر میں ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ نے مفصلہ ذیل امور پر جو زبانی فرمائے تھے جب

ان پر غور کیا جاوے یعنی

ا: یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب ایک حکم بھی رسول خدا کو نہ ترمیم کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں نہ کوئی شرع لا سکتے ہیں نہ شرع میں فرق کر سکتے ہیں (حالانکہ جہاد کے بارہ میں یہ حکم بند کر دیا گیا ہے)

۲۔ یہ کہ ان کو صرف الہام یا القاء ہوتا ہے اور بعض انکشاف سے حق بات معلوم ہوتی ہے۔

تو نتیجہ لازمی یہ نکلے گا کہ ان کا دعوی اور ان کی دلیل بعینہ ایک ہے اور ان کو جمہور اسلام کو کوئی علاقہ نہیں اور ان کا حکم ملت پر نافذ نہیں مامور من اللہ کے معنی اگر صاحب شریعت کے ہیں تو بقول آپ کے وہ صاحب شریعت نہیں اگر اس کے معنی ایسے شخص کے ہیں جس کو خدا تعالی سے خاص علاقہ ہو تو اپنے اپنے درجہ کے موافق ہر شخص بلکہ ہر مخلوق ذی روح یا غیر ذی روح اس ذات سے علاقہ رکھتا ہے اس صورت میں بھی مرزا صاحب کی تخصیص نہ رہی نہ ضرورت رہی۔

ہاں اگر وہ ایسی تعلیم دیں جو فی نفسہ ضرورت زمانہ کے لائق ماننے کے قابل ہو مگر قرآن شریف میں نہ ہو اگر وہ پرانے ادیان کو منسوخ کر سکیں کہ مسلمانوں کو یا کل عالم کی ہدایت یا نجات کیلئے ان کا ماننا لازم ہے صرف تفسیر کر دینا یا نئے یا اچھے معنی بتانے کے لئے کسی ناقص نبی کی حاجت نہیں علماء کافی ہیں تو ان کو علم نبوت یا خلافت بلند کرنے کا حق ہوسکتا ہے ورنہ نبوت کا دعوی تو محدود گروہ میں کرنا اور خلافت سے بوجہ پولیٹکل کمزوری کے روحانی مراد لینا، کبھی صوفیوں کی انکشافات میں پناہ گزین ہونا اور کبھی موضوع احادیث سے مدد لینا یا بچوں کی سی تاویلات کرنا اور غیر واقعی پیشین گوئیوں کو امر واقعی قرار دینا، کبھی اپنے کو مثیل مسیح اور کبھی خود مسیح، کبھی عیسی، کبھی مہدی، کبھی خاتم الخلفاء (جسکے یہ معنی ہوئے کہ تمکین دین کا دروازہ آئندہ کو بند ہوگیا)، کہیں باوجود حنفی اور مقلد امام ابوحنیفہ قرار دیئے جانے کے امام حسین سے اپنے تئیں افضل قرار دینا (حالانکہ ان کی روحانی برکت کا ایک شمہ بھی میسر ہو جاوے تو انسان انسان بن جاوے) کبھی مجازی طور پر اپنے کو ابن اللہ اور ابو اللہ قرار دینا کبھی خلاف جمہور آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے واسطے قرار دینا کبھی اپنے تئیں مغل کبھی بنی اسرائیلی جتانے کی کوشش کرنا اپنی غلط پیشین گوئیوں کو بزور مجادلہ یا مناظرہ صحیح کرنا، یہ

باتیں جماعت مسلمین میں پریشانی اور گھبراہٹ ڈالتی ہیں۔

کیا مسلمانوں میں ہزاروں تمدنی برائیاں ایسی نہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ضرور ہیں، پھر کیا صرف اس بات سے اصلاح ممکن ہے کہ ایک شخص کی تعریف کے بے اندازہ پل باندھے جاویں اوراسی کا نام دین رکھا جاوے۔ نبی بھی دین کا خادم ہوتا ہے آپ کو ثابت کرنا چاہیے کہ علاوہ مذاہب دیگر کے جوایک جزوی اور بعض لحاظ سے غیر ضروری کام ہے، مرزا صاحب نے مسلمانوں کے لئے کیا کام کیا ہے۔ہم اس وقت ان کے دعاوی پر لحاظ کرنے کو تیار ہیں۔فقط۔

منورعلی۔مینجر عصر جدید۔میرٹھ۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۵۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

حیات مسیح

مرزا قادیانی اوران کے حواریوں نے وفات مسیح کے اثبات کے لئے طرح طرح کے حیلے کئے کبھی آیات قرآنیہ میں لغواور بے بنیاد تاویلیں کیں۔جب اس سے کام نہ چلا تو فلسفی مغالطے دینے شروع کئے، اور حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کو خلاف قانون قدرت اور خلاف عقل بتانے لگے۔یعنی ایک جسم خاکی کا زمین سے آسمان پر صعود کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ زمین اپنی بے انتہا قوت سے کشش کرتی ہے اور انسانی جسم جو زمین کے مقابلہ میں کمتر اور بہت کوتاہ ہے اس کی پرزور اور بے انتہاء قوت کو کس طرح مغلوب کر سکتا ہے اور کیوں کر اوپر جا سکتا ہے اور کرہ ہوائی سے باہر جا کر بغیر ہوا کے کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔، وغیرہ۔

لیکن مرزا صاحب کی یہ لغو باتیں دروغ گوراحافظہ نباشد کی مصداق ہیں۔خود بدولت سرمہ چشم آریہ میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں کہ قانون قدرت کسی طرح محدود نہیں اور عقل انسانی کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ بہت سی باتیں اس قسم کی ہیں کہ انسان کوتہ اندیشی کے سبب سے اون کو غیر ممکن اور خلاف قیاس تصور کرتا ہے لیکن جب ان کا ظہور ہو جاتا ہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں ملک فرانس میں ایک بار زلزلہ کے سبب سے ایسی آگ پیدا ہوئی کہ پتھر کو جلا کر خاک کرتی تھی لیکن لکڑی کا اسے بال بھی بیکا نہ ہوتا تھا اس ظہور سے پہلے اگر اسکا

تذکرہ کیا جاتا تو عقل کیخلاف بتایا جاتا اگلے فلسفہ نے جو باتیں بیان کیں پچھلے فلسفیوں نے ان میں سے بہت باتوں کو غلط کر دکھایا ایسے ہی جو باتیں اب زور شور کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں آئندہ وہ بھی غلط قرار دی جائیں گی اس سے صاف طور پر اندازہ ہوتا ہے کہ فلسفہ محض ظنی اور خیالی ہے اور مذہب اسلام بحمد اللہ یقینی اور آفتاب سے بڑھ کر روشن ہے اور اوس کی کوئی بات قیامت تک غلط نہیں ہوسکتی۔

اب مرزا صاحب کو کیا خواب نظر آیا کہ قانون قدرت اون کے نزدیک محدود ہوگیا اور اون کی ذرا سی کھوپڑی میں سما گیا۔ جسم خاکی کا آسمان کی طرف صعود کرنا محال سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ انسان اپنی ضعیف قوت سیمٹی یا پتھر کا ڈھیلا اوپر پھینکتا ہے تو وہ زمین کی بے انتہاء قوت اور کشش کو مغلوب کر کے دور تک پہنچ جاتا ہے پرند جانور پرواز کرتے کرتے اوپر پہنچ جاتے ہیں جب انسانوں اور پرندوں کی قوت کا اس قدر اثر نمایاں ہوتا ہے تو قادر مطلق رب العالمین کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی قدرت سے حضرت مسیح کو آسمان پر نہیں پہنچا سکتا کس قدر جہالت اور حماقت بلکہ جنون ہے مرزا صاحب وغیرہ کی یہ باتیں نئی نہیں بلکہ انبیاء کے مقابلہ میں کافروں نے ہمیشہ اسی قسم کی جہالتوں کو سپر بنایا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

و قالوا أاذا کنا عظاماً و رفاتاً أأانا لمبعوثون خلقاً جدیدا

یعنی جب ہم مرنے کے بعد ریزہ ریزہ اور بوسیدہ ہوجاویں گے تو دوبارہ کس طرح زندہ ہوسکتے ہیں

کرہ ہوائی سے باہر جا کر زندگی محال سمجھی جاتی ہے لیکن یہ نہیں خیال کیا جاتا کہ رحم میں چند ماہ تک بچہ کیوں کر زندہ رہتا ہے اور بیضہ کے اندر کیوں کر جاندار پیدا ہوجاتا ہے۔

ز ترتیب نظام آفرینش
حوادث را ز تاثیر نجوم آسماں بینی
فلسفی را چشم حق بیں سخت نا بینا بود
گرچہ بیکن باش و یا بو علی سینا بود

(باقی آئندہ)۔ راقم محمد عبد الجبار عمر پوری از کلکتہ (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۵۔ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۳)

لاہور میں مرزا جی کا لیکچر

اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتا ہے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور میں مرزا صاحب کا لیکچر پڑھا گیا جسکا کئی دنوں سے شور وغوغا تھا لیکچر کا عنوان تھا اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب۔ اس لیکچر کے دو حصے تھے ایک حصے میں عیسائی مذہب اور آریہ مت کی تحقیق کی کہ ان مذاہب میں کسی طالب حق کو تسلی نہیں ہوسکتی عیسائیوں میں تو یہ عیب ہے کہ وہ گناہوں کا علاج کفارہ بتاتے ہیں جو بجائے خود گناہ ہے آریوں میں یہ خرابی ہے کہ ویدوں کے بعد تمام دنیا کو مکالمہ الہیہ کی نعمت سے محروم جانتے ہیں نیز اس میں ایک اخلاق کا بیخ کن مسئلہ ہے یعنی نیوگ۔ دوسرے حصے میں لیکچرار نے اپنے دعوی کا ثبوت دیا کہ میں مسیح موعود کیوں ہوں باقی دلائل جو ہیں وہ عام طور پر سب کو معلوم ہیں مگر ایک نئی دلیل یہ ہے کہ قرآن کی آیت و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کریں گے تو مسیح موعود آئے گا چونکہ اس وقت دنیا بھر کے مذاہب ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اسلئے میں مسیح موعود ہوں۔ یہ ہے مسیحائی لیکچر کا خلاصہ جو چون صفحوں پر چھپ کر قیمتاً تقسیم ہوا اس دلیل بازی سے بچوں کو بھی ہنسی آتی ہے بعینہ وہی مشہور دلیل ہے جو کسی فلاسفر نے بیان کی ہے کہ زمین اس لئے گول ہے کہ چاول سفید میں۔ چلو چھٹی شد۔

۳ کو لیکچر دے کر ۴ کو گورداسپور پہنچے ۵ کو دو گواہ استغاثہ کی مکرر جرح کے لئے طلب تھی۔ باقی ۶۔۷۔۸۔۹۔۱۰۔۱۱ کو گواہان صفائی گزریں گے۔ پھر بعد غور حکم سنایا جائے گا۔ غالباً اکتوبر کے وسط میں فیصلہ ہوگا۔ کیا ہوگا؟ العلم عند الله (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۵۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۴)

مرزا قادیانی

پبلک میگزین امرتسر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے ۳ ستمبر کو ایک لیکچر لاہور تھیٹریکل ہال میں اپنے مرید خاص مولوی عبدالکریم سیالکوٹی سے پڑھوایا۔ اس کے ابتدائی حصے میں اسلامی فضیلت اور باقی حصوں میں عیسائی اصول اور آرین سدہانتوں کی نسبت دریدہ دہنی سے کام لیا۔ لیکن اس تحریری لیکچر میں جس کا مضمون،

ہندوستان کے دیگر مذاہب اور اسلام، تھا زیادہ تر اور جا بجا مرزا نے اپنی مسیحیت منوانے پر زور دیا اور اعتراضات اور دلائل کی تردید کی کوشش کی جو مرزا کے مسیح موعود ہونے کیخلاف ان کے مسلمان بھائی پیش کرتے ہیں۔

اس تقریر میں خواہ تصنع ہو، لیکن سنجیدگی موجود تھی۔ اپنی اصلاح کی ضرورت اور عظمت بتلاتے ہوئے آریا کے بزرگوں کے طریقہ کی تعریف کی کہ وہ بنوں اور جنگلوں میں جا کر اپنی اصلاح کرتے تھے، خود عامل بن کر دوسروں سے عمل کراتے تھے۔ مرزا صاحب نے یہ خدا کی طرف سے ظاہر کیا جانا بیان کیا کہ راجہ رام چندر اور کرشن بھی خدا کے راست باز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے جو شخص ان کی توہین کرے مرزا صاحب اس سے بیزار ہیں اس کو کنوئیں ک مینڈک سمجھتے ہیں جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہو۔ شاید خدا سے ظاہر ہونے کی سند کافی خیال نہ کی کہ مرزا صاحب نے ان آرین بزرگوں کے واقعات زندگی پر استدلال کر کے فرمایا کہ جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اسی راہ کو پائیں جو خدا تعالی تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے خیالات کی تائید میں اس آیت قرآنی کا حوالہ دیا جس میں ہر ایک قوم اور امت میں پیغمبر بھیجنے کی خبر درج ہے۔ آیت مذکور سے رام اور کرشن کو آریا قوم کی پیغمبری کے دعوی کا بقول مرزا استحقاق ہے جو اسکے خلاف مانے وہ قرآن کی خلاف کہتا ہے لیکن جب یہ آرین پیغمبر ہادی یا نذیر خدا تعالی کی یاد سے اوتر گئے اور صرف عرب کے ہمسایہ علاقوں کے نبیوں اور پیغمبروں ہادیوں اور پیشواؤں کی فہرست میں ان کا نام درج ہونے سے رہ گیا تھا اور خدا نے قرآن میں لاعلمی فروگذاشت یا کسی اور وجہ سے ان کی پیغمبری اور ان کے نذیر ہونے کی تصدیق نہ کی تھی تو آج تیرہ سو سال بعد یقین نہیں کہ مرزا صاحب اسکی تلافی کر سکیں اور سری رام چندر جی اور سری کرشن چند جی کا نام مسلمان پیغمبروں کی ضمیمہ فہرست میں داخل کرنے پر رضامند ہوں۔

مرزا صاحب نے مہاتما نانک دیو کی نسبت فرمایا کہ آپ اون کو خدا پرست سمجھتے ہیں اور ان کی برائی آپ کو پسند نہیں۔ مرزا صاحب گورونانک کو ان انسانوں میں سے سمجھتے ہیں جن کے دل میں خدا تعالی اپنی محبت آپ پیدا کر دیتا ہے۔ خاتمہ پر مرزا صاحب نے ان مبارک روحوں کی پیروی سے دلوں کو روشن کر کے دوسروں

کی اصلاح کی ہدایت کی۔

اڈیٹر: مرزا جی کو دریائے راوی سے چپنی بھر پانی لے کر اور کچھ نہیں تو ناک کی نوت ہی ڈبو لینی تھی کہ ایک ہندو اخبار مذہب اسلام کی نسبت کیا لکھ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ تمام مذاہب کے بزرگوں کو جو مرزا جی نے گالیاں دی ہیں اور زبان کی درانتی سے سب کو گھاس پھوس کی طرح کاٹا ہے اور اسکا مزہ چکھا ہے تو اب ان کا کانشنس conscience ملامت کر رہا ہے کہ نا معقول..تو نے کیا جھک مارا، رام چندر رام لچھمن گورونانک سب اچھے، مگر عیسی برے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کلجگ اوتار ہیں اور مذکورہ بالا دیوتاؤں کی روح نے آپ میں حلول کیا ہے۔ آپ مسیح موعود بھی ہیں مگر مسیح موعود کی روح نے آپ کی ذات میں حلول نہیں کیا۔ خدا نہ کرے کہ مقدس روح ناپاک جسم میں حلول کرے۔ ایسے لیکچر سے صرف بے دال کے بودم ہی خوش ہوتے ہوں گے یہ صلح کل لیکچر آپ سے مقدمات مرجوعہ نے دلوایا۔ لیکن یاد رہے کہ ارتداد اور الحاد کے جو سخت ترین گناہ آپ سے سرزد ہوئے ہیں، یہ لیکچر کسی طرح اون کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔ستمبر ۱۹۰۴ء۔ص ۴۔۵)

نظم قرآن کے متغیر کرنے میں مرزا جی کا کفر

جس معجز سیاق وسباق اور نظم سے قرآن مجید منزل من اللہ ہے جمہور امت محمدیہ ﷺ کا اسپر اتفاق ہے کہ اس میں تغیر وتبدل کرنا خواہ کسی طرح سے ہو مثلاً کسی آیت میں کمی بیشی کرنا یا ایک لفظ یا جملہ کہیں سے اور دوسرا کہیں سے چن کر اپنی جانب سے دونوں کو کلام مربوط قرار دینا بالکل کفر ہے۔ اگر اسلامی عمل داری میں کوئی مرتد ایسا کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ مگر مرزا جی آزاد برٹش گورنمنٹ کو دعا دیں جس کی عمل داری میں قرآن مجید بلکہ تمام اسلامی شریعت کی ترمیم کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی ترمیم کرنے والا اپنے کو خدا اور رسول سے بڑھ کر سمجھتا ہے کیونکہ متکلم سے مصلح اور مرمم کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔

پھر یہی نہیں بلکہ ترمیم شدہ اور متغیر شدہ جملوں کو الہام اور وحی خاص بتایا جاتا ہے گویا خدا تعالی نے پہلے کچھ الہام کیا اب یہ کچھ۔ آنخضرت ﷺ نے تو اہل کتاب کی اصلاح فرمائی۔ مرزا جی خود مقدس اسلام کی اصلاح کر رہے ہیں۔ گردن میں پلاسٹر لگا کر اس شخص کو پاگل خانے کیوں نہیں بھیجا جاتا۔ ہماری رائے میں

ابھی تک تو اسکا دماغ اصلاح پذیر ہے، چندروز میں جب مادہ پک گیا اور موجودہ مالیخولیا پورا قطرب ہو گیا تو اصلاح قطعاً محال ہو جاوے گی ایسا بہت جلد ہونے والا ہے۔ انشاءاللہ

براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں مرزا صاحب پر یہ الہام ہوا:

الم نشرح لك صدرك الم نجعل لّك سهولة فى كلِّ امر بيت الفكر و بيت الذّكر و من دخله كان آمنا ۔

اپنی مزخرفات ٹھونس کر کلام الٰہی کی کیسی توہین کی ہے۔ ذرا خبط تو ملاحظہ فرمایئے کہ بیت الفکر اور بیت الذکر آپ (مرزا قادیانی) کے دو گھر ہیں اور آپ خود لکھتے ہیں کہ بیت الفکر سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف میں مشغول رہا ہے اور رہتا ہے، اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کا خدا واحد تثنیہ میں بھی تمیز نہیں کرسکتا ورنہ ومن دخلها كان آمنا کہتا کیونکہ بیت الفکر اور بیت الذکر دو مکان جدا جدا ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

من دخله كان آمنا صرف مسجد کی صفت ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ صفت اور موصوف کے گھڑنے کا بھی مرزا صاحب کے ملہم کو شعور نہیں، ورنہ عبارت یوں ہوتی و بيت الذكر من دخله كان آمنا۔

کیا وجہ ہے کہ آپ کا بیت الذکر تو دارالامن ہو، اور بیت الفکر دارالامن نہ ہو بلکہ دارالحزن و دار الکفر ہو۔ جناب باری نے تو تمام مکہ کو دارالامن قرار دیا ہے مگر وہ تو تیرہ سو برس کے بعد دارالامن نہ رہے، اور مرزا صاحب قادیانی کا جھونپڑا دارالامن بن جائے۔

پھر فى كل امر بيت الفكر و بيت الذكر کتنا فصیح جملہ ہے۔

ارے بودم! تتابع اضافات مخل فصاحت ہے۔ الم نشرح لك صدرك کے ساتھ اس خانگی عبارت کو ملانا ایسا ہے جیسے کوئی خبیث سندس و استبرق کے بہشتی حلّے میں ناپاک ٹاٹ کا پیوند لگا دے۔

پھر بدمعاشی اور بے ایمانی اور بدنیتی دیکھئے کہ جناب باری نے

الم نشرح لك صدرك ۔و وضعنا عنك وزرك ۔الّذى انقض ظهرك۔ ورفعنا لك

ذکرک (الشرح: ۱-۴) میں آپ ﷺ پر اپنے احسانات جتائے ہیں۔یعنی کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ کیا ہم نے تیرا بوجھ نہیں اٹھایا جس نے تیری کمر توڑ ڈالی تھی (تکلیف دے رکھی تھی) کیا ہم نے تیرا ذکر آسمانوں اور زمینوں میں بلند نہیں کیا؟

یہ مربوط اور مضبوط معجز کلام ملاحظہ فرمایئے اور مرزا صاحب کی خانگی لغویات دیکھئے۔مرزا کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مدارج نبوت تکلیفوں اور سختیوں کے جھیلنے کے بعد ملے اور مجھے نہایت سہولت کے ساتھ گھر بیٹھے چھپر پھاڑ کر مل گئے۔میں خدا کا چہیتا ہوں۔اور مجھے آنحضرت ﷺ پر ترجیح اور تفضیل ہے۔

آنحضرت ﷺ کا رفع ذکر تو اس طرح ہوا کہ ساری خدائی میں اسلام پھیل گیا۔آج کے روز بھی جب کہ دہریت اور الحاد کا زور ہے یورپ ایشیا امریکہ افریقہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کی رسالت کا جھنڈا بلند نہ ہوا ہو،اور لاکھوں عیسائیوں کو مسلمان کیا،اور ہو رہے ہیں۔لیپا لک نے اگر ایک عیسائی کو بھی اپنی سی سالہ بعثت میں مسلمان بنایا ہو تو اس کا حوالہ دے۔

اور (مرزا قادیانی کی) حماقت دیکھئے،کلام مجید میں ہے:

یاآدم اسکن انت وزوجك الجنة ،

آپ اس پر یوں اضافہ فرماتے ہیں

یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة .یا مریم اسکن انت و زوجك الجنة . یا احمد اسکن انت و زوجك الجنة . (براہین احمدیہ۔ص۴۹۶)

خود بدولت نے آدم اور مریم اور احمد سے اپنے کو مراد لیا ہے۔اور زوج سے اپنے رفیق اور جنت سے مراد جنت کے وسائل۔لیکن مرزا صاحب کا ملہم شاید بھول گیا،کیا معنی کہ جب مرزا صاحب کے رفقاء مراد تھے تو یااحمد اسکن انت و ازواجك الجنة ہونا چاہیے تھا۔آیت یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة میں تو زوج سے مراد حضرت حوا ہیں۔پس تقابل پر لحاظ کر کے یہی لازم آتا ہے کہ تمام مرزائی مسخ ماہیت ہو کر،یعنی مرد سے عورت بن کر،آپ کی جوروئیں بن گئے ہیں جس طرح مرزا جی الہام میں مریم بن گئے ہیں۔پھر حضرت مریم کا کوئی زوج نہ تھا (گو آپ یہودی بن کر یوسف نجار کو ان کا زوج بتاتے ہیں) مریم،حضرت

عیسیٰ کی ماں تھیں، یہاں آپ کی زوج مریم ہے (گویا مرزا، یوسف نجار کے مثیل ہوئے۔ بہا) اور چونکہ آپ مسیح موعود ہیں تو اپنی زوجہ (مریم) کے شکم سے پیدا ہوئے ہیں۔

ہمارے ناظرین تھوڑی دیر کو فرمائشی قہقہہ تو اوڑائیں۔ یہ آپ کا الہام ہے جس کو سن کر خرد جال مارے خوشی کے گھونٹا اکھاڑ کر دولتیاں جھاڑنے لگے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ستمبر۱۹۰۴ء۔ص۵۔۷)

مرزا جی کے نزدیک انبیاء معصوم نہیں

چونکہ مرزا جی کی کوئی پیشین گوئی سچی نہیں ہوئی اور رمالوں اور نجومیوں سے بھی ہیٹے نکلے، لہذا ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۷ اور ۶۹۲ میں اپنی طرح تمام انبیاء کرام کو کذاب اور خاطی بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں،

اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی نہ دجال کے گدھے کی حقیقت کھلی، نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی، نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی، اور صرف امثلہ قریبہ کے طرز بیان میں اجمالی طور سے سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اور اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ حرف نہیں،۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جب آپ کی پیشین گوئیاں پوری نہ ہوئیں اور آتھم میعاد کے مابین نہ مرا، اور آسمانی منکوحہ سے پیشین گوئی کیخلاف بغل گرم نہ ہوئی، تو لاطائل تاویلات کیوں کی گئیں کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے دل میں خوف طاری ہو گیا تھا یعنی وہ دل میں مرزائی بن گیا تھا اور آسمانی منکوحہ کبھی نہ کبھی ہتھے چڑھے گی، اور ام المرزائین کے شکم سے اب اگر خلاف پیشین گوئی لڑکی ہوئی تو آئندہ لڑکے کے آنے کا سد باب نہیں ہو گیا، نہ دروازہ پر قفل ٹھکا،۔آئندہ کبھی نہ کبھی سال کا سا پورا ضرور نکلے گا۔ گویا پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی۔ اصرار ہے، دنیا سے جنگ وجدل ہے رسالے شائع ہوتے ہیں کہ ان معنوں سے پیشین گوئی ضرور پوری ہوگئی۔

ان جھوٹی تاویلوں پر اڑے رہنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی تو اپنی پیشین گوئیوں میں

جھوٹے نہیں ہاں انبیاء جھوٹے ہیں،۔ ہر پیشین گوئی کے جھوٹے ہونے پر تاویلات کا دریا بہایا گیا ہے، کبھی اقرار نہیں کیا گیا کہ فلاں پیشین گوئی درحقیقت غلط نکلی اور آسمانی باپ نے لیپا لک کو دھوکا دیا کسی پیشین گوئی کے غلط ہونے پر مرزا جی کے پھوٹے منہ سے یہ کلمہ نہیں نکلا کہ انبیاء نے بھی اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے میں نے کی تو کیا بھس میں خر دجال نے منہ مارا۔ ہاں بعد میں جھوٹے کا خدا نے منہ کالا کر دیا اور جھک مار کر اپنے منہ پر تھپڑ مارنا اور اقرار کرنا پڑا کہ میری پیشین گوئیاں اسلئے غلط ہوئیں کہ انبیاء کی پیشین گوئیاں بھی غلط ہو چکی ہیں۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ کیا اجماع امت میں سے کسی کو آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی میں کبھی شک واقع ہوا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی اور آپ کی نبوت پر معاذ اللہ کسی نے حرف گیری کی ہے حالانکہ دنیا کو مرزائی پیشین گوئیوں کے غلط ہو جانے کا کامل یقین ہے۔ یہ ہے جھوٹا، ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا مجھ جیسی جھوٹی ہو جائے۔ پس اگر مرزا اپنے ساتھ انبیاء کو جھوٹا بنائے تو کسی مسلمان کو برا نہ ماننا چاہیے اگر انبیاء کی پیشینگوئیاں اور معجزات غلط ہونے لگیں تو ان میں اور عام انسانوں میں کیا فرق رہے اور دنیا کیوں ان کا کلمہ پڑھے۔

دجال اور اسکے گدھے اور یاجوج ماجوج وغیرہ کی حقیقت آنحضرت ﷺ پر تو منکشف نہ ہوئی، مگر اب تیرہ سو برس بعد چینی مغل پر منکشف ہوگئی۔ یہ آنحضرت ﷺ پر تبرّا نہیں تو کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے الہام و اجتہاد تو غلط اور مرزا قادیانی کا اجتہاد صحیح اور واقعی۔ یہ اپنا مرتبہ بڑھانا اور آنحضرت ﷺ کی شان گھٹانا نہیں تو کیا ہے۔ پھر بھی منبر پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کی ثنا اور صفت بیان کرنا منافقانہ نہیں تو کیا ہے۔ چند روز میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا کھلم کھلا انکار کیا جاوے گا اور حمقاء کے پھانسنے کا جو پردہ ذرا ظہور پڑا ہوا ہے وہ بھی جلد اٹھنے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالی۔ بے حیائی تیرا آسرا۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷۔ ۸)

نظم بر مرزا قادیانی

(منشی سعد اللہ لدھیانویؒ)

ہر کسے کامروز شد پیغمبرے
الحق آن دجال گشت و کافرے

کرد بر ذات مہیمن افترا
ظالمے دو نے مہینے خود سرے
مے شمارد وحی و الہام خودش
طاہر و برتر ز دخل ہر شرے
قادیانش حسب قول او دمشق
شد یزیدی خصلتاں را مصدرے

(ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ قادیان میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ جب مرزا قادیانی وہاں کا کرسی نشین رئیس ہے، تو یزید کیوں نہ ہوا۔ اسی لئے حسینؑ سے افضل بنتا ہے۔ سعد اللہ)

پس یزید آمد رئیس ش لا جرم
آنکہ شد کرسی نشین و مہترے
از ہمیں جوید فضیلت بر حسین
کا حمد مرسل جدش اب حیدرے
مرگ عیسی خواند پیر نیچری
بر پیش کردش غرض کور و کرے
بر سر خلق خدا جائے ہما
بفگند تا سایہ بوم و شپرے
حق بہ قراں از صلیبش پاک کرد
زیں دو بے باکاں صلیبش معبرے
قادیانی ! گوہر خود را بہ بہیں
بہر پاکاں ایں نباشد مظہرے
شرم دار از ابن مریم گشتنت

ایکہ بود آلنقوایت مادرے
مہدی آل محمد چوں شوی
تو کہ میداری پدر بوزنجرے
فارسی الاصل خود آب تو نیست
چوں تو از تاتار داری گوہرے

بن کے یہ سب کچھ ہے پھر حارث بھی تو
الغرض ہیں تیرے طرفہ ماجرے

ایں چنیں بے ہودگی ہا را یقیں
خارج از امکانست از دانشورے
گشتنت عیسی بہ عیسی کشتنت
ہیچ اہل دیں ندارد باورے
گوہر خود بر برِ گوہر شناس
کے شوی عیسی بہ تصدیقِ خرے
بود چوں گوسالہ اعجاز مسیح
دانیش چوں سامری افسوں گرے

قابل نفرت ہوں ان کے معجزے
وضع ہو بے باک رحمت سے پرے
کس زبان سے تو بنا ان کا مثیل

نام جب ہر کام پر ان کے دھرے

کے مثیل عیسی مریم شوی
زوجہ ات غرقِ لباس و زیورے
خانہء عیسی نبود اندر جہاں
تو ہمہ مشغول دیوار و درے
یاد داری بود چوں باریک تر
امتیازت خودبہ کشفی منظرے
اتحادت بود چندان با مسیح
تو و او دو پارہء یک جوہرے
فطرتت باوے تشابہ داشت بس
کز درخت او تو ہم بودی برے
شد مبدل فطرتت اکنوں چناں
بے پری بالاش بے بال و پرے

ان سے افضل اب تو کیسے بن گیا
کیوں نہیں خوف خدا تجھ کو ارے

پائے عیسی ہم نہ بالایش رسد
ایں چنیں آوردی اعلی منبرے

انبیاء تو نے بنائے مزمرسٹ
بے ادب تجھ کو خدا غارت کرے

کے تو مے کردی بایشاں اتہام
گر تو بودی نیک و نیکو محضرے

جس نے دیکھیں تیری پیشنگوئیاں
اب وہ گیدڑ بھبکیوں سے کیا ڈرے
تو جسے مارے جیئے وہ دیر تک
جس کو زندہ چاہے تو جلد مرے
اور جسے شاداب چاہے خشک ہو
جس کو سوکھیں تو کہے وہ ہوں ہرے

چوں پسر زائی بمیرد زود تر
گر پسر خوانی برآید دخترے
ملہمت گفت آں یکے را شوخ و شنگ
ز آید از وے فتنہ و شور و شرے
شد بسر سی ماہ و مے بنی ہنوز
زو جہء الہامیت با شوہرے
آتھم ترسا دران مدت نہ مرد
بر رگ جانت ازاں صد نشترے

واں نشان ہم لیکھ رام از تو چہ دید
قتل و مرگش ہست امرِ آخرے

بالکوں کو اپنے ہے اس کے سوا
کیا سبق تو نے پڑھایا مسخرے
ابن مریم چڑھ کے سولی مر چکا
میں ہی عیسے ہوں قیامت سے ورے

قائلے بایں ہمہ کائد مسیح
با جلال ظاہر و کرّ و فرے
یک جہ باشد دو ہزار آمد تواں
در ازالہ صفحہ ص ، د ، و رے
انتظار آن مسیح از آسمان
دارد اندر سینہ ہر نیک اخترے

ملحف و مدبر ہے تو کیسا مسیح
مال مردم سے جو پیٹ اپنا بھرے

از سہ صد اجزاء تو دادی سی و پنج(۳۵)
شد براہین حیلہ جمع زرے
اے دغا باز آنچہ گفتی یادکن

لا جرم شد ختم بر پیغمبرے
تو کدامی قسم پیغمبر شدی
در دہانِ گندہ ات خاکسترے
آہ با اسلامیاں کردی فریب
داشتی با خود نبوت مضمرے
ہر رسولے آفتاب صدق بود
ہر رسولے بود مہر انورے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہم چو خاکے کاوفتد بر ہر درے
در براہین بود ایمانت چنین
بر ہمہ کس حجتے روشن ترے
اے کہ عیسی را تو باشی خاک در
ہائے مرتدا نہ گشتی ہمسرے
ہمسرے نہ بلکہ از وے بہترے
اے منافق بودی او را چاکرے
ایں فضیلت ہا بہ عیسے جستنت
و ایں رسالت شد بدینت صرصرے
خالی از ایمان و دین بگذاشتنت
پر عفونت مردہ بے جاں پیکرے
دعوی تجدید دین بودت نخست
خویشتن را کردی آخر ابترے

گشتی از ابنیت و تصویر خویش
بت ستاؤ بت فروش و بت گرے
موجب گستاخی و ہتک مسیح
در کف از شرب الیہودت ساغرے
مے کنی تغلیط تفسیر سلف
ناخلف رفتی براہ دیگرے
چوں صیغ اسلمی باشد ترا
کادیانی حاجت یک عمّرؓ ے
کز تو سازد دور الحاد و کجی
درہ آں باشد بہ پشتت مسطرے
قابل ایماں حدیث مصطفیٰ
نیست نزد تو بہ قرآن اکثرے
وحی عیسی قادح ختم الرسل
داری از الہام و وحیت دفترے
بہر دجال شقیء ایں زماں
خامہ سعدی ست گویا خنجرے
گر چہ یا رب بندہء بے توشہ ام
نیست غم با چوں تو بندہ پرورے
جز تو پیش کس فرد ناید سرم
عبد خود را اے تو کافی یاورے
آگہ از اعلان و اخفائے منی

اے کہ در علم تو ہر خشک و ترے
چشم بر عفو تو دارم چوں توئی
مستعانے مہربانے داورے
خائف از قہر تو ام دائم ولے
رحمت تست از غضب زور آورے
قابل التّوبِ و غفار الذنوب
مغفرت گردان بہ فرقم مغفرے
زینہار تو ز دجال زماں
سیّما زاں کافر آید اعورے
حرز جان دارم براہ مصطفیٰ
در برے قرآن حدیثش در برے
التجا دارم دراں تاپ و تپش
جامے از دستش کنار کوثرے
جنت خلدت بود سیمانیم
ہم زر منوانت تبارک افسرے
احمد مرسل بہ نفع ما حریص
بہر ما از رحم و رافت غم خورے
آں شہ دنیا و دین کز مقدمش
شد زمیں را بر فلک صد مفخرے
سائل و محتاج وے شاہنشہاں
صاحب و خدمت گزارش قیصرے

دست کس نرسید و ہم ترسد بآں
دادہء زیر نگینش کشورے

از من شید اسلامش مے رساں
آنکہ سالار ست و مارا سرورے

ہم بہ ہر یک یک از آدم تا مسیح
در بریت برگزیدہ معشرے

نیز بر اصحاب و آل آں تمام
رحمت بر ہر یکے دیں گسترے

کار ایشاں بود در راہ خدا
امر معروفے و نہی منکرے

الحمد لله رب العالمین وسلام علی المرسلین، ۔لدھیانہ

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۶۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۴)

مرزا کے نزدیک تمام مذاہب حق ہیں

لاہور کے لیکچر نے تو مرزائیت کی کایا ہی پلٹ دی۔ بروزی رنگ برنگ کے روپ آج تک بدلتا رہا، اب سب کو چھوڑ کر اوس نے کچھ اور ہی نیرنگ دکھایا۔ یوں کہو امام الزمان کے حقیقی معنی اب سمجھا۔ ۳۰ سال تو صرف مرزائیوں کا امام رہا، مگر اب دو لاکھ دانوں کی تسبیح سے نکل کر مالاؤں اور زناروں میں منسلک ہو کر تمام ہندؤوں اور سکھوں لال بیگیوں کا امام (لال گرو) بن گیا۔

زاہدا شرک خفی کی بھی خبر ہے کہ نہیں
زیر ہر دانہء تسبیح کے زنار بھی ہے

لعنت ہے اس خودغرضی اور مداہنت پر کہ ہر قوم کی مورتی کے مندر میں ماتھا ٹیکا۔ تمام اوتاروں کو سجدہ

کیا، پھر بھی کسی آریا، کسی سناتن دھرمی، کسی سکھ، کسی لال بیگی کو دس ہزار آدمیوں کے مجمع میں مرزائی نہ بنا سکا۔ اب تو تمام مرزائیوں پر مرزا قادیانی کی حقیقت کھل جانی چاہیے کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور اس کے کیا پاکھنڈ ہیں۔ کوئی پوچھے جب تمام مذاہب حق پر ہیں تو آسمانی باپ نے لیپا لک کو کس کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ پھر بھی آپ نہ صرف مسلمان بلکہ اسلامی مجدد اور نبی وغیرہ۔ کلام مجید تو یوں ناطق ہو و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه اور یہ مکار تمام مذاہب کو حق پر بتاوے۔ کیا یہ مختلف مذاہب درحقیقت خدا نے پیدا کئے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا دنیا کو لڑوا رہا ہے خون خرابہ کرا رہا ہے۔ خدا کا تو یہ کام نہیں، اس نے تو ایک سیدھی راہ صراطاً سویاً بتادی ہے۔ اور سیدھی راہ ایک ہی ہوتی ہے۔ البتہ آسمانی باپ چودھویں صدی میں اپنا لیپا لک بھیج کر ساری خدائی سے جنگ کرا رہا ہے۔

آپ کے قول کے موافق آریا کے رشی منی حق پر تھے، مگر نیوگ کا مسئلہ خراب ہے۔ عیسائی حق پر ہیں، مگر کفارہ برا ہے۔ پھر حق کہاں رہے۔ بات یہ ہے کہ جھوٹے کو بھاگتے راہ نہیں ملتی، اور قدرت الٰہی اس کا حافظہ بھی سلب کر لیتی ہے۔ مرزا کو یہ خبر نہیں کہ مختلف رسالوں میں آریا اور عیسائیوں اور ان کے بزرگوں اور خود عیسی مسیح کی نسبت کیا جھک مار چکا ہے، اور اب اسکے خلاف کیا ابراز کر رہا ہے۔ قصور درحقیقت کھوسٹ آسمانی باپ کا ہے کہ لیپا لک پر متناقض الہام کرتا رہتا ہے۔ آپ نے دیگر مذاہب کے اوتاروں کو خدا پرست اور راست باز بندگان خدا ہی نہیں قرار دیا بلکہ ان کو نبی بھی بنا دیا، اور سند میں یہ آیت پیش کی و ان من امة الا خلا فیھا نذیر یعنی کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا (نبی) نہ آیا ہو۔ اس دلیل سے ہنود اور سکھوں کے اوتار ہی نہیں، بلکہ حلال خوروں چماروں وغیرہ ذلیل اور کمینہ اقوام میں بھی نبی گذرے ہیں، اور قیامت تک گذریں گے۔ حالانکہ اس آیت میں گزشتہ امتوں اور انبیاء کا ذکر ہے کیونکہ خلا ماضی کا صیغہ ہے۔ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نذیر (نبی) نہ آئے گا۔ یہ اپنے بڑے بھائی امام الدین کا اتباع ہے جو حلال خوروں کا گرو بنا تھا۔ کیوں نہ ہو آخر ہیں تو دونوں ایک ہی جھاڑو کی تیلیاں۔ معلوم نہیں اب لیپا لک نے کیوں ..دیر لگا رکھی ہے، کھلم کھلا امرتسر کے دربار میں جا کر کیوں گرنتھ جی کو سجدہ نہیں کرتا۔ کیوں عملی طور پر مندروں میں جا کر ہنود کے اوتاروں کی مورتی کو ڈنڈوت بجا نہیں لاتا۔

پہلے تو یہ پالیسی رہی کہ میں عیسی اور موسی اور تمام انبیاء اور اوتاروں سے اچھا ہوں، اور سب برے ہیں۔ جب چاروں طرف سے منہ پر تھپڑ پڑنے لگے تو اب کیدانی نے کید کی یہ پالسی ٹھہرائی کہ میں اچھا اور میرے ساتھ سب اچھے۔ جیسے اور لوگ نبی اور اوتار تھے، میں بھی ایسا ہی ہوں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ جیسا میں مکار اور دنیا پرست مرغ بادنما ہوں، تمام انبیاء اور اوتار بھی ایسے ہی تھے۔ اور میری طرح سب ہاتھی کے روٹ میں حصہ لگاتے تھے۔

لاہور میں آپ کا لیکچر سننے کو لوگ اسی طرح جمع ہوئے تھے جس طرح کسی مداری کا تماشا یا کسی کمپنی کا ناٹک دیکھنے یا اس کا ڈرامہ سننے کو جمع ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ محض اس لئے گئے کہ دیکھیں اب گنبد سے کیا صدا نکلتی ہے۔ اور چونکہ آپ دو سال تک مقدمات کے اڑ گڑے میں جت چکے ہیں، لہذا دیکھیں اب بھی وہی غرے ڈبّے ہیں یا کچھ معقول ہو گئے ہیں۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ لوگوں کا عندیہ صحیح نکلا اور ایک گرگ باراں دیدہ عین موسم بارش میں بھگی بلی بن کر نظر آیا۔

مرزائی اخبار لکھتے ہیں کہ اس مجمع میں مرزا جی سے کئی سو آدمیوں نے بیعت کی۔ واہ رے مرزائیو! تمہاری چال کے کیا کہنے ہیں۔ ناظرین نے لاہور امرتسر دہلی وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں چند لوگوں کو اپنی چیزوں کا نیلام کرتے دیکھا ہوگا کہ وہ بڑھا چڑھا کر آپس میں نیلام کی بولی بولتے ہیں۔ ناواقف لوگ اس دام میں آجاتے ہیں اور بولی بڑھا کر نیلام کی چیزیں خرید لیتے ہیں۔ پس چند مرزائیوں نے لوگوں کے پھانسنے کو دس قدم بڑھ کر بیعت دہرائی ممکن ہے۔ دیکھا دیکھی چند الو اور بھی پھنس گئے ہوں گے۔ پس یوں سینکڑوں کی تعداد پوری ہوگئی۔ گھر کے صوفی، گھر کے قوال۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴۔ ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۶۔، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

مرزائی مقدمات

پیسہ اخبار کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ۶ ستمبر کو مولوی محمد صاحب کی شہادت ختم ہوئی۔ ۷ ستمبر ۱۹۰۴ء کو شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور کے بعد ۸ کو منشی عزیز الدین صاحب تحصیل دار دینا نگر اور میاں حسین بخش صاحب پنشنر بٹالہ کی شہادتیں ہوئیں۔ ۹ ستمبر کو مجسٹریٹ صاحب خزانہ کے کام میں مصروف رہے، اور مقدمہ کی

سماعت نہ ہوسکی۔ ۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر محمد الدین صاحب گواہ مستغیث میڈیکل پریکٹشنر لاہور حاضر عدالت ہوئے۔ اول خواجہ کمال الدین صاحب وکیل مدعا علیہم نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو واقعات مقدمہ سے آگاہ کیا۔ مولوی کرم الدین صاحب کی طرف سے کوئی وکیل مقدمہ کی پیروی نہ کرتا تھا وہ آپ ہی جرح کرتے رہے اور حق تو یہ ہے کہ کوئی وکیل اس سے بہتر جرح نہیں کرسکتا۔ پھر لفظ کذاب پر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کذاب کے معنی بسیار دروغ گو بیان کئے۔ عادت اور استمرار کا اس سے کچھ تعلق نہیں ثابت کیا۔ مگر مولوی صاحب نے ...گرامر میں کذاب کے معنی عادی دروغ گو دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عادی دروغ گو کی تشریح یوں کی کہ عادی دروغ گو اس شخص کو کہتے ہیں جو مجبوراً جھوٹ نہ بولے بلکہ خوشی سے اور بغیر دباؤ کے، اور مولوی صاحب فقط اتنی ہی بات میں کذاب ثابت ہوئے جس قدر اس مقدمہ کے متعلق تھی، اور عادی دروغ گو نہ قرار پائے گئے۔ پھر دروغ کے جواز پر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ فوجی افسروں اور وزراء کے لئے جھوٹ مباح ہے کیونکہ اس کو مصلحت وقت تصور کیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی عالم جو صداقت کی تلقین کے لئے مامور ہے اور اس حرکت نازیبا کا مرتکب ہو تو نہایت شرم کی بات ہے۔ مولوی صاحب نے شیخ سعدی کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جس میں سومنات کے مندر میں برہمن بن کر رہے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے آپ کا یہ مدعا تھا کہ جب سعدی جیسے علامہ نے بت کدے کے اسرار معلوم کرنے کی خاطر جھوٹ سے احتراز نہ کیا تو مجھے مرزا صاحب کی ملہمیت کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے جھوٹ بولنا ممنوع نہ تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ سعدی ہو یا کوئی اور، جھوٹ جھوٹ ہی ہے۔ مولوی صاحب کا لئیم ہونا ان کی حرکات تک محدود رہا، ذات سے کچھ تعلق ثابت نہ ہوا اور نہ یہ ثابت کرنے کا کسی کو موقع تھا۔ مہین یعنی اہانت کنندہ بھی ثابت ہوگیا۔ پھر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے دعوی نبوت و مسیحیت وخدائی کا حوالہ دے کر ڈاکٹر صاحب سے کہلوایا کہ مدعا علیہ باعتبار مذہب کافر ہے، گو ان کی فضیلت وعلمیت قابل ادب ہے جیسی کہ ہر ایک فاضل کی ہونی چاہیے ۔اس مقدمہ میں مرزا صاحب نہایت تحمل ظاہر کیا۔ پانچ چھ گھنٹے پاؤں پر کھڑے رہے۔ مجسٹریٹ صاحب نے وکیل مدعا علیہم کو تنبیہ کی کہ اس طرح گفتگو نہ کریں جس سے گواہ کی شہادت پر اثر پیدا ہو۔

مرزا جی کے مقدمہ میں شہادت استغاثہ پر جرح مکرر بھی ختم ہوچکی، اب اون کے گواہان صفائی گذر

رہے ہیں۔ چنانچہ ۷ستمبر کو شیخ علی احمد وکیل گورداسپور کی شہادت ہوئی۔ آپ نے اپنی شہادت میں یہ بھی لکھایا کہ الفاظ استغاثہ مزیل حیثیت عرفی ہیں، اور دشمنی کی حالت میں کسی کی نسبت یہ الفاظ شائع کرنا حرام ہے، اور دشمنی کا اعتراف بھی ہوتو لکھنے والا سخت سزا کے لائق ہے۔ دوسرے گواہ منشی عزیزالدین صاحب دینانگری پنشنر تحصیل دار کی شہادت ۸ کو گذری۔ انہوں نے بھی مانا کہ الفاظ استغاثہ بے شک ہتک کے الفاظ ہیں اور مضمون اخبار متنازعہ کی نسبت انہوں نے لکھایا کہ کاتب مضمون نے جو کچھ کہا اپنے فرقہ کے مسلمانوں کو مرزائی فرقہ کے ضرر سے بچانے کے لئے کیا۔ اسی تاریخ کو میاں حسین بخش صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشنر..کی شہادت ہوئی۔ انہوں نے بھی کہا کہ واقعی الفاظ استغاثہ کردہ مزیل حیثیت ہیں اور مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی ان سے ہوئی ہے۔ اخبار کے مضمون کے متعلق لکھایا کہ کاتب مضمون نے اپنے دل کی تسلی کے لئے یہ کاروائی کی ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور یہ بھی لکھایا کہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحے ۲۹ پر جو مضمون لکھا ہے اس میں سراج الاخبار یا خطوط کا کوئی ذکر نہیں۔ ان گواہان کی مفصل شہادتیں بعد ملنے نقول کے غالباً شائع ہوں گی۔ ۹ستمبر کو مقدمہ پیش ہوکر تاریخ پڑ گئی۔ آج دس کو ڈاکٹر محمد الدین صاحب لاہوری چودھری نصر اللہ خان ومولوی فیروزالدین سیالکوٹی کی شہادتیں ہوں گی۔ آئندہ کی کاروائی سے پھر اطلاع دی جائے گی۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۶۔، جلد ۲۲و۲۴ص ۶۔۸)

وہی وفات مسیح

جب ایک نبی وفات پا گیا ہے تو دوسرا نبی مبعوث ہوا ہے اور سنۃ اللہ اسی طرح جاری ہے، یہاں تک کہ انبیاء کا سلسلہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگیا۔ لیکن آج تک کسی نبی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ چونکہ فلاں نبی مر گیا ہے، اس لئے میں اس کی جگہ آیا ہوں۔ اور اے لوگو فلاں نبی کو مردہ سمجھ لینا ہی مجھے نبی مان لینا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ چونکہ فغفور چین مر گئے ہیں، لہذا میں اون کا جانشین ہوں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالی لوٹ لوٹ کر ایک ہی تشخص اور صفات کے انبیاء کو بھیجتا ہے، اس کے پاس انبیاء کے ڈھالنے کا دوسرا سانچا ہی نہیں۔ یا پہلے ایک ناقص نبی بھیجا، اس کے بعد کامل۔ یا پہلے ایک کامل بھیجا اس کے بعد ناقص۔ خدا کو کوئی

ضرورت نہیں کہ پہلے ناقص نبی بھیجے اور پھر کامل۔اس سے حکیم علی الاطلاق کی قدرت وحکمت پر حرف آتا ہے، ناقص نبی ہو نہیں سکتا۔

پس مرزا جی کا یہ کہنا کہ میں مسیح موعود ہوں خود اپنی توہین کرنا اور اپنے کو خاک عجز پر گرانا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ کا ناٹو اور بدھو نفر اس وقت تک چل ہی نہیں سکتا جب تک اپنے کو اوروں کا فضلہ خوار اور راتب خوار نہ بنائے یعنی دنیا چونکہ مسیح کو مانتی ہے لہذا میں مثیل مسیح بنوں کیونکہ انہیں اپنی حیثیت ووجاہت اچھی طرح معلوم ہے لیکن کیا کوئی اپنے کو نبی بنانے سے نبی بن سکتا ہے۔

توریت اور انجیل میں لکھا ہے کہ (تسلی دینے والا) آئے گا، مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے کو مسیح موعود قرار نہیں دیا بلکہ محض رسول ہوئے کیونکہ اس میں وہی خرابی تھی جو ہم نے اوپر بیان کی۔قرآن میں ہے و ان من امة الا خلا فیھانذیر ۔ پس مسیح وعیسی بننے میں جس طرح آنحضرت ﷺ کی توہین تھی اسی طرح انبیاء بنی اسرائیل کی تھی بلکہ خود مسیح نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہوکر یوں فرمایا

یا بنی اسرا ئیل انی رسو ل الله الیکم مصدقاً لما بین یدی من التو را ۃ و مبشراً برسو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد۔الآیہ (صف:٦)

یعنی اے بنی اسرائیل میں تمہاری ہی طرف رسول ہوں، نہ کہ بنی اسماعیل کی طرف، کیونکہ آنحضرت ﷺ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔اب ذرا خیال کرنا چاہیے کہ خدا تعالی کو تو بنی اسرائیل میں بھی آنحضرت ﷺ کا مبعوث ہونا منظور نہ ہوا، اور مرزا قادیانی خود امت محمدیہ میں ہوکر اپنے کو نبی اور مسیح بنائیں۔ ماحصل یہ ہے کہ اگر مسیح بننے میں کوئی خوبی اور ترجیح ہوتی تو آنحضرت ﷺ اپنے کو مسیح موعود قرار دیتے۔کاش مرزا اور مرزائی ہمارے اس مضمون کا محمل سمجھیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۲۴۔ستمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۶۔جلد ۲۲ و۲۴ ص ۸)

مرزا غلام احمد قادیانی

مولوی ممتاز علی اڈیٹر اخبار تالیف واشاعت نے مرزا جی کے لاہور والے لیکچر کی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے جس میں کچھ آپ بیتی رام کہانی بھی ہے ہم مضمون کا انتخاب ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔(اڈیٹر)

ہر چند مرزا صاحب کی شہرت ہندوستان سے متجاوز ہو عرب و مصر و روم و شام تک پہنچی ہے مگر خاکسار بدقسمتی سے اب تک شرف اندوز زیارت نہ ہوسکا اور اب پہلا موقع زیارت کا ملا۔

مرزا صاحب نے اپنی تقریر پہلے سے قلم بند کر لی تھی اور شاید سامعین کی آسانی اور فائدہ کے لئے چھاپ کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ افسوس کہ بعض اہل مطابع نے کسی وہم و وسوسہ سے اس لیکچر کے طبع کرنے میں تامل کیا۔ آخر خاکسار کے مطبع نے اس خدمت کو جس سے پہلو تہی کرنا بالکل تنگ دلی اور کم حوصلگی تھا نہایت خوش دلی سے ادا کیا۔

مرزا صاحب نے کسی وجہ سے لیکچر کو خود پڑھنا مناسب نہ سمجھا بلکہ ان کی طرف سے مولوی عبدالکریم نے جو ان کے ارشد خلفاء سے ہیں پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ جس مضطربانہ اشتیاق سے لوگ کشاں کشاں جلسہ میں شریک ہوئے تھے لیکچر کے سننے سے ان کو نہایت افسوس ناک دل شکنی اور مایوسی ہوئی۔ کچھ شک نہیں کہ لیکچر میں اول تو اقتضائے موقع ومحل کی مطلق رعایت نہ کی گئی۔ ثانیاً اسلام کی خوبیوں کے مقابلے میں دیگر مذاہب کی بابت جو کچھ کہا گیا چنداں مدلل اور محققانہ نہ تھا۔ علی ہذا، طول عبارات لا طائل تکرار نے سامعین کو بالکل تھکا دیا۔ مگر یہ اعتراض ان کے سارے لیکچر پر عائد نہیں ہوتا، آخری حصہ نے جو مرزا صاحب کی عجیب وغریب کرامتوں اور خوارق پر مشتمل تھا کسی قدر سامعین کو تفریح کا کام دیا۔ جب کرامات کے ذیل میں یہ فرمایا کہ مرزا صاحب کی دعا سے فلاں شخص کے بدن پر بہت سی پھنسیاں نکل آئیں، تو جو لوگ بہت دیر سے اونگھ رہے تھے وہ بھی بہت ہنسے اور غنیمت سمجھا کہ آخر کا حصہ دل خوش کن تھا جس نے تھکان کی بخوبی تلافی کر دی:

اے تو وقت خوش باد کہ وقت ما خوش کردی

اس لیکچر کے بعد میرے پاس دوستوں کے بہت سے خطوط بدریافت اس امر کے آئے کہ میرا عقیدہ مرزا صاحب کی نسبت کیا ہے اور میں ان کے دعاوی کو کیسا سمجھتا ہوں۔

میں اوائل عمر سے مرزا صاحب کی کتابوں کو بہت غور اور شوق سے پڑھتا رہا اور مجھے ان کی تصانیف سے ہمیشہ ایسا لطف آیا ہے کہ اون کی بعض ایسی تحریروں کو بھی جن میں مطلق مغز ومعنی نہ تھا پڑھ کر بہت حظ اٹھایا۔ براہان احمدیہ کو میں نے بہت شوق وذوق سے پڑھا اور اس کتاب کی محبت میرے دل میں بخل کی حد تک پہنچ

گئی۔ میں چاہتا تھا کہ اورلوگ بھی میرے ہم خیال ہو جاویں مگر اپنی کتاب کسی کو دینا نہ چاہتا تھا، اور اس کو عزیز رکھتا تھا۔ جن زینوں کی راہ سے مرزا صاحب فلک چہارم..تک پہنچے وہ مرزا صاحب کی کتابوں کے پڑھنے والوں پر بخوبی ظاہر ہیں۔ میں ہمیشہ ان کی نسبت ایسی عقیدت مندی رکھتا تھا کہ اون پر سہو یا لغزش کو نہایت حسن ظن پر محمول کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یادالٰہی میں شب بیداریوں اور ریاضت روحانی کی مشقتوں سے مزاج میں ایسی کیفیتیں پیدا ہو جانا بالکل ممکن ہیں، مگر کبھی لحظہ بھر کیلئے بھی مرزا صاحب کے خلاف اس گمان کی جرأت نہ ہوئی کہ اون کا کوئی برا سے برا امر بھی کسی فساد نیت پر مبنی ہے۔

چھ سات سال کا عرصہ ہوا جب کہ مرزا صاحب کے دعوے اس حد تک پہنچ گئے تھے جنہیں معقول سے معقول آدمی بھی لغویت سے تعبیر کرتا ہے، اور اہل شریعت ظاہرہ کفر سے، تب بھی مجھے خواب و بیداری کسی حالت میں کوئی خیال برائی کا اون کی نسبت پیدا نہ ہوا۔ خواب بھی دیکھا تو بے انتہا حسن ظن کا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے (یا قادیانی مجاہدہ میں یوں کہنا چاہیے کہ مجھے یوں دکھایا گیا) کہ میں اور مرزا صاحب ایک کوٹھڑی کے اندر بیٹھے ہیں۔ وہ کوٹھڑی متوسط طول وعرض کی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں سے فرش واسباب وغیرہ اٹھا لیا ہے۔ اس کوٹھڑی کے بیچوں بیچ خس وخاشاک کا ایک چھوٹا سا ڈھیر تھا، جس سے مرزا صاحب کچھ چیزیں کرید کرید کر نکال رہے تھے اور مجھے دیئے جاتے تھے۔ جب میرا ہاتھ بھر جاتا میں انہیں اپنی گود میں ڈال لیتا تھا اور پھر ہاتھ ان کے آگے پھیلا دیتا تھا۔

ایک اور خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک عالی شان مکان میں جو فرش وفروش سے ہر طرح مرتب تھا، بہت سے آدمی بیٹھے تھے اور مرزا صاحب کو سب قرآن شریف سناتے تھے۔ اور سنانے میں عجیب وغریب بات یہ تھی کہ آپ زمین سے قریب ڈیڑھ فٹ اونچے ہوا میں معلق سب سامعین کے روبرو ایک حرکت دوری تلاوت کے ساتھ کرتے نظر آتے تھے۔

ان خوابوں کی اطلاع میں نے اپنے نہایت مخدوم اور واجب التعظیم دوست بلکہ بزرگ مولوی نور الدین صاحب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو اسی وقت دی۔ یہ امور حقیقت میں خواہ کچھ ہی معنے رکھتے ہوں لیکن جن قرائن سے عموماً خوابوں کی تعبیر کہی جاتی ہے ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مجھے ضرور کوئی فیض

روحانی خاص مرزا صاحب سے پہنچنے والا ہے۔کم از کم میرے دل کی یہ کیفیتیں میرے گہرے حسن ظن کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں۔

میں بار ہا سرسید مرحوم سے گھنٹوں مرزا صاحب کی نسبت دریافت کرتا رہا اور اس بات پر لڑتا رہا ہوں کہ وہ صادق النیت ہیں۔سرسید احمد خان نے جب کبھی مجھ سے میرا عقیدہ مرزا صاحب کی نسبت دریافت کیا، تو میں نے یہ بیان کیا کہ جب امت محمدیہ کے علماء کے لئے انبیاء بنی اسرائیل کا مثیل ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے،تو مرزا صاحب کا مثل مسیح ہونا فی الجملہ تصدیق حدیث ہے،اور ہر عالم محمدی کیلئے یہ راہ بخوبی کھلی ہوئی ہے کہ وہ کسی نبی کی شریعت اوراس کی تعلیم پر غور وغوض کرتے کرتے اس قدر محو ومستغرق ہو جائے کہ اس کا مثیل بلکہ عین تک کہنا بجا ہو،اور من تو شدم تو من شدی کا درجہ حاصل ہو جائے۔جب ہمارے وہ علماء جن کے دل تعصب کے زنگ سے سیاہ ہو رہے ہیں اور راہ حق سے گمراہ اور دنیا کے حادثات نے ان کے دلوں کو اپنے اندر جذب کر رکھا ہے پھر بھی مماثلت انبیائے سابقین کے حق دار بنے ہوئے ہیں تو اگر ایک نیک بندہ بھی جو سراسر طالب حق اور رضائے الٰہی کا جویا ہےاور جس کی زندگی کا ایک ایک نفس خدمت اسلام میں گذرتا ہے اپنے تئیں مثیل انبیاء کہےتو کیا اشکال واستبعاد ہے۔

سرسید احمد خان میرے اس جواب پر ہنسنے لگتے تھےاور کہتے تھے کہ ہم بھی کسی کے مثیل ہیں۔میں کہتا کہ آپ نماز پر مداومت رکھیں تو مثیل کیا آپ عین مثیل احمد ہیں۔

یہ میرا حسن ظن جناب مرزا صاحب کے باب میں تھا جو میں نے بیان کیا لیکن باوجود اس تمام فضیلت کے جو میں مرزا صاحب کو دیتا تھا یا یوں کہو کہ خدا کی طرف سے دی ہوئی سمجھتا تھا بالطبع ان زینوں کو نہیں بھول سکتا جن کی راہ سے انہیں یہ عروج مسیحی حاصل ہوا تھا۔جتنا اون کی بزرگی کا خیال میرے دل میں جمتا تھا ،اتنی ہی بزرگی میرے دل میں اس دوسرے عظیم الشان شخص کی تھی جس کی نسبت مجھے یہ ظاہر ہوا تھا کہ وہ جنگل میں پکارنے والے کی آواز ہے۔وہ خداوند کی راہ صاف کرنے والا تھا،وہ اپنی فروتنی سے اپنے تئیں مسیح کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہ سمجھتا تھا،مگر مسیح اسی سے مسح کرا کے مسیح اور اسی سے برکت پا کر مبارک بنا۔

ان دو برگزیدوں کی بندگی میرے دل کے کانٹے میں تل رہی تھی ، جوش محبت اور اضطراب میں شوق

میزان قلبی کو برکت دے دیتے تھے، تو کبھی ایک پلڑا جھک جاتا تھا کبھی دوسرا۔ مگر غور و انصاف اور سکون کے بعد وہ پلڑے اپنے اعتدال پر آجاتے تھے۔ جب تک کسی امر نے میرے ان دو خیالوں کو آپس میں نہیں ٹکرایا میرا ایمان اور ایقان کل یوم ھو فی شان کا مصداق بنا رہا۔ مگر افسوس یہ حالت زیادہ عرصہ نہ رہی میں نے سنا کہ مرزا صاحب نے، پکارنے والے کی آواز سے کان بہرے کر لئے۔ اس کی برکت سے انکار کر دیا۔ اس کی عظمت نہ صرف اپنے دل سے کھو دی بلکہ اور عقیدتمندوں کے دلوں میں بھی اس کو سبک بنا دینے کی کوشش کی۔ مدت تک اس بات کی طرف میرا خیال نہ گیا لیکن مظنہ پاکاں، کا جو اثر عالم اسباب میں نو اسیس الٰہی نے مقرر کر رکھا ہے اس کا ظہور بڑے زور شور سے ہونے لگا تو میری توجہ بھی ادھر کھنچ گئی قوم کے جو عالم باعمل و فاضل بے بدل مرزا صاحب ...(نامکمل) (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۱ تا ۳۔ باقی صفحات موجود نہیں)

سعد اللہ سعدی لدھیانوی کا اردو کلام

وقد یصدق الکاذب آتا ہے صادق
مسیحا فلک پر اٹھائے گئے ہیں
پئے قتل دجال اعور یہودی
وہ پھر بھیجنے کو بلائے گئے ہیں
وفات ان کو حق دے گا جب آئیں گے پھر
ابھی موت سے وہ بچائے گئے ہیں
مدینے ہی میں آپ کا ہوگا مرقد
جہاں شاہ خوباں سلائے گئے ہیں
وہ زندہ ہیں گو کافروں کی طرف سے
بہت تیر تکّے چلائے گئے ہیں
مصدق ہوں ان کے مبشر تھے جن کے

مسلمان یہ نکتہ سمجھائے گئے ہیں
ہوا ذائقہ اور ذاقــــــــــــــت برابر
یہ کیا صرف پڑھ کر گنوائے گئے ہیں
کتابیں پڑھیں بوجھ سے ان کے لیکن
یہ لادے عجب چارپائے گئے ہیں
خــــلــــت کو سمجھتے ہیں مــــاتــــت ہمیشہ
لغت بھی نئے ہی سکھائے گئے ہیں
(قد خلت کا ترجمہ مرزا صاحب قد ما تت کرتے ہیں۔ سعد اللہ)
جو یوں سنۃ اللہ مــــــاتــــــت کہیں گے
راہ راست سے کیا بھلائے گئے ہیں
ہمیں ان اماموں سے مالک بچائے
جو داعــــی الــــنّــــار پائے گئے ہیں
امامت ہے کیا یاں بہ تخت نبوت
عجب گاؤ تکئے جمائے گئے ہیں
نبی ہیں ازالے میں یزداں کے مرسل
لقب یہ بعنوان لکھائے گئے ہیں
رسول و نبی کیا کہ ابن خدا کا
سبق موحیوں سے پڑھائے گئے ہیں
(انّ الشّیا طین لیوحون الی اولیاء ھم)
کھلے وہ حقائق و اسرار اس پر
جو ختم الرسل سے چھپائے گئے ہیں

سراج و براہین کا نام لے کر
ٹکے پیٹ بھر بھر کمائے گئے ہیں
سقنقور کا حلوا، اور بادام روغن
روپے یوں ہزاروں اڑائے گئے ہیں
بآں غربت و انکسار و توکل
منار و مکاں کیا چنائے گئے ہیں
وہ آیات و انوار و ایثار سب کچھ
بیاد تنعم بجھائے گئے ہیں
تکلف ذرا دیکھنا مطنجوں کا
کہ واں کھانے کیا کیا پکائے گئے ہیں
مسیحن کے پھر وہ لباس اور زیور
کہ کیا کیا سِلائے گھڑائے گئے ہیں
سقنقور اور جند اور ریگ ماہی
پئے قوتِ باہ لائے گئے ہیں
جو عیسے نے ہرگز نہ دیکھے بھی ہوں گے
وہ حلوہ و معجون کھائے گئے ہیں
مسیح اور میں اک شجر کے ہیں دو پھل
یہ گیت ایک مدت سے گائے گئے ہیں
اور اب کہتا ہے ان کے اعجاز بالکل
تھے مکروہ مجھ سے چھڑائے گئے ہیں
بدیں وجہ عطر زنِ فاحشہ میں

مسیحا کے کپڑے بسائے گئے ہیں
غضب ہے کہ اس پر بھی عیسے بنا کر
خرؔ قادیانی دکھائے گئے ہیں
بڑی شامت اعمال کی کس قدر ہے
کہ کعبے کے حج سے ہٹائے گئے ہیں
زمین اپنی جورو کے قبضے میں کردی
تمسک رجسٹر کرائے گئے ہیں
کہ ورثہ نہ کچھ پاسکیں رشتہ والے
جو رستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں
وہ ہشیارپور میں ہوئے کیوں نہ ساعی
جہاں برسوں آنسو بہائے گئے ہیں
ہوئے متفق اہل پٹّی سے کیوں یہ
بس اس کی سزا میں رولائے گئے ہیں
رقیبان پٹّی باایام خبطت
بہت دھمکیوں سے ڈرائے گئے ہیں
جو ڈر سے نہ کچھ کام نکلا تو آخر
بڑی منتوں سے منائے گئے ہیں
نہ منت سے بھی جبکہ وہ باز آئے
تو خطہائے جعلی منگائے گئے ہیں
کہ ثابت ہو جن سے وہ کچھ ڈرگئے تھے
کہوں کیا عجب گل کھلائے گئے ہیں

اڑھائی برس پر بھی دس اور گذرے
مئے وصل سلطان پلائے گئے ہیں
چنے تھے یہ لوہے کہ ایام سختی
بڑی سختیوں سے چبائے گئے ہیں
ترے سر پہ برسوں سے او قادیانی
مصیبت کے پتھر ڈھلائے گئے ہیں
یہ ٹلتے نہیں گو کئی بار پہلے
سیاہی سے مکھڑا رنگائے گئے ہیں
کئی کانے لنگڑے جو چیلے ہوئے ہیں
وہ دامِ طمع میں پھنسائے گئے ہیں
بہت شرم والے جو شرطیں لگا کر
نصاری سے ڈاڑھی منڈائے گئے ہیں
کب اسلام پر ایسے رمالیوں سے
مخالف بھلا کیوں ہنسائے گئے ہیں
خدا بھی بنے تھے نبی اور علی بھی
بہت ایسے دجال آئے گئے ہیں
ثمود آل فرعون عاد اہل مدین
ڈبوئے دھنسائے کھپائے گئے ہیں
یہ ہے دورہء مہدی قادیانی
مسلمان باہم لڑائے گئے ہیں
نیا کوئی فتنہ نہیں سعدیا یہ

کہ بندے صدا آزمائے گئے ہیں
خداوند جبار کر جبر نقصان
وہ پھر دے جو کچھ ہم گھٹائے گئے ہیں
بچا دست و جان رہزن سے ہم کو
جہاں اہل شقوت لٹائے گئے ہیں
یہ ہیں زلزلے کفر و بدعت کے یا رب
ترے بندے عاجز ہلائے گئے ہیں
عنایت سے بھیج ان پہ اک ابر رحمت
جو سر سبز ہو کر سکھائے گئے ہیں
ملے موجب زندگی جام کوثر
جب ایمان سے ہم جلائے گئے ہیں
ہو فردوس میں مرحمت ظل ربی
بہت دور تک جس کے سا ئے گئے ہیں

آمین یارب العالمین (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۸۔ کتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۸ جلد ۲۲ و ۲۴۔ ص ۲ تا ۴)

تیس دجالوں کا خروج

آنحضرت ﷺ نے جس طرح اپنے اشراق قلب اور پیشین گوئیوں سے جن کی مخبر غیب نے آپ کا خبر دی اکثر واقعات آئندہ کا اظہار فرمایا، اسی طرح دجالوں کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں حضرت ابن عمر سے متفق علیہ روایت ہے:

ثم ذکر الدجال فقال انی انذرکموہ و ما من نبی الا و قد انذر قومہ لقد انذر نوح قومہ و لکنی اقول لکم فیہ قولاً لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ

اعور و ان الله لیس با عور ۔

ترجمہ: پھر آپ نے فرمایا میں تم کو ڈراتا ہوں اور کوئی نبی نہیں گذرا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ چنانچہ نوح نے بھی اپنی امت کو اس سے ڈرایا۔ اور میں تم کو اس کا ایک خاص نشان بتاتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتایا۔ یعنی وہ کانا ہے حالانکہ خدا کانا نہیں ۔،

مطلب یہ ہے کہ وہ خدائی کا دعوی کرے گا اور خدا کی شان یہ نہیں کہ وہ کانا ہو، خدا تو جملہ عیوب سے پاک ہے۔ ابن صیاد جو دجال کا نمونہ تھا بعض صحابہ نے شدت مشابہت سے یقین کرلیا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے یہاں تک کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے حلف اٹھایا اور بقول اون کے عمرؓ نے، مگر آنحضرت ﷺ نے انکار فرمایا اور خود ابن صیاد نے جابرؓ اور ابن عمرؓ کے زعم کی تردید ابوسعید خدریؓ کے سامنے کی اور کہا کہ اے ابوسعید کیا تو نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں سنا کہ دجال کے اولاد نہ ہوگی حالانکہ میری اولاد موجود ہے، اور کیا آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہے، حالانکہ میں مسلمان ہوں، اور کیا آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا، حالانکہ میں مدینہ سے مکہ کو جارہا ہوں وہ حدیث یہ ہے

عن ابی سعید الخدری قال صحبت ابن صیاد الی مکة فقال لی ما لقیت من الناس الا یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول الله ﷺ یقول انه لا یولد له و قد ولد لی ۔

اور چونکہ مشکوۃ میں عبیدۃ بن الجراح سے روایت ہے:

لعله سیدرکه بعض من رانی او سمع کلامی

یعنی قریب ہے کہ پائیں گے دجال کو بعض وہ لوگ جنہوں نے مجھے دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہے۔

لہذا ان پیشین گوئیوں کا خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور ہو گیا۔ چنانچہ مشکوۃ میں فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث سے ثابت ہے کہ تمیم داریؓ نے دجال سے ملاقات کی اور اسکی زبانی اطلاع دی کہ وہ مسیح الدجال ہے جو مشرق سے نکلنے کے لئے مامور ہوگا۔ اور مکہ مدینہ کے سوا چالیس شب میں تمام زمین کا گشت کر جائے گا ۔ چنانچہ خود نبی ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے یہ واقعہ سنایا اور اس کی تصدیق فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اصفہان

کے ۷۰ ہزار یہودی دجال کے ساتھ ہوں۔

اور مشکوۃ کی کتاب الرقاق میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

فالدجال شر غائب ینتظر الساعة و الساعة ادهی و امر۔

یعنی دجال سب سے زیادہ شر والا (فسادی) غائب اور انتظار کردہ شدہ ہے، یا قیامت جو نہایت تلخ ہے غائب اشیاء میں سے شریر تر ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے:

حدثنا رسول الله ﷺ ان الدجال یخرج فی ارض بالمشرق یقال له خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا اور اس کے تابع ایک قوم ہو گی جس کے منہ ڈھال جیسے ہوں گے یعنی ہیبت ناک چوڑے۔(ازالہ الخفا)

اور حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب و خراب یثرب خروج الملحمة و خروج الملحمة فتح القسطنطنیه و فتح القسطنطنیه خروج الدجال ثم ضرب علی فخذ معاذ بن جبل او علی منکبه ثم قال ان هذا الحق کما انت ههنا او کما انت قاعد۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی آبادی مدینہ کی ویرانی ہے اور مدینہ کی ویرانی ایک بڑے فتنہ کے ظہور کی علامت ہے جو قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح خروج دجال کی علامت ہے پھر آنحضرت ﷺ نے میری ران یا کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ بات ایسی ہی حق ہے جیسے تو یہاں ہے یا جیسے تو بیٹھا ہے۔(ازالۃ الخفاء)

مرزا جی نہ صرف اپنے دجال ہونے کی نفی کرتے ہیں بلکہ تمام دجالوں (جھوٹے مسیحوں اور مہدیوں) کے آنے کے منکر ہیں اور قیامت تک انبیاء کے آنے کے مقر ہیں۔ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں

صرف حدیث نزول مسیح کو مانتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں منجملہ ۳۰ دجالوں کے دجال نہیں ہوں بلکہ مسیح موعود ہوں۔ دجال سے مراد ریلیں ہیں گو یا ریل بھی اعور ہوتی ہے۔ آنکھوں کے اندھے، نام نین سکھ۔ مرزا جی کی خودغرضی کے عجیب خوارق ہیں کہ اپنے مطلب کی ایک حدیث یا ایک آیت مان لی، باقی کا انکار۔

مرزا قادیانی کے دجال ہونے کی ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے جس کو یقین ہے کہ تمام مرزائی بے چون و چرا دل سے مان لیں گے گو بظاہر نہ مانیں۔ یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ سے ایک بڑی حدیث میں مروی ہے

فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یدعوا الناس الی الاسلام و یهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام و یهلك الله فی زمانه المسیح الدجال ثم یقع الامنیة علی الارض حتی ترتع الاسود مع البقر و الذیاب مع الغنم و تلعب الصبیان مع الحیات لاتضرهم فیمکث اربعین سنة ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمون و یدفنونه۔ ترجمہ: عیسیٰ مسیح صلیب کو ریزہ ریزہ اور سوروں کو قتل کریں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور خدا تعالیٰ اون کے زمانہ میں بجز اسلام کے تمام ملتوں کو نیست و نابود کرے گا اور وہ اپنے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کریں گے۔ پھر ایسا امن ہوگا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چریں گے، اور چیتے اور گائیں اور بھیڑیئے اور بکریاں باہم مل کر رہیں گے، اور چھوٹے بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ پس چالیس سال عیسیٰ زمین پر رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھ کر ان کو دفن کریں گے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیزوج و یولد و یمکث خمساً و اربعین سنة ثم یموت و یدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی و عمر۔ (مشکوۃ)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے زمین پر عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور نکاح کریں گے اور اولاد ہوگی اور ۴۵ سال زمین پر رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میری قبر (مقبرے) میں دفن ہوں گے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ احادیث مندرجہ بالا میں جو علامات فرمائی گئی ہیں کیا وہ سب پوری ہوگئیں۔اور کیا مرزا جی آنحضرت ﷺ کے مقبرے میں دفن ہوں گے۔توبہ توبہ، انہوں نے تو حرمین شریفین جانے سے اپنی امت کو بھی منع کر دیا ہے، خود کیا جائیں گے۔قادیان کو مکہ اور مدینہ بنا دیا ہے۔کیوں بھی مرزائیو! کیا صلاح ہے، اگر مرزا جی مرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے مقبرے میں دفن ہوئے تو وہ مسیح موعود ہیں ورنہ جھوٹے اور ان کا پیر اور لال گرو جھوٹا۔کہو لعنت الله علی الکاذ بین

یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ احادیث کی پیشین گوئی کو تیرہ سو برس گزر گئے مگر اب تک دجال نہیں آیا۔، کیونکہ مراد دجال اکبر ہے جو قرب قیامت پر آئے گا اور اس کی ذریات (۳۰ دجالوں) کا آنا اپنے اپنے وقت پر حسب منطوق احادیث ضروری ہے جن کا سلسلہ برابر جاری ہے دجال اکبر کے خروج پر ختم ہوگا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا

خیر القرو ن قر نی ثم الذین یلو نهم ثم الذین یلو نهم ثم یفشوا الکذ ب۔

یعنی بہتر زمانوں میں میرا زمانہ ہے۔پھر وہ لوگ جو اون کے بعد ہوں۔پھر وہ لوگ جو اون کے بعد ہوں، پھر جھوٹ پھیلے گا۔

دیکھ لیجئے اب تک کتنے جھوٹے مہدی اور مسیح پیدا ہو چکے ہیں۔یہ پیشین گوئی بھی برابر پوری ہو رہی ہے۔ما حصل یہ ہے کہ دجالوں کے فتنہ کا آغاز خیر القرون کے بعد ہوا اور ان کا کامل اختتام دجال اکبر پر ہوگا جس کو مسیح علیہ السلام قتل کریں گے۔پس حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۸۔اکتوبر ۱۹۰۴ء ص۔۷)

آنحضرت ﷺ کی احادیث کا قادیانی مزخرفات سے موازنہ

سچا کلام خود کہہ دیتا ہے کہ میں کیسے جذبے والے قلب اور قوت قدسیہ والے کی زبان سے نکلا ہوں، اور ہر جھوٹا اور مصنوعی کلام بھی خود کہد یتا ہے کہ میں کیسے دکاندار جعل ساز مفتری کی من گھڑت ہوں۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

انی اری ما لا ترون و انی اسمع ما لا تسمعون و انی لاعلم ا خر اهل الجنة

دخو لاً و ا خر اھل النار خرو جاً (مشکوۃ)
یعنی میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

دوسری جگہ اسی مشکوۃ میں ہے: فعلمت ما فی السما وا ت و الار ض۔
یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

یہ حدیث آیت و علمك ما لم تکن تعلم کی شرح ہے۔حضرت محی الدین ابن عربی اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل لکھتے ہیں: ای العلم التفصیلی التا م و علم ا حکا م التفا صیل و تجلیات الصفات مع العمل به

اور صحیح مسلم میں حضرت ثوبان سے روایت ہے:

قا ل رسو ل الله ﷺ ان الله زوی بی ا لا ر ض فر أیت مشا ر قھا و مغار بھا و ان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی منھا و اعطیت الکنز ا لا حمر و ا لا بیض
یعنی خدا تعالی نے میرے لئے زمین کو اکٹھا کر دیا۔پس میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔اور ضرور میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین اکٹھی کی گئی ہے،اور مجھ کو سرخ اور سفید دو خزانے عطا کئے گئے ہیں۔سبحان اللہ سبحان اللہ۔

اور صحیح بخاری میں ہے: انا شھید علیکم و انی و الله لانظر الی حو ضی ا لآ ن و انی اعطیت مفا تیح خزا ئن ا لا ر ض۔ترجمہ: میں تم پر گواہ ہوں اور قسم ہے خدا کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور میں زمین کے تمام خزانے عطا کیا گیا ہوں۔

اور مشکوۃ شریف میں ہے :انکم ترو ن انه یکفی علیّ شئی مما تصنعو ن و الله لاری من خلفی کما اری من بین ید یّ۔
ترجمہ: کیا تمہارا خیال ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو مجھ پر کوئی شئے مخفی رہ سکتی ہے۔قسم ہے خدا کی میں اپنے پیچھے بھی ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے دیکھتا ہوں۔

اب ان کے مقابلے میں مرزا جی کی مزخرفات سنئے:

انت بمنز لة ولدی ۔ انت منی و انامنك ۔انا انزلنا ہ فی قا دیا ن۔

ان جعلی فقروں کا اہمال ہی آپ کی نبوت اور نبوت کی قلعی کھول رہا ہے۔ بھلا جس بے ہنگم طریق سے مرزا جی آیات کلام اللہ کوتوڑ پھوڑ کر اپنے لئے الہام تراشتے ہیں، احادیث رسول اللہ میں بھی معاذ اللہ کہیں یہ اسلوب پایا جاتا ہے۔احادیث کا رنگ کلام الٰہی سے بالکل جداگانہ ہےاور کتنا دل کش ہے کہ روحی فداہ۔ پھر جس طرح کلام الٰہی معجز ہے یعنی اس کی نظیر پیدا نہیں ہوسکتی نہ کوئی لفظ اوٹھ یا بیٹھ سکتا ہے، یہی رنگ حدیث کا ہے الحق۔انی او تیت بجوا مع الکلم۔

اب مرزا جی کے الہامات دیکھئے کہ اونٹ کی طرح کوئی کل سیدھی نہیں۔ صلات میں غلطی عبارت غیر مربوط، اور اکثر بے معنی۔ گویا سرقہ کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ سب کچھ بگڑا ہوا ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند۔۸۔اکتوبر۱۹۰۴ء ص ۷۔۸)

مرزا سزایاب ہوگیا

آخر اس عظیم الشان جنگ میں جو مرزائی جماعت کی طرف سے عرصہ دو سال سے گورداسپور میں ہو رہا تھا، مرزائیوں کو خوب شکست ملی۔ انا للہ و انا الیہ را جعو ن۔

یعنی مسیح قادیانی اور اس کا حواری حکیم فضل دین ۸۔اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سزایاب ہوگئے۔اس روز خلقت خدا بے حد جمع ہوگئی تھی اور سب لوگ پیغمبری کے مدعی کا حشر دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ مرزا قادیانی نے بذریعہ متواتر الہامات اپنی فتح وظفر کے الہام ظاہر کررکھے تھے اور مریدوں کو اپنی بریت کا یقین دلا رکھا تھا۔

صاحب مجسٹریٹ نے انتظام کیلئے گارڈ پولیس منگوالی تھی، جو اپنی ہیبت ناک وردیاں پہنے ہتھ کڑیاں ہاتھوں میں لئے کمرہ عدالت کے اردگرد گھوم رہے تھے۔

۳۔ بجے کے بعد اردلی نے زور سے پکارا۔ مولوی کرم الدین اور مرجا گلام احمد وگیرا حاجر۔ مرزا جی افتاں و خیزاں کمرہ عدالت میں مع اپنے چیلے فضل دین کے پہنچے۔ رنگ فق تھا، چہرہ پر زعفران چھا رہی تھی۔ دم گھٹا جاتا تھا۔ عدالت نے حکم سنایا کہ تم پر جرم ثابت ہے اور تمہارا جسٹیفیکیشن justification بہت غلط ہے۔ پانچ سو روپئہ جرمانہ کی تم کو سزا دی گئی ہے اور اگر جرمانہ ادا نہ کروگے تو چھ ماہ قید رہوگے۔اور فضل دین کو حکم سنایا کہ دوسو

روپئہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائے جرمانہ پانچ ماہ قید۔اسی وقت جرمانہ وصول کیا گیا اور مرزا جی اپنا سامنہ لے کر کمرہ سے باہر نکلے۔تمام فتح وظفر کے الہامات خاک میں مل گئے اور جھوٹی نبوت کی ناک کٹ گئی۔صاحب مجسٹریٹ نے ۴۸ صفحہ کا فیصلہ انگریزی میں لکھا اور فیصلہ میں لکھ دیا ہے کہ مرزا اس جرم کا عادی ہے۔پہلے بھی اس کو مسٹر ڈوئی صاحب اور مسٹر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنروں نے ہدایت کی تھی کہ باز آوے،لیکن باز نہیں آیا اور یہ اس قابل ہے کہ اس کو سزائے قید دی جائے کیونکہ بجز اس کے انسداد جرم ہو نہیں ہوسکتا،لیکن محض ضعیف العمری پر رحم کرکے اس سے نرم سلوک کیا جاتا ہے۔

کہیے مرزا جی آئندہ بھی عبرت حاصل کرو گے یا نہیں۔

مرزائی کہتے ہیں کیا ہوا جرمانہ ہوا،قید تو نہیں ہوئی۔ہاں بے شک۔مثل مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص بے گار میں پکڑا گیا۔اوس نے کچھ شوخی دکھائی،افسر کے ساتھ پیش کیا گیا۔اوس نے کہا کہ اس کے پانچ جوتے لگاؤ۔فوراً تعمیل ہوئی۔وہ شخص سر جھکائے باہر نکلا اور کہنے لگا کیا مضائقہ ہے،جوتے تو لگے لیکن کنگھا تو نہیں ٹوٹا۔خدا نے عزت رکھ لی۔

بہت اچھا حضرات ہم بھی کہتے ہیں کہ مرزا جی قید سے بچے،لیکن یہ تو فرمائیے کہ الہاموں کی دھجیاں تو اڑ گئیں۔خود ہی مقدمہ بازی کا سلسلہ مرزا جی نے چھیڑا تھا آخر لینے کے دینے پڑ گئے۔

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں مرزا جی تقریباً دو سال کش مکش میں مبتلا رہے۔نہ دن کو آرام،نہ رات کو نیند۔تصانیف بند،الہامات منقطع۔

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں روزمرہ آپ کو متواتر چھ چھ گھنٹے پاؤں پر گھڑا رہنا پڑا۔

اور یہ وہ مقدمہ ہے جس کے غم وخوف سے اثناء تحقیقات میں مرزا جی پر طرح طرح کی بیماریوں نے سخت حملے کئے،اور مختلف پیشیوں پر ناگہانی غشی سکتہ وغیرہ طاری ہوتے رہے۔

ہاں یہ وہ مقدمہ ہے جس میں آپ نے شدت پیاس سے گھبرا کر پانی کا مطالبہ کیا تھا،لیکن نصیب نہ ہوا۔

یہ وہ مقدمہ ہے جس نے مرزا جی کو اپنے دارالنعیم (قادیان) سے معہ زن وفرزند نکالا دے کر گورداسپور میں رولایا۔

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں اپنی صفائی کیلئے مرزا جی نے ۱۸ کس شریفوں کو گواہی کی تکلیف دی۔ لیکن صفائی کے بدلے آپ کی مجرمیت ثابت ہوئی اور سزایابی کا خلعت عطا ہوا۔

یہ وہ مقدمہ ہے جس میں آپ کے مخلص جان نثار وکیل دو سال لڑے، لیکن ناکامی اٹھائی۔ مرزا جی اب ہزار دوہائی مچائیں، مسیحائی کوسوں بھاگ گئی ملہمیت خاک میں مل گئی۔

ہاں آپ کے حریف بے نظیر پہلوان بے مثل فاضل مولوی محمد کرم الدین صاحب کی فتح کا نقارہ دنیا میں بج گیا اور دنیا قائل ہوگئی کہ اتنی بڑی جماعت کا تنہا مقابلہ کرنا اور آخر مخالف کو زک دینا شیر دل آدمی کا کام ہے۔

الغرض یہ مقدمہ کوئی معمولی مقدمہ نہیں بلکہ محض خداوند کریم کی قدرت کا کرشمہ ہے جس سے خلق خدا کو یہ دکھانا منظور تھا کہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کو بڑی ذلت دی جاتی ہے۔ مرزائیوں کے لئے یہ عبرت کا مقام ہے اور ان کو چاہیے کہ غور کریں اور ایسے شخص سے قطع تعلق کرلیں جس نے جھوٹے وعدے دے دے کر ان کا روپیہ مقدمہ بازی میں برباد کیا اور خود ذلت اٹھائی۔ فقط، راقم۔ ایک ثالث بالخیر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۳۹ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

(مرزا صاحب کی سزایابی کی خبر قادیانی اخبار البدر میں بایں الفاظ شائع ہوئی:

مقدمات کا آخری فیصلہ عدالت ابتدائی میں

قریباً دو سال کی لمبی دوڑ کے بعد ان مقدمات کا (جو عدالت گورداسپور میں دائر تھے) عدالت ابتدائی میں فیصلہ ہوگیا۔

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وفقیر محمد جو ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء کو ختم ہو چکا تھا اس کا حکم ۸۔ اکتوبر کو سنا دیا گیا۔ مجسٹریٹ صاحب نے کرم الدین وفقیر محمد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور تمہارے عذرات غلط۔ اس لئے کرم الدین پر ۵۰ روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ دو ماہ قید محض۔ اور فقیر محمد پر ۴۰ روپئے جرمانہ، بصورت عدم ادائے جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض۔

اور حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے خلاف جو مقدمہ تھا اس میں بھی مجسٹریٹ صاحب نے اسی تاریخ کو فیصلہ سنا دیا۔ حضرت اقدس کے خلاف پانچ سو روپئہ اور حکیم فضل دین صاحب کے خلاف دو سو روپئہ جرمانہ کیا۔ جو اسی وقت دیا گیا (البدر نمبر ۳۵۔ جلد ۳۔ ۱۹۰۴ء ص ۸)

آسمانی باپ نے لیپا لک سے کیسا سلوک کیا

بظاہر تو کھوسٹ باپ لیپا لک سے یہی کہتا رہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے دشمنوں کو یوں اور

ووں کرڈالوں گا۔کسی کی کیا طاقت ہے کہ بری نظروں سے تجھے دیکھ سکے۔میں نے تیرے دشمنوں ہی کے لئے طاعون بھیجا ہے اور وہ سب کو یکے بعد دیگرے چٹ کررہا ہے اور کرے گا،لیکن در پردہ جڑ کھودتا رہا،اور آخر کار یہودی بن کر لیپا لک کو سزا دلوائے بغیر نہ چھوڑا۔بھلا ایسے منافق جانی دشمن باپ کو کیا کوئی چولھے میں ڈالے یا دوزخ میں جھونکے۔منجملہ دوسری علامتوں کے یہ بھی خروج دجال کی علامت اور نحوست ہے کہ باپ بیٹے کا دشمن بن جائے اور خون سفید ہو جائے۔ڈھارس تو یہ کہ جہاں تیرا پسینہ گرے گا میں اپنا خون گرادوں گا،اور خوارق یہ کہ تعزیرات ہند کی سولی پر لٹکا دیا۔مجدد السنہ مشرقیہ کو معصوم اور شیر خوار لے پالک کے ساتھ ہمدردی اور منافق آسمانی باپ کے ساتھ لاگ ڈانٹ ہے۔بھلا یہ کیا انسانیت ہے کہ لے پالک کی مصیبت پر ساری دنیا خوش ہو رہی ہے۔مجدد کو تو اس وقت خوشی ہوتی جب لیپا لک اپنے باپ سے عاق ہو کر اس کو چھوڑ بیٹھتا اور تبنیت اور مسیحیت ومہدویت ونبوت کا تمغہ اتار کر آسمانی باپ کے منہ پر مارتا اور خدائے وحدہ لاشریک کا سچا بندہ بن جاتا ورنہ ہم کہے دیتے ہیں کہ بکرے...کی خیر نہیں ایک نہ ایک روز پھانسی دہری ہے۔

اہالی موالی جدے خوش ہو رہے ہیں کہ اوہ،سات سو روپیہ کی کیا اصل ہے،اگر (پیشاب کی) دہار مار دی جائے تو روپئوں بلکہ اشرفیوں کے توڑے بہنے لگیں۔دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع تو جب تھا کہ خدانخواستہ ہمارا نبی اور بروزی قید ہو جاتا۔لیکن اگر قید ہو جاتا تو شاید یہ کہتے کہ پھانسی تھوڑی ہی لگی ہے،اس سے تو بچ گئے۔جی بچا ہے۔ناک کٹی مبارک،سرمنڈا سلامت،بے شک جب تک صلیب کی معراج نہ ملے مسیح سے پوری مماثلت ہو نہیں سکتی۔

خیر عدالت نے معصوم اور بے گناہ لیپا لک کو سزا تو دی ہے مگر اوس کا صبر بھی ایسا پڑے جیسے آسمان سے بجلی کم از کم اپنے اڈی کا نگ طاعون کو ذرا بھی انگلی دکھا دی جائے تو چھٹی تک کا کھایا پیا لبوں پر آجائے آج کے تھوپے آج نہیں چلتے۔دیکھو سابق مجسٹریٹ گورداسپور سے کئی منزل دور پھینکا۔مجسٹریٹ حال بھی لیپا لک کا جانی دشمن تھا،جیل خانے میں جھونکے بغیر نہ رہتا۔یوں کہو اس کے دل پر ایسا ہی خوف طاری ہو گیا جیسا آتھم کے دل پر ہو گیا تھا۔جس کا جی چاہے کانشنس میں اپریشن کر کے دیکھ لے۔آتھم کے معاملے میں تو مرزا جی نے دس ہزار روپیہ کی بازی بدی تھی کہ اگر آتھم بحلف صالح اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کرلے کہ میرے دل پر

خوف غالب نہ ہوا تھا تو دس ہزار لے، اب مرزا جی یقیناً ایک لاکھ روپیہ کی بازی بدیں گے کہ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور نے جو بجائے قید کرنے کے مجھے جرمانے کی سزا دی ہے، حلف کریں کہ میرے دل پر خوف طاری نہ ہوا تھا، تو دو لاکھ پھٹکاریں۔ ہمیں امید ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی اس شرط کے بدنے سے ہرگز نہ چوکیں گے، کیونکہ یہ سب نشانوں سے بڑھ کر لاثانی آسمانی نشان ہوگا۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء ۔ص ۲۔۴)

مجدد کا الہام اور رؤیا صادقہ

ناظرین کو یاد ہوگا ہم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک سبزہ زار وسیع میدان ہے اور ایک مقدس بزرگ کہہ رہے ہیں کہ پہلے یہاں ایک بڑا خاردار درخت تھا مگر اب نہیں۔ ہم نے خواب کی یہ تعبیر بیان کی تھی کہ وہ سبزہ زار مذہب اسلام ہے اور خار دار درخت لیپا لک کا وجود بے بہبود ہے۔ اب اس خواب کا کسی قدر حصہ پورا ہوا اور باقی پورا ہونے والا ہے۔ انشاءاللہ

الہام یہ ہوا تھا یقطع الجناح یعنی بازو کاٹا جائے گا یہ بالکل پورا ہوا۔ کیا معنی کہ مرزا جی کے تمام فتح ونصرت کے الہامات پٹ پڑے اور جرمانہ کا آرڈر سر پر دھرا گیا۔ اس سے ضرور کچھ معتقدین بددل ہوکر ففروا ہو جائیں گے اور زور گھٹ جائے گا۔ پس یہی بازو کا انقطاع ہے۔

ہم بارہا لکھ چکے ہیں اور اب پھر لکھتے ہیں کہ تمام مرزائیوں کو مجدد السنہ مشرقیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے کیونکہ انیسویں صدی میں تو حسب زعم مرزا و مرزائیاں مجدد وہی ہے جسکے الہامات اور پیشین گوئیاں پوری ہوں۔ اندھیر ہے نا کہ مرزا جی تو باوصف پیشین گوئیوں اور الہامات کے پورا نہ ہونے کے مسیح اور مہدی اور بروزی اور امام الزمان بنے رہیں اور شوکت اللہ باوصف اپنی پیشین گوئیوں اور الہام کے پورا ہونے کے مجدد بھی نہ بنے۔ مرزائیو انصاف تو کرو، کیا آسمانی باپ کے گھر میں اتنا بھی انصاف نہیں۔ کیا اس کا جھونپڑا بالکل ہی پھک گیا ہے۔ خدا نے تمہیں آنکھیں دی ہیں، عقل دی ہے، لیپا لک اور مجدد کے الہاموں کو تجربہ اور مشاہدے پر کس لو۔ : خود سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ص ۴)

دونوں فریق کو سزا

صاحب مجسٹریٹ بہادر گورداسپور نے نہ صرف فریقین بلکہ تمام مسلمانوں پر اپنے کریمانہ انصاف سے احسان کیا ہے، یعنی فریقین کو سزا دے کر آئندہ کے لئے مقدمات اور نزاعات کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ اپیل کی گنجائش بھی نہیں چھوڑی۔ کیا معنی کہ مرزا جی اور حکیم فضل دین صاحب کے ساتھ مولوی کرم الدین صاحب پر ۵۰ روپئے جرمانہ اور سراج الاخبار کے اڈیٹر صاحب پر ۴۰ روپئے جرمانہ کیا ہے۔ اب دفعہ ۲۱۱ فوجداری عدالت دیوانی میں ان کے لئے جانا منقطع ہو گیا کیونکہ آئندہ چارہ جوئی کے لئے جائیں گے تو فریقین ہی جائیں گے جو مدعی بھی ہیں اور مدعاعلیہ بھی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ ایک خوف دو جانب ہوتا ہے۔ پس بظاہر تو غالباً کوئی ایسی جسارت نہ کرے گا اور اگر کوئی فریق بدستور اپنی ہٹ پر قائم رہا تو بہت افسوس ہوگا اور بجز ضرر اور تفضیح کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ان مقدمات میں فتح کسی کو بھی نہیں ملی۔ فریقین کو شکست ہی ملی ہے۔ ہاں مرزا جی اپنی فتح کے نقارے ضرور بجائیں گے اور الہامات کی تاویلات کا دریا بہائیں گے کہ میری ناک کٹی تو کیا ہوا، فریق مخالف کے بھی کان تو کٹ گئے۔ مرزا جی اور ان کے حواری اسی لئے قابل ملامت ہیں کہ مقدمات پہلے اون کی جانب سے دائر ہوئے۔ البادی هو الا ظلم

مصلحت یہی ہے کہ فریقین اس انصاف کو مغتنم اور فوز عظیم سمجھیں اور دلوں سے ضرر رسانی اور انتقام اور کینہ توزی کے خیالات دور کر دیں اور اگر مرزا جی سمجھیں تو مسیحیت اور موعودیت اور بروزیت کی استروں کی مالا گلے سے اتار ڈالیں اور خدا تعالی کے ادنی بندے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی اور اسم بامسمی غلام بن جائیں اور بابو آتمارام صاحب مجسٹریٹ کو دعا دیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۴۔ ۵)

ہر ایک دجال دوسرے دجال کا منکر ہے

آنحضرتﷺ کی پیشین گوئی کے موافق متواتر طور پر دجال آرہے ہیں اور قرب قیامت پر ۳۰ دجال کی تعداد پوری ہوگی۔ جس شخص کا ایمان آنحضرتﷺ کی رسالت پر ہے اس پیشین گوئی پر بھی ایمان ہے۔ بھلا کوئی دجال یہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں دجال ہوں، پس دجال کے آنے کا منکر دجال ہی ہیں اور جب تک دجال اکبر نہ آئے گا تمام چھوٹے چھوٹے دجال اس کے منکر رہیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ دجال کی ذریات اپنے مورث کے منکر ناخلف بن رہے ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ دعوی کہ میں خاتم الدجاجلہ ہوں، ہرگز قابل سماعت نہیں۔ ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا جی میں نہ وہ کرشمہ ہے، نہ وہ جذبہ، نہ وہ قوت جو دجال اکبر کو نصیب ہوں گی۔ آنحضرتﷺ کی پیشین گوئی تو ڈنکے کی چوٹ پر پوری ہورہی ہے کہ دجال برابر آرہے ہیں اور آئیں گے، مرزا جی کے پاس کیا مسالا ہے جس سے وہ اپنے کو خاتم الدجاجلہ یعنی دجال اکبر ثابت کرسکیں۔ ذرا منہ تو دھو رکھیں۔

دجال اکبر تو بڑا اجبار اور قہار اور صاحب سطوت اور جبروت ہوگا۔ اس کے پیشاب میں چراغ جلیں گے۔ اس کے مقابلہ میں ذرا سے خوف سے مرزا جی پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے جیسا کہ دوران مقدمہ میں مشاہدہ کیا گیا کہ حضور مجھے ذیابیطس ہے، اختلاج قلب ہے، ضعف مثانہ ہے، ضعف دل وجگر ہے۔ بھلا ایسا بزدل.. کیوں کر دجال اکبر ہوسکتا ہے۔ ایسے غریب اور مجبور بچھیا کے باوا کو لوگ ناحق نکّو بناتے ہیں۔ خبردار جو کسی نے آئندہ مرزا جی کو خاتمۃ الدجاجلہ کہا ورنہ مجدد السنہ مشرقیہ بری طرح پیش آئے گا۔

مرزا جی خلیفۃ الدجال ضرور ہیں، ہاں خاتم الخلفاء الدجال نہیں ہیں اور جس کو شک ہو وہ سومالی لینڈ جا کر ملا عبداللہ کو اور لندن جا کر مسٹر پگٹ کو اور پیرس جا کر ڈاکٹر ڈوئی کو دیکھ لے۔ حال کو حجت نہیں اور یقین کامل ہے کہ موجودہ زمانے کے لوگ اپنی زندگی میں بہت سے خلفاء دجال کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

ہم نے عنوان میں لکھا ہے کہ دجال ہی دجالوں کے منکر ہوں گے اس کا ثبوت حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جو ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۱ میں درج ہے یعنی

قال خطبنا عمر فقال یا ایھا الناس سیکو ن قو م من ھذہ ا لا مة یکذ بو ن بالر جم و یکذ بو ن بالد جال و یکذ بو ن بعذا ب القبر و یکذ بو ن بالشفاعة و یکذ بون بقو م یخر جو ن من النار بعد ما استحشوا ۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے خطبہ پڑھا اور پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس امت میں ایک قوم عنقریب پیدا ہوگی جو رجم کی تکذیب اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور عذاب قبر کو جھٹلائے گی اور شفاعت کی منکر ہوگی اور اس قوم کا انکار کرے گی جو آگ میں جلنے کے بعد (آنحضرت ﷺ کی سفارش پر) دوزخ سے نکالی جائے گی ۔،

صاف ظاہر ہے کہ اس پیشین گوئی کے مورد مرزا جی اور ان کے دوسرے بھائی ہیں جو نقض قانون قدرت کو اکثر لے دوڑتے ہیں ۔

اور خود آنحضرت ﷺ نے حدیث فرمائی جو ثوبان سے ابوداؤد اور ترمذی اور مشکوۃ میں مروی ہے

سیکو ن فی امتی کذا بو ن ثلا ثو ن کلھم یز عم انه نبی الله ۔

ترجمہ۔ عنقریب میری امت میں ۳۰ جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں کا ہر شخص دعوی کرے گا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوں ۔

کیا یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی ۔ اور مرزا جی نے اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا ۔ انہوں نے تو یہ کمال کیا کہ قیامت تک انبیاء کے آنے کا تانتا باندھ دیا ۔ گویا یہ ظاہر کیا کہ نبی میں ہی نہیں ہوں، بلکہ قیامت تک ہزاروں لاکھوں نبی (بعد ختم رسالت) آئیں گے ۔ حالانکہ کسی دجال نے یہ نہیں کہا کہ میرے بعد دوسرا دجال بھی آئے گا ۔ یقیناً مرزا جی کے وجود کا نیچر تمام دجالوں کے نیچر سے نرالا گھڑا گیا ہے

مرزا جی کو ساری دنیا سے تو کیا مطلب اپنے دعوے سے صرف یہ دکھانا اور ثابت کرنا مقصد ہے کہ خاص مرزائی امت میں میرے بہت سے خلفاء نبی ہوتے رہیں گے کیونکہ مرزائیوں اور مرزا جی کے سوا در حقیقت کوئی مسلمان ہی نہیں چہ جائے کہ نبی ہو جس شخص کے کانشنس میں کچھ بھی حس ہے وہ ایسے طفلانہ دعووں اور لچر دلائل پر مضحکہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے متفق علیہ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

لا تقو م السا عة حتی یبعث د جا لو ن کذا بو ن قریب من ثلا ثو ن۔

ترجمہ : قیامت اس وقت قائم ہوگی جب کہ تقریباً ۳۰ جھوٹے دجال آ چکیں گے۔

مرزا جی ہی فرمائیں کیا اب تک ۳۰ دجال آ چکے ہیں۔آپ کے عقیدہ کے موافق تو ایک دجال بھی نہیں آیا، نہ قیامت تک آئے گا۔ہاں نبی بے شمار آئیں گے۔مرزا جی اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحے ۴۸۶ میں لکھتے ہیں کہ دجال، جس کا ذکر فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں زندہ موجود ہونے کا ہے، وہ فوت ہو چکا ہے وہ دجال اوس کا مثیل ہے جو گرجا سے نکل کر مشارق و مغارب میں پھیل گیا یعنی گروہ پادریاں۔،

کیا خوب تاویل ہے۔ہاں جناب جب عیسی مر گیا تو دجال کیوں نہ مرے۔لیکن عیسی کو تو آپ اسلئے مارتے ہیں کہ وہ آپ کا حریف و رقیب ہے، دجال کو کیوں مارتے ہیں۔معلوم ہوا کہ آپ عیسی بھی ہیں اور دجال بھی۔یہ عجیب ان نیچرل un-natural گورکھ دھندا ہے۔شاید عیسی اور دجال دونوں کے مرنے کا الہام آسمانی باپ نے کیا ہے۔پھر مرنے والا دجال ایک تھا آپ کے یہ ہزاروں دجال کیوں نکل پڑے۔پھر یہ دجال تو انیس سو برس سے ہیں نہ کہ ۱۳ سو برس سے۔

پھر مرزا جی ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۵ میں آیت ھو الذی ار سل رسو له اور آیت مبشراً برسو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ در حقیقت اسی مسیح بن مریم (قادیانی) سے متعلق ہے اور آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل (مرزا قادیانی) کی طرف اشارہ ہے اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنی کی رو سے ایک ہیں اور آخری زمانہ میں بر طبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے بھیجا گیا اور کہا کہ کیا وہ حی قیوم ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں کر سکتا ۱۳ سو برس قبل اس آیت کا تعلق آنخضرت ﷺ سے نہ تھا بلکہ یہ پیشین گوئی چینی مغل کی نسبت تھی۔آیت کا تعلق آنخضرت ﷺ سے تھا بھی تو وہ منقطع ہو گیا کیونکہ وفات پا گئے جس طرح عیسی مسیح وفات پا گئے میں زندہ نبی ہوں مجھ پر ایمان لاؤ مردہ پرست نہ بنو۔

ہاں صاحب خدائے حی قیوم کو یہ تو طاقت ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان میں بطور تناسخ حلول

کردے لیکن اس میں یہ طاقت نہیں کہ مردوں کو زندہ کردے۔ وہ دجالوں کا سلسلہ منقطع کرسکتا ہے مگر انبیاء کا سلسلہ منقطع کردینا اس کے نزدیک بھی محال ہے۔

جس طرح مسیح اور مہدی کے آنے کا ثبوت احادیث سے ہے اسی طرح دجالوں کے آنے کا ثبوت بھی ہے۔ لیکن مرزا جی دجالوں کے آنے کا قطعاً انکار کرتے ہیں مگر مسیح موعود اور مہدی بن بیٹھے ہیں۔ مرزا صاحب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نہ مہدی ہیں نہ مسیح وغیرہ ہیں، اگر ہیں تو ویسے ہی جیسے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ تھے۔ مگر چونکہ چند حمقاء کو انہوں نے پٹیل لیا ہے لہذا اون کے حلقہ میں بن آئی ہے۔

مرزا جی کا عمل آنحضرت ﷺ کی احادیث پر تو ہے نہیں، ہاں اپنے مورثوں دجالوں کی سنت پر ہے۔ یعنی جس طرح کسی دجال نے یہ نہیں کہا کہ میں دجال ہوں اسی طرح مرزا جی بھی اپنے کو دجال نہیں کہتے اور جس طرح وہ نبی بن بیٹھے تھے، اسی طرح مرزا جی بھی نبی بن بیٹھے۔ کیسے صاف طور پر نبی کریم ﷺ کی وہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے کہ کلھم یزعم انہ نبی جس شخص کو خدا تعالی نے ظاہری اور باطنی نور بخشا ہے اس کے لئے یہ حدیث صدق و کذب دونوں کا آئینہ ہے۔

بھلا کسی نبی نے بھی طاعون کو اپنے نزول کی علامت اور آسمانی نشان بتایا ہے انبیاء کرام تو دنیا کی مجسم رحمت بن کر نازل ہوئے نہ کہ زحمت بن کر مرا جی طاعون ملعون کو دعا دیں جس کی بدولت وہ نبی بن گئے اور پیشین گوئیاں اور آسمانی نشان ظاہر ہونے لگے۔ لاہور والے لیکچر میں آپ نے فرمایا کہ طاعون عموماً پھیلنے والا ہے اور کیا معلوم کہ فلاں ماہ تک دنیا کی حالت کیا ہوگی۔ ایک بچہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہر سال موسم سرما میں طاعون کا زور بڑھ جاتا ہے آئندہ موسم سرما میں بھی ضرور بڑھے گا بھلا اس میں آسمانی باپ نے کیا تیر مارا کہ اپنے اکلوتے پر اس شئے کا الہام کیا جو سب کے سامنے موجود ہے منہ پر کی تو خوش آمد ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ باپ بیٹے دونوں نرے بے دال کے بودم اور نرے بچھیا کے باوا ہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۵۔۸)

مرزا جی کی اپیل

ہم نے لکھا تھا کہ مصلحت یہی ہے کہ اب طرفین کان بند کر کے.. بے حس وحرکت گھر بیٹھ رہیں کہ جان بچی لاکھوں پائے، جرمانہ ہی پر ٹل گئی۔ سخی کے مال پر پڑے کنجوس کی جان پر۔ مگر مجدد السنہ مشرقیہ کی تنبیہ پر کان نہ دھرے گئے۔ چنانچہ اب بعض مرزائیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا جی اپیل کریں گے اور وکلاء نے مشورہ دیا ہے کہ مجسٹریٹ گورداسپور نے ناانصافی کی، اور ساری مثل بے ضابطگیوں کا تودہ ہے۔ فریق ثانی کے ارادے کی نسبت ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہوا۔ مرزا جی نے اپیل کی، تو غیر ممکن ہے کہ وہ بھی اپیل نہ کریں۔ ورنہ دفعہ ۲۱۱ اور دفعہ ۱۹۳ تعزیرات ہند کے اڑنگے میں آ جانے کا خوف ہے۔ پھر وہی سلسلہ، وہی سر گاڑی اور پاؤں پہیے ہیں۔

مرزا جی کا اپیل کرنا تو آسمانی باپ کے الہام کے موافق فرض ہے۔ کیونکہ لیپا لک کی چکھوتیاں اور گرم بازاری اسی میں ہے کہ چار طرف سے چندے آئیں۔ چنانچہ اس عرصہ میں دو سال تک قادیان میں خوب ہن برسا اور روپیہ کی خوب ریل پیل رہی۔ کچھ رقم مقدمہ میں خرچ ہوئی، باقی سقنقوری معجونیں اور مستورات کے زیوروں میں کام آئیں۔..اور بڑی وجہ یہ ہے کہ الو کے پٹھوں کو آسمانی نشان کے ظاہر ہونے پر ایمان تھا نصر من الله و فتح قريب اور فتح من الله و نصر قريب کے ڈنکے بج رہے تھے کہ حضرت اقدس مقدمے سے کورے ہی نکلیں گے اور آنچ تک بھی نہ آئے گی، اور تمام مرزائیوں کے ایمان جو چھوئی موئی ہو رہے تھے بہت جلد تر و تازہ ہو جائیں گے۔ لیکن آپ جانئے منافق آسمانی باپ تو اپنے لیپا لک سے بازی کھیل رہا ہے، اور گردن توڑ ڈالنے کی فکر میں ہے۔ لہذا کہا تو کچھ، اور کیا کچھ۔ پھر اسنے رہا سہا پلیتھن نکالنے کو یہ بھی کانوں میں پھونک دیا کہ هم من بعد غلبهم سيغلبو ن پس اب اپیل کا ہونا ضروری ہے اور اگر ججی نے بھی سوکھی ہی سنائی تو پھر چیف کورٹ کی باری ہے۔ الغرض یہ سلسلہ یوں ہی سال ہا سال تک جاری رہیگا اور چندوں کی بدولت خوب مزے رہیں گے... بلکہ ہمارے خیال میں اب تو مرزائی پہلے سے کہیں بڑھ کر اپنی گانٹھ کٹوائیں گے کہ کسی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو، ورنہ رہے سہے الو بھی پنجرے سے پھر ہو جائیں گے

حضرت مرزا محمد عبدالقادر بیدل نے اپنے نکات میں کیا خوب فرمایا ہے

بچنیں زبونی دست و دل ز صنائع املم خجل
کہ سر خسر اگر ش دہم بہزار خا نہ ستو ں کند

یعنی باوصف دست ودل کے عاجز ہو جانے کے میں اپنی امید کی صنعتوں سے شرمندہ ہوں کہ اس کو ایک تنکا بھی دوں تو وہ اس تنکے کو ہزار گھروں کا ستون بناتی پھرتی ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ص ۱)

تازیانہ عبرت

ایک ماہواری دوورقی والے نے مرزائیوں سے راتب اور گھاس دانہ مانگنے کو ڈھیچوں ڈھیچوں لگائی اور تھان پر بندھ کر مجدد پر اپنے خیال میں دولتی چلائی مجدد کے مقابلہ کی تاب مرزائیوں اوران کے گروگھنٹال کو تو اب تک نہیں ہوئی یہ بچونگڑا اسب کا پشتیبان بننے چلا ہے چونکہ اس نے اپنی دوورقی میں ایک اشتعال انگیز تصویر بھی دی ہے لہذا ہم کو تازیانہ پھٹکارنے کی ضرورت ہوئی جو ضمیمہ کے کالموں میں آئندہ ناظرین کی نظر سے گزرے گی یہ جزاء سية سيئة مثلها ہے مرزائی مذہب کی اشاعت نے تو تصویر کشی اور تصویر فروشی بلکہ تصویر پرستی کو فرض کر دیا ہے مگر ہم جواب میں محض الضرورات تبيح المخظورات پر عامل ہوں گے اور ضرورت کے وقت انسان پائخانے میں بھی چلا جاتا ہے لہذا امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے کیونکہ یہ ایک اضطراری فعل ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے تصویر کشی کو فرض جان کر اسکا ارتکاب کیا۔لہذا یہ اسی کا وبال ہے جو اس پر پڑے گا۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴۔اکتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۰ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲)

(مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تصویر والے معاملے کو بعد میں بدعت تسلیم کیا۔اور كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار کا مصداق ہوئے۔ قادیانی اخبار البدر میں لکھا ہے:

تصویر کی طرف کثرت توجہ پر حضرت مسیح موعود کی نارضامندی

۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ظہر کے وقت مفتی محمد صادق نے حضرت اقدس (مرزا) کی خدمت میں ایک شخص کی تحریری درخواست بذریعہ کارڈ کے ان الفاظ میں پیش کی کہ یہ شخص حضور کی تصویر کو خط وکتابت کے کارڈوں پر چھاپنا چاہتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔اس پر حضور (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ میں تو اسے ناپسند کرتا ہوں۔

یہ الفاظ جا کر میں (یعنی اڈیٹر البدر) نے اپنے کانوں سے سنے۔لیکن حضرت مولوی نورالدین اور حکیم فضل دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر آپ نے (یعنی مرزا نے) یہ الفاظ فرمائے کہ: یہ بدعت بڑھتی جاتی ہے۔ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔، حضور (مرزا) کی یہ ناپسندیدگی آپ کے خدام والاشان کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی شبیہ مبارک کو بہ حیثیت امام اور مجدد اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہونے کے ایک خاص مصلحت سے طیار کروایا، جس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ بلاد کے قیافہ شناس دماغ، جن کو انسان کی شکل وشباہت دیکھ کر اس کے تقوی طہارت راستی اور روحانی بلوغ کے اندازہ کرنے کا ملکہ ہے، وہ اس سے مستفید ہوں اور عدم معرفت کی وجہ سے صرف حضور (مرزا) کے دعاوی سن کر انکار کر دینے سے ٹھوکر نہ کھاویں۔ وغیرہ۔لیکن اس کے بعد آپ (مرزا) کے بعض مریدین کا خیال جن میں سے ایک میں خود بھی ہوں اس کی کثرت استعمال اور تجارتی منفعت کی طرف منتقل ہو گیا...اب خود حضرت امام الزمان کی زبان مبارک سے اس کی کثرت کا بدعت ہونا کھل گیا۔الحمد للہ کہ ایک بڑے غلط خیال کی اصلاح ہوئی۔(البدر۔یکم و۸ نومبر۱۹۰۴ء ص ۹)

عجیب معمے

اڈیٹر صاحب تالیف واشاعت (مولوی ممتاز علی) عرصہ تک مرزا جی کے معتقد رہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ سرسید احمد مرحوم سے بھی مرزا جی کے بارہ میں اکثر میرا معارضہ رہا، مگر بالآخر وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اڈیٹر صاحب نے مرزا جی کے لاہور والے لیکچر پر اپنے قلم سے مضحکہ اڑایا۔

اور جب ہم نے یہ لکھا کہ مرزا صاحب کے باب میں جو کچھ آپ پر القاء یا الہام یا آپ کے کانشنس میں کوئی خیال پیدا ہوتا تھا، وہ شیطانی القاء تھا، تو اڈیٹر (مولوی ممتاز علی) صاحب نے اس پر ناک بھوں چڑھائی۔

اچھا صاحب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ شیطانی القاء نہ تھا بلکہ رحمانی الہام تھا، تو آپ اپنے مرشد سے کیوں منحرف ہو گئے۔آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ شیطانی اور رحمانی الہام دونوں انسانوں ہی پر ہوتے ہیں۔ پڑھو آیت و نفس وما سو ھا فا لھمھا فجو ر ھا و تقوا ھا

دیکھو تقوی اور پرہیزگاری دونوں کی نسبت الہام کا لفظ موجود ہے۔ممکن ہے کہ انسان پر پہلے شیطانی القاء ہو، اور پھر رحمانی القاء ہو، جو خرابی اور غلطی میں پڑنے سے بچالے۔ یہ اچھے لوگوں کی صفت ہے نہ کہ ان لوگوں کی جن کا دل بالکل مسخ ہو گیا ہے پھر آپ نے کیوں برا مانا۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴۔اکتوبر۱۹۰۴ء ص۲)

سچے اور جھوٹے مسیح کی پرکھ

جھوٹے مسیحوں یعنی دجالوں کی پرکھ حسب احادیث سب مسلمانوں کو ہوگئی، مگر نہ ہوئی تو مرزا جی کو، کیونکہ انکی پرکھ تو خود بدولت کو اس وقت ہو جب خود اپنی پرکھ کریں۔

خرابی تو یہی ہے کہ مرزا جی اپنے کو بھولے ہوئے ہیں اور سکتے میں ہیں۔ مجدد بار بار آئینہ دکھاتا ہے مگر روحانی حس و حرکت کا پتہ نہیں چلتا۔ ہونٹوں سے بڑبڑانے کی صدا نکلتی ہے کہ

انا المسیح انا المسیح

چیلے چاپڑ اقرار کرتے ہیں کہ آمنا و صدقنا انت المسیح بن المسیح بن المسیح

اور آسمانی باپ کہتا ہے انت بمنزلۃ ولدی بل عین ولدی

آسمانی باپ یہ نہیں کہتا کہ انت المسیح، کیونکہ مسیح (معاذ اللہ) ناخلف تھا۔ اس میں طرح طرح کے عیب تھے۔ پس وہ ناخلف کے نام سے بھی اپنے لیپا لک کو پکارنا عار سمجھتا ہے۔

حدیث شریف نے تو بڑی وضاحت سے جھوٹے مسیحوں اور دجالوں کی پرکھ بتا دی کہ

کلھم یزعم انہ نبی ولا نبی بعدی

اب ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ ختم نبوت کے بعد نبی نہیں بنے۔ اور جس قدر دجال آج تک گزرے کیا انہوں نے یہی دعوی نہیں کیا جو آپ نے دنیا میں کیا ہے، اور کیا سب کے سب فی النار نہیں ہوگئے۔ ان کے ساتھ جو فرعونی اور نمرودی لشکر تھا آپ کے فرشتوں کے خواب میں بھی قیامت تک نہ آئے گا۔ اگر وہ سچے نبی ہوتے تو روئے زمین پر ان کا کوئی تو نام لیوا ہوتا، حالانکہ انبیاء صادقین کے لاکھوں اور کروڑوں امتی اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ ایک دانا بینا سچے مسلمان کیلئے یہ پرکھ کافی ہے، اور پوری پرکھ ساری خدائی کو اس وقت ہوگی جب قادیان میں منارے پر چیلیں اور کوے اور چغد اور خود مرزا جی کی روح الو کے قالب میں حلول و بروز کر کے بولے گی کہ

یابدوح لعنت اللہ علیّ بالمساء و الصبوح انکرت من الروح و السبوح و

شغلت فی القبوح

مرزا قادیانی بار بار بنکارتا ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ذکر قرآن میں مجمل اور حدیث میں مفصل آیا ہے۔کوئی پوچھے تیرے زعم کے موافق قرآن میں تو اس مسیح کا مفصل ذکر آیا جو مشبہ بالمصلوب ہوا یعنی سولی پر چڑھایا گیا، مگر مرا نہیں، اور جان بچا کر بھاگ گیا۔کیا تو بھی سولی پر لٹکایا گیا ہے؟ ہاں مقدمات کے شکنجے کو سولی قرار دے تو عجب نہیں جس میں دہر کر ایسا کھینچا گیا کہ بروزی کا بول و براز تک نکل پڑا۔ضعف جگر اور ضعف گردہ ہو گیا، اور ذیابیطس نے آلیا۔حضور میں اختلاج قلب میں مبتلا ہوں۔میں مور ضعیف ہوں ۔میں بچھیا کا باوا ہوں۔میں آپ کی غریب اور مسکین گئو ہوں۔یہ قصائی میرے خون کے پیاسے ہیں، یہ تو مشبہ بالمصلوب ہونے سے بھی بڑھ کر ہے۔

حدیث میں پیشین گوئی ہے کہ ۳۰ دجال آئیں گے جن میں کم وبیش بیس آ چکے، مگر مرزا جی کے نزدیک ایک دجال بھی نہیں آیا۔مسیح کا آنا تو حدیث میں بھی اور قرآن میں بھی، مگر دجال کا ذکر نہ قرآن میں، نہ حدیث میں۔ہاں انبیاء قیامت تک آئیں گے۔مرزا جی کا یہ دعوی اپنے گزشتہ مورثوں (دجالوں) کے دعووں کے بالکل خلاف ہے کیونکہ انہوں نے قیامت تک انبیاء کے آنے کا ہرگز دروازہ نہیں کھولا۔مرزا جی نے ناعاقبت اندیشی کے استرے سے آپ اپنی ناک کاٹ ڈالی اور اپنی نبوت میں دوسرے انسانوں کو بھی شریک کر لیا۔بروزی کی یہ حماقت اور سفاہت قابل دید ہے۔ارے جب لاکھوں اور کروڑوں انبیاء قیامت تک آئیں گے تو کوئی پوچھے تو کس کھیت کی دساور رہا۔پھر جب بے شمار نبی آئیں گے تو بے شمار مسیح بھی آئیں گے کیونکہ تو مسیحیت کا مدعی ہے۔تجھ میں کیا سرخاب کا پر ہے کہ تو تو مسیح بھی اور نبی بھی اور جو قیامت تک آئیں گے وہ صرف نبی۔دعوی تو یہ ہے کہ میں مسیح ہوں اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء قیامت تک آئیں گے نہ کہ مسیح۔پس آپ نے اپنے دعوی کی ٹانگ توڑ دی۔ہم حلفاً کہتے ہیں کہ کسی مرزائی کو تو کیا، خود مرزا قادیانی کو استدلال قائم کرنا بھی نہیں آتا۔دعوی کچھ ہے دلیل کچھ۔دنیا میں سب مذاہب والے کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہیں، صرف ایک مرزائی مذہب ہے جس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

جس قدر دجال اب تک گذرے، مناسب تھا کہ مرزا قادیانی اپنے دعوی کے موافق ان کو نبی مانتا

کیونکہ وہ ہم جنس تھے۔غضب تو یہ ہے کہ اون کو بالکل مسکوت عنہ قرار دے رکھا ہے، یعنی نہ ان کو نبی مانا جاتا ہے، نہ دجال۔آخر دال میں کچھ تو کا ہے۔افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کو قیامت تک آنے والے لاکھوں انبیاء کی پرکھ تو ہوگئی، مگر دجالوں کی پرکھ نہ ہوئی جو لے دے کر کل تیس ہیں۔مطلب غالبًا یہ ہے کہ جیسا میں نبی (دجال) ہوں، ایسے ہی قیامت تک لاکھوں نبی (دجال) آئیں گے۔مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ دجال نہ ہوں گے بلکہ دجال کے بیٹے پوتے پڑوتے سروتے وغیرھم ہوں گے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴۔اکتوبر۱۹۰۴ء نمبر۴۰ جلد۲۲و۲۴ص۲۔۴)

وہی آسمانی نشان

ذرا بھی ریح کی صرصراہٹ ہوئی اور آسمانی نشان چمکتا ہوا ظاہر ہوا، پیٹ میں باؤ گولے دوڑے اور آسمانی فتح کی توپیں گرجنے لگیں، پھر ایسا بڑا نشان جس میں آسمانی باپ کی مدد سے لیپا لک تعزیر کی چکی پیسنے سے بچا، جرمانے ہی پر ٹلی۔ایمان لانے اور ایمان کا ستارہ چمکانے کو کیا کم ہے۔مرزا اور مرزائی کہیں گے کہ ہم تو ہر وقت آسمانی نشان دیکھ رہے ہیں ضرورت تو منکروں اور مخالفوں کو نشان دکھانے کی تھی بلا سے ہم پر جرمانہ ہوا مخالفوں پر بھی تو ہوگیا بس یہی مقصد تھا اور اسی کا نام آسمانی نشان ہے کہ سب پر عبرت پڑ گئی لیکن باوصف مرزا جی کے دعوے کہ طاعون میرے خروج کا آسمانی نشان ہے، جب مرزائی بھی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم طاعون کی بھینٹ میں آگئے تو کیا ہوا مخالفین بھی تو آگئے، بلکہ حتی الوسع تو طاعون سے مرزائیوں کی ہلاکت کا انکار ہی کیا جاتا ہے۔اور جب بھانڈا بالکل ہی پھوٹ جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ طاعون کی ایسی افراط وتفریط نہیں ہوئی جیسی مخالفوں میں، اور جب افراط وتفریط بھی ہوتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ جو مرزائی مرے وہ پکے مرزائی نہ تھے، منافق تھے نہ کہ مومن۔چنانچہ مرزا جی نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ کوئی ایسا مرزائی طاعون سے ہلاک نہیں ہوا جس نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہو۔(اس بات سے متعلقہ قادیانی تحریر یوں ہے:

اثنائے گفتگو میں خلیفہ رجب الدین صاحب کو بمقام گورداسپور طاعون کے ذکر پر (مرزانے) فرمایا کہ بخاری میں ہے اللہ تعالی فرماتا ہے مجھے مومن کی جان لینے میں تردد ہوتا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالی مومن کو ایک دفعہ ہی نہیں پکڑ لیتا بلکہ پہلے پکڑتا ہے اور پھر اس کے ساتھ نرمی کرتا ہے۔پھر پکڑتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے ... یہ حالت گویا تردد سے مشابہ ہے۔سابقہ کتب میں جو الفاظ پچھتایا وغیرہ آئے ہیں اس کے یہی معنی ہیں۔ہمارے الہام میں بھی افطر و اصوم اسی رنگ کے الفاظ ہیں۔

طاعون سے کون بچے گا: فرمایا میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اس کی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہ مرے گا۔ اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جس کو میں پہچانتا ہوں یا وہ مجھے ایسا پہچانتا ہے جو پہچاننے کا حق ہے۔ البدر۔ یکم اگست ۱۹۰۴ء ص ۳)) پس آسمانی نشان کا کوئی قصور نہیں بلکہ اندھوں کی آنکھوں کا قصور ہے اور چونکہ منافق مرزائی جو طاعون کا شکار ہوئے ان کا جہنمی ہونا ضروری ہے، لہذا اب سب مرزائیوں کو جہنم میں جانے کے لئے کان جھڑ جھڑا دینے چاہییں کیونکہ آسمانی باپ نے سچے مرزائیوں کے ماتھے پر ایمان کا ٹیکہ نہیں لگایا کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق۔ اب تو آسمانی نشان یہی ہے کہ طاعون سے جو مرزائی مر گیا وہ منافق ہونے کے باعث جہنمی ہوا اور جو بچ رہا وہ پکا مرزائی ہے۔ یہ ہے آسمانی نشان جس کے طوفان میں مرزائی جہاز چل رہا ہے۔

جس قدر دجال اب تک آئے انہوں نے یہی کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں ہم پر ایمان لاؤ ورنہ ناری ہو گے اور مرزا جی کہتے ہیں کہ انبیاء قیامت تک آتے رہیں گے اس صورت میں سب پر ایمان لانا ضروری ہوگا گزشتہ انبیاء اور ان کے صحیفے مسترد ہوں گے بلکہ ہر آنے والا نبی اپنے سے پہلے نبی کے صحیفے کو مسترد کرتا چلا جائے گا کیونکہ ایمان لانے پر مجبور کرنے کے یہی معنی ہیں جو مرزا جی کے خوارق سے ظاہر ہو رہے ہیں کہ عیسیٰ مسیح مر گئے تمام انبیاء مر گئے اور ساتھ ہی ان کے صحیفے اور کتابیں بھی زمین میں دفن ہو گئیں اور نبی بننے کو اس آزادی کے زمانے میں مسالا ہی کیا لگتا ہے ہر ایک مکار اور مفتری دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نبی ہوں مجھ پر الہام اور وحی کا نزول ہوتا ہے۔ الہام اور وحی کوئی ایسی شئے تو ہے نہیں جو محسوس طور پر معلوم ہو سکے اور الہام و وحی بھی صرف اس قدر کافی ہے کہ میں مامور من اللہ ہوں کلمۃ اللہ ہوں خدا کا بمنزلہ ولد ہوں خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا بڑی محبت اور چاؤ اور بھڑ اس سے میری طرف دوڑتا ہے۔ میں ایسا ہوں ویسا ہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو ہوں وغیرہ۔ حالانکہ انبیاء کے صحیفے اور کتابیں دین و دنیا کے قوانین ہوتے ہیں جو وحشیوں کو انسان بناتے ہیں کیا کوئی دجال انسانوں کی اصلاح کا پنواڑا بغل میں لیکر آیا ہے اور اسکو دنیا میں پھیلایا ہے بجز خالی خولی ابلہ فریب دعووں کے کوئی دجال بھی نہیں کر سکا۔

آنحضرت ﷺ نے تو کھلم کھلا علی رؤس الاشہاد فرما دیا کہ لا نبی بعدی اور قرآن ناطق ہوا و لکن

رسول اللہ و خاتم النبیین مگر دجالوں میں چونکہ کوئی جذبہ اور کرشمہ نہیں ہوتا، لہذا کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میرے بعد دوسرا دجال نہ آئے گا، اور گزشتہ دجال نبی نہ تھے میں ہی نبی ہوں۔

بھلا مرزا جی سے تو کوئی اقرار کرائے کہ مسیلمۃ الکذاب اور اسود عنسی وغیرہ دجال تھے جب انبیاء نے اپنے سے پہلے انبیاء کو مانا ہے تو دجال دجالوں کو کیوں نہ مانیں لیکن اب دجالوں کا یہ قاعدہ اور یہ ناموس جاتا رہا۔ کیا معنی کہ مرزا جی لندنی مسیح مسٹر پگٹ اور فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی اور سومالی ملا کو نہیں مانتے، نہ وہ مرزا جی کو مانتے ہیں بلکہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نہیں مانتا۔ پس قدرتی طور پر چاروں دجالوں کی قلعی کھل رہی ہے اور اسی طرح آئندہ بھی انشاء اللہ قیامت تک کھلتی رہے گی۔ کیا طاقت ہے کہ ایک دجال دوسرے دجال کی برائی کر سکے۔ اسکے منہ پر قدرت الٰہی مہر لگا دیتی ہے کیونکہ دجال کا دجال کی برائی کرنا اور اس کا منکر ہونا آپ اپنی برائی کرنا اور اپنی دجالیت کا منکر ہونا ہے دجال کسی دوسرے دجال کی برائی نہ کرے ہاں اس کے مقابلے یں انبیاء کی برائی کرے گا۔ مرزا جی کو دیکھ لیجئے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی برائی بھولے سے بھی نہیں کرتے۔ ہاں مسیح کو ان کے مقابلے میں برا بنائیں گے۔ دجال کی دجالی کی بھاری علامت ہی ہے کہ انبیاء کو گالیاں دے۔ ہاں ہم یہ یقین دلا چکے ہیں اور پھر دلاتے ہیں کہ مرزا جی دوسرے دجالوں کی طرح گھٹیل دجال ہیں، دجال اکبر نہیں ہیں۔ ان میں کسی قدر ترجیح کی یہ پخ ضرور ہے کہ دوسرے دجالوں نے انبیاء کرام کو گالیاں نہیں دیں اس میں تو مرزا جی فرد ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے تو صاف فرما دیا کہ میرے بعد ۳۰ دجال آئیں گے بھلا مرزا جی سے تو کوئی اقرار کرالے کہ دنیا میں کوئی دجال آیا ہے یا آئندہ آئے گا۔ حالانکہ تین کلہ توڑ دجال انکے سامنے موجود ہیں کیوں ان کا مہرا نہیں لیتے ..۔ اتنا بوتا بھی ہو۔ لندنی دجال اور فرانسیسی دجال، مرزا قادیانی کے منہ پر ولایتی بوٹ مار کر کہہ سکتے ہیں کہ:

ٹم مسیح کیوں کر ہے جب کہ ہمارے آسمانی باپ کے اکلوتے بیٹا کو گالی دیتا ہے۔ ڈام فول بھلا کوئی مسیح بن کر بھی مسیح کا گالی ڈینا سکتا ہے۔ یہ تو تمہارا ان نیچرل رول un-natural rule ہے نیچرل natural مسیح ہم ہے جو یسوع مسیح کو مانتا ہے۔

مرزا جی بار بار یہ راگ الاپتے ہیں کہ اگر میں خدا کی طرف سے مامور ہو کر نہ آتا تو میرے ساتھ اتنی جماعت نہ ہوتی۔ ہم کہتے ہیں اول تو دس بیس ہزار کی جماعت کوئی باوقعت جماعت نہیں۔

دوم، کسی بات پر جم غفیر کا متفق ہو جانا دلیل حقانیت نہیں۔ ہندوستان میں ۲۲ کروڑ ہنود ہیں، کیا بمقابلہ ۶ کروڑ مسلمانوں کے یہ حق پر ہیں۔ سومالی ملاں کے ساتھ لاکھوں کی بھیٹ بھاڑ ہے، کیا وہ حق پر ہے اور سچا مہدی ہے۔ علی ہذا، لندنی مسیح اور فرانسیسی مسیح کے ساتھ حمقاء کا کچھ کم ہجوم نہیں، آپکی دلیل کے موافق سبھی کو حق ماننا پڑے گا

سوم: اگر آپ حق پر ہوتے تو سینکڑوں آدمی رسی تڑا کر نہ بھاگتے۔ آج کے روز لولے لنگڑے اپاہج ہی اصطبل میں کیوں نظر آتے اور کس کو معلوم ہے کیا ہونے والا ہے۔ ذرا تیل دیکھئے تیل کی دھار دیکھئے سوڈانی مہدی کے توپشے کے برابر بھی آپ کے دم خم نہیں جس کی قبر سے ہڈیاں تک اوکھاڑ کر رود نیل میں بہادی گئیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۰ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔ ۷)

مرزائی مذہب اور عیسائی مذہب

الحکم پادریوں اور اون کے ہم خیال انگریزوں پر چیں بجبیں ہے جو گورنمنٹ کو ترغیب دیتے ہیں کہ تمام ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جائے تا کہ اون کا باہمی اختلاف مٹ جائے۔ لیکن کیا مرزائی مشن یہ کوشش نہیں کرتا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا مرزائی بن جائے۔ مگر افسوس ہے کہ مرزائی مذہب بم ٹھس ہو گیا ہے اور اسکے مقابلہ میں عیسائی مذہب بہت کامیاب ہوا ہے اور ہو رہا ہے کیونکہ عیسائی مذہب میں ہر مذہب کے لوگ چوڑھے چمار تک داخل ہو رہے ہیں، اور مرزائی مذہب میں یا تو جاہل حمقاء یا اپاہج مسلمان داخل ہوتے ہیں۔ چوڑھوں تک نے مرزائی مذہب پر جھاڑو ماردی، مگر خبیث طینت سفہاء اس مذہب میں یوں مل گئے جیسے گوہ میں موت اور کوڑے میں کرکٹ، اور بول و براز میں سلسلاتے کیڑے۔

اب تو کامیابی کی کسی طرح صورت نظر نہیں آتی۔ بہتر ہوتا کہ مرزا جی اپنے بھائی امام الدین کی سنت پکڑتے اور مرزائیت کا ٹوکرا صرف بھنگیوں کے سر پر رکھتے تو ضرور مرزائیت کے فرائض سے سبک دوش ہو جاتے۔ افسوس ہے ایک مامور دنیا میں آیا جسے ہندو مسلمان عیسائی آریا بودھ وغیرہ تو کیا قبول کرتے حلال

خوروں تک کے دلوں میں اس کی جانب سے غبار اور کدورت بیٹھ گئی۔ جب مرزا جی مسیح دوراں اور امام الزمان ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حلال خوروں کی گرد بھی مرزائی جبے اور قبا اور عمامے پر نہ پڑنے دیں۔ کیا حلال خور انسان نہیں ہیں۔ کیا حلال خوروں کو اسلامی علماء نے مسلمان نہیں کیا۔ پھر اپنے بڑے بھائی امام الدین پر جو لعل بیگیوں کا لال گرو تھا کیوں کھورولاتے ہیں۔ غرض تو بھیڑ بھاڑ سے ہے کوئی ہو مرزا امام الدین کی روح بحالت یاس یوں غنغنا رہی ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۰ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷)

بے معنی الہام

۳۔ اکتوبر کو قبل از فیصلہ مقدمات مرزا قادیانی پر یہ الہام ہوا تھا

قد جاء الدين من النصرة ثم سيعود من النصرة

واہ رے آسمانی باپ! تیرے الہام کے کیا کہنے ہیں۔ کیسا صحیح اور فصیح الہام کیا ہے۔ یعنی دین فتح سے آیا اور عنقریب فتح سے لوٹے گا۔ اتنی خبر نہیں کہ فتح سے لوٹنا شکست کھانا ہے۔

يعود کا صلہ تو الی آتا ہے، اگر الی النصرة ہوتا تو یہ معنی ہوتے کہ دین فتح کی طرف سے آیا ہے اور فتح ہی کی جانب عود کرے گا۔

من کی صورت میں تو یہ معنی ہوئے کہ مرزائی دین فتح کی طرف سے آیا ہے اور فتح سے پھرے گا۔ یعنی شکست کھائے گا۔ دوسرا جملہ تو صحیح ہے مگر پہلا جملہ بالکل خلاف واقع اور غلط ہے کیونکہ آپ کو تو اول و آخر ہر طرح شکست ہی ہوئی۔ دغا کا دعوی جو آپ نے کیا تھا، خارج ہوا۔ لائیبل کا دعوی جو آپ پر ہوا، اس میں سزا ملی۔ آسمانی باپ بالکل بوکھلا گیا ہے۔ پھر کیا یہ عدالت سے دین کی جنگ تھی۔ یہ تو خود غرضی اور طلب شہرت اور نفسانیت کی جنگ تھی، جس میں سر نیچا ہوا اور قدرتی طور پر ہمیشہ مغروروں کا متکبروں کا سر نیچا ہوتا چلا آیا ہے مگر

عبرت کسے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴۔اکتوبر۱۹۰۴ء نمبر۴۰ جلد۲۲و۲۴ص ۸)

قطعہ تاریخ سزایابی مرزا قادیانی

از مولانا ابوالمنظور محمد عبدالحق صاحب سرہندی

بنا مجرم غلام قادیانی
ہوئی کذاب کی ظاہر نشانی
ستایا خلق کو ظالم نے کیا کیا
چلائی تیغ قلمی و زبانی
کبھی طاعون کی دھمکی دکھائی
کہ طاعون میرا یار جانی
ملی انصاف سے حاکم کے اس کو
سزا واجبِ ذرب لسانی
تمام الہام کی ترکی ہوئی اب
ہوئی مقطوع وحی آسمانی
سرِ الہام سے منظور لکھو
ہوا داغی مسیح قادیانی (۱۳۲۲ھ)

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔یکم نومبر۱۹۰۴ء نمبر۴۱ جلد۲۲و۲۴ص۱)

پانچواں دجال

چار دجال تو اسوقت موجود تھے ہی یعنی ایک لندنی مسیح مسٹر پگٹ دوسرا فرانسیسی مسیح ڈاکٹر ڈوئی، تیسرا ملا عبداللہ سومالی، چوتھا مرزا قادیانی۔اب مرزا صاحب کہتے ہیں اور اپنے نزدیک بڑے مضبوط دلائل سے ایک کتاب چھاپ رہے ہیں اور ٹھیک حلیہ وغیرہ بتا رہے ہیں کہ اس صدی کا دجال ملا عبداللہ چکڑالوی ہے جو صرف

قرآن کو مانتا ہے اور احادیث کو زید و عمر کی گھڑی ہوئی کہانی یقین کرتا ہے۔لیکن ملا چکڑالوی سے تو پوچھو کہ وہ مرزا قادیانی کو کیا سمجھتا ہے۔

علی ہذا، پانچوں ایک دوسرے کی نفی کر رہے ہیں۔صرف اتنا فرق ہے کہ ملا چکڑالوی نے مسیحیت یا نبوت کا ابھی تک دعویٰ نہیں کیا، ہاں حضرت ﷺ کو لغوی معنی سے رسول (قاصد یا چٹھی رساں) مانتا ہے۔ایں ہم غنیمت است۔بس اب چار دجال رہ گئے اگرچہ ان میں سے تین تو عیسیٰ مسیح کے منکر نہیں مگر مرزا قادیانی منکر ہے اور ان کی شریعتوں کا ناسخ ہے۔

تعجب ہے کہ آج تک کسی دجال نے دوسرے دجال کا انکار نہیں کیا۔خود مرزا جی کو دیکھ لو کہ بعض انبیاء کا ذکر تو حقارت سے کرتے ہیں مگر منجملہ ۳۰ دجالوں کے کسی دجال کا نام بھولے سے بھی نہ لیں گے، کیونکہ پانی مرتا ہے۔مگر بیسویں صدی کا یہ عجیب خرق نیچر ہے کہ ہر دجال دوسرے دجال کا منکر ہے۔افسوس ہے کہ دجالوں میں نہ تو باہمی اخوت ہے اور نہ قومی ہمدردی ہے۔ایک دوسرے کو کاٹے کھاتا ہے اور قابو چلے تو ہر ایک اپنے حریف کو کچا ہی بھنبھوڑ کر کھا جائے۔افسوس ہے کہ ان میں نیشنلٹی اور نیشن نہیں۔کیا اچھی بات ہو کہ سب متفق ہو کر دنیا کی چاروں کھونٹ دبالیں اور باہمی سمجھوتہ کر لیں کہ نصفی و نصف لکم ھذا قوم جا ھلین۔اور فی الحقیقت باوصف دعویٰ تہذیب و شائستگی کے دنیا حماقت و وحشت کی غلام بنی ہوئی ہے، ورنہ ایک ہی زمانہ میں اتنے دجالوں کا خروج غیر ممکن تھا۔تواریخ شاہد ہے کہ ہر قرن میں بلا شرکت غیرے ایک ہی دجال پیدا ہوا ہے، مگر خود موجودہ دجالوں کے اقوال کے موافق بیسیوں صدی میں پانچ دجال آکودے ہیں۔اور جب کہ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کو دجال بتا رہے ہیں، تو دنیا کو اون کی تردید کی کیا ضرورت رہی۔یہ بلائیں اس وقت دفع ہوں کہ سب کے سب آپ ہی اپنی آتش رشک و حسد میں جل کر فی النار ہو جائیں اور اذا تعارضا تساقطا کا جلوہ نظر آئے۔ورنہ وہ دن قریب ہے کہ آپس کی پھوٹ اور فساد سے ان کا عنصر پھوٹ نکلے گا اور پھر تمام چیلے چاپڑ سر پکڑ کر پھوٹ پھوٹ روئیں گے۔

ہم کو مہذب یورپئین گورنمنٹوں پر رہ رہ کر غصہ آتا ہے کہ ان کے عہد میں دجال حشرات الارض کی طرح خروج کر رہے ہیں۔گویا دجالوں کی نانی یورپئین گورنمنٹوں کی عطا کی ہوئی آزادی ہے۔اس قطامہ نے

دجال پیدا کئے ہیں اور ابھی تو تانتا لگا ہے دیکھتے جایئے یہ حاملہ کتنے دجال جنتی ہے۔

برٹش گورنمنٹ سوڈانی مہدی اور سومالی ملا کا سر کچلنے کو گئی تھی کیونکہ وہ بظاہر صرف مصری گورنمنٹ کا رقیب تھا اگر چہ فیل رودنیل کے روٹ میں اپنا بھی حصہ تھا، مگر کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے مسیحوں کا سر نہیں کچلتی۔ مسٹر پگٹ تو اپنے ہی بدن کا خون ہے۔ علی ہذا، ڈاکٹر ڈوئی فرانسیسی گورنمنٹ کی دیگ کا باورچی ہے۔ پس کھچڑی ہر طرح پیاروں ہی کے کلیجے میں ہے، کیونکہ ان دونوں نے کوئی پولیٹکل ایجی ٹیشن قائم نہیں کیا۔ علی ہذا، قادیانی مرزا بھی یہی کہتا ہے کہ میرا مشن صرف مذہبی ہے اور میں مذہب اسلام کی اشاعت کے لئے علماء اسلام سے کچھ کم نہیں۔ موجودہ آزاد زمانے میں مذہبی اشاعت کا کوئی مزاحم نہیں ہے۔ مسیح یا دجال بننے اور گرم بازاری اور جمگھٹے کی منادی کرنے اور اپنی طاقت کو فوق طاقت بشری بتانے کے یہی معنی ہیں کہ: کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور۔ ایک دوسرے کو فیلنگ پہنچانے کا اچھا خاصہ پمپ تھا۔ مذہبی جماؤ ہی بالآخر پولیٹکل جماؤ ہو گئے ہیں۔ ادھر چیونٹی کے پر لگے ادھر معدوم ہوئی۔ ہاں خلق اللہ کی تباہی اور خونریزی کے بعد۔

ہم گورنمنٹ کو ہوشیار کرتے ہیں کہ مذہبی رفارم کے مدعی (مسیح اور مہدی اور نبی) بالکل منافق ہیں۔ ان کی کاروائیاں ان کی نیت کا آئینہ ہیں۔ مذہبی ہادی اور پیشوا بننے میں کوئی خرابی نہیں، نہ شک کا کوئی موقع ہے۔ تمام علماء مشائخ تمام اسقف تمام قسّیس مذہبی پیشوا ہیں۔ ہاں مہدی یا مسیح بننا ہر طرح خوف ناک ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اسلام کے کسی عالم یا شیخ سے کوئی تعرض نہیں کرتا، حالانکہ بعض مشائخ اور علماء کے پیرو اور معتقد اس وقت لاکھوں میں موجود ہیں۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی مرحوم ہندوستان کے دس لاکھ اہل حدیث کے شیخ الکل تھے۔ مرزا قادیانی کو تو اتنے معتقدین خواب میں بھی تا قیامت نظر نہ آئیں گے۔ اور اس وقت میاں نذیر حسین صاحب محدث کے جانشین بڑے بڑے علماء موجود ہیں اور سب اپنے شیخ کی طرح سنت و توحید کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ان پر نہ گورنمنٹ کو شک گذرتا ہے نہ پبلک کو۔

علی ہذا، کچھ کم آٹھ کروڑ مسلمان اپنے مشائخ اور صوفیا کو مانتے ہیں اور ان کے تابع ہیں، اگرچہ ان کا سلسلہ خاندان جدا جدا ہے مگر سب کے سب عقائد کے اعتبار سے متفق ہیں، اور جملہ مشائخ کو مانتے ہیں۔ لیکن آج تک نبوت و مسیحیت و امام الزمان ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ میں ہی حق پر ہوں، مجھی پر ایمان لاؤ،

ورنہ دنیا میں واجب القتل اور عقبیٰ میں دوزخ کا ایندھن بنوگے۔

اب چوبیس کروڑ ہنود کو دیکھئے۔ یہ بھی اپنے مہا تما گوروؤں اور مہنتوں اور سنیاسیوں اور مندروں کے پروہتوں اور پوجاریوں اور تیاگ اور تپسیا کرنے والوں کو مانتے ہیں، مگر ان کے کسی گشائیں اور گرو نے یہ نہیں کہا کہ میں کلجگ اوتار ہوں، میری ہی مورتی کی پوجا کرو، اور سب مورتیوں کو مندروں سے نکال کر گنگا یا جمنا میں ڈبودو۔

لاکھوں دیانندی آریا ہنود سے مختلف ہیں، مگر یہ وہ بھی نہیں کہتے کہ سرستی دیانند جی کلجگ اوتار ہیں اور ان میں ان نیچرل un-natural صفات تھیں جیسے مرزا جی میں کہ قادیان میں بیٹھے بیٹھے آسمانی باپ سے لیپا لک نے بالک ہٹ کر کے مخالفوں کے لئے طاعون بلوالیا اور اس نے سب کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ اور مرزا جی صرف ہلاکت کی پیشین گوئیاں کرنے میں عالم الغیب ہیں، اور اون کی بددعا تو ایسی تیر بہدف ہے جیسے جاپانی اوکو کی توپوں کے گولے روسیوں کے بھیجوں پر۔ اور جنرل ینگ ہسپینڈ کے بم کے گولے تبت کے لاماؤں کے کلیجوں پر۔

گورنمنٹ کی یہ پالیسی، کہ وہ مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتی، بہت برجستہ ہے، لیکن مذہب کہاں ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں اسلامی نبی ہوں لیکن وہ درحقیقت اسلام کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ پس گورنمنٹ کو علماء اسلام کے فتووں پر جو مرزا قادیانی کے حق میں ہیں، نظر کرنا اور دعوی نبوت سے اس کو روکنا چاہیے کیونکہ اس قسم کے دعوے ہمیشہ مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اور کامل یقین ہے کہ گورنمنٹ کی ایک ہلکی سی ڈانٹ میں نبوت و مسیحیت کٹی ہوئی گڈی بن جائے گی۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ یکم نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۱ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۳)

مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا آریہ

(مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں) مرزا صاحب نے براہین احمدیہ لکھی تو اکثر حصے آریوں کے جواب اور ردّ میں تھے۔ سرمہ چشم آریہ لکھا تو اسی گروہ کے جواب میں تھا۔ تصدیق (براہین) لکھوائی تو اسی فرقہ کے ردّ میں ۔ نورالدین لکھا گیا تو اسی مذہب کے جواب میں۔ نیوگ ناول بنا تو اسی گروہ کو شرمندہ کرنے، اور ان کے حیا

سوز مسئلہ نیوگ کے نتائج قبیحہ دکھانے کو تسلیم دعوۃ وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔

مرزا صاحب نے اپنے لاہوری لیکچر میں کہتے کہتے بے ساختہ کسی جذبہ میں کہہ مارا کہ خدا چونکہ قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں۔

مطلب مرزا صاحب کا یہ ہے کہ موجودہ دنیا گو قدیم نہیں لیکن اس سے پہلی دنیا اور اس سے پہلی دنیا، علی ہذا القیاس دنیا کا سلسلہ قدیم ہے۔ جب سے خدا ہے، تب سے مخلوق ہے۔ یا یوں کہیے کہ خدا کی قدامت اور دنیا کی نوع کی قدامت برابر چلی آئی ہے۔

اب اسی مسئلہ کی بابت سوامی دیانند بانی آریا سماج کی کتھا بھی سنیے:

جیسے دن کے پہلے رات، اور رات کے پہلے دن، اور نیز دن کے پیچھے رات، اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہے، اسی طرح پیدائش کے بعد فنا، اور فنا کے بعد پیدائش کا دور چلا آتا ہے۔ اس کا شروع یا انتہا نہیں۔ البتہ جیسے دن اور رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور فنا کا آغاز اور اختتام ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ صفحہ ۲۹۵)

اگر ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں، لفظ بے شک مختلف ہوں گے مگر مضمون بالکل ایک ہے۔ بعد غور کرنے کے ہمارے مضمون کی تصدیق کا ایک کارڈ ہم کو لکھیں کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے یا مرزا صاحب خود ہی دل سے آریوں کی حمایت میں ہیں۔ آریا اس موقع پر مرزا صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھیں

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

آریا اور مرزائیوں کے اس وحدت الوجود پر تو ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن مسئلہ کی غلطی اظہار کرنے کو مختصراً اتنا کہتے ہیں کہ نیوگ کی سچائی کے بعد یہی ایک مسئلہ ہے جو آریا سماج کو اہل علم کے ماننے کے لائق نہیں رہنے دیتا۔ ایک مرزا صاحب نہیں، بیسیوں مرزا بھی مل کر اس مسئلہ میں حامی اور مددگار بن جائیں، جو کچھ امداد کریں گے اس سے زیادہ نہ ہوگی: سگ چو تر شد پلید تر باشد

سنئیے ! کچھ شک نہیں کہ دنیا اجسام کا نام ہے (مادہ اگر آریوں کے خیال میں کوئی شئے ہے تو اس کا نام دنیا نہیں وہ ایک مفرد حالت میں ہے) اور اجسام کتنے ہی ہوں مگر سب مرکب ہیں اور مرکب کوئی بھی ہو حادث ہے، کیونکہ اس کی ترکیب ہی بتلا رہی ہے کہ میرے اجزاء ایک وقت میں از ہم جدا تھے۔ نتیجہ صاف ہے کہ کوئی جسم قدیم نہیں، دنیا قدیم نہیں، دنیا کا سلسلہ قدیم نہیں۔

علاوہ اس کے جب دنیا کا ہر فرد حادث ہے تو مرزا صاحب کی یا آریہ سماج کی کون سی منطقی دلیل ہے کہ اس کے نوع کو قدیم کہا جائے۔ کیا کسی نوع کا وجود خارجی بغیر کسی فرد کے ہو سکتا ہے؟ پھر کیونکر ممکن ہے کہ سلسلہ کے تمام افراد تو حادث ہوں مگر سلسلہ اس کا قدیم ہو۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ۔ یکم نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۱ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۵)

مرزائیت کی کشتی تاویلات کے طوفان میں ڈول رہی ہے

قرآن مجید آئینہ کی طرح بالکل صاف و شفاف ہے۔ اگر کچھ بھی پیچیدگی یا اشکال ہوتا تو اس کی ہدایت کا آفتاب مشرق سے لے کر مغرب تک ہرگز تاباں نہ ہوتا، کیونکہ مشکل اور مغلق کلام سے ہدایت تامہ کا ہونا غیر ممکن ہے۔ مگر قادیانی مرزا جی کے نزدیک قرآن پاک تاویلات کا محتاج ہے، یعنی مفصل اور مکمل نہیں۔ اور تاویلات بھی وہ کہ نہ مسیلمہ کذاب کو سوجھی نہ اسود عنسی کو، نہ دجالوں کے کسی گرو گھنٹال اور نکڑ دادا کو۔

آپ مسیح بھی بنے اور نبی بھی اور امام الزمان بھی۔ لیکن نہ مسیحیوں کیلئے نہ یہود کیلئے، نہ مسلمانوں کے لئے۔ پھر کس کے لئے۔ چند خود غرض یا بوالہوس نام کے مسلمانوں کے لئے۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ مسیحیت کا کوئی کرشمہ اور نبوت کا کوی معجزہ دکھاؤ، تو فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی نبی نے بھی نہیں دکھایا کیونکہ مردوں کا زندہ کرنا نیچر کے خلاف ہے۔ اور آسمانی کتابوں میں کہیں بھی معجزات کا ذکر نہیں۔ لاء آف نیچر ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور انبیاء کرام کو معجزہ دکھانے کی ضرورت نہیں۔ مگر خود بدولت کو ضرورت ہے۔ آسمانی نشان (معجزہ) ہمیشہ دکھایا جاتا ہے۔ مقدمات میں معجزہ، طاعونی اموات میں معجزہ، غرض آپ مجسم معجزہ ہیں۔ اور دعوی سے کہتے ہیں کہ میں بے شمار آسمانی نشان دکھا چکا ہوں۔ اگر یہ نیچر کے موافق ہیں تو کوئی جدت نہیں یعنی معمولی باتیں ہیں۔ پھر آپ پر کوئی کیوں ایمان لائے۔ آخر مداری کے پاس کچھ تو مسالا ہو۔ تاویلیں بھی بے معنی اور قابل مضحکہ۔ کہا

جاتا ہے کہ مسیح کا ایک نشان یہ ہے و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته .. الآیہ یعنی عیسی مسیح پر تمام اہل کتاب ان کی وفات سے پہلے ایمان لائیں گے اور یہ ان کا باہمی اختلاف مٹ جائے گا ۔تو آپ اس صاف اور صریح آیت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ لیؤمنن ماضی کا صیغہ ہے یعنی اہل کتاب عیسی مسیح کے واقعہ صلیب پر ایمان لا چکے ہیں ۔ یہ وہ تاویل ہے جس کو سن کر خر دجال کو بھی مارے غیظ وغضب کے بخار چڑھ جائے اور ایک میزان ومنشعب پڑھنے والا بچہ بھی لیپا لک کے منہ پر تھپڑ رسید کرنے لگے کہ بڑا اخفش کیا مین مین کرتا ہے ۔پھر مقصود مسیح پر ایمان لانا ہے یا واقعہ صلیب پر۔

دوم،آیت میں قبل موته حشو ٹھہرتا ہے کیونکہ ایمان لانیکو موت وحیات سے کیا علاقہ ۔عیسائیوں کا ایمان بےشک صلیب پر ہے مگر یہود کا ایمان صلیب اور کفارہ پر کہاں ہے ۔ یہود اچھلے کودے ضرور کہ انا قتلنا المسیح مگر خوشی کی اوچھل کود پر ان کا ایمان ایسا ہی ہے جیسا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا وفات مسیح پر ،اوراس صورت میں یہودیوں اور مرزائیوں میں کیا فرق رہا۔انہوں نے بھی مسیح کو مارا،انہوں نے بھی ۔دونوں پلے برابر ہو گئے ۔

خدا تعالی تو یہود کے دعوی قتل وصلیب کی تردید فرمائے کہ و ما قتلوه و ما صلبوه اور مرزا قادیانی اور مرزائی یہود کے ہم خیال ہوکر کہیں کہ قتلنا قتلنا یعنی ہم نے مارا،ہم نے مارا۔اور حقیقت میں مرزائیوں کی فتح بھی یہودیوں کی فتح سے کم نہیں ۔اور جب لیپا لک عدالت گورداسپور کی صلیب پر چڑھ کر اور مشبہ بالمصلوب ہوکر بچ گیا ہے اور اب اپنی موت مرے گا،تو جیسے مسیح کے مصلوب اور مشبہ بالمصلوب ہونے کی پوری تصدیق ہوگئی اور مسیح سے مماثلت تامہ ظہور آئی ۔اس سے بڑھ کر فتح اور آسمانی نشان کا اور کیا ظہور ہوگا اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مرزائی اخباروں اور رسالوں میں اس فتح کی بڑی دھوم دھام ہوگی اور مرزا جی کی مسیحیت پر یہی دلیل قائم کی جائے گی انشاءاللہ۔اور اپیل میں کامیابی ہوگئی یعنی جرمانہ معاف ہوگیا پھر تو بچ نکلنے کی مسیح سے پوری مماثلت ہوگی کیونکہ مرزائیوں کے نزدیک جرمانہ موت سے کم نہیں ۔ یہ سات سو روپیہ جو عدالت کی جہنم میں کفارہ مسیح کی طرح جھونکا گیا ہے سقنقوری معجونوں اور لیپا لک کے پوپلے منہ کے زعفرانی اور جند بیدستری حلووں میں کام آئے گا،ورنہ ضعف اور اختلاج قلب عمر طبیعی تک بھی نہ پہنچنے دے گا۔

مرزا جی جو آیت بالا کی بے معنی تاویل کرتے ہیں تو اون کو یہ رونا ہے کہ عیسی مسیح پر تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور مجھے کوئی عیسائی، کوئی یہودی، دمڑی کو بھی نہیں پوچھتا۔ حلال خوروں تک نے کوڑے کرکٹ کے برابر نہ سمجھا۔ پس قرآن کریم کو لاطائل تاویلات سے مسخ کر کے اپنے حمقاء میں سرخ رو ہونا اور سوا دالوجہ فی الدارین کا سرمایہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اب بجائے آیت قرآنی کے یہ عبارت ان پر صادق آتی ہے اهل الكنا سة ايضاً لم يو من بمنز لة الولد یعنی حلال خور بھی آسمانی باپ کے لیپا لک پر ایمان نہ لائے۔ افسوس آرزؤوں پر جھاڑ و پھر گئی اور امیدیں زمین میں دفن ہو کر گل سڑ کر کھاد ہو گئیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ یکم نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۱ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

دجال کی علامت

قادیانی مرزا جی اپنی کتاب توضیح المرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں کہ

یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا گو اوس کے لئے نبوت تامہ نہیں یا ہم وہ جزوی طور پر ایک نبی ہی ہے۔،

حالانکہ حدیث شریف میں اس امر کی نفی ہے کہ امت محمدیہ میں محدث (نبی) پیدا ہوں گے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

لقد كان فيما كا ن قبلكم من ا لا مم نا س محد ثو ن من غير ان يكو ن انبياء فا ن يكن فى امتى ا حد فا نه عمر ۔ترجمہ: گزشتہ امتوں میں چند لوگ محدث ہوئے ہیں جو نبی نہ تھے اگر میری امت میں کوئی ایسا محدث ہو تو وہ عمرؓ ہے۔،

دیکھئے حدیث میں بطور شرط بیان کیا گیا ہے یعنی اگر محدث کوئی ہو تو عمرؓ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمرؓ بن الخطاب محدث نہیں ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے :

لو كا ن بعدى نبيا لكا ن عمر یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

اس سے بھی صاف ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہیں ہاں حضرت عمرؓ کی علو پائگی صاف ظاہر ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت عمرؓ تو نہ نبی ہوں نہ محدث اور قادیانی مرزا جی نبی بھی ہوں اور محدث بھی۔ پھر یہ دجالی علامت نہیں تو کیا ہے جس کو خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ ۔یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب دجال مبعوث نہ ہوں ان میں سے ہر ایک یہی دعوی کرے گا کہ میں نبی ہوں۔

پھر حدیث شریف میں: فیما کان قبلکم من الامم ہے۔مرزا جی کا دعوی جب ثابت ہوتا کہ فیما کان قبلکم من الانبیاء ہوتا۔اس سے صاف ثابت ہے کہ محدث یا نبی ہونا امتی کی حیثیت اور بساط سے بعید ہے مرزا جی کی ہٹ دھرمی دیکھئے کہ حدیث کے احتمال مخالف کو اپنی سپر بناتے ہیں۔

حدیث کا یہی مطلب ہوا نا کہ پہلی امتوں میں خود امت ہی لوگوں کے میں سے محدث ہوتے تھے مگر میری امت میں نہ ہوں گے۔مرزا جی کہتے ہیں کہ ہوں گے۔ہاں مرزا جی احداث باب افعال سے محدث ہیں ورنہ ان کی باتیں گوزشتر نہ ہوتیں۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔یکم نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۱ جلد ۲۲و۲۴ص ۷)

مرزائیت سے توبہ

مجدد کا الہام یقطع الجناح خدا کی عنایت سے ضرور پورا ہوگا اور پورا ہو رہا ہے۔چنانچہ پیسہ اخبار کا نامہ نگار قلعہ دیدار سنگھ سے لکھتا ہے کہ ہمارا ایک بھائی مسمی غلام مرتضی ولد میاں فضل احمد صاحب حکیم مرزا قادیانی کے بڑے پکے مرید تھے۔۱۳۔اکتوبر کو انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ کے جمیع دعوے جھوٹے ہیں اس لئے میں ان اعتقادات سے توبہ کرتا ہوں میرا نام فہرست مریدان سے نکال دیں۔

کیا معلوم ہے کہ مرزا جی کی شکست پر کتنے مرزائی مرزائیت سے بددل ہوکر از سر نو مسلمان بنے ناظرین شحنہ وضمیمہ عمداً کھوج نکال کر ہم کو مطلع کریں۔

بعض مرزائی غالباً ایسے بھی ہیں جو مرزا جی کے قید سے واقف ہوکر دل میں منحرف ہوگئے ہیں مگر زبا

نی اقرار اس لئے نہیں کرتے کہ حماقت ظاہر ہوگی اور لوگ کہیں گے کہ کیا سمجھ کر مصنوعی نبی کے کلمہ گو بنے تھے اور کیا سمجھ کر اب اس پر لعنت بھیجتے ہو مگر ایسے لوگوں کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ شرع میں کیا شرم بڑے بڑے لوگو ں کو مغالطے ہوئے ہیں اور وہ راہ راست سے بہک گئے ہیں مگر بالآخر جاذبہ ءتوفیق الٰہی سے ہدایت پا گئے ہیں پس ان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ شیطان کے دام سے نکل گئے و اما بنعمة ر بك فحدث ۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔یکم نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۱ جلد ۲۲و۲۴ص ۷۔۸)

سیف چشتیائی مصنفہ پیر مہر علی کی ایک غلطی کی اصلاح

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے رسالہ سیف چشتیائی میں ردّ مرزا غلام احمد قادیانی کے صفحہ ۱۹۷ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعیان نبوت کی فہرست میں داخل کر دیا۔ چونکہ اس غلطی کو دیکھ کر گمان غالب ہے کہ ایک طرف تو مخالفین شیخ بدستاویز تحریر پیر صاحب موصوف غلطی میں پڑ کر شیخ کو مدعی نبوت سمجھ کر مرتکب گناہ عظیم ہوں گے اور دوسری طرف موافقین ومعتقدین شیخ، پیر صاحب کو غلط نویس یا غیر محقق بلکہ دشمن اہل حق سمجھنے لگیں گے لہذا اس فتنہ کے انسداد کی غرض سے ۱۴۔اگست ۱۹۰۲ء کو خاکسار نے خود پیر صاحب کو لکھا۔ پیر صاحب کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ

میری لاعلمی میں میرے بعض احباب نے یہ الحاق کر دیا۔ طبع ثانی میں اس کی اصلاح ہو جائے گی اور موجودہ نسخوں میں اس مقام پر سیاہی پھیر دی جائے گی۔ پھر تخمیناً دو سال بعد میرے مطالبہ پر لکھا کہ تصحیح کر دی گئی اور طبع ثانی کی غرض سے نسخہ مصححہ حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور میں موجود ہے دیکھ لیا جاوے مگر حافظ صاحب موصوف کسی عوائق کی وجہ سے طبع میں توقف کر رہے ہیں۔،

چونکہ عرصہ دو سال سے زیادہ وعدہ ءاصلاح ہو گیا اور ابھی تک اصلاح کی کوئی امید نہیں اور معلوم نہیں کہ مصححہ نسخہ کب تک طبع ہوگا لہذا اس غلطی سے بچنے کی غرض سے پبلک پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ جس کے پاس سیف چشتیائی طبع اول ہو وہ اس مقام کو درست کر لے۔ غلطی میں نہ پڑے۔ جس کو شک ہو وہ خود پیر

صاحب سے دریافت کرلے یا ان کے خطوط جو خاکسار کے پاس اور بعض مولوی عبدالاحد (خان پوری) کے پاس جو راولپنڈی میں مقیم ہیں محفوظ ہیں ملاحظہ فرمائے۔ اگر طبع ثانی میں پیر صاحب کے احباب نے پھر غلطی کی یا تصحیح نہ فرمائی یا زیادہ دیر لگائی تو تمام خط وکتابت اس کے متعلق جو خاکسار اور پیر صاحب کے مابین ہوئی ہے واسطے آگہی پبلک کے مشتہر کی جائے گی۔

راقم۔ کمترین ابو محمد جمال الدین ڈاکٹر۔ مالک کارخانہ نیومیڈیکل ہال صدر بازار پشاور۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۸ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۲ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

مرزا اور مرزائیوں کا دجال

مرزائی جماعت ملا عبداللہ چکڑالوی کو دجال بتاتی ہے تو اون کی رہنمائی یقیناً مرزا جی نے کی ہے اور مرزا جی پر آسمانی باپ نے الہام کیا ہے پس وہ دجال کو پہچان گئے ہیں۔ ولی را ولی مے شناسد۔

لیکن تعجب ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائی اپنے رقیبوں مسٹر پگٹ، ڈاکٹر ڈوئی، سومالی مہدی کو دجال نہیں بتاتے۔ غالباً اون کو مسیح اور مہدی مانتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں دجال تو متعدد ہو نہیں سکتے، نہ اس تعدد کا نیچرل طور پر کوئی ثبوت ہے۔ ہاں مہدی اور مسیح متعدد ہو سکتے ہیں اور متعدد کیا معنی ایک قالب میں جمع ہو سکتے ہیں۔ دیکھ لو، مرزا جی مجدد بھی ہیں، محدث بھی ہیں، امام الزمان بھی ہیں، خاتم الخلفاء بھی ہیں، بروزی اور برازی (تناسخی نبی) اور رسول بھی ہیں، مامور بھی ہیں، جند بیدستر اور سقنقور بھی ہیں۔ برٹش عدالت کے مقہور بھی ہیں، آسمانی باپ کے مظفر اور منصور بھی ہیں، عسل زنبور بھی ہیں (عسل مصفی ایک مرزائی کتاب کا نام ہے) ساٹھے پاٹھے ہو کر ذیابیطس سے سوکھ کر اچور بھی ہیں۔ آسمانی باپ نے مرزا جی میں یہ ساری صفتیں نیچرل طور پر ٹھونسی ہیں اور جس طرح مرزا جی کبھی اپنے مذکورہ بالا رقیبوں کا نام تک نہیں لیتے، اسی طرح ان کے رقیب بھی برازی مرزا کو کسی کھتے کی کھاد نہیں سمجھتے۔ ورنہ اگر یہ سب ایک دوسرے کے اترے پترے کھولنے لگیں اور باہم پترے بازی کرنے لگیں تو رہیں کہاں۔

افسوس ہے کہ مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی کی مسیحیت اور ملا سومالی کی مہدویت تو مسلّم ہو جائے گی

کیونکہ ان تینوں میں کوئی بھی ایک دوسرے کا باہمی منکر نہیں، مگر مرزا جی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا کیونکہ وہ ملا عبد اللہ چکڑالوی کو دجال بتاتے ہیں۔ یہ تو دجالی سنت کے بالکل خلاف ہوا کیونکہ کسی مہدی اور مسیح (یعنی دجال) نے آج تک دوسرے مہدی اور مسیح (دجال) کو دجال نہیں کہا۔اس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا جی میں خود دجال بننے اور دوسروں کو دجال بنانے کی بھی قابلیت نہیں، ورنہ دجالوں کے راز سربستہ کی پردہ دری نہ کرتے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔

تعجب ہے کہ جو شخص بعد ختم نبوت (حسب فحوائے حدیث شریف) نبوت کا دعوی کرے وہ تو دجال نہ ہو اور جس شخص نے لب پر مہر سکوت لگا رکھی ہو، وہ دجال بن جائے۔شاید آسمانی باپ نے پیشگی الہام کیا ہے کہ ملا عبداللہ چکڑالوی بھی کسی زمانہ میں نبوت اور تبنیت کا دعوی کرے گا جو لیپا لک کی آسمانی بادشاہی کے لئے مضر ہوگا۔پس ابھی سے کاٹ دینا چاہیے ورنہ یہ گڈی بھی آسمانی غبارہ بن جائے گی۔

سچ پوچھو تو مرزا جی بھی ملا عبداللہ چکڑالوی سے کچھ کم نہیں، بلکہ بہت بڑھے چڑھے ہیں۔ چکڑالوی نے صرف احادیث کا دفتر ہی دریا برد کیا ہے، مرزا جی کی عیاری دیکھیئے کہ مطلب کی تو قرآن وحدیث دونوں سے لے لیتے ہیں اور جو حدیث یا آیت مطلب کے خلاف ہوتی ہے یا تو اس سے انکار یا ایسی تاویل کہ دہری جائے نہ اٹھائی جائے۔اور بسا اوقات قرآن کی آیتوں کو مسخ کر کے اپنے لئے وحی تراشی جاتی ہے۔ ملا عبداللہ چکڑالوی میں ایسا کمال نہیں۔ زمانہ سازی اور دنیا طلبی کے منافقانہ داؤں گھات میں مرزا جی ہی لاجواب ہیں۔

ملا عبداللہ چکڑالوی کا تو جو کچھ عقیدہ ہے اس نے چھاتی ٹھونک کر کھلے بندوں کہہ دیا اور کوئی بات نہیں چھپائی۔ نہ کسی کے برا بھلا کہنے کی مطلق پرواہ کی۔ وفات مسیح میں اس کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی نہ حضرت عیسی مسیح کو کسی نے مصلوب کرنے کے لئے صلیب پر چڑھایا، نہ قتل کیا۔ یہی عقیدہ اجماع اہل اسلام کا ہے۔اس کا یہ عقیدہ نہیں کہ عیسی مسیح مصلوب بھی کئے گئے اور قتل بھی مگر سخت جان تھے اس لئے بچ نکلے۔

یہود بھی عجیب الو کے پٹھے تھے کہ اون کو اپنے ایسے خوفناک دشمن کا قتل کرنا اور پھانسی دینا بھی نہ آیا اور مسیح بھی وہ جو ہر طرح بے کس اور بے بس اور تنہا تھا۔کوئی مجرم جب ایک دفعہ جیل خانے سے بھاگ نکلتا ہے

تو پھر پکڑا آتا ہے۔ کیا یہودیوں میں یہ استطاعت نہ تھی جو حضرت عیسیٰ مسیح کو دوبارہ پکڑ کر صلیب پر چڑھاتے۔ یہودا تو موجود تھا۔ غالباً اسی عقیدہ کے باعث دجال اور اسکے توابع نے عبداللہ چکڑالوی کو دجال قرار دیا۔

ملا عبداللہ چکڑالوی کو دجال بنانے کی وجہ ہم سے سنئے۔ چونکہ مرزا جی مسیح موعود بنے ہیں اور مسیح کے زمانہ میں دجال بھی آئے گا تو مرزا قادیانی کو لگتے ہاتھ قادیان سے کوئی پچاس کوس کے فاصلے پر دجال مل گیا۔ فی الحقیقت نہایت چرب پہلو شکار ملا، جسکو پکڑ کر اپنی مسیحیت کے ثبوت میں پبلک کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن مرزا جی تو پورے مسیح اس وقت ہوں جب اپنے دجال کو قتل کریں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اس میں بھی ہیٹے ہی رہے۔ گھر سے باہر نکل کر ایک چوہیا تک تو مار نہیں سکتے، یہ ماریں گے اس دجال کو۔ ملا چکڑالوی صرف حدیث کا منکر ہے۔ مرزا قادیانی حدیث اور قرآن دونوں کا۔ اب بتاؤ دونوں میں بڑا دجال کون ہوا۔

اچھا ہم مرزائیوں کی خاطر تھوڑی دیر کیلئے مانے لیتے ہیں کہ ملا عبداللہ چکڑالوی دجال سہی، لیکن دو یورپی اور ایک سومالی دجال کی نسبت کیا کہیے گا۔ مسیح کے زمانہ میں تو ایک دجال اکبر کا آنا لکھا ہے نہ کہ چار کا۔ اب مرزا کی مسیحیت کہاں چھپتی پھرے گی جب کہ اوس کو چار طرف سے چار دجالوں نے گھیر رکھا ہے۔ خدا نے چاہا تو یہ شکست اور وہ مات۔ آسمانی باپ کے گنڈوں پر بہت بکر کو دمچا رہا تھا آخر دجالوں کے کھونٹے جا بندھا۔

مرزا جی بار بار کہتے ہیں کہ کوئی نبی دنیا کی زبانوں سے نہیں بچا، مخالفوں نے سب پر الزام لگائے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ دنیا نے کسی سچے نبی کو بھی آج تک دجال بنایا؟ جھوٹے نبی ہی دجال بنتے رہے۔ کم و بیش ۲۰ دجال جو آج تک گزرے، تواریخ شاہد ہے کہ وہ دجال ہی رہے۔ اول اول حمقاء کی بدولت خوب زور شور خوب اکڑ فوں رہی، مگر بالآخر حرف غلط کی طرح صفحہ دنیا سے مٹ گئے۔ بتاؤ اس وقت کون سے دجال کی امت موجود ہے۔

مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی بھی یہی کہتے ہیں جو مرزا جی کہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ نہ مرزا جی ان تینوں کو مانتے ہیں نہ وہ مرزا جی کو۔ جب امت محمدیہ میں مرزا جی جیسے نبی پیدا ہو رہے ہیں اور حسب پیشین گوئی مخبر صادق ﷺ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں جیسا کہ مرزا جی کا مقولہ ہے تو امت عیسوی میں کیوں نبی پیدا نہ ہوں اور کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب دو عیسائی مسیحوں پر ایمان نہ لائیں۔ مرزا جی محمدی نبی، مسٹر پگٹ اور ڈاکٹر ڈوئی

عیسائی نبی۔ان مردودوں کذابوں کو ذرا بھی شرم نہیں آتی کہ ایک جانب تو اپنے کو امتی بناتے ہیں اور دوسری جانب نبی۔

یورپ میں ڈاکٹر ڈوئی اور مسٹر پگٹ کا کچھ بھی اثر اور غل غپاڑہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں کے فیلسوف ان کو پاگل سمجھتے ہیں ان کے دعووں کی مطلق مخالفت نہیں کرتے۔مگر مرزا جی کو ہندوستان میں کوئی پاگل نہیں سمجھتا بلکہ علاوہ علماء اور فضلاء اور مشائخ کے جو لوگ کچھ بھی پڑھے لکھے ہیں اور ذرا بھی قوت ممیّزہ رکھتے ہیں سب کے سب مرزا جی کو عیار، مکار، دوکاندار، حریص اور طامع یقین کرتے ہیں۔اور یہی وجہ مخالفت کی ہے ۔اگر مرزا جی بجائے نبی بننے کے پاگل اور دیوانے بن جاتے تو...ضعیف الاعتقاد لوگ اون کو غوث اور قطب اور ابدال سمجھنے لگتے۔

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

لیکن مرزا جی کے چیلے سب پاگلوں سے بڑھ کر ہیں، جنہوں نے قطبوں اور ابدالوں سے بھی کئی بانس بڑھا کر مرزا جی کو مسیح اور نبی بنا دیا اور مرزا جی ان خطابوں پر پھولے نہیں سماتے اور کہتے ہیں:

اے باد صبا این ہمہ آوردہ تست

مسلمان کیسے ہی ضعیف الاعتقاد یا سادہ لوح ہوں، وہ پاگلوں کو مجذوب اور خدا رسیدہ ولی بنا دیتے ہیں، مگر ممکن نہیں کہ کسی کو نبی بنا سکیں۔نبوت کا ذکر جب آئے گا سر جھکا ئیں گے۔اور جب یہ سنیں گے کہ بعد ختم نبوت کسی مکار نے نبوت کا دعوی کیا ہے تو لا حول پڑھیں گے اور لعنت بھیجیں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اون کے پاس قرآن مجید اور فرقان حمید موجود ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا گیا ہے۔ آفرین ہے مرزا قادیانی کی قساوت قلبی اور بے حیائی پر کہ قرآن پر بظاہر ایمان رکھتا ہے اور اپنے کو بظاہر مسلمان اور امت محمدیہ میں سے بتاتا ہے اور نبوت کا دعوی کرتا ہے۔اور آفرین ہے مرزائیوں پر کہ انہوں نے باوصف مسلمان ہونے کے ایک بدمعاش کندہ ناتراش کو نبی بنا دیا ہے اور اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

منبر پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کی نعت بیان کرنا بالکل دھوکے کی ٹٹی ہے۔جس شخص نے کلمۃ اللہ اور روح اللہ سیدنا مسیح کو برا کہا، اوس نے تمام انبیاء کرام کو برا کہا۔اور جو شخص انبیاء کرام کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن

ہے، شیطان ہے، دجال ہے۔اس کے قرب سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔

موجودہ زمانہ کے دجال آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ہر دجال دوسرے دجال کو کہہ رہا ہے کہ تو دجال ہے، میں نبی ہوں۔تو تو اور میں میں ہو رہی ہے۔ان کے نزاع کا آخر محاکمہ کرنے والا کون ہے۔ہم کہتے ہیں کہ زمانہ ہے۔یعنی زمانہ نے جس طرح دوسرے دجالوں کو مٹا دیا کہ ان کا نام لیوا بھی کوئی نہ رہا، چندروز میں یہی حال اون کا بھی ہوگا۔اس سے بڑھ کر کوئی معیار نہیں۔ بالفعل تو ہر دجال کے لئے ایک دجال ہے۔جس نے منطقی دور و تسلسل کا استحالہ جائز بلکہ واقع کر دکھایا ہے۔مہدی ایک ہوگا، مسیح ایک ہوگا، ہاں دجال بہت سے ہوں گے، ان کا ثبوت مل رہا ہے۔

مرزا جی کہتے ہیں ارے کم بختو تمہاری قسمت میں کیا دجال ہی لکھے ہیں، مسیح اور مہدی نہیں لکھا۔ہم کہتے ہیں کہ ہر دجال یہی کہتے کہتے فی النار ہو گیا ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ ایمان سے کہو وہ دجال تھے یا نہیں۔ کہدو کہ نبی تھے۔بس ایسے ہی نبی آپ ہیں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مرزا جی تو نبی اور مسیح اور ان کے دوسرے رقیب دجال۔ دوسرے کا دودھ کھٹا اور مرزا جی کی چھاچھ میٹھی۔آخر اس کا کوئی ثبوت بھی ہے۔مخبر صادق ﷺ نے جس دجال اکبر کے آنے کی پیشین گوئی ان کا ابھی وقت نہیں آیا، نہ ان کے آنے کے آثار ظاہر ہوئے۔بس سچے نبی کی سچی پیشین گوئی کی یہی شناخت ہے۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ۔۸ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۲ جلد ۲۲و۲۴ ص ۱-۵)

ججی میں مرزا جی کی اپیل

جناب عالی! میں نے اپنے لاہور والے لیکچر میں کوئی دس لاکھ آدمیوں کے سامنے بیان کر دیا ہے کہ میں ہندو بھی ہوں، سکھ بھی ہوں، بدھ بھی ہوں، آریا بھی ہوں، لعل بیگیوں کا لعل بجھکڑ بھی ہوں، خدا جانے کیا کیا ہوں۔الغرض جو کچھ ہوں، صلح کل کا برزخ ہوں۔

میں نے کرم الدین کو کسی بدنیتی سے کذاب اور لئیم اور صاحب بہتان عظیم نہیں کہا، بلکہ کمال شفقت

اور دل سوزی سے کہا ہے۔اور میرا یہ حق تھا کیونکہ میں آسمانی باپ کا لیپالک ہوں۔اس نے مجھے ریوڑ اور گلّے کی چوکسی کیلئے بھیجا ہے۔اگر کوئی بھیڑ کسی کے کھیت میں گھس کر درختوں پر منہ مارنے لگے تو گڈریئے کا فرض ہے کہ اسکو ڈانٹے اور سونٹا رسید کرے۔لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ گلہ بان ظالم ہے، قصائی ہے، بھیڑوں کو بلاوجہ ذبح کرر ہا ہے۔

دوئم کذاب اور لئیم کوئی گالی نہیں۔کـــذا ب مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جھوٹوں کا بادشاہ۔کیا بادشاہ ہونا، خواہ کسی قوم کا ہو، عیب ہے۔یہ تو بہت بڑی مدح ہے۔

خود مسلمانوں کی کتاب حدیث میں ہے کہ بادشاہ کی اطاعت کرو خواہ وہ کیسا ہی ہو اور کوئی ہو۔دنیا میں دو ہی قسم کے لوگ ہیں جھوٹے یا سچے، کیا وجہ ہے کہ سچوں کے لئے تو بادشاہ ہوں اور جھوٹوں کے لئے نہ ہوں۔خدا تو سچوں کا بھی ہے اور جھوٹوں کا بھی۔پس ہم کو خدا کی تقلید کرنا چاہیے تـخـلـقـوا بـا خلاق الله حتی الامـکـا ن۔اور انصاف تو یہ ہے کہ جھوٹوں پر جھوٹے بادشاہ حکومت کریں اور سچوں پر سچے بادشاہ۔یہ نہیں کہ دونوں گڈمڈ کر دیئے جائیں۔پس میں نے کرم الدین کی تعریف کی ہے اسے بادشاہ بنایا ہے نہ کہ توہین۔

سوم، کذ ب کے لغوی معنی واجب کرنا اور درنگ کرنا بھی ہیں۔پس کذاب کے معنی بہت بڑا واجب کرنے والا اور بہت بڑا درنگ کرنے والا ہوئے۔یعنی کرم الدین لوگوں پر مجھے دجال کہنا واجب کرتا ہے اور میری نبوت اور مسیحیت پر ایمان لانے میں درنگ کرتا اور روڑے اٹکاتا ہے اور یہ واقعی ہے۔پس اس میں دل آزاری اور توہین کہاں سے آگھسی۔اور توہین بھی ہے تو اپیلانٹ کی، نہ کہ رسپانڈنٹ کی۔

پھر جب کذب کے دو معنی ہیں تو شک پیدا ہو گیا کہ متکلم کی مراد کون سے معنی ہیں اور شک ہمیشہ ملزم کے حق میں مفید ہوتا ہے نہ کہ مدعی کے حق میں۔لہذا جرمانہ واپس ملنا چاہیے۔عدالت ماتحت بالکل واقف ہی نہیں کہ لغت کسے کہتے ہیں اور اصطلاح کیا چیز ہے اور فقط مشترک المعنی کس جانور کا نام ہے۔

پنجم، لالہ چندولعل صاحب کی عدالت لکھ چکی ہے کہ کرم الدین نے بہت جھوٹ بولے۔بس اب اس کے کذاب ہونے میں کیا شک رہا۔میں نے ہی کیا بھس ملا دیا۔

مسٹر آتما رام کی عدالت ہرگز مجاز نہ تھی کہ لالہ چندولعل کی عدالت کے عندیہ کو مسترد کر دیتی کیونکہ وہ

عدالت اپیل نہ تھی۔

ششم: لئیم کے لغوی معنی نالائق اور بخیل کے ہیں۔ یہ صفت ہر انسان پر صادق آتی ہے۔ ایک عالم فاضل بمقابلہ ایک طبیب کے یا شاعر کے نالائق ہے۔ یعنی وہ بیمار کا علاج کرنے اور شعر کہنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اور ہر شخص بخیل ہے، کیونکہ کوئی سائل اگر کسی لکھ پتی سے ایک لاکھ روپیہ، جو اس کا کل سرمایہ ہے، مانگے تو وہ ہرگز نہ دیگا۔ پس یہ واقعی صفت ہے اس میں کون سا ازالہ حیثیت ہو گیا جب کہ ہر انسان کی یہی حیثیت ہے۔

ہفتم، بھتـــان مشتق ہے بھـت بالفتح و بالضم سے، جس کے معنی کسی کو اچانک آ لینے اور حیران کرنے اور حیران ہونے کے بھی ہیں۔ اس کو ازالہ حیثیت سے کیا تعلق۔ اول تو شک کا وہی پوّ ایہاں بھی لگا ہے۔ دوم، کرم الدین نے مجھے آ چانک آ لیا حیران کیا اور خود بھی حیران ہوا۔ وہ اور میں اور میرے حواری عدالت میں سرگاڑی اور پاؤں پہیے بنے متواتر دو سال پھرے پھرکی بن گئے، چوکڑی بھول گئے، ہوش بگڑ گئے، حواس لٹو اور عقل چپر غٹو ہوگئی۔ الٰہی پناہ! یہ تو واقعی بات ہے۔ اگر توہین اور دل آزاری ہوئی تو فریقین کی۔ کرم الدین ہی میں کون سا سرخاب کا پر لگ گیا۔

پس مذکورہ بالا وجوہ پر کامل لحاظ فرما کر مبلغ سات سو روپیہ واپس اور عدالت ماتحت کو ڈانٹ ملنی چاہیے کہ آئندہ میرے معاملہ میں ناانصافی نہ کرے کیونکہ ابھی تو پہل ہوئی ہے خدا جانے مجھے عدالت میں کتنی بار آنا پڑے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں کرم الدین میرے جان کے لاگو موجود ہیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۸ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۲ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

ضعیف حدیثوں سے استدلال

صحیح احادیث جو مرزا جی کے دعووں کے خلاف ہوتی ہیں، بے تامل مسترد کر دی جاتی ہیں اور ضعیف حدیثیں جو مطلب کی ہوتی ہیں نگار آستین بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً علـمـاء امتـی کـا نبیاء بنی اسرا ئیل بالکل موضوع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو ترجیح وخیار انبیاء سے ممانعت فرمائی ہے بخاری شریف میں ہے لا تـخیـروا فی انبیاء الله ۔ پھر آپ کیونکر اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے اولوالعزم انبیاء کا ہم سر قرار

دیتے، کیا معنی کہ جب آپ کے امتی علماء بنی اسرائیل کی مانند ہوئے تو آپ کا درجہ تمام انبیاء سے کیسا کچھ بڑھ گیا اور تعلیم قرآنی کے خلاف ہوا کہ لا نفرق بين احد من رسله

آپ اپنے مختلف رسالوں میں لکھتے ہیں کہ علماء امت کے بعض افراد کو علی سبیل التفاوت انبیاء بنی اسرائیل سے نسبت ہو جاتی ہے جیسے حضرت بایزید بسطامی عیسوی المشرب تھے، انہوں نے یہ معنی اس وقت سمجھے جب ایک چیونٹی کو مار کر اس میں پھونک ماردی اور زندہ کر دیا۔

کیوں جناب احیاء اموات پر تو خدا تعالیٰ بھی (بقول مرزا قادیانی) قادر نہیں اور سنت اللہ کے خلاف ہے ۔حضرت مسیح نے بھی کسی کو زندہ نہیں کیا۔ بلکہ قرآن میں زندہ کرنے سے مراد احیاء قلوب یعنی ہدایت ہے اور بایزید بسطامی نے خلاف سنت اللہ موتی کو زندہ کر دیا۔ بایزید بسطامی عیسے مسیح ہی سے بڑھ کر نہیں بلکہ خدا سے بھی (معاذ اللہ) بڑھ گئے جس کا قانون قدرت مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔ پھر بایزید بسطامیؒ نے تو صرف نسبت مسیحی کے فیض سے مردے کو زندہ کیا، آپ اپنے استدلال میں تو یہ واقعہ پیش کرتے ہیں مگر عیسی مسیح اور ان کے معجزات کے منکر ہیں۔اب ظاہر ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کو نہیں مانتا بلکہ بعض پر سبّ وشتم کرتا ہے وہ اولیاء کو کیوں ماننے لگا۔ یہ ہذیان اور مالیخولیا نہیں بلکہ یہ بدنفسی اور شرارت ہے۔اور آپ کو صوفیہ کے اقوال سے کیا واسطہ، آپ کو تو آسمانی کے الہام سے واسطہ رکھنا چاہیے۔آپ نبی ہو کر ولی کیوں بنتے ہیں اور اپنے کو بلندی سے خاک ندامت پر کیوں گراتے ہیں۔اڈیٹر۔(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۸نومبر۱۹۰۴ءنمبر۴۲ جلد۲۲و۲۴ص۶۔۷)

الخلافة بالمدينة و الملك بالشام

مندرجہ عنوان حدیث بیہقی میں ہے جو تفسیر ہے لیستخلفنهم.. الآیہ کی یعنی خلافت کا مستقر مدینہ ہے اور ملک وسلطنت کا مستقر شام ہے۔اب مرزا جی جو اپنے کو خلیفہ نہیں بلکہ خاتم الخلفاء قرار دیتے ہیں تو وہ مدنی ہیں یا شامی، وہ تو موضع قادیان کے جھونپڑے میں بیٹھے خلافت کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ وہ مدینہ اور شام کی جانب منہ کر کے بھی سوئے۔اور مشکوۃ شریف میں ہے :

عن عبد الله بن حواله اذا ر أيت الخلا فة قد نز لت ا لا ر ض المقدسة فقد اتت الزلا زل و البلا بل و ا لا مور ا لعظا م ۔یعنی اے اب حوالہ جب تو دیکھے کہ خلافت بیت المقدس کی زمین پر اتر آئی ہے تو اسکے ساتھ زلزلے اور غم اور امور اعظم وابستہ ہونگے

اس حدیث نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔یعنی خلافت صرف مدینہ تک محدود ہوگی اسکے بعد مصائب و آفات ہیں۔اب قادیان میں خلافت کا قائم ہونا زیادہ تر نزول مصائب کا باعث ہو رہا ہے اور جب تک خود بدولت زندہ ہیں اسلام کے لئے مصائب ہی کا سامنا رہے گا۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند۔۸نومبر۱۹۰۴ءنمبر۴۲جلد۲۲و۲۴ص۷۔۸)

مرزاجی کا فریب

مرزا صاحب اپنی پیشین گوئیوں کے غلط اور جھوٹ ہونے پر بڑی بڑی تاویلوں کے ساتھ اڑ جائیں گے اور حوالہ دیں گے کہ انبیاء کرام کی پیشین گوئیاں بھی تو غلط ہوگئی ہیں،لیکن انبیاء کی سچی پیشین گوئیوں کا کبھی ذکر تک نہ کریں گے۔وجہ یہ ہے کہ سچے سچوں کی باتوں کا ذکر کرتے ہیں اور جھوٹے جھوٹوں کی باتوں کا۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

مگر مذکورہ بالا تاویلیں بھی محض ظاہری ہیں۔ورنہ بھلا عبداللہ آتھم کی نسبت اور آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) سے عقد ہو جانے کی جو پیشین گوئی تھی اس کو اب تک صحیح قرار دیتے ہیں،بھلا اس اندھے پن کا کیا جواب ہے۔گویا ایک جانب اقرار اور دوسری جانب انکار۔اس کے یہ معنی ہوئے کہ نبی سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی اور میں سچا نبی بھی ہوں اور جھوٹا بھی۔کوئی پوچھے انبیاء کرام تو محض صدق سے پہچانے گئے ہیں،چودھویں صدی کا نبی اپنی فطرت میں لاجواب ہے کہ کذب سے بھی پہچانا جاتا ہے۔پھر خوبی یہ ہے کہ انبیاء کرام کا تو صدق (معجزات وغیرہ) بھی فطرت کے خلاف،اور قادیانی مرزاجی کا کذب بھی داخل فطرت،بلکہ عین فطرت لعنة الله على الكا ذبين ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۸نومبر۱۹۰۴ء نمبر۴۲ جلد۲۲و۲۴ص۸)

لات کا بھوت بات سے نہیں مانتا

جس طرح بعض دوسرے نوزاد مرزائی پرچے ضمیمہ شحنہ ہند کا مد مقابل بنتے ہوئے جہنم رسید ہو گئے یہی حال بہت جلد انشاءاللہ دوورقی کا ہونے والا ہے کہ گھسّوں اور رگڑوں میں آ کر پھٹ پھٹا کر..مزار پر چڑھ جائے گی۔ بھلا دوورقی وہ بھی ماہوار اور ضمیمہ شحنہ ہفتہ وار، چار بار وہ زناٹے دار اٹھارویں بچکانے کی بوچھاڑ ہو گی کہ لعل بیگیوں کیلا ل گرو کو پگڑ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، اور چند یا اچھی خاصی گلٹ بن جائے گی۔ یہ سمجھ لینا آسان ہے کہ مجدد کو سر بازار ماں بہن کی فحش اور مغلظات دینے سے مرزائی قدر کریں گے، راتب جھکائیں گے، مگر مآل کار سمجھنا مشکل ہے۔ یہ خیالی پلاؤ لو ہے کے چنے ہو جائے گا، اور خود لیپا لک کا زعفرانی پلاؤ اور جند بیدستری معجونیں چھٹی کے دودھ کے ساتھ راہ اسفل سے نکل پڑیں گی۔ بھلا دوورقی کی بساط اور وسعت ہی کیا ہے۔ چلی ہاتھی سے بیعانہ لینے۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم نے عالمانہ فاضلانہ حکیمانہ مجددانہ اور نیز مذاق کے پیرایہ میں دجال اور دجالیوں کی ہر طرح بدھیا بٹھادی ہے ہر رنگ میں استدلال سے کام لیا ہے اور سارے دعووں کی جڑ کھود کر پھینک دی ہے غیر ممکن ہے کہ کوئی بات لغو یا حشو..قلم سے نکل سکے۔

ہم نے معقول انعامات بھی مشتہر کئے کہ جواب دیں اور انعام لیں، مگر کسی کا بوتا نہ تھا۔ اب بعض لنگوٹیا فاقہ کشوں کا یہ ارادہ کہ وہ دجال کا کفارہ بن سکیں گے خودکشی کے اقدام سے کم نہیں۔

سن بے او دو ورقی والے! ہم تو جب جانیں کہ تو پشتیبان بن کر خر دجال کو مجدد کے میدان مناظرہ میں دو قدم بھی چلا سکے۔ اس کی کمر پہلے ہی لگی ہوئی ہے۔ پشت میں گھاؤ پڑ گئے ہیں، دم جھڑ گئی ہے، سم گر گئے ہیں۔ تو کب تک ٹخ ٹخ کرتا سہارا لگاتا سر نٹے پھٹکاتا، اسکے پیچھے لگے گا۔ تو کچھ ہی جتن کرے، مگر کسی طرح خر دجال کی آنکھ کی پتلی نہ بنے گا۔ بلکہ از ہر سو راندہ و درماندہ ہوگا۔ انشاءاللہ

ایک خدا نے پھوڑی دوسری مجدد نے۔ اب تو وہ اندھوں کا کانا سردار بھی نہیں رہا، بلکہ چوپٹ اور بٹم ہو کر کان من الکافرین ،بن گیا۔ اندھا بے ایمان آگے آگے ہے اور تمام کوران مادر زاد بلکہ فطری گونگے

اور بہرے پیچھے پیچھے ہیں۔ اندھوں کی محفل گرم ہے اور اندھا ہی ان کا اسپیکر، لیکچرار اور لیڈر رہے۔ کانا دجال اب دجال نہیں رہا بلکہ بروز (آواگون) پاکر سورداس بن گیا ہے۔ سچ ہے من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی

سن او دو ورقی والے! تیرا دجال تو دجال کا پورا نقال بھی نہیں جو نبوت کیسی، خدائی کا دعوی کرے گا اور خود مخبر صادق ﷺ نے فرما دیا ہے کہ وہ کانا ہوگا حالانکہ خدا کانا نہیں۔ نبوت کا دعوی تو دجال کی شان کے خلاف ہے۔ اگر تمہارا پیر مغاں خدائی کا دعوی کرے تو ہم سمجھیں کہ وہ دجال اکبر ہے۔ افسوس کہ اسے تو دجال بننا بھی نہ آیا۔

خوب یاد رکھ کہ نبوت کا دعوی کرنے والے ہی دجال ہوئے ہیں اور ہوں گے۔ دیکھ دنیا کسے دجال کہہ رہی ہے۔ مگر کون دیکھے اور کون کہے اور کون سنے صم بکم عمی فهم لا یرجعون ۔ تیرا صغیرہ اصرار سے ضرور کبیرہ ہو جائے گا، مگر سر دست صغیرہ کی مکافات بھگت، کبیرہ کی نوبت آئی تو قیامت برپا ہو جائے گی

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۳ جلد ۲۲و۲۴ ص ۱۔۲)

دو ورقی والے کا دجال اور دجالن

دیکھے جو مجدد کے قلم کے بھالے
دجال کو جان کے پڑے ہیں لالے
گر جائے گا مینار ارا ارا کر کے
تھامیں گے اسے خاک دو ورقی والے

جس دن سے مقدمہ کی بازی ہاری
اسفل کی بڑھی ہے اور بھی بیماری
کالا ہوا منہ لال گرو کے منہ پر

جھاڑو بھی نہ لال بیگیوں نے ماری

مرزا کہ رگ وپے میں بھری مکاری
طراری و جعل سازی و عیاری
جورو کو ملے جواہرات اور زیور
جیتی وہی احمقوں نے بازی ہاری

مرزا ہوا دنیائے دنی کے صدقے
جورو بھی ہوئی اپنے دھنی کے صدقے
لادا ہے مجھے زیور سے گدھی کے مانند
کیوں کر نہ ہوں میں اپنے نبی کے صدقے

جورو نے کہا لا مجھے سیم و زر دے
آ میری صدف کو موتیوں سے بھر دے
جم جم سے فدا ہوں اپنے لیپا لک پر
کھا کھا کر سقنقور جو تڑکا کر دے

چلتے پرزے بلا کے ہیں مرزائی
ابلیس سے مسند خلافت پائی
سب لوٹتے ہیں گٹ کے مسلمانوں کو
یہ چور ہیں گھٹ کٹے ہیں ان کے بھائی

گھا گھس ہے کہ ٹینی کا ہے قورّم سالا
ٹکڑوں کوں کر رہا ہے مرغی والا
یہ کھول کے سب کے سامنے رکھتا ہے
کس درجہ ہے دیوث دو ورقی والا

ایک ایک جتن کو روبہ بازی کہیے
ہر بات کو اس کی جعل سازی کہیے
معمور عفونت سے ہے از سر تا پا
مرزا کو بروزی کہ برازی کہیے

الٹی ہے پڑی مقدمہ کی جو نکلی فال
گھامڑ یہ نجومی ہے انا ڑی رمال
مرزا کا سگا بنا دو ورقی والا
وہ ہے سگ زر یہ برادر ہے شغال

ہے خوف جہاد سے لعین کو زلزال
یہ شیر بنا ، مگر ہے روباہ خصال
پہنچے نہ حمار منزل مقصد پر
لنگڑا ہے و زیر اور کانا دجال

لالوں کی بنی ہے زیوروں سے لالن
بالی پتوں سے بن گئی ہے مالن
ہر سال یہ دجال کو پھل دیتی ہے
سوگھڑ ہے نکھٹو سے بہت دجالن

گر خامۂ فکر کو ذرا چکر دوں
ہر دوں کو زمین میں دفن کر دے گردوں
اعجاز دکھاؤں دشمن عیسی کو
کانا جو ہے دجال اسے اندھا کر دوں

بھوکے مرزائیوں کو سیم و زر دوں
خالی جو صدف ہو اس میں گوہر بھر دوں
پتلی نہیں جس آنکھ میں تیری دجال
اس آنکھ میں نیل کی سلائی کر دوں

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶نومبر۱۹۰۴ء نمبر۴۳ جلد۲۲و۲۴ص۲۔۳)

دوورقی والا کرشمہ تجدید دیکھئے

سن بے اوکانے ٹٹو کے بدھو نفر، تو جو منہ پر خالی تو بڑا چڑھا کر راتب کے لالچ میں دجال کے اصطبل میں کفر کے کھونٹے جا بندھا ہے، تو سچ بتا تو نے کیا ہریائی دیکھی ہے۔ بچہ دانہ بھرے تو بڑے کی جگہ مرچوں کا توبڑا اتھتھنی پر نہ چڑھا تو جبھی کہنا۔ دولتیاں اور پشتنگین تو کیا پھینکے گا، فقر اور فاقہ کے دنوں کی سوکھی لید تک پلید کی آنتوں سے نکل پڑے گی۔۔۔

مرزائیوں کے راتب کے لالچ پر بعض دوسرے مرزائی بھی بے گھانس والے تھان پر بندھ کرٹاپ چکے ہے مگرکس مپرسی کے ... جھونکوں نے ان میں بھنباتے ہی ڈالے۔ دوورقیاں خردجال کے سینگوں کی طرح غائب غلہ ہوگئیں۔ تمام مرزائی سر جوڑ کر مجدد کے برابر ایک فقرہ اور ایک مصرعہ تو موزوں کریں۔ منہ نہ بگڑ جائیں تو سہی۔ پھوٹی آنکھوں سے رباعیات مجدد کی ذرا فصاحت و بلاغت دیکھ۔ مگر مرتدوں سے تجدید پر ایمان لانے کی امید کہاں۔ یوں کا تا اور لے دوڑی، تو تیری خالہ ایک جولاہی بھی کر سکتی ہے۔ تو فصیح و بلیغ بلکہ معجز رباعیاں پڑھ چکا، اب.. اپنے علامہ قطامہ جورو کے سامنے ذیل کی نظم پڑھ۔ پھر دیکھ بھینا اپنے بھائی جان کی کیسی پیٹھ ٹھوکتی ہے

کہتے ہیں مرزائی جسے مرزا نطفہ ہے وہ رمالوں کا
بیسواں خیمہ اس نے گاڑا آ کر یاں دجالوں کا
فرض جو تھا اسلام میں پردہ اس کو اٹھایا مرتد نے
دار الامّاں میں ہو جم گھٹ تا کہ پری تمثالوں کا
بھیک کی بھیک اور مائیوں کا نظارہ ہو حاصل گھر بیٹھے
ساتھ کے ساتھ ستارہ چکے چمکے دیّوثوں دلالوں کا
کوئی تنبولن کوئی تیلن چومیں انگوٹھا آ آ کر
ہو کے نہال کہے پھر لالن لال ہے مرزا لابوں کا
میرا مرزا میرا عیسی میرا لے پالک جیوے
جس نے ایٹرن سب کو بنا کر چرخہ بنایا مالوں کا
مال و منال سے یاں مطلب ہے نال گڑا ہے حسینوں کا
نالے نال چلیں سب پیچھے تانتا لگا ہے چھنالوں کا
کھا کے سقنقوری معجونیں ہو گئے ساٹھے پاٹھے تم
پھولنا دیکھے آ کر کوئی سوکھے پچکے گالوں کا

مکر کا تانا بانا تننا یعنی مثیل عیسی بننا
پھر عیسی کو گالی دینا، ہے یہ کام رذالوں کا
تم کو بنایا احمدی اس نے ضد ہوئی نام محمد سے
پڑ گیا اے مرزائیو تم پر پھندا شرک کے جالوں کا
دیکھے آ کے دو ورقی والا بنتا ہے جو دجال کا سالا
بول مجدد کا ہے بالا ، بند ہے دم جہّالوں کا

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶نومبر۱۹۰۴ء نمبر۴۳ جلد۲۲و۲۴ص۳۔۴)

مراسلہ

بعالی خدمت جناب مولانا شوکت صاحب زادلطفہ سلام علیکم طبتم۔

آپ کے بےنظیر اور قابل قدر ضمیمہ کا موضوع مرزا صاحب قادیانی کی بےاعتدالیوں کا تدارک اور اس کے ہتھ کنڈوں سے کافۃ المسلمین کو بچانا ہے جس پر بڑے بڑے نادر مضامین نکل چکے ہیں اور نکل رہے تھے کہ اچانک گذشتہ دو نمبروں میں مولوی عبداللہ چکڑالوی کا بھی بہت برے الفاظ میں ذکر ہوا اور دجالیت کے باب میں مرزا صاحب سے ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ آپ کا اختیار ہے۔ مگر انصاف کو کسی حال میں ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ مولوی عبداللہ صاحب کو آپ جو چاہیں کہیں تاہم اتنا تو کم از کم نہ کریں کہ مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیان جو ما بہ الامتیاز ہے اس میں سے چند موٹی اور بدیہی باتیں سن لیجئے۔

عبداللہ چکڑالوی: بس اوپر خدا ہے اور نیچے قرآن مجید

مرزا قادیانی :موجودہ قرآن کی تحریف کر کے ایک نیا قرآن گھڑا جاتا ہے۔

چکڑالوی :کوئی نیا روپ دہارا ہے نہ کوئی نیا دعوی کیا ہے۔

قادیانی: بہت سے روپ دہارے ہیں چنانچہ حال ہی میں اپنی ذات کو کرشن جی کا اوتار بتایا ہے (دیکھو لیکچر سیالکوٹ

جو مرزا جی نے وہاں دیا ہے) کوئی بتاوے کہ کرشن جی مہاراج کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

چکڑالوی: قرآن مجید پر خود چلتا ہے اور لوگوں کو چلانا چاہتا ہے۔

قادیانی: اپنی نبوت اور رسالت کی مریدوں سے بیعت لیتا ہے۔

چکڑالوی: جو کچھ لکھتا ہے نہایت تہذیب کے ساتھ۔

قادیانی: ہر ایک فرقہ کو سبّ وشتم کرتا ہے۔

چکڑالوی: جب ایک بی بی فوت ہوگئی تو پھر کسی قسم کی ہوس دامن گیر نہیں ہوئی اور نہایت عفت اور پاک دامنی کے ساتھ اپنے عمر کے ایام کاٹ رہے ہیں۔

قادیانی: محصنہ نواری مستورات کو عقد میں لانے کیلئے الہامات ہوتے رہے جو آخر الامر غتربود ہوگئے۔

چکڑالوی: کسی سے ایک ٹکا یا پیسہ کے روادار نہیں ہیں اپنی اراضی کی آمدنی سے نہایت کفایت شعاری اور کسر نفسی سے گذرا چلاتے ہیں اور جو کوئی روپئہ پیسہ پیش کرے، اس پر لات مارتے ہیں۔

قادیانی: اول درجہ کے مالدار مریدوں کی آمدنی سے بن گئے ہیں۔ اور روزمرہ سینکڑوں کے منی آرڈر وصول کرتا ہے۔ جند بید ستر اور ماہی سقنقور کا حلوہ وغیرہ، یاقوتیاں اور روغن بادام وغیرہ سب کچھ۔

چکڑالوی: غیر محرم عورت کو بے برقع کے قرآن شریف کی رو سے حرام جانتے ہیں۔

قادیانی: اپنی مریدنیوں کو صاف حکم ہے کہ برقع اتار دیں۔

چکڑالوی: قرآن مجید سے باہر جانا ناپسند کرتے ہیں۔ اور قرآن مجے کو ہی حدیث یقین کرتے ہیں فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون

قادیانی: قرآن اور حدیث میں سے جو اپنے مطلب کی بات ہے وہ میٹھی، باقی کڑوی تھوتھو۔

چکڑالوی: عبداللطیف کابلی کی موت کو قرآن کی رو سے حرام موت ثابت کرتے ہیں۔

قادیانی: شہیدوں کا مرتبہ دیتے ہیں مگر بلا دلیل۔

سبحان اللہ ایک ایسے شخص پر جو قرآن مجید کا ایسا فدائی ہے جسکے ہر رگ وریشہ سے قرآن ہی قرآن کی صدا نکلتی ہے اوس کو ایک ایسے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی جاوے جو أرأیت من اتخذ الھہ ھواہ

کا مصداق ہو۔ آپ یقین جانیں کہ اس احقر العباد کو کو ان دونوں بزرگوں میں سے کسی سے بھی کچھ واسطہ اور تعلق نہیں ہے مگر انصاف بھی تو کوئی چیز ہے۔ نہ یہ کہ آٹے کے ساتھ گھن بھی پیسا جائے۔ اگر چہ آپ سے بزرگان دین کے سامنے کسی ایسی بات کا پیش کرنا گستاخی میں داخل ہے مگر مجبوراً چند شعر حضرت مولوی معنوی قدس سرہ کے پیش کئے جاتے ہیں

اہل قرآنند اہل اللہ و بس
اندر ایشاں کے رسد بو الہوس
ہر کہ اندر دام نفس است و ہوا
اہل شیطانست نے اہل خدا
معنی قرآن ز قرآن پرس و بس
و ز کسے کاتش ز دست اندر ہوس
پیش قرآن گشت قربانی و پست
تا کہ عین روح او قرآن شد است
روغنے کوشد فدائے گل بگل
خواہ روغن بوئے کن خواہے تو گل

دیگر:

ایں نہ مردانند ایں ہا صورت اند
مردہ ناں اند و کشتہ شہوت اند
جو کہ آتش ہست جو خود آں بود
آدمی آنست کو را جاں بود

راقم۔ بے نشان

اڈیٹر۔ مولوی عبداللہ صاحب کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے مرزائیوں اور مرزا کے اقوال اور عندیہ اور

زعم کے مطابق ہے جس کا تعلق دجالیت سے ہے بے شک ضمیمہ کو مرزا اور مرزائیوں کے تعاقب کے سوا دیگر مذا ہب سے کچھ سروکار نہیں نہ ایسے مضامین کی حاجت۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۳ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴۔۶)

ہر دجال دوسرے کو دجال بتاتا ہے

مرزا جی ہمیشہ دجالوں کے منکر رہے اور یہی کہتے رہے کہ دنیا میں دجال کوئی آیا ہی نہیں، نہ آئندہ آوے، ہاں نبی لاکھوں آچکے ہیں اور قیامت تک کروڑوں آئیں گے۔ مگر مرزا جی کے عقیدے اور زعم کو بعض ناخلف مرزائی جھٹلا رہے ہیں کہ حضرت اقدس تو دجال نہیں بلکہ ان کا فلاں فلاں مخالف دجال ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ بھلا مرزا قادیانی کے مخالفوں میں سے نبوت کا دعوی کسی نے کیا ہے۔ پس جو شخص ایسا دعوی کرے وہ حدیث شریف کے موافق بے شک دجال ہے، کسی مسلمان کو اس سے انکار نہیں۔

مرزا جی کے دجال ہونے کا ثبوت خود ان کے مورثوں (دجالوں) کے خوارق ہیں۔ یعنی وہ بھی یہی کہتے رہے کہ ہم انبیاء ہیں۔ کسی نے بھی نہیں کہا کہ ہم دجال ہیں۔ مرزا جی جواب دیں کہ آپ اپنے دجال نہ ہونے کا کیا ثبوت رکھتے ہیں۔ آسمانی باپ ہی کا کوئی وثیقہ پیش کریں کہ لیپا لک دجال نہیں۔

ناخلف مرزائیوں پر افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشد کا خلاف کر کے جہنم میں جانا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی تو یوں کہے کہ انگریزی ریلیں دجال ہیں، اور مرزائی کہیں کہ ہمارا مرشد جھوٹا ہے بلکہ فلاں فلاں شخص دجال ہیں۔ جب گھر ہی میں پھوٹ ہے اور وہ بھی دجالوں کے معاملہ میں، تو بروزیت و میسیحیت یا دجالیت کا تصفیہ معلوم،۔

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اس فیصلہ سے بڑھ کر کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ جو شخص نبوت کا دعوی کرے وہی دجال ہے۔ اب مرزائی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اس آئینہ میں دیکھیں جو مجدد (احمد حسن شوکت) آٹھویں روز ان کو دکھاتا ہے خود معلوم ہو جائے گا کہ دجال کون ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۶۔۷)

انبیاء سے ضد اور اولیاء سے ساز

اولیاء اللہ کی کرامات کا تو اقرار کہ فلاں ولی کی روح فلاں ولی میں حلول اور بروز کر گئی تھی، میں اس لئے بروزی یعنی تناسخی نبی ہوں، اور انبیاء کے تمام معجزات غلط، کیونکہ وہ لاز آف نیچر Laws of nature کے خلاف ہیں۔ اس صورت میں اولیاء کا مرتبہ انبیاء کرام سے بڑھا ہوا ہے، پس میں سب انبیاء پر فوقیت رکھتا ہوں۔ گویا اولیاء اللہ تو خرق نیچر کر سکتے ہیں مگر انبیاء کرام نہیں کر سکتے۔ بھلا قرآن و حدیث میں بروز اور تناسخ کہاں لکھا ہے۔ اور اب تو آپ کرشن جی کے اوتار بھی بن گئے ہیں جیسا کہ سیالکوٹ والے لیکچر میں بیان کیا۔ کوئی پوچھے کہ وہ (کرشن) ولی تھے یا نبی؟ اگر نبی تھے تو کسی نبی نے آج تک دوسرے نبی میں حلول نہیں کیا۔ نہ یہ توریت و انجیل سے ثابت ہے، نہ قرآن سے۔ اور اگر ولی تھے تو آپ نے اپنی نبوت کو آسمانی باپ کے ایوان سے تحت الثریٰ میں کیوں گرایا۔ یہ شرارت آمیز مالیخولیا آپ کے دماغ میں کس نے ٹھونسا۔

بایں ہمہ نبی ہو یا ولی، آپ اپنے مقابلے میں کسی کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتے۔ اول اول جب سب پر سبّ وشتم کیا تو چار طرف سے چندیا پر پرانے لیڑوں اور کھونسڑوں کا مینہ برسا۔ اب ہوش آیا تو سب کے بروزی بن گئے۔ مسیح بھی ہیں، نبی بھی ہیں، کرشن بھی ہیں۔ گرونانک بھی ہیں۔ کبیر پنتھی بھی ہیں۔ لعل بیگیوں کا لال گرو بھی ہیں، اور حسینؓ سے تو آپ بدر جہا افضل ہیں کیونکہ وہ آنحضرت کے نواسے اور آپ کسی چینی مغل کے نطفے۔ اور قوم مغل بہ اعتبار حسب و نسب کے سیدوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ہات تیرے یزیدی سادھو کے بچے کے منہ میں وہ اور پیٹ میں جہنم کے انگارے۔

ہر نبی نے دوسرے نبی کی تصدیق کی ہے مگر مرزا قادیانی ایسا غضب ناک نبی ہے کہ دوسرے نبی کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ بعض میں علانیہ برائیاں نکالتا ہے اور باقی انبیاء کو اپنے دل میں ہیچ سمجھتا ہے۔ وجہ یہ کہ نہ صرف حضرت عیسیٰؑ بلکہ تمام انبیاء کرام مر گئے ان کی کتابیں منسوخ اور مسترد ہو گئیں۔ زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، اب پرانے قانون کی ضرورت نہیں۔ میں زندہ نبی ہوں میرے گھڑے ہوئے وحی اور الہام زندہ ہیں، وغیرہ۔

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ نے جو بروزیت سادھ کر نئی امت پیدا کی ہے تو کیا کوئی وثیقہ لکھ دیا ہے کہ

میرے مرنے کے بعد نہ صرف نبوت بلکہ تمام الہامات منسوخ اور کالعدم ہو جائیں گے حالانکہ جو لوگ زندہ پیر کے مجاور بنے بیٹھے ہیں ان کے خوارق سے صاف عیاں ہے کہ بروزی کے مرنے پر ایک نقارہ خاص منارے پر دھرا جائے گا اور ہر جمعرات کو نوبت بجے گی اور سالانہ عرس بھی دھوم دھام سے ہوا کرے گا حالانکہ دنیا میں کسی نبی کا عرس نہیں ہوتا ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۳ جلد ۲۲و۲۴ ص ۷)

ناخلف منافق مرزائی

بعض مرزائی اپنے بھائی مرزائیوں کی جڑ کاٹ رہے ہیں تاکہ ان کی خودغرضی خوب پھلے پھولے۔ ایک بگلا بھگت مرزائی جب دیکھتا ہے کہ قادیان میں دوسرے مرزائی بروزی کی دکان پر بیٹھے مزے اڑا رہے ہیں تو اس کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی منادی کا ڈھول گلے میں ڈال کر جا بجا پیٹتا پھرتا ہوں اور ساتھ ہی مارے فاقوں کے اپنا پیٹ پیٹتا اور رقیبوں کی جان کو روتا اور حضرت اقدس کی قدردانی اور مرتبہ سنجی کا ماتم کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس روسیاہ بدقسمت کو دین کھو کر بھی دنیا نہ ملی۔ ہمارے خیال میں اگر عیسائی ہو جاتا تو بہت مزے میں رہتا۔اصطباغ پا کر عیسائیوں کا اولش بیف اور نان پلاؤ اور برانڈی تو کبھی کبھی مل جایا کرتی۔ میں ایسا اور میں ویسا۔مجھ میں وہ ملکہ اور تبحر اور علوم وفنون میں وہ لیاقت اور مہارت وطلاقت ہے کہ قادیان کے مرزائیوں کو پانچ پانچ برس پڑھاؤں۔علی ہذا، یہ مردود اڈیٹر الحکم کی اکثر مذمت کرتا ہے کہ اس کی حیثیت اور بساط ہی کیا ہے۔الحکم میری اڈیٹری میں نکلے تو دکھادوں کہ بروزی مضامین ایسے ہوتے ہیں۔،

حالانکہ یہ پرانے خیال کا ہے۔اردو کی دو سطریں بھی صحیح نہیں لکھ سکتا۔اڈیٹر الحکم کے قلم کی جولانیوں کے کیا کہنے ہیں، یہ اس کے سامنے بطئی السیر ہے۔جیسے ریلوے ٹرین کے مقابلہ میں کمہار کا لنگڑا گدھا۔وہ کہتا ہے کہ فاضل امروہی دیکھ بھال کر سوچ ساچ کر کچھ گھڑ لیتے ہیں، مگر طلیق اللسان اور فصیح البیان ہونا تو کجا تقریر بھی صاف نہیں۔ جا بجا یوں الجھتے ہیں جیسے کٹی ہوئی کسی اناڑی کی گڈی۔علی ہذا، البدر کا اڈیٹر بھی واجبی ہی لیاقت رکھتا ہے۔ہاں حکیم الامت کچھ چیز ہیں مگر تقریر میں وہ بھی گھٹنیوں چلتے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ اڈیٹر الحکم طامع بہت ہے، دق کرتا ہے، سال بھر میں دو دفعہ خریداروں سے قیمت وصول کرتا ہے۔ الحکم کی اشاعت تو زیادہ ہے مگر کم بتاتا ہے، اور یہاں کے احمدیوں نے اسی وجہ سے الحکم کی خریداری بند کردی اور البدر منگانا شروع کردیا۔ اس کی قیمت بھی کم۔ الحکم کا اڈیٹر تو کھاؤ گھپ.. ہے بے حساب الّم غلّم کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا۔ ہماری رائے میں تو ایسا بدخواہ اور حاسد ناک کان کاٹ کر مرزائی مشن سے نکال دینے اور گدھے پر سوار کر کے جلاوطن کردینے یا پھانسی دینے کے لائق ہے۔ آئندہ اختیار۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۳ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

مرزا جی کا نیا سوانگ

پبلک میگزین لکھتا ہے لاہور کے لیکچر میں مرزا غلام احمد نے صرف اتنا ظاہر کیا تھا کہ وہ مہاراج رام چندر جی اور سری کرشن چندر جی کو بھی کامل انسان اور نبی مانتے ہیں۔ لیکن گذشتہ ہفتہ میں بمقام سیالکوٹ مرزا صاحب نیا رنگ لائے۔ مسیح موعود، عیسائیوں کے لئے، اور مہدی آخر الزمان، مسلمانوں کے تو آپ بن ہی چکے تھے اب ہندو باقی تھے، ان کیلئے کرشن چندر جی بن گئے۔ چنانچہ اپنی نسبت الہام سنایا کہ

ہے کرشن رددرر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

مرزا صاحب نے خطرہ ظاہر کیا کہ: جاہل مسلمان فی الفور یہ کہیں گے کہ مرزا نے کافر کا نام قبول کر کے صریحاً کفر قبول کرلیا۔ لیکن یہ خدا کی طرف سے ہے، جس کا اظہار کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا اور سری کرشن چندر درحقیقت کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی یا اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور با اقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ اور میں کرشن سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔

مرزا صاحب نے اپنی خیالی شہرت کی اور ایک منزل طے کی، لیکن شائد انہیں خیال ہوگا کہ ہندوؤں کے کرشن کا مظہر بن کر انہوں نے کیسی عظیم ذمہ داری سر لی۔ کرشن اور اس کی تعلیم کو قبول کر کے مرزا صاحب کو تقریباً سارے اسلامی عقاید سے انکار اور بجائے اس کے کہ وہ قرآن کو الہامی مانیں، انہیں کرشن کا مظہر ہونے

کی غرض سے گیان کا بھنڈار آریاؤں کی قدیمی الہامی کتب ویدوں کی ہدایتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑیگا۔
مرزا جی، کرشن کے مظہر تو بنے، لیکن گیتا کی ... فلاسفی کی تشریح کرتے ہوئے ضرور چکرانا پڑے گا۔
جب انہیں جتلایا جائے گا کہ کرشن کی تعلیم کیا تھی تو شاید پشیمان ہونا پڑے اور نئے ہندو مرید موںڈنے کی امید میں پرانے مسلمان مرید بھی فرنٹ ہوں۔ مرزا صاحب نے کرشن کا سوانگ بھر کر اپنا سارا بھرم کھول دیا۔ اب کسی کو شک نہ کرنا چاہیے کہ مرزا جی دماغی تبخیر سے رنگ برنگے دعوی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہندو مرزا کو کرشن تو کیوں مانیں گے، البتہ مرزا کرشن بن کر اپنی مسیحیت اور مہدویت بھی کھوئیں گے۔ کرشن ازم کا ایک ہی مسئلہ مرزا جی کو چپ کر دے گا اور مرزا جی کرشن کا مظہر بننے سے کانوں کو ہاتھ لگائیں گے۔ کرشن کرم کانڈ کو موکش کا سادہن بناتے ہیں مرزا جی کی عمر شفاعت کا ڈھکوسلا سناتے گذر گئی۔ کیا مرزا صاحب اس کو رواج دیں گے اور کیا اعلان کریں گے کہ کرشن کا مظہر ہونے کی حیثیت سے وید اور سارے ویدک کے مسائل ان کے مقبولہ ہیں۔ اگر یہ ہو تو ہندوؤں کو اپنے دھرم کی بزرگی اور دھارمک اصول کی عظمت اور راستی پر فخر کرنا چاہیے جس نے مرزا جی کو آخری عمر میں اپنی صداقت کا قائل بنا لیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل اسلام مرزا جی کے اس معیار کا کیا نام رکھتے ہیں۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۴ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

قادیانی سری کرشن سیالکوٹ میں

مولانا ثناء اللہ ہفت روزہ اہل حدیث میں لکھتے ہیں:

ہم قادیانی مسیح تو سنتے رہے مگر قادیانی کرشن جی نہیں سنا۔ یہ وہی حضرت قادیانی مسیح ہیں بقول استاد

قیامت کے مفتن ہو غضب کے دل ربا تم ہو
خدا جانے پری ہو حور ہو انسان ہو کیا تم ہو

آپ کا نزول اجلال سیالکوٹ میں ۲۷۔ اکتوبر بوقت ۶ بجے شام کے ہوا۔ چونکہ تشریف آوری کے پہلے چند روز علمائے کرام نے آپ کی تشریف آوری کی خبر عوام کے کانوں تک پہنچا دی تھی، گردونواح سیالکوٹ کے علماء اپنا فرض منصبی پورا کرنے کو چند روز پہلے ہی رونق افروز تھے اور خوب زور شور سے آپ کی آؤ بھگت

مناسب الفاظ میں کررہے تھے اور چشم براہ تھے کہ ناگاہ گاڑی قریب سٹیشن سیالکوٹ پہنچی ۔ پھر کیا تھا

انگلیاں سروا ٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دیکھتے ہی لعنت کا نعرہ بلند ہوا۔تمام ریلوے سٹیشن اور باہر کا میدان جس میں تقریباً دواڑھائی ہزار آدمی ہوں گے، پر (بھرا ہوا) تھا۔جدھر کو حضور کی گاڑی جاتی تھی لعنت کے چیرز اور نعرے بلند ہوتے تھے۔خاک اڑائی جاتی تھی۔خیر بصد شکرانہ آپ فرودگاہ تک تشریف لے گئے۔

اس واقع کو مرزاجی کے لیکچر کے سرورق کے صفحہ ۲ پر یوں لکھا گیا ہے: تقریباً پینتیس چالیس ہزار ہندو مسلمان استقبال کو آئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس خوشی میں روشنی کی تھی۔

حالانکہ تمام شہر سیالکوٹ کی مردم شماری تقریباً ۴۰۔ ہزار ہے جن میں ہندو مسلمان چوہڑے چمار، زن ومرد بوڑھے جوان بالغ ، نابالغ سب شامل ہیں۔روشنی کا یہ عالم تھا کہ خاک اور دھول کے اڑانے سے ایک اندھیرے کی صورت پیدا ہورہی تھی۔کاش اس روز بادل ہی چمکا ہوتا تو ہم سمجھتے کہ مرزاجی کی خاطر آسمان پر روشنی ہوئی ہے جیسا کہ خود ان کا خیال ہے۔چنانچہ ۱۱مئی ۱۹۰۳ء کے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

آج جو میں بیماری سے اٹھ کر باہر آیا ہوں اور بادل چمک رہا ہے اور بارش بھی کسی قدر ہو رہی ہے۔یہ اسی طریق سے ہے جو بادشاہوں کے آنے پر سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور آتش بازی چھوڑی جاتی ہے، اسی طرح ہماری باہر تشریف آوری کی وجہ سے آسمان پر چھڑکاؤ ہوا ہے اور آتش بازی چھٹی ہے۔(حاضرین) سبحان اللہ جل جلالہ امام الزمان کی برکت ہے مگر شقی ازلی ایسے صریح معجزات بھی دیکھ کر بدنصیب رہے۔

خیر خدا خدا کر کے حضرت فرودگاہ تک پہنچے اور لیکچر لکھنے میں مشغول ہوئے ۔۲ نومبر کی تاریخ لیکچر کے لئے تھی ۔لیکچر کیا تھا وہی معمولی شاعروں کی طرح بطور تشبیب چند لفظوں میں اسلام کی تعریف ، پھر آریوں سے دوچار ہو کر اپنی تعریف کہ میں ایسا ہوں ، یہ ہوں ، میں وہ ہوں ۔

ہاں ایک نئی بات لیکچر میں کہی گئی جو اس سے پہلے نہ سنی گئی تھی ۔جس کا خود حضرت کو بھی اقرار ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تھی یعنی آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے تو مسیح

موعود ہوکر آیا ہوں مگر ہندؤوں اور آریوں کے لئے خدا نے مجھے کرشن جی بنا کر بھیجا ہے۔

اس دعوی کو سن کر مجسٹریٹ کیمپ سیالکوٹ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب تم جاؤ، مرزا صاحب جانیں اور ہندو جانیں۔ مگر مسلمانوں کو اپنے پیدائشی مسلمان کی جدائی کہاں گوارا تھی۔ جس حال میں کہ وہ بابو عبدالغفور نو آریہ کی جدائی کو ابھی تک نہیں بھولے تھے حالانکہ بابو مذکور ایک کمسن بائیس تئیس سالہ عمر کا لڑکا اور مرزا جی ایک معمر تجربہ کار مسنّ ۔ پھر بھلا ایسے گرگ کہن کی جدائی مسلمانوں کو کہاں گوارا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ جہاں تک ہوسکا مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا، اس سے بڑھ کر استدبار کیا۔ بلکہ مزید بات یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پرہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنون میں ننگے ہو کر ناچتے رہے مگر ان کا بیان ہے کہ اس کی وجہ بھی مرزا اصاحب کی مستورات ہوئی ہیں جنہوں نے ریل گاڑی پر بیٹھ کر اپنی مبارک پاپوش (جوتی) پر تھوک کر مسلمانوں کو دکھائی۔ پس پھر تو مجنونوں نے سمجھا کہ ہم پر کمال عنایت مبذول ہے

لیکن اسلامی غیرت ہمیں اس کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ گو مستورات مرزائیہ نے چھیڑ کی ہوتا ہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ (ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ۔ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۴ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۳)

مرزائیو! کرشن جی مہاراج کو ڈنڈوٹ کرو

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

سیالکوٹ والے لیکچر نے قادیانی مرزا جی کی کایا پلٹ دی۔ نہ اب آسمانی باپ کے لیپالک رہے، نہ امام الزمان رہے۔ نہ بروزی رہے۔ اب تو گھڑے گھڑائے اور چھلے چھلائے کرشن جی کی مورتی بن گئے۔ یا یوں کہو کہ آپ کی ذات طلم سمات میں متضاد کمپونڈ مسالا جمع ہو گیا ہے۔ مگر اس معجون مرکب میں ابھی چند اجزاء کی کسر ہے۔ کیا معنی کہ نہ تو آپ ابھی آریا کے دیانند جی مہاراج بنے، نہ بودھوں کے گوتم شنکراچاج۔ نہ آتش

پرستوں کے زرتشت، نہ سکھوں کے گرونانک۔ نہ لعل بیگیوں کے لعل گرو۔

مناسب تھا کہ سب سے پہلے اپنا ورثہ سنبھالتے کیونکہ آپ بیگیوں کے بیگ ہیں۔ اور آپ کے بڑے بھائی امام الدین لعل بیگیوں کے سرپرست بن بھی چکے ہیں۔ مگر آپ ایسے ناخلف ہیں کہ ان کی گدی پر اب تک لات مار رہے ہیں۔ تاہم گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ رفتہ رفتہ جب آپ سب کچھ ہو جائیں گے تب لعل گرو بنیں گے۔ کیا معنی کہ فضلہ سب کے بعد ہوتا ہے۔ ابھی دو ایک کنج باقی ہیں۔ کھنکھنا کر قبض کھلے گا تو بالکل صفائی ہو جائے گی۔ سردست تو باؤ گولے امڈ رہے ہیں۔ ابراز ہو کر تمام مذاہب کے گرو گھنٹالوں میں بروز کر جائیں گے۔

سری کرشن جی میں اس لئے آپ نے دھارن کیا ہے کہ مرزائیوں کا پردہ اٹھا دینے کا جنرل آرڈر جاری کر چکے ہیں۔ پس آپ گوپیوں میں کنہیا جی بن کر بیٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں سب کے پرالب میں فوراً پراپت ہوں گے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لیپا لک نے جو اس عرصہ میں شرارتیں کیں یعنی نہ صرف آسمانی بھیڑوں کو بلکہ آسمانی بڑے عیسیٰ مسیح کو سبّ وشتم کی ایک ہی لاٹھی ہانکا تو آسمانی باپ نے زنّاٹے دار چپت رسید کیا کہ مردود بدذات شریر پاجی میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ چرواہا بن کر بھیڑیوں کی چوکسی کرے، اس لئے نہ بھیجا تھا کہ بھیڑیا بن کر سب کو پھاڑے بس لیپا لک ایک ہی تھپڑ کھا کر سیدھا ہو گیا اور آئندہ کو کان پکڑے اور کرشن جی کی گئو یا نادیا بیل بن گیا۔

کیوں صاحب جب آپ امام الزمان ہیں تو آریا کیوں برے ہیں اور آپ دیانند جی کے اوتار کیوں نہیں بنے حالانکہ ان کا آپ سے رشتہ بخوبی ملا ہوا ہے۔ کیا معنی کہ لاز آف نیچر کے وہ بھی قائل اور آپ بھی۔ مادے کے قدیم ہونے کے وہ بھی معتقد اور آپ بھی۔ مگر چونکہ وہ نبوت و رسالت کو نہیں مانتے اور دیانند سرستی کو ایک معزز انسان کے رتبے سے زیادہ رتبہ نہیں دیتے اور خود بدولت ٹھہرے نبی۔ بس آپ سے ان کا ستارہ نہ ملا۔ اب آپ نے دیکھا ہندوستان میں بت پرست ہنود ۲۲ کروڑ ہیں جن میں آریاؤں کی تعداد لاکھوں سے زیادہ نہیں۔ اور بت پرستوں سے بڑھ کر کوئی قوم احمق اور سادہ لوح نہیں۔ لہذا کیا عجب ہے کہ ہنود آپ کی

جانب رجوع لائیں۔مگر یہ بھی مشتے بعد از جنگ یاد آید کا مضمون ہے۔وید اور شاستر کے اصول یوگ وغیرہ کی جو آپ نے مذمت کی ہے تو یہ تمام ہنود پر یکساں ناگوار ہے کیونکہ ہنود خواہ بت پرست ہوں خواہ آریا، وید کو یکساں پوتر (مقدس) مانتے ہیں اور خود سری کرشن بھی مانتے تھے۔پس ہنود کہہ سکتے ہیں کہ یہ کیسا کرشن ہے جو وید کا انکار کر کے گویا آپ اپنی جڑ کاٹتا ہے۔انجام یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عیسائیوں نے پتلون سے دہار ماری اسی طرح ہنود دھوتی سے چھللی کی تلّی منہ پر ماردیں اور پھر بول بالا تو کیا ہوگا سر نیچا ہو جائے گا۔

پھر ہنود کنہیا جی کو انسان نہیں مانتے بلکہ کرشن یعنی خدا مانتے ہیں۔پس جیسے اہل الرائے کا عندیہ تھا کہ آپ بہت جلد خدائی کا دعوی کریں گے، سیالکوٹ میں پورا ہو گیا۔

اب وقت آ پہنچا ہے کہ بجائے اس کے کہ قادیان میں منارۃ المسیح کھڑا کیا جائے مناسب ہے کہ مندر بنایا جائے جس میں بالفعل کرشن جی کی مورتی رکھی جائے اور جب قادیانی کرشن ارتھی پر لدے، اور اس کی مورتی استھاپن کی جائے۔

اس عیاری اور دنیا طلبی کو دیکھئے کہ دنیا میں جس قدر با عظمت لوگ گذرے ہیں ان سب کا جوہر اور ست آسمانی باپ کے بھبکے میں کھنچ کر آپ کے وجود وجود بے بہبود میں آ گیا ہے۔پہلے ایک قوم کے نبی یا اوتار کا دامن پکڑا جب وہاں سے جھٹکا ملا تو دوسرے کا دامن جا پکڑا۔علی ہذا۔کسی نے نام کا کتا تک نہ پالا، اور سب طرف سے سگ دنیا پر ووت ووت ہی رہی۔حضرت بیدل مرحوم نے مندرجہ ذیل شعر غایت مجبوری و ہمدردی اور انکسار کی حالت میں لکھا تھا مگر مرزا جی کی واقعی حالت کے مطابق ہے

نہ بدامنے ز حیا رسد نہ بدست گاہ دعا رسد
چو رسد بہ نسبت پا رسد کف دست آبلہ دار ما

یعنی میرے ہاتھ میں پائے آبلہ دار کی نسبت ہے، نہ تو کسی کے دامن تک پہونچتا ہے کیونکہ سب لوگ حیا اور عار کرتے ہیں، دامن تک نہیں چھونے دیتے، نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جس طرح آبلہ دار پاؤں ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں پہونچتا یہی حالت میرے ہاتھ کی ہے گویا وہ ہاتھ نہیں رہا بلکہ پائے آبلہ دار بن گیا ہے۔

طرح طرح کے رنگ بدلنے سے اس عیار کے دو مطلوب ہیں۔ ایک تو شہرت دوم الو کے پٹھوں کا امتحان کہ پنجرے سے نکلتے ہیں یا نہیں اور حافظ شیراز کا یہ شعر پڑھ کر اور یا بدوح کی ہانک لگا کر پھر ہو جاتے ہیں یا نہیں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے لعبتان دیر دارد پیر ما

مگر مرزا جی کا عندیہ پورا ہوتا جاتا ہے اور جتنے روپ اور سوانگ بدلے جاتے ہیں تمام چیلے جان اور ایمان سے اس ٹھیٹر کے نظارے کے بڑے بھاری فدائی تماشائی نظر آتے ہیں اور ہر مرید یہ شعر پڑھتا ہے

صنم تصوّب عند رویة خدھا
آراء من عکفوا علی النیران

یعنی میرا معشوق ایسا صنم ہے کہ جب اس کا بھبوکا رخسار دیکھا ہے تو آتش پرستوں کی عقلیں صواب پر معلوم ہوتی ہیں یعنی اون کا آتش پرست ہو جانا بجا ہے کیونکہ آگ میں اس صنم کے رخسارہ کی جھلک ہے۔

ہم کو گنیش جی کے روٹ میں حصہ لگانے والوں اور زندہ پیر کے چڑھاوے کا ملیدہ چکھنے والوں کا تو خیال نہیں جو دین بدنیا فروش ہیں البتہ مولوی نور الدین صاحب سے ہم دردی ہے جو کسی زمانے میں اہل حدیث تھے اگر وہ اب بھی بروزی کے ہتھ کنڈوں سے عبرت حاصل نہ کریں تو سخت افسوس ہے کیا کانشنس قوت ممیّزہ بالکل ہی مسخ ہوگئی کیا قرآن وحدیث کو بالکل ہی جواب دے دیا تقلید شخصی تو بددینی تھی مگر ایک رنگ برنگ کے روپ بدلنے والے کی تقلید بلکہ غلامی اور عبدیت عین دین وایمان ہے۔ انا لله

اب رہی تاویل۔ یہ ہر مذہب والا کرسکتا ہے اور زبردست دلیل پیش کرسکتا ہے۔ وہم پرست اور بت پرست قومیں بھی فلسفہ رکھتی ہیں مگر واقعیت اور ہی چیز ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

نہ صرف بروزی صاحب بلکہ یقیناً حکیم صاحب بھی آیت قرآنی سے وہی دلیل پیش کریں گے جو

کانگریس والوں نے اس وقت پیش کی تھی جب سر سید احمد نے مسلمانوں کو اس میں شامل ہونے سے روکا تھا کہ بت پرستوں کا ساتھ نہ دو۔وہ آیت

منهم من قصصنا عليك و منهم من لم نقصص

ہے،یعنی اے محمد ﷺ ہم نے بعض انبیاء کے قصے تجھ پر بیان کئے اور بعض کے قصے بیان نہیں کئے

اس پر کانگریس والے کہتے ہیں کہ ہمارے جو اوتار رام چندر جی اور کرشن جی گذرے ہیں کیا عجب ہے وہ بھی نبی ہوں۔ظاہر ہے کہ آیت بالا میں گزشتہ انبیاء مراد ہیں کیونکہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی اور اگر ختم نہیں ہوئی تو کیا وجہ ہے کہ قرآن کی اس آیت پر تو ایمان اور آیت و لكن رسول الله و خاتم النبيين کا انکار۔اب رہی ختم نبوت نبوت کی لایعنی تاویلیں ہم بار ہا ان کی چتھاڑ کر چکے ہیں۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۴ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳ تا ۶)

و ان من امة الا خلا فيها نذير

مرزا قادیانی اور مرزائی بروزی نبوت کے ثبوت میں مندرجہ عنوان آیت پیش کیا کرتے ہیں یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس یں کوئی ڈرانے والا (نبی) نہ گذرا ہو۔

اول تو خلا کا صیغہ ماضی کا ہے مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں جس قدر امتیں گذری ہیں ان میں ضرور کوئی نہ کوئی گذرا ہے یخلو فیها نذیر نہیں فرمایا گیا جس کے یہ معنی ہوتے کہ جس قدر امتیں قیامت تک گذریں گی ان میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا ضرور آئے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت ختم ہو چکی ورنہ آنحضرت ﷺ اور نیز امت محمدیہ کے لئے کوئی شرف و امتیاز باقی نہ رہے گا اور نہ دین کی تکمیل پوتی ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى اور ظاہر ہے کہ دوسرا نبی اسی وقت مبعوث ہوتا ہے جب دین میں نقص ہوتا ہے پھر امت سے مراد مختلف امتیں ہیں اگر مرزا جی کا مطلب مان لیا جائے تو ہر امت کے لئے ایک ایک نیا نبی مبعوث ہونا چاہیے موجودہ زمانہ ہی میں بتائیے کہ نصاری کا نیا نبی کون ہے یہود کا کون ہے ہنود کا کون ہے علی ہذا سینکڑوں امتیں اور مذاہب ہیں سب کے لئے مرزا قادیانی کو

اپنی طرح ایک ایک نبی تراشنا پڑے گا پھر خوبی یہ ہے کہ مرزا جی تمام مسلمانوں کو بلکہ اپنے کو امت محمدیہ میں سے بتاتے ہیں تو بتاؤ جداگانہ امت کہاں ہوئی جس کیلئے نئے نبی کی ضرورت ہوتی۔ خود غلط، املا غلط، انشاء غلط۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ اس وقت بعض امتوں میں نئے نبی اور عیسی اور مہدی موجود ہیں۔ مثلاً لندن میں مسٹر پگٹ فرانس میں ڈاکٹر ڈوئی سومالی لینڈ میں ملا عبداللہ۔ مرزا جی ان تینوں کو کیوں نہیں مانتے۔ غالباً آپ کا یہ مطلب ہے کہ صرف امت محمدیہ میں دس بیس برس کے بعد ایک نبی پیدا ہوتا رہے گا نہ کہ کسی دوسری امت میں حالانکہ آیت مذکور اس معنی کا انکار کرتی ہے۔

اپنے نبی بننے کو تو یہ آیت پیش کی جاتی ہے مگر دوسرے بزرگوں اوتاروں یا مصلحوں کو نہیں مانا جاتا۔ دیانند سرستی کیوں نبی نہیں مانتے ہاں عدالت کے تھپڑ کھا کر اب صرف سی کرشن جی نبی مانے گئے ایک ایک تھپڑ لگتا جائے گا اور لیپا لک ہر امت کے لئے انبیاء کو مانتا چلا جائے گا بلکہ ہر امت کیلئے نبی پیدا کرتا چلا جائے گا۔

پھر عیسی مسیح مر گئے تمام انبیاء اور اوتار مر گئے لیپا لک کو اون سے کیا سروکار رہا رونا تو یہی ہے کہ لوگ مردہ انبیاء کو زندہ لیپا لک کے ہوتے نبی مان رہے ہیں لیکن سری کرشن زندہ نبی ہیں جن کو لیپا لک نے مانا ہے اور جن پر اولاً لاہور اور پھر سیالکوٹ میں ایمان لایا ہے اور چیلوں چاپڑوں نے یہ شعر وجد میں آکر غنغنایا ہے

دوش از مسجد سوئے بت خانہ آمد پیر ما
چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

ہم بھی کہتے ہیں جیسے موجودہ زمانہ میں لندنی مسیح اور فرانسیسی مسیح ہیں ایسے ہی نبی خود بدولت ہیں، مگر مزہ تو جب ہے کہ جس طرح آپ نے سری کرشن کی مورتی کو سجدہ کیا اسی طرح لندن اور پیرس کے گرجا میں جا کر مسٹر پگٹ اور داکٹر ڈوئی کے آگے بھی سر جھکائیں اور گھٹنا ٹیکیں جو آپ کے رقیب عیسی مسیح کے بندے ہیں اور پھر یہ شعر صادق آئے

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

کیوں جناب ہر امت میں ایک نبی گذرا ہے مگر آپ کے عندیہ کے موافق مذہب اسلام میں کوئی نبی

نہیں گذرا جبھی تو آپ کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہوئی اور اگر واقعی کوئی نبی گذرا ہے تو آپ کی نبوت کی ضرورت نہ رہی کیونکہ مسلمان کوئی امت نہیں آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر امت کے لئے ایک نبی ہے مگر آپ کا دعوی یہ بتا تا ہے کہ ہر امت کے لئے بہت سے نبی ہوں گے تمام اولیاء کو آپ انبیاء بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت تک انبیاء آتے رہیں گے مگر آپ کی بعثت کے موجودہ زمانہ میں آپ کے سوا نہ تو کوئی ولی ہے نہ آئندہ کوئی ہو کیونکہ آسمانی باپ نے آپ کو خاتم الخلفاء بنا دیا ہے۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ بات بات میں تخالف اور ہر دعوی میں تناقض ہے۔

قیامت تک جو انبیاء آپ کے دعوی کے موافق آئیں گے تو آخر اون کی کوئی شناخت بھی ہونی چاہیے۔ اگر یہی شناخت ہے جیسی حضور کی تو سخن فہمی آسمانی پدر معلوم شد۔ اور اگر کوئی شناخت نہیں تو تمام راہب اور تمام قسیس اور تمام مہنت اور تمام گرو اور تمام اسلامی مشائخ جن کے لاکھ لاکھ مرید ہیں انبیاء ہیں کیونکہ آپ انبیاء کی کوئی شناخت بتا نہیں سکتے۔ اور جب کہ آیت مندرجہ عنوان پر آپ کا ایمان ہے تو جو انبیاء آپ کے عقیدے کے موافق اس آیت کے مصداق ہیں تو ان پر آپ کا ایمان کیوں نہ ہو۔

پھر جس طرح مرزائی آپ کو نبی مانتے ہیں تمام مذاہب والے اپنے اپنے پیشواؤں کو کیوں نبی نہ مانیں پھر آپ پر کوئی کیوں ایمان لائے۔ لیجئے امام الزمانی خر دجال کی سینگ بن گئی اور آپ نے اپنے ساتھ بہت سے نبی پیدا کر لئے۔ مبارک۔

پھر آپ کا نذیر (ڈرانے والا) ہونا تو دنیا ہی تک ہے کہ فلاں مارا جائے گا فلاں دہرا جائے گا اور میں طاعونی نبی ہوں طاعون میرا خالو اور ماموں ہے آخرت اور قیامت سے کچھ علاقہ نہیں نہ آپ نے اپنے لیکچروں میں کبھی بہشت اور دوزخ کا ذکر کیا۔ بہشت آپ پر ایمان لانا اور دوزخ آپ سے منحرف یا منکر ہونا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نیچر پر ایمان رکھتے ہیں اور نیچر کی رو سے احیاء اموات محال ہے پھر آپ حشر اجساد اور قیامت اور بہشت اور دوزخ کی راگ مالا کیوں جپنے لگے آپ کے لئے جو کچھ ہے دنیا ہی میں ہے پس آیت و ان من امة الا خلا فيها نذير صرف آپ کے نبی بننے کے لئے ہے نہ کہ اس پر عامل ہونے کے لئے۔ پھر آپ کا یہ انذار اور تنذیر کتنا بودا تھا کہ عدالت کی ایک ہی ڈانٹ میں آسمانی باپ کے ٹیوے میں

جا گھسا یعنی جہاں سے نکلا تھا اولٹا سیدھا وہیں چلا گیا بات تیرے کذاب کے منہ میں زقوم کے لڈو۔ آپ کا کام صرف موت سے ڈرانا ہے اور جو سادہ لوح ڈرپوک (مرزائی) دھونس میں آئے وہ طاعون سے مرے اور جو دھمکی میں نہ آئے مثلاً آسمانی منکوحی کا شوہر یعنی آپ کا رقیب اور مثلاً آتھم اس کا بال بھی ٹیڑھا نہ ہوا پھر آپ کے نذیر ہونے نے کیا تیر امارا۔ خوب یاد رکھو دنیوی موت انسان کے حق میں سزا نہیں بلکہ حقیقی سزا وہ ہے جو بعد موت ملے گی جس سے آپ غافل ہیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ۔ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۴ جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶ تا ۸)

اسلامی نبی ہو کر کرشن جی کی پرستش

مرزا جی اپنے دعووں میں خوب خوب رنگ و روپ بدل رہے ہیں۔ اول اول تو آپ اسلامی ولی رہے۔ پھر اسلامی مجدد بن گئے۔ پھر مالیخولیا کا تھرمامیٹر بڑھا تو مثیل المسیح اور بروزی نبی بنے۔ پھر امام الزمان ہو گئے۔ مگر چونکہ لفظ زمان میں تمام اقوام و ملل داخل ہیں لہذا اب کل مذاہب کے اوتار بننے کا ڈھنگ ڈالا اور باوصف اسلامی نبی ہونے کے کفار کے اوتار بھی بن گئے اور کفر و اسلام کو یوں گڈمڈ کر دیا۔ تمام انبیاء کا مذہب صرف اسلام ہے اور وہ مبعوث اس لئے ہوئے ہیں کہ دنیا سے بت پرستی اور کفر کو مٹائیں اور توحید کا جھنڈا گاڑیں اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک بتوں کو ریزہ ریزہ نہ کیا جائے اور بت پرستوں اور ان کے راہبوں شماسیوں اور آتش پرستوں پر نفرت اور لعنت کا دارالبوار جہنم نہ کھولا جائے اور ان کے ناپاک افعال و کردار یعنی بت پرستی اور شرک کی برائیوں سے دنیا کا متنبہ نہ کیا جائے۔ اور انبیاء اس لئے مبعوث ہوئے تھے۔ پس انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اور بت پرستی اور کفر کی جڑ کھود کر پھینک دی۔ کسی نبی نے یہ کہہ کر کہ میں نبی اور امام الزمان ہوں، بت پرستوں کے اوتاروں کو نہیں مانا کیونکہ یہ تو بعینہ بت پرستی کا مان لینا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ہمہ تن صدق تھے دنیا پر لات مارتے تھے مداہنت ان کی شان کے خلاف تھی مذہب اسلام اور سنت رسول اللہ میں تو نہ صرف بت پرستوں سے بلکہ بدعتیوں سے بھی میل جول کی ممانعت ہے۔ لیکن مرزا جی عجیب اسلامی ہیں کہ جب تک مشرکوں اور بت پرستوں کے اوتاروں کو نہ مانیں اور ان کی مورتیوں کے سامنے سر نہ جھکائیں، اپنا فرض تبلیغ و فرض نبوت ادا نہیں کر سکتے۔ یہ دنیا کے منصب و جاہ کی چوکھٹ پر سجدہ نہیں تو کیا ہے۔ انبیاء کو کفار نے

کیسے کیسے لالچ نہیں دیئے کہ سلطنت اور مال و دولت کے تمہیں مالک بنو،مگر ہم سے بت پرستی نہ چھڑواؤ۔مگر العظمۃ للہ کہ انبیاءکرام نے مردار دنیا اور اسکے جاہ ونعم کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔

انبیاءکرام نے بے شک انبیاءکرام کی وقعت کی ہے اور ہمارے نبی امی فداہ ابی وامی نے تو انبیاء کرام کا اعزاز از حد ملحوظ رکھا ہے مگر جس طرح تمام انبیاء نے بت پرستوں کی ملامت کی ہے آنحضرت ﷺ نے بھی لات وعزے اور ہبل وغیرہ اصنام عرب اور ان کے راہبوں اور پوجاریوں اور عبدۃ الاصنام کی وہ توہین اور بے وقعتی کی ہے کہ ان صداؤں سے دنیا گونج اٹھی ہے۔کون نہیں جانتا کہ سری کرشن جی پرست تھے اور ان کے اصول وہی ہیں جو بت پرستوں کے ہیں،اسلامی اصول سے ان کو کوئی علاقہ نہیں۔مگر مرزا جی نے جو بت پرستوں کے سردار کو مانا ہے،تو محض دنیوی طمع سے۔انہوں نے اپنی کامیابی کیلئے حتی الوسع پاپڑ بیلے،مگر جب کسی طرح عقدہ کشائی نہ ہوئی تو اب رنگ میں اور ہی بھنگ ملائی۔مسلمان تو ہر طرح کے بھوکے اور لنگوٹیا،ہیں ۔مال و دولت میں ہنود سے ہر طرح گرے ہوئے ہیں۔ان سے خاطر خواہ موہن بھوگ کی تمنا فضول۔پس جو کچھ جتن کیئے اب ان پر پچھتانا پڑا،لہذا کفر کی پناہ میں آنا ضروری تھا

دولت بغلط ہنود از سعی پشیماں شو
کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

پھر سری کرشن اور رام چندر جی نے کون سی کتاب میں اپنے کو نبی یا اوتار کہا ہے اور وید میں نبیوں کا آنا کہاں لکھا ہے؟ کیا آریہ ہنود نہیں؟ وہ رام چندر جی اور کرشن جی کو کیوں نبی نہیں مانتے۔صرف آپ پر یہ الہام ہوا کہ ہنود کے تمام رشی اور منی نبی تھے۔مدعی سست گواہ چست ۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء۔ص ۱۔۲)

مرزا جی سے مباہلہ

مرزا صاحب پہلے تو مسیح تھے اب راجہ کرشن جی بھی ہیں۔معلوم نہیں خلل دماغی کا تھرمامیٹر کس درجہ پر ہے۔بادی النظر میں تو شائد انتہائی درجہ پر پہونچ گیا۔آپ اپنی کتاب میں علمائے دین اور فقرائے صالحین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپ لوگ مجھ سے آکر مباہلہ کریں۔اگر آپ لوگ اپنے دعوی میں سچے ہوں گے تو خدا آپ کی مدد کرے گا۔اور اگر میں سچا ہوں گا تو خدا میری مدد کرے گا۔وغیرہ

میں مرزا صاحب کے لاطائل دعوی کے مقابلے کے لئے تیار اور بخوشی مباہلہ کے لئے مستعد ہوں۔ مرزا صاحب کو واضح ہو کہ میرا نام پہلے محمد شفیع تھا اب محمد شاہ ہے۔میں اپنے اللہ کے حضور سربسجود ہوا کہ اے مالک کون ومکان۔اے قادر دوجہان۔اے میرے پروردگار۔اے میرے خدا۔جو بات حق ہو مجھ پر عیاں کردے۔معبود برحق کی جناب سے جواباً میرے تیرہ وتاریک دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ تو مرزا صاحب سے مباہلہ کرنے کو ہمہ تن تیار ہو جا خدا تیری مدد کرے گا۔یہ مبارک آواز ایسی تھی جس نے مجھے فوراً آمادہ کردیا کہ میں مرزا صاحب کو مباہلہ کے لئے اطلاع دوں۔چنانچہ وہی آواز آج میری قوت بازو بن کر لکھوارہی ہے۔یہ مباہلہ اس طرح کرنا چاہتا ہوں کہ پانچ من بارود کے ڈھیر پر ایک تخت چوبی اتنا بڑا بچھا دیا جائے جس پر میں اور مرزا صاحب دونوں بخوبی اور بآرام کھڑے ہوسکیں۔بعدہ باجازت گورنمنٹ بارود میں دیاسلائی دکھلائی جائے۔اگر میں حق پر ہوں تو خدا میری مدد کرے گا اور میں سوزش نار سے محفوظ رہوں گا اور اگر مرزا صاحب راہ حق پر ہیں تو خدا ان کی مدد کرے گا۔میری اس قدر آرزو اور ہے کہ اس خدائی فیصلہ کے جلسہ میں ہر مذہب و ملت والے شریک ہوں اور جس جگہ یہ مباہلہ ہو وہاں کے مجسٹریٹ صاحب بہادر بھی تشریف فرما ہوں۔امید کہ مرزا صاحب بعد ملاحظہ مضمون ہذا بقید تاریخ دن وقت ومقام سے ناچیز کو مطلع فرمائیں گے۔خاکسار بلاکسی حیلہ وحجت کے حاضر ہوگا۔بالفرض اگر مرزا صاحب اس میں کوتاہی کریں تو ہر شخص اور ہر مذہب وملت والے کو لازم ہے کہ وہ مرزا کو ایک اعلی نمبر کا کاذب اور نجومی سمجھ کر اپنے آپ کو دام تزویر سے بچاویں۔سید محمد شاہ۔اٹاوہ

اڈیٹر:سید محمد شاہ صاحب وارثی ہیں۔ایک ایک وارثی لپٹ پڑا تو آسمانی باپ بھی سہم کر نوک دم ہو جائے گا اور پھر ننھا منا لے پالک لاوارث یتیم مسکین رہ جائے گا۔وارث علی شاہ کے مرید کئی لاکھ ہیں۔ابھی تو تانتا لگنا شروع ہوا جب یہ قادیان پر ٹڈی دل کی طرح پڑا تو بانس رہے گا نہ بانسی۔مرزائیوں کا ٹھاکر دوارہ منارہ بھی مباہلہ کی بارود سے بھک سے اڑ جائے گا اور پھر لق ودق چٹیل میدان ہو کر باپ بیٹے دونوں کا منہ فق ہو جائے گا جو اس سے پہلے شفق یا حنائی فندق بنا ہوا تھا مگر یہ عجیب بات ہوئی کہ وارث علی شاہ صاحب نے تو

بقول مرزائیاں مرزا جی کو عیسی مسیح کے مرتبہ پر پہنچا ہوا بتایا تھا اب ان کے مرید رشید مرزا جی سے مباہلہ کے دو دو ہاتھ کرنے کو مستعد ہیں۔ یہ الٹی گومتی کیوں بہنے لگی۔(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۵، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲۔۳)

اپیل خارج

مجدد السنہ مشرقیہ کی پیشین گوئی آسمانی باپ کے بروزی کی پیشین گوئی نہیں کہ اوپر اوپر جائے امرتسر سے بعض پشمینہ فروشان وارد میرٹھ نے بیان کیا کہ مرزا جی کی اپیل در بارہ معافی جرمانہ جو جی میں کی گئی تھی خارج ہوگئی۔قرینہ بتاتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہوا ہے اور اگر نہیں ہوا تو ہو کر رہے گا انشاء اللہ تعالی کیونکہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ عدالتیں عادی مجرموں کو سزا دینے میں یہ بات ضرور ملحوظ رکھتی ہیں کہ ملک پر اس کا کیا اثر ہوگا خصوصاً ایسا مجرم جس کے ساتھ خود اس کے قول کے موافق دولاکھ سے اوپر والینٹر وں (چیلوں چاپڑوں) کا جم گھٹ ہو۔

پہلے تو متواتر یہ الہامی پیشین گوئیاں ہوئیں کہ لیپا لک اچھوتا بری ہوگا اور جب جرمانہ کا رقعہ اس پر دھرا گیا تو یہ الہام ہوا کہ مغلوب ہو جانے کے بعد غلبہ حاصل ہوگا تا کہ حمقاء تھمے رہیں رسّے تڑا کر نہ بھاگیں لیکن اب بھی قوت منتظرہ باقی ہے کیونکہ چیف کورٹ جانا ضروری ہے۔.اچھا صاحب یہ بھی کر دیکھو مگر انجام معلوم ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۵، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳)

نبی بننا خالہ جی کا گھر نہیں

قرآن مجید تیرہ سو برس سے دنیا میں موجود ہے اور نہ صرف دنیا کے ۳۰ کروڑ مسلمانوں میں بلکہ ہر طبقہ ملت میں پھیلا ہوا ہے اور اکثر مخالفین بھی از روئے انصاف اقرار کرتے ہیں کہ یہ خدا تعالی کا کلام ہے اور محمد ﷺ پر اترا ہے اور دوسرا شخص اس کا مورد نہیں ہوسکتا کیونکہ کلام مجید نجماً نجماً ان معاملات اور واقعات کے موافق نازل ہوتا رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں۔اب قرآن مجید تو وہی ہے جو بین دفتی المصاحف ہے اور قیامت تک بین الامم متداول رہے گا مگر نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ واقعات ہیں۔ہاں مرزا جی کے خوارق سے کچھ بعید نہیں کہ جس طرح آپ بروزی (تناسخی) بنے ہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کے

زمانے کو بھی موجودہ زمانے کا بروزی مانتے ہوں یعنی وہ زمانہ بھی عود کر کے موجودہ زمانے میں حلول اور بروز کر گیا ہو۔ آپ خرق نیچر کے تو قائل نہیں مگر بروز اور حلول کے قائل ہیں جیسے آریا کہ معجزات کو تو ان نیچرل un-natural بتاتے ہیں مگر زندگی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد جب انسان خاک یا راکھ ہو جاتا ہے تو گدھا اور کتا اور سور بن سکتا ہے۔ یہی عقیدہ مرزا جی کا ہے دنیا میں بہت سے جھوٹے نبی اور دجال آئے مگر یہ کسی سے نہ ہوسکا کہ آیات کلام مجید کا نزول اپنے حق میں بتاتا اور دجالوں پر کیا حصر ہے ہر شخص دعوی کرسکتا ہے کہ فلاں آیات میرے حق میں ہیں لیکن ایسا شخص پاگل خانے میں بھیجے جانے کا مستحق ہوگا۔

معلوم نہیں آپ اپنے کو محمد ﷺ کا امتی کیوں بتاتے ہیں جب قرآن کی آیتیں آپ پر نازل ہوئی ہیں اور محض خیال میں وہ واقعات اوران کا وقوع مسترد ہو کر آپ کے زمانہ میں حلول کر آیا ہو تو آپ جداگانہ مستقل نبی آنحضرت ﷺ کے ہم سر اور رقیب ٹھہرے نہ کہ امتی۔ اور واقعی ہے بھی اسی طرح۔ کیونکہ عیسی مسیح کے تو آپ رقیب اور حریف ہیں ہی پھر تمام انبیاء کے کیوں حریف اور رقیب نہ ہوں۔ ہندوستان میں تو زیادہ تر مسلمان اور عیسائی ہی ہیں یہودی وغیرہ دیگر امتیں کم ہیں پس آپ نہ حضرت موسیٰ کے رقیب ہیں نہ عزیرؑ کے اور چونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں بلکہ اہل مذاہب سے کئی حصہ زیادہ ہنود ہیں پس اب آپ کرشن جی کے بروزی بن کر ان کے حریف بنے ہیں یعنی جس طرح محمد ﷺ کے بروزی بن کر مذہب اسلام کی جڑ کاٹ رہے ہیں اسی طرح اب ہندو مذہب کی جڑ کاٹیں گے۔ ابھی تو ہنود کا سر سہلایا ہے، پوچا پھیرا ہے ذرا دیکھتے جایئے رفتہ رفتہ کیا ہوتا ہے۔ مسیح بننے پر کوئی عیسائی ایمان نہ لایا تو عیسی مسیح کو مغلظات سنائیں اب کرشن بننے پر کوئی ہندو آپ کے سامنے ڈنڈوت نہ کرے گا تو یہی گالیاں کرشن جی کے پرابت میں لکھی ہیں۔ انشاء اللہ

ایک کھلی بات ہے کہ جو شخص خود نبی بنا ہو، اس نے اپنا نیا مذہب تراشا ہے تو دوسرے انبیاء کرام اور اوتاروں کو کیوں مانے گا بلکہ صفحہ ہستی سے سب کا نام تک مٹانا چاہے گا مگر یاد رہے کہ چند روز میں خود بدولت ہی مٹ جائیں گے اور یہ زمانہ سازی اور دنیا طلبی بہت جلد زمین میں دفن کر دے گی۔ کیا وجہ ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں آپ پر نازل ہوئیں اور بعض واقعات بھی عود کر آئے تمام قرآن کیوں نازل نہ ہوا نہ آنحضرت ﷺ کے تمام واقعات لوٹ کر آئے۔ انہی میں جنگ بدر جنگ حنین جنگ تبوک جنگ خندق بھی ہیں اور سب میں خدا

تعالی نے آنحضرت ﷺ کو فتح دی۔آپ بروزی محمد بن کر جہاد کے نام سے بھی تھر تھر کانپتے ہیں۔گھر سے باہر نکل کر چوہیا تک نہیں ماری بلکہ جہاد کو منسوخ کر دیا۔ ہت تیرے جھوٹے برازی کے منہ میں دجال کا براز۔اور پلید کے منہ میں خر دجال کی لید۔آپ براہین احمدیہ کے صفحہ۵۶۱ میں جدا جدا آیتوں ففھمنا ھا سلیما ن ، اور فا تخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلی ،کوایک جگی گڈ مڈ کر کے اپنے لئے الہام بناتے ہیں اور یہ معنی گھڑتے ہیں کہ وہ نشانی سلیمان کو سمجھائی یعنی اس عاجز (مرزا) کو۔پس تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو یعنی (میرے) ۔پہلی آیت میں اپنے کو سلیمان اور دوسری آیت میں ابراہیم بنایا۔یعنی خدا تعالی نے ساری خلقت کو میری اتباع کا حکم دیا۔، یہ منہ اور باسی ساگ۔ یہ لیپا لک کے بھاگ اور آسمانی باپ کا یہ بے وقت راگ۔ بایں ہمہ دعوی علم وفضل اتنا بھی سلیقہ نہ ہوا کہ اپنا مطلب دوسرے الفاظ میں گھڑ لیتا آیات قرآن مجید ہی کو مسخ کرنے چلا۔آخر مردود دجال کیوں کر بنتا۔اب مجدد السنہ مشرقیہ کی جانب رجوع کرتا اور اس کی تجدید پر ایمان لاتا تو ایسے اچھوتے الہام القاء ہو جاتے کہ آسمانی باپ کے فرشتوں کو خواب میں بھی نہ سوجھتے۔

جناب باری نے کلام مجید میں ہر نبی کا ذکر صراحۃً کیا ہے نہ کہ اشارۃً اور مجملاً۔اور خدا تعالی کو اشارے اور تعمیہ سے کام لینے کی کیا ضرورت ہے۔کہ نام تو کسی کا اور اس سے مراد ہو کوئی اور کیا الہام اور اجمال اور اشارے اور کنائے اور تعمیہ سے ہدایت تامہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ ہماری طرف رجوع لاتا تو ہم سیدھا اور صاف الہام یوں دم کر دیتے

فعلمنا المیرزا العلا ما ت و البر ھا ن فعمأروا المنارۃ فی قا د یا ن من الا یمان و الا یقا ن و الا ذ عا ن۔

دیکھ تو سہی کیسا پھڑکتا مسجع الہام ہے۔

برائے نام تو آپ مسیح موعود یا بروزی محمد ہیں مگر درحقیقت سلیمان بھی ہیں ابراہیم بھی ہیں اور اب شیو جی کی کرپا سے اس کلجگ میں دھارن کر کے سری کرشن بھی ہیں رام چندر بھی ہیں لچھمن بھی ہیں ہنومان بھی ہیں۔مطلب یہ کہ دنیا میں جس قدر باعظمت اکابر گذرے ہیں سب آپ ہیں اور نیچر کے بھبکے میں سب کا عطر اور ست کھینچ کر تو ند شریف میں وارد ہو گیا ہے۔ایسا بوالعجب صدرنگی دجال آج تک کوئی نہیں گذرا سب کے کان

کاٹ ڈالے۔ مرزا جی کیسے ہی جتن کریں ہم پھر بھی کہیں کہ وہ دجال اکبر ہرگز نہیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۵، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۵)

مرزا قادیانی اور عبداللہ چکڑالوی

ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ نومبر میں ایک مراسلہ حیرت انگیز نظر سے گذرا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چکڑالوی اور قادیانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے قادیانی بہمہ وجوہ مذمت و جرح و قدح کے لائق اور چکڑالوی چند وجوہ سے مدح و ثنا کے قابل ہے۔ اس لئے کہ چکڑالوی نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خود قرآن مجید پر چلتا ہے اور لوگوں کو چلانا چاہتا ہے۔

اس کی نسبت افسوس کے ساتھ گذارش ہے کہ اسلام کے سوا جس قدر فرقے دنیا میں موجود ہیں اگر ان میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ موازنہ و مقابلہ کیا جائے گا تو صاف طور سے معلوم ہوگا کہ ایک فرقہ دوسرے کے مقابلہ میں اچھا ہے لیکن اس اضافی خوبی اور برائے نام عمدگی سے وہ قابل مدح و ثنا اور اسلام کے مثل کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اس زمانہ میں اسلام کے مخالف زیادہ تر دو فرقے مشہور ہیں عیسائی و آریہ۔ جب ان دونوں میں موازنہ کیا جاتا ہے تو آریہ کسی قدر اچھا نظر آتا ہے اس لئے کہ عیسائی خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتا ہے اور تثلیث کو جزو ایمان قرار دیتا ہے اور کفارہ کا قائل ہے۔ آریہ نہ خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں نہ تثلیث سے واسطہ رکھتے ہیں بلکہ خدا کے واحد ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ جس طرح عیسائی کافر و مشرک ہیں اسی طرح آریہ۔

یہود و نصاریٰ کی نسبت حق تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں فرمایا ہے

و لتجد ن اشد النا س عداوۃ للذین آ منوا الیھود و الذین اشر کوا۔

یعنی مسلمانوں کے سخت دشمن یہود اور بت پرست لوگ ہیں

اور مسلمانوں سے دوستی کرنے والے نصاریٰ ہیں۔

لیکن بایں ہمہ جس طرح یہود کافر و مشرک ہیں اسی طرح نصاریٰ ہیں

لقد کفر الذین قالوا ان الله ھو ثالث ثلاثة وغیرہ من الآیات

مولوی عبداللہ چکڑالوی نے بے شک نیا دعویٰ نہیں کیا اور مرزا قادیانی کی طرح نیا روپ نہیں دکھایا لیکن نیا نہ ہونا اور پرانا ہونا اسی قدر ہے کہ چند سال پیشتر سرسید احمد خان بھی یہی دعویٰ کر چکے ہیں یعنی عمل و اعتقاد کے لئے صرف قرآن کافی ہے احادیث سب کی سب لغو و بے اعتبار ہیں۔ اگر نیا ہونے سے یہی مقصود ہے اور اسی لحاظ سے عبداللہ چکڑالوی کو قابل مدح و ثنا قرار دیا جاتا ہے تو ایسی فہم و فراست پر حیف۔ مولوی عبد اللہ چکڑالوی نے تو یہاں تک لکھا کہ شب معراج میں آنحضرت ﷺ پر پچاس نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں بلکہ صرف پانچ ہوئی تھیں آنحضرت ﷺ نے غلطی سے ان کو پچاس سمجھا اور حضرت موسیٰ کے مشورہ سے بار بار جناب باری میں تخفیف کا سوال کیا۔ اس غلطی میں حق تعالیٰ کو بھی شامل کیا۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی نے دعویٰ تو بہت بڑا کیا یعنی تمام مسائل دینیہ قرآن مجید سے ثابت ہو سکتے ہیں حدیث کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جب ان سے سوالات کئے گئے تو جواب میں حیلہ بہانہ محض ملمع سازی۔ نماز کے ارکان و فرائض کے متعلق دریافت کیا گیا کہ قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے لیکن جواب میں کوئی آیت پیش نہ کر سکا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے

و انزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔

اور فرمایا: انّ علینا جمعه و قرآنه۔ فاذا قرأناه فاتّبع قرآنه۔ ثمّ انّ علینا بیانه۔ (قیامۃ: ۱۷۔۱۹)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی شرح و تفسیر ہے، عبداللہ چکڑالوی کو اس سے صاف انکار۔ اب وہ مرزا قادیانی کے مثل کیوں کر نہیں۔ ہاں اس قدر فرق ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی بڑا اور عبداللہ چکڑالوی چھوٹا بھائی ہے لیکن آیت کریمہ و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی کے تحت میں دونوں پورے طور پر داخل ہیں۔

اور دونوں میں یہ فرق کرنا کہ قادیانی محصنہ اور کنواری مستورات کو عقد میں لانے کے لئے نئے نئے الہامات بناتا ہے اور چکڑالوی کی یہ کیفیت ہے کہ ایک بی بی فوت ہوگئی تو کسی قسم کی ہوس دامن گیر نہیں ہوئی۔

اس کی نسبت گذارش ہے کہ چکڑالوی کو ہوس دامن گیر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ عصمت بی بی از بے چادری، زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔

یہ باتیں بہت سے کفارومشرکین میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن صرف یہ وجہ قابل تحسین نہیں ہوسکتی۔

دوم نکاح نہ کرنا آیت قرآنی مثنی و ثلاث و رباع کا صریح انکار کرنا ہے۔اب فرمایئے آپ عامل بالقرآن بلکہ قرآنی کیوں کر ہوئے۔راقم محمد عبدالجبار عمرپوری از کلکتہ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ یکم دسمبر ۱۹۰۴ء۔ص ۵۔۷)

(۱۹۰۴ء ہی میں ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں بھی مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقائد ونظریات کی تردید میں چند مضامین شائع ہوئے تھے،جنہیں موقع کی مناسبت سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔بہاء

مولوی چکڑالوی کی نماز پر ہمارا مجمل ریویو

کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید ایک جامع کتاب ہے جو تمام انسانی ضرورتوں پر حاوی ہے مگر یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے کہ ہر بات کے اصول بتلا کر فروع اور کیفیت کو جناب رسالت مآب سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سونپ دیتا ہے۔چنانچہ صلوۃ زکوۃ وغیرہ احکام بتلا کر ان کی جزئیات اور کیفیت کی بابت سرور کائنات ﷺ کے چال چلن، یا یوں کہیے کہ سنت نبویہ کی طرف سپرد کیا۔چنانچہ ارشاد ہے:

لقد کا ن لکم فی رسو ل الله اسوۃ حسنة لمن کا ن یر جوا الله و الیو م ا لآ خر

یعنی ایمان داروں کے لئے ہمارا رسول ایک عمدہ نقشہ ہے،پس ان کو لازم ہے کہ اس نقشہ کی پیروی کریں۔

اس آیت نے قطعی طور پر بتلا دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دین کی تکمیل کے لئے اتباع سنت نبویہ یا یوں سمجھیں کہ اسوہ حسنہ کی پیروی اشد ضروری ہے۔اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جن آیات میں خداتعالی نے قرآن مجید کے حق میں تفصیل اور تبیان وغیرہ الفاظ فرمائے ہیں جیسے فصلت آیا ته یاتبیانـاً لکل شیء وغیرہ ان سے تمام جزئیات اور جمیع کیفیات مراد نہیں، ورنہ اس آیت میں اللہ تعالی یہ نہ فرماتا کہ میرا رسول ایمان داروں کے لئے ایک عمدہ نمونہ اور نقشہ ہے،اور جن کو اللہ پر اور یوم حساب پر ایمان ہے وہ اس نقشہ کی پیروی کریں بلکہ ان آیات میں احکام دینے کے تمام اصول اور...کا بیان مقصود ہے۔خیر اس تفصیل کے سمجھنے کو تو رسالہ حدیث نبوی کافی ہے جو دفتر اہل حدیث امرتسر سے مل سکتا ہے، یہاں پر ہمارا روئے سخن مولوی چکڑالوی صاحب کی طرف ہے۔آپ نے ابتداء میں دعوی کیا کہ احادیث شریفہ قرآن مجید کی شرح اور تفسیر ہیں۔بہت خوب۔چشم ماروشن دل ماشاد۔پھر دیکھا کہ اتنا کہنے سے تو اہل حدیث میں کوئی غیر معمولی جوش پیدا نہیں ہوا،آپ نے اسے دوبارہ ترقی دی،اور صرف صحیح بخاری کو قابل عمل درآمد مانا۔چنانچہ آپ کے مخلص اور اول حواری میاں چٹو لاہوری نے اپنی دس ہزار روپیہ کی جائداد کی اس مضمون کی وصیت چھپوادی کہ اس کی آمدنی سے صحیح بخاری کا درس اور اشاعت ہوا کرے۔ایں ہم غنیمت است۔آخر اس پر بھی کوئی غیر معمولی جوش نہ ہوا،تو آخر آپ نے اپنا راز کھولا کہ قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب بھی قابل عمل درآمد کے نہیں، چاہے بخاری ہو یا مسلم ترمذی ہو یا ابوداؤد۔ہدایہ شرح وقایہ بیچاروں کو کون پوچھے۔صرف قرآن مجید ہی تمام احکام کے

لئے متکفل اور کافی ہے۔ اس دعوی پر چاروں اطراف سے اعتراضات کی بچھاڑ شروع ہوئی کہ قرآن مجید بیشک تمام اصول احکام کا مبین ہے۔ اور اگر تم تمام جزئیات کو کافی سمجھتے ہو تو پہلے نماز کی تفصیل ہی ہے، اس میں بتلاؤ۔ اس پر کچھ مدت تو سر کھجلاتے رہے مگر نماز بدستور اہل حدیث کی طرح پڑھتے رہے۔ صرف اتنا اختلاف کرتے کہ بسم اللہ کو بالجہر پڑھنے پر تشدد کرتے اور رفع یدین سجدہ کو جاتے ہوئے بھی ضرور کرتے۔ مگر مخالف جماعت کے اعتراضات بدستور ان کو ستا رہے تھے کہ بتلاؤ تکبیر تحریمہ کس آیت سے ثابت ہے، قیام میں قرأت کس آیت سے نکلتی ہے۔ التحیات وغیرہ کہاں سے ثابت ہے، دیگر کیفیات کہاں ہیں۔ آخر سنتے سنتے جب تنگ آ گئے تو آپ نے بعد غور وفکر کے اوس پرانی نماز کو تو پرانی جان کر چھوڑ دیا اور ایک نئی نماز موسوم صلوۃ القرآن ایجاد کی جس پر آج ہم ریویو کرنے کو ہیں۔ باقی دارد (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۴)

مولوی چکڑالوی اور حدیث نبوی

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولوی چکڑالوی کا دعوی ہے کہ تمام مسائل اسلامیہ قرآن شریف سے نکلتے ہیں، چنانچہ اسی بنا پر وہ حدیث نبوی کے منکر ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے ان کو بہت سی مشکلات پیش آئیں مگر اس دل گردے کے آدمی نے سب کو نبھاہا۔ بڑا بھاری سوال ان پر وارد ہوا کہ نماز کی ترتیب ہیئت موجودہ قرآن شریف سے بتلاؤ۔ یعنی یہ بتلاؤ کہ رکوع، سجود، قعدہ، رکعات وغیرہ قرآن شریف بصورت موجودہ کہاں ہیں۔ قرآن مجید میں تو صرف اتنا ہے کہ نماز پڑھو، رکوع کرو، سجدہ کرو، وغیرہ، مگر تفصیل سے نہیں بتلایا بلکہ رسول خدا ﷺ کے طریق پر سپرد کیا گیا اور فرمایا لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ۔ یعنی ہمارا رسول تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے پس تم اس کے مطابق عمل کرو۔ جس پر مجمل ریویو اہل حدیث کے سابقہ نمبروں میں ہو چکا ہے۔ زاں بعد اس رسالہ کو ناکافی جان کر ایک رسالہ برہان القرآن مفصل لکھا جس میں مولوی صاحب موصوف نے جی کھول کر اپنے مدعا کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ نماز کی نماز کی ترتیب بہیئت موجودہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ یوں تو ہم بھی مولانا صاحب کے علم وفضل کے قائل ہیں، خاص کر قوت استدلال تو ماشاء اللہ بہت ہی اعلی درجہ پر ترقی کی ہوئی ہے۔ ناظرین کے اطمینان خاطر کو ہم ایک دو مثالیں آپ کی قوت استدلال کی بتاتے ہیں۔ آپ پر سوال ہوا کہ قرآن مجید میں کل مسائل موجود ہیں، تو کتے بلے اور گدھے کی حرمت قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ اس پر ہمارے شیر دل نے وہ ہمت دکھائی کہ صاف ہی قرآن سے اپنا مطلب بتلایا۔ کتے کی حرمت کی بابت آیت صاف سے مطلب ثابت کیا فرماتے ہیں کہ خدا تعالی نے **الخنزیر** حرام کیا ہے۔ خنزیر کے معنی تو اور ہیں مگر اس پر جو ال ہے اس کے معنی کتے وغیرہ کو شامل کرتے ہیں کیونکہ یہ ال جنسی ہے۔ مگر کون پوچھے کہ مولانا ال جنسی تو اپنے افراد کو شامل ہوتا ہے نہ کہ غیر جنس کو۔ مگر یہ کیا غضب ہے کہ یہ ال ہے تو خنزیر پر ہے لیکن شمول اس کا کتے کو ہو۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ الانسان بول کر بھیڑ بکری مراد لی جائے۔ اسی طرح گدھے کی حرمت کا ثبوت جناب نے بڑی تلاش سے دیا کہ خدا تعالی فرماتا ہے مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفاراً ۔ یعنی جو لوگ کتاب الہی پر عمل نہیں کرتے وہ گدھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گدھا حرام ہے کیونکہ یہ تشبیہ ہی بتلا رہی ہے کہ گدھا حرام ہے۔ اس پر کوئی ہے جو مولانا کی خدمت میں عرض کرے کہ حضرت تشبیہ تو ان کی بیوقوفی اور جہالت کی وجہ سے

ہے کیونکہ گدھا اپنی بیوقوفی میں مشہور ہے جیسا شیر اپنی بہادری میں معروف۔ اگر ایسی ہی تشبہات سے کوئی چیز حرام ہوسکتی ہے تو گائے بھیڑ بکری بھی حرام ہوں گی کیونکہ کفار کو خدا نے انعا م سے سے تشبیہہ دی ہے۔غور سے پڑھو: ان هم الا الا نعا م ؟ (یہ تو صرف چارپا یوں کی طرح ہیں) پس بتلایئے یہ تشبیہہ کیا بتلا رہی ہے۔

افسوس ہم اصل مطلب سے دور نکل گئے، ہم نے چاہا تھا کہ آپ کے رسالہ کلاں پر ریویو کریں۔ خاص کر اس مضمون پر جو دو تین حدیثوں کے متعلق آپ نے بڑی سختی سے اعتراضات کئے ہیں۔مگر سردست ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم بھی آپ سے ایک سوال پوچھیں۔غالباً وہ سوال ایسا نہ ہوگا کہ اس سے پہلے سی نے آپ پر کیا ہو، یا ہماری نظر سے گذرا ہوگا۔

آپ کا دعوی ہے کہ جو مسئلہ اسلامی ہے وہ قرآن شریف میں موجود ہے، اور جو قرآن شریف میں نہیں وہ اسلامی نہیں۔ اس لئے بڑی امید سے التماس ہے کہ داڑھی مونچھ رکھنے کا حکم قرآن شریف میں کہاں ہے۔ اگر ہے تو پتہ دیجئے نہیں تو صفایا کرادیجئے۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ ہمارے مکرم دوست بابا چٹو جو محض اپنے اخلاص اور نیک نیتی سے اہل قرآن بنے ہیں، وہ ضرور ہی اس سوال پر غور کر کے روز کے کلف اور مہندی کی تکلیف سے سبک دوش ہو جائیں گے۔ یاد رکھئے کہ درصورت نہ ثابت ہونے کے آپ سے ہمیں قطعی امید ہے کہ آپ کسی یگانے بیگانے کی لعن طعن کی پرواہ نہیں کریں گے اور بالکل صاف صاف کرا ڈالیں گے۔ داڑھی سر اور مونچھ کا بچنا بڑا دشوار ہے۔کر ہی ڈالے گا حجامت اب تو نائی آپ کی۔ باقی دارد (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

مولوی چکڑالوی اور حدیث نبوی

مولوی چکڑالوی نے اپنے رسالہ کلاں برہان القرآن میں جو ماہواری رسالہ کی صورت میں چھپتا ہے حسب عادت...تین روایتوں پر بڑی سختی سے اعتراض کئے ہیں ایسی کہ پنڈت دیانند اور عبدالغففور (نو آریہ) نے قرآن شریف پر جو زبان درازی کی ہے وہ بھی اس سے کم ہے۔

آپ نے رسالہ ماہ مارچ ۱۹۰۴ء میں تین حدیثوں کو..کوکہا ہے فرماتے ہیں..نماز فجر کے متعلق مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے:

وقت صلوة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس و اذا طلعت الشمس فا مسك عن الصلوة فا نها تطلع بين قرن الشيطا ن ۔ترجمہ: وقت نماز صبح کا فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک ہے پس جس وقت سورج طلوع ہو تو نماز سے ہٹ جا کیونکہ تحقیق وہ درمیان شیطان کے دو سینگوں کے طلوع ہوتا ہے۔

سورج کا شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہونا.....اب اگر اس حدیث کی بنا پر کوئی آریہ یا عیسائی اسلام پر ہنسی اٹھائے تو اس کا کیا قصور؟ سورج بالاتفاق زمین سے کئی گنا بڑا ہے، تو خیال کیجئے کہ شیطان کے سینگ کتنے بڑے ہوں گے جن کے درمیان...آ جاتا ہے اور وہ خود شیطان کتنا بڑا ہوگا جس کیا تنے بڑے سینگ ہیں۔ پھر یہ شیطان اہل حدیث کے دلوں میں گھس بھی جاتا ہے اور وسوسے بھی ڈالتا ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ شیطان کے سینگوں پر سورج کیوں لادا گیا ہے۔ بعض شارحین

نے یہ وجہ لکھی ہے کہ آفتاب پرست لوگ چونکہ بوقت طلوع سورج کی پرستش کرتے ہیں اس لئے شیطان سورج کو سینگوں پر اٹھالیتا ہے تا کہ بجائے آفتاب کے اس کی پرستش ہو۔ اگر یہ بات ہے تو شیطان بوقت نماز اہل حدیث کے آگے کھڑا ہو جاتا ہوگا تا کہ ان سب سے اپنے آپ کو سجدہ کروائے اور ان سب کی نمازیں برباد کرے۔ کیا یہ عقل و دانش کی باتیں ہیں کیسی معقول حدیث ہے اور پھر شرح کیسی معقول، بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کا رسول جو کہ عقل و دانش میں اپنے تمام ... سے افضل ہوتا ہے ایسی لغو اور بے سرو پا باتیں کرے۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے پیارے نبی کے ذمے یہ خرافات کسی نے گھڑ کر لگائی ہیں.. ایسا آدمی آپ کا پکا دشمن کوئی یہودی یا عیسائی ہے ایسا کام کسی مسلمان سے نہیں... بیچارے امام مسلم نے بلا سوچے سمجھے بھولے پن سے اس کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ عصر کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ سورج غروب ہوتے وقت بھی شیطان کے سینگوں میں جا پھنستا ہے۔ انتہی

بھولے مولوی صاحب! آپ کو تو بڑا اعربیت میں دعوی تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسے بن گئے کہ کنویں کے مینڈک سے کچھ ہی زیادہ۔ اسی برتے پر آپ اہل القرآن بنے ہوئے ہیں کہ آریوں کی طرح بے سمجھی سے حدیث پر منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں۔ جس طرح آریوں کے ذہن میں جم رہا ہے کہ مکر کے معنی فریب کے ہیں تو جہاں کہیں یہ لفظ آتا ہے بس وہ یہی معنی جو بے سمجھی سے ذہن میں بٹھا رکھے ہیں، خدا تعالی کی نسبت بھی سمجھتے ہیں۔ یہی حال آپ کا ہے کہ قرن کے معنی آپ نے سینگ کے سمجھ رکھے ہیں اسی لئے حدیث پاک کو سینگوں دھکیلنا چاہتے ہیں مگر یاد رکھئے حدیث شریف وہ چٹان ہے کہ تم سے پہلے اس نے کئی ملحدوں کے سینگ توڑ ڈالے ہیں تم تو پہلے ہی سے معذور ہو۔ واللہ میں کبھی آپ کی نسبت ایسے لفظ نہ لکھتا۔ اگر آپ نے تھوڑی سی بھی تحقیق سے کام لیا ہوتا۔ غضب ہے کہ آپ اتنا بڑا تحقیق کا دعوی تو کریں اور اتنے بڑے گروہ حزب اللہ (اہل حدیث) سے سینگ ٹکرائیں اور سامان حرب آپ کا یہ کہ قاموس اور مجمع البحار بھی نہ دیکھیں۔ دیکھئے مجمع البحار میں جو لغت حدیث کی ایک معتبر مستند کتاب ہے، اس حدیث کے متعلق کیا لکھا ہے:

قیل القرن ... ای حین تطلع یتحرك الشیطان و ینشط فیکون کالمعین لها و قیل بین قرنیه ای امته الاولین و الآخرین و کانه تمثیل لمن یسجد له و کان الشیطان سول له ؟ ذلك فاذا سجد لها کان الشیطان مقترن بها۔

یعنی اس حدیث کا مطلب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ قرن کے معنی قوت کے ہیں یعنی جس وقت سورج نکلتا ہے اور مشرک اس کی عبادت کرتے ہیں تو شیطان خوش ہوتا ہے گویا وہ اس کا مددگار رہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ دو قرنوں سے مراد اس کی پہلی پچھلی دو قومیں (یعنی رات کے پجاری اور دن کے بھگت) گویا یہ ایک تمثیل ہے مشرکوں کی جو اس وقت عبادت کرتے ہیں کیونکہ شیطان نے ان کی نظروں میں یہ (عبادت غیر کی) خوش نما کر رکھی ہے۔ پس جب وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں تو گویا شیطان سورج کے ساتھ ہے۔

ان سب توجیہوں کی بنا یہ ہے کہ لغت میں قرن کے معنی بڑے وسیع ہیں۔ دیکھو قاموس میں قریب ایک ورق کے اندر قرن کے معنی لکھے ہیں۔ یہ بھی قوتہ لکھا ہے

قـرن الشيـطا ن و قر نا ہ امته و المتبعو ن لرا يه او قو ته و انتشا ر ه و تسلطه یعنی شیطان کے قرن کے معنی اس کی پارٹی اور اس کی رائے پر چلنے والے ہیں، یا اس کی قوت اور انتشار اور دباؤ اور زور ہے۔

پس خلاصہ یہ کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ سورج نکلتے وقت چونکہ مشرک غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تم ان کی ظاہری مشابہت سے بچو۔ اس کی مثال قرآن شریف سے سنو۔ چونکہ آپ اہل قرآن ہیں اس لئے قرآن کی تمثیل سے تو آپ کو انکار نہ ہو۔ سنئیے خدا تعالی فرماتا ہے:

انما الخمر و الميسر و ا لا نصا ب و ا لا زلا م ر جس من عمل الشيطا ن فا جتنبوه لعلكم تفلحو ن یعنی شراب اور جوا اور بت پرستی اور تیروں کی تقسیم (جو عرب کے مشرک فال ڈالا کرتے تھے) ناپاک شیطان کے کاموں سے ہیں پس تم ان سے بچو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

کہیے! اس پر بھی آپ کی طرح کوئی آریہ اعتراض کرے کہ ان کاموں کو شیطان کے کاموں سے کہا گیا ہے۔ کیا شیطان بت پرستی کرتا ہے، یا شراب پیتا ہے، یا جوا کھیلتا ہے، یا فالیں ڈالتا ہے۔ ہم نے تو کبھی اسے ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ تو آپ چونکہ اہل القرآن ہیں اس کا جواب تو کچھ دیں گے۔ بس وہی جواب حدیث والے آپ کو دینگے کہ آیت اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت مشرک بھی سندھیا کرتے ہیں جس میں غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کیا ضرور ہے کہ تم مسلمان بھی ان سے ظاہری مشابہت کرو۔

بھلا شیطان کیا ایسا ہی بیوقوف ہے کہ لوگ تو نماز خدا کی پڑھیں اور عبادت خدا کی کریں، اور وہ صرف سامنے کھڑا ہونے سے خوش ہو جائے کہ میں نے اپنی مراد پالی۔ اس کی مراد تو جب پوری ہو کہ بموجب اوس کی کوشش کے مخلوق شرک و کفر میں مبتلا ہو چنانچہ اس نے کہہ رکھا ہے لا تـجـد ا كثـر هـم شـا كـر ين یعنی مخلوق میں سے بہت سے لوگ میری کوشش سے بدراہ ہوں گے، یہ نہیں کہ وہ تو عبادت کریں گے خدا واحد کی اور میں صرف اتنے ہی سے خوش ہو جاؤں گا۔ باقی دارد (اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۳۔ ۵)

چکڑالوی صاحب نے دوسری حدیث پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اعتراض کیا ہے:

نماز ظہر کے باب میں بخاری کی ایک حدیث ہے جس میں اس نماز کو گرمی کے موسم میں ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم ہے۔ اور وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ ہے۔ حدیث ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

عـن ابـى هـر يـره عن النبى ﷺ قا ل اذا اشتد الحر فا بر دوا با لصلوة فا ن شدة الحر من فيح جهنم۔

واشتـكـت النار الى ر بها فقا لت :يا رب أكل بعضى بعضاً ۔فا ذن لها بنفسين۔ نفس فى الشتا ء و نـفـس فـى الـصيف (فهو) اشد ما تجدو ن من الحر و اشد ما تجدو ن من الز مهرير (بخارى : نـمبر ٥٣٦۔٥٣٧) ابی ہریرہ، نبی ﷺ سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا آپ نے کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہے حال یہ ہے کہ کہ نار جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا اے میرے رب میرے بعض حصے نے میرے بعض حصے کو کھا لیا۔ پس اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی گئی ایک سانس سردی کے موسم

میں اور ایک گرمی کے موسم میں اور یہی دوزخ کا گرما والا سانس ہے جس کی وجہ سے تم اس موسم میں گرمی کی شدت پاتے ہو اور سرما والا سانس ہے جس کی وجہ سے تم اس موسم میں سردی کی شدت پاتے ہو۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ طبقہ زمہریر کے سانس لینے سے شدید سردی اور طبقہ نار کے سانس لینے سے سخت گرمی ہوتی ہے چونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ ہے اس لئے شدت گرمی کے وقت نماز ظہر نہیں پڑھنی چاہیے۔

کیا بچے بھی اس بات کو نہیں جانتے کہ سورج کی دھوپ سے گرمی ہوتی ہے۔ جس وقت دھوپ تیز ہو اس وقت گرمی بھی تیز ہوتی ہے جس وقت دھوپ کم ہو اس وقت گرمی کم ہوتی ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس کو ساری دنیا جانتی ہے۔ بچے بڑے بوڑھے سب گرمی و سردی کی کمی بیشی کی وجہ دھوپ کی کمی بیشی جانتے ہیں کیونکہ یہ روزمرہ کا واقعہ اور ظہور قدرت اور بدایت اور اظہر من الشّمس بات ہے۔ لیکن ایسے صریح مسلمہ امر کے خلاف اور تمام دنیا کے خلاف یہ حدیث کے عاشق یہی کہیں گے کہ گرمی و سردی دوزخ کے سانس لینے سے ہوتی ہے معا ذ اللہ ! حا ش للہ ! انا للہ و انا الیہ را جعو ن۔

حدیث کی محبت نے ان لوگوں کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے صم بکم عمی فھم لا یر جعو ن اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کیسی لغو اور بے ہودہ بات کہہ رہے ہیں جس کو عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرے گی۔ کوئی دیوانہ مانے تو مانے۔ اگر گرمی دوزخ کے سانس لینے سے ہے تو دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہوتا ہے اس وقت کیوں زیادہ ہوتی ہے؟ اور صبح کے وقت کیوں تھوڑی ہوتی ہے؟ کیا اس وقت دوزخ کا ایندھن کم پڑ جاتا ہے؟ یا اس کی آگ کو بھڑکانے والے فرشتے سو جاتے ہیں؟ میں ایک اور بات پوچھتا ہوں کہ جب پنجاب میں جون و جولائی کے مہینوں میں دوزخ کے سانس سے گرمی ہوتی ہے، تو انہی دنوں میں ممالک یورپ سویڈن ناروے وغیرہ میں سخت سردی کیوں ہوتی ہے۔ کیا دوزخ گرم اور ٹھنڈا سانس ایک ہی وقت میں لیتا ہے کہ گرم سانس پنجاب وغیرہ میں پہنچ جاتا ہے اور ٹھنڈا یورپ میں۔ اگر ایسا ہے تو یہ امر بھی اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس کے مطابق دوزخ دو سانس یکے بعد دیگرے دو موسموں میں لیتا ہے۔ بہرحال اس حدیث کا مضمون لغو خلاف واقعہ اور بے ہودہ ہے معا ذ اللہ منھا (چکڑالوی کا رسالہ اشاعۃ القرآن بابت مارچ ۱۹۰۴ء)

اس حدیث کا مطلب بیان کرنا ہی فیصلہ کن ہے۔ جس قدر اعتراضات کئے گئے ہیں سب کے سب مضمون کی بے سمجھی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے بحکم من جھل شیئاً عا دا ہ (یعنی جو کوئی کسی مطلب کو نہیں سمجھتا وہ اس سے ناراض ہوتا ہے)۔ اصل مضمون بتلانے سے پہلے ایک تمہید کا بیان ضروری ہے جو محض عقلی ہے۔

دنیا میں جس قدر معلولات ہیں سب کے لئے کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے، لیکن ان علتوں کے لئے بھی کوئی علت ہوتی ہے۔ مگر وہ علت العلل اپنے معلول کی نسبت تو علت قریبہ ہوتی ہے، مگر معلول بعید کی نسبت علت بعیدہ کہلاتی ہے۔ اب اس کو ذرا مثال سے سمجھئے کہ روٹی کے پکنے کے لئے علت قریبہ گرم توا ہے اور توے کیلئے علت قریبہ آگ ہے۔ مگر روٹی کی نسبت آگ علت بعیدہ ہے۔ بسا اوقات ظاہر میں علت بعیدہ سے غفلت کر کے علت قریبہ ہی کو اصل سمجھ جاتے ہیں لیکن دوربین سے ایسی غلطی دور ہے۔

پس کچھ شک نہیں کہ دنیا میں گرمی کی شدت وضعف سورج سے قرب و بعد پر مبنی ہے۔ اور اس سے انکار کرنا ایک بدیہی بات

کا انکار کرنا ہے۔مگر کیا اتنے ہی پر سوال ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں چل سکتا ہے کہ سورج کی گرمی کے لئے علت کیا ہے۔ جب کہ دنیا میں علت و معلول کا سلسلہ خدا تعالی نے وابستہ کر رکھا ہے۔ ہر ایک حادث کے لئے علت ہے۔ پھر اس علت کی بھی کوئی علت ہے جس کو علت بعیدہ کہا جاتا ہے۔ پس اسی علت بعیدہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ گرمی کی علت العلت جہنم کی حرارت ہے۔ جس نے سورج کو مثل توے کے گرم کر دیا ہے مگر نہ ہر وقت جہنم پھونک مارتی ہے بلکہ جیسا کہ ماضی کا صیغہ حدیث مذکور میں بتلاتا ہے، صرف ایک ہی دفعہ ایسا ہونے سے سلسلہ چل پڑا ہے۔ جیسے ایک ہی دفعہ گولی چلانے سے گولی میں حرکت آجاتی ہے۔ اگر آپ ظاہر بینوں کی طرح گرمی کی علت بعیدہ سے انکار کریں گے تو آپ سے کیا تعجب ہے کہ آپ روٹی پکنے کے لئے آگ کی علیت سے بھی منکر ہو جائیں۔ اور گولی کی زد کو بندوقچی کی طرف نسبت نہ کریں۔ جو آپ جیسے محقق کی شان سے بہت مناسب ہے، لیکن دور اندیش شائد ایسا نہ کریں گے بلکہ آپ کو یہی سبق دیں گے

گرچہ تیر از کماں ہمیگذرد ۔ از کماندار داند اہل خرد

اصل غلطی آپ کو یہ لگی کہ آپ نے جہنم کو گرمی کے لئے علت قریبہ سمجھا حالانکہ ایسا سمجھنا سمجھ سے دور ہے۔ پس اتنی ہی تقریر سے آپ کے کل اعتراضات بیخ و بن سے اکھڑ گئے۔

اور سنیئے! گرمی اور سردی چونکہ دونوں ضدیں ہیں، اس لئے ان کا تقاضا یہی ہے کہ ایک دوسرے کو دبائے۔ پس جس کسی کا زور پہنچ سکتا ہے، وہی دبا لیتی ہے جس وقت ہندوستان میں سورج خط استوا کے قریب آتا ہے اس وقت وہ اپنا اثر یہاں دکھاتا ہے مگر دوسرے ملکوں میں جن کا نام آپ نے لیا سمت الراس سے دوری کی وجہ سے گرمی میں کمی رہتی ہے تو سردی غالب آجاتی ہے۔ دوسرے ملکوں کا نام تو آپ کے اڈیٹر نے محض اپنی جغرافیہ دانی جتلانے کو لکھ دیا ہے، ورنہ شملہ اور کشمیر کہہ دیتے تو آسان تھا۔ لیجئے شکر یہ ادا کیجئے کہ ہم نے آپ کو دور جانے کی تکلیف نہیں دی۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے ایسی باریک بحث اٹھاتے ہوئے آگ اور پانی کی نسبت کی طرف غور نہیں کیا کہ آگ پانی کو ایسا تپاتی ہے کہ بدن پر گرے تو بدن جلا دے۔ مگر کیا اس کی ذاتی برودت معدوم ہو جاتی ہے، کیا اسی آگ کو پانی پر ڈالیں تو آگ نہیں بجھے گی۔ کیا تھوڑی دیر اسی پانی کو آگ سے الگ کر دیں تو سرد نہیں ہو جائے گا۔ پس ٹھیک اسی طرح جب تک جس حصے ملک میں سورج کا مقابلہ رہتا ہے گرمی رہتی ہے جتنا دور ہوتا ہے اتنی ہی اصل برودت آجاتی ہے جیسا کہ ضدین کا دستور ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں؛ کہ سردی کی شدت بھی تو دوزخ کے سانس ہے پس سردی کے موسم میں کیوں صبح کی نماز میں تاخیر نہیں کی گئی۔

چہ خوش! بھلا مولوی صاحب سردی کی تکلیف کا انتظام تو کپڑوں سے ہو سکتا ہے مگر گرمی کا کیا انتظام؟ کیا آپ کو اس سے بھی انکار ہے کہ ایک شخص سخت سردی میں کپڑے پہن کر نماز پڑھے اور ایک شخص سخت گرمی میں پسینہ بہتے ہوئے، دونوں کا خشوع ایک سا ہوگا؟ بھلا اور تو جانے دیجئے ہندوستان میں عموماً اور آپ کے لاہور میں خصوصاً سخت سردیوں میں تو جلسے ہوتے ہیں مگر گرمیوں میں کیوں نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ گرمی کی تکلیف ہی ایسی ہے کہ بے چین کر دیتی ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں: کہ بالفرض گرمی کی سختی دوزخ کی بھاپ سے ہی سہی تو بھلا اس وقت نماز سے کیوں روکا گیا۔ اگر دوزخ کی تیزی خدا کے

غضب کی علامت ہے تو اس وقت تو ضرور ہی خدا کے آگے عاجزی کرنی چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے واقعی حدیث کو نہیں سمجھا۔ مولانا! یہ تو پوچھ لیتے کہ یہ ممانعت جو حدیث میں آئی ہے کس قسم سے ہے، شعری ہے یا شفقتی؟ ایسی کھوج... ممانعت شرعیہ میں ہوتی ہے۔ گو اس میں بھی اس پر امر موقوف نہیں ہوتا کہ علت معلوم ہو ہی تو اطاعت ہو لیکن نہی شفقت، تو ہرگز اس سوال کی متحمل ہی نہیں ہوسکتی۔ یہاں پر جو نہی ہے تو وہ بطور شفقت کے ہے جو تکلیف پر مبنی ہے۔ اسی لئے سب علماء کا مذہب ہے کہ سخت گرمی میں بھی نماز پڑھنی جائز ہے گو اہل حدیث اور شافعیہ کے نزدیک اولی ہے اور تبرید جائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ابراد اولی ہے، مگر جواز میں تو کسی کو کلام نہیں۔ پس جس وقت نماز پڑھنے میں سخت تکلیف تھی اس وقت شارع علیہ السلام نے محض شفقت سے منع فرمایا، مگر نہ ایسا کہ اس وقت نماز پڑھنا حرام ہے۔ بلکہ بطور شفقت کے فرمایا کہ اس سے بعد پڑھ لیا کرو۔

ہاں یہ خوب کہا کہ: اگر کسی حدیث میں بالفرض یہ لکھا ہو کہ آفتاب مشرق سے نہیں مغرب سے نکلتا ہے، تو حدیث کے شیدا غالبًا آنکھیں بند کر کے ایسی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کر لیں گے۔،

بے شک اگر صحیح روایت سے ثابت ہوگی تو سر دست تو مان لیں، اور بعد تسلیم اس کی وجہ دریافت کریں گے۔ آپ اس پر غور نہیں کرتے کہ آپ کے معتقدوں نے آپ کی تعلیم کے مطابق کس طرح صحیح بخاری کی تعلیم کے لئے دس ہزار کی جائداد وقف کرنے کا اشتہار دیا تھا۔ آج وہی آپ ہیں اور وہی وہ ہیں کہ بچارے امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کو بے نقط سناتے ہیں اور سنتے ہیں اور ایسی کتاب پر منہ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں، اور آپ بھی کہتے جاتے ہیں اور وہ بھی سنتے جاتے ہیں کسی کو مجال نہیں کہ آپ سے پوچھے کہ مولانا صاحب اس وقت آپ کس تحقیق پر تھے اور آپ کس خیالی پلاؤ کے دانے نکال رہے ہیں جب آپ کے معتقدوں کا یہ حال ہے حالانکہ وہ اتنی عمر میں کئی ایک کے مرید بنے اور کئی ایک کے ساتھ ان کو حسن اخلاص پیدا ہوا لیکن جن بندگان خدا کو پیغمبر ﷺ سے حسن عقیدت ہے وہ کیونکر نہ تسلیم کریں کہ جو کچھ خدا کے رسول نے فرمایا ہے بجا ہے۔ آہ!

کیا تجھے کہوں حدیث کیا ہے ۔ در دانہ درج مصطفیٰ ہے
صوفی و عالم و حکیم دینی ۔ کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۰۴ء ص ۲۔۴)

چکڑالوی صاحب نے تیسری حدیث پر بالفاظ ذیل اعتراض کیا ہے:

نماز عصر کے متعلق ایک حدیث حسب ذیل ہے اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں:

عـن البراء بن عازب قال نزلت هذه الآية :حافظوا على الصلواة و الصلوة العصر. فقرأناها ما شاء الله، ثم نسخها الله. فنزلت: حافظوا على الصلواة و الصلوة الوسطى. فقال رجل، كان جالساً عند شقيق . له :هى اذا صلوة العصر. فقال البراء: قد اخبرتك كيف نزلت و كيف نسخها الله .و الله اعلم رواه مسلم و احمد(مسلم : نمبر ١٤٢٨. باب الدليل لمن قال الصلوة الوسطى هى الصلوة العصر) ۔ترجمہ: براء بن عازب سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح اتری حافظوا على

الصلواة و صلوة العصر

(حفاظت کرونمازوں کی اور نماز عصر کی) پس جب تک اللہ نے چاہا ہم اس آیت کو اسی طرح پڑھتے رہے۔ پھر اللہ نے اس کو منسوخ کردیا اور یہ اس طرح نازل ہوئی حـا فظوا ولی الصلواة و الصلوة الوسطی (حفاظت کرو نمازوں کی اور نماز وسطی کی) پس ایک آدمی نے عرض کی کہ یہ نماز عصر کا حکم ہے۔ فرمایا میں نے تجھ کو بتایا ہے کہ یہ کیسے نازل ہوئی اور اللہ نے اس کو کیسے منسوخ کردیا اور اللہ خوب جانتا ہے۔)

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ پہلے حـا فظوا علی الصلوة و الصلوة العصر نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالی نے عصر کا لفظ اڑا دیا اور اس کی جگہ وسطے کا لفظ نازل فرمایا اور آیت اس طرح کردی حـا فـظـوا عـلـی الصلوات و الصلوة الوسطی

اس حدیث کے مطابق عصر کا لفظ اس جگہ اتارنے میں کچھ غلطی تھی، اس لئے خدا نے اصلاح کردی لیکن معلوم نہیں اس لفظ میں خدا کو کیا غلطی معلوم ہوئی کہ اس کو کاٹ کر وسطی کا لفظ اس کی جگہ درج کرایا، اور غلط لفظ اتارا ہی کیوں؟ پہلے ہی سوچ سمجھ کر بولنا تھا مقولہ ہے کہ، پہلے بات کو تولو پھر منہ سے منہ بولو۔، اگر عصر کے لفظ میں کچھ غلطی نہیں تھی اور عصر اور وسطی یکساں لفظ ہیں تو پھر خدا نے بے فائدہ کام کیا کہ خواہ مخواہ بے سود عصر کے لفظ کو منسوخ کیا اور وسطی کا اتارا۔ بہر حال اس حدیث کی رو سے خدا پر دو اعتراضوں میں سے ایک اعتراض ضرور آئے گا۔ یا تو لفظ عصر اتارنے میں اس سے کچھ غلطی ہوئی اور یا لغو اور بے فائدہ فعل اس سے سرزد ہوا ایک اچھے بھلے لفظ کو کاٹ کر دوسرا ویسا ہی اس کی جگہ رکھا۔ معا ذ الله حا شا لله

یہ مسلم کی حدیث ہے جس کی حدیثوں کو قرآن پر قاضی بنایا جاتا ہے۔ اب کہیے مسلم یا کم از کم اس کی یہ حدیث کس سلوک کی مستحق ہے جو خدا پر الزام لگاتی ہے۔ میں تو کچھ نہیں کہتا آپ خود ہی انصاف فرمائیں (اشاعۃ القرآن ماہ مارچ ۱۹۰۴ء)

سچ ہے انـمـا شـفـاء الغی سوا ل ۔ بے علمی اور تجاہل انسان کو کیا نہیں بنا دیتا۔ جس طرح کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت انسان کو اس کے عیوب سے اندھا کر دیتی ہے، اسی طرح کسی چیز سے بغض و عداوت اس کی خوبیاں چھپا لیتی ہے۔ اللہ اکبر! یہ دعوی اور یہ تحقیق بعینہ سوامی دیانند اور پنڈت لیکھرام کے سے اعتراض ہیں۔ خلاصہ آپ کے اعتراض کا یہ ہے کہ صـلـوـة الـعصر کا لفظ جو پہلے نازل ہوا تھا، کیوں اڑ گیا۔ پس سنیئے کہ یہ راوی کا فہم ہے جس نے صـلـوـة العصر کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے اور نہیں، تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کا رسالہ فوز الکبیر ہی دیکھا ہوتا تو یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ ایسا تو بہت سی روایتوں میں آپ پاویں گے کہ راوی کہتے ہیں کہ یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی، اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ فلاں بارے میں نازل ہوئی، حالانکہ دونوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، مگر دراصل دونوں سچے ہوتے ہیں۔ خیر اس کی تفصیل تو رسالہ مذکور میں دیکھیں، یا ہماری عربی تفسیر کے شروع میں رسالہ فوز الکبیر کی عبارت منقولہ کو پڑھیں۔ یہاں پر آپ کا جواب صرف اتنے سے تعلق رکھتا ہے کہ بعض دفعہ سرور کائنات فداہ ابی وامی کسی آیت کی تلاوت فرماتے ہوئے کوئی لفظ بطور تفسیر کے فرما دیتے تھے جس کو بعض لوگ سمجھتے تھے کہ یہ بھی قرآن ہی کا لفظ ہے۔ پھر جب کبھی نماز میں یا

کسی ایسے موقع پر جہاں پر صرف قرآن شریف بغیر کسی تفسیر وتفسیر کے پڑھنے کا موقع ہوتا تو وہ تفسیری لفظ نہ سنتے تو وہ سمجھتے کہ منسوخ ہو گیا ہے، حالانکہ نہ تو اس کا نزول ہوتا، نہ نسخ۔ علاوہ اس کے نسخ کے معنی بھی سلف کے کلام میں بہت بڑے وسیع ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ قرینہ اس توجیہہ کا جو ہم نے کی ہے مسلم کی روایت ہے جو مسلم نے اسی حدیث کے متصل نقل کی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی یونس مولی عائشه ؛ انه قال امرتنی عائشه ان اکتب لها مصحفاً و قالت اذا بلغت هذه الآیة فاذنی: حافظوا علی الصلواة و الصلوة الوسطی۔ قال فلما بلغتها اذنتها۔ فأملت علیّ۔ قوله تعالی :حافظوا علی الصلواة و الصلوة الوسطی و صلوة العصر وقوموا لله قانتین ۔ قالت عائشه: سمعتها من رسول الله ﷺ (**مسلم : حدیث نمبر ١٤٢٧**) یعنی راوی (جو حضرت عائشہ کا قرآن لکھتا تھا) کہتا ہے کہ مجھے حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ جب تو آیت و صلوة الوسطی پر پہنچے تو مجھے اطلاع کرنا۔ جب میں پہنچا تو حضرت عائشہ نے صلوة الوسطی کے ساتھ یہ لفظ بھی لکھوایا صلوة العصر پھر کہا میں نے اسی طرح پیغمبر خدا ﷺ سے سنا ہے۔

اس حدیث سے چکڑالوی کے اعتراض کی ہی نہیں بلکہ علم و دیانت کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا کاتب کو ہدایت کرنا اور پھر خاص موقع پر اطلاع پا کر یہ لفظ صلوة العصر لکھوانا صاف طور پر جتلا رہا ہے کہ یہ لفظ اصل قرآن منقول عنہ میں نہ تھا۔ بلکہ یوں کہیے کہ عام طور پر پڑھا ہی نہیں جاتا تھا جسے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے بطور تفسیر اور یادداشت کے غالباً حاشیہ پر لکھوایا۔ اور اس لفظ کے لکھوانے پر گویا عذر کیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کی ذہین اور نکتہ رس طبیعت تو سمجھ گئی کہ یہ لفظ قرآن کا نہیں بلکہ تفسیر نبوی ہے، لیکن بعض سامعین نے غلطی سے اس کو پہلے قرآن کا لفظ سمجھا، پھر آخر کو ان کی غلطی بھی رفع ہو گئی۔ مگر افسوس کہ آپ آج تیرہ سو برس کے بعد اس سے بڑھ کر غلطی میں پڑے، جو آپ کی خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ باقی باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء ص ۵۔۶)

چوتھی حدیث پر جو مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب نے اعتراض کیا ہے بالفاظ ذیل ہے:

نماز مغرب کے متعلق بخاری و مسلم دونوں میں اس مضمون کی متعدد احادیث موجود ہیں کہ اگر نماز تیار ہو اور کھانا بھی سامنے آجائے تو کھانا کھالینا چاہیے حدیث ملاحظہ ہو:

عن انس ان النبی ﷺ قال اذا قدم العشا فابدوا به قبل صلوة المغرب و لا تعجلوا عن عشائکم (بخاری باب اذا حضر الطعام و اقیمت الصلوة) ترجمہ: انس سے روایت ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے جس وقت شام کا کھانا آجاوے، پس کھالو اس کو نماز مغرب سے پہلے اور کھانے میں جلدی نہ کرو۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله اذا وضع عشاء احدکم و اقیمت الصلوة فابدوا بالعشاء و لا یعجل حتی یفرغ منه وکان ابن عمر یوضع له الطعام و تقام الصلوة فلا یاتها حتی یفرغ و انه یسمع قراة الامام (بخاری ص ۴۷ ۲) ابن عمر کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کا شام کا

کھانا رکھا جائے اور نماز کی اقامت (یعنی تکبیر) کہی جاوے، تو کھانا شروع کردو اور کھانا کھانے میں جلدی نہ کرے جب تک کہ اس سے فارغ نہ ہو جائے، اور ابن عمر کا کھانا رکھا جاتا تھا اور نماز کی اقامت کہی جاتی تھی تو وہ نماز کی طرف نہیں آتے تھے جب تک فارغ نہ ہو لیتے اور یقیناً وہ ضرور امام کی قرأت سنتے تھے۔

مسلم میں بھی اس مضمون کے متعلق بہت سی احادیث ہیں۔ ان حدیثوں کا مضمون صاف ظاہر ہے کہ شام کے وقت اگر ایک طرف کھانا آ جاوے اور ایک طرف جماعت تیار ہو، تکبیر بھی ہو جاوے، تاہم کھانے کو نماز پر ترجیح ہو گی۔ امام مسلم صاحب نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ آپ ایسی حالت میں نماز کو مکروہ جانتے ہیں۔ چنانچہ مسلم میں باب ان لفظوں میں باندھا گیا ہے باب کراھۃ الصلوۃ بحضرۃ الطعام الذی یرید اکلہ فی الحال (باب نماز کے مکروہ ہونے کا طعام کی موجودگی میں جب کہ فی الحال اس کے کھانے کا قصد ہو) اور آپ نے اسی باب میں کہیں سے یہ حدیث بھی لکھ ماری ہے لا صلوۃ بحضرۃ الطعام (کھانے کی موجودگی میں نماز جائز نہیں) جو محض پیٹ پروری اور شکم پرستی کی باتیں ہیں۔ ملاں لوگ عموماً بڑے پیٹو ہوتے ہیں، کھانے کو دیکھ کر بھلا ان کو صبر کیسے ہو سکے۔ یہ حلوے مانڈے پر جان دے دیں۔ ان کی بلا نماز کی پرواہ کرے۔ اول طعام بعد کلام (یعنی نماز) معاذ اللہ حاشا للہ اس حلوے کے شوق ہی نے ان لوگوں کو ایسی حدیثیں بنانے پر بھی مائل کر دیا اور قرآن سے محروم کر دیا۔ ابن حجر اور نووی وغیرہ شارحین نے ان حدیثوں پر ملمع کرنا چاہا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھی جائے تو خیال کھانے کی طرف رہے گا اور نماز میں خشوع وخضوع کامل نہیں ہو سکے گا اس لئے پہلے کھانا کھا لینا چاہیے۔ لیکن غور کرنے پر یہ ملمع نہایت ہی کمزور اور بھدا معلوم ہو گا اگر کسی کو بوقت نماز شہوت آ جاوے اور بیوی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے موجود ہو، تو نماز میں اس کا دل ضرور بیقرار ہو گا اور خشوع و خضوع کا ستیاناس ہو جائے گا۔ پس اس کو بھی حکم ضرور ہونا چاہیے تھا کہ پہلے جماع کر لو پھر نماز پڑھ لینا۔ ان حدیثوں میں تو ایسا نہیں لکھا۔ لیکن کیا عجب کہ ان بہتر حوروں کے عاشقوں نے اس مضمون کی بھی کوئی حدیث بنا رکھی ہو لیکن اگر نہیں بنائی تو پھر بتائیں کہ ایسا شخص کیا کرے؟ اگر کوئی دکاندار ہو اور اس کے دل میں فکر ہو کہ شام کا وقت ہے، گاہکوں کا موقع ہے، خدا جانے کتنے گاہک پھر جائیں۔ اب کہیے کہ ایسے شخص کے خشوع وخضوع کا کیا حال؟ کھانے کو دیکھ کر جتنا ایک ملاں کا دل بے قرار ہوتا ہے دوکان داروں کو گاہکوں کے پھر جانے کا اس سے شائد تھوڑا ہی غم ہوتا ہو۔ پس دکاندار کو بھی حکم ہونا چاہیے کہ بھائی سودے سلف سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے چلے جانا و لا یعجل حتی یفرغ عنہ ایسا ہی اور کاروبار والوں کو حکم ہونا چاہیے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ان حدیثوں کی بنا پر مسلمان ایسا کرنے لگیں تو شام کے وقت مسجدیں خالی ہی رہا کریں۔ لیکن شام پر کیا منحصر ہے یہ حدیثیں اگر ان کا بس چلے تو مسلمانوں سے ساری نمازیں ہی چھڑا دیں۔ مسلم والی حدیث لا صلوۃ بحضرۃ الطعام میں نماز مغرب کی قید نہیں اور مغرب کی قید ہونی بھی نہیں چاہیے کیونکہ کھانے کا معاملہ یا کوئی اور امر خشوع وخضوع کا حارج دیگر نمازوں کے وقت بھی واقع ہو سکتا ہے۔ پس تمام نمازوں کے متعلق یہی حکم ہونا چاہیے کہ بھائی سب جھگڑوں قضیوں سے فارغ ہو کر جب تمہارا دل مطمئن ہو نمازیں بھی پڑھ لینا، ان کی کیا جلدی پڑی ہے۔

اگر کسی شخص کے سر پر قرض بہت ہو اور قرض کے غم وفکر میں وہ ہر وقت حیران وسرگردان اور پریشان وغلطان رہتا ہو، یا کوئی شخص دائم المریض ہو اور بیماری کا دکھ درد اور رنج والم اس پر غالب ہو، تو وہ اب کیا کرے۔ کیا وہ ساری عمر نمازیں نہ پڑھے؟ قرض کے اترنے یا صحت یابی کا منتظر رہے۔ ان حدیثوں اور ان کے ملمع سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ بے نماز ہی رہے۔،

ہائے ری ضد تیرا ستیاناس۔ تو کیسی کیسی بے جا حرکتیں کراتی ہے۔ کیسی صاف اور پر از اخلاق تعلیم کو کس طرح مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب نے بگاڑا ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد۔ عیب نماید ہنرش درنظر

مطلب حدیث کا صاف ہے کہ چونکہ بھوک ایک طبعی اور وجدانی لازمہ ہے، اس لئے بغیر اس کی تکمیل کے نماز میں چونکہ خشوع اور دل بستگی نہیں ہوسکتی اس لئے حضورﷺ نے فرمایا کہ پہلے اس طبعی خواہش کو پورا کرو۔ اس پر آپ کو شہوت کا خیال آنا کہ کسی کی بیوی ساتھ ہو تو پہلے جماع کرلے بالکل غلط قیاس ہے۔ اس لئے کہ جماع کی خواہش جماع بھی گو خواہش طبعی میں داخل ہے مگر بھوک اور جماع میں فرق بین ہے۔ جماع کی خواہش اتنی دیر ہی غالب رہتی ہے جتنی دیر انتشار ہو، لیکن جب طبیعت کو ادھر ادھر لگانے سے انتشار رفع جائے تو جماع کی خواہش کا ہٹ جانا یا مغلوب ہوجانا ممکن ہے۔ خصوصاً متاہل (خانہ دار) کے لئے تو ایسے واقعات عموماً پیش آتے ہیں بخلاف بھوک کے کہ ٹلنے سے ٹلتی نہیں...مگر بھوک سے انکار نہ کرسکے گا۔ اس لئے یہ اعتراض آپ کا بالکل پنڈت دیانند کی طرح ہے کہ جنت میں ہمیشہ رہنے سے جی اکتا جائے گا کیونکہ ہمیشہ میٹھا کھانے سے طبیعت برگشتہ ہوجاتی ہے۔ جیسے پنڈت مذکور نے غلط قیاس کرکے قرآن مجید کی تکذیب کی، اسی طرح آپ نے حدیث شریف پر بے جا حملہ کیا۔ حالانکہ دونوں کی سمجھ کی غلطی ہے۔ پھر آپ کا یہ لکھنا کہ قرض یا مرض کے غم میں سرگرداں ہونے سے نماز نہ پڑھے، کیسا بے ہودہ سوال ہے۔ کیا یہ غم بھی امور طبیعہ سے ہے۔ کیا ایسا شخص کسی طرح اپنا غم غلط نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر ہم یہ کہیں کہ قرض دار بوجہ فکر قرضہ کے اور بغرض دعا حضور خداوندی میں مزید خشوع کرے گا تو قرین قیاس ہے۔ علی ہذا القیاس مریض سے توقع ہے۔ ایسا ہی آپ کا سوداگری کو پیش کرنا بھی لغو ہے۔ سودا بیچنے کی رغبت امور طبعی سے ہے، یا دنیا کی محبت ہے۔ تعجب ہے کہ آپ ایسے دنیاداروں اور دنیا کی محبت رکھنے والوں کی ایسی محبت رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب! ایسی حدیثوں کی بنا بڑی گہری حکمت پر ہوئی ہے۔ ایسے جلد بازوں کو جیسے آپ ہیں اس کی تہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ آپ کو جس حدیث میں شبہ ہوا کرے اوس حدیث کو لکھ کر علمائے اہل حدیث کی خدمت میں صرف اتنی التماس کیا کریں کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے، نہ یہ کہ ایسی بے دردی سے اعتراض کرنے بیٹھ جایا کریں۔

آیئے ہم آپ کو قرآن شریف سے مثال دیں تو آپ کو بھی قدر عافیت ہو۔ سنئیے خدا فرماتا ہے

لیس علیکم جنا ح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم. الذین کفروا (نساء: ۱۰۱)

یعنی کافروں سے تمہیں ڈر ہو تو نماز کو قصر کرنے میں تم کو گناہ نہیں۔

لیجئے اپنے جیسے بے باکانہ سوال۔ سنئیے! بھلا اگر کسی کو گھر بیٹھے چوروں سے ڈر ہو، یا گلی میں کتوں سے ڈرتا ہو، تو کیا وہ بھی نماز کو قصر کرے گا؟ جو اس کا جواب آپ دیں گے وہی اہل حدیث آپ کو حدیث کی تائید میں کہیں گے سچ ہے:... باقی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء ص ۴۔۶)

مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب نے پانچویں حدیث پر بھی بالفاظ ذیل اعتراض کیا ہے:

نماز عشا کے متعلق ابوداؤد میں وقتوں کے باب میں ایک حدیث میں تو یہ مضمون ہے کہ فجر ظہر عصر مغرب اور عشاء پانچوں وقت تمام انبیاء نماز پڑھتے رہے ہیں، ولیکن اس کے قریب ہی وقتوں کے باب میں ہی پھر ایک حدیث اس مضمون کی آپ نے لکھی ہے کہ عشا کی نماز پہلی امتوں میں نہ تھی اور امت محمدیہ کو سابقہ امتوں پر اس نماز کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے، بعد المشرقین۔ دونوں حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

عن عاصم بن حمید السکونی انه سمع معاذ بن جبل یقول: ابقینا النبی ﷺ فی صلوة العتمة فتاخر حتی ظنّ ظان انه لیس بخارج۔ والقائل منا یقول : صلی، فانا لکذلك حتی خرج النبی ﷺ فقالوا له کما قالوا۔ فقال اعتِموا بهذه الصلوة فانکم قد فضلتم بها علی سائر الامم۔ و لم تصلها امة قبلکم (ابو داؤد باب وقت عشاء۔ نمبر ۴۲۱)

ترجمہ: عاصم بن حمید السکونی سے روایت ہے کہ اس نے معاذ بن جبل کو کہتے ہوئے سنا کہ نماز عشا کے وقت نبی ﷺ ہم کو پیچھے چھوڑ گئے اور آپ نے بہت دیر کردی یہاں تک کہ گمان کرنے والے نے گمان کیا کہ آپ نہیں نکلیں گے اور ہم میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ آپ نماز پڑھ چکے اور ہم اسی حالت میں تھے کہ نبی ﷺ باہر نکلے۔ پس لوگوں نے آپ کو جو کچھ کہا سو کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز میں دیر کیا کرو کہ تحقیق اس نماز سے تم کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے تم سے پہلے اس کو کسی امت نہیں پڑھا۔

اس حدیث کے الفاظ سے اظہر من الشّمس ہے کہ عشاء کی نماز پہلے کسی امت نے نہیں پڑھی، یہ صرف امت محمدیہ کو فضیلت دی گئی ہے۔ اب دوسری حدیث دیکھئے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ امّنی جبریل علیه السلام عند البیت مرّتین۔ فصلی بی الظهر حین زالت الشمس، و کانت قدر الشراك ، و صلی بی العصر حین کان ظله مثلین، و صلی بی، یعنی المغرب، حین افطر الصائم، و صلی بی العشاء حین غاب الشفق ،و صلی بی الفجر حین حرم الطعام و الشراب علی الصائم ۔ فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله ،ثله ، و صلی بی العصر حین کان ظله مثلیه، و صلی بی المغرب حین افطر الصائم، و صلی بی العشاء الی ثلث اللیل، و صلی بی الفجر فاسفر ۔ثم التفت الیّ فقال یا محمد! هذا وقت الانبیاء من قبلك۔ و الوقت ما بین هذیین الوقتین (ابو داؤد باب المواقیت ، حدیث نمبر ۳۹۳)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جبریل نے خانہ کعبہ کے قریب دو دفعہ میری امامت کی۔ پس اس نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ سورج ڈھل گیا اور سایہ جوتی کے تسمہ کے برابر تھا۔ اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ سایہ اس

کے برابر ہو گیا۔ اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق غائب ہو گئی۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ کھانا پینا روزہ دار پر حرام ہو جاتا ہے۔ پس جب دوسرا دن ہوا تو اس نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ اس کی دو مثل ہو گیا۔ اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ اور عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصے تک پڑھائی۔ اور فجر کی نماز پڑھائی پس خوب روشی ہو گئی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو گیا اور کہا اے محمد ﷺ یہ ہے وقت تجھ سے پہلے تمام انبیاء کا اور ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔

اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سابقہ انبیاء کی نمازوں کے یہی پانچ وقت تھے جن میں عشاء بھی داخل ہے۔

میں بڑے شوق سے انتظار کروں گا کہ کوئی اہل حدیث صاحب ان حدیثوں میں تطبیق دے۔ بظاہر ان حدیثوں میں بڑا تناقض ہے لیکن حدیثوں میں یہ تناقض ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ آمین اونچی کہنے کی بھی حدیثیں موجود ہیں آہستہ کہنے کی بھی۔ ترمذی میں دونوں باب موجود ہیں۔ اور ایک ہی راوی دونوں طرح کی حدیثوں کی روایت کرتا ہے۔ رفع یدین کرنے کی بھی نہ کرنے کی بہتیرے مسائل کی ہر دو طرح کی حدیثیں موجود ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

پہلی حدیث میں ایک اور بات قابل غور ہے کہ معاذ بن جبل صاحب نماز عشاء کو عتمہ کہتے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے اس نماز کے متعلق اعتموا کا لفظ بولا ہے جو کہ عتمہ سے مشتق ہے۔ مسلم و بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں ان کا کہنا آپ کی طرف منسوب ہے ما فی العتمة و الصبح لا تو هما و لو حبوا۔ یعنی اگر جانیں کہ عتمہ (عشا) اور صبح کی نماز میں کیا ثواب ہے تو ان نمازوں میں یہ لڑ کر بھی آویں۔ اس میں اس میں آپ کا عشا کو عتمہ کہنا ہی بیان کیا گیا ہے، حالانکہ دوسری حدیثوں میں یہ بیان موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عشا کو عتمه کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کو عتمه گنوار لوگ کہتے ہیں۔ حدیث ملاحظہ ہو مسلم میں باب ہے با ب فی اسم صلوة العشاء

عن عبد الله بن عمر قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ یقو ل لا تغلبنکم ا لا عرا ب علی اسم صلوتکم ا لا انها العشاء و هم یعتمو ن با لا بل (مسلم) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ گنوار لوگ تمہاری نماز کے نام رکھنے میں تم پر غالب نہ آ جائیں، خبردار اس کا نام عشاء ہی ہے اور چونکہ لوگ اونٹنیوں کے دودھ دوہنے میں دیر کرتے ہیں (اس لئے اس کا نام عتمہ رکھتے ہیں)۔

اب جائے غور ہے کہ ایک جگہ تو یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو عتمه کہنے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ گنواروں کی بولی ہے لیکن دوسری جگہ یہ کہا جاتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ہی اس نماز کو عتمه کہا۔ گویا کہ خود ہی آپ نے کہنے کا خلاف کیا۔ معا ذ الله حا شا لله۔ اے رسول کے جان دادو! اے رسول کے نام پر نعرے بلند کرنے والو! آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تمہارے پیارے رسول کو یہ حدیثیں گنوار بتاتی ہیں۔ کیا ایسی حدیثوں کو تم پیار سے اپنے پاس رکھو گے یا جلا دو گے

۔اے ظالمو! تم مجھے کہتے ہو کہ تو رسول اللہ ﷺ کے حق میں گستاخانہ کلمے بولتا ہے اب اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور شرم سے ڈوب مرو۔ اب بالآخر میں پھر یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ ممکن بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسی متناقض باتیں زبان مبارک سے نکالی ہوں۔ ہرگز نہیں یہ ممکن ہی نہیں ہوسکتا میرا ایمان تو یہی کہتا ہے کہ اے اہل حدیث تمہارا ایمان اس کو ممکن جانے تو جانے مجھے تو عین الیقین ہے کہ یہ احادیث جھوٹی ہیں اور یہ کسی ایسے شخص نے گھڑ کر آپ ﷺ کے ذمے لگائی ہیں جو کہ پکا دشمن آپ کا ہے اسلام سے بیزار ہے کوئی یہودی یا نصرانی ہے۔،

خلاصہ اس مضمون کا دو جملوں میں ہے یہ کہ آپ دونوں حدیثوں میں دو طرح سے تعارض پاتے ہیں۔ اول یہ کہ حدیث جبریلی میں عشاء کی نماز کا وجوب امم سابقہ پر معلوم ہوتا ہے مگر پہلی حدیث سے ان کا خلاف مفہوم ہے۔ دوئم عشاء کے وقت کو عتمہ کہنے سے منع کیا، مگر سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوۃ ﷺ نے عتمہ کہا۔ پس یہ ہے آپ کی طول طویل تقریر کا خلاصہ۔

اب سنئے! پہلے تعارض کے جواب میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ پہلے امتوں پر عشاء کی نماز فرض نہ تھی بلکہ بطور نفل پڑھتے تھے۔ ان معنی سے آنحضرت ﷺ نے نفی کی ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں نے اس نماز کو تمہاری طرح بطور فرض کے نہیں پڑھا جب کہ بطور نفل کے پڑھتے تھے جس کا وقت حدیث جبریل میں بتایا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ پہلی امتوں پر بھی نماز عشا بدستور فرض تھی اور حدیث جبریلی میں جو اوقات بتلائے گئے ہیں بالکل وہی ہیں جو حضرات انبیاء علیھم السلا م کی نمازوں کے لئے تھے مگر اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ کسی نے تم سے پہلے یہ نماز نہیں پڑھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت اتنی رات گذری پر نہیں پڑھی۔ چنانچہ ابوداؤد کی اس حدیث کے متصل ہی امام ابوداؤد نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں

لو لا ضعف الضعیف و سقم السقیم لأخرت ھذہ الصلوۃ الی شطر اللیل (ابو داؤد : حدیث نمبر ۴۲۲) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ضعیفوں کا ضعف اور بیماروں کی بیماری مانع نہ ہو، تو میں اس نماز عشاء کو نصف شب تک پیچھے کردیا کرتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے اس دیر کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز عشاء اس وقت قریب نصف شب کسی نے تم سے پہلے نہیں پڑھی، نہ یہ کہ کسی نے مطلق نماز عشاء پڑھی ہی نہیں۔ ہاں اس توجیہہ پر آپ یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ یہ توجیہہ حدیث جبریلی کے خلاف ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ عشا کی نماز کا وقت ثلث شب تک ہے پھر یہ نصف شب تک کیوں نماز ادا کرنے کی تجویز فرمائی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثلث شب تک نماز کا وقت تو معمولی بتلایا ہے اس کے آگے عدم جواز نہیں بتلایا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اوقات معمولہ حضرات انبیاء کا ثلث شب تک ہے اور عصر کا دو مثلوں تک مگر با ایں ہمہ جیسا دو مثل بعد عصر کی نماز جائز ہے۔ اسی طرح ثلث شب کے بعد عشاء کی نماز جائز ہے بلکہ بلحاظ تکلیف بیداری اولی اور افضل ہے فتد فع ما تو ھم

عتمہ کی بابت بھی آپ نے غلطی کھائی ہے اصل جڑ غلطی کی یہ ہے کہ آپ حدیث شریف کے ایسے شائق اور محبّ خالص ہیں کہ حدیث میں کیسا ہی حکم کیوں نہ ہو، آپ اس کو شرعی تصور کر بیٹھتے ہیں جو آپ کی حدیث دانی کی دلیل ہے۔ حالانکہ احادیث شریف میں کبھی تو احکام شرعیہ ہوتے ہیں، جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عتاب ہوتا ہے۔ مگر یہ طریق ہمیشہ نہیں بلکہ بعض اوقات احادیث میں احکام شفقتی

ہوتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے محض شفقت سے اپنی امت کو فرمائے ہوتے ہیں۔ جیسے تبرید ظہر میں ہم بتلا آئے ہیں۔ کبھی احکام عرفی بھی ہوتے ہیں، جو زبان دانی کے متعلق ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ہم ہر روز اپنے میں پاتے ہیں کہ شہروں کے رئیس اور فصیح اللسان اپنے متعلقین کا کوئی گنواری لفظ سن کر کہا کرتے ہیں کہ گنواروں کی طرح نہ بولا کرو۔ مگر کبھی کبھی گنواروں سے پالا پڑ جائے تو ان گنواروں کے سمجھانے کو وہی لفظ بولنے پڑتے ہیں جن سے منع کیا ہوتا ہے۔ تو یہ میری تقریر ایسی ہے کہ کسی معاملہ فہم کو (جس کے تعلقات کا دائرہ عام و خاص سے ہو) اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہوسکتا۔ پس حضور نبوی کا یہ فرمانا کہ تم عتمہ نہ کہا کرو، قسم اول سے، مگر خود عتمہ کہنا قسم ثانی سے ہے۔ علاوہ اس کے اگر ہم آپ سے اس کا ثبوت طلب کریں کہ بتلایئے اس کا ثبوت ہے کہ حضور نبوی نے عتمہ کہنے سے پہلے منع کیا، پھر خود ہی عتمہ کہا۔ کیوں یہ ممکن نہیں، کہ جن احادیث میں عتمہ کہنے کا ذکر احادیث میں آتا ہے وہ پہلے ہی ہوں اور جن میں منع آتا ہے وہ پیچھے کی اور بنیاد منع اور بولنے کی وہی ہو جو اوپر بیان کر آئے ہیں، تو بتلایئے آپ کس دلیل سے اس کا خلاف کہہ سکتے ہیں۔

ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صادقین (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء ص ۲۔۶)

اہل قرآن کی قرآن دانی

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

اہل قرآن یعنی مولوی عبداللہ چکڑالوی (جس نے تمام دنیا کے سامنے ایک بڑا زبردست دعوی پیش کیا تھا کہ سوائے قرآن کے کسی کتاب حدیث کی حاجت نہیں اور یہ بھی کہا تھا کہ علمائے اسلام قرآن کو نہیں سمجھتے اس لئے اور کتابوں کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان) کے دعوی سن کر جی خوش ہوا تھا کہ الحمدللہ کوئی تو ایسا شخص ہے جو قرآن شریف کے سمجھنے کا دعوی کرتا ہے اور نہیں تو سیر میں آدھ سیر ہی سچا ہوگا۔ مگر افسوس جب عملی پہلوان کا دیکھا تو وہی کہنا پڑا کہ:

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال۔ اب آرزو ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو

اہل حدیث کے پرچہ سے ان کے رسالہ اشاعۃ القرآن کا تبادلہ تھا۔ چنانچہ ناظرین دیکھتے رہے ہیں کہ ان کے اعتراضات جو وقتاً فوقتاً حدیثوں پر کرتے رہے ہیں، جوابات اہل حدیث دیتا رہا۔ شائد اس لئے یا کسی اور وجہ سے ناگہاں پچھلا پرچہ (اہل حدیث) واپس آیا اور ایک کارڈ بھی پہنچا کہ، تبادلہ بند۔ کیونکہ قرآن شریف کے خلاف مضامین کا دیکھنا حرام ہے۔،

اللہ اکبر ایسی قرآن دانی پر تمام دنیا کے علماء کرام کو ڈانٹ بتلائی جاتی تھی۔ ہمارے مکرم دوست حاجی ممتاز احمد صاحب بنارسی کا مضمون کسی پچھلے پرچہ میں نکلا تھا جس کا عنوان تھا، قرآن کی شکایت اہل قرآن سے۔، جس میں حاجی صاحب موصوف نے اہل قرآن سے التجا کی تھی کہ آپ بھی قرآن شریف کی حمایت کو کمر بستہ ہوں اور مخالفوں کے جوابات دنداں شکن دیں۔ مگر آج یہ خط پڑھ کر حاجی صاحب کو کیسی مایوسی ہوئی ہوگی کہ ان اہل قرآن کے نزدیک تو کوئی مضمون کسی اہل حدیث کا لکھا ہوا بھی دیکھنا حرام ہے، چہ جائے کہ کفار کی کوئی تحریر دیکھیں اور جواب دیں۔ حالانکہ خود قرآن شریف میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے مناظرات مذکور ہیں۔ بھلا جس وقت نمرود نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا تھا کہ تیرا پروردگار کون ہے، تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا ربی الذی یحیی و یمیت (میرا

پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) اس پر نمرود نے کہا انــا احیی و امیت (میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں) کیا نمرود کا یہ کلمہ حضرت ابراہیم نے سنا تھا یا نہیں۔ اگر سنا تھا تو خلاف شریعت کیوں سنا؟ اور اگر نہیں سنا تھا تو اس سے آگے کی آیت میں جواب کس طرح دیا قال ابراهيم فان الله يأتي بالشمس من المشرق فأتها من المغرب ۔ جب تک مخالفین کی بات نہ سنی جاوے گی جواب کیوں کر دیا جائے گا۔ کیا آپ نے جو ترک اسلام کا کسی قدر جواب لکھا تھا وہ بے دیکھے ہی لکھ دیا تھا۔

ہاں یاد آیا کہ یہ تو کوئی معقول وجہ نہیں۔ البتہ وجہ معقول یہ ہے کہ اہل حدیث کا لوہا زبردست ہے کہ اس کی زد برداشت نہیں ہو سکتی۔ آپ سے پہلے عیسائیوں کا اخبار نور افشاں لودہیانہ برداشت نہ کر کے تبادلہ بند کر بیٹھا۔ اوس سے پہلے قادیان کا اخبار البدر انکاری ہوا۔ مگر سب سے زیادہ افسوس البدر کے حال پر ہے کہ اوس کو لکھا گیا کہ تمہارے پیر بلکہ نبی اور رسول خود بدولت اہل حدیث سے تبادلہ کرتے ہیں اور تمہارا ایک رفیق الحکم بھی تبادلہ میں آتا ہے پس تم کو بھی ان کا اتباع کرنا چاہیئے مگر افسوس کہ صاف ہی جواب دیا کہ وہ جانیں میں تو نہ کرونگا۔ کیا مرزا جی انہی مریدوں پر بھروسہ کیا کرتے ہیں جو ان کے خلاف مضامین کو دیکھیں ہی نہیں تو جواب کیا دیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ جو قادیان میں سکونت پذیر ہیں کسی دینی خدمت کے لئے نہیں بلکہ کسی دنیاوی غرض سے ہیں: ایں ہمہ از پئے آنست کہ ازمے خواہد (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۳۔۴)

عبداللہ چکڑالوی کی بے سروپا باتیں

(مرقومہ مولانا عبدالجبار صاحب عمرپوری از کلکتہ)

چکڑالوی صاحب نے اس امر کا بیڑا اٹھایا ہے کہ جہاں تک ہو سکے دینی امور میں کافہ اہل اسلام کا خلاف کیا جاوے اور جس طرح اہل یورپ نے دنیاوی امور میں کـل جـديـد لـذيذ کو دستور العمل قرار دیا ہے اسی طرح خود بدولت دینی و اسلامی امور میں بھی جدت اختیار کریں۔ حدیث کا انکار تو نئی بات نہیں کیونکہ نئی روشنی والے اس انکار میں سبقت لے گئے ہیں، لیکن قرآن مجید کی نسبت آپ نے نرالی اور انوکھی بات لکھی، وہ یہ ہے کہ قرآن کو صحابہ کرام نے مجتمع اور مرتب نہیں فرمایا بلکہ آنحضرت ﷺ کے زمان سعادت نشان میں جمع ہو چکا تھا اور جس ترتیب و ہیئت کے ساتھ قرآن مجید تمام دنیا میں موجود اور مشہور و معروف ہے، اسی ترتیب و تالیف کے ساتھ حضرت جبریل کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا جیسا کہ رسالہ اشاعۃ القرآن مطبوعہ نولکشور پریس لاہور کے صفحہ ۵۷ میں مذکور ہے۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ قرآن مجید کو بتدریج حق تعالی نے اس طرح پر نازل فرمایا کہ اول سورہ فاتحہ نازل فرمائی، پھر سورہ بقرہ، پھر سورہ آل عمران وغیرہ وغیرہ

چکڑالوی صاحب نے بات تو خوب نکالی لیکن یہ خیال نہ فرمایا کہ حق تعالی نے سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا الیــوم اكـمـلـت لـكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت دین کے تمام احکام مکمل اور کافی طور پر بیان ہو چکے تھے یا نہیں۔ اگر ہو چکے تھے تو اس کے بعد چوبیس پاروں میں جس قدر احکام مہمات بیان کئے گئے وہ بالکل لغو و فضول قرار دیئے جائیں گے جیسا کہ حدیث کی نسبت چکڑالوی کا خیال ہے۔ معاذ اللہ۔ کیونکہ جب چکڑالوی نے حدیث کو اس وجہ سے لغو قرار دیا کہ قرآن مجید میں سب مسائل و احکام مفصل طور پر مذکور ہیں، تو قرآن کے ۲۴ پاروں کو بھی لغو قرار دینا چاہیے کیونکہ آیت اكـملت لكم سے معلوم ہوتا ہے کہ

سورہ مائدہ تک تمام احکام پورے طور پر بیان کئے گئے اور اگر نزول آیت مذکورہ کے وقت تمام احکام دینی معرض بیان میں نہ لائے گئے تھے تو چکڑالوی کا یہ کہنا کہ قرآن ترتیب موجودہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا بالکل غلط ہو جائے گا۔اور صفحہ ۴۷ پر آپ نے آیت کریمہ و قالوا اساطیر الاولین اکتتبھا ؟؟ نقل کی ہے اور ترجمہ اس طرح کیا ہے: اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو یہ محمد لکھوا لیتا ہے۔اب اگر سوال کیا جائے کہ اکتتاب کے معنی لکھوالینا کہاں سے اخذ کئے گئے،تو غالباً حواس باختہ ہو جاویں۔پھر ترجمہ کے بعد لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار عرب بھی یہ جانتے تھے کہ محمد ﷺ کے پاس قرآن لکھا ہوا ہے ۔یہاں پر چکڑالوی بہادر نے اپنے مدعا پر کافروں کے قول سے خوب استدلال کیا ہے، یہ خیال نہ کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اوس وقت تمام قرآن نازل ہو چکا تھا،اور لکھا گیا تھا یا نہیں۔اگر تمام قرآن نازل ہو کر لکھا گیا تھا تو اس پر آیت کے بعد بارہ پارے معاذ اللہ لغو اور قرآن سے خارج قرار دیئے جائیں،اور اگر تمام قرآن نہیں لکھا گیا تھا تو چکڑالوی کا استدلال غلط ہوگا۔اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر لوگ محمد ﷺ پر افتراء کرتے ہیں اور قرآن کو کلام الٰہی نہیں سمجھتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے پچھلی کہانیاں لکھ لی ہیں۔اگر کافر لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن محمد ﷺ کے پاس لکھا ہوا ہے تو وہ لوگ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ خود لکھتے ہیں اور لکھنا جانتے ہیں۔اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ محمد ﷺ کسی آدمی سے قرآن حاصل کرتے ہیں جیسا کہ سورہ نحل میں فرمایا و لقد نعلم انھم یقولون انما یعلّمه بشر (نحل:۱۰۳)۔چکڑالوی نے اسی خیال سے یہ چالاکی کی کہ اکتتاب کا معنی لکھوایا لکھا،اور جو معنی واقعی ہیں یعنی لکھنا،اس کو ہضم کیا:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش۔من انداز قدت را مے شناسم۔باقی آئندہ) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۸۔۹)

قرآن کی بعض آیات قادیانی کے نزدیک قرآن میں نہیں

بے شک وہ آیات جو مرزا جی نے خراش تراش کر کے ایک ٹکڑا کہیں سے اور ایک ٹکڑا کہیں سے لے کر اپنے مطلب کے موافق ترتیب دی ہیں یا بعض آیات میں تغیر وتبدل کیا ہے وہ ہرگز قرآن نہیں کیونکہ نظم اور سیاق وسباق مسخ ہو کر ایک بے معنی کلام بن گیا ہے مثلاً انا انزلناہ فی قادیان وغیرہ جو آسمانی باپ کا الہام ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ...کے صفحہ ۲۶۳،اور ۲۶۴ میں یہ عبارت لکھی۔ایک کلام جب کہ اس کا متکلم مثلاً خدا تعالیٰ ٹھہرایا جاوے کلام رحمانی کہلاتا ہے کبھی وہی کلام جب اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے شیطانی یا فرعونی کہلاتا ہے مثلاً انا خیر منه خلقتنی من نار

و خلقتہ من طین جوابلیس نے کہااور انا ربکم الا علی جوفرعون نے کہا تو یہ شیطانی اورفرعونی کلام کہلاتا ہے۔وغیرہ۔،

ایک صاحب جومرزاجی کے مخالف ہیں مگر اہل حدیث سے انتہاء درجہ کا بغض رکھتے ہیں مندرجہ بالا فقرات کومرزاجی کی تائید میں سمجھ کران کا رد کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ مرزاجی کی وحی اورالہام کا رد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جوآئتیں مرزا قادیانی پرالہام ہوئیں وہ قرآن نہیں ہیں پس مرزائی نبوت مسترداورغارت ہو گئی۔اوراگرواقعی مرزاصاحب کی تائید میں ہیں تو شاید یہ اس زمانہ کی تحریر ہے جب کہ مولوی صاحب مرزا صاحب کے مخالف نہ تھے۔اورمولوی صاحب ہی پر کیا حصر ہےاول اول مرزاجی پراچھے اچھے باخدا صلحاء حسن ظن کرتے تھے بلکہ ان سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ مرزاجی نے برف اور قند کے شربت میں زہرہلاہل گھولا ہے یانجاست پرغلاف چڑھا کرعطرمل دیا ہےتو سب متنفر ہوگئے۔

اگردرحقیقت اشاعۃ السنہ کا مضمون مرزاجی کی تائید میں ہےتواس تائید سے مرزا قادیانی اورمرزائی ہرگزخوش نہیں ہوسکتے اوران کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ ادعائی نبوت رخصت ہوتی ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے۔

دوم،اپنی خودغرضی اوراپنا بول بالا کرنے کوقرآن مجید کوناقص ٹھہرانا کہ اس میں شیاطین کا کلام بھی شامل ہے کس قدر بے ایمانی اورکیسی ملحدانہ جسارت ہے۔جوقومیں دین اسلام کی مخالف ہیں آریاوغیرہ وہ یہ سن کرکیا کہیں گی جب کہ خودمسلمان ہی قرآن مجید کوشیطانی کلام بتاتے ہیں۔

پھرجب بعض حصہ خدا کا کلام نہیں تو وہ وحی بھی نہیں حالانکہ خداتعالی بطورحصرفرماتا ہے ان ھو الّا و حی یو حی ۔اوربعض آیتیں وحی نہ ہوئیں توالقاءشیطانی ہوئیں حالانکہ قرآن خودناطق ہے فینسخ الله ما یلقی الشیطا ن۔

چہارم،قرآن کادعوی تعجیز، قل لئن اجتمعت ا لانس و الجن علی ان یا توا بمثل ھزا القر آ ن لا یا تو ن بمثلہ .. الخ ،۔معاذاللہ باطل ہوگیا کیونکہ مذکورہ بالاتاویل کے موافق گویا اقرارکیا کہ کلام مجید میں انس اورجن کا کلام شامل ہے اورظاہر ہے کہ معجزصرف کلام الہی جن وانس کا کلام معجز

نہیں اور دوسری آیت میں ہے فان کنتم فی شك مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله ۔مفسرین کی اصطلاح میں سورہ کا اطلاق کم ازکم تین آیتوں پر ہوتا ہے۔قرآن مجید میں تو قصص اور انبیاء اور جن وانس کے مقولے وغیرہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔اگر ان کو کلام الٰہی ہونے سے خارج کیا جائے تو اتنا بڑا حصہ معجز نہیں ٹھہرتا چہ جائیکہ ایک سورۃ۔پس تعجیز رخصت ہوگئی۔

مرزائیو ہماری نازک بات سمجھو بشرطیکہ تمہارے سر میں انسانی دماغ ہو۔

پنجم، بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ ۔کے کیا معنی ہیں۔کیا اس سے ایک بڑے حصے کا استثنا نکلتا ہے جو خدا کا کلام نہیں بلکہ جن وانس کا کلام ہے۔

مرزا قادیانی اور مرزائی اپنے کو غیر مقلد وہابی نہیں بتاتے بلکہ حنفی مذہب کے مقلد ہیں اور مرزا جی اس مذہب پر قائم رہنے کی اپنے مریدوں کو تاکید کرتے ہیں پس حضرت امام ابوحنیفہ کی کتاب فقہ اکبر کی یہ عبارت ذرا ہوش کی عینک لگا کر پڑھیں

و ماذکروالله تعالی فی القرآن عن موسی و غیره من الانبیاء و عن فرعون و ابلیس فان ذالك كله كلام الله تعالی ۔یعنی خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو حضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاء اور فرعون اور ابلیس کا ذکر کیا ہے بے شک یہ سب خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔

خبردار جو اس عبارت کا انکار کیا ورنہ غیر مقلد بن جاؤ گے۔قرآن کا انکار تو نئے نبی کے مذہب میں کچھ بڑی بات نہیں مگر مرزائیوں کو امام صاحب کی تقلید پر اصرار کے ساتھ قائم کر کے چونکہ بروزی نبوت کا مشرک بنا دیا ہے لہذا فقہ اکبر کی عبارت سے منحرف ہونا جہنمی بننا ہوگا۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند یکم دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۷۔۸)

قطعہ تاریخ سزایابی مرزا کادیانی

ازمولانا محمد دبکاویؒ

سزا یاب جب سے ہوا قادیانی
ہوئی محو مردک کی سب لن ترانی

خفا ہو گیا باپ حیف آسمانی
گیا بھول بیٹے کی گردن چھڑانی
رہائی کی تدبیر اپنی نہ جانی
کہاں گم ہوئی تیری وہ غیب دانی
دریغا پدر نے پسر کو پھنسایا
مگر قدر نا اہل کی کچھ نہ جانی
خیال اس کو افسوس یہ بھی نہ آیا
کہ بیٹے کو ہے ضعف اور ناتوانی
نہ امت پھری اپنے جعلی نبی سے
مریدوں نے کچھ بھی نہ کی آنا کانی
مگر چونکہ مردود سب بے بصر ہیں
تو آئے نظر کیا کتاب آسمانی
سیہ رو ہوئے سب سزا مل گئی جب
پھرا سب کے چہروں پہ لعنت کا پانی
چھڑانے میں کیں کوششیں حد سے افزوں
پھرے کو بکو در بدر خاک چھانی
بفضل خدا اہل اسلام جیتے
عدو کے مقابل ہوئی مہربانی (۱۳۲۲ھ)

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

مرزا کے مرتد ہونے یعنی کنہیا بننے کی تاریخ

از ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی

مسیحا سے مرزا کنہیا بنا
نیا تار مکڑی نے ہر سو تنا
بنا مکر کی تیلیوں کا قفس
بہت سے پھنسیں تا کہ مچھر مگس
کھلا آخرش شحنہ پر اس کا کید
جو چوروں کو کرتا ہے زندان میں قید
خفا ہو گیا آسمانی پدر
کیا در سے بیٹے کو اپنے بدر
یہ تاریخ سن لیں خواص و عوام
ہوا مسخ اب قادیانی غلام (۱۹۶۱ بکرمی)

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

مرزا جی کا گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا

آپ جب ولی بنے تو خیال کیا کہ ولی تو بہت سے گذرے ہیں میں نے ہی کیا کمال کیا، پس ترقی کرنی چاہیے۔ جھٹ سے مثیل عیسی بنے۔ مگر اول تو مثل کے لئے مساوات ضروری نہیں۔ ادنی امور میں بھی مماثلت ممکن ہے۔ دوم آپ کے اس خیالی پلاؤ پر عیسائیوں نے منارے سے بھی کہیں زیادہ لمبے لٹھ بنائے۔ آپ کا مطلب تو یہ تھا کہ عیسائی میری آؤ بھگت کریں گے۔ بیف بسکٹ جیلی چائے قہوہ وغیرہ لے کر دوڑیں گے جیسے عشاء ربانی میں، مگر انھوں نے تو یہود سمجھ کر اٹھارہواں فل بوٹ کھوپڑی شریف کی چندیا پر دور ہی سے جڑ دیا جس کی آواز گونج اٹھی کہ ٹھائیں۔

جب خر دجال کا بس عیسائیوں پر کچھ نہ چلا تو عیسی مسیح پر کنوتیاں دبا کر اور دم اٹھا کر دولتیوں کا ابراز شروع کر دیا کہ عیسی ایسا تھا اور ویسا تھا۔ تاہم بجائے مثیل مسیح ہونے کے عین مین اور ہو بہو مسیح موعود بن گئے ،مگر مسیح ابن مریم نہیں بلکہ مسیح ابن آلنقوا۔ اب یہ مصیبت آپڑی کہ احادیث میں مہدی کے ساتھ اصحاب کہف کا آنا مشروط ہے۔ چنانچہ امام قرطبی نے فرمایا:

و روت فرقه ان النبی قال لیحجن عیسی بن مریم و معه اصحاب الکهف فانهم لم یحجو بعد ذکره ابن عینیه ۔ و نحوه فی التوراة و الانجیل فعلی نداهم نیام لم یموتوا و لا یموتون الی یوم القیامة بل یموتون قبل الساعة ۔(فتح ص۳۹۲)۔ترجمہ۔اور ایک بڑے گروہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عیسی بن مریم ضرور حج کریں گے اور اصحاب کہف آپ کے ساتھ ہوں گے کیونکہ انہوں نے اب تک حج نہیں کیا اور ایسا ہی توریت وانجیل میں ہے اس صورت میں اصحاب کہف ابھی تک سوتے ہیں مرے نہیں اور نہ قیامت تک مریں گے بلکہ ساعت سے پہلے فوت ہوں گے۔

علی ہذا، دارقطنی میں محمد بن علی سے روایت ہے :

ان المهدی یخرج مع عیسی فیساعده علی قتل الدجال بباب لد ۔ترجمہ: مہدی بالضرور عیسی کے ساتھ خروج کریں گے اور دجال کے قتل میں باب لدّ پر عیسی کی مدد کریں گے

یہ ایسی مصیبت ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے سر سے ٹل نہیں سکتی۔

حضرت عیسی مسیح کو تو جوں توں کر کے یہود بن کر مارا تھا، اب غضب یہ ہوا کہ اصحاب کہف بھی زندہ ہیں۔ ایک کو مارا تو چھ اور پیدا ہو گئے اور پھر مہدی بھی۔ سب سے زیادہ غضب الٰہی یہ ٹوٹ پڑا کہ یہ سب کے سب مردود دجال کو قتل کریں گے۔ پس مرزا جی کو اپنی موت نظر آ گئی، تو جھٹ سے بول اٹھے کہ مہدی بھی میں ہوں، یہ نہ کہا کہ دجال بھی میں۔ عیسی بھی آپ مگر دجال کوئی اور۔ پھر مصالحہ معہ جملہ لوازم کہاں پورا ہوا۔

حدیث لا مهدی الا عیسی پر جو نہ صرف مجروح بلکہ موضوع ہے، آپ کا ایمان اور صحیح احادیث جو آپ کے مطلب کے خلاف ہیں ان کا بالکل انکار۔ چودھویں صدی میں عیسی بھی آبراجے اور مہدی

بھی۔اور طرفہ یہ کہ ایک ہی برزخ اور تشخص میں۔اور انبیاء بھی قیامت تک لاکھوں کروڑوں آئیں گے مگر دجال ایک بھی نہ آئے گا۔

ابھی ابھی ہمارے دیکھتے سوڈان میں کتنے مہدی گزرے۔کیا دلیل ہے کہ وہ تو جھوٹے تھے اور آپ سچے ہیں۔آپ میں یہ طرہ لگا ہے کہ آپ مہدی بھی اور عیسیٰ بھی۔مگر ہم ان دونوں ماڈوں کا جو خاص و عام من وجہٍ ہیں افتراق بھی دکھائے دیتے ہیں۔

سومالی لینڈ میں ملا عبداللہ مہدی ہے مگر مسیح نہیں، اور لندن میں مسٹر پگٹ اور پیرس میں ڈاکٹر ڈوئی مسیح ہیں، مگر مہدی نہیں۔اب فرمایئے لا مهدی الا عيسى والی حدیث کیوں کر صحیح ہوئی۔

پھر عیسے اور مسیح کا ایک وجود میں جمع ہو کر آنا تو آپ (یعنی مرزا قادیانی) قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں مگر ان دونوں میں مہاراجہ کرشن جی کا دہارن کرنا کہاں سے ثابت کریں گے؟ کیا وید سے؟ اور ظاہر ہے کہ جب آپ کرشن جی کو نبی اور صاحب الہام اور وحی اور صاحب روح قدس مان چکے ہیں، تو ویدوں کو کیونکر وحی والہام نہ مانیں گے؟ اب آپ کو ثابت کرنا پڑے گا کہ کون سی وید میں کرشن جی کا نبی اور اوتار ہونا اور پھر دوبارہ ایک مسلمان (جیسا کہ آپ خود کو سمجھتے ہیں) کے سر میں دہارن کرنا لکھا ہے۔

یہ گدھا پن تو ملاحظہ فرمایئے کہ آج تک لفظ موعود کے معنی بھی معلوم نہیں۔اگر موعود سے وہی مسیح مراد ہے جو پہلے گذر چکا ہے، تو یہ آپ کے دعوی کو مضر ہے کیونکہ وہ تو وفات پا گیا۔اور اگر کوئی اور مراد ہے جس میں وہ صفات پائی جائیں تو اس کا نام مسیح کیوں ہوا۔اگر اشتراک اسمی ہے تو ہزاروں مسیح اور مہدی دنیا میں موجود ہیں مثلاً محمد مہدی اور محمد مسیح یا ابوالمہدی اور ابوالمسیح۔آپ میں سرخاب کی کون سی دم لگ گئی۔

علی ہذا، آپ اپنے کو آنحضرت ﷺ کا بروزی بتاتے ہیں اور جہاد سے ڈر کر یہ تاویل چھانٹتے ہیں کہ لفظ محمد میں جلال اور لفظ احمد میں جمال ہے، پس میں احمد ہوں۔یعنی غلام احمد، محمد نہیں ہوں۔پھر جب ایک صفت سلب ہو گئی تو آپ گنجے بروزی ٹھہرے۔

پھر جلال اور جمال کسی شخص کے نام سے متعلق ہے یا ذات سے؟ ذات سے تو مجموعہ صفات و تشخص کا نام ہے اور جب ایک مسلمہ صفت سلب ہو گئی تو ذات من حيث الذّات کہاں رہی؟۔آپ کے یہ ڈھکوسلے

مجدد السنہ مشرقیہ شوکت اللہ (احمد حسن شوکت) کے حضور ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے، نہ مضحکہ طفلان سے زیادہ ان کی وقعت ہوسکتی ہے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱-۳)

قادیانی اپنے عیوب انبیاء کے سر تھوپتا ہے

جب پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں تو مرزا جی لا طائل تاویلوں سے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں اور غلط ہو جانے کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ آتھم اور آسمانی منکوحہ والی اور مقدمات میں فتح یابی کی جو پیشین گوئی کی، ناظرین کے اب تک نصب العین ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی اور مرزائی یہی کہے جاتے ہیں کہ مولوی کرم الدین کو شکست ہوئی اور ہم کو ہر طرح فتح ملی ہے۔ اس دروغ گوئم برروئے تو، کا کیا علاج۔ سچ ہے: بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

پھر انکار بھی ہے اور اقرار بھی۔ یعنی پیشین گوئیاں غلط بھی ہیں اور صحیح بھی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ پھر یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ میری پیشین گوئیاں غلط ہوگئیں تو کیا ہوا، انبیاء کی پیشین گوئیاں بھی غلط ہوگئی ہیں خود آنحضرت ﷺ کی فلاں پیشین گوئی اور فلاں خواب یا کشف و مشاہدہ غلط ہوگیا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ میں ہی جھوٹا نہیں ہوں بلکہ انبیاء بھی معاذ اللہ جھوٹے تھے۔ حالانکہ کسی نبی کی کوئی پیشین گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی۔ یہ انبیاء پر سراسر بہتان ہے۔

کسی نبی نے دوسرے نبی پر کذب و افتراء کا عیب نہیں لگایا کیونکہ یہ تو گویا اپنے اوپر عیب لگانا ہے، مگر مرزا جی کو اس کی کیا پرواہ۔ انبیاء کرام پر تو عیب لگ نہیں سکتا، مرزا قادیانی ہی اپنے کو عیوب کا پتلا بنا رہا ہے۔ اگر انبیاء کرام میں معاذ اللہ کچھ بھی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنی کتاب پاک میں ان کی نبوت صادقہ اور نوع انسان پر ان کی افضلیت کی ہرگز تصدیق نہ کرتا اور نہ ہم کو یہ تعلیم دیتا کہ لا نفرق بين احد من رسله۔ اگر انبیاء میں کذب کا کچھ بھی شائبہ ہوتا تو تمام آسمانی کتابیں جو ان پر نازل ہوئیں اور تمام صحیفے اور تمام وحییں اور الہامات غلط اور جھوٹے ہو جاتے اور قیامت نازل ہو جاتی۔ کوئی ہزار دفعہ سچ بولے اور ایک دفعہ جھوٹ، تو وہ جھوٹا ہی کہلائے گا۔ تھوڑی سی نجاست بہت سے پانی کو ناپاک اور ایک گندہ مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر

دیتی ہے۔ یہ تو اخبث الخبائث مرزا ہی کا جگر ہے کہ اپنے ساتھ تمام انبیاء کو کاذب بتاتا ہے۔ بڑے بڑے جغادری کفار اور مشرکین کو بھی یہ کہنے کے سوا چارہ نہ ہوا کہ ما یکذب محمد قط یعنی محمد ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، مگر مرزا قادیانی نے کفار کے بھی کان کتر لئے۔ لعنت۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ ص ۳۔۴)

مرزا صاحب

اخبار زمین دار لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے سیالکوٹ کے لیکچر میں مسیح موعود کے علاوہ سری کرشن جی کا اوتار ہونے کا بھی دعوی کیا۔ صوفیائے کرام میں فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ ہونے کے تو درجے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس شخص کے خیال میں محو اور مستغرق رہے اس کے دماغ میں اس چیز یا اس شخص کا عکس بھی اس درجہ تک منعکس ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے کو وہی چیز وہی شخص سمجھنے لگتا ہے۔ ایک زمین دار ایک بزرگ کی خدمت میں مرید بننے کے لئے حاضر ہوا۔ اس بزرگ نے پہلا سبق یہ دیا کہ جو چیز یا جو شخص تمہیں دنیا میں زیادہ محبوب اور عزیز ہو اس کا خیال اپنے دل میں باندھو۔ مرید نے کہا کہ مجھے تو اپنی بھینس بہت عزیز ہے۔ بزرگ نے کہ اسی کا خیال دل میں قائم کرو۔ اس ارشاد کی تعمیل میں زمین دار اپنے چوبارہ میں بیٹھ کر بھینس کا خیال پکانے لگا اور ہفتہ دو ہفتہ کے عرصہ میں فنا فی البھینس ہوگیا۔ ایک بار مرشد صاحب اس گلی میں سے گذرے جہاں زمین دار کا چوبارہ تھا۔ زمین دار نے کھڑکی میں سے مرشد کو دیکھ لیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر میرے سینگ دریچہ میں نہ اٹکتے تو میں آپ کی پیشوائی کو حاضر ہوتا۔ منصور کا انا الحق کہنا اسی اصول پر مبنی تھا۔ پس مرزا صاحب بھی عرصہ دراز سے مسیح کے حالات پر غور وغوض کر رہے ہیں اگر انا المسیح کہہ دیں تو مندرجہ بالا حالات کی رو سے ان کا ایسا کہنا بالکل جائز ہوگا۔ اور اگر وہ انا الکرشن کہہ اٹھیں تو غلط نہ مانا جائے گا۔ ذالك مسیح القادیان قول الحق الذی فیه یمترون ممکن ہے کہ بہت سے مسلمان مرزا پر ایمان لائے ہیں بہت سے ہندو بھی ایمان لے آویں۔ اور ممکن ہے کہ مقدس گرونانک کی طرح مرزا جی کی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں میں ان کی لاش مبارک کی نسبت جھگڑا ہو ایک فریق کہے کہ ہم مسلمانوں کے مذہب کے مطابق ان کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کا جسد مقدس قبر میں رکھیں گے اور ہندو یہ دعوی کریں کہ آپ

ہمارے کرشن جی کا روپ ہیں ہم انہیں جلائیں گے۔.... (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۴)

بروز اور تناسخ

ہم پہلے ان دونوں لفظوں کے معنی بتائیں گے پھر دونوں کے مصداق پر بحث کریں گے ۔پس واضح ہو کہ بروز بالضّم کے معنی باہر آنا اور ظاہر ہونا ہے، براز بالکسر کے معنی جنگ کے لئے صف سے باہر آنا ہے، یعنی مبارزت، اور بالفتح زمین فراخ اور غائط۔

بروز کے معنی از روئے لغت روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسرے قالب میں جانا ہرگز نہیں۔اور چونکہ لغت اور اصطلاح میں مناسبت اور مشارکت فی المعنی ہوتی ہے لہذا بروز کی مندرجہ بالا اصطلاح بھی یاروں کی گھڑت ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ بروز ہرگز تناسخ کا مرادف نہیں، جس کے معنی ایک قالب سے دوسرے قالب میں روح کا جانا ہوسکیں۔البتہ تناسخ کے لغوی معنی زائل ہونا اور ایک قرن کا دوسری قرن کے بعد آخر کو پہنچنا اور ایک زمانے کا دوسرے زمانے کے بعد آنا اور میراث کی تقسیم سے پہلے کسی مردہ کے وارثوں کا مر جانا، اور، اصطلاحی معنی کسی روح کا ایک قالب سے نکل کر دوسری قالب میں جانا۔

قادیانی مرزا جی کو اول اول یہ کہتے ہوئے تو شرم آئی کہ میں تناسخی نبی ہوں کیونکہ تناسخ کے معنی عرف عام میں آوا گون کے ہیں، جو ہندو دھرم کے اصول میں داخل ہے۔اس کی جگہ بروزی بنے، مگر بات ایک ہی ہے، براز نہیں غائط۔اخیر میں اپنے منہ پر آپ تھپڑ مارا کہ میں نے آریا سے مناظرہ کرتے ہوئے تناسخ کی کیوں تردید کی تھی، کرشن جی کے بروزی بن گئے۔اس مردود سے کوئی پوچھے کہ کرشن ہندو تھا یا مسلمان؟

پھر طرہ یہ کہ ہندو دھرم آپ کے تناسخی اوتار ہونے کا بھی انکار کرتا ہے کیونکہ آوا گون کے معنی ایک ہی روح کا ایک ہی قالب میں جانا ہے،، نہ کہ کئی روحوں کا ایک قالب میں جانا اور جمع ہونا۔کیا معنی کہ پہلے تو آپ بروزی محمد بنے یعنی آنحضرت ﷺ کی روح مقدسہ ومطہرہ نے آپ کے پلید جسم میں حلول کیا ہے اور اب کرشن جی کے اوتار بنے کہ ان کے جیو نے میرے سریر میں دھارن کیا ہے۔

دوسرا طرہ یہ کہ آسمانی باپ نے آپ پر الہام کیا جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا نبی انبیاء کے حلوں میں۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ مرزا جی کی روح جیتے جی دوسرے انبیاء کے لباسوں یعنی جسموں میں۔ اول تو یہ خرابی ہوئی کہ انبیاء کے اجسام اب کہاں ہیں۔ دوم یہ کہ ایک روح بہت سے اجسام میں ہے۔ ایک خبط ہو تو اس کو رو یا جائے، آپ کو تو آسمانی باپ نے سینکڑوں خبطوں کا مرقع بنا کر بھیجا ہے۔ بھلا کوئی نبی دوسرے نبی کے قالب میں حلول کر کے دنیا میں آیا ہے؟ ایسے انوکھے اور بوالعجب نبی تو آپ ہی ہیں کہ کبھی تو آپ کی روح ہانپتی کانپتی (جہاد کے خوف سے) دوسرے مردہ جسموں میں حلول کر کے پاتال کو پہنچ جاتی ہے اور کبھی آپ کا ناپاک جسم دوسری بہت سی روحوں میں پہنچ کر ان کو گندہ اور نجس کرتا ہے۔ آپ کو یا آپ کی روح کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تو خدا کیوں لے جانے لگا بلکہ اپنے چیلوں کو بھی حج سے منع کر دیا ہے۔ ہاں اب گرو اور چیلے متھرا اور جگن ناتھ کی جاترا تیرتھ کے درشن کریں گے اور خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا بشرطیکہ کچھ ہندو منڈھ جائیں۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵)

مرزا اور مرزائیوں کو مبارک

امریکہ میں بھی ایک مسیح پیدا ہوا ہے جو انگریزی نسل سے ہے یہ شخص ۱۸۳۹ء میں بمقام اڈنبرگ پیدا ہوا اور سولہ برس کی عمر میں اپنے باپ کے ساتھ آسٹریلیا پہنچا اور پھر اڈنبرگ آ کر مدرسہ لاہوت میں داخل ہوا جب تحصیل سے فارغ ہوا تو سڈنی واقع آسٹریلیا میں پادری مقرر ہو گیا یہاں کچھ دن رہ کر شکاگو پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ ملک عجائب پرست ہے پس ایک ڈھکوسلا نکالا اور دعوی کیا کہ مسیح کی روح مجھ میں حلول کر گئی ہے بہت سے آدمی اس مدعی کاذب کے معتقد ہو گئے جن میں سے اکثر رؤساء اور مالدار بھی تھے۔ غرض کہ شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ علاقہ ایلی لویس میں بہت سی زمین خرید کر خود سیہون نامی ایک شہر آباد کیا جس میں ۱۲ ہزار آدمی آباد ہیں اور سینکڑوں عالی شان عمارتیں وہاں بن گئی ہیں اور خود مسیح نے بھی اپنی یادگار کے طور پر ایک عالی شان عمارت بنوائی ہے جس میں ۵۰۰۷ آدمی سما سکتے ہیں۔ اس شہر میں جب تک امریکن مسیح کا معتقد نہ ہو کوئی نہیں رہ سکتا اور جو وہاں رہتے ہیں وہ خزانہ مسیح کے لئے خراج ادا کرتے ہیں جب یہ مسیح اپنے شہر کی تعمیر سے

فارغ ہو چکا تو چار ہزار آدمی اور ۵۰۰ مطرب اور ۵۰۰ باجے والے ساتھ لے کر ہدایت عام اور دعوت دین کی غرض سے باہر نکلا۔

اڈیٹر۔مرزا قادیانی اور مرزائی پھوٹے دیدوں سے دیکھیں کہ نبی عرب وعجم کہ دجالون کذابون والی پیشین گوئی کیسی صادق ہورہی ہے۔گویا ہر ملک کی زمین دجالوں کو اگل رہی ہے۔چونکہ مرزا جی کرشن کنہیا بنے ہیں اور مذہب ہنود میں راگ اور بھجن عبادت الٰہی میں داخل ہے اور آپ نے اپنی مریدنیوں سے پردہ بھی ساقط کر دیا ہے، لہذا ان گویوں کو معہ ساز وسامان طبلہ سارنگی پکھاوج ستار وغیرہ ساتھ لیں اور جا بجا بھجن اڑاتے پھریں، پھر دیکھیں چنیوں پر کتنے لعل گرتے ہیں اور مرزائی مذہب کس قدر ترقی کرتا ہے۔اب تو امریکن مسیح کی تقلید کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔پھر جب آپ نے تاویلوں سے تصویر پرستی جائز کر دی ہے تو رقص و سرود کا جائز کر دینا کیا بڑی بات ہے۔اس کی تاویل ہم بتائے دیتے ہیں کلام مجید میں ہے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنی تمام بری آوازوں میں گدھے کی آواز بری ہے۔دیکھیئے اس سے اچھی آواز کی خوبی نکلی مگر ایسا نکتہ خر دجال کب سمجھ سکتا ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۶)

صورت مثالی

مرزا جی اپنے آسمانی باپ کی الہامی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن میں برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد میں ہوں اور کیا خدائے تعالیٰ حی قیوم ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی نہیں بنا سکتا۔،

بے شک خدا تعالیٰ میں سب طرح کی قدرت ہے مگر مرزا جی کے نزدیک تو خدا تعالیٰ صرف صورت مثالی کے بنانے پر قادر ہے کہ ایک ہی انسان کو کبھی آنحضرت ﷺ کی صورت مثالی پر بنائے ،کبھی کرشن کی صورت پر،لیکن احیاء اموات اور انبیاء کے معجزات قدرت وفطرت وسنت الٰہی کے خلاف ہیں۔

ناظرین نے آج کل اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ ولایت میں ہو بہو دو شخص ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کے ہم شکل ہیں۔لیکن کیا وہ ملک معظم ہیں؟ اگر ان کے دماغ میں بھی ایسا ہی خبط ہو جیسا مرزا جی کے دماغ میں ہے

تو ملک معظم ہونے کا دعوی کریں۔اور علی الاعلان نقارہ بجائیں کہ تاج برطانیہ کے مالک اور وارث ہم ہیں۔ حمقاء کا ایک جم غفیران کے ساتھ ہولے بہت سی مثالی صورتیں باہم مماثل ہیں مگر نری مماثلت سے کیا کام چل سکتا ہے۔

ہوتے سیرت سے ہیں مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

صورت ہی پر تکیہ ہوتو فوٹو کی تمام تصویریں بالکل اصل کے مطابق ہوتی ہیں مگر اصلی انسان نہیں ہوتیں۔خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا قل انما انا بشر مثلکم مگر کیا آنحضرت ﷺ صرف مماثلت بشریہ کی وجہ سے عام انسانوں کے مانند ہیں۔اور کیا کوئی مسلمان دعوی کر سکتا ہے کہ میری اور آنحضرت ﷺ کی صورت مثالی ایک ہے۔معاذ اللہ

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

پھر بھی قادیانی مرزا جی کی صورت مثالی کی دو حیثیتیں ہیں،اس حیثیت سے کہ خود بدولت کے عندیہ اور ازعان کے موافق مسیح (معاذ اللہ) فاسق و فاجر اور مداری کا تماشا دکھانے والے تھے۔آپ مثل مسیح نہیں ہیں اور اس حیثیت سے کہ مسیح نصاری کے عقیدے کے موافق ابن اللہ تھے آپ بھی متبنی (لے پالک) ہیں گویا آپ مثیل مسیح ہیں بھی اور نہیں بھی۔ ماحصل یہ کہ آپ کے ہر ایک دعوی کے اجزاء آپ اپنی تردید کر رہے ہیں۔تمام گزشتہ دجالوں اور جھوٹے مہدیوں نے اپنے لئے ایسی ہی مثالی صورتیں تجویز کیں،مگر وہ خود بخود مٹ گئیں ۔اسی طرح بہت جلد آپ کی صورت بھی صورت غبار یا حباب بن کر ہوا میں ہو جائے گی۔

زندگی میں یہ خبط آپ کے برزخ میں ہمیشہ سے سمایا ہوا ہے کہ دعوی تو خاص ہوتا ہے اور دلیل عام، بلکہ دعوی تو فعلیت کا اور دلیل امکان کی۔یعنی میں بالفعل بروزی ہوں اس کی دلیل یہ ہے کہ کیا خدا تعالی ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں بنا سکتا۔یہ آپ کی منطق ہے۔اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ص ۷)

نام میں بھی خبط

قرآن مجید میں تو نہ مثیل مسیح کے آنے کا ذکر ہے، نہ اصیل مسیح کے آنیکا۔ البتہ حدیث میں پیشین گوئی ہے، مگر خود عیسی بن مریم کے آنے کی۔ پھر مرزا جی مثیل مسیح کیوں کر بن گئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ عیسی موعود نہیں ہیں۔ عیسی موعود تو ایک ہی ہوگا نہ کہ متعدد، البتہ دجال بہت سے ہوں گے اور ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ کو مثیل الدجال جالہ کہنا صحیح اور موزوں اور حدیث شریف اور واقعات کے مطابق ہے۔ جس قدر دجال اب تک آئے اور اس وقت موجود ہیں کسی نے اپنے کو عیسی بتایا کسی نے مہدی۔ کیا یہ سب مہدی اور مسیح تھے اور ہیں۔

پھر ساتھ ہی بروز کی دم لگی ہوئی ہے۔ حدیث میں کہاں ہے کہ آنخضرتﷺ کا بروزی آئے گا اور آج تک کوئی بروزی نبی آیا بھی ہے۔ پھر آپ امام الزمان بھی ہیں نبی تو امام الزمان ہوتا ہی ہے۔ یہ حشو اور لغو نہیں تو کیا ہے۔ چونکہ امام الزمان ایک بڑا لفظ ہے، لہذا آپ نے وہ بھی اپنے لئے تراش لیا۔

پھر آپ مجدد بھی ہیں۔ مجدد اگر چہ بڑا لفظ ہے، مگر نبی سے بڑا نہیں۔ خود مجدد کے معنی شہادت دیتے ہیں کہ وہ امتی ہوتا ہے نہ کہ نبی۔ نبی پر ہرگز مجدد کا اطلاق نہیں ہوتا نہ لغتہً نہ شرعاً نہ عرفاً۔ پس آپ کبھی تو تھگلی لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، کبھی تحت الثری میں گر جاتے ہیں۔

پھر آپ مریدوں کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا اکثر حکم دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اور مجدد تو کجا، آپ مجتہد بھی نہیں ہیں۔ بلکہ آنخضرتﷺ کے ایک امتی کے امتی ہیں۔ کجا نبی، کجا امتی الامتی۔ بالکل لٹیا ہی ڈبودی۔ عرش سے فرش پر آرہے۔ اب کسی مرزائی کو یہ دعوی نہیں پہنچتا کہ ان کا مرشد نبی ہو۔

بہر حال آپ مسیح ہیں، بروزی ہیں، امام الزمان ہیں، مہدی ہیں، مجدد ہیں، خلیفہ ہیں، کرشن جی کے اوتار ہیں۔ اے سبحان اللہ کیا کیا صفتیں آپ کی ذات میں کمپونڈ ہو کر اچھا خاصا مکسچر بن گئی ہیں۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۶، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

گرو جی سے چیلوں کی مخالفت

دنیا طلبی اور حب جاہ و ناموری کی ترنگ میں مرزا قادیانی جو کچھ ہانکتا ہے اپنے مطلب کے موافق ٹھیک ہانکتا ہے، مگر وہ چیلے جو درحقیقت چیلے نہیں رہے بلکہ گرو جی کے استھان سے راندے ہو گئے ہیں، جب مسلمان ان کے منہ میں گوہ دیتے ہیں کہ تمہارے بروزی نے اب کرشن جی کے بروزی ہونے کا ابراز کیا ہے، تو وہ گرو جی کے کلام کی تاویل مالا یرضی به القائل کرتے ہیں کہ انہوں نے یوں نہیں کہا، بلکہ یوں کہا ہے۔اور ان کا مطلب یہ نہیں، بلکہ یہ ہے۔

ملہم کو ان ناخلفوں پر، جو گھر کے بھیدی بن کر لنکا ڈھا رہے ہیں، اس قدر غصہ آتا ہے کہ قابو چلے تو قادیان سے بلکہ ہندوستان سے جلا وطن کر کے لندنی یا پیرسی یا امریکن مسیح کے اردل میں ان کو چلتا کر دیں یا سومالی مہدی کے ماتھے ماریں۔ گرو نے تو صاف کہہ دیا کہ میرے سر یر میں اب کرشن جی نے دھارن کیا ہے اور اب مجھے اسلام اور اہل اسلام سے کچھ واسطہ نہیں رہا۔ چنانچہ جب سیالکوٹ میں بڑی بھاری سبھا کے سامنے اپدیش کیا تو وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے بھی یہی فرمایا کہ اب مسلمانوں کو اس اوپدیشک سے کچھ سابقہ نہ رہا، ہنود جانیں اور وہ جانے۔، ڈی سی نے بجا فرمایا لیکن وہ یہ فرمانا بھول گئے کہ اب اس بہروپئے سے عیسائیوں کو بھی کچھ واسطہ نہ رہا کیونکہ وہ اس سے پہلے مسیح بھی بن چکا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح قلع قمع ہوتا چلا جائے گا اور اخیر میں آپ صرف چینی مغل رہ جائیں گے اور مسخرے آسمانی باپ نے وقتاً فوقتاً جو خطابات کے خلاع فاخرہ اپنے لیپا لک کو دیئے ہیں سب سلب ہو جائیں گے۔اور غرقی لنگوٹی باقی رہ جائیگی، یا ایک ہاتھ آگے اور ایک پیچھے دھرنے سے شاید ننگ و آبرو رہ جائے۔

نہیں عریانی سے بہتر کوئی دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا اولٹا

مرزا قادیانی نے جب کہا میں بروزی نبی ہوں تو سنّی مسلمانوں نے لا حول کی پیزار سر پر جڑی۔ جب کہا کہ میں حسینؓ سے افضل ہوں، تو شیعہ نے تبرّے کے چھرے اور لعن کی گرابین اور طعن کی

قبقابیں اور نفرین کی کنٹا پیں رسید کیں کہ بھیجے کا پلاسٹر بگڑ گیا اور کلیجے کا پلپیتھن نکل گیا۔ (امام حسین سے افضل ہونے کے بارے میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: میرے اس دعوی پر کہ میں امام حسین سے افضل ہوں، شور مچایا جاتا ہے لیکن اگر پوچھا جاوے کہ آنے والا مسیح حسین سے افضل ہے یا نہیں، تو اس کا کیا جواب ہے ...خدا تعالی نے مجھے یہی بتایا ہے کہ میں افضل ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ چونکہ موسیٰ سے افضل ہیں اسی طرح آنے والا مسیح محمدی، مسیح موسوی سے افضل ہے ...میں بطور محقق کے کہتا ہوں اور خدا تعالی سے بصیرت پا کر کہتا ہوں، میں خدا تعالی کے مکالمات سنتا ہوں ہر روز اس سے مخاطبات ہوتے ہیں۔ پھر میں ایک نابینا مقلد کی پیروی کس طرح کروں۔ ہاں اگر کوئی امام حسین کو مجھ سے افضل یقین کرتا ہے اور اس کا کوئی الگ خدا ہے تو پھر میں دیکھ لوں گا کہ وہ میرے مقابل اس افضلیت کے کون سے نشان اپنی ذات سے دکھا سکتا ہے اگر کوئی نشان نہیں دکھا سکتا اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں دکھا سکتا تو پھر میرے لئے جو تحقیق کی راہ کھلی ہے اس کا انکار نامناسب ہے۔ یہ نری کہنے ہی کی باتیں نہیں ہیں میری زندگی کا کون ذمہ وار ہوسکتا ہے جب کہ میں براہ راست خدا تعالی سے سنتا ہوں۔ خواہ مجھے دوزخ میں ڈال دیا جائے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے میں اس کی بالکل پرواہ نہیں کر سکتا میں کبھی اس امر حق کو نہیں چھوڑ سکتا۔ الحکم جلد ۸ نمبر ۸۔ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲) جب کہا میں عیسی مسیح سے کئی بانس اونچا ہوں، تو عیسائیوں نے ایسا نیچا دکھایا کہ زمین دوز کر دیا۔ اب کہا کہ میں کرشن جی کا اوتار ہوں تو دیکھیں ہنود کیا موہن بھوگ اور لڈو کچوری اور امرتی اور جلیبی لے کر دوڑتے ہیں۔ بھگوان نے چاہا تو اس گوبر گنیش کے منہ پر گئو متر بھی نہ ماریں گے کیونکہ گئو موتر تو پوتر ہے جو ڈسٹوں اور مہاملیچوں کو بھی دیوتا بنا دیتا ہے۔ ہاں چلو میں مانس متر لے کر دوڑیں گے۔ اس کے بعد آپ لال گرو بنیں گے جو آپ کے بڑے بھائی لال جھکڑ کی میراث اور گدی ہے۔ مگر یقین کر لیجئے کہ لعل بیگی بھی بول و براز کی بھری جھاڑو ہی ماریں گے کہ گوہ کیسا تھ آپ کا موت بھی نکل پڑے گا۔ پھر جب چماروں کے مہنت بنیں گے، تو وہ بھی اپنے بھائیوں لعل بیگیوں سے کیوں پیچھے رہنے لگے۔ اٹھارہویں لتیڑے اور چوبیسویں بچکانوں کے کھونسڑے ایسے ٹھائیں ٹھائیں جڑیں گے کہ کھوپڑی ادھوڑی استر کی جوتی کا تلا بن جائے گی اور آپ کی چمڑی دمڑی کو بھی نہ ملے گی۔ یہاں آ کر خدا نے چاہا تو خاتمہ ہو جائے گا الخبیثا ت للخبیثین۔ اڈیٹر۔ (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱۔۲)

بقیہ: قادیانی اپنے عیوب انبیاء پر تھوپتا ہے

الزامی جواب ہمیشہ خصم کو دیا جاتا ہے خصوصاً غیر مذہب والوں کو۔ مگر مرزا قادیانی عجیب مسلمان اور

آنحضرت ﷺ کا امتی ہے کہ اپنے نبی پر تخلف پیش گوئی (کذب) کا الزام لگاتا ہے۔ پہلے پہل جب عیسیٰ مسیح کو عیوب کا مرقع قرار دیا تھا تو بافراست اور مبصر اہل ایمان تاڑ گئے تھے کہ مرزا قادیانی کے دل میں انبیاء کرام کی کوئی وقعت نہیں۔ حالانکہ نبی سب ایک ہیں، ایک کی بے وقعتی سب کی بے وقعتی ہے، اور اسی سے مرزا قادیانی کو مرتد اور جہنمی سمجھ گئے تھے۔ اب تو: جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے، مرزا قادیانی خود بول اٹھا کہ فلاں فلاں معاملے میں آنحضرت ﷺ کا کشف اور رؤیا اور پیشین گوئی غلط (کاذب) ہوگئی۔ اور چونکہ کذب بہت بڑا عیب ہے خصوصاً انبیاء کرام کے لئے اور خود بھی نبی بنا ہے، لہذا کہتا ہے کہ انبیاء کی پیشین گوئی کا غلط ہونا اور وعدہ الٰہی کا تخلف سنۃ اللہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کرام ہی جھوٹے نہیں بلکہ خدا بھی (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے۔ ہات تیرے جھوٹے دجال کے منہ میں نار دوزخ کا لگام۔

سنۃ اللہ تو اس پر بھی جا رہی ہے کہ ہر نبی نے دوسرے نبی کی تصدیق کی ہے کہ تمام انبیاء سچے تھے اور میں بھی سچا ہوں، مگر یہ مکار عیار طرار یہ ثابت کرتا ہے کہ تمام انبیاء جھوٹے تھے لہذا میں بھی جھوٹا ہوں۔ اور واقعی جب خدا ہی تخلف وعدہ کر کے مرزا قادیانی کے نزدیک معاذ اللہ جھوٹا ہو گیا تو اس کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسل کیوں جھوٹے نہ ہوں۔ ایسی بے ہودہ ملحدانہ بکواس پر الو کے بیٹوں کو ذرا شرم نہیں آتی اور اس بدمعاش کے منہ پر تھپڑ نہیں مارتے کہ جب تو بھی دوسرے انبیاء کی طرح جھوٹا ہے تو ہم کیوں ایمان لائیں۔ اور جب انبیاء بھی صادق نہ رہے تو دنیا سے صدق اٹھ گیا، اور راست بازی اور راست معاملگی کا، خواہ دینی ہو خواہ دنیوی، کوئی معیار نہ رہا۔ انبیاء کی نسبت یہ کہنا کہ ان کی پیشین گوئی غلط ہوگئی سراسر توہین بلکہ ان پر سبّ و لعن ہے۔ چنانچہ شفا قاضی عیاض میں ہے

من سبّ النبی ﷺ او الحق به نقصاً فی ذاته و صفاته او یاتی... من القول فی عبارة او تقبیح من الکلام و لو باشارة و ما فیه من قلة الادب فی جهة علیه السلام و ان ظهر انه لم یعمد ذمة فی مقاله لکن صدر عنه اما بجهالة بنعوت جماله او قلة مراتبةٍ فی شانه و ضبط لسانه و قلتة مبالاةٍ فی بیانه فحکم بالقتل اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل

اللسان اذ عقله فی فطر ته ۔

ترجمہ: جس شخص نے نبی ﷺ کو برا کہا یا آپ کی ذات اور صفات میں کوئی نقص ملایا یا کوئی بے ادبی کی طرز بیان میں یا اشارہ میں خواہ نادانی سے یا عمداً، یا طرز بیان میں بے پروائی اور جرأت کی اگر چہ ظاہر ہو جائے کہ اس نے عمداً اپنے کلام میں گستاخی نہیں کی بلکہ واقعی آپ کے نعوت جمال سے ناواقف ہے یا اس نے آپ کی شان کی نسبت مراقبہ (غور وفکر) نہیں کیا اور ضبط لسان اور بیان کی کم پرواہ کی تو ایسا شخص حکماً قتل کیا جائیگا کیونکہ کفر کے ارتکاب میں جہالت کا عذر اور زبان کی لغزش وغیرہ قبول نہیں جب کی اس کی عقل فطرۃً صحیح اور سالم ہے یعنی وہ فاتر العقل مجنون نہیں۔

علی ہذا جس مسلمان کو کچھ بھی استعداد ہے وہ چھوٹی سی کتاب مالا بدمنہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر سمجھ سکتا ہے:

ملعونے کہ در جناب پاک سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام دشنام دہد یا اہانت کند در وصفے از اوصاف او یا درصورت مبارک او خواہ آنکس مسلمان بود یا ذمی حربی اگر چہ از راہ ہزل کردہ باشد واجب القتل کافر است توبہ او مقبول نیست اجماع امت برآنست کہ بے ادبی بہر کس از انبیاء کفر ست خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ۔انتہی

مگراب تو آزادی کا زمانہ ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے عہد میں کون کسی کو قتل کرسکتا ہے۔ ذرا مرزا جی افغانستان فارس ترکی وغیرہ ممالک اسلامیہ میں جاکر کسی نبی کی شان میں لب کشائی کریں تو حقیقت معلوم ہو۔ افغانستان میں افغانی دنبہ لیپا لک کی بھینٹ چڑھ ہی گیا۔ برٹش گورنمنٹ بھی کسی کی توہین جائز نہیں رکھتی اور قانوناً سزا دیتی ہے، مذہبی توہین تو سیڈیشن میں داخل ہے جس کی بڑی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور ہے۔ مگر یہی غنیمت ہے کہ میاؤں کی آواز نہیں آتی ورنہ بھاگنے کو چوہے کا بل بھی نہ ملے جیسا کہ ایک لائیبل میں ہو چکا ہے۔اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲-۳)

خرق اجماع نیشنلٹی کو برباد کرتا ہے

تمام انبیاء جدی جدی امت کیلئے مبعوث ہوئے اور ہر امت میں اتفاق واتحاد پیدا ہوا اور نہ دنیا میں نیشنلٹی اور نیشن (قوم اور قومیت) کا وجود نہ پایا جاتا اور یہ درحقیقت قدرت وفطرت کا لایزال قانون ہے۔ تمام حیوانات بلکہ نباتات ومعدنیات وجمادات میں بھی یہ قانون جاری ہے۔ بھیڑوں بکریوں بندروں کووں مرغابیوں وغیرہ جانوروں میں کیسا اتفاق ہے۔ ہر قسم کے نباتات وبقولات پھل پھول ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے جواہرات کا ایک ہی رنگ ہوتا ہے یعنی تمام لعل ویاقوت سرخ ہی ہوں گے۔ تمام قسم کے زمرد سبز ہی ہوں گے۔ علی ہذا۔ پس انسانوں کے قومی اتفاق کا مٹانا گویا قانون قدرت کا مٹانا ہے جو محال ہے۔

امت محمدیہ کا اجماع بھی دینی اور دنیوی امور میں محض نیشن اور نیشنلٹی کے قیام ودوام کے لئے ہے اور کتاب وسنت سے مستنبط ہو کر تیرہ سو برسوں سے معمول بہاء رہے ہیں اور جو عقائد مسلمانوں کے دلوں میں مرتکز ہیں ان کی بنیاد نیشنلٹی پر ہے۔ پس اجماع کا خرق کرنے والے بڑے ظالم ہیں کہ نیشن اور نیشنلٹی کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔

اسی کا ضمیمہ مسئلہ ختم نبوت ہے جو تیرہ سو برس سے حسب تعمیل ارشاد الٰہی دائر سائر چلا آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین.. الآیہ۔ اب کسی مکار کا دعویٰ نبوت بالکل خرق اجماع اور محمدن نیشنلٹی کی تباہی اور عقد ثریا کو بنات النعش بنانا اور نئی امت اور نیا نیشن ایجاد کرنا قوم اور قومیت کے شیرازہ کو بکھیر دینا ہے۔ لاکھوں سلف صالحین اور علماء محدثین ومجتہدین ومفسرین میں سے کسی کو آیت خاتم النبیین کے یہ معنی اور یہ تاویل نہ سوجھی جو دشمن اسلام قادیانی کو سوجھی ہیں، اور تاویلیں بھی وہ جن کو سن کر بچے تک قہقہے لگائیں اور اہل مذاہب واقوام غیر مضحکے اڑائیں۔ ہم قادیانی تاویلوں کا تارو پود اپنے سینکڑوں صفحات میں اڑا چکے ہیں۔ لہذا اعادے کی ضرورت نہیں۔

مردود کا مطلب یہی ہوا نا کہ اجماع کرنیوالے نادان اور بے وقوف یا گمراہ تھے اور زیادہ سے زیادہ آنحضرت ﷺ اپنے زمانہ جاہلیت کے نبی تھے اور وہ بھی عرب کے لئے نہ کہ ہفت اقلیم کے لئے۔ میں موجودہ

روشنی کے زمانے کا نبی ہوں اور ہندوستان میں تو کوئی نبی بجز رام چندر اور کرشن جی کے آیا ہی نہیں۔ اور محمد ﷺ نے بڑی غلطی کی کہ ان کی نبوت کو نہ مانا۔ اگر چہ وہ بت پرست تھے یا کسی مذہب کے تھے مگر نبی تو تھے۔ اب میں اسلامی مجدد اور ریفارمر بن کر رام چندر اور کرشن کی نبوت ماننے اور منوانے آیا ہوں اور دلیل یہ آیت قرآنی ہے

منهم من قصصنا عليك و منهم من لم نقصص عليك۔

سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے نہ کہ آئندہ کا، کیونکہ آئندہ کے لئے تو نبوت ختم ہوگئی۔ اگر کہو کہ رام چندر اور کرشن بھی مثل دیگر انبیاء کے آنحضرت ﷺ سے پہلے گزر چکے ہیں، تو تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ پر تو خدا تعالیٰ نے ان کی نبوت کا قصہ مجمل رکھا اور مرزا کو مفصل بال کی کھال نکال کر دکھا دی۔

دوم، ہم لکھ چکے ہیں کہ نبوت ختم ہو چکی اور حکم الٰہی نازل ہو چکا کہ

و من يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه ۔ الآيه۔

سوم، مرزا جی کو تو اپنا الو سیدھا کرنا اور یہ دکھانا ہے کہ منهم من لم نقصص عليك میں، میں بھی شامل ہوں اور جس طرح لاکھوں اور کروڑوں بلکہ اربوں نبی مثل رام چند اور کرشن پہلے گذر چکے ہیں ان سے بڑھ کر مجھ جیسے غیر متناہی نبی قیامت تک گذریں گے۔ بات یہ ہے کہ آپ اس وقت تک نبی نہ بن سکے جب تک کفار مشرکین کو نبی نہ بنالیا۔ آپ کی نبوت کرشن جی کی نبوت کی محتاج تھی اور چونکہ آپ امام الزمان ہیں لہذا ۲۴۱ کرور ہنود کا امام یا اوتار بننا بھی تو آسمانی باپ کے بتائے ہوئے فرائض میں سے تھا۔

اب ہم منتظر ہیں کہ آپ ہنود پر کیا ابلاغ و تبلیغ کرتے ہیں۔ کرشن جی تو ویدی تھے کیا آپ ان پر وید کا اوپدیش کریں گے۔ اگر قرآن کی تبلیغ کریں گے تو ہنود دھوتیاں گلے میں ڈال کر اور اینٹھ کر آپ کا گلا گھونٹ ڈالیں گے کہ یہ راکھشش اس دیش میں کہاں سے آمرا۔

اگر آپ ویدی نبی ہیں، تو وید ہی کے اشلوک آپ پر الہام کیوں نہ ہوئے۔ قرآن مجید کی آیتیں کیوں الہام ہوئیں۔ اور وید و قرآن کو گڈھ مڈھ ہو نہیں سکتے کہ آپ کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے ہاتھ میں وید۔ یعنی ایک ہاتھ میں توحید ہو اور دوسرے ہاتھ میں بت۔ مگر آپ سا دھو بچوں کے فن میں بھی

پورے نہیں بلکہ ادھورے ہیں۔ ہندو تو کیا دھب پر چڑھیں گے اس دورنگی میں تو نو گرفتار الو بھی ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔

در کفے جام بلوریں در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

آنحضرت ﷺ کو تو قرآن مجید میں یہ ارشاد ہوا کہ بعض انبیاء کے قصص ہم نے تم پر بیان کر دیئے اور بعض کے بیان نہیں کئے اس کے خلاف اب آسمانی باپ نے لیپا لک پر یہ وحی اتاری کہ قصصنا علیك الانبیاء کلھم گویا انبیاء کا جو علم غیب اور شناخت آنحضرت ﷺ کو عطا نہیں ہوئی وہ کرشن کے اوتار کو عطا ہوئی۔ پھر یہ مردود تمام، انبیاء کی شناخت کیوں نہیں کرتا جن کے قصص جناب باری نے بیان نہیں فرمائے۔ اور سب کا نام لے کر کیوں نہیں بتاتا کہ قرآن میں جناب باری نے جن کی تفصیل نہیں فرمائی وہ فلاں فلاں ہیں۔ کیا منھم میں صرف کرشن ہی داخل ہے اور آئندہ جس قدر لاکھوں اور کروڑوں نبی قیامت تک گزریں گے ان کے نام کیوں نہیں بتاتا۔ کیا وجہ ہے کہ تجھے گزشتہ انبیاء کا علم غیب تو ہو گیا اور انبیاء مستقبلہ کا علم نہ ہوا۔ جبھی تو ہم نے لکھا ہے کہ: جھوٹا نجومی ہے اناڑی رمال۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۳۔۵)

خدا مردوں کو زندہ نہیں کرسکتا

جب مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی ہے

ابری ء ا لا کمه و الا بر ص و ا حی المو تی باذن الله

تو نہ صرف عیسیٰ مسیح پر بلکہ قرآن اور خدائے قرآن پر بھی چین بر جبین اور غضب ناک ہوتے ہیں کہ ایں! مردوں کا زندہ کرنا تو نیچر کے خلاف ہے اور خدا تعالیٰ کی بھی طاقت نہیں کہ لاز آف نیچر Laws of Nature کا خلاف کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے جو اپنی صفت محیی تراشی ہے تو نیچر کا انحراف کیا ہے۔ ہاں اس کی صفت ممیت ضرور ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ممیت تو بہت سی اشیاء کی صفت ہے۔ تمام درندے اور.. تمام سمیات ممیت و مہلک ہیں۔ ہر انسان اپنے لئے اور اپنے دشمن کے لئے ممیت و مہلک ہے یعنی جب چاہے اپنے کو اور جب

چاہے کسی دوسرے کو مار سکتا ہے، اس میں خدا تعالی کا کیا کمال قدرت ظاہر ہوا۔ اس پر تو لیپا لک اور اس کا آسمانی باپ بہت آسانی سے قدرت رکھتے ہیں۔ آتھم کو مار ڈالا۔ آسمانی منکوحہ کے شوہر کو مار ڈالا، اب طاعون بھیج کر دشمنوں اور دوستوں دونوں کا خطا بے خطا وجہ بے وجہ صفایا کر رہے ہیں۔ اس میں لا ز آف نیچر کو بھی دخل نہیں، نہ اس کی منظوری کی ضرورت۔ ٹیڑھی کھیر تو زندہ کرنا ہے اس پر چونکہ باپ بیٹا اور ان کا نیچر قادر نہیں، لہذا خدا تعالی بھی قادر نہیں۔ بے شک اندھوں کا یہی نیچر ہے کہ ان کے نزدیک سارا جہان اندھا ہے ان اللہ علی کل شئی قدیر پر ایمان، مگر احیاء اموات شئے من الا شیاء نہیں اور جب خدا تعالی ایک جزئی پر قادر نہیں تو کل اشیاء پر قادر کیوں کر ثابت ہوا۔ خدا تعالی مردہ زمین تک کو زندہ کر سکتا یحی الارض بعد موتھا الآیہ مگر مردہ انسانوں کو کہ وہ بھی زمین (خاک) ہی سے پیدا ہوئے ہیں زندہ نہیں کر سکتا۔

آیت مذکورہ بالا میں سیدنا المسیح یہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کے حکم سے اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست، مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اب ہم ان خران دجال سے پوچھتے ہیں کہ مردوں کا زندہ کرنا بھی سنت اللہ اور فطرۃ اللہ کے خلاف ہے یا اندھوں اور کوڑھیوں کا تندرست کرنا بھی سینکڑوں طبیب اور ڈاکٹر اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اپنے علاج سے تندرست کر دیتے ہیں گو ایک عرصہ کے بعد سہی مگر مردوں کو بجز انبیاء کے بحکم الہی کوئی زندہ نہیں کر سکتا۔

اب مندرجہ بالا آیت میں عیسی مسیح کا دعوی گویا دو متضاد اجزاء سے مرکب ہوا۔ ایک سنت اللہ و فطرۃ اللہ کے موافق ہے یعنی اندھوں اور کوڑھیوں کا اچھا کرنا اور دوسرا دعوی سنت اللہ و فطرۃ اللہ کے خلاف یعنی مردوں کا زندہ کرنا۔ اور خود تم بھی صرف احیاء اموات کو سنت اللہ کے خلاف بتاتے ہو، نہ کہ اندھوں کے بینا کرنے اور کوڑھیوں کے اچھا کرنے کو بھی۔ تم نے تو ہمیشہ احیاء اموات ہی کی تاویل کی ہے کہ مراد احیاء قلوب یعنی ہدایت ہے، نہ کہ ابراء اکمہ وابرص کی۔ ورنہ تم کو ماننا پڑے گا کہ بیماروں کا تندرست کرنا بھی فطرۃ اللہ کے خلاف ہے اور پھر حکیم الامت المرزائیہ کی بڑے طمطراق کی طبابت طاق میں دھری جائے گی نبض دیکھنے سے ان کے ہاتھ شل ہو جائیں گے اور قارورہ دیکھنے سے پیشاب خطا ہو جائے گا۔ اس تاویل سے آپ ہی کا دعوی متناقض نہیں ہو گیا بلکہ کلام الملک العلام میں بھی اختلاف پیدا ہوا کہ ایک ہی آیت میں ایک دعوی تو فطرت الہیہ

کے مطابق ہے اور دوسرا مخالف۔ بہت کم امید ہے کہ مرزا اور مرزائی مجدد السنہ مشرقیہ کی لطیف اور نازک اور بایں ہمہ دقیق تحریریں سمجھیں گے اور ایمان لائیں گے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۷)

اے مربیان ضمیمہ

چار سال تک جس اسلوب سے آپ کا ضمیمہ جاری رہا ممکن نہیں کہ دوسرا پرچہ اس شان وشکوہ سے جاری رہ سکے۔ پھر غیر ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی دوسرا شخص اس طرح مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا کفر توڑ سکے۔ شاعری وفصیح انشا پردازی تو شوکت اللہ کی خانہ زاد لونڈیاں ہیں، ضمیمہ نے تو تمام علوم وفنون میں وہ مجددانہ رنگ دکھایا کہ ملحدوں کے چہروں کا زعفرانی رنگ کافور ہو کر اڑ گیا۔ ایک ایک عنوان کو ہر بار نئے طرز اور نئے دلائل سے اور خصم کے ہر ایک دعوی کو مختلف براہین سے قطع کیا۔ ضمیمہ آپ کے سامنے ہے کچھ حاجت سمع خراشی کی نہیں۔ بایں ہمہ ضمیمہ کی جو کچھ قدر دانی ہوئی اس کو خدا خوب جانتا ہے۔ کیا ضمیمہ جس کی قیمت ایک روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک ہے ہزار دو ہزار بھی ہفتہ وار شائع نہ ہوتا۔ اب اختتام سال میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے ہم عموماً پہلے بھی گذارش کر چکے ہیں اور اب خصوصاً ان مربیوں کی خدمت میں ملتجی ہیں۔

جن کی تحریک وتربیت سے شحنہ کا ضمیمہ جاری ہوا اور اب تک جاری ہے مثلاً مولانا سید ابو محمد ڈاکٹر جمال الدین صاحب مالک نیو میڈیکل ہال صدر بازار پشاور۔ منشی محمد فضل الرحمان اہلکار ڈسٹرکٹ بورڈ لدھیانہ ۔مولانا سعد اللہ صاحب ہیڈ مدرس گورنمنٹ اسکول لدھیانہ۔ مولانا حکیم عبد الباسط صاحب معالج ریاست فرید کوٹ۔ منشی عنایت احمد تاجر کتب پٹیالہ۔ مولانا ابو المنظور محمد عبد الحق سرہندی مفتی شحنہ ہند۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رئیس گولڑہ۔ منشی عزیز الدین نقشہ نویس پبلک ورکس راولپنڈی۔ منشی محمد دین صاحب راولپنڈی۔ منشی شہاب الدین نقشہ نویس پبلک ورکس ایبٹ آباد اور تمام معاونین وناظرین اگر ضمیمہ کی اشاعت وترقی میں کامل سعی نہ فرمائیں گے اور خریدار نہ بڑھائیں گے تو ضمیمہ کا جاری رہنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے ضمیمہ مربیوں اور معاونوں کے نام اکثر پلندے بندھ بند کر جاتا ہے اور انہیں کے ذریعے سے تقسیم ہوتا ہے ہم تمام ناظرین سے واقف نہیں ہم تو ضمیمہ کے مربیوں سے واقف ہیں اگر سب ناظرین فرداً فرداً ایک ایک خریدار پیدا کر دیں اور

اپنے ضمیمہ کو محض خالصاً لوجہ اللہ اور بغرض عقائد حقہ اسلام پھیلائیں تو کیا مشکل ہے صرف ہمت اور خلوص درکار ہے ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷۔۸)

قادیانی کا کرشن بننا

آریہ گزٹ لکھتا ہے:

مرزا قادیانی جو مسیح موعود بنے تھے اب سری کرشن جی کے اوتار بن بیٹھے۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اگر مرزا جی مسیح ہی بنے رہتے تو شائد کچھ عذر چل سکتا لیکن کرشن مہاتما کا اوتار بننا اور یہ دعوی کرنا کہ میں ہندوؤں کی اصلاح کے لئے آیا ہوں اپنے منہ کی کھانا ہے۔ کہاں کرشن کامل انسان اور کہاں مرزا قادیانی۔ ہم نہیں جانتے یہ الہام آپ کو قادیان کے حجرہ میں آیا، یا مجسٹریٹ کی عدالت میں۔ مرزا صاحب ہندوؤں پر نظر شفقت رکھیں۔ ہندوان کی انوکھی لیلاؤں سے پناہ مانگتے ہیں۔ عطائے تو، بہ لقائے تو۔

ابھی بہت دن نہیں ہوئے مرزا صاحب جن لفظوں سے ہندوؤں کو یاد کیا کرتے تھے وہ شاید بہتوں کو بھولے نہ ہوں گے۔ مرزا صاحب کے نئے سوانگ سے لوگ بھرّے میں نہ آئیں گے۔

مرزا جی کی یہ موشگافیاں کیسی ہی سمجھی جائیں مگر ان کا اصلی مطلب ان سے سدہ نہ ہوگا۔ بہتر ہوتا کوئی اور چال چلتے

ازیں موشگافی چہ اندوختی ۔ چرا مو تراشی نیاموختی

اگر مرزا صاحب مونڈ منڈا کر کسی سنیاسی کے چیلے بنے ہوتے تو شاید یہ داؤں چل جاتا، مگر ہندو تو ایسوں کی شدھی کرنے کو تیار نہیں۔ اکبر نے بیربل سے کہا کہ مجھ کو ہندو بنالو۔ بیربل نے کہا کہ ایک ہفتہ کے بعد اس کا جواب دونگا۔ جب ایک ہفتہ گذر گیا، بیربل ایک گدھا لے کر شاہی محل کے نیچے نہر کے کنارے صابون سے اس کو خوب مل مل کر دھونے لگے۔ بیربل کے رتبہ کے آدمی کو ایسا ذلیل کام کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے اکبر تک خبر پہنچائی۔ شہنشاہ اکبر خود آئے اور متحیر ہو کر پوچھنے لگے، بیربل یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیربل نے سادگی سے

جواب دیا، خداوند گدھے کو دھو کر گھوڑا بناؤ نگا۔ اکبر نے ہنس کر جواب دیا، نادان ایسا بھی کہیں ہوا؟ بیربل نے کہا خداوندا اگر یہ امر غیر ممکن ہوتا تو حضور کیسے حکم دیتے کہ آپ کو ہندو بنالوں۔

گو یہ ایک مذاقیہ روایت ہے لیکن اس کو مرزا قادیانی کے آخری اعلان سے کسی قدر نسبت ضرور ہے۔ مرزا جی مسلمان کے گھر پیدا ہوئے۔ فرض کرو وہ مسلمان نہ بھی ہوں، کیونکہ اکثر دین دار بزرگ مسلمان ان کے محمدی طریقہ کے پیرو کار ہونے میں شک کرتے ہیں، لیکن ان کی محمدی پیدائش ہندوؤں کی نگاہ میں ان کے حوصلہ کی راہ میں رکاوٹ سمجھی جائے گی۔ مرزا جی کو تو ہندو کبھی کرشن بھگوان کا اوتار نہ سمجھیں گے بلکہ ان کی یہ نئی الہامی اونچ حقارت اور تمسخر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ ہم نہیں جانتے مرزا جی کے اللہ پاک کو کیا ہو گیا ہے کہ مرزا جی کی تضحیک کے لئے آئے دن ایسی اول جلول وحی نازل فرماتا رہتا ہے، اگر ہم سے ملاقات ہوتی تو ہم ضرور کہتے افسوس

چندیں مدت خدائی کردی ۔ گاؤ و خر را نہ شناختی

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۷، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

بروزی نیرنگی

رسالہ اتحاد لکھتا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس سے پہلے تو مسیح موعود ہی تھے جن کے منتظر یہود و نصاری اور اہل اسلام ہیں، اب کرشن مہاراج ہونے کا بھی دعوی کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہندوؤں کے بھی محبوب و مطلوب بن گئے۔ ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرانے کا یہ نیا اور بہت اچھوتا پہلو ہے۔ شاید اب بھی پارسیوں اور بودھ وغیرہ کی طرح بعض فرقہ ان کے ماننے سے انحراف کرتے ہوں جن کو نہ مسیح سے کچھ علاقہ ہے نہ سری کرشن جی سے۔ میں سمجھتا ہوں کہ الوہیت کی شان دنیا کے تمام مذاہب میں مشترک ہے، لہذا اب کے روحانی عروج میں انہیں خدائی کا دعوی کرنا چاہیے۔ پھر کوئی گروہ ان کے ماننے سے مستثنی نہ رہ جائے گا۔ اگرچہ سری کرشن مہاراج بننے میں بھی اس درجہ کے قریب پہونچ گئے ہیں کیونکہ سری کرشن جی اپنے ماننے والوں میں پیغمبر یا بندے نہیں بلکہ خدا کا مظہر اور خود خدا ہیں۔ غرض ہم اپنے روحانی بزرگ (مرزا) کو اس جدید

ترقی پر مبارک باد دیتے ہیں: بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی۔ (ضمیمہ شحنہ ہند ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱)

کیا ہنود اہل کتاب ہیں

پہلے مرزا جی، محمد ﷺ کے بروز تھے۔ اب کرشن کے بروز ہیں۔ یعنی اسلام کے بھی بروز اور کفر کے بھی بروز۔ بات یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح اور تمام انبیاء کی جو صفات قرآن وحدیث میں سنی ہیں وہ سب مصنوعی طور پر اپنے برزخ میں ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ بھلا کہیں تصنع اور تلمع اور تکلف سے بھی کوئی نبی بنا ہے۔

جب آپ مسیح بنے ہیں تو ضرور ہے کہ آیت و ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته کا بھی اپنے کو مصداق بنائیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب عیسیٰ دوبارہ نزول فرمائیں گے تو اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا کہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ حالانکہ آپ اس معنی کی جس پر جمہور مفسرین و مجتہدین علماء وفضلاء کا اتفاق ہے تاویل وتحریف کرتے ہیں کہ لیؤمنن به میں به کا مرجع عیسیٰ مسیح کا قتل و صلیب ہے حالانکہ لیؤمنن صیغہ مستقبل ہے اور نون تاکید کی شان ہی یہ ہے کہ مضارع کو مستقبل بنائے، مگر آپ خلاف سیاق وسباق قواعد عرب مستقبل کو بمعنی ماضی لیتے ہیں اور یہ معنی گھڑتے ہیں کہ تمام اہل کتاب عیسیٰ مسیح کے قتل وصلب پر ایمان لا چکے ہیں۔ ہم ان مزعومہ معنی کی کسی سابق شمارے میں کامل تردید کر چکے ہیں۔ اور چونکہ جھوٹے کے پاؤں نہیں ہوتے لہذا اب مرزا جی اپنا منہ پیٹ کر کرشن کے بروز بنے ہیں کہ ہنود مجھ پر ایمان لائیں گے اور میں ہندوستان کے ہندو مسلمان کو مرزائی بنا کر متحد کر دوں گا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کیا ہنود اہل کتاب ہیں۔ ہاں ہاں کہہ دیجئے کہ وید بھی الہامی کتاب ہے۔ اور عیسیٰ کے قتل وصلیب پر ہنود بھی ایمان رکھتے ہیں حالانکہ مرزائی مقولہ بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آیا ہی نہیں، اور نبی آئے ہیں تو رام چندر اور لچھمن اور کرشن وغیرہ رشی اور منی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل سے ہنود کو کیا واسطہ رہا اور وہ کیونکر عیسیٰ مسیح کے قتل وصلب پر ایمان لائے کہ جب واقعات صلیب وغیرہ کی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اب بھی کروڑوں ہنود ایسے موجود ہیں جو انبیاء کے واقعات سے آگاہ نہیں چہ جائے کہ ان پر ایمان ہو۔

آپ امام الزمان ہیں اور خیر سے دنیا کے تمام اقوام و مذاہب کو متحد کرنے آئے ہیں۔ مگر یہ تو بتایئے کیا عیسائیوں کے مختلف فرقے مذہب ہنود سے متفق ہو جائیں گے۔ اور بت پرستی اور صلیب پرستی اور تثلیث پرستی گڈمڈ ہو جائے گی۔ کیا اب تک کوئی سناتن دھرمی ہندو یا آریہ آپ پر ایمان لایا ہے۔ کیا کسی عیسائی نے آپ کی سی سالہ بعثت میں بت اور صلیب توڑ کر آپ کا کلمہ پڑھا ہے۔ دنیا کے مذاہب تو اس وقت متحد ہوں گے کہ پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ یہ عجیب کیالی پلاؤ ہے جس سے خود بدولت ہی اپنا پیٹ بھر رہے ہیں:

دہن کا ذکر کیا، یاں سر ہی غائب ہے گریبان سے

آپ باوصف امام الزمان ہونے کے یورپ کو بھول گئے۔ چین کو بھول گئے۔ آتش پرستوں کو بھول گئے۔ آپ کے نزدیک یہود میں تو انبیا گذرے مگر دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں ایک بھی نبی نہیں گذرا۔ بدھ مذہب، پارسی مذہب میں کوئی نبی کیوں نہیں گذرا۔ ہاں سکھ مذہب کے نبی گورونانک پر آپ ایسا ہی ایمان لائے جیسا کرشن پر۔ لیکن ان کے سوا اور بھی بہت سے مذاہب ہیں جن کے متحد و متفق کرنے کا آپ نے اب تک بیڑہ نہیں اٹھایا۔ تاہم کچھ جلدی نہیں۔ اگر یہی لیل ونہار ہیں تو آپ ہنود سے حلال خوروں تک کو یوں ملا دینا چاہیں گے جیسا کھیت میں کھاد۔ اس وقت سری کرشن کی روح کیا کہے گی۔ یہی کہے گی کہ ہے رام ہے رام اس کلجگ میں آئے کہ کیسے راکھشش اور مہا ملیچھ سے پالا پڑا جس نے ہندو دھرم کو نسٹ کر دیا ۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۱-۲)

احیاء اموات

مرزا جی احیاء اموات کو جو سنت اللہ و فطرۃ اللہ کے خلاف بتاتے ہیں تو اپنی عصمت بی بی از بیچارگی کی پردہ دری کرتے ہیں، کیونکہ خود بدولت کوئی بروزی کرشمہ نہیں دکھا سکتے۔ اب ہم کلام مجید کے کھلے لفظوں سے احیاء اموات ثابت کرتے ہیں جن میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ گو مرزا صاحب تو اس میں بھی لنگڑی اور بے معنی تاویل کی پچر لگائیں گے۔ پڑھو

الـم تـر الـى الـذين خر جوا من د يا ر هم و هو الو ف حذ ر المو ت فقا ل لهم

الله مو توا ثم ا حیا هم ۔

اے محمد ﷺ کیا تو نہیں دیکھتا ان لوگوں کی جانب (یعنی کیا تجھے معلوم نہیں) جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے اور کہا ان کو اللہ نے کہ مر جاؤ۔ پس وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔

تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت میں یہ عبارت لکھی ہے

بعد ثما نیة ایام او اکثر بدعا نبیهم حز قیل فعا شوا دهرا علیهم ا ثر المو ت لا یلبسو ن ثو باً ا لا عاد کالکفن و استمر ت فی اسبا طهم

یعنی یہ ہزاروں آدمی ایک مدت تک زندہ رہے مگر ان پر موت کا اثر باقی رہا کیا معنی کہ جو کپڑا پہنتے کفن کے مانند ہو جاتا (تا کہ معجزہ کا اثر نمایاں رہے) اور ان کے قبائل میں یہی حالت قائم رہی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی موت حقیقی موت اور ان کی دوبارہ زندگی حقیقی زندگی تھی اور وہ اسی حقیقی موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے بھاگے تھے۔

نیز حضرت عمرؓ کے زمانے میں زریت بن برثملا وصی عیسی روح اللہ کا کوہ حلوان سے آواز دینا اور سعد بن ابی وقاصؓ سے باتیں کرنا اور حضرت عمرؓ کا جواب سلام کہنا اور وصی عیسی کا تا نزول عیسی زندہ رہنا یہ سب کتاب ازالۃ الخفاء میں مذکور ہے۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ خود مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھ چکے ہیں کہ الیسعؑ کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے چھو جانے سے زندہ نہ ہو سکیں۔

خود ہمارے نبی ﷺ نے کئی مردے زندہ کئے اور ان سے تکلم فرمایا اور انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی نبوت کی شہادت دی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں قتادہ سے روایت ہے

قا ل قتا دہ ا حیا هم الله هتی اسمعهم قو له تو بیخاً و تصغیراً و نقمة وحسرةً و ند ماً ۔ یعنی قریش کے وہ چوبیس سردار جو بدر کے کنوؤں میں پھینکے گئے ان کو اللہ تعالی نے بدعوت نبی ﷺ زندہ کر دیا اور اپنا قول توبیخاً وحسرةً سنا دیا۔

اور نظم الدرر وغیرہ میں ہے

روی الحسن قال النبی ﷺ یا فلانة احی باذن الله فخرجت الصبیة و ھی رقول لبیك و سعدیك فقال لھا ان ابویك قد اساء فان احببت ان اردك علیھما فقالت لا حاجة لی فیھما وجدت ..خیراً لی منھا و ھذا نظیر ما فعله عیسی من احیاء الموتی ۔

ترجمہ۔حسن نے روایت کی ہے کہ(ایک مشرکہ دختر جوایک وادی میں پھینک دی گئی تھی)،اس کوآنحضرت ﷺ نے آواز دی کہ اے فلانہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا۔وہ لڑکی وادی سے لبیک وسعدیک کہتی ہوئی نکلی۔آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے تیرے ماں باپ کی طرف لوٹا دوں۔اس نے عرض کیا کہ میں نے تم کوان سے بہتر پالیا۔پس مجھے ماں باپ کے پاس جانے کی کوئی حاجت نہیں۔یہ نظیر ہے عیسیٰ کے احیاءموتی کی۔

اورمتاخرین کےنزدیک بالکل ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین بدعوت آنحضرت ﷺ زندہ کئے گئے اورحافظ جلال الدین سیوطی نے یہ مسئلہ بوجہ اتم لکھااورمواہب لدنیہ اورنظم الدرر میں اس کی پوری تشریح کی گئی اورعلامہ شامی نے بھی فتاوی شامی کی جلددوم باب المرتد علامہ قرطبی اورابن ناصرالدین حافظ الشام سےاس کی تصحیح کی ہے۔دیکھوحضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں کتنے دنوں زندہ رہےاورزندہ نکلے پڑھو سورہ والصافات کی آیات فلو لا انّه کان من المسبّحین۔ للبث فی بطنه الی یوم یبعثون (صافات :۱۴۳۔۱۴۴) یعنی اگریونس خداتعالی کی تسبیح نہ کرتے رہتےتو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک زندہ رہتے۔سبحان اللہ سبحان اللہ۔طرہ یہ ہے کہ خودمرزاجی ازالہ اوہام کےصفحہ ۹۴۳ میں لکھتے ہیں:

یہ بالکل ممکن اور جائز ہے کہ خداتعالی کسی حیوان یا انسان یاپرندکوایسی حالت میں بھی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے حقیقی موت سے بچائے کیونکہ وہ ہر بات پرقادر ہے۔،

پھرمعلوم نہیں عیسیٰ مسیح کی حیات سےاب کیوں انکارکیا جاتا ہے جب کہ سنت صحیحہ سے بہت سے نظائرجوابھی مذکورہوئے ہمارے سامنے موجود ہیں۔مگرمرزاجی جب نصوص قرآنیہ دربارہ احیاءاموات کو نہیں مانتے تواحادیث کوکب مانیں گے۔

انبیاء کرام پر مرزا جی غضب ناک ہوتے ہیں کہ انہوں نے خدا تعالی سے معجزات کیوں طلب کئے اور کیوں خدائی معجزات دکھانے کا دعوی کیا، اور پھر مسیح پر سبّ ولعن کیا۔۔حضرت ابراہیمؑ پر بروزی غصے کا ابراز کیا یعنی حضرت ابراہیمؑ نے رب ارنی کیف تحی المو تی اور ولکن لیطمئن قلبی کیوں کہا۔کیا ان کو خدا تعالی پر پورا ایمان نہ تھا حالانکہ قوت مطمئنہ کا استحصال انبیاء کی شان اور اعلی درجہ کی صفت ہے۔پڑھ یاایتھا النفس المطمئنۃ ار جعی الی ر بك ۔ الآ یہ۔

انبیاء کرام پر غضب ناک ہونا بعینہ خدا تعالی پر غضب ناک ہونا ہے کہ انہیں تو معجزات دکھانے کی قوت عطا کر دی اور مجھے باوصف نیرنگیوں کے اس قدر پاپڑ بیلنے کے محروم رکھا۔خدا تعالی کا قانون تو ذ لك فـضـل الـلـه یو تیه من یشاء ہے اور فضل کی شان ہی بے علت عطا ہونا ہے۔ہاں لیپا لک کا کام ہے کہ اپنے آسمانی باپ کا جھونپڑا پھونکے جس نے ایسے الہامات کئے جن سے چاہیتے لیپا لک کی گردن ٹوٹے اور ہمیشہ کے لئے استروں کی مالا اس کے گلے میں ڈال دی۔ہم بھی تو دیکھیں بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی ہے ۔خدا نے چاہا تو ایک نہ ایک دن پھانسی دہری ہے۔مسیح کا بننا خالہ کا گھر نہیں جس طرح وہ اپنی امت کا کفارہ بن گئے کیا وجہ ہے کہ مثیل المسیح اپنے مرزائیوں کا کفارہ نہ بنے۔

بروزی نیرنگی تو دیکھئے کہ عیسی مسیح کو چونکہ کروڑوں آدمی مانتے ہیں اور تمام یورپ ان کو خدا سمجھتا ہے اور دنیا کے تیس کروڑ مسلمان ان کے اولوالعزم نبی اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اس لحاظ سے تو آپ نے ان کو بڑا سمجھا اور ان کے نام سے بکنا چاہا اور چونکہ انہوں نے معجزات دکھائے اور احیائے موتی کیا اس لحاظ سے وہ برے ہو گئے۔انبیاء کو تو خدا تعالی نے اپنی صفت احیا اور اماتت دونوں کا حصہ اور پرتو عطا فرمایا مگر آسمانی باپ نے اپنے لیپا لک کو اماتت ہی کا تمغہ اور پوٹلا بخشا کہ میں فلاں کو اتنے دنوں میں مار ڈالوں گا اور فلاں کو اتنے دنوں میں۔اور اب میں نے ہی ساری دنیا پر طاعون کو مسلط کر دیا ہے جو میرے تمام منکروں کو بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر کھا رہا ہے اور کھائے گا یہ مثیل المسیح کی شان اور لیپا لک اور آسمانی باپ کے خوارق ہیں۔

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۲-۵)

تصدیق انبیاء علیہم السلام

انجیل نے توریت کی، اور قرآن نے توریت اور انجیل کی تصدیق کی۔ چنانچہ عیسیٰ مسیح نے فرمایا:
میں توریت کے ابطال کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے آیا ہوں اور مصدّقاً لما بین
یدیّ من التوراۃ و الانجیل۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ ہر نبی نے دوسرے نبی کی تصدیق کی ہے بلکہ ہر نبی کو دوسرے انبیاء کرام کے اتباع کا حکم ہے کیونکہ سب انبیاء کا مذہب یہی اسلام تھا۔ پڑھو قل بل ملۃ ابراھیم حنیفاً اور پڑھو
ما کان ابراھیم یھودیاً و لا نصرانیاً و لکن کان حنیفاً مسلماً۔
اور انا اول المسلمین۔ الآیات

اب ظالم مرزا قادیانی کو دیکھئے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے مگر انبیاء کرام کی توہین بلکہ ایک معنی سے آسمانی کتابوں کی توہین کرتا ہے کیونکہ کتابیں تو انبیاء ہی پر نازل ہوئی ہیں اور انبیاء کی توہین بعینہ کتابوں کی توہین بلکہ خود خدا کی توہین ہے کہ اس نے ایسے نبی بھیجے جن میں عیوب ہیں اور ان پر ایسی کتابیں نازل کیں جو ناقص ہیں کیونکہ ہر نبی نے اس الہامی کتاب پر عمل کیا ہے جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ کسی نبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں کہا، نہ کچھ کیا۔ پڑھو

و ما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ

یعنی محمد ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ وہ وہی کہتا ہے جو اس پر وحی کی جاتی ہے۔

مذہب اسلام نے توریت اور انجیل اور قرآن کو ایک ہی پلّے میں رکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ ..الآیہ کے لازمی معنی یہی ہیں کہ لا نفرق بین کتبہ کیونکہ نبی کی عظمت محض کتاب سے ہے۔ اور ہم ہمیشہ آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ بطور تلقین ورد زبان رکھتے ہیں۔ دیکھو ایمان لانے کے لئے پہلے کتب ہے اور اس کے بعد رسل ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انبیاء پر ان کے مدارج کے موافق ایمان ہو۔ یعنی کسی پر تھوڑا ایمان اور کسی پر زیادہ ایمان۔ یا کسی پر ناقص ایمان اور کسی پر کامل ایمان۔ یہ تو

جب ہو کہ کوئی نبی ناقص اور کوئی کامل ہو، جیسا مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں ناقص نبی ہوں۔ خود رسول کے معنی پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کا پیام یا خدا کی کتاب پہچانے والا ہے۔ پس اس فرض ومنصب کے لحاظ سے تمام انبیاء ایک ہیں، کسی میں کوئی فرق اور ما بہ الامتیاز نہیں۔ اب ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا مفضل علیہ کی توہین کرنا ہے اور انبیاء کرام کی توہین بالاجماع کفر ہے۔

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اگر میں بھی عیسیٰ مسیح کی طرح مسمریزم وغیرہ کے شعبدے دکھاتا تو مسیح سے کہیں زیادہ دکھا سکتا تھا گویا اپنے کو عیسیٰ مسیح پر فضیلت اور ترجیح دی جو صریح الحاد اور کفر ہے۔

جب مرزا قادیانی آیت من بعدی اسمہ احمد کو اپنے لئے تراشتا ہے، تو ضرور ہے کہ فضلنا بعضھم علی بعض کو بھی اپنے لئے تراشے، کیونکہ ایسی آیتوں کو وہ ہمیشہ ڈھونڈھتا اور اپنے اوپر منطبق کرتا رہتا ہے۔ اس صورت میں تو بعض پر نہیں بلکہ تمام انبیاء پر معاذ اللہ مرزا قادیانی کو فضیلت ہوگی۔

آیت فضلنا بعضھم علی بعض کے سمجھنے میں بڑے بڑے علماء کو دھوکا ہوا ہے اور مفسرین نے بھی غلطی کی ہے کہ فضلنا بعضھم میں بعضھم کی تفسیر (محمداً) لکھی ہے۔ گویا یہ معنی ہوئے کہ ہم نے محمد ﷺ کو بعض انبیاء پر فضیلت دی ہے حالانکہ فضیلت دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ لیکن یہ معنی اس وقت ٹھیک بیٹھتے کہ آیت کا نظم یوں ہوتا کہ فضلنا بعضھم علی الکل اب مجدد السنہ مشرقیہ کا اجتہاد ذرا غور سے سنئے اور سمجھئے آیت میں مراد انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت جزئی ہے نہ کہ کلی، چنانچہ پوری آیت یوں ہے

تلك الرّسل فضّلنا بعضھم علی بعضٍ منھم من کلّم اللہ و رفع بعضھم درجات ـو آتینا عیسی بن مریم البیّنات و ایّدناہ بروح القدس (بقرہ:۲۵۴)

صاف ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کی جزئی فضیلت کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ خدا تعالیٰ ہم کلام ہوا، اور حضرت عیسیٰ بن کریم کو معجزات دیئے اور روح القدس سے مدد دی، یعنی عیسیٰ مسیح کو بے باپ پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام خصوصیات کسی ایک نبی میں نہیں پائی جاتیں، تا کہ اس کو دیگر انبیاء پر فضیلت ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کو فضیلت کلی دی جاتی تو آپ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ لا تفضلونی علی یونس بن متی

اورلا تخیروا فی انبیاء اللہ ۔مردود مرزا قادیانی کو دیکھو کہ بعض انبیاء پر بعض کو نہیں بلکہ خود اپنے کو فضیلت دیتا ہے اور کہتا ہے :عیسی کجا است تا بنہد پا بمنبرم

اڈیٹر (ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۵۔۶)

الحکم پر ریویو

عصر جدید لکھتا ہے کہ ایک ہفتہ وار اخبار الحکم قادیان سے نکلتا ہے وہ بھی معمولی رسالوں سے کم تر ذخیرہ مضامین کا نہیں رکھتا۔ یہ رسالہ خاص طور پر میرزا مسیح کے دائرے میں شائع ہوتا ہے اور اپنی طرف سے دعوی کرتا ہے کہ اسلام کی صداقت کو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ ہم نے غور سے اس رسالے کے مضامین پڑھے ۔ایڈیٹر کے مضامین زیادہ تر اس قسم کی ناگفتہ بہ خوش آمد اور اپنے پیر کی نفرت انگیز بھٹئی سے بھرے ہوتے ہیں، جن کو صحیح مذاق کا آدمی نہ بلحاظ عبارت کے اور نہ بلحاظ خیالات کے پسند کر سکتے ہیں۔ جو وعظ یا لیکچر مرزا صاحب کے چھپتے ہیں ان میں تکرار بے انتہاء اور طول بلاضرورت ہوتا ہے، اور کوئی نئی بات ایسی نہیں ہوتی جو اخلاق کی معمولی کتاب مثلاً گلستان، انوار سہیلی یا اخلاق محسنی میں بہتر نہ مل سکتی ہو۔ جو ان کا ادعائے شخصی ہے اس سے ہم کو کچھ تعلق نہیں، اس لئے کہ ایک اسلامی رسالہ کے لئے اس بحث میں پڑنا فضول ہے کہ زید کا بھیجا برا ہے یا عمرو کا پتّا۔ الغرض یہ اخبار بھی نہ مذہبی اصلاح کا کام دے سکتا ہے نہ قومی رفاہ کا۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷)

قسمت کے دھکے

ایک ہم عصر لکھتا ہے ہم مرزا صاحب سے ان کی زار حالت پر سچی ہمدردی کرتے ہیں انکی پژمردگی اور مایوسی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ وہ بے چارے جہاں جاتے ہیں دھکے دے کے نکالے جاتے ہیں ۔واقعی حضور انور ﷺ کے دروازہ سے جس نے منہ موڑا جس دروازہ پر گیا اس کی عزت نہ ہوئی۔ پہلے آپ نے عیسائیوں کا آسرا ڈھونڈا، اور کہا میں مثیل مسیح ہوں مجھے اپنے ہاں جگہ دو۔ انہوں نے نہایت درشتی اور سختی سے کہا

کہ جدھر سے آپ تشریف لائے ہیں سیدھے چلے جائیئے۔بے چارہ نے مایوس وسرگردان مسلمانوں کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی کہ میں مہدی ہوں اورتمہارا سہارا دیکھ کے آیا ہوں میری مدد کرو۔اس کا جواب مرزا صاحب کو وہی ملا جو عراقی کو اہل حرم نے دیا تھا

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو برونِ در چہ کر دی کہ درون خانہ آئی

اب چاروں طرف نظر اٹھا اٹھا کے دیکھنے لگے کہ کہاں جاؤں اورکس کا سہارا ڈھونڈوں۔آخر بہزار پریشانی صنم خانہ میں پہنچے اورصنم خانہ والوں سے کہا میری مدد کرو اور مجھے کرشن کا اوتار سمجھو۔مگر یہاں مرزا صاحب کی قسمت عراقی سے بھی بدتر نکلی۔عراقی کے لئے تو صنم خانہ کا دروازہ کھول دیا تھا اور صنم خانہ والوں نے غل مچادیا تھا کہ آؤ آؤ تم ہمارے خاصوں میں سے ہو،مگر یہاں بھی مرزا صاحب کو دھکے ملے۔

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸،جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۷)

ضمیمہ کی بندش

جنوری ۱۹۰۵ء سے ضمیمہ بند کیا جاتا ہے

اے مربیان ومعاونان ضمیمہ ہم گذشتہ دونمبروں میں ضمیمہ کی حالت اوراپنی مجبوری کے اظہار کا فرض ادا کر چکے ہیں ہم نے تو کامل چار سال تک ضمیمہ کو ہاتھوں سے نہیں دیا بلکہ دانتوں سے پکڑے رکھا اور خدا کی عنایت سے جو کچھ کر دکھایا ہے آپ پر روشن ہے۔مرزائیت کا کفر توڑ دیا اور مرزائیوں کو ہر طرح نیچا دکھایا کہ عدالت تک سے ان کو شکست ہی ملی۔سینکڑوں مسلمان راہ راست پر آ گئے اور مرزا کا طلسم سب پر کھل گیا۔

ہم نے ہر چند چاہا کہ ضمیمہ بند ہونے کے باب میں مرزا قادیانی کی پیشین گوئی پوری نہ ہو مگر افسوس ہے کہ ضمیمہ کی پبلک نے نہ چاہا اب صورت ہی ایسی آپڑی ہے کہ محنت اور جانکاہی اور ثمرے کا ملنا تو درکنار مصارف کی کفالت بھی نہ رہی ناچار جنوری ۱۹۰۵ء سے ضمیمہ بند کیا جاتا ہے یہ بچہ جس کو آپ نے چار سال تک اپنی آغوش میں پالا ہے چار ہی سال کی عمر لے کر آیا تھا۔انا للہ و انا الیہ راجعون

تاہم مرزا قادیانی کا تعاقب شحنہ ہند میں برابر جاری رہے گا ہم حتی الوسع اپنی دھن سے باز نہ آئیں گے جو اسلامی اور دینی نصرت نے ہمارے دل میں پیدا کر دی ہے۔ پس جن حضرات کے قرض سے ہم سبک دوش ہو چکے ہیں وہ اگر چاہیں گے تو بجائے ضمیمہ کے شحنہ ہند ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا ایک یا دو جتنے پرچوں کی ان کو حاجت و وسعت ہو گی اور جن حضرات کا قرض ہمارے ذمہ ہے قرض کے موافق ان کے نام کسی قدر مدت تک شحنہ ہند جاری رہے گا اور اس مدت کے بعد جیسا وہ ارشاد فرمائیں گے تعمیل کی جائے گی۔ شحنہ ہند میں ہر قسم کے مضامین ہوتے ہیں ضمیمہ عارضی تھا اور شحنہ ہند ۲۴ سال سے جاری ہے۔ ضمیمہ کے خریدار بڑے بڑے پایہ کے لوگ ہیں اگر وہ دل سے چاہیں گے تو بجائے بہت سے ضمیموں کے جو پلندے بندھ بندھ کر جاتا ہے شحنہ ہند کا ایک ایک دو دو پرچہ خرید سکتے ہیں مگر ضمیمہ آپ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہے اس کا کہا سنا معاف فرمائیے۔

اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اکثر مربیان ضمیمہ کو جنہیں خلوص اور دینی حمیت اور ضمیمہ سے محبت اور بھڑ اس تھی خریداروں کے پیدا کرنے اور ان سے قیمت وصول کرنے میں دقتیں ہوتی تھیں اور مجبور ہو کر اپنی جیب سے ضمیمہ کی قیمت داخل کر دیتے تھے اب ضمیمہ کے بند ہو جانے سے ان کو سبک دوشی ہو گی۔ قومی قابلیت اور قدر دانی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ جس ہفتہ وار پرچے کی قیمت ایک روپیہ سالانہ معہ محصول ڈاک ہو، وہ بھی نہ چل سکا۔ اڈیٹر

(ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء نمبر ۴۸، جلد ۲۲ و ۲۴ ص ۸)

☆☆☆☆☆

و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی　　　محمد بہاءالدین